شرح ریاض الصالحین

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

۶۳۱ـ۶۸۶ھ

جلد اول

مترجم:

ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:

علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

شرح

ریاض الصالحین (مترجم)

جلد اوّل

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

۶۳۱-۶۸۶ھ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ۰ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شرح رِیاضُ الصّالحین (مترجم)

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

شرح

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

ترجمہ

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

جلد اول

بار اول	....	مارچ 2015ء
پرنٹرز	....	آصف صدیق پرنٹرز
تعداد	....	1100/-
ناشر	....	چوہدری غلام رسول ۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5۔ مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

◆◆◆◆◆

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العٰلمین جلّ مجدہٗ الکریم کے محبوب ومقبول بندے رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشقِ صادق سیّد الاولیاء مخدوم الاصفیاء فخرِ سادات حضرت علی بن عثمان ہجویری غزنوی لاہوری کے نامِ نامی اسم گرامی کے نام جن کی پرنور نگاہوں سے لاکھوں گم گشتگان صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے اور براعظم ایشیاء میں ان کے فیضان کا صدیوں سے خاص وعام یوں اعتراف کرتے آرہے ہیں

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

فقط:
یکے از غلام غلامانِ فیض عالم
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفیٰ ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِی

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ

خُلَفَاءُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ

مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ

وَیُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے

اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما، ہم نے عرض کی

یارسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا

وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں

گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے ۔

(الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۱۱۰)

عرضِ ناشر

الحمد للہ کہ ادارہ پروگریسو بکس کے قیام سے لے کر اب تک ہم کار پردازان ادارہ ہمہ وقت اور ہر آن اسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ اس ادارے سے مذہبیات اور ادبیات پر بہترین کتب اپنے کرم فرما حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ رحمت اور قارئین کرام کے تعاون سے ہم آج تک اسی نصب العین کی تکمیل میں مشغول ومصروف رہے ہیں اور اب تک ہم نے اپنی جو مطبوعات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں ان کی پسندیدگی اور قبولیت نے اس راہ میں ہمیں اور زیادہ سرگرم عمل بنا دیا ہے اور اب تک دینی کتب کے اصل متون یا ان کے تراجم کو موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے پیش کرنا ہی ہمارا مقصود اور نصب العین بن گیا ہے۔ انشاء اللہ! ہم اس راہ میں اور زیادہ سرگرمی سے اپنے قدم اُٹھائیں گے۔

آفتابِ رسالت سے اقتباس شدہ ہدایت کا ذریعہ آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر فکرِ آخرت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ایسے عقائد وخیالات اور اعمال کو اپنائے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو بلکہ راضی ہو اور یہ ان بارگاہِ رسالت کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے آپ کا ادارہ پروگریسو بکس نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے بہت سی نادر کتابیں شائع کی ہیں، جیسے صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند حمیدی، سنن ابوداؤد شریف، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، شرح مسند امام اعظم، شرح المعجم الصغیر للطبرانی، ریاض الصالحین (ترجمہ)، احیاء العلوم، تاریخ الخلفاء اور دیگر ادارہ خریدار حضرات کی ڈیمانڈ پوری کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے حدیث شریف کی عظیم اور مستند کتاب ''ریاض الصالحین'' کی عام فہم اور سلیس شرح اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کی ہے۔

اس عظیم کتاب کے ترجمہ کی خدمت کو سرانجام دینے والے مترجم محقق معروف مذہبی اسکالر ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی زید مجدہٗ ہیں اور اس کی آسان اور سلیس شرح کرنے والے علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری ہیں۔

انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے جاری رہے گا۔

ہم نے اپنی مطبوعات کو حسن صوری سے آراستہ پیراستہ کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا ہے' جس قدر بھی ممکن ہو سکا اور جماعتی حسن سے اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کیا ہے اور آپ نے ہماری اس کوشش کو سراہا ہے۔

اسی نصب العین کے تحت پیش نظر کتاب ''شرح ریاض الصالحین'' کو بھی بھرپور طریقے سے حسن معنوی کی طرح حسن ظاہری سے آراستہ کرنے میں بے اعتنائی نہیں برتی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ گراں مایہ کتاب ہماری دیگر مطبوعات کی طرح آپ سے شرف قبول حاصل کرے گی۔

آخر میں گزارش ہے کہ جب آپ اس عظیم کتاب سے استفادہ کریں تو اپنے لیے دعا کرتے ہوئے ہمارے ادارہ کے تمام لوگوں کے لیے بھی ضرور دعا مانگیں۔

والسلام!

میاں غلام رسول

میاں شہباز رسول

میاں جواد رسول

میاں شہزاد رسول

◆◆◆◆◆

ابتدائیہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان اپنے رب عزوجل کی رضا وخوشنودی اپنے رب عزوجل کی عبادت اور اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وتعلیمات پر عمل کے ذریعہ ہی حاصل کرسکتا ہے جو اپنے رب عزوجل کی رضا پانے میں کامیاب ہوگیا درحقیقت وہی دنیاوآخرت کی بھلائیاں وکامیابیاں پانے میں کامیاب ہوگیا۔

بلاشبہ ہمارے نبی کریم ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک اقوال وافعال، سیرت وکردار، اخلاق ومعاملات، طلب حق کے متلاشیوں کے لیے نورِ ہدایت ہیں۔

ہمارے اسلاف وبزرگانِ دین کی زندگی کے انمول لمحات نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان وارشادات کو پھیلانے میں صرف ہوئے اور اس طرح انہوں نے زندگی کے ان لمحات کو بیش قیمت بنا کر اپنے لیے سرمایۂ آخرت بنالیا، یقیناً انہوں نے یہ عظیم دینی کام محض رضائے الٰہی پانے اور جذبۂ اصلاحِ اُمت کی خاطر کیا، اسی لیے بارگاہِ الٰہی میں ان کی یہ عظیم دینی خدمت ایسی مقبول ہوئی کہ قیامت تک کے لیے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت وعقیدت نقش ہوگئی۔

ان ہی بزرگوں میں سے ایک عظیم بزرگ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی ہیں جنہوں نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک اقوال وافعال کو اپنی گرانقدر ومایہ ناز تصنیف لطیف بنام ''ریاض الصالحین'' میں انتہائی عمدہ واحسن انداز میں جمع فرمایا ہے اور راہِ حق کے سالکین کے لیے مشعلِ راہ کا انتظام فرمایا ہے۔

بزرگ موصوف کی اس عظیم دینی خدمت اور اس کے صلہ میں انہیں ملنے والی عزتیں، کرامتیں اور آخرت کے لیے جمع ہونے والے اجر وثواب کے خزانے اس قدر قابلِ رشک ہیں کہ حقیر پُرتقصیر کو ان رحمتوں اور برکتوں میں کچھ حصہ پانے کا جذبہ وشوق بیدار ہوا اور ذہن بنایا کہ اس مایہ ناز تصنیف کی شرح لکھی جائے، مگر فوراً اپنے بے وقعتی وکم علمی کا احساس ہوا اور قلم اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی، مگر روز بروز یہ خیال جڑ پکڑتا گیا کہ اس مایہ ناز تصنیف کی شرح کے ذریعے مسلمانوں کو نہایت قیمتی علمی خزانے سے مالا مال کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ رب عزوجل کی رحمت پر بھروسہ اور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی نظرِ کرم کی اُمید رکھتے ہوئے قلم اُٹھانے کی جرأت کی اور توجہ مرشد سے آسانیاں پیدا ہوتی چلی گئیں اور یوں اللہ عزوجل یہ شرح پایۂ تکمیل کو پہنچی' اور اس طرح حقیر پُرتقصیر سے ربِ عزوجل نے اپنے محبوب کے مبارک اقوال وافعال کو سہل انداز میں مسلمانوں تک پہنچانے کا کام لے لیا۔ اے کاش! وہ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمالے ورنہ دین کا کام تو وہ اپنے فاسق بندوں سے بھی لے لیتا ہے۔

اس تالیف میں کوشش کی گئی ہے کہ ہر حدیث کی وضاحت دیگر احادیث مبارکہ کے ذریعہ سہل اور عام فہم انداز میں کی جائے۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی رکھا گیا ہے کہ انداز اصلاحی ہو'اس کے علاوہ چند اور خصوصیات بھی اس شرح میں شامل ہیں:

- اکثر آیاتِ قرآنیہ کی مختصر اً مگر مستند تفسیر بیان کی گئی ہے۔
- احادیثِ مبارکہ کی تشریح سہل اور عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔
- امام نووی رحمۃ اللہ القوی' شافعی مسلک سے تھے' لہٰذا جہاں جہاں فقہی مسائل بیان کیے گئے وہاں شافعی موقف کے بجائے احناف کا موقف بیان کیا گیا ہے۔
- آیاتِ مبارکہ واحادیثِ کریمہ اور دیگر عبارات وجزئیات کی تخریج کی گئی ہے۔
- جہاں جہاں بھی آیاتِ مقدسہ بیان کی گئیں ان کا ترجمہ امام اہل سنت مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف سے لیا گیا ہے۔
- کئی مقامات پر حسبِ ضرورت مفید مواد شامل کیا گیا ہے۔

الحمدللہ احسانہ! اپنی خصوصیات کے سبب ریاض الصالحین کی یہ شرح نہ صرف طلباء بلکہ اساتذ وعلماء کے لیے بھی بے حد مفید ثابت ہوگی۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اپنے پیاروں کے وسیلے سے فقیر کی اس کاوش کو قبول فرما کر آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری
فاضل جامعۃ المدینہ' گلستانِ جوہر' کراچی

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

1- كِتَابُ الْإِخْلَاصِ
اخلاص کا بیان

1- بَابُ الْإِخْلَاصِ وَإِحْضَارِ النِّيَّةِ فِي جَمِيعِ الْأَعْمَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالْأَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ
تمام اعمال، اقوال ظاہری اور پوشیدہ میں نیت کو خالص کرنے کا بیان

شرح: سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں اخلاص تھا۔ وہ ہر ایک عمل میں اخلاص کو مدنظر رکھتے تھے اور ریا کا شائبہ بھی ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی عمل بجز اخلاص مقبول نہیں۔ وہ لوگوں میں زاہد عابد بننے کے لئے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ انہیں اس بات کی کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی کہ لوگ انہیں اچھا سمجھیں گے یا برا۔ ان کا مقصود محض رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ ہوتا تھا۔ ساری دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی وہ جانتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ عمل قلیل بھی کافی ہوتا ہے، مگر اخلاص کے سوا رات دن بھی عبادت کرتا رہے تو کسی کام کی نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن بھیجا تو فرمایا:

اخلص دينك يكفك العمل القليل.
کہ اپنے دین میں اخلاص کر تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الرقاق، الحدیث: ۷۸۲۲، ج۵، ص۴۳۵)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝
اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

شرح: اساتذہ اپنے بچوں کا ذہن بنائیں کہ ہر جائز کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص لوگوں میں اپنے عمل کا چرچا کریگا تو خدائے تعالیٰ اس کی (ریاکاری) لوگوں میں مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل ورسوا کریگا۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ... الخ، الحدیث ۶۸۲۲، ج۵، ص۳۳۱)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے یونہی ان کو تمہارے بس میں کردیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو

اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی۔ اور اے محبوب خوشخبری سناؤ نیکی والوں کو۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

تم فرمادو کہ اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللّٰہ کو سب معلوم ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز پر اللّٰہ کا قابو ہے۔

شرح: سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے لوگو! اللہ عزوجل کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرو کیونکہ اللہ عزوجل وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور یہ مت کہا کرو کہ میں نے یہ کام اللہ عزوجل اور رشتہ داری کی وجہ سے کیا ہے۔

(سنن الدار قطنی، کتاب الطہارت، باب النیۃ، الحدیث: ۱۳۰، ج۱، ص ۷۳)

جس طرح کپڑے سے میل کچیل صاف کرنے کے لئے اعلیٰ قسم کا صابن یا سرف استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح ریاکاری کی گندگی سے اپنے دل کو صاف کرنے کے لئے اخلاص کا صابن درکار ہے۔ اخلاص ریاکاری کی ضد ہے۔ اِس عظیم دولت کو پانے کے لئے اس کے فضائل پر غور کیجئے:

قبولیت کے چھ حروف کے نسبت سے اخلاص کے 6 فضائل

(1) قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ⑳

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (پ ۲۵ الشوریٰ: ۲۰)

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: (جو آخرت کی کھیتی چاہے) یعنی اللہ (عزوجل) کی رضا اور جناب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی چاہے، ریا کے لئے اعمال نہ کرے (ہم اس کی کھیتی بڑھائیں) یعنی اسے زیادہ نیکیوں کی توفیق دیں گے، نیک کام آسان کردیں گے، اعمال کا ثواب بے حساب بخشیں گے۔ (اور جو دنیا کی کھیتی چاہے) کہ محض دنیا کمانے کے لئے نیکیاں کرے، عزت وجاہ کے لئے عالم، حاجی بنے، غنیمت کے لئے غازی، (ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کئے ہی نہیں، معلوم ہوا کہ ریاکار ثواب سے محروم رہتا ہے مگر شرعاً اس کا عمل درست ہے، ریا کی نماز سے فرض ادا ہوجائے گا، مگر ثواب نہ ملے گا اس لئے فِی الْاٰخِرَةِ کی قید لگائی۔ (نور العرفان، ص ۷۷۴)

(2) نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اپنے دین میں مخلص ہو جاؤ، تھوڑا عمل بھی تمہارے لئے کافی ہوگا۔ (المستدرک، کتاب الرقاق، الحدیث ۷۹۱۴، ج۵، ص۴۳۵)

(3) حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ دوعالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جو دنیا سے اس حال میں مرا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اپنے تمام اعمال میں مخلص تھا اور نماز، روزے کا پابند تھا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس سے راضی ہے۔

(المستدرک، باب خطبۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی حجۃ الوداع، رقم الحدیث ۳۳۳۰، ج۳، ص۶۵ ملتقطا)

(4) حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ فالہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آخری زمانہ آئے گا تو میری امت تین گروہ میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ خالصًا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کریگا دوسرا گروہ دکھاوے کے لیے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کریگا اور تیسرا گروہ اس لیے عبادت کریگا کہ وہ لوگوں کا مال ہڑپ کر جائے۔ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروز قیامت ان کو اٹھائے گا تو لوگوں کا مال کھا جانے والے سے فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میری عبادت سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ عرض کریگا: تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! لوگوں کو دکھانا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اس کی کوئی نیکی میری بارگاہ میں مقبول نہیں، اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر خالصًا اپنی عبادت کرنے والے سے فرمائے گا میری عزّت اور میرے جلال کی قسم! میری عبادت سے تیرا کیا مقصود تھا؟ وہ عرض کریگا: تیری عزت وجلال کی قسم! میرے اِرادے کو تو بہتر جانتا ہے، میں نے تیری رضا چاہی۔ ارشاد فرمائے گا: میرے بندے نے سچ کہا، اسے جنت کی طرف لے جاؤ۔

(المعجم الاوسط، رقم ۵۱۰۵، ج۴، ص۳۰)

(5) حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا کہ جس کی نیت آخرت کمانا ہو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کردے گا اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہوکر آئے گی اور جس کی نیت دنیا طلبی ہو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کردے گا اور اس پر اس کے کام پراگندہ کردے گا اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کے لیے لکھی گئی۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، الحدیث ۵۳۲۰، ج۲، ص۲۶۷)

حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی اخلاص والے کو رب تعالیٰ دِلی استغناء بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا جمع بھی فرما دیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا، ضروریات اس کے پاس آتی ہیں۔ جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ہوجاتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کا ہوجاتا ہے۔ جس جانور کو کیلے (کھونٹے) سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔

دُنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی یعنی دنیا اور دنیا دار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جا رہا ہے۔ شعر

وہ کہ اِس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی　　　　وہ کہ اِس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا

فقیری سے مراد ہے لوگوں کی محتاجی، ان کا حاجت مند رہنا ہے ان کے دروازوں پر دھکے کھانا انکی خوشامدیں کرنا۔ یعنی اس کا دل پریشان رہے کبھی روٹی کے پیچھے دوڑے گا کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا کبھی دیگر ضروریات کے لیے پریشان پھرے گا اللہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کرنے کا وقت ہی نہ پائے گا یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے۔ یعنی اس کی ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا کو اس کی پریشانیوں میں ہی اضافہ ہوگا دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳۱)

(۶) محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی سخت چٹان میں کوئی عمل کرے جس کا نہ تو کوئی دروازہ ہو اور نہ ہی روشندان، تب بھی اس کا عمل ظاہر ہو جائے گا اور جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید خدری، الحدیث: ۱۱۲۳۰، ج ۴، ص ۵۷)

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ تم ریا کر کے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو تم اخلاص سے نیکیاں کرو خفیہ کرو اللہ تعالٰی تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتا دے گا لوگوں کے دل تمہیں نیک ماننے لگیں گے۔ یہ نہایت ہی مُجَرَّب ہے بعض لوگ خفیہ پڑھتے ہیں لوگ خواہ مخواہ انہیں خواں کہنے لگتے ہیں، ر ن ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جس کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے لوگ حضور غوث پاک خواجہ اجمیری کو ولی کہتے ہیں کیونکہ رب تعالٰی کہلوا رہا ہے یہ ہے اس فرمانِ عالی کا ظہور۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴۵)

مخلص مؤمن کی مثال

قرآن پاک میں مخلص مؤمن کی مثال ان الفاظ کے ساتھ دی گئی ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ (ریتلی زمین) پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینھ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۵)

حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت

لکھتے ہیں: کہ یہ مؤمن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ! ایسے ہی با اخلاص مؤمن کا صدقہ اور انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے اور وہ تمہاری نیت اور اخلاص کو جانتا ہے۔ (خزائن العرفان)

مُخلِص کون؟

انسان مخلص کب ہوتا ہے؟ اس بارے میں اسلاف کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

(1) حضرتِ سیدنا یحیٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سُوال ہوا کہ انسان کب مُخلص ہوتا ہے؟ فرمایا: جب شیر خوار بچہ کی طرح اُس کی عادت ہو۔ شیر خوار بچہ کی کوئی تعریف کرے تو اُسے اچھی نہیں لگتی اور مذمت کرے تو اُسے بُری نہیں معلوم ہوتی۔ جس طرح وہ اپنی تعریف و مذمت سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح انسان جب تعریف و مذمت کی پرواہ نہ کرے تو مُخلص کہا جاسکتا ہے۔ (اَخلاق الصالحین مطبوعہ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

(2) حضرت ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کس وقت سمجھے کہ وہ مخلصین میں سے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ اعمالِ صالحہ میں پوری کوشش صَرْف کردے اور اس کو پسند کرے کہ میں معزز نہ سمجھا جاؤں۔ (تنبیہ المغترین، ص ۲۳)

(3) کسی امام سے پوچھا گیا: مخلص کون ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیاں اس طرح چھپائے جس طرح اپنے گناہ چھپاتا ہے۔

(4) ایک اور بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا گیا: اخلاص کی اِنتہا کیا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: وہ یہ کہ تم لوگوں سے تعریف کی خواہش نہ کرو۔ (الزواجر، الکبیرۃ الثانیۃ الشرک الاصغر۔۔۔۔۔۔۔الخ، خاتمۃ فی الاخلاص، ج ۱، ص ۹۰)

(1) وَعَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَیْلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰی بْنِ رِیَاحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِیِّ الْعَدَوِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَوِ امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ

امیر المؤمنین ابو حفص حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے تو جس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہی کے لئے ہے اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی

اِلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ، اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَاَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ صَحِيْحِهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.

طرف اس نے ہجرت کی۔ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ اس کو محدثین کے دو اماموں یعنی امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری اور ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام تصنیف شدہ کتب احادیث میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں۔ (نوٹ: ابتدائے کتاب میں اس حدیث کا اس لیے ذکر ہے' تاکہ تصحیح نیت پر تنبیہ ہو۔)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۱ص۳ رقم:۱ صحیح مسلم باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات ج۲ص۳۲۱ رقم: ۵۰۳۶ سنن نسائی باب النیۃ فی الوضوء ج۱ص۶۲ رقم: ۷۵ سنن ابوداؤد باب فیما عنی بہ الطلاق بالنیات ج۱ص۷۱ رقم: ۲۲۰۳ سنن ابن ماجہ باب النیۃ ج۲ص۳۱۹ رقم: ۴۲۲۷ مسند امام احمد بن حنبل مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج۱ص۲۵ رقم الحدیث: ۱۶۸)

شرح حدیث: میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۶۷۵ تا ۶۷۶ پر فرماتے ہیں: مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یانہیں؟

الجواب: صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام، اور اس کے دئے ادا نہ ہوگا، اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام، اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام، ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور ان کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کو پانی، سقایہ کا پانی، نیاز کی شیرینی، سرائے کا مکان، پل پر سے گزرے۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نیۃ المومن خیر من عملہ رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔ اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(المعجم الکبیر مرویات سہل الساعدی، حدیث ۵۹۴۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶ / ۱۸۵)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دُوسرے پر گناہ محو کریں گے

مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کرسکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں

(۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔

(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

(۸) امرِ الٰھی خذوا زینتکم عند کل مسجد (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ت) امتثال کو جاتا ہوں۔

(القرآن ۷/۳۱)

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پُوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔

(۱۵) مسلمانوں سے میل۔

(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔

(۱۷) اہلِ اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔

(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا: بسم اللہ الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔

(۲۳ و ۲۴) دخول وخروج میں حضور وآلِ حضور وازواجِ حضور پر درود بھیجوں گا۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا محمّد وعلیٰ اٰل سیدنا محمّد وعلیٰ ازواج سیدنا محمّد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمانوں کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دُوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دُوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان واقامت کا ثواب پاچکا

فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔) (القرآن ۴/۱۰۰)

(۳۳) جو راہ بھُولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتّی الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنّت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اُٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذٰلک من نیات کثیرۃ تو دیکھئے کہ جوان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس ۴۰ حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس ۴۰ نیکیاں ہو گا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جُداگانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ کہ مجھے میت کے لئے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجالاتا ہوں

الی غیر ذٰلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ الھادی الی سواء السبیل (ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ت) بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع ونیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے۔

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی۔
(اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ت)
(مشکوۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۱)

یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس ۲۶ علماء نے ارشاد فرمائیں اور چودہ ۱۴ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ (فتاوی رضویہ مُخَرَّجہ ج ۵ ص ۶۷۵۔۶۷۶)

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اور علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایسے شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو اپنے عمل سے ریا اور عبادت دونوں کا قصد کرتا ہے۔

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں: اگر دنیا کی نیت غالب ہو تو اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر آخرت کی نیت غالب ہو تو اسے ثواب ملے گا اور اگر دونوں نیتیں برابر ہوں تب بھی ثواب نہیں ملے گا۔

جبکہ علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں: گذشتہ احادیثِ مبارکہ کی وجہ سے اسے مطلقاً کوئی ثواب نہیں ملے گا، مثلاً جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں کسی کو میرا شریک ٹھہرایا میں اس سے بیزار ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جسے اس نے شریک ٹھہرایا۔ جبکہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس حدیثِ پاک میں یہ تاویل کی ہے کہ جب دونوں قصد برابر ہو جائیں یا ریا کا قصد راجح ہو تب یہ حکم ہوگا۔ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا کلام اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ ریا اگرچہ حرام ہے مگر ثواب کی نیت کے غالب ہونے کی صورت میں وہ اصل ثواب کو نہیں روکتی، اسی لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص کی عبادت کا لوگوں پر ظاہر ہونا اس کی نشاط میں اضافہ اور قوت پیدا کرتا ہے اور اگر لوگوں پر اس کی عبادت ظاہر نہ ہوتی تب بھی وہ عبادت نہ چھوڑتا پھر اگرچہ اس کی نیت ریا ہی کی ہو تو ہمارا گمان ہے کہ اس کا اصل ثواب ضائع نہ ہوگا، ریاء کی مقدار کے مطابق اسے سزا ملے گی جبکہ ثواب کی نیت جتنا ثواب اسے ملے گا۔ اس سے پہلے کا کلام ان کے قول کے منافی ہے: اگر وہ اپنے صدقہ اور نماز سے اجر اور تعریف دونوں کا خواہاں ہو تو یہ وہ شرک ہے جو اخلاص کے مخالف ہے۔ ہم نے کتاب الاخلاص میں اس کا حکم ذکر کر دیا ہے اور ہم نے حضرت سیدنا سعید بن مسیب اور حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایات نقل کی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ریاکار کے لئے بالکل کوئی ثواب نہیں، لہٰذا علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ہی راجح ہے۔

الغرض! اگر عبادت کے ذریعے مباح ریا کا قصد کیا جائے تو اس کا ثواب سرے سے ہی ساقط نہ ہوگا کو اسے عبادت کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اگرچہ نیت کمزور ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ حرام ریا کا قصد کرے تو یہ ثواب سرے ہی سے ختم ہو جائے گا جیسا کہ گذشتہ بہت سی احادیثِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں، نیز اللہ عزوجل کا یہ فرمانِ عالیشان:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ30، الزلزال: (7)

اس پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حرام قصد کی وجہ سے عمل کی کوتاہی نے اجر کے ساقط ہونے کو واجب کر دیا، لہٰذا اس کے لئے خیر کا ایک ذرہ بھی نہ بچا اس لئے آیت کریمہ اسے شامل نہیں۔

یادرکھئے! بندہ جب اخلاص کے ساتھ عبادت شروع کرے پھر اس پر ریاکاری کے اسباب ظاہر ہوں، اگر یہ اسباب عمل پورا ہو جانے کے بعد ظاہر ہوں تو عمل میں کوئی اثر نہ ڈالیں گے کیونکہ وہ عمل اخلاص کے ساتھ پورا ہو چکا ہے، لہٰذا بعد میں طاری ہونے والی ریاکاری کے اسباب اس پر اس وقت تک اثر انداز نہ ہوں گے جب تک بندہ اپنے عمل کے اظہار اور اسے بیان کرنے میں تکلف سے کام نہ لے۔ اگر وہ ریاکاری کا قصد کرتے ہوئے تکلف کرے تو امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں: یہ خوف میں ڈالنے والی بات ہے۔ جبکہ اخبار وآثار یعنی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ریاکاری عمل کو برباد کر دیتی ہے، پیچھے گزر چکا ہے کہ سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے بعد میں طاری ہونے والے اسباب کو عمل کے ثواب کو باطل کرنے سے بعید قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ قرین قیاس بات یہ ہے کہ جو عمل اس نے مکمل کر لیا اس پر اسے ثواب دیا جائے گا اور اللہ عزوجل کی اطاعت میں کی جانے والی ریاکاری پر اسے عقاب ہوگا اگرچہ یہ ریاکاری عمل مکمل کر لینے کے بعد کی جائے اور اگر عمل کے دوران ریاکاری پیدا ہو اور عمل محض ریاکاری کے لئے ہو تو یہ عمل کو برباد سا فاسد کر دیتی ہے اور اگر محض ریا کی نیت نہ ہو مگر قربت کی نیت پر ریا کا قصد غالب ہو اور قربت کی نیت مغلوب ہو تو اس صورت میں عبادت کے فاسد ہونے میں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو تردد ہے، امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے میں عبادت فاسد ہو جائے گی۔ جبکہ ہمارے نزدیک اس صورت میں سب سے سچا قول یہ ہے کہ اگر عمل میں ریا کا اثر ظاہر نہ ہو ن عمل خالص دینی نیت سے کیا گیا ہو لوگوں کے اس عمل پر اطلاع سے بندے کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو اصلِ نیت کے باقی رہنے اور عمل کو مکمل کرنے کی نیت کے پائے جانے کی وجہ سے عمل فاسد نہ ہوگا اور اگر صورت حال یہ ہو کہ اگر لوگ موجود نہ ہوتے تو بندہ اپنی نماز توڑ ڈالتا تو ایسی نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہے، اگرچہ فرض نماز ہی کیوں نہ ہو۔

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ)

(2) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَغْزُو جَيْشٌ نِ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ. قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟!

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک لشکر کعبہ معظمہ پر حملہ کرے گا تو جب میدانی زمین میں ہوں گے تو ان کے اگلے پچھلے سب کو دھنسا دیا جائے گا میں نے عرض کی یارسول اللہ ان کے اگلے پچھلوں کو کیسے دھنسایا جائے گا ان میں سوداگر بھی ہوں گے اور وہ بھی جو

قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

اس لشکر سے نہیں فرمایا کہ دھنسایا تو سارے اگلے پچھلوں کو جائے گا پھر اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر فی الاسواق، ج۱ص۶۷۹، رقم: ۲۰۱۲، صحیح ابن حبان، باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر الخبر المدحض قول من نفی کون الخسف فی ھذہ الامۃ، ج۲ص۲۱۷، رقم: ۶۷۵۵، فوائد العراقیین للنقاش، باب البعث علی النیات، ص۵۲، رقم: ۵۵، مسند اسحاق بن راھویہ، باب مایروی من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۶۶۱، رقم: ۱۸۷۷، جبکہ یہی روایت کچھ تبدیلی متن کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے: صحیح مسلم، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت، ج۲ص۳۹۸، رقم: ۷۲۲۶، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۱۰۵، رقم: ۲۴۷۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا کہ ایک بڑا لشکر بربادی خانہ کعبہ کے لیے مکہ معظمہ پر حملہ کرے گا اور دھنسایا جائے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہو چکا مہدی موعود شاہ سفیان شاہ مصر کے زمانہ میں مگر حق پہلی بات ہے۔

(ان میں سوداگر بھی ہوں گے) اسواق یا تو سوقہ کی جمع ہے بمعنی رعایا اور کام کاج والے یا سوق کی جمع ہے، بمعنی بازار میں رہنے والے سوداگر۔ سوال کا منشاء یہ ہے کہ مجرم تو ان میں سے بعض ہیں سزا ملی سب کو کیونکہ اس لشکر میں تجارتی کاروبار کرنے والے سپاہیوں کے خدمتگار اور کھانا وغیرہ پکانے والے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو جبرًا لائے گئے ان کی نیت حملے کی نہ تھی۔

(پھر اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے) یعنی چونکہ ان لوگوں نے بھی اس لشکر کی تعداد بڑھائی ان کی اس جرم پر امداد کی اور مجرموں کے ساتھ رہے اس لیے یہ بھی سزا کے مستحق ہوگئے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"۔ معلوم ہوا کہ بروں کی امداد کرنا بھی برا، ہاں پھر قیامت میں یہ فرق ہو جائے گا کہ ان میں سے مؤمن مؤمنوں کے زمرے میں اٹھیں گے اور کافر کافروں کے ساتھ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۴ص۳۲۹)

پاک ہے وہ ذات جس نے کعبہ مشرّفہ کو امن اور عزت والا گھر بنایا اور اس میں رہنے والے انسانوں اور جانوروں کو امان دی اور آبِ زَم زَم کے ساتھ خاص کیا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو فرض و واجب اور نوافل کی ادائیگی کے لئے قائم کیا اور سعی کے لئے صفا و مروہ کا انتخاب فرمایا۔

کعبہ کی عظمت

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ معظّم ہے: جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اُتارا تو ارشاد فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک گھر اُتار رہا ہوں، اس کے گرد اسی طرح طواف کیا جائے گا

جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اس کے پاس اسی طرح نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش
کے گرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر جب طوفانِ نوح کا زمانہ آیا تو اسے اُٹھالیا گیا، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کا حج تو کیا
کرتے تھے مگر اس کی جگہ نہیں جانتے تھے، پھر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیم (علیہ لسلام) پر اسے ظاہر فرمایا تو
انہوں نے اسے پانچ پہاڑوں کے ملوں سے تعمیر کیا: وہ پہاڑ (۱) جبل الحراء (۲) جبلِ ثبیر (۳) جبل لبنان (۴) جبل
الطیر اور (۵) جبل الخیر ہیں، لہٰذا تم سے جتنا ہو سکے اس سے نفع اٹھالو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ ۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۱۷۰۹، ج۲، ص۷۵)

حضرتِ سیّدُ نا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: حضرتِ سیّدُ نا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہند
کے پہاڑ پر سو سال سجدے میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسو سرندیب (سیلون، سری لنکا) کی وادی میں بہنے
لگے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے اس وادی میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسوؤں سے دار چینی اور لونگ وغیرہ کی فصلیں اگائیں
اور اس وادی میں مور پیدا کیے۔ پھر حضرتِ سیّدُ نا جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: اپنا سرِ انور اٹھائیے، اللہ
عزَّ وَجَلَّ نے آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بخش دیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر خانہ کعبہ کے
پاس آکر طواف کیا، ابھی طواف کے سات چکر مکمل نہ کئے تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انسوؤں میں بھیگ گئے۔

(موسوعۃ للامام ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، الحدیث ۳۲۴، ج۳، ص۲۳۵)

حضرتِ سیّدُ نا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، تورات شریف میں ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت اپنے
سات لاکھ مقرّب فرشتوں کو بھیجے گا، جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سونے کی ایک زنجیر ہوگی۔ اللہ عزَّ وَجَلَّ فرمائے گا:
جاؤ! اور بیت اللہ شریف کو ان زنجیروں میں باندھ کر محشر کی طرف لے آؤ۔ فرشتے جائیں گے، ان زنجیروں سے باندھ کر
کھینچیں گے اور ایک فرشتہ پکارے گا: اے کعبۃ اللہ! چل۔ تو کعبہ مبارکہ کہے گا: میں نہیں چلوں گا جب تک میرا سوال پورا نہ
ہوجائے۔

فضائے آسمانی سے ایک فرشتہ پکارے گا: تُو سوال کر۔ تو کعبہ عرض کریگا: اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! تو میرے پڑوس میں دفن
مؤمنین کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو کعبہ شریف کو ایک آواز سنائی دے گی: میں نے تیری درخواست قبول فرما
لی۔

حضرتِ سیّدُ نا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: پھر مکہ کے مُردوں کو اُٹھایا جائے گا جن کے چہرے سفید
ہوں گے۔ وہ سب احرام کی حالت میں کعبہ کے گرد جمع ہو کر تلبیہ (یعنی لبیک) کہہ رہے ہوں گے۔ پھر فرشتے کہیں گے:
اے کعبہ! اب چل۔ تو وہ کہے گا: میں نہیں چلوں گا یہاں تک کہ میری درخواست قبول ہوجائے۔ تو فضائے آسمانی سے ایک
فرشتہ پکارے گا: تو مانگ، تجھے دیا جائے گا۔ تو کعبہ شریف کہے گا: اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! تیرے گنہگار بندے جو اکٹھے ہو کر

دُور دُور سے غبار آلود ہو کر میرے پاس آئے۔انہوں نے اپنے اہل وعیال اور احباب کو چھوڑا۔انہوں نے فرمانبرداری اور زیارت کے شوق میں نکل کر تیرے حکم کے مطابق مناسکِ حج ادا کئے۔تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ان کے حق میں میری شفاعت قبول فرما، ان کو قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رکھ اور انہیں میرے گرد جمع فرما دے۔

تو ایک فرشتہ ندا دے گا: ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے تیرے طواف کے بعد گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا اور ان پر اصرار کر کے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی ہوگی۔تو کعبہ عرض کریگا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے ان گنہگاروں کے حق میں شفاعت قبول ہونے کا سوال کرتا ہوں جن پر جہنم واجب ہو چکی ہے۔تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: میں نے ان کے حق میں تیری شفاعت قبول فرمائی۔تو وہی فرشتہ ندا کریگا: جس نے کعبہ کی زیارت کی تھی وہ لوگوں سے الگ ہو جائے۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان سب کو کعبہ کے گرد جمع کر دے گا۔ان کے چہرے سفید ہوں گے اور وہ جہنم سے بے خوف ہو کر طواف کرتے ہوئے تلبیہ کہیں گے۔پھر فرشتہ پکارے گا: اے کعبۃ اللہ! چل تو کعبہ شریف تلبیہ کہے گا: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ، بِیَدَیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ پھر فرشتے اس کو کھینچ کر محشر تک لے جائیں گے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الثانی، ج۱، ص ۳۲۳، مختصر)

کعبہ کی توہین کرنے کافر و مُرتَد ہے۔میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُ نا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمّی بسطامی کے والِد رَحمَہُما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنامِ وِلایت مشہور کیا ہے۔وہ شخص مَرجِعِ ناس و مشہورِ زُہد تھا، (یعنی عقیدتمندوں کا اُس کے پاس ہُجوم رہتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی میں اُس کی شہرت تھی) جب وہاں تشریف لے گئے اِتّفاقاً اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرتِ سیِّدُ نا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپَس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا: یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے آداب سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں، جس چیز کا اِدّعا (یعنی دعویٰ کرنا) رکھتا ہے اُس پر کیا امین ہوگا۔(الرِّسالۃُ القُشَیریہ ص38۔فتاوٰی رضویہ ج21 ص539)

اور دوسری رِوایت میں ہے، فرمایا: یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اَسرارِ الٰہیہ (یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رازوں) پر کیوں کر امین ہوگا! (اَیضاً ص292، ایضاً ص540)

تھوکتے وقت اگر خانہ کعبہ کی توہین مقصود ہو تو ایسا شخص کافر و مُرتَد ہو گیا لیکن یہ کسی مسلمان سے مُتَصَوَّر (مُ۔تَ۔صَو۔وَر) نہیں (یعنی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان نہیں کیا جاسکتا) اور اگر تحقیر کی نیت نہ ہو تو کافر نہ ہوگا مگر پھر بھی قبلہ رُخ تھوکنے سے بچنا چاہئے۔

حضرتِ سیِّدُ نا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو ایسی کرامت دیا گیا بھی دیکھو کہ ہوا پر

چارزانو بیٹھ سکتا ہے تب بھی اُس سے فریب (دھوکا) نہ کھانا جب تک کہ فرض وواجب، مکروہ وحرام اور محافظتِ حُدود وآداب شریعت میں اس کا حال نہ دیکھ لو۔ (اَیضاً ص38، ایضاً ص540)

قبلہ رُوتھو کنے والا پیش امام

رسولِ کریم، رءُوف رَّحیم علیہ اَفضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسلیم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ کہ یہ تمہاری جماعت نہ کرائے۔ اُس نے پھر جماعت کرانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اُس کو منع کیا اور اُس کو خبر دی کہ رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر حُضُور سراپا نور، فیض گنجور، شاہِ غَیُور، صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ہاں (میں نے منع کیا ہے) اِنَّکَ اٰذَیْتَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ۔ کہ تُو نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دی۔ (سُنَنِ اَبی دَاوٗد، ج1 ص203 حدیث 481)

کعبے کے کعبے کی بے ادبی کرنے والا کیونکر امام ہوسکتا ہے!

حضرتِ فقیہِ اعظم، خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولٰینا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی مذکورہ بالا حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہاں سے معلوم کرلینا چاہئے کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ اور سرورِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے قبلہ شریف کی بے ادَبی کرنے کے سبب منع فرمایا کہ یہ شخص نماز نہ پڑھائے۔ تو جو شخص سر سے پاؤں تک بے ادب ہو، سرورِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم کے حق میں گستاخ ہو، ائمَّۂ دین کی بے ادَبی کرتا ہو، حضراتِ مشائخ پر طرح طرح سے تمسخر کرے۔ کیا ایسا شخص امام بننے کا شرعاً حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ (اَخلاق الصالحین ص13)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ امام صحابی تھے مگر اِتِّفاقاً ان سے یہ خطا ہوگئی پھر توبہ کرلی کیونکہ کوئی صحابی فاسق نہیں، جب اِتِّفاقاً خطا پر امامت سے مَعزُول کردیا گیا تو جان بوجھ کر بے ادَبی کرنے والا ضرور مَعزُول کردیا جائیگا۔ (مراۃ ج1 ص459)

(3) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَّإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَّكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتْ دَارَ إِسْلَامٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے پھر جب تم کو جہاد کی دعوت دی جائے تو فوراً جہاد کے لئے نکل پڑو۔ (متفق علیہ) (نوٹ: دورِ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں ہجرت مکہ لازم تھی اور فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں۔) فتح مکہ کے بعد اس کے متعلق فرمایا کہ

اب اس ہجرت کی ضرورت نہیں کیونکہ اب وہ دارالسلام
بن چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا ھجرۃ بعد الفتح، ج۲ص۳۵۱، رقم: ۳۰۷۷ صحیح مسلم، باب المبایعۃ بعد فتح مکہ علی الاسلام والجھاد والخیر، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۳۴۳۸ سنن دارمی، باب لا ھجرۃ بعد الفتح، ج۲ص۳۰۰، رقم: ۲۵۱۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الھجرۃ، ج۳ص۲۱۰، رقم: ۱۵۹۰ المعجم الکبیر، احادیث عبداللّٰہ بن عباس، ج۱۰ص۳۳۹، رقم: ۱۰۸۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں۔

یعنی فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا ضروری نہیں کیونکہ اب مکہ معظمہ میں مشرکین نہیں، اب وہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ سے کبھی ہجرت نہیں ہوگی۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ جن میں ارشاد ہے کہ ہجرت تا قیامت جاری ہے۔ خیال رہے کہ دارالکفر سے جہاں اسلامی آزادی بالکل نہ ہو، ہجرت کر جانا فرض ہے بشرطیکہ طاقت ہو اور جہالت کی جگہ سے علم کی جگہ گناہوں کی جگہ سے توبہ کی جگہ ہجرت کر جانا مستحب ہے۔ (مرقات)

یعنی اگر جہاد کبھی فرض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو تو جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے یہ حکم وجوبی ہے اور اس وقت کے لیے ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اس لیے صیغہ جمع ارشاد ہوا یعنی سب نکل جاؤ، رب فرماتا ہے: "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجٰهِدُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ"۔ خیال رہے کہ نیت سے مراد ہے از روئے جہاد کرنا یا ارادۂ جہاد۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص۷۱۳)

پہلی ہجرت

کفارِ مکہ نے جب اپنے ظلم وستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کرام کے مقدس نام حسب ذیل ہیں۔

(۱،۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ (۳،۴) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۵،۶) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۷،۸) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔
(۹) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۰) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۱) حضرت عبدالرحمن

بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۳) حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم یا حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (۱۴) حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (شرح الزرقانی علی المواهب، الهجرة الاولی الی الحبشة، ج۱، ص ۵۰۳، ۵۰۶ ملتقطا)

کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن و امان کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد ناگہاں یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آ کر پتا چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں روپوش ہو کر رہنے لگے لیکن کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشہ سے واپس آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل تراسی (83) مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، الهجرة الاولی الی الحبشة، ج۱، ص ۵۰۳، ۵۰۶) (والمواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، الهجرة الثانية الی الحبشة... الخ، ج ۲، ص ۳۱) (وشرح الزرقانی علی المواهب، باب دخول الشعب... الخ، ج ۲، ص ۱۶)

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کانفرنس

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر

دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دار الندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔ خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابوجہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سردارانِ قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطانِ لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام ونسب پوچھا تو بولا کہ میں شیخ نجد ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں بھی رے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کر دوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ا س کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کر لیا اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہو گئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو ابو البختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ نجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا تو یقیناً ان کے جاں نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے بگڑ کر کہا کہ ری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دل کشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابوجہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابوجہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن

مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ (پ۹،الانفال:۳۰)

(اے محبوب یاد کیجیے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا تھی؟ اگلے صفحہ پر اس کا جلوہ دیکھیے کہ کس طرح اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور کفار کی ساری اسکیم کو کس طرح اس قادر قیوم نے تہس نہس فرما دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ہجرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۹۱۔۱۹۳)

ہجرتِ رسول کا واقعہ

جب کفار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی ہو چکی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے شیطا چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بے قرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آن پہنچی ہے۔ اس نے بآواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! لو تم جس کا روزانہ انتظار

کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آ گیا۔ یہ سن کر تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اُٹھا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۶۳ ملخصا)

خیال رہے کہ حضور انور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا بہتر تھا اور ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا مسلمان کو منع ہو گیا ہجرت واجب ہو گئی اور فتح مکہ کے بعد وہاں رہنا تو جائز ہوا مگر مدینہ منورہ میں رہنا افضل قرار پایا کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے اسی لیے زیادہ تر فضائل مدینہ پاک میں رہنے کے آئے ہیں۔

ہجرت مدینہ ایک اہم سنگ میل

ہجرت مدینہ، غزوات اور فدائیت کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ سرفروشی اور جانثاری کی نہ جانے کس قدر قیمتی داستانیں اس واقعہ سے مربوط ہیں۔ قسام ازل نے ہجرت مدینہ کو ان گنت شرف عطا فرمائے ہیں۔ یہ شرف بھی ازل سے اسی کی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ لیل و نہار کی گردشوں کا شمار بھی اسی سے ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے مسلمانوں کی انتقال آبادی اگرچہ ظاہری طور پر قریش مکہ کی ایذا رسانیوں کے سبب سے تھی، مگر درحقیقت خالق کائنات نے اپنے پسندیدہ دین، دین اسلام کی عظمت و شوکت اور سیادت کا سکہ بٹھانے اور اس کی ضیاء پاش کرنوں سے سارے عالم کو منور کرنے کے لئے جو وقت متعین کیا تھا اس کا آغاز اسی ہجرت مدینہ سے ہوا۔ ہجرت مدینہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی رکھتا ہے جو اسلامی ریاست و سلطنت کی بنیاد ہے، نیز اس کی تعلیمات دیگر مذاہب اور دنیا میں مروج نظاموں کی طرح محض تخیلاتی یا کاغذی و کتابی نہیں بلکہ ہر طرح سے قابل قبول، قابل عمل اور لائق نفاذ ہیں۔ ہجرت سے قبل مسلمان مکے میں کمزور حالت میں تھے، انہیں نہ مذہبی آزادی حاصل تھی، نہ ان کے پاس سیاسی اقتدار موجود تھا اور نہ معاشی اعتبار سے ان کو بے فکری، اطمینان اور سکون حاصل تھا۔ ہر طرح کا اختیار اور مکمل اقتدار دشمنوں اور مخالفین کے پاس تھا۔ تمدن اور معاشرت کے لوازم سے بھی مکہ کے مسلمان محروم تھے۔ اس لئے یہاں رہ کر وہ اسلام کے سیاسی و معاشرتی نظام کی تشکیل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے برعکس مدینہ منورہ میں خالق کائنات نے ایسے اسباب مہیا کر دیئے تھے جو اس کام کے لئے ضروری اور مناسب تھے۔ مدینہ منورہ میں جو لوگ ابتداء میں مسلمان ہوئے، وہ ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن کے پاس اس ریاست کی زمام کار پہلے ہی سے موجود تھی اور ان پر کسی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا۔ اس لئے ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو مکمل انداز میں یہ موقع ملا کہ وہ ایک نئے معاشرے کی تشکیل دیں جس کی بنیاد خالص اسلامی اصولوں پر استوار ہو اور جو زندگی کے تمام مراحل میں دور جاہلیت سے یکسر مختلف اور ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز ہو۔ وہ معاشرہ اس عالم گیر دعوت کا نمائندہ ہو جس کی خاطر مسلمان گزشتہ 13 سال سے مخالفین اسلام اور دشمنان دین کی مختلف الجہت اور مختلف النوع سازشیں، مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کرتے چلے

آرہے تھے۔

ہجرت کے بعد قریش کی تباہی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اور صحابہ کرام جس کسمپرسی اور بے کسی کے عالم میں کچھ حبشہ، کچھ مدینہ چلے گئے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر بھلا کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ آسکتا تھا کہ یہ بے سروسامان اور غریب الدیار مسلمانوں کا قافلہ ایک دن مدینہ سے اتنا طاقتور ہوکر نکلے گا کہ وہ کفار قریش کی ناقابل تسخیر عسکری طاقت کو تہس نہس کر ڈالے گا جس سے کافروں کی عظمت و شوکت کا چراغ گل ہوجائے گا اور مسلمانوں کی جان کے دشمن مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاک و برباد ہوجائیں گے۔ لیکن خداوند علام الغیوب کا محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت سے ایک سال پہلے ہی قرآن پڑھ پڑھ کر اس خبر غیب کا اعلان کر رہا تھا کہ

وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا (پ۱۵، بنی اسراءیل:۷۶)

اگر وہ تم کو سرزمین مکہ سے گھبرا چکے تاکہ تم کو اس سے نکال دیں تو وہ اہل مکہ تمہارے بعد بہت ہی کم مدت تک باقی رہیں گے۔ (بنی اسرائیل)

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور ایک ہی سال کے بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین نے کفار قریش کے سرداروں کا خاتمہ کردیا اور کفار مکہ کی لشکری طاقت کی جڑ کٹ گئی اور ان کی شان و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔

مسلمان ایک دن شہنشاہ ہوں گے

ہجرت کے بعد کفار قریش جوشِ انتقام میں آپے سے باہر ہوگئے اور بدر کی شکست کے بعد تو جذبہ انتقام نے ان کو پاگل بنا ڈالا تھا۔ تمام قبائل عرب کو ان لوگوں نے جوش دلا دلا کر مسلمانوں پر یلغار کردینے کے لئے تیار کردیا تھا۔ چنانچہ مسلسل آٹھ برس تک خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں مسلمانوں کو تنگ دستی، فاقہ مستی، قتل و خونریزی، قسم قسم کی حوصلہ شکن مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لیے سکون میسر نہیں تھا۔ مسلمان خوف و ہراس کے عالم میں راتوں کو جاگ جاگ کر وقت گزارتے تھے اور رات رات بھر رحمت عالم کے کاشانہ نبوت کا پہرہ دیا کرتے تھے لیکن عین اس پریشانی اور بے سروسامانی کے ماحول میں دونوں جہان کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کا یہ اعلان نشر فرمایا کہ مسلمانوں کو خلافت ارض یعنی دین و دنیا کی شہنشاہی کا تاج پہنایا جائے گا۔ چنانچہ غیب داں رسول نے اپنے دلکش اور شیریں لہجہ میں قرآن کی ان روح پرور اور ایمان افروز آیتوں کو علی الاعلان تلاوت فرمانا شروع کردیا کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

(پ۱۸، النور:۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جو دین ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو مستحکم کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (سورہ نور)

مسلمان جن نا مساعد حالات اور پریشان کن ماحول کی کشمکش میں مبتلا تھے ان حالات میں خلافت ارض اور دین و دنیا کی شہنشاہی کی یہ عظیم بشارت انتہائی حیرت ناک خبر تھی بھلا کون تھا جو یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا ایک مظلوم و بے کس گروہ جس کو کفار مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر کچل ڈالا تھا اور اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ کر چند نیک بندوں کے زیر سایہ پناہ لی تھی اور اس کو یہاں آ کر بھی سکون و اطمینان کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی بھلا ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس گروہ کو ایسی شہنشاہی مل جائے گی کہ خدا کے آسمان کے نیچے اور خدا کی زمین پر خدا کے سوا ان کو کسی اور کا ڈر نہ ہو گا۔ بلکہ ساری دنیا ان کے جاہ و جلال سے ڈر کر لرزہ براندام رہے گی مگر ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت پوری ہوئی اور ان مسلمانوں نے شہنشاہ بن کر دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام متمدن حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام سلاطین عالم کی سلطانی کے پرچم عظمت اسلام کی شہنشاہی کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ کیا اب بھی کسی کو اس پیشین گوئی کی صداقت میں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

فتح مکہ کی پیشگوئی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے اس طرح ہجرت فرمائی تھی کہ رات کی تاریکی میں اپنے یارِ غار کے ساتھ نکل کر غار ثور میں رونق افروز رہے۔ آپ کی جان کے دشمنوں نے آپ کی تلاش میں سرزمین مکہ کے چپے چپے کو چھان مارا اور آپ ان دشمنوں کی نگاہوں سے چھپتے اور بچتے ہوئے غیر معروف راستوں سے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان حالات میں بھلا کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ آ سکتا تھا کہ رات کی تاریکی میں چھپ کر روتے ہوئے اپنے پیارے وطن مکہ کو خیر باد کہنے والا رسولِ برحق ایک دن فاتح مکہ بن کر فاتحانہ جاہ و جلال کے ساتھ شہر مکہ میں اپنی فتح مبین کا پرچم لہرائے گا اور اس کے دشمنوں کی قاہر فوج اس کے سامنے قیدی بن کر دست بستہ سر جھکائے لرزہ براندام کھڑی ہو گی۔ مگر نبی غیب داں نے قرآن کی زبان سے اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا کہ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ (پ۳۰، النصر: ۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح (مکہ) آ جائے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورہ نصر)

چنانچہ یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا اور آپ فاتح مکہ ہونے کی حیثیت سے افواج کی کے جاہ و جلال کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے اور کعبہ معظمہ میں داخل ہو کر آپ نے دوگانہ ادا فرمایا اور اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے قبل اکا دکا لوگ اسلام قبول کرتے تھے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک کی والدہ حضرت سیدتنا اُم سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّٰی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: گناہوں سے ہجرت کر لو (یعنی انہیں چھوڑ دو) کیونکہ یہ سب سے افضل ہجرت ہے، فرائض کی پابندی کرتی رہو کیونکہ یہ سب سے افضل جہاد ہے اور اللہ عزوجل کا کثرت سے ذکر کرتی رہو کیونکہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کوئی بندہ ذکر سے زیادہ محبوب شے لے کر حاضر نہیں ہو سکتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۳۱۳، ج ۲۵، ص ۱۲۹، لا تأتی العبد لهلا تأتی اللہ)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّد المبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! کون سی ہجرت (یعنی ہجرت والے) افضل ہیں؟ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جو گناہوں سے ہجرت کرتے ہیں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلۃ، باب ذکر الاستحباب للمرء .... الخ، الحدیث: ۳۶۳، ج ۱، ص ۲۸۷)

حضرت سیدنا مَعْقِل بن یَسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: فسادِ زمانہ کے وقت عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔

(مسلم، کتاب الفتن، باب فضل العبادۃ فی الھرج، رقم ۲۹۴۸، ص ۱۵۷۹)

(4) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ، فَقَالَ: اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا، اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ . وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِيْنَةِ مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِيًا، اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا؛ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ .

حضرت ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ تھے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا بے شک مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جتنا تم نے سفر کیا اور وادیاں طے کیں وہ تمہارے ساتھ (ثواب میں حصہ دار) تھے۔ ان کے مرض نے ان کو روکا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ثواب میں حصہ دار ہیں۔ (مسلم) امام بخاری نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح بیان کی ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے لوٹ رہے تھے' تو
آپ نے ارشاد فرمایا ہمارے پیچھے مدینہ منورہ میں کچھ
لوگ ایسے ہیں کہ ہم جس گھاٹی یا وادی میں معروف سفر
ہوں وہ ہمارے ساتھ شریک اجر ہیں ان کو ہمارے ساتھ
آنے سے عذر نے روکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ثواب من حسبه عن الغزو مرض، ج۱ص۳۹۱، رقم: ۵۰۳۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك ج۳ص۱۰۳، رقم الحدیث: ۱۲۰۲۸، مصنف ابن ابی شیبه، باب ما حفظ ابوبكر فی غزوة تبوك، ج۱۲ص۵۳۶، رقم: ۳۸۱۹۵، جبکہ بخاری شریف اور مندرجہ ذیل کتب میں کچھ تبدیلی متن کے ساتھ موجود ہے صحیح البخاری، باب من حسبه العذر من الغزو، ج۱ص۹۲۱، رقم: ۲۸۳۹، جامع الاصول لابن اثیر الجزری، الفصل الخامس فی اسباب تتعلق بالجهاد، ج۱ص۹۲۲ رقم: ۱۱۰۷)

شرح حدیث: اچھی نیت پر ثواب

شریعت میں مؤمن کی اچھی نیت کی اس قدر اہمیت ہے کہ اچھی نیت پر بلا عمل کے بھی ثواب مل جاتا ہے۔
اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اچھی نیت کی وجہ سے اجر حاصل کررہے تھے۔

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ

ترجمہ: جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر کسی وجہ سے عمل نہ کرسکے تو اس کیلئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے۔
(صحیح مسلم جلد اول ص ۷۸، کتاب الایمان)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا نِيَّتَهُ جَعَلَ اللهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ فَارَقَهَا اَرْغَبَ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا وَ مَنْ تَكُنِ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهُ جَعَلَ اللهُ تَعَالٰى غِنَاهُ فِىْ قَلْبِهٖ وَ جَمَعَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَ فَارَقَهَا اَزْهَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا

ترجمہ: جو شخص دنیا کی نیت کرے اللہ (عزوجل) اسکا فقر اسکی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور جب اسے دنیا کی رغبت زیادہ ہوتی ہے تب اسے دنیا سے جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیت کرے تو اللہ عزوجل اسکے دل کو غنی کر دیتا ہے اسکا سامان اسکے لئے جمع فرما دیتا ہے اور جب اسے دنیا سے جدا فرماتا ہے تو وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد ۱۲ ص ۳۶۶ حدیث ۱۱۲۹۰)

حضرت سیدتنا ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ راحت قلب سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل میں دھنسا دیا جائے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان میں وہ لوگ بھی ہونگے جنہیں زبردستی لایا گیا ہے، اور وہ لوگ بھی ہونگے جو اجرت

پرلڑیں گے؟۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ان سب کا حشر انکی نیتوں کے مطابق ہوگا۔

(المستدرک، ج ۴، ۴۳۱، کتاب الفتن)

ایسے ہی حضرت سیّدُنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں آقائے دوجہان رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُقْتَتَلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ عَلَى النِّیَّاتِ

ترجمہ: لڑنے والے اپنی اپنی نیتوں پر لڑتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳، ۲۶۹، ترجمہ ۶۳۸۴)

روایت میں آتا ہے کہ جو شخص جس نیّت پر زندگی گزارے گا قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جائے گا، چنانچہ حضرت سیّدُنا جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نبی اکرم، نور مجسّم، تاجدار عرب وعجم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں:

یُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ

ترجمہ: ہر بندے کو اُسی (نیّت) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ دنیا سے گیا۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۸۷، کتاب الجنۃ)

غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔ ۳۴۴ والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصاً)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کرلیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کردی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم وجذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی

اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجاز مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۸۔ ۷۲)

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ رازداری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کر لیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لئے سواریوں کا انتظام نہ ہو سکا۔ چنانچہ بہت سے جانباز مسلمان اسی بنا پر اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سروسامانی پر اس طرح بلبلا کر روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آہ وزاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۲)

اور نہ ان لوگوں پر کچھ حرج ہے کہ وہ جب (اے رسول) آپ کے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔ (سورۃ التوبہ)

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۴۳۷ و المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۷۲۔ ۷۵)

تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لئے جارہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ غزوۂ تبوک)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لئے جارہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام ثنیۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین قسم قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے ان میں یہ حضرات تھے، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع، ابوخیثمہ، ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تاکہ وہ چنگا ہو جائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۸۱۔ ۸۲، ۸۳)

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر ناگہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام وچین سے بیٹھا رہوں اور خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جارہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہوگئی کہ توشہ

کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، باب ثم غزوة تبوک، ج ۴، ص ۸۲)

تبوک کا چشمہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہہ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔ (المواهب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب ثم غزوة تبوک، ج ۴، ص ۹۰)

رومی لشکر ڈر گیا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ مگر دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتا نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آرہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۹ مختصراً)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواج الٰہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(5) وَعَنْ اَبِيْ يَزِيْدَ مَعْنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْاَخْنَسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهُوَ وَاَبُوْهُ وَجَدُّهٗ صَحَابِيُّوْن، قَالَ: كَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُهٗ بِهَا۔ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكَ اَرَدْتُّ، فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ، وَلَكَ مَا

حضرت ابویزید معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ تینوں بیٹا، باپ، دادا صحابی ہیں، فرماتے ہیں: میرے باپ نے صدقہ کی نیت سے کچھ دینار نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس (مستحقین کے لیے) رکھے۔ حضرت معن کہتے ہیں میں مسجد میں آیا اور اس آدمی سے دینار لے کر اپنے والد کے پاس آیا انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تیرا ارادہ بالکل نہیں

اَخَذْتَ یَا مَعْنُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

کیا پھر میں یہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس پناہ میں لایا تو آپ نے ان کے والد سے فرمایا تیرے لیے تیری نیت کا ثواب ہے اور مجھ سے فرمایا: اے معن! تو نے جو دینار لیے ہیں وہ تیرے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب اذا تصدق علی ابنه وهو لا یشعر ج۱ص۴۷۶ رقم: ۱۴۲۲ سنن الکبری للبیهقی باب الرجل یخرج صدقته الی من ظنه من اهل السهان ج۷ص۳۳ رقم: ۱۳۰۲۲ سنن الدارمی باب ما یجب فی مال سوی الزکوة ج۱ص۴۷۶ رقم: ۱۶۹۱ مسند امام احمد بن حنبل حدیث معن بن یزید السلمی ج۳ص۴۷۰ رقم: ۱۵۸۹۸ المعجم الکبیر من اسمه معن بن یزید السلمی ج۱۱ص۴۴۱ رقم: ۱۶۴۳۰)

شرح حدیث: رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ ، بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔ (پ21، الروم:38)

اور فرماتا ہے:

وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت، یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔ (پ2، البقرۃ:177)

سورہ بقرہ میں ہے:

قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا

مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ O

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ (پ2، البقرۃ:215)

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسکین پر صدقہ کرنے میں ایک ہی صدقہ ہے جبکہ رشتہ داروں پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔

(جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی صدقۃ علی ذی القرابۃ، الحدیث: ۶۵۸، ص ۱۷۱)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، رشتہ دار پر کئے جانے والے صدقہ کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۴، ج۸، ص ۲۰۶)

حضرتِ سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ابتداء الم۔۔۔الخ، رقم ۲۳۸۵، ج ۴، ص ۷۷)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، وہ دینار جو تو اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرے اور وہ دینار جو تو کسی غلام کو آزاد کرنے میں خرچ کرے اور وہ دینار جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرنے میں خرچ کرے اور وہ دینار جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان میں سب سے زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، رقم ۹۹۵، ص ۴۹۹)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بندے کے میزان میں سب سے پہلے اس کے اپنے گھر والوں پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۶۱۳۵، ج ۴، ص ۳۲۹)

صدقہ کرنے والوں پر عرش کا سایہ

حضرتِ سیِّدُنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہوجائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجہنی، الحدیث ۱۷۳۳۵، ج ۶، ص ۱۲۶ ملخصاً)

حضرتِ سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش

خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچانے کی کوشش کررہا تھا پس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پر سایہ اور چہرے کے لئے ستر (یعنی رکاوٹ) بن گیا۔

(مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، الحدیث ۱۱۷۴۶، ج ۷، ص ۳۷۱)

کیا مالدار کے لئے صدقہ لینا جائز ہے؟

صدقہ 2 قسم کا ہوتا ہے، صدقہ واجبہ اور نافلہ۔ صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور اس کو دینا بھی حرام ہے اور اس کو دینے سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ رہا صدقہ نافلہ تو اس کے لئے مالدار کو مانگ کر لینا حرام اور بغیر مانگے ملے تو مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام اور اگر لینے کے لئے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوسرا حرام۔ ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام مخلوق کے لئے ہوتے ہیں اور ان کو لینے میں کوئی ذلت نہ ہو تو وہ غنی کو لینا بھی جائز ہے جیسے، سبیل کا پانی، نیاز کی شیرینی وغیرہ۔ (فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج ۱۰، ص ۲۶۱)

غیر مستحق نے زکوٰۃ لے لی تو؟

غیر مستحق نے زکوٰۃ لے لی، بعد میں پشیمانی ہوئی تو اگر دینے والے نے غور و فکر کے بعد زکوٰۃ دی تھی اور اُسے اس کے مستحق نہ ہونے کا معلوم نہیں تھا تو زکوٰۃ بہر حال ادا ہوگئی لیکن اس کو لینا حرام تھا کیونکہ یہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں تھا۔ غیر مستحق مال پر حاصل ہونے والی ملکیت ملکِ خبیث کہلاتی ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اُتنا مال صدقہ کردیا جائے۔

(6) وَعَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ مَّالِكِ بْنِ اُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بنِ كعبِ بْنِ لُؤَيٍّ الْقُرَشِيِّ الزُّهرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: جَاءَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِيْ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ قَدْ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى، وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ، اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالشَّطْرُ يَا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی خوشخبری دی گئی۔ (رضی اللہ عنہ) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر شدید مرض کی وجہ سے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم میری عیادت کو تشریف لائے میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم)! میری شدتِ مرض آپ پر عیاں ہے میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے تو میں کیا اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول

رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: لَا . قُلْتُ: فَالثُّلُثُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَوْ كَبِيْرٌ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلاَّ اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ . قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ، قَالَ: اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ اِلاَّ ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً، وَّلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ. لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم)! آدھا مال؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم)! ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا: ایک تہائی بہت ہے یا فرمایا بڑی مقدار ہے تیرے لیے اپنے ورثاء کو تونگر چھوڑنا ان کو فقیر چھوڑنے سے سکھا ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو یہاں تک کہ وہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم)! میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا آپ نے فرمایا تم درجہ کے اعتبار سے ہرگز پیچھے نہ چھوڑے جاؤ گے اور (زمانہ کے اعتبار سے) اگر ان کے بعد تک زندہ رہو تو اس میں تمھارے لیے فری ہے ان کے بعد جو عمل بھی تم اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اس سے تمھارے درجہ اور مرتبہ میں اضافہ ہوگا اور امید ہے کہ تمھیں پیچھے رہنے کا موقعہ ملے گا یہاں تک کہ ری وجہ سے کچھ لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو فائدہ ہوگا اور کچھ اور لوگوں (یعنی کفار) کو نقصان ہوگا یا اللہ میرے صحابہ کے لئے ان کی ہجرت (کا ثواب) پورا فرما وہ ایڑیوں کے بل نہ پلٹیں (یعنی مکہ میں ان کی وفات نہ ہو) لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے کہ ان کے مکہ میں فوت ہونے کے وجہ سے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم افسوس کا اظہار فرما رہے تھے (الاستیعاب)

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب رثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولة ج۱ص۳۸۷ رقم: ۱۲۹۵ صحیح مسلم باب الوصیة بالثلث ج۲ص۳۸۹ رقم الحدیث: ۳۲۹۱ مسند ابی یعلیٰ مسند سعد بن ابی وقاص ج۲ص۱۳۵ رقم: ۸۳۳

مسند الشامیین للطبرانی حدیث الزهری عن عامر بن سعد، ج۴ص۲۱۱، رقم: ۳۱۸۶ موطأ امام مالک، باب الوصیة فی الثلث لا تتعدی، ج۲ص۳۸۹، رقم: ۲۸۲۴)

شرح حدیث: عشرہ مبشرہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس اصحاب وہ ہیں جن کے بہشتی (جنتی) ہونے کی دنیا میں خبر دے دی گئی ان کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ان میں چار تو خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں باقی حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔احادیث میں بعض اور صحابہ کرام کو بھی جنت کی بشارت دی گئی ہے چنانچہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں وارد ہے کہ وہ جنت کی بیبیوں کی سردار ہیں اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں وارد ہے کہ وہ جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اسی طرح اصحاب بدر اور اصحاب بیعۃ الرضوان کے حق میں بھی جنت کی بشارتیں ہیں۔

وصیت میں نقصان پہنچانے والی چند صورتیں

علامہ ابنِ عادل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا: یاد رکھو! وصیت میں نقصان پہنچانے کی چند صورتیں ہیں: (۱) ثلث مال سے زائد کی وصیت کرنا (۲) اجنبی کے لئے تمام یا بعض مال کا اقرار کرنا (۳) ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے ایسے قرض کا اقرار کرنا جس کی کوئی حقیقت نہ ہو (۴) یہ اقرار کرنا کہ فلاں پر میرا جو قرض تھا وہ میں نے وصول کرلیا ہے (۵) ورثاء کو مال سے محروم کرنے کے لئے کوئی چیز نہایت کم قیمت میں بیچ دینا یا بھاری قیمت ادا کر کے کوئی چیز خریدنا اور (٦) ثلث مال کی وصیت اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نہیں بلکہ ورثاء کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے کرنا۔یہ تمام صورتیں وصیت میں نقصان پہنچانے میں داخل ہیں۔

(2) حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر کوئی شخص 70 برس تک جنتیوں جیسے اعمال کرتا رہے، پھر اپنی وصیت میں جانبداری سے کام لے تو اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوگا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا اور کوئی شخص 70 سال تک جہنمیوں جیسے اعمال کرتا رہے پھر اپنی وصیت میں عدل سے کام لے تو اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۷۷۴۶، ج۳، ص۱۱۵)

(3) شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار باِذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ میراث کاٹی اللہ عزوجل جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔

(کنز العمال، کتاب الفرائض، قسم الاقوال، الفصل الاول فی فضلہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۳۹۷، ج۱۱، ص۵)

اس آیت مبارکہ کے بعد اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اس پر دلالت کرتا ہے، اور فرمانِ باری

تعالیٰ وَمَنْ یعصِ اللہَ وَرَسُولَہٗ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق وراثت کے بارے میں ہے، نیز موت کے وقت اللہ عزوجل کے حکم کی مخالفت سخت خسارے پر دلالت کرتی ہے جو کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی مسلک اپنایا کیونکہ متاخرین علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کا فرمان ہے کہمیں نے علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لکھا ہوا مجموعہ دیکھا، انہوں نے تقریباً علامہ ابنِ عادل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہی مذکورہ کلام ذکر کیا اور علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسے ذکر کرنا بھی عجیب ہے کیونکہ علامہ ابنِ عادل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیت کی ایک تہائی سے زائد جو صورتیں مطلق بیان کی ہیں وہ ہمارے مسلم قواعد کے مطابق نہیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک فقط مکروہ ہیں حرام نہیں چہ جائیکہ وہ کبیرہ ہوں، البتہ اگر ورثاء کو محروم کرنے کی نیت ہو تو اس کا حرام ہونا بالکل ظاہر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی ظلم اور عداوت کی بناء پر تہائی مال سے زیادہ میں وصیت کرے تو ایسی صورت میں اس وصیت کو کبیرہ قرار دینا بعید نہیں کیونکہ اس میں ورثاء کو نقصان پہنچانا پایا جا رہا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جب جھوٹا شخص بھی سچ بولتا ہے اور بدکار توبہ کر لیتا ہے، لہٰذا اس کا یہ عمل اس کی قساوتِ قلبی، فسادِ عقل اور انتہائی جرأت پر واضح دلیل ہے، اسی لئے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ایک صورت

وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے بچوں وغیرہ پر ایسے شخص کو پرورش کے لئے مقرر کرنے کی وصیت کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ یہ شخص ان کا مال کھا لے گا یا صحیح طریقے سے تصرف نہ کرنے کی وجہ سے ان کے مال کو ضائع کر بیٹھے گا۔ میری بیان کردہ یہ باتیں ان دو احادیثِ مبارکہ سے لی گئی ہیں:

(4) پہلی حدیثِ مبارکہ کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح روایت کیا ہے: آدمی 70 برس تک جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں خیانت کر بیٹھتا ہے تو اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی آدمی 70 برس تک جہنمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۴، ص۲۶۳۹)

(5) دوسری حدیث پاک کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ عزوجل بروزِ قیامت جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۳، ص۲۶۳۹)

پہلی حدیثِ پاک کی تائید حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیثِ پاک بھی کرتی ہے جسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے روایت کیا ہے کہ،

(6)) اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مرد یا عورت 70 برس تک اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کرتے ہیں، پھر جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں تو ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ○ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

ترجمۂ کنزالایمان: میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ (پ4، النساء:12۔13)

(جامع الترمذی، ابواب الوصایا، باب ماجاء فی الضرار فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۱۱۷، ص ۱۸۶۳ مسعین بلستین)

وصیت میں عدل کو پیش نظر رکھنا

وصیت میں عدل کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ دوسری شِق کی تفصیل تو بیان ہو چکی ہے جبکہ پہلی شِق اس حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ،

(7) سرکارِ ابدقرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کسی مسلمان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وصیت کی جاتی ہے تو اسے کوئی حق نہیں کہ وہ 2 یا 3 راتیں اس طرح گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ، الحدیث: ۴۲۰۷، ص ۹۶۲)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب سے میں نے حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے یہ حدیثِ پاک سنی میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں میرے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ رکھی ہو۔

(المرجع السابق، تحت الحدیث: ۴۲۰۷)

وصیت کرنے کی فضلیت

(8) سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو وصیت کر کے مرا وہ سنت پر مرا اور تقویٰ وشہادت پر مرا اور مغفرت یافتہ ہو کر مرا۔ (سنن ابن ماجۃ، ابواب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۱، ص ۲۶۳۹)

(9) نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مُعظَّم ہے: محروم ہے وہ شخص جو وصیت سے محروم ہو۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۲۷۰۰، ص ۲۶۳۹)

(10) رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: وصیت ترک کر دینا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب اور تباہی کا باعث ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۴۲۳، ج ۴، ص ۱۲۲)

اگر یہ حدیث مبارک درجہ صحت تک ب جائے تو اس سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ وصیت ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے اور یہ حدیثِ پاک اس شخص پر محمول ہوگی جو جانتا ہے کہ وصیت نہ کرنا اس کے مال پر ظالموں کے قابض ہونے اور ورثاء سے چھن جانے کا سبب بنے گا۔

(11) نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آدمی کا اپنی صحت اور زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا موت کے وقت 100 درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۸۶۶، ص ۷ ۱۴۳)

مسائل فقہیہ

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، ج 6، ص 422 جوہرہ نیرہ ج 2، وبدائع ج 7، ص 330)

شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا۔ (تبیین از عالمگیری ج 6، ص 90 الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج 6، ص 90)

وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیت کی۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج 6، ص 90 محیط السرخسی از عالمگیری ج 6، ص 90)

وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (1) موصی یعنی وصیّت کرنے والا (2) موصی لہ یعنی جس کے لئے وصیّت کی جائے (3) موصی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے (4) وصی یعنی جس کو وصیّت کی جائے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج 6، ص 90) (کفایہ، عنایہ وعالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج 6، ص 90 مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

مسئلہ: وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔ (تبیین از عالمگیری ج 6، ص 90 وقدوری، درمختار، ردالمحتار) (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج 6، ص 90)

مسئلہ: وصیّت چار قسم کی ہے۔

(1) واجبہ جیسے زکوٰۃ کی وصیّت اور کفارات واجبہ کی وصیّت اور صدقہ، صیام وصلوٰۃ کی وصیت۔

(2) مباحہ، جیسے وصیّت اغنیا کے لئے۔

(3) وصیت مکروہہ، جیسے اہل فسق و معصیت کے لئے وصیّت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مال وصیّت گناہ میں صرف کریگا۔ (درمختار ورد المحتار ج5 ص453)

(4) اس کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الوصایا، ج10 ص354)

مسئلہ: جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جب کہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔ (ردالمحتار ج5، بدائع ج7، خزانۃ المفتین ناز عالمگیری ج6 ص90) (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6 ص90)

(7) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِكُمْ، وَلَا اِلٰی صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم فضله واحتقاره ودمه وعرضه، ج۲ص۱۱۸۱ رقم: ۶۷۰۷، کتاب التواضع والخمول لابن ابی الدنیا، ص۶۹ رقم: ۶۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۸۴ رقم: ۷۸۱۴، مسند اسحاق بن راهویه، باب ما یروی عنه عطاء بن ابی مسلم عن ابی هریرة، ص۳۵۹ رقم: ۳۶۹)

شرح حدیث: نیتوں کی جگہ

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اور وہ دلوں کو اس لئے دیکھتا ہے کہ یہی نیتوں کی جگہ ہے چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کا فرمان عبرت نشان ہے:

جب بندہ اچھے عمل کرتا ہے تو فرشتے اسے (یعنی ان اعمال کو) مہر لگائے ہوئے صحیفوں میں لے کر اوپر جاتے ہیں اور اسکے عمل رب کائنات (عزوجل) کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ (عزوجل) فرماتا ہے اس صحیفے کو پھینک دو کیونکہ اس میں جو عمل ہے اس میں میری رضا کی نیت نہیں کی گئی۔ پھر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص کیلئے فلاں فلاں بات لکھ دو، وہ عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! اس نے تو یہ کام نہیں کیا۔ اللہ (عزوجل) ارشاد فرماتا ہے کہ اس نے اس کام کی نیت کی تھی۔

ایک اور مقام پر پیارے محبوب دانائے غیوب منزّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ اَرْبَعَۃٌ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ (عزوجل) عِلْمًا وَ مَالاً فَھُوَ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ فِیْ مَالِہٖ فَیَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ اٰتَانِی اللّٰہُ تَعَالٰی مِثْلَ مَا اٰتَاہُ فَعَمِلْتُ کَمَا یَعْمَلُ فَھُمَا فِی الْاَجْرِ سَوَاءٌ وَ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَالاً وَّلَمْ یُؤْتِہٖ عِلْماً فَھُوَ یَتَخَبَّطُ بِجَھْلِہٖ فِیْ مَالِہٖ فَیَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ اٰتَانِی اللّٰہُ مِثْلَ مَا اٰتَاہُ عَمِلْتُ کَمَا یَعْمَلُ فَھُمَا فِی الْوِزْرِ سَوَاءٌ

ترجمہ: لوگ چار قسم کے ہیں: ایک قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں اللہ (عزوجل) نے علم اور مال عطا فرمایا تو وہ اپنے مال میں علم کے مطابق عمل کرتے ہیں دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ (عزوجل) نے مجھے اسکی مثل دیا ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا، پس ان دونوں کا اجر ایک جیسا ہے دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ (عزوجل) نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مال کو فضول کاموں میں خرچ کرتا ہے تو ایک اور شخص کہتا ہے کہ اگر اللہ (عزوجل) مجھے بھی مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، ابواب الزھد)

گھر بیٹھنے والے غازی

اسی طرح حضرت سیدنا انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب نبی اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے گئے تو فرمایا ہم جو بھی وادی طے کرتے ہیں یا کسی ایسی جگہ کو برباد کرتے ہیں جسکی وجہ سے کفار کو غصہ آئے یا ہم راہ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں یا ہم بھوکے ہوتے ہیں تو مدینہ طیبہ میں بھی کچھ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وہ کیسے؟ جبکہ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ فرمایا، انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۹، ص ۲۴، کتاب السیر)

اچھی صورتیں اور سیرت

حکیم الامت حضرتِ سیِّدُنا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: یعنی تمہاری اچھی صورتیں جب سیرت سے خالی ہوں ظاہر باطن سے خالی ہوں، مال خیرات وصدقات سے خالی ہوں تو رب تعالیٰ اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھتا۔ اے مسلمانوں صورت بھی اچھی بناؤ سیرت بھی اچھی لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں اعمال اچھے کر واور صورت بھگوان داس کی سی بناؤ، یا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ فقط صورت نہیں دیکھتا سیرت بھی دیکھتا ہے اور اس حدیث میں دیکھنے سے مراد کرم ومحبت سے دیکھنا ہے، مطلب وہ ہی ہے کہ تمہارے دلوں عملوں کو بھی دیکھتا ہے۔ خیال رہے کہ کوئی شریف آدمی گندے برتن میں اچھا کھانا نہیں کھاتا، رب تعالیٰ صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا

من تشبہ بقوم فھو منھم۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۷، ص ۱۵۵، مطبوعہ ضیاء القرآن)

حکیم الامت حضرت سیِّدُنا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کے تحت اسلامی زندگی میں مزید فرماتے ہیں: ہم مسلمانوں کے وہ عذر بھی پیش کردیں جو کہ وہ بیان کرتے ہیں (نیک عمل نہ کرنے پر) اور جس سے اپنی مجبوریوں کا اظہار کرتے ہیں۔ خدا دِل کو دیکھتا ہے۔ شکل کو نہیں دیکھتا، دل صاف چاہیے حدیث میں ہے: اِنَّ اللہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ بَلْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے نہیں بلکہ تمہارے دل دیکھتا ہے۔) یہ عذر پڑھے لکھے مسلمان کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ۔۔۔۔۔۔الخ، باب تحریم ظلم المسلم۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۵۶۴، ص ۱۳۸۷)

جواب: اچھا صاحب اگر ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں دل کا اعتبار ہے تو آپ میرے گھر کھانا کھاؤ یا شربت پیؤ اور میں نہایت عمدہ بادام کا شربت یا عمدہ بریانی کھلاؤں پلاؤں مگر گلاس یا رکابی میں اوپر کی طرف خوب اچھی گندگی پلیدی لگادوں۔ آپ اس برتن میں کھالوگے؟ ہرگز نہیں کیوں جناب! برتن کا کیا اعتبار؟ اس کے اندر کی چیز تو اچھی ہے جب تم بُرے برتن میں اچھی غذا نہیں کھاتے پیتے رب تعالیٰ تمہاری بُری صورتوں کیساتھ اچھے اعمال کیونکر قبول فرمادیگا۔ اگر قرآن شریف پڑھو تو لطف جب ہے کہ منہ میں قرآن شریف ہو۔ اور صورت پر اس کا عمل ہو اگر تمہارے منہ قرآن ہے اور صورت قرآن شریف کے خلاف تو گویا اپنے عمل سے تم خود جھوٹے ہو۔ بادشاہ کے آنے کیلئے گھر اور گھر کا دروازہ دونوں صاف کرو کیونکہ بادشاہ دروازے سے آوے گا اور گھر میں بیٹھے گا اسی طرح قرآن شریف کیلئے دل اور صورت دونوں سنبھالو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ صورتوں کے ساتھ دل کو بھی دیکھتا ہے اگر اس کا وہ مطلب ہوتا جو تم سمجھتے ہو تو پھر سر پر چوٹی کان میں جنیوا اور پاؤں میں دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہونا چاہیے تھا، حالانکہ فقہا فرماتے ہیں کہ چوٹی رکھنا، زنار باندھنا کفر ہے۔

دنیا میں کفار سے مشابہت

نبی کریم رءوف رّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم سے تشبُّہ (یعنی مشابہت) کرے گا تو وہ انہی میں سے ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب اللباس، الحدیث ۴۰۳۱، ج ۶، ص ۲۶)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جو شخص دنیا میں کفار، فاسق و بدکار کے سے لباس پہنے، انکی سی شکل بنائے، کل قیامت میں ان کے ساتھ اٹھے گا اور جو متقی مسلمانوں کی سی شکل بنائے انکا لباس پہنے وہ کل قیامت میں اِنْ شَاءَ اللہ (عزوجل) متقیوں کے زمرہ میں اٹھے گا خیال رہے کہ کسی کی سی صورت بنانا تشبُّہ ہے اور کسی کی سی سیرت اختیار کرنا تخلُّق ہے یہاں تشبہ فرمایا گیا ہے۔

حکایت

غرقِ فرعون کے دن سارے فرعونی ڈوب گئے مگر فرعونیوں کا بہرو پیا بچ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: مولیٰ یہ کیوں بچ گیا؟ فرمایا: اس نے تمہارا روپ بھرا ہوا تھا، ہم محبوب کی صورت والے کو بھی عذاب نہیں دیتے۔ (مرقات) مسلمان کو چاہیے کہ نماز و روزہ وغیرہ عبادات میں بھی اچھوں خصوصاً اچھوں سے اچھے یعنی محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی نقل کرنے کی نیت کرے۔ دل لگے یا نہ لگے شکل تو حضور کی سی بن جاتی ہے۔ ان شاء اللہ (عزوجل) اصل کی برکت سے خدا ہم نقالوں کو بھی بخش دے گا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۰۹)

(8) وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، أَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيْلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے کسی ایسے آدمی کی بابت سوال کیا گیا جو شجاعت کے اظہار کے لئے لڑے اور جو غیرت کے لئے لڑے یا ریاکاری کے لئے لڑے؟ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہے؟ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے صرف اس لیے لڑائی کی کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہوجائے تو وہ ہی اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء، ج۲ص۱۱۹، رقم: ۲۸۱۰، مستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲ص۱۱۹، رقم الحدیث: ۲۵۲۰، صحیح مسلم، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء، ج۲ص۱۱، رقم: ۵۰۲۸، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الریاء فی الجھاد، ج۲ص۲۱۰، رقم: ۲۵۴۳، صحیح ابن حبان، باب فضل الجھاد، ج۳ص۳۷۳، رقم الحدیث: ۴۶۳۶)

شرح حدیث: اخلاص کی حقیقت

اخلاص اسے کہتے ہیں کہ تیرا ہر عمل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، نہ لوگوں کی تعریف وتوصیف کی تجھے خواہش ہو اور نہ ہی مذمت و برائی کی پرواہ ہو۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لو! کہ ریاکاری لوگوں کی (طرف سے اپنی) تعظیم وتوقیر (کی خواہش رکھنے کی وجہ) سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تُو تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت کے سامنے مسخَّر خیال کرے اور یہ گمان کرلے کہ انھیں جمادات کی طرح نفع، نقصان پہنچانے میں (سوائے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے) کوئی اختیار نہیں۔ اور جب تک تُو ایسا نہیں کریگا، تجھے ریاکاری جیسی خطرناک اور بُری بیماری سے نجات نہیں مل سکتی۔

اخلاص کی اہمیت اور فضائل

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ

ترجمۂ کنزالایمان: اوران لوگوں کوتو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکراورنماز قائم کریں اورزکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔(پ30،البینۃ:5)

اورفرماتا ہے:

اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اگرتم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے۔(پ3،اٰل عمران:29)

حضرتِ سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین ،رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شریک سے پاک ہوں لہٰذا جس نے میرے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرایاتو وہ میرے شریک کے لئے ہے۔اے لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اخلاص کے ساتھ کئے جانے والے اعمال ہی کوقبول فرماتا ہے۔(مجمع الزوائد،کتاب الزھد،باب ماجاء فی الریاء،رقم ۱۷۶۵۳،ج۱۰،ص۳۷۹)

حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کوفرماتے ہوئے سنا،مخلصین کے لئے خوشخبری ہے کہ وہی ہدایت کے چراغ ہیں انہی کی وجہ سے آزمائش کی ہرتاریکی چھٹ جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب،کتاب البعث واحوال یوم القیمۃ ،باب الترغیب فی الاخلاص...الخ،رقم ۵،ج۱،ص ۲۳)

حضرتِ سیدنا ابن عمررضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کوفرماتے ہوئے سنا،تم سے پچھلی امتوں میں سے تین شخص سفر پر نکلے رات گزارنے کے لئے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، اچانک پہاڑ سے ایک چٹان گری اوراس نے غار کا دہانہ بند کردیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تمہیں اس چٹان سے صرف یہ بات نجات دلاسکتی ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرو۔

تو ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ عزوجل! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے نہ اپنے گھر والوں کو دودھ پلاتا اور نہ ہی اپنے مویشیوں کوسیراب کرتا تھا۔ایک دن چارے کی تلاش میں مجھے بہت دیر ہوگئی اور میں ان کے سونے سے پہلے واپس نہ آسکا تو میں نے ان کے لئے دودھ دوہا اوران کو سوتے ہوئے پایا تو میں نے ان

سے پہلے اپنے گھر والوں کو دودھ پلانا اور مویشیوں کو سیراب کرنا پسند نہ کیا۔ چنانچہ میں برتن لے کر فجر روشن ہونے تک ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ میرے بچے میرے قدموں میں مچلتے رہے پھر جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دودھ سے اپنا حصہ پیا، تو اے اللہ عزوجل! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی طلب میں کیا تھا تو ہم سے اس چٹان کی مصیبت کو دور فرمادے۔ تو وہ چٹان تھوڑی سرک گئی مگر نکلنے کا راستہ نہ بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے دوسرے شخص نے عرض کیا، اے اللہ عزوجل! میری ایک چچازاد بہن تھی وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پسند تھی۔ میں نے اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو وہ میرے قابو میں نہ آئی یہاں تک کہ ایک سال وہ تنگ دستی میں مبتلاء ہوئی تو میرے پاس آئی تو میں نے اسے ایک سو بیس دینار تنہائی میں ملاقات کرنے کی شرط پر دیئے تو وہ راضی ہوگئی۔ پھر جب میں نے اس پر قابو پالیا تو وہ کہنے لگی، میں تیرے لئے حلال نہیں ،حرام کام سے باز آجا۔ تو میں اس کے ساتھ زنا کرنے سے رک گیا۔ جب میں اس سے دور ہوا اس وقت بھی وہ سب لوگوں میں مجھے زیادہ پسند تھی اور میں نے جو سونا اسے دے دیا تھا اسی کے پاس رہنے دیا، اے اللہ عزوجل! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرمادے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ تو چٹان مزید سرک گئی مگر باہر نکلنے کا راستہ اب بھی نہیں بن سکا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرے شخص نے عرض کیا، اے اللہ عزوجل! میں نے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا تھا اور ان سب کو ان کی اجرت ادا کردی۔ مگر ایک شخص اپنی اجرت میرے پاس چھوڑ گیا تھا۔ میں نے اس کی اجرت تجارت میں لگادی حتی کہ اس کا مال کثیر ہوگیا۔ پھر وہ کچھ عرصہ بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری اجرت مجھے دے دو۔ تو میں نے اس سے کہا کہ تو یہ جو اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام دیکھ رہا ہے یہ سب تیری اجرت ہے۔ وہ کہنے لگا، اے اللہ عزوجل کے بندے! میرے ساتھ مذاق مت کر۔ تو میں نے کہا، میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کررہا۔ تو وہ سارا مال ہانک کر لے گیا اور اس میں سے کچھ نہ چھوڑا، اے اللہ عزوجل! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرمادے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ تو چٹان بالکل ہٹ گئی اور وہ غار سے باہر نکل آئے۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب قصہ اصحاب الغار الثلاثۃ، رقم ۲۷۴۳، ص ۱۴۶۵)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرتے ہوئے جب ایک بیابان علاقے میں پہنچے گا تو اس گروہ کے اگلے پچھلے لوگ زمین میں دھنس جائیں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! ان کے اگلوں، پچھلوں کو زمین میں کیسے دھنسایا جائے گا حالانکہ ان کے ساتھ ان کے مویشی اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ان کے اولین وآخرین کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا پھر انہیں ان کی نیتوں پر

اُٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، الحدیث: ۲۱۱۸، ص ۱۶۵)

محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تعجب کی بات ہے کہ میری اُمت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کی (ہلاکت کی) خاطر بیت اللہ شریف کا قصد کریں گے جس (یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیت اللہ شریف میں پناہ لے رکھی ہوگی لیکن جب وہ لوگ ایک بیابان میں پہنچیں گے تو انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ہم (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! راستے میں کبھی کچھ اور لوگ بھی تو قافلے کے ساتھ مل جاتے ہیں (تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک ہوجائیں گے؟) شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ہاں! ان میں مقاومجبور بھی ہوں گے اور مسافر بھی، وہ سب یکبارگی ہلاک ہوجائیں گے اور پھر (قیامت کے دن) مختلف جگہوں سے ظاہر ہوں گے، اللہ عزوجل انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اُٹھائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۲۴۳، ص ۱۱۷۷)

(9) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَان بِسَیْفَیْہِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، ھٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّہٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواریں سونت کر آمنے سامنے ہوتے ہیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! قاتل کا جہنمی ہونا تو واضح ہے لیکن مقتول کس طرح جہنمی ہے فرمایا وہ بھی اپنے مسلمان ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب قول اللہ تعالی ومن احیاھا ج۲ص۶۱۱ رقم: ۶۸۷۵ صحیح مسلم باب اذا تواجہ المسلمان بسیفیھما ج۲ص۸۱۱ رقم: ۶۲۲۲ سنن الکبری للبیھقی باب النھی عن القتال فی الفرقۃ ج۲ص۱۴۷ رقم: ۱۶۲۲۲ سنن نسائی باب تحریم القتل ج۲ص۲۱۵ رقم: ۳۵۸۵ معجم لابن عساکر ص۲۹۸ رقم: ۱۰۳۵)

شرح حدیث: مسلمان کا قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہوجانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًاO

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء:93)

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَO

ترجمہ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (پ8، الانعام:151)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز و عبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اَوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء، الحدیث ۱۴۰۳، ج ۳، ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خداعزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک لے کر خداعزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج ۵، ص ۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مرگیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث: ۳۴۶۸، ج ۲، ص ۲۸۹۔ سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگرچہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلما، الحدیث ۲۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۲)

(10)وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: صَلاَةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تَزِیْدُ عَلٰی صَلاَتِهٖ فِیْ سُوْقِهٖ وَبَیْتِهٖ بِضْعاً وَعِشْرِیْنَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ اِلاَّ الصَّلٰوةَ، لاَ یَنْهَزُهٗ اِلاَّ الصَّلاَةُ: لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلاَّ رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ. فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِی الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِیَ تَحْبِسُهٗ، وَالْمَلاَئِكَةُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِهِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ، یَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَیْهِ، مَا لَمْ یُؤْذِ فِیْهِ، مَا لَمْ یُحْدِثْ فِیْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَنْهَزُهٗ هُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّایِ: اَیْ یُخْرِجُهٗ وَیُنْهِضُهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا مرد کی باجماعت نماز بازار اور گھر میں ادا کی جانے والی نماز سے بیس اور کچھ درجہ فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب کوئی اچھی طرح وضو کرے اور پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے حاضر ہو اور اس کے اٹھنے کا سبب صرف نماز ہو اس کو مسجد میں داخل ہونے تک ہر قدم پر ایک درجہ بلندی نصیب ہوتی ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہے نماز میں ہی شمار ہوتا ہے اور تم میں جو نمازی بعد از نماز وہاں بیٹھا رہے کسی کو اذیت نہ دے۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما، اے اللہ! اس کی بخشش فرما، اس کی توبہ قبول فرما۔ اس وقت تک فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔ (متفق علیہ) حدیث مذکورہ کے الفاظ مسلم کے ہیں اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان لفظ ''ینہزہ'' یاء، ھا اور زاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے نماز اس کو اس کے گھر سے اٹھائے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما یکرہ من الخداع فی البیع، ج۱ص۸۰۹، رقم الحدیث: ۲۱۱۹، صحیح مسلم، باب فضل الصلاۃ الجماعة وانتظار الصلاۃ، ج۱ص۴۴۹، رقم: ۱۵۳۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج۳ص۶۱، رقم: ۵۱۶۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۵۲، رقم: ۷۴۳۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال من انتظر الصلاۃ فھو فی الصلاۃ، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۳۰۴۳)

شرح حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت

حضرتِ سیِّدُنا عبید اللہ بن عمر قَوَارِیْرِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، مگر افسوس! ایک مرتبہ میری عشاء کی جماعت فوت ہوگئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا، میں اس کی خاطر

مُدَارَات (مہمان نوازی) میں لگا رہا۔فراغت کے بعد جب مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔اب میں سوچنے لگا کہ ایسا کون سا عمل کیا جائے جس سے اس نقصان کی تلافی ہو۔یکا یک مجھے اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان یاد آیا کہ باجماعت نماز، منفرد کی نماز پر اکیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔اسی طرح پچیس اور ستائیس درجے فضیلت کی حدیث بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری، بکتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵۔۶۴۶،ص ۵۲،لم اجدہ باحدی وعشرین)

میں نے سوچا، اگر میں ستائیس مرتبہ نماز پڑھ لوں تو شاید جماعت فوت ہو جانے سے جو کمی ہوئی وہ پوری ہو جائے۔ چنانچہ، میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر مجھے نیند نے آلیا۔ میں نے اپنے آپ کو چند گھڑ سواروں کے ساتھ دیکھا، ہم سب کہیں جا رہے تھے۔اتنے میں ایک گھڑ سوار نے مجھ سے کہا: تم اپنے گھوڑے کو مشقت میں نہ ڈالو، بے شک تم ہم سے نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا: میں آپ کے ساتھ کیوں نہیں مل سکتا؟ کہا: اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی ہے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: باجماعت نماز ادا کرنا، تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(صحیح البخاري، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵، ج ا، ص ۲۳۲)

عام روایات میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بہ نسبت تنہا کے ۲۵ درجے زائد ہے۔مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔ ن ایک روایت میں ۳۶ درجے بھی وارد ہے۔بعض میں ۵۰ بھی۔علماء نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں۔سب میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یہ نمازی اور وقت اور حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

(نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۲، ص ۱۷۸)

25 مرتبہ نماز ادا کی

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد حضرتِ سیِّدُنا محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سو تیس برس کی عمر پائی۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ روزانہ دو سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: مسلسل 40 برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا۔اس دن ایک وقت کی جماعت چھوٹ گئی تو میں نے اس خیال سے کہ جماعت کی نماز کا ۲۵ گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔اس نماز کو میں نے اکیلے ۲۵ مرتبہ پڑھا۔پھر مجھے کچھ غنودگی آ گئی۔تو کسی نے خواب میں آکر کہا، ۲۵ نمازیں تو تم نے پڑھ لیں مگر فرشتوں کی آمین کا کیا کرو گے؟ (تہذیب التہذیب، حرف المیم، من اسمہ محمد، الرقم ۶۱۷۲، ج ۷، ص ۱۹۱)

(11) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب

بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، قَالَ: اِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِهٖ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ تَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے ربّ العزت جل جلالہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ مقرر کردیئے پھران کو واضح کردیا تو جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر وہ کام نہ کیا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کی اپنے پاس پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے کارِ خیر کا ارادہ کیا اور پھر وہ کام کرلیا تو اس کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ثواب لکھ لیتا ہے اور اگر گناہ کا ارادہ کیا پھر نہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پاس پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس کارِ شر کا ارادہ کیا اور پھر وہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس صرف ایک گناہ لکھ لیتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب من ھم بحسنۃ او بسیئۃ، ج۴ص۲۴۱، رقم: ۶۴۹۱، صحیح مسلم، باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت، ج۱ص۸۳، رقم: ۳۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، ج۱ص۳۱۰، رقم: ۲۸۲۸، شعب الایمان فصل فیما یجاوز اللہ عن عبادہ، ج۱ص۲۹۹، رقم: ۳۳۳، جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددۃ مع الھمزۃ، ج۲ص۱۰۹، رقم: ۴۹۲۵)

شرحِ حدیث: مفسرِ شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا اور یہ بھی حدونہایت کے طریقہ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے۔ ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے۔ اصل یہ ہے کہ نیکیوں کا ثواب محض فضل ہے۔ یہی مذہب ہے اہلِ سنت کا اور بدی کی اتنی ہی جزا، یہ عدل ہے۔

بندے کا ارادہ

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ملائکہ بندہ کا ارادہ کس طرح لکھتے ہیں؟ یعنی وہ فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں جب کسی بندہ نے نیکی یا بدی کا ارادہ کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو وہ ارادہ کو کس طرح معلوم کرلیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے اور وہ خوشبو سے معلوم کرلیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بدبو نکلتی ہے تو ان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں ارادہ سے عزمِ مصمم مراد ہے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، مابعد الذنب شرہ، ص55، ملخصا)

جو عزم مصمم نہ ہو وہ لکھا نہیں جاتا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کے اعمال صالحہ پہاڑوں کے برابر تھے پھر بھی وہ غراں نہیں تھے لیکن اب ارادہ حال ہے کہ عمل کچھ بھی نہیں اور اس پر غراں ہو۔ خدا کی قسم اہماری باتیں تو زاہدوں کی سی ہیں اور ہمارے کام منافقوں کے کام ہیں۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، مابعد الذنب شر، ص56)

گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر نیکی ملنے کی صورت

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عطا سے کراماً کاتبین دلوں کی نیتیں بھی جان لیتے ہیں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ نیکی کی صرف نیت کرنے پر ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر بندہ گناہ کی نیت کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا حتّٰی کہ اگر گناہ کا ارادہ ترک کر دے تو اِس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ برائی کا ارادہ ترک کرنے والے کو نیکی اسی صورت میں ملتی ہے جبکہ خوفِ خدا کی وجہ سے ایسا کرے اگر کسی مجبوری کے تحت گناہ سے باز رہا تو اُس کو نیکی نہیں ملی گی۔ (ماخوذ از تفہیم البخاری ج9 ص782)

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحَہ 258 پر فرماتے ہیں: معصیت کا ارادہ کیا مگر اس کو کیا نہیں تو گناہ نہیں بلکہ اس میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے، جبکہ یہ سمجھ کر باز رہا کہ یہ گناہ کا کام ہے، نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے اور اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کر لیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگرچہ جس گناہ کا عزم کیا تھا اسے نہ کیا ہو۔

(عالمگیری ج5، ص352)

جب فِرِشتوں کا یہ مقام ہے تو آقا کی کیا شان ہوگی!

جب کراماً کاتبین کو دل کی باتوں کا حال معلوم ہو جاتا ہے تو ان فِرِشتوں ن ساری کائنات کے والی سرکارِ عالی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم سے کسی کے دل کی بات کیسے چُھپی رہ سکتی ہے! میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔

سرِ عرش پر ہے تِری گزر دلِ فرش پر ہے تِری نظر
مَلَکوت و مُلک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(حدائقِ بخشش شریف)

(12) وَعَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اَوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلٰى غَارٍ

حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: تم سے پہلے کسی امت کے تین آدمی سفر پر تھے رات آرام کے لئے غار

فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ. فَقَالُوا: إِنَّهُ لاَ يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلاَّ أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلاَ مَالًا. فَنَأَى بِيْ طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فلم أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا. فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا. فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدِيْ أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ. فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ. قَالَ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ، كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ - وَفِيْ رِوَايَةٍ: كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ - فَأَرَدْتُهَا عَلٰى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِيْ فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِئَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا - وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلاَ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلاَّ بِحَقِّهِ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ أَعْطَيْتُهَا. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ،

میں داخل ہوئے پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر آئی اور غار کا منہ بند ہوگیا انھوں نے آپس میں کہا کہ ان کو اس چٹان سے صرف اسی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ وہ اپنے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا یااللہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے میں ان سے پہلے اپنی اولاد اور خدام کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا (میں بکریاں چراتا تھا) ایک (دن پتوں کے لئے) درختوں کی تلاش میں بہت دور نکل گیا میں ان کے سونے کے بعد ہی شام کو واپس پلٹا میں دودھ دھو کر ان کے پاس لایا اور وہ سوئے ہوئے تھے مجھے ان کو جگانا ناگوار ہوا اور ان سے پہلے اہل وعیال اور خدام کو دودھ دینا بھی گوارا نہ ہوا تو میں دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لیے ان کے بیدار ہونے کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ فجر ہوگئی حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیختے چلاتے رہے حتی کہ فجر طلوع ہوئی اور وہ بیدار ہوئے انھوں نے اپنا شام والا دودھ کا حصہ نوش کر لیا' یااللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضامندی کے لئے کیا' تو اس چٹان والی مصیبت سے ہمیں نجات عطا فرما اس دعا پر چٹان تھوڑی سی سرک گئی لیکن اس سے نکلنا ممکن نہ تھا دوسرے نے کہا: یااللہ! میری چچازاد بہن تھی وہ میری بہت چہیتی تھی اور دوسری روایت میں ہے وہ مجھے اتنی محبوب تھی جتنی محبوب کوئی عورت کسی مرد کے لئے ہوسکتی ہے میں نے اس سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا اس نے میری مراد کو پورا نہ کیا تا آنکہ ایک قحط والا سال آیا وہ میرے پاس اپنی احتیاج کو لے کر آئی تو میں نے اسے

فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا. وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ: مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي! فَقُلْتُ: لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ. فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھے اپنے آپ پر قدرت دے اس نے تسلیم کیا جب میں اس پر قادر ہو گیا ایک اور روایت میں ہے جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو بولی اللہ سے ڈرو اور مہر کو ناحق نہ توڑ میں شدت و محبت خواہش کے باوجود اس سے پھر آیا اور دیا ہوا سونا اسی کے پاس چھوڑ دیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا' تو ہم کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما تو چٹان اور ہٹ گئی لیکن وہ اس سے (اب بھی) نکل نہ سکتے تھے تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے کچھ مزدور رکھے سب کو میں نے ان کی طے شدہ مزدوری دے دی لیکن ایک مزدور اپنی اجرت لیے بغیر چلا گیا میں نے اس کی مزدوری کا کاروبار کیا اس سے بکثرت مال جمع ہو گئے وہ ایک مدت کے بعد آیا اور کہنے لگا اے اللہ! کے بندے میری اجرت مجھے ادا کر میں کہا جو کچھ اونٹ' گائے' بکریاں اور غلام نظر آ رہے ہیں یہ سب تیری اجرت ہے اس نے کہا: اے اللہ! کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر میں نے اپنی سنجیدگی کا اظہار کیا تو وہ سب کچھ ہانک کر لے گیا اور اس سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا' اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تو ہم کو اس مشکل سے خلاصی عطا فرما' پس فوراً چٹان ہٹ گئی اور تینوں چٹان سے نکل کر چلنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب من استاجرا اجیرا فترك الاجیر اجرہ، ج۱ص۹۰۰، رقم: ۲۲۷۲، صحیح مسلم، باب قصہ اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الاعمال، ج۲ص۹۳۹، رقم: ۶۱۲۶، مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۶۱۱، رقم الحدیث: ۵۹۷۳، مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن الزهری عن سالم، ج۲ص۲۲۸، رقم: ۳۱۶۹، مجمع الزوائد للهیثمی، باب منه فی البر، ج۸ص۲۶۰، رقم: ۳۳۱۲)

شرح حدیث: وسیلہ

عزیزان ملت قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ وسیلہ کی شریعت مطہرہ میں کیا حقیقت ہے ضروری خیال کرتا ہوں کہ لفظ وسیلہ کی تشریح کردی جائے۔ وسیلہ مصدر ہے باب ضرب یضرب سے تقرب حاصل کرنے کے معنی میں اور وسیلہ کے لغوی معنی مرتبہ۔ درجہ۔ سبب۔ تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہیں (ملاحظہ ہو مصباح اللغات۔ قاموس۔ لسان العرب)

وسیلہ کے معنی

وسیلہ کے شرعی معنی اطاعت الٰہی اعمال صالح سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ ۶)۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے رہو اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے باتفاق یہی فرمایا ہے کہ حقیقت میں آدمی کا وسیلہ اس کے نیک اعمال ہیں۔ نیک عمل اللہ تعالی کی رضامندی کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

وسیلہ کیا ہے؟

چنانچہ تفسیر جامع البیان میں

اَلْوَسِيْلَةُ اَیِ الْقُرْبَةُ بِطَاعَتِهٖ

یعنی وسیلہ سے مراد عبادت کیساتھ اللہ تعالی کی قربت تلاش کرنا ہے اور تفسیر جلالین میں ہے:

اَلْوَسِيْلَةُ مَا يُقَرِّبُكُمْ اِلَيْهِ مِنْ طَاعَتِهٖ

یعنی اس کے تقرب کا وسیلہ وہ اطاعت ہے جو اللہ کے نزدیک کرے۔

تفسیر خازن میں ہے:

اَلْوَسِيْلَةُ يَعْنِيْ اُطْلُبُوْا اِلَيْهِ الْقُرْبَ بِطَاعَتِهٖ وَالْعَمَلِ بِمَا يُرْضٰى

یعنی وسیلہ سے مراد ہے کہ بذریعہ عبادت اور نیک کاموں کے اللہ تعالی کا قرب تلاش کرو۔

امام الدنیا فی تفسیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

وسیلہ اللہ تعالی کی قربت کا نام ہے اس میں کسی مفسر کو اختلاف نہیں۔

اور تفسیر مدارک میں ہے:

اَلْوَسِيْلَةُ هِیَ كُلُّ مَا يَتَوَسَّلُ بِهٖ اَیْ يَتَقَرَّبُ مِنْ قَرَابَتِهٖ۔

یعنی وسیلہ اس کام کو کہتے ہیں جسکے ساتھ اللہ تعالی کا قرب حاصل ہو۔

تفسیر کبیر میں ہے:

فَالْوَسِیْلَةُ هِیَ الَّتِیْ یُتَوَسَّلُ بِهَا اِلَی الْمَقْصُوْدِ فَکَانَ الْمُرَادُ طَلَبَ الْوَسِیْلَةِ اِلَیْهِ فِیْ تَحْصِیْلِ مَرْضَاتِهٖ وَ ذٰلِكَ بِالْعِبَادَةِ وَالطَّاعَاتِ

وسیلہ وہ ہے جس کے ذریعہ سے منزل مقصود تک پہونچا جائے پس اس وسیلہ سے مراد وہ سیلہ ہے جو اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے میں کام آئے یہ وسیلہ عبادت اور طاعت کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہ تمام حوالے اس آیت کی تفسیر پر متفق ہیں کہ وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں جو اللہ تعالی کے قرب کا ذریعہ ہوسکیں۔

اب ہم لفظ وسیلہ کی مزید تشریح اللہ تعالی کے کلام ہی سے پیش کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ

یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود اللہ تعالی کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں جو ان میں بہت نزدیک ہے اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (پارہ ۱۵)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ سے زیادہ نزدیک ہے اتنا ہی وہ اللہ کی طرف زیادہ وسیلہ کا طالب ہے مثلاً نبی کریم ﷺ اللہ تعالی کے بہت نزدیک ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سا وسیلہ ہے جس کے طالب نبی کریم ﷺ بھی ہیں۔

اعمال صالحہ کا وسیلہ

اعمال صالحہ کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں اجابت دعا کا وسیلہ ٹھہرا کر دعا کرنی بھی ثابت ہے چنانچہ احادیث صحاح میں ہے کہ تین شخص غار میں میں گرجانے کی مصیبت میں مبتلا ہوگئے تھے تو انہوں نے کہا:

اُنْظُرُوْا اَعْمَالاً عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ یُفَرِّجُهَا

یعنی تم اپنے اعمال صالحہ کو دیکھو پھر ان کے ذریعے سے اللہ تعالی سے دعا کرو شاید اللہ تعالی اس کو ہٹادے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ۔

صالح بزرگ کی دعا کا وسیلہ

صالح بزرگ کی حیات مبارکہ میں ان سے دعا کرانا اور ان کی دعا کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں اجابت دعا کا وسیلہ ٹھہرانا جائز ہے چنانچہ بیہقی میں روایت ہے کہ جناب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے دانت میں درد ہے اس سے مجھے سخت تکلیف پہونچ رہی ہے جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک کو ان کے اس رخسار پر رکھا جس میں درد تھا اور آپ نے سات بار دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ سُوْءَ مَا یَجِدُ۔۔۔ الحدیث۔

اللہ تعالی نے ان کو اسی وقت شفا دی کہ ابھی وہ وہاں سے ہٹے بھی نہیں تھے اور بخاری میں ہے سیدنا انس سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اسی حالت میں ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے۔ لوگ بھوکے مر گئے آپ ﷺ اللہ تعالی سے بارش کی دعا مانگئے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور آئندہ جمعہ تک ہوتی رہی پھر دوسرے جمعہ میں مکانوں کے گرنے کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی جس سے بارش رک گئی۔

زندہ غریب مہاجروں سے دعا کرانا:

ان روایتوں سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ زندہ نیک انسان سے دعا کرانا مسنون امر ہے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق صحیح روایتوں میں آیا ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَسْتَفْتِحُ الْمُهَاجِرِیْنَ

یعنی نبی کریم ﷺ خود غریب مہاجرین سے فتح اسلام کی دعا کروایا کرتے تھے۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لِطَلَبِ الْفَتْحِ وَالنُّصْرَةِ عَلَى الْكُفَّارِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى

یعنی آنحضرت ﷺ بھی غرباء کی دعا کو فتح اسلام کا وسیلہ ٹھہراتے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دعا کرانا:

نیز حدیث میں ہے کہ جب جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے کر فرمایا

لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا سے فراموش نہ کرنا۔

اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کرانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ تم اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کرانا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کروائی۔ (ابن جریر)

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّمَا يَنْصُرُ اللهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضُعَفَائِهَا بِدَعْوَتِهِمْ

اللہ تعالی مدد کرتا ہے اس امت کے غریبوں کی دعا سے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے دعا کروانا جائز ہے اور فاضل مفضول سے بھی دعا

کرواسکتا ہے۔

ولادت سے قبل توسّل

حضرتِ سیِّدُ نا ابومحمد مکی اور حضرتِ سیِّدُ نا ابواللیث سمرقندی رحمہما اللہ تعالٰی بیان فرماتے ہیں: جب حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ بحقِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے استفسار فرمایا: اے آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! تجھے میرے محبوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی پہچان کیسے حاصل ہوئی؟ عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اُٹھایا تو اس پر یہ لکھا ہوا پایا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس ہستی سے بڑھ کر قدر و منزلت والا کوئی نہیں، پس میں نے تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔ جب حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے حبیبِ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی برکت سے ان کی لغزش معاف فرما دی۔

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ، باب استغفار آدم علیہ السلام، الحدیث ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷، بتغیر)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا تو میں بغداد جا کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس آکر اپنے اور خدا کے درمیان امام ممدوح کی مبارک قبر کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا تھا تو میری مراد برآتی تھی اور مسئلہ حل ہو جایا کرتا تھا۔

(الخیرات الحسان، الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمہ معہ فی مماتہ الخ، ص ۲۳۰)

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا وسیلہ

اپنے زمانے میں حنابلہ (یعنی فقہ حنبلی کے پیروکاروں) کے شیخ امام خلّال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے، میں امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کے مزار پر حاضر ہو کر آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالٰی میری مشکل کو آسان کر کے میری مراد مجھے عطا فرما دیتا ہے۔

(تاریخ بغداد، باب ما ذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ بالعلماء والزھاد، ج ۱، ص ۱۳۳)

2-بَابُ التَّوْبَةِ

توبہ کے بیان میں

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِّنْ كُلِّ ذَنْبٍ، فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ:

علماء نے فرمایا: ہر گناہ سے توبہ واجب و ضروری ہے اگر گناہ کا تعلق صرف حقوق اللہ سے ہے حقوق العباد سے نہیں، تو صحت توبہ کے لئے تین شرائط ہیں:

اَحَدُھَا: اَنْ یُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ
(1) گناہ سے ہٹ جائے۔

وَالثَّانِیْ: اَنْ یَّنْدَمَ عَلٰی فِعْلِھَا
(2) اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔

وَالثَّالِثُ: اَنْ یَّعْزِمَ اَنْ لاَّ یَعُوْدَ اِلَیْھَا اَبَدًا۔ فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلاَثَۃِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُہٗ۔
(3) گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ کرے اگر کوئی ایک شرط موجود نہ ہوئی تو توبہ درست نہ ہوگی۔

وَاِنْ کَانَتِ الْمَعْصِیَۃُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِیٍّ فَشُرُوْطُھَا اَرْبَعَۃٌ: ھٰذِہِ الثَّلاَثَۃُ، وَاَنْ یَّبْرَاَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِھَا، فَاِنْ کَانَتْ مَالًا اَوْ نَحْوَہٗ رَدَّہٗ اِلَیْہِ، وَاِنْ کَانَتْ حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَہٗ مَکَّنَہٗ مِنْہُ اَوْ طَلَبَ عَفْوَہٗ، وَاِنْ کَانَتْ غِیْبَۃً اُسْتَحَلَّہٗ مِنْھَا۔ وَیَجِبُ اَنْ یَّتُوْبَ مِنْ جَمِیْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِھَا صَحَّتْ تَوْبَتُہٗ عِنْدَ اَھْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِکَ الذَّنْبِ وَبَقِیَ عَلَیْہِ الْبَاقِیْ۔ وَقَدْ تَظَاھَرَتْ دَلاَئِلُ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ، وَاِجْمَاعُ الْاُمَّۃِ عَلٰی وُجُوْبِ التَّوْبَۃِ۔

اور اگر گناہ کا کوحقوق العباد سے ہو تو چار شرائط ہیں تین جو مذکورہ ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ حق والے کے حق سے بری الذمہ ہو جائے تفصیل یہ کہ وہ حق مال وغیرہ سے متعلق ہے، تو وہ واپس کرے اور اگر تہمت گناہ وغیرہ لگانے سے متعلق ہے، تو اپنے آپ کو حد کے لئے پیش کرے یا اس سے معافی مانگے اور اگر غیبت وغیرہ ہو تو پھر بھی معافی مانگے۔ تمام گناہوں سے توبہ لازم ہے، لیکن اگر جزوی طور پر بعض گناہوں سے توبہ کرے تو صحت توبہ میں اختلاف ہے اہل حق کے نزدیک اس قدر تک درست ہے اور باقی پر توبہ لازم ہے وہ توبہ تک بندے کے ذمہ میں رہیں گے وجوب توبہ پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے دلائل بکثرت ہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ) (النور:31)
اور اللّٰہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ) (ھود:3)
اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا) (التحریم:8)
اے ایمان والو اللّٰہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

مفسّر شہیر، خلیفۂ اعلیحضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی توبۂ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے مجتنب رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک اور دوسرے

اصحاب نے فرمایا توبۂ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

یاد رکھئے کہ ٹھنڈی آہیں بھرنے۔۔یا۔۔اپنے گالوں پر چپت مارنے۔۔یا۔۔اپنے ناک اور کانوں کو ہاتھ لگانے۔۔یا۔۔اپنی زبان دانتوں تلے دبالینے۔۔یا۔۔سر ہلاتے ہوئے توبہ، توبہ، توبہ کی گردان کرنے کا نام توبہ نہیں ہے بلکہ سچی توبہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جان کر اس پر نادِم ہوتے ہوئے رب سے معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے، اس گناہ کے ازالہ کے لئے کوشش کرے، یعنی نماز قضا کی تھی تو اب ادا بھی کرے، چوری کی تھی یا رشوت لی تھی تو بعدِ توبہ وہ مال اصل مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرے یا معاف کروالے اور ان دونوں (یعنی اصل مالک یا ورثاء) کے نہ ملنے کی صورت میں اصل مالک کی طرف سے راہِ خدا میں صدقہ کردے۔علی ھذا القیاس!

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، نصف اول، ص ۹۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضي الله تعاعنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے جن کو گمان ہوگا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں، حالانکہ وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا، ندامت نہیں ہوئی، گناہوں سے رک جانے کا عزم نہیں کیا، جن پر ظلم کیا ہے ان سے معاف نہیں کرایا اور نہ ان کو حق دیا بشرطیکہ ممکن تھا، البتہ! جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہل حقوق کے لیے استغفار کیا، تو امید ہے کہ اللہ عزوجل اہل حقوق کو راضی کرکے اسے چھڑالے گا۔

توبہ کی شرائط

شرح فقہ اکبر میں ہے: مشائخ عظام نے فرمایا کہ توبہ کے تین ارکان ہیں۔(۱) ماضی پر ندامت۔(۲) حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا۔(۳) اور مستقبل میں اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ۔یہ شرائط اس وقت ہوں گی کہ جب یہ توبہ ایسے گناہوں سے ہو کہ جو توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر توبہ کی ہے جیسے نماز، روزے اور زکوۃ تو ان کی توبہ یہ ہے کہ اولاً ان میں کمی پر نادم وشرمندہ ہو پھر اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ آئندہ انہیں فوت نہ کریگا اگرچہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے ساتھ ہو پھر تمام فوت شدہ کو قضا کرے۔

اور اگر توبہ ان گناہوں پر تھی کہ جن کا تعلق بندوں سے ہے، پس اگر وہ توبہ مظالم اموال سے تھی تو یہ توبہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کہ جن کو ہم حقوق اللہ میں پہلے بیان کر چکے ہیں، مال کی ذمہ داری سے نکلنے اور مظلوم کو راضی کرنے پر موقوف ہوگی، اس صورت کے ساتھ کہ یا تو ان سے اس مال کو حلال کروالے (یعنی معاف کروالے) یا انہیں لوٹا دے، یا

(اگر وہ نہ ہوں تو) انہیں (دے کہ) جو ان کے قائم مقام ہوں جیسے وکیل یا وارث وغیرہ۔

(13) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: وَاللهِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم میں ہر دن اللہ تعالیٰ سے ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (انی لاستغفر الله واتوب اليه فی اليوم.....الحديث، صحيح البخاری، باب استغفار النبی صلی الله عليه وسلم فی اليوم، ج۴ص۱۹۰، رقم: ۶۳۰۷، مصنف ابن ابی شيبة، باب ما ذكر فی الاستغفار، ج۷ص۵۰، رقم: ۲۹۴۴۲، سنن ابن ماجه، باب الاستغفار، ج۴ص۲۱۸، رقم الحديث: ۳۸۱۵، صحيح ابن حبان، باب الادعية، ج۲ص۲۱۶، رقم: ۹۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۳۱، رقم: ۸۴۷۴)

شرح حدیث: توبہ واستغفار

توبہ واستغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گناہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کرکے توبہ کرتے ہیں۔

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار (مراۃ المناجیح، ج۳، ص۳۵۳)

حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی نوجوان گناہوں کی وجہ سے روتا ہے اور اپنے مالک ومحبوبِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں نے برائی کی۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میں نے پردہ پوشی کی۔ پھر عرض کرتا ہے: میں نادِم ہوں۔ جواب ملتا ہے: میں جانتا ہوں۔ پھر عرض کرتا ہے: میں توبہ کرتا ہوں۔ جواب آتا ہے: میں قبول کرتا ہوں، اے نوجوان! جب تو توبہ کرکے توڑ ڈالے تو ہماری طرف رجوع کرنے سے حیا نہ کرنا، اور جب دوسری مرتبہ توبہ توڑ دے تو تیسری مرتبہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے سے شرمندگی تجھے نہ روکے، اور جب تیسری مرتبہ توڑ دے تو چوتھی مرتبہ بھی ہماری بارگاہ میں لوٹ آنا، (کیونکہ) میں ایسا جَوّاد ہوں جو بخل نہیں کرتا، میں ایسا حلیم ہوں جو جلد بازی نہیں کرتا، میں ہی نافرمان کی پردہ پوشی کرتا اور تائبین کی توبہ قبول کرتا ہوں، میں خطائیں معاف کرتا، ندامت کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرتا ہوں کیونکہ میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔ کون ہے جو ہمارے دروازے پر آیا اور ہم نے اسے خالی واپس لوٹا دیا؟ کون ہے جس نے ہماری جناب میں التجا کی اور ہم نے اسے دھتکار دیا؟ کون ہے جس نے ہم سے توبہ کی اور ہم نے قبول نہ کی؟ کون ہے جس نے ہم سے مانگا اور ہم نے عطا نہ کیا؟ کون ہے جس

نے گناہوں سے معافی چاہی اور ہم نے اُسے دھتکار دیا؟ کیونکہ میں سب سے بڑھ کر خطاؤں کو بخشنے والا، سب سے بڑھ کر عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا، سب سے بڑھ کر مصیبت زدوں کی مدد کرنے والا، گریہ وزاری کرنے والے پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ غیبوں کی خبر رکھتا ہوں۔ اے میرے بندے! میرے در پہ کھڑا ہو جا میں تیرا نام اپنے دوستوں میں لکھ دوں گا، سحری میں میرے کلام سے لطف اندوز ہو میں تجھے اپنے طلب گاروں میں شامل کر دوں گا، میری بارگاہ میں حاضری سے لذت حاصل کر میں تجھے لذیذ (پاکیزہ) شراب پلاؤں گا، غیروں کو چھوڑ دے، فقر کو لازم پکڑ لے، سحری کے وقت عاجزی وانکساری کی زبان کے ساتھ مناجات کر۔

(اَلرَّوضُ الفَائِق فِی الْمَواعِظ وَالرَّقَائِق مُصنّفہ الشَّیخ شُعَیب حرَیفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوفّٰی ۸۱۰ھ)

(14) وَعَنِ الْاَغَرِّ بنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، تُوْبُوْا اِلَى اللهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ، فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ واستغفار کرو پس بے شک میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ، ج۲ص۱۴۲۱، رقم: ۷۰۳۳، سنن الکبرٰی للنسائی، باب کم یستغفر فی الیوم ویتوب، ج۶ص۱۱۶، رقم: ۱۰۲۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من المہاجرین ج۶ص۲۶۱، رقم: ۱۸۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما ذکر فی الاستغفار، ج۷ص۱۷۰، رقم: ۲۹۴۴۸، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للالکائی، باب ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تقدیم التوبۃ عن المعاصی، ج۱ص۵۳۶، رقم: ۱۵۶۸)

شرح حدیث: سب توبہ کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو سب کے سب۔ (پ18، النور:31)

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توبہ کرنا تمام لوگوں پر واجب ہے یہ اس لئے کہ کوئی بھی انسان اعضاء یا خیالات کے گناہوں سے خالی نہیں ہوتا اور اس کی کم از کم صورت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے غافل ہونا یا اس سے توجہ کا ہٹ جانا یا کم ہو جانا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین رحمہم اللہ المبین کی یہ شان ہے کہ وہ اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔

دل کو محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے معمور کرنے کی جدوجہد ہر مسلمان کی اولین ترجیح ہونا چاہیے۔ محبت کے راستے پر چلنے کی ابتدا توبہ سے ہوتی ہے۔ سابقہ گناہوں کا اعتراف کر کے گریہ وزاری اور ندامت وشرمندگی سے اللہ سے معافی مانگنا اور گناہوں سے ہمیشہ کیلئے برات کرنا توبہ ہے۔ اللہ کے حضور عام مسلمان کا اعتراف گناہ کرنا توبہ کہلاتا

ہے، جبکہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام کی توبہ اللہ سے اظہار محبت ہے۔ نظر آنے والے گناہوں کا علاج نظر آنے والے نیک اعمال سے کیا جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں مصلے سے دوستی لگا کر اللہ سے معافی مانگنا اور گریہ وزاری کرنا ہی برے اعمال سے چھٹکارے کی سبیل ہے۔

دعائے سیّد الاستغفار اور اس کی فضیلت

دعائے سیّد الاستغفار میں مشغول رہنا چاہیے اور وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

یعنی اے اللہ عزّ وجلّ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک ہوسکا تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، اپنے گناہوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کردہ نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری مغفرت فرما، گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص ان کلمات کو شام کے وقت پڑھے پھر اسی رات مرجائے تو جنت میں جائے گا اور صبح کو پڑھے پھر اسی دن مرجائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث ۶۳۲۳، ص ۵۳۲)

(15) وَعَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ اَحَدِکُمْ سَقَطَ عَلٰی بَعِیْرِہٖ وَقَدْ اَضَلَّہٗ فِیْ اَرْضٍ فَلَاۃٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِیْ رِوَایَۃِ الْمُسْلِمِ: اَللّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ اَحَدِکُمْ کَانَ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ. فَانْفَلَتَتْ مِنْہُ وَعَلَیْھَا طَعَامُہٗ وَشَرَابُہٗ فَاَیِسَ مِنْھَا. فَاَتٰی شَجَرَۃً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّھَا وَقَدْ اَیِسَ مِنْ رَّاحِلَتِہٖ. فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِكَ اِذْ ھُوَ بِھَا قَائِمَۃً عِنْدَہٗ. فَاَخَذَ بِخِطَامِھَا. ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ! اَخْطَاَ

حضرت ابوحمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا جتنا بندہ جس نے جنگل میں اپنا اونٹ گم ہونے کے بعد پالیا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا وہ آدمی جس سے صحرا میں سواری کا جانور کھانے پینے کے سامان کے ساتھ گم ہوجائے وہ اس کی بازیابی سے مایوس ہوکر کسی درخت کے سایہ میں لیٹ جائے اسی دوران اچانک اس کی سواری اس کے پاس کھڑی ہو یہ اس کی مہار تھام لے پھر خوشی کے شدت جذبات میں کہہ اٹھے

مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ ۔ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں خوشی کے جوش میں غلط بیانی کرگیا (اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔)

اللہ تعالیٰ کی محبت

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ گناہ کے بعد اس سے معافی مانگیں تو وہ معاف کردیتا ہے اور پھر ایسے لوگوں سے پیار بھی کرنے لگ جاتا ہے کہ انہوں نے گناہ ترک کرکے میری طرف رجوع کیا ہے۔ اب ذرا غور کریں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوجائے تو وہ کتنا خوش نصیب ہوگا کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اس سے محبت کرتی ہے۔ لہٰذا جو انسان گناہوں میں لت پت ہوں ان کیلئے اللہ عزوجل کو خوش کرنے کا صرف توبہ کا راستہ ہے۔ جب گنہگار توبہ کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے خوش ہوگا اور انہیں اپنی رحمتوں کے خزانوں سے دین و دنیا میں مالا مال کردے گا۔

چنانچہ موقع کو غنیمت جان کر وقت نہیں کھونا چاہیے اور توبہ کرکے اللہ عزوجل کو راضی کرلینا چاہیے۔

معافی مانگنا تو اللہ کو پسند ہے

ایک روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے۔ (مسلم)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی وخطاء سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق ومرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابلِ گناہ کو بسانا مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۵۲)

استغفار کے معنی

استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرلینا یا زبان سے

گناہ نہ کرنے کا عہد استغفار ہے اور دل سے عہد توبہ۔استغفار غفر سے بنا، بمعنی چھپانا یا چھلکا و پوست، چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں اس لیے اسے استغفار کہتے ہیں۔توبہ کے معنے رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادۂ عذاب سے رجوع فرمالینا اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا۔توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے اور جس قدر ہوسکے اسی قدر گزشتہ گناہوں کا عوض اور بدلہ کردے۔نمازیں ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کردے۔حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذتِ گناہ وگناہ بھول جائے۔

(16) وَعَنْ اَبِیْ موسٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ اللَّيْلِ، حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور دن کے وقت ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرلے یہ سلسلہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قبول التوبة من الذنوب، ج۲ص۹۹۱، رقم: ۱۶۵، سنن البیہقی الکبریٰ، باب قبول توبة الساحر، ج۸ص۱۳۶، رقم: ۱۶۲۸۱، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصفات، ج۱ص۴۹۹، رقم: ۲۶۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۹۵، رقم: ۱۹۵۴۷، مسند عبد بن حمید، تتمہ حدیث ابی موسیٰ، ج۱ص۱۹۷، رقم: ۵۶۲)

شرح حدیث: سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے

سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے تنہا مختلف اشیاء اور مخلوقات کو پیدا کیا۔وہ جسم، تقسیم اور ہیئت وصورت سے منزہ ہے۔شکل، مثل، جگہ اور جہت سے بہت بلند ہے۔اعیان، الوان اور کیفیات سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ جہت اور مکان وزمان اور حرکت وسکون اور شکل وصورت وغیرہ مخلوقات کی تمام صفات وکیفیات سے پاک ہے۔

(شرح العقائد النسفیۃ، الدلیل علی کونہ تعالیٰ لیس جسما، ص ۳۸۔۴۱)(المسامرۃ بشرح المسایرۃ، الاصل السابع انہ تعالیٰ لیس مختصا بجہۃ، ص ۳۰۔۳۱)

قرآن پاک کی یہ آیت اور اس طرح کی دیگر آیات واحادیث سمجھنے کے لئے ہم علماء کے محتاج ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: اس میں طالبانِ حق کی طلبِ مولیٰ کا بیان ہے، جنہوں نے عشقِ الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کردیا۔ وہ اسی کے طلبگار ہیں، انہیں قرب ووصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا۔ شانِ نزول: ایک جماعتِ صحابہ نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سید عالم صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نویدِ قرب سے سرفراز کرکے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دوروالے سے ضرور بُعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے۔ مکانی کی یہ شان نہیں۔ منازلِ قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دوست نزدیک تر از من بمن ست۔ ویں عجب ترکہ من از دے دورم۔

(17) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس نے سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرلی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار منہ، ج۲ص۹۴۷، رقم: ۲۷۰۳، صحیح ابن حبان، باب التوبة، ج۲ص۳۹۶، رقم الحدیث: ۶۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۷۵، رقم: ۷۷۹۶، مسند الحارث، باب الی متی تقبل التوبہ، ج۲ص۲۲۵، رقم: ۱۰۶۵، اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، کتاب علامات النبوۃ، ج۷ص۲۱۵، رقم: ۶۲۱۵)

شرح حدیث: دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے

حضرت سیدنا زِر بن حُبَیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا صَفْوَان بن عَسَّال رضی اللہ عنہ کے پاس موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کرنے کے لئے گیا (پھر ایک حدیث مبارکہ ذکر کی، اس کے بعد فرماتے ہیں)، میں نے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حدیث بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی طرف کے ایک دروازے کا ذکر فرمایا: جس کی چوڑائی کی مسافت ۴۰ یا ۷۰ سال ہے۔ (اس حدیث مبارک کے ایک روای سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں وہ دروازہ ملک شام کی طرف ہے۔) اللہ عزوجل نے اسے اسی دن پیدا فرمایا تھا جس دن زمین وآسمان کو پیدا فرمایا تھا اور جب تک سورج اس دروازے سے طلوع نہ ہوجائے، یہ توبہ کے لئے کھلا رہے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ، رقم ۳۵۴۶، ج۵، ص۳۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بیان فرماتے رہے یہاں تک آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی کی مسافت ۷۰ سال ہے وہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا

جب تک سورج اس کی طرف سے طلوع نہ ہوجائے اور اس کا ذکر اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ہے،

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطان بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ (طبرانی کبیر مسند ابن مسعود، رقم ۱۰۴۷۹، ج۱۰، ص۲۰۶)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے پچھم سے نکلنے پر سارے کفار ایمان قبول کرلیں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا، گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی جیسے غرغرہ کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں گناہوں سے توبہ قبول ہے، بعض کے ہاں حدیث اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت، دونوں برحق ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (لمعات ومرقات)

سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا یہ قیامت کی ایک بڑی نشانی ہوگی، جس سے ہر شخص کو نظر آئے گا کہ اب زمین وآسمان کا نظام درہم برہم ہوا چاہتا ہے اور اب قیامت کے برپا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اس نشانی کو دیکھ کر لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہوجائے گا مگر یہ اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا، جس طرح نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ اس قسم کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ قیامت ایک بہت ہی خوفناک چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت کے دن کی رسوائیوں اور ہولناکیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

(18) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے۔ جب تک اس کی جان نکلنی شروع نہ ہو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار وما ذکر من رحمۃ اللہ، ج۲، ص۵۲، رقم: ۳۵۳۷، مسند

امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۳۲، رقم الحدیث: ۶۱۹۰، مسند ابن الجعد، من حدیث الشامیین، ص۳۸۹، رقم الحدیث: ۲۲۰۳، الفوائد المعللة لابی زرعه الدمشقی، ص۸۰، رقم الحدیث: ۸۲)

شرحِ حدیث: موت کے وقت ایمان لانا نفع مند نہیں

اہلِ حق کا مذہب ہے: موت کے وقت غرغر کی آواز نکلنے کے عالم میں یا عذاب دیکھتے وقت ایمان لانا نفع مند نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔ (پ24، المؤمن: 85)

ہاں حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔ (پ11، یونس98)

کیونکہ اس میں استثناء متصل ہے اور وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تھے اور یہ بعض مفسرین کا قول ہے اور اس استثناء کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس قوم کے نبی کا اعزاز اور خصوصیت تھی لہٰذا اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۹۷۴ھ)

مفسرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نزع کی حالت کو جب کہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغرہ کہتے ہیں۔ اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں کیونکہ ایمان کے لیے ایمان بالغیب ضروری ہے اب غیب مشاہدہ میں آگیا اسی لیے ڈوبتے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی مگر گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں۔ اسی لیے مرقات نے یہاں فرمایا کہ عبد سے مراد بندہ کافر ہے کہ غرغرہ کے وقت اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ الخ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مؤمن ہو یا کافر۔ خیال رہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں، گنہگار توبہ کرلیں، کہا سنا معاف کرالیں، کوئی وصیت کرنی ہو تو کرلیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ غرغرہ کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنے ہیں گزشتہ گناہوں پر

شرمندہ ہوجاتا، اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے کہ اب تو دنیا سے جارہا ہے گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب تعالٰی غفار ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا لقمان حکیم کی نصیحت

حضرت سَیِّدُ نا لقمان حکیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! موت ایسا معاملہ ہے کہ تم نہیں جانتے وہ کب تمہیں پہنچے، اس کے اچانک آنے سے پہلے اس کی تیاری کرلو۔

تعجب کی بات ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ توقع ہو کہ ایک لشکری (یعنی سپاہی) آکر اسے پانچ چھڑیاں مارے گا، تو اس کی زندگی بے کیف و بے سرور ہوجائے گی، پس جب ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے پاس ملک الموت علیہ السلام آئیں گے، تو اس کی زندگی بے مزہ کیوں نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے! سکراتِ موت کی حقیقی تکلیف صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس نے اُسے چکھا ہو اور جس نے اُسے نہیں چکھا وہ ان تکالیف پر قیاس کر کے اُسے جان سکتا ہے جو اُسے پہنچی ہوں یا مردوں کو حالتِ نزع میں سختی برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے استدلال کرسکتا ہے اور قیاس کی صورت یہ ہے کہ وہ جان لے کہ ان تکالیف میں روح کو بہت کم درد ہوتا ہے اور موت وہ درد ہے جو صرف روح کو پہنچتا ہے اور اس کی تمام اعضاء میں شدت ہوتی ہے تو یہ درد کس قدر عظیم ہوگا، کیا آپ نہیں دیکھتے؟ جب آگ جسم کو جلادے تو اس کا درد زخم سے زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ روح کے تمام اجزاء کو پہنچتی ہے اور موت کی سختی میں درد کے باوجود چیخ وپکار کی آواز نہیں نکلتی، کیونکہ اس کی تکلیف دل پر غالب آجاتی ہے اور تمام اعضاء کا احاطہ کرلیتی ہے تو اس سے ہر عضو کی قوت ختم ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ مدد طلب کرنے کی قوت بھی باقی نہیں رہتی۔

موت کی سختی عقل کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور پریشان کردیتی ہے، زبان کو گونگا کردیتی اور اعضاء کو کمزور کردیتی ہے۔ موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلّائے اور مدد طلب کر کے سکون حاصل کرے لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی ہے تو رُوح کے نکلتے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغراہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کا رنگ بدل کر مٹیالا ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اس سے مٹی کا رنگ ظاہر ہوتا ہے جو اس کی اصل فطرت ہے اور روح کو اس کی تمام رگوں سے کھینچ لیا جاتا ہے، پھر درجہ بدرجہ اس کے بدن میں موت واقع ہوتی ہے، پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں پھر رانیں۔ اور ہر عضو میں نئی سختی اور حسرت پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے اس وقت اس کی نظر دنیا والوں سے پھر جاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: جب تک غرغرۂ موت کی کیفیت پیدا نہ ہو بندے کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ان اللہ یقبل العبد مالم یغرغر، الحدیث ۳۵۴۷، ص۲۰۱۶)

(19) وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَسْأَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا زِرُّ، فَقُلْتُ: اِبْتِغَاءَ الْعِلْمِ. فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضىً بِمَا يَطْلُبُ. فَقُلْتُ: إِنَّهُ قَدْ حَكَّ فِي صَدْرِي الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، وَكُنْتَ امْرَأً مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَسْأَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا؛ قَالَ: نَعَمْ، كَانَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا - أَوْ مُسَافِرِيْنَ - أَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ. فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي الْهَوٰى شَيْئًا؛ قَالَ: نَعَمْ. كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ نَادَاهُ أَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَّهُ جَهْوَرِيٍّ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَجَابَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهِ: هَاؤُمْ فَقُلْتُ لَهُ وَيْحَكَ! اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَإِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ نُهِيْتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ: وَاللهِ لَا أَغْضُضُ. قَالَ الْأَعْرَابِيُّ: الْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؛ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى ذَكَرَ بَابًا مِّنَ الْمَغْرِبِ مَسِيْرَةُ عَرْضِهِ أَوْ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِي عَرْضِهِ أَرْبَعِيْنَ أَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ أَحَدُ الرُّوَاةِ: قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللهُ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مَفْتُوْحًا

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں موزوں پر مسح کا مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے زر کیسے آنا ہوا میں نے طلب علم کی غرض بیان کی آپ نے فرمایا: فرشتے طالب علم کی طلب پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: پیشاب' پاخانہ کرنے کے بعد موزوں پر مسح کا مسئلہ میرے لیے باعث تشویش ہے اور آپ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کے صحابہ میں سے ہیں' میں آپ کے پاس یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو اس بارے میں کچھ ذکر فرماتے ہوئے سنا؟ فرمایا: ہاں۔ آپ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ جب ہم حالت سفر میں ہوں' تو تین دن رات سے پہلے اپنے موزے نہ اتاریں بشرطیکہ جنابت نہ ہو اور پیشاب' پاخانہ اور نیند سے طہارت حاصل کرنے کے لئے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں پھر میں نے عرض کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو محبت کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا: فرمایا ہاں ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہماری موجودگی میں ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو بلند آواز میں پکارا اے ''محمد'' تو رسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم) نے بھی اسی لہجے میں فرمایا کہ میں ادھر ہوں' میں نے اس دیہاتی سے کہا: تم پر افسوس ہو رہا ہے کہ تم نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کے پاس ہو

لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حالانکہ اس بات سے منع کیا گیا ہے (یعنی تمہیں یہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں) اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو آواز پست نہ کروں گا دیہاتی نے آپ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) سے پوچھا کہ کوئی آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہے اوران سے مل نہ سکا تو نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: آدمی جس سے محبت کرتا ہے روز حشر اسی کے ساتھ ہوگا پھر آپ (رضی اللہ عنہ) ہمیں احادیث سناتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جانب مغرب ایک دروازہ کا ذکر کیا کہ اس کی چوڑائی سوار کے لئے چالیس یا ستر سال کا فاصلہ ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک سفیان ہیں کہتے ہیں کہ وہ دروازہ ملک شام کی طرف ہے یہ (حضرت سفیان کی رہائش کے اعتبار سے تھا کہ ان کی رہائش ملک عراق میں تھی' تو ملک شام ان کے مغرب میں واقع ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان اورزمین کی پیدائش کے وقت سے کھول رکھا ہے یہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک بند نہ ہوگا' توبہ کے لئے کھلا رہے گا۔ اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب فی فضل التوبة والاستغفار ج۲ص۵۲۵ رقم: ۳۵۳۵ جامع الاصول لابن اثیر الفرع الرابع فی مدة المسح ج۷ص۲۳۲ رقم: ۵۲۸۵ سنن الکبری للبیہقی باب رخصة المسح لمن لبس الخفین ج۱ص۲۸۲ رقم: ۱۲۹۰ صحیح ابن خزیمہ باب الدلیل علی أن لا لبس أحد الخفین قبل غسل ج۱ص۹۷ رقم: ۱۹۳ معرفة الصحابة لابی نعیم من اسمه صفوان بن عسال المرادی ج۲ص۲۲۷ رقم: ۳۲۷۹)

شرح حدیث: علم سیکھنا فرض ہے

حضرت سیِّدُنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (وعورت) پر فرض ہے۔

(شعب الایمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۶۵، ج۲، ص ۲۵۴)

ہر مسلمان مرد عورت پر علم سیکھنا فرض ہے، (یہاں) علم سے بقدرِ ضرورت شرعی مسائل مُراد ہیں لہٰذا روزے نماز کے مسائل ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض ونفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرضِ کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج۱، ص ۲۰۲)

اپنی آواز پست کریں

اللہ عزوجل اس طرح اپنے نبی کی تعظیم کی تعلیم دے رہا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں رے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (پ26، الحجرات:2)

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک عظیم ادب سکھایا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بولنے میں بھی باادب رہو، ان کے حضور ہلکی آواز میں باتیں کرو، اگر تم نے زور زور سے چیخ کر ان کے حضور بات کی تو لورے عمل رائیگاں کر دیئے جائیں گے۔ غور کریں بڑے سے بڑے جرم کا ارتکاب عنداللہ معاف ہو سکتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی معاف نہ فرمائے گا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے اس آیت کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اس بارگاہ میں اپنی آواز پست کریں وہ انتہائی ادب اور خوف کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے، بارگاہ نبوی میں جب حاضر نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کی غیر حاضری کا سبب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، یہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پڑوسی تھے انہوں نے جا کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہا میں تو دوزخی ہو گیا میری ہی آواز رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے سب سے زیادہ بلند ہوتی تھی۔ حضرت سعد نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ان سے کہہ دو وہ جنتی ہیں۔

اللہ عزوجل ان لوگوں کو سراہ رہا ہے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ O

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (پ26، الحجرات:3)

آیت کریمہ لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ کے نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس قدر دھیمی آواز سے باتیں کرتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھائی تھی کہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم سے اس طرح باتیں کروں گا، جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ ان حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کو سراہا گیا جو باادب ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی بارگاہ میں آوازیں پست رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی جناب پاک میں کس قدر باادب رہتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم گفتگو شروع فرماتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

محبت کی علامت

ایک شخص نے رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے مگر (تقویٰ وعمل میں) اس کے برابر نہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب علامۃ الحب فی اللہ، الحدیث:۶۱۶۹، ص۵۲۰)

اور علماء کرام فرماتے ہیں: بندے کی اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس سے محبت کرتا ہے بندہ اسے اپنی محبوب ترین چیز پر ترجیح دیتا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کے بجائے بندے کو تنہائی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے مناجات کرنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے

بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنية المتملي، فصل في المسح على الخفين، ص ١٠٤)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔ ((سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر...الخ، الحديث: ٧٥٦٢، ج ٤، ص ٥٩٩)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنية المتملي، فصل في المسح على الخفين، ص ١٠٤)

مسئلہ ١: جس پر غُسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، ج ١، ص ٤٩٥)

مسئلہ ٢: عورتیں بھی مسح کر سکتی ہیں۔ (الفتاوى الهندية، الباب الخامس في المسح على الخفين، الفصل الثاني، ج ١، ص ٣٦)

مسح کرنے کے لیے چند شرطیں ہیں جس کی تفصیل کے لئے بہار شریعت حصہ دوم کا مطالعہ فرمائیں۔

(20) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا، فَسَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ، فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ، فَاَتَاهُ. فَقَالَ: اِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا. فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِئَةً. ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ

حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس نے ننانویں جانیں قتل کیں پھر علاقہ کے بڑے عالم کے متعلق استفسار کیا اس کو ایک راہب کا پتہ بتایا گیا وہ اس کے پاس جا پہنچا اور پوچھا کہ میں نے ننانویں قتل کیے کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس نے جواب

الأرضِ، فدُلَّ على رجلٍ عالمٍ. فقال: إنّه قتلَ
مئةَ نفسٍ فهل له من توبةٍ؟ فقال: نعم، ومن
يحولُ بينه وبين التوبةِ؟ انطلق إلى أرضِ كذا
وكذا فإنّ بها أناسًا يعبدون اللهَ تعالى فاعبدِ اللهَ
معهم، ولا ترجع إلى أرضك فإنّها أرضُ سوءٍ،
فانطلق حتّى إذا نصفَ الطريقَ أتاه الموتُ،
فاختصمت فيه ملائكةُ الرحمةِ وملائكةُ
العذابِ. فقالت ملائكةُ الرحمةِ: جاء تائبًا،
مقبلًا بقلبه إلى اللهِ تعالى، وقالت ملائكةُ
العذابِ: إنّه لم يعمل خيرًا قطّ. فأتاهم ملكٌ في
صورةِ آدميٍّ فجعلوه بينهم - أي حكمًا - فقال:
قيسوا ما بين الأرضين فإلى أيّتهما كان أدنى فهو
له. فقاسوا فوجدوه أدنى إلى الأرضِ التي أراد،
فقبضته ملائكةُ الرحمةِ متّفقٌ عليه. وفي روايةٍ
في الصحيح: فكان إلى القريةِ الصالحةِ أقربَ بشبرٍ
فجُعل من أهلها. وفي روايةٍ في الصحيح: فأوحى اللهُ
تعالى إلى هذه أن تباعدي، وإلى هذه أن تقرّبي،
وقال: قيسوا ما بينهما، فوجدوه إلى هذه أقربَ
بشبرٍ فغفر له. وفي روايةٍ: فنأى بصدره نحوها.

دیا: نہیں۔ (اس کو غصہ آیا) تو اس نے اس کو بھی قتل کر
کے اپنے مقتولین کی گنتی سو پوری کر دی پھر علاقہ کے کسی
بڑے عالم کے متعلق پوچھا پس اس کو ایک عالم دین کا
پتہ بتایا گیا اس کے پاس ر کراس نے سوال کیا کہ اس
نے سو جانیں قتل کیں ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے
اس عالم نے جواب دیا: ''ہاں'' اور بندہ اور توبہ کے
درمیان کون رکاوٹ کر سکتا ہے تم فلاں علاقے میں چلے
جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں معروف ہیں
تو ان کے ساتھ مل کر عبادت کر اور اپنے اس علاقے کی
طرف کبھی نہ لوٹنا یہ بری زمین ہے وہ چل پڑا جب نصف
راہ طے کر لیا تو اس کو موت آ گئی تو اس کے بارے میں
رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے
فرشتوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف صدق دل سے
توبہ کرتے ہوئے آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا:
کہ اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کمائی پھر ان کے پاس ایک
فرشتہ صورت انسانی میں آیا اس نے ان کی ثالثی تسلیم کر
لی اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں طرف کی زمین کا فاصلہ ماپو
جس کے قریب تر ہو اس کی طرف شمار ہوگا کی نعش کی گئی تو
جس زمین کے ارادہ سے چلا تھا اس کے قریب پایا گیا تو
اس کو رحمت کے فرشتے لے گئے۔ (متفق علیہ) صحیح کی ایک
اور روایت ہے کہ وہ نیک بندوں کی ماکے صرف ایک
بالشت قریب تھا تو اس کو ان میں سے بنا دیا گیا۔ اور صحیح
کی اور روایت یہ بھی ہے پس اللہ تعالیٰ نے ایک طرف
والی زمین کو دور ہونے کا اور دوسری جانب والی زمین کو
قریب ہونے کا حکم دیا اور فرمایا ان کے درمیان کا فاصلہ

مائِو چنانچہ وہ صالحین والی ما کی طرف ایک بالشت زیادہ قریب تھا اس بنا پر اس کی مغفرت ہوگئی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مرتے دم سینے سے اس ے کی طرف تھوڑا سا مائل ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب حدیث الغار ج۲ص۱۴۷، رقم: ۳۴۶۵ صحیح مسلم باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ ج۲ص۴۰۳ رقم: ۲۷۶۶، السنن الکبرٰی للبیہقی باب اصل تحریم القتل فی القرآن ج۸ص۱۷ رقم: ۱۶۲۵۴، صحیح ابن حبان ج۲ص۳۷۶ رقم: ۶۱۱ باب التوبۃ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری کتاب علامات النبوۃ ج۷ص۴۱۳ رقم: ۲۱۴۲، جبکہ امام بخاری نے صحیح البخاری میں جو مذکورہ بالا متنِ حدیث نقل فرمایا صحیح البخاری باب حدیث الغار ج۲ص۱۴۷ رقم الحدیث: ۳۴۷۰ پر موجود ہے)

شرح حدیث: گناہ سے توبہ

حضرتِ سیدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غُیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: 4250، ص 2735)

رحمت الٰہی کی امید رکھنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و کرم کی امید رکھنا ہم پر واجب ہے، جب کہ اس معاملے میں مایوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان۔ پ 24۔ الزمر 53)

اس فرمان عالیشان کی روشنی میں ہمیں ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے ی و ل ی کی امید ہی رکھنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس معاملے میں تلقین ارشاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے 3 روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا۔ (مسلم) اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد اللہ تعالیٰ سے ہر معاملے میں اچھا گمان رکھنا، نہ صرف آیت مبارکہ سے ثابت شدہ واجب پر عمل پیرا ہونے کی سعادت دلوائے گا نس دیگر بہت سے ایسے فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں کہ جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں بکثرت ملتا ہے۔ ان میں سے چند فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، گزارش ہے کہ ا ک بغور سماعت فرمایئے۔ (1) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (شرح الصدور) وضاحت: یعنی جب بندہ

اللہ تعالٰی سے اچھا گمان رکھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمت سے بعید ہے کہ اسے مایوس فرمادے۔لہٰذا جب انسان اپنی خطاؤں کے باوجود اللہ تعالٰی سے مغفرت اور جنت کی امید لگائے گا تو اللہ تعالٰی اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرمادے گا۔تو گویا یہ حسن ظن ہی جنت کی قیمت ثابت ہوگا۔(2) حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) فرماتے ہیں کہ واللہ! بندہ اللہ تعالٰی سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالٰی اسے پورا فرمادے گا۔(شرح الصدور) وضاحت: مذکورہ فرمان عالیشان میں دنیا۔۔۔ یا۔۔۔آخرت کی کوئی قید نہیں ہے۔گویا کہ اللہ تعالٰی سے دنیا یا آخرت میں سے جس کے بارے میں بھی نیک گمان رکھا جائے، وہ اسے پورا فرمادے گا۔ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے رب کریم سے ہمہ وقت اچھا گمان رکھنے کی سعادت حاصل کر کے اس کی مذید رحمتوں کے مستحق بنتے رہیں۔امید رحمت، اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے عین مطابق ہے اگر احادیث مبارکہ کا مذید مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے خود اللہ تبارک و تعالٰی اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ بندے اللہ تعالٰی سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر اللہ تعالٰی کی رحمت کی زیادتی کو بیان فرما کر بندوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالنے۔۔۔یا۔۔۔بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔مثلاً:

(1) مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کون کرے گا؟ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالٰی حساب فرمائے گا۔اس نے عرض کی، کیا وہ خود ہی حساب فرمائے گا؟ آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، ہاں یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا۔آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کرنے لگا کہ، میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ بندے کی تقصیر معاف فرما دیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔رحمت دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعرابی نے سچ کہا، رب کریم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے، یہ اعرابی بہت بڑا فقیہ اور دانش مند ہے۔

(احیاء العلوم)

(2) ایک مقام پر سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ آسمان بھر کے گناہ کرے، پھر استغفار کرے اور مغفرت کی امید رکھے گا تو میں اس کو بخش دوں گا اور اگر بندہ زمین بھر کے گناہ کرے تو بھی میں اس کے واسطے زمین برابر رحمت رکھتا ہوں۔(مسند امام احمد بن حنبل)

(3) سلطان مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالٰی نے تمام عالم کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا، میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گی۔(المعجم الکبیر للطبرانی)

(4) پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حق تعالٰی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جتنی ماں، اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے۔(بخاری)

(5) سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس قدر، رحمت فرمائے گا جو کسی کے خیال میں بھی نہیں ہے، یہاں تک کہ ا گ بھی اس کی رحمت کی امید میں اپنی گردن اٹھائے گا۔

(الدرالمنثور)

(6) نورِ مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، اللہ تعالیٰ کی 100 رحمتیں ہیں، 99 رحمتیں، اس نے قیامت کے لئے رکھی ہیں اور دنیا میں فقط ایک رحمت ظاہر فرمائی ہے۔ ساری مخلوق کے دل اسی ایک رحمت کے باعث رحیم ہیں۔ ماں کی شفقت ومحبت اپنے بچے پر اور جانوروں کی اپنے بچے پر ماتمتا، اسی رحمت کے باعث ہے۔ قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کے ساتھ اس ایک رحمت کو جمع کر کے مخلوق پر تقسیم کیا جائے گا، اور ہر رحمت آسمان وزمین کے طبقات کے برابر ہوگی۔ اور اس روز سوائے ازلی بدبخت کے اور کوئی تباہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

(7) سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، میں جنتیوں میں سے آخری داخل ہونے والے جنتی اور دوزخیوں میں سے نکلنے والے آخری شخص کو جانتا ہوں کہ وہ شخص ہوگا جسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ چھپائے رکھو۔ چنانچہ اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ اور فلاں دن فلاں گناہ کئے؟ وہ انکار کی ہمت نہ کرے گا اور کہے گا، ہاں! اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی پیش کر دیئے جائیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی ہے۔ تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے بڑے گناہ بھی تو کئے ہیں وہ یہاں نظر نہیں آ رہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ کے باعث داڑھی چمک گئیں۔ (مسلم)

(8) حضرت سعید ابن ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصوں کو جہنم سے باہر لایا جائے گا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جو عذاب تم نے دیکھا وہ تمہارے ہی عملوں کے سبب سے تھا، میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہوں۔ پھر ان کو دوبارہ جہنم میں ڈالے جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک شخص زنجیریں پڑی ہونے سے باوجود، جلدی جلدی، دوزخ کی طرف جائے گا اور کہتا جائے گا، کہ میں گناہوں کے بوجھ سے اتنا ڈر گیا ہوں کہ اب اس حکم کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا کہے گا کہ یاالٰہی! میں نیک گمان رکھتا تھا اور مجھے امید تھی کہ ایک مرتبہ دوزخ سے نکالنے کے بعد، دوبارہ دوزخ میں ڈالنا، تیری رحمت گوارا نہ کرے گی۔ تب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے گی اور ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ (احیاء العلوم) جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان ورحم والا ہے لہٰذا ایسے عظیم وکریم رب کی بارگاہ راہ فرار نہیں بہت، یہاں جائے قرار بنانی چاہیئے۔

(21) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ. قَالَ كَعْبٌ: لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلاَّ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ. غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ، وَلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ: اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُرِيْدُوْنَ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ. وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ، وَاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا. وكَانَ مِنْ خَبَرِيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلاَ اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلاَّ وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ. فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا، وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيْرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلاَّ وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ.

حضرت کعب بن مالک ﷺ کے بیٹے عبداللہ جوان کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے اس واقعہ کے بیان کی ابتداء میں حضرت کعب ﷺ نے ذکر کیا میں کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہ رہا لیکن غزوۂ تبوک میں رہ گیا ہاں غزوہ بدر میں شامل نہ ہوا تھا لیکن اس میں عدم شمولیت کی بنا پر کسی کو کچھ نہ کہا گیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ تجارت کا قصد کر کے نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے فریقین کو جمع کر دیا حالانکہ فریقین کا آپس میں کوئی طے شدہ پروگرام نہ تھا۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت جب ہم انصار جنگ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام کا معاہدہ کر رہے تھے اس عظیم موقع پر میں موجود تھا۔ لوگوں میں اگرچہ بدر کا چرچہ زیادہ تھا لیکن مجھے تو عقبہ ثانیہ والی حاضری زیادہ گراں قدر اور محبوب ہے۔ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے میرا پیچھے رہنا یوں ہوا کہ اس موقع پر میں باقی اوقات گذشتہ کی نسبت زیادہ طاقتور اور خوشحال تھا میں اس سے پیچھے رہ گیا حالانکہ اس وقت میرے پاس دو سواریاں جمع تھیں اور اس سے پہلے میں کبھی دو سواریوں کا مالک نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا عام طور پر طریقہ یہ تھا کہ غزوہ کے سلسلے میں توریہ کرتے یعنی (جہاد کی تیاری کا حکم فرماتے مقام جہاد کا نام نہ لیتے اور دشمن کے جاسوسوں کو مغالطہ ڈالنے کے لئے کسی اور جگہ کا ذکر کرتے) لیکن اس غزوہ میں چونکہ گرمی بشدت

فَغَزَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرٍّ
شَدِيدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا،
وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيرًا، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ
لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِي
يُرِيدُهُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ كَثِيرٌ وَلَا
يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ (يُرِيدُ بِذٰلِكَ الدِّيوَانَ)
قَالَ كَعْبٌ: فَقَلَّ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ
أَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى بِهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيٌ مِّنَ اللهِ،
وَغَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ
الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ، فَأَنَا إِلَيْهَا
أَصْعَرُ، فَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُ،
فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، وَأَقُولُ فِي نَفْسِي: أَنَا قَادِرٌ
عَلٰى ذٰلِكَ إِذَا أَرَدْتُ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِي حَتّٰى
اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ، فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ
مِنْ جِهَازِي شَيْئًا، ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ
شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِي حَتّٰى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ
الْغَزْوُ، فَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ، فَيَا لَيْتَنِي
فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِي، فَطَفِقْتُ إِذَا خَرَجْتُ
فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِي أَنِّي لَا أَرٰى لِي أُسْوَةً، إِلَّا رَجُلًا
مَغْمُوصًا عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ، أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللهُ
تَعَالٰى مِنَ الضُّعَفَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوكَ، فَقَالَ وَهُوَ

تھی دور دراز سفر اور صحراؤں کا سامنا تھا اور کثیر التعداد
دشمن سے مقابلہ تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو کھل کر
بتا دیا تا کہ وہ اچھی طرح تیاری کریں اور اس جانب کی
صراحت کر دی جہاں کا ارادہ تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ
کے ساتھ مسلمان بکثرت تھے اور ان کے ناموں کا
با قاعدہ رجسٹر نہ تھا حضرت کعب کہتے ہیں کثرت تعداد کا
یہ حال تھا جو کوئی بھی چھپنا چاہتا وہ یہی سمجھتا کہ اگر وحی نہ
اترے تو میرے متعلق کسی کو غیر حاضری کا علم نہ ہوگا۔
رسول اللہ ﷺ اس غزوہ پر نکلے جبکہ پھل اور سائے عمدہ
ہو چکے اور میرا طبعی میلان ان کی طرف تھا رسول اللہ ﷺ
کے ساتھ عام مسلمانوں نے تیاری کی میرا ہر صبح خیال
ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تیاری کر لوں گا لیکن
تیاری کے بغیر لوٹ جاتا اور میں اس سوچ میں رہتا کہ
مجھے اس پر اختیار ہے جب چاہوں گا روانہ ہو جاؤں گا‘
تو میری یہی کیفیت رہی تا آنکہ رسول اللہ ﷺ
مسلمانوں کو ساتھ لے کر سفر جہاد پر روانہ ہو گئے اور میں
نے اس وقت تک کوئی تیاری نہ کی تھی پھر میں صبح
سویرے آتا اور تیاری کے بغیر واپس پلٹ جاتا میری
یہی سستی رہی اور کچھ مجاہدین میدان کارزار میں پہنچ گئے
میں نے کوچ کا ارادہ کیا کہ ان تک جا ملوں کاش میں ایسا
کر لیتا‘ اس کے بعد میں ایسا نہ کر سکا۔ رسول اللہ ﷺ کے
نکلنے کے بعد میں جب نکلتا تو غمگین ہو جاتا کیونکہ جو بھی
سامنے آتا یا تو منافق ہوتا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کمزوری کی وجہ سے معذور ہوتا تبوک پہنچنے سے پہلے
رسول اللہ ﷺ نے میرا نام تک لیا وہاں پہنچ کر ذکر کیا جبکہ

جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ ! وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلاَّ خَيْرًا. فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَيْنَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُبْيِضًا يَزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ". فَإِذَا هُوَ اَبُو خَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ. قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِيْ بَثِّيْ، فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ: بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا؟ وَاَسْتَعِيْنُ عَلَى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِيْ رَاْيٍ مِنْ اَهْلِيْ. فَلَمَّا قِيْلَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا، زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَنْجُوَ مِنْهُ بِشَيْءٍ اَبَدًا. فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا. وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ، وَكَانُوْا بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا، فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللهِ تَعَالٰى، حَتّٰى جِئْتُ. فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ. ثُمَّ قَالَ: "تَعَالَ". فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى

آپ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ کعب بن مالک نے کیا کیا؟ قبیلہ بنوسلمہ میں سے ایک آدمی نے کہا : یارسول اللہ (ﷺ)! اس کو اپنی چادروں اور کندھوں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تم نے بری بات کی' یارسول اللہ (ﷺ)! اللہ کی قسم! ہم نے اس میں بھلائی ہی دیکھی تو رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید پوش ریگستان سے آتا ہوا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سایہ کو خطاب کر کے فرمایا تو ابوخیثمہ ہو جا تو وہ ابوخیثمہ انصاری ہی تھے یہ وہی صحابی ہیں' جنھوں نے ایک ٹوپہ (چار کلو چھیانوے گرام) کھجور صدقہ کی تھی منافقین نے تحقیراً طعنہ زنی کی (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقہ کی قبولیت نازل فرمائی) حضرت کعب نے کہا جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپس آنے کی اطلاع ملی تو مجھ پر غم چھا گیا میں جھوٹے بہانے سوچنے لگا اور کہا کس طرح بات کر کے میں رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے بچوں گا اس سلسلہ میں اپنے سمجھدار رشتہ داروں سے رائے لینے لگا اور جب یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ آپہنچے تو مجھ سے باطل چھٹ گیا مجھے یقین ہو گیا کہ میں کسی جھوٹ کے ساتھ اس جرم سے نجات نہ پا سکوں گا' تو میں نے آپ ﷺ سے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہل مسجد سے کرتے اس میں دو رکعت پڑھ کر لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے جب آپ نماز سے فارغ

جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ. فَقَالَ لِي: "مَا خَلَّفَكَ، أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ". قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي وَاللهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ، لَقَدْ أُعْطِيْتُ جَدَلًا. وَلٰكِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهِ عَلَيَّ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ. وَإِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ إِنِّي لَأَرْجُوْ فِيْهِ عُقْبَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ. وَاللهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ. وَ اللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ. قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ. فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِيْكَ". وَسَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِي فَقَالُوْا لِي: وَاللهِ مَا عَلِمْنَاكَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِي أَنْ لَا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُخَلَّفُوْنَ. فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اِسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ. قَالَ: فَوَاللهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِي حَتّٰى أَرَدْتُّ أَنْ أَرْجِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي. ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ. وَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيْلَ لَكَ. قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوْا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ. وَهِلَالُ ابْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ؟ قَالَ: فَذَكَرُوْا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا أُسْوَةٌ. قَالَ:

ہوئے' تو پیچھے رہنے والے بہانے بناتے ہوئے قسمیں اٹھاتے ہوئے حاضر ہوئے وہ اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا ان کو بیعت فرمایا اوران کے لیے استغفار کیا اوران کے باطنی حال کو اللہ کے سپرد کیا' حتیٰ کہ جب میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا: رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کے انداز سے تبسم فرمایا اور پھر آپ نے مجھے قریب آنے کی اجازت مرحمت فرمائی میں چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آبیٹھا فرمایا تجھے کس نے پیچھے رکھا؟ کیا تم نے سواری خرید نہ لی تھی میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! اللہ کی قسم! میں اگر آپ کے سوا کسی اور دنیا دار کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس کی ناراضگی سے بہانہ بنا کر نکل سکوں گا لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر میں جھوٹی بات کر کے آپ کی ناراضگی سے آج نکل جاؤں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (حقیقت پر مطلع کر کے) ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ کی جناب میں ایسی بات کروں جس سے آپ مجھ پر ناراض ہوں' تو اس میں اللہ عزوجل کی طرف سے اچھے انجام کی توقع ہے اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں اللہ کی قسم میں کبھی اتنا طاقتور اور خوشحال نہ تھا جتنا اس موقعہ پر تھا جب میں پیچھے رہ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہرحال اس نے سچی بات کی تم کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق فیصلہ فرمائے۔ بنوسلمہ قبیلہ سے کچھ لوگ چل کر میرے پاس آئے مجھے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہمیں اس سے قبل تمہارے کسی گناہ کا علم نہیں جس طرح دوسروں نے

فَقَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ. وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ
مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ. فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ - اَوْ قَالَ:
تَغَيَّرُوْا لَنَا - حَتّٰى تَنَكَّرَتْ لِيْ فِيْ نَفْسِيَ الْاَرْضُ، فَمَا
هِيَ بِالْاَرْضِ الَّتِيْ اَعْرِفُ. فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ
لَيْلَةً. فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا
يَبْكِيَانِ. وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ
فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ.
وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ. وَاٰتِيْ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ
مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ. فَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ: هَلْ حَرَّكَ
شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ اَمْ لَا؟ ثُمَّ اُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِّنْهُ
وَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ. فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى صَلَاتِيْ نَظَرَ اِلَيَّ
وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهٗ اَعْرَضَ عَنِّيْ. حَتّٰى اِذَا طَالَ ذٰلِكَ
عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ
جِدَارَ حَائِطِ اَبِيْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ وَاَحَبُّ النَّاسِ
اِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ.
فَقُلْتُ لَهٗ: يَا اَبَا قَتَادَةَ. اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِيْ
اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَسَكَتَ.
فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهٗ فَسَكَتَ. فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهٗ.
فَقَالَ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَايَ.
وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ. فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ فِيْ
سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِيٌّ مِّنْ نَبَطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ
قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ: مَنْ يَدُلُّ
عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهٗ

رسول اللہ ﷺ کے سامنے بہانے بنائے تم بہانہ بنائے
اگر ایسا کرتے تو رسول اللہ ﷺ کا استغفار تمھاری خطا کی
بھی معافی کے لیے ہوتا واللہ وہ مجھے ملامت کرتے رہے
یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ
میں حاضر ہوکر بہانہ تراش لوں اور پہلی بات کی تکذیب
کرلوں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ واقعہ کسی اور
سے بھی پیش آیا تو انھوں نے بتایا کہ ہاں! دو اور آدمی
بھی ہیں انہوں نے بھی جیسا تو نے کہا یہی کہا تھا اور ان کو
تیرے جیسا جواب عطا ہوا ہے میں نے پوچھا وہ دو کون
ہیں بتایا گیا کہ وہ مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی
ہیں حضرت کعب کہتے ہیں جونہی انہوں نے ان دو صالح
بدری بزرگوں کا نام لیا جو میرے پیشوا کی حیثیت رکھتے
تھے تو میں اپنی بات پر پختہ ہوگیا رسول اللہ ﷺ نے
پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تین کے ساتھ گفتگو
سے ممانعت کردی گئی ہم سے لوگ اجنبی بن گئے یا بدل
گئے یہاں تک کہ میرے لیے یہ جگہ ہی بدل گئی یہ وہ
زمین نہ رہی جس کو میں جانتا تھا یہاں تک پچاس راتیں
پوری ہوگئیں پس میرے دو ساتھی' تو عاجز ہوکر گھروں
میں روتے ہوئے لگ رہے میں ان میں زیادہ جوان اور
طاقتور تھا مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتا باہر
نکلتا بازاروں میں پھرتا مجھ سے کوئی بات نہ کرتا میں
رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتا سلام عرض
کرتا جب نماز کے بعد آپ تشریف فرما ہوتے اور اپنے
دل میں سوچتا کہ کیا آنحضور نے لبان مقدس کو سلام کے
جواب میں جنبش دی ہے یا نہیں پھر میں آپ سے قریب

إِلَيَّ حَتّٰى جَاءَنِيْ فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِّنْ مَّلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ كَاتِبًا. فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيْهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَأْتُهَا: وَهٰذِهٖ أَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهَا، حَتّٰى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ إِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ فَقَالَ: لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا، وَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ. فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ: اِلْحَقِيْ بِأَهْلِكِ فَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ. فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَّيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ؟ قَالَ: "لَا، وَلٰكِنْ لَّا يَقْرَبَنَّكِ" فَقَالَتْ: إِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ إِلٰى شَيْءٍ، وَّوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهٖ مَا كَانَ إِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا. فَقَالَ لِيْ بَعْضُ أَهْلِيْ: لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَتِكَ فَقَدْ أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ؟ فَقُلْتُ: لَا أَسْتَأْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ، وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ! فَلَبِثْتُ

ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا اور آپ کو چوری چوری دیکھتا جب میں نماز میں متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں آپ کو دیکھتا تو آپ نگاہ پھیر لیتے یہاں تک کے جب مسلمانوں کی بے رخی کا عرصہ طویل ہو گیا تو میں اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر گیا وہ میرے اچھے دوست تھے میں نے انہیں سلام کیا اور ان کو بلایا اور اللہ کی قسم! انہوں نے جواب نہ دیا میں نے کہا: اے ابوقتادہ تجھے اللہ کی قسم جواب دے کیا تجھے علم نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کا رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو وہ خاموش رہے میں نے دوبارہ قسم دے کر پوچھا وہ پھر خاموش رہے میں نے پھر انہیں قسم دی تو انہوں نے تیسری بار صرف یہ کہا کہ اللہ اور رسول (ﷺ) زیادہ جانیں تو میری آنکھیں بہہ پڑیں اور میں پھر دیوار سے باہر آ گیا اب اس دوران کہ میں مدینہ منورہ کے بازار میں پھر رہا تھا اچانک علاقہ شام کا ایک پانی نکالنے کا ماہر شخص جو مدینہ منورہ میں غلہ بیچنے آیا تھا کہہ رہا تھا' مجھے کون کعب بن مالک کے بارے بتائے گا' لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے شاہ غسان کی طرف سے ایک خط مجھے دیا' میں لکھنا پڑھنا جانتا تھا میں نے پڑھا اس میں لکھا تھا امابعد! ہمیں خبر ملی ہے کہ تمہارے ساتھی (یعنی رسول اللہ ﷺ) تم پر ظلم کر رہے ہیں تجھے اللہ تعالیٰ نے ذلت وخواری اور ضائع ہونے کے لئے نہیں بنایا تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری غمگساری کریں گے میں نے یہ پڑھ کر کہا یہ بھی آزمائش سے ہے میں نے ارادہ کے ساتھ اس کو تنور میں

بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمَلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ
حِيْنَ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا. ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ
صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا،
فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى
مِنَّا، قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ
بِمَا رَحُبَتْ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ
يَقُوْلُ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ: يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ،
فَخَرَرْتُ سَاجِدًا، وَّعَرَفْتُ اَنَّهٗ قَدْ جَآءَ فَرَجٌ. فَاٰذَنَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ
اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الْفَجْرِ
فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ
مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَيَّ فَرَسًا وَّسَعٰى سَاعٍ مِّنْ
اَسْلَمَ قِبَلِيْ، وَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ، فَكَانَ الصَّوْتُ
اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَآءَنِي الَّذِيْ سَمِعْتُ
صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ
بِبِشَارَتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ،
وَّاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، وَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ
فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنِّيْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِيْ: لِتَهْنِكَ
تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ. حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ،
فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ
حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّاَنِيْ، وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِّنَ
الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهٗ فَكَانَ كَعْبٌ لَّا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ
قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ڈال کر جلا دیا جب پچاس میں چالیس دن گزر چکے اور
ہمارے متعلق سلسلہ وحی منقطع رہا تو اچانک رسول اللہ
ﷺ کا قاصد آیا اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کا آپ کے
لیے حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ میں نے پوچھا
طلاق دے دوں' یا کیا کروں اس نے کہا صرف علیحدہ
ہو جا اور اس کے قریب نہ جانا میرے ساتھیوں کی طرف
بھی یہی پیغام بھیجا میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے
اہل کے پاس چلی جا یہاں تک کہ اللہ رب العالمین اس
بارے فیصلہ فرمائے۔ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی اس
بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کہا
یارسول اللہ (ﷺ)! ہلال بوڑھا ہے ہلاک ہونے والا
ہے اس کا کوئی خادم بھی نہیں' تو کیا میرا اس کی خدمت کرنا
آپ کو نا یتو ہے فرمایا نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ
آئے اس نے عرض کیا: اللہ کی قسم اس میں کسی شے کی
طرح کی کوئی حرکت نہیں اللہ کی قسم! جب سے اس کا یہ
معاملہ ہوا ہے ہر وقت روتا ہی رہتا ہے (تو اس کو
اجازت مل گئی) اب میرے گھر والوں سے کچھ لوگوں
نے مجھے کہا کہ تم بھی جا کر رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی
کے بارے اجازت طلب کرو کیونکہ ہلال بن امیہ کی
بیوی کو خدمت کی اجازت مل گئی ہے میں نے کہا میں تو
اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اجازت طلب نہ کروں گا
کیا خبر جب اجازت طلب کروں تو رسول اللہ ﷺ مجھے کیا
جواب دیں' کیونکہ میں جوان ہوں' تو اس حال پر مزید
دس راتیں گزریں اب ہمارے ساتھ کلام منع ہونے پر
پچاس رات مکمل ہو چکیں پچاسویں رات فجر کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ: أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ فَقُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللهِ، قَالَ: لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ. فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ". فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ. وَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى إِنَّمَا أَنْجَانِي بِالصِّدْقِ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيتُ. فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللهُ تَعَالَى فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي اللهُ تَعَالَى، وَاللهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللهُ تَعَالَى فِيمَا بَقِيَ. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: (لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) حَتَّى بَلَغَ: (إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ) حَتَّى بَلَغَ: (اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) (التوبة: 117-119)

نماز میں نے اپنے گھر کی چھتوں میں سے ایک چھت پر ادا کی میں اللہ کا ذکر اس طرح کر رہا تھا جس طرح قرآن پاک میں ذکر ہے کہ مجھ پر میری جان تنگ تھی مجھ پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو چکی تھی میں نے سلع پہاڑ پر چڑھ کر آواز دینے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک تجھے مبارک ہو میں سجدہ میں گر پڑا اور جان لیا کہ فراخی آ گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے وقت لوگوں کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہماری توبہ قبول ہونے کے بارے میں بتایا لوگ ہمیں مبارکباد دینے چلے میرے ساتھیوں کی طرف مبارک دینے والے گئے اور ایک آدمی گھوڑا دوڑا کر آیا اور اسلم قبیلہ کا ایک آدمی میری طرف دوڑا پہاڑ پر چڑھ کر آواز لگا دی اس کی آواز گھوڑے سے تیز تھی جب میرے پاس وہ آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی اور مجھے خوشخبری دے رہا تھا تو میں اسے نے اپنے تن کے کپڑے خوش ہو کر دے دیئے۔ اس وقت میں اور کپڑوں کا مالک نہ تھا پھر میں نے کپڑے ادھار مانگے اور پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس ملاقات کے ارادہ سے چلا لوگ مجھے گروہ در گروہ ملتے اور توبہ پر مبارک دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے تجھ پر توبہ قبول کرنے کی مبارک ہو جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے اردگرد لوگ بیٹھے تھے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور تیز چلتے ہوئے میرے پاس آ کر مصافحہ کیا اور مجھے مبارک دی واللہ مہاجرین میں سے حضرت طلحہ کے علاوہ کوئی اور نہ کھڑا ہوا

اور حضرت کعب حضرت طلحہ کے اس (احسان والے) کام کو کبھی نہ بھولتے حضرت کعب کہتے ہیں جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا: تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا اور آپ نے فرمایا: تیری پیدائش کے آنے والے دونوں میں سب سے دن کی تمھیں مبارک ہو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ اقدس یوں چمک رہا ہوتا جس طرح چاند کا ٹکڑا ہو اور ہمیں اسے امر کا علم تھا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میری توبہ میں سے ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کرتے ہوئے اپنے مال سے نکل جاؤں فرمایا اپنا کچھ مال روک لو یہ تمھارے لیے ھکا ہے میں نے عرض کیا: پھر میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اللہ تعالیٰ نے سچ کی برکت سے نجات دی ہے اور میری توبہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولوں گا اللہ کی قسم میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے صدق گوئی پر اتنا بڑا انعام دیا ہو ایسا اچھا انعام جو اللہ تعالیٰ نے میری آزمائش پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچ بولنے پر مجھے عطا کیا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا: اس کے بعد کبھی بھی میں نے ایک جھوٹ کا ارادہ نہ کیا اور آئندہ بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی توقع ہے حضرت کعب کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت اتاری "تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام پر اور ان مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی جنھوں نے تنگی کی گھڑی میں آپ کی پیروی کی یہ آیت آپ نے رؤف رحیم تک تلاوت کی اور ان تین پر جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ ان پر زمین فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی اس کو "كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ" تک تلاوت کیا۔

قَالَ كَعْبٌ: وَاللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ إِذْ هَدَانِيَ اللّٰهُ لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ) (التوبة: 95-96)

حضرت کعب کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہدایت اسلام کے بعد میری نظر میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام میرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سچ کہنا ہے کہ میں جھوٹ بیان کر کے ہلاک ہونے والوں سے نہ ہوا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے اللہ تعالیٰ نے جب وحی اتاری تو ان کو سب سے برے لفظ سے ذکر فرمایا ارشاد ہے: "عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ کی قسمیں اٹھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹو گے ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان سے اعراض کرو تو تم ان سے روگردانی کرلو وہ پلید ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے گناہوں کا بدلہ اللہ کی قسمیں تم کو راضی کرنے کے لئے اٹھائیں تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ان فاسقوں سے راضی نہ ہوگا۔

قَالَ كَعْبٌ: كُنَّا خُلِّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهُ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ تَعَالَى فِيْهِ بِذٰلِكَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا) وَلَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَ

حضرت کعب کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے رہنے والوں سے ہم تین کا معاملہ مؤخر کیا گیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے حلف لیا تو ان کو بیعت فرما لیا ان کے لیے استغفار فرمایا اور ہمارے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ نے مؤخر کیا، تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں "عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا" میں ہمارا غزوہ سے پیچھے رہنا مراد نہیں بلکہ

مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفُنَا عَنِ الْغَزْوِ. وَاِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُهُ اِيَّانَا وَاِرْجَاؤُهُ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ہمارے معاملے کو آپ کا مؤخر کرنا مراد ہے جس کی نسبت انھوں نے بہانے بنا کر قسمیں اٹھائی تھیں اور عذر پیش کیے تھے (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَكَانَ لَا يَقْدِمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى، فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا معمول تھا کہ سفر سے دن چاشت کے وقت تشریف لایا کرتے جب آتے تو مسجد سے ابتداء فرماتے اس میں دو رکعت نماز پڑھ کر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھ جاتے۔

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه، ج۲ص۴۰۵، رقم: ۶۱۹۳، سنن الكبرى للبيهقى، باب من اراد غزوة فورى بغيرها، ج۲ص۱۳۵، رقم: ۱۸۹۱۹، مسند امام احمد بن حنبل، حديث كعب بن مالك، ج۲ص۴۵۶، رقم: ۱۵۸۲۰، صحيح بخارى، باب حديث كعب بن مالك، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۲۱۵۶، جامع الاصول، سورة براءة، ج۱ص۳۷۱، رقم: ۶۶۲)

شرح حدیث: غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔ ۳۴۴)(والمواهب اللدنية وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصا)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔

انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم و جذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجازِ مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کارِ خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۸-۷۲)

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں نزولِ اجلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پچاس دنوں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بائیکاٹ فرما دیا۔ پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۱۰۷، ۱۰۹ ملخصاً)

(22) وَعَنْ اَبِیْ نُجَیْدٍ بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِیْمِ - عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَیْنَةَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنٰى، فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ. فَدَعَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلِیَّهَا، فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَیْهَا، فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِیْ فَفَعَلَ فَاَمَرَ بِهَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَشُدَّتْ عَلَیْهَا ثِیَابُهَا، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَیْهَا. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّیْ

حضرت ابو نجید نون پر پیش اور جیم پر زبر کے ساتھ عمران بن حصین الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی یہ حاملہ بالزنا تھی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھ سے ''حد'' کا جرم سرزد ہو گیا ہے اس کا مجھ پر حکم قائم فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے سربراہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس کو اچھے طریقے سے رکھو جب یہ بچہ جنم دے لے تو اس کو میرے پاس لانا اس نے ایسا ہی کیا اب نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اس عورت کے

عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ-عَزَّوَجَلَّ-؟! رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کپڑے اس کے جسم پر باندھ دیے گئے پھر آپ کے حکم پر اس کو رجم کر دیا گیا پھر اس پر نمازِ جنازہ پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کے زنا کے باوجود آپ اس پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں فرمایا اس نے اتنی توبہ کی ہے کہ اگر ستر (۷۰) اہلِ مدینہ میں تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو جاتی۔ کیا تم اس کی یہ فضیلت نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ عزوجل کی رضاء کے لئے اپنی جان کو قربان کر دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من اعترف علی نفسہ بالزنا، ج۲ص۹۲۰ رقم: ۴۵۲۹ السنن العرفی باب الدا ج۲ص۳۶۵ رقم: ۱۴۳۱ سنن ابوداؤد، باب المرأۃ التی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم برجمھا، ج۴ص۲۲۹ رقم: ۴۴۴۰ سنن الدارمی، باب الحامل اذا اعترفت بالزنا، ج۲ص۲۳۵ رقم: ۲۳۲۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ، ج۷ص۲۲۵ رقم: ۱۹۹۱۸)

شرحِ حدیث: سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجددِ دین وملت، الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم (یعنی ارادہ) کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۱۲۱)

سچی توبہ اللہ عزوجل نے وہ نفیس شئے بنائی ہے کہ ہر گناہ کے ازالہ کو کافی ووافی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر، سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلاً نماز روزے کے ترک یا غصب، سرقہ، رشوت، ربا سے توبہ کی تو صرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑ دینا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے جو مال جس جس سے چھینا، چرایا، رشوت، سود میں لیا انھیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کر دے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تصدق کر دے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تصدق پر راضی نہ ہوئے اپنے پاس سے انھیں پھیر دوں گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۱۲۲)

احکام فقہیہ

حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اوس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس سے مقصود لوگوں کو ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہوگا۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحدود ج۶ ص ۵)

ندامت ہو تو ایسی ہو

بصرہ میں ایک نوجوان رہتا تھا جس کا نام رضوان تھا۔ وہ اکثر کھیل کود اور نافرمانیوں میں مبتلا رہتا، آوارہ گردی اور سرکشی میں مبتلا رہتا، رات بھر شراب کے نشے میں مست رہتا۔ اس پر بدبختی غالب تھی اور شیطان نے اسے گمراہ کررکھا تھا۔ ایک دن جب وہ شراب کے نشے میں مدہوش تھا اور نافرمان دوست بھی اس کے ساتھ تھے کہ اس نے ایک فقیر دیکھا جو راستے پر چلتے چلتے چند اشعار گنگنا رہا تھا، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

جب تو کسی دن اہلِ زمانہ سے تنہائی میں ہو تو یوں نہ کہہ کہ میں خلوت میں ہوں بلکہ یوں کہہ کہ مجھ پر ایک نگہبان ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو لمحہ بھر بھی غافل نہ جان اور نہ یہ گمان کر کہ اس پر کوئی چھپی بات پوشیدہ ہے۔

یہ نصیحت بھرا کلام سنتے ہی نوجوان رونے لگ گیا، اس نے فقیر کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ یہ اشعار دوبارہ پڑھے۔ فقیر نے دوبارہ پڑھے۔ نوجوان نے اسے اپنی مجلس میں آنے کا اصرار کیا۔ چنانچہ، وہ چلا آیا، نوجوان کہنے لگا: یا سیِّدی! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آپ کی زیارت ہمارے لئے باعثِ سعادت ہے، ہمیں آپ کی آواز اور نغمہ بھلا لگا۔ لہٰذا اپنے نغموں سے ہماری زندگی کو پاکیزہ کردو۔ چنانچہ، فقیر نے چند اشعار پڑھنا شروع کردیئے، جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا رزق کھا کر بھی تُو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ جب تو اس کی مخلوق سے چُھپتا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اے انسان! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی سے بچ۔ تو جو بھی گناہ کرتا ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے اور جانتا ہے۔

نوجوان پھر رونے لگا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو اُس نے شراب کے برتن توڑ ڈالے اور فقیر کی طرف متوجہ ہوکر عرض کی: یاسیِّدی! کیا میری توبہ قبول ہوجائے گی؟ اُس نے جواب دیا: یہ رب عَزَّ وَجَلَّ سے صلح کی گھڑی ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تجھے نیکی کے دروازے پر لوٹنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، آج تیرے گناہ معاف کردیئے جائیں تو تیرے لئے کتنی بڑی سعادت ہے! (لہٰذا تم بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں سچی توبہ کرلو)۔ نوجوان نے پھر چیخ ماری، اس پر غشی طاری ہوگئی اور زمین پر گر گیا۔ جب افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگا: یا سیدی! کیا مجھ سے گذشتہ گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا؟ فقیر نے کہا: نہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! خالص محبت کتنی عمدہ ہے! محبین کے لئے دوری کے بعد لذّتِ قرب کتنی اچھی ہے! پھر قرب کے بعد ہجر و فراق کی گھڑی کتنی شدید ہے! اے (اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے کئے ہوئے) عہدِ محبت کو بھولنے والے! تو نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ سے معاملہ کیا پھر غفلت کی میٹھی نیند سو گیا۔ تُو کس فضول کام میں مشغول ہے؟ اس سے تو نے کیا پایا؟

نہیں، بلکہ تُو نے تو اپنا مقصود ضائع کر دیا۔ آج ہی نیکیوں پر کمر بستہ ہو جا اور گذشتہ گناہوں کو ترک کر دے اور درویشی اختیار کر لے۔ تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس پر نوجوان کے آنسو بہہ پڑے اور اس کے دوست بھی رونے لگے پھر انہوں نے توبہ کی اور لباسِ زیب وزینت اُتار پھینکا۔ نوجوان نے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور سچی توبہ کی اور اپنے پچھلے بُرے افعال پر بے حد شرمسار ہوا۔ اس نے ساری رات آہ وبکا، گریہ وزاری اور حسرت وندامت سے پچھاڑیں کھاتے ہوئے فقیر کے پاس گزاری۔ جب سحری کا وقت ہوا تو اسے پھر اپنے گناہ اور نافرمانیاں یاد آ گئیں۔ چنانچہ، اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور آنکھوں سے سَیلِ اَشک رواں ہو گیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ جب فقیر نے اُسے حرکت دے کر دیکھا تو وہ دنیائے فانی سے رخصت ہو چکا تھا۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ صفحہ ۴۴۴)

(23) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللهُ عَلٰى مَنْ تَابَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر آدمی کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ دو کی خواہش کرے گا اور اس کے منہ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یتقی من فتنة المال، ج۲ص۱۲، رقم: ۶۴۳۹، صحیح مسلم، باب لو ان لابن آدم وادیین لابتغی ثالثا، ج۱ص۶۹۱، رقم: ۲۴۶۴، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه انس بن مالک، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۱۲۷۱، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج۲ص۲۵۹، رقم: ۳۵۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۲۳۶، رقم: ۱۳۵۰۱)

شرح حدیث: ابنِ آدم کی حرص

حضرتِ سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسولِ اکرم، نورِ مجسم، نبیٔ محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: دُنیا میں ایک اجنبی اور مسافر کی طرح رہ اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کر۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب مثل الدنیا، الحدیث ۴۱۱۴، ص ۲۷۲۷)

اے گناہوں کے حریص! اے موت کے جھٹکوں سے غافل! (سُن!) یقیناً موت اچانک آ جائے گی۔ مال وگناہ کی طمع کسی عقل مند کا کام نہیں۔ تو گناہوں میں جلدی کرتا اور توبہ کو آئندہ سال تک مؤخر کرتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ غنی کا (قرض کی ادائیگی کے معاملے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تجھے جوانی، صحت اور فراغت کی دولت سے غنی کر دیا پھر بھی تو توبہ میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ دُنیا پر بادشاہت کرنے والے، بڑے بڑے جابر اور لیڈر کہاں چلے گئے؟ بندوں پر بڑائی چاہنے والوں کو کیا ہو گیا؟ کہاں ہیں قاتل اور حملہ کرنے والے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! موت کے تیر ان سب میں پیوست ہو گئے، وہ اب قتل گاہوں میں پڑے ہیں۔ اور موت نے اُنہیں فرش اور قالین کے بعد پچھاڑ کر پتھر کی سِل اور

چٹان کے درمیان رکھ دیا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ، یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (پ26، ق:19)

یعنی موت کی سختیوں کا سامنا، ملک الموت علیہ السلام کو دیکھنا اور بندے پر اس کا جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ ظاہر ہونا زبردست امور ہیں اور یہ سکرات موت کے وقت ظاہر ہوں گے اور یہ حق ہے، اس کو حضور نبی مکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایمان بالغیب میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد منکر نکیر کے سوالات کا مرحلہ ہے کہ میت کو قبر میں اُتارے جانے کے بعد سب سے پہلے اسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور موت کی سختیاں بیان ہو چکی ہیں اور یہ ہر شخص پر اس کے اعمال کے مطابق ہوں گی۔

ان کو سکرات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہوش اڑا دیتی اور ذہن کو غائب کر دیتی ہیں جیسے مدہوش نشے کی حالت میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آدمی پر اس کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزا موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ غیبت کرنے والے کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جائے گا، غیبت سننے والے کے کانوں میں جہنم کی آگ کی سیخیں پروئی جائیں گی اور ظالم کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہر مظلوم کے پاس پہنچ جائے گا۔ حرام خور کو جہنم کا کانٹے دار درخت، زقوم کھانے کو دیا جائے گا۔ اسی طرح دیگر افعال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ ان سب کا ظہور موت کی سختیوں کے وقت ہوگا اور میت کو یکے بعد دیگرے ان سے گزرنا ہوگا، اور آخر میں اس کی روح قبض کی جائے گی۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (پ26، ق:19)

یعنی یہ وہ موت ہے لمبی اُمیدوں اور دنیا میں زندہ رہنے کی حرص کے سبب جس سے تو بھاگتا تھا۔

مال کی محبت

ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں ایک امید دوسری مال کی محبت۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ، رقم ۶۴۲۰، ج ۴، ص ۲۲۴)

لالچ اور حرص کا جذبہ خوراک لباس، مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت، غرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے۔ اگر لالچ کا جذبہ کسی انسان میں بڑھ جاتا ہے تو وہ انسان طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بے مروتی کے کاموں میں پڑ جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی نہیں چوکتا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو حرص وطمع اور لالچ درحقیقت ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہے۔

لالچ کا علاج

اس قلبی مرض کا علاج صبر وقناعت ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف سے بندے کو مل جائے اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجا لائے اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اسی وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر، انسان کی روزی، انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بدنصیبی، یہی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ خدا کی رضا اور اس کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہوگا وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس ادھر ادھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نور چمک اٹھے گا اور حرص ولالچ کا اندھیرا بادل چھٹ جائے گا۔

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قناعت کبھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ (کتاب الزھد الکبیر، الحدیث ۱۰۴، ص ۸۸)

(24) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَضْحَكُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اِلٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ. یُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلُ، ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْلِمُ فَیُسْتَشْهَدُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ تعالیٰ دو آدمیوں پر خوب راضی ہوگا کہ ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور جنت میں دونوں جائیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاتا ہے پھر قاتل کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے تو وہ مسلمان ہو کر شہید ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم فیسدد بعدو یقتل، ج۱ص۴۰۹، رقم: ۲۸۲۶، صحیح مسلم، باب بیان الرجل یقتل احدھما الاخرید فلان الجنة، ج۲ص۱۰۴، رقم: ۵۰۰۰، صحیح ابن حبان، باب فضل الشھادة ج۲ص۵۲۲، رقم: ۴۶۶۴، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادة، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۵۴۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۶۳، رقم: ۹۹۷۷)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ قاتل ومقتول دونوں ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں جاویں گے۔ خیال رہے کہ دنیا کی تمام مسلمانوں کی ذاتی عداوتیں آخرت میں ختم ہو جاویں گی، یوں ہی دنیا کی جسمانی محبتیں بھی وہاں فنا ہو جائیں گی، ایمانی عداوت ورحمت باقی رہے گی، مسلمان باپ کافر بیٹے کو عذاب میں دیکھ کر خوش ہوگا اور اجنبی مسلمان دوسرے مسلمان کو عذاب میں دیکھ کر ملول ہوگا، اس کی سفارش وشفاعت کر کے اسے بخشوائے گا، یونہی وہ دو مسلمان جو دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کے

دشمن تھے وہاں دوست ہوجائیں گے۔

رب فرماتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ

اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

(الحجر:۴۷)

اور فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّاۗءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔(الزخرف:٦٧)

مفسّرِ شہیر، خلیفۂ اعلیٰحضرت، صدرالافاضل، سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا دو دوست مومن اور دو دوست کافر، مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یارب اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا، جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے، یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے بُرا بھائی، بُرا دوست، بُرا رفیق۔

سیّدنا وحشی کا قبولِ اسلام

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس نے جواب میں یہ کہلا بھیجا، آپ کیونکر مجھے اسلام کی طرف آمادہ کر رہے ہیں جب کہ آپ کا دعوی ہے کہ قاتل، مشرک اور زانی جہنم میں ڈالا جائے گا اور قیامت کے دن اس کے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ جہنم میں ذلیل وخوار ہوتا رہے گا۔ اور میں نے ان سب کاموں کو کیا ہے، تو کیا ان سب کے باوجود آپ میرے چھٹکارے کی کوئی راہ پاتے ہیں۔

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الفرقان:۷۰)

جب وحشی کو اس آیت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنا اشکال پیش کیا کہ نیک اعمال اور توبہ کی شرط تو بہت کڑی ہے، عین ممکن ہے کہ میں اس کو پورا نہ کر پاؤں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی،

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور اس کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (النساء:۴۸)

اس آیت کو سن کر وحشی نے کہا، میرے گمان میں یہ خدا (عزوجل) کی مشیت پر ہے مجھے کیا پتہ کہ میری مغفرت ہوگی بھی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی امید افزاء بات ہے یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی:

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

ترجمہ کنزالایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (زمر:۵۳)

یہ سن کر حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اب ٹھیک ہے۔ اور دامن اسلام میں آگئے۔

(مجمع الزوائد، ج۷، ص۲۲۴، رقم الحدیث ۱۱۳۱۴)

3-بَابُ الصَّبْرِ

صبر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا) (آل عمران: 200).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ) (البقرة: 155)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم تم کو کچھ خوف، بھوک اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی کے ساتھ آزمائیں گے اور خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ) (الزمر:10).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبر کرنے والوں کو ان کے اجر بغیر حساب کے دیے جائیں گے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ) (الشوری: 43)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبر کرنا اور معاف کرنا ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ) (البقرۃ: 153)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ) (محمد: 31)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم تم ضرور آزمائیں گے تاآنکہ تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں۔

وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهٖ كَثِيْرَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ۔

صبر کے حکم اور اس کی فضیلت کے بیان میں آیات بکثرت معروف ہیں۔

(25) وَعَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ، وَّالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَّالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَّالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ. كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابومالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے الحمد للہ (کہنا) میزان کو بھر دیتا ہے سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف دلیل ہے سب لوگ اپنے آپ کو کام میں لگاتے ہیں پھر اپنے آپ کو آزاد کرتے ہیں یا ہلاک کر دیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء، ج۱ص۱۴۰، رقم: ۵۵۶، سنن البیھقی، باب فرض الطھور، ج۱ص۴۲، رقم: ۱۸۹، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الطھور، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشعری، ج۵ص۳۴۲، رقم: ۲۲۹۵۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء، ج۱ص۱۳، رقم: ۳۸)

شرح حدیث: طہارت وصفائی کی اہمیت

بیمار جسم میں نہ صحت مند دماغ رہ سکتا ہے اور نہ صحیح روح کام کرتی ہے۔ اس لئے کہ جسم کی صفائی سے دل و دماغ میں بلند خیالات اور پاکیزہ تصورات جنم لیتے ہیں دل بھی اچھے اور نیک کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے اور عبادت تلاوت کی طرف رجوع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس دور کے تمدن کا اصل اصول صفائی ہے مگر اس اہمیت کے جاننے کے باوجود جدید

طرزِ تمدن میں جسمانی طہارت کا کوئی ضابطہ عمل مقرر نہیں ہے اور نہ خیالات فاسدہ کی اصلاح کیلئے کوئی اصول مدون ہے۔ ایک کہاوت ہے کہ صحت خوبصورتی ہے اور خوبصورتی بھی خوب صحت کی آئینہ دار ہے اس میں شک نہیں ہے کہ ایک صحت مند آدمی کی وجاہت بیمار کے مقابلہ میں بہتر ہوتی ہے اور یہ بات حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسلامی عقائد میں جو اہمیت توحید کی ہے وہی حیثیت عبادت میں طہارت کی ہے جیسے توحید کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا، ویسے ہی طہارت کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ غرض جس طرح ہم توحید کو مذہبی اعتقادات کا اصل الاصول سمجھتے ہیں اسی طرح طہارت پر اپنی عبادت کا دارومدار مانتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ طہارت ہے کیا؟ اور اسلام نے اس کے متعلق کیا احکامات دیئے ہیں۔ عام طور پر طہارت کے معنی پاکیزگی یا صفائی کے ہیں لیکن علامہ غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ اسلامی طہارت میں ظاہری و باطنی دونوں قسم کی پاکی شامل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ظاہری صفائی یہ ہے کہ جسم کسی قسم کی نجاست سے آلودہ نہ ہو بالفاظ دیگر جسم ہر قسم کی نجاست سے چاہے وہ حقیقی ہو (جو بظاہر نظر آئے جیسے بول و براز وغیرہ یا حکمی ہو (جو نظر نہ آئے) جیسے (حدث ہوا کا اخراج) ان تمام کو دور کرنے کا نام طہارت ہے۔ اسی طرح جسم کے علاوہ لباس اور مقام عبادت وغیرہ کی ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا شرط عبادت ہے۔ یعنی ایسی طہارت کے بغیر عبادت ناقص اور ناقابل قبول ہے۔ طہارت باطنی کا زیادہ تعلق چونکہ دل سے ہے اس لئے ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ یہ کہ خیالات کو فاسد عقائد سے پاک کیا جائے اور دل کو کفر و شرک ریا، بغض و کینہ اور حسد جیسی نجاستوں سے پاک کیا جائے اسلام نے دل کی طہارت کے ساتھ جسم اور لباس کی صفائی و پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے اور ان دونوں کو پاک و صاف رکھنے کی تاکید فرمائی ہے حتی کہ جسم اور لباس کی صفائی کو داخل عبادت قرار دیا ہے۔

تصوُّف کا عظیم مَدَنی نُسخہ

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: جو شخص دل کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک نہیں کرتا فقط ظاہری طہارت (یعنی صفائی) اور زیب و زینت پر اِکتِفاء کرتا ہے اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کو مدعو کرتا ہے اور اپنے گھر بار کو باہر سے خوب چمکاتا ہے اور رنگ و روغن کرتا ہے مگر مکان کے اندرونی حصّے کی صفائی پر کوئی توجُّہ نہیں دیتا۔ چُنانچہ جب بادشاہ اُس کے مکان کے اندر آکر گندگیاں دیکھے گا تو وہ ناراض ہوگا یا راضی یہ ہر ذی شعور خود سمجھ سکتا ہے۔ (اِحیاءُ العُلوم ج 1 ص 185 مُلَخَّصاً)

حقیقت صبر کا بیان

جان لیجئے! صبر علم، حال اور عمل سے مرکب ہے، اس میں علم درخت کی طرح، حال ٹہنیوں کی طرح اور عمل پھل کی طرح ہے اور تو نے جان لیا کہ صبر میں دینی مصلحت ہے اور یہ ایسی قوت ہے جو صبر کا تقاضا کرتی ہے اور یہ صبر یا تو عبادت پر

ہیشگی اختیار کرنے سے یا شہوت کو ترک کرنے سے ہوتا ہے اور یوں وہ تمام احوال میں صبر ہی کی کسی قسم کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مباح کاموں میں بھی میانہ روی اختیار کرتا ہے اور حد سے نہیں بڑھتا اور جہاں تک عبادت پر صبر کرنے کا کو ہے تو یہ جاننا چاہیے کہ وہ اس پر کچھ روز صبر کریگا تو اس کے مقابلہ میں ہمیشہ سعادت پائے گا اور عبادت پر صبر میں اسے ضرورت ہے کہ اسے نہ ظاہر کرے اور نہ ہی دکھاوے کے ذریعے ضائع کرے اور سب سے بڑا صبر خواہشات نفسانیہ اور اس کے موجبات سے بچنا ہے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ باتیں جن پر صبر کرنا لازمی ہے یہ ہیں کہ کوئی انسان اسے قول یا فعل کے ذریعے اذیت دے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: ہم کسی مسلمان کو اس وقت تک مؤمن شمار نہ کرتے تھے جب تک وہ اذیت پر صبر نہ کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (پ13)

اور یہ صبر کبھی نفسِ فعل اور اس کے احتمال پر اور کبھی بدلے پر ہوتا ہے اور اس میں ایمان کا کمال ہے۔

صبر کی ایک دوسری قسم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان چیزوں پر صبر کرنا جو انسان کے اختیار میں نہیں، جس طرح بیماری کی مصیبت، بینائی کا چلا جانا، اعضاء کا خراب ہونا اور رشتے داروں کا فوت ہونا وغیرہ۔

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: قرآن مجید میں صبر کی تین صورتیں مذکور ہیں: (۱) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے عائد فرائض کی ادائیگی پر صبر کرنا اور اس کے تین سو درجات ہیں (۲) جو کچھ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حرام کیا اس پر صبر کرنا اور اس کے چھ سو درجات ہیں (۳) مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت صبر کرنا اور اس کے نو سو درجات ہیں۔

صبرِ جمیل کی تعریف

صبرِ جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ دوسروں میں پہچانا نہ جائے اور اس منزل تک رسائی طویل مدت تک طویل ریاضت سے ہوتی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

(26) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهٖ: مَا

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری ﷜ سے روایت ہے کہ کچھ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا کیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپ نے عطا فرمایا یہاں تک کہ آپ کے پاس موجود مال ختم ہو گیا تو آپ نے سب ختم کر دینے کے بعد ان

يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ. وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے فرمایا میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں تم سے اسے ذخیرہ نہیں کرتا اور تم میں سے جو سوال سے بچنا چاہے اس کو اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرے اسے اللہ تعالیٰ غنی کر دیتا ہے اور جو صبر اختیار کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ صبر عطا فرماتا ہے اور صبر سے زیادہ بہتر اور فراخ عطیہ کسی کو نہ دیا گیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعفاف عن المسالۃ، جلد۱ص۴۹۶ رقم:۱۴۶۹، صحیح مسلم، باب فضل التعفف والصبر ج۱ص۵۰۲، رقم:۲۴۷۱، صحیح ابن حبان، باب المسالۃ والاخذ وما یتعلق بہ من المکافأۃ والغناء ج۱ص۱۱۲، رقم:۳۴۰۰)

شرح حدیث: غنا کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہر دن ایک فرشتہ آواز دیتا ہے اے ابن آدم! تھوڑا جو تمہیں کفایت کرے اس زیادہ سے بہتر ہے جو تمہیں سرکش بنا دے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، ج۳،ص۳۲۰)

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اے انسان! تمہارا پیٹ ایک بالشت مکعب ہے پھر وہ تجھے دوزخ میں کیوں لے جاتا ہے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ آپ کا مال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ظاہر میں اچھی حالت میں رہنا، باطن میں میانہ روی اختیار کرنا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، ج۳،ص۳۲۰)

حدیث شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العٰلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس اتنا ہے جو اسے بے پرواہ کردے تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اس کے چہرے میں کھرچن یا خارش یا زخم ہونگے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! قدر غنا کیا ہے؟ فرمایا: پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی اس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، الحدیث:۱۶۲۶، ج۲،ص۱۸۹)

صبر اور قناعت کی دولت

حضرت سیدنا احمد بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابوعبداللہ محاملی علیہ رحمۃ اللہ الولی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عید الفطر کے دن نمازِ عید کے بعد میں نے سوچا کہ آج عید کا دن ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ میں حضرت سیدنا داؤد بن علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انہیں عید کی مبارکباد دوں، آج تو خوشی کا دن ہے، ان سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر میں حضرت سیدنا داؤد بن علی علیہ رحمۃ اللہ الولی کے گھر کی جانب چل دیا۔ وہ سادگی پسند بزرگ تھے اور ایک سادہ سے مکان میں رہتے تھے۔ میں نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے مجھے اندر بلالیا۔

جب میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایک برتن میں پھلوں اور سبزیوں کے چھلکے اور ایک برتن میں آٹے کی بُور (یعنی بھوسی) رکھی ہوئی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے کھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی، میں نے انہیں عید کی مبارکباد دی اور سوچنے لگا کہ آج عید کا دن ہے، ہر شخص انواع و اقسام کے کھانوں کا اہتمام کر رہا ہوگا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آج کے دن بھی اس حالت میں ہیں کہ چھلکے اور آٹے کی بھوسی کھا کر گزارہ کر رہے ہیں۔ میں نہایت غم کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے ایک صاحب ثروت دوست کے پاس پہنچا، جس کا نام جرجانی مشہور تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: حضور! کس چیز نے آپ کو پریشان کر دیا ہے، اللہ عزوجل آپ کی مدد فرمائے، آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے، میرے لئے کیا حکم ہے؟

میں نے کہا: اے جرجانی! تمہارے پڑوس میں اللہ عزوجل کا ایک ولی رہتا ہے، آج عید کا دن ہے لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ کوئی چیز خرید کر نہیں کھا سکتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پھلوں کے چھلکے کھا رہے تھے، تم تو نیکیوں کے معاملے میں بہت زیادہ حریص ہو، تم اپنے اس پڑوسی کی خدمت سے غافل کیوں ہو؟

یہ سن کر اس نے کہا: حضور! آپ جس شخص کی بات کر رہے ہیں وہ دنیادار لوگوں سے دور رہنا پسند کرتا ہے۔ میں نے آج صبح ہی اسے ایک ہزار درہم بھجوائے اور اپنا ایک غلام بھی ان کی خدمت کے لئے بھیجا لیکن انہوں نے میرے دراہم اور غلام کو یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ جاؤ اور اپنے مالک سے کہہ دینا کہ تم نے مجھے کیا سمجھ کر یہ درہم بھجوائے ہیں؟ کیا میں نے تجھ سے اپنی حالت کے بارے میں کوئی شکایت کی ہے؟ مجھے تمہارے ان درہموں کی کوئی حاجت نہیں، میں ہر حال میں اپنے پروردگار عزوجل سے خوش ہوں، وہی میرا مقصودِ اصلی ہے، وہی میرا کفیل ہے اور وہ مجھے کافی ہے۔

اپنے دوست سے یہ بات سن کر میں بہت متعجب ہوا اور اس سے کہا: تم وہ درہم مجھے دو، میں ان کی بارگاہ میں یہ پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ قبول فرمالیں گے۔ اُس نے فوراً غلام کو حکم دیا: ہزار ہزار درہموں سے بھرے ہوئے دو تھیلے لاؤ۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: ایک ہزار درہم میرے پڑوسی کے لئے اور ایک ہزار آپ کے لئے تحفہ ہیں۔ آپ یہ حقیر سا

نذرانہ قبول فرمالیں۔ میں وہ دو ہزار درہم لے کر حضرت سیدنا داؤد بن علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے مکان پر پہنچا اور دروازے پر دستک دی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دروازے پر آئے اور اندر ہی سے پوچھا: اے ابوعبداللہ محاملی! تم دوبارہ کس لئے یہاں آئے ہو؟ میں نے عرض کی: حضور! ایک معاملہ درپیش ہے، اسی کے متعلق کچھ گفتگو کرنی ہے۔ پس انہوں نے مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرمادی میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور پھر درہم نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے تجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دی اور تم میری حالت سے واقف ہو گئے۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم میری اس حالت کے امین ہو۔ میں نے تم پر اعتماد کیا تھا، کیا اس اعتماد کا صلہ تم اس دنیوی دولت کے ذریعے دے رہے ہو؟ جاؤ! اپنی یہ دنیوی دولت اپنے پاس ہی رکھو، مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ محاملی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ان کی یہ شانِ استغناء دیکھ کر میں واپس چلا آیا اور اب میری نظروں میں دنیا حقیر ہوگئی تھی۔ میں اپنے دوست جرجانی کے پاس گیا اسے سارا ماجرا سنایا اور ساری رقم واپس کردینا چاہی تو اس نے یہ کہتے ہوئے وہ درہم واپس کردیئے کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں جو رقم اللہ عزوجل کی راہ میں دے چکا اسے کبھی واپس نہ لوں گا لہٰذا یہ مال تم اپنے پاس رکھو اور جہاں چاہو خرچ کرو۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا اور میرے دل میں مال کی بالکل بھی محبت نہ تھی میں نے سوچ لیا کہ میں یہ ساری رقم ایسے لوگوں میں تقسیم کردوں گا جو شدید حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے بلکہ صبر وشکر سے کام لیتے ہیں اور اپنی حالت حتی الامکان کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ (عُیُوْنُ الْحِکَایَات مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۵۹۷ھ)

(27) وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی صُهَیْبِ بْنِ سِنَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَّلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَّهٗ. وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابویحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایماندار کا سارا معاملہ ہی عجیب ہے اس کا سارا معاملہ بھلائی ہی ہے اور یہ چیز صرف ایماندار کو ہی حاصل ہے اگر اسے خوشحالی میسر ہو تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تکلیف وتنگدستی آجائے، تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کیلئے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ج۲ص۸۲۷، رقم: ۶۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ علی ج۲ص۷۶۳، رقم الحدیث: ۳۸۷۹، سنن الدارمی، باب فی اسماء النبی، ج۲ص۸۱۸، رقم: ۲۸۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث صہیب بن سنان، ج۶ص۳۳۲، رقم: ۱۸۹۶۳، حدیث أبی الفضل الزہری، ص۲۱۱، رقم: ۲۲۲)

شرح حدیث: صبر اور نماز سے مدد چاہو

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (پ۱، البقرۃ:۴۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: پُل صراط جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا جس طرح پل نہر کے دائیں اور بائیں کنارے پر نصب کیا جاتا ہے۔ اگر (گزرنے والا) مسلمان نمازی ہوا تو اس کی دائیں جانب ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور اگر مصیبتوں اور آفات پر صبر کرنے والا بھی ہوا تو اس کی بائیں جانب بھی ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور اگر نہ نمازی ہوا نہ صابر تو پُل صراط عبور کرتے وقت جہنم کے شعلے اس کے پہلوؤں کو کھا ڈالیں گے۔ تم صبر و نماز سے مدد طلب کرو تا کہ تم سے آگ کے شعلے دور کر دیے جائیں۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۳۷۳ھ)

جنتی عورت

حضرت سیدنا عطاء بن ابو رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اہلِ جنت میں سے کوئی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا، ضرور دکھائیے۔ فرمایا یہ حبشی عورت، جب یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مرگی کا مرض ہے جس کی وجہ سے میرا ستر یعنی پردہ کھل جاتا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ عزوجل سے میرے لئے دعا کیجئے۔

رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لئے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں اللہ عزوجل سے تمہارے لئے دعا کروں کہ وہ تجھے عافیت عطا فرما دے۔ تو اس نے عرض کیا، میں صبر کروں گی۔ پھر عرض کیا کہ میرا پردہ کھل جاتا ہے، اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ میرا پردہ نہ کھلا کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، رقم ۵۶۵۲، ج ۴، ص ۶)

آزمائش میں صبر

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل تم میں سے کسی کو مصیبت میں مبتلاء کرکے آزماتا ہے

جیسے تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ کے ذریعے آزماتا ہے تو جو اس آزمائش میں خالص سونے کی طرح نکلتا ہے یہ وہ شخص ہے جسے اللہ عزوجل نے شبہات سے محفوظ رکھا، اور جو اس آزمائش میں کم تر سونے کی مثل نکلتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جو شبہ میں جا پڑتا ہے اور جو اس آزمائش میں سیاہ سونے کی مثل نکلتا ہے یہ وہی ہے جو آزمائش میں مبتلاء کیا گیا۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۶۹۸، ج ۸، ص ۱۶۲)

(28) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَاكَرْبَ أَبَتَاهُ. فَقَالَ: لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ، قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ، أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ! يَا أَبَتَاهُ، جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ! يَا أَبَتَاهُ، إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ! فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ؟! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت اقدس بوجھل ہوئی اور تکلیف آپ کو گھیرنے لگی تو سیدہ فاطمہ ﷺ نے کہا: ہائے افسوس میرے بابا کی تکلیف تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تیرے بابا کو تکلیف نہ ہوگی پس جب آپ نے وصال فرمایا تو حضرت سیدہ نے کہا: اے میرے بابا جان! آپ کے رب نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔ اے میرے بابا جان جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ اے میرے بابا جان! ہم آپ کی وفات کی اطلاع جبریل علیہ السلام کو دیتے ہیں جب آپ ﷺ دفن ہو چکے تو حضرت سیدہ فاطمہ ﷺ نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنا لحد رہے دلوں نے گوارا کرلیا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج۲ص۱۵، رقم: ۴۴۶۲، مستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج۱ص۵۳۷، رقم: ۱۴۰۸، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب اهالة التراب فی القبر بالمساحی، ج۳ص۴۰۹، رقم: ۶۹۷۵، مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ص۴۰۲، رقم: ۱۳۶۳، سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۲۲، رقم: ۱۶۳۰)

شرح حدیث: جنت کیا ہے؟

پس جب موت کے وقت دل پر اہل وعیال، مال، مکان، زمین، دوستوں اور ساتھیوں کی محبت غالب ہو تو اس شخص کا مرکزِ محبت دنیا ہوگا چنانچہ دنیا اس کی جنت ہے کیونکہ جنت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں تمام محبوب جمع ہوں پس اس کی موت جنت سے نکلنا اور اس کے اور اس کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ کا نام ہے اور ایسے آدمی کا حال مخفی نہیں ہے۔

چنانچہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے ذکر معرفت اور فکر کے سوا کوئی محبوب نہ ہو تو یہ دنیا اس کیلئے قید خانہ ہے کیونکہ قید

خانہ وہ ہوتا ہے جو قیدی کو اس کی محبوب چیزوں کے حصول میں مانع ہو پس اس کی موت محبوب کی طرف جانا اور قید خانے سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے اور جو شخص قید خانے سے آزاد ہو جائے اور اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان تخلیہ ہو اور کسی قسم کی رکاوٹ اور خرابی باقی نہ رہے اس کا حال بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ تو ایسا شخص جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو موت کے بعد سب سے پہلے یہی فائدہ حاصل کرتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس کے علاوہ ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے پیدا کیا جو دینوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اس پر راضی اور مطمئن ہوتے ہیں ان کے لئے سزا، زنجیریں اور بیڑیاں پیدا کیں اور طرح طرح کی ذلت الگ ہے ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حالت اسلام میں عافیت کے ساتھ موت دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

اور اس دعا کی قبولیت کی طمع اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کی جائے اور محبتِ خداوندی کے حصول کے لئے اس کے غیر کی محبت کو دل سے نکالنا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے یعنی جاہ و مرتبہ، مال اور وطن وغیرہ سب سے قطع عنہ کرنا ضروری ہے۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ ہم وہی دعا مانگیں جو تاجدارِ انبیاء نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

ترجمہ: یا اللہ (عزوجل)! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان کی بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے عطا فرما اور اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۹ باب جامع الدعا)

عین موت کے وقت

غرض یہ ہے کہ موت کے وقت امید، زیادہ ض ہے کیونکہ وہ محبت کو زیادہ اُبھارنے والی ہے اور موت سے پہلے غلبہِ خوف زیادہ خض ہے کیونکہ وہ خواہشات کی آگ کو زیادہ جلانے والا اور دل سے دنیا کی محبت کو زیادہ ختم کرنے والا ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّهٖ

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر وہ اپنے رب کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۸۷ کتاب الجنۃ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حدیث شریف میں ہے):

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ

ترجمہ: میں اپنے بندے کی امید کے قریب ہوں۔ تو اب جیسی چاہے مجھ سے امید رکھے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۱۵ مرویات ابی ہریرہ)

جب حضرت سیدنا سلیمان تیمی رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے! مجھ سے رخصتوں کا بیان کرنا اور امید یاد دلانا تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کے ساتھ ملاقات کروں۔

(29) وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. قَالَ: اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا. فَاَرْسَلَ یُقْرِئُ السَّلَامَ، وَیَقُوْلُ: اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاْتِیَنَّهَا. فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَاُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ. فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ. وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَمَعْنٰى تَقَعْقَعُ: تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ.

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے: ''جو کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام محبوب اور محبوب کے بیٹے ﷺ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ کی خدمت اقدس میں پیغام بھیجا کہ ان کا بیٹا وقت اخیر میں ہے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں تو رسول اللہ ﷺ نے سلام کہہ بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ بے شک اللہ کا ہی ہے' جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کا وقت اس کی بارگاہ میں مقرر ہے' تو صبر کرو اور ثواب سمجھو انہوں نے دوبارہ قسم دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت اُبی بن کعب' حضرت زید بن ثابت اور کچھ اور حضرات ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف بچے کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں لیا اور اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ کی چشمانِ مقدس میں آنسو آ گئے' تو حضرت سعد ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ کیا؟ فرمایا: یہ رحمت ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں اسے ڈال دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے بندوں میں سے جن کے دلوں چاہے ڈال

دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم
کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ) تقعقع: کا
معنی حرکت کرنا اور اکھڑنا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب قول اللہ تبارک و تعالیٰ: "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن" ج۴ص۵۱۸، رقم: ۷۳۷۷، صحیح مسلم باب البکاء علی المیت ج۱ص۴۶۳، رقم: ۲۱۴۳، الاداب للبیہقی باب الصبر والاسترجاع مع الرخصۃ فی البکاء ص۵۶۳، رقم: ۷۵۲، مسند امام احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن زید ج۸ص۲۰۵ رقم: ۲۱۸۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ باب ما رواہ اسامۃ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۳۷، رقم: ۱۵۶)

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی شہزادی ہیں جو اعلان نبوت سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مکہ سے مدینہ بلالیا تھا مکہ میں کافروں نے ان پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ان کا تو پوچھنا ہی کیا حد ہوگئی کہ جب یہ ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا اور ایک بدنصیب کافر جو بڑا ہی ظالم تھا ہبار بن الاسود اس نے نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا یہ دیکھ کر ان کے دیور کنانہ کو جو اگرچہ کافر تھا ایک دم طیش آگیا اور اس نے جنگ کے لئے تیر کمان اٹھالیا یہ ماجرا دیکھ کر ابو سفیان نے درمیان میں پڑ کر راستہ صاف کرا دیا اور یہ مدینہ منورہ (گئیں)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو اس واقعہ سے بڑی چوٹ لگی چنانچہ آپ نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ۔

هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِي اُصِيْبَتْ فِيَّ ○

یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت فضیلت والی ہے کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔

پھر ان کے بعد ان کے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور دونوں ایک ساتھ رہنے لگے ان کی اولاد میں ایک لڑکا جن کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا زندہ رہے ابن عساکر کا قول ہے کہ علی جنگ یرموک میں شہید ہوگئے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد محبت تھی بادشاہ حبشہ نے سلیما میں ایک جوڑا اور ایک قیمتی انگوٹھی دربار نبوت میں بھیجی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمائی اس طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت اور انتہائی خوبصورت ایک ہار

نذر کیا تو سب بیبیاں یہ سمجھتی تھیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں ڈالیں گے مگر آپ نے یہ فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھ کو سب سے زیادہ پیاری ہے یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قیمتی ہار اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں ڈال دیا ۸ ھ میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبرک کے طور پر اپنا تہبند شریف ان کے کفن میں دے دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کو قبر میں اتارا ان کی قبر شریف بھی جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام، ج ۴، ص ۳۱۸۔۳۲۱)

جس کا ایک بچہ مرجائے اس کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ، میری امت میں سے جس کے دو بچے پیشوائی کرنے والے ہونگے (یعنی فوت ہو چکے ہوں گے)، اللہ عزوجل انکے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، اور جس کا ایک بچہ پیشوائی کے لیے گیا ہو؟ تو ارشاد فرمایا، اسکا بچہ بھی اس کی پیشوائی کریگا۔ آپ نے پھر عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جس کی پیشوائی کیلئے کوئی نہ ہو تو؟ فرمایا، تو میں ان کی پیشوائی کروں گا اور وہ میرے جیسا پیشواء ہرگز نہ پاسکیں گے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی ثواب من قدم لہ ولدا، کتاب الجنائز، رقم ۱۰۶۴، ج ۲، ص ۳۳۳)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس شخص کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے وہ اس کے لئے جہنم کی راہ میں مضبوط ترین رکاوٹ ہونگے۔ حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے دو بچے آگے کی چکے ہیں۔ فرمایا اور دو بچے (بھی)۔ سید القراء حضرت ابی بن کَعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں اپنا ایک بچہ آگے بھیج چکا ہوں۔ فرمایا اور ایک بچہ (بھی)۔

گذشتہ صفحات میں حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب کسی شخص کا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، ہاں تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، کیا تم نے اس کے دل کا ٹکڑا چھین لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، تو پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْد رکھو۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، ماجاء فی ثواب من اصیب بولدہ، ۲، رقم ۱۶۰۶، ص ۲۷۲)

تین بچوں کے انتقال پر صبر کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں۔ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، کیا تُو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟ اس نے عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، بے شک تو نے اپنے لئے آگ سے حفاظت کیلئے ایک مضبوط دیوار تیار کر لی ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب من یموت لہ ولد الخ، رقم ۲۶۳۶، ص ۱۴۱۶)

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جائیں اللہ عزوجل اپنی رحمت سے اسے اور ان بچوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے تین بچوں کا انتقال ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین الخ، رقم ۱۳۸۱، ج ۱، ص ۵۶۵)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جن مسلمان والدین کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جائیں اللہ عزوجل ان بچوں پر رحم کرتے ہوئے ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر وثواب الامراض، رقم ۲۹۲۹، ج ۴، ص ۲۶۰)

(30) وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: اِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَيَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ، فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ، وَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهٖ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ، فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَاَعْجَبَهُ، وَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ، مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ، فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ، فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ، فَقُلْ: حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ، وَاِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ، فَقُلْ: حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَابَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ

حضرت صہیب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک جادوگر تھا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ کو کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے پاس ایک لڑکا بھیج تاکہ میں اسے جادو کی تعلیم دوں۔ بادشاہ نے تعلیم سحر کیلئے ایک لڑکا اس کے پاس بھیج دیا اس کی راہ پر ایک راہب رہتا تھا۔ لڑکا اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کو اس کا کلام سن کر اچھا لگا وہ جب جادوگر کے پاس آتا تو راہب کے پاس سے گزرتا اور اس کے پاس بیٹھ جاتا جب جادوگر کے پاس آتا وہ اسے مارتا اس نے راہب کو اس کی شکایت کی راہب نے کہا جب جادوگر کا ڈر ہو تو

النَّاسَ، فَقَالَ: اَلْیَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَیْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰی یَمْضِیَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَی النَّاسُ، فَاَتَی الرَّاهِبَ فَاَخْبَرَهُ. فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: اَیْ بُنَیَّ اَنْتَ الْیَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّیْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِكَ مَا اَرٰی، وَاِنَّكَ سَتُبْتَلٰی، فَاِنِ ابْتُلِیْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَیَّ، وَكَانَ الْغُلَامُ یُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَیُدَاوِی النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْاَدْوَاءِ. فَسَمِعَ جَلِیْسٌ لِّلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِیَ، فَاَتَاهُ بِهَدَایَا كَثِیْرَةٍ فَقَالَ: مَا هٰهُنَا لَكَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَیْتَنِیْ، فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ تَعَالٰی، فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ. فَاٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، فَاَتَی الْمَلِكَ فَجَلَسَ اِلَیْهِ كَمَا كَانَ یَجْلِسُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ اِلَیْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ: رَبِّیْ، قَالَ: وَلَكَ رَبٌّ غَیْرِیْ؟ قَالَ: رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ، فَاَخَذَهُ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُهُ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الْغُلَامِ، فَجِیْءَ بِالْغُلَامِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: اَیْ بُنَیَّ، قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ! فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا، اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ تَعَالٰی. فَاَخَذَهُ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُهُ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الرَّاهِبِ؛ فَجِیْءَ بِالرَّاهِبِ فَقِیْلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِكَ، فَاَبٰی، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِهٖ، فَشَقَّهُ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِیْءَ بِجَلِیْسِ الْمَلِكِ فَقِیْلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ

کہنا گھر والوں نے روک لیا اور جب گھر والوں کا ڈر ہو تو کہنا جادوگر نے روک لیا اسی طرح وقت گزر رہا تھا کہ لڑکے کا گزر ایک بڑے جانور پر ہوا جس نے لوگوں کا راستہ بند کر رکھا تھا تو اس نے کہا کہ آج میں معلوم کروں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب سو اس نے ایک پتھر اٹھایا اور جانور کو یہ کہہ کر مارا 'اے اللہ! اگر راہب کا کام تیری بارگاہ میں جادوگر کی نسبت زیادہ پیارا ہے' تو اس جانور کو قتل کر دے تا کہ لوگ گزر سکیں۔ پتھر مارتے ہی جانور ہلاک ہو گیا اور لوگ چلنے لگے وہ راہب کے پاس آیا اور آ کر بتایا راہب نے کہا: بیٹا اب تم مجھ سے افضل ہو اور تمہارا معاملہ جہاں تک پہنچا ہے میں دیکھ رہا ہوں تمہیں یقیناً امتحان میں ڈالا جائے گا اگر تمہیں آزمائش میں ڈالا گیا۔ میرا پتہ نہ بتانا یہ لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) شفاء یاب کرتا اور تمام امراض سے لوگوں کا علاج کرتا بادشاہ کا ایک اہم درباری نابینا ہو گیا اس نے لڑکے کا سنا تو بکثرت ہدیے لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تم مجھے شفاء دو تو یہ سب تمہارا ہے۔ لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفاء اللہ تعالیٰ دیتا ہے' تو اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' تو میں دعا کرتا ہوں اور وہ تجھے شفاء عطا فرمائے گا۔ وہ ایمان لے آیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرما دی اب وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اس طرح بیٹھا جس طرح بیٹھا کرتا تھا بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری نظر تم پر کس نے واپس کی اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ بولا کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ اس نے جواب

دِيْنِكَ، فَأَبٰى، فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِىْ مَفْرِقِ رَأْسِهٖ، فَشَقَّهٗ بِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيْئَ بِالْغُلَامِ فَقِيْلَ لَهٗ: ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ، فَأَبٰى، فَدَفَعَهٗ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: اذْهَبُوْا بِهٖ إِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوْا بِهِ الْجَبَلَ، فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهٗ فَإِنْ رَّجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ وَإِلَّا فَاطْرَحُوْهُ. فَذَهَبُوْا بِهٖ فَصَعِدُوْا بِهِ الْجَبَلَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا، وَجَاءَ يَمْشِىْ إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَدَفَعَهٗ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ: اذْهَبُوْا بِهٖ فَاحْمِلُوْهُ فِىْ قُرْقُوْرٍ وَّتَوَسَّطُوْا بِهِ الْبَحْرَ، فَإِنْ رَّجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ وَإِلَّا فَاقْذِفُوْهُ. فَذَهَبُوْا بِهٖ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِيْنَةُ فَغَرِقُوْا، وَجَاءَ يَمْشِىْ إِلَى الْمَلِكِ. فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى. فَقَالَ لِلْمَلِكِ: إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِىْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اٰمُرُكَ بِهٖ. قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ وَّتَصْلُبُنِىْ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِىْ، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِىْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ ارْمِنِىْ، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِىْ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِىْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، وَّصَلَبَهٗ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِىْ كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ فِىْ صُدْغِهٖ، فَوَضَعَ يَدَهٗ فِىْ صُدْغِهٖ فَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ:

دیا: میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور سزائیں دینے لگا یہاں تک کہ اس درباری نے اس لڑکے کے بارے میں بتا دیا لڑکے کو بلایا گیا اس کو بادشاہ نے کہا بیٹا تیرا جادو جہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تو مادر زاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو شفا دیتا ہے اور فلاں فلاں کام کر لیتا ہے اس نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑ کر اذیت رسانی شروع کی تو اس نے راہب کا پتہ بتا دیا اب راہب کو بلایا گیا اس کو دین سے لوٹنے کے بارے میں کہا گیا تو اس نے انکار کیا' تو آرا منگوا کر اس کے سر کی چوٹی میں رکھ دیا اور اس کو دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا پھر بادشاہ کے درباری کو بلایا گیا اس کو دین سے لوٹنے کو کہا گیا تو اس نے بھی انکار کر دیا تو آرا اس کی چوٹی پر رکھ کر اس کے بھی دو حصے کر دیئے پھر لڑکے کو بلایا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اپنے دین سے پلٹ آؤ اس نے انکار کیا' تو اس کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے چلو چوٹی پر سے گرا اگر دین چھوڑ کر واپس آ جائے' تو ٹھیک ورنہ اس کو بلندی سے گرا دینا۔ پس وہ اسے لے گئے جب وہ پہاڑ پر پہنچے تو لڑکے نے کہا: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے کافی ہو جا پس پہاڑ پر زلزلے کی کیفیت بنی اور وہ سب نیچے گر گئے اور لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آ پہنچا۔ بادشاہ نے کہا تیرے ساتھ والے کہاں ہیں جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے کفایت فرمائی ہے۔ بادشاہ نے ایک اور اپنے ساتھیوں کی جماعت کے حوالے اسے کیا اور کہا کہ

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ. فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيْلَ لَهُ: أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ. قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ. فَأَمَرَ بِالْأُخْدُوْدِ بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأُضْرِمَ فِيْهَا النِّيْرَانُ وَقَالَ: مَنْ لَّمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَأَقْحِمُوْهُ فِيْهَا. أَوْ قِيْلَ لَهُ: اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَّمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا. فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيْهَا. فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ: يَا أُمَّهْ اصْبِرِيْ فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ. ذِرْوَةُ الْجَبَلِ: أَعْلَاهُ، وَهِيَ - بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا - وَ الْقُرْقُوْرُ: بِضَمِّ الْقَافَيْنِ نَوْعٌ مِّنَ السُّفُنِ وَ الصَّعِيْدُ هُنَا: الْأَرْضُ الْبَارِزَةُ وَ الْأُخْدُوْدُ الشُّقُوْقُ فِي الْأَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيْرِ، وَ أُضْرِمَ: أُوْقِدَ، وَ انْكَفَأَتْ أَيْ: انْقَلَبَتْ، وَ تَقَاعَسَتْ: تَوَقَّفَتْ وَجُبُنَتْ.

اسے کشتی میں بٹھا کر گہرے سمندر میں لے جا کر پوچھو اگر اپنے دین سے لوٹ آئے تو درست ورنہ اسے ڈبودو جب وہ اس لڑکے کو لے گئے تو لڑکے نے پھر دعا کی اے اللہ! مجھے ان سے بچا جس طرح تو چاہے فوراً کشتی الٹی وہ سب ڈوب گئے اور لڑکا پیدل چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا تو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کیا۔ لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچایا ہے پھر اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ تو مجھ کو میرے بتائے ہوئے طریقے کے بغیر قتل نہ کر سکے گا۔ بادشاہ نے طریقہ پوچھا تو لڑکے نے کہا تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر مجھے سولی دینے کیلئے کھجور کے تنے پر چڑھا پھر میرے ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ "اور لڑکے کے رب اللہ کے نام پر" کہہ کر تیر مجھ پر چلا تو نے جب ایسا کر لیا تو مجھے قتل کر لے گا۔ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر لیا اور لڑکے کو کھجور کے تنے پر سولی کیلئے چڑھایا اور اس کے ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ کر کہا "لڑکے کے رب اللہ کے نام پر" پھر تیر چلایا وہ لڑکے کی کن پٹی پر لگا لڑکے نے اس پر ہاتھ رکھا اور مر گیا عام لوگ پکار اٹھے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کے پاس آنے والا آیا اس نے بتلایا تجھے جس چیز کا خطرہ تھا وہ کام ہو گیا لوگ ایمان لے آئے اس نے حکم دیا کہ گلیوں کے کنارے پر خندقیں کھودی جائیں وہ کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔ اور بادشاہ نے حکم دیا جو دین سے نہ پھرے اس کو آگ میں ڈال دو یا کہا کہ آگ

میں پھینک دیا جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا ایک بچہ تھا وہ آگ میں جانے سے جھجکی تو اس کے بچے نے کہا اماں صبر کر تو حق پر ہے۔(مسلم) ذروۃ الجبل: پہاڑ کی چوٹی' دال معجمہ پر زیر اور پیش کے ساتھ۔ قرقور: دونوں قافوں پر پیش کے ساتھ۔ کشتی کی ایک قسم۔ صعید: یہاں چٹیل میدان مراد ہے۔ اخدود: زمین کی کھائیاں جیسے چھوٹی نہر۔ اخرم: بھڑکائی گئی۔ انکفات: کا مطلب ہے الٹ گئی۔ تقاعست: جھجکی، رکی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قصة اصحاب الاخدود والساحر والراهب، ج۲ص۴۲۹، رقم: ۷۴۰۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث صهیب رضی الله عنه، ج۹ص۱۶، رقم: ۲۳۹۷۶، الاحاد والمثانی، ومن ذكر صهیب بن سنان، ص۲۱۹، رقم: ۲۸۴، صحیح ابن حبان، باب الادعیة، ج۱ص۵۵۳، رقم: ۸۷۳، جامع الاصول لابن اثیر، باب اصحاب الاخدود، ج۵ص۳۰۳، رقم: ۸۲۰)

شرح حدیث: اَصحابُ الاُخدُود کے مظالم

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ اِذۡ هُمۡ عَلَیۡهَا قُعُوۡدٌ ۝ وَّ هُمۡ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ شُهُوۡدٌ ۝ (پ30، البروج: 4-7)

ترجمہ کنزالایمان: کھائی والوں پر لعنت ہو وہ اس بھڑکتی آگ والے جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر؟

حضرتِ سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر آئیں؟ فرمایا، انبیاء پر پھر ان کے بعد جو لوگ بہتر ہیں پھر انکے بعد جو بہتر ہیں، بندے کو اپنی دینداری کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر وہ دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں کمزور ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی دینداری کے مطابق اسے آزماتا ہے۔ بندہ مصیبت میں مبتلا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس دنیا ہی میں اسکے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابی ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، رقم ۴۰۲۳، ج۴، ص۳۶۹)

بھی اس کے حق میں مطا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المومن امرہ کلہ خیر، رقم ۲۹۹۹، ص ۱۵۹۸)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ مومن کی مثال اس کھیتی کی طرح ہے جسے ہوائیں ہلاتی رہتی ہیں اور مومن آفات میں مبتلا رہتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو کٹنے تک بالکل نہیں ہلتا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند ابوہریرہ، رقم ۷۸۱۹، ج ۳، ص ۱۲۷)

(31) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَۃٍ تَبْکِیْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اِتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ فَقَالَتْ: اِلَیْکَ عَنِّیْ، فَاِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ وَلَمْ تَعْرِفْہُ. فَقِیْلَ لَھَا: اِنَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَہُ بَوَّابِیْنَ، فَقَالَتْ: لَمْ اَعْرِفْکَ، فَقَالَ: اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: تَبْکِیْ عَلٰی صَبِیٍّ لَّھَا.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر اس نے آپ کو نہ پہچانا اور بولی مجھ سے ہٹ جا میری مصیبت تجھے نہیں پہنچی پھر اسے بتایا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ تھے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے در دولت پر حاضر ہوئی اس کو یہاں دربان نہ ملے اس نے حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! صبر وہی ہے جو ابتدائے مصیبت میں کر لیا جائے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے ایک بچہ پر وہ عورت رو رہی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب زیارۃ القبور، ج۱ص۵۰۹ رقم: ۱۲۸۳، صحیح مسلم، باب فی الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ، ج۱ص۶۳۰ رقم: ۲۱۶۹، سنن ابوداؤد، باب الصبر عند الصدمۃ، ج۲ص۱۶۱ رقم: ۳۱۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الصبر من قال عند الصدمۃ، ج۳ص۵۹ رقم: ۱۲۰۹۰، مسند عبدبن حمید، مسند انس بن مالک، ج۱ص۳۶۲ رقم: ۱۲۰۳)

شرح حدیث: صبر کرنے کا طریقہ

صبر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور خصوصاً سیّدُ الانبیا مدینے والے مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم پر آنے والے مصائب و آلام یاد کئے جائیں۔ چنانچہ میدانِ طائف میں زخمی ہونے والے مظلوم آقا اور میٹھے میٹھے معصوم مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم کا فرمانِ ڈھارس نشان ہے: جسے کوئی مصیبت پہنچے اُسے چاہئے کہ اپنی مصیبت کے مقابلے میں میری مصیبت یاد کرے کہ بے شک وہ (میری مصیبت) اعظم المصائب (یعنی سب مصیبتوں سے بڑھ کر) ہے۔ (الجامع الکبیر، للسیوطی ج ۷ ص ۱۲۵ حدیث ۲۱۳۴۶ دارالفکر بیروت)

مصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے وصال کے بعد اس دعا کو اپنا ورد بنالیا ہے جسے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلم نے مسلمان کو مصیبت کے وقت پڑھنے کی تعلیم فرمائی وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

ترجمہ: اے اللہ! عزوجل مجھے اجر دے میری مصیبت میں اور میرے لئے اس سے بہتر قائم مقام بنا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ اپنے شوہر کے وصال کے بعد اس دعا کو پڑھتی تھی اور اپنے دل میں کہتی کہ ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلم کا تھا اس لئے اسے پڑھتی رہی۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

تعزیت کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلّم نے فرمایا، جو کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کریگا اس کے لئے اس مصیبت زدہ جتنا ثواب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا، رقم ۱۰۷۵، ج ۲، ص ۳۳۸)

حضرتِ سیدنا عَمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلّی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلّم نے فرمایا، جو بندۂ مومن اپنے کسی مصیبت زدہ بھائی کی تعزیت کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا، رقم ۱۶۰۱، ج ۲، ص ۲۶۸)

حضرتِ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالٰی علیہ فالہ وسلّم نے فرمایا، جو کسی ایسی عورت سے تعزیت کرے گا جس کا بچہ گم ہوگیا تو اللہ عزوجل جنت میں اسے ایک چادر پہنائے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب اٰخر فی فضل التعزیۃ، رقم ۱۰۷۸، ج ۲، ص ۳۳۹)

تعزیت کا بیان

مسئلہ ۱: تعزیت مسنون ہے۔ حدیث میں ہے، جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت کرے، قیامت کے دن اللہ تعالٰی اُسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عزی مصابا، الحدیث: ۱۶۰۱، ج ۲، ص ۲۶۸)

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ دوسری حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں ہے، جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے، اُسے اُسی کے مثل ثواب ملے گا۔ (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في أجر من عزى مصابا، الحديث: ۱۰۷۵، ج ۲، ص ۳۳۸)

مسئلہ ۲: تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اُسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں۔

(الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ص ۱۴۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، ج ۳، ص ۱۷۷)

مسئلہ ۳: دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ اُس وقت ہے کہ اولیائے میت جزع وفزع نہ کرتے ہوں، ورنہ ان کی تسلی کے لیے دفن سے پیشتر ہی کرے۔ (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ص ۱۴۱)

مسئلہ ۴: مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کو تعزیت کریں، چھوٹے بڑے مرد و عورت سب کو مگر عورت کو اُس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہے، اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی:

لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى

خدا ہی کا ہے جو اُس نے لیا دیا اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ج ۱، ص ۱۶۷، وغيره)

مسئلہ ۵: مصیبت پر صبر کرے تو اُسے دو ثواب ملتے ہیں، ایک مصیبت کا دوسرا صبر کا اور جزع وفزع سے دونوں جاتے رہتے ہیں۔ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في الثواب على المصيبة، ج ۳، ص ۱۷۵)

مسئلہ ۶: میت کے اعزّہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور مکان کے دروازہ پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بُری بات ہے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ومما يتصل بذلك مسائل، ج ۱، ص ۱۶۷) (والدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، ج ۳، ص ۱۷۶)

مسئلہ ۷: میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اُس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں۔ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في الثواب على المصيبة، ج ۳، ص ۱۷۵)

مسئلہ ۸: میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقرا کو کھلائیں تو بہتر ہے۔

(فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الدفن، ج ۲، ص ۱۵۱، طبعة مركز اهل السنة بركات رضا)

مسئلہ ۹: جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمۂ طیبہ پڑھوایا، ان کے لیے بھی کھانا طیار کرنا ناجائز ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، ج ۳، ص ۱۷۶)

یعنی جب کہ ٹھہرالیا ہو یا معروف ہو یا وہ اغنیا ہوں۔

مسئلہ ۱۰: تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے، اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے۔ یوہیں اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے، جبکہ غیر موجودین سے اجازت نہ لی، ہو اور سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو یا کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ موجود اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں۔

(الفتاوی الخانیۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۴، ص ۳۶۶، والفتاوی الرضویۃ، ج ۹، ص ۶۶۳، وغیرہ)

مسئلہ ۱۱: تعزیت کے لیے اکثر عورتیں رشتہ دار جمع ہوتی ہیں اور روتی پیٹتی نوحہ کرتی ہیں، انھیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج ۹، ص ۶۶۶)

مسئلہ ۱۲: میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انھیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں اوروں کو وہ کھانا، کھانا منع ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج ۹، ص ۶۶۶)

اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے، اس کے بعد مکروہ۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج ۵، ص ۳۴۴)

سئلہ ۱۳: قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، ج ۳، ص ۱۷۷)

ن کے بعد میت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم کرنا یت کے مکان پر تعزیت کے لیے لوگوں کا جمع کرنا دفن کے پہلے ہو یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلاف ں تو گناہ بھی نہیں۔

جو ایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۱۷۷)

۱ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
ٖهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ	اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے
مِنٍ عِنْدِيْ جَزَاءٌ اِذَا	اس ایمان دار بندے کی جزاء صرف جنت ہے۔ جس
ُبَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلاَّ	کے دنیا میں سب سے پیارے کو میں لے لوں اور وہ ثواب کی امید رکھے۔ (بخاری)

اب العمل الذی یبتغی به وجه الله فیه سعد، ج۴، ص۲۰، رقم: ۶۴۲۴ ـ مسند امام

چارہ پیٹے اور

(۲) جو آنسو آنکھ اور دل سے ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور ہو

سے ہے۔(مشکوۃ، کتاب الجنائز، رقم ۱۷۴۸، ج ۱، ص ۴۸۶)

اگر کسی کے گھر کوئی میت ہو جائے تو علمِ دین سے محروم اس گھر اور آس پڑوس کی خواتین نوحہ کرنے کو لازم تصور کرتی ہیں، اگر کوئی مسلمان بہن اس مکروہ کام میں ان کا ساتھ نہ دے تو اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسا کر اس بیچاری کی خوب دل آزاری کی جاتی ہے۔ ایسی خواتین یاد رکھیں کہ اس کی اُخروی سزا بہت کڑی ہے جیسا کہ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت اگر بلا توبہ کیے مرجائے تو قیامت کے دن اسے گندھک کی قمیص اور خارش کی چادر پہنائی جائے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۹۳۴، ص ۴۶۵)

(33) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ، فَاَخْبَرَهَا اَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَّبْعَثُهُ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ فَجَعَلَهُ اللهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَّقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَّعْلَمُ اَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ اِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ اِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ الشَّهِيْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ نے طاعون کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ ایک عذاب ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا اس کو بھیج دیتا کرتا ہے۔ اب ایمان داروں کیلئے اس کو رحمت بنا دیا گیا ہے۔ تو طاعون واقع ہونے کی صورت میں جو بندہ اپنے شہر میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید پر ٹھہرا رہے اور اس یقین پر رہے۔ کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے اس کے سوا مجھے کچھ نہ ہوگا تو اس کے لئے شہید جیسا اجر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا، ج۲ص۶۲۷، رقم: ۶۶۱۹، مسند امام احمد حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۲۵۱، رقم: ۲۶۱۸۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب ثواب الصابر فی الطاعون، ج۴ص۳۶۳، رقم: ۷۵۲۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الوباء یقع بارض فلا یخرج، ج۳ص۳۷۶، رقم: ۶۶۹۸، سبعون حدیثا فی الجہاد لابن بطۃ الحنبلی، الفصل التاسع، ص۱۰)

شرح حدیث: طاعون

ایک مہلک وبائی بیماری ہے جس کو ڈاکٹر پلیگ کہتے ہیں اس بیماری میں گردن اور بغلوں اور کنجِ ران میں آم کی گٹھلی کے برابر گلٹیاں نکل آتی ہیں۔ جن میں بے پناہ درد اور نا قابل برداشت سوزش ہوتی ہے اور شدید بخار چڑھ جاتا ہے اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور دردناک جلن سے شعلہ کی طرح جلنے لگتی ہیں اور مریض شدتِ درد اور شدید بے چینی و بے قراری میں

تڑپ تڑپ کر بہت جلد مرجاتا ہے اور جس بستی میں یہ وبا پھیل جاتی ہے اس بستی کی اکثر آبادی موت کے گھاٹ اتر جاتی ہے اور ہر طرف ویرانی اور خوف وہراس کا دور دورہ پھیل جاتا ہے۔

طاعون کا سبب

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ یعنی میرے والد صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے طاعون کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ ہم نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے دشمن جنوں کے نیزے ہیں اور یہ تمہارے لئے شہادت ہے۔ (مستدرک، کتاب الایمان، باب الطاعون شہادۃ، رقم ۱۶۴، ج ۴، ص ۲۱۹)

طاعون کا حکم

مسئلہ یہ ہے کہ جس بستی میں طاعون کی وبا پھیلی ہو وہاں جانا نہیں چاہے اور اگر اپنی بستی میں وبا آجائے تو بستی چھوڑ کر دوسری جگہ بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ طاعون کی وبا میں اپنی بستی ہی کے اندر خدا پر توکل کر کے صبر کے ساتھ رہنا چاہے اگر اس بیماری میں مرگیا تو شہید ہوگا اور طاعون کے ڈر سے بستی چھوڑ کر بھاگنے والے پر اتنا بڑا گناہ ہوتا ہے جتنا کہ جہاد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں پر گناہ ہوتا ہے اس لئے ہرگز ہرگز بھاگنا نہیں چاہے بلکہ اس بیماری میں صبر کے ساتھ اپنی ہی بستی میں مقیم رہنا چاہے کہ اس پر خداوند تعالیٰ نے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اور اس کے لئے وہاں جانا بھی ناجائز وگناہ ہے، احادیث صریحہ میں دونوں سے ممانعت فرمائی، پہلے میں تقدیر الٰہی سے بھاگنا ہے تو دوسرے میں بلائے الٰہی سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لئے اظہار توکل کا عذر محض سفاہت۔ توکل معارضہ اسباب کا نام نہیں۔

طاعون میں مبتلاء ہو کر مرنے والے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، شہداء اور اپنے گھروں میں مرنے والے، دونوں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں طاعون میں مبتلاء ہو کر مرنے والوں کے بارے میں جھگڑیں گے۔ شہداء کہیں گے، یہ (یعنی طاعون سے مرنے والے) بھی ایسے ہی قتل کیے گئے جیسے ہمیں قتل کیا گیا جبکہ اپنے بستروں پر مرنے والے کہیں گے یہ بھی ہمارے بھائی ہیں اور ہماری طرح اپنے بستروں پر مرے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ ان کے زخموں کی طرف دیکھو اگر وہ مقتولین کے زخموں کی طرح ہوں تو یہ انہی میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔ جب ان کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو وہ شہداء کے زخموں کے مشابہ ہونگے۔

(سنن نسائی، کتاب الجہاد، ج ۳، ص ۳۷)

آنکھوں کی بینائی جاتے رہنے سے بڑھ کر کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا اور جس کی آزمائش بینائی سے محرومی کے ذریعے ہو اور وہ اللہ عزوجل سے ملنے تک اس پر صبر کرے تو اللہ عزوجل سے ملتے وقت اس پر کوئی حساب نہ ہوگا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب فی الصبر، رقم ۹۲، ج ۴، ص ۱۵۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے جبرئیل! میں جس بندے کی آنکھیں لے لوں تو اس کا ثواب میرا دیدار اور میرے گھر (یعنی جنت) میں رہنا ہے؟

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روتے ہوئے اور بینائی چلے جانے کی تمنا کرتے ہوئے دیکھا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۸۸۵۵، ج ۶، ص ۳۰۴)

ہر حال میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے

حضرت سیدنا خالد بن ہامان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابراہیم بن اسحاق حربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے سنا: ہر زمانے کے عقل مندوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو تقدیر پر راضی نہیں وہ اخروی زندگی میں کامیاب نہیں۔

گویا میری قمیص سب سے زیادہ صاف قمیص اور میری چادر سب سے گندی چادر ہو پھر کبھی میرے دل میں یہ خیال نہیں گزرا کہ یہ دونوں ایک جیسی ہوں اور جب کبھی مجھے بخار ہوا تو اپنی والدہ، بہن، بیوی، اور بیٹی یہاں تک کہ کسی سے بھی اس کی کبھی شکایت نہ کی۔ اچھا آدمی وہی ہے جو اپنے غم کو اپنی ذات تک محدود رکھے اور اپنے اہل وعیال کو مغموم نہ کرے۔

ہم اپنا غم کسی کو بتاتے نہیں　　　خود جلتے رہتے ہیں کسی کو جلاتے نہیں

مجھے چالیس سال تک دردِ شقیقہ رہا مگر میں نے اس کے متعلق کبھی کسی کو نہ بتایا۔ دس سال میں صرف ایک آنکھ سے دیکھتا رہا کیونکہ دوسری آنکھ کی بینائی ضائع ہو چکی تھی۔ مگر میں نے کبھی کسی کو نہ بتایا۔ تیس سال روزانہ میں صرف دو روٹیاں کھا کر ہی گزارہ کرتا رہا وہ بھی اگر میری ماں یا بہن لے آتیں تو کھالیتا ورنہ اگلی رات تک بھوکا پیاسا رہتا۔ اپنی زندگی کے تیس سال اس طرح گزارے کہ روزانہ صرف ایک روٹی اور چودہ کھجوریں کھاتا۔ اور اگر بالکل ادنی قسم کی کھجور ہوتی تو روزانہ بیس کھجوریں استعمال کرتا۔

ایک مرتبہ میری بیٹی بیمار ہوگئی، میری بیوی ایک مہینہ تک اس کے پاس رہ کر اس کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ اس مہینے ہمارا کھانے کا خرچ ایک درہم اور ڈھائی دانق ہوا۔ میں حمام میں گیا اور ان کے لئے دو دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے) کا

صابن خریدا۔لہٰذا پورے رمضان المبارک کے مہینے کا خرچ ایک درہم اور ساڑھے چار دانق ہوا لیکن ہم نے اپنا یہ حال کسی پر ظاہر نہ کیا۔

(35) وعن عطاء بن ابي رباح، قال: قال لي ابن عباس رضي الله عنهما: الا اريك امراة من اهل الجنة؟ فقلت: بلى، قال: هذه المراة السوداء اتت النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: اني اصرع، واني اتكشف، فادع الله تعالى لي. قال: ان شئت صبرت ولك الجنة، وان شئت دعوت الله تعالى ان يعافيك فقالت: اصبر، فقالت: اني اتكشف فادع الله ان لا اتكشف، فدعا لها. متفق عليه.

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ مجھے حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں فرمایا یہ کالے رنگ والی عورت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: مجھے مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور میں بے ستر ہو جاتی ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں فرمایا اگر چاہے توصبر کر اور جنت کی حقدار بن جا اور چاہے تو میں دعا کرتا ہوں عرض کرنے لگی: میں صبر کرتی ہوں پھر عرض کیا: مرض میں بے پردہ ہو جاتی ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں بے پردہ نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے دعا فرما دی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب فضل من یصرع من الریح، ج۴ص۱۱، رقم: ۵۶۵۲، صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، ج۴ص۱۷۶، رقم: ۶۷۳۶، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۱۸۷، رقم: ۱۱۳۷۶، اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، من اسمہ عطاء بن ابی رباح، ج۳ص۱۷۶، رقم: ۳۵۱۰، سنن الکبرٰی للنسائی، باب ثواب من یصرع، ج۴ص۳۵۳، رقم: ۷۴۹۰)

شرح حدیث: بیماری اور صبر

حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں اشارۃً معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کی دوا اور مصائب میں دعا نہ کرنا ثواب اور صبر میں شامل ہے، اس کا نام خودکشی نہیں، خصوصًا جب پتہ لگ جائے کہ یہ مصیبت رب کی طرف سے امتحان ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت اور حضرت حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں دفعیہ کی دعا نہ کی، ورنہ عام حالات میں دوا بھی سنت ہے اور دعاء بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر دعا کی ہے اور صدیق اکبر نے مرض وفات میں دوا بھی۔ خیال رہے کہ مرن برت رکھ کر جان دے دینا خودکشی ہے اور مشرکوں کی پیروی کیونکہ کھانا اور پانی دوا نہیں بلکہ زندگی کا مدار ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۵، ص۸۰۲)

بیماری کے فضائل

حضرتِ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب مومن بیمار ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اسے گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۵۴، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ بیمار نہ پڑو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اللہ عزوجل کی قسم! ہم عافیت کو ضرور پسند کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس میں کیا بھلائی ہے کہ اللہ عزوجل تمہیں یاد نہ کرے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب مومن کی نَس چڑھ جاتی ہے تو اللہ عزوجل اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے، اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ (المعجم الاوسط، رقم ۲۴۶۰، ج ۲، ص ۴۸)

حضرتِ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو جو عمل وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کرتا ہے وہ عمل بھی اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب یکتب للمسافر مثل ما کان، رقم ۲۹۹۶، ج ۲، ص ۳۰۸)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ کسی مرض میں مبتلاء ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اُس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ جو برائی کرے اسے نہ لکھو اور جو نیکی کرے اس کے عوض دس نیکیاں لکھو اور اسکے اُس نیک عمل کو بھی لکھو جو یہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا اگرچہ بیماری کے دوران وہ اس عمل کو نہ کر سکے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب ما یجری علی المریض، رقم ۳۸۱۳، ج ۳، ص ۳۲)

(36) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ،

حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کو گویا میں رسول اللہ ﷺ کو نبیوں میں سے کس نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ان

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پر اللہ کی رحمتیں اور سلام نازل ہو ان کو ان کی قوم نے خون آلود کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے اور کہتے یا اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب اذا عرض الذمی وغیرہ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴ص ۱۰، رقم: ۶۹۲۹ صحیح مسلم، باب غزوۃ أحد، ج ۲ص ۲۰۹، رقم: ۴۷۴۶ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ سھل بن سعد الساعدی ج ۶ص ۱۲۲، رقم: ۵۸۶۲ صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۱ص ۲۵۲، رقم: ۹۷۳ اطراف المسند المعتلی للعسقلانی من اسمہ شقیق بن سلمۃ ج ۴ص ۱۵۰، رقم: ۵۵۲۳ سنن ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء، ج ۱ص ۳۳۵، رقم: ۴۰۲۵)

شرح حدیث: ظلم کرنے والے کے لئے دُعاء ہدایت

غزوہ اُحُد میں جب مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مبارک دندان کو شہید اور چہرۂ انور کو زخمی کر دیا گیا مگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان لوگوں کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ عزَّ وجَلَّ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔

(الشفاء ج 1 ص 105 مرکز اہلسنت برکات رضا ہند)

ظلم پر صبر

کافروں اور ظالموں کے ظلم پر صبر کرنا ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صحابہ اکرام اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے گھر والوں کی سنت ہے اور خدا کی راہ میں دین کے لئے تکلیف اٹھانا اور برداشت کرنا بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

حضرتِ سیدنا ابو کَبْشَہ اَنْماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں، تم اسے یاد کر لو کہ صدقہ مال میں کچھ کمی نہیں کرتا اور جو مظلوم ظلم پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

مسلمانوں پر مظالم

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ایسے ایسے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو دم زدن میں قتل کر ڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوشِ انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو

(شرح الزرقانی علی المواہب، اسلام حمزۃ، ج ۱، ص ۴۹۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرم گرم بالو پر چت لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ان کی والدہ حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام لانے کی بنا پر ابوجہل نے ان کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ یہ شہید ہو گئیں۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ اس قدر طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھنٹوں بے ہوش رہتے۔ جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا مال و سامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جا سکتے ہو۔ آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر اپنی متاع ایمان کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، اسلام حمزۃ، ج ۱، ص ۹۶ ۔ ۴۹۷ مختصراً)

حضرت ابو فکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوان بن امیہ کافر کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا پتا چلا تو اس نے ان کے گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر ان کو گھسیٹا اور گرم جلتی ہوئی زمین پر ان کو چت لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا جب ان کو کفار گھسیٹ کر لے جا رہے تھے راستہ میں اتفاق سے ایک گبریلا نظر پڑا۔ امیہ کافر نے طعنہ مارتے ہوئے کہا کہ دیکھ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے۔ حضرت ابو فکیہہ نے فرمایا کہ اے کافر کے بچے! خاموش میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔ یہ سن کر امیہ کافر غضب ناک ہو گیا اور اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ ان کا دم نکل گیا۔

سب سے زیادہ مصیبت زدہ

حضرتِ سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر آئیں؟ فرمایا، انبیاء پر پھر ان کے بعد جو لوگ بہتر ہیں پھر انکے بعد جو بہتر ہیں، بندے کو اپنی دینداری کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر وہ دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں کمزور ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی دینداری کے مطابق اسے آزماتا ہے۔ بندہ مصیبت میں مبتلا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس دنیا ہی میں اسکے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابی ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، رقم ۴۰۲۳، ج ۴، ص ۳۶۹)

(37) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ، وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ، وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ ﷺ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، غم، رنج، دکھ، تکلیف پہنچتی ہے۔ حتیٰ کہ جو کانٹا اسے لگتا ہے۔ ان میں سے ہر

إِلاَّ كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ الْوَصَبُ: الْمَرَضُ. ایک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اَلْوَصَبُ: بیماری کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی کفارۃ المرض، ج ۴ص ۲۱۳، رقم: ۵۶۴۲، صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض، ج ۴ص ۱۳۹۱، رقم: ۲۵۷۳، شعب الایمان، فصل فی ذکر ما فی الاوجاع والامراض، ج ۷ص ۱۵۷، رقم: ۹۸۲۹، سنن الکبری للنسائی، باب کفارۃ المریض، ج ۴ص ۳۵۳، رقم: ۷۴۸۴، اطراف المسند المتعلی، من اسمه طلحة بن نافع، ج ۲ص ۳۶، رقم: ۱۴۳۲)

شرح حدیث: مصیبت کی حکمت

حضورِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ بندہ کے لئے علمِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں جب کوئی مرتبہ کمال مُقدَّر ہوتا ہے اور اپنے عمل سے اس مرتبے کو نہیں پہنچتا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے جسم یا مال یا اولاد پر مصیبت ڈالتا ہے پھر اِس پر صَبر عطا فرماتا یہاں تک اسے اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جو اس کے لئے علمِ الٰہی میں مقدّر ہو چکا ہے۔

(سنن ابوداؤد، ج۳ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۳۰۹۰)

یاد رہے مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرأت سے اور صبر اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا عیسٰی علیہ السلام سے فرمایا، اے عیسٰی! میں تیرے بعد ایک اُمت کو بھیجنے والا ہوں۔ اگر انہیں پسندیدہ چیز حاصل ہوگی تو شکر کریں گے اور اگر کوئی ناگوار چیز پہنچے گی تو ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے حالانکہ نہ تو انکے پاس علم ہوگا نہ ہی حلم۔ انہوں نے عرض کیا، یارب عزوجل ایسا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ انکے پاس نہ تو علم ہوگا نہ ہی حلم؟ فرمایا کہ میں انہیں اپنے علم اور حلم سے حصہ عطا فرماؤں گا۔

(المستدرک، کتاب الجنائز، باب المریض یکتب لہ من الخیر ما کان یعمل، رقم ۱۳۲۹، ج۱، ص ۶۷۰)

سارا معاملہ بھلائی ہی بھلائی

حضرتِ سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا سارا معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے اور یہ صرف اُسی مومن کے لئے ہے جسے خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے کیونکہ اسکے حق میں یہی بہتر ہے اور اگر تنگدستی پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، رقم ۲۹۹۹، ص ۱۵۹۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے

فرمایا کہ مومن کی مثال اس کھیتی کی طرح ہے جسے ہوائیں ہلاتی رہتی ہیں اور مومن آفات میں مبتلا رہتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو کٹنے تک بالکل نہیں ہلتا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند ابو ہریرہ، رقم ۷۸۱۹، ج ۳، ص ۱۲۷)

(38) وَعَنِ ابنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّكَ تُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، قَالَ: اَجَلْ، اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قُلْتُ: ذٰلِكَ اَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ، قَالَ: اَجَلْ، ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ اَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ الْوَعْكُ : مَغْثُ الْحُمّٰى، وَقِيْلَ: الْحُمّٰى۔

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کو بخار تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو شدید بخار ہے۔ فرمایا: ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں جتنا بخار ہے۔ میں نے عرض کیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کیلئے دو اجر ہیں۔ فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ جس مسلمان کو کانٹا یا اس سے بڑھ کر کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہ مٹاتا ہے اور اس کے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جیسا کہ درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔ (متفق علیہ (وعك: بخار یا بخار کی کپکپی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید علی المریض، ج ۴ ص ۳۱۹، رقم: ۵۶۶۰، صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض، ج ۲ ص ۱۷۳، رقم: ۶۷۲۴، سنن الکبری للبیهقی، باب ما ینبغی لکل مسلم أن یستشعره من الصبر، ج ۳ ص ۳۷۲، رقم: ۶۲۲۲، مسند ابو یعلی، مسند عبد الله بن مسعود، ج ۲ ص ۴۱۳، رقم: ۵۱۶۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود، ج ۱ ص ۵۰۹، رقم: ۳۶۱۹)

شرح حدیث: بُخار کی فضیلت

بخار کی فضیلت کے بھی کیا کہنے! حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبیِ کریم، رءُوْفٌ رَّحیم عَلَیہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیم کے حضور میں بخار کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے بخار کو بُرا کہا۔ تاجدارِ رسالت، ماہِ نُبُوَّت، محبوبِ ربُّ العزت عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بخار کو بُرا نہ کہو، اس لیے کہ وہ (مومن کو) گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے آگ لوہے کی میل (زنگ) کو صاف کر دیتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۳۴۶۹)

بخار کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابی بن کَعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخار کا ثواب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، جب تک بخار میں مبتلا شخص کے قدم میں درد رہتا ہے اور اس کی رگ پھڑکتی رہتی ہے اسے اسکے عوض

نیکیاں ملتی رہتی ہیں۔ تو حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی، اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ایسے بخار کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری راہ میں جہاد کرنے، تیرے گھر اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کی طرف جانے سے نہ روکے۔ اس کے بعد حضرتِ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روزانہ شام کے وقت بخار ہو جایا کرتا تھا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر ...، الخ رقم ۸۲، ج ۴، ص ۱۵۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو ایک رات بخار میں مبتلاء ہوا اور اس پر صبر کرے اور اللہ عزوجل سے راضی رہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، فصل فی ذکر... الخ، رقم ۹۸۶۸، ج ۷، ص ۱۶۷)

حضرتِ سیدتنا فاطمہ خُزاعِیَہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے انصار کی ایک عورت کی عیادت فرمائی اور اس سے پوچھا کہ کیسا محسوس کر رہی ہو؟ تو اس نے عرض کیا، بہتر! مگر اس بخار نے مجھے تھکا دیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صبر کرو کیونکہ بخار آدمی کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۷۷، ج ۴، ص ۱۵۲)

بخار کا رُوحانی علاج

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:۔
سُورَہ مُجَادَلَہ جو اٹھائیسویں پارہ کی پہلی سورت ہے بعد عصر تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیے۔

(ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۳۲۵)

بخار سے شفاء کا ایک اور نسخہ

جس کو بخار ہو سات بار یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ اگر مریض خود نہ پڑھ سکے تو کوئی دوسرا نمازی آدمی سات بار پڑھ کر دم کر دے یا پانی پر دم کر کے پلا دے ان شاء اللہ تعالیٰ بخار اتر جائے گا ایک مرتبہ میں بخار نہ اترے تو بار بار یہ عمل کریں۔

(المستدرک، کتاب الرقی والتمائم، باب رقیۃ وجع الضرس والاذن، رقم ۸۳۲۴، ج ۵، ص ۵۹۲)

پانی کے پانچ حُرُوف کی نسبت سے بُخار کے ۵ مَدَنی علاج

لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ○

(ترجمہ کنز الایمان: نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر (یعنی سردی) (پ ۲۹ الدھر ۱۳)

یہ آیت کریمہ سات بار (اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر دم کیجئے اِن شاءَ اللہ عزَّوجلَّ بخار میں شدت نُمایاں کمی محسوس ہوگی اور مریض سکون محسوس کریگا۔ (ترجمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں)

(۲) حضرتِ سیِّدُنا امام جعفر صادِق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سورۃُ الفاتحہ 40 بار (اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر پانی پر دم کر کے بخار والے کے منہ پر چھینٹے ماریئے اِن شاءَ اللہ عزَّوجلَّ بُخار چلا جائے گا۔

(۳) سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو بخار تھا تو حضرتِ سیِّدُنا جبرئیلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعاء پڑھ کر دم کیا تھا:

بِسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنٍ حَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ

(ترجمہ: اللہ عزَّوجلَّ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں ہر اُس بیماری کیلئے جو آپکو ایذا دیتی ہے اور دوسروں کے شر اور حسد کرنے والوں کی بُری نظر سے۔ اللہ عزَّوجلَّ آپ کو شفا عطا فرمائے۔ میں آپ پر اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔) (مسلم ص ۱۲۰۲ رقم الحدیث ۲۱۸۶)

بخار کے مریض کو صِرف عَرَبی میں دعا (اول آخر ایک بار دُرُود شریف) پڑھ کر دم کر دیجئے۔

(۴) بخار والا بکثرت بِسْمِ اللهِ الْكَبِيْرِ پڑھتا رہے۔

(۵) حدیثِ پاک میں ہے، جب تم میں سے کسی کو بخار آجائے تو اُس پر تین دن تک صبح کے وقت ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔ (اَلْمُستَدرَک للحاکم ج ۴ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۷۴۳۸)

پاکیزگی کا ذریعہ بخار

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخار نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے؟ اس نے عرض کیا، میں بخار ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہلِ قباء کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ جانتا ہے کہ ان میں سے کتنے لوگ بخار میں مبتلاء ہوئے۔ پھر جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بخار کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں کیا چاہیے؟ اگر تم چاہو تو میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کروں کہ وہ تم سے بخار کو دور فرمادے اور اگر چاہو تو یہ تمہارے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کیا یہ ایسا کرسکتا ہے؟ فرمایا، ہاں! انہوں نے عرض کیا، پھر اسے رہنے دیجئے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۸۱، ج ۴، ص ۱۵۳)

(39) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصَبْ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَضَبَطُوا یُصَبْ بِفَتْحِ الصَّادِ وَکَسْرِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے اللہ تعالیٰ علم نی کا ارادہ فرماتا اس کو مصیبت پہنچائی جاتی ہے۔(بخاری) اور ضبطوا: کا معنیٰ ہے پہنچنا۔ یصب کے صاد کو فتحہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی کفارۃ المرض، ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۵۶۴۵، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج ۱ ص ۵۱۹، رقم: ۲۹۰۷، السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطب، ج ۵ ص ۳۴۳، رقم: ۷۴۷۸، مسند البزار، مسند أبی هریرۃ رضی الله عنه، ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۸۲۱۵، مسند الشهاب، باب من یرد الله به خیرا یصیب منه، ص ۲۲۲، رقم: ۳۴۴)

شرح حدیث: قیامت میں مصیبت زدہ لوگوں کا اجروثواب

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عافیت میں رہنے والے لوگ جب مصیبت زدہ لوگوں کا اجر دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کی کھال کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ۵۸ یوم القیامۃ وندامۃ المحسن ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۴۰۲، ص ۱۸۹۳)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن شہید کو لاکر حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا، پھر صدقہ کرنے والے کو لایا جائے گا اور حساب کے لئے روک لیا جائے گا، پھر مصیبت زدوں کو لایا جائے گا تو ان کے لئے نہ میزان نصب کی جائے گی، اور نہ ہی اعمال نامے کھولے جائیں گے لا ان پر بہت زیادہ اجر نچھاور کیا جائے گا یہاں تک کہ عافیت میں رہنے والے اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ ثواب دیکھ کر میدانِ حشر میں اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔
(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۸۲۹، ج ۱۲، ص ۱۴۱)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب اللہ عزوجل کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرما دیتا ہے، پھر جو صبر کرتا ہے اس کے لئے صبر ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے اس کے لئے جزع ہی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۳۶۹۵، ج ۹، ص ۱۶۱)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل تمہیں آزمائش کے ذریعے اس طرح پرکھتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ پر پرکھتا ہے، لہٰذا اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سفید چمک دار سونے کی طرح ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل شبہات سے بچاتا ہے اور اس سے نکلنے والے کچھ لوگ ان سے کم تر ہوتے ہیں، یہ وہ ہیں جو کچھ شک وشبہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سیاہ

سونے کی طرح ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو آزمائش میں مبتلا ہیں۔(المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۶۹۸، ج۸،ص۱۶۶)

(40) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُ کُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَہٗ. فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ، وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی تکلیف ومصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا بالکل نہ کرے اگر اس نے کرنی ہی ہے' تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے وفات بہتر ہو مجھے وفات عطا فرما۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج ۴ص۲۲۹، رقم: ۵۶۷۱، صحیح مسلم، باب کراھۃ تمنی الموت، ج ۴ص۸۱۹، رقم: ۶۹۹۰، الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ تمنی الموت، ص۳۵۲، رقم: ۶۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۴ص۱۰۱، رقم: ۱۱۹۹۸، مسند البزار، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص۲۱۶، رقم: ۸۲۰۷، مسند الرویانی، مسند انس بن مالک، ص۶۰۷، رقم: ۱۳۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے کہ بیماری وآزاری سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقہ سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے کیونکہ اس خیر وشر میں دین ودنیا کی خیر وشر شامل ہے گویا موت کی تمنا کبھی بھی لی مگر قاعدے سے۔خیال رہے کہ یہ کہنا جائز ہے خدایا مجھے شہادت کی موت دے، خدایا مجھے مدینہ پاک میں موت نصیب کر۔چنانچہ عمر فاروق نے دعا کی تھی کی مولا مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر، حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکے گا تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسے ہی ہوگا۔چنانچہ مسجد نبوی محراب النبی نماز کی حالت میں مصلائے مصطفی پر آپ رضی اللہ عنہ کو کافر مجوسی ابولولو نے شہید کیا۔دعاء کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا، کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۲۵)

توجہ رہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا مدینے میں مرنے کی فرمائی تھی نہ کہ مرنے کی۔

مدینہ مُنَوَّرہ میں مرنے کا ثواب

بنولیث کی ایک خاتون حضرتِ سیدتنا صُمَیتہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھے وہ مدینے میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا اس کی شفاعت کی جائے گی یا اس کے حق میں گواہی دی جائے گی۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، رقم ۳۷۴۳، ج ۶، ص ۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کرونگا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۸۲، ج ۳، ص ۴۹۷)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینۃ، رقم ۳۹۴۳، ج ۵، ص ۴۸۳)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحب جود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تم میں سے جس سے ہو سکے وہ مدینہ ہی میں مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ (طبرانی کبیر مسند، رقم ۷۴۷، ج ۲۴، ص ۲۹۴)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جو شخص دو حرموں (یعنی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ) میں سے کسی ایک میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں اٹھایا جائے گا اور جو ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کرنے آئے گا وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔

(شعب الایمان، باب فی مناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۵۸، ج ۳، ص ۴۹۰)

اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہے کہ مومن کی زندگی بہر حال اچھی ہے کیونکہ اعمال اسی میں ہو سکتے ہیں۔ دنیاوی تکالیف جیسے بیماری یا غریبی وغیرہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ بے صبری اور تقدیرِ الٰہی سے ناراضگی کی نشانی ہے جبکہ دینی ضرر کے خوف سے موت کی تمنا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا کرنا نیز اس دنیا کی تنگی اور پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے اور مُلکِ آخرت اور جنت میں پہنچنے کیلئے موت کی آرزو کرنا ایمان اور اس کے کمال کی نشانی ہے۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۶۹۷)

(41) وَعَنْ اَبِیْ عبد اللہ خَبَّاب بنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً لَّہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ، فَقُلْنَا: اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُوْ لَنَا؟ فَقَالَ: قَدْ کَانَ مَنْ قَبْلَکُمْ یُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَیُحْفَرُ لَہٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْھَا، ثُمَّ یُؤْتٰی بِالْمِنْشَارِ

حضرت ابوعبداللہ خباب بن ارت ﷺ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی اور اس وقت آپ کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ لگائے ہوئے تھے ہم نے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کر سکتے کیا آپ ہمارے لیے دعا طلب نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا: تم سے پہلے کسی

فَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ وَعَظْمِهٖ، مَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً.

آدمی کو لوگ پکڑ لیتے پس گڑھا کھود کر دبا دیتے۔ اس کے آرا لا کر سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیتے۔ اور لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اس کے گوشت ہڈیوں کو زخمی کیا جاتا۔ یہ تمام تکالیف اس کو دین حق سے باز نہ رکھ سکتیں۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین والے کام کو ضرور پورا فرمائے گا یہاں تک کہ اکیلا سوار صنعاء سے حضرموت تک تنہا سفر کرے گا۔ اسے صرف اللہ کا ڈر ہوگا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا ڈر ہوگا لیکن تم جلدی چاہتے ہو۔ (بخاری) ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ہمیں مشرکین کی طرف سے سخت اذیت پہنچی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص ۲۹۹، رقم: ۳۸۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند خباب بن الارت، ج ۵ص ۱۰۹، رقم: ۲۱۰۹۵، سنن الکبری للبیہقی، باب مبتداء الخلق، ج ۱ص ۵، رقم: ۱۸۱۲۶، سنن ابوداؤد، باب فی الاسیر یکرہ علی الکفر، ج ۱ص ۹۱۹، رقم: ۲۶۵۱، مسند الحمیدی، احادیث خباب بن الارت، ص ۸۵، رقم: ۱۵۰)

شرح حدیث: حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ غلام تھے ان کو قبیلۂ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا اس لئے یہ تمیمی کہلاتے ہیں۔ ابتداہی میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور کفار مکہ نے حضرت عمار و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح ان کو بھی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ ان کو کوئلوں کے اوپر لٹاتے تھے اور پانی میں اس قدر غوطہ دلاتے تھے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا اور یہ بے ہوش ہو جاتے مگر صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر یہ ساری مصیبتوں اور تکلیفوں کو جھیلتے رہے اور ان کے اسلام میں بال برابر بھی تذبذب یا تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد از وصال مدینہ منورہ سے ان کا دل اٹھ گیا اور یہ کوفہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں ۳۷ھ میں ۷۳ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الخاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۲) (واسد الغابۃ، خباب بن الارت، ج ۲، ص ۱۴۱ ملتقطاً)

جلی ہوئی پیٹھ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت خباب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آگئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نکلا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک ومقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت، ج ۳، ص ۱۲۳)

مصائب پر صبر قربِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا ذریعہ ہے

ایک شخص حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یاسیِّدی! مجھے بتائیے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک امیر کے دروازے پر لے گئے۔ دروازے پر ایک غلام کھڑا ہوا تھا جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس غلام کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس کی مثل ہو جاؤ، خود ہی اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک رسائی حاصل کر لوگے۔ (یعنی جس طرح یہ غلام ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود اپنے آقا کے دروازے پر حاضر ہے اس طرح تو بھی ہر حال میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی رضا پر راضی رہ اور اس کی عبادت کرتا رہ)۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ)

(42) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ حُنَیْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِی الْقِسْمَۃِ، فَاَعْطَی الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِّئَۃً مِّنَ الْاِبِلِ، وَاَعْطٰی عُیَیْنَۃَ بْنَ حِصْنٍ مِّثْلَ ذٰلِکَ، وَاَعْطٰی نَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَاٰثَرَھُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَۃِ. فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰہِ اِنَّ ھٰذِہٖ قِسْمَۃٌ مَّا عُدِلَ فِیْھَا، وَمَا اُرِیْدَ فِیْھَا وَجْہُ اللّٰہِ،

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ جب حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے حصہ میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ پس آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ بن حصن کو بھی اتنے ہی اور آپ نے عرب کے سردار لوگوں کو کچھ زیادہ عطا فرمایا اور حصہ میں ان کو ترجیح دی تو ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا۔ اس میں اللہ کی رضا کا

فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ. ثُمَّ قَالَ: فَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ؟ ثُمَّ قَالَ: يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ. فَقُلْتُ: لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَقَوْلُهُ: كَالصِّرْفِ هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ.

ارادہ نہیں کیا گیا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کی بات ضرور رسول اللہ ﷺ کو پہنچاؤں گا میں نے حاضر ہو کر عرض کیا: تو رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ غصہ سے سرخ ہو گیا تو فرمایا: اگر اللہ اور رسول عدل نہ کریں تو اور کون عدل کرے گا؟ پھر آپ نے فرمایا: اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی اور انہوں نے صبر کیا پس میں نے کہا آج کے بعد کوئی شکایت آپ (ﷺ) تک نہ پہنچاؤں گا۔ (متفق علیہ) اور کالصرف: صاد مہملہ کے کسرہ کے ساتھ اس کا معنیٰ سرخ رنگ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالٰی "وصل علیهم" ج ۲ص ۴۱۱، رقم: ۶۳۳۶، صحیح مسلم، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم على الاسلام، ج اص۶۰۹، رقم: ۲۴۹۴، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج ۲ص۴۸۰، رقم: ۲۹۱۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبدالله بن مسعود، ج ۲ص۴۶۶، رقم: ۵۱۳۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج اص۴۱۱، رقم: ۳۹۰۲)

شرح حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت

علما فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دِہش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہو لئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

(ملتقطاً صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الشجاعة فی الحرب ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج ۲، ص ۲۶۰)

حق ہے، اے مالکِ عرش (عَزَّ وَجَلَّ) کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی عطا ہیں۔ دونوں جہان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بے شک دنیا وآخرت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم ما کان وما یکون (یعنی گذشتہ وآئندہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے علوم سے ایک ٹکڑا۔

صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِكَ وَصَحْبِكَ وَبَارَكَ وَكَرَّمَ

صبر وسخاوت کی فضیلت

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا، (کامل) ایمان صبر اور سخاوت کا ہی نام ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی خصال الایمان، ج ۱، ص ۲۲۴، رقم: ۱۹۸)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو جہاں کے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو اور اُن کے تکلیف دینے پر صبر کرتا ہے، اُس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور اُن کے تکلیف پہنچانے پر صبر نہیں کرتا۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ج ۴، ص ۲۳، رقم ۴۰۳۲)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے معراج فرمائی تو آپ نے ایک شخص کو فسق وفجور میں مبتلا دیکھا اور اُس کے لیے بد دعا فرمائی تو وہ ہلاک کر دیا گیا۔ پھر ایک بندے کو دیکھا وہ بھی گناہ میں مبتلاء تھا آپ نے اُس کے لیے بھی بد دعا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے میرے خلیل علیہ السلام! بے شک جس نے میری نافرمانی کی وہ میرا ہی بندہ ہے اور تین باتوں میں سے کوئی ایک اسے میرے غضب سے بچا لے گی، یا تو وہ میری بارگاہ میں توبہ کر لے گا اور میں اُسکی توبہ قبول کروں گا یا پھر وہ مجھ سے استغفار کریگا اور میں اُس کی مغفرت کر دوں گا یا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میری عبادت کریں گے۔ اے ابراہیم! کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے ناموں میں ہے بے شک میں صبور (یعنی بہت زیادہ حلم والا) ہوں۔

حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ کسی تکلیف دہ بات کو سن کر حلم کا مظاہرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہیں کہ لوگ اُس کی طرف لڑکا منسوب کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی انہیں عافیت بخشتا ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو گناہوں میں مبتلا دیکھو تو اُس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ تم یوں کہو، اللہ اسے رسواء کرے، اللہ اِس کا برا کرے۔ بلکہ یوں کہو، اللہ اِسکی توبہ قبول فرمائے اور اِسکی مغفرت فرمائے۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، باب فضیلۃ الصبر، رقم ۶۵۲۱، ج ۳، ص ۱۱۲ بتغیر قلیل)

غصے کے وقت صبر کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

فرمایا، پچھاڑ دینے والا زورآور نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم! پھر زورآور کون ہے؟ فرمایا، وہ جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے۔

(السنن الکبرٰی، کتاب الشہادات، باب شہادۃ اہل العصبیۃ، ج۱۰، رقم ۲۱۰۸۵، ص ۳۹۷)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ پتھر اٹھانے کا مقابلہ کررہے تھے۔ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم! یہ وہ پتھر ہے جسے ہم زمانۂ جاہلیت میں زورآور کا پتھر کہا کرتے تھے۔ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں تمہارے سب سے زورآور شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ تم میں سے زیادہ زورآور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر زیادہ قابو پانے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابن عمر ج ۲، رقم ۶۶۳۶، ص ۵۸۷، بتغیر قلیل)

(43) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَہُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْہُ بِذَنْبِہٖ حَتّٰی یُوَافِیَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاھُمْ، فَمَنْ رَضِیَ فَلَہُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَہُ السُّخْطُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دنیا میں جلدی سزا دے دیتا ہے اور جس کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا کو روک لیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو پوری سزا دیتا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے بڑا ہونے سے ثواب بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو ان کا امتحان لیتا ہے، جو راضی ہو اس کے لیے ربّ کی رضا ہے اور جو ناراض ہو اس سے ربّ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ج ۱ص ۶۰۱، رقم: ۲۳۹۶، مستدرک للحاکم، کتاب الاھوال، ج ۴ص ۶۵۱، رقم: ۸۷۹۹، مسند الرویانی، حدیث عبد اللہ بن مغفل المزنی، ص ۳۰۲، رقم: ۹۱۸، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج ۲ص ۲۷۴، رقم: ۳۷۵۴، جامع الاصول لابن الاثیر، الباب العاشر فی فضل المرض، ج ۹ص ۵۸۳، رقم: ۷۴۴۷)

شرح حدیث: قیامت میں مصیبت زدہ لوگوں کا اجر و ثواب

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عافیت میں رہنے

والے لوگ جب مصیبت زدہ لوگوں کا اجر دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کی کھال کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ۵۸ یوم القیامۃ وندامۃ المحسن۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۴۰۲، ص ۱۸۹۳)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن شہید کو لا کر حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا، پھر صدقہ کرنے والے کو لایا جائے گا اور حساب کے لئے روک لیا جائے گا، پھر مصیبت زدوں کو لایا جائے گا تو ان کے لئے نہ میزان نصب کی جائے گی، اور نہ ہی اعمال نامے کھولے جائیں گے بلکہ ان پر بہت زیادہ اجر نچھاور کیا جائے گا یہاں تک کہ عافیت میں رہنے والے اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ ثواب دیکھ کر میدانِ حشر میں اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۸۲۹، ج ۱۲، ص ۱۴۱)

رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے مصیبت وبلا میں مبتلا فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، الحدیث: ۵۶۴۵، ص ۴۸۳)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب اللہ عزوجل کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرما دیتا ہے، پھر جو صبر کرتا ہے اس کے لئے صبر ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے اس کے لئے جزع ہی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۳۶۹۵، ج ۹، ص ۱۶۱)

مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک بندے کا ایک مرتبہ ہوتا ہے جب وہ کسی عمل کے ذریعے اس تک نہ پہنچ سکے تو اللہ عزوجل اسے ایسے حالات سے دوچار کر دیتا ہے جو اسے پسند نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر وثواب الامراض، الحدیث: ۲۸۹۷، ج ۴، ص ۲۴۸)

مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب بندے کا اللہ عزوجل کے ہاں کوئی مرتبہ مقرر ہو اور وہ اس مرتبے تک کسی عمل سے نہ پہنچ سکے تو اللہ عزوجل اسے جسم، مال یا اولاد کی آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے پھر اسے ان تکالیف پر صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کے ہاں اپنے مقرر درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفرۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۹۰، ص ۱۴۵۶)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل تمہیں آزمائش کے ذریعے اس طرح پرکھتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ پر پرکھتا ہے، لہٰذا اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سفید چمک دار سونے کی طرح ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل شبہات سے بچاتا ہے اور اس سے نکلنے والے

کچھ لوگ ان سے کم تر ہوتے ہیں، یہ وہ ہیں جو کچھ شک وشبہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس سے نکلنے والے کچھ لوگ سیاہ سونے کی طرح ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو آزمائش میں مبتلا ہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۶۹۸، ج ۸، ص ۱۲۶)

(44) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْتَكِي، فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ، فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ، قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِي؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ أُمُّ الصَّبِيِّ: هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: احْمِلْهُ حَتّٰى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ، فَقَالَ: أَمَعَهُ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، تَمَرَاتٌ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا، ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ، ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا حضرت ابوطلحہ باہر چلے گئے تو بچہ فوت ہو گیا جب ابوطلحہ لوٹے تو بچہ کا حال پوچھا بچے کی ماں حضرت اُم سلیم نے کہا وہ پہلے کی نسبت زیادہ سکون میں ہے پھر شام کا کھانا پیش کیا۔ ابوطلحہ نے کھانا تناول کیا پھر اس کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کر کے فارغ ہو چکے تو حضرت اُم سلیم نے کہا کہ بچے کو دفن کر لو صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کی اطلاع دی تو فرمایا کیا تم نے آج رات وظیفہ زوجیت ادا کیا عرض کیا: ہاں آپ ﷺ نے دعا کی۔ اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما' تو اُنہوں نے لڑکا جنم دیا۔ (حضرت انس) فرماتے ہیں کہ مجھے ابوطلحہ نے کہا کہ اس کو اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لے جا ساتھ کچھ کھجوریں بھی دیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کچھ ہے۔ عرض کیا: ہاں کھجوریں ہیں' تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے چبایا' پھر اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال کر گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: فَرَأَيْتُ تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ، يَعْنِي: مِنْ أَوْلَادِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَوْلُودِ.

اور بخاری کی ایک روایت میں راوی ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا میں نے اس حضرت عبداللہ کی اولاد میں نو بیٹے دیکھے۔ سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔ یعنی حضرت عبداللہ کی اولاد۔ (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَاتَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقَالَتْ لِأَهْلِهَا: لَا تُحَدِّثُوا أَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا أُحَدِّثُهُ فَجَاءَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ عَشَاءً فَأَكَلَ وَشَرِبَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهُ أَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا. فَلَمَّا أَنْ رَأَتْ أَنَّهُ قَدْ شَبِعَ وَأَصَابَ مِنْهَا، قَالَتْ: يَا أَبَا طَلْحَةَ، أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارُوا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوا عَارِيَتَهُمْ، أَلَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوهُمْ؟ قَالَ: لَا. فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبْ ابْنَكَ. قَالَ: فَغَضِبَ، ثُمَّ قَالَ: تَرَكْتِنِي حَتَّى إِذَا تَلَطَّخْتُ، ثُمَّ أَخْبَرْتِنِي بِابْنِي؟! فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَارَكَ اللهُ فِي لَيْلَتِكُمَا. قَالَ: فَحَمَلَتْ. قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهُ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَدِينَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوقًا فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ، فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ، فَاحْتَبَسَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ، وَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ أَنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ وَأَدْخُلَ مَعَهُ إِذَا دَخَلَ وَقَدِ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرَى، تَقُولُ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا أَبَا طَلْحَةَ، مَا أَجِدُ الَّذِي كُنْتُ أَجِدُ انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِينَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا. فَقَالَتْ لِي أُمِّي: يَا أَنَسُ، لَا يُرْضِعُهُ أَحَدٌ حَتَّى تَغْدُوَا

مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابوطلحہ کا حضرت اُم سلیم سے ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ تو حضرت اُم سلیم نے گھر والوں کو کہا کہ ابوطلحہ کو میرے سوا اس کے بیٹے کے بارے میں کوئی نہ بتائے۔ جب وہ آئے' تو ان کو شام کا کھانا پیش کیا' انہوں نے کھایا پیا' پھر حضرت اُم سلیم اپنے شوہر کیلئے خوب بن سنور کر آ گئیں اور ان سے جماع کیا۔ جب یہ دیکھا اب ابوطلحہ کھاپی کر حاجت سے فارغ ہو چکے تو کہا۔ اے ابوطلحہ اگر کچھ لوگ گھر والوں کو کوئی چیز مانگنے پر دیں پھر جب وہ اپنی چیز طلب کریں تو کیا دوسرے گھر والوں کو روکنے کا حق ہے۔ کہا نہیں' تو حضرت اُم سلیم نے کہا' پھر اپنے بیٹے کو ثواب سمجھ۔ حضرت انس کہتے ہیں حضرت ابوطلحہ ناراض ہوئے کہ تو نے مجھے بتایا تک نہیں یہاں تک کہ میں آلودہ ہو گیا ہوں اب تو نے بتایا ہے پھر چل کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض احوال کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری رات میں برکت دے' فرمایا کہ پس تو وہ حاملہ ہو گئیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب وضع حمل کا وقت آیا' تو حضرت ابوطلحہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور حضرت اُم سلیم بھی ساتھ تھیں اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مقدسہ یہ تھا کہ آپ سفر سے واپس مدینہ منورہ میں رات کے وقت نہ آتے چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب ٹھہرے اور حضرت اُم سلیم کو دردِ زہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ کو رکنا پڑا۔ اور رسول اللہ ﷺ چلے گئے۔ کہا کہ حضرت ابوطلحہ نے دعا کی: یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں

بِهٖ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ احْتَمَلَتْهُ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

تیرے محبوب کے ساتھ ہی مدینہ سے نکلنا پسند کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ نکلیں اور ساتھ ہی داخل ہونا پسند کرتا ہوں۔ اور جب وہ شہر مدینہ میں داخل ہوں اور میرے رکنے کی وجہ تو جانتا ہے فوراً حضرت اُم سلیم کو تخفیف محسوس ہوئی اور بولیں ابوطلحہ مجھے اب وہ کیفیت محسوس نہیں ہو رہی جو پہلے تھی اب چلو چنانچہ ہم سب چلے۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اس کو دردِ زہ ہوا اور انہوں نے لڑکا جنم دیا مجھے میری ماں اُم سلیم نے کہا: اے انس اس کو کسی کے دودھ پلانے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے جا صبح ہوئی تو میں نے بچہ کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے کر آیا۔ اور پوری حدیث ذکر کی

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح البخاری، باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة، ج ١ص٤٨٩، رقم: ١٣٠١، صحيح مسلم، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته، ج ٢ص٥١٦، رقم: ٥٦٢٧، صحيح ابن حبان، ذكر دعاء المصطفى صلى الله عليه وسلم لام سليم، ج ٣ص٢٥٥، رقم: ٧١٨٧، اطراف المسند المعتلى، من اسمه محمد بن سيرين عن انس، ج ١ص٥٠٩، رقم: ٩٣٠، مسند ابى يعلى، مسند انس بن مالك، ج ٢ص٢٢١، رقم: ٢٨٨٢، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ٣ص١٠٥، رقم: ١٢٠٢٧)

شرح حدیث: دورِ رسالت سراپا برکت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول تھا کہ جب ان کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ اسے رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کی بارگاہ میں لاتے اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کھجور اپنے دہن اقدس میں چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دیتے جسے تحنیک کہتے ہیں۔ یوں بچے کو لعابِ دہن کی برکتیں بھی نصیب ہو جاتیں۔ چنانچہ

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں لایا کرتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتے اور تحنیک فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیک، الحدیث ۲۱۴۷، ص ۱۱۸۴)

حضرت سیدتنا اسماء بنت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: وہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آئیں تو مقام قبا میں ان کے ہاں ولادت ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ فرماتی ہیں

کر میں بچے کو لے کر نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور میں نے اس کو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی مبارک گود میں رکھ دیا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے چھوہارا منگوایا اور اسے چبایا، پھر اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، پس سب سے پہلے اس کے پیٹ میں جو پہنچا وہ جنابِ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کا لعاب مبارک تھا پھر اسے کھجور کی گھٹی دی، پھر اس کے لیے دعائے خیر کی اور برکت سے نوازا، یہ اسلام میں پہلا بچہ پیدا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود... الخ، ج ۳، ص ۵۴۲)

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا، میں اس کو لے کر اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اور اسے کھجور سے گھٹی دی۔

(صحیح المسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیک المولود... الخ، الحدیث ۲۱۴۵، ص ۱۱۸۴)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو میں اسے لے کر خاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحْبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم چادر اوڑھے ہوئے اپنے اونٹ کو روغن مل رہے تھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں پھر میں نے کچھ کھجوریں نکال کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بارگاہ میں پیش کیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے وہ کھجوریں اپنے مبارک منہ میں ڈال کر چبائیں پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے بچے کا منہ کھول کر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور بچہ اسے چوسنے لگا۔ پھر رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: انصار کو کھجوروں کے ساتھ محبت ہے اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔

(صحیح المسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیک المولود... الخ، الحدیث ۲۱۴۴، ص ۱۱۸۳)

انہی احادیث کی بناء پر مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صالح و متقی مسلمانوں سے تحنیک کرواتے ہیں۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو شہد یا کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کی جاسکتی ہے۔

بچے کی موت پر صبر کا اجر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ بن عمران علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! جو عورت اپنے بچے کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کے لئے کیا جزاء ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں اسے اپنے سایہ رحمت میں اس دن جگہ دوں گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاھین، باب فضل من تبع الجنازۃ مختصراً، الحدیث ۴۰۸، ج ۱، ص ۳۶۴)

ایک روایت یوں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیّدُنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! جو عورت اپنے بچے کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کی جزاء کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب تعزیۃ اولیاء المیت، الحدیث ۵۸۷، ص ۱۷۹)

ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت سیّدُنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! جو عورت اپنے بچے کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کے لئے کیا جزاء ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں اسے اپنے سایہ رحمت میں اس دن جگہ دوں گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(45) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو زیادہ پچھاڑے بلکہ (حقیقت میں) پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول رکھے۔ (متفق علیہ)

وَالصُّرَعَةُ : بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّاءِ وَاَصْلُهٗ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ یَّصْرَعُ النَّاسَ كَثِیْرًا.

اَلصُّرَعَةُ: صاد کے پیش اور راء کے فتحہ کے ساتھ عرب والوں کے نزدیک اس کا مطلب ہے جو لوگوں کو بکثرت پچھاڑ لیتا ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحذر من الغضب، ج ۲ ص ۸۱۲، رقم: ۶۱۱۴، صحیح مسلم، باب فضل من یملک نفسه عند الغضب، ج ۲ ص ۴۳۰، رقم: ۶۸۱۰، الاداب للبیهقی، باب کظم الغیظ وترک الغضب، ص ۷۷، رقم: ۱۳۳، سنن الکبرٰی للنسائی، باب الشاعر یکثر الوقیعة فی الناس، ج ۲ ص ۸۱۰، رقم: ۲۱۹۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۲۳۶، رقم: ۷۲۱۸)

شرح حدیث: غصہ کب بُرا؟ کب اچھا ہے؟

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ غصہ بذاتِ خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔ مثلاً کسی بھوکے پیاسے دودھ پیتے بچے

کے رونے پر تم کو غصہ آگیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آگیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل بر محل ہے۔ لہٰذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر، ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ برا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے۔

غصے میں انسان کی حالتیں

انسان بعض اوقات کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آتشِ غضب اتنا بھڑک اٹھتی ہے کہ اس سے انسان کے دل کا خون بھی کھولنے لگتا ہے، پھر وہ خون بدن کی دیگر رگوں میں پھیل جاتا ہے اور جب دماغ تک اس طرح پہنچتا ہے جیسا کہ کھولتا ہوا پانی تو وہ خون وہاں پھیلنے کے بعد چہرے میں بھی سرایت کر جاتا ہے، جس سے اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، اور کھال کا ظاہری حصہ صاف ہونے کی وجہ سے اپنے اندر موجود خون کی سرخی کو ظاہر کر دیتا ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب انسان یہ سمجھ لے کہ وہ اپنے مغضوب (یعنی جس پر غصہ آیا اس) پر قدرت رکھتا ہے، ورنہ اگر انسان کو اپنے سے زیادہ طاقتور پر غصہ آئے اور اِنتقام لینے کی اُمید بھی نہ ہو تو اس کا خون کھال کے ظاہری حصے سے سمٹ کر دل کے اندر چلا جاتا ہے اور الٹا خوف پیدا ہو جاتا ہے، جس سے اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور اگر کسی ہم پلہ شخص پر غصہ آئے اور اس پر قدرت پا لینے میں شک ہو تو اس کا خون پھیلنے اور سمٹنے کے درمیان متردد ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور کبھی زرد، نیز وہ بے چینی محسوس کرتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ غصہ کی قوت کا مقام انسان کا دل ہوتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خون کا کھولنا اِنتقام لینے کے لئے ہوتا ہے، یہ قوت آتشِ غضب کے بھڑکنے کے وقت کسی ایذاء پہنچانے والی چیز کو دور کرنے کی خاطر اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے اس سے پہلے کہ وہ اسے تکلیف دے، یا پھر اگر ایذاء پہنچ جائے تو اس کے بعد محض دل کے اطمینان پانے یا پھر انتقام لینے کے لئے متوجہ ہوتی ہے، لہٰذا جذبۂ انتقام ہی اس سے لذت پاتا ہے اور اسے روکتا ہے۔

قوتِ غضب میں تفریط

غصہ میں تفریط یعنی اس قدر کم آنا کہ بالکل ہی ختم ہو جائے یا پھر یہ جذبہ ہی کمزور پڑ جائے، تو یہ ایک مذموم صفت ہے کیونکہ ایسی صورت میں بندے کی مُرُوَّت اور غیرت ختم ہو جاتی ہے اور جس میں غیرت یا مروّت نہ ہو وہ کسی قسم کے کمال کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ ایسا شخص عورتوں بلکہ حشرات الارض (یعنی زمینی کیڑے مکوڑوں) کے مشابہ ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اس قول کا یہی معنی ہے: جسے غصہ دلایا گیا اور وہ غصہ میں نہ آیا تو وہ گدھا ہے اور جسے راضی کرنے کی کوشش کی گئی اور وہ راضی نہ ہوا تو وہ شیطان ہے۔

اللہ عزوجل نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حمیت اور شدت پر ان کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنز الایمان: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ (پ6، المائدۃ:54)

ترجمۂ کنز الایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (پ26، الفتح:29)

اس معاملہ میں غصے کی اس کمی کا نتیجہ یوں ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے حرم یعنی محرم عورتوں مثلاً بہن یا بیوی وغیرہ سے چھیڑ چھاڑ کیے جانے کے معاملہ میں غیرت کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے، اور دوسرے یہ کہ گھٹیا اور کمینے لوگوں سے ذلت پہنچنے اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کا بھی احتمال ہے، حالانکہ یہ سب اِنتہائی برا اور قابلِ مذمت ہے، اگر اس کے ثمرات غیرت کی کمی اور ہیجڑوں کی سی طبیعت کے علاوہ کچھ نہ ہوں تو اس کے بارے میں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمان ہے:

کیا تمہیں سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی غیرت پر تعجب ہے حالانکہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور اس کے غیور ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ اس نے بے حیائی کو حرام فرما دیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، الحدیث: ۱۸۱۹۲، ج۶، ص ۳۳۴)

شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: غیرت ایمان کا حصہ ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب الشہادات، باب الرجل یتخذ الغلام ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۱۰۲۳، ج۱۰، ص ۳۸۱)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل اپنے غیرت مند بندوں کو پسند فرماتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل خود بھی مسلمان کے لئے غیرت فرماتا ہے، لہٰذا چاہیے کہ وہ بھی غیرت مند ہو۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۴۴۱، ج۶، ص ۱۸۳ مختصراً)

قوتِ غضب میں افراط

اس قوت میں افراط یعنی اضافہ بھی نہایت مذموم ہے کیونکہ یہ قوت انسان پر غلبہ پاتی ہے تو وہ معقول ومنقول ہر دو چیزوں کی سوجھ بوجھ سے عاری ہو جاتا ہے اور اس کے پاس کسی قسم کی دانش وفکر اور اختیار نہیں رہتا بلکہ وہ ایک مضطر (یعنی بے چین) اور مجبور قسم کا انسان بن جاتا ہے جس کا اضطرار یا تو اس کی اپنی طبیعت کا نتیجہ ہوتا ہے یا پھر دوسروں کی وجہ سے اضطرار کا شکار ہوتا ہے اور یا پھر یہ دونوں وجہیں ہو سکتی ہیں، وہ اس طرح کہ اس کی طبیعت اور فطرت ہی میں غضب وغصہ بھرا ہوا ہو، یا اس کا کسی ایسے شخص سے اختلاف ہو جائے جو اسے بڑا جانتا ہو اور اس کی شجاعت اور کمال کا معترف ہو یہاں تک کہ وہ اس شخص سے صرف اپنی تعریف ہی کی توقع کرتا ہو۔ جب بھی آتشِ غضب شدید ہو کر بھڑک جائے تو وہ اس شخص

کو جس کے اندر یہ آگ بھڑک رہی ہوتی ہے، ہر قسم کی نصیحت سننے، سمجھنے سے اسے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے بلکہ اس حالت میں اس کے نورِ عقل کے بجھ جانے اور ختم ہو جانے کی وجہ سے نصیحت اس کے اِشتعال میں مزید اضافہ کرتی ہے کیونکہ دماغ جو کہ فکر کا سرچشمہ ہے غصے کے بخارات اس تک پہنچ کر محسوس کرنے کے معاون کو ڈھانپ لیتے ہیں، جس سے اس کی بصارت (یعنی سمجھ بوجھ) تاریک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اسے سیاہی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا، بلکہ بعض اوقات تو اس کی آتشِ غضب میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے کہ اس کے دل کی وہ رطوبت جس سے دل زندگی پاتا ہے، ختم ہو جاتی ہے تو نتیجتاً وہ شخص غصے کی زیادتی کی وجہ سے مرجاتا ہے۔

غصہ کا علاج

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، رقم ۴۷۸۴، ج ۴، ص ۳۲۷)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آجائے تو آدمی کو چاہیے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تاکہ غصہ ختم ہو جائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ذر، رقم ۲۱۴۰۶، ج ۸، ص ۸۰)

(46) وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، وَاَحَدُهُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، ذَهَبَ مِنْهُ مَا يَجِدُ. فَقَالُوْا لَهُ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک کلمہ کا پتہ ہے اگر یہ وہ کہہ لے تو اس کی کیفیت غضب زائل ہو جائے اگر وہ کہہ لے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم تو اس کا غصہ ٹل جائے گا لوگوں نے اسے متوجہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے اللہ کی پناہ طلب کر شیطان کے شر سے جو مردود ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ینهی من السباب واللعن، ج ۴ ص ۱۰۹، رقم: ۶۰۴۸، صحیح مسلم، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب، ج ۲ ص ۴۳۷، رقم: ۶۸۱۲، مسند امام احمد بن حنبل، حديث معاذ بن جبل، ج ۸ ص ۲۴۴، رقم: ۲۲۱۶۳)

الاداب للبیہقی، باب کظم الغیظ وترک الغضب، ص ۶۹، رقم: ۱۳۴۔ مستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ حم السجدۃ، ج ۳، ص ۲۰۹، رقم: ۳۷۷۹۔ المعجم الکبیر، من اسمہ معاذ بن جبل، ج ۲۰، ص ۱۴۰، رقم: ۱۴۰۳۲)

شرح حدیث: غصے کے علاج کی چند صورتیں

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غصہ پی جانے کے ثواب سے آگاہ ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اپنے آپ کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عذاب سے ڈرائے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو انتقام کے انجام سے ڈرائے کیونکہ دشمن بھی اسی طرح اسے تکلیف دینے پر کمربستہ ہے۔ اس طرح یہ طویل دشمنی بن جائے گی اور غصے کے وقت دوسروں کی شکل بگڑنے میں غور وفکر کرے اور اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے اور سوچے کہ غصے میں آنے والا حملہ کرنے والے درندے کی طرح ہوتا ہے اور بُردبار شخص انبیاءِ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (کے اَخلاق) کی نظیر ہوتا ہے۔

جب انسان غور کریگا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا غصہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا کام اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی مشیّت کے مطابق ہوا ہے، اس کے ارادے کے مطابق نہیں ہوا اور اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ غصے کا آنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ جب تو نے ان امور کو جان لیا تو تجھ پر لازم ہے کہ غصے کے وقت اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ۔ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسی طرح حکم فرمایا کہ غصے کے وقت اَعُوْذُ بِاللہِ پڑھو۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحدیث ۶۱۱۵، ص ۵۱۶)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب غصہ آتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کا ناک پکڑ کر ارشاد فرماتے: اے عویش (اسم عائشہ کی تصغیر)! یوں کہو: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصے کو ختم فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ فرما۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب ما یقول اذا غضب، الحدیث ۴۵۵، ص ۱۴۲) (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷۲۱۳، ص ۱۱۷۵)

انسان کو چاہے کہ غصے کے وقت یہ (مندرجہ بالا) الفاظ کہے، کھڑا ہو تو من جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ چنانچہ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں بھڑکتی ہے، کیا تم اس کی وجہ سے رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کی سرخی کو نہیں دیکھتے پس جب تم میں سے کوئی ایسی بات (یعنی غصہ) پائے تو اگر کھڑا ہو تو من جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اگر اس طرح بھی غصہ ختم نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرے کیونکہ پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما اخبر النبی اصحابہ بما ہو کائن الی یوم القیامۃ، الحدیث ۲۱۹۱، ص ۱۸۷۲) (سنن ابی داود، کتاب

الادب، باب مایقال عند الغضب، الحدیث ۴۷۸۲ / ۴۷۸۴، ۴، ص ۱۵۷۵)

(47) وَعَنْ معاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى اَنْ يُّنْفِذَهٗ، دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مَا شَاءَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قدرت کے باوجود غصہ پی لیا اس کو اللہ بزرگ و برتر روزِ حشر سب انسانوں کے سامنے بلا کر پسند کی حوریں چننے کا اختیار عطا فرمائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من کظم غیظا، ج ۴ ص ۶۶۲، رقم: ۴۷۷۷، سنن ترمذی، باب فی کظم الغیظ، ج ۴ ص ۱۵۶، رقم: ۲۴۹۳، سنن الکبری للبیہقی، باب ما علی السلطان من القیام، ج ۸ ص ۱۶۱، رقم: ۱۶۰۸۸، سنن ابن ماجہ، باب الحلم، ج ۲ ص ۲۴۷، رقم: ۴۱۸۶، مسند ابی یعلی، مسند معاذ بن انس، ج ۱ ص ۶۸۸، رقم: ۱۴۹۷)

شرح حدیث: غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم، رقم ۴۱۸۶، ج ۴، ص ۴۶۳)

غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جا گرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظر سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے درگزر کرنے والے) آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے عرض کی: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) (پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔ (بحر الدموع مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے اور مؤمن کو گالی دینا

فسق (یعنی بدکاری) ہے اور اس سے جھگڑنا ناشکری ہے اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت جیسی ہے اور جو معافی چاہے گا اللہ عزوجل اسے معاف فرما دے گا اور جو غصے پر قابو رکھے اللہ عزوجل اسے اجر عطا فرمائے گا اور جو مغفرت چاہے اللہ عزوجل اسے بخش دے گا اور جو کسی مصیبت پر صبر کرے اللہ عزوجل اسے اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔

(بحرالدموع امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(48) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَوْصِنِیْ، قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہِ نبی اکرم ﷺ میں وصیت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کر اس نے بار بار یہی عرض کیا: آپ نے یہی فرمایا: غصہ نہ کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب الحذر من الغضب ج ۲ ص ۸۱۲ رقم: ۶۱۱۶ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی هریرة رضی الله عنه ج ۲ ص ۳۶۶ رقم: ۱۰۰۱۲ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری کتاب الادب ج ۶ ص ۹۵ رقم: ۵۳۲۲ الاحاد والمثانی من اسمه جاریة بن قدامه رضی الله عنه ص ۳۸۰ رقم: ۱۱۶۷ سنن ترمذی باب ما جاء فی کثرة الغضب ج ۱ ص ۵۵ رقم: ۲۰۲۰)

شرح حدیث: فضیلتِ حلم

غصہ و غضب کے وقت اطمینان سے رہنے اور غصہ کی شدت پر قابو پانے کا نام حلم ہے۔ اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی وجہ سے غصہ کرنا لازم ہو تو ایسا غصہ حلم کے منافی نہیں اور اگر کوئی اس سبب پر بھی قابو پالے تو یہ بھی حلم ہی میں شامل ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ، الخلق الحشرون من الاخلاق الستین المذمومۃ۔۔۔۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۶۳۸)

حلم (یعنی طبعی بردباری) غصہ پی جانے سے افضل ہے کیونکہ غصہ پینے سے مراد تکلفاً برداشت کرنا اور تکلفاً بُردبار بنا ہے جبکہ طبعی بُردباری عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور قوت غضب کا ٹوٹنا عقل کے ماتحت ہے اور اس کی ابتداء تکلفاً بُردبار بننے سے ہوتی ہے پھر یہ عادت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب ربّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور بردباری تکلفاً برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے اسے بچا لیا جاتا ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۲۶۶۳، ج ۲، ص ۱۰۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ سکون اور بُردباری بھی طلب کرو، ان کے لئے نرمی اختیار کرو جن سے سیکھتے ہو اور جن کو سکھاتے ہو اور متکبر علماء میں سے نہ ہونا ورنہ تمہاری جہالت تمہاری بُردباری پر غالب آ جائے گی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۱۶۵، عباد بن کثیر، ج ۵، ص ۵۴۲)

نرمی کی فضیلت

جان لو! نرمی قابلِ تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔

سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم رہا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عائشۃ، الحدیث ۴۵۱۳، ج۴، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ اَهْلَ بَيْتٍ اَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ۔

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی گھرانے کو پسند فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۴۴۸۱، ج۹، ص ۳۴۵، اذا احب: بدلہ: اذا اراد)

(49) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایماندار مرد و زن کو اس کے جان و مال اور اولاد میں مصائب آتے رہتے ہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ گناہوں سے پاک ہو کر پیش ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی الصبر علی البلاء ج۱ ص۶۰۲ رقم: ۲۳۹۹، صحیح ابن حبان باب ما جاء فی الصبر ج۱ ص۴۸۷ رقم: ۲۹۲۲، المستدرک للحاکم کتاب الرقاق ج۴ ص۳۵۰ رقم: ۷۸۷۹، الفتح الکبیر للسیوطی حرف المیم ج۳ ص۱۱۹ رقم: ۱۰۹۸۷، جامع الاصول الباب العاشر فی فضل المرض والنوائب الموت ج۱ ص۵۸۹ رقم: ۷۳۵۰)

شرح حدیث: بنی اسرائیل کا ایک گنہگار

بنی اسرائیل میں ایک گنہگار شخص تھا۔ جوں جوں اس کے گناہوں اور نافرمانیوں کا سلسلہ بڑھتا جاتا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر اپنا رزق اور احسان بھی بڑھاتا جاتا۔ جب اس نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے گناہوں اور برائیوں میں ملوث رہنے والے کے لئے عذاب کا بیان سنا تو کہنے لگا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! میرا رب عَزَّوَجَلَّ کیا چاہتا ہے؟ کیونکہ میں جب بھی گناہوں میں زیادتی کرتا ہوں تو وہ مجھے اپنا مزید فضل و نعمت عطا فرماتا ہے۔ اس کی اس بات سے آپ علیہ السلام بہت حیران ہوئے۔ جب آپ علیہ السلام کوہِ طور پر مناجات کے لئے حاضر ہوئے تو عرض کی: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو جانتا ہے جو تیرے نافرمان بندے نے کہا ہے کہ جب بھی وہ گناہ کرتا ہے تو تُو اس پر مزید احسان

فرماتا ہے۔تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں اس کو عذاب دیتا ہوں لیکن وہ جانتا نہیں۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: مولیٰ! تو اسے کیسے عذاب دیتا ہے حالانکہ تو اس کے رزق کو کشادہ کرتا اور اسے ڈھیل دے دیتا ہے۔ جواب ملا: میں اسے اپنی بارگاہ سے دوری اور اپنے فضل وکرم سے محرومی کا عذاب دیتا ہوں، اپنی اطاعت سے غافل کر دیتا ہوں، اپنے حضور مناجات کی لذت سے سلائے رکھتا ہوں اور سحری میں اپنے عتاب اور اپنے دلنواز خطاب کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ میرے عزت وجلال کی قسم! میں اسے ضرور اپنا دردناک عذاب چکھاؤں گا اور اپنے انعام واکرام کی زیادتی سے محروم کردوں گا۔

پیارے اسلامی بھائی! گناہوں میں مقابلہ کرنے والوں کو دیکھ کہ ان کو بہت زیادہ مہلت دے دی گئی اور ان کو عذاب دینے میں جلدی نہ کی گئی بلکہ انہیں ڈھیل دے دی گئی مگر وہ گناہوں کی لذات پر خوش ہیں حالانکہ یہی لذات ان کے لئے غم کا باعث بن جائیں گی۔ چنانچہ، ربِّ عظیم عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّہُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ O نُسَارِعُ لَہُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے۔ یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔ (پ18، المؤمنون:55، 56)

اس دن انہیں کس قدر رسوائی ہوگی جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ انہیں ان کی بداعمالیوں پر خبردار فرمائے گا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

گناہوں کے بھیانک انجام پر غور کرو۔ کیسے لذتیں ختم ہو جائیں گی اور خامیاں باقی رہ جائیں گی۔ میں تمہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں کہ گناہ کی طلب سے بچو کہ یہ بہت بری طلب ہے اور اس کے اثرات چہروں اور دلوں پر کتنے برے ہیں۔ سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! وہ بندہ کتنا خوش بخت ہے جس نے اپنے دل کو صاف ستھرا کرلیا، اپنے نامۂ اعمال کو گناہوں سے پاک کرلیا اور اپنے ظاہر وباطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے خالص کرلیا۔

(50) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُیَیْنَۃُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَی ابْنِ اَخِیْہِ الْحُرِّ بْنِ قَیْسٍ، وَکَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِیْنَ یُدْنِیْہِمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، وَکَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَمُشَاوَرَتِہٖ کُہُوْلًا کَانُوْا اَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُیَیْنَۃُ لِابْنِ اَخِیْہِ: یَا ابْنَ اَخِیْ، لَکَ وَجْہٌ عِنْدَ ہٰذَا الْاَمِیْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِیْ عَلَیْہِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس مہمان بن کر آئے اور حر اس جماعت میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے اور قرآن پاک کے علماء ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس ومشورہ والے تھے وہ جوان ہوں یا پختہ عمر۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تم ذی قدر ہو میرے لیے اجازت طلب

فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ. فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيَ يَا ابنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِينَا بِالْعَدْلِ. فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ. فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) (الأعراف: 199) وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ، وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کرو اجازت طلب کرنے پر حضرت عمر نے اجازت دے دی تو عیینہ آئے اور بولے: اے ابن خطاب! اللہ کی قسم! تو ہمیں کافی نہیں دیتا اور ہم میں انصاف نہیں کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا آپ نے کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا' تو حر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا ہے کہ معاف کرنے کا طریقہ اپناؤ اور جاہلوں سے روگردانی کرو اور (معاف نہ کرنا اور نیکی کا حکم نہ دینا) جاہلوں کا کام ہے۔ حر کے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور آپ احکام قرآنی پر تعمیل کے لیے خوب رکنے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص۹۸۷، رقم: ۶۲۸۶، مسند الشامیین للطبرانی احادیث شعیب عن الزهری، ص۶۱۹، رقم: ۳۱۲۲، سنن الکبری للبیهقی، باب ما علیا لسلطان من القیام، ج ۸ص۱۶۱، رقم: ۱۶۰۸۹، تفسیر ابن ابی حاتم، قوله تعالی "واعرض عن الجاهلین" ج ۳ص۱۴۲، رقم: ۹۳۵۳، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی العفو والمغفرة، ج ۳ص۴۹، رقم: ۵۸۸۴)

شرح حدیث: عفو و درگزر کی فضیلت کا بیان

عفو کا معنی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ انسان کا حق ہو اور اسے چھوڑ دے جیسے قصاص، مال یا تاوان چھوڑ دینا۔

یہ بھی صبر کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

خُذِ الْعَفْوَ

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔ (پ9، الاعراف: 199)

اللہ رب العزت کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔ (پ2، البقرۃ: 237)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم کھاتا تو ان پر کھاتا: (۱) صدقہ سے مال کم

نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (۲) کوئی شخص کسی دوسرے کی زیادتی کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا جوئی کے لئے معاف کر دے تو بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، الحدیث ۲۳۳۵، ص۱۸۸۶)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: عاجزی و انکساری بندے کے مرتبے میں اضافہ کرتی ہے پس تواضع اختیار کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں رفعت عطا فرمائے گا، درگزر کرنا بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے پس معاف کیا کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے پس صدقہ کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَه، فَقَدِ انْتَصَرَ۔

ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر، الحدیث ۳۵۵۲، ص۲۰۱۷)

(51) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا! قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ، وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَالْاَثَرَةُ: الْاِنْفِرَادُ بِالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهٗ فِيْهِ حَقٌّ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میرے بعد ترجیح ہوگی اور کچھ ایسے کام ہوں گے جو تمہیں نامانوس ہوں گے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! پھر ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جو حق تمہارے ذمہ ہے وہ تم ادا کرنا اور جو تمہارا حق ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ (متفق علیہ) اثرۃ: (اس کا مطلب ہے) باقیوں کو محروم کر کے کسی ایک حقدار کو سارا کچھ دے دینا۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج ۱ص۱۰۹، رقم: ۳۶۰۸ صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، ج ۲ص۱۲۱، رقم: ۴۸۸۱ صحیح ابن حبان، باب طاعۃ الائمۃ، ج ۲ص۳۱۱، رقم: ۴۵۸۷ مسند ابی یعلی مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۲ص۸۸، رقم: ۵۱۵۶ مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی ایام الصبر، ج ۷ص۵۵۶، رقم: ۱۲۲۲۴)

شرح حدیث: مشک کے ٹیلے

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے (راوی فرماتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن (۱) وہ غلام جس نے اللہ عزوجل اور اپنے دنیوی آقاؤں کا حق ادا کیا (۲) وہ شخص جو کسی قوم کا امام بنا اور اس کی قوم اس سے راضی ہو اور (۳) وہ شخص جو ہر دن اور رات میں پانچ نمازوں کے لئے اذان کہے۔

(سنن الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب احادیث صفۃ الثلاثۃ الذین یحبہم اللہ، الحدیث ۲۵۶۶، ص ۱۹۱۰، بتقدم وتاخر)

محبوب ربُّ العلمین، جناب صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تین شخص ایسے ہوں گے جنہیں بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت) خوف زدہ نہ کرے گی اور نہ ہی ان سے حساب لیا جائے گا، وہ لوگ مخلوق کے حساب سے فارغ ہونے تک مشک کے ٹیلے پر ہوں گے: وہ شخص جس نے اللہ عزوجل کی رضا کے لئے قرآن پاک پڑھا اور اس کے ذریعے کسی قوم کی امامت کرائی اور وہ قوم بھی اس سے راضی ہو اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نماز کی طرف بلانے (یعنی اذان کہنے) والا اور وہ غلام جو اپنے رب عزوجل اور اپنے (دنیاوی) آقاؤں کے حقوق احسن طریقے سے ادا کرنے والا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان، الحدیث ۱۸۴۶، ج ۲، ص ۸۵)

(52) وَعَنْ اَبِيْ يَحْيٰى اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا، فَقَالَ: اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَاُسَيْدٌ: بِضَمِّ الْهَمْزَةِ. وَحُضَيْرٌ: بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَّضَادٍ مُّعْجَمَةٍ مَّفْتُوْحَةٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

حضرت ابویحیٰی اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے مجھے کیوں نہیں بناتے فرمایا تمہیں میرے بعد ترجیح کا سامنا کرنا ہے تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملو۔ (متفق علیہ) اُسَیْد: میں ہمزہ پر پیش اور حُضَیْر: میں حا مہملہ پر پیش ہے اور ضاد معجمہ پر فتحہ ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار اصبروا، ج ۲ ص ۱۰۹، رقم: ۳۷۹۲ صحیح مسلم، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبهم علی الاسلام، ج ۱ ص ۴۱۱، رقم: ۲۴۹۳ الاحاد والمثانی ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصر ص ۲۲۳، رقم: ۱۸۳۳ سنن ترمذی، باب فی الاثرۃ وما جاء فیه، ج ۱ ص ۴۸۲، رقم: ۲۱۸۹ سنن الکبری للبیہقی، باب الصبر علی اذی یصیبه، ج ۸ ص ۱۵۹، رقم: ۱۶۴۰۴)

شرحِ حدیث: نیکیوں کے ذَرِیعے مالدار

بندوں کی حق تلفی آخرت کیلئے بہُت زیادہ نقصان دِہ ہے، حضرت سیِّدُنا احمد بن حرب علیہ رحمۃ الرَّبّ فرماتے ہیں: کئی لوگ نیکیوں کی کثیر دولت لئے دنیا سے مالدار رخصت ہوں گے مگر بندوں کی حق تلفیوں کے باعث قیامت کے دن اپنی ساری نیکیاں کھو بیٹھیں گے اور یوں غریب و نادار ہو جائیں گے۔

(تنبیہُ المُغترین ص ۵۳ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب محمد بن علی مکی علیہ رحمۃ اللہِ القوی قُوتُ الْقُلوب میں فرماتے ہیں: زیادہ تر (اپنے نہیں بھیا) دوسروں کے گناہ ہی دوزخ میں داخِلے کا باعِث ہوں گے جو (حقوق العِباد تلَف کرنے کے سبب) انسان پر ڈالدیئے جائیں گے۔ نیز بے شمار افراد (اپنی نیکیوں کے سبب نہیں بھیا) دوسروں کی نیکیاں حاصل کر کے جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ (قُوتُ القُلوب ج ۲ ص ۲۹۲) ظاہر ہے دوسروں کی نیکیاں حاصل کرنے والے وُہی ہوں گے جن کی دنیا میں دل آزاریاں اور حق تلفیاں ہوئی ہوں گی۔ یوں بروزِ قیامت مظلوم اور دکھیارے فائدے میں رہیں گے۔

اہل فضل کہاں ہیں؟

حضرتِ سیدنا عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحْبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی ندا کریگا، اہل فضل کہاں ہیں؟ تو کچھ لوگ کھڑے ہونگے جو تعداد میں نہایت قلیل ہونگے۔ جب یہ جلدی سے جنت کی طرف بڑھیں گے تو فرشتے ان سے ملیں گے اور کہیں گے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم تیزی سے جنت کی طرف جارہے ہو تم کون ہو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے کہیں گے کہ تمہارا فضل کیا ہے؟ وہ جواب دیں گے، جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے اور جب ہم سے برائی کا برتاؤ کیا جاتا تھا تو اسے برداشت کرتے تھے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اچھے عمل والوں کا ثواب کتنا اچھا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الرفق، رقم ۱۸، ج ۳، ص ۲۸۱)

حکام کے ظلم پر صبر کرنا

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حاکموں کے ظلم پر نہایت صبر کرتے تھے اور بڑے استقلال سے ان کی تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تکالیف ہمارے گناہوں کی بہ نسبت بہت کم ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج ثقفی خدا کی طرف سے ایک آزمائش تھا جو بندوں پر گناہوں کے موافق آیا۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، صبرھم علی جور الحکام، ص 42)

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے تھے:

کہ جب تجھے ظالم بادشاہ کے ساتھ ابتلاء واقع ہوجائے اور اس کے سبب سے تیرے دین میں نقصان پیدا ہوجائے تو اس نقصان کا کثرت استغفار کے ساتھ تدارک کر اپنے لئے اور اس ظالم بادشاہ کے لئے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، صبرھم علی جور الحکام، ص42)

(53) وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ، انْتَظَرَ حَتّٰی اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِیْهِمْ، فَقَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ۔ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دشمن کے ساتھ لڑائی کے بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورج ڈھلنے کا انتظار کیا بعد ازاں لوگوں میں کھڑے ہوکر فرمایا: اے لوگو! دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالٰی سے عافیت مانگو اور جب دشمن سے جنگ ہو تو صبر کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ! اے قرآن اُتارنے والے بادل چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان لوگوں کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (متفق علیہ) اور توفیق خیر اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب لا تمنوا لقاء العدو، ج۱ص۱۱، رقم: ۲۸۶۳، صحیح مسلم، باب کراهیة تمنی لقاء العدو، ج۲ص۴۴۳، رقم: ۳۶۳۹، سنن ابوداؤد، باب فی کراهیة تمنی لقاء العدو، ج۱ص۸۳۶، رقم: ۲۶۳۳، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر فی فضل الجهاد، ج۵ص۳۳۰، رقم: ۱۹۸۵۶، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الامارة، ج۵ص۱۲۹، رقم: ۴۳۴۹)

شرح حدیث: عفو و عافیت مانگنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ منبر پر کھڑے ہوئے پھر رونے لگے اور فرمایا، جب خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم پہلے سال ہمارے درمیان منبر پر تشریف فرما ہوئے تو رونے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل سے عفو اور عافیت کا سوال کیا کرو کیونکہ ایمان کے بعد کسی کو عافیت سے سو کوئی چیز نہیں دی گئی۔

(جامع الترمذی، کتاب احادیث شتّی، باب (۱۲۰)، رقم ۳۵۶۹، ج۵، ص۳۲۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ

عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بندہ اس سے افضل کوئی دعا نہیں مانگتا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو۔۔۔الخ، رقم ۳۸۵۱، ج ۴، ص ۲۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل سے عافیت کا سوال کرنا اسے زیادہ محبوب ہے۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۸۹) رقم ۳۵۲۶، ج ۵، ص ۳۰۶)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل دعا کون سی ہے؟ فرمایا، اپنے رب عزوجل سے عافیت اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کیا کرو۔ پھر اس شخص نے دوسرے دن حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل دعا کون سی ہے؟ فرمایا، اپنے رب عزوجل سے عافیت اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کیا کرو۔ پھر تیسرے دن حاضر ہو کر اس نے یہی سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اس کی مثل دعا بتائی پھر فرمایا، جب تجھے دنیا اور آخرت میں عافیت مل جائے تو تُو کامیاب ہو گیا۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، رقم ۳۵۲۳، باب (۸۹) ج ۵، ص ۳۰۵)

اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کا ثواب

قرآن مجید میں کئی مقامات پر جہاد کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر جہاد کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ O

اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

جنت تلواروں کے سایہ کے

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔ تو ایک خستہ حال بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اے ابوموسیٰ! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تم پر سلامتی ہو۔ اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی۔ اس کے بعد تلوار لے کر دشمن پر حملہ آور ہوا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، رقم ۱۹۰۲، ص ۱۰۵۳)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بدر کی جانب روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے وہاں ( ) گئے۔ جب مشرکین وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی زمین وآسمان جتنی ہے۔ تو حضرت سیدنا عُمَیر بن حُمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک جنت کی چوڑائی زمین وآسمان جتنی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ وہ کہنے لگے، خوب بہت خوب۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے بہت خوب کیوں کہا؟ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا عزوجل کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں میں نے تو یہ بات صرف اس امید پر کہی کہ میں بھی جنت کا حق دار ہو جاؤں۔

آپ نے ارشاد فرمایا، یقیناً تم جنت کے حق دار ہو۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے توشہ دان سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے پھر کہا، اگر میں اپنی کھجوریں کھانے میں مشغول رہا تو میری زندگی طویل ہو جائے۔ اور اپنی کھجوریں پھینک کر مشرکین سے مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، رقم ۱۹۰۱، ص ۱۰۵۳)

4-بَابُ الصِّدْقِ

صدق کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ)(التوبة: 119).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ) (الأحزاب: 35)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور صدق والے مرد اور عورتیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَلَوْ صَدَقُوا اللهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ) (محمد: 21)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اللہ تعالیٰ سے صدق کا معاملہ کرتے تو ان کے لیے جسے ہوتا۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(54) اَلْأَوَّلُ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيْقًا۔ وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ

پہلی حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ تعالیٰ کی

اللّٰہ کَذَّابًا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. بارگاہ میں کذاب (بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین" ج ۲ ص ۱۱۱، رقم: ۶۰۹۴، صحیح مسلم، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، ج ۲ ص ۴۲۹، رقم: ۶۸۰۳، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الشاعر یمدح الناس بما لیس فیھم، ج ۱۰ ص ۲۴۲، رقم: ۲۱۶۶۸، مستدرک للحاکم، کتاب العلم، ج ۱ ص ۱۲۸، رقم: ۴۴۰، مسند ابی یعلی مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۳ ص ۲۷۱، رقم: ۵۱۳۸)

شرح حدیث: دل میں حق اور زبان پر سچ

حضرت سیِّدُنا ابوادریس عائذ اللہ خولانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! وہ کون ہے جو تیرے سایہ رحمت میں ہوگا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں کا میں چرچا کرتا ہوں اور وہ میرا ذکر کرتے ہیں اور جو میری رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں پس یہی لوگ میرے عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اُس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! حظیرۃ القدس (یعنی جنت) میں تیرے قرب میں کون ہوگا؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: وہ بندے جن کی آنکھیں زنا کے لئے نہیں اٹھتیں (یعنی بدنگاہی نہیں کرتے)، اپنے مال میں سود نہیں ملاتے، اپنے فیصلوں پر رشوت نہیں لیتے، ان کے دلوں میں حق اور ان کی زبانوں پر سچ ہوتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، الجزء العاشر، خزیمۃ العابد، ج ۴، ص ۳۱۱)

بچوں سے سچ بولئے

بچوں سے سچ بولئے انہیں بہلانے کے لئے جھوٹے وعدے نہ کیجئے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہمارے گھر تشریف فرما تھے کہ میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلاتے ہوئے کہا کہ اِدھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی۔ رسولِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دریافت فرمایا: تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں اسے کھجور دوں گی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو تمہارا ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، الحدیث ۴۹۹۱، ج ۴، ص ۳۸۷)

روئے زمین کا سب سے بڑا عالم

حضرت سیِّدُنا ابوزکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ فرماتے سنا: جب ہم مکہ میں مقیم تھے تو مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے۔ میں

نے کہا: سنائیے، کیا خواب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے فلاں کو یہ کہتے سنا کہ آج رات اہلِ زمین کا سب سے بڑا عالم فوت ہوگیا ہے۔ جب ہم نے حساب لگایا تو وہ حضرت سیّدُنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا دن تھا۔

(حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۹۳۴، ج۶، ص۳۶۵۔ ترتیب المدارک وتقریب المسالک، باب ذکر وفاۃ مالک، ج۱، ص۷۸)

حضرت سیّدُنا یونس بن عبد الاعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیّدُنا بشر بن بکر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے حضرت سیّدُنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علماء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے ایک گروہ کے ساتھ جنت میں دیکھ کر پوچھا: حضرت سیّدُنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: ان کے درجات بہت بلند ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ جواب ملا: اُن کی سچائی کی بدولت۔

(التمہید لابن عبد البر، مقدمۃ المصنف، باب ذکر عیون من اخبار مالک وذکر فضل موطئہ، ج۱، ص۵۶)

(55) اَلثَّانِي: وَعَنْ اَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَاْنِيْنَةٌ، وَّالْكَذِبَ رِيْبَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

قَوْلُهُ: يُرِيْبُكَ هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا: وَمَعْنَاهُ اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِي حِلِّهِ وَاعْدِلْ اِلٰى مَا لَا تَشُكُّ فِيْهِ.

دوسری حدیث: حضرت ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: شک والا کام چھوڑ کر وہ کر جس میں شک نہ ہو کیونکہ صدق اطمینان کا باعث ہے جھوٹ شک کا سبب ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے صحیح حدیث کہا۔ لفظ يُرِيْبُكَ: یاء پر فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ ہے اس کا مطلب ہے: جس کے حلال ہونے میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کام کی طرف مائل ہو جاؤ جس کا حلال ہونا یقینی ہو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة، ج ۴ص۲۳۲، رقم: ۲۵۱۸، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب کراهیة متابعیة من اکثر ماله، ج ۵ص۳۳۵، رقم: ۱۱۱۲۳، امثال الحدیث لابی الشیخ الاصهانی، ص ۱۳، رقم: ۳۵، مسند ابی یعلی، مسند الحسن بن علی، ج ۶ص۱۳۲، رقم: ۶۷۶۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند الحسن بن علی، ج ۱ص۴۰۰، رقم: ۱۷۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ و علم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب و سنت کے مطابق ہو، عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (مرقات واشعہ) بعض لا پرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلا وجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان

کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہٰذا حدیثیں واضح ہے۔

یعنی مؤمن کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ (لمعات مختصراً) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو تو سمجھ لو کہ اس کا دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہ ہی حال عقل کا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۲)

مشتبہ بالٹی

حضرت سیِّدُنا ادریس حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لئے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا حاضر ہوئے۔ وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنگ دستی غالب آگئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بالٹی تھی۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی چیز کے بدلے ایک سبزی فروش کے پاس گروی رکھ دی۔ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنگ دستی دُور فرمادی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سبزی فروش کے پاس آئے اور اسے رقم دے کر اپنی بالٹی کا مطالبہ کیا۔ سبزی فروش کھڑا ہوا اور ایک جیسی دو بالٹیاں حاضر کر دیں اور کہنے لگا: مجھ پر آپ کی بالٹی مشتبہ ہوگئی ہے، آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ پر بھی معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے کہ کون سی بالٹی میری ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں اسے بالکل نہ لوں گا۔ سبزی فروش نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں بھی اس کو دیئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ آخر کار دونوں اس کو فروخت کر کے رقم صدقہ کرنے پر رضامند ہوگئے۔ (حلیۃ الاولیاء، الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث ۱۳۶۵۱، ج ۹، ص ۱۸۱، بتغیر)

(56) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّۃِ ھِرَقْلَ، قَالَ ھِرَقْلُ: فَمَاذَا یَاْمُرُکُمْ - یَعْنِیْ: النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ: قُلْتُ: یَقُوْلُ: اعْبُدُوا اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُکُمْ، وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلَاۃِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

تیسری حدیث: حضرت ابوسفیان صخر بن حارث ﷛ سے روایت ہے کہ ہرقل بادشاہ والی لمبی حدیث میں ہرقل نے کہا کہ وہ نبی یعنی نبی اکرم ﷺ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ جو باتیں تمہارے باپ دادا کہتے تھے اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الیا لاسلام، ج ۱ص۴۲۸، رقم: ۲۹۴۰ صحیح مسلم، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ھرقل یدعوہ الی الاسلام، ج ۲ص۲۶۳، رقم: ۲۷۰۴ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب اظہار دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۹ص۱۷۷، رقم: ۱۹۰۲۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، ج ۱ص۲۶۲، رقم: ۲۳۷۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان منہا بعد مبعثہ، ج ۷ص۲۶۵، رقم: ۸۸۴۲)

شرح حدیث: نامہ مبارک اور قیصر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر کے نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس خط لے کر بصریٰ تشریف لے گئے اور وہاں قیصر روم کے گورنر شام حارث غسانی کو دیا۔ اس نے اس نامہ مبارک کو بیت المقدس بھیج دیا۔ کیونکہ قیصر روم ہرقل ان دنوں بیت المقدس کے دورہ پر آیا ہوا تھا۔ قیصر کو جب یہ مبارک خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ قریش کا کوئی آدمی ملے تو اس کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔ قیصر کے حکام نے تلاش کیا تو اتفاق سے ابوسفیان اور عرب کے کچھ دوسرے تاجر مل گئے۔ یہ سب لوگ قیصر کے دربار میں لائے گئے۔ قیصر نے بڑے طمطراق کے ساتھ دربار منعقد کیا اور تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا۔ اور تخت کے گرد ارکین سلطنت، بطارقہ اور احبار و رہبان وغیرہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی حالت میں عرب کے تاجروں کا گروہ دربار میں حاضر کیا گیا اور شاہی محل کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ پھر قیصر نے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلے قیصر نے یہ سوال کیا کہ عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے ان کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں قیصر نے ان کو سب سے آگے کیا اور دوسرے عربوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ دیکھو! اگر ابوسفیان کوئی غلط بات کہے تو تم لوگ اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ پھر قیصر اور ابوسفیان میں جو مکالمہ ہوا وہ یہ ہے۔

قیصر: مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: ان کا خاندان شریف ہے۔

قیصر: کیا اس خاندان میں ان سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا ان کے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: جن لوگوں نے ان کا دین قبول کیا ہے وہ کمزور لوگ ہیں یا صاحب اثر؟

ابوسفیان: کمزور لوگ ہیں۔

قیصر: ان کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھتے جا رہے ہیں۔

قیصر: کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اس کو نا پسند کر کے پلٹ بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگ انہیں جھوٹا سمجھتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا وہ کبھی عہد شکنی اور وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان: ابھی تک تو نہیں کی ہے لیکن اب ہمارے اور ان کے درمیان (حدیبیہ) میں جو ایک نیا معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں اس میں وہ کیا کریں گے؟

قیصر: کیا کبھی تم لوگوں نے ان سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: نتیجہ جنگ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی ہم جیتے، کبھی وہ۔

قیصر: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ، بتوں کو چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامنی اختیار کرو، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۶، الحدیث ۷، ج ۱، ص ۱۰۔۱۲)

اس سوال و جواب کے بعد قیصر نے کہا کہ تم نے ان کو خاندانی شریف بتایا اور تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ پیغمبر اچھے خاندانوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم نے کہا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اوروں کی نقل اتار رہا ہے۔ تم نے اقرار کیا ہے کہ ان کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو میں سمجھ لیتا کہ یہ شخص اپنے آباء و اجداد کی بادشاہی کا طلبگار ہے۔ تم مانتے ہو کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولے تو جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا علم وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے؟

(سیرتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۳۶۷۔۳۶۸)

ہرقل کے پاس انبیاء کی تصاویر

پھر ہرقل نے ہمیں باعزاز و اکرام ایک مکان میں اتارا، دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا، ہم گئے اس وقت اکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا، ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے ہر خانے پر دروازہ لگا تھا، اس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہوا نکالا اسے کھولا تو اس میں ایک سرخ تصویر تھی،

مرد فراخ چشم بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی سر کے بال نہایت کثیر (بے ریش دو گیسو غایت حسن و جمال میں) ہرقل بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ آدم ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پھر وہ تصویر رکھ کر دوسرا خانہ کھولا، اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا، اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی، مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر (آنکھیں سرخ، داڑھی خوبصورت) پوچھا: انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا اس میں نہایت گورے رنگ کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی (کشادہ پیشانی)، رخسارے سُتے ہوئے، سر پر نشانِ پیری، ریش مبارک سپید نورانی، تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے، سانس لے رہی ہے (مسکرا رہی ہے) کہا: ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا، اس میں سے سبز ریشم کا پارچہ نکالا، اسے جو ہم نظر کریں تو محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی، بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم رونے لگے اور کہا: یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں، وہ بولا: تمہیں اپنے دین کی قسم یہ محمد ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں ہمیں اپنے دین کی قسم یہ حضور اکرم کی تصویر پاک ہے گویا ہم حضور کو حالتِ حیات دنیوی میں دیکھ رہے ہیں، اسے سنتے ہی وہ اچھل پڑا بے حواس ہو گیا سیدھا کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا دیر تک دم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر اٹھا کر بولا: اما انه اٰخر البیوت ولکنی عجلته لا نظر ما عند کم۔ (جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن معافی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۱۵۶۴۱، دار الفکر بیروت ۲۰/ ۱۳) (دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما وجد فی صورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱/ ۸۸، ۳۸۷) سنتے ہو یہ خانہ سب خانوں کے بعد تھا مگر میں نے جلدی کر کے دکھایا کہ دیکھوں تمہارے پاس اس باب میں کیا ہے، یعنی اگر ترتیب وار دکھاتا آتا تو احتمال تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بعد دکھانے پر تم خواہ مخواہ کہہ دو کہ یہ ہمارے نبی کی تصویر ہے اس لئے میں نے ترتیب قطع کر کے اسے پیش کیا کہ اگر یہ وہی نبی موعود ہیں تو ضرور پہچان لو گے، بحمد اللہ تعالی ایسا ہی ہوا، اور یہی دیکھ کر اس حرماں نصیب کے دل میں درد اٹھا کہ حواس جاتے رہے اٹھا بیٹھا دم بخود رہا۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون O (القرآن الکریم ۶۱/ ۸)

والحمد للہ رب العٰلمین O (القرآن الکریم ۱/ ۱)

(اللہ تعالی اپنے نور کو تمام فرمائیگا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ ت)

(57) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِيْ ثَابِتٍ، وَقِيْلَ: اَبِيْ سَعِيْدٍ، وَقِيْلَ: اَبِي الْوَلِيْدِ، سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ وَّهُوَ بَدْرِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ سَاَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ

چوتھی حدیث: حضرت ابوثابت، ابوسعید یا ابوولید سہل بن حنیف بدری صحابی ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت طلب کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ شہدا کے

بَلَّغَهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ مراتب تک پہنچا دے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، ج ۱ص ۱۳۸، رقم: ۱۹۰۹ مستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج ۲ص ۱۴۳، رقم: ۲۴۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج ۱ص ۴۷۵، رقم: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجه باب القتال فی سبیل الله سبحانه تعالٰی، ج ۱ص ۱۳۵، رقم: ۲۷۹۷، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب تمنی الشهادة ومسألتها، ج ۹ص ۲۹، رقم: ۱۸۳۳۶)

شرح حدیث: شہادت ملنے کا آسان طریقہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو ہمیشہ سچی نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ سے شہادت حاصل ہونے کی دعا مانگتا رہے گا تو وہ خواہ کسی بھی بیماری میں اور کہیں بھی اور کسی حال میں بھی مرے مگر وہ قیامت کے دن شہیدوں کی صف میں کھڑا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کرام کے مراتب و درجات عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

توجہ رہے!

اس طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے، زبان سے دعا کرے اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے، موقعہ کی تاک میں رہے، صرف سچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے۔ شہادت کا مرتبہ اس طرح عطا ہوگا کہ یہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہیگا۔ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے وہم وگمان سے وراء ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۵، ص ۴۲۳)

برسوں حلق میں تیر چبھا رہا

۳ھ میں جنگ احد میں کفار نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق پر تیر مارا اور یہ تیر آپ کے حلق میں چبھ گیا، ان کے چچا ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم اس تیر کو نکال دیں اور اگر تم کو شہادت کی تمنا ہو تو تم اس تیر کو نہ نکلواؤ تم جب بھی اور جہاں کہیں بھی وفات پاؤ گے شہیدوں کی صف میں تمہارا شمار ہوگا۔ انہوں نے درجہ شہادت کی آرزو میں تیر نکلوانا پسند نہیں کیا اور اسی حالت میں ستر برس تک زندہ رہے اور زندگی کے تمام معمولات پورے کرتے رہے یہاں تک کہ لڑائیوں میں کفار سے جنگ بھی کرتے رہے اور ان کو کسی قسم کی اس تیر کی وجہ سے تکلیف بھی نہیں رہتی تھی لیکن ستر برس کی مدت کے بعد ۷۳ھ میں تیر کا یہ زخم خود بخود پھٹ گیا اور اسی زخم کی حالت میں ان کا وصال ہوگیا۔ بلاشبہ یہ ان کی بہت بڑی کرامت ہے جو بہت زیادہ مشہور ہے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۳۷۰۴۵، ج۷، الجزء ۱۳، ص ۱۷۰)(واسد الغابۃ، رافع بن خدیج، ج ۲، ص ۲۲۴۔۲۲۵ ملتقطا)

(58) اَلْخَامِسُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتْبَعْنِيْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلَا أَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا لَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا، وَلَا أَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ أَوْلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: إِنَّكِ مَأْمُوْرَةٌ وَأَنَا مَأْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ - يَعْنِي النَّارَ - لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: إِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا، فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ: فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْتُبَايِعْنِيْ قَبِيْلَتُكَ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ، فَقَالَ: فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ، فَجَاءُوْا بِرَأْسٍ مِّثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ، فَوَضَعَهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا. فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ قَبْلَنَا، ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ لَمَّا رَأٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلْخَلِفَاتُ بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ: جَمْعُ خَلِفَةٍ وَهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ.

پانچویں حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی غزوہ پر نکلے تو انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا میرے ساتھ ایسا آدمی نہ نکلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور ابھی اس نے اس کے ساتھ رات نہ گزاری ہو اور وہ ایسا کرنا چاہتا ہو اور ایسا آدمی بھی نہ نکلے جس نے دیواریں کھڑی کی ہوں اور ابھی چھت نہ ڈالی ہو اور نہ ایسا آدمی نکلے جس نے حاملہ ڈاچیاں یا بکریاں خریدی ہوں اور اس کو ان کے بچے دینے کا انتظار ہو پھر اس نبی نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے قریب اس بستی کے قریب جا پہنچے اور سورج کو فرمایا تو بھی حکم خداوندی سے رواں ہے اور میں بھی حکم الٰہی پر عمل پیرا ہوں اے اللہ! اس کو ہمارے لیے روک دے تو سورج رک گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمادی پھر اموال غنیمت جمع کیے آگ آئی اور اس نے اس کو نہ جلایا فرمایا تم میں سے کوئی خیانت کرنے والا ہے ہر قبیلہ کا ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے تو ایک آدمی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا فرمایا خیانت کرنے والا تم میں سے ہے لہٰذا تمہارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ وہ گائے کے سر جیسا سونا اٹھالائے وہ رکھا تو آگ آئی اور مال غنیمت کھا گئی ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمت کے مال حلال نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھ کر ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا۔ (متفق علیہ) اس

حدیث میں مذکورہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ اَلْخَلِفَاتُ: خاء معجمہ کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ اس کی جمع خلفۃ ہے اس کا معنیٰ حاملہ اونٹنی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم، ج ۱ص۸۳۶، رقم: ۳۱۲۴ صحیح مسلم، باب تحلیل الغنائم ھذہ الامۃ خاصۃ، ج ۲ص۳۴۵، رقم: ۴۶۵۲ صحیح ابن حبان، باب الغنائم وقسمھا، ج ۲ص۴۳۶، رقم: ۴۸۰۸ مصنف عبدالرزاق، باب الغلول، ج ۵ص۲۴۱، رقم: ۹۴۹۲ جامع الاصول، الفرع الخامس فی الغلول، ج ۱ص۱۲، رقم: ۱۲۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بحکم الٰہی سورج ٹھہر گیا جب بیت المقدس فتح ہوگیا تب ڈوبا، یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہوا۔ خیال رہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے لیے سورج روکا نہیں گیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک بار سورج روکا گیا اور ایک بار لوٹایا گیا۔ چنانچہ بعد معراج جب کفار مکہ نے حضور سے پوچھا کہ آپ نے ہمارا فلاں قافلہ راہ میں دیکھا ہوگا، فرمایا ہاں بولے مکہ کب پہنچے گا فرمایا بدھ کی صبح کو، قافلہ کو واپسی میں کچھ دیر ہوگئی تو بدھ کے دن سورج کو روک لیا گیا حتی کہ جب قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تب سورج طلوع ہوا اور غزوہ خیبر کے موقع پر مقام صہباء میں بعد عصر حضور نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمایا تھا، جناب علی نے نماز عصر نہ پڑھی سورج ڈوب گیا تب حضور کی دعا سے سورج واپس ہوا، حضرت علی نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوبا۔ ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا مگر طحاوی نے مشکل الحدیث میں قاضی عیاض نے شفاء شریف میں انہیں صحیح کہا۔ ابن المنذر ابن شاہین نے ان کی تصحیح کی، طبرانی نے معجم میں بہ سند حسن حضرت جابر سے سورج روک لیے جانے کی حدیث نقل فرمائی ہے۔ بہر حال آفتاب کا رکنا حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے ہوا اور رکنا اور واپس لوٹنا ہمارے حضور کے لیے ہوا۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے سورج نہ رکا اس سے مراد حضور سے پہلے کے نبی ہیں۔ (مرقات، اشعہ) فقیر نے مقام صہباء کی زیارت کی ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا، یہ جگہ خیبر سے قریبًا ایک میل دور جانب مدینہ منورہ ہے۔ عام لوگ زیارت کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے

(مرأۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۲)

سورج پلٹ آیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سورج پلٹ آنے کا معجزہ بھی بہت ہی عظیم الشان معجزہ اور صداقتِ نبوت کا ایک واضح ترین نشان ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خیبر کے قریب منزل صہبا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر

اقدس رکھ کر سو گئے اور آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرِ اقدس کو اپنی آغوش میں لیے بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی تو آپ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! یقیناً علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے لہٰذا تو سورج کو واپس لوٹا دے تاکہ علی نماز عصر ادا کر لیں۔

حضرت بی بی اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کے اوپر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ردالشمس لہ، ج۶ص ۴۸۴، ۴۸۵)

سورج ٹھہر گیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سے سورج پلٹ آنے کے معجزہ کی طرح چلتے ہوئے سورج کا ٹھہر جانا بھی ایک بہت ہی عظیم معجزہ ہے جو معراج کی رات گزر کر دن میں وقوع پذیر ہوا۔ چنانچہ یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ جب کفار قریش نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے اس قافلہ کے حالات دریافت کیے جو ملک شام سے مکہ آرہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے تمہارے اس قافلہ کو بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہے اور وہ بدھ کے دن مکہ آجائے گا۔ چنانچہ قریش نے بدھ کے دن شہر سے باہر نکل کر اپنے قافلہ کی آمد کا انتظار کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھہرا دیا اور ایک گھڑی دن کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ وہ قافلہ آن پہنچا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی انشقاق القمر وحبس الشمس، ج۱ص ۲۸۴، ۲۸۵)

واضح رہے کہ حبس الشمس یعنی سورج کو ٹھہرا دینے کا معجزہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین میں سے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے بھی یہ معجزہ ظاہر ہو چکا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن وہ بیت المقدس میں قوم جبارین سے جہاد فرما رہے تھے ناگہاں سورج ڈوبنے لگا اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر سورج غروب ہو گیا تو سنیچر کا دن آجائے گا اور سنیچر کے دن موسوی شریعت کے حکم کے مطابق جہاد نہ ہو سکے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی تک سورج کو چلنے سے روک دیا یہاں تک کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام قوم جبارین پر فتح یاب ہو کر جہاد سے فارغ ہو گئے۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین وتفسیر الجلالین، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۶، ج۲ص ۲۰۸ ملخصاً)

(59) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِيْ خَالِدٍ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَاِنْ كَتَمَا

چھٹی حدیث: حضرت ابو خالد حکیم بن حزام ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے اس وقت تک اختیار سے ہیں جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں تو اگر وہ صدق و وضاحت کا

وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دامن نہ چھوڑیں تو ان کے لئے بیع میں برکت ہوگی اور اگر انہوں نے جھوٹ اور کتمان عیب کا وطیرہ اپنایا تو بیع کی برکت ختم ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما یمحق الکذب والکتمان فی البیع، ج۱ص۶۱۷، رقم: ۲۰۸۲، صحیح مسلم، باب الصدق فی البیع والبیان، ج۲ص۱۰، رقم: ۳۹۳۷، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ حاطب بن الحارث بن معمر، ج۱ص۸۹۷، رقم: ۳۱۱۵، سنن ابوداؤد، باب فی خیار المتبایعین، ج۲ص۲۸۹، رقم: ۳۴۶۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی البیعین بالخیار مالم یتفرقا، ج۱ص۵۳۸، رقم: ۱۲۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارتی چیز میں عیب کو چھپانا بھی جرم ہے۔

چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم غلہ کے ایک ڈھیر پر گزرے تو اپنا ہاتھ شریف اس میں ڈال دیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم کی انگلیوں نے اس میں تری پائی تو فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا؟ عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم اس پر بارش پڑ گئی۔ فرمایا: تو گیلے غلہ کو تو نے ڈھیر کے اُوپر کیوں نہ ڈالا تا کہ اسے لوگ دیکھ لیتے، جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۴، ص۲۷۳)

کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شبہ والی چیز سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریک تجارت حضرت سیِّدُنا حفص بن عبدالرحمن علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تجارت کرتے تھے اور مجھے مالِ تجارت بھیجتے ہوئے فرمایا کرتے: اے حفص! فلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے۔ جب تم اسے فروخت کرو تو عیب بیان کر دینا۔ حضرت سیِّدُنا حفص نے ایک مرتبہ مالِ تجارت فروخت کیا اور بیچتے ہوئے عیب بتانا بھول گئے۔ جب امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی۔ (تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من جود ابی حنیفۃ وسماحہ وحسن عہدہ، ج۱۳، ص۳۵۶ بتغیر)

5-بَابُ الْمُرَاقَبَةِ

مراقبہ کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (الَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ) (الشعراء: 219-220).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ وہ ہے جو تمہیں اس وقت دیکھتا ہے جب تم حالت قیام میں ہوتے ہو اور سجدہ کرنے والوں میں آنا جانا دیکھتا ہے۔

شرح: مفسر شہیر، صدرالافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں:

جب تم اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے احوال ملاحظہ فرمانے کے لئے شب کو دورہ کرتے ہو۔ بعض مفسّرین نے کہا معنٰی یہ ہیں کہ جب تم امام ہو کر نماز پڑھاتے ہو اور قیام و رکوع و سجود و قعود میں گزرتے ہو۔ بعض مفسّرین نے کہا معنٰی یہ ہیں کہ وہ آپ کی گردشِ چشم کو دیکھتا ہے نمازوں میں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس و پیش یکساں ملاحظہ فرماتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے بخدا مجھ پر تمہارا خشوع و رکوع مخفی نہیں میں تمہیں اپنے پسِ پشت دیکھتا ہوں۔ بعض مفسّرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ساجدین سے مؤمنین مراد ہیں اور معنٰی یہ ہیں کہ زمانۂ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ خاتون تک مؤمنین کی اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن ہیں۔ (مدارک و جمل وغیرہ)

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: (وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ) (الحدید: 4)

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

شرح: مفسر شہیر، صدرالافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں:

اپنے علم و قدرت کے ساتھ عموماً اور فضل و رحمت کے ساتھ خصوصاً۔

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ) (آل عمران: 5)

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالٰی پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14)

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بے شک تیرا ربّ خفیہ نگرانی میں ہے۔

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: (يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ) (غافر: 19)

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں کے چھپے رازوں کو جانتا ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ.

اس باب میں بکثرت آیات ہیں۔ اور احادیث یہ ہیں:

(60) فَالْاَوَّلُ: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ

پہلی حدیث: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے تھے اچانک ہم پر ایک آدمی ظاہر ہوا جو انتہائی

شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاِسْلَامُ: اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ قَالَ: صَدَقْتَ۔ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ ! قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ۔ قَالَ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ۔ قَالَ: صَدَقْتَ۔ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ۔ قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ۔ قَالَ: مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ۔ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا۔ قَالَ: اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ ۔ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ، اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ: فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِيْنِكُمْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَمَعْنٰى تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا اَيْ سَيِّدَتَهَا ؛ وَمَعْنَاهُ: اَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِيْ حَتّٰى تَلِدَ الْاَمَةُ السَّرِّيَّةُ بِنْتًا لِّسَيِّدِهَا وَبِنْتُ السَّيِّدِ فِيْ مَعْنٰى

سفید کپڑوں والا انتہائی سیاہ بالوں والا تھا اس پر سفر کا اثر نہ تھا نہ ہم سے کوئی اس سے واقف تھا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنے زانو آپ ﷺ کے زانوؤں سے ملا کر بیٹھا اور اپنی ہتھیلیاں اپنے زانوؤں پر رکھ کر عرض کیا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کی خبر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے نماز قائم کرے زکوۃ ادا کرے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اگر بیت اللہ کے راستہ کی استطاعت ہو تو حج کرے اس نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا: ہمیں تعجب ہوا کہ خود پوچھتا ہے اور خود تصدیق کرتا ہے اس نے عرض کیا: آپ مجھے ایمان کی خبر دیں فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا پھر عرض کیا: مجھے احسان کی خبر دیں تو آپ فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کر گویا کہ تو اس دیکھتا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اس نے عرض کی: مجھے قیامت کی خبر دیں فرمایا جس سے قیامت کا سوال کیا جا رہا ہے سائل اس سے زیادہ علم نہیں رکھتا اس نے عرض کیا: مجھے اس کی کچھ نشانیاں بتا دیں فرمایا باندی اپنی مالکہ کو جنم دے گی اور تم ننگے پاؤں ننگے جسم والے تنگ دست بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ بلند و بالا عمارات بنائیں گے پھر وہ چلا گیا اور پھر میں کافی دیر ٹھہرا رہا پھر آپ نے فرمایا: اے عمر جانتے ہو کہ وہ

السَّیِّدِ وَقِیْلَ غَیْرُ ذٰلِكَ. وَ الْعَالَةُ : اَلْفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهُ: مَلِیًّا اَیْ زَمَنًا طَوِیْلًا وَّکَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا.

سائل کون تھا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' فرمایا: وہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم) باندی مالکہ کو جنم دے گی: اس کا مطلب یہ ہے کہ باندیاں بکثرت ہوں گی اور باندی اپنے مالک کی بیٹی جنم دے گی' تو مالک کی بیٹی مالکہ ہی ہوئی اس کی توضیح میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ بعض نے دیگر معنی بھی ذکر کئے۔ اَلْعَالَةُ: محتاج' تنگ دست' مَلِیًّا: لمبا زمانہ۔ یہاں تین دن کا وقت مراد ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب معرفۃ الایمان والاسلام' ج ۱ص ۲۸' رقم: ۱۰۲' صحیح ابن خزیمۃ' باب فرض الحج علی من استطاع الیہ سبیلا' ج ۱ص ۸۲۷' رقم: ۲۵۰۴' سنن الکبرٰی للبیہقی' باب اثبات فرض الحج' ج ۴ص ۳۲۴' رقم: ۸۸۶۲' سنن ابوداؤد' باب فی القدر' ج ۴ص ۱۵۹' رقم: ۴۶۹۷' مسند امام احمد بن حنبل' مسند عمر بن الخطاب' ج ۱ص ۱۰' رقم: ۳۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے، جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے۔ فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہے۔ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہذا یہ آواگون نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال ولباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے، کپڑے سفید (چٹے) ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں، لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آ کر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا، ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر میں کھانا، پینا، نکاح اس بشریت کے احکام تھے، روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی، بغیر کھائے پیئے عرصۂ دراز گزار لیتے تھے، آج صدہا سال سے حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر کھائے پیئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

اور وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے، حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون

سے ظاہر ہے کہ وہ آکر حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح ملکر مجھ سے کیوں بیٹھتے ہو اور وہ آکر ایسے بیٹھے جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے۔ آج کل زائرین روضۂ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھا دیا اور بتا دیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں، ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔

آگے مزید شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے، کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے، یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے، باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لیے یہاں شہادۃ و اعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو صرف یا محمد کہہ کر پکارنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الخ۔ واقعہ غالبًا اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔ (مرقاۃ)

کلمہ پڑھنے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا مان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ فاتحہ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی، چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے۔

آگے کے کلام کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب ہے اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز، روزہ، حج وغیرہ اعمال فرض نہیں، رب فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ۔ خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جز نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے، یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے، تارکِ اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں۔

آگے مزید فرماتے قیامت والے سوال کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں کہ رب نے حضور کے بارے میں فرمایا: مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ اور خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے، اور ان تؤمن میں ایمان لغوی یعنی ماننا، لہٰذا یہ تعریف الشی بنفسہ بھی نہیں اور اسمیں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے، گو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی ایمان لازم ہے۔ اسی طرح کہ ہر بری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں، اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے، تقدیر کے معنی ہیں۔ اندازہ۔ تقدیر دو قسم کی ہے: مبرم اور معلق مبرم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعاء، اعمال وغیرہ سے

بدل سکتی ہے، ابلیس کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہوگئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں۔

احسان سے متعلق فرماتے ہیں:

یعنی رب نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ اخلاص عمل (اور خیال کر کہ) اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کیساتھ دل لگا کر درست عمل کر اور (سمجھ لو کہ) یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو ان شاء اللہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور وعاجزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین!

قیامت والے سوال کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ کس سال ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالٰی نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے۔ یہاں جبرئیل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کے لیے تو سوال کر نہیں رہے ہیں، بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تو ہے مگر اس کا اظہار نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتادیا مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا جمعہ کو ہوگی، دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی اور خیال رہے یہاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا لا اعلم میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے، یعنی اس کا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے جبرائیل! یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الہیہ میں سے ہے یہ راز مجھ سے کیوں فاش کراتے ہو۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم بھی دیا (تفسیر صاوی وغیرہ) اسی لیے حضرت جبرئیل نے حضور سے یہ سوال کیا، علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو، حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبرئیل کو پہچان لیا تھا (تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا) اگر قیامت کی خبر دینا خلاف مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامت ہی بتادیجئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا، علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یعنی اولاد نافرمان ہوگی، بیٹا ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی، اس کی اور بھی تفسیریں ہیں اور دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہوجائیں گے جیسا آج دیکھا جارہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ ور اپنا موروثی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تاکہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کمینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے۔ اور اس سے

نظامِ عالم کی تباہی ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں کہ

یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ اور رسول کے سپرد کرتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں بلکہ سنتِ صحابہ ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اور رسول جانیں، اللہ اور رسول فضل کریں، اللہ اور رسول رحم فرمادیں، اللہ اور رسول بھلا کرے۔ دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے (اور آنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا) اس لیے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جوابات سن کر دین سیکھ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا تاکہ لوگوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔ جبریل کے معنی ہیں: عبداللہ جبر بمعنی عبد، ایل اللہ بزبان عبرانی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۱)

(61) اَلثَّانِي: عَنْ اَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

دوسری حدیث: حضرت ابوذر اور حضرت ابوعبدالرحمن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو اور گناہ کے بعد نیکی کرو یہ اس کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آیا کرو۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، ج ۱ص۵۵۷، رقم: ۱۹۸۴، سنن الدارمی، باب فی حسن الخلق، ج ۱ص۸۱۵، رقم: ۲۷۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ج ۵ص۲۳۶، رقم: ۲۲۱۱۲، المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ علی، ص۲۲۰، رقم: ۵۲۰، مسند ابن الجعد، ص۳۳۲، رقم: ۲۸۵)

شرح حدیث: گناہ کے فوراً بعد نیکی کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔ (پ12، ھود:114)

حضرتِ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، بے شک گناہ کے بعد نیکی کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح

ہے جس کی تنگ زرہ نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو پھر وہ نیک عمل کرے تو اس زرہ کا ایک حلقہ کھل جائے پھر جب وہ دوسری نیکی کرے تو اس کا دوسرا حلقہ بھی کھل جائے یہاں تک کہ وہ زرہ زمین پر گر جائے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عقبۃ بن عامر، رقم ۱۷۳۰۹، ج۶، ص۱۲۱)

حضرت سیدنا ابوذرؓ دا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمایئے۔فرمایا کہ جب تم گناہ کرو تو اس کے بعد نیکی کرلیا کرو وہ اس گناہ کو مٹا دے گی۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا بھی نیکی ہے؟ فرمایا کہ یہ سب سے افضل نیکی ہے۔

(المسند احمد بن حنبل، مسند ابوذر، رقم ۲۱۵۴۳، ج۸، ص ۱۱۴۔۱۱۳)

اچھے اخلاق

☆ بندہ اچھے اخلاق سے روزہ دار اور عبادت گزار کا درجہ پالیتا ہے، نیز آخرت کے درجات اور جنت کے بالا خانوں کو پا لیتا ہے۔

☆ بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں۔

☆ بندہ اس کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔

☆ اچھا اخلاق خطاؤں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

☆ خوش خُلقی (باعث) برکت ہے۔

☆ قیامت کے دن لوگوں میں نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہوگا۔

☆ سب سے اچھا اخلاق شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا اخلاق ہے۔

☆ سب سے افضل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

☆ میزان میں رکھے جانے والے اعمال میں حسن اخلاق سب سے افضل اور وزنی ہوگا۔

(62) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ،

تیسری حدیث: حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ میں ایک دن نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا آپ نے فرمایا: اے لڑکے میں تجھ کو کچھ چیزیں سکھاتا ہوں۔ تو اللہ کا خیال رکھ وہ تیرا خیال رکھے گا' تو اللہ کا خیال رکھ وہ تجھے سامنے ملے گا' جب تو

وَاعْلَمْ: اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ - وَفِيْ رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ، تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ، وَاعْلَمْ: اَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ، وَمَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ: اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔

مانگے تو اللہ سے مانگ جب مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر سب لوگ تجھے کسی بات کے ساتھ نفع رسانی پر متفق ہو جائیں تو وہ تجھے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے مگر صرف اسی قدر جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہو اور اگر سب تیری ضرر رسانی پر اتفاق کر لیں تو وہ تجھے نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر اسی قدر جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے قلم اٹھ گئے صحیفہ جات خشک ہو چکے۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی کے علاوہ کی روایت یوں ہے: تو اللہ کا خیال رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا' توخوشحالی میں اس کا واقف بن وہ سختی میں تیرا واقف بن جائے گا (مُراد بات قبول کرلے گا) اور یقین کر جو تجھے نہ پہنچا وہ تجھے پہنچنے والا ہی نہ تھا اور جو پہنچا وہ رہنے والا نہ تھا اور یقین کر مدد صبر کے ساتھ ہے اور فراخی تکلیف کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ضرور ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصیة صلی اللہ علیہ وسلم فی القتال، ج۱ص۵۶۲، رقم: ۱۹۱۶، مستدرک للحاکم، ذکر عبداللہ بن عباس، ج۵ص۲۸۷، رقم: ۶۳۰۳، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب علامات النبوۃ باب تعرف الی اللہ فی الرخا، ج۲ص۶۸۲، رقم: ۶۱۳۲، مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، ج۱ص۸۳۰، رقم: ۲۵۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۲۶۶۹)

شرح حدیث: اللہ عزوجل کا حق

حضرت سیدنا ابوعبیدہ تاجی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا: اے ابن آدم! تیرے لئے دنیا کشادہ کردی گئی تو تُو آخرت کے عمل سے غافل ہو گیا، تیری موت قریب آن پہنچی، تجھے عمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ عزوجل کا حق سب سے افضل ہے وہ اسوقت تک تجھ سے راضی نہ ہوگا جب تک تو ان احکام کو پورا نہ کرے جو اس نے تجھ پر لازم کئے ہیں۔ اے ابن آدم! جب تو لوگوں کو نیکی کا کام کرتا دیکھے تو ایسے کام میں تو ان پر سبقت لے جانے کی کوشش کر اور جب تو انہیں ہلاکت و بربادی کے کاموں میں دیکھے، تو ان

سے اوران کے اختیار کردہ افعال سے کوسوں دور بھاگ۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے اپنی دنیا کو عاقبت پر ترجیح دی پس وہ ذلیل وخوار ہو گئے۔

تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی

ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔ طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے، سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا طے شدہ اس کی طرف سے، حضرت یوسف کی قمیص نے دیدۂ یعقوبی کو شفا بخشی، حضرت عیسیٰ مردے زندہ، بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے اگرچہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا۔ مطلب ظاہر ہے کہ اگر سارا جہاں مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہوگا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا جا چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی نافع، حقیقی ضار اللہ تعالیٰ ہی ہے دنیا اس کی مظہر ہے۔

(63) الرَّابِعُ: عن أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِيْ أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، كُنَّا نَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَقَالَ: اَلْمُوْبِقَاتُ: اَلْمُهْلِكَاتُ.

چوتھی حدیث: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم کچھ ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے باریک تر ہوتے ہیں ہم ان کاموں کو رسول اللہ ﷺ (کی حیات ظاہری) کے دور میں ہلاک کر دینے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔ (بخاری) اور کہا کہ مُوْبِقَات: ہلاک کر دینے والے کام کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، ج ۲ ص ۶۰۳، رقم: ۶۴۹۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ ص ۲، رقم: ۱۱۰۰۸ الاداب للبیھقی، باب من اجترا علی ارتکاب الذنوب ص ۵۳۸، رقم: ۸۳۸ مسند ابویعلی، مسند انس بن مالک، ج ۳ ص ۲۸۸، رقم: ۴۲۱۴ مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی الکبائر، ج ۱ ص ۲۸۷، رقم: ۴۰۱)

شرح حدیث: گناہ کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

عرض: گناہِ کبیرہ وصغیرہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: گناہِ کبیرہ سات سو ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ النساء تحت الآیۃ ۳۱، ج ۳، ص ۱۱۲)

اِن کی تفصیل بہت طویل۔ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کی معصیت جس قدر ہے سب کبیرہ ہے۔ اگر صغیرہ وکبیرہ کو علیحدہ شمار کرایا جائے تو لوگ صغائر (یعنی صغیرہ گناہوں) کو ہلکا سمجھیں گے، وہ کبیرہ سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ جس گناہ کو ہلکا جان کر کریگا وہی کبیرہ ہے۔ اِن کے امتیاز کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ فرض کا ترک کبیرہ ہے اور واجب کا صغیرہ۔ جو گناہ بے باکی اور

اِصرار سے کیا جائے کبیرہ ہے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۳۷)

میرے شیخ طریقت امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں:

گناہِ صغیرہ کب کُفر ہوتا ہے؟

یہاں ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت حصّہ چہارُم صَفْحہ 369 تا 370 سے چند سُطور پیش کرتا ہوں جن میں معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلِ سنّت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت مولانا شاہ اَحمد رضا خان علیہ رَحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے لکھا ہے تَواجُد (یعنی وَجد کی نَقّالی) سے وَجد پیدا ہوتا ہے۔ تَکَلُّف (یعنی نَقّالی) کی صورت یہ ہے کہ بہ تکلُّف وَجد بنائے (کہ) ہوتے ہوتے (صحیح وَجد بھی) ہوجائے گا۔ ہاں یہ نیّت نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں (کہ) یہ رِیا ہے اور حرام ہے۔ عرض: (کیا) صغیرہ کا اِستخفاف (یعنی ہلکا جاننا) کبیرہ ہے؟ ارشاد: (بلکہ) بعض اوقات صغیرہ کا اِستخفاف (یعنی ہلکا جاننا) کُفر ہوجائے گا جبکہ اس کا گناہ ہونا ضَروریاتِ دین سے ہو۔ عُلَماء فرماتے ہیں: کسی نے کوئی گناہ کیا، اُس سے لوگوں نے کہا: توبہ کر۔ جواب دیا: چہ کردہ اَم کہ توبہ کُنم؟ (یعنی میں نے کیا کِیا ہے جو توبہ کروں؟ اُس کا یہ جواب) کفر (ہے)۔ بہُت سے صَغائر (یعنی چھوٹے گناہ) ایسے ہیں جن کا مَعصِیَت (نافرمانی) ہونا ضَروریاتِ دین سے ہے مَثَلاً اَجْنَبِیَّہ سے مَس وتَقبیل (یعنی غیر عورت کو چُھونا اور بوسہ لینا گناہِ) صغیرہ ہے۔ اِلَّا اللَّمَم میں داخِل ہے مگر حلال جاننے کا فر ہے (پھر فرمایا) جس کو سمجھا کہ یہ ہلکا گناہ ہے فوراً صغیرہ سے کبیرہ ہوگیا۔ اولیائے کرام (رَحِمَہُم اللہُ السّلام) فرماتے ہیں: اِس گناہ کو دوسرے گناہ سے نسبت دیتا ہے کہ اُس سے چھوٹا ہے، یہ نہیں دیکھتا کہ گناہ کس کا کر رہا ہے! اگر دیکھتا تو یہ فرق نہ کرتا۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب صفحہ ۱۶۷)

(64) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى، اَنْ يَّاْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْغَيْرَةُ: بِفَتْحِ الْغَيْنِ، وَاَصْلُهَا الْاَنَفَةُ.

پانچویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راویت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ غیرت والا ہے اس کے غیرت فرمانے کا سبب یہ ہے کہ بندہ اس کے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب کرے۔ (متفق علیہ) اور اَلْغَیرۃُ غین پر زبر کے ساتھ اس کی اصل اَلْاَنَفَۃُ ہے (اس کا معنی ہے: خودداری اور بڑائی)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغیرۃ، ج ۲ص۲۰۹، رقم: ۵۲۲۳ صحیح مسلم، باب غیرۃ اللہ تعالی وتحریم الفواحش، ج ۲ص۸۰۱، رقم: ۲۷۶۱ سنن الکبری للبیہقی، باب الرجل یتخذ الغلام والجاریۃ، ج ۱۰ص۳۷۵، رقم: ۲۱۵۴۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الغیرۃ، ج ۱ص۸۶۷، رقم: ۱۱۶۸ جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی، الغیرۃ، ج ۳ص۳۲۰، رقم: ۱۱۹۰)

شرح حدیث: ہر چھوٹے بڑے گناہ کو ہر گز ہلکا نہ جانو

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں لہٰذا تم انہیں ہرگز ضائع نہ کرو، کچھ حدیں قائم کی ہیں تم ہرگز ان سے نہ گزرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں ہرگز ہلکا نہ جانو اور اس نے تم پر رحمت فرماتے ہوئے دانستہ کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا ہے لہٰذا ان کی جستجو نہ کرو۔ (سنن الدار قطنی، کتاب الرضاع، الحدیث: ۴۳۵۰، ج ۴، ص ۲۱۷)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل غیور ہے اور مؤمن بھی غیرت مند ہے جبکہ اللہ عزوجل کی غیرت اس بات پر ہے کہ بندۂ مؤمن اس کے حرام کردہ عمل میں پڑے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۹۹۵، ص ۱۱۵۶)

دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اسی لئے اس نے پوشیدہ اور ظاہر بدکاریوں کو حرام کر دیا ہے اور اس سے بڑھ کر اپنی تعریف کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث ۶۹۹۳)

تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟

حضرت سیدنا بلال بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: گناہ کے چھوٹا ہونے کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو۔ اور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اے انسان! گناہ کو چھوڑ دینا توبہ یعنی معافی چاہنے سے بہت آسان ہے۔

حضرت سیدنا محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کو اپنی عبادت سے بڑھ کر یہ چیز زیادہ پسند ہے کہ اس کی نافرمانیاں چھوڑ دی جائیں۔ ان کے اس قول کی تائید یہ حدیث مبارکہ بھی کرتی ہے۔ چنانچہ،

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو بقدرِ طاقت اس پر عمل کرو اور جب تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اس سے رُک جاؤ۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث: ۳۲۵۷، ص ۹۰۱، فاجتنبوہ بدلہ فدعوہ)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مامورات (یعنی جن کے کرنے کا حکم ہے) میں استطاعت یعنی بقدرِ طاقت کی قید لگانا اور منہیات (یعنی جن سے رکنے کا حکم ہے) میں اسے ذکر نہ کرنا اس کے نقصان کے بڑے ہونے اور اس میں پڑنے کی برائی کی طرف اشارہ ہے اور مسلمان پر اس سے دوری اختیار کرنے میں کوشش سے کام لینا واجب ہے، خواہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو یا نہیں، جبکہ مامورات پر قدرت نہ ہونے کے سبب (ان پر قدرت پانے تک) ان کو چھوڑا جا سکتا ہے یہ نکتہ قابلِ غور ہے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تیرے نزدیک گناہ جتنا چھوٹا ہوگا اتنا ہی اللہ عزوجل کے نزدیک بڑا ہوگا اور تیرے نزدیک گناہ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی اللہ عزوجل کے نزدیک چھوٹا ہوگا۔

منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! میری مخلوق میں جو شخص سب سے پہلے مرا یعنی تباہ و برباد ہوا وہ ابلیس تھا، کیونکہ اس نے سب سے پہلے میری نافرمانی کی تھی اور میں اپنے نافرمانوں کو مُردوں میں شمار کرتا ہوں۔

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے اور پھر جب دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک اور سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ گناہ کفر کے قاصد ہیں یعنی اس اعتبار سے کہ یہ دل میں سیاہی پیدا کر کے اسے اس طرح ڈھانپ لیتے ہیں کہ پھر وہ کبھی کسی بھلائی کو قبول نہیں کرتا، اس وقت وہ سخت ہو جاتا ہے اور اس سے ہر رحمت و مہربانی اور خوف نکل جاتا ہے، پھر وہ شخص جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جسے پسند کرتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، نیز اللہ عزوجل کے مقابلہ میں شیطان کو اپنا ولی بنالیتا ہے تو وہ شیطان اسے گمراہ کرتا، ورغلاتا، جھوٹی اُمیدیں دلاتا اور جس قدر ممکن ہو کفر سے کم کسی بات پر اس سے راضی نہیں ہوتا۔

(الزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی المتوفی ۹۷۴ھ)

(65) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ: اَبْرَصَ، وَاَقْرَعَ، وَاَعْمٰى، اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا، فَاَتَى الْاَبْرَصَ، فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَّجِلْدٌ حَسَنٌ، وَّيَذْهَبُ عَنِّيَ الَّذِيْ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَاُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا۔ فَقَالَ: فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: الْاِبِلُ - اَوْ قَالَ: الْبَقَرُ شَكَّ الرَّاوِي - فَاُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، فَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا۔ فَاَتَى الْاَقْرَعَ، فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ،

چھٹی حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: بنی اسرائیل کے تین آدمی برص والا گنجا اور اندھے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے آزمانے کا ارادہ فرمایا تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ برص والے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کون سی چیز تمہیں زیادہ پیاری ہے اس نے کہا اچھا رنگ اچھا جسم اور مجھ سے یہ دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھے حقیر جانتے ہیں اس پر فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو فوراً اس کی تکلیف دور ہو گئی اس کا رنگ خوبصورت ہو گیا پھر پوچھا تمہیں کون سا مال پسند ہے اس نے کہا اونٹ یا کہا بیل راوی کو شک ہے (کہ برص والے یا گنجے ان

وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَذِرَنِي النَّاسُ، فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ. فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا. وَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا. فَأَتَى الْاَعْمٰى، فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: اَنْ يَرُدَّ اللهُ اِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ النَّاسَ، فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: الْغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا. فَأَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا. فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ. ثُمَّ اِنَّهُ اَتَى الْاَبْرَصَ فِي صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ، اَسْأَلُكَ بِالَّذِي اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ، وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ، وَالْمَالَ، بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِي سَفَرِي. فَقَالَ: الْحُقُوْقُ كَثِيْرَةٌ. فَقَالَ: كَاَنِّي اَعْرِفُكَ، اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللهُ !؟ فَقَالَ: اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ، فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ اِلٰى مَا كُنْتَ. وَاَتَى الْاَقْرَعَ فِي صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ، فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا، فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ اِلٰى مَا كُنْتَ. وَاَتَى الْاَعْمٰى فِي صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ، اَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي؟ فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ

دونوں میں سے ایک نے اونٹ اور دوسرے نے گائے کا کہا) چنانچہ اس کو دس ماہ والی حاملہ ڈاچی دی پھر اس کو کہا اللہ تیرے لیے اس میں برکت ڈال دے۔ پھر گنجے کے پاس وہ فرشتہ آیا اس سے پوچھا تمہیں کون سی چیز محبوب تر ہے اس نے کہا: خوبصورت بال اور اس بیماری کا خاتمہ جس سے لوگ مجھے حقیر جانتے ہیں پس فرشتے نے ہاتھ پھیرا اس کے سر کے بال آ گئے اور مرض ختم ہو گیا پوچھا تمہیں کون سا مال پسند ہے اس نے کہا: بیل اس نے اس کو ایک حاملہ گائے دی اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کون سی چیز محبوب تر ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری نظر لوٹا دے میں لوگوں کو دیکھوں فرشتہ نے ہاتھ پھیرا فوراً اس کی آنکھیں روشن کر دیں پھر اس کا پسندیدہ مال پوچھا اس نے بتایا بکریاں فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری دے دی۔ چنانچہ ان جانوروں سے افزائش نسل ہوئی اس کی بکری نے بھی بچے دیے حتیٰ کہ اس کے لئے اونٹوں کی وادی بھر گئی پھر دوسرے کے لیے گائے سے وادی بھر گئی اور تیسرے کے لئے بکریوں سے وادی بھر گئی اب فرشتہ اس برص والے کے پاس اس کی اپنی شکل وصورت میں بن کر گیا اور کہا کہ مسکین آدمی ہوں اسباب سفر منقطع ہو گئے ہیں میں اب اللہ کی اور تیری مدد کے بغیر نہ پہنچ سکوں گا میں تجھ سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں اس اللہ کے نام پر کرتا ہوں جس نے تمہیں حسین رنگ خوبصورت جسم اور مال دیا ہے اس نے ذمہ داریوں کی کثرت بیان کی فرشتہ

أَعْمٰى فَرَدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللهِ مَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۔ فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ. فَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْكَ، وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہنے لگا میں تجھے جانتا بھلا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور فقیر نہ تھا پھر اللہ نے تجھے مال دیا کہنے لگا یہ مال تو میری خاندانی وراثت ہے۔فرشتہ نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے' تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تھا اور گنجے کے پاس آیا وہی سوال جواب ہوئے آخر فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو تجھے اللہ اسی طرح بنا دے جیسا تھا اور اندھے کے پاس اس کی سابقہ شکل وصورت میں بن کر آیا آواز دی فقیر مسافر آدمی ہوں سفر میں میرے اسباب کٹ گئے ہیں میں اب (گھر تک) اللہ کی پھر تیری مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا وہ کہنے لگا میں نابینا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا کی تو جو چاہے لے جو چاہے چھوڑ اللہ کی قسم آج تم جو چیز بھی اللہ کے نام پر لو گے میں روک کر تمہیں مشقت میں نہ ڈالوں گا فرشتہ نے کہا اپنا مال روک تمہارا امتحان ہوا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا اور تیرے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔ (متفق علیہ)

وَالنَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ بِضَمِّ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الشِّيْنِ وَبِالْمَدِّ هِيَ الْحَامِلُ. قَوْلُهُ: أَنْتَجَ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَنَتَجَ مَعْنَاهُ: تَوَلّٰى نِتَاجَهَا، وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ كَالْقَابِلَةِ لِلْمَرْأَةِ. وَقَوْلُهُ: وَلَّدَ هٰذَا هُوَ بِتَشْدِيْدِ اللَّامِ: أَيْ تَوَلّٰى وِلَادَتَهَا، وَهُوَ بِمَعْنٰى أَنْتَجَ فِي النَّاقَةِ. فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ، وَالْقَابِلَةُ بِمَعْنًى ، لٰكِنْ هٰذَا لِلْحَيَوَانِ وَذَاكَ لِغَيْرِهِ. وَقَوْلُهُ: انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ: أَيِ الْأَسْبَابُ. وَقَوْلُهُ: لَا أَجْهَدُكَ مَعْنَاهُ: لَا أَشُقُّ عَلَيْكَ فِيْ رَدِّ شَيْءٍ

اَلنَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ۔ عین پر پیش اور شین پر زبر اور مد کے ساتھ اس کا مطلب ہے۔ دس ماہ کی حاملہ ڈاچی۔ انتج' اور ایک روایت میں فنتج اس کا مطلب ہے اس نے بچہ جنم دیا عورت کے لیے ناتج ایسے ہے جیسے عورت کے لیے دایہ دلانے والا حبال: اسباب لااجھدك: میں کسی چیز کو روک کر تمہیں کسی مشقت میں نہ ڈالوں گا۔

تَأْمُلَهُ أَوْ تَطْلُبُهُ مِنْ مَّالِيْ.

وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: لَا أَحْمَدُكَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمِيْمِ وَمَعْنَاهُ: لَا أَحْمَدُكَ بِتَرْكِ شَيْءٍ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ، كَمَا قَالُوْا: لَيْسَ عَلٰى طُوْلِ الْحَيَاةِ نَدَمٌ: أَيْ عَلٰى فَوَاتِ طُوْلِهَا.

بخاری کی ایک روایت میں ''لا احمدك'' حا مہملہ اور میم کے ساتھ ہے اس کا مطلب ہے کہ تم اگر اپنی ضرورت کے باوجود کوئی چیز نہ لو تو میں تیری تعریف نہ کروں گا اس سے خوش نہ ہوں گا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے لمبی زندگی پر شرمندہ نہیں یعنی لمبی زندگی کے ختم ہونے پر شرمندہ ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، حدیث ابرص واعمی واقرع فی بنی اسرائیل، ج ۲ص ۳۰۱، رقم: ۳۴۶۴ صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج ۲ص ۸۱۲، رقم: ۷۶۲۰ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب لا یورد ممرض علی مصح، ج ۷ص ۲۱۶، رقم: ۱۴۶۳۰ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ص ۱۶۹، رقم: ۳۱۴ جامع الاصول لابن اثیر، قصۃ الاقرع والابرص والاعمی، ج ۳ص ۲۲۱، رقم: ۴۸۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں، مصیبتیں ٹل جاتی ہیں بلکہ ان کے دھوون سے شفائیں ملتی ہیں، آبِ زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تا قیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کے پاؤں کا غسالہ شفا تھا، رب تعالٰی فرماتا ہے: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے یعنی چھو کر بیماری دور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لیے رب تعالٰی نے فرشتہ کے واسطہ سے اس کو شفا دی۔

مزید یہ کہ فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھاپن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں، یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہو گئی۔ (قرآن حکیم) عیسٰی علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا: وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ درود تاج میں جو آتا ہے دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں۔ جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جریان ہو سکتی ہیں، ایک شربت کا نام شربت فریاد رس ہو سکتا ہے تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۰۴)

ایک عابد کی سخاوت اور یقین کامل

حضرت سیدنا احمد بن ناصح المصیصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک غریب شخص بہت عبادت گزار اور کثیر العیال تھا۔ گھر کا خرچ وغیرہ اس طرح چلتا کہ گھر والے اُون کی رسیاں بناتے اور وہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، جتنا مل جاتا اسی کو کھا کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے۔

حسبِ معمول ایک مرتبہ وہ نیک شخص اُون کی رسّیاں بیچنے بازار گیا۔ جب رسّیاں بک گئیں تو وہ گھر والوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنے لگا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں سخت حاجت مند ہوں، مجھے کچھ رقم دے دو۔ اس رحم دل عبادت گزار شخص نے وہ ساری رقم اس غریب حاجت مند سائل کو دے دی اور خود خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔

جب گھر والوں نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایک حاجت مند نے سوال کیا وہ ہم سے زیادہ حاجت مند تھا لہٰذا میں نے ساری رقم اس کو دے دی۔ گھر والوں نے کہا: اب ہم کیا کھائیں گے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اس نیک شخص نے گھر میں نظر دوڑائی تو اسے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نظر آیا۔ اس نے وہ دونوں چیزیں لیں اور بازار کی طرف چل دیا اس اُمید پر کہ شاید انہیں کوئی خرید لے اور میں کچھ کھانے کا سامان لے آؤں۔

چنانچہ وہ بازار پہنچا لیکن کسی نے بھی اس سے وہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نہ خریدا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے پاس ایک خراب پھولی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی والے نے کہا: تُو میرا خراب مال اپنے خراب مال کے بدلے خرید لے یعنی یہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا مجھے دے دے اور مجھ سے یہ پھولی ہوئی خراب مچھلی لے لے۔ اس عابد شخص نے یہ سودا منظور کر لیا اور خراب مچھلی لے کر گھر پلٹ آیا اور گھر والوں کے حوالے کر دی۔

جب انہوں نے اس مچھلی کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم اس بے کار مچھلی کا کیا کریں؟ اس عابد شخص نے کہا: تم اسے بھون لو ہم اسے ہی کھا لیں گے، اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مجھے رزق ضرور عطا کریگا۔ چنانچہ گھر والوں نے مچھلی کو کاٹنا شروع کر دیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا، گھر والوں نے اس عابد کو خبر دی۔ اس نے کہا: دیکھو! اس موتی میں سوراخ ہے یا نہیں۔ اگر سوراخ ہے تو یہ کسی کا استعمالی موتی ہوگا اور ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ اگر اس میں سوراخ نہیں تو پھر یہ رزق ہے جسے اللہ ربّ العزت عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ جب اس موتی کو دیکھا گیا تو اس میں سوراخ وغیرہ نہیں تھا، وہ کسی کا استعمالی موتی نہیں تھا۔ ان سب نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ عابد شخص اس موتی کو لے کر جوہری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: اس موتی کی کتنی قیمت ہوگی؟ جب جوہری نے وہ موتی دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہو کر کہنے لگا: تیرے پاس یہ موتی کہاں سے آیا ہے؟ اس نیک آدمی نے جواب دیا: ہمیں اللہ ربّ العزت عزوجل نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔ جوہری نے

کہا: یہ تو بہت قیمتی موتی ہے اور میں تو اس کی صرف تیس ہزار (درہم) قیمت ادا کرسکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی مالیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فلاں جوہری کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس کی پوری قیمت دے سکے گا۔

چنانچہ وہ نیک شخص اس موتی کو لے کر دوسرے جوہری کے پاس پہنچا۔ جب اس نے قیمتی موتی دیکھا تو وہ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اس عابد نے وہی جواب دیا کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے رزق عطا کیا گیا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت کم از کم ستر ہزار (درہم) ہے، مجھے تو اس شخص پر افسوس ہو رہا ہے جس نے تمہیں اتنا قیمتی موتی دیا ہے بہرحال ستر ہزار درہم لے لو اور یہ موتی مجھے دے دو۔

میں تمہارے ساتھ دو مزدور بھیجتا ہوں، وہ ساری رقم اٹھا کر تمہارے گھر تک چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ اس جوہری نے دو مزدوروں کو درہم دے کر اس نیک شخص کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ عابد اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مال میں سے کچھ مال دے دو جو تمہیں اللہ عزوجل نے عطا کیا ہے۔

تو اس نیک شخص نے کہا: ہم بھی کل تک تمہاری طرح محتاج اور غریب تھے۔ یہ لو تم اس میں سے آدھا مال لے جاؤ۔ پھر اس نے مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس سائل نے کہا: اللہ عزوجل تمہیں برکتیں عطا فرمائے، میں تو اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔

(میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی مدد کرتا ہے۔ دوسروں کا خیر خواہ کبھی نامراد نہیں ہوتا، جو کسی پر رحم کرتا ہے اللہ عزوجل اس پر رحم کرتا ہے، اور صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے اور جو لوگ مال کی محبت دل میں نہیں بٹھاتے وہی لوگ سخاوت جیسی نعمت سے حصہ پاتے ہیں۔ جو شخص اللہ عزوجل سے اُمید واثق رکھے اللہ عزوجل اس کو کبھی رُسوا نہیں فرماتا۔) اس حکایت میں ایک نیک شخص کی سخاوت اور یقین کامل کی عظیم مثال موجود ہے کہ اس نے ایک سائل کو آدھا مال دینا منظور کر لیا اور دوسرا یہ کہ خود اپنے لئے کھانے کی شدید حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اپنا حصہ اپنے دوسرے حاجت مند بھائی کو دے دیا، پھر اللہ عزوجل نے بھی اسے ایسا نوازا اور ایسی جگہ سے رزق عطا کیا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر وقت اپنی رحمتِ کاملہ کا سایہ عطا فرمائے رکھے اور سخاوت وایثار اور یقینِ کامل کی عظیم نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم۔

(66) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِيْ يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى

ساتویں حدیث: حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع کر لے اور موت کے بعد کے لئے کام کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفس کو اس کی

اللّٰہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُہَا مِنَ الْعُلَمَاۗءِ: مَعْنٰی دَانَ نَفْسَہٗ: حَاسَبَہَا۔

خواہش کے پیچھے لگا دے اور اللہ تعالیٰ سے قسم قسم کی آرزوئیں رکھے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن صحیح ہے۔ ترمذی وغیرہ علماء نے فرمایا: ''دان نفسہ'' کا معنیٰ ہے کہ نفس کا حساب لے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ أوانی الحوض، ج ۱ص ۳۸، رقم: ۲۴۵۹، الاداب للبیھقی، باب من قصر الأمل وبادر بالعمل قبل بلوغ الاجل، ص ۲۹۷، رقم: ۸۱۲، مستدرك للحاکم، کتاب الایمان، ج ۱ص ۱۲۵، رقم: ۱۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، ج ۳ص ۱۲۴، رقم: ۱۷۱۲۴، مسند البزار، مسند شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۱۸، رقم: ۳۴۸۹)

شرح حدیث: اپنے نفس کا محاسبہ

حضرت سیدنا ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے: تیری باتیں تو زاہدوں جیسی ہیں لیکن عمل منافقوں جیسا ہے اور اس کے باوجود جنت میں داخلہ چاہتا ہے، دور ہوجا! دور ہوجا! جنت کے لئے تو دوسرے لوگ ہیں جن کے اعمال ہمارے عملوں جیسے نہیں۔

حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے شہزادے رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے وصیت فرمایئے؟ تو انہوں نے دو باتیں ارشاد فرمائیں: اے سفیان! (۱) مروّت جھوٹے کے لئے اور راحت حاسد کے لئے نہیں ہوتی اور (۲) اخوت تنگ دل لوگوں کے لئے اور سرداری بداخلاق لوگوں کے لئے نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کی: اے شہزادۂ رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ! مزید ارشاد فرمایئے؟ تو انہوں نے مزید ارشاد فرمایا: اے سفیان! (۱) اللہ عزوجل کے حرام کردہ کاموں سے رکے رہو، تدبر والے بن جاؤ گے (۲) اللہ عزوجل نے تمہارے لئے جو تقسیم مقرر کی ہے اس پر راضی رہو، سرِ تسلیم خم کرنے والے بن جاؤ گے (۳) لوگوں سے اسی طرح ملو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے ملیں، ایمان والے بن جاؤ گے اور (۴) فاجر کی صحبت میں نہ بیٹھو کہیں وہ تمہیں اپنی بدکاریاں نہ سکھا دے، جیسا کہ مروی ہے کہ،

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب الرجل علی دین خلیلہ، الحدیث: ۲۳۸۷، ص ۱۸۹۰)

میرے پیارے اسلامی بھائی!

اس رب عزوجل کی قسم! جس نے تجھے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والا بنایا ہے، اس نے پورا عدل کیا ہے، اے ابنِ آدم! یادرکھ کہ تو اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اپنی قبر میں داخل ہوگا اور اکیلا ہی قبر سے نکلے گا اور تجھے اکیلے ہی (اپنے کئے کا) حساب دینا ہوگا، اے ابن آدم! اگر تمام لوگ اللہ عزوجل کی اطاعت کرنے لگیں مگر تُو اس کی نافرمانی کرے تو ان کی اطاعت تجھے کوئی نفع نہ دے گی۔

فکرِ آخرت کرنے والا خوش نصیب

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر کَتّانی قُدِّسَ سِرُّہ، الرَّبّانِی فرماتے ہیں: ایک شخص برائیوں اور خطاؤں پر اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی زندگی کے سالوں کا حساب لگایا تو ساٹھ سال بنے پھر دنوں کا حساب کیا تو اکیس ہزار پانچ سو دن (21,500) بنے تو اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: ہائے افسوس! اگر روزانہ ایک گناہ بھی کیا ہو تو اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور اکیس ہزار پانچ سو گناہ لے کر حاضر ہوں گا تو ان گناہوں کا کیا حال ہوگا جن کا شمار ہی نہ کی؟ ہائے افسوس! میں نے اپنی دنیا آباد کی اور آخرت برباد کی اور اپنے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی کرتا رہا، میں دنیا میں تو آبادی سے بربادی کی طرف منتقل ہونا پسند نہیں کرتا تو بروزِ قیامت بغیر ثواب و عمل کے حساب و کتاب کیسے دوں گا؟ اور عذاب کا سامنا کیسے کروں گا؟ پھر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور زمین پر گر گیا، جب حرکت دی گئی تو اس کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو چکی تھی۔

فکرِ آخرت کے فوائد

فکرِ آخرت کے فوائد کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے،

(1) عقلی اعتبار سے۔۔۔۔۔۔ (2) نقلی (یعنی منقولی) اعتبار سے۔۔۔۔۔۔

(1) عقلی اعتبار سے:

جس طرح دنیاوی کاروبار سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اسی وقت کامیاب کاروباری بن سکتا ہے جب وہ اپنی لاگت سے کئی گنا زیادہ نفع کمانے میں کامیاب ہو جائے اور اس کا اصل سرمایہ بھی محفوظ رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنی کارکردگی کو روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ یا سالانہ کی بنیاد پر تقسیم کرتا ہے۔ پھر اس پر مختلف پہلوؤں سے نہ صرف زبانی غور و تفکر کرتا ہے بلکہ اس کو ضبطِ تحریر میں بھی لاتا ہے۔ جہاں کسی قسم کی خامی نظر آئے اسے درست کرتا ہے اور جو شے نفع کے حصول میں رکاوٹ بنتی نظر آئے اس کو دور کرتا ہے۔

اگر وہ اپنے کاروباری معاملات کا محاسبہ نہ کرے تو اکثر اوقات اسے نفع حاصل ہونا تو در کنار، الٹا نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہو تو ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا اصل سرمایہ بھی باقی نہیں رہتا اور وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جو شخص کاروبارِ آخرت میں نفع کمانے کا آرزومند ہو اسے بھی چاہیے کہ اپنے کئے گئے اعمال پر غور کرے، جو اعمال اس کو نفع دلوانے میں معاون ثابت ہوں، ان کو مزید بہتر کرے اور جو کام اس نفع کے حصول میں رکاوٹ بن رہے ہوں، انہیں چھوڑ دے تو وہ بتوفیقِ خداوندی کامیابی سے ہمکنار ہوگا اور بطورِ نفع اسے داخلِ جنت ہونا نصیب ہوگا۔ اور اگر ایسا کرنے کی بجائے وہ، خوابِ غفلت کا شکار رہا تو وہ خسارے میں رہے گا جس کا نتیجہ دخولِ جہنم کی صورت میں سامنے آسکتا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

(2) نقلی (منقولی) اعتبار سے:

فکرِ مدینہ (محاسبہ) کے بارے میں ہمارے پیارے آقا تاجدارِ مدینہ، سلطانِ مکہ مکرمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسلافِ کرام نے کثیر فضائل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ۔۔۔۔۔۔

ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، امورِ آخرت میں) گھڑی بھر غور و فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۴۸، رقم الحدیث ۵۷۰۷)

سمجھدار کون؟....

سرورِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور آخرت کی بہتری کے لئے نیکیاں کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے انعامِ آخرت کی امید رکھے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۸۰ ۷، رقم ۱۷۱۲۳ مرویات شداد بن اوس)

ایمانِ کامل کی نشانی....

سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوجاتا ہے،

(۱) وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا،

(۲) اپنے کسی عمل میں ریاکاری نہیں کرتا، اور۔۔۔۔۔۔

(۳) جب اس کے سامنے دو باتیں پیش ہوں، ایک کا تعلق دنیا سے ہو اور دوسری کا آخرت سے تو وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، ج ۱۵، ص ۳۴۵، رقم الحدیث ۴۳۲۴۰)

(67) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ

آٹھویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی کا

حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ حدیث حَسَنٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُہٗ۔

فضول کاموں کو ترک کر دینا اس کے اسلام کی خوبی سے ہے۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور اسے حسن کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بہا الناس، ج ۱ص ۶۵۸، رقم: ۲۳۱۸، موطأ امام مالک باب ما جاء فی حسن الخلق، ص ۵۱۱، رقم: ۱۶۰۴، اتحاف الخیرۃ المهرۃ باب فی الحسد وسلامۃ، ج ۳ص ۲۲۱، رقم: ۳۳۲۶، المعجم الصغیر للطبرانی من اسمہ محمد، ص ۵۱۸، رقم: ۸۸۴، مجمع الزوائد باب من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، ج ۸ص ۲۰، رقم: ۱۲۶۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان وہ ہے جو ایسے کلام ایسے کام ایسی حرکات وسکنات سے بچے جو اس کے لیے دین یا دنیا میں مفید نہ ہوں، وہ کام یا کلام کرے جو اسے یا دنیا میں مفید ہو یا آخرت میں۔ سبحان اللہ! ان دوکلموں میں دونوں جہان کی بھلائی وابستہ ہے۔ ایک بزرگ کسی محل پر گزرے مالک سے پوچھا کہ تو نے یہ مکان کب بنایا ہے فوراً بولے کہ میں نے یہ کلام بے فائدہ کیا اس کے کفارہ میں ایک سال روزے رکھے۔ اپنے نفس کا حساب کرو تا کہ قیامت کا حساب آسان ہو۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۷۴)

اِمام الائمہ، سراج الاُمّہ حضرت سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں کو انتہائی مفید نصیحتیں فرمائیں جو مختلف کتب میں لکھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک نصیحت یہ ہے۔

پانچ لاکھ میں سے پانچ احادیث کا انتخاب

اِن پانچ فرامینِ مصطفی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر عمل کرنا جنہیں میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے۔

(۱) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۱، ص ۱، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

(۲) انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتیں چھوڑ دے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، الحدیث ۲۳۱۷، ص ۱۸۸۵، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

(۳) تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، الحدیث ۱۳، ص ۳)

(۴) بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جو مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنی عزت اور اپنا دین بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام

میں مبتلا ہوا۔ وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو چراگاہ کے قریب اپنا ریوڑ چراتا ہے، اس کے چراگاہ میں چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ سن لو! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ سنور جائے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے اور وہ (لوتھڑا) دل ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، الحدیث ۵۲، ص۶)

(۵) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰، ص۳)

امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی نے ایک شفیق باپ کی طرح اپنے روحانی بیٹے کو چند نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے ایک پیش خدمت ہے۔

اے پیارے بیٹے!

نبی کریم، رءوف رّحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی امت کو جو نصیحتیں ارشاد فرمائیں، اُن میں سے ایک مہکتا مدنی پھول یہ ہے۔

زندگی کا ایک لمحہ بھی اس کے علاوہ گزر گیا تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس پر عرصہ حسرت دراز کردیا جائے۔ اور جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہوجائے اور اِس کے باوجود اُس کی برائیوں پر اُس کی اچھائیاں غالب نہ ہوں، تو اُسے جہنم کی آگ میں جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

(الفردوس بما ثور الخطاب: باب المیم ج ۳ ص ۹۸ رقم الحدیث ۵۵۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سمجھدار اور عقلمند کے لیے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔ (ایھا الولد صفحہ ۱۱۔۱۲)

(68) اَلتَّاسِعُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

نویں حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی سے بیوی کو مارنے کے بارے سوال نہ کیا جائے گا۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی ضرب النساء، ج ۱ص ۶۵۲، رقم: ۲۱۴۷، سنن الکبری للبیہقی، باب لا یسال الرجل فیما ضرب امراتہ، ج ۷ص ۳۰۵، رقم: ۱۵۱۷۵، سنن ابن ماجہ، باب ضرب النساء، ج ۱ص ۶۳۹، رقم: ۱۹۸۶، سنن الکبری للنسائی باب ضرب الرجل زوجتہ، ج ۵ص ۳۷۲، رقم: ۹۱۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱ص ۲۰، رقم: ۱۲۲)

شرح حدیث: ابوحامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنے منفرد رسالہ الْاَدَبُ فِی الدِّین میں لکھتے ہیں:

بیوی کے آداب

(شوہر کو چاہیے کہ) بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے، نرمی کے ساتھ گفتگو کرے، محبت وچاہت کا اظہار کرے، تنہائی میں اس کے ساتھ خوش مزاجی اور بے تکلفی سے پیش آئے، لغزشوں سے درگزر کرے، لڑائی جھگڑا نہ کرے، اس کی عزت کی حفاظت کرے، کسی معاملہ میں اس سے بحث ومباحثہ نہ کرے، بغیر کنجوسی کئے اس کی معاونت کرے، اس کے گھر والوں کی عزت وتعظیم کرے، ہمیشہ اچھے وعدے کرے، اپنی بیوی پر شدید غیرت کھائے (کہ وہ اپنا حسن وجمال غیر کے سامنے ظاہر کرے)۔ (الأدب فی الدین صفحہ ۴۶-۴۷)

بہترین شوہر وہ ہے!

(۱) جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے!
(۲) جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے!
(۳) جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔
(۴) جو اپنی بیوی کو اپنے عیش وآرام میں برابر کا شریک سمجھے۔
(۵) جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔
(۶) جو اپنی بیوی کے تند مزاجی اور بداخلاقی پر صبر کرے۔
(۷) جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔
(۸) جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج وغم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔
(۹) جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت وآبرو کی حفاظت کرے۔
(۱۰) جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔
(۱۱) جو اپنی بیوی اور اہل وعیال کو کما کما کر رزق حلال کھلائے۔
(۱۲) جو اپنی بیوی کے مَیکا والوں اور اسکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔
(۱۳) جو اپنی بیوی کو ذلت ورسوائی سے بچائے رکھے۔
(۱۴) جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔
(۱۵) جو اپنی بیوی پر اسطرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رخ بھی نہ کر سکے۔

شوہر اپنی عورت کو ان امور پر مار سکتا ہے:

(۱) عورت اگر باوجود قدرت بناؤ سنگار نہ کرے یعنی جو زینت شرعاً جائز ہے اوس کے نہ کرنے پر مار سکتا ہے اور اگر شوہر مردانہ لباس پہننے کو یا گودنا گودانے کو کہتا ہے اور نہیں کرتی تو مارنے کا حق نہیں۔ یوہیں اگر عورت بیمار ہے یا احرام

باندھے ہوئے ہے یا جس قسم کی زینت کو کہتا ہے وہ اوس کے پاس نہیں ہے تو نہیں مار سکتا۔

(۲) غسل جنابت نہیں کرتی۔

(۳) بغیر اجازت گھر سے چلی گئی جس موقع پر اوسے اجازت لینے کی ضرورت تھی۔

(۴) اپنے پاس بلایا اور نہیں آئی جبکہ حیض ونفاس سے پاک تھی اور فرض روزہ بھی رکھے ہوئے نہ تھی۔

(۵) چھوٹے ناسمجھ بچہ کے مارنے پر۔

(۶) شوہر کو گالی دی، گدھا وغیرہ کہا۔

(۷) یا اوس کے کپڑے پھاڑ دیے۔

(۸) غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول دیا۔

(۹) اجنبی مرد سے کلام کیا۔

(۱۰) شوہر سے بات کی یا جھگڑا کیا اس غرض سے کہ اجنبی شخص اس کی آواز سنے یا شوہر کی کوئی چیز بغیر اجازت کسی کو دے دی اور وہ ایسی چیز ہو کہ عادۃً بغیر اجازت عورتیں ایسی چیز نہ دیا کرتی ہوں اور اگر ایسی چیز دی جس کے دینے پر عادت جاری ہے تو نہیں مار سکتا۔ (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵، ص۸۲)

عورت کو اتنا نہیں مار سکتا کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے یا نیلا داغ پڑ جائے اور اگر اتنا مارا اور عورت نے دعوٰی کر دیا اور گواہوں سے ثابت کر دیا تو شوہر پر اس مارنے کی تعزیر ہے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶، ص۱۲۶)

6-بَابٌ فِي التَّقْوٰی — تقویٰ کا بیان

شرح: حضرتِ صدر الاَفاضِل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

تقوٰی کے کئی معنٰی آتے ہیں، نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرفِ شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا متّقی وہ ہے جو شرک و کبائر و فواحش سے بچے۔ بعضوں نے کہا متّقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے تقوٰی حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک تقوٰی ہے۔ بعض نے کہا تقوٰی یہ ہے کہ تیرا مولٰی تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقوٰی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی پیروی کا نام ہے۔ (خازن) یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔ تقوٰی کے مراتب بہت ہیں عوام کا تقوٰی ایمان لا کر کفر سے بچنا، مُتوسّطین کا اوامر ونواہی کی اطاعت، خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالٰی سے غافل کرے۔ (جمل)

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾ (آل عمران: 102)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: 16)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم حتی الامکان اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

وَهٰذِهِ الْآيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْأُولَى.

یہ آیت پہلی آیت کی مُراد واضح کرتی ہے

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ (الأحزاب: 70)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور درست بات کرو۔

وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالتَّقْوَى كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس باب میں پرہیزگاری کے حکم میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: 3،2)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ تَتَّقُوا اللهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (الأنفال: 29)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ سے ڈرو تو تمہارے لیے فرق کرنے کی قوت بنا دے گا اور تمہاری غلطیاں مٹا دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اور اس باب سے متعلق آیات مشہور ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

احادیث ملاحظہ ہوں!

(69) فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتْقَاهُمْ. فَقَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا مُتَّفَقٌ

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زیادہ تقویٰ والا' صحابہ نے عرض کیا: ہم آپ سے اس بارے نہیں پوچھتے فرمایا پھر اللہ کے نبی یوسف جو اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں جو اللہ کے نبی خلیل اللہ (ابراہیم علیہ السلام) کے بیٹے تھے صحابہ نے عرض کیا: ہم اس بارے

عَلَيْهِ۔ وَ فَقُهُوْا بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ كَسْرُهَا: اَيْ عَلِمُوْا اَحْكَامَ الشَّرْعِ۔

آپ سے نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا: تو پھر تم عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھتے ہوتو جولوگ دورِ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔ (متفق علیہ) اور فَقُهُوْا مشہور طور پر قاف پر پیش ہے لیکن قاف پر زیر بھی پڑھی گئی اس کا مطلب ہے اَحکام شرح سیکھ لیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالى "لقد كان فى يوسف واخوته آيات للسائلين" ج ۲ص ۴۳۷، رقم: ۲۲۸۳، صحیح مسلم، باب من فضائل يوسف عليه السلام، ج ۲ص ۴۰۷، رقم: ۶۲۱۱، مستدرك للحاكم، ذكر مناقب عكرمه بن أبي جهل، ج ۳ص ۲۷۱، رقم: ۵۰۶۱، سنن الدارمي، باب الاقتداء بالعلماء، ج ۱ص ۸۴، رقم: ۲۲۳، مجمع الزوائد، باب فى فضل العلم، ج ۱ص ۲۲۷، رقم: ۴۹۰)

شرحِ حدیث: دین کی سمجھ

حضرتِ سیِّدُنا مُعَاوِیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشادفرمایا: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاري، کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا... الخ، الحدیث: ۷۱، ج ۱، ص ۴۳)

فِقْہ کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اَحکامِ شَرْعِیَّہ فَرْعِیَّہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ (اس حدیث کے) معنی یہ ہوئے کہ اللہ جسے تمام دنیا کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے۔

(ماخوذ از نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۲۴)

یعنی اسے علم، دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری، شریعت ہے اور فقہ باطنی، طریقت اور حقیقت، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس (حدیث) سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قرآن و حدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علمِ دین نہیں بلکہ انکا سمجھنا علمِ دین ہے۔ یہی مشکل ہے۔ اسی کے لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے تمام مُفَسِّرِین و مُحَدِّثِین آئمہ مُجْتَہِدِین کے مُقَلِّد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ حدیث و قرآن کا علم کمال نہیں، بلکہ انکا سمجھنا کمال ہے۔ عالمِ دین وہ ہے جسکی زبان پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمان ہو دل میں انکا فیضان۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۸۷)

علمِ دین و علمائے حقہ کے فضائل بے شمار ہیں مگر افسوس کہ آج کل علمِ دین کی طرف ہمارا رُجحان نہ ہونے کے برابر

ہے۔اپنے ہونہار بچوں کو دنیوی علوم وفنون تو خوب سکھائے جاتے ہیں مگر سنتیں سکھانے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔اگر بچہ ذراذہین ہوتو اس کے والدین کے دل میں اسے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، کمپیوٹر پروگرامر بنانے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگتی ہے اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس کی دینی تربیت سے منہ موڑ کر مغربی تہذیب کے نمائندہ اداروں کے مخلوط ماحول میں تعلیم دلوانے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاتی بلکہ اسے اعلیٰ تعلیم کی خاطر کفار کے حوالے کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا ۔اور اگر بچہ کند ذہن ہے یا شرارتی ہے یا معذور ہے تو جان چھڑانے کے لئے اسے کسی دارالعلوم یا جامعہ میں داخلہ دلا دیا جاتا ہے۔بظاہر اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ والدین کی اکثریت کا مطمحِ نظر محض دنیوی مال وجاہ ہوتی ہے، اُخروی مَراتب کا حصول ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو عالم بنائیں تاکہ وہ عالم بننے کے بعد معاشرے میں لائق تقلید کردار کا مالک بنے اور دوسروں کو علمِ دین بھی سکھائے۔

علم کی فضیلت کے بارے میں اقوالِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنھم

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ عالم دین دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر قیام کرنے والے مجاہد سے افضل ہے اور جب عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ جاتا ہے جسے اس عالم کے جانشین کے علاوہ کوئی پُر نہیں کرسکتا۔

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، علم کو لازم پکڑو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے شہداء جب علمائے کرام کی عزت اور مرتبہ دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! اللہ عزوجل انہیں اس حال میں اٹھاتا کہ وہ عالم ہوتے اور بیشک کوئی شخص پیدائشی عالم نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔

حضرتِ سیدنا ابو الاسود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ،کوئی شے علم سے افضل نہیں، بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں اور علماء بادشاہوں پر حکمران ہیں۔

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ انسان کون ہیں؟ فرمایا، علماء۔پھر پوچھا گیا کہ بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا، آخرت کے لئے دنیا سے روگردانی کرنے والے۔پھر پوچھا گیا کہ بے وقوف کون ہیں؟ فرمایا، اپنے دین کے بدلے دنیا کمانے والے لوگ۔ (المحدث الفاصل، ج۱، ص۲۰۵)

(70) الثَّانِي: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا

دوسری حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک دنیا میٹھی ہے سبز ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنائے گا اور دیکھے گا تم اس میں کیا کرتے ہو تو دنیا اور عورتوں کے

الِنّسَاءَ ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی الِنّسَاءِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

سلسلے میں تقویٰ پر گامزن رہنا کیونکہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں کے ذریعے ہوئی تھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء واکثر اھل النار النساء، ج ۲ص ۸۸۹، رقم: ۲۷۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ص ۲۲، رقم: ۱۱۱۸۵، صحیح ابن حبان، باب جمع المال من حلہ، ج ۱ص ۷۷، رقم: ۳۲۲۱، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یتقی من فتنۃ النساء، ج ۷ص ۲۶۸، رقم: ۱۳۹۰۶، مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ما روی ما ترکت بعدی فتنۃ، ج ۷ص ۳۳۳، رقم: ۳۶۶۶)

شرح حدیث: عورتوں کا فتنہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا، جو عورتوں کے فتنے سے زیادہ مردوں کو نقصان پہنچانے والا ہو۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شوم المرأۃ، رقم ۵۰۹۶، ج ۳، ص ۴۳۱)

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی نہ ہونے دے

کسی نامحرم عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے کیونکہ رحمتِ عالم صلي اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے، کیونکہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند العشرۃ المبشرۃ بالجنۃ)

امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے اور اس سے گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، نصف آخر، ص ۷)

عورت سے گفتگو کرنے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں کچھ اس طرح ارشاد فرمایا: تمام محارم سے عورت کو گفتگو کرنا اور انہیں اپنی آواز سنوانا جائز ہے اور اگر کوئی حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو اور تنہائی نہ ہو تو پردے میں رہتے ہوئے بعض نامحرم سے بھی گفتگو جائز ہے۔ (تسہیلاً من فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، نصف آخر، ص ۱۶۱)

نہایت عبادت گزار شخص

بنی اسرائیل کا ایک شخص نہایت عبادت گزار تھا۔ وہ رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا اور دن میں گھوم پھر کر کچھ اشیاء لوگوں کو بیچا کرتا۔ وہ اکثر اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے کہتا، اے نفس! اللہ عزوجل سے ڈر۔ ایک دن وہ حسب معمول اپنے گھر سے روزی کمانے کے لئے نکلا اور چلتے چلتے ایک امیر کے دروازے کے قریب پہنچا اور اپنی اشیاء بیچنے کے لئے صدا لگائی۔ امیر کی بیوی نے جب اس حسین شخص کو اپنے دروازے کے قریب دیکھا تو اس پر عاشق ہوگئی اور اسے بہانے سے محل کے اندر بلا لیا پھر اس سے کہنے لگی، اے تاجر! میرا دل تمہاری طرف مائل ہو چکا ہے، میرے پاس

بہت مال ہے اور زرق برق لباس ہیں، تم یہ کام چھوڑ دو میں تجھے ریشمی لباس اور بہت سامال دوں گی۔
یہ پیش کش سن کر اس کا نفس اس عورت کی طرف مائل ہونے لگا لیکن اس نے اپنی عادت کے مطابق کہا، اے نفس! اللہ عزوجل سے ڈر۔ اور اس عورت کو جواب دیا، مجھے اپنے رب عزوجل کا خوف ہے۔ وہ عورت کہنے لگی، تم میری خواہش پوری کیے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتے۔ اس شخص نے پھر کہا، اے نفس! اللہ عزوجل سے ڈر۔ اور نجات کی ترکیب سوچنے لگا۔ بالآخر اس نے عورت سے کہا، مجھے مہلت دو کہ میں وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرلوں۔ اجازت ملنے پر اس نے وضو کیا اور چھت پر چلا گیا۔ جہاں اس نے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر چھت سے نیچے جھانکا تو اس کی اونچائی بیس گز تھی۔ اس نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا اور یوں عرض کی، اے میرے رب عزوجل میں طویل عرصہ سے تیری عبادت میں مشغول ہوں، مجھے اس آفت سے نجات عطا فرما۔ یہ کہہ کر وہ چھت سے کود گیا۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا، جاؤ میرے بندے کو زمین تک پہنچنے سے پہلے سنبھال لو، اس نے میرے عتاب کے خوف سے چھلانگ لگائی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نہایت تیزی سے آ کر اس شخص کو یوں تھام لیا جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو پکڑتی ہے اور زمین پر کسی پرندے کی طرح بٹھا دیا۔ (درۃ الناصحین، ص ۳۱۴)

آگ پر صبر

بنی اسرائیل کا ایک عابد اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا تھا۔ گمراہوں کا گروہ ایک طوائف کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ تم کسی نہ کسی طرح اس عابد کو بہکا دو۔ چنانچہ وہ فاحشہ ایک اندھیری رات میں جبکہ بارش برس رہی تھی، اس عابد کے پاس آئی اور اس کو پکارا۔ عابد نے جھانک کر دیکھا تو عورت نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! مجھے اپنے پاس پناہ دے۔ لیکن عابد نے اس کی پرواہ نہ کی اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ وہ طوائف اسے بارش اور اندھیری رات یاد دلا کر پناہ طلب کرتی رہی حتی کہ عابد نے رحم کھا کر اسے اندر بلا لیا۔ وہ عابد سے کچھ فاصلے پر جا کر لیٹ گئی اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش شروع کردی۔ یہاں تک کہ عابد کا دل بھی اس کی طرف مائل ہو گیا۔
لیکن اسی لمحہ اللہ عزوجل کے خوف نے اس کے دل میں جوش مارا، عابد نے خود کو مخاطب کر کے کہا، واللہ! ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو دیکھ لے کہ آگ پر کتنا صبر کرسکتا ہے۔ پھر وہ چراغ کے پاس گیا اور اپنی ایک انگلی اس کے شعلے میں رکھ دی حتی کہ وہ جل کر کوئلہ ہو گئی۔ پھر اس نے نماز کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کی لیکن اس کے نفس نے دوبارہ فاحشہ کی طرف بڑھنے کا مشورہ دیا۔ یہ چراغ کے پاس گیا اور اپنی دوسری انگلی بھی جلا ڈالی، پھر اس کا نفس اسی طرح خواہش کرتا رہا اور وہ اپنی انگلیاں جلاتا رہا، حتی کہ اس نے اپنی ساری انگلیاں جلا ڈالیں، عورت یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، چنانچہ خوف و دہشت کے باعث اس نے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ (ذم الھوی، ص ۱۹۹)

(71) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ

تیسری حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور تونگری کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج ۴ص ۱۰۹۹، رقم: ۲۰۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ص ۳۲۷، رقم: ۳۶۹۲، سنن ابن ماجہ، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴ص ۲۶۰، رقم: ۳۸۳۲، مسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ص ۲۲۶، رقم: ۲۰۶۳، مسند ابوداؤد الطیالسی، ما اسند عبداللہ بن مسعود، ص ۳۹، رقم: ۳۰۲)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی

ایک مرتبہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر جارہے تھے کہ راستے میں ایک یہودی عورت ملی جو اپنے مذہب کی کتابوں کو خوب جانتی تھی اور وہ کاہنہ بھی تھی، اس کا نام فاطمہ بنت مُر تھا، بہت زیادہ حسین وجمیل اور پارسا تھی، لوگ اس سے شادی کی خواہش کرتے تھے، حسن وخوبصورتی میں اس کا بہت چرچا تھا، جب اس کی نظر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو اسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں نورِ نبوت چمکتا ہوا نظر آیا، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آکر کہنے لگی: اے نوجوان! اگر تو مجھ سے ابھی مباشرت کرلے تو میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔ یہ سن کر عفت وحیا کے پیکر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے حرام کام میں پڑنے سے موت زیادہ عزیز ہے اور حلال کام تیرے پاس نہیں یعنی تو میرے لئے حلال نہیں پھر میں تیری خواہش کیسے پوری کرسکتا ہوں۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس گھر تشریف لائے اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت فرمائی۔ چند دنوں کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات اس عورت سے ہوئی، اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور پر نورِ نبوت نہ پاکر پوچھا: تم نے مجھ سے جدا ہونے کے بعد کیا کیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اس سے مباشرت کی۔ یہ سن کر وہ بولی: خدا عزوجل کی قسم! میں بدکارہ نہیں لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نورِ نبوت دیکھا تو میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ عزوجل کو کچھ اور ہی منظور تھا اس نے جہاں چاہا اس نور کو رکھا۔ جب یہ بات لوگوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس عورت سے پوچھا: کیا واقعی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجھے قبول نہ کیا، کیا تو نے اسے اپنی طرف دعوت دی تھی؟ یہ سن کر اس نے چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں نے ایک بجلی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا، اس بجلی میں ایسا نور تھا جو سارے ماحول کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن کررہا تھا، میں نے چاہا کہ اس نور کو حاصل کرلوں تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں مگر ہر پتھر کی رگڑ سے آگ

پیدا نہیں ہوتی مگر اے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وہ زُہری عورت (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بڑی نصیب والی ہے جس نے تیرے دونوں کپڑے لے لئے وہ کیا جانے کہ اس نے کتنی عظیم چیز حاصل کرلی ہے۔ (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تم سے وہ شہزادہ حاصل کرلیا جس کے وجود پر دو چادریں ہیں: ایک حکومت کی اور دوسری نبوت کی) وہ عورت اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی۔

(اس واقعہ سے رحمتِ عالم، نورِ مجسّم شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک دامنی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک نوجوان کو حسین وجمیل مال دار عورت گناہ کی دعوت دے اور صرف گناہ کی دعوت ہی نہیں بلکہ سواونٹ بھی ساتھ دے لیکن پھر وہ غیرت مند اور عفت وحیا کا پیکر اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دے اور اس کی دعوت کو ٹھکرا دے، تو کیا یہ عمل پاکدامنی، تقویٰ، پرہیزگاری اور خوفِ خدا عزوجل کی ایک اعلیٰ ترین مثال نہیں؟ یقیناً یہ خوفِ خدا عزوجل کی بہترین مثال ہے، ایسے مردِ مؤمن کی پاکدامنی پر کروڑوں سلام۔

سیدی اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاوی رضویہ شریف جلد ۳۰ صفحہ ۲۷۰ پر حضور نبی رحمت، شافعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اقدس نقل فرمایا، چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل مجھے ہمیشہ پاک ستھری پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ (بحوالہ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۹۲، الحدیث: ۳۵۴۸۴)

خواہشات کے تقاضے

خوف کا کم از کم درجہ جس کا اثر اعمال پر ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ ممنوعات سے روک دے اور ممنوعات سے حاصل ہونے والی یہ رکاوٹ ورع (پرہیزگاری) کہلاتی ہے اگر اس کی قوت زیادہ ہو تو وہ ان کاموں سے بھی رک جاتا ہے جن میں حرمت کا گمان ہو تو جن کی حرمت یقینی ہے ان کاموں سے کیسے باز نہیں رہے گا اور اسی کا نام تقویٰ ہے کیونکہ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ شک والے کام کو چھوڑ کر اس کام کی طرف جائے جس میں شک نہ ہو اور تقویٰ بعض اوقات اسے ان کاموں کو چھوڑنے پر بھی مجبور کرتا ہے جن میں خود تو کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن ان کی وجہ اُن کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے جن میں کوئی حرج ہو۔ اور یہ کیفیت صدق کہلاتی ہے۔

پھر جب اس کے ساتھ عبادت کے لئے گوشہ نشینی کا اضافہ ہوتا ہے تو اُس وقت بندے پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ وہ بہت احتیاط کرنے لگتا ہے ایسی عمارت نہیں بناتا جس میں رہائش اختیار نہ کرے اور نہ ہی کھانے کے علاوہ کچھ جمع کرتا ہے وہ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے گی اور اس کا کوئی سانس غیرِ خدا کے لئے استعمال نہیں ہوتا تو صدق میں تقویٰ، تقویٰ میں ورع اور ورع میں عفت داخل ہوتی ہے کیونکہ عفت کا مطلب خاص طور پر

خواہشات کے تقاضوں سے بچنا ہے۔ یعنی سب سے ادنیٰ درجہ عفت کا ہے اس سے اعلیٰ ورع (پرہیزگاری) اور اسکے بعد تقویٰ اور پھر صدق کا درجہ ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ بالا فرمان پر غور کرنے سے یہ پتہ چلا کہ خوف کی وجہ سے بندے پر مختلف کیفیات طاری ہوتی ہیں (۱) عفت (۲) ورع (۳) تقویٰ (۴) صدق۔

عفت، شہوت کے تقاضوں سے شریعت کی روشنی میں بچنے کا نام ہے۔

ورع، ہر ممنوع کام سے رُکنے کا نام ہے۔

تقویٰ، یہ ہے کہ انسان ممنوع اور مشتبہ دونوں قسم کے کاموں سے بچے۔

(72) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ طَرِیْفٍ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ رَاٰی اَتْقٰی لِلّٰہِ مِنْہَا فَلْیَاْتِ التَّقْوٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

چوتھی حدیث: حضرت ابوطریف عدی بن حاتم طائی ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی کام پر قسم اٹھالے پھر دیکھے کہ اس سے زیادہ تقویٰ کا کام کوئی اور ہے، تو اس کو تقویٰ والا کام کرنا چاہیے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا، ج۲ص۸۸، رقم: ۴۳۶۴ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا، ج۱۰ص۳۲، رقم: ۲۰۴۴۳ صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، ج۲ص۴۸۶، رقم: ۴۳۳۶ جامع الاصول، الفصل السادس، فی نقض الیمین والرجوع عنھا، ج۹ص۶۶۱، رقم: ۹۲۰۱ الکنٰی والاسماء للدولابی، من کنیتہ ابوخالد، ص۲۵۶، رقم: ۶۶۴)

شرح حدیث: مسائل فقہیہ

قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم کھانی نہ چاہیے اور بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصد و بے قصد زبان سے جاری ہوتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی یہ سخت معیوب ہے اور غیر خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔

(تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ج۳، ص۴۱۸، ۴۱۹، وغیرہ)

مسئلہ ۱: قسم کی تین قسم ہے (۱) غموس۔ (۲) لغو۔ (۳) منعقدہ۔ اگر کسی ایسی چیز کے متعلق قسم کھائی جو ہو چکی ہے یا اب ہے یا نہیں ہوئی ہے یا اب نہیں ہے مگر وہ قسم جھوٹی ہے مثلاً قسم کھائی فلاں شخص آیا اور وہ اب تک نہیں آیا ہے یا قسم کھائی کہ نہیں آیا اور وہ آ گیا ہے یا قسم کھائی کہ فلاں شخص یہ کام کر رہا ہے اور حقیقۃً وہ اس وقت نہیں کر رہا ہے یا قسم کھائی کہ یہ پتھر ہے اور واقع میں وہ پتھر نہیں، غرض یہ کہ اس طرح جھوٹی قسم کی دو صورتیں ہیں:

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی

قسم کو غموس کہتے ہیں۔ اور اگر اپنے خیال سے تو اوس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں وہ جھوٹی ہے مثلاً جانتا تھا کہ نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں وہ آگیا ہے تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں۔ اور اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً خدا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔

(الدر المختار، کتاب الایمان، ج۵، ص ۴۹۲۔۴۹۶) (والفتاوی الھندیۃ، کتاب الأیمان، الباب الاول فی تفسیرہا شرعاً۔۔۔ الخ، ج۲، ص ۵۲)

جب ہر ایک کو خوب جان لیا تو ہر ایک کے اب احکام سنیے:

مسئلہ ۲: غموس میں سخت گنہگار ہوا استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں اور لغو میں گناہ بھی نہیں اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہوگا۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرہا شرعاً۔۔۔ الخ، ج۲، ص ۵۲) (والدر المختار، کتاب الأیمان، ج۵، ص ۴۹۲۔۴۹۷ وغیرہا)

مسئلہ ۳: بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اون کا پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم کھائی جس کا بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضرور ہے۔ مثلاً خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔ دوسری وہ کہ اوس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو قسم توڑ دے۔ تیسری وہ کہ اِس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے امر (کام) کی قسم کھائی کہ اوس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کا باقی رکھنا افضل ہے۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب الأیمان، ج۴، الجزء الثامن، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

قسم کھانا

نور کے پیکر، تمام کے نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم اٹھانے والا یا تو قسم توڑ کر گنہگار ہوگا یا اپنی قسم پر شرمندہ ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الایمان، باب من کرہ الایمان باللہ۔۔۔ الخ، الحدیث ۱۹۸۳۹، ج۱۰، ص ۵۴، دالفتاله)

امام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے ساری زندگی اللہ عزَّوجلَّ کی نہ سچی قسم کھائی، نہ جھوٹی۔

(حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث ۱۳۳۹۱، ج۹، ص ۱۳۶، بدونغی عمری)

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم

حضرت سیدنا بشر بن ولید علیہ رحمۃ اللہ الوحید سے منقول ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قاصد بھیجا اور عہدۂ قضاء (چیف جسٹس کا عہدہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرما دیا (خلیفہ منصور کے ظالم ہونے کے سبب)۔ ابو جعفر نے قسم کھائی کہ تمہیں یہ کام ضرور کرنا

پڑے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قسم کھائی کہ میں ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت سیّدُ نا ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: آپ دیکھتے نہیں کہ خلیفہ قسم کھا رہا ہے۔ تو فرمایا: خلیفہ اپنی قسم کا کفارہ دینے پر مجھ سے زیادہ قادر ہے۔ چنانچہ، خلیفہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ قید خانہ میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیزران کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفۃ التیمی، ذکر قدوم ابی حنیفۃ بغداد وموتہ بھا، ج ۱۳، ص ۳۲۹/۴۲۴)

(73) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ، وَاَطِیْعُوْا اُمَرَائَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، فِیْ اٰخِرِ كِتَابِ الصَّلَاةِ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

پانچویں حدیث: حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا اللہ سے ڈرو پانچوں نمازیں ادا کرو ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو اپنے حکمرانوں کی (جائز امور میں) اطاعت کرو اپنے ربّ کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما ذکر فی فضل الصلاۃ، ج ۱ ص ۲۱۶، رقم: ۶۱۶، الاحاد والمثانی، من اسمہ ابو قتیلۃ، ص ۳۵۷، رقم: ۲۷۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی امامۃ الباھلی، ج ۸ ص ۲۵۱، رقم: ۲۲۲۱۵، مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شرجیل عن ابی امامۃ الباھلی ص ۳۱۰، رقم: ۵۵۲، معرفۃ الصحابی لابی نعیم، من اسمہ ابو قتیلۃ، ج ۶ ص ۲۶۲)

شرح حدیث: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا خوف

بلاشبہ خوفِ خدا عزوجل ہماری اُخروی نجات کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ عبادات کی بجا آوری اور منہیات سے باز رہنے کا عظیم ذریعہ خوفِ خدا عزوجل ہے۔ خوفِ خدا عزوجل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے۔

(کنز العمال: رقم ۵۸۷۳)

پارہ ۲۷ سورۃ الرحمن آیت ۴۶ میں خدائے رحمن عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ

الھادی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: یعنی جسے اپنے ربّ عزوجل کے حضور روزِ قیامت موقف میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور وہ معاصی ترک کرے اور فرائض بجالائے، اُس کے لئے دو جنّتیں ہیں۔ (۱) جنّتِ عدن (۲) جنّتِ نعیم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک جنّت ربّ عزوجل سے ڈرنے کا صِلہ اور ایک شہوات ترک کرنے کا صِلہ۔

خوفِ خدا کا مطلب

یاد رکھئے کہ مطلقاً خوف سے مراد وہ قلبی کیفیت ہے جو کسی ناپسندیدہ امر کے پیش آنے کی توقع کے سبب پیدا ہو مثلاً پھل کاٹتے ہوئے چھری سے ہاتھ کے زخمی ہوجانے کا ڈر.....

جبکہ خوفِ خدا عزوجل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی، اس کی ناراضگی، اس کی گرفت اور اس کی طرف سے دی جانے والی سزاؤں کا سوچ کر انسان کا دل گھبراہٹ میں مبتلاء ہو جائے۔ (ماخوذ من احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ج ۴)

حضرت سَیِّدُنا امام محمد غزالی رضي الله تعالي عنه کی تحقیق کی روشنی میں خوف کے تین درجات ہیں:

(پہلا) ضعیف (یعنی کمزور)، یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو مثلاً جہنم کی سزاؤں کے حالات سن کر محض جھرجھری لے کر رہ جانا اور پھر سے غفلت و معصیت میں گرفتار ہوجانا......

(دوسرا) مُعْتَدِل (یعنی متوسط)، یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی قوت رکھتا ہو مثلاً عذابِ آخرت کی وعیدوں کو سن کر ان سے بچنے کے لئے عملی کوشش کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ربّ تعالیٰ سے امیدِ رحمت بھی رکھنا......

(تیسرا) قوی (یعنی مضبوط)، یہ وہ خوف ہے، جو انسان کو ناامیدی، بے ہوشی اور بیماری وغیرہ میں مبتلاء کردے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے عذاب وغیرہ کا سن کر اپنی مغفرت سے ناامید ہوجانا......

یہ بھی یاد رہے کہ ان سب میں بہتر درجہ معتدل ہے کیونکہ خوف ایک ایسے تازیانے کی مثل ہے جو کسی جانور کو تیز چلانے کے لئے مارا جاتا ہے، لہٰذا! اگر اس تازیانے کی ضرب اتنی ضعیف ہو کہ جانور کی رفتار میں ذرّہ بھر بھی اضافہ نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، اور اگر یہ ضرب اتنی قوی ہو کہ جانور اس کی تاب نہ لاسکے اور اتنا زخمی ہوجائے کہ اس کے لئے چلنا ہی ممکن نہ رہے تو یہ بھی نفع بخش نہیں، اور اگر یہ معتدل ہو کہ جانور کی رفتار میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوجائے اور وہ زخمی بھی نہ ہو تو یہ ضرب بے حد مفید ہے۔ (ماخوذ من احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ج ۴)

ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ خوفِ خدا عزوجل تو ایک قلبی کیفیت کا نام ہے، ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ ہمارے دل میں ربّ تعالیٰ کا خوف موجود ہے اور اگر ہے تو بیان کردہ درجات میں سے کس نوعیت کا ہے؟ تو یاد رکھئے کہ عموماً ہر کیفیتِ قلبی کی کچھ علامات ہوتی ہے جن کی بناء پر پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ وہ کیفیت دل میں پائی جارہی ہے یا نہیں؟

اسی طرح خوف الٰہی عزوجل کی بھی چند علامات ہیں، جن کے سبب ہمیں اپنی قلبی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دقت پیش نہیں آئے گی، چنانچہ حضرت سیّدنا فقیہہ ابواللیث سمرقندی رضي الله تعالي عنه ارشاد فرماتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت آٹھ چیزوں میں ظاہر ہوتی ہے،

(1) انسان کی زبان میں، وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کا خوف اس کی زبان کو جھوٹ، غیبت، فضول گوئی سے روکے گا اور اُسے ذکرُ اللہ عزوجل، تلاوتِ قرآن اور علمی گفتگو میں مشغول رکھے گا۔

(2) اس کے شکم میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے پیٹ میں حرام کو داخل نہ کریگا اور حلال چیز بھی بقدرِ ضرورت کھائے گا۔

(3) اس کی آنکھ میں، وہ اس طرح کہ وہ اسے حرام دیکھنے سے بچائے گا اور دنیا کی طرف رغبت سے نہیں بلکہ حصولِ عبرت کے لئے دیکھے گا۔

(4) اس کے ہاتھ میں، وہ اس طرح کہ وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو حرام کی جانب نہیں بڑھائے گا بلکہ ہمیشہ اطاعتِ الٰہی عزوجل میں استعمال کریگا۔

(5) اس کے قدموں میں، وہ اس طرح کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں اٹھائے گا بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کے لئے اٹھائے گا۔

(6) اس کے دل میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے دل سے بغض، کینہ اور مسلمان بھائیوں سے حسد کرنے کو دور کردے اور اس میں خیر خواہی اور مسلمانوں سے نرمی کا سلوک کرنے کا جذبہ بیدار کرے۔

(7) اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں، اس طرح کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت کرے اور ریاء ونفاق سے خائف رہے۔

(8) اس کی سماعت میں، اس طرح کہ وہ جائز بات کے علاوہ کچھ نہ سنے۔ (درۃ الناصحین، المجلس الثلاثون، ص ۱۲۷)

مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں

حضرت علقمہ بن اسود رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں کہ میں سیّدنا عامر بن قیس رضي الله تعالي عنه سے زیادہ خشوع وخضوع اور انہماک کے ساتھ نماز ادا کرنے والا کوئی نہ پایا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شیطان ملعون ایک بہت بڑے اژدھے کی صورت اختیار کر کے مسجد میں گھس جاتا اور لوگ اس کے خوف سے ادھر ادھر دوڑنے لگتے بلکہ بعض تو مسجد ہی سے نکل بھاگتے۔ لیکن وہی سانپ جب حضرت عامر بن قیس رضي الله تعالي عنه کی قمیض میں داخل ہوتا اور اپنا منہ گریبان سے باہر نکالتا تو آپ اس کی مطلقاً پرواہ نہ کرتے اور اسی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے میں مصروف رہتے۔ ایک دن لوگوں نے آپ سے پوچھا، حضور! کیا آپ کو اتنے بڑے سانپ سے خوف نہیں آتا؟ آپ نے جواب دیا، مجھے اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں آتا۔ سچ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ اور کسی سے نہیں ڈرتے اور جو رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ

ہر ایک سے ڈرتا ہے۔ (حکایات الصالحین، ص ۱۰۴)

7- بَابٌ فِي الْيَقِيْنِ وَالتَّوَكُّلِ

یقین اور توکل کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا) (الأحزاب: 22)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب اہل ایمان نے کفار کی جماعتوں کو دیکھا تو کہا یہ وہی ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا ہے اللہ اور اس کا رسول سچے ہیں اس واقعہ نے ایمان اور اسلام میں ان کو بڑھا دیا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللهِ وَاللهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ) (آل عمران: 173-174)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا تمہارے لیے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں تو ان سے ڈرو پس ان کے ایمان بڑھ گئے اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ بغیر نقصان کے واپس پلٹے انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ) (الفرقان: 58)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس زندہ پر اعتماد کر جس کو کبھی موت نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ) (اِبْرَاهِيْم: 11)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ) (آل عمران: 159)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر اعتماد کرو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور توکل کے امر میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ) (الطلاق: 3): اَيْ كَافِيْهِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اللہ پر توکل کر لے اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ایماندار وہ ہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل اللہ کے خوف سے

زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ) (الانفال:2)

کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جائیں تو یہ ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

والآياتِ فِيْ فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ.

توکل سے متعلق آیات مشہور ہیں اور احادیث یہ ہیں:

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ:

(74) فَالْأَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ، وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ: انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ: هٰذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا ـ وَذَكَرُوْا أَشْيَاءَ ـ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ؟ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ، فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ أَنْ

پہلی حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئی میں نے ایک نبی کو دیکھا اس کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے کسی اور نبی کو دیکھا اس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں کوئی وہ نبی ہے جس کے ساتھ کوئی نہیں اچانک میرے لیے ایک بڑی جماعت ظاہر ہوئی میں نے گمان کیا وہ میری امت ہیں کہا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے لیکن تم کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو ایک بڑی جماعت نظر آئی پھر مجھے کہا گیا کہ اب دوسرے کنارے کی طرف دیکھو تو ایک بڑی جماعت ہے مجھے کہا گیا کہ یہ سب آپ کی امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہوں گے بعض نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں کچھ نے کہا ہوسکتا ہے یہ وہ لوگ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور شرک سے آلودہ نہ ہوئے اور کئی چیزیں ذکر کیں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا تم کس بات میں بحث کر رہے ہو؟ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دم کرتے ہیں نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدفالی لیتے ہیں اور اپنے رب پر پورا توکل کرتے ہیں حضرت عکاشہ

يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. فَقَالَ: أَنْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلرُّهَيْطُ بِضَمِّ الرَّاءِ تَصْغِيرُ رَهْطٍ: وَهُمْ دُوْنَ عَشَرَةِ أَنْفُسٍ، وَ الْأُفُقُ النَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ. وَ عُكَّاشَةُ بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيْفِهَا، وَالتَّشْدِيْدُ أَفْصَحُ.

بن محصن نے کھڑے ہو کر عرض کیا: دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنائے فرمایا: تو ان میں سے ہے پھر ایک اور آدمی نے کھڑے ہو کر دعا کے بارے میں عرض کیا: تو فرمایا: عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا۔ (متفق علیہ) اَلرُّهَيْط: اس میں راء پر پیش ہے اور یہ تصغیر ہے رَهْط کی اس کا مطلب ہے۔ دس سے کم افراد۔ اُفُق: کا مطلب ہے۔ کنارہ جانب۔ اور عُكَّاشَة: میں عین پر پیش' کاف پر شد بھی ہے اور بغیر شد کے بھی ہے لیکن شد پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یدخل الجنۃ سبعون الفاً بغیر حساب، ج ۴ص ۲۰۱، رقم: ۶۵۴۱، صحیح مسلم، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ، ج ۱ص ۱۳۷، رقم: ۵۳۹، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ص ۴۷۱، رقم: ۲۴۴۸، مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج ۲ص ۱۱۵، رقم: ۵۱۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الکراھیۃ الکی والرقی، ج ۷ص ۴۲۵، رقم: ۲۴۰۸۸)

شرح حدیث: بدفالی لینا

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بدفالی لینا شرک ہے، بدفالی لینا شرک (اصغر) ہے اور ہر شخص کے دل میں اس کا خیال بھی آتا ہے مگر اللہ عزوجل توکّل کے ذریعے اسے دور فرما دیتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الکھانۃ والطیر، باب فی الطیرۃ، الحدیث ۳۹۱۰، ص ۱۵۱۰)

حافظ ابو القاسم اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ میری اُمت کے ہر شخص کے دل میں ان میں سے کچھ نہ کچھ خیال آتا ہے مگر اللہ عزوجل ہر اس شخص کے دل سے یہ خیال نکال دیتا ہے جو اللہ عزوجل پر توکل کرتا ہے اور اس بدفالی پر ثابت قائم نہیں رہتا۔

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: پرندے اڑا کر یا کسی اور چیز سے بدشگونی مراد لینا بے برکت کاموں میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الکھانۃ والتطیر، باب فی الخط وزجر الطیر، الحدیث: ۳۹۰۷، ص ۱۵۱۰)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اٹکل پچو سے غیب کی بات بتائی یا جوئے کے تیروں کے ذریعے کسی سے قسم اٹھوائی یا بدشگونی کی وجہ سے سفر سے لوٹ آیا وہ بلند

درجوں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، فصل فی ذمہ بناء مالا یحتاج ۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۱۰۷۳۹، ج ۷، ص ۳۹۸)

حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

رقی جمع ہے رقیۃ کی بمعنی جھاڑ پھونک۔ناجائز یا شرکیہ الفاظ سے دم کرنا حرام یا کفر ہے، جائز دعائیں پڑھ کر دم کرنا سنت ہے، جس دم جھاڑ پھونک کے معانی معلوم نہ ہوں انہیں نہ پڑھے۔اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور علوم بخشے ہیں وہاں علم طب بھی عطا فرمایا بذریعہ وحی کے بھی اور بذریعہ تجربہ وغیرہ کے بھی۔حضرت سلیمان علیہ السلام ہر درخت وگھاس سے پوچھا کرتے تھے کہ تجھ میں کیا تاثیر ہے اگر وہ اچھی تاثیر بتاتی تو اس کی کاشت بھی کراتے تھے اور اس کا نام وفوائد لکھ بھی لیتے تھے۔معلوم ہوا کہ طب کی تدوین آپ نے بھی کی۔واللہ اعلم!(مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۵)

چنانچہ اس ضمن میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں صحابہ میں کچھ لوگ سفر میں تھے ان کا گزر قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ پر ہوا، انھوں نے ضیافت کا مطالبہ کیا اُنھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا، اُس قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا اُس کے علاج میں اُنھوں نے ہر قسم کی کوشش کی مگر کوئی کارگر نہ ہوئی پھر اُنھیں میں سے کسی نے کہا یہ جماعت جو یہاں آئی ہے (صحابہ) ان کے پاس چلو شاید ان میں سے کسی کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، وہ لوگ صحابہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا اور ہم نے ہر قسم کی کوشش کی مگر کچھ نفع نہ ہوا کیا تمھارے پاس اس کا کچھ علاج ہے؟ ایک صاحب بولے، ہاں میں جھاڑتا ہوں مگر ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری مہمانی نہیں کی تو اب اُس وقت میں جھاڑوں گا کہ تم اس کی اُجرت دو، اُجرت میں بکریوں کا ریوڑ دینا طے پایا (ایک روایت میں ہے تیس بکریاں دینا طے ہوا) اُنھوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا، وہ شخص بالکل اچھا ہوگیا اور وہاں سے ایسا ہو کر گیا کہ اُس پر زہر کا کچھ اثر نہ تھا، اُجرت جو مقرر ہوئی تھی اُنھوں نے پوری دے دی۔ان میں بعض نے کہا کہ اس کو آپس میں تقسیم کرلیا جائے مگر جنھوں نے جھاڑا تھا یہ کہا کہ ایسا نہ کرو بلکہ جب ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہولیں گے اور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) سے تمام واقعات عرض کرلیں گے پھر حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) اس کے متعلق جو کچھ حکم دیں گے وہ کیا جائے گا یعنی اُنھوں نے خیال کیا کہ قرآن پڑھ کر دم کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اُجرت حرام ہو۔جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، ارشاد فرمایا کہ تمھیں اس کا رقیہ (جھاڑ) ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا آپس میں اسے تقسیم کرلو اور (اس لیے کہ اس کے جواز کے متعلق اُن کے دل میں کوئی خدشہ نہ رہے یہ فرمایا کہ) میرا بھی ایک حصہ مقرر کرو۔(صحیح البخاري، کتاب الاجارۃ، باب ما یُعطی في الرُّقیۃ ...الخ، الحدیث:

۲۲۷۶،ج ۲،ص ۶۹) (کتاب فضائل القرآن، باب فاتحۃ الکتاب، الحدیث: ۵۰۰۷، ج ۳، ص ۴۰۴، ۴۰۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کی اُجرت لینا جائز ہے جبکہ قرآن سے ہو یا ایسی دُعاؤں سے ہو جن میں ناجائز و باطل الفاظ نہ ہوں۔

(75) اَلثَّانِي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ. اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ، اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا تَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ.

دوسری حدیث: یہ بھی حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے: اے اللہ! میں تجھ پر اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر توکل کیا اور میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیری مدد کے ساتھ جھگڑا کرتا ہوں اے اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کرے تو ایسا زندہ ہے، جس نے مرنا نہیں اور انسان اور جن سب مرجائیں گے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث مسلم کے ہیں اور بخاری نے اسے مختصراً روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعا اذا انتبه بالليل، ج ۲ص ۴۹۰، رقم: ۶۳۱۷، صحیح مسلم، باب التعوذ من شرما عمل ومن شر مالم يعمل، ج ۲ص ۴۸۹، رقم: ۷۰۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج ۱ص ۲۹۸، رقم: ۲۷۱۰، مسند ابي يعلى، مسند عبدالله بن العباس، ج ۱ص ۸۹۲، رقم: ۲۴۰۳، مسند البزار، مسند ابن عباس، ج ۲ص ۱۶۴، رقم: ۴۸۵۹)

شرح حدیث: حمدِ باری تعالیٰ

سب خوبیاں اس ذات کے لئے ہیں جو حمد کی مستحق ہے، اپنی کبریائی میں واحد ہے، اس کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی حد ہے، بلند ہے، قوی ہے، مددگار ہے، حمید ہے، غنی ہے، غنی کرنے والا ہے، پیدا کرنے اور لوٹانے والا ہے، ایسا عطا کرنے والا ہے جس کی عطا کبھی فنا اور ختم ہونے والی نہیں، ایسا روکنے والا ہے کہ جس سے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور اپنے ارادے میں کسی کا محتاج نہیں، مخلوق کو پیدا کرکے اَحسن طریقے سے راہِ راست پر چلانے والا ہے اور اس نے مخلوق کی صورتوں کو اچھا بنایا اور ان کو جنت میں نعمتوں اور ہمیشہ رہنے کی خوشخبری دی اور عبرت والی آنکھوں سے نوازا اور عذابِ نار اور وعید سے ڈرایا اور شکر کو لازم کیا اور اس نے ان کے لئے اپنے مزید فضل کے خزانے کا ذمہ لیا اور ان پر موت کو مسلط کیا پس کوئی بھی اس سے بری الذمہ نہیں، کتنے ہی لوگوں کو موت نے اپنے دوستوں کی جدائی میں رُلایا؟ کتنوں کو نومولود چھوڑا اور ان سب کو گریہ وزاری میں مشغول کر دیا، حالانکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے کسی کو غمزدہ پیدا کیا، نہ غمزدہ لوٹائے گا۔

موت کے سبب مضبوط عمارتیں برباد ہو گئیں اور موت نے فنا کے سبب اس گھر کے رہنے والوں پر حکومت کی اور روحوں نے پرندے اپنے گھونسلوں سے اُڑ گئے اور ان کی عیشِ زندگی کو تنگی میں بدل دیا تو اب بے آب وگیاہ زمین میں بادشاہوں، غلاموں، غنیوں اور محتاجوں کی قبریں ایک جیسی ہیں۔

پاک ہے وہ ذات! جس نے موت کے ذریعے مغروروں میں سے ہر ایک کو مسلسل ذلیل کیا اور موت کے ذریعے بڑے بڑے بہادر بادشاہوں کو شکست دی اور ان کو وسیع محلات سے اٹھا کر اندھیری قبروں میں پہنچا دیا اور ان کی لمبی لمبی امیدوں کو کاٹ کر رکھ دیا، موت نے ان کے آباؤاجداد کو پکڑ لیا۔ اور بچوں کو جھولوں سے اُٹھا کر قبروں کو ان کا گھر بنا دیا اور چہروں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا، موت چھوٹے بڑے، امیر فقیر، حاکم محکوم اور باپ اولاد سب کے لئے برابر ہے اور اس نے مردوں عورتوں سب کو فنا کر دیا اور اب قیامت تک ان کی یاد باقی ہے۔

کیا غافل انسان ان کی ہلاکت و بربادی سے عبرت حاصل نہیں کریگا؟ حالانکہ موت نے ان سب کو فنا اور ان کی جمعیت کو تتّر بتّر کر دیا۔ انسان کیسے دھوکے میں رہتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ظالم کو مہلت دیتا ہے مگر جب وہ گرفت فرماتا ہے تو کوئی اس سے نہیں بچا سکتا۔ کیا لوگ یہ بات نہیں جانتے؟ اور ان کی جانیں موت سے محفوظ نہیں۔

اَلرَّوْضُ الْفَائِقِ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ

توکُّل کے متعلق اسلاف کے اقوال

حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ دَیبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: توکل کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے استفسار فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: ہمارے اصحاب تو فرماتے ہیں کہ اگر درندے اور سانپ تمہارے دائیں بائیں ہوں تو بھی تمہارے باطن میں کوئی حرکت نہ ہو۔ تو حضرت سَیِّدُنا ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے: ہاں! یہ توکل کے قریب ہے لیکن اگر اہلِ جنت، جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہو، پھر تم ان دونوں کے درمیان تمیز کرنے لگو، تو توکل سے نکل جاؤ گے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہر حال میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے تعلق قائم رکھنا۔ سائل نے عرض کی: مزید کچھ فرمائیے۔ فرمایا: ہر اس سبب کو چھوڑ دینا جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو۔

توکل کے درجات

توکل کے تین درجے ہیں:

(1) پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کا اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر اعتماد اس طرح ہو جس طرح اس کا اعتماد اس وکیل پر ہوتا ہے جس کی سچائی، امانت، عنایت، ہدایت اور شفقت اسے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ اس کا حال ایسا ہو جیسے بچے کا حال اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور تمام امور میں اسی کی پناہ لیتا ہے اور یہی اس کا پہلا خیال ہوتا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رحم وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے سوا کسی سے سوال نہ کیا جائے۔

(۳) تیسرا درجہ بیمار کی زردی کی طرح ہے کبھی ہمیشہ رہتی ہے اور کبھی زائل ہو جاتی ہے۔

اگر تم سوال کرو، کہ کیا ان احوال میں بندے کے ساتھ تدبیر اور اسباب کا تعلق باقی رہتا ہے؟ تو جان لیجئے! تیسرا درجہ تو تدبیر کی بالکل نفی کرتا ہے جب تک یہ حالت باقی رہے اور دوسرا مقام بھی ہر تدبیر کی نفی کرتا ہے، ہاں! اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے فریاد کرنا اور سوال کرنا باقی رہتا ہے جیسے بچہ صرف اپنی ماں کو پکارتا ہے۔ (لُبَابُ الْإِحْیَاء صفحہ ۳۵۸)

وہ زندہ ہے

حیات اس کی صفت ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ زندہ ہے تو اس میں اسی طرح روح ہے، ہماری ہی طرح اس کی رگ و پے میں خون دوڑتا پھرتا ہے جیسا مُشَبِّہ مَلَاعِنہ کہتے ہیں تو یہ کفر ہے اور اگر اس سے انکار کر دیا جائے جیسے مُلاحدہ باطنیہ بکا کرتے کہ وہ حَیٌّ لَا حَیٌّ نُورٌ وَلَا نُورٌ ہے تو یہ کھلی ضلالت ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ حَیٌّ ہے خود زندہ ہے اور تمام عالم کی حیات اس سے وابستہ ہے مگر نہ روح سے کہ روح خود اس کی مخلوق ہے، نہ وہ گوشت و پوست (یعنی جلد) وخونِ اُستخوان (یعنی ہڈی) سے مرکب ہے، نہ وہ جسم ہے جسم وجسمانیت وزمان وجہت سے پاک ہے۔ یہ وہی تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۱۶)

(76) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا، قَالَ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، قَالَهَا اِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

تیسری حدیث: یہ بھی حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) اور جناب محمد (رسول اللہ) ﷺ کو جس وقت کہا گیا کہ تمہارے لیے لوگ جمع ہو گئے ہیں ان سے ڈرو تو ان کے ایمان بڑھ گئے اور انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (بخاری) اور راویت میں حضرت ابن عباس ﷺ سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتش (نمرود) میں ڈالا گیا تو آپ کا

آخری کلمہ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم، ج ۳ص ۲۲۹، رقم: ۴۵۶۳ سنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یقول اذا خاف قوما، ج ۶ص ۱۵۲، رقم: ۱۰۴۳۹، مصنف ابن ابی شیبة ج باب ما ذکر مما اعطی اللّٰه ابراهیم صلی اللّٰه علیه وسلم، ج ۱۱ص ۵۱۷، رقم: ۳۲۴۹۰، تفسیر ابن ابی حاتم، تحت سورة آل عمران: ۱۷۳، ج ۱ص ۴۷۴، رقم: ۴۵۶۸)

شرح حدیث: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوندا! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جارہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہٰذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھادوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑادوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی، ج ۴،ص ۱۳۰۷، پ ۱۷، الانبیاء: ۶۸)

کون سی دعا پڑھکر آپ آگ میں گئے:۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے اُس وقت یہ دعا پڑھی: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور جب آپ آگ کے شعلوں میں داخل ہوگئے تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے خلیل اللہ! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم سے کوئی حاجت نہیں ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ پھر خدا ہی سے اپنی حاجت عرض کیجئے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ میرے حال کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا مجھے اُس سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف سولہ یا بیس برس کی تھی۔

آپ کتنی دیر تک آگ میں رہے؟:۔ اس بارے میں کہ آپ کتنی مدت تک آگ کے اندر رہے، تین اقوال ہیں:

(۱) بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات دنوں تک آپ آگ کے شعلوں میں رہے۔

(۲) اور بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ چالیس دن رہے۔

(۳) اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس دن تک آپ آگ میں رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صاوی، ج ۴،ص ۱۳۰۷، پ ۱۷، الانبیاء: ۶۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلانِ توحید

مفسرین کا بیان ہے کہ نمرود بن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا۔سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔اس سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا یہ لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا کاہن اور نجومی اس کے دربار میں بکثرت اس کے مقرب تھے۔نمرود نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک ستارہ نکلا اور اس کی روشنی میں چاند،سورج وغیرہ سارے ستارے بے نور ہو کر رہ گئے۔کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ ایک فرزند ایسا ہوگا جو تیری بادشاہی کے زوال کا باعث ہوگا۔یہ سن کر نمرود بے حد پریشان ہو گیا اور اس نے یہ حکم دے دیا کہ میرے شہر میں جو بچہ پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے۔اور مرد عورتوں سے جدا رہیں۔چنانچہ ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے۔مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے اور بادشاہ کے خوف سے ان کی والدہ نے شہر سے دور پہاڑ کے ایک غار میں ان کو چھپا دیا اسی غار میں چھپ کر ان کی والدہ روزانہ دودھ پلا دیا کرتی تھیں۔بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات برس کی عمر تک اور بعضوں نے تحریر فرمایا کہ سترہ برس تک آپ اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(روح البیان،ج ۳،ص ۵۹،پ ۷،الانعام: ۷۵)

اس زمانے میں عام طور پر لوگ ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ایک رات آپ علیہ السلام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے لوگو! کیا ستارہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔پھر اس کے بعد جب چمکتا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا۔پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان سب سے بڑا ہے،کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے۔

بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد اور پجاری بن گیا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ اس خدا نے تو مجھے ہدایت دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے۔کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟

(77) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یَدْخُلُ

چوتھی حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ

اَلْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قِيْلَ: مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُوْنَ، وَقِيْلَ: قُلُوْبُهُمْ رَقِيْقَةٌ. ہوں گے جن کے دل پرندوں جیسے ہوں گے۔ (مسلم) کہا گیا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ اہل توکل ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا کہ بے وہ نرم دل ہوں گے۔

خواجہ شقیق بلخی کے ایک مرید خواجہ بایزید کے پاس آئے، آپ نے ان کے پیر کا حال دریافت فرمایا: عرض کی: خلق سے فارغ اور خدا پر متوکل ہو کر بیٹھ گئے ہیں، فرمایا: میری طرف سے شقیق سے کہنا دو ۲ روٹیوں کے واسطے خدا کو نہ آزمائیں، نامہ توکل کا طے کر کے بھوک کے وقت بھیک مانگ لیا کرو، کہیں اس فعل کی شامت سے وہ ملک زمین میں نہ دھنس جائے۔
(کشف المحجوب، باب آدابہم فی السؤال وترکہ، ص ۴۰۵)

اللہ عزوجل پر توکّل فرضِ عین ہے

قال اللہ تعالیٰ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

اللہ ہی پر توکل کرو اگر مسلمان ہو۔ (پ ۶، المائدۃ: ۲۳)

اور فرماتا ہے:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ

اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو۔ (پ ۱۱، یونس: ۸۴)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے ہر جاندار نفس کا جنت یا جہنم میں ٹھکانا لکھا ہوا ہے، اور سن لو! یہ بھی لکھا ہے کہ وہ خوش بخت ہے یا بدبخت۔ عرض کی گئی تو کیا پھر ہم توکل نہ کریں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ عمل کرو تقدیر ہی پر تکیہ نہ کرو کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے، سعادت مندوں کے لئے سعادت والے کام آسان ہیں جبکہ بدبختوں کے لئے بدبختی والے کام آسان ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موعظۃ المحدث ------ الخ، الحدیث: ۱۳۶۲، ص ۱۰۶) (سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب فی القدر، الحدیث: ۷۸، ص ۲۴۸۲)

فصیح وبلیغ کلام کرنے والا متوکل اژدھا

حضرت سیِّدُنا حامد اَسْوَد علیہ رحمۃ اللہ الاحد نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خوّاص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا: توکّل کے بارے میں میرے یقین کی پختگی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ میں جنگلوں اور صحراؤں میں سفر کرتا اور اپنے توکل کو پختہ کرتا۔ مجھے ویران اور غیر آباد علاقوں سے محبت ہو گئی۔ ایک دن میں ایک ویران جنگل کی طرف گیا اور اس جنگل میں تین دن تین رات قیام کیا۔ جب چوتھی صبح ہوئی تو بھوک و پیاس کی وجہ سے کمزوری محسوس ہونے لگی۔ بتقاضائے بشریت مجھے رزق کے معاملے میں کچھ تردّد ہونے لگا۔ میں بڑا دِل گیر (غمگین) ہوا۔

اچانک میرے سامنے چار بڑے بڑے اژدھے نمودار ہوئے۔ وہ اپنے منہ سے سیٹی کی سی آواز نکالنے لگے پھر بھنبھناہٹ سی سنائی دینے لگی۔ ان کی اس آواز میں ایسا غم و سوز تھا کہ ایسی غمگین آواز میں نے آج تک نہ سنی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ چاروں میری طرف آئے، ان میں سے ایک نے اپنا سر بلند کیا اور بڑا فصیح و بلیغ کلام کرتا ہوا مجھ سے یوں گویا ہوا: اے ابراہیم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! کیا تو اپنے خالق کے بارے میں شک میں مبتلا ہے؟

میں نے کہا: نہیں! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں بالکل مطمئن ہوں۔ اس نے کہا: پھر تو رزق کے بارے میں شک میں کیوں مبتلا ہوا؟ وہ اژدھا میری حالت سے واقف ہو گیا تھا۔ میں نے متعجب ہو کر پوچھا: تم میرے حال سے کیسے واقف ہوئے؟ اس نے کہا: مجھے اس پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ نے آگاہ کیا جو ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ سنو! ہم چار اژدھے مختلف مقامات کے رہنے والے ہیں اور ہم توکل جمع کرنے آئے ہیں۔

میں نے کہا: یہ تو بہت ضروری ہے۔ بے شک میں نے بھی کھانے پینے کے متعلق توکل کیا۔ اس دوران اکثر اوقات بھوک و پیاس کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اس نے کہا: اے ابراہیم! پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں نہ پڑو۔ بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے کچھ ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کا ذکر سیراب کرتا ہے اور اس سے ان کی بھوک جاتی رہتی ہے۔ پھر وہ کسی ایسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے جس کے ذریعے دوسرے لوگ اپنی زندگی گزارتے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں ایسی چیزوں کے متعلق کبھی پریشانی نہیں ہوتی جس کے نہ ملنے پر دوسروں کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ ہاں! وہ تو صرف فتنہ و فساد سے ڈرتے ہیں۔ اس اژدھے کا ایسا فصیح و بلیغ کلام سن کر میں نے اپنے دل میں کہا: سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! یہ اژدھا کتنا پیارا کلام کر رہا ہے اور میں اس کی بات کو کتنی اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔

پھر میں رونے لگا۔ میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ اژدھا پھر بولا: اے ابراہیم! پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں نہ رہو، کیا تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی مخلوق میں کسی کو حقیر سمجھتے ہو؟ بے شک مجھے قوتِ گویائی اسی پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ نے عطا فرمائی ہے جس نے تمہارے باپ آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ تم میرے بولنے سے متعجب ہو رہے ہو! حالانکہ زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہم ایک ایسی وادی سے تیرے پاس آئے ہیں جو یہاں سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔ ہمیں ہمارے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ نے یہاں بھیجا ہے۔

یہ سن کر میں بہت حیران ہوا اور اس اژدھے سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ان چاروں اژدھوں میں سے صرف تم ہی کلام کر رہے ہو اور باقی سب خاموش ہیں؟ اس نے کہا: اے ابو اسحاق علیہ رحمۃ اللہ الرزاق! بے شک! اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان حجاب ہے۔ مخلوق میں کچھ لوگ ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔ کچھ وزراء اور کچھ لوگ بعض کے شاگرد و مرید ہیں۔ ان چاروں اژدھوں نے مجھے اپنا امیر مان لیا اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا ہے۔ اب میں ہی ان کی نمائندگی و رہبری کر رہا ہوں۔ میری ایک بات توجہ سے سن لیجئے! اگر آپ کسی کے امیر بنو اور تمہارے رفقاء آدابِ سفر

طولا رکھیں تو عنقریب تم اور تمہارے تمام رفقا، صدق و اخلاص کی اعلیٰ منازل تک رسائی حاصل کرلو گے۔ لیکن جب امیر قافلہ ہی راہ سے بھٹک جائے اور اس کے رفقاء اس پر برتری چاہیں تو سمجھو کہ وہ قافلہ ناکام ہوگیا۔ ناکامی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ماتحت اپنے امیر پر غالب آجائیں اور اس کی طرف توجہ نہ دیں۔ جب تم دیکھو کہ ماتحت اپنے امیر ونگران کے سامنے بڑی بے باکی سے بول رہا ہے اور امیر ونگران خوش ہے تو سمجھ لو کہ اب برکت اُٹھالی گئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم خوّاص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق فرماتے ہیں: اتنا کہنے کے بعد اچانک وہ چاروں اژدھے میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ پھر میں چالیس روز اسی ویران وغیر آباد وادی میں رہا اور جو منظر میں نے دیکھا اس کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوتا رہا۔ یہ چالیس دن ایسے گزرے کہ نہ تو مجھے کھانے پینے کی فکر رہی اور نہ ہی کسی اور قسم کی حاجت درپیش آئی۔ میں چالیس دن تک بالکل نہ سویا اور کئی دن تک ایک ہی وضو سے نماز پڑھتا رہا۔ یہ وادی بہت زیادہ غیر آباد اور ویران تھی۔ کوئی چیز اس میں ایسی نہ تھی جس سے اُنسیّت حاصل کی جاتی۔ بہرحال چالیس دن بعد ایک صبح وہ چاروں اژدھے پھر میرے سامنے ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ ان میں سے وہی اژدھا جو پہلے مجھ سے مخاطب ہوا تھا، کہنے لگا:

اے ابو اسحاق علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق! میرا گمان تھا کہ ان چالیس دنوں میں کسی نہ کسی دن تو منتخب کرلیا جائے گا میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ وہ تجھے صادقین کی بعض غذا کا ذائقہ چکھادے اور اب میں تیرا حال اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حوالے کرتا ہوں۔

پھر اس اژدھے نے اپنے منہ سے نرگس کے کچھ پھول میری طرف پھینکے۔ میں نے انہیں اٹھالیا۔ جب سامنے دیکھا تو وہ تمام اژدھے غائب ہوچکے تھے۔ میں ان کی جدائی سے بڑا غمگین ہوا۔ پھر چالیس دن تک میں کیف وسرور کے عالم میں رہا نہ تو مجھے بھوک لگی نہ پیاس۔ اور میرے جسم سے ایسی خوشبو آتی تھی جیسے میں نے پورے جسم پر عطر لگایا ہوا ہو۔ اسی طرح وہ پوری وادی خوشبو سے معطر اور معنبر رہی۔ یہ وہ پہلا واقعہ تھا جو اللہ ربُّ العزّت نے میرے لئے ظاہر فرمایا اور مجھے عجیب وغریب چیزیں دکھائیں۔ (عیون الحکایات، مؤلف: امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی)

(78) اَلْخَامِسُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُمْ، فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

پانچویں حدیث: حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مل کر اہل نجد سے جہاد کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ صحابہ سمیت واپس پلٹے تو دوپہر کے آرام کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا جہاں بکثرت کانٹے دار درخت تھے رسول اللہ ﷺ اترے اور لوگ درختوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اور

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً. فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ. فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا. قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ - ثَلَاثًا- وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی ہم بھی سو گئے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی بلانے کی آواز آئی کیا دیکھا کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے میری نیند کے دوران میری تلوار لے لی میں بے دار ہوا تو یہ اس کے ہاتھ میں ننگی موجود تھی کہنے لگا تم کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے تین بار کہا: اللہ اور اس کو سزا نہ دی اور بیٹھ گئے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ. فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ. فَقَالَ: تَخَافُنِي؟ قَالَ: لَا فَقَالَ: فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: اَللّٰهُ۔

اور ایک راویت میں ہے کہ حضرت جابر ﷺ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب پلٹے تو ہم سایہ دار درخت کے پاس آئے، تو اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا مشرکوں میں سے ایک آدمی آیا رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی اس کو بے نیام کیا اور رسول اللہ ﷺ کو کہا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: نہیں کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو فرمایا: اللہ۔

وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهِ، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: اَللّٰهُ ۔ قَالَ: فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ. فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ. فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ ۔ فَقَالَ: كُنْ خَيْرَ آخِذٍ. فَقَالَ: تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنِّي أُعَاهِدُكَ أَنْ لَّا أُقَاتِلَكَ، وَلَا أَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ. فَخَلَّى سَبِيْلَهُ. فَأَتَى أَصْحَابَهُ. فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ.

ایک روایت جو ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ اس میں ہے کہ اس نے پوچھا تم کو مجھ سے کون بچائے گا آپ نے فرمایا: اللہ چنانچہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار پکڑ کر فرمایا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کیا: آپ بہتر تلوار پکڑنے والے بنیں فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا نہیں لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ سے جنگ میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ آپ کے ساتھ

لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ تو آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا میں تمہارے پاس اس شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

قَوْلُهٗ: قَفَلَ اَیْ رَجَعَ. وَ الْعِضَاهُ الشَّجَرُ الَّذِیْ لَهٗ شَوْكٌ وَ السَّمُرَةُ بِفَتْحِ السِّیْنِ وَضَمِّ الْمِیْمِ: اَلشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ، وَهِیَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ. وَ اخْتَرَطَ السَّیْفَ اَیْ سَلَّهٗ وَهُوَ فِیْ یَدِهٖ. صَلْتًا اَیْ مَسْلُوْلًا. وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا۔

قَفَلَ: کا معنی ہے لوٹے اور اَلْعِضَاہُ: کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں۔ سَمُرَۃ: سین پر زبر میم پر پیش کیکر کو کہتے ہیں۔ اِخْتَرَطَ السَّیْفَ: کا معنی ہے اس نے بے نیام تلوار اپنے ہاتھ میں لی۔ صَلْتًا صاد کی پیش اور زبر کے ساتھ بے نیام تلوار کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب یدخل الجنۃ اقوام افئدتھم مثل افئدۃ الطیر، ج ۲ص ۸۷۲، رقم: ۲۳۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج ۳ص۳۳۱، رقم: ۸۳۶۴، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ھریرۃ، ج ۳ص۸۰۲، رقم: ۵۸۹۹، مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث عمر بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ص۳۱۸، رقم: ۲۳۹۱، اطراف المسند المعتلی، احادیث ابوسلمۃ بن عبدالرحمن، ج ۸ص۱۵۸، رقم: ۱۰۷۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل خاص اور مخلوق سے بے خوفی کہ ایسے نازک موقعہ پر بھی دل میں گھبراہٹ نہ آئی نہایت سکون سے یہ جواب دیا، اس توکل کا نتیجہ وہ ہوا جو یہاں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳۶)

غزوہ غطفان

ربیع الاول ۳ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ نجد کے ایک مشہور بہادر دعثور بن الحارث محاربی نے ایک لشکر تیار کرلیا ہے تا کہ مدینہ پر حملہ کرے۔ اس خبر کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فوج لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ جب دعثور کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمارے دیار میں آ گئے تو وہ بھاگ نکلا اور اپنے لشکر کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گیا مگر اس کی فوج کا ایک آدمی جس کا نام حبان تھا گرفتار ہوگیا اور فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اس نے اسلام قبول کرلیا۔

اتفاق سے اس روز زوردار بارش ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے لیٹ کر اپنے کپڑے سکھانے لگے۔ پہاڑ کی بلندی سے کافروں نے دیکھ لیا کہ آپ بالکل اکیلے اور اپنے اصحاب سے دور بھی ہیں، ایک دم دعثور

بجلی کی طرح پہاڑ سے اتر کر ننگی شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تلوار بلند کر کے بولا کہ بتایئے اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچالے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا اللہ مجھ کو بچالے گا۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام دم زدن میں زمین پر اتر پڑے اور دعثور کے سینے میں ایک ایسا گھونسہ مارا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور دعثور عین غین ہوکر رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فوراً تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ بول اب تجھ کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟ دعثور نے کانپتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ کوئی نہیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی بے کسی پر رحم آگیا اور آپ نے اس کا قصور معاف فرما دیا۔ دعثور اس اخلاقِ نبوت سے بے حد متاثر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں آکر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔

اس غزوہ میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ یا پندرہ دن مدینہ سے باہر رہ کر پھر مدینہ آگئے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ غطفان، ج ۲،ص ۳۷۸۔۳۸۲ ملخصا)

بعض مورخین نے اس تلوار کھینچنے والے واقعہ کو غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر بتایا ہے مگر حق یہ ہے کہ تاریخ نبوی میں اس قسم کے دو واقعات ہوئے ہیں۔ غزوۂ غطفان کے موقع پر سر انور کے اوپر تلوار اٹھانے والا دعثور بن حارث محاربی تھا جو مسلمان ہو کر اپنی قوم کے اسلام کا باعث بنا اور غزوہ ذات الرقاع میں جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تلوار اٹھائی تھی اس کا نام غورث تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ مرتے وقت تک اپنے کفر پر اڑا رہا۔ ہاں البتہ اس نے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی جنگ نہیں کریگا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ غطفان، ج ۲،ص ۳۸۲ مختصراً)

غزوہ ذات الرقاع

سب سے پہلے قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقام ذات الرقاع تک تشریف لے گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گرفتار کر لیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ چھ چھ آدمیوں کی سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا جس پر ہم لوگ باری باری سوار ہو کر سفر کرتے تھے پہاڑی زمین میں پیدل چلنے سے ہمارے قدم زخمی اور پاؤں کے ناخن جھڑ گئے تھے اس لئے ہم لوگوں نے اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع (پیوندوں والا غزوہ) ہو گیا۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲،ص ۵۲۶، ۵۲۸) (صحیح البخاری، کتاب

المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، الحدیث ۴۱۲۸، ج ۳، ص ۵۸)

بعض مؤرخین نے کہا کہ چونکہ وہاں کی زمین کے پتھر سفید وسیاہ رنگ کے تھے اور زمین ایسی نظر آتی تھی گویا سفید پر کالے پیوند ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا جانے لگا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا اس لئے لوگ اس کو غزوہ ذات الرقاع کہنے لگے، ہوسکتا ہے کہ یہ ساری باتیں ہوں۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲، ص ۵۲۵)

مشہور امام سیرت ابن سعد کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲، ص ۵۲۸، ۵۲۹)

(79) اَلسَّادِسُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْا خِمَاصاً وَتَرُوْحُ بِطَانًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

چھٹی حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کا حق ہے تو وہ پرندوں کی طرح تمہیں رزق عطا فرمائے گا کہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

مَعْنَاهُ: تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا: اَيْ ضَامِرَةَ الْبُطُوْنِ مِنَ الْجُوْعِ وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا. اَيْ مُمْتَلِئَةَ الْبُطُوْنِ۔

تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا: اس کا معنی ہے کہ بھوک کی وجہ سے دبلے پیٹ کے ساتھ نکلتے ہیں اور وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا: شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ سیر ہو کر پلٹتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی التوکل علی اللہ، ج ۴، ص ۱۱۱، رقم: ۲۳۵۱، الآداب للبیہقی، باب التوکل علی اللہ عزوجل، ص ۳۴۷، رقم: ۸۱۳، سنن ابن ماجہ، باب التوکل والیقین، ج ۴، ص ۱۰، رقم: ۴۱۶۴، صحیح ابن حبان، باب الورع والتوکل ج ۱، ص ۳۵۰، رقم: ۷۳۰، مسند ابی یعلی، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۱۱۱، رقم: ۲۴۱)

(مطلب یہ ہے کہ پرندے صبح کو اس حالت میں نکلتے ہیں کہ ان کے پیٹ بھوک کی وجہ سے چپکے ہوتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ واپس آتے ہیں۔)

شرح حدیث: اللہ پر توکل کیوں؟

اللہ پر توکل ایمان کی روح اور توحید کی بنیاد ہے، اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑنے کا نام توکل ہے، بعض

حضرات ہاتھ پر ہاتھ دھرے اسباب اختیار کیے بغیر اللہ پر توکل کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، اس قسم کے توکل کا شریعت نے حکم نہیں دیا ہے، قرآن میں ایسی تعلیم ہرگز نہیں ہے، اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایسی کوئی تعلیم دی ہے۔ اس بات پر قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام اور سلف صالحین امت کے واقعات شاہد عدل ہیں۔

صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کرلینا درست نہیں کیونکہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! پھر عمل کس لئے کریں، کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرلیں (یعنی توکل نہ کرلیں)؟ تو محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ عمل کرو، کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان کردیا جاتا ہے۔

کامل توکل ہو تو جنگل میں بھی رزق مل جاتا ہے

حضرت سیدنا ابو ابراہیم یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم چند رفقاء حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کی ہمراہی میں سمندر کے قریب ایک وادی کی طرف گئے۔ ہم سمندر کے کنارے کنارے چل رہے تھے کہ راستے میں ایک پہاڑ آیا جسے جبل کفر فیر کہتے ہیں۔ وہاں ہم نے کچھ دیر قیام کیا اور پھر سفر پر روانہ ہوگئے۔ راستے میں ایک گھنا جنگل آیا جس میں بکثرت خشک درخت اور خشک جھاڑیاں تھیں، شام قریب تھی، سردیوں کا موسم تھا۔ ہم نے حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! اگر آپ مناسب سمجھیں تو آج رات ہم ساحل سمندر پر گزار لیتے ہیں۔ یہاں اس قریبی جنگل میں خشک لکڑیاں بہت ہیں۔ ہم لکڑیاں جمع کرکے آگ روشن کریں گے اس طرح ہم سردی اور درندوں وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔ چنانچہ ہمارے کچھ دوستوں نے جنگل سے خشک لکڑیاں اکٹھی کیں اور ایک شخص کو آگ لینے کے لئے ایک قریبی قلعے کی طرف بھیج دیا، جب وہ آگ لے کر آیا تو ہم نے جمع شدہ لکڑیوں میں آگ لگادی اور سب آگ کے اردگرد بیٹھ گئے اور ہم نے کھانے کے لئے روٹیاں نکال لیں۔ اچانک ہم میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو ان لکڑیوں سے کیسے انگارے بن گئے ہیں، اے کاش! ہمارے پاس گوشت ہوتا تو ہم اسے ان انگاروں پر بھون لیتے۔ حضرت سیدنا ابراہیم ابن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمانے لگے: ہمارا پاک پروردگار عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں اس جنگل میں تازہ گوشت کھلائے۔

ابھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بات فرما ہی رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے شیر نمودار ہوا جو ایک فربہ ہرن کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ ہرن کا رُخ ہماری ہی طرف تھا۔ جب ہرن ہم سے کچھ فاصلے پر رہ گیا تو شیر نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کی گردن پر شدید حملہ کیا جس سے وہ تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم اُٹھے اور اس

ہرن کی طرف لپکے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آتا دیکھ کر شیر ہرن کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ رزق اللہ عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم نے ہرن کو ذبح کیا اور اس کا گوشت انگاروں پر بھون بھون کر کھاتے رہے اور شیر دور بیٹھا ہمیں دیکھتا رہا۔ اسی طرح ہماری ساری رات گزر گئی۔ سچ ہے کہ جو اس پاک ذات پر کامل یقین رکھتا ہے وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ (عُیُونُ الحکایات مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(80) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا فُلَانُ، اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ، فَقُلِ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ. فَاِنَّكَ اِنْ مِتَّ مِنْ لَّيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ وَذَكَرَ نَحْوَهُ ثُمَّ قَالَ: وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ.

ساتویں حدیث: حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں جب تم سونے کے لئے بستر پر لیٹو تو یہ کہو اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا میں اپنا چہرہ تیرے لیے جھکاتا ہوں اور میں نے اپنا معاملہ تیری طرف سپرد کیا اور تجھ کو اپنا پشت پناہ بنایا ڈر اور شوق اور جو تیری طرف سے ہے تجھ سے بڑھ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں صرف تیری طرف ہی نجات و پناہ کا مقام ہے میں تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور تیرے نبی پر جن کو تو نے مبعوث فرمایا اگر تیری موت اس رات میں آ گئی تو تیری موت فطرت اسلام پر آئی اور اگر صبح کی تو تُو نے بھلائی اور ثواب کو پالیا۔ (متفق علیہ) صحیحین میں حضرت براء کی ایک روایت میں الفاظ یوں بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: (اے براء) جب اپنے بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو نماز جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹ کر یوں کہو اوپر والی عبارت کی طرح ذکر کیا پھر فرمایا اس کو سونے سے پہلے سب سے آخر میں کہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضو، ج ۱ص۵۸، رقم: ۲۴۷، صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۲ص۷۷۷، رقم: ۷۰۵۷، الاداب للبیھقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص۳۰۶، رقم: ۶۴۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا أوی الی فراشہ، ج ۲ص۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج ۴ص۳۰۰، رقم: ۱۸۶۷۷)

شرح حدیث: باوضو سونے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو باوضو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بستر کی طرف آئے یہاں تک اس پر غنودگی چھا جائے تو وہ رات کی جس گھڑی میں بھی اللہ عزوجل سے دنیا اور آخرت کی جو بھلائی طلب کریگا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۹۲، رقم ۳۵۴۷، ج۵، ص۲۱۱)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص باوضو رات گزارتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پہلو میں رات گزارتا ہے، جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے، اے اللہ عزوجل! اپنے فلاں بندے کی مغفرت فرمادے کہ اس نے باوضو رات گزاری ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، رقم ۱۰۴۸، ج۲، ص۱۹۴)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، کہ جو مسلمان باوضو سوئے پھر جب وہ رات میں بیدار ہو اور اللہ عزوجل سے دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النوم علی طھارۃ، رقم ۵۰۴۲، ج۴، ص۴۰۳)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والاتَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اپنے اجسام کو خوب پاک رکھا کرو اللہ عزوجل تمہیں پاک فرمادے گا کیونکہ جو شخص پاک رہتے ہوئے رات گزارتا ہے تو اس کے پہلو میں ایک فرشتہ بھی رات گزارتا ہے اور رات کی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی جس میں وہ یہ دعا نہ کرتا ہو، اے اللہ! اپنے بندے کی مغفرت فرمادے کیونکہ یہ باوضو سو رہا ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۵۰۸۷، ج۴، ص۲۶)

جب تم بستر پر لیٹنے لگو

حضرتِ سیِّدُنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ الولی سے منقول ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میری عمر تین سال تھی اور میں رات کو اٹھ کر اپنے ماموں حضرت سیِّدُنا محمد بن محمد بن سوّار علیہ رحمۃ اللہ الوھاب کو خلوت میں نماز پڑھتے دیکھتا تھا۔ ایک دن میرے ماموں نے مجھ سے پوچھا: کیا تو اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا؟ میں نے پوچھا: میں اسے کس طرح یاد کروں؟ انہوں نے فرمایا: جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دیئے بغیر محض دل میں یہ

کلمات کہو: اَللّٰہُ مَعِیَ اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ اَللّٰہُ شَاھِدِیْ یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ میرے ساتھ ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ میرا گواہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات سات مرتبہ پڑھو۔ میں نے انہیں پڑھا پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھا، تو میرے دل میں اس کی لذت پائی گئی، جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا: میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھتے رہنا، تمہیں دنیا وآخرت میں نفع دے گا۔ میں کئی سال تک ایسا کیا تو اپنے اندر اس کا مزہ پایا پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: اے سہل! اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، وہ اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے؟ گناہ سے بچو۔ میں تنہائی میں یہ ذکر کرتا رہا پھر انہوں نے مجھے مکتب میں بھیجا، تو میں نے عرض کی: مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ذکر میں خلل نہ آجائے۔ چنانچہ انہوں نے استاد صاحب سے یہ شرط مقرر کی، کہ میں ان کے پاس جا کر صرف ایک گھنٹہ پڑھوں گا، پھر لوٹ آؤں گا، میں مکتب جاتا رہا اور قرآن مجید حفظ کر لیا، اس وقت میری عمر چھ، سات سال تھی، میں روزانہ روزہ رکھتا، بارہ سال تک میں جَو کی روٹی کھاتا رہا، تیرہ سال کی عمر میں مجھے ایک مسئلہ پیش آیا، میں نے گھر والوں سے کہا: مجھے بصرہ بھیج دو تا کہ میں وہاں کے علماء سے اس کے بارے میں دریافت کروں لیکن ان میں کسی نے مجھے شافی جواب نہ دیا، پھر میں عبادان کی طرف نکلا۔

میں نے وہاں پر حضرت سیِّدُنا ابو حبیب حمزہ بن عبد اللہ عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نامی بزرگ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے قابلِ اطمینان جواب دیا، میں ان کے پاس ٹھہر گیا، ان کے کلام سے نفع حاصل کرتا اور آداب سیکھتا رہا، پھر میں تستر کی طرف آگیا، میں نے اپنی روزی کا انتظام یوں کیا کہ میرے لئے ایک درہم کے ایک فَرَق (چار کلو) جَو خریدے جاتے، انہیں پیس کر روٹی پکائی جاتی، میں ہر رات سحری کے وقت ایک اوقیہ روٹی کھاتا جو نمک اور سالن کے بغیر ہوتی، چنانچہ ایک درہم مجھے سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا پھر میں نے ارادہ کیا، کہ تین دن مسلسل روزہ رکھوں گا، پھر افطار کروں گا پھر پانچ دن، پھر سات دن اور پھر پچیس دن کا مسلسل روزہ رکھا اور بیس سال تک میرا یہی معمول رہا۔ پھر میں زمین میں سیر وسیاحت کے لئے نکلا، پھر تستر واپس لوٹ آیا اور میں ساری رات قیام کرتا تھا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جو قوی اور کریم ہے وہی اس کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (لبابُ الاحیاء صفحہ ۲۱۸)

بستر پر آکر پڑھے جانے والے وظائف کا ثواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ

ترجمہ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (پ4، آل عمران:191)

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو باوضو اپنے بستر پر آئے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرے یہاں تک کہ اس پر غنودگی چھا جائے تو رات کی جس گھڑی میں وہ اللہ عزوجل سے دنیا وآخرت کی جو بھلائی مانگے گا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرما دے گا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۰۱) رقم ۳۵۴۷، ج۵، ص۳۱۱)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب آدمی بستر پر آتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اسکے پاس آجاتے ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ اپنے دن کا اختتام کسی اچھے عمل پر کرو۔ اور شیطان کہتا ہے کہ اپنے دن کا اختتام کسی برے عمل پر کرو۔ تو اگر وہ اللہ عزوجل کا ذکر کر کے سوتا ہے تو فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اپنے دن کا آغاز اچھے عمل سے کرو۔ جبکہ شیطان کہتا ہے کہ اپنے دن کا آغاز کسی برے عمل سے کرو۔ تو اگر وہ بندہ یہ پڑھ لے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَلَمْ يُمِتْهَا فِيْ مَنَامِهَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ترجمہ: تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے میری جان مجھے لوٹا دی اور اِسے نیند کی حالت میں موت نہ دی، تمام خوبیاں اس اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو روکے ہوئے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے، تمام خوبیاں اس اللہ کے شایاں ہیں جو روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے، تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جو مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے اور پھر بستر سے گر کر اسکا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی کلمات۔۔۔الخ، رقم ۹، ج۱، ص۲۳۵)

حضرت سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اپنے بستر پر آتے وقت تین مرتبہ یہ پڑھ لے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ترجمہ: میں اس اللہ عزوجل سے بخشش چاہتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قیوم ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اسکے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، اگرچہ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں، اگرچہ ٹیلوں کی ریت کے ذرات کے برابر ہوں، اگرچہ دنیا کے ایام کے برابر ہوں۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۷) رقم ۳۴۰۸، ج۵، ص۲۵۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے

فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو مسلمان ان پر ہمیشگی اختیار کریگا جنت میں داخل ہوگا اور دونوں بہت ہی آسان ہیں بلکہ ان پر عمل کرنے والے نہایت قلیل ہیں ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللہُ اَکْبَرُ دس دس مرتبہ کہے یہ زبان پر ڈیڑھ سو ہیں اور میزان میں پندرہ سو ہیں اور جب وہ اپنے بستر پر جائے تو سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تینتیس تینتیس مرتبہ اور اَللہُ اَکْبَرُ چونتیس مرتبہ پڑھ لے یہ زبان پر سو اور میزان میں ایک ہزار ہیں میں نے کئی مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات اپنی انگلیوں پر شمار کرتے دیکھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آسان عمل کرنے والے قلیل (کم) کیوں ہیں؟ فرمایا، تم میں سے کسی کے پاس شیطان اسکے بستر پر آتا ہے اور یہ کلمات پڑھنے سے پہلے اس کو سلا دیتا ہے اور اس کی نماز میں آتا ہے اور یہ کلمات پڑھنے سے پہلے اسے کوئی حاجت یاد دلا دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، رقم ۵، ج ۱، ص ۲۲۳)

(81) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عُمَرِ ابْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ - وَھُوَ وَاَبُوْہُ وَاُمُّہٗ صَحَابَۃٌ - رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ - قَالَ: نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِکِیْنَ وَنَحْنُ فِی الْغَارِ وَھُمْ عَلٰی رُؤُوْسِنَا، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ لَوْ اَنَّ اَحَدَھُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْہِ لَاَبْصَرَنَا۔ فَقَالَ: مَا ظَنُّكَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللہُ ثَالِثُھُمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی سے روایت ہے آپ اور آپ کے والدین صحابی ہیں رضی اللہ عنہم میں نے مشرکین کے قدموں کی طرف دیکھا جب ہم غار میں تھے اور وہ ہمارے سروں پر تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں تلے دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر ان دو کے بارے تیرا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله "ثانی اثنین اذھما فی الغار" ج ۲ ص ۶۶۶، رقم: ۴۶۶۳ صحیح مسلم، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۶۱۹، رقم: ۶۱۲۹ مسند ابی بکر للمروزی، ص ۱۰۷، رقم: ۷۱ (مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت) سنن ترمذی، سورۃ التوبۃ، ج ۲ ص ۲۷۸، رقم: ۳۰۹۶ اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر جبل ثور وفضلہ، ج ۱ ص ۶۱۹، رقم: ۲۴۲۸)

شرح حدیث: اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

حضرت صدیق اکبر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو رب تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں بایں الفاظ

نقل فرمایا: اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبر کے چند فضائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انہیں حضور کا ثانی اثنین، پھر انہیں تیسرا کون کرے حضور کے بعد درجہ اس ثانی کا ہے۔ دوسرے یہ کہ انہیں حضور کا صحابی فرمایا گیا: لِصٰحِبِهٖ ان کی صحابیت قطعی یقینی ہے۔تیسرے یہ کہ انہیں یار غار یعنی حضور کا گہرا دوست غار کا ساتھی کہا گیا آج بھی کہتے ہیں فلاں میرا یار غار ہے۔چوتھے یہ کہ حضور انور نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جیسے اپنے حبیب کے ساتھ ہے ویسے ہی جناب صدیق کے ساتھ بھی ہے یعنی جوان دونوں کے دامن سے الگ ہو اللہ اس کے ساتھ نہیں۔خیال رہے کہ اللہ ثالثھما کہنا عین ایمان ہے اور ان اللہ ثالث ثلثۃ کہنا عین کفر ہے یعنی خدا کو نسبت کرو ناقص عدد کی طرف نہ کہ برابر عدد کی طرف جیسے **وھو رابعھم** اور **و ھو ثالثھم** رب کو قرآن میں فرمایا گیا ہے۔(مرقات) یہ واقعہ اس لیے معجزہ بنا کہ حضور کی خبر کے مطابق کفار ان دونوں حضرات کو نقصان نہ پہنچا سکے،مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈے کے ذریعہ رب نے ان دونوں جانوں کو کفار سے بچالیا۔(مرقات) پھر حضرت صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب کچھ کہتے رہے مگر ان کی آواز کفار نے نہیں سنی اور کفار کی آوازیں غار میں جناب صدیق سنتے رہے یہ بھی معجزہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۷،ص۱۲۶)

غارِ ثور

ہجرت کی رات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام حزورہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ کعبہ مکرمہ کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا اور کسی جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرار داد ہو چکی تھی، وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غارِ ثور پہنچے۔(مدارج النبوۃ، بحث غارِ ثور ج ۲، ص ۵۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا۔مگر جاں نثار نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب راحت میں خلل نہ پڑ جائے۔مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر نثار ہو گئے۔جس سے رحمتِ عالم بیدار

ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ پوچھا ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا، جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا اور زخم بھی اچھا ہو گیا۔ تین رات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غار میں رونق افروز رہے۔ کفار مکہ نے آپ کی تلاش میں مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر حفاظتِ خداوندی کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پہ کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ منظر دیکھ کر کفار آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی، نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔

کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

مت گھبراؤ، خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (پ10، التوبہ:40)

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ اتر پڑا کہ وہ بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو گئے اور چوتھے دن یکم ربیع الاول دوشنبہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار سے باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

(82) اَلتَّاسِعُ: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ.

نویں حدیث: اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ ان کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ ﷺ ہے سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب گھر سے باہر نکلتے کہتے اللہ کے نام ساتھ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا' اے اللہ! میں تیرے ساتھ اس بات سے پناہ پکڑتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں' یا گمراہ کیا جاؤں پھسلوں یا پھسلایا جاؤں ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں جاہل بنوں' یا مجھ پر کوئی جاہل بنے (یعنی مجھ سے کوئی جاہلانہ سلوک کرے)۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے امام ترمذی اور ابوداؤد نے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، ج ۲ص ۲۹۰، رقم: ۳۴۲۸ سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا خرج من بیتہ، ج ۴ص ۴۸۶، رقم: ۵۰۹۴ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عامر بن شراحیل عن أم سلمة، ج ۲۳ص ۳۲۰

رقم: ۱۹۹۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۶ ص ۳۰۶، رقم: ۲۶۶۵۶، سنن الکبریٰ للنسائی، باب یقول اذا خرج من بیتہ، ج ۶ ص ۲۶، رقم: ۹۹۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی حقوق العباد مارنا ظلم ہے اور حقوق اللہ ضائع کرنا جہالت یعنی خدایا نہ تو میں کسی کا حق ماروں نہ کوئی میرا حق مارے اور نہ میں تیرے حقوق میں کوتاہی کروں نہ کوئی مجھ سے کوتاہی کرائے۔ اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں، سلامتی دین اسی میں ہے کہ انسان نہ ظالم ہو نہ مظلوم نہ جاہل ہو نہ مجہول۔ (اشعہ مع زیادت) (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۱۵۹)

جب تم اپنے گھر جانے کے لئے نکلو تو یاد رکھو کہ تم پر اللہ عزوجل کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی تم پر لازم ہے۔ انہی میں سے سکون و وقار (سے زندگی بسر کرنا) اور اللہ تعالیٰ کی نیک و بد مخلوق کو نگاہِ عبرت سے دیکھنا بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

(پ ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

گھر سے نکلو تو یہ خیال کرو جیسے دنیا سے جا رہے ہو

اپنی آنکھوں کو غفلت اور شہوت کی نگاہ سے بچاؤ، سلام میں پہل کرو اور (کسی کے سلام کرنے پر) اس کا جواب دے کر اسے عام کرو، ـــــــ جو تجھ سے سیدھی راہ چلنے پر مدد طلب کرے اس کی مدد کرو، ـــــــ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اگر تم (شرعی طور پر) اس کے اہل ہو اور گمراہوں کو سیدھی راہ دکھاؤ۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا، اس نے اس راستے پر ایک کانٹے دار شاخ کو پایا تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ عزوجل کو اس شخص کا یہ عمل پسند آیا اور اس بندے کی مغفرت فرمادی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستے کے بیچ میں پڑی ہوئی درخت کی شاخ کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے راستے سے اسے ضرور ہٹادوں گا تاکہ وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ تو اسے جنت میں داخل کردیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں ایک درخت میں تصرف کرتے ہوئے دیکھا جسے اس نے راستے کے بیچ سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا دے رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل ازالۃ ... الخ، رقم ۱۹۱۴، ص ۱۴۱۰)

راستے سے تکلیف دہ چیز دور کرنا

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا راستے سے کانٹے دار شاخ کو ہٹا دیا یا وہ کسی درخت کی شاخ تھی تو اس نے اسے کاٹ دیا یا پھر وہ راستے میں پڑی ہوئی تھی اور اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا تو اللہ عزوجل کو اس کا یہ عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، رقم ۵۲۴۵، ج ۴، ص ۴۶۲)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راستے میں پڑا ہوا ایک درخت لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے اسے لوگوں کے راستے سے ہٹا دیا تو رحمت عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ میں نے اسے جنت میں اس درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے دیکھا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۵۷۲، ج ۴، ص ۳۰۹)

(83) اَلْعَاشِرُ: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ - يَعْنِيْ: اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ -: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، يُقَالُ لَهٗ: هُدِيْتَ وَ كُفِيْتَ وَوُقِيْتَ، وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطٰنُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمْ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، زَادَ اَبُوْ دَاوٗدَ: فَيَقُوْلُ - يَعْنِيْ: الشَّيْطَانَ - لِلشَّيْطَانِ اٰخَرَ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَ كُفِيَ وَوُقِيَ؟۔

دسویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گھر سے باہر نکلتے ہوئے کہا اللہ کا نام لیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کرنا اللہ کی مدد سے ہی ہے تو اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تجھے ہدایت دی گئی تیری کفایت کی گئی تجھے بچایا گیا تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوداؤد کا یہ اضافہ ہے کہ ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے تو ایسے شخص کو کیسے گمراہ کرے گا جو ہدایت دیا گیا۔ اسے کفایت کی گئی اور بچایا گیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا خرج من بیتہ، ج ۴ ص ۴۸۶، رقم: ۵۰۹۵، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، ج ۵ ص ۴۹۰، رقم: ۳۴۲۶، الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین، ص ۲۸۷، رقم: ۳۲۸، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، ص ۱۰۷، رقم: ۱۷۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی ادعیۃ الخروج من البیت، ج ۴ ص ۲۲۷، رقم: ۲۲۶۷)

شرح حدیث: گھر سے نکلتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جب آدمی گھر سے نکلتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتا ہے تو اس سے

کہا جاتا ہے کہ یہ تیرے لئے کافی ہے تجھے ہدایت دی گئی اور تیری کفایت کی گئی تو بچ گیا۔ اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فیما یقول اذا خرج... الخ، رقم ۱ ج ۲ ص ۳۰۴)

ایک روایت میں ہے کہ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت پا گیا اور تجھے ہدایت دے دی گئی اور کفایت پا گیا۔ تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اس شیطان سے دوسرا شیطان کہتا ہے کہ تو اُس شخص کا اب کچھ نہیں کر سکتا جسے کفایت کی گئی اور جو ہدایت پا گیا اور بچا لیا گیا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، رقم ۵۰۹۵، ج ۴، ص ۴۲۰)

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو مسلمان گھر سے سفر یا کسی اور ارادے سے نکلے پھر یہ دعا پڑھے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ اعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ترجمہ: میں اللہ پر ایمان لایا، میں نے اللہ کے سہارے کو مضبوطی سے تھاما، اللہ پر بھروسہ کیا کہ نیکی کی توفیق اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے۔ تو وہ اپنے اس ارادے میں بھلائی پائے گا۔ (مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان، رقم ۴۷۱، ج ۱، ص ۱۴۴)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا فَاِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَ لَا رِيَاءً وَّلَا سُمْعَةً وَّخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُعِيْذَنِيْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سائلین کے اس حق کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو تیرے ذمہ کرم پر ہے اور اپنے اس چلنے کے حق کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کیونکہ میں تکبر کرنے، اترانے اور دکھاوے کے لئے نہیں نکلا بلکہ تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا چاہنے کے لئے نکلا ہوں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے جہنم سے پناہ دیدے اور میرے گناہ بخش دے کیونکہ گناہ تو ہی مٹاتا ہے۔ تو اللہ عزوجل اس پر نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاۃ، رقم ۷۷۸، ج ۱، ص ۴۲۸)

(84) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ

گیارہویں حدیث: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس (ظاہری) میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہتا اور دوسرا کاروبار کرتا اس کاروبار کرنے والے نے نبی اکرم ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں

مُسْلِمٍ۔ یَحْتَرِفُ: یَکْتَسِبُ وَیَتَسَبَّبُ۔

رزق اس کی وجہ سے ملتا ہو امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

یَحْتَرِفُ: کا معنی ہے کاروبار کرنا۔ اسباب بنانا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی التوکل علی اللہ، ج ۴ ص ۱۸۹، رقم: ۲۳۵۲، المستدرک للحاکم، کتاب العلم، ج ۱ ص ۱۳۰، رقم: ۳۲۰، مسند الرویانی، مسند انس بن مالک، ص ۳۶۳، رقم: ۱۳۵۹، المدخل الی السنن الکبریٰ، باب العلم الخاص الذی لم تکلفه العامة، ص ۱۳۲، رقم: ۲۴۸، جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البر، ص ۱۳۹، رقم: ۲۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تو اسے علم دین سیکھنے دے اس کا خرچہ تو برداشت کیے جا اللہ تعالیٰ اس کا رزق تیرے دستر خوان پر بھیجے گا، تجھے برکتیں ہوں گی۔ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علم دین کے لیے وقف کردینا سنت صحابہ ہے۔ عالم دین بننا فرض کفایہ ہے، بقدر ضرورت علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کا خرچ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے ان شاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ اور جب ایک شخص غریب بھی ہو، قرابت دار بھی اور طالب علم بھی اس پر خرچہ کرنا نور علیٰ نور ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور کا لعل فرمانا شک کے لیے نہیں، کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقینی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے وھل ترزقون الا بضعفاء کم وہ حدیث اس فرمان عالی کی شرح ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴۹)

فرضِ عین، فرضِ کفایہ، محمود اور مذموم علوم کا بیان

اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان عالیشان ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ترجمہ: ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۴، ص ۲۴۹۱)

ہر بالغ مسلمان پر صرف کلمۂ توحید ورسالت کی شہادت اور اس کا معنی ومفہوم سمجھنا ضروری ہے، اس کے احکام کو دلائل کے ساتھ جاننا لازمی نہیں پس بغیر شک وشبہ کے اس کا اعتقاد رکھنا ہی کافی ہے اگرچہ یہ بات تقلید سے حاصل ہو۔

عرب کے اَن پڑھ جب اسلام قبول کرتے تو حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے ساتھ یسا ہی معاملہ فرماتے، پھر وہ مستقل طور پر پیش آنے والے احکام الٰہی کو سیکھنے میں مشغول ہو جاتے جیسے نماز، روزہ۔ پس نماز ض ہونے کی عمر میں وہ نماز سیکھتے اور فرض ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جاتے اور اسی طرح روزہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد سال گزرنے تک اگر وہ اتنے مال کا مالک رہتا ہے جس پر زکوۃ فرض ہے تو اس پر زکوۃ کا علم

حاصل کرنا فرض ہے اور اسے بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح حج کے فرض ہونے سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے لیکن جس طرح فوراً حج ادا کرنا ضروری نہیں اسی طرح حج کا علم سیکھنا بھی فوراً ضروری نہیں اور پھر بقدرِ حاجت ان چیزوں کا علم حاصل کرنا بھی واجب ہے جو گناہوں کے ترک سے متعلق ہوں۔

پھر اگر اسے اپنے اعتقادات میں شک ہو تو اتنا علم حاصل کرنا اور غور وفکر کرنا ضروری ہے جس سے اس کا شک دور ہو جائے۔اسی طرح اس علم کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جس سے ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے نجات حاصل ہو اور درجات میں بلندی ہو۔اس کے علاوہ دیگر علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں۔

معلوم ہوا کہ علوم کے درجات کا تعین علم آخرت سے قرب اور دوری کی بناء پر ہے جس طرح علوم شرعیہ دیگر علوم سے افضل ہیں اسی طرح حقائقِ شریعت سے تعلق رکھنے والا ظاہری علم احکام سے تعلق رکھنے والے علم سے افضل ہے پس فقیہ ظاہری طور پر احکام کے صحیح وغلط ہونے کے متعلق بتاتا ہے جبکہ ایک علم اس کے علاوہ ہے جو عبادت کے قبول ہونے یا رد کئے جانے کی وضاحت کرتا ہے اور وہ صوفیاء کرام کا علم ہے۔(لُبَابُ الْاِحْیاء صفحہ ۲۵)

راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیلِ علم کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے ، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور ومعروف محدث اور فقیہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز ونعم میں پلے ہو اور اہلِ فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل وعیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقیناً تمہاری قربانی ہے) لیکن خبردار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصولِ علم دین کے لئے اپنے اہل وعیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علم دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تاکہ

تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت ورغبت ملے۔
سنو! جب مجھے علم دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالمِ شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث وفقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصولِ علم دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کر دی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث اِملاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہوگئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان ونفقہ بھی ختم ہونے لگا۔ جب سب کھانا وغیرہ ختم ہوگیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ بھی ختم ہوگیا تو فاقوں کی نوبت آگئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر وشکر سے علم دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تا کہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزتِ نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آگیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تا کہ ہم اپنی بھوک ختم کر سکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں بادلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہوگیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزتِ نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جا سکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کر دے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔
ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین وجمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سر اٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر

آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرمالیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سو دینار تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہوگئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہوکر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہوگئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آ رہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اترا اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اُٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہِ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پُراسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں ،اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کر دو تا کہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم و کریم مالک کی عطا پر سربسجود ہو گئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کر جانا چاہے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں مشہور ہو جائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہو کر ہمارا ادب واحترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہو جائے گی، ہو سکتا ہے پھر ہم ریا کاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہو جائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیر باد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علمِ دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر و شکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جا چکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خریدا اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کر دیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تا کہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی، ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی و مالک ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

8-بَابٌ فِی الْاِسْتِقَامَةِ — استقامت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ) (ھود: 112)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اس طرح ثابت قدم ہو جاؤ جس طرح تم کو حکم دیا گیا۔

شرح: سُوْرَۂ ھُوْد استقامت کے احکامات پر مشتمل ہے، اور یہ خوفِ خدا عزوجل وہ مشکل ترین مقام ہے جس پر قائم رہنے کے اہل صرف نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ہی ہیں۔ اور یہ مقامِ شکر کی طرح ہے کیونکہ

شکر اس چیز کا نام ہے کہ بندہ اپنے تمام اعضاء کو اللہ عزوجل کی عطا کردہ تمام نعمتوں کے ساتھ خواہ وہ ظاہری حواس ہوں یا باطنی، اپنے مقصدِ تخلیق یعنی اللہ عزوجل کی عبادت اور کامل طریقے سے اس کی اطاعت میں مصروف کردے۔

اسی لئے جب نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مجاہدات، کثرتِ گریہ اور خوف وتضرع کے بارے میں پوچھا جاتا: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا کررہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳۰، ص۸۸)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰىO (پ۱۶، طٰہٰ: ۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت بڑی امید دلائی گئی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس میں مغفرت تک رسائی کے لئے چار شرائط عائد کی ہیں جن کے بعد بڑی اُمید کہاں باقی رہتی ہے؟ وہ شرائط یہ ہیں: (۱) توبہ (۲) ایمان کامل (۳) نیک عمل اور (۴) ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا۔ مثال کے طور پر ہر وقت مراقبہ ومشاہدہ اور ذکر وفکر میں مگن رہنا اور اپنے قال وحال اور دعوت واخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کی مخلوق کی جانب متوجہ ہونا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ) (حٰمٓ السجدۃ: 30-32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم ہوگئے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم ڈرو نہ غم کرو اس جنت کے ساتھ خوش ہوجاؤ جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے ہم دنیا کی زندگی اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں جو تم مانگو گے تمہیں وہاں ملے گا یہ بخشنے والے رحم کرنے والے کی طرف سے ابتدائی مہمان نوازی ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیِّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دریافت کیا گیا استقامت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ امرونہی پر قائم رہے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ عمل میں اخلاص کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے۔ اور استقامت کے معنٰی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی کے امر کو بجالائے اور معاصی سے بچے۔

(خزائن العرفان، ص ۸۱)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) (الأحقاف: 13-14)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر ثابت قدم ہو گئے ان پر خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ایسے لوگ اہل جنت میں سے ہیں اپنے اعمال کے بدلے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(85) وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو، وَقِيْلَ: اَبِيْ عَمْرَةَ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَيْرَكَ. قَالَ: قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعمرو یا ابوعمرہ حضرت سفیان بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی بات بتادیں کہ اس کے بارے میں کسی اور سے نہ دریافت کروں فرمایا کہ کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم ہوجا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع اوصاف الاسلام، ج ۱ص ۴۷، رقم: ۱۶۸، الاحاد والمثانی من اسمه سفیان بن عبداللہ الثقفی، ص ۶۲۲، رقم: ۱۵۸۴، الاداب للبیهقی، باب فضیلة الصمت وحفظ اللسان، ص ۱۶۳، رقم: ۲۹۱، الابانة الکبری لابن بطة، باب ما امر به من المتمس بالسنة والجماعة، ص ۱۰۱، رقم: ۱۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سفیان بن عبداللہ الثقفی، ج ۷ص ۶۹، رقم: ۶۳۱۳)

شرح حدیث: مشکلات پر ثابت قدمی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوٰلِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت

کیجئے تب:

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ خوف سے اللہ کا ڈر، بھوک سے رمضان کے روزے مالوں کی کمی سے زکوۃ وصدقات دینا، جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعہ موتیں ہونا، پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے اس لئے کہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی وہ عرض کرتے ہیں کہ ہاں یارب، پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا عرض کرتے ہیں ہاں یارب، فرماتا ہے اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا فرماتا ہے اس کے لئے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ حکمت: مصیبت کے پیش آنے سے قبل خبر دینے میں کئی حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس سے آدمی کو وقت مصیبت صبر آسان ہوجاتا ہے، ایک یہ کہ جب کافر دیکھیں کہ مسلمان بلا ومصیبت کے وقت صابر وشاکر اور استقلال کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو انہیں دین کی خوبی معلوم ہو اور اس کی طرف رغبت ہو، ایک یہ کہ آنے والی مصیبت کی قبل وقوع اطلاع غیبی خبر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے ایک حکمت یہ کہ منافقین کے قدم ابتلاء کی خبر سے اُکھڑ جائیں اور مومن ومنافق میں امتیاز ہوجائے۔

آئین جوانمرداں حق گوئی وبیباکی

حضرت جَعْفَر بن ابو مُغِیرَہ کا بیان ہے: کوفہ میں حُطَیط نامی عابد رہا کرتا تھا۔ اس کی عبادت کا یہ عالَم تھا کہ روزانہ دو قرآن پاک ختم کیا کرتا۔ ہر سال کوفہ سے برہنہ پا (یعنی ننگے پاؤں) ننگے سر مکۂ مکرمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا جاتا۔ ظالم حاکم حَجَّاج کو اس کے بارے میں پتا چلا تو اس نے سپاہیوں کو اس کی تلاش میں بھیجا۔ جب اس نوجوان کو لایا گیا تو اس نے حَجَّاج سے کہا: مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟ حَجَّاج نے کہا: میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، سچ سچ بتانا۔ کہا: میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے عہد کیا ہے کہ جب بھی مجھ سے کوئی بات پوچھی جائے گی میں سچ سچ جواب دوں گا، مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا تو صبر کروں گا، معاف کر دیا گیا تو حمد وشکر بجالاؤں گا۔ حَجَّاج نے کہا: تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کہا: اے حَجَّاج! تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دشمن ہے تجھے تو قتل کر دینا چاہیے۔ حَجَّاج نے پوچھا: اچھا خلیفہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا: تو اس کے شر کے انگاروں میں سے ایک انگارہ ہے وہ تیری نسبت زیادہ مجرم وقابلِ سزا ہے۔

یہ سن کر حَجَّاج غیظ وغضب کی آگ میں جل اٹھا اور چلّا کر بولا: اسے پکڑ لو اور طرح طرح کی دردناک سزاؤں کا مزا چکھاؤ۔ خوشامدی سپاہیوں نے فوراً اس دلیر ومجاہد مُبلّغ کو پکڑ کر اذیت ناک سزائیں دینی شروع کر دیں مگر اس صبر ورضا کے پیکر نے بالکل چیخ وپکار تک نہ کی۔ جب حَجَّاج کو خبر دی گئی تو اس نے کہا: کچھ بانس چیر کر اس کے برہنہ جسم پر سختی سے باندھ دو پھر زخموں پر نمک وسرکہ چھڑک کر بانسوں کی تیز دھاروں سے اس کی کھال نوچ ڈالو۔ حکم ملتے ہی جلّادوں نے اس ولیِ

کامل کے جسمِ نازنین پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ ڈالے، جب سارا جسم زخموں سے چُور چُور ہو گیا تو زخموں پر نمک اور سرکہ ڈالا گیا۔لیکن اس کو وہ استقامت کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل نہ آیا۔حجاج کو جب یہ خبر پہنچی تو کہا: اسے بازار لے جا کر چوراہے پر اس کا سر قلم کر دو۔چنانچہ، اس حق گو مبلغ کو بازار لایا گیا، راوی کا بیان ہے کہ میں اس وقت وہاں پر موجود تھا۔جب اس کی آخری خواہش پوچھی گئی تو اس نے کہا: مجھے پانی پلا دو۔اسے پانی دیا گیا تو پانی پیتے ہی اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔انتقال کے وقت اس عابد وزاہد نوجوان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(86)وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَارِبُوا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَنْ یَّنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهِ قَالُوْا: وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میانہ روی اختیار کرو اور سیدھے چلو اور یقین کرو کہ تم میں سے کوئی اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکتا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور آپ بھی فرمایا میں بھی لیکن مجھے ربّ العالمین اپنے فضل و رحمت سے ڈھانپ لے گا۔(مسلم)

وَ الْمُقَارَبَةُ : اَلْقَصْدُ الَّذِیْ لَا غُلُوَّ فِیْهِ وَلَا تَقْصِیْرَ، وَ السَّدَادُ : اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْاِصَابَةُ۔ وَ یَتَغَمَّدَنِیْ : یُلْبِسُنِیْ وَیَسْتُرُنِیْ۔

اَلْمُقَارِبَةُ: کا مطلب ہے وہ اعتدال جو افراط و تفریط سے پاک ہو اَلسَّدَادُ: کا مطلب ہے استقامت اور سیدھی راہ پانا یَتَغَمَّدَنِیْ: اس کا مطلب ہے مجھے اپنی رحمت پہنائے گا اور ڈھانپ لے گا۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَی الْاِسْتِقَامَةِ لُزُوْمُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی، قَالُوْا: وَهِیَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَهِیَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

علماء فرماتے ہیں کہ استقامت کا معنی اللہ تعالیٰ اطاعت پر ہمیشگی نصیب ہونا ہے۔اس حدیث کے بارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ جامع کلمات سے ہے اور معاملات کی درستگی کی بنیاد ہے اور توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب لن یدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالیٰ، ج ۲ص۸۷۰، رقم: ۲۸۱۵، سنن الدارمی، باب لا ینجی احد کم عمله، ج اص۶۹۸، رقم: ۲۶۳۳، سنن ابن ماجه، باب التوقی علی العمل، ج اص۲۰۵، رقم: ۴۲۰۱ مجمع الزوائد، باب لیس احد ینجیه عمله، ج ۱۰ص۶۲۸، رقم: ۱۸۳۳۱، اطراف المسند المعتلی، من اسمه ذکوان ابوصالح السمان، ج ۷ص۱۹۰، رقم: ۹۱۸۲)

شرح حدیث: اپنے عمل سے اللہ عزوجل پر احسان جتانے والا

حضور نبیٔ کریم، رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: متکبر فقیر، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ عزوجل پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، باب النون، باب نافع، الحدیث:۱۱۵۹۳/۲۲۵۵، ج۷، ص۳۸۷)

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور اِترا کر چلے وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر ناراض ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، الحدیث:۶۰۰۲، ج۲، ص۴۶۲)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: خود پسندی (70) ستر سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر خود پسندی انسانی شکل میں ہوتی تو سب سے بدصورت انسان ہوتا۔ (جامع الاحادیث للسیوطی، قسم الاقوال، الحدیث:۱۷۶۵۰، ج۵، ص۱۳۰)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم گناہ نہ کرتے ہوتے تو تم پر گناہوں سے بڑی مصیبت ڈال دی جاتی جو کہ خود پسندی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، الحدیث:۷۲۵۵، ج۵، ص۴۵۳)

حضرت سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کوہِ مروہ پر ملاقات ہوئی تو دونوں حضرات آپس میں گفتگو کرنے لگے، پھر جب حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رونے لگے، لوگوں نے پوچھا: اے ابو عبد الرحمن! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: انہوں نے یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے، جنہیں یقین ہے کہ انہوں نے مَحبوبِ ربُّ العٰلَمِین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا تکبر ہوگا اللہ عزوجل اسے منہ کے بل جہنم میں گرائے گا۔ (شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، الحدیث:۸۱۵۴، ج۶، ص۲۸۰)

اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ پر ہمیشگی

اولیاءِ کرام کی سب سے بڑی کرامت اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ پر ہمیشگی کی توفیق اور معصیت ومخالفتِ شرع سے محفوظ رہنا ہے اور قرآنِ مجید میں حضرت سیّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ کراماتِ اولیاء کے اظہار پر شاہد ہے۔ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول یا نبی نہ تھیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

(پ3،اٰل عمران:37)

اوراللہ عزَّ وَجَلَّ حضرت سیِّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشادفرماتا ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا O

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔(پ16،مریم:25)

انہی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت سیِّدُنا خضر علیہ السلام سے ظاہر ہوئی یعنی آپ علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا کر دیا اور اس کے علاوہ دیگر کئی عجائبات جن کی معرفت حضرت سیِّدُنا خضر علیہ السلام کو حاصل تھی اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام پر وہ امور عادتاً مخفی تھے۔ یہ سب کرامات حضرت سیِّدُنا خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص تھیں حالانکہ آپ علیہ السلام نبی نہیں بلکہ ولی تھے۔ (الرَّوْضُ الفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ)

9-بَابٌ فِي التَّفَكُّرِ فِيْ عَظِيْمِ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفَنَاءِ الدُّنْيَا وَاَهْوَالِ الْاٰخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُوْرِهِمَا وَتَقْصِيْرِ النَّفْسِ وَتَهْذِيْبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ

باب: اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر کرنا، اور دنیا کے فنا ہونے اور آخرت کی گھبراہٹوں اور باقی امور میں غور وفکر کرنا نفس کی کوتاہیوں اور اس کو مہذب بنانا اور استقامت پر ڈالنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا) (سبأ:46).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے ایک ایک دو دو کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آسمان وزمین کی پیدائش اور دن رات کے مختلف ہونے میں اہل دانش کیلئے نشانیاں ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر ذکر کرتے ہیں اور (کہتے ہیں) اے

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ) الْاٰيَاتِ (آل عمران: 190-191).

ہمارے ربّ تو نے یہ باطل پیدا نہ کیا' تو پاک ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ O وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ O وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ O وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ O فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ O) (الغاشية: 17-21).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف انہیں کس طرح گاڑ دیا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھا دی گئی آپ نصیحت کریں آپ تو نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا) الْاٰيَة (محمد: 10).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ زمین میں سفر نہیں کرتے کہ وہ دیکھیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ. وَمِنَ الْاَحَادِيْثِ الْحَدِيْثُ السَّابِقُ: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ.

آیات اس باب میں بکثرت ہیں احادیث میں سے پچھلی حدیث اس باب میں کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والا عقلمند ہے۔

10- بَابٌ فِي الْمُبَادَرَةِ اِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْاِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

باب: نیکیوں کی طرف جلدی کرنا اور جو آدمی کارِ خیر پر متوجہ ہو اس کو چاہیے کہ بلا تردد سنجیدگی کے ساتھ اس کام پر متوجہ رہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ) (البقرة: 148).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جاؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ) (آل عمران: 133).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کی مغفرت کی طرف تیزی سے چلو اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین ہے متقین کیلئے تیار کی گئی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ جنّت کی وُسعت کا بیان ہے اس طرح کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ اُنہوں نے سب سے وسیع چیز جو دیکھی ہے وہ آسمان و زمین ہی ہے اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین کے طبقے طبقے اور پرت پرت بنا کر جوڑ دیے جائیں اور

سب کا ایک پرت کر دیا جائے اس سے جنّت کے عرض کا اندازہ ہوتا ہے کہ جنّت کتنی وسیع ہے ہرقل بادشاہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ جب جنّت کی یہ وسعت ہے کہ آسمان و زمین اس میں آ جائیں تو پھر دوزخ کہاں ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ سُبحانَ اللہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے اس کلام بلاغت نظام کے معنی نہایت دقیق ہیں ظاہر پہلو یہ ہے کہ دورۂ فلکی سے ایک جانب میں دن حاصل ہوتا ہے تو اس کے جانب مقابل میں شب ہوتی ہے اسی طرح جنت جانب بالا میں ہے اور دوزخ جہت پستی میں یہود نے یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا اس پر انہوں نے کہا کہ توریت میں بھی اسی طرح سمجھایا گیا ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی قدرت و اختیار سے کچھ بعید نہیں جس شے کو جہاں چاہے رکھے یہ انسان کی تنگی نظر ہے کہ کسی چیز کی وسعت سے حیران ہوتا ہے تو پوچھنے لگتا ہے کہ ایسی بڑی چیز کہاں سمائے گی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنّت آسمان میں ہے یا زمین میں فرمایا کون سی زمین اور کون سا آسمان ہے جس میں جنت سما سکے عرض کیا گیا پھر کہاں ہے فرمایا آسمانوں کے اوپر زیرِ عرش۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ:

احادیث یہ ہیں:

(87) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ فَسَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا، وَّيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال صالحہ جلدی کر لو پھر کچھ فتنے ہوں گے جو سیاہ رات کے ٹکڑوں جیسے ہوں گے آدمی صبح کو ایماندار شام کو کافر اور شام کو ایماندار اور صبح کو کافر ہوگا۔ اپنا دین سامان دنیا کے عوض بیچے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتن، ج ۱ص۷۶، رقم: ۳۲۸ سنن ترمذی، باب ما جاء ستکون فتن کقطع اللیل المظلم، ج ۲ص۱۸۷، رقم: ۲۱۹۵، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم، باب الدین النصیحة، ج ۱ص۱۸۸، رقم: ۱۸۸، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج ۲ص۱۵۶، رقم: ۲۷۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ج ۲ص۳۰۳، رقم: ۸۰۱۶)

شرح حدیث: ایمان کی اہمیت اور مؤمن کی فضیلت

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھ پر ایمان لایا اور میری اطاعت کی اور پھر ہجرت کی میں اسے جنت کے نچلے، وسطی اور بلندترین حصے کے ایک ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں تو جو یہ کام کرے اور نہ تو خیر کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دے اور نہ ہی برائی سے بھاگنے کا کوئی موقع گنوائے تو (یہی اس کے لئے کافی ہے،) وہ جہاں چاہے جا کر مر جائے۔

(سنن النسائی، کتاب الجهاد، باب مالمن اسلم وھاجر ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۱۳۵، ص ۲۲۸۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کے وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے دنیا چھوڑی، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی تو وہ اس حال میں مرے گا کہ اللہ عزوجل اس سے راضی ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی الایمان، الحدیث: ۷۰، ص ۲۴۸۱)

سرکارِ والا تَبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل مؤمن کو دنیا میں نیکی کی توفیق دینے اور آخرت میں اس کا ثواب دینے میں ظلم نہیں کریگا جبکہ کافر کی نیکیوں کا بدلہ اُسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی وجہ سے اسے کوئی بھلائی دی جائے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث: ۱۲۲۳۹، ج ۴، ص ۲۴۷)

رسولِ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جسے اسلام کی ہدایت ملی اور بقدرِ ضرورت رزق ملا، پھر اس نے اس پر قناعت کی تو وہ فلاح پا گیا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۸۷، ج ۱۸، ص ۳۰۶)

نیک اعمال میں جلدی کرلو

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرلو، مشغولیت سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرلو، اللہ عزوجل کو کثرت سے یاد کرکے اور ظاہر و پوشیدہ کثرت سے صدقہ کرکے اپنے رب عزوجل سے ناطہ جوڑلو کہ تمہیں رزق دیا جائے گا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری پریشانیاں دور کردی جائیں گی اور جان لو! میری اس جگہ، اس دن، اس مہینے اور اس سال میں اللہ عزوجل نے قیامت تک کے لئے تم پر جمعہ فرض فرمادیا ہے لہٰذا جو میری حیاتِ ظاہری میں یا میرے بعد حاکمِ اسلام کی موجودگی میں خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، اسے ہلکا جان کر یا بطورِ انکار چھوڑے گا اللہ عزوجل اس کے بکھرے ہوئے کام جمع نہ فرمائے گا اور نہ ہی اس کے کام میں برکت دے گا، سن لو! جب تک وہ توبہ نہ کریگا اس کی کوئی نماز ہے نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ ہی کوئی نیک عمل جب تک توبہ کرے اور جو توبہ کرلے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۸۱، ص ۲۵۴۰)

دل پر سیاہ نکتہ

حضرتِ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، دلوں پر کنکریوں کی طرح رفتہ رفتہ فتنے پیش ہوں گے جو دل انہیں قبول کرے گا اس پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جائے گا اور جو ان سے انکار کرے گا

اس پر ایک سفید نکتہ لگا دیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے ایک دل سفید چٹان کی طرح سفید ہو جائے گا پھر جب تک زمین وآسمان قائم ہیں اسے کوئی فتنہ نقصان نہ دے سکے گا اور دوسرے دل اوندھے پڑے ہوئے کوزے کی طرح گدلے پن کی طرف مائل ہو کر سیاہ ہو جائیں گے پھر وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہ سمجھیں گے مگر اسے جسے ان کا نفس اچھا یا برا سمجھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی۔۔۔الخ، رقم ۱۴۴، ص ۸۷)

(88) اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ، قَالَ: ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ ۔ اَلتِّبْرُ: قِطَعُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ۔

دوسری حدیث: حضرت ابوسروعہ میں مہملہ کی زیر اور زبر کے ساتھ بھی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مدینہ منورہ میں نمازِ عصر ادا کی آپ نے سلام پھیرا اور تیزی سے کھڑے ہو کر ازواج مطہرات کے حجرات میں سے کسی حجرہ کی طرف تشریف لے گئے آپ کی تیزی کی وجہ سے لوگ گھبرا گئے۔ پھر آپ نکلے تو دیکھا کہ لوگ آپ کی جلدی کی وجہ سے تعجب میں ہیں فرمایا مجھے یاد آیا کہ میرے پاس سونے کا ٹکڑا ہے، جس کو میں نے ناپسند جانا کہ وہ مجھے روکے سو میں نے اسے بانٹنے کا حکم دے دیا ہے۔ (بخاری) ان ہی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں گھر میں صدقہ سے چاندی یا سونے کا ٹکڑا چھوڑ آیا تھا میں نے اس کا گھر میں رات کو رہنا پسند نہ کیا۔ اَلتِّبْرُ: سونے یا چاندی کا ٹکڑا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مکث الامام فی مصلاه بعد السلام، ج ۱ص۱۷۰، رقم: ۸۵۱، سنن الکبری للبیھقی، باب من فکر فی صلاته او حدث نفسه بشیء، ج ۲ص۳۴۹، رقم: ۳۰۳۶، المسند الجامع اللمعاطی، ج ۱۳ص۲۷۵، رقم: ۹۸۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، حرف السین، الکتاب الاول فی السخا والکرم، ج ۲ص۱۹۹، رقم: ۲۹۸۶، مشکوۃ المصابیح، باب الانفاق و کراھیة، ج ۱ص۳۲۴، رقم: ۱۸۸۳)

شرح حدیث: صدقہ کے فضائل

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو

کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

حضرتِ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(مجمع الزوائد، باب فضل صدقۃ الزکاۃ، رقم ۴۶۰، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرت سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔(ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقۃ، رقم ۶۶۴، ج ۲، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور مساکین کے لئے نفع بخش دیگر اشیاء کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا (۲) اس کی زوجہ کو جس نے اسے درست کر کے خادم کے حوالے کیا (۳) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب اجر الصدقۃ، رقم ۴۶۲۲، ج ۳، ص ۲۸۸)

محبوب ترین مال

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے پسندیدہ مال بَیْرُ حَاء کے نام کا ایک کھجور کا باغ تھا جو کہ مسجد نبوی شریف کے سامنے ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور صاف پانی نوش فرماتے تھے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

(پ4، ال عمران:92)

حضرتِ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

(پ4، ال عمران:92)

اور بیشک میرا سب سے زیادہ محبوب ترین مال بیرحاء ہے اور میں اسے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں

اس کے اجر وثواب کا امیدوار ہوں، یارسول اللہ صلیَّ اللہ علیہ وسلم! اسے وہاں خرچ کردیجئے جہاں اللہ عزوجل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، رقم ۱۴۶۱، ج ۱، ص ۴۹۳)

بھلائی کے کاموں میں سبقت

دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں میں ایک نام حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے، ان کو سلمان الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جب حضرت سیدنا سلمان الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گھبراہٹ کے آثار دکھائی دیئے، لوگوں نے پوچھا: اے عبداللہ کے باپ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے پریشان کردیا ہے؟ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے اور آپ تو رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ کئی غزواتِ حسنہ اور بڑی بڑی فتوحات میں شریک رہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پریشان کئے ہوئے ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ہم سے جدا ہوتے وقت ایک عہد لیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک مسافر جتنا زادِ راہ کافی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے پریشان کیا ہے۔

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال جمع کیا گیا تو اس کی قیمت صرف ۱۵ درہم کے برابر تھی۔ (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الحدیث: ۵۰۵۳، ج ۴، ص ۹۶)

(89) اَلثَّالِثُ: عن جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ: اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَيْنَ اَنَا؟ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تیسری حدیث: حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ احد کے دن ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: اگر میں قتل ہوجاؤں تو کہاں ہوں گا۔ فرمایا: جنت میں اس نے ہاتھ والی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ أحد ج ۲ ص ۴۹۵ رقم: ۴۰۴۶ صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشھید ج ۲ ص ۵۴۳ رقم: ۵۰۲۲ الاحاد والمثانی، من اسمه ثابت بن قیس بن شماس، ص ۳۶۳ رقم: ۱۹۲۲ مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبداللہ، ص ۵۴۶ رقم: ۱۲۴۹ سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادۃ ص ۲۱۹ رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: جہاد میں شہید ہونے کا ثواب

حضرت سیدنا فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مُخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ

عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، ہر شخص کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے مگر پہرہ دینے والے کے عمل میں قیامت تک اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی فضل الرباط، رقم ۲۵۰۰، ج ۳، ص ۱۴)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں ایک مہینہ جہاد کرنا پوری زندگی روزے رکھنے سے بہتر ہے اور جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مرجائے وہ بڑی گھبراہٹ (قیامت کی دہشت) سے محفوظ رہے گا اور اس تک اس کا رزق اور جنت کی خوشبو پہنچتی رہے گی اور قیامت تک اسے مجاہد کا ثواب ملتا رہے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الرباط، رقم ۹۵۰۴، ج ۵، ص ۵۲۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص راہِ خدا عزوجل میں مورچہ بندی کرتے ہوئے مرجائے اسے اپنے اس نیک عمل کا ثواب ملتا رہے گا جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، اسے اس کا رزق دیا جاتا رہے گا، وہ منکر نکیر کے سوالات سے امن میں رہے گا اور اللہ عزوجل اسے بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت کی دہشت) سے امن میں رکھ کر اٹھائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۶۷، ج ۳، ص ۳۴۲)

ایک روایت میں ہے کہ مجاہد جب جہاد کرتے ہوئے مرجائے تو اس کا وہ عمل جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا قیامت تک لکھا جاتا رہے گا اور اس تک اس کا رزق پہنچتا رہے گا اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ ٹھہر جا اور حساب ختم ہونے تک لوگوں کی شفاعت کر۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، رقم ۷، ج ۲، ص ۱۵۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، لوگوں کے لئے سب سے اچھی زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ عزوجل کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اس کی پشت پر سوار ہو کر اُڑتا ہے، جب بھی دشمن کی للکار یا کسی خطرناک دشمن کے بارے میں سنتا ہے تو اسے مارنے یا خود مرجانے کے لئے گھوڑے کو دوڑا کر دشمن کے قریب پہنچ جاتا ہے یا اس شخص کی اچھی زندگی ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی اِن چوٹیوں میں سے کسی ایک چوٹی کے سرے پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں نکل جائے۔ وہاں نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور موت آنے تک اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتا ہے اور بھلائی کے سوا لوگوں کے کسی معاملے میں نہ پڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، رقم ۱۸۸۹، ص ۱۰۴۸)

شوق شہادت

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن اسلام میں آ گئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان فرمادیا کہ میرے قبیلہ بنوعبدالاشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنوعبدالاشہل کا ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گیا۔ اس طرح آپ کا مسلمان ہو جانا مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔

(اسد الغابۃ، سعد بن معاذ، ج ۲، ص ۴۴۱)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب دادِ شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جارہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحلہ کٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرما دے۔

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہہ کر ہماری طرف آرہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اسی زخم میں ان کی شہادت ہو گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب... الخ، الحدیث: ۴۱۲۲، ج ۳، ص ۵۷)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا: السلام علیک یارسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۸۱)

(90) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى، وَلاَ تُمْهِلْ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلاَنٍ كَذَا وَلِفُلاَنٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلاَنٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْحُلْقُوْمُ: مَجْرَى النَّفَسِ. وَ الْمَرِیْءُ: مَجْرَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ.

چوتھی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! کس صدقہ کا اجر زیادہ بڑا ہے۔ فرمایا: جو صدقہ تم ایسے وقت میں دو جب تم تندرست ہو مال کے حریص ہو تمہیں محتاجی کا ڈر اور تونگری کی امید ہو اور اتنی تاخیر نہ کرو کہ جب حالت نزع طاری ہو تو کہو کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے دو کیونکہ وہ تو اب فلاں کا ہو ہی چکا۔ (متفق علیہ) اَلْحُلْقُوْمُ: گردن میں سانس لینے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اَلْمَرِیْءُ کا معنی کھانے اور پانی کا راستہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الصدقة افضل، ج ۱ص ۶۱۰، رقم: ۱۴۱۹، صحیح مسلم، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح، ج ۲ص ۱۹۳، رقم: ۲۴۳۰، سنن الکبری للبیهقی، باب فضل صدقة، ج ۴ص ۱۸۹، رقم: ۸۰۸۴، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی کراهیة الاضرار فی الوصیة، ج ۳ص ۲۷۲، رقم: ۲۸۶۷، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ج ۳ص ۲۳۱، رقم: ۷۱۵۹)

شرح حدیث: اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت

رسول اکرم، شفیع معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت کرتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! ہم میں سے ہر ایک وارث کے مال کے مقابلے میں اپنے مال سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ تو اس کے وارث کا مال ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من قدم من ماله فهوله، الحدیث: ۶۴۴۲، ص ۵۴۱)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بخل نہ کیا کرو تا کہ تم سے بھی بخل نہ کیا جائے۔ (یعنی اپنا مال ذخیرہ کر کے نہ رکھو اسے لوگوں پر خرچ کرنے سے نہ روکو کہیں تم اس

مال کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤ۔) (صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۱۴۳۳، ص ۱۱۳)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ!اللہ عزوجل سے فقیر ہو کر ملنا غنی ہو کر مت ملنا۔انہوں نے عرض کی:میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:تجھے جو رزق ملے اسے مت چھپانا اور تجھ سے کچھ مانگا جائے تو منع نہ کرنا۔انہوں نے عرض کی :میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:ایسا ہی کرو ورنہ جہنم (ٹھکانا ہوگا)۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب الق اللہ فقیراً ولا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۷۹۵۷، ج۵، ص ۴۵۰)

دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے :اللہ عزوجل نے اپنے دو بندوں پر وسعت فرماتے ہوئے انہیں کثرتِ مال واولاد سے نوازا، پھر ان میں سے ایک سے ارشاد فرمایا:اے فلاں بن فلاں!اس نے عرض کی:لَبَّیْک رَبِّ وَسَعْدَ یک !تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:کیا میں نے تجھے کثرتِ مال واولاد سے نہیں نوازا؟اس نے عرض کی:کیوں نہیں ،اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:پھر تو نے میری عطا کردہ نعمتوں کے عوض کیا کیا؟اس نے عرض کی:میں محتاجی کے خوف سے اسے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:اگر تُو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ تو ان کے بارے میں جن باتوں سے ڈرتا تھا میں نے وہی آفت ان پر ڈال دی ہے۔

پھر دوسرے شخص سے ارشاد فرمائے گا:اے فلاں بن فلاں!وہ عرض کریگا:لَبَّیْک اَیْ رَبِّ وَسَعْدَ یک !تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا:کیا میں نے تجھے کثرتِ مال واولاد سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کریگا: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا:پھر تو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کیا؟ وہ عرض کریگا:میں نے اسے تیری فرمانبرداری میں خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے تیری وسیع عطا،فضل،قدرت اور بے نیازی پر بھروسہ کیا۔تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا زیادہ اور روتا کم تو نے ان کے لئے مجھ پر جو بھروسہ کیا تھا میں نے انہیں وہ عطا فرما دیا۔(المعجم الاوسط، الحدیث:۴۳۸۳، ج۳، ص ۲۱۷/۲۱۸)

ہم بھی مسکین ہیں

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام کو حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے 400 دینار دے کر بھیجا اور اسے ان کے ہاں ٹھہرنے کا حکم دیا تا کہ وہ دیکھ سکے کہ ان دیناروں کا کیا ہوتا ہے، وہ غلام دینار لے کر گیا اور حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیے ،آپ نے کچھ غور کیا پھر ان سب کو تقسیم کر دیا،تو وہ غلام حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوٹ آیا اور سارا واقعہ عرض کر دیا اور دیکھا کہ انہوں نے ایسی ہی عطا حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی تیار کر رکھی ہے، پھر آپ نے وہ عطا اس

غلام کو دے کر حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی بھیجی اور اسے ان کے ہاں بھی ٹھہرنے کا حکم دیا تا کہ وہ دیکھ سکے کہ ان دیناروں کا کیا ہوتا ہے، اس نے ایسا ہی کیا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دینار تقسیم کر دیے، جب آپ کی زوجہ محترمہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بولیں: خدا کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں، ہمیں بھی عطا فرمایئے۔ آپ کے خرقہ میں دو دینار بچے تھے آپ نے وہ انہیں دے دیے، پھر وہ غلام حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوٹ آیا اور قصہ عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۴۶، ج ۲۰، ص ۳۳، بتغیر)

(91) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ سيفًا يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَّاْخُذُ مِنِّیْ هٰذَا؟ فَبَسَطُوْا اَيْدِيَهُمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ: اَنَا اَنَا. قَالَ: فَمَنْ يَّاْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ؟ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَبُوْ دُجَانَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَا اٰخُذُهٗ بِحَقِّهٖ، فَاَخَذَهٗ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اِسْمُ اَبِیْ دُجَانَةَ: سِمَاكُ بْنُ خَرَشَةَ. قَوْلُهٗ: اَحْجَمَ الْقَوْمُ: اَیْ تَوَقَّفُوْا. وَ فَلَقَ بِهٖ: اَیْ شَقَّ. هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ: اَیْ رُؤُوْسَهُمْ.

پانچویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن ایک تلوار پکڑ کر فرمایا مجھ سے یہ کون لیتا ہے ہر ایک نے میں میں کہتے ہوئے ہاتھ پھیلا دیا۔ فرمایا: اس کے حق کے ساتھ کون اس کو لے گا۔ لوگ جھجکنے لگے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں پھر ابو دجانہ نے وہ تلوار پکڑی اور اس سے مشرکین کی چوٹیاں پھاڑ ڈالیں۔ (مسلم) حضرت ابو دجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے۔ اَحْجَمَ الْقَوْمُ: کا معنی ہے لوگ رک گئے جھجک گئے۔ فَلَقَ کا مطلب ہے۔ پھاڑ دیا۔ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ: کا مطلب ہے ان کے سر چوٹی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل ابی دجانة سماک بن خرشه، ج ۲ ص ۶۵۷، رقم: ۶۵۰۷، مستدرک للحاکم، ذکر مناقب ابی دجانة، ج ۴ ص ۲۵۵، رقم: ۵۰۱۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۴ ص ۱۲۳، رقم: ۱۲۲۵۶، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه سفیان، ج ۳ ص ۱۹۸، رقم: ۳۲۱۶، مسند البزار، مسند ابی حمزه عن انس بن مالک، ج ۲ ص ۳۲۷، رقم: ۶۹۵۷)

شرح حدیث: ابو دجانہ کی خوش نصیبی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر کندہ تھا کہ

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَفِی الْاِقْبَالِ مَكْرُمَةٌ وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا يَنْجُوْ مِنَ الْقَدَرِ

بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے

لیکن مگر یہ فخر و شرف حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ہند آ گئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹا لی کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج ۲، ص ۱۱۵)

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔

لکڑی کی تلوار

جنگِ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ تم اس سے جنگ کرو وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی جس سے وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ اُحد کے دن ٹوٹ گئی تھی تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ تم اس سے لڑو وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک بُراق تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام عرجون تھا یہ خلفاء بنو العباس کے دور حکومت تک باقی رہی یہاں تک کہ خلیفہ معتصم باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام عون تھا، یہ دونوں تلواریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۳ ملخصاً)

(92) اَلسَّادِسُ: عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، قَالَ: اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ

چھٹی حدیث: حضرت زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ: ہم حضرت انس بن مالک ﷛ کے پاس آئے اور حجاج

مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ. فَقَالَ: اِصْبِرُوْا، فَاِنَّهٗ لَا یَاْتِیْ زَمَانٌ اِلَّا وَالَّذِیْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِیِّكُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

کی طرف سے آنے والے مصائب کا ذکر کیا' تو انہوں نے فرمایا: صبر کرو' ہر بعد میں آنے والا زمانہ پہلے کی نسبت بڑا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے ربّ کو ملو میں نے یہ تمہاری بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب لایاتی زمان الا الذی بعدہ شرہ منہ ج ۴ص ۴۳۰ رقم: ۷۰۶۸ صحیح ابن حبان باب ماجاء فی الفتن ج ۱۳ص ۲۸۲ رقم: ۵۹۵۲ سنن ترمذی باب ما جاء فی اشراط الساعۃ ج ۴ص ۴۹۲ رقم: ۲۲۰۶ مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک ج ۴ص ۱۳۲ رقم: ۱۲۳۴۹ مسند ابی یعلی مسند الزبیر بن عدی عن انس بن مالک ج ۴ص ۱۷۰ رقم: ۴۰۳۶)

شرح حدیث: مُفسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: زمانہ جس قدر حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے دُور ہوتا جائے گا ظلم وفساد بھی بڑھتا جائے گا، ہر زمانہ پہلے زمانہ سے دِین کے لحاظ سے بدتر ہے، کبھی کوئی گناہ زیادہ کبھی کوئی گناہ! (مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۲۰۲ ملخصا)

مزید فرماتے ہیں:

یعنی آئندہ عموما سلاطین ظالم ہی ہوں گے زمانہ جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتا جاوے گا ظلم وفساد بھی بڑھتا رہے گا لہذا حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دور یا آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی وعیسٰی علیہ السلام کا دور اس حکم سے علیحدہ ہے، ہر زمانہ پہلے زمانہ سے دین کے لحاظ سے بدتر ہے کبھی کوئی گناہ زیادہ کبھی کوئی گناہ غفلت وغیرہ زیادہ۔ مرقات نے فرمایا کہ شر سے مراد بدعات کی اشاعت سنتوں کا چھوڑ دینا ہے یا یہ مطلب ہے کہ آئندہ حکام ظالم بھی ہوں گے بدمذہب بدعقیدہ بھی۔ حجاج ظالم ہے مگر دین برباد کرنا نہیں چاہتا اس نے قرآن مجید میں اعراب لگوائے۔ (مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۲۳۸ ملخصا)

حجاج بن یوسف ثقفی ظالم

یہ خلفائے بنوامیہ میں سے انتہائی سفاک وخونخوار ظالم گورنر تھا۔ اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کئے گئے ان کو تو کوئی گن ہی نہیں سکا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس نے قتل کیا یا قید و بند رکھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لے کر آئیں اور ہم اپنے ایک منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں تو ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔ یہ حجاج بن یوسف جب کینسر کی بیماری میں مرنے لگا تو اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی۔ یہی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل گیا۔ اس کی دعا یہ تھی کہ

اللھم اغفرلی فان الناس یقولون انك لا تغفرلی۔

اے میرے اللہ! عزوجل تو مجھے بخش دے کیونکہ سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔

خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوحجاج بن یوسف ثقفی کی زبان سے مرتے وقت کی یہ دعا بہت اچھی لگی اوران کوحجاج کی موت پر رشک ہونے لگا اور جب حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے حجاج کی اس دعا کا ذکر کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا واقعی حجاج نے یہ دعا مانگی تھی؟ تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں اس نے یہ دعا مانگی تھی۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شاید (خدا اس کو بخش دے)۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت، الباب الخامس فی کلام المحتضرین...الخ، ج۵، ص۲۳۱)

(93) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلاَّ فَقْرًا مُّنْسِيًا، اَوْ غِنًى مُّطْغِيًا، اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا، اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا، اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا، اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُّنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ساتویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ اعمال صالحہ سات چیزوں سے پہلے کرلو۔ کیا تم کو ایسی محتاجی کا انتظار ہے' جو بھلا دینے والی ہے یا ایسی تونگری کا جو سرکش بنا دینے والی یا ایسے مرض کا جو خراب کردینے والا ہے یا بڑھاپے کا جو کباڑا کردینے والا ہے یا موت کا جو جلد روانہ کرنے والی ہے یا دجال کا انتظار ہے' جو چھپا ہوا شر ہے یا قیامت کا انتظار ہے اور قیامت زیادہ دہشت ناک اور زیادہ کڑوی ہے۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المبادرة بالعمل، ج ۴ص۱۳۸، رقم: ۲۳۰۶، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه محرر بن هارون التیمی، ج ۱۰ص۲۱۳، رقم: ۱۳۹۵۱، کنز العمال، الفصل السابع فی السباعیات، ج ۱۲ص۱۱۸۷، رقم: ۳۴۵۶۴، مسند الشهاب، باب ما ینتظر احدکم من الدنیا الاغنی مطغیا، ص۳۲۲، رقم: ۸۲۴)

شرح حدیث: موت کے ذکر کی فضیلت

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے: اَکْثِرُوْا مِنْ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ ترجمہ: لذّات کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، الحدیث ۲۳۰۷، ص ۱۸۸۴)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مُحسنِ انسانیت، مَحبوبِ رَبُّ العزت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے:

ترجمہ: اچانک موت مؤمن کے لئے راحت اور فاجر کے لئے افسوس کا باعث ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۵۰۹۶، ج۹، ص ۴۶۲)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: موت کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے اگر جانوروں کو معلوم ہو جائے تو تم ان میں سے کسی فربہ جانور کو نہ کھا سکو۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۵۷، ج ۷، ص ۳۵۳)

ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا شہداء کے ساتھ کسی اور کو بھی اٹھایا جائے گا؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں! جو آدمی دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔

(قوت القلوب للشیخ ابی طالب محمد بن علی المکی، الفصل الثانی والثلاثون، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ج ۲، ص ۵۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ ترجمہ: موت، مؤمن کے لئے تحفہ ہے۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب لا یکون اَحد مقتیا۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۹۷۰، ج ۵، ص ۴۵۵)

نور کے پیکر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ترجمہ: موت وعظ و نصیحت کے لیے کافی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۵۶، ج ۷، ص ۳۵۳)

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک مسجد کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ لوگ باتیں کر رہے اور ہنس رہے تھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: موت کو یاد کرو، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب الموت والاستعداد لہ، الحدیث ۹۶، ج ۵، ص ۴۲۳)

حضرت سَیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: بروزِ قیامت جب عدن کے سمندر کی گہرائی سے آگ نکلے گی تو تمام لوگ میدانِ محشر کی طرف ہانکے جائیں گے۔ میدانِ قیامت کی ہولناکیوں سے لوگ متحیر، پیاسے، مدہوش اور کانپتے ہوں گے کہ اسی دوران اللہ عَزَّوَجَلَّ تجلّی فرمائے گا تو اس کے نور سے زمین روشن ہو جائے گی اور مخلوق ایک دوسرے کو دیکھ لے گی اور ماں اپنے بیٹے کو دیکھے گی جس سے دنیا میں وہ بہت محبت کرتی تھی۔ وہ اسے پہچان کر کہے گی: اے میرے بیٹے! کیا میرا پیٹ تیری پناہ گاہ نہ تھا؟ کیا میری گود تیرے لئے نرم بستر نہ تھی؟ کیا میرا دودھ تیرے لئے سیرابی کا باعث نہ تھا؟ تو بیٹا پوچھے گا: اے میری ماں! تو کیا چاہتی ہے؟ وہ کہے گی: میرے گناہ مجھ پر بھاری ہو گئے ہیں تو ان میں سے صرف ایک گناہ اٹھا لے۔ تو وہ کہے گا: یہ بات ناممکن ہے! آج ہر جان اپنے عملوں میں گروی (یعنی رہن) ہے۔ اے میری ماں! اگر میں تیرا بوجھ اٹھا لوں تو میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟ اسی دوران اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایک منادی اعلان

کرے گا: اے فلاں بن فلاں! آ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤ۔ یہ اعلان سنتے ہی اس شخص کا رنگ متغیر ہو جائے گا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کے سبب اس کے اعضاء بے چین ہو جائیں گے۔ جب ماں اپنے بیٹے کی گھبراہٹ ملاحظہ کرے گی تو پوچھے گی: اے میرے بیٹے! کیا ہوا؟ وہ جواب میں کہے گا: اے میری ماں! مجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے بلایا گیا ہے، اب میں اس سے بھاگ کر کہاں چھپوں یا میرا چھٹکارا کیسے ہو؟ اسی دوران دو فرشتے اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیں گے۔ جب اس کی ماں دیکھے گی تو اُسے سینے کی طرف کھینچے گی اور اپنے بالوں سے چھپائے گی اور اپنی پوری طاقت سے فرشتوں کو اس سے دور کرنے کی کوشش کرے گی لیکن دور نہ کر سکے گی۔ جب دیکھے گی کہ وہ ان سے اپنا بیٹا نہیں لے سکتی تو روتے ہوئے فرشتوں سے کہے گی: اس ذات کی قسم جس نے مجھے میری قبر سے اٹھایا ہے! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تم دونوں کو اپنا بیٹا نہ لے جانے دیتی۔ پھر وہ اسے روتے ہوئے الوداع کرے گی اور کہے گی: اے میرے بیٹے! میں تجھے اس ذات کی قسم دیتی ہوں جس نے اپنی بارگاہ میں پیشی اور حساب کتاب کے لئے تجھے بلایا! اگر تجھے نجات ملے تو مجھے مت بھولنا۔ میں بہت دیر سے کھڑی ہوں، بہت حسرت زدہ ہوں اور میری تکلیف اور پیاس بہت شدّت اختیار کر گئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر دو فرشتے اس کے بیٹے کو سِدرَۃُ الْمُنْتَہٰی پر مقرر فرشتے کے سپرد کر دیں گے۔ وہ پوچھے گا: تمہارا تعلق کس اُمّت سے ہے؟ تو لڑکا جواب میں کہے گا: میں حضرت سیِّدُنا محمدِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اُمّتی ہوں۔ فرشتہ کہے گا: خوشخبری ہے تیرے لئے اور امتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کے لئے۔ پھر وہ فرشتہ اسے نور میں داخل کر دے گا۔ کوئی اندازے سے نہیں جان سکتا کہ وہ کہاں جائے گا، دائیں یا بائیں، آگے یا پیچھے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب) اچانک اسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے ایک آواز سنائی دے گی: ٹھہر جا! میں تیرا رب ہوں، اپنے اعضاء کو پُرسکون رہنے دے اور اپنے دل کو اطمینان دے۔ میرے عزت وجلال کی قسم! تجھے تیری ماں اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور اپنے سینے سے چمٹا رہی تھی تو میں تجھ پر اس سے بھی بڑھ کر شفیق ہوں۔ پھر ارشاد ہو گا: اے میرے بندے! اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔ تو وہ اسے پڑھے گا لیکن جب کوئی گناہ پائے گا تو آواز آہستہ کر لے گا اور جب کوئی نیکی پائے گا تو آواز بلند کر لے گا۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اے میرے بندے! اپنی نیکی کو بلند آواز سے اور برائی کو پست آواز سے کیوں پڑھتا ہے؟ تو وہ روتے ہوئے عرض کریگا: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے معلوم ہے کہ تو اچھائی کو ظاہر کرتا ہے اور برائی کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تیرے گناہوں اور عیبوں کو مخلوق سے کیسے پوشیدہ رکھا جبکہ تو نے ان کے ذریعے میرا مقابلہ کیا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں تجھ سے باخبر تھا اور تجھے دیکھ رہا تھا؟ وہ عرض کریگا: اے میرے مالک ومولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! مجھ میں تیری ڈانٹ ڈپٹ سننے کی طاقت نہیں تو مجھے جہنم میں جانے کا حکم دے دے۔ اللہ

عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: اگر میں تجھے جہنم میں جانے کا حکم دے دوں تو میرا جود وکرم اور عفو ودرگزر کس کے لئے ہوگا؟ (پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائیگا) اے فرشتو! میرے بندے کو میرے فضل ورحمت سے جنت میں لے جاؤ۔ وہ پھر عرض کریگا: اے میرے معبود ومالک عَزَّ وَجَلَّ! میری والدہ دنیا میں مجھے بہت چاہتی تھی اور مجھ پر بہت شفقت کرتی تھی اور آج اس نے مجھے دیکھا تو مجھ سے مدد مانگی اور چاہا کہ میں اس کی مدد کروں۔ اے میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اگر تو نے مجھے معاف کردیا ہے تو میرا ٹھکانا میرے بجائے میری والدہ کو بخش دے، اب وہ جس عذاب میں ہے اس سے برداشت نہیں ہو رہا۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: میرے عزت وجلال کی قسم! میں تم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتا بلکہ میں تم پر رحم کر چکا ہوں۔ (پھر فرمائے گا:) اے میرے فرشتو! ان دونوں کو میری جنت میں لے جاؤ اور میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہوں۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ)

(94) اَلثَّامِنُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُّحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَآءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا، وَقَالَ: اِمْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِذَا فَعَلُوْا فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. فَتَسَاوَرْتُ هُوَ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا.

آٹھویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس دن کے بغیر میں نے کبھی امیر بننے کی خواہش نہ کی تھی میں اس کیلئے کھڑا ہوا اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: جا اور مڑ کے نہ دیکھ تا آنکہ اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ تھوڑا چلنے کے بعد رک گئے اور پھرے بغیر عرض کیا: یارسول اللہ! میں لوگوں سے کس بات پر جنگ کروں فرمایا کہ ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں جب وہ یہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنے جان ومال کو تجھ سے محفوظ کرلیا مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کا ذمہ ہے۔ (مسلم) تساورت: سین مہملہ کے ساتھ ہے اس کا مطلب ہے۔ میں نے سر اٹھا کر خود کو ظاہر کیا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ج ۲ص۱۲۷۱، رقم: ۲۴۰۵، الایمان لابن مندہ، ذکر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم السرایا الی توحید الی اللہ، ص۴۷، رقم: ۱۱۹، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۲ص۱۷۹، رقم: ۲۴۷۲، الامالی ابن بشران، ص۱۳۹، رقم: ۲۱۲، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، باب جماع فضائل الصحابۃ، ج ۲ص۲۱۵، رقم: ۲۱۶۱)

شرح حدیث: فاتح خیبر کون ہوگا؟

جنگِ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش بر آواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ یعنی کل کون کیا کریگا کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

جنگِ خیبر کا سبب

جنگِ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگِ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ ھ میں حضرت عبد اللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ

نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کرلیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنالیا۔

مسلمان خیبر چلے

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۴۵، ۲۵۵ ملتقطاً)

11- بَابٌ فِي الْمُجَاهَدَةِ — مجاہدہ کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ) (العنکبوت: 69).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے کی ہدایت دے دیں گے اور یقیناً اللہ بھلائی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاً فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معنٰی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انہیں ثواب کی راہ دیں گے۔ حضرت جنید نے فرمایا جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اخلاص کی راہ دیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلبِ علم میں کوشش کریں گے انہیں ہم عمل کی راہ دیں گے۔ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا جو اقامتِ سنّت میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنّت کی راہ دکھادیں گے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ) (الحجر: 99)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کی عبادت کرحتیٰ کہ تجھے موت آجائے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا) (المزمل: 8): أَيْ انْقَطِعْ إِلَيْهِ.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے کٹ کر اسی کا ہو جا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ) (الزلزلة: 7)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو آدمی ذرہ بھر نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا) (المزمل: 20)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اپنے لیے جو نیکی آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس بہتر اور بڑے اجر کے ساتھ پالو گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة: 273)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جو مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس باب میں آیات بکثرت وارد ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(95) فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ أَعْطَيْتُهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اٰذَنْتُهٗ: أَعْلَمْتُهٗ بِأَنِّيْ مُحَارِبٌ لَّهٗ. اِسْتَعَاذَنِيْ رُوِيَ بِالنُّوْنِ وَبِالْبَاءِ۔

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اس سے جنگ کا اعلان کا کرتا ہوں میرا بندہ فرائض سے بڑھ کر کسی اور چیز کے ساتھ میرا قرب نہیں پاتا' نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا بندہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں پھر جس وقت میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے' اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے' اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے' اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ پناہ چاہے' تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

اٰذَنْتُهٗ: کا مطلب ہے' میں اس کو جنگ کا اعلان کرتا

ہوں۔نون اور با دونوں کے ساتھ بھی روایت کیا گیا (یعنی استعاذنی اور استعاذبی) استعاذنی: کا مطلب ہے 'مجھ سے پناہ طلب کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التواضع، ج ۴ص ۲۴۸، رقم: ۶۱۲۷، مصنف عبد الرزاق، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ج ۱۱ص ۱۹۲، رقم: ۲۰۳۰۱، جامع معمر بن راشد، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ص ۳۰۲، رقم: ۹۱۳، سنن الکبری للبیہقی، باب الخروج من الظالم والتقرب الی الله تعالی، ج ۳ص ۳۴۶، رقم: ۶۶۲۲، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ص ۱۵۸، رقم: ۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا۔حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچادی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرما لیے۔یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا: مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے، مولانا فرماتے ہیں۔شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت ‌ ‌ ‌ کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۹۰)

نفلی عبادت نہ کرنے والے سے نفرت کرنا کیسا؟

حضرت سیدنا عامر بن وَاثِلَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ محبوبِ ربِّ کائنات، شہنشاہ موجودات عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی (ظاہری) مبارک حیات میں ایک صاحِب کسی قوم کے پاس سے گزرے تو انہوں نے انہیں

سلام کیا، ان لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ صاحِب وہاں سے تشریف لے گئے تو ان میں سے ایک شخص نے ان صاحِب کے بارے میں کہا: میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس شخص سے نفرت کرتا ہوں۔ جب ان صاحِب کو اس بات کی خبر پہنچی تو انہوں نے رسولُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا اور فریاد کی کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم ان کو بلا کر دریافت فرمایئے کہ مجھ سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ نبیِّ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ آدم و بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے اُسے بلوا کر پوچھا تو انہوں نے اِقرار کیا کہ میں نے یہ بات کہی ہے۔ ارشاد فرمایا: تم اِس سے کیوں نفرت کرتے ہو؟ عرض کی: میں ان صاحِب کا پڑوسی ہوں اور میں ان کی بھلائی کا خواہاں ہوں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نے کبھی بھی فرض نَماز کے علاوہ انہیں (نفل) نَماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، جب کہ فرض نَماز تو ہر نیک و بد پڑھتا ہے فریادی صاحِب نے عرض کی: یا رسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم! ان سے پوچھئے، کیا اُنہوں نے مجھے فرض نَماز میں تاخیر کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ یا میں نے وُضو میں کوئی کوتاہی کی ہے؟ یا رُکوع وسُجود میں کوئی کمی کی ہے؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے پوچھا تو اُنہوں نے انکار کرتے ہوئے عرض کی: میں نے اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ پھر اس نے مزید عرض کی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نے ان صاحِب کو رَمَضانُ المبارَک کے علاوہ کبھی (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس مہینے (یعنی ماہِ رَمَضانُ المبارَک) کا روزہ تو ہر نیک و بد رکھتا ہے۔ یہ سُن کر فریادی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم! ان سے پوچھئے، کیا میں نے کبھی رَمَضانُ المبارَک میں روزہ چھوڑا ہے؟ یا روزے کے حق میں کوئی کمی کی ہے؟ پوچھنے پر اُنہوں نے عرض کی: نہیں۔ پھر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہیں دیکھا کہ ان صاحِب نے زکوٰۃ کے علاوہ کسی مسکین یا سائل کو کچھ دیا ہو یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا ہو، زکوٰۃ تو ہر نیک و بد ادا کرتا ہے۔ فریادی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم! ان سے پوچھئے، کیا اُنہوں نے مجھے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ یا میں نے کبھی اس میں ٹال مٹول سے کام لیا ہے؟ دریافت کرنے پر اُنہوں نے عرض کی: نہیں۔ حُضُور پُرنور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے اُس نفرت کرنے والے سے فرمایا: اُٹھ جاؤ، شاید یہ تم سے بہتر ہو۔ (مُسند امام احمد ج۹ ص۲۱۰ حدیث ۲۳۸۶۴)

بروزِ قیامت فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بندے کا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب ہوگا وہ نماز ہے، اگر وہ مکمل ہوئی تو اس کے لئے کامل ہونا لکھ دیا جائے گا اور اگر وہ مکمل نہ ہوئی تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا: ذرا دیکھو تو کیا تم میرے بندے کے پاس نوافل پاتے ہو؟ لہٰذا وہ اس بندے کے فرائض کو اس کے نوافل سے مکمل فرما دیں گے، پھر زکوٰۃ کا اسی طرح حساب ہوگا اور اس کے بعد بقیہ اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (سنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب المحاسبۃ علی الصلاۃ، الحدیث ۴۶۷، ص ۲۱۱ بتغیر قلیل)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ کامل ہوئی تو کامل لکھ دی جائے گی اور اگر مکمل نہ ہوئی تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا: کیا تم میرے بندے کے پاس کوئی نفل پاتے ہو۔ تو وہ اس کے فرائض کو اس کے نوافل کے ذریعے پورا کردیں گے پھر اسی طرح زکوٰۃ اور دیگر اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب قول النبی علیہ السلام کل صلاۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۸۶۴، ص ۱۲۸۷ مختصراً)

دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ یہ کہ اس کی نماز دیکھی جائے گی اگر وہ صحیح ہوگی تو وہ نجات پا جائے گا اور اگر وہ صحیح نہ ہوئی تو وہ خائب وخاسر ہوگا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث، ۳۷۸۲، ج۳، ص ۳۲)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ صحیح ہوئی تو بقیہ سارے اعمال بھی صحیح ہو جائیں گے اور اگر صحیح نہ ہوئی تو بقیہ سارے بھی برباد ہو جائیں گے پھر اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفلی عبادت بھی ہے؟ تو اگر اس کے پاس نفل ہوئے تو ان سے فرضوں کو پورا کردے گا اور پھر اس کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت سے دوسرے فرائض کا حساب ہوتا رہے گا۔ (کنز العمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، باب فی فضل الصلوۃ وجوبھا، الفصل الاول، الحدیث: ۱۸۸۸۴، ج۷، ص ۱۱۵)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوَّت، مَخْزنِ جودوسخاوت، محبوبِ ربُّ العزَّت، محسنِ انسانیت عزَّ وجلَّ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کو ارشاد فرمایا۔ رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ شب بھر سونے والا (نفلی عبادات نہ کرنے کے باعث) بروزِ قیامت (نیکیوں کے سلسلے میں) فقیر ہوگا۔

(تذکرۃ الحفاظ: المجلد الاوّل الجزء ۲ ص ۱۳۳، الطبقۃ التاسعۃ (الطرطوسی الحافظ البارع ابوبکر محمد بن عیسی بن یزید التیمی)

(96) اَلثَّانِي: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَّبِّهِ عَزَّوَجَلَّ۔ قَالَ: اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَّاِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

دوسری حدیث: حضرت انس ﷺ رسول اللہ ﷺ سے اپنے ربّ العالمین کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ آرام سے چلتے ہوئے آئے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایتہ عن ربہ، ج ۲ ص ۱۱۸۸، رقم: ۷۵۳۶، سنن

الدارمی، باب اذا تقرب العبد الی اللہ، ج ۲ص ۳۲۲، رقم: ۲۷۴۴، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج ۳ص ۱۲۹، رقم: ۳۲۹۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۴ص ۱۲۷، رقم: ۱۲۳۰۹، مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک، ج ۲ص ۳۳۷، رقم: ۶۱۲۹)

شرحِ حدیث: سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے جوایسا رَحِیم ہے کہ اپنے رحیل بندوں پر بے انتہاء رحم فرماتا ہے۔ وہ ایسا کَرِیم ہے جونافرمانوں پر بھی جودوکرم کی بارش برستا ہے۔ وہ ایسا حَلِیم ہے کہ جب کسی گناہ گارکواپنی لغزش ونافرمانی پرحسرت وندامت کرتے ہوئے ملاحظہ فرماتا ہے تواس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ وہ ایسا عَلِیم ہے کہ دلوں کے بھید جانتا ہے، نیتوں پر مطلع ہے اور زمین وآسمان کی کوئی شئے بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا عَظِیم ہے کہ کسی بھی گناہ کو معاف کرنا اس کے لئے دشوار ومشکل نہیں۔ وہ کسی عیب کو دیکھتا ہے تومحض اپنے فضل ونعمت سے چھپا دیتا ہے کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ اس نے مؤمنین کوگناہ اور گمراہی سے نکالنے کے لئے ارشاد فرمایا:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رحمت ہر چیز کوگھیرے ہے۔ (پ۹، الاعراف: ۱۵۶)

پس وہ لغزشوں اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حرام کردہ کام کو مجبور ہوکر اختیار کیا وہ گناہگار نہ ہوگا۔ جس نے اس کی بارگاہ میں توبہ کرلی وہ اسے نجات عطا فرمائے گا اور جس نے اس پر توکل وبھروسہ کیا وہ ہر معاملہ میں اسے کافی ہوجائے گا۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے مجھ سے کئے جانے والے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میری رحمت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم! تم میں سے کسی شخص کو بیابان میں اپنا گمشدہ مال مل جانے پر جو خوشی ہوتی ہے اللہ عزوجل اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، اور جو ایک بالشت میرے قریب ہو میری رحمت ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتی ہے اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آجائے میری رحمت اس کے دوہاتھ قریب آجاتی ہے اور جو چل کر میری طرف آئے میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف آتی ہے۔ (مسلم، کتاب التوبۃ، باب الحض علی التوبہ، رقم ۲۶۷۵، ص ۱۴۶۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بےکسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک اللہ عزوجل اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی ہلاکت خیز پتھریلی زمین پر پڑاؤ کرے۔ اسکے ساتھ اس کی

سواری بھی ہوجس پر اسکے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو۔ پھر وہ زمین پر سر رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو اس کی سواری جا چکی ہو، تو وہ اسے تلاش کرے یہاں تک کہ گرمی اور شدتِ پیاس یا جس وجہ سے اللہ عزوجل چاہے وہ پریشان ہو کر کہے کہ میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سو رہا تھا، اور پھر سو جاتا ہوں یہاں تک کہ مر جاؤں۔ پھر وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر مرنے کے لئے سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اسکے پاس اس کی سواری موجود ہو اور اس پر اس کا توشہ بھی موجود ہو تو اللہ عزوجل مومن بندے کی توبہ پر اس شخص کے اپنی سواری کے لوٹنے پر خوش ہونے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(مسلم، کتاب التوبۃ، باب الحث علی التوبۃ، رقم ۲۷۴۴، ص ۱۴۶۸ بتغیر)

حضرتِ سیدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، تم سے پہلے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ جب اس نے اہل زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا پھر وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ راہب نے جواب دیا، نہیں۔ پھر اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور سو ۱۰۰ کا عدد پورا کر لیا۔ پھر اس نے اہل زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا تو اسے ایک عالم کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے اس عالم سے کہا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! اللہ عزوجل اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟ فلاں فلاں علاقہ کی طرف جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں، ان کے ساتھ مل کر اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور اپنے علاقہ کی طرف واپس نہ آنا کیونکہ یہ برائی کی سرزمین ہے۔

وہ قاتل اس علاقہ کی طرف چل دیا جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آگئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں توبہ کی نیت سے اس طرف آیا تھا۔ جبکہ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ تو ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور انہوں نے اسے ثالث مقرر کر لیا۔ اس فرشتے نے ان سے کہا کہ دونوں طرف کی زمینوں کو ناپ لو یہ جس زمین کے قریب ہوگا اسی کا حق دار ہے۔ جب زمین ناپی گئی تو وہ اس زمین کے قریب تھا جس کے ارادے سے وہ اپنے شہر سے نکلا تھا لہذا! رحمت کے فرشتے اسے لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ صالحین کے شہر سے ایک بالشت قریب تھا لہذا انہی میں سے کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا۔ اور اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا۔ پھر فرمایا، دونوں طرف کی زمین کو ناپو۔ تو اسے اس زمین کے ایک بالشت قریب پایا گیا تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔ (مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل، رقم ۲۷۶۶، ص ۱۴۷۹)

(97) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تیسری حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی وجہ سے خسارے میں ہیں، ایک صحت اور دوسری فرصت۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا عیش الا عیش الاخرة، ج ۲ص۸۸۷، رقم: ۶۴۱۲، سنن ابن ماجه، باب الحكمة، ج ۲ص۱۱۷، رقم: ۴۱۷۰، الاداب للبيهقى، باب من قصر الامل وبادر بالعمل قبل بلوغ الاجل، ص۲۹۵، رقم: ۸۰۸، سنن ترمذى، باب الصحة والفراغ نعمتان، ج ۲ص۳۵۰، رقم: ۲۳۰۴، سنن الدارمى، باب فى الصحة والفراغ، ج ۲ص۳۸۵، رقم: ۲۷۰۷)

شرح حدیث: دنیا آخرت کی کھیتی ہے

امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کبھی تندرست ہوتا ہے مگر کسب معاش میں مشغولیت کی بناء پر فارغ نہیں ہوتا اور کبھی خوشحال ہوتا ہے لیکن تندرست نہیں رہتا پس جب تندرست اور فارغ ہو اور طاعت کی بجائے سستی غالب آجائے تو ایسا شخص خسارے میں ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں ایسی تجارت موجود ہے جس کا نفع آخرت میں ملے گا۔

وہ شخص قابلِ رشک ہے جو اپنی صحت اور فراغت کو خداوند قدّوس عزوجل کی بندگی و اطاعت میں گزارے تو جس نے اپنی صحت و فراغت کو اللہ عزوجل کی نافرمانی میں ضائع کر دیا وہ دھوکے میں رہا کیونکہ فراغت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آگھیرتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو پھر بڑھاپا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

يَسُرُّ الْفَتَى طُوْلُ السَّلَامَةِ وَالْبَقَا   فَكَيْفَ تَرَى طُوْلَ السَّلَامَةِ يَفْعَلُ

يَرُدُّ الْفَتَى بَعْدَ اِعْتِدَالٍ وَصِحَّةٍ   يَنُوْءُ اِذَا رَامَ الْقِيَامَ وَيُحْمَلُ

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔لمبی عمر اور طویل سلامتی (صحت) نوجوان کو خوش کرتی ہے، (اے انسان) تو کیسے سمجھتا ہے کہ طویل سلامتی ایسا کرتی رہے گی؟

(۲)۔۔۔۔۔۔وہ تو نوجوان کو صحت اور معتدل زندگی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا دے گی کہ جب کھڑا ہونا چاہے گا تو مشقت سے اٹھے گا اور (کبھی) بوجھ کی مثل اٹھایا جائے گا۔

صحت اور فرصت کا فریب

آہ! بہت سے لوگ اپنی خواہشات اور دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ سے نعمتِ صحت اور فرصت کے فریب میں آچکے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور اکثر لوگ برائی کا حکم دینے والے نفس کی پیروی کرتے ہیں، ۔۔۔۔۔۔ احکام شریعت پر عمل کرنے اور

عبادات سے جی چراتے ہیں، ۔۔۔۔۔۔اور اگر وہ عقلمندی اور ہوش سے کام لیتے تو ضرور اللہ عزوجل پر کامل ایمان رکھتے، ۔۔۔۔۔۔مجاہدہ نفس کرتے، ۔۔۔۔۔۔اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں پانے کے لئے ایمان والوں سے دوستی اور دین کے دشمنوں کی مخالفت کرتے۔

غور کیجئے! کہ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مبارک فرمان کے سامنے دنیا کی کیا قیمت ہے ۔۔۔۔۔۔؟ چنانچہ، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوڑا (ہنٹر، دُرّہ) رکھنے کی جگہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۸۹۲، ص ۲۳۳)

(98) اَلرَّابِعُ: عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ. وَنَحْوُهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ رِّوَايَةِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

چوتھی حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ یہ کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔تو آپ نے فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔

(متفق علیہ)

یہ الفاظ ''بخاری'' کے ہیں اور اسی کے مثل صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے''۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ، ج ۱ص۳۱۳، رقم: ۱۱۳۰، صحیح مسلم، باب اکثار الاعمال واجتهاد فی العبادۃ، ج ۲ص۷۱، رقم: ۷۳۰۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاجتهاد فی الصلوٰۃ، ج ۱ص۲۶۸، رقم: ۴۱۲، اتحاف الخیر المهرۃ للبوصیری، کتاب المساجد، ج ۱ص۶۸۸، رقم: ۱۴۰۹، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۶ص۱۱۵، رقم: ۲۴۸۸۸)

شرح حدیث: سرورِ کائنات کی عبادات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود بے شمار مشاغل کے اتنے بڑے عبادت گزار تھے کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس زندگیوں میں اس کی مثال ملنی دشوار ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین کے بارے میں صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان کا طریقہ عبادت کیا تھا؟ اور ان کے کون کون سے اوقات عبادتوں کے لئے مخصوص تھے؟ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں یہ فخر وشرف صرف حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادات کے تمام طریقوں، ان کے

اوقات و کیفیات غرض اس کے ایک ایک جزئیہ کو محفوظ رکھا ہے۔ گھروں کے اندر اور راتوں کی تاریکیوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اور جس قدر عبادتیں فرماتے تھے ان کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے دیکھ کر یاد رکھا اور ساری امت کو بتا دیا اور گھر کے باہر کی عبادتوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کر لیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام وقعود، رکوع وسجود اور ان کی کمیات و کیفیات، اذکار اور دعاؤں کے بعینہ الفاظ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور خضوع وخشوع کی کیفیات کو بھی اپنی یادداشت کے خزانوں میں محفوظ کر لیا۔ پھر امت کے سامنے ان عبادتوں کا اس قدر چرچا کیا کہ نہ صرف کتابوں کے اوراق میں وہ محفوظ ہو کر رہ گئے بلکہ امت کے ایک ایک فرد یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین کو بھی ان کا علم حاصل ہو گیا اور آج مسلمانوں کا ایک ایک بچہ خواہ وہ کرۂ زمین کے کسی بھی گوشہ میں رہتا ہو اس کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادتوں کے مکمل حالات معلوم ہیں۔

رضا پر راضی

حضرت سیدنا محمد بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ہمیں ہمارے شیخ نے بتایا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی، حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے فرمایا: مجھے کسی ایسے شخص کے پاس لے چلو جو زمین میں سب سے بڑا عبادت گزار ہو۔ چنانچہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام آپ علیہ السلام کو ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جو جذام کا مریض تھا اور اس بیماری کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں گل سڑ کر جسم سے جدا ہو گئے تھے، اور وہ صابر وشاکر شخص کہہ رہا تھا: اے میرے پاک پروردگار عزوجل! جب تک تو نے چاہا ان اعضاء سے مجھے فائدہ بخشا اور جب تو نے چاہا لے لیا، تیرا شکر ہے کہ تو نے میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی، اے میرے پروردگار عزوجل! میرا مطلوب تو بس تُو ہی تُو ہے (یعنی میں تیری رضا پر راضی ہوں)

اس شخص کو دیکھ کر حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل امینعلیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! میں نے تو تجھے ایسے شخص کے بارے میں کہا تھا جو بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو اور خوب روزے رکھنے والا ہو۔ یہ سن کر جبریل امین علیہ السلام نے کہا: ان مصیبتوں کے نازل ہونے سے پہلے یہ خوب روزے رکھتا اور خوب نمازیں پڑھتا تھا اور اب مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ یہ کہہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس شخص کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو اس کی دونوں آنکھیں باہر امنڈ آئیں۔

عابد پھر وہی الفاظ دہرانے لگا: اے میرے مالک حقیقی عزوجل جب تک تو نے چاہا مجھے ان آنکھوں سے فائدہ بخشا اور جب چاہا لے لیا اور اپنی ذات میں میری محبت کو باقی رکھا (اے مولیٰ تیرا شکر ہے) میرا مطلوب تو بس تو ہی تو ہے۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس عظیم صابر وشاکر شخص سے کہا: آؤ، ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل تجھے تیری آنکھیں، اور ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تجھے اس بیماری سے شفاء عطا فرمائے تاکہ تم پہلے کی طرح عبادت کرو اور روزے رکھو۔ وہ شخص کہنے لگا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: آخر کیوں تم اس بات کو پسند نہیں کرتے؟ وہ عابد بولا: اگر میرے رب عزوجل کی رضا اسی میں ہے کہ میں بیمار رہوں تو پھر مجھے تندرستی وصحت نہیں چاہیے، میں تو اپنے رب عزوجل کی رضا پر راضی ہوں، وہ مجھے جس حال میں رکھے میں اسی میں راضی ہوں۔

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی میں سکھ نوں چُلّھے پا واں

اس عابد کی یہ گفتگو سن کر حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! واقعی میں نے آج تک اس سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار شخص نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ایسا عظیم راستہ ہے کہ رضائے الٰہی عزوجل کے حصول کے لئے اس سے افضل کوئی اور راستہ نہیں۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(99) اَلْخَامِسُ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پانچویں حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ r سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب ماہِ رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ e شب بیداری فرماتے اور گھر والوں کو بیدار کرتے، کوشش کرتے اور چادر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

وَالْمُرَادُ: الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ. وَالْمِئْزَرُ: الْاِزَارُ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَاءِ. وَقِيْلَ: الْمُرَادُ تَشْمِيْرُهُ لِلْعِبَادَةِ، يُقَالُ: شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِيْ: اَيْ تَشَمَّرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَهُ.

مراد ماہِ رمضان کا آخری عشرہ۔ المئزر: ازار (چادر) اس کا مطلب بیویوں سے وظیفہ زوجیت سے رک جانا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عبادت کے لیے تیار ہو جانا، جس طرح کیا جاتا ہے 'شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِيْ: میں نے اس کی تیاری کر لی ہے اور اس کے لیے بالکل فارغ ہو گیا ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج ۲ص۴۷، رقم: ۲۰۲۴، صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۲ص۱۶۵، رقم: ۲۸۴۴، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شهر رمضان، ج ۱ص۵۲۲، رقم: ۱۳۷۸، سنن ابن ماجه، باب فی فضل العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۱ص۵۶۲، رقم: ۱۷۶۸، صحیح ابن حبان، باب فضل رمضان،

ج ۲ص ۶۲۲، رقم: ۲۲۲۶)

شرحِ حدیث: آخری عشرہ

رمضان شریف خصوصاً آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ آپ ساری رات بیدار رہتے اور اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بے تعلق ہو جاتے تھے اور گھر والوں کو نمازوں کے لئے جگایا کرتے تھے اور عموماً اعتکاف فرماتے تھے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھ کر، کبھی سر بسجود ہو کر نہایت آہ وزاری اور گریہ وبکا کے ساتھ گڑ گڑا گڑ گڑا کر راتوں میں دعائیں بھی مانگا کرتے، رمضان شریف میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن عظیم کا دور بھی فرماتے اور تلاوت قرآن مجید کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرماتے تھے اور کبھی کبھی ساری رات نمازوں اور دعاؤں میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے اقدس میں ورم آجایا کرتا تھا۔ (صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث)

زوجہ کو جگانا

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی زوجہ کو نماز کے لئے جگاتا ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسکے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے، اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو نماز کے لئے جگاتی ہے اگر اس کا شوہر اٹھنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فیمن ایقظ اھلہ من اللیل، رقم ۱۳۳۶، ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرتِ سیدنا ابو مالک اَشْعَرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص رات کو اٹھ کر اپنی زوجہ کو جگاتا ہے اگر اس کی زوجہ پر نیند غالب ہوتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے پھر وہ دونوں اٹھ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں اور ایک گھڑی اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۳۴۸، ج ۳، ص ۲۹۵)

جہنّم سے آزادی

حضرتِ سَیِّدُ نا سَلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوبِ رَحمٰن، سرورِ ذیشان، رَحمتِ عالمیان، مَکّی مَدَنی سُلطان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ماہِ شعبان کے آخری دن بیان فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا بَرَکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات (ایسی بھی ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اِس (ماہِ مُبارَک) کے روزے اللہ عزَّوَجَلَّ نے فرض کیے اور اِس کی رات میں قِیام تطوُّع (یعنی سنّت) ہے، جو اِس میں نیکی کا کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اِس میں جس نے فَرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دِنوں میں ستّر فَرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صَبْر کا ہے اور

صَبر کا ثواب جنّت ہے اور یہ مہینہ مُؤاسات (یعنی غمخواری اور بھلائی) کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رِزْق بڑھایا جاتا ہے۔ جو اِس میں روزہ دار کو اِفطار کرائے اُس کے گناہوں کے لئے مَغفِرت ہے اور اُس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی۔ اور اِس اِفطار کرانے والے کو وَیسا ہی ثواب مِلے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ بغیر اِس کے کہ اُس کے اَجر میں کچھ کمی ہو۔ ہم نے عرض کی، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ اِفطار کروائے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب (تو) اُس (شخص) کو دے گا جو ایک گھونٹ دُودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ اِفطار کروائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کِھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حَوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جنّت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اِس کا اوّل (یعنی اِبتِدائی دس دن) رَحمت ہے اور اِس کا اَوسَط (یعنی درمیانی دس دن) مَغفِرت ہے اور آخِر (یعنی آخری دس دن) جہنَّم سے آزادی ہے۔ جو اپنے غُلام پر اِس مہینے میں تخفیف کرے (یعنی کام کم لے) اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنَّم سے آزاد فرما دے گا اِس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو۔ ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کو راضی کرو گے اور بقیہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں۔ پس وہ دو باتیں جن کے ذریعے تم اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کو راضی کرو گے وہ یہ ہیں: (۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دینا (۲) اِستِغفار کرنا۔ جبکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غنا (بے نیازی) نہیں وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے جنّت طلَب کرنا (۲) جہنَّم سے اللہ عزوجلَّ کی پناہ طلَب کرنا۔ (صحیح ابنِ خُزیمہ ج ۳ ص ۱۸۸۷)

(100) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ۔ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ۔ وَاِنْ اَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَ كَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ؛ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

چھٹی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوت والا ایمان دار اللہ کے ہاں کمزور ایماندار سے زیادہ بہتر اور زیادہ پیارا ہے اور ہر بھلائی میں اپنے نفع کے کام پر حرص کر اللہ سے مدد طلب کر عاجز نہ بن اگر کچھ مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا لیکن اللہ کی تقدیر مان کیونکہ "اگر" (کہنا) شیطانی کام کو کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی الامر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله، ج ۲ ص ۵۰۹، رقم: ۶۹۴۵، سنن الکبری للبیهقی، باب فضل المؤمن القوی، ج ۱۰ ص ۸۹، رقم: ۲۰۶۶۸، سنن ابن ماجه، باب التوكل، ج ۲ ص ۴۹۵، رقم: ۴۱۶۸، مسند ابی یعلی، مسند الاعرج عن ابی هریرة، ج ۳ ص ۴۱۱، رقم: ۶۲۵۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۳۶۶، رقم: ۸۸۲۸)

شرح حدیث: سب سے افضل آدمی

حضرتِ سیدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج وملال، صاحب جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں سوال کیا، سب سے افضل آدمی کون ہے؟ فرمایا، وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے۔ عرض کیا گیا، پھر کون افضل ہے؟ فرمایا، وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ عزوجل کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، رقم ۱۸۸۸، ص ۱۰۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کامل ترین مومن کون ہے؟ فرمایا، وہ جو اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ای المومنین اکمل ایمانا، رقم ۷۶۴۳، ج ۶، ص ۳۸۷)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے افضل عمل وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور وہ جہاد ہے جس میں بد دیانتی اور خیانت نہ ہو اور حج مبرور ہے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۷۸، ج ۷، ص ۵۹)

ہر بھلائی کی اصل

حضرت سَیِّدُنا ابوسلیمان رضي اللہ تعالي عنہ نے فرمایا، خوفِ خدا عزوجل دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی اصل ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۵۱۰، رقم الحدیث ۸۷۵)

حضرت وہب بن منبہ رضي اللہ تعالي عنہ فرماتے ہیں، توریت میں لکھا ہے کہ جو بارگاہِ الٰہی میں سمجھ دار بننا چاہے تو اسے چاہیے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف پیدا کرے۔ (المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، ص ۱۳۴)

حضرت سَیِّدُنا اِمام ابوالفرج ابن جوزی رضي اللہ تعالي عنہ فرماتے ہیں، خوفِ الٰہی ہی ایسی آگ ہے جو شہوات کو جلا دیتی ہے۔ اس کی فضیلت اتنی ہی زیادہ ہوگی جتنا زیادہ یہ شہوات کو جلائے اور جس قدر یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اطاعت کی ترغیب دے اور کیوں نہ ہو؟ کہ اس کے ذریعہ پاکیزگی، ورع، تقویٰ اور مجاہدہ نیز اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والے اعمال حاصل ہوتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۱۹۸)

حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی رضي اللہ تعالي عنہ نے فرمایا، جس دل سے خوف دور ہو جاتا ہے وہ ویران ہو جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۱۹۹)

حضرت سَیِّدُنا ابوالحسن رضي اللہ تعالي عنہ فرماتے تھے، نیک بختی کی علامت بد بختی سے ڈرنا ہے کیونکہ خوف اللہ تعالیٰ

اور بندے کے درمیان ایک لگام ہے، جب یہ لگام ٹوٹ جائے تو بندہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوجاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ج ۴، ص ۱۹۹)

راضی برضائے الٰہی رہنے والا عابد

بنی اسرائیل میں ایک عابد کسی پہاڑ کے ایک غار میں رہا کرتا تھا۔ نہ لوگ اس کو دیکھتے نہ وہ لوگوں کو دیکھتا تھا۔ اس کے ہاں پانی کا ایک چشمہ بھی تھا، وہ اس سے وضو کرتا اور پانی پیتا۔ زمین میں اُگے ہوئے پھلوں سے غذا حاصل کیا کرتا تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ عبادت میں بالکل سستی نہ کرتا۔ اس پر سعادت کے آثار نمایاں تھے۔ جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا شہرہ سنا تو اس سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔ جب دن میں تشریف لے گئے تو وہ عابد نماز اور ذکر واذکار میں مشغول تھا اور جب رات کو جانا ہوا تو وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں مناجات میں مستغرق تھا۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے سلام کرنے کے بعد فرمایا: اے شخص! اپنی جان پر نرمی کرو۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی علیہ السلام! مجھے ڈر ہے کہ کہیں غافل نہ ہوجاؤں، موت کا وقت آجائے اور میں عبادتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں کوتاہی کرنے والوں میں نہ ہو جاؤں۔ پھر حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے استفسار فرمایا: کیا کوئی حاجت وضرورت ہے؟ اس نے عرض کی: بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کیجئے کہ وہ مجھے اپنی رضا وخوشنودی عطا فرمادے اور تادمِ آخر اپنے علاوہ کسی کی طرف مائل نہ کرے۔ چنانچہ، جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جبلِ طُور پر مناجات کے لئے حاضر ہوئے اور کلامِ باری تعالیٰ کی لذت میں مستغرق ہوگئے تو آپ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس عابد کی بات یاد نہ رہی۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے خود ہی ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تجھے میرے عابد بندے نے کیا کہا؟ آپ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: یاالٰہی عَزَّ وَجَلَّ! تو خوب جانتا ہے، اس نے مجھے کہا ہے کہ میں تجھ سے دعا کروں کہ اسے اپنی رضا وخوشنودی عطا فرمادے اور اپنے علاوہ کسی میں مشغول نہ کر یہاں تک کہ وہ تجھ سے آملے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اسے جاکر کہہ دو کہ وہ دن رات میری جتنی چاہے عبادت کرلے، پھر بھی اپنے گزشتہ گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے جہنمی ہے اور مجھے اس کی ایسی ذلیل ورُسواکُن باتوں کا بھی علم ہے جو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس تشریف لائے، اُسے رب عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان سنایا اور اس کے گزشتہ بڑے بڑے گناہوں کے متعلق بتایا تو اس نے کہا: مرحبا! میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کا فیصلہ اور حکم دل وجان سے تسلیم کرتا ہوں، وہ ہر شے کو دیکھنے والا ہے، اسے ہر شئے کا علم ہے، اس کے حکم کو رد کرنے والا کوئی نہیں، اس کے فیصلہ کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ بہت زیادہ رونے لگا اور عرض کی: اے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام! اس کی عزت وجلال کی قسم! وہ اگر مجھے اپنے دروازے سے دھتکار بھی دے تو بھی میں اسی کے دروازے پر پڑا رہوں گا، کبھی نہ ہٹوں گا، اور اگر مجھے جلادے یا میرے ٹکڑے ٹکڑے کردے، تو بھی میں اس کی بارگاہ سے کبھی نہ

پھروں گا۔

جب حضرت سیّدُ نا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مناجات کے لئے جبلِ طور پر تشریف لے گئے تو عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو خوب جانتا ہے تیرے عابد بندے نے کیا جواب دیا ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اس کو خوشخبری سنادو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے اور اسے میری رحمت و احسان نے گھیر لیا ہے اور اسے یہ بھی کہنا کہ تو نے میرے فیصلے کو صبر و رضا سے گلے لگالیا اور میرے سخت حکم و فیصلے کے باوجود راضی رہا۔ اب اگر تیرے گناہوں سے زمین و آسماں اور درمیانی فضا بھی بھر جائے اور تمام سمندر بھی بھر جائیں تو بھی میں تیری مغفرت فرمادوں گا کیونکہ میں بہت کریم اور بخشنے والا مہربان ہوں۔ جب حضرت سیّدُ نا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عابد کو یہ خوش خبری دی تو وہ سجدے میں گر پڑا اور اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی حمد کی اور سجدے میں پڑا رہا یہاں تک کہ اس کا طائرِ روح قفسِ عُنصری سے پرواز کر گیا۔

اے شک میں پڑنے والو! کب تک تمہیں تمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ بلاتا رہے گا اور تم جواب دینے سے اعراض کرتے رہو گے، اس نے تمہیں کس قدر احسانات سے نوازا پھر بھی تُم نافرمانیوں سے اس کا مقابلہ کرتے ہو، حالانکہ تم پر اس کی طرف سے محافظ فرشتہ مقرَّر ہے۔ جلدی سے توبہ کرلو کہ وہ تمہارے بہت قریب ہے اور اسی سے ہدایت و توفیق کا سوال کرو اور غم و تنگدستی کو دور کرنے کے لئے اسی کا قصد کرو۔ بے شک اس کا قصد کرنے والا خسارے میں نہیں رہتا اور اسے راضی کرنے والے اعمال کرو اور اس کی نافرمانی کے کاموں سے بچو، وہ (علم وقدرت کے ساتھ) ہر جگہ موجود ہے، غائب نہیں۔

مناجات کے وقت اس کی بارگاہ میں دعا کرو اس لئے کہ وہ دُعا کرنے والے کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔ اسی وقت اس کے سامنے گریہ وزاری اور گڑگڑاتے ہوئے صدقِ دل سے توبہ کرلو۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی عنایت کے لئے تمہیں چُن لے اور تمہیں ہدایت سے بہرہ ور کردے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جسے چاہے اپنے قرب کے لئے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اسے اپنی راہ دِکھاتا ہے۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

(101) اَلسَّابِعُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ وَهُوَ بِمَعْنَاهُ: اَيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ فَاِذَا فَعَلَهُ دَخَلَهَا.

ساتویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو پر مشقت کاموں کے ساتھ۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں حُفَّتْ کی جگہ حُجِبَتْ ہے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی آدمی اور اس کے درمیان جب ایسا کرے گا اس میں داخل ہوجائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حجبت النار بالشھوات، ج ۴ ص ۲۴۲، رقم: ۶۴۸۷، صحیح مسلم، باب الجنة وصفة نعیمھا واھلھا، ج ۲ ص ۸۴۲، رقم: ۲۸۲۲، سنن ترمذی، باب ما جاء حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشھوات، ج ۴ ص ۱۴۲، رقم: ۲۵۵۹، سنن الدارمی، باب حفة الجنة بالمکارہ، ج ۲ ص ۴۲۴، رقم: ۲۸۴۳، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج ۱ ص ۴۹۲، رقم: ۷۱۶)

شرح حدیث: ماں کا حکم نفس پر گراں

حضرت سیدنا ابو محمد مرتعش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے بہت سے حج کئے اور ان میں سے اکثر سفر کسی قسم کا زادِ راہ لئے بغیر کئے۔ پھر مجھ پر آشکار ہوا کہ یہ سب تو میرے نفس کا دھوکہ تھا کیونکہ ایک مرتبہ میری ماں نے مجھے گھڑے میں پانی بھر کر لانے کا حکم دیا تو میرے نفس پر ان کا حکم گراں گزرا، چنانچہ میں نے سمجھ لیا کہ سفرِ حج میں میرے نفس نے میری موافقت فقط اپنی لذت کے لئے کی اور مجھے دھوکے میں رکھا کیونکہ اگر میرا نفس فناء ہو چکا ہوتا تو آج ایک حقِ شرعی پورا کرنا اسے بے حد دشوار کیوں محسوس ہوتا؟ (الرسالة القشیریة، ص ۱۳۵)

حضرت سیدنا سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: کون سی چیز نفس پر زیادہ سخت ہے؟ انہوں نے فرمایا: اخلاص، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت وسکون سب کچھ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو۔

محاسبہ کرنے والا خوش نصیب ہے

حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ اور ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں جبکہ ان کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے اس کام کو حساب کے بغیر کیا پھر آپ نے محاسبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے اور وہ اسے اچھی لگتی ہے تو کہتا ہے قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان ایک رکاوٹ ہے اور وہ عمل سے پہلے حساب ہے۔

پھر فرمایا: بعض اوقات اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفس سے کہتا ہے اس سُستی سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس سلسلے میں تیرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہماری سانسیں امانت ہیں

حضرت سیدنا ابراہیم تیمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں نے اپنے مراقبے کے دوران اپنے نفس کو جنت میں اسطرح دیکھا کہ گویا میں اس کے پھل کھا رہا ہوں اس کی نہروں سے پانی پیتا اور وہاں کی حوروں سے ملاقاتیں کرتا ہوں پھر میں نے اپنے نفس کو جہنم میں یوں دیکھا کہ گویا اس کی کڑوی غذا (تھوہڑ) کھاتا اور پیپ پیتا ہوں نیز اس کے طوق اور

زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں تو میں نے اپنے نفس سے کہا اے نفس تم کیا چاہتے ہو اس نے کہا میں دوبارہ دنیا میں جا کر اچھے کام کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا تمہیں اجازت ہے اور یہ چند سانسیں تمہارے پاس امانت ہیں، تم امین ہو پس عمل کرو۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج بن یوسف کو دیکھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ اسکا محاسبہ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے عمل کی لگام پکڑتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے ناپ تول میں نظر کرتا ہے وہ مسلسل کہتا رہا حتی کہ میں رو پڑا۔

حضرت سیدنا احنف بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے مرید نے بیان کیا کہ میں ان کی مجلس میں رہتا تھا وہ رات کو اکثر نماز کی جگہ دعا مانگتے تھے اور چراغ کے پاس آ کر اس کی لو پر انگلی رکھتے حتی کہ آگ کی تپش محسوس ہوتی پھر اپنے نفس سے فرماتے اے احنف! آج تم نے جو عمل کی اس کی وجہ کیا تھی؟ آج تم نے جو عمل کیا اس پر تجھے کس نے ابھارا؟۔

(102) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: یَرْكَعُ عِنْدَ الْمِئَةِ، ثُمَّ مَضٰى. فَقُلْتُ: یُصَلِّیْ بِهَا فِیْ رَكْعَةٍ فَمَضٰى، فَقُلْتُ: یَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَاَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا، یَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا: اِذَا مَرَّ بِاٰیَةٍ فِیْهَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ یَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِهٖ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِّمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِیْبًا مِّنْ قِیَامِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن یمان ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شرع کی میں نے کہا سو آیتوں پر رکوع کریں گے آپ آگے گزر گئے میں نے کہا پوری سورۃ پڑھ کے رکوع کریں گے آپ آگے پڑھتے گئے۔ میں نے کہا اب رکوع کریں گے۔ پھر آپ نے سورۃ النساء شروع کی اس کو مکمل کیا' سورہ العمران شروع کی اور اسے اطمینان سے مکمل کیا۔ جب آپ کسی تسبیح والی آیت کے پاس سے گزرتے تو تسبیح کہتے اور جب سوال والی آیت کے پاس سے گزرتے تو سوال کرتے جب تعوذ سے گزرتے تو پناہ مانگتے پھر آپ نے رکوع کیا اور سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا۔ آپ کا رکوع قیام کے برابر تھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے سمع اللہ لمن

حمدہ ربنا لك الحمد کہا پھر تقریباً رکوع جتنی دیر
کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلی کہا
آپ کا سجود قیام کے قریب، دورانیہ پر مشتمل تھا۔
(مسلم)

تخریج حدیث :(صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۵۸۶، رقم: ۱۸۰۰، سنن الکبری للبیہقی، باب الوقوف عند آیة الرحمة، ج ۲ص ۳۰۹، رقم: ۳۸۲۷، مستخرج ابی عوانة، بیان صفة الصلوٰة ج ۲ص ۲۳۳، رقم: ۱۳۵۱، مسند الحارث، باب قیام اللیل، ج ۱ص ۳۶۵، رقم: ۲۴۰)

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا

حضرتِ سیدنا رِفاعہ بن رافع زُرَقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی اقتداء میں نماز ادا کررہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا۔ پیچھے سے ایک شخص نے کہا، رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ ۔ترجمہ: اے رب عزوجل تیرے لئے ہی تمام خوبیاں ہیں بے شمار پاکیزہ اور برکتوں والی۔

جب سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو دریافت فرمایا، یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے عرض کیا، میں ہوں۔ تو ارشاد فرمایا، میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو ان کلمات کو لکھنے میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، رقم ۷۹۹، ج ۱ص ۲۸۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہا کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، رقم ۷۹۶، ج ۱ص ۲۷۹)

دنیا کی مٹھاس

کچھ لوگ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے تھے ان میں ایک دبلا پتلا نوجوان تھا حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے پوچھا اے نوجوان! تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ اس نے عرض کی امیر المومنین! کچھ بیماریوں نے یہ حالت بنادی ہے آپ نے فرمایا

میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ سچ سچ بتا۔

اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے دنیا کی مٹھاس چکھا تو اس کو کڑوا پایا چنانچہ اس کی تروتازگی اور حلاوت میری نظروں میں حقیر ہوگئی اس طرح میرے نزدیک اس کا سونا اور پتھر ایک جیسے ہوگئے اور گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور لوگوں کو جنت وجہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے اس دن سے میں دن کو پیاسا اور رات کو بیدار رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ثواب وعذاب کے مقابلے میں اس حالت کی کوئی حیثیت نہیں جس میں میں ہوں۔

حضرت سیدنا ابونعیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں حضرت سیدنا داؤد طائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) روٹی کے ٹکڑے بھگو کر پیتے اور روٹی نہ کھاتے ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا روٹی چبانے اور ان ٹکڑوں کو پینے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کا وقت ہوتا ہے (اور یہ وقت روٹی کھانے میں صرف ہوجاتا ہے)۔

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کی چھت میں ایک شہتیر ٹوٹا ہوا ہے فرمایا اے بھتیجے میں نے بیس سال سے مکان کی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو جب بھی دیکھا جاتا تو لمبی نماز کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں سوجی ہوئی ہوتی تھیں وہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے پیچھے بیٹھتی تو ان کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑتی۔

اور بعض عبادت گزار ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے یہاں تک کہ وہ بیٹھتے اور اسی حالت میں ایک ہزار رکعتیں پڑھ لیتے۔ جب عصر کی نماز پڑھتے تو ٹانگیں کھڑی کر کے بیٹھتے پھر فرماتے مخلوق پر تعجب ہے انہوں نے کیسے تیرے بدلے میں کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا؟ مخلوق پر تعجب ہے کہ وہ تیرے علاوہ کسی اور سے کیسے مانوس ہوگئی۔

مشہور بزرگ حضرت سیدنا ثابت بنانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو نماز سے بہت محبت تھی وہ کہا کرتے تھے یا اللہ اگر تو نے کسی کو اجازت دی ہے کہ وہ قبر میں تیرے لئے نماز پڑھے تو مجھے بھی اجازت دے کہ میں قبر میں تیرے لئے نماز پڑھوں گا۔

سلسلہ قادریہ کے عظیم پیشوا حضرت سیدنا جنید بغدادی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں میں نے حضرت سیدنا سری سقطی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا۔ انہیں اٹھانوے سال کے عرصہ میں مرض الموت کے علاوہ بستر پر نہیں دیکھا گیا۔

حضرت سیدنا حارث بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں ایک جماعت کسی زاہد کے پاس سے گزری تو دیکھا کہ وہ عبادت میں خوب کوشش کر رہا ہے تو اس سلسلے میں پوچھا اس نے کہا جو کچھ مصائب واحوال مخلوق پر آنے والے ہیں اور وہ ان سے غافل ہیں ان کے مقابلے میں عبادت کی یہ تکلیف کچھ بھی نہیں لیکن لوگ اپنی نفسانی لذتوں کی

طرف مائل ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہت بڑا حصہ ملے گا اسے بھول گئے ہیں۔ یہ بات سن کر سب لوگ رو پڑے۔

رات کے وقت حضرت سیدنا اویس قرنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے تھے یہ رکوع کی رات ہے پھر وہ تمام رات رکوع میں گزارتے اور دوسری رات آتی تو فرماتے یہ سجدے کی رات ہے پھر وہ پوری رات سجدے میں گزار دیتے۔ کہا گیا کہ جب حضرت سیدنا عتبہ غلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تائب ہوئے تو وہ کھانے پینے کے لئے آمادہ نہ ہوتے ان کی ماں نے ان سے کہا اگر تم اپنے نفس پر کچھ نرمی کرو تو کیا حرج ہے؟ انہوں نے فرمایا میں آرام ہی تو چاہتا ہوں مجھے تھوڑی سے مشقت کر لینے دیں پھر میں طویل مدت عیش کروں گا۔

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت سیدنا سمنون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روزانہ پانچ سو رکعات پڑھتے تھے۔ اور حضرت سیدنا ابوبکر مطوعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں جوانی میں روزانہ دن رات میں اکتیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ راوی کو تعداد میں شک ہے۔

حضرت سیدنا منصور بن معتمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حالت یہ تھی کہ جب تم ان کو دیکھو تو کہو کہ شاید یہ کوئی مصیبت کا مارا ہے آنکھیں جھکی ہوئیں، آواز پست اور آنکھیں تر رہتی تھیں اگر ذرا حرکت دو تو چار چار آنسو نکلیں ان کی والدہ نے فرمایا اے بیٹے! اپنے نفس سے یہ کیا معاملہ کر رہے ہو کہ ساری رات روتے رہتے ہو اے بیٹے شاید تم نے کوئی قتل کیا ہے اور تم اپنے ضمیر پر اسکا بوجھ محسوس کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے اے ماں! میں خوب جانتا ہوں جو کچھ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا ہے۔

(103) اَلتَّاسِعُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً. فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ! قِيْلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ؟ قَالَ: هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نویں حدیث: حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے قیام اتنا طویل کیا حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کر لیا۔ کسی نے پوچھا وہ ارادہ کیا تھا فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نماز چھوڑ دوں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص۳۸۱، رقم: ۱۱۳۵، صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص۸۵۷، رقم: ۱۸۵۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلوات، ج ۱ص۴۵۶، رقم: ۱۴۱۸، صحیح ابن حبان، باب فرض متابعة الامام، ج ۱ص۹۱۲، رقم: ۲۱۴۱، صحیح ابن خزیمه، باب فضل طول القیام فی صلاۃ، ج ۱ص۸۶۷، رقم: ۱۱۵۴)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روز شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشادفرمایا، طویل قیام والی نماز۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن حُبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔

(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، رقم ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

بعض علماء کا کہنا ہے کہ دن کے وقت سجدے کثرت سے کرنا افضل ہیں جبکہ رات کے وقت طویل قیام کرنا افضل ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ سے متعلق روایات میں آیا ہے۔

قیام کے مسائل

مسئلہ: قیام اتنی دیر تک ہے جتنی دیر قراءت ہے، یعنی بقدرِ قراءت فرض، قیام فرض اور بقدرِ واجب، واجب اور بقدرِ سنت، سنت۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۲، ۱۶۳)

یہ حکم پہلی رکعت کے سوا اور رکعتوں کا ہے، رکعت اُولیٰ میں قیام فرض میں مقدار تکبیر تحریمہ بھی شامل ہوگی اور قیام مسنون میں مقدار ثنا و تعوذ و تسمیہ بھی۔ (رضا)

مسئلہ: قیام و قراءت کا واجب و سنت ہونا بایں معنی ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا ورنہ بجالانے میں جتنی دیر تک قیام کیا اور جو کچھ قراءت کی سب فرض ہی ہے، فرض کا ثواب ملے گا۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج ۲، ص ۱۶۳)

مسئلہ: فرض و وتر و عیدین و سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا، نہ ہوں گی۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج ۲، ص ۱۶۳)

مسئلہ: ایک پاؤں پر کھڑا ہونا یعنی دوسرے کو زمین سے اٹھالینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو حرج نہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۶۹)

مسئلہ: اگر قیام پر قادر ہے مگر سجدہ نہیں کرسکتا تو اسے بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھے اور کھڑے ہوکر بھی پڑھ سکتا ہے۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۶۴)

مسئلہ: جو شخص سجدہ کر تو سکتا ہے مگر سجدہ کرنے سے زخم بہتا ہے، جب بھی اسے بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا مستحب ہے

اور کھڑے ہوکر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۶۳)

مسئلہ: اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہوکر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے، جماعت میسر ہو تو جماعت سے، ورنہ تنہا۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مبحث فی الرکن الاصلی... إلخ، ج ۲، ص ۱۶۵)

مسئلہ: اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوسکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہوکر پڑھے۔

(غنیۃ المتملي، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص ۲۶۱)

مسئلہ: اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہوسکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہوکر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (غنیۃ المتملي، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص ۲۶۱)

تنبیہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہوکر اِدھر اُدھر کی باتیں کرلیا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرتِ قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوہیں اگر ویسے کھڑا نہ ہوسکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا فرض۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(104) اَلْعَاشِرُ: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

دسویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میت کے پیچھے تین چیزیں رہ جاتی ہیں اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل، دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز ساتھ رہ جاتی ہے اس کے اہل و مال واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب سکرات الموت، ج ۴ ص ۲۴۷، رقم: ۶۵۱۴، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج ۴ ص ۲۲۷۳، رقم: ۷۶۱۳، سنن ترمذی، باب ما جاء مثل ابن آدم واهله وولده وماله وعمله، ج ۴ ص ۱۸۹، رقم: ۲۳۸۶، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، ج ۴ ص ۱۱۰، رقم: ۱۲۰۸۱، مسند الحمیدی، احادیث انس بن مالك رضی الله عنه، ص ۵۰۰، رقم: ۱۱۸۶)

شرح حدیث: بندے کا مال

رسول اکرم، شفیع معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت فرمایا: تم میں سے

کون ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت کرتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی :یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہم میں سے ہر ایک وارث کے مال کے مقابلے میں اپنے مال سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ تو اس کے وارث کا مال ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من قدم من مالہ فھولہ، الحدیث: ۶۴۴۲، ص ۵۴۱)

نبیِّ کریم، رؤوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دوست 3 ہیں (۱) وہ جو کہتا ہے: میں تیری قبر تک تیرے ساتھ جاؤں گا۔ (۲) وہ دوست جو کہتا ہے: میں اس وقت تک تیرا رہوں گا جب تک تو خرچ کرتا رہے گا اور جب تو روک لے گا تو تیرا نہ رہوں گا۔ یہ تیرا مال ہے اور (۳) وہ دوست ہے کہ جو کہتا ہے: تو جہاں جائے گا یا جہاں سے آئے گا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ یہ تیرا عمل ہے، تو وہ بندہ کہے گا: خدا کی قسم! تو مجھ پر ان تینوں میں سب سے ہلکا تھا۔

(المستدرک، کتاب الایمان، الاخلاء ثلاثۃ، الحدیث: ۲۵۶، ج ۱، ص ۲۵۴، بتقدم وتاخر)

دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جودو نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے اپنے دو بندوں پر وسعت فرماتے ہوئے انہیں کثرتِ مال و اولاد سے نوازا، پھر ان میں سے ایک سے ارشاد فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کی: لَبَّیْکَ رَبِّ وَسَعْدَیْک! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تجھے کثرتِ مال و اولاد سے نہیں نوازا؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: پھر تو نے میری عطا کردہ نعمتوں کے عوض کیا کیا؟ اس نے عرض کی: میں محتاجی کے خوف سے اسے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ تو ان کے بارے میں جن باتوں سے ڈرتا تھا میں نے وہی آفت ان پر ڈال دی ہے۔

پھر دوسرے شخص سے ارشاد فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا: لَبَّیْکَ اَیْ رَبِّ وَسَعْدَیْک! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کثرتِ مال و اولاد سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کریگا: کیوں نہیں، اے میرے رب عزوجل! تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: پھر تو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کیا؟ وہ عرض کریگا: میں نے اسے تیری فرمانبرداری میں خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے تیری وسیع عطا، فضل، قدرت اور بے نیازی پر بھروسہ کیا۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا زیادہ اور روتا کم تو نے ان کے لئے مجھ پر جو بھروسہ کیا تھا میں نے انہیں وہ عطا فرما دیا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۳۸۳، ج ۳، ص ۲۱۷/ ۲۱۸)

فرشتوں کی صدائیں

نبیوں کے تاجور، حسنِ اخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے کہ جب

آدمی پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف پانچ فرشتے بھیجتا ہے۔ پہلا فرشتہ اس کے پاس اس وقت آتا ہے جب اس کی روح حلقوم (یعنی حلق) تک پہنچتی ہے۔ وہ فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! تیرا طاقتور بدن کہاں گیا؟ آج یہ کتنا کمزور ہے؟ تیری فصیح زبان کہاں گئی؟ آج یہ کتنی خاموش ہے؟ تیرے گھر والے اور عزیز واقرباء کہاں گئے؟ تجھے کس نے تنہا کر دیا۔

پھر جب اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور کفن پہنا دیا جاتا ہے تو دوسرا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! تُو نے تنگدستی کے خوف سے جو مال واسباب جمع کیا تھا وہ کہاں گیا؟ تُو نے تباہی سے بچنے کے لئے گھر بسائے تھے وہ کہاں گئے؟ تُو نے تنہائی سے بچنے کے لیے جو اُنس تیار کیا تھا وہ کہاں گیا؟

پھر جب اس کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو تیسرا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: آج تُو ایک ایسے لمبے سفر کی طرف رواں دواں ہے جس سے لمبا سفر تُو نے آج سے پہلے کبھی طے نہیں کیا، آج تُو ایسی قوم سے ملے گا کہ آج سے پہلے کبھی اس سے نہیں ملا، آج تجھے ایسے تنگ مکان میں داخل کیا جائے گا کہ آج سے پہلے کبھی ایسی تنگ جگہ میں داخل نہ ہوا تھا، اگر تُو اللہ عزوجل کی رضا پانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ تیری خوش بختی ہے اور اگر اللہ عزوجل تجھ سے ناراض ہوا تو یہ تیری بدبختی ہے۔

پھر جب اسے لحد میں اتار دیا جاتا ہے تو چوتھا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! کل تک تُو زمین کی پیٹھ پر چلتا تھا اور آج تُو اس کے اندر لیٹا ہوا ہے، کل تک تُو اس کی پیٹھ پر ہنستا تھا اور آج تُو اس کے اندر رو رہا ہے، کل تک تُو اس کی پیٹھ پر گناہ کرتا تھا اور آج تُو اس کے اندر نادم وشرمندہ ہے۔

پھر جب اس کی قبر پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اور اس کے اہل وعیال دوست واحباب اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو پانچواں فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے پکار کر کہتا ہے: اے ابن آدم! وہ لوگ تجھے دفن کر کے چلے گئے، اگر وہ تیرے پاس ٹھہر بھی جاتے تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتے، تُو نے مال جمع کیا اور اسے غیروں کے لئے چھوڑ دیا آج یا تو تجھے جنت کے عالی باغات کی طرف پھیرا جائے گا یا بھڑکنے والی آگ میں داخل کیا جائے گا۔

(بَحْرُ الدُّمُوع مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(105) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

گیارہویں حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت تمہارے ہر ایک کے جوتے کے تسمے کے زیادہ قریب تر ہے اور دوزخ بھی اسی طرح (تمہارے قریب ہے)۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجنة اقرب الی احد کم من شراك نعله والنار مثل ذلك، ج ۴ص۲۰۰، رقم: ۶۴۸۸، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعمله من قصر الامل، ج ۳ص۳۶۸، رقم: ۶۴۲۹، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج ۱ص۲۳۱، رقم: ۶۶۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ص۲۸۷، رقم: ۳۶۶۷، مسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ص۲۲۷، رقم: ۱۶۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہوجاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جنتی ہوجاتا ہے۔ غرضکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۹۱)

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آیا:

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بندہ کوئی بات اللہ عزوجل کی خوشنودی کی کرتا ہے اور وہ اس درجہ و مقام تک پہنچتی ہے جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور اللہ عزوجل اس کے سبب قیامت تک کے لئے اپنی رضا و خوشنودی لکھ دیتا ہے، اور کوئی بندہ اللہ عزوجل کی ناراضگی کا کلمہ منہ سے نکالتا ہے اور وہ اس مقام تک پہنچتا ہے جس کا اسے گمان نہیں ہوتا تو اللہ عزوجل اس کی بات پر قیامت کے دن تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی قلۃ الکلام، الحدیث: ۲۳۱۹، ص ۱۸۸۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شہنشاہِ خوش خِصال، صاحب جُودونوال، رسولِ بے مثال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ کبھی کوئی بات ایسی کہہ دیتا ہے جس کے سبب جہنم کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کا درمیانی فاصلہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب حفظ اللسان، الحدیث: ۷۴۸۱، ص ۱۱۹۵)

پیارے اسلامی بھائی! تھوڑی سی بھلائی (یعنی نیکی) بھی مت چھوڑ اور نہ ہی معمولی سی برائی (یعنی گناہ) کو اختیار کر کیونکہ تجھے نہیں معلوم کہ کون سی نیکی کے سبب اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمادے اور کس برائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہوجائے۔

پس یاد رکھ تکالیف و مشقتوں کے بیابان کو سر کرنے کے بعد ہی بندہ جنت میں داخل ہوسکتا ہے اور شہوات کو ترک کر کے ہی دوزخ سے چھٹکارا پاسکتا ہے، کیونکہ اطاعت و فرماں برداری جنت میں پہنچاتی ہے اور گناہ و نافرمانی جہنم میں

لے جاتی ہے اور بعض اوقات اطاعت اور معصیت و نافرمانی معمولی سی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

(106) اَلثَّانِيْ عَشَرَ: عَنْ اَبِيْ فِرَاسٍ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْاَسْلَمِيِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِيْهِ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ: سَلْنِيْ فَقُلْتُ: اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَ: اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بارھویں حدیث: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحابِ صفہ میں سے ایک تھے کہتے ہیں: میں رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزارتا تھا میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات پیش کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے مانگ لو میں نے عرض کیا: آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا اس کے سوا کچھ اور، عرض کی وہ بھی یہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے نفس پر میری مدد کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السجود والحث علیه، ج ۱ ص ۲۵۲، رقم: ۱۱۲۲، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الترغیب فی الاکثار من الصلوٰة ج ۲ ص ۴۸۶، رقم: ۴۴۵۰، الاحاد والمثانی، من اسمه ربیعة بن کعب الاسلمی، ص ۶۵۲ رقم: ۲۳۸۴، سنن ابوداؤد، باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج ۱ ص ۵۰۷، رقم: ۱۳۲۲، سنن الکبرٰی للنسائی، باب فضل السجود، ج ۱ ص ۲۴۲، رقم: ۷۲۴)

شرح حدیث: طبرانی کی روایت اس سے طویل ہے اس کے الفاظ یوں ہیں کہ میں دن میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور جب رات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس دولت کدے کے دروازے کو رات کا ٹھکانا بنالیتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قربت میں رات بسر کرتا اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ رَبِّیْ کہتے ہوئے سنتا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توقف فرماتے یا مجھ پر نیند غالب آجایا کرتی اور میں سوجاتا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ربیعہ! مجھ سے مانگو تاکہ میں تمہیں کچھ عطا کروں۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ مہلت دیجئے تاکہ میں کچھ سوچ سکوں۔ پھر میں نے سوچا کہ دنیا فانی ہے اور ختم ہونے والی ہے، لہذا میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میرے لئے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کی دعا فرمائیں۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اس بات کے سوال کا کس نے کہا؟ میں نے عرض کیا، مجھ سے کسی نے نہیں کہا لیکن میں نے جان لیا کہ دنیا فانی اور ختم ہونے والی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لائق ہے۔ لہذا میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

لئے اللہ عزوجل سے دعا کریں۔ تو آپ نے فرمایا، میں ایسا کروں گا جب کہ تم اپنے نفس کے خلاف کثرت سجود سے میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، رقم ۴۸۹، ص ۲۵۲)

چڑیا اور چیونٹی کی مثال

حضرت سیدنا محمد بن نعیم علیہ رحمۃ اللہ العظیم فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار تھے۔ میں نے عرض کی: حضور! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس فانی دنیا میں چیونٹیوں کی یہ عادت ہے کہ وہ گرمیوں میں اپنے لئے دانے وغیرہ بلوں میں جمع کر لیتی ہیں تاکہ سردیوں میں انہیں خوراک کے لئے باہر نہ نکلنا پڑے اور آرام سے جمع کی ہوئی خوراک کھاتی رہیں۔ ایک مرتبہ اسی مقصد کے لئے ایک چیونٹی اپنے بل سے نکلی، اس نے دانہ لیا اور دوبارہ بل کی طرف جانے لگی۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور چیونٹی کو دانے سمیت کھا گئی۔ اب نہ تو وہ چیز باقی رہی جسے وہ چیونٹی جمع کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ چیونٹی باقی رہی کہ اپنی جمع کی ہوئی چیز کھالیتی۔

میں نے عرض کی: حضور! مزید کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کا مسکن (یعنی رہائش) قبر ہو اور گزرگاہ پل صراط ہو (جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے) اور میدان حشر اس کے ٹھہرنے کی جگہ ہو جہاں اس سے حساب لیا جائے گا۔ اور اللہ عزوجل اس سے حساب لینے والا ہو۔ پھر اس شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں حساب و کتاب کے بعد جنت میں جاؤں گا اور مبارک باد کا مستحق ہوں گا یا جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میرا ٹھکانہ ہوگی اور میں وہاں عذاب دیا جاؤں گا۔ ہائے حسرت وافسوس! ایسے بندے کا غم کتنا طویل ہو گا، اور اس کو کیسی کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہائے! ہائے! اس وقت رونا تو ہوگا لیکن تسلی دینے والا کوئی نہ ہوگا، اس وقت خوف ودہشت تو طاری ہوگی لیکن کوئی امن دینے والا نہ ہوگا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ سے بار بار یہی فرماتے رہے: ذرا اپنی حالت پر غور کر! (اس دن تیرا کیا حال ہوگا)، ذرا اپنی قبر کے بارے میں سوچ! اس میں تیرے ساتھ کیا معاملات پیش آئیں گے؟ دنیا داروں سے تعلقات کم کر دے، اور کبھی بھی اس بات کو پسند نہ کر کہ لوگ تیری تعریف کریں اور اپنے اعمال پر لوگوں سے اپنی تعریف سننے کی خواہش نہ کر۔ دُنیوی نام ونمود نہ چاہ، عزت والا وہی ہے جو رب عزوجل کے ہاں معزز ہے اور جو اللہ عزوجل کے ہاں ذلیل ہے بظاہر وہ دنیا میں کتنا معزز ہو حقیقتاً وہ ذلیل ہے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(107) اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ، وَیُقَالُ: اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ:

تیرہویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ اور کہا گیا کہ ابوعبدالرحمن ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ، فَاِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کثرت سجود کو لازم پکڑ و تم اللہ کیلئے جو سجدہ بھی کروگے اس کی وجہ سے اللہ تمہارے درجہ کو بلند کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السجود والحث علیه، ج ۱ص۲۵۲، رقم: ۱۱۲۱، سنن الکبرٰی للنسائی، باب فضل الھجرة، ج ۵ص۲۱۲، رقم: ۸۶۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج ۸ص۱۰۹، رقم: ۷۶۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامة الباھلی، ج ۸ص۲۲۸، رقم: ۲۲۱۹۳، مسند الحارث، باب فضل الصوم، ج ۱ص۴۲۸، رقم: ۳۲۵)

شرح حدیث: کثرت سے سجدے

حضرتِ سیدنا مَعدان بن ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ میں کون سا ایسا عمل کروں جس کی وجہ سے اللہ عزوجل مجھے جنت میں داخل فرمادے یا (یہ کہا کہ) مجھے اس عمل کے بارے میں بتایئے جو اللہ عزوجل کو زیادہ پسندیدہ ہو۔ تو حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوگئے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ پھر بھی خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ تم جب بھی اللہ عزوجل کو سجدہ کروگے اللہ عزوجل تمہارا ایک درجہ بلند فرمادے گا اور اس کے بدلے تمہاری ایک خطا معاف فرمادے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، رقم ۴۸۸، ص ۲۵۲)

حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو بندہ اللہ عزوجل کو ایک مرتبہ سجدہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کے سبب سجدہ کرنے والے کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اسکا ایک گناہ مٹادیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے، لہٰذا کثرت سے سجدے کیا کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی کثرۃ السجود، رقم ۱۴۲۴، ج ۲، ص ۱۸۲)

حضرتِ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک بندے کی کوئی حالت ایسی نہیں جو سجدہ میں بندے کے چہرے کو مٹی میں لتھڑے ہوئے دیکھنے سے زیادہ محبوب ہو۔

(طبرانی اوسط، رقم ۶۰۷۵، ج ۴، ص ۳۰۸)

حضرتِ سیدنا ابو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیس

الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو فاطمہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو کثرت سے سجدے کیا کرو۔

ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جسے میں کیا کروں اور اس پر ثابت قدمی اختیار کروں؟ فرمایا، سجدے کیا کرو کیونکہ جب تم اللہ عزوجل کو ایک سجدہ کرو گے اللہ عزوجل اس کے سبب تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تمہارا ایک گناہ معاف فرمادے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، رقم ۱۴۲۲، ج ۲، ص ۱۸۱)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو اللہ عزوجل کو ایک سجدہ کریگا اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور اس کی ایک خطا مٹا دیگا اور اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا۔

(مسند احمد، مسند الانصار/حدیث ابی ذر غفاری، رقم ۲۱۳۷۵، ج ۸، ص ۷۲)

(108) اَلرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ، وَحَسُنَ عَمَلُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

چودہویں حدیث: حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی طول العمر للمؤمن، ج ۱ ص ۸۱۶، رقم: ۲۳۲۹، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ، ج ۳ ص ۳۷۱، رقم: ۶۶۶۳، المستدرك للحاکم، کتاب الجنائز، ج ۱ ص ۴۸۹، رقم: ۱۲۵۶، سنن الدارمی، باب ای المؤمنین خیر، ج ۲ ص ۳۹۸، رقم: ۲۷۴۲، مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۱۸۸، رقم: ۱۷۷۱۶)

شرحِ حدیث: قابلِ رشک شخص

وہ شخص قابلِ رشک ہے جو اپنی صحت اور فراغت کو خداوند قدّوس عزوجل کی بندگی واطاعت میں گزارے تو جس نے اپنی صحت وفراغت کو اللہ عزوجل کی نافرمانی میں ضائع کردیا وہ دھوکے میں رہا کیونکہ فراغت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آگھیرتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو پھر بڑھاپا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

یَسُرُّ الْفَتٰی طُوْلُ السَّلَامَۃِ وَالْبَقَا — فَکَیْفَ تَرٰی طُوْلَ السَّلَامَۃِ یَفْعَلُ

یَرُدُّ الْفَتٰی بَعْدَ اِعْتِدَالٍ وَصِحَّۃٍ — یَنُوْءُ اِذَا رَامَ الْقِیَامَ وَ یُحْمَلُ

ترجمہ:(۱)۔۔۔۔۔۔لمبی عمر اور طویل سلامتی (صحت) نوجوان کو خوش کرتی ہے، (اے انسان) تو کیسے سمجھتا ہے کہ طویل سلامتی ایسا کرتی رہے گی؟

(۲)۔۔۔۔۔۔وہ تو نوجوان کو صحت اور معتدل زندگی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا دے گی کہ جب کھڑا ہونا چاہے گا تو مشقت سے اٹھے گا اور (کبھی) بوجھ کی مثل اٹھایا جائے گا۔

میرے پیارے اسلامی بھائی!

بغیر کسی نیک ارادے کے، محض مال کی کثرت اور لمبی عمر کی حرص نہ کر۔۔۔۔۔۔کیونکہ مسلسل گناہوں میں بسر کی گئی طویل عمر کوئی فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ اللہ عزوجل کی اطاعت والے کاموں میں خرچ کئے بغیر مال کی کثرت کوئی نفع نہیں دیتی، ۔۔۔۔۔۔ہاں! لمبی عمر کا طاعتِ الٰہی عزوجل میں گزارنا ضرور نفع دے گا اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کی جائے تو دولت کی کثرت بھی نفع دیتی ہے، ۔۔۔۔۔۔جبکہ عمر کا لمبا ہونا اور مال کی کثرت اس وقت مذموم ہے جب ان دونوں کو نیکی کے کاموں میں صرف نہ کیا جائے، ۔۔۔۔۔۔اسی وجہ سے اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے خطبات میں ان دونوں کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت بنیاد ہے: بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے معاملے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے (۱) لمبی امیدیں اور (۲) دنیا کی محبت۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ۔۔۔۔الخ، الحدیث:۶۴۲۰، ص۵۳۹)

حضرت سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جوں جوں ابنِ آدم کی عمر بڑھتی ہے تو اس کے ساتھ دو چیزیں بھی بڑھتی رہتی ہیں (۱) مال کی محبت اور (۲) لمبی عمر کی خواہش۔ (المرجع السابق، الحدیث:۶۴۲۱)

عقل مند شہزادہ

حضرتِ سیِّدُنا بکر بن عبداللہ مُزَنی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کو کثرتِ مال واولاد اور بہت لمبی عمر عطا کی گئی۔ اس کی اولاد میں یہ عادتِ حسنہ تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی جوان ہوتا اُون کا لباس پہن کر پہاڑوں میں چلا جاتا، دنیوی رونقوں کو خیر باد کہہ کر دُرویشانہ زندگی اختیار کر لیتا، درختوں کے پتے اور جھاڑیاں کھا کر اپنا گزارہ کرتا اور اسی حالت میں اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر جاتا۔ سب شہزادوں نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب بادشاہ کی عمر بہت زیادہ ہوگئی اور اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو اس نے اپنی قوم کو بُلا کر کہا: اے میری قوم!

دیکھو میری عمر اب بہت ہو گئی ہے، اس عمر میں مجھے بیٹے جیسی نعمت نصیب ہوئی، میں تم لوگوں سے جتنی محبت کرتا ہوں تم خوب جانتے ہو، مجھے ڈر ہے کہ میرا یہ بیٹا بھی اپنے دوسرے بھائیوں کا راستہ اختیار نہ کر لے، اگر ایسا ہوا تو ہمارے خاندان میں سے میرے بعد تمہارا کوئی حاکم نہ رہے گا اور پھر تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ اگر بہتری چاہتے ہو تو اس شہزادے کو چھوٹی عمر ہی میں سنبھال لو، اسے دنیوی نعمتوں اور آسائشوں کی طرف مائل کرو، اگر ایسا کرو گے تو شاید میرے بعد یہ تمہارا حاکم بن جائے، جتنا ہو سکے اس کا دل دنیا میں لگا دو۔

یہ سن کر لوگوں نے کئی میل لمبا چوڑا ایک خوبصورت قلعہ بنایا اس میں دنیوی آسائش کا تمام سامان شہزادے کو مہیا کیا۔ شہزادے نے کئی سال اس وسیع وعریض قلعے کی چار دیواری میں گزار دیئے یہاں اسے ہر طرح کی سہولت میسر تھی۔ اس کے سامنے کوئی غم و پریشانی کی بات نہ کی جاتی۔ لوگوں کو اس سے دور رکھا جاتا، ہر وقت خُدّام اس کی خدمت پر مامور رہتے۔ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک سمت چل دیا جب آگے دیوار دیکھی تو خادموں سے کہا: میرا گمان ہے کہ اس دیوار کے پیچھے ضرور ایک نیا جہاں ہوگا وہاں ضرور آبادی ہوگی مجھے یہاں سے باہر نکالو تا کہ میری معلومات میں اضافہ ہو سکے اور میں لوگوں سے ملاقات کروں۔ جب شہزادے کی یہ خواہش بادشاہ کو بتائی گئی تو بادشاہ ڈر گیا کہ باہر جا کر کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح دَرویشانہ زندگی اختیار نہ کر لے۔ اسی خوف کے سبب اس نے حکم دیا کہ شہزادے کو ہر دنیوی کھیل کود کا سامان مہیا کرو جس طرح بھی ہو اسے دنیوی مشاغل میں مصروف رکھو تا کہ اسے باہر جانے کا خیال ہی نہ آئے۔

حکم کی تعمیل ہوئی اور شہزادے کو دوبارہ دنیوی عیش وعشرت میں اُلجھا دیا گیا۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن وہ پھر دیوار کی طرف گیا اور کہا: اب تو میں ضرور باہر جا کر دیکھوں گا، مجھے جلدی سے اس دیوار کے پار لے چلو۔ جب بادشاہ کو شہزادے کی ضد کا بتایا گیا تو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی۔ لوگ شہزادے کو ایک بہترین سواری پر بٹھا کر باہر لے گئے۔ سواری کو سونے چاندی سے خوب مُزَیَّن کیا گیا، لوگ اس کے اردگرد ننگے پاؤں چلنے لگے۔ شہزادہ گردوپیش کے مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا یکایک اسے ایک بہت ہی بیمار شخص نظر آیا، بیماری کی وجہ سے وہ انتہائی لاغر و کمزور ہو چکا تھا، پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ بیماری میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ شہزادے نے پھر پوچھا: کیا اس کی طرح دوسرے لوگ بھی بیمار ہوتے ہیں؟ کیا تمہیں بھی بیماری لاحق ہونے کا خوف لگا رہتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ شہزادے نے پوچھا: کیا میں جس سلطنت میں ہوں وہاں بھی یہ بیماری آسکتی ہے؟ کہا: ہاں! بالکل آسکتی ہے۔ عقل مند شہزادے نے کہا: اے لوگو! تمہاری یہ دنیوی عیش وعشرت بدمزہ ہے۔ یہ کہہ کر شہزادہ غم والم میں واپس لوٹ آیا۔ جب اس کی یہ حالت بادشاہ کو بتائی گئی تو اس نے کہا: شہزادے کو ہر طرح کا سامانِ لہو ولعب مہیا کرو، اسے دنیوی آسائشوں میں ایسا مگن کر دو کہ اس کے دل سے سب رنج

وملال جاتا رہے۔

لوگ شہزادے کو دنیوی مشاغل میں اُلجھانے کی انتھک کوشش کرتے رہے۔اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ شہزادے نے پھر باہر جانے کی خواہش ظاہر کی۔پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ہیرے جواہرات اور سونے چاندی سے مُرَصَّع سواری پر سوار کر کے اسے قلعے سے باہر لے جایا گیا۔شہزادہ مختلف مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا جارہا تھا۔آگے پیچھے خادموں اور سپاہیوں کا ہجوم تھا، یکایک ایک بوڑھے پر نظر پڑی، بڑھاپے نے اس کا برا حال کر رکھا تھا، منہ سے رال ٹپک رہی تھی، جسم کانپ رہا تھا۔شہزادے نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا: اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: حضور! ایامِ جوانی گزار کر اب یہ بڑھاپے کی زَد میں آچکا ہے۔شہزادے نے کہا: کیا دیگر لوگ بھی اس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں؟ کیا ہر شخص بڑھاپے سے ڈرتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بڑھاپے سے ڈرتا ہے۔شہزادے نے کہا: تمہاری یہ عیش وعشرت کتنی بدمزہ اور کیسی بھیانک ہے کہ کسی ایک کو بھی اس کے فساد سے چھٹکارا نہیں۔

یہ کہہ کر شہزادہ مغموم و پریشان واپس اپنے قلعے کی طرف آگیا۔بادشاہ کو جب شہزادے کی یہ کیفیت بتائی گئی تو اس نے نے پھر وہی حکم دیا کہ اسے دنیوی آسائشوں میں الجھا دو تا کہ غم وملال اس کے دل سے جاتا رہے۔ایک سال پھر شہزادے نے قلعے میں گزار دیا، اس کے بے قرار دل میں پھر باہر جانے کی خواہش ابھری۔ چنانچہ، خادموں اور سپاہیوں کے ہجوم میں اسے باہر لے جایا گیا۔راستے میں کچھ لوگ ایک جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جارہے تھے، شہزادے نے لوگوں سے پوچھا: یہ شخص چارپائی پر اس طرح کیوں لیٹا ہوا ہے؟۔لوگوں نے کہا: یہ شخص موت کا شکار ہو چکا ہے۔شہزادے نے پوچھا: موت کیا چیز ہے؟ مجھے اس شخص کے پاس لے چلو۔شہزادے کو مردے کے پاس لے جایا گیا تو کہا: لوگو! اس سے کہو کہ یہ بیٹھ جائے۔لوگوں نے کہا: حضور! اس میں بیٹھنے کی طاقت نہیں۔شہزادے نے کہا: اس سے کہو کہ بات کرے۔لوگوں نے کہا: موت نے اس کی زبان بند کر دی ہے، اب یہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔شہزادے نے پھر پوچھا: اب تم اسے کہاں لے جارہے ہو؟ لوگوں نے کہا: قبر میں دفنانے کے لئے لے جارہے ہیں۔شہزادے نے پوچھا: اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ لوگوں نے کہا: موت کے بعد حشر ہوگا۔شہزادے نے پوچھا: یہ حشر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حشر وہ دن ہے کہ اس دن سب لوگ، خالقِ کائنات عزوجل کے حضور کھڑے ہوں گے، وہ خالقِ لَمْ یَزَل ہر ایک کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دے گا اور اس دن ہر شخص سے ذرّے ذرّے کا حساب لیا جائے گا۔شہزادے نے کہا: کیا اس دنیا کے علاوہ بھی کوئی ایسا جہان ہے جہاں تم دنیا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! دنیا میں جو بھی آیا اسے آخرت کی طرف ضرور کوچ کرنا ہے۔

یہ سن کر شہزادہ گھوڑے سے نیچے گر کر تڑپنے لگا، وہ روتا جاتا اور اپنے چہرے کو مٹی سے رگڑتا جاتا، پھر اس نے

روتے ہوئے کہا: اے لوگو! مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ جس طرح یہ شخص موت کا شکار ہوا، اسی طرح مجھے بھی اچانک موت آجائے گی اور میں دیکھتا ہی رہ جاؤں گا۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جو بروزِ قیامت تمام لوگوں کو جمع فرما کر جزا وسزا دے گا! میرے اور تمہارے درمیان یہ آخری عہد ہے، آج کے بعد تم مجھ سے کبھی نہ مل سکو گے۔ لوگوں نے کہا: ہم آپ کو واپس آپ کے والد کے پاس لے جائیں گے، ان کی اجازت کے بغیر آپ کہیں بھی نہیں جاسکتے۔ پھر شہزادے کو بادشاہ کے پاس اس حالت میں لے جایا گیا کہ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا، بادشاہ نے شہزادے سے کہا: میرے لال! تم اتنے خوف زدہ کیوں ہو اور یہ رونا کس لئے؟ شہزادے نے کہا: ابا حضور! میں اس دن کے خوف سے رو رہا ہوں جس دن ہر ایک کو اس کے اچھے، برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ پھر شہزادے نے اُون کا لباس منگوا کر پہنا اور کہا: آج رات میں اس محل کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ پھر واقعی آدھی رات کو وہ سمجھ دار شہزادہ تاج و تخت ٹھکرا کر درویشانہ لباس پہنے آخرت کی تیاری کے لئے جنگل کی طرف جا رہا تھا، جب قصرِ شاہی سے نکلنے لگا تو بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اس طرح التجا کی:

اے میرے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے ایسی زندگی مانگتا ہوں جس میں میری سابقہ زندگی کی آسائشوں میں سے کچھ نہ ہو اور میں پسند کرتا ہوں کہ چاہے دُنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر میں لمحہ بھر کے لئے بھی دنیوی آسائشوں کی طرف نظر نہ کروں۔ پھر وہ شہزادہ تمام دنیوی آسائشوں اور نعمتوں کو خیر باد کہہ کر اُخروی نعمتوں کے حصول کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ شہزادہ گناہوں کے خوف سے دنیوی نعمتوں کو چھوڑ کر چلا گیا حالانکہ اسے معلوم بھی نہ تھا کہ کس گناہ کی کتنی سزا ہے؟ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو دردناک سزائیں جانتے ہوئے بھی گناہوں سے کنارہ کشی نہیں کرتا، نہ گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے نفرت عطا فرما کر اپنا ڈر اور خوف عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم) (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(109) اَلْخَامِسُ عَشَرَ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ، لَئِنِ اللهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيُرِيَنَّ اللهُ مَا اَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ

پندرہویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر سے غائب تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ مشرکوں کے خلاف آپ کی پہلی جنگ میں میں غیر حاضر تھا اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے جنگ میں مجھے حاضر کیا' تو جو میں کروں گا اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا' کہ میں کیا کرتا

أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِي: أَصْحَابَهُ - وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - - يَعْنِي: الْمُشْرِكِيْنَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ معاذٍ الْجَنَّةُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِنِّي أَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ أُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ! قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ، أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهٖ. قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نَرٰى أَوْ نَظُنُّ أَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ أَشْبَاهِهٖ: (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا) (الأحزاب: 23). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهٗ: لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ رُوِيَ بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: أَيْ لَيُظْهِرَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ. وَرُوِيَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ہوں تو جب احد کا دن ہوا تو مسلمان بکھر گئے انہوں نے کہا: اے اللہ! ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت چاہتا ہوں (یعنی صحابہ نے) اور ان مشرکین کے عمل سے بری ہوں پھر آگے بڑھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کا سامنا ہوا تو کہنے لگے اے سعد بن معاذ! ربِّ کعبہ کی قسم احد کی دوسری طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے حضرت سعد کہتے ہیں' یا رسول اللہ! میں وہ نہ کر سکا جو حضرت انس بن نضر نے کیا انس بن مالک کہتے ہیں ہم نے ان کو اسی (80) سے چند اوپر زخموں کے ساتھ دیکھا جو تلوار نیزے یا تیر کے تھے وہ ہمیں ایسے حال میں ملے کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ان کو اس حالت میں کسی نے نہ پہچانا صرف ان کی بہن نے ان کے پوروں سے پہچانا حضرت انس بن مالک کہتے ہیں ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ''ایمانداروں میں سے کچھ مردہ ہیں' جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دیا''۔ آخر تک (متفق علیہ)

لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ: یا پر پیش اور را پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا دے گا۔ بعض نے یا اور را دونوں پر زبر پڑھی ہے اور اس کا معنی ظاہر ہے اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ احد، ج ۲ ص ۳۹۵، رقم: ۴۰۴۸، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشهيد، ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۵۰۲۴، مستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج ۲ ص ۳۹۸، رقم: ۲۵۵۶، السنن الكبرى للبيهقي، باب ترك القود بالقسامة، ج ۸ ص ۱۲۸، رقم: ۱۶۹۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۴ ص ۲۰۱، رقم: ۱۳۱۰۴)

شرح حدیث: خدا نے قسم پوری فرمادی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا وتکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرمادیا کہ ربیع بنت النضر کے دانت قصاص میں توڑ دیئے جائیں۔

جب حضرت انس ابن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا تعالیٰ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہورہی تھی کہ لڑکی والے دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قصاص میں ربیع کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلا دیا جائے۔اس طرح انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہوگئی اور ان کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرمادیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب والجروح قصاص، الحدیث:۴۶۱۱، ج۳، ص۲۱۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولان بارگاہ الٰہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اگر قسم کھالیں کہ ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرمادیتا ہے تاکہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہوجائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دربار نبوت سے قصاص کا فیصلہ ہوچکا تھا اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی سبب پیدا کردیا۔تو ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا تعالیٰ کا فضل وکرم ہوگیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کردیا اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہوگئی۔

اس کی بہت سی مثالیں اور ثبوت حاصل ہوں گے کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود

فرمایا اگرچہ وہ چیز ایسی تھی کہ بظاہر اس کے ہونے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔

(110) اَلسَّادِسُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰی ظُهُوْرِنَا، فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِیْرٍ، فَقَالُوْا: مُرَاءٍ، وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوْا: اِنَّ اللهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا! فَنَزَلَتْ: (اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ) (التوبة: 79). مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ. وَ نُحَامِلُ بِضَمِّ النُّوْنِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَیْ یَحْمِلُ اَحَدُنَا عَلٰی ظَهْرِهٖ بِالْاُجْرَةِ وَیَتَصَدَّقُ بِهَا.

سولھویں حدیث: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری ﷺ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم اپنی کمروں پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے بہت کچھ صدقہ میں دیا لوگ (منافق) کہنے لگے ریاکار ہے اور دوسرے نے ایک ٹوپہ صدقہ کیا' تو کہنے لگے اللہ اس کے ٹوپے سے ضرور غنی ہے' تو یہ آیت اتری: ''وہ لوگ جو خوش دلی سے صدقہ کرنے والے اہل ایمان پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں' جن کی گزراوقات مشکل سے ہوتی ہے''۔ (متفق علیہ) یہ حدیث کے الفاظ بخاری کے ہیں۔ (التوبہ:79) نُحَامِلُ: نون کی پیش اور حاء مہملہ کے ساتھ یعنی ہم اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھا کر مزدوری کما کر صدقہ کرتے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله "الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین" ج ۲ص۲۶۷، رقم: ۴۶۶۸ صحیح مسلم، باب الحمل باجرة یتصدق بها والنهی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل ج ۲ ص۸۸، رقم: ۲۴۰۲ سنن الکبریٰ للبیهقی، باب التحریض علی الصدقة ج ۴ص۱۷۷، رقم: ۷۷۹۹ سنن الکبریٰ للنسائی، باب صدقة جهد المقل ج۲ص۳۲، رقم: ۲۳۰۹ صحیح ابن خزیمه، باب الزجر عن عیب المتصدق المقل بالقلیل ج ۴ص۱۰۱، رقم: ۲۴۵۳)

شرح حدیث: ریاکاری کسے کہتے ہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے علاوہ کسی اور نیّت یا ارادے سے عبادت کرنا ریاکاری ہے۔ مثلاً لوگوں پر اپنی عبادت گزاری کی دھاک بٹھانا مقصود ہو کہ لوگ اس کی تعریف کریں، اسے عزت دیں اور اس کی خدمت میں مال پیش کریں۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ص ۳۳۳، الزواجر، ج۱، ص۶۹)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اَعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری، الحدیث ۱، ج۱، ص۱) اور نیت کا تعلق دل سے ہے، ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ یا ذریعہ موجود نہیں کہ کسی کے بتائے بغیر اس کے دل کی بات یقینی طور پر جان سکیں۔ لہٰذا ہماری آخرت کی بہتری اسی میں ہے کہ کسی کو بھی ریاکار گمان

نہ کریں کہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

نِیَّت کے تین حُروف کی نسبت سے 3 شرعی احکام

(1) اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 16 صفحہ 500 پر لکھتے ہیں: بلاوجہ شرعی مسلمان پر قصدِ ریا کی بدگمانی بھی حرام (ہے)۔

(2) کسی نے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت سے پوچھا کہ ایک صاحب نے چندہ (دیکر) مسجد بنوانے کی کوشش کی، اِسی وجہ سے اپنا نام بھی پتھر میں کَندہ کرانا چاہتے ہیں آیا نام کا کندہ کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: نام کندہ کرانے کا حکم اختلافِ نیت سے مختلف ہوتا ہے اگر نیت ریا و نمود ہے حرام و مردُود ہے اور اگر نیت یہ ہے کہ تابقائے نام (یعنی جب تک نام لکھا رہے) مسلمان دُعا سے یاد کریں تو حرج نہیں، اور حتی الامکان مسلمان کا کام محملِ نیک ہی پر محمول کیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳، ص ۳۸۹)

(3) کسی نے کچھ اس طرح کا سوال کیا کہ اگر کوئی امام آگے پیچھے تو مغرب کی اذان تاخیر سے دلواتا ہو مگر اپنے پیر کی موجودگی میں اُسے دکھانے کے لئے جلد اذان دلوائے اور جماعت کرواتے وقت سجدہ و رکوع میں عام معمول سے ہٹ کر زیادہ دیر لگائے تو کیا یہ اس کے ریاکار و مکّار ہونے کی علامت ہے؟ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت نے اس کا جواب یہ دیا: اذانِ مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلافِ سنّت ہے، پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنّت (فعل) کا ترک (کیوں نہ سمجھا جائے؟)، پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ مخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثُر (یعنی اثر ہونا) بھی ممکن اور مسلمانوں کا فعل حتی الامکان محملِ حسن (یعنی اچھائی) پر محمول (گمان) کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنّت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گناہگار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۵، ص ۳۲۴)

ایک سال تک رونے سے محروم رہے

حضرتِ سیِّدُنا مکحول دِمشقی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، جب تم کسی کو روتے دیکھو تو اُس کے ساتھ رونے لگ جاؤ یہ بدگمانی نہ کرو کہ وہ لوگوں کو دکھانے کیلئے ایسا کر رہا ہے۔ میں نے ایک بار ایک شخص کو روتا دیکھ کر بدگمانی کی تھی کہ یہ رِیاکاری کر رہا ہے تو اِس کی سزا میں ایک سال تک (خوفِ خدا اور عشقِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں) رونے سے محروم رہا۔ (تنبیہ المُغترین ص ۱۰۷)

(111) اَلسَّابِعَ عَشَرَ: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ، عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، اَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِيْ، اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا. يَا عِبَادِيْ، كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ. يَا عِبَادِيْ، كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ. يَا عِبَادِيْ، كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ. يَا عِبَادِيْ، اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ. يَا عِبَادِيْ، اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ. يَا عِبَادِيْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا. يَا عِبَادِيْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئًا. يَا عِبَادِيْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ. يَا عِبَادِيْ، اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا

سترہویں حدیث: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ ؓ نبی اکرم ﷺ سے اور آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور میں نے اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے' تو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو لیکن جس کو میں ہدایت دوں پس مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو لیکن جس کو میں کھانا دوں سو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تم کو کھانا دوں گا اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو لیکن میں جس کو لباس دوں سو مجھ سے لباس طلب کرو میں تم کو پہناؤں گا اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہ بخش دیتا ہوں' تو مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہ پہنچو گے کہ مجھے ضرر دے سکو اور نہ تم میرے نفع تک پہنچو گے کہ مجھے نفع دے لو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے' پچھلے' انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والے ایک آدمی کے دل والے ہو جائیں تو یہ میرے ملک میں کچھ اضافہ نہ کرے گا اور اگر تمہارے پہلے' پچھلے انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ نافرمان کے آدمی کے دل پر ہو جائیں تو یہ میرے ملک سے کچھ کم نہ کرے گا اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے' پچھلے' انسان اور جن ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں سب مجھ سے سوال کریں میں سب کو ان کی مرادیں دے دوں تو یہ میری بادشاہی سے اسی قدر کم کرے گا جتنا

يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ.

سمندر سے سوئی کہ جب وہ سمندر میں ڈبو کر نکال لی جائے اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں، جن کا احاطہ میں تمہارے لیے رکھتا ہوں میں تم کو ان کی جزاء سزا دوں گا، تو جو بھلائی پائے وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو کچھ اور پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

قَالَ سَعِيْدٌ: كَانَ أَبُوْ إِدْرِيْسَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعید فرماتے ہیں کہ جب ابوادریس حدیث بیان کرتے تو دوزانو ہو جاتے۔ (مسلم)

وَرَوَيْنَا عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ: لَيْسَ لِأَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ أَشْرَفُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

امام احمد بن حنبل ؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اس حدیث سے بڑھ کر شرف والی کوئی حدیث شامی علماء کے پاس نہیں ہے۔

۔ تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۲ص ۱۱۶۷، رقم: ۶۷۳۷، سنن الکبریٰ للبیهقی، باب تحریم الغضب واخذ اموال الناس بغیر الحق، ج ۶ص ۹۳، رقم: ۱۱۲۸۳، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۲ص ۱۰۶، رقم: ۴۰۵۳، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الفتن، ج ۸ص ۷۷، رقم: ۷۶۹، مستدرک للحاکم، کتاب التوبة والانابة، ج ۵ص ۲۲۵، رقم: ۶۰۰۶)

شرح حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اسم گرامی جندب بن جنادہ ہے مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں اور یہ اپنے زہد و قناعت اور تقوی و عبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض مورخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا پھر اپنے وطن قبیلہ بنی غفار میں چلے گئے پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لیے ملک شام چلے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام ربذہ میں سکونت اختیار کر لی۔ (اکمال، ص ۵۹۴)

بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الذال، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۴) (واسد الغابة، جندب بن جنادة، ج ۱، ص ۴۴۰، ۴۴۱ ملتقطاً)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

زیارت کا شوق ہو وہ ابوذر کا دیدار کرلے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ و فضلھم ...الخ، الحدیث: ۳۳۲۲۷، ج ۶، الجزء ۱۱، ص ۳۰۷)

جنگل میں کفن

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی صاحبہ رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا: بیوی تم روتی کیوں ہو؟ بیوی نے جواب دیا: میں کیوں نہ روؤں جنگل میں آپ وصال فرما رہے ہیں اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی مجھے یہ فکر ہے کہ اس جنگل میں آپ کی تجہیز و تکفین کا میں کہاں سے اور کیسے انتظام کروں گی؟ آپ نے فرمایا: تم مت رو ؤ اور نہ کوئی فکر کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں وصال فرمائے گا اور اس کے جنازہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہوجائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں وصال کرنے والا صحابی میں ہی ہوں اس لئے تم فکر نہ کرو اور انتظار کرو ممکن ہے کوئی جماعت آرہی ہو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ وصال فرما گئے۔

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ وصال کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بالکل اچانک چند سوار آگئے اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھڑی میں سے ایک نیا کفن نکالا اور آپ اسی کفن میں مدفون ہوئے اور سواروں کی اس جماعت نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن کا انتظام کیا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، جندب بن جنادۃ، الحدیث: ۳۶۸۸۹، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۳۶ ملخصاً) (واسد الغابۃ، جندب بن جنادۃ، ج ۱، ص ۴۴۱۔ ۴۴۲ ملخصاً)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے۔

اس حدیث میں بتایا گیا کہ رب تعالٰی کی بڑی نعمت ہدایت ہے جسے میسر ہو، انسان کو چاہئیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالٰی ہی سے ہدایت لی ہے مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں سورج نے رب ہی سے نور لیا مگر زمین کو نور دیتا ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے محبوب تم سیدھے راہ کی ہدایت دیتے ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۷۳)

12-بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاِزْدِيَادِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ اَوَاخِرِ الْعُمُرِ

آخری عمر میں نیکیاں زیادہ کرنے پر ترغیب کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ) (فاطر: 37)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی جو نصیحت حاصل کرلے اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا آیا۔

قَالَ ابن عباس وَالْمُحَقِّقُوْنَ: مَعْنَاهُ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّيْنَ سَنَةً؛ وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ سنذْكُرُهُ اِنْ شاء اللّٰه تَعَالٰى، وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً. وَقِيْلَ: اَرْبَعِيْنَ سَنَةً. قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوْق وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا. وَنَقَلُوْا اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا اِذَا بَلَغَ اَحَدُهُمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ. وَقِيْلَ: هُوَ الْبُلُوْغُ. وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: (وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْجُمْهُوْر: هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقِيْلَ: الشَّيْبُ، قَالَه عِكْرِمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(1) حضرت ابن عباس ﷺ اور محققین نے فرمایا: اس کے معنی ہیں کیا ہم نے تم کو ساٹھ سال عمر نہ دی؟ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ (2) اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اٹھارہ سال ہوں نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے چالیس سال مراد ہے یہ قول حسن بصری الکلبی اور مسروق کا ہے اور ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے۔ نیز اہل مدینہ کے بارے منقول ہے کہ جب ان میں کوئی چالیس سال تک کو پہنچتا تو عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلوغ مراد ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جاء کم النذیر سے ابن عباس اور جمہور کے نزدیک مراد رسول اللہ ﷺ ہیں ایک قول میں اس سے مراد بڑھاپا ہے یہ عکرمہ اور ابن عینیہ وغیرہما کا قول ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث درج ذیل ہیں:

(112) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِئٍ اَخَّرَ اَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. قَالَ الْعُلَمَآءُ: مَعْنَاهُ لَمْ يَتْرُكْ لَهُ عُذْرًا اِذْ اَمْهَلَهُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ. يُقَالُ: اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْغَايَةَ فِي الْعُذْرِ.

پہلی حدیث: ابو ہریرہ ﷺ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لئے عذر نہ چھوڑا جس کی مدت ساٹھ سال تک مؤخر کر دی حتیٰ کہ وہ ساٹھ سال تک پہنچ گیا۔ (بخاری) علماء نے اس کا معنی یہی بتایا ہے کہ عذر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ اَعْذَرَ الرَّجُلَ: جب کوئی عذر کی انتہاء کو پہنچ جائے تو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من بلغ ستین سنۃ فقد اعذر اللہ الیہ فی العمر، ج۴ص۶۸۹، رقم: ۶۴۱۹، سنن الکبری للبیہقی، باب من بلغ ستین سنۃ فقد اعذر اللہ الیہ فی العمر، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۶۷۵۲، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب العاشر فی الامل والاجل، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۸۷، تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمہ معن بن محمد الغفاری، ج۹ص۴۹۹، رقم: ۱۳۰۴۱، جامع الصغیر للسیوطی، باب حرف الالف، ص۸۸، رقم: ۱۱۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عبارت کے دو معنی ہیں: ایک یہ اعذر کے معنی ہیں عذر دور کر دیتا ہے یعنی باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جاسکے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالٰی کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قبول نہ ہوگا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی جوانی میں بڑھاپے کی اب بڑھاپے میں سوا موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے، اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ قابل سننے کے نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس اعذر کے معنی ہیں معذور رکھتا ہے یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کرسکے مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ تعالٰی اسے معذور قرار دے کر اس کے نامہ اعمال میں وہ ہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے، ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے۔ شعر

رسم است کہ مالکان تحریر   آزاد کنند بندۂ پیر

اے بارخدائے عالم آرا   برسعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہوجاتی ہے وہ رؤف ورحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پنشن کر دیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا رہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۷، ص۱۱۴)

فرشتے کی صدائیں

حضرتِ سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رَحمۃٌ للعالمین، انیسِ الغریبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے کہ اللہ عزوجل کے خوف سے مومن کی آنکھ سے نکلنے والا قطرہ اس کے لئے دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے اور ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اللہ عزوجل کی عظمت اور قدرت میں ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ دن کے روزوں اور ساٹھ راتوں کی عبادت سے بہتر ہے، سن لو کہ بے شک اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہر دن اور رات میں ندا کرتا ہے کہ چالیس سال کی عمر والو! فصل کاٹنے کا وقت آگیا، اے پچاس سال والو! حساب کی تیاری کرلو، اے ساٹھ سال والو! تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا ہے؟ اے ستر سال والو! تمہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ کاش کہ مخلوق پیدا نہ ہوتی اور اگر پیدا ہوگئی تو کاش اپنا مقصدِ حیات جان لیتی پھر اس کے مطابق عمل کرتی، خبردار! قیامت تمہارے قریب آگئی ہوشیار ہوجاؤ۔ (حلیۃ الاولیاء، وھیب بن الورد، رقم: ۱۱۷۴۸، ج۸، ص۱۶۷ بتغیر)

(113) الثَّانِي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ: لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ؟! فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ! فَدَعَانِي ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَنِي مَعَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ. قَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللهِ: (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ)؟ (الفتح: 1) فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا نَحْمَدُ اللهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَا نَصَرَنَا وَفَتَحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ لِي: أَكَذٰلِكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا. قَالَ: فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ لَهُ. قَالَ: (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ) وَذٰلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) (الفتح: 3) فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

دوسری حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر ﷺ بدری بزرگوں کے ساتھ شامل فرما لیتے بعض نے یہ بات محسوس کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہمارے بھی اس جیسے بیٹے ہیں پھر یہ ہمارے ساتھ کیوں بیٹھتا ہے حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: یہ ان کے علم کی وجہ سے ہے (یعنی تم ابن عباس کے مرتبہ اور حیثیت سے واقف نہیں ہو) چنانچہ ایک دن مجھے بلایا اور ان بدری بزرگوں کے ساتھ بٹھایا میرے خیال میں اس دن بلانے کا مقصد صرف میرے مرتبہ و اہلیت کا ان پر اظہار تھا حضرت عمر ﷺ نے ان سے فرمایا: تم لوگ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے بارے کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں اللہ کی حمد کرنے اور مغفرت طلب کرنے کا حکم ہے جب ہمیں نصرت و فتح حاصل ہو جائے بعض خاموش رہے اور کچھ نہ کہا پھر مجھے فرمایا: ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ جب فتح و نصرت حاصل ہو تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے، تو اپنے رب کی تسبیح حمد سے ملا کر کریں اس سے مغفرت طلب کریں بلاشبہ وہ خوب رجوع فرمانے والا ہے۔ اس پر حضرت عمر ﷺ نے کہا میں بھی اس آیت کے بارے میں وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۴۲۹۴، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج ۸ ص ۲۶۳، رقم: ۱۰۶۱۷، تخریج احادیث الکشاف للزیلعی، سورۃ النصر، الحدیث العاشر، ص ۳۲۰، رقم: ۱۵۵۸)

شرح حدیث: علم کی فضیلت

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے علم کی جستجو میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے اور فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھادیتے ہیں اور اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور آسمانوں کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں اس کے لیے استغفار کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی چودھویں رات کے چاند کو آسمان کے سب سے چھوٹے ستارے پر اور علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، بیشک انبیاء کرام علیہم السلام درھم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نفوسِ قدسیہ علیہم السلام تو علم کا وارث بناتے ہیں، لھذا جس نے علم حاصل کیا اس نے اپنا حصہ لے لیا اور عالِم کی موت ایک ایسی آفت ہے جس کا ازالہ نہیں ہوسکتا اور ایک ایسا خلا ہے جسے پُر نہیں کیا جاسکتا (گویا کہ) وہ ایک ستارہ تھا جو ماند پڑ گیا، ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے زیادہ آسان ہے۔ (بیہقی شعب الایمان، باب فی طلب العلم، رقم ۱۶۹۹، ج ۲، ص ۲۶۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ عزوجل کے فرائض سے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کرلے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سننے کے بعد کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب العلم، الترغیب فی العلم الخ، رقم ۲۰، ج ۱، ص ۵۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم سیکھے، پھر اپنے اسلامی بھائی کو سکھائے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب ثواب معلم الناس بالخیر، رقم ۲۴۳، ج ۱، ص ۱۵۸)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کے کچھ حصے میں علم کی تکرار کرنا مجھے ساری رات شب بیداری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک مسئلہ سیکھنا میرے نزدیک پوری رات قیام کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے، کہ علم کی جستجو میں رہنا جہاد نہیں اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا نوافل پڑھنے سے حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کے کچھ حصے میں علم کی تکرار کرنا مجھے ساری رات شب بیداری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک مسئلہ سیکھنا میرے نزدیک پوری رات قیام کرنے

سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے، کہ علم کی جستجو میں رہنا جہاد نہیں اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب کی فضیلت کا کیا کہنا؟ اس علم سے آدمی کی دنیا وآخرت دونوں سنورتی ہیں اور یہی علم ذریعہ نجات ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں علم دین جاننے والوں کی بزرگی اور فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط (پ۲۸، المجادلۃ:۱۱)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا ہے، بہت سے درجات بلند فرمائے گا۔

ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے بہت سی حدیثوں میں علم دین کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور علم دین پڑھنے اور پڑھانے والوں کی بزرگیوں اور ان کے مراتب و درجات کی عظمتوں کا بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

حدیث: عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان و زمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی سب اس کی بھلائی چاہنے والے ہیں جو عالم کہ لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم ۲۶۹۴، ج ۴، ص ۳۱۳۔۳۱۴)

حدیث:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک گھڑی رات میں پڑھنا پڑھانا ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، رقم ۲۵۶، ج ۱، ص ۱۱۷)

حدیث:۔ عالموں کی دواتوں کی روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی اور اس پر غالب ہو جائے گی۔ (کنز العمال، کتاب العلم، قسم الاقوال، رقم ۲۸۷۱۱، ج ۱۰، ص ۶۱)

حدیث:۔ علماء کی مثال یہ ہے کہ جیسے آسمان میں ستارے جن سے خشکی اور سمندر میں راستہ کا پتا چلتا ہے اگر ستارے مٹ جائیں تو راستہ چلنے والے بھٹک جائیں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۶۰۰، ج ۴، ص ۳۱۴)

حدیث:۔ ایک عالم ایک ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء۔۔۔الخ، رقم ۲۲۲، ج ۱، ص ۱۴۵)

آج کل مسلمان مردوں اور عورتوں میں علم دین سیکھنے سکھانے اور دین کی باتوں کے جاننے کا جذبہ اور ذوق وشوق تقریباً مٹ چکا ہے اس لئے ہر طرف بے دینی اور لامذہبیت کا سیلاب بڑھتا جارہا ہے ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دین ومذہب سے آزاد اور خدا عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے بیزار ہو کر جانوروں کی طرح بے لگام ہو رہے

ہیں بلکہ بہت سے تو خدا ہی کا انکار کر بیٹھے ہیں اور مانتے ہی نہیں کہ خدا موجود ہے اس بے دینی کے طوفان کا ایک ہی سبب ہے کہ مسلمانوں نے خود بھی دین کا علم پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے بچوں کو بھی علم دین نہیں پڑھایا اس لئے بے حد ضروری ہے کہ مسلمان مرد و عورت خود بھی فرصت نکال کر دین کی ضروری باتوں کا علم حاصل کریں اور اپنے بچے اور بچیوں کو ضروری باتیں بچپن ہی سے بتاتے اور سکھاتے رہیں اگر اپنے بچوں کو علم دین پڑھا کر عالم نہیں بنا سکتے تو کم سے کم ان کو دین کا اتنا علم تو سکھا دیں کہ وہ مسلمان باقی رہ جائیں۔

(114) اَلثَّالِثُ: عن عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ: مَا صلی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صلَاۃً بَعْدَ اَنْ نُزِّلتْ عَلَیْہِ: (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ) اِلَّا یَقُوْلُ فِیْھَا: سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

تیسری حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ'' اترنے کے بعد ہر نماز میں لازمی طور پر کہا: اے ہمارے ربّ تیرے لیے حمد و تسبیح ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْھَا: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ فِیْ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ . یَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ. مَعْنٰی: یَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ اَیْ یَعْمَلُ مَا اُمِرَ بِہٖ فِی الْقُرْاٰنِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی: (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ)۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع سجود میں یہ زیادہ کہتے ہیں: اے اللہ! تیرے لیے پاکی اور حمد ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما اس طرح قرآن پاک پر عمل پیرا ہوتے مراد تاویل قرآن کا مطلب ہے ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ'' کے ضمن میں جس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ . قَالَتْ عَائِشَۃُ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا ھٰذِہِ الْکَلِمَاتُ الَّتِیْ اَرَاکَ اَحْدَثْتَھَا تَقُوْلُھَا؛ قَالَ: جُعِلَتْ لِیْ عَلَامَۃٌ فِیْ اُمَّتِیْ اِذَا رَاَیْتُھَا قُلْتُھَا (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ)...اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَۃِ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے یہ زیادہ کہتے تیرے لیے پاکیزگی اور حمد ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کلمات جو آپ نے کہنا شروع کر دیے ہیں یہ کیا ہیں فرمایا میرے لیے میری امت میں ایک علامت بنائی گئی کہ جب وہ دیکھوں میں یہ کہوں (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ آخر تک)۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ. قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِيْ رَبِّيْ أَنِّيْ سَأَرٰى عَلَامَةً فِيْ أُمَّتِيْ فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا: (إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ) فَتْحُ مَكَّةَ. (وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ أَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ کہنا زیادہ شروع کر دیا' آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے یہ کلمات سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ زیادہ کہنے شروع کر دیئے ہیں فرمایا میرے ربّ نے مجھے میری امت میں ایک علامت کی خبر دی کہ جب میں وہ دیکھوں میں یہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ کہنا زیادہ کردوں اور میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی۔ اس سورہ میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو گروہ در گروہ دین میں داخل ہو رہے ہیں پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور مغفرت چاہو بے شک وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب ما یقال فی الرکوع والسجود' ج۱ص۲۰۰' رقم: ۱۱۱۳' المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم' کتاب الصلاۃ' ص۲۰۸' رقم: ۱۰۷۶' الدعوات الکبیر للبیہقی' باب الحث علی ذکر والتسبیح والتکبیر والتھلیل' ص۸۱' رقم: ۱۲۶' کتاب الزھد لابن مبارک' باب فضل ذکر اللہ عزوجل' ص۳۹۸' رقم: ۱۱۲۰' المسند الجامع لابی الفضل النوری' کتاب الذکر والدعاء' ج۵ص۱۲۷' رقم: ۱۴۰۵۲)

شرح حدیث: فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب و تاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری

تو مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان وشوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال وجلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔ (السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ، غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۷۴، ماخوذاً)

مکہ پر حملہ

غرض ۱۰ رمضان ۸ھ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہو گئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی ہو۔ بہر حال مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم روزہ دار تھے جب آپ مقام کدید میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۰۰ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰) (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۳۹۵، ۳۹۷)

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر مغفر تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبۂ نبوی تھا۔ اس شان وشوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیرا برا ہو اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ نبوت ہے۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۳۲، ۴۳۴)

مکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع وسجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، الحدیث: ۴۲۹۲، ج ۳، ص ۱۰۴)

انصار کو فراق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ڈر

انصار نے قریش کے ساتھ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس کریمانہ حسن سلوک کو دیکھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دنوں تک مکہ میں ٹھہر گئے تو انصار کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی قوم اور وطن کی محبت غالب آ گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مکہ میں اقامت فرمالیں اور ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور ہو جائیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انصار کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! اے انصار! اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب تعظیم الاصنام، ص ۴۷۵)

اب تو ہماری زندگی اور وفات تمہارے ہی ساتھ ہے۔

یہ سن کر فرط مسرت سے انصار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم لوگوں نے جو کچھ دل میں خیال کیا یا زبان سے کہا اس کا سبب آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ ہمارا جذبہ عشق ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کا تصور ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۵۹)

(115) اَلرَّابِعُ: عن أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ اللهَ -عَزَّوَجَلَّ- تَابَعَ الْوَحْيَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتّٰى تُوُفِّيَ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

چوتھی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ پر آپ کی وفات سے پہلے مسلسل وحی فرمائی چنانچہ وحی کی بہت کثرت کے دور میں آپ نے وفات پائی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، ج ۲ ص ۲۸۲، رقم: ۴۹۸۲، صحیح مسلم، باب فی حدیث الھجرۃ ویقال لہ حدیث الرجل، ج ۲ ص ۴۲۸، رقم: ۷۷۰۹، سنن الکبرٰی للنسائی، باب کیف نزول القرآن، ج ۵ ص ۲، رقم: ۷۹۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۴ ص ۲۳۶، رقم: ۱۳۵۰۴، مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک، ج ۲ ص ۲۸۰، رقم: ۶۳۳۸)

شرح حدیث: حضرتِ صدرُ الاَ فاضِل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان

میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع میں بمقامِ منیٰ نازل ہوئی اس کے بعد آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد اسّی ۸۰ روز سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں تشریف رکھی پھر آیۃ الکلالۃ نازل ہوئی اس کے بعد حضور پچاس روز تشریف فرما رہے پھر آیت وَاتَّقُوْا يَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ نازل ہوئی اس کے بعد حضور اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سورت سن کر اسی خیال سے روئے، اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے اس بندہ نے لقائے الٰہی اختیار کی، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ پر ہماری جانیں، ہمارے مال، ہمارے آباء، ہماری اولادیں سب قربان۔ (خزائن العرفان)

(116) اَلْخَامِسُ: عن جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پانچویں حدیث: حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی اسی کام پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالی عند الموت، ج ۲ص۸۲۵، رقم: ۲۸۷۸، مستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج ۱ص۲۵۵، رقم: ۱۲۵۹، صحیح ابن حبان، باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۶ص۲۰۴، رقم: ۶۲۱۳، مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۱ص۶۸۶، رقم: ۱۹۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۳ص۳۶۶، رقم: ۱۴۹۸۴)

شرح حدیث: ملائکہ کے بڑے بڑے لشکر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! سوال کرو۔ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ (عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! کیا موت کا وقت قریب آ گیا؟ ارشاد فرمایا: موت کا وقت قریب آ گیا اور بہت قریب آ گیا۔ عرض کی: یارسول اللہ (عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مبارک ہو جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ کاش! میں جانتا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف، پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، پھر جنت الماویٰ، عرشِ اعلیٰ اور رفیقِ اعلیٰ کی طرف، پھر خوشگوار زندگی سے ملنے والے حصے کی طرف۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلَّم کو غسل کون دے گا؟ ارشاد فرمایا: میرے گھر کے مردوں میں سے سب سے قریب تر۔ عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟ فرمایا: میرے انہی کپڑوں میں اور یمنی چادر اور مصری سفید کپڑوں میں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر نماز کا طریقہ کیا ہوگا؟ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور ہم بھی رو دیئے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بس کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔ جب تم مجھے غسل وکفن دے چکو تو مجھے میرے اسی حجرہ میں چارپائی پر رکھ دینا اور چارپائی قبر کے کنارے رکھ کر کچھ دیر کے لئے باہر چلے جانا۔ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب عَزَّ وَجَلَّ دُرود (یعنی رحمت) بھیجے گا۔ خود ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔

پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرشتوں کو مجھ پر دعائے رحمت کی اجازت دے گا۔ تمام مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھ پر نماز پڑھیں گے (یعنی دعائے رحمت کریں گے)، پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پڑھیں گے۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام ملائکہ کے بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے۔ پھر تم مجھ پر گروہ درگروہ آنا اور خوب سلام پیش کرنا اور چیخ وپکار اور رونے دھونے سے مجھے اذیت نہ پہنچانا۔ اور تم میں سے جو امام ہو وہ ابتداء کرے پھر میرے اہلِ بیت کے قرابت دار پھر خواتین کا گروہ اور پھر بچوں کا گروہ۔ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو قبرِ اَقدس میں کون اُتارے گا؟ ارشاد فرمایا: میرے اہلِ بیت کے قریبی لوگ اور ان کے ساتھ بے شمار ملائکہ ہوں گے، تم ان کو نہ دیکھ سکو گے مگر وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اُٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو سلام پہنچادو۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الرابع فی وفاۃ رسول اللہ ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج۵، ص۲۱۹)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا حزن وملال

جب حضور پُرنور، شافعِ یومُ النشور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پردہ فرمایا تو لوگ مسجد میں جمع ہوگئے اور غم والم سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے اور دُنیا تاریک ہوگئی۔ حضرت سیِّدُنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارنے لگے: وَا نَبِیَّاہُ! اے میرے جلیل القدر نبی! حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فریاد نکلی: وَا اَبَتَاہُ! اے میرے عظیم باپ! حضرت سیِّدُنا حسن وحضرت سیِّدُنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدا لگائی: وَاجَدَّاہُ! اے ہمارے جدِ کریم! اور ہر مسلمان نے غم والم میں ڈوب کر کہا: وَا حُزْنَاہُ! ہائے! ہمارا رنج والم!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پُرملال پر شدتِ غم سے خلفائے راشدین امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے سیلِ اَشک رواں ہو گیا۔

13-بَابٌ فِيْ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ

بھلائی کے راستوں کی کثرت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة:215).

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم جو بھلائی کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ)(البقرة:197)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم جو بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ) (الزلزال: 7).

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس نے ذرّہ کے وزن برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

شرح: حضرتِ صدر الاَفاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مومن و کافر کو روزِ قیامت اس کے نیک و بد اعمال دکھائے جائیں گے مومن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب اکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرّہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔ اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔ بعض مفسّرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفّار کے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ) (الجاثية:15)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس نے صالح عمل کیا وہ اس کے اپنے لیے ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَّهِيَ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فَنَذْكُرُ طَرَفًا مِّنْهَا:

اور احادیث بہت زیادہ ہیں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہم اس میں سے کچھ بیان کر دیتے ہیں۔

(117) اَلْأَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِاللهِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ. قُلْتُ: اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا. قُلْتُ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ: تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِّنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پہلی حدیث: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! سب سے زیادہ فضیلت والا عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد۔ میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا: جو اپنے مالکوں کی نظر میں زیادہ نفیس اور زیادہ قیمتی ہو میں نے عرض کیا: اگر میں یہ نہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا: کسی کام والے کی مدد کر یا انجان کا کام کر دے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اگر میں کسی عمل سے کمزور ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا: اپنا شر لوگوں سے روک یہ تیرا اپنے آپ پر صدقہ ہے۔

(متفق علیہ)

اَلصَّانِعُ بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ، وَرُوِيَ ضَائِعًا بِالْمُعْجَمَةِ: اَيْ ذَا ضِيَاعٍ مِنْ فَقْرٍ اَوْ عِيَالٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ. وَالْاَخْرَقُ: الَّذِيْ لَا يُتْقِنُ مَا يُحَاوِلُ فِعْلَهُ.

الصانع: صاد مہملہ کے ساتھ یہی مشہور بھی ہے اور ضائعًا: بھی روایت کیا گیا ہے۔ ضاد معجمہ کے ساتھ یعنی فقر یا اہل وعیال کی وجہ سے حاجت مند ہونا۔ الاخرق: جو اپنا کام اچھی طرح نہ کر سکتا ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۴۲، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالٰی افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۴ ص ۱۲۸، رقم: ۴۳۱۰، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل العیابۃ عمن لا یہدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۷۷۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: ایک عابد کی سخاوت اور یقین کامل

حضرت سیدنا احمد بن ناصح المصیصی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ایک غریب شخص بہت عبادت گزار اور کثیر العیال تھا۔ گھر کا خرچ وغیرہ اس طرح چلتا کہ گھر والے اون کی رسیاں بناتے اور وہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، جتنا مل جاتا اسی کو کھا کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے۔

حسب معمول ایک مرتبہ وہ نیک شخص اون کی رسیاں بیچنے بازار گیا۔ جب رسیاں بک گئیں تو وہ گھر والوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنے لگا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں سخت حاجت مند ہوں، مجھے کچھ رقم

دے دو۔ اس رحم دل عبادت گزار شخص نے وہ ساری رقم اس غریب حاجت مند سائل کو دے دی اور خود خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔

جب گھر والوں نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایک حاجت مند نے سوال کیا وہ ہم سے زیادہ حاجت مند تھا لہٰذا میں نے ساری رقم اس کو دے دی۔ گھر والوں نے کہا: اب ہم کیا کھائیں گے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اس نیک شخص نے گھر میں نظر دوڑائی تو اسے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نظر آیا۔ اس نے وہ دونوں چیزیں لیں اور بازار کی طرف چل دیا اس اُمید پر کہ شاید انہیں کوئی خرید لے اور میں کچھ کھانے کا سامان لے آؤں۔

چنانچہ وہ بازار پہنچا لیکن کسی نے بھی اس سے وہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نہ خریدا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے پاس ایک خراب پھولی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی والے نے کہا: تُو میرا خراب مال اپنے خراب مال کے بدلے خرید لے یعنی یہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا مجھے دے دے اور مجھ سے یہ پھولی ہوئی خراب مچھلی لے لے۔ اس عابد شخص نے یہ سودا منظور کر لیا اور خراب مچھلی لے کر گھر پلٹ آیا اور گھر والوں کے حوالے کر دی۔

جب انہوں نے اس مچھلی کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم اس بے کار مچھلی کا کیا کریں؟ اس عابد شخص نے کہا: تم اسے بھون لو ہم اسے ہی کھالیں گے، اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مجھے رزق ضرور عطا کریگا۔ چنانچہ گھر والوں نے مچھلی کو کاٹنا شروع کر دیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا، گھر والوں نے اس عابد کو خبر دی۔ اس نے کہا: دیکھو! اس موتی میں سوراخ ہے یا نہیں۔ اگر سوراخ ہے تو یہ کسی کا استعمالی موتی ہوگا اور ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ اگر اس میں سوراخ نہیں تو پھر یہ رزق ہے جسے اللہ ربّ العزت عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ جب اس موتی کو دیکھا گیا تو اس میں سوارخ وغیرہ نہیں تھا، وہ کسی کا استعمالی موتی نہیں تھا۔ ان سب نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ عابد شخص اس موتی کو لے کر جوہری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: اس موتی کی کتنی قیمت ہوگی؟ جب جوہری نے وہ موتی دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہو کر کہنے لگا: تیرے پاس یہ موتی کہاں سے آیا ہے؟ اس نیک آدمی نے جواب دیا: ہمیں اللہ ربّ العزت عزوجل نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔ جوہری نے کہا: یہ تو بہت قیمتی موتی ہے اور میں تو اس کی صرف تیس ہزار (درہم) قیمت ادا کر سکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی مالیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فلاں جوہری کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس کی پوری قیمت دے سکے گا۔

چنانچہ وہ نیک شخص اس موتی کو لے کر دوسرے جوہری کے پاس پہنچا۔ جب اس نے قیمتی موتی دیکھا تو وہ بھی اسے

دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اس عابد نے وہی جواب دیا کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے رزق عطا کیا گیا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت کم از کم ستر ہزار (درہم) ہے، مجھے تو اس شخص پر افسوس ہو رہا ہے جس نے تمہیں اتنا قیمتی موتی دیا ہے بہر حال ستر ہزار درہم لے لو اور یہ موتی مجھے دے دو۔

میں تمہارے ساتھ دو مزدور بھیجتا ہوں، وہ ساری رقم اٹھا کر تمہارے گھر تک چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ اس جوہری نے دو مزدوروں کو درہم دے کر اس نیک شخص کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ عابد اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مال میں سے کچھ مال دے دو جو تمہیں اللہ عزوجل نے عطا کیا ہے۔

تو اس نیک شخص نے کہا: ہم بھی کل تک تمہاری طرح محتاج اور غریب تھے۔ یہ لو تم اس میں سے آدھا مال لے جاؤ۔ پھر اس نے مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس سائل نے کہا: اللہ عزوجل تمہیں برکتیں عطا فرمائے، میں تو اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی مدد کرتا ہے۔ دوسروں کا خیر خواہ کبھی نامراد نہیں ہوتا، جو کسی پر رحم کرتا ہے اللہ عزوجل اس پر رحم کرتا ہے، اور صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے اور جو لوگ مال کی محبت دل میں نہیں بٹھاتے وہی لوگ سخاوت جیسی نعمت سے حصہ پاتے ہیں۔ جو شخص اللہ عزوجل سے اُمید واثق رکھے اللہ عزوجل اس کو کبھی رُسوا نہیں فرماتا۔) اس حکایت میں ایک نیک شخص کی سخاوت اور یقین کامل کی عظیم مثال موجود ہے کہ اس نے ایک سائل کو آدھا مال دینا منظور کر لیا اور دوسرا یہ کہ خود اپنے لئے کھانے کی شدید حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اپنا حصہ اپنے دوسرے حاجت مند بھائی کو دے دیا، پھر اللہ عزوجل نے بھی اسے ایسا نوازا اور ایسی جگہ سے رزق عطا کیا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر وقت اپنی رحمتِ کاملہ کا سایہ عطا فرمائے رکھے اور سخاوت و ایثار اور یقینِ کامل کی عظیم نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم۔

محبوب سے ملاقات کا وقت قریب آ گیا

حضرت سیدنا عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا ربعی بن خراش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے بتایا: ہم تین بھائی تھے اور ہم میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ روزے رکھنے والا ہمارا منجھلا (یعنی درمیانہ) بھائی تھا۔ ایک مرتبہ میں اپنے دونوں بھائیوں کو چھوڑ کر ایک جنگل کی طرف نکل گیا، پھر جب میں واپس گھر پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ میرا وہی عبادت گزار بھائی مرض الموت میں مبتلا ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ لوگوں نے اُسے ایک کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ میں اس کے لئے کفن لینے چلا گیا، جب کفن لے کر آیا تو یکا یک میرے اس مردہ بھائی کے چہرے سے کپڑا ہٹ گیا۔ اس نے مجھے مسکراتے ہوئے سلام

کیا۔ میں نے بڑی حیرانگی کے عالم میں جواب دیا اور اس سے پوچھا: اے میرے بھائی! کیا تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا؟ اس نے کہا: جی ہاں! الحمدللہ عزوجل میں دوبارہ زندہ ہوچکا ہوں، اور تم سے جدا ہونے کے بعد میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا، میرا رب عزوجل مجھ سے بہت خوش ہے، اور وہ پاک پروردگار عزوجل مجھ سے ناراض نہیں۔ اس نے مجھے سبز رنگ کے ریشمی حُلّے عطا فرمائے، اور میں نے اپنا معاملہ تمہارے معاملے سے بہت آسان پایا لہٰذا تم نیک اعمال کی طرف خوب رغبت کرو اور سستی بالکل نہ کرو، اور (موت) سے بے خبر نہ رہو۔ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد الحمدللہ عزوجل میری ملاقات، میری حسرتوں کے محور حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ہوئی، انہوں نے کرم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تک تم نہیں آؤ گے میں تمہاری (قبر) سے نہیں جاؤں گا۔ لہٰذا تم میری تجہیز وتکفین میں جلدی کرو اور بالکل دیر نہ کرو، قبر میں میری ملاقات حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ہوگی۔

بقول شاعر: ۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں گر فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
اب تو پائے ناز سے میں اے فرشتو! کیوں اٹھوں مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

پھر اس کی آنکھیں بند ہوگئیں، اور اس کی روح اس طرح آسانی سے اس کے بدن سے نکلی جیسے کوئی کنکر جب پانی میں ڈالا جاتا ہے تو آسانی سے تہہ میں اتر جاتا ہے۔ ۔

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

جب یہ واقعہ اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی اور فرمایا: ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ اس اُمت میں ایک شخص ایسا ہوگا جو مرنے کے بعد بات کریگا۔

حضرت سیدنا ربعی بن خراش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں: میرا وہ بھائی سخت سردی کی راتوں میں بہت زیادہ قیام کرتا، اور سخت گرمیوں کے دنوں میں ہم سے زیادہ روزے رکھتا تھا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(118) اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَيْضًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ

دوسری حدیث: یہ بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ (کی سلامتی) پر صدقہ ہے ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تحمید صدقہ ہے ہر لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا

بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَّيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلسُّلَامٰى بضم السين المهملة وَتخفيف اللام وفتح الميم: المفصل۔

صدقہ ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لینا ان سب سے کفایت کرتا ہے۔ سلامٰی سین مہملہ پر پیش کے ساتھ اور لام غیر مشدد کے ساتھ اور میم کے فتح کے ساتھ جوڑوں کو کہتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلھا رکعتان واکملھا ثمان رکعات، ج ص۳۱۷، رقم: ۱۷۰۴، مسند امام احمد، مسند ابی ذر، ج ۸ص ۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۳، مسند ابو عوانہ، بیان ثواب صلاۃ الضحی، ج ۲ص ۱۰، رقم: ۲۱۲۱، معجم لابن عساکر، ص ۳۱۱، رقم: ۱۰۷۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمہ ابو الاسود الدئلی، ج ۲ص ۹۸، رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: ہر نیک عمل صدقہ ہے

حضرتِ سیدنا ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں پوشیدہ صدقہ اللہ عزوجل کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے اور ہر نیک عمل صدقہ ہے اور جو لوگ دنیا میں نیکوکار ہیں وہی آخرت میں بھی نیکوکار ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں گنہگار ہیں آخرت میں بھی گنہگار ہوں گے اور نیکوکار لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۵، ج ۸، ص ۲۶۱)

چاشت کی نماز پابندی سے ادا کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سا مال غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۴۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرتِ سیدنا عُقْبَہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے ساتھ غزوہ تبوک کیلئے گیا۔ ایک دن رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ: جو شخص سورج کے بلند ہونے تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہے پھر اٹھ کر کامل وضو کرے اور دو رکعتیں ادا کرے تو اس کے گناہ ایسے معاف کر دیئے جائیں گے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

(مسند ابی یعلی، رقم ۱۷۵۷، ج ۲، ص ۱۸۰)

نمازِ چاشت کی فضیلت

حضرتِ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: جو چاشت کی دو رکعتیں پابندی سے ادا کرتا رہے اس کے گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (سُنَن ابن ماجہ، ج ۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴ حدیث ۱۳۸۲) نمازِ چاشت کا وَقت: اس کا وَقت آفتاب بُلند ہونے سے زَوال یعنی نصف النّہارِ شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۴ ص ۲۵) نمازِ اِشراق کے فوراً بعد بھی چاہیں تو نمازِ چاشت پڑھ سکتے ہیں۔

(119) اَلثَّالِثُ: عَنْہُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُھَا وَسَیِّئُھَا فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِھَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ، وَوَجَدْتُّ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِھَا النُّخَاعَۃُ تَکُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

تیسری حدیث: انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے میں نے ان کے اچھے اعمال میں ''تکلیف دہ چیز کو راہ سے دور کرنا'' پایا اور برے اعمال میں میں کھنگار ''جو مسجد میں ہو اور اس کو دفن نہ کیا گیا'' کو پایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ، ج ۱ ص ۲۷۷، رقم: ۱۲۶۱، الادب المفرد للبخاری، باب اماطۃ الاذی، ص ۹۰، رقم: ۲۳۰، الاداب للبیھقی، باب النھی عن البصاق فی المسجد، ص ۲۲۶، رقم: ۳۷۲، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۳۹۱۲، مسند امام احمد، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۵ ص ۱۸۰، رقم: ۲۱۶۰۴)

شرحِ حدیث: تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ لوگوں کے ہر جوڑ پر ہر اس دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے ایک صدقہ ہے، دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی شخص کی مدد کے لئے اسے اپنی سواری پر سوار کرنا یا اس کا سامان اپنی سواری پر لاد دینا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کے لئے ہر قدم چلنے پر صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب من اخذ بالرکاب ونحوہ، رقم ۲۹۸۹، ج ۲، ص ۳۰۶ بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے، کسی شخص کو سواری پر سوار

ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے، اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کیلئے چلنے میں ہر قدم پر صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔

(مسلم، کتاب زکوۃ، بیان ان اسم صدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، رقم ۱۰۰۹، ص ۵۰۴)

ہر وہ تکلیف دہ چیز مثلاً کانٹا، شیشہ، ٹھوکر کی چیزیں جس سے چلنے والوں کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو راستوں سے ہٹا دینا بہت معمولی کام ہے لیکن یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ وہ اس کی جزا میں اپنے فضل وکرم سے جنت عطا فرما دیتا ہے۔

آج کل کے مسلمان اس عمل صالح کی عظمت اور اس کے اجر وثواب سے بالکل ہی غافل ہیں۔ بلکہ اُلٹے راستوں میں تکلیف کی چیزیں ڈال دیا کرتے ہیں۔ مثلاً عام طور پر لوگ کیلا کھا کر اُس کا چھلکا ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پھینک دیا کرتے ہیں۔ گاڑی آنے پر مسافر بدحواس ہو کر ٹرین میں چڑھنے کے لئے دوڑتے اور کیلے کے چھلکوں پر پاؤں پڑ جانے سے پھسل کر گر جاتے ہیں اور بعض شدید زخمی ہو جاتے ہیں اسی طرح ہڈیاں اور شیشے کے ٹکڑے عام طور پر لوگ راستوں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ اِن حرکتوں سے مسلمان کو بچنا چاہیے بلکہ راستوں میں کوئی تکلیف دہ چیز اگر نظر پڑ جائے تو اس کو راستوں سے ہٹا دینا چاہیے اِن شاء اللہ تعالیٰ اگر یہ عمل مقبول ہو گیا تو جنت ملے گی۔

مسجد کی صفائی

حضرت سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، جو مسجد سے تکلیف دہ چیز نکالے گا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب تطھیر المساجد، رقم ۷۵۷، ج ۱، ص ۴۱۹)

حضرت سیدنا عُبید بن مَرزُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ شریف میں ایک عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کے بارے میں خبر نہ دی گئی۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر کے قریب سے گزرے تو دریافت فرمایا، یہ کس کی قبر ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، ام مِحْجَن کی۔ فرمایا، وہی جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی قبر پر صف بنانے کا حکم دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر اس عورت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو نے کون سا کام سب سے افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا یہ سن رہی ہے؟ ارشاد فرمایا، تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے میرے سوال کے جواب میں کہا، مسجد کی صفائی کو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصلوۃ، الترغیب فی تنظیف المساجد وتطہیرھا الخ، رقم ۴، ج ۱، ص ۱۲۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک عورت مسجد سے گرد وغبار صاف کیا کرتی تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو اس کی تدفین کی خبر نہ دی گئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو مجھے خبر دے دیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور فرمایا کہ میں اسے مسجد سے گرد وغبار صاف کرنے کی وجہ سے جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۱۶۰۷، ج ۱۱، ص ۱۹۰)

(120) اَلرَّابِعُ: عَنْهُ: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ. قَالَ: اَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ بِهٖ: اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً، وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَّنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَيَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ: اَرَاَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلدُّثُوْرُ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَلْاَمْوَالُ وَاحِدُهَا: دَثْرٌ.

چوتھی حدیث: انہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مالوں والے ثواب لے گئے جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد مالوں کے ساتھ صدقہ کرتے ہیں۔ فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نہیں بنایا جس سے تم صدقے کا ثواب پاسکو بلاشبہ ہر تسبیح صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے تم میں ہر ایک کی شرم گاہ میں صدقہ ہے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس کو ثواب ملے گا تو آپ نے فرمایا: تم یہ بتاؤ کہ اگر وہ اس کو حرام میں رکھتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا اسی طرح جب اس کو حلال میں رکھے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔ (مسلم) الدّثور: ثاء مثلثہ کے ساتھ مال کو کہتے ہیں، اس کی واحد دثر ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلھا رکعتان واکملھا ثمان، ج ۱ ص ۲۵۸، رقم: ۱۶۰۳، صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج ۱ ص ۳۱۹، رقم: ۸۳۸، سنن الکبری للبیھقی، باب ذکر من رواھا رکعتین، ج ۳ ص ۴۷، رقم: ۵۰۹۵، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۳۹۱۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع السابع فی صلاۃ الضحی، ج ۳ ص ۲۲۵، رقم: ۴۱۱۳)

شرح حدیث: نفلی صدقہ کے فضائل پر احادیثِ طیبہ:

حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے: جس مسلمان نے کسی بے لباس مسلمان کو کپڑا پہنایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے جنتی لباس پہنائے گا اور جس نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے جنتی پھل کھلائے گا اور جس نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُسے مہر لگی ہوئی پاکیزہ شراب پلائے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، الحدیث ۱۶۸۲، ص ۱۳۴۸ ملتقطاً بتغیر)

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسعود کندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحب لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو شخص دن یا رات کو صدقہ کرتا ہے تو وہ سانپ یا بچھو کے کاٹنے، گر کر مرنے یا اچانک موت سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ شفاعت نشان ہے: صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیونکہ مصیبت صدقہ سے سبقت نہیں لے جا سکتی۔ (السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الزکاۃ، باب فضل من اصبح صائما ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۸۳۱، ج ۴، ص ۳۱۸)

بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: بندہ صَدَقہ کرتا ہے اور بلاء نازل ہو رہی ہوتی ہے تو صَدَقہ اوپر بلند ہوتا ہے، ان دونوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے، نہ بلاء صَدَقہ پر غلبہ پا سکتی ہے نہ صَدَقہ بلاء پر۔ جب تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ چاہے دونوں زمین وآسمان کے درمیان ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ (قیامت کے دن) فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے مجھے نہ کھلایا۔ میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے نہ پلایا۔ میں نے تجھ سے کپڑے طلب کئے تو نے مجھے نہ دیئے۔ تو بندہ عرض کریگا: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! وہ کیسے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: تیرے قریب سے فلاں بھوکا اور فلاں ننگا گزرا تھا مگر تُو نے اپنے مال میں سے کوئی چیز اُسے نہ دی، آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا جیسا کہ تو نے روک لیا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل عیادۃ المریض، الحدیث ۲۵۶۹، ص ۱۱۲۸، مختصراً)

صدقہ کرنے والوں پر عرش کا سایہ

حضرت سیِّدُنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی، الحدیث ۱۷۳۳۵، ج ۶، ص ۱۲۶ مفہوماً)

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش

خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا پس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پر سایہ اور چہرے کے لئے ستر (یعنی رکاوٹ) بن گیا۔

(مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، الحدیث ۱۱۷۴۶، ج ۷، ص ۳۷۱)

ایک لُقمہ صدقہ کرنے کی برکت

حضرتِ سیِّدُنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ: ایک عورت کھانا کھا رہی تھی اتنے میں سائل نے صدا لگائی: مجھے کھانا کھلاؤ، مجھے کھانا کھلاؤ۔ عورت کے پاس صرف ایک لقمہ بچا تھا جیسے ہی اس نے منہ کھولا سائل نے دوبارہ صدا لگائی۔

ہمدرد ونیک عورت نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہی عورت اپنے ننھے منے بچے کے ساتھ کہیں سفر پر جا رہی تھی کہ راستے میں ایک شیر اس کا بچہ چھین کر لے گیا۔ ابھی شیر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور شیر کی طرف بڑھا، پھر شیر کے دونوں جبڑے پکڑ کے پھاڑ ڈالے اور بچہ اس کے منہ سے نکال کر عورت کے حوالے کرتے ہوئے کہا: لقمے کے بدلے لقمہ۔ یعنی تو نے جو ایک لقمہ سائل کو کھلایا تھا اس کی برکت سے تیرا بچہ شیر کا لقمہ بننے سے بچ گیا۔

حضرتِ سیِّدُنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کے منہ میں لقمہ تھا اتنے میں سائل نے صدا لگائی اس نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی، جب وہ کچھ بڑا ہوا تو اسے بھیڑیا اٹھا کر لے گیا عورت اس بھیڑیئے کے پیچھے بھاگتی ہوئی پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ بھیڑیئے سے بچہ چھین لو (اور اس کی ماں کے حوالے کر دو) اور اس سے کہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ لقمہ لقمے کے بدلے ہے۔

(المجالسۃ وجواہر العلم، الجزء السادس والعشرون، الحدیث ۳۶۲۲، ج ۳، ص ۲۷۷)

(121) اَلْخَامِسُ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پانچویں حدیث: انہی سے روایت ہے مجھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جان (کہ اسے ترک کر دے) اگرچہ وہ تیرا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، ج ۲ ص ۱۳۸، رقم: ۶۸۵۷، صحیح ابن حبان،

باب حسن الخلق، ج ۱ص ۲۷، رقم: ۲۶۸ سنن الکبری للبیھقی، باب وجوب الصدقۃ، ج ۴ص ۱۸۸، رقم: ۷۶۱۳، الاحاد والمثانی، من اسمہ ابوجری الھجیمی، ص ۳۹۱، رقم: ۱۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی تمیمۃ الھجیمی، ج ۷ص ۴۸۲، رقم: ۱۵۹۹۶)

شرحِ حدیث: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی عُیُوْنُ الْحِکَایَات میں فرماتے ہیں:

اے ابن آدم! تو ہرگز نیکی کے کسی کام کو بھی حقیر نہ جان، کیونکہ جب تو اسے دارِ جزاء میں دیکھے گا تو اس نیکی کا وہاں موجود ہونا تجھے خوش کر دے گا۔ اور برائی کے کسی کام کو ہرگز حقیر نہ جان! کیونکہ جب تو اسے دیکھے گا تو اس کا وہاں موجود ہونا تجھے غمناک کر دے گا۔ اے ابن آدم! زمین کو اپنے قدموں تلے روندھ ڈال کیونکہ یہ تیری قبر کے قریب ہے۔

اے ابن آدم! جس وقت سے تیری ماں نے تجھے جنا اس وقت سے اب تک لگا تار تیری عمر کم ہوتی جا رہی ہے۔

اے ابن آدم! تیرے لئے ایک نامہ اعمال کھول دیا گیا ہے اور تیرے اوپر دو فرشتے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ایک تیری دائیں جانب جبکہ دوسرا بائیں جانب ہے۔ اب کم اعمال کر! یا زیادہ، جب تو مرے گا تو اس نامہ اعمال کو لپیٹ کر اسے تیرے گلے میں پہنا دیا جائے گا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (نامہ اعمال) پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

(پ15، بنی اسرائیل:14)

اے ابن آدم! تو ریاکاری کرتے ہوئے کوئی نیکی نہ کر اور نہ ہی شرم کی وجہ سے کسی نیکی کو چھوڑ۔

اللہ تعالیٰ کی خُفیہ تدبیر

خدائے رَحمٰن عَزَّ وَجَلَّ کی رَحمت پر قُربان! وہ بے نیاز ہے۔ کس بندے کے ساتھ اُس کی کیا خُفیہ تدبیر ہے یہ کوئی نہیں جانتا کہ جب وہ نوازنے پر آتا ہے تو بظاہر بہُت ہی چھوٹے سے عمل پر جنّت کی اعلیٰ نعمتوں سے مالا مال فرما دیتا ہے اور جب گِرفت کرنے پر آتا ہے تو کسی ایک صَغیرہ گناہ پر پکڑ لیتا ہے۔ لِھٰذا بندے کو چاہیے کہ کسی بھی نیکی کو ہرگز ترک نہ کرے اور گناہ سے ہر صورت میں اپنے آپ کو بچائے اور ہر حال میں ربِّ ذُوالْجلال عَزَّ وَجَلَّ کی بے نیازی سے ڈرتا رہے۔ حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نَقْل کرتے ہیں،

رونگٹے کھڑے کر دینے والی حِکایت

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اَحباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ لوگ ایک مقتول (یعنی قَتْل کئے ہوئے مُردے) کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے گزرے۔ سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب مقتول کی شکل دیکھی تو ایک دم بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ جب ہوش آیا، کسی نے ماجرا دریافت کیا تو فرمایا، یہ مقتول کسی وقت بہُت بڑا عابِد و زاہد تھا۔ لوگوں کا تجسُّس بڑھا۔ عرض کیا، یاسیِّدی! ہمیں تفصیلی واقعہ ارشاد فرمائیے! فرمایا، یہ عابِد ایک روز

نماز کیلئے گھر سے چلا تو راستے میں ایک عیسائی لڑکی پر نظر پڑ گئی اور ایک دم اُس کے دل میں عشق کی آگ شُعلہ زَن ہوئی اور اُس کے فِتنے میں پڑ گیا، اُس سے شادی کا مُطالبہ کیا، اُس نے شرط رکھی کہ عیسائی ہو جاؤ۔ کچھ عرصہ عابد نے ضَبط کیا، مگر آخِر کار شہوت کے ہاتھوں لاچار ہو کر اسلام چھوڑ کر نصرانی بن گیا۔ جب اُس نے لڑکی کو آ کر خبر دی تو وہ بپھر گئی اور نَفْرِین (نف۔ رِی۔ نْ) کرتے ہوئے کہا، او بدنصیب! تیرے اندر کوئی بھلائی نہیں، تو نے اپنے دین سے وَفا نہیں کی تو کسی اور کے ساتھ کیا وفا کریگا! بدبخت! تُو نے شہوت سے بدمست ہو کر عمر بھر کی عبادت و رِیاضت بلکہ اپنا دین تک داؤ پر لگا دیا! لے سُن! تُو اسلام سے پھر کر مُرتَد ہو چُکا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو چکی ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے سُورَۃُ الْاِخْلاص کی تِلاوت کی، کسی سننے والے نے حیرت سے پوچھا، یہ تجھے کیسے یاد ہوگئی؟ کہنے لگی، دراَصل بات یہ ہے کہ خواب کے اندر میں جہنّم میں داخل ہونے لگی، اچانک ایک صاحِب وہاں آ گئے اور مجھے تسلّی دیتے ہوئے کہنے لگے، ڈرو مت، تمہاری جگہ اُسی شخص کو فِدیہ بنا دیا گیا ہے۔ اتنے میں یہ عاشقِ ناشاد و نامُراد میری جگہ جہنّم میں جانے کیلئے آ گیا۔ پھر وہ صاحِب مجھے جنّت میں لے گئے وہاں میں نے یہ لکھا ہوا دیکھا،

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ○ (پ ۱۳ الرّعد ۳۹)

ترجَمہ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

پھر اُنہوں نے مجھے سُورَۃُ الْاِخْلاص یاد کروائی، جب میں بیدار ہوئی تو یہ مجھے یاد ہو چکی تھی۔

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا، وہ خوش نصیب لڑکی تو مسلمان ہو گئی لیکن بدنصیب عابِد شہوت سے مَغلوب ہو کر مُرتَد ہونے کے بعد آج قتل کر دیا گیا۔ نَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَافِیَةَ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافِیت کا سُوال کرتے ہیں۔ (بحر الدُّموع الفصل السادس عشر ص ۷۶)

(122) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ، فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِّوَایَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا.

چھٹی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ہر جوڑ پر ہر سورج نکلنے کے دن میں صدقہ کرنا لازم ہے، تو دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے آدمی کو جانور کے بارے مدد دے کہ اس کو اس پر سوار کرے یا کچھ سامان اٹھا کر دے صدقہ ہے پاکیزہ بات کرنا صدقہ ہے ہر قدم جس سے نماز کی طرف چلو صدقہ ہے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) مسلم میں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّهٗ خُلِقَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مِفْصَلٍ، فَمَنْ کَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ، وَهَلَّلَ اللّٰهَ، وَسَبَّحَ اللّٰهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ، اَوْ شَوْکَةً، اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ، اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ، اَوْ نَهٰی عَنْ مُّنْکَرٍ، عَدَدَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ فَاِنَّهٗ یُمْسِیْ یَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ۔

نے فرمایا: اولادِ آدم میں ہر انسان کی تخلیق تین سو ساٹھ جوڑوں پر ہے، جس نے اللہ کی بڑائی بیان کی، اللہ کی تعریف کی، توحید بیان کی، تسبیح بیان کی، اللہ سے مغفرت طلب کی، لوگوں کے راستے سے پتھر، کانٹے یا ہڈی کو دور کیا، نیکی کا حکم دیا، یا برائی سے روکا اور سب کاموں کی تعداد اس دن تین سو ساٹھ پوری کر لی تو اس دن وہ جہنم سے آزاد ہو کر چلتا پھرتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاح بین الناس والعدل بینھم، ج ۲ ص ۳۸۷، رقم: ۲۷۰۷، صحیح مسلم، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۲۳۸۲_۲۳۷۷، صحیح ابن خزیمه، باب ذکر کتابة الصدقة، ج ۱ ص ۵۷۷، رقم: ۱۴۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۳۱۶، رقم: ۸۱۶۸، تقریب الاسانید وترتیب المسانید للعراقی، باب صلاة الجماعة والمشی الیها صلاة الضحی، ص ۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان کی اس لیے قید لگائی تا کہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام۔ ہمارے یہ جوڑ انگلی کے پوروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے تو زندگی دشوار ہو جائے، قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اس کے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات معاملات اور ورد و وظیفہ سب ہی آ گئے۔ مرقات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے دلی بھی اور عملی بھی۔ عالم کا دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے، دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری ہے اس کا ثواب باقی اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا اور برے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے ان سب کا ثواب اسے ملے گا بلکہ روزانہ ملتا رہے گا اور اس کے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا رہے گا۔ اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفلی عبادت کے ترک پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کر لیے اس روز اپنے کو آگ سے دور کر لیا۔ جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے اس کے تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہو گیا جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں گزر چکا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۲۳)

نیکی کی دعوت دینے والے خوش نصیب

حضرت سیِّدُ نا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تورات شریف میں حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ السلام)! جس نے نیکی کا حکم دیا، برائی سے منع کیا اور لوگوں کو میری اطاعت کی طرف بلایا تو اسے دنیا اور قبر میں میرا قرب اور قیامت کے دن میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۷۷۱۶، ج۶، ص۳۶)

(123) اَلسَّابِعُ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ، اَعَدَّ اللهُ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلنُّزُلُ: اَلْقُوْتُ وَالرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ.

ساتویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو صبح یا شام کو مسجد کی طرف گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں میزبانی تیار فرماتا ہے، جب بھی یہ صبح کے وقت چلے یا شام کو۔ اَلنُّزُلُ: مہمان کے لئے جو کھانا وغیرہ تیار کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من غدا الی المسجد وراح، ج ۱ص۲۳۵، رقم: ۶۳۱ صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات، ج ۱ص۳۳۲، رقم: ۱۵۵۶ السنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاة، ج ۳ص۶۲، رقم: ۵۱۹۹ مستخرج ابو عوانة، باب بیان ثواب، ج ۱ص۳۱۱، رقم: ۸۶۲ مصنف ابن ابی شیبة، باب ما جاء فی لزوم المساجد، ج ۷ص۱۱۵، رقم: ۳۴۶۱۱)

شرح حدیث: فجر اور عشاء کی نماز کی اہمیت

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے، اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے، اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، رقم ۶۵۷، ج ۱، ص ۲۳۵)

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابو دَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں

سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھسٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، رقم ۲۱۴۹ ج ۲ ص ۱۶۵)

حضرتِ سیدنا ابو بکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولھا، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

اندھیری رات میں مسجد کو جانے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف آمدورفت رکھنے والوں کو نور کے منبروں کی بشارت دے دو، جب لوگ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے تو یہ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۷۶۳۳، ج ۸، ص ۱۴۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف آمدورفت رکھنے والے اللہ عزوجل کی رحمت میں غوطے لگاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلوۃ، رقم ۷۷۹، ج ۱، ص ۴۲۹)

امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تاریک رات میں مسجد کی طرف چلنے کو جنت واجب کرنے والا عمل سمجھا کرتے تھے۔

مسجد سے محبت

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک اللہ عزوجل کے گھروں کو آباد کرنے والے ہی اللہ والے ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۲۵۰۲، ج ۲، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو

عالَم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جو مسجد سے محبت کرتا ہے اللہ عزوجل اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المساجد، رقم ۲۰۳۱، ج ۲، ص ۱۳۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی اپنے ہاں آمد پر خوش ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، رقم ۸۰۰، ج ۱، ص ۴۳۸)

(124) اَلثَّامِنُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ الْجَوْهَرِيُّ: اَلْفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ قَالَ: وَرُبَّمَا اسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ.

آٹھویں حدیث: انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی (اسے تحفے میں دینا) ہو۔ (متفق علیہ) جوہری کہتے ہیں: فرسن اصل میں اونٹ کے کھر سے خاص ہے، جس طرح حافر دوسرے جانوروں کے لئے لیکن فرسن کا لفظ بعض اوقات بکری کے کھر کے لئے بھی بطور استعارہ استعمال ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، ج ۲ ص ۱۵۲، رقم: ۲۵۶۶، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل، ج ۲ ص ۲۹۳، رقم: ۲۴۲۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۶۴، رقم: ۵۸۱، الاداب للبیھقی، باب فی الھدیۃ، ص ۳۳، رقم: ۸۰، الاحاد والمثانی، من اسمہ أم الضحاک بنت مسعود، ص ۱۱۴، رقم: ۳۳۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب اور وہ غریب اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے تو نہ اسے واپس کرو اور نہ اسے نگاہ حقارت سے دیکھو بلکہ خوشی سے قبول کرو کہ اس کا دل خوش ہوجائے اللہ تعالیٰ اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ ہچکچائے جو کچھ مُیَسَّر ہو دیتی رہے کہ ہدیوں سے محبتیں بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اس لیے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لیے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رد نہیں فرماتے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۱۸)

دل خوش کرنے کی فضیلت

مسلمان کا دل خوش کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے چنانچہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال، محبوب ذوالجلال عزّ وجلّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرتا ہے اللہ عزّ وجلّ اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ عزّ وجلّ کی عبادت اور توحید بیان کرتا ہے۔ جب وہ بندہ اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس آ کر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ میں وہ خوشی کی شکل ہوں جسے تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کیا تھا، اب میں تیری وحشت میں تیرا مونس ہوں گا اور سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رکھوں گا اور روزِ قیامت میں تیرے پاس آؤں گا اور تیرے لئے تیرے رب عزّ وجلّ کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور تجھے جنت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گا۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۶۶ حدیث ۲۳)

تحفہ دینے والے کے آداب

جسے تحفہ دے رہا ہے اس کی فضیلت کو مدِنظر رکھے، اس کے تحفے کو قبول کرلیا جائے تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، جب تحفہ لینے والے سے ملاقات کرے تو اس کا شکریہ ادا کرے، اور اسے کلی اختیارات دے دے اگرچہ تحفہ بڑا ہو۔

تحفہ لینے والے کے آداب

(تحفہ لینے والے کو چاہیے کہ) تحفہ ملنے پر خوشی کا اظہار کرے اگرچہ وہ کم قیمت کا ہو، تحفہ بھیجنے والے کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعائے خیر کرے۔ جب وہ آئے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ جب قدرت حاصل ہو تو یہ بھی اپنے محسن کو تحفہ وغیرہ دے۔ جب موقع ملے اس کی تعریف کرے، اس کے سامنے عاجزی نہ کرے، اس سے احتیاط برتے کہ کہیں اس کی محبت میں ایمان نہ چلا جائے، دوبارہ اس سے تحفہ وغیرہ حاصل کرنے کی حرص و طمع نہ کرے۔

(125) اَلتَّاسِعُ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً: فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْبِضْعُ مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى تِسْعَةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَقَدْ تُفْتَحُ. وَ

نویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم e نے فرمایا: ایمان کے چند اور ستر یا چند اور ساٹھ حصے ہیں ان میں سب سے زیادہ فضیلت والا لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا ہے اور کم سے کم درجہ "راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا" ہے اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (متفق علیہ)
البضع: باء کے کسرہ کے ساتھ کبھی اسے فتحہ بھی دیتے

اَلشُّعْبَةُ: اَلْقِطْعَةُ۔ ہیں تین سے نو تک کو کہتے ہیں۔ اور شعبہ کا مطلب ہے 'ٹکڑا' شاخ' حصہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب امور الایمان، ج ۱ ص ۱۱، رقم: ۹، صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج ۱ ص ۳۹، رقم: ۱۶۱، سنن ابوداؤد، باب فی رد الارجاء، ج ۲ ص ۶۵۲، رقم: ۴۶۷۸، سنن ابن ماجہ، باب فی رد الارجاء، ج ۲ ص ۶۲۰، رقم: ۳۶۷۶، صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج ۱ ص ۲۷، رقم: ۱۶۶)

شرح حدیث: حیاء ایمان کی شاخ

صاحبِ مرقاۃ نے حیاء کی یہ تعریف کی ہے:

وَهُوَ خُلُقٌ يَمْنَعُ الشَّخْصَ مِنَ الْفِعْلِ الْقَبِيْحِ بِسَبَبِ الْاِيْمَانِ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث ۵، ج ۱، ص ۱۴۰)

یعنی حیاء وہ عادت ہے کہ آدمی کو برے کاموں سے ایمان کے سبب سے روک دے۔ ایمانی حیاء ایک بہت ہی بلند مرتبہ خصلت ہے جو جنت میں لے جانے والے بہت سے اعمال کا دارومدار ہے اسی لیے فرمایا گیا کہ حیاء ایمان کی شاخوں میں سے ایک بہت بڑی شاخ ہے کیونکہ جس مؤمن میں ایمانی حیاء ہوگی وہ تمام گناہوں کے کاموں سے بچتا رہے گا پھر اس کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے؟ بہر حال حیاء جنت میں لے جانے والی خصلت ہے اس لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کو ایمانی حیاء کی دولتِ لازوال سے مالا مال فرمائے۔

اب رہا یہ سوال کہ آخر حیاء ایمان کی بہت بڑی شاخ اور بہت ہی اہم خصلت کیوں کر اور کس طرح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعمالِ اسلام کی دو ہی قسمیں ہیں اوامر و نواہی یعنی اچھے کاموں کو کرو اور برے کاموں کو مت کرو اور ظاہر ہے کہ جس مسلمان میں حیاء کی صفت ہوگی وہ تمام برے کاموں سے باز رہے گا تو گویا حیاء ایمان کی ایک ایسی خصلت ہوگی کہ اس کی وجہ سے بہت سی ایمانی خصلتیں پائی جائیں گی اس لیے یہ بلاشبہ درخت ایمان کی شاخوں میں سے نہایت ہی اہم اور بہت ہی بڑی شاخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

راستے سے تکلیف دہ چیز

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستے سے ایذا پہنچانے والی چیز ہٹا دی اسکے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کے لئے اللہ عزوجل کے پاس ایک نیکی لکھی جائے تو اللہ عزوجل اس نیکی کے سبب اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔

(المعجم الاوسط، رقم ۳۲، ج ۱، ص ۱۹)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحب جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، مجھ پر میری امت کے اچھے

بُرے اعمال پیش کیے گئے تو میں نے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی پایا اور برے اعمال میں مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو بھی پایا جسے دفن نہ کیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن البصاق فی المسجد، رقم ۵۵۳، ص ۲۷۹)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا، اس نے اس راستے پر ایک کانٹے دار شاخ کو پایا تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ عزوجل کو اس شخص کا یہ عمل پسند آیا اور اس بندے کی مغفرت فرما دی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستے کے بیچ میں پڑی ہوئی درخت کی شاخ کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے راستے سے اسے ضرور ہٹا دوں گا تا کہ وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ تو اسے جنت میں داخل کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں ایک درخت میں تصرف کرتے ہوئے دیکھا جسے اس نے راستے کے بیچ سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا دے رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل ازالۃ۔۔۔ الخ، رقم ۱۹۱۴، ص ۱۴۱۰)

(126) اَلْعَاشِرُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّيْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ مَاءً ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ، فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ: فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دسویں حدیث: انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دوران کہ آدمی راہ پر چل رہا تھا اسے سخت پیاس لگی پھر اس کو کنواں ملا اس نے اتر کر پانی پیا جب نکلا تو ایک کتا پیاس سے زبان لٹکائے کیچڑ چاٹ رہا تھا اس آدمی نے کہا جس طرح مجھ پر پیاس کی شدت تھی اسی طرح اس کتے کو بھی شدت کی پیاس لگی ہے پھر اس نے کنویں میں اتر کر اپنے موزے کو پانی سے بھرا اور منہ سے پکڑ کر باہر لا کر کتے کو پلا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس کو بخش دیا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہمیں چوپایوں کے بارے میں ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر و ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ، فَغَفَرَ لَهٗ، فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجر عطا فرمایا اس کو بخش دیا اور اس کو جنت میں

داخل فرمایا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: بَیْنَمَا کَلْبٌ یُّطِیْفُ بِرَکِیَّةٍ قَدْ کَادَ یَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْهُ بَغِیٌّ مِّنْ بَغَایَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهٗ بِهٖ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے ایک کتا ایک کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا شدت پیاس سے قریب المرگ ہو رہا تھا اس کو بنی اسرائیل کی زنا کا عورتوں میں سے کسی نے دیکھ لیا اس نے موزہ اتار کر اس کے ساتھ پانی کھنچا اور اسے پانی پلا دیا اس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوگئی۔

اَلْمُوْقُ: اَلْخُفُّ۔ وَیُطِیْفُ: یَدُوْرُ حَوْلَ رَکِیَّةٍ: وَھِیَ الْبِئْرُ۔

موق: موزہ یطیف: اردگرد گھوم رہا تھا، چکر لگا رہا تھا رکیہ: کنواں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل سقی الماء، ج ۲ص۲۱۳، رقم: ۲۲۳۳ صحیح مسلم، باب فضل ساقی البهائم المحترمة واطعامها، ج ۲ص۵۲۲، رقم: ۵۹۹۶ مسند الشهاب، باب فی کل کبد حری رطبة أجر، ص۹۹، رقم: ۱۱۳ سنن الکبری للبیهقی، باب نفقة الدواب، ج ۸ص۱۴، رقم: ۱۶۲۳۶ سنن ابوداؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ج ۲ص۳۲۹، رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: پانی صدقہ کرو

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں تو انہوں نے مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میری والدہ محترمہ وصیت کئے بغیر وفات پا گئی ہیں، اگر میں ان کی طرف سے ایصالِ ثواب کروں تو کیا وہ صدقہ انہیں نفع دے گا؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا ہاں اور تمہیں چاہیے کہ پانی صدقہ کرو۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۰۶۱، ج ۶، ص ۷۷)

حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ بابرکت میں عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: پانی پلانا۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۳۷، ج ۵، ص ۱۴۵)

کنواں کھدوانا

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کنواں کھدوایا اس میں

سے جو پیاسے جگر والا جن، انسان یا پرندہ پیے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے اَجر عطا فرمائے گا۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ، باب فی فضل المسجد ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۲۹۲، ج ۲، ص ۲۶۹)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے گھٹنے پر موجود 7 سالہ ناسور کے بارے میں پوچھا کہ میں بہت سے طبیبوں سے علاج کرا چکا ہوں تو آپ نے اسے ایسی جگہ کنواں کھدوانے کا حکم دیا جہاں لوگ پانی کے محتاج ہوں اور اس سے ارشاد فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ جیسے ہی اس سے چشمہ پھوٹے گا تمہارا خون بند ہو جائے گا۔

(شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، باب فی الزکاۃ، فصل فی اطعام الطعام ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۳۸۱، ج ۳، ص ۲۲۱)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میرے استاذ حاکم ابو عبداللہ صَاحِبُ الْمُسْتَدْرِک کے چہرے پر ایک پھوڑا نکل آیا، سال بھر علاج معالجہ جاری رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو عاجز آ کر استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے درخواست کی کہ وہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں میرے لئے دعا فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی تو کافی لوگوں نے اس پر آمین کہی، اگلے جمعہ کو ایک عورت نے مجلس میں ایک خط بڑھایا اس میں لکھا تھا کہ میں نے گھر لوٹنے کے بعد اس رات حاکم کے لئے خوب دعا کی تو خواب میں مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو گویا ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ابو عبداللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ پھر وہ رقعہ حاکم کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر حوض بنانے کا حکم دیا جب مزدور اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس میں پانی بھر کر برف ڈال دی اور لوگ اس میں سے پینے لگے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ شفاء کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ ناسور ختم ہو گیا اور ان کا چہرہ پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو گیا اس کے بعد آپ کئی سال تک زندہ رہے۔

(المرجع السابق، ج ۳، ص ۲۲۲)

(127) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيْقٍ، فَقَالَ: وَاللهِ لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ، فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ.

گیارہویں حدیث: انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا اس کا کام یہ تھا کہ اُس نے مسلمانوں کے راستہ پر سے اذیت دینے والے درخت کو کاٹا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی راہ پر درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس کو مسلمانوں کی راہ سے دور کروں گا تا کہ یہ ان کو اذیت نہ دے۔ پس اس کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔ صحیحین کی ایک روایت میں ہے ایک آدمی نے راہ چلتے ہوئے

راستہ کے اوپر ایک کانٹے دار ٹہنی دیکھی اس کو پیچھے کر دیا

تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر فرما کر اس کو بخش دیا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل ازالۃ عن الطریق، ج ۲ص ۶۱۲، رقم: ۱۹۱۴، الاداب للبیہقی، باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام، ص ۱۱۲، رقم: ۱۹۳، جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی اماطۃ الاذی عن الطریق، ج ۱ص ۱۱۸، رقم: ۲۲۲، مشکوۃ المصابیح، باب فضل الصدقۃ، ج ۱ص ۳۶۹، رقم: ۱۹۰۵، مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ما یستحب للمرء الصالح من ازالۃ الاذی عن الطریق، ص ۲۶۱، رقم: ۲۲۳)

شرح حدیث: راستے کا کانٹا ہٹانے نے بخشش کرادی

حضرت سیِّدُنا منصور بن زکی رضی اللہ تعالی عنہ جب مرض الموت میں مبتلاء ہوئے تو رونے لگے اور اتنا بے قرار ہوئے ، جیسے کوئی ماں اپنے بچے کی موت پر بے قرار ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبکہ آپ نے تو بڑی پاکیزہ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کی ہے اور اسّی برس اپنے رب تعالیٰ کی عبادت وبندگی کی ہے۔

آپ نے فرمایا، میں اپنے گناہوں کی نحوست پر آنسو بہا رہا ہوں، جن کی وجہ سے میں اپنے رب تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔ یہ فرما کر آپ دوبارہ رونے لگے۔

پھر کچھ دیر بعد اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا، میرے بیٹے! میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دو اور جب میری پیشانی سے قطرے نمودار ہونے لگیں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں تو میری مدد کرنا اور کلمہ شریف پڑھنا، شاید مجھے کچھ افاقہ ہو جائے۔ اور میرے مرنے کے بعد جب مجھے دفن کر دو اور میری قبر پر مٹی ڈال چکو تو وہاں سے روانہ ہونے میں جلدی نہ کرنا بلکہ میری تُربت کے سرہانے کھڑے ہو کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا کہ اس سے مجھے منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے میں آسانی ہوسکتی ہے، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنا، اے مالک ومولا! یہ تیرا بندہ ہے، اس نے جو گناہ کئے سو کئے، اگر تو اسے عذاب دے تو یہ اسی کا حق دار ہے اور اگر تُو اسے معاف کردے تو یہ تیرے شایانِ شان ہے۔ پھر مجھے الوداع کہتے ہوئے واپس پلٹ آنا۔

آپ کے انتقال کے بعد بیٹے نے آپ کی وصیت پر حرف بحرف عمل کیا۔ پھر اس نے دوسری رات خواب میں آپ کو دیکھا تو پوچھا، ابا جان! کیا حال ہے؟ آپ نے جواب دیا، میرے بیٹے! معاملہ تو اتنا مشکل اور سخت تھا کہ تو تصور بھی نہیں کرسکتا، جب میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حساب کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے فرمایا، میرے بندے! بتاؤ، میرے لئے کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے عرض کی، یا اللہ عزوجل! ساٹھ حج لایا ہوں۔ جواب ملا، مجھے ان میں سے ایک بھی قبول نہیں۔ یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا، بتاؤ! اور کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کی، ایک ہزار درہم کا صدقہ وخیرات۔ ارشاد فرمایا، ان میں سے ایک درہم بھی مجھے قبول نہیں۔ میں نے کہا، یاالٰہی عزوجل! پھر تو میں ہلاک ہوگیا

اور اب میرے لئے تباہی و بربادی ہے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا، کیا تجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ تو اپنے گھر سے باہر کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں تو نے ایک کانٹا دیکھا اور لوگوں کو اذیت سے محفوظ رکھنے کی نیت سے وہ کانٹا راستے سے ہٹا دیا تھا، میں نے تیرا وہی عمل قبول کیا اور اس کی وجہ سے تیری بخشش کردی۔ (حکایات الصالحین، ص۵۱)

مسلمانوں کے حقوق

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۱۵۰۲، ج ۱، ص ۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔
شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:
(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰، ص ۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:
(کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہلِ ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

(128) اَلثَّانِيْ عَشَرَ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بارہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے آیا اور کان لگا کر سنا اور خاموش رہا اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور تین دن کے زائد بھی اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے فضول کام کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ، ج ۲ ص ۸، رقم: ۲۰۲۵، سنن ابوداؤد، باب فضل الجمعۃ، ج ۱ ص ۴۰۶، رقم: ۱۰۵۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم، کتاب الصلاۃ، ج ۲ ص ۴۲۸، رقم: ۱۹۲۳، تلخیص الحبیر للعسقلانی، کتاب الجمعہ، ج ۲ ص ۱۶۰، تحت رقم: ۶۵۵، تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمہ ابومعاویۃ الضریر، ج ۹ ص ۲۷۶، رقم: ۱۲۵۰۳)

شرح حدیث: نماز جمعہ کی فضیلت

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جمعہ کے دن تین گروہ آتے ہیں، پہلا وہ شخص جو لغو کام کرتا ہوا حاضر ہوا، اس کے لئے جمعہ میں سے یہی حصہ ہے اور دوسرا وہ شخص جو دعا مانگتا ہوا حاضر ہوا، اس نے اللہ عزوجل کو پکارا اب اللہ عزوجل چاہے تو اسے عطا فرمائے اور چاہے تو روک دے اور تیسرا وہ شخص جو خاموشی سے حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی گردن نہ پھلانگی اور نہ ہی کسی کو ایذاء دی تو اسکی یہ نماز جمعہ اگلے جمعہ تک اور اس کے بعد تین دن کے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ

ترجمہ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔ (پ8، الانعام:160)

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الکلام والامام یخطب، رقم ۱۱۱۳، ج۱، ص۴۱۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اس ساعت کی مقدار کی کمی کی طرف اشارہ فرمایا۔

وضاحت

اس ساعت کی تعیین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل میرے علم میں نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس ساعت سے مراد امام کے خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ پڑھ لینے تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل مسلم شریف کی حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ساعت سے مراد امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ کی انتہا تک کا وقت ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔ ان کی دلیل ابن ماجہ میں حضرتِ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قرآن مجید میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت کا تذکرہ پاتے ہیں جس میں کوئی مومن بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ شے ضرور عطا فرمائے گا۔ تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یا ساعت کا کچھ حصہ (یعنی تمہاری مراد ساعت کا کچھ حصہ تو نہیں؟) تو میں نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، یہی میری مراد ہے۔ پھر میں نے عرض

کیا، یہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا، دن کی آخری ساعت۔ میں نے عرض کیا، یہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں بندہ جب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

اوران کی دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جمعہ کے دن میں بارہ گھنٹے ہیں ان میں جو بندہ اللہ عزوجل سے کچھ مانگے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا، لہٰذا! جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں اسے تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ، رقم ۹۳۵، ج ا، ص ۳۲۱)

نماز جمعہ چھوڑ دینا

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو اپنے منبر کے زینے پر بیٹھے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: لوگ جمعہ نہ پڑھنے کے عمل سے باز آجائیں ورنہ اللہ عزوجل ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ، الحدیث ۲۰۰۲، ص ۸۱۳)

مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے تین جمعے سستی کی وجہ سے جانتے ہوئے چھوڑ دیے اس کے دل پر مہر لگا دی جائے گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۵۲، ص ۱۳۰۱)

محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے چھوڑ دیے وہ منافق ہے۔ (ابن خزیمۃ، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الدلیل ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۸۵۷، ج ۳، ص ۱۷۶)

ایک اور روایت میں ہے: جس نے تین جمعے کسی عذر کے بغیر چھوڑ دیے وہ اللہ عزوجل سے بے علاقہ ہے۔

حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ضرورت کے بغیر تین مرتبہ جمعہ چھوڑ دیا اللہ عزوجل اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فیمن ترک الجمعۃ من غیر عذر، الحدیث ۱۱۲۶، ص ۲۵۴۲)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک روایت میں اتنا زائد ہے: اور اس کے دل کو منافق کا دل بنا دے گا۔

(شعب الایمان، باب الحادی والعشرین فضل الجمعۃ، الحدیث: ۳۰۰۵، ج ۳، ص ۱۰۳)

ایک اور روایت میں کہ جس کی شواہد بھی ہیں یہ ہے: اسے منافقین میں لکھ دیا جائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فیمن ترک الجمعۃ، الحدیث: ۳۱۷۸، ج ۲، ص ۴۲۲)

خطبہ کی شرائط

مسئلہ: خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے، کہ:

(۱) وقت میں ہواور

(۲) نماز سے پہلے اور

(۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور

(۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا یا نماز کے بعد پڑھایا تنہا پڑھایا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہوا اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا یا حاضرین دور ہیں کہ سنتے نہیں یا مسافر یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں تو ہو جائے گا۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في نیۃ آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعۃ، ج۳، ص۲۱)

مسئلہ: خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے اگرچہ صرف ایک بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا سُبْحٰنَ اللّٰہ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اسی قدر سے فرض ادا ہوگیا مگر اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۲۲، وغیرہ)

مسئلہ: چھینک آئی اور اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا یا تعجب کے طور پر سُبْحٰنَ اللّٰہ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو فرض ادا نہ ہوا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۶)

مسئلہ: خطبہ و نماز میں اگر زیادہ فاصلہ ہو جائے تو وہ خطبہ کافی نہیں۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۲۷)

مسئلہ: سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوالِ مفصّل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً جاڑوں میں۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۲۳)

خطبہ کی سنتیں

مسئلہ: خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں:

(۱) خطیب کا پاک ہونا۔

(۲) کھڑا ہونا۔

(۳) خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔

(۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ اور

(۵) سامعین کی طرف مونھ۔ اور

(۶) قبلہ کو پیٹھ کرنا اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو۔

(۷) حاضرین کا متوجہ با امام ہونا۔

(۸) خطبہ سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھنا۔

(۹) اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔

(۱۰) الحمد سے شروع کرنا۔

(۱۱) اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔

(۱۲) اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۱۳) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجنا۔

(۱۴) کم سے کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔

(۱۵) پہلے خطبہ میں وعظ ونصیحت ہونا۔

(۱۶) دوسرے میں حمد وثنا وشہادت ودرود کا اعادہ کرنا۔

(۱۷) دوسرے میں مسلمانوں کے لیے دُعا کرنا۔

(۱۸) دونوں خطبے ہلکے ہونا۔

(۱۹) دونوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا

(129) اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَّدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَّشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تیرہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مومن وضو کرتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرے کے سب گناہ دھل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے یا پانی کے ساتھ اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے تمام پکڑنے والے گناہ نکل جاتے ہیں پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے پھر جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے متعلق ہر گناہ زائل ہو جاتا ہے اور وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ج۱ص۱۳۸، رقم: ۶۰۰ سنن الکبری للبیہقی، باب فضیلة الوضوء، ج۱ص۸۱، رقم: ۳۸۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الطهور، ج۱ص۶، رقم: ۲ سنن الدارمی، باب فضل الوضوء، ج۱ص۱۹۷، رقم: ۷۱۸، صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء، ج۱ص۲۱۵، رقم: ۱۰۴۰)

شرح حدیث: مجددِ اعظم، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں

ارشاد فرماتے ہیں:

اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے۔ کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔ امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبری میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف اولیاءاللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لئے جس پانی کو مکلف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے:

اوّل: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

دوم: نجاست متوسطہ اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

سوم: طاہر غیر مطہّر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو، (المیزان الکبرٰی کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصرا/۱۰۹)

ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔

(المیزان الکبرٰی کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصرا/۱۰۸)

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتا بلی مرگئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابوحنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ ممتاز کر سکتے تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلاف اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور

شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ اھ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصرا/ ۱۰۹)

اسی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضوخانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور انہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلاف اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضوخانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کر دیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضوخانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آکر تائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصرا/ ۱۱۰)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۶، ۵۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کامل وضو

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا جو احسن طریقے سے وضو کرتا ہے اس کے جسم سے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحب جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جیسے میں نے وضو کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس طرح وضو کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا نماز پڑھنا اور مسجد کی طرف چلنا نفل شمار ہوتا ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا، جو آدمی احسن طریقے سے وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اُس کی اِس نماز اور سابقہ نماز کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

نسائی شریف کے الفاظ یوں ہیں، جو شخص کامل وضو کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو اس کی نمازیں بیچ کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں۔ (نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ثواب من توضا، رقم ۱۴۴، ج ۱ ص ۹۰)

حضرت سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہ وسلّم نے فرمایا جو شخص نماز کا ارادہ کرتے ہوئے وضو کرنے کیلئے آتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پہلا قطرہ پڑتے ہی اس کی ہتھیلیوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، جب وہ کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی چڑھاتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو پہلا قطرہ ٹپکتے ہی اس کی زبان اور ہونٹوں کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے تو اس کی آنکھ اور کان کے تمام گناہ پہلا قطرہ پڑتے ہی جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو ہر گناہ سے سلامتی (یعنی پاکی) حاصل کر لیتا ہے اور اس حال میں نکلتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا، پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اسکا درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اگر بیٹھ جائے تو سلامتی کے ساتھ بیٹھتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کامل طریقے سے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور کانوں کا مسح کیا پھر فرض نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے قدم اس دن میں جس برائی کی طرف چلے اور اس کے ہاتھوں نے جسے پکڑا اور اس کے کانوں نے جو سنا، اس کی آنکھوں نے جو دیکھا اور جو اس نے بُری گفتگو کی سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی باتیں سنی ہیں جنھیں میں شمار نہیں کر سکتا۔ (مسند احمد، حدیث امام ابی اُمامۃ الباہلی، رقم ۲۲۳۳۰، ۲۲۳۳۵، ج ۵، ص ۲۹۸)

چمکدار نشان

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہ وسلّم قبرستان کی طرف تشریف لائے تو فرمایا، اے مومن قوم کے گھر! تجھ پر سلامتی ہو اگر اللہ عزوجل نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے۔ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا، تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کیسے پہچانیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک سیاہ گھوڑا ہو اور اس کے سیاہ کندھوں کے درمیان ایک چمکدار نشان ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہ پہچان سکے گا؟ عرض کیا، کیوں

نہیں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو فرمایا جب یہ میرے حوض پر آئیں گے تو ان لوگوں کے اعضاء وضو کے باعث چمکتے ہونگے اور میں حوض کوثر پر ان کی پیشوائی کیلئے موجود ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ، رقم ۲۴۹، ص ۱۵۰)

(130) اَلرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

چودھویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان والے گناہوں کو مٹانے والے ہیں جب کہ تم کبائر سے اجتناب کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ مکفرات ج ۱ ص ۱۲۲۲ رقم: ۴۴۲ التاریخ الکبیر للبخاری من اسمہ عمر بن اسحاق ج ۶ ص ۵۲ رقم: ۱۹۵۶ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری کتاب الایمان ج ۱ ص ۲۱۱ رقم: ۷۵۳ سنن الکبرٰی للبیہقی باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلۃ من الصلوات اکثر من خمس ج ۲ ص ۲۶۶ رقم: ۴۶۲۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس ج ۱ ص ۱۱۸ رقم: ۲۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۵۲۹)

اس دور پرفتن میں بدامنی و بے چینی کا پورے عالم پر تسلط ہے اور انسان اپنی بدعملیوں کے باعث انتہائی کرب و پریشانی کی گرفت میں آچکا ہے۔ اس مصیبت کی بڑی اور حقیقی وجہ خوف خدا عزوجل کا فقدان اور اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی تو کوئی پیدا نہیں ہوسکتا، ہاں اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا سلسلہ جاری ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ایسے ایسے نفوسِ قدسیہ پیدا ہوئے جن کا وجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع کی بدولت ہم جیسے بدعملوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان اللہ والوں کے اخلاق اور ان کی سیرت کا پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا اور اسے اپنانا مسلمانوں کے دین و دنیا کو سنوارنے کے لئے ایک کامیاب علاج ہے۔ ان اللہ والوں نے اپنی زندگیاں کس رنگ میں گزاریں، ان کے دن رات کیسے بسر ہوتے رہے، ان

کا ایک ایک لمحہ کس طرح گزر رہا،ان باتوں کا جواب دل کے کانوں سے سنا جائے اور پھر اسے اپنا دستور العمل بنالیا جائے تو یقیناً ہماری یہ جملہ پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں اور رنج ومصائب میں گھری ہوئی دنیا حقیقی مسرتوں اور سچی خوشیوں سے پھر آشنا ہوسکتی ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دو ایسی چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنا انسان کیلئے بہرحال ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی غفلت برتنا دین ودنیا کے نقصان کا موجب ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل حقوق اللہ اور حقوق العباد ان دونوں ہی سے غفلت برتی جارہی ہے۔ جس کا بھیانک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ امن وچین عنقا ہے اور بدامنی وبے چینی عام ہے۔ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں ہر وقت سرگرم رہتے تھے اور ان کی مبارک زندگیوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں نظر آتا جو ان سے غفلت میں گزرا ہو۔

حقوق العباد سے ڈرنا

سلف صالحین کی عاداتِ مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حقوق العباد سے بہت ڈرتے تھے خواہ معمولی سی چیز مثلاً کسی کی خلال یا سوزن ہی ہو تو اس سے بھی ڈرتے تھے۔ خصوصاً جب اپنے اعمال کو نہایت کم سمجھتے تو ان کے خوف وکرب کی کوئی نہایت نہ ہوتی تھی کہ ہمارے پاس تو کوئی ایسی نیکی نہیں جسے خصم کو اس کے حق کے بدلے قیامت کے دن دے کر راضی کیا جائے۔ بسا اوقات کسی ایک ہی مظلمہ کے عوض میں ظالم کی تمام نیکیاں لیکر بھی مظلوم خوش نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ میری امت میں سے قیامت کے دن مفلس کون ہوگا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس کے پاس درہم ودینار نہ ہو وہ مفلس ہے۔ تو آپ نے فرمایا: یعنی مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ حج لے کر آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون کیا ہو، کسی کو مارا ہو (تو مدعی آجائیں اور عرض کریں کہ پروردگار اس نے مجھے گالی دی، اس نے مجھے مارا، اس نے میرا مال کھایا، اس نے میرا خون کیا) تو حق سبحانہ وتعالیٰ اس کی نیکیاں ان مدعیوں کو دے دے تو اگر نیکیاں ختم ہوجائیں کوئی نیکی باقی نہ رہے اور مدعی اگر باقی ہوں تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ کا حکم دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یعنی حقیقت میں مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے روز باوجود نماز روزہ حج زکوٰۃ ہونے کے پھر وہ خالی کا خالی رہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ کوئی دوزخی دوزخ میں اور کوئی جنتی جنت میں داخل نہ ہو جب تک وہ حقوق العباد کا بدلہ نہ ادا کرے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، خوفہم ممالعباد علیہم، ص58)

(131) اَلْخَامِسُ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ

پندرہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللّٰہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ، وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ کام نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ناگواریوں کے باوجود وضو مکمل کرنا مساجد کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار یہ کام تمہاری لیے رباط ہیں (یعنی جہاد میں پہرہ دینے کی فضیلت کے برابر ہیں)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ج ۱ص ۱۱۹، رقم: ۶۰۲ سنن الکبری للبیھقی باب اسباغ الوضوء، ج ۱ص ۸۲، رقم: ۳۹۰ مستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، ج ۱ص ۱۸۵، رقم: ۴۵۶ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی اسباغ الوضوء، ج ۱ص ۱۴۸، رقم: ۴۲۷ سنن ترمذی باب ما جاء فی اسباغ الوضوء، ج ۱ص ۲۸، رقم: ۵۱)

شرح حدیث: جہادِ اکبر

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والا اس شہسوار کی طرح ہے جس نے اپنا گھوڑا اللہ عزوجل کی راہ میں باندھا اور یہ شخص اس گھوڑے کے پہلو سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور یہ جہادِ اکبر میں ہے۔ (مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، رقم ۸۶۳۳، ج ۳، ص ۲۶۷)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغو بات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلیٰ درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلوۃ الضحی، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۴۱)

نماز کے لئے مسجد کی طرف چلنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس نے کامل وضو کیا اور نماز کے ارادے سے چلا تو جب تک اس کی نماز کی نیت باقی ہے وہ نماز ہی میں ہے اور اس کے پہلے قدم کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی اور دوسرے قدم کے عوض ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔ جب تم میں سے کوئی اقامت سنے تو ہرگز تیز قدم نہ چلے اور بے شک تم سے

زیادہ ثواب والا وہ ہے جس کا گھر مسجد سے زیادہ دور ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (راوی نے) پوچھا، اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! ایسا کیوں ہے؟ فرمایا، زیادہ قدم چلنے کی وجہ سے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو اپنے گھر سے وضو کر کے اللہ عزوجل کے فرائض میں سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے کسی مسجد کی طرف چلا تو اس کا ایک قدم چلنا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور دوسرا قدم ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔

(الموطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، رقم ٦٧، ج١، ص ٥٤)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے قریب کچھ مکانات خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہو جانے کا ارادہ کیا۔ جب یہ بات نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلَّم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنوسلمہ سے فرمایا، مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا، اے بنوسلمہ! اپنے ہی گھروں میں رہو کیونکہ تمہارے ہر قدم پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ بنوسلمہ کہتے ہیں (یہ فرمان سن کر ہمیں اتنی خوشی ہوئی) کہ اگر ہم اپنے مکانات تبدیل کر لیتے تو ہمیں ہرگز ایسی خوشی حاصل نہ ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلَّم نے بنوسلمہ سے فرمایا بے شک تمہیں ہر قدم کے عوض ایک درجہ عطا کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المسجد، رقم ٦٦٥ ص ٣٣٥)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درمیانے قدم چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں درمیانے قدم کیوں چلتا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا، جب تک بندہ نماز کی طلب میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں درمیانے قدم اس لئے چلتا ہوں تا کہ نماز کی طلب میں زیادہ قدم چل سکوں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب کیف المشی الی الصلوۃ، رقم ٢٠٩٢، ج٢، ص ١٥١)

(132) اَلسَّادِسُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. اَلْبَرْدَانِ: الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

سولھویں حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں جنت میں داخل ہوگا۔ البردان: دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد فجر وعصر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الفجر، ج ١ص ١١٩، رقم: ٥٧٤، سنن الکبری للبیھقی، باب من قال ھی الصبح، ج ١ص ٤٦٦، رقم: ٢٢٧٤، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ الغداۃ، ج ١ص ٣٩١، رقم: ١٤٢٥، صحیح ابن حبان، باب فضل

الصلوات الخمس، ج ۱ص ۸۲۲، رقم: ۱۶۳۹، صحیح مسلم، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، ج ۱ص ۱۱، رقم: ۱۴۷۰)

شرح حدیث: نَماز فجر وعصر کی اہمیت

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نَماز فجر وعصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نَماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نَماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۳۲۲۳، ج ۲، ص ۳۸۵)

حضرتِ سیدنا بکر بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نَماز ادا کی یعنی جس نے فجر اور عصر کی نماز ادا کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر الخ، رقم ۶، ص ۳۱۸)

حضرتِ سیدنا جُندَب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے فجر کی نَماز ادا کی وہ اللہ عزوجل کی امان میں ہے، لھذا کوئی شخص اللہ عزوجل کی امان میں خلل نہ ڈالے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل ڈالے گا، اللہ عزوجل اسے منہ کے بل اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دیگا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، رقم ۶۵۷، ۳۲۹)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، یہ نَماز یعنی نَماز عصر تم سے پچھلے لوگوں پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے ضائع کر دیا لہذا جو اسے پابندی سے ادا کریگا اسے دگنا ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب الاوقات، رقم ۸۳۰، ص ۴۱۴)

(133) اَلسَّابِعُ عَشَرَ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا

سترہویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مومن مرض یا سفر میں ہوتا ہے تو اس کے لیے اقامت وصحت والا عمل لکھ دیا جاتا

صَحِيحًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ، ج ۱ص۱۵۷، رقم: ۲۹۹۶، سنن الکبری للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستشعرہ من الصبر، ج ۳ص۳۷۴، رقم: ۶۷۸۵، مسند امام احمد، مسند ابی موسی الاشعری، ج ۳ص۲۱۰، رقم: ۱۹۶۶۴، الزھدلابی داؤد، ص۳۹۵، رقم: ۴۴۷، نصب الرایۃ للزیلعی، باب النوافل، ج ۲ص۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ تہجد وغیرہ نوافل نہ پڑھ سکے یا جماعت میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کو ان کا ثواب مل جائے گا بشرطیکہ تندرستی میں ان چیزوں کا پابند ہو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری یا سفر میں فرائض معاف ہو جاتے ہیں وہ تو ادا کرنے ہی پڑیں گے اور اگر وہ رہ گئے ہوں تو ان کی قضاء واجب ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۹۷)

بیماری نعمت ہے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ بیمار نہ پڑو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اللہ عزوجل کی قسم! ہم عافیت کو ضرور پسند کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس میں کیا بھلائی ہے کہ اللہ عزوجل تمہیں یاد نہ کرے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ کسی مرض میں مبتلاء ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اُس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ جو برائی کرے اسے نہ لکھو اور جو نیکی کرے اس کے عوض دس نیکیاں لکھو اور اسکے اُس نیک عمل کو بھی لکھو جو یہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا اگرچہ بیماری کے دوران وہ اس عمل کو نہ کر سکے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب مایجری علی المریض، رقم ۳۸۱۳، ج ۳، ص ۳۳)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، مومن پر تعجب ہے کہ وہ بیماری سے ڈرتا ہے، اگر وہ جان لیتا کہ بیماری میں اُس کے لئے کیا ہے؟ تو ساری زندگی بیمار رہنا پسند کرتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور مسکرانے لگے۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر تبسم کیوں فرمایا؟ ارشاد فرمایا، میں دو فرشتوں پر حیران ہوں کہ وہ دونوں ایک بندے کو ایک مسجد میں تلاش کر رہے تھے جس میں وہ نماز پڑھا کرتا تھا، جب انہوں نے اسے نہ پایا تو لوٹ گئے اور عرض کیا، یارب عزوجل! ہم تیرے فلاں بندے کے دن اور رات میں کئے ہوئے اعمال لکھتے

تھے پھر ہم نے دیکھا کہ تو نے اُسے آزمائش میں مبتلاء فرمادیا۔تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ دن اور رات میں جو عمل کیا کرتا تھا اس کے لئے وہ عمل لکھو اور اسکے اجر میں کمی نہ کرو، جب تک وہ میری طرف سے آزمائش میں ہے اس کا ثواب میرے ذمہ کرم پر ہے اور جو اعمال وہ کیا کرتا تھا اس کے لئے ان کا بھی ثواب ہے۔(المعجم الاوسط، رقم ۲۳۱۷، ج ۲، ص ۱۱)

(134) اَلثَّامِنُ عَشَرَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ، وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَایَۃِ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

اٹھارویں حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم میں یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کل معروف صدقۃ، ج ۲ص ۵۸۰، رقم: ۶۰۲۱، صحیح مسلم، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ص ۸۲، رقم: ۲۳۷۵، الاداب للبیہقی، باب ما یعطیہ الانسان من مالہ صیانۃ لعرضہ، ص ۴۷، رقم: ۱۲۷، المستدرك للحاکم، کتاب البیوع، ج ۲ص ۳۰۹، رقم: ۲۲۲۱، المعجم الصغیر للطبرانی، باب الالف من اسمہ احمد، ص ۵۵، رقم: ۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

سبحان اللہ! کیا ہمت افزاء حدیث ہے یعنی صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا بلکہ ہر معمولی نیکی اگر اخلاص سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتی کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۱۹)

ہر بھلائی صدقہ ہے

نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بھلائی کے کام ناگہانی آفات سے بچاتے ہیں، پوشیدہ صدقہ رب عزوجل کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے، ہر بھلائی صدقہ ہے، دنیا میں بھلائی پانے والے لوگ آخرت میں بھی بھلائی پانے والے ہوں گے اور دنیا میں بدکاری کے شکار لوگ آخرت میں برائی میں گرفتار ہوں گے اور بھلائی کرنے والے ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۰۸۶، ج ۴، ص ۳۱۱)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو اسے چاہے کہ وہ اپنی دعا میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ (یعنی اے اللہ عزوجل! اپنے بندے اور رسول حضرت سیدنا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر رحمت نازل فرما اور تمام مؤمن اور مسلمان مردوں، عورتوں پر بھی رحمت بھیج) پڑھ لیا کرے کیونکہ یہ بھی صدقہ ہے۔(المستدرک، کتاب الاطعمۃ، باب زکاۃ المسلم۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۲۵۷، ج ۵، ص ۱۷۹)

ایک اور روایت میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس مال کے ذریعے عزت بچائی جائے وہ بھی صدقہ ہے۔ (سنن دارقطنی، کتاب البیوع، الحدیث: ۲۸۷۲، ج ۳، ص ۳۳)

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک وہ امانت دار اور مسلمان خزانچی جسے کوئی مال کہیں منتقل کرنے کا حکم دیا جائے پھر وہ پورا مال خوش دلی سے ادا کردے اور اسے جس کے بارے میں حکم دیا گیا ہو اس تک پہنچادے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک شمار ہوگا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخادم اذا تصدق الخ، رقم ۱۴۳۸، ج ۱، ص ۴۸۴)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو پاکدامنی چاہتے ہوئے اپنے آپ پر کچھ خرچ کرے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی، بچوں اور گھر والوں پر خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرجل، رقم ۴۶۶۶، ج ۳، ص ۳۰۲)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر ایک صدقہ ہے۔ عرض کیا گیا، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو؟ فرمایا، وہ اپنے ہاتھ سے کمائے، خود کو نفع پہنچائے اور دوسروں پر صدقہ بھی کرے۔ عرض کیا گیا، اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے؟ فرمایا، کسی مظلوم حاجت مند کی مدد کرے۔ عرض کیا گیا، اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے؟ فرمایا تو وہ نیکی یا بھلائی کا حکم دے۔ عرض کیا گیا، اگر ایسا نہ کرسکے تو؟ فرمایا، شر سے بچتا رہے کیونکہ یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ ۔۔۔ الخ، رقم ۱۰۰۸، ص ۵۰۴)

حضرتِ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ تمہارا لوگوں کو گرم جوشی سے سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔

(جامع العلوم والحکم، ج ۱، ص ۲۳۵)

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، تمہارا اپنے ڈول (برتن) سے دوسرے بھائی کا ڈول (برتن) بھرنا صدقہ ہے، تمہارا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لیے مسکرانا صدقہ ہے اور تمہارا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی صنائع المعروف، رقم ۱۹۶۳، ج ۳، ص ۳۸۴)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، ہر وہ دن

جس میں سورج طلوع ہوتا ہے بندے پر ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے، اگر تم دو بندوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرا تو یہ صدقہ ہے، اگر تم کسی کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کرو تو یہ بھی صدقہ ہے، اگر کسی کا سامان سواری پر لدوا دو تو یہ بھی صدقہ ہے، اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے، ہر قدم جو نماز کی طرف اٹھے صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دینے والی چیز دور کرنا بھی صدقہ ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، ج ۳، رقم ۵، ص ۳۷۷)

(135) اَلتَّاسِعُ عَشَرَ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا إِلاَّ كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً، وَّمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً، وَّلاَ يَرْزَؤُهُ اَحَدٌ إِلاَّ كَانَ لَهُ صَدَقَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: فَلاَ يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلاَ دَابَّةٌ وَّلاَ طَيْرٌ إِلاَّ كَانَ لَهُ صَدَقَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: لاَ يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَّلاَ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلاَ دَابَّةٌ وَّلاَ شَيْءٌ، إِلاَّ كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ ۔ وَرَوَيَاهُ جَمِيْعًا مِّنْ رِّوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ قَوْلُهُ: يَرْزَؤُهُ اَيْ يَنْقُصُهُ۔

انیسویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان ایک درخت لگاتا ہے اس میں جتنا کھایا جائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے جو چرایا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس میں کوئی اور نقص واقع کرے اس کے لئے صدقہ ہے۔ (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان جو بھی درخت لگائے پھر اس سے قیامت تک کوئی انسان جانور یا پرندہ کھائے تو یہ سب اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے جو مسلمان درخت لگائے یا زراعت کرے تو اس سے انسان جانور یا کوئی چیز جو کچھ بھی کھائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ یرزؤہ: اس کا مطلب ہے: کم کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، ج ۲ص ۱۰۳، رقم: ۲۳۲۰ صحیح مسلم، باب فضل الزرع والغرس، ج ۲ص ۲۲۸، رقم: ۳۰۵۵ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، ج ۶ص ۱۳۷، رقم: ۱۲۰۸۶ سنن الدارمی، باب فی فضل الغرس، ج ۲ص ۳۴۷، رقم: ۲۶۱۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغرس، ج ۱ص ۶۶۶، رقم: ۱۳۸۲)

شرح حدیث: دمشق میں کھیتی

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں ایک جگہ کھیتی بو رہا تھا کہ ایک شخص میرے قریب سے گزرا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ صحابئ رسول ہونے کے باوجود یہ کام کر رہے ہیں؟ تو میں نے اس سے کہا میرے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلد بازی مت کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جس نے فصل بوئی تو اس فصل میں سے آدمی یا مخلوق میں سے جو بھی کھائے گا وہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوگا۔

(مسند احمد، رقم ۲۷۵۷۶، ج ۱۰، ص ۴۲۱)

حضرتِ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص کھیتی بوئے گا اللہ عزوجل اس سے نکلنے والی فصل کی مقدار کے برابر اس کے لئے ثواب لکھے گا۔ (مسند احمد، رقم ۲۳۵۷۹، ج ۹، ص ۱۳۶)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا، اے انصار کے گروہ! انہوں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے فرمایا، دورِ جاہلیت میں جب تم اللہ عزوجل کی عبادت نہیں کرتے تھے تو کمزوروں کا بوجھ اٹھایا کرتے تھے اور اپنے اموال سے اچھے کام کیا کرتے تھے اور مسافروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے یہاں تک کہ جب اللہ عزوجل نے اسلام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تم پہ احسان فرمایا تو تم اپنے اموال کو محفوظ کرنے لگے، سن لو! جس چیز میں سے کوئی آدمی کھاتا ہے اس میں ثواب ہے اور جس میں سے کوئی درندہ یا پرندہ کھاتا ہے اس میں بھی ثواب ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب واپس لوٹے تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے باغ میں سے تیس تیس دروازے نکال لئے۔ (المستدرک، کتاب الاطعمۃ، باب النھی الواضح عن تحصین الحیطان الخ، رقم ۷۲۶۵، ج ۵، ص ۱۸۳)

ثوابِ جاریہ

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: 7 عمل ایسے ہیں جو بندے کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے: (۱) جس نے علم سکھایا (۲) نہر جاری کی (۳) کنواں کھدوایا (۴) درخت لگایا (۵) مسجد بنائی (۶) ترکے میں قرآن یا (۷) نیک بچہ چھوڑا جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب العلم، باب فیمن سن خیراً او غیرہ ـــــ الخ، الحدیث: ۷۶۹، ج ۱، ص ۴۰۸)

(136) اَلْعِشْرُوْنَ: عَنْهُ قَالَ: اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: اِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ. فَقَالَ: يَا بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ، تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

بیسویں حدیث: انہی سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا پس یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ان کو فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمارا یہ ارادہ ہے تو آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے قدموں کے نشان لکھے

اَیْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِّوَایَةِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَبَنُوْ سَلِمَةَ بِكَسْرِ اللَّامِ: قَبِیْلَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَ اٰثَارُهُمْ: خُطَاهُمْ.

جاتے ہیں۔ (مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قدم کے بدلے ایک درجہ ہے۔ بخاری نے اسی حدیث کا مفہوم حضرت انس ﷺ سے بیان کیا ہے۔ بنو سلمہ: لام کے کسرہ کے ساتھ انصار کا مشہور قبیلہ ہے۔ اثارھم: ان کے قدموں کے نشان۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج ۱ ص ۲۵۱، رقم: ۱۵۱۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۳ ص ۳۳۲، رقم: ۱۳۶۰۶، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل المشی الی المساجد للصلاۃ، ج ۱ ص ۲۲۰، رقم: ۴۵۱، تخریج احادیث الکشاف، سورۃ یٰس، الحدیث الاول، ج ۱ ص ۱۷۰، رقم: ۱۰۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی المشی الی المساجد، ج ۹ ص ۴۱۸، رقم: ۷۰۰۳)

شرح حدیث: جنت میں مہمان خانہ

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو مسجد کی طرف چلا.. یا.. مسجد سے واپس لَوٹا تو اللہ عزوجل ہر آمدورفت پر اس کے لئے جنت میں ایک مہمان خانہ بنائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب المشی الی الصلوۃ الخ، رقم ۶۶۹، ص ۳۳۶)

چاندی کا لباس

حضرتِ سیِّدُنا جنید بغدادی، ابوالعبّاس بن مَسْرُوق، ابواحمد مَغَازِلی اور حَرِیری علیہم رحمۃ اللہ الجلی فرماتے ہیں: ہم نے حضرتِ سیِّدُنا حسن مُسُوحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں اکثر مسجد کے قریب ایک دیوار کے سائے تلے آرام کیا کرتا۔ دوپہر تک نوافل وغیرہ پڑھتا اور گرمی سے بچاؤ کے لئے اسی دیوار کو آڑ بنالیتا۔ یہی دیوار موسمِ سرما میں مجھے سرد ہواؤں سے بچاتی۔

ایک دن میں گرمی کی شدت سے بے تاب ہو رہا تھا، مسجد کی صفائی اور نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں دیوار کے سائے کی جانب بڑھا گرمی نے میرا برا حال کر رکھا تھا لیکن میں نے نہ تو اپنے نوافل ترک کئے اور نہ ہی مسجد کی صفائی کرنے میں کوتاہی کی۔ جیسے ہی میں سائے میں پہنچا مجھے نیند نے آلیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کی چھت شق ہوئی اور اس میں سے ایک حسین وجمیل دوشیزہ ظاہر ہوئی۔ اس کے خوبصورت جسم پر باریک و نرم چاندی کی قمیص تھی۔ اس کے خوبصورت لمبے سیاہ بال دو حصوں میں تقسیم ہو کر سینے پر لٹک رہے تھے وہ میرے پاؤں کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ میں نے جلدی سے اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے میرے پاؤں دبانا شروع کر دیئے۔ میں نے اس سے کہا:

اے لڑکی! تو کس کے لئے ہے؟ اس نے اپنی مسحور کن آواز میں جواب دیا: اس کے لئے جو آپ کی طرح نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(137) اَلْحَادِيْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِي الْمُنْذِرِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ، فَقِيْلَ لَهُ اَوْ فَقُلْتُ لَهُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي اَنَّ مَنْزِلِي اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّي اُرِيْدُ اَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِي اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى اَهْلِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ۔ اَلرَّمْضَاءُ: اَلْاَرْضُ الَّتِي اَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِيْدُ.

اکیسویں حدیث: حضرت ابوالمنذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا اس کا گھر مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی کوئی نماز جماعت سے نہ رہتی اس کو میں نے یا کسی اور نے کہا کہ اگر تو گدھا خرید لے تاکہ اندھیرے اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو کر مسجد آئے تو اس نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پڑوس میں ہو میرا ارادہ ہے کہ میرا مسجد میں آنا اور لوٹنا لکھا جائے جب میں گھر جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں کہ جس ثواب کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ تیرے لیے ہے۔ اَلرَّمْضَاءُ: سخت گرمی والی زمین یا گرم موسم۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج ۱ص ۳۳۷، رقم: ۱۵۳۶، سنن الکبریٰ، باب فضل بعد الممشی الی المسجد، ج ۳ص ۶۳، رقم: ۱۷۸، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلاۃ، ج ۱ص ۲۰۸، رقم: ۵۵۷، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی عثمان النہدی، ج ۵ص ۱۳۳، رقم: ۲۱۲۵۲، مسند عبد بن حمید، حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ، ص ۸۳، رقم: ۱۶۱)

شرح حدیث: مسجد کو آباد کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔ (پ۱۰، التوبہ: ۱۸)

ایک اور مقام میں ہے،۔۔۔۔۔۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ

الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ○ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ کنز الایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ دے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ۂالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سات افراد ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ دے گا جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، (۱) عادل حکمران، (۲) وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں اپنی زندگی گزاردی، (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے، (۴) وہ دو شخص جو اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے، (۵) وہ شخص جسے کوئی مال و جمال والی عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں، (۶) وہ شخص جو صدقہ اسطرح چھپا کر دے کہ اس کے دائیں ہاتھ کے صدقہ دینے سے بایاں ہاتھ بے خبر رہے، (۷) وہ شخص جس کی آنکھوں سے اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے آنسو بہنا شروع ہو جائیں۔ (پ ۱۸، النور: ۳۶، ۳۷، ۳۸)

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ، رقم ۶۶۰، ج ۱، ص ۲۳۶)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خاتمُ المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ۂالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر پرہیز گار کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہو اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت، رضا اور پل صراط سے باحفاظت گزار کر اپنی رضا والے گھر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المسجد، رقم ۲۰۲۶، ج ۲، ص ۱۳۴)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدْرِی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ۂالہٖ وسلّم نے فرمایا، جب تم کسی مسجد میں کثرت سے آمد و رفت رکھنے والے کو دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔

(پ ۱۰، التوبہ: ۱۸) (سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلوۃ، رقم ۲۶۲۶، ج ۴، ص ۲۸۰)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک اللہ عزوجل کے گھروں کو آباد کرنے والے ہی اللہ والے ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۲۵۰۲، ج۲، ص۵۸)

۔ حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو مسجد سے محبت کرتا ہے اللہ عزوجل اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المساجد، رقم ۲۰۳۱، ج۲، ص۱۳۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی اپنے ہاں آمد پر خوش ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، رقم ۸۰۰، ج۱، ص۴۳۸)

(138) اَلثَّانِيْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً: اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ. مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا، رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا، اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اَلْمَنِيْحَةُ: اَنْ يُّعْطِيَهٗ اِيَّاهَا لِيَاْكُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ يَرُدَّهَا اِلَيْهِ.

بائیسویں حدیث: حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چالیس عمدہ عادات میں سے بہتر بکری دودھ کیلئے دینا ہے اور کوئی عمل کرنے والا ان میں سے کسی خصلت پر ثواب کی امید اور وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے جس پر بھی عمل پیرا ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ اس خصلت کی وجہ سے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ (بخاری) اَلْمَنِيْحَةُ: دودھ والا جانور کسی کو دودھ کیلئے دینا کہ وہ اس کا دودھ پیئے پھر اسے واپس کردے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل المنیحۃ، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۲۶۳۱ (طبع دار ابن کثیر بیروت) سنن الکبری للبیھقی، باب ماورد فی المنیحۃ، ج۴ص۱۸۹، رقم: ۸۰۵۰، مستدرک للحاکم، کتاب الذبائح، ج۴ص۲۶۱، رقم: ۷۶۴۴، سنن ابوداؤد، باب فی المنیحۃ، ج۱ص۵۲۷، رقم: ۱۶۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۶۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں

کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لیے عاریۃً دینا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی حاجت مند کو کچھ روپیہ قرض دینا، نابینا یا ناواقف کو راستہ بتادینے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دینے

کا کتنا ہوگا خود سوچ لو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجت مند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے، پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے اس لیے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عمل ملے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۴۳)

قرض دینے کا ثواب

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، معراج کی رات میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گُنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گُنا۔ (ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب القرض، رقم ۲۴۳۱، ج ۳، ص ۱۵۴)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۷۹۷۶، ج ۸، ص ۲۴۹)

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو چاندی (یعنی روپے وغیرہ) قرض دے یا دودھ کا جانور عاریۃً دے یا کسی کو راستہ بتائے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب العاریہ، باب ذکر تفضل اللہ جل وعلا۔۔۔الخ، رقم ۵۰۷۴، ج ۷، ص ۲۷۸)

مجھے قرض دے دو

حضرت سیدنا ابوعبداللہ واقدی قاضی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عید کے موقع پر ہمارے پاس خرچ وغیرہ کے لئے کچھ بھی رقم نہ تھی، بڑی تنگدستی کے دن تھے، ان دنوں یحییٰ بن خالد برمکی حاکم تھا، عید روز بروز قریب آ رہی تھی، ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا، چنانچہ میری ایک خادمہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: عید بالکل قریب ہے اور گھر میں کچھ بھی خرچہ وغیرہ نہیں، آپ کوئی ترکیب کیجئے تاکہ گھر والے عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

خادمہ کی یہ بات سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنی حالتِ زار بیان کی۔ انہوں نے فوراً مجھے ایک مہر بند تھیلی دی، جس میں بارہ سو درہم تھے، میں انہیں لے کر گھر آیا اور وہ تھیلی گھر والوں کے حوالے کر دی، گھر والوں کو کچھ ڈھارس ہوئی کہ اب عید اچھی گزر جائے گی، ابھی ہم نے اس تھیلی کو کھولا بھی نہ تھا کہ میرا ایک دوست میرے پاس آیا جس کا تعلق سادات کے گھرانے سے تھا، اس نے آ کر بتایا: ان دنوں ہمارے حالات بہت خراب ہیں اور عید بھی قریب آ گئی ہے، گھر میں خرچہ وغیرہ بالکل نہیں، اگر ہوسکے تو مجھے کچھ رقم قرض دے دو۔ اپنے اس دوست کی بات سن

کر میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اسے صورتحال سے آگاہ کیا، وہ کہنے لگی: اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ہم اس طرح کرتے ہیں کہ آدھی رقم اس سیدزادے کو قرض دے دیتے ہیں اور آدھی ہم خرچ میں لے آئیں گے، اس طرح دونوں کا گزارہ ہو جائے گا۔

یہ سن کر میری زوجہ نے عشقِ رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم میں ڈوبا ہوا جملہ کہا جس نے میرے دل میں بہت اثر کیا، وہ کہنے لگی: جب تیرے جیسا ایک عام شخص اپنے دوست کے پاس اپنی حاجت مندی کا سوال لے کر گیا تو اس نے تجھے بارہ سو درہم کی تھیلی عطا کی، اور اب جبکہ تیرے پاس دو عالم کے مختار، سید الابرار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی اولاد میں سے ایک شہزادہ اپنی حاجت لے کر آیا ہے تو تُو اسے آدھی رقم دینا چاہتا ہے کیا تیرا عشق اس بات کو گوارا کرتا ہے؟ یہ ساری رقم اس سیدزادے کے قدموں پر نچھاور کر دے، اپنی زوجہ سے یہ محبت بھرا کلام سن کر میں نے وہ ساری رقم اٹھائی اور بخوشی اپنے دوست کو دے دی، وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

میرا وہ سیدزادہ دوست جیسے ہی اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس میرا وہی تاجر دوست آیا اور اس سے کہا: میں ان دنوں بہت تنگ دستی کا شکار ہوں، مجھے کچھ رقم اُدھار دے دو۔ یہ سن کر اس سیدزادے نے وہ رقم کی تھیلی میرے اس تاجر دوست کو دے دی جو میں اسی (تاجر) سے لے کر آیا تھا، جب میرے اس تاجر دوست نے وہ رقم کی تھیلی دیکھی تو فوراً پہچان گیا اور میرے پاس آکر پوچھنے لگا: جو رقم تم مجھ سے لے کر آئے ہو، وہ کہاں ہے؟ میں نے اسے تمام واقعہ بتایا تو وہ کہنے لگا: اِتفاق سے وہی سیدزادہ میرا بھی دوست ہے، میرے پاس صرف یہی بارہ سو درہم تھے جو میں نے آپ کو دے دیئے، آپ نے اس سیدزادے کو دیئے اور اس نے وہ مجھے دے دیئے اس طرح ہم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دی اور دوسرے کی خوشی کی خاطر اپنی خوشی قربان کر دی۔

ہمارے اس واقعے کی خبر کسی طرح حاکمِ وقت یحیٰی بن خالد برمکی کو پہنچ گئی، اس نے فوراً اپنا قاصد بھیجا جس نے میرے پاس آکر یحیٰی بن خالد برمکی کا پیغام دیا: مَیں اپنی کچھ مصروفیات کی بناء پر آپ کی طرف سے غافل رہا اور مجھے آپ کے حالات کے بارے میں پتہ نہ چل سکا، اب میں غلام کے ہاتھ دس ہزار دینار بھیج رہا ہوں، ان میں سے دو ہزار آپ کے لئے، دو ہزار آپ کے تاجر دوست کے لئے اور دو ہزار اس سیدزادے کے لئے باقی چار ہزار دینار تمہاری عظیم و سعادت مند بیوی کے لئے کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ غنی، افضل اور عشقِ رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی پیکر ہے۔

(139) اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

تیئیسویں حدیث: حضرت عدی بن حاتم طائی ﷛ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آگ سے بچو اگرچہ نصف کھجور کے ساتھ۔ (متفق علیہ) اور صحیحین میں ایک اور روایت انہی سے روایت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک سے ربّ تعالیٰ اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ درمیان میں ترجمان نہ ہوگا۔ پس وہ دائیں جانب دیکھے گا' تو اس کے اپنے بھیجے ہوئے عمل اور بائیں جانب دیکھے گا' تو اس کے اپنے بھیجے ہوئے عمل۔ آگے سامنے دیکھے گا' تو آگ ہی آگ نظر آئے گی' تو آگ سے بچو اگرچہ نصف کھجور کے ساتھ ہو جو یہ نہ پائے' تو عمدہ بات کے ساتھ۔ (اپنے آپ کو بچائے)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، ج ۲ص۱۷، ۹رقم: ۶۵۶۳صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ج ۲ص۱۱۱، رقم: ۲۳۹۶مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج ۳ص۲۵۶، رقم: ۱۸۲۷۹مسند ابن الجعد، من حدیث ابی اسحاق، ص۸۱، رقم: ۴۰۲مسند البزار، مسند ابی بکر الصدیق، ج ۱ص۱۹، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو ربّ کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار و کلام ہوگا بدکاروں سے غضب، قہر کا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم ان سے کلام نہ کریں گے ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت و کرم کا دیدار و کلام مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۷، ص ۳۸۳)

آگ سے بچنے کا بہترین طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا عبدالرحمن بن ابی لیلٰی علیہ رحمۃ اللہ الاعلیٰ کا بیان ہے، حضرتِ سیِّدُنا مُعاذ بن عَفْرَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو بھی دنیوی مال آتا سب صدقہ کر دیتے۔ جب ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو ان کی اہلیہ محترمہ نے اپنے خاندان والوں سے کہا: ان حضرت سے کہیں کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ مال جمع کر لیں۔ چنانچہ، عزیز و اقارب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ اولاد ہو گئے ہیں، اگر اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع کر رکھیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ فرمایا: میں تو یہی چاہتا ہوں کہ آگ سے بچنے کے لئے اپنی ہر شے خرچ کر دوں، لہٰذا میں صدقہ و خیرات کرنے سے رُک نہیں سکتا۔

راوی کہتے ہیں: جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے پڑوس میں زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا میراث میں چھوڑا، وہ ایسی زمین تھی کہ میں اپنی تین درہم کی چادر کے عوض بھی خریدنے پر راضی نہ تھا۔ پھر چند دن بعد پڑوسی نے وہی زمین تیس ہزار (30,000) درہم میں خرید لی۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

عجیب خواب

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گذشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچانے کی کوشش کررہا تھا پس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پر سایہ اور چہرے کے لئے ستر (یعنی رکاوٹ) بن گیا۔

(مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، الحدیث ۱۱۷۴۶، ج ۷، ص ۳۷۱)

حضرت مصنف (علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کا سایہ پانے والوں کے متعلق مجھے حضرت ابواسحاق نے حضرت ابوالہدی بن ابوشامہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے خبر دی، حضرت ابوالہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوشامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ اشعار کہے:

وَقَالَ النَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی اِنَّ سَبْعَةً ظِلُّهُمُ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ بِظِلِّهٖ

مُحِبٌّ عَفِیْفٌ نَاشِیٌ مُتَصَدِّقٌ وَبَاكٍ مُصَلٍّ وَالْاِمَامُ بِعَدْلِهٖ

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔۔رسولِ مجتبیٰ، نبی مصطفیٰ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک سات قسم کے افراد کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

1: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والا، 2: پاکدامن شخص (یعنی جوخوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ کے باعث دعوتِ گناہ چھوڑ دے) 3: اللہ عزوجل کی عبادت میں جوانی گزارنے والا، 4 چھپا کر صدقہ کرنے والا، 5 اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرتے ہوئے رونے ولا، 6 نماز پڑھنے والا اور 7 عادل حکمران۔

ایک لُقمہ صدقہ کرنے کی برکت

حضرتِ سیِّدُنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ: ایک عورت کھانا کھارہی تھی اتنے میں سائل نے صدا لگائی: مجھے کھانا کھلاؤ، مجھے کھانا کھلاؤ۔ عورت کے پاس صرف ایک لقمہ بچا تھا جیسے ہی اس نے منہ کھولا سائل نے دوبارہ صدا لگائی۔

ہمدرد نیک عورت نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہی عورت اپنے ننھے منے بچے کے ساتھ کہیں سفر پر جارہی تھی کہ راستے میں ایک شیر اس کا بچہ چھین کر لے گیا۔ ابھی شیر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور شیر کی طرف بڑھا، پھر شیر کے دونوں جبڑے پکڑ کے پھاڑ ڈالے اور بچہ اس کے منہ سے نکال کر عورت کے حوالے کرتے ہوئے

کہا: لقمے کے بدلے لقمہ۔ یعنی تو نے جو ایک لقمہ سائل کو کھلایا تھا اس کی برکت سے تیرا بچہ شیر کا لقمہ بننے سے بچ گیا۔

حضرتِ سیِّدُنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کے منہ میں لقمہ تھا اتنے میں سائل نے صدا لگائی اس نے وہ لقمہ سائل کو کھلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی، جب وہ کچھ بڑا ہوا تو اسے بھیڑیا اٹھا کر لے گیا عورت اس بھیڑیئے کے پیچھے بھاگتی ہوئی پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ بھیڑیئے سے بچہ چھین لو (اور اس کی ماں کے حوالے کردو) اور اس سے کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ لقمہ لقمے کے بدلے ہے۔

(المجالسة وجواہر العلم، الجزء السادس والعشرون، الحدیث ۳۶۲۲، ج ۳، ص ۲۷۷)

(140) اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ: عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ، فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا. اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ. فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَ الْاَكْلَةُ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ: وَهِيَ الْغَدْوَةُ اَوِ الْعَشْوَةُ.

چوبیسویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس بات پر راضی ہو جاتا ہے کہ کھانا کھائے تو اس پر اس کی حمد کرے اور پانی پیئے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم) اَلْاَكْلَةُ: ہمزہ کی زبر کے ساتھ صبح یا شام کا کھانا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد الله تعالیٰ بعد الاكل والشرب، ج ۴ص۸۷، رقم: ۷۱۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحمد علی الطعام، ج ۱ص۶۶۵، رقم: ۱۸۱۶، سنن الكبرى للنسائی، باب ثواب الحمد لله، ج ۶ص۲۰۲، رقم: ۶۸۹۹، مسند ابویعلی، مسند سعيد بن سنان عن انس بن مالك، ج ۳ص۱۹۸، رقم: ۴۳۳۲، مصنف ابن ابی شيبة، باب فی التسمية على الطعام، ج ۸ص۱۱۹، رقم: ۲۴۹۸۶)

شرح حدیث: کھانا کھا کر کیا پڑھے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، الحدیث: ۳۴۶۷، ج ۵، ص ۲۸۳)

یا کھانا کھانے کے بعد اس دعا کو پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَهَدَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ O

(ابوداود، کتاب الاطعمہ، باب مایقول الرجل اذا طعم، الحدیث ۳۸۴۹، ج ۳، ص ۵۱۳)

پانی پینے کی سنتیں اور آداب

پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو یا تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔

(سنن ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی التنفس فی الاناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم پینے میں تین بار سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید وخوش گوار ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی الاناء۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۳، ص ۱۱۲۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداود، کتاب الاشربۃ، الحدیث ۳۷۲۸، ج ۳، ص ۴۷۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ الشرب قائما، الحدیث ۲۰۲۴، ص ۱۱۱۹)

ساری سَلطنَت کی قیمت ایک گلاس پانی

حضرت سیدنا ابن سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں تشریف لے گئے۔ ایک دم ہارون رشید کو پیاس لگی اور اس نے پانی طلب کیا۔ جب خادم نے پانی کا گلاس ہارون رشید کے ہاتھ میں دیا تو آپ نے فرمایا، یا امیر المؤمنین! ذرا ٹھہر جایئے اور مجھے سوچ کر بتایئے کہ اگر شدت کی پیاس میں کہیں پانی نہ ملے اور آپ پیاس سے نڈھال ہو جائیں تو یہ ایک گلاس پانی کتنی قیمت میں خریدیں گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا، آدھی سلطنت دے کر۔ پھر سیدنا ابن سماک رضي اللہ تعالي عنہ نے دریافت کیا، اگر یہ پانی پی لینے کے بعد آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور یہ پانی آپ کے بدن سے نہ نکل سکے تو آپ کتنی رقم اس کے علاج پر خرچ کریں گے؟ خلیفہ نے جواب دیا، بقیہ پوری سلطنت دے کر۔

یہ سن کر سیدنا ابن سماک رضي اللہ تعالي عنہ نے دعوتِ فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے امیر المؤمنین! وہ سلطنت جس کی قیمت ایک گلاس پانی اور اس کا پیشاب ہو، اس قابل کہاں کہ اس پر غرور کیا جائے۔ یہ کلمات سن کر ہارون رشید دھاڑیں

مار مار کر رونے لگا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۹۳)

دو دن میں ایک بار کھانے کی پسند کا اظہار

ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بھوک شریف اختیاری تھی، چنانچہ حضور اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے میرے لیے یہ پیش فرمایا کہ میرے واسطے مکۂ مکرّمہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے، مگر میں نے عرض کیا، یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے تو یہ پسند ہے کہ اگر ایک دن کھاؤں، تو دوسرے دن بھوکا رہوں، تا کہ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف گریہ وزاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب کھاؤں تو تیرا شکر و حمد کروں۔ (جامع ترمذی ج ۴ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۲۳۵۴)

سلام اُن پر شکم بھر کر کبھی کھانا نہ کھاتے تھے
سلام اُن پر غمِ اُمّت میں جو آنسو بہاتے تھے

دن میں ایک بار کھانا

روزانہ ایک مرتبہ کھانا سنّت ہے، چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، رحمتِ عالَم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب صبح کھانا کھا لیتے تو شام کو نہ کھاتے اور اگر شام کو تناول فرما لیتے تو صبح نہ کھاتے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۹ ۳ رقم الحدیث ۱۸۱۷۳)

(141) اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ؟ قَالَ: یَعْمَلُ بِیَدَیْہِ فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَیَتَصَدَّقُ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفَ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ، قَالَ: یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَیْرِ قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ: یُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ، فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

پچیسویں حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے کسی نے عرض کیا: خبر دیجئے کہ اگر کوئی یہ نہ پائے تو؟ آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے اپنے آپ کو نفع دے اور صدقہ کردے۔ عرض کی گئی: اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا مجبور و محتاج کی مدد کرے عرض کی اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا: نیکی یا بھلائی کا حکم دے۔ عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فرمایا پھر شر سے باز رہے یہی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علی کل مسلم صدقۃ، ج ۱ ص ۶۱۲، رقم: ۱۴۴۵ صحیح مسلم، بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۱۱۱، رقم: ۲۲۸۰ الاداب للبیھقی، باب فی التعاون علی البر والتقوی، ص ۵۲، رقم: ۹۲ سنن الدارمی، باب علی کل مسلم صدقۃ، ج ۲ ص ۳۹۹، رقم: ۲۷۴۷ سنن الکبرٰی للنسائی، باب صدقۃ العبد، ج ۲ ص ۳۵، رقم: ۲۳۱۸)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے اس لیے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں۔ سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزار ہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک، چوری وغیرہ، نیز نکما آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں نہ پھنسا دے۔

مزید اچھی بات کا حکم کرے کے تحت فرماتے ہیں،

کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھانا چاہئیں کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتادے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۲۱)

ہر مسلمان مبلّغ ہے

سارے مُسلمان مُبلّغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغیر) اس سے کچھ آگے چل کر حضرتِ قبلہ مُفتی صاحِب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیرِ نعیمی میں بخاری شریف کی یہ حدیثِ پاک نقل کی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبُوَّت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عَظمت وشرافت، محسنِ اِنسانیّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً یعنی میری طرف سے پہنچا دو اگرچِہ ایک ہی آیت ہو۔ (صَحیح بُخاری ج ۲ ص ۴۶۲ حدیث ۳۴۶۱)

ہر ایک اپنے اپنے منصب کے مطابق نیکی کی دعوت دے

مُفسّرِ شہیر، حکیمُ الاُمّت، حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان تفسیرِ نعیمی میں فرماتے ہیں: اے مُسلمانو! تم سب کو ایسا گروہ ہونا چاہیے یا ایسی تنظیم بنو یا ایسی تنظیم بن کر رہو جو تمام بِگڑے (یعنی بگڑے ہوئے) لوگوں کو خَیر (یعنی نیکی) کی دعوت دے، کافروں کو ایمان کی، فاسقوں کو تقوے کی، غافِلوں کو بیداری کی، جاہلوں کو علم و معرفت کی، خشک مزاجوں کو لذّتِ عشق کی، سونے والوں کو بیداری کی اور اچھی باتوں، اچھے عقیدوں، اچھے عملوں کا زبانی، قلمی، عملی، قُوّت سے، نرمی سے (اور حاکم اپنے محکوم وماتحت کو) گرمی سے حکم دے اور بُری باتوں، بُرے عقیدے، بُرے کاموں، بُرے خیالات سے لوگوں کو (اپنے اپنے منصب کے مطابق) زبان، دِل، عمل، قلم، تلوار سے روکے۔

14-بَابٌ فِی الْاِقْتِصَادِ فِی الْعِبَادَۃِ
عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی) (طٰہٰ: 1)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: طٰہٰ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

شرح: حضرت صدرالأفاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت میں بہت جہد فرماتے تھے اور تمام شب قیام میں گزارتے یہاں تک کہ قدم مبارک ورم کرآتے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر بحکم الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفس پاک کو کچھ راحت دیجئے اس کا بھی حق ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے کُفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ متأسف و متحسر رہتے تھے اور خاطرِ مبارک پر اس سبب سے رنج و ملال رہا کرتا تھا اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اٹھائیں قرآنِ پاک آپ کی مشقت کے لئے نازل نہیں کیا گیا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة: 185)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔

(142) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ، قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ: هٰذِهِ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا. قَالَ: مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ مَهْ: كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ. وَمَعْنٰى لَا يَمَلُّ اللهُ: لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَجَزَاءَ اَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا، فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مَا تُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَفَضْلُهُ عَلَيْكُمْ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آئے جبکہ آپ کے پاس عورت موجود تھی فرمایا یہ کون ہے عرض کیا: فلانی ہے، جس کی نماز کا چرچا ہے فرمایا رہنے دو اتنے کام کو لازم پکڑو جس پر تمہیں (ہمیشگی کی) طاقت ہو اللہ کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا تم خود ہی اکتا جاؤ گی اور آپ (ﷺ) کو دین کے کاموں میں سے زیادہ پیارا وہ کام تھا جس پر اسے کرنے والا ہمیشگی کرے۔ (متفق علیہ) مَہْ: کلمہ نہی ہے اور ڈانٹ کیلئے ہے لا یمل اللہ: کا معنی ہے اللہ ثواب دینے سے نہ تھکے گا بلکہ عمل پر جزاء برابر عطا فرماتا ہے۔ نہ ہی تمہارے ساتھ تھکے ماندے جیسا سلوک کرتا ہے۔ حتیٰ کہ تم تھک کر عمل کرنا چھوڑ دو گے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اتنا کام پکڑلو جس پر دوام کرسکو تاکہ تمہیں اس کا ثواب اور فضل ہمیشہ ملتا رہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب احب الدین الی الله ادومه، ج۱ص۱۷، رقم: ۴۳ صحیح مسلم، باب امر فی نعس فی

صلاته او استعجم علیه القرآن، ج ۱ص۵۱۰، رقم: ۱۸۴۰سنن الکبرٰی للبیہقی، باب القصد فی العبادۃ والجھد فی المداومۃ، ج ۳ص۱۷، رقم: ۴۷۲۵سنن ابن ماجہ، باب المداومۃ علی العمل، ج ۴ص۱۳۱۶، رقم: ۴۲۳۸صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الدلیل علی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما دوام علی الرکعتین، ج ۱ص۶۱۱، رقم: ۱۲۸۲)

شرح حدیث: جب تھک جاؤ.....

ایک مرتبہ ایک طالب علم علماء (رحمہم اللہ) کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ کون ہے جو مجھے ایسا عمل بتائے جسکی بدولت میں ہمیشہ اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے والا شمار کیا جاؤں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کسی وقت بھی اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل رہوں۔

اس سے کہا گیا، (یہ سوال کرکے) تم نے اپنی مراد کو پالیا ہے جاؤ جس قدر نیکی کرسکو کرو اور جب تھک جاؤ اور عمل نہ کر سکو تو کم از کم عمل کرنے کی نیّت ہی کرلو کہ نیّت کرنے والا بھی عمل کرنے والا ہی شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح بعض بزرگانِ دین (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم پر اللہ (عزوجل) کی نعمتیں بے شمار ہیں اور تمہارے گناہ تمہیں یاد نہیں لیکن اگر تم صبح وشام توبہ کرو تو ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والا رب غفور (عزوجل) درمیان والے گناہ بخش دے گا۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی روح اللہ (علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام) نے فرمایا اس آنکھ کے لئے خوش خبری ہے جو سو جائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور پھر بے گناہی کی حالت میں بیدار ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہُ) فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ اپنی نیّتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض (رضی اللہ تعالٰی عنہُ) جب یہ آیت مبارکہ پڑھا کرتے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنیوالوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں۔ (پارہ ۲۶ سورہ محمد، آیت ۳۱)

تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا اور اس آیت کو بار بار پڑھتے اور فرماتے اے اللہ! اگر تو نے ہماری آزمائش کی تو ہم رسوا ہوجائیں گے اور ہمارے عیب ظاہر ہوجائیں گے۔

جنت میں ہیشگی

حضرت سیِّدُنا حسن (رضی اللہ تعالٰی عنہُ) فرماتے ہیں جنتی اپنی اچھی نیّت کی وجہ سے جنت میں اور جہنمی اپنی بری نیّت کی وجہ سے جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت سیدنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں تورات شریف میں لکھا ہوا ہے، جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے اور جو میرے غیر کے لئے کیا جائے وہ اگرچہ زیادہ ہو تب بھی تھوڑا ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا بلال بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں مومن جب کوئی بات کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اسکے قول کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کے اسکے عمل کو دیکھ لے اور جب بندہ مومن عمل کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اسکے عمل کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا یہاں تک کہ اسکے تقوے کو ملاحظہ فرمالے اور اگر وہ تقویٰ اختیار کرے تو اسکے تقوے کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کہ اسکی نیت کو دیکھے پس اگر اسکی نیت درست ہو تو اس بات کا حق دار ہے کہ اسکے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوں۔ (احیاء العلوم صفحہ ۱۱)

(143) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا وَقَالُوْا: اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا. وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ. وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا. فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف نبی اکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے کیلئے آئے جب ان کو بتایا گیا تو انہوں نے اس کو قلیل جانا اور کہنے لگے' کہ ہم کہاں اور نبی اکرم ﷺ کہاں۔ ان کے پچھلے پہلے ہر ذنب کی مغفرت ہو چکی۔ ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی روزہ کا ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا' پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے اس اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ خبردار اللہ کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈر اور تقویٰ والا میں ہوں اور میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں ناغہ بھی کرلیتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور بیویوں سے شادی بھی کرتا ہوں' سو جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرا نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب النکاح، ج ۲ص ۵۰۰، رقم: ۵۰۶۳ صحیح مسلم، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه اليه، ج ۲ص ۲۳۹، رقم: ۳۳۶۹ صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الطاعات، ج ۱ص ۱۸۶، رقم: ۳۱۷ المعجم الکبیر للطبرانی، من

اسمہ عمر بن ابی سلمۃ، ج۱، ص۲۵، رقم: ۸۲۴، اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، باب الترغیب فی النکاح، ج ۴، ص ۲، رقم: ۳۰۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیا ادب ہے کہ اس کمیٔ عبادت کو حضور کی عظمت شان کی دلیل بنایا اور یہ توجیہ کی کہ عبادت کی زیادتی گناہ معاف کرانے کے لیئے چاہیئے، حضور بے گناہ ہیں اگر بالکل عبادت نہ کریں تو بھی درست ہے۔ خیال رہے کہ کہ یہ کلام قرآن کریم سے ماخوذ ہے: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ اس آیت کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں، مگر قوی بات یہ ہے کہ ذَنْب سے مراد لغزش ہے نہ کہ گناہ۔ عشق کہتا ہے کہ ذَنْبِكَ سے مراد امت کے گناہ ہیں، جن کا بخشوانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذمہ ہے، جیسے پیروی کرنے والا وکیل کہتا ہے کہ آج میرا مقدمہ ہے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۱، ص ۱۴۳)

ہر مہینے میں تین دن کے روزے

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہونگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔

میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالیشان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہٖ وسلّم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صومِ دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

نفلی روزوں کا بیان

جان لو! فضیلت والے دنوں میں روزوں کا مستحب ہونا مؤکّد ہے اور فضیلت والے دنوں میں سے بعض سال میں ایک بار، بعض ہر مہینے اور بعض ہر ہفتے میں پائے جاتے ہیں۔

سال میں رمضان المبارک کے بعد عَرَفہ (یعنی نو ذوالحجہ) کا دن، ا۔ دسویں محرم کا دن، ذوالحجہ کے پہلے دس دن، محرم الحرام کے پہلے دس دن اور عزت والے مہینے (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) روزوں کے لئے عمدہ دن ہیں اور سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم شعبان المعظم میں بکثرت روزے رکھتے، حتیٰ کہ گمان ہونے لگتا کہ یہ رمضان ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، الحدیث ۱۹۶۹، ص ۱۵۴، بتغیر)

حدیث مبارکہ میں ہے: رمضان المبارک کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث ۲۷۵۶، ص ۸۲۶)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے ماہ محرم کا ایک روزہ دوسرے مہینوں کے تیس روزوں سے افضل ہے اور رمضان المبارک کا ایک روزہ محرم الحرام کے تیس روزوں سے افضل ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۹۶۰، ج ۲، ص ۷۱، بتغیر قلیل)

اور جو شخص عزت والے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے لئے سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔ فضیلت والے مہینے ذوالحجۃ الحرام، محرم الحرام، رجب المرجب اور شعبان المعظم ہیں اور عزت والے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں ان میں ایک (رجب کا) مہینہ الگ ہے اور تین مسلسل ہیں۔

روزوں کے وہ دن جو مہینے میں تکرار سے آتے ہیں (یعنی ہر مہینے آتے ہیں) وہ مہینے کا پہلا، درمیانی یعنی ایام بیض اور آخری دن ہیں اور ایامِ بیض تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ اور ہر ہفتے میں آنے والے روزوں کے دن پیر، جمعرات اور جمعہ کے ہیں۔

صومُ الدھر (یعنی عمر بھر روزے رکھنا) تمام دنوں کو شامل ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بہترین روزے میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ (جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی سرد الصوم، الحدیث ۷۷۰، ص ۱۷۲۳)

اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مجھ پر دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے انہیں لینے سے انکار کر دیا اور میں نے کہا میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن کھاؤں گا، جب میں کھاؤں گا تو تیری حمد بیان کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری بارگاہ میں اِلتجا کروں گا۔

(جامع ترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، الحدیث ۲۳۴۷، ص ۱۸۸۷ تا ۱۸۸۸، مفہوما)

اسلام اور سادھو کی زندگی

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہو کر زار و قطار رونے لگے، اور لوگوں کے دل دہل گئے اور لوگ اس قدر خوف و ہراس سے لرزہ براندام ہو گئے کہ دس جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے مکان پر جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابوذر غفاری و حضرت سالم و حضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی و حضرت معقل بن مقرن و حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے اور ان حضرات نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ اب آج سے ہم لوگ سادھو بن کر زندگی بسر کریں گے، ٹاٹ وغیرہ کے موٹے کپڑے پہنیں گے اور روزانہ دن بھر روزے رکھ کر ساری رات عبادت کریں گے، بستر پر نہیں سوئیں گے اور اپنی عورتوں سے الگ رہیں گے اور گوشت چربی اور گھی وغیرہ کوئی مرغن غذا نہیں کھائیں گے نہ کوئی خوشبو لگائیں گے اور سادھو بن کر روئے زمین میں گشت کرتے پھریں گے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے ایسی ایسی خبر معلوم ہوئی ہے تم بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! حضور کو جو اطلاع ملی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس منصوبہ سے بجز نیکی اور خیر طلب کرنے کے ہمارا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال نبوت پر قدرے جلال کا ظہور ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ میں جو دین لے کر آیا ہوں اس میں ان باتوں کا حکم نہیں ہے۔ سنو! تمہارے اوپر تمہاری جانوں کا بھی حق ہے۔ لہٰذا کچھ دن روزہ رکھو اور کچھ دنوں میں کھاؤ پیو اور رات کے کچھ حصے میں جاگ کر عبادت کرو اور کچھ حصے میں سو رہا کرو۔ دیکھو میں اللہ کا رسول ہو کر کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں۔ اور گوشت، چربی، گھی بھی کھاتا ہوں۔ اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں اور اپنی بیویوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں اور خوشبو بھی استعمال کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو مسلمان میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرے طریقے پر اور میرے فرماں برداروں میں سے نہیں ہے۔

اس کے بعد صحابہ کرام کا ایک مجمع جمع فرما کر آپ نے نہایت ہی مؤثر وعظ بیان فرمایا جس میں آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ سن لو! میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم لوگ سادھو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرو۔ میرے دین میں گوشت وغیرہ لذیذ غذاؤں اور عورتوں کو چھوڑ کر اور تمام دنیاوی کاموں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی کٹی یا پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ رہنا یا زمین میں گشت لگاتے رہنا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ سن لو! میری امت کی سیاحت جہاد ہے اس لئے تم لوگ بجائے زمین میں گشت کرتے رہنے کے جہاد کرو اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہو اور

اپنی جانوں کو سختی میں نہ ڈالو۔ کیونکہ تم لوگوں سے پہلے اگلی امتوں میں جن لوگوں نے سادھو بن کر اپنی جانوں کو سختی میں ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سخت سخت احکام نازل فرما کر انہیں سختی میں مبتلا فرما دیا جن احکام کو وہ لوگ نباہ نہ سکے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۲، ص ۲۶۷، پ ۷، المائدۃ: ۸۶)

(144) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن مسعود ﷛ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے جا سختی کرنے والے ہلاک ہو گئے آپ نے یہ تین بار فرمایا۔ (مسلم)

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ : اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُتَشَدِّدُوْنَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيْدِ.

المتنطعون اس کا مطلب ہے: بے جا سختی کرنے والا تکلف کرنے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب هلك المتنطعون، ج ۲ ص ۱۱۰، رقم: ۲۶۷۰ سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۲ ص ۴۳۰، رقم: ۴۶۰۸ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عبدالله بن مسعود، ج ۸ ص ۱۸۵، رقم: ۱۰۳۶۸ مسند امام احمد، مسند عبدالله بن مسعود، ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۳۶۵۵ مجمع الزوائد، باب ما جاء فی المتنعمین والمتنطعین، ج ۱۰ ص ۴۴۰، رقم: ۱۷۸۴۰ (وقال رجال الصحیح)

شرح حدیث: دل اندھے ہو جائیں گے

حضرت سیّدنا مولیٰ علی (کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) فرماتے ہیں اپنے دلوں کو کچھ آرام دیا کرو کہ اگر ان پر بے جا سختی کی جائے تو وہ اندھے ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضرت سیّدنا ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں اپنے نفس کو کچھ کھیل کر راحت پہنچاتا ہوں تو یہ کھیلنا میرے حق میں (عبادت کرنے کیلئے) مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اور یہ وہ حقائق ہیں کہ جن کا صحیح علم جید علماء ہی کو ہو سکتا ہے۔ محض ناکارہ قسم کو لوگوں کو نہیں جیسا کہ کوئی طبیب حاذق گرمی کے شکار مریض کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ گوشت بھی گرم ہوتا ہے تو ایسا شخص جو علم طب سے بے بہرہ ہو اسے بڑا عجیب وغریب خیال کرتا ہے حالانکہ طبیب حاذق جانتا ہے کہ گوشت کھانے سے مریض کی طبیعت بحال ہو جائے گی اور وہ علاج بضد کو برداشت کرنے کے لائق ہو جائے گا۔

اسی طرح جو شخص شطرنج کا ماہر ہو وہ کبھی رخ اور گھوڑا مفت میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ مدمقابل کی چال سے بچ سکے جبکہ شطرنج سے ناواقف شخص اس پر اظہار تعجب کرتا ہے یوں ہی جو شخص لڑائی کے فن سے واقف ہو وہ بعض اوقات اپنے دشمن سے پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے (اور اسے ایسی جگہ لے آتا ہے جہاں پلٹ کر حملہ کرنا آسان ہوتا ہے لیکن اسے میدان

جنگ سے فرار ہوتا دیکھ کر غیر متعلقہ شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے)۔

اللہ (عزوجل) کی طرف جانے کا طریقہ بھی کچھ اسی طرح ہے کیونکہ یہ شیطان سے لڑائی ہے اور دل کا علاج ہے چنانچہ جو شخص صاحب بصیرت ہو اور اسے توفیق الٰہی (عزوجل) حاصل ہو تو وہ نہایت نفیس حیلے تلاش کر لیتا ہے جنہیں کمزور اور کچے ذہن والے لوگ عقل سے بعید خیال کرتے ہیں چنانچہ مرید کیلئے مناسب نہیں کہ شیخ کی بعض باتوں پر دل میں پیدا ہونے والے امکان کو چھپائے رکھے اسی طرح طالب علم کو اپنے استاد پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ صبر سے کام لینا چاہئے اور جہاں تک بصیرت کام کرے فبہا اور ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ خود اس مقام کو حاصل کر لے جہاں ان باتوں کے اثرات اس پر خود بخود منکشف ہو جائیں۔ (ماخوذ فیضان احیاء العلوم)

(145) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ إِلاَّ غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے، جو دین میں بے جا سختی برتتا ہے، مغلوب ہو جاتا ہے، تو تم درست اور میانہ روی سے چلو خوشخبری دو اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت کے ساتھ مدد طلب کرو۔

(بخاری)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ، اَلْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا۔

بخاری کی دوسری روایت ہے، درست چلو، میانہ روی اختیار کرو اور صبح و شام اور تاریکی کا کچھ حصہ عبادت کرلو، مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

قَوْلُهُ: اَلدِّيْنُ: هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ۔ وَرُوِيَ مَنْصُوْبًا وَّرُوِيَ لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ۔ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلاَّ غَلَبَهُ: اَيْ غَلَبَهُ الدِّيْنُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّيْنِ لِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ۔ وَالْغَدْوَةُ: سَيْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ۔ وَالرَّوْحَةُ: اٰخِرِ النَّهَارِ۔ وَالدُّلْجَةُ: اٰخِرُ اللَّيْلِ۔

الدین نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے ایک روایت میں منصوب ہے لن یشاد الدین احد بھی روایت کیا گیا اور آپ ﷺ کے فرمان: الاغلبه: دین کے غالب آنے سے مراد یہ ہے وہ سختی پر چلنے والا دین کے مقابلہ سے عاجز ہو جائے گا کیونکہ دین کے امور کثیر ہیں۔ غدوہ: صبح کے وقت چلنا۔ روحہ: سے شام کے وقت سفر کرنا مراد ہے۔ الدّلجة: رات کا آخری حصہ۔

وَهٰذَا اِسْتِعَارَةٌ وَّتَمْثِيْلٌ، وَّمَعْنَاهُ: اسْتَعِيْنُوْا

یہ استعارہ تمثیلیہ ہے اور اس کا مطلب ہے اللہ

عَلٰی طَاعَةِ اللهِ - عَزَّوَجَلَّ - بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِكُمْ وَفَرَاغِ قُلُوْبِكُمْ بِحَیْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسْاَمُوْنَ وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَكُمْ، كَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ یَسِیْرُ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَیَسْتَرِیْحُ هُوَ وَدَابَّتُهٗ فِیْ غَیْرِهَا فَیَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَیْرِ تَعَبٍ، وَاللهُ اَعْلَمُ۔

عزوجل کی اطاعت پہ مدد چاہو۔ اس طرح تم کو عبادت کی لذت حاصل ہوگی اور تم نہ اکتاؤ گے اور اپنے مقصود تک پہنچ جاؤ گے جیسا کہ سمجھدار مسافر ان اوقات میں سفر کرتا ہے باقی اوقات وہ اور اس کی سواری آرام کرتے ہیں۔ اور مشقت کے بغیر مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدین یسر وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ، ج ۱ص ۱۷، رقم: ۳۹ سنن الکبری للنسائی، الدین یسر، ج ۸ص ۱۲۱، رقم: ۵۰۴۴ سنن الکبری للبیہقی، باب القصد فی العبادۃ والجھد فی المداومۃ، ج ۳ص ۱۸، رقم: ۴۹۲۹ مسند شھاب، باب الدین یسر، ص ۲۰۳ رقم: ۱۷۶ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات ج ۱ص ۱۶۳، رقم: ۳۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسلام آسان دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیاداری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، رب فرماتا ہے: یُرِیْدُ اللهُ بِكُمُ الْیُسْرَ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۸۴)

نبوت کے اجزاء

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اعتدال پسندی، میانہ روی اور اچھی نیت نبوت کے 24 اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی التأنی، الحدیث: ۲۰۱۰، ص ۱۸۵۳)

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عملِ آخرت کے علاوہ ہر چیز میں اعتدال پسندی اچھی چیز ہے۔ (المستدرک، کتاب الایمان، باب التؤدۃ فی کل شیء، الحدیث: ۲۲۱، ج ۱، ص ۲۳۹)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حلم وتدبر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الرفق، الحدیث: ۱۲۶۵۲، ج ۸، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ترجمہ کنزالایمان: جو برائی کریگا اس کا بدلہ پائے گا۔ (پ ۵، النساء: ۱۲۳) تو مسلمان غم زدہ ہوگئے۔ اس پر رسول اللہ صلَّی

اللہ تعالٰی علیہ ٖوآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اعمال میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ مسلمان کو جو بھی پہنچتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ وہ مصیبت جو اسے پہنچتی ہے یا وہ کانٹا جو اسے چبھتا ہے وہ بھی اسکے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، باب ثواب مومن فیما یصبہ من مرض۔۔۔۔ الخ، رقم ۲۵۷۴۔۱۳۹۲)

حضرت سیِّدُنا امام نخعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: مجھے عقل مند آدمی پر تعجب ہے جس کی داڑھی لمبی ہے وہ اس سے کیوں نہیں کاٹتا تاکہ وہ دو داڑھیوں کے درمیان ہوجائے (یعنی نہ بہت چھوٹی ہو اور نہ بہت لمبی) کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۵۷)

جسمانی اعضاء کی گفتگو

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ جب بندہ رات میں عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسکے اعضاء خوش ہوکر ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ ہمارا رفیق اللہ عزوجل کی بندگی کے لئے کھڑا ہوا ہے۔

رحمتوں کی برسات

حضرت سیدنا احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس گیا تو انہیں روتے ہوئے پایا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو رُلایا؟ کہنے لگے: جب رات کی تاریکی اپنی چادر بچھا دیتی ہے تو اہلِ محبت قیام (یعنی نماز) میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ان کے آنسو رکوع اور سجدہ کی حالت میں ان کے رخساروں پر بہہ رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب اللہ جل جلالہ ان پر نگاہِ کرم کرتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے، اے جبرئیل (علیہ السلام)! میرے سامنے وہ کھڑا ہے جس نے میرے کلام سے لذت حاصل کی اور مجھ سے مناجات کی راحت پائی، بے شک میں اس سے باخبر ہوں اور اس کے کلام کو سن رہا ہوں اور اس کے رونے اور آہ و زاری کو دیکھ رہا ہوں، اے جبرئیل اس سے کہو: میں جو یہ تمہارا غم دیکھ رہا ہوں یہ کیا ہے؟ کیا تمہیں کسی نے خبر دی ہے کہ کوئی دوست اپنے دوستوں کو آگ کا عذاب دیتا ہے یا کیا میں گوارا کروں گا کہ میں کسی قوم کو رات گزارنے کے لئے ٹھکانا فراہم کروں پھر انہیں نیند کی حالت میں جہنم میں ڈالنے کا حکم دوں۔ یہ کام تو کسی بدکار بندے کو بھی سزاوار نہیں تو کریم بادشاہ عزوجل کے لائق کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! کہ میں انہیں ضرور ایک تحفہ عطا فرماؤں گا، وہ اس طرح کہ میں ان پر نظرِ رحمت فرماؤں گا اور وہ میرا دیدار کریں گے۔ (حلیۃ الاولیاء، ابوسلیمان الدارانی، رقم ۱۳۸۴۱، ج۹، ص ۲۶۸)

(146) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ نے دو ستونوں کے درمیان

حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُلُّوْهُ، لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

لٹکی ہوئی رسی دیکھی۔ فرمایا: یہ رسی کیا ہے؟ تو صحابہ نے عرض کیا: یہ حضرت زینب کی رسی ہے، جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو کھول دو تم میں سے کوئی اسی وقت تک نماز پڑھے جب تک اس کی طبیعت میں تازگی ہو پس جب سستی آ جائے تو سو جاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، ج۱ص۳۵۲، رقم: ۱۱۵۰ صحیح مسلم باب امر من نعس فی صلاتہ، ج۱ص۶۸۹، رقم: ۱۸۲۷ صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۲۴۹۲ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی المصلی اذا نعس، ج۱ص۴۳۶، رقم: ۱۳۷۱ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۱۰۱، رقم: ۱۲۰۰۵)

شرح حدیث: ذوقِ عبادت

والدین کو چاہیے کہ اوائل ہی سے اپنی اولاد کے دل میں عبادت کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کریں کبھی انہیں تلاوتِ قرآن کے فضائل بتائیں تو کبھی تہجد کے، کبھی روزے کی فضیلت بتائیں تو کبھی باجماعت نماز کی۔

سیّدُنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کا ذوقِ عبادت

حضرت سیّدُنا ابنِ ظفر علیہ رحمۃ الرَّب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کو بچپن میں جب مدرسہ داخل کیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس آیتِ مبارکہ پر پہنچے يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ ترجمۂ کنز الایمان: اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔ (پ۲۹، المزمل ۱۔۲) تو اپنے والدِ محترم حضرت سیّدُنا طیفور بن عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی: یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کس سے مخاطب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت سیّدُنا احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہیں۔ پوچھا: اے میرے ابا جان! پھر آپ بھی حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی سُنَّت پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: پیارے بیٹے! یہ حکم خاص حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرمایا گیا پھر سورۂ طٰہٰ میں اس میں تخفیف کر دی گئی۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سبق اس آیتِ مبارکہ پر پہنچا: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔ (پ۲۹، المزمل) تو پھر پوچھنے لگے: اے میرے والدِ محترم! میں سن رہا ہوں کہ اس میں ایک ایسے گروہ کا ذکرِ خیر بھی ہے جو راتوں کو قیام کرتا ہے۔ تو والدِ

محترم نے بتایا: جی ہاں! وہ ہمارے پیارے آقا، دوعالم کے داتا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے عرض کی: اس چیز کو ترک کرنے میں کوئی بھلائی نہیں جو رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ، اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والدِ محترم ساری ساری رات قیام کرنے لگے۔ ایک رات آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بیدار ہوئے اور اپنے والدِ محترم سے عرض کی: مجھے بھی سکھلائیے، میں بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کروں گا۔ والد صاحب فرمانے لگے: بیٹے! ابھی تم چھوٹے ہو۔ عرض کی: اے میرے ابا جان! جس دن لوگ الگ الگ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور حاضر ہوں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھیں، اور اگر میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ سے پوچھ لیا، اے ابویزید! تم نے کیا کیا؟ تو میں جواب دوں گا: میں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی تھی کہ مجھے سکھلایئے تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں تو انہوں نے مجھے کہا تھا، ابھی تم چھوٹے ہو۔ یہ سن کر فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والدِ محترم کہنے لگے: نہیں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ تم ایسی بات کہو۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو والد صاحب نے نماز سکھائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بھی رات کا اکثر حصہ نماز ادا کرتے رہتے۔

سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا شان ہے ان لوگوں کی جن کے ذوق وشوق کی سواری مقصد کے حصول کے لئے راتوں کو چلتی رہتی یہاں تک کہ وہ اپنی منزلِ مراد پر پہنچ جاتے اور انہیں عنایتِ خداوندی حاصل ہو جاتی۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصنِّف اَلشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

(147) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَاِنَّ اَحدكم اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند چلی جائے کیونکہ جب اس نے اونگھتے ہوئے نماز پڑھی تو ممکن ہے کہ وہ مغفرت طلب کرنے لگے تو اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسة، ج۱ص۸۷، رقم: ۲۰۹ صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاته، ج۱ص۶۹۲، رقم: ۱۸۷۱ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من نعس فی صلاته فلیرقد، ج۳ص۱۶، رقم: ۴۹۱۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاة عند النعاس، ج۱ص۱۸۶، رقم: ۳۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۳۲، رقم: ۱۲۴۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْ لِیْ کے اِعْفِرْ لِیْ کہہ جائے غفر کے معنی ہیں بخشنا عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا ہے اس لیئے بہت احتیاط چاہیئے۔خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیے، یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۸۳)

نیتِ عبادت کے باوجود غلبۂ نیند

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص رات کو مخصوص رکعتیں پڑھنے کا عادی ہو پھر کسی رات اس پر نیند غالب آجائے تو اسے اس کی نماز کا ثواب عطا کر دیا جائے گا اور اس کی نینداس پر صدقہ ہے۔(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب من نوی القیام فنام، رقم ۱۳۱۴، ج ۲، ص ۵۱)

اپنے وِرد سے محروم رہ جانے والے کا ثواب

امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعِ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اپنے ورد۔۔یا۔۔اس میں سے کسی چیز سے محروم رہ جائے اور پھر اسے فجر یا ظہر کے بعد پڑھ لے تو اسے وہی ثواب عطا کیا جائے گا جو رات میں پڑھنے پر عطا کیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام الخ، رقم ۷۴۷، ص ۳۷۶)

(148) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ، فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرہ ﷺ سے روایت ہے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نمازیں ادا کرتا تھا آپ کی نماز درمیانی ہوتی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: قَصْدًا: اَیْ بَيْنَ الطُّوْلِ وَالْقِصَرِ.

قصدًا: اس کا مطلب ہے لمبی اور چھوٹی کے درمیان (یعنی درمیانی)۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ج ۱ص ۸۷۰، رقم: ۲۰۳۰، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یستحب من القصد فی الکلام، ج ۳ص ۲۰۷، رقم: ۵۹۷۱، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جابر بن سمرۃ السوائی، ج ۱ص ۴۸۶، رقم: ۲۳۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی قصد الخطبۃ، ج ۱ص ۳۸۱، رقم: ۵۰۷، مسند امام احمد بن حنبل، ومن حدیث ابی عبدالرحمن، ج ۷ص ۹۳، رقم: ۲۰۹۱۵)

شرح حدیث: نماز کو مختصر رکھے

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میں فجر کی نماز فلاں شخص کی وجہ سے (جماعت کے بعد) تاخیر سے ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ بہت لمبی قراءت کرتا ہے۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو جتنے جلال وشدت میں اس دن نصیحت کرتے ہوئے دیکھا اس سے پہلے اتنی شدت کبھی بھی نہ دیکھی تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو متنفّر کرتے ہیں، لہٰذا جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو نماز کو مختصر رکھے کیونکہ اس کے پیچھے بچے، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب امر الائمۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۰۴۴، ص ۱۵۷، بتغیر قلیل)

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آکر اپنی قوم کی امامت کرتے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورۂ بقر شروع کردی تو ایک شخص پھر گیا کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہوگیا بولا نہیں رب کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور آپ کو یہ خبر دوں گا پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگ اونٹ والے ہیں دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورۂ بقر شروع کردی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم فتنہ گر ہو وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو (مسلم، بخاری)

(149) وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اٰخَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ: مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ: اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْيَا، فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا، فَقَالَ لَهٗ: كُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ، قَالَ: مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ فَاَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ:

حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابودرداء کے درمیان مواخات قائم فرمادی۔ اب حضرت سلمان حضرت ابودرداء کو ملنے آئے تو اُم درداء کو بالکل پریشان حال دیکھا کہا تمہیں کیا ہے؟ بولی کہ تیرا بھائی ابودرداء اس کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں پھر حضرت ابودرداء آئے اور کھانا تیار کر کے پیش کیا۔ انہوں نے حضرت سلمان سے کہا کہ کھائیں میرا تو روزہ ہے حضرت سلمان نے کہا: میں تو اس وقت تک نہیں

ثَمَّ. فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّيَا جَمِيْعًا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ. فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہ کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھایا' پھر جب رات ہونے لگی تو حضرت ابودرداء عبادت کے لیے اٹھے تو حضرت سلمان نے فرمایا: سو جاؤ وہ سو گئے پھر اٹھنے لگے تو انہوں نے پھر کہا: سو جاؤ۔ پھر جب پچھلی رات ہوئی تو حضرت سلمان نے کہا: اب اٹھو پھر ان دونوں نے نماز ادا کی پھر حضرت سلمان نے ان کو کہا بے شک تیرے ربّ کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے ہر حق والے کو اس کا حق ادا کر پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع ولم یر علیہ قضاء، ج ۱ ص ۴۲۸، رقم: ۱۹۶۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ج ۱ ص ۴۰۸، رقم: ۲۴۱۳ صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الدلیل علی ان الفطر فی صوم التطوع، ج ۲ ص ۱۰۴، رقم: ۲۱۴۴ نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ للزیلعی، باب ما یوجب القضاء، ج ۲ ص ۳۲۵ تخریج احادیث الاحیاء للعراقی ص ۳۱۷، رقم: ۱۲۲۹)

شرح حدیث: حقوق العباد نہ ادا کرنا

بندوں کے حقوق کا ادا کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے اور بندوں کے حقوقِ واجبہ نہ ادا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو صرف توبہ کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ یا تو حقوق ادا کر دے یا صاحبانِ حقوق سے حقوق معاف کرا لے کیوں کہ جب تک بندے نہ معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فاتوا کل ذی حق حقہ یعنی ہر حق والے کا حق ادا کرو۔

آج کل بہت سے مسلمان دوسروں کے مال و سامان اور زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں اور دوسروں کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ قرض لے کر اس کو ادا نہیں کرتے بعض لوگ مزدوروں کی مزدوری ملازموں کی تنخواہ دبا کر بیٹھ رہتے ہیں یہ سب حقوق العباد ہیں۔ جو ان حقوق کو ادا نہ کریگا یا نہ معاف کرائے گا۔ آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

اسی طرح مسلمان پر اس کے ماں باپ، بھائیوں بہنوں، بیوی بچوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق ہیں

کہ سب کے ساتھ نیک سلوک کرے اگر ان لوگوں کے حقوق کو نہ ادا کریگا تو قیامت کے دن حقوق العباد میں ماخوذ اور عذاب جہنم میں گرفتار ہوگا۔

راستوں میں بیٹھنے کے حقوق

بخاری شریف میں ہے، حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرام سے) ارشاد فرمایا: تم لوگ راستوں میں بیٹھنے سے بچو! صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ہم ان مجلسوں میں بیٹھ کر (ضروری) گفتگو کرتے ہیں اور یہ ہمارے لیے ضروری ہیں۔ فرمایا: جب تم مجالس میں آیا کرو تو راستے کو اس کا حق دو۔ عرض کی گئی: راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: (1) نگاہیں نیچی رکھنا (2) تکلیف دہ شے دُور کرنا (3) سلام کا جواب دینا (4) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ (صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۶۵ حدیث ۶۲۲۹)

استاد کا حق

عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۳)

اسی میں غرائب سے ہے: آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق وآداب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے، (فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸)

اسی میں تاتارخانیہ سے ہے یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی طرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ مختصراً۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸۔۷۹)

قال اللہ تعالیٰ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم۔ (القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ (مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/۶۶)

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (کیونکہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(150) وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ: قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ. قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ. قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَاَفْطِرْ یَوْمًا فَذٰلِكَ صِیَامُ دَاوٗدَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّیَامِ.

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے میرے متعلق عرض کیا گیا: کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم میں تاحیات روزہ رکھوں گا اور ہر رات قیام کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تم نے یہ باتیں کی ہیں میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ (ﷺ)! آپ پر میرے ماں باپ قربان میں نے یہ باتیں کی ہیں فرمایا تم ان کی طاقت نہ رکھ سکو گے اس لیے تم کبھی روزہ رکھو کبھی افطار کر لیا کرو رات کا کچھ حصہ سو جایا کرو اور کچھ حصہ قیام کر لیا کرو اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کرو کیونکہ ہر نیکی دس گنا ہوتی ہے تو یہ روزے ہمیشہ کے روزہ کی طرح ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر میں نے عرض کیا: میں اس سے بہتر کی استطاعت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن افطار کر یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ روزوں میں

زیادہ فضیلت والا ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: هُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ . وَلَأَنْ أَكُونَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي.

ایک روایت میں ہے،میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ فضیلت کی طاقت رکھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی طریقہ نہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ کاش میں وہی تین دن کے روزے قبول کر لیتا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمائے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے لیے میرے اہل وعیال اور مال سے عزیز تر ہوتا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ: صُمْ وَأَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: صُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوُدَ؟ قَالَ: نِصْفُ الدَّهْرِ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ بَعْدَمَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم ہر دن روزہ رکھتے ہو اور ساری شب نفل پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' یارسول اللہ (ﷺ)! فرمایا: ایسا نہ کر روزہ رکھ اور ناغہ کر سولیا کر اور قیام کر لیا کر کیونکہ تجھ پر تیرے جسم کا حق ہے۔ تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھو کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے' تو یہ ہمیشہ کے روزے کا ثواب بنے گا میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھ میں زیادہ کی قوت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے مثل روزے رکھ اور اس پر زیادہ نہ کر میں نے عرض کیا: وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: آدھا زمانہ۔ پس حضرت عبداللہ بوڑھا ہونے کے بعد کہا کرتے کاش میں رسول اللہ ﷺ کی رخصت کو قبول کر لیتا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ،

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ، فَقُلْتُ: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ إِلَّا الْخَيْرَ، قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ فَإِنَّهٗ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَاقْرَأِ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِيْ كُلِّ عَشْرٍ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِيْ كُلِّ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ يَطُوْلُ بِكَ عُمُرٌ قَالَ: فَصِرْتُ إِلَى الَّذِيْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مجھے یہ اطلاع نہیں دی گئی کہ تم ہر روز روزہ رکھتے ہو اور ہر رات قرآن ختم کرتے ہو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ (ﷺ)! میرا اس سے صرف بھلائی کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام والے روزے رکھو وہ لوگوں میں (اپنے دور میں) سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور قرآن پاک مہینہ بھر میں ختم کرو میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بیس راتوں میں پڑھ لے میں نے عرض کیا: اے اللہ! کے نبی میں اس سے افضل کی استطاعت رکھتا ہوں، فرمایا: دس راتوں میں پڑھ، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اس سے افضل کی ہمت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ہر سات دن میں پڑھ اس سے زیادہ نہ کر پس میں نے اپنے آپ پر سختی کی، تو مجھ پر سختی کی گئی مجھے نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا تھا: ہوسکتا ہے کہ تمہاری عمر طویل ہو چنانچہ میں اس عمر کو پہنچ گیا جو نبی اکرم ﷺ نے فرمائی تھی جس میں بوڑھا ہوگیا تو میں نے جانا کہ کاش نبی اکرم ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَإِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ ثَلَاثًا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا اس کا روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوٗدَ، وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صَلَاةُ دَاوٗدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ، وَيَنَامُ سُدُسَهٗ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا،

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے بندوں میں سب سے پیارا حضرت داؤد علیہ السلام والا روزہ ہے اور نمازوں میں سب سے پیاری نماز حضرت داؤد علیہ السلام والی نماز ہے۔ آپ نصف شب

وَلَا یَفِرُّ إِذَا لَاقٰی۔

سوتے ایک تہائی قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور دشمن سے سامنا ہونے کی صورت میں فرار نہ ہوتے تھے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ: أَنْكَحَنِیْ أَبِیْ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَّكَانَ یَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ - - أَیْ: امْرَأَةَ وَلَدِهٖ - فَیَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا. فَتَقُوْلُ لَهٗ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ یَطَأْ لَنَا فِرَاشًا، وَلَمْ یُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ أَتَیْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَیْهِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اَلْقِنِیْ بِهٖ فَلَقِیْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ. فَقَالَ: كَیْفَ تَصُوْمُ؟ قُلْتُ: كُلَّ یَوْمٍ. قَالَ: وَكَیْفَ تَخْتِمُ؟ قُلْتُ: كُلَّ لَیْلَةٍ. وَذَكَرَ نَحْوَ مَا سَبَقَ. وَكَانَ یَقْرَأُ عَلٰی بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِیْ یَقْرَؤُهٗ، یَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِیَكُوْنَ أَخَفَّ عَلَیْهِ بِاللَّیْلِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ یَّتَقَوّٰی أَفْطَرَ أَیَّامًا وَّأَحْصٰی وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِیَةَ أَنْ یَّتْرُكَ شَیْئًا فَارَقَ عَلَیْهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے باپ نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کر دیا اور وہ اپنی بہو کا خیال رکھتے تھے یعنی اپنے بیٹے کی بیوی کا اس سے اس کے خاوند کے بارے پوچھتے تو وہ کہتی کہ وہ اچھے آدمی ہیں جب سے ہم آئے ہیں اس نے ہمارے بستر کو نہیں روندا اور ہمارے پردے کی چیز کو نہیں کریدا۔ جب یہ کافی وقت تک چلا تو میرے والد نے اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا آپ نے فرمایا: اس کو مجھ سے ملاؤ میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کس طرح روزہ رکھتا ہے میں نے عرض کیا: ہر روز۔ آپ نے فرمایا: کیسے (قرآن) ختم کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہر رات اور پچھلی حدیث کی طرح گفتگو ذکر کی حضرت عبداللہ اپنے گھر والوں میں سے بعض کو قرآن پاک ساتواں حصہ دن کو سنا لیتے تا کہ رات کے وقت اس کا پڑھنا ان پر آسان ہو اور جب قوت حاصل کرنے کا ارادہ ہوتا تو کچھ دن افطار کر لیتے اور گنتی کا خیال رکھتے پھر اس تعداد کے روزے پورے کر لیتے وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد کسی عمل کو چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے۔

كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَایَاتِ صَحِیْحَةٌ، مُعْظَمُهَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ، وَقَلِیْلٌ مِّنْهَا فِیْ أَحَدِهِمَا۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ روایات مذکورہ صحیحین میں ہیں اور بعض صحیحین میں سے صرف ایک میں ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "اتینا داود زبورا" ج ۲ ص ۲۹۰ رقم: ۲۴۱۸ صحیح مسلم، باب النهی عن صوم الدهر ج ۳ ص ۱۶۲ رقم: ۲۷۸۶ سنن ابوداؤد، باب فی صوم الدهر تطوعا، ج ۲ ص ۲۸۹ رقم: ۲۴۲۹ صحیح ابن حبان، باب ما

جامع الطاعات ج۱ص۱۶۲، رقم: ۲۰۲، مسند امام احمد مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۸۶، رقم: ۶۸۶۰)

شرح حدیث: روزے کی اقسام

روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔

(۲) واجب۔

(۳) نفل۔

(۴) مکروہِ تنزیہی۔

(۵) مکروہِ تحریمی۔

فرض وواجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن وغیرمعیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذر معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ۲ ہیں: نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز ومہرگان کے دن روزہ۔ صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق کے روزے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاوّل، ج۱، ص ۱۹۴) (والدّرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، ج۳، ص ۳۸۸۔ ۳۹۲)

انبیاء علیہم السلام کا روزہ

حضرتِ سیِّدُنا داود علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ اس طرح روزے رکھنا صومِ داودی کہلاتا ہے اور ہمارے لئے یہ افضل ہے۔ جیسا کہ رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: افضل روزہ میرے بھائی داود (علیہ السلام) کا روزہ ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دِن نہ رکھتے اور دشمن کے مقابلے سے فرار نہ ہوتے تھے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۷ حدیث ۷۷۰)

حضرتِ سیِّدُنا سُلَیمان علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تین ۳ دن مہینے کے شروع میں، تین ۳ دن وَسط میں اور تین ۳ دن آخر میں روزہ رکھا کرتے تھے اور اس طرح مہینے کے اَوائل، اَوَاسِط اور اَواخر میں روزہ دار رہتے تھے۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۳۰۴ حدیث ۲۴۶۲۴)

میدانِ جہاد سے فرار ہونا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ ارشاد فرمایا، نو(۹) ہیں، ان میں سب سے بڑا گناہ کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے اور (بقیہ گناہوں میں سے) کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام جو تمہارے زندوں اور مُردوں کا قبلہ ہے، کو حلال سمجھنا (یعنی اس کی حرمت کو پامال کرنا) لہذا! جو شخص ان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے پھر مر جائے تو وہ جنتی محل میں محمد کا رفیق ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۰۱، ج ۱۵۔۱۷، ص ۴۸)

(151) وَعَنْ أَبِي رِبْعِيٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأُسَيْدِيِّ الْكَاتِبِ أَحَدِ كُتَّابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُولُ؟! قُلْتُ: نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ الْعَيْنِ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، أَنْ لَّوْ

حضرت ابو ربعی حنظلہ بن ربیع الاسیدی ﷺ جو رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ہیں' سے روایت ہے کہ مجھے حضرت ابوبکر ﷺ ملے۔ فرمایا: حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے حضرت صدیق ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہوتے ہیں۔ تو آپ جنت دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں' تو ہماری آنکھوں میں دیکھنے کی کیفیت ہوتی ہے پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس آتے ہیں۔ بیوی بچوں اور کاروبار میں ہوتے ہیں' تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا ہم سے بھی ہوتا ہے پس میں اور ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! حنظلہ منافق ہو گیا ہے فرمایا کیا ہوا میں نے عرض کیا: ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمارے لیے جنت دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں' تو آنکھوں میں دیکھنے کی کیفیت ہوتی ہے' جب ہم آپ کے ہاں سے نکلتے ہیں اور بیوی بچوں اور کاروبار میں مصروف ہو

تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِيْ، وَفِي الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ. لٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جاتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو جس حالت پر تم میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں میں اور راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ گھڑی گھڑی کی بات ہوتی ہے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: رِبْعِيٌّ بِكَسْرِ الرَّاءِ. وَ الْأُسَيِّدِيُّ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُشَدَّدَةٌ مَكْسُوْرَةٌ. وَقَوْلُهُ: عَافَسْنَا هُوَ بِالْعَيْنِ وَالسِّيْنِ الْمُهْمَلَتَيْنِ أَيْ: عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا. وَ الضَّيْعَاتُ: الْمَعَايِشُ.

ربعی: را کے کسرہ کے ساتھ اور الاسیدی: ہمزہ کی پیش سین کی زبر اور اس کے بعد یا مشددہ مکسور کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ عافسنا: عین اور سین مہملہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے جب ہم مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور ضیعات: کا مطلب ہے: کاروبار۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل دوام الذکر والفکر فی الامور الاخرۃ ج ۲ ص ۱۴۷، رقم: ۱۲؛ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات ج ۱ ص ۱۵۵، رقم: ۱۳۲؛ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب ما جاء فی الخوف ج ۷ ص ۲۹۱، رقم: ۷۰۰۴؛ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حنظلۃ الکاتب ج ۶ ص ۱۷۸، رقم: ۱۶۳۶؛ مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک ج ۱ ص ۳۳۲، رقم: ۶۲۵۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضرت حنظلہ فرماتے ہیں میری حالت منافقوں کی سی ہوئی کہ اس میں یکسانیت نہیں یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام میں اپنے کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول انتہائی خوف خدا پر مبنی ہے، اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو عین تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا تھا اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جا سکتا ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر عاصی یا منافق نہیں کہا جا سکتا لہٰذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں بن سکتی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳۱)

خوفِ خدا عزوجل

سورہ رحمٰن میں خوف خدا عزوجل رکھنے والوں کے لئے دو جنتوں کی بشارت سنائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

(پ ۲۷، الرحمٰن ۴۶)

آخرت میں کامیابی

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے، وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ ترجمہ کنزالایمان: اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ (پ ۲۵، الزخرف: ۳۵)

جنت کے باغات

اپنے پروردگار کا خوف اپنے دل میں بسانے والوں کو جنت کے باغات اور چشمے عطا کئے جائیں گے، جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔

(پ ۱۴، الحجر: ۴۵)

(آخرت میں امن.....)

دنیا میں اپنے خالق و مالک عزوجل کا خوف رکھنے والے آخرت میں امن کی جگہ پائیں گے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں۔ (پ ۲۵، الدخان: ۵۱)

اللہ تعالیٰ کی تائید و مدد

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو اس کی تائید و مدد حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ، ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۱۲۸)

دوسرے مقام پر ہے:

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔ (پ ۲، البقرۃ: ۱۹۴)

مزید ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور ڈر والوں کا دوست اللہ ہے۔ (پ۲۵،الجاثیۃ:۱۹)

اللہ عزوجل کے پسندیدہ بندے

خوفِ خدا عزوجل رکھنے والے خوش نصیب اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ بننے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ○

ترجمہ کنز الایمان: بے شک پرہیز گار، اللہ کو خوش آتے ہیں۔ (پ۱۰،التوبۃ:۷)

(152) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْہُ، فَقَالُوْا: اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ نَذَرَ اَنْ یَّقُوْمَ فِی الشَّمْسِ وَلَا یَقْعُدَ، وَلَا یَسْتَظِلَّ، وَلَا یَتَکَلَّمَ، وَیَصُوْمَ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مُرُوْہُ، فَلْیَتَکَلَّمْ، وَلْیَسْتَظِلَّ، وَلْیَقْعُدْ، وَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے اس دوران کہ نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی پر نظر پڑی جو کھڑا تھا' آپ نے اس کے بارے پوچھا تو صحابہ نے عرض کیا: یہ ابو اسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہ سائے میں آئے گا اور نہ بات کرے گا۔ اور روزہ سے رہے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو حکم دو کہ بات کرلے سایہ میں آجائے بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرلے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ، ج ۲ص۴۲۲، رقم: ۶۷۰۴ سنن الکبری للبیہقی، باب ما یوفی بہ من النذور، ج ۱۰ص ۷۵، رقم: ۲۰۵۸۶ سنن الدار قطنی، کتاب النذور، ج ۲ص۲۲۵، رقم: ۳۳۶۸ سنن ابو داؤد، باب من رای علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، ج ۳ص۴۱۲، رقم: ۳۳۰۲ الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب النذور، ص۳۵۰، رقم: ۸۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خاموش رہنا (بالکل چپ رہنا) سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قرأۃ فرض ہے اور التحیات میں بیٹھنا واجب بھی ہے فرض بھی، اس طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لیے اسے پورا کرے۔ خیال رہے کہ ابو اسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے ہمیشہ خاموش رہنے سایہ میں نہ بیٹھنے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نذریں توڑنے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سوا تمام دن روزے رکھے اور ان پانچ دن روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ دے، نذر کا کفارہ وہ ہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، امام شافعی کے ہاں ان دونوں کی نذر

درست ہی نہیں۔

عبادت کے نو حصے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے خاموشی میں اور ایک حصہ لوگوں سے دور بھاگنے میں ہے۔

(مسند الفردوس، باب العین، ج ۴ ص ۸۶، الحدیث ۴۹۶۲، دون لفظہ وجزئی الفرار من الناس)

لہٰذا جو شخص دنیا میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی زبان کی حفاظت کریگا۔ اللہ عزوجل اس کی موت کے وقت کلمۂ شہادت اور اللہ عزوجل سے ملاقات کے وقت اس کی زبان کو کھول دے گا اور جس نے اپنی زبان کو مسلمانوں کی عزت پامال کرنے میں ملوث کیا اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جاننے میں لگا رہا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو موت کے وقت کلمہ شہادت سے روک دے گا۔ (یعنی اسے کلمۂ شہادت پڑھنے کی توفیق نہیں ملے گی۔)

زیادہ بولنے والے کی غلطیاں بھی زیادہ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: جس کا کلام زیادہ ہوگا اس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اور جس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے جہنم اس کی زیادہ حقدار ہوگی۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصمت وحفظ اللسان، الحدیث ۱۸۱۷۲، ج ۱۰ ص ۵۴۲)

منہ میں پتھر لئے رہتے

اسی لئے امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ مبارک میں پتھر رکھا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے آپ کو (فضول) گفتگو کرنے سے روک سکیں۔ (المعجم الاوسط من اسمہ محمد، رقم ۶۵۴۱، ج ۵، ص ۷۴)

سب سے افضل عمل

حضرتِ سَیِّدُ نا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ، شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک باہر نکال کر اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ (یعنی زبان کی حفاظت کرنا سب سے افضل کام ہے)

(ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب حفظ اللسان وفضل الصمت، رقم ۸، ج ۷، ص ۳۰۔۳۱)

15-بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ

اعمال کی نگہبانی

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا اہل ایمان کیلئے وہ

تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ) (الحدید: 16)

وقت نہیں آیا کہ ان کے دل یادِ خدا اور اس سے جو حق کی طرف سے نازل کیا گیا' ڈر جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے پس ان پر مہلت لمبی ہوگئی اور ان کے دل سخت ہوگئے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا) (الحدید: 27)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کے پیچھے ہم نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا ان کو انجیل عطا کی اور ان کی پیروی کرنے والوں کے دلوں میں شفقت و رحمت اور جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے تو اس کو انہوں نے اپنی طرف سے شروع کیا تھا۔ ہم نے یہ ان پر فرض نہ کیا تھا۔ انہوں نے یہ اللہ کی رضا کے حصول کیلئے شروع کیا تھا پھر انہوں نے اس کا صحیح خیال نہ رکھا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دِین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے، اس پر ثواب ملتا ہے، اور اس کو جاری رکھنا چاہئے ایسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں البتہ دِین میں بُری بات نکالنا بدعتِ سیّئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سیّئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنّت ہو اس کے نکالنے سے کوئی سنّت اٹھ جائے اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دِین کی تقویت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا) (النحل: 92)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کی طرح نہ بننا جس نے اپنے کاتتے ہوئے کو مضبوط ہونے کے بعد خوب ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مکّہ مکرمہ میں ریطہ بنت عمرو ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وہم تھا اور عقل میں فتور، وہ دوپہر تک محنت کر کے

سوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کرڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑواتی، یہی اس کا معمول تھا۔ معنی یہ ہیں کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ بنو۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ)(الحجر: 99)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔

(153) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا: حَدِيْثُ عَائِشَةَ: وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

پس احادیث میں سے حضرت عائشہ ﷞ کی حدیث ہے کہ امورِ دین میں سے (رسول اللہ ﷺ کو) زیادہ پیارا وہ تھا جس پر عمل والا ہمیشگی کرے یہ حدیث گزشتہ باب میں گزر چکی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب احب الدین الی اللہ ادومه، ج ۱ص ۲۳، رقم: ۴۳، صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاته، ج ۱ص ۴۰۰، رقم: ۱۸۷۰، سنن نسائی، باب احب الدین الی اللہ عزوجل، ج ۳ص ۱۲۳، رقم: ۵۰۳۵، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب القصد فی العبادة والجهد فی المداومة، ج ۳ص ۱۷، رقم: ۴۶۱۲، الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، فعل فی قیام رمضان، ص ۳۵۱، رقم: ۶۸۲)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیتیں صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔

بے وقوف اور جاہل لوگوں سے بے تکلفی سے مت پیش آنا، ان کی کوئی دعوت یا ہدیہ قبول نہ کرنا اور ہر کام استقامت ہمیشگی سے کرنا۔

ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

گویا سب سے پہلا مرحلہ فضول نفسانی خواہشات کو ترک کرنا ہے اس کے نتیجے میں دل ذکر کے لئے فارغ ہوجائے گا اور پھر ذکر پر دوام اختیار کرنے سے اللہ (عزوجل) سے اُنس پیدا ہوگا اور اس کی قدرت پر غور کرنے سے معرفت حاصل ہوگی۔ پھر یہ معرفت رفتہ رفتہ محبت میں بدل جائے گی اور جو شخص اپنے رب (عزوجل) کی محبت میں سرشار ہو کر دنیا سے جائے گا وہ اس کی ملاقات کا شرف اور اخروی سعادت مندی ضرور پائے گا۔ چنانچہ جب بندے کو ان سب باتوں کی پہچان ہوجائے اور توفیق الٰہی (عزوجل) ساتھ ہو تو پھر بندہ نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیکی کا ارادہ کرتا ہے برائی سے نفرت کرتا ہے اور اسے برا جانتا ہے اسطرح عقلمند آدمی پچھنے لگوانے اور خون نکلوانے پر راضی ہوجاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کاموں میں اسکی صحت کی سلامتی ہے۔

استقامت کے ساتھ عمل ضروری ہے

بہرحال جب کسی کام کی معرفت حاصل ہوجائے اور اس کا فائدہ مند ہونا معلوم جائے تو دل اس کام کو کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے چنانچہ اب دل کے اس ارادے کو برقرار رکھنے کیلئے عمل شروع کردینا ضروری ہے کیونکہ دل کی صفات اور ارادے کے تقاضے کے مطابق ہیشگی عمل کے ذریعے غذا کی جگہ اختیار کرتی ہے یہاں تک کہ قلبی صفت مضبوط ہوجاتی ہے کیونکہ تجربے سے ثابت ہے کہ جو شخص علم یا کسی منصب کا خواہش مند ہو تو ابتداء میں اسکی خواہش کمزور ہوتی ہے۔

لیکن اگر وہ عملی طور پر اسے حاصل کرنے کے اقدامات کرے اور اس کیلئے مطلوبہ اعمال میں مشغول ہوجائے تو اس کا میلان مضبوط اور راسخ ہوجاتا ہے اور اب اسے اس کیفیت سے نکلنا مشکل نظر آتا ہے۔ (گویا جو شخص علم کی راہ میں عملی اقدامات کرے وہ اسمیں ترقی کرتا جاتا ہے اور دل میں مزید علم حاصل کرنے کی خواہش بڑھتی چلی جاتی ہے اسی طرح اقتدار بھی)۔

اور اگر کوئی شخص اپنے مقصود کے تقاضے کے برعکس کام کرے تو اس کی خواہش کمزور پڑ جاتی بلکہ بعض اوقات بالکل مٹ جاتی ہے۔ (یعنی جس شخص کو گناہ کرنے کی شدید خواہش ہو لیکن اگر وہ اپنے آپ کو نیک کاموں مثلاً مدنی انعامات میں مصروف کرلے تو اسکی گناہ کی خواہش بلاآخر ختم ہوجائیگی)۔

اسی طرح نیکی اور عبادت کا معاملہ ہے کہ ان سے آخرت طلب کی جاتی ہے اور برائیوں سے آخرت مقصود نہیں ہوتی بلکہ دنیا کی خواہش کی جاتی ہے اور نفس کا اخروی سعادت کی طرف میلان اور اسے دنیا مقاصد سے پھیرنا دل کو ذکر و فکر کے لئے فارغ کرتا ہے نیز یہ بات اُسی وقت پختہ ہوتی ہے جب نیک کاموں پر ہیشگی اختیار کی جائے اور اعضاء کے گناہوں کی ترک کردیا جائے کیونکہ دل اور دیگر اعضاء کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں مثلاً اگر اعضاء پر کوئی زخم لگے دل تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر کوئی بات دل کو تکلیف دے مثلاً کسی عزیز کی موت تو اعضاء بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں بدن کانپنے لگتا ہے اور رنگ بدل جاتا ہے ہاں ایک فرق ضرور موجود ہے کہ دل حاکم ہے اور دیگر اعضاء خدام ہیں۔ نبی اکرم شاہ بنی آدم نور مجسم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا فرمان حکمت نشان ہے۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ

ترجمہ: بلاشبہ جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے۔

نیز امت کے غم خوار آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیَ وَ الرَّعِیَّةَ

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) نگران اور رعایا دونوں کو درست کردے (الاسرار المرفوعۃ ص ۶۷، حدیث ۲۳۵)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نگران سے مراد دل لیا۔

نیز رب کائنات دکا فرمان عبرت بار ہے؛

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ "

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ انکے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے (پارہ ۱۷ سورہ حج: ۳۷)

اعمال کا مقصد

تقویٰ دل کی صفت ہے اور دل کیونکہ سارے جسم سے افضل ہے اس لئے اسکا عمل دیگر اعضاء کے عمل سے افضل ہونا چاہئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ دل کے اعمال میں سب سے افضل نیّت ہو کیونکہ یہ دل کا نیکی کی طرف جھکنا اور نیکی کا ارادہ کرنا ہے اور اعضاء کے ذریعے اعمال کرنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ دل نیکی کا ارادہ کرنے کا عادی ہو جائے اور اسکا جھکاؤ بھلائی کی طرف پختہ ہو جائے تا کہ وہ دنیوی خواہشات سے فارغ ہو کر ذکر وفکر کی طرف توجہ برقرار رکھے چنانچہ غرض کے اعتبار سے نیّت ضرور بہتر ہے۔

مثلاً کسی شخص کے معدے میں درد ہو تو اسکا علاج یوں کرتے ہیں اسکے سینے پر دوائی کا لیپ کیا جاتا ہے اور ایک طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ اسکو ایسی دوائی پلائی جائے جو براہ راست معدے تک پہنچے تو دوسرا طریقہ پہلے کی بنسبت زیادہ بہتر

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ

ترجمہ: جو شخص نیکی کا ارادہ لیکن اسے نہ کر سکے اسکے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم ج اول، ص ۷۸، کتاب الایمان)

کیونکہ دل کا ارادہ ہی دراصل نیکی کی طرف جھکاؤ ہے اور دنیوی محبت سے دوری کی بنیاد ہے اور یہ دوری تمام نیکیوں کی اصل ہے اور جب بندہ عمل کر لیتا ہے تو نیکی کی تکمیل اور اسے پختہ کر لیتا ہے۔

(154) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ مِنَ اللَّیْلِ، اَوْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَاَهٗ مَا بَیْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّیْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے رات کے مکمل ورد یا جزوی ورد سے نیند کی وجہ سے محروم رہا اور فجر وظہر کے درمیان پڑھ لیا تو اس کے لئے اسے ایسے لکھا جاتا ہے گویا کہ اس نے رات کے وقت اپنا وظیفہ پڑھ لیا تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع الصلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ ص ۱۷۷، رقم: ۱۷۷۹، سنن الکبریٰ

للبیہقی باب من اجاز قضاء صلاۃ بعد طلوع الشمس ج ۲ ص [illegible] رقم: [illegible]، سنن ابو داؤد باب من نام عن حزبہ ج ۲ ص [illegible] رقم: [illegible] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فیمن نام عن حزبہ من اللیل ج ۱ ص [illegible] رقم: [illegible] صحیح ابن خزیمہ باب ذکر الوقت من النہار ج ۲ ص [illegible] رقم: [illegible])

شرح حدیث: رات اپنا ورد بھول گیا

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنا ورد بھول گیا۔ جب سویا تو میں نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا اس نے مجھ سے کہا کیا تم اسے پڑھنا پسند کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے وہ رقعہ مجھے دے دیا میں نے اسے دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔۔۔۔۔۔

أألهتك اللذائذ و الامانی عن البیض الاوانس فی الجنان

تعیش مخلداً لاموت فیها وتلهو فی الجنان مع الحسان

تنبه من منامك ان خیرا من النوم التهجد بالقران

ترجمہ: (۱) کیا تجھے لذتوں اور خواہشوں نے جنت کی کنواری لڑکیوں سے غافل کر دیا۔

(۲) جنت میں تو ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ اس میں موت نہیں۔ اور وہاں تو خوبصورت عورتوں کے ساتھ کھیلے گا۔

(۳) اپنی نیند سے بیدار ہو جا کیونکہ تہجد میں قرآن پڑھنا نیند سے بہتر ہے۔ (المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح صفحہ ۱۳۶)

ایک عجیب ورد

مفسرین نے فرمایا کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک فرزند کو جن کا نام سالم تھا، مشرکوں نے گرفتار کر لیا تو عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی مفلسی و فاقہ مستی کی شکایت کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ مشرکوں نے میرے بچے کو گرفتار کر لیا ہے، جس کے صدمہ سے اس کی ماں بے حد پریشان ہے تو اس سلسلے میں اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صبر کرو اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرو اور تم بھی بکثرت وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا کرو اور بچے کی ماں کو بھی تاکید کر دو کہ وہ بھی کثرت سے اس وظیفہ کا ذکر کرتی رہیں۔ یہ سن کر عوف بن مالک اشجعی اپنے گھر چلے گئے اور اپنی بیوی کو یہ وظیفہ بتا دیا۔ پھر دونوں میاں بیوی اس وظیفہ کو بکثرت پڑھنے لگے۔

اسی درمیان میں وظیفہ کا یہ اثر ہوا کہ ایک دن مشرکین سالم کی طرف سے غافل ہو گئے چنانچہ موقع پا کر حضرت سالم مشرکوں کی قید سے نکل بھاگے اور چلتے وقت مشرکوں کی چار ہزار بکریاں اور پچاس اونٹوں کو بھی ہانک کر ساتھ لائے اور اپنے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں باپ نے دروازہ کھولا تو حضرت سالم موجود تھے، ماں باپ بیٹے کی ناگہاں ملاقات سے بے حد خوش ہوئے اور عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کی سلامتی کے ساتھ قید

سے رہائی کی خبر سنائی اور یہ فتویٰ دریافت کیا کہ مشرکین کی یہ بکریاں اور اونٹ ہمارے لئے حلال ہیں یا نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ اونٹوں اور بکریوں کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۰۴، پ ۲۸، الطلاق: ۲)

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝

ترجمہ کنز الایمان:۔ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ (پ28، الطلاق:2۔3)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس آیت کو لے لیں تو یہ آیت لوگوں کو کافی ہو جائے گی۔ اور وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ سے آخر آیت تک۔

(تفسیر صاوی، ج ۶، ص ۲۱۸۲، پ ۲۸، الطلاق: ۳)

مفلسی و تنگدستی دور کرنے کا ورد

حضرت سیّدنا ابنِ شیر وَیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہا ایک دن میں حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھا، اتنے میں ایک پریشان حال، تنگدست، غریب شخص آیا اور اپنی مفلسی کی شکایت کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اللہ عزَّ وَجلَّ تجھے اپنی حفظ وامان میں رکھے، اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جا اور یہ الفاظ بار بار پڑھ: مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، (اللہ عزَّ وَجلَّ نے جو چاہا وہی ہوا) مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ۔

حضرت سیّدنا ابن شیر وَیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا۔ جب ایک پُل کے قریب پہنچا تو ایک سوار بہت تیز رفتاری سے آتا دکھائی دیا۔ اس نے قریب آ کر کہا: اے اللہ عزَّ وَجلَّ کے بندے! ٹھہر جاؤ۔ تو وہ محتاج وعیال دار شخص ٹھہر گیا، سوار نے اسے ایک تھیلی دی اور چلا گیا۔ غریب شخص نے اپنے رفیق سے کہا: دیکھو! اس تھیلی میں کیا ہے؟ جب تھیلی کھولی تو دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ بہت خوش ہوا اور اپنے رفیق سے کہا: آؤ، حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سناتے ہیں۔ چنانچہ، وہ دونوں حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی بارگاہ میں پہنچے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا: اے اللہ عزَّ وَجلَّ کے بندے! جب تیری حاجت پوری ہو گئی تو واپس آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ عزَّ وَجلَّ تجھے اپنے حفظ وامان میں رکھے، اہل وعیال کی طرف یہ کہتے ہوئے لوٹ جاؤ: مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(155) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبد اللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ فلاں کی طرح نہ بننا وہ رات کا قیام کرتا تھا اب اس نے قیام لیل کو ترک کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج ۱ص ۳۸۶، رقم: ۱۱۵۲ صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج ۲ص ۱۹۲، رقم: ۲۷۴۰ سنن الکبریٰ للبیھقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۳ص ۱۴، رقم: ۴۹۰۶ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج ۱ص ۲۲۲، رقم: ۱۳۳۱ سنن الکبریٰ للنسائی، باب الحث علی قیام اللیل، ج ۱ص ۶۱۱، رقم: ۱۳۰۲)

شرح حدیث: بلا عذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبد اللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔

محبت الٰہی عزوجل کے حصول کا طریقہ

شہنشاہِ نبوّت، مخزنِ جود و سخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: اللہ عزوجل نے حضرتِ سیّدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو خوشخبری دے دو اور صدیقین کو ڈر سناؤ۔ تو حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا، تو انہوں نے عرض کی: یا رب عزوجل میں گنہگاروں کو کیا خوشخبری دوں اور صدیقین کو کیا ڈر سناؤں؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ کوئی گناہ میری بخشش سے بڑا نہیں اور صدیقین کو اس بات کا ڈر سناؤ کہ وہ اپنے نیک اعمال پر خوش نہ ہوں کہ میں نے جس سے بھی اپنی نعمتوں کا حساب لیا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا، اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اے داؤد (علیہ السلام)! جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ رات کو میرے حضور تہجد ادا کرتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں، وہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے جب غافل لوگ میرے ذکر سے غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، وہ میری نعمت پر شکر ادا کرتا ہے جبکہ بھولنے والے مجھ سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، عبد العزیز بن ابی رواد، رقم ۱۱۹۰۶، ج ۸، ص ۲۱۱۔ الی قولہ الاھلک)

کہاں ہیں وہ لوگ؟

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس گھڑی میں مسلمان بندہ جب اللہ عزوجل سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء، رقم ۷۵۷، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ جب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو غور سے دیکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں چھان بین کی تو جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں اور پہلی بات جو میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی وہ یہ تھی کہ اے لوگو! سلام کو عام کرو اور محتاجوں کو کھانا کھلایا کرو اور صلۂ رحمی اختیار کرو اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھا کرو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۴۲، رقم ۲۴۹۳، ج ۴، ص ۲۱۹)

حضرتِ سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہونگے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔

(الترغیب، والترہیب، کتاب النوافل، رقم ۹، ج ۱، ص ۲۴۰)

(156) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کسی تکلیف وغیرہ کی وجہ سے رہ جاتی' تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا فرما لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ص ۶۱، رقم: ۱۷۷۷، سنن الکبری للبیهقی، باب من اجاز قضاء النوافل علی الاطلاق، ج ۲ ص ۴۸۸، رقم: ۴۷۴۲، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه زرارة بن اوفی، ج ۱۱ ص ۴۰۵، رقم: ۱۶۱۰۵، الاوسط لابن المنذر، جماع ابواب صلاة التطوع، ص ۳۷، رقم: ۲۵۳۸)

شرح حدیث: چاشت کے فضائل

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جوشروع دن میں چاشت کی دو رکعتیں ادا کرے گا غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔ اور جو چار رکعتیں ادا کرے گا اس کا شمار عابدین میں ہوگا اور جو چھ رکعتیں ادا کرے گا وہ اس کے اس دن کے لئے کافی ہوں گی جو آٹھ رکعتیں ادا کرے گا اللہ تعالٰی اسے قانتین یعنی قیام کرنے والوں میں لکھے گا اور جو بارہ رکعتیں ادا کرے گا اللہ عزوجل اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور ہر دن اور ہر رات میں اللہ عزوجل اپنے بندوں پر ایک احسان اور ایک صدقہ فرماتا ہے اور اللہ عزوجل اپنے بندوں میں کسی پر اپنے ذکر کے الہام سے افضل کوئی احسان نہیں فرماتا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، رقم ۳۴۱۹، ج ۲، ص ۴۹۴)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو چاشت کی بارہ رکعتیں ادا کریگا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک محل بنائے گا۔

(ترمذی کتاب الوتر، باب ماجاء فی صلوۃ الضحی، رقم ۴۷۲، ج ۲، ص ۱۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کثرت سے توبہ کرنے والے ہی نمازِ چاشت پابندی سے ادا کرتے ہیں اور یہ اوابین یعنی توبہ کرنے والوں کی نماز ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۳۸۶۵، ج ۳، ص ۶۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سا مالِ غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرتِ مالِ غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مالِ غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نمازِ چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۴۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغو بات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلیٰ درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب صلوۃ الضحی، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۴۱)

16-بَابٌ فِی الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَی السُّنَّةِ وَاٰدَابِهَا

سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کے حکم کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) (الحشر: 7).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ رسول جو کچھ تم کو عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

شرح: اس قادر وحکیم پروردگار عزوجل نے اپنے حبیبِ مکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو حکمتوں کا بیش بہا خزانہ عطا فرمایا تو نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں جن کاموں کا حکم فرمایا ان کی بجا آوری ہم پر لازم ہے کیونکہ وہ بھی باذن پروردگار عزوجل حکیم ہیں اور حکیم جن باتوں کا حکم دے اور جن سے منع کرے تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے، پس جو شخص طاعات پر عمل اور گناہوں سے اجتناب کریگا اسے جنت کی ابدی وسرمدی راحتیں عطا کی جائیں گی اور جہنم سے نجات کا سامان ہوجائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى) (النجم: 3-4)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ (ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیّدنا مولٰنا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں وحیِ الٰہی ہوتی ہے اور اس میں حضور کے خُلقِ عظیم اور آپ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے۔ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش ترک کردے۔ (کبیر) اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ذات وصفات وافعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا تجلّیِ ربّانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہوتی ہے۔ (روح البیان) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ) (اٰل عمران: 31).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا دعوٰی جب ہی سچا ہوسکتا ہے جب آدمی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے

شانِ نزول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا اے گروہِ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے دین کے خلاف ہوگئے قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبّتِ الٰہی کا دعوٰی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اتباع و فرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے اور حضور نے بت پرستی کو منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبّتِ الٰہی کے دعوٰی میں جھوٹا ہے

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ) (الْأحزاب:21).

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ پر اور روزِ حشر پر ایمان رکھتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا)

(النساء: 65).

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) تیرے ربّ کی قسم! وہ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے باہمی جھگڑوں اور معاملات میں حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلہ پر دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور پر تسلیم کرلیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

معنٰی یہ ہیں کہ جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صدقِ دِل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہوسکتے سبحان اللہ اس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان معلوم ہوتی ہے

شانِ نزول: پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اس میں ایک انصاری کا حضرت

زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا معاملہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) (النساء: 59)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی چیز کے بارے میں تمہارا آپس میں جھگڑا ہو جائے، تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روزِ حشر پر ایمان رکھتے ہو۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَاهُ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

علماء نے فرمایا: اس کا معنی کتاب اور سنت رسول کی طرف رجوع ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ) (النساء: 80)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی ہی اطاعت کی۔

شرح: حضرتِ صدرُ الافاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبّت کی اِس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصارٰی نے عیسٰی بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے اِن کے رَدّ میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرما دی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ...صِرَاطِ اللّٰهِ...) (الشوریٰ: 52-53)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) بلا شبہ آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں یعنی اللہ کے راستے کی طرف۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) (النور: 63)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ ان (رسول اللہ ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں آزمائش یا دردناک عذاب پہنچنے سے ڈرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِیْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (الأحزاب: 34)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے ازواج نبی) تم یاد کرو اپنے گھروں میں تلاوت ہونے والی آیات کو اور حکمت کو۔

وَالْاٰيَاتُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ.

اس باب میں آیات بہت زیادہ ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(157) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ، اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ، فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ مُتَّفَقٌ

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو باتیں میں تم کو بیان کرنے سے چھوڑ دوں ان میں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور سوال نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو ان کے سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء سے اختلاف نے ہلاک کیا جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے رک جاؤ اور جب کسی کام کرنے کا حکم دوں تو حتی الامکان اسے انجام دیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴ص ۵۰۲، رقم: ۷۲۸۸، صحیح مسلم، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثر سؤالہ، ج ۲ص ۶۱۱، رقم: ۱۲۵۹، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنۃ، ج ۱ص ۵۶، رقم: ۱۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المریض یفطر ثم لم یصح حتی مات، ج ۴ص ۴۵۲، رقم: ۸۲۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج ۲ص ۲۵۸، رقم: ۷۳۹۲)

شرح حدیث: اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح وبلا حرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور سول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور سول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ ورسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک وقیام وفاتحہ وسوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۲۳)

فضول سوالات سے بچو

حضرتِ سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہر سال؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خاموشی اختیار فرمائی، اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہر سال؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر (ہر سال) واجب ہو جاتا تو تم استطاعت نہ رکھتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث ۱۳۳۷، ص ۹۰۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفی میں ملاحظہ فرمایئے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلاقید عمل کرنا چاہیے۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۱۲۱)

(158) اَلثَّانِي: عَنْ اَبِيْ نَجِيْحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا، قَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، وَّاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى

دوسری حدیث: حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ تو الوداع کرنے والے کی نصیحت کی طرح ہے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کے تقویٰ اور سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تم پر

اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ اَلنَّوَاجِذُ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْاَنْيَابُ، وَقِيْلَ: الْاَضْرَاسُ۔

حبشی غلام امیر بن جائے سوتم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا' توتم میری اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑنا ہے ایسے خلفاء جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں ان کو داڑھوں کے ذریعہ مضبوطی سے پکڑو اپنے آپ کو دین میں نئے کاموں سے بچاؤ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نواجذ: ذال معجمہ کے ساتھ داڑھوں کو کہتے ہیں اور داڑھوں کو اضراس بھی کہا گیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ج ۴ص۳۰۸، رقم: ۲۶۷۶، سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنۃ، ج ۴ص۲۶۷، رقم: ۴۶۰۷، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یقضی بہ القاضی ویفتی بہ المفتی، ج ۱۰ص۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵، سنن ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ص۱۸، رقم: ۴۲، سنن الدارمی، باب اتباع السنۃ، ج ۱ص۵۷، رقم: ۹۵)

شرح حدیث: وعظ و نصیحت کے بے شمار فوائد ہیں

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت و نصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہوجائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مندبات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر و توبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۹۵)

وعظ ونصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار دولت اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوف خدا عَزَّ وَجَلَّ سے لبریز اور عشق مصطفٰی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بنتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ ونصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (پ27، الذّٰریٰت:55)

حضرت سیدنا امام فخرالدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اگر سمجھانا کسی کافر کو شرفِ ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الذّٰریٰت، تحت الایۃ ۵۵، ج ۱۰، ص ۱۹۱)

بدعت کا لغوی معنیٰ ہے نئی چیز اور شرعی طور پر ہر وہ نئی چیز جو حضورِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے بعد ایجاد ہوئی بدعت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۳۶۸)

بدعت کی تعریف میں زمانہ نبوی کی قید لگائی گئی ہے، چنانچہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاکیزہ دور میں ایجاد شدہ نئے کام کو بھی بدعت ہی کہا جائے گا۔ مگر درحقیقت یہ نئے کام بھی سنت میں داخل ہیں۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۱۳۵) کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری سنت اور میرے خلفاء کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (سنن ابن ماجہ، مقدمہ، الحدیث ۴۲، ج ۱، ص ۳۱)

بدعت کی (اصولِ شرع کے اعتبار سے) دو اقسام ہیں

(۱) بدعتِ حسنہ: ہر وہ نیا کام جو اصولِ شرع (یعنی قرآن وحدیث اور اجماع) کے موافق ہو مخالف نہ ہو۔

(۲) بدعتِ ضلالۃ: جو نیا کام اصولِ شرع کے مخالف ہو۔

اس حدیث میں كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ سے مراد دوسری قسم ہے یعنی ہر وہ نیا کام جو قرآن پاک، حدیث شریف، آثارِ صحابہ یا اجماعِ امت کے خلاف ہو وہ بدعتِ سیئہ اور گمراہی ہے اور جو نیا اچھا کام ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ کام مذموم نہیں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ ہٰذِہٖ یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

پھر بدعت کی مزید پانچ اقسام ہیں

(1) واجبہ (2) مستحبہ (3) مباحہ (4) مکروہہ (5) محرّمہ

(1) واجبہ:

جیسے علمِ نحو وصرف کا سیکھنا سکھانا کہ اسی کے ذریعے آیات واحادیث کے معنی کی صحیح پہچان حاصل ہوتی ہے (اگرچہ یہ علوم مروّجہ انداز میں عہدِ رسالت میں موجود نہ تھے)، اسی طرح دوسری بہت سی وہ چیزیں اور علوم جن پر دین وملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کا رد کہ ان کے عقائدِ باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرضِ کفایہ ہے۔

(2) مستحبہ:

جیسے سراؤں (مسافر خانوں) کی تعمیر تاکہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کرسکیں، دینی مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہرسو پھیلے، اجتماعِ میلادُ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم اور بزرگانِ دین کے عُرس کی محافل قائم کرنا۔ اسی طرح مسلمانوں کی خیرخواہی کا ہر وہ نیا انداز جو پہلے زمانے (یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانے) میں موجود نہ تھا۔

(3) مباحہ:

جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزیں کثرت سے استعمال کرنا، وسیع مکان میں رہنا، اچھا لباس پہننا جبکہ یہ چیزیں حلال وجائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں نیز تکبر اور ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح آٹا چھان کر استعمال کرنا اگرچہ عہدِ رسالت میں اَن چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی۔

(4) مکروہہ:

وہ کام جس میں اسراف ہو جیسے شافعیوں کے نزدیک قرآن پاک کی جلد اور غلاف وغیرہ کی آرائش وزیبائش اور مساجد کو نقش ونگار سے مزیّن کرنا۔ حنفیوں کے نزدیک یہ سب کام بلا کراہت جائز ہیں۔

(5) محرّمہ:

جیسے اہلِ بدعت کے مذاہبِ باطلہ جو کہ کتاب وسنّت (اور اجماع) کے مخالف ہیں۔

(ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج۱، ص۱۳۵ و مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۳۶۸)

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی، یہ معنی بالکل فاسد ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱، ص۱۴۷) شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رسائل کے مجموعے نماز کے احکام سے بدعتِ حسنہ کی بارہ مثالیں ملاحظہ ہوں:

(1) قرآنِ پاک پر نقطے اور اعراب حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں لگوائے۔ (2) اسی نے ختمِ آیات پر علامات کے

طور پر نقطے لگوائے۔(3) قرآن پاک کی چھپائی (4) مسجد کے وسط میں امام کے کھڑے رہنے کیلئے طاق نُما محراب پہلے نہ تھی ولید مروانی کے دور میں سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کی، آج کوئی مسجد اس سے خالی نہیں۔(5) چھ کلمے۔(6) علمِ صرف ونحو۔(7) علمِ حدیث اور احادیث کی اقسام۔(8) درسِ نظامی۔(9) زبان سے نماز کی نیت۔(10) ہوائی جہاز کے ذریعے سفرِ حج۔(11) شریعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) وطریقت (قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی) کے چار سلسلے۔(12) جدید سائنسی ہتھیاروں کے ذریعے جہاد۔(نماز کے احکام، ص ۵۴)

(159) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی . قِیْلَ: وَمَنْ یَّاْبٰی یَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

تیسری حدیث: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سب امتی جنت میں داخل ہو جائیں گے لیکن جس نے انکار کیا عرض کیا گیا: یارسول اللہ (ﷺ)! انکار کون کرتا ہے فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج ۲ص ۸۹۰، رقم: ۲۸۰، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة وما یتعلق بها نقلا وامرا وزجرا، ج ۱ص ۶۱، رقم: ۱۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ص ۳۶۱، رقم: ۸۷۱۳، مجمع الزوائد، باب منه فی فضل الامة، ج ۱۰ص ۶۲، رقم: ۱۶۷۲۷، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ص ۴۶۰، رقم: ۸۷۵۷)

شرح حدیث: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، سعادت کی علامت

وہ مسلمان جسے حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اطاعت کی توفیق مل جائے وہ یقیناً سعادت مند ہے کہ ایسا شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے چنانچہ،

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدُ الْمبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے نیک عمل کرے اور عاجز ولاچار وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل پر لمبی امیدیں رکھے۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۴۶، ج ۷، ص ۳۵۰)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت، مالک جنت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے زیادہ عقلمند ودانا وہ مومن ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لئے احسن طریقے پر تیاری کرے، یہی (حقیقی) دانا لوگ ہیں۔(المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۵۴۹، ص ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضور نبی اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے) (المرجع السابق، الحدیث ۱۰۵۶۴، ص ۳۵۵)

سو شہیدوں کا ثواب

نبی مُکرَّم، نُورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کی سنتوں پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ** یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع الترمذی، کتاب العلم، الحدیث ۲۶۸۷، ج ۴، ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایسے نازک حالات میں کہ جب دنیا بھر میں گناہوں کی یلغار، ذرائع ابلاغ میں فحاشی کی بھرمار اور فیشن پرستی کی پھٹکار مسلمانوں کی اکثریت کو بے عمل بنا چکی ہے، نیز علمِ دین سے بے رغبتی اور ہر خاص و عام کا رُجحان صرف دُنیاوی تعلیم کی طرف ہونے کی وجہ سے اور دینی مسائل سے عدمِ واقفیت کی بنا پر ہر طرف جہالت کے بادل منڈلا رہے ہیں، لادینیت و بدمذہبیت کا سیلاب تباہیاں مچا رہا ہے، گلشنِ اسلام پر خزاں کے بادل مَنڈلا رہے ہیں، ہمیں اپنی زندگی سنّتوں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: **مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ** یعنی فسادِ امت کے وقت جو شخص میری سنت پر عمل کریگا اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔

(کتاب الزھد الکبیر للامام البیھقی، الحدیث ۲۰۷، ج ۱، ص ۱۱۸، موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

(160) اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ. وَقِیْلَ: اَبِیْ اِیَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ، فَقَالَ: کُلْ بِیَمِیْنِكَ قَالَ: لَا اَسْتَطِیْعُ. قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْکِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

چوتھی حدیث: ابومسلم اور یہ بھی کہا گیا کہ حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ ﷺ نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگا میں اس کو اٹھا نہیں سکتا آپ نے فرمایا: تو نہ اٹھا سکے۔ اس کو تکبر نے بات ماننے سے روکا ہے پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف کبھی نہ اٹھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج ۲ص ۲۰۹، رقم: ۵۳۸۷، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاکل والشرب بالیمین، ج ۷ص ۲۷۷، رقم: ۱۵۰۰۷، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۸ص ۲۱۱، رقم: ۶۵۱۳)

شرح حدیث: سیدھے ہاتھ سے کھائیں پئیں

سیدھے ہاتھ سے کھانا پینا سُنّت ہے۔ حضرتِ سیِّدُ نا عبدُ اللہ ابنِ عُمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب عزَّ وجلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا، جب کوئی کھانا کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور پانی پئے تو سیدھے ہاتھ سے پئے۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۱۷ حدیث ۲۱۷۴)

شیطان کا طریقہ

حضرتِ سیِّدُ نا عبدُ اللہ ابنِ عُمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا، کوئی شخص نہ اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھائے نہ پئے کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ (ایضا)

سیدھے ہی ہاتھ سے لیں اور دیں

حضرتِ سیِّدُ نا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ مُعطّر پسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا، تم میں سے ہر ایک سیدھے ہاتھ سے کھائے اور سیدھے ہاتھ سے پئے اور سیدھے ہاتھ سے لے اور سیدھے ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا اور اُلٹے ہاتھ سے پیتا اُلٹے ہاتھ سے دیتا اور اُلٹے ہاتھ سے لیتا ہے۔ (ابنِ ماجہ شریف ج ۴ ص ۱۲ حدیث ۳۲۶۶)

ہر کام میں الٹا ہاتھ کیوں؟

اَفسوس! آج کل ہم دُنیا کے چکّر میں اِس قدر گِھر چکے ہیں کہ محبوبِ باری عزَّ وجلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پیاری پیاری سُنّتوں کی طرف ہماری توجُّہ ہی نہیں رَہتی۔ یاد رکھئے! حدیثِ مبارک میں ہے کہ آدمی کی رَگوں میں شیطان خُون کے ساتھ تیرتا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۹۷ حدیث ۲۱۷۴) ظاہر ہے کہ یہ ہمیں سُنّتوں کی طرف کہاں جانے دے گا؟ اگرچہ

سیدھے ہاتھ سے ہی کھانا کھاتے ہیں لیکن پھر بھی اُلٹے ہاتھ سے کچھ دانے پھانک ہی لئے جاتے ہیں، کھاتے ہوئے چونکہ سیدھا ہاتھ آلُودہ ہوتا ہے لہٰذا پانی اُلٹے ہی ہاتھ سے پی ڈالتے ہیں، چائے پیتے وَقت کپ سیدھے ہاتھ میں اور رکابی اُلٹے ہاتھ میں لئے چائے پیتے ہیں، کسی کو پانی پلاتے وَقت جگ سیدھے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ گلاس اُلٹے میں اور اُلٹے ہاتھ سے گلاس دوسروں کو دیتے ہیں۔ حیات مُحَدِّثِ اعظم ص 374 پر ہے، مُحَدِّث اعظم پاکستان حضرت مولٰینا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، لینے اور دینے میں دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ کو استعمال کرو، یہ عادت ایسی پختہ ہوجائے کہ کل قیامت میں نامہ اعمال پیش ہوتو اِسی عادت کے مُوافِق دایاں (یعنی سیدھا) ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔

تیرا چہرہ بگڑ جائے

سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی زَبانِ صداقت نشان کی یہ شان ہے کہ جو کچھ فرماتے وہ ہوجاتا۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا رُتبہ تو بَہُت عظیم ہے، غلاموں کا حال مُلاحَظہ ہو، چُنانچِہ ایک عورت مشہور صحابی حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جھانکا کرتی تھی، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہا اُس کو مَنْع کیا مگر وہ باز نہ آئی۔ ایک دن اُس نے جب حسبِ معمول جھانکا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زَبانِ کرامت نشان سے یہ الفاظ نکلے، شَاہَ وَجْہُکِ یعنی تیرا چہرہ بگڑ جائے۔ پس اُسی وقت اُس کا چہرہ گُدّی کی طرف پھر گیا۔ (جامع کراماتِ اولیاء، ج۱ص ۱۱۲)

محفوظ شہا رکھنا سدا بے ادبوں سے اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے ادبی ہو

حضرتِ سیِّدُنا سعد بن ابی وَقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زَبانِ قَبولیت نشان کی یہ تاثیر دراصل مِہرِ مُنیر، بشیر ونذیر، رسولِ شہیر محبوبِ ربِّ قدیر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی دعاء کا ثمرہ تھا۔ جیسا کہ جامِع ترمذی وغیرہ میں ہے، میٹھے میٹھے مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بارگاہِ ربُّ العُلٰی میں دُعاء کی، اَللّٰھُمَّ اِسْتَجِبْ سَعْدًا اِذَا دَعَاكَ یعنی یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب بھی سعد تجھ سے دُعا کرے تو قَبول فرمالیا کر۔ (ترمذی شریف ج۵ ص۴۱۸ حدیث ۳۷۷۲) مُحَدِّثینِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی فرماتے ہیں، سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بھی دُعاء کرتے قَبول ہوجاتی۔

اِجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم)

اِجابت نے جُھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم)

(جامع کراماتِ اولیاء ج ۱ ص ۱۱۳)

(161) اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ النُّعْمَان بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ،

پانچویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ

أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حتى كَأَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى إِذَا رَاٰى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ. ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ، فَقَالَ: عِبَادَ اللهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے جس طرح کہ تیروں کی سیدھا کرنا ہوحتیٰ کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہمیں آپ کی بات سمجھ آ گئی ہے پھر ایک دن آپ نکلے تو دیکھا ایک آدمی صف سے سینہ نکالے کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها، ج ۱ص ۱۴۵، رقم: ۷۱۷، صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف واقامتها، ج ۱ص ۲۱۳، رقم: ۱۰۰۶، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب قامة الصفوف وتسویتها، ج ۲ص ۱۰۰، رقم: ۲۳۸۵، سنن ابوداؤد، باب تسویة الصفوف، ج ۱ص ۲۵۰، رقم: ۶۶۲، صحیح ابن حبان، باب فرض متابعة الامام، ج ۲ص ۱۳۹، رقم: ۲۱۶۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج ۳ص ۲۷۱، رقم: ۱۸۴۱۳)

شرح حدیث: صف کو سیدھا نہ کرنا

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو صف کو ملائے گا اللہ عزوجل اسے ملادے گا اور جو صف کو قطع کریگا اللہ عزوجل اسے قطع کردے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، الحدیث ۶۶۶، ص ۱۲۷۲)

مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صف پوری کرنے والوں پر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب اقامۃ الصلاۃ۔۔۔۔۔۔۔الخ، باب اقامۃ الصفوف، الحدیث: ۹۹۵، ص ۲۵۳۵)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو صفوں میں اپنے مبارک ہاتھ سے برابر کرتے اور ارشاد فرماتے تھے: الگ الگ مت رہو کہیں تمہارے دل بھی الگ نہ ہو جائیں۔ اور ارشاد فرماتے: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے اگلی صف والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، الحدیث ۶۶۴، ص ۱۲۷۲، بدونہ کان یسویھم فی صفوفھم بیدہ یقول)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو صف کی کشادگی پُر کرے گا اللہ

عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب صلۃ الصفوف وسد الفرج، الحدیث:۲۵۰۲، ج۲، ص۲۵۰)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو صف کے خلاء کو پُر کرے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (المرجع السابق، الحدیث ۲۵۰۳، ج۲، ص۲۵۱)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صفیں پوری کرنے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور جو بندہ صف پوری کرتا ہے اللہ عزوجل اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے اور ملائکہ اس کے پاس خیر لے آتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب صلۃ الصفوف وسد الفرج، الحدیث:۲۵۰۸، ج۲، ص۲۵۱)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم صفیں ضرور برابر کیا کرو ورنہ اللہ عزوجل تمہارے چہرے بدل دے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، الحدیث:۷۱۷، ص۵۷)

امیرالمؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفوں پر توجہ

حضرت سیدنا عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس دن حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا گیا اس دن میں وہیں موجود تھا۔ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر کے لئے صفیں درست کروا رہے تھے۔ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالکل قریب کھڑا تھا، ہمارے درمیان صرف حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حائل تھے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوں کے درمیان سے گزرتے اور فرماتے: اپنی صفیں درست کرلو۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ صفیں بالکل سیدھی ہو چکی ہیں، نمازیوں کے درمیان بالکل خلا نہیں رہا اور سب کے کندھے ملے ہوئے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ صبح کی نماز میں اکثر سورہ یوسف اور سورہ نحل میں سے قراءَت فرماتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی رکعت میں کچھ زیادہ تلاوت فرماتے تاکہ بعد میں آنے والے بھی جماعت میں شامل ہو سکیں، ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع ہی کی تھی کہ ایک مجوسی غلام جو پہلی صف میں چھپ کر کھڑا تھا اس نے موقع پاتے ہی ایک دودھاری تیز خنجر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنائی دی کہ مجھے کسی کُتّے نے قتل کر دیا یا کاٹ لیا ہے وہ مجوسی غلام حملہ کرنے کے بعد پیچھے پلٹا اور بھاگتے ہوئے تیرہ نمازیوں پر حملہ کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے، ایک نمازی نے آگے بڑھ کر اس پر کپڑا ڈالا اور اسے پکڑ لیا، جب اس بدبخت غلام نے دیکھا کہ اب میں پکڑا جا چکا ہوں، تو اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی، جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ ہوا تو صفوں

میں دور دور کھڑے اکثر نمازی اس حملہ سے بے خبر تھے جب انہوں نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت نہ سنی تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز فجر پڑھائی، اکثر لوگوں کو نماز کے بعد واقعہ کا علم ہوا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو چکے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما! معلوم کرو کہ مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے، کچھ دیر بعد واپس آ کر بتایا: مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام (ابولؤلؤہ فیروز) نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہی غلام جو لوہار تھا؟ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل اسے غارت کرے! میری اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی، بلکہ میں نے تو اسے نیکی کی دعوت دی تھی، میں تو اس کے ساتھ بھلائی کا خواہاں تھا۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں زخمی نہ ہوا۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(162) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِہِمْ، قَالَ: اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ، فَاِذَا نِمْتُمْ، فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

چھٹی حدیث: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں رات کے وقت ایک مکان مکینوں سمیت جل گیا جب ان کی بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا تترك النار فی البیت عند النوم، ج ٤ ص ١٨٩، رقم: ٦٢٩٣ صحیح مسلم، باب الامر بتغطیة الاناء وایكاء السقاء واغلاق الابواب، ج ٢ ص ١٠٩٦، رقم: ٥٢٧٧ سنن ابن ماجه، باب اطفاء النار عند المبیت، ج ٤ ص ٢١١، رقم: ٣٧٧٠ مسند البزار، مسند حذیفه بن یمان، ج ١ ص ٢٧٩، رقم: ٢٨٦٧ صحیح ابن حبان، باب آداب النوم، ج ٧ ص ٤٢٨، رقم: ٥٥٢٠)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦، ص ١٤٨)

آگ دشمن بھی ہے

روایت میں ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، جب لوگوں نے دربار خلافت میں فریاد کی تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہوگئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکا یک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہوگئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔

سونے، جاگنے کے 15 مَدَنی پھول

(1) سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیجئے تا کہ کوئی موذی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے (2) سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیجئے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور جیتا ہوں (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں) (بخاری ج ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۶۳۲۵)

(3) عصر کے بعد نہ سوئیں عقل زائل ہونے کا خوف ہے۔ فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم: جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔ (مسند ابی یعلی حدیث ۴۸۹۷ ج ۴ ص ۲۷۸)

(4) دوپہر کو قیلولہ (یعنی کچھ دیر لیٹنا) مستحب ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶)

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: غالباً یہ ان لوگوں کے لیے ہوگا جو شب بیداری کرتے ہیں، رات میں نمازیں پڑھتے ذکرِ الٰہی کرتے ہیں یا کُتب بینی یا مطالعے میں مشغول رہتے ہیں کہ شب بیداری میں جو تکان ہوئی قیلولے سے دفع ہو جائے گی۔ (بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۷۹ مکتبۃ المدینہ)

(5) دن کے ابتدائی حصے میں سونا یا مغرب و عشاء کے درمیان میں سونا مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶) (6) سونے میں مستحب یہ ہے کہ باطہارت سوئے اور (7) کچھ دیر سیدھی کروٹ پر سیدھے ہاتھ کو رخسار (یعنی گال) کے نیچے رکھ کر قبلہ رُو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر (اَیضاً) (8) سوتے وقت قبر میں سونے کو یاد کرے کہ وہاں تنہا سونا ہوگا سوا اپنے اعمال کے کوئی ساتھ نہ ہوگا (9) سوتے وقت یادِ خدا میں مشغول ہو تہلیل و تسبیح و تحمید پڑھے (یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ کا ورد کرتا رہے) یہاں تک کہ سو جائے، کہ جس حالت پر انسان سوتا ہے اُسی پر اٹھتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اُسی پر اٹھے گا (اَیضاً) (10) جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔ (بخاری ج ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۶۳۲۵)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر

جاتا ہے۔

(11) اُسی وقت اس کا پکا ارادہ کرے کہ پرہیز گاری وتقویٰ کریگا کسی کو ستائے گا نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶)

(12) جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہوجائے تو ان کو الگ الگ سُلانا چاہیے بلکہ اس عمر کا لڑکا اتنے بڑے (یعنی اپنی عمر کے) لڑکوں یا (اپنے سے بڑے) مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (دُرِّمختار، رَدُّالمُحتار ج ۹ ص ۶۲۹)

(13) میاں بیوی جب ایک چار پائی پر سوئیں تو دس برس کے بچّے کو اپنے ساتھ نہ سُلائیں، لڑکا جب حدِ شہوت کو پہنچ جائے تو وہ مرد کے حکم میں ہے۔ (دُرِّمُختار ج ۹ ص ۶۳۰)

(14) نیند سے بیدار ہو کر مسواک کیجئے۔

(15) رات میں نیند سے بیدار ہو کر تہجّد ادا کیجئے تو بڑی سعادت ہے۔ سیّدُ المُبلّغین، رحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: فرضوں کے بعد افضل نَماز رات کی نَماز ہے۔ (صَحیح مُسلم ص ۵۹۱ حدیث ۱۱۶۳)

(101 مَدَنی پھول صفحہ ۲۹)

(163) اَلسَّابِعُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
فَقُهَ بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا: اَيْ صَارَ فَقِيْهًا.

ساتویں حدیث: انہی (حضرت موسیٰ اشعری ﷺ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ہدایت اور علم کی مثال جو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے معبوث فرمایا ہے اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسے اس زمین کا کچھ حصہ تو زرخیز تھا جس نے پانی کو جذب کرلیا اور گھاس اور بکثرت چارہ اگایا اور کچھ حصہ بنجر تھا جس نے پانی روک لیا پھر اس پانی کے ذریعے لوگوں کو اللہ نے فائدہ پہنچایا لوگوں نے پانی پیا جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا اور زمین کے اس حصہ کو بھی بارش پہنچی جو چٹیل میدان تھا اس نے پانی روکا نہ گھاس اگائی یہ مثال اس کی ہے جس نے دین میں فقاہت حاصل کرلی اور اس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع دیا پھر اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اور دوسری مثال اس کی ہے جس نے سر نہ اٹھایا اور اس ہدایت کو

قبول نہ کیا جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (متفق علیہ)

فَقُهَ: قاف پر پیش کے ساتھ مشہور ہے لیکن زیر بھی پڑھی گئی ہے اس کا مطلب ہے وہ فقیہ بن گیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من علم وعلم، ج ۱ص۴۷، رقم: ۷۹، صحیح مسلم، باب بیان مثل ما بعث به النبی صلی الله علیه وسلم من الهدی والعلم، ج ۲ص۸۶۳، رقم: ۶۰۹۳، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة وما یتعلق بها نقلا وامرا وزجرا، ج ۱ص۳۶، رقم: ۳، سنن الکبری للنسائی، باب مثل من فقه فی دین الله تعالیٰ، ج ۳ص۴۲۷، رقم: ۵۸۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج ۷ص۱۲۹، رقم: ۱۹۵۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے، ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء، کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے بہت سا علم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے، اسی لیئے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

یہاں سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار بچتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی۔

مزید فرماتے ہیں:

اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، زمین کیسی اعلیٰ ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے، مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار کہ اگر خاور گر گل ہمہ پروردۂ تست

دوسرے یہ کہ تا قیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتیوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۴۸)

اسی مضمون کی آیت قرآن پاک میں موجود ہے چنانچہ

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝

اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل ہم یونہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لئے جو احسان مانیں۔

حضرت صدرُ الافاضل سیّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت

لکھتے ہیں:

یہ مؤمن کی مثال ہے جس طرح عمدہ زمین پانی سے نفع پاتی ہے اور اس میں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جب مؤمن کے دل پر قرآنی انوار کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع پاتا ہے، ایمان لاتا ہے، طاعات وعبادات سے پھلتا پھولتا ہے۔ اور دوسری یہ کافر کی مثال ہے کہ جیسے خراب زمین بارش سے نفع نہیں پاتی ایسے ہی کافر قرآن پاک سے منتفع نہیں ہوتا۔ (خزائن العرفان)

(164) اَلثَّامِنُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آٹھویں حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے آگ روشن کی پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے ہٹاتا ہے میں تم کو آگ سے بچانے کے لئے تمہارے کمر بندوں سے پکڑتا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے چھوٹتے ہو۔ (مسلم)

اَلْجَنَادِبُ: نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ يَقَعُ فِي النَّارِ۔ وَالْحُجَزُ: جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِيَ مَعْقَدُ الْاِزَارِ وَالسَّرَاوِيْلِ۔

جنادب: ٹڈی کی طرح جیسے پتنگے اور پروانے جو آگ میں گرتے ہیں مشہور یہی ہے اور حجز: حجزۃ کی جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے: شلوار یا چادر باندھنے کی جگہ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب شفقته صلى الله عليه وسلم على امته ومبالغته في تحذيرهم، ج۲ص۹۹۱، رقم: ۲۰۹۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله رضي الله عنه، ج۵ص۱۲۱، رقم: ۱۴۹۲۰، مسند ابو داؤد الطيالسي، ما روى سعيد بن ميناء عن جابر رضي الله عنه، ص۲۳۹، رقم: ۱۷۸۳، امثال الحديث لابي الشيخ الاصبهاني، ص۲۱۰، رقم: ۲۲۵، جامع الاحاديث للسيوطي، حرف الميم، ج۱۲ص۲۰۹، رقم: ۲۱۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور کا اپنی امت کو نرمی گرمی سے سمجھانا بجھانا گویا ان کی کمر پکڑ کر آگ سے روکنا ہے یہ روکنا تا قیامت رہے گا، علماء مشائخ کی تبلیغیں، غازیوں کے جہاد، حضور ہی کی تبلیغ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عبادتوں کے ذریعہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو، سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے عمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱، ص۱۴۸)

اُمّتِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر خصوصی کرم

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: حضور نبیِ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے بوقتِ وصال حضرت سیِّدُنا جبرائیل امین علیہ السلام سے استفسار فرمایا: میرے بعد میری امت کے لئے کون ہوگا؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے محبوب (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) کو خوشخبری سنادے کہ میں اسے اس کی امت کے سلسلے میں رسوانہیں کروں گا اور اسے یہ بشارت بھی دے دے کہ جب لوگوں کو قبروں سے باہر نکالا جائے گا تو سب سے پہلے میرا حبیب (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) باہر تشریف لائے گا۔ جب لوگ جمع ہوں گے تو میرا محبوب (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) ہی ان کا سردار ہوگا اور جب تک اس کی امت جنت میں داخل نہ ہوجائے تمام امتوں پر وہ حرام رہے گی۔ (یہ سن کر) آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور میرا دل خوش ہوا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الرابع فی وفاۃ رسول اللہ ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج۵ ص۲۱۷)

امّت کے غم خوار آقا

محبوبِ پروردگار، امت کے غم خوار، بے کسوں کے مددگار، ہم غریبوں کے غم گسار، شفیعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا اَعْمَالَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا

اس سے پہلے کہ تمہارا حساب ہو اپنا حساب خود کرلو۔ اور اپنے اعمال کا وزن کرلو قبل اس کے کہ انھیں تولا جائے۔

اللہ تعالٰی کی رحمت اور نیک اعمال

شیرِ خدا مولٰی علی مشکل کشا کَرَّمَ اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نیک اعمال اپنائے بغیر داخلِ جنت ہوگا، تو وہ جھوٹی اُمید و آس کا شکار ہے۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ نیک اعمال کی بھرپور کوشش سے ہی جنت میں داخل ہوگا، تو گویا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کی رحمت سے مُستغنی و بے پرواہ سمجھ بیٹھا ہے۔ اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ اعمالِ حَسَنہ کے بغیر جنت کی تمنا رکھنا گناہ سے کم نہیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔ حقیقی بندگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ عمل پر اِترانا چھوڑ دے، نہ کہ عمل کرنا ہی ترک کردے۔

سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ معظم ہے:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے۔ اور اَحمق و ناداں وہ ہے جس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ تعالٰی (کی رحمت سے جنت ملنے کی) اُمید

رکھی۔(فتح الباری: کتاب النکاح، قولہ اذا دخلت لیلا ..... الخ ج۹ ص ۳۴۲ دار المعرفۃ بیروت)

(165) اَلتَّاسِعُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نویں حدیث: ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔(مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ۔

اور مسلم کی ہی ایک اور روایت میں ہے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گرے تو وہ اس کو اٹھالے اس کے ساتھ جو تکلیف دہ چیز لگی ہو اتار کر کھالے اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہاتھ کو رومال سے صاف کرنے سے قبل انگلیاں چاٹ کر صاف کرلے کہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهِ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، فَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ۔

اور ایک روایت (مسلم ہی) میں ہے کہ شیطان تم میں سے ہر کسی کے کام کے میں حاضر ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے کھانے کے پاس حاضر ہوتا ہے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گرے تو اس کو چاہیے کہ تکلیف دہ چیز کو اس سے زائل کرے پھر اس کو کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واكل اللقمة، ج ۲ ص ۲۷، رقم: ۲۰۳۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله رضى الله عنه، ج ۵ ص ۴۹۳، رقم: ۱۵۲۶۱ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی لعق الاصابع، ج ۸ ص ۱۰۸، رقم: ۲۴۹۳۲ شعب الايمان للبيهقى، باب رفع اللقمة اذا سقطت والقاء القصعة، ج ۵ ص ۸۲، رقم: ۵۸۵۷ سنن ابن ماجه، باب لعق الاصابع، ج ۲ ص ۶۲۷، رقم: ۳۲۷۰)

شرح حدیث: لقمہ گر گیا

معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھا رہے تھے، ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا، انہوں نے اٹھالیا اور صاف کر کے کھا لیا۔ یہ دیکھ کر گنواروں نے آنکھوں سے اشارہ کیا (کہ یہ کتنی حقیر و ذلیل بات ہے کہ گرے ہوئے لقمہ کو انھوں نے کھا لیا) کسی نے ان سے کہا، خدا امیر کا بھلا کرے (معقل بن یسار وہاں امیر و سردار کی حیثیت سے تھے) یہ گنوار کنکھیوں سے

اشارہ کرتے ہیں کہ آپ نے گرا ہوا لقمہ کھالیا اور آپ کے سامنے یہ کھانا موجود ہے۔انھوں نے فرمایا ان عجمیوں کی وجہ سے میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، ہم کو حکم تھا کہ جب لقمہ گر جائے، اسے صاف کر کے کھا جائے، شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب اللقمۃ إذا سقطت، الحدیث:۳۲۷۸، ج۴، ص۱۷)

آدابِ طعام (یعنی کھانے کے آداب) کا بیان

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ پڑھے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہنا اچھا ہے تا کہ اسے کھانے کی حرص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ کردے، پس پہلے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ، دوسرے کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے تا کہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔دائیں ہاتھ سے کھائے، نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسے اچھی طرح چبائے، جب تک پہلے لقمہ کو نگل نہ لے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کبھی بھی کھانے میں عیب نہ نکالتے، اگر پسند آتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور اپنے سامنے سے کھاتے البتہ پھل اِدھر اُدھر سے کھا سکتا ہے۔نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ یعنی اپنے آگے سے کھاؤ۔

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمۃ، باب الأکل ممایلیہ، الحدیث ۵۳۷۷، ص۴۶۴)

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ مبارک پھل پر اِدھر اُدھر گھومنے لگا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ ھُوَ نَوْعًا وَّاحِدًا یعنی یہ ایک قسم کا کھانا نہیں۔(جامع الترمذی، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ فی الطعام، الحدیث ۱۸۴۸، ص۱۸۳۹، ملتقطا)

اور پیالے کے گردے اور کھانے کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ روٹی کو کناروں سے کھائے، چھری کے ساتھ روٹی یا گوشت نہ کاٹے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

نْهَشُوْا نَهْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء [أنہ قال]: انھشوا اللحم نھشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے:

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَنْزَلَہٗ مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف الزای المنقوطۃ، الرقم ۲۹۵۶، زید ابو عبداللہ، ج ۲، ص ۵۱۶)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کردے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۰۳۳، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ قُوَّۃً عَلٰی مَعْصِیَتِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دستر خوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: کَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَ کُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ کَفَانَا وَآوَانَا سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۱۳۰)

(166) اَلْعَاشِرُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

دسویں حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان وعظ و

وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا (كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ) (الأنبياء: 103) أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلَا وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِي. فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ. فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ) إِلَى قَوْلِهِ: (الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) (المائدة: 117 - 118) فَيُقَالُ لِي: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. غُرْلًا: أَيْ غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

نصیحت کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف ننگے پاؤں ننگے جسم بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے (جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے' ہم اسی طرح تم کو لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اس کو ضرور پورا کریں گے''۔ خبردار! مخلوق میں سب سے پہلے جس کو (خصوصی) لباس عطا ہوگا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں خبردار! عنقریب کچھ لوگ میری امت سے لائے جائیں گے ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا پس میں کہوں گا! اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں پس فرمایا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے جو انہوں نے آپ کے بعد کیا پس میں اس طرح کہہ دوں گا' جس طرح نیک بندے عیسیٰ کہیں گے: ''جب تک میں ان میں تھا میں ان پر گواہ تھا''۔ حق تعالیٰ کے قول عَزِيزٌ حَكِيمٌ تک تو مجھے کہا جائے یہ آپ کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے (مرتد ہو گئے تھے) (متفق علیہ) غرلا: اس کا مطلب ہے' غیر مختون۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف الحشر، ج ۲ص۶۰۱، رقم: ۶۵۲۶ صحیح مسلم، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، ج ۲ص۶۸۹، رقم: ۶۱۱۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ص۲۲۵، رقم: ۲۰۹۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الحشر، ج ۲ص۲۱۵، رقم: ۲۴۲۳ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الزکاۃ، ج ۲ص۲۲۷، رقم: ۲۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی میں انکم فرما کر بتایا گیا کہ تم عوام لوگ اس حالت میں اٹھو گے ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ مگر تمام انبیاء کرام اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتی کہ بعض اولیاء اللہ بھی کفن پہنے اٹھیں گے تا کہ ان کا ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہو۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں قبر انور سے اُٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جاوے گا لہذا یہاں اس فرمان عالی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء، بعض اولیاء مستثنیٰ ہیں۔ (مرقات، اشعہ) اس لیے یہاں انتم فرمایا

مُحن نہیں فرمایا یہ خوب خیال رہے۔

مزید لباس پہنائے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

یعنی یہ لوگ میرے ساتھی ہیں انہیں میرے پاس آنے دو، حضور انور کا یہ فرمان عالی بطور عتاب ہوگا جیسے رب تعالیٰ دوزخی کافر سے فرمائے گا: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کو اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی، یہاں تو بتا رہے ہیں وہاں کیسے بھول جائیں گے، نیز قیامت میں کافر و مؤمن چہروں اور دوسری علامات سے پہچانے جائیں گے، رب فرماتا ہے: یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ نیز دوسری روایت میں ہے اعرفهم ویعرفونني میں انہیں پہچانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں لہٰذا اس فرمان عالی سے وہابی حضور کی بے علمی پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

یعنی یہ لوگ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یا منکر زکوٰۃ ہو کر یا مسیلمہ کذاب کے امتی بن کر مرتد ہو گئے تھے۔ فرشتوں کا یہ عرض کرنا ان مردودوں کو رسوا کرنے کے لیے ہوگا نہ کہ حضور انور کو مطلع کرنے کے لیے، حضور کو رب نے ہر غیب پر مطلع فرما دیا۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب — علی کل شیئ خبیر آمدی

جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت صدیق و فاروق ہوں گے وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر صدیق و فاروق مرتد ہیں تو ان کے ہاتھ پر بیعت کر لینے والے اہلِ بیت اطہار پر کیا فتویٰ ہوگا، امام حسین نے یزید فاسق کی بیعت نہ کی تو ان حضرات نے حضرت صدیق اکبر و فاروق کی کیوں کر لی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۳۷۸)

مرتد لوگ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں چند آدمی اور وفات اقدس کے بعد بہت لوگ مرتد ہونے والے تھے جن سے اسلام کی بقا کو شدید خطرہ لاحق ہونے والا تھا۔ صاحب تفسیر جمل نے کشاف کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ عرب کے گیارہ قبیلے اسلام قبول کر لینے کے بعد آگے پیچھے اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے۔ تین قبائل تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں اور سات قبیلے حضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور ایک قبیلہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد۔ مگر یہ گیارہ قبائل اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود اسلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ بلکہ مجاہدین اسلام کے سرفروشانہ جہادوں کی بدولت یہ سب مرتدین تہس نہس ہو کر فنا کے گھاٹ اتر گئے اور پرچم اسلام برابر بلند سے بلند تر ہوتا ہی چلا گیا۔ اور قرآن مجید کا وعدہ اور غیب کی خبر بالکل سچ اور صحیح ثابت ہو کر رہی۔

زمانہ رسالت کے تین مرتدین:۔ (۱) قبیلہ بنی مدلج جس کا رئیس اسود عنسی تھا جو ذوالحمار کے لقب سے مشہور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل اور یمن کے سرداروں کو فرمان بھیجا کہ مرتدین سے جہاد کریں۔ چنانچہ فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اسود عنسی قتل ہوا اور اس کی جماعت بکھر گئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بستر علالت پر یہ خوشخبری سنائی

گئی کہ اسود عنسی قتل ہو گیا ہے۔ اس کے دوسرے دن ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔

(۲) قبیلہ بنو حنیفہ جس کا سردار مسیلمہ کذاب تھا۔ جس سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور لڑائی کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مسیلمۃ الکذاب مقتول ہوا اور اس کا گروہ کچھ قتل ہو گیا اور کچھ دوبارہ دامنِ اسلام میں آ گئے۔

(۳) قبیلہ بنو اسد، جس کا امیر طلحہ بن خویلد تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور جنگ کے بعد طلحہ بن خویلد شکست کھا کر ملک شام بھاگ گیا مگر پھر دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس کی فوج کچھ کٹ گئی کچھ تائب ہو کر پھر دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

خلافت صدیق اکبر کے سات مرتد قبائل

(۱) قبیلہ فزارہ جس کا سردار عیینہ بن حصن فزاری تھا (۲) قبیلہ غطفان جس کا سردار قرہ بن سلمہ قشیری تھا (۳) قبیلہ بنو سلیم جس کا سرغنہ فجاءۃ بن یالیل تھا (۴) قبیلہ بنی یربوع جس کا سربراہ مالک بن بریدہ تھا (۵) قبیلہ بنو تمیم جن کی امیر سجاح بنت منذر ایک عورت تھی جس نے مسیلمۃ الکذاب سے شادی کر لی تھی (۶) قبیلہ کندہ جو اشعث بن قیس کے پیروکار تھے (۷) قبیلہ بنو بکر جو حطمی بن یزید کے تابعدار تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مرتد ہونے والے ساتوں قبیلوں سے مہینوں تک بڑی خونریز جنگ فرمائی۔ چنانچہ کچھ ان میں سے مقتول ہو گئے اور کچھ توبہ کر کے پھر دامنِ اسلام میں آ گئے۔

دورِ فاروقی کا مرتد قبیلہ:۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں صرف ایک ہی قبیلہ مرتد ہوا اور یہ قبیلہ غسان تھا۔ جس کی سرداری جبلہ بن ایہم کر رہا تھا۔ مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرچم کے نیچے صحابہ کرام نے جہاد کر کے اس گروہ کا قلع قمع کر دیا اور پھر اس کے بعد کوئی قبیلہ بھی مرتد ہونے کے لئے سر نہیں اٹھا سکا۔

اس طرح مرتد ہونے والے ان گیارہ قبیلوں کا سارا فتنہ وفساد مجاہدین اسلام کے جہادوں کی بدولت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ (تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۲، ص ۲۳۹، پ ۶، المائدۃ: ۵۴)

(167) اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ، وقَالَ: إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ، وَلَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ، وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

گیارہویں حدیث: حضرت ابو سعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ شکار کو قابو کرتی ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچاتی ہے ہاں یہ آنکھ پھوڑ دیتی ہے اور دانت توڑ دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَنَّ قَرِیْبًا لِّابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ، وَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ: اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا ثُمَّ عَادَ. فَقَالَ: اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ!؟ لَا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مغفل کا ایک رشتہ دار کنکری پھینک رہا تھا تو آپ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں مارنے سے منع فرمایا ہے اور کہا کہ یہ شکار نہیں کرتی اس نے منع کرنے کے بعد پھر یہ کام کیا' تو آپ نے فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے کی حدیث سناتا ہوں اور تو پھر کنکر مار رہا ہے میں تجھ سے کبھی بھی بات نہ کروں گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النھی عن الخذف، ج ۳ ص ۶۹۷، رقم: ۵۸۶۶ صحیح مسلم، باب اباحۃ ما یستعان بہ علی الاصطیاد والعدو، ج ۲ ص ۵۱۳، رقم: ۵۱۶۳ سنن ابوداؤد، باب فی الخذف، ج ۴ ص ۴۷۰، رقم: ۵۲۷۰ سنن الدارمی، باب تعجیل عقوبۃ من بلغہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۱۲۸، رقم: ۴۴۰ مسند ابن الجعد، قتادۃ عن غیر واحد، ص ۱۴۵، رقم: ۸۲۵)

شرح حدیث: کم عمر بھتیجا

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا ایک نوعمر بھتیجا خذف سے کھیل رہا تھا انھوں نے دیکھا اور فرمایا برادر زادہ ایسا نہ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اتفاقاً کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے۔ بھتیجا کم عمر تھا اس لئے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا فرمایا کہ میں تجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سناتا ہوں کہ اس سے انہوں نے منع فرمایا ہے اور تو پھر اس کام کو کرتا ہے خدا عزوجل کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد ہے کہ خدا عزوجل کی قسم! تیرے جنازے کی نماز میں شریک نہ ہوں گا اور نہ تیری عیادت کروں گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم... الخ، الحدیث ۱۷، ج ۱، ص ۱۹)

نوٹ: خذف یہ ہے کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر انگلی سے پھینکی جائے یہ بچوں کا ایک بیکار اور اندیشہ ناک کھیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بھتیجے نے ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سن لینے کے بعد بھی پابندی نہ کی جسے صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے اور ترک کلام کی قسم کھالی۔ آج مسلمان اپنے حالات پر غور کریں کہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ارشادات سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات کی پابندی ہم میں کتنی ہے؟

بچوں کو کھیلنے کا موقع بھی دیجئے

جامع صغیر میں ہے: عرامۃ الصبی فی صغرہ زیادۃ فی عقلہ فی کبرہ یعنی بچے کا بچپن میں شوخی اور کھیل کود کرنا، جوانی میں

اس کے عقل مند ہونے کی علامت ہے۔ (الجامع صغیر، الحدیث ۵۴۱۳، ص ۳۳۵)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ عید کے دن کچھ حبشی بچے ڈھال اور نیزوں سے کھیل کود کر رہے تھے۔ نبی کریم رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے حبشی بچو! کھیلتے رہو تا کہ یہود ونصاریٰ جان لیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔

(کنز العمال، کتاب اللھو واللعب، الحدیث ۴۰۶۱۰، ج ۱۵، ص ۹۲)

لیکن خیال رہے کہ ہر کھیل جائز نہیں ہوتا، اس لئے بچوں کو صرف جائز کھیل کھیلنے کی اجازت دی جائے، ناجائز کھیل کی طرف تو رخ بھی نہ کرنے دیا جائے۔

(168) وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ - يَعْنِي: الْأَسْوَدَ - وَيَقُولُ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حجرا سود کا بوسہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دے سکتا ہے نہ نقصان کرسکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر فی الحجر الاسود، ج ۱ص۳۹۷، رقم: ۱۵۹۷صحیح مسلم، باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف، ج ۲ص۲۶۶، رقم: ۳۱۲۶سنن الکبری للبیہقی، باب تقبیل الحجر، ج ۵ص۷۴، رقم: ۹۲۸۲سنن ابوداؤد، باب فی تقبیل الحجر، ج ۱ص۷۷۰، رقم: ۱۸۷۳سنن ابن ماجہ، باب استلام الحجر، ج ۲ص۹۸۱، رقم: ۲۹۴۳)

شرح حدیث: جنّتی پتھر

حدیثِ پاک میں ہے کہ حجرِ اسود ایک جنّتی پتھر ہے۔ اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ اس کی دو آنکھیں اور زبان ہوگی جس سے وہ کلام کریگا اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اسے حق وصداقت کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کو اکثر بوسہ دیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار اسے بوسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نقصان دیتا ہے نہ نفع، اگر میں نے رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی۔ تو حضرتِ سیِّدُ نا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے ابوالحسن! یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ نفع ونقصان اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اذن سے دیتا ہے۔ تو حضرتِ سیِّدُ نا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: وہ یوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جب حضرتِ سیِّدُ نا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے عہد لیا تو اس عہد نامہ کی ایک تحریر لکھ کر اس پتھر کو کھلا دی۔ اب یہ مومنوں کے لئے وفائے عہد کی گواہی دے گا اور کافروں کے خلاف انکار کی۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت لوگ جو کلمات پڑھتے ہیں، ان کا یہی معنی ہے (اور وہ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ علیہ وسلّم یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی حضرتِ سیِّدُ نا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیروی کرتے ہوئے (اسے بوسہ دیتا ہوں)۔ (الرَّوضُ الفائق فی المواعظ والرقائق مصنفا لشیخ شعیب حریفیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۸۱۰ھ)

17-بَابٌ فِیْ وُجُوْبِ الْاِنْقِیَادِ لِحُکْمِ اللہِ وَمَا یَقُوْلُ مَنْ دُعِیَ اِلٰی ذٰلِکَ وَاُمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نُھِیَ عَنِ الْمُنْکَرِ

اللہ کے حکم کی اطاعت کا بیان اور جس کو اس کی طرف بلایا جائے اور نیکی کا حکم دیا جائے یا برائی سے منع کیا جائے تو وہ کیا کہے

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) (النساء: 65)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) تیرے ربّ کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک اہلِ ایمان نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ تسلیم کریں پھر وہ آپ کے فیصلہ میں تنگی نہ محسوس کریں اور خوب تسلیم کرلیں۔

شرح: حضرتِ صدرُ الافاضل سیِّدُ نا مولانا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: معنی یہ ہیں کہ جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صدقِ دِل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہوسکتے سبحان اللہ اس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان معلوم ہوتی ہے

شانِ نزول: پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اس میں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا معاملہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے

اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) (النور: 51)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مومنوں کی بات یہ ہے کہ جب انہیں فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔

وَفِيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثُ: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الْمَذْكُوْرُ فِيْ اَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهٗ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثُ فِيْهِ.

اس باب میں احادیث بھی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث جو اس سے پہلے باب میں گزری اور دیگر احادیث یہ ہیں۔

(169)عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) اَلْاٰيَة (البقرة: 283) اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ. فَقَالُوْا: اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ، كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ: الصَّلٰوةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّيَامَ وَالصَّدَقَةَ، وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؛ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اِثْرِهَا: (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر اتری: ''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے' جو تمہارے نفسوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اس کا حساب تم سے اللہ تعالیٰ لے گا'' تو یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ پر گراں گزری وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دو زانو بیٹھ گئے پھر کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیا گیا تھا جس کی ہم طاقت رکھتے ہیں۔ نماز' جہاد' روزہ اور زکوٰۃ اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنے سے پہلے دو کتاب والوں کی طرح کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی بلکہ تم کہو ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے ربّ! ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے' جب صحابہ نے یہ پڑھا اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ

بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ) (البقرۃ: 285) فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا) (البقرۃ: 286) قَالَ: نَعَمْ (رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا) قَالَ: نَعَمْ (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ) قَالَ: نَعَمْ (وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ) قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نے یہ آیتیں نازل کیں کہ ''رسول اور اہل ایمان اس پر ایمان لائے جوان پر ان کے رب کی طرف سے اترا اور ایمان والے سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہم اس کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے (کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض سے منکر ہوں) اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور مانا ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے''۔ جب انہوں نے ایسا کیا' تو اس کو اللہ نے منسوخ کر دیا اور یہ آیت اتاری کہ ''اللہ عزوجل کسی جان کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اچھے کام کرے تو اس کا فائدہ ہے برے کام کرے تو اس کا نقصان ہے اور اے ہمارے رب! ہماری بھول یا خطا پر گرفت نہ فرما''۔ فرمایا: ''ہاں۔ اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈال جس طرح ہم سے پہلے لوگوں پر تو نے ڈالا تھا''۔ ارشاد فرمایا: ہاں۔ ''اے ہمارے رب! ہم سے وہ نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہیں ہمیں معاف فرما بخش دے ہم پر رحم فرما تو ہمارا مددگار ہے کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قولہ تعالیٰ "وان تبدو ما فی انفسکم او تخفوہ" ج ۱ص ۱۲۰، رقم: ۳۴۴ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب تخصیص خواتیم سورۃ البقرۃ، ص ۳۰۹ رقم: ۷۷۰ صحیح ابن حبان، باب التکلیف، ج ۱ص ۳۸۹، رقم: ۱۳۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۳ص ۴۱۲، رقم: ۹۳۴۴)

شرح حدیث: اطاعت وفرمانبرداری کا انعام

حضرت سیّدنا عمر بن واصل علیہ رحمۃ اللہ القادر سے منقول ہے، ایک مرتبہ حضرت سیّدنا سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: اے ابومحمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں ایسے عظیم بزرگ بھی ہیں جن کی صبح بصرہ ہوتی ہے اور شام

مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں۔ کیا واقعی ایسا ہے؟ فرمایا: ہاں! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں، جو پہلو کے بل لیٹے ہوتے ہیں اور کروٹ بدلتے ہیں تو جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا: کیا ہم دیکھتے نہیں کہ بادشاہ اپنے وزیروں اور مُشیروں میں سے جسے زیادہ فرمانبردار، بہادر اور اچھی نیت والا دیکھتے ہیں اسے اپنے خزانوں کی چابیاں دے دیتے ہیں اور اجازت دے دیتے ہیں کہ اُمورِ مملکت میں جو چاہے کرو، تم بااختیار ہو۔ اسی طرح بندہ جب اپنے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہتا ہے، جن کاموں کا حکم دیا گیا انہیں بجالاتا ہے۔ جن سے منع کیا گیا ان سے باز رہتا ہے اور ہر اس کام کو بخوشی کرتا ہے جس میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا ہو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے اپنا مُقَرَّب بنالیتا ہے۔

اے لوگو! بے شک تم غفلت کا شکار ہو۔ ارے! یہ دنیا تم سے رخصت ہونے والی اور تم اس سے کُوچ کرنے والے ہو۔ جلدی کرو، غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ بے شک معاملہ (آخرت) بہت قریب ہے جو کچھ کرنا ہے جلدی جلدی کرلو۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

حق گوئی اور سمجھداری

حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سہیل بن عمرو، حضرت سیدنا حارث بن ہشام، حضرت سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قریش کے دیگر بڑے بڑے سردار حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سیدنا صہیب، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اسی طرح کے کچھ اور بدری صحابہ کرام بھی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے، جو پہلے غلامی کی زندگی گزار چکے تھے، پھر آزاد ہو گئے اور وہ دنیاوی اعتبار سے بہت غریب تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے انہی غریب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بلایا کیونکہ یہ پہلے آئے ہوئے تھے یہ دیکھ کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: جیسا آج ہم نے دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا، غریبوں کو تو بلالیا گیا لیکن ہماری طرف توجہ ہی نہ کی گئی اور ہمیں دروازے سے باہر ہی ٹھہرادیا گیا۔

یہ سن کر حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بہت حق گو اور سمجھدار تھے، کہنے لگے: اے لوگو! خدا عزوجل کی قسم! آج میں تمہارے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھ رہا ہوں اگر غصہ کرنا ہی ہے تو اپنے آپ پر کرو کیونکہ تمہیں اور انہیں ایک ساتھ اسلام کی دعوت دی گئی، ان خوش نصیبوں نے حق بات قبول کرنے میں جلدی کی اور تم نے سستی سے کام لیا۔ ذرا غور تو کرو، اس وقت تم کیا کرو گے جب بروزِ قیامت انہیں (جنت کی طرف) جلدی بلالیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل حق فرمایا، اللہ عزوجل کبھی بھی اپنی اطاعت میں سبقت لینے والے بندے کو اس جیسا نہیں بناتا جو اس کی اطاعت میں سستی کرے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

18-بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ

بدعتوں اور (دین میں) نئے کاموں سے روکنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ) (یونس: 32)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ) (الأنعام: 38)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ) (النساء: 59) أَيِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی چیز میں باہم جھگڑو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ یعنی کتاب وسنت کی طرف۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ) (الأنعام: 153).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یقیناً یہ سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو اور کئی راستوں کی پیروی نہ کرو کہ تمہیں اپنے راستے سے بھٹکا دے گا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ) (آل عمران: 31)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور اس باب میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا، وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فَنَقْتَصِرُ عَلٰى طَرَفٍ مِّنْهَا:

اور احادیث بہت ہی زیادہ اور مشہور ہیں ہم ان میں سے چند احادیث بیان کرتے ہیں۔

(170) عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے

أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.

(اس دین والے) کام میں ایسا کام کیا جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں ہے جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے عمل سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، ج ۲ص ۲۸۳، رقم: ۲۶۹۷ صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، ج ۲ص ۳۳۲، رقم: ۴۵۸۹ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب لا یحیل حکم القاضی علی المقضی له والمقضی، ج ۱۰ص ۱۵۰، رقم: ۲۱۰۲۱ سنن ابن ماجه، باب تعظیم حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج ۱ص ۷، رقم: ۱۴ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۶ص ۲۷۰، رقم: ۲۶۲۷۲)

شرح حدیث: یعنی تم لوگ اپنے کو دین میں نئے نئے کاموں سے بچائے رکھو کیونکہ ہر نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس سے مُراد وہی بدعت ہے جو قرآن وحدیث یا اقوال واعمال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہو ورنہ ظاہر ہے کہ ہر نئی نکالی ہوئی چیز گمراہی کیونکر ہو سکتی ہے؟ جب کہ اُوپر ذکر کی ہوئی حدیثوں میں صاف صاف تصریح موجود ہے کہ گمراہی وہی نئی نکالی ہوئی چیز ہوگی جو دین کے خلاف ہو اور اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ والہٖ وسلم اس سے ناراض ہوں اور جو نئی نئی باتیں دین کے خلاف نہیں ہیں وہ ہرگز ہرگز کبھی بھی مذموم اور گمراہی نہیں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے جو مشکوۃ ج ۱ ص ۳۳ پر مذکور ہے کہ جو اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالے تو اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے ان کے ثوابوں کا اجر بھی اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالے تو اس پر اس کا گناہ ہے اور تمام ان لوگوں کے گناہوں کا وبال بھی اس پر ہوگا جو اس کے بعد اس برے طریقے پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ کمی ہو۔

بہر حال یہ بات سورج کی طرح روشن ہوگئی کہ دین میں ہر نئی بات جو نکالی جائے وہ گمراہی نہیں ہے بلکہ وہی نئی چیز گمراہی ہوگی جو دین کے مخالف ہو ورنہ ظاہر ہے کہ ہر نئی چیز گمراہی کس طرح ہو سکتی ہے؟ حالانکہ زمانہ نبوت کے بعد سینکڑوں چیزیں اولیائے امت وعلمائے ملت نے نئی نئی ایجاد کی ہیں جو ہرگز ہرگز مذموم نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہیں۔ مثلاً قرآن مجید پر اعراب لگانا، قرآن مجید کو تیس پاروں میں تقسیم کرنا، قرآن میں اوقاف کی علامتوں کو لکھنا، رکوع کی نشانی تحریر کرنا، اسی طرح قرآن مجید کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے نحو وصرف اور معانی وبیان نیز اصول فقہ واصول حدیث کے قواعد وضوابط کو مدون کرنا، ان فنون میں کتابیں تصنیف کرنا، ان کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کرنا، نصاب مقرر کرنا، اسی طرح

جمعہ وعیدین کے خطبوں میں خلفائے راشدین اور حضرت فاطمہ وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دونوں چچاؤں حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام پڑھنا، مسجدوں کی عمارتوں کو پختہ اور عالی شان بنانا، مسجدوں پر مناروں اور مئذنہ کی تعمیرات وغیرہ اس قسم کی بہت سی نئی نئی چیزیں علمائے مِلت نے دین میں نکالی ہیں مگر چونکہ ان میں کوئی چیز بھی دین کے مخالف نہیں اس لئے ان چیزوں کو ہر گز ہر گز مذموم اور گمراہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ سب بدعتِ حسنہ اور ثواب کے کام ہیں۔ اسی طرح صوفیائے کرام کے معمولات مثلاً مُراقبات اور ذکر کی سماعات اور جلسات، تسبیحات کا استعمال، ذکروں کی مقدار، حلقے اور ختم خواجگان، میلاد شریف، مجالس وعظ، فاتحہ واعراس اولیاء، مقابر پر گل پوشی و چادر پوشی، بلاشبہ یہ سب دین میں نئی نئی باتیں نکالی گئی ہیں، مگر چونکہ ان میں کوئی بھی قرآن مجید وحدیث یا اقوال واعمال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالف نہیں۔ لہٰذا ہر گز ہر گز ان چیزوں کو مذموم اور گمراہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ سب بدعت حسنہ اور سب ثواب کے کام ہیں۔ لہٰذا از روئے حدیث جن لوگوں نے ان اچھی اچھی باتوں کو ایجاد کیا، ان کو ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور قیامت تک جتنے لوگ ان باتوں پر عمل کر کے ثواب حاصل کرتے رہیں گے ان سب لوگوں کے ثوابوں کے برابر بھی ان کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

یہ ہے ان حدیثوں کی تشریحات جو اہل حق کا طریقہ ہے۔ خداوند کریم عزوجل سب کو اہل حق کے معمولات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں کو جو صرف ایک حدیث کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ پڑھ پڑھ کر میلاد شریف اور نیاز و فاتحہ کو حرام و گمراہی بتاتے ہیں انہیں اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے اور حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے تاکہ یہ اُمت موجودہ دور کے افتراق اور جدال وشقاق کی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ (آمین)

(171) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ، يَقُوْلُ: صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرِنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَيَقُوْلُ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهِ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی چشمانِ مقدس سرخ ہو جاتیں اور آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور شدید غصہ کی کیفیت ہوتی محسوس ہوتا کہ آپ کسی لشکر سے ڈراتے ہیں آپ فرماتے کہ صبح کو تم پر حملہ کرے یا شام کو حملہ آور ہوگا اور آپ فرماتے تھے میں اور قیامت ان دو کی طرح ہیں اور اپنی انگلیاں کو ملاتے شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی۔ اور فرماتے: اما بعد! سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور کاموں میں سب سے زیادہ برے (دین

اَوْ ضِيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں) نئے کام ہیں (جن کی اصل قرآن وسنت سے نہ ہو) اور ہر بدعت گمراہی ہے پھر فرمایا: میں ہر مومن کی جاں سے بھی زیادہ اس کا حق دار ہوں جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس نے قرض چھوڑا یا کمزور اہل وعیال چھوڑے وہ میری طرف اور میرے ذمہ ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ج ۲ص۸۱، رقم: ۲۰۴۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کیف یستحب ان تکون الخطبۃ، ج ۳ص۲۱۳، رقم: ۶۰۱۰، المنتقی لابن الجارود، باب الجمعۃ، ص۸۳، رقم: ۲۹۷، مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۲ص۲۹۰، رقم: ۲۱۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الخطبۃ وما یتعلق بہا، ج ۲ص۶۷۹، رقم: ۳۹۷۴)

شرح حدیث: اللہ عزوجل اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے مقدس انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا اور سب سے آخر میں اس نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو عرب وعجم میں بے مثل اور اصل ونسل، حسب ونسب میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں، عقل وفراست ودانائی اور بردباری میں فزوں تر، علم وبصیرت میں سب سے برتر، یقینِ محکم اور عزمِ راسخ میں سب سے قوی تر، رحم وکرم میں سب سے زیادہ رحیم وشفیق ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے روح وجسم کو مصفّٰی اور عیب ونقص سے ان کو منزہ رکھا، ایسی حکمت ودانائی سے ان کو نوازا کہ جس نے اندھی آنکھوں، غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا الغرض آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ایسے فضائل ومحاسن اور مناقب کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

ان میں بعض اوصاف وہ ہیں کہ جن کی تصریح اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں فرمادی کہ آپ کو اپنی مخلوق میں علی وجہ الکمال جاہ وجلال کے ساتھ ظاہر فرمایا اور محاسن جمیلہ، اخلاقِ حمیدہ، مناصبِ کریمہ، فضائل حمیدہ سے ممتاز فرمایا، آپ کے مراتب عالیہ پر لوگوں کو خبردار کیا اور انہیں آپ کے اخلاق وآداب کی تعلیم دی اور بندوں کو ان پر اعتصام والتزام کے وجوب کی تلقین کی اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا، ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (پ21، الاحزاب:21)

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی مدد کرو اور رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو اور رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر چلو یہ بہتر ہے۔ (خزائن العرفان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہوجائے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام ۔۔۔ الخ، ج۱، ص ۵۴، الحدیث: ۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام ۔۔۔ الخ، ج۱، ص ۵۵، الحدیث: ۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور ہر مسلمان یہ خواہش کریگا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہٰذا اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال، حالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزارے۔

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنتوں پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب العلم، الحدیث ۲۶۸۷، ج۴، ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایسے نازک حالات میں کہ جب دنیا بھر میں گناہوں کی یلغار، ذرائع ابلاغ میں فحاشی کی بھر مار اور فیشن پرستی کی پھٹکار مسلمانوں کی اکثریت کو بے عمل بنا چکی ہے، نیز علمِ دین سے بے رغبتی اور ہر خاص و عام کا رُجحان صرف دُنیاوی تعلیم کی طرف ہونے کی وجہ سے اور دینی مسائل سے عدمِ واقفیت کی بنا پر ہر طرف جہالت کے بادل منڈلا رہے ہیں، لادینیت وبدمذہبیت کا سیلاب تباہیاں مچا رہا ہے،، گلشن اسلام پر خزاں کے بادل مَنڈلا رہے ہیں، ہمیں اپنی زندگی سنتوں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِاءَۃِ شَہِیْدٍ یعنی فسادِ امت کے وقت جو شخص میری سنت پر عمل کریگا اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔

(کتاب الزھد الکبیر للامام البیھقی، الحدیث ۲۰۷، ج۱، ص ۱۱۸، موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

(172) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدِيْثُهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب المحافظہ علی السنہ میں گزر چکی۔

الشُّنَّۃِ۔

تخریج حدیث:(سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ص ۳۴۲، رقم: ۲۶۷۶، سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۴ص ۲۲۹، رقم: ۴۶۰۹، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی، ج ۱۰ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵، سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ص ۱۸، رقم: ۴۲، سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ص ۵۷، رقم: ۹۵)

شرح حدیث: سیدنا عرباض بن ساریہ کی حدیث

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: یارسولَ اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر نیا (خلافِ شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۰۷، ج ۴، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت و نصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر و توبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا مبارک

عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص۹۵)

19-بَابٌ فِيْمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً

جس نے اچھا یا بُرا طریقہ جاری کیا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا) (الفرقان: 74)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما! وہ ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا بنا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا) (الانبیاء: 73)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

(173) عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُّضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُّضَرَ. فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ: (اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا)، وَالْاٰيَةَ الْاُخْرٰى الَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ الْحَشْرِ: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهٖ، مِنْ دِرْهَمِهٖ، مِنْ ثَوْبِهٖ، مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ -حَتّٰى قَالَ- وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ

حضرت ابو عمرو جریر بن عبداللہ ﷛ سے روایت ہے' ہم دن کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ پس آپ ﷺ کی بارگاہ میں ایک قوم آئی جو ننگے بدن' دھاری دار چادریں' یا کمبل ڈالے ہوئے تلواریں لٹکائے ہوئے تھے ان کی اکثریت قبیلہ مُضر سے تھی بلکہ تقریباً سب اسی قبیلہ سے تھے پس رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی فقر و فاقہ کی حالت دیکھی تو آپ چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا آپ گھر گئے پھر باہر آئے حضرت بلال کو حکم فرمایا: انہوں نے اذان و تکبیر کہی تو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا آخر آیت تک۔۔ بے شک! اللہ تم پر رقیب ہے اور دوسری آیت جو سورۂ حشر کے آخر میں ہے تلاوت فرمائی: ''اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو اور ہر ایک کو دیکھ لینا چاہیے جو اس

بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجَزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ حَتّٰى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا، وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا، وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ، مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نے کل کے لئے آگے بھیجا ہے"۔ چنانچہ ہر آدمی نے اپنے دینار' درہم' کپڑے' گندم کے ٹوپے سے صدقہ کیا حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اگر چہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ دے تو انصار میں سے آدمی ایک تھیلی لایا جس کو اٹھانے سے ہتھیلی عاجز ہو رہی تھی بلکہ عاجز ہو گئی۔ پھر لوگ مسلسل لانے لگے حتیٰ کہ میں نے اناج اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا کہ خوشی سے چمک رہا تھا یوں لگتا تھا کہ اس پر سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہو (یہ تشبیہ چمک اور قدر کے اعتبار سے تھی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لئے اپنا اور اپنے بعد اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب ہے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ جاری کیا تو اس کے لئے اپنا اور اپنے بعد اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا گناہ ہے اور یہ ان کے گناہ سے کچھ کم نہ کرے گا۔

قَوْلُهٗ: مُجْتَابِي النِّمَارِ هُوَ بِالْجِيْمِ وَبَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ، وَّالنِّمَارِ جَمْعُ نَمِرَةٍ وَّهِيَ كِسَاءٌ مِّنْ صُوْفٍ مُّخَطَّطٍ۔

مجتابی النهار: جیم کے ساتھ اور الف کے بعد باء موحدہ کے ساتھ'نمار: جمع نمرہ کی ہے اس کا مطلب دھاری دار چادر پہنے والے۔

وَمَعْنٰى مُجْتَابِيْهَا، اَيْ: لَابِسِيْهَا قَدْ خَرَقُوْهَا فِيْ رُؤُوْسِهِمْ۔ وَ الْجَوْبُ الْقَطْعُ، وِمِنْهُ قَوْلُهٗ تعالى: (وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ) اَيْ نَحَتُوْهُ وَقَطَعُوْهُ. وَقَوْلُهٗ: تَمَعَّرَ هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ تَغَيَّرَ. وَقَوْلُهٗ: رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا: اَيْ صُبْرَتَيْنِ۔ وَقَوْلُهٗ: كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ هُوَ

مجتابیها: کا معنیٰ ہے۔ انہوں نے چادر میں سوراخ کر کے سروں پر ڈالی۔ جوب: کا معنیٰ ہے۔ کاٹنا' اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وثمود الذین جابر الصخر بالواد ہے اس کا معنیٰ ہے' تراشا' کاٹا۔ تغیر: عین مہملہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے' تبدیل ہو گیا' رایت کومین: کاف پر پیش اور زبر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے دو ڈھیر۔

بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِيْ عِيَاضٌ وَّغَيْرُهُ وَصَحَّحَهُ بَعْضُهُمْ. فَقَالَ: مُدْهُنَةٌ بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالنُّوْنِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ. وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ. وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَاءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ.

كانّه مذهبة: ذال معجمہ کے ساتھ حا اور باموحدہ کے ساتھ یہ قاضی عیاض وغیرہ کی تحقیق ہے اور بعض نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ مدھنہ: ھاء پر پیش اور اسی طرح نون کے ساتھ یہ حمیدی کا قول ہے لیکن صحیح پہلا قول ہے جو قاضی عیاض وغیرہ کا ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی چہرہ کی چمک اور صفائی کا بیان ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او کلمة طیبة، ج۲ص۱۸۶، رقم: ۲۳۹۸ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب التحریض علی الصدقة وان قلت، ج۴ص۱۷۵، رقم: ۷۶۹۲، سنن نسائی، باب التحریض علی الصدقة، ج۲ص۳۶، رقم: ۲۵۵۲ مسند امام احمد بن حنبل، دمن حدیث جریر بن عبداللہ، ج۴ص۳۵۸، رقم: ۱۹۱۹۷ جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الصدقة، ج۶ص۲۵۷، رقم: ۴۶۶۳)

شرح حدیث: بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہو تو درست یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔ (پ1، البقرۃ: 117)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔ (پ26، الاحقاف: 9)

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی انوکھا نیا رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِیَّةَ ۟ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر

اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔ (پ27، الحدید:27)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہیے جیسے چھ کلمے، نماز میں زبان سے نیت، قرآن کے رکوع وغیرہ، علم حدیث، محفل میلاد شریف، اور ختم بزرگان، کہ یہ دینی چیزیں اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہٰذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

(174) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ مِنْ نَّفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِاَنَّهُ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی جان ظلم سے قتل ہوتی ہے اس پر خون ناحق کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل پر ہوتا ہے کیونکہ اس طریقہ کی ابتدا اس نے کی تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ علیہ، ج۱ص۴۳۹، رقم: ۱۲۸۴، صحیح مسلم، باب بیان اثم من سن القتل، ج۵ص۱۰۶، رقم: ۴۴۷۳، (طبع دار الجلیل بیروت) سنن الکبری للبیہقی، باب اصل تحریم القتل فی القرآن، ج۸ص۱۸، رقم: ۱۶۲۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود ج۲ص۳۸۲، رقم: ۳۶۳۰، مسند الرویانی، من اسمہ شقیق بن عقبۃ، والولید وماھان عن البراء، ص۲۹۹، رقم: ۴۲۱)

شرح حدیث: سب سے پہلا قاتل ومقتول

روئے زمین پر سب سے پہلا قاتل قابیل اور سب سے پہلا مقتول ہابیل ہے قابیل وہابیل یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ان دونوں کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے نکاح کیا جاتا تھا۔ اس دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیوذا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ مگر قابیل اس پر راضی نہ ہوا کیونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے وہ اس کا طلب گار ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ اقلیما تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے وہ تیری بہن ہے۔ اس کے

ساتھ تیرا نکاح نہیں ہوسکتا۔ مگر قابیل اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانیاں خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں پیش کرو۔ جس کی قربانی مقبول ہوگی وہی اقلیما کا حق دار ہوگا۔ اس زمانے میں قربانی کی مقبولیت کی یہ نشانی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ چنانچہ قابیل نے گیہوں کی کچھ بالیں اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کے گیہوں کو چھوڑ دیا۔ اس بات پر قابیل کے دل میں بغض وحسد پیدا ہوگیا اور اس نے ہابیل کو قتل کردینے کی ٹھان لی اور ہابیل سے کہہ دیا کہ میں تجھ کو قتل کردوں گا۔ ہابیل نے کہا کہ قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ متقی بندوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تو متقی ہوتا تو ضرور تیری قربانی قبول ہوتی۔ ساتھ ہی ہابیل نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھ پر اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑیں اور تو دوزخی ہوجائے کیونکہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ آخر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا۔ بوقت قتل ہابیل کی عمر بیس برس کی تھی اور قتل کا یہ حادثہ مکہ مکرمہ میں جبل ثور کے پاس یا جبل حرا کی گھاٹی میں ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ بصرہ میں جس جگہ مسجد اعظم بنی ہوئی ہے منگل کے دن یہ سانحہ ہوا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

روایت ہے کہ جب ہابیل قتل ہو گئے تو سات دنوں تک زمین میں زلزلہ رہا۔ اور وحوش وطیور اور درندوں میں اضطراب اور بے چینی پھیل گئی اور قابیل جو بہت ہی گورا اور خوبصورت تھا بھائی کا خون بہاتے ہی اس کا چہرہ بالکل کالا اور بدصورت ہوگیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بے حد رنج وقلق ہوا۔ یہاں تک کہ ہابیل کے رنج وغم میں ایک سو برس تک کبھی آپ کو ہنسی نہیں آئی۔ اور سریانی زبان میں آپ نے ہابیل کا مرثیہ کہا جس کا عربی اشعار میں ترجمہ یہ ہے ؎

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا فَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيْحٌ
تَغَيَّرَ كُلُّ ذِيْ لَوْنٍ وَطَعْمٍ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الصَّبِيْحِ

ترجمہ: تمام شہروں اور اُن کے باشندوں میں تغیر پیدا ہوگیا اور زمین کا چہرہ غبار آلود اور قبیح ہوگیا۔ ہر رنگ اور مزہ والی چیز بدل گئی اور گورے چہرے کی رونق کم ہوگئی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شدید غضب ناک ہوکر قابیل کو پھٹکار کر اپنے دربار سے نکال دیا اور وہ بدنصیب اقلیما کو ساتھ لے کر یمن کی سرزمین عدن میں چلا گیا۔ وہاں ابلیس اس کے پاس آکر کہنے لگا کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے اس لئے کھالیا کہ وہ آگ کی پوجا کیا کرتا تھا لہٰذا تو بھی ایک آگ کا مندر بنا کر آگ کی پرستش کیا کر۔ چنانچہ قابیل پہلا وہ شخص ہے جس نے آگ کی عبادت کی۔ اور یہ روئے زمین پر پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سب سے پہلے زمین پر خون ناحق کیا اور یہ پہلا وہ مجرم ہے جو جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ روئے زمین پر قیامت تک جو بھی خون ناحق ہوگا قابیل اس میں حصہ دار ہوگا کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا دستور نکالا اور قابیل کا

انجام یہ ہوا کہ اس کے ایک لڑکے نے جو کہ اندھا تھا اس کو ایک پتھر مار کر قتل کر دیا اور یہ بدبخت نبی زادہ ہونے کے باوجود آگ کی پرستش کرتے ہوئے کفر و شرک کی حالت میں اپنے لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(روح البیان، ج ۲، ص ۳۷۹، پ ۶، المائدۃ: ۲۷ تا ۳۰)

درس ہدایت:۔ اس واقعہ سے چند ہدایتوں کے سبق ملتے ہیں:

(۱) دنیا میں سب سے پہلا جو قتل اور خون ناحق ہوا وہ ایک عورت کے معاملہ میں ہوا۔ لہٰذا کسی عورت کے فتنہ عشق میں مبتلا ہونے سے خدا کی پناہ مانگنی چاہے۔

(۲) قابیل نے جذبہ حسد میں گرفتار ہو کر اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد انسان کی کتنی بری اور خطرناک قلبی بیماری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (پ30، الفلق: 5)

فرما کر حکم دیا گیا کہ حاسد کے حسد سے خدا کی پناہ مانگتے رہو۔

(۳) خون ناحق کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے ایک نبی علیہ السلام کا فرزند اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے دربار سے راندہ درگاہ ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اور قیامت تک ہونے والے ہر خونِ ناحق میں حصہ دار بن کر عذاب جہنم میں گرفتار رہے گا۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو قیامت تک جتنے لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے سب کے گناہ میں وہ برابر کا شریک اور حصہ دار بنے گا۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوں کی اولاد کا نیک ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، نیکوں کی اولاد بری بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام خدا کے مقدس نبی اور صفی اللہ ہیں مگر ان کا بیٹا قابیل کتنا خراب ہوا، وہ آپ پڑھ چکے۔ ہمیشہ ہر شخص کو چاہے کہ فرزند صالح اور نیک اولاد کی دعائیں خدا سے مانگتا رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

20-بَابٌ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى خَيْرٍ وَّالدُّعَاءِ اِلٰى هُدًى اَوْ ضَلَالَةٍ

نیکی کی رہنمائی اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اُدْعُ اِلٰى رَبِّكَ) (القصص: 87)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے ربّ کی طرف بلاؤ۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ) (النحل: 125)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے ربّ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ۔

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾ (المائدۃ:2)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلائی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ (آل عمران:104)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلاتے ہوں۔

(175) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بھلائی کے کام پر راہنمائی کی اس کو بھلائی کا کام کرنے والے کی مثل اجر ملے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ ج۳ص۴۱ رقم: ۵۰۰۷، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی تجھیز الغازی واجر الجاعل، ج۹ص۲۸ رقم: ۱۸۲۹۹، صحیح ابن حبان، باب الصدق والامر، ج۱ص۵۲۵ رقم: ۲۸۹ (مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مسعود عقبہ، ج۶ص۱۲۰ رقم: ۱۷۱۲۵، مصنف عبدالرزاق، باب النفقہ فی سبیل اللہ، ج۱۱ص۱۰۷ رقم: ۲۰۰۵۳ (المکتب الاسلامی بیروت)

شرح حدیث: نیکی کی دعوت

نیکی کی دعوت دینے کے بے شمار فضائل و برکات ہیں۔

حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جنت الفردوس خاص اُس شخص کیلئے ہے۔ جو نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے۔ نیکی کی دعوت دینے والے کو ہر ہر بات کے بدلے میں ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (تنبیہ المغترین ص ۲۹۰ دار البشائر بیروت)

چنانچہ حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ عزوجل جو اپنے بھائی کو بلائے اسے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اُس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا میں اسکی ہر ہر بات پر ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہوں اور اسے جہنم کی سزا دینے میں مجھے حیاء آتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہم نیکی کی دعوت کو عام کریں گے تو بے شمار برکتیں اور فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ ابھی ان شاء اللہ عزوجل دعا کے بعد مسجد سے باہر جا کر لوگوں کو نیکی کی دعوت پیش کی جائے گی۔ اور ان کو مسجد میں لانے کی کوشش کی جائے گی۔ ابھی اسی سلسلے میں یعنی نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے آپ بھی ہمارا ساتھ دیجئے کہ نیکی کی دعوت دینے والوں کا ساتھ دینا بھی عظیم نیکی ہے نیز حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ: جو قدم راہِ خدا عزوجل میں خاک آلود ہوں گے اُن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے

گی۔ (مسند امام احمد رقم الحدیث ۵۹۳۵ ج ۵ ص ۳۹۹ دار الکتب بیروت)

نیکی کی دعوت دینے والے خوش نصیب

حضرت سیِّدُ نا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تورات شریف میں حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ السلام)! جس نے نیکی کا حکم دیا، برائی سے منع کیا اور لوگوں کو میری اطاعت کی طرف بلایا تو اسے دنیا اور قبر میں میرا قرب اور قیامت کے دن میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۷۷۱۶، ج ۶، ص ۳۶)

(176) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى، كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ہے۔ ان کے اجور میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہے اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من سنۃ حسنۃ او سیئۃ ومن دعا الی ھدی او ضلالۃ، ج ۳ص ۶۲، رقم: ۶۹۸۰، سنن ابوداؤد، باب لزوم السنۃ، ج ۴ص ۲۳۱، رقم: ۴۶۱۱ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن الدارمی، باب من سنۃ حسنۃ او سیئۃ، ج ۱ص ۱۴۱، رقم: ۵۱۳، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۶ص ۵۰، رقم: ۶۴۸۹، اطراف المسند المعتلی، من اسمہ عبد الرحمن بن یعقوب، ج ۷ص ۲۸۴، رقم: ۹۹۳۲ (دار ابن کثیر، بیروت)

شرح حدیث: لاکھوں نیکیاں اور لاکھوں گناہ

مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الْاُمَّت، حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں: یہ حکم (عام ہے یعنی) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صدقے سے تمام صحابہ، ائمۂ مجتہدین، علماء متقدمین ومتأخرین سب کو شامل ہے مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلّغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب، اس سے معلوم ہوا کہ حُضُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے۔ ربّ (عزوجل) فرماتا ہے: وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ O (پ ۲۹ القلم ۳) (ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے) ایسے ہی وہ مُصَنِّفِین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا، یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: لَيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى O (پ ۲۷ النجم ۳۹) (ترجمۂ

کنزالایمان: آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عملِ تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں: اس میں گمراہیوں کے موجِدین مُبلِّغین (یعنی گمراہی ایجاد کرنے اور گمراہی دوسروں کو پہنچانے والے) سب شامل ہیں تاقیامت ان کو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے۔ (مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۱۶۰)

گناہ کی ترغیب دینے والی پر انفرادی کوشش

کچھ لوگوں نے ایک عورت کو ایک ہزار درہم کے بدلے اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہکائے گی۔ وہ عورت بن سنور کر آپ کے راستے میں کھڑی ہوگئی۔ جب حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکلے تو وہ عورت چہرہ کھولے آپ کے سامنے آگئی۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا، اگر تیرے جسم پر بخار طاری ہوجائے تو تمہارا رنگ روپ غائب ہوجائے اور تمہارے چہرے کی رونق جاتی رہے! یاد کرو! وہ وقت کیسا ہوگا جب ملک الموت تشریف لاکر تمہاری روح قبض کریں گے؟ یہ سن کر اس عورت پر غشی طاری ہوگئی۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ سب برائیوں سے کنارہ کش ہوکر اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوگئی۔ (کتاب التوابین، ص ۲۶۳)

(177) وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ. فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا. فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ. قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهُ فَبَرِئَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ. فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا کل ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمادے گا وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ لوگوں نے اس بحث میں رات گزاری کہ وہ کس کو دیا جائے گا؟ پس صبح کو سب لوگ جھنڈے کے امیدوار بن کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ پس آپ نے فرمایا: علی بن ابوطالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا: ان کو بلاؤ۔ تو ان کو لایا گیا۔ پس ان کی آنکھوں میں رسول اللہ ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور دعا کی تو ان کو فوراً صحت ہوگئی گویا ان کو کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں ان سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ

مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ، فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ہم جیسے (ایمان دار) ہو جائیں فرمایا اطمینان سے چلو حتیٰ کہ ان کے صحن میں اترو۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ جو ان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اللہ کی قسم! تیرے ذریعہ اگر ایک آدمی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: يَدُوْكُوْنَ : اَيْ يَخُوْضُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ۔
وَقَوْلُهٗ: رِسْلِكَ بِكَسْرِ الرَّاءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ۔

یدوکون: اس کا معنیٰ ہے غور وفکر اور بحث مباحثہ کرنا۔ رسلک: راء پر زیر اور زبر دونوں طرح پڑھا گیا لیکن زبر زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من اسلم علی یدیه رجل، ج ۲ص ۲۰۶، رقم: ۳۰۰۹، صحیح مسلم، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی الله عنه، ج ۴ص ۳۲۰، رقم: ۶۳۷۲، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب دعاء من لم تبلغه الدعوة من المشرکین، ج ۹ص ۱۰۶، رقم: ۱۸۰۰۹، مسند ابی یعلی، حدیث میمونة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۱۳ص ۵۰۰، رقم: ۷۵۲۶، مسند البزار، مسند ابن عباس رضی الله عنه، ج ۲ص ۱۹۷، رقم: ۵۲۳۰)

شرحِ حدیث: جنگِ خیبر

خیبر مدینہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس کیلومیٹر دور ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) کتیبہ (۲) ناعم (۳) شق (۴) قموص (۵) نطارہ (۶) صعب (۷) سطیح (۸) سلالم۔
درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ خیبر کہلاتا تھا۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۳۴)

غزوۂ خیبر کب ہوا؟

تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگِ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ۶ ھ تھا یا ۷ ھ۔ غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا محرم سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک محرم میں

۷ھ شروع ہوگیا اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم وصفر ۶ھ کے تھے۔

(المواهب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، باب غزوۂ خیبر، ج ۳، ص ۲۴۴ ملتقطاً)

جنگِ خیبر کا سبب

جنگِ خندق میں جن جن کفارِ عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ بنونضیر کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفارِ قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کرکے کفارِ عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگِ قریظہ میں قتل ہوگیا اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہوکر قتل کردیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کرلیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کرکے مسلمانوں کو تہس نہس کردینے کا پلان بنالیا۔

مسلمان خیبر چلے

جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔ (المواهب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، باب غزوۂ خیبر، ج ۳، ص ۲۴۵، ۲۵۵ ملتقطاً)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت حدودِ خیبر میں اپنی فوجِ ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نمازِ فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے۔

جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! لشکر کے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا۔ بلاشبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۱۹۷، ج ۳، ص ۸۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت ہی بلند آوازوں سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی برتو۔ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس (اللہ) کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کا وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو مجھ کو پکارا اور فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان! تو فرمایا کہ وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۰۵، ج ۳، ص ۸۳)

اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ قبیلہ غطفان والے ضرور ہی خیبر والوں کی مدد کو آئیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام رجیع میں اپنی فوجوں کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خیموں، بار برداری کے سامانوں اور عورتوں کو بھی یہیں رکھا تھا اور یہیں سے نکل نکل کر یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۵۲ مختصراً)

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر مرحب خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیونکر فتح ہوتا؟ فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ و رسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵) (ودلائل النبوۃ للبیہقی، ماجاء فی بعث سرایا الی حصون ...الخ، ج ۴، ص ۲۱۱ ملخصا)

راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز وشرف ہمیں مل جائے۔ اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں:

(۱) وہ اللہ ورسول کا محب ہے۔

(۲) وہ اللہ ورسول کا محبوب ہے۔

(۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس نعمت عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی...الخ، الحدیث: ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ص ۱۳۱۱)

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت اُمّ المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی...الخ، الحدیث ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ص ۱۳۱۱) (والمواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۵۵)

اور ارشاد فرمایا کہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہوجانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ کے حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کرلیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۶۷ مختصراً)

جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کرلیا اور

حضرت صادق الوعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محب بھی ہے اور اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب بھی۔

بے شک حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہوجانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہوگیا۔ اس لئے یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہوگیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج ۳، ص ۲۵۶، ۲۶۴۔ ۲۶۵ ملتقطاً)

(178) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَن فتیً مِّنْ اَسلم، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ معي مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ، قَالَ: ائتِ فلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: اَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ، فَقَالَ: يَا فُلَانَةُ، اَعْطِيْهِ الَّذِيْ تَجَهَّزْتُ بِهٖ، وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكَ لَكِ فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ بنو اسلم قبیلہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میرا ارادہ جہاد کا ہے لیکن میرے پاس اس کی تیاری کا سامان نہیں فرمایا فلاں کے پاس جا اس نے تیاری کی تھی۔ وہ اب بیمار ہوگیا ہے۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں: مجھے اپنا جہاد کی تیاری کا سامان دے۔ انہوں نے کہا: اے فلانہ! میرا تیار شدہ جہاد کا سامان اسے دے دو اور اس میں سے کچھ نہ روک رکھنا۔ اللہ کی قسم! اس نے اس میں سے کسی چیز کو تم نے روک لیا تو وہ ہمارے لیے بابرکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ، ج ۳ ص ۴۱، رقم: ۵۰۱۰، سنن ابوداؤد، باب فیما یستحب من انفاذ الزاد فی الغزو اذا قفل، ج ۳ ص ۲۶، رقم: ۲۷۸۲)

شرح حدیث: سامانِ جہاد کی تیاری

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کوسامان مہیا کیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے غازی کے جہاد پر جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من جھز غازیا۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۲۸۴۳، ج۲، ص ۲۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۱۱، ج۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج۵، ص ۴۱۲)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہوجانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج۳، ص ۳۳۸)

جہاد چونکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے اس لیے جہاد بہت بڑا عمل صالح اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے اور چونکہ سامانِ جہاد کی تیاری مثلاً میدانِ جہاد تک پہنچنے کے لیے سواریوں کا انتظام، آلاتِ جنگ مثلاً تیر وتلوار کا بنانا، خریدنا، تیراندازی، شمشیرزنی، بندوق چلانے کی مشق کرنا، چونکہ یہ سب سامانِ جہاد کی تیاری ہے۔ لہٰذا جہاد کا وسیلہ ہونے کے سبب سے یہ سب

کام بھی عمل صالح اور عبادت بن گئے۔

21-بَابٌ فِي التَّعَاوُنِ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

نیکی اور تقویٰ پر تعاون کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) (المائدة: 2)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بھلائی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) (العصر: 1-2)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے زمانہ (محبوب) کی۔ بلاشبہ انسان خسارہ میں ہے، لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - كَلَامًا مَعْنَاهُ: اِنَّ النَّاسَ اَوْ اَكْثَرَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ

اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حاصل یہ ہے اس سورت میں غور کرنے سے اکثر لوگ غافل ہیں۔

شرح: عقل مند کون؟

بصیرت کی آنکھ اور فراست کے نور سے دیکھو! اللہ عزوجل نے ہر انسان پر خسارے کا حکم لگایا کیونکہ اَلْعَصْر پر الف لام عموم اور اِستغراق کے لئے ہے اور اس کی دلیل استثناء ہے کہ ہر انسان خسارے میں ہے مگر جو ان چار باتوں کا جامع ہوگا وہ ہلاکت میں ڈالنے والے خسارے سے نجات یافتہ ہوگا، وہ چار باتیں یہ ہیں: (۱) ایمان (۲) نیک عمل (۳) حق کی اس طرح وصیت کرنا کہ وہ لوگ کتاب وسنت سے ثابت شدہ اخلاق وآداب، احکام واقوال اور ظاہری وباطنی تمام افعال کی شرائط پر عمل کریں تاکہ ان میں سے کوئی شئے اخلاص کے بغیر نہ پائی جائے اور وہ اس سے صرف اللہ عزوجل کی رضا چاہیں اور (۴) انہیں صبر کی تلقین کریں کہ وہ اطاعت کرنے، ناپسندیدہ امور، آزمائشوں، گناہ چھوڑنے اور اپنی خواہشات ولذات ترک کرنے پر صبر کریں، ہماری بیان کردہ یہ چار شرائط جس میں پائی جائیں وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ایک بڑی امید یعنی خسارے، عار اور تباہی وبربادی سے سلامتی کی راہ پر ہوگا اور اسے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وصول کے مرتبہ سے مشاہدہ کا بلند مرتبہ حاصل ہوگا اور حال ومآل یعنی دنیا وآخرت میں اس کی رضا حاصل ہوگی۔ اللہ عزوجل اپنے احسان اور کرم سے ہم میں ان شرائط پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے۔ آمین

ایک عقل مند کے لئے یہ بات کس طرح درست ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی پکڑ اور اس کے انتقام سے بے خوف رہے، حالانکہ اس کا دل رحمن عزوجل کی قدرت کی دو انگلیوں کے درمیان ہے یعنی ایک قوم کے لئے خوش بختی اور دوسری کے

لئے بدبختی کے ارادے کے درمیان ہے، دل کو قلب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ پھرنے، بدلنے میں کھولنے والی ہانڈی سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

(179) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوعبدالرحمن زید بن خالد جہنی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو تیاری کا سامان دیا تو یقیناً اس نے خود جہاد کیا اور جو جہاد کرنے والے کے پیچھے اس کے گھر والوں میں بھلائی سے رہا تو اس نے یقیناً جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، ج ۲ص۲۱۷، رقم: ۲۸۴۳ صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره و خلافته فی اهله بخیر، ج ۲ص۴۲، رقم: ۵۰۱۱ المنتقی لابن الجارود، باب ما یجزی من الغزو ومن جهز غازیا، ص۲۵۹، رقم: ۱۰۳۴ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما جاء فی تجهیز الغازی واجر الجاعل، ج ۹ص۲۸، رقم: ۱۸۲۷۰ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الامارة، ج ۵ص۹۹، رقم: ۴۳۰۰)

شرح حدیث: عرش کے سائے میں

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج ۵، ص ۴۱۲)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۱۱، ج ۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے

لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج ۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہو جانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جہز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج ۳، ص ۳۳۸)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے بنی لحیان کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے، پھر جہاد سے رہ جانے والوں سے فرمایا، تم میں سے جو مجاہدین کے اہل خانہ کی خبر گیری کرے اس کے لئے مجاہد کی مثل ثواب ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ الخ، رقم ۱۸۹۶، ص ۱۰۵۱)

حضرتِ سیدنا مُعاذ بن اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ کے مجاہد کو رخصت کرنا اور اسے صبح یا شام میں سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب تشییع الغزاۃ و وداعہم، رقم ۲۸۲۴، ج ۳، ص ۳۷۲)

مسلمان بھائی کی حاجت روائی

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم کا فرمان رغبت نشان ہے، جس نے کسی مومن سے تکلیف و مصیبت کو دور کیا، اللہ تبارک و تعالیٰ اسکے لیے پُل صراط پر نور کے دو ایسے شعلے بنائے گا جس سے اتنا عالم چمکے گا کہ مخلوق اس کی چمک کی تاب نہ لا سکے گی۔

(الترغیب والترہیب، الترغیب فی التیسیر علی المعسر، ج ۲، رقم ۱۰، ص ۲۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حبیب، بیمار دلوں کے طبیب صَلَّی اللہ تعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جو کوئی مسلمان کی دنیوی مصیبت کو دور کریگا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسکی مصیبت کو دور کریگا، جو مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ اسکے دنیا و آخرت کے عیوب چھپائے گا، اللہ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، رقم ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہ تعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جس نے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی وہ ایسا ہے جیسے اُس نے ساری عمر اللہ عزوجل کی عبادت کی۔

(کنز العمال، کتاب الزکوۃ، باب قضاء الحوائج من الاکمال، ج ۶، رقم ۱۶۴۵۳، ص ۱۸۹)

(180) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بعث بعثًا اِلٰی بَنِیْ لِحْیَان مِنْ هُذَیْلٍ، فَقَالَ: لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان قبیلہ کی شاخ بنو ہذیل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ گھر کے دو آدمیوں میں سے ایک جائے تو ثواب دونوں پائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ وخلافته فی اهله بخیر، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۰۱۳ ۵سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الامام یغزی من اهل دار من المسلمین، ج ۹ ص ۴۰، رقم: ۱۸۲۵۴ ۵صحیح ابن حبان، باب الخروج وکیفیة الجهاد، ج ۷ ص ۵۱۲، رقم: ۴۷۲۹ ۵مسند ابی یعلٰی، مسند ابی سعید الخدری، ج ۱ ص ۴۶۴، رقم: ۱۲۸۲ ۵مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ ص ۲۴، رقم: ۱۱۲۱۹)

شرح حدیث: عمروں میں برکت کا سبب

مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے دین میں باطل چیزوں کی آمیزش کردی تو ایک گروہ اُن سے جدا ہوگیا، انہوں نے اللہ عزَّ وَجَلَّ سے دُعا کی کہ وہ ان کو دین میں باطل چیزوں کی ملاوٹ کرنے والوں سے دُور کردے۔ چنانچہ، زمین کے نیچے ایک سوراخ ظاہر ہوا، اس میں چلتے ہوئے انہوں نے ایک کشادہ اور وسیع میدان دیکھا، تو انہوں نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ اُن کے بیٹے اور سب نسلیں مستقل طور پر وہیں قیام پذیر ہوگئیں، یہاں تک کہ حضرت سیّدنا ذوالقرنین ایک دن سیر کرتے ہوئے جب وہاں پہنچے، تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں لوگوں کی عمریں دراز ہیں، کوئی فقیر نہیں، قبریں گھر کے دروازوں کے قریب اور عبادت گاہیں گھروں سے دُور ہیں۔ گھروں پر دروازے بھی نہیں ہیں، نہ اُن پر کوئی حاکم ہے، نہ اُن کا کوئی امیر ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ان سب باتوں کا راز کیا ہے؟ تو عرض کی گئی: اے بادشاہ! ہماری عمروں میں برکت کا سبب ہمارا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ ہم میں سے جب کوئی محتاج ہوجاتا ہے تو ہم مل کر اس کی محتاجی دُور کرتے ہیں، اس طرح ہم سب اغنیاء ہیں، اور ہماری قبروں کے گھر سے قریب ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہم نے اپنے علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے سنا ہے کہ قبر زندوں کو موت کی یاد دلاتی ہے، اور عبادت گاہوں کے دور ہونے کا سبب ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام اور علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے یہ بتایا ہے کہ ان کی طرف قدموں کی کثرت سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور ہمارے گھروں کے دروازے اس لئے نہیں کہ ہم کسی کی چوری نہیں کرتے، تو ہمیں دروازوں کی حاجت نہیں ہوتی، اور ہم پر کوئی حاکم یا امیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے، بلکہ ہم باہم عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں تو ہمیں پھر امیر و حاکم کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ حضرت سیّدنا ذوالقرنین نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہاری مثل کوئی قوم نہیں دیکھی، اور اگر میں نے کسی شہر کو وطن

بنانے کا ارادہ کیا، تو تمہارے حُسنِ معاشرت اور اخلاقِ جمیلہ کی وجہ سے اس شہر کو وطن بناؤں گا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(181) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوا: الْمُسْلِمُوْنَ. فَقَالُوا: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ. فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا. فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام روحا پر ایک قافلہ سے ملے فرمایا کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا مسلمان ہیں اب انہوں نے پوچھا آپ کون ہو؟ تو فرمایا اللہ کے رسول تو ایک عورت نے آپ کی طرف اپنا بچہ پیش کیا۔ اور کہنے لگی کیا اس کا حج ہے؟ فرمایا ہاں اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، ج ۱ ص ۲۰۷، رقم: ۳۲۱۷، اخبار مکۃ للفاکہی، ذکر الحج بالصبیان الصغار، ج ۱ ص ۳۷۸، رقم: ۷۷۸، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب حج الصبی، ج ۵ ص ۱۵۵، رقم: ۹۹۸۲، سنن ابن ماجہ، باب حج الصبی، ج ۲ ص ۴۷۷، رقم: ۲۹۱۰ (دار الفکر بیروت) سنن ترمذی، باب حج الصبی، ج ۱ ص ۲۸۹، رقم: ۹۲۴)

شرح حدیث: رب تعالیٰ کا انعام عظیم

نیک اولاد اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم انعام ہے۔ اولادِ صالح کے لئے اللہ عزوجل کے پیارے نبی حضرت سیدنا زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعا مانگی۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

(پ ۳، اٰل عمران: ۳۸)

اور خلیل اللہ حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آنے والی نسلوں کو نیک بنانے کی یوں دعا مانگی:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ (پ ۱۳، ابرٰہیم: ۴۰)

یہی وہ نیک اولاد ہے جو دنیا میں اپنے والدین کے لئے راحتِ جان اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنتی ہے۔ بچپن میں ان کے دل کا سرور، جوانی میں آنکھوں کا نور اور والدین کے بوڑھے ہو جانے پر ان کی خدمت کر کے ان کا سہارا بنتی ہے۔ پھر جب یہ والدین دنیا سے گزر جاتے ہیں تو یہ سعادت مند اولاد اپنے والدین کے لئے بخشش کا سامان بنتی ہے

جیسا کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے:

(۱) صدقہ جاریہ۔۔۔۔۔۔

(۲) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔۔۔۔۔۔۔

(۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان، الحدیث ۱۶۳۱، ص ۸۸۶)

ایک اور مقام پر حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں آدمی کا درجہ بڑھا دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے حق میں یہ کس طرح ہوا؟ تو جواب ملتا ہے اس لیے کہ تمہارا بیٹا تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالدین، الحدیث ۳۶۶۰، ج ۴، ص ۱۸۵)

بسم اللہ شریف پڑھنے کی برکت

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر گزرے تو عذاب ہو رہا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ نور ہی نور ہے اور وہاں رحمتِ الٰہی عزوجل کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ علیہ السلام بہت حیران ہوئے اور بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض کی کہ مجھے اس کا بھید بتایا جائے۔ ارشاد ہوا: اے عیسیٰ! یہ سخت گنہگار اور بدکار تھا، اس وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے بیوی حاملہ چھوڑی تھی۔ اس کے لڑکا پیدا ہوا اور آج اس کو مکتب بھیجا گیا، استاذ نے اسے بسم اللہ پڑھائی، مجھے حیاء آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔

(التفسیر الکبیر، الباب الحادی عشر، ج ۱، ص ۱۵۵ ملخصا)

روزانہ ایک قرآن پاک کا ایصالِ ثواب

ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان کے تمام مردے اپنی قبروں سے باہر نکل کر جلدی جلدی زمین پر سے کوئی چیز سمیٹ رہے ہیں، لیکن مُردوں میں سے ایک شخص فارغ بیٹھا ہوا ہے، وہ کچھ نہیں چنتا۔ اس شخص نے اس سے جا کر پوچھا کہ یہ لوگ کیا چن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا: زندہ لوگ جو کچھ صدقہ۔۔ یا۔۔ دعا۔۔ یا۔۔ تلاوتِ قرآن وغیرہ اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں، اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ اس نے کہا تم کیوں نہیں چنتے؟ جواب دیا مجھے اس وجہ سے فراغت ہے کہ میرا ایک بیٹا حافظِ قرآن ہے جو فلاں بازار میں حلوہ بیچتا ہے، وہ روزانہ ایک قرآنِ پاک پڑھ کر مجھے بخشتا ہے۔

یہ شخص صبح اسی بازار میں گیا، دیکھا کہ ایک نوجوان حلوہ بیچ رہا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں اس نے نوجوان سے پوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں روزانہ ایک قرآن پاک پڑھ کر اپنے والدین کو بخشتا ہوں، اسی کی

تلاوت کررہاہوں۔ کچھ عرصے بعد اس نے خواب میں دوبارہ اسی قبرستان کے مُردوں کو کچھ چنتے ہوئے دیکھا، اس مرتبہ وہ شخص بھی چننے میں مصروف تھا کہ جس کا بیٹا اسے قرآن پاک پڑھ کر بخشا کرتا تھا، اس کو دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا، اتنے میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ صبح اٹھ کر اسی بازار میں گیا اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حلوہ بیچنے والے نوجوان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

(روض الریاحین، الفصل الثانی الحکایۃ السابعۃ والخمسون، ص ۱۷۷)

(182) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُنفِذُ مَا اُمِرَ بِهٖ فَيُعْطِيْهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ، اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلَّذِيْ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ وَضَبَطُوْا الْمُتَصَدِّقَيْنِ بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ كَسْرِ النُّوْنِ عَلَى التَّثْنِيَةِ، وَعَكْسِهٖ عَلَى الْجَمْعِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان امانت دار خزانچی جو حکم بجالائے اور پورا پور خوش دلی سے دے جس کو دینے کا حکم ہوا تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ اسے جو حکم دیا گیا ہے وہ ادا کرتا ہے اور اَلْمُتَصَدِّقَيْنِ: قاف پر زبر تثنیہ میں نون پر زیر اور جمع میں اس کے برعکس دونوں طرح صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبه غير مفسد، ج ۱ص ۶۱۲ ، رقم: ۱۴۳۸ صحیح مسلم، باب اجر الخازن الامين والمرأة اذا تصدقت من بيت زوجها، ج ۲ص ۱۹۰ ، رقم: ۲۲۱۰ صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج ۲ص ۲۵۹ ، رقم: ۳۳۵۹ جمع الجوامع، حرف الخاء، ج ۷ص ۱۷۰ ، رقم: ۱۱۹۶۷ جامع الاصول لابن اثير، الكتاب الثالث فی الامانة، ج ۱ص ۲۲۶ ، رقم: ۱۰۶)

شرح حدیث: امانت دار عاملِ زکوٰۃ اور خزانچی کا ثواب

حضرتِ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ عزوجل کی رضا کے لئے حق کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنے گھر لوٹنے تک اللہ عزوجل کی راہ کے غازی کی طرح ہے۔ (مسند احمد، مسند المکیین، رقم ۱۵۸۲۶، ج ۵، ص ۳۶۶)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، جب کسی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کیا جائے پھر وہ دیانتداری کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے اور اسے حقدار تک پہنچائے تو وہ اپنے گھر لوٹنے تک اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب العمال علی الصدقۃ، رقم ۴۴۵۰، ج ۳، ص ۲۳۶)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک وہ امانت دار اور مسلمان خزانچی جسے کوئی مال کہیں منتقل کرنے کا حکم دیا جائے پھر وہ پورا مال خوش دلی سے ادا کردے اور اسے جس کے بارے میں حکم دیا گیا ہو اس تک پہنچادے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک شمار ہوگا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخادم اذا تصدق الخ، رقم ۱۴۳۸، ج۱، ص ۴۸۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بہترین کمائی عامل (یعنی زکوۃ وصول کرنے والے) کی کمائی ہے جبکہ وہ خیر خواہ ہو۔ (مسند احمد، رقم ۸۴۲۰، ج۳، ص ۲۳۲)

22-بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

خیر خواہی

قَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: 10)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایمان دار تو بھائی بھائی ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: إِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿وَأَنْصَحُ لَكُمْ﴾ (الأعراف: 62)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نوح (علیہ السلام) نے قوم سے کہا: ''میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں''۔

وَعَنْ هُودٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾ (الأعراف: 68)

اور ہود علیہ السلام نے کہا: ''میں تمہارے لیے خیر خواہ امانت دار ہوں''۔

(183) وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ: فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي رُقَيَّةَ تَمِيمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پہلی حدیث یہ ہیں: حضرت ابورقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا: کس کے لئے فرمایا اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لیے اور مسلمان حکمرانوں اور عوام کیلئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ج ۱ص ۵۳، رقم: ۲۰۵، سنن الدارمی، باب الدین النصیحۃ، ج ۲ص ۴۰۲، رقم: ۲۷۵۴، سنن ابوداؤد، باب فی النصیحۃ، ج ۴ص ۴۴۱، رقم: ۴۹۴۶، الاداب للبیھقی، باب ما یجب علی المسلم، ص ۱۱۰، رقم: ۱۸۸، اتحاف الخیر المھرۃ، کتاب الایمان، باب ما جاء فی النصح، ج ۱ص ۱۵۵، رقم: ۱۵۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نصیحۃ بنا ہے نصح سے بمعنی خالص ہونا عرب کہتے ہیں نصحت العسل عن الشمع میں نے شہد کو موم سے خالص کرلیا۔اصطلاح میں کسی کی خالص خیر خواہی کرنا جس میں بدخواہی کا شائبہ نہ ہو یا خلوص دل سے کسی کا بھلا چاہنا نصیحت ہے،یہ بھی جامع کلمات میں سے ہے کہ اس ایک لفظ میں لاکھوں چیزیں شامل ہیں حتی کہ اعتقاد کو کفر سے خالص کرنا،عبادات کوریا سے پاک وصاف کرنا،معاملات کو خرابیوں سے بچانا سب ہی نصیحت میں داخل ہیں اور اللہ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کے متعلق خالص اسلامی عقیدہ رکھنا،خلوص دل سے اس کی عبادت کرنا،اس کے محبوبوں سے محبت دشمنوں سے عداوت رکھنا،اس کے متعلق اپنے عقیدے خالص رکھنا اس کی شرح بہت وسیع ہے۔(مرقات)

مزید فرماتے ہیں: کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے کتاب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا اس کی تلاوت کرنا،اس میں بقدر طاقت غور کرنا،اس پر صحیح عمل کرنا،اس پر سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنا غلط تاویلوں تحریفوں کی تردید کرنا،اور اللہ کے رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں تمام نبیوں کا سردار ماننا ان کے تمام صفات کا اعتراف کرنا جان ومال واولاد سے زیادہ انہیں پیارا رکھنا انکی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ان کا ذکر بلند کرنا،اور اماموں سے مراد یا تو اسلامی بادشاہ اسلامی حکام ہیں یا علماء دین مجتہدین کاملین اولیاء واصلین ہیں۔ان کی نصیحت یہ ہے کہ انکے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرنا،لوگوں کو ان کی اطاعت جائزہ کی طرف رغبت دینا،آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا،ان کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔(مرقات) علماء کا ادب کرنا۔اور عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ بقدر طاقت ان کی خدمت کرنا،ان سے دینی ودنیا مصیبتیں دور کرنا،ان سے محبت کرنا،ان میں علم دین پھیلانا،اعمال نیک کی رغبت دینا،جو چیز اپنے لیے پسند نہ کرے ان کے لیے پسند نہ کرنا یہ حدیث بہت ہی جامع ہے۔(مرآۃ المناجیح،ج۶،ص۵۹۶)

(184) اَلثَّانِی: عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ، وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

دوسری حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البیعۃ علی اقام الصلوۃ، ج۱،ص۱۱۱، رقم: ۲۲۴، صحیح مسلم، باب بیان أن الدین النصیحۃ، ج۱،ص۵۴، رقم: ۲۰۸، سنن الدارمی، باب فی النصیحۃ، ج۲،ص۳۲۲، رقم: ۲۷۴۰، المنتقی لابن الجارود، باب اول کتاب الزکاۃ، ص۹۱، رقم: ۳۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جریر بن عبداللہ البجلی، ج۲،ص۲۹۸، رقم: ۲۲۴۵)

شرح حدیث: مسلمان کی خیر خواہی

مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، جب وہ بلائے تو اس

کو جواب دے، اس کے چھینکنے پر یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے، بیمار ہو تو عیادت کرے، فوت ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہو، جب کوئی قسم اٹھائے تو اس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرے، غائب ہو تو غیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرے، اس کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اس کے لئے بھی وہی ناپسند جانے جسے اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے۔

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۱۵۰۲، ج۱، ص۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

ترجمہ: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰، ص ۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔

ترجمہ: (کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہلِ ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج۲، ص ۶۵۴)

نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوْءَ وَاجْتَنَبَهٗ۔

ترجمہ: مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج۲، ص ۶۵۴)

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(پ9، الاعراف:199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آپس میں صلح کروانا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۴)

اور وہ مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے۔ ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچے اور ہر حاجت مند مسلمان کے لئے اس شخص کے پاس سفارش کرے جو اس کی عزت کرتا ہے اور گفتگو کرنے سے پہلے سلام کرے، جہاں تک ممکن ہو مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو دوسرے کے ظلم سے بچائے۔

ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ جب کسی شریر سے واسطہ پڑے تو اسے برداشت کرے اور اس سے بچے اور ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مُردوں کے لئے دعا مانگے۔

(185) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تیسری حدیث: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہ ہوگا، جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ج۱ ص ۱۲، رقم: ۱۳ صحیح مسلم، باب

الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیہ المسلم، ج ۱ص۳۲، رقم: ۴۵، سنن الدارمی، باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب النفسہ، ج ۲ص۳۹۷، رقم: ۲۷۴۰، الاداب للبیھقی، باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ص۶۲، رقم: ۱۱۰، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج ۳ص۲۲۳، رقم: ۳۱۵۱)

شرح حدیث: تو لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرے

حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں اور میں معاذ ہوں، (مجھے) کیسے نجات حاصل ہوگی؟ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! میری اتباع کرو اگرچہ تمہارے عمل میں کمی ہو، اے معاذ! اپنے قرآن پڑھنے والے بھائیوں کے بارے میں کچھ کہنے سے اپنی زبان روک کر رکھو، اپنے گناہوں کو اپنے اوپر ڈالو، دوسروں کے ذِمہ نہ لگاؤ، ان کو برا بھلا کہہ کر اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو، اپنے آپ کو ان پر بلند نہ سمجھو، دنیوی عمل کو آخرت کے عمل میں داخل نہ کرو، اپنی مجلس میں تکبر نہ کرو تاکہ لوگ تیرے برے اخلاق سے بچے رہیں، تیسرے آدمی کی موجودگی میں کسی سے سرگوشی نہ کرو، لوگوں پر اپنی عظمت کا اظہار نہ کرو ورنہ تم دنیاوی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے اور لوگوں کی بے عزتی نہ کرو ورنہ بروزِ قیامت جہنم میں اس کے کتے تمہیں چیر پھاڑ دیں گے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ

ترجمۂ کنز الایمان: اور نرمی سے بند کھولیں۔ (پ30، النّٰزعٰت: 2)

اے معاذ! کیا تم جانتے ہو، وہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون ہیں؟ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم کے کتے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو دانتوں سے نوچیں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون ان خصائل کی طاقت رکھ سکتا اور ان کتوں سے بچ سکتا ہے؟ تو آقائے نامدار صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! یہ چیز ہر اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ آسان فرمادے، تیرے لئے یہی کافی ہے کہ تو لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے بھی وہی ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کسی کو حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا، وہ اس حدیث کے ڈر سے ایسا کرتے تھے۔

(الترغیب والترھیب، المقدمۃ، باب الترھیب من الریاء ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۹، ج۱، ص۴۸ تا ۵۱)

اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجتیں پوری کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ

نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پرظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے قید کرتا ہے اور جوکوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کرے گا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی ایک دنیوی پریشانی دور کریگا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو تنگدست کے لئے آسانی مہیا کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اسکے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور بندہ جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عزوجل بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، رقم ۱۹۳۷، ج ۳، ص ۳۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلے اس کا یہ عمل اس کے لیے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرے اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتا ہے اور ان میں سے دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ مشرق ومغرب کے فاصلے سے زیادہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلے تو یہ عمل میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی شریف علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں دو مہینے اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین ۔۔الخ رقم ۸، ج ۳، ص ۲۶۳)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بندہ جب تک اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے اللہ عزوجل اسکی حاجت پوری فرماتا رہتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۲۳، ج ۸، ص ۳۵۳)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل نے کچھ قوموں کو بعض نعمتیں عطا کی ہیں جنہیں وہ اس وقت تک ان کے پاس رکھتا ہے جب تک وہ مسلمانوں کی حاجت روائی کرتے رہتے ہیں اور جب وہ انہیں مسلمانوں پر خرچ نہیں کرتے تو اللہ عزوجل وہ

نعمتیں دوسروں کی طرف منتقل فرما دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۱۲، ج۸، ص۳۵۱)

23-بَابٌ فِي الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) (آل عمران: 104)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے منع کرنے والی ہو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرُ الاَ فاضِل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے امر معروف و نہی منکر کی فرضیت اور اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (آل عمران: 110)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم سب سے اچھی امت ہو جسے لوگوں کے بھلے کیلئے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

شرح: حضرتِ صدرُ الاَ فاضِل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شانِ نزول: یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الأعراف: 199)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے نبی!) معاف کرنے کا طریقہ اپناؤ اور جاہلوں سے روگردانی کرو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (التوبة: 71)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ إِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ) (المائدة: 78)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل کے کفار حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کی زبانوں پر لعنت کیے گئے اس کا سبب ان کا نافرمانی کرنا حد سے بڑھے وہ اور ایک دوسرے کو ان برائیوں سے نہ روکتے تھے جس کے خود مرتکب ہوتے جو وہ کرتے بہت برا تھا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ) (الكهف: 29)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فرما دیجئے یہ تمہارے ربّ کی طرف سے حق ہے، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ) (الحجر: 94).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو حکم ہے بے حجاب کہہ دیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ) (الأعراف: 165)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے برائی سے روکنے والوں کو نجات دی اور ظلم کرنے والوں کو برے عذاب سے پکڑا اس کا سبب ان کا فسق و فجور تھا۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت معلوم ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

اور احادیث یہ ہیں:

(186) فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پہلی حدیث: حضرت ابو سعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو برائی دیکھے اسے اپنے قوت بازو سے روکے اگر اس کی قوت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی ہمت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان كون النهى عن المنكر من الایمان، ج ۱ص۵۰، رقم: ۱۸۶ سنن الكبرى للبيهقى، باب نصر المظلوم والاخذ على يد الظالم عند الامكان، ج ۶ص ۹۴، رقم: ۱۱۸۲۴ صحيح ابن حبان، باب الصدق والامر، ج ۱ص ۵۴۰، رقم: ۳۰۶ مسند ابى يعلى، مسند ابى سعيد الخدرى، ج ۱ص ۴۸۹، رقم: ۱۰۰۹ مسند امام احمد، مسند ابى سعيد الخدرى، ج

ص۶۰، رقم: ۱۱۵۲۲)

شرح حدیث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتساب کے مختلف مراتب ہیں۔

آخری شرط: وہ محتسب فیہ ہے اور یہ دوسرا رکن ہے ہر وہ برائی جو اجتہاد کے بغیر معلوم ہو ائمہ معتبرین کے نزدیک اس میں اختلاف کا محل نہیں پس کوئی شافعی اس حنفی کو منع نہیں کرتا جو ایسی نبیذ پئے جس سے نشہ نہیں ہوتا اور کوئی حنفی کسی شافعی کو نہیں روکتا جو گوہ اور بجو کھاتا ہے۔

اور آخری رکن محتسب علیہ ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ انسان ہو کیونکہ بچے کو بھی شراب پینے سے روکا جائے گا، ہاں! بعض افعال مجنون اور بچے کے حق میں منکر نہیں ہوتے (جیسے نماز وغیرہ) اور نہ ہی ان کو اس سے روکا جائے گا۔

محتسب کے آداب کا بیان

محتسب کو چاہے کہ وہ عالم، متقی، حسن اخلاق کا پیکر، نرم طبیعت کا مالک ہونا چاہئے اور وہ سختی سے پیش آنے والا نہ ہو۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے تو محتسب کو احتساب کی حدود کا علم ہونا چاہئے۔ پرہیز گاری یہ ہے کہ وہ احتساب میں اس حد تک رہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ حسن اخلاق کے ساتھ نرمی اختیار کرے، سختی نہ کرے تاکہ وہ حدِ شرع سے تجاوز نہ کر جائے پس اس کا فساد اس کی اصلاح پر حاوی نہ ہو اور احتساب کے معاملے میں شفقت کو مدنظر رکھے یہاں تک کہ جب اُسے کوئی شخص کسی چیز سے منع کرے یا اُسے ناپسندیدہ چیز کا سامنا ہو تو شریعت کی حد سے تجاوز نہ کرے کہ اگر وہ احتساب کو بھول جائے اور نفسِ احتساب کے معاملے میں برائی کا مرتکب ہو۔

حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدمحترم کا احتساب

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِمحترم حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، آپ کا اسم گرامی سیّد موسیٰ کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیلان شریف کے اکابر مشائخ کرام رحمہم اللہ میں سے تھے۔

جنگی دوست لقب کی وجہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لقب جنگی دوست اس لئے ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خالصۃً اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نفس کشی اور ریاضتِ شرعی میں یکتائے زمانہ تھے، نیکی کے کاموں کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے مشہور تھے، اس معاملہ میں اپنی جان تک کی بھی پروانہ کرتے تھے، چنانچہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع مسجد کو جا رہے تھے کہ خلیفہ وقت کے چند ملازم شراب کے مٹکے نہایت ہی احتیاط سے سروں پر اٹھائے جا رہے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب ان کی طرف دیکھا تو جلال میں آ گئے اور ان مٹکوں کو توڑ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رعب اور بزرگی کے سامنے کسی ملازم کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی تو انہوں نے خلیفہ وقت کے سامنے واقعہ کا اظہار کیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

خلاف خلیفہ کو ابھارا، تو خلیفہ نے کہا: سید موسیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو فوراً میرے دربار میں پیش کرو۔ چنانچہ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربار میں تشریف لے آئے خلیفہ اس وقت غیظ وغضب سے کرسی پر بیٹھا تھا، خلیفہ نے للکار کر کہا: آپ کون تھے جنہوں نے میرے ملازمین کی محنت کو رائیگاں کر دیا؟ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں محتسب ہوں اور میں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ خلیفہ نے کہا: آپ کس کے حکم سے محتسب مقرر کئے گئے ہیں؟ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رعب دار لہجہ میں جواب دیا: جس کے حکم سے تم حکومت کر رہے ہو۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد پر خلیفہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ سر بزانو ہو گیا (یعنی گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا) اور تھوڑی دیر کے بعد سر کو اٹھا کر عرض کیا: حضور والا! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ مٹکوں کو توڑنے میں کیا حکمت ہے؟ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: تمہارے حال پر شفقت کرتے ہوئے نیز تجھ کو دنیا اور آخرت کی رسوائی اور ذلت سے بچانے کی خاطر۔ خلیفہ پر آپ کی اس حکمت بھری گفتگو کا بہت اثر ہوا اور متاثر ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہوا: عالیجاہ! آپ میری طرف سے بھی محتسب کے عہدہ پر مامور ہیں۔

حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے متوکلانہ انداز میں فرمایا: جب میں حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں تو پھر مجھے خَلق کی طرف سے مامور ہونے کی کیا حاجت ہے۔ اُسی دن سے آپ جنگی دوست کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

(سیرت غوث الثقلین، ص ۵۲)

(187) اَلثَّانِي: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلاَّ كَانَ لَهُ مِنْ اُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهِ، ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لاَ يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لاَ يُؤْمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دوسری حدیث: حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جتنے نبی مبعوث فرمائے ہر ایک کیلئے اس کی امت میں سے کچھ اہل اخلاص اور کچھ خاص احباب ہوتے تھے جو اس کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے پھر ان کے بعد نالائق لوگ آ گئے جو کہتے اسے کرتے نہ تھے اور وہ وہ کرتے جس کا انہیں حکم نہ ہوتا پس جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ ایمان دار ہے اور جو اُن سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور جو اپنی زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ج ا ص۵۰، رقم: ۱۸۸سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی ان القضا وسائر الاعمال الولاۃ، ج۱۰ص۹۰، رقم: ۲۰۱۶۲الایمان لابن مندہ ذکر خبر یدل علی ان الایمان ینقص، ص۱۲۶، رقم: ۱۸۳مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب، ج ا ص۳۳، رقم: ۱۵۷مسند ابو عوانۃ، بیان نفی الایمان عن الذی یحرم ھذہ الاخلاق، ج ا ص۳۲، رقم: ۱۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں شریعت اور تبلیغ والے نبی مراد ہیں جن کی باقاعدہ اُمّتیں تھیں اور یہ اصحاب حواریوں کے علاوہ جماعت ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت پیغمبر کو اللہ نے عام صحابی بھی بخشے اور خاص صاحب اسرار بھی ایسے ہی ہمارے حضور کے صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں بعض خاص صاحب اسرار ہیں، جیسے خلفائے راشدین وغیرہم۔لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض نبی وہ بھی ہیں جن کی بات کسی نے نہ مانی اور بعض وہ جن کی ایک دو آدمیوں نے ہی اطاعت کی۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ان صحابہ کے بعد ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگ پیدا ہوتے تھے، ایسے ہی میرے صحابہ کے بعد بھی ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضور کے صحابہ بدعملی اور بدعقیدگی سے پاک رہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یعنی ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں: حکام طاقت سے کہ مجرموں کو سزائیں دیں، اہل علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں، عوام مؤمن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں تا قیامت یہ احکام جاری رہیں۔(مرأۃ المناجیح، ج ا، ص ۱۵۵)

اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا

حضرت سیِّدُنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَمَّا الْمَوْعِظَةُ فَهِيَ الْكَلَامُ الَّذِيْ يُفِيْدُ الزَّجْرَ عَمَّا لَا يَنْبَغِيْ فِيْ طَرِيْقِ الدِّيْنِ

یعنی نصیحت وہ کلام ہے جو راہِ دین میں ناروا اور نامناسب باتوں سے روکے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ ال عمران، تحت الآیۃ ۱۳۸، ج ۳ ص ۳۷۰)

وعظ و نصیحت کی اہمیت وافادیت ایک مسلّمہ (مُ۔سَل۔لَم۔ہ) حقیقت ہے۔ہر دور میں اس کی ضرورت پیش آئی۔ اس کے فوائد و ثمرات بے شمار و بے حساب ہیں۔خود اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا ایک نام موعظت یعنی نصیحت رکھا ہے۔

چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔ (پ4، آل عمران: 138)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔ (پ11، یونس: 57)

مفسرِ شہیر، صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں ارشاد فرماتے ہیں: اس آیت میں قرآن کریم کے آنے اور اس کے مَوْعِظَت (مَو۔عِ۔ظَت: یعنی نصیحت) وشفا وہدایت ورحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب ان فوائدِ عظیمہ کی جامع ہے۔ موعظت کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بلائے، اور خطرے سے بچائے خلیل نے کہا کہ موعظت نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو۔ (خزائن العرفان، سورہ یونس، تحت الآیہ ۵۷)

(188) اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا، وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللهِ تَعَالٰی فِیْهِ بُرْهَانٌ، وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

تیسری حدیث: حضرت ابو ولید عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی، آسانی، خوشی اور ناپسندیدہ حالات میں سننے اور ماننے پر بیعت کی اور اس بات پر کہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیں گے اور یہ کہ حکمرانوں سے اقتدار پر جھگڑا نہ کریں گے ہاں اگر کھلا کفر دیکھو جس میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل ہو اور اس بات پر بیعت کی کہ ہم جہاں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔

(متفق علیہ)

اَلْمَنْشَطُ وَالْمَكْرَهُ بِفَتْحِ مِیْمَیْهِمَا: اَیْ فِی السَّهْلِ وَالصَّعْبِ۔ وَ الْاَثَرَةُ: الاختصاص بِالْمُشْتَرَكِ وَقَدْ سَبَقَ بَیَانُهَا۔ بَوَاحًا بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبَعْدَهَا وَاوٌ ثُمَّ اَلِفٌ ثُمَّ حَاءٌ مُهْمَلَةٌ: اَیْ

منشط والمکرہ: دونوں کی میم پر زبر ہے ان کا مطلب ہے، نرمی اور سختی۔ اثرۃ: مشترک بات جس میں کسی کو ترجیح دی جائے اس کا بیان گزر چکا ہے۔ بواحا: با موحدہ پر زبر اور اس کے بعد واؤ پھر الف پھر حاء مہملہ

ظَاهِرًا لَا يَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا. ہے اس کا مطلب ایسی وضاحت ہے۔جس کے بعد تاویل نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کیف یبایع الامام الناس ج ۴ص۴۷۷ رقم: ۱۹۹، صحیح مسلم باب وجوب طاعة ج ۶ص۲۵۲ رقم: ۲۸۵۴، سنن الکبری للبیهقی باب کیفیة البیعة ج ۸ص۱۴۵ رقم: ۱۶۹۹۲، سنن ابن ماجه باب البیعة ج ۳ص۱۸۱ رقم: ۲۸۶۶ (دار الفکر بیروت) سنن الکبری للنسائی باب البیعة علی القول بالحق ج ۴ص۴۲۲ رقم: ۷۷۷۷)

شرح حدیث: لڑائی جھگڑا کرنا

یعنی انسان کا دوسرے سے جھگڑنا قابلِ مذمت ہے۔اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے،شہنشاہِ مدینہ،قرارِ قلب وسینہ،صاحبِ معطر پسینہ،باعثِ نُزولِ سکینہ،فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:

اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ

ترجمہ:اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

(صحیح البخاری،کتاب المظالم،باب قول اللہ تعالیٰ: وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ،الحدیث ۲۴۵۷،ص ۱۹۳)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،حضور نبیٔ کریم،رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:

مَنْ جَادَلَ فِي خُصُوْمَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِي سُخْطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ۔

ترجمہ:جو شخص بے جا جھگڑتا ہے،وہ ہمیشہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی میں ہوتا ہے،یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا،کتاب الصمت وآداب اللسان،باب ذم الخصومات،الحدیث ۱۵۳،ج ۷،ص ۱۱۱)

جھگڑا ترک کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت،شہنشاہِ نُبوت،مَخْزنِ جودوسخاوت،پیکرِ عظمت وشرافت،مَحبوبِ رَبُّ العزت،محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو غلطی پر ہوتے ہوئے جھگڑنا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جائے گا اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑنا چھوڑ دے گا اس کے لئے جنت کے وسط میں ایک گھر بنایا جائے گا اور جس کا اخلاق اچھا ہوگا اس کے لئے جنت کے اعلیٰ مقام میں ایک گھر بنایا جائے گا۔(سنن ترمذی،کتاب البر والصلة،باب ماجاء فی المراء،رقم ۲۰۰۰،ج ۳،ص ۴۰۰)

حضرتِ سیدنا ابودرداء،ابواُمامہ اور واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کا خلاصہ ہے کہ نور کے پیکر،تمام نبیوں کے سَرْوَر،دو جہاں کے تاجْوَر،سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا،جھگڑنا چھوڑ دو،میں حق پر ہوتے

ہوئے جھگڑا چھوڑنے والے کو جنت کے کنارے، وسط اور اعلیٰ درجے میں تین گھروں کی ضمانت دیتا ہوں، جھگڑا چھوڑ دو، بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بتوں کی پوجا سے منع کرنے کے بعد سب سے پہلے جھگڑا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۷۶۵۹، ج ۸، ص ۱۵۲)

(189) اَلرَّابِعُ: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، وَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

چوتھی حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کی بے حرمتی کرنے والے کی مثال یوں ہے جیسے کہ ایک قوم ہو جنہوں نے کشتی کے بارے قرعہ اندازی کی کچھ اوپر والے حصہ پر اور کچھ نچلی منزل میں ٹھہر گئے۔ نچلی منزل والے پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے پاس سے گزرتے پھر انہوں نے کہا کہ اوپر جا کر تکلیف دینے کے بجائے ہم اپنے حصہ میں سوراخ کر لیں اگر اوپر والوں نے ان کو ان کے ارادہ پر چھوڑا تو سب ہلاک ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو روک لیا تو وہ اور سب لوگ نجات پا جائیں گے۔ (بخاری)

اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللهِ تَعَالٰى مَعْنَاهُ: اَلْمُنْكِرُ لَهَا، اَلْقَائِمُ فِيْ دَفْعِهَا وَاِزَالَتِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ: مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ. اسْتَهَمُوْا: اقْتَرَعُوْا۔

القائم فی حدود اللہ تعالٰی: اس کا مطلب ہے اس کے منکر حدود شرعیہ کی تدبیر کرنے والا اور ان کے ازالہ کی کوشش کرنے والا۔ مراد حدود ہے وہ جرائم جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ استھموا: (اس کا معنیٰ ہے) ان لوگوں نے قرعہ اندازی کی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل يقرع في القسمة والاستهام فيه، ج ۲ ص ۲۳۹، رقم: ۲۴۹۳ سنن الكبرى للبيهقي، باب اثبات استعمال القرعه، ج ۱۰ ص ۲۸۸، رقم: ۲۱۹۲۴ سنن ترمذى، باب ما جاء في فضل الجهاد، ج ۱ ص ۱۱۶، رقم: ۱۲۱۹ صحيح ابن حبان، باب الصدق والامر، ج ۱ ص ۵۳۲، رقم: ۲۹۷ (مؤسسة الرسالة، بيروت) جامع الاصول لابن اثير، الباب السابع في اقامة الحدود واحكامها، ج ۱ ص ۵۹۶، رقم: ۱۹۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث شریف میں ایک مثال کے ذریعہ برائی سے روکنے اور نیکی کا حکم دینے کی اہمیت کو واضح کیا گیا

اور بتایا گیا کہ اگر یہ سمجھ کر امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا جائے کہ برائی کرنے والا خود نقصان اٹھائے گا ہمارا کیا نقصان ہے تو یہ سوچ غلط ہے اس لیے کہ اس کے گناہ کے اثرات تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور جس طرح کشتی توڑنے والا اکیلا ہی نہیں ڈوبتا بلکہ وہ سب لوگ ڈوبتے ہیں جو کشتی میں سوار ہیں اسی طرح برائی کرنے والے چند افراد کا یہ جرم تمام معاشرے میں ناسور بن کر پھیلتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۵۵)

اجتماعی طور پر پیش آنے والے نقصانات

کثیر گناہ ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے براہِ راست دوسروں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص چوری کا گناہ کریگا تو اس شخص کا نقصان ہوگا جس کی چیز چرائی جائے گی بالکل یہی معاملہ ڈاکہ ڈالنے، امانت میں خیانت، گالی دینے، تہمت لگانے، غیبت کرنے، چغلی کھانے، کسی کے عیب اچھالنے، کسی کا مال ناحق کھانے، خون بہانے، کسی کو بلا اجازتِ شرعی تکلیف دینے، قرض دبا لینے، کسی کی چیز اُسے ناگوار گزرنے کے باوجود بلا اجازت استعمال کرنے، ماں باپ کو ستانے اور بدنگاہی کرنے کا ہے۔

اب اگر ہر ایک کو ان گناہوں کے ارتکاب کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو نہ تو کسی کا مال سلامت رہے گا اور نہ ہی عزت۔۔۔۔۔۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہمارا معاشرہ درندوں کے جنگل کا منظر پیش کرنے لگے گا۔

ان نقصانات سے بچنے کا طریقہ

ان نقصانات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش میں لگ جائیں بلکہ اس کے لئے باقاعدہ طور پر کوئی ایسی تنظیم ہونی چاہئے جو ساری دنیا میں نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ قرآن کریم میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے،

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (پ۴ سورۃ آل عمران: ۱۰۴)

(190) اَلْخَامِسُ: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدِ بِنْتِ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلٰكِنْ مَّنْ رَّضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟

پانچویں حدیث: اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ ہند بنت امیہ حذیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر کچھ حکمران مقرر ہوں گے ان میں بعض کام تمہارے لیے مانوس اور بعض کام نامانوس ہوں گے جس نے ناپسند کیا بری ہو گیا جس نے انکار کر دیا۔ وہ سلامت رہا، لیکن جس نے راضی ہو کر پیروی کی، صحابہ

قَالَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِيكُمُ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں فرمایا کہ نہیں جب تک تم میں نماز قائم کریں۔ (مسلم)

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَسْتَطِعْ اِنْكَارًا بِيَدٍ وَّلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْاِثْمِ، وَاَدّٰى وَظِيْفَتَهٗ، وَمَنْ اَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهٖ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَّضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِيْ.

کَرِہَ کا معنی ہے جو دل سے ناپسند کرے اور اسے ہاتھ سے یا زبان سے روکنے کی قدرت نہ ہو اس صورت میں وہ گناہ سے بری اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوا جس نے اپنے مقدور بھر انکار کیا وہ اس گناہ سے سلامت رہا جس نے ان کے کام پر رضامندی اور پیروی کی وہ نافرمان ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب الانکار علیا لامراء فیما یخالف الشرع وترك قتالھم، ج ۲ص ۲۲۲، رقم: ۳۹۰۶مسند ابوعوانۃ، ذکر خطر قتال الوالی الفاجر بفجورہ وتعدیہ، ج ۱ص ۲۱۸، رقم: ۵۷۵۷جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس، فی وجوب طاعۃ الامام والامیر، ج ۲ص ۲۰۸، رقم: ۲۰۵۱مسند ابوداؤد الطیالسی، باب ماروت ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ص ۲۲۳، رقم: ۱۵۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انکار سے مراد زبان سے انکار کر دینا ہے اور بری ہونے سے مراد نفاق اور مداہنت یعنی پلپلا پن ہے، کرہ سے مراد دل سے ناپسندیدگی ہے سلامتی ہے مراد گناہ اور وبال فسق سے محفوظ رہنا ہے یعنی ایسے بادشاہوں کے برے اعمال کو زبان سے برا کہہ دینے والا پختہ مسلمان ہے اور ان کے اعمال کو صرف دل سے برا سمجھنے والا زبان سے خاموش رہنے والا پہلے کی طرح پختہ تو نہ ہوگا مگر گناہ سے وہ بھی بچ جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی جو شخص ان فاسق حکام کے برے کاموں سے دل سے راضی ہوا اور عمل میں ان کے ساتھ شریک ہوگیا کہ وہ بھی ان کے سے کام کرنے لگا تو وہ بھی گناہ فسق و فجور وبال میں انکے ساتھ شریک ہوگیا۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یعنی ان بادشاہوں حاکموں کو ہاتھ سے اور بذریعہ قوت و طاقت گناہوں سے نہ روکیں جو کہ تبلیغ کی اعلی قسم ہے اور نمازی رہنے سے مراد ہے مسلمان رہنا کیونکہ نماز ہی کفر و اسلام میں فارق ہے لہذا یہ مطلب نہیں کہ بے نمازی بادشاہ حکام کی بغاوت درست ہے دوسرے گناہوں کی طرح ترک نماز بھی ایک گناہ ہے۔ قرآن کریم دوزخی کفار کا ایک قول نقل

فرماتا ہے جو وہ فرشتوں سے کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ہم نمازیوں میں سے نہ تھے یعنی مسلمان نہ تھے۔ خیال رہے کہ سلطان کی بغاوت بڑے فتنوں، خون ریزیوں، ملک کی تباہیوں کا باعث ہے اس لیے بڑے اہتمام کے ساتھ اس سے روکا گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱۲، ص۱۵۵)

بادشاہوں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا

احتساب کے درجات: جاننا چاہیے! احتساب کے چار درجے ہیں: (۱) برائی سے آگاہ کرنا (۲) وعظ کرنا (۳) سخت بات کہنا اور (۴) سختی سے روکنا۔

امراء وسلاطین کو آگاہ کرنا اور وعظ ونصیحت کرنا ہے کیونکہ ان سے سخت بات کرنا یا سختی سے روکنا فتنہ برپا ہونے کا سبب ہے جس کی وجہ سے ایسی شرانگیزی ہوگی جو ان کی اپنائی ہوئی برائی سے بھی زیادہ بری ہوگی۔ ہاں! اگر معلوم ہو کہ سخت گفتگو فائدہ مند ہوگی اور شرانگیزی کا باعث نہ ہوگی تو پھر کوئی حرج نہیں اور وہ انہی میں سے ہے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس پر تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

خَيْرُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ فَأَمَرَهُ، وَنَهَاهُ، فِي ذَاتِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَتَلَهُ عَلَى ذٰلِكَ۔

ترجمہ: شہداء میں سب سے افضل حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں پھر وہ شخص ہے جس نے حاکم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کا حکم دیا اور اس کی نافرمانی سے منع کیا پس اس وجہ سے حاکم نے اسے قتل کر دیا۔ (تاریخ بغداد، الرقم ۳۰۷۸۔ ابراہیم بن جابر بن عیسٰی ابواسحاق عُکبَریقی، ج۶، ص۵۰ مختصرا)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اَفْضَلُ اگر کلمۂ حق کہنے والا اس وجہ سے قتل کر دیا جائے تو شہید ہے۔ جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں مروی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ضَبَّہ بن مُحْصِن عَنْزِی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعَری رضی اللہ تعالٰی عنہ بصرہ میں ہمارے امیر تھے۔ جب بھی وہ خطبہ دیتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء اور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درود بھیجتے، اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے دعا کرتے۔ اس پر مجھے بہت غصہ آیا، میں نے ان کے پاس جا کر کہا: آپ ان کے رفیق (یعنی حضرت سیِّدُنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو چھوڑ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان پر فضیلت دیتے ہو؟ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو میری شکایت لکھ بھیجی اور لکھا: ضبہ بن محصن میرے خطبہ میں دخل اندازی کرتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں لکھا کہ اسے میری طرف بھیج دیں۔ آپ فرماتے ہیں:

انہوں نے مجھے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا میں آپ کے پاس گیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ تشریف لائے اور پوچھا: کون؟ میں نے عرض کی: میں ضبہ بن محصن عنزی ہوں۔

آپ نے فرمایا: تمہارے لئے مرحبا نہیں۔ میں نے عرض کی: مرحبا تو خدا عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جہاں تک اہل کا تعلق ہے تو میرے پاس نہ اہل ہے نہ مال۔ لیکن اے عمر! آپ بتائیں کہ آپ نے مجھے کیوں کسی غلطی اور قصور کے بغیر بصرہ سے بلایا؟ آپ نے فرمایا: میرے عامل اور تیرے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ آپ فرماتے ہیں، میں نے کہا: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب وہ خطبہ دیتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد و ثناء اور نبیِّ کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود بھیجتے ہیں پھر آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مجھے اس پر غصہ آیا، میں نے اٹھ کر پوچھا: آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفیق (امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر فضیلت کیوں دی ہے؟ انہوں نے چند جمعے ایسا ہی کیا، پھر آپ کے پاس میری شکایت لکھ بھیجی۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمانے لگے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! تم اس کی نسبت زیادہ توفیق دیئے گئے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہو، کیا تم میرا قصور معاف کر سکتے ہو؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ضبہ بن محصن بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر فاروق اور اس کی آل سے بہتر ہے۔ (لُبَابُ الْإِحْيَاء صفحہ ۱۷۷)

(191) اَلسَّادِسُ: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا، يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَّدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ، وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

چھٹی حدیث: اُم المؤمنین اُم الحکم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ گھبراہٹ کی حالت میں ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ فرما رہے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ بربادی ہے عرب کے لیے اس شر سے جو قریب آ پہنچی ہے آج یاجوج ماجوج کی دیوار کو اتنا کھول دیا گیا، آپ نے اپنی انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنایا (آپ فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جب فسق زیادہ ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب، ج۴،ص۴۳۸، رقم: ۷۰۵۹، صحیح مسلم، باب اقتراب الفتن وفتح ردم یاجوج وماجوج، ج ص۱۵۳۰، رقم: ۲۸۸۰، موطأ امام مالک روایۃ یحیی اللیثی، باب ما جاء فی عذاب العامۃ، ص۹۹۱، رقم: ۱۸۷۷، سنن ابن ماجہ، باب ما یکون من الفتن، ج۴،ص۳۳۰، رقم: ۳۹۵۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الخسف، ج۴،ص۸۹، رقم: ۲۱۹۴)

شرح حدیث: ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج

یاجوج وماجوج:۔ یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک فسادی گروہ ہے۔ اور ان لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ یہ لوگ بلا کے جنگجو خونخوار اور بالکل ہی وحشی اور جنگلی ہیں جو بالکل جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔ موسم ربیع میں یہ لوگ اپنے غاروں سے نکل کر تمام کھیتیاں اور سبزیاں کھا جاتے تھے۔ اور خشک چیزوں کو لاد کر لے جاتے تھے۔ آدمیوں اور جنگلی جانوروں یہاں تک کہ سانپ، بچھو، گرگٹ اور ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتے تھے۔

سدِ سکندری: حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے فریاد کی کہ آپ ہمیں یاجوج وماجوج کے شر اور اُن کی ایذاء رسانیوں سے بچایئے اور ان لوگوں نے ان کے عوض کچھ مال دینے کی بھی پیش کش کی تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ بس تم لوگ جسمانی محنت سے میری مدد کرو۔ چنانچہ آپ نے دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھدوائی۔ جب پانی نکل آیا تو اس پر پگھلائے تانبے کے گارے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے نیچے اوپر چن کر اُن کے درمیان میں لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا۔ اور اُس میں آگ لگوادی۔ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ پھر پگھلایا ہوا تانبا دیوار میں پلا دیا گیا جو سب مل کر بہت ہی مضبوط اور نہایت مستحکم دیوار بن گئی۔ (خزائن العرفان، ص ۵۴۵۔۵۴۷، پ۱۶، الکہف: ۸۶ تا ۹۸)

سدِ سکندری کب ٹوٹے گی؟

حدیث شریف میں ہے کہ یاجوج وماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور دن بھر جب محنت کرتے کرتے اس کو توڑنے کے قریب ہوجاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کو کل توڑ ڈالیں گے۔ دوسرے دن جب وہ لوگ آتے ہیں تو خدا کے حکم سے وہ دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہوجاتی ہے۔ جب اس دیوار کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ اب چلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس دیوار کو توڑ ڈالیں گے۔ ان لوگوں کے ان شاء اللہ تعالیٰ کہنے کی برکت اور اس کلمہ کا یہ ثمرہ ہوگا کہ دوسرے دن دیوار ٹوٹ جائے گی۔ یہ قیامت قریب ہونے کا وقت ہوگا۔ دیوار ٹوٹنے کے بعد یاجوج وماجوج نکل پڑیں گے اور زمین میں ہر طرف فتنہ وفساد اور قتل وغارت کریں گے۔ چشموں اور تالابوں کا پانی پی ڈالیں گے اور جانوروں اور درختوں کو کھا ڈالیں گے۔ زمین پر ہر جگہوں میں پھیل جائیں گے۔ مگر مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ وبیت المقدس ان تینوں شہروں میں یہ داخل نہ ہوسکیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اُن لوگوں کی گردنوں میں کیڑے

پیدا ہو جائیں گے اور یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ ہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔ (پ17، الانبیاء:96)

نہریں اُٹھالی جائیں گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نہروں کو جنت سے جاری فرمایا ہے۔ (۱) جیحون (۲) سیحون (۳) دجلہ (۴) فرات (۵) نیل۔

یہ پانچوں ندیاں ایک ہی چشمہ سے جاری ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جنت کے اس چشمہ کو پہاڑوں کے اندر امانت رکھ دیا ہے اور پہاڑوں سے ان نہروں کو زمین پر جاری فرمادیا ہے۔ جس سے لوگ طرح طرح کے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ جب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجے گا اور وہ چھ چیزوں کو زمین سے اُٹھالے جائیں گے۔

(۱) قرآن مجید (۲) تمام علوم (۳) حجر اسود (۴) مقام ابراہیم (۵) موسیٰ علیہ السلام کا تابوت (۶) مذکورہ بالا پانچوں نہریں اور جب یہ چھ چیزیں زمین سے اُٹھالی جائیں گی تو دین و دنیا کی برکتیں روئے زمین سے اُٹھ جائیں گی اور لوگ ان برکتوں سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ (تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۳۶۰، پ ۱۸، المومنون: ۱۸)

(192) اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِي الطُّرُقَاتِ! فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهُ. قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْاَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ساتویں حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے بغیر گزارا مشکل ہے ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر بیٹھنا ہی ہے تو راہ کو اس کا حق دو انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! راہ کا حق کیا ہے فرمایا: آنکھ کو روکنا تکلیف دہ چیز کو دور کرنا سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا' برائی سے منع کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افنیة الدور والجلوس فیہا والجلوس علی الصعدات، ج ۲ ص ۸۰، رقم: ۲۴۶۵ صحیح مسلم، باب النھی عن الجلوس فی الطرقات، ج ۲ ص ۲۹۵، رقم: ۵۶۸۵ صحیح ابن حبان، باب الجلوس علی الطریق، ج ۱ ص ۲۵۶، رقم:

۱۱۰۰۰مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ ص ۳۶، رقم: ۱۱۳۲۴؛ مسند عبد بن حمید من مسند ابی سعید الخدری ص ۲۹۷، رقم: ۹۰۸ (مکتبۃ السنۃ قاھرۃ)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں فرماتے ہیں:

راستے میں بیٹھنے کے آداب

(راستے میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ) نگاہیں جھکا کر بیٹھے، مظلوم کی مدد کرے، ستم رسیدہ وحسرت زدہ کی فریادرسی کرے، ضعیف وکمزور کی مدد کرے، راستہ بھولے ہوئے کی راہنمائی کرے، سلام کا جواب دے، سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کرے، اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو، لطافت وشفقت کے ساتھ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، اگر کسی کو گناہوں پر اصرار کرنے والا پائے تو اسے ڈرائے اور اس پر سختی کرے (یعنی بقدرِ استطاعت اسے روکنے کی کوشش کرے)، بغیر دلیل کے کسی چغل خور کی باتوں پر دھیان دے نہ کسی کی ٹوہ میں پڑے اور لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔

(اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن صفحہ ۴۹)

نگاہیں نیچی رکھنا

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ، بدنگاہی شیطان کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے، جو اسے (یعنی بدنگاہی کو) میرے خوف سے چھوڑ دے گا میں اسے ایسا ایمان عطا فرماؤں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کریگا۔ (پ 18، النور: 30، 31) (المعجم الکبیر مسند عبداللہ بن مسعود، رقم ۱۰۳۶۲، ج ۱۰، ص ۱۷۳)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جس مسلمان کی نظر کسی عورت کے حسن پر جا پڑے اور وہ اپنی نگاہ جھکا لے تو اللہ عزوجل اس کے دل میں عبادت کی لذت عطا فرمائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل مسند ابوامامۃ، رقم ۲۲۳۴۱، ج ۸، ص ۲۹۹)

تکلیف دِہ شے دُور کرنا

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا، اس نے اس راستے پر ایک کانٹے دار شاخ کو پایا تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ عزوجل کو اس شخص کا یہ عمل پسند آیا اور اس بندے کی مغفرت فرمادی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستے کے بیچ میں پڑی ہوئی درخت کی شاخ کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے راستے سے اسے ضرور ہٹادوں گا تاکہ وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ تو اسے جنت میں داخل

کردیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں ایک درخت میں تصرف کرتے ہوئے دیکھا جسے اس نے راستے کے بیچ سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا دے رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل ازالۃ۔۔۔الخ، رقم ۱۹۱۴، ص ۱۴۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا راستے سے کانٹے دار شاخ کو ہٹادیا یا وہ کسی درخت کی شاخ تھی تو اس نے اسے کاٹ دیا یا پھر وہ راستے میں پڑی ہوئی تھی اور اس نے اسے راستے سے ہٹادیا تو اللہ عزوجل کو اس کا یہ عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

(ابوداود، کتاب الادب، باب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، رقم ۵۲۴۵، ج ۴، ص ۴۶۲)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راستے میں پڑا ہوا ایک درخت لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے اسے لوگوں کے راستے سے ہٹادیا تو رحمت عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے اسے جنت میں اس درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے دیکھا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۵۷۲، ج ۴، ص ۳۰۹)

سلام کے مسائل

مسئلہ: سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹، ص ۶۸۳، ۶۸۷)

مسئلہ: سلام کرنے والے کے لئے چاہے کہ سلام کرتے وقت دل میں یہ نیت کرے کہ اس شخص کی جان، اس کا مال اس کی عزت وآبرو، سب کچھ میری حفاظت میں ہے اور میں ان میں سے کسی چیز میں دخل اندازی کرنا حرام جانتا ہوں۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹، ص ۶۸۲)

مسئلہ: سلام کا جواب فوراً ہی دینا واجب ہے بلا عذر تاخیر کی تو گنہ گار ہوا اور یہ گناہ سلام کا جواب دے دینے سے دفع نہیں ہوگا بلکہ توبہ کرنی ہوگی۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹، ص ۶۸۳)

مسئلہ:۔ ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس آئی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی سلام نہ کیا تو سب سنت چھوڑنے کے الزام کی گرفت میں آگئے اور اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی سلام کرلیا تو سب بری ہوگئے لیکن افضل یہ ہے کہ سب ہی سلام کریں یوں ہی اگر جماعت میں سے کسی نے بھی سلام کا جواب نہ دیا تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے سب گنہ گار ہوئے اور اگر ایک شخص نے بھی سلام کا جواب دے دیا تو پوری جماعت الزام سے بری ہوگئی مگر افضل یہی ہے کہ سب سلام کا جواب دیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۳۲۵)

مسئلہ:۔ ایک شخص شہر سے آرہا ہے اور دوسرا شخص دیہات سے آرہا ہے دونوں میں سے کون کس کو سلام کرے بعض

نے کہا کہ شہری دیہاتی کو سلام کرے اور بعض کا قول ہے کہ دیہاتی شہری کو سلام کرے اور اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، چھوٹا بڑے کو سلام کرے، سوار پیدل کو سلام کرے، تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں، ایک شخص پیچھے سے آیا یہ آگے والے کو سلام کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۲۵)

مسئلہ:۔ کافر کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم کہے اور اگر ایسی جگہ گزرتا ہو جس جگہ مسلمان اور کفار دونوں جمع ہوں تو السلام علیکم کہے اور مسلمانوں پر سلام کرنے کی نیت کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے ملے جلے مجمع کو اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی کہہ کر سلام کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۲۵)

مسئلہ:۔ علانیہ فسق و فجور کرنے والوں کو سلام نہیں کرنا چاہے لیکن اگر کسی کے پڑوس میں فساق رہتے ہوں اور یہ اگر ان سے سختی برتتا ہے تو وہ اس کو پریشان کرتے ہوں اور ایذا دیتے ہوں اور اگر یہ ان سے سلام و کلام جاری رکھتا ہے تو وہ اس کو ایذا پہنچانے سے باز رہتے ہوں تو ایسی صورت میں ظاہری طور پر ان فساق کے ساتھ سلام و کلام کے ساتھ میل جول رکھنے میں یہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۲۶)

مسئلہ:۔ انگلی یا ہتھیلی سے سلام کرنا منع ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۲)

حدیث شریف میں ہے کہ انگلیوں سے سلام کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے اور ہتھیلی سے اشارہ کر کے سلام کرنا یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی کراھیۃ۔۔۔الخ، رقم ۲۷۰۴، ج۴، ص۳۱۹)

مسئلہ:۔ بعض لوگ سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دیتے ہیں بلکہ بعض تو فقط آنکھوں کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا کرتے ہیں یوں سلام کا جواب نہیں ہوا زبان سے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

(بہارشریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۲)

مسئلہ:۔ سلام محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگے یہاں تک کہ تم مومن بن جاؤ اور تم لوگ مومن نہیں بنو گے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو لہٰذا میں تم لوگوں کو ایک ایسے کام کی رہنمائی کرتا ہوں کہ جب تم لوگ وہ کام کرنے لگو گے تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے وہ کام یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں سلام کا چرچا کرو۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی افشاء السلام، رقم ۵۱۹۳، ج۴، ص۴۴۸)

دین کا قطب اعظم

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: نیکی کا حکم دینا اور برائی

سے روکنا دین کا قُطبِ اعظم ہے، (یعنی ایسا اہم رُکن ہے کہ اس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں) اسی اَہم کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مَبعوث فرمایا (یعنی بھیجا)۔ (اِحیاءُ العلوم ج ۲ ص ۳۷۷)

عَرش کا سایہ ملے گا

میدانِ محشر کے ہولناک ماحول میں کہ جس دن عرشِ الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے جن مُطیع وفرماں بردار خاص بندوں کو عرشِ عظیم کے سائے میں جگہ اور جنّۃُ الفردوس میں داخِلہ عطا فرمائے گا اُن خوش نصیبوں میں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے مَنع کرنے والے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کا بھی شُمول ہوگا۔ چُنانچِہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وَحی فرمائی کہ جس نے بھلائی کا حکم دیا اور بُرائی سے منع کیا اور لوگوں کو میری اِطاعت (یعنی فرمانبرداری) کی طرف بلایا، قیامت کے دن میرے عرش کے سائے میں ہوگا۔ (حِلْیَۃُ الْاَولیاء ج ۶ ص ۳۶ رقم ۷۷۱۶)

(193) اَلثَّامِنُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی خَاتَمًا مِّنْ ذَھَبٍ فِیْ یَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَہٗ فَطَرَحَہٗ وَقَالَ: یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ اِلٰی جَمْرَۃٍ مِّنْ نَّارٍ فَیَجْعَلُھَا فِیْ یَدِہٖ! فَقِیْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَمَا ذَھَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِہٖ۔ قَالَ: لَا وَاللّٰہِ لَا اٰخُذُہٗ اَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی کسی مرد کے ہاتھ میں دیکھی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور فرمایا تم میں سے کوئی آگ کے انگارے کا ارادہ کر کے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی کو کہا گیا اپنی انگوٹھی کو لے لو اس سے نفع اٹھالو اس نے انکار کیا اور کہا اللہ کی قسم جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے میں اس کو کبھی نہ لوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی طرح خاتم الذھب، ج ۲ص ۲۲۹، رقم: ۵۵۹۳، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب نھی الرجال عن لبس الذھب، ج ۲ص ۴۲۲، رقم: ۴۲۸۵، مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۲۰۶، رقم: ۵۲۲۸، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنۃ وما یتعلق بھا نقلا وامرا وزجرا، ج ۱ص ۱۲۲، رقم: ۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج ۱۱ص ۲۱۴، رقم: ۱۲۱۶۸)

شرح حدیث: سونے کی انگوٹھی مرد کو حرام ہے

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدارِ اہلسنّت، حُضور مفتیٔ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اس طرح کے مُعاملات میں بہت زیادہ مُتحرِّک (مُ۔تَ۔حَر۔رِک ACTIVE) تھے چُنانچہ مفتیٔ اعظم کی اِستِقامت وکرامت صَفحہ 146 پر رئیس القلم حضرتِ

علامہ ارشدُ القادری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے حوالے سے نَقل ہے: ان (یعنی سرکارِ مفتی اعظم ہند) کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دِہ وہ منظر ہوتا تھا جب وہ کسی مسلمان کو اسلامی شریعت کی خِلاف ورزی کرتے ہوئے پاتے تھے۔۔۔ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَ نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے) کا فرض ادا کرتے وَقت وہ چھوٹے بڑے، امیر و غریب اور حاکم و محکوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ ان کے دربار کا عام معمول تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا رئیس ہو یا اونچے سے اونچے منصب کا افسر، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے وَقت اگر اُس کی اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی ہوتی تو وہ فوراً اُتروا دیتے اور نہایت شفقت اور مَحَبَّت کے ساتھ انہیں تلقین فرماتے کہ از روئے شریعتِ محمدی (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) مَردوں کے لیے (کئی صورتوں میں) سونے کا استِعمال حرام ہے۔ پھر دل کا کِشوَر (یعنی دل کا مُلک) فتح کر لینے والے لہجے میں ارشاد فرماتے: کوئی گناہ لمحے دو لمحے یا گھنٹے دو گھنٹے کا ہوتا ہے لیکن سونے کی انگوٹھی کا گناہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک پہنے رہو مسلسل گناہ ہی گناہ ہے۔ (نیکی کی دعوت صفحہ ۵۹۶)

سونے کی انگوٹھی پہننے والے پر اِنفرادی کوشش

سَجّادہ نشینِ سرکارِ کلاں مارہرہ شریف حضرت مہدی حَسَن میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں جب بریلی شریف آتا تو اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ ربِّ الْعِزَّت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دُھلاتے۔ ایک مرتبہ میں نے سونے کی انگوٹھی اور چھلے پہنے ہوئے تھے، حسبِ دستور جب ہاتھ دُھلوانے لگے تو فرمایا: شہزادہ حضور! یہ انگوٹھی اور چھلّے مجھے دے دیجئے! میں نے اُتار کر دے دیے اور بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ شریف واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا حضور! بریلی شریف کے مولانا صاحب (یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے انگوٹھی اور ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا: شہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں (کیونکہ مَردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۱۰۵)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں: محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموالِ غنیمت غلام و متاع حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۲۹۲)

براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ و رسول نے پہنایا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

(194) اَلتَّاسِعُ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِی: اَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ زِیَادٍ فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَۃُ فَاِیَّاكَ اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ. فَقَالَ لَہٗ: اِجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَۃِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: وَھَلْ کَانَتْ لَھُمْ نُخَالَۃٌ اِنَّمَا کَانَتِ النُّخَالَۃُ بَعْدَھُمْ وَفِیْ غَیْرِھِمْ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

نویں حدیث: حضرت ابوسعید حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد (بدبخت) کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حکمرانوں میں سے برے بدخلق ہیں، تو اپنے آپ کو ان میں سے ہونے سے بچا اس نے کہا بیٹھ جا تم تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے چھان (بھوسہ) میں سے ہو فرمایا کیا ان میں بھی چھان تھا، چھان تو ان کے بعد اور دوسروں میں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق بالرعیۃ ج ۳ص ۱۰، رقم ۴۸۴۸ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما علی السلطان من القیام فیما ولی بالقسط والنصح للرعیۃ ج ۳ ص ۱۶۱، رقم ۱۷۰۵۷ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ ج ۲ص ۳۶۸، رقم ۴۵۱۱ الاموال ابن زنجویہ، باب ما یجب علی الامام من النصیحۃ لرعیتہ ج اص ۸، رقم ۵ مسند الرویانی مسند عائذ بن عمرو ص ۳۱۹ رقم: ۶۶۱)

شرح حدیث: جرأت مند مبلغ اور ظالم حکمران

حضرت سیدنا مالک بن فضالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں: سابقہ اُمتوں میں عُقَیب نامی ایک بزرگ لوگوں سے الگ تھلگ ایک پہاڑی پر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہیں خبر ملی کہ قریبی شہر میں ایک ظالم وجابر بادشاہ ہے جو لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہے۔ اور بلا وجہ ان کے ہاتھ پاؤں اور ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالتا ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو یہ اطلاع ملی تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اندر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے) کا عظیم جذبہ شدت سے ابھرا، اور اپنے آپ سے کہنے لگے: مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں اس ظالم کو اللہ عزوجل سے ڈرنے کی تلقین کروں اور اسے عذابِ الٰہی عزوجل سے ڈراؤں۔ چنانچہ آپ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے عظیم جذبہ کے تحت پہاڑ سے اترے اور اس ظالم حکمران کے پاس پہنچ کر اس سے بڑے ہی جرأت مندانہ انداز میں فرمایا: تو اللہ عزوجل سے ڈر، وہ بدبخت یہ سن کر

بادشاہ آگ بگولا ہوگیا اور بڑے متکبرانہ انداز میں گستاخانہ جملے بکتے ہوئے اس بزرگ سے کہنے لگا: اے کتے! تیرے جیسا حقیر شخص مجھے اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم دے رہا ہے، میں تجھے اس گستاخی کی ضرور سزا دوں گا اور تجھے ایسی سزا دوں گا کہ آج تک دنیا میں ایسی سزا کسی کو نہیں دی گئی ہوگی۔

پھر اس ظالم نے حکم دیا کہ اس کے قدموں سے اس کی کھال اتارنا شروع کرو اور سر تک اس کی کھال اتار لو تا کہ یہ درد ناک عذاب میں مبتلا ہو اور اس کی روح تڑپ تڑپ کر تن سے جدا ہو۔ حکم پاتے ہی جلاد آگے بڑھے۔ اس عظیم مبلغ کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اور اس کے قدموں سے کھال اتارنا شروع کر دی۔ وہ صبر و شکر کا پیکر بنے رہے، زبان سے اُف تک نہ کہا۔ لیکن جب ان کی کھال پیٹ تک اُتار لی گئی تو درد کی شدت سے ان کے منہ سے درد بھری آہ نکلی۔ انہیں فوراً حکم الٰہی عزوجل پہنچا: اے عقیب! صبر سے کام لو، ہم تجھے غم وحزن کے گھر سے نکال کر راحت و آرام کے گھر (یعنی جنت) میں داخل کریں گے اور اس تنگ و تاریک دنیا سے نکال کر وسیع و عریض جنت میں داخل کریں گے۔ حکم الٰہی عزوجل پا کر وہ عظیم مبلغ خاموش ہو گئے اور اس دردناک تکلیف کو صبر سے برداشت کرتے رہے۔

جب ظالموں نے ان کی کھال چہرے تک اتار لی تو شدتِ درد سے دوبارہ ان کے منہ سے بے اختیار درد بھری آہ نکلی۔ انہیں پھر حکم الٰہی عزوجل پہنچا: اے عقیب! تیری اس مصیبت پر دنیا اور آسمان کی مخلوق رو رہی ہے، تمہاری اس تکلیف نے فرشتوں کی توجہ تمہاری طرف کرادی ہے۔ اگر تو نے تیسری مرتبہ بھی ایسی ہی پُر درد آہ بھری تو میں اس ظالم قوم پر درد ناک عذاب بھیجوں گا۔ اور انہیں شدید عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔

یہ حکم الٰہی عزوجل پا کر وہ خاموش ہو گئے۔ اور پھر بالکل بھی منہ سے آواز نہ نکالی، اس خوف سے کہ کہیں میری آہ وزاری سے اللہ عزوجل میری اس قوم کو عذاب میں مبتلا نہ کر دے، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی عذاب میں مبتلا ہو، بالآخر اس مردِ مجاہد کی تمام کھال اتار لی گئی لیکن اس نے دوبارہ سسکی تک نہ لی اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

(آفرین، اے عظیم بہادر مبلغ! آفرین: تیرے جذبہ تبلیغ اور امت سے خیر خواہی کے جذبہ پر لاکھوں سلام۔ تو نے نیکی کی دعوت کی خاطر کتنی شدید تکالیف برداشت کیں، اور ظالم وجابر حاکم کا ظلم وجبر تجھے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عظیم مقصد سے نہ روک سکا۔ اور تو نے اس کے سامنے حق بات کہہ کر جہادِ اکبر کیا پھر امت کی خیر خواہی کی خاطر شدید تکلیف کے باوجود اف تک نہ کہا اور جان دے دی۔ اے مردِ مجاہد! تیری ان پاکیزہ خصلتوں پر ہماری ہزاروں جانیں قربان ہوں، اللہ عزوجل تجھے ہماری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے، اور تیرے صدقے ہمیں بھی نیکی کی دعوت عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خیر خواہی امت کا عظیم جذبہ ہمیں بھی عطا فرمائے، اور ہر وقت سنّتوں کی تبلیغ کی سعادت عطا فرمائے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(195) اَلْعَاشِرُ: عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

دسویں حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم ضرور دو گے اور برائی سے ضرور روکو گے یا پھر امکان ہے کہ اللہ ربّ العزت تم پر اپنا عذاب بھیجے پھر تم اس سے دعا کرو اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ج ۴ص۱۹۸، رقم: ۲۱۷۶، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یستدل به علی ان القضاء وسائر الاعمال الولاة، ج ۱۰ص۹۳، رقم: ۲۰۱۹۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفه بن الیمان، ج ۹ص۲۸۸، رقم: ۲۳۳۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے پہلو تہی کتنا بڑا جرم ہے۔ اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا یا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد اگر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔ یہ نہایت سخت قسم کی وعید ہے یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا ازالہ نہیں کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگو گے تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ اس حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر بھی قسم اور تاکیدی صیغوں کے ساتھ ہوا اور عذاب کے ذکر کے لیے بھی تاکیدی صیغہ استعمال کیا گیا جو اس کی اہمیت اور عدم بجا آوری کی صورت میں عذاب کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۶، ص ۹۶۱)

دل کی دعا بھی مقبول

حضرت سیدنا ابو عثمان نیشا پوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم چند رفقاء اپنے استاد محترم حضرت سیدنا ابو حفص نیشا پوری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ساتھ نیشا پور سے دور ایک شہر کی طرف سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک جگہ ہم نے قیام کیا تو ہمارے استاذِ محترم ہمیں وعظ و نصیحت فرمانے لگے، ان کی مخلصانہ اور حکمت بھری باتیں سن کر ہمیں دلی سکون حاصل ہوا اور نیک اعمال کی طرف ہماری رغبت بڑھ گئی، استاد محترم ہمیں نصیحت فرما رہے تھے کہ اسی دوران سامنے موجود پہاڑ سے ایک فربہ ہرنی اُتری اور ہمارے استاد حضرت سیدنا ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ ہرنی کو دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

پھر جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کچھ سکون حاصل ہوا اور آپ خاموش ہوئے تو میں نے عرض کی: اے ہمارے محترم

استادا آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہمیں کتنا پیارا درس دے رہے تھے اور ہمارے دلوں میں آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی باتوں سے رقت اور سوز وگداز پیدا ہو رہا تھا لیکن جب یہ ہرنی سامنے آئی تو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے زاروقطار رونا شروع کر دیا، آخر اس ہرنی کو دیکھ کر رونے میں کیا حکمت ہے؟

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ہاں! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کیوں رویا۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم سب مسافر ہیں اور ہمارے پاس زادِراہ بھی وافر مقدار میں نہیں۔ جب میں تمہیں درس دے رہا تھا تو اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اے کاش! میرے پاس کوئی بکری ہوتی جسے ذبح کر کے میں تمہاری دعوت کرتا۔ ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ فوراً میرے سامنے یہ ہرنی آ گئی۔

اسے دیکھ کر میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ عزوجل مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے رہا ہو اور کہیں میرا ربّ عزوجل مجھ سے ناراض تو نہیں؟ کیونکہ جس سے اللہ عزوجل ناراض ہوتا ہے اسے دنیا ہی میں اس کے اچھے عمل کا بدلہ دے دیتا ہے جیسا کہ فرعون اللہ عزوجل کا دشمن تھا لیکن جب اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ دریائے نیل جاری ہو جائے تو اللہ عزوجل نے اس کی دعا قبول کر لی اور دریائے نیل جاری فرما دیا حالانکہ وہ اللہ عزوجل کا دشمن تھا لیکن پھر بھی اس کی خواہش دنیا میں پوری کر دی گئی، آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ مجھے بھی یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دیا جا رہا ہو اور آخرت میں میرے لئے کچھ بھی نہ بچے اور میں وہاں مفلس رہ جاؤں، بس اسی خیال نے مجھے رُلا دیا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(196) اَلْحَادِیْ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

گیارہویں حدیث: حضرت ابوسعید خدری ﷺ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم حکمران کے روبرو انصاف کی بات کہنا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، ج ۲ص۱۶۱، رقم: ۲۱۸۲ سنن ابن ماجه، باب الامر، ج ۲ص۱۳۲۹، رقم: ۱۱، ۴سنن ابوداؤد، باب الامر والنهي، ج ۴ص۲۱۷، رقم: ۴۳۴۶ (دار الكتاب العربي بيروت) مسند عبد بن حميد، مسند ابي سعيد الخدري، ص۲۷۲، رقم: ۸۶۴ مسند الشهاب، باب افضل الجهاد كلمة حق عند امير جائر، ج ۲ص۲۴۸، رقم: ۱۲۸۸)

شرحِ حدیث: جرأت مند حاجی

حضرتِ سیِّدُنا علی بن زید علیہ رحمۃ اللہ الاحد سے منقول ہے، حضرتِ سیِّدُنا طاؤس علیہ رحمۃ اللہ القدُّوس نے فرمایا: ایک مرتبہ موسمِ حج میں حَجّاج بن یوسف مکۂ مکرمہ (زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا) آیا تو مجھے اپنے پاس بلوایا۔ میں گیا تو مجھے اپنے برابر بٹھایا اور ٹیک لگانے کے لئے تکیہ دیا، ہم ابھی بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ کسی طواف کرنے والے کی صدا فضا میں بلند ہوئی:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ

ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں حاضر ہوں (ہاں) میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک تمام خوبیاں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور تیرا ہی مُلک ہے، (میرے مولیٰ) تیرا کوئی شریک نہیں۔

حَجّاج بن یوسف نے جب یہ آواز سنی تو خادم کو حکم دیا کہ اس حاجی کو ہمارے پاس بلا لاؤ۔ خادم ایک باوقار شخص کو ساتھ لے آیا۔ حَجّاج نے اس سے پوچھا: تو کن لوگوں میں سے ہے؟ کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ! میں مسلمان ہوں۔ حَجّاج نے کہا: میں تجھ سے اسلام کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔ کہا: پھر کس کے متعلق پوچھ رہا ہے؟ کہا: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیرا تعلق کس ملک سے ہے۔ کہا: میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ حجاج نے کہا: میرا بھائی محمد بن یوسف کیسا ہے؟ کہا: بہت اچھے لباس والا، بہت اچھے جسم کا مالک اور خوب گھومنے پھرنے والا سوار ہے۔ حَجّاج نے کہا: میں ان چیزوں کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔ کہا: تو پھر کس چیز کے متعلق پوچھ رہا ہے؟ کہا: میں تو اس کی سیرت و کردار کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ یہ سن کر اس مردِ قلندر، جرأت مند حاجی نے بڑی بے خوفی سے کہا: وہ انتہائی ظالم و سرکش ہے، مخلوق کا پیروکار اور خَالِقِ لَمْ یَزَل کا نافرمان ہے۔ حَجّاج نے اپنے بھائی کے خلاف یہ باتیں سنیں تو غصے سے تڑپ کر بولا: تجھے اس طرح کا کلام کرنے پر کس چیز نے اُبھارا؟ کیا تو جانتا نہیں کہ وہ میرا بھائی ہے اور اس کا مرتبہ میرے نزدیک کتنا بلند ہے؟ جرأت مند حاجی نے بڑی دلیری سے کہا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرا بھائی تیری نظر میں مقام و مرتبے والا ہے تو کیا اس وجہ سے میں اسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا مقرب جان لوں گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ عظیم و بلند تو وہی ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں مقرب ہے اور میں تیرے ظالم و سرکش بھائی کو مُعَظَّم و مُکَرَّم کیوں سمجھوں؟ حالانکہ میں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے گھر کا قصد کر کے آیا ہوں، میں تو اس کے دِین کو سمجھنے والا، اس کے رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ایمان لانے والا اور ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

دلیر و جرأت مند حاجی کی باتیں سن کر حَجّاج بن یوسف خاموش رہا، اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ پھر بلند ہمت، جرأت مند حاجی کھڑا ہوا اور اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ حضرتِ سیِّدُنا طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں بھی اس مردِ قلندر کے پیچھے ہولیا، میں نے کہا: یہ شخص بہت حکیم و دانا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ خانۂ کعبہ کا غلاف

پکڑے بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اس طرح التجائیں کررہا ہے: اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! مجھے اپنے فضل وکرم سے پریشانی اور مصیبت سے نجات عطا فرما، ہر معاملے میں بخیلوں کے شر سے محفوظ رکھ اور حق بات کہنے کی توفیق عطا فرما۔

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو۔۔اور۔۔اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(ظالم وجابر حاکم کے سامنے حق بات کہنا عظیم جہاد ہے۔ اس مردِ قلندر نے ایک انتہائی سفّاک وظالم حکمران کے سامنے اس کے بھائی کی حقیقت کا علی الاعلان اظہار کیا۔ حجّاج بن یوسف کا رُعب ودبدبہ اس مردِ مجاہد کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ نہ بن سکا۔ اسے خوف تھا تو بس خدائے بزرگ وبرتر کا اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرتا بلکہ مخلوق اس سے ڈرتی ہے۔ ہر معاملہ میں اِخلاص شرط ہے، جو مخلص ہے وہ کامیاب وکامران ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں بھی حق بات کہنے، سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ حق پر عمل کرنے اور حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔) (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(197) اَلثَّانِيْ عَشَرَ: عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ الْبَجَلِيِّ الْاَحْمَسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ: اَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

بارہویں حدیث: حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی الاحمسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل جہاد کی بابت سوال کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاب میں پاؤں رکھ لیا تھا فرمایا ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔ اس حدیث کو امام نسائی نے سندِ صحیح سے روایت کیا ہے۔

اَلْغَرْزُ بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ زَايٍ: وَهُوَ رِكَابُ كُوْرِ الْجَمَلِ اِذَا كَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ خَشَبٍ وَقِيْلَ: لَا يَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَّخَشَبٍ.

الغرز: غین معجمہ زبر والے کے ساتھ پھر راء پھر زا ساکنہ کے ساتھ اونٹ کے کجاوے کی رکاب کا چمڑے یا لکڑی سے ہونا اور بعض کے نزدیک جس چیز سے بھی رکاب (پائے دان) ہو وہ غرز ہے۔

تخریج حدیث: (سنن الکبرٰی للنسائی، باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر، ج ۴ص ۴۳۵، رقم: ۷۸۳۴، المستدرک، کتاب الفتن والملاحم، ج ۵ص ۵۵۱، رقم: ۸۵۸۳(دارالکتب العلمیہ بیروت) المعجم الصغیر، من اسمہ احمد ص ۱۰۷، رقم: ۱۵۱، مسند ابویعلیٰ، من مسند ابی سعید الخدری، ج ۱ص ۳۵۲، رقم: ۱۱۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ص ۱۹، رقم: ۱۱۱۵۹)

شرح حدیث: بادشاہ کے بیٹے کی توبہ

ایک روز حضرت سیدنا منصور بن عمار علیہ الرحمۃ بصرہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے۔آپ نے ایک جگہ ایک محل نما عمارت دیکھی جس کی دیواریں نقش ونگار سے مزین تھیں اور اس کے اندر خدام وحشم کا ایک ہجوم تھا جو ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر مختلف کاموں کو سرانجام دینے میں مصروف تھا۔اس میں بے شمار خیمے بھی لگے ہوئے تھے اور محل کے دروازے پر دربان بالکل اسی طرح سے بیٹھے تھے جس طرح بادشاہ کے محل کے باہر بیٹھے ہوتے ہیں۔اس محل نما عمارت کے منقش دیوان خانے میں سونے چاندی کا جڑا ہوا تخت رکھا ہوا تھا۔آپ علیہ الرحمۃ نے ایک انتہائی خوبصورت نوجوان کو اس پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس کے گرد نوکر اور خادم ہاتھ باندھے کسی اشارے کے منتظر تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس محل نما خوبصورت عمارت میں داخل ہونا چاہا تو دربانوں نے مجھے ڈانٹ دیا اور اندر داخل ہونے سے منع کر دیا۔میں نے سوچا کہ اس وقت یہ نوجوان دنیا کا بادشاہ بنا بیٹھا ہے لیکن اسے بھی موت تو آنی ہے جب موت آئے گی تو اس کی بناوٹی بادشاہی کا خاتمہ ہوجائے گا جو کچھ اس کے پاس کل تک تھا وہ اگلے دن تک نہیں رہے گا لہذا مجھے ڈرنا نہیں چاہیے اور اسکے پاس جا کر حق بات کی نصیحت کرنی چاہیے شاید اللہ تعالی اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔چنانچہ میں موقع کی تلاش میں رہا جونہی دربان ذرا مشغول ہوئے میں آنکھ بچا کر اندر داخل ہوگیا میں نے دیکھا کہ اس نوجوان نے کسی عورت کو پکارا۔اے نسواں! اس کے بلانے پر ایک کنیز حاضر ہوگئی۔

مجھے یوں لگا جیسے اچانک دن چڑھ آیا ہو۔اس کے ساتھ اور بھی بہت سی کنیزیں تھیں جن کے ہاتھوں میں خوشبودار مشروب سے بھرے ہوئے برتن تھے۔اس مشروب کے ساتھ اس نوجوان کے دوستوں کی خدمت کی گئی۔مشروب سے لطف اندوز ہونے کے بعد اس کے تمام احباب یکے بعد دیگرے اس کو سلام کر کے رخصت ہونے لگے۔جب وہ دروازے تک پہنچے تو انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا۔میں نے ان سے خوف زدہ ہونے کے بجائے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ بادشاہ کا بیٹا ہے۔میں یہ سن کر تیزی سے اس نوجوان کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے جا کر رک گیا۔جب بادشاہ کے بیٹے نے مجھ جیسے فقیر کو بالکل اپنے سامنے کھڑا پایا تو سخت غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: ارے پاگل! تو کون ہے؟ تجھے کس نے اندر داخل ہونے دیا؟ اور تو میری اجازت کے بغیر یہاں کیسے آیا؟

میں نے کہا: اے شہزادے! ذرا ٹھہر جایئے اور میری لاعلمی کو اپنے حلم اور میری خطا کو اپنے کرم سے درگزر کیجئے، میں ایک طبیب ہوں۔میرے اتنا کہنے سے اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور کہنے لگا: ٹھیک ہے، ذرا ہمیں بھی بتایئے کہ آپ کیسے طبیب ہیں؟ میں نے کہا: میں گناہوں کے درد اور نافرمانیوں کے زخموں کا علاج کرتا ہوں۔اس نے کہا: اپنا علاج بیان کرو۔میں نے کہا: اے شہزادے! تو اپنے گھر میں آرام سے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور لہو ولعب میں مصروف جبکہ تیرے کارندے باہر لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، کیا تجھے اللہ سے خوف نہیں آتا اس کے دردناک عذاب کا تجھے

کوئی ڈر نہیں ؟ تجھے اس دن کا کوئی لحاظ نہیں جس دن تمام بادشاہوں اور حکمرانوں کو ان کی بادشاہیوں اور حکمرانیوں سے معزول کر دیا جائے گا اور تمام سرکش ظالموں کے ہاتھ باندھ دیے جائیں گے، یاد کر اس اندھیری رات کو جو یومِ قیامت کے بعد آنے والی ہے اور جہنم کی وہ آگ جو غصے کی وجہ سے پھٹنے والی ہے اور غیظ وغضب سے چنگھاڑ رہی ہے، سب لوگ اس کے خوف سے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ عقل مند آدمی کو دنیا کی فانی نعمتوں، چھن جانے والی حکومتوں اور عورتوں کے ان خوبصورت بدنوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے جو مرنے کے بعد صرف تین دن میں خون پیپ اور بدبودار لوتھڑوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں بلکہ عقل مند آدمی تو جنت کی ان عورتوں (یعنی حوروں) کا طالب ہوتا ہے جن کا خمیر کستوری عنبر اور کافور سے اٹھایا گیا ہے، جو اتنی حسین وجمیل ہیں کہ آج تک کسی نے ان جیسی حسین وجمیل عورت نہ دیکھی ہے اور نہ ہی سنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے متعلق فرمایا ہے:

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ○

ترجمہ کنز الایمان: ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے، تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے، گویا وہ لعل اور یاقوت اور مونگا ہیں۔

(پ۲۷، الرحمٰن:۵۶۔۵۸)

لہٰذا! دانا وہی ہے جو جنت کی نعمتوں کی خواہش رکھے اور عذابِ جہنم سے بچنے کی کوشش کرے۔

میری یہ باتیں سن کر بادشاہ کے بیٹے نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگا: اے طبیب! تو نے تو کسی اسلحے کے بغیر ہی مجھے قتل کر ڈالا ہے، مجھے بتاؤ کیا ہمارا رب عزوجل اپنے نافرمان بھگوڑے بندوں کو قبول کر لیتا ہے کیا وہ مجھ جیسے گنہگار کی توبہ قبول فرمائے گا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! وہ بڑا غفور ورحیم اور کریم ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے اپنی قیمتی عباء چاک کر ڈالی اور محل کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ چند سالوں بعد جب میں حج کے لئے بیت اللہ شریف گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک نوجوان طوافِ کعبہ میں مصروف ہے۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہنے لگا: آپ نے مجھے پہچانا نہیں، میں وہی بادشاہ کا بیٹا ہوں جس نے آپ کی باتیں سن کر توبہ کی تھی۔ (حکایات الصالحین، ص ۷۲)

(198) اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهٗ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ، فَيَقُوْلُ: يَا هٰذَا، اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَكَ. ثُمَّ

تیرہویں حدیث: حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بنی اسرائیل میں خرابی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک آدمی دوسرے کو ملتا تو کہتا کہ اے خبردار! اللہ سے ڈر اور اپنا برا کام چھوڑ۔ یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ بعد میں پھر اس کو ملتا تو وہ اسی

يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ، فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ: (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ) - إِلَى قَوْلِهِ - (فَاسِقُوْنَ) (المائدة: 78 - 81) ثُمَّ قَالَ: كَلَّا، وَاللهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطِرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّه عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حال پر ہوتا اور وہ اس کے ساتھ مل کر کھانے پینے بیٹھنے کی وجہ سے منع نہ کرتا۔ جب انہوں نے ایسا کیا' تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے قلوب کی وجہ سے بعض پر مہر لگا دی۔ پھر آپ (ﷺ) نے آیت پڑھی کہ ''بنی اسرائیل کے کفار حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے۔ اس کا سبب ان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز تھا۔ اور اس برے کام سے جسے وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے۔ یقیناً ان کا یہ کام بہت برا تھا''۔ تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھو گے کہ کفار سے دوستی قائم کرتے ہیں جو اپنے لیے آگے بھیجتے ہیں کیا ہی برا ہے'' فاسقون' تک تلاوت فرمائی پھر فرمایا: اللہ کی قسم! تم نیکی کا حکم ضرور دو گے اور برائی سے ضرور منع کرو گے۔ ظالم کے ہاتھ کو (روکنے کے لئے) پکڑو گے۔ اس کو حق پر موڑو گے اور حق پر مجبور کرو گے۔ یا اللہ تم میں سے بعض کے دلوں کی وجہ سے دوسرے بعض کے دلوں پر مہریں لگا دے گا۔ پھر تم پر لعنت کرے گا۔ جس طرح ان (بنی اسرائیل) پر لعنت کی گئی۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

هٰذَا لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ. وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا، فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ، وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ. فَضَرَبَ اللهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ

یہ ابوداؤد کے لفظ تھے۔ ترمذی کی عبارت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں واقع ہوئے' تو ان کے علماء نے انہیں روکا تو وہ نہ رکے پھر ان کے علماء ان کی مجلس میں مل کر بیٹھتے مل کر کھاتے اور مل کر پیتے تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کی وجہ سے بعض کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان پر حضرت

بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا. فَقَالَ: لَا، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَأْطِرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا۔

داؤد اور حضرت عیسٰی ابن مریم علیہم السلام کی زبانوں کے ذریعے لعنت فرمائی اس کا سبب ان کی نافرمانیاں اور حد سے تجاوز تھا یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے حالانکہ آپ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نجات نہ پاؤ گے یہاں تک کہ تم ان کو حق پر مجبور کرو گے۔

قَوْلُهٗ: تَأْطِرُوْهُمْ: اَيْ تَعْطِفُوْهُمْ۔ وَلَتَقْصُرُنَّهٗ: اَيْ لِتَحْبِسُنَّهٗ۔

تاطروھم اس کا معنیٰ ہے موڑو، مائل کرو، مجبور کرو۔ **لتقصرنہ** اس کا معنیٰ ہے اس کو ضرور روکو گے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ومن سورۃ المائدۃ، ج ۵ص ۲۵۲، رقم: ۳۰۴۷(داراحیاء التراث العربی) سنن ابوداؤد، باب الامر والنھی، ج ۴ص ۲۱۲، رقم: ۴۳۳۶(دار الکتاب العربی، بیروت) سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی ان القضاء وسائر الولاۃ، ج ۱۰ص ۹۳، رقم: ۲۰۱۹۱، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الرابع فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ج ۱ص ۳۲۷، رقم: ۱۰۹، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ص ۳۹۱، رقم: ۳۷۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جالسوھم ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہوگئے **اکلوھم، جالسوھم، شاربوھم** تمام صیغے باب مفاعلہ سے جمع مذکر غائب ماضی کے صیغے ہیں اور **ھم** ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ باب مفاعلہ فعل میں شراکت کا تقاضا کرتا ہے گویا ان کا کھانے پینے اور مجلس میں اشتراک تھا، اطر یا طر باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے۔ کسی چیز کو توڑ دینا ہے اور دوہرا کرنا۔ اس حدیث شریف میں بنی اسرائیل کے علماء کا کردار ذکر کرنے کے بعد اس راستے پر چلنے سے روکا گیا بتایا گیا کہ بنی اسرائیل کے علماء نے اپنی قوم کو برائی سے منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو بجائے اس کے کہ وہ ان کا بائیکاٹ کر کے ان کو برائی چھوڑنے پر مجبور کرتے خود ان کے ہم مجلس اور ہم پیالہ وہم نوالہ ہوگئے اور ان کے دل ایک جیسے ہوگئے جس کی بنیاد پر وہ لعنت کے مستحق ہوئے۔

مزید فرماتے ہیں:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ارباب اختیار اور علماء کو متنبہ کیا کہ تمہیں اس طریقہ کار سے بچنا ہوگا اور برائی کا ارتکاب کرنے والوں کا ہاتھ روکنا ہوگا، منافقت و مداہنت سے کام لینے کے بجائے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہوگا ظالم کا ہاتھ روک کر اسے راہِ حق پر لانا ہوگا ورنہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح لعنت کے مستحق ہوجاؤ گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳۱)

زبان لٹک کر سینے پر آ گئی

بلعم بن باعوراء: یہ شخص اپنے دور کا بہت بڑا عالم اور عابد وزاہد تھا۔ اور اس کو اسم اعظم کا بھی علم تھا۔ یہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا اپنی روحانیت سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور بہت ہی مستجاب الدعوات تھا کہ اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی، مشہور یہ ہے کہ اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم جبارین سے جہاد کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہماری زمینوں سے نکال کر یہ زمین اپنی قوم بنی اسرائیل کو دے دیں۔ اس لئے آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسی بددعا کر دیجئے کہ وہ شکست کھا کر واپس چلے جائیں۔ آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے آپ کی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر بلعم بن باعوراء کانپ اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو۔ خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے ان پر بھلا میں کیسے اور کس طرح بددعا کر سکتا ہوں؟ لیکن اس کی قوم نے رو رو کر اور گڑگڑا کر اس طرح اصرار کیا کہ اس نے یہ کہہ دیا کہ استخارہ کر لینے کے بعد اگر مجھے اجازت مل گئی تو بددعا کر دوں گا۔ مگر استخارہ کے بعد جب اس کو بددعا کی اجازت نہیں ملی تو اس نے صاف صاف جواب دے دیا کہ اگر میں بددعا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

اس کے بعد اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر ہدایا اور تحائف اس کی خدمت میں پیش کر کے بے پناہ اصرار کیا۔ یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء پر حرص اور لالچ کا بھوت سوار ہو گیا، اور وہ مال کے جال میں پھنس گیا۔ اور اپنی گدھی پر سوار ہو کر بددعا کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدھی کو اللہ تعالیٰ نے گویائی کی طاقت عطا فرمائی۔ اور اس نے کہا کہ افسوس! اے بلعم باعوراء تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ! میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم! تیرا برا ہو کیا تو اللہ کے نبی اور مومنین کی جماعت پر بددعا کریگا؟ گدھی کی تقریر سن کر بھی بلعم بن باعوراء واپس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ حسبان نامی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور بلندی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو بغور دیکھا اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کر دی۔ لیکن خدا عزوجل کی شان کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بددعا کرتا تھا۔ مگر اس کی زبان پر اس کی قوم کے لئے بددعا جاری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ اے بلعم! تم تو الٹی بددعا کر رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ اے میری قوم! میں کیا کروں میں بولتا کچھ اور ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی

نکلتا ہے۔ پھر اچانک اس پر یہ غضب الٰہی نازل ہوگیا کہ ناگہاں اس کی زبان لٹک کر اس کے سینے پر آگئی۔ اس وقت بلعم بن باعوراء نے اپنی قوم سے رو کر کہا کہ افسوس میری دنیا و آخرت دونوں برباد و غارت ہوگئیں۔ میرا ایمان جاتا رہا اور میں قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہوگیا۔ اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہوسکتی۔

بلعم بن باعوراء پہاڑ سے اتر کر مردود بارگاہِ الٰہی ہوگیا۔ آخری دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہو کر مر گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲، ص ۷۲۷، پ ۹، الاعراف: ۱۷۵)

اس سے اُن عالموں اور لیڈروں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو مالداروں یا حکومتوں سے رقمیں لے کر خلاف شریعت باتیں کرتے ہیں اور جان بوجھ کر اپنے دین و ایمان کا سودا کرتے ہیں۔ دیکھو لو بلعم بن باعوراء کیا تھا اور کیا ہوگیا؟ یہ کیوں ہوا؟ اس لیے اور صرف اس لئے کہ وہ مال و دولت کے لالچ میں گرفتار ہوگیا اور دانستہ اللہ عزوجل کے نبی پر بددعا کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ تو اس کا اس پر یہ وبال پڑا کہ دنیا و آخرت میں ملعون ہو کر اس طرح مردود و مطرود ہوگیا کہ عمر بھر کتے کی طرح لٹکتی ہوئی زبان لئے پھرا اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی اور شعلہ بار آگ کا ایندھن بن گیا۔ لہٰذا ہر مسلمان خصوصاً علماء و مشائخ کو مال و دولت کے حرص اور لالچ کے جال سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے اور ہرگز کبھی بھی مال کی طمع میں دین کے اندر مداہنت نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ قہر الٰہی عزوجل کی تلوار لٹک رہی ہے۔ (والعیاذ باللہ منہ)

(199) اَلرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ لَتَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) (المائدة: 105) وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ۔

چودھویں حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان والو! اپنی جان کا خیال کرو گمراہ ہونے والے تمہیں نقصان نہ دیں گے اگر تم ہدایت پر ہو۔ (یہ آیت تم کو مغالطہ میں نہ ڈالے) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ جب ظالم کو دیکھیں پھر اس کے ہاتھوں کو گرفت میں لے کر نہ روکیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیج دے۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، ج ۴، ص ۶۷، رقم: ۲۱۶۸، سنن ابوداؤد، باب الامر والنهی، ج ۴، ص ۲۱۲، رقم: ۴۳۳۸، دار الکتاب العربی، بیروت) سنن الکبریٰ للنسائی، باب ومن سورة المائدة، ج ۶، ص ۳۳۸، رقم: ۱۱۱۵۷ (دار الکتب العلمیه، بیروت) سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستدل به علی ان القضاء وسائر اعمال الولاة

ج۱۰ص۹۱ رقم: ۶۸۴ ۲۰مسند امام احمد مسند ابی بکر الصدیق ج۱ص۰، رقم: ۳۰ (مؤسسة قرطبة القاھرة)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دوسری روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس تبدیلی کا تعلق طاقت سے ہے یعنی برائی کو بدلنے والے لوگ اس بات کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ بدلیں تو وہ بھی عذاب کے مستحق ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ مقید اور خاص ہے یعنی جب لوگ تمہاری بات نہ سنیں تو آپ اپنی اصلاح میں مصروف ہوجاؤ اس صورت میں ان کے گناہ کا تم پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات ہمارے دور سے متعلق نہیں اس وقت لوگ نیکی کی بات سنتے اور قبول کرتے ہیں یہ زمانہ بعد میں آئے گا۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو کا مطلب یہ ہے کہ تم برائی سے روکو اور وہ نہ مانیں تو اب عذاب عام نہیں ہوگا بلکہ صرف برائی کے مرتکب لوگوں کو ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۹۶۳)

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے! امر بالمعروف کے چار ارکان ہیں: (۱) مُحتَسِب (یعنی احتساب کرنے والا) (۲) مُحتَسَب علیہ (جس کا احتساب کیا جائے) (۳) مُحتَسَب فیہ (جس میں احتساب ہو) (۴) نفسِ احتساب۔

(۱) مُحتَسِب: اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، مکلف ہو۔ پس رعایا میں سے ہر ایک اس میں داخل ہے اس میں ولایت اور اجازت کا ہونا شرط نہیں۔

عدالت (یعنی عادل ہونے) کی شرط میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی وجہ سے عدالت کی شرط لگاتے ہیں:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ (پ28، الصف:2)

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ (پ1، البقرۃ:44)

اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں عدالت کی شرط نہیں، اور یہی بات حق ہے کیونکہ بالاجماع اِحتساب میں تمام گناہوں سے معصوم ہونا شرط نہیں جب علماء کرام کا انبیاء کرام علیہم السلام کے صغیرہ گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ تو دوسروں کے معصوم ہونے کی کیسے امید رکھی جاسکتی ہے، پھر جب یہ شرط نہ پائی جائے گی تو یہ

چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کرنے کا سبب بنے گی پس اس میں کتنی دوری ہے کہ وہ خود شراب نوشی کرتا ہو اور دوسروں کو اس سے منع کرے اور کہے: مجھ پر دو باتیں لازم ہیں پہلی رکنا اور دوسری روکنا اور میں ان میں سے ایک تو کر رہا ہوں اس امید پر کہ مجھے دوسری کے ترک کی توفیق مل جائے۔ اور کافر کو اس کام سے روکا گیا ہے کیونکہ کافر کا مسلمان کو منع کرنا مسلمانوں پر مسلط ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (پ5، النسآء: 141)

اور مسلمان یہ کر سکتا ہے پس وہ لوگوں کو دھمکی دینے، ڈرانے اور مارنے وغیرہ میں سے جو چیز بھی اس کے لائق ہو اس کے ساتھ منع کریگا یہ حکم بادشاہ یا امام وغیرہ کے لئے مختلف نہیں پس ہر وہ شخص جو غیر مناسب فعل کا مرتکب ہو اسے روکا جائے گا اس پر دلیل یہ روایت ہے کہ مروان بن حکم نے نمازِ عید سے پہلے خطبہ دیا تو ایک شخص نے کہا: خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ مروان نے کہا: اے فلاں! یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اس شخص نے اپنا فرض پورا کیا ہے، رسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰى مُنْكَرًا فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔

ترجمہ: جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۸۷۶، ج ۴، ص ۱۸۴، بتغیر)

24-بَابُ تَغْلِيْظِ عُقُوْبَةِ مَنْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ وَّخَالَفَ قَوْلُهٗ فِعْلَهٗ

جو نیکی کا حکم کرے یا برائی سے روکے اور اس کا قول اس کے فعل سے متصادم ہو اس کی سزا کی سختی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) (البقرة: 44)

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلاتے ہو اور تم کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاَ فاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نُزول: عُلَماء یہود سے ان کے مسلمان رشتہ داروں نے دینِ اسلام کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے

کہا تم اس دین پر قائم رہو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین حق اور کلام سچا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ایک قول یہ ہے کہ آیت ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مشرکین عرب کو حضور کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور حضور کے اتباع کرنے کی ہدایت کی تھی پھر جب حضور مبعوث ہوئے تو یہ ہدایت کرنے والے حسد سے خود کافر ہو گئے اس پر انہیں توبیخ کی گئی۔ (خازن ومدارک) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ) (الصف: 2-3).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے کیسی سخت ہے اللہ کے لیے وہ بات جو تم کہو اور اس پر عمل نہ کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالأفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نزول: صحابۂ کرام کی ایک جماعت گفتگوئیں کر رہی تھی یہ وہ وقت تھا جب تک کہ حکمِ جہاد نازل نہیں ہوا تھا اس جماعت میں یہ تذکرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کیا عمل پیارا ہے ہمیں معلوم ہوتا تو ہم وہی کرتے چاہے اس میں ہمارے مال اور ہماری جانیں کام آجاتیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کی شانِ نزول میں اور بھی کئی قول ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: إِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ) (هود: 88).

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اسکا خلاف کرنے لگوں۔

شرح: حضرتِ صدرالأفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے حلیم و رشید ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ان کا یہ کلام استہزاء نہ تھا بلکہ مدعا یہ تھا آپ باوجودِ حلم وکمالِ عقل کے ہم کو اپنے مال میں اپنے حسب مرضی تصرُّف کرنے سے کیوں منع فرماتے ہیں؟ اس کا جواب جو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم میرے کمالِ عقل کے معترِف ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہو گی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا کی توحید اور ناپ تول میں ترکِ خیانت ہے، میں اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ (خزائن العرفان)

(200) وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ

حضرت ابواسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے

عَارِثَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ فِي الرَّحٰى، فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ، مَا لَكَ؟ أَلَمْ تَكُ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى، كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ، وَأَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں باہر آ جائیں گی اور وہ یوں گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ اس پر دیگر دوزخی اکٹھے ہو جائیں گے۔ پس وہ (اس سے) کہیں گے کہ اے فلاں تجھے کیا ہوا' کیا تو نیکی کا حکم نہ کرتا تھا اور کیا برائی سے نہ روکتا تھا وہ کہے گا ہاں میں نیکی کا حکم کرتا تھا لیکن خود نیکی نہ کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا لیکن خود کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: تَنْدَلِقُ هُوَ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ، وَمَعْنَاهُ تَخْرُجُ. وَالْأَقْتَابُ: الْأَمْعَاءُ وَاحِدُهَا قِتْبٌ

تندلق: دال مہملہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے' نکل آئیں گے۔ اقتاب: اس کا واحد قِتب ہے اور اس کا معنیٰ ہے' انتڑیاں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفۃ النار وانہا مخلوقۃ، ج ۲ ص ۱۲۱، رقم: ۳۲٦۷ صحیح مسلم، باب عقوبۃ من یأمر بالمعروف ولا ینھی عن المنکر، ج ۸ ص ۲۲۳، رقم: ۷٤۸۳ (دار الجلیل بیروت) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامۃ بن زید، ج ۸ ص ۲۰۷، رقم: ۲۱۸۳۸ مصنف ابن ابی شیبۃ، ماروا اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۵۵۳، رقم: ۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو اور اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا تو سزا کا مستحق ہوگا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لیے ترغیب وتحریص کا کام دیتا ہے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لا پرواہی کی وجہ سے مبلغ اعمال صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے یا نفس وشیطان کے دھوکے میں آ کر برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٩٠)

حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شریعت کا عالم اگر باعمل بھی ہو تو چاند ہے کہ خود ٹھنڈا اور دوسروں کو روشنی دینے والا اور اگر باعمل نہ ہو تو شمع کی طرح

ہے کہ خود جلے مگر دوسروں کو روشنی دے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے اور خود کو بھلائے ہوئے ہے اس فلیتے (چراغ کی بتی) کی طرح ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے (بزار، طبرانی) نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص قرآن پڑھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں خوب یاد کرلے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں میں سے ایک ہے دیکھو یہاں وارث تو وارث، اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں کہ قرآن و حدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ (مقال عرفا باعزاز شرع و علما صفحہ ۱۵)

25-بَابُ الْاَمْرِ بِاَدَاءِ الْاَمَانَةِ

امانت کی ادائیگی کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا) (النساء: 58)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کی طرف ادا کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) (الاحزاب: 72)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا یقیناً وہ بڑا ظالم بڑا نا سمجھ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امانت نمازیں ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج، سچ بولنا، ناپ اور تول میں اور لوگوں کی ودیعتوں میں عدل کرنا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ تمام اعضاء کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد لوگوں کی ودیعتیں اور عہدوں کا پورا کرنا ہے تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ کافر معاہد کی، نہ قلیل میں نہ کثیر میں، اللہ تعالیٰ نے یہ امانت اعیانِ سمٰوٰت وارض و جبال پر پیش فرمائی پھر ان سے فرمایا کیا تم ان امانتوں کو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا ذمہ داری کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا، انہوں نے عرض کیا نہیں

اے رب ہم تیرے حکم کے مطیع ہیں نہ ثواب چاہیں نہ عذاب اوران کا یہ عرض کرنا براہِ خوف وخشیت تھا اور امانت بطورِ تخییر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوت وہمت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں، اس کا اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔ (خزائن العرفان)

(201) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات المنافق، ج ۱ص۱۶، رقم: ۳۳ صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق، ج ۱ص۵۶، رقم: ۲۱۹ (دار الجلیل، بیروت) سنن ترمذی، باب ما جاء فی علامة المنافق، ج ۵ص۱۹، رقم: ۲۶۳۱ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، ج ۱ص۱۹۰، رقم: ۱۷۲ سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی الترغیب فی اداء الامانات ج ۶ص۲۸۸، رقم: ۱۳۰۶۲)

شرح حدیث: شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

اسی وجہ سے ہمارے اسلاف اس معاملہ میں بہت زیادہ ڈرتے تھے بلکہ ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا: اگر مجھے پتہ چل جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو یہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ پسند ہوگا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: نفاق والے خشوع سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگا کرو۔ آپ سے عرض کی گئی: نفاق والا خشوع کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جسم تو خاشع نظر آئے مگر دل فاسق وفاجر ہو۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم لوگ کچھ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہیں جبکہ ہم صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانے میں انہیں ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال شمار کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، الحدیث: ۶۴۹۲، ص ۵۴۵)(الزواجر عن اقتراف الکبائر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۹۷۴ھ)

امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی بحر الدموع میں لکھتے ہیں:

آگ کے دو پہاڑ

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے ایک پڑوسی سے ملنے گیا جو گندم بیچا کرتا تھا، جب میں اس کے سرہانے بیٹھا تو اسے بار بار یہ کہتے سنا: آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ جب میں نے اس کی بیوی سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی: اس کے پاس دو پیمانے تھے جب یہ کسی سے گندم خریدتا تو اسے بڑے پیمانے سے ناپتا اور جب کسی کو بیچتا تو چھوٹے پیمانے سے ناپ کر بیچتا تھا۔ تب میں سمجھا کہ وہی دو برتن اسے آگ کے پہاڑوں کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔

پانی کے چند قطروں کا وبال

کسی گاؤں میں ایک دودھ فروش رہا کرتا تھا، وہ دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا، ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس کے مویشی بہا کر لے گیا تو وہ روتے ہوئے کہنے لگا کہ سب قطرے مل کر سیلاب بن گئے جبکہ قضاء اسے ندا دے رہی تھی:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

(پ17، الحج:10)

یادرکھو! چوری اور خیانت ہلاکت میں ڈالنے والے اور دین کے لئے شدید ضرر رساں گناہ ہیں۔

(202) وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ: حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ، وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَّفْعِ الْاَمَانَةِ، فَقَالَ: يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ، فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ، فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهٗ عَلٰى رِجْلِهٖ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ، فَلَا يَكَادُ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان کیں میں نے ایک کو دیکھ لیا ہے۔ دوسری کے انتظار میں ہوں آپ نے فرمایا: امانت لوگوں کے دلوں کے مرکز میں اتری پھر قرآن اترا پس انہوں نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت اٹھائے جانے کا ذکر فرمایا کہ کوئی آدمی ایک بار سوئے گا' امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسا کہ تو انگارے کو پاؤں پر لڑھکا دے اور وہ پھول جائے۔ سو وہ دیکھنے میں ابھرا ہوا ہے' لیکن اندر سے خالی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری پکڑی اور اپنے پاؤں پر لڑھکا دی پھر لوگ اس طرح ہو جائیں گے کہ

أحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: إِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا أَمِيْنًا، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ! مَا أَظْرَفَهُ! مَا أَعْقَلَهُ! وَمَا فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ ۔ وَلَقَدْ أَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَّمَا أُبَالِيْ أَيُّكُمْ بَايَعْتُ: لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِيْنُهُ، وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيْهِ، وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَانًا وَّفُلَانًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

آپس میں خرید وفروخت کرتے ہوں گے لیکن امانت کی ادائیگی کے قریب بھی کوئی نہ ہوگا یہاں تک کہ کسی آدمی کے بارے میں کہا جائے گا کہ فلاں بڑا امانت دار ہے' حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ وہ کتنا طاقتور ہے کتنا سمجھدار ہے کتنا عقلمند ہے اور حال یہ ہوگا کہ اس آدمی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان بھی نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں قسم ہے مجھ پر ایک زمانہ گزرا کہ مجھے بیع کرتے وقت یہ پروا نہ ہوتی کہ کس سے بیع کرتا ہوں کہ اگر وہ نصرانی یا یہودی ہے' تو اس کو قانون والے مجبور کریں گے اور اگر مسلمان ہے' تو اس کا دین اس کو ادائیگی پر مجبور کرے گا۔ لیکن آج میں تم میں صرف فلاں اور فلاں سے خرید وفروخت کروں گا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ: جَذْرُ بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَإِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ أَصْلُ الشَّيْءِ

وَالْوَكْتُ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ: الْأَثَرُ الْيَسِيْرُ. وَالْمَجْلُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَإِسْكَانِ الْجِيْمِ: وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ أَثَرِ عَمَلٍ وَّغَيْرِهِ. قَوْلُهُ: مُنْتَبِرًا: مُرْتَفِعًا. قَوْلُهُ: سَاعِيْهِ: الْوَالِيْ عَلَيْهِ.

جَذْرُ: جیم پر زبر اور ذال معجمہ پر سکون کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے۔ مرکز' اصل۔

وکت: تاء اوپر کے نقطوں کے ساتھ' معمولی نشان کو کہتے ہیں۔ مجل: میم پر زبر اور جیم ساکن کے ساتھ کام کاج سے جو ہاتھ پر نشان پڑ جائے۔ آبلہ یا چھالہ منتبر: اس کا معنیٰ' ابھرا ہوا۔ ساعیہ: اس کا معنی اس کا نگران۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الامانۃ، ج ۸ ص ۱۰۳، رقم: ۱۲۹۷ (دار طوق النجاۃ) صحیح مسلم، باب رفع الامانۃ والایمان من بعض القلوب وعرض الفتن، ج ۱ ص ۳۸۸، رقم: ۳۸۴ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، ج ۵ ص ۳۸۳، رقم: ۲۳۳۰۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی رفع الامانۃ، ج ۴ ص ۲۷۲، رقم: ۲۱۷۹ سنن ابن ماجہ، باب ذھاب القرآن والعلم، ج ۲ ص ۱۳۴۶، رقم: ۴۰۵۳)

شرح حدیث: سب سے مشکل

سیّدُ المبلغین، رحمۃٌ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مؤمن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر

جھوٹا اور خائن (یعنی خیانت کرنے والا) نہیں ہوسکتا۔

(جامع الاحادیث، قسم الاقوال، باب الاکمال من الجامع الکبیر، الحدیث: ۲۸۵۸۵، ج۹، ص۳۰۱)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: سب سے پہلے لوگوں سے امانت اٹھائی جائے گی، آخر میں نماز باقی رہ جائے گی اور بہت سے نمازی ایسے ہوں گے جن میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب رفع الامانۃ والحیاء، الحدیث: ۱۲۴۴۷، ج۷، ص۶۲۲)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں بتایا: جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس کا وضو نہیں اس کی کوئی نماز نہیں۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۲۹۲، ج۱، ص۶۲۶)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ہم سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر تھے کہ مدینے کے بالائی حصے کی بستی کے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی نیا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے اس دین کی سب سے مشکل اور سب سے آسان چیز کے بارے میں بتایئے؟ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: اس کی آسان ترین چیز یہ ہے کہ، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں، اور اے بالائی بستی والے! اس کی مشکل ترین چیز امانت ہے، بے شک جو امانت ادا نہیں کرتا اس کا نہ کوئی دین ہے، نہ نماز اور نہ ہی زکوٰۃ۔ (البحر الزخار بمسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۸۱۹، ج۳، ص۶۱)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر وہ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے تو ان کی گواہی قبول نہ کی جائے گی، خیانت کریں گے اور امانت دار نہیں ہوں گے، نذریں مانیں گے اور پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۷۵، ص۱۱۲۲)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: راہِ خدا عزوجل میں شہید ہونا امانت (میں خیانت) کے علاوہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک بندے کو لایا جائے گا اگرچہ اسے راہِ خدا عزوجل میں شہید کر دیا گیا ہو، پھر اس سے کہا جائے گا: امانت ادا کر۔ وہ عرض کریگا: اے میرے رب عزوجل! کیسے ادا کروں دنیا تو ختم ہوگئی۔ تو کہا جائے گا: اسے ھَاوِیَۃ کی طرف لے جاؤ۔ تو امانت اس کے سامنے اس ہیئت میں آجائے گی جس میں اس کے سپرد کی گئی تھی، وہ اسے دیکھ کر پہچان لے گا تو اسے پانے کے لئے اس کے پیچھے جائے گا، اور پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھالے گا، جب اسے یہ گمان ہوگا کہ وہ جہنم سے نکل آیا ہے تو وہ امانت اس کے کندھے سے پھسل کر پھر جہنم

میں جا گرے گی، اور وہ ہمیشہ اس کے پیچھے جاتا رہے گا۔ پھر فرمایا: نماز امانت ہے، وضو امانت ہے، اور ناپ تول امانت ہے۔ اور بہت سی چیزوں کو شمار کر کے فرمایا: ان سب میں سخت تر وہ اشیاء ہیں جو تمہارے پاس حفاظت کے لئے رکھی جاتی ہیں۔

حضرت سیدنا زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر ان سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟ انہوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ تو حضرت سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا؟

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔ (پ5، النساء:58)

(شعب الایمان، باب فی الامانات ووجوب... الخ، الحدیث: ۵۲۶۶، ج ۴، ص ۳۲۳ زید بن عامر بدلہ البراء بن عازب)

(203) وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ: وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اذْهَبُوْا اِلٰى ابْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللهِ. قَالَ: فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِنْ وَّرَاءَ وَرَاءَ اعْمِدُوْا اِلٰى مُوْسٰى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيْمًا. فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوْحِهِ، فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهُ، وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ ﵄ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا پھر ایماندار کھڑے ہوں گے۔ حتیٰ کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے باپ! ہمارے لیے جنت کھلوائیں۔ وہ فرمائیں گے تم کو جنت سے تمہارے باپ کی غلطی نے ہی نکلوایا تھا یہ کام میرا نہیں میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے یہ کام میرا نہیں، میں پیچھے پیچھے خلیل تھا (یہ منصب میرا نہیں) تم موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ کرو جس کو اللہ نے شرف ہم کلامی نصیب فرمایا۔ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض پرداز ہوں گے وہ بھی معذرت کر دیں گے کہیں گے یہ میرا کام نہیں تم نجات کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ

كَالْبَرْقِ

کلیم اللہ اور روح اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ) فرمائیں گے یہ کام میرا نہیں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ سو آپ کھڑے ہوں گے۔ آپ کو اجازت دی جائے گی پھر امانت اور صلہ رحمی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ پل صراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی پھر تم میں سے پہلا گروہ بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

قُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي، أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ، ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ، ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ، وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ، وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ، يَقُولُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ، حَتَّى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتَّى يَجِيءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا. وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ، فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ، إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' بجلی کی طرح گزرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ پلک جھپکنے میں کس طرح آتی اور جاتی ہے پھر دوسرا گروہ ہوا کی طرح گزرے گا' پھر پرندے کی طرح اور طاقتور مردوں کو ان کے اعمال دوڑا کر لے جائیں گے اور تمہارے نبی علیہ السلام پل پر کھڑے اپنے رب سے اپنی امت کی سلامتی کی دعا کر رہے ہوں گے حتیٰ کہ بندوں کے اعمال عاجز ہو جائیں گے حتیٰ کہ کوئی آدمی آئے گا' جو چلنے کی طاقت نہ رکھے گا اور گھٹنوں کے بل رینگ کر چلے گا اور پل کے دونوں طرف کانٹے ہوں گے جنہیں کچھ لوگوں کو پکڑنے کا حکم ہوگا کوئی زخمی ہو کر نجات پانے والا ہوگا اور کوئی جہنم میں الٹنے والا ہوگا' اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ جہنم کی گہرائی ستر برس (کا فاصلہ) ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: وَرَاءَ وَرَاءَ هُوَ بِالْفَتْحِ فِيهِمَا. وَقِيلَ: بِالضَّمِّ بِلَا تَنْوِينٍ وَمَعْنَاهُ: لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ، وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَاضُعِ. وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي شَرْحِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ، وَاللّٰهُ

وراء وراء: دونوں میں زبر ہے اور پیش بھی کہا گیا ہے تنوین کے بغیر اس کا معنیٰ ہے میں اُس بلند مقام کے قابل نہیں۔ یہ کلمہ عاجزی کے اظہار کیلئے ہے۔ امام نووی کہتے ہیں میں نے شرح مسلم میں اس معنی کی تفصیل لکھ

أَعْلَمُ. دی ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا، ج ۱ص ۱۲۰، رقم: ۲۰۳ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الشفاعة، ج ۱۰ص ۴۸۸، رقم: ۸۰۱۶ مشکوۃ المصابیح، باب الحوض، ج ۳ص ۲۱۹، رقم: ۶۰۸ (المکتب الاسلامی بیروت)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات مؤمنین کی اس عرض کے جواب میں فرمائیں گے کہ آپ تو اللہ کے خلیل ہیں، فرمائیں گے کہ خلیل کہتے ہیں باہر کے دوست کو یہ شفاعت کبریٰ باہر کا دوست نہیں کرسکتا یہ تو اندرونی دوست جسے کہتے ہیں حبیب اللہ وہی کرسکتے ہیں۔ شعر

تم ہو درونِ سرا تم پہ کروڑوں درود تم مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست

خیال رہے کہ ہم کو دوستوں سے بھی محبت ہوتی ہے، اپنے عزیز و قرابت داروں سے بھی، اپنے بچوں سے بھی، اپنی بیوی سے بھی، دوست یار بیٹھک میں ملتے ہیں یہ ہیں بیرونی دوست، عزیز و اقارب دار عام حالات میں گھر میں آکر ملتے ہیں یہ ہیں درون خانہ کے دوست مگر گھر کے اندر رہنے سہنے والے اپنے بال بچے ہوتے ہیں یہ ہیں اندرونی دوست۔ خلوت صرف بیوی سے ہوتی ہے یہ ہے خاص الخاص محبوبہ رازدار دوست، سارے انبیاء کرام اللہ کے پیارے ہیں مگر حضور خلوت خاص کے رازدار محبوب ہیں اس لیے موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے وادی سینا میں جو کلام کیا سب کچھ محبوب کو بتادیا وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى الخ مگر جو کلام معراج کے خلوت خانہ میں اپنے اندرونی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا وہ کسی کو نہ بتایا فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى وہاں اپنے بندہ کو جو وحی کی وہ کی، یہ ہے اندرون خانہ کی محبت اللھم صلی علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۴۴)

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حقِ شفاعت اور (بغیر حساب) میری نصف امت کے جنت میں داخل کئے جانے کا اختیار دیا گیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا کیونکہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے، تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ متقین کے لئے ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو گناہگاروں، خطا کاروں اور معصیت میں آلودہ لوگوں کے لئے ہے۔ (ابن ماجہ شریف 2/1441، الرقم: 4311)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حقِ شفاعت اور (بغیر حساب) میری نصف امت کے جنت میں داخل ہونے کے درمیان اختیار دیا گیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا کیونکہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے، تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ متقین کے لئے ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو معصیت میں آلودہ لوگوں اور خطا کاروں کے لئے ہے۔ (بدایة والنھایة 10/455 مجمع الزوائد 10/378)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عبدالواحد نصری روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی نے بیان کیا کہ میں تمہارے دادا عبدالواحد بن عبداللہ بن بسر کے پاس سے گزرا جبکہ وہ ان دنوں حمص کے امیر تھے تو انہوں نے مجھے فرمایا: اے ابوعمرو! میں تجھے ایسی حدیث بیان نہ کروں جس سے تو خوش ہو؟ اللہ کی قسم! اکثر اوقات حاکموں نے اسے چھپایا ہے، میں نے کہا: کیوں نہیں! بیان فرمائیں، انہوں نے فرمایا: مجھ سے میرے والد عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ہم ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس (خوشی سے) چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ تشریف لائے تو ہم (ادباً وتعظیماً) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے رخ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، آپ کے دمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ہمیں خوشی ہورہی ہے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جبرئیل نے ابھی مجھے خوشخبری سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاعت کا حق عطا کیا ہے، یہ میری امت کے گناہگاروں اور گناہ سے بوجھل افراد کے لئے ہے۔

(مجمع الزوائد 10 / 377 اصابة فی تمیز الصحابة 4 / 24 الرقم: 4568 معجم الأوسط 5 / 304 الرقم: 5382)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنھم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی امت کے برے لوگوں کے لئے سب سے بہتر آدمی میں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! امت کے اچھے لوگوں کے لئے آپ کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے گنہگار لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل کرے گا، جبکہ میری امت کے اچھے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، 10 / 377 معجم الکبیر، 8 / 97 الرقم: 7483)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین مرتبہ فرماتے ہوئے سنا: درختوں اور پتھروں کی مقدار سے زیادہ، ہم نے (بغیر سمجھے تائید کرتے ہوئے) عرض کیا: جی ہاں! (ایسے ہی ہے تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک میری شفاعت پتھروں اور درختوں کی مقدار سے بھی زیادہ ہوگی۔

(کشف الخفاء، 2 / 462 الرقم: 2965 مجمع الزوائد، 10 / 379)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کے دوران راستہ میں قیام کیا۔ رات کا ایک حصہ گزرنے پر میری آنکھوں سے نیند غائب ہوگئی جس کے باعث میں سو نہ سکا تو اٹھ کھڑا ہوا، اس وقت لشکر میں کوئی بھی ایسا جانور نہ تھا جو سو نہ گیا ہو، کجاوہ کے پچھلے حصہ کی جانب سے (کچھ گڑبڑ ہونے کا) میرے ذہن میں خیال آیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے پاس جاؤں گا تا کہ ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے سکوں یہاں تک کہ صبح ہو جائے، پس میں کجاووں کے درمیان سے گزرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے تک پہنچا تو آپ اپنے کجاوے پر موجود نہ تھے۔ لہٰذا میں کجاووں کو عبور کرتا ہوا لشکر سے باہر نکل گیا تو اچانک میں نے کسی چیز کا سایہ دیکھا، میں نے اس کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل تھے، انہوں نے مجھ سے کہا: کس چیز نے تمہیں (اس وقت لشکر سے) نکالا ہے؟ میں نے کہا: جس نے تمہیں نکالا ہے، ہم سے تھوڑا ہی دور ایک باغ تھا، ہم اس باغ کی طرف بڑھنے لگے، اس دوران ہم نے اس میں مکھیوں کے بھنبھنانے یا ہلکی سی ہوا چلنے جیسی آواز سنی، پس (ہمیں اس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنائی دی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہاں ابوعبیدہ بن جراح ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور معاذ بن جبل بھی ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: عوف بن مالک بھی ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں موجود ہے، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لے آئے تو ہم اٹھ کھڑے ہوئے نہ ہم نے آپ سے کچھ عرض کیا اور نہ آپ نے ہمیں کچھ ارشاد فرمایا، یہاں تک کہ آپ اپنی سواری کی طرف لوٹ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ میرے رب نے ابھی مجھے کیا اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ میری تہائی امت بغیر حساب کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائے یا میں شفاعت کروں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے کیا اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا، ہم تمام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت میں شامل فرمالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا: بے شک میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے۔

(ترغیب والترہیب، 4/234، الرقم: 5501 الجامع، 11/413، معمر بن راشد مجمع الزوائد، 10/369)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے رات کو میرے پاس حاضر ہو کر مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاعت کا حق عطا کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ بنی ہاشم کے لئے خاص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ ہم نے عرض کیا: کیا یہ قریش میں ہی عام ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ہم نے عرض کیا: کیا یہ آپ کی ساری امت کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا: یہ میری امت کے گناہگاروں اور گناہ سے بوجھل افراد کے لئے ہے۔

(احادیث المختارہ، 9/78، الرقم: 60، مقدسی تاریخ دمشق الکبیر، 27/163، ابن عساکر)

(204) وَعَنْ أَبِي خُبَيْبٍ ، بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ ، عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

حضرت ابوخبیب خاء معجمہ پر پیش کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنگ جمل والے دن

قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِيْ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ. فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُوْمٌ، وَإِنِّيْ لَا أُرَانِيْ إِلَّا سَأُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا، وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّيْ لَدَيْنِيْ، أَفَتَرَى دَيْنَنَا يُبْقِيْ مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا؟ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ، بِعْ مَا لَنَا وَاقْضِ دَيْنِيْ، وَأَوْصَى بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهِ لِبَنِيْهِ، يَعْنِيْ لِبَنِيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ. قَالَ: فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَّالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهُ لِبَنِيْكَ. قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللهِ قَدْ وَازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٍ وَّعَبَّادٍ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَجَعَلَ يُوْصِيْنِيْ بِدَيْنِهِ وَيَقُوْلُ: يَا بُنَيَّ، إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلَايَ. قَالَ: فَوَاللهِ مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ: يَا أَبَتِ مَنْ مَّوْلَاكَ؟ قَالَ: اللهُ. قَالَ: فَوَاللهِ مَا وَقَعْتُ فِيْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ فَيَقْضِيْهِ. قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا إِلَّا أَرَضِيْنَ، مِنْهَا الْغَابَةُ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ. قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيْهِ بِالْمَالِ، فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ، فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ: لَا، وَلٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ إِنِّيْ أَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ. وَمَا وَلِيَ إِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةً وَّلَا خَرَاجًا وَّلَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ غَزْوٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ

جب حضرت زبیر ؓ کھڑے ہوئے مجھے بلایا میں آ کر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا فرمایا آج لوگ قتل ہوں گے ظالم یا مظلوم اور میرا اپنے متعلق گمان ہے کہ مظلوم کے طور پر قتل کیا جاؤں گا مجھے زیادہ فکر اپنے قرضہ کے متعلق ہے کیا خیال ہے کہ ہمارا قرضہ کچھ مال چھوڑے گا پھر فرمایا: اے بیٹا! ہمارے مال کو بیچ کر قرض ادا کر دینا اور ترکہ کے ثلث کی وصیت کی اور ثلث کی وصیت اپنے بیٹوں یعنی عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے لیے کر دی پھر فرمایا اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا ایک تہائی تیرے بیٹوں کے لئے ہے ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کے کچھ بیٹے حضرت زبیر کے بیٹوں خباب اور عباد کے ہم عمر تھے (یعنی ان چچا کے برابر عمر کے تھے) اس وقت حضرت زبیر کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھے حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے قرض کے بارے وصیت کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے بیٹے! اگر اس میں سے کچھ ادا کرنا مشکل ہو تو اس پر میرے مولا سے مدد طلب کر لینا اللہ کی قسم! میں آپ کی مراد نہ سمجھا چنانچہ میں نے پوچھا کہ آپ کا مولا کون ہے فرمایا: اللہ' عبداللہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب کبھی ان کے قرض کے سلسلے میں مجھے مشکل پیش آئی تو میں کہتا اے زبیر کے مولیٰ زبیر کا قرضہ ادا کر وہ اس کو ادا کر دیتا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں' پس حضرت زبیر شہید ہو گئے انہوں نے درہم و دینار کچھ نقد نہ چھوڑا سوائے غابہ کی کچھ زمینوں کے' ان میں مدینہ منورہ میں گیارہ مکانات' بصرہ میں دو مکان کوفہ میں ایک مکان

وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِئَتَيْ أَلْفٍ!، فَلَقِيَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي كَمْ عَلَى أَخِي مِنَ الدَّيْنِ؟ فَكَتَمْتُهُ وَقُلْتُ: مِئَةُ أَلْفٍ. فَقَالَ حَكِيمٌ: وَاللّٰهِ مَا أَرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهِ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: أَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِئَتَيْ أَلْفٍ؟ قَالَ: مَا أُرَاكُمْ تُطِيقُونَ هٰذَا، فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِينَ وَمِئَةِ أَلْفٍ، فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِئَةِ أَلْفٍ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَيْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَأَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُمِئَةِ أَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ: إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَا، قَالَ: فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَا. قَالَ: فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَكَ مِنْ هَاهُنَا إِلَى هَاهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْهَا فَقَضَى عَنْهُ دَيْنَهُ وَأَوْفَاهُ، وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِئَةِ أَلْفٍ، قَالَ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِئَةِ أَلْفٍ. قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِئَةِ أَلْفٍ. وَقَالَ

اور مصر میں ایک مکان تھا حضرت عبداللہ ان پر قرض کی صورت بتاتے ہیں کہ کوئی آدمی اپنا مال آپ کے پاس امانت رکھنے کے لئے لاتا اور حوالے کر دیتا آپ فرماتے یہ امانت نہیں قرض ہے مجھے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے (امانت غلطی کے بغیر ہلاک ہو تو تاوان لازم نہیں اور قرض میں لازم ہے) آپ کسی عہدہ پر کبھی مقرر نہ ہوئے نہ آپ نے ٹیکس یا کسی اور وصولی کی ذمہ داری قبول کی ہاں رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر اور حضرت عثمان ؓ کے ساتھ غزوات میں شامل ہوئے عبداللہ کہتے ہیں میں نے ان پر قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ بنا پھر حضرت حکیم بن حزام حضرت عبداللہ بن زبیر کو ملے اور فرمایا بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے میں قرض نے چھپایا اور ایک لاکھ کہا حضرت حکیم نے کہا اللہ کی قسم میرے خیال میں تمہارے مال اس کی گنجائش نہیں رکھتے حضرت عبداللہ نے کہا بائیس لاکھ ہوں گے کہنے لگے میں نہیں دیکھتا کہ تم یہ ادا کرلو گے تو اگر قرض کی مقدار ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ تو مجھ سے مدد لے لینا حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی حضرت عبداللہ نے وہ سولہ لاکھ میں بیچ دی پھر کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کے لئے زبیر کے ذمہ کچھ ہو وہ ہمیں غابہ میں ملے ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے ان کا قرض حضرت زبیر کے ذمے چار لاکھ تھا انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو کہا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ معاف کر دیتا ہوں حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا

ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِئَةِ اَلْفٍ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ: سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ. قَالَ: قَدْ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَمِئَةِ اَلْفٍ. قَالَ: وَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيْبَهُ مِنْ مُّعَاوِيَةَ بِسِتِّمِئَةِ اَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ، قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا. قَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ: اَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ. فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ فِي الْمَوْسِمِ. فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ. وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ. فَاَصَابَ كُلَّ امْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِئَتَا اَلْفٍ. فَجَمِيْعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَّمِئَتَا اَلْفٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

نہیں حضرت ابن جعفر نے کہا اس کو اگر مؤخر کرنا چاہو تو پھر کرلو حضرت ابن زبیر نے کہا نہیں حضرت عبداللہ ابن جعفر کہنے لگے پھر تم مجھے زمین کا ایک پلاٹ دے دو پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس سے کچھ اور زمینیں فروخت کی اور حضرت زبیر کے باقی قرضے ادا کردیئے۔ اور اس سے چار حصے اور ایک آدھا بچ گیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت معاویہ کے پاس آئے وہاں حضرت عمرو بن عثمانؓ حضرت منذر بن زبیر اور حضرت ابن زمعہ موجود تھے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا غابہ کی کیا قیمت لگی حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا ہر حصہ ایک لاکھ کا پوچھا کتنے حصص باقی ہیں بتایا ساڑھے چار تو حضرت منذر بن زبیر نے کہا ایک حصہ میں نے لاکھ میں لیا اور عمرو بن عثمان نے کہا ایک لاکھ میں ایک حصہ میں لیتا ہوں حضرت ابن زمعہ نے کہا ایک لاکھ میں ایک حصہ میں نے خریدا اب حضرت معاویہ نے پوچھا باقی کتنے حصے ہیں کہا ڈیڑھ تو حضرت معاویہ نے کہا وہ میں نے ڈیڑھ لاکھ میں لیا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا خریدا ہوا حصہ حضرت معاویہ کو چھ لاکھ میں بیچ دیا جب حضرت عبداللہ بن زبیر ان کے قرضوں کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیر کے دوسرے بیٹوں نے کہا ہماری میراث ہم میں تقسیم کردو حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں میں چار سال تک حج کے موقع پر اعلان کروں گا کہ کسی کا حضرت زبیر کے ذمہ کچھ قرض ہو تو لے جائے۔ اس کے بعد وراثت تقسیم کروں گا پھر چار سال

تک حضرت عبداللہ حج کے موقعہ پر اعلان کرتے رہے۔
بعد ازاں جب چار سال گزر گئے تو پھر ان کے درمیان
وراثت تقسیم کردی گئی۔ اور ایک تہائی وصیت کے مطابق
ادا کر دیا۔ حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو بارہ
بارہ لاکھ حصہ ملا حضرت زبیر کا کل ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ
درہم بنا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص ۸۷، رقم: ۳۱۲۹ جامع الاصول لابن اثیر، باب المر اۃ فی اداء الامانۃ، ج ۱ص ۱۹۰، رقم: ۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اسلامی زندگی میں لکھتے ہیں:

میراث

اسلامی قانون میں مسلمانوں کی ساری اولاد یعنی لڑکے لڑکیاں اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد اس کے مال سے میراث لیتے ہیں۔ لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملتا ہے مگر ہندوؤں آریوں کے دھرم میں لڑکی باپ کے مال سے محروم ہوتی ہے۔ اور سب مال لڑکا ہی لیتا ہے یہ صاف ظلم ہے۔ جب دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں تو ایک کو میراث دینا اور ایک کو نہ دینا اس کے کیا معنی؟ لیکن کاٹھیاواڑ اور پنجاب کے مسلمانوں نے اپنے لیے یہ ہندوانی قانون قبول کیا ہے۔ اور حکومت کو لکھ کر دے دیا ہے کہ ہم کو ہندوانی قانون منظور ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم زندگی میں تو مسلمان ہیں اور مرنے کے بعد نعوذ باللہ ہندو۔ یاد رکھو قیامت میں اس کا جواب دینا پڑے گا۔

اگر اسلام کے اس قانون سے ناراضی ہے تو کفر ہے اور اگر اس کو حق جان کر اس پر عمل نہ کیا تو حق تلفی اور ظلم ہے۔ لڑکے تم کو کیا بخش دیتے ہیں اور لڑکیاں کیا چھین لیتی ہیں؟ جب تم مر ہی گئے تو اب تمہارا مال کوئی بھی لے تم کو کیا؟ تم بیٹے کی محبت میں اپنی آخرت کیوں تباہ کرتے ہو؟ تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کہ لڑکی تمہارا مال برباد کردے گی۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ اپنے باپ کی چیز کا درد جتنا لڑکی کو ہوتا ہے اتنا لڑکے کو نہیں ہوتا۔ ایک جگہ لڑکوں نے اپنے باپ کا مکان فروخت کیا لڑکے تو خوشی سے فروخت کر رہے تھے مگر لڑکی بہت روتی چلاتی تھی کہ یہ میرے مرے باپ کی نشانی ہے۔ اس کو دیکھ کر اپنے باپ کو یاد کرلیتی ہوں میں اپنا حصہ فروخت نہ کروں گی۔ اس کے رونے سے دیکھنے والے بھی رونے لگے اور بڑھاپے میں جتنی ماں باپ کی خدمت لڑکی کرتی ہے اتنی خدمت لڑکا نہیں کرتا۔ پھر اس غریب کو کیوں محروم کرتے ہو؟ لڑکے تو مرنے کے بعد قبر پر فاتحہ کو بھی نہیں آتے لہٰذا ضروری ہے کہ لڑکی اور لڑکے کو پورا حصہ دو۔ کاٹھیاواڑ میں ایک قوم ہے جو آغا خوانی خوجہ۔ اگر ان کے دو بیٹے ہوں تو ایک کا نام قاسم بھائی اور دوسرے کا نام رام لعل یا مول جی اور کہتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں

کی بخشش ہوئی تو قاسم بھائی بخشوالے گا اور اگر ہندوؤں کی نجات ہوئی تو رام لعل ہاتھ پکڑے گا۔ کیا یہ ہی ہم نے بھی سمجھ رکھا ہے کہ زندگی میں اسلامی کام کریں اور میراث میں ہندوؤں کے قانون اختیار کریں تا کہ دونوں قومیں خوش رہیں؟

اگر مسلمانوں کو یہی فکر ہے کہ ہماری اولاد ہمارا مال برباد کردے گی تو چاہیے کہ اپنی جائیداد مکانات دوکانیں وغیرہ اپنی اولاد پر وقف کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بعد ہماری اولاد ہماری جائیداد اور مکانات سے ہر طرح نفع اٹھائے اور اس میں رہے۔ اس کا کرایہ کھائے اور حصہ رسد کرایہ کو آپس میں تقسیم کرے مگر اس کو رہن (گروی) نہ کر سکے۔ اس کو بیچ نہ سکے۔ اس سے ان شاء اللہ عزوجل! تمہاری جائیداد اور مکانات محفوظ ہو جائیں گے کسی کے ہاتھ فروخت نہ ہو سکیں گے اور تم گناہ سے بھی بچ جاؤ گے۔ اگر مسلمان اس قانون پر عمل کرتے تو آج ان کی جائیدادیں، ہندوؤں کے پاس نہ پہنچ جاتیں۔ وقف علی الاولاد کرنے کا طریقہ کسی عالم سے پوچھ لینا چاہیے اور میراث کے لیے ہم نے ایک کتاب اردو زبان میں لکھ دی ہے جس کا نام ہے علم المیراث اس کا مطالعہ کرو۔ (اسلامی زندگی صفحہ ۱۲۵)

26-بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ وَالْأَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ

ظلم کی حرمت اور ظلم سے چھینی ہوئی چیزوں کی واپسی کا حکم

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ) (غافر:18)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ظالموں کے لیے گہرا دوست ہوگا نہ ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے گی۔

شرح: ایک امیر نوجوان کی توبہ

حضرت سیِّدُنا صالح مری ایک محفل میں وعظ فرمارہے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے بیٹھنے والے ایک نوجوان کو کہا، کوئی آیت پڑھو۔ تو اس نے یہ آیت پڑھ دی، یہ آیت سن کر آپ نے فرمایا، کوئی کیسے ظالم کا دوست یا مددگار ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہوگا۔ بے شک تم سرکشی کرنے والے گنہگاروں کو دیکھو گے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہوگا اور وہ برہنہ پاؤں ہوں گے، ان کے جسم بوجھل، چہرے سیاہ اور آنکھیں خوف سے نیلی ہوں گی۔ وہ پکار کر کہیں گے، ہم ہلاک ہوگئے! ہم برباد ہوگئے! ہمیں کیوں جکڑا گیا ہے، ہمیں کہاں لے جایا جارہا ہے اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ فرشتے انہیں آگ کے کوڑوں سے ہانکیں گے، کبھی وہ منہ کے بل گریں گے اور کبھی انہیں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔ جب رورو کر ان کے آنسو خشک ہو جائیں گے تو خون کے آنسو رونا شروع کر دیں گے، ان کے دل دہل جائیں گے اور حیران و پریشان ہوں گے۔ اگر کوئی انہیں دیکھ لے تو ان پر نگاہ نہ جما سکے گا، نہ دل کو سنبھال سکے گا اور یہ ہولناک منظر دیکھنے والے کے بدن پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔

یہ کہنے کے بعد حضرت سیِّدُنا صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے اور آہ بھر کر کہنے لگے، افسوس! کیسا خوفناک منظر ہوگا۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگے اور ان کو روتا دیکھ کر لوگ بھی رونے لگے۔ اتنے میں ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور کہنے

لگا حضور! کیا یہ سارا منظر بروزِ قیامت ہوگا؟ آپ نے جواب دیا، ہاں! اور یہ منظر زیادہ طویل نہیں ہوگا کیونکہ جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو ان کی آوازیں آنا بند ہو جائیں گی۔ یہ سن کر نوجوان نے ایک چیخ ماری اور کہا، افسوس! میں نے اپنی زندگی غفلت میں گزار دی، افسوس! میں کوتاہیوں کا شکار رہا، افسوس! میں اپنے پروردگار عزوجل کی اطاعت میں سستی کرتا رہا، آہ! میں نے اپنی زندگی ضائع کردی۔ اور رونے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ کہنے لگا، اے میرے رب عزوجل! میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، مجھے تیرے سوا کسی سے غرض نہیں، مجھ میں جو برائیاں ہیں انہیں معاف فرما کر مجھے قبول کر لے، میرے گناہ معاف کردے، مجھ سمیت تمام حاضرین پر اپنا کرم وفضل فرما اور ہمیں اپنی سخاوت سے مالا مال کردے، یاارحم الراحمین! میں نے گناہوں کی گٹھڑی تیرے سامنے رکھ دی ہے اور صدقِ دل سے تیرے سامنے حاضر ہوں، اگر تو مجھے قبول نہیں کریگا تو میں ہلاک ہوجاؤں گا۔ اتنا کہہ کر وہ نوجوان غش کھا کر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ اور چند دن بسترِ علالت پر گزار کر انتقال کرگیا۔

اس کے جنازے میں کثیر لوگ شامل ہوئے اور رو رو کر اس کے لئے دعائیں کی گئیں۔ حضرت سیّدنا صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اس کا ذکر اپنے وعظ میں کیا کرتے۔ ایک دن کسی نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تو اس نے جواب دیا، مجھے حضرت صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل سے برکتیں ملیں اور مجھے جنت میں داخل کردیا گیا۔ (کتاب التوابین، توبۃ فتی من الازدوان، ص ۲۵۰-۲۵۲)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ) (الحج: 71)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا: حَدِيْثُ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِيْ اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ.

احادیث میں حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ والی حدیث باب المجاہدہ کے آخر میں گزر چکی۔

(205) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کہ ظلم روزِ قیامت تاریکیوں کا سبب ہوگا اور بخل سے بچو کہ بخل نے تم سے پہلوں کو ہلاک کردیا ان کو اس بخل ہی نے ہلاک کیا کہ انہوں نے خون بہائے اور حرام کو حلال جاننے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۱ (دار الجیل بیروت) الادب المفرد للبخاری، باب الظلم ظلمات، ص ۱۶۰، رقم: ۴۸۳ سنن الکبری للبیهقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس، ج ۶ص ۹۳، رقم:

۱۱۸۳۵المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه معاذ، ج ۸ص۲۵۶، رقم: ۸۸۶۱(دار الحرمین القاهرة) مسند البزار، مسند ابی هریرة، ج ۲ص۲۲۸، رقم: ۸۸۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کی نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کرسکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔

مزید فرماتے ہیں:

عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرضکہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لیے یہ فتنوں فساد، خون ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھینا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص۹۱)

ظالم کو مُہلت ملتی ہے

حضرت سیِّدُنا شیخ محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری صَحیح بُخاری میں نقل کرتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ مدینۂ منورہ، سردارِ مکۂ مکرمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ ظالم کو مُہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو اپنی پکڑ میں لیتا ہے تو پھر اس کو نہیں چھوڑتا۔ یہ فرما کر سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پارہ 12 سورۂ ہُود کی آیت 102 تلاوت فرمائی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ۝

ترجَمۂ کنزُ الایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب (عزوجل) کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر۔ بے شک اس کی پکڑ دردناک کرّی ہے۔

دہشت گردوں، لیٹروں، قتل و غارتگری کا بازار گرم کرنے والوں کو بیان کردہ حکایت سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، انہیں اپنے انجام سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ جب دنیا میں بھی قہر کی بجلی گرتی ہے تو اس طرح کے ظالم لوگ کُتّے کی موت مارے جاتے ہیں اور ان پر دو آنسو بہانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا اور آہ! آخرت کی سزا کون برداشت کرسکتا ہے! یقیناً لوگوں پر ظلم کرنا گناہ، دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب اور عذابِ جہنّم کا باعث ہے۔ اس میں اللہ و رسول عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نافرمانی بھی ہے اور بندوں کی حق تلفی بھی۔ حضرتِ جُرجانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورانی اپنی کتاب اَلتَّعرِیفات میں ظلم

کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔ (التعریفات للجرجانی ص ۱۰۲) شریعت میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ کسی کا حق مارنا، کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔ (مراۃ ج ۶ ص ۶۶۹) جس خوفناک ڈاکو کا ابھی آپ نے تذکرہ سماعت فرمایا، وہ لوٹ مار کی خاطر قتلِ ناحق بھی کرتا تھا، دُنیا ہی میں اس نے ظلم کا انجام دیکھ لیا۔ نہ جانے اب اس کی قبر میں کیا ہو رہا ہوگا! نیز قیامت کا معاملہ ابھی باقی ہے۔ آج بھی ڈاکو عُموماً مال کے لالچ میں قتل بھی کر ڈالتے ہیں۔ یاد رکھئے! قتلِ ناحق انتہائی بھیانک جُرم ہے۔

اَوندھے منہ جہنّم میں

حضرتِ سیِّدُنا محمد بن عیسیٰ ترمذی علیہ رحمۃ اللہِ القوی اپنے مشہور مجموعۂ احادیثِ ترمذی میں حضراتِ سیِّدُنا ابوسعید خُدری و ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نَقل کرتے ہیں: اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سبھوں کو منہ کے بل اَوندھا کر کے جہنّم میں ڈال دے گا۔

(سُنَنِ التِرمِذی ج ۳ ص ۱۰۰ حدیث ۱۴۰۳ دارالفکر بیروت)

آگ کی بیڑیاں

لوگوں کا مال ناحق دبا لینے والوں، ڈکیتیاں کرنے والوں، چٹھیاں بھیج کر رقموں کا مطالبہ کرنے والوں کو خوب غور کر لینا چاہئے کہ آج جو مالِ حرام بآسانی گلے سے نیچے اترتا ہوا محسوس ہو رہا ہے وہ بروزِ قیامت کہیں سخت مصیبت میں نہ ڈال دے۔ سنو! سنو! حضرتِ سیِّدُنا فقیہ اَبُواللَّیث سَمرقندی علیہ رحمۃ اللہِ القوی قُرَّۃُ الْعُیُون میں نقل کرتے ہیں: بے شک پُلصراط (پُل۔صِراط) پر آگ کی بیڑیاں ہیں، جس نے حرام کا ایک درہم بھی لیا اُس کے پاؤں میں آگ کی بیڑیاں ڈالی جائیں گی، جس کے سبب اِسے پُلصراط پر گزرنا دشوار ہو جائیگا، یہاں تک کہ اُس درہم کا مالک اِس کی نیکیوں میں سے اِس کا بدلہ نہ لے لے اگر اِس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو وہ اُس کے گناہوں کا بوجھ بھی اُٹھائے گا اور جہنّم میں گر پڑیگا۔

(قُرَّۃُ العُیُون ومعہ الروض الفائق ص ۳۹۲ کوئٹہ)

کنجوسی کا انجام

حضرتِ سیدنا یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا ہوا تھا، اور اس کی اولاد بھی کافی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اسے میسر تھیں، کثیر مال ہونے کے باوجود وہ انتہائی کنجوس تھا۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرتا، ہر وقت اسی کوشش میں رہتا کہ کسی طرح میری دولت میں اضافہ ہو جائے۔ جب وہ بہت زیادہ مال جمع کر چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اب تو میں خوب عیش و عشرت کی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش و عشرت سے رہنے لگا۔

بہت سے خُدّام ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر رہتے ، الغرض! وہ ان دنیاوی آسائشوں میں ایسا مگن ہوا کہ اپنی موت کو بالکل بھول گیا۔ایک دن ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک فقیر کی صورت میں اس کے گھر آئے ، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔غلام فوراً دروازے کی طرف دوڑے ، اور جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک فقیر کو پایا، اُس سے پوچھا: تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ، اپنے مالک کو باہر بھیجو مجھے اُسی سے کام ہے۔

خادموں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: وہ تو تیرے ہی جیسے کسی فقیر کی مدد کرنے باہر گئے ہیں۔ حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، غلام باہر آئے تو ان سے کہا: جاؤ، اور اپنے آقا سے کہو: مَیں ملک الموت علیہ السلام ہوں۔

جب اس مالدار شخص نے یہ بات سنی تو بہت خوف زدہ ہوا اور اپنے غلاموں سے کہا: جاؤ، اور ان سے بہت نرمی سے گفتگو کرو۔خدام باہر آئے اور حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ ہمارے آقا کے بدلے کسی اور کی روح قبض کرلیں اور اسے چھوڑ دیں، اللہ عزوجل آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اندر تشریف لے گئے ، اور اس مالدار شخص سے کہا: تجھے جو وصیت کرنی ہے کرلے، میں تیری روح قبض کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

یہ سن کر سب گھر والے چیخ اُٹھے ، اور رونا دھونا شروع کردیا، اس شخص نے اپنے گھر والوں اور غلاموں سے کہا: سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اور تابوت کھول دو، اور میری تمام دولت میرے سامنے لے آؤ۔فوراً حکم کی تعمیل ہوئی، اور سارا خزانہ اس کے قدموں میں ڈھیر کردیا گیا۔وہ شخص سونے چاندی کے ڈھیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ذلیل و بدتر مال! تجھ پر لعنت ہو، تو نے ہی مجھے پروردگار عزوجل کے ذکر سے غافل رکھا، تو نے ہی مجھے آخرت کی تیاری سے روکے رکھا۔

یہ سن کر وہ مال اس سے کہنے لگا: تو مجھے ملامت نہ کر، کیا تو وہی نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں حقیر تھا؟ میں نے تیری عزت بڑھائی۔میری ہی وجہ سے تیری رسائی بادشاہوں کے دربار تک ہوئی ورنہ غریب و نیک لوگ تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے ، میری ہی وجہ سے تیرا نکاح شہزادیوں اور امیرزادیوں سے ہوا۔ ورنہ غریب لوگ ان سے کہاں شادی کرسکتے ہیں۔ اب یہ تو تیری بدبختی ہے کہ تو نے مجھے شیطانی کاموں میں خرچ کیا۔ اگر تو مجھے اللہ عزوجل کے کاموں میں خرچ کرتا تو یہ ذلت و رسوائی تیرا مقدر نہ بنتی۔کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کاموں میں خرچ نہ کر؟ آج کے دن میں نہیں بلکہ تو زیادہ ملامت و لعنت کا مستحق ہے۔

اے ابن آدم! بے شک میں اور تُو دونوں ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نیکی کی راہ پر گامزن ہیں اور بہت سے گناہوں میں مستغرق ہیں۔ (امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:) گویا مال ہر شخص

سے اسی طرح کہتا ہے، لہٰذا مال کی برائیوں سے بچ کر رہو اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرو۔

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا — اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا — پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(206) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن یقیناً اہل حقوق کے حقوق ادا کروائے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری کے لئے بغیر سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۵ (دارالجیل بیروت) الادب المفرد للبخاری، باب قصاص العبد، ص۴۷، رقم: ۱۸۳، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس، ج۶ص۹۳، رقم: ۱۱۸۳۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص، ج۴ص۲۱۴، رقم: ۲۴۲۰)

شرح حدیث: ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرما دیا ہے اور کسی جان کو ناحق اَذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلاوجہ مجھے اَذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! مَیں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، مَیں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اَذیت دی ہوگی اور اگر مَیں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو مَیں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: مَیں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور مَیں سینگ

والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کر دے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(قُرَّةُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ المتوفی ۳۷۳ھ)

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد ۲۴ صَفْحہ ۴۶۱ تا ۴۶۲ پر فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالٰی کو کچھ پروانہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروانہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے (امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔ت) (مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۴۲) (المستدرک للحاکم کتاب الاھوال باب جعل اللہ القصاص بین الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۷۶-۵۷۶)

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیشک روزِ قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ مُنڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔) (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب نصر الاخ ظالما او مظلوما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۰۱)

ایک روایت میں فرمایا یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔ (اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔) (مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۶۳)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہوگیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد ہیں۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہوچکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالٰی پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔ (ت) (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰)

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے و لہٰذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الغیبۃ اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا: زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ ت)

(المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۳۰۶)

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پیٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

(207) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا، وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ، وَقَالَ: مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهٗ اُمَّتَهٗ اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَّالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَاِنَّهٗ اِنْ يَّخْرُجْ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ، اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى، كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔ اَلَا اِنَّ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے ہم حجۃ الوداع کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہمیں یہ علم نہ تھا کہ حجۃ الوداع کا مطلب کیا ہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر دجال کا ذکر کیا اور اور تفصیل سے ذکر کیا پھر فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ہر نبی نے دجال کے بارے اپنی امت کو ڈرایا اس سے نوح علیہ السلام اور بعد کے نبیوں نے ڈرایا اور وہ اگر تم میں نکل آئے تو تم پر وہ مخفی نہ رہے گا تم پر یہ بات واضح ہے کہ تمہارا ربّ کانا نہیں اور وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ

اللہ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ ۔اَوْ وَيْحَكُمْ ۔ اُنْظُرُوْا: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ.

ابھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی خبردار اللہ نے تم پر تمہارے خون اور مال حرام کر دیئے ہیں جس طرح تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینے کی اس دن کی حرمت ہے۔ خبردار کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں آپ نے تین بار کہا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا: تم پر افسوس ہے دیکھنا میرے بعد کافر بن کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنا۔ (بخاری) اس کے بعد کا حصہ مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حجۃ الوداع، ج ۵ص ۱۷۶، رقم: ۴۴۰۲(دار طوق النجاۃ) صحیح مسلم، باب ذکر ابن صیاد، ج ۸ص ۱۹۳، رقم: ۷۵۲۰، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۹ص ۲۴۳، رقم: ۵۰۸۱(دار المامون للتراث دمشق) مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲ص ۱۳۵، رقم: ۶۱۸۵)

شرح حدیث: مسلمان کا قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء: 93)

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (پ8، الانعام: 151)

اور ایک دوسری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔(پ30،التکویر:8،9)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز وعبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان وزمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اَوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدمائ، الحدیث ۱۴۰۳، ج ۳، ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خداعزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ کر خدا عزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج ۵، ص ۲۳)

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔(پ5،النساء:29)

ایک دوسری آیت میں ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

(پ5،النساء:29)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مر گیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔(مشکوۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث: ۳۴۶۸، ج ۲، ص ۲۸۹۔ سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگر چہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اِس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلماً، الحدیث ۲۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت ہی سخت گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر مسلمان کا قتل اس کے ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل مسلمان کے قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہوگا اور قاتل کافر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلتا رہے گا۔ اور اگر

صرف دُنیوی عداوت کی بنا پر مسلمان کو قتل کر دے اور اِس قتل کو حلال نہ جانے جب بھی آخرت میں اس کی یہ سزا ہے کہ وہ مدت دراز تک جہنم میں رہے گا۔

دُنیا میں مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے قصاص لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو ایک سو اونٹ یا اس کی قیمت قاتل سے بطورِ خون بہا کے لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو قاتل کو مُعاف کر دیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(208) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِّنَ الْأَرْضِ، طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک بالشت کی مقدار ظلم کرتے ہوئے کسی کی زمین دبالی تو اس کو سات زمینوں سے اس کا طوق پہنایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من ظلم شيئا في الارض، ج ۲ص ۱۳۰، رقم: ۲۴۵۳ صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۵ص ۵۸، رقم: ۴۲۲۲ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب التشدید فی غصب الاراضی، ج ۶ص ۹۸، رقم: ۱۱۸۶۴ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۹ص ۶۷، رقم: ۲۴۵۲۸)

شرحِ حدیث: شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ میں لکھتے ہیں:

ایک قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے: اسے تکلیف کا طوق پہنایا جائے گا نہ کہ 7 زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا بلکہ قیامت کے دن اس کی گردن پر ان کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ جبکہ اَصح قول وہی ہے جو سیدنا امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا تو زمین کا وہ حصہ اس کی گردن میں طوق کی طرح پھنس جائے گا۔

آئندہ آنے والی روایات بھی اسی قول کی تائید کرتی ہیں:

کسی کی زمین ناحق لینا

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی کی زمین ناحق لی اسے اس زمین کی مٹی اُٹھا کر میدانِ محشر میں لانے کا پابند بنایا جائے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث یعلی بن مرۃ الثقفی، الحدیث: ۱۷۵۸۰، ج ۶، ص ۱۷۹)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ظلماً کسی کی ایک بالشت زمین دبالی اسے پانی تک پہنچ جانے تک کھدائی کرنے پھر اس مٹی کو اُٹھا کر میدانِ محشر میں لانے کا پابند بنایا جائے گا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۹۵، ج ۲۲، ص ۲۷۱)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو زمین کے کسی ٹکڑے پر ناحق قابض ہوا اسے 7 زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا اور اس کا نہ کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، مسند سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۷۴۰، ج۱، ص۳۱۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! سب سے بڑا ظلم کون سا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: زمین کا وہ ایک گز جسے کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے حق میں سے کم کر دے، پس اس زمین کی ایک کنکری جو اس نے چھینی ہوگی اسے زمین کی تہہ تک اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا اور اس کی تہہ کو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ (المسند للامام احمد حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۷۷۳، ج۲، ص۵۳)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا دھوکا زمین کا وہ ٹکڑا ہے جو تم زمین یا گھر کے 2 پڑوسیوں کے درمیان پاتے ہو، پھر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے حصے میں سے ایک گز زمین کم کر دیتا ہے تو اگر وہ اسے کم کریگا تو اسے 7 زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشجعی، الحدیث ۱۷۲۵۵، ج۶، ص۱۱۰)

(209) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ لَیُمْلِیْ لِلظَّالِمِ، فَاِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ. ثُمَّ قَرَاَ: (وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ) (ھود: 102) مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی ظالم کو مہلت دیتا ہے تو جب اچانک پکڑتا ہے تو اس کو موقعہ نہیں دیتا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اور اسی طرح تیرے ربّ کی گرفت ہے جب وہ شہروں کو پکڑے اور وہ (اہل شہر) ظالم ہوں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ دردناک سخت ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تفسیر سورۃ ھود، ج۳ص۱۷۲۶، رقم: ۴۴۰۹ (دار ابن کثیر بیروت) صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۶ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس بغیر حق، ج۶ص۹۴، رقم: ۱۱۲۸۷ مسند ابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۳ص۲۵۱، رقم: ۷۳۲۲ مسند البزار، مسند حذیفہ بن یمان، ج۱ص۴۷۸، رقم: ۳۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ظالم میں تین احتمال ہیں: یا اس سے مراد لوگوں کے حقوق مارنے والا ہے یا مراد مطلقاً گنہگار یا کافر، پہلے معنی

زیادہ قوی ہیں۔وہ بندہ خوش نصیب ہے جو پہلے گناہ پر ہی پکڑا جائے ،وہ بہت ہی بدنصیب ہے جس کو گناہ پر نعمتیں ملتی رہیں۔گناہ پر جلدی پکڑ نہ ہونا رب تعالٰی کا غضب ہے کہ انسان اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

مزید فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں بستیوں سے مراد ان کفار کی بستیاں ہیں جن پر عذاب الٰہی آیا کہ وہاں کے باشندوں کو اولاً بہت ڈھیل دی گئی۔پھر ہلاک کر دیئے گئے۔(مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۵۹۴)

عارضی عیش وعشرت

محمد بن جَعْفَر بن یَحْیٰی بن خالد بن بَرْمَک سے منقول ہے کہ جب میرا دادا یحیی بن خالد بن برمک قید میں تھا تو میرے والد نے اس سے پوچھا: ابا جان! ہمیں حکومت وشان وشوکت ملی، ہمارے احکامات پر عمل کیا جاتا رہا، ہماری بڑی ٹھاٹھ باٹھ تھی، اب زمانے نے ہمیں قید کر دیا اور اُونی کپڑے پہننے تک نوبت آگئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ میرے دادا نے کہا: اے میرے بیٹے! مظلوم کی پکار رات کے اندھیرے میں بلند ہوتی رہی اور ہم اس سے غافل رہے، لیکن علیم وخبیر پروردگار عَزَّ وَجَلَّ اس سے غافل نہیں، پھر چند اشعار پڑھے۔جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے: کتنی ہی ایسی قومیں ہیں کہ ان کے صبح وشام نعمتوں اور آسائشوں میں گزرے اور زمانہ ان پر عیش وعشرت کی خوب بارش برساتا رہا، زمانہ ان سے خاموش رہا پھر جب بولا تو انہیں خون کے آنسو رُلانے لگا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، ظالموں سے ہماری حفاظت فرمائے اور مظلوموں کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(انسان کو ہر دم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہے۔گناہوں میں ہر وقت مستغرق رہنے کے باوجود اگر ہمیں ڈھیل دی جاتی رہے تو اس ڈھیل سے خوش نہیں ہونا چاہے، بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پکڑ سے ہر دم لرزاں وترساں رہنا چاہے۔بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔طاقت ودولت کے نشے میں آکر کسی غریب ومظلوم کی بددعا نہیں لینی چاہے، کسی بے گناہ پر ظلم وستم کے تیر چلانے والا ظالم وسخت دل شخص جب عذابِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی سب اَکڑ نکل جاتی ہے اور مظلوم کی دعا بہت جلد مقبول ہوتی ہے۔ہر مسلمان کو چاہے کہ ظلم وستم اور تمام برے افعال سے اجتناب کرے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بے نیازی سے ہر دم ڈرتا رہے کہ نہ جانے ہمارے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی خفیہ تدبیر کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی دائمی رضا عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(210) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول

بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنَّكَ تَاْتِیْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اللہ ﷺ نے (یمن) بھیجا تو فرمایا تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں تو ان کو دعوت دو کہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ہر رات اور دن میں پانچ نماز فرض کی ہیں تو اگر وہ مان جائیں تو ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی اگر وہ یہ مان لیں تو (وصولی کے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے بچنا اور مظلوم کی بدعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج ۲ ص ۱۰۴، رقم: ۱۳۹۵ صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشهادتین وشرائع الاسلام، ج ۱ ص ۳۷، رقم: ۱۳۰ سنن الکبریٰ للبیهقی، باب من قال لا یخرج صدقة قوم منهم من بلدهم، ج ۷ ص ۸، رقم: ۱۳۲۶۳ سنن ابوداؤد، باب فی زکاۃ السائمة، ج ۲ ص ۱۶، رقم: ۱۵۸۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة اخذ خیار المال فی الصدقة، ج ۱ ص ۲۱۲، رقم: ۶۲۵)

شرح حدیث: سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ بھی تمہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ بھی دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم ان سے بھاگ جاؤ گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ لہٰذا عقلمند وہی ہے جو تنگدستی کے دن کے لئے اپنی زندگی اور عزت کو وقف کر دے اور مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں، اس لئے عفو و درگزر سے کام لیا کرو اللہ عزوجل تمہیں عزت عطا فرمادے گا اور یتیم کی آہ اور مظلوم کی بدعا سے بچتے رہو کیونکہ یہ (دونوں) راتوں رات عرش تک پہنچ جاتی ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ (بحر الدموع مولف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

دشمن صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمہارے

لئے بددعا کروں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسعد بن ابی وقاص۔۔۔الخ، ج ٦، ص ١٩٠)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پرجوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے انکو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ۳ھ میں عسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجیع میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لئے ان کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام تنعیم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: **اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا۔** (یعنی اے اللہ! عزوجل تو میرے ان تمام قاتلوں کو گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرما دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔) ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک و راضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ۔۔۔الخ، ص ٦١٨) (وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ١٠، الحدیث: ٣٩٨٩، ج ٣، ص ١٥) (وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب

المغازی، باب غزوۃ الرجیع۔۔۔الخ تحت الحدیث:۴۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

ولی کے گستاخ کا عبرتناک انجام

ابن سقا جو کہ بغداد کا مشہور فاضل اور ذکی شخص تھا، اللہ عزوجل کے ایک ولی کی گستاخی کا مرتکب ہوا، ان کی ولایت کا انکار کیا تو انہوں نے اسے بددعا دی، یہ قسطنطنیہ منتقل ہوا، وہاں ایک عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا، پھر اس کی وجہ سے نصرانی ہو گیا، اس کے بعد کسی موذی مرض میں مبتلا ہوا تو اسے سڑک پر پھینک دیا گیا، تو وہ بھیک مانگنے لگا، وہاں سے اس کا کوئی جاننے والا گزرا، اس نے اس سے واقعہ دریافت کیا تو اس نے اپنی آزمائش کا حال سنا دیا اور بتایا: میں نصرانی ہو گیا ہوں اور اب قرآن پاک کا کوئی ایک حرف یاد کرنے پر بھی قدرت نہیں پاتا اور نہ ہی میرے دل میں اس کا خیال آتا ہے۔ اس شخص کا بیان ہے پھر میں تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہاں سے گزرا تو میں نے اسے نزع کے عالم میں پایا، اس کا چہرہ مشرق کی طرف تھا میں جب بھی اسے قبلہ کی طرف پھیرتا تو وہ پھر مشرق کی طرف پھر جاتا اور روح نکلنے تک ایسے ہی رہا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۹۷۴ھ)

(211) وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ: ابْنُ اللُّتْبِیَّۃِ عَلَی الصَّدَقَۃِ، فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَ: ھٰذَا لَکُمْ، وَھٰذَا اُھْدِیَ اِلَیَّ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللّٰہُ، فَیَاْتِیْ فَیَقُوْلُ: ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا ھَدِیَّۃٌ اُھْدِیَتْ اِلَیَّ، اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْہِ اَوْ اُمِّہٖ حَتّٰی تَاْتِیَہٗ ھَدِیَّتُہٗ اِنْ کَانَ صَادِقًا، وَاللّٰہِ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّہٖ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی یَحْمِلُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، فَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِّنْکُمْ لَقِیَ اللّٰہَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَّہٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَۃً لَّھَا خُوَارٌ، اَوْ شَاۃً تَیْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رُؤِیَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ، فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوحمید عبدالرحمن بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد قبیلہ کے ایک آدمی کو زکوٰۃ کی وصولی پر عامل بنایا۔ اس کا نام ابن لتبیہ تھا۔ جب وہ واپس آیا' تو کہنے لگا یہ تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: اما بعد! میں تم میں سے کسی کو اس کام پر مقرر کرتا ہوں جو ایسے امور سے ہے جن پر مجھے اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے وہ واپس آ کر کہتا ہے یہ تمہارے لیے اور یہ میرے لیے وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ اس کا ہدیہ اس کے پاس آتا اگر سچا ہوتا۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی جو چیز ناحق لے گا وہ روز حشر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت اس کو اٹھائے ہوئے ہوگا میں کسی کو اس طرح نہ دیکھوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت بلبلاتے ہوئے اونٹ کی آواز نکالتا ہوا ممیاتی ہوئی گائے یا بکری کو اٹھائے

ہوئے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپ نے تین بار کہا: اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچا دی ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب احتیال العامل لیھدی لہ ج ۶ ص ۲۵۵ رقم: ۶۹۷۸ صحیح مسلم باب تحریم ھدایا العمال ج ۶ ص ۱۱ رقم: ۴۸۴۳ صحیح ابن خزیمہ باب صفۃ اتیان الساعی یوم القیامۃ ج ۴ ص ۵۴ رقم: ۲۳۴۰ جامع الاصول لابن اثیر الباب الرابع فی عامل الزکوٰۃ وما یجب لہ وعلیہ ج ۴ ص ۶۴۶ رقم: ۲۷۳۶)

شرح حدیث: جہنّم میں پھینکا جائے گا

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: جو شخص دس افراد کا حاکم بنا پھر ان کے درمیان فیصلے کرتا رہا، لوگوں نے اس کے فیصلے پسند کیے ہوں یا ناپسند۔ قیامت کے دن اُسے اِس حال میں پیش کیا جائے گا کہ اُس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے۔ اب اگر (دنیا میں) اللہ عزوجل کے نازِل فرمائے ہوئے اَحکام کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا اور رشوت بھی نہ لی ہوگی اور نہ ہی ظُلم کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو آزاد فرما دے گا اور اگر اللہ عزوجل کے نازِل فرمودہ اَحکام کے خلاف فیصلہ کیا ہوگا، رشوت بھی لی ہوگی اور ناانصافی کی ہوگی تو اس کا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے ساتھ باندھا جائے گا پھر اسے جہنّم میں پھینک دیا جائے گا تو یہ جہنّم کی تہ تک پانچ سو سال میں بھی نہ پہنچ سکے گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۵ ص ۱۴۰ حدیث ۷۰۵۱ دارالمعرفۃ بیروت)

مالِ حرام کے شَرعی احکام

حرام مال کی دو صورتیں ہیں: (۱) ایک وہ حرام مال جو چوری، رشوت، غصب اور انہیں جیسے دیگر ذرائع سے مِلا ہو اِس کو حاصِل کرنے والا اِس کا اصلاً یعنی بالکل مالِک ہی نہیں بنتا اور اِس مال کے لئے شَرعاً فرض ہے کہ جس کا ہے اُسی کو لوٹا دیا جائے وہ نہ رہا ہو تو وارثوں کو دے اور ان کا بھی پتا نہ چلے تو بِلانیتِ ثواب فقیر پر خیرات کردے (۲) دوسرا وہ حرام مال جس میں قبضہ کر لینے سے مِلکِ خبیث حاصِل ہو جاتی ہے اور یہ وہ مال ہے جو کسی عقدِ فاسد کے ذَریعہ حاصِل ہوا ہو جیسے سُود یا داڑھی مُونڈنے یا خشخشی کرنے کی اُجرت وغیرہ۔ اِس کا بھی وُہی حکم ہے مگر فرق یہ ہے کہ اس کو مالِک یا اِس کے وُرثا ہی کو لوٹانا فرض نہیں اوّلاً فقیر کو بھی بِلانیتِ ثواب خیرات میں دے سکتا ہے۔ البتّہ افضل یہی ہے کہ مالِک یا وُرثا کو لوٹا دے۔

(ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۱، ۵۵۲ وغیرہ)

ہدیہ قبول کرنے سے اجتناب

حضرت سیّدُنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، حضرت سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبزی سے سحری اور افطاری کرتے۔ اکثر اوقات روٹی کو نمک سے ملا کر تناول فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلیٹ بطورِ ہدیہ پیش کی، اس میں سیب اور مختلف پھل رکھے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے کچھ کھائے بغیر واپس لوٹا دیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کیا نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہدیہ قبول نہ فرماتے تھے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، لیکن رسولِ اَکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف بھیجا ہوا ہدیہ، ہدیہ تھا جبکہ ہمارے اور ہمارے بعد والوں کے لئے رشوت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ٧٧٢٧، ج٥، ص٣٢٧)

(212) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ، مِنْ عِرْضِهِ اَوْ مِنْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ ، اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جس کے ذمہ اپنے بھائی پر کیا ہوا ظلم اس کی عزت یا کسی اور چیز کے سلسلہ میں موجود ہو تو وہ اس سے آج معاف کرا لے اس سے پہلے کہ دینار ہوں گے نہ درہم۔ اگر اس کا عمل اچھا ہوگا' تو مقدارِ ظلم کے ساتھ وہ عمل ضائع کیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے ساتھی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القصاص یوم القیامۃ، ج ٥ ص ٢٢٩، رقم: ٦١٦٩ سنن الکبری للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعملہ من قصر الامل، ج ٢ ص ٢٦٩، رقم: ٦٤٢٨ سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص، ج ٤ ص ١١٢، رقم: ٢٤١٩ مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ خالد بن حمید المہری، ج ٢ ص ٢٤٣، رقم: ١٣٢٦ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ٢ ص ٢٢٨، رقم: ٨٣٦٤)

شرح حدیث: شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الاعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب جنتی زیور میں لکھتے ہیں:

حقوق کو ادا کرو یا معاف کرا لو!

اگر کسی کا تمہارے اوپر کوئی حق تھا اور تم اس کو کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکے تو اگر وہ حق ادا کرنے کے قابل کوئی چیز ہو مثلاً کسی کا تمہارے اوپر قرض رہ گیا تھا تو اس کو ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں یا تو خود حق والے کو اس کا حق دے دو۔ یعنی جس سے قرض لیا تھا اسی کو قرض ادا کر دو یا اس سے قرض معاف کرا لو اور اگر وہ شخص مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو اس کا حق یعنی

قرض ادا کر دو۔ اور اگر وہ حق ادا کرنے کی چیز نہ ہو بلکہ معاف کرانے کے قابل ہو مثلاً کسی کی غیبت کی ہو یا کسی پر تہمت لگائی ہو تو ضروری ہے کہ اس شخص سے اس کو معاف کرالو۔ اور اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ ان کے حقوق کو معاف کرا سکا نہ ادا کر سکا۔ مثلاً صاحبان حق مر چکے ہوں تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا رہے تو امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبان حق کو بہت زیادہ اجر وثواب دے کر اس بات کے لئے راضی کر دے گا کہ وہ اپنے حقوق کو معاف کر دیں۔ اور اگر تمہارا کوئی حق دوسروں پر ہو۔ اور اس حق کے ملنے کی امید ہو تو نرمی کے ساتھ تقاضا کرتے رہو۔ اور اگر وہ شخص مر گیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے حق کو معاف کر دو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلے میں بہت بڑا اور بہت زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عام طور پر لوگ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت ہی اہم نہایت ہی سنگین اور بے حد خوفناک ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) سے زیادہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہے وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اپنے حقوق معاف فرما دے گا مگر بندوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں معاف فرمائے گا۔ جب تک بندے اپنے حقوق کو نہ معاف کر دیں۔ لہٰذا بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا معاف کرا لینا بے حد ضروری ہے ورنہ قیامت میں بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس درہم اور دوسرے مال وسامان نہ ہوں وہی مفلس ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت میں اعلیٰ درجے کا مفلس وہ شخص ہے کہ وہ قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیوں کو لے کر میدان حشر میں آئے گا مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھا لیا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو یہ سب حقوق والے اپنے اپنے حقوق کو طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کو ان کے حقوق کے برابر نیکیاں دلائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کے حقوق نہ ادا ہو سکے بلکہ نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تمام حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر لاد دو۔ چنانچہ سب حق والوں کے گناہوں کو یہ سر پر اٹھائے گا پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ شخص سب سے بڑا مفلس ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۱، ص ۱۳۹۴)

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ یا تو حقوق کو ادا کر دو۔ یا معاف کرالو۔ ورنہ قیامت کے دن حقوق والے تمہاری سب نیکیوں کو چھین لیں گے اور ان کے گناہوں کا بوجھ تم اپنے سر پر لے کر جہنم میں جاؤ گے۔ خدا کے لئے سوچو کہ تمہاری بے کسی و بے بسی اور مفلسی کا قیامت میں کیا حال ہوگا۔ (جنتی زیور صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵)

(213) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے، جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں کو چھوڑ دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، ج۱ص۱۱، رقم: ۱۰صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام وای أموره افضل، ج۱ص۴۸، رقم: ۱۶۱الاداب للبیهقی، باب فضیلة الصمت وحفظ اللسان، ص۱۷۷، رقم: ۲۸۸المستدرك للحاكم، كتاب الایمان، ج۱ص۵۴، رقم: ۲۲سنن ترمذی، باب ما جاء فی ان المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، ج۴ص۱۷، رقم: ۲۶۲۷)

شرح حدیث: وہ کیسے سلامتی پاسکتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا ہارون بن سعید بن ہیثم ایلی علیہ رحمۃ اللہ الولی نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی جیسا کوئی نہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں ہمارے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: ایک قریشی فقیہ ہمارے پاس آئے ہیں۔ پس ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خوبصورت چہرے والا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ہم انتظار کرتے رہے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کرلی تو گفتگو کا آغاز فرمایا۔ ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا کلام کرنے والا بھی کوئی نہ دیکھا۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی عام طور پر حقیقت، دُنیا سے بے رغبتی اور دلوں کے بھیدوں کے متعلق کلام فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: وہ شخص دُنیا سے کیسے بے رغبت ہوسکتا ہے جو آخرت کی معرفت نہیں رکھتا؟ وہ کیسے دنیا سے خلاصی پاسکتا ہے جو خود کو جھوٹی طمع سے خالی نہ کرے؟ وہ کیسے سلامتی پاسکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ نہ ہوں؟ وہ کیسے حکمت پاسکتا ہے جس کا کلام رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے نہ ہو؟

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، باب ثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامهما واحکامهما، ج۱، ص۳۶)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان فردِ واحد کی طرح ہیں جب اس کے سر میں تکلیف ہوتو بخار اور بے آرامی میں سارا جسم اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین.....الخ، رقم ۲۵۸۶، ص ۱۳۹۶)

مسلمان، مومن اور مہاجر کی تعریف

سَیِّدُنا فُضالہ بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شَہَنشاہِ نُبُوَّت، پیکرِ جُود و سخاوت، سراپا رَحمت، محبوبِ رَبُّ العِزَّت عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حَجَّۃُ الوَداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: کیا تمہیں مؤمن کے بارے میں خبر نہ دوں؟ پھر ارشاد فرمایا: مؤمن وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان اپنی جان اور اپنے اَموال سے بے خوف ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کی زَبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مجاہد وہ ہے جس نے اطاعتِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا اور مہاجر وہ ہے جس نے خطا اور گناہوں سے علیحدگی اختیار کی۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۵۸)

(214) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامان پر ایک آدمی کی ڈیوٹی تھی اس کو کرکرہ کہا جاتا تھا وہ فوت ہو گیا رسول ﷺ نے فرمایا: وہ آگ میں ہے صحابہ اس کو دیکھنے لگے تو انہیں خیانت کی ہوئی چادر ملی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب القلیل من الغلول ج ۴ ص ۱۱۹، رقم: ۳۰۷۴ السنن الصغریٰ للبیھقی باب تحریم الغلول فی الغنیمۃ ج ۳ ص ۱۰۲، رقم: ۲۹۵۶ جامع الاصول لابن اثیر الفرع الخامس فی الغلول ج ۱ ص ۶۱۱، رقم: ۱۲۱۵ مشکوۃ المصابیح باب قسمۃ الغنائم ج ۲ ص ۳۰۸، رقم: ۲۹۹۸)

شرح حدیث: خیانت کی تعریف: الخیانۃ ھو التصرّف فی الأمانۃ علی خلاف الشرع۔

یعنی: اجازتِ شرعیہ کے بغیر کسی کی امانت میں تصرف کرنا خیانت ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ج ۱، ص ۳۲۸)

بدعہد، غدار، خائن اور دھوکے باز کی مذمت

حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن ہر خیانت کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا جس سے اس کی پہچان ہوگی۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب الغدر، الحدیث: ۷۶۸۶، ج ۳، ص ۲۰۷)

سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: قیامت کے دن ہر خائن کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: سن لو! یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحریم الغدر، الحدیث: ۵۳، ص۹۸۶)

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بدعہدی کرنے والے ہر شخص کے لیے قیامت کے دن اس کی بدعہدی کے مطابق جھنڈا گاڑا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب البیعۃ، الحدیث: ۲۸۷۳، ص۲۶۵۰)

حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر خائن کے لئے قیامت کے دن ایک عَلَم ہوگا جسے اس کی خیانت کے مطابق بلند کیا جائے گا، سن لو! حکمران سے بڑا خیانت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحریم الغدر، الحدیث: ۴۵۳۸، ص۹۸۶)

مالی مظالم سے توبہ

جاننا چاہیے! جو شخص توبہ کرے اور اس کے قبضہ میں مخلوط (یعنی ملا جلا) مال ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حرام کو الگ کردے اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اس نکالے ہوئے مال کو خرچ کردے۔

پہلی ذمہ داری: تمیز کرنے اور حرام مال کو الگ کرنے کے بارے میں ہے اگر وہ مال معلوم ہے، جو کسی سے چھینا ہے یا امانت وغیرہ کا مال ہے تو اس کا معاملہ آسان ہے، اگر وہ ملا ہوا ہے مثلاً اسے معلوم ہے کہ اس میں نصف مال حرام ہے یا ایسی تجارت سے کمایا ہے جس میں جھوٹ بولا اور خیانت کی تو اس پر اتنی مقدار الگ کردینا لازم ہے اور اگر مقدار معلوم نہ ہو تو احتیاط، ظنِ غالب اور یقین سے اسے الگ کردے۔

دوسری ذمہ داری: مال کو خرچ کرنے کے بارے میں ہے، جب وہ حرام مال الگ کردے تو اگر اس مال کا کوئی معین مالک ہو تو اسے لوٹا دے اور اگر مالک نہ ہو تو ورثاء کی طرف لوٹا دے اور اگر غائب ہو تو اس کے آنے کا انتظار کرے یا جس جگہ وہ ہے وہاں پہنچانے کی مشقت اٹھائے اور اگر اس مال کا کوئی معین مالک نہ ہو تو اسے صدقہ کردے یا مسلمانوں کے مصالح مثلاً سرائیں، مساجد اور پل وغیرہ بنانے پر خرچ کردے، بہتر یہ ہے کہ کسی ایماندار قاضی کے سپرد کردے، بددیانت قاضی کے سپرد کرکے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوگا اور اس حرام مال کو صدقہ کرنے اور مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کرنے کے جواز پر بہت سی احادیث اور اقوال دلالت کرتے ہیں۔

(215) وَعَنْ اَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ،

حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم گیا ہے، جس طرح زمین وآسماں کی تخلیق کے وقت اس کی حالت تھی۔ سال میں بارہ ماہ ہیں۔ ان میں سے چار حرمت وعزت والے ہیں۔ تین لگاتار ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم

وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟ قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عليكم حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ. ثُمَّ قَالَ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، أَلا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور مضر قبیلے کا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانے پس آپ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھ دیں گے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہم نے کہا: جی ہاں! فرمایا: یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا نام کچھ اور رکھ دیں گے پھر فرمایا: کیا یہ خاص شہر نہیں ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں فرمایا یہ کون سا دن ہے ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس کا کچھ اور نام رکھ دیں گے۔ پھر فرمایا کیا یہ یوم نحر نہیں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں فرمایا بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس ماہ میں اس شہر میں اس دن کی حرمت ہے عنقریب تم اپنے ربّ کو ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خبر دار میرے بعد کفار نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبر دار حاضر غیر حاضر کو پہنچا دے ہو سکتا ہے جس تک بات پہنچائی جائے وہ سننے والوں میں سے بعض کی نسبت زیادہ سمجھ والا ہو۔ پھر آپ نے اس کے بعد کہا خبر دار کیا میں نے پہنچا دیا ہے۔ خبر دار کیا میں نے پہنچا دیا ہے ہم نے عرض کیا: ہاں آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال الاضحی یوم النحر، ج ۲،ص ۱۰۰، رقم: ۵۵۵۰ صحیح مسلم، باب تغلیظ

تحریم الدماء والاعراض والاموال، ج ۳ص۱۰۷، رقم: ۴۴۷۷؛ سنن الکبری للبیہقی، باب من کرہ ان یقال للمحرم صفر، ج ۵ص۱۶۵، رقم: ۱۰۰۵۳؛ سنن ابوداؤد، باب الاشھر الحرم، ج ۲ص۱۲۰، رقم: ۱۹۴۷؛ صحیح ابن حبان، باب الجنایات، ج ۱۳ص۳۱۲، رقم: ۵۹۷۴ (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اہل عرب زمانہ جاہلیت میں دو حرکتیں کرتے تھے ایک تو کبھی سال کو تیرہ ماہ کا بنا دینا۔ دوسرے مہینوں کی تبدیلی اگر ان کی جنگ کے زمانہ میں ماہ حرم مثلاً رجب آجاتا اور ابھی جنگ باقی ہوتی تو اسے کوئی اور مہینہ قرار دے لیتے تاکہ جنگ جاری رکھ سکیں، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد کسی اور مہینے کو رجب مان لیتے، یوں ہی بقرعید میں تبدیلی کر لیتے تھے تاکہ حج جس موقعہ پر آسان ہو اس پر کرلیں۔ چنانچہ جس سال جناب آمنہ خاتون حاملہ ہوتی ہیں اسی سال رجب کو بقرعید مان کر حج کیا گیا تھا اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ جناب آمنہ کا حاملہ ہونا ایام منیٰ میں ہوا، جس سال حضور انور نے حج کیا اسی سال حسن اتفاق سے سال بارہ ماہ کا ہوا اور ہر مہینہ اپنے اصل پر منایا گیا۔ اس فرمان عالی میں یہ ہی ارشاد ہے کہ اس سال ہر مہینہ اس وقت ہوا ہے جس وقت رب نے اسے مقرر کیا تھا مہینے گھومتے پھرتے ہوئے اس سال اپنے صحیح وقت پر گزرے۔ ہماری اس تقریر سے وہ اعتراض اٹھ گیا کہ جب استقرار حمل شریف ایام حج میں ہوا اور ربیع الاول میں ولادت مبارک ہوئی تو نو ماہ کیسے پورے ہوئے۔ معلوم ہو گیا کہ وہ ماہ رجب تھا جسے بقرعید بنا کر حج کیا گیا تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں یہ چار ماہ بڑی حرمت والے تھے جن میں جنگ حرام تھی، اسلام میں ان مہینوں کی حرمت تو برقرار رکھی کہ ان میں گناہ کو سخت جرم قرار دیا جیسے بحالت احرام حرم شریف میں گناہ سخت جرم ہے مگر جنگ کی حرمت کو منسوخ فرما دیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف شوال میں اور غزوہ حنین ذی قعدہ میں کیا، حضور انور کے بعد صحابہ کرام ہر مہینہ میں جہاد کرتے رہے۔ مضر ایک قبیلہ کے مورث اعلیٰ کا نام ہے جس کے نام سے یہ قبیلہ مضر کہلاتا ہے، چونکہ وہ شخص لسی بہت پسند کرتا تھا اور اس کا رنگ بھی لسی کی طرح سفید تھا اس لیے اسے مضر کہتے تھے، مُضر کے معنے ہیں میٹھا یا لسی، چونکہ یہ قبیلہ ماہ رجب کا بہت ہی ادب و احترام کرتا تھا اس لیے رجب اس قبیلہ کی طرف منسوب فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ ۸ھ میں فتح ہوا، اس سال حضور انور نے امیر الحج عتاب ابن اسید کو مقرر کیا اور ۹ھ کے حج کا امیر ابو بکر صدیق کو اور ۱۰ھ میں خود حج فرمایا تو یقیناً ۹ھ و ۱۰ھ میں بھی ہر مہینے اپنے موقعہ پر تھا اور حج صحیح وقت پر ادا ہوا تھا ورنہ سرکار کبھی غلط وقت پر حج کی اجازت نہ دیتے لہذا اس جملہ شریف کے یہ معنے نہیں کہ صرف اس سال ہی سال درست گزرا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سال صحیح حج ہوا گزشتہ سالوں کی طرح اور اب تم مہینے اس حساب سے گزارنا۔ (مرقات و فتح الباری) خیال رہے کہ قبیلہ مضر نے ماہ رجب میں کبھی تبدیلی نہ کی تھی اس لیے رجب کو انہیں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور

انہیں کے رجب سے حساب لگتا تھا۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ صحابہ کرام کا ادب بارگاہ رسالت ہے کہ باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ آج حج ہے، بقرعید کا مہینہ ہے، دسویں ذی الحجہ ہے مگر جواب نہ دیا کیونکہ رب نے فرمایا: لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ خاموش رہنا اہتمام کے لیے تھا کہ جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہو وہ یاد خوب رہتی ہے، اس جواب سے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ رسول جانیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رب کے ساتھ کرنا شرک نہیں عین ایمان ہے، اللہ رسول کے ملانے کا نام ایمان ہے الگ کرنے کا نام کفر، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ اور فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا۔

حدود حرم کے فضائل پر ارشاد فرماتے ہیں:

عام علماء فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں جیسے نیکی ایک کی ایک لاکھ بن جاتی ہے ویسے ہی گناہ بھی ایک کا لاکھ ہے اس لیے حضور نے ارشاد فرمایا جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے ایسے ہی مسلمان کے خون مال آبرو ظلماً برباد کرنا سخت تر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ محققین علماء فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی کیفیت میں ہے نہ کہ مقدار میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا اور قیامت میں رب تعالیٰ تمہارے ہر چھوٹے بڑے جانی مالی اعمال کا حساب فرمائے گا ابھی سے اس حساب کا خیال رکھو حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے پہلے اپنا حساب خود لیتے رہو۔

آخر میں اہم ترین نکتہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں ضلال فرمایا گیا ضال کی جمع بعض روایات میں کفار ہے یعنی میرے بعد تم لوگ گمراہ یا کفار جیسے ظالم نہ بن جانا کہ بعض مسلمان بعض کو ظلماً قتل کرنے لگیں، یہ خطاب صرف صحابہ کرام سے نہیں بلکہ تا قیامت ساری امت سے ہے۔ خیال رہے کہ آخری خلافت عثمانیہ اور خلافت مرتضویہ میں جو صحابہ کرام میں لڑائیاں ہوئیں وہ غلط فہمی یا خطاء اجتہادی کی بنا پر تھیں نہ کہ نفسانیت و ظلم سے جیسے حضرت خالد نے خود حضور انور کے زمانہ میں ایک قوم کو جنہوں نے صبانا کہا تھا کافر سمجھ کر قتل کر دیا اور حضور انور نے حضرت خالد کو نہ فاسق قرار دیا نہ ظالم یا کافر بلکہ انہیں توبہ کا بھی حکم نہ دیا۔ یہاں ظالم قاتل کو کافر یا گمراہ فرمانا عمل کے لحاظ سے ہے نہ کہ عقیدے کے اعتبار سے یعنی یہ قتل و خوں ریزی کفار کا طریقہ ہے، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تم لوگ نماز قائم کرو مشرکوں سے نہ ہو جاؤ حالانکہ نماز نہ پڑھنا شرک نہیں لہٰذا اس حدیث سے روافض یہ نہیں کہہ سکتے کہ صحابہ حضور کے بعد آپس کی جنگوں کی وجہ سے کافر ہو گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تین چیزیں فرمائیں: اپنی تبلیغ پر تمام کو گواہ بنایا، اب بھی حجاج روضہ اقدس پر

عرض کرتے ہیں یارسول اللہ آپ نے پوری تبلیغ فرمادی یہ عرض اس سوال کا جواب ہے۔دوسرے تمام صحابہ کو احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا علماء کو چاہیے کہ دین چھپائیں نہیں، یہ حضور کی امانت ہے امت کے حوالہ کردیں۔تیسرے یہ کہ رحمت الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا چمن اسلام میں پھول کھلتے رہیں گے میرے بعد بعض علماء آج کل کے بعض صحابہ سے زیادہ ذہین ونکتہ رس ہوں گے، رب نے اپنے حبیب کی اس بات کو کیسا سچا کیا۔سبحان اللہ! چاروں امام مجتہدین دیگر فقہاء صوفیاء بعد میں پیدا ہوئے جنہوں نے ان ہی احادیث سے قیمتی موتی نکالے دین کو واضح کردیا۔(مرآۃ المناجیح، ج۴،ص۱۷۲)

(216) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهِ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ: وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: وَاِنْ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق جھوٹی قسم کے ساتھ کاٹا اللہ نے اس کے لیے آگ کو لازم کردیا اور جنت کو حرام کردیا ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ معمولی چیز ہو۔ فرمایا: اگرچہ پیلو کی لکڑی کا ٹکڑا ہو۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم، ج۱ص۸۸، رقم: ۳۷۰المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مفضل، ج۹ص۱۰، رقم: ۹۲۱۹سنن الدارمی، باب فیمن اقتطع مال امرء مسلم بیمینه، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۲۶۰۳سنن الکبرٰی للنسائی، باب القضاء فی قلیل المال و کثیرہ، ج۳ص۴۸۱، رقم: ۵۹۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف (تہمت) بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاستیں جو مال نہیں مگران کا استعمال جائز ہے، یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے۔(مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم۔مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہ ہی سزا ہے لہذا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے۔فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون ومال کی طرح محترم ہیں اس لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

عرب میں پیلو (وان) بہت معمولی درخت ہے، پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۵،ص۶۵۶)

جھوٹی قسم کھانے والے کی حشر میں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے

ایک حضرمی (یعنی مُلکِ یمن کے شہر حضرموت کے باشندے) اور ایک کندی (یعنی قبیلۂ کندہ سے وابستہ ایک شخص) نے مدینے کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہِ انور میں یمن کی ایک زمین کے مُتعلّق اپنا جھگڑا پیش کیا، حضرمی نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! میری زمین اِس کے باپ نے چھین لی تھی، اب وہ اِس کے قبضے میں ہے۔ تو نبیِّ مکرَّم، نُورِ مجسَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی گواہی ہے؟ عرض کی: نہیں، لیکن میں اِس سے قسم لوں گا کہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے باپ نے غصب کر لی تھی۔ کندی قسم کھانے کے لئے تیار ہوگیا تو رسولِ اکرم، شہنشاہِ آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو (جھوٹی) قسم کھا کر کسی کا مال دبائے گا وہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ سن کر کندی نے کہہ دیا کہ یہ زمین اُسی (یعنی حضرمی) کی ہے۔

(سُنَن ابوداؤد ج ۳ ص ۲۹۸ حدیث ۳۲۴۴)

مُفَسِّرِ شَہیر، حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: سبحٰن اللہ! یہ ہے اثر اُس زبانِ فیض ترجُمان کا کہ دو کلمات میں اُس (کندی) کے دل کا حال بدل گیا اور سچی بات کہہ کر زمین سے لا دعویٰ ہو گیا۔ (مراٰۃ المناجیح ج ۵ ص ۴۰۳)

جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جھوٹی قسم گھروں کو وِیران کر چھوڑتی ہے (فتاوٰی رضویہ مُخرَّجہ ج ۶ ص ۶۰۲) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کفّارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنّم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۱) ذرا غور کیجیے کہ اللہ عزوجل جس نے ہمیں پیدا کیا، پوری کائنات کو تخلیق کیا (یعنی بنایا)، جس پر ہر ہر بات ظاہر ہے، کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں، حتّٰی کہ دلوں کے بھید بھی وہ خوب جانتا ہے، جو رحمن و رحیم بھی ہے اور قہار و جبّار بھی ہے، اُس ربُّ الانام کا نام لے کر جھوٹی قسم کھانا کتنی بڑی نادانی کی بات ہے اور وہ بھی دُنیا کے کسی عارضی (وقتی) فائدے یا چند سکّوں کے لئے!

(217) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ، كَانَ غُلُوْلًا يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو ہم نے کسی کام پر لگایا اس نے ہم سے سوئی یا اس سے بڑھ کر کوئی چیز چھپائی تو وہ خیانت ہے اس کو روز قیامت لے کر آئے گا' تو ایک سیاہ رنگ کا انصاری آدمی کھڑا ہوا

اِلَيْهِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، اقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ، قَالَ: وَمَا لَكَ؟ قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: وَاَنَا اَقُوْلُهُ الْآنَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ سے اپنا کام واپس لینا قبول فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: کس لیے کہنے لگا میں نے اس بارے آپ سے ایسے ایسے سنا آپ نے فرمایا: اور میں اب بھی کہتا ہوں جس کو ہم کسی کام پر عامل بنائیں اسے سب تھوڑا اور زیادہ لانا چاہئے جو اس کو (ہماری طرف سے) دیا جائے وہ قبول کرے اور جس سے اسے روکا جائے رک جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم ھدایا العمال، ج ٦ص ١٢، رقم: ١٨٣٣، الاحاد والمثانی، من اسمہ عدی بن عمیرۃ الکندی رضی اللہ عنہ، ج ٣ص ٢٨٣، رقم: ٢٢٢٧، السنن الکبرٰی، باب غلول الصدقۃ، ج ٣ص ١٨٨، رقم: ٧١١٢، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عدی بن عمیرۃ الکندی، ج ١٧ص ١٠٧، رقم: ١٣٧٨، مسند امام احمد، مسند عدی بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ، ج ٦ص ١٩٢، رقم: ١٧٧٥٩)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح (آئے گا) کہ خیانت کا مال اس کے سر پر ہوگا اور قیامت کے دن رسوا ہوگا جیسے زکوۃ نہ دینے والے کا مال خود مالک پر سوار ہوگا جس سے اسے تکلیف بھی ہوگی اور رسوائی بھی، یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رب تعالٰی قیامت میں اس امت کے چھپے ہوئے گناہ چھپائے گا، علانیہ گناہ اور بعض دوسرے گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ظاہر فرمادے گا لہٰذا یہ حدیث ان پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

ان انصاری کا نام معلوم نہ ہوسکا، یہ کسی جگہ عامل مقرر ہو کر جارہے تھے یہ وعید سن کر اپنے میں اتنی احتیاط کی قوت نہ دیکھی انہوں نے استعفٰی پیش کیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص ۶۵۰)

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عامل

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے کسی عامل (یعنی صدقات جمع کرنے والے) کی طرف مکتوب بھیجا (جس میں لکھا تھا): امابعد! جب اللہ عزوجل تمہیں بندوں پر ظلم کرنے کی قدرت دے تو اس بات کو یاد رکھنا کہ اللہ عزوجل کو تم پر کتنی قدرت ہے اور جان لو کہ تم ان پر جو بھی ظلم کروگے وہ ظلم ان کی موت کے بعد ان سے دور ہوجائے گا جب کہ اس کی شرمندگی اور آخرت میں جہنم کی آگ تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہے گی اور یہ بھی جان لو کہ اللہ عزوجل ظالم

سے مظلوم کا حق ضرور دلائے گا اور باز آجاؤ اور ایسے لوگوں پر ظلم کرنے سے بچتے رہو جن کا تمہارے مقابلہ میں اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی مددگار نہیں کیونکہ اللہ عزوجل جب اپنی جانب بندے کی سچی التجاء اور اضطرار دیکھتا ہے تو فوراً اس کی مدد فرماتا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمۂ کنزالایمان: یاوہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کردیتا ہے برائی۔(پ20،النمل:62)

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ)

(218) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا كَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِیْدٌ، وفُلَانٌ شَهِیْدٌ، حَتّٰی مَرُّوا عَلٰى رَجُلٍ، فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِیْدٌ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: كَلَّا، اِنِّیْ رَاَیْتُهُ فِی النَّارِ فِیْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر کا دن تھا تو نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک جماعت متوجہ ہوئی اور کہنے لگی: فلاں شہید ہے فلاں شہید ہے۔حتیٰ کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے تو کہا فلاں شہید ہے۔اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں میں نے اسے ایک چادر کی خیانت کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب غلظ تحریم الغلول وانہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون، ج ۱ص۶۵، رقم:۳۲۴،صحیح ابن حبان، باب الغلول، ج ۱۱ص۱۹۶، رقم: ۴۸۵۸(مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱ص۳۰، رقم: ۲۰۳،مصنف ابن ابی شیبۃ، باب غزوۃ خیبر، ج ۱۲ص۳۶۲، رقم: ۳۸۰۴۰،جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الخامس فی الغلول، ج ۱ص۷۲۲، رقم:۱۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں چند حضرات شہید ہوئے تھے ہم نے خیبر میں سترہ شہداء خیبر کے مزارات کی زیارت کی جو تبوک سڑک پر واقع ہیں جن میں سے حضرت سلمہ ابن اکوع اور براء ابن بشر کے نام معلوم ہوسکے، باقی کے نام ہمارے مزور کو بھی معلوم نہ تھے۔واللہ اعلم !ان بزرگوں کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں اور فوراً جنت میں پہنچ گئے کیونکہ شہید کی روح مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے اس لیے اسے شہید کہتے ہیں یعنی جنت میں حاضر ہوجانے والا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵،ص۶۵۰)

شیطان کی مکاری

حضرتِ سیدنا سَبُرَہ بن فَاکِہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیشک شیطان آدمی کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے، تو اسلام قبول کر رہا ہے اور اپنا اور اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ رہا ہے؟ پھر اگر وہ آدمی شیطان کی بات نہ مانے اور مسلمان ہوجائے تو اسکی مغفرت کردی جاتی ہے۔ پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور کہتا ہے، تو ہجرت کر رہا ہے اور اپنے گھر بار، اپنی چھت اور سرزمین کو چھوڑ رہا ہے؟ پھر اگر وہ شیطان کی بات نہ مانے اور ہجرت کرلے تو شیطان بندے کے جہاد میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور کہتا ہے، تو جہاد کر رہا ہے حالانکہ جہاد تو جان اور مال کے لئے ہوتا ہے کہ تو جہاد کر کے کسی عورت سے نکاح کریگا اور مال غنیمت حاصل کریگا۔ پھر اگر وہ اس کی بات نہ مانے اور جہاد کرے تو جو ایسا کریگا اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اسے اسکی سواری گرا کر مار دے اور اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۷۴، ج ۷، ص ۵۷)

شہداء کا مقام

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد اور اللہ عزوجل کے کلمات کی تصدیق کی غرض سے نکلے اللہ عزوجل اسے اپنی جنت میں داخل کرنے یا ثواب یا غنیمت کے ساتھ واپس گھر پہنچانے کی ضمانت دیتا ہے۔ (پ 17، الحج: 58، 59) (بخاری، کتاب التوحید، رقم ۷۴۶۳، ج ۴، ص ۵۶۳)

حضرتِ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت کے اوپر چڑھ گئے اور مجھے ایک بہت خوبصورت اور فضیلت والے گھر میں داخل کر دیا، میں نے اس جیسا گھر کبھی نہیں دیکھا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۹۱، ج ۲، ص ۲۵۱)

(219) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ، فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ

حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان کھڑے ہوئے ان سے ذکر کیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان سب اعمال سے افضل ہیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیں اگر میں اللہ کی راہ

سَبِيْلِ اللهِ، تُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، اِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، اِلَّا الدَّيْنَ، فَاِنَّ جِبْرِيْلَ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- قَالَ لِيْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جبکہ تو صبر کرنے والا ثواب سمجھنے والا متوجہ ہونے والا ہو۔ پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے کیسے کہا: اس نے عرض کیا: اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں کیا میرے گناہ مجھ سے مٹا دیے جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ہاں اگر (میدان جنگ میں) تو صبر کرنے والا ثواب کا امیدوار بڑھ کر حملہ کرنے والا پیٹھ پھیرنے والا نہیں ہو گا۔ سوائے قرض کے کیونکہ مجھے جبریل نے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل اللہ کفر خطایاہ الا الدین، ج ۱ص۳۷، رقم: ۱۸۸۵ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی الدین، ج ۵ص۲۵۵، رقم: ۱۱۲۸۱ موطأ امام مالک، باب الشہداء فی سبیل اللہ، ج ۲ص۴۶۱، رقم: ۹۸۶ (داراحیاء التراث مصر) سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن یستشہد وعلیہ دین، ج ۳ص۲۱۲، رقم: ۱۷۱۲ سنن الکبرٰی للنسائی، باب من قتل فی سبیل اللہ وعلیہ دین، ج ۳ص۲۳، رقم: ۴۳۶۳)

شرحِ حدیث: قرض بہت ہی بڑا بوجھ ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل اور کفن دیا اور خوشبو لگائی، پھر ہم اسے سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس لے کر حاضر ہوئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اس کا جنازہ پڑھائیں، ہم نے عرض کی: اس کا جنازہ پڑھایے۔ پس آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ایک قدم چلے پھر دریافت فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کی: اس کے ذمہ 2 دینار ہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم واپس چلے گئے، حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی ذمہ داری لے لی تو ہم دوبارہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: 2 دینار میرے ذمہ ہیں۔ تو شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تحقیق قرض خواہ کا حق پورا کر دیا گیا ہے اور اب میت اس سے بری ہے۔ حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر اس کے بعد ایک دن استفسار فرمایا: ان 2 دیناروں کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی: وہ

شخص توکل فوت ہو گیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آنے والے کل اسے (یعنی قرض خواہ کو) لوٹا دینا۔ حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے وہ ادا کر دیے ہیں۔ تو رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اب اس کا جسم عذاب سے بری ہو گیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۵۴۳، ج۵، ص ۸۳)

حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے، وہ شخص جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جان دی ہے (یعنی شہید ہوا ہے) اس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا سوائے قرض کے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ، الحدیث ۱۸۸۶، ص ۱۰۴۶)

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ جو لوگوں کا مال بطور قرض لے اور وہ نیت اس کے ادا کرنے کی رکھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف سے ادا کر دے گا۔ اور جس شخص نے مال بطور قرض لیا اور نیت ادا کرنے کی نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی وجہ سے تباہ کر دے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض.......الخ، باب من اخذ اموال الناس.....الخ، الحدیث ۲۳۸۷، ج ۲، ص ۱۰۵)

دیکھا آپ نے جس شخص نے اپنی جان تک اللہ عزوجل کی راہ میں قربان کر دی اس پر بھی اگر کسی کا قرضہ ہے اور وہ ادا کر کے نہیں آیا ہے تو وہ معاف نہ ہوگا کیونکہ یہ بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کریگا۔

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں فراخ دلی کے ساتھ بہ نیت ثواب حاجتمندوں کو قرض دینے اور قرضدار کے ساتھ نرمی کرنے اور اپنے اوپر آتا ہوا قرض دیانتداری سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مجھ سے زیادہ کون عدل کرنے کا حق دار ہے؟

اس نے کہا: کیوں نہیں، اور کون شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے زیادہ عادل ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، پھر ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا، مجھ سے زیادہ کون عدل کرنے کا حق دار ہے، اللہ عزوجل اس قوم کو پاک نہیں کرتا جس کا کمزور طاقتور سے اپنا حق پریشان ہوئے بغیر وصول نہیں کر سکتا۔ پھر ارشاد فرمایا: اے خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! شمار کرو اور اسے پورا ادا کرو، جو قرض دینے والے سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ اس سے راضی تھا تو اس کے لئے زمین کے چوپائے اور سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں، نیز جو بندہ قدرت کے باوجود اپنے قرض دینے والے سے ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ عزوجل ہر دن اور رات اس کا گناہ لکھتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۰۲۹، ج ۴، ص ۱۰)

(220) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لاَّ دِرْهَمَ لَهُ وَلاَ مَتَاعَ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِیَامٍ وَزَکَاةٍ، وَّیَاْتِیْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا، وقَذَفَ هٰذَا، وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ، اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو پتہ ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں سے مفلس وہ شخص ہے، جس کے پاس درہم ہوں نہ سامان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: نہیں میری اُمت میں سے مفلس وہ ہے، جو روز حشر نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے گالی دی ہوگی کسی پر الزام لگایا ہوگا کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا، پس ان کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ ان کے حقوق پورے ہونے سے قبل اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اٹھا کر اس پر ڈال دیے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں داخل کردیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۴ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس بغیر حق، ج ۶ص ۹۳، رقم: ۱۱۸۳۸ صحیح ابن حبان، باب الزنا وحده، ج ۱۰ص ۲۵۹، رقم: ۴۴۱۱ مسند ابی یعلی، مسند ابی هریرة، ج ۱۲ص ۳۰۲، رقم: ۶۴۹۹ (دار المامون للتراث دمشق) المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج ۳ص ۱۵۶، رقم: ۲۷۷۸)

شرح حدیث: حقوق العباد سے ڈرنا

سلف صالحین کی عاداتِ مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حقوق العباد سے بہت ڈرتے تھے خواہ معمولی سی چیز مثلاً کسی کی خلال یا سوزن ہی ہو تو اس سے بھی ڈرتے تھے۔ خصوصاً جب اپنے اعمال کو نہایت کم سمجھتے تو ان کے خوف و کرب کی کوئی نہایت نہ ہوتی تھی کہ ہمارے پاس تو کوئی ایسی نیکی نہیں جسے خصم کو اس کے حق کے بدلے قیامت کے دن دے کر راضی کیا جائے۔ بسا اوقات کسی ایک ہی مظلمہ کے عوض میں ظالم کی تمام نیکیاں لیکر بھی مظلوم خوش نہ ہوگا۔

حقوق العباد نہ ادا کرنا

بندوں کے حقوق کا ادا کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے اور بندوں کے حقوقِ واجبہ نہ ادا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو صرف توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ یا تو حقوق ادا کردے یا صاحبان حقوق سے

حقوق معاف کرالے کیوں کہ جب تک بندے نہ معاف کردیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ **فاتوا کل ذی حق حقه** یعنی ہر حق والے کا حق ادا کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ ۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۹۶۸، ج ۱، ص ۶۴۷)

آج کل بہت سے مسلمان دوسروں کے مال وسامان اور زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں اور دوسروں کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ قرض لے کر اس کو ادا نہیں کرتے بعض لوگ مزدوروں کی مزدوری ملازموں کی تنخواہ دبا کر بیٹھ رہتے ہیں یہ سب حقوق العباد ہیں۔ جو ان حقوق کو ادا نہ کریگا یا نہ معاف کرائے گا۔ آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

اسی طرح مسلمان پر اس کے ماں باپ، بھائیوں بہنوں، بیوی بچوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق ہیں کہ سب کے ساتھ نیک سلوک کرے اگر ان لوگوں کے حقوق کو نہ ادا کریگا تو قیامت کے دن حقوق العباد میں ماخوذ اور عذاب جہنم میں گرفتار ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(221) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ بِنَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ أَلْحَنَ أَيْ: أَعْلَمَ۔

حضرت اُمِ سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بشر ہوں تم میری طرف جھگڑا لے کر آتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے موقف کو بہتر انداز سے پیش کرے تو سننے کے مطابق میں اس کے لیے فیصلہ کردوں۔ تو جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ اس کی بات سن کر کردوں تو میں اس کے لیے جہنم کا ٹکڑا کاٹ رہا ہوتا ہوں۔ (متفق علیہ) **الحن**: یعنی زیادہ سمجھ والا

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب موعظة الامام للخصوم، ج ۲ص ۶۹، رقم: ۱۶۹، صحیح مسلم، باب الحکم بالظاهر واللحن بالحجة، ج ۵ص ۱۲۸، رقم: ۴۵۷۰، سنن الکبری للبیهقی، باب من قال لیس للقاضی ان یقضی بعلمه، ج ۱۰ص ۱۴۳، رقم: ۲۱۰۰۶، موطأ امام مالك، باب الترغیب فی القضاء بالحق، ج ۲ص ۷۱۹، رقم: ۱۳۹۹، سنن ابوداؤد، باب فی قضاء القاضی اذا اخطاء، ج ۳ص ۳۲۸، رقم: ۳۵۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی خدا یا خدا کا جزء یا فرشتہ یا جن نہیں ہوں خالص انسان ہوں، یہ حصر اضافی ہے لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں صرف بشر ہوں نہ نبی ہوں نہ رسول، نہ نور نہ رحمۃ اللعالمین وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو لاکھوں صفات بخشی ہیں مگر حضور ہیں جنس بشر سے جیسے اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی الہ ہے دو باتیں نہیں یہ مطلب کہ وہ الوہیت

اور وحدانیت کے سواء کسی صفت سے موصوف نہیں نہ کریم ہے نہ غفار نہ ستار نہ مالک الملک وغیرہ۔اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہیں بشر اور بشر سے بھول، خطا اجتہادی غلطی بھی ہوسکتی ہے اور وہ دھوکا بھی دیا جاسکتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ بعض جھوٹے مدعی اپنے کو سچا ظاہر کریں ہم ان کی گواہی پر اعتماد کر کے اسے سچا مان لیں۔خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام گناہ بدعقیدگی اور ان کے ارادوں سے معصوم ہیں، خطا اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں لہذا حدیث واضح ہے اور عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر و بیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے نہ کہ حقیقت پر تا کہ قیامت تک امت کے حکام فیصلوں میں حضور کی اس سنت پر عمل کریں کہ امت کے پاس وحی، الہام شرعی، غیب پر اطلاع نہیں، اگر حضور انور کے فیصلے سارے الہام وغیرہ پر ہوتے تو امت کیسے عمل کرتی اور بعض فیصلے کشف والہام وحی پر بھی فرماتے تھے جیسے طعمہ ابن ابیرق کی چوری کا مقدمہ حضور نے اپنے کشف پر فرمایا رب نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وہاں بما اراك الله میں وحی کشف والہام سب داخل ہیں کہ خدا جو آپ کو دکھائے اس پر فیصلہ فرمادیں لہذا حدیث واضح ہے۔قرآن کریم فرمارہا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو قتل کردیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ماں باپ کو کافر کردیتا یہ ہے حقیقت پر فیصلہ کہ ابھی چھوٹا ہے کوئی قصور نہیں کیا مگر خضر علیہ السلام نے قتل کردیا، رب تعالٰی قیامت میں گواہیوں تحریروں پر فیصلہ فرمائے گا یہ ہے ظاہری قانون۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی میرا جو فیصلہ گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر ہوگا وہ ظاہر پر ہوگا اگر واقعہ اس فیصلہ کے خلاف ہوا اور فریق دوم کو معلوم ہو تو اس کے لیے اس فیصلہ سے وہ چیز حلال نہ ہوجائے گی، حکم حاکم حرام کو حلال نہیں کرسکتا لہذا اگر حاکم جھوٹی گواہی پر مال یا خون یا طلاق کا غلط فیصلہ کردے تو مدعی اپنے مقابل کا نہ مال لے نہ قصاص، نہ طلاق کی جھوٹی گواہی پر اس کی عورت سے نکاح کرے۔خیال رہے کہ جھوٹی گواہی وغیرہ سے جو فیصلہ ہوگا وہ فیصلہ حق ہوگا مگر اس فیصلہ میں حاکم گنہگار نہ ہوگا فریقین اور گواہ گنہگار ہوں گے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرات انبیاء کرام خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے رب تعالٰی انہیں مطلع فرمادیتا ہے تو اس غلط فیصلہ پر حضور قائم کیوں رہتے تھے بذریعہ وحی مطلع کیوں نہ کیے جاتے تھے کیونکہ خطاء اجتہادی فیصلہ ہی غلط ہوتا ہے اگرچہ اس غلطی پر گناہ نہیں اور یہاں فیصلہ حق ہے کیونکہ دلیل پر مبنی ہے، یہ فرق ضرور خیال میں رہے۔(مرقات)

نوٹ ضروری: جن چیزوں میں حاکم وسلطان ولی ہو اپنے حکم سے نافذ کرسکتا ہو وہاں حاکم کا ایسا فیصلہ اسے حلال کردے گا لہذا اگر کنواری لڑکی کے نکاح کے جھوٹے گواہ قائم کردیئے گئے اور حاکم نے نکاح کا فیصلہ کردیا تو احناف کے

نزدیک یہ فیصلہ ہی نکاح مانا جائے گا اور اس شخص کو صحبت حلال ہوگی کیونکہ حاکم لڑکی کا ولی ہے وہ نکاح اس کا کرا سکتا ہے، یہ فیصلہ باطن پر ہوگا۔ چنانچہ خلافت حیدری میں ایک ایسا ہی مقدمہ نکاح کا پیش ہوا مرد نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا عورت نے انکار کیا، مرد نے دو گواہ قائم کردیئے جناب علی نے نکاح کا فیصلہ فرمادیا عورت نے عرض کیا کہ حضور اب آپ میرا نکاح اس شخص سے ہی پڑھادیجئے تاکہ حرام سے بچوں، جناب علی نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہی تیرا نکاح ہے۔ (حواشی بخاری کتاب الحیل، ہدایہ، عینی وغیرہ) یہاں مال، خون، طلاق کے فیصلوں کا ذکر ہے جن میں حاکم ولی نہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب نعیم الباری علی البخاری میں ملاحظہ کیجئے جس میں دلائل سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵، ص۱۵۷)

(222) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار اپنے دین کی وجہ سے ہمیشہ فراخی میں رہتا ہے۔ جب تک حرام خون کی بے حرمتی نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الدیات، ج ۴ ص ۲، رقم: ۶۸۶۲ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب تحریم القتل من السنۃ، ج ۸ ص ۲۱، رقم: ۱۶۲۷۷ مستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ ص ۲۸۳، رقم: ۸۰۲۹ سنن ابوداؤد، باب فی تعظیم قتل المؤمن، ج ۴ ص ۱۶۷، رقم: ۴۲۷۰ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲ ص ۹۳، رقم: ۵۶۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

یعنی مسلمان آدمی کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے ناامید نہیں ہوتا مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا، کل قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آئس من رحمۃ اللہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مؤمن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے، بعض نے فرمایا کہ ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵، ص۱۵۷)

قتلِ ناحق کی مذمت پر احادیث مبارکہ

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: سب گناہوں سے بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے۔ جس نے چھری سے خودکشی کی ملائکہ جہنم کی وادیوں میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ وہ چھری گھونپتے رہیں گے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور میری شفاعت سے مایوس رہے گا اور اگر اس نے بلند جگہ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی ہوگی تو فرشتے بھی ہمیشہ ہمیشہ اس کو جہنم کی وادیوں میں بلند چوٹی سے گراتے رہیں گے اور قتل کرنے والوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا اور اگر رسی سے لٹک کر خودکشی کی ہوگی تو ہمیشہ کے لئے اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس آگ کی شاخوں میں لٹکا رہے گا۔ اگر کوئی کسی جان کو ناحق قتل کرے تو یہ کھلی

گمراہی ہے فرشتے اس کو آگ کی چھریوں سے ذبح کرتے رہیں گے جب بھی وہ اس کو ذبح کریں گے تو اس کے حلق سے تارکول سے بھی زیادہ سیاہ خون بہے گا پھر وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا پھر ذبح کیا جائے گا، یہ سزا اس کو ہمیشہ ہمیشہ دی جائے گی اور قاتلوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صفحہ ۷۶)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرمادیا ہے اور کسی جان کو ناحق اَذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلاوجہ مجھے اَذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالٰی فرمائے گا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! مَیں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، مَیں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اَذیت دی ہوگی اور اگر مَیں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو مَیں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: مَیں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور مَیں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کردے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صفحہ ۷۸ تا ۷۹)

(223) وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ، وَهِيَ امْرَاَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے آگ ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "فان للہ خمسة وللرسول"، ج ۴ ص ۸۸، رقم: ۳۱۱۸، مسند امام احمد، حدیث خولة بنت ثامر، ج ۱۰ ص ۳۱۰، رقم: ۲۷۲۵۹، جامع الاصول، حرف الکاف، الفصل الاول فی الحث علی الحلال واجتناب الحرام، ج ۴ ص ۵۱۶، رقم: ۸۱۲۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب قسمة الغنائم، ج ۲ ص ۲۰۸، رقم: ۳۹۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں خوض کے لغوی معنی پانی میں گھس جانا، اصطلاح میں کسی باطل کام میں مشغول ہوجانے کو خوض کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ذَرۡهُمۡ فِیۡ خَوۡضِهِمۡ یَلۡعَبُوۡنَ باب تفعیل میں آکر مبالغہ پیدا ہوگیا۔ اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے، زکوۃ، خراج، جزیہ، غنیمت وغیرہ۔ حق سے مراد ہے یا استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنی بیت المال میں ان کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۶۴۴)

نیک سیرت داماد

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر کے دوران کسی راستے سے گزر رہا تھا۔ میں روزے سے تھا، میں نے ایک بہتی نہر کو دیکھا تو اس میں غسل کے لئے غوطہ لگا دیا۔ اچانک میں نے پانی کی سطح پر ایک ہی دانہ (ایک پھل) تیرتے ہوئے دیکھا تو اسے افطار کے لئے اٹھالیا۔ جب میں نے اس سے افطاری کرلی تو بہت ندامت ہوئی کہ میں نے غیر کے مال سے افطاری کرلی۔ جب صبح ہوئی تو میں اس باغ کے دروازے پر پہنچ گیا جہاں سے نہر نکل رہی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو ایک عمر رسیدہ بزرگ باہر نکلے میں نے ان سے کہا: کل آپ کے اس باغ سے ایک ہی دانہ دریا میں بہتا ہوا گیا تھا میں نے اسے اٹھا کر کھالیا اور اب میں اس پر بہت نادم ہوں مجھے امید ہے کہ آپ اس کا کوئی حل نکالیں گے۔ وہ بزرگ بولے: میں تو خود اس باغ میں مزدور ہوں، مجھے یہاں کام کرتے ہوئے چالیس سال ہوگئے مگر میں نے اس کا ایک پھل بھی نہیں کھایا اور اس باغ میں میرا کوئی حصہ نہیں۔ میں نے پوچھا: پھر یہ باغ کس کا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ باغ دو بھائیوں کا ہے جو فلاں جگہ رہتے ہیں۔

میں اس جگہ پہنچ گیا، وہاں مجھے ایک ہی بھائی مل سکا۔ میں نے اسے سارا ماجرا بتایا تو وہ کہنے لگا: نصف باغ تو میرا ہے لہٰذا میں آدھا حصہ معاف کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: میں تمہارے بھائی کو کہاں ڈھونڈوں؟ اس نے کہا: فلاں فلاں جگہ چلے جاؤ۔ تو میں اس طرف چل دیا اور اسے جا کر سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! میں ایک شرط پر اپنا حق معاف کروں گا۔ میں نے پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ وہ بولا کہ میں تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور تمہیں سو دینار دوں گا۔ میں نے کہا: افسوس کہ مجھے اس کی بالکل حاجت نہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ اس ایک پھل کی وجہ سے مجھے کتنی پریشانی ہوئی ہے لہٰذا میرے لئے کوئی اور حل تلاش کریں۔ انہوں نے کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! میں اس شرط کے بغیر ایسا نہیں کروں گا۔ جب میں نے ان کا اصرار دیکھا تو ان کا مطالبہ تسلیم کرلیا اور کہا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے مجھے سو دینار دیئے اور کہا: اس

میں سے جتنے چاہو میری بیٹی کے مہر کے طور پر دے دو۔ میں نے سارے دینار واپس کر دیئے۔ مگر انہوں نے کہا کہ سارے نہیں کچھ دینار دے دو۔ پھر جب انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا تو لوگوں نے اسے اس بات پر ملامت کی کہ جب ارباب اختیار اور بڑے لوگوں نے تمہاری بیٹی کے لئے پیغام بھیجا تھا تو تم نے انہیں اپنی بیٹی نہیں دی، تو اس فقیر کو کیوں دے دی جس کے پاس بالکل مال نہیں ہے؟ تو انہوں نے لوگوں سے کہا: اے لوگو! میں نے پرہیزگاری اور تقویٰ کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ شخص اللہ عزوجل کے نیک بندوں میں سے ہے۔

(بحر الدموع مؤلف امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۴)

27-بَابُ تَعْظِيْمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَبَيَانِ حُقُوْقِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

مسلمان کی حرمتوں کی تعظیم ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ) (الحج: 30)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ کی عزت والی چیز کی تعظیم کرے اس کے لیے رب کی بارگاہ میں بہتری ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ) (الحج: 32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ) (الحجر: 88)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو ایمان داروں کے لیے جھکا رکھیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا) (المائدۃ: 32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی جان کو قتل کیا کسی نفس کے قتل یا زمین میں فساد کے بغیر تو گویا کہ اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک کو زندگی بخشی گویا کہ اس نے سب لوگوں کو جان بخشی۔

(224) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وشبّك

حضرت ابو موسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک ایمان دار دوسرے ایمان دار کے لیے عمارت کی طرح ہے اس کا بعض دوسرے کو مضبوط

بَیْنَ اَصَابِعِہٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

کرتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرلیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ، ج ۱ص ۱۰۳، رقم: ۴۸۱ صحیح مسلم، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ج ۳ص ۲۰، رقم: ۶۷۵۰ الاداب للبیهقی، باب فی التعاون علی البر والتعاون، ص ۴۲، رقم: ۸۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم، ج ۲ص ۲۲۵، رقم: ۱۹۲۸ سنن نسائی، باب اجر الخازن اذا تصدق باذن مولاہ، ج ۲ص ۱۶۹، رقم: ۲۵۶۰)

شرح حدیث: اخوت ومحبت کے حقوق

سیدنا امام غزالی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اخوت ومحبت کے حقوق کی سلسلے میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

بھائی چارہ دو آدمیوں کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے جیسے نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک رابطے کا نام ہے اور جس طرح عقد نکاح کچھ حقوق کا تقاضا کرتا ہے۔ جن کو پورا کرنا حقِ نکاح قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے ٹھیک اسی طرح عقدِ اخوت کا بھی یہی حال ہے۔ تو تمہارے اسلامی بھائی کا تمہارے مال اور تمہاری ذات میں حق ہے اسی طرح زبان او ردل میں بھی کہ تم اس کو معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص ووفا سے پیش آؤ، اس پر آسانی برتو اور تکلیف وتکلف کو چھوڑ دو۔

پہلا حق

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حق مال سے متعلق ہے جیسا کہ نبی اکرم شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کی مثال دو ہاتھوں جیسی ہے کہ ان میں سے ایک ہاتھ، دوسرے کو دھوتا ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب جلد ۴ حدیث ۶۱۶۴)

تو آپ نے انہیں دو ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ساتھ نہیں کیونکہ یہ دونوں ایک غرض پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں۔ تو جس طرح دو بھائیوں کا بھائی چارہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ ایک مقصد میں ایک دوسرے کے رفیق بنیں تو یہ دونوں ایک اعتبار سے ایک ذات کی طرح ہیں۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کے حصے دار ہوں اور حال ومستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں اور دونوں میں سے کسی ایک کو خصوصیت اور ترجیح نہ رہے۔ بہر حال اخوت کے ساتھ مالی طور پر غمخواری کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) سب سے ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام یا خادم کی طرح سمجھو اور جب اسے کوئی حاجت درپیش ہو تو اپنے زائد مال سے اس کی ضرورت کو پورا کرو اور اگر تمہارے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہو تو تم خود اسے دے دو اور اسے سوال کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ اگر تم اسے مانگنے پر مجبور کرو گے تو یہ حقِ اخوت میں انتہائی درجہ کی کوتاہی ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنی طرح سمجھو اور اسے اپنے مال میں شریک کرنے اور اسے اپنی طرح سمجھنے پر راضی رہو حتی کہ تم اسے نصف مال دینا گوارہ کرلو چنانچہ حضرت سیدنا حسن بصری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ اسلاف کی آپس میں اخوت کا یہ عالم تھا کہ ایک اسلامی بھائی اپنی چادر اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے پھاڑ دیتا تھا۔

(۳) تیسرا درجہ جو سب سے بلند ہے وہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے اوپر ترجیح دو اور اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کر دیہ صدیقین کا رتبہ ہے اور باہم محبت کرنے والوں کے درجات کی انتہاء ہے۔ اس رتبہ کے نتائج میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان اس پر اپنے نفس کو بھی قربان کرنے پر تیار ہو جائے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ صوفیاء رحمہم اللہ کی ایک جماعت کو کسی بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ ان میں حضرت سیدنا ابوالحسین نوری بھی تھے وہ جلدی جلدی جلاد کے سامنے ہو گئے تا کہ سب سے پہلے انہیں قتل کیا جائے ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت دوسرے بھائیوں کی زندگی کو ترجیح دوں۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے۔ اور ان کا یہ قول ان تمام کی نجات کا باعث بنا۔ اور اگر تم اپنے مسلمان بھائی کو ان مراتب میں سے کسی رتبے میں بھی نہیں سمجھتے تو جان لو کہ عقدِ اخوت ابھی تک دل میں منعقد نہیں ہوا۔ اور تمہارے درمیان محض رسمی میل جول جاری ہے جس کی عقل اور دین میں کوئی وقعت نہیں ہے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کو فضیلت دینے پر راضی نہیں اسے اہل قبور سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہئے۔ اور جہاں تک سب سے کم درجے کا تعلق ہے تو دیندار لوگوں کے نزدیک یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

حضرت سیدنا ابوحازم (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

جب تمہارا کوئی دینی بھائی ہو تو اس سے دنیاوی امور کا معاملہ نہ کرو۔ تو ان کی مراد یہ ہے کہ جو اس ادنیٰ درجہ میں ہو جبکہ جہاں تک سب سے بلند درجے کا تعلق ہے تو اللہ (عزوجل) نے مومنوں کو اس کے ساتھ موصوف شمار کیا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی (عزوجل) ہے:

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں (پارہ نمبر ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۳۸)

بعض اسلاف (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) آپس میں کچھ اس طرح کا معاملہ کرتے تھے کہ ان کے مال ملے جلے ہوتے تھے اور وہ اپنے مال کو (یہ میرا مال ہے) کہہ کر دوسرے کے سامان سے الگ الگ نہیں کرتے تھے حتی کہ اگر ان میں کوئی کہتا

کہ یہ میرا جوتا ہے تو باقی لوگ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے کیونکہ اُس نے اس چیز کو اپنی ذات سے منسوب کیا۔

چنانچہ حضرت سیدنا فتح موصلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) اپنے ایک اسلامی بھائی کے گھر آئے تو وہ موجود نہ تھا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اس کی بیوی کو حکم دیا تو وہ صندوق لے آئیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اُس میں سے ضرورت کی اشیاء لیں (اور چل دیئے) لونڈی نے اپنے مالک کو خبر دی تو اُس نے خوش ہو کر کہا اگر تو نے سچ کہا ہے تو تُو اللہ (عزوجل) کی خاطر آزاد ہے۔

گویا انہوں نے اس عمل پر خوشی ہو کر یہ کام کیا۔

ایک شخص حضرت سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ (عزوجل) کے لئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا تم جانتے ہو بھائی چارے کا حق کیا ہے؟ اس نے عرض کیا آپ بتا دیجئے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا کہ تو اپنے دینار اور درہم کا مجھ سے زیادہ حق دار نہ ہو گا۔ اس نے عرض کی میں ابھی تک اس مقام تک نہیں پہنچا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا پھر چلے جاؤ۔

اسی طرح حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اپنے بھائی کی آستین یا جیب میں ڈال کر جو کچھ لینا چاہے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس پر انہوں نے فرمایا۔ پھر تم ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میں بھی آپ علیہ الرحمۃ کی رفاقت اختیار کرنا چاہتا ہوں حضرت سیدنا ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا اس شرط پر کہ میں تمہاری چیز کا تم سے زیادہ مالک ہوں گا۔ اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا مجھے تمہاری سچائی پر تعجب ہوا ہے۔ (احیاء العلوم)

(225) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ مَسَاجِدِنَا، اَوْ اَسْوَاقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ، اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ ، اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تیر لے کر ہماری مسجدوں یا بازاروں میں سے گزرے اس کو چاہئے کہ ان کے لوہے والے حصے کو ہاتھ سے روکے یا پکڑے تاکہ کسی مسلمان کو اس میں سے کچھ لگ نہ جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منا، ج ۱ص ۴۲۰، رقم: ۷۰۷۵، صحیح مسلم، باب امر من مر بسلاح فی مسجد او سوق او غیرھما، ج ۴ص ۲۳، رقم: ۱۸۲۱سنن ابوداؤد، باب فی النبل یدخل فی المسجد، ج ۲ص ۳۳۶، رقم: ۲۵۸۹مسند ابی یعلی، حدیث ابی موسی الاشعری، ج ۱ص ۳۶۹، رقم: ۷۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں یعنی مسلمانوں کے بازار یا مسجد سے گزرے جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو، مسلمانوں کا ذکر یا تو احترام کے لیے ہے یا کفار حربی کے بازاروں کو نکالنے کے لیے کہ حربی کفار کو زخمی کر دینا جائز بلکہ ثواب ہے۔ خیال رہے کہ حربی کفار کا اور حکم ہے اور ذمی مستامن کفار کا حکم کچھ اور ہے، یہاں بازار و مسجد کا ذکر ہے مگر مراد تمام اجتماعات ہیں جیسے منٰی، عرفات، مزدلفہ، عرس اور میلے وغیرہ۔

مزید فرماتے ہیں:

ان یصیب میں ان کے بعد لا پوشیدہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفاہ عام کی چیزوں میں مسلمانوں کو نفع پہنچانے یا مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کی نیت کرے اگرچہ دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھالیں لہذا مسافر خانہ، ہسپتال، سایہ دار درخت، کنواں وغیرہ ان سب میں یہ ہی نیت ہونی چاہیے گو ان سے نفع سب اٹھائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۴۲۶)

امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا سونا بھی مسلمانوں کے نفع کے لئے ہے

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکرِ خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والدِ محترم امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت وشان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اِتِّفَاقاً حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز اور یادِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے کھڑے ہوگئے جبکہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چت لیٹے رہے۔ بچی فجر تک آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یا دیگر اوراد ووظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت ونفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بل لیٹے لیٹے سو مسائل اَخذ کیے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالٰی

عنہ نے رخصت لی اور تشریف لے گئے۔حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کر رہے تھے جو میں نے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے کیا۔

اے میرے اسلامی بھائی! ان برگزیدہ بندوں کی حرکات وسکنات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تھیں۔ان کے افعال واحوال اسی کے لئے تھے۔ان کا ذکر وفکر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی کے لئے تھا۔ان کا قیام اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ تھا۔ان کی نیند صدقہ تھی۔ان کا ذکر رب عَزَّ وَجَلَّ کی تسبیح کرنا تھا۔ان کا سکوت فکرِ آخرت تھا۔ان کا علم امت کے لئے شفا اور رحمت تھا۔بلاشبہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں بہت کچھ عطا فرمایا، ان کی تعریف وتوصیف فرمائی اور انہیں اسلام کا امام اور لوگوں کا پیشوا بنایا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی علمی معاملات اور ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں رات گزارتے، حقائق واسرار کی سرزمین میں گھومتے اور فکرِ آخرت کے پاکیزہ باغات میں سیر وسیاحت کرتے۔جب سحری کی ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے چین ہو جاتے، رنگ متغیر ہو جاتا اور محبت کی آگ بھڑک اٹھتی اور ایسی حالت طاری ہو جاتی جسے اربابِ احوال (یعنی اہلِ معرفت) کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: اگر سحری کے وقت تم پر وہ باتیں ظاہر ہوں جو مجھ پر ہوتی ہیں تو دُنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اور آخرت کی تیاری پر کمربستہ ہو جاؤ۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مصنف اَلشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ صفحہ ۲۰۷)

(226) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہم شفقت ومحبت ورحمت میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی ہے۔جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے پورا جسم بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمة الناس والبهائم، ج ۴ص ۱۱۰، رقم: ۶۰۱۱ صحیح مسلم، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ج ۴ص ۲۰، رقم: ۶۷۵۱ سنن الکبری للبیهقی، باب استسقا امام الناصیة المخصبة لاهل الناحیة، ج ۳ص ۲۵۳، رقم: ۶۶۶۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج ۶ص ۲۷۰، رقم: ۱۸۴۰۴ مسند الشامیین للطبرانی، من اسمه ثور عن مجالد بن سعید، ج ۱ص ۲۹۳، رقم: ۵۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان ایمان اسلامی رشتہ کی وجہ سے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء جن کے نام بھی مختلف ہیں کام اور شکل وصورت بھی جداگانہ مگر چونکہ ان سب کی روح ایک ہے اس لیے ایک عضو کی تکلیف تمام اعضاء کو بے قرار کردیتی ہے، یوں ہی مختلف ممالک کے مسلمانوں کے نام، کام، زبان، غذا، دنیاوی رہن سہن مختلف ہیں مگر ان سب کا نبی حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں لہذا ایک کی تکلیف سارے مسلمانوں کو بے قرار کردیتی ہے مگر یہ کیفیت زندہ مسلمانوں کی ہے جو مردہ یا بے حس ہوگئے وہ مردہ جسم یا سوکھے ہوئے اعضاء کی طرح ہیں کہ ایک کو چوٹ لگا دوسرے کو خبر نہ ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ایک عضو کو بیماری ہو تو سارے اعضاء بے قرار ہو کر اس کی تکلیف دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب تک اسے آرام نہ ہو جاوے یہ چین سے نہیں رہتے، یوں ہی ایک مسلمان کی تکلیف کو ساری قوم مل کر دفع کرتی ہے اس کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اپنے محبوب سے وابستگی نصیب کرے اور ہمارے قوم کا یہ ہی حال ہو جاوے اب تو یہ حال ہے۔ مصرع! سوئی ہوئی قوم میں جھاگ اٹھیں بیدار مسلمان سوتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۳)

مسلمان دوسرے مسلمان سے محبت کرنے والا ہوتا ہے

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں پچھلی اُمتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض وحسد ہے جو کہ استرے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا (یعنی بغض وحسد) دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم) کی جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ (وہ چیز یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، الحدیث: ۱۴۱۲، ج۱، ص ۳۴۸)

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت رکھنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الحب فی اللہ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۵۴۸، ص ۱۱۲۷)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن نور کے ایسے منبر ہوں گے کہ انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے (یعنی ان سے خوش ہوں گے)۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، الحدیث: ۲۳۹۰، ص ۱۸۹۲)

(227)وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا. فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ! مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا اور اقرع بن حابس آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمة الناس والبهائم، ج ۴ص۱۰، رقم: ۶۰۱۳ صحیح مسلم، باب رحمته صلی الله علیه وسلم الصبیان والعیال وتواضعه، ج ۷ص۷۷، رقم: ۶۱۷۰ الاداب للبیهقی، باب فی رحمة الاولاد وتقبیلهم والاحسان الیهم، ص۱۱، رقم: ۱۲ المستدرك للحاكم، ذكر عبدالله بن عباس، ج ۵ص۲۷۸، رقم: ۶۸۲۵ المعجم الصغیر، من اسمه محمود، ج ۲ص۲۲۲، رقم: ۱۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں: بوسۂ مؤدت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا، بوسۂ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا، بوسۂ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا، بوسۂ تحیۃ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا، بوسۂ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا۔ (از اشعہ) حضور کا یہ بوسہ بوسۂ رحمت تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

بچوں کو چومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۱۵)

بچوں سے محبت کیجئے

بچوں کی دیرپا تعلیم وتربیت کے لئے ان سے ابتداء ہی سے شفقت ومحبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ یوں جب ماں کی مامتا اور شفقتِ پدری کی شیرینی گھول کر تعلیماتِ اسلام کا مشروب ان کے حلق میں انڈیلا جائے گا تو وہ فوراً اسے ہضم کر لیں گے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے

شک جنت میں ایک گھر ہے جسے الفرح کہا جاتا ہے۔ اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہیں۔

(جامع صغیر، الحدیث ۲۲۳۱، ص ۱۴۰)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم دن کے کسی پہر نکلے نہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے کچھ فرمایا اور نہ میں نے کچھ عرض کی حتیٰ کہ بنی قینقاع کے بازار میں پہنچے (وہاں سے واپس ہوئے) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ابھی چھوٹے تھے اُن) کے بارے میں دریافت فرمایا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں تھوڑی دیر روکے رکھا، میں نے سمجھا شاید انہیں ہار پہنارہی ہیں یا نہلا رہی ہیں اتنے میں وہ (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے انہیں گلے لگالیا چوما اور کہا اے اللہ عزوجل! اس سے محبت کر اور اُس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، الحدیث ۲۱۲۲، ج ۲، ص ۲۵)

حضرت سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ایک بار خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سرخ رنگ کی (دھاریوں والی) قمیص پہنے ہوئے چلتے ہوئے آئے (چونکہ بچے تھے صحیح طریقے سے چل نہیں سکتے تھے اس لیے کبھی گرتے تھے)۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے جب انہیں دیکھا تو منبر اقدس سے اترے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب ابی محمد بن علی بن ابی طالب، الحدیث ۳۷۹۹، ج ۵، ص ۴۲۹)

حضرت سیدنا ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم اپنی ایک ران پر مجھے اور ایک ران پر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھاتے اور دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیتے اور دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب وضع الصبی علی الفخذ، الحدیث ۶۰۰۳، ج ۴، ص ۱۰۱)

(228) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: أَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ قَالُوْا: لٰكِنَّا وَاللهِ مَا نُقَبِّلُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ دیہاتی لوگ آئے کہنے لگے کیا تم بچوں کے بوسے لیتے ہو۔ آپ نے فرمایا: ہاں وہ بولے: لیکن اللہ کی قسم! ہم تو بوسہ نہیں لیتے۔ فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں رحمت وشفقت کو نکال لیا ہو تو میں کیا کروں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، ج ۴ص۱۰۰، رقم: ۵۹۹۸ صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۴ص۷۷، رقم: ۶۱۶۹ سنن ابن ماجہ، باب بر الوالد والاحسان الی البنات، ج ۴ص۱۲۰۹، رقم: ۳۶۶۵ مسند عائشۃ للسجستانی، ص۶۲، رقم: ۵۰ (مطبوعہ مکتبۃ الاقصی، الکویت)

شرح حدیث: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی بیٹی پر شفقت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی غزوہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے میں اِن کے ساتھ ان کے گھر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صاحبزادی حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا ہیں اور لیٹی ہوئی ہیں چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ میری بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟ اور (ازراہِ شفقت) ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الخد، الحدیث ۵۲۲۲، ج ۴ ص ۴۵۵)

ایثار کرنے والی ماں

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی۔ پھر جس کھجور کو وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو ٹکڑے کر کے وہ کھجور بھی ان کو کھلا دی۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا، میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اس عورت کے ایثار کا بیان کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس (ایثار) کی وجہ سے اس عورت کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، الحدیث ۲۶۳۰، ص ۱۴۱۵)

(229) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا" ج ۴ص۵۳۶، رقم: ۷۳۷۶ صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۴ص۷۷، رقم: ۶۱۷۲ الاداب للبیہقی، باب فی تراحم الخلق، ص۱۸، رقم: ۲۵ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ جعفر، ج ۳ص۴۰، رقم: ۲۳۳۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الریا والسمعۃ، ج ۲ص۵۹۱، رقم: ۲۳۸۱)

شرح حدیث: زمین والوں پر رحم کرو

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمن

عزوجل رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ المسلمین، رقم ۱۹۳۱، ج ۳، ص ۳۷۱ باختصار)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ رحم کیا کرو تم پر رحم کیا جائے گا اور معاف کر دیا کرو تمہاری مغفرت کر دی جائے گی اور نصیحت سن کر سنی ان سنی کر دینے والے کے لئے ہلاکت ہے اور جان بوجھ کر اپنے فعل (یعنی گناہ) پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۵۵۲، ج ۲، ص ۵۶۵)

حضرت سیدنا بُکَیر بن وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو میں ہر ایک کو نہیں بتاتا، بے شک ایک مرتبہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بیت اللہ کے دروازے میں کھڑے تھے جبکہ ہم اسکے اندر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ائمہ قریش سے ہوں گے بے شک میرا تم پر ایک حق ہے اور قریش کا بھی تم پر ایک ایسا ہی حق ہے، جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو رحم کریں اور وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور جب فیصلہ کریں تو انصاف کریں اور جو ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ عزوجل، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، رقم ۱۲۳۰۹، ج ۴، ص ۲۵۹)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب تک ایک دوسرے پر رحم نہ کرو گے کامل مومن نہیں ہوسکتے۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک رحم دل ہے۔ فرمایا اپنے دوست پر رحم کرنا کافی نہیں بلکہ عام لوگوں پر بھی رحم کرو۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب رحمۃ الناس، رقم ۱۳۶۷۱، ج ۸، ص ۳۴۰)

(230) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ، وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: وَذَا الْحَاجَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو تخفیف سے نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ ان میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں۔ اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں حاجت والے کا بھی ذکر ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل، ج ۱، ص ۱۰۱، رقم:

۱۱۲۸صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحی، ج ۲ص۱۵۶، رقم: ۱۹۹۵سنن ابوداؤد، باب صلاة الضحی، ج ۱ص۲۹۸، رقم: ۱۲۹۵مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۶ص۱۷۸، رقم: ۲۵۲۱۰مسند الشامیین، من اسمه عبدالرحمن بن نمر، ج ۳ص۱۲۵، رقم: ۲۹۰۴)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، طویل قیام والی نماز۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن حُبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔

(سنن ابی داود، کتاب التطوع، بات افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، رقم ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

سجدے کثرت سے کرنا بھی افضل ہے

بعض علماء کا کہنا ہے کہ دن کے وقت سجدے کثرت سے کرنا افضل ہیں جبکہ رات کے وقت طویل قیام کرنا افضل ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ سے متعلق روایات میں آیا ہے۔ اس طرح دونوں طرح کی روایات میں تطبیق یعنی مطابقت بھی ہوجاتی ہے مگر یہ تمام احکام تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی نماز

جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی شخص آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے انتظار میں بیٹھا ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نماز مختصر کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھتے کیا تمہیں کوئی کام ہے؟ پھر جب اس کے کام سے فارغ ہوتے تو باقی نماز پڑھتے۔

(الشفاء للقاضی عیاض، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل واما حسن عشرتہ، ج ۱، ص ۱۲۲)

(231) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ، وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کام کو پسند کرنے کے باوجود ترک کر دیتے اس ڈر سے کہ لوگ اس پر باقاعدہ عمل پیرا ہو جائیں گے تو یہ فرض ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی الله علیه وسلم علی صلاة اللیل، ج ۱ص۳۹۱، رقم: ۱۱۲۶صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحی، ج ۲ص۱۵۶، رقم: ۱۹۹۵موطأ امام مالک، باب صلاة الضحی، ص ۱۵۲، رقم: ۳۵۷سنن ابوداؤد،

باب صلاۃ الضحیٰ ج۱ص۸۹۸، رقم:۱۲۹۵ مسند امام احمد حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج۱ص۳۳ رقم:۲۴۱۰۲)

شرح حدیث: اُمت پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہدایت واصلاح اور ان کی صلاح وفلاح کے لئے جیسی جیسی تکلیفیں برداشت فرمائیں اور اس راہ میں آپ کو جو جو مشکلات درپیش ہوئیں ان کا کچھ حال آپ اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں۔ پھر آپ کو اپنی امت سے جو بے پناہ محبت اور اسکی نجات ومغفرت کی فکر اور ایک ایک امتی پر آپ کی شفقت ورحمت کی جو کیفیت ہے اس پر قرآن میں خداوند قدوس کا فرمان گواہ ہے کہ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○

(پ۱۱، التوبۃ:۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر بہت ہی نہایت ہی رحم فرمانے والے ہیں۔ (سورہ توبہ)

پوری پوری راتیں جاگ کر عبادت میں مصروف رہتے اور امت کی مغفرت کے لئے دربار باری میں انتہائی بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ کھڑے کھڑے اکثر آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیْ لَفَرَضْتُ عَلَیْھِمُ السِّوَاکَ اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنے کی پابندی باعثِ مشقت نہ جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کردیتا۔ جب حج فرض ہونے کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کردیا ہے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن یا سراقہ بن مالک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہر سال؟ یہ سوال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر گراں گزرا فرمایا خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہوجائے گا۔ اسی طرح نمازِ تہجد صرف آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) پر واجب تھی امت پر واجب نہیں ہے، روزہ بھی سال میں ایک ہی ماہ کا فرض کیا گیا۔ ان آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت علیہ السلام مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرماتے ہیں اسی کی روشنی میں فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانیاں لاتی ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں عبادات وغیرہا میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں۔ صاحب نورالانوار نے اس کی دو قسمیں کی ہیں اور اٹھارہ اسباب بیان فرمائے ہیں۔

(232) وَعَنْھَا رَضِیَ اللہُ عَنْھَا، قَالَتْ: نَھَاھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَۃً لَّھُمْ، فَقَالُوْا: اِنَّکَ تُوَاصِلُ، قَالَ: اِنِّیْ لَسْتُ

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو صوم وصال (مسلسل روزے) سے منع فرمایا۔ ان پر مہربانی کرتے ہوئے صحابہ نے عرض

كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. مَعْنَاهُ: يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ اَكَلَ وَشَرِبَ.

کیا: (یارسول اللہ ﷺ)! آپ خودتو صوم وصال رکھتے ہیں فرمایا: میں تمہارے جیسا نہیں میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے میرا ربّ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا ہے۔ (متفق علیہ) اس کا مطلب ہے کہ مجھ میں کھانے پانی والی قوت پیدا فرما دیتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام، ج ۲ ص ۲۰۱، رقم: ۱۹۶۳ صحیح مسلم، باب النھی عن الوصال فی الصوم، ج ۳ ص ۱۳۳، رقم: ۲۶۲۷ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب النھی عن الوصال فی الصوم، ج ۴ ص ۲۸۲، رقم: ۸۶۲۷ موطأ امام مالک، باب النھی عن الوصال فی الصیام، ص ۳۰۰، رقم: ۶۶۰ سنن ابوداوُد، باب فی الوصال، ج ۲ ص ۴۷۹، رقم: ۲۳۶۳)

شرح حدیث: حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم جب صبح کھانا کھاتے، تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الاکل، الحدیث ۵۶۴۴، ج ۵، ص ۲۷)

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكِ وَالْاِسْرَافَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ۔

ترجمہ: اسراف سے بچو، دن میں دو بار کھانا اسراف ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الاکل، الحدیث ۵۶۴۰، ج ۵، ص ۲۶، بتغیر قلیل)

جان لو! وہ بھوک قابلِ تعریف ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ کرے، کیونکہ جب یہ حد سے تجاوز کرتی ہے، تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے، مگر جس شخص پر شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو، تو وہ ان شہوتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔

پھر اس خواہش کو چھوڑنے میں دو آفتیں ہیں، جن سے بچنا بہت ضروری ہے:

(۱) بعض اوقات انسان اکیلے میں تو کھاتا ہے، لیکن لوگوں کے مجمع میں نہیں کھاتا، تو یہ شرک خفی ہے اور اکثر یہ انسان کو نفاق تک لے جاتا ہے۔

(۲) انسان پسند کرتا ہے کہ اسے کم کھانا کھانے والا اور پاک دامن سمجھا جائے، تو اس صورت میں وہ چھوٹی آفت کو چھوڑ کر اس سے بڑی چیز، یعنی جاہ وشہرت کی خواہش کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان علیہ رحمۃ اللہ المنّان فرماتے ہیں کہ: جب تمہیں کوئی خواہش ہو اور تم اسے چھوڑنا چاہتے ہو، تو

اس میں سے تھوڑا سا لے لو، نفس کی مرضی کے مطابق نہ کھاؤ، تو گویا تم نے اپنے آپ کو خواہش سے دور کر دیا اور نفس کی خواہش کو پورا نہ کر کے اسے بھی ٹھیس پہنچائی، پس یہ نفس کی شہوت کو ترک کرنا اور نفس کی اطاعت نہ کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی خواہش ہوتی ہے، تو میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں، اگر ظاہر میں اس کی تمنا پاتا ہوں، تو اسے کھلا دیتا ہوں، کیونکہ اس کے روکنے سے یہ افضل ہے اور اگر خواہش پوشیدہ ہو اور ظاہر میں ترک کرنا چاہتا ہے، تو اسے چھوڑنے کے ذریعے سزا دیتا ہوں اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا، تو اس پوشیدہ خواہش پر نفس کو سزا دینے کا یہ طریقہ ہے۔

جان لو! جو کھانے کی خواہش ترک کر دیتا ہے، لیکن ریاکاری میں پڑتا ہے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو بچھو سے بھاگ کر سانپ کے پاس چلا جائے۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۱۴۳)

(233) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَاَ قُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ، وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا، فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلَاتِیْ کَرَاھِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی ﷺ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز طویل کرنے کا ہوتا ہے پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کو تکلیف میں ڈالوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۸۶۸، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب تخفیف الصلاۃ للامر یحدث، ج۳ص۱۱۸، رقم: ۵۳۸۶، سنن ابوداؤد، باب تخفیف الصلاۃ للامر یحدث، ج۱ص۲۸۹، رقم: ۷۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نمازی کا باہر کی آواز سن لینا اور اس کا لحاظ کرنا خشوع نماز کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ نماز میں غیر معین مقتدی کی رعایت کرنا درست ہے جیسے بعض صورتوں میں مقتدیوں کی وجہ سے نماز ہلکی کی جاسکتی ہے، ایسے ہی رکوع میں ملنے والوں یا وضو کرنے والوں کی وجہ سے نماز دراز کی جاسکتی ہے، کسی معین شخص کی نماز میں رعایت کرنا حرام بلکہ شرک خفی ہے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ صدیق اکبر بحالت نماز آپ کو دیکھ کر مقتدی بن جاتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۳۵۴)

ادبِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبیلہ

بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تا کہ میں اقامت کہوں، فرمایا: ہاں! اور انھوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم تشریف فرما ہیں، لہذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابوبکر! جب میں خود تمھیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم! ابوقحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس۔۔۔الخ، الحدیث ۶۸۴، ج۱، ص۲۴۴)

(234) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز صبح ادا کر لی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے، تو اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری میں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے گا کیونکہ جس سے مطالبہ کرے گا اس کو پکڑے گا اور منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة، ج۲ ص۱۲۵، رقم: ۱۵۲۵، سنن الکبری للبیهقی، باب من قال هی الصبح، ج۱ ص۶۶۳، رقم: ۲۲۶۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جندب بن عبدالله، ج۲ ص۱۵۹، رقم: ۱۶۶۰، مسند الرویانی، حدیث جندب بن عبدالله بن سفیان البجلی، ص۳۸۵، رقم: ۹۳۶، مستخرج ابوعوانة، باب الدلیل علی ان من صلی المکتوبة، ج۲ ص۱۸، رقم: ۱۰۰۱)

شرح حدیث: فجر ادا کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(پ15، بنی اسرآئیل:78)

مفسرین کرام فرماتے ہیں اس آیت مبارکہ میں فجر سے مراد صبح کی نماز ہے کہ اس میں دن اور رات کے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، رقم ۶۵۶، ج، ص ۳۲۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے، اگر جان لیتے کہ ان دونوں نماز وں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے، اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلادوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، رقم ۶۵۷، ج ۱، ص ۲۳۵)

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھسٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، رقم ۲۱۴۹ ج ۲ ص ۱۶۵)

حضرتِ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کی امان میں ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب المسلمون فی ذمۃ اللہ عزوجل، رقم ۳۹۴۶، ج ۴، ص ۳۲۵)

حضرتِ سیدنا سَلْمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو صبح کو فجر کی نماز کے لئے چلا وہ ایمان کا جھنڈا لئے چلا اور جو صبح کو بازار کی طرف چلا تو شیطان کا جھنڈا لے کر چلا۔

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلَیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولها، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

(235) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ. مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ، كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے مدد چھوڑتا ہے، جو اپنے بھائی کی حاجت میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں ہوتا ہے، جو کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرے۔ حق تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیف کو اس سے دور کر دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ج ۲ص ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰، صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه، ج ۸ص ۱۰، رقم: ۶۷۰۶، الاداب للبیهقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ص ۶۸، رقم: ۱۲۰، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب النکاح، ج ۷ص ۲۷۷، رقم: ۱۲۰، سنن ابوداؤد، باب المؤاخاة، ج ۴ص ۴۲۲، رقم: ۴۸۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان مسلمان کا دینی واسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لیے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا ہے اور مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بنایا، حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے

ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں حضور تو مثل والد کے ہیں اس لیے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھاوج نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآن کریم نے مؤمنوں کو بھائی قرار دیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اور حضور نے یہاں مسلمون کو۔(از مرقات) خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت وشفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام کے اعتبار سے۔

مزید فرماتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا،مسلمان کی حاجت روائی تم کرو اللہ تمہاری حاجت روائی کرے گا۔معلوم ہوا کہ بندہ بندہ کی حاجت روائی کرسکتا ہے یہ شرک نہیں بندہ بندہ کا حاجت روا مشکل کشا ہے اور اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اس کی اصلاح ہوجائے اسے بدنام نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالٰی قیامت میں تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے لے گا تمہیں رسوا نہ کرے گا،ہاں جو کسی کی ایذا کی خفیہ تدبیریں کررہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہوچکا ہو اس کا اظہار ضرور کردو تاکہ وہ شخص ایذا سے بچ جاوے یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں۔غرضکہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے یہ فرق خیال میں رہے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالٰی اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا لہذا کربۃ کی تنوین تعظیمی ہے اور سترہ اللہ میں ستر مطلق بمعنی کامل ہے رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔(مرأۃ المناجیح،ج۶،ص۷۸۸)

اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجتیں پوری کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم،نُورِ مُجَسَّم،رسول اکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی ایک دنیوی پریشانی دور کریگا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو تنگدست کے لئے آسانی مہیا کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اسکے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور بندہ جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عزوجل بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

(جامع الترمذی،کتاب البر والصلۃ،باب ماجاء فی الستر علی المسلم،رقم۱۹۳۷،ج۳،ص۳۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ،قرارِ قلب وسینہ،صاحبِ معطر پسینہ،باعثِ نُزولِ سکینہ،فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے قید کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کرے گا اللہ عزوجل قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی

پردہ پوشی کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلے اس کا یہ عمل اس کے لیے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرے اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتا ہے اور ان میں سے دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ مشرق ومغرب کے فاصلے سے زیادہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلے تو یہ عمل میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی شریف علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں دو مہینے اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین۔۔الخ رقم ۸، ج ۳، ص ۲۶۳)

حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بندہ جب تک اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے اللہ عزوجل اسکی حاجت پوری فرماتا رہتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۲۳، ج ۸، ص ۳۵۳)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل نے کچھ قوموں کو بعض نعمتیں عطا کی ہیں جنہیں وہ اس وقت تک ان کے پاس رکھتا ہے جب تک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل کی کچھ ایسی قومیں ہیں جنہیں اس نے بندوں کے فائدے کے لئے بعض نعمتوں کے ساتھ مختص فرما دیا ہے وہ انہیں اس حال پر اس وقت تک برقرار رکھتا ہے جب تک وہ ان نعمتوں کو لوگوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ ان نعمتوں کو لوگوں سے روک لیتے ہیں تو اللہ عزوجل وہ نعمتیں ان سے موقوف فرما کر دوسروں کو دے دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، رقم ۱۳۷۱۴، ج ۸، ص ۳۵۱)

حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کی حاجت پوری ہونے تک حاجت روائی کرتا رہے اللہ عزوجل پچھتر ہزار (75000) ملائکہ کے ذریعے اس پر سایہ فرماتا ہے وہ اسکے لئے استغفار اور دعا کرتے ہیں، اگر صبح کو حاجت روائی کی تو شام تک اور اگر شام کو حاجت روائی کی تو صبح تک اور وہ جو بھی قدم اٹھاتا ہے اللہ عزوجل اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، رقم ۹، ج ۳، ص ۲۶۳)

(236) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَخُوْنُهُ، وَلَا یَكْذِبُهُ، وَلَا یَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰی هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس سے خیانت کرتا ہے نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اسے رسوا کرتا ہے۔ ہر مسلمان کی مسلمان پر حرام ہے اس کی عزت مال اور خون' تقویٰ اس جگہ ہے (دل کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کیلئے اتنا شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم، ج ۲ص ۳۲۵، رقم: ۱۹۲۷ سنن ابوداؤد، باب فی الغیبة، ج ۴ص ۳۲۲، رقم: ۴۸۸۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۲۷۷، رقم: ۷۷۱۳ مسند البزار، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۳۶۳، رقم: ۸۷۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہوجاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلا دے تو اس کا نام راکھ ہوجاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　که دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے

دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔(مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج٦،ص٨٨٧)

تکبر کسے کہتے ہیں

اپنے سے کسی کو حقیر جاننا تکبر کہلاتا ہے، تکبر ایک تو خود حرام ہے مزید اس کی وجہ سے غیبت کا گناہ بھی سرزد ہوتا ہے۔ مغرور آدمی جس کو حقیر جانتا ہے اُس کی ہنسی اُڑاتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ (پ26 الحُجُرات 11)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حَجَر مَکّی شافعی علیہ رحمۃ اللہِ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: سُخریہ سے مُراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکمِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرّب ہو۔ چنانچہ سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار، باذنِ پروردگار دوعالم کے مالک ومختار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرمادے۔(سُنَنِ ترمذی ج ۵ ص ۴۵۹ حدیث ۳۸۸۰) ابلیسِ لعین نے حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو حقیر جانا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خسارے (یعنی نقصان) میں مبتلا کردیا اور حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ہمیشہ کی عزّت کے ساتھ کامیاب ہوگئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہاں اس معنٰی کا بھی احتمال (امکان) ہے کہ کسی دوسرے کو حقیر نہ جان کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عزیز (یعنی عزّت والا) ہوجائے اور تُو ذلیل ہوجائے پھر وہ تجھ سے انتقام لے۔

لَا تُهِيْنَ الْفَقِيْرَ عَلَّكَ اَنْ　　　تَرْكَعَ يَوْمًا وَّالدَّهْرُ قَدْ رَفَعَهٗ

یعنی: فقیر (یعنی غریب آدمی) کی توہین نہ کر شاید تو کسی دن فقیر (یعنی غریب) ہوجائے اور زمانے کا مالک عَزَّ وَجَلَّ اسے امیر کردے۔(اَلزَّواجِرُ عَنِ اقْتِرافِ الْکبائِر ج ۲ ص ۱۱)

(237) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ　　اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، التَّقْوٰى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلٰی صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فرمایا: ایک دوسرے سے حسد کرو نہ ایک دوسرے پر دھوکہ کیلئے بھاؤ نہ بڑھاؤ ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھیں کرو، تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو حقیر جانتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے۔ تقویٰ اس جگہ ہے۔ آپ نے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تین بار کہا: آدمی کیلئے اتنا شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے، مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ (مسلم)

اَلنَّجْشُ : أَنْ يَّزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُّنَادٰی عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ وَنَحْوِهٖ، وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ أَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهٗ، وَهٰذَا حَرَامٌ۔

النجش: بازار میں بڑھا کر بولی لگانا جب کہ مقصد خریدنا نہ ہو بلکہ دھوکہ دینا اور تنگ کرنا ہو تو یہ حرام ہے۔

وَالتَّدَابُرُ : أَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ۔

تدابر: مسلمان کا مسلمان سے بے رخی کرنا اور اسے ایسی حالت میں چھوڑنا جس طرح کوئی چیز پیٹھ پیچھے ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه، ج ۸ص۱۰، رقم: ۶۷۰۶ الاداب للبیهقی، باب اجتناب الظن السوء والتجسس، ص۱۶۸، رقم: ۱۱۲ موطأ امام مالك باب ما جاء فی المهاجرة ص۴۰۷، رقم: ۱۶۱۶ سنن ابوداؤد، باب فیمن یهجر اخاه المسلم، ج۴ص۳۶۰، رقم: ۴۹۱۲ سنن ابن ماجه، باب الدعاء بالعفو والعافیة، ج ۲ص۱۲۶۵، رقم: ۳۸۴۹)

شرح حدیث: بیع نجش مکروہ ہے

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: نجش مکروہ ہے، حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا۔ نجش یہ ہے کہ مبیع (یعنی بیچی جانے والی چیز) کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے۔ جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں، گاہک کو دیکھ کر چیز کے

خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تا کہ خریدار دھوکا کھا جائے، یہ بھی نجش ہے۔

(بہارِ شریعت، ج ۲، حصہ ۱۱، ص ۷۳۔ ۷۴)

حسد کی بیماری

بلاشبہ حسد دل کے بڑے امراض میں سے ہے اور چونکہ دل کی باطنی بیماریوں کا علاج علم ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے لہٰذا حسد کے مرض کے لئے نفع بخش علم یہ ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ حسد تمہارے دین اور دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے جبکہ محسود کے دین و دنیا کے لئے ہرگز مضر نہیں، کیونکہ حسد سے کبھی کوئی نعمت زائل نہیں ہوئی، ورنہ تو اللہ عزوجل کی کسی پر کوئی نعمت باقی ہی نہ رہتی یہاں تک کہ کسی کے پاس ایمان کی دولت بھی باقی نہ رہتی، کیونکہ کفار کی تو ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ کسی بھی طرح اہلِ ایمان سے ایمان کی دولت چھن جائے، البتہ محسود کو دینی اعتبار سے تمہارے حسد کی وجہ سے فائدہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ وہ تمہاری جانب سے مظلوم ہوتا ہے خصوصاً جب تم غیبت اور اس کی بے عزتی یا کسی اور ذریعے سے اس کو تکلیف پہنچا کر اپنے حسد کو ظاہر کرتے ہو تو ایسی صورت میں تم خود اپنی جانب سے اس کی خدمت میں اپنی نیکیوں کو بطور تحفہ وہدیہ پیش کر رہے ہوتے ہو حتی کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے اس حالت میں ملاقات کرو گے کہ تم اس شخص کی طرح مفلس ہو گے جو اس وقت بھی ان نعمتوں سے اسی طرح محروم ہوگا کہ جس طرح دنیا میں محروم تھا، اور تم جس شخص سے حسد کرتے رہے وہ تمہارے دکھ درد وغیرہ سے بے پرواہ اور محفوظ ہوگا، لہٰذا جب تمہاری بصیرت کا پردہ اور دل کا زنگ چھٹ چکا ہے اور تم نے اس بارے میں غور وفکر بھی کر لیا ہے نیز تم خود اپنی جان کے دشمن بھی نہیں اور نہ ہی اپنے دشمن کے دوست ہو تو پھر ایک عظیم خطرے میں مبتلا ہو جانے کے ڈر سے اس موذی حسد سے منہ پھیر لو، اور وہ خطرہ یہ ہے کہ کہیں تم اللہ عزوجل کے فیصلے پر ناراض ہو کر اس کی تقسیم اور عدل کو ناپسند کر دو جو کہ گناہ ہے یعنی ایسا گناہ گویا اللہ عزوجل کی توحید پر جرأت کرنا ہے اور دین کی بربادی کے لئے یہی جرأت کافی ہے۔

ایسا کیونکر نہ ہو جبکہ تم نے اپنے اس عمل سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام اور باعمل علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس گروہ سے جدائی اختیار کر لی جو اللہ عزوجل کے بندوں کو خیر پہنچانا پسند کرتے ہیں اور ابلیس وشیاطین کے اس گروہ میں شرکت کر لی ہے جو مؤمنین کے لئے مصیبتوں اور نعمتوں کے زوال کو پسند کرتے ہیں؟ دل کی یہ گندگی تمہاری نیکیوں کو اس طرح کھا جائے گی جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ حسد تمہارے دنیوی ضرر یعنی رنج وغم میں بھی اضافہ کرتا ہے وہ ایسے کہ جب تم محسود کو دیکھتے ہو کہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور تمہاری نعمتوں میں کمی ہو رہی ہے تو تم غمگین ہو جاتے ہو، پس یہ تمہارے حسد ہی کی آفت ہے کہ تم ہمیشہ انتہائی غمگین، رنجیدہ خاطر، تنگ دل اور شکستہ رہتے ہو، پس اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ تم آخرت میں دوبارہ جی اٹھنے اور حساب وکتاب کو نہیں مانتے تب بھی

حسد کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے تاکہ تم اُخروی عذاب سے پہلے ان دُنیوی سزاؤں سے بچ سکو۔ اس ساری گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم خود ہی اپنے دشمن اور اپنے دشمن کے دوست ہو کیونکہ تم ایک ایسی چیز کے عادی ہو جو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے تو نقصان دہ ہے جبکہ تمہارے دشمن کے لئے نفع مند ہے اور یوں تم دنیا و آخرت میں خالق عزوجل اور مخلوق دونوں کے نزدیک قابلِ مذمت اور بدبخت ہو جاؤ گے۔

حسد کے مراتب

حسد کی حقیقت اور اس کے احکام جان لینے کے بعد اب اس کے مراتب بیان کئے جاتے ہیں۔

حسد کے چار مراتب ہیں:

(۱) کسی کی نعمت کے زوال کی اس طرح تمنا کرنا کہ خود کو اس نعمت کے حصول کی خواہش نہ ہو یہ حسد کا انتہائی درجہ ہے (۲۔۳) غیر کی نعمت کے زوال کے ساتھ ساتھ بعینہٖ اسی نعمت یا اس جیسی دوسری نعمت کے حصول کی تمنا کرنا، اگر محسود (یعنی جس سے حسد ہو اس) کی نعمت یا اس جیسی نعمت حاسد کو حاصل نہ ہو تو محض اس سے نعمت کے زوال کی تمنا اس لئے کرنا کہ وہ اس سے ممتاز نہ ہو سکے اور (۴) غیر سے نعمت کے زائل ہونے کی خواہش تو نہ ہو مگر آدمی یہ پسند کرے کہ وہ اس سے ممتاز بھی نہ ہو۔ یہ آخری صورت اگر دنیا کے بارے میں ہو تو حسد کی معاف شدہ صورت ہے اور اگر دین کے معاملہ میں ہو تو مطلوب ہے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۱۵)

(238) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ج ۱ص ۱۴، رقم: ۱۳ صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیه المسلم، ج ۱ص ۴۹، رقم: ۱۷۹، سنن الدارمی، باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ج ۲ص ۳۹۷، رقم: ۲۷۴۰، سنن ابن ماجه، باب فی الایمان، ج ۱ص ۲۶، رقم: ۶۶ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج ۴ص ۲۷۸، رقم: ۱۳۹۹۵)

شرح حدیث: جو وہ اپنے لیے پسند کرتا؟

مؤمن اپنے اسلامی بھائی کو ہمیشہ اپنے مہمان اور پڑوسی کی عزت کرنے کا ہی حکم دے گا اور اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ بات کریگا تو صرف بھلائی کی، ورنہ خاموش رہے گا۔

نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کسی مؤمن کو پروقار انداز میں خاموشی کا پیکر

پاؤ تو اس کی قربت حاصل کیا کرو کیونکہ وہ (جب بھی بولے گا تو) صرف حکمت آموز باتیں ہی کہے گا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس وتہذیب الاخلاق، بیان علامات حسن الخلق، ج ۳، ص ۸۵، بلفظ بدلہ لمقن)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جو اسے اذیت دینے والی ہو۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ ۔۔۔۔۔۔۔الخ، حقوق المسلم، ج ۲، ص ۲۴۳)

نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ڈرائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من یأخذ الشیء من مزاح، الحدیث: ۵۰۰۴، ص ۱۵۸۹)

نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: شرکاءِ مجلس اللہ عزوجل کے امین ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی وہ بات ظاہر کرے جس کا ظاہر کرنا اسے ناپسند ہو۔

(الزہد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث ۶۹۱، ص ۲۴۰، اخیہ بدلہ صاحبہ)

(239) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللهِ، اَنْصُرُهُ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا، اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ اَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مظلوم ہو تو مدد کرو (یہ تو سمجھ میں آتا ہے) اگر ظالم ہو تو کیسے مدد کروں (یہ بات قرینِ قیاس نہیں) فرمایا اس کو ظلم سے روک یہی اس کی مدد ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اعن اخاک ظالما او مظلوما، ج ۳ص ۱۲۸، رقم: ۲۴۴۴، صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، ج ۱۱ص ۵۷۰، رقم: ۵۱۶۶، الاداب للبیھقی، باب فی التعاون علی البر، ص ۶۳، رقم: ۱۹۷، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الفتن، ج ۸ص ۲۰، رقم: ۷۴۱۱، سنن الدارمی، باب انصر اخاک ظالما او مظلوما)

شرح حدیث: ظالم کو ظلم سے روکنے کی فضیلت

حضرت سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! تم یہ آیت مبارکہ پڑھتے ہو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہ پر ہو۔ (المائدہ آیت ۱۰۵)

(پھر فرمایا) میں نے حضور سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب پر عذاب کرے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، رقم ۱، ص ۱۶)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جب تم دیکھو کہ میری امت ظالم کی تائید کررہی ہے تو تیرا ظالم کو ظالم کہنا تجھے اُن سے جدا کردے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج ۲، رقم ۶۷۹۸، ص ۶۲۱)

مظلوم کی مدد کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ہمیں مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ (ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ لبس المعصفر للرجال والقسی، ج ۴، رقم ۲۸۱۸، ص ۳۶۹)

دریائے نیل کے نام ایک خط

حضرت سیدنا قیس بن الحجاج علیہما رحمۃ اللہ الوھاب سے مروی ہے: جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے کچھ لوگ حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس عجمی مہینوں میں سے کسی مہینے کی تاریخ کو آئے (اس وقت حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ مصر کے گورنر تھے)، ان لوگوں نے عرض کی: اے ہمارے محترم امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک پُرانی رسم ہے جب تک وہ رسم ادا نہ کی جائے اس وقت تک یہ جاری نہیں ہوتا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: وہ کون سی رسم ہے جس کے ادا کئے بغیر یہ دریا جاری نہیں ہوتا؟ لوگوں نے عرض کی: اس ماہ کی بارہ تاریخ ہم کسی نوجوان خوبصورت لڑکی کے والدین کے پاس جاتے ہیں اور انہیں اس بات پر راضی کرتے ہیں کہ وہ اپنی خوبصورت دوشیزہ کو دریائے نیل میں ڈالنے کے لئے ہمارے حوالے کردیں تاکہ یہ دریا جاری ہو اور ہم سب سیراب ہوسکیں پھر ہم اس نوجوان خوبصورت لڑکی کو عمدہ کپڑے پہنا کر زیورات سے آراستہ کرتے ہیں پھر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح ہر سال ہم اپنی ایک جوان لڑکی کی قربانی دیتے ہیں تب دریائے نیل جاری ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی یہ عجیب وغریب بات سن کر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اِسلام میں ایسی کوئی بے ہودہ رسم جائز نہیں، بے شک اِسلام نے ایسی تمام باطل رسمیں مٹادی ہیں، تم اس مرتبہ اس رسم پر ہرگز عمل نہ کرنا۔

لوگ آپ کی بات سن کر واپس چلے گئے اور انہوں نے اس مرتبہ کسی بھی لڑکی کو دریا میں نہ پھینکا، دریائے نیل خشک رہا اور اس مرتبہ اس میں بالکل بھی پانی نہ آیا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے اِرادہ کرلیا کہ ہم یہ ملک چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں۔

جب حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب خط لکھا اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا، جب حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خط ملا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواباً لکھوا کر بھیجا: تم نے بالکل سچ کہا کہ اِسلام بے ہودہ پُرانی رسموں کو مٹادیتا ہے۔ مَیں تمہاری طرف مکتوب میں ایک رقعہ بھیج رہا ہوں

جب تمہارے پاس میرا یہ مکتوب اور رقعہ پہنچے تو تم اس رقعے کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک مکتوب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تو اس میں ایک چھوٹا سا رقعہ بھی تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقعہ لیا اور اسے پڑھنا شروع کیا۔ اس مبارک رقعے میں درج الفاظ کا مفہوم یہ ہے:

اللہ عزوجل کے بندے امیر المؤمنین (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب سے مصر کے دریا نیل کی طرف!

امابعد! اے دریائے نیل! اگر تُو اپنی مرضی سے جاری ہوتا ہے تو جاری مت ہو (ہمیں تیری کوئی حاجت نہیں) اور اگر تجھے اللہ عزوجل واحد وقہار جاری فرماتا ہے تو ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقعہ پڑھا اور دریائے نیل میں ڈال دیا جس وقت یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا اس وقت دریا بالکل خشک تھا اور لوگوں نے اس ملک کو چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن جب لوگ صبح دریائے نیل پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک ہی رات میں اللہ عزوجل نے (امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رقعہ کی برکت سے) دریا میں سولہ گز پانی جاری فرمادیا اور اللہ عزوجل نے وہ رسمِ باطل مٹادی اور آج تک یہ رسم ختم ہے۔ (دریائے نیل اس کے بعد آج تک خشک نہیں ہوا)

ے

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی ‏ ‏ یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سبحان اللہ عزوجل! اسلام کتنا عظیم ہے کہ اس نے آکر مظلوموں کو ظلم سے نجات دلوائی، بے سہاروں کو سہارا دیا اور دینِ اسلام ایسے عظیم اَحکام کا مجموعہ ہے کہ جن میں لوگوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ عزوجل کا ہوجاتا ہے ہر چیز اس کے تابع کردی جاتی ہے جو اپنے گلے میں نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی غلامی کا پٹہ ڈال لیتا ہے وہ درحقیقت جہاں کا سردار بن جاتا ہے: ے

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر ‏ ‏ بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد ﷺ کے غلام اکثر

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۲۸)

(240) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا' مریض کی بیمار پرسی کرنا' جنازوں کے پیچھے چلنا' دعوت قبول کرنا' چھینکنے والے کو جواب دینا (یعنی یرحمک اللہ کہنا)۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں جب تم اس کو ملو تو سلام کرو جب تم کو دعوت دے تو دعوت قبول کرو۔ جب خیر خواہی طلب کرے تو اس کیلئے خیر خواہی کرو اور جب چھینک کر اللہ کی حمد بجالائے تو اس کو جواب دے (یرحمك الله کہہ کر) جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کر اور فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے چلو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الامر باتباع الجنائز، ج ٢ص ٧٠، رقم: ١٢٤٠ صحیح مسلم، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ج ٧ص ٣، رقم: ٥٧٧٦ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب وجوب العمل فی الجنائز من الغسل، ج ٣ص ٣٨٦، رقم: ٦٨٥٥ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج ٦ص ٦٤، رقم: ١٠٠٤٩ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج ٣ص ٥٤٠، رقم: ١٠٩٧١ (جبکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ یہ روایت صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے:) (صحیح مسلم، باب من احق المسلم للمسلم رد السلام، ج ٧ص ٣، رقم: ٥٧٧٨)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریبًا سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں۔ مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاوے کیے جائیں، کافروں کا ان میں سے کوئی حق نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے، کبھی فرض کفایہ، کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام وکاج کے لیے سنت ہے، کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے، چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یَرْحَمُكَ الله پھر چھینکنے والا کہے یَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُم اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو وہ پھر جواب ضروری نہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔ (شامی ومرقاۃ وغیرہ)

(مرآۃ المناجیح، ج ٢، ص ٧٤٩)

سلام کا جواب دینے کی سنتیں اور آداب

پیارے اسلامی بھائیو!

سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶،ص ۸۸)

بدقسمتی سے آج کل یہ سنت بھی ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ اسلامی بھائی جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سے ابتدا کرنے کے بجائے آداب عرض کیا حال ہے؟ مزاج شریف صبح بخیر، شام بخیر وغیرہ وغیرہ عجیب وغریب کلمات سے ابتداء کرتے ہیں، یہ خلافِ سنت ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی خدا حافظ گڈبائی ٹاٹا وغیرہ کہنے کے بجائے سلام کرنا چاہیے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بعد اگر خدا حافظ کہہ دیں تو حرج نہیں۔

(۱) سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲،۴۰۹)

(۲) سلام کرنے والے کو اس سے بہتر جواب دینا چاہیے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔ (پ۵، النسا:۸۶)

سلام کے جواب کے بہترین الفاظ یہ ہیں:

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲،۴۰۹)

جب کوئی کسی کا سلام لائے تو اس طرح جواب دیں عَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ یعنی تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو۔ حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی نے بتایا کہ میرے والدِ ماجد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو میرا سلام عرض کر۔ اس نے کہا، میں آپ (حضور صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کی، سرکار! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میرے والد صاحب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو سلام عرض کرتے ہیں۔ حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: عَلَیْكَ وَعَلٰی اَبِیْكَ السَّلَامُ یعنی تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام ہو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الرجل یقول فلان یقرئک السلام، الحدیث ۵۲۳۱، ج ۴، ص ۴۵۸)

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 22 صَفْحہ 409 پر فرماتے

ہیں: کم ازکم اَلسَّلَامُ علیکم اوراس سے بہتر وَرَحمَۃُ اللہ ملانا اورسب سے بہتر وَبَرَکَاتُہٗ، شامل کرنا اوراس پر زِیادَت نہیں۔ پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اتنے کا اِعادہ توضَرور ہے اورافضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے۔ اس نے اَلسَّلَامُ علیکم کہا تو یہ وَعَلَیْکُم السَّلَام وَرَحمَۃُ اللہ کہے۔ اوراگر اس نے اَلسَّلَامُ علیکم وَرَحمَۃُ اللہ کہا تو یہ وَعلیکم السَّلَامُ وَرَحمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہےاوراگراس نے وَبَرَکَاتُہٗ، تک کہا تو یہ بھی اتناہی کہے کہ اس سے زِیادَت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سلام کافوراً جواب دیناواجب ہے۔ اگر بلاعذرتاخیرکی تو گناہ گارہوگااورصرف جواب دینے سے گناہ معاف نہیں ہوگا،توبہ بھی کرناہوگی۔ (ردالمحتارمع درمختار، ج۹،ص ۶۸۳)

جواب اتنی آواز سے دیناواجب ہے کہ سلام کرنے والاسن لے۔ (بہارشریعت،سلام کابیان،حصہ ۱۶،ص۹۲)

غیرمسلم کوسلام نہ کریں وہ اگرسلام کرے تواس کاجواب واجب نہیں، جواب میں فقط وَعَلَیْکُمْ کہہ دیں۔

(بہارشریعت،سلام کابیان،حصہ ۱۶،ص۹۰)

بُڑھیا کاجواب آواز سے دیں اورجوان عورت کے سلام کاجواب اتناآہستہ دیں کہ وہ نہ سنے۔ البتہ اتنی آواز لازمی ہے کہ جواب دینے والاخودسن لے۔ (بہارشریعت،سلام کابیان،حصہ ۱۶،ص۹۰)

اگرکسی نے آپ سے کہاکہ فلاں نے آپ کوسلام کہاہے۔

اگرسلام لانے والااوربھیجنے والادونوں مردہوں تویوں کہیں: عَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلَام اگردونوں عورتیں ہوں توکہیں عَلَیْکِ وَعَلَیْھَا السَّلَام۔

اگرپہنچانے والامرداوربھیجنے والی عورت ہوعَلَیْکَ وَعَلَیْھَا السَّلَام۔

اگرپہنچانے والی عورت ہواوربھیجنے والامردہوعَلَیْکِ وَعَلَیْہِ السَّلَام۔

(ان سب کاترجمہ یہی ہے: تجھ پربھی سلام ہواوراس پربھی)

حضرتِ سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ کے فضائل

حضرتِ سیدناابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا؟ حضرتِ سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےعرض کیامیں نے۔ پھرفرمایا، تم میں سے آج مسکین کوکس نے کھاناکھلایا؟ حضرتِ سیدناابوبکرصدیق نےعرض کیامیں نے۔ پھرفرمایا، تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرتِ سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھرفرمایا، آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرتِ سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں۔ پھررسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں یہ چارخصلتیں جمع ہوجائیں وہ جنت میں

داخل ہوگا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصیام، رقم ۴۹۴۶، ج ۳، ص ۳۸۳)

(241) وَعَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمِ أَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ، وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَإِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي السَّبْعِ الْأُوَلِ۔

حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات کام کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع کیا۔ ہمیں بیمار پرسی کرنے، جنازہ کے پیچھے چلنے، چھینک والے کو جواب دینے، قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت قبول کرنے اور سلام پھیلانے کا حکم دیا، اور ہمیں سونے کی انگوٹھیاں پہننے، چاندی کے برتن میں پینے، سرخ گدیوں پر بیٹھنے، قس کے کپڑے پہننے حریر، استبرق اور دیباج پہننے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے پہلی سات چیزوں میں (جن کی اجازت ہے) گم شدہ چیز کا اعلان بھی شامل ہے۔

اَلْمَيَاثِرُ بِيَاءٍ مُشَدَّدَةٍ قَبْلَ الْأَلِفِ، وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا: وَهِيَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ، وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَيُحْشٰى قُطْنًا أَوْ غَيْرَهُ، وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ. وَالْقَسِّيُّ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ: وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَكَتَّانٍ مُخْتَلِطَيْنِ. وَإِنْشَادُ الضَّالَّةِ: تَعْرِيْفُهَا۔

میاثر: الف سے پہلے یاء مشاۃ اور ثاء مثلثہ اس کے بعد، میثرۃ کی جمع ہے اس کا مطلب ایسی چیز ہے کہ ریشم سے بنا کر اس میں روئی وغیرہ بھر دیتے اس کو گھوڑے کی زین اور اونٹ کے کجاوہ میں رکھتے، اس پر سوار بیٹھتا، القسی: یہ کپڑے سوت و ریشم کو ملا کر بناتے تھے، انشاد الضالۃ: گم شدہ چیز کا اعلان کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب انیۃ الفضۃ، ج ۷، ص ۱۱۳، رقم: ۵۶۳۵ صحیح مسلم باب تحریم استعمال انا الذهب والفضۃ علی الرجال، ج ۶، ص ۱۳۵، رقم: ۵۵۱۰ الآداب للبیہقی، باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام، ص ۱۰۸، رقم: ۱۸۳ سنن الکبریٰ للنسائی، باب الامر باتباع الجنائز، ج ۱، ص ۶۳۰، رقم: ۲۰۶۶ مسند امام احمد، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج ۶، ص ۲۹۹، رقم: ۱۸۶۶۶)

شرح حدیث: اس حدیث میں بالاختصار سات مثبت اور سات منفی کل چودہ باتیں ہیں جو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی

میں بہت دوررس اثرات کی حامل ہیں۔ ہر ایک کی الگ تفصیل وتشریح کے لیے صفحات درکار ہوں گے جن کی یہاں گنجائش نہیں۔ تاہم اختصار کے ساتھ ان کی اجتماعی اہمیت پر قدرے روشنی ڈالی جارہی ہے۔ امید ہے کہ قاری حضرات غور سے پڑھیں گے۔ بنی نوع انسان میں حیات وموت کا ایک تسلسل جاری ہے۔ آج کسی کی باری ہے تو کل کسی اور کی۔ جب کسی مسلمان کو موت کا سامنا ہوتا ہے تو مختلف افکار اسے گھیرے رہتے ہیں۔ اور کبھی وہ منت منٹ پر دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے، لیکن اس حیثیت کی رو سے جب ایک مسلمان اپنے اس بیمار مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کی مجرد آمد ہی اسے اس بیمار بھائی کے دل میں ایک معنوی تازگی ابھر آتی ہے جسے وہ اس موت وحیات کی کشمکش کے وقت محسوس کرتا ہے کہ سوسائٹی میں اس کے کچھ پرسان حال موجود ہیں اور خوشی سے وہ اپنی بیماری میں تخفیف محسوس کرنے لگتا ہے، پھر عیادت کرنے والے کے دعائیہ کلمات سے وہ ایک نوع سکون محسوس کرتا ہے اور اسے تھوڑی امید بندھ جاتی ہے کہ شاید اب اللہ اسے شفا نصیب فرمادے۔ بیمار شخص کے ان احساسات کے ساتھ ساتھ بیمار پرسی کرنے والے بھی رحمت خداوندی سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت ونعمت سے نوازا جاتا ہے۔ اور یہ صرف مسلم سوسائٹی ہی کی خصوصیت ہے، یہ خصوصیت دنیا کے کسی دیگر سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی۔ (فالحمد للہ علی ذلک) اس حدیث کی رو سے جب کوئی مسلم کسی دنیوی غرض سے نہیں بلکہ اللہ کے واسطے اپنے مسلم بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نکلتے ہیں اور عیادت کو جانے والے اس شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کے لیے جنت میں ایک باغ بھی مخصوص ہو جاتا ہے۔ (صحیح ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادۃ) اگر کسی مسلم بھائی کی وفات ہو جاتی ہے تو دیگر مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا ہے (جسے فرض کفایہ کہا جاتا ہے) کہ وہ اس حدیث کی رو سے اس کی تجہیز وتکفین اور دفن میں شریک ہوں، اس کے جنازہ کے ساتھ جاکر اسے اپنے آخری منزل تک پہنچا کر اس کی ثابت قدمی وجنت نصیبی کے لیے دعا کرکے لوٹیں۔ ایک مسلم اپنی خوشی سے اپنے کسی مسلم بھائی کو دعوت دیتا ہے تو اسے بلا عذر ٹھکرا دینے سے اس مسلم بھائی کی دل شکنی ہوگی۔ لہٰذا اسلامی شریعت نے بلا وجہ اسے نہ ٹھکرانے اور اسے قبول کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اپنے مسلم بھائی کی دل شکنی نہ ہو۔ اسلام کو اپنی مسلم سوسائٹی میں کسی فرد پر ظلم ہونا برداشت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنے مظلوم بھائی کی مدد کے ذریعہ اس کے اوپر ہونے والا ظلم روک دیا جائے تاکہ یہ قتل وخوں ریزی کی نوبت تک نہ پہنچے۔ ایک ناحق قتل کو اسلام پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بلاشک وشبہ انسانیت کے قتل کی روک تھام کی ایک پیشگی تدبیر ہے۔ اسی طرح مذکورہ دیگر احکام کی بہت ساری خوبیاں ہیں جو فرد ومجتمع سے جڑی ہوئی ہیں۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے افراد کو ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے جن سے کسی کے اندر تکبر وغرور پیدا ہو، اور دوسرے دیکھنے والے بھائیوں کے اندر محرومی اور کمتری کا احساس پیدا ہو۔ چنانچہ چاندی کے برتن، سونے کا بیجا استعمال نیز مختلف قسم کے فاخرانہ ریشمی کپڑے سے مسلمان مرد کو روک دیا گیا تاکہ افراد امت میں لباس ودیگر استعمال کی چیزوں میں

ہم آہنگی وتوازن برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی کے اتباع کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، آمین۔ حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو ایمان آفروز نصیحتیں اور جب کہ لقمان (علیہ السلام) نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا۔ پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں، آسمانوں میں یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا، (یقین مان) کہ یہ بڑے تاکدی کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا، اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔ (سورہ لقمان آیات: 13 تا 19)

28-بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالنَّهْيِ عَنْ إِشَاعَتِهَا لِغَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم اور ضرورت کے بغیر اس کی اشاعت کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) (النور: 19).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ لوگ جو اہل ایمان میں سے بے حیائی کا کام پھیلنا پسند کرتے ہیں ان کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(242) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ دوسرے بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بشارة من ستر الله عيبه فى الدنيا، ج ٨ ص ٢١، رقم: ٦٧٦٠، المستدرك للحاكم كتاب الحدود، ج ٦ ص ٢٢٧، رقم: ٨١٦٠، مسند امام احمد، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، ج ٢ ص ٣٨٨، رقم: ٩٠٣٣، مسند الشهاب باب لا يستر عبد عبدا فى الدنيا الا ستره الله يوم القيامة، ص ٣١٦، رقم: ٣٠٥)

شرح حدیث: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی صفات سے متصف

سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ارشاد فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے! وہ شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں پسندیدہ ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی صفات سے متصف ہو کیونکہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ یاد رکھو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے رازوں کو چھپائے۔

کہا جاتا ہے کہ آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ابنِ مُعْتَز کا شعر ہے:

وَمُسْتَوْدِعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَہ فَاَوْدَعْتُہ، صَدْرِیْ فَصَارَ لَہ قَبْرًا

ترجمہ: میرے پاس اپنا راز رکھوانے والے! میں نے تیرے راز کو اپنے سینے میں رکھ دیا اور وہ اس لئے قبر بن گیا۔ (لبابُ الاحیاء صفحہ ۱۵۸)

اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے بھائی کے راز کھولے گا اللہ عزوجل اس کا راز ظاہر کردے گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر ہی میں رُسوا ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المومن، رقم ۲۵۴۶، ج ۳، ص ۲۱۹)

حضرتِ سیدنا دُخَین ابوالھیثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا عُقْبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے کچھ پڑوسی شراب پیتے ہیں لہٰذا! میں سپاہیوں کو بلانے جارہا ہوں تاکہ وہ انہیں پکڑ کر لے جائیں۔ تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ انہیں نصیحت کرو اور اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراؤ۔ میں نے جواب دیا، میں انہیں شراب پینے سے منع کر چکا ہوں مگر وہ باز نہیں آتے، اسی لئے اب میں سپاہیوں کو بلانے جارہا ہوں تاکہ وہ انہیں پکڑ کر لے جائیں۔ تو حضرتِ سیدنا عُقْبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو میں نے رسول اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی کی پردہ پوشی کی گویا اس نے زندہ دفن کی گئی بچی کو زندہ کر دیا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلۃ، باب الجار، رقم ۵۱۸، ج ۱، ص ۳۶۷)

حضرتِ سیدنا مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عُقْبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرتِ سیدنا مَسْلَمہ بن مُخَلَّد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے دربان کے ساتھ ان کی تکرار ہو گئی۔ حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ

نے انکی آواز سن لی اور انہیں اندر بلوالیا۔سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری ملاقات کے لئے نہیں آیا بلکہ ضرورت کے تحت آیا ہوں کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جس دن رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا تھا کہ جو اپنے بھائی کے کسی عیب پر مطلع ہو کر اسکی پردہ پوشی کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔سیدنا مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یاد ہے۔تو حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسی لئے آیا تھا۔

(المعجم الکبیر، مسند محمد بن سیرین، رقم ۹۶۲، ج ۱۷، ص ۳۴۹، بتغیر ما)

(243) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى إِلاَّ الْمُجَاهِرِيْنَ، وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَ كَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میرے ہر امتی کو معافی مل جائے سوائے گناہ کا اعلان کرنے والے کے (وہ محروم ہوں گے)۔اعلان گناہ میں سے ہے کہ ایک آدمی رات کو گناہ کرے پھر صبح کرے حالانکہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی اب کہے: اے فلاں گزشتہ رات میں نے یہ کیا حالانکہ اس نے رات گزاری کہ اس پر اس کے رب نے پردہ ڈالا اور اس نے صبح کی کہ اس نے اللہ کے اس پردہ کو چاک کردیا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ج ۸ ص ۲۰، رقم: ۶۰۶۹ صحیح مسلم، باب النھی عن ھتك الانسان ستر نفسہ، ج ۸ ص ۲۲۴، رقم: ۷۶۷۶ السنن الصغری للبیھقی، باب الاستتار بستر اللہ، ج ۳ ص ۴۵، رقم: ۳۲۴۴ المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ عبداللہ، ج ۱ ص ۲۷۸، رقم: ۴۳۲ مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۰۴، رقم: ۸۰۹۶)

شرح حدیث: ایک آنکھ والا آدمی

حضرتِ سیِّدُنا کعبُ الاَحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا، لوگوں نے آپ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی بارگاہ میں درخواست کی، یاکلیمَ اللہ! دعاء فرمائیے تاکہ بارش ہو۔آپ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ پہاڑ پر چلو۔سب لوگ ساتھ چل پڑے تو آپ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اِعلان فرمایا: میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ آئے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔یہ سن کر سارے لوگ واپس چلے گئے صِرف ایک آنکھ والا ایک آدمی ساتھ چلتا رہا۔ حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ عرض کی: سنی ہے۔فرمایا: کیا تم بالکل بے گناہ ہو؟ عرض کی: یاکلیمَ اللہ! مجھے اپنا اور کوئی جرم تو یاد نہیں، البتہ ایک بات کا تذکرہ کرتا ہوں، فرمایا: وہ کیا؟ عرض کی:

ایک دن میں نے گزرگاہ پر کسی کی قیام گاہ میں ایک آنکھ سے جھانکا تو کوئی کھڑا تھا۔ کسی کے گھر میں اس طرح جھانکنے کا مجھے بہُت قلق (یعنی صدمہ) ہوا میں خوفِ خدا عزوجل سے لرز اُٹھا، مجھ پر ندامت غالب آئی اور جس آنکھ نے جھانکا تھا اُس کو نکال کر پھینک دیا! ارشاد فرمائیے! اگر میرا وہ عمل گناہ ہے تو میں بھی چلا جاتا ہوں۔ حضرت سیّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اس کو ساتھ لے لیا۔ پھر پہاڑ پر پہنچ کر آپ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا: اللہ سے بارش کی دعا کرو! اُس نے یوں دُعا مانگی: یاقُدُّوس عزوجل! یاقُدُّوس عزوجل! تیرا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور بُخل تیری صفت نہیں، اپنے فضل وکرم سے ہم پر پانی برسا دے۔ فوراً بارش ہوگئی اور دونوں حضرات بھیگتے ہوئے پہاڑ سے واپس تشریف لے آئے۔ (روض الرّیاحین ص ۲۹۵)

معلوم ہوا کہ گناہ پر ندامت بہُت اہمیّت رکھتی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اَلنَّدَمُ تَوبَۃٌ یعنی شرمندگی توبہ ہے۔ (ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۹۲ حدیث ۴۲۵۲) آہ! ہم دن میں بیسیوں، سینکڑوں، ہزاروں گناہ کرتے ہیں مگر ندامت تو کُجا ہمیں اِس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

معرفت کی باتیں

حضرت سیدنا محمد بن محمود سمرقندی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رازی علیہ رحمۃ اللہ الباری کو یہ فرماتے ہوئے سنا: غربت اور تنگدستی زاہدین کے دیار ہیں۔ بندہ مؤمن جب کوئی عمل کرتا ہے یا تو اس کا وہ عمل نیک ہوتا ہے یا بد۔ اس کا نیک عمل تو نیک ہی ہے لیکن اس کے بُرے عمل کے ساتھ بھی بسا اوقات نیکیاں شامل ہوجاتی ہیں وہ اس طرح کہ جب کسی نیک انسان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس پر خوفِ خداوندی عزوجل طاری ہوجاتا ہے اور اللہ عزوجل سے ڈرنا نیکی ہے، اس کے بعد وہ اپنے رب عزوجل سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ پاک پروردگار عزوجل اس کا گناہ بخش دے گا تو اس کی یہ اُمید بھی نیکی ہی ہے۔ پس مؤمن کا گناہ ایسا ہے جیسے دو شیروں کے درمیان لومڑی۔

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حکمت کے سرچشمے ہیں، ان کی مجالس بابرکت ہوتی ہیں گویا یہ لوگ عمدہ باغات اور اپنی پسندیدہ جگہوں میں ہیں، ان کی مجالس میں خیر ہی خیر ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے: اللہ ربُّ العزّت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مَردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (پ26، محمد:19)

اس آیت کریمہ میں خود خدائے بزرگ وبرتر حکم فرمارہا ہے: اے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم! آپ مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو خود کسی کام کا حکم

فرمائے اور پھر اس کی بجا آوری پر انہیں اُجر نہ دے، یا جو اس نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہ کرے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ پاک پروردگار عزوجل تو وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس سے اُمید رکھتا ہے وہ کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ جب کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور اسے اپنے گناہ پر شرمندگی بھی ہو پھر نبی مکرّم، نورِ مجسّم، شاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اس کی شفاعت فرمائیں اور جس ذات کی نافرمانی اس گناہ گار شخص سے ہوئی وہ ذات بھی ایسی کریم کہ بڑے بڑے گناہوں کو محض اپنے لُطف وکرم سے بخش دے اور جو اس کے سامنے صدقِ دل سے تائب ہوجائے اور دو قطرے آنسوؤں کے بہالے تو زمین وآسمان کے برابر گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔ کیا وہ پاک پروردگار عزوجل ہمارے گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا؟ ضرور فرمائے گا ہمیں اس کی پاک ذات پر کامل یقین ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی)

(244) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلتَّثْرِيْبُ: اَلتَّوْبِيْخُ.

انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب باندی زنا کرے پھر اس کا زنا ظاہر ہوجائے تو مالک کو چاہیے کہ وہ اس پر حد جاری کرے (کروائے) اور اسے ملامت نہ کرے۔ اگر وہ پھر دوبارہ زنا کرے تو پھر اس کو حد لگائے اور اسے ملامت نہ کرے پھر اگر تیسری بار وہ زنا کرے تو اس کو بیچ دے اگرچہ بالوں کے رسی کے عوض۔ (متفق علیہ) التثریب: اس کا مطلب ہے ڈانٹ، شدید ملامت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بیع المدبر، ج ۲ص ۸۳، رقم: ۲۲۳۴ صحیح مسلم، باب رجم الیهود اهل الذمه فی الزنا، ج ۵ص ۱۲۳، رقم: ۴۵۴۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ص ۲۴۳، رقم: ۱۰۴۱۰ مصنف عبد الرزاق، باب زنا الامة، ج ۷ص ۲۹۲، رقم: ۱۳۵۹۹ (المکتب الاسلامی، بیروت)

شرحِ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور آپ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر مغفر تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبہ نبوی تھا۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورہ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے

ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ کی یہ کیفیت تواضع خداوندِ قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنی عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۳۲۰۔۳۲۱)

بیت اللہ میں داخلہ: پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر اور حضرت اُسامہ بن زید کو اونٹنی کے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کعبہ کے کلید بردار بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی، باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ، رقم ۴۲۸۹، ج ۵، ص ۱۴۸۔۱۴۹)

کعبہ کے اندرونِ حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ آپ خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھوکے مار مار کر گراتے جاتے تھے۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح، رقم الحدیث ۴۲۸۷، ج ۵، ص ۱۴۸)

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم فرمایا۔ جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہو گیا تو آپ اپنے ساتھ اُسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور تمام گوشوں پر تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی پڑھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۲۱۸ و بخاری، ج ۲، ص ۶۱۴)

کعبہ مقدسہ کے اندر سے جب آپ باہر نکلے تو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی ان کے ہاتھ میں عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزِعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ (زرقانی، ج ۲، ص ۳۳۹)

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربارِ عام:۔ اس کے بعد حرم الٰہی میں آپ نے سب سے پہلا دربارِ عام منعقد فرمایا جس میں افواجِ اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار و مشرکین کے عوام و خواص کا ایک زبردست اژدحام تھا۔ اس دربار میں آپ نے ایک خطبہ دیا اور پھر اہل مکہ کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا کہ بولو، تم کو معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے تمام مجرمین حواس باختہ ہوکر کانپ اٹھے، لیکن جبینِ رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر سب یک زبان ہوکر بولے اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ یعنی آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۴۹)

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمانِ رحمت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہو گئیں۔

اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے درودیوار پر بارش انوار ہونے لگی۔ مجرموں کی نظر میں ناگہاں ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا۔ فضا ہی پلٹ گئی۔ اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا گھر گھر اجالا تھا

(عجائب القرآن صفحہ ۲۲۶)

(245) وَعَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برجل قَدْ شَرِبَ خَمْرًا، قَالَ: اضْرِبُوْهُ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: اس کو مارو پیٹو۔ پس ہم میں سے کوئی اس کو ہاتھ سے مارنے والا تھا اور کوئی جوتے سے مارنے والا اور کوئی کپڑے سے جب وہ پھرا تو کسی نے کہا اللہ تجھے رسوا کرے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کہو اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (سنن بخاری، باب الضرب بالجريد والنعال، ج ۸ص ۱۵۸، رقم: ۶۷۷۷ سنن ابوداؤد، باب الحد فی الخمر، ج ۴ص ۲۷۷، رقم: ۴۴۷۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج ۲ص ۲۹۹، رقم: ۷۹۸۳ جامع الاصول، الفصل الثانی فی الرفق بشارب الخمر، ج ۳ص ۵۹۵، رقم: ۱۹۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسے زبان سے برا بھلا کہو یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم اضربوہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب۔ سبحان اللہ! خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں، خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو بلکہ یوں کہو کہ الٰہی اس کی گزشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کے توفیق دے اس پر رحم فرما۔ یاارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بدکردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین! (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص ۵۲۴)

سُواری کے جانور پر بھی لعنت مت کرو

ایک شخص نے اپنی سواری کے جانور پر لعنت کی، رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: اس سے اتر جاؤ ہمارے ساتھ میں ملعون چیز کو لے کر نہ چلو، اپنے اوپر اور اپنی اولاد و اَموال پر بددعا نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بددعا اُس ساعت میں ہو جس میں جو دعا خدا (عَزَّ وَجَلَّ) سے کی جائے قَبول ہوتی ہے۔ (صَحیح مُسلم ص ۱۶۰۴ حدیث ۳۰۰۹)

29-بَابٌ فِيْ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)(الحج: 77)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اچھا کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(246) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ. مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ، كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے مدد چھوڑتا ہے' جو اپنے بھائی کے کام میں ہو اللہ اس کے کام میں ہوتا ہے' اور جو کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرے۔ اللہ تعالیٰ (اس کے بدلے) قیامت کے دن کی تکالیف میں سے بڑی تکلیف اس سے دور فرمائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ج ۲ص ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰ صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه، ج ۸ص ۱۰، رقم: ۶۷۰۶ الاداب للبیهقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ص ۶۸، رقم: ۱۲۰ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب النکاح، ج ۴ص ۲۷۷، رقم: ۱۲۰۷ سنن ابوداؤد، باب المؤاخاة، ج ۴ص ۴۲۲، رقم: ۴۸۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان مسلمان کا دینی و اسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لیے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا ہے اور مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بنایا، حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں حضور تو مثل والد کے ہیں اس لیے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھاوج نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآن کریم نے مؤمنوں کو بھائی

قرار دیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اور حضور نے یہاں مسلمون کو۔ (از مرقات) خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت و شفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام کے اعتبار سے۔

اپنے بھائی کی حاجت روائی کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا، مسلمان کی حاجت روائی تم کرو اللہ تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ بندہ بندہ کی حاجت روائی کرسکتا ہے یہ شرک نہیں بندہ بندہ کا حاجت روا مشکل کشا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھادو کہ اس کی اصلاح ہوجائے اسے بدنام نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالٰی قیامت میں تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے لے گا تمہیں رسوا نہ کرے گا، ہاں جو کسی کی ایذا کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہو چکا ہو اس کا اظہار ضرور کردو تاکہ وہ شخص ایذا سے بچ جاوے یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں۔ غرضکہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے یہ فرق خیال میں رہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالٰی اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا لہذا کربۃ کی تنوین تعظیمی ہے اور سترہ اللہ میں ستر مطلق بمعنی کامل ہے رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶، ص۵۸۸)

جنت کی وادیوں میں

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بارگاہِ رسالت مآب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم میں عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! جنت کی وادیوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جوارِ رحمت (یعنی قرب) میں کون ہوگا؟ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت کو زندہ کرے اور میرے پریشان امتی کی تکلیف دور کریگا۔ (حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۴۷۰۶، ج۴، ص۴۸)

(247) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْیَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ، وَمَنْ یَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالٰی اس سے قیامت کے دن کی تکلیف میں سے بڑی تکلیف دور فرمائے گا۔ اور جس نے تنگ دستی والے پر آسانی کی اللہ اس پر دنیا و

مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللهِ تَعَالٰى يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آخرت میں آسانی کرے گا' اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی دنیا وآخرت میں فرمائے گا اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اور جو کسی راستے پر علم کی طلب کیلئے چلے تو اللہ اس پر جنت کی طرف راستہ آسان کردے گا اور جو اللہ کے گھروں میں کسی گھر میں لوگ جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور آپس میں اس کی درس وتدریس کریں تو ان پر سکون نازل ہوتا ہے۔ ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فرماتا ہے' جو اس کے پاس ہیں اور جس کے عمل نے اس کو سست کیا اس کا نسب اس کو آگے نہ بڑھائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۳ الاداب للبیہقی، باب من احب اللہ عزوجل واحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص۲۵، رقم: ۸۵۵ المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۱ص۲۲۷، رقم: ۸۱۵۹ سنن ابوداؤد، باب فی المعونة للمسلم، ج ۴ص۴۴۲، رقم: ۴۹۴۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی السترة علی المسلم، ج ۲ص۳۲۶، رقم: ۱۹۳۰)

شرح حدیث: عیب پوشی کے متعلق 3 فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

عَیب پوشی کے حوالے سے 3 فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم مُلاحَظہ ہوں: (1) جو اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے اللہ عزوجل قِیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرے اللہ عزوجل اُس کا عیب ظاہر فرمائے گا یہاں تک کہ اُسے اُس کے گھر میں رُسوا کر دے گا (ابن ماجہ ج ۳ ص ۲۱۹ حدیث ۲۵۴۶) (2) جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ عزوجل قِیامت کی تکلیفوں میں سے اُس کی تکلیف دُور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے تو خُدائے ستّار عزوجل قِیامت کے روز اس کی عیب پوشی فرمائے (مُسلم حدیث ۶۵۸۰ ص ۱۳۹۴) (3) جو شخص اپنے بھائی کا عیب دیکھ کر اس کی پردہ پوشی کردے تو وہ جنّت میں داخل کردیا جائے گا۔

(مُسند عَبد بن حُمَید ص ۲۷۹ حدیث ۸۸۵)

تکلیف دور کرنے کا ثواب

حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجسّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم، شافعِ اُمَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک

شخص کو جنت میں گھومتے ہوئے دیکھا کہ جدھر چاہتا تھا نکل جاتا تھا۔ جانتے ہو کیوں؟ صرف اِس لئے کہ اُس نے اِس دنیا میں ایک دَرَخت راستے سے اِس لئے کاٹ دیا تھا کہ مُسلمانوں کو راہ چلنے میں تکلیف نہ ہو۔ (صحیح مُسلم ص ۱۴۱۰ حدیث ۱۹۱۴)

تنگدست کو مہلت دینے یا اس کے قرض میں کچھ کمی کرنے کا ثواب

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہے اگر جانو۔ (پ 3، البقرۃ: 280)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا، جس نے مومن کی دنیاوی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کی، اللہ عزوجل قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے اسکی ایک پریشانی دور فرمائے گا،۔۔۔۔۔۔جو دنیا میں تنگ دست کو آسانی فراہم کریگا، اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا،۔۔۔۔۔۔جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا، اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرمائے گا،۔۔۔۔۔۔اور اللہ عزوجل اسوقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا، جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے قرض میں کمی کی، اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر، رقم ۱۳۱۰، ج ۳، ص ۵۲)

حضرتِ سیدنا ابو یَسَر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میری ان آنکھوں نے دیکھا پھر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرے ان کانوں نے سنا پھر اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے دل نے اسے یاد کرلیا کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے قرض میں کچھ کمی کی تو اللہ عزوجل اسے اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

(المستدرک، کتاب البیوع، باب من انظر معسرا الخ، رقم ۲۲۷۱، ج ۲، ص ۳۲۶)

حضرتِ سیدنا ابو یَسَر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قیامت کے دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے میں سب سے پہلے جگہ پانے والا وہ شخص

ہوگا جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی تا کہ وہ قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ پا لے یا اپنا قرض معاف کر دیا اور کہا کہ میرا مال تم پر اللہ عزوجل کی رضا کے لئے صدقہ ہے اور اُس قرض کی رسید کو پھاڑ دے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج من معسر، رقم ۶۶۷۰، ج ۴، ص ۲۴۱)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرض کی ادائیگی کے وقت سے پہلے تنگدست کو مہلت دی اسے روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے وقتِ ادائیگی کے بعد مہلت دی اسے روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۷۶، ج ۴، ص ۲۴۲)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسکی دعائیں قبول ہوں اور پریشانیاں دور ہوں تو اسے چاہیے کہ تنگدست کو مہلت دیا کرے۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۶۴، ج ۴، ص ۲۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم مسجد میں تشریف لائے تو زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے، جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے قرض میں کمی کی اللہ عزوجل اسے جہنم کی گرمی سے بچائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۶۶، جلد ۴، ص ۲۴۰)

حضرتِ سیدنا حُذَیفہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں ایک ایسے بندے کو پیش کیا جائے گا جسے (دنیا میں) کثیر مال سے نوازا گیا تھا۔ اللہ عزوجل اس سے دریافت فرمائے گا، تو نے دنیا میں کیا کیا؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔ (پ5، النساء:42)

(پھر فرمایا)، تو وہ عرض کریگا، اے میرے رب عزوجل! تو نے دنیا میں مجھے مال عطا فرمایا تھا اور میں لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کیا کرتا تھا، لوگوں سے نرمی برتنا میری عادت تھی لہذا میں مالدار کے لئے آسانی کرتا اور تنگدست کو مہلت دیا کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں اس بات (یعنی نرمی) کا تجھ سے زیادہ حقدار ہوں۔ پھر فرشتوں سے فرمائے گا، میرے اس بندے سے چشم پوشی کرو۔ حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر اور ابومسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے اسی طرح سنا ہے۔ (مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، رقم ۱۵۶۰، ص ۸۴۴)

30-بَابُ الشَّفَاعَةِ
سفارش کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اچھی سفارش کرے گا

يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا) (النساء: 85)

اس کیلئے اس میں سے حصہ ہوگا۔

(248) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَائِهٖ، فَقَالَ: اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا، وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَا شَاءَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی حاجت مند آتا۔ آپ ﷺ حاضرین مجلس سے فرماتے سفارش کرو تمہیں ثواب ملے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو پسند فرمائے گا فیصلہ فرما دے گا۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے: جو چاہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا، ج ۲ ص ۱۱۳، رقم: ۱۴۳۲ صحیح مسلم، باب استحباب الشفاعۃ فیما لیس بحرام، ج ۸ ص ۳۷، رقم: ۶۸۵۸ سنن ابوداؤد، باب فی الشفاعۃ، ج ۴ ص ۴۹۷، رقم: ۵۱۳۴ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن نسائی، باب الشفاعۃ فی الصدقۃ، ج ۵ ص ۷۸، رقم: ۲۵۵۷ (مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب) مسند امام احمد حدیث ابی موسی الاشعری، ج ۷ ص ۲۰۹، رقم: ۱۹۶۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس سائل یا حاجت مند کی حاجت روائی کے لیے ہم سے سفارش کرو تم کو سفارش کرنے کا ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ حاکم سے حق اور اہل حق کی سفارش کرنا ثواب ہے کہ نیکی کرنا، نیکی کرانا، نیکی کا مشورہ دینا سب ہی ثواب ہے باطل کی سفارش گناہ ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ شرعی حدود میں سفارش حرام ہے اور تعزیرات میں سفارش جائز۔ (اشعہ)

مزید فرماتے ہیں:

اگر ہم تمہاری سفارش کے مطابق فیصلہ کریں تو تمہاری سفارش کی وجہ سے نہ کریں گے بلکہ بہ حکم الٰہی اور اگر سفارش قبول نہ کریں اس کے خلاف فیصلہ کریں تو بھی تمہاری سفارش کی مخالفت سے نہیں بلکہ یہ دونوں عمل بہ حکم الٰہی ہوں گے کیونکہ ہماری زبان پر رب تعالٰی کلام فرماتا ہے ہمارے کام رب کے کام ہیں، ہاں تم کو بہر حال ثواب مل جاوے گا خواہ سفارش قبول ہو یا نہ ہو لہٰذا تم سفارش قبول نہ ہونے پر ملول نہ ہو اور آئندہ سفارش چھوڑ نہ دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۸)

مسلمان بھائی کی سفارش کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، سب سے افضل صدقہ زبان کا صدقہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، یا رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! زبان کا صدقہ کیا ہے؟ فرمایا، تمہاری وہ سفارش جس سے کسی قیدی کو رہائی دلا دو، کسی کا خون گرنے سے بچالو اور کوئی بھلائی اپنے بھائی کی طرف بڑھا دو اور اس سے کوئی مصیبت دور کردو۔

(شعب الایمان، باب فی تعاون علی البر والتقوی، ج ٦، رقم ٧٦٨٣۔٧٦٨٣، ص ١٢٣)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورانور صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ارشادفرمایا، جوکوئی اپنے مسلمان بھائی اورکسی صاحب حیثیت کے درمیان بھلائی پہنچنے یا تنگی کے آسان ہونے میں مددگار بنا تو اللہ تبارک وتعالیٰ پل صراط پراسکی مددفرمائے گاجس دن قدم ڈگمگارہے ہونگے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، ج ٨، رقم ١٣٧٠٩، ص ٣٤٩)

حضرت سیدنا ابوسعیدرضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورسرکارمدینہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ارشادفرمایا، ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنابہت بڑاجہاد ہے۔(ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء افضل الجھاد، ج ٤، رقم ٢١٨١، ص ٧٢)

(249) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا، قَالَ: قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ رَاجَعْتِهِ؟ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے حضرت بریرہ ﷺ سے ان کے شوہر کے قصہ میں روایت ہے (جب وہ آزاد ہوئی تو اختیاردی گئی چاہے تو پہلے شوہر (مغیث) کے ساتھ رہے اور چاہے توعلیحدہ ہوجائے وہ اس سے شدید محبت رکھتا تھا اور یہ اس سے نفرت' وہ بہت روتا کہ وہ اس سے علیحدہ نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ان (بریرہ) کوفرمایا اگرتواسی کی طرف رجوع کرلے (علیحدگی اختیار نہ کرے توبہتر ہے) اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ آپ کا حکم ہے فرمایانہیں میں توصرف سفارش کررہا ہوں' کہنے لگیں: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شفاعة النبی صلی الله علیه وسلم علی زوج بریرة، ج ٣ص ٢٠٢٢، رقم: ٩٧٩ ٤ سنن ابن ماجه، باب خیار الامة اذا اعتقت، ج ١ص ٦٧١، رقم: ٢٠٧٥ سنن الدارمی، باب فی تخییر الامة تکون تحت العبد فتعتق، ج ٢ص ٢٢٢، رقم: ٢٢٩٢)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مولانامفتی احمد یارخان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کا یہ واقعہ ٩ھ یادس میں ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس اپنے والدعباس کے ساتھ مکہ معظمہ سے آکرمدینہ منورہ میں بسے اورجناب عباس غزدہ طائف کے بعد مدینہ منورہ میں بسے ہیں اور حضرت ابن عباس یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کوتہمت کا واقعہ اس سے کہیں پہلے ہے اوراس موقعہ پر حضورنے بریرہ سے دریافت حال کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بریرہ حضرت عائشہ کی خدمت پہلے بھی کیاکرتی تھیں اورآپ

کے پاس رہتی تھیں خریداری بعد میں ہوئی ہے۔ (مرقات)

مزید فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش فرمائی کہ تمہارے لیے ثواب اور دین و دنیا کی بہتری اس میں ہے کہ تم نکاح فسخ نہ کرو اور اپنا حق فسخ استعمال نہ کرو۔

مزید فرماتے ہیں:

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کی شفاعت امتی سے کر سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضور کے حکم اور سفارش میں فرق ہے، تیسرے یہ کہ حکم رسول ماننا لازم ہے سفارش رسول ماننا واجب نہیں بلکہ امتی کو اختیار ہے جیسے نبی کی رائے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اطاعتِ رسول

یہ بھی ہر امتی پر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ہر امتی ہر حال میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور آپ جس بات کا حکم دے دیں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہ کرے کیونکہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

(1) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (پ۵، النساء:۵۹)

(2) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ۵، النساء:۸۰)

(3) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (نساء)

قرآن مجید کی یہ مقدس آیات اعلان کر رہی ہیں کہ اطاعتِ رسول کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور اطاعت رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ رہیں گے لیکن توجہ رہے کہ حکم اور مشورے میں بہت فرق ہے۔

31-بَابُ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ — لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کے بہت سے

إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ) (النساء: 114)

مشوروں میں بھلائی کا حکم بالکل نہیں سوائے اس کے جو صدقہ کا حکم دے یا بھلائی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) (النساء: 128).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور صلح بہتر ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَاتَّقُوا اللهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ) (الأنفال: 1)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں اصلاح کرلو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ) (الحجرات: 10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایمان والے آپس میں بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں کے درمیان درستگی کرو۔

(250) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنٰى تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا: تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا (لازم) ہے ہر دن کہ سورج طلوع ہو دو آدمیوں کے درمیان تیرا عدل کرنا صدقہ ہے اور کسی آدمی کی سواری پر سوار ہونے میں اس کی مدد کرنا کہ اس کو اس پر سوار کرنا یا سامان اس پر اٹھا دینا صدقہ ہے اور پاکیزہ بات صدقہ ہے اور ہر قدم جو چل کر تم نماز کے لیے چلو صدقہ ہے تیرا تکلیف دہ چیز کو راستہ سے دور کرنا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)
تعدل بینھما کا مطلب ہے ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کردو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الاصلاح بین الناس والعدل بینھم، ج ۲ ص۱۸۷، رقم: ۲۷۰۷ صحیح مسلم، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف ج ۳ ص۸۳، رقم: ۲۳۸۲ سنن الکبری للبیہقی، باب وجوہ الصدقة وما علی کل سلامی من الناس منها کل یوم، ج ۴ ص۱۸۷، رقم: ۸۰۷۲ صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج ۸ ص۱۷۴، رقم: ۳۳۸۱ (مؤسسة الرسالة، بیروت) مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص۳۱۶، رقم: ۸۱۶۸)

شرح حدیث: عدل کی تعریف

العدل عبارة عن الأمر المتوسط بين طرفي الإفراط والتفريط، وقيل: العدل مصدر بمعنى

العدالۃ. وھو الاعتدال والاستقامۃ. وھو المیل إلی الحق. یعنی: افراط وتفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راستہ اختیار کرنا، عدل کہلاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: عدل مصدر ہے جس کے معنی عدالت کے ہیں چنانچہ عدل درحقیقت اعتدال واستقامت ہے یعنی حق کی طرف مائل ہونے کو عدل کہتے ہیں۔ (التعریفات للجرجانی، ص۱۰۶)

انصاف کے ساتھ صلح کردو

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مُحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک تجارت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا، جب لوگ جھگڑا کریں تو ان کے درمیان صلح کروادیا کرو، جب وہ ایک دوسرے سے دوری اختیار کریں تو انہیں قریب کردیا کرو۔

ایک روایت میں ہے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں، جب لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہوکر روٹھ جائیں تو ان میں صلح کرادیا کرو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۷، ۸، ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا، جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ درست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہوکر لوٹے گا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ روٹھے ہوئے لوگوں میں صلح کرادینا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۶، ج ۳، ص ۳۲۱)

(251) وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا، اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام کلثوم ؓ بنت عقبہ بن معیط کی بیٹی سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اچھی بات بڑھائے یا اچھی بات کہہ لے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ، قَالَتْ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلاَّ فِيْ ثَلاَثٍ. تَعْنِيْ: الْحَرْبَ، وَالْاِصْلاَحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ، وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا.

مسلم شریف کی روایت میں یہ اضافہ ہے' فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو لوگوں کو کسی جھوٹ کی اجازت دیتے نہیں دیکھا' تین قسم کے سوا' جنگ میں' لوگوں کے درمیان صلح میں' مرد کی بیوی سے اور بیوی سے مرد کی گفتگو میں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۲۶۹۲ صحیح مسلم، باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منه، ج ۸ ص ۲۸، رقم: ۶۷۹۹ الاحاد والمثانی، من اسمه ام کلثوم بنت عقبة رضی الله عنها، ج ۵ ص ۴۷۸، رقم: ۳۱۶۲ سنن الکبرٰی للنسائی، باب الرخصة فی الکذب فی الحرب، ج ۵ ص ۱۹۳، رقم: ۸۶۴۲ مسند امام احمد، مسند ام کلثوم بنت عقبه، ج ۱۰ ص ۴۰۳، رقم: ۲۷۳۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام کلثوم بنت رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل مدینہ منورہ پہنچیں، حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کر لیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمن ابن عوف نے نکاح کر لیا، ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اور اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئیں، حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں۔ (مرقات)

صلح کرا دینے سے متعلق مزید فرماتے ہیں:

یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرا دے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنا دے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ پہلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے۔ بھلی فرما کر اشارۃً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر برا نہیں بلکہ اچھا ہے اس پر ثواب ہے۔ خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان وعرفان کا رکن بن جاتے ہیں بے گناہ کا اپنے آپ کو گنہگار کہنا ہے تو جھوٹ مگر رب کو مقبول ہے پسند ہے، شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ مگر اس سچ پر ہی مردود ہوا۔ بہر حال یہ حدیث بہت ہی جامع ہے، جھوٹ سے مراد ہے خلاف واقعہ (بات ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔

اسی طرح جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کر دیں گے ہمارے

پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر اور اسی طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرے کی اصلاح ہے۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے اس جگہ بیان کر دی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۶۰)

لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ثواب

اس بارے میں آیاتِ کریمہ:

(1) لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔ (پ5، النساء:114)

(2) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل (صلح صفائی) رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (پ9، الانفال:1)

(3) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ (پ26، الحجرات:10)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک تجارت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا، جب لوگ جھگڑا کریں تو ان کے درمیان صلح کروا دیا کرو، جب وہ ایک دوسرے سے دوری اختیار کریں تو انہیں قریب کر دیا کرو۔

ایک روایت میں ہے حضرتِ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں، جب لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہو کر روٹھ جائیں تو ان میں صلح کرا دیا کرو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۷، ۸، ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے

تاجور، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ درست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہوکر لوٹے گا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب اصلاح بین الناس، رقم ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

جھوٹ سے متعلق مسائل

مسئلہ: توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں وہ غلط ہیں مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔ توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا وہ کہتا ہے میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر في الغناء، ج ۵، ص ۳۵۲)

مسئلہ: احیائے حق کے لیے توریہ جائز ہے مثلاً شفیع کو رات میں جائداد مشفوعہ کی بیع کا علم ہوا اور اس وقت لوگوں کو گواہ نہ بنا سکتا ہو تو صبح کو گواہوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بیع کا اس وقت علم ہوا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ لڑکی کو رات کو حیض آیا اور اس نے خیار بلوغ کے طور پر اپنے نفس کو اختیار کیا مگر گواہ کوئی نہیں ہے تو صبح کو لوگوں کے سامنے یہ کہہ سکتی ہے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۴)

مسئلہ: جس اچھے مقصد کو سچ بول کر بھی حاصل کیا جاسکتا ہو اور جھوٹ بول کر بھی حاصل کرسکتا ہو، اس کے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ سے حاصل کرسکتا ہو، سچ بولنے میں حاصل نہ ہوسکتا ہو تو بعض صورتوں میں کذب بھی مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے، جیسے کسی بے گناہ کو ظالم شخص قتل کرنا چاہتا ہے یا ایذا دینا چاہتا ہے وہ ڈر سے چھپا ہوا ہے، ظالم نے کسی سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ کہہ سکتا ہے مجھے معلوم نہیں اگرچہ جانتا ہو یا کسی کی امانت اس کے پاس ہے کوئی اسے چھیننا چاہتا ہے پوچھتا ہے کہ امانت کہاں ہے؟ یہ انکار کرسکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس اس کی امانت نہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۵)

مسئلہ: کسی نے چھپ کر بے حیائی کا کام کیا ہے، اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے یہ کام کیا؟ وہ انکار کرسکتا ہے کیونکہ ایسے کام کو لوگوں کے سامنے ظاہر کردینا یہ دوسرا گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اپنے مسلم بھائی کے بھید پر مطلع ہو تو اس کے بیان کرنے سے بھی انکار کرسکتا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۵)

مسئلہ: اگر سچ بولنے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر جھوٹ بولنے میں فساد ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہو معلوم نہیں کہ سچ بولنے میں فساد ہوگا یا جھوٹ بولنے میں، جب بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۷۰۵)

مسئلہ: جس قسم کے مبالغہ کا عادۃً رواج ہے لوگ اسے مبالغہ ہی پر محمول کرتے ہیں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے وہ

جھوٹ میں داخل نہیں، مثلاً یہ کہا کہ میں تمھارے پاس ہزار مرتبہ آیا یا ہزار مرتبہ میں نے تم سے یہ کہا۔ یہاں ہزار کا عدد مراد نہیں بلکہ کئی مرتبہ آنا اور کہنا مراد ہے، یہ لفظ ایسے موقع پر نہیں بولا جائے گا کہ ایک ہی مرتبہ آیا ہو یا ایک ہی مرتبہ کہا ہو اور اگر ایک مرتبہ آیا اور یہ کہہ دیا کہ ہزار مرتبہ آیا تو جھوٹا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰۵)

مسئلہ: تعریض کی بعض صورتیں جن میں لوگوں کا دل خوش کرنا اور مزاح مقصود ہو جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ جنت میں بڑھیا نہیں جائے گی۔ یا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ (انظر: سنن الترمذي، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء في المزاح، الحدیث: ۱۹۹۱، ج۳، ص۳۹۹) (ودرالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰۶

(252) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جھگڑا کرنے والوں کی بلند آوازیں سنیں ان میں سے ایک دوسرے سے قرضہ میں کمی اور نرمی کا تقاضا کر رہا تھا اور دوسرا کہتا تھا اللہ کی قسم میں نہ کروں گا تو رسول اللہ ﷺ ان پر باہر نکلے اور فرمایا کون اللہ کی قسم کا ذکر کر رہا ہے کہ نیکی نہ کرے گا عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور اس کے لیے وہ ہے جو یہ چاہتا ہے قرض میں کمی یا نرمی جو چاہے اس کو اختیار ہے۔ (متفق علیہ)

مَعْنٰى يَسْتَوْضِعُهُ: يَسْأَلُهُ أَنْ يَّضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهٖ. وَيَسْتَرْفِقُهُ: يَسْأَلُهُ الرِّفْقَ. وَالْمُتَأَلِّيْ: الْحَالِفُ.

یستوضعه کا معنیٰ ہے کہ قرضہ جزوی طور پر معاف کرنے کا تقاضا کرنا۔ یسترفقه نرمی طلب کر رہا تھا۔ متالّی: قسم کھانے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یشیر الامام بالصلح، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۲۷۰۵ صحیح مسلم، باب استحباب الوضع من الدین، ج۵ص۳۰، رقم: ۴۰۶۶ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب من قال لا تواضع الجائحة، ج۵ص۳۰۵، رقم: ۱۰۹۳۳ مسند ابوعوانة، بیان الاباحة للمدلون ان یستوضع صاحب المال، ج۳ص۲۲۷، رقم: ۵۲۱۴)

شرح حدیث: حدیثِ سیّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے کسی تنگدست قرضدار کو مہلت دی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عرش کے سائے میں رکھے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر ۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۶۷۴، ج۴، ص۲۴۱)

حدیث سیِّدُنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیِّدُنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مُخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کوفرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی قرضدار کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کردیا تو قیامت کے دن وہ عرش کے سائے میں ہوگا۔ (مسند احمد حنبل، حدیث ابی قتادۃ الانصاری، الحدیث ۲۲۶۲۳، ج ۸، ص ۳۶۷)

قرض بہت ہی بڑا بوجھ ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لئے جنازہ لایا گیا۔ تو حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے پوچھا، اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ عرض کیا گیا، ہاں اس پر قرض ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے پوچھا، اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کیا جاسکے، عرض کیا گیا، نہیں، تو حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو، (میں نہیں پڑھوں گا)۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا۔۔۔۔۔۔، اے اللہ عزوجل کے رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں اس کے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا، اے علی! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اور تیری جاں بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رہائی بخشے گا۔

(السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الضمان، باب وجوب الحق بالضمان، الحدیث ۱۱۳۹۸، ج ۶، ص ۱۲۱)

(253) وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَّعَهُ، فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع پہنچی کہ بنوعمرو بن عوف میں باہم جھگڑا ہے' تو رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان صلح کے لیے کچھ آدمیوں کے ساتھ نکلے رسول اللہ ﷺ وہاں روک لئے گئے اور نماز کا وقت ہوگیا تو حضرت بلال' حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی طرف آئے اور عرض کی: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ روک لیے گئے ہیں اور نماز کا م وقت ہوگیا ہے' تو کیا آپ لوگوں کی

وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ بِلَالُ الصَّلٰوةَ، وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَ كَبَّرَ النَّاسُ، وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ، فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ الْتَفَتَ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ؟! اِنَّمَا التَّصفيق لِلنِّسَاءِ۔ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِلَّا الْتَفَتَ۔ يَا اَبَا بَكْرٍ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

امامت فرمائیں گے صدیق اکبر نے فرمایا: ہاں اگر تو چاہے۔ حضرت بلال ﷺ نے نماز کی تکبیر کہی۔ حضرت ابوبکر آگے بڑھے اور تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہہ دی اور رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے حتیٰ کہ صف میں کھڑی ہو گئے لوگوں نے تصفیق (ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارنا) کی حضرت ابوبکر نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے جب تالیاں شدید ہو گئیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی طرف (اپنی جگہ کھڑے رہنے کا) اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور الٹے قدم پلٹے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے پس رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پس جب آپ فارغ ہوئے' تو لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ اگر تمہیں کوئی نماز میں واقعہ پیش آ جاتا ہے تو تصفیق شروع کر دیتے ہو۔ تصفیق تو خواتین کے لیے ہے مرد کو نماز میں کچھ پیش آئے' تو اس کو کہنا چاہیے سبحان اللہ کیونکہ جب کوئی سبحان اللہ کہتا سنے گا تو توجہ کرے گا۔ اے ابوبکر! تجھے لوگوں کی نماز پڑھانے سے کس نے روکا ہے' جبکہ میں نے تمہیں اشارہ بھی کیا تھا' تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا: (یا رسول اللہ ﷺ)! ابوقحافہ کے بیٹے کے لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے نماز پڑھاتا۔ (متفق علیہ)

مَعْنٰى حُبِسَ: اَمْسَكُوْهُ لِيُضِيْفُوْهُ۔

حبس: اس کا مطلب ہے انہوں نے آپ کو روک لیا تا کہ وہ آپ پر تنگی کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الایدی فی الصلاۃ لامر ینزل بہ، ج ۱ص۴۲۶، رقم: ۱۲۱۸، صحیح مسلم، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تاخر الامام، ج ۲ص۲۵، رقم: ۹۴۶، سنن نسائی، باب اذا تقدم الرجل من الرعیۃ ثم جاء الوالی ھل یتاخر، ج ۱ص۲۱۲، رقم: ۷۸۳، مسند الرویانی، من اسمہ یعقوب بن عبدالرحمن الزہری، ص۴۴۰، رقم: ۱۰۱۵، سنن ابوداؤد، باب التصفیق فی الصلاۃ، ج ۱ص۳۴۳، رقم: ۹۴۱)

شرح حدیث: مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے غلام

حضرتِ سیِّدُنا ابوعَمْرو بن عَلَاء اور حضرتِ سیِّدُنا سُفیان بن عَلَاء رحمہما اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا اَحْنَف بن قَیس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پوچھا گیا: آپ نے حِلم وبردباری کہاں سے سیکھی؟ فرمایا: حضرتِ سیِّدُنا قَیس بن عاصم مِنْقَری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے۔ وہ حلم وبردباری میں یگانۂ روزگار تھے۔ ہم حلم وبردباری کے حصول کی خاطر ان کی بارگاہ میں اس طرح حاضر رہتے جیسا کہ ایک فقہ کا طالب کسی فقیہ کے پاس حاضر رہتا ہے۔ ایک مرتبہ ہم حضرتِ سیِّدُنا قَیس بن عاصم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، وہ اپنی چادر سے اِحْتِبَاء کئے (یعنی گھٹنے کھڑے کر کے چادر سے باندھ کر سرین پر) بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک کچھ لوگ آئے، انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کہا: حضور! آپ کے بیٹے کو آپ کے چچازاد بھائی نے قتل کر دیا ہے، یہ دیکھیں آپ کے بیٹے کی لاش اور یہ آپ کا چچازاد بھائی ہے، ہم اسے رسیوں سے باندھ کر آپ کے پاس لے آئے ہیں۔

راوی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ غمناک خبر سن کر بالکل چیخ وپکار نہ کی بلکہ لوگوں کی پوری بات توجہ سے سنی پھر گھٹنوں پر بندھی ہوئی چادر کھولی اور مسجد کی طرف چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر اپنے بڑے بیٹے سے کہا: جاؤ، میرے چچازاد بھائی کو آزاد کر دو اور اپنے بھائی کی تجہیز وتکفین کرو۔ اور میرے چچازاد بھائی کی والدہ کے لئے سو اونٹ ہدیۃً لے جاؤ، وہ بیچاری انتہائی غریب وتنگ دست ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔میں ایسا مرد ہوں کہ جس کی خاندانی شرافت کو کسی بھی گندگی وعیب نے داغ دار نہیں کیا۔

(۲)۔۔۔۔۔۔میں منقر قبیلے کے انتہائی معزز گھرانے کا معزز فرد ہوں اور ٹہنیوں کے گرد ٹہنیاں ہی نکلتی ہیں۔

(۳)۔۔۔۔۔۔اور میں ان فصحاء میں سے ہوں کہ جب ان میں سے کوئی کلام کرتا ہے تو بہترین چہرے والا اور فصیح زبان والا ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔وہ پڑوسیوں کے عیبوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا جانتے ہیں۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا انتقال ہوا تو کسی شاعر نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے:

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔اے قیس بن عاصم! تجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سلامتی ہو اور اس کی رحمت ہو جب تک وہ رحم کرنا چاہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔مبارک ہو اُسے جس نے غضب وناراضی اور شدید غصہ دلانے والا کام کیا لیکن پھر بھی تجھ سے نعمتیں

پائیں اور امن وسکون میں رہا۔

(۳)۔۔۔۔۔۔قیس کی وفات صرف اس اکیلے کی وفات نہیں بلکہ وہ تو پوری قوم کی عمارت تھا جو اس کی وفات سے منہدم ہوگئی۔

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو۔۔اور۔۔اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ وسلَّم)

سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا حلم ہے میرے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے غلاموں کا کہ اپنے بیٹے کے قاتل کو نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کی والدہ کو سو اونٹ تحفۃً بھجوائے حالانکہ انہیں اختیار تھا کہ اپنے بیٹے کے قتل کے بدلے قاتل سے قصاص لیتے (یعنی قتل کے بدلے قتل کرتے) یا پھر دیت (یعنی سو اونٹوں) پر صلح کر لیتے لیکن یہ دونوں کام نہ کئے بلکہ سو اونٹ ان کے گھر والوں کے لئے بھجوائے۔ یہ بزرگ واقعی حلم وبردباری کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ یہ بزرگ اس کریم آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے غلام ہیں جو دشمنوں کے لئے بھی چادر بچھا دیتے، ظلم کرنے والوں کو دعائیں دیتے، جن کی طرف سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے انہیں پیار ومحبت سے نوازا، جس نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے قطع تعلق کیا آپ نے ان سے تعلق جوڑا۔ جنہوں نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے کچھ چھینا انہیں بہت کچھ عطا فرمایا۔

(الغرض سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سراپا حلم تھے اسی لئے ان کے غلاموں نے بھی حلم اپنا کر ایسی مثالیں قائم کیں جن کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان بزرگ ہستیوں کے صدقے ہمیں بھی اُس پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جن کے خُلق کو خود خالقِ کائنات نے عظیم کہا اور جن کی خَلق کو خالقِ حقیقی نے جمیل کیا اور ہمیں بھی اخلاقِ صالحہ اور حلم وبُردباری کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ وسلَّم)

32-بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْفُقَرَاءِ وَالْخَامِلِيْنَ

فقراء کمزور اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ) (الکہف: 28)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب)! اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیے جو اخلاص کے ساتھ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اپنی نظروں کو ان سے نہ پھیریں۔

حضرتِ صدرُ الاُفاضِل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: سردارانِ کفار کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ ہمیں انہیں صحبت سے جدا کردیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

(254) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو اہل جنت کی اطلاع نہ دوں ہر کمزور جس کا کمزور ہونا معلوم ہو اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو اللہ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے کیا میں تم کو دوزخی لوگوں کی اطلاع نہ دوں ہر بدخلق سخت دل متکبر۔ (متفق علیہ)

اَلْعُتُلُّ: اَلْغَلِيْظُ الْجَافِيْ. ((وَالْجَوَّاظُ: بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ، وَقِيْلَ: الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهِ، وَقِيْلَ: اَلْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ.

عتل: سخت مزاج، بد خلق۔ جَوَّاظ: جیم پر زبر واؤ مشدد اور ظا معجمہ کے ساتھ، خوب جمع کرنے والا بہت بخیل کہا گیا ہے کہ موٹا تکبر سے چلنے والا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پست قد بڑے پیٹ والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "عتل بعد ذلک زنیم" ج ۶ص۱۵۹، رقم: ۴۹۱۸صحیح مسلم، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ج ۸ص۱۵۴، رقم: ۷۳۶۶سنن الکبری للبیهقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیها، ج ۱۰ص۱۹۳، رقم: ۲۰۵۴۳سنن ترمذی، باب ما جاء ان اکثر اهل النار النساء، ج ۴ص۲۱۷، رقم: ۲۶۰۵سنن الکبری للنسائی، من سورة القلم، ج ۶ص۴۹۷، رقم: ۱۱۶۱۵)

شرح حدیث: اے فقراء کے گروہ!

حضور نبئ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے تمہارا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے فقراء کے گروہ! صبر کرو یہاں تک کہ تم حوضِ (کوثر) پر مجھ سے ملو اور بے شک تم سب سے پہلے میرے پاس آؤ گے۔
(فضائل الصحابۃ لابن حنبل، الحدیث ۱۴۴۹، الجزء ۲، ص ۸۰۵، بدونیا معشر الفقراء)

پس پاک ہے وہ ذات جس نے تمہیں خوشی و مسرت اور کمال عطا فرمایا! تم سے محبت کی اور تمہیں فقر اختیار کرنے کی ترغیب دی اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اس فرمانِ عالیشان کے ساتھ تمہیں اس کے مانگنے کا حکم فرمایا کہ میری امت کے فقراء، امیروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہ (نصف دن) پانچ سو سال کا ہوگا، وہ کھائیں گے، پئیں گے، نعمتیں لوٹیں گے، اور لوگ حساب کے غم میں ہوں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث ۱۰۷۳۵، ج ۳، ص ۶۰۵) (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء

ان فقراء۔۔۔۔۔۔الخ،الحدیث ۵۴ ۲۳،ص۱۸۸۸)

پاک ہے وہ ذات جس نے فقراء کے مقام کو بلند کیا!ان کے ذکر کو عام کیا،صبر عطا کیا،ان کے لئے اجروثواب دُگنا کر دیا۔اور کیا ہی اچھا کلام ہے جواُن کے غلام حریفیش (رَحمۃ اللہ تعالیٰ) نے ان کی شان میں کہا ہے:

هُمُ الْفُقَرَاءُ اَهْلُ اللهِ حَقًّا ۔۔۔ وَقَدْ حَازُوْا بِضِيْقِ الْفَقْرِ فَخْرًا
هُمُ الْفُقَرَاءُ قَدْ صَبَرُوْا وَاُوْذُوْا ۔۔۔ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الصَّبْرِ اَجْرًا
هُمُ الْفُقَرَاءُ وَالسَّادَاتِ حَقًّا ۔۔۔ وَمِنْهُمْ تَكْتَسِي الْاَكْوَانُ عِطْرًا
هُمُ الْفُقَرَاءُ عَنْهُمْ فَاحَ ذِكْرًا ۔۔۔ وَحَلَتْ عَنْهُمُوْ سِرًّا وَّجَهْرًا
فَكَمْ صَبَرُوْا عَلٰى ضَيْمِ اللَّيَالِيْ ۔۔۔ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الْكَسْرِ جَبْرًا
وَقَدْ زَارُوْا الْحَبِيْبَ وَشَاهَدُوْهُ ۔۔۔ وَقَدْ سَجَدُوْا لَهٗ حَمْدًا وَّشُكْرًا

ترجمہ:(۱)۔۔۔۔۔۔یقیناً فقراء ہی اللہ والے ہیں،تحقیق فقر کی تنگی کے بدلے انہوں نے فخر (یعنی بلند مقام) کو پا لیا۔

(۲)۔۔۔۔۔۔انہوں نے صبر کیا اوراذیتیں جھیلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صبر پر اجر عطا فرمایا۔

(۳)۔۔۔۔۔۔یہی لوگ حقیقی فقراء اور سردار ہیں اور انہی کی بدولت کائنات خوشبو میں لپٹی ہوئی ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔یہی فقراء ہیں کہ جن سے خوشبو پھیلی اور یہ لوگ سراً وجہراً (یعنی آہستہ اور بلند آواز سے) ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں مشغول رہتے ہیں۔

(۵)۔۔۔۔۔۔کتنی ہی بار انہوں نے زمانے کی سختیوں پر صبر کیا لہٰذا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس صبر کے عوض ان کو درستی عطا فرما دی۔

(۶)۔۔۔۔۔۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور دیدار کیا اور اس کی حمد اور شکر بجالاتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ (اَلرَّوْضُ الفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہ صفحہ ۲۳)

(255) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٌ: مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا؟ ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَا وَاللهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ. فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ نے پاس بیٹھے کسی آدمی کو فرمایا اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)!یہ آدمی لوگوں کے سرداروں میں سے ہے اللہ کی قسم اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس کا

وَسَلَّمَ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَاْيُكَ فِيْ هٰذَا؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ، وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نکاح کر دیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش مان لی جائے پھر ایک اور آدمی گزرا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! یہ محتاج مسلمانوں میں سے ایک یہ ایسا ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فقیر، پہلے آدمی جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: حَرِيٌّ هُوَ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ: اَيْ حَقِيْقٌ.

وَقَوْلُهٗ: شَفَعَ بِفَتْحِ الْفَاءِ.

حَرِيٌّ: حاء پر زبر اور راء پر زیر اور یاء پر شد کے ساتھ اس کا معانی ہے' لائق۔

شَفَعَ: خا پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے' سفارش کرنے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاکفاء فی الدین، ج ۷، ص ۸، رقم: ۵۰۹۱ مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، ج ۳، ص ۱۳۳، رقم: ۵۲۳۶ مسند الرویانی، من اسمه ابوحازم عن سهل بن سعد، ص ۵۵۳، رقم: ۹۹۸ المعجم الکبیر، من اسمه سهل بن سعد الساعدی، ج ۶، ص ۱۶۹، رقم: ۵۸۹۳ سنن ابن ماجه، باب فضل الفقراء، ج ۲، ص ۱۳۷۹، رقم: ۴۱۲۰)

شرح حدیث: فقراء اور ان کی مجالس کو حقیر نہ جانو

پیارے اسلامی بھائی! جو چیز تجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے گی وہ اللہ عزوجل کے بندوں کا احترام ہے،۔۔۔۔۔۔ بالخصوص نیک و پرہیزگار فقراء کی تعظیم و تکریم کرنا،۔۔۔۔۔۔ اُنکی قدر و منزلت کو سمجھنا،۔۔۔۔۔۔ اور اُن سے دوستی ایسی ہو جیسی تم اغنیاء اور مالداروں سے کرتے ہو،۔۔۔۔۔۔ اگر وہ تیرے پاس کوئی حاجت لے آئیں تو اپنے منصب و مال کے ذریعے ان کی غم گساری کر،۔۔۔۔۔۔ انہیں حقیر مت جان ہوسکتا ہے کہ وہ تجھ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں۔

زاہد نگاہ تنگ سے کسی رند کو نہ دیکھ
شاید کہ اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

فقراء کے فضائل پر احادیث مبارکہ

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزوجل

وسلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیاتم مال کی کثرت کوتونگری وغناء خیال کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: اور کیاتم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کی کمی کا نام فقرومفلسی ہے؟ میں عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ۔ توحضور نبی رحمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: لیکن معاملہ ایسے نہیں، بے شک حقیقی تونگری دل کا تونگر ہونا اور حقیقی فقر (یعنی مفلس ہونا) دل کا فقر ہے۔

پھر حضور نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے قریش کے ایک شخص کے بارے استفسار فرمایا: اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: جب وہ کچھ طلب کرتا ہے عطا کیا جاتا ہے اور جب حاضر ہوتا ہے تو عزت کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے اہل صفہ کے ایک آدمی کے بارے استفسار فرمایا: کیاتم فلاں شخص کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ۔ پس حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے اوصاف بیان کرتے رہے اور اس کی تعریف کرتے رہے یہاں تک کہ میں اسے پہچان گیا۔ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ۔ ارشادفرمایا: اُس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: اہلِ مسجد (یعنی اہل صفہ) کے ایک مسکین وغریب شخص ہیں۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: یہ اُس دوسرے جیسے زمین بھر سے افضل ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا دوسرے کوعطا کی جانے والی (خوبیوں وغیرہ) میں سے کچھ بھی اس کو نہ دیا جائے؟ ارشادفرمایا: اگر اسے دیا جائے تو وہ اس کا اہل ہے اور اگر اسے نہ دیا جائے تو اس کے لئے نیکی ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب فضائل اولیاء اللہ، الحدیث: ۷۹۹۹، ج۵، ص۴۶۵)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے حبیب، حبیب لبیب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: فقراء سے محبت کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو اور (خوش عقیدہ) اہل عرب کو دل سے محبوب رکھو اور لوگوں کے جن عیوب سے تم واقف ہو ان سے چشم پوشی کیا کرو۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب فی بر ھم...... الخ، الحدیث: ۸۰۱۷، ج۵، ص۴۷۲)

اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان جنت نشان ہے: بروزِ قیامت مسلمان فقراء مالداروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء...... الحدیث: ۲۳۵۴-۵۳، ص۱۸۸۸)

جنت میں فقراء زیادہ ہوں گے

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے جنت کے اندر جھانکا تو اہل جنت میں فقراء (یعنی غریبوں) کو زیادہ دیکھا اور دوزخ کے اندر جھانکا تو اہل دوزخ میں اغنیاء (یعنی مالداروں) اور عورتوں کو زیادہ دیکھا۔

(المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ٦٦٢٢، ج ٢، ص ٥٨٢)

ایک ہزار پیاسے اونٹ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرورِ ذیشان، رحمتِ عالمیان، نبی غیب دان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: دو مومن جنت کے دروازے پر ملاقات کریں گے، جن میں سے ایک دنیا میں غنی (یعنی مالدار) تھا اور دوسرا فقیر (یعنی غریب)۔ فقیر کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور غنی کو جب تک اللہ عزوجل چاہے گا روک دیا جائے گا۔ پھر اُسے بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جب فقیر اس سے ملے گا تو پوچھے گا: اے بھائی! کس چیز نے تجھے (اتنی دیر تک) روک دیا، اللہ عزوجل کی قسم! تجھے اتنی دیر تک روکا گیا حتی کہ میں تیرے بارے میں خوف کرنے لگا۔ غنی جواب دے گا: اے میرے بھائی! تمہارے بعد مجھے انتہائی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ رکاوٹ کا سامنا تھا اور تم تک پہنچتے پہنچتے (روکے جانے کے سبب) میرا اتنا پسینہ نکلا کہ اگر اُس کو نمکین اور کڑوی بوٹی چرنے والے ایک ہزار پیاسے اونٹ پینے کے لئے اترتے تو سیراب ہو جاتے۔ (المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ١٧٧٢، ج ١، ص ٦٥٢)

(256) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ، فَقَضَى اللّٰهُ بَيْنَهُمَا: اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ، وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِيْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت اور جہنم نے باہم بحث کی، آگ بولی مجھ میں سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے۔ جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ ہوں گے تو ان کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ اے جنت تو میری رحمت ہے۔ میں تیرے ذریعے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا اور اے آگ تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کو پر کرنا میرے ذمہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ج ٨ ص ١٥٠، رقم: ٧٣٥١، سنن ترمذی، باب ما جاء فی احتجاج الجنة والنار، ج ٢ ص ٦٩٣، رقم: ٢٥٦١، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، ج ٢ ص ٢٩٧، رقم:

۲،۱۔مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ص ۷۹، رقم: ۱۱۷۷۱)

شرح حدیث: ظالم اور متکبر لوگ

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیاں بنا کر انسانی شکلوں میں اٹھایا جائے گا کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز ان پر غالب آجائے گی پھر انہیں جہنم کے ایک قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جسے بُولَس کہا جاتا ہے، وہاں آگوں کی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، انہیں طِیْنَۃُ الْخَبَال یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۶۸۹، ج ۲، ص ۵۹۶، بتغیر قلیل)

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باِذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ظالم اور متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، لوگ انہیں اللہ عزوجل کے معاملے کو ہلکا جاننے کی وجہ سے اپنے قدموں تلے روندتے ہوں گے۔(تخریج احادیث الاحیاء، باب ۳۴۴۱، ج ۶، ص ۴۲)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری رِداء ہے، لہٰذا جو میری رداء کے معاملے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے پاش پاش کردوں گا۔(المستدرک، کتاب الایمان، باب اھل الجنۃ المغلوبون۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۱۰، ج ۱، ص ۲۳۵)

نبی کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری۔رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے عزت میرا ازار اور کبریائی میری رداء ہے، لہٰذا جو ان دونوں کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب میں مبتلا کروں گا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۳۸۰، ج ۲، ص ۳۰۸)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری رداء اور عظمت میرا ازار ہے، لہٰذا جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے معاملہ میں مجھ سے لڑے گا میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔(سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب البراءۃ من الکبر والتواضع، الحدیث: ۴۱۷۴، ص ۲۷۳۱)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور چلنے میں اِتراتا ہے، وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا۔(المستدرک، کتاب للایمان، باب من یتعاظم فی نفسہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۰۸، ج ۱، ص ۲۳۵)

(257) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّهٗ لَیَاْتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ الْعَظِیْمُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یَزِنُ عِنْدَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزِ حشر کوئی بڑا اور موٹا آدمی آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر مچھر کے برابر بھی

اللہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ نہ ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری سورۃ الکھف باب اولئك الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ ج ۳ص ۲۶۰ رقم: ۴۷۲۹، صحیح مسلم باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار ج ۲ص ۱۲۸ رقم: ۲۷۸۵، جامع الاصول لابن الاثیر سورۃ الکھف ج ۲ص ۲۲۵ رقم: ۷۱۲، مشکوٰۃ المصابیح باب الحشر ج ۲ص ۲۰۵ رقم: ۵۵۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عظیم سے مراد ہے دنیا میں درجہ کا بڑا، سمین سے مراد ہے جسم کا موٹا تازہ فربہ یعنی وہ دنیا میں سردار مالدار بھی تھا اور تندرست وتوانا بھی مگر تھا منافق یا کافر یعنی وہ کافر ومنافق اور اس کے اعمال مچھر کے پر برابر بھی وزن نہ دیں گے کیونکہ ان میں ایمان نہیں، وزن ایمان واخلاص کا ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۶۶۰)

مفسرِ شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مؤمن وکافر کو روزِ قیامت اس کے نیک وبد اعمال دکھائے جائیں گے کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ کُفر کے سبب اَکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دُنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دُنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مؤمن اپنی بدیوں کی سزا دُنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔

کافر کی نیکی

سرکارِ والا تَبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل مؤمن کو دنیا میں نیکی کی توفیق دینے اور آخرت میں اس کا ثواب دینے میں ظلم نہیں کریگا جبکہ کافر کی نیکیوں کا بدلہ اُسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی وجہ سے اسے کوئی بھلائی دی جائے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث: ۱۲۲۳۹، ج ۴، ص ۲۴۷)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے خواب دیکھا گویا کہ جبرائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سرہانے اور میکائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میرے قدموں میں کھڑے ہیں، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: ان کے لئے کوئی مثال پیش کرو۔ تو وہ عرض کرتا ہے: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! توجہ سے سنیں اور غور فرمائیں کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اُمت کی مثال (بلاتشبیہ) اس بادشاہ کی سی ہے جس نے ایک محل بنایا، پھر اس میں ایک مکان بنا کر ایک منادی کو لوگوں کو کھانے کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، تو کچھ لوگوں نے اس منادی کی بات مان لی اور کچھ

ئے نہ مانی، تو جان لیں کہ وہ بادشاہ اللہ عزوجل ہے، وہ محل اسلام ہے اور وہ مکان جنت ہے، یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم منادی ہیں، جس نے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہوا اور جو جنت میں داخل ہوا وہی اس کے انواع واقسام کے کھانے کھائے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب الامثال، باب ماجاء مثل اللہ عزوجل لعبادہ، الحدیث: ۲۸۶۰، ص ۱۹۳۸)

مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہلاکت وبربادی ہے ان کے لئے جو نیکی کی بات سن کر اسے جھٹلا دیتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے، اور ہلاکت وبربادی ہے ان کے لئے جو جان بوجھ کر گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں۔

(المسند للامام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۷۰۶۲، ج ۲، ص ۶۸۲) بدون الذین ۔۔الی ۔۔بہ)

(258) وَعَنْهُ: اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابًّا، فَفَقَدَهَا، اَوْ فَقَدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَ عَنْهَا، اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا: مَاتَ. قَالَ: اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا، اَوْ اَمْرَهُ. فَقَالَ: دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهِ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا، وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ ایک کالے رنگ کی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک نوجوان اس کو رسول اللہ ﷺ نے نہ پایا تو اس کے بارے دریافت کیا صحابہ نے اس کو موت کی خبر دی۔ آپ فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے کیوں نہیں بتایا محسوس ایسے ہوتا تھا کہ صحابہ نے اس کو معمولی اور حقیر خیال کیا فرمایا مجھے اس کی قبر بتا دو صحابہ نے آپ کو قبر کے متعلق بتایا تو آپ ﷺ نے اس پر جنازہ کی نماز پڑھی پھر فرمایا یہ قبریں اپنے باسیوں کے لئے تاریکیوں سے پُر ہوتی ہیں میرے نماز پڑھنے (یا دعا مانگنے) کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان قبروں کو ان کے باسیوں کے لیے پرنور کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: تَقُمُّ هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: اَيْ تَكْنُسُ. وَالْقُمَامَةُ: الْكُنَاسَةُ.

وَاٰذَنْتُمُوْنِيْ بِمَدِّ الْهَمْزَةِ: اَيْ: اَعْلَمْتُمُوْنِيْ.

تَقُمُّ: تا پر زبر اور قاف پر پیش یعنی جھاڑو پھیرتی تھی قُمَامَةٌ: جھاڑو پھیرنے والی عورت۔

اٰذَنْتُمُوْنِيْ: ہمزہ پر مد کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے تم مجھے خبر دے دیتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب كنس المسجد والتقاط الخرق والقذى والعيدان، ج ۱ ص ۱۹۱، رقم: ۴۵۸، صحیح مسلم، باب الصلاة على القبر، ج ۳ ص ۵۶، رقم: ۲۲۵۹، سنن الكبرى للبيهقي، باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن الميت، ج ۴ ص ۴۶

، رقم: ٢٦٢، سنن ابوداؤد، باب الصلاة علی القبر، ج ٣ص ١٧٧، رقم: ٣٢٠٥، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ٣ص ٣٥٣، رقم: ٨٦١٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! اس شہنشاہ کی نظرِ کرم اپنے ہر گدا پر ہے۔ شعر

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رحمۃ اللعالمین ہو

مرقات نے فرمایا کہ جواب عرض کرنے والے ابوبکر صدیق تھے اور اس شخص کا نام اسود تھا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مزید فرماتے ہیں کہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد کی خدمت بیکار نہیں جاتی۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ جو خانۂ دل کی صفائی چاہتا ہے وہ خانۂ خدا کی صفائی کیا کرے۔ دوسرے یہ کہ اسلام میں کوئی حقیر نہیں، لوگوں نے غریب جان کر اس کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی مگر غمخوار امت نے اسکی قبر پر پہنچ کر اس کی خبر لی، امیر خسرو فرماتے ہیں۔ شعر

کشتے کہ عشق دارد نگذار دت بزیں سال بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

تیسرے یہ کہ بذاتِ خود ساری قبریں اندھیری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں، آپ کی نماز اور آپ کی دعا بھی نور ہے۔ جس کی قبر روشن ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہوگی۔ جو اعمال روشنیٔ قبر کا سبب ہیں جیسے مسجد میں روشنی کرنا وغیرہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں اپنی امت کے لیے تا قیامت باقی ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساری قبریں اندھیری رہتی ہیں۔ اشعۃ اللمعات نے یہاں فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اسی لیے یہاں نہ تکبیروں کا ذکر ہے نہ صفیں بنانے کا بعض لوگ ان احادیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کئی بار ہو سکتی ہے مگر یہ غلط ہے، ورنہ تا قیامت ہمیشہ زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ٢، ص ٨٨٢)

روشن چہرہ

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک بدبودار اور بدصورت حبشی ہوں اور میرے پاس مال بالکل نہیں، اگر میں قتل ہونے تک ان مشرکین کے خلاف جنگ کروں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جنت میں۔ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہونے تک

مشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی میت پر تشریف لائے اور فرمایا، اللہ عزوجل نے تیرا چہرہ روشن کر دیا اور تیری بو کو پاکیزہ فرما کر تیرے مال میں اضافہ فرما دیا۔ پھر انہی یا کسی اور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں نے حورعین میں سے اس کی بیوی کو اس کے اون کے جبہ کو کھینچ کر اسکے اور جبہ کے درمیان داخل ہوتے دیکھا۔ (المستدرک، کتاب الجہاد، باب من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا الخ، رقم ۲۵۰۸، ج ۲، ص ۲۱۷)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مرنے تک جہاد کرتا رہوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیال میں کیا میرا رب عزوجل مجھے جنت میں داخل فرما دے گا؟ اور کیا وہ مجھے کمتر نہ جانے گا؟ فرمایا، ہاں۔ اس نے عرض کیا، پھر میں جہاد کیوں نہ کروں جبکہ مجھ جیسا بدبودار، سیاہ رنگ اور خاندان کا کم ترین فرد بھی جنت میں داخل ہوگا۔ پھر وہ چلا گیا اور قتال کرتے کرتے شہید ہوگیا۔ جب رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب سے گزرے تو فرمایا، اے جِعال! اب اللہ عزوجل نے تیری بو کو پاکیزہ کر دیا اور تیرا چہرہ روشن کر دیا۔ (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِی ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ صفحہ ۳۸۳)

(259) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت سے پراگندہ بالوں والے گرد آلود دروازوں سے دھکے دیے گئے اگر اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ ان کی بات پوری کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الضعفاء والخاملین، ج ۸ص۳۶، رقم: ۶۸۴۸، مستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج ۶ص۲۵۶، رقم: ۷۹۳۲، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۱۴ص۴۰۲، رقم: ۶۴۸۳، جامع الاصول، الکتاب الثانی فی الزهد والفقر، الفصل الاول فی مدحهما، ج ۴ص۶۷۷، رقم: ۲۷۸۲، مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالک، ج ۲ص۲۸۸، رقم: ۶۳۵۹، مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ص۳۷۰، رقم: ۱۲۳۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیاداروں کے دروازوں پر جاتے ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے، اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا، رب نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔

قسم سے متعلق فرماتے ہیں کہ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: کہ ایک یہ کہ وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے

کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی یہ کردے تو رب تعالیٰ ضرور کردے یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب پر۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کردے مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرے بیٹا ہوگا یا رب کی قسم آج بارش ہوگی تو رب تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لیے یہ کردے، بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں حضور کہہ دو کہ تیرے بیٹا ہوگا، کہہ دو کہ تو مقدمہ میں کامیاب ہوگا اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (اشعۃ اللمعات) حضرت غوث بہاؤالحق ملتانی اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ اللہ کی قسم آج بارش ہوجائے گی میں بارش کرادوں گی، حضرت یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی سیف زبانی تو قرآن کریم میں مذکور ہے، اس کی تحقیق ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۷۵)

بوسیدہ کپڑوں والے

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِّ رَحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دو بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس کئی لوگ ایسے ہیں جن کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر قسم کھالیں تو وہ اسے پورا فرماتا ہے، اگر وہ یوں کہہ دے: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے جنت عطا فرماتا ہے لیکن اسے دنیا میں سے کچھ نہیں دیتا۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب الراء، الحدیث ۳۰۶۶، ج ۱، ص ۴۱۲) (البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۵، ص ۴۰۳۔ ۴۰۴)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے: بے شک پراگندہ بالوں، گرد آلود چہروں اور دو بوسیدہ کپڑوں والے لوگ جنتی ہیں، جنہیں لوگ حقیر سمجھتے ہیں، جب وہ اُمراء کے پاس جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کو اجازت نہیں دی جاتی، جب عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے ہیں تو ان سے نکاح نہیں کیا جاتا، جب وہ بات کرتے ہیں تو ان (کی بات سننے) کے لئے خاموشی اختیار نہیں کی جاتی، ان کی ضروریات ان کے سینوں میں حرکت کرتی ہیں، اگر بروزِ قیامت ان کا نور لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو تمام لوگوں کو کافی ہوجائے گا۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزہد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۴۸۶، ج ۷، ص ۳۳۳)

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی قبرِ انور کے پاس روتے ہوئے دیکھا، پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تھوڑا سا دِکھاوا بھی شرک ہے، بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ متقی پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے، جب وہ غائب ہوں تو لوگ انہیں تلاش نہیں کرتے اور جب کہیں آئیں تو ان کو کوئی پہچانتا نہیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر گرد آلود اندھیرے مقام سے نجات پاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، الحدیث ۳۹۸۹، ص۲۷۱۶، مفہوم: بدلہ: بحر جون)

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (اے لوگو!) علم کے چشمے اور ہدایت کے چراغ بنو، گھروں کو (چٹائی کی طرح) لازم پکڑو، رات کے چراغ بنو اور تازہ دِل رہو، تمہارے کپڑے پرانے ہوں تو اہلِ آسمان تمہیں پہچانیں گے اگرچہ تم اہلِ زمین کے نزدیک کمتر سمجھے جاؤ۔ (لُبابُ الاِحیاء، صفحہ ۲۷۴)

(260) وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ. وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ ﷺ نبی اکرم ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے کی اکثریت مساکین کی ہے اور مالوں والے روکے ہوئے ہیں ہاں دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو چکا ہے اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو اس میں جانے والوں کی اکثریت خواتین کی ہیں۔ (متفق علیہ)

وَالْجَدُّ: بِفَتْحِ الْجِيْمِ: الْحَظُّ وَالْغِنٰى. وَقَوْلُهُ: مَحْبُوْسُوْنَ أَيْ: لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ.

اَلْجَدُّ: جیم کے زبر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے مال مَحْبُوْسُوْنَ: روکے گئے۔ یعنی ان کو ابھی تک جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجھا لاحد الا باذنہ، ج ۶، ص ۳۰، رقم: ۵۱۹۶، صحیح مسلم، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء واکثر اھل النار النساء، ج ۸، ص ۸۶، رقم: ۷۱۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسامۃ بن زید بن حارثۃ، ج ۱، ص ۱۶۰، رقم: ۴۲۲، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج ۱، ص ۴۵۰، رقم: ۶۵۰، مسند امام احمد، حدیث اسامۃ بن زید، ج ۵، ص ۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۰)

شرحِ حدیث: موتیوں کی کرسیاں

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وَصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے، تو کہا جائے گا: اس اُمت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے پوچھا جائے گا: تم نے کیا عمل کئے؟ وہ عرض کریں گے: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی و سلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنا دیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تم نے سچ کہا۔ یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر باقی رہ جائیں گی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔
(صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، الحدیث ۷۲۷۳، ج۹، ص ۲۵۳)

اغنیاء سے چالیس سال پہلے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک مہاجرین فقراء قیامت کے دن اغنیاء سے چالیس سال آگے ہوں گے۔ (مسلم، کتاب الزھد والرقائق، رقم ۲۹۷۹، ص ۱۵۹۱)

ایک روایت میں ہے کہ میری امت کے فقراء اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کا حلیہ بیان فرمایئے۔ فرمایا کہ ان کے کپڑے بوسیدہ اور سر پراگندہ ہوں گے اور انہیں دروازوں سے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی اور نہ ہی وہ خوبصورت عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں، ان ہی کے صدقے مشرق ومغرب والوں کو رزق دیا جاتا ہے، ان پر اگر کسی کا حق ہو تو وہ پورا ادا کرتے ہیں جبکہ ان کے حقوق پورے ادا نہیں کئے جاتے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی الفقر، رقم ۱۲، ج ۴، ص ۶۳)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی اور مسکینی کی موت عطا فرما اور قیامت کے دن مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔ تو ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، ایسا کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا، کیونکہ یہ لوگ اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ اگرچہ ایک کھجور ہی دے دیا کرو، اے عائشہ! مساکین سے محبت کرو اور ان کی قربت اختیار کرو تاکہ اللہ عزوجل قیامت کے دن تمہیں اپنی قربت عطا فرمائے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، رقم ۲۳۵۹، ج ۴، ص ۱۵۷)

حضرتِ سیدنا سَعِید بن عائذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک مسلمان فقراء اس طرح دوڑتے ہوئے آئیں گے جیسے کبوتر اُڑتا ہے۔ جب ان سے کہا جائے گا کہ حساب کے لئے رک جاؤ تو وہ کہیں گے، خدا کی قسم! ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں دی گئی جس کا ہم سے حساب لیا جائے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، میرے بندے سچ کہتے ہیں۔ پھر وہ دیگر لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۵۵۰۸، ج ۶، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا ابوصدیق ناجی رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ

معصوم، حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ مسلمان فقراء اغنیاء سے چارسو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ مالدار مومن کہے گا، کاش! میں دنیا میں فقیر ہوتا۔ کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے اوصاف بیان فرمائیے۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی ناپسندیدہ کام ہوتو انہیں بھیجا جائے اور جب کوئی پسندیدہ کام ہوتو دوسروں کو بھیجا جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دروازے میں داخل ہونے سے روک دیے جاتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند صحابی، رقم ۲۳۱۶۴، ج۹، ص ۴۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مسلمان اغنیاء سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ پانچ سو سال کا ہوگا۔ (ترمذی، کتاب الزھد، باب ان فقراء المھاجرین الخ، رقم ۲۳۶۱، ج۴، ص ۱۵۸)

وضاحت: حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ستر سال کا تذکرہ ہے جبکہ اس حدیث میں پانچ سو سال کا تذکرہ ہے، ان احادیث میں کوئی اختلاف نہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ فقر و رضا کے درجات میں فرق اور بزرگی کے مراتب میں تفاوت (فرق) کی وجہ سے ان کے جنت میں جلدی جانے کی مدت میں تفاوت ہے۔ اور اس میں کئی وجوہ کا احتمال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(261) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلاَّ ثَلاَثَةٌ: عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيْهَا، فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: يَا رَبِّ أُمِّيْ وَصَلاَتِيْ فَأَقْبَلَ عَلَى صَلاَتِهِ فَانْصَرَفَتْ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ أُمِّيْ وَصَلاَتِيْ، فَأَقْبَلَ عَلَى صَلاَتِهِ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ أُمِّيْ وَصَلاَتِيْ، فَأَقْبَلَ عَلَى صَلاَتِهِ، فَقَالَتْ: اللّٰهُمَّ لاَ تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ. فَتَذَاكَرَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ، وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتُمْ لَأَفْتِنَنَّهُ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین بچوں نے پنگھوڑے میں کلام (بات) کی ہے حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما السلام جریج کا ساتھی۔ جریج ایک عبادت گزار شخص تھا اس نے عبادت خانہ بنایا وہ اس میں (مصروف عبادت) تھا۔ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اس کو آواز دی اے جریج! بولا: اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز تو وہ نماز پر متوجہ رہا۔ وہ چلی گئی اگلے دن وہ پھر اس کی نماز کے دوران آئی اور اس کو آواز دی اے جریج! اس نے کہا: اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز تو وہ نماز پر متوجہ رہا۔ وہ پھر گئی اگلے دن وہ پھر اس کی نماز کے دوران آئی اور اس کو آواز دی اے جریج! اس نے کہا: اے میرے ربّ! میری ماں اور میری نماز تو نماز پر متوجہ رہا۔ تو اس کی اگلی صبح اب وہ پھر اس کی نماز

فَتَعَرَّضَتْ لَهُ. فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا. فَأَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ. فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا. فَحَمَلَتْ. فَلَمَّا وَلَدَتْ، قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ. فَأَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهُ. وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهُ. فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوْا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ. قَالَ: أَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَجَاؤُوْا بِهِ فَقَالَ: دَعُوْنِيْ حَتّٰى أُصَلِّيَ. فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهِ، وَقَالَ: يَا غُلَامُ مَنْ أَبُوْكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِيْ. فَأَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهُ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ، وَقَالُوْا: نَبْنِيْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا. أَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ. فَفَعَلُوْا. وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَّشَارَةٍ حَسَنَةٍ. فَقَالَتْ أُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذَا. فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ. فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِيْ ارْتِضَاعَهُ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فِيْهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا. قَالَ: وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَّهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا، وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُوْلُ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَقَالَتْ أُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا. فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا. فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ، فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ

کے دوران آئی اور آواز دی' اے جریج۔ کہا: اے میرے ربّ میری ماں اور میری نماز' پھر نماز پر متوجہ رہا' ماں نے کہا: اے اللہ! اس کو نہ مار یہاں تک' فاحشہ عورتوں کے چہرے دیکھ لے۔ بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت کا چرچہ ہوا تو ایک زنا کار مشہور حسینہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو آزمائش میں ڈال دوں' وہ عورت اپنے آپ کو جریج پر پیش کرنے لگی لیکن یہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا' وہ کسی چرواہے کے پاس آئی وہ اس کی عبادت گاہ میں آتا رہتا تھا اس نے اس چرواہے کو اپنے آپ پر قدرت دی اس نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ جب اس نے بچہ جنم دیا تو بولی یہ جریج کا ہے لوگ آئے اور جریج کو باہر نکال کر اس کا عبادت خانہ گرا دیا اور اس کو مارنے لگے۔ پوچھا کہ تم کو کیا ہوا تو کہنے لگے تو نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا اور اس نے تجھ سے بچہ جنم دیا ہے۔ جریج نے کہا: بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچے کو لائے' کہا: مجھے کچھ نماز پڑھنے کا موقعہ دو پس جب نماز پڑھ کر پھرا تو بچہ کے پاس آیا اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا: اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بولا: فلاں چرواہا۔ اب سب لوگ جریج کی طرف متوجہ ہو گئے' اس کے ہاتھ چومنے لگے اور برکت کیلئے ہاتھ لگانے لگے اور کہنے لگے ہم تیرے عبادت خانہ کو سونے سے تعمیر کر دیتے ہیں کہا نہیں جیسا گارے سے تھا ویسا ہی تعمیر کر دو تو انہوں نے ایسا کر دیا۔ (تیسرا بچہ جس نے پنگھوڑے میں کلام کیا) اس دوران کہ ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک آدمی نہایت عمدہ اور خوبصورت گھوڑے پر سوار گزرا'

الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا. فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا؟! قَالَ: اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ. وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ، وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ، وَلَمْ تَسْرِقْ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ماں بولی یا اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل بنا' بچہ نے پستان چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہا: یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور پھر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہادت کی انگلی منہ میں ڈال کر اس بچے کے دودھ پینے کی کیفیت بیان کر رہے تھے اور انگلی چوس رہے تھے پھر فرمایا: اے لوگو! کچھ لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے' لوگ اس کو کچوکے مارتے اور کہتے تو نے زنا کیا' تو نے چوری کی' یہ کہتی تھی کہ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے' بچے کی ماں بولی: یا اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا' بچے نے پھر پستان چھوڑ' اس کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا' اس وقت ماں بیٹا آپس میں تکرار کرنے لگے۔ ماں نے کہا اچھی حالت والا آدمی گزرا۔ میں نے کہا: اے اللہ! اس کو اس جیسا بنا تم نے کہا: اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنا اور لوگ باندی کو لے کر گزرے اس کو مارتے تھے۔ اس کو کہتے تو نے زنا کیا۔ تو نے چوری کی' میں نے کہا یا اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا تم نے کہا: یا اللہ! مجھ کو اس جیسا بنا اس (بچے) نے کہا وہ آدمی جابر متکبر تھا میں نے کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنا اور یہ لوگ جو اس باندی کو کہتے تھے' تو نے زنا کیا تو نے چوری کی' حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا نہ اس نے چوری کی تھی تو میں نے کہہ دیا یا اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ (متفق علیہ)

وَالْمُوْمِسَاتُ بِضَمِّ الْمِيْمِ الْاُوْلٰى، وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَكَسْرِ الْمِيْمِ الثَّانِيَةِ وَبِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ ؛

مُوْمِسَاتٌ: پہلی میم پر پیش واؤ ساکن اور دوسری میم پر زیر ہے اور سین مہملہ ہے اس سے مراد زناکار

وَهُنَّ الزَّوَانِي. وَالْمُومِسَةُ: اَلزَّانِيَةُ. وَقَوْلُهُ: دَابَّةٌ فَارِهَةٌ بِالْفَاءِ: اَيْ حَاذِقَةٌ نَفِيْسَةٌ. وَالشَّارَةُ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِيفِ الرَّاءِ: وَهِيَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِي الْهَيْئَةِ وَالْمَلْبَسِ. وَمَعْنٰى تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ اَيْ: حَدَّثَتِ الصَّبِيَّ وَحَدَّثَهَا. وَاللهُ اَعْلَمُ.

عورتیں موسمة: زانیہ کو کہتے ہیں: دابة فارهة: فاء کے ساتھ موٹا تازہ عمدہ۔ شَارَةٌ: شین معجمہ اور را مخففہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے: خوبصورتی' جو لباس اور سواری سے ظاہر ہو تراجعا الحدیث اس کا مطلب ہے: ماں بیٹے نے دوبارہ آپس میں گفتگو کی۔ اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله "واذکر فی الکتاب مریم" ج ۲ص ۱۹۵ رقم: ۲۴۳۶ صحیح مسلم، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلاۃ وغیرھا، ج ۸ص ۴، رقم: ۶۶۷۳ صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۱۴ص ۴۱۱، رقم: ۶۴۸۹ الاداب للبیھقی، باب فی فضل الصبر، ج ۱ص ۳۶۹، رقم: ۶۴۷ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۳۰۷، رقم: ۸۰۵۷)

شرح حدیث: مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو

حضرتِ سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ بھی تمہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ بھی دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم ان سے بھاگ جاؤ گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ لہٰذا عقلمند وہی ہے جو تنگدستی کے دن کے لئے اپنی زندگی اور عزت کو وقف کردے اور مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں، اس لئے عفو ودرگزر سے کام لیا کرو اللہ عزوجل تمہیں عزت عطا فرمادے گا اور یتیم کی آہ اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ یہ (دونوں) راتوں رات عرش تک پہنچ جاتی ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ (بحر الدموع) (مؤلف امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۷۲)

محافظتِ حقوق کی فضیلت

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید العالمین صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، جس نے اپنی زبان سے حق کی حفاظت کی تو اس کا اجر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ اُسے اُسکا ثواب عطا کریگا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۴، رقم ۱۳۸۰۵، ص ۵۲۹)

مظلوم کی مدد کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ہمیں مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ (ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ لبس المعصفر للرجال والقسی، ج ۴، رقم ۲۸۱۸ ص ۳۶۹)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ تعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ میں نے عرض کیا، میں مظلوم کی مدد تو کروں لیکن ظالم کی مدد کیسے کروں؟ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، تم اُسے ظلم سے روک دو۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ۶۸، ج ۴، رقم ۲۲۶۲ ص ۱۱۲)

◆◆◆◆◆

شرح رِیاضُ الصّالحین (مترجم)

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

ترجمہ

ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

تخریج

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

بار اول ـــــــــ مارچ 2015ء

پرنٹرز ـــــــــ آصف صدیق پرنٹرز

تعداد ـــــــــ 1100/-

ناشر ـــــــــ چوہدری غلام رسول ۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

قیمت ـــــــــ =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8834776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفیٰ ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ارحم خلفائی

قلنا یا رسول اللّٰہ ومن

خلفاؤک قال الذین یاتون

من بعدی یروون احادیثی

ویعلمونہا الناس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیثِ مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے

اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما ہم نے عرض کی

یارسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا

وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں

گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

(الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

33-بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ وَسَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُنْكَسِرِيْنَ وَالْاِحْسَانِ اِلَيْهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ

یتیموں' بیٹیوں' کمزوروں' مسکینوں ان پر احسان وشفقت کرنا اوران کے ساتھ عاجزی اورنرمی کا رویہ برتنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ)(الحجر: 88)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو ایمان داروں کیلئے جھکایا کریں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) (الکهف: 28)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکیں جو اخلاص کے ساتھ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اپنی نظروں کو ان سے نہ پھیریں کہ آپ دینوی زندگی کی زینت کا ارادہ کریں۔ (ایسا نہ کریں)

وَوَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ) (الضحی: 9-10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یتیم پر سختی نہ کر اور سائل کو نہ ڈانٹ۔

وَوَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ) (الماعون: 6)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے' جو قیامت کو جھٹلاتا ہے یہ وہ ہے' جو یتیم کو دھکیلتا ہے اور مسکین کے کھانا کھلانے پر رغبت نہیں کرتا۔

(262) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْنَا، وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَّبِلَالٌ وَّرَجُلَانِ

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کل چھ (غریب) آدمی تھے۔ مشرکوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ان کو بھگا دیں' ہم پر جرأت نہ کریں میں اور حضرت ابن مسعود ہذیل قبیلہ کا ایک اور آدمی حضرت بلال اور دو اور آدمی جن

لَنَسِفُ اَسْمَيْهِمَا. فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهُ. فَاَنْزَلَ اللهُ تعالى: (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ) (الْاَنعام: 52) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کے نام میں ذکر نہیں کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس میں کچھ خیال آیا آپ نے سوچا تو اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری: (اے حبیب!) ان لوگوں کو نہ بھگا' جو صبح وشام اخلاص کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۱۲۶، رقم: ۶۲۴۳ (مذکورہ بالا متن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ صرف صحیح مسلم میں ہی موجود ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم بالصواب!)۔

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی رضاوخوشنودی کے لئے

ہمیں ایسا ماحول بنانا چاہیے جس میں تمامی شرکاء کا اٹھنا بیٹھنا آپس میں ملاقات کرنا اور ایک دوسرے سے محبت رکھنا فقط اللہ عزوجل کی رضاوخوشنودی کے لئے ہو اور جس میں افضلیت وبرتری کی بنیاد کسی کے حسن وجمال، کسی کی دولت وثروت اور کسی کے حسب نسب پر نہ ہو بلکہ زہد وتقویٰ پر قائم ہو۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اسکی رضا چاہتے۔

(پ 7، الانعام:52)

درس: کفار کی ایک جماعت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کے گرد غریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت حاضر ہے جو ادنیٰ درجہ کا لباس پہنے ہوئے ہے یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہمیں ان کے پاس بیٹھنے سے شرم آتی ہے اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منظور نہ فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۲۴۰)

حق گوئی اور سمجھداری

حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سہیل بن عمرو، حضرت سیدنا حارث بن ہشام، حضرت سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قریش کے دیگر بڑے بڑے سردار حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سیدنا صہیب، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اسی طرح کے کچھ اور بدری صحابہ کرام بھی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے، جو پہلے غلامی کی زندگی گزار چکے تھے، پھر آزاد ہو گئے اور وہ دنیاوی اعتبار سے بہت

غریب تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے انہی غریب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بلایا کیونکہ یہ پہلے آئے ہوئے تھے یہ دیکھ کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: جیسا آج ہم نے دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا، غریبوں کوتو بلالیا گیا لیکن ہماری طرف توجہ ہی نہ کی گئی اور ہمیں دروازے سے باہر ہی ٹھہرادیا گیا۔

یہ سن کر حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بہت حق گو اور سمجھدار تھے، کہنے لگے: اے لوگو! خداعزوجل کی قسم! آج میں تمہارے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھ رہا ہوں اگر غصہ کرنا ہی ہے تو اپنے آپ پر کرو کیونکہ تمہیں اور انہیں ایک ساتھ اسلام کی دعوت دی گئی، ان خوش نصیبوں نے حق بات قبول کرنے میں جلدی کی اور تم نے سستی سے کام لیا۔ ذرا غور تو کرو، اس وقت تم کیا کرو گے جب بروزِ قیامت انہیں (جنت کی طرف) جلدی بلالیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خداعزوجل کی قسم! حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل حق فرمایا، اللہ عزوجل کبھی بھی اپنی اطاعت میں سبقت لینے والے بندے کو اس جیسا نہیں بناتا جو اس کی اطاعت میں سستی کرے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۸۵)

(263) وَعَنْ اَبِیْ هُبَیْرَةَ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِیِّ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَیْبٍ وَّبِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ، فَقَالُوْا: مَا اَخَذَتْ سُیُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا. فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَیْخِ قُرَیْشٍ وَّسَیِّدِهِمْ؟ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَاَخْبَرَهٗ. فَقَالَ: یَا اَبَا بَکْرٍ، لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ: یَا اِخْوَتَاهُ، اَغْضَبْتُکُمْ؟ قَالُوْا: لَا، یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ یَا اُخَیَّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہبیرہ عائذ بن عمرو مزنی ﷛ سے روایت ہے آپ بیعت رضوان والوں میں سے ہیں۔ کہ ابوسفیان حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے (ابوسفیان کے بارے) کہا کیا اللہ کی تلواریں دشمن خدا سے اپنی جگہ تک نہیں پہنچیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے کہا کیا تم قریش کے بزرگ اور سردار کو یہ کہتے ہو پھر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر حاضر ہوئے اور عرض واقعہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر ہوسکتا ہے کہ اپنی بات سے تم نے ان کو ناراض کر دیا ہو اگر ان کو ناراض کیا ہے تو اپنے رب کو ناراض کیا ہے۔ حضرت ابوبکر ان کے پاس آئے اور کہا: بھائیو! میں نے تم کو

ناراض کیا ہے! انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اے ہمارے بھائی۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: مَا أَخَذَتْهَا أَيْ: لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ۔ وَقَوْلُهُ: يَا أُخَيَّ: رُوِيَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِيفِ الْيَاءِ، وَرُوِيَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ۔

مَا أَخَذَتْهَا: کا مطلب ہے اس آدمی کے حوالے سے ان کی تلواروں نے حق ادا نہیں کیا۔ أُخَيَّ: میں ہمزہ پر زبر اور خا پر زیر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور یا پر بغیر شد کے پڑھا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہمزہ پر پیش خا پر زبر اور یا غیر شد پڑھی گئی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل سلمان وصهیب و بلال رضی الله عنهم، ج ۴ص۱۷۳، رقم: ۶۵۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاویة بن قرة عن عائذ، ج ۱۲ص۱۸، رقم: ۱۲۴۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عائذ بن عمرو رضی الله عنه، ج ۷ص۶۳، رقم: ۲۰۶۵۹، مسند ابن ابی شیبة، مما سمه عائذ بن عمرو المزنی، ص۸۴۲، رقم: ۹۲۲، مسند الرویانی، مسند عائذ بن عمرو، ص۳۹۷، رقم: ۴۰۹)

شرح حدیث: فقراء کا احترام

فقراء خصوصاً ایمان لانے میں سبقت لانے والے فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احترام کی عظمت کا اندازہ اللہ عزوجل کے اُس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مشرکین نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ان فقراء صحابہ کے پاس بیٹھنے سے جدا کرنا چاہا اور کہا: انہیں چھوڑ دیجئے کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے ساتھ بیٹھیں اور اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں چھوڑ دیا تو قریش کے معزز سردار آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ایمان لے آئیں گے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنز الایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

(پ ۷، الانعام: ۵۲)

جب کفار اس بات سے مایوس ہو گئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان فقراء صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خود سے دور نہیں کریں گے تو انہوں نے مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے درخواست کی: ایک دن ہمارے لئے مقرر فرما دیں اور ایک دن ان کے لئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے

ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگانی کا سنگار چاہو گے۔

(پ15، الکھف:28)

یعنی ان سے منہ پھیر کر اور اپنی نظرِ کرم نہ فرما کر ان پر زیادتی نہ کیجئے اور دنیا پرست لوگوں کی صحبت کو طلب نہ کیجئے۔

(264) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان تھوڑی کشادگی فرمائی۔ (بخاری)

وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ: اَلْقَائِمُ بِأُمُوْرِهٖ.

کافل الیتیم: کا مطلب ہے: یتیم کی کفالت کرنے والا نگران۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من یعول یتیما، ج۸ص۹، رقم:۶۰۰۵ صحیح ابن حبان، باب الرحمۃ، ج ۲ص۲۰۷، رقم:۴۶۰ الادب للبیھقی، باب فی رحمۃ الاولاد وتقبیلھم والاحسان الیھم، ج ۱ص۱۵، رقم:۱۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی رحمۃ الیتیم وکفالتہ، ج ۲ص۳۲۱، رقم:۱۹۱۸ مسند الحارث، باب ما جاء فی الیتامی، ص۳۲۹ رقم:۸۹۵)

شرح حدیث: یتیم پر خرچ کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو جس جس بال پر سے اس کا ہاتھ گزرے گا اس کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو اپنے زیر کفالت یتیم (لڑکے یا لڑکی) کے ساتھ اچھا سلوک کریگا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت اور بیچ والی انگلیوں کو جدا کر دیا۔ (مسند احمد، حدیث ابی امامۃ الباھلی، رقم ۲۲۲۱۵، ج۸، ص ۲۷۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ ۔۔۔ الخ باب ماجاء فی الایتام، رقم ۱۳۵۰۸، ج۸، ص ۲۹۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے

اور تیری حاجتیں پوری ہوں؟ تو یتیم پر رحم کیا کر اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھلایا کر ایسا کرنے سے تیرا دل نرم ہوگا اور حاجتیں پوری ہوں گی۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الایتام والارامل والمساکین، رقم ۱۳۵۰۹، ج ۸، ص ۲۹۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ جس نے یتیم پر رحم کیا اور اسکے ساتھ نرمی سے گفتگو کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھایا اور اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے مال سے اپنے پڑوسی پر فخر نہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عذاب نہ دے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الاقارب صدقۃ المراۃ علی زوجھا، رقم ۴۶۵۲، ج ۳، ص ۲۹۷)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ گھر وہ ہے جہاں یتیم کی عزت کی جاتی ہو۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۳۴۳۴، ج ۱۲، ص ۲۹۶)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحروبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، رقم ۳۶۷۹، ج ۴، ص ۱۹۳)

(265) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: كَافِلُ الْیَتِیْمِ لَهُ اَوْ لِغَیْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَیْنِ فِی الْجَنَّةِ وَاَشَارَ الرَّاوِی وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰی. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یتیم کی پرورش کرنے والا وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو، فرمایا میں اور وہ جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے اور راوی امام مالک بن انس نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْیَتِیْمِ لَهٗ اَوْ لِغَیْرِهٖ مَعْنَاهُ: قَرِیْبُهٗ، اَوِ الْاَجْنَبِیُّ مِنْهُ، فَالْقَرِیْبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَهٗ اُمُّهٗ اَوْ جَدُّهٗ اَوْ اَخُوْهُ اَوْ غَیْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهٖ، وَاللهُ اَعْلَمُ.

اور آپ ﷺ کا ارشاد: الیتیم لہ او لغیرہ: یعنی یتیم رشتہ دار ہو یا اجنبی۔ اس کا معنیٰ قریبہ: یعنی کہ ماں، دادا، بھائی یا دوسرے رشتہ دار اس یتیم کی پرورش کریں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاحسان الی الارملة والمسکین والیتیم، ج ۸ص ۲۲۱، رقم: ۷۶۶۰، مسند امام

احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص۲۷۵، رقم: ۸۸۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ مرۃ الفھری، ج ۱۳ص۳۲۰، رقم: ۱۵۰۱۵، مجمع الزوائد للھیثمی، باب ما جاء فی الیتام والارامل والمساکین، ج ۸ص۲۹۷، رقم: ۱۳۵۲۶، مسند الرویانی، من اسمہ مرۃ بن عمرو بن حبیب الفھری، ص۶۰۵، رقم: ۱۴۷۱)

شرح حدیث: حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق اور یتیم گھرانہ

حضرت سیدنا معمر بن احمد بن محمد اصبہانی قدس سرہ الربانی نقل فرماتے ہیں، حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق نے ایک دفعہ بیان فرمایا: میں ہر روز دریا کے کنارے جاتا اور کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں بناتا پھر وہ ٹوکریاں دریا میں ڈال دیتا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ اس عمل سے مجھے دلی خوشی اور سکون حاصل ہوتا۔ مجھے یہ عمل کرتے ہوئے بہت دن گزر گئے۔ ایک دن میں نے دل میں کہا: جو ٹوکریاں میں پانی میں ڈالتا ہوں آج دیکھوں گا کہ آخر وہ کہاں جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے اس دن ٹوکریاں نہ بنائیں اور دریا کے کنارے کئی گھنٹے مسلسل چلتا رہا۔

آخر کار میں دریا کے کنارے ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک بڑھیا بیٹھی رو رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: تو کیوں رو رہی ہے؟ وہ کہنے لگی: میرے چھوٹے چھوٹے پانچ یتیم بچے ہیں، ہمیں فقر و فاقہ اور تنگدستی پہنچی تو میں رزقِ حلال کی تلاش میں اس دریا کے کنارے پر آگئی۔ میں نے دیکھا کہ کھجور کے پتوں سے بنی ٹوکریاں دریا میں بہتی ہوئی میری جانب آ رہی ہیں۔ میں نے انہیں پکڑا اور بیچ کر ان کی قیمت کو اپنے بچوں پر خرچ کر دیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔ پھر روزانہ ایسے ہی ہوتا رہا اور یوں ہمارے گھر کا خرچ چلتا رہا لیکن آج ابھی تک ٹوکریاں نہیں آئیں، میں ان کے انتظار میں یہاں پریشان بیٹھی ہوں۔

حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور رب کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا: اے میرے رحیم کریم پروردگار عزوجل! اگر میں جانتا کہ میری کفالت میں پانچ بچے اور بھی ہیں تو میں زیادہ ٹوکریاں دریا میں ڈالتا۔ پھر میں نے اس بڑھیا سے کہا: محترمہ! آپ پریشان نہ ہوں، آج آپ لوگوں کے لئے کھانے وغیرہ کا بندوبست میں کروں گا۔ پھر میں اس کے گھر کی طرف چل دیا۔ میں نے دیکھا کہ واقعی بڑھیا غریب عورت ہے۔ چنانچہ میں کئی سال تک اسی طرح اس غریب بڑھیا اور اس کے یتیم بچوں کی پرورش کرتا رہا۔ اللہ عزوجل اس عمل کو قبول فرمائے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۴۰۳)

امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی یتیم پر شفقت

کروڑوں حنفیوں کے عظیم پیشوا، سراج الامّہ، کاشف الغُمَّہ حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت سیِّدُنا امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب علیہ رحمۃ اللہ الحسیب اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابھی میں چھوٹا سا تھا کہ میرے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا۔ گھریلو حالات سازگار نہ تھے۔ میری والدہ

نے مجھے ایک دھوبی کے پاس بھیج دیا تا کہ وہاں کام کروں اور جو اجرت ملے اس سے گھر کا خرچہ چلتا رہے۔ میں وہاں جاتا اور کام کرتا۔ میں ایک مرتبہ علم وعمل کے روشن چراغ حضرتِ سیِّدُ نا امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ مجھے ان کی باتیں بہت پسند آئیں۔ چنانچہ، میں نے دھوبی کے پاس جانا چھوڑ دیا اور اس حلقۂ درس میں شریک ہونے لگا۔ میری والدہ کو معلوم ہوا تو مجھے وہاں سے لے گئی اور دھوبی کے پاس چھوڑ دیا۔ میں چھپ چھپ کر امام صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا جیسے ہی میری والدہ کو معلوم ہوتا مجھے وہاں سے اٹھا کر دھوبی کے پاس لے جاتی۔ حضرتِ سیِّدُ نا امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم میرا شوقِ علمی دیکھ کر میری طرف خاص توجہ فرماتے۔

جب معاملہ بڑھا تو ایک دن میری والدہ استاذِ محترم حضرتِ سیِّدُ نا امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے پاس آئی اور کہا: میرے اس بچے کو آپ نے بگاڑ دیا ہے۔ یہ بچہ یتیم ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو اس کی پرورش کرے۔ میں سارا دن سُوت کاتتی ہوں جو اُجرت ملتی ہے اس سے اس کی پرورش کرتی ہوں۔ اس امید پر کہ یہ بڑا ہو جائے اور کچھ کما کر لائے۔ اسی لئے میں نے اسے دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ اس طرح کچھ نہ کچھ رقم مل جایا کرے گی اور ہمارا گزارہ ہوتا رہے گا۔ اب یہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کے پاس آ بیٹھتا ہے۔

میری والدہ کی یہ باتیں سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا اے خوش بخت! اپنے اس بچے کو علم کی دولت حاصل کرنے دے، وہ دن دور نہیں کہ یہ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ کھائے گا۔ یہ سن کر میری والدہ بہت ناراض ہوئی اور کہا: لگتا ہے بڑھاپے کی وجہ سے آپ کا دماغ چل گیا ہے، ہم جیسے غریب لوگ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ کیسے کھا سکتے ہیں؟ یہ کہہ کر میری والدہ گھر چلی آئی۔ میں حضرتِ سیِّدُ نا امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں حاضر رہ کر علمِ دین سیکھتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مجھ پر بھرپور توجہ فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ! آپ کی برکت سے مجھے علم وعمل کی بے انتہاء دولت نصیب ہوئی، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے رِفعت و بلندی عطا فرمائی۔ میرے محسن ومُربِّی استاذِ محترم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب خلیفہ ہارون الرشید نے عہدۂ قضاء میرے سپرد کر دیا۔

خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید اکثر میری دعوت کرتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ نے پُر تکلّف دعوت کا اہتمام کیا، انواع واقسام کے کھانے چُنے گئے۔ خلیفہ نے باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: اے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ! یہ حلوہ کھائیے، روز روز ایسا حلوہ تیار کروانا ہمارے لئے آسان نہیں۔ یہ سن کر میں ہنسنے لگا۔ پوچھا: آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ خلیفہ کو سلامت رکھے، میرے استاذِ محترم حضرتِ سیِّدُ نا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے برسوں پہلے میری والدہ سے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ بیٹا باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور فالودہ کھائے گا آج میرے استاذِ محترم کا فرمان پورا ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے بچپن کا سارا واقعہ خلیفہ کو سنایا تو وہ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا: بے شک علم ضرور فائدہ دیتا اور دین ودنیا میں بلندی دِلواتا ہے، اللہ

عَزَّ وَجَلَّ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، جس چیز کو ان کے سر کی آنکھ نہ دیکھ سکتی اسے اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۳۱)

(266) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو ایک کھجور یا دو کھجور لوٹا دیں، یا ایک دو لقمے مل جائیں وہ مسکین نہیں مسکین تو وہ ہے، جو (ہمیشہ) مانگنے سے بچے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ.

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے، مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگائے تاکہ اس کو ایک یا دو کھجوریں مل جائیں، یا ایک لقمہ مل جائے مسکین تو وہ ہے، جو اتنا نہ مال پائے جو اس کو کفایت کرے اور نہ لوگوں کا اندازہ ہو کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگے نہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، سورۃ البقرہ، باب (لا یسئالون الناس الحافا) ج ۲ص ۲۲، رقم: ۴۵۳۹ صحیح مسلم، باب المسکین الذی لا یجد غنی ولا یفطن لہ فیتصدق علیہ، ج ۲ص ۹۵، رقم: ۲۴۴۱ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب فضل الاستعفاف والاستغنا، ج ۴ص ۱۹۵، رقم: ۸۱۲۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج ۲ص ۲۶۰، رقم: ۷۵۳۰، مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۲۹۲، رقم: ۸۸۲۵

شرح حدیث: غنی کا لالچ یا مال میں اضافہ کی خاطر مال کا سوال کرنا

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسئلۃ، الحدیث: ۳۵۱۷، ج ۳، ص ۲۷۱)

حضرت رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں کسی شخص کو عطیہ دیتا ہوں تو وہ اسے اپنی بغل میں دبا کر لے جاتا ہے حالانکہ وہ آگ ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! جب وہ آگ ہوتی ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی کو کیوں عطا فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل میرے لئے بخل کو ناپسند فرماتا ہے اور لوگ میرے سوا کسی سے سوال کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، وہ غنا کون سی ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: صبح وشام کے کھانے جتنی مقدار۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، الترھیب من المسألۃ وتحریمھا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۲۰۲، ج۱، ص۳۸۶)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے گا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے پر خراش ہوگا۔ عرض کی گئی: غنا کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: پچاس (50) درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔

(جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ، الحدیث:۶۵۰، ص۱۷۱۰)

خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ کسی سے کچھ نہ مانگے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسئلۃ، الحدیث:۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

سیِّدُ المُبلِّغین، رَحْمَۃٌ لّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو میری ایک بات مان لے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ بات یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، الحدیث ۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ایک اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے سوال میں بہت اصرار کیا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۱۲، ج۶، ص۲۱۳)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص خود پر سوال کا دروازہ کھول دے جبکہ وہ ابھی فاقوں کا شکار نہ ہوا ہو یا اس کے اہلِ خانہ ایسے نہ ہوں جو ان فاقوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اللہ عزوجل اس پر ایسی جگہ سے فاقے کا دروازہ کھول دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ فصل فی الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث:۳۵۲۶، ج۳، ص۲۷۴)

(267) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ، كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَاَحْسَبُهُ قَالَ: وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیواؤں اور مسکین کیلئے ان کی بہتری کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرے خیال میں فرمایا اس قیام والے کی طرح

يُفْطِرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے' جو وقفہ نہ کرے اور اس روزہ دار کی طرح جو ناغہ نہ کرتا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل النفقة علی الاھل، ج ۷، ص ۶۲، رقم: ۵۳۵۳ صحیح مسلم، باب الاحسان الی الارملة والمسکین والیتیم، ج ۸، ص ۲۲۱، رقم: ۷۶۵۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة، ج ۲، ص ۳۶۱، رقم: ۸۷۱۷ مسند اسحاق بن راھویہ، زیادات الکوفیین والبصریین وغیرھم، ص ۳۶۵، رقم: ۳۴۳ مصنف عبدالرزاق، باب کفالة الیتیم، ج ۱۱، ص ۲۹، رقم: ۲۰۵۹۲)

شرح حدیث: مسکین اور محتاج کی پرورش کے لئے کوشش کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے کسی یتیم یا محتاج کی کفالت کی اللہ عزوجل اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب تجہیز المیت۔۔۔الخ، رقم ۴۰۶۶، ج ۳، ص ۱۱۴)

ایک روایت میں ہے کہ مسکین کی پرورش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور رات میں قیام کرنے اور دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، رقم ۲۱۴۰، ج ۳، ص ۷)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ۔۔۔الخ باب ماجاء فی الایتام، رقم ۱۳۵۰۸، ج ۸، ص ۲۹۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور مساکین کے لئے نفع بخش دیگر اشیاء کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا (۲) اس کی زوجہ کو جس نے اسے درست کر کے خادم کے حوالے کیا (۳) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب اجر الصدقۃ، رقم ۴۶۲۲، ج ۳، ص ۲۸۸)

بیوہ عورتوں کی بہتری کے لئے ان سے نکاح

مسلمانوں میں ہندوؤں کے میل جول سے جہاں بہت سی بیہودہ رسموں کا رواج اور چلن ہوگیا ہے ان میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ بیوہ عورت کے نکاح کو برا اور عار سمجھتے ہیں اور خاص کر اپنے کو شریف کہلانے والے مسلمان اس بلا میں بہت زیادہ گرفتار ہیں حالانکہ شرعاً اور عقلاً جیسا پہلا نکاح ویسا دوسرا ان دونوں میں فرق سمجھنا انتہائی حماقت اور بے وقوفی بلکہ

شرمناک جہالت ہے عورتوں کی ایسی بری عادت ہے کہ خود دوسرا نکاح کرنا یا دوسروں کو اس کی رغبت دلانا تو درکنار اگر کوئی اللہ کی بندی اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے حکم کو اپنے سر اور آنکھوں پر لے کر دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو وہ عمر بھر حقارت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور عورتیں بات بات پر اس کو طعنہ دے کر ذلیل کرتی ہیں یاد رکھو کہ دوسرا نکاح کرنے والی عورتوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا اور نکاح ثانی کو برا جاننا یہ بہت بڑا گناہ ہے بلکہ اس کو عیب سمجھنے میں کفر کا خوف ہے کیونکہ شریعت کے کسی حکم کو عیب سمجھنا اور اس کے کرنے والے کو ذلیل جاننا کفر ہے کون نہیں جانتا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی جتنی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی کنواری نہ تھیں ایک ایک دو دو نکاح ان کے پہلے ہو چکے تھے تو کیا نعوذ باللہ کوئی ان امت کی ماؤں کو ذلیل یا برا کہہ سکتا ہے؟ توبہ نعوذ باللہ! بہر حال یاد رکھو کہ بیوہ عورتوں سے نکاح یہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی سنت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسی چھوڑی ہوئی اور مردہ سنت کو زندہ اور جاری کرے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا لہٰذا مسلمان مردوں اور عورتوں پر واجب ہے کہ اس بیہودہ رسم کو دنیا سے مٹا دیں اور اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خوشنودی کے لئے بیوہ عورتوں کا نکاح ضرور کر دیں اور ان بیچاری دکھیاری اللہ کی بندیوں کو بیکسی اور تباہی و بربادی سے بچا کر ایک سو شہیدوں کا ثواب حاصل کریں اور بیوہ عورتوں کو بھی لازم ہے کہ اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے حکم کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہوئے بغیر کسی شرم اور عار کے خوشی خوشی دوسرا نکاح کر لیں اور سو شہیدوں کے ثواب کی حق دار بن جائیں۔ (جنتی زیور صفحہ ۱۴۴)

(268) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَّأْتِيْهَا، وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَّأْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے برا کھانا کسی ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس کے لیے آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے، جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ من قَوْلِهٖ: بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعَى إِلَيْهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس کیلئے اغنیاء کو بلایا جائے اور محتاج لوگوں کو چھوڑ دیا جائے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، ج ۵ص۱۹۸۵، رقم: ۴۸۸۲، صحیح مسلم، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، ج ۲ص۱۵۴، رقم: ۳۵۹۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج ۲ص۲۶۷، رقم: ۷۶۱۳، سنن الدارمی، باب فی الولیمۃ، ج ۲ص۱۴۳، رقم: ۲۰۶۶، سنن سعید بن منصور، باب الولیمۃ وما جاء فیہا، ج ۱ص۱۲۸، رقم:

(۵۲۶)

شرح حدیث: دعوتِ ولیمہ

دعوتِ ولیمہ سنت ہے۔ ولیمہ یہ ہے کہ شبِ زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب عزیز و اقارب اور محلہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا طیار کرانا جائز ہے اور جو لوگ بلائے جائیں ان کو جانا چاہیے کہ ان کا جانا اس کے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔ ولیمہ میں جس شخص کو بلایا جائے اس کو جانا سنت ہے یا واجب۔ علما کے دونوں قول ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِجابت سنت مؤکدہ ہے۔

ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں بھی جانا افضل ہے اور یہ شخص اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی خوشی میں شرکت اور اس کا دل خوش کرنا ہے اور روزہ دار ہو جب بھی جائے اور صاحب خانہ کے لیے دعا کرے اور ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ روزہ دار نہ ہو تو کھائے، ورنہ اس کے لیے دعا کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج۵، ص۳۴۳) (ورد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۵۷۴)

مسئلہ ۱: دعوتِ ولیمہ کا یہ حکم جو بیان کیا گیا ہے، اس وقت ہے کہ دعوت کرنے والوں کا مقصود ادائے سنت ہو اور اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے، تو ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا بہتر ہے خصوصاً اہلِ علم کو ایسی جگہ نہ جانا چاہیے۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۵۷۴)

مسئلہ ۲: دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصے میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے۔

یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو اور اگر مقتدیٰ و پیشوا ہو، مثلاً علما و مشائخ، یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدیٰ ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اُس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں۔

(الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ، فصل فی الاکل والشرب، ج۲، ص۳۶۵) (والدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۵۷۴)

مسئلہ ۳: اگر وہاں لہو ولعب ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میرے جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو اس نیت سے جانا چاہیے کہ اس کے جانے سے منکراتِ شرعیہ روک دیے جائیں گے اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر یہ حرکتیں نہ کریں گے، کیونکہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریبوں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں

کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج۵، ص ۳۴۳)

مسئلہ ۴: دعوتِ ولیمہ صرف پہلے دن ہے یا اس کے بعد دوسرے دن بھی یعنی دو ۲ ہی دن تک یہ دعوت ہو سکتی ہے، اس کے بعد ولیمہ اور شادی ختم۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج۵، ص ۳۴۳)

ہندوستان میں شادیوں کا سلسلہ کئی دن تک قائم رہتا ہے۔ سنت سے آگے بڑھنا ریا و سمعہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔(بہارِ شریعت حصہ شانزدہم (16) صفحہ ۳۸۸)

(269) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی جوان ہونے تک پرورش کی تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں ملایا۔ (مسلم)

جَارِيَتَيْنِ اَيْ: بِنْتَيْنِ۔

جاریتین: یعنی: دو بیٹیاں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاحسان الی البنات، ج۸ص۳۸، رقم: ۶۸۶۴، الادب المفرد للبخاری، باب من عال جاریتین أو واحدۃ، ص۳۰۸، رقم: ۸۹۴، المستدرك للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ج۶ص۱۶۳، رقم: ۷۳۵۰، سنن ترمذی، باب النفقه علی البنات، ج۲ص۳۱۹، رقم: ۱۹۱۴)

شرحِ حدیث: بیٹی کی پیدائش پر ردِ عمل

بیٹا پیدا ہو یا بیٹی، انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے کہ بیٹا اللہ عزوجل کی نعمت اور بیٹی رحمت ہے اور دونوں ہی ماں باپ کے پیار اور شفقت کے مستحق ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ عزیز و اقربا کی طرف سے جس مسرت کا اظہار لڑکے کی ولادت پر ہوتا ہے، محلے بھر میں مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں، مبارک سلامت کا شور مچ جاتا ہے لڑکی کی ولادت پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔

دنیاوی طور پر لڑکیوں سے والدین اور خاندان کو بظاہر کوئی منفعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس ان کی شادی کے کثیر اخراجات کا بار باپ کے کندھوں پر آن پڑتا ہے شاید اسی لئے بعض نادان بیٹیوں کی ولادت ہونے پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور بچی کی امی کو طرح طرح کے طعنے دیے جاتے ہیں، طلاق کی دھمکیاں دی جاتی ہیں بلکہ اوپر تلے بیٹیاں ہونے کی صورت میں اس دھمکی کو عملی تعبیر بھی دے دی جاتی ہے۔ ایسوں کو چاہیے کہ وہ ان روایات کو بار بار پڑھیں جن میں بیٹی کی پرورش پر مختلف بشارتوں سے نوازا گیا ہے۔ چنانچہ

(۱) حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ

تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا: جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ پھر فرشتے اس بچی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایک ناتواں و کمزور جان ہے جو ایک ناتواں سے پیدا ہوئی ہے، جو شخص اس ناتواں جان کی پرورش کی ذمہ داری لے گا تو قیامت تک مددِ خدا عزوجل اس کے شاملِ حال رہے گی۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الاولاد، الحدیث ۱۳۴۸۴، ج۸، ص۲۸۵)

(۲) حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بیٹیوں کو بُرا مت کہو، میں بھی بیٹیوں والا ہوں۔ بے شک بیٹیاں تو بہت محبت کرنے والیاں، غمگسار، اور بہت زیادہ مہربان ہوتی ہیں۔

(مسند الفردوس للدیلمی، الحدیث ۷۵۵۶، ج۲، ص۴۱۵)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم، رء وف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کا فرمان عظمت نشان ہے کہ جس کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے ایذاء نہ دے اور نہ ہی برا جانے اور نہ بیٹے کو بیٹی پر فضیلت دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، الحدیث ۷۴۲۸، ج۵، ص۲۴۸)

(۴) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کا خیال رکھے، ان کو اچھی رہائش دے، ان کی کفالت کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ عرض کی گئی: اور دو ہوں تو؟ فرمایا: اور دو ہوں تب بھی۔ عرض کی گئی: اگر ایک ہو تو؟ فرمایا: اگر ایک ہو تو بھی۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۱۹۹، ج۴، ص۳۴۷)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے روک بن جائیں گی۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، الحدیث ۲۶۲۹، ص۱۴۱۴)

(270) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، تَسْاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَاَعْطَيْتُهَا

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیاں ساتھ لیے ہوئے کچھ مانگنے کیلئے آئی اس کو دینے کے

اِیَّاھَا فَقَسَمَتْهَا بَیْنَ ابْنَتَیْهَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا، فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ، کُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

لیے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہ اسے دی۔ تو اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں میں آدھی آدھی تقسیم کردی اور خود کچھ نہ چکھا پھر اٹھ کر چل دی پس جب نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا جو بیٹیوں میں کسی چیز کے ساتھ آزمائش میں ڈالا جائے پھر وہ ان سے بھلائی کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لئے آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتقوا لنار ولو بشق تمرة والقلیل من الصدقة، ج ۲ص۵۱۴، رقم: ۱۴۵۲، صحیح مسلم، باب فضل الاحسان الی البنات، ج ۸ص۳۸، رقم: ۶۸۶۲، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۶ص۱۶۶، رقم: ۲۵۳۷۱، مسند عبد بن حمید، من مسند الصدیقة عائشه، ص۴۲۹، رقم: ۱۴۷۲، مصنف عبد الرزاق، باب نفقه الرجل علی اهله، ج ۱۰ص۴۵۷، رقم: ۱۹۶۹۳)

شرح حدیث: مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بیٹیوں پر شفقت

(۱) حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کھڑے ہوجاتے، ان کی طرف متوجہ ہوجاتے، پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے، اسے بوسہ دیتے پھر ان کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھ کر کھڑی ہوجاتیں، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتیں پھر اس کو چومتیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی القیام، الحدیث ۵۲۱۷، ج ۴ص ۴۵۴)

(۲) حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سب سے بڑی شہزادی ہیں جو اعلانِ نبوت سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ جنگِ بدر کے بعد حضور پرنور، شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو مکہ سے مدینہ بلالیا۔ جب یہ ہجرت کے ارادہ سے اونٹ پر سوار ہوکر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ایک ظالم نے نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے زمین پر گرادیا جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس واقعے سے بہت صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے ان کے فضائل میں ارشاد فرمایا: ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ یعنی یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے فضیلت والی ہے

کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔ جب آٹھ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا تو نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، باب فی ذکر اولادہ الکرام، ج ۲، ص ۳۱۸، ماخوذا)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی بیٹی پر شفقت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی غزوہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صاحبزادی حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا ہیں اور لیٹی ہوئی ہیں چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ میری بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟ اور (ازراہِ شفقت) ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الخد، الحدیث ۵۲۲۲، ج ۴، ص ۴۵۵)

(271) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَائَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَأَطْعَمْتُهَا ثَلاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا. فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک محتاج عورت آئی اس نے اپنی دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور کھانے کے لئے ایک اپنے منہ کی طرف اٹھائی اس کی بیٹیوں نے وہ اس سے طلب کی تو اس نے اس کھجور کو دو ٹکڑے کر کے انہیں دے دیا جس کھجور کو اس نے کھانے کا ارادہ کیا تھا مجھے اس عورت کا یہ کام بہت پسند آیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے اس عمل کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔ یا فرمایا اس کی وجہ سے اس کو آگ سے آزاد فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاحسان الی البنات، ج ۸ص ۳۸، رقم: ۶۸۶۳ صحیح ابن حبان، باب صلة الرحم وقطعها، ج ۱ص ۱۸۲، رقم: ۴۴۸ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، ج ۴ص ۲۴۴، رقم: ۴۰۹۳ مسند امام احمد بن حنبل، حديث السيدة عائشه رضی الله عنها، ج ۶ص ۹۲، رقم: ۲۴۶۵۵ جامع الاصول لابن اثیر، الباب الثانی فی بر الاولاد والاقارب، ج ۱ص ۴۱۱، رقم: ۲۱۱)

شرح حدیث: ایثار کی فضیلت

جان لیجئے! سخاوت میں سب سے بلند درجہ ایثار کا ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر:9)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَیُّمَا رَجُلٍ اِشْتَھٰی شَھْوَۃً فَرَدَّ شَھْوَتَہٗ، وَآثَرَ عَلٰی نَفْسِہٖ غُفِرَلَہٗ۔

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو پھر اپنی خواہش ترک کردے اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اس کی بخشش کردی جائے گی۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۸۹ ۔عمرو بن خالد، ج۶، ص ۲۲۳)

رسول اکرم، نور مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی کو چراغ بجھانے کا حکم دیا، خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھالیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ صَنِیْعِکُمْ اِلٰی ضَیْفِکُمْ۔

ترجمہ: تمہارا اپنے مہمان سے (حسنِ) سلوک سے پیش آنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو بہت پسند آیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۳۵۹، ص ۱۰۴۵)

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر:9)

لکڑی کا بُرادہ میدہ بن گیا

حضرتِ سیِّدُنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدقہ و ایثار کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنی غذا بھی صدقہ کردیتے اور خود رات کو بھوکے سوتے۔ ایک صبح اس حالت میں کی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر سوائے ایک درہم کے کچھ نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ نے عرض کی: اس درہم سے آٹا خرید لائیں تاکہ ہم اسے گوندھ کر بچوں کے لئے روٹی پکالیں، بچے مزید بھوک برداشت نہیں کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک درہم اور توشہ دان

(کھانے کا برتن) لیا اور بازار کی طرف چل پڑے۔ سردی بہت شدید تھی، راستے میں آپ کو ایک سائل ملا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف سے جانے لگے تو اس نے آپ کو روک لیا اور اپنی تنگدستی بیان کرتے ہوئے آپ کو قسم دی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ پھر یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اپنے اہل وعیال کے پاس کیا لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ، اسی فکر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مضبوط درخت کے قریب سے گزرے لوگ اس کو چیر رہے تھے۔ انہوں نے توشہ دان کھولا اور آرے سے چیرے جانے کے باعث جو برادہ گر رہا تھا اس سے توشہ دان بھر کر منہ بند کر دیا اور گھر جا کر بیوی کو کچھ بتائے بغیر رکھ دیا اور خود مسجد کی طرف چل پڑے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے توشہ دان کھول کر دیکھا تو اس میں سفید باریک میدہ موجود تھا۔ اس نے گوندھ کر بچوں کے لئے کھانا پکایا۔ بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر کھیلنے لگ گئے۔ جب سورج خوب بلند ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیوی، بچوں کی بھوک کا خوف محسوس کرتے ہوئے گھر تشریف لائے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھ گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیوی نے دسترخوان اور کھانا لا کر سامنے رکھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو پوچھا: یہ کھانا کہاں سے آیا؟ عرض کی: میرے سرتاج! اسی توشہ دان سے جو آپ لے کر آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت حیران ہوئے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لطف وکرم اور حُسنِ کاریگری پر اس کا شکر ادا کیا۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّفُ الشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ صفحہ ۳۱۱)

(272) وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ: الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کہا: اے اللہ! میں نے دو کمزوروں کے حق کا تنگی والا ہونا واضح کر دیا۔ یعنی یتیم اور عورت کا۔ یہ حدیث حسن ہے اس کو نسائی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ومعنی اُحَرِّجُ: اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَھُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَیَّعَ حَقَّھُمَا، وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِکَ تَحْذِیْرًا بَلِیْغًا، وَّاَزْجُرُ عَنْہُ زَجْرًا اَکِیْدًا.

اُحَرِّجُ کا مطلب ہے ان دونوں کے حق ضائع کرنے والے پر بڑے گناہ کا بیان کرتا ہوں اور اس پر خوب ڈانٹتا ہوں اور سختی کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: (سنن الکبری للنسائی، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۵ ص ۳۶۳، رقم: ۹۱۳۹، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۴۳۹، رقم: ۹۶۶۴، سنن ابن ماجہ، باب حق الیتیم، ج ۴ ص ۱۲۱۳، رقم: ۳۶۷۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، باب ما علی القاضی فی الخصوم والشھود، ج ۱۴ ص ۲۹۵، رقم: ۶۰۵۱)

شرح حدیث: عورت اسلام سے پہلے

اسلام سے پہلے عورتوں کا حال بہت خراب تھا دنیا میں عورتوں کی کوئی عزت ووقعت ہی نہیں تھی مردوں کی نظر میں اس

سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ایک "کھلونا" تھیں عورتیں دن رات مردوں کی قسم قسم کی خدمت کرتی تھیں اور طرح طرح کے کاموں سے یہاں تک کہ دوسروں کی محنت مزدوری کر کے جو کچھ کماتی تھیں وہ بھی مردوں کو دے دیا کرتی تھیں مگر ظالم مرد پھر بھی ان عورتوں کی کوئی قدر نہیں کرتے تھے بلکہ جانوروں کی طرح ان کو مارتے پیٹتے تھے ذرا ذرا سی بات پر عورتوں کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ لیا کرتے تھے اور کبھی قتل بھی کر ڈالتے تھے عرب کے لوگ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے جس طرح باپ کی جائیداد اور سامان کے مالک ہو جایا کرتے تھے اسی طرح اپنے باپ کی بیویوں کے مالک بن جایا کرتے تھے اور ان عورتوں کو زبردستی لونڈیاں بنا کر رکھ لیا کرتے تھے عورتوں کو ان کے ماں باپ بھائی بہن یا شوہر کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا نہ عورتیں کسی چیز کی مالک ہوا کرتی تھیں عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ دستور تھا کہ بیوہ ہو جانے کے بعد عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ وتاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کرتی تھیں نہ کپڑے بدل سکتی تھیں کھانا پانی اور اپنی ساری ضرورتیں اسی جھونپڑے میں پوری کرتی تھیں بہت سی عورتیں تو گھٹ گھٹ کر مر جاتی تھیں اور جو زندہ بچ جاتی تھیں تو ایک سال کے بعد ان کے آنچل میں اونٹ کی مینگنیاں ڈال دی جاتی تھیں اور ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ کسی جانور کے بدن سے اپنے بدن کو رگڑیں پھر سارے شہر کا اسی گندے لباس میں چکر لگائیں اور ادھر ادھر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی ہوئی چلتی رہیں یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ ان عورتوں کی عدت ختم ہو گئی ہے اسی طرح کی دوسری بھی طرح طرح کی خراب اور تکلیف دہ رسمیں تھیں جو غریب عورتوں کے لئے مصیبتوں اور بلاؤں کا پہاڑ بنی ہوئی تھیں اور بے چاری مصیبت کی ماری عورتیں گھٹ گھٹ کر اور رو رو کر اپنی زندگی کے دن گزارتی تھیں ہندوستان میں تو بیوہ عورتوں کے ساتھ ایسے ایسے دردناک ظالمانہ سلوک کئے جاتے تھے کہ جن کو سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے ہندو دھرم میں ہر عورت کے لئے فرض تھا کہ وہ زندگی بھر قسم قسم کی خدمتیں کر کے "پتی پوجا" (شوہر کی پوجا) کرتی رہے اور شوہر کی موت کے بعد اس کی "چتا" کی آگ کے شعلوں پر زندہ لیٹ کر "ستی" ہو جائے یعنی شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ عورت بھی جل کر راکھ ہو جائے غرض پوری دنیا میں بے رحم اور ظالم مرد عورتوں پر ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے تھے کہ ان ظلموں کی داستان سن کر ایک دردمند انسان کے سینے میں رنج وغم سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے ان مظلوم اور بیکس عورتوں کی مجبوری و لاچاری کا یہ عالم تھا کہ سماج میں نہ عورتوں کے کوئی حقوق تھے نہ ان کی مظلومیت پر داد و فریاد کے لئے کسی قانون کا کوئی سہارا تھا ہزاروں برس تک یہ ظلم وستم کی ماری دکھیاری عورتیں اپنی اس بے کسی اور لاچاری پر روتی بلبلاتی اور آنسو بہاتی رہیں مگر دنیا میں کوئی بھی ان عورتوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والا اور ان کی مظلومیت کے آنسوؤں کو پونچھنے والا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا نہ دنیا میں کوئی بھی ان کے دکھ درد کی فریاد سننے والا تھا نہ کسی کے دل میں ان عورتوں کے لئے بال برابر بھی رحم و کرم کا کوئی جذبہ تھا عورتوں کے اس حال زار پر انسانیت رنج وغم سے بے چین اور بے

قرار تھی مگر اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ رحمت خداوندی کا انتظار کرے کہ ارحم الراحمین غیب سے کوئی ایسا سامان پیدا فرمادے کہ اچانک ساری دنیا میں ایک انوکھا انقلاب نمودار ہو جائے اور لاچار عورتوں کا سارا دکھ درد دور ہو کر ان کا بیڑا پار ہو جائے چنانچہ رحمت کا آفتاب جب طلوع ہو گیا تو ساری دنیا نے اچانک یہ محسوس کیا کہ۔

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا　　کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

عورت اسلام کے بعد

جب ہمارے رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم خدا کی طرف سے دین اسلام لے کر تشریف لائے تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور اسلام کی بدولت ظالم مردوں کے ظلم وستم سے کچلی اور روندی ہوئی عورتوں کا درجہ اس قدر بلند وبالا ہو گیا کہ عبادات ومعاملات بلکہ زندگی اور موت کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہو گئیں اور مردوں کی برابری کے درجہ پر پہنچ گئیں مردوں کی طرح عورتوں کے بھی حقوق مقرر ہو گئے اور ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے خداوندی قانون آسمان سے نازل ہو گئے اور ان کے حقوق دلانے کے لئے اسلامی قانون کی ماتحتی میں عدالتیں قائم ہو گئیں عورتوں کو مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے چنانچہ عورتیں اپنے مہر کی رقموں، اپنی تجارتوں، اپنی جائدادوں کی مالک بنادی گئیں اور اپنے ماں باپ، بھائی بہن اولاد اور شوہر کی میراثوں کی وارث قرار دی گئیں۔ غرض وہ عورتیں جو مردوں کی جوتیوں سے زیادہ ذلیل وخوار اور انتہائی مجبور ولاچار تھیں وہ مردوں کے دلوں کا سکون اور ان کے گھروں کی ملکہ بن گئیں۔

(273) وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ھٰکَذَا مُرْسَلًا، فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِیٌّ، وَرَوَاہُ الْحَافِظُ اَبُوْ بَکْرٍ الْبَرْقَانِیُّ فِیْ صَحِیْحِہٖ مُتَّصِلًا عَنْ مُصْعَبٍ، عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت سعد نے اپنے آپ کو دوسروں سے فضیلت والا سمجھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کو مدد اور رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے عطا کئے جاتے ہیں۔ (بخاری) بخاری میں یہ مرسل روایت ہے کیونکہ مصعب بن سعد تابعی ہیں اور حافظ ابوبکر برقانی نے سند متصل کے ساتھ یہ حدیث اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ از حضرت مصعب انہوں نے اپنے والد ﷺ سے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، ج ۲ص ۱۰۶۱، رقم: ۲۸۹۶، مسند امام احمد، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۱ص ۱۷۳، رقم: ۱۴۹۳، مصنف عبدالرزاق، باب لمن الغنیمۃ، ج ۵ص ۳۰۲، رقم: ۹۶۹۱، کتب

الزہد للمعافی بن عمران الموصلی، ص۱۲۰، رقم: ۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت سعد ابن ابی وقاص مالدار بھی تھے اور بڑے سخی بہادر بھی، ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضور انور نے یہ فرمایا اللہ تعالٰی نے حضور کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے آپ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر مگر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لیے یہ ارشاد ہوا۔

مزید فرماتے ہیں: کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے یعنی اے سعد تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت وقوت سے مگر دولت، قوت، فتح فقراء کی برکت سے وہ تم حضرات کے لیے وسیلہ عظمٰی ہیں اس سے توسل ثابت ہوا۔ یہاں مرقات میں فرمایا کہ فقراء مسلمین بندوں کے لیے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے، ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں، غرضیکہ اللہ تعالٰی کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہ لوگ ہیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۶)

فقراء اور ان کی مجالس کو حقیر نہ جانو

پیارے اسلامی بھائی! جو چیز تجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے گی وہ اللہ عزوجل کے بندوں کا احترام ہے،۔۔۔۔۔ بالخصوص نیک و پرہیز گار فقراء کی تعظیم و تکریم کرنا،۔۔۔۔۔ اُنکی قدر و منزلت کو سمجھنا،۔۔۔۔۔ اور اُن سے دوستی ایسی ہو جیسی تم اغنیاء اور مالداروں سے کرتے ہو،۔۔۔۔۔ اگر وہ تیرے پاس کوئی حاجت لے آئیں تو اپنے منصب و مال کے ذریعے ان کی غم گساری کر،۔۔۔۔۔ انہیں حقیر مت جان ہو سکتا ہے کہ وہ تجھ سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کے قریب ہوں۔

زاہد نگاہ تنگ سے کسی رند کو نہ دیکھ
شاید کہ اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان جنت نشان ہے: بروزِ قیامت مسلمان فقراء مالداروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء۔۔۔۔۔ الحدیث: ۲۳۵۴۔۲۳۵۳، ص۱۸۸۸)

جنت میں فقراء زیادہ ہوں گے

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ

وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے جنت کے اندر جھانکا تو اہلِ جنت میں فقراء (یعنی غریبوں) کو زیادہ دیکھا اور دوزخ کے اندر جھانکا تو اہلِ دوزخ میں اغنیاء (یعنی مالداروں) اور عورتوں کو زیادہ دیکھا۔

(المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۲۲، ج۲،ص ۵۸۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرورِ ذیشان، رحمتِ عالمیان، نبی غیب دان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: دو مومن جنت کے دروازے پر ملاقات کریں گے، جن میں سے ایک دنیا میں غنی (یعنی مالدار) تھا اور دوسرا فقیر (یعنی غریب)۔ فقیر کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور غنی کو جب تک اللہ عزوجل چاہے گا روک دیا جائے گا۔ پھر اُسے بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جب فقیر اس سے ملے گا تو پوچھے گا: اے بھائی! کس چیز نے تجھے (اتنی دیر تک) روک دیا، اللہ عزوجل کی قسم! تجھے اتنی دیر تک روکا گیا حتی کہ میں تیرے بارے میں خوف کرنے لگا۔ غنی جواب دے گا: اے میرے بھائی! تمہارے بعد مجھے انتہائی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ رکاوٹ کا سامنا تھا اور تم تک پہنچتے پہنچتے (روکے جانے کے سبب) میرا اتنا پسینہ نکلا کہ اگر اُس کو نمکین اور کڑوی بوٹی چرنے والے ایک ہزار پیاسے اونٹ پینے کے لئے اترتے تو سیراب ہو جاتے۔ (المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۲۷۷۰، ج۱،ص ۶۵۲)

(274) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَبْغُوْنِي الضُّعَفَاءَ، فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابو الدرداء عویمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ نے فرمایا: مجھے کمزوروں میں تلاش کیا کرو کیونکہ تمہیں مدد اور رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے عطا ہوتے ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فی الانتصار برذل الخیل والضعفه، ج۳ص۳۳۶، رقم: ۲۵۹۴ سنن الکبری للبیہقی، باب استحباب الخروج بالضعفاء والصبیان والعبید، ج۳ص۳۴۵، رقم: ۶۱۸۱ سنن الکبری للنسائی، باب الاستنصار بالضعیف، ج۳ص۳۰، رقم: ۴۳۸۸ تحفة الاشراف للمزی، من اسمه جبیر بن نفیر الحضرمی، ج۸ص۲۱۸، رقم: ۱۰۹۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ضعفاء سے مراد وہ نیک مؤمن ہیں جن میں کبھی شیخی شان نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مؤمنوں میں ڈھونڈو میں ان میں ملوں گا۔ ڈھونڈو کا مطلب یہ ہے کہ ان فقراء و مساکین کی خدمت کرو جس سے وہ راضی ہو جائیں ان کی مجلسوں میں حاضر رہو۔ یہاں مرقات نے بحوالہ ابن مالک فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی توجہ سے تو ہر دم ان مقبولوں کی مجلس میں رہتے ہیں مگر کبھی کبھی جسمًا وصورةً بھی ان مجلسوں میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مرقات) ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی اجنبی شخص پر نظر پڑے تو اس سے مصافحہ ضرور کرے، ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو۔ حضرت جبریل شکل انسانی میں حضور کی بارگاہ میں آتے تھے، خضر علیہ السلام مختلف انسانی شکلوں میں

لوگوں سے ملاقات کرتے رہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں، حضرت ابوہریرہ اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی پہلی محراب ختم ہونے پر ختم شریف کی مجلس میں شرکت فرمائی۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزیہ کے مقدمہ ص ۱۳ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حالات میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے۔ عبارت یہ ہے تاش پر سیدند گفت ابوہریرہ کہ نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ بودند امروز ختم قرآن عبدالعزیز است ماخواہیم رفت ومرا در جاء دیگر بکارے فرستادہ بودند ازیں جہت تاخیر واقع شد ایں گفت وغائب شد۔ فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۳ عرس بزرگاں، میلاد شریف کی مجلسوں، بزرگان دین کی زیارات میں شرکت کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ شاید یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی نصیب ہو جائے۔

گدا بن کر میں ڈھونڈوں تم کو گھر گھر — مرے آقا مجھے چھوڑا ہے کس پر

آخرت میں حضور کے ملنے کے تین مقام ہیں: لب کوثر، میزان، صراط۔ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجلسیں ہیں ان سے دوری اللہ رسول سے دوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

چوں شدی دور از حضور اولیاء — ایں چنیں واں دور گشتی از خدا

مزید فرماتے ہیں:

کیونکہ ضعفاء میں قطب اور اوتاد ولی ہوتے ہیں، قطبوں اوتادوں سے دنیا کا نظام قائم ہے اگر یہ رہیں تو دنیا رہے جیسے خیمہ چوب اور طناب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے۔

(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۷۶)

34- بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ
عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ) (النساء: 19)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا) (النساء: 129)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم عورتوں کے درمیان انصاف کی طاقت نہیں رکھتے اگرچہ تم یہ چاہو تو ایک ہی طرف مائل ہو کر دوسری کو لٹکتی ہوئی نہ چھوڑ دو اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(275) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَوْصُوا

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے بھلائی کا سلوک کرو

بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ، فَإِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَّاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ. فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ. وَاِنْ تَرَكْتَهٗ، لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عورت کی تخلیق پسلی سے ہے اور ان میں سے زیادہ پر والی زیادہ ٹیڑھی ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں سے بھلائی کے سلوک کرو۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اسْتَمْتَعْتَ وَفِيْهَا عِوَجٌ.

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اس سے نفع اٹھانا ہے تو ٹیڑھ کے ساتھ ہی نفع اٹھاؤ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے تیرے لیے ایک طریقہ پر درست نہ ہوگی پس اگر تو اس سے نفع اٹھانا چاہتا ہے تو ٹیڑھ سمیت اٹھالو اور اگر اس کو سیدھا کرنے لگے تو توڑ دو گے۔ اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

قَوْلُهٗ: عِوَجٌ هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ.

عوج: عین اور واؤ پر زبر ہے مطلب اس کا ٹیڑھا پن ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب خلق آدم صلوات علیه وذریته صلصال، ج ۲ص ۱۳۳، رقم: ۳۳۳۱ صحیح مسلم، باب الوصیة بالنساء، ج ۲ص ۱۷۸، رقم: ۳۷۲۰ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب حق المرأة علی الرجل، ج ۷ص ۲۹۵، رقم: ۱۵۱۱۹ سنن ابن ماجه، باب حق المرأة علی زوجها، ج ۱ص ۵۹۳، رقم: ۱۸۵۱ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی مداراة النساء، ج ۴ص ۱۹۷، رقم: ۱۹۲۷۲)

شرح حدیث: حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش

جب حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند قدوس نے بہشت میں رہنے کا حکم دیا تو آپ جنت میں تنہائی کی وجہ سے کچھ ملول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کا غلبہ فرمایا اور آپ گہری نیند سو گئے تو نیند ہی کی حالت میں آپ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرما دیا۔

جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین و جمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ آپ کو مجھ سے اُنس اور سکون قلب حاصل ہو۔ اور مجھے آپ سے اُنسیت اور تسکین ملے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش رہیں اور پیار و محبت کے

ساتھ زندگی بسر کریں اور خداوندِ قدوس عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔

(تفسیر روح المعانی، ج۱، ص۳۱۶، پ۱، البقرۃ:۳۵)

ٹیڑھی پسلی

منقول ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضرت سیدتنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خُلق کی شکایت کی، اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: مَیں نے عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا ہے اور وہ یوں کہ عورت یعنی حوا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی ٹیڑھی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا اور ٹیڑھی پسلی کو اگر تم سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے۔ لہٰذا اسے برداشت کرو اور وہ جیسی بھی ہو اس کے ساتھ گزارہ کرو، ہاں! اگر دین میں کمی دیکھو تو ضرور پورا کرو۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۸۵۔۸۶)

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب پردے کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں:

حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجسّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔ (سُنَنِ ابن ماجہ ج ۲ ص ۴۷۸ حدیث ۱۹۷۸) مرد اپنی عورت کو نیکی کی دعوت دیتا، اس کو ضروری مسائل سکھاتا رہے، اس کے کھانے پینے کا لحاظ رکھے اور اگر کبھی کوئی خلافِ مزاج بات ہو جائے تو درگزر سے کام لے یہ نہ ہو کہ مار پٹائی پر اتر آئے کہ اس طرح ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات اُلجھ جاتی ہے۔ دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ملاحظہ ہوں: (1) عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔ (صحیح مُسلم ص ۷۷۵ حدیث ۱۴۶۸)

(2) مسلمان مرد (اپنی) عورتِ مومنہ کو مَبغوض نہ رکھے (یعنی اِس سے نفرت و بغض نہ رکھے) اگر اس کی ایک عادت بُری معلوم ہوتی ہے، دُوسری پسند ہو گی (ایضاً حدیث ۱۴۶۹) مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کی کوئی ایک آدھ عادت خراب محسوس ہوتی ہے تو بعض خصلتیں اچھی بھی لگتی ہوں گی لہٰذا اُس کی اچھائیوں پر نظر کرے اور خامیوں کی مناسب طریقے سے اصلاح کی کوشش جاری رکھے۔

نمک زیادہ ڈال دیا

اپنی زوجہ کے خلافِ مزاج حرکت پر صبر کرنے والے ایک خوش نصیب شخص کی ایمان افروز حکایت پڑھیے اور جھومیے، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 472 صفحات پر مشتمل کتاب، بیاناتِ عطاریہ حصہ دُوم کے صَفْحہ 164 پر ہے: ایک آدمی کی بیوی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا۔ اسے غُصّہ تو بہت آیا مگر یہ سوچتے ہوئے

وہ غصے کو پی گیا کہ میں بھی تو خطائیں کرتا رہتا ہوں اگر آج میں نے بیوی کی خطا پر سختی سے گرفت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ بھی میری خطاؤں پر گرفت فرمالے۔ چنانچہ اُس نے دل ہی دل میں اپنی زوجہ کی خطا مُعاف کردی۔ اِنتقال کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعامَلہ فرمایا؟ اُس نے جواب دیا کہ گناہوں کی کثرت کے سبب عذاب ہونے ہی والا تھا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: میری بندی نے سالن میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا اور تم نے اُس کی خطا مُعاف کردی تھی، جاؤ میں بھی اُس کے صِلے میں تم کو آج مُعاف کرتا ہوں۔

اللہ کی رحمت سے تو جنّت ہی ملے گی ۔۔۔ اے کاش! محلّے میں جگہ اُن کے ملی ہو

(پردے کے بارے میں سوال جواب صفحہ ۱۲۰)

(276) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَهَا: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا) انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ، عَارِمٌ مَّنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهٖ. ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ، فَوَعَظَ فِيْهِنَّ، فَقَالَ: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، وَقَالَ: لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ نے خاص ڈاچی اور اس کو شہید کرنے والے کا ذکر کیا' پس رسول اللہ ﷺ نے آیت **اذا نبعث اشقاھا** تلاوت کی پھر فرمایا جب ان میں سے بظاہر معزز' شرارتی اور اپنے خاندان کا باوقار شخص اٹھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کے متعلق نصیحتیں کی۔ تو فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کا ارادہ کرتا ہے اس کو یوں مارتا ہے جیسے زرخرید غلام کو مارتا ہے کہ پھر دن کے پچھلے پہر اس سے جماع کرتا ہے پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو آواز سے ہوا خارج ہونے پر مذاق کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا تم کیوں ہنستے ہو جب تم میں سے کوئی ایسا کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَالْعَارِمُ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّاءِ: هُوَ الشِّرِّيْرُ الْمُفْسِدُ، وَقَوْلُهٗ: انْبَعَثَ، اَيْ: قَامَ بِسُرْعَةٍ.

عارم: عین اور راء مہملہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے شرارتی فسادی' انبعث: یعنی تیزی سے اٹھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' سورة الشمس و ضحاھا' ج ۳ص۱۸۸۸' رقم: ۴۶۵۸ (دار ابن کثیر یمامہ بیروت) صحیح مسلم' باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء' ج ۸ص۱۵۴' رقم: ۷۴۰۰' صحیح ابن حبان' باب المزاح والضحک' ج ۱۳ص۱۱۰' رقم: ۵۷۹۳' الاحاد والمثانی' ومن ذکر عبدالله بن زمعة بن المطلب بن اسد' ج ۱ص۴۰۹' رقم: ۶۰۵' سنن ترمذی' باب ومن

سورۃ الشمس وضحاھا: ج۳،ص۲۲۰،رقم: ۴۹۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

سختی و بے دردی کے ساتھ نہ مارے، اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اصلاح کے لیے بیوی کو قدرے مار سکتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: اضْرِبُوهُنَّ کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے، استاذ شاگرد کو، باپ بیٹے کو مار سکتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی چونکہ آخر اس عورت سے صحبت و محبت بھی کرتا ہے لہذا اسے غلاموں کی طرح نہ مارو پیٹو، ماتعجب ہے کہ اب تو تم اسے اس طرح مارو اور پھر عنقریب گلے بھی لگاؤ گے، بزرگ فرماتے ہیں ایک آنکھ لڑنے کی رکھو دوسری ملنے کی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے بعد میں بیویوں کو مارنے پیٹنے کی اجازت دے دی گئی مگر یہ غلط ہے سخت مار سے ممانعت ہے نرم مار کی اجازت۔ (مرقات)

ہنسنے سے متعلق فرماتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسا پیارا قاعدہ بیان فرمایا کہ جو کام خود بھی کرتے ہو اس کام کی بناپر دوسروں پر کیوں ہنستے ہو۔ شعر

اوی کل انسان یری عیب غیرہ ویعمی عن الھب الذی عوفیہ

حضرت حاتم اصم بہرے نہ تھے ایک بار آپ کی بیوی کی ہوا آواز سے نکل گئی تو آپ نے فرمایا زور سے بات کرو میں اونچا سنتا ہوں تاکہ اسے خجالت نہ ہو، پھر آخر تک بہرے ہی بنے رہے۔ (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آواز سے گوز (ہوا) نہ نکالے لیکن اگر کسی کی ہوا آواز سے نکل جائے تو اس پر نہ ہنسے نہ مذاق کرے کہ اس میں مسلمان کو شرمندہ کرنا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۱۶۳)

بیوی کو کب مار سکتا ہے؟

عورت کو بلا کسی بڑے قصور کے کبھی ہرگز ہرگز نہ مارے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی شخص عورت کو اس طرح نہ مارے جس طرح اپنے غلام کو مارا کرتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے صحبت بھی کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح۔ ۹۴۔ باب ما یکرہ من ضرب النساء، رقم ۵۲۰۴، ج۳،ص۴۶۵)

ہاں البتہ اگر عورت کوئی بڑا قصور کر بیٹھے تو بدلہ لینے یا دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ عورت کی اصلاح اور تنبیہ کی نیت سے شوہر اس کو مار سکتا ہے مگر مارنے میں اس کا پوری طرح دھیان رہے کہ اس کو شدید چوٹ یا زخم نہ پہنچے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چار باتوں پر سزا دے سکتا ہے اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

(۱) شوہر اپنی بیوی کو بناؤ سنگھار اور صفائی ستھرائی کا حکم دے لیکن پھر بھی وہ پھوہڑ اور میلی کچیلی بنی رہے۔

(۲) شوہر صحبت کرنے کی خواہش کرے اور بیوی بلا کسی عذر شرعی منع کرے۔
(۳) عورت حیض اور جنابت سے غسل نہ کرتی ہو۔
(۴) بلا وجہ نماز ترک کرتی ہو۔ (الفتاوی القاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی حقوق الزوجیۃ، ج ۱، ص ۲۰۳)

ان چاروں صورتوں میں شوہر کو چاہیے کہ پہلے بیوی کو سمجھائے اگر مان جائے تو بہتر ہے ورنہ ڈرائے دھمکائے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو اس شرط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے کہ منہ پر نہ مارے۔ اور ایسی سخت مار نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر زخم ہو جائے۔

میاں بیوی کی خوشگوار زندگی بسر ہونے کے لئے جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اس طرح عورت کی ناراضگی بھی مردوں کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ اس لئے مرد کو لازم ہے کہ عورت کی سیرت وصورت پر طعنہ نہ مارے اور عورت کے میکا والوں پر بھی طعنہ زنی اور نکتہ چینی نہ کرے۔ نہ عورت کے ماں باپ اور عزیز واقارب کو عورت کے سامنے برا بھلا کہے کیونکہ ان باتوں سے عورت کے دل میں مرد کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذاب جان بن جاتی ہے۔ (جنتی زیور صفحہ ۷۱۔۷۲)

(277) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ. اَوْ قَالَ: غَيْرَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار مرد ایمان دار عورت سے بغض نہ رکھے اگر اس کو اس کی کوئی بات ناپسند ہے، تو دوسری پسند ہوگی یا آپ نے فرمایا: اس کے علاوہ۔ (مسلم)

وَقَوْلُهٗ: يَفْرَكُ هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَاِسْكَانِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ: يُبْغِضُ، يُقَالُ: فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا، وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا، بِكَسْرِ الراء يَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا: اَیْ اَبْغَضَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

يَفْرَكُ: یا پر زبر اور فا ساکن اور را مفتوح کے ساتھ اس کا مطلب ہے۔ بغض رکھتا ہے عربی محاورہ ہے فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا کہ عورت نے شوہر سے بغض رکھا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا: را پر زیر کے ساتھ اور زبر کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہے شوہر نے بیوی سے بغض رکھا۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوصیة بالنساء، ج ۲ص ۱۷۸، رقم: ۳۷۲۱، سنن الکبری للبیھقی، باب حق المراۃ علی

الرجل، ج ۲،ص۲۹۸، رقم: ۳۰۰۳، مسند ابی یعلی، مسند شهر بن حوشب عن ابی هریرة، ج ۱۱ص۳۰۲، رقم: ۶۴۱۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۳ص۲۲۹، رقم: ۸۳۲۵، اطراف المسند المعتلی لابن حجر، من اسمه عمر بن الحکم الانصاری، ج ۶،ص۲۲۷، رقم: ۱۰۱۰۰ (دار ابن کثیر بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم، مقصد یہ ہے کہ بے عیب بیوی ملنا ناممکن ہے، لہذا اگر بیوی میں دو ایک برائیاں بھی ہوں تو اسے برداشت کرو کہ کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا، ہم خود ہزار ہا برائیوں کا چشمہ ہیں، ہر دوست عزیز کی برائیوں سے درگزر کرو، اچھائیوں پر نظر رکھو، ہاں اصلاح کی کوشش کرو، بے عیب تو رسول اللہ ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص ۱۶۳)

بہترین شوہر وہ ہے!

(۱) جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے!

(۲) جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے!

(۳) جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

(۴) جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر کا شریک سمجھے۔

(۵) جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔

(۶) جو اپنی بیوی کے تند مزاجی اور بد اخلاقی پر صبر کرے۔

(۷) جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔

(۸) جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔

(۹) جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

(۱۰) جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔

(۱۱) جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو کما کما کر رزق حلال کھلائے۔

(۱۲) جو اپنی بیوی کے میکا والوں اور اسکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔

(۱۳) جو اپنی بیوی کو ذلت و رسوائی سے بچائے رکھے۔

(۱۴) جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

(۱۵) جو اپنی بیوی پر اسطرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رخ بھی نہ کر سکے۔ (جنتی زیور صفحہ ۸۵)

(278) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَالَ: اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا، اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَاۤئِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَاۤئِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ، وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ، اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت کیا اور فرمایا: سنو عورتوں سے اچھا سلوک کرنا وہ تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں تم اس (خاص شئی) کے سوا کسی چیز کے مالک نہیں ہاں اگر وہ کھلی بے حیائی کریں (تو سزا کی مستحق ہوسکتی ہیں) سو اگر وہ اس کا ارتکاب کریں تو ان کو بستروں سے الگ کردو (اگر یہ تدبیر غیر مؤثر ہو تو) ان کو اس طرح مارو کہ وہ مار حسن یا جسم میں عیب کا سبب نہ بنے پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر اعتراض کا راستہ تلاش نہ کرو خبردار تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے ان پر تمہارا حق یہ ہے۔ کہ تمہارے بستر پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ بیٹھنے دیں اور نہ ان کو گھر میں آنے دیں خبردار اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کی طرف کپڑے اور کھانے کے سلسلے میں بھلائی کرو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَوَانٍ اَيْ: اَسِيْرَاتٌ جَمْعُ عَانِيَةٍ، بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَهِيَ الْاَسِيْرَةُ، وَالْعَانِيْ: الْاَسِيْرُ. شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ فِيْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِيْرِ وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ: هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِيْدُ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اَيْ: لَا تَطْلُبُوْا طَرِيْقًا تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَيْهِنَّ وَتُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور آپ ﷺ کے فرمان ''عون'' کا مطلب ہے قیدی عورتیں اس کی جمع عانیہ ہے۔ عین مہملہ کے ساتھ اور ''عانی'' قیدی کو کہتے ہیں۔ خاوند کے ماتحت ہونے میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کو قیدی سے تشبیہ دی۔ الضرب المبرح: سخت تکلیف دہ مار' اور آپ ﷺ کا ارشاد: لاتبغوا علیھن سبیلا: ان پر بہانوں سے اعتراض کا راستہ تلاش نہ کرو یعنی ایسے طریقے جن کے ساتھ تم ان کو تنگ کرو اور تکلیف دو۔ اور اللہ ہی زیادہ علم

والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۲ص ۳۸۶، رقم: ۱۱۶۳، سنن ابن ماجہ، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۱ص ۵۹۴، رقم: ۱۸۵۱، جامع الاصول لابن الاثیر، الفرع الثانی فی حق المرأۃ علی زوج ج ۶ص ۵۰۴، رقم: ۴۷۱۸، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث عمرو بن الاحوص، ص ۲۱، رقم: ۵۶۲، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، ج ۱ص ۲۱۶، رقم: ۴۴۸۸)

شرح حدیث: شوہر کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے اس لئے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر حکم کی تابعداری کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے یاد رکھو کہ اپنے شوہر کو راضی وخوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو ناخوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کو وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ (جامع الترمذی، کتاب الرضاع (۱۰) باب ماجاء فی حق الزوج علی المراۃ، رقم ۱۱۶۲، ج ۲، ص ۳۸۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنت میں جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴۴۔ باب حق الزوج علی المراۃ، رقم ۱۸۵۴، ج ۲، ص ۴۱۲)

اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لئے بلائے تو وہ عورت اگر چہ چولھے کے پاس بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔

(جامع الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المراۃ (ت: ۱۰) رقم ۱۱۶۳، ج ۲، ص ۳۸۶)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورت چاہے کتنے بھی ضروری کام میں مشغول ہو مگر شوہر کے بلانے پر سب کاموں کو چھوڑ کر شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حکم دے کہ پیلے رنگ کے پہاڑ کو کالے رنگ کا بنا دے اور کالے رنگ کے پہاڑ کو سفید بنا دے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حکم بھی بجالانا چاہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴/۴۔ باب حق الزوج علی المراۃ، رقم ۱۸۵۲، ج ۲، ص ۴۱۱)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار کام کا بھی اگر شوہر حکم دے تو جب بھی عورت کو شوہر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہے بلکہ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری کے لئے اپنی طاقت بھر کمر بستہ رہنا چاہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ شوہر بیوی کو اپنے بچھونے پر بلائے اور عورت آنے سے انکار کر دے اور اس کا شوہر اس بات سے ناراض ہو کر سو رہے تو رات بھر خدا کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، رقم ۱۴۳۶، ص ۷۵۳)

پیاری بہنو ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے اور ہر عورت پر اپنے شوہر کا حق ادا کرنا فرض ہے شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں ان میں سے نیچے لکھے ہوئے چند حقوق بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر نہ کسی دوسرے کے گھر۔

۲۔ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال و سامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

۳۔ شوہر کا مکان اور مال و سامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

۴۔ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

۵۔ بچوں کی نگہداشت ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لئے بہت بڑا فریضہ ہے۔

۶۔ عورت کو لازم ہے کہ مکان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ میلی کچیلی نہ بنی رہے بلکہ بناؤ سنگھار سے رہا کرے تاکہ شوہر اس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کر دے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس قسم کو پوری کر دے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، رقم ۱۸۵۷، ج ۲، ص ۴۱۴)

(جنتی زیور صفحہ ۵۰)

(279) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوْهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ حَدِيْثٌ حسنٌ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا ہم پر کیا حق ہے آپ نے فرمایا یہ حق ہے کہ جو تم کھاؤ اس کو کھلاؤ اور جو تم پہنو تو اس کو پہناؤ۔ اس کے چہرے پر نہ مارو اس کو برا نہ کہو اس سے علیحدگی اختیار نہ کرو مگر گھر کے اندر یہ حدیث حسن ہے، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ: معنیٰ لا تُقَبِّحْ اَیْ: لَا تَقُلْ: قَبَّحَكِ اللّٰهُ۔ لاتقبح: کا معنی ہے کہ اس کو یہ نہ کہو کہ اللہ نے تجھ کو بدصورت بنایا ہے یا یہ نہ کہو کہ اللہ تجھ کو بدصورت بنادے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی حق المرأة علی زوجها، ج ۲ص۲۱۰، رقم: ۲۱۴۲سنن الکبری للبیهقی، باب لا یضرب الوجه ولا یقبح ولا یهجر، ج ۷ص۳۰۵، رقم: ۱۵۱۷۶جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی حق المرأة علی زوج ج ۶ص۵۰۸، رقم: ۴۷۱۲سنن الکبری للنسائی، باب تحریم ضرب الوجه فی الادب، ج ۵ص۳۷۳، رقم: ۹۱۷۱مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حکیم بن معاویه، ج ۷ص۲۳۶، رقم: ۲۰۰۲۵)

شرح حدیث: بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر لازم فرمائے ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرادیئے ہیں۔ جن کا ادا کرنا مردوں پر فرض ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

یعنی عورتوں کے مردوں کے اوپر اسی طرح کچھ حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر اچھے برتاؤ کے ساتھ (پ2، البقرہ:228) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء، وما لکل واحدۃ من الحقوق، رقم ۳۲۶۴، ج ۲، ص ۲۴۰)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میں تم لوگوں کو عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں لہٰذا تم لوگ میری وصیت کو قبول کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ الخ، رقم ۳۳۳۱، ج ۲، ص ۴۱۲)

اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض ونفرت نہ رکھے کیونکہ اگر عورت کی کوئی عادت بری معلوم ہوتی ہو تو اسکی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع۔ ۱۸۔ باب الوصیۃ بالنساء، رقم ۱۴۶۹، ص ۷۷۵)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی عورت کی تمام عادتیں خراب ہی ہوں بلکہ اس میں کچھ اچھی کچھ بری ہر قسم کی عادتیں ہوں گی تو مرد کو چاہے کہ عورت کی صرف خراب عادتوں ہی کو نہ دیکھتا رہے بلکہ خراب عادتوں سے نظر پھرا کر اس کی اچھی عادتوں کو بھی دیکھا کرے۔ بہر حال اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے اوپر لازم قرار دے دیئے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد پر ضروری ہے کہ نیچے لکھی ہوئی ہدایتوں پر عمل کرتا رہے ورنہ خدا کے دربار میں بہت بڑا گنہگار اور برادری اور سماج کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوگا۔

(1) ہر شوہر کے اوپر اس کی بیوی کا یہ حق فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے کھانے، پہننے اور رہنے اور دوسری ضروریات زندگی کا

اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے اور ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور یہ اپنے ماں، باپ، بھائی بہن اور تمام عزیز و اقارب سے جدا ہو کر صرف میری ہو کر رہ گئی ہے اور میری زندگی کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک بن گئی ہے اس لئے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا میرا فرض ہے۔ یاد رکھو! جو مرد اپنی لاپروائی سے اپنی بیویوں کے نان و نفقہ اور اخراجات زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار، حقوق العباد میں گرفتار اور قہر قہار و عذاب نار کے سزاوار ہیں۔

(۲) عورت کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا چاہے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور وہ ادھر ادھر تاک جھانک نہ کرے جو مرد شادی کر کے بیویوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور عورت کے ساتھ اس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ اگر خدا نہ کرے شوہر کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو نہ ادا کر سکے تو شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اس کے اس حق کو معاف کرالے بیوی کے اس حق کی کتنی اہمیت ہے اس بارے میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک واقعہ بہت زیادہ عبرت خیز و نصیحت آمیز ہے۔ منقول ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو رعایا کی خبر گیری کے لئے شہر مدینہ میں گشت کر رہے تھے اچانک ایک مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ اسی جگہ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے تو ایک عورت یہ شعر بڑے ہی دردناک لہجہ میں پڑھ رہی تھی کہ ؎

فَوَ اللہِ لَوْ لَا اللہُ تُخْشٰی عَوَاقِبُہٗ　　لَزُحْزِحَ مِنْ ھٰذَا السَّرِیْرِ جَوَانِبُہٗ

یعنی خدا کی قسم اگر خدا کے عذابوں کا خوف نہ ہوتا تو بلا شبہ اس چار پائی کے کنارے جنبش میں ہو جاتے۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے اور یہ عورت اس کو یاد کر کے رنج و غم میں یہ شعر پڑھتی رہتی ہے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ فوراً ہی آپ نے تمام سپہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی سے جدا نہ رہے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، فصل فی نبذ من اخبارہ وقضایاہ، ص ۱۱۰) (جنتی زیور صفحہ ۵۰)

(280) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا، وَخِیَارُکُمْ خیارکم لِنِسَآئِھِمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان داروں میں سے کامل ایمان وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔ اور تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہیں۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها، ج ۲ص۳۶۶، رقم: ۱۱۶۲، صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، ج ۶ص۴۸۳، رقم: ۴۱۶۷، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء، ج ۳ص۶۸، رقم: ۳۱۸۰، الاداب للبیہقی، باب فی حسن الخلق وسلامۃ الصدر ولین الجانب، ج ۱ص۹۱، رقم: ۱۵۳، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان ج ۱ص۱، رقم: ۲)

شرحِ حدیث: حسنِ اخلاق کا ثواب اور اس کی فضیلت

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خُو بو (خلق) بڑی شان کی ہے (پ29، القلم:4)

اس بارے میں احادیثِ مقدسہ

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نہ تو فحش گو تھے اور نہ ہی بدکلامی کرنے والے تھے اور فرمایا کرتے تھے، تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم ۳۵۵۹، ج ۲، ص ۴۸۹)

حضرتِ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے گناہ اور نیکی کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنِ اخلاق نیکی ہے اور جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس بات پر لوگوں کا مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو وہ گناہ ہے۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب تفسیر البر، رقم ۲۵۵۳، ص ۱۳۸۲)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اور جو اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ نرمی کرنے والا ہو۔ (ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی استکمال الایمان، رقم ۲۶۲۱، ج ۴، ص ۲۷۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے بہترین شخص کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمایا، تم میں سے عمر رسیدہ اور زیادہ حسنِ اخلاق والا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق، رقم ۴۸۴، ج ۱، ص ۳۵۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم

نے فرمایا، مومنوں میں کامل ترین شخص وہ ہے جوان میں زیادہ اچھے اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں بہتر ہو۔

(جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی استکمال الایمان وزیادتہ ونقصانہ، رقم ۲۶۲۱، ج ۴، ص ۲۷۸)

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مؤمن کے میزان میں حسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی شے نہیں ہوگی۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حسن، رقم ۲۰۰۹، ج ۳، ص ۴۰۴)

(281) وَعَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِهِنَّ. فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَّشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ اَطَافَ بِاٰلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَّشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو نہ مارو تو حضرت عمر ﷺ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! عورتیں ہم پر شیر ہوگئی ہیں پس آپ ﷺ نے ان کو مارنے کی اجازت دی۔ تو رسول اللہ ﷺ کے گھر بہت سی خواتین اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محمد (ﷺ) کے گھر بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئی ہیں ایسے لوگ تم میں سے اچھے نہیں۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

قَوْلُهٗ: ذَئِرْنَ هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَّفْتُوْحَةٍ، ثُمَّ هَمْزَةٍ مَّكْسُوْرَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ، ثُمَّ نُوْنٍ، اَیْ اجْتَرَاْنَ، قَوْلُهٗ: اَطَافَ اَیْ: اَحَاطَ۔

ذئرن: ذال معجمہ پر زبر پھر ہمزہ پر زیر اور راء ساکنہ کے ساتھ پھر نون کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہادر ہوگئی ہیں شیر ہوگئی ہیں۔ اطاف: یعنی چکر لگایا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی ضرب النساء، ج ۲ ص ۲۱۱، رقم: ۲۱۴۸، سنن الصغریٰ، باب نشوز المراۃ علی الرجل، ج ۲ ص ۲۸۲، رقم: ۲۷۵۴، المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، ج ۲ ص ۲۸۸، رقم: ۲۷۸۸، سنن الدارمی، باب فی النھی عن ضرب النساء، ج ۲ ص ۱۹۸، رقم: ۲۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے مرد اللہ کے بندے ہیں ایسے ہی عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کو مارنے والے پر ناراض ہوتا

ہے ایسے ہی اللہ تعالٰی ظلماً مارنے والے پر ناراض ہوگا نہ کسی مرد کو مار و نہ عورت کو اور یہاں اللنساء ذئرن کا فاعل نہیں ہے ورنہ فعل واحد آتا بلکہ فاعل کا بدل ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: اَضَلُّوْا كَثِيْرًا مطلب یہ تھا کہ جب عورتوں کو پتہ لگ گیا کہ ہمارے خاوند ہم کو قطعاً مار سکتے نہیں، تو وہ کچھ دلیر سی ہوگئیں یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اولاً قصور پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی اب قصور پر مارنے کی اجازت دی گئی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں آل سے مراد بیویاں ہیں، قرآن شریف میں آل بیویوں کو ہی کہا گیا ہے بیویاں اہل بیت سکونت ہوتی ہیں اور بچے اہل بیت ولادت یعنی عورتیں براہ راست بارگاہ نبوی میں حاضری کی تو ہمت نہ کرسکیں اس لیے ازواج پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر بالواسطہ اپنے خاوندوں کی شاکی ہوئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قصورمند بیوی کو اصلاح کے لیے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا اور وعظ و نصیحت سے اصلاح کرنا بہتر ہے بلاقصور مارنا حرام جس پر پکڑ ہوگی، یونہی بہت مارنا بے دردی سے یہ حرام ہے، بیوی کی سختی برداشت کرنا، یونہی خاوند کی سختی جھیلنا اور نباہ کرنا بڑے اجر کا باعث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۱۸۱)

نرمی و آسانی

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ایسا نرمی فرمانے والا ہے کہ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب اذا عرض الذمی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۹۲۷، ص ۵۷۸)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب فی الامر بالتیسیر ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۵۲۵، ص ۹۸۵، بتقدم وتاخر)

مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے اُسے عیب دار کردیتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، الحدیث: ۲۶۰۲، ص ۱۱۳۱)

محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۵۹۸، ص ۱۱۳۱)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں تو اُن سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں اور میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے جہالت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ تو اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے

ارشاد فرمایا: اگر تم واقعی ایسا کرتے ہو جیسا تم نے کہا، تو گویا تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے مقابلے میں تمہارے ساتھ ایک مددگار موجود ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۵۲۵، ص ۱۱۲۶)

حضور نبیٔ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون سے لوگ جہنم پر حرام ہیں؟ یا ارشاد فرمایا: کن لوگوں پر جہنم حرام ہے؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! ضرور بتائیے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر آسانی پیدا کرنے والے نرم اور خوش گفتار شخص پر جہنم حرام ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب فضل کل قریب ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۴۸۸، ص ۱۹۰۲)

(282) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَّخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا سامان نفع ہے اور اس کے نفع اٹھانے کی چیزوں میں سے بہتر عورت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ، ج ۲ص ۱۷۸، رقم: ۳۷۱۹، مسند الشھاب، باب الدنیا متاع وخیر متاعها المرأۃ الصالحۃ، ج ۲ص ۲۲۹، رقم: ۱۲۶۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مطلب، ج ۸ص ۲۸۱، رقم: ۸۱۲۹، مسند عبد بن حمید، مسند عبداللہ بن عمرو، ص ۱۳۳، رقم: ۳۲۷، تفسیر ابن ابی حاتم، تحت تفسیر سورۃ آل عمران: ۱۴، ج ۲ص ۶۰، رقم: ۳۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ انسان اسے (دنیا کو) برت کر چھوڑ جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ مَتٰعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار خطرے ہیں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

کیونکہ نیک بیوی مرد کو نیک بنادیتی ہے وہ اخروی نعمتوں سے ہے۔ حضرت علی نے "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ" کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے آخرت میں اعلٰی حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔ (مرقات) جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۵، ص ۱۸۱)

شادی کے وقت نیک عورت کا انتخاب

عمدہ سے عمدہ بیج بھی اسی وقت اپنے جوہر دکھا سکتا ہے جب اس کے لئے عمدہ زمین کا انتخاب کیا جائے۔ ماں بچے کے

لیے گویا زمین کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا بیوی کے انتخاب کے سلسلے میں مرد کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ ماں کی اچھی یا بری عادات کل اولاد میں بھی منتقل ہوں گی۔ متعدد احادیث کریمہ میں مرد کو نیک، صالحہ اور اچھی عادات کی حامل پاک دامن بیوی کا انتخاب کرنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ

(۱) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے، (۱) اس کا مال، (۲) حسب نسب، (۳) حسن و جمال اور (۴) دین۔ پھر فرمایا: تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو تم دیندار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، الحدیث ۵۰۹۰، ج ۳، ص ۴۲۹)

(۲) حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیبِ پروردگار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: تقویٰ کے بعد مومن کے لیے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں اگر اسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اور اسے دیکھے تو خوش کردے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کردے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (یعنی خیانت و ضائع نہ کرے)۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، الحدیث ۱۸۵۷، ج ۲، ص ۴۱۴)

(۳) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بے شک دنیا بہترین استعمال کی چیز ہے لیکن اس کے باوجود نیک اور صالحہ عورت دنیا کے مال و متاع سے بھی افضل و بہترین ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، الحدیث ۱۸۵۵، ج ۲، ص ۴۱۲)

(۴) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح نہ کرو اور نہ ہی ان کے مال کی وجہ سے نکاح کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا حسن اور مال انہیں سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا کردے، بلکہ ان کی دینداری کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کرو۔ کیونکہ چپٹی ناک، اور سیاہ رنگ والی کنیز دین دار ہو تو بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج ذات الدین، الحدیث ۱۸۵۹، ج ۲، ص ۴۱۵)

(2) اچھی قوم میں نکاح کرے

نکاح کے سلسلے میں عورت کے اہل خانہ کے طرزِ زندگی کو بھی مدِ نظر رکھنا ضروری ہے چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم

نے ارشاد فرمایا: اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو کہ عورتیں اپنے ہی بہن بھائیوں کے مشابہ بچے پیدا کرتی ہیں۔
(کنز العمال: الکامل فی ضعفاء الرجال، عیسیٰ بن میمون الجروی، ج ۶، ص ۴۲۳)

(3) نکاح کے لئے اچھی اچھی نیتیں کرے

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے سنا: جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت کو بڑھائے گا، جس نے عورت کے مال و دولت (کے لالچ) کی وجہ سے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اس کی غربت میں اضافہ کریگا، جس نے عورت کے حسب نسب (یعنی خاندانی بڑائی) کی بنا پہ نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اس کی کمینگی کو بڑھائے گا اور جس نے صرف اور صرف اس لئے نکاح کیا کہ اپنی نظر کی حفاظت کرے، اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھے، یا صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لئے مرد میں برکت دے گا۔ (المعجم الاوسط: الحدیث ۲۳۴۲، ج ۲، ص ۱۸)

35- بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ
شوہر کا بیوی پر حق

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ) (النساء:34)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو دوسرے بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔ پس نیک عورتیں' اطاعت گزار شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہیں یہ حفاظت اللہ نے ان کے ذمہ لگائی ہے۔

حضرتِ صدرُ الأفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: تو عورتوں کو اُن کی اطاعت لازم ہے اور مردوں کو حق ہے کہ وہ عورتوں پر رعایا کی طرح حکمرانی کریں اور اُن کے مصالح اور تدابیر اور تادیب وحفاظت کا سرانجام کریں

شانِ نزول: حضرت سعد بن ربیع نے اپنی بی بی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا اُن کے والد انہیں سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور انکے شوہر کی شکایت کی اِس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اور احادیث میں سے حضرت عمرو بن احواص والی حدیث پچھلے باب میں گزر چکی ہے مزید روایات درج ذیل ہیں۔

(283) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے تو وہ نہ آئے اور مرد ناراضگی میں رات گزارے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ.

اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے جب عورت شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گزارے تو اس پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا.

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور عورت انکار کرے تو اس عورت پر اللہ تعالیٰ بھی اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا باتت المهاجرة فراش زوجها، ج ۷، ص ۳۰، رقم: ۵۱۹۳، صحیح مسلم، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، ج ۳، ص ۱۵۶، رقم: ۳۶۱۱، صحیح ابن حبان، باب معاشرة الزوجين، ج ۹، ص ۴۸۰، رقم: ۴۱۷۲، الاداب للبیهقی، باب فی مراعاة حق الازواج، ج ۱، ص ۲۷، رقم: ۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی حق الزوج علی المرأة، ج ۲، ص ۲۱۰، رقم: ۲۱۴۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ، دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے، بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک و صاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔ اور بغیر عذر آنے سے انکار کر دے (کہ متعلق) فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس و کنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ۔ (مرقات)

اور یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر ہے اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے

دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، رات کی لعنت صبح کے لیے ختم ہوجاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہوجاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ (بھی ناراض ہوتا ہے) جس کی حکومت، ملکیت، آسمان میں بھی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ اگرچہ زمین وآسمان والا مکان سب ہی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لیے صرف آسمان کا ذکر ہوا، یا آسمان میں رہنے والے فرشتے، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر وپوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضا مندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا، مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہٰذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۱۶۷)

(284) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَیْضًا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَأْذَنَ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

یہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کو (نفلی) روزہ رکھنا حلال نہیں اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها لاحد الا باذنه، ج ۳ص ۱۹۷، رقم: ۵۱۹۵، صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، ج ۹ص ۴۷۸، رقم: ۴۱۷۰، سنن الکبرٰی للنسائی، باب صوم المرأة بغیر اذن زوجها، ج ۲ص ۱۷۰، رقم: ۲۹۲۱، صحیح مسلم، باب ما انفق العبد من مال مولاه، ج ۳ص ۹۱، رقم: ۲۴۱۷)

عورت کا شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا

سیدنا امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سوائے (ماہِ) رمضان المبارک کے (یعنی اس ماہ میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی روزہ رکھ سکتی ہے)۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث: ۹۷۴۰، ج ۳، ص ۴۵۱)

سرکارِ ابدِ قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت رمضان المبارک کے علاوہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دن کا روزہ نہ رکھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراہیۃ ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۸۲، ص ۱۷۲۴)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ کسی کام (یعنی ہم بستری وغیرہ) کا ارادہ کرے لیکن وہ منع کر دے تو اللہ عزوجل اس عورت پر تین کبیرہ گناہ لکھتا ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۳، ج۱، ص۱۶)

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت پر شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے پھر اگر اس نے ایسا کیا تو بھوکی پیاسی رہے گی اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۷۶۳۸، ج۴، ص۵۶۳)

اس حدیثِ پاک میں جس اَمر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ عورت کا روزہ وغیرہ پر مقدم حق یعنی وطی سے روکنے کے سبب شوہر کو ایذا دینا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ شرعاً اس کے لئے وطی کرنا لازم ہو تو گناہ عورت پر ہوگا کیونکہ عام طور پر انسان عبادت کو باطل کرنے سے ڈرتا ہے جیسا کہ اس کی تصریح گزر چکی ہے اور جب وہ ڈرے گا تو عورت سے وطی کرنے سے رُک جائے گا اگرچہ اسے وطی کرنے کی ضرورت ہو پس یقیناً اسے شدید تکلیف پہنچے گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے کے حق کو روکنے یا اس کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ اس کو شدید تکلیف پہنچانا کبیرہ گناہ ہے پس جو میں نے ذکر کیا اس میں غور وفکر کریں اور حدیثِ پاک بھی یہاں اس موقف کو تقویت دے رہی ہے۔

(285) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ تم میں ہر ایک نگران ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا امیر نگہبان ہے اور آدمی اپنے گھر پہ نگران ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔ سو تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ج ۲ص۵، رقم: ۸۹۳، صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، ج ۶ص۷، رقم: ۴۸۲۸، سنن ابوداؤد، باب ما یلزم الامام من حق الرعیۃ، ج ۳ص۹۱، رقم: ۲۹۳۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامام، ج ۳ص۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج ۱۰ص۳۴۲، رقم: ۴۴۸۹)

شرح حدیث: ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا

مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) اُمور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس

کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اُس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ28، تحریم:6)

(اس آیت کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق بازپُرس ہوگی۔

نبیِ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مروی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا، پھر دوسرا آکر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف حسرت ویاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن پر وہ گناہ ومظالم رہ گئے جو میں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھر والے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھر والوں سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(286) وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَأْتِهٖ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد اپنی بیوی کو ضرورت کے لئے جب بھی بلائے وہ اس کے پاس آجائے اگرچہ وہ تنور پر ہو۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے اس کو روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة ج ۲ص ۳۸۶ رقم: ۱۱۶۰ سنن الکبری للبیہقی باب فی المرأة تبیت مهاجرة لفراش زوجها ج ۷ص ۲۱۲ رقم: ۱۴۷۱۸ مصنف ابن ابی شیبة باب ما حق الزوج علی امرأته ج ۳ص ۴۰۰ رقم: ۱۷۲۲۰ مجمع الزوائد للهیثمی باب فیمن کانت له الی اهله حاجة ج ۴ص ۵۲۲ رقم: ۷۶۶۸)

شرح حدیث: حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قربانی

یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پیارے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں ہیں ان کے پہلے شوہر کا نام مالک تھا بیوہ ہوجانے کے بعد ان کا نکاح حضرت ابوطلحہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگیا۔ (الاستیعاب، کتاب کنی النساء، باب السین ۳۵۹۷، ام سلیم بنت ملحان، ج ۴، ص ۴۹۴)

یہ رشتہ میں ایک طرح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں اور ان کے بھائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک جہاد میں شہید ہوگئے تھے ان سب باتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر بہت مہربان تھے اور کبھی کبھی ان کے گھر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے بخاری شریف وغیرہ میں ان کا ایک بہت ہی نصیحت آموز اور عبرت خیز واقعہ لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلیم کا ایک بچہ بیمار تھا جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو اپنے کام دھندے کے لئے باہر جانے لگے تو اس بچہ کا سانس بہت زور زور سے چل رہا تھا ابھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان پر نہیں آئے تھے کہ بچہ کا انتقال ہوگیا حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوچا کہ دن بھر کے تھکے ماندے میرے شوہر مکان پر آئیں گے اور بچے کے انتقال کی خبر سنیں گے تو نہ کھانا کھائیں گے نہ آرام کرسکیں گے اس لئے انہوں نے بچے کی لاش کو ایک الگ مکان میں لٹا دیا اور کپڑا اوڑھا دیا اور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگار کرکے بیٹھ کر شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گھر میں آئے تو پوچھا کہ بچہ کا کیا حال ہے؟ تو بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہہ دیا کہ اب اس کا سانس ٹھہر گیا ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہوگئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے پھر فوراً ہی کھانا سامنے آگیا اور انہوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بیوی کے بناؤ سنگار کو دیکھ کر انہوں نے بیوی سے صحبت بھی کی جب سب کاموں سے فارغ ہوکر بالکل ہی مطمئن ہوگئے تو بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اے میرے پیارے شوہر! مجھے یہ مسئلہ بتایئے کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم سے لے لے تو کیا ہم کو برا ماننے یا ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟ حضرت ابوطلحہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی دے دینی چاہیے شوہر کا یہ جواب سن کر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اے میرے سرتاج! آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ جو ہمارے پاس خدا کی ایک امانت تھا آج خدا نے وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ مر گیا یہ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونک کر اٹھ بیٹھے اور حیران ہو کر بولے کہ کیا میرا بچہ مر گیا؟ بی بی نے کہا کہ جی ہاں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ اس کے سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے بیوی نے کہا کہ جی ہاں مرنے والا کہاں سانس لیتا ہے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد افسوس ہوا کہ ہائے میرے بچے کی لاش گھر میں پڑی رہی اور میں نے بھر پیٹ کھانا کھایا اور صحبت کی۔ بیوی نے اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے گھر آئے تھے میں فوراً ہی اگر بچے کی موت کا حال کہہ دیتی تو آپ رنج و غم میں ڈوب جاتے نہ کھانا کھاتے نہ آرام کرتے اس لیے میں نے اس خبر کو چھپایا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نماز فجر کے لیے گئے اور رات کا پورا ماجرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ تمہاری رات کی اس صحبت میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اسی رات میں حضرت بی بی ام سلیم کے حمل ٹھہر گیا اور ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور ان عبداللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔

مسلمان ماؤں اور بہنو! حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صبر کرنا سیکھو اور شوہر کو آرام پہنچانے کا طریقہ اور سلیقہ بھی اس واقعہ سے ذہن نشین کر لو اور دیکھو کہ بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیسی اچھی مثال دے کر شوہر کو تسلی دی اگر ہر آدمی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے تو کبھی بے صبری نہ کریگا اور دیکھو کہ صبر کا پھل خداوند کریم نے کتنی جلدی حضرت بی بی ام سلیم کو دیا کہ حضرت عبداللہ ایک سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو گئے اور پھر ان کا گھر عالموں سے بھر گیا۔

(جنتی زیور صفحہ ۵۱۷)

(287) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة ج ۳ص۴۶۵ رقم: ۱۱۵۹ الاداب للبیهقی، باب فی مراعاة حق الازواج ج ۱ص۲۰۷، رقم: ۲۵ سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی عظم حق الزوج علی المرأة ج ۷ص۲۹۱ رقم:

۱۵:۱۰۱ المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، ج ۲ص ۲۸۷، رقم: ۲۷۶۴ سنن ابوداؤد، باب فی حق الزوج علی المراۃ، ج ۲ص ۲۰۹، رقم: ۲۱۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہمارے شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے، سجدہ عبادت کفر ہے، سجدہ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدہ تعظیم جائز تھا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھئے۔ یہاں حکم سے مراد وجوبی حکم ہے یا استحبابی یا اباحت کا۔

مزید یہ کہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لیے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اطاعت و تعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے، اسی قاعدے سے فقیر کہتا ہے کہ اگر اسلام میں کسی بندے کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں اپنے نبی کو بلکہ ان کے نام کو سجدہ کرتا۔ خیر دل تو ان کو ساجد ہی ہے۔ شعر

اے جوش دل گران کو یہ سجدہ روا نہیں اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

(مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۱۶۷)

اپنے شوہر کی اطاعت کرے

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب فی الوفاء بحق زوجتہ والمراۃ، رقم ۱۳، ج ۳، ص ۳۳)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہوجاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن عوف، رقم ۱۶۶۱، ج ۱، ص ۴۰۶)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا، تو پھر مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس کی ماں کا۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب برّ اُمّک ــــــــ الخ، رقم ۷۳۲۶، ج ۵، ص ۲۰۸)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے کون سے مرد جنت میں ہوں گے؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ ہر نبی جنت میں ہوگا، ہر صدیق جنت میں ہوگا، جو شخص صرف اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اپنے کسی بھائی سے ملنے شہر کے مضافات میں جائے وہ جنت میں ہوگا۔ پھر فرمایا، اور کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تمہاری عورتوں میں سے کون سی عورتیں جنت میں ہوں گی؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ ہر محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت کہ جب اسے غصہ دلایا جائے یا اس کا شوہر اس سے ناراض ہو تو وہ کہے کہ میرا یہ ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے جب تک تو راضی نہ ہوگا میں سوؤں گی نہیں۔

(المعجم الکبیر، باب الف، رقم ۱۷۴۳، ج۱، ص ۲۷۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں۔ اِن میں سے ہر عورت خواہ وہ میرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کو جانتی ہو یا نہ جانتی ہو مگر وہ اسے پسند ضرور کرتی ہوگی۔ اللہ عزوجل مرد و عورت دونوں کا رب اور خدا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرد و عورت دونوں کی طرف اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اگر وہ اس میں زخمی ہوتے ہیں تو غنیمت پاتے ہیں اور اگر شہید ہو جائیں تو اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسا عمل ارشاد فرمائیے جو ان کے اس عمل کے مساوی ہو۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عمل عورت کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کے حقوق کو پہچاننا ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض فرمایا ہے اگر یہ زخمی ہوں تو اجر پائیں اور اگر شہید ہو جائیں تو اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ رہیں اور رزق دیئے جائیں اور ہم عورتیں ان کے گھر کی دیکھ بھال کرتی ہیں لہٰذا ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس عورت سے بھی ملو تو اسے بتا دو کہ شوہر کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے حق کو پہچاننا جہاد کے برابر ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ (الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الزوج فی الوفاء بحق زوجتہ، رقم ۱۷، ج ۳، ص ۳۴)

(288) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اس حالت

اَیُّمَا امْرَاَۃٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

میں فوت ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ج ۲ ص ۳۶۶، رقم: ۱۱۶۱، المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ج ۶ ص ۱۵۷، رقم: ۷۳۲۸، سنن ابن ماجہ، باب حق الزوج علی المرأۃ، ج ۱ ص ۵۹۵، رقم: ۱۸۵۴، مسند ابی یعلی، مسند أم سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱۲ ص ۳۳۱، رقم: ۶۹۰۳، مسند عبد بن حمید، حدیث ام سلمۃ رضی اللہ عنہا، ص ۴۴۵، رقم: ۱۵۴۱)

شرح حدیث: جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب فی الوفاء بحق زوجتہ والمرأۃ، رقم ۱۳، ج ۳، ص ۳۲)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن عوف، رقم ۱۶۶۱، ج ۱، ص ۴۰۶)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا، تو پھر مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس کی ماں کا۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب بر اُمک ------ الخ، رقم ۷۳۲۶، ج ۵، ص ۲۰۸)

حضرتِ حُصَین بن مُحْصَن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم شادی شدہ ہو؟ انھوں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا، تمہارا اپنے شوہر کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟ عرض کیا کبھی اس کے حقوق پورے کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتی مگر جس سے میں عاجز آجاؤں۔ ارشاد فرمایا، تم اس سے جیسا بھی رویہ اختیار کرو وہی تمہاری جنت اور تمہاری جہنم ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند حصین بن محصن، رقم ۱۹۰۲۵، ج ۷، ص ۲۱ تغیر ما)

حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس عورت کے مرتے وقت اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب فی حق الزوج، رقم ۱۱۶۴، ج ۲، ص ۳۸۶)

(289) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُؤْذِيْ امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللهُ! فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا میں کوئی عورت جب اپنے شوہر کو اذیت دیتی ہے، تو حوریں اس کی بیوی کو مخاطب کر کے کہتی ہیں۔ اس کو تنگ نہ کر تجھے اللہ مارے اسے نہ ستا یہ تیرے پاس تھوڑے وقت کے لئے ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، ج ۲ص ۲۷۶، رقم: ۱۱۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج ۸ص ۲۲۲، رقم: ۲۲۱۶۳، سنن ابن ماجہ، باب فی المراۃ تؤذی زوجھا، ج ۱ص ۶۳۹، رقم: ۲۰۱۴، مسند الشامیین، من اسمہ بحیر عن خالد عن کثیر، ج ۲ص ۱۹۰، رقم: ۱۱۶۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمہ کثیر بن مرۃ، ج ۵ص ۲۰۹، رقم: ۱۹۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں، دیکھو یہ لڑائی ہو رہی ہے کسی گھر کی بند کوٹھڑی میں اور حور دیکھ رہی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں۔ دوسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ فلاں مؤمن متقی مرے گا۔ تیسرے یہ ہے کہ حوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعد قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا۔ چوتھے یہ کہ حوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں، پانچواں یہ کہ آج بھی حوروں کو ہمارے دکھ سے دکھ پہنچتا ہے ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں۔ جب حوروں کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام خلق سے بڑے عالم ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا، آج لوگ حضور کو حاضر ناظر ماننا شرک کہتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ حور حاضر ناظر ہے، چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے حالات حوروں کے کلام سے خبردار ہیں جب ہی حور کا یہ کلام نقل فرما رہے ہیں وہ ہے حور، حضور ہیں نور، صلی اللہ علیہ وسلم ہر حور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبردار ہے مگر یہ کلام وہ ہی حور کرتی ہے جس کا زوج اس گھر میں ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

ترمذی کی روایت میں یہ حدیث غریب ہے ابن ماجہ کی روایت میں نہیں مگر یہ غرابت مضر نہیں کیونکہ اس حدیث کی

تائید قرآن کریم سے ہورہی ہے، رب تعالٰی فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے: يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ تمہارے کام فرشتے جانتے ہیں اور ابلیس و ذریت ابلیس کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ جب حدیث کی تائید قرآن مجید سے ہوجائے تو ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵، ص۱۷۸)

(290) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر زیادہ خطرناک فتنہ نہیں چھوڑا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یتقی من شوم المرأۃ ج۷، ص۸، رقم: ۵۰۹۶ صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء، ج۸، ص۸۹، رقم: ۷۱۲۱ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما یتقی من فتنة النساء، ج۷، ص۹۱، رقم: ۱۳۹۰۵ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه صالح، ج۴، ص۸۴، رقم: ۴۴۷۶ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الفتن، ج۱۳، ص۳۰۶، رقم: ۵۹۶۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

دنیا میں مردوں کے لیے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت، لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہوگی، عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ مِنْ بَعْدِیْ فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نور مصطفوی سے بہت منور تھے بعد میں اس کا ظہور ہوا آج بھی عورتوں کی وجہ سے فساد و قتل و خون بہت ہورہے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے مارا۔ شعر

جھگڑے کی بنیادیں تین زن ہے زر ہے اور زمین

عورتوں کے فتنے سے بچنے کا واحد ذریعہ شریعت اسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵، ص۶)

عورت کا فتنہ

حضرت عبدالمنعم بن ادریس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص تھا جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا عبادت گزار شمار کیا جاتا تھا، وہ بستی سے الگ تھلگ ایک مکان میں اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا، اسی بستی میں تین بھائی اپنی ایک جوان کنواری بہن کے ساتھ رہا کرتے تھے، اچانک ان کے ملک پر دشمن حملہ آور ہوگیا، ان تینوں بہادر نوجوانوں نے جہاد پر جانے کا عزمِ مصمم کرلیا، لیکن انہیں اس بات کی فکر لاحق ہوئی کہ ہم اپنی جوان بہن کس کے سپرد کرکے جائیں انہوں نے بہت غور و فکر

کیا لیکن کوئی ایسا قابل اعتماد شخص نظر نہ آیا جس کے پاس وہ اپنی جوان کنواری بہن کو چھوڑ کر جاتے، پھر انہیں اس عابد کا خیال آیا اور وہ سب اس بات پر راضی ہو گئے کہ یہ عابد قابل اعتماد ہے، ہم اپنی بہن کو اس کی نگرانی میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

چنانچہ وہ تینوں اس عابد کے پاس آئے اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ عابد نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: میں یہ ذمہ داری ہرگز قبول نہیں کروں گا، لیکن وہ تینوں بھائی اس کی منت سماجت کرتے رہے بالآخر وہ عابد اس بات پر راضی ہو گیا کہ میں تمہاری بہن کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا بلکہ میرے مکان کے سامنے جو خالی مکان ہے تم اپنی بہن کو اس میں چھوڑ جاؤ، وہ تینوں بھائی اس پر راضی ہو گئے اور اپنی بہن کو اس عابد کے مکان کے سامنے والے مکان میں چھوڑ کر جہاد پر روانہ ہو گئے۔

وہ عابد روزانہ اپنے عبادت خانے سے نیچے اُترتا اور دروازے پر کھانا رکھ دیتا پھر اپنے عبادت خانے کا دروازہ بند کر کے اُوپر اپنے عبادت خانے میں چلا جاتا پھر لڑکی کو آواز دیتا کہ کھانا لے جاؤ لڑکی وہاں سے کھانا لے کر چلی جاتی۔

اس طرح کافی عرصہ تک عابد اور اس لڑکی کا آمنا سامنا نہ ہوا۔ وقت گزرتا رہا، ایک مرتبہ شیطان مردود نے اس عابد کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ بے چاری اکیلی لڑکی ہے، روزانہ یہاں کھانا لینے آتی ہے، اگر کسی دن اس پر کسی مرد کی نظر پڑ گئی اور وہ اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا تو یہ کتنی بری بات ہے، کم از کم اتنا تو کر کہ دن کے وقت تو اس لڑکی کے دروازے پر کھانا رکھ آیا کر، تا کہ اسے باہر نہ نکلنا پڑے، اس طرح تجھے زیادہ اَجر بھی ملے گا اور وہ لڑکی غیر مردوں کے شر سے بھی محفوظ رہے گی، اس عابد کے دل میں یہ وسوسہ گھر کر گیا اور وہ شیطان کے جال میں پھنس گیا۔

چنانچہ وہ روزانہ دن میں لڑکی کے مکان پر جاتا اور کھانا دے کر واپس آجاتا لیکن اس سے گفتگو نہ کرتا پھر کچھ عرصہ بعد شیطان نے اسے ترغیب دلائی کہ تیرے لئے نیکی کمانے کا کتنا عظیم موقع ہے کہ تُو کھانا اس کے گھر میں پہنچا دیا کر، تا کہ اس لڑکی کو پریشانی نہ ہو، اس طرح تجھے اس کی خدمت کا ثواب زیادہ ملے گا، چنانچہ اس عابد نے اب گھر میں جا کر کھانا دینا شروع کر دیا کچھ عرصہ اسی طرح معاملہ چلتا رہا، شیطان نے اسے پھر مشورہ دیا کہ دیکھ وہ لڑکی کتنے دنوں سے اکیلی اس مکان میں رہ رہی ہے، اسے تنہائی میں وحشت ہوتی ہوگی، اگر تُو اس سے کچھ دیر بات کر لے اور اس کے پاس تھوڑی بہت دیر بیٹھ جائے تو اس کی وحشت ختم ہو جائے گی اور اس طرح تجھے بہت اَجر و ثواب ملے گا۔ عابد پھر شیطان لعین کے چکر میں پھنس گیا اور اس نے اب لڑکی کے پاس بیٹھنا اور اس سے بات چیت کرنا شروع کر دی، پہلے پہل تو اس طرح ہوا کہ وہ عابد اپنے عبادت خانے سے بات کرتا اور لڑکی اپنے مکان سے، پھر وہ دونوں دروازوں پر آ کر گفتگو کرنے لگے، پھر شیطان کے اُکسانے پر وہ عابد اس لڑکی کے مکان میں جا کر اس کے پاس بیٹھتا اور باتیں کرتا، بالآخر شیطان نے اب اسے ورغلانا شروع کر دیا کہ دیکھ یہ لڑکی کتنی خوبصورت ہے! کیسی حسین و جمیل ہے! جب اس نے جوان لڑکی کی جوانی پر نظر ڈالی تو اس

کے دل میں گناہ کا اِرادہ ہوا۔ ایک دن اس نے لڑکی سے بہت زیادہ قربت اِختیار کی اور اس کی ران پر ہاتھ رکھا پھر اس سے بوس وکنار کیا، بالآخر اس بدبخت عابد نے شیطان کے بہکاوے میں آکر اس لڑکی سے زنا کیا جس کے نتیجے میں لڑکی حاملہ ہوگئی اور اس حمل سے ایک بچہ پیدا ہوا۔

پھر شیطان مردود نے اس عابد کے پاس آکر کہا: دیکھ! تیری حرکت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، تیرا کیا خیال ہے کہ جب اس لڑکی کے بھائی آئیں گے اور وہ اپنی بہن کو اس حالت میں دیکھیں گے تو تجھے کتنی رسوائی ہوگی اور وہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ تیری بہتری اسی میں ہے کہ تُو اس بچے کو مار ڈال تاکہ انہیں اس واقعہ کی خبر ہی نہ ہو اور تُو رسوائی سے بچ جائے۔ چنانچہ اس بدبخت نے بچے کو ذبح کر ڈالا اور ایک جگہ دفن کر دیا، اب وہ مطمئن ہو گیا کہ لڑکی اپنی رسوائی کے خوف سے اپنے بھائیوں کو اس واقعے کی خبر نہ دے گی لیکن شیطان ملعون دوبارہ اس عابد کے پاس آیا اور کہا: اے جاہل انسان! کیا تُو نے یہ گمان کر لیا ہے کہ یہ لڑکی اپنے بھائیوں کو کچھ نہیں بتائے گی، یہ تیری بھول ہے، یہ ضرور تیری حرکتوں کے بارے میں اپنے بھائیوں کو آگاہ کرے گی اور تجھے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، تیری بہتری اسی میں ہے کہ تُو اس لڑکی کو بھی قتل کر کے دفن کر دے تاکہ معاملہ ہی ختم ہو جائے۔ عابد نے شیطان کے مشورہ پر عمل کیا اور لڑکی کو قتل کر کے اسے بھی بچے کے ساتھ ہی دفن کر دیا اور عابد دوبارہ مصروفِ عبادت ہو گیا۔

وقت گزرتا رہا جب اس لڑکی کے بھائی جہاد سے واپس آئے تو انہوں نے اس مکان میں اپنی بہن کو نہ پا کر عابد سے پوچھا تو اس نے بڑے مغموم انداز میں روتے ہوئے جواب دیا: تمہارے جانے کے بعد تمہاری بہن کا انتقال ہو گیا اور یہ اس کی قبر ہے، وہ بہت نیک لڑکی تھی، اتنا کہنے کے بعد وہ عابد رونے لگا اور اس کے بھائی بھی قبر کے پاس رونے لگے۔ کافی دن وہ اسی مکان میں اپنی بہن کی قبر کے پاس رہے پھر اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور انہیں اس عابد کی باتوں پر یقین آ گیا۔

ایک رات جب وہ تینوں بھائی اپنے اپنے بستروں پر آرام کے لئے لیٹے اور ان کی آنکھ لگ گئی تو شیطان ان تینوں کے خواب میں آیا اور سب سے بڑے بھائی سے سوال کیا: تمہاری بہن کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ تو مر چکی ہے اور فلاں جگہ اس کی قبر ہے۔ شیطان نے کہا: اس عابد نے تم سے جھوٹ بولا ہے، اس نے تمہاری بہن کے ساتھ زنا کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا، پھر اس نے رسوائی کے خوف سے تمہاری بہن اور اس بچے کو مار ڈالا اور ان دونوں کو ایک ساتھ دفن کر دیا، اگر تمہیں یقین نہیں آئے تو تم وہ جگہ کھود کر دیکھ لو۔ اس طرح اس نے تینوں بھائیوں کو خواب میں آکر ان کی بہن کے متعلق بتایا، جب صبح سب کی چنانچہ وہ تینوں بھائی اسی مکان میں پہنچے اور جب اس جگہ کو کھودا جس کی شیطان نے نشاندہی کی تھی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں ان کی بہن اور ایک بچہ ذبح شدہ حالت میں موجود ہیں۔ چنانچہ وہ اس بدبخت عابد کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا: سچ سچ بتا تُو نے ہماری بہن کے ساتھ کیا کیا ہے؟ عابد نے جب ان کا غصہ دیکھا تو اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور سب کچھ بتا دیا۔ چنانچہ وہ تینوں بھائی اسے پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں لے گئے، بادشاہ نے ساری بات سن کر اسے

پھانسی کا حکم دے دیا۔
جب اس بدبخت عابد کو پھانسی دی جانے لگی تو شیطان مردود اپنا آخری وار کرنے پھر اس کے پاس آیا اور اسے کہا: میں ہی تیرا وہ ساتھی ہوں جس کے مشوروں پر عمل کر کے تو عورت کے فتنے میں مبتلا ہوا، پھر تُو نے اسے اور اس کے بچے کو قتل کر دیا، ہاں! اگر آج تُو میری بات مان لے گا تو میں تجھے پھانسی سے رہائی دلوا دوں گا۔ عابد نے کہا: اب تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ شیطان لعین بولا: تُو اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اِنکار کردے اور کافر ہوجا، اگر تُو ایسا کریگا تو میں تجھے آزاد کروا دوں گا۔ یہ سن کر کچھ دیر تو عابد سوچتا رہا لیکن پھر دنیاوی عذاب سے بچنے کی خاطر اُس نے اپنی زبان سے کفریہ کلمات بکے اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کا منکر ہوگیا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔ جب شیطان ملعون نے اس بدبخت عابد کا ایمان بھی برباد کروا دیا تو اُسے حالتِ کفر میں پھانسی دے دی گئی اور وہ فوراً اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے غائب ہوگیا۔

شیطان کی شیطانیت کے بارے میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کرلیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب۔ (پ28، الحشر:16)

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ:١٦، الجزء الثامن عشر، جلد٩، ص٣٠ تا٣٢)

(اے ہمارے پروردگار عزوجل! عورت کے فتنوں اور شیطان کی مکاریوں سے ہماری حفاظت فرما، ہمیں دنیوی اور اُخروی ذلت و رسوائی اور عذاب سے محفوظ فرما، ہماری عصمتوں اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اے اللہ عزوجل! ہم تیری ہی عطا سے مسلمان ہیں، تجھے تیرے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ! ہمارا خاتمہ بالخیر فرما)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ١٩٧)

36-بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ — اہل وعیال پر خرچ کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) (البقرة: 233)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور والد پر ان (پرورش کرنے والیوں) کے لئے خرچہ اور لباس ہے دستور کے مطابق۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے اس کے لئے وہ دودھ پلانے والی مقرر کرے لیکن

اگر ماں اپنی رغبت سے بچہ کو دودھ پلائے تو مستحب ہے۔

مسئلہ: شوہر اپنی زوجہ پر بچہ کے دودھ پلانے کے لئے جبر نہیں کرسکتا اور نہ عورت شوہر سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت طلب کرسکتی ہے جب تک کہ اس کے نکاح یا عدت میں رہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزر چکی تو وہ اس سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے پر بہ اجرت مقرر کیا اور اس کی ماں اسی اجرت پر یا بے معاوضہ دودھ پلانے پر راضی ہوئی تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو باپ کو اس سے دودھ پلوانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (تفسیر احمدی مدارک) المعروف سے مراد یہ ہے کہ حسب حیثیت ہو بغیر تنگی اور فضول خرچی کے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰىهَا) (الطلاق: 7)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فراخی والے کو اپنی فراخی سے خرچ کرنا چاہیے اور تنگ دست کو اس میں سے خرچ کرنا چاہئے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اللہ کسی جان کو اتنا ہی پابند بناتا ہے جتنا اس کو دیا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ) (سبا: 39)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جو خرچ کرو وہ اس کے پیچھے ہی عطاء فرماتا ہے۔

(291) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ، وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک دینار غلام آزاد کرنے کے لئے تو نے خرچ کیا اور ایک دینار تو مسکین پر صدقہ کرتا ہے اور ایک دینار تو گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو ان میں ثواب میں زیادہ بڑھنے والا دینار وہ ہے جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل النفقة على العيال والمملوك، ج ٣ص٧٨، رقم: ٢٣٥٨ مسند امام احمد مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج ٣ص٢٧٣، رقم: ١٠١٢٢ اطراف لامسند المعتلى من اسمه مجاور بن جبر المكى، ج ٨ص٢٠، رقم: ١٠١٣٣ جامع الاصول لابن اثير، الفصل العاشر فى فضل النفقه، ج ٩ص٥٢٥، رقم: ٧٢٦٠)

شرح حدیث: میزان میں سب سے پہلے

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بندے کے میزان میں سب سے پہلے اس کے اپنے گھر والوں پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۶۱۳۵، ج ۴، ص ۳۲۹)

حضرتِ سیدنا عمرو بن اُمَیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان یا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک اونی چادر کو خریدنے کے لئے بھاؤ طے کر رہے تھے کہ میرا وہاں سے گزر ہوا اور میں نے وہ چادر خرید کر اپنی بیوی سُخَیلہ بنت عُبَیْدَہ رضی اللہ عنہا کو اوڑھا دی۔ جب حضرتِ سیدنا عثمان یا عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے جو چادر خریدی تھی اس کا کیا ہوا؟ میں نے کہا، اسے میں نے سخیلہ بنت عبیدہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کر دیا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا، جو کچھ تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو کیا وہ صدقہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ جب میری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، عمرو نے سچ کہا ہے تم جو کچھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو وہ ان پر صدقہ ہی ہے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، الترغیب فی النفقۃ ۔۔۔ الخ، رقم ۱۵، ج ۳، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کے قریب سے گزرا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کے پھرتیلے بدن کی مضبوطی اور چستی کو دیکھا تو عرض کیا، یارسول اللہ! کاش! اس کا یہ حال اللہ عزوجل کی راہ میں ہوتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنی پاکدامنی کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النفقۃ علی الزوجۃ، رقم ۱۰، ج ۳، ص ۴۲)

(292) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ، وَیُقَالُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُهُ الرَّجُلُ: دِیْنَارٌ یُنْفِقُهُ عَلٰی عِیَالِهٖ، وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهُ عَلٰی دَابَّتِهٖ فِیْ

حضرت ابوعبداللہ اور یہ بھی کہا گیا کہ ابوعبدالرحمن ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ سے جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ فضیلت والا دینار جس کو آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور پھر

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وہ دینار ہے جس کو آدمی اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور پھر وہ دینار ہے جو آدمی اپنے ساتھیوں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل النفقه علی العیال والمملوك، ج ۱، ص ۸۰، رقم: ۲۲۵۶، الادب المفرد للبخاری، باب نفقة الرجل علی اهله، ص ۲۶۲، رقم: ۷۴۸، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل النفقة علی الاهل، ج ۷، ص ۴۶۷، رقم: ۱۶۱۱۲، سنن ابن ماجه، باب فضل النفقه، ج ۲، ص ۹۲۲، رقم: ۲۷۶۰، مسند امام احمد، ومن حدیث ثوبان رضی الله عنه، ج ۸، ص ۳۲۸، رقم: ۲۲۴۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی امداد۔ خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے یہ پتہ نہ لگا کیونکہ واؤ جمع کے لیے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا لہٰذا ان میں سے ایک دوسرے کی افضلیت موقعہ و محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورت مند ہوں تو ان پر خرچ بہتر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۵۸)

غازی کی مدد کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحب جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے غازی کے جہاد پر جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس نے بھی جہاد کیا۔

(بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من جهز غازیا۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۲۸۴۳، ج ۲، ص ۲۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجهاد، رقم ۴۶۱۱، ج ۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو

اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج ۵، ص ۴۱۲)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج ۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہو جانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج ۳، ص ۳۳۸)

(293) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ لِيْ اَجْرٌ فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ، وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُمِ سلمہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا حالانکہ میں ان کو اس حال چھوڑنے کی روادار نہیں کہ وہ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں وہ میرے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں تو ان پر خرچ کر تجھے اس کا اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وعلی الوارث مثل ذلک، ج ۵ص ۲۰۵، رقم: ۵۰۵۴، صحیح مسلم، باب فضل النفقة، ج ۳ص ۸۰، رقم: ۲۳۶۷، سنن الکبری للبیہقی، باب النفقه علی الاولاد، ج ۷ص ۴۷۸، رقم: ۱۶۱۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۱۰ص ۲۹۲، رقم: ۲۶۵۵۲، مصنف عبدالرزاق، باب العتق افضل أم صلة الرحم، ج ۱۰ص ۲۲۷، رقم: ۱۹۶۲۸)

شرح حدیث: ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ ابن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ جن سے چار بچے

پیدا ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ واپس آئیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ لڑائی کے دوران جو زخم آئے کچھ عرصہ مندمل ہونے کے بعد دوبارہ تازہ ہوگئے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہی زخموں کی وجہ سے ۴ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء

حضرت اُم المؤمنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ بھلا ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ پہلا گھر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا لیکن پھر میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمایا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المصیبۃ، الحدیث: ۹۱۸، ص ۴۵۷)

حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل وفہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ امام الحرمین کا بیان ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کے سوا کسی عورت کو نہیں جانتا کہ اس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو۔ صلح حدیبیہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی قربانیاں کر کے سب لوگ احرام کھول دیں اور بغیر عمرہ ادا کیے سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ اسی شرط پر صلح حدیبیہ ہوئی ہے۔ تو لوگ اس قدر رنج وغم میں تھے کہ ایک شخص بھی قربانی کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس طرزِ عمل سے روحانی کوفت ہوئی اور آپ نے معاملہ کا حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کسی سے کچھ بھی نہ فرمائیں اور خود اپنی قربانی ذبح کر کے اپنا احرام اتار دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا ہے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مایوس ہوگئے کہ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ہرگز ہرگز نہ بدلیں گے اس لئے سب صحابہ نے بھی اپنی اپنی قربانیاں کر کے احرام اتار دیا اور سب لوگ مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔

حسن و جمال اور عقل ورائے کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی۔ تین سو اٹھتر

حدیثیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بہت سے صحابہ وتابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں چوراسی برس کی عمر پا کر وفات پائی اور ان کی وفات کا سال ۵۳ھ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ان کے وصال کا سال ۵۹ھ ہے اور ابراہیم حربی نے فرمایا کہ ۶۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ۶۳ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ام سلمۃ ام المؤمنین، ج ۴، ص ۳۹۶۔ ۴۰۳ و باب امراء المدینۃ، ج ۳، ص ۲۲۶ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۷۶)

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ جس نے یتیم پر رحم کیا اور اسکے ساتھ نرمی سے گفتگو کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھایا اور اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے مال سے اپنے پڑوسی پر فخر نہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عذاب نہ دے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الاقارب صدقۃ المراۃ علی زوجھا، رقم ۴۶۵۲، ج ۳، ص ۲۹۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ۔۔۔الخ باب ماجاء فی الایتام، رقم ۱۳۵۰۸، ج ۸، ص ۲۹۳)

(294) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ اَوَّلِ الْكِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّةِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهٗ: وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے ان کی لمبی حدیث میں جو شروع کتاب باب النیۃ میں ہم ذکر کر آئے ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا تم اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے جو بھی کرو گے اس پر تم کو ثواب ملے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولۃ، ج ۲ ص ۸۱، رقم: ۱۲۹۵ صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالثلث، ج ۵ ص ۷۱، رقم: ۳۲۹۶ سنن الکبری للبیہقی، باب الوصیۃ بالثلث، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۱۲۹۲۱ موطأ امام مالک،

باب الوصیۃ فی الثلث لا یتعدی، ص۱۹۰، رقم: ۲۸۲۴، مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۱ص۳۴۵، رقم: ۸۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مؤمن کی نیت عمل سے افضل ہے، دیکھو بیوی کے منہ میں لقمہ دینا خوشی و محبت کے وقت ہوتا ہے جس میں عبادت کا احتمال بھی نہیں مگر اس پر بھی رب کا وعدہ ہے اپنے وارثوں سے عدل و انصاف کرنا ضروری ہے۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۶۵)

اپنے خرچ کی ابتداء

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، اے ابن آدم! اگر تم اپنا ضرورت سے زائد مال خرچ کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اسے روکے رکھو گے تو یہ تمہارے حق میں بُرا ہے اور تمہیں اتنے مال پر ملامت نہ کی جائے گی جو تمہیں قناعت کی صورت میں لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رکھے اور اپنے خرچ کی ابتداء اپنے زیر کفالت لوگوں سے کرو، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان فضل الصدقۃ، بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم ۱۰۳۶، ص ۵۱۶)

حضرتِ سیدنا قَیس بن سَلَع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے میری شکایت کی کہ، یہ اپنا مال بے تحاشا خرچ کرتے ہیں اور اس معاملہ میں انکا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پھلوں میں سے اپنا حصہ لے کر راہِ خدا عزوجل میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کر دیتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر دستِ اقدس مار کر تین مرتبہ فرمایا، خرچ کر اللہ عزوجل تجھ پر خرچ کریگا۔ اس دن کے بعد جب میں اللہ عزوجل کی راہ میں نکلتا تو میرے ساتھ ایک قافلہ ہوتا اور آج میں اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ مالدار اور خوشحال ہوں۔ (المعجم الاوسط، رقم ۶۸۵۳، ج ۶، ص ۲۱۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، اے بلال! حالتِ فقر میں مرنا اور مالدار ہوکر نہ مرنا۔ میں نے عرض کیا، میں ایسا کس طرح کرسکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، جو رزق تجھے حاصل ہو اُسے مت چھپا اور اگر تجھ سے سوال کیا جائے تو منع نہ کر۔ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا کیوں کر کرسکتا ہوں؟ فرمایا، یا یہ کرلو یا جہنم لے لو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الادخار، رقم ۴۶۹۱، جلد ۳، ص ۳۱۱)

(295) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا

حضرت ابومسعود بدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی ثواب سمجھتے ہوئے جو گھر

اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ نَفَقَۃً یَّحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

والوں پر خرچ کرتا ہے یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ، ج ۱ص ۲۰، رقم: ۵۵صحیح مسلم، فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج ج ۲ص ۸۱۲، رقم: ۲۳۲۹صحیح ابن حبان، باب النفقۃ، ج ۶ص ۱۰۰، رقم: ۴۲۲۹معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ عاصم، ج ۴ص ۲۲۵، رقم: ۴۸۲۶سنن نسائی، باب ای الصدقۃ افضل، ج ۵ص ۶۹، رقم: ۲۵۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر والوں سے مراد بیوی بچے اور سارے عزیز ہیں، انکی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو۔ اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو خود اپنا کھانا، سونا، ہنسنا، رونا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے، اللہ تعالٰی نیت خیر نصیب کرے۔ دنیا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لیے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ لہذا بیاہ شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کمیوں کو نیک دستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے ہیں۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اللہ تعالٰی نیت خیر و اخلاص نصیب کرے۔ آمین! (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۶۵)

غار کا عابد

لوگوں کو دکھانے اور واہ واہ کروانے کی نیت سے کئے جانے والے پہاڑ جتنے بڑے بڑے اَعمال بھی نامقبول ہوتے ہیں چُنانچِہ منقول ہے: بنی اسرائیل کے ایک عابِد (یعنی عبادت کرنے والے) نے ایک غار میں چالیس برس تک اللہ تعالٰی کی عبادت کی۔ فِرِشتے اُس کے اعمال لے کر آسمانوں پر جاتے اور وُہ قَبول نہ کیے جاتے۔ فِرِشتوں نے عرض کی: ''اے ہمارے پَرْوَرْدَگار تیری عزّت کی قسم! ہم نے تیری طرف صحیح (اعمال) اُٹھائے ہیں۔'' اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے فرِشتو! تم نے سچ کہا، مگر (عبادت میں اُس کی نیّت بُری ہوتی ہے) وہ چاہتا ہے کہ اِس کا مقام (سب کو) معلوم ہو جائے (یعنی ریاو شہرت کا طلبگار ہے)۔ (ایضاً ص ۲۶۴)

نیت کی بَرَکت سے مغفرت کی دلچسپ حِکایت

منقول ہے کہ ایک عَجَمی (یعنی غیر عَرَبی شخص) چند آدمیوں (عَرَبیوں) کے پاس سے گزرا جو بیٹھے مذاق اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھے۔ (عَرَبی کے جملے سُن کر) وہ غریب سمجھا کہ یہ لوگ ذِکرُ اللہ عزوجل کر رہے ہیں، اس نے حُسنِ نیت کے مطابق (یعنی اچھی نیت کے ساتھ) اُن کی طرح کہنا شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اچھی نیت کی وجہ سے اُس عَجَمی کو بخش دیا۔ (قُوتُ القلوب ج ۲ ص ۲۶۳)

اچھی نیتیں دشوار ہیں، اِس سے تو پیٹھ پر کوڑے کھانا آسان ہے

اچھی اچھی نیتیں کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ذہن حاضر رہے، جو اچھی نیتوں کا عادی نہیں ہے اُسے شُروع میں بہ تکلّف اس کی عادت بنانی پڑے گی لہٰذا ابتداءً اِس کیلئے سر جُھکائے، آنکھیں بند کر کے ذہن کو مختلف خیالات سے خالی کر کے یکسو ہو جانا مُفید ہے۔ اِدھر اُدھر نظریں گھماتے ہوئے، بدن سہلاتے کھجاتے ہوئے، کوئی چیز رکھتے اٹھاتے ہوئے یا جلد بازی کے ساتھ نیتیں کرنا چاہیں گے تو شاید ہو نہیں پائیں گی۔ نیتوں کی عادت بنانے کیلئے ان کی اہمیّت پر نظر رکھتے ہوئے آپ کو سنجیدگی کے ساتھ پہلے اپنا ذہن بنانا پڑے گا۔ حضرتِ سیِّدُنا نُعیم بن حماد علیہ رحمۃ اللہ الجواد فرماتے ہیں: "ہماری پیٹھ کا کوڑے کھانا اچھی نیت کے مقابلے میں آسان ہے۔" (تنبیہ المغترین ص ۲۵)

(296) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ان کو ضائع کردے جن کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهٗ.

مسلم نے اپنی صحیح میں اسی کی مثل روایت کی ہے کہ آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ آدمی جس کی روزی کا ذمہ دار ہے ان سے (روزی رزق) روک لے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی صلۃ الرحم، ج ۲ص ۸۰، رقم: ۱۶۹۲، صحیح مسلم، باب فضل النفقہ علی العیال والمملوک، ج ۱ص ۴۸۷، رقم: ۲۳۵۹، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب وجوب النفقہ للزوجۃ، ج ۷ص ۴۶۷، رقم: ۱۶۱۱۲، سنن الکبرٰی للنسائی، باب اثم من ضیع عیالہ، ج ۵ص ۳۷۴، رقم: ۹۱۷۷، مسند امام احمد، مسند عبداللہ عمرو، ج ۲ص ۱۶۰، رقم: ۶۴۹۵)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ انہیں کھانا نہ دے حتی کہ وہ ہلاک ہو جائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے یا اس طرح کہ انہیں بہت کم روزی دے جس سے وہ دبلے کمزور ہو جائیں دو چار فاقے کرا کر ایک وقت دے دے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اس حکم میں لونڈی، غلام پالے ہوئے جانور سب شامل ہیں، بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اسی لیے دوزخ میں گئی کہ اس نے پالی ہوئی بلی کو بھوکا باندھے رکھا حتی کہ وہ مرگئی، آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی کئی وقت بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں یہ سخت ظلم ہے، شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھالو کھلالو۔

علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے

بے زبان جانور کس سے کہے اس کا اللہ کے سواء فریاد سننے والا کون ہے، بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مالکوں کی شکایت کیں اور سرکار نے ان کے اعلیٰ انتظامات فرمائے صلی اللہ علیہ وسلم۔ شعر

خلق کے دادرس سب کے فریادرس کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالمین ہیں، آج ہم سگے بھائیوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جو سلوک غلاموں سے کیا جاتا تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۶۵)

کن کا نفقہ واجب ہے

نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں زوجیت۔ نسب۔ مِلک۔

(الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۰۸)

جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن (کم عمر) ہو اُس پر نفقہ واجب ہے اُس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر اُس کی ملک میں مال نہ ہو تو اُس کی عورت کا نفقہ اُس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اُس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ فرمائیں۔

باپ پر نادار نابالغ اولاد کا نفقہ واجب ہے۔ یوں ہی ان نابالغ اولاد کا جو کمانے سے عاجز ہوں۔ اگر کوئی بالغ فرزند ایسا ہے جو کمانے پر قادر ہے۔ مگر طالب علم دین میں مشغول ہے تو اس کا خرچ باپ پر واجب ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا واجب ہے بعض نے کہا نہیں ہے، جن علماء نے واجب کہا انہوں نے یہ قید لگا دی ہے کہ وجوب اس صورت میں ہے جب طالب علم فرزند نیک سیرت اور واقعی طالب علم ہو۔ ورنہ اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں۔ صاحب منیہ وقنیہ وصاحب مشتمٰی فرماتے ہیں کہ اکثر طلبہ رشد وصلاح والے نہیں۔ اور حکم اکثر ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ لہذا مطلقا کہا جائے گا کہ باپ پر طالب علم کا نفقہ واجب نہیں، فاضل بریلوی کا استدلال بس اتنے ہی سے ہے کہ حکم باعتبار اکثر ہوا کرتا ہے رہا یہ کہ دور حاضر میں حکم کیا ہونا چاہیے تو راقم کے خیال سے اس میں تحقیق وتفصیل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب طلبہ کی کئی قسمیں اور مختلف حالتیں ہیں۔ یوں ہی اب علم دین کے لیے حالات زمانہ بھی مختلف ہیں۔

(297) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَكَانِ یَنْزِلَانِ، فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو ضائع کر دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی، ج ۱، ص ۴۸۶، رقم: ۱۴۴۲، صحیح مسلم، باب فی المنفق والممسک، ج ص ۵۰۳، رقم: ۱۰۱۰، السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ البخل والشح والاقتار، ج ۴، ص ۳۰۹، رقم: ۸۰۶۸، السنن الکبری للنسائی، باب اثم من ضیع عیالہ، ج ۵، ص ۳۷۵، رقم: ۹۱۷۸)

شرح حدیث: آخرت کی کھیتی

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرا سینہ غناء سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو ختم کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو مصروفیت سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو ختم نہیں کروں گا۔ (پ25، الشوریٰ:20) (المستدرک، کتاب التفسیر، باب اسباب نزول، رقم ۳۷۰۹، ج ۳، ص ۳۴۳)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خاتم الْمُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کا مقصود دنیا ہوگی اللہ عزوجل اس کے کام متفرق کر دے گا اور اس کا فقر اس پر ظاہر کر دے گا اور اسے دنیا سے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے لئے لکھا گیا ہے، اور جس کا مقصود آخرت ہوگی اللہ عزوجل اس کے کام جمع فرما دے گا اور اسکے دل کو غنا سے بھر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کا مقصود دنیا ہوگی اللہ عزوجل اس کا فقر اس کے ماتھے پر لکھ دے گا اور اس کی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، دنیا میں سے اس کے پاس وہی کچھ آئے گا جو اس کے مقدر میں ہوگا۔

(ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الھم بالدنیا، رقم ۴۱۰۵، ج ۴، ص ۴۲۴)

حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے اس کے پہلو میں دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو زمین والوں کو مخاطب کرتے ہیں، جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق ان کی آواز سنتی ہے، وہ کہتے ہیں، اے لوگو! اپنے رب عزوجل کی طرف آؤ کیونکہ جو چیز کم ہو اور کفایت کرے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر غفلت میں ڈال دے۔ اور جب بھی سورج غروب ہوتا ہے اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں وہ ندا کرتے ہیں اے اللہ عزوجل! خرچ

کرنے والوں کو جلد بدلہ عطا فرما اور بخل کرنے والوں کا مال جلدی ضائع فرما۔

(المستدرک، کتاب التفسیر، باب ماقل وکفی... الخ، رقم ۳۷۱۴، ج ۳، ص ۲۳۵)

حضرتِ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو دنیا سے قطع تعلّق کر کے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آجائے گا اللہ عزوجل اس کی ہر معاملہ میں کفایت فرمائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا اور جو (اللہ عزوجل کو) چھوڑ کر دنیا کی طرف آئے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ دنیا کے سپرد کردے گا۔ (مجمع الزوائد کتاب الزھد، باب ماجاء فی العذلۃ، رقم ۱۸۱۸۹، ج ۱۰، ص ۵۴۶)

(298) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور ابتداء ان سے کر جن کا تو ذمہ دار ہے۔ اور بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی غنی رہے اور جو حرام یا سوال سے بچنا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بچائے گا اور جو غنا کو طلب کرے اس کو اللہ تعالیٰ غنی کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعفاف عن المسئالۃ، ج ۲ص ۱۲۳، رقم: ۱۴۷۲، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب بیان الیہ العلیا والید السفلی، ج ۴ص ۱۹۷، رقم: ۸۱۳۳، موطأ امام مالك، باب ما جاء فی التعفف عن المسألۃ، ص ۴۹۸، رقم: ۱۸۱۴، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعفاف، ج ۲ص ۴۳، رقم: ۱۶۵۰، سنن الدارمی، باب فی فضل الید العلیا، ج ۱ص ۴۷۶، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: دو بزرگ اور دو پرندے

حضرتِ سیِّدُنا خَلَف بن تمیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم سے منقول ہے، ایک مرتبہ دو عظیم بزرگ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم اور حضرتِ سیِّدُنا شَقِیق بَلْخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا پہنچے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے حضرتِ سیِّدُنا شَقِیق علیہ رحمۃ اللہ الرفیق سے پوچھا: وہ کون سا پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ عظمت و بزرگی نصیب ہوئی؟

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا اچانک مجھے ایک پرندہ نظر آیا جس کے پر ٹوٹے ہوئے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا: یہ پرندہ اپنی غذا کیسے حاصل کرتا ہوگا؟ بس اس خیال کے آتے ہی میں وہیں کھڑا ہوگیا اور ارادہ کیا کہ آج یہ دیکھ کر جاؤں گا کہ اس پرندے کو غذا کہاں سے ملتی ہے؟ میں وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک پرندہ اپنی چونچ میں ایک ٹِڈی پکڑے ہوئے وہاں آیا اور اس ٹوٹے پروں والے پرندے کے منہ میں وہ ٹڈی ڈال کر واپس

اڑ گیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اس شانِ رزّاقی پر میں عَش عَش کر اٹھا اور اپنے نفس سے کہا: اے نفس! جس خدائے بزرگ وبرتر ،خالق ومالک نے صحیح وسالم پرندے کے ذریعے جنگل وبیابان میں اس پر ٹوٹے ہوئے پرندے کو رزق عطا فرمایا وہ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ مجھے رزق عطا فرمانے پر قادر ہے، چاہے میں کہیں بھی ہوں۔ بس اس دن سے میں نے تمام دنیوی مشاغل ترک کر دیئے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گیا اور آج آپ کے سامنے ہوں۔

یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے فرمایا: اے شَقِیق علیہ رحمۃ اللہ اللطیف! تم اس پرندے کی طرح کیوں نہ ہو گئے جو تندرست تھا اور بیمار پرندے تک اس کا رزق پہنچا رہا تھا۔ اگر تم اس جیسے ہوتے تو تمہارے لئے بہت اچھا تھا، کیا تم نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ تقرب نشان نہیں سنا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۴۴)

37-بَابُ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) (آل عمران:92)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت تک بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

حضرتِ صدرُ الاُفاضل سیِّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: بر سے تقویٰ وطاعت مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب ومرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں (مدارک) بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں بیرحا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں بیرحا سب سے پیارا ہے میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہ نے بایمائے حضور اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان تم

مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ) (البقرة: 267)

(299) عن أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَنْزَلَ عَلَيْكَ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ) وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالَى، أَرْجُو بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَبَنِي عَمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ان پاکیزہ چیزوں میں سے جن کو تم نے کمایا ہے اور جن کو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے' خرچ کرو اور اس میں سے خراب چیز کو خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ ؓ انصار صحابہ میں سے کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ امیر تھے اور ان کے جائیداد میں سے بیرحاء ان کو بہت زیادہ پسند تھا یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لایا کرتے اس کا نفیس پانی نوش فرماتے۔ حضرت انس کہتے ہیں جب یہ آیت (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) اتری: ''کہ تم اس وقت تک بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو''۔ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے اور میرے مالوں میں زیادہ پسند مجھے بیرحاء ہے وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے ثواب اور بھلائی کی امید رکھتا ہوں' یارسول اللہ! اللہ کی عطا کردہ سمجھ کے آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو خرچ فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ واہ یہ بڑے نفع والا مال ہے یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ جو تم نے کہا میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں یہ تقسیم کر دیتا ہوں' تو حضرت ابوطلحہ نے وہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَالٌ رَابِحٌ، رُوِيَ فِي الصَّحِيحِ رَابِحٌ وَرَايِحٌ بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ أَيْ: رَابِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهُ، وَبَيْرَحَاءُ: حَدِيقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا.

آپ ﷺ کا فرمان مالٌ رابحٌ صحیح میں رابح اور رائح دونوں طرح باموحدہ اور یا مثناۃ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے تیرے لیے اس کا نفع بڑھنے والا ہے۔ بیرحاء: کھجور کے ایک باغ کا نام باء پر زبر اور زیر دونوں روایت کیے گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استعذاب الماء، ج ۴،ص ۱۰۹، رقم: ۵۶۱۱ صحیح مسلم، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین، ج ۳ص ۷۰، رقم: ۲۳۶۲ صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج ۸ص ۱۲۹، رقم: ۳۳۴۰ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الصدقة فی الاقربین، ج ۴ص ۱۶۳، رقم: ۱۲۲۷۰ مشکوٰة المصابیح، باب افضل الصدقة، ج ۱ص ۳۶۸، رقم: ۱۹۳۵)

شرح حدیث: شاداب باغ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ایک شخص کسی ویران جگہ سے گزر رہا تھا تو اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر تو وہ بادل جھک گیا اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسا دیا تو وہاں کے نالوں میں سے ایک نالے میں وہ سارا پانی جمع ہوگیا اور ایک سمت بہنے لگا تو وہ شخص اس نالی کے ساتھ چل دیا تو اس نے دیکھا کہ وہ پانی ایک باغ میں داخل ہوا جہاں ایک کسان کھڑا تھا تو اس نے اس کسان سے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس کسان نے کہا، اے اللہ کے بندے! تو نے میرا نام کیوں پوچھا؟ تو اس شخص نے کہا، جس بادل سے یہ بارش برس رہی ہے تیرا نام میں نے اس سے سنا ہے، یہ بادل کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو، تُو اپنے کھیت میں ایسا کیا کرتا ہے (کہ تیری زمین کو بادل نے سیراب کیا)؟ تو اس نے جواب میں کہا، جب تو نے یہ بات پوچھ ہی لی ہے تو سن لے کہ جو کچھ میرے اس باغ سے نکلتا ہے تو میں اس کے تین حصے کر لیتا ہوں ایک حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک حصہ خود کھاتا ہوں اور اپنے عیال کو کھلاتا ہوں اور تیسرے حصے کو اسی زمین میں کاشت کر لیتا ہوں۔ (مسلم، کتاب الزھد والرقائق، الصدقة فی المساکین، رقم ۲۹۸۴، ص ۱۵۹۳)

آٹا سائل کو دے دیا

حضرت سیدنا حبیب عجمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تا کہ روٹی پکائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہی آٹا اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ جب وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد (یعنی غائب)۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اسے روٹی پکانے کے لیے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیرات کر دینے کا واقعہ بتایا، وہ

بولیں سبحان اللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کے لیے درکار ہے اتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا دیکھو تمہیں کس قدر جلد لوٹا دیا گیا گویا روٹی بھی پکا دی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا! (روض الریاحین، ص ۱۵۲)

38-بَابُ وُجُوْبِ اَمْرِهٖ اَهْلَهٗ وَاَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ وَسَائِرَ مَنْ فِيْ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيْبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ مِّنِ ارْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

اپنے گھر والوں سمجھدار اولاد اور باقی ماتحتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم کرنا واجب ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی (اطاعت) کی مخالفت سے روکنا اور ممنوعہ کام کے کرنے سے منع کرنا اور اس پر سزا دینا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا) (طٰهٰ: 132)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر صابر ہو جا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا) (التحریم: 6)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو۔

(300) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ !؟ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (بچپن میں) صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کِخ کِخ اس کو پھینک دو کیا تم کو علم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ.

اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔

وَقَوْلُهٗ: كِخْ كِخْ يُقَالُ: بِاِسْكَانِ الْخَاءِ، وَيُقَالُ: بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا.

اور آپ کا فرمان: کِخ کِخ خاء ساکن کے ساتھ۔ یہ وہ کلمہ ہے جو ناپسندیدہ چیزوں سے بچے کو بچانے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص۱۲۷، رقم: ۱۴۹۱ صحیح

مسلم، باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ، ج ۲، ص ۱۱۷، رقم: ۱۰۲۲، سنن الکبری للبیہقی، باب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا یعطون من الصدقات، ج ۷، ص ۲۹، رقم: ۱۳۲۱۱، مستخرج ابو عوانۃ، باب بیان تحریم الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۲۳، رقم: ۱۰۰۱، مسند الطیالسی، حدیث محمد بن زیاد القرشی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۲۲۸، رقم: ۲۲۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے اُنّا جمع فرما کر تاقیامت اپنی اولاد کو شامل فرمالیا، یہ ہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ سید لے سکتے ہیں، یہ تمام مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث بن مطلب اور آل رسول ہیں ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت وعزت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی ایذاء کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی (از لمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے وہ دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے۔ اس مسئلہ کی ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۰)

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، یہ صدقات لوگوں کے میل ہی ہیں، نہ یہ محمد کو حلال ہیں اور نہ محمد کی آل کو۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدقات لوگوں کے میل ہیں کے تحت فرماتے ہیں اس طرح کہ زکوٰۃ فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک وصاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا) ترجمہ: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو [التوبۃ: ۹ / ۱۰۳] (کنز الایمان) لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے۔

یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی، یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں۔ اب بعض کا کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیونکہ نہیں سنا جاتا۔
(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۶)

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ، اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے رماتے کھالو، اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف بڑھاتے اور اُن کے ساتھ کھاتے۔

غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء وصحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے لئے ہدیہ و نذرانہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھالیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں۔

فرماتے کھالو، اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف بڑھاتے اور اُن کے ساتھ کھاتے۔

غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء وصحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے لئے ہدیہ و نذرانہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھالیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ و نذرانہ کا کھانا خود بھی کھاتے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے۔ خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد و قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ غنی و فقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے، یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ)۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۷)

(301) وَعَنْ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْأَسَدِ رَبِيبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ تَعَالَى، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَتَطِيْشُ: تَدُوْرُ فِي نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

حضرت ابو حفص عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد ﷺ (یہ اُم سلمہ کے پہلے شوہر سے بیٹے تھے اور جو رسول اللہ ﷺ کی گود میں پلے تھے) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالے میں چکر لگاتا اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لے کر کھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے اور سامنے سے کھا اس کے بعد میرا کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ (متفق علیہ)

تطیش: کا مطلب ہے پیالے میں گھومتا، چکر لگاتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين، ج ٣، ص ٦٨، رقم: ٥٣٧٦، صحيح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحكامهما، ج ٣، ص ١٠٩، رقم: ٥٣٨٨، سنن الكبرى للنسائي، باب اكل الانسان مما يليه اذا كان معه من ياكل، ج ٣، ص ١٧٥، رقم: ٦٧٥٩، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه عمر بن ابي سلمه، ج ٩، ص ٢٧، رقم: ٨٣١٥ (مكتبة العلوم والحكم الموصل) سنن ابن ماجه، باب الاكل باليمين، ج ٢، ص ١٠٨٧، رقم: ٣٢٦٧ (دار الفكر بيروت)

شرح حدیث: بائیں ہاتھ سے کھانا پینا

بائیں ہاتھ سے کھانا، پینا یا کوئی چیز بائیں ہاتھ سے لینا دینا ممنوع ہے۔ حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ نیچے تحریر کی ہوئی حدیثوں کو بغور پڑھئے۔

حدیث ۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز ہرگز تم میں کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز کھائے نہ کچھ پئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے اور حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث میں اتنا اور بھی بیان کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز لے نہ دے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام وغیرہ، الترہیب من الاکل والشرب۔۔۔الخ، الحدیث ۱، ج ۳، ص ۹۲۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام۔۔۔الخ، الحدیث ۲۰۲۰، ص ۱۱۱۷)

حدیث ۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پئے اور داہنے سے ہر چیز دے اور لے۔ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا اور لیتا دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل بالیمین، الحدیث: ۳۲۶۶، ج ۴، ص ۱۲)

اپنی اولاد کی اصلاح کیجئے

اگر بچہ آگ کی طرف بڑھ رہا ہو تو والدین جب تک لپک کر اپنے بچے کو پکڑ نہ لیں انہیں چین نہیں آتا مگر افسوس یہی اولاد جب رب کریم کی نافرمانیوں میں ملوث ہو کر جہنم کی طرف تیزی سے بڑھنے لگتی ہے، والدین کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بچہ اگر اسکول سے چھٹی کر لے تو اسے ٹھیک ٹھاک ڈانٹ پلائی جاتی ہے مگر افسوس نماز نہ پڑھنے پر اسے سرزنش نہیں کی جاتی۔

امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی بارگاہ میں کسی نے استفتاء پیش کیا کہ والدین کا حق، اولاد بالغ کو تنبیہ خیر واجب ہے یا فرض؟ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینی ہے، فرض پر فرض، واجب پہ واجب، سنّت پہ سنّت، مستحب پہ مستحب۔ مگر بشرطِ قدرت بقدرِ قدرت بامید منفعت ورنہ

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ

ترجمہ کنزالایمان: تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

(پ ۷، سورۃ المائدۃ: ۱۰۵) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۳۷۱)

لیکن اولاد کی اصلاح کا انداز ایسا ہونا چاہیے کہ ان کی اصلاح بھی ہو جائے اور وہ والدین سے باغی بھی نہ ہوں۔ اس لئے جب بھی بچے کو سمجھائیں تو نرمی سے سمجھائیں ۔ بچوں کے جذبات بہت نازک ہوتے ہیں۔ بعض والدین کی عادت ہوتی ہے کہ جونہی بچے نے کوئی غلطی کی وہ اس کے احساسات کا خیال کئے بغیر کوسنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے بچے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور والدین کو اپنا مخالف سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا نہ کیا جائے بلکہ بچوں کی غلطی مثبت اور نرم انداز میں ان پر آشکار کی جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو قیدی تصور نہ کریں اور سمجھانے والے کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھیں۔ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، الحدیث ۲۵۹۴، ص ۱۳۹۸)

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الرفق، الحدیث ۲۰۲۰، ج ۳، ص ۴۰۸)

(302) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ: الْإِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم میں ہر ایک نگران ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا امیر نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا اور خادم نگران ہے اپنے مالک کے مال کا اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ج ۱ ص ۵، رقم: ۸۹۳ صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، ج ۲ ص ۷، رقم: ۴۸۲۸ سنن ابوداؤد، باب ما یلزم الامام من حق الرعیۃ، ج ۳ ص ۹۱، رقم: ۲۹۳۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامام، ج ۳ ص ۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج ۱۰ ص ۳۴۲، رقم: ۴۴۸۹)

شرح حدیث: اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ

ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، رشتہ داروں اور نوکروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) اُمور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اُس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ28، تحریم:6)

(اس آیتِ کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت

اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی۔

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مروی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا، پھر دوسرا آکر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف حسرت ویاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن پر وہ گناہ ومظالم رہ گئے جو میں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھر والے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھر والوں سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن صفحہ ۸۷)

(303) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور وہ دس سال کے ہوں، تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے انہیں مارو اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب متی یومر الغلام بالصلاة، ج۱ص۱۸۸، رقم: ۴۹۵، جامع الاصول، الکتاب الاول فی الصلاة، ج۵ص۱۸۷، رقم: ۳۴۴۳، مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۵۷۲، المقاصد الحسنه للسخاوی، ص۶۰۰، رقم: ۱۰۱۳ (دار الکتاب العربی)، (جبکہ ترمذی شریف میں یہی حدیث مبارکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے:) سنن ترمذی، باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلاة، ج۲ص۲۵۹، رقم: ۴۰۷، المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۸۹، رقم: ۹۴۸)

شرح حدیث: سات برس کی عمر سے نماز کی تاکید کیجئے

جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز پڑھنا سکھائیں اور اسے پانچوں وقت کی نماز ادا کروائیں تاکہ بچپن ہی سے ادائیگی نماز کی عادت پختہ ہو۔ بچے کو بالخصوص صبح سویرے اٹھنے اور وضو کر کے نماز پڑھنے کی عادت ڈالئے مگر سردیوں میں بچے کو وضو کے لئے نیم گرم پانی مہیا کیجئے تاکہ وہ سرد پانی کی مشقت سے گھبرا کر وضو اور نماز سے جی نہ چرائے۔ بلکہ والد صاحب کو چاہیے کہ اسے مسجد میں اپنے ساتھ لے جائیں لیکن پہلے اسے مسجد کے آداب سے آگاہ کردیں کہ مسجد میں شور نہیں مچانا، ادھر ادھر نہیں بھاگنا، نمازیوں کے آگے سے نہیں گزرنا وغیرہ۔ پھر اسے جماعت کی سب سے آخری صف میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھڑا کریں۔ اس حکمتِ عملی کی بدولت بچے کا مسجد کے ساتھ روحانی رشتہ قائم ہوجائے گا، ان شاء اللہ عزوجل۔

شاہِ بنی آدم، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچوں کو سات سال کی عمر ہوجانے پر نماز سکھاؤ اور دس سال کے ہوجانے پر انہیں نماز کے معاملے پر مارو۔

(سنن ترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلوۃ، الحدیث ۴۰۷، ج۱، ص۴۱۶)

نماز کے عادی

جب محدثِ اعظم حضرت علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن میں چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اپنے والد ماجد کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانا شروع کردیا۔ (حیاتِ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۰)

بچے بڑے ہوجائیں تو بستر الگ کر دیجئے

حضرت سیدنا عبدالملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو ان کے بستر الگ الگ کردو۔

(المستدرک، کتاب الصلوۃ، باب فی فضل الصلوات الخمس، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص۴۴۹)

اولاد کب بالغ ہوتی ہے؟

لڑکا بارہ سال اور لڑکی نو برس سے کم عمر تک ہرگز بالغ و بالغہ نہ ہوں گے اور لڑکا لڑکی دونوں پندرہ برس کامل کی عمر میں ضرور شرعاً بالغ و بالغہ ہیں، اگرچہ آثار بلوغ کچھ ظاہر نہ ہوں۔ ان عمروں کے اندر اگر آثار پائے جائیں، یعنی خواہ لڑکے خواہ لڑکی کو سوتے خواہ جاگتے میں انزال ہو۔۔ یا۔۔ لڑکی کو حیض آئے۔۔ یا۔۔ جماع سے لڑکا (کسی عورت کو) حاملہ کردے۔۔ یا۔۔ (جماع کی وجہ سے) لڑکی کو حمل رہ جائے تو یقیناً بالغ و بالغہ ہیں۔ اور اگر آثار نہ ہوں، مگر وہ خود کہیں کہ ہم بالغ و بالغہ ہیں اور ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا (یعنی جھٹلاتا نہ) ہو تو بھی بالغ و بالغہ سمجھے جائیں گے اور تمام احکام، بلوغ کے نفاذ

پائیں گے اور داڑھی مونچھ نکلنا یا لڑکی کے پستان میں ابھار پیدا ہونا کچھ معتبر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۹، ص۶۳۰)

(304) وَعَنْ اَبِيْ ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَلَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ: مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ۔

حضرت ابوثریہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے کو نماز سکھاؤ جب وہ سات سال کا ہو اور جب دس سال کی عمر میں ہو تو اسے مارو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلاۃ، ج۱ص۴۱۶، رقم: ۴۰۷، سنن ابوداؤد، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۴۹۴، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب متی یؤمر الصبی بالصلاۃ، ج۱ص۱۹۱، رقم: ۵۵۸)

شرح حدیث: سیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کا ذوقِ عبادت

حضرت سیِّدُنا ابنِ ظفر علیہ رحمۃ الرَّب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کو بچپن میں جب مدرسہ داخل کیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس آیتِ مبارکہ پر پہنچے: يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ترجمۂ کنز الایمان: اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔ (پ۲۹، المزمل۱۔۲) تو اپنے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا طیفور بن عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی: یہاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کس سے مخاطب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت سیِّدُنا احمدِ مجتبیٰ، محمدِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہیں۔ پوچھا: اے میرے ابا جان! پھر آپ بھی حضور نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی سُنَّت پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: پیارے بیٹے! یہ حکم خاص حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرمایا گیا پھر سورۂ طٰہٰ میں اس میں تخفیف کر دی گئی۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سبق اس آیتِ مبارکہ پر پہنچا: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔ (پ۲۹، المزمل:۲۰) تو پھر پوچھنے لگے: اے میرے والدِ محترم! میں سن رہا ہوں کہ اس میں ایک ایسے گروہ کا ذکرِ خیر بھی ہے جو راتوں کو قیام کرتا ہے۔ تو والدِ محترم نے بتایا: جی ہاں! وہ ہمارے پیارے آقا، دو عالم کے داتا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: اس چیز کو ترک کرنے میں کوئی بھلائی نہیں جو رسول اللہ

عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ، اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم ساری ساری رات قیام کرنے لگے۔ ایک رات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیدار ہوئے اور اپنے والدِ محترم سے عرض کی: مجھے بھی سکھلائیے، میں بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کروں گا۔ والد صاحب فرمانے لگے: بیٹے! ابھی تم چھوٹے ہو۔ عرض کی: اے میرے ابا جان! جس دن لوگ الگ الگ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور حاضر ہوں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھیں، اور اگر میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ سے پوچھ لیا، اے ابویزید! تم نے کیا کیا؟ تو میں جواب دوں گا: میں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی تھی کہ مجھے سکھلائیے تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں تو انہوں نے مجھے کہا تھا، ابھی تم چھوٹے ہو۔ یہ سن کر فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم کہنے لگے: نہیں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ تم ایسی بات کہو۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو والد صاحب نے نماز سکھائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی رات کا اکثر حصہ نماز ادا کرتے رہتے۔

سُبحانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا شان ہے ان لوگوں کی جن کے ذوق وشوق کی سواری مقصد کے حصول کے لئے راتوں کو چلتی رہتی یہاں تک کہ وہ اپنی منزلِ مراد پر پہنچ جاتے اور انہیں عنایتِ خداوندی حاصل ہو جاتی۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصنّفا لشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی علَیہِ اَلْمُتَوَفّی ۸۱۰ھ صفحہ ۳۶۳)

39-بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهٖ

پڑوسی کا حق اور اس کی وصیت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) (النساء: 36)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔

(305) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ عنقریب اس کو وارث بنا دے گا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخاري، باب الوصاة بالجار، ج۸ص۱۰ رقم: ۶۰۱۵ صحيح مسلم، باب الوصية بالجار والاحسان اليه، ج۸ص۳۶ رقم: ۶۸۵۲ سنن ابوداؤد، باب في حق الجوار، ج۴ص۵۰۲ رقم: ۵۱۵۳ سنن ترمذی، باب ما جاء في حق الجوار

ج۱ص۳۳۳، رقم: ۱۷۲، صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۲۶۸، رقم: ۵۱۱)

(306) وَعَنْ أَبِي ذر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کرو اور اپنے پڑوسی کا خیال کرو۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّ خَلِيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي: إِذَا طَبَخْتَ مَرَقًا فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ، فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ.

اور مسلم کی ایک اور روایت حضرت ابوذر سے ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ جب تم شوربا والا سالن پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالا کرو پھر پڑوسیوں میں سے کوئی گھر دیکھ کر ان کو اس میں سے اچھے طریقے سے دے دیا کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه، ج۸ص۳۷، رقم: ۶۸۵۵، الادب المفرد للبخاری، باب یکثر ماء المرق فیقسم فی الجیران، ص۵۳، رقم: ۱۱۳، سنن الدارمی، باب فی اکثار الماء فی القدر، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۰۷۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع عشر فی حفظ الجار، ج۶ص۶۳۰، رقم: ۴۹۲۲)

شرح حدیث: پڑوسیوں کے حقوق

حضرت سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت مآب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آدمی پر پڑوسی کے کیا حقوق ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اگر مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اگر قرض مانگے تو اسے قرض دے دو اور اگر وہ عیب دار ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرو۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۱۴، ج۱۹، ص۴۱۹)

حضرت ابوشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ہے: اگر وہ تم سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اگر وہ محتاج ہو تو اسے عطا کرو، کیا تم سمجھ رہے ہو جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں؟ پڑوسی کا حق کم لوگ ہی ادا کرتے ہیں جن پر اللہ عزوجل کا رحم و کرم ہوتا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترہیب من اذی۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۹۱۵(۲۱)، ج۳، ص۲۴۳)

ایک اور روایت میں ہے: اگر وہ تنگدست ہو جائے تو اسے تسلی دو، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو، اگر اُسے مصیبت پہنچے تو اس سے تعزیت کرو، اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے اونچی عمارت بنا کر اس سے ہوا نہ روکو، بھنے ہوئے گوشت سے اسے تکلیف نہ پہنچاؤ ہاں یہ کہ اسے بھی مٹھی بھر دے دو تو صحیح ہے، اگر پھل خرید کر لاؤ تو اسے بھی اس میں سے کچھ تحفہ بھیجو اور ایسا نہ کر سکو تو اسے چھپا کر اپنے گھر لاؤ اور اپنے

بچوں کو پھل دے کر باہر نہ جانے دو کہ کہیں اس سے پڑوسی کے بچے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔

(شعب الایمان، باب فی اکرام الجار، الحدیث:۹۵۶۰، ج۷، ص۸۳)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو جانتا ہو کہ اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہے پھر بھی شکم سیر ہو کر رات گزارے تو اس کا مجھ پر ایمان نہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۷۵۱، ج۱، ص۲۵۹)

سیِّدُ الْمُبَلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو خود شکم سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ ایمان دار نہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث:۱۲۷۴۱، ج۱۲، ص۱۱۹) (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ:۸۰۶۔۸۰۷)

(307) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ! قِیْلَ: مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ! مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں، اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں، اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون؟ تو آپ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہیں۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اَلْبَوَائِقُ: اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ.

بوائق: کا مطلب ہے: مصیبتیں اور شرارتیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من لا یومن جارہ بوائقه، ج۴ص۲۲۴، رقم:۶۰۱۶، صحیح مسلم، باب بیان تحریم ایذاء الجار، ج۱ص۴۹، رقم:۱۸۱، الاداب للبیهقی، باب فی الاحسان الی الجیران، ج۱ص۳۶، رقم:۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی من اسمه هانی بن عمرو بن شریح، ج۲۲ص۱۸۷، رقم:۱۸۲۲۹، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ج۳ص۳۳۶، رقم:۸۴۱۳ (مؤسسة قرطبة القاهرة)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تین بار فرمانا تاکید کے لیے ہے، لایؤمن میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی مؤمن کامل نہیں ہوسکتا نہیں ہوسکتا نہیں ہوسکتا۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت (جان بوجھ کر) پہلے ہی نہ فرمادی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جاوے جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دلنشین ہوتی ہے اگرچہ ہر مسلمان کو اپنی شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو بچانا نہایت ہی ضروری کہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص۹۲)

مؤمن اور مسلم میں فرق

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مؤمن وہ ہے جس سے لوگ بے خوف رہیں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جس کے شر سے اس کا پڑوسی بے خوف نہ ہو وہ بندہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۲۵۶۲، ج ۴، ص ۳۰۸)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق اس طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح تمہارے درمیان تمہارا رزق تقسیم فرمایا ہے اور اللہ عزوجل دنیا تو اسے بھی عطا فرماتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے اور جس سے محبت نہیں فرماتا اسے بھی عطا فرماتا ہے مگر دین صرف اسی کو عطا فرماتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے، لہٰذا اللہ عزوجل نے جسے دین عطا فرمایا بے شک اسے اپنا محبوب بنالیا، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہوجائے اور وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوجائے۔

راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کی: اس کے شر سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بددیانتی اور ظلم، نیز جو بندہ حرام مال کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اگر صدقہ کریگا تو وہ قبول نہ ہوگا اور اگر اسے چھوڑ کر مرجائے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کا زادِراہ ہوگا، اللہ عزوجل برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا البتہ اچھائی کے ذریعے برائی کو ضرور مٹا دیتا ہے بیشک برائی برائی کو نہیں مٹاتی۔

(المرجع السابق، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۶۷۲، ج ۲، ص ۳۳)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا دی بیشک اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی، نیز جس نے اپنے پڑوسی سے جھگڑا کیا اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور جس نے مجھ سے لڑائی کی بیشک اس نے اللہ عزوجل سے لڑائی کی۔

(کنز العمال، کتاب الصحبۃ، الحدیث: ۲۴۹۲۲، ج ۹، ص ۲۵)

(308) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! ایک پڑوسن اپنی پڑوسن کو (تحفہ دینے کے لیے) حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۲۵۶۶، صحیح مسلم، باب الحث

علی الصدقة ولو بالقلیل ولا تمتنع من القلیل، ج۳ص۹۳، رقم: ۲۴۲۶ مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه ج۲ص۳۰۷، رقم: ۸۰۵۲ مسند الحارث، باب ما یبذل ما ینتفع به وان قل، ص۱۳۸، رقم: ۲۹۶ مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۲۵، رقم: ۸۳۳۶)

(309) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ! وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے نظر آتا ہے کہ تم اس سے منہ موڑتے ہو اللہ کی قسم! میں اسے ضرور تمہارے کندھوں کے درمیان پھینک دوں گا۔ (متفق علیہ)

رُوِيَ خُشُبَهُ بِالْاِضَافَةِ وَالْجَمْعِ. وَرُوِيَ خَشَبَةً بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْاِفْرَادِ. وَقَوْلُهُ: مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ: يَعْنِيْ عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ.

خُشُبَه: بطور اضافت اور جمع دونوں طرح روایت کیا گیا اور خَشَبَةً بتنوین کے ساتھ مفرد بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب اپنی لکڑیاں اور ان (حضرت ابوہریرہ) کا قول کہ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اس سے منہ پھیر رہے ہو یعنی اس کی سنت سے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یمنع جار جاره ان یغرز خشبه فی جداره، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۲۴۶۳ صحیح مسلم، باب غرز الخشب فی جدار الجار، ج۵ص۵۷، رقم: ۴۲۱۵ سنن الکبری للبیهقی، باب من قضی فیما بین الناس بما فیه صلاحهم، ج۶ص۱۵۷، رقم: ۱۲۲۲۸ مسند امام احمد، حدیث مجمع بن یزید رضی الله عنه، ج۳ص۳۷۹، رقم: ۱۵۹۸۰ معرفة الصحابة، من اسمه مجمع بن یزید، ج۶ص۳۷۹، رقم: ۵۵۶۷)

شرح حدیث: تمہارا پڑوسی ہوں

حضرت سیدنا ابوحسین بن شمعون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، مجھے احمد بن سلیمان قطیعی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بتایا: ایک مرتبہ میں بہت زیادہ محتاج ہوگیا تو حضرت سیدنا ابراہیم حربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس اپنی کیفیت بیان کرنے چلا گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس معاملہ میں تیرا دل تنگ نہیں ہونا چاہے۔ اللہ عزوجل غیب سے مدد فرمانے والا ہے۔ ایک مرتبہ میں بھی اتنا محتاج ہوگیا تھا کہ نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تھی۔ میری زوجہ نے مجھ سے کہا: ہم دونوں تو صبر کرلیں گے مگر ہمارے ان دو بچوں کا کیا بنے گا؟ اپنی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہی لے آؤ تا کہ اسے بیچ کر یا کسی کے پاس رہن رکھ کر ہم بچوں کے لئے کھانے کا بندوبست کرلیں۔ مجھے اپنی دینی کتابوں سے بہت زیادہ محبت تھی اس لئے میں

نے کہا: ان بچوں کے لئے کوئی چیز ادھار لے لو اور مجھے آج کے دن اور رات کی مہلت دو۔

میرے گھر کی دہلیز پر ایک کمرہ تھا جس میں میری کتابیں تھیں، میں وہیں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ اور تحریری کام کرتا تھا۔ اس رات بھی میں اسی کمرے میں تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: تمہارا پڑوسی ہوں۔ میں نے کہا: اندر آجاؤ۔ اس نے کہا: پہلے چراغ بجھاؤ تب میں داخل ہوں گا۔ میں نے چراغ پر برتن اوندھا کر دیا اور کہا: آجاؤ۔ وہ اندر آیا اور میرے پاس کوئی شے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے چراغ سے برتن ہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت قیمتی رومال ہے جس میں انواع واقسام کے کھانے اور پانچ سو درہم ہیں۔ میں نے اپنی بیوی کو بلا کر کہا: بچوں کو جگاؤ تا کہ وہ کھانا کھالیں۔ دوسرے دن ہم پر جتنا قرض تھا وہ ان دراہم سے ادا کر دیا۔ پھر خراسان سے حاجیوں کے قافلوں کی آمد کا وقت آ گیا لہٰذا اگلی رات میں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ساربان ساز وسامان لدے دو اونٹ لئے آ رہا ہے اور ابراہیم حربی کے گھر کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے کہا: میں ہی ابراہیم حربی ہوں۔ چنانچہ اس شخص نے اونٹوں سے سامان اتارا اور کہنے لگا: یہ دونوں اونٹ خراسان کے ایک شخص نے آپ کے لئے بھیجے ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ نیک شخص کون ہے؟ کہنے لگا: اس نے مجھ سے قسم لی تھی کہ میں اس کے متعلق کسی کو نہ بتاؤں لہٰذا میں آپ کو اس کا نام نہیں بتا سکتا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابو الفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۴۰۵)

(310) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا چپ رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اکرام الضیف وخدمته ایاہ بنفسه، ج۸ص۳۲ رقم: ۶۱۳۶ صحیح مسلم، باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت، ج۱ص۵۰ رقم: ۱۸۵ سنن ابوداؤد، باب فی حق الجوار، ج۴ص۵۰۳ رقم: ۵۱۵۴ صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۲۴۲ رقم: ۵۱۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۴ص۳۶۳ رقم: ۹۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے

ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات)

پڑوسی کو اذیت نہ دے کے متعلق فرماتے ہیں:

اس کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم ومصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہرحال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۹۱)

(311) وَعَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ،

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی سے بھلائی کرے

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَسْكُتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ. وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ.

اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا چپ رہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں' بخاری نے اس کا بعض حصہ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ' ج۸ص۱۱' رقم: ۶۰۱۸' صحیح مسلم' باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت' ج۱ص۵۰' رقم: ۱۸۳' سنن الدارمی' باب فی الضیافۃ' ج۲ص۱۳۲' رقم: ۲۰۳۶' مسند امام احمد بن حنبل' حدیث ابی شریح الخزاعی' ج۳ص۳۱' رقم: ۱۶۳۷۴' مسند الحمیدی' حدیث ابی شریح الکعبی' ص۲۶۱' رقم: ۵۵۵)

شرح حدیث: اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ہمیں ایسا عمل بتایئے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہوجائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کبھی نہ بولو۔ عرض کیا گیا: ہم ایسا نہیں کرسکتے۔ فرمایا: (پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔

شیطان پر غالب آنے کا طریقہ

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھو اس طرح تم شیطان پر غالب آجاؤ گے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الترغیب فی الصمت ... الخ، رقم ۲۹، ج ۳، ص ۳۴۱)

بولنے میں اللہ عزوجل سے ڈرو

نبیٔ اَکرم، شفیع معظم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ہر بولنے والی زبان پر نگہبان ہے لہٰذا عقلمند کو چاہیے کہ بولتے وقت اللہ عزوجل سے ڈرے۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، الحدیث ۳۶۷، ص ۱۲۵ بتصرف)

اچھی بات یا خاموشی

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہٌ عنِ العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار... الخ، رقم ۴۸، ص ۴۴)

رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو اچھی بات کہتا ہے یا

پھر خاموش رہتا ہے۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۸۰، ص۱۲۸ بتصرف وکشف الخفاء، رقم ۱۳۲۷، ج۱، ص۳۷۷، بدون "ولا")

اکثر خطاؤں کا سبب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ آدمی سے اکثر خطائیں اس کی زبان کے باعث ہوتی ہیں۔

(شعب الایمان، باب فی حافظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنیہ، رقم ۴۹۳۳، ج۴، ص۲۴۰۔۲۴۱)

عقل مند اور جاہل کے کلام میں فرق

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے کہ عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہوتی ہے لہذا جب وہ گفتگو کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے دل سے مشورہ کرتا ہے اگر وہ بات اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے تو وہ بولتا ہے اور اگر اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو بات کرنے سے رُک جاتا ہے اور جاہل کا دل اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کے جی میں جو آتا ہے وہ بولتا رہتا ہے۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۹۰، ص۱۳۱ بتصرف ومن قول الحسن بصری ۱۲۹)

(312) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ، فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ؟ قَالَ: إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں تو آپ نے فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے قریب تر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الجوار اقرب، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۲۵۹، مستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة ج۴ص۱۷۹، رقم: ۷۳۰۹، الاداب للبیہقی، باب فی الاحسان الی الجیران، ج۱ص۳۶، رقم: ۷۶، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاویة بن الحکم السلمی، ج۱۹ص۴۲۱، رقم: ۱۶۶۸۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۲۲۹، رقم: ۲۶۰۲۸)

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسیت ہے جس قدر پڑوسیت قوی ہوگی اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت سے نہ دیوار سے۔ اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائے گا اور

اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ زیادہ خلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد وغم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۶۲)

آتش پرست پڑوسی کو اسلام کی دعوت

سیِّدُنا مالِک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار صدیوں پُرانے بُزُرگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دور کی حالت بیان کر کے عذاب کی تشویش کا اظہار فرمایا جبکہ اب تو حالات بے انتہا اَبتر (اَب۔ تَر) ہو چکے ہیں۔ صد کروڑ افسوس! اب تو مسلمانوں کی بھاری اکثریت ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا کی شیدائی ہو چکی ہے اور حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ کسی کو نیکی کی دعوت دینا کُجا! نیکی کی دعوت دینے والے کی باضابطہ مخالفت کی جانے لگی ہے اور بُرائی سے کسی کو مَنع کرنا تو بہُت دُور رہا! اب تو خوب خوب بُرائی کی دعوت پیش کی جاتی ہے۔ آہ! نہ اپنی اِصلاح کی فکر ہے نہ گھر بار کی سُدھار کی پرواہ ہے اور نہ ہی پڑوسیوں کی آخرت بہتر بنانے کی سوچ ہے۔ بَہر حال ہمیں چاہئے کہ ہم خود سدھرنے کی سعی کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی نیکی کی دعوت پیش کریں نیز اپنے پڑوسیوں پر بھی اِنفرادی کوشش کیا کریں۔ الحمد للہ عزوجل ہمارے بُزُرگانِ دِین رحمہم اللہ المبین کے اپنے پڑوسیوں پر انفرادی کوشش کے کئی واقِعات ہیں، چُنانچِہ شمعون نامی ایک آتش پرست حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کا پڑوسی تھا۔ جب اُس کے اِنتِقال کا وَقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُس کے پاس تشریف لے گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کا سارا جسم آگ کے دُھوئیں کی وجہ سے سیاہ پڑ گیا ہے! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِنفرادی کوشش کرتے ہوئے اُسے اسلام قَبول کرنے کی دعوت پیش کی اور رَحمتِ الٰہی عزوجل کی اُمید دلائی۔ اُس نے عَرض کی کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے دُور ہوں: (۱) جب اسلام کے نزدیک ''دُنیا'' بہُت بُری شے ہے تو پھر تم لوگ اس کے حُصُول کی جُستجو (جُست۔ جُو) کیوں کرتے ہو؟ (۲) موت کو یقینی تصوُّر کرنے کے باوُجود اُس کے لئے تیّاری کیوں نہیں کرتے؟ (۳) تمہارے کہنے کے مطابِق دیدارِ الٰہی عزوجل بہُت بڑی نعمت ہے تو پھر تم دنیا میں اُس کی مرضی کے خِلاف کام کیوں کرتے ہو؟ حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ارشاد فرمایا: ''ان سب چیزوں کا تعلُّق تو اعمال سے ہے عقائد سے نہیں، تم یہ تو غور کرو کہ آتش پرستی میں وَقت ضائع کر کے تمہیں حاصل کیا ہوا؟ مُؤمِن خواہ جیسا بھی ہو کم از کم اللہ عزوجل کی وَحدانیّت (یعنی ایک ہونے) کو تو تسلیم کرتا ہے۔ دیکھو! تم نے 70 سال تک اِس آگ کو پُوجا ہے اِس کے باوُجود ہم دونوں اگر آگ میں کود یں تو یہ ہم دونوں کو یکساں یعنی برابر جلائے گی یقیناً تمہارا اس کی عبادت کرنا تمہیں نہیں بچا سکے گا، ہاں میرے مالِک و مولیٰ عزوجل میں ضَرور یہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو یہ آگ مجھے ذرّہ برابر نقصان نہ پہنچا سکے۔'' یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ہاتھ میں آگ

اُٹھائی لیکن اُس نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کوئی نُقصان نہ پہنچایا۔ یہ دیکھ کر شمعُون بڑا متأثر ہوا مگر اُداس ہو کر کہنے لگا: ''میں ستّر سال آتَش پرستی میں مبتلا رہا، اب آخری وَقت میں کیا مسلمان ہُوں گا!'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس پر انِفرادی کوشِش جاری رکھی، آخر کار اُس نے عرض کی: ''میں اِس شَرط پر مسلمان ہوسکتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے یہ عَہد نامہ لکھ کر دیں کہ میرے مسلمان ہوجانے کے بعد اللہ عزوجل میرے تمام گناہوں کی بخشش فرما دے گا۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی مضمون کا عَہد نامہ لکھ کر اُس کے حوالے کر دیا، لیکن اُس نے کہا: ''اِس پر عادِل لوگوں کی گواہی بھی دَرج کروایئے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ اِس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود غسل دیکر یہ ''عہد نامہ'' میرے ہاتھ میں تھما دیجئے گا تاکہ میدانِ مَحشر میں میرے مُؤمِن ہونے کا ثُبوت بن سکے۔ یہ وصیّت کرنے کے بعد اُس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اُس کی روح قَفَسِ عُنصُری سے پرواز کرگئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کی وصیّت پوری فرمائی۔ اُسی شب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہُت قیمتی (قی۔ م۔ تی) لباس اور نقش و نِگار سے مُزَیَّن تاج پہنے جنّت کی سَیر میں مصروف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: تجھ پر کیا گزری؟ اُس نے عرض کی ''خدا عزوجل نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے ایسے ایسے اِنعامات سے نوازا کہ میں بتا نہیں سکتا، لہٰذا! اب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کوئی بار (یعنی بوجھ) نہیں اور یہ ''عَہد نامہ'' واپَس لے لیجئے کیونکہ اب مجھے اِس کی حاجت نہیں۔'' جب بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں موجود تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس کامیابی پر اللہ عزوجل کا شُکر ادا کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۴۱)

(313) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں ساتھیوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو اور اللہ کے ہاں پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کیلئے بہتر ہو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الجوار، ج۳ص۳۳۳، رقم: ۱۹۴۴ (داراحیاء التراث العربی، بیروت) الادب المفرد، باب خیر الجیران، ص۵۳، رقم: ۱۱۵ (داربشائر الاسلامیہ، بیروت) الاداب للبیهقی، باب المواسات مع الاصحاب وخدمة بعضهم بعضا، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۶۵۵، سنن الدارمی، باب فی حسن الصحابة، ج۲ص۲۸۳، رقم: ۲۴۳۷ (دار الکتاب العربی بیروت) صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۲۷۶، رقم: ۵۱۸)

شرح حدیث: پڑوسیوں کو دین ضرور سکھائیے

ایک دن دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودو نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خطبہ ارشادفرمایااور مسلمانوں کے کچھ گروہوں کی تعریف فرمائی، پھرارشادفرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھاتے نہ سکھاتے، نہ نیکی کی دعوت دیتے اور نہ ہی برائی سے منع کرتے ہیں، اوران لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھتے، نہ ان سے سمجھتے اور نہ ہی نصیحت طلب کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم! چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، سمجھائے، نصیحت کرے اور نیکی کی دعوت دے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور نصیحت حاصل کرے ورنہ جلد ہی انہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔

پھرآپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے، توصحابہ کرام علیہم الرضوان نے (ایک دوسرے سے) استفسارفرمایا کہ آپ کے خیال میں رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان لوگوں سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں؟ تو دوسروں نے انہیں بتایا: ان سے مراد اَشعری قبیلہ والے ہیں کیونکہ وہ فقہاء کی قوم ہےاوران کے پڑوسی جفا کار اعرابی ہیں۔

جب یہ بات اشعریوں تک پہنچی تو وہ خاتَم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک قوم کی بھلائی اور ایک کی برائی کا ذکر فرمایا، ہم ان میں سے کس میں ہیں؟ توآپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، انہیں سمجھائے، نصیحت کرے، نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اوران سے نصیحت طلب کرے ورنہ جلد دنیا میں ہی اس کا انجام بھگتے گی۔ انہوں نے دوبارہ عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہم دوسرے لوگوں کو نصیحت کریں؟ توآپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات دہرائی، انہوں نے پھر یہی عرض کی کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔ توشفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ انہوں نے پھرعرض کی ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ توآپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں ایک سال کی مہلت عطا فرمادی تاکہ یہ لوگوں کو دین سکھائیں اور نصیحت کریں، پھرآپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ (پ6، المآئدۃ: 78)

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی تعلیم من لایعلم، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص ۴۰۲، انغظ بدلہا تفطن) (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۲۰۸)

40-بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ

والدین سے بھلائی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) (النساء: 36)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں' مسکینوں' رشتہ دار پڑوسیوں' اجنبی پڑوسیوں اور ساتھ والوں کے ساتھ اور مسافروں اور غلاموں سے بہتر سلوک کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ) (النساء: 1)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کے بارے میں ڈرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ) (الرعد: 21)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جوڑتے ہیں اسے جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا) (العنکبوت: 8)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ بھلائی کی تاکید کا حکم فرمایا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَّاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا) (الاسراء: 23-24)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تیرے ربّ نے فیصلہ کیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر وہ دونوں' یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے' تو ان کو اف تک مت کہہ اور ان کو ڈانٹ نہ اور ان کیلئے عزت والی بات کہہ ان کیلئے عاجزی کے پہلو کو جھکا۔ اور کہہ اے میرے ربّ ان دونوں پر رحم کر جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھ پر رحم کر کے میری پرورش کی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں

عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان 14)

نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(314) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا ، قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا عرض کی: پھر کونسا؟ فرمایا: والدین سے بھلائی میں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاۃ لوقتہا، ج۱ص۱۹۶، رقم: ۵۰۴، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۶۴، سنن الدارقطنی، باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاۃ، ج۱ص۳۲۱، رقم: ۹۷۹، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۰۶، رقم: ۳۸۹۰، مسند ابی عوانۃ، بیان افضل الاعمال، ص۶۵، رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: ابوحامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّین میں فرماتے ہیں:

والدین کے آداب

(بیٹے کو چاہیے کہ) والدین کی بات توجہ سے سنے، ماں باپ جب کھڑے ہوں تو تعظیماً اُن کے لئے کھڑا ہوجائے، جب وہ کسی کام کا حکم دیں تو فوراً بجالائے، ان دونوں کے کھانے پینے کا انتظام و انصرام کرے اور نرم دلی سے ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھائے، وہ اگر کوئی بات بار بار کہیں تو اُن سے اُکتا نہ جائے، ان کے ساتھ بھلائی کرے تو ان پر احسان نہ جتلائے، وہ کوئی کام کہیں تو اُسے پورا کرنے میں کسی قسم کی شرط نہ لگائے، اُن کی طرف حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور نہ ہی کسی معاملے میں ان کی نافرمانی کرے۔ (اَلْاَدَبُ فِی الدِّین صفحہ ۵۲)

اطاعتِ والدین، سایہ عرش کے حصول کا ذریعہ ہے

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے کلام کا شرف بخشنے کے لئے کوہ طور پر اپنا قرب عطا فرمایا تو آپ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سائے میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ بندہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بندوں کو اپنے فضل سے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ ان

پر حسد نہیں کرتا تھا، اپنے والدین سے اچھا سلوک کرتا تھا اور چغلی نہیں کرتا تھا۔

(کتاب الدعاء لابی عبدالرحمن محمد بن فضیل، الحدیث ۱۰۲، ج۱، ص ۲۸۰)

حضرت سیِّدُنا عُمَر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی طرف جلدی کی تو ایک شخص کو عرش کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھا جس پر آپ علیہ السلام کو تعجب ہوا، آپ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! یہ کون ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں یہ نہیں بتاتا کہ وہ کون ہے، بلکہ اس کی تین صفات کی خبر دیتا ہوں (۱) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے فضل سے بندوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ شخص ان پر حسد نہیں کرتا تھا (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا اور (۳) چغلی نہیں کھاتا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الاصلاح بین الناس۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۱۱۱۱۸، ج۷، ص ۴۹۷)

عرش کا نور

حضرت ابومخارق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات عرش کے نور میں نہائے ہوئے ایک شخص کے پاس سے میرا گزر ہوا، میں نے کہا: یہ کون ہے؟ کیا کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی: نہیں۔ میں نے دوبارہ کہا: کیا یہ نبی ہیں؟ عرض کی گئی: نہیں۔ تو میں نے کہا: تو پھر یہ شخص کون ہے؟ عرض کی گئی: یہ وہ شخص ہے دنیا میں جس کی زبان ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ سے تر رہتی تھی، اس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور اس نے کبھی بھی اپنے والدین کو برا نہیں کہا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی الاکثار من ذکر۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۳۰۰، ج۲، ص ۲۴۲)

سایہ عرش میں کس کو دیکھا؟

حضرت سیِّدُنا عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی طرف جلدی کی تو آپ نے ایک شخص کو عرش کے سائے میں دیکھا تو اس کے مقام و مرتبہ پر انہیں بہت رشک آیا اور فرمانے لگے یقیناً یہ شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں بزرگی والا ہے۔ پس آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا نام جاننے کے لئے عرض کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: بلکہ میں تمہیں اس کا عمل بتاتا ہوں (جس کے سبب اسے یہ مقام ملا) میں نے اپنے بندوں کو اپنے فضل سے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ شخص ان پر حسد نہیں کرتا تھا، چغلی نہیں کھاتا تھا اور اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۵۱۲۱، ج۴، ص ۱۶۳)

(315) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْزِی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیدا ہونے والا اپنے باپ کا حق ادا

وَلَدٌ وَّالِدًا اِلاَّ اَنْ يَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نہیں کرسکتا لیکن اگر اس کو غلام پائے تو خرید کر آزاد کردے (تو ایک حد تک بدلہ بنتا ہے) (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عتق الوالد، ج۱ص۲۱۸، رقم: ۳۸۴۷، سنن الصغریٰ للبیھقی، باب من یعتق بالملك، ج۴ص۳۲۲، رقم: ۴۸۳، سنن ابن ماجه، باب بر الوالدین، ج۲ص۱۲۰۷، رقم: ۳۶۵۹، سنن النسائی الکبریٰ، باب ای الرقاب افضل، ج۳ص۱۷۲، رقم: ۴۸۹۶، الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، ج۲ص۵۱۵، رقم: ۱۱۶۲ (دار ابن حزم السعودیه)

شرح حدیث: والدین کا ادب واحترام

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کی حالت میں صبح کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: اگر چہ والدین ظلم کریں؟ ارشاد فرمایا: اگر چہ ظلم کریں، اگر چہ ظلم کریں، اگر چہ ظلم کریں۔ (شعب الایمان، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ اللسان۔۔۔الخ، الحدیث ۷۹۱۶، ج۶، ص۲۰۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: جو نیک اولاد اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ عزوجل اس کی ہر نگاہ کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھے گا۔ عرض کی گئی: اگر چہ روزانہ سو مرتبہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور پاک ہے۔

(شعب الایمان، کتاب الایمان، باب فی برالوالدین، الحدیث ۷۸۵۹، ج۶، ص۱۸۶)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے بچے تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(المستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب بروا آباؤکم، الحدیث ۷۳۴۱، ج۵، ص۲۱۴)

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر ایک آدمی اپنے باپ کو مار رہا تھا۔ لوگوں نے اسے ملامت کی کہ اے ناہنجار! یہ کیا ہے؟ اس پر باپ بولا: اسے چھوڑ دو کیونکہ میں بھی اسی جگہ اپنے باپ کو مارا کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ میرا بیٹا بھی مجھے اسی جگہ مار رہا ہے، یہ اسی کا بدلہ ہے اسے ملامت مت کرو۔

(تنبیہ الغافلین، باب حق الولد علی الوالد، ص۶۹)

(316) وَعَنْهُ اَيْضًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور آخرت کے دن پر

يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے اچھی بات کرے ورنہ چپ رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر ولا یؤذن جارہ، ج۴ص۱۱، رقم: ۶۱۰۸ صحیح مسلم، باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت، ج۱ص۳۹، رقم: ۱۸۲ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۶۷، رقم: ۷۶۱۵ الاداب للبیھقی، باب فی الاحسان الی الجیران، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۵ سنن ابوداؤد، باب فی حق الجوار، ج۴ص۵۰۳، رقم: ۵۱۵۶)

شرح حدیث: صلہ رحمی اور قطع رحمی کا بیان

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: صلہ رحمی رزق کو بڑھاتی اور عمر میں زیادتی کرتی ہے، صلہ رحمی عرش سے لٹکی ہوئی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں التجا کرتی ہے: اے اللہ عزوجل! تُو اسے ملا جو مجھے ملائے اور تُو اسے کاٹ جو مجھے کاٹے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت وجلال کی قسم! مَیں ضرور اس کو ملاؤں گا جو تجھے ملائے گا اور ضرور اسے قطع کروں گا جو تجھے قطع کریگا۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے: ایک نیک وصالح عجمی شخص میرا دوست تھا اور وہ مکہ مکرمہ کے پاس رہا کرتا تھا، ساری ساری رات بَیْتُ اللہ (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کرتا رہتا اور ہمیشہ قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتا۔ عرصۂ دراز تک اس کا یہی معمول رہا، میں نے اُسے کچھ سونا بطورِ امانت دیا اور خود یمن چلا گیا جب میں واپس لوٹا تو وہ مر چکا تھا میں نے اس کی اولاد سے اپنی امانت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! تم جو کہتے ہو ہمیں اس کی کچھ خبر نہیں اور نہ ہمیں اس امانت کا علم ہے۔ مجھے بے حد دُکھ ہوا، خیر! میری ملاقات حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ الغفار سے ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بھائی! تمہیں کیا پریشانی ہے؟ میں نے سارا ماجرا انہیں کہہ سنایا تو انہوں نے فرمایا: جمعہ کو آدھی رات کے وقت مَطَاف (یعنی طواف کی جگہ) میں کوئی نہ ہو تو تم رکن ومقام (یعنی رکن یمانی اور مقام ابراہیم) کے درمیان کھڑے ہو کر باآوازِ پکارنا، اے فلاں! تو اگر وہ واقعی اللہ عزوجل کا مقبول وصالح بندہ ہوا تو اس کی روح تجھ سے کلام کرے گی اس لئے کہ ارواحِ مومنین رکن ومقام کے درمیان جمع ہوتی ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں جب جمعہ کی رات آئی تو آدھی رات کے وقت میں نے رکن ومقام کے درمیان کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا، اے فلاں

لیکن کسی نے مجھ سے کوئی کلام نہ کیا، جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار کو بتایا تو آپ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ترجمہ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا۔(پ ۲ ،البقرۃ:۱۵۶) اور فرمایا: وہ عجمی شخص جہنمی تھا لیکن تم ایسا کرو کہ یمن چلے جاؤ، وہاں ایک کنواں ہے جس کا نام بِئْرِ بَرَهُوْت ہے اس کنوئیں میں عذاب دیئے جانے والوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں اور وہ کنواں جہنم کے منہ پر ہے۔تم آدھی رات کے وقت کنوئیں کے کنارے کھڑے ہوکر یوں ندا کرنا: اے فلاں کی روح! تو اس کی روح تجھ سے کلام کرے گی۔ چنانچہ (یمن پہنچنے کے بعد) میں اس کنوئیں کے قریب جا کر بیٹھ گیا، آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا کہ دو شخصوں کو لاکر اس کنوئیں میں اتارا گیا، دونوں رو رہے تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا: تو کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: میں ایک ظالم شخص کی روح ہوں جو دنیا میں بادشاہ کا پہرے دار تھا اور حرام کھاتا تھا، ملک الموت علیہ السلام نے مجھے اس کنوئیں میں پھینک دیا اور اب مجھے اس میں عذاب دیا جائے گا۔ دوسرے نے کہا: مَیں عبدالملک بن مروان کی روح ہوں جو نافرمان اور ظالم شخص تھا اب مجھے اس کنوئیں میں عذاب دینے کے لئے لایا گیا ہے۔ جب میں نے ان دونوں کی چیخ و پکار سنی تو گھبراہٹ کی شدت سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر میں نے اس کنوئیں میں جھانک کر با آواز پکارا: اے فلاں تو اس شخص کی آواز آئی: لَبَّیْكَ (یعنی میں موجود ہوں) اور وہ اس حالت میں تھا کہ اسے عذاب دیتے ہوئے مارا پیٹا جا رہا تھا، میں نے اس سے پوچھا: اے میرے بھائی! وہ امانت کہاں ہے جو میں نے تیرے پاس رکھوائی تھی؟ اس نے جواب دیا: وہ امانت فلاں جگہ فلاں زینے کے نیچے مدفون ہے۔ پھر میں نے پوچھا: اے میرے بھائی! کس گناہ کے سبب تجھے بدبختوں کے مقام پر لایا گیا؟ اس نے جواب دیا: میری بہن کے سبب، اس لئے کہ میری ایک غریب بہن مجھ سے کہیں دور سرزمینِ عجم پر رہتی تھی، میں اس کی پرواہ کئے بغیر اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں رہنے لگا اور اس مدت میں نہ مجھے اس کی کوئی فکر ہوئی اور نہ میں نے اس کے بارے میں (کسی آنے والے سے) کچھ پوچھا، جب میں مر گیا تو اللہ عزوجل نے اسی بات پر میری پکڑ فرمائی اور (مجھ سے) فرمایا: تو اس کو کیسے بھول گیا؟ اس کے پاس کپڑے نہیں تھے اور تو کپڑے پہنے ہوئے زندگی گزارتا تھا، وہ بھوکی رہتی اور تو سیر ہو کر کھاتا، وہ پیاسی رہتی اور تو سیر ہو کر پیتا تھا (پھر اللہ عزوجل نے فرمایا) میری عزت وجلال کی قسم! مَیں قطع رحمی کرنے والے پر رحم نہیں کروں گا، اسے لے جاؤ اور بِئْرِ بَرَهُوْت میں ڈال دو۔ تو ملک الموت علیہ السلام نے مجھے اس کنوئیں میں ڈال دیا اور آہ! اب مجھے عذاب دیا جا رہا ہے۔ اے میرے بھائی! تم میری بہن کے پاس جا کر اس سے (میرے لئے) معافی کی درخواست کرو اور اس عذاب سے میرے چھٹکارے کے لئے کچھ کرو ممکن ہے اللہ عزوجل مجھ پر رحم فرمائے کیونکہ اللہ عزوجل کے ہاں قطع رحمی کے علاوہ میرا کوئی اور گناہ نہیں۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں: (پہلے میں) اس جگہ گیا (جہاں امانت مدفون تھی) اور اس کو کھودا، اس سے ایک تھیلی نکلی جس میں میری امانت موجود تھی وہ اسی حالت میں تھی جیسی میں نے اپنے ہاتھ سے باندھی تھی۔ چنانچہ اپنی امانت کو لے کر میں عجم

کے شہر چلا گیا وہاں جا کر اس کی بہن کے متعلق لوگوں سے معلومات کی، بالآخر! جب میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے اسے اول تا آخر سارا ماجرا کہہ سنایا تو وہ رونے لگی پھر میں نے اس کے بھائی کے چھٹکارے کے لئے اس سے کہا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محتاجی کی شکایت کرنے لگی، میں نے کچھ دنیاوی مال اسے دے دیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔ پس ہر مؤمن کو چاہیے کہ صلہ رحمی کو اختیار کرے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۸۹-۹۲)

(317) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؛ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَذٰلِكَ لَكِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ) (محمد: 22-23) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا حتیٰ کہ جب فارغ ہوا تو رشتہ داری کھڑی ہوگئی اور کہا یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تیری پناہ چاہے۔ فرمایا: ہاں۔ کیا تو اس پر خوش نہیں کہ جو تجھے ملائے اس کو میں ملاؤں اور جو تجھے قطع کرے اس کو میں قطع کردوں۔ عرض کرنے لگی کیوں نہیں فرمایا یہ تیرے لیے ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو پڑھو ''اگر تم کو حکومت مل جائے تو اس بات کے قریب ہو کہ تم زمین میں فساد برپا کروگے۔ رشتہ داریاں کاٹو گے۔ ایسے لوگوں پر اللہ نے لعنت کی پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: مَنْ وَّصَلَكِ وَصَلْتُهٗ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے تجھے ملایا اس کو میں ملاؤں گا اور جس نے تجھے قطع کیا اس کو میں قطع کروں گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من وصل وصلہ اللہ، ج۴ص۲۲۳۲، رقم: ۵۶۴۱ صحیح مسلم، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۲ سنن الکبرٰی للنسائی، سورۃ محمد، ج۶ص۳۶۱، رقم: ۱۱۴۹۷ مستدرک للحاکم، باب قراۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۴۷، رقم: ۳۰۰۵)

شرح حدیث: قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرنے کا ثواب

خثعم قبیلہ کے ایک شخص سے مروی ہے کہ میں خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج

السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جھرمٹ میں رونق افروز تھے۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شخص ہیں جو اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا رسول کہتے ہیں؟ فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل پر ایمان لانا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا، صلہ رحمی کرنا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ عمل کون سا ہے؟ فرمایا: ''کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا۔'' میں نے عرض کیا، ''پھر کونسا؟'' فرمایا، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا، برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، کہ جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑے رکھے اور جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار، رقم ۴۷، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، کہ جو اپنے رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافہ پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑے رکھے۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ، رقم ۲۵۵۷، ص ۱۳۸۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تورات میں ہے کہ جو اپنی عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی چاہتا ہے وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، ارحموا اھل الارض یرحمکم اھل السماء، رقم ۷۳۶۱، ج ۵، ص ۲۲۲)

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو اپنی عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی اور بری موت سے تحفظ چاہتا ہے وہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔ (مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، رقم ۱۲۱۲، ج ۱، ص ۳۰۲)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل صدقہ اور صلہ رحمی کے سبب عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے اور مکروہ وناپسندیدہ چیزوں سے بچاتا ہے۔ (مسند ابی یعلی، رقم ۴۰۹۰، ج ۳، ص ۳۹۸)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جسے نرمی عطا کی گئی اسے دنیا وآخرت کی اچھائیوں میں سے حصہ دیا گیا اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور حسنِ اخلاق گھروں کو آباد رکھتے اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں۔

(مسند احمد، رقم ۲۵۳۱۴، ج ۹، ص ۵۰۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل ایک قوم کی وجہ سے دنیا کو آباد رکھتا ہے اور انکی وجہ سے مال میں اضافہ کرتا ہے اور جب سے انہیں پیدا فرمایا ہے ان کی طرف ناپسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟ فرمایا، انکے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑنے کی وجہ سے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۵۵۶، ج ۱۲، ص ۶۷۰)

حضرتِ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی کہتی ہے کہ جو میرے ساتھ تعلق جوڑے گا اللہ عزوجل اسکے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جو میرے ساتھ تعلق توڑے گا اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ تعلق توڑے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم، رقم ۲۵۵۵، ص ۱۳۸۳)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں ہی رحمن ہوں میں نے رشتہ داری کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام کا ایک حصہ عطا فرما دیا لہٰذا جو اسکے ساتھ تعلق جوڑے گا میں اسکے ساتھ تعلق جوڑوں گا اور جو اس کے ساتھ تعلق توڑے گا میں اس کے ساتھ تعلق توڑوں گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، رقم ۱۶۹۴، ج ۲، ص ۱۸۵)

(318) وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ: اُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اَبُوْكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سے کون میرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے' تو آپ نے فرمایا: تیری ماں' پھر عرض کیا: پھر کون فرمایا: تیری ماں' پھر عرض کیا: پھر کون فرمایا: تیری ماں' پھر عرض کیا' پھر کون تو آپ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ

ایک اور روایت میں ہے عرض کیا: یا رسول اللہ!

الصُّحْبَةِ؛ قَالَ: أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ .

زیادہ حسن سلوک کا حقدار کون ہے فرمایا تیری ماں' پھر تیری ماں' پھر تیری ماں' پھر تیرا باپ پھر تیرے قریبی۔

وَالصَّحَابَةُ بِمَعْنَى: الصُّحْبَةِ. وَقَوْلُهُ: ثُمَّ أَبَاكَ هٰكَذَا هُوَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ، أَيْ: ثُمَّ بِرَّ أَبَاكَ. وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ أَبُوْكَ. وَهٰذَا وَاضِحٌ.

الصحابہ: بمعنی محبت ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے)۔بعض روایات میں اباك ہے بعض میں ابوك' اباك ہوتو فعل بر محذوف ہوگا' معنی ہو گا اپنے باپ سے بھلائی کر اور ابوك ہوتو معنی واضح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من احق الناس بحسن الصحبة، ج۴ص۹۳، رقم: ۵۹۷۱، صحیح مسلم، باب بر الوالدین وانهما احق به، ج۸ص۲، رقم: ۶۶۶۴، جامع الاصول لابن اثیر، الباب الاول فی بر الوالدین، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۸۸، تغلیق التعلیق لابن حجر عسقلانی، کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة، ج۵ص۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابۃ صاد کے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاوا، خدمت اسی سے ہے صحبت وہمراہی جو الفت خدمت ومدد کے ساتھ ہو اس لیے جن کفار نے حضور انور کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت وخدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہی ہیں اچھا برتاوا کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا، جننا، پرورش کرنا باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں کی خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب واحترام باپ کا زیادہ کرے خدمت وانعام ماں کی زیادہ۔ (اشعہ) ماں باپ کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے، مالی وبدنی خدمت کرے یعنی اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے، ان کا ہر جائز حکم مانے، انہیں نام لے کر نہ پکارے، اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے، اگر قبول نہ کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، ان کی سختی پر تحمل کرے، یہ آداب قرآن مجید میں اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے عمل شریف میں مذکور ہیں اس کے متعلق ہماری تفسیر نعیمی کا مطالعہ فرماؤ۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا ماموں، دادا نانا، بہن بھائی وغیرہم کے حقوق ادا کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۵۴۱)

سب سے افضل صدقہ

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، رشتہ دار پر کئے جانے والے صدقہ کا ثواب دوگنا کردیا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۴، ج ۸، ص ۲۰۶)

حضرتِ سیدنا سَلمان بن عامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ابتاء الم،،، الخ، رقم ۲۳۸۵، ج ۴، ص ۷۷)

حضرتِ سیدتنا ام کلثوم بنت عُقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، سب سے افضل صدقہ کینہ پرور رشتہ دار پر کیا جانے والا صدقہ ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ علی ذوالرحم الکاشح، رقم ۲۳۸۶، ج ۴، ص ۷۸)

(319) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَغِمَ اَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، جس نے اپنے والدین دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب رغم انف من ادرك ابويه او احدهما عند الكبر، ج۸ص۵، رقم: ۶۶۷۴، الادب المفرد للبخاری، باب من ادرك والديه فلم يدخل الجنة، ص۲۱، رقم: ۲۱، مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالك ج۲ص۲۶۳، رقم: ۶۲۵۴، السنن الكبرى للبيهقي، باب فی فضل شهر رمضان وفضل الصيام، ج۴ص۳۰۴، رقم: ۸۲۸۷)

شرحِ حدیث: سب سے بڑا کبیرہ گناہ

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم یہ بات ارشاد فرماتے وقت حالتِ احتباء میں (یعنی گھٹنے کھڑے کرکے کپڑے کے ذریعے پیٹھ اور گھٹنوں کو باندھ کر) تشریف فرما تھے، یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے وہ کپڑا کھول دیا پھر اپنی زبانِ حق ترجمان کو پکڑ کر ارشاد فرمایا سن لو اور جھوٹی بات کرنا بھی (کبیرہ گناہ ہے)۔ (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی الکبائر، الحدیث: ۳۸۳، ج ۱، ص ۲۹۲)

رسولِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے، پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَمَنۡ یُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھا۔ (پ5، النسآء:48)

پھر ارشاد فرمایا: اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اَنِ اشۡكُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡكَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ O

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی (میرے) تک آنا ہے۔ (پ21، لقمٰن:14)

یہ بات ارشاد فرماتے وقت آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم زانو پر سیدھے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: سن لو اور جھوٹی بات کہنا بھی (کبیرہ گناہ ہے)۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۹۳، ج۱۸، ص۱۴۰)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور یہ کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کھائے اور پھر اس کی مچھر کے پَر برابر بھی خلاف ورزی کرے تو اللہ عزوجل اس کے دل میں ایک داغ بنا دے گا جس کا اثر قیامت تک رہے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن انس، الحدیث: ۱۶۰۴۳، ج۵، ص۴۳۰)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ضرورت سے زائد پانی سے دوسروں کو روکنا اور نر جانور کو جفتی سے روکنا۔ (البحرالزخار المعروف بمسند البزار، مسند بریدۃ بن حصیب، الحدیث: ۴۴۳۷، ج۱۰، ص۳۱۴)

(320) وَعَنۡهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِیۡ قَرَابَةً اَصِلُهُمۡ وَیَقۡطَعُوۡنِیۡ، وَاُحۡسِنُ اِلَیۡهِمۡ وَیُسِیۡٓـُٔوۡنَ اِلَیَّ، وَاَحۡلُمُ عَنۡهُمۡ وَیَجۡهَلُوۡنَ عَلَیَّ، فَقَالَ: لَئِنۡ كُنۡتَ كَمَا قُلۡتَ، فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الۡمَلَّ، وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِیۡرٌ عَلَیۡهِمۡ مَا دُمۡتَ عَلٰی ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

اور انہی (حضرت ابوہریرہ ﷺ) سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں میں ان کی طرف بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں ان سے درگزر کرتا ہوں وہ مجھ پر جاہل بنتے ہیں آپ نے فرمایا: جس طرح تو کہہ رہا ہے اگر ایسا ہی ہے تو تم (راکھ ان کے

منہ میں ڈالتے ہو اور ان کے مقابلہ کیلئے تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک حمایتی رہے گا' جب تک تو اس طریقہ پر کار بندر ہے گا۔ (مسلم)

وَتُسِفُّهُمْ بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ. وَالْمَلُّ بِفَتْحِ الْمِيْمِ، وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ: أَيْ كَأَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الْحَارَّ، وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْإِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ اٰكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْاَلَمِ، وَلَا شَيْءَ عَلٰى هٰذَا الْمُحْسِنِ اِلَيْهِمْ، لٰكِنْ يَّنَالُهُمْ اِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِيْ حَقِّهٖ، وَاِدْخَالِهِمُ الْاَذٰى عَلَيْهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تسفھم: تا پر زبر سین مہملہ پر زیر اور فا پر شد کے ساتھ ہے۔ والملّ: اس میں میم پر زبر لام پر شد ہے گرم راکھ کو کہتے ہیں۔ یعنی اس کے لیے تشبیہ اس لیے دی کیونکہ ان لوگوں کو اسی طرح گناہ ہوگا' جیسے گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کے ساتھ اچھائی کرنے والے کو کوئی نقصان نہیں ہے' لیکن اسے لوگوں کو اس آدمی کے حق میں کمی کرنے کی وجہ سے بڑا ہی گناہ ہوگا اور اس آدمی کو تکلیف دینے میں بھی گناہ ہوگا اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، ج۸ص۸، رقم: ۶۶۸۹، صحیح ابن حبان، باب صلۃ الرحم وقطیعتھا، ج۲ص۱۹۵، رقم: ۴۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۰۰، رقم: ۷۹۷۹، مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، ج۳ص۶۰، رقم: ۴۹۲۴، کنز العمال، حرف الباء، ج۱۱ص۱۳۳، رقم: ۶۹۲۴)

شرح حدیث: لوگوں سے درگزر کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن جب لوگ حساب کے لیے کھڑے ہوں گے تو ایک مُنادی اعلان کریگا، جسکا کچھ ذمہ اللہ کی طرف نکلتا ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ (لیکن کوئی کھڑا نہ ہوگا) منادی پھر اعلان کریگا، جسکا ذمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نکلتا ہے وہ کھڑا ہو۔ لوگ حیرانی سے پوچھیں گے، اللہ کی طرف کسی کا ذمہ کیسے نکل سکتا ہے؟ جواب ملے گا، (وہ) جو لوگوں کو معاف کرنے والے تھے۔ پھر اس طرح لوگ کھڑے ہونگے اور بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحدود، باب الترغیب فی العفو عن القاتل، ج۳، رقم ۱۷، ص۲۱۱)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضور سرور کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، اے عقبہ! کیا میں تمہیں دنیا و آخرت والوں میں سے اچھے اخلاق کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی ضرور ارشاد فرمائیں۔ رسول اکرم صَلَّی

اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشادفرمایا، جوتم سے ناطہ توڑے تم اس سے جوڑو، جو تمہیں محروم کرے اُسکو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اُسے معاف کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ٦، ص ١٤٨، رقم ١٢٦)

حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم پرنور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشادفرمایا، جسے یہ پسند ہو کہ اُسکے لیے (جنت میں) کنگروں والا محل بنایا جائے اور اُسکے درجات بلند کیے جائیں، اُسے چاہیے کہ جو اُس پر ظلم کرے یہ اُسے معاف کرے اور جو اُسے محروم کرے یہ اُسے عطا کرے اور جو اُس سے قطع تعلق کرے یہ اُس سے ناطہ جوڑے۔ (مستدرک، کتاب التفسیر، باب شرح آیۃ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، ج ٣، رقم ٣٢١٥، ص ١٢)

حضرت سیدنا ابوعبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہ تعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسلَّم نہ توفحش باتیں کرنے والے تھے، نہ لعن طعن کرنے والے تھے، نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے بلکہ وہ تو معاف کرنے والے اور حاجات پوری کرنے والے تھے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ٣، رقم ٢٠٢٣، ص ٤٠٩)

(321) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ للّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ، وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت چاہے اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنٰى يُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ، اَيْ: يُؤَخَّرَ لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ وَعُمُرِهٖ.

ينساء له فی اثرہ: کا مطلب ہے یعنی اس کی عمر میں اضافہ اور اس کی موت میں تاخیر ہوگی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من وصل وصله الله، ج ٤ ص ٢٢٢، رقم: ٥٩٨٦ صحیح مسلم، باب صلة الرحم، ج ٤ ص ١٠، رقم: ٦٦٨٣ صحیح ابن حبان، باب صلة الرحم وقطعها، ج ٢ ص ١٨٨، رقم: ٤٣٥ مسند ابویعلی، مسند عائشه رضی الله عنها، ج ٤ ص ٤٢٢، رقم: ٤٣٣٦ سنن الكبرى للبيهقي، باب الرجل يقسم صدقته على قرابته وجيرانه، ج ٤ ص ٢٤٣، رقم: ١٣٦٠٠)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نساء کہتے ہیں دیر لگانے کو اس لیے ادھار کو نسیہ کہا جاتا ہے کہ وہاں مال دیر سے ملتا ہے۔ اثر کہتے ہیں نشان قدم کو، مرنے سے نشان قدم جاتے رہتے ہیں کہ پھر انسان چلتا پھرتا نہیں، پھر زندگی کو اثر کہنے لگے کہ زندگی میں نشان قدم زمین میں پڑتے ہیں۔ موت میں دیر لگانے سے مراد ہے عمر دراز دینا یعنی جو رزق میں برکت عمر میں درازی چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ خیال رہے کہ تقدیر تین قسم کی ہے: مبرم، معلق، مشابہ مبرم، تقدیر مبرم میں کمی وبیشی ناممکن

ہے مگر باقی دو تقدیروں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ دعا نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے اور بددعا بدعمل سے عمر گھٹ جانے کا یہی مقصد ہے کہ آخری دو قسم کی عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں۔ ہم یہ مسئلہ باب القدر میں بیان کر چکے ہیں اور تفسیر نعیمی کے پہلے پارہ میں بھی عرض کر چکے ہیں۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو ۱۰۰ برس ہوگئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وفات یافتہ لوگ جی جاتے تھے اور زندہ رہتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۲۰)

تقدیر حدیث کی رو سے

بہت سی احادیث میں بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں، یہ تب کی بات ہے جب اس کی حکمرانی پانی پر تھی۔'' تقدیر کی اقسام: تقدیر قطعاً ایسی چیز نہیں جس میں تبدیلی نہ ہو سکے۔ تقدیر کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

1. تقدیر مبرم حقیقی 2. تقدیر مبرم غیر حقیقی 3. تقدیر معلق

تقدیر مبرم حقیقی: پہلی قسم تقدیر مبرم حقیقی ہے۔ یہ آخری فیصلہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے اسی لیے جب فرشتے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا حکم لے کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ خداوندی میں عرض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ (فرشتوں نے کہا) اے ابراہیم! اس بات سے درگزر کیجئے، بیشک اب تو آپ کے رب کا حکم (عذاب) آچکا ہے اور انہیں عذاب پہنچنے ہی والا ہے جو پلٹایا نہیں جاسکتا۔'' چونکہ یہ عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ ٹل سکا۔

تقدیر مبرم غیر حقیقی: دوسری قسم تقدیر مبرم غیر حقیقی ہے، جو عام حالات میں تو طے شدہ ہوتی ہے مگر خاص حالات میں اکابر اولیاء وصالحین کی دعا سے اس میں تبدیلی ممکن ہے۔ اسی نسبت احادیث میں ارشاد ہوتا ہے: 1۔ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ۔ صرف دعا ہی قضا کو ٹالتی ہے۔ 2۔ اِنَّ الدُّعَاءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر معلق: تیسری اور آخری قسم قضائے معلق کی ہے، جس تک اللہ تعالیٰ کے اکثر صالح اور نیک بندوں کی رسائی ہو سکتی ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ہو یا اولیاء کرام کی دعاؤں سے، والدین کی خدمت سے یا صدقہ وخیرات سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ چاہے تو ہم اس کے بدلنے والے ارادے، نیت اور دعا کے ساتھ ہی اس کی تقدیر بھی بدل دیں گے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد فرمایا: یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے

اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) ہے۔

(322) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ، وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) (آل عمران: 92) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّ اللهَ تبارك وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَاءَ، وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، حَيْثُ اَرَاكَ اللهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار صحابہ میں باغوں کی ملکیت میں سب سے زیادہ مال دار تھے اور ان کے پسندیدہ مالوں میں ''بیرحاء'' ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور یہ مسجد کے بالکل سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لاتے اس کا میٹھا پانی پیتے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''کہ تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیز نہ خرچ کرو (اللہ کی راہ میں)۔ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب کہ تم اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو''۔ تو میرا پسندیدہ مال ''بیرحاء'' ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے (اس کی راہ میں) صدقہ ہے میں اس کے اجر و ثواب کا اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں۔ یارسول اللہ! آپ اسے جہاں خرچ کریں جیسے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرمائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت خوب یہ مال نفع مند ہے یہ مال نفع مند ہے اور جو تو نے کہا: میں نے سن لیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دے۔ حضرت ابوطلحہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ پس حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچازادوں میں تقسیم کر دیا۔

(متفق علیہ)

وَسَبَقَ بَيَانُ اَلْفَاظِهٖ فِيْ بَابِ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ.

''باب الانفاق مما یحب'' میں ان الفاظ کا بیان گزر چکا ہے۔

تخریج حدیث : (صحیح بخاری، باب الھدیۃ للمشرکین، ج۲ص۱۸۲، رقم: ۲۶۲۰ صحیح مسلم، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین وللزوج، ج۲ص۸۱، رقم: ۲۳۲۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۱۰ص۳۳۳، رقم: ۲۶۹۶۰ مصنف عبدالرزاق، باب اتباع المسلم جنازۃ، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۹۳۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسماء بنت ابی بکر، ج۲۴ص۷۸، رقم: ۲۰۲۲۲)

شرح حدیث : حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے۔اس نام کے محدثین نے آٹھ معنے کئے ہیں: جن میں سے ایک یہ کہ حاء ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا، چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا لہذا باغ کا نام بھی یہ ہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے۔فقیر نے اس کا پانی پیا ہے۔دوسرے یہ کہ بیرحاء بروزن فَعِیل ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق بمعنی کھلی زمین پہلی صورت میں اس کے معنے ہوں گے حاء کا کنواں دوسری صورت میں معنے ہوں گے کھلا باغ۔(ازمرقات وغیرہ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لیے حجاج باخبر ضرور اس کا پانی برکت کے لیے پیتے ہیں۔

(قرآن پاک کی وہ آیت) جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رضائے الٰہی یا جنت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر "نور العرفان" میں ملاحظہ فرمائیے۔

مزید فرماتے ہیں:

حضرت ابوطلحہ کے اس عرض ومعروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہوجائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہوجائے۔خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کردینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کرسکے حتی کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے، نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریاء کے لیے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کے لیے تھا لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔

حضرت ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہوتی رہے، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنے نفس کی طرح سے نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی لیے اس طرح عرض کیا حَیْثُ اَرَاكَ اللہُ صحابہ کرام اپنے صدقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انہیں پاک و صاف فرمادیں آج مسلمان ختم وفاتحہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے بخ بخ یعنی خوب خوب۔ رابح ربح سے بنا، بمعنی نفع، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تامر چھواروں والا یعنی اے ابو طلحہ! تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کون سا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنے والے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی طفیل وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ دے رہے ہیں کہ اپنے عزیز و اقارب فقراء کو اس کا مصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تا کہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے۔ خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتیٰ کہ وقف کرنے والا بھی نفع حاصل کرسکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافر خانہ۔

عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کردیا کی شرح بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں:

اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ باغ تو وقف رہا مگر اس کی تولیت تقسیم کردی گئی کہ اتنے حصے کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں اور اتنے حصے کے فلاں۔ دوسرے یہ کہ خود باغ ہی کو تقسیم کردیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنادیا مگر اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عمارتیں بنائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق تقسیم تولیت نہ تھی حضرت حسان ابن ثابت و ابی ابن کعب کو بھی اس سے حصہ ملا تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۷۱)

(323) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى. قَالَ: فَهَلْ لَّكَ مِنْ وَّالِدَيْكَ اَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: فَتَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ، فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرتے ہوئے ہجرت و جہاد پر بیعت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا: بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ فرمایا: تو اللہ سے ثواب کا طالب ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جا ان کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث مسلم کے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا: جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: اَحَيٌّ وَّالِدَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ:

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اس نے جہاد کی اجازت طلب کی' فرمایا

فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ۔ کیا تیرے والدین زندہ ہیں۔ اس نے عرض کی ہاں تو فرمایا ان کی خدمت میں کوشش کر (یہی تیرا جہاد ہے۔)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الهدیة للمشرکین، ج۲ص۱۶۴، رقم: ۲۶۲۰ صحیح مسلم، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین وللزوج ج۲ص۸۱، رقم: ۲۳۶۷ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۱۰ص۳۳۳، رقم: ۲۶۹۶۰ مصنف عبدالرزاق، باب اتباع المسلم جنازة، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۹۳۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه اسماء بنت ابی بکر، ج۲۴ص۷۸، رقم: ۲۰۲۲۳)

شرح حدیث: جنت ان کے قدموں میں

حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: میں نے مدنی آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے وسطی دروازہ ہے چاہے تو اسے ضائع کردو اور چاہے تو اس کی حفاظت کرو۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم ۱۹۰۶، ج ۳، ص ۳۵۹)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے والد مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے میری شادی کرادی اور اب وہ مجھ سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کا کہتے ہیں۔ تو حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نہ تو تجھے والدین کی نافرمانی کا کہوں گا اور نہ ہی اپنی بیوی کو طلاق دینے کا مشورہ دوں گا بلکہ اگر تو چاہے تو میں تجھے ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلّم سے سنی کہ "والد جنت کے دروازوں میں بیچ والا دروازہ ہے چاہو تو اس دروازے کی حفاظت کرو یا اسے چھوڑ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین، رقم ۴۲۶، ج ۱، ص ۳۲۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلّم نے فرمایا، والد کی رضا میں اللہ عزوجل کی رضا ہے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ اللہ عزوجل کی رضا والدین کی رضا میں ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضاء الوالدین، رقم ۱۹۰۷، ج ۳، ص ۳۶۰)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن جاھمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرتِ سیدنا جاھمہ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلّم میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہوا تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں مشورہ کرنے کیلئے چلا

آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، تو اسکی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ جنت اسکے قدم کے پاس ہے۔ (سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب فضل من یجاھد فی سبیل اللہ، ج ٦، ص ١١)

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ سیدنا جاھمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے جہاد کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، انکی خدمت خود پر لازم کرلو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلاۃ، باب بر الوالدین، رقم ١٢، ج ٣، ص ٢١٧)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا، وہ ہی تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالدین، رقم ٣٦٦٢، ج ٤، ص ١٨٦)

حضرتِ سیدنا طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ فرمایا، اسکے قدموں سے لگے رہو جنت وہیں ہے۔ (الطبرانی الکبیر، رقم ٨١٦٢، ج ٨، ص ٣١١)

(324) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دینے سے صلہ رحمی کرنے والا نہیں، صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری)

وَ قَطَعَتْ بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ. وَ رَحِمُهٗ مَرْفُوْعٌ.

وقطعت: قاف اور طا پر زبر کے ساتھ ہے اور رحمہ: مرفوع ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، ج٢ص٤٢٣، رقم: ١٤٩٧ صحیح مسلم، باب فضل النفقه والصدقة علی اقربین، ج٣ص٨٠، رقم: ٢٣٦٥ سنن الکبری للبیهقی، باب الاختیار فی صدقة التطوع، ج٣ص١٤٨، رقم: ٨٠١٠ مسند امام احمد، حدیث زینب امرأة عبدالله، ج٦ص٣٦٣، رقم: ٢٧٠٩٣ معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه زینب بنت ابی معاویه، ج٣ص١٦٧، رقم: ٥٠١١)

شرح حدیث: تین خصلتیں

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ

بحر و برصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس میں تین خصلتیں ہوں گی، اللہ عزوجل اس کا حساب آسانی سے لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارے ماں اور باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! وہ خصلتیں کونسی ہیں؟ فرمایا، جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو اور جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو، جب تم یہ اعمال بجالاؤ گے تو اللہ عزوجل تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ (المستدرک، کتاب التفسیر، باب ثلاث من کن فیہ الخ، رقم ۳۹۶۸، ج ۳، ص ۳۶۲)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں دنیا و آخرت کے سب سے بہترین اخلاق کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو اور جو تمہیں محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم ۵۵۶۷، ج ۴، ص ۵۵۶۷)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! مجھے سب سے افضل عمل کے بارے میں بتایئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عُقبہ! جو تجھ سے تعلق توڑے تُو اس کے ساتھ تعلق جوڑ اور جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کردے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی صلۃ الرحم...الخ، رقم ۲۷، ج ۳، ص ۲۲۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ "میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں حالانکہ وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں اور میں انکے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں حالانکہ وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور میں ان سے نرمی کرتا ہوں حالانکہ وہ مجھ سے جہالت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ فرمایا، اگر تم ایسا ہی کرتے ہو جیسا تم نے بتایا ہے تو گویا تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے مقابلہ میں ایک فرشتہ تمہاری مدد کرتا رہے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم...الخ، رقم ۲۵۵۸، ص ۱۳۸۴)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم ایک جگہ جمع تھے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، اے گروہِ مسلمین! اللہ عزوجل سے ڈرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑو کیونکہ کوئی ثواب صلہ رحمی سے زیادہ تیز نہیں اور بغاوت سے بچتے رہو کیونکہ کوئی عقوبت بغاوت سے تیز نہیں اور والدین کی نافرمانی سے بچتے رہو کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے مگر اللہ عزوجل کی قسم! والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اور غرور کی وجہ سے اپنا تہبند لٹکانے والا اسے نہیں پاسکے گا، کیونکہ کبریائی اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ (المعجم الاوسط، رقم ۵۶۶۴، ج ۴، ص ۱۸۷)

(325) وَعَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَّصَلَنِيْ، وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِيْ، قَطَعَهُ اللهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشتہ داری عرش سے چمٹی ہوئی ہے کہتی ہے' جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے گا اور جو مجھے کاٹے اللہ اس کو کاٹے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من وصل وصله الله، ج۴ص۲۲۳۲، رقم: ۵۶۴۳، صحیح مسلم، باب صلة الرحم، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۳، صحیح ابن حبان، باب صلة الرحم وقطعها، ج۲ص۱۸۸، رقم: ۴۴۵، مسند ابو یعلیٰ، مسند عائشه رضی الله عنها، ج۸ص۳۲۲، رقم: ۴۹۳۶، سنن الکبریٰ للبیهقی، باب الرجل یقسم صدقته علی قرابته وجیرانه، ج۷ص۲۷۳، رقم: ۱۳۶۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عبارت کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ جو رشتہ داروں کا حق ادا کرے گا اللہ سے قرب پائے گا اور جو ادا نہ کرے گا یا ان پر ظلم کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاوے گا۔ اس میں گفتگو ہے کہ رشتہ داروں کی حد کہاں تک ہے جس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جن سے نکاح حرام ہے وہ ذی رحم ہیں لہذا چچازاد خالہ زاد ذی رحم نہیں، بعض نے فرمایا کہ جن دو کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے وہ ذی رحم ہے، بعض کے نزدیک جن کو میراث پہنچ سکے وہ ذی رحم ہے لہذا والدین، اولاد، بھائی، بہن چچا ماموں ان کی اولاد سب ذی رحم ہیں یہ ہی قول قوی ہے۔ (مرقات) رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔ یہ گفتگو ذی رحم کے متعلق ہے ان کے علاوہ دوسرے قرابت دار جیسے ساس، سالا، رضاعی ماں رضاعی بھائی یعنی ان کے ساتھ بھی سلوک کرے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ اور جناب ثویبہ کے عزیزوں سے سلوک کئے۔

قاطع سے مراد یا تو ڈاکو ہے یعنی قاطع طریق (راہ مار) یا قاطع رحم یعنی رحم یعنی حقوق ادا نہ کرنے والا دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی یعنی یہ لوگ اولاً جنت میں نہ جائیں گے پہلے سزا پائیں گے پھر جائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۵۲۷)

عرش سے معلق

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: 3چیزیں عرش سے معلق ہیں: (۱) رشتہ داری کہتی ہے: اے اللہ عزوجل! میں تیری وجہ ہی سے ہوں لہذا مجھے نہ توڑا جائے۔ (۲) امانت کہتی ہے: یا اللہ عزوجل! میں تیری وجہ سے ہی ہوں لہذا مجھ میں خیانت نہ کی جائے۔ اور (۳) نعمت کہتی ہے: یا الٰہی عزوجل! میں تیری طرف سے ہوں لہذا میری ناشکری نہ کی جائے۔ (البحر الزخار بمسند البزار، مسند ثوبان، الحدیث: ۴۱۸۱، ج۱۰، ص۱۱۷)

اچھی نیت بھی عرش سے چمٹ جاتی ہے

مَخْزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اچھی نیت عرش سے چمٹ جاتی ہے پس جب کوئی بندہ اپنی نیت کو سچا کر دیتا (یعنی اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا) ہے تو عرش ہلنے لگ جاتا ہے، پھر اس بندے کو بخش دیا جاتا ہے۔ (تاریخ بغداد، القاسم بن الحسن، الحدیث: ۶۹۲۶، ج ۱۲ص ۴۴۴)

(326) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِث رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَّلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ، قَالَتْ: اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ؟ قَالَ: اَوَ فَعَلْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اُم المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک باندی کو آزاد کیا اور نبی اکرم ﷺ سے اجازت نہ لی۔ پس جب ان کا دن آیا جس دن آپ (ﷺ) ان کے ہاں ہوتے تھے۔ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کو پتہ ہے کہ میں نے ایک باندی آزاد کی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کر دیا ہے۔ عرض کیا: ہاں فرمایا اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دیتی' تو اس کا ثواب زیادہ ہوتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ھبة المرأة لغیر زوجھا وعتقھا، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۲۵۹۲ صحیح مسلم، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین، ج۳ص۷۹، رقم: ۲۳۶۲ المستدرك للحاکم، کتاب الزکاة، ج۲ص۳۹ رقم: ۱۵۱۳ سنن ابوداؤد، باب فی صلة الرحم، ج۲ص۵۹، رقم: ۱۶۹۲ مسند امام احمد، حدیث میمونة بنت الحرث، ج۶ص۳۳۲، رقم: ۲۶۸۶۰)

شرحِ حدیث: حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرتِ سیدتنا زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہ وسلَّم نے فرمایا، اے عورتو! صدقہ کیا کرو اگر چہ اپنے زیورات ہی سے کرو۔ تو میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے کہا، آپ ایک تنگدست شخص ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، جایئے اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہ وسلم سے پوچھئے کہ اگر میں آپ پر صدقہ کروں تو کیا میری طرف سے صدقہ ادا ہو جائے گا ورنہ میں اسے آپ کے علاوہ کسی اور پر صدقہ کر دوں۔ تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا، تم خود ہی چلی جاؤ۔ لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے روانہ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ انصار کی ایک عورت بھی یہی سوال کرنے کے لئے درِ دولت پر حاضر ہے۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہ وسلم سے مرعوب رہتیں تھیں چنانچہ جب حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری طرف آئے تو ہم نے ان سے کہا، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہ وسلَّم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ دو عورتیں دروازے

پر یہ سوال کرنے کے لئے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہر اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کریں تو کیا انکی طرف سے صدقہ ادا ہو جائے گا؟ اور اے بلال! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔

توحضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، وہ عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، انصار کی ایک عورت اور زینب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کونسی زینب؟ عرض کیا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ان دونوں کے لئے دُگنا اجر ہے، ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ کا۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ...الخ، رقم ۱۰۰۰، ص ۵۰۱)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، رشتہ دار پر کئے جانے والے صدقہ کا ثواب دوگنا کردیا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۴، ج ۸، ص ۲۰۶)

تاجدار، سلطانِ بحر وبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ابتداء الم،،،الخ، رقم ۲۳۸۵، ج ۴، ص ۷۷)

(327) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ، اَفَاَصِلُ اُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي اُمَّكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ﷺ سے روایت ہے کہ میری ماں حالت شرک میں مجھے ملنے رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ میری ماں آئی ہے وہ کچھ چاہتی ہیں تو کیا میں اپنی امی سے کچھ صلہ رحمی کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُهَا: رَاغِبَةٌ اَيْ: طَامِعَةٌ عِنْدِي تَسْاَلُنِي شَيْئًا، قِيْلَ: كَانَتْ اُمُّهَا مِنَ النَّسَبِ، وَقِيْلَ: مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَالصَّحِيْحُ الْاَوَّلُ.

اور ان کا قول: راغبۃ: یعنی وہ کسی چیز کی مجھ سے خواہاں ہے۔ کہا گیا ہے یہ آپ کی ماں نسبی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ رضاعی ماں تھیں اور راجح پہلا قول ہی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الھدیۃ للمشرکین، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۲۶۲۰ صحیح مسلم، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج، ج۳ص۸۱، رقم: ۲۳۶۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۶ص۳۴۴، رقم: ۲۶۹۱۰ مصنف عبدالرزاق، باب اتباع المسلم جنازۃ، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۹۳۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسماء بنت ابی بکر، ج۲۴ص۷۸، رقم: ۲۰۲۲)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شرح حدیث: صلح حدیبیہ کے بعد کفار مدینہ منورہ آنے جانے لگے تھے اس دوران میں حضرت ابوبکر صدیق کی پہلی بیوی حضرت اسماء کی والدہ آئیں، مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں راغمۃ ہے میم سے مگر اکثر نسخوں میں راغبۃ ب سے ہے، راغمۃ بمعنی عاجز، ذلیل، خوار، مسکین وغریب یعنی وہ میرے پاس عاجز ومحتاج ہوکر آئی ہے میرے مال کی حاجت مند ہے۔ راغبۃ ب سے ہو تو اس میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ بمعنی رغبت خواہش ہو یعنی وہ میرے مال میری خدمت کی خواہش مند ہے، دوسرے یہ کہ بمعنی بے رغبتی و روگردانی ہو یعنی وہ اسلام سے بے رغبت ہے اسے اسلام کی طرف رغبت ومیلان نہیں، اگر رغبت کے بعد فی ہو تو بمعنی میلان ہوتی ہے اگر عن ہو تو بمعنی بے رغبتی۔

مزید فرماتے ہیں:

معلوم ہوا کہ کافر ومشرک ماں باپ کی بھی خدمت اولاد پر لازم ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مشرک باپ کو بت خانہ لے نہ جائے مگر جب وہاں پہنچ چکا ہو تو وہاں سے گھر لے آئے کہ لے جانے میں بت پرستی پر مدد ہے اور لے آنے میں خدمت ہے، دوسرے عزیز وقرابت دار بھی اگر مشرک وکافر ہو مگر محتاج ہوں تو ان کی مالی خدمت کرے۔ (از اشعہ)

(مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۴۴۳)

اپنی مشرکہ ماں پر اسلام کی کوشش

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں پہلے مشرکہ تھی۔ میں اسے بار بار اسلام کی دعوت پیش کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں نے اسے دعوتِ اسلام دی تو اس نے مجھے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کے بارے میں بہت ناگوار باتیں کہیں۔ میں روتا ہوا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا رہتا تھا اور وہ انکار کر دیتی تھی، لیکن آج جب میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے آپ کے بارے میں بہت ناگوار باتیں کیں، آپ اللہ عزوجل سے دعا کریں کہ وہ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں کو ہدایت دے۔ یہ سن کر آپ نے فوراً دعا کی، اے اللہ عزوجل! ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔

میں آپ کی دعا کے بعد وہاں سے بہت خوش ہوکر اپنے گھر آیا اور جیسے ہی دروازہ کھولنا چاہا تو میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا، ابوہریرہ! وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ کچھ دیر بعد میری ماں نے دروازہ کھولا اور کہا، اے ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ میں نے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر یہ خوشخبری سنائی تو آپ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔

(صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب من فضائل ابی ھریرۃ الدوسی، رقم الحدیث: ۲۴۹۱)

(328) وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ، قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ. فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ. فَاسْأَلْهُ. فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: بَلِ ائْتِيْهِ أَنْتِ. فَانْطَلَقْتُ. فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ. فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ. فَقُلْنَا لَهُ: ائْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ: أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا؟ وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ. فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلَهُ. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هُمَا؟ قَالَ: امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟، قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کی بیوی حضرت زینب ثقفیہ ﷺ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ تمہارے زیورات میں سے ہو۔ حضرت زینب ﷺ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے خاوند کے پاس لوٹ کر آئی اور ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے، تو آپ ﷺ کے پاس جا کر سوال کرو اگر تم پر خرچ کرنا مجھے کافی ہو تو بہتر ورنہ میں تم سے اوروں کی طرف پھیر دوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا تم خود ہی جاؤ پس میں حاضر خدمت ہوئی تو اچانک ایک انصاری عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازہ اقدس پر حاضر تھی اس کا کام میرے والا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو خداداد ہیبت عطا کی گئی تھی۔ حضرت بلال ﷺ ہمارے پاس باہر آئے تو ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ دروازہ پر دو عورتیں ہیں آپ سے سوال کرتی ہیں کہ کیا ہمیں اپنے شوہروں اور گود میں یتیم بچوں پر خرچ کرنا صدقہ سے کفایت کرے گا یا نہ اور یہ نہ ذکر کرنا کہ ہم کون ہیں؟ حضرت بلال نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کون ہیں؟ کہا ایک انصاری عورت اور زینب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زینبوں میں سے کونسی؟ (کئی صحابیات زینب نام کی تھیں) عرض کیا: عبداللہ (بن مسعود) کی بیوی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ رشتہ داری (ملانے) کا ثواب اور صدقہ کا ثواب۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، ج۱ص۴۹۳، رقم: ۱۴۶۶، صحیح مسلم، باب فضل النفقہ والصدقۃ علی اقربین، ج۲ص۸۰، رقم: ۲۳۶۵، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاختیار فی صدقۃ التطوع، ج۴ص۱۸۶، رقم: ۸۰۱۰، مسند امام احمد، حدیث زینب امرأۃ عبداللہ، ج۱۰ص۳۶۳، رقم: ۲۷۰۹۲، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ زینب بنت ابی معاویہ، ج۳ص۱۷۳، رقم: ۷۰۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عید کے دن تھا، چونکہ اس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لیے عیدگاہ جاتی تھیں اور ان کے لیے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا اس وعظ میں آپ سے یہ سنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے اور یہ زکوۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کردیا ہو لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوۃ نہیں۔ ان شاء اللہ اس کی تحقیق مصارف زکوۃ میں ہوگی۔ اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے کیونکہ پہننے کے موتی، مرجان، لعل، ہیرے پر زکوۃ نہیں۔

شوہر کو صدقہ دینے سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہوتب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں ورنہ کسی اور کو دوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیّہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے اور حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی اور اب حضرت زینب ان کی پرورش فرماتی تھیں۔ غیرکم میں ان سب سے خطاب ہے یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔

مجھے (یعنی حضرت ابن مسعود کو) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے طمعی سمجھیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے باہر کا کام بھی کرا سکتا ہے جب کہ حجاب و پردہ سے ہو، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھوا لینا بھی درست ہے جب اس سے کچھ مانع ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی کا مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا۔

مرعوب رہنے سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

یعنی رب العٰلمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم و کریم تھے۔ شعر

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔
خود تو شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں میری معرفت یہ مسئلہ پوچھوا رہی ہیں۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھوانا بھی۔دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ آکر بتاتے یہ قبول کر لیتیں۔فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گرد آلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیثوں میں خبر واحد معتبر ہے،ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے۔

زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرنے سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

شاید یتیموں سے ان کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھیں، یعنی ان کی سوتیلی اولاد۔انہیں یتیم کہنا مجازاً ہے ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے۔ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں اگر انہیں صدقہ دیا گیا تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائے گا لہذا ناجائز ہونا چاہیے۔

حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول وحکم امتی میں تعارض ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا۔مرقات نے یہاں فرمایا کی حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے، مدینہ منورہ میں بہت عورتوں کا نام زینب ہے صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبداللہ کی بیوی، اگرچہ عبداللہ نام کے بہت صحابہ تھے عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم مگر ان سب میں عبداللہ ابن مسعود بہت مشہور فقیہ ترین تھے، علم فقہ کی باعث فقط عبداللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے اسی لیے حضرت بلال نے ابن مسعود نہ فرمایا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبداللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ اکثر فقہیات میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں۔

سارے آئمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں۔ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر آئمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے صدقہ فرض کی تصریح نہیں ممانعت کی صریح حدیث آگے آرہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں تو جب خاوند بیوی کو زکوۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوۃ کیسے دے سکتی ہے۔صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے۔چنانچہ کتاب الزکوۃ کی آخری حدیث میں

آئے گا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦، ص ٣٤٣)

(328) وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ هِرَقْلَ: أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِأَبِي سُفْيَانَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: قُلْتُ: يَقُولُ: اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل بادشاہ والی لمبی حدیث میں ہرقل کے تعر میں ہے کہ ہرقل نے کہا کہ وہ نبی تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ جو باتیں تمہارے باپ دادا کہتے تھے ان کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی الاسلام والنبوۃ، ج٢ص٢٨، رقم: ٢٩٤١، صحیح مسلم، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ھرقل یدعوہ الی الاسلام، ج٣ص١٦٣، رقم: ٤٧٠٧، سنن الکبری للبیہقی، باب اظہار دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج٩ص١٧٧، رقم: ١٩٠٢٨، سنن الکبری للنسائی، سورۃ آل عمران، ج٦ص٢٠، رقم: ١١٠٦٣، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ج١ص٢٦٢، رقم: ٢٣٧٠)

شرح حدیث: ہرقل کی انبیاء علیہم السلام سے محبت

ہرقل نے ہمیں (مسلمانوں کو) باعزاز و اکرام ایک مکان میں اتارا، دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا، ہم گئے اس وقت اکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا، ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے ہر خانے پر دروازہ لگا تھا، اس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہوا نکالا اسے کھولا تو اس میں ایک سرخ تصویر تھی، مرد فراخ چشم بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی سر کے بال نہایت کثیر (بے ریش دو گیسو غایت حسن و جمال میں) ہرقل بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ آدم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر وہ تصویر رکھ کر دوسرا خانہ کھولا، اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا، اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی، مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر (آنکھیں سرخ، داڑھی خوبصورت) پوچھا: انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا اس میں نہایت گورے رنگ کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی (کشادہ پیشانی)، رخسارے سُتے ہوئے، سر پر نشانِ پیری، ریش مبارک سپید نورانی، تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے، سانس لے رہی ہے (مسکرا رہی ہے) کہا: ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا، اس

[illegible] تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی، بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم [illegible] ، وہ بولا: تمہیں اپنے دین کی قسم یہ محمد ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں ہمیں [illegible] گویا ہم حضور کو حالت حیات دنیوی میں دیکھ رہے ہیں، اسے سنتے ہی وہ [illegible] دم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر اٹھا کر بولا: اما انه اخر البيوت [illegible] سب خانوں کے بعد تھا مگر میں نے جلدی کر کے دکھایا کہ دیکھوں تمہارے [illegible] آتا تو احتمال تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بعد دکھانے پر تم خواہ مخواہ کہہ دو [illegible] میں نے ترتیب قطع کر کے اسے پیش کیا کہ اگر یہ وہی نبی موعود ہیں تو ضرور پہچان لو [illegible] دیکھ کر اس حرماں نصیب کے دل میں درد اٹھا کہ حواس جاتے رہے اٹھا بیٹھا دم بخود رہا۔

والله متم نوره ولو كره الكافرون ○ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو تمام فرمائیگا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ (القرآن الکریم ٦١/٨)

[illegible] ○ القرآن الکریم [illegible]

([illegible]) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ. وَفِي رِوَايَةٍ: سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ. فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایک زمین عنقریب فتح کرو گے اس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے ایک روایت ہے کہ تم مصر فتح کرو گے اس زمین میں قیراط کا لفظ بولنے کا رواج ہے۔ وہاں کے لوگوں سے بھلائی کا خاص سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ تعلق اور رشتہ داری ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: فَإِذَا فَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا، أَوْ قَالَ: ذِمَّةً وَصِهْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اس کو فتح کرو اس کے باسیوں سے بھلائی کرنا کیونکہ ان کے ساتھ تعلق اور رشتہ داری ہے یا فرمایا تعلق اور سسرالی رشتہ ہے۔ (مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: الرَّحِمُ: الَّتِي لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ، وَالصِّهْرُ: كَوْنُ مَارِيَةَ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ.

علماء نے فرمایا: رشتہ داری سے مراد اسماعیل علیہ السلام کی ماں حضرت ہاجر کی رشتہ داری کا ان سے ہونا ہے اور سسرالی رشتہ کا مطلب حضرت ماریہ قبطیہ جو رسول اللہ ﷺ کے شہزادے حضرت ابراہیم کی ماں ہیں ان کا ان سے ہونا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وصیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باھل مصر، ج٤ص١٩٠، رقم: ١٩٥٤، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مطلب، ج٤ص٣٠٢، رقم: ٨٤٠١، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب الوصاة باهل الذمة، ج٩ص٢٠٦، رقم: ١٩٢٠٩، جامع الوصول لابن اثیر، الکتاب السادس فی صلة الرحم، ج٦ص٤٩١، رقم: ٤٧٠٢، صحیح ابن حبان، باب اخباره صلی اللہ علیہ وسلم، ج١٥ص٦٧، رقم: ٦٦٧٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصر سے مراد یہ ہی مشہور شہر مصر ہے جہاں یوسف علیہ السلام نے سلطنت فرمائی، اور قیراط بہت چھوٹا سا وزن ہے یعنی دینار کا بیسواں حصہ یعنی وہاں کے تاجرین بہت ہی بے مروت ہیں کسی کی رعایت رتی بھر بھی نہیں کرتے قیراط تک کا حساب کرتے رہتے ہیں اگر چہ وہ چند رتی کا ہو یہ کہتے رہتے ہیں اتنی چھٹانک اتنی رتی۔ معلوم ہوا کہ اہل مصر معاملات میں بہت سخت ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ تاجر کو سخت گیر ہونا نہیں چاہیے معمولی چیزوں میں تولہ رتی کا حساب نہ کرے سونا چاندی اور چیز ہے اس میں رتی کا بھی حساب لگتا ہے۔

اور اگر چہ مصر والے معاملات میں سخت ہیں ان کے مزاج بھی سخت ہیں طبیعت بھی تیز ہے مگر تم ان کی سختی برداشت کرنا ان سے برتاؤ اچھا کرنا ان کی سختی کا بدلہ نرمی سے کرنا۔

سسرالی رشتہ داری سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

ہم کو مصر والوں سے دو طرح تعلق ہے ایک یہ کہ ماریہ قبطیہ مصر سے آئی تھیں جن کے بطن شریف سے ابراہیم ابن رسول اللہ پیدا ہوئے لہذا وہاں کے لوگوں کو ہماری طرف سے امان ہے ذمہ بمعنی امان، دوسرا تعلق یہ ہے کہ ہماری دادی صاحبہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر ہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں انہیں کی اولاد سے ہم ہیں وہ ہماری دادی کا وطن ہے لہذا ان لوگوں سے ہماری قرابت داری بھی ہے۔ صھر کے معنی ہیں سسرالی رشتہ یعنی ہماری لونڈی ماریہ مصر کی ہیں لہذا مصر میں ہمارا سسرالی رشتہ ہے۔ اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نسبی رشتہ کی طرح سسرالی رشتہ کا بھی احترام کرے، ساس سسر کو اپنا ماں باپ سمجھے، ان کی قرابت داروں کو اپنا عزیز جانے بلکہ انکی بستی کا وہاں کے باشندوں کا احترام کرے کہ وہ ساس وسسر کے ہم وطن ہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی کے رشتہ داروں بلکہ نبی کے ملک والوں کا بھی ادب کرے لہذا ہم پر لازم ہے کہ حضور کی اولاد کا مکہ والوں کا احترام وادب کریں ان کی سختی پر تحمل کریں اہل عرب کی سختی پر سختی تحمل کرنے والوں کے لیے شفاعت کا وعدہ ہے وہ لوگ کیسے ہی سہی مگر ہمارے رسول کے اہل وطن ہیں حضور کے پڑوسی ہیں۔ ایک بزرگ گولڑوی غلام محی الدین صاحب حج کے بعد جناب حلیمہ سعدیہ کے گاؤں پہنچے وہاں سات دن قیام کیا ہر روز الگ الگ جماعتوں کی دعوت فرماتے رہے حتی کہ ایک دن وہاں کے کتوں کی دعوت کی حلوہ پوری وغیرہ پکوا کر خود انہیں کھلاتے تھے روتے جاتے تھے کہ یہ جناب حلیمہ کے وطن کے کتے ہیں ان سب باتوں کا ماخذ یہ حدیث

ہے۔ غرض یہ کہ وہاں کے در و دیوار کی عزت کرے افسوس! ان بے دینوں پر جو ازواج پاک یا صحابہ کبار کی برائیاں کرتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے حضور کو ایذا ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۷۳)

تعظیم و توقیر

اُمت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق میں ایک نہایت ہی اہم اور بہت ہی بڑا حق یہ بھی ہے کہ ہر امتی پر فرض عین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب و احترام کرے اور ہرگز ہرگز کبھی ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے۔ احکم الحاکمین جل جلالہ کا فرمان والا شان ہے کہ

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ پ۲۶، الفتح: ۸،۹

بے شک ہم نے تمہیں (اے رسول) بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

(331) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) (الشعراء: 214) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ، وَقَالَ: يَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ، يَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ مُرَّةَ بن كَعْبٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ هاشم انقذوا انفسكم من النار، يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ، اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ. فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے، جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کہ "اتری کہ "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سناؤ" تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کی دعوت کی اور خاص و عام سب لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد شمس! اے بنی کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ اے بنی مرہ بن کعب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ اے بنی عبدالمطلب اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اے فاطمہ اپنے آپ کو آگ سے بچا، میں (بذاتِ خود) تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں۔ ہاں رشتہ داری ہے، جس کو میں تر رکھوں گا، (مراد پورا خیال رکھوں گا)۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِبِلَالِهَا هُوَ بِفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِيَةِ وَكَسْرِهَا، وَالْبِلَالُ: الْمَاءُ.

آپ ﷺ کا قول ببلالھا...... دوسری با پر زبر کے ساتھ اور زیر کے ساتھ۔ البلال: کا مطلب ہے

وَمَعْنَى الْحَدِيْثِ: سَأَصِلُهَا، شَبَّهَ قَطِيْعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالْمَاءِ وَهٰذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ.

اور حدیث کا معنیٰ ہے میں تم سے صلہ رحمی کروں گا آپ نے قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جو پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ اسی طرح قطع رحمی کی حرارت صلہ رحمی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی قوله تعالٰی "وانذر عشیرتك الاقربین"، ج۱ ص۱۳۳، رقم: ۲۰۴، الادب المفرد للبخاری، باب وجوب صلة الرحم، ص۳۱، رقم: ۴۸، السنن الکبرٰی للنسائی، باب اذا دعی لعشیرته الاقربین، ج۴ ص۱۰، رقم: ۶۴۷۱، سنن ترمذی، باب ومن سورة الشعراء، ج۵ ص۳۴۸، رقم: ۳۱۸۵، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج۲ ص۳۱۱، رقم: ۶۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عشیرہ اور اقربین کا فرق ہماری تفسیر میں ملاحظہ فرمانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع میں عمومی تبلیغ بھی کی اور خصوصی بھی کہ اے فلاں اے فلاں قبیلہ والے لوگو ادھر آؤ ایمان قبول کرو۔ معلوم ہوا کہ خصوصی تبلیغ بھی سنت ہے، اس کی تفصیل اگلا کلام ہے جب کہ کسی خاص شخص یا خاص قوم کے ایمان لانے سے دوسروں کے ایمان کی امید ہو تو اسے خصوصی تبلیغ ضرور کی جاوے، حضور انور نے کفار بادشاہوں کو تبلیغی خطوط بھیجے۔

یہ ہیں حضور کی عمومی تبلیغیں، چونکہ عرب میں قریش بہت عزت والے مانے جاتے تھے اور قریش میں ان مذکورہ خاندانوں کا بڑا وقار تھا اس لیے حضور نے ان خاندانوں کو مخاطب فرما کر تبلیغ فرمائی۔ اپنی جانوں کو آگ سے بچانے کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ ایمان قبول کر لو تا کہ تم نار جہنم سے بچ جاؤ، اس آگ سے بچنے کا ذریعہ ایمان واطاعت ہے۔

فاطمہ اپنی جان آگ سے بچالو کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بھی اسلام کی تبلیغ کی جاوے کیونکہ اُس وقت جناب فاطمہ چھوٹی بچی تھیں، سب لوگوں کے سامنے علانیہ حضرت فاطمہ کو تبلیغ فرمانا لوگوں کو سنانے کے لیے ہے کہ بغیر ایمان قبول کیے نبی کی قرابتداری بلکہ نبی کی اولاد ہونا کافی نہیں۔ کنعان نبی زادہ تھا مگر کفر کی وجہ سے جہنمی ہوگیا۔ ایمان کی ضرورت سب کو ہے جیسے کوئی شخص سید ہو یا غیر سید دھوپ ہوا پانی غذا سے مستغنی نہیں، یوں ہی کوئی شخص ایمان قرآن اعمال سے بے نیاز نہیں۔ آج اپنے کو اعمال سے بے نیاز ماننے والے غذا پانی ہوا سے بے نیاز بن کر دکھائیں بلکہ مر کر انسان ان چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر حضور کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے کہ قبر و حشر میں حضور کی غلامی کا سوال ہوتا ہے۔

کسی چیز کا مالک نہیں ہوں کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

اے فاطمہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا اور تم آخرت میں سزا کی مستحق ہوگئیں تو وہ سزا میں تم سے دفع نہیں کر سکتا اور تم عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتیں لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کیونکہ اس

آیت میں دنیاوی عذاب مراد ہے حضور کی برکت سے کفار پر دنیاوی عذاب نہیں آتا اور یہاں اخروی عذاب مراد ہے اور نہ اس حدیثِ شفاعت کے خلاف ہے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کو بھی پہنچے گی کہ وہاں امت کا ذکر ہے یہاں کفار کا ذکر ہے۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گار کافر کا عذاب ہلکا ہوسکتا ہے مگر دفع نہیں ہوسکتا۔ابوطالب کا عذاب بہت ہلکا ہے،ابولہب کو سوموار کے دن عذاب ہلکا دیا جاتا ہے اور انگلی سے پانی ملتا ہے۔(بخاری شریف کتاب الرضاع) ابوطالب نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے حضور کو دودھ پلایا،بہر حال یہ حدیث بالکل برحق ہے ان آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔اس فرمان عالی کا مطلب ابھی عرض ہو چکا۔اللہ تعالٰی حضور کے نام کی برکت سے حضور کے خدام کے صدقہ سے آفتیں مصیبتیں دفع فرما دیتا ہے،حضور کا نام دافع بلا ہے،یہاں اللہ کے مقابل اخروی عذاب کفار سے دفع فرمانے کی نفی ہے۔

(مرآۃ المناجیح،ج ۷،ص ۲۲۰)

(332) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ، يَقُوْلُ: اِنَّ اٰلَ بَنِيْ فُلَانٍ لَيْسُوْا بِاَوْلِيَائِيْ، اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلٰكِنْ لَّهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوعبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو علی الاعلان کہتے ہوئے سنا ہے کہ بنو فلاں کی آل میرے والی نہیں میرے حامی' تو اللہ اور صالح ایماندار لوگ ہیں ہاں وہ رشتہ داری والے ہیں۔اس تعلق کا میں خیال رکھوں گا۔ (متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب تبل الرحم ببلالها، ج۸ص۶، رقم: ۵۹۹۰صحیح مسلم، باب موالاۃ المؤمنین ومقاطعة غیرهم، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۵۲۱مسند امام احمد، حدیث عمرو بن العاص، ج۶ص۲۰۳، رقم: ۱۷۸۲۴اطراف المسند المعتلی لابن حجر، من مسند عمرو بن العاص، ج۵ص۱۴۲، رقم: ۶۸۱۵)

شرح حدیث: میرا محبوب ترین شخص

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ قیامت کے دن تم میں سے میرا محبوب ترین اور سب سے زیادہ قریب کون شخص ہوگا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال تین یا دو مرتبہ دہرایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ضرور خبر دیجئے۔فرمایا کہ تم میں جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، رقم ۶۷۴۷، ج ۲، ص ۶۱۰)

حضرتِ سیدنا ابوثَعْلَبَہ خُشَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے

پیکر،نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں بہترین اخلاق والا ہوگا اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور آخرت میں مجھ سے زیادہ دور وہ شخص ہوگا جو تم میں بدترین اخلاق والا ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، رقم ۱۷۷۴۷، ج ۶، ص ۲۲۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے، نرم دل، لوگوں سے محبت کرنے والے ہیں اور جن سے لوگ محبت کرتے ہونگے اور تم میں میرے سب سے زیادہ ناپسندیدہ لوگ وہ چغل خور ہیں جو دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور پاکدامن لوگوں میں عیب ڈھونڈیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی حسن الخلق، رقم ۱۵۲۶۸، ج ۸، ص ۴۸)

(333) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ، وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھ کو جنت میں داخل کردے اور جہنم سے مجھ کو دور کردے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا نماز قائم کر زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج۱ص۵۰۵، رقم: ۱۳۹۶، صحیح مسلم، باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۱۳، الاداب للبیهقی، باب فی صلة الرحم، ج۱ص۷، رقم: ۵، السنن الکبری للنسائی، باب ثواب من اقام الصلاۃ، ج۱ص۱۴۵، رقم: ۳۲۸، صحیح ابن حبان، باب فضل الزکاۃ، ج۸ص۳۷، رقم: ۳۲۴۵)

شرح حدیث: کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں جبکہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں:

(1) بہن (2) بھائی (3) چچا (4) پھوپھی (5) خالہ (6) ماموں (7) بہو (8) داماد (9) سوتیلا باپ (10) سوتیلی ماں (11) شوہر کی طرف سے سوتیلی اولاد (12) بیوی کی طرف سے سوتیلی اولاد۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ مخرجہ، ج ۱۰، ص ۱۱۰)

رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔(پ21، الروم:38)

اور فرماتا ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت، یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔(پ2، البقرۃ:177)

سورہ بقرہ میں ہے:

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ O

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔(پ2، البقرۃ:215)

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر ہُذَلی علیہ رحمۃ اللہ الولی کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم حضرتِ سیِّدُنا حسن بَصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس حاضر تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے ابوسعید علیہ رحمۃ اللہ المجید! ابھی کچھ دیر قبل ہم عبداللہ بن اَہْتَم کے پاس گئے، اس کا آخری وقت تھا۔ ہم نے پوچھا: اے اَبُومَعْمَر! اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟ کہا: بخدا! میں اپنے آپ کو بہت مصیبت زدہ محسوس کر رہا ہوں اور میرا گمان ہے کہ شاید! اب زندہ نہ بچ سکوں، اچھا! یہ بتاؤ کہ ان ایک لاکھ دراہم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو میں نے جمع کر رکھے ہیں؟ نہ تو ان کی زکوٰۃ ادا کی گئی اور نہ ہی کسی قریبی رشتہ دار پر خرچ کئے گئے۔ ہم نے کہا: اے ابومَعْمَر! تم نے یہ درہم کیوں جمع کئے تھے؟ کہا: گردشِ ایام، اہل وعیال کی کثرت اور بادشاہ کی طرف سے جفاکشی کے خوف سے جمع کر رکھے تھے۔ اس شخص کی یہ بات سن کر حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ

اللہ القوی نے فرمایا: اس غمزدہ پریشان شخص کو دیکھو جس کے پاس سے یہ آرہا ہے۔ دراصل اس مرنے والے کے پاس شیطان آیا اور اسے بادشاہ کی طرف سے جفاکشی، اہل وعیال کی کثرت اور گردشِ ایام کا خوف دلایا اور خوف بھی اس چیز کے بارے میں کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمادی ہے اور اس دنیا میں اُس کی مدتِ حیات بھی مقرر فرمادی ہے۔ بخدا! وہ شخص اس دنیا سے اس حال میں جائے گا کہ غمگین، مصیبت زدہ، ملامت کیا ہوا اور پریشان حال ہوگا۔

توجہ سے سن! تو اس دنیا سے ہرگز دھوکا نہ کھانا جس طرح کہ تیرا مرنے والا دوست دھوکا کھا چکا۔ تیرے پاس حلال مال پہنچا ہے، مال کے فتنے سے بچتے رہنا ایسا نہ ہو کہ یہ تیرے لئے وبالِ جان بن جائے۔ یاد رکھ! جو شخص مال جمع کرنے میں لگا رہے اور کنجوسی سے کام لے، دن رات مال جمع کرنے کی تدبیر میں مصیبت بھرے سفر اور ہر طرح کا دکھ برداشت کرے پھر مال کو سنبھال کر گِن گِن کر رکھے، نہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے، نہ کسی رشتہ دار پر خرچ کرے تو وہ شخص حسرت زدوں میں ہوگا۔ اور سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ کل بروزِ قیامت جب اعمال کا وزن کیا جا رہا ہو تو وہ اپنے مال کو دوسرے کے ترازو میں دیکھے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا معاملہ کب ہوتا ہے؟ سنو! یہ سب وبال اس طرح ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ ربُّ العزّت جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے خزانوں میں سے مال دیا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن انسان کنجوسی وبخل سے کام لیتا اور مال جمع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت اُچک لیتی ہے اور اس کا سارا مال وارث لے جاتے ہیں، اس طرح وہ اپنے مال کو غیر کے ترازو میں دیکھتا ہے یا اسے ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ سنبھلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور توبہ کی دولت بھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور وہ حسرت زدہ توبہ جیسی دولت سے بھی محروم رہتا ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۷۱)

(334) وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ؛ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا، فَالْمَاءُ؛ فَإِنَّهُ طَهُورٌ، وَقَالَ: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت سلمان بن عامر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں جب کوئی افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت کا سبب ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے اور فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (دوہرا ثواب ہے)۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، ج۲ص۳۹ رقم: ۶۵۸، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب الاختیار ان یؤثر بزکاۃ فطرۃ، ج۴ص۱۷۳ رقم: ۷۹۸۵، الاحاد والمثانی ومن خبۃ بن ادبن طابخۃ، ج۲ص۳۶۳ رقم: ۱۱۳۶، المعجم

الکبیر للطبرانی، من اسمہ زید بن سہل ابو طلحۃ، ج۵ص۱۰۱، رقم: ۴۷۲۶، سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج۱ص۵۹۱، رقم: ۱۸۴۴)

شرحِ حدیث: رشتہ دار پر صدقہ

سرکارِ والا تبار، ہم بیکسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عزوجل قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہ دے گا جس نے یتیم پر رحم کیا، اس سے گفتگو میں نرمی کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر ترس کھایا اور اللہ عزوجل کے عطا کردہ مال سے اپنے پڑوسی پر فخر نہ کیا، اے امتِ محمد! اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عزوجل اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے حسنِ سلوک کے محتاج ہوں اور وہ صدقہ کو دوسرے لوگوں کی طرف پھیر دے۔ اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عزوجل قیامت کے دن اس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۸۲۸، ج۶، ص۲۹۶)

حضرت سیدنا بہز بن حکیم علیہ رحمۃ اللہ الکریم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میں کس کے ساتھ بھلائی کروں؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں، پھر اپنے باپ، پھر اپنے قریبی رشتہ داروں اور پھر دیگر رشتہ داروں کے ساتھ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی برالوالدین، الحدیث: ۵۱۳۹، ص۱۵۹۹)

شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی اپنے آقا سے اس کے پاس موجود ضرورت سے زائد چیز مانگے اور وہ اس سے وہ چیز روک لے تو ضرورت سے زائد وہ چیز قیامت کے دن اَلشُّجَاعُ الْاَقْرَع نامی اژدھے کی صورت میں اسے بلائے گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی برالوالدین، الحدیث: ۵۱۳۹، ص۱۵۹۹)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: اَقْرَع وہ سانپ ہے جس کے سر کے بال زہر کی وجہ سے جھڑ جائیں۔

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس اس کا چچازاد بھائی آکر اس کے زائد مال میں سے سوال کرے تو وہ انکار کردے تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے اپنا فضل روک لے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۱۹۵، ج۱، ص۳۳۰)

حضرت سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے پاس آکر اس کی حاجت سے زائد وہ شئے مانگے جو اسے اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے لیکن وہ اس پر بخل کرے تو اللہ عزوجل جہنم سے ایک اژدھا نکالے گا جس کا نام شجاع ہوگا وہ

منہ سے زبان نکالے ہوگا پھر وہ اس شخص کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۵۹۳، ج ۴، ص ۱۶۷)

(335) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَأَةٌ، وَكُنْتُ اُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِيْ: طَلِّقْهَا، فَاَبَيْتُ، فَاَتٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلِّقْهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میری ایک بیوی تھی میں اس سے محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے آپ نے مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیا میں نے انکار کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو طلاق دے دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرجل یسأله ابوه ان یطلق زوجته، ج۲ص۳۹۳ رقم: ۱۱۸۹، المستدرک للحاکم، کتاب الطلاق، ج۲ص۳۹۹ رقم: ۲۷۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عبداللہ بن عمر، ج۱۲ص۳۲۸ رقم: ۱۳۲۸۴، سنن ابوداؤد، باب فی بر الوالدین، ج۴ص۳۹۹ رقم: ۵۱۳۰، صحیح ابن حبان، باب حق الوالدین، ج۲ص۱۷۰ رقم: ۴۲۷)

شرح حدیث: والدین کا ادب واحترام

اپنی اولاد کو والدین کا ادب بھی سکھایئے۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کی حالت میں صبح کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: اگرچہ والدین ظلم کریں؟ ارشاد فرمایا: اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔

(شعب الایمان، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ اللسان۔۔۔الخ، الحدیث ۷۹۱۶، ج۶، ص ۲۰۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو نیک اولاد اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ عزوجل اس کی ہر نگاہ کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھے گا۔ عرض کی گئی: اگرچہ روزانہ سو مرتبہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور پاک ہے۔

(شعب الایمان، کتاب الایمان، باب فی برالوالدین، الحدیث ۷۸۵۹، ج۶، ص ۱۸۶)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(المستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب بروا آباؤکم، الحدیث ۷۳۴۱، ج ۵، ص ۲۱۴)

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر ایک آدمی اپنے باپ کو مار رہا تھا۔ لوگوں نے اسے ملامت کی کہ اے ناہنجار! یہ کیا ہے؟ اس پر باپ بولا: اسے چھوڑ دو کیونکہ میں بھی اسی جگہ اپنے باپ کو مارا کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ میرا بیٹا بھی مجھے اسی جگہ مار رہا ہے، یہ اسی کا بدلہ ہے اسے ملامت مت کرو۔ (تنبیہ الغافلین، باب حق الولد علی الوالد، ص ۶۹)

(336) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ، قَالَ: اِنَّ لِی امْرَاَةً وَّاِنَّ اُمِّی تَاْمُرُنِی بِطَلَاقِهَا، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَاِنْ شِئْتَ، فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ، اَوِ احْفَظْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابودرداء ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے، تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: والد (جنہم کا سبب بننے والا) جنت کے دروازوں میں سے درمیان والا دروازہ ہے پس تو چاہے تو اس دروازہ کو ضائع کر یا اس کی حفاظت کر۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، ج۳ص۳۱۱، رقم: ۱۹۰۰، المستدرک للحاکم، کتاب الطلاق، ج۲ص۳۹۹، رقم: ۲۷۹۹، سنن ابن ماجہ، باب الرجل یأمرہ ابوہ بطلاق امرأتہ، ج۱ص۶۷۵، رقم: ۲۰۸۹، صحیح ابن حبان، باب حق الوالدین، ج۲ص۱۶۷، رقم: ۴۲۵، مسند امام احمد، بقیۃ حدیث ابی الدرداء، ج۸ص۲۲۷، رقم: ۲۷۵۶۸)

شرح حدیث: ماں باپ کی خدمت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے سنا کہ وہاں کوئی شخص قرآن مجید کی قراءت کر رہا ہے جب میں نے دریافت کیا کہ قراءت کرنے والا کون ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ آپ کے صحابی حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے صحابیو! دیکھ لو یہ ہے نیکو کاری اور ایسا ہوتا ہے اچھے سلوک کا بدلہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے زیادہ بہترین سلوک اپنی ماں کے ساتھ کرتے تھے۔ (شرح السنۃ، کتاب البر والصلۃ، باب بر الوالدین، رقم ۳۳۱۲۔ ۳۳۱۳، ج ۶، ص ۴۲۶)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ خدا کی خوشی باپ کی خوشی میں اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(السنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم ۱۹۰۷، ج ۳، ص ۳۶۰)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو

شخص اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہوتا ہے اُس کیلئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا فرماں بردار ہو تو اس کیلئے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اُس کیلئے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا نافرمان ہو تو جہنم کا ایک ہی دروازہ اُس کیلئے کھلتا ہے۔ یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا اگرچہ اُس کے ماں باپ اس پر ظلم کرتے ہوں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ اُس کے ماں باپ نے اُس پر ظلم کیا ہو۔ اگرچہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔ اگرچہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔ (اس جملہ کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا)

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتھا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اِن الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل و خوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من ادرک۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۵۵۱، ص ۱۳۸۱)

(337) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حسن ہے۔ اس باب میں صحیح میں بہت سی احادیث مشہور ہیں۔

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ، مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اِخْتِصَارًا، وَمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهٖ، وَسَاَذْكُرُهٗ بِتَمَامِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَابِ الرَّجَاءِ، قَالَ فِيْهِ:

ان میں سے غار والوں کی حدیث اور جریج راہب والی حدیث پیچھے گزر چکی ہیں کچھ احادیث کو میں نے عمداً حذف کر دیا ہے کہ اختصار پیش نظر ہے ان میں سے اہم حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث ہے جو کہ بہت سے قواعد اسلام پر اور آداب پر مشتمل ہے میں عنقریب اس پوری حدیث کو باب الرجاء میں ذکر کروں گا اس میں ہے کہ میں مکہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہاں (یعنی

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ـ يَعْنِيْ: فِيْ اَوَّلِ النُّبُوَّةِ ـ فَقُلْتُ لَهُ: مَا اَنْتَ؟ قَالَ: نَبِيٌّ . فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِي اللهُ تَعَالٰى . فَقُلْتُ: بِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِيْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ، وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهٖ شَيْءٌ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. وَاللهُ اَعْلَمُ.

ابتدائی دورِ نبوت میں) داخل ہوا میں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: نبی۔ میں نے پوچھا: نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا: کس چیز کے ساتھ؟ فرمایا: صلہ رحمی اور بت شکنی کے لئے اور اللہ کی توحید کے لئے کہ کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے پوری حدیث ذکر فرمائی اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اکرام صدیق الوالد، ج۲ص۳۱۲، رقم: ۱۹۰۲، صحیح بخاری، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۶۳۰، رقم: ۱۶۸۵، سنن ابوداؤد، باب من احق بالولد، ج۲ص۲۵۲، رقم: ۲۲۸۲، مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۹۳۱، مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۲۵، رقم: ۴۰۶)

شرح حدیث: عمرۃ القضاء

چونکہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ آئندہ سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آ کر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔ اس دفعہ کے مطابق ماہ ذوالقعدہ ۷ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ گزشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاص حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار قریش مارے جلن کے اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور پہاڑوں پر چلے گئے۔ مگر کچھ کفار اپنے دارالندوہ (کمیٹی گھر) کے پاس کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بادۂ توحید و رسالت سے مست ہونے والے مسلمانوں کے طواف کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے؟ ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں پہنچ کر اضطباع کر لیا۔ یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شروع کے تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر اور خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا۔ اس کو عربی زبان میں رمل کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سنت آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی کہ ہر طواف کعبہ کرنے والا شروع طواف کے تین پھیروں میں رمل کرتا ہے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب عمرۃ القضائ، ج۳، ص۳۱۶۔۳۲۳ ملتقطاً)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی

تین دن کے بعد کفار مکہ کے چند سردار حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ شرط پوری ہو چکی۔ اب آپ لوگ مکہ سے نکل جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارگاہ نبوت میں کفار کا پیغام سنایا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی وقت مکہ سے روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک چھوٹی صاحبزادی جن کا نام امامہ تھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ ان کی یہ یتیم چھوٹی بچی مکہ میں رہ گئی تھیں۔ جس وقت یہ بچی آپ کو پکارتی ہوئی دوڑی آئیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے شہید چچا جان کی اس یادگار کو دیکھ کر پیار آ گیا۔ اس بچی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھائی جان کہنے کی بجائے چچا جان اس رشتہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے رضائی بھائی ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا دودھ پیا تھا۔ جب یہ صاحبزادی قریب آئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو اپنی گود میں اٹھا لیا لیکن اب ان کی پرورش کے لئے تین دعویدار کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ میری چچازاد بہن ہے اور میں نے اس کو سب سے پہلے اپنی گود میں اٹھا لیا ہے اس لئے مجھ کو اس کی پرورش کا حق ملنا چاہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ میری چچازاد بہن بھی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اس لئے اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ میرے دینی بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی لڑکی ہے اس لئے میں اس کی پرورش کروں گا۔ تینوں صاحبوں کا بیان سن کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے لہٰذا یہ لڑکی حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پرورش میں رہے گی۔ پھر تینوں صاحبوں کی دلداری و دل جوئی کرتے ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ اے جعفر! تم سیرت و صورت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ فرمایا کہ اے زید! تم میرے بھائی اور میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضائ... الخ، الحدیث ۴۲۵۱، ج ۳، ص ۹۴) (والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب عمرۃ القضائ، ج ۳، ص ۳۲۵، ۳۲۶ ملخصاً)

41-بَابُ تَحْرِيْمِ الْعُقُوْقِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ — والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تم اگر اقتدار والے بن

اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ) (محمد: 22-23)

جاؤ تو اس بات کے قریب ہو جاؤ کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور رشتہ داریاں کاٹو گے ایسے لوگ وہ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ان کو بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ) (الرعد: 25)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو ملانے کو حکم ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا) (الاسراء: 23-24)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تیرے ربّ نے فیصلہ فرمایا کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین سے بھلائی کرو اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف کہو نہ تم ان کو جھڑکو ان کی عزت کرو ان کے لئے رحمت سے نرمی کا پہلو جھکا دیا کرو اور کہو: اے میرے ربّ ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلافِ ادب ہے اور اس میں ان کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو ان کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ یعنی بہ نرمی و تواضع پیش آ اور ان کے ساتھ تھکے وقت میں شفقت و محبت کا برتاؤ کر کہ انہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز انہیں درکار ہو وہ ان پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کر۔

مدعا یہ ہے کہ دنیا میں بہتر سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا، اسلئے بندے کو چاہئے کہ بارگاہِ الٰہی میں ان پر فضل و رحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے کہ یاربّ میری خدمتیں

ان کے احسان کی جزا نہیں ہوسکتیں تو ان پر کرم کر کہ ان کے احسان کا بدلہ ہو۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا جائز اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہے، مُردوں کے ایصالِ ثواب میں بھی ان کے لئے دعائے رحمت ہوتی ہے لہٰذا اس کے لئے یہ آیت اصل ہے۔

مسئلہ: والدین کافر ہوں تو ان کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرے کہ یہی ان کے حق میں رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ والدین کی رضا میں اللہ تعالٰی کی رضا اور ان کی ناراضی میں اللہ تعالٰی کی ناراضی ہے، دوسری حدیث میں ہے والدین کا فرمانبردار جہنمی نہ ہوگا اور ان کا نافرمان کچھ بھی عمل کرے گرفتارِ عذاب ہوگا، ایک اور حدیث میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا والدین کی نافرمانی سے بچو اس لئے کہ جنّت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا، نہ قاطعِ رحم، نہ بوڑھا زناکار، نہ تکبّر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ (خزائن العرفان)

(338) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ ۔ ثَلَاثًا ۔ قُلْنَا: بَلٰی، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَۃُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا: لَیْتَهٗ سَکَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوبکر نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا: ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ یارسول اللہ! فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا اور آپ بیٹھے تھے کہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی آپ کا تکرار کرتے رہتے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں" (تو بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشقت محسوس ہوتی تھی)"۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب عقوق الوالدین من الکبائر ج۴ ص۴ رقم: ۵۹۷۶ صحیح مسلم باب بیان الکبائر واکبرھا ج۱ ص۶۴ رقم: ۲۶۹ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی بکرۃ ج۵ ص۳۶ رقم: ۲۰۴۰۱ اطراف المسند المعتلی من مسند ابی بکرۃ الثقفی ج۶ ص۱۰۷ رقم: ۷۸۶۳)

شرح حدیث: والدین کی نافرمانی کی مذمت پر احادیث مبارکہ

(۱) شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر کلام عرب میں لفظِ اُف کے علاوہ کوئی اور ایسا لفظ ہوتا جس میں لفظ اُف سے بجائے کم تکلیف کا معنی پایا جاتا تو اللہ عزوجل یہ نہ فرماتا: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (بلکہ وہی کم تکلیف والا لفظ فرمایا جاتا) بے شک اللہ تبارک وتعالٰی نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے۔

(۲) سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: والدین کا نافرمان اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ اس (نماز وروزہ) میں یکتا ومنفرد ہو جائے اور اس کا انتقال اس حال میں ہو کہ اس کے والدین اس پر ناراض ہوں تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا۔

(۳) تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جہنم میں والدین کے نافرمان اور شیطان کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

(۴) اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: شبِ معراج مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ آگ کی شاخوں پر لٹکے ہوئے ہیں، میں نے اَمینِ وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اے میرے بھائی جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ والدین کے نافرمان ہیں۔

(۵) حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنے والدین کو گالی دی اس کے سر پر جہنم میں اس قدر آگ کے انگارے برسیں گے جس قدر آسمان سے زمین پر بارش کے قطرے برستے ہیں۔

ہم اللہ عزوجل کی ناراضگی، جہنم کی آگ اور اس میں داخل کرنے والے ہر عمل سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۹۵۔۹۶)

جھوٹی بات

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یہ بات ارشاد فرماتے وقت حالتِ احتباء میں (یعنی گھٹنے کھڑے کر کے کپڑے کے ذریعے پیٹھ اور گھٹنوں کو باندھ کر) تشریف فرما تھے، یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہ کپڑا کھول دیا پھر اپنی زبانِ حق ترجمان کو پکڑ کر ارشاد فرمایا سن لو اور جھوٹی بات کرنا بھی (کبیرہ گناہ ہے)۔ (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی الکبائر، الحدیث: ۳۸۳، ج۱، ص ۲۹۲)

(339) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْكَبَائِرُ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی کو قتل

وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ: اَلَّتِيْ يَحْلِفُهَا كَاذِبًا عَامِدًا، سُمِّيَتْ غَمُوْسًا: لِاَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْاِثْمِ.

الیمین الغموس: جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا اس کا نام غموس رکھا گیا۔ کیونکہ یہ اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الیمین الغموس، ج۴ص۱۲۷، رقم: ۶۶۷۵، سنن ترمذی، باب ومن سورۃ النساء، ج۵ص۲۳۶، رقم: ۳۰۲۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه بکر، ج۲ص۲۰۵، رقم: ۲۲۲۶، صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۱۲ص۳۷۳، رقم: ۵۵۶۳، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۶۸۸۴)

شرح حدیث: شرک

شرک اکبرالکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اِس کے بارے میں خداوندِ قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

(پ5، النساء:48)

اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ (پ5، النساء:116)

شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اِس گناہ کو کبھی بھی نہ بخشے گا۔ باقی شرک کے سوا دوسرے تمام گناہوں کو جس کیلئے وہ چاہے گا بخش دے گا اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ضرور جہنم میں جائے گا۔ مشرک کی کوئی عبادت مقبول نہیں۔ بلکہ عمر بھر کی عبادت شرک کرنے سے غارت و برباد ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

ترجمہ کنزالایمان: کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا

(پ24، الزمر:65)

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کون سا گناہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ہے کہ تم اللہ عزّوجل کیلئے کوئی شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ یاایھا الرسول...الخ، الحدیث ۷۵۳۲، ج ۴،ص ۵۸۸)

اِن کے علاوہ دوسری بہت سی آیات اور حدیثیں بھی شرک کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں۔ لہٰذا جہنم کے عذاب سے بچنے کیلئے شرک سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

والدین کا نافرمان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اِن الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل وخوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من ادرک...الخ، الحدیث ۲۵۵۱، ص ۱۳۸۱)

مسلمان کا قتل

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء:93)

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ۵، النساء:۹۳)

(340) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ!، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قَالَ: نَعَمْ. يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ اَبَاهُ، وَيَسُبُّ اُمَّهُ، فَيَسُبُّ اُمَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کبائر میں سے ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا کوئی اپنے والدین کو کوئی گالی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں دوسرے کے باپ کو گالی دینا جواب میں وہ اس کے باپ کو گالی دے

یہ اس کی ماں کو گالی دے جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ! ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قَالَ: يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ اَبَاهُ، وَيَسُبُّ اُمَّهُ، فَيَسُبُّ اُمَّهُ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ زیادہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت کرے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کس طرح آدمی اپنے والدین کو لعنت کرتا ہے، فرمایا: یہ دوسرے کے باپ کو گالی دے جواب میں وہ اس کے والد کو گالی دے یہ اس کی ماں کو گالی دے جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یسب الرجل والدیہ، ج۸ص۳، رقم: ۵۹۷۳صحیح مسلم، باب بیان الکبائر واکبرھما، ج۱ص۶۳، رقم: ۲۷۳سنن الکبرٰی للبیھقی، باب شھادۃ اھل العصبیۃ، ج۱۰ص۲۳۵، رقم: ۲۱۶۱۶مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لا نسب احداو ال تلعنہ، ج۵ص۳۲۸، رقم: ۲۶۵۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(یعنی ایک طرح سے) اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو گالی دیتا ہے (اور صحابہ نے) فرمایا ہاں یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کو گالی دے سبحان اللہ! وہ زمانہ قدوسیوں کا تھا کہ یہ جرم ان کی عقل میں نہ آتا تھا اب توکھلم کھلا نالائق لوگ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے۔

خیال رہے کہ سب ہر قسم کے برا کہنے کو کہتے ہیں گالی ہو یا اور کچھ مگر شتم گالی کو کہا جاتا ہے، کبھی سب بمعنی شتم آتا ہے اور شتم بمعنی سب، کسی سے کہا تیرا باپ احمق ہے یہ ہے سب، کسی سے کہا تیرا باپ زانی ہے حرامی ہے یہ ہے شتم۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کو تم برا نہ کہو تا کہ وہ تمہارے بزرگوں کو برا نہ کہے، یہ ہی حکم اولاد عزیزوں کے متعلق ہے تم کسی کی بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دو تا کہ وہ تمہاری بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دے جیسے کہو گے ویسی سنو گے بہت اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے کسی نے کیا خوب کہا۔ شعر

گر مادر خویش دوست داری　　دشنام مکن بہ مادر من

ابن ابی الدنیا میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ہے کہ کسی مسلمان کی آبروریزی کرنا اسے بہتان لگانا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۰)

اللہ کی لعنت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے (ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔)

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحدود، باب الزنا وحدہ، الحدیث: ۴۴۰۰، ج۴، ص۲۹۹)

(341) وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ سُفْيَانُ فِيْ رِوَايَتِهِ: يَعْنِيْ: قَاطِعَ رَحِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو محمد جبیر بن مطعم ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشتہ داری کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سفیان راوی نے اپنی روایت میں وضاحت کی کہ آپ کا ارادہ قاطع رحم کا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم القاطع، ج۴ص۹۵، رقم: ۵۹۸۴ صحیح مسلم، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، ج۴ص۷، رقم: ۲۶۸۳ سنن ابوداؤد، باب فی صلة الرحم، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۱۶۹۸ الاداب للبیہقی، باب فی صلة الرحم، ج۱ص۷، رقم: ۸ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مفضل، ج۶ص۸۰، رقم: ۹۱۸۶)

شرح حدیث: رشتہ داریوں کو کاٹ دینا

اللہ تعالیٰ نے خاندانی وسسرالی رشتہ داریوں کو اپنی نعمت بتایا ہے جس سے انسانوں کو نوازا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تم رشتہ داریوں کو جانو پہچانو اور ان رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں سے بگاڑ اور قطع تعلق کو حرام فرمایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ ان رشتہ داریوں کو نہ کاٹو۔ یعنی ایسا مت کرو کہ بھائیوں اور بہنوں، چچاؤں، پھوپھیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور نواسوں وغیرہ سے اس طرح کا بگاڑ کر لو کہ یہ کہہ دو کہ تم میری بہن نہیں اور میں تمہارا بھائی نہیں اور یہ کہہ کر بالکل رشتہ داری کا تعلق ختم کر لو۔ ایسا کرنے کو قطع رحم اور رشتہ کاٹنا کہتے ہیں۔ یہ شریعت میں حرام اور بڑا سخت گناہ کا کام ہے اور اس کی سزا جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پ26، محمد: 22-23)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس قوم پر رحمت نہیں نازل ہوتی جس قوم میں کوئی رشتہ داریوں کو کاٹنے والا موجود ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، الفصل الثانی، الحدیث: ۲۹۳۱، ج ۳، ص ۶۱۔ شعب الایمان للبیہقی، باب فی صلۃ الارحام، الحدیث ۷۹۶۲، ج ۶، ص ۲۲۳)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میں رحمن ہوں، میں نے رشتوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنے نام سے اس کے نام کو مشتق کیا ہے۔ تو جو شخص رشتہ کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو اس کو کاٹ دے گا۔ میں اس کو کاٹ دوں گا۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی قطیعۃ الرحم، الحدیث ۱۹۱۴، ج ۳، ص ۳۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے نسب ناموں کو جان لو۔ تا کہ اس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یقین جانو کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا یہ گھر والوں میں محبت اور مال میں زیادتی، اور عمر میں درازی کا سبب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعلیم النسب، الحدیث ۱۹۸۶، ج ۳، ص ۳۹۴)

(342) وَعَنْ أَبِي عِيْسَى الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ: عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وهاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وكَرِهَ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوعیسیٰ مغیرہ بن شعبہ ﷺ سے روایت ہے کہ حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور روکنا اور لینا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے اور فضول بحث کو اور سوالات کی کثرت کو اور مال ضائع کرنے کو مکروہ بتایا ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ: مَنْعًا مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَيْهِ، وَهَاتِ: طَلَبُ مَا لَيْسَ لَهُ. وَوَأْدَ الْبَنَاتِ مَعْنَاهُ: دَفْنُهُنَّ فِي الْحَيَاةِ، وَقِيْلَ وَقَالَ مَعْنَاهُ: الْحَدِيْثُ بِكُلِّ مَا يَسْمَعُهُ، فَيَقُوْلُ: قِيْلَ كَذَا، وقَالَ فُلَانٌ كَذَا مِمَّا لَا يَعْلَمُ صِحَّتَهُ، وَلَا يَظُنُّهَا. وَكَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. وَإِضَاعَةُ الْمَالِ: تَبْذِيْرُهُ وَصَرْفُهُ فِي غَيْرِ الْوُجُوْهِ الْمَأْذُوْنِ فِيْهَا مِنْ مَقَاصِدِ الْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا، وَتَرْكُ حِفْظِهِ مَعَ إِمْكَانِ

مَنْعًا: اس کا معنیٰ ہے جس کو خرچ کرنا لازم ہے اس کو روک لینا' ھات: دوسرے کی چیز مانگنا جس پر اپنا حق نہیں وادالبنات: بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا۔ قیل وقال: ہر سنی بات کہہ دینا کہ سنا ہے اور اس طرح کہا گیا' فلاں نے یہ کہا ہے ایسی بات جس کے درست ہونے کا گمان غالب یا یقین نہ ہو اور آدمی کے لئے یہ جھوٹ بہت کافی ہے کہ سنی سنائی بات کہہ دے۔ اضاعۃ المال: مال ضائع کرنا فضول خرچی کرنا اور ایسے طریقے

اَلْحِفْظِ. وَ كَثْرَةُ السُّؤَالِ : اَلْاِلْحَاحُ فِيمَا لَا حَاجَةَ اِلَيْهِ.

پر خرچ کرنا کہ دنیا وآخرت کے کسی مقصد میں اس کی اجازت نہ ہو اور حفاظت پر قدرت کے باوجود بلا حفاظت چھوڑ دینا' کثرۃ السؤال کسی چیز کے سوال میں مبالغہ کرنا حالانکہ اس کی ضرورت ہی نہ ہو۔

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ج۴ص۴ رقم: ۵۹۷۵صحیح مسلم، باب النهی عن كثرة المسائل من غیر حاجة، ج۵ص۱۳۰ رقم: ۴۵۸۰السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب النهى عن اضاعة المال فى غیر حقه، ج۶ص۶۳ رقم: ۱۱۱۶۷صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحة، ج۱۲ص۳۶۶ رقم: ۵۵۵۵مجمع الزوائد، باب ما جاء فی العقوق، ج۸ص۲۷۰ رقم: ۱۳۳۳۰)

شرحِ حدیث: مال کو روک کر رکھنے والے

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ہر وہ دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں اس میں دوفرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعامانگتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! مال کو روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ فاما من اعطی ۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۴۲، ص ۱۱۳)

جبکہ ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ جوآج قرض دے گا وہ کل جزاء پائے گا۔ اور دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ عزوجل! (مال) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۲۳، ج۵، ص ۱۴۰)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ جوآج قرض دے گا وہ کل جزاء پائے گا۔ اور دوسرے دروازے پر فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! (مال) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۸۰۶۰، ج۳، ص ۱۷۳)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ اور پھر رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے خزانے بھرے ہوئے ہیں دن رات جود وکرم کے ساتھ خرچ کرنے سے ان میں کمی نہیں ہوتی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب سے اس نے زمین وآسمان پیدا فرمائے ہیں برابر خرچ کر رہا ہے مگر اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جبکہ اس کا

عرش پانی پر ہے اور میزانِ عدل اس کے دستِ قدرت میں ہے، وہ اسے پست و بلند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۂ ھود (علیہ السلام)، باب قولہ وکان عرشہ علی الماء، الحدیث: ۴۶۸۴، ص ۳۸۹)

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہمیشہ طلوعِ آفتاب کے وقت سورج کے پہلو میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو ندا دیتے ہیں: اے اللہ عزوجل! (مال) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الفقر والزھد ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۸۵، ج ۲، ص ۴۷، مفہوما)

ایک اور روایت میں ہے: ان دونوں فرشتوں کی آواز جن و انس کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے، وہ کہتے ہیں: لوگو! اپنے رب عزوجل کی طرف آجاؤ، بے شک جو چیز کم ہو اور کفایت کرے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر غفلت میں ڈال دے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۳۳۱۹، ج ۵، ص ۱۳۸)

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ سَبَقَتْ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ كَحَدِيْثِ: وَاقْطَعْ مَنْ قَطَعَك، وَحَدِيْثُ: مَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللهُ۔

اس باب سے متعلق کئی احادیث پہلے گزر چکی ہیں جیسے اقطع من قطعك۔ اور حديث من قطعني قطعه الله۔

42- بَابُ فَضْلِ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُّنْدَبُ اِكْرَامُهُ

ماں باپ کے دوستوں رشتہ داروں اور بیوی سے بھلائی کرنا اور وہ باقی لوگ جن کی تعظیم و توقیر مستحب ہے

(343) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بہت زیادہ بھلائی کی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے اہلِ محبت سے صلۂ رحمی کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلة اصدقا الاب والام ونحوهما، ج۴ص۶، رقم: ۶۶۷۷، الادب المفرد للبخاری، باب بر من كان يصله ابوه، ص۲۹، رقم: ۴۱، سنن ابوداؤد، باب فی بر الوالدين، ج۴ص۵۰۱، رقم: ۵۱۴۳، سنن الكبرى للبيهقی، باب ابر البر أن يصل الرجل ودابيه، ج۴ص۱۸۰، رقم: ۷۵۵۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اكرام صديق الوالد، ج۳ص۳۱۳، رقم: ۱۹۰۳)

شرح حدیث: حضرتِ سوّار اور نابینا نوجوان

حضرتِ سیِّدُنا سوّار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک دن جب میں خلیفہ مہدی کے دربار سے واپس آیا تو نہ جانے کیوں بے قراری و بے چینی سی محسوس ہونے لگی، نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں اٹھا سواری تیار کی اور

باہر آ گیا راستے میں اپنے کاروباری وکیل سے ملاقات ہوئی، اس کے پاس دراہم کی تھیلیاں تھیں میں نے پوچھا: یہ رقم کہاں سے آئی؟ کہا: یہ کاروباری نفع کے دو ہزار (2000) درہم ہیں۔ میں نے کہا: انہیں اپنے پاس رکھو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اتنا کہہ کر میں نہر کی جانب چل پڑا، پُل عبور کر کے شارع دارِ رفیق کی طرف صحراء کے قریب پہنچ کر کچھ دیر بابِ انبار کے گرد گھومتا رہا، پھر بابِ انبار کی سڑک پر چلتا ہوا ایسے صاف ستھرے مکان کے قریب رُکا جو سرسبز وشاداب اور درختوں سے بھرا ہوا تھا۔

دروازے پر خادم موجود تھا۔ میں نے پانی مانگا تو وہ خوشبودار میٹھے پانی سے بھرا ایک بہترین گھڑا لے آیا۔ میں نے پانی پی کر اس کا شکریہ ادا کیا اور نمازِ عصر کے لئے قریب ہی ایک مسجد میں چلا گیا۔

نمازِ عصر کے بعد ایک نابینا شخص نظر آیا جو کسی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ میں نے کہا: اے بندۂ خدا! تجھے کس کی تلاش ہے؟ کہا: میں آپ ہی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں نے کہا: کہو! کیا کام ہے؟ اس نے بیٹھتے ہوئے کہا: میں نے آپ سے بہت عمدہ خوشبو سونگھ کر یہ گمان کیا ہے کہ آپ مالدار لوگوں میں سے ہیں۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ میں نے کہا: بتاؤ! کیا بات ہے؟ اس نے قریب ہی موجود ایک عمدہ محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: آپ اس محل کو دیکھ رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ عظیم الشان محل میرے والد کا تھا اسے بیچ کر ہم خراسان چلے گئے۔ گردشِ ایام کی زد میں آ کر ہم اپنی نعمتوں سے محروم ہوتے چلے گئے، تنگدستی ومفلسی نے ہمارے آنگن میں ڈیرے ڈال لئے، بالآخر میں مجبور ہو کر یہاں آیا تا کہ اس نئے مالک سے کچھ امداد کا مطالبہ کروں اور اپنے والد کے بہترین دوست سَوَّار کے پاس پہنچ کر اپنی حالت سے آگاہ کروں۔

نابینے نوجوان کی گفتگو سُن کر میں نے پوچھا: تمہارے والد کا نام کیا ہے؟ جب اس نے اپنے والد کا نام بتایا تو وہ واقعی میرا بہترین اور سچا دوست تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا: اے نوجوان! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تجھے تیرے مطلوب تک پہنچا دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے نیند اور کھانے پینے کو روکے رکھا یہاں تک کہ اسے تیرے پاس لے آیا۔ سنو! میں ہی تمہارے والد کا دوست سَوَّار ہوں۔ آؤ! میرے قریب آ کر بیٹھو۔ نوجوان یہ سن کر حیرانی وخوشی کے عالَم میں میرے قریب آ بیٹھا۔ میں نے اپنے کاروباری وکیل سے دو ہزار درہم لئے اور اس نوجوان کو دیتے ہوئے کہا: ابھی یہ رقم اپنے پاس رکھ لو اور کل میرے گھر چلے آنا۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ مہدی کو دی جائے۔ چنانچہ، میں خلیفہ کے پاس پہنچا اور اوّل سے آخر تک سب واقعہ کہہ سنایا۔ خلیفہ یہ سن کر بہت متعجب ہوا اور میرے لئے دو ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ میں واپس آنے لگا تو کہا: بیٹھو اور یہ بتاؤ کہ کیا تم پر کسی کا قرض وغیرہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! میں پچاس ہزار (50,000) دینار کا مقروض ہوں۔ خلیفہ چند لمحے خاموش رہا پھر تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد کہا: اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں واپس آنے لگا تو میرے ساتھ ایک غلام تھا جس کے پاس پچاس ہزار دینار تھے۔ اس نے

مجھ سے کہا: خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ اس رقم کے ذریعے اپنا قرض ادا کیجئے۔ میں نے وہ رقم لے لی۔

آج دوسرا دن تھا لیکن وہ نابینا نوجوان ابھی تک نہ آیا تھا۔ میں اسی کے انتظار میں تھا کہ خلیفہ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ میں وہاں پہنچا تو خلیفہ نے کہا: ہم نے تمہارے معاملے میں غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ تمہارا قرض تو ادا ہو جائے گا لیکن اس کے بعد دیگر ضروریات کے لئے تمہیں پھر کسی سے قرض لینا پڑے گا یا اور کسی اور امر کی طرف محتاجی ہوگی، لہٰذا میں تمہیں مزید پچاس ہزار دینار دے رہا ہوں، جاؤ! یہ تمہیں مُبارک ہوں۔ میں پچاس ہزار دینار لے کر دربار سے چلا آیا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ نابینا نوجوان آ گیا۔ میں نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ بڑا جواد وکریم ہے اس نے اپنے فضل وکرم کی خوب بارش برسائی ہے۔ یہ لو! یہ دو ہزار دینار لے جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بہت رحیم وکریم ہے۔ نوجوان نے وہ رقم لی اور مجھے دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابو الفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۸۸)

(344) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاْسِهِ. قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ: فَقُلْنَا لَهُ: اَصْلَحَكَ اللّٰهُ، اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ.

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ سے راوی ہیں کہ ان کو مکہ کے راستے میں ایک دیہاتی ملا حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو سلام کیا اور جس گدھے پر آپ سوار تھے اسے بھی اس پر سوار کرا دیا اور اسے اپنے سر والا عمامہ پہنایا ابن دینار کہتے ہیں ہم نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ دیہاتی لوگ ہیں یہ تو معمولی چیز پر خوش ہو جاتے ہیں' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: اس کا باپ میرے باپ حضرت عمر بن خطاب ﷠ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بہت بڑی بھلائی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلة اصدقا الاب والام ونحوهما، ج۸ص۶، رقم: ۶۶۷۷ سنن الكبرى للبيهقى، باب ابر البر ان يصل الرجل ودابيه، ج۳ص۱۸۰، رقم: ۸۰۲۰ سنن ابوداؤد، باب بر الوالدين، ج۴ص۵۰۱، رقم: ۵۱۴۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۸۸، رقم: ۵۶۱۲ مسند الرويانى، حديث عبدالله بن عمر، ص۵۱۷، رقم: ۱۴۰۳)

(345) وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّهُ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ اِذَا مَلَّ رُكُوْبَ الرَّاحِلَةِ، وَعِمَامَةٌ

اور ایک روایت میں ابن دینار حضرت ابن عمر ﷠ سے راوی ہیں کہ آپ جب مکہ جاتے تو آپ کے پاس گدھا ہوتا جب آپ اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو

يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذٰلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَلَسْتَ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ؟ قَالَ: بَلٰى. فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ. فَقَالَ: ارْكَبْ هٰذَا. وَأَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ. فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. رَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ.

اس پر بیٹھ کر راحت حاصل کرتے اور ایک دستار آپ کے پاس ہوتی جس کو آپ سر پر باندھتے ایک دن آپ اپنے گدھے پر سوار تھے۔ اچانک آپ کے پاس سے ایک دیہاتی گزرا آپ نے اس کو فرمایا: کیا تو فلاں کا بیٹا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں پس اس کو گدھا دیا کہا اس پر سوار ہو جا اور دستار دی کہ اس کو سر پر باندھ لو آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ نے اس دیہاتی کو اپنا آرام والا گدھا اور اپنے سر پر باندھنے کی دستار دے دی ہے تو فرمایا: بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: باپ کے فوت ہونے کے بعد بہت بڑی بھلائی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے پیاروں سے حسن سلوک کرے۔ اور اس آدمی کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ یہ سب روایات مسلم میں ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلة اصدقا الاب والام ونحوهما، ج۸ص۶، رقم: ۶۶۷۷ سنن الکبری للبیهقی، باب ابر البر ان یصل الرجل ودابیه، ج۴ص۱۸۰، رقم: ۸۰۲۰ سنن ابوداؤد، باب برالوالدین، ج۴ص۵۰۱، رقم: ۵۱۳۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۸۸، رقم: ۵۶۱۲ مسند الرویانی، حدیث عبداللہ بن عمر، ص۵۱۷، رقم: ۱۴۰۲)

شرح حدیث: والد کے دوستوں سے خلوص کے ساتھ پیش آنا

والد سے وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ ان کی محبت پر ثابت قدم رہے اور انکے مرنے تک اسے برقرار رکھے اور جب وہ انتقال فرما جائے تو ان کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے کیونکہ محبت سے اُخروی فائدہ مقصود ہوتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے ختم ہو جائے تو عمل اور کوشش ضائع ہو جاتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں قیامت کے دن اللہ (عزوجل) اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تو فرمایا وہ آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسری سے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں۔

(شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸ حدیث ۳۴۶۳)

بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس سے تھوڑی سی وفا اس کی زندگی میں زیادہ وفا سے بہتر ہے۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی خاتون آئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی عزت افزائی فرمائی اس سلسلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خاتون حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور گزشتہ بات کو یاد رکھنا بھی دین سے ہے۔ (کنزالعمال جلد ۱۲ ص ۱۳۲ حدیث ۳۴۴۴۴)

اپنے دوست سے وفا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام دوستوں رشتہ داروں اور متعلقین کا خیال رکھا جائے۔ ان کی رعایت کا اثر دوست کے دل میں اس کی اپنی رعایت سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے جب وہ محبوب سے متجاوز ہوکر اس کے متعلقین تک پہنچتی کہ اس کے دروازے پر جو کتا ہے اسے بھی دوسرے کتوں سے ممتاز سمجھنا چاہئے۔ اور اگر ایسی محبت ہمیشہ کے لئے باقی نہ رہے تو شیطان خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ نیکی پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے والے آدمیوں پر اس قدر حسد نہیں کرتا جس قدر وہ رضائے خداوندی کے لئے باہم مواخات اور دوستی قائم کرنے والوں سے حسد کرتا ہے۔ اور وہ ذاتی طور پر ان کے درمیان فساد کا بیج بوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے (پارہ نمبر ۱۵ سورہ اسراء جسے سورہ بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے آیت ۵۳)

(346) وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ - بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ - مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآئَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلَمَةَ. فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، الصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت ابو اُسید ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا۔ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد کوئی بھلائی ہے جو میں ان کے لیے کروں؟ فرمایا: ہاں! ان پر جنازہ پڑھنا ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا ان کے وعدہ کو پورا کرنا اور ایسی صلہ رحمی کرنا جو صرف انہی (والدین) کی وجہ سے ہو اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی بر الوالدین، ج۴ص۵۰۰، رقم: ۵۱۴۲، الادب للبیهقی، باب فی بر الوالدین، ج۱ص۶، رقم: ۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مالك بن ربیعه ابواسید، ج۱۹ص۲۶۷، رقم: ۱۶۲۹۲، سنن ابن ماجه، باب صل من کان

ابوک یصل، ج۲ص۱۲۰۸، رقم: ۳۶۶۳، صحیح ابن حبان، باب حق الوالدین، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۴۱۸)

شرح حدیث: مُردوں کو زندوں کے نیک اعمال کا فائدہ

حضرتِ سیّدُ نا عثمان بن سَوْدَہ طُفَاوِی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی والدۂ محترمہ بہت زیادہ عابدہ وزاہدہ تھیں، کثرتِ مجاہدات کی وجہ سے راہبہ مشہور تھیں۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اس طرح عرض گزار ہوئیں: اے میرے اعمال کے مالک عَزَّ وَجَلَّ! اے میری اُمیدگاہ! اے وہ ذات جس پر قبل از موت وبعد اَز موت میرا اعتماد وبھروسہ ہے! اے میرے خالق ومالک عَزَّ وَجَلَّ! موت کے وقت مجھے رُسوا نہ کرنا، قبر میں مجھے بے یار ومددگار نہ چھوڑنا۔ انہی الفاظ پر اس کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بیٹے حضرتِ سیّدُ نا عثمان بن سَوْدَہ طُفَاوِی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: اپنی والدہ کے وصال کے بعد میں ہر جمعہ اُن کی قبر پر جاتا، ان کے لئے اور تمام اہلِ قبور کے لئے دعائے مغفرت کرتا۔ ایک مرتبہ خواب میں والدہ کو دیکھا تو عرض کی: اے میری پیاری امی جان! آپ کا کیا حال ہے؟ کہا: میرے بچے! بے شک موت بڑی دردناک ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے فضل وکرم سے میرا انجام اچھا ہوا، میرے لئے خوشبوئیں، باغات اور بہترین نرم وملائم بستر ہیں جن پر سُنْدُس اور اِسْتَبْرَق کے تکیے ہیں، ان میں روزِ محشر تک انہی آرام دہ نعمتوں میں رہوں گی۔ میں نے کہا: پیاری امی جان! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ کہا: جی ہاں۔ میں نے پوچھا: بتایئے کیا حاجت ہے؟ کہا: میری قبر پر حاضری اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کرنا ہرگز ترک نہ کرنا۔ کیونکہ جب تُو جمعہ کے دن میری قبر پر آتا ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور مجھ سے کہا جاتا ہے: اے راہبہ! دیکھ تیرا بیٹا تیری قبر پر آیا ہے۔ یہ سن کر میں بھی خوش ہوتی ہوں اور میرے پڑوسی مُردے بھی خوش ہوتے ہیں۔ لہٰذا میری قبر کی زیارت ہرگز ترک نہ کرنا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۳۵۶)

عذابِ قبر سے رہائی مل گئی

ایک شخص جس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اس نے حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: گذشتہ رات، خواب میں اپنے والد کو عذاب میں مبتلاء دیکھا تو میرے والد مرحوم نے مجھ سے کہا کہ مجھے عذابِ قبر میں مبتلاء کر دیا گیا ہے، تم غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جا کر میرے لئے دعائے مغفرت کراؤ۔ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والد کبھی میرے مدرسے کے سامنے سے گزرے تھے؟ اس شخص نے جواب دیا: جی ہاں۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاموشی اختیار کر لی، پھر وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔

رات کو اس نے اپنے والد کو خواب میں انتہائی خوش وخرم دیکھا، انہوں نے سبز لباس پہن رکھا تھا اور فرما رہے تھے کہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے میرا عذاب ختم کر دیا ہے اور انہی کے فیض سے مجھے یہ لباس پہنایا گیا ہے، لہٰذا میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ ان کی خدمت میں حاضری اپنے لئے لازم کر لے۔ اس شخص نے یہ واقعہ غوثِ اعظم

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا بخدا عزوجل کی قسم! مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی میرے مدرسے کے پاس سے گزر جائے گا تو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

(بہجۃ الاسرار، باب ذکر فضل اصحابہ وبشراہم ص ۱۹۴)

(347) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ، وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا اِلَّا خَدِيْجَةُ! فَيَقُوْلُ: اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جس قدر غیرت مجھے نبی اکرم ﷺ کی بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوتی کسی اور سے نہ ہوتی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا تک نہیں وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ ان کا ذکر خیر زیادہ کیا کرتے بسا اوقات بکری ذبح کرتے اور اس کے اعضاء کاٹ کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دیتے میں آپ سے کہتی۔ لگتا ہے کہ خدیجہ کے سوا جہاں میں کوئی اور عورت تو تھی نہیں۔ آپ فرماتے وہ اس خوبی والی تھی اس میں یہ خوبی تھی اور اس سے میری اولاد ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاءَ، فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اگر آپ بکری ذبح کرتے تو مناسب مقدار میں ان کی سہیلیوں کی طرف بھیجتے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ، يَقُوْلُ: اَرْسِلُوْا بِهَا اِلٰى اَصْدِقَاءِ خَدِيْجَةَ۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے یہ خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیج دو۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَالَتِ: اسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ، فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ہالہ بنت خویلد جو حضرت خدیجہ کی بہن تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت مانگنا یاد آ گیا۔ اس پر آپ جھوم گئے اور فرمایا: اے اللہ! ہالہ بنت خویلد۔

قَوْلُهَا: فَارْتَاحَ هُوَ بِالْحَاءِ، وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ

فارتاح: حاء کے ساتھ حمیدی کی کتاب الجمع بین

الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ: فَارْتَاعَ بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ: اِهْتَمَّ بِهٖ۔

الصحیحین میں ہے۔ فارتاع: عین کے ساتھ بمعنی غمگین ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنھا، ج۲ص۳۸، رقم: ۳۸۱۸ صحیح مسلم، باب فضائل خدیجہ أم المؤمنین رضی اللہ تعالی عنھا، ج۲ص۱۳۴، رقم: ۶۲۳۰ (فی الھند ببلدۃ حیدرآباد) السنن الکبرٰی للبیھقی، باب غیرۃ النساء، ج۷ص۳۰۶، رقم: ۱۵۱۹۳ (مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ) سنن ابن ماجہ، باب الغیرۃ، ج۱ص۶۴۳، رقم: ۱۹۹۷ سنن ترمذی، باب فضل خدیجۃ رضی اللہ عنھا، ج۵ص۷۰۲، رقم: ۳۸۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غرت بنا ہے غیرت سے یہاں غیرت بمعنی شرم وحیا بمعنی حسد نہیں بلکہ بمعنی رشک یا غبطہ ہے، دینی امور میں رشک جائز ہے۔ جناب عائشہ صدیقہ نے حضرت خدیجہ کی محبوبیت دیکھ کر رشک فرمایا کہ میں بھی ان کی طرح حضور انور کی محبوبہ ہوتی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میری وفات کے بعد اسی طرح تعریفیں فرماتے جیسی ان کی فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ جناب عائشہ صدیقہ حضور کی بڑی ہی محبوبہ زوجہ ہیں، آپ کی محبوبیت بی بی خدیجہ کی محبوبیت سے کسی طرح کم نہیں، رشک اس بات میں ہے جو ہم نے عرض کی بعد وفات محبت مصطفٰی کا جوش۔

جناب خدیجہ میرے (یعنی عائشہ صدیقہ کے) نکاح میں آنے بلکہ میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبرٰی کی موجودگی میں کسی بی بی سے نکاح نہیں کیا سارے نکاح ان کی وفات کے بعد کیے، حضور کی ساری اولاد بی بی خدیجہ سے ہے سواء جناب ابراہیم کے حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور کو کنواری ملیں اور جناب خدیجہ کو حضور انور کنوارے ملے آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں۔ شعر

سیما پہلی ماں کہف امن وامان　　　　حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

حضور انور اکثر حضرت خدیجہ کی طرف سے بکری ذبح فرماتے انہیں ثواب پہنچانے کے لیے اس کا گوشت ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ میت کو صدقہ وخیرات کا ثواب بخشنا سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ میت کے نام کا کھانا اس کے پیاروں دوستوں کو دینا بہتر ہے، اس سے میت کو دوہری خوشی ہوتی ہے ایک ثواب پہنچنے کی دوسرے اس کے دوستوں پیاروں کی امداد ہونے کی۔ بعض لوگ گیارہویں کا کھانا سیدوں کو، مزارات کے چڑھاوے وہاں کے مجاوروں کو دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے کہ مجاورین اور اولاد میت کو پیارے ہوتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ میت کو دنیا کے حالات کی خبر رہتی ہے تب ہی تو وہ اپنے پیاروں پر صدقہ کرنے سے خوش ہوتی ہے۔

(یعنی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں) جب میں حضور انور کی زبان پاک سے ان کی بہت تعریف سنتی تو جوش غیرت میں عرض

کرتی کہ یارسول اللہ حضور تو ان کی ایسی تعریفیں کرتے ہیں کہ گویا ان کے سوا کوئی بیوی آپ کو ملی ہی نہیں یا ان کے سوا دنیا میں کوئی بی بی ہے ہی نہیں۔

وہ ایسی تھیں کہ متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

یہاں کانت و کانت میں جناب خدیجہ کے بہت سے صفات کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ بہت روزہ دار، تہجد گزار، میری بڑی خدمت گزار، میری تنہائی کی مونس، میری غمگسار، غارحراء کے چلّے میں میری مددگار تھیں اور میری ساری اولاد انہیں سے ہے، وہ جناب فاطمہ زہرہ کی ماں ہیں قیامت تک کے سیدوں کی نانی رضی اللہ عنہا۔ خیال رہے کہ ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد ابن اسد قرشیہ ہیں، پہلے ابن ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں، پھر عتیق ابن عابد کے نکاح میں رہیں، پھر چالیس سال کی عمر شریف میں حضور کے نکاح میں آئیں، ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں وفات پائی، ۶۵ پینسٹھ سال عمر شریف پائی، حضور کے ساتھ پچیس سال رہیں۔ (اکمال، مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۲۷)

(348) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ، فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ، فَقُلْتُ لَهٗ: لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ: اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ لَّا اَصْحَبَ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ﷺ کے ساتھ سفر پر گیا وہ میری خدمت کیا کرتے۔ میں نے انہیں کہا آپ ایسا نہ کریں، کہنے لگے میں نے انصار کو دیکھا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا کرتے تھے۔ تو میں نے قسم کھائی کہ جس کا سفر میں ساتھی بنوں گا۔ اس کی خدمت کیا کروں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، باب فضل الخدمة فی الغزو، ج۲ص۲۸۰، رقم: ۲۸۸۸، صحيح مسلم، باب فی حسن صحبة الانصار، ج۶ص۱۵۶، رقم: ۶۵۸۴، الاداب للبيهقی، باب المواساات مع الاصحاب والخدمة بعضهم بعضا، ج۱ص۲۹۹، رقم: ۳۹۶، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه جرير بن عبدالله، ج۲ص۲۹۳، رقم: ۲۲۱۹، مسند ابن الجعد، وما اسنده شعبة عن يونس بن عبيد، ج۱ص۹۷، رقم: ۱۱۰۳، جامع الاصول لابن اثير، الفصل السابع فی الاحترام والتوقير، ج۶ص۵۷۳، رقم: ۴۸۱۴)

شرحِ حدیث: امیرِ قافلہ ہو تو ایسا۔۔۔۔۔!

حضرت سیّدنا مُصْعَب بن احمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ زمانے کے مشہور ولی حضرتِ سیّدنا ابو محمد عبداللہ رباطی علیہ رحمۃ اللہ الکافی بغداد تشریف لائے، ان کا مکہ مکرمہ زَادَہَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا جانے کا ارادہ تھا۔ کافی عرصہ سے میری خواہش تھی کہ ان کی رفاقت میں سفرِ حرمین شریفین کیا جائے۔ اب موقع اچھا تھا میں فوراً آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور عرض کی: حضور! مجھے اپنی رفاقت میں سفر کرنے کی اجازت عطا فرمادیں۔ مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس

سال مجھے اپنی رفاقت عطا نہ فرمائی۔ دوسرے سال بھی مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوسکی۔ تیسرے سال میں پھر حاضر ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس شرط پر تم میرے ساتھ سفر کرسکتے ہو کہ ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور اس کی اطاعت لازم ہوگی۔ میں نے بخوشی یہ شرط قبول کرلی اور کہا: حضور آپ امیر ہیں۔ فرمایا: نہیں، بلکہ تم امیر ہو۔ میں نے پھر عرض کی: حضور آپ کا مقام ومرتبہ بڑا ہے لہٰذا آپ ہی امیر ہیں۔ فرمایا: ٹھیک ہے، میں ہی امیر ہوں لیکن میری نافرمانی نہ کرنا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے میں ہرگز آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

پھر میں اس ولیِ کامل کے ہمراہ سوئے حرم چل دیا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے بٹھایا اور خود بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ میرے لئے کھانا لائے۔ میں نے چاہا کہ انہیں روکوں اور ان کی خدمت کروں لیکن معاملہ برعکس تھا۔ وہ مجھے بہت زیادہ تعظیم دے رہے تھے۔ میں جب بھی انہیں روکنا چاہتا تو فرماتے: کیا تم نے یہ شرط منظور نہ کی تھی کہ تم حکم عدولی نہیں کروگے؟ اسی طرح وہ میرا سب کام کرتے رہے۔ میرا سارا سامان بھی انہوں نے اٹھائے رکھا۔ اب میں دل میں کہنے لگا میری وجہ سے انہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اے کاش! میں ان کا رفیقِ سفر نہ بنتا مگر اب مجبور ہوں، کیا کروں۔

سفر طے ہوتا رہا اور وہ ولیِ کامل ہر طرح سے میری خاطر مدارات کرتے رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ دورانِ سفر ہمیں بارش نے آلیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے ابواحمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! میل (یعنی راستے کی پہچان کیلئے بنائے ہوئے نشانات) تلاش کرو، جب ہم میل (نشان) کے قریب پہنچ گئے تو مجھے چھوٹی سی بُرجی (یعنی گنبد یا ستون) کی آڑ میں بٹھایا اور خود مجھ پر چادر تان کر کھڑے ہوگئے۔ میرے منع کرنے کے باوجود خود سخت سردی میں بھیگتے رہے لیکن مجھے نہ بھیگنے دیا۔ میں کچھ عرض کرتا تو فرماتے، میں تمہارا امیر ہوں اور ہم نے یہ بات طے کرلی تھی کہ تم میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروگے، لہٰذا جو میں کہوں تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔ اب میں ان کی رفاقت پر بہت پچھتا رہا تھا کہ میری وجہ سے انہیں کتنی دشواری ہو رہی ہے۔ اے کاش! میں ان کا رفیق نہ بنا ہوتا۔ الغرض بغداد شریف سے مکۂ معظّمہ زَادَہَا اللہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْمًا تک وہ نیک خصلت ولیِ کامل میری ہر طرح سے خاطر مدارات کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مکہ معظمہ زَادَہَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں داخل ہوگئے۔

(اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے صدقے ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی خوب خوب خدمت وخیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۷۰)

43-بَابُ اِکْرَامِ اَہْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیَانِ فَضْلِہِمْ

رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت اور ان کی تعظیم کے فضائل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا) (الْاَحزاب: 33)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے۔ اے اہل بیت (نبی) کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کردے۔

شرح: حضرتِ صدرالاً فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔ اس آیت سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہلِ بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہرا اور علیِ مرتضٰی اور حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم سب داخل ہیں، آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے، ان آیات میں اہلِ بیتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقوٰی و پرہیزگاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوّث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ اربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقوٰی و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ) (الحج: 32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

(349) وَعَنْ يَّزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعَمْرُو ابْنُ مُسْلِمٍ اِلٰى زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا، رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِيْثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ: لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ، وَاللّٰهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ، وَقَدُمَ عَهْدِيْ، وَنَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِيْ كُنْتُ اَعِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمَا حَدَّثْتُكُمْ، فَاقْبَلُوْا، وَمَا لَا فَلَا

حضرت یزید بن حیان ﷺ سے روایت ہے کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن سلم حضرت زید بن ارقم ﷺ کے پاس گئے جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حصین نے ان سے کہا: اے زید! آپ نے بہت زیادہ خیر پائی ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ سے آپ کی احادیث سنی ہیں۔ آپ کے ساتھ غزوات کیے' آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اے زید! آپ نے بہت زیادہ خیر پائی ہے۔ اے زید! آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ (ہمیں بھی سنائیں) تو انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور کافی وقت بھی گزر گیا

تُكَلِّمُوْنِيْهِ. ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ، اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ، فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ، وَاَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ. فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَرَغَّبَ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَقَالَ لَهٗ حُصَيْنٌ: وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ، اَلَيْسَ نِسَاؤُهٗ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ؟ قَالَ: نِسَاؤُهٗ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهٗ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ عقيل وَاٰلُ جعفرَ واٰلُ عَبَّاسٍ. قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے جو کچھ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کچھ بھول بھی چکا ہوں۔ پس جو میں تم سے بیان کروں اسے قبول کرنا اور جو کچھ میں تمہیں سنا نہ سکوں اس کا مجھے پابند نہ کرنا پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کھڑے ہوئے جس میں آپ نے ہمیں خطبہ دیا اس کنویں کے پاس جسے خم کہتے ہیں اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پس آپ نے اللہ کی حمد اور ثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا: اما بعد! سنو اے لوگو! پس بے شک میں بشر ہوں عنقریب میرے پاس رب کا بھیجا ہوا قاصد آئے گا اور میں اس کی دعوت قبول کروں گا اور میں تم میں سے دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ایک ان میں اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نور ہے سوتم اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور اس کے ساتھ چمٹ جاؤ پس آپ نے ہمیں اللہ کی کتاب کے ساتھ تعلق پر برانگیختہ کیا پھر فرمایا اور میری اہل بیت میں تمہیں اپنی اہل بیت کے متعلق یاد اللہ یاد کراتا ہوں۔ حضرت حصین نے کہا: اے زید! آپ کی اہل بیت کون ہیں؟ کہا آپ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت نہیں؟ فرمایا کہ آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔ انہوں نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ آلِ حضرت علی و آل حضرت جعفر و آل حضرت عباس (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ ان تمام پر صدقہ حرام ہے؟ تو فرمایا (حضرت زید نے) کہ ہاں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلَا وَاِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ:

ایک اور روایت میں ہے کہ سنو! میں تم میں دو عظیم

أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ.

چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اور وہ اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت والا ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۷ص۱۲۲، رقم: ۶۳۷۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب بیان اهل بیته الذین هم آله، ج۲ص۱۴۸، رقم: ۲۹۷۱، سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القرآن، ج۲ص۵۲۴، رقم: ۳۳۱۶، سنن الکبرٰی للنسائی، من اسمه العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۵۱، رقم: ۸۱۷۵، مسند امام احمد، حدیث زید بن ارقم، ج۴ص۳۶۶، رقم: ۱۹۲۸۵)

شرح حدیث: اہلِ بیتِ نبوت

حضرات خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی ذواتِ مقدسہ مقربینِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں اور حق یہ ہے کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جس کسی کو بھی ادنیٰ سی محبت و نسبت ہے اس کی فضیلت اندازے اور قیاس سے زیادہ ہے۔ اس آقائے نامدار سرکارِ دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتنی نسبت کہ کوئی شخص ان کے بلدۂ طاہرہ اور شہر پاک میں سکونت رکھتا ہو اس درجہ کی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا:

مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظُلْمًا أَخَافَهُ اللهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۶۵۵۷، ج۵، ص۵۶۴)

جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت۔ (رواہ قاضی ابویعلی)

ترمذی کی حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فی فضل العرب، الحدیث: ۳۹۵۴، ج۵، ص۴۸۷)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس نے عربوں سے بغض رکھا میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مَوَدَّت میسر نہ آئے گی۔

اتنی نسبت ایک شخص عرب کا باشندہ ہو اس کو اِس مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے کہ اُس سے خیانت کرنے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ومَوَدَّت سے محروم ہوجاتا ہے تو جن برگزیدہ نفوس اور خوش نصیب حضرات کو اس بارگاہِ عالی میں قرب ونزدیکی اور اِختصاص حاصل ہے ان کے مراتب کیسے بلند وبالا ہوں گے اسی سے آپ اہل بیت کرام علیہم

الرضوان کے فضائل کا اندازہ کیجئے ان حضرات کی شان میں بہت آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئیں:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ، حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی اور قرینہ اسکا یہ ہے کہ عَنْكُمْ اور اسکے بعد کی ضمیریں مذکر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴)

اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اس لیے ان کے غلام حضرت عکرمہ بازار میں اس کی ندا کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم، ص ۱۴۳)

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی صفات ہے تنہا۔ دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت حضور کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے حق میں نازل ہے علاوہ اس کے کہ اس پر آیت: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴) دلالت کرتی ہے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ دولت سرائے اقدس ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن ہی کا مسکن تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب وقرابت کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایک جماعت نے اسی پر اعتماد کیا اور اسی کو ترجیح دی اور ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم، ص ۱۴۳)

احادیث پر جب نظر کی جاتی ہے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی۔ پنجتن سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔

(صلوات اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیہم وسلم)

اسی مضمون کی حدیث مرفوع ابن جریر نے روایت کی طبرانی میں بھی اسکی تخریج کی مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان حضرات کو اپنی گلیم مبارک میں لے کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہ بھی بصحت ثابت ہوا ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرات کو تحت گلیم اقدس لے کر یہ دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاۗءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا یارب! یہ میرے اہلبیت اور میرے مخصوصین ہیں ان سے رجس وناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کردے اور خوب پاک۔

یہ دعا سن کرام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: وَاَنَا مَعَھُمْ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔فرمایا: اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ تم بہتری پر ہو۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث:۲۶۶۵۹، ج۱۰،ص۱۹۷)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں فرمایا: بَلٰی بیشک اور ان کو کسا (گلیم) میں داخل کرلیا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث:۲۶۶۱۲، ج۱۰،ص۱۸۷)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے حق میں بھی دعا ہو، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے عرض کیا: وَاَنَا مِنْ اَھْلِكَ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں، فرمایا: وَاَنْتَ مِنْ اَھْلِیْ۔تم بھی میری اہل میں سے ہو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث:۲۶۷۰، ج۳،ص۵۵)

یہ کرم تھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیاز مند خالص العقیدت کو مایوس نہ فرمایا اور اپنی اہل کے حکم میں داخل فرمادیا وہ حکماً داخل ہیں۔ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے ان حضرات کے ساتھ اپنی باقی صاحبزادیوں اور قرابت داروں اور ازواج مطہرات کو ملایا۔(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص۱۴۴)

ثعلبی کا خیال ہے کہ آیت میں اہل بیت سے تمام بنی ہاشم مراد ہیں اسکو اس حدیث سے تائید پہنچتی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رداء مبارک میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی صاحبزادیوں کو لپٹا کر دعا فرمائی: یَارَبِّ ھٰذَا عَمِّیْ وَصِنْوُ اَبِیْ وَھٰؤُلَاۗءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاسْتُرْھُمْ مِنَ النَّارِ کَسِتْرِیْ اِیَّاھُمْ بِمُلَاۗءَتِیْ ھٰذِہٖ فَاَمَّنَتْ اُسْکُفَّۃُ الْبَابِ وَحَوَائِطُ الْبَیْتِ۔

یعنی یارب یہ میرے چچا اور بمنزلہ میرے والد کے ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں آتش دوزخ سے ایسا چھپا جیسا میں نے اپنی چادر مبارک میں چھپایا ہے۔اس دعا پر مکان کے در و دیوار نے آمین کہی۔(المعجم الکبیر للطبرانی، حمزۃ بن ابی اسید عن ابیہ، الحدیث:۵۸۴، ج۱۹،ص۲۶۳)(والصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیھم، ص۱۴۴)

خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہلِ بیتِ نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان

فرمایا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیتِ مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم ومطلب۔
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے آپ نے فرمایا: میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم، ص ۱۴۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بیت نسب بھی اسی طرح مراد ہے۔ جس طرح بیت مسکن۔ یہ آیت کریمہ اہل بیت کرام کے فضائل کا منبع ہے۔ اس سے ان کے اعزازِ مآثر اور عُلوِّ شان کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق دنیہ واحوال مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی۔ بعض احادیث میں مروی ہے کہ اہل بیت، نار پر حرام ہیں اور یہی اس تطہیر کا فائدہ اور ثمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوال شریفہ کے لائق نہ ہو اس سے ان کا پروردگار عزوجل انہیں محفوظ رکھتا اور بچاتا ہے۔ جب خلافت ظاہرہ میں شان مملکت وسلطنت پیدا ہوئی تو قدرت نے آل طاہر کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافت باطنہ عطا فرمائی۔

حضرات صوفیہ کا ایک گروہ جزم کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب اولیاء، آل رسول ہی میں سے ہوں گے۔ اس تطہیر کا ثمرہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کیا گیا کیونکہ اس کو حدیث شریف میں صدقہ دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے مع ذلک اس میں لینے والے کی سُبکی بھی ہے بجائے اس کے وہ خمس وغنیمت کے حقدار بنائے گئے جس میں لینے والا بلند وبالا ہوتا ہے۔ اس آل پاک کی عظمت وکرامت یہاں تک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم انہیں نہ چھوڑو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ، ایک میری آل۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص ۱۴۴۔۱۴۵ ملتقطا) (والمستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب من کنت مولاہ... الخ، الحدیث: ۴۶۳۴، ج ۴، ص ۷۲)

دیلمی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا: دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ (کنز العمال، کتاب الاذکار قسم الاقوال، الحدیث ۳۲۱۲، ج ۲، ص ۳۰۵)

ثعلبی نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ آپ نے آیت

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ (پ ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۳)

کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم ہی حبل اللہ ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم، ص ۱۵۱)

(350) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ - مَوْقُوْفًا عَلَیْهِ - اَنَّهٗ قَالَ: ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے موقوفاروایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: محمد ﷺ کے اہل بیت کی ان کی وجہ سے عزت کرو۔ (بخاری)

مَعْنٰی ارْقُبُوْهُ : رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ارقبوہ کا مطلب ہے ان کی رعایت کرو ان کا احترام اور ان کی عزت کرو۔ واللہ اعلم!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج۵ص۲۰، رقم: ۳۷۱۳، مسند ابی بکر المروزی، حدیث ابن عمر عن ابی بکر رضی الله عنهما، ص۶۷، رقم: ۲۴، مصنف ابن ابی شیبة، فضائل علی بن ابی طالب رضی الله عنه، ج۶ص۳۷۴، رقم: ۳۲۱۳۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی فضائل اهل بیت، ج۹ص۱۶۰، رقم: ۶۷۰۹)

شرح حدیث: ہاتھوں کا بوسہ

حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی پھر آپ کے سوار ہونے کے لیے آپ کا خچر قریب لایا گیا تو حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگے بڑھے اور اس کی رکاب پکڑ لی حضرت سیِّدُنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چچازاد بھائی! اسے چھوڑ دیں۔ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہمیں علماء واکابرین کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا: ہمیں اپنے نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اہل بیت سے اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء، صفحہ ۳۳)

44-بَابُ تَوْقِيْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمِهِمْ عَلٰی غَيْرِهِمْ وَرَفْعِ مَجَالِسِهِمْ وَاِظْهَارِ مَرْتَبَتِهِمْ

علماء اور بزرگوں اور فضیلت والوں کی تعظیم اور ان کو ان کے غیر پر مقدم کرنا اور ان کی مجالس کو بلند کرنا ان کے مرتبہ کا اظہار کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ) (الزمر: 9)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا: آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں، نصیحت تو عقل والوں ہی کے لیے ہے۔

(351) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا، وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ کا قاری اور عالم قوم کو امامت کرائے اگر قرأت علم قرآن میں برابر ہوں، تو سنت کو زیادہ جاننے والا اگر سنت میں برابر ہوں، تو پہلے ہجرت کرنے والا اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا ایک آدمی دوسرے کی زیر اثر جگہ پر بلا اجازت امامت کرائے نہ

سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کے گھر میں اس کی مسند پر بلا اس کی اجازت کے بیٹھے۔(مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا بَدَلَ سِنًّا: اَيْ اِسْلَامًا۔

ایک روایت میں سناً کی جگہ سلماً ہے یعنی جو پہلے اسلام لایا ہو۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً، فَاِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَيَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قوم کی امامت ان میں سے زیادہ قرأت والا کرے اگر قرأت میں برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں، تو بڑی عمر والا۔

وَالْمُرَادُ "بِسُلْطَانِهٖ": مَحَلُّ وِلَايَتِهٖ، اَوِ الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِهٖ "وَتَكْرِمَتُهٗ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهٖ مِنْ فِرَاشٍ وَّسَرِيْرٍ وَّنَحْوِهِمَا۔

سلطانه: سے وہ جگہ مراد ہے جو اس کے زیر اثر ہو جو اس کے ساتھ خاص ہو۔ تکرمته: تا پر زبر اور را پر زیر کے ساتھ اس سے مراد خاص بیٹھنے کی جگہ بستر چارپائی وغیرہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من احق بالامامة، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۱۵۶۴، سنن ابوداؤد، باب من احق بالامامة، ج۱ص۲۲۷، رقم: ۵۸۲، سنن الکبری للبیھقی، باب اجعلوا ائمتکم خیارکم، ج۳ص۹۰، رقم: ۵۲۳۶، المنتقی لابن الجارود، باب الجماعة والامامة، ص۸۵، رقم: ۳۰۸ (مؤسسة الکتاب الثقافیه بیروت)

شرح حدیث: بڑی گھبراہٹ سے بے خوفی

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن تین اشخاص سیاہ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، انہیں اَلْفَزَعُ الْاَكْبَر (یعنی بڑی گھبراہٹ) خوف زدہ نہیں کرے گی اور نہ ہی ان کا حساب ہوگا (۱) وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہو (۲) وہ شخص جو رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی مسجد میں اذان دے کر لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلائے اور (۳) وہ شخص جو دنیا میں غلامی میں مبتلا ہوا مگر غلامی نے اُسے طلبِ آخرت سے دور نہ کیا۔ (شعب الایمان، الحدیث ۲۰۰۲، ج۲، ص۳۴۸)

اِمامت کا زیادہ حقدار کون ہے

مسئلہ ۳۵: سب سے زیادہ مستحق اِمامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ (مہارت) نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج

سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش سے بچتا ہو، اس کے بعد وہ شخص جو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں، تو وہ کہ زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو، اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا، اس میں بھی برابر ہوں، تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں، اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے، پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں، غرض چند شخص برابر کے ہوں، تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ امامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنایا، تو برا کیا مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج۲، ص ۳۵۰۔۳۵۴، وغیرہ)

مسئلہ ۳۶: امام معین ہی اِمامت کا حق دار ہے، اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج۲ص ۳۵۴)

یعنی جب کہ وہ امام جامع شرائط امام ہو، ورنہ وہ اِمامت کا اہل ہی نہیں، بہتر ہونا درکنار۔

مسئلہ ۳۷: کسی کے مکان میں جماعت قائم ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط اِمامت پائے جائیں تو وہی اِمامت کے لیے اولیٰ ہے، اگرچہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو، ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے بوجہ فضیلت علم کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا، تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الثانی، ج۱، ص ۸۳)

(352) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ: اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (صفیں بناتے وقت) ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے (انہیں برابر کرتے) اور کہتے برابر ہو جاؤ آگے پیچھے نہ ہو کہ تمہارے دل بھی اختلاف میں پڑ جائیں گے میرے قریب تم میں سے عقل ودانش والے کھڑے ہوں پھر جو ان سے ملتے ہیں پھر جو ان سے ملتے ہیں (عقل ودانش کے اعتبار سے درجہ بدرجہ قریب ہوں)۔ (مسلم)

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَلِيَنِيْ هُوَ

نبی اکرم ﷺ کا قول لیلنی: نون اور لام کے

بِتَخْفِيْفِ النُّوْنِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ، وَرُوِيَ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا. وَالنُّهٰى : الْعُقُوْلُ. وَاُولُوا الْاَحْلَامِ : هُمُ الْبَالِغُوْنَ وقِيْلَ: اَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ.

درمیان یاء نہیں اور نون مخفف ہے ایک روایت میں ہے نون پر شد ہے اور اس سے قبل یاء بھی ہے وَالنُّهٰى: عقل والے۔ اولو الاحلام: بالغ اور یہ بھی کہا گیا کہ حِلم والے فضیلت والے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف واقامتها، ج۲ص۳۰ رقم: ۱۰۰۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج۶ص۳۸۶ رقم: ۱۸۳۵۸ سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول الامام اذا تقدم فی تسویة الصفوف، ج۱ص۲۸۸ رقم: ۸۸۶ المنتقی لابن الجارود، باب صلاة علی دکان، ص۸۷ رقم: ۳۱۵ المعجم الکبیر، من اسمه عقبة بن عمرو ابو مسعود، ج۱۷ص۲۱۵، رقم: ۱۲۲۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی وغم کا اثر چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔

یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبداللہ ابن عباس وعبداللہ ابن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سمجھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم وعقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سبحان اللہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔

تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا، اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے واختلافات پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کی صدہا مسائل کی اصل ہے۔ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مَردوں کی صف ہو، پھر بچوں کی، پھر خنثوں کی، پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲، ص۳۱۲)

صفوں کو پُر کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ دو قدم ایسے ہیں جن میں سے ایک اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دوسرا اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ جو شخص صف میں خلا دیکھے پھر اسے پُر کرنے کیلئے چلے اور اسے پُر کردے تو اسکا یہ قدم اٹھانا اللہ عزوجل کو پسند ہے اور جو قدم اللہ عزوجل کو ناپسند ہے، وہ یہ کہ کوئی شخص کھڑا ہونے کیلئے اپنی دائیں ٹانگ پھیلا کر اس پر اپنا ہاتھ رکھے پھر اپنی بائیں ٹانگ کھڑی کر کے اٹھے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الامامۃ وصلوۃ الجماعۃ/خطوتان احدھما احب الی اللہ والاخری الخ، رقم ۱۰۴۶، ج ۱، ص ۵۲۰)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو صف کے خلا کو پر کریگا اللہ عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (طبرانی اوسط، رقم ۵۷۹۷، ج ۴، ص ۲۲۵)

(353) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلَاثًا وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاہئے کہ مجھے تم میں عقل و دانش والے لوگ ملیں (قریب ہوں) پھر جو لوگ ان کو (درجہ عقل و دانش میں) ملیں۔ تین بار یہ فرمایا اور اپنے آپ کو بازاری آوازوں سے بچاؤ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج۱ص۳۰ رقم: ۱۰۰۰ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الرجال یأتمون بالرجل ومعھم صبیان ونساء، ج۳ص۹۷ رقم: ۵۴۴۲ سنن ابوداؤد، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف وکراھیۃ التاخر، ج۱ص۲۵۲ رقم: ۶۷۴ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عبداللہ بن مسعود، ج۱۰ص۸۸ رقم: ۱۰۰۶۱ المحرر فی الحدیث لابن دقیق العید، باب صلاۃ الجماعۃ، ص۲۲۹ رقم: ۳۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسجدوں میں بازاروں کا سا شور نہ کرو ادب اور خاموشی سے بیٹھو یا بازاروں کی طرح چھوٹے بڑے مل کر نہ بیٹھو بلکہ یہاں فراق مراتب کرو کہ علماء، عوام، بچے، عورتیں چھٹ کر اپنے اپنے مقام پر بیٹھیں۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ اور وہاں شور نہ مچاؤ، اس صورت میں علیحدہ حکم ہوگا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۱۳)

بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب شیطان زمین پر اترا تو اس نے عرض کی، یارب عزوجل! میرا ایک گھر بنادے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے ایک بیٹھک بنادے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: بازار تیری بیٹھک ہے۔ اس نے پھر عرض کی، میرا ایک منادی بنادے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: مزامیر (یعنی ڈھول باجے) تیرے منادی ہیں۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے کھانا مقرر کردے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جس چیز پر میرا نام نہ لیا جائے وہ تیرا کھانا ہے۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے کوئی قرآن بنادے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اَشعار تیرا قرآن ہیں۔ اس نے پھر عرض کی میری حدیث بنادے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جھوٹ تیری حدیث ہے۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے شکاری جال بنا

دے۔تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: عورتیں تیرا اجال ہیں۔ (تخریج احادیث الاحیاء، باب ۲۶۲۲، ج۶، ص ۱۷۲)

حضرت سیدنا قاسم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکے بنانے والوں کے بازار میں دیکھا، آپ فرمارہے تھے: اے سکے (نوٹ) بنانے والو! تمہیں خوشخبری ہو۔ انہوں نے کہا: اللہ عزوجل آپ کو جنت کی خوشخبری دے، اے ابومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ نے ہمیں کس بات کی خوشخبری دی ہے۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سکے (نوٹ) بنانے والوں کو جہنم کی بشارت دے دو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا، الحدیث: ۶۵۸۷، ج۴، ص ۲۱۴)

(354) وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی، وَقِیْلَ: اَبِیْ مُحَمَّدٍ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ - بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ - الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰی خَيْبَرَ وَهِیَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَاَتٰی مُحَيِّصَةُ اِلٰی عَبْدِ اللهِ ابْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِیْ دَمِهٖ قَتِيْلًا، فَدَفَنَهٗ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَكَتَ، فَتَكَلَّمَا، فَقَالَ: اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ؟ ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابویحییٰ اور کہا گیا کہ ابومحمد سہل بن ابی حثمہ انصاری رضی اللہ عنہ حا مہملہ پر زبر اور ثا مثلثہ پر سکون سے روایت ہے فرمایا حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود خیبر گئے یہ صلح کا دور تھا وہ بکھر گئے جب حضرت محیصہ حضرت عبداللہ کی طرف واپس پلٹے تو وہ خون میں لت پت (مقتول) تھا اس کو دفن کیا پھر مدینہ منورہ آیا' تو عبدالرحمن بن سہل اور حضرت مسعود کے دو بیٹے حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' تو حضرت عبدالرحمن نے بات شروع کی۔ آپ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دے بڑے کو بات کرنے دے اور یہ ان میں سے کم عمر تھے یہ خاموش ہو گئے پھر دوسرے دونوں نے بات کی تو آپ نے فرمایا: کیا تم قسم اٹھاتے ہو اور (اس طرح تم) قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَبِّرْ كَبِّرْ مَعْنَاهُ: يَتَكَلَّمُ الْاَكْبَرُ.

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: کبر کبر اس کا مطلب ہے: بڑا بات کرے۔ (یعنی بڑے کو بات کا موقع دے)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کتاب الحاکم الی عماله والقاضی الی امنائه، ج۴ص۸۷، رقم: ۷۱۹۲، صحیح مسلم

باب القسامة ج۴ص۱۰۰ رقم: ۱۶۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند المدنیین ج۶ص۳ رقم: ۱۶۱۳۱، موطا امام مالک باب تبدئة اهل الدم فی القسامة، ص۱۲۱ رقم: ۲۲۷۵، سنن ابو داؤد، باب القسامة ج۴ص۳۰۰ رقم: ۴۵۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت رافع ابن خدیج کی کنیت ابو عبداللہ ہے، حارثی انصاری ہیں، بدر میں بہت چھوٹے تھے اس لیے شریک نہ ہوئے، پھر غزوہ احد اور باقی غزوات میں شریک ہوئے، غزوہ بدر میں آپ کو تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرے اس زخم کی گواہی دوں گا، اس وقت زخم اچھا ہوگیا، پھر یہ ہی زخم عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں جاری ہوگیا، اس سے آپ کی وفات ہوئی، ۷۳ھ میں چھیاسی سال عمر پائی مشہور صحابی ہیں۔ (مرقاۃ)

اور حضرت سہل ابن حثمہ بہت کم عمر صحابی ہیں، ۳ھ میں ولادت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن سہل بھی انصاری حارثی ہیں، عبدالرحمن ابن سہل کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے ہیں، آپ ہی خیبر میں قتل کیے گئے سیر و تفریح کے لیے خیبر گئے اور وہاں باغوں میں متفرق ہوگئے ایک کسی باغ میں چلا دوسرا کسی اور باغ میں۔ فقیر نے خیبر کی سیر اور زیارات کی ہیں، وہاں اب بھی سات قلعہ ہیں اور باغات تو بہت ہی ہیں اہل مدینہ وہاں تفریح کے لیے جاتے ہیں، مدینہ طیبہ سے تبوک و عمان کے راستہ پر ایک سو ساٹھ کیلومیٹر ہے، اب وہاں تک بلکہ تبوک تک سڑک پختہ ہے۔

عبدالرحمان ابن سہل تو مقتول عبداللہ ابن سہل کے بھائی تھے اور حویصہ و محیصہ مقتول کے چچازاد تھے۔

مفتی صاحب اس حدیث کے اگلے حصے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:

تم میں جو سب سے بڑے ہیں انہیں پہلے گفتگو کرنے دو پھر تم کچھ کہنا، بڑے حویصہ تھے۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب ہر حال میں چاہیے اور عمر کی بڑائی بھی معتبر ہے، بڑائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے: رشتہ کی بڑائی، علم کی بڑائی، تقویٰ کی بڑائی، عمر کی بڑائی، یہاں عمر کی بڑائی مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۲۶۰)

بزرگوں کی عزت

اسلام ایک کامل و اکمل دین ہے جو ہمیں بزرگوں کا احترام سکھاتا ہے۔ اپنی اولاد کو بزرگوں کے احترام کا خوگر بنائیے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جو نوجوان کسی بزرگ کے سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی عزت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی کو مقرر کردیتا ہے جو اس نوجوان کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی اجلال الکبیر، الحدیث ۲۰۲۹، ج۳، ص۴۱۱)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے

تاجور، سلطانِ بحر و برصلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: اے انس! بڑوں کا ادب و احترام اور تعظیم و توقیر کرو اور چھوٹوں پر شفقت کرو، تم جنت میں میری رفاقت پالو گے۔ (شعب الایمان، باب فی رحم الصغیر، الحدیث ۱۰۹۸۱، ج ۷، ص ۴۵۸)

(355) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ يَعْنِي فِي الْقَبْرِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ مقتولین احد سے دو دو آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرتے اور فرماتے ان میں سے کون زیادہ قرآن والا ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں آگے کرتے۔یا جانب قبلہ رکھتے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ علی الشھید، ج۱ص۹۱، رقم: ۱۳۴۳، السنن الکبرٰی، باب المسلمون یقتلھم المشرکون فی المعترک، ج۴ص۱۰، رقم: ۷۰۴۳، المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ص۱۳۲، رقم: ۵۵۲، سنن ابوداؤد، باب فی الشھید یغسل، ج۳ص۱۶۵، رقم: ۳۱۴۰، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشھداء، ج۱ص۴۸۵، رقم: ۱۵۱۴)

شرح حدیث: قبورِ شہداء کی زیارت

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے، پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کریگا تو یہ شہداء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن اُحد کے میدان سے گزر رہی تھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللہ (اے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا! آپ پر سلام ہو) تو میرے کان میں یہ آواز آئی کہ وَعَلَيْكِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۳۵)

حیاتِ شہداء

چھیالیس برس کے بعد شہداء اُحد کی بعض قبریں کھل گئیں تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے اور تمام اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں نے دیکھا کہ شہداء کرام اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور جب زخم سے ہاتھ اٹھایا تو تازہ خون نکل کر بہنے لگا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۳۵)

قاری قرآن کی فضیلت

حضرت سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے قرآن پڑھا اور پھر اسے یاد کرلیا، اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا تو اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر والوں سے ایسے دس افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قاری القرآن، رقم ۲۹۱۴، ج۴، ص ۴۱۴)

حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، رقم ۵۰۲۷، ج۳، ص ۴۱۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، قیامت کے دن قرآن پڑھنے والا آئے گا تو قرآن عرض کریگا، اے رب عزوجل! اسے حُلّہ پہنا۔ تو اسے کرامت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن عرض کریگا، یارب! اس میں اضافہ فرما۔ تو اسے کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن عرض کریگا، اے رب عزوجل! اس سے راضی ہو جا۔ تو اللہ عزوجل اس سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا اور ہر آیت پر اسے ایک نعمت عطا کی جائیگی۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، رقم ۲۹۲۴، ج۴، ص ۴۱۹)

(356) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَرَانِي فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَائَنِي رَجُلَانِ، اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ، فَقِيْلَ لِيْ: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو مسواک کرتے دیکھا میرے پاس دو آدمی آئے ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے مسواک چھوٹے کو دی تو مجھے سے کہا گیا بڑے کو دے دو میں نے وہ ان میں سے بڑے کو دے دی۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا.

مسلم نے اس کو مسند اور بخاری نے معلق سند سے بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب دفع السواک الی الاکبر ج۱ص۸۰ رقم: ۲۴۶ صحیح مسلم باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج۷ص۲۴۳ رقم: ۶۰۷۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب دفع السواک الی الاکبر ج۱ص۳۹ رقم: ۱۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
غالباً وہ دونوں ایک ہی طرف ہوں گے اور چھوٹا حضور سے قریب ہوگا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب کا لحاظ فرماتے ہوئے پہلے اس کو دی تو رب کی طرف سے حکم ہوا کہ قرب پر بڑائی کو ترجیح دیجئے۔اگر چہ یہ واقعہ خواب کا ہے مگر نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے لہذا اب حکم یہی ہے کہ مسواک یا کوئی اور چیز ترتیب وار دینا ہے تو بڑے کو پہلے دی جائے،بشرطیکہ دونوں ایک ہی جانب میں ہوں۔اور اگر دونوں طرف ہوں تو پہلے داہنے والے کو دی جائے،پھر بائیں والے کو،جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے لہذا احادیث میں سے تعارض نہیں۔خیال رہے کہ وہ دونوں خواب میں آنے والے فرشتے ہوں گے جو شکل انسانی میں آئے اور مسواک بطور تمثیل دکھائی گئی تاکہ اس سے شرعی مسائل معلوم ہوں کہ اپنی مسواک دوسرے کو استعمال کے لیے دے سکتے ہیں اور طریقہ دینے کا یہ ہوگا،جیسے داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اور بکریوں کا مسئلہ پیش کیا۔(مرا ۃ المناجیح،ج۱،ص۲۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بات میں داہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں۔
(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین اصح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۳۲)(اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ کیفیۃ الوضوء دار الفکر بیروت ۲/۳۶۱)(مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۰۲)
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنا دیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے۔
ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں اور حضرت خالد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے،حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔بولے،میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔
(سنن الترمذی،کتاب الدعوات،باب مایقول اذا اکل طعاما،الحدیث:۳۴۶۶،ج۵،ص۲۸۳)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:
سرمہ لگانا،ناخن وبغل کے بال لینا،حجامت اور مونچھیں کٹوانا،مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔(اشعۃ اللمعات)علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب

ہے۔روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔(مرآۃ المناجیح،ج۱،ص۳۸۱)

(357) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی: اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ، وَالْجَافِیْ عَنْهُ، وَاِکْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا قرآن پاک کے عالم وقاری کی عزت کرنا ایسا عالم قاری جو نہ تو غلو وزیادتی کرتا ہو اور نہ بے رخی اور جفا برتا ہو اور انصاف کرنے والے حاکم کی عزت کرنا (یہ تینوں کام) اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہیں۔یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ج۴ص۳۱۱، رقم: ۴۸۴۳، الاداب للبیہقی، باب فی رحمه الصغیر وتوقیر الکبیر، ج۱ص۲۲، رقم: ۳۶، الادب المفرد للبخاری، باب اجلال الکبیر، ص۱۳۰، رقم: ۳۵۷، مسند الحارث، باب فی اھل القرآن، ج۲ص۷۴۹) سنن ترمذی، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۱۹۲۰، سنن ابوداؤد، باب فی الرحمة، ج۴ص۳۷۰، رقم: ۴۹۴۳، الاداب للبیہقی، باب فی رحمة الصغیر وتوقیر الکبیر، ج۱ص۲۲، رقم: ۳۶، الادب المفرد، باب فضل الکبیر، ص۱۲۹، رقم: ۳۵۳، المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۸۶، رقم: ۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام،خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے۔حامل قرآن میں حافظ،عالم دین،قاری،مفسر،ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں سب کا احترام چاہیے۔(مرقات)

وہ حامل قرآن وہ عالم وحافظ قابل تعظیم ہیں جو بدمذہب بیدین نہ ہو جو قرآن کو لوگوں کے گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں اس کی غلط تاویلیں کریں،اس میں خیانتیں کریں،اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ فساد پھیلائیں ان پر تو خدا تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے بندوں کی بھی۔(مرقات)شعر

حافظا میخور و رندی کن وخوش باش و لے   دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر   تاویل سے کرسکتے ہیں قرآن پاژند

منصف حاکم عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لیے مثل

مہربان والد کے ہے اس لیے اس کا احترام ضروری ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۸۰۲)

علم کی عزت

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابومعاویہ عزیز کی دعوت کی وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ (یعنی ڈھکنے دار دستہ لگا ہوا لوٹا) اور چلمچی (یعنی ہاتھ منہ دھونے کا برتن) ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دُھلائے اور کہا: آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا: نہیں۔ کہا: ہارون۔ (اُنہوں نے) کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا: اِسی دُعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ ھارون، ج ۱۴، ص ۹)

علمائے کرام کا احترام

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے، بادشاہ اُن کی تعظیم کے لئے سرو قد (یعنی سَرو کے درخت کی طرح بالکل سیدھا) کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین رعبِ سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا: اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعبِ سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہارون رشید کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم (یعنی بہت زیادہ) تھا۔ سلاطینِ نصاریٰ (یعنی عیسائی بادشاہ) اس کا نام لیتے تھرّاتے تھے۔

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل وانصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح وصریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل... الخ، الحدیث ۲۱ ۷ ۴، ص ۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔

(تمھیدُ الفَرْش فِی الخِصَالِ المُوْجِبَۃِ لِظِلِّ العَرْش ص ۲۰)

(358) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ پہچانے۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداود نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے۔

شرح حدیث: شیخین کریمین کے گستاخ کا عبرتناک انجام

حضرتِ سیِّدُ نا ابومحمد خُراسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی کا بیان ہے کہ ایک خُراسانی تاجر کا غلام بہت نیک و پارسا تھا۔ موسمِ حج میں جب حاجیوں کے قافلے سوئے حرمین جانے لگے تو اس نیک غلام کے دل میں بھی حاضری کی خواہش جوش مارنے لگی۔ اس نے مالک کے پاس جا کر حالِ دل سنایا اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ بد بخت و گستاخ تاجر نے انکار کر دیا۔ غلام نے کہا: میں اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی فرمانبرداری کی اجازت مانگ رہا ہوں، تم اجازت کیوں نہیں دیتے۔ تاجر نے کہا: اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں اجازت دے دوں گا ورنہ ہرگز اجازت نہ دوں گا، پکا وعدہ کرو کہ تم وہ کام کرو گے۔ غلام نے کہا: بتاؤ! کیا کام ہے؟ بد بخت تاجر بولا: میں تمہارے ساتھ بہترین سواریاں، خدام، اچھے رفقاء اور دیگر بہت سی اشیاء بھیجوں گا۔ جب روضۂ رسول علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر جاؤ تو وہاں جا کر یہ کہنا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے آقا نے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دونوں دوستوں ابوبکر صدیق و عمرِ فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیزار ہوں۔ اگر میرا یہ پیغام پہنچانے کی حامی بھر لو تو مَیں تمہیں بخوشی اجازت دیتا ہوں۔ غلام کا بیان ہے کہ اپنے بد بخت مالک کی یہ گستاخانہ باتیں سن کر میرا دل بہت جلا، میں بہت غمگین ہو گیا۔ بظاہر تو میں نے کہہ دیا کہ میں فرمانبردار و طاعت گزار ہوں لیکن جو میرے دل میں تھا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بہتر جانتا ہے۔ بہر حال میں قافلے کے ہمراہ مدینۂ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا پہنچا، دھڑکتے دل، لرزتے قدموں، پرنم آنکھوں کے ساتھ روضۂ رسول علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانب بڑھنے لگا:

ہوئیں اُمیدیں بار آور مدینہ آنے والا ہے جھکالو اب ادب سے سر مدینہ آنے والا ہے

قبرِ انور پر پہنچ کر جانِ عالم، سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ پھر امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ مجھے اپنے بد بخت و گستاخ مالک کا قبیح الفاظ پر مشتمل پیغامِ بد، حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پہنچانے سے بہت شرم آ رہی تھی لہٰذا میں باز رہا۔ اور مسجدِ نبوی میں حضور صَلَّی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے قدمین شریفین میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ قبرِ انور کی دیوار شق ہوئی اور حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نور بار چہرہ چمکاتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے سبز لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا اور جسمِ اطہر سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ سارا ماحول مشکبار ہو گیا۔ مسجد نبوی کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا تھا کہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لا چکے ہیں۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری راہ گزر کی ہے

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی دائیں جانب امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صدیقِ اکبر اور بائیں جانب امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی اتباع میں انہوں نے بھی سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے میری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: اے عقل مند شخص! تو نے اپنے مالک کا پیغام ہم تک کیوں نہیں پہنچایا؟ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ہیبت اور رُعب ودبدبہ اتنا تھا کہ میں نے سر جھکائے دست بستہ عرض کی: میرے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! مجھے شرم آتی تھی کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو آپ کے پہلو میں آرام فرما دوستوں کے متعلق اپنے بد بخت مالک کا گستاخانہ پیغام سناؤں۔

سرکارِ عالی وقار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اے خوش بخت! اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تو حج کرنے کے بعد بخیر وعافیت خُراسان واپس جائے گا۔ جب تو اپنے مالک کے پاس پہنچے تو کہنا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کا رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اُس سے بیزار ہیں جو صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیزار ہے۔ کیا تو سمجھ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، میرے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! میں سمجھ گیا۔ پھر فرمایا: جان لے! جب تو وہاں پہنچے گا تو چوتھے دن وہ مر جائے گا، کیا تو سمجھ گیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، میرے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! میں سمجھ گیا۔ فرمایا: توجہ سے سن! مرنے سے پہلے اس کے منہ سے پیپ وخون نکلے گا، کیا تو سمجھ گیا؟ میں نے عرض کی: میرے آقا! میں خوب سمجھ گیا۔

پھر آقائے نامدار، ہم غریبوں کے مالک ومختار، باذنِ پروردگار غیبوں پر خبردار، مکی مدنی سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم واپس تشریف لے گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ حضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت ہونے پر میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا خوب شکر ادا کیا۔ پھر میں نے حج کیا اور مخبرِ صادق صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان کے مطابق اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ بخیر وعافیت واپس خُراسان آ گیا۔ میں اپنے ساتھ بہت سے موسمی پھل وغیرہ بھی لایا۔ میرے بد بخت مالک نے دو دن تک مجھ سے کوئی بات نہ کی، تیسرے دن پوچھنے لگا: میرا پیغام پہنچایا یا نہیں؟ میں نے کہا: میں نے تمہارا کام پورا کر دیا۔ کہا: وہاں سے کیا جواب ملا؟ میں نے

کہا: اگر وہاں سے ملا ہوا پیغام نہ سنو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہنے لگا: نہیں، مجھے بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ میں نے واقعہ سنانا شروع کیا۔ جب میں نے یہ بتایا کہ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اپنے مالک سے کہہ دینا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور رسول صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے بیزار ہیں جو میرے دونوں دوستوں صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیزار ہے۔ میرا یہ قول سن کر وہ بدبخت ونامراد قہقہے مار کر ہنسنے لگا۔ پھر اس طرح بکواس کی: ہم ان سے بیزار ہیں اور وہ ہم سے بیزار ہو گئے، اب ہم سکون سے رہیں گے۔ اس بدبخت کی یہ بات سن کر میں نے دل میں کہا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دشمن! جلد ہی تو اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ حضور صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے فرمانِ عبرت نشان کے عین مطابق چوتھے دن اس بدبخت کے چہرے پر گندے پھوڑے نکل آئے اور اس کے منہ سے پیپ اور خون بہنے لگا۔ بالآخر ظہر کی نماز سے قبل وہ گستاخ ونامراد بڑی ذلت آمیز اور عبرتناک موت مر گیا۔

جسے مصطفیٰ (ﷺ) نے نظر سے گرا کر چھوڑ دیا ۔ نہ اُٹھ سکے گا قیامت تلک خدا کی قسم!

(اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، بے ادبوں اور گستاخوں سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ ہم سے کبھی کوئی ادنیٰ سی گستاخی بھی سرزد نہ ہو۔ خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! گستاخوں کا انجام بڑا دردناک وعبرتناک ہوتا ہے۔ ایسے نامراد، زمانے بھر کے لئے عبرت کا سامان بن جاتے ہیں۔ جو نامراد وبدبخت اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شان میں نازیبا کلمات بکتا یا صحابۂ کرام اور اولیاءِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرتا ہے آخرت میں تو تباہی وبربادی اس کا مقدر ضرور ہوگی لیکن وہ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہو کر زمانے بھر کے لئے نشانِ عبرت بن جاتا ہے اور عقلمند لوگ کبھی بھی اس کے عقائد واعمال کی پیروی نہیں کرتے۔ اللہ ربُّ العزّت ہمیں ہمیشہ باادب لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۰۶)

(359) وَعَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرَّ بِهَا سَائِلٌ، فَاَعْطَتْهُ كِسْرَةً، وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَّهَيْئَةٌ، فَاَقْعَدَتْهُ، فَاَكَلَ، فَقِيْلَ لَهَا فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ. لٰكِنْ قَالَ: مَيْمُوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ. وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ فِيْ اَوَّلِ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا فَقَالَ: وَذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت میمون بن ابی شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا آپ نے اس کو روٹی کا ٹکڑا دیا اور آپ کے پاس سے ایک اور آدمی گزرا اس کے کپڑے اور حالت اچھی تھی تو اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اس نے کھایا آپ سے اس کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے ان کی حیثیت کے مطابق رویہ اختیار کرو۔ (ابوداؤد) لیکن یہ بھی کہا کہ میمون کی حضرت

قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ، وَذَکَرَہُ الْحَاکِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ فِیْ کِتَابِہٖ مَعْرِفَۃِ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ وَقَالَ: ھُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ثابت نہیں امام مسلم نے اس روایت کو صحیح کے شروع میں بلا سند تعلیقاً روایت کیا اور کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ہم حسب مراتب سلوک کریں۔ حاکم ابوعبداللہ نے اسے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ج۴ص۳۱۱رقم: ۴۸۴۲صحیح مسلم، المقدمہ المؤلف للمسلم، ج۱ص۲، الاداب للبیھقی، باب فی رحمۃ الصغیر، ج۱ص۲۲، رقم: ۳۹ مسند ابی یعلی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۴ص۲۲۶، رقم: ۴۸۲۶ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ذکر النوع السابع عشر بن علوم الحدیث، ص۴۹)

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن سے فتاوٰی رضویہ میں اسی قسم کے ایک مسئلے پر پوچھا گیا:

کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سید و عالم ایسا ہے کہ تمام شہر کا استاد ہے اور فتوے و فرائض و امامت عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کا کام اسی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضیافت میں اکراماً یا امتیازاً ایک ہی دسترخوان پر ان کو برتن میں اور مہمان کو پتے میں کھلائیں تو شرعاً یہ درست ہے یا نادرست؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ ت)

الجواب: بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزت عزوجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال اور صاحب حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) تو فرما کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور جاہل۔ (القرآن الکریم ۳۹/۹)

جب اللہ جل وعلا ہی نے علماء و جہلاء کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی ان کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام و مسند اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً و خلفاً شائع و ذائع اور شرعاً و عرفاً مندوب و مطلوب۔ ام المومنین صدیقہ صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا عطا فرما دیا ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارہ میں ام المومنین سے استفسار ہوا، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ دیکھو یہ تفرقہ برتن اور پتے کے فرق سے کہیں زائد ہے اور عالم و جاہل و سید و غیر سید کا امتیاز سائل و خوش لباس کے امتیاز سے کہیں بڑھ کر۔

ابوداؤد فی سننه عن میمون بن ابی شبیب ان عائشة رضی الله تعالٰی عنها مربها رجل علیه ثیاب وهیأة فاقعدته فاکل فقیل لها فی ذٰلك فقالت قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انزلوا الناس منازلهم۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے گزرا تو آپ نے اسے بٹھا کر کھانا کھلایا پھر آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب مراتب سلوک کیا کرو (ت) (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹)

امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

لایقصر بالرجل العالی القدر عن درجته ولایرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلته ویعطی کل ذی حق فیه حقه وینزّل منزلته وقد ذکر عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها قالت امرنا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان ننزل الناس منازلهم۔

بلند مرتبہ شخص کی حسب مرتبہ عزت وقدر ہونی چاہئے اس کی توقیر کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے اور پست درجہ والے کو اس کی حیثیت سے بڑھانا بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا کریں۔ (ت)

(صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴)

ہاں علماء وسادات کو یہ ناجائز وممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے،

الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین

کیا جہنم میں نہیں ہے ٹھکانا تکبر والوں کا۔ (القرآن الکریم ۳۹/۶۰)

جب سب علما کے آقا سب سادات کے باپ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہا درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام ومجلس وخورش وروش کسی امر میں اپنے بندگان بارگاہ پر اختیار نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما وسادات کا اعزاز وامتیاز کریں یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب۔ پھر جب اہل اسلام ان کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اس کا قبول انہیں ممنوع نہیں، امیر المومنین سیدنا مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی، کہیں تشریف فرما ہوئے صاحب خانہ نے

حضرت کے لئے مسند حاضر کی امیر المومنین اس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔

سعید بن منصور فی سننہ عن سفٰین بن عیینہ عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما قال القی لعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وسادۃ فقعد علیہا وقال لایابی الکرامۃ الاحمار رواہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے وسادۃ (یعنی بچھونا) بچھایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: عزت وتوقیر کا انکار گدھا ہی کرسکتا ہے۔ اور محدث دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر اس نے وہی حدیث بیان فرمائی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

(المقاصد الحسنہ بحوالہ سعید بن منصور حدیث ۱۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۶۹)

(360) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُوْلًا كَانُوْا أَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيْهِ: يَا ابْنَ أَخِيْ، لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْأَمِيْرِ، فَاسْتَأْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ، وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوْقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الاعراف:199) وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ. وَاللّٰهِ مَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس مہمان بن کر آیا اور حر اس جماعت سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریب رکھتے تھے قرآن پاک کے علماء ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس ومشورہ والے تھے وہ جوان ہوں یا پختہ عیینہ نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تم ذی قدر ہو میرے لیے اجازت طلب کرو اجازت طلب کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی چنانچہ وہ آئے اور بولے: اے ابن خطاب! اللہ کی قسم تو ہمیں کافی نہیں دیتا اور ہم میں انصاف نہیں کرتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا حتی کہ اسے آپ نے کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا، تو حر کہنے لگے اے امیر المؤمنین! اللہ تعالٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ معاف کرنے کا طریقہ اپناؤ اور جاہلوں سے روگردانی کرو اور یہ جاہلوں میں سے ہے

جَاوَزَهَا عُمَرُ حِیْنَ تَلَاهَا علیه، وَکَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللہِ تَعَالٰی. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

اللہ کی قسم! حر کے آیت تلاوت کرتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور آپ احکام قرآنی پر تعمیل کے لیے خوب رکنے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاعراف، باب "خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین" ج۳ص۶۰ رقم: ۴۶۴۲، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما علی السلطان من القیام، ج۸ص۱۶۱ رقم: ۱۶۰۸۹، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر سورۃ الاعراف، ج۴ص۱۶۲ رقم: ۴۷۵۴، مسند الشامیین، احادیث شعیب عن الزهری عن عبید اللہ بن عبد اللہ، ج۴ص۲۱۱ رقم: ۳۱۲۲، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، ج۱ص۳۵۱ رقم: ۵۰۶ (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شرح حدیث: غصہ پینے کی فضیلت

انسان کو چاہیے کہ غصہ پینے کی فضیلت میں وارد آئندہ آنے والی روایات اور عفوودرگزر، بردباری اور صبر کے فضائل میں غور کرے کیونکہ اس طرح انسان اللہ عزوجل کے تیار کردہ ثواب میں رغبت کرتا ہے جس سے اس کا غصہ اور اہانت وسزا کی طرف مائل کرنے کا سبب زائل ہوجاتا ہے، اسی لئے جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو مارنے کا حکم دیا تو اس نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(پ9، الاعراف:199)

جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت مبارکہ سنی اور اس میں غور کیا تو اُسے معاف فرما دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ قرآن پاک سن کر اپنے فیصلے سے رُک جاتے اور اس سے تجاوز نہ فرماتے تھے۔

اس معاملہ میں حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کی یوں کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو کوڑے مارنے کا حکم دیا تو اس نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے۔ (پ4، آل عمران:134)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔

غصہ زائل کرنے کے مختلف طریقے

پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ عزوجل کی اپنے اوپر قدرت میں غور کرے کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا کیونکہ انسان قیامت میں عفوودرگزر کا زیادہ محتاج ہوگا، اسی لئے حدیثِ قدسی میں آیا ہے: اے ابن آدم! جب تجھے غصہ آئے تو

مجھے یاد کرلیا کر میں تجھے اپنے غضب کے دوران یاد رکھوں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ تجھے ہلاک نہ کروں گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بندہ خود کو سامنے والے کے انتقام لینے سے ڈرائے کہ اگر کوئی شخص اس سے انتقام لینے پر مسلط ہو جائے، اس کی عزت دَری کرے، اس کے عیوب کو ظاہر کرے اور اس کی مصیبت پر خوشی کے اِظہار وغیرہ جیسے دشمنانہ افعال کرے (تو اس پر کیا گزرے گی) یہ وہ دنیوی مصیبتیں ہیں جس سے آخرت پر کامل بھروسہ نہ کرنے والے کو بھی چاہیے کہ ان سے غفلت نہ برتے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان غصہ کی حالت کی بری صورت میں غور کرے اور اپنے نزدیک غصہ کی قباحت اور غضب ناک شخص کی کاٹنے والے کتے سے مشابہت کا تصور وخیال کرے اور بردبار شخص کی اَنبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ورحمہم اللہ تعالیٰ سے مشابہت میں غور کرے اور پھر ان دونوں مشابہتوں کے فرق میں غور وفکر کرے۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ انسان غصہ کو ابھارنے والے شیطانی وسوسہ پر کان ہی نہ دھرے کیونکہ اگر وہ اسے چھوڑ دے تو وہ اسے لوگوں کے سامنے عاجز ظاہر کردے گا اور یہ سوچے کہ اس کا غصہ اور انتقام اللہ عزوجل کے عذاب اور اس کے انتقام سے کمتر ہے کیونکہ غضب ناک شخص کسی چیز کو اپنی چاہت کے مطابق دیکھنا چاہتا ہے اللہ عزوجل کے اِرادے پر نظر نہیں رکھتا۔ اور جو اس آفت میں مبتلا ہو جائے تو وہ اللہ عزوجل کے غضب اور اس کے عذاب سے بے خوف نہیں ہو سکتا جو کہ بندے کے غصہ اور انتقام سے بہت بڑا اور سخت ہے۔

پانچواں طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ عمل کرے کہ شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہے اور اپنی ناک پکڑ کر یہ دعا مانگے:
اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔ (یعنی یا الٰہی عزوجل! اے حضرت سیدنا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے رب عزوجل! میرا گناہ بخش دے اور میرے دل کے غیظ کو دور فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں کی آماجگاہ سے نجات عطا فرما) کیونکہ یہ دعا حدیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے، پھر اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے پھر بھی غصہ ختم نہ ہو تو لیٹ جائے تاکہ اسے جس زمین سے پیدا کیا گیا ہے اس کے قریب ہو جائے حتی کہ وہ اپنی اصل کے حقیر ہونے اور اپنے نفس کی ذلت کو پہچان لے اور غصہ سے پیدا ہونے والی حرکت اور حرارت سے پیدا ہونے والا غضب سکون پالے۔

(361) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لقد کنت عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامًا، فَکُنْتُ اَحْفَظُ عَنْہُ، فَمَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ ھَاھُنَا رِجَالًا ھُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابو سعید سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (سمجھدار) لڑکا تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام یاد کرلیتا تھا میں بیان اس لیے نہیں کرتا تھا کہ یہاں مجھ سے زیادہ عمر والے لوگ موجود ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب این یقوم من المرأۃ والرجل، ج۱ص۸۹، رقم: ۱۳۳۲صحیح مسلم، باب این یقوم الامام من المیت للصلاۃ، ج۱ص۲۶۰، رقم: ۲۲۸۱الجامع الاخلاق الراوی، باب من کرہ ببلد فیہ من المحدثین من ھو ان مدہ ج۱ص۳۹۳، رقم: ۴۰۲)

شرح حدیث: بوڑھوں کی تعظیم کرو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ جو جوان آدمی کسی بوڑھے کی تعظیم اس کے بڑھاپے کی بنا پر کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کچھ ایسے لوگوں کو تیار فرمادے گا جو بڑھاپے میں اس کا اعزاز واکرام کریں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اجلال الکبیر، رقم ۲۰۲۹، ج ۳، ص ۴۱۱)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اوران کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵ / ۳۲۳)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔ (مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۱۸۵ و ۲۲۲) (جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۴) (المستدرک للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱ / ۶۲)

(362) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ اِلاَّ قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ يُّكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرتا ہے تو اللہ اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کے لئے کسی کو مقرر فرمالیتا ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اجلال الکبیر، ج۳ص۳۷۲، رقم: ۲۰۲۲الادب للبیہقی، باب فی رحمۃ الصغیر وتوقیر الکبیر، ج۱ص۲۲، رقم: ۳۸جامع الاصول، الفصل السابع فی الاحترام والتوقیر، ج۶ص۵۰۳، رقم: ۴۸۱۰مسند الشھاب، باب ما اکرم شاب شیخنا السنہ الاقبض اللہ، ص۵۰۶، رقم: ۸۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص بوڑھے مسلمان کا صرف اس لیے احترام کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے، اس کی عبادات مجھ سے زیادہ ہیں، یہ مجھ سے پرانے اسلام والا ہے تو ان شاء اللہ دنیا میں وہ دیکھ لے گا کہ اس کے بڑھاپے کے وقت لوگ اس کا احترام کریں گے۔ اس وعدے میں فرمایا گیا کہ ایسا آدمی درازعمر بھی پائے گا دنیا میں مال، عیش، عزت بھی اسے ملے گی آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے۔ خود اس حدیث کے راوی حضرت انس نے حضور کی دس سال خدمت کی دیکھ لو کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی ان کی زندگی میں ان کی اولاد کی تعداد ایک سو ہوئی یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد ایک مخلوق نے ان سے احادیث

روایت کیں، جہاں پہنچ جاتے تھے لوگ ان کی زیارت کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ (مرقات) یہ ہے اس حدیث کا ظہور اور اس وعدہ نبوی کی جیتی جاگتی تصویر و تفسیر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۸۰۱)

بزرگوں کا سونا ہماری عبادت سے بہتر ہے

حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیِّدُ نا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والدِ محترم امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت وشان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور یادِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چت لیٹے رہے۔ بچی فجر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یا دیگر اوراد و وظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت ونفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بَل لیٹے لیٹے سو مسائل اَخذ کئے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رُخصت لی اور تشریف لے گئے۔ حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔ وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کر رہے تھے جو میں نے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے کیا۔

ان برگزیدہ بندوں کی حرکات وسکنات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تھیں۔ ان کے افعال واحوال اسی کے لئے تھے۔ ان کا ذکر وفکر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی کے لئے تھا۔ ان کا قیام اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ تھا۔ ان کی نیند صدقہ تھی۔ ان کا ذکر رب عَزَّ وَجَلَّ کی تسبیح کرنا تھا۔ ان کا سکوت فکرِ آخرت تھا۔ ان کا علم امت کے لئے شفا اور رحمت تھا۔ بلاشبہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں بہت کچھ عطا فرمایا، ان کی تعریف وتوصیف فرمائی اور انہیں اسلام کا امام اور لوگوں کا پیشوا بنایا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی علمی معاملات اور ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں رات گزارتے، حقائق واسرار کی سرزمین میں گھومتے اور فکرِ آخرت کے پاکیزہ باغات میں سیر وسیاحت کرتے۔ جب سحری کی ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے چین ہوجاتے، رنگ متغیر ہوجاتا اور محبت کی آگ بھڑک اٹھتی اور ایسی حالت طاری ہوجاتی جسے اربابِ احوال (یعنی اہلِ معرفت) کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: اگر سحری کے وقت تم پر وہ باتیں ظاہر ہوں جو مجھ پر ہوتی ہیں تو دُنیا سے بے رغبت ہوجاؤ اور آخرت کی تیاری پر کمربستہ ہوجاؤ۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ صفحہ ۲۰۷)

45-بَابُ زِیَارَةِ اَهْلِ الْخَیْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِیَارَتِهِمْ وَالدُّعَاءِ مِنْهُمْ وَزِیَارَةِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

نیک لوگوں کی زیارت کرنا ان کے پاس بیٹھنا ان کی صحبت اختیار کرنا اور سے محبت کرنا ان کی زیارت کی خواہش کرنا ان سے دعا کروانا اور فضیلت والے مقامات کی زیارت کرنا

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے جوان کو فرمایا میں ہمیشہ سفر کرتا رہوں یہاں تک کہ مجمع البحرین (دوسمندروں) کے سنگم تک جا پہنچوں یا پھر بہت لمبے زمانہ تک چلتا رہوں گا۔

شرح: مفسر شہیر، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: جن (یعنی خادم) کا نام یوشع ابن نون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت وصحبت میں رہتے تھے اور آپ سے علم اخذ کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے ولیٔ عہد ہیں۔ بحرِ فارس وبحرِ روم جانبِ مشرق میں اور مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس لئے آپ نے وہاں پہنچنے کا عزمِ مُصَمَّم کیا اور فرمایا کہ میں اپنی سعی جاری رکھوں گا جب تک کہ وہاں پہنچوں۔ اگر وہ جگہ دُور ہو (تو مدتوں چلتا رہوں گا) پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔

اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: (قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا) (الکہف: 60-66)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان (عبد خاص) کو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا میں آپ کے تابع ہوسکتا ہوں اس پر کہ آپ کو جو علم ہدایت عطا کیا گیا ہے اس سے مجھے

سکھا دیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ) (الکهف: 28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک جو اخلاص سے صبح وشام اپنے ربّ کو پکارتے ہیں۔

شرح: مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

شانِ نُزول: سردارانِ کُفار کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غُرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ ہمیں انھیں صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خَلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

(363) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا. فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا، بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؛ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: مَا اَبْكِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر ﷺ سے کہا ہمارے ساتھ حضرت ام ایمن ﷺ کی ملاقات کے لئے چلو۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کو ملنے جایا کرتے تھے جب یہ دونوں حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگی ان دونوں نے ان سے کہا کیوں روتی ہو کیا تم نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لئے زیادہ بہتری ہے کہنے لگیں: میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہوگئی ان کی بات سن کر یہ دونوں حضرات بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لعنه النبی صلی اللہ علیه وسلم اوسبه او دعا علیه، ج۴ص۲۶، رقم: ۲۶۹۲، سنن ابن ماجه، باب ذکر وفاته صلی اللہ علیه وسلم، ج۱ص۵۲۲، رقم: ۱۶۳۵، مشکوة المصابیح، باب هجرة اصحابه صلی اللہ علیه وسلم من مکه ووفاته، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۵۹۹۶، (۳۶۳) صحیح مسلم، باب فی فضل الحب فی اللہ، ج۸ص۱۲، رقم: ۶۷۱۳، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۲۷، رقم: ۵۷۶، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی اللہ عنه، ج۲ص۳۶۲، رقم: ۹۹۴۹، المعجم لابن عساکر، ذکر من اسمه علی، ص۳۱۷، رقم: ۸۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب ام ایمن کا نام شریف برکت ہے حبشہ کی تھیں، حضرت عبد اللہ یعنی حضور کے والد ماجد کی لونڈی تھیں، حضور کی پرورش انہوں نے بھی کی ہے، حضور انور نے آپ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کر دیا تھا، انہیں کے بطن شریف سے حضرت اسامہ ابن زید پیدا ہوئے، آپ جہادوں میں جاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی غازیوں کی خدمت کرتی تھیں، حضرت عمر فاروق کی وفات سے بیس دن بعد آپ کی وفات ہوئی، حضرت زید ابن حارثہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام بن گئے تھے، حضور انور نے جناب خدیجہ سے انہیں مانگ لیا اور آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ (مرقات)

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام ایمن کی ملاقات کے لیے انکے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے چلو ہم بھی اس سنت پر عمل کریں ام ایمن کی زیارت کریں۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا، بلکہ جن کی وہ حضرات ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا سنتِ صحابہ ہے۔ بہر حال ان بزرگوں کو دیکھ کر ام ایمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے کیونکہ یہ دونوں حضرات حضور کے ساتھی اور خاص محبوب دوست تھے۔ بعد وفات مرحوم کی چیزیں، اس کی اولاد، اس کے دوست دیکھ کر مرحوم یاد آتا ہے اور لوگ رونے لگتے ہیں یہ رونا ایسا ہی تھا۔

ان حضرات نے فرمایا کہ جہاں حضور اب ہیں وہ جگہ دنیا سے بہتر ہے کہ یہاں تکالیف تھیں وہاں آرام و راحت ہے، وہاں ہر وقت اپنے رب سے قرب خاص حاصل ہے پھر تم اتنی بے قرار ہو کر روتی کیوں ہو۔ جناب ام ایمن نے جواب دیا میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ کی بہت نعمتوں سے محروم ہو گئے، آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہو گیا، احادیث نبویہ کا سلسلہ ختم ہو گیا، مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہو گیا، حضور سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد

اب حضرت جبریل کیوں آئیں گے اور کہاں آئیں گے۔

یہ سن کر حضرت صدیق و فاروق اعظم بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یہ رونا تو امت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے، کس کے منہ سے آیات و احادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں، حضرت بلال یہ ہی سوچ کر مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کر کے اذان کہا کروں گا۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ ؎

قافلہ سالار سفر کر گیا
قافلہ کو زیر و زبر کر گیا

(مراٰۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۱۲)

(364) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهُ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى، فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا اَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ: اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: اُرِيْدُ اَخًا لِّيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ. قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى، قَالَ: فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی دوسری بستی میں اپنے بھائی کو ملنے گیا راستہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ٹھہرا دیا جب وہ اس کے پاس سے گزرا (فرشتہ نے) کہا کہاں کا ارادہ ہے' تو اس آدمی نے جواب دیا اس بستی میں ایک بھائی کا ارادہ ہے کہا کیا تیرا اس پر کوئی احسان ہے' جس کے بڑھانے کے لئے جاتا ہے کہا نہیں میں تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں فرشتہ نے کہا میں اللہ کا تیری طرف قاصد ہوں کہ جس طرح تو اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت فرماتا ہے۔ (مسلم)

يُقَالُ: اَرْصَدَهُ لِكَذَا: اِذَا وَكَّلَهُ بِحِفْظِهِ، وَ الْمَدْرَجَةُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ. وَالرَّاءُ: الطَّرِيْقُ، وَمَعْنٰى (تَرُبُّهَا): تَقُوْمُ بِهَا، وَتَسْعٰى فِيْ صَلَاحِهَا.

ارصدہ: جب کوئی کسی کو کسی کی حفاظت کے لیے مقرر کرے۔ مدرجہ: میم اور را کی زبر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے۔ راستہ۔ تربھا: کا معنی ہے وہ اس کی درستگی کی کوشش کرتا ہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ملاقات کرنے سے مراد ہے ملاقات کے لیے جانا ملاقات کا ارادہ کرنا، بھائی سے مراد ایمانی اسلامی بھائی ہے جس کو اللہ کے لیے بھائی بنایا ہو خواہ نسبی بھائی بھی ہو یا نہیں۔ عربی میں مدرج راستہ کو بھی کہتے ہیں سیڑھی کو بھی یعنی چلنے کی جگہ یا چڑھنے کی، یہاں بمعنی راستہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی بستی یہاں سے کچھ بلندی میں ہو فرشتہ یا حضرت جبریل علیہ السلام تھے یا کوئی اور دوسرا فرشتہ جو پہلے سے وہاں مقرر کر دیا گیا۔ (از مرقات)

فرشتوں کا یہ سوال بے علمی کی بناء پر نہیں بلکہ اس سے وہ جواب حاصل کرنے کے لیے ہے جو یہاں مذکور ہے اور اسے بشارت دینے کے لیے ہے تاکہ لوگ یہ دونوں باتیں سنیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے بیان فرمانا اسی مقصد کے لیے ہے۔

فرشتوں کا سوال کہ کیا تو کبھی اس پر احسان کر چکا ہے جس کا عوض حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے یا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے جس کا عوض دینے تو جا رہا ہے۔ ترب بنا ہے رب سے بمعنی پرورش کرنا، حاصل کرنا، اصلاح کرنا۔

(اشعۃ اللمعات)

اس آدمی کا جواب کتنا پیارا ہے کہ اس سے میری محبت اس لیے ہے کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت

سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے بخشے ہوؤں کی ملاقات کرو کہ تم بھی بخشے جاؤ۔

اُٹھ جاگ فرید استیا توں خلقت ویکھن جا — مت کوئی بخشیا مل پوے توں بھی بخشیا جا

فرشتوں نے کہا تیرا یہ عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوگیا اور تیرا مقصد حاصل ہوگیا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ کے واسطے کسی سے محبت کرنا بہترین نیکی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ تیسرے یہ کہ صالحین کی ملاقات ان کی زیارت کے لیے جانا بہت افضل ہے۔ چوتھے یہ کہ عام انسان فرشتہ کو شکل انسانی میں دیکھ سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی حضرات اولیاء اللہ کے پاس فرشتہ کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے یہ درجہ الہام سے اوپر ہے۔ (مرقات) مگر یہ پیغام وحی نہیں کہ وحی حضرات انبیاء کے سواء کسی کو نہیں ہوتی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۵۸۳)

(365) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَّهُ فِي اللهِ، نَادَاهُ مُنَادٍ: بِاَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ: غَرِيْبٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مریض کی عیادت کی یا کسی اپنے دینی بھائی کو ملا جس سے اللہ کی وجہ سے اخوت ہے تو اس کو پکارنے والا پکارتا ہے، تو پاکیزہ ہے تیرا چلنا پاکیزہ ہے، تو نے جنت میں گھر بنا لیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض نسخوں میں غریب ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی زیارۃ الاخوان، ج۳ص۳۶۵ رقم: ۲۰۰۸ شعب الایمان، باب قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، ج۶ص۴۹۲ رقم: ۹۰۲۶ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی عشر فی فضل عیادۃ المریض، ج۹ص۵۲۱ رقم: ۷۲۶۹)

شرح حدیث: شام تک ستر ہزار فرشتے

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ مریض کے پاس بیٹھنے تک جنت کے باغ میں چہل قدمی کرتا ہے جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جب کوئی شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی نکلتے ہیں جو صبح تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کرتا ہے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان صبح کو کسی مسلمان کی عیادت کو نکلتا ہے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو مریض کی عیادت

کرنے نکلتا ہے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی۔۔۔الخ، رقم ۱۱، ج ۴، ص ۱۶۴)

نور کے منبر

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے شرفِ کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الحدیث ۱۶۱۸۸، ج ۶، ص ۱۶۶)

(366) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيْرِ: فَحَامِلُ الْمِسْكِ: اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ، وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ: اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا مُّنْتِنَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (يُحْذِيْكَ): يُعْطِيْكَ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال کستوری والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے کستوری والا یا تم کو تحفہ دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اور یا اس کی پاکیزہ خوشبو تمہیں مل ہی جائے گی اور بھٹی والا تمہارے کپڑے جلا دے گا ورنہ بد بو تو ضرور تمہیں ملے گی۔ (متفق علیہ) یحذیك: کا مطلب ہے تمہیں عطیہ دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی العطار وبیع المسك، ج۲ص۶۲ رقم: ۲۱۰۱ صحیح مسلم، باب استحباب مجالسة الصالحین ومجانبة قرناء السوء، ج۸ص۳۷ رقم: ۶۸۶۰ مسند الرویانی، باب ما روی ابو بردة بن ابی موسی عن ابیه، ص۲۲۶ رقم: ۳۵۹ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثامن فی صفة الجلیس، ج۶ص۵۴۳ رقم: ۴۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ مثال ہے جس کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی، بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گا گرمی اور دھواں ہی ملے گا، مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں مشک یا خوشبو ہی ملے گی اور یہ ادنی نفع کا ذکر ہے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلیٰ نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنی نفع ہے۔ خیال رہے کہ ابوجہل وغیرہ دشمنان رسول حضور کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری محبت سے حاصل ہوتی ہے۔

اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حتی الامکان بری صحبت سے بچو کہ یہ دین و دنیا برباد کر دیتی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرو کہ اس سے دین و دنیا سنبھل جاتے ہیں۔ سانپ کی صحبت جان لیتی ہے، برے یار کی صحبت ایمان برباد کر دیتا ہے۔

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند یار بد بر دین و بر ایمان زند

صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے آج مسلمان نمازی، غازی، حاجی، قاضی بنتے رہتے ہیں مگر صحابی نہیں بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرأۃ المناجیح، ج ٦، ص ٥٨٣)

صحبت کے قابل

اس موقعے پر سیدنا امام غزالی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں:

جان لو! ہر آدمی دوستی اور صحبت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے کہ نبی غیب داں رسول دو جہاں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ اَخِیْهِ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ یُخَالِلُ۔

انسان اپنے بھائی (دوست) کے طریقے پر چلتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی لگاتا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ٢ ص ٣٠٢ مرویات ابوہریرہ)

نیز ان خصلتوں اور صفات کا امتیاز ضروری ہے جن کے باعث وہ کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے اور صحبت سے حاصل ہونے والے فائدے کے لئے وہ خصلتیں شرط ہیں کیونکہ شرط وہ چیز ہوتی ہے جو مقصود تک پہنچنے کے لئے ضروری ہو لہٰذا صحبت سے یا تو دینی فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے یا پھر دنیاوی فوائد۔ جیسے مال یا مرتبہ وغیرہ یا اس کی ہمنشینی محض حصول اُنس کے لئے ہوتی ہے اور ہمیں ان باتوں سے غرض نہیں۔

اور جہاں تک دینی اغراض کا تعلق ہے تو اس میں بھی اغراض مختلف ہیں کیونکہ بعض اوقات علم و عمل کا استفادہ مقصود ہوتا ہے یا ایسا مرتبہ حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ رزق کی تلاش میں وقت کو ضائع کرنے سے بچائے اسی طرح مشکل مسائل میں اس کی مدد مطلوب ہوتی ہے تاکہ حوادث اور مختلف حالات میں کام آئے۔ یا محض اس کی دعا سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں اس کی شفاعت کا انتظار بھی ایک مقصد ہے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اپنے اسلامی بھائی زیادہ بناؤ کیونکہ قیامت کے دن ہر مومن شفاعت کریگا تو ہو سکتا ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کی شفاعت میں داخل ہو۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔

ترجمہ کنز الایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور

انعام دیتا ہے۔(پارہ نمبر ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۶)

اس آیت کی تفسیر غریب میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ انؑ کے دوستوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کریگا اور انہیں ان کے ساتھ جنت میں داخل کریگا۔ کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بخشش فرماتا ہے تو اس کے دوستوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے اسی لئے باعث بزرگوں نے باہم مجلس والفت اور میل جول کی ترغیب دی ہے اور علیحدگی اختیار کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

تو ان فوائد میں سے ہر فائدے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ ہم انہیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

دوستی کی شرائط

خلاصہ یہ ہے کہ تم جس آدمی کی صحبت کو اختیار کرنا چاہتے ہو اس میں پانچ باتیں ہونی چاہیں۔(۱) وہ عقل مند ہو (۲) اچھے اخلاق کا مالک ہو (۳) فاسق نہ ہو (۴) بدعتی نہ ہو اور (۵) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

جہاں تک عقل کا تعلق ہے تو وہ اصل مال ہے اور بیوقوف کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں وحشت اور جدائی حاصل ہوتی ہے چاہے وہ کتنی زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا:

کسی جاہل بھائی کی صحبت اختیار نہ کرو۔اس سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ کتنے ہی جاہل، عقل مند آدمی کے بھائی بن کر اسے برباد کردیتے ہیں کیونکہ انسان کو دوسرے انسان کے ذریعے پہچانا جاتا ہے اور اشیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں اور ایک دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس کی عادتیں اختیار کرتا ہے۔

اور یہ کیسے نہیں ہوگا جب کہ بیوقوف آدمی تمہیں نفع دینا اور تمہاری مدد کرنا چاہے تب بھی ناواقفی کی وجہ سے نقصان پہنچاتا ہے۔اسی لئے کسی شاعر نے کہا میں عقل مند دشمن سے بے خوف ہوں البتہ ایسے دوست سے ڈرتا ہوں جو مجنون ہو عقل ایک ہی فن ہے اور اس کا راستہ مجھے معلوم ہے لیکن جنون کئی فنون کا مجموعہ ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ بیوقوف سے تعلق منقطع کرنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے چنانچہ حضرت سیدنا سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا:

بے وقوف کے چہرے کو دیکھنا ایک گناہ ہے جو لکھ دیا جاتا ہے۔

اور عقل مند سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو کاموں کو ان کی حقیقت کے مطابق سمجھتا ہے یعنی یا تو خود ذاتی طور پر سمجھتا ہے یا سمجھانے سے سمجھ جاتا ہے۔(فیضانِ احیاء العلوم صفحہ ۲۷۹)

(367) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا. فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے حسن وجمال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے دین (میں خوبی) کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دین والی کے ساتھ کامیابی حاصل کر۔

(متفق علیہ)

وَمَعْنَاهُ: اَنَّ النَّاسَ يَقْصِدُوْنَ فِي الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْاَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ، فَاحْرَصْ اَنْتَ عَلٰى ذَاتِ الدِّيْنِ، وَاظْفَرْ بِهَا، وَاحْرِصْ عَلٰى صُحْبَتِهَا.

اس کا معنی ہے کہ لوگ نکاح کے وقت ان چار مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہیں لیکن تمہیں دین والی عورت سے نکاح کی خواہش رکھنی چاہئے اس کے ساتھ کامیاب ہو اور اس کو ساتھ رکھنے پر حرص کر۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاکفاء فی الدین، ج۳ص۷، رقم: ۵۰۹۰ صحیح مسلم، باب استحباب نکاح ذات الدین، ج۲ص۱۱۷۵، رقم: ۱۴۶۶ اتحاف الخیرۃ المهرۃ، کتاب النکاح، ج۳ص۶، رقم: ۳۰۶۷ سنن الدارقطنی، باب المهر، ج۳ص۳۷۶، رقم: ۳۴۷۵ سنن سعید بن منصور، باب الترغیب فی النکاح، ج۱ص۱۴۲، رقم: ۵۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت، نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا شعر

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں — معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

ماں فاطمہ جیسی ہو تو اولاد حسنین جیسی ہوتی ہے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ شعر

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر — کہ در آغوش شبیرے بگیری

اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو تو پریشان ہو جاؤ گے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا وہ فقیر رہے گا، جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کرے گا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی۔ (مرقات) مال ایک جھٹکے میں، جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۳)

دنیا کی بہترین متاع

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے (روایت ہے) بے شک اللہ کے رسول (نے) فرمایا بے شک ساری دنیا متاع (یعنی

قابلِ استفادہ چیز) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت (بیوی) ہے۔

(سنن النسائی، کتاب النکاح، باب المرأۃ الصالحہ، ج۶، ص۶۹)

انسان دنیا کو برُت کر چھوڑ جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو کہ دُنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ (پ۵، النساء۷۷)

صوفیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار خطرے ہیں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔

عورت کو بہترین متاع اس لئے فرمایا گیا کہ نیک بیوی مرد کو نیک بنا دیتی ہے، وہ اُخروی نعمتوں سے ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کی تفسیر میں فرمایا (یعنی) خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے اور آخرت میں اعلیٰ حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔ جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۴)

(368) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ: مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟ فَنَزَلَتْ: (وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ) (مریم: 64) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبریل سے فرمایا تم جتنا ہم سے ملتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں ملتے پس یہ (جواب کے لئے) آیت اتری (فرشتے کہتے ہیں) ہم تو آپ کے ربّ کے حکم سے ہی اترے ہیں جو ہمارے سامنے ہے اور جو پیچھے ہے یا اس کے درمیان ہے سب اسی کے لئے ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وما نتنزل الا بامر ربک له مابین ایدینا، ج۳ص۲۰، رقم: ۴۷۳۱ المستدرک للحاکم، ذکر اخبار سید المرسلین، ج۳ص۲۵، رقم: ۳۲۱۵ سنن ترمذی، باب ومن سورة مریم، ج۵ص۱۶، رقم: ۳۱۵۸ سنن الکبرٰی للنسائی، سورة المریم، ج۶ص۳۹۳، رقم: ۱۱۳۱۹ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۳۱، رقم: ۲۰۴۳)

شرح حدیث: اچھی خوشبو پالو گے

روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے برے ساتھی کی مثال مشک کے اٹھانے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے مشک بردار یا تمہیں کچھ دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اور یا تم اس سے اچھی خوشبو پالو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا اور یا تم اس سے بدبو پاؤ گے (مسلم، بخاری)

سبحان اللہ!

کیسی پاکیزہ مثال ہے جس کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی، بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گا گرمی اور دھواں ہی ملے گا، مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں مشک یا خوشبو ہی ملے گی۔ یہ ادنیٰ نفع کا ذکر ہے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلیٰ نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنیٰ نفع ہے۔ خیال رہے کہ ابوجہل وغیرہ دشمنان رسول حضور کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حتی الامکان بری صحبت سے بچو کہ یہ دین و دنیا برباد کر دیتی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرو کہ اس سے دین و دنیا سنبھل جاتے ہیں۔ سانپ کی صحبت جان لیتی ہے، برے یار کی صحبت ایمان برباد کر دیتی ہے۔

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند یار بد بر دین و بر ایمان زند

صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے آج مسلمان نمازی، غازی، حاجی، قاضی بنتے رہتے ہیں مگر صحابی نہیں بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

مُردے کو اچھا پڑوس دو

عاشقانِ رسول کی صحبت جہاں زندگی میں رحمت دلاتی ہے۔ وہاں مَرنے کے بعد بھی راحت کا سامان فراہم کرتی ہے۔ مرنے کے بعد ملنے والی اچھی صحبت کی بَرَکت کی جھلک مُلاحظہ ہو چُنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 561 صَفحات پر مشتمل کتاب، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمّل) صَفْحہ 270 پر ہے: اپنے مُردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ اِن کی برکت کے سبب اُن پر عذاب نہیں کیا جاتا۔ هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ یعنی یہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا۔ ولہٰذا حدیث میں فرمایا: اُدْفِنُوْا مَوْتَاكُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ اپنے مُردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔ (اَلْفِردَوس بمأثور الخطاب ج۱ ص۱۰۲ حدیث ۳۳۷) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس ضمن میں ایک نہایت ایمان افروز حکایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

گُلاب کے پھول یا اژدہوں کے منہ!

میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ، کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کُھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھا، اب جو دیکھا تو دو اژدہے (یعنی دو بہُت بڑے سانپ) اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھَنوں سے اس کا منہ بھنبھوڑ (یعنی نوچ) رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحِبِ دل سے یہ واقِعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اَژدھے ہی تھے مگر ایک ولیُّ اللہ کے مزار کا قُرب تھا، اُس

کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہوگیا تھا، وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہوگئے تھے اور ان کے پھَن گلاب کے پھول۔ اِس کی (میّت کی) خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو۔ وَہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وُہی گلاب کے پھول۔

تنہا رہے یا اچھی صحبت اختیار کرے

دینی مَشغلوں اور دُنیا کے ضَروری کاموں سے فَراغت کے بعد خَلْوَت یعنی تنہائی اختیار کیجئے یا صِرف ایسے سنجیدہ اور سنّتوں کے پابند اسلامی بھائیوں کی صُحبت حاصل کیجئے جن کی باتیں خوفِ خدا و عشقِ مصطفٰے عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وٰالہٖ وسلَّم میں اضافے کا باعِث بنیں اور وہ وقتاً فوقتاً ظاہری برائیوں اور باطِنی بیماریوں کی نشاندہی کرتے اور ان کا علاج تجویز فرماتے ہوں۔ اچھی صحبت کے مُتعلِّقہ دو فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وٰالہٖ وسلَّم مُلاحظہ فرمائیں: (1) اچھا رفیق وہ ہے کہ جب تو خدا عَزَّ وَجَلَّ کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے۔ (اَلْاِخوان لِابنِ اَبِی الدُّنیا رقم ۴۲) (2) اچھا رفیق وہ ہے کہ اُس کے دیکھنے سے تمہیں خدا عَزَّ وَجَلَّ یاد آئے اور اُس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں زیادتی ہو اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ (شُعَبُ الْاِیمان ج ۷ ص ۵۷ حدیث ۹۴۴۶)

نیک بندے کی دعا پر آمین کہنے کی برکت

ایسے نیک بندوں کی خدمت میں حاضِری کی سعادت بسا اوقات باعِث مغفِرت ہو جاتی ہے چُنانچِہ حضرتِ علامہ جلالُ الدّین سُیُوطی شافِعی علیہ رَحمۃُ اللہِ القوی شرحُ الصُّدور میں نَقل کرتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا یزید بن ہارون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہتے ہیں: میں نے حضرتِ سیِّدُنا ابو اسحٰق محمد بن یزید واسطی علیہ رَحمۃُ اللہِ القوی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعامَلہ کیا؟ تو اُنہوں نے فرمایا: میری مغفِرت کردی۔ میں نے پوچھا: مغفِرت کا کیا سبب بنا؟ فرمایا: ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا ابو عَمرو بَصری علیہ رَحمۃُ اللہِ القوی جُمُعہ کے دن ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے اور دُعا کی تو ہم نے آمین کہی، بس اسی لئے مغفِرت ہوگئی۔

(شرحُ الصُّدور ص ۲۸۷، کتاب المنامات مع موسوعۃ ابن ابی الدُّنیا ج ۳ ص ۱۵۶ رقم ۳۴۷)

(369) وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا، وَّلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهٖ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صرف ایماندار کو ہی ساتھی بنا اور تیرا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من یؤمر ان یجالس، ج۴ص۳۰۷، رقم: ۴۸۳۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی صحبة

المؤمن، ج۳ص۶۰۰، رقم: ۹۳۹۵، الاداب للبیہقی، باب من یجالس ومن یصاحب، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۳۲۵، صحیح ابن حبان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ج۲ص۳۱۴، رقم: ۵۵۴، جامع الاصول لابن اثیر، باب من یصاحب، ج۶ص۶۶۶، رقم: ۴۹۶۹)

شرح حدیث: بدمذہبی کی بُو

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خادم سے ارشاد فرمایا: اسے ہمراہ لے آؤ۔ وہ آیا (تو) اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔ (ملخصا کنز العمال، کتاب العلم، قسم الافعال، الحدیث ۲۹۳۸۴، ج۱۰، ص۱۱۷)

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا؟

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت سے عرض وارشاد ملاحظہ فرمایئے:

عرض: اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد: حرام ہے اور بدمذہب ہوجانے کا اندیشہ کامل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَکُمْ

انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحیح مسلم مقدمہ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷، ص۹)

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذّاب پر اعتماد کرتا ہے، اِنَّھَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ (نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔) صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مُستقیم (یعنی قائم) ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جاکر ویسے ہی ہوجائیں گے۔ (ملخصا، سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، حدیث ۴۳۱۹، ج۴، ص۱۵۷) حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ (ملتقطا، مستدرک علی الصحیحین، کتاب الہجرۃ، ذکر اسماء اہل الصفۃ، الحدیث ۴۳۵۰، ج۳، ص۵۵۶)

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے: جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے والے کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا

تھا۔ جب اس کی نزع کا وقت آیا، لوگوں نے حسبِ معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تُو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے، اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے، ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب مایقول الانسان۔۔۔۔۔۔الخ، ص ۳۸)

یہ نتیجہ ہے بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔ جب صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں (یعنی بُرا کہنے والوں) سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست (یعنی اُٹھنے بیٹھنے) کی آفت کس قدر شدید ہوگی؟ ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے ان کی انبیاء اور سَیِّدُ الانبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک۔

دُشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے

مسلمانو! ذرا اِدھر خدا اور رسول (عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دِل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلا وجہ محض فحش مُغلَّظ (یعنی گندی گندی) گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں بلکہ اپنا دین ٹھہرالیں، کیا تم ان سے بکشادہ پیشانی ملو گے؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں اِنسانیت باقی ہے اگر تم ماں کو ماں سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو اُنہیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے، تمہاری آنکھوں میں خُون اُترے گا، تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارا نہ کرو گے۔ لِلّٰہ انصاف! صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) زائد یا تمہارے باپ؟ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ادنیٰ غلام ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اُمّ المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بیٹے کہلاتے ہیں، اُن کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو تو ہم نہایت نمک حرام غلام اور حد بھر کے بُرے ناخلف (یعنی نااہل) بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے، آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ اُن کی شان کے خلاف کہا اُن کا تھوک اُڑنے لگتا ہے، آنکھیں لال ہوجاتی ہیں، گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اللہ و رسول و معظمانِ دین (عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے اپنی وُقعت دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب اُنہیں کو مبارک، فرزندانِ اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے بدمذہبوں کو نام لے لے کر اُٹھا دیا۔

ایک مرتبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازِ جمعہ میں دیر ہوگئی، راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لَوٹتے ہوئے آرہے تھے۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی، الگ چھپ کر نکل گئے۔ (تفسیر طبری سورۃ التوبۃ تحت الآیۃ ۱۰۱، ج ۶، ص ۴۵۷)

ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۳)

اور فرماتا ہے عَزَّ وَجَلَّ:

وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

ترجمہ کنز الایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔
(پ۲۶، الفتح: ۲۹)

اور فرماتا ہے جل وعلا:

وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۳)

تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے۔

(370) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ، فَلْیَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ یُّخَالِلُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ، وَّقَالَ التِّرْمِذِیُّ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے ہر ایک کو دیکھ لینا چاہیے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من یؤمر ان یجالس، ج۴ص۳۰۷، رقم: ۴۸۳۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اخذ المال، ج۴ص۵۸۹، رقم: ۲۳۷۸، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی هریرة رضی اللہ عنه، ج۱ص۴۱۸، رقم: ۱۴۳۱)

شرح حدیث: اسی مفہوم کی ایک اور حدیث مبارکہ حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے تو ہر ایک سوچ لے کہ کس سے محبت کرتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداود، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا حدیث حسن غریب ہے، نووی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

پھر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دین سے مراد یا تو ملت و مذہب ہے یا سیرت و اخلاق، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی عموماً انسان اپنے دوست کی

سیرت واخلاق اختیار کرلیتا ہے کبھی اس کا مذہب بھی اختیار کرلیتا ہے لہذا اچھوں سے دوستی رکھو تاکہ تم بھی اچھے بن جاؤ۔صوفیاء فرماتے ہیں لاتصاحب الا مطیعا ولا تخالل الا تقیانہ ساتھ رہو مگر اللہ رسول کی فرمانبرداری کرنے والے کے نہ دوستی کرو مگر متقی سے۔

کسی سے بھی دوستانہ کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ اللہ رسول کا مطیع ہے یا نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت میں اخذ یعنی لے لینے کی خاصیت ہے، حریص کی صحبت سے حرص، زاہد کی صحبت سے زہد و تقوٰی ملے گا۔خیال رہے کہ خلت دلی دوستی کو کہتے ہیں جس سے محبت دل میں داخل ہوجاوے۔یہ ذکر دوستی ومحبت کا ہے کسی فاسق وفاجر کو اپنے پاس بٹھا کر متقی بنادینا تبلیغ ہے، حضور انور نے گنہگاروں کو اپنے پاس بلا کر متقیوں کا سردار بنادیا۔

ذاتی دوستیوں میں غیبتوں سے بچنا دشوار ہے

ذاتی دوستیوں سے قطعاً اِجتناب (یعنی پرہیز) کیا جائے کیوں کہ اب اکثر ماحول ایسا ہوگیا ہے کہ جب دو ملکر تیسرے کا منفی (NEGATIVE) تذکرہ شروع کریں تو قریب قریب ناممکن ہے کہ غیبت، چغلی، بدگمانی والزام تراشی وغیرہ سے بچ نکلیں۔ان فالتو صُحبتوں میں سخنوں بھری گفتگو کم اور ملکی وسیاسی حالات پر تبصرہ زیادہ ہوتا ہے، گویا سارے ملک کا نظام یہی چلا رہے ہوں! لہٰذا کبھی کسی وزیر پر تنقید کریں گے تو کبھی کسی لیڈر پر اور یہ دوست جب اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹیں گے تو بدگمانیوں، غیبتوں اور تہمتوں کے گناہوں کا ٹوکرا بھی ہر ایک کے ساتھ جائے گا! حضرتِ سیِّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: تم پر ذِکرُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ لازِم ہے کہ بے شک اِس میں شِفاء ہے اور لوگوں کے تذکروں (مَثَلاً غیبت) سے بچو کہ یہ بیماری ہے۔(احیاءُ العُلوم ج ۳ ص ۱۷۷)

فالتو بیٹھکوں سے دور رہئے

غیبت سَمیت مُتَعَدِّد گناہوں سے حفاظت کا بہترین نُسخہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ہے چُنانچِہ حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کے فرمانِ عالی کا خلاصہ ہے: عام لوگوں کی عُمُوماً عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں مل کے بیٹھے کہ کسی نہ کسی کی عزّت کے پیچھے پڑے یعنی غیبتوں اور چغلیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا کیوں کہ ان کی غذا یہی ہے! ایسے لوگوں کا چونکہ اکیلے میں دل اُکتاتا ہے لہٰذا مل جُل کر گپ شپ اور تیری میری کر کے ٹائم پاس کرتے ہیں اگر آپ ایسوں کے ساتھ بیٹھیں گے تو گناہوں بھری باتوں میں بھی ہاں میں ہاں ملانی پڑے گی اور یوں گنہگار اور عذابِ نار کے حقدار ہوتے رہیں گے، اگر ہاں، نا کئے بغیر خاموش بیٹھے رہیں گے تب بھی نہیں بچ سکتے کیوں کہ بغیر شرعی مجبوری کے غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والے ہی کی طرح گنہگار ہوتا ہے! اگر آپ ان کی گناہوں بھری باتوں پر اعتراض کریں گے تو یہ آپ کے خلاف ہوجائیں گے، نتیجۃً وہ آپ کی بھی غیبتوں اور دل آزاریوں پر اُتر آئیں گے۔(ماخوذ از: احیاءُ العُلوم ج ۲ ص ۲۸۶)

مجھے اپنا عاشق بنا کر بنا دے تو سر تا پا تصویرِ غم یا الٰہی
جو عشقِ محمد میں آنسو بہائے عطا کر دے وہ چشمِ نَم یا الٰہی

ٹائم پاس کرنے کی بیٹھک کا نقشہ پیش کرنے والی حکایت

حضرتِ سیِّدُنا فُضَیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجِدُ الحرام شریف (مَکَّۃُ المکرّمہ زادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتعظِیْماً) میں تنہا تشریف فرما تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک دوست آیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا: اے ابوعلی! بس یُوں ہی ذرا دل بہلانے کے لئے آ گیا ہوں۔ فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تو بڑی وَحشت دلانے والی بات ہے! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لئے زینت اختیار کروں اور آپ میرے لیے اختیار کریں، آپ مجھ سے جھوٹ بولیں اور میں آپ سے جھوٹ بولوں! یا تو آپ یہاں سے تشریف لے جایئے یا میں چلا جاتا ہوں۔ (سبحٰن اللہ سیِّدُنا فُضَیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دل بہلانے اور وقت گزارنے کے لئے مِل بیٹھنے والوں کا نقشہ ہی کھینچ کر دکھا دیا کہ جو لوگ ٹائم پاس کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں وہ عُمُوماً ایک دوسرے کیلئے زینتیں اور بناوٹیں کرتے اور خوب جھوٹی گپیں ہانکتے ہیں!) بعض عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السّلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے مَحَبَّت کرتا ہے تو اسے گُمنام کر دیتا ہے۔

(ماخوذ از: اِحیاءُ العُلوم ج ۲ ص ۲۸۷)

(371) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہے، جس سے محبت رکھتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِہِمْ؟ قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے، حالانکہ وہ ان سے ملا نہیں۔ آپ نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامۃ حب اللہ، ج۸ص۳۹ رقم: ۶۱۶۹ صحیح مسلم، باب المرء مع من احب، ج۸ص۴۳ رقم: ۶۸۸۸ سنن ابوداؤد، باب اخبار الرجل الرجل بمحبۃ ایاہ، ج۴ص۵۰۹ رقم: ۵۱۲۹ سنن ترمذی، باب ما جاء ان المرء مع من احب، ج۴ص۵۹۵ رقم: ۲۳۸۵ سنن الدارمی، باب المرء مع من احب، ج۲ص۴۱۴ رقم: ۲۷۸۷)

شرحِ حدیث: اللہ والوں سے محبت

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضورِ سیِّدُ المُبلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں دعا کیا کرتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ

وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ یعنی اے میرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے تیری محبت اور اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا سوالی ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔ اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! مجھے اپنی جان، گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما۔ (آمین) (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء داؤد علیہ السلام۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۳۴۹۰، ص۲۰۱۱)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے۔ کیونکہ یہ ایسی عمارتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنانے اور پاک رکھنے کا حکم دیا اور ان میں برکت رکھی۔ پس یہ خیر و برکت والی جگہیں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی خیر و برکت میں ہیں۔ یہ پسندیدہ جگہیں ہیں اور ان میں رہنے والے بھی پسندیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی نمازوں میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ یہ مساجد میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

(المجروحین لابن حبان، الرقم ۱۲۱۷، ابو معمر، ج۲، ص۵۱۰، بتغیر)

(372) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، قَالَ: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: قیامت کب ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت تیاری کیا کی ہے اس نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ صَوْمٍ، وَّلَا صَلَاةٍ، وَّلَا صَدَقَةٍ، وَّلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

اور صحیحین کی ایک روایت یوں ہے (اس دیہاتی نے عرض کیا) میں نے قیامت کے لئے زیادہ روزے نمازیں اور صدقات (نافلہ) تو تیار نہیں کئے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۱۲۳، رقم: ۳۶۸۸، صحیح مسلم، باب المرء مع من احب، ج۸ص۴۲، رقم: ۶۸۷۸، سنن الدارمی، باب المرء مع من احب، ج۲ص۴۱۴، رقم: ۲۷۸۷، سنن ترمذی، باب ما جاء

ان المرء مع من احب، ج۴ص۴۹۰، رقم: ۲۳۸۶، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۲۴، رقم: ۵۶۵)

شرحِ حدیث: محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

منقول ہے کہ ابوالقاسم حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور صوفی فقراء کا ایک قافلہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ دنوں کے بعد پانی ختم ہوگیا۔ قافلے نے ایک پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ کیا ہوا تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک مرید سے کہا: یہ مشکیزہ لو اور اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پاک مٹی لے آؤ تاکہ ہم اس سے تیمم کریں، کیونکہ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ اس نے حسبِ حکم مشکیزہ لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر مشکیزے میں مٹی ڈالنے لگا۔ اچانک اس نے ایک آواز سنی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو گرجا گھر میں ایک راہب نظر آیا۔ راہب نے پوچھا: اس مٹی کا کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا: ہم اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لوگ ہیں۔ جب پانی نہیں ملتا تو ہم مٹی سے تیمم کر لیتے ہیں۔ راہب بولا: میرے ہاں ایک صاف وشفاف کنواں ہے، تم اس سے پانی بھی پی لو اور وضو بھی کرلو۔ اس مرید نے کہا: پہاڑ کے نیچے ہمارا ایک قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ راہب نے کہا: تم جاؤ اور سب کو بلا لاؤ۔ وہ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور راہب کے متعلق بتایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا: جا کر اُسے کہو، ہم ستر افراد ہیں، کیا اس کھنڈر میں آجائیں گے؟ وہ مرید دوبارہ گیا اور راہب کو جا کر ساری بات بتائی تو اس نے کہا: اگرچہ ایک ہزار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ میں محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) اور آپ کی امت کی قدر کرتا اور ان سے محبت کرتا ہوں۔ جب مرید نے واپس جا کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بتایا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سارے قافلے کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ راہب نے اس کھنڈر کا دروازہ کھول دیا۔ سبھی نے خوب سیر ہو کر اس کنوئیں سے پانی پیا اور وضو کر کے نماز ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو راہب نے سب کو ایک ایک بڑی پلیٹ پیش کی جس میں طرح طرح کے کھانے تھے۔ سب نے کھانا کھایا۔ پھر ایک طشت اور لوٹا حاضر کیا، سب نے اپنے ہاتھوں کو دھو کر مُشک لگائی۔ جب راہب نے مہمان نوازی کر لی تو پوچھا: کیا تم میں سے کوئی اس مناسبت سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا ہے؟ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کو اشارہ کیا تو اس نے اس آیتِ کریمہ کی تلاوت شروع کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

(پ17، الانبیآء:101)

آیتِ مبارکہ سن کر راہب کی چیخیں نکل گئیں اور کہنے لگا: ربِّ کعبہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم نے صلح کرلی۔ جب قاری نے قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کی تو اس نے پھر کہا: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی اچھا شعر کہنے والا ہے؟ کیونکہ میں سماع کو پسند کرتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کی طرف اشارہ کیا تو اس نے چند اشعار

پڑھے، جس کا مفہوم یہ ہے: اس نے طویل عرصہ تک دُوریوں کو برقرار رکھا، تو اسے معلوم ہوا کہ عذرخواہی کے راستے کیسے ہیں، پھر بھی دوری برقرار رکھنے کو اس نے پسند کیا اور فراق کے سمندر میں غوطہ زن رہا۔ اور وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وفا کے ساتھ ناانصافی کے زخم اگرچہ ختم بھی ہو جائیں تب بھی ان کے نشانات نہیں مٹتے۔ ان اشعار کو سن کر راہب کافی دیر تک روتا رہا، پھر بولا: مزید اشعار سنایئے۔

مرید نے دوبارہ اسی طرح کا شعر پڑھا، جس کا مفہوم یہ ہے: میں حاضر ہوں، اے وہ جو اَزل سے مجھے اپنی طرف بُلا تا رہا اور اپنے پوشیدہ لُطف وکرم سے بار بار اپنی بارگاہ کی طرف میری رہنمائی فرماتا رہا (لیکن میں اس سے رُوگردانی کرتا رہا)۔ راہب نے پھر چیخ ماری اور کہا: میں حاضر ہوں، اے میرے مالک! میں حاضر ہوں، اے میرے مالک عَزَّ وَجَلَّ! تُو نے مجھے اپنی رحمت کی طرف بُلایا ہے، اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں۔ زُنّار کو توڑ دیا، عیسائیوں کا لباس اُتار دیا۔ حضرت سیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو گدڑی پہنائی اور آپ اور آپ کا قافلہ اس کے اسلام لانے اور اس کی گردن جہنم سے آزاد ہونے پر بہت مسرور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہزار دینار نکال کر اس کو دیئے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جمع تھے۔ پھر وہ راہب اپنے گرجا گھر وغیرہ کو چھوڑ کر چہرہ چھپائے ہوئے کہیں چلا گیا، نہیں معلوم کہ وہ کس سمت گیا۔

جب حضرت سیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قافلہ مکہ مکرّمہ پہنچا اور حرم پاک میں داخل ہوا اور طواف کرکے جب سب ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو ایک شخص کو کعبۃ اللہ شریف کے غلاف سے لپٹا ہوا دیکھا، وہ کہہ رہا تھا: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تو نے مجھ پر اپنا پردہ اُٹھا دیا حتی کہ میں نے تیری وحدانیت کی گواہی دی، تُو نے مجھے اپنی بارگاہ میں بُلایا تو میں لَبَّیْك کہتے ہوئے حاضر ہوگیا، اے وہ ذات جس نے مجھے عرفان کی دولت عطا فرمائی تو مجھے اس کی معرفت حاصل ہوگئی! مجھے اپنی رضا کے لئے حج کرنے کی توفیق عطا فرما۔ حضرت سیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید سے فرمایا: دیکھو! یہ کلام کرنے والا کون ہے؟ وہ مرید اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ یہ تو وہی راہب ہے۔ جب اسے حضرت سیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کہا گیا تو راہب نے کہا: اے بھائی! حضرت سیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ میں نے آپ کو اپنے پاس ٹھہرایا اور کھانا بھی حاضر کیا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی اور عزت کے لباس سے نوازا، یہاں تک کہ میں احرام باندھ کر حرم پاک میں داخل ہوگیا ہوں، اب میری عزّت وذلت اسی کے پاس ہے۔ چنانچہ، مرید لوٹا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے متعلق بتایا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے، اور اسے سینے سے لگا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے میرے دوست! آپ کو قربِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی لذت کیسے نصیب ہوئی؟ اس نے جواب دیا: اے میرے سردار! جب میں

نے کھنڈرات کو چھوڑا اور سفر اختیار کئے تو مجھ پر قبولیت کی ہوائیں چلنے لگیں، اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنی بارگاہ تک پہنچنے کا دروازہ کھول دیا، جس سے میرے لئے اپنے مقصود تک رسائی حاصل کرنا ممکن ہوگیا۔ پھر اس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آیا۔ جب ہم نے دیکھا تو اس کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو چکی تھی۔

میرا ہر عمل بس تیرے واسطے ہو کر اخلاص ایسا عطا یا الٰہی عَزَّ وَجَلَّ!

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی 810ھ صفحہ 175)

(373) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی: یارسول اللہ! ایک آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے، لیکن ان سے ملتا نہیں اس کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہے، جس سے محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامۃ حب اللہ عزوجل، ج۸ص۳۹ رقم: ۶۱۶۹ صحیح مسلم، باب المرء مع من احب، ج۸ص۴۳ رقم: ۶۸۸۸ صحیح ابن حبان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ج۲ص۳۲۲ رقم: ۵۶۲ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الایمان باب ما جاء فی العلم، ج۱ص۲۰۱ رقم: ۲۶۹ مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۰۵ رقم: ۱۹۶۴۴ مسند البزار، مسند حذیفہ بن یمان، ج۷ص۲۵۶ رقم: ۳۰۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نہ تو کبھی ان سے ملاقات کی ہو نہ ان کے لیے نیک اعمال کیے ہوں مگر ان سے دلی محبت رکھتا ہو جیسے آج ہم گندے کمینے بدکار سیاہ کار حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اخیار سے محبت کریں۔

یہ شخص قیامت میں ان محبوب نیکوں کے ساتھ ہوگا، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بروں سے محبت کرنے کا انجام بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ ہر نسبت جنسیت چاہتی ہے، عشق و محبت نہ جنسیت دیکھے نہ برابری، بندہ کو اللہ سے، امتی کو رسول اللہ سے عشق ہو سکتا ہے اللہ تعالٰی نصیب کرے، خوف خدا، عشق جناب مصطفےٰ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۲۶۰)

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں یہ بھی تھا کہ وہ جس شخص سے محبت یا دشمنی رکھتے تھے محض خدا کے لئے رکھتے تھے۔ دنیا کی کوئی غرض نہیں ہوتی تھی۔ یعنی کسی دنیا دار کے ساتھ دنیا کے لئے محبت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا مقصود

رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ ہوتا تھا۔ اگر دنیادار باوجود مالدار ہونے کے دیندار بھی ہوتو بوجہ دین داری کے اس سے محبت رکھتے تھے۔ اگر بے دین ہوتو اسے ہدایت کرتے تھے اور یہی کمالِ ایمان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث: 4681، ج4، ص290)

یعنی جس شخص نے کسی کے ساتھ محبت کی تو محض خداعزوجل کے لئے کی، اگر بغض رکھا تو خداعزوجل کے لئے، اگر کسی کو کچھ دیا تو خداعزوجل کے لئے، اگر نہ دیا تو خداعزوجل کے لئے، اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تو نے میرے لئے بھی کوئی کام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ہاں میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، خیرات دی، اور بھی کچھ اعمال عرض کیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ اعمال تو تیرے لئے ہیں، کیا تو نے میرے دوست کے ساتھ میرے لئے محبت کی اور میرے دشمن کے ساتھ میرے لئے دشمنی کی۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص45)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے لئے محبت، اللہ عزوجل کے لئے بغض یہ افضل اعمال میں سے ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: **مصارمۃ الفاسق قربۃ الی اللہ۔**

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا فاسق کے پاس تعزیت یا ماتم پرسی کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ درست نہیں ہے۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: **من ادعی انہ یحب عبداً لِلّٰہ تعالی ولم یبغضہ اذا عصی اللہ تعالی فقد کذب فی دعواہ انہ یحبہ لِلّٰہ** (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

یعنی جو شخص دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کو خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں اور وہ شخص جب نافرمانی کرے اور وہ اسے برا نہ سمجھے تو اس نے محبت کے دعویٰ میں جھوٹ کہا کہ خدا کے لئے ہے۔ اس کی محبت خدا کے لئے نہیں۔ اگر خدا کے لئے ہوتی تو اس نے نافرمانی کی تھی اسے اس نافرمانی کے سبب برا سمجھتا اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو بے دینوں سے ایسی نفرت تھی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتے کو جب آپ کے سامنے آکر بیٹھ جاتا تو نہ ہٹاتے اور فرماتے: **ھو خیر من قرین السوء** (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

کہ برے ساتھی سے کتا اچھا ہے۔ حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نیکوں سے محبت اور ان کے پاس بیٹھنا ان کی صحبت میں رہنا ان کے افعال واقوال دیکھ کر عمل کرنا، انسانی قلب کے لئے اس سے زیادہ کوئی بات نافع نہیں اور بروں کی صحبت میں رہنا فاسقوں سے خلط ملط رکھنا ان کے برے کام دیکھ کر برا نہ جاننا اس سے زیادہ قلب کے

لئے کوئی شے ضرر رساں نہیں۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص47)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو اور ان سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور ان کو برا سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہ! پھر ہم کس کے پاس بیٹھیں؟ فرمایا: جالسوا من یذ کرکم اللہ رویتہ ان لوگوں کے پاس بیٹھو جن کا دیکھنا تمہیں اللہ عزوجل کو یاد کرادے اور جن کا کلام تمہارے اعمال میں زیادتی کا باعث ہو اور ان کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف رغبت دیں۔ (نزہۃ الناظرین، کتاب آداب الصحبۃ، الباب الثانی فی فضل الحب فی اللہ، ص166)

(374) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا، وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ قَوْلَهُ: الْاَرْوَاحُ ... اِلَخ مِنْ رِّوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگ کانیں ہیں جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں ان میں جو دورِ جاہلیت میں بہتر تھے (جسے اچھے اخلاق کے حاصل تھے) وہ دورِ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ جب دین کی سمجھ حاصل کرلیں ارواح باقاعدہ لشکر تھا ان میں سے جن کی واقفیت ہوگئی ان میں یہاں بھی دوستی ہوگئی اور جن سے اجنبیت ہوئی ان میں اختلاف ہوگیا۔ الارواح والی عبارت بخاری میں عائشہ صدیقہ ﷛ کی روایت سے ثابت ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین" ج۲ ص۴۱۲ رقم: ۳۳۸۳ صحیح مسلم، باب خیار الناس، ج۴ ص۱۸۱ رقم: ۲۶۳۸ صحیح ابن حبان، باب ذی الوجھین، ج۱۳ ص۶۹ رقم: ۵۷۵۷ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ ص۲۵۷ رقم: ۷۴۸۷ مسند اسحاق بن راھویہ، ج۱ ص۱۶۹ رقم: ۱۱۶ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ ص۴۸۰ رقم: ۹۰۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی صورت میں تمام انسان یکساں مگر سیرت، اخلاق اور صفات میں مختلف جیسے ظاہری زمین یکساں اس میں کانیں مختلف، نیک سے نیکی ظاہر ہوگی اور بد سے بدی۔

جو زمانہ کفر میں عمدہ اخلاق، بہترین صفات کی وجہ سے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہوکر علم سیکھ لیں تو مسلمانوں میں سردار ہی رہیں گے، اسلام سے عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ وہ لوگ اسلام سے پہلے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے لعل تھے۔ مسلمان ہوکر عالم بنے، دھل کر صاف ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نومسلموں کو حقیر جاننا بہت برا ہے۔ اور کفار کا

سردار مسلمان ہوکر مسلمانوں کا سردار ہی رہے گا اسے گرایا نہ جائے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۶۰)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں، لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ پالیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث: ۳۶۴۱، ص ۱۴۹۳)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عالم کی موت ایسی مصیبت ہے جس کا ازالہ نہیں ہوسکتا اور یہ ایسا خلا ہے جسے پر نہیں کیا جاسکتا گویا وہ ایک ستارہ تھا جو ماند پڑ گیا اور ایک قبیلے کی موت عالِمِ دین کی موت سے زیادہ ہلکی ہے۔ (شعب الایمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۹۹، ج ۲، ص ۲۶۴، تقدما تاخرا)

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص کو خوشحال رکھے جس نے میرا کلام سنا پھر اسے یاد کرلیا اور جیسا سنا تھا ویسا ہی آگے پہنچایا کیونکہ بسا اوقات علم کے حامل کچھ افراد اپنے سے زیادہ فقیہ لوگوں تک علم پہنچاتے ہیں اور بسا اوقات علم کے حامل کچھ افراد فقیہ نہیں ہوتے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب من بلغ علماء، الحدیث: ۲۳۶، ص ۲۴۹۱، تقدما تاخرا)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: (۱) اللہ عزوجل کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا، (۲) حکمران کی خیر خواہی اور (۳) جماعت کا لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دُعا رائیگاں نہیں جاتی۔

(المستدرک، کتاب العلم، الحدیث: ۳۰۲، ج ۱، ص ۲۷۴، بتغیر قلیل)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت مجھے تمہارے ادنیٰ شخص پر حاصل ہے، اور بے شک اللہ عزوجل، اس کے فرشتے اور زمین و آسمان والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر سکھانے والے کی بھلائی کی خواہاں رہتی ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، الحدیث: ۲۶۸۵، ص ۱۹۲۲)

مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل قیامت کے دن علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے ارشاد فرمائے گا: میں نے اپنا علم اور حلم تمہیں اسی لئے دیا تھا کہ میں تمہاری خطائیں معاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ (اللآلئ المصنوعۃ، کتاب العلم، ج ۱، ص ۲۰۲، مفہوما)

(375) وَعَنْ أُسَيْدِ بْنِ عَمْرٍو، وَيُقَالُ: ابْنُ — حضرت اسیر بن عمرو سے روایت ہے انہیں ابن

جَابِرٍ وَهُوَ - بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ - قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى أَتَى عَلٰى أُوَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ أُوَيْسُ ابْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ. فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: الْكُوْفَةَ. قَالَ: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلٰى عَامِلِهَا؟ قَالَ: أَكُوْنُ فِيْ غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافَقَ عُمَرَ، فَسَأَلَهٗ عَنْ أُوَيْسٍ، فَقَالَ: تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادٍ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ، فَافْعَلْ. فَأَتٰى أُوَيْسًا، فَقَالَ: اسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ،

جابر بھی کہتے ہیں ہمزہ پر پیش اور سین مہملہ پر زبر کے ساتھ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یمن سے قافلے آتے تھے' تو آپ ان سے دریافت کرتے کیا تم میں سے اویس بن عامر ہے حتیٰ کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ آ گئے ان سے پوچھا کیا تم اویس بن عامر ہو تو نہوں نے کہا: جی ہاں! پوچھا مراد کے قبیلہ قرن سے عرض کیا: ہاں آپ نے فرمایا: کیا تمہیں برص تھا وہ درہم جتنی جگہ کے سوا باقی درست ہو چکا تھا کہا' جی ہاں: پوچھا تمہاری والدہ ہے۔ کہا: جی ہاں! فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کیا تمہارے پاس اویس بن عامر یمنی قافلوں کے ساتھ آئیں گے وہ مراد قوم کے قبیلہ قرن سے ہوں گے' انہیں برص کی بیماری ہے ایک درہم جگہ کے برابر کے علاوہ ٹھیک ہو جائیں گے ان کی والدہ ہو گی یہ اس کا فرمانبردار ہے وہ اگر اللہ پر قسم ڈال دے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کرے گا' تو اس سے اگر دعائے مغفرت کرا سکے' تو کرا لینا تو آپ میرے لیے دعائے مغفرت کر دیں چنانچہ حضرت اویس نے حضرت عمر کے لئے دعائے مغفرت کر دی حضرت عمر نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے بتایا کوفہ کا حضرت عمر نے کہا کیا کوفہ کے گورنر کی طرف تمہارے لیے خط لکھ دوں تو انہوں نے کہا گم نام لوگوں میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ آئندہ سال حج کا موقع آیا' تو ان کے سرداروں میں سے ایک آدمی حج پر آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا آپ نے اس سے حضرت اویس کے بارے میں پوچھا اس نے کہا میں نے اس کو تھوڑے سے سامان اور سادہ حالت میں چھوڑا

فَاسْتَغْفِرْ لِی. قَالَ: لَقِیْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ. فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلٰی وَجْهِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہے حضرت عمر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم پر مراد قبیلہ کی شاخ قرن سے اویس بن عامر آئے گا اس کو برص کا مرض ہوگا وہ درہم جتنی جگہ کے سوا سب درست ہوگیا ہوگا اس کی والدہ ہے وہ اس کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو اس کی قسم اللہ ضرور پورا فرمائے گا' تو اگر تم سے ہو سکے' تو اس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرانا پھر وہ شخص حضرت اویس کے پاس آیا اور اپنے لیے دعائے مغفرت طلب کی کہا آپ اچھے سفر سے نئے نئے واپس آئے ہیں میرے لیے دعائے مغفرت کریں نیز کہا آپ حضرت عمر کو ملے ہیں کہا ہاں تو حضرت اویس نے اس کے لیے دعائے مغفرت کر دی پس جب لوگوں کو ان کے مقام کا پتہ چل گیا تو وہ ان کے سامنے سے دور چلے گئے۔ (مسلم)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَیْضًا عَنْ اُسَیْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَفِیْهِمْ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ یَسْخَرُ بِاُوَیْسٍ، فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنَ الْقَرَنِیِّیْنَ؟ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: اِنَّ رَجُلًا یَّاْتِیْكُمْ مِنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَهٗ: اُوَیْسٌ، لَا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرَ اُمٍّ لَّهٗ، قَدْ كَانَ بِهٖ بَیَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰی، فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّیْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَّقِیَهٗ مِنْكُمْ، فَلْیَسْتَغْفِرْ لَكُمْ۔

اور مسلم کی ایک روایت بھی حضرت اسیر بن جابر ﷺ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ حضرت عمر ﷺ کے پاس وفد کی صورت میں آئے ان میں ایک آدمی تھا جو حضرت اویس سے مذاق کرتا تھا حضرت عمر نے فرمایا: یہاں قرن قبیلہ کے لوگوں سے کوئی ہے' تو وہ آدمی آیا' تو حضرت عمر نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اس کو اویس کہا جاتا ہے۔ یمن میں صرف ماں کو چھوڑ کر آئے گا اس کو سفید داغ کا مرض اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی اور درہم یا دینار جتنی جگہ کے سوا سب درست ہوگیا تم میں سے جو اسے ملے وہ اپنے لیے اس

سے دعائے مغفرت کرائے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ، وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ، فَمُرُوهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تابعین میں سے بہتر ایک اویس نام کا آدمی ہے اس کی والدہ ہے اسے برص کا مرض تھا اس کو کہو کہ تمہارے لیے دعائے مغفرت طلب کرے۔

قَوْلُهُ: غَبْرَاءُ النَّاسِ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، وَإِسْكَانِ الْبَاءِ وَبِالْمَدِّ: وَهُمْ فُقَرَاؤُهُمْ وَصَعَالِيكُهُمْ وَمَنْ لَا يُعْرَفُ عَيْنُهُ مِنْ أَخْلَاطِهِمْ وَالْأَمْدَادُ جَمْعُ مَدَدٍ: وَهُمُ الْأَعْوَانُ وَالنَّاصِرُونَ الَّذِينَ كَانُوا يُمِدُّونَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْجِهَادِ.

غبراء الناس: غین معجمہ پر زبر اور با ساکنہ اور مد کے ساتھ کا مطلب ہے: فقیر محتاج لوگ جن کو کوئی نہ جانے۔ الامداد: مدد کی جمع وہ مددگار جو جہاد میں مدد کے لیے آتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ج۷ص۱۸۸ رقم: ۶۶۵۴ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم، باب من اسمہ اوس، ج۱ص۲۰۴ رقم: ۹۳۱ مسند عبداللہ بن المبارک، ص۲۵ رقم: ۳۳ مستدرک للحاکم، ذکر مناقب اویس بن عامر، ج۳ص۴۵۶ رقم: ۵۷۲۰ مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۸ رقم: ۲۶)

شرح حدیث: حضرت اُویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے فضائل

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رحمتِ عالم، نورِ مجسّم شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے ان کو زیادہ پسند فرماتا ہے جو مخلص، پرہیزگار اور گمنام ہوتے ہیں، جن کے چہرے گرد آلود، بھوک کی وجہ سے پیٹ کمر سے ملے ہوئے، اور بال بکھرے ہوئے ہوں، اگر وہ امراء کے پاس جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہ ملے، اگر کسی محفل میں موجود نہ ہوں تو کوئی ان کے متعلق سوال نہ کرے، اور اگر موجود ہوں تو کوئی انہیں اہمیت نہ دے، اگر وہ کسی سے ملاقات کریں تو لوگ ان کی ملاقات سے خوش نہ ہوں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو کوئی ان کی عیادت نہ کرے، اور جب مر جائیں تو لوگ ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ایسے لوگوں سے ہماری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اویس قرنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) انہی لوگوں میں سے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کون ہے؟ میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس کا

قدر درمیانہ، سینہ چوڑا، رنگ شدید گندمی، داڑھی سینہ تک پھیلی ہوئی اس کی نگاہیں جھکی جھکی، اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، زاروقطار رونے والا ہے، اس کے پاس دو چادریں ہیں؛ ایک بچھانے کے لئے اور ایک اوڑھنے کے لئے، دنیاوالوں میں گمنام ہے، لیکن آسمانوں میں اس کا خوب چرچا ہے۔ اگر وہ کسی بات پر اللہ عزوجل کی قسم کھالے تو اللہ عزوجل ضرور اس کی قسم کو پورا کریگا، اس کے سیدھے کندھے کے نیچے سفید نشان ہے۔ کل بروزِ قیامت نیک لوگوں سے کہا جائے گا: تم لوگ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ لیکن اویس قرنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) سے کہا جائے گا: تو ٹھہر جا اور لوگوں کی سفارش کر۔ چنانچہ وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں کی تعداد کے برابر گناہگاروں کی سفارش کریگا۔

(حلیۃ الاولیاء، اویس بن عامر القرنی، الحدیث: ۱۵۶۷، ج ۲، ص ۹۶۔۹۷) (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنیؓ، الحدیث: ۲۲۴ (۲۵۴۲)، ص ۱۱۲۳)

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: جب بھی تم دونوں کی ملاقات اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی سے ہو، تو اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کروانا۔

حضرت سیدنا علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تقریباً دس سال تک حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو تلاش کرتے رہے، لیکن ان کے بارے میں معلومات نہ ہوسکیں۔ پھر جس سال امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا، اسی سال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کے موقع پر جبل ابوقبیس پر کھڑے ہوکر لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے باآواز بلند فرمایا:

اے یمن سے آنے والے حاجیو! کیا تم میں کوئی اویس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نامی شخص موجود ہے؟ یہ سن کر ایک بوڑھا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: ہم نہیں جانتے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس اویس کے متعلق پوچھ رہے ہیں؟ ہاں! میرا ایک بھائی ہے جس کا نام اویس ہے، لیکن وہ تو بہت غریب اور عام سا آدمی ہے، وہ اس قابل کہاں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق سوال کریں، وہ تو ہمارا چرواہا ہے، اور ہمارے ہاں اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت غمگین ہوئے گویا کہ حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے بارے میں اس شخص کا اس طرح بولنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت ناگوار گزرا ہو۔

تھوڑی دیر بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا: تیرا وہ بھائی کہاں ہے؟ کیا وہ ہمارے حرم میں موجود ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! وہ حرم شریف ہی میں موجود ہے، شاید! اب وہ میدان عرفات کی طرف ہوگا۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فوراً میدان عرفات کی طرف چل دیئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ عاشقِ صادق ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہا ہے، اور اونٹ اس کے

اردگرد چر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے اور اس عاشقِ صادق کے پاس آکر سلام کیا۔

حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے نماز کو مختصر کیا، اور نماز سے فارغ ہوکر سلام کا جواب دیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے پوچھا: اے شخص! تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اپنی قوم کا مزدور اور چرواہا ہوں۔ آپ دونوں حضرات رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: ہم تجھ سے ان چیزوں کے متعلق سوال نہیں کر رہے بلکہ یہ بتائیں، آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں عبداللہ (یعنی اللہ عزوجل کا بندہ) ہوں۔ فرمایا: یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ زمین وآسمان میں موجود تمام لوگ اللہ عزوجل ہی کے بندے ہیں، تم اپنا وہ نام بتاؤ جو تمہاری ماں نے رکھا ہے؟

یہ سن کر حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے عرض کی: آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے متعلق چند نشانیاں بتائی ہیں، ہم آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی باتوں اور رنگت کے متعلق بتائی ہوئی نشانیاں تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں دیکھ چکے ہیں، لیکن ہمارے غیب دان آقا، مدینے والے مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک نشانی اور بتائی تھی کہ اس کے سیدھے کندھے کے نیچے ایک سفید نشان ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ذرا اپنا سیدھا کندھا ہمیں دکھادیں، اگر وہ نشان موجود ہوا تو ہم پہچان جائیں گے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہی کے متعلق ہمارے غیب دان آقا، مدینے والے مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے غیب کی خبر دی ہے۔

یہ سن کر حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے اپنے کندھے سے چادر ہٹائی تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مبارک کندھے کے نیچے سفید نشان موجود تھا۔ نشان دیکھتے ہی دونوں صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو بوسہ دیا اور فرمایا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم ہی وہ اویس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہو جس کے متعلق ہمیں نبی غیب داں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے خبر دی تھی۔ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے عرض کی: میں نہ تو صرف اپنے لئے استغفار کرتا ہوں اور نہ ہی کسی فردِ معین کے لئے، بلکہ میں تو ہر مؤمن مرد وعورت کے لئے استغفار کرتا ہوں۔ آپ لوگوں پر اللہ عزوجل نے میرا حال تو منکشف فرما ہی دیا ہے، اب آپ اپنے متعلق بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

حضرت سیدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے یہ سن کر جواب دیا: یہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ اور میں علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ

رحمۃ اللہ الغنی باادب کھڑے ہو گئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلامت رکھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل آپ پر بھی رحم فرمائے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام پر میرا انتظار فرمائیں۔ تاکہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے مکہ مکرمہ سے کچھ چیزیں خرید لاؤں اور کچھ کپڑے وغیرہ لے آؤں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے یہیں ملنا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: حضور! آپ تکلف نہ فرمائیں، شاید! آج کے بعد میں آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا اور ویسے بھی میں کپڑوں اور پیسوں کا کیا کروں گا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میرے پاس اون کی دو چادریں موجود ہیں، میں انہیں پھاڑ تو نہیں دوں گا۔ اور یہ دیکھیں میرے پاس چمڑے کے جوتے ہیں میں اتنی جلدی انہیں بیکار تھوڑا ہی کروں گا، باقی رہا پیسوں کا مسئلہ تو میری قوم نے مجھے اونٹوں کی رکھوالی اور چرائی کے بدلے چار درھم دیتے ہیں جو میرے لئے کافی ہیں۔

اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میرے اور آپ کے سامنے ایک تنگ اور دشوار گزار گھاٹی ہے، جسے صرف کمزور اور ضعیف لوگ ہی عبور کر سکیں گے پس ہو سکے تو اپنے آپ کو ہلکا کر لیں، اللہ عزوجل آپ پر رحم و کرم فرمائے۔

یہ سن کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا درہ زمین پر مارا اور فرمایا: اے عمر! کاش! تجھے تیری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! وہ بانجھ ہوتی۔

پھر فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے جو مجھ سے خلافت کو اس کی ذمہ داریوں اور اس کے ثواب کے ساتھ قبول کر لے۔

حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جو کوئی اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ اس (خلافت) سے دور بھاگتا ہے (ہماری جدائی کا وقت آ گیا ہے) اب آپ ایک طرف تشریف لے جائیں اور میں دوسری طرف چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکۃ المکرمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اونٹوں کو لے کر دوسری طرف چل دیئے، اور اونٹوں کو قوم کے حوالے کر دیا۔

پھر سب کام چھوڑ کر صرف اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور بالآخر اپنے خالق حقیقی عزوجل سے جا ملے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۶۱۔۶۲)

(376) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ لِي، وَقَالَ: لَا تَنْسَنَا يَاأُخَيَّ مِنْ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی پس آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں

دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي اَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا. وَفِي رِوَايَةٍ: وَقَالَ: اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِي دُعَائِكَ. حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اپنی دعا میں نہ بھولنا تو آپ نے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلہ پوری دنیا کا ملنا بھی مجھے پسند نہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں اپنے ساتھ شریک رکھنا۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا، ج۲ص۵۵۵، رقم: ۱۵۰۰، سنن ترمذی، باب فی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۵۹، رقم: ۳۵۶۲، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۲۹، رقم: ۱۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا الایہ۔ اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، روایت حدیث میں تمام صحابہ یہ ہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اے عمر ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کے لیے اعلیٰ درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا درحقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آکر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب تعالٰی کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالٰی سے بھیک لیں۔

پوری دنیا والی بات کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے

نوازا۔ معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مؤمن ہوں پھر مجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں۔ معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں۔ معلوم ہوا کہ میرا دل کاشانہ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۷۲)

صحن میں جھاڑو

حضرت غوث محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی پھوپھی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عابدہ زاہدہ اور صاحب کرامات ولیہ تھیں ایک مرتبہ گیلان میں بالکل بارش نہیں ہوئی اور لوگ قحط سے پریشان حال ہو کر ان کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے صحن میں جھاڑو دے کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یہ کہا کہ۔

رَبِّ اَنَا کَنَسْتُ فَرُشَّ اَنْتَ۔

یعنی اے پروردگار! میں نے جھاڑو دے دیا تو چھڑکاؤ کر دے۔

اس دعا کے بعد فوراً ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ نہال اور خوش حال ہو گئے۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص ۱۷۳)

اللہ اکبر! خدا کے نیک بندوں اور نیک بندیوں کی ولایت اور کرامت کا کیا کہنا؟ جو لوگ اولیاء سے عقیدت و محبت نہیں رکھتے وہ بہت بڑے محروم بلکہ منحوس ہیں اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ ان بزرگوں سے عقیدت و محبت رکھے اور فاتحہ پڑھ کر ان کی نیاز دلا کر ان کی روحوں کو ثواب پہنچاتا رہے اور ان کو وسیلہ بنا کر خدا سے دعائیں مانگتا رہے اولیاء خدا کے محبوب اور پیارے بندے ہیں اس لئے جو مسلمان اولیاء سے الفت و عقیدت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس مسلمان سے خوش ہو کر اس کو اپنا پیارا بندہ بنا لیتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں اور دولتوں سے اس بندے کو مالا مال اور خوش حال بنا دیتا ہے اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں کہ اگر ان کو لکھا جائے تو کتاب بہت موٹی ہو جائے گی۔

حضور غوثِ پاک کی شان

ایک صاحب اَجِلَّہ (یعنی جلیل القدر) اَولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے کسی نے پوچھا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ فرماتے تھے: میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نُور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے۔ ایک صاحب اُسے اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا: اُٹھو مشغول بخدا ہو۔ کہا: آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے۔ میں نے کہا: میں مشہور کئے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کر دوں گا کہ یہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔ کہا: وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ (یعنی حصہ) زائد کرے اور کہا: میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے حالانکہ

کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا (یعنی آنکھ کو چندھیا تا) ہے۔ قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔ وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔ غیب سے ندا آئی اے خضر (علیہ السلام) احتیاط کیجئے۔ اُس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رُکے یہاں تک کہ روکے گئے۔ میں نے کہا: اٹھ مشغول بخدا ہو۔ کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: تو میں مشہور کئے دیتا ہوں: یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کر دوں گی کہ یہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔ میں نے کہا: میرے لئے دعا کرو۔ کہا: دُعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔ کہا: وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا: اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے دیکھا یہ بھی جاتی ہے، کہا: یہ تو بتایئے کیا تُو اُسی مرد کی بی بی ہے۔ کہا: ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم ملا تھا۔ یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ اَفراد ہیں۔ میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں۔ فرمایا: ہاں! شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۷۹)

(377) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا، فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبا تشریف لے جاتے کبھی پیدل کبھی سوار پھر وہاں دو رکعتیں پڑھتے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا، وَّمَاشِيًا وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتے کے دن مسجد قبا تشریف لاتے کبھی سوار کبھی پیدل اور حضرت ابن عمر بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مسجد قباء، ج۱ص۶۱ رقم: ۱۱۹۲ صحیح مسلم، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاۃ فیہ زیارتہ، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۲۲۵۵ صحیح ابن حبان، باب المساجد، ج۴ص۵۰۸، رقم: ۱۶۲۸ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب اتیان مسجد قبا والصلاۃ فیہ، ج۵ص۲۴۸، رقم: ۱۰۵۹۱ موطأ امام مالک، باب الزھد والتواضع، ص۳۱۳ رقم: ۹۲۴)

شرح حدیث: محبت کے اصول

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس و طعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے

چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین..... الخ، الحدیث ۱۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کررہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الدبا، الحدیث ۵۴۳۳، ج ۳، ص ۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَاِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفا للقاضی، باب الثانی، فصل فی علامۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۵۱)

اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے

یہ عام دستور ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اُس کی ہر ادا پیاری لگتی ہے، الحمد للہ عزوجل سگِ مدینہ (امیرِ اہلسنت) عُفِیَ عنہ کو سرکار غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اور حُضُورِ مُحَدِّثِ اعظم پاکستان علیہ رحمۃ اللہ المنان سے بہت محبت ہے۔ لہٰذا جب سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ ادا معلوم ہوئی ہے اِس ادا کو ادا کرنے کی عادت بنالی ہے اور اپنے لوٹے، چپل او دیگر چیزوں کا اگلا رُخ جانبِ قبلہ رہے اِس کی کوشش رہتی ہے۔ اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ اللہ والوں کی نقالی میں یقیناً بَرَکت ہی بَرَکت ہے اور کیوں نہ ہو کہ کائنات کے تمام اللہ والوں کے سردار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مشکبار ہے: اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُم یعنی بَرَکت تمہارے بُزرگوں کے ساتھ ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۶ ص ۳۴۲ حدیث ۸۹۹۱) (نیکی کی دعوت صفحہ ۱۲۲)

46- بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِی اللّٰہِ وَالْحَثُّ عَلَیْہِ وَاِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ یُّحِبُّہٗ، اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ، وَمَاذَا یَقُوْلُ لَہٗ اِذَا اَعْلَمَہٗ

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب اور آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کو بتادے اور جب اسے پتا چلے تو کیا کہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول

مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا)(الفتح: 29)

ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں کفار کے خلاف سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اللہ سے اس کا فضل اور رضا چاہتے ہیں تو دیکھے گا ان کے چہروں میں سجدوں کے اثرات پر ان کی صفت تورات میں اور ان کی صفت انجیل میں ہے جس طرح کہ ایک کھیتی جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر موٹی ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو اچھی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں اور ان میں ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے اللہ کا وعدہ ہے بخشش کا اور بہت بڑے اجر کا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ) (الحشر: 9)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے ان سے پہلے اس شہر اور ایمان کو گھر بنالیا ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں۔

(378) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ، وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں جس میں ہوں ان کی وجہ سے وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے ان کے سوا ہر چیز سے زیادہ زیادہ محبوب ہو کسی آدمی سے صرف اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے اس کا اللہ تعالیٰ کے اس کو کفر سے بچانے کے بعد کفر کی طرف پلٹنا اس طرح ناپسند ہو جس طرح اسے آگ میں ڈالا جانا پسند نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حلاوۃ الایمان، ج١ص١٢، رقم: ١٦ صحیح مسلم، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان، ج١ص١٣٨، رقم: ١٤٣ السنن الکبری للنسائی، باب حلاوۃ الایمان، ج٦ص٥٢٧، رقم: ١١٦١٩ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج٣ص١٤٢، رقم: ١٢٧٨٨ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهيم، ج٣ص٧٧، رقم: ٢٥٣٠)

شرح حدیث: اللہ عزوجل سے محبت کرنے والوں کی علامات

حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران سفر مجھے شدید پیاس لگی تو میں پانی کی تلاش میں ساحل کی طرف چل دیا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے حیا اور نیکوکاری کی چادر کو اپنا لباس بنا رکھا تھا اور گریہ وزاری اور آہ وفغاں کی قمیص زیب تن کر رکھی تھی۔ وہ ساحل سمندر پر کھڑا نماز ادا کر رہا تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو میں اس کے قریب گیا اور اسے سلام کیا تو اس نے کہا کہ اے ذوالنون! تم پر بھی سلامتی ہو۔ میں نے پوچھا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس نے جواب دیا کہ میرے دل سے نورِ معرفت کی شعاع تمہارے دل کے نورِ محبت کی سطح پر ظاہر ہوئی تو میری روح نے اسرار کے حقائق کے ذریعے تمہاری روح کو پہچان لیا اور میرا باطن اللہ عزیز وجبار عزوجل کی محبت میں تمہارے باطن سے الفت کرنے لگا۔

میں نے پوچھا کہ میں آپ کو تنہا دیکھ رہا ہوں۔ جواب دیا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی سے اُنس رکھنا دراصل وحشت ہے اور اس کے علاوہ کسی پر بھروسا کرنا ذلت کا باعث ہے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ موجوں کی اس طغیانی اور تلاطم کو نہیں دیکھتے؟ فرمایا: کیا تمہاری پیاس اس سے زیادہ نہیں؟ میں نے کہا: ہاں! تو انہوں نے اپنے قریب ہی ایک جگہ پر پانی کی موجودگی کا بتایا۔ پھر جب میں پانی پی کر لوٹا تو میں نے انہیں بلند آواز سے روتے ہوئے پایا میں نے کہا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے آپ کو کس بات نے رُلایا؟

فرمایا کہ اے ابوالفیض! اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اس نے اپنی محبت کا ایسا جام پلایا ہے جس نے ان سے آرام کی لذت چھین لی ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے مجھے اللہ عزوجل سے محبت کرنے والوں کی علامات بتایئے؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو عبادت میں مخلص ہوئے تو اللہ عزوجل نے انہیں ولایت کے ساتھ خاص فرما دیا اور یہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہے تو اس نے ان پر دلوں کا نور کھول دیا۔ میں نے پوچھا: محبت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل سے محبت کرنے والا حیرت کو قرار آنے تک غم کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ معرفت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل کا عارف معرفت کی موجودگی میں (اپنی زبان سے) جنت کا طلبگار نہیں ہوتا اور نہ ہی جہنم سے پناہ مانگتا ہے وہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اس کے علاوہ کسی کو بڑا نہیں سمجھتا۔ پھر انہوں نے ایک زوردار چیخ ماری اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی میں نے انہیں اسی جگہ دفنا دیا جہاں ان کا انتقال ہوا تھا پھر میں واپس لوٹ آیا۔ (بحر الدموع صفحہ ۱۸۳)

علماء کرام فرماتے ہیں: بندے کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس سے محبت کرتا ہے بندہ اسے اپنی محبوب ترین چیز پر ترجیح دیتا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کے بجائے بندے کو تنہائی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

علاماتِ محبت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الاول، الحدیث ۱۸۲۵، ج۱، ص۲۱۷)

ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام وضو فرما رہے تھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے وضو کے دھوون کو لوٹ لوٹ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ ہم لوگ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے جذبے میں یہ کر رہے ہیں۔یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرے۔یا اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے محبت کریں اس کو لازم ہے کہ وہ ہمیشہ ہر بات میں سچ بولے۔اور اس کو جب کسی چیز کا امین بنایا جائے تو وہ امانت کو ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔(شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، رقم ۱۵۳۳، ج۲، ص۲۰۱)

آپس میں محبت کرنے والے

حضرتِ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے لئے محبت کرنے والے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملنے والے اور میرے لئے سفر کرنے والے اور میرے لئے خرچ کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الحب فی اللہ، رقم ۱۵، ج۴، ص۱۱)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میرے لئے آپس میں محبت کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملنے والے اور میرے لئے خرچ کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے اور میرے لئے صدقہ کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے۔(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الحب...الخ، رقم ۱۶، ج۴، ص۱۱)

(379) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ   حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللهِ - عَزَّوَجَلَّ - وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اکرم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے خاص سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا' جب اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ منصف حکمران عزوجل وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں پرورش پائی اور ایک وہ آدمی جس کا دل مسجد سے چمٹا ہوا ہو اور وہ دو آدمی جو اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں اسی پر اکٹھے ہوں اور اسی پر علیحدہ ہوں اور ایک وہ آدمی جس کو حسن و جمال والی عورت (زنا کے لئے) بلائے لیکن وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور یک وہ آدمی جس نے صدقہ چھپا کر کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا اور ایک وہ آدمی جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ پڑیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة وفضل المساجد، ج۱ص۱۲۳، رقم: ۶۶۰ صحیح مسلم، باب فضل اخفاء الصدقة، ج۳ص۹۲، رقم: ۲۴۲۷، الاداب للبیهقی، باب من خاف الله عزوجل فترك معاصیه، ج۲ص۳، رقم: ۸۲۲ موطأ امام مالك، باب ما جاء فی المتحابین فی الله، ص۹۵۲، رقم: ۱۴۰۹ صحیح ابن خزیمه، باب فضل انتظار الصلاة، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۳۵۸)

شرحِ حدیث: عادل حکمران پر عرش کا سایہ

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل...الخ، الحدیث ۱۸۲۷، ص ۱۰۰۵)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں کے فضائل

حضرتِ سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، رسولِ بے مثال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت ارشاد فرمائے گا: وہ لوگ کہاں

ہیں جو صرف میری عزت وجلال کی وجہ سے باہم محبت رکھتے تھے آج قیامت کے دن جبکہ میرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں، میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا۔

(موطاامام مالک، کتاب الشعر باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ، الحدیث ۱۸۲۵، ج۲، ص۴۳۸)

حضرت سیِّدُنا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبرعَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور نہ شہداء لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام ان کے مقام ومرتبہ اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ان کے قرب پر رشک کریں گے۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور نبی کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہوگا مگر وہ ایک دوسرے سے صرف رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی خاطر محبت کرتے اور تعلق رکھتے ہوں گے۔ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کے لئے اپنے (عرش کے) سامنے نور کے منبر رکھنے کا حکم فرمائے گا۔ اور ان کا حساب بھی اُنہی منبروں پر فرمائے گا۔ لوگ تو خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۳۴۳۳، ج۳، ص۲۹۰ بتغیر)

صدقہ کرنے والوں پر عرش کا سایہ

حضرت سیِّدُنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہوجائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی، الحدیث ۱۷۳۳۵، ج۶، ص۱۲۶ مفہوماً)

زنا سے بچنے پر خوشخبری

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! حظیرۃ القدس (یعنی جنت) میں کون تیرے قرب میں رہے گا اور اس دن کون تیرے عرش کے سائے میں ہوگا جس دن تیرے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں کبھی زنا کی طرف نہیں اٹھتیں، وہ اپنے مال میں سود کے طلب گار نہیں ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں پر رشوت نہیں لیتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے خوشخبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی قبض الید۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۵۱۳، ج۴، ص۳۹۲)

(380) وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ — انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ، اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ آج جب میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحب فی اللہ، ج۴ص۱۲، رقم: ۲۶۱۲، الاداب للبیہقی، باب فی المتحابین فی اللہ عزوجل، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۱۶۳، سنن الدارمی، باب فی المتحابین فی اللہ، ج۲ص۳۰۲، رقم: ۲۷۵۷، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۲، رقم: ۵۷۲، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۷۰، رقم: ۸۸۱۸)

شرح حدیث: آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء، بلکہ انبیاء وشہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ عرض کی گئی کہ ہمیں بتائیے: وہ کون ہیں؟ تاکہ ہم ان سے محبت کرنے لگیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو رشتہ داری اور کسی تعلق کے بغیر صرف اللہ عزوجل کے نور کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہوں گے، ان کے چہرے نور کے ہوں گے، وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمزدہ ہوں گے تو انہیں کچھ غم نہ ہوگا۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ (پ11، یونس: 62)

(صحیح ابن حبان، کتاب الصحبۃ والمجالسۃ، باب ذکر وصف المتحابین فی اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۵۷۲، ج۱، ص۳۹۰)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل قیامت کے دن ایک ایسی قوم کو ضرور اٹھائے گا جن کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کریں گے، وہ نہ تو انبیاء ہوں گے، نہ ہی شہداء۔ تو ایک اعرابی نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہمیں ان کے اوصاف بیان فرمائیے تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ مختلف قبیلوں اور شہروں سے تعلق رکھتے ہوں گے، اللہ عزوجل کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں گے، اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوں گے اور اُس کا ذکر کریں گے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ماجاء فی مجالس الذکر، الحدیث: ۱۶۷۷۰، ج۱۰، ص۷۷)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی: قیامت کب قائم ہوگی؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کی! تیاری تو کچھ نہیں کی، مگر میں اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ ہوگے۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی حاصل نہیں ہوئی جتنی خوشی شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اس فرمان سے ہوئی: تم جس کے ساتھ محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ ہو گے۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں میں سید عالم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم، حضرت سیدنا ابوبکر اور حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ ان سے محبت کرنے کی وجہ سے میں انہیں کے ساتھ ہوں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر بن خطاب ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۶۸۸، ص ۳۰۰)

(381) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم ایماندار نہ بنو گے جنت میں نہ جاؤ گے اور جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو ایماندار نہ بنو گے کیا میں تم کو ایک چیز نہ بتاؤں کہ تم جب وہ کرلو تو ایک دوسرے سے محبت کرو گے تم آپس میں سلام کو عام کرو۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون، ج۱ص۵۳، رقم: ۲۰۳، المستدرك للحاكم، كتاب البر والصلة، ج۶ص۱۵۰، رقم: ۷۳۱۰، اتحاف الخيرة المهرة، كتاب الامارة، باب رحمة الناس عامة، ج۵ص۵۱۵، رقم: ۵۱۵۵، الاداب للبيهقي، باب ما يجب علينا لمسلم من حق اخيه في الاسلام، ج۱ص۱۰۹، رقم: ۱۸۵، سنن ابوداود، باب في افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۵)

شرح حدیث: اس حدیث کی شاہد ایک اور حدیث: پچھلی اُمتوں کی بیماری

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں پچھلی اُمتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض وحسد ہے جو کہ اُسترے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا (یعنی بغض وحسد) دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) کی جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں

تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کروتو آپس میں محبت کرنے لگو؟ (وہ چیز یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، الحدیث: ۱۴۱۲، ج۱، ص۳۴۸)

مؤمنین کو سلام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ سلام کو عام کرو سلامتی پالوگے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام... الخ، رقم ۴۹۱، ج۱، ص۳۵۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ رحمن عزوجل کی عبادت کرو اور سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام، رقم ۴۸۹، ج۱، ص۳۵۶)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بے شک لوگوں میں سے اللہ عزوجل کے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من بداء بالسلام، رقم ۵۱۹۷، ج۴، ص۴۴۹)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن قُرَّہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب تم کسی ایسی مجلس میں ہو جسے تم اچھا سمجھتے ہو پھر کسی حاجت کی بناء پر جلدی اٹھو تو السلام علیکم کہا کرو، اس طرح تم بھی اس بھلائی میں شریک ہو جاؤ گے جو اہل مجلس کو نصیب ہوگی۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام، رقم ۴۹۳، ج۱، ص۳۵۷)

حضرتِ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے، پہلا وہ شخص جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے وہ مرنے تک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اجر وثواب کے ساتھ واپس لوٹائے، دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف جائے وہ مرنے تک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اجر وثواب کے ساتھ واپس لوٹائے، اور تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کرتے ہوئے داخل ہو وہ اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تین اشخاص ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے اگر زندہ رہیں تو انہیں رزق دیا جائے اور ان کی کفایت کی جائے اور اگر مرجائیں تو جنت میں داخل ہوں، ایک وہ شخص جو اپنے گھر میں

سلام کر کے داخل ہو وہ اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔۔۔۔۔۔۔الخ۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب فیما یقول اذا خرج۔۔۔الخ، رقم ۹، ج ۲، ص ۲۰۶)

(382) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهُ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى، فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهِ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وقد سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهُ.

انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی دوسری بستی میں اپنے بھائی کو ملنے گیا راستہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ٹھہرا دیا اور باقی حدیث یہاں تک بیان کی (جس میں فرشتہ کا یہ قول بھی ہے کہ وہ جانے والے سے کہتا ہے کہ اس سے قبل باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے، جیسے تو اللہ کے لیے اس سے اس سے محبت رکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحب فی اللہ، ج۴ص۱۲، رقم: ۲۵۶۷، صحیح ابن حبان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ج۲ص۳۳۷، رقم: ۵۷۶، مسند امام احمد، مسند ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۶۲، رقم: ۹۹۵۹، المعجم لابن عساکر، ذکر من اسمہ علی، ص۳۱۷، رقم: ۸۵۳)

شرح حدیث: رحمت میں غوطے

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے کمرے ہیں انکے کھلے دروازے دمدار ستارے کی طرح چمکدار ہیں۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کمروں میں کون رہے گا؟ فرمایا کہ اللہ عزوجل کے لئے محبت کرنے والے، اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنے والے اور اللہ عزوجل کے لئے ملاقات کرنے والے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الحب فی اللہ۔۔الخ، رقم ۲۴، ج ۴، ص ۱۳)

حضرتِ سیدنا زِرّ بن حُبَیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرتِ سیدنا صَفْوان بن عَسّال مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا، کیا تم ملاقات کے لئے آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا، ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ سرکار مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مؤمن بھائی سے ملتا ہے وہ واپس لوٹنے تک رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جو اپنے مؤمن بھائی کی عیادت کرتا ہے واپس لوٹنے تک رحمت میں غوطے لگاتا رہتا ہے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۷۳۸۹، ج ۸ ص ۶۷)

حضرتِ سیدنا ابو رزین عُقَیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو رزین! مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی

سے ملتا ہے اور پھر جب وہ اسے رخصت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، یا اللہ عزوجل! جیسے اس نے تیرے لئے ملاقات کی تو بھی اسے اپنا قرب عطا فرما۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب الزکاۃ واکرام الزائرین، رقم ۱۳۵۹۲، ج۸، ص۳۱۷)

حضرتِ سیدنا عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوست جب ان کے پاس ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے پوچھا، کیا میرے پاس بیٹھو گے؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور ہم آپ کی محفل ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے جاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں اے ابوعبدالرحمن! جب ہم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی کو مفقود پاتا ہے تو کوفہ کے کونے کونے تک اسے تلاش کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک تم ایسا کرتے ہو خیر کے کام میں ہوتے ہو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی زیارۃ الاخوان، رقم ۸، ج۳، ص۲۴۸

(383) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْاَنصار: لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے انصار کے متعلق فرمایا ان سے ایماندار ہی محبت کرتا ہے اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حب الانصار، ج۱ص۳۲، رقم: ۳۷۸۳، صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہم من الایمان، ج۱ص۶۰، رقم: ۲۴۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶ص۲۸۳، رقم: ۱۸۵۲۳، سنن الکبری للنسائی، باب التشدید فی بغض الانصار رضی اللہ عنہم، ج۵ص۸۸، رقم: ۸۳۳۴)

شرحِ حدیث: سب سے زیادہ محبوب

ابو معمر، عبدالوارث، عبدالعزیز، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار کی) عورتوں اور بچوں کو غالباً کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سروقد کھڑے ہو کر تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ خدا شاہد ہے تم مجھے سب سے زیادہ پیارے اور محبوب ہو۔

(جلد نمبر ۱ / پندرھواں پارہ / حدیث نمبر ۳۵۱۵ / حدیث مرفوع)

یعقوب بن ابراہیم بن کثیر، بہز بن اسد، شعبہ، ہشام بن زید، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصار خاتون اپنے بچہ کو لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی تو دوران گفتگو میں آپ نے دو مرتبہ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگ (انصار) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

(جلد نمبر ۱/ پندرہواں پارہ/ حدیث نمبر ۳۵۱۶/ حدیث مرفوع ۳۵۱۶)

مسلم بن ابراہیم، شعبہ، عبدالرحمن بن عبداللہ بن جبیر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے، اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ (جلد نمبر ۱/ پندرہواں پارہ/ حدیث نمبر ۳۵۱۴/ حدیث مرفوع)

انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اسلام کی دعوت

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک معمول تھا کہ موسمِ حج میں مکہ مکرمہ آنے والے مختلف قبائل کے ہاں یکے بعد دیگرے تشریف لے جاتے۔ ایک روز آپ عقبہ کے پاس تھے کہ آپ کی ملاقات، قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ہوئی۔ یہ قبیلے والے اپنے آباؤ اجداد سے سنتے رہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک نبی آخرالزمان کا ظہور ہوگا۔ نیز اس گروہ والے یہود سے سنا کرتے تھے کہ نبی آخرالزمان کا زمانِ ظہور قریب آچکا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، تم کون ہو؟.... انہوں نے عرض کی، ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا کچھ دیر بیٹھو گے نہیں، میں تم سے کچھ بات چیت کرنا چاہتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی، کیوں نہیں!.....

آپ نے انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان پر دینِ اسلام پیش کیا، قرآن مجید فرقانِ حمید کی تلاوت فرمائی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دعوت مکمل فرمائی، تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا، بخدا! یہ وہی نبی ہیں، جن کے ظہور کی یہود تمہیں خبر دیا کرتے تھے۔ اب فوراً ان کی اتباع کا شرف حاصل کرلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ایمان واسلام میں سبقت لے جائیں۔

چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور دولتِ ایمان واسلام سے مالا مال ہوکر اپنے گھروں کی طرف لوٹے۔ یہ گروہ چھ آدمیوں پر مشتمل تھا، جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱) اسعد بن زرارہ۔ (۲) عوف بن عفراء۔ (۳) رافع بن مالک۔
(۴) قطبہ بن عامر۔ (۵) عقبہ بن عامر۔ (۶) جابر بن عبداللہ۔

جب یہ گروہ اپنی قوم کے پاس، مدینہ منورہ تشریف لایا، تو ان کے سامنے بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی، حتی کہ اسلام پوری قوم کے اندر معروف ومشہور ہوگیا۔

اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، جنہوں نے مقام عقبہ میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضرت جابر کے علاوہ پانچ تو وہ تھے، جو پچھلے سال شرف اسلام حاصل کر چکے تھے۔ اور ان کے علاوہ معاذ بن عفراء، ذکوان بن عبد قیس، عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، عباس بن عبادہ، عویم بن ساعدہ اور ابوالہیثم ابن التیہان رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو کر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے رخصت ہوئے، تو آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا کہ اہلِ مدینہ کو دین اسلام کی تعلیم دیں اور قرآن پاک پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، ص٢٦٦)

(384) وَعَنْ مُّعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ، لَهُمْ مَّنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَّغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت معاذ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا جو میرے عظمت وجلال کی وجہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہیں ان پر انبیاء اور شہید رشک کریں گے۔ (ترمذی) اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحب فی الله، ج۴ص۱۷۴، رقم: ۲۳۹۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ بن جبل الانصاری، ج۲۰ص۸۸، رقم: ۱۶۸، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۱ص۳۳۸، رقم: ۵۷۷، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل رضی الله عنه، ج۸ص۲۳۹، رقم: ۲۲۱۳۳، مسند الحارث، باب المتحابین فی الله، ج۲ص۹۹۱، رقم: ۱۱۰۸)

شرح حدیث: عرش کے گرد کرسیاں

قیامت کے دن لوگوں کی ایک جماعت کے لئے عرش کے گرد کرسیاں رکھی جائیں گی ان لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے حالانکہ لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ ان لوگوں کو کوئی ڈر نہیں ہوگا اور یہ اللہ عزوجل کے دوست ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے سے خدا کے لئے محبت کرتے ہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۳۸ مرویات عبادہ بن صامت)

قابل رشک

حضرت سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا بے شک عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے ان پر کچھ لوگ ہوں گے جن کے لباس نورانی اور چہرے بھی روشن ہوں گے وہ انبیاء یا شہداء نہیں ہوں گے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (یہ ان لوگوں کے مقام کی عظمت کا بیان ہے) انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم سے ان کا وصف (یعنی اس فضیلت کی وجہ) بیان فرمائیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اللہ (عزوجل) کی خاطر ایک دوسرے کی مجلس اختیار کرتے ہیں اور اللہ (عزوجل) کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

(مشکوۃ شریف ص ۴۲۶ کتاب الآداب فصل ثانی)

نبی اکرم شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو آدمی آپس میں اللہ (عزوجل) کے لئے محبت کرتے ہیں تو ان میں سے جو شخص دوسرے سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ اللہ (عزوجل) کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

(المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۱۷۱ کتاب البر والصلۃ)

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ اسلام کی حلاوت پائے گا: (۱)۔۔۔۔۔۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کا رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲)۔۔۔۔۔۔کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کرے اور (۳)۔۔۔۔۔۔اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۱۶۵، ص ۶۸۷)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت فرمائے گا: میری خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایۂ (رحمت) میں جگہ عطا فرماؤں گا، آج میرے سایۂ (رحمت) کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ، الحدیث ۶۵۶۶، ص ۱۱۲۷)

حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں، میں نے نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے سنا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے (بروزِ قیامت) نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، الحدیث ۲۳۹۵، ص ۱۸۹۲)

(385) وَعَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ، فَاِذَا فَتًی بَرَّاقُ الثَّنَایَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْءٍ، اَسْنَدُوْهُ اِلَیْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَاْیِهٖ، فَسَاَلْتُ عَنْهُ، فَقِیْلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ، هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُّهٗ قَدْ سَبَقَنِیْ بِالتَّهْجِیْرِ، وَوَجَدْتُّهٗ یُصَلِّیْ، فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰی قَضٰی صَلَاتَهٗ، ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: اَللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: اَللّٰهِ، فَقَالَ: اَللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: اَللّٰهِ، فَاَخَذَنِیْ بِحَبْوَةِ رِدَائِیْ، فَجَبَذَنِیْ اِلَیْهِ، فَقَالَ: اَبْشِرْ! فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ، وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ، وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ، وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِی الْمُوَطَّاِ بِاِسْنَادِهِ الصَّحِیْحِ.

ابوادریس خولانی ﷺ سے روایت ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو وہاں چمکدار دانتوں والا ایک جوان ہے اس کے ساتھ کچھ لوگ ہیں جب وہ کسی بات میں اختلاف کرتے ہیں' تو اس کی طرف سوال کرتے ہیں اور اپنی رائے سے رجوع کرکے اس کی رائے کو قبول کرتے ہیں' میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا یہ حضرت معاذ بن جبل ﷺ ہیں' اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے آیا لیکن میں نے ان کو اپنے سے پہلے موجود پایا اور انہیں نماز میں مصروف پایا تو میں نے ان کا انتظار کیا۔ حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے پھر میں ان کے سامنے سے آیا' اور میں نے انہیں سلام کیا پھر میں نے کہا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم! فرمایا: کیا؟ اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم! (میں آپ سے محبت کرتا ہوں) تو انہوں نے میری چادر کے گوشے کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور کہا تمہیں مبارک ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان کے لیے لازم ہے' جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ میری وجہ سے مل بیٹھتے ہیں' میری وجہ سے ایک دوسرے کو ملتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ امام مالک نے موطا میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

قَوْلُهٗ: هَجَّرْتُ اَیْ بَکَّرْتُ، وَهُوَ بِتَشْدِیْدِ الْجِیْمِ قَوْلُهٗ: اَللّٰهِ فَقُلْتُ: اَللّٰهِ الْاَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَّمْدُوْدَةٍ لِّلْاِسْتِفْهَامِ، وَالثَّانِیْ بِلَا مَدٍّ.

هَجَّرْتُ: جیم پر شد کے ساتھ یعنی میں صبح سویرے آیا۔ اللّٰه فقلت اللّٰه: پہلی بار کلمہ اللہ ہمزہ ممدودہ استفہام کے لیے ہے۔ اور دوسری بار کلمہ اللہ بلا مد

ہمزہ سے ہے (حرفِ قسم دونوں بار محذوف ہے)۔

تخریج حدیث: (موطأ امام مالك، باب ما جاء فی المتحابین فی الله، ص۴۸۲، رقم: ۱۸۱۱، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۵۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل رضی الله عنه، ج۸ص۲۳۳، رقم: ۲۲۰۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ بن جبل الانصاری، ج۲۰ص۸۰، رقم: ۱۶۹۰۷)

شرح حدیث: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کی خاطر

حضرتِ سیِّدُنا محمد بن داؤد علیہ رحمۃ اللہ الودود فرماتے ہیں: میں نے حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر قُوطی اور حضرت سیِّدُنا عُمر وبن آدمی علیہما رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہم دونوں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہم عروس البلاد (بغداد شریف) سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ دو خونخوار درندے بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوعمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: اے ابوعمرو! میں عمر میں تجھ سے بڑا ہوں تم میرے پیچھے چلو میں آگے چلتا ہوں تاکہ اگر یہ خونخوار درندے حملہ کریں تو میں ان کی زَد میں آجاؤں اور تم بچ جاؤ۔ حضرت سیِّدُنا ابوعمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: اگر میں نے ایسا کیا تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہیں کریگا۔ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔ آؤ ہم دونوں ایک ساتھ چلتے ہیں اگر خدا نخواستہ کوئی حادثہ پیش آیا تو ہم دونوں کو ہی آئے گا۔ چنانچہ ہم چلے اور درندوں کے درمیان سے گزر گئے۔ حملہ تو کجا انہوں نے حرکت تک نہ کی۔

ابن جَہْضَم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دوستی کا یہی تقاضا ہے کہ کسی بھی حالت میں دوست کو تکلیف نہ پہنچنے دے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۶۔ ۱۷)

طشت والے فرشتے

ایک صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے گرد فقراء کی ایک جماعت ہے، وہ اسی حال میں تھے کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ایک کے ہاتھ میں طشت تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا۔ طشت والے فرشتے نے طشت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم نے ہاتھ دھوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے حکم پر فقراء نے بھی ہاتھ دھوئے اس کے بعد طشت میرے (یعنی خواب دیکھنے والے صوفی کے) سامنے رکھا گیا تو ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا کہ اس کے ہاتھ پر پانی نہ ڈالو کیونکہ یہ ان حضرات میں سے نہیں ہے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم سے یہ مروی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ

مَنْ اَحَبَّ. (صحیح مسلم، کتاب البر... الخ، باب المرء مع من احب، الحدیث: ۲۶۴۰، ص ۱۴۲۰)

ترجمہ: انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی کہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے اوران فقراء سے محبت رکھتا ہوں اس پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر بھی پانی ڈالو کیونکہ یہ ان ہی میں سے ہے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، رؤیا القوم، ص ۴۲۱)

ایسا ماحول بنانا چاہیے جس میں تمامی شرکاء کا اٹھنا بیٹھنا آپس میں ملاقات کرنا اور ایک دوسرے سے محبت رکھنا فقط اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو اور جس میں افضلیت وبرتری کی بنیاد کسی کے حسن وجمال، کسی کی دولت وثروت اور کسی کے حسب نسب پر نہ ہو بلکہ زہد وتقویٰ پر قائم ہو۔

(386) وَعَنْ اَبِیْ كَرِيْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهُ يُحِبُّهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته اياه، ج۴ص۳۹۵، رقم: ۵۱۲۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اعلام الحب، ج۴ص۱۷۹، رقم: ۲۳۹۲، کتاب الاخوان لابی بکر الدنیا، ص۱۷۰، رقم: ۶۵، مجمع الزوائد للهیثمی، باب من احب احدا فلیعلمه، ج۱۰ص۵۰۰، رقم: ۱۸۰۲۳، الادب المفرد للبخاری، باب اذا احب الرجل اخاه فلیعلمه، ص۱۹۱، رقم: ۵۴۲)

شرح حدیث: چاند جیسا نورانی چہرہ

حضرت سیدنا یوسف بن حسین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ میں لبنان کی پہاڑیوں میں رات کے وقت سفر پر تھا، چلتے چلتے مجھے ایک درخت نظر آیا جس کے قریب ایک خیمہ نما جھونپڑی تھی۔ یکایک اس جھونپڑی سے ایک حسین وجمیل نوجوان نے اپنا چاند جیسا نورانی چہرہ باہر نکالا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار عزوجل! میرا دل ہر حال میں (چاہے خوشی ہو یا غمی) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تیری ہی ذات ایسی ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف ہے (یعنی تمام فضیلتیں اور عظمتیں تیرے ہی لئے ہیں) میرا دل اس بات کی گواہی کیوں نہ دے، حالانکہ میرے دل میں تیرے سوا اور کسی کی محبت سمائی ہی نہیں، میں تو بس تجھ ہی سے محبت کرتا ہوں، افسوس! صد ہزار افسوس! ان لوگوں پر جنہوں نے تجھ سے محبت نہ کی، اور کوتاہی کرتے رہے۔

پھر اس نوجوان نے اپنا نورانی چہرہ جھونپڑی میں داخل کرلیا۔ میں اس کی باتیں سن کر بڑا حیران ہوا، اور مجھے اس کی

باتیں بھول گئیں، میں وہیں حیران و پریشان کھڑا رہا یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوگیا، اس نوجوان نے پھر اپنا نور بار چہرہ جھونپڑی سے باہر نکالا، اور چاند کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا: اے میرے معبودِ حقیقی عزوجل! تیرے ہی نور سے زمین وآسمان روشن ہیں، تیرا ہی نور اندھیروں کو ختم کرتا ہے اور اسی سے ہر جگہ اُجالا ہوتا ہے، اے میرے پاک پروردگار عزوجل! تیرا جلوہ ہماری آنکھوں سے حجاب میں ہے، اور تیری معرفت اہلِ معرفت کو حاصل ہوتی ہے، اے میرے رحیم وکریم مالک عزوجل! میں اس رنج وغم کی حالت میں صرف تجھ ہی سے التجاء کرتا ہوں کہ تو مجھ پر کرم کی ایسی نظر فرما جیسی اپنے فرمانبردار بندوں پر ڈالتا ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جب میں نے نوجوان کی یہ باتیں سنیں، تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اس کے پاس گیا اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، میں نے کہا: اے نوجوان! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے ، میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ نوجوان نے کہا: نہیں، تو مجھ سے سوال نہ کر۔ میں نے کہا: تو مجھے سوال کرنے سے کیوں منع کر رہا ہے؟ اس نے کہا: اس لئے کہ ابھی تک میرے دل سے تیرا رعب نہیں نکلا، میں ابھی تک تجھ سے خوفزدہ ہوں۔ میں نے کہا: اے نیک سیرت نوجوان! میں نے ایسی کونسی حرکت کی جس نے تجھے خوفزدہ کر دیا ہے؟ وہ نوجوان کہنے لگا: تم کام (یعنی عبادت) کے دنوں میں بے کار پھر رہے ہو، اور آخرت کی تیاری کے لئے کچھ بھی عمل نہیں کر رہے، اے ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی تم نے صرف اچھے گمان پر تکیہ کیا ہوا ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں اس نوجوان کی یہ باتیں سن کر بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا، میں کافی دیر بے ہوش رہا، پھر سورج کی تیز دھوپ کی وجہ سے مجھے ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ اب میرے سامنے نہ تو کوئی درخت ہے نہ جھونپڑی اور نہ ہی وہ نوجوان۔ یہ سب چیزیں نہ جانے کہاں غائب ہوگئیں، میں کافی دیر اسی طرح حیران و پریشان وہاں کھڑا رہا، اس نوجوان کی باتیں اب تک میرے دل ودماغ میں گھوم رہی ہیں، پھر میں اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۷۸)

سات خوش نصیب

سات قسم کے آدمیوں کو اس دن اللہ (عزوجل) سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران (۲) وہ نوجوان جو اللہ (عزوجل) کی فرمانبرداری میں پروان چڑھا (۳) وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو واپسی تک اس کا دل مسجد ہی میں لگا رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں (۵) وہ شخص جو علیحدگی میں اللہ (عزوجل) کو یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں (۶) وہ مرد جسے کوئی خوبصورت اور خاندانی عورت (گناہ کی طرف) بلاتی ہے تو وہ کہتا ہے میں اللہ

(عزوجل) سے ڈرتا ہوں (۷) اور وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے تو اسے اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۱ کتاب الزکوٰۃ)

رسول اکرم نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ (عزوجل) کی رضا کی خاطر کسی دوسرے شخص سے اس کی ملاقات کا شوق اور رغبت کرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے پیچھے سے ایک فرشتہ آواز دیتا ہے کہ تو پاک ہوا، تیرا چلنا پاک ہے اور تیرے لئے پاکیزہ جنت ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۹۴ ابواب البر)

محبوب کردگار سرکار والا تبار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک شخص اپنے ایک دینی بھائی سے ملاقات کے لئے گیا تو اللہ (عزوجل) نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا فلاں بھائی سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، اس نے پوچھا اس سے کوئی کام ہے اس نے جواب دیا نہیں، فرشتے نے پوچھا تمہارے درمیان کوئی رشتہ داری ہے؟ اس نے کہا نہیں، پوچھا اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے پوچھا تو پھر کیوں اس سے ملاقات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں اللہ (عزوجل) کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا اللہ (عزوجل) نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ تمہیں مطلع کرتا ہے کہ وہ (اللہ عزوجل) تم سے محبت کرتا ہے اور اس نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۱۷ کتاب البر)

(387) وَعَنْ مُّعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: يَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ، اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ، ثُمَّ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں پھر تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اے معاذ! ہر نماز کے بعد یہ کہنا ترک نہ کرنا۔ اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج۱ص۵۶۱، رقم: ۱۵۲۲ السنن الکبرٰی للنسائی، باب الحث علی قول رب اعنی علی ذکرک، ج۶ص۳۲، رقم: ۹۹۳۷ السنن الصغرٰی للبیہقی، باب استعانۃ العبد بمعبودہ علی حسن عبادتہ، ج۱ص۹، رقم: ۱۸ المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۴۰۷، رقم: ۱۰۱۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن جبل الانصاری، ج۲۰ص۶۰، رقم: ۱۶۸۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتًا آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دلی حالات اور محبت و عدوات سے بے خبر نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۷۵)

حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام کی وصیت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مُحبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحت فرمائی تھی؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتائیے۔ فرمایا، حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، بیٹا! میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں، تمہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر اسے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں زمین و آسمان کو رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان دونوں پر غالب آجائے گا، اور اگر زمین و آسمان اس کیلئے حلقہ بن جائیں تو یہ انہیں توڑ کر اللہ عزوجل تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ میں تم کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے ایک پلڑے میں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ کلمہ ان سب پر غالب آجائے گا اور اگر زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے اس کیلئے حلقہ بن جائیں تو یہ انہیں توڑ دے گا، اور میں تمہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہی ہر چیز کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی قول لاالٰہ الااللہ، رقم ۲۰، ج ۲، ص ۲۶۹)

(388) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ لَاُحِبُّ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اَعْلَمْتَهُ؟» قَالَ: لَا. قَالَ: اَعْلِمْهُ فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: اِنِّيْ اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ: اَحَبَّكَ الَّذِيْ اَحْبَبْتَنِيْ لَهُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا ان کے پاس سے ایک اور آدمی گزرا (بیٹھے ہوئے) اس آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو نے اسے بتایا ہے کہا نہیں فرمایا اس کو بتا' تو اس کے پاس پہنچ کر انہوں نے اسے بتایا کہ میں تم سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں تو اس نے کہا تم سے اللہ تعالٰی محبت کرے جس

کی وجہ سے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ابوداؤد نے اسے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب اخبار الرجل محبته اياه، ج۴ص۴۴۸، رقم: ۵۱۲۴، السنن الكبرى للنسائی، باب ما يقول لاخيه اذا قال انی لاحبك، ج۶ص۵۳، رقم: ۱۰۰۱۰، صحيح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۵۶۹، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، ج۴ص۱۲۰، رقم: ۱۲۳۴۲، مصنف عبدالرزاق، باب المرء مع من احب، ج۱۱ص۲۰۰، رقم: ۲۰۳۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنے اعمال صالحہ کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا سنت صحابہ ہے اس سے اعمال زیادہ قبول ہوتے ہیں۔ اس کو بتادو کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور محبت بھی خالصًا لوجہ اللہ ہے تاکہ اس کے دل پر تمہاری اسی محبت کا اثر ہو اور وہ بھی تم سے محبت کرنے لگے اور محبت موالاۃ بن جاوے ظاہر ہے کہ موالات محبت سے قوی تر ہے (پھر جب) اس پہلے شخص نے اس دوسرے شخص کو خبر دی حضور کے حکم پر عمل کرتے ہوئے۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے کہ محبت کی خبر دینا واجب نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے وجوبی ہو۔

سبحان اللہ! اس خبر دینے کا یہ نتیجہ ہوا یقین ہے کہ اس کے دل میں بھی اس سے محبت پیدا ہوگئی ہوگی غالبًا اس شخص نے اس دوسرے شخص کا تقویٰ عبادات اسلام پر پختگی وغیرہ دیکھ کر اس سے محبت کی تھی لہذا یہ محبت فی اللہ تھی۔

یعنی (جب) تم نے اس شخص سے محض اللہ واسطے محبت کی ہے اس محبت میں کوئی دنیاوی لالچ نہیں اس لیے تمہاری یہ محبت بھی عبادت ہے۔احتساب بنا ہے حسب سے جیسے اعتداد عدد سے حسب کے لفظی معنی ہیں حساب لگانا یا گمان کرنا احتساب کے معنی ہیں اجر طلب کرنا اللہ کی رضا چاہنا۔(مرآۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۸۴)

47-بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللهِ تَعَالٰى لِلْعَبْدِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْيِ فِي تَحْصِيْلِهَا

بندے سے اللہ کی محبت کی علامت اور علامات حاصل کرنے کی محبت وکوشش

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) (آل عمران: 31)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، تمہیں اللہ تعالیٰ محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیِّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا دعوٰی جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے۔

شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا اے گروہِ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے دین کے خلاف ہو گئے قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبتِ الٰہی کا دعوٰی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع و فرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے اور حضور نے بت پرستی کو منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبتِ الٰہی کے دعوٰی میں جھوٹا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗۤ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ) (المائدۃ: 54)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے اہلِ ایمان تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا (تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں) پھر عنقریب اللہ تعالٰی ایسے لوگ لائے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ ایمان داروں کے لیے نرم اور کفار کے خلاف سخت ہوں گے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالٰی وسعت والا علم والا ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صفت جن کی ہے وہ کون ہیں اس میں کئی قول ہیں۔ حضرت علی مرتضٰی و حسن و قتادہ نے کہا کہ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اصحاب ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہونے اور زکوۃ سے منکر ہونے والوں پر جہاد کیا۔ عیاض بن غنم اشعری سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری کی نسبت فرمایا کہ یہ ان کی قوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔ سدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ان اقوال میں

کچھ منافات نہیں کیونکہ ان سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہے۔ (خزائن العرفان)

(389) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا، فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں میرا بندہ فرائض سے بڑھ کر کسی اور چیز کے ساتھ میرا قرب نہیں پاتا' نوافل کے ذریعہ میرا بندہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں جس وقت میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں گا اور اگر وہ پناہ چاہے' تو میں اس کو پناہ دوں گا۔ (بخاری)

مَعْنٰی اٰذَنْتُهٗ: اَعْلَمْتُهٗ بِاَنِّیْ مُحَارِبٌ لَّهٗ. وَقَوْلُهٗ: اسْتَعَاذَنِیْ رُوِیَ بِالْبَاءِ وَرُوِیَ بِالنُّوْنِ۔

اذنته: کا معنیٰ ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ استعاذنی: باء اور نون دونوں روایت کیے گئے ہیں معنیٰ ہے مجھ سے پناہ طلب کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التواضع، ج ۴ص۲۴۸، رقم: ۶۱۳۷ مصنف عبدالرزاق، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ج ۱۱ص۱۹۲، رقم: ۲۰۳۰۱ جامع معمر بن راشد، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ص۳۰۲، رقم: ۹۱۳ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الخروج من الظالم والتقرب الی اللہ تعالٰی، ج ۳ص۳۴۶، رقم: ۶۶۲۲ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ص۱۵۸، رقم: ۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہوگیا کہ اسے ایک آن کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت کا متولی ہوجائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر

مرید مراد فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے حال سے معلوم ہو سکتا ہے (اور رب تعالیٰ کا فرمان) جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے، خدا کی پناہ۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لیے عداوت و عناد کہ ولی اللہ ہے یہ تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہذا اس حدیث کی بناء پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا۔ عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لیے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے حتی کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمعیل علیہما السلام کی مخالفت کی، اس لیے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور لی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

(اور رب تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم کہ) مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس حرام گانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھے نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔

بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے۔ (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے اور اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچا دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرما لیے۔ یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث

سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت — کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

یعنی وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا، مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام — ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

سبحان اللہ! کیا نازو انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل، جو چاہوں حکم کروں، مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھادیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردد کے معنے حیرانی و پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔ شعر

نشان مرد مومن با تو گویم — چوں قضاء آید تبسم برلب اوست

غرضیکہ ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لیے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت، رضا کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۹۰)

(390) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالَى الْعَبْدَ، نَادٰى جِبْرِيْلَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبُّ فُلَانًا، فَاَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَاَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے۔ تو جبریل کو پکارتا ہے۔ بے شک کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے۔ تو بھی اس سے محبت کر تو اس سے جبریل محبت کرتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام اہل آسمان میں اعلان کرتے ہیں

الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت کرو پھر اس کی قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔

(متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ تعالى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ، فَقَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوْهُ، ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو اس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں اعلان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کے لیے قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے اور جب کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو تو جبریل اس سے نفرت کرتے ہیں۔ پھر اہل آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں۔ بے شک اللہ فلاں سے نفرت کرتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو پھر اس کے لیے نفرت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المقة من الله تعالى، ج۴ص۱۲، رقم: ۶۰۴۰ صحیح مسلم، باب اذا احب الله عبد احببه الى عبادة، ج۸ص۳۰، رقم: ۶۸۷۳ موطأ امام مالك، باب ما جاء فى المتحابين فى الله، ص۴۸۵، رقم: ۱۸۱۰ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فى الطاعات، ج۲ص۸۶، رقم: ۳۶۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، ج۳ص۱۳۳، رقم: ۸۴۸۱ مسند البزار، مسند ابى هريرة، ج۲ص۳۳۱، رقم: ۸۳۹۲)

شرح حدیث: محبوبانِ خدا عَزَّ وَجَلَّ محبوبانِ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ

مذکورہ حدیثِ پاک کی روشنی میں حضرت سیدنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی کے متعلق ایک حکایت منقول ہے: ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے پوچھا: آپ کے دوست حضرت سیدنا صالح یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا دُعا مانگتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اُن کی دُعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی

قُلُوْبِ عِبَادِكَ یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اپنے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔ خلیفہ نے اس دعا کو کم تر سمجھتے ہوئے کہا: یہ اُن کی دعا ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کیا تم اس کو معمولی خیال کرتے ہو؟ میں نے حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر تک حدیث بیان فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب المقۃ من اللہ، الحدیث ۶۰۴۰، ص ۵۱۰)

حدیثِ پاک سنتے ہی خلیفہ کہنے لگا: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دوسرے دن جب میں حضرت سیِّدُنا صالح یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے ہو گئے اور معانقہ فرما کر (یعنی گلے مل کر) میرے سر کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے خوش کرے جیسے مجھے خوش کیا۔ گذشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا گویا میں مسجدِ نبوی علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام میں بارگاہِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں حاضر ہوں اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرما رہے ہیں: اپنی اس دعا اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی قُلُوْبِ الْعِبَادِ پر قائم رہو۔ کیونکہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کسی بندے سے تبھی محبت کرتے ہیں جبکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بھی اس سے محبت کرتا ہو۔ پھر میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلام کیا اور واپس لوٹ آیا۔

حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبَّانِی یوں دُعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے اس بات پر تعجب نہیں کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں تو تیرا ایک حقیر بندہ ہوں۔ بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ تو مجھ سے محبت فرماتا ہے حالانکہ تو مالک اور قدرت والا ہے۔

حضرت سیِّدُنا یحیٰی بن معاذ رازی علیہ رحمۃ اللہ القاضی یوں مناجات کرتے تھے: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! یہ بات عجیب نہیں کہ ایک حقیر بندہ اپنے ربِّ جلیل عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہے۔ بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ربِّ جلیل عَزَّ وَجَلَّ اپنے ذلیل بندے سے محبت کرتا ہے۔ (الرَّوض الفائق فی المواعظ والرقائق صفحہ ۲۸۸)

(391) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ (بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ)، فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: سَلُوْهُ

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر حاکم بنا کر بھیجا وہ صحابہ کو نماز پڑھاتا تھا اور اپنی قراءتِ نماز سورۂ اخلاص پر ختم کرتا تھا جب وہ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا: اس سے پوچھو ایسا کیوں کرتا

لِاَيِّ شَيْءٍ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ ، فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ: لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے؟ انہوں نے اس سے پوچھا: تو اس نے ان کو بتایا کہ یہ رحمان کی صفت ہے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو بتا دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ، ج۴ص۵۱۱، رقم: ۷۳۷۵ صحیح مسلم، باب فضل قراۃ "قل ھو اللہ احد"، ج۲ص۲۰۰، رقم: ۱۹۲۶ سنن نسائی، باب الفضل فی قراۃ (قل ھو اللہ احد)، ج۲ص۱۷۰، رقم: ۹۹۳ (مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب) صحیح ابن حبان، باب قراۃ القرآن، ذکر اثبات محبۃ اللہ بمحب سورۃ الاخلاص، ج۳ص۷۲، رقم: ۷۹۳ شعب الایمان، باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر، ج۲ص۵۰۵، رقم: ۲۵۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت رکھتے ہوں، چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اس لیے ان کے امام بھی رہے۔ (اور) ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے قرأت ختم کرنے کے بعد کے یہ ہی معنے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورت پڑھ کر قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے کہ یہ تو مکروہ ہے (اور) یا تو حکایۃً کہا گیا یا شکایۃً کیونکہ صحابہ کرام نماز میں کوئی سورت مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں "قُلْ ھُوَ اللّٰہ" ہی پڑھا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت پیر سے حتی کہ اپنے امام کی شکایت سلطان اسلام سے کرسکتے ہیں یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے پوچھوایسا کیوں کرتے تھے محض نماز کو مختصر کرنے کے لیے قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے یا اس لیے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یاد ہیں یا کسی اور وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان لے کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیئے۔ فتوے اور ہے فیصلہ کچھ اور فتوے صرف ایک فریق کے بیان پر دیا جاسکتا ہے، دیکھو داؤد علیہ السلام نے بکریوں والے فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فتوے دے دیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لیے ہے۔

(وہ صحابی بولے) مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے اس لیے میں بھی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں، ورنہ مجھے اور سورتیں بھی یاد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۳۵۴)

48-بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنْ اِيْذَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ

صالحین کمزوروں اور مساکین کو اذیت دینے سے باز رہنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو ایماندار

وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الاحزاب: 58)

مردوں اور عورتوں کو ان کی غلطی کے بغیر اذیت دیتے ہیں تو تحقیق انہوں نے بہتان اور گناہ واضح کمایا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ) (الضحی: 9-10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو یتیم کو نہ ڈانٹ اور سائل کو نہ جھڑک۔

واَمَّا الْاَحَادِيْثُ، فَكَثِيْرَةٌ مِّنْهَا:

اس موضوع پر احادیث بکثرت ہیں:

حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ. وَمِنْهَا حَدِيْثُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ، وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا بَكْرٍ، لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ

ان میں سے حضرت ابوہریرہ ﷛ کی روایت جو پچھلے باب میں ذکر ہو چکی' مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا اور حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ کی حدیث جو ملاطفۃ الیتیم کے باب میں گزری اور آپ ﷺ کا فرمانا کہ اے ابوبکر! تو نے اگر ان (حضرت بلال وغیرہ) کو ناراض کیا ہے' تو اپنے رب کو ناراض کیا۔

(392) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ، فَاِنَّهٗ مَنْ يَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جندب بن عبداللہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز صبح ادا کی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے' تو اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمہ کے سلسلے میں کچھ مطالبہ نہ کرے گا کیونکہ جس سے رب تعالیٰ اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ لے گا اور اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۱۵۲۶ سنن البیھقی، باب من قال ھی الصبح، ج۱ص۴۶۳، رقم: ۲۲۶۹ مسند ابی یعلی، مسند جندب بن عبداللہ، ج۳ص۹۵، رقم: ۱۵۲۶ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۱۱، رقم: ۵۸۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نماز کی امان اور قسم کی، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

اور ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

ایمان کا جھنڈا

حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنزّہ عن العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو صبح کو فجر کی نماز کے لئے چلا وہ ایمان کا جھنڈا لئے چلا اور جو صبح کو بازار کی طرف چلا تو شیطان کا جھنڈا لے کر چلا۔

حضرت سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلَیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولہا، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

حضرتِ سیدنا بکر بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کی یعنی جس نے فجر اور عصر کی نماز ادا کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر الخ، رقم ۶، ص ۳۱۸)

49-بَابُ اِجْرَاءِ اَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

ظاہر کے مطابق متعلق لوگوں پر احکام جاری ہوں گے باطن اللہ کے سپرد ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ) (التوبۃ: 5)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اگر وہ توبہ کریں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

(393) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب وہ یہ کرلیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے محفوظ کر

اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. لیا لیکن اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم، ج۱ص۱۴، رقم: ۲۵ صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج۱ص۳۸، رقم: ۱۲۲ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی قتال الضرب الثانی من اھل الردۃ بعد رسول اللہ، ج۸ص۱۷۷، رقم: ۱۶۷۷۷ سنن النسائی، باب وجوب الجھاد، ج۶ص۶، رقم: ۳۰۹۲ سنن سعید بن منصور، باب جامع الشھادۃ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حَتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکمِ الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہٰذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لا دیں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ۔ باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللهِ لہٰذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز وزکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز وزکوۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے۔

(اور اسلام کے حق کے معنی) یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا اور اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۰)

کافر کو کافر جاننا

مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس

شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کُفر میں شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

خاتمہ پر بنا روزِ قیامت اور ظاہر پر مدارِ حکمِ شرع ہے، اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بُت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر پر مرا، مگر ہم کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم یہی ہے کہ اُسے کافر ہی جانیں، اس کی زندگی میں اور موت کے بعد تمام وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لیے ہیں، مثلاً میل جول، شادی بیاہ، نمازِ جنازہ، کفن دفن، جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی پر چھوڑیں، جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اُس سے کوئی قول وفعل خلافِ ایمان نہ ہو، فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں، اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔

اِس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں۔۔۔! جتنی دیر اسے کافر کہو گے، اُتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرلو۔۔۔؟! مقصود یہ ہے کہ اُسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو۔ (بہارِ شریعت جلد اول)

(394) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ كَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، حَرُمَ مَالُهٗ وَدَمُهٗ، وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوعبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے سوا سے انکار کیا جن کی عبادت اللہ کے بغیر کی جاتی ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہوگیا اور اس (کے باطن) کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج۱ص۳۹ رقم: ۱۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث طارق بن اشیم، ج۱ص۴۷۲ رقم: ۱۵۹۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ طارق بن اشیم الاشجعی، ج۸ص۳۱۸ رقم: ۸۱۹۰، صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج۱ص۳۹۵ رقم: ۱۷۱)

شرح حدیث: اسلام کا حکم ظاہر پر ہے مگر کوئی کلمہ پڑھ کر کفریات بکے گا تو کافر ہی کہلائے گا۔

منافقوں کی مکاری اور اعلیٰ حضرت کا جواب

اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے۔ حدیث میں فرمایا: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، ترجمہ:۔ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔ پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہوسکتا ہے؟۔ مسلمانو! ذرا ہوشیار خبردار، اِس مکرِ ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے آدمی کا بیٹا اگر اُسے گالیاں دے، جوتیاں مارے، کچھ کرے، اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا، یونہی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا عزوجل کو جھوٹا کذاب

کہے، چاہے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گالیاں دے، اُس کا اِسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب

اِسی آیت کریمہ الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ میں گزرا، کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے اِدّعائے اسلام پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا؟ اِسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بے شک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قُرآنِ عظیم رد فرما رہا ہے، نیز:

تُمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ

ترجمہ: یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ تم فرمادو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مُطیع الاسلام ہوئے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ (پ ۲۶، سورہ حجرات ۱۴)

اور فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

ترجمہ: منافقین جب تُمہارے حُضور ہوتے ہیں، کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کے بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خدا عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ بے شک تم ضرور اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ (پارہ ۲۸، منافقون/۱)

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکّد کیسی کیسی قسموں سے مؤیَّد ہرگز موجبِ اسلام نہ ہوئی اور اللہ واحدِ قہّار نے ان کے جھوٹے کذاب ہونے کی گواہی دی تو مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کا یہ مطلب گڑھنا صراحۃً قُرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوا اُسے مسلمان جانیں گے جب تک اِس سے کوئی کلمہ، کوئی حرکت، کوئی فعل منافیٔ اسلام صادر نہ ہو، بعدِ صدُورِ منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تُمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

ترجمہ: خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ، بے شک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔ (پارہ ۱۰، توبہ ۷۴)

ابن جریر وطبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا تمہیں شیطان

کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اسے بُلاکر فرمایا تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلالایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حُضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزّوجلّ نے یہ آیت اُتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اُنہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور، یہ کُفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافِر ہوگئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ، کلمہ کُفر ہے اور اِس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مُسلمانی کا مُدّعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافِر ہوجاتا ہے۔۔۔

اور فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

ترجمہ: اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرمادو کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔

(پارہ۱۰ توبہ/۶۵-۶۶)

ابن ابی شیبہ وابن ابی جریر وابن المنذر وابن حاتم الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیّدُنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِیْ كَذَا وَمَا يُدْرِيْهِ بِالْغَيْبِ۔

یعنی کسی کی اُونٹنی گم ہوگئی، اِس کی تلاش تھی، رَسُول اللہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا اُونٹنی فُلاں جنگل میں فُلاں جگہ ہے اِس پر ایک مُنافق بولا محمد رَسُول اللہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بتاتے ہیں کہ اُونٹنی فُلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟ اِس پر اللہ عزّوجلّ نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ ورَسُول عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافِر ہوگئے۔

(دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر، جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر دُرِّ منثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مُسلمانو! دیکھو محمد رَسُول اللہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں۔ کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافِر ہوگئے۔ (تمہید ایمان صفحہ ۹۱-۹۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر و باطن پر حکم فرمانے کے مختار ہیں۔

(پھر فرمایا) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار تھا خواہ حقیقت پر حکم فرمائیں یا ظاہر پر، لیکن اکثر احکام ظاہر ہی

پر فرماتے اور بعض دفعہ باطن پر بھی حکم فرمایا۔

چوری کرنے والے شخص پر قتل کا حکم

ایک شخص حاضر لایا گیا (یعنی بارگاہ میں پیش کیا گیا) جس نے چوری کی تھی۔ فرمایا اُقْتُلُوْہ، اس کو قتل کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اس نے تو چوری کی ہے! فرمایا فَاقْطَعُوْہ، اچھا ہاتھ کاٹا جائے۔ دہنا ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ اُس نے پھر چوری کی، بایاں پیر کاٹ لیا گیا۔ اس نے پھر چوری کی، بایاں ہاتھ کاٹ لیا گیا چوتھی بار پھر چوری کی اور داہنا پیر کاٹ لیا گیا۔ پانچویں مرتبہ اس نے منہ میں کوئی شے چھپا کر رکھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا اُقْتُلُوْہ، یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ (مستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، باب حکایۃ السارق، الحدیث ۸۲۱۴، ج۵، ص۵۴۵ ملتقطا)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۴۸۸)

(395) وَعَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَّقِیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْکُفَّارِ، فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ، فَقَطَعَھَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَۃٍ، فَقَالَ: اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ، ءَاَقْتُلُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَ اَنْ قَالَھَا؟ فَقَالَ: لَا تَقْتُلْہُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا قَطَعَھَا؟! فَقَالَ: لَا تَقْتُلْہُ، فَاِنْ قَتَلْتَہٗ فَاِنَّہٗ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَہٗ، وَاِنَّکَ بِمَنْزِلَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ کَلِمَتَہُ الَّتِیْ قَالَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابومعبد مقداد بن اسود ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یہ فرمائیں کہ اگر میں کسی کافر کو ملوں' پس ہم باہم لڑائی کریں وہ تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے۔ پھر مجھ سے درخت کی اوٹ میں پناہ لے پھر کہہ دے میں اللہ کے لیے اسلام لایا۔ یارسول اللہ! اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اس کو قتل کروں؟ فرمایا اس کو قتل نہ کر' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹا ہے۔ اس کو کاٹنے کے بعد اس نے یہ کہا ہے فرمایا اس کو قتل نہ کر۔ اگر تو اس کو قتل کرے گا' تو اس کو قتل کرنے سے وہ تمہارے اس مرتبے پر ہو جائے گا' جس پر تم اس کے قتل سے پہلے تھے۔ اور تم اس کے اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ کلمۂ شہادت کے کہنے سے پہلے تھا جو اس نے کہا۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنٰی اَنَّہٗ بِمَنْزِلَتِکَ اَیْ: مَعْصُوْمُ الدَّمِ مَحْکُوْمٌ بِاِسْلَامِہٖ۔ وَمَعْنٰی اَنَّکَ بِمَنْزِلَتِہٖ اَیْ: مُبَاحُ

انہ بمنزلتک: کا معنی ہے اس کا خون محفوظ' اس پر حکم مسلم کا لگے گا۔ انک بمنزلتہ: کا معنی ہے اس کے

الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهٖ لَا اَنَّهٗ بِمَنْزِلَتِهٖ فِي الْكُفْرِ، وَاللهُ اَعْلَمُ۔

ورثاء کے لیے تیرا خوں بہانا مباح ہو جائے گا۔ یہ معنی نہیں کہ تو کفر میں اس کے مرتبہ میں ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شهود الملائكة بدرا، ج۵ص۸۵، رقم: ۴۰۱۹، صحیح مسلم، باب تحریم قتل الكافر بعد ان قال لا اله الا الله، ج۱ص۶۶، رقم: ۲۸۴، مسند امام احمد، حدیث المقداد بن الاسود، ج۶ص۳، رقم: ۲۳۸۶۸، مصنف ابن ابی شیبة، باب فیما یمتنع به من القتل وما هو وما یحقن الدم، ج۶ص۴۸۱، رقم: ۳۳۱۰۷، سنن الکبری للبیهقی، باب تحریم القتل من السنة، ج۱ص۳۳، رقم: ۱۶۲۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عظیم الشان جلیل القدر صحابی ہیں اور چھٹے مؤمن ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے، آپ کے والد کا نام عمرو ابن ثعلبہ کندی یا حضرمی ہے، چونکہ اسود ابن یغوث زہری کے حلیف تھے اسی لیے انہیں ابن اسود کہا جاتا ہے۔ یعنی بحالت جہاد میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو جائے وہ موقعہ پا کر میرا ہاتھ کاٹ ڈالے پھر واقعہ در پیش آئے جو آگے مذکور ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور مجھے اس کے اسلام کی خبر ہو گئی اس کا کلمہ سن کر۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نہ تو اسے قتل کرو کہ اب وہ مسلمان ہو گیا اور نہ اپنے ہاتھ کے عوض اس کا ہاتھ کاٹو کیونکہ اگر کافر حربی بحالت قتال مسلمان کو قتل یا زخمی کردے پھر مسلمان ہو جائے تو اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے جرم کا قصاص نہیں ہوتا، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا بہرحال یہ قاعدہ کلیہ ہے۔

(توصحابی نے عرض کی) کفر کی وجہ سے نہ سہی اس کے ظلم کی وجہ سے مجھے اجازت دیجئے کہ اس سے بدلہ لے لوں، کلمہ پڑھنے سے کفر ختم ہو گیا ظلم تو اس کے سر پر سوار ہے۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیونکہ اس کے کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے اس کے سارے گناہ معاف ہو چکے جو کفر کے زمانہ میں کئے یہ بحالت جنگ جو قتل و زخم کیا وہ بھی معاف ہو گیا۔ خیال رہے کہ کافر کے مؤمن ہو جانے پر زمانہ کفر کے گناہ تو معاف ہو گئے مگر حقوق اور سزائیں معاف نہ ہوئیں لہذا اسے زمانہ کفر کا قرض ادا کرنا ہوگا اور اس زمانہ کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا بحالت قتال قتل و زخم کا بدلہ نہ لیا جائے گا یہ فرق خیال میں رہے۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم جیسے وہ کافر کفر کی وجہ سے مباح الدم مستحق قتل تھا ویسے ہی اب تم اس قتل کی وجہ سے مستحق قتل ہو جاؤ گے حکم یکساں ہے وجہ حکم میں فرق ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو کر معصوم الدم ہو گیا اور جو ایسے شخص

کو قتل کردے اسے قتل کیا جاتا ہے اور جیسے تم پہلے محفوظ الدم تھے ایسے ہی اب وہ محفوظ الدم ہو گیا، یا یہ مطلب ہے کہ اب اس قتل کی وجہ سے تم مستحق عذاب ہو گئے اور وہ کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے مستحق رحمت ہو گیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کافر ہو گئے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵، ص ۳۶۴)

(396) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلَى مِيَاهِهِمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ، وطَعَنْتُهُ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟! قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟! فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہینہ قبیلہ کی شاخ حرقہ کی طرف بھیجا تو ہم نے قوم کے چشموں پر صبح صبح حملہ کر دیا میں اور ایک انصاری ان میں سے ایک آدمی پر حملہ آور ہوئے جب ہم نے اس پر قابو پا لیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ انصاری اس سے رک گیا اور میں نے اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا ہم جب مدینہ منورہ آئے تو یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی آپ نے مجھے فرمایا: اے اسامہ کیا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے یہ کہا تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا آپ اس کو بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا (کہ نیا مسلم بننے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں)۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وقَتَلْتَهُ؟! قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السِّلَاحِ، قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟! فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تو نے اس کو قتل کر دیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے تو ہتھیار کے ڈر سے یہ کہا فرمایا تو نے اس کے دل کو کیوں نہ چیرا حتیٰ کہ تو جانتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں تو آپ اس کا تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں اسی دن اسلام لایا ہوتا۔

اَلْحُرَقَةُ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّاءِ: بَطْنٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ: اَلْقَبِيْلَةُ الْمَعْرُوْفَةُ. وَقَوْلُهُ: مُتَعَوِّذًا: اَيْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لَا مُعْتَقِدًا لَّهَا

اَلْحُرَقَةُ حا مہملہ پر پیش اور را پر زبر کے ساتھ قبیلہ جہینہ کی ایک مشہور شاخ ہے۔ مُتَعَوِّذًا یعنی قتل سے بچنے کے لیے اس نے کہا عقیدۃً نہیں کہا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب باعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید، ج۵ص۱۴۴، رقم: ۴۲۶۹، صحیح مسلم، باب تحریم القتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ، ج۱ص۶۸، رقم: ۲۸۸، مسند احمد بن حنبل، حدیث اسامۃ بن زید، ج۵ص۲۰۰، رقم: ۲۱۷۹۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب تحریم القتل من السنۃ، ج۸ص۱۹، رقم: ۱۶۲۶۶، سنن ابوداؤد، باب علی ما یقاتل المشرکون، ج۲ص۲۲۸، رقم: ۲۶۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قبیلہ جہینہ کے کفار سے جہاد کرنے کو لشکر اسلام بھیجا جس میں میں بھی تھا، حضرت اسامہ حضور علیہ السلام کے بہت محبوب صحابی ہیں۔

حضرت اسامہ نے گویا یوں عرض کی کہ میں اپنے اجتہاد سے سمجھا کہ یہ شخص فقط جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے دل سے نہیں پڑھتا، یہ بھی سمجھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں اسلام لانا قتل سے نہیں بچاتا کیونکہ سورۂ سجدہ کی آخری آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے: قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ اس آیت کی بنا پر میں نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا، یہ ہے خطاء اجتہادی (اور میں نے) یہ خبر اس لیے دی کہ مجھے پتہ لگ جائے کہ میں نے اس اجتہاد میں غلطی تو نہیں کی اور کیونکہ اس نے دل سے مسلمان ہونا تھا تو پہلے ہوا ہوتا یہ کیا کہ جب تلوار سر پر پہنچی تب کلمہ پڑھا، یہ جان بچانے کے لیے تھا، یہ ہوئی وجہ اجتہاد۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم کو کیا خبر کہ اس کے دل میں کیا ہے اخلاص یا بچانے کا بہانہ ایسی صورت میں ظاہری کلمہ کا اعتبار کرنا چاہیے تھا، یہاں دل چیرنے سے مراد دل کا حال معلوم کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں ورنہ دنیا سے امان اٹھ جائے، کسی کافر کے ایمان لانے کی کوئی سبیل نہ رہے کہ اس پر بہانہ بازی کا الزام لگا دیا جائے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۵، ص ۲۶۴)

(397) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا، فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذَا شَاءَ

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکوں کی ایک جماعت کی طرف بھیجا لڑائی ہوئی ایک مشرک آدمی جب کسی مسلمان کا ارادہ قتل کرتا اس کو قتل کر لیتا

اَنْ يَّقْصِدَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ، وَاَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ. وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. فَقَتَلَهٗ، فَجَآءَ الْبَشِيْرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ، حَتّٰى اَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهٗ؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا، وَسَمّٰى لَهٗ نَفَرًا، وَاِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَاَى السَّيْفَ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَقَتَلْتَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ: كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے اس کی بے خیالی کا موقع دیکھ کر اس کا ارادہ کیا۔ اور ہم باتیں کیا کرتے وہ اسامہ بن زید تھے تو جب اس پر تلوار اٹھائی گئی تو اس نے لا الٰہ الا اللہ تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بشارت لانے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا اس نے حالات بتائے یہاں تک کہ اس آدمی کا کام بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی صحابی کو بلایا اور پوچھا تو نے اس آدمی کو کیوں قتل کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو شدید کوفت پہنچائی اور فلاں اور فلاں کو شہید کر دیا۔ ایک جماعت کے نام گنوائے' تو جب مجھ پر حملہ آور ہوا اور اس نے تلوار دیکھی تو کہا تو لا الٰہ الا اللہ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کیا کہاں ہاں فرمایا قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ تو کیا کرے گا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے لیے دعائے مغفرت کر دیں۔ فرمایا: روز قیامت جب لا الٰہ الا اللہ آئے گا' تو اس سے کیا کرے گا آپ اس سے زیادہ نہ کرتے یہی کہتے کہ روز قیامت جب کلمہ لا الٰہ الا اللہ آئے گا' تو اس سے کیا کرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب تحریم القتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ ج۱ص۶۸ رقم: ۲۸۹ سنن النسائی الکبرٰی باب قول المشرك لا الہ الا اللہ ج۵ص۱۷۶ رقم: ۸۵۹۵)

شرح حدیث: دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا

حبیبِ خدا عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے محبوب ابنِ محبوب حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو جو کلمہ پڑھتا تھا یہ گمان کرتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ حقیقت میں کلمہ نہیں پڑھ رہا بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے پڑھ رہا ہے، لیکن جب یہ بات نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تک پہنچی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان پر عتاب فرمایا اور بار بار یہ ارشاد فرماتے رہے: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ بات اتنی مرتبہ ارشاد فرمائی کہ میں تمنا کرنے لگا: کاش! میں اس دن مسلمان نہ ہوتا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۱۹۹۵۷، ج۷، ص۲۱۷)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفر کی تمنا نہیں کی تھی بلکہ اپنے مسلمان ہونے کے اس واقعے سے مؤخر ہونے کی تمنا کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ واقعہ اسلام لانے سے پہلے کا ہوتا تو اسلام اسے مٹا دیتا۔ یہ مقامِ فکر ہے لہٰذا یہاں خوب غور کرنا چاہے۔

سب سے بڑی جرأت

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: سب سے بڑا دھوکا اور سب سے بڑی جرأت یہ ہے کہ گناہگار بندہ اپنے گناہ پر ندامت کا اظہار کئے بغیر اللہ عزوجل سے عفو کی اُمید رکھے، اعمالِ صالحہ کئے بغیر اللہ عزوجل کی بارگاہ سے نیکیوں کے حصول کی اُمید رکھے، عمل کئے بغیر جزاء کا انتظار کرے اور حد سے بڑھنے کے باوجود اللہ عزوجل سے مغفرت کی تمنا کرے۔

خوفِ خدا عزوجل کے حصول اور اس میں اضافہ کا سب سے بڑا ذریعہ علم ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ22، فاطر:28)

یہی وجہ ہے کہ علماء صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد والے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر خوفِ خدا عزوجل کا غلبہ رہتا تھا، یہاں تک کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کاش! میں کسی مؤمن کے سینے کا ایک بال ہوتا۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی موت کے وقت فرمایا: عمر ہلاک ہو جائے گا اگر اس کی مغفرت نہ ہوئی۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کاش! مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ کیا جائے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر کفریہ کلمات میں کئے گئے اعتراضات کے ذریعے کچھ اشکال وارد ہوتے ہیں مگر ان اشکالات کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ تمنا حقیقت پر مبنی نہ تھی بلکہ اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ میرے بہت سے گناہ ایسے ہیں جن پر مجھے دوبارہ زندگی ملنے کے بعد مؤاخذے کا خوف ہے۔

(398) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُوْلُ: اِنَّ نَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَاِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمَّنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ، اَللّٰهُ يُحَاسِبُهٗ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ، وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَاِنْ قَالَ: اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں کچھ لوگ وحی کے سبب پکڑے جاتے اب وحی بند ہو چکی اب ہم تو ظاہر پر عمل کریں گے جو ہمارے سامنے بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کو امن دیں گے اور اسے اپنے قریب کریں گے ہمیں اس کے خفیہ حالات سے کوئی تعلق نہیں اس کا حساب اللہ کی طرف ہے اور جس نے ہمارے لیے برائی ظاہر کی ہم اس کو امن دیں گے نہ سچا سمجھیں گے اگر چہ اس کا باطن اچھا ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشهداء العدول، ج۲ص۱۶۹، رقم: ۲۶۴۱ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یحرم به الدم من الاسلام زندیقا کان او غیرہ، ج۸ص۲۰۱، رقم: ۱۶۲۲۷ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شعیب عن الزہری عن حمید، ج۴ص۱۸۵، رقم: ۳۰۶۹ المحرر فی الحدیث لابن دقیق العید، ج۱ص۶۴۸، رقم: ۱۱۹۳)

شرح حدیث: کافر ہونے پر مہر ثبت

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے بھی لڑکے کو وحیِ الٰہی عزوجل نازل ہونے کے بعد قتل کیا تھا اور انہیں مطلع کر دیا گیا تھا کہ اس کے کافر ہونے پر مہر ثبت کر دی گئی ہے اور پھر آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ شریعت مطہرہ میں معتبر دو باتوں کے پائے جانے سے پہلے ہی اسے قتل کر دو اور وہ بلوغت اور بڑے ہو کر کفر کا اظہار ہے اسی لئے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور یہ کچھ میں نے اپنے سے نہ کیا۔ (پ۱۶، الکہف: ۸۲)

علامہ ابو الحیان علیہ رحمۃ اللہ المنان (654-745ھ) اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں اور آپ علیہ السلام کا علم باطنی اُمور کی معرفت تھا جو ان کی طرف وحی کی جاتی تھی اور حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنا تھا۔

(تفسیر البحر المحیط، پارہ ۱۵، سورۃ الکہف، تحت آلایۃ: ۶۵، ج۶، ۱۳۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم اور شاگرد حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہم السلام کو اپنا رفیق

سفر بنا کر مجمع البحرین کا سفر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے جب بہت دور چلے گئے تو ایک جگہ سو گئے۔ اُسی جگہ مچھلی ٹوکری میں سے تڑپ کر سمندر میں کود گئی۔ اور جس جگہ پانی میں ڈوبی وہاں پانی میں ایک سوراخ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر چلنے لگے۔ جب دو پہر کے کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے مچھلی طلب فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ چٹان کے پاس جہاں آپ سو گئے تھے، مچھلی کود کر سمندر میں چلی گئی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس جگہ کی تلاش تھی۔ بہر حال پھر آپ اپنے قدموں کے نشانات کو تلاش کرتے ہوئے اُس جگہ پہنچ گئے جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی جگہ بتائی گئی تھی۔

وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو سلام کیا تو انہوں نے تعجب سے فرمایا کہ اس زمین میں سلام کرنے والے کہاں سے آ گئے؟ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ تو انہوں نے دریافت کیا کہ کون موسیٰ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا جس کو میں نہیں جانتا۔ مطلب یہ تھا کہ میں علم اسرار جانتا ہوں۔ جس کا آپ کو علم نہیں اور آپ علم الشرائع جانتے ہیں جس کو میں نہیں جانتا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر! کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں تا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم دیئے ہیں آپ کچھ مجھے بھی تعلیم دیں۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گا۔ اور کبھی بھی کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے کسی بات کے متعلق کوئی سوال نہ کریں۔ یہاں تک کہ میں خود آپ کو بتا دوں۔ غرض اس عہد و معاہدہ کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام کو اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک کشتی پر نظر پڑی۔ اور کشتی والوں نے ان تینوں صاحبان کو کشتی پر سوار کر لیا اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں مانگا۔ جب یہ لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے جھولے میں سے کلہاڑی نکالی اور کشتی کو پھاڑ کر اُس کا ایک تختہ نکال کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے اور حضرت خضر علیہ السلام سے یہ سوال کر بیٹھے کہ:

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا O (پ 15، الکہف: 71)

ترجمہ کنزالایمان: کیا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بیشک یہ تم نے بُری بات کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں نے آپ سے کہہ نہیں دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے بھول کر سوال کر دیا۔ لہٰذا آپ میری بھول پر گرفت نہ کیجئے اور

میرے کام میں مشکل نہ ڈالئے۔

پھر یہ حضرات کچھ دور آگے کو چلے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے گلا دبا کر اور زمین پر پٹک کر اُس بچے کو قتل کر ڈالا یہ ہوش رُبا خونی منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صبر کی تاب نہ رہی اور آپ نے ذرا سخت لہجے میں حضرت خضر علیہ السلام سے کہہ دیا:۔

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْــٴًـا نُّكْرًا ۝ (پ15، الکھف: 74)

ترجمہ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی بیشک تم نے بہت بری بات کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے پھر یہی جواب دیا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اب اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہ رہیے گا۔ اس میں شک نہیں کہ میری طرف سے آپ کا عذر پورا ہو چکا ہے۔

پھر اس کے بعد ان حضرات نے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی۔ پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسم اعظم پڑھ کر دیوار سیدھی کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بداخلاقی سے بیزار تھے ہی، آپ کو غصہ آ گیا، برداشت نہ کر سکے اور یہ فرمایا:

لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ (پ16، الکھف: 77)

یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہہ دیا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے اُن کا راز میں آپ کو بتا دوں گا۔ سنئے جو کشتی میں نے پھاڑ ڈالی وہ چند مسکینوں کی تھی جس کی آمدنی سے وہ لوگ گزر بسر کرتے تھے اور آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو سالم اور اچھی کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا تو میں نے قصداً ایک تختہ نکال کر اُس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ ظالم بادشاہ کے غضب سے محفوظ رہے۔ اور جس لڑکے کو میں نے قتل کر دیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے۔ اور یہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور والدین اس لڑکے سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اُس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے تو ہمیں یہ خوف وخطرہ نظر آیا کہ وہ لڑکا کہیں اپنے والدین کو کفر میں نہ مبتلا کر دے۔ اس لئے میں نے اُس لڑکے کو قتل کر کے اُس کے والدین کو کفر سے بچا لیا۔ اب اُس کے والدین صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُس لڑکے کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائے گا، جو ایک نبی سے بیاہی جائے گی اور اس کے شکم سے ایک نبی پیدا ہو گا جو ایک امت کو ہدایت کریگا۔ اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے کا راز یہ تھا کہ یہ

دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ ایک صالح اور نیک آدمی تھا۔ اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے لے لیتے۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں، اس لئے ابھی میں نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے اور اے موسیٰ علیہ السلام! آپ یقین و اطمینان رکھیں کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا ہے بلکہ میں نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس چلے آئے۔

(مدارک التنزیل، ج ۳، ص ۲۱۹۔۲۲۱، پ ۱۵۔۱۶، الکہف ملخصاً)

50-بَابُ الْخَوْفِ

خوف کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ) (البقرة: 40)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مجھ ہی سے ڈرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ) (البروج: 12)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلا شبہ تیرے ربّ کی پکڑ یقیناً سخت ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ وَّمَا نُؤَخِّرُهٗ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ) (هود: 102-106)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی طرح تیرے ربّ کی گرفت ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے حالانکہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں یقیناً اس کی گرفت دردناک سخت ہے یقیناً اس میں اس کے لئے نشانی ہے، جو عذاب آخرت سے ڈرے وہ ایسا دن ہے، جس کے لئے لوگ جمع کیے جائیں گے وہ دن حاضری کا ہے ہم اس کو صرف مدت مقررہ کے لئے مؤخر کرتے ہیں اس دن کوئی جان اس کے اذن کے بغیر کلام نہ کرے گی ان میں سے کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔ تو جو لوگ بد بخت ہوئے وہ آگ میں ہیں ان کے لئے اس میں چیخنا چلانا ہوگا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ) (آل عمران: 28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا

يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ) (عبس: 37-34)

ان میں سے ہر ایک کے لئے ایسا حال ہے جو دوسرے سے اس کو بے خیال کرے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ) (الحج: 2-1)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار کو بھول جائے گی اور حمل والی جنم دے گی اور تم لوگوں کو نشہ کی کیفیت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ) (الرحمٰن: 46)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اپنے رب سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ قَالُوْا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ، فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ إِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ) (الطور: 28-25)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض بعض سے پوچھتے ہوئے متوجہ ہوں گے کہیں گے کہ اپنے گھر والوں میں ہم ڈرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں سخت گرمی (لو) کے عذاب سے بچا لیا ہم یقیناً اس کو پکارا کرتے تھے بے شک وہ بھلائی کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ جِدًّا مَّعْلُوْمَاتٌ وَالْغَرَضُ الْإِشَارَةُ إِلٰى بَعْضِهَا وَقَدْ حَصَلَ وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا فَنَذْكُرُ مِنْهَا طَرَفًا وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ:

اس باب میں آیات بکثرت ہیں اور مشہور معروف ہیں مقصد بعض کی طرف اشارہ ہے وہ حاصل ہو چکا اور احادیث تو بہت ہی زیادہ ہیں ان میں سے ایک حصہ ہم ذکر کرتے ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔

(399) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور آپ سچے' سچی خبروں والے ہیں بے شک تم میں سے ہر شخص اپنی والدہ کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی کیفیت میں رہتا ہے پھر اتنی ہی دیر لوتھڑا (جما ہوا خون) ہوتا ہے پھر اتنا ہی عرصہ گوشت کا

يُرْسَلُ الْمَلَكُ، فَيَنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ. فَوَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ٹکڑا رہتا ہے پھر اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور چار باتیں اس کو لکھنے کا حکم ہوتا ہے اس کا رزق اس کی میعاد اس کا عمل اور یہ بد بخت ہے یا سعادت مند۔ اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی اور معبود نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے پس تحریر اس پر سبقت لے جاتی ہے اور وہ جہنمیوں کے کام میں مصروف ہو جاتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے اور کوئی دوزخیوں والے کام کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے تحریر سبقت لے جاتی ہے۔ وہ جنتیوں کے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر الملائکۃ، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۳۲۰۸ صحیح مسلم، باب کیفیۃ الخلق الآدمی فی بطن أمہ ج۸ص۴۳، رقم: ۶۸۹۳ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی ان الوالد الواحد لا یکون مخلوقات ماء رجلین ج۱۰ ص۲۶۶، رقم: ۲۱۸۱۶ سنن ابوداؤد، باب فی القدر، ج۴ص۳۶۴، رقم: ۴۷۱۰ سنن ابن ماجہ، باب فی القدر، ج۱ص۲۹، رقم: ۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے، اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو، یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے واقعہ اُس کے مطابق ہو جائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔

ماں کے رحم میں منی چالیس دن تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے، پھر سُرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا، اس لیئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے، پھر بعد پیدائش نفاس کی مدت چالیس دن ہے، کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے۔ اہلِ سنت میّت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔

پھر ایک فرشتہ یعنی کاتب تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔

(اور بدبخت ہے نیک بخت ہے یعنی) کہ یہ کیا کرے گا، کب اور کہاں مرے گا، کیا کیا کھائے گا اور کیا پیئے گا، اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا، یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ یہ فرشتہ بتعلیم الٰہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی پر لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَہٗ فِیْ عُنُقِهٖ غور کرو جب اُس فرشتے کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلم الخلق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے ورا ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لیئے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریر مختلف ہیں۔

(اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے) یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کے لیئے فرمایا اور وہ کافر بن جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ رب بدعملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہذا ظاہر یہ ہے کہ کفّار کے بچے جہنمی نہیں۔ واللہ اعلم!

(اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے) یعنی ایمان لا کر متقی بن کے مرتا ہے لہذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے، اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ جنت کسبًا، عطاء اور وہبًا ملے گی یہاں کسی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمان کے بچے جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۸۰)

(400) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم کو روز قیامت اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی مہاریں ستر ہزار ہوں گی اور ہر مہار کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔ (مسلم)

شرح حدیث: اللہ عزوجل نے جہنم کے اوصاف کثرت سے بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ترجمۂ کنز الایمان: تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (پ 1، البقرۃ: 24)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا۔

(پ18، الفرقان:12)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم جو آگ جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اللہ عزوجل کی قسم! اگر جہنم ہماری یہی دنیوی آگ بھی ہوتی تب بھی کافی تھی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ کو دنیوی آگ سے اُنہتّر 69 گنا زیادہ تیز کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر جزو کی گرمی دنیوی آگ کی طرح ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب صفۃ الجہنم، باب ماجاء ان نارکم ھذہ۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۵۸۹، ص ۱۹۱۲)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن جب جہنم کو لایا جائے گا تو اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچتے ہوں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب صفۃ الجہنم، باب ماجاء فی صفۃ النار، الحدیث: ۲۵۷۳، ص ۱۹۱۱)

چراغ کی لو پر اُنگلی رکھ دی

ایک نیک بزرگ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ وہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا، اچانک انؒ کے دل میں گناہ کا خیال آیا تو وہ اپنے نفس سے کہنے لگے: میں اپنی انگلی اس چراغ کی بتی پر رکھتا ہوں اگر تو نے اس پر صبر کرلیا تو میں اس گناہ کو کرنے میں تیری بات مان لوں گا۔ پھر جب انہوں نے اس بتی پر اپنی انگلی رکھی تو بے قرار ہو کر چیختے ہوئے کہنے لگے: اے دشمنِ خدا عزوجل! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کر سکا جسے ستر مرتبہ بجھایا گیا ہے تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کریگا؟

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہمیں ڈرانے والی کچھ باتیں سنائیں۔ تو حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت کے دن ستر انبیاء کرام علیہم السلام کے عمل لے کر بھی آئیں تو قیامت کے احوال دیکھ کر انہیں حقیر جاننے لگیں گے۔ اس پر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ دیر کے لئے سر جھکا لیا پھر جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا: اے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مزید سنائیں۔ تو انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اگر جہنم میں سے بیل کے ناک جتنا حصہ مشرق میں کھول دیا جائے تو مغرب میں موجود شخص کا دماغ اس کی گرمی کی وجہ سے اُبل کر بہہ جائے۔

رسول کریم، رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل (علیہ السلام) کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے عرض کی: جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے میکائیل

(علیہ السلام) کبھی نہیں ہنسے اور جب سے جہنم پیدا ہوئی، میری آنکھ اس خوف سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں میں اللہ عزوجل کی نافرمانی نہ کر بیٹھوں اور وہ مجھے جہنم میں نہ ڈال دے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دن روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا گیا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی طرف سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مجھے جہنم پر پیش کیا جائے گا مگر یہ خبر نہیں پہنچی کہ میں وہاں سے نجات پا کر نکل بھی سکوں گا۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۹۷)

(401) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ. مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا، وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: دوزخیوں میں سب سے زیادہ نرم عذاب والا روزِ حشر وہ ہوگا جس کے پاؤں کے گہرے حصوں میں دو انگارے رکھے جائیں گے ان کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا وہ یہ سمجھے گا کہ کسی کو اس سے بڑھ کر سزا نہیں ہے حالانکہ اس کو سب سے تخفیف والا عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، ج۸ص۱۱۵، رقم: ۶۵۶۲ صحیح مسلم، باب اھون اھل النار عذابا، ج۱ص۵۳۵، رقم: ۵۳۸ سنن ترمذی، باب ما جاء ان اکثر اھل النار النساء، ج۴ص۷۱۶، رقم: ۲۶۰۴ مسند امام احمد، حدیث النعمان بن بشیر، ج۴ص۲۷۱، رقم: ۱۸۴۱۴ مسند البزار، مسند النعمان بن بشیر، ج۱ص۴۸۳، رقم: ۳۲۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دوزخ کے مختلف طبقے ہیں ہر طبقہ کا عذاب مختلف ہے، اونچے طبقہ کا عذاب نیچے سے ہلکا ہوگا اونچے طبقے کے دوزخیوں میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا ذکر یہاں ہے۔ خیال رہے کہ اگر کالا دانہ پاؤں کی انگلی میں نکل آئے تو اس سے سر چکراتا ہے مریض کہتا ہے میری کھوپڑی پھٹی جارہی ہے اس کا نمونہ دنیا میں ہی قائم ہے لہٰذا اس حدیث پر اعتراض نہ کرو کہ سر کا پاؤں سے کیا تعلق ہے آگ کی جوتی یا تو انگاروں سے بنی ہوئی جوتی ہوگی یا آگ سے تپائی ہوئی جوتی پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی اس کے صرف پاؤں میں آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں۔ (اور پھر بھی) یہ دوزخی سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب مجھ پر ہی ہے مگر واقعہ یہ ہوگا کہ سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۸۰)

ان سے بہتر ساتھی کوئی نہیں

حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بزرگ کو فرماتے سنا کہ بندے کے لئے غم اور خوف سے بہتر ساتھی کوئی نہیں، غم اس چیز کا کہ پچھلے گناہوں کا کیا بنے گا؟ اور خوف اس بات کا کہ بندہ نہیں جانتا کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۵۱۵، رقم الحدیث ۸۹۵)

کب گناہوں سے کنارہ میں کروں گا یارب عزوجل نیک کب اے میرے اللہ! بنوں گا یارب عزوجل
گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی ہائے! میں نارِ جہنم میں جلوں گا یارب عزوجل

اپنی کمزوری وناتوانی کو سامنے رکھ کر جہنم کے عذابات پر غور تفکر کرنا

اپنے دل میں خوفِ خدا عزوجل بیدار کرنے کے سلسلے میں تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان جہنم کے عذابات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ناتوانی پر غور کرے۔ جہنم کے عذابات کی معرفت کے سلسلے میں ذیل کی روایات کا مطالعہ نفع بخش ثابت ہوگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ!

حضرت ابوہریرہ رضي الله تعالي عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری یہ آگ جسے ابن آدم روشن کرتا ہے، جہنم کی آگ سے ستر درجے کم ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! جلانے کے لئے تو یہی کافی ہے؟ ارشاد فرمایا وہ اس سے اُنہتر (۶۹) درجے زیادہ ہے، ہر درجے میں یہاں کی آگ کے برابر گرمی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضي الله تعالي عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی، پھر ہزار سال تک بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سفید ہوگئی، پھر ہزار سال تک بھڑکائی گئی، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، پس اب وہ نہایت سیاہ ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب صفۃ الجھنم، جلد ۴، ص ۲۶۶، رقم الحدیث ۲۶۰۰)

حضرتِ انس بن مالک رضي الله تعالي عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری یہ آگ، دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے، اگر یہ دوبارہ نہ بجھائی جاتی تم اس سے نفع نہ اٹھا سکتے تھے، اب یہ آگ خود اللہ تعالیٰ سے التجاء کرتی ہے کہ اسے دوبارہ جہنم میں نہ لوٹایا جائے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد ۴، ص ۵۲۸، رقم الحدیث ۴۳۱۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضي الله تعالي عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے زانوؤں تک آگ کے شعلے پہنچیں گے اور بعض وہ ہوں گے جن کے کمر تک ہوگی اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے گلے تک آگ کے شعلے ہوں گے۔

(صحیح مسلم، باب صفۃ النار، ص ۱۱۹۷، رقم الحدیث ۲۸۴۵)

حضرت ابوسعید خدری رضي الله تعالي عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس انے فرمایا کہ اگر اس زرد پانی کا ایک ڈول جو دوزخیوں کے زخموں سے جاری ہوگا دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا والے بدبودار ہوجائیں۔

(ترمذی، کتاب صفۃ الجہنم، جلد ۴، ص ۲۶۳، رقم الحدیث ۲۵۹۴)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزرضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر سانپ ہیں یہ سانپ ایک مرتبہ کسی کو کاٹے تو اس کا درد اور زہر چالیس برس تک رہے گا۔ اور دوزخ میں پالان بندھے ہوئے خچروں کے مثل بچھو ہیں تو ان کے ایک مرتبہ کاٹنے کا درد چالیس سال تک رہے گا۔

(مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ النار واھلھا، جلد ۳، ص ۲۴۰، رقم الحدیث ۵۶۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں صرف بدنصیب داخل ہوگا۔ عرض کی گئی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بدنصیب کون ہے؟ فرمایا، وہ شخص بدنصیب ہے جس نے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی اطاعت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے گناہ کو نہیں چھوڑا۔ (مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ النار واھلھا، جلد ۳، ص ۲۴۰، رقم الحدیث ۵۶۹۳)

(402) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى تَرْقُوَتِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: بعض وہ ہوں گے جن کو آگ ٹخنوں تک پکڑے گی اور بعض کو گھٹنوں تک بعض کو کمر بند تک اور بعض کو ہنسلیوں تک پکڑے گی۔ (مسلم)

اَلْحُجْزَةُ: مَعْقِدُ الْاِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ، وَ التَّرْقُوَةُ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: هِيَ الْعَظْمُ الَّذِيْ عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ، وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِيْ جَانِبَيِ النَّحْرِ.

حجزہ ناف کے نیچے چادر باندھنے کی جگہ۔ ترقوۃ تا پر زبر اور قاف پر پیش کے ساتھ سینے کے گڑھے کے قریب ہڈی کو کہتے ہیں۔ انسان کی دو ہنسلیاں اس کے سینے کے دونوں جانب ہوتی ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی شدۃ حر نار جھنم وبعد قعرھا، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۱۳۲۸، مسند امام احمد، ومن حدیث سمرۃ بن جندب، ج۵ص۱۰، رقم: ۲۰۱۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷ص۲۴۳، رقم: ۶۱۸۹، مصنف ابن شیبۃ، کتاب ذکر النار، ج۷ص۵۶، رقم: ۲۲۱۷۹، مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ النار واھلھا، ج۳ص۲۳۲، رقم: ۵۶۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دوزخی لوگوں کو عذاب تو پورے جسم کو ہوگا مگر مختلف طریقوں کا ہوگا جیسا کافر ویسا اس کا عذاب۔ دوزخ کی آگ کا تو ایک انگارا ہی سزا کے لیے کافی ہے جس کے گلے تک آگ ہو غور کرلو اس کا حال کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس آگ سے بچائے، یہ آگ کفار کو بھی پہنچے گی اور بعض گنہگار مؤمنوں کو بھی مگر مؤمنوں کو کچھ دن کے لیے کافروں کو ہمیشہ کے لیے اور بھی

کی طرح فرق ہوگا۔ترقوت وہ ہڈی ہے جو گلے اور گردن کے درمیان ہے جسے ہندی میں ٹیٹوا کہتے ہیں، فارسی میں چنبر۔(مرقات،اشعہ)(مراۃ المناجیح،ج۶،ص۲۶۰)

رسوائی کا گھر

پاک ہے وہ ذات جو سب کا خدا ہے، ہمیشہ سے عظیم، قوت والا، شان وشوکت اور حسن جمال والا ہے، اپنی بادشاہی میں یکتا ہے، اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ اپنے اطاعت گزار کے لئے جنت بنائی اگر چہ وہ حبشی غلام ہی ہو، اور نافرمان کے لئے جہنم بنائی اگر چہ وہ قریش کا آزاد شخص ہی کیوں نہ ہو اور اس کو مشرکین وکفار کا ٹھکانہ، بدبختوں اور فاسقوں کے رہنے کی جگہ بنا دیا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: آگ جس پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔(پ۲۴،المؤمن:۴۶)

اس سے چھٹکارا بھی کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔(پ۱۶،مریم:۷۱)

جہنم رنج والم اور ذلت ورسوائی کا گھر ہے، اس کا انکار کرنے والوں کو بھی اس سے امان نہیں ہوگی، ان کے لئے ہمیشہ اس میں رہنا اور اسے بھولے رہنا لکھ دیا گیا ہے، انہیں اس میں ندا دی جائے گی اور وہ سُن رہے ہوں گے:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جہنم ہے جسے مجرم جھٹلاتے ہیں، پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔(پ۲۷،الرحمٰن ۴۳،۴۴)

ہائے افسوس! وہ ایسا گھر ہے جس کی تکالیف پہنچ کر رہنے والی ہیں، جس کی اُمیدیں پوری نہیں ہوتیں، جس کے راستے تاریک ہیں، جس کی ہلاکتیں غیر واضح ہیں، اس کے رہنے والے جلتا، کھولتا ہوا پانی پئیں گے، اور ہمیشہ اس کے عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس میں اپنی ہلاکت وبربادی کو پکاریں گے مگر اس میں ان کی امیدیں بھی ہلاک ہو جائیں گی، انہیں اس کی قید سے کبھی رہائی نہ ملے گی، پے درپے عذاب کے سبب وہ اس کے کشادہ راستوں اور مختلف حصوں سے فریاد کریں گے: اے مالک ومولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! ہم پر تیری وعید ثابت ہوگئی، اے ہمارے رب عَزَّ وَجَلَّ! لوہے کے گرزوں نے ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اے ہمارے خالق ومالک عَزَّ وَجَلَّ! عذاب سے ہماری کھالیں پک گئی ہیں۔ اے مالک ومولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! ہمیں جہنم سے نکال دے، ہم دوبارہ نافرمانی نہیں کریں گے۔ تحقیق وہ قید جہنمیوں کا کچھ مَر نکال دے گی، پھر انہیں

اس میں ہمیشہ رہنے کا یقین ہوجائے گا، وہ معبودِ حقیقی کے غضب میں لوٹیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے فسق وفجور کا بازار گرم کیا، کفار کے ساتھ میل جول بڑھایا لہٰذا جہنم کو ان کا ٹھکانہ بنادیا جائے گا، یہ کتنا برا ٹھکانہ ہے، منکرین اور شکوک وشبہات کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کے لئے کتنی بری جگہ ہے، اس میں ان کا کھانا زقوم (جہنم کا کانٹے دار درخت)، پینا جہنمیوں کی پیپ اور پگھلا ہوا سیسہ ہوگا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔ (پ۵، النسآء:۵۶) (اَلرَّوْضُ الفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۱۵۴۔۱۵۵)

(403) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ الرَّشْحُ: الْعَرَقُ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لوگ ربّ العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی پسینہ میں نصف کانوں تک ڈوبا ہوگا۔ (متفق علیہ) اَلرَّشْحُ: پسینے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المطففین، باب یقوم الناس لرب العالمین، ج۶ ص۱۶۷، رقم: ۴۹۳۸، صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا اللہ علی احوالھا، ج۸ ص۱۵۸، رقم: ۷۳۸۳، سنن النسائی الکبریٰ، سورۃ المطففین، ج۶ ص۵۰۹، رقم: ۱۱۶۵۶، مسند عبد بن حمید، احادیث ابن عمر، ص۲۳۶، رقم: ۷۶۳، مسند عبداللہ بن مبارک، ص۹۰، رقم: ۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حال ان لوگوں کا ہوگا جنہیں عرش اعظم کا سایہ میسر نہ ہوگا، سایہ والے لوگ بڑے آرام سے ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں گے، وہاں پسینہ کیسا عادل بادشاہ، جوان صالح، اکیلے میں اپنے گناہ یاد کرکے رونے والا عرش کے سایہ میں ہوں گے، پھر اولیاء انبیاء کا کیا پوچھنا دنیا ان کے سایہ میں ہوگی وہ خود سایہ ہوں گے۔ شعر

امی و دقیقہ داں عالم　　　بے سایہ و سایبان عالم

یہ پسینہ سورج اور دوزخ کی گرمی، انتہائی پریشانی وفکر اور ندامت کی وجہ سے ہوگا۔ (مرقات) اور مطابق اپنے اعمال کے ہوگا زیادہ گناہ کیے تو پسینہ زیادہ۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر ایک کا پسینہ الگ ہوگا دوسروں کے پسینہ سے مل کر دریا نہ بنے گا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی سے پانی میں طاق بن گیا، بعض نے فرمایا کہ تمام پسینوں کا دریا بن جاوے گا مگر یہ دریا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے منہ تک جیسے ایک ہی قبر میں مؤمن مردہ جنت میں ہے، کافر مردہ دوزخ میں، ایک چارپائی

پردو آدمی سورہے ہیں ایک اچھی خواب سے خوش ہے دوسرا بری خواب سے پریشان۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۸۲)

سایہ عرش پانے والے پہلے سات اشخاص

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ اور حضرت سیِّدُنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ سات اشخاص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) عادل حکمران (۲) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادتِ الٰہی میں گزری (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلتے وقت مسجد میں لگا رہے حتی کہ واپس لوٹ آئے (۴) وہ دو شخص جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہوگئے (۵) وہ شخص جو خلوت میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرتا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں (۶) وہ شخص جسے کوئی مال و جمال والی عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا صدقہ کیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۸۴۰ بتقدم وتاخر)

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: سات اشخاص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ (۱) وہ شخص جو خلوت میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں (۲) وہ شخص جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت میں اپنی جوانی گزاری (۳) وہ شخص جس کا دل مسجدوں سے محبت کی وجہ سے انہی میں لگا رہے (۴) وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں کو خبر نہ ہو (۵) وہ دو شخص جو باہم ملتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے: میں تجھ سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اور اسی پر قائم رہیں (۶) وہ شخص جس کے پاس مال و جمال والی کوئی عورت بھیجی گئی جو اسے اپنی طرف (گناہ کی) دعوت دے تو وہ کہے: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہوں اور (۷) عادل حکمران۔ (شعب الایمان، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ، الحدیث ۵۴۹، ج ۱، ص ۴۰۵)

(404) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خطبنا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ، وَلَهُمْ خَنِيْنٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک بار خطبہ دیا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ سنا آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آتی تھی۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْحَابِهٖ شَيْءٌ فَخَطَبَ، فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ، غَطَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ.

اور ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے بارے میں کچھ بات پہنچی۔ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا مجھ پر جنت اور جہنم پیش کی گئیں میں نے بھلائی اور برائی میں آج سا منظر کبھی نہ دیکھا۔ جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ پر اس سے زیادہ سخت دن نہ دیکھا گیا انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کی چیخیں نکل گئیں۔

اَلْخَنِيْنُ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: هُوَ الْبُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ.

الخنین: خائے معجمہ کے ساتھ جس رونے کی آواز ناک کی آواز کے ساتھ مل کر ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا الله علی اهوالها، ج۴ص۱۵۸، رقم: ۲۸۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مقداد بن عمرو الاسود، ج۲۰ص۲۵۵، رقم: ۶۲۸۸، مشکوة المصابیح، باب الحشر، الفصل الاول، ج۳ص۲۰۳، رقم: ۵۵۴۰)

شرح حدیث: خوشی منانے والے اترانے والے

مشائخ صوفیہ میں یہ بہت ہی نامور بزرگ ہیں یہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا کہ کبھی اتنا خوبصورت جوان میری نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میرا نام تقویٰ ہے تو میں نے کہا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہر غمگین دل میں، پھر وہ مڑا تو ایک بدشکل اور بہت کالی عورت نظر آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ بدکاری تو میں نے کہا کہ تم کہاں رہتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہر خوشی منانے والے اترانے والے کے دل میں۔ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں جاگ گیا اور میں نے خدا عزوجل سے یہ عہد کرلیا کہ اب زندگی بھر میں سوائے بے اختیاری ہنسی کے کبھی نہیں ہنسوں گا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الثامن، بیان منامات المشائخ، ج۵، ص۲۶۵)

خوفِ خدا عزوجل سے رونے والا

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝

تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو، اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان، پ ۲۷، النجم ۵۹، ۶۰)

تو اصحابِ صُفّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس قدر روئے کہ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ انہیں روتا دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہتے ہوئے آنسو دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رویا ہو۔ (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ا، ص ۴۸۹، رقم الحدیث ۷۹۸)

زیادہ رونے پر سمجھائیں

حضرت سیدنا ابن علاء سعدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میری ایک چچازاد بہن تھی وہ عبادت گزار تھی اور قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتی تھی۔ جب وہ کسی ایسی آیت پر پہنچتی جس میں جہنم کا ذکر ہوتا تو رو پڑتی۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اس کی بینائی جا چکی تھی۔ اس کے چچازاد بھائیوں نے آپس میں کہا چلو چل کر اس کو زیادہ رونے پر سمجھائیں۔

فرماتے ہیں جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا اے بُرَیْرَہ! کیسی ہو؟ اس نے کہا مہمان ہیں جو اجنبی زمین میں پڑے ہیں اس انتظار میں ہیں کہ کب بلاوا آئے اور ہم اسے قبول کریں۔ ہم نے کہا یہ رونا کب تک رہے گا تمہاری بینائی تو زائل ہوگئی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان آنکھوں کے لئے بھلائی نہیں ہے تو اس سے بھی زیادہ رونے کی ضرورت ہے پھر اس نے منہ پھیر لیا حضرت سیدنا ابن العلاء فرماتے ہیں آنے والوں نے کہا چلئے اللہ کی قسم! یہ ایسی حالت میں ہے جس میں ہم نہیں ہیں۔

حضرت سیدنا معاذہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طریقہ مبارکہ تھا کہ جب دن نکلتا تو کہتیں یہ میری موت کا دن ہے اور وہ شام تک کھانا نہ کھاتیں پھر جب رات آتی تو کہتیں یہ وہ رات ہے جس میں میں مرجاؤں گی چنانچہ وہ صبح تک نماز میں مشغول رہتیں۔ (فیضانِ احیاء العلوم صفحہ ۱۲۸)

(405) وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيْ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَاللهِ مَا أَدْرِيْ مَا يَعْنِيْ بِالْمِيْلِ، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيْلَ الَّذِيْ تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟ قَالَ: فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ إِلٰى حِقْوَيْهِ،

حضرت مقداد ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سورج کو مخلوق کے اتنا قریب کیا جائے گا کہ ان کے سروں سے ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ حضرت مقداد سے روایت کرنے والے راوی سلیم بن عامر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا میل سے پیمائش زمین والا میل ہے یا سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں، فرمایا: لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ہوں گے۔ کچھ لوگوں کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک ہوگا، کچھ کا

وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا ۔ وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پسینہ ان کی رانوں تک ہوگا۔ کچھ لوگ کمر بند تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ اور کچھ وہ ہوں گے جن کو پسینہ لگام کی طرح ان کے منہ سے قابو کرے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھ سے اپنے بابرکت منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا اللہ علی اھوالھا، ج۸ص۱۵۸، رقم: ۲۸۶۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مقداد بن عمرو الاسود، ج۲۰ص۲۵۴، رقم: ۶۰۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب الحشر، الفصل الاول، ج۲ص۳۰۲، رقم: ۵۵۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ میل سے مراد راستہ کا میل ہے کوس کا تہائی حصہ، آج کل ہمارے ہاں آٹھ فرلانگ کا میل ہوتا ہے، عرب میں پانچ فرلانگ کا جسے کیلو کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے بہر حال ہوگا نہایت ہی قریب اور اعمال سے مراد گناہ ہیں یعنی بداعمال خواہ کفر ہو یا دوسرے گناہ اس پسینہ کی تحقیق ابھی ابھی ہو چکی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس پسینہ میں ڈوبا نہ ہوگا، بعض قریب ڈوبنے کے ہوں گے، اس اختلاف حال کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کردی گئی۔ خیال رہے کہ فم منہ کو کہتے ہیں اور وجہ چہرہ کو، فی بنا ہے فم سے بمعنی منہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۳۸۲)

عید میں روزِ محشر کی یاد ہے

عید کا دن یومِ قیامت کے مشابہ ہے جس دن گرج دار کڑک اور صور پھونکنے کی آواز سنائی دے گی۔ اور طبلوں کا بجنا گرج دار کڑک کی یاد دلاتا ہے اور بگل کا بجنا صور پھونکنے کی یاد دلاتا ہے، عید گاہ میں لوگوں کا اِجتماع میدانِ محشر میں لوگوں کے اجتماع کی یاد ہے کہ وہ مختلف رنگ و نسل کے ہوں گے اور ان کے احوال بھی مختلف ہوں گے۔ کچھ کے لباس سفید اور کچھ کے سیاہ، کچھ پیدل اور کچھ سوار، کچھ خوش اور کچھ غمگین، کچھ جنت کی نعمتوں کی طرف اور کچھ جہنم کے عذاب کی طرف پلٹیں گے۔ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحسنِ انسانیت، محبوبِ رَبُّ العزت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: لوگوں کو اپنی قبروں سے تین حصوں میں اُٹھایا جائے گا، ایک تہائی سواریوں پر اور ایک تہائی پیدل ہوں گے اور ایک تہائی چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الیاء، الحدیث ۸۴۹۸، ج۲، ص۵۰۱، بتغیر)

جس طرح لوگ عید گاہ میں امام کا انتظار کرتے ہیں، اسی طرح بروزِ قیامت محشر کے کھلے میدان میں ٹھہر کر اس

جزاوسزا کا انتظار ہوگا جس کا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے وعدہ فرمارکھا ہے۔اور خطبہ میں اشارہ ہے کہ جب امام خطبہ دیتا ہے تو لوگ خاموش ہوجاتے ہیں اسی طرح اللہ عَزَّ وَجَلَّ لوگوں سے حساب کتاب لے گا اور سزا سنائے گا جبکہ ہم خاموش ہوں گے۔اور عید گاہ میں لوگوں کے مختلف درجے، قیامت میں لوگوں کے مختلف درجوں کے مشابے ہیں۔کچھ سائے میں بیٹھتے ہیں اور کچھ دھوپ میں اسی طرح بروزِ قیامت کچھ پسینے میں شرابور ہوں گے اور کچھ عرش کے سائے میں مزے لُوٹ رہے ہوں گے۔اسی طرح لوگوں کا عید گاہ سے لوٹنا بھی قیامت کی یاد دِلاتا ہے کہ بعض کی عبادت قبول ہوجاتی ہے جبکہ بعض کی مردود۔

حضرت سیِّدُنا وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عید کے دن نکلتے تو اپنے سر پر مٹی اور راکھ ڈالنے لگے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی گئی: آج تو خوشی اور زینت کا دن ہے۔تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: یہ اس شخص کے لئے سُرور وزینت کا دن ہے جس کے روزے مقبول ہوگئے۔

(اَلرَّوضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۲۴۵)

(406) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا، وَّيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنٰى يَذْهَبُ فِي الْاَرْضِ: يَنْزِلُ وَيَغُوْصُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ پسینہ میں ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ چلا جائے گا۔ اوران کو لگام ڈالے گا حتیٰ کہ کانوں تک جا پہنچے گا۔

(متفق علیہ)

یذ ھب فی الارض: کا معنیٰ ہے زمین میں اترے گا اور گہرائی تک پہنچ جائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالیٰ "الایظن اولئك انهم مبعوثون ليوم عظيم" ج۸ص۱۱۱ رقم: ۶۵۳۲، صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا الله علی اهوالها ج۸ص۱۵۸ رقم: ۷۳۸۴، مشکوۃ المصابیح، باب الحشر، الفصل الاول، ج۳ص۲۰۳، رقم: ۵۵۳۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الحشر، ج۱۰ص۳۲۸، رقم: ۷۹۸۴، 407. صحیح مسلم، باب فی شدة حر نار جهنم وبعد قعرها وما تاخذ من المعذبین، ج۸ص۱۵۰، رقم: ۷۳۳۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی صفة النار، ج۱۰ص۵۱۲، رقم: ۸۰۵۴)

شرحِ حدیث: سونے کی کرسیوں پر

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کی سختیاں بہت زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ کافر کوان کا پسینہ لگام دے رہا ہوگا۔ان سے عرض کی گئی: تو مؤمنین کہاں ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: سونے کی کرسیوں پر ہوں گے اور اُن پر بادل سے سایہ کیا جائے گا۔

(فتح الباری شرح البخاری، کتاب الرقاق، ج۱۱، ص۳۳۷)

(علامہ سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں) پھر میں نے دیکھا کہ امام طبرانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اپنی کتاب الکبیر میں اس حدیثِ پاک کے مرفوع ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عُمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے، تو کہا جائے گا: اس اُمت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوجائیں گے پوچھا جائے گا: تم نے کیا عمل کئے؟ وہ عرض کریں گے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی وسلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنادیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تم نے سچ کہا۔ یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہوجائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر باقی رہ جائیں گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔

(صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، الحدیث ۷۳۷۶، ج۹، ص ۲۵۳)

حضرت سیِّدُنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: سورج قیامت کے دن لوگوں سے بہت زیادہ قریب ہوگا حتّٰی کہ اِن کے سروں سے ایک یا دو کمان کے فاصلے پر آجائے گا، اس دن کسی کے بدن پر پھٹے پرانے کپڑے کا ایک ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ مگر اس دن کسی مؤمن مرد اور عورت کا ستر دکھائی نہ دے گا اور نہ ہی اُس دن کسی مؤمن مرد اور عورت کو سورج کی گرمی نقصان پہنچائے گی جبکہ باقی لوگوں۔ یا ارشاد فرمایا- کافروں کو پیسا جائے گا تو اُن کے پیٹ ابلنے اور جوش مارنے کی آوازیں نکالیں گے۔ (الزھد لابن المبارک، اول السادس عشر، الحدیث ۳۴۷، ص ۱۰۰)

(407) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً. فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے ایک خوفناک آواز سنی فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں فرمایا یہ ایک پتھر ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اب تک اس میں گرتا رہا حتیٰ کہ اس کی تہہ میں پہنچا تو تم نے اس کی آواز سنی۔ (مسلم)

شرح حدیث: کیا تمہیں ان احوال سے عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ کیا تم جہنم کی آگ اور اس کی ہولناکیوں سے نہیں ڈرتے؟ کیا اس کی زنجیروں اور طوقوں سے تمہیں خوف نہیں آتا؟ تعجب ہے اس شخص پر جو جنت میں اپنے باپ حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ مبارک میں تھا پھر بھی وہ کیسے اس جہنم میں داخل ہوجائے گا جس کا ایندھن آدمی اور پتھر

ہیں۔

جہنمی اہل جنت سے کھانا اور پانی مانگیں گے

مروی ہے: آگ کے شعلے جہنمیوں کو بلند کریں گے یہاں تک کہ وہ چنگاریوں کی طرح اُڑنے لگیں گے، جب وہ بلند ہوں گے تو اہلِ جنت پر جھانکیں گے، اُن کے درمیان پردہ ہوگا، جنتی، جہنمیوں سے کہیں گے: ہم نے پالیا جس کا ہمارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا تو کیا تم نے بھی پالیا جس کا تمہارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں ہم نے بھی پالیا۔ پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا: ظالموں پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی لعنت ہے۔ جہنمی جب بہتی نہریں دیکھیں گے تو اہلِ جنت سے کہیں گے: ہمیں پانی یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جو رزق تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ دو۔ تو اہلِ جنت کہیں گے: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام فرمادی ہیں۔ پھر عذاب کے فرشتے انہیں لوہے کے گُرزوں سے جہنم کی تہہ تک لوٹا دیں گے۔ بعض مفسرین نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان کے تحت مذکورہ روایت نقل فرمائی ہے:

(1) كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَ قِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اُسی میں پھیر دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا چکھو اُس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔ (پ21، السجدۃ:20)

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحب جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

(2) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

(پ4، اٰل عمران:102)

پھر ارشاد فرمایا: اگر زقوم (جہنم کے ایک کانٹے دار زہریلے درخت کے پھل) کا ایک قطرہ دُنیا میں انڈیل دیا جائے تو ساری دنیا کو تباہ و برباد کردے اور اہلِ زمین پر ان کی زندگی اجیرن کردے تو ان کی حالت کیسی ہوگی جن کا کھانا ہی یہ ہوگا۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ماجاء فی صفۃ شراب اھل النار، الحدیث ۲۵۸۵، ص ۱۹۱۲)

جہنم میں کافر کی حالت

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو

عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وَصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے: کافر کی کھال کی موٹائی بہتر (72) گز ہوگی، اس کی داڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ و مدینہ کے درمیانی فاصلے جتنی ہوگی۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ماجاء فی ۔۔۔۔۔۔ اھل النار، الحدیث ۲۵۷۷، ص۱۹۱۱)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم سب کو جہنم کی آگ اور اس میں کفار و فجار کے ٹھکانے سے بچائے۔ کاش! تو جہنمیوں کو اور ان کے کھولتے پانی کو دیکھ لیتا تو ضرور اس سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتا۔ جب بھی ان کی بھوک سخت ہوگی تو ان کے لئے آگ کے کانٹوں کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا۔ اے گنہگارو! کیا تم جہنم کی آگ برداشت کرسکو گے؟ ہر گز نہیں بلکہ وہ تو بھڑکتی آگ ہے کہ لوگ جس کی طرف ہر سمت سے ہانکے جائیں گے۔

(3) اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا، اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے۔ فرمایا جائے گا: آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔ (پ18، الفرقان: 12 تا 14)

اور اگر اس دن تو لوگوں کو دیکھتا

(4) يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔ (پ13، ابراھیم: 48)

جہنمیوں پر سخت مصائب نازل ہوں گے اور گرد و غبار چھا جائے گا، ان کی پلکوں کے پردوں سے بارش کی طرح خون برسے گا اور بے چینی و آزردگی انہیں ہر جانب سے گھیر لے گی۔ (اَلرَّوضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق صفحہ ۱۵۳۔۱۵۴)

(408) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے کلام کرے گا بندے اور رب کے درمیان میں ترجمان نہ ہوگا۔ پس وہ دائیں طرف دیکھے گا تو صرف اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال دیکھے گا۔ اور بائیں طرف دیکھے گا' تو بھی اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال ہی دیکھے گا سامنے دیکھے گا' تو آگ ہی سامنے دیکھے گا پس آگ

سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ دے کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالٰی "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربها ناظرۃ" ج۲ص۱۲۲ رقم: ۷۴۴۳، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ، ج۲ص۸۶ رقم: ۲۳۹۵، مسند امام احمد، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج۶ص۲۵۶ رقم: ۱۸۲۷۲، السنن الکبری للبیہقی، باب التحریض علی الصدقۃ، ج۴ص۱۳۸ رقم: ۷۹۹۵، سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج۱ص۹۰ رقم: ۱۸۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو رب کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار و کلام ہوگا بدکاروں سے غضب و قہر کا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم ان سے کلام نہ کریں گے، ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت و کرم کا دیدار و کلام مراد ہے۔

اور ہر چہار طرف اعمال ہوں گے بیچ میں عامل ہوگا اپنے ہر عمل کا نظارہ کرے گا۔ اور حساب یہاں ہو رہا ہوگا اور دوزخ کی آگ سامنے سے نظر آ رہی ہوگی کیسا بھیانک نظارہ ہوگا۔ خدا کی پناہ!

اور دوزخ سے بچنے کا اعلٰی ذریعہ صدقہ و خیرات ہے، صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا، وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے، کھجور کی قاش کی ہی خیرات کر دو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے گا، کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔ (اشعۃ اللمعات) (مرأۃ المناجیح، ج۷، ص۳۸۲)

آگ سے بچنے کا بہترین طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا عبدالرحمن بن ابی لیلٰی علیہ رحمۃ اللہ الاعلٰی کا بیان ہے، حضرتِ سیِّدُنا مُعاذ بن عَفْرَاء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس جو بھی دنیوی مال آتا سب صدقہ کر دیتے۔ جب ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو ان کی اہلیہ محترمہ نے اپنے خاندان والوں سے کہا: اِن حضرت سے کہیں کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ مال جمع کر لیں۔ چنانچہ، عزیز و اقارب نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: اب آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاحبِ اولاد ہو گئے ہیں، اگر اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع کر رکھیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ فرمایا: میں تو یہی چاہتا ہوں کہ آگ سے بچنے کے لئے اپنی ہر شئے خرچ کر دوں، لہٰذا میں صدقہ و خیرات کرنے سے رُک نہیں سکتا۔

راوی کہتے ہیں: جب آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پڑوس میں زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا میراث میں چھوڑا، وہ ایسی زمین تھی کہ میں اپنی تین درہم کی چادر کے عوض بھی خریدنے پر راضی نہ تھا۔ پھر چند دن بعد پڑوسی نے وہی زمین تیس ہزار (30,000) درہم میں خرید لی۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۳۳۳)

صدقہ دینے میں جلدی کرو

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے ہو۔ (مجمع الزوائد، باب الحث علی الصدقۃ، رقم ۴۵۸۰، ج ۳، ص ۲۷۵)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، اے عائشہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے اور یہ بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی کہ شکم سیر کے۔ (مجمع الزوائد، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۸۲، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرتِ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۲، ج ۳، ص ۲۸۳)

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو منبر کی سیڑھیوں پر فرماتے ہوئے سنا، آگ سے بچو! اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے ہو بے شک یہ ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتی اور بری موت سے بچاتی ہے اور بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی شکم سیر کے پیٹ میں گھیرتی ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۸۳، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تکبر اور فخر کو دور کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۹، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

(409) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ، اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ. مَا فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی. وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ،

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے آسمان سے چرچرانے جیسی آوازیں آتی ہیں اور اس کا حق ہے کہ ایسی آوازیں نکالے کیونکہ ہر چار انگلی کی جگہ پر کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنے اللہ کے لیے سربسجود ہے۔ اللہ کی قسم

لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا، وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں' تو تم ہنسو کم اور روز زیادہ اور تم بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت اندوز ہونا ترک کر دو اور تم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَ أَطَّت بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيْدِ الطَّاءِ وَ تَئِطّ بِفَتْحِ التَّاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَّكْسُورَةٌ، وَالْأَطِيْطُ: صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا، وَمَعْنَاهُ: أَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَآءِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْعَابِدِيْنَ قَدْ أَثْقَلَتْهَا حَتّٰى أَطَّتْ۔

أَطَّتْ: ہمزہ پر زبر اور طا پر شد کے ساتھ اور تئط : تا پر زبر اور اس کے بعد ہمزہ پر زیر اور اطیط : کجاوے اور اس سے مشابہ چیزوں کی آواز کو کہتے ہیں۔ مطلب عبادت گزار فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے کہ گویا بوجھل ہو کر آسمان سے کجاوے کی سی آواز آنے لگی۔

وَ الصُّعُدَاتُ بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ: الطُّرُقَاتُ: وَمَعْنٰى: تَجْأَرُونَ: تَسْتَغِيْثُوْنَ۔

صُعُدَاتٌ: صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا معنی ہے: راستے' میدان۔ تَجْأَرُوْنَ: کا معنی ہے: تم پناہ طلب کرتے۔ مدد طلب کرتے ہوئے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، ج۴ص۲۱۲، رقم ۲۳۱۲، السنن الکبری للبیہقی، باب ما کان مطالبا برویۃ مشاھدۃ الحق، ج۷ص۵۲، رقم: ۱۳۷۱۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشائخ عن ابی بن عامر، ج۵ص۱۷۳، رقم: ۲۱۵۵۵، مشکوۃ المصابیح، باب التوکل والصبر، ص۲ص۱۹۰، رقم: ۵۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں، جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

مالا تردون میں ما عام ہے ہر غیبی چیز حضور پر ظاہر ہے۔

اطت بنا ہے اطیط سے، اطیط کے معنی چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلقًا آواز بھی یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں۔ فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوف الٰہی میں روتا ہے، فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے فرشتوں کے ساتھ۔ (مرقات، اشعہ) غرض کہ آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لیے اس کے لیے سنا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان کی یہ آواز میں سن رہا ہوں۔

اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں، رکوع، قیام، قعود والے فرشتے ان کے سواء ہیں، رب تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا: **مَا مِنَّآ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ** سجدہ والوں کی جگہ اور ہے رکوع، قیام والوں کی جگہ اور۔ (اور) اس (حدیث) سے حضور کے تحمل و برداشت کا پتہ لگتا ہے کہ حضور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے پھر بھی دنیا و دین دونوں سنبھالے ہوئے ہیں۔

صعدات جمع ہے صعید کی بمعنی زمین کی ظاہری مٹی، اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے مکان پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا، آرام کرنا بھول جاتے، جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے، منزلیں بہت بھاری ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۹۴)

خوف کی حالت

حضرت سیدنا عنبری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحاب حدیث حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جمع ہوئے تو آپ نے روشندان سے ان کو جھانکا (تو انہوں نے دیکھا کہ) آپ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۶۵ کتاب التفسیر) رو رہے تھے اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی داڑھی مبارک ہل رہی تھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا تم پر قرآن پاک پڑھنا لازم اور نماز کی پابندی ضروری ہے اور یہ وقت حدیث کا نہیں یہ رونے، گڑگڑانے، عاجزی اور ڈوبنے والے کی طرح پکارنے کا وقت ہے اس زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کرو اپنی جگہ چھپاؤ اور دل کا علاج کرو اچھی باتوں کو اختیار کرو اور بری باتوں کو چھوڑ دو۔

ایک دن حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا گیا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چل رہے تھے پوچھا گیا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں گویا وہ خوف کی حالت میں چل رہے تھے۔

حضرت سیدنا ذر بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے باپ حضرت سیدنا عمر بن ذر (رحمہما اللہ) سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگ گفتگو کرتے ہیں تو کوئی بھی نہیں روتا اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ہر طرف سے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے انہوں نے فرمایا جس عورت کا بچہ گم ہو جائے اس کے رونے اور اجرت لے کر رونے والی کے رونے میں فرق ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک جماعت ایک عابد کے پاس کھڑی ہوئی اور وہ رو رہا تھا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے رونے کی کیا وجہ ہے؟ اس عابد نے جواب دیا ایک زخم ہے جس کو ڈرنے والے لوگ اپنے دلوں میں پاتے ہیں پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لئے جو ہیبت ناک ندا ہو گی۔ (فیضان احیاء العلوم صفحہ ۲۲۶)

(410) وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ - بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ - نَضْلَۃَ بْنِ عُبَیْدِ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ

حضرت ابوبرزہ را پھر زا کے ساتھ نضلہ بن عبید اسلمی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُسْاَلَ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ، وَعَنْ عِلْمِہٖ فِیْمَا فَعَلَ فِیْہِ، وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ، وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ، وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

بندے کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک نہ ہٹیں گے۔ جب تک اس کی عمر کے متعلق اس سے پوچھا نہ گیا کہ کن کاموں میں اسے صرف کیا اور علم کے بارے میں کیا عمل کیا۔ اور مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور جسم کے بارے میں کہ توانائیاں کہاں صرف کیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی القیامۃ، ج۴ص۶۱۲، رقم: ۲۴۱۷، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ الھیثم، ج۳ص۱۵۵، رقم: ۹۴۰۶، سنن الدارمی، باب من کرہ الشھرۃ والمعرفۃ، ج۱ص۱۴۴، رقم: ۵۳۷، مسند ابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۳ص۴۲۸، رقم: ۷۴۳۴)

شرح حدیث: حضرت سیِّدُنا ابن حبان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۴)

پھر اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے اس سے تجاوز نہ فرما سکے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، الحدیث ۹۴، ج ۳، ص ۱۸۸)

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ روزِ قیامت بندہ جگہ سے ہل نہ سکے گا جب تک چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں۔ ایک اس کی عمر کہ کس کام میں گزری، دوسرے اس کا علم کہ اس پر کیا عمل کیا، تیسرے اُس کا مال کہ کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ چوتھے اس کا جسم کہ اس کو کس کام میں لایا؟

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فکرِ آخرت

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ خاموش بیٹھے تھے جبکہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دوست گفتگو میں مشغول تھے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی، اے امیر المؤمنین! آپ کو کیا ہوا کہ آپ کلام نہیں فرما رہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: میں اہلِ جنت کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ وہ جنت میں کیسے ایک دوسرے کی زیارت کریں گے؟ اور اہلِ دوزخ کے بارے میں سوچ رہا ہوں

کہ وہ جہنم میں کیسے چلائیں گے؟ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔

(الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، الحدیث ۶۴، ج ۳، ص ۱۸۲)

آنسوؤں سے پرنالہ بہہ پڑا

خراسان کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور نے بیتُ المُقدَّس جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ایک ایسے راہب کے پاس پڑاؤ کیا جہاں حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ اس نے راہب سے پوچھا: اے راہب! مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں سب سے عجیب بات کون سی دیکھی؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! اے خلیفہ! ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے اس کمرے کی سنگِ مَرمَر سے بنی ہوئی چھت پر تھے اور میں اس کے نیچے گُدِّی (یعنی گردن کے پچھلے حصے) کے بَل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک پرنالے سے پانی کے قطرے میرے سینے پر گرنے لگے۔ میں نے سوچا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! نہ میرے پاس پانی ہے اور نہ ہی آسمان سے برس رہا ہے۔ چنانچہ، حقیقتِ حال سے آگاہی کے لئے میں چھت پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سجدہ ریز ہیں اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنسو پرنالے سے نیچے گر رہے ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث ۱۲۷، ج ۳، ص ۱۹۶)

حضرت سیِّدُنا حَسَن بن حَسَن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خون کے آنسو روتے دیکھا ہے۔ (الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ۱۶۸۹، ص ۲۹۸)

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل ہونے کے باوجود اس قدر خوف رکھتے تھے اور تم ناقص ہونے کے باوجود کتنے بے خوف ہو؟ دُنیا آخرت کا آئینہ ہے، جو دنیا میں کرو گے آخرت میں دیکھو گے، آج عمل کرو گے کل دیکھو گے، اگر تم عقل مند ہو تو اپنے برے اعمال پر رویا کرو اور اگر غفلت کی نیند میں ہو تو عنقریب نیند کی یہ لذت تم سے دُور چلی جائے گی۔ (الرَّوضُ الفائق فی المَواعِظِ والرَّقائق صفحہ ۳۸۲)

(411) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: (یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا) (الزلزلة: 4) ثُمَّ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا تَقُوْلُ: عَمِلْتَ كَذَا وَ كَذَا فِیْ یَوْمِ كَذَا وَ كَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن یہ آیت پڑھی: یومئذ تحدث اخبارھا اس دن زمین اپنی خبریں بتائے گی فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا کہ: اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر مرد و زن نے زمین کی پشت پر جو کچھ کیا اس کی گواہیاں دے گی کہے گی' تو نے فلاں فلاں

حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

دن ایسا ایسا کام کیا۔ پس یہ اس کی خبریں ہیں۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ومن سورة اذا زلزلت الارض، ج۵ص۳۲۶ رقم: ۳۳۵۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۷۷ رقم: ۸۸۸۳ مسند البزار، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۱ص۳۲۳ رقم: ۸۸۲۹، المستدرك للحاكم، باب تفسير سورة الزلزلة، ج۳ص۳۲۱ رقم: ۳۹۶۵ السنن الكبرى للنسائی، تفسير سورة الزلزلة، ج۲ص۵۲۰، رقم: ۱۱۶۹۳)

(412) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ اَنْعَمُ ! وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں کس طرح خوش باش رہ سکتا ہوں جبکہ صور پھونکنے والے نے صور منہ میں لے رکھی ہے اور پھونکنے کے لیے اذن کے انتظار میں ہے کہ کب حکم ہو اور وہ پھونک دے۔ تو گویا یہ بات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر بھاری ہوئی تو آپ نے ان کو فرمایا تم کہو ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اور اچھا کارساز ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلْقَرْنُ : هُوَ الصُّوْرُ الَّذِيْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ) كَذَا فَسَّرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اَلْقَرْنُ: وہ صور ہے جس کا دوسری آیت میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان کی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الصور، ج۴ص۱۹۲ رقم: ۲۴۳۱ المعجم الصغیر، باب الالف من اسمه احمد، ج۱ص۷۹ رقم: ۱۰۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج۱ص۳۲۶ رقم: ۳۰۱۰ مصنف ابن ابی شيبة، باب ما يقول اذا وقع فی الامر العظيم، ج۱۰ص۳۵۲ رقم ۳۰۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت اسرافیل منہ میں صور لیے عرش اعظم کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم ملے اور میں بلا تاخیر صور پھونک دوں، جب میری آنکھیں یہ نظارہ کر رہی ہیں تو میرے دل کو چین و خوشی کیسے ہو، ادھر خوف لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کی نظریں سب کچھ دیکھتی ہیں۔ شعر

اے فروغت صبح آثار ودہور   چشم تو بینندہ ما فی الصدور

خیال رہے کہ یہ فرمان عالی اظہارِ خوف و خشیت کے لیے ہے اس لیے نہیں کہ ابھی صور پھونک جانے قیامت آجانے کا

اندیشہ ہے قیامت تو اپنے وقت پر آوے گی اس سے پہلے بہت سی علامات ہوں گی خروج دجال، نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آندھی بادل آنے پر سرکار پر خوف کے آثار ظاہر ہوجاتے تھے ہیبت الٰہی کی وجہ سے اس لیے نہیں کہ عذاب الٰہی آنے کا اندیشہ ہے، رب تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔

کان لگانا، سر جھکانا تیار رہنے کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ یہ تیاری قیامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بندہ وقت سے پہلے کام کے لیے تیار رہتا ہے۔

(صحابہ نے عرض کی) ہم قیامت قائم ہونے پر یا مصیبتوں پر یا ہر وقت یا اب ہمارے دلوں پر بہت گھبراہٹ ہے کیا کریں کون سا عمل کریں جس سے دل کو چین ہو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔

خیال رہے کہ یہ کلمات (تعلیم کردہ) بڑے مبارک ہیں۔ جب حضرت خلیل اللہ نمرود کی آگ میں جارہے تھے تو آپ کی زبان شریف پر یہ ہی کلمات تھے اور جب صحابہ کرام کو خبر پہنچی کہ کفار ہمارے مقابلہ کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی یہ ہی کلمات کہے، یہ کلمات مصیبتوں تکلیفوں میں بہت ہی کام آتے ہیں۔ (مرقات) ہر مصیبت میں یہ کلمات پڑھنے چاہیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۰۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوندا! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جارہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہٰذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی، ج ۴، ص ۱۳۰۷، پ ۱۷، الانبیاء: ۶۸)

(413) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ. اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ڈرتا ہے تاریکی میں سفر پر نکلتا ہے اور جو تاریکی میں سفر پر نکل پڑے منزل مقصود تک پہنچ جاتا

غَالِيَةٌ. اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ہے۔ خبر دار اللہ کا سودا مہنگا ہے خبر دار اللہ کا سودا جنت ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَ اَدْلَجَ: بِاِسْكَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ سَارَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ. وَالْمُرَادُ التَّشْمِيْرُ فِي الطَّاعَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اَدْلَجَ: دال ساکن کے ساتھ اس کا معنی ہے رات کے شروع حصہ میں سفر پر چل پڑا۔ مراد نیکی میں جلدی ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة او الی الحوض، ج۴ص۲۳۳، رقم: ۲۴۵۰، المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ج۴ص۳۴۳، رقم: ۷۸۵۱، جامع الاصول لابن اثير، الكتاب الثانى فى الخوف، ج۹ص۹، رقم: ۱۹۸۱، مسند عبد بن حميد، من مسند ابى هريرة رضى الله عنه، ص۴۲۵، رقم: ۱۴۶۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے، لٹ جاتا ہے۔ شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے، ہم دنیا میں راہِ آخرت طے کرنے والے مسافر، ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ جنت سودا ہے رب تعالیٰ فروخت فرمانے والا ہے، ہم خریدار ہیں ہمارے مال جان اس سودے کی قیمت ہے، اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے ہمارے جان و مال سودے ہیں جنت اس کی قیمت ہے، اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جاوے تو سستا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دیدے فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر ہر کرم کریمانہ ہوتا ہے:

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل بیایند دار السلام از طفیل

یعنی یارسول اللہ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جاویں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمارا بھلا ہو جاوے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۹۵)

جنت میں داخلہ

ارشاد خداوندی ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ O

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اسکے لئے دو جنتیں ہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ رحمن آیت ۴۶)

نیز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ (عزوجل) ارشاد فرماتا ہے:

لَا اَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَہٗ اَمْنَیْنِ فَاِنْ اَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاِنْ خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اٰمَنْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا اور نہ اس کے لئے دو امن جمع کروں گا اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے تو میں قیامت کے دن اسے خوف میں مبتلا کروں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہے تو میں قیام کے دن اسے امن میں رکھوں گا۔

(شعب الایمان جلد اول ص ۴۸۳ حدیث ۷۷۷)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَافَ اللہَ خَافَہٗ کُلُّ شَیْءٍ وَمَنْ خَافَ غَیْرَ اللہِ خَوَّفَہُ اللہُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ

ترجمہ: یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے غیر سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے خوف زدہ کرتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۵۱ حدیث ۵۹۱۵)

نیز فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

اَتَمُّکُمْ عَقْلاً اَشَدُّکُمْ خَوْفاً لِلّٰہِ وَاَحْسَنُکُمْ فِیْمَا اَمَرَ اللہُ تَعَالٰی بِہٖ وَنَھٰی عَنْہُ نَظْراً

ترجمہ: یعنی تم میں سے سب سے زیادہ کامل عقل والا وہ ہے جو اللہ (عزوجل) سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے اور جو اللہ (عزوجل) کے اوامر ونواہی میں غور کرتا ہے وہ تم سب میں اچھا ہے۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے مسکین انسان اگر جہنم سے اسی طرح ڈرے جس طرح فقر سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت سیدنا ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس کا دل پگھل جاتا ہے اور اللہ (عزوجل) کے لئے اس کی محبت مضبوط ہو جاتی ہے نیز اس کی عقل صحیح ہو جاتی ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا کہ خوف کا امید کے مقابلے میں زیادہ ہونا مناسب ہے کیونکہ جب امید غالب ہو تو دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔ (فیضانِ احیاء العلوم صفحہ ۱۶۴)

(414) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا، قَالَتْ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟! قَالَ: يَاعَائِشَةُ، الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُّهِمَّهُمْ ذٰلِكَ . وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ قیامت کے دن ننگے جسم ننگے پاؤں بغیر ختنہ کے جمع کیے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مرد وعورتیں سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے فرمایا۔ اے عائشہ معاملہ اس سے سخت تر ہے کہ ان کو ایسا خیال گزرے اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ سخت تر ہے۔ اس سے کہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھیں۔ (متفق علیہ)

غُرْلًا بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَيْ: غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ.

غُرْلًا : غین معجمہ پر پیش ہے۔ اس کا مطلب ہے: غیر مختون۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف الحشر، ج۴ص۱۰۹، رقم: ۶۵۲۷، صحیح مسلم، باب فنا الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، ج۸ص۱۵۶، رقم: ۷۳۷۷، سنن ابن ماجہ، باب ذکر البعث، ج۲ص۱۴۲۹، رقم: ۴۲۷۶، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الفتن، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۷۷۰۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب سورۃ الکھف، ج۶ص۳۸۵، رقم: ۱۱۳۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس فرما کر بتایا کہ یہ حالت عام لوگوں کی ہوگی حضرات انبیاء وخاص اولیاء کی یہ حالت نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، نیز جنات جانوروں کے جمع ہونے کی اور نوعیت ہوگی وہ بھی الناس سے خارج ہیں۔

اور رب تعالٰی پاکباز نیک بی بیوں کی بے پردگی کیوں فرمائے گا، وہ مردوں کے سامنے صرف بے پردہ ہی نہیں بلکہ ننگی ہوں، بڑا پیارا سوال ہے۔ خیال رہے کہ ازواج پاک اور فاطمہ زہرہ باپردہ اٹھیں گی جیسا کہ عرض کیا گیا کہ وہ خاص اولیاء اللہ میں داخل ہیں۔ (اور عام لوگوں کے لئے) اس دن جلال وہیبت حجاب بن جاوے گی کوئی کسی کو نہ دیکھے گا، سب کی نظر آسمان پر ہوگی قدم زمین پر، آج بھی بڑی آفت میں سامنے والا آدمی پاس کی چیز نظر نہیں آتی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۹۵)

حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو جرم کرے اور اس کا جرم روزِ قیامت کسی ایک پر بھی مخفی رہے (مگر وہ کہ جس کے عیب اللہ تعالٰی چھپائے)۔

پس قبر والوں کو قید کرلیا گیا اور ان میں اکثر لوگوں کو اپنی تجارت میں خسارہ ہوا لہٰذا جب تم ان کے پاس سے گزرو تو عبرت پکڑو اور ان کے احوال میں غور وفکر کرو، وہ واپس لوٹنے کی تمنا کرتے ہیں اور ہاتھ سے گئی ہوئی چیز کو پانے کا سوال کرتے ہیں۔ اے آزاد شخص! ان کی بیڑیوں کو یاد کر۔ اے حرکت کرنے والے شخص! تو نے ان کی پریشانیوں کو جان لیا تو اب اپنے نفس کو بھی گناہوں کے قید خانے سے چھٹکارہ دے دے اور تیار ہوجا کہ تو مطلوب ہے۔ اپنے دل میں اس دن کو

یاد کر جس دن قلوب اُلٹ پلٹ رہے ہوں گے اس سے پہلے کہ زبان کو پکڑ لیا جائے اور انسان حیرت زدہ ہو جائے، پہچان ختم ہو جائے اور کفن پھیل جائیں، قیام ختم ہو جائے اور سفر طویل ہو جائے۔ منکر نکیر آئیں اور چیخ و پکار بلند ہو جائے یہاں تک کہ بندہ پہلوں سے جا ملے گا اور اس کے پیچھے رہنے والے اس کو بھول جائیں گے، وہ بے چارہ وہاں قیدی ہو کر رہ جائے گا، پھر وہ قیامت کے دن کھڑا ہوگا۔ اس کی حالت یہ ہوگی کہ ننگے بدن اور حسرت زدہ ہوگا، اس وقت اس سے ساری عزتیں چھین لی جائیں گی، مصائب بڑھ جائیں گے اور بھاگنے کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عجائب کا ظہور ہوگا، چہرے سیاہ ہوں گے اور نافرمان اپنی امیدوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، پیٹھوں پر بھاری بوجھ رکھ دیا جائے گا اور نامۂ اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا اور کسی شخص کے لئے جنت یا دوزخ کے سوا وہاں کوئی قیام گاہ نہ ہوگی۔

پس جلدی سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کر لو۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! اس سے پہلے کہ تم ان ہولناکیوں کا معائنہ و مشاہدہ کرو۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا، جب کام ہو چکے گا۔ (پ16، مریم: 39)

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ صفحہ ۱۱۷)

51-بَابُ الرَّجَاءِ

امید کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ) (الزمر: 53)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: مشرکین میں سے چند آدمی سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ کا دین تو بے شک حق اور سچا ہے لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں بہت سی معصیتوں میں مبتلا رہے ہیں کیا کسی طرح ہمارے وہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ) (سبا: 17)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم سزا صرف ناشکروں کو دیتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى) (طٰهٰ: 48).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی کہ عذاب صرف اس پر ہے، جس نے تکذیب کی اور پھرا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ)(الاعراف: 156)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔

(415) وَعَنْ عبادة بن الصامت رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَّالنَّارَ حَقٌّ، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ جن کو حضرت مریم کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے تو (جس نے یہ گواہی دی) اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے گا۔ اس کے عمل جو بھی ہوں۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت ہے کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ آگ کو حرام کر دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب قوله "یا اهل الکتاب لا تغلو فی دینکم" ج۴ص۱۶۵ رقم: ۳۴۳۵ صحیح مسلم باب من لقی الله بالایمان وهو غیر شاك فيه دخل الجنة ج۱ص۴۲ رقم: ۱۳۱ صحیح ابن حبان باب فرض الایمان ج۱ص۴۲۷ رقم: ۲۰۷ مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبادة بن الصامت ج۵ص۳۱۳ رقم: ۲۲۷۲۷ سنن الکبری للنسائی سورة النساء ج۶ص۳۳۱ رقم: ۱۱۱۳۲)

شرح حدیث: سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ راہبوں کے کام آ گیا

حضرت سیّدنا ابو یعقوب طبری علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں ملکِ شام کے ارادے سے سفر پر نکلا تو ایک بے آب وگیاہ میدان میں چند روز اس طرح گزرے کہ میں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اسی حالت میں، میں نے دو

راہب اس طرح چلتے دیکھے گویا وہ اپنے گھروں سے نکل کرکسی قریبی گرجا گھر کی طرف جا رہے ہوں۔ میں ان کی طرف گیااوران سے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے۔ میں نے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہیں؟ جواب دیا: ہم نہیں جانتے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کہاں ہیں؟ جواب ملا: ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ملک میں ہیں اوراس کے حضور حاضر ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دونوں راہب تجھ سے زیادہ حقیقی متوکل معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: کیا آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیتے ہیں؟ کہنے لگے: آپ کی مرضی۔ پھر ہم چلنے لگے۔ جب شام ہوئی تو وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور میں نے بھی تیمم کیا اور نمازِ مغرب ادا کی۔ وہ مجھے تیمم کر کے نماز پڑھتے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک نے زمین کو کُرید اتو اس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، اور اس کے پہلو میں کھانا رکھا ہوا تھا۔ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔ پھرانہوں نے مجھے کہا: قریب آئیں اور کھائیں پئیں۔ ہم نے کھایا اور پانی بھی پیا۔ میں نے پانی سے وضو کیا۔ اس کے بعد وہ پانی رُک گیا۔ پھر وہ دونوں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور میں علیحدہ نماز پڑھنے لگا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ میں نے نمازِ فجر ادا کی پھر وہ دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور رات تک چلتے رہے۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ جب شام ہوئی تو ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر نماز پڑھی اور پھر دعا کر کے زمین کو کُرید اتو پانی ظاہر ہوا اور کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ انہوں نے کہا: آؤ، کھانا کھائیں۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے نماز کے لئے وضو کیا۔ پھر پانی رک گیا۔ جب تیسری رات آئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے مسلمان! آج رات تمہاری باری ہے۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن یعقوب طبری علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: مجھے ان کی بات سے بڑی شرم آئی۔ میں سخت غم اور عجیب معاملے میں پھنس گیا۔ خیر! میں نے دل میں کہا: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! گناہوں کی وجہ تیری بارگاہ میں میرا کوئی مقام و مرتبہ تو نہیں، لیکن میں تجھے تیرے نبیِ کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے اس مقام و مرتبے کا واسطہ دیتا ہوں جو تیری بارگاہ میں نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کو حاصل ہے کہ مجھے ان کے سامنے رسوانہ کرنا اور انہیں میری اور اپنے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے دین کی تکلیف سے خوش نہ کرنا۔ فرماتے ہیں: اچانک ایک چشمہ جاری ہو گیا اور کثیر کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ ہم نے کھایا پیا۔ ہماری یہی حالت رہی یہاں تک کہ رات آگئی اور اس بار جب پانی اور کھانا ظاہر ہوا تو مجھ پر رِقّت طاری ہوگئی اور میں بے ساختہ رو پڑا۔ وہ بھی رونے لگے اور روتے روتے ہماری آوازیں بلند ہوگئیں۔ جب مجھے کچھ افاقہ ہوا تو ان دونوں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ میں نے کہا: میں بہت گنہگار ہوں، میرا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں خاص مقام و مرتبہ نہیں جو اس کرامت کو پہنچ سکے۔ انہوں نے پوچھا: تو پھر یہ سب کیسے تمہارے لئے ظاہر ہوا؟ میں نے کہا: میں نے اپنے پیارے نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی عزت ووجاہت کا وسیلہ پیش کیا اور عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں، اور یہ تیرے نبی محترم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے دین کے دشمن ہیں، مجھے ان کے سامنے دین کے معاملے میں رسوانہ فرما۔ تو اس کی بدولت وہ کچھ ظاہر ہوا

جوتم دیکھ چکے ہو،اس لئے اس میں میری کوئی کرامت نہیں بلکہ یہ سب میرے نبیِ محترم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا معجزہ ہے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! ہم بھی ایسے ہی تھے۔ جب ہم نے تمہیں دیکھا تو تمہاری حالت دیکھ کر متاثر ہوئے۔ جب وضو اور کھانے کا وقت ہوا تو ہم نے تمہاری جیسی دعا کی اور کہا: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگر اس کا دین حق ہے اور اس کے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم برحق ہیں تو اس کے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے ہمارے لئے پانی اور کھانا ظاہر فرما دے۔ اس دعا سے کھانا حاضر ہوگیا جو تم نے دیکھا۔ یہ سب تمہارے نبیِ محترم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا معجزہ اور برکت ہے۔ اب ہم نے جان لیا کہ یہ دین حق ہے اور نبیِ آخر الزماں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عظیم ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھایئے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ہم مکہ مکرمہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّتَكْرِيْمًا کی طرف اکٹھے نکلے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ پھر جب ہم شام کی طرف روانہ ہوئے تو جدا ہوگئے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! جب بھی مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے دنیا میری نظروں میں حقیر ہوجاتی ہے۔

یہ دونوں راہب تھے، ان کے لئے سوئی کے سرے کے برابر ایمان چمکا تو انہوں نے سیدھا راستہ دیکھ لیا اور سچائی کے راستے پر چل پڑے۔ اور اے مسکین! غور کر! تیری عمر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانیوں میں کٹ گئی، تیری زندگی خسارے میں گزر گئی، پھر بھی تو دریائے غفلت میں غوطہ زن ہے؟ قبولیت کے خوشگوار جھونکے چل چکے اور تو ابھی تک نافرمانی کی شراب کے نشے میں چور ہے؟ اور تجھے ہوش ہی نہیں آتا؟ ہماری بارگاہ میں اخلاص وتصدیق لئے جلدی سے حاضر ہوجا۔ بے شک ہم نے تیرے لئے راہِ ہدایت کھول دیا اور توفیق کی طرف تیری رہنمائی کی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۵۲۱)

(416) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِيْدُ، وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا، وَّمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَّمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، وَّمَنْ لَّقِيَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لَقِيْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو نیکی لائے اس کے لیے دس مثل یا زیادہ ہے اور جو برائی لائے اس کے لیے صرف ایک برائی ہے یا میں معاف کردوں گا اور جو میری طرف ایک بالشت قریب ہو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو میری طرف چل کر آئے میں اس کی طرف دوڑ کر آؤں گا۔ اور جو مجھے بھری ہوئی زمین جتنے گناہ لے کر ملے گا۔ بشرطیکہ وہ

میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اس کو اس کی مقدار مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔ (مسلم)

مَعْنَى الْحَدِيْثِ: مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بِطَاعَتِيْ تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بِرَحْمَتِيْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُّ فَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ وَاَسْرَعَ فِيْ طَاعَتِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً اَيْ: صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهُ بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيْرِ فِي الْوُصُوْلِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ وَقُرَابُ الْاَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ، وَيُقَالُ: بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ: مَا يُقَارِبُ مِلَاَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

معنیٰ اس حدیث کا یہ ہے کہ جو میری اطاعت کے ساتھ میرے قریب ہو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوں گا۔ اگر وہ زیادہ کرے میں زیادہ کروں گا۔ اگر وہ میرے پاس چلتے ہوئے آئے اور میری اطاعت میں تیز ہو جائے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آؤں گا یعنی اس میں پر رحمت سے پلٹوں گا اور اس کی طرف بڑھ جاؤں گا۔ مقصود تک رسائی کے لیے اس کو زیادہ چلنے کی طرف محتاج نہ کروں گا۔ قُرَابُ الْاَرْضِ: قاف پر پیش کے ساتھ اور قاف پر زیر بھی پڑھی گئی ہے لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے اس کا معنیٰ ہے: زمین کے قریب اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الذکر والدعا والتقرب الی اللہ، ج۸ص۶۷، رقم: ۷۰۰۹، سنن ابن ماجہ، باب فضل العمل، ج۲ص۱۲۵۵، رقم: ۳۸۲۱، مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث ابی ذر الغفاری، ص۶۲، رقم: ۴۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نیکی کرنے والے مسلمان کو ایک کا دس تو قانوناً وعدلاً دیا جائے گا اور اس کے علاوہ فضل و کرم سے بطور انعام عطا ہوگا جو ہمارے گمان و وہم سے وراء ہے۔ خیال رہے کہ ایک کا دس گناہ عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور کبھی زمانہ جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ یہ صرف نیکی کا عوض نہیں بلکہ اس وقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہذا نہ تو گزشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔

اور یہاں مَن سے مراد مؤمن ہے اور عام گناہ مراد ہیں عام حالات میں مؤمن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخش دیا جائے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے۔

جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کر کے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باغ کہتے ہیں یہ کلام تمثیلی طور پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہوگا۔ لہٰذا عمل کیے جاؤ تھوڑا بہت نہ دیکھو۔

اور یہ کلام بطور مثال سمجھانے کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامن رحمت میں لے لیں گے اگر رب تعالیٰ سے قرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے، اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے۔

اور یہاں شرک سے مراد کفر ہے، اور بخشش سے مراد مطلقاً بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کر لے۔ یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لیے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر امن ہے اور امن کفر ہے لہٰذا یہ حدیث گناہوں کی آزادی دینے کے لیے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کے لیے ہے رب فرماتا ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ۔ خیال رکھو کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے نہ معلوم رحمت کسے پہنچے عذاب کسے پکڑے، لہٰذا امید و خوف دونوں رکھو اس معجون مرکب کا نام ایمان ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۸۹)

(417) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ: مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا: جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من مات لا یشرك باللہ شیئًا دخل الجنة، ج۱ص۲۶۵، رقم: ۲۷۰، السنن الکبری للبیھقی، باب قول اللہ تعالی "لئن اشرکت لیحبطن عملك"، ج۶، ص۴۴، رقم: ۱۲۶۷۷)

شرح حدیث: امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے بہت سے اشعار ہیں جو حکمت و نصیحت پر مشتمل ہیں۔ ہم یہاں پر ان کا ذکر کریں گے جو ہم تک پہنچے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام حقائق اور دقیق معانی پر بھی مشتمل ہے۔ جس میں سے کچھ حضرت سیدنا سوید بن سعید

علیہ رحمۃ اللہ الحمید نے نقل فرمائے ہیں۔ چنانچہ، فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی مدینۂ منورہ میں نمازِ فجر کے بعد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی: میں گناہوں کے سبب اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور پیشی کے وقت میرے پاس سوائے توحید کے کوئی عمل نہ ہوگا۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے ارشاد فرمایا: اے بندۂ مؤمن! اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے معافی سے مایوس کرنے کا ارادہ بھی کرلے تو بھی تیرے گناہ بخشنا اس کے لئے ناممکن نہیں۔ کیونکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔ (پ4، اٰل عمران:135)

اور اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تجھے جہنم کی سزا اور ہمیشہ اس میں ٹھہرانے کا ارادہ فرمالیا ہوتا تو تجھے توحید و معرفت کی توفیق نہ دیتا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند اشعار پڑھے، جو یہ ہیں:

إِنْ كُنْتَ تَغْدُوْ فِي الذُّنُوْبِ جَلِيْدًا ۔۔۔ وَتَخَافُ فِيْ يَوْمِ الْمَعَادِ وَعِيْدًا

فَلَقَدْ أَتَاكَ مِنَ الْمُهَيْمِنِ عَفْوُه ۔۔۔ وَأَتَاحَ مِنْ نِعَمٍ عَلَيْكَ مَزِيْدًا

لَا تَيْأَسَنَّ مِنْ لُطْفِ رَبِّكَ فِي الْحَشَا ۔۔۔ فِيْ بَطْنِ أُمِّكَ مُضْغَةً وَوَلِيْدًا

لَوْ شَاءَ أَنْ تَصْلِيْ جَهَنَّمَ خَالِدًا ۔۔۔ مَا كَانَ أَلْهَمَ قَلْبَكَ التَّوْحِيْدًا

ترجمہ: اگر تو گناہوں میں پگھل کر برف بن چکا ہے اور اب قیامت کے دن کی سزا سے ڈر رہا ہے تو یاد رکھ! حفاظت فرمانے والا خدا عَزَّ وَجَلَّ تجھ پر عفو و کرم فرمائے گا اور تجھے اپنی مزید نعمتیں فراہم کریگا۔ اے شخص! تو اپنی ماں کے پیٹ کے اندر لوتھڑے اور نوزائیدہ بچے کی طرح تھا تو تب بھی اس نے اپنے لطف و کرم سے تجھے مایوس نہ کیا۔ اگر وہ تجھے ہمیشہ جہنم میں جلانا چاہتا تو تیرے دل میں اپنی وحدت پر ایمان داخل نہ کرتا۔

یہ سن کر وہ آدمی رو پڑا اور عبادت شروع کردی۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے بہت مسرور ہوا۔

(الرَّوضُ الفائق فی المَواعِظ والرَّقائق صفحہ ۴۰۳)

حقیقتِ توحید اور اس کے درجات کا بیان

جاننا چاہے! توحید کے معنی کی وضاحت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں) سے ہوتی ہے اور قدرت پر ایمان کی ترجمانی لَهُ الْمُلْكُ (یعنی اسی کی بادشاہت ہے) سے ہوتی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے جود و حکمت پر وَلَهُ الْحَمْدُ (یعنی اسی کی لئے تمام خوبیاں ہیں) دلالت کرتا ہے پس جس شخص کے دل پر اس جملہ کا معنی غالب ہو تو وہ مُتَوَکِّل بن جاتا ہے۔ ان تمام کی اصل توحید ہے۔

مراتبِ توحید

توحید کے چار مراتب ہیں، اخروٹ کی طرح اس کے چار حصے ہیں، جیسے (۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا اور (۴) چھلکے کا چھلکا۔

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان چھلکے کے چھلکے کی طرح صرف اپنی زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے، یہ منافقین کا ایمان ہے، ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان دل سے کلمہ کے معنی کی تصدیق کرے اور یہ عام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان کشف کے ذریعے ایمان کا مشاہدہ کرے اور یہ مقربین کا مقام ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کثرتِ اسباب دیکھے لیکن ان سب کو خدائے واحد عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے سمجھے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی جستجو میں رہے، یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے فَنَاءُ فِی التَّوحِید کہتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ باطن کے توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا، حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے فرمان کہ مجھے اپنی یاد بھلا دی گئی سے یہی مراد ہے۔

(لباب الاحیاء صفحہ ۱۳۵)

(418) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثَلَاثًا. قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَّشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ: إِذًا يَّتَّكِلُوْا فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر ساتھ سوار تھے آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بار بار حاضر ہوں اور آپ کی سعادتوں کا طلبگار ہوں۔ فرمایا: اے معاذ عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں فرمایا: اَے معاذ عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں تین مرتبہ تکرار فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو بندہ صدق دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ آگ حرام کر دے گا۔ عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں کہ وہ خوش ہو جائیں فرمایا وہ اس پر ہی اعتماد کر لیں گے۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے

لیے اس کی خبر دی۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُہٗ: تَاَثُّمًا اَیْ خَوْفًا مِّنَ الْاِثْمِ فِیْ کَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ۔ اور تاثما کا معنی ہے: علم چھپانے کے گناہ سے بچنے کے لیے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ارداف الرجل خلف الرجل، ج۴، ص۱۰۷، رقم: ۵۹۶۷، صحیح مسلم، باب من لقی اللّٰه بالایمان وھو غیر شاك فیہ دخل الجنة، ج۱، ص۵۹، رقم: ۱۵۷، مسند ابی عوانة للأسفرائی، بیان الاعمال والفرائض، ج۱، ص۲۲، رقم: ۲۲، دار المعرفة، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت معاذ کو تین بار پکارنا کچھ نہ فرمانا زیادتی شوق کے لیے تھا کہ حضرت معاذ کلام سننے کے پورے مشتاق ہوجائیں جو بات انتظار کے بعد سنی جاتی ہے خوب یاد رہتی ہے۔ لبیک وسعدیك کا اردو میں مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں خدمت میں حاضر ہوں چھوٹے کو چاہیئے کہ بڑے کا ادب بہر حال کرے۔

اس طرح (گواہی دے) کہ دل سے اس کو مانے اور زبان سے اقرار کرے، لہٰذا منافق اس بشارت سے علیحدہ ہے، اور ساتر یعنی دل کا مؤمن زبان سے خاموش اس پر شریعت میں اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار زبان سے کلمۂ شہادت پڑھنا فرض ہے اور مطالبہ کے وقت بھی ضروری۔

اس طرح کہ (گواہی دینے والا) وہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا آگ اس کے دل وزبان کو نہ جلا سکے گی کیونکہ یہ ایمان اور شہادت کے مقام ہیں کافر کا قلب وقالب دونوں جلائے گی، رب فرماتا ہے: "تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ" یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت ایمان لائے اور کسی عمل کا موقع نہ پائے اس کے لیے یہ بشارت ہے۔ بہر حال یہ حدیث نہ قرآن کے خلاف ہے، نہ دیگر احادیث کے کوئی مؤمن عمل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

حضرت معاذ نے اس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ حکم تبلیغی امور میں سے ہے یا اسرار الٰہیہ میں سے۔ شرعی احکام سب کے لیے ہیں، طریقت کے اسرار اہل کے لیے۔ خیال رہے کہ عوام بشارت سن کر بے پرواہ ہوجاتے ہیں، مگر خواص بشارت پاکر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ رب نے اپنے حبیب سے فرمایا لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الخ تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ کیں۔ عثمان غنی سے فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہوچکے تو ان کے اعمال اور زیادہ ہوگئے۔

حدیث شریف میں ہے جو علم چھپائے اسے آگ کی لگام دی جائے گی، قرآن شریف میں بھی علم چھپانے کی برائیاں مذکور ہیں۔

(حضرت معاذ نے اپنی وفات کے وقت خبر دے دی) یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت

سے اس وقت منع کیا تھا جب اکثر لوگ نو مسلم تھے اور حدیث دانی کا ملکہ کم رکھتے تھے، اب حالات بدل چکے ہیں، لوگ ذی شعور اور سمجھدار ہو گئے ہیں، یہ ہے اجتہاد صحیح۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ا، ص ۲۳)

(419) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ - - اَوْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - شَكَّ الرَّاوِیْ - وَلَا یَضُرُّ الشَّكُّ فِیْ عَیْنِ الصَّحَابِیِّ ؛ لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عُدُولٌ - قَالَ: لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ، اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ، فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِفْعَلُوْا فَجَاءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَیْهَا بِالْبَرَكَةِ، لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَیْءٌ یَسِیْرٌ، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ: خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِكُمْ فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِی الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَئُوْهُ وَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، لَا یَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرَ شَاكٍّ فَیُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے صحابی کے بارے میں راوی کو شک ہے لیکن یہ شک ضرر رساں نہیں کیونکہ سب صحابی عادل ہیں۔ فرمایا کہ جب غزوۂ تبوک کا موقعہ تھا لوگوں کو بھوک لگی انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اجازت فرمائیں تو اونٹ ذبح کر لیں ہم خوراک اور چربی حاصل کر لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کرلو۔ حضرت عمر ﷛ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ یہ کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ لیکن آپ ان کو حکم دیں کہ بچے ہوئے راشن جمع کر دیں پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے اس کی برکت کی دعا کر دیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صحیح ہے۔ پس آپ نے چمڑے کا ایک دسترخوان منگوا کر بچھا دیا پھر انکے بچے ہوئے زادراہ کو منگوایا کوئی آدمی مکئی مٹھی بھر لاتا ہے دوسرا ایک مٹھی کھجور لاتا ہے۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس دسترخوان پر اس سے تھوڑی سی چیز جمع ہو گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا کی پھر فرمایا اپنے برتنوں میں ڈال لو۔ انہوں نے برتن بھر لیے حتیٰ کہ لشکر کے پاس موجود سب برتن پُر ہو گئے۔ اور انہوں نے کھایا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔ اور کچھ بچ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جو بندہ بھی ان دو

(گواہیوں کے کلمات) کے ساتھ اللہ کو ملے گا اور اسے
ان کا یقین ہو شک نہ ہو وہ جنت سے دور نہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ، ج۱ص۴۲ رقم:۱۳۸ دلائل النبوۃ للبیہقی، باب سبب تسمیۃ غزوہ تبوک، ج۵ص۳۰۲ رقم: ۱۹۸۲صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج۱۴ص۴۶۳ رقم: ۶۵۳۰(مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) سنن الکبری للنسائی، باب جمع زاد الناس اذا فنی زادھم وقسم ذلک کلہ بین جمیعھم، ج۵ ص۲۲۵ رقم: ۸۷۹۴مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۱۱ رقم: ۱۱۰۹۵)

شرح حدیث: غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔ ۳۴۴ والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصاً)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، الحدیث ۳۱۱۶، ج۳، ص ۲۵۸)

دوزخ کی آگ حرام

حضرتِ سیِّدُنا صنابحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرتِ سیِّدُنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالتِ نزع میں ان کے پاس حاضر تھا۔ (ان کی حالت دیکھ کر) میں رونے لگا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: چُپ ہو جایئے، آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا، اگر مجھ سے شفاعت کا کہا گیا تو میں آپ کی شفاعت کروں گا، اگر مجھ سے ہوسکا تو آپ کو ہر قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔ پھر ارشاد فرمایا: قسم بخدا عَزَّ وَجَلَّ! میں نے حضور رحمتِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہوئی تمام احادیث، جن میں آپ کے لئے بھلائی تھی، آپ کو بیان کردی ہیں مگر ایک حدیث بیان نہیں کی، وہ آج بیان کر دیتا ہوں اور اسے میں نے اپنے دل میں محفوظ رکھا ہے (پھر ارشاد فرمایا) میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود وسخاوت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ

انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبادۃ بن الصامت، الحدیث ۲۲۷۷۴، ج۸، ص ۴۰۲)

حضرت سیّدنا ابوالاسود دوئلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم آرام فرما رہے تھے اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوپر ایک سفید کپڑا تھا پھر دوسری بار حاضر ہوا تو بھی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم آرام فرما رہے تھے۔ تیسری بار حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بیدار تھے۔ میں بیٹھ گیا، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے، پھر اسی حالت پر مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کی: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ میں نے پھر عرض کی: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ چوتھی بار پوچھنے پر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (سرکار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ کلمہ از راہِ محبت فرمایا)۔ حضرت سیّدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں وہاں سے نکلے کہ آپ کہہ رہے تھے: ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۹۴، ص ۶۹۴)

(420) وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأَفْعَلُ فَغَدَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، وَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور آپ بدری صحابی ہیں۔ کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ جب بارشیں آتیں تو میرے اور ان کے درمیان وادی رکاوٹ بن جاتی مجھ پر ان کی مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی میری نظر کچھ کمزور ہو گئی ہے اور بارشوں کے وقت میرے اور قوم کے درمیان وادی میں سیلاب آ جاتا ہے۔ میرے لیے گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لا کر میرے گھر میں ایک جگہ نماز ادا فرمائیں۔ میں اس کو نماز کی جگہ بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ: اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لاَ اَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لاَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُلْ ذٰلِكَ، اَلاَ تَرَاهُ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ مَا نَرٰى وُدَّهُ وَلاَ حَدِيْثَهُ اِلاَّ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صدیق ﷺ ایک دن دھوپ تیز ہونے کے بعد تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں آنے کے لیے اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دی۔ گھر آ کر آپ نہ بیٹھے بلکہ فرمایا۔ تم اپنے گھر میں میرا نماز پڑھنا کس جگہ پسند کرتے ہو؟ میں نے آپ کو اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جس جگہ آپ کا نماز پڑھنا مجھے زیادہ پسند تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے تکبیر کہی۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو خزیرہ (ایک قسم کا کھانا) کے لیے روک لیا۔ محلہ والوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر جلوہ افروز ہیں ان میں کچھ لوگ لوٹے حتیٰ کہ گھر میں لوگ بکثرت ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا مالک کو کیا ہوا کیوں نہ آیا پس ایک آدمی نے کہا وہ منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو تم دیکھتے نہیں کہ اس نے (اخلاص سے) اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اس کی محبت اور گفتگو منافقوں کے ساتھ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اس پر آگ کو حرام کی ہے، جس نے اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہا۔ (متفق علیہ)

وَ عِتْبَان : بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ۔ وَ الْخَزِيْرَةُ

عِتبان: عین مہملہ کے کسرہ تاء ساکن اس کے بعد باایک نقطہ والی ہے۔ اور خَزِیرَۃٌ: خا معجمہ اور زا کے ساتھ

بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ: هِيَ دَقِيْقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ. آٹے اور چربی سے بنائے جانے والے کھانے کو کہتے ہیں۔ وَقَوْلُهُ: ثَابَ رِجَالٌ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَيْ جَاؤُوْا وَاجْتَمَعُوْا. ثَابَ رِجَالٌ: یعنی لوگ آئے اور اکٹھے ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المساجد فی البیوت وصلی البراء بن عازب فی مسجدہ فی دارہ جماعۃ، ج ۱ ص ۹۲، رقم: ۴۲۵ صحیح مسلم، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة بعذر، ج ۲ ص ۱۲۶، رقم: ۱۵۲۸ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عتبان بن مالك الانصاری، ج ۱۸ ص ۳۱، رقم: ۱۲۶۹۲ سنن الکبری للبیہقی، باب لا یقبل الجرح فیمن ثبتت عدالته، ج ۱۰ ص ۱۲۴، رقم: ۲۰۱۷۹ جامع الاصول، الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال، ج ۹ ص ۳۶۵، رقم: ۷۰۱۰)

شرح حدیث: توحید ورسالت کی گواہی دینے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور ایسا کلمہ ہیں جسے اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اِلقاء کیا اور اللہ عزوجل کی طرف سے پھونکی ہوئی روح ہیں اور جنت اور جہنم کے حق ہونے کی گواہی دی اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس کے عمل جیسے بھی ہوں۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۴۹، رقم ۳۴۳۵، ج ۲، ص ۴۵۵)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ، رقم ۲۹، ص ۳۶)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سَیِّدُ الْمُبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم کے ردیف تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھے) تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ بن جبل! انہوں نے تین مرتبہ عرض کیا۔ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! (یعنی یارسول اللہ! میں حاضر ہوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو کوئی اس بات کی سچے دل سے گواہی دے گا کہ اللہ عزوجل کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دے گا۔ عرض کیا، یارسول اللہ! کیا میں یہ بات لوگوں کو نہ بتادوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ فرمایا، پھر تو وہ اسی پر بھروسا کرنے لگیں گے۔ (بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم ... الخ، رقم ۱۲۸، ج ۱، ص ۶۷)

حضرتِ سیدنا رفاعہ جُہَنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم کے ساتھ سفر میں تھے۔ جب ہم کدید یا قدید کے مقام پر پہنچے تو آپ نے اللہ عزوجل کی حمد بیان کی اور فرمایا، بہت خوب۔ پھر ارشاد فرمایا میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ اس بات کی سچے دل سے گواہی دے گا کہ اللہ عزوجل کے سواء کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ میں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کا رسول ہوں پھر اس پر ثابت قدم رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم ۱۶۲۱۸، ج۵، ص ۴۸۰)

(421) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ تَسْعٰى، إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَّلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا وَاللهِ. فَقَالَ: أَللهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے اچانک ایک قیدی عورت دوڑ بھاگ رہی ہے۔ جب کسی بچے کو دیکھتی اس کو سینے سے چمٹاتی پھر دودھ پلانے لگتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر اس بچے سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الوالد وتقبیله ومعانقته، ج۴ص۸، رقم: ۵۹۹۹ صحیح مسلم، باب فی سعة رحمة الله تعالی وانها سبقت غضبه، ج۸ص۹۷، رقم: ۷۱۵۴ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه اسحاق، ج۳ص۳۳۰، رقم: ۳۳۰۱ جامع الاصول لابن الاثیر، الفصل الثانی فی ذکر رحمة الله تعالی، ج۴ص۵۲۱، رقم: ۲۶۲۸ مشکوة المصابیح، باب سعة رحمة الله، الفصل الاول، ج۱ص۴۴۲، رقم: ۲۳۷۰)

شرح حدیث: اے میرے بھائیو! جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے تو پھر بندہ اس کی اطاعت کی طرف آگے کیوں نہیں بڑھتا اور اس کی نافرمانی سے منہ کیوں نہیں موڑتا اور اپنے آگے ایسی چیز کیوں نہیں بھیجتا جس کا نفع اسی کی طرف لوٹے گا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

(پ1، البقرۃ: 110)

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر بن سلیم صواف فرماتے ہیں، ہم حضرتِ سیِّدُنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس شام حاضر ہوئے جس شام ان کا انتقال ہوا تھا۔ ہم نے عرض کی: اے ابوعبداللہ! آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

میں نہیں جانتا کہ تمہیں کیا کہوں، ہاں! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عفو وکرم دیکھتے رہو گے جب تک تمہارا حساب نہیں ہوگا۔ ہم ان کی روح قبض ہونے تک وہیں ان کے پاس رہے۔ (الموسوعۃ للامام ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ، الحدیث ۸۵، ج۱، ص۹۵)

میری والدہ سے بھی زیادہ مہربان

حضرتِ سیِّدُنا ابو غالب علیہ رحمۃ اللہ الغالب فرماتے ہیں: میں ابوامامہ کے پاس شام کے وقت جایا کرتا تھا۔ ایک دن ان کے پڑوس میں ایک مریض کے پاس گیا تو وہ مریض کو جھڑک رہے تھے اور فرما رہے تھے: افسوس ہے تجھ پر، اے اپنی جان پر ظلم کرنے والے! کیا میں نے تجھے بھلائی کا حکم نہ دیا اور برائی سے نہ روکا تھا؟ تو وہ نوجوان بولا: اے میرے محترم! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے میری ماں کے سپرد کر دے اور میرا معاملہ اسی کے حوالے فرما دے تو میری ماں میرے ساتھ کیسا معاملہ فرمائے گی؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ تو اس نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر میری والدہ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ پھر اس کی روح قفسِ عُنصُری سے پرواز کر گئی۔ چنانچہ، جب اس کے چچا نے اس کے ساتھ قبر میں اُتر کر اُسے دفن کیا اور قبر کو برابر کر دیا تو اس نے گھبرا کر چیخ ماری۔ میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو کہنے لگا: اس کی قبر وسیع کر دی گئی اور نور سے بھر دی گئی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، الحدیث ۷۱۱۵، ج۵، ص۴۱۷)

(422) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: غَلَبَتْ غَضَبِيْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: سَبَقَتْ غَضَبِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں لکھ دیا۔ وہ کتاب عرش پر اللہ کے پاس ہے کہ: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی' ایک روایت میں ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے' اور ایک روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالٰی "بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ"، ج۴ص۱۶۰، رقم: ۷۵۵۴، صحیح مسلم، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالٰی وانھا سبقت غضبہ، ج۴ص۹۵، رقم: ۷۱۳۶، سنن الکبرٰی للنسائی، باب الرحمۃ والغضب ج۴ص۴۱۷، رقم: ۷۷۵۱، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۲۴، رقم: ۷۴۹۱)

شرح حدیث: مسکرانے کی وجہ

ایک روایت میں ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! مخلوق کا حساب کون لے گا؟ ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالٰی۔ اس نے عرض کی: کیا وہ خود لے گا؟ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ تو وہ اعرابی مسکرا دیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض

کی: کریم جب کسی پر قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے، جب حساب لیتا ہے تو درگزر فرماتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اعرابی نے سچ کہا، جان لو! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بڑا کریم کوئی نہیں، وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حشر الناس بعدما۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۶۲، ج۱، ص۲۴۶)

پھر اس اعرابی نے عربی میں چند اشعار کہے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

(۱) کریم کا حق جب کسی شخص کے نزدیک متعین ہو جائے تو وہ اپنی عزت کی وجہ سے اسے معاف فرما دیتا ہے۔

(۲) وہ نافرمان سے درگزر کر کے اس کے گناہ بخش دیتا ہے حالانکہ اس کا گناہ گار اور مجرم ہونا ثابت ہے۔

مشہور حدیثِ پاک ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کائنات کی تخلیق سے قبل یہ طے کر لیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔ (احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، بیان دواء الرجاء۔۔۔۔۔۔الخ، ج۴، ص۱۸۴)

روایت میں ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا، میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میں اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن (یعنی سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا) ہوں پھر وہ اہلِ جنت کے برابر (جہنمیوں کو) دوزخ سے نکال دے گا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الذکر والموت وما بعدھا، سعۃ رحمۃ اللہ علی سبیل التفاؤل بذلک، ج۵، ص۳۱۲)

مروی ہے: ایک اعرابی نے حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس آیتِ مبارکہ:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ایک غارِ دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔

(پ4، ال عمران:103)

کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر رحمن ورحیم عَزَّوَجَلَّ انہیں جہنم میں گرانے کا ارادہ فرما لیتا تو پھر انہیں اس میں گرنے سے نہ بچاتا۔ حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: اعرابی کی اس بات کو پلے باندھ لو حالانکہ یہ فقیہہ نہیں۔ (احیاء علوم الدین، کتاب الذکر والموت وما بعدھا، سعۃ رحمۃ اللہ علی سبیل التفاؤل بذلک، ج۵، ص۳۱۳)

(423) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِئَةَ جُزْءٍ، فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ، وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا، فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ، حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ۔

انہی سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ نے رحمت کے سو حصے فرمائے ہیں۔ ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین میں اتارا۔ اس حصہ کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ جانور اپنے بچے کو روندے جانے کے خوف سے پاؤں اٹھا لیتا ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِئَةَ رَحْمَةٍ، اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَائِمِ، فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ، وَبِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا، وَاَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک جنوں، انسانوں، اور جانوروں اور کیڑوں کے درمیان اتار دی یہ اسی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اور اسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر مائل ہوتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے پیچھے رکھ چھوڑی ہیں، قیامت کے دن ان کے ساتھ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(متفق علیہ)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِّنْ رِّوَایَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِئَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ یَّتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَیْنَهُمْ، وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

اور مسلم میں ایک روایت حضرت سلمان فارسی ﷺ سے بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کی وجہ سے مخلوق آپس میں رحمت کرتی ہے۔ اور ننانوے روز قیامت کے لیے ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِئَةَ رَحْمَةٍ کُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ، فَجَعَلَ مِنْهَا فِی الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰی وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّیْرُ بَعْضُهَا عَلٰی بَعْضٍ، فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ اَکْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تو سو رحمتیں پیدا کی ہیں اور ہر رحمت آسمان و زمین کے درمیان کو پُر کرنے والی ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین میں رکھ دی اسی کی وجہ سے ماں اپنے بیٹے پر مائل ہوتی ہے۔ اور وحشی جانور اور درندے ایک دوسرے پر مائل ہوتے ہیں۔ پس قیامت کے دن اپنی رحمتوں کے ساتھ اس کو ملا کر پوری (سو) فرمادے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جز، ج۸ص۸، رقم: ۶۰۰۰ صحیح مسلم، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانہا سبقت غضبہ، ج۸ص۹۶، رقم: ۷۱۴۸ الاداب للبیہقی، باب فی تراحم الخلق، ج۱ص۱۸، رقم: ۲۵ سنن الدارمی، باب ان اللہ مائۃ رحمۃ، ج۲ص۴۱۲، رقم: ۲۷۸۵ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۸۲، رقم: ۷۷۹۸ صحیح ابن حبان، باب بدء

الخلق، ج۱۳،ص۱۴، رقم: ۶۱۲۹(مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما ذکر فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، ج۷،ص۶۱، رقم: ۳۴۲۰۰)

شرحِ حدیث: بے عمل لوگوں پر بھی رحمتِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ

جس حدیثِ پاک میں قیامت اور پلِ صراط کا بیان ہے اس کے آخر میں اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کو حکم فرمائے گا: جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی نیکی پاؤ اسے جہنم سے نکال دو۔ فرشتے بہت سے لوگوں کو نکال کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ! جن کے متعلق تو نے حکم دیا اب ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا:

وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔ (پ9، الاعراف:156)

حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر تم اس حدیثِ پاک کے متعلق میری تصدیق نہیں کرتے تو چاہو تو قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ پڑھ لو:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَ اِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡہَا وَ یُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡہُ اَجۡرًا عَظِیۡمًا O

گے۔ اہلِ جنت ان کو پہچان کر کہیں گے: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے آزاد کردہ بندے ہیں، جن کو وہ بغیر کسی عمل اور نیکی کے جنت میں داخل کریگا۔ ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ، جو کچھ تم دیکھو گے وہ تمہارے لئے ہے۔ وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تمہارے لئے میرے پاس اس سے بھی افضل چیز ہے۔ وہ عرض کریں گے: اس سے افضل شئے کون سی ہے؟ تو ارشاد ہو گا: میں تم سے راضی ہو گیا ہوں، اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، الحدیث ۱۸۳، ص ۱۱۷)

مروی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اولادِ آدم میں سے ایک کروڑ دس لاکھ (1,00,000) کے حق میں حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۴۰، ج ۵، ص ۱۳۸، الف الفھد لہ مائۃ الف الف)

حضرتِ سیِّدُنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہیں کیا انہیں شفاعت کی کیا حاجت؟ یعنی وہ شفاعت کے محتاج نہیں۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب منہ حدیث شفاعتی لاھل الکبائر من امتی، الحدیث ۲۴۳۶، ص ۱۸۹۷)

ایک روایت میں ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مخلوق کا حساب

کون لے گا؟ ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ۔ اس نے عرض کی: کیا وہ خود لے گا؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں ۔تو وہ اعرابی مسکرادیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی: کریم جب کسی پر قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے، جب حساب لیتا ہے تو درگزر فرماتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اعرابی نے سچ کہا، جان لو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے بڑا کریم کوئی نہیں، وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حشر الناس بعد ما۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۶۲، ج ۱، ص ۲۴۶)

پھر اس اعرابی نے عربی میں چند اشعار کہے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

(۱) کریم کا حق جب کسی شخص کے نزدیک متعین ہو جائے تو وہ اپنی عزت کی وجہ سے اسے معاف فرما دیتا ہے۔

(۲) وہ نافرمان سے درگزر کر کے اس کے گناہ بخش دیتا ہے حالانکہ اس کا گناہ گار اور مجرم ہونا ثابت ہے۔

مشہور حدیثِ پاک ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے کائنات کی تخلیق سے قبل یہ طے کر لیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔ (احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، بیان دواء الرجاء۔۔۔۔۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۱۸۴)

(424) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَحْكِيْ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قَالَ: أَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، فَقَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا، يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ربّ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک بندہ نے کوئی گناہ کیا پھر کہا: اے اللہ! میرے گناہ کی مغفرت فرما۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے پھر اس نے مانا ہے کہ اس کا ربّ ہے جو گناہوں کو بخشتا اور گرفت فرماتا ہے۔ تو بندہ نے پھر گناہ کر لیا پھر کہا: اے میرے ربّ میرے گناہ کو بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانتا ہے کہ اس کا ربّ ہے جو گناہ پر بخشتا اور گرفت فرماتا ہے۔ بندہ نے پھر گناہ کر لیا پھر کہا: اے میرے ربّ میرے گناہ کی مغفرت فرما اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اس کا ربّ ہے جو بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کر لے۔

(متفق علیہ)

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ اَیْ: مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا، يُذْنِبُ وَيَتُوْبُ اَغْفِرُ لَهٗ. فَاِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا۔

جو چاہے کرے کا مطلب ہے کہ جب تک گناہ کر کے توبہ کرتا رہے میں اس کو بخشتا رہوں گا۔ کیونکہ توبہ پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالی: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، ج۴ ص۵۲۷، رقم: ۷۵۰۷، صحیح مسلم، باب قبول التوبة منا للذنوب وان تکررت الذنوب والتوبة، ج۸ص۹۹، رقم: ۷۱۶۲، سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا اذنب ذنبا بعد ذنبا، ج۶ص۱۱۱، رقم: ۱۰۲۵۲، صحیح ابن حبان، باب التوبة، ج۲ص۳۸۸، رقم: ۶۲۲، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۵۰۳، رقم: ۹۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زبان سے بھی کہتا ہے (مولیٰ میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دے دے) اور عمل سے بھی کہ گزشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے لیے بچنے کا عہد کرتا ہے اور بقدر طاقت گزشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کر دیتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لوگوں کے مال مار کر فقط کہہ دو معافی ہوگئی۔

(اور آگے کا) کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لیے۔ مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندے نے اپنے کو گنہگار اور مجھے غفار سمجھا میرے دروازے پر معافی مانگتا ہوا آیا میں نے اسے معاف کر دیا۔

توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کروں گا پھر کر بیٹھا لہذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کرتے رہنا کچھ اور۔

یعنی گناہ کرنے کا عادی اور میں بخشنے کا عادی جب تو گناہ سے باز نہیں آتا تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑ دوں تو کرتا جا میں بخشتا جاؤں، یہ فرمان گناہوں کی اجازت دینے کے لیے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لیے ہے یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کرے گا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا ہی عہد ہو مگر پھر کر بیٹھے لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیا ہے کل توبہ کرلیں گے یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالیٰ پر امن، یہ دونوں باتیں کفر ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالیٰ اپنی امن میں لے لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں، پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کرے جیسے پرندے کا پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جا اڑتا پھر۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۵۷)

(425) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا، لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ،

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ کرو تو تمہیں اللہ تعالیٰ مٹا کر ایسے لوگ پیدا کرے گا'

فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

جو گناہ کریں گے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں تو وہ انہیں بخش دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ج۴ص۲۰، رقم: ۲۱۲۱، الاداب للبیہقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبة، ج۲ص۱۹، رقم: ۸۲۸، المعجم الاوسط، من اسمه محمد، ج۵ص۱۹۹، رقم: ۵۰۰۳، مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۰۹، رقم: ۸۰۶۸، مجمع الزوائد، باب منه فی سعة رحمة الله ومغفرته للذنوب، ج۱۰ص۳۶۲، رقم: ۱۷۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی وخطاء سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق ومرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہو اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابلِ گناہ کو بسانا مراد ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳، ص۵۵۲)

(426) وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَوْلَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ، لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے پھر مغفرت طلب کرتے تو اللہ ان کی مغفرت کرتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ج۴ص۲۰، رقم: ۲۱۳۹، مسند امام احمد، حدیث ابی ایوب الانصاری، ج۵ص۴۱۳، رقم: ۲۳۵۶۲، سنن ترمذی، باب فی فضل التوبة والاستغفار، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۳۵۲۹، اطراف المسند المعتلی لابن حجر، من مسند ابی ایوب، ج۲ص۶۲، رقم: ۱۷۷۵، مسند عبد بن حمید، حدیث ابی ایوب الانصاری، ص۱۰۵، رقم: ۲۳۰)

شرح حدیث: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم!

حضرتِ سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا، اے میرے رب! مجھے تیری عزت وجلال کی قسم! جب تک بندوں کے جسموں میں روح باقی

ہے، میں انہیں بہکاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا، مجھے اپنی عزت وجلال اور بلند مقام کی قسم! میں ہمیشہ اس وقت تک ان کی مغفرت کرتا رہوں گا، جب تک کہ وہ مجھ سے مغفرت مانگتے رہیں گے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، رقم ۱۱۲۴۳، ج ۴، ص ۵۸)

اور حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کر لیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے مولا! میں نے گناہ کر لیا، مجھے معاف کر دے۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب عزوجل ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے، (اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہتا ہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے، اس کے بعد پھر کوئی گناہ کر لیتا ہے، پھر عرض کرتا ہے، یاالٰہی عزوجل! میں نے پھر گناہ کر لیا، بخش دے۔ تو رب کریم عزوجل فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب مجھے معاف کر دے۔ تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے۔ (اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کی بخشش فرما دی، اب جو چاہے کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، رقم ۷۵۰۷، ج ۴، ص ۵۷۵)

وقتِ توبہ آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ ہونا ضروری ہے، گناہوں سے بچنے پر استقامت دینے والی ذات تو رب العالمین کی ہے۔ اگر ارتکاب گناہ سے محفوظ رہنا نہ بھی نصیب ہوا تو بھی کم از کم گزشتہ گناہوں سے جان تو چھوٹ جائے گی اور سابقہ گناہوں کا معاف ہو جانا معمولی بات نہیں۔ اگر بعدِ توبہ گناہ ہو بھی جائے تو دوبارہ پُرخلوص توبہ کر لینی چاہیے کہ ہوسکتا ہے یہی آخری توبہ ہو اور اسی پر دنیا سے جانا نصیب ہو۔

(427) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا، فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا، فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ اِلٰى قَوْلِهِ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَمَنْ لَقِيْتَ وَرَاءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ﷜ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر کھڑے ہوئے آپ نے ہم پر کافی دیر کر دی ہمیں فکر ہوئی کہ ہماری عدم موجودگی میں ہمارے بغیر آپ کو شہید نہ کر دیا جائے اس کا خیال آتے ہی ہم گھبرا کر اٹھے اور سب سے پہلے گھبرانے والا میں تھا میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلا۔ حتیٰ کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا اور لمبی حدیث ذکر کی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ جاؤ اس باغ کے

مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. باہر تمہیں جو ملے اور وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی صمیم قلب کے ساتھ دیتا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری دے دے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاک فیه دخل الجنة، ج ١ ص ٣٢، رقم: ١٥٦ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج ١٠ ص ٣٠٨، رقم: ٣٣٤٣ مسند ابو عوانة، بیان الاعمال والفرائض، ص ٢٧، رقم: ١٧ شعب الایمان، باب الدلیل علی ان التصدیق بالقلب والاقرار باللسان، ج ١ ص ٣٧، رقم: ٥ جامع الاصول، الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال، ج ٩ ص ٥٥٥، رقم: ٧٢٨٨)

شرح حدیث: تفصیلی حدیث یہ ہے:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا باغ کے ارد گرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی تھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے وہ بولے اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لیے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر

اس لیے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ (مسلم)

حکیم الامّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ (ابوبکر و عمر) ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لیے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، محدثین کے شیخین بخاری و مسلم، فقہاء کے شیخین امام ابوحنیفہ و ابو یوسف رضی اللہ عنہم، منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔

(ہم ڈر گئے یعنی) اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دشمن ہیں، یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے، ورنہ اللہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ۔ بستان ہر باغ کو کہہ سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہو یا نہ ہو۔

(اردگرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے) اس لیے کہ اندازے سے مجھے پتا لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی، جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط۔ یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگی عشق محبوب کی وجہ سے (اور نالی) وہ نظر آ گئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں، ان کی کیفیات عقل سے وراء ہیں، دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی، یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حصہ ملا ہو (اور) معلوم یہ ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابوہریرہ بتکلف داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا از روئے قانون ممنوع ہے، مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتشِ نمرود میں ڈالنا، بے قصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے، قانون اس سے کوسوں دُور ہے۔

(کیا ابوہریرہ ہیں) یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آگئے۔ (اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے) یعنی پریشان کیوں ہو، ہانپ کیوں رہے ہو۔

(پہلے میں ہی گھبرایا) اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر وریا، یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔

(سکڑ کر آیا ہوں) اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجا نہ لا سکا، بغیر

اذن آ گیا، سلام بھی کرنا بھول گیا، حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

شعر۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم | ازیں مے ہمچو من بسیار شد مست

ع | ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

(نعلین شریف عطا کیے) کیوں عطا کیے، عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تاکہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں۔ عاشق کہتے ہیں نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ منشاء یہ ہے کہ آگے صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے، ابو ہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو، اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے، عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا، کفش برداری میں سارے عقائد و اعمال آ گئے، ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔

(یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے یعنی) سبحان اللہ! کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں، صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے، جو ہمارے راز دار ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو۔ یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابو ہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی سعادت و شقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے، زبان سے اقرار بھی کرے۔ پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جاویں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قید لگا دی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔

(جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے، ملاقات حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تفسیر ہے۔

(میرے سینہ پر ہاتھ مارا) یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے، یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو، میں نہ مانا، تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بیرم کچھ کہے سنے مارنا عقل کے خلاف ہے۔ (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کمزور تھے۔ اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہو تب بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔

(لوٹ چلو ابو ہریرہ) خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے ابو ہریرہ! تم تعمیل کر چکے ہو، میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی، اس کی عام اشاعت کی

ضرورت نہیں۔خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہد ہیں۔عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ حدیث وقرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔یہ حدیث تقلید آئمہ کی قوی دلیل ہے۔

اور میں (ابو ہریرہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی۔خیال رہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں آکر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریادرس کو دیکھ کر رویا کرتا ہے۔

(حضرت عمر نے فرمایا پلٹو) یعنی اس کام کے لیے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کیلئے جاؤ۔

(حضرت عمر سے دریافت فرمایا کہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر، جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایات وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی۔

اور یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں، ان کی خبریں معتبر، جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر راز دار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔

(عرض کیا ایسا نہ کیجئے) یعنی آیندہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیش کش ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی۔رب فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا، تعمیل ارشاد ہو چکی۔

یعنی وہ نومسلم لوگ جو ابھی تک منشاء کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے، اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔

(فرمایا اچھا چھوڑ دو) یعنی تمہاری رائے منظور ہے، بہت درست ہے۔خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عمر سے جناب حضرت ابو ہریرہ کا نہ قصاص دلوایا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض محدث، مجتہد استاد ہیں، محدث شاگرد، استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ غلطی سے سزا دیدے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خطاء ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نالی کیوں نظر آئی (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابو ہریرہ کو کیوں روکا (۶) انہیں مارا کیوں (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کیوں کرائی (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی (۹) حضور نے ان کی رائے قبول کیوں کر لی (۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۴۷)

(428) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - فِيْ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ﴾ (ابراهيم: 36) اَلْآيَةَ، وَقَوْلَ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (المائدة: 118) فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى، فَقَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ - وَرَبُّكَ اَعْلَمُ - فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ، فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَا قَالَ - وَهُوَ اَعْلَمُ - فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا جِبْرِيْلُ، اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ: اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے یہ فرمان تلاوت کیا۔ ''اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے'' اور عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے یہ فرمان تلاوت کیا ''تو اگر ان کو عذاب دے تو یقیناً یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر ان کو بخش دے تو تو ہی غالب۔ حکمت والا ہے''۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا: اے اللہ! میری امت میری امت اور آپ رو پڑے' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو آپ کے پاس بھیج دیا فرمایا: اے جبریل محمد کے پاس جا حالانکہ تیرے رب تعالیٰ کو علم ہے ان سے پوچھ کیوں روتے ہیں۔ جبریل آئے اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا جو اللہ نے فرمایا: حالانکہ وہ زیادہ جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (ﷺ) کی

طرف جا کر ان سے کہہ دے ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو راضی کریں گے اور آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامته وبكائه شفقة عليهم، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۲۰۲، سنن النسائی الکبرٰی، سورة ابراهيم، ج۶ص۳۷۳، رقم: ۱۱۲۶۹، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مقدام، ج۶ص۳۶۷، رقم: ۸۸۹۳، مسند ابی عوانة، بيان تضرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ عزوجل واجتهاده فی الدعاء، ص۱۳۷، رقم: ۴۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے نماز کے باہر یہ آیت کریمہ سورۂ ابراہیم کی تلاوت فرمائی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عرض معروض بیان فرما رہا ہے جو آپ قیامت میں بطور شفاعت عرض کریں گے کہ خدایا جن لوگوں نے میری اطاعت کی وہ تو میرے ہو چکے تو انہیں میرے طفیل بخش دے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو مولٰی تو گنہگاروں کا بخشنے والا ہے۔ غرضکہ شکایت ان کی بھی نہیں کی انہیں بھی بددعا نہ دی یہ ہے شان جمالی۔

اس پوری آیت میں عیسٰی علیہ السلام کی شفاعت کا ذکر ہے وہ بھی جمال الٰہی کا مظہر ہیں۔ آپ کی عرض بھی یہ ہے کہ میرے مولٰی اگر تو ان گنہگاروں کو عذاب دے تو تو ان کا رب ہے وہ تیرے بندے، کون تجھے عذاب سے روک سکتا ہے اور تو انہیں معافی دے دے تو تو عزیز ہے حکیم ہے، تیرے ہر کام میں حکمت ہے، تو سب پر غالب ہے جسے جو چاہے دے دے تجھ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

(عرض کیا: الٰہی میری امت اور روئے) یعنی ان دو محبوب نبیوں کی شفاعت کا ذکر پڑھا تو شفیع المذنبین کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اپنی گنہگار امت یاد آ گئی اور اس وقت شفاعت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جیسی آیت تلاوت کرے اسی طرح کی دعا مانگے یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دعا کے وقت رونا علامت قبولیت ہے پھر حضور انور کا رونا حضور کے آنسو سبحان اللہ! حضور کا رونا ہماری ہنسی وخوشی کا ذریعہ۔ ہے بادل روتا ہے تو چمن ہنستا ہے۔ شعر

تا نہ گریہ ابر کے خندد چمن   تا بہ گرید طفل کے جوشد لبن

سبحان اللہ! کس ناز کا سوال ہے خود جانتا ہے مگر پوچھتا ہے تاکہ محبوب صراحۃً زبان پاک سے شفاعت کریں اور امت گنہگار کی مشکلیں حل ہوں دریائے بخشش الٰہی جوش میں آئے۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عرض ومعروض کی خبر دی) کہ امت کی فکر ان کا غم میرے رونے کا سبب

ہے۔خیال رہے کہ رونا بہت قسم کا ہے ان تمام قسموں میں افضل حضور کا شفاعت امت کے لیے رونا ہے۔
(تمہیں غمگین نہ کریں گے) یعنی آپ اپنی امت کے متعلق جو چاہیں گے جو کہیں گے ہم وہ ہی کریں گے۔احادیث میں ہے کہ اس پر حضور انور نے عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو، خدا کرے ہم امتی رہیں۔(اشعہ) مرقات نے بھی اسی کے قریب فرمایا یہاں مرقات نے شفاعت ابراہیمی، شفاعت عیسوی اور شفاعت محمدی میں بہت شاندار فرق بیان فرمایا کہ ان حضرات نے اجمالی شفاعت کی مگر حضور انور نے اپنی امت کا نام لے کر تفصیلی شفاعت فرمائی کہ گنہگار ہو مگر میرا امتی ہو اسے بخش دے۔شعر

خاک او باش و بادشاہی کن آن او باش ہرچہ خواہی کن

نیز اس شفاعت میں اگر مگر نہیں جزم کے ساتھ دعا ہے کہ اسے ضرور بخش دے۔اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شان، امت پر بڑا کرم، امت محمدیہ کا بڑا خوش نصیب ہونا معلوم ہوا۔سارے بندے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ حضور کو راضی کرنا چاہتا ہے۔اس کی تائید یہ آیت کر رہی ہیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى حضرت ابوبکر صدیق کے لیے بھی فرمایا: وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔(مرآۃ المناجیح، ج ا، ص ۷۳)

(429) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ؟ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ، وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گدھے پر آپ کے پیچھے سوار تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے۔اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا لوگوں کو میں اس کی خوشخبری نہ دوں؟ فرمایا ان کو بشارت نہ دے وہ اعتماد کر بیٹھیں گے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسم الفرس والحمار، ج۴ص۲۹، رقم: ۲۸۵۶ صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاك فیه دخل الجنة، ج۱ص۴۳، رقم: ۱۵۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ بن جبل، ج۲۰ص۴۷، رقم: ۱۶۸۲۴ سنن الکبری للنسائی، باب الاختصاص بالعلم، ج۳ص۴۴۳، رقم: ۵۸۷۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۴ص۱۵۷.

رقم:۱۲۶۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ معاذ بن جبل انصاری خزرجی، کنیت ابو عبداللہ ہے، بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے، بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا، عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا، طاعون عمواس میں بعمر ۳۸ سال آپ کی وفات ہوئی، شام میں قبر شریف ہے، آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔

اور خوش نصیبی سے مجھے (یعنی حضرت معاذ کو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قرب نصیب تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب سے جو بات سنی جائے گی وہ بالکل درست سنی جائے گی۔ ردیف ردفا سے بنا ہے بمعنی پیچھے، ایک گھوڑے یا اونٹ پر دو شخص سوار ہوں تو پیچھے والا ردیف کہلاتا ہے۔ دو آدمیوں کا جانور پر سوار ہونا جب منع ہے کہ جانور کمزور ہو، دو کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے مخالف نہیں۔

حق کے معنی واجب و لازم۔ لائق بندوں کے متعلق تینوں معنی درست ہیں کہ اللہ کی عبادت ان پر واجب ہے، لازم ہے، ان کے لائق ہے۔ اللہ تعالٰی کے لئے یہ معنی اور طرح درست ہوں گے وہ یہ کہ اس کریم نے اپنے ذمہ کرم پر خود لازم فرمالیا کہ عابدوں کو جزا دے کوئی اور اس پر واجب نہیں کرسکتا، لہذا جن روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں وہ دوسرے معنی میں ہے کہ کوئی اس پر واجب نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی اس کا حاکم نہیں وہ سب کا حاکم ہے۔

(اس کا شریک نہ ٹھہرائیں) اس طرح کہ نہ تو کسی کو اس کا ہمسر جانیں، نہ اس کا بیوی بچہ لہذا اس میں مجوسیت، نصرانیت، یہودیت سب ہی داخل ہیں۔ ان ہی تمام دینوں سے علیحدگی ضروری ہے اور کفر نہ کرتا ہو اسے دائمی عذاب نہ دے ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے اور عذاب سے دائمی عذاب مراد ورنہ بعض گنہگاروں کو بھی کچھ عذاب ہوجائے گا۔ (اشعۃ اللمعات وغیرہ)

(لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) اس طرح کہ مقصد کلام سمجھیں گے نہیں اور اعمال چھوڑ دیں گے کہ جب فقط درستیٔ عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو ان کی سمجھ سے ورا ہو۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ نے اس وقت بشارت نہ دی بلکہ یہ حدیث بطور خبر بعد میں بعض خواص کو سنادی لہذا کوئی اعتراض نہیں اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ا، ص ۳۷)

(430) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: (يُثَبِّتُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہ اللہ تعالٰی

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (اِبْرَاهِيْم: 27) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرمان میں بیان ہے کہ اللہ اہل ایمان کو دنیا میں مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التفسیر، سورۃ ابراھیم، باب یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت، ج۳ص۸۰، رقم: ۴۶۹۹ صحیح مسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ، ج۴ص۱۶۲، رقم: ۲۹۸، سنن ابو داؤد، باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر، ج۴ص۳۸۲ رقم: ۴۷۵۲، مشکوۃ المصابیح، باب اثبات عذاب القبر، ج۱ص۲۷، رقم: ۱۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام براء کنیت ابو عمارہ ہے، انصاری حارثی ہیں، خندق اور غزوۂ احد وغیرہ ۱۵ غزووں میں حضور کے ساتھ رہے۔ عہد فاروقی میں کوفہ میں قیام فرمایا، ۲۴ھ میں "رے" آپ ہی نے فتح کیا، عہد مرتضوی میں جنگِ جمل صفین اور نہروان میں حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ تھے، کوفہ میں وفات ہوئی۔

(قبر میں پوچھ گچھ) پوچھنے والے منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو توحید و رسالت اور دین کا امتحان لیتے ہیں یہ جواب عام مؤمنوں کا ہے جو یہاں ارشاد ہوا، بعض عاشق جمالِ مصطفوی دیکھتے ہی اُٹھ کر فدا ہو جاتے ہیں اور ایسا طواف کرتے ہیں جیسا پروانہ شمع کا یا حاجی کعبہ کا جیسا کہ بزرگوں کی تواریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں لوگوں کو اپنے سوال کی تفصیل وجد انگیز طریقہ سے بتائی۔

(آخرت میں) یہاں آخرت سے مراد قبر ہے یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا محض رب کے کرم سے کامیابی ملے گی۔ یعنی مؤمنوں کو زندگی اور قبر میں کلمۂ شہادت پر اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتا ہے ورنہ دنیا کے بہت سے حالات اور قبر کے سخت سوالات اُسے پھسلانے والے ہیں۔ قول ثابت سے مراد کلمہ طیبہ ہے چونکہ قبر میں صرف عقائد کا امتحان ہے اس لئے اعمال کا ذکر نہ ہوا۔

قبر کے عذاب وثواب کے ثبوت میں ورنہ یہ آیت مؤمنوں کے بارے میں آئی ہے جو عذابِ قبر سے محفوظ ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

دنیا میں امتحان کے سوالات پہلے چھپائے جاتے ہیں تا کہ کوئی جواب سوچ نہ لائے۔ ہمارے حضور نے اس امتحان کے سوالات بھی آؤٹ کر دیئے، ان کے جوابات بھی بتا دیئے، خدا کرے اس وقت اَوسان ٹھکانے رہیں اور یہ بتائے ہوئے صحیح جوابات یاد آجائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۲۳)

(431) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً، اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْيَا، وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَدَّخِرُ لَهٗ حَسَنَاتِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ، وَيُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهٖ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ، لَمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر جب اچھا کام کر لیتا ہے تو اس کو دنیا سے کچھ دے دیا جاتا ہے اور ایمان دار کی نیکیاں اللہ تعالیٰ آخرت کے لیے ذخیرہ فرما لیتا ہے۔ اور اس کو دنیا میں بھی نیکی پر عطیہ دے دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کسی ایمان دار پر نیکی کی جزاء میں ظلم نہ فرمائے گا۔ اس کو دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں اصل جزاء دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جائے گا اس کی نیکی سے مراد اس کے وہ عمل ہیں جو اس نے اللہ تعالیٰ رضا کے لیے کیے تھے۔ تو جب وہ آخرت میں پہنچے گا۔ تو اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی، جس کا بدلہ باقی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والاخرة وتعجیل حسنات الکافر، ج۴ص۲۱۶۲، رقم: ۲۸۰۸، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج۲ص۱۸۸، رقم: ۲۸۸۶، مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالک ج۲ص۳۳، رقم: ۷۰۲۲)

شرح حدیث: نیکیاں اور بدیاں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ30، الزلزال: 7۔8)

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مؤمن و کافر کو روز قیامت اس کے نیک و بد اعمال دکھائے جائیں گے۔ مؤمن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب اکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مؤمن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے

ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔ اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔ بعض مفسّرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مؤمنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے (حق میں)۔

موت کی سختی

حضرت سَیِّدُنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت بیان کی: جب مؤمن کا کوئی درجہ باقی رہ جاتا ہے جس تک وہ عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا، تو اس پر موت سخت کردی جاتی ہے، تاکہ وہ موت کی سختیوں اور تکلیفوں کے بدلے جنت میں اپنا درجہ حاصل کرلے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہو جس کا بدلہ اسے نہ دیا گیا ہو، تو اس پر موت کو آسان کردیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکی کا عِوض حاصل کرلے، پھر اُسے جہنم کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۳۸۴)

(432) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْغَمْرُ: اَلْكَثِيْرُ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بہنے والی نہر کی طرح ہے۔ جو تم میں سے کسی کے دروازہ پر ہے اور وہ اس سے روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو۔ (مسلم) اَلْغَمْرُ: بہت زیادہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۱۵۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی من اسمه صدی بن العجلان، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۷۷۰۰، سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج۳ص۶۳، رقم: ۴۷۵۲، اتحاف الخیرۃ المهرۃ، کتاب الایمان، باب فرض الصلاۃ، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۵۸۰، التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمه ابراهیم بن یحنس، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۱۰۶۱، مجمع الزوائد، باب فضل الصلاۃ، ج۱ص۳۱، رقم: ۱۶۵۲)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے دو وجہ سے: ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کردیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کردیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہوجاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میلِ دل کے لیے پانی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص ۵۳۰)

حقوق کوادا کرو، یا معاف کرالو!

اگر کسی کا تمہارے اوپر کوئی حق تھا اور تم اس کو کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکے تو اگر وہ حق ادا کرنے کے قابل کوئی چیز ہو مثلاً کسی کا تمہارے اوپر قرض رہ گیا تھا تو اس کو ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں یا تو خود حق والے کو اس کا حق دے دو۔ یعنی جس سے قرض لیا تھا اسی کو قرض ادا کردو یا اس سے قرض معاف کرالو اور اگر وہ شخص مرگیا ہو تو اس کے وارثوں کو اس کا حق یعنی قرض ادا کردو۔ اور اگر وہ حق ادا کرنے کی چیز نہ ہو بلکہ معاف کرانے کے قابل ہو مثلاً کسی کی غیبت کی ہو یا کسی پر تہمت لگائی ہو تو ضروری ہے کہ اس شخص سے اس کو معاف کرالو۔ اور اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ ان کے حقوق کو معاف کراسکا نہ ادا کرسکا۔ مثلاً صاحبان حق مرچکے ہوں تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا رہے تو امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبان حق کو بہت زیادہ اجروثواب دے کر اس بات کے لئے راضی کردے گا کہ وہ اپنے حقوق کو معاف کردیں۔ اور اگر تمہارا کوئی حق دوسروں پر ہو۔ اور اس حق کے ملنے کی امید ہو تو نرمی کے ساتھ تقاضا کرتے رہو۔ اور اگر وہ شخص مرگیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے حق کو معاف کردو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلے میں بہت بڑا اور بہت زیادہ اجروثواب ملے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عام طور پر لوگ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت ہی اہم، نہایت ہی سنگین اور بے حد خوفناک ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) سے زیادہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہے وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر بندوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں معاف فرمائے گا۔ جب تک بندے اپنے حقوق کو نہ معاف کردیں۔ لہٰذا بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا معاف کرالینا بے حد ضروری ہے ورنہ قیامت میں بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس درہم اور دوسرے مال وسامان نہ ہوں وہی مفلس ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت میں اعلیٰ درجے کا مفلس وہ شخص ہے کہ وہ قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیوں کو لے کر میدان حشر میں آئے گا مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھالیا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو یہ سب حقوق والے اپنے اپنے حقوق کو طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کو ان کے حقوق کے برابر نیکیاں دلائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کے حقوق نہ ادا ہوسکے بلکہ نیکیاں ختم ہوگئیں اور حقوق باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تمام حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر لاددو۔ چنانچہ سب حق والوں کے گناہوں کو یہ سر پر اٹھائے گا پھر جہنم میں

ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ شخص سب سے بڑا مفلس ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۱، ص ۱۳۹۴)

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ یا تو حقوق کو ادا کردو۔ یا معاف کرالو۔ ورنہ قیامت کے دن حقوق والے تمہاری سب نیکیوں کو چھین لیں گے اور ان کے گناہوں کا بوجھ تم اپنے سر پر لے کر جہنم میں جاؤ گے۔ خدا کے لئے سوچو کہ تمہاری بے کسی و بے بسی اور مفلسی کا قیامت میں کیا حال ہوگا۔

(433) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ، فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهِ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو بھی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں ایسے چالیس افراد ہوں جو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو ان کی شفاعت اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں قبول فرما لیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه، ج۱ص۵۲، رقم: ۲۲۲۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما یستدل به علی ان عدد الاربعین له تاثیر، ج۳ص۱۸۰، رقم: ۵۸۲۹، المعجم الاوسط، من اسمه مقدام، ج۸ص۲۶۸، رقم: ۸۶۹۸، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع العاشر، فی انتفاع المیت بالصلاة علیه، ج۶ص۲۲۹، رقم: ۲۲۵۰، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۳۵۱، رقم: ۳۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲، ص ۸۸۳)

نمازِ جنازہ میں چالیس مسلمان یا تین صفیں ہونے کی فضیلت

حضرتِ سیدنا حکم بن فرّوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازے پر حضرت سیدنا ابوملیح رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ دی ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا، اپنی صفیں درست کرلو اور میت کے لئے اچھی سفارش کرو۔

حضرت سیدنا ابوملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس میت پر لوگوں کا ایک گروہ نماز پڑھ لے تو ان لوگوں کی سفارش

میت کے حق میں قبول کرلی جاتی ہے۔(حضرتِ سیدنا حکم بن فروخ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے سیدنا ابوالملیح رضی اللہ عنہ سے اس گروہ کی تعداد کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا چالیس۔(نسائی، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۷۵)

حضرتِ سیدنا کُرَیب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوکریب! ذرا دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو کافی لوگ جمع ہوچکے تھے۔ میں نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چالیس ہوجائیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اب) میت کو لے چلو کیونکہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس کی میت پر چالیس مسلمان نماز پڑھیں تو اللہ تعالی ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔(مسلم، کتاب الجنائز، رقم ۹۴۸، ص ۴۷۳)

حضرتِ سیدنا مالک بن ہُبَیرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان مرجائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اللہ عزوجل اس پر جنت واجب فرمادیتا ہے۔(ابوداؤد، کتاب الجنائز، رقم ۳۱۶۶، ج ۳، ص ۴۷۵)

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا یہ معمول تھا جب جنازے کیساتھ لوگ کم ہوتے تو انہیں اس حدیث پاک کی وجہ سے تین صفوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

(434) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ، فَقَالَ: اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وذٰلك اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ، وَمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ، اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تقریباً چالیس آدمی ایک خیمے میں تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اہل جنت کا چوتھائی حصہ بنو؟ ہم نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اہل جنت کا تہائی حصہ بنو۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا نصف ہوگے۔ اور یہ اس لئے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے اور تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال ہوں یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال ہوں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کیف الحشر ج۸ص۱۱۰ رقم: ۶۵۲۸ صحیح مسلم باب کون هذه الامة نصف اهل الجنة ج۱ص۱۳۷ رقم: ۵۵۲ سنن ابن ماجه باب صفة امة محمد صلی الله علیه وسلم ج۲ص۱۴۳۲ رقم: ۴۲۸۳ السنن الکبری للبیهقی باب ما یستدل به علی ان عدد الاربعین له تاثیر ج۳ص۱۸۰ رقم: ۵۸۲۸ سنن ترمذی باب ما جاء فی صفة اهل الجنة ج۴ص۶۸۳ رقم: ۲۵۴۷)

شرح حدیث: مؤمن ہی کے لئے

شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے ابنِ خطاب! جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے: اے عمر! اٹھو اور جاکر لوگوں میں اس بات کا اعلان کردو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوں گے۔ (جامع الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی الغلول، الحدیث: ۱۵۷۴، ص ۱۸۱۴، بدون الناس)

اسے حضرت سیدنا امام احمد، امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رسولِ کائنات، فخرِ موجودات صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر اعلان کردو کہ جنت صرف مؤمن ہی کے لئے حلال ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اھل الذمۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۰۵۰، ص ۱۴۵۲)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے بلال! اُٹھو اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوگا اور بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد فاجر شخص کے ذریعے بھی فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، الحدیث: ۶۶۰۶، ص ۵۵۲)

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں مسلمان ہی داخل ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے: جنت میں مسلمان جان ہی داخل ہوگی اور بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد فاجر شخص کے ذریعے بھی فرمادیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب ان اللہ لیؤید الدین ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۰۶۲، ص ۲۴۶)

(435) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ دَفَعَ اللّٰہُ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا، فَیَقُوْلُ: ھٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایمان دار کو یہودی یا نصرانی دے کر فرمائے گا۔ یہ آگ سے تیرا فدیہ ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

انہی سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

وَسَلَّمَ، قَالَ: يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فرمایا: روز قیامت مسلمانوں میں سے کچھ لوگ پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئیں گے۔ اللہ ان کو بھی بخشش دے گا۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: دَفَعَ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا، فَيَقُوْلُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ مَعْنَاهُ مَا جَآءَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لِكُلِّ اَحَدٍ مَّنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ، فَالْمُؤْمِنُ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْكَافِرُ فِي النَّارِ، لِاَنَّهٗ مُسْتَحِقٌّ لِّذٰلِكَ بِكُفْرِهٖ وَمَعْنٰى فِكَاكُكَ: اَنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضًا لِّدُخُوْلِ النَّارِ، وَهٰذَا فِكَاكُكَ، لِاَنَّ اللهَ تَعَالٰى، قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا يَّمْلَؤُهَا، فَاِذَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ، صَارُوْا فِيْ مَعْنَى الْفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِيْنَ، وَاللهُ اَعْلَمُ۔

ہر مسلمان کو یہودی اور نصرانی دیا جائے گا اور کہا جائے گا۔ یہ جہنم سے تیرا فدیہ ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک گھر جنت میں اور ایک دوزخ میں ہے۔ ایمان دار جب جنت میں جائے گا' تو کافر کو جہنم میں چھوڑ جائے گا۔ کیونکہ وہ کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے۔ فکاکک: کا معنیٰ ہے تم دخول نار کا امکان رکھتے تھے اور یہ تیرا فدیہ ہے۔ کیونکہ اللہ نے دوزخیوں کی ایک تعداد مقرر کی ہے' جو اس کو پُر کر دے گی۔ جب کفار اپنے کفر اور گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو گویا وہ مسلمانوں کے لیے فدیہ کا سبب بنیں گے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قبول التوبة القاتل وان کثر قتله، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۱۸۷،...وفی باب قبول التوبة القاتل وان کثر قتله، ج۴ص۱۰۵، رقم: ۱۹۰، جامع الاصول، الباب الخامس، فی فضل هذه الامة الاسلامیة، النوع السادس، ج۹ص۱۹۷، رقم: ۶۵۷۸، کنزالعمال، حرف الباء، ج۱۱ص۵۹، رقم: ۱۰۳۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فك کے معنی ہیں گروی چیز کو چھڑانا، فکاك وہ مال ہے جو دے کر گروی چیز چھڑائی جاوے۔ ہر شخص کے لیے ایک ٹھکانہ دوزخ میں ہے دوسرا جنت میں، مؤمن جنت میں اپنا ٹھکانا بھی لے گا اور کسی کافر کا بھی اور کافر دوزخ میں اپنا مقام بھی لے گا اور کسی مؤمن کا بھی۔ یہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اے مؤمن تو جنت میں اپنا ٹھکانہ بھی لے اور اس یہودی عیسائی کا بھی، یہ تیرے لیے ایسا ہے جیسے گروی چیز کا فکاک۔ چونکہ عیسائی یہودی مسلمانوں سے قریب ہوتے ہوئے بھی دور رہے تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا، یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کے گناہوں کے عوض کافر دوزخ میں جاوے گا کہ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۳۹۵)

ایک قطرے کی وجہ سے جہنم سے آزادی

مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو بارگاہِ خداوندی میں لایا جائے گا اور اسے اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ اس میں کثیر گناہ پائے گا۔ پھر عرض کریگا، یاالٰہی! میں نے تو یہ گناہ کئے ہی نہیں؟ اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا، میرے پاس اس کے مضبوط گواہ ہیں۔ وہ بندہ اپنے دائیں بائیں مڑ کر دیکھے گا لیکن کسی گواہ کو موجود نہ پائے گا اور کہے گا، یارب عزوجل! وہ گواہ کہاں ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو گواہی دینے کا حکم دے گا۔ کان کہیں گے، ہاں! ہم نے (حرام) سنا اور ہم اس پر گواہ ہیں۔ آنکھیں کہیں گی، ہاں! ہم نے (حرام) دیکھا۔ زبان کہے گی، ہاں! میں نے (حرام) بولا تھا۔ اسی طرح ہاتھ اور پاؤں کہیں گے، ہاں! ہم (حرام کی طرف) بڑھے تھے۔ شرم گاہ پکارے گی، ہاں! میں نے زنا کیا تھا۔

وہ بندہ یہ سب سن کر حیران رہ جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم میں جانے کا حکم فرمادے گا تو اس شخص کی سیدھی آنکھ کا ایک بال رب تعالیٰ سے کچھ عرض کرنے کی اجازت طلب کریگا اور اجازت ملنے پر عرض کریگا، یااللہ عزوجل! کیا تو نے نہیں فرمایا تھا کہ میرا جو بندہ اپنی آنکھ کے کسی بال کو میرے خوف میں بہائے جانے والے آنسوؤں میں تر کریگا، میں اس کی بخشش فرمادوں گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، کیوں نہیں! تو وہ بال عرض کرے گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا یہ گناہ گار بندہ تیرے خوف سے رویا تھا، جس سے میں بھیگ گیا تھا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ اس بندے کو جنت میں جانے کا حکم فرما دے گا۔ ایک منادی پکار کر کہے گا، سنو! فلاں بن فلاں اپنی آنکھ کے ایک بال کی وجہ سے جہنم سے نجات پا گیا۔

(درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون، ص ۲۹۴)

(436) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ رَّبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ، فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ، فَيَقُوْلُ: اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّ اَعْرِفُ، قَالَ: فَاِنِّيْ قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطٰى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَنَفَهٗ: سَتْرُهٗ وَرَحْمَتُهٗ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اور روز حشر ایمان دار کو اپنے ربّ سے قریب کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کو اپنی پناہ میں لے لے گا۔ پھر اس سے گناہوں کا اقرار کرائے گا؟ پس فرمائے گا! کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتے ہو وہ کہے گا۔ میرے ربّ میں پہچانتا ہوں فرمائے گا میں نے دنیا میں اس کا تجھ پر پردہ رکھا اور آج ان کو تیرے لیے بخشا ہوں پھر اسے اپنی نیکیوں کا صحیفہ عطا کر دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

كَنَفَهٗ: پردہ پوشی اور اس کی رحمت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ستر المؤمن علی نفسه، ج٨ص٢٠ رقم: ٦٠٧٠ صحیح مسلم، باب قبول التوبة

القاتل وان کثر قتله، ج۸ص۱۰۵، رقم: ۱۹۱، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، ج۵ص۲۶۲، رقم: ۵۷۵۱، سنن ابن ماجه، باب فیما انکرت الجهمية، ج۱ص۶۵، رقم: ۱۸۳، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۶۷، رقم: ۵۴۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کنف کے کئی معنی ہیں: پردہ، حفاظت، پناہ، نگہبانی، سایہ، پرندے کے بازو جن سے وہ اڑتا ہے، یہاں پردہ کے معنی ہیں۔(اشعہ) چونکہ پرندہ انہیں بازوؤں پروں سے اپنے انڈوں بچوں کو چھپاتا بھی ہے ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اس لیے اسے کنف کہتے ہیں۔ مؤمن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے چھپایا جاوے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا اور اس فرمان عالی سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ مؤمن اپنے گناہوں کا فورًا اقرار کرے گا وہاں بہانے نہ بنائے گا، کفار جھوٹ بولیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ دوسرے یہ کہ مؤمنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا گناہوں کا حساب خفیہ ہوگا بلکہ نیکیوں کی نیکی چہروں پر نمودار ہوگی کہ ان کے منہ چمکتے ہوں گے مگر بدوں کی برائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہوں گی ان کے منہ نہ بگڑیں گے، کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لجپال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے آخرت میں بھی ہوگی۔

یعنی دل میں یہ سوچتا ہوگا اب میں پکڑا گیا عذاب میں گرفتار ہوا وہ شخص دل میں یہ سوچتا ہوگا کسی سے کہے گا نہیں، رب بھی اس کے عیب چھپائے گا بندہ بھی خاموش رہے گا۔

اس فرمان عالی سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں دنیا کے چھپے گناہوں کو بندہ خود ہی علانیہ کرتا رہا ہو ان کا وہاں بھی اعلان ہوگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ غدار کے چوتڑوں پر اس کی غداری کے مطابق جھنڈا لایا جائے گا جس سے وہ سارے محشر میں مشہور ہوگا، وہ غداری بھی علانیہ تھی اس لیے اس کی سزا بھی علانیہ ہوئی لیکن مؤمن کی بخشش ضرور ہوگی کسی کی اول ہی سے، کسی کی کچھ سزا دے کر، کسی کی شفاعت کے پانی سے گناہ دھو کر، کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپا کر۔ بہر حال ہر گنہگار کی بخشش یقینی ہے کیوں نہ ہو کہ محبوب کی امت تو ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ؎

واعظ ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع   اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اسے دی جائے گی لیکن یہ تحریر گویا جنت کا پروانہ وہاں کا ویزا ہوگا اس میں اس بندے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا کہ وہ تو معاف کر دیئے گئے۔

کفار و منافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا کیونکہ وہ سب رد ہو چکیں بغیر ایمان کوئی صدقہ وغیرہ قبول نہیں، نیز وہ لوگ ان نیکیوں کی عوض دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کر چکے، ہاں ان کے گناہوں کا اعلان بھی ہوگا اور حساب علانیہ بھی کیونکہ وہ پردہ پوش نبی کے دامن سے دور رہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۷ص۳۹۴)

(437) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ   حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک

رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ. فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: (وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) (هود: 114) فَقَالَ الرَّجُلُ: أَلِيَ هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا پھر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "اور نماز کو دن کی دو طرفوں میں قائم کر اور رات کے حصہ میں بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں"۔ اس آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ میرے لیے خاص ہے۔ فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ کفارۃ، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۵۲۶ صحیح مسلم، باب قولہ تعالیٰ - ان الحسنات یذھبن السیئات - ج۸ص۱۰۱، رقم: ۷۱۷۷، سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، ج۲ص۱۴۲۱، رقم: ۴۲۵۴ صحیح ابن خزیمہ، باب فی فضائل الصلوات الخمس، ج۱ص۱۶۱، رقم: ۳۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مرد کا نام ابوالیسر ہے، کھجوروں کی دکان کرتے تھے، ایک عورت خریدنے کے لئے آئی، ان کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا، بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں، اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا، وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر، یہ سخت نادم ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے۔ (اشعہ مرقاۃ)

صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الایہ۔ اب بھی ہم گنہگاروں کو معافی کے لیے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں بلکہ مؤمنوں کے سینے ان کا کاشانۂ رحمت ہیں۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت اتری۔ خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کناروں کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی، لہٰذا یہ آیت پانچویں نمازوں کو شامل ہے، زلف زلفت سے بنا، بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ۔ یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے۔ کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے، ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے، کہ یہ اللہ پر امن ہے۔ یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقاً ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں مِن اُمّتی

فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کے لئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۳۱)

میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟

کاتبِ وحی حضرتِ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو پابندی سے پانچوں نمازیں ادا کرے اوران کے رکوع وسجود اور اوقات کا لحاظ رکھے اور یہ یقین کرے کہ یہ اللہ عزوجل کا حق ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا یااس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی یا یہ فرمایا کہ اس پر جہنم حرام ہے۔(مسند احمد، رقم ۱۸۳۷۳، ۱۸۳۷۴، ج ۶، ص ۳۷۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نمازِ فجر وعصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۳۲۲۳، ج ۲، ص ۳۸۵)

حضرتِ سیدنا بکر بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کی یعنی جس نے فجر اور عصر کی نماز ادا کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر الخ، رقم ۶، ص ۳۱۸)

(438) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَصَبْتُ حَدًّا، فَاَقِمْهُ عَلَيَّ. وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ. فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ. قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ. قَالَ: هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلٰوةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: قَدْ غُفِرَ لَكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ایک آدمی کی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا ہے کہ مجھ سے حد والا جرم سرزد ہوگیا ہے مجھ پر اس کو قائم فرمائیں نماز کا وقت تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی بعد میں اس نے عرض کیا: (دوبارہ) یا رسول اللہ مجھ سے جرم لائق حد سرزد ہوگیا ہے مجھ پر اللہ کی کتاب کے مطابق اس کو قائم فرمائیں۔ فرمایا: کیا تم نے نماز ہمارے ساتھ ادا کی ہے۔اس نے عرض کی: جی

ہاں! فرمایا تیری مغفرت ہوگئی۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُهُ: اَصَبْتُ حَدًّا مَعْنَاهُ: مَعْصِيَةً تُوجِبُ التَّعْزِيرَ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وَغَيْرِهِمَا. فَإِنَّ هٰذِهِ الْحُدُودَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلٰوةِ وَلَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ تَرْكُهَا.

اصبت حدا: اس کا معنیٰ ہے مجھ سے ایسا جرم سرزد ہوگیا ہے جس پر حد لازم ہے یہاں حد سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں۔ جیسا کہ زنا اور شراب نوشی کی حدیں ہیں کیونکہ یہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں اور نہ حاکم ان کو معاف کرسکتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اقر بالحد ولم یبین هل للامام ان یستر علیه، ج۸ص۱۶۶، رقم: ۱۸۲۳ صحیح مسلم، باب قوله تعالیٰ "ان الحسنات یذهبن السیئات"، ج۸ص۱۰۲، رقم: ۷۱۸۲، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الرجل یعترف بحد لا یسمیه فیستره الامام، ج۸ص۳۳۲، رقم: ۱۸۰۷۶ صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، ج۵ص۱۵، رقم: ۱۷۲۷ مسند امام احمد حدیث ابی امامه الباهلی، ج۵ص۲۶۲، رقم: ۲۲۲۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میں نے ایسا گناہ کرلیا جو شرعی سزا کا باعث ہے۔ حد سزائے مقرر کو کہتے ہیں جیسے زانی کے لئے سنگساری اور چور کے ہاتھ کاٹنا۔ تعزیر وہ سزا ہے جو شرعاً مقرر نہ ہو قاضی اپنی رائے سے مقرر کرے۔ ان بزرگوں نے کوئی معمولی گناہ کیا تھا مگر سمجھے یہ کہ شاید اس میں بھی سزائے شرعی ہوگی۔ یا حد لغوی معنی میں ہے یعنی مطلقاً سزا۔

اور کیونکہ حضور انور کو کشف سے معلوم تھا کہ انہوں نے معمولی جرم کیا تھا اور پوچھنے سے ان کی رسوائی ہوگی یہ ہے شان ستاری۔ (از مرقاۃ) (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) صرف ایک نماز یہ نماز عصر تھی جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے۔

(مجھ پر اللہ کی کتاب کے مطابق اس کو قائم فرمائیں) لائق حد ہو یا نہ ہو جو بھی فرمان الٰہی ہو حد یا کفارہ یا کوئی اور چیز اسی لئے یہاں کتاب اللہ فرمایا۔ یہ صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی ہے کہ دوسرے مجرم اپنے جرم چھپا کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ حضرات اپنے قصور ظاہر کر کے جانوں پر کھیل کر ایمان بچاتے ہیں۔

تیری مغفرت ہوگئی یعنی جس گناہ کو تو نے قابلِ حد سمجھا تھا وہ اس نماز کی برکت سے معاف ہوگیا، لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز سے شرعی سزائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ پر کبھی حد نہیں ہوتی اور سواء ڈکیتی کی حد کے کوئی حد توبہ سے معاف نہیں ہوتی، ڈاکو اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو سزا نہیں پاتا، یونہی اگر کافر بعد زنا مسلمان ہوجائے تو رجم وغیرہ کا مستحق نہیں۔ (مرقاۃ) شیخ عبد الحق نے فرمایا مَعَنَا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا گناہوں کی معافی کے لیے اکسیر ہے۔ نماز کی عظمت امام کی عظمت کے مطابق ہے۔ سبحان اللہ! جن کے ساتھ والی نماز مجرموں کو بخشوا دے وہ ذات کریم خود کیسی ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۱۵۳)

اس حدیث مبارکہ میں حد لازم ہونے سے مراد یہ ہے کہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں جو تعزیر کو واجب کرتا ہے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اس شخص نے موجب حد گناہ مثلاً زنا کیا یا شراب نوشی وغیرہ کا ارتکاب کیا تھا کیونکہ ان گناہوں کو نماز نہیں مٹا سکتی اور نہ ہی حاکم اسلام کو ایسے شخص کو چھوڑنے کی اجازت ہے اور اس کی وضاحت دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب!

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی عورت کا بوسہ لے بیٹھا پھر وہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی،

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (پ12، ہود:114)

تو اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت کس کے لئے نازل ہوئی ہے؟ فرمایا، میری ساری امت کیلئے۔ (صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الصلوۃ کفارۃ، رقم ۵۲۶، ج۱، ص۱۹۶)

(439) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ بندے سے اس پر راضی ہوجاتا ہے کہ کھانا کھائے اس پر حمد الٰہی کرے یا پانی پیئے اور اس پر حمد الٰہی بجا لائے۔ (مسلم)

اَلْاَكْلَةُ: بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْاَكْلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

الاکلہ: ایک مرتبہ کھانا' جیسے غدوہ صبح کا کھانا اور عشوہ شام کا کھانا۔ اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد اللہ تعالی بعد الاکل والشرب، ج۴ص۸۷، رقم: ۱۰۸، سنن الکبری للنسائی، باب ثواب الحمد للہ، ج۶ص۲۰۲، رقم: ۶۸۹۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحمد علی الطعام اذا فرغ منہ، ج۴ص۲۶۵، رقم: ۱۸۱۶، مسند ابی یعلی، مسند سعید بن سنان، عن انس بن مالک، ج۷ص۲۹۸، رقم: ۴۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ج۸ص۱۱۹، رقم: ۲۴۹۸۶)

شرح حدیث: نعمتوں اور راحتوں کی چھما چھم برسات

حضرت سیدنا ابراہیم بن بشار خراسانی قدس سرہ الربانی سے مروی ہے، ایک مرتبہ میں، حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم، ابو یوسف غسولی اور ابو عبداللہ سنجاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکندریہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہم اردن کی نہر کے قریب

پہنچے تو آرام کی خاطر بیٹھ گئے۔ حضرت سیدنا ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس خشک روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے انہوں نے وہ ہمارے سامنے رکھ دیئے، ہم نے وہ کھائے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا، پھر میں جلدی سے نہر کی جانب بڑھا تاکہ پینے کے لئے پانی لاؤں مگر حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم مجھ سے پہلے نہر میں داخل ہو گئے۔ پانی ان کے گھٹنوں تک پہنچ گیا انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں سے پانی پیا۔ پانی پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر نہر سے باہر تشریف لائے پھر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! اگر بادشاہ اور ان کے شہزادے ہماری نعمتوں اور سکون کو جان لیں تو وہ ہمیں تلواروں کے ساتھ مارنے لگیں۔ میں نے عرض کی: حضور! لوگ نعمتوں اور راحت وسکون کے تو طالب ہیں مگر انہوں نے سیدھے راستے کو چھوڑ دیا ہے۔ میری اس بات پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرا دیئے۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار مزید فرماتے ہیں: ایک شام ہم نے حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ گزاری۔ ہم روزے سے تھے لیکن افطاری کے لئے ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب مجھے غم وحزن کے عالم میں دیکھا تو فرمایا: اے ابن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار! دیکھو! اللہ عزوجل نے فقراء ومساکین پر نعمتوں اور راحتوں کی کیسی چھما چھم برسات فرمائی ہے کہ کل بروزِ قیامت ان سے زکوٰۃ اور حج وصدقہ کے متعلق سوال نہیں فرمائے گا۔ بلکہ فقراء ومساکین کے بارے میں ان لوگوں سے سوال کیا جائے گا جو دنیا میں امیر ہیں لیکن آخرت میں فقیر ہوں گے، اور جو دنیا میں معزز ہیں مگر آخرت میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ لہٰذا تم غم نہ کرو، جس رزق کا اللہ عزوجل نے ذمہ لیا ہے وہ عنقریب تجھے مل کر رہے گا۔ اللہ عزوجل کی قسم! بادشاہ اور غنی تو ہم ہیں۔ ہم ہی تو ہیں جنہیں دنیا میں ہی بہت جلد راحت وسرور میسر ہے، جب ہم اللہ عزوجل کی اطاعت میں ہوں تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کس حال میں صبح وشام کر رہے ہیں۔ ہم ہر حال میں اللہ عزوجل کے شکر گزار ہیں۔

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی اپنی نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک آدمی آٹھ روٹیاں اور بہت ساری کھجوریں لے کر ہمارے پاس آیا۔ اس نے سلام کیا اور کہا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، یہ کچھ کھانا حاضرِ خدمت ہے، تناول فرمائیے۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے مجھ سے فرمایا: اے مغموم! کھانا کھاؤ۔

ابھی ہم کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ ایک سائل آ گیا اس نے کہا: مجھے کچھ کھانا کھلاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین روٹیاں اور کچھ کھجوریں سائل کو دے دیں تین روٹیاں مجھے عطا فرمائیں اور دو روٹیاں خود تناول فرمائیں۔ پھر ارشاد فرمایا: مؤاسات (یعنی غمخواری) مؤمنین کے اخلاق میں سے ہے۔

ابن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ طرابلس روانہ

ہوا۔میرے پاس دو روٹیوں کے علاوہ اور کوئی شے نہ تھی۔راستے میں ایک سائل نے سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: جو کچھ تیرے پاس ہے وہ اس سائل کو دے دے اس معاملہ میں میں نے تھوڑی سی سستی کی، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: کیا بات ہے، سائل کو روٹی دینے میں تم سستی کیوں کر رہے ہو؟ یہ سن کر میں نے دونوں روٹیاں تو سائل کو دے دیں لیکن میں پریشان تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کل تو اس ذات سے ملاقات کریگا جس کے ساتھ اس سے پہلے تو شرفِ ملاقات حاصل نہیں کر سکا۔اور تو ان تمام چیزوں کا اجر بھی پائے گا جنہیں تو آگے بھیجتا رہا۔اور جو چیزیں تو دنیا میں چھوڑ جائے گا وہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیں گی۔لہٰذا اپنے لئے آگے کچھ مہیا کر، تو نہیں جانتا کہ کب اچانک تجھے اپنے رب عزوجل کی طرف سے بلاوا آجائے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس گفتگو نے مجھے رُلا دیا۔اور میری نظروں میں دنیا کی قدر و قیمت بہت کم کر دی۔جب انہوں نے مجھے روتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ہاں اسی طرح زندگی بسر کرو۔

ابن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں، حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم، ابو یوسف غسولی اور ابو عبداللہ سنجاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ سفر پر تھا، ہم ایک قبرستان کے پاس سے گزرے تو حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم ایک قبر کے پاس آئے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور فرمایا: اے فلاں! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے۔پھر دوسری قبر کے پاس آئے اور اسی طرح کہا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات قبروں کے پاس جا کر اسی طرح کہا۔پھر ان قبروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور با آواز بلند اس طرح ندا کی: اے فلاں بن فلاں! اے اہل قبور! تم فوت ہو گئے اور ہمیں پیچھے چھوڑ آئے۔ہم بھی جلد ہی تم سے ملنے والے ہیں۔پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے کچھ دیر اسی طرح بیٹھے رہے پھر آنسوؤں سے تر بتر چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میرے بھائیو! آخرت کی تیاری کے لئے تم پر جدّ و جہد اور جلدی لازم ہے، جلدی کرو اور آخرت کی تیاری میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرو، بے شک تیز رفتاری میں اپنے مدِّ مقابل پر وہی سبقت لے جاتا ہے جو تیز چلتا ہے۔

(440) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ النَّہَارِ، وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّہَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ اللَّیْلِ، حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِہَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو موسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے یہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہوگا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت الذنوب، ج۴ص۱۴۹ رقم: ۲۷۵۹، الاداب للبیہقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبۃ منہ وسأل اللہ المغفرۃ، ج۲ص۱۱۷ رقم: ۸۳۶، مسند امام احمد، حدیث ابی موسی

الاشعری، ج۲ص۳۹۵ رقم: ۷۰۱۹۸۴ مسند عبد بن حمید، لتتمه حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ص۱۹۷، رقم: ۵۶۲ الابانة الکبری لابن بطة، باب الایمان بان الله عزوجل خلق آدم بیده، ج۱ص۲۵۶، رقم: ۲۱۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہاتھ پھیلانے سے مراد عفو و کرم کا وسیع کر دینا پھیلا دینا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رب کا کرم بہت وسیع ہے، گنہگار کو ہر وقت کرم میں لینے کو تیار ہے کوئی آنے والا ہو۔

(سورج کے مغرب سے نکلنے) سے اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا الخ۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھیں لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی کہ انہوں نے علامات قیامت دیکھی ہی نہیں۔ حضرت استاذ و مرشد صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائے گی۔ غرضکہ آیت و حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی، یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے ان کی توبہ قبول نہیں کہ غیب کھل جانے کے بعد توبہ کیسی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۵۵۳)

سیِّدُنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبولِ اسلام

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے وحشی کی طرف ایک قاصد بھیجا جو اس کو اسلام کی دعوت دے۔ جب وحشی کو پیغام ملا تو اس نے عرض کی: اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم)! آپ کیسے مجھے دعوتِ اسلام دے رہے ہیں؟ حالانکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ جس نے کسی جان کو قتل کیا یا شریک ٹھہرایا یا زنا کیا قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ میں نے تو یہ سب کام کئے ہیں، کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ترجمۂ کنز الایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔ (پ19، الفرقان:70)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے بذریعۂ قاصد یہ آیتِ مبارکہ وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی تو اس نے عرض کی: یہ شرط تو بہت سخت ہے، ممکن ہے میں اس پر عمل نہ کرسکوں، کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (پ۵، النسآء:۴۸)

یہ آیت مبارکہ جب وحشی کی جانب بھیجی گئی تو اس نے پھر کہا: ابھی یہ شبہ باقی ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری مغفرت بھی

ہوگی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O یہ آیت وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی تو وحشی نے کہا: ہاں! یہ (ہماری بخشش کی گارنٹی) ہے۔ چنانچہ، وہ اور اس کے دوست حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا یہ حکم خاص ان لوگوں کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے؟ ارشاد فرمایا: یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث، 11480، ج11، ص157)

پس اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مؤمن کو جہنم کا عذاب دینے اور ہمیشہ اس میں ٹھہرانے کا ارادہ فرمایا ہوتا تو اپنی معرفت و توحید کبھی اس کے دل میں نہ ڈالتا، کیونکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى O الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى O

ترجمۂ کنزالایمان: نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ (پ30، الیل: 16،15)

حضرتِ سیِّدُنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے زمانۂ جاہلیت میں بہت گناہ کئے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان کو یہ خوف تھا کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں اُن کو مخاطب فرمایا:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ24، الزمر: 53)

(تفسیر طبری، سورۃ الزمر تحت الآیۃ 53، الحدیث 30178، ج11، ص15)

حضرتِ سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر توبہ کرو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ضرور تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ذکر التوبۃ، الحدیث ۴۲۴۸، ص ۲۷۳۵)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم رات دن گناہوں میں بسر کرتے ہو اور میں گناہوں کو بخشتا رہتا ہوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ پس تم مجھ سے بخشش طلب کرتے رہو میں تمہیں بخشتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، الحدیث ۲۵۷۷، ص ۱۱۲۹)

(441) وَعَنْ أَبِي نَجِيحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ - بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْبَاءِ - السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ، وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا، فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا، جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا نَبِيٌّ قُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِي اللّٰهُ قُلْتُ: وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ قُلْتُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هٰذَا؟ قَالَ: حُرٌّ وَعَبْدٌ وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: إِنِّي مُتَّبِعُكَ، قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا، أَلَا تَرَى حَالِي وَحَالَ النَّاسِ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِي قَالَ: فَذَهَبْتُ إِلَى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ حَتَّى قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ؟ فَقَالُوا: النَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ، وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ، فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذٰلِكَ، فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَعْرِفُنِي؟ قَالَ: نَعَمْ، أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَأَجْهَلُهُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلٰوةِ؟ قَالَ: صَلِّ صَلَاةَ

حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ عین اور با کے فتح کے ساتھ السلمی ﷛ سے روایت ہے کہ میں دور جاہلیت میں یہ سمجھتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں وہ کسی دین پر نہیں اور وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے مکہ میں ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ کچھ خاص باتیں کرتا ہے میں سواری پر بیٹھا اور اس کے پاس آیا' تو اچانک رسول اللہ ﷺ قوم سے چھپ کر اپنے کام کر رہے ہیں اور قوم آپ کے خلاف دلیر اور بے باک ہے میں خفیہ طریقہ اپنا کر مکہ میں آپ تک جا پہنچا۔ میں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: نبی ہوں میں نے عرض کیا: نبی کیا ہوتا ہے۔ فرمایا: مجھے اللہ نے بھیجا ہے' میں نے عرض کیا: کس چیز کے ساتھ فرمایا مجھے صلہ رحمی کرنے' بت شکنی کرنے کے لیے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے ان کاموں کے ساتھ اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ اس معاملہ میں کون ہے فرمایا ایک آزاد ایک غلام آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ﷛ تھے میں نے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے پیچھے چلنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: اس دن تو یہ نہ کر سکے گا کیا' تو لوگوں کا اور میرا حال نہیں دیکھتا۔ لیکن تو اپنے گھر چلا جا جب تو سنے کہ میں غالب آ گیا ہوں پھر آنا۔ فرمایا کہ میں گھر آ گیا اور رسول اللہ مدینہ شریف آ گئے۔ میں لوگوں سے حالات معلوم کرتا رہتا۔ حتیٰ کہ میرے گھر سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آئے۔ پھر میں نے اس سے کہا اس آدمی نے کیا کیا جو مدینہ منورہ میں آیا ہے۔ کیا لوگ اس کی طرح تیزی سے

الصُّبْحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحٍ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَإِنَّهُ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَالْوضوءُ حدثني عَنْهُ؟ فَقَالَ: مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهُ، فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يديهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ، إِلَّا خرّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ من أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يغسل قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْماءِ، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى، فَحَمِدَ اللّٰه تَعَالٰى، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قلبه لِلّٰهِ تَعَالٰى، إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَهَيْئَةِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ . فَحَدَّثَ عَمْرُو بن عَبَسَة بِهٰذَا الْحَدِيْث أَبَا أُمَامَةَ صاحِب رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ أُمَامَةَ: يَا عَمْرُو بنُ عَبَسَةَ، انْظُر مَا تقولُ: فِي مقامٍ وَّاحدٍ يُعْطٰى هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَقَالَ عَمْرُو: يَا أَبَا أُمَامَةَ، لقد كَبِرَتْ سِنِّي، وَرَقَّ

آ رہے ہیں کہنے لگے: اس کی قوم نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ تو میں مدینہ منورہ شریف میں آپ کے پاس آیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا ہاں تو وہ ہے جو مجھے مکہ میں ملا تھا۔ میں نے عرض کیا: ہاں! یارسول اللہ! مجھے اس میں سے سکھائیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا اور میں اس کو نہیں جانتا مجھے نماز کے بارے میں خبر دیں فرمایا نماز صبح ادا کر پھر نماز سے رک جا حتیٰ کہ سورج نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے۔ کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ اس وقت کفار اس کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ یہ وہ نماز ہے کہ اس میں فرشتے گواہ ہوتے ہیں اور (لکھنے کے لیے) حاضر ہوتے ہیں حتیٰ کہ سایہ نیزے کے ساتھ کم ہو جائے۔ (مشرق یا مغرب کی طرف نہ ہو) تو اب نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔ پھر جب سایہ ہو جائے تو نماز پڑھ کیونکہ اس نماز میں فرشتے گواہ اور حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز عصر ادا کرے پھر سورج غروب ہونے تک نماز سے رک جا۔ کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے۔ اور اس وقت کفار اس کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! تو وضو کے بارے میں آپ مجھے بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی اپنے وضو کا پانی قریب کرتا ہے پھر کلی کرتا ہے۔ اور ناک میں پانی چڑھاتا ہے پھر ناک جھاڑتا ہے اس کے چہرے منہ اور ہاتھوں کے گناہ پانی

عَظْمِي، وَاقْتَرَبَ أَجَلِي، وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ تَعَالَى، وَلَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔ مَا حَدَّثْتُ أَبَدًا بِهِ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے چہرے کو دھوتا ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے۔ تو اس کے چہرہ کے گناہ داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے' تو اس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں کے پوروں کے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر سر کا مسح کرتا ہے' تو سر کے گناہ سر کے بالوں کے کناروں سے گر جاتے ہیں۔ پھر ٹخنوں تک قدموں کو دھوتا ہے' تو اس کے گناہ پاؤں کی انگلیوں کے پوروں سے گر جاتے ہیں' تو اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے پھر اللہ کی حمد وثناء اور اللہ کی شان کے مطابق اس کی بزرگی بیان کرتا ہے۔ اللہ کے لیے اپنے دل کو خالی کرتا ہے تو جب وہ فارغ ہوتا ہے' تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے' جس طرح اپنی پیدائش کے دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔ تو حضرت عمرو بن عبسہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوامامہ کو بیان کی تو اس کو حضرت ابوامامہ نے کہا: اے عمرو بن عبسہ خیال کرو کیا کہتے ہو ایک آدمی کو ایک ہی جگہ سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ تو حضرت عمرو نے کہا: اے ابوامامہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میری موت قریب ہے۔ اور مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں اگر میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا ایک بار یا دو بار یا تین بار حتیٰ کہ آپ نے سات بار شمار کیا۔ میں یہ نہ بیان کرتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ مرتبہ اس چیز کا ذکر کرتے سنا ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: جُرَءَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ هُوَ بِجِيمٍ مَضْمُومَةٍ وَبِالْمَدِّ عَلَى وَزْنِ عُلَمَاءَ، اَيْ: جَاسِرُوْنَ مُسْتَطِيْلُوْنَ غَيْرُ هَائِبِيْنَ. هٰذِهِ الرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ. وَرَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ وَغَيْرُهُ حِرَاءٌ بِكَسْرِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَقَالَ: مَعْنَاهُ غِضَابٌ ذَوُوْ غَمٍّ وَهَمٍّ، قَدْ عِيلَ صَبْرُهُمْ بِهِ، حَتّٰى اَثَّرَ فِيْ اَجْسَامِهِمْ، مِنْ قَوْلِهِمْ: حَرَى جِسْمُهُ يَحْرٰى، اِذَا نَقَصَ مِنْ اَلَمٍ اَوْ غَمٍّ وَنَحْوِهٖ، وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ بِالْجِيْمِ. قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ اَيْ نَاحِيَتَيْ رَاْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّمْثِيْلُ، وَمَعْنَاهُ: اَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَتَحَرَّكُ الشَّيْطٰنُ وَشِيْعَتُهٗ، وَيَتَسَلَّطُوْنَ۔

جُرَءَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ: وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں جیم پر پیش اور مد کے ساتھ علماء کے وزن پر ہے یعنی اور اس میں بالکل بے باک تھے۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی وغیرہ نے حِرَاءٌ: روایت کی ہے۔ حرا حامہملہ کی زیر کے ساتھ اور کہا گیا کہ اس کا معنی ہے غضب ناک جس کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے حتیٰ کہ اس کا اثر ان کے جسموں میں ظاہر ہو جائے۔ حری جسمه یحری: اس کے معنی ہے غم و تکلیف کی وجہ سے جسم گھل جائے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ جیم کے ساتھ ہے۔ آپ ﷺ کا قول بین قرنی الشیطان شیطان کے سینگوں کے درمیان ہونے کا مطلب ہے اس کے سر کی طرفوں کے درمیان۔ مراد مثال بیان کرنا ہے۔ کہ اس وقت شیطان اور اس کا گروہ متحرک ہوتے ہیں اور مسلط ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ: يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ مَعْنَاهُ يُحْضِرُ الْمَاءَ الَّذِيْ يَتَوَضَّاُ بِهٖ، وَقَوْلُهُ: اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: اَيْ سَقَطَتْ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ جَرَتْ بِالْجِيْمِ، وَالصَّحِيْحُ بِالْخَاءِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْجُمْهُوْرِ۔ وَقَوْلُهُ: فَيَنْتَثِرُ اَيْ يَسْتَخْرِجُ مَا فِيْ اَنْفِهٖ مِنْ اَذًى وَالنَّثْرَةُ: طَرَفُ الْاَنْفِ۔

يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ: اس کا معنی وضو کے لیے پانی قریب کرے۔ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا: خاء معجمہ کے ساتھ یعنی اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔ بعض نے اس کو جرت پڑھا صحیح خا کے ساتھ ہے یہی جمہور کی روایت ہے کہ صحیح خرت (خا سے) ہے۔ فَيَنْتَثِرُ: یعنی تکلیف دہ مواد کو ناک سے صاف کرنا۔ نَثْرَةٌ: ناک کے کنارہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب اسلام عمرو بن عبسۃ ج۱ص۲۰۸ رقم: ۱۹۶۶ سنن البیہقی باب ذکر الخبر الذی یجمع النہی عن الصلاۃ ج۲ص۴۵۵ رقم: ۴۵۰۴ جامع الاصول لابن اثیر ذکر عمرو بن عبسۃ السلمی رضی اللہ عنہ ج۹ص۱۱۱ رقم: ۶۶۶۵)

شرحِ حدیث: پتے جھڑ گئے

حضرتِ سیدنا ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی کو پکڑا اور اسے ہلایا یہاں تک کہ اس کے پتے جھڑ گئے پھر فرمایا، اے ابوعثمان! کیا تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا، ایک مرتبہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا اور اس درخت کی ایک خشک ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا یہاں تک کہ اس کے پتے جھڑ گئے پھر فرمایا، اے سلمان! کیا تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں نے یہ عمل کیوں کیا؟

میں نے عرض کیا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا بیشک جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ جاتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی،

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ (پ12،ھود:114)

(مسند احمد، حدیث سلمان فارسی، رقم ۲۳۷۶۸، ج۹، ص۱۷۸)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان پر فرض نماز کا وقت آئے اور وہ نماز کے لئے اچھے طریقے سے وضو کرے اور اسے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے تو یہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جائے گی جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے، اور یہ عمل ساری زندگی جاری رہے گا یعنی وہ نماز اسکے گناہوں کا کفارہ بنتی رہے گی۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، والصلوۃ عقبہ، رقم ۲۲۸، ص ۱۴۲)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، (اگر) تم سے مسلسل گناہ ہوتے رہیں لیکن جب تم فجر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے ان گناہوں کو دھو دے گی، اس کے بعد پھر تم سے مسلسل گناہوں کا صدور ہوتا رہے لیکن جب ظہر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی، اس کے بعد پھر گناہ ہوتے رہیں لیکن جب عصر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی، اس کے بعد پھر گناہ مسلسل ہوتے رہیں لیکن جب تم مغرب کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے

گناہوں کو دھودے گی، اس کے بعد بھی تم سے گناہوں کا صدور ہوتا رہے لیکن جب تم عشاء کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھودے گی۔ پھر تم سو جاؤ گے تو بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فضل الصلوۃ وحقنھا للدم، رقم ۱۶۵۸، ج ۲، ص ۳۳)

(442) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی رَحْمَۃَ اُمَّۃٍ، قَبَضَ نَبِیَّھَا قَبْلَھَا، فَجَعَلَہُ لَھَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْھَا، وَاِذَا اَرَادَ ھَلَکَۃَ اُمَّۃٍ، عَذَّبَھَا وَنَبِیُّھَا حَیٌّ، فَاَھْلَکَھَا وَھُوَ حَیٌّ یَّنْظُرُ، فَاَقَرَّ عَیْنَہُ بِھَلَاکِھَا حِیْنَ کَذَّبُوْہُ وَعَصَوْا اَمْرَہُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امت سے رحمت کا ارادہ فرماتا تو اس کے نبی کو پہلے فوت کر لیتا ہے۔ پھر اس نبی کو ان کے لیے پیش رو اور استقبال کرنے والا بنا دیتا ہے۔ اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کی زندگی میں قوم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس کی ہلاکت کے ساتھ نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی کی ہوتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اذا اراد اللہ تعالی رحمۃ امۃ قبض نبیھا قبلھا، ج۷، ص۶۵، رقم: ۶۱۰۵، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ عبداللہ، ج۳، ص۳۱۵، رقم: ۳۳۰۶، صحیح ابن حبان، باب فضل الامۃ، ج۱۶، ص۱۹۸، رقم: ۷۲۱۵، مسند البزار، مسند حذیفہ بن الیمان، ج۱، ص۳۷۷، رقم: ۲۱۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں سلف اور فرط ایک ہی معنی میں ہیں اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے۔ مؤمن مر کر نہ تو لاوارث ہوتا ہے نہ اجنبی گھر میں جاتا ہے، اس کے والی وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں، ان کی آغوش رحمت میں جاتا ہے بھرے گھر میں اترتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ جلالی نبیوں کی نافرمان امتوں کو ان کے سامنے ہلاک فرما کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور ہمارے حضور کی نافرمان امت کو حضور کے سامنے ہی ہدایت دے کر آپ کا مطیع بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ چنانچہ مکہ معظمہ کے نافرمان کافر فتح مکہ کے دن سارے کے سارے ایمان لائے حضور کے مطیع ہوئے۔ جلالی پیغمبروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہے حضور کی آنکھوں کی ٹھنڈک کچھ اور، ہر آنکھ کے لیے ٹھنڈا سرمہ علیحدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور بھی ہر مؤمن کی آنکھ کی ٹھنڈک، دل کا چین، بے قراروں کا قرار، بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، بے سہاروں کے سہارا ہیں

تم ہو دوائے دردِ دل تم ہو قرارِ بے قرار
دل کی لگی میرے نبی تیرے سوا بجھائے کون

(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۲۲۲)

52-بَابُ فَضْلُ الرَّجَاءِ

اللہ تعالیٰ سے امید خیر کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ: (وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا) (غافر، مومن: 45،44)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا قول بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ پس اللہ نے اس کو ان کے مکر کی برائیوں سے بچالیا۔

(443) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَهٗ حَیْثُ یَذْكُرُنِیْ، وَاللّٰهِ، اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ یَجِدُ ضَالَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا، وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ یَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَیْهِ اُهَرْوِلُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب میرا ذکر کرتا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ اپنے بندے کی توبہ پر تم میں سے کسی کی نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی گم شدہ چیز صحرا میں پالے۔ اور جو میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب میری طرف آرام سے چلتے ہوئے متوجہ ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (متفق علیہ)

وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰی رِوَایَاتِ مُسْلِمٍ. وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ. وَرُوِیَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ: وَاَنَا مَعَهٗ حِیْنَ یَذْكُرُنِیْ بِالنُّوْنِ، وَفِیْ هٰذِهِ الرِّوَایَةِ حَیْثُ بِالثَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِیْحٌ.

مسلم کی روایات میں سے یہ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ اس کی شرح ایک باب پہلے (412 کے تحت) گزر چکی ہے صحیحین میں مروی انا معه حين يذكرنی کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ نون کے ساتھ اور اس روایت میں حیث ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ، ج۴ص۱۱۰، رقم: ۷۴۰۵، صحیح

مسلم، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا، ج۵ص۱۰، رقم: ۱۲۸، الابانۃ الکبرٰی لابن بطۃ، باب جامع من احادیث الصفات رواھا الائمۃ، ج۲ص۲۸۳، رقم: ۲۶۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۶۲۱۹، سنن ترمذی، باب فی حسن الظن باللہ عزوجل، ج۵ص۱۸۱، رقم: ۳۶۰۳)

شرحِ حدیث: انوکھی مناجات

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اپنی مناجات میں عرض کرتے: اے میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اگر تو نے میرے گناہوں کا مؤاخذہ کیا تو میں تجھ سے بخشش طلب کروں گا۔ اگر تو نے میرے بخل کے سبب پوچھ گچھ کی تو میں تجھ سے جود وکرم کا سوال کروں گا۔ اگر تو نے نافرمانی پر میرا حساب کتاب لیا تو میں تجھ سے احسان طلب کروں گا۔ اگر تو نے مجھے آگ میں داخل کیا تو میں اہلِ دوزخ سے کہوں گا کہ میں رب عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو آواز آئی: اے ابوسلیمان! ہم تجھے جہنم میں نہیں بلکہ جنت میں داخل کریں گے کہ تو اہلِ جنت کو ہماری محبت کے متعلق بتائے، اہلِ دوزخ کو ہماری محبت سے آگاہ نہ کرے کیونکہ محبت کرنے والوں کا ٹھکانہ جنت اور دشمنوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

محبت دُلہنوں کی مانند ہے اور اس کا حق مہر جانوں کی قربانی ہے۔ اس کی وجہ سے گردنیں اور سر جھکے رہتے ہیں۔ یہ دلوں پر اپنی تجلّی ڈالتی اور گدلا پن دور کرتی ہے۔ یہ عارف کے لئے نور ہے تو جاہل کے لئے آگ۔ جب محبت کی پاکیزہ شراب اہلِ صفا کو اُکساتی ہے تو اہلِ وفا کے دل حاضر ہو جاتے ہیں۔ پس ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ اس کا ساز ہے تو توحید باری تعالیٰ اس کا گلدستہ ہے۔ شکر اس کا ترجمان ہے تو ہیبت اس کی پہچان۔ اہلِ محبت کے لئے باغ وصالِ یار کے دروازے کھولے جائیں گے، وہ صبح وشام اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، محبوبِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ بلاحجاب اُن پر تجلّی فرمائے گا اور خوش رو ملائکہ ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے۔ پس قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے والوں کے لئے خوشخبری اور اچھا ٹھکانہ ہے۔ اور خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ رکھنے والے اور برے حساب سے ڈرنے والے جنت میں آراستہ پیراستہ صوفوں سے ٹیک لگائے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ثواب ہے اُن کا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۴۹۰)

میں تیری محبت میں کمزور نہیں

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن فضل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں، جب حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی علیہ رحمۃ اللہ الباقی کا انتقال ہوا اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے بخش دیا۔ پوچھا گیا: کس سبب سے؟ فرمایا: میں اپنی دعا میں عرض کرتا تھا، یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگرچہ میں تیری عبادت میں کمزور ہوں مگر تیری محبت میں کمزور نہیں۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۴۹۲)

(444) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن قبل

قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَیَّامٍ، یَقُوْلُ: لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللہِ عَزَّوَجَلَّ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

آپ کا یہ ارشاد پاک سنا آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جو بھی مرے اللہ عزوجل سے حسن ظن کے ساتھ ہی مرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت، ج۴ص۱۶۵، رقم: ۶۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب المریض یحسن ظنہ باللہ عزوجل ویرجوا رحمتہ، ج۳ص۳۷۸، رقم: ۶۸۰۶، صحیح ابن حبان، باب حسن الظن باللہ تعالیٰ، ج۲ص۴۰۳، رقم: ۶۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۲۹۳، رقم: ۱۴۱۵۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبداللہ، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۲۲۹۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صوفیا فرماتے ہیں نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوف خدا غالب ہو اور مرتے وقت امید، نیک کار نیکیاں قبول ہونے کی امید رکھیں اور بدکار معافی کی۔ امید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اس کے فضل کا امیدوار رہے، بدکاری کے ساتھ امید رکھنا دھوکا ہے امید نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا کہ خوف کی عبادت سے امید کی عبادت بہتر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ص۲۲۲)

اللہ عزوجل سے اچھا گمان

حضرت سیدنا حبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے نکلا تو میری ملاقات حضرتِ سیدنا واثلہ بن اسقع سے ہوئی وہ بھی ان کی عیادت کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور ان کی طرف اشارہ کیا۔ حضرتِ سیدنا واثلہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو حضرتِ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے حضرتِ سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور انہیں اپنے چہرے پر پھیرنے لگے تو حضرتِ سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا، تمہارا اللہ عزوجل کے ساتھ کیسا گمان ہے؟ تو حضرتِ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، خدا کی قسم! مجھے اللہ عزوجل سے اچھا گمان ہے۔ فرمایا، پھر خوش ہو جاؤ کہ میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں اگر وہ اچھا گمان کرے تو اس کے لئے ویسا ہی ہے اور اگر وہ برا گمان کرے تو اس کے لئے ویسا ہی ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب حسن الظن باللہ، رقم ۶۴۰، ج۲، ص۱۷)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے ایک بندے کے بارے میں جہنم کا حکم دیا جب وہ جہنم

کے کنارے پر پہنچا تو رک گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا اور عرض کرنے لگا، یارب عزوجل! تیری قسم! میں تو تیرے ساتھ اچھا گمان رکھا کرتا تھا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں جو وہ مجھ سے رکھتا ہے۔ (شعب الایمان، باب عیادۃ المریض، فصل فی آداب العیادۃ، رقم ۹۲۳۶، ج۶، ص ۵۴۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات پاک کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جب بندہ اللہ عزوجل سے اچھا گمان رکھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے گمان کے مطابق اسے عطا فرماتا ہے کیونکہ تمام بھلائیاں اسی رب عزوجل کے دست قدرت میں ہیں۔ (طبرانی کبیر ابن مسعود، رقم ۸۷۷۲، ج۹، ص ۱۵۴)

(445) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِیْ. یَا ابْنَ اٰدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِیْ. یَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا، ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا، لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہے۔ اے آدم کے بیٹے تو جب تک مجھے پکارتا رہے گا اور میری امید رکھے گا تو میں تجھ کو بخشتا رہوں گا۔ تیرے عمل جیسے ہی ہوں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کے کنارہ تک جا پہنچیں۔ پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو میرے پاس زمین بھر کے گناہ لے کر آئے گا۔ بشرطیکہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں اس کی زمین بھر تیرے پاس مغفرت لاؤں گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنَانُ السَّمَآءِ بِفَتْحِ الْعَیْنِ، قِیْلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، اَیْ: ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ، وَقِیْلَ: هُوَ السَّحَابُ. وَقُرَابُ الْاَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ، وَقِیْلَ: بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ، وَهُوَ: مَا یُقَارِبُ مِلْاَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عِنَانُ السَّمَآء: عین پر زبر کے ساتھ کہا گیا آسمان کا جو حصہ تیرے سامنے ہو جب تو سر اٹھائے۔ بعض نے اس کا معنی بادل مراد لیا۔ قِرَابُ الْاَرْضِ: قاف پر پیش اور زیر کے ساتھ۔ پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے یعنی جو زمین بھر کے قریب ہو اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۳۵۲۰ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ محمد ج۵ص۳۷۶ رقم: ۸۳ سنن الدارمی باب اذا تقرب العبد الی اللہ، ج۲ص۴۱۴ رقم: ۲۷۸۸ مسند امام احمد حدیث المشائخ عن ابی بن عارم، ج۸ص۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۰)

شرح حدیث: اللہ عزوجل سے استغفار کرے

امیرالمؤمنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں وہ شخص ہوں کہ جب نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے حدیث سنتا ہوں تو اللہ عزوجل مجھے اس سے جتنا چاہے نفع دے دیتا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے کوئی حدیث سناتے ہیں تو میں ان سے حلف لے لیتا ہوں اور جب وہ حلف اٹھا لیتے ہیں تو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھے حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث سنائی اور انہوں نے سچ فرمایا کہ میں نے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ گناہ کر بیٹھے پھر احسن طریقے سے وضو کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کرے پھر اللہ عزوجل سے استغفار کرے تو اسکی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۳۵) (ترمذی، کتاب الصلوۃ ما جاء فی الصلوۃ عند التوبہ، رقم ۴۰۶، ج ۱، ص ۱۴ ۴ بتغیر)

حضرتِ سیِّدُ نا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے زمین وآسمان کی تخلیق کے دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ہر رحمت زمین وآسمان کے درمیان تہہ در تہہ رکھ دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی۔ اسی سے والدہ اپنی اولاد پر، وحشی درندے اور پرندے ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں، یہاں تک کہ گھوڑا اپنا پاؤں اپنے بچے سے دور کر لیتا ہے کہ کہیں اسے چوٹ نہ لگ جائے۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس رحمت کو دوسری ننانوے (99) رحمتوں میں ملا کر سو مکمل فرما دے گا اور بروز قیامت اس سے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۳ / ۲۷۵۲، ص ۱۱۵۵)

53- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

اللہ تعالیٰ سے خوف وامید کو جمع کرنا

اِعْلَمْ اَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِيْ حَالِ صِحَّتِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ خَائِفًا رَّاجِيًا، وَيَكُوْنَ خَوْفُهُ وَرَجَاؤُهُ سَوَاءً،

تمہیں علم ہونا چاہئے کہ حالت صحت میں بندے کی پسندیدہ حالت یہ ہے کہ ڈرنے والا ہو رحمت کی امید

وَفِي حَالِ الْمَرَضِ بِمَحْضِ الرَّجَاءِ، وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ.

رکھنے والا ہو اور اس کے امید وخوف دونوں برابر ہوں اور حالت مرض میں خالص امید رکھے۔ نصوص قرآن وسنت وغیرہ سے قواعد شرع اس پر متفق ہیں۔

شرح: خوف اور اُمید دونوں کا پایا جانا ضروری ہے

(پھر فرمایا) نجات منحصر ہے اس بات پر کہ ایک ایک عقیدہ اہلِ سنت وجماعت کا ایسا پختہ (یعنی مضبوط) ہو کہ آسمان وزمین ٹل (یعنی جگہ سے ہٹ) جائیں اور وہ نہ ٹلے، پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔

سلبِ ایمان کا خوف

علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلبِ ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اُس کا ایمان سلب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوفِ خدا عزوجل

سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر آسمان سے ندا کی جائے کہ تمام روئے زمین کے آدمی بخش دیئے گئے مگر ایک شخص، تو میں خوف کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اور اگر ندا کی جائے روئے زمین کے تمام آدمی دوزخی ہیں سوائے ایک شخص کے، تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الخوف، بیان ان الافضل ہو غلبۃ الخوف.........الخ، ج ۴، ص ۲۰۲)

خوف ورجا کا مرتبہ ایسا مُعتدِل ہونا چاہیے۔

(پھر فرمایا) خیر یہ تو حصہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تھا لیکن کم سے کم ہر مسلمان کو اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ صحت وتندرستی کے وقت خوف غالب ہو اور مرتے وقت رجا۔ (یعنی اُمید)

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ) (الأعراف: 99).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف خسارے والے لوگ بے خوف ہوتے ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ) (يوسف: 87).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی رحمت سے بے امید صرف کافر لوگ ہوتے ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) (آل عمران: 106).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) (الأعراف: 166).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً تیرا ربّ جلد سزا دینے والا ہے۔ اور وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ) (الانفطار: 13-14)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نیک لوگ یقیناً نعمتوں میں ہوں گے اور نافرمان لوگ ضرور جہنم میں ہوں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَّاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ) (القارعة: 6-9)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس کے اعمال صالحہ کے ترازو بھاری ہوئے، تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہوئے اس کا انجام ھاویہ (جہنم کی وادی کا نام) ہے۔

وَالْاٰیَاتُ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی کَثِیْرَةٌ. فَیَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِیْ اٰیَتَیْنِ مُقْتَرِنَتَیْنِ اَوْ اٰیَاتٍ اَوْ اٰیَةٍ.

اس معنی ہیں آیات بہ کثرت ہیں۔تو خوف وامید ایک دو یا زیادہ آیات میں اکٹھا آتا ہے۔

(446) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ، وَّلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ، مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اگر ایمان دار اللہ کی سزا کو جانے تو اس کی جنت کی خواہش کوئی نہ کرے۔ اور اگر کافر اللہ کی رحمت کو جان لے تو اس کی رحمت کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہو۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی سعة رحمة الله تعالی وانها سبقت غضبه، ج۴ص۹۶ رقم: ۲۷۵۵، سنن ترمذی، باب خلق الله مائة رحمة، ج۵ص۳۰۹ رقم: ۳۵۴۲، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج۲ص۳۲۲ رقم: ۶۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۳۳ رقم: ۸۳۹۶، مسند البزار، مسند ابی هریرة، ج۲ص۳۲۷ رقم: ۸۳۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں رب تعالیٰ کی انتہائی رحمت وعذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت وعذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی، اگر ان کی حقیقت معلوم ہوجائے تو عذاب دیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کرکے کافر کے یاس جاتی رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیک کار کو بھولنا نہ چاہیئے کیونکہ اللہ جبار وقہار ہے اور گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ ستار وغفار ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں اگر قیامت میں رب اعلان فرمائے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہو کہ شائد میں ہی ہوں گا اور اگر اعلان ہوجائے کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطرہ ہوگا کہ وہ میں ہی ہوں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہیئے اور مرتے وقت امید۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۹۰)

مؤمنین سے استفسار

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر نزع کا عالم طاری تھا، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے دریافت فرمایا کیسا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے عرض کی میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں پر خوفزدہ ہوں۔ تو صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ایسے وقت میں جب بندے کے دل میں یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ عزوجل اس کی اُمید پوری فرما دیتا ہے اور اس کے خوف سے اسے امن عطا فرماتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب الرجاء باللہ والخوف۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۹۸۳، ص ۱۷۴۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سب سے پہلے مؤمنین سے کیا فرمائے گا اور مؤمنین اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کیا عرض کریں گے؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! ہمیں ضرور بتایئے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل مؤمنین سے استفسار فرمائے گا: کیا تم مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے جی ہاں! اے ہمارے رب عزوجل! تو وہ دوبارہ ان سے دریافت کریگا، کیوں؟ مؤمنین عرض کریں گے ہم تجھ سے عفو اور مغفرت کی اُمید رکھتے تھے۔ تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تو پھر تمہاری بخشش میرے ذمۂ کرم پر ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، الحدیث: ۲۲۱۳۳، ج ۸، ص ۲۴۹)

خوف خدا عزوجل کی بہترین مثال

ایک مرتبہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدِ محترم حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر جارہے تھے کہ راستے میں ایک یہودی عورت ملی جو اپنے مذہب کی کتابوں کو خوب جانتی تھی اور وہ کاہنہ بھی تھی، اس کا نام فاطمہ بنت مُرّ تھا، بہت زیادہ حسین وجمیل اور پارسا تھی، لوگ اس سے شادی کی خواہش کرتے تھے، حسن وخوبصورتی میں اس کا بہت چرچا تھا، جب اس کی نظر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو اسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں نورِ نبوت چمکتا ہوا نظر آیا، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آکر کہنے لگی: اے نوجوان! اگر تو مجھ سے ابھی مباشرت کرلے تو میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔ یہ سن کر عفت وحیا کے پیکر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے حرام کام میں پڑنے سے موت زیادہ عزیز ہے اور حلال کام تیرے پاس نہیں یعنی تو میرے لئے حلال نہیں پھر میں تیری خواہش کیسے پوری کرسکتا ہوں۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس گھر تشریف لائے اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت فرمائی۔ چند

دنوں کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات اس عورت سے ہوئی، اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور پر نور نبوت نہ پا کر پوچھا: تم نے مجھ سے جدا ہونے کے بعد کیا کیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اس سے مباشرت کی۔ یہ سن کر وہ بولی: خدا عزوجل کی قسم! میں بدکارہ نہیں لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نور نبوت دیکھا تو میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ عزوجل کو کچھ اور ہی منظور تھا اس نے جہاں چاہا اس نور کو رکھا۔ جب یہ بات لوگوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس عورت سے پوچھا: کیا واقعی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجھے قبول نہ کیا، کیا تو نے اسے اپنی طرف دعوت دی تھی؟ یہ سن کر اس نے چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں نے ایک بجلی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا، اس بجلی میں ایسا نور تھا جو سارے ماحول کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن کر رہا تھا، میں نے چاہا کہ اس نور کو حاصل کرلوں تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں مگر ہر پتھر کی رگڑ سے آگ پیدا نہیں ہوتی مگر اے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وہ زُہری عورت (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بڑی نصیب والی ہے جس نے تیرے دونوں کپڑے لے لئے وہ کیا جانے کہ اس نے کتنی عظیم چیز حاصل کرلی ہے۔ (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تم سے وہ شہزادہ حاصل کرلیا جس کے وجود پر دو چادریں ہیں: ایک حکومت کی اور دوسری نبوت کی) وہ عورت اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی۔

(اس واقعہ سے رحمتِ عالم، نورِ مجسّم شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوف خدا کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک نوجوان کو حسین وجمیل مال دار عورت گناہ کی دعوت دے اور صرف گناہ کی دعوت ہی نہیں بلکہ سو اونٹ بھی ساتھ دے لیکن پھر وہ غیرت مند اور عفت وحیا کا پیکر اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دے اور اس کی دعوت کو ٹھکرا دے، تو کیا یہ عمل پاکدامنی، تقویٰ، پرہیزگاری اور خوف خدا عزوجل کی ایک اعلیٰ ترین مثال نہیں؟ یقیناً یہ خوف خدا عزوجل کی بہترین مثال ہے، ایسے مردِ مؤمن کی پاکدامنی پر کروڑوں سلام۔

(447) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ اَوِ الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا! اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ، وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ تیار ہوجاتا ہے اور لوگ یا آدمی اس کو کندھوں پر اٹھالیتے ہیں اگر نیک ہو تو وہ کہتا ہے مجھے آگے لے جاؤ مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو کہتا ہے ہائے افسوس مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔ اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب کلام المیت علی الجنازة، ج۱، ص۱۰۰، رقم: ۱۳۸۰ سنن الکبری للبیہقی، باب

الاسراع في المشي بالجنازة، ج۳ص۲۰، رقم: ۳۰۴۳، سنن الكبرى للنسائي، باب السرعة بالجنازة، ج۱ص۶۲۳، رقم: ۲۰۳۶، صحيح ابن حبان، باب المريض وما يتعلق به، ج۷ص۳۴۸، رقم: ۳۱۱۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، ج۳ص۲۹۲، رقم: ۱۰۴۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مُردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، معروزی، اور ابن مندہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے۔ (مرقات)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ کنکر، پتھر سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولًا تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۸۷۰)

(448) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جنت تم میں سے کسی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور آگ بھی اس طرح۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحيح بخاري، باب الجنة اقرب الى احدكم من شراك نعله، ج۸ص۱۰۲، رقم: ۶۴۸۸، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما ينبغي لكل مسلم ان يستعمله من قصر الامل، ج۳ص۳۶۸، رقم: ۶۴۳۹، صحيح ابن حبان، باب الخوف والتقوى، ج۲ص۳۳۶، رقم: ۶۶۱، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۸۷، رقم: ۳۶۶۷، مسند البزار، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۲۷۷، رقم: ۱۶۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ غرضکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے

قدموں سے طے ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۳، ص۱۵۹)

پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے

حضرت سیِّدُنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا والا ایسا کلمہ کہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ کس بلندی تک پہنچے گا مگر اس کی وجہ سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ قیامت تک اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور کوئی آدمی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی والا ایک کلمہ کہتا ہے، حالانکہ وہ شخص اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے سبب قیامت تک اس کے لئے ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن فضول الکلام والخوض فی الباطل، الحدیث ۷۰، ج۷، ص۶۷۔۶۸)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے: حضرت سیِّدُنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت نے مجھے اکثر باتوں سے روکا ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص ایسی بات کہتا ہے جس کے ذریعے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے مگر وہ اس کے باعث ثریا (ستارے) سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے۔

(الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن فضول الکلام، الحدیث ۷۱، ج۷، ص۶۸۔۶۹)

54-بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالٰى وَشَوْقًا إِلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس شوق کے سبب رونے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَيَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا) (الاسراء: 109).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں اور ان کے خشوع میں (قرآن) اضافہ کردیتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ) (النجم: 59).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے تعجب کرتے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔

(449) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَقْرَأُ عَلَيْكَ،

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر قرآن پڑھ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر پڑھوں حالانکہ آپ پر

وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ؟! قَالَ: اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ: (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا) (النساء: 41) قَالَ: حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نازل ہوا: فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ تو میں نے آپ پر سورۃ النساء پڑھنی شروع کردی۔ یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا۔ ''اس وقت کیسا منظر ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا لائیں گے''۔ تو آپ نے فرمایا: تجھے کافی ہے۔ میں متوجہ ہوا تو آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو جاری تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول المقری للقاری حسبك، ج۶ص۱۱۶، رقم: ۵۰۵۰، صحیح مسلم، باب فضل استماع القرآن وطلب القراۃ، ج۲ص۱۹۶، رقم: ۱۹۰۵، سنن ابوداؤد، باب فی القصص، ج۳ص۳۶۳، رقم: ۳۶۷۰، سنن ترمذی، باب ومن سورۃ النساء، ج۵ص۲۳۸، رقم: ۳۰۲۵، صحیح ابن حبان، باب قراۃ القرآن، ج۳ص۹، رقم: ۹۳۵)

شرحِ حدیث: آنسو زمین پر

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں خوفِ خدا عزوجل سے بہنا شروع کردیں یہاں تک کہ اس کے آنسو زمین پر جا گریں تو اس شخص کو بروزِ قیامت عذاب نہیں دیا جائے گا۔ (مستدرک، کتاب التوبہ، باب لایلج النار احد بکی من خشیۃ اللہ، رقم ۷۷۴۲، ج ۵، ص ۳۶۹)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں رات کو پہرہ دے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۹۴۸۹، ج ۵، ص ۵۲۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں رات کو پہرہ دے۔

(جامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب فی الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۱۶۴۵، ج ۳، ص ۲۳۹)

ایک روایت میں ہے کہ دو آنکھوں تک جہنم کی آگ کا پہنچنا حرام ہے ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اسلام اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت میں رات بسر کرے۔

(المستدرک، کتاب الجہاد، باب ثلاثۃ اعین لاتمسہا النار، رقم ۲۴۷۷، ج ۲، ص ۴۰۳)

حضرتِ سیدنا ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے خوف سے آنسو بہانے یا رونے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے اور اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ نے ایک تیسری آنکھ کا تذکرہ بھی فرمایا تھا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزھد، باب الترغیب فی البکاء، رقم ۳، ج ۴، ص ۱۱۳)

حضرتِ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو رات کے پہر میں اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزارے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۹۴۸۹، ج ۵، ص ۵۲۳)

(450) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ: فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ، وَلَهُمْ خَنِيْنٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَسَبَقَ بَيَانُهٗ فِيْ بَابِ الْخَوْفِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک بار خطبہ دیا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ سنا آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آتی تھی۔ (متفق علیہ) اس کا بیان باب الخوف میں اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصدقۃ فی الکسوف، ج۱، ص۳۲، رقم: ۱۰۴۴، صحیح مسلم، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سؤالہ عما لا ضرورۃ الیہ، ج۲، ص۹۷، رقم: ۶۲۶۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما کان مطالبا برویۃ مشاھدۃ الحق، ج۷، ص۵۲، رقم: ۱۳۴۱۸، المستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم، ج۴، ص۵۸۶، رقم: ۸۶۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷، ص۲۲۶، رقم: ۷۰۲۱)

شرح حدیث: آگ کے سمندر

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ○

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ (پ 27، النجم: 60،59)

تو اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اتنا روئے کہ ان کے آنسو انکے رخساروں پر بہنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

وآلہٖ وسلّم نے ان کے رونے کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا ہوا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ عزوجل کے خوف سے روئے گا جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور گناہ پر اصرار کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اور اگر لوگ گناہ نہ کریں تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللہ عزوجل ان کی مغفرت فرمادے گا۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ، رقم ۷۹۸، ج۱، ص۴۸۹)

حضرتِ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس چیز کے ذریعے جہنم سے بچ سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعے سے کیونکہ جو آنکھ اللہ عزوجل کے خوف سے روتی ہے اسے جہنم کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

(الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی البکاء من خشیۃ اللہ، رقم ۹، ج ۴، ص ۱۱۴)

حضرتِ سیدنا مسلم بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو آنکھ آنسوؤں سے بھر جائے اللہ عزوجل اس پورے جسم کو جہنم پر حرام فرمادیتا ہے اور جو قطرہ آنکھ سے بہہ کر رخسار پر بہہ جائے اس چہرے کو ذلت وتنگدستی نہ پہنچے گی۔ اگر کسی امت میں ایک بھی رونے والا ہو تو اسکی وجہ سے ساری امت پر رحم کیا جاتا ہے اور ہر چیز کی ایک مقدار اور وزن ہوتا ہے مگر اللہ عزوجل کے خوف سے رونے والا آنسو آگ کے سمندروں کو بجھادے گا۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم ۸۱۱، ج۱، ص ۴۹۴)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ

ترجمہ: کنزالایمان: جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (پ28، التحریم:6)

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر اسے ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی تو اب جہنم کالی سیاہ ہے اس کے شعلے نہیں بجھتے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک حبشی چیخیں مار کر رونے لگا تو جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رونے والا شخص کون ہے؟ فرمایا کہ حبشہ کا ایک شخص ہے۔ اور پھر اس شخص کی تعریف بیان فرمائی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال اور ارتفاع فوق العرش ہونے کی قسم! میرے خوف کے سبب جس بندے کی آنکھ روئے گی میں جنت میں اس کی ہنسی میں اضافہ فرماؤں

گا۔ (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم ۷۹۹، ج ۱، ص ۴۸۹ بتغیر قلیل)

(451) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ میں وہ آدمی داخل نہ ہوگا، جو اللہ کے ڈر سے رویا یہاں تک کہ تھنوں میں دودھ لوٹ جائے اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہ ہوں گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۷۱، رقم: ۱۶۳۳، سنن النسائی، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمه، ج۶ص۳۱۹، رقم: ۳۱۰۸، جامع الاصول، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة نوع خامس، ج۹ص۴۸۵، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔ خوف خدا میں رونے کے بڑے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔

باش چوں دولاب دائم چشم تر　　　　تا دروں صحن تو روید خضر

راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد وغبار پڑے۔ جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالیٰ نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنادیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے۔ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہِ خدا کا غبار پڑے تو یقیناً سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم کے فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی، بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتحہ سے بھی، بہت لغات میں بمعنی ناک کا نتھنا۔

جس مؤمن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ویلڈنگ کی آگ اور کہیں دھوئیں والی ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا؟ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۴۲۲)

(452) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَّشَابٌ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات افراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اپنے (عرش) کے سائے میں جگہ دے گا۔ عادل حکمران، اللہ کی عبادت والا نوجوان اور وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہے اور وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے اور جدا ہوتے ہیں اور وہ آدمی جسے خاندانی اور صاحب جمال عورت اپنی طرف لائے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو چھپ چھپا کر صدقہ دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ج۱ص۱۳۳، رقم: ۶۶۰، صحیح مسلم، باب فضل اخفاء الصدقۃ، ج۳ص۹۳، رقم: ۲۴۲۷، الاداب للبیہقی، باب من خاف اللہ عزوجل فترک معاصیہ، ج۲ص۳، رقم: ۸۲۴، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ، ص۹۵۲، رقم: ۱۷۰۹، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل انتظار الصلاۃ، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۳۵۸)

شرح حدیث: میرے ماں باپ آپ پر قربان!

حضرتِ سیِّدُنا عطا رضي اللہ تعالي عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت عبید بن عمر و ص ایک مرتبہ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کوئی بات بتایئے۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے، مجھے رخصت دو کہ میں رب تعالیٰ کی عبادت کرلوں۔ تو میں نے عرض کی، مجھے آپ کا رب تعالیٰ کے قریب ہونا اپنی خواہش سے زیادہ عزیز ہے۔ تو آپ گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔ پھر وضو کر کے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو دوبارہ رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کی چشمان مبارک سے نکلنے والے آنسو زمین تک جا پہنچے۔ اتنے میں حضرت بلال رضي اللہ تعالي عنہ حاضر ہوئے تو آپ کو روتے دیکھ کر عرض کی، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ آپ کے سبب تو اگلوں اور پچھلوں کے

گناہ بخشے جاتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور مجھے رونے سے کون روک سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

(ترجمہ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (پ ۴ آل عمران ۱۹۰، ۱۹۱)

(پھر فرمایا)، اے بلال! جہنم کی آگ کو آنکھ کے آنسو ہی بجھا سکتے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو یہ آیت پڑھیں اور اس میں غور نہ کریں۔ (درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون، ص ۲۹۴)

مسلسل بہنے والے آنسو

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (خوفِ خدا سے) اس قدر روتے کہ درخت اور مٹی کے ڈھیلے بھی آپ کے ساتھ رونے لگتے حتّٰی کہ آپ کے والدِ محترم حضرت سَیِّدُنا زکریا بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے۔ آپ اسی طرح مسلسل آنسو بہاتے رہتے یہاں تک کہ ان مسلسل بہنے والے آنسوؤں کے سبب آپ کے رخسارِ مبارک پر زخم ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے رخساروں پر اونی پٹیاں چپکا دیں۔ اس کے باوجود جب آپ دوبارہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پھر رونا شروع کر دیتے، جس کے نتیجے میں وہ روئی کی پٹیاں بھیگ جاتیں۔ جب آپ کی والدہ انہیں خشک کرنے کے لئے نچوڑتیں اور آپ اپنے آنسوؤں کے پانی کو اپنی ماں کے بازو پر گرتا ہوا دیکھتے تو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں اس طرح عرض کرتے، اے اللہ عزوجل! یہ میرے آنسو ہیں، یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں جبکہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۲۲۵)

کسی نے آنکھ کھولتے نہیں دیکھا

حضرت سَیِّدُنا شعیب علیہ السلام خوفِ خدا عزوجل سے اتنا روتے تھے کہ مسلسل رونے کی وجہ سے آپ کی اکثر بینائی رخصت ہو گئی۔ لوگوں نے عرض کی، یا نبی اللہ علیہ السلام آپ اتنا کیوں روئے کہ آپ کی اکثر بینائی جاتی رہی؟ ارشاد فرمایا، دو باتوں کے سبب (۱) کہیں میری نظر ایسی چیز پر نہ جا پڑے جسے دیکھنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ (۲) جو آنکھیں اپنے رب عزوجل کا جلوہ دیکھنا چاہتی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی اور چیز کو بھی دیکھیں، لہٰذا میں نے مناسب خیال کیا کہ نابینا کی طرح ہو جاؤں اور جب قیامت میں میری آنکھ کھلے تو فوراً میری نظر اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کرے۔ اس کے

بعد آپ ساٹھ برس حیات ظاہری سے متصف رہے لیکن کسی نے انہیں آنکھ کھولتے نہیں دیکھا۔

(رسالہ قفل مدینہ از امیر اہل سنت مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی)

اُن کے پہلو لرز رہے ہیں

سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے پہلو اس کے خوف کی وجہ سے لرزتے رہتے ہیں، ان کی آنکھ سے گرنے والے ہر آنسو سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، جو کھڑے ہو کر اپنے رب عزوجل کی پاکی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ۱ ص ۵۲۱، رقم الحدیث ۹۱۴)

(453) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ. حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت عبداللہ بن شخیر ﷺ سے روایت ہے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور آپ کے سینہ اقدس سے اُبلنے کی آواز آتی تھی جس طرح ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے شمائل میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب البکاء فی الصلوۃ، ج۱ص۳۴۰، رقم: ۹۰۴، الشمائل المحمدیہ للترمذی، باب ما جاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۵۷، رقم: ۳۱۳، المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۹۶، رقم: ۹۷۱، سنن الکبری للنسائی، باب البکاء فی الصلوۃ، ج۱ص۱۹۵، رقم: ۵۴۴، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج۲ص۴۴۴، رقم: ۶۶۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث مطرف بن عبداللہ، ج۶ص۲۵، رقم: ۱۶۳۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الٰہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۵)

پہاڑوں جتنے گناہوں کا بوجھ

حضرتِ سیدنا مسلم بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو آنکھ آنسوؤں سے بھر

جائے اللہ عزوجل اس پورے جسم کو جہنم پر حرام فرما دیتا ہے اور جو قطرہ آنکھ سے بہہ کر رخسار پر بہہ جائے اس چہرے کو ذلت وتنگدستی نہ پہنچے گی۔ اگر کسی امت میں ایک بھی رونے والا ہو تو اسکی وجہ سے ساری امت پر رحم کیا جاتا ہے اور ہر چیز کی ایک مقدار اور وزن ہوتا ہے مگر اللہ عزوجل کے خوف سے رونے والا آنسو آگ کے سمندروں کو بجھا دے گا۔

سلطانِ بحر وبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے رونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج تمام وہ مومن جن کے سر پر مضبوط پہاڑوں جتنے گناہوں کا بوجھ ہو وہ بھی تمہارے ساتھ حاضر ہو جاتے تو اس شخص کے رونے کی وجہ سے ان سب کی بھی مغفرت کردی جاتی کیونکہ اس کے لئے ملائکہ رو رہے ہیں اور اسکے حق میں دعا کرتے ہوئے عرض کر رہے ہیں، اے اللہ عزوجل! کثرت سے رونے والوں کی شفاعت، نہ رونے والوں کے حق میں قبول فرمالے۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم ۸۱۰، ج۱، ص ۴۹۴)

(454) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ اللهَ - عَزَّوَجَلَّ - أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) قَالَ: وَسَمَّانِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ فَبَكٰى أُبَيٌّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِيْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تم کو میں سورہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھ کر سناؤں عرض کیا: اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو حضرت ابی رو پڑے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت ہے کہ حضرت اُبی رونے لگے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۳۶ رقم: ۳۸۰۹ صحیح مسلم، باب استحباب القرآن علی اھل الفضل والحذاق فیہ، ج۲ص۱۹۵ رقم: ۱۹۰۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۳۰ رقم: ۱۲۳۲۲ مسند البزار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک، ج۱ص۲۳۷ رقم: ۱۳۳۷ سنن ترمذی، باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت، ج۵ص۶۶۵ رقم: ۳۷۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا احکام بتانا ہمارا تبلیغی فریضہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے۔

(میرا نام لیا؟) یہ سوال تعجب کے لیے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا۔ کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے اور رونا انتہائی خوشی کا

تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکر یہ کس طرح ادا کر سکوں گا۔ حضرت ابی ابن کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتی کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قرأت سیکھے گی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرأت سنائیں آپ میرے شاگرد اعلیٰ ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں۔

خصوصیت سے یہ سورہ تلاوت فرمانے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہوگا، اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو مفضول افضل کو قرآن کریم سکھائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۴۲۱)

(455) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا، كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! قَالَتْ: مَا اَبْكِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ؛ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لئے چلو۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ اس کو ملنے جایا کرتے تھے جب یہ حضرات ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں ان دونوں حضرات نے ان سے کہا کیوں روتی ہو کیا تم نہیں جانتیں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے زیادہ بہتر ہے فرمانے لگیں میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہوگئی ان کی اس بات نے ان دونوں حضرات کو بھی رُلا دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لعنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوسبه او دعا علیه، ج۸ص۲۹، رقم: ۲۴۵۴، سنن ابن ماجه، باب ذکر وفاته صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۲۳، رقم: ۱۶۳۵، مشکوۃ المصابیح، باب هجرۃ اصحابه صلی اللہ علیه وسلم من مکه ووفاته، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۵۹۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب ام ایمن کا نام شریف برکت ہے حبشہ کی تھیں، حضرت عبداللہ یعنی حضور کے والد ماجد کی لونڈی تھیں، حضور کی پرورش انہوں نے بھی کی ہے، حضور انور نے آپ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کردیا تھا، انہیں کے بطن شریف سے حضرت اسامہ ابن زید پیدا ہوئے، آپ جہادوں میں جاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی غازیوں کی خدمت کرتی

تھیں، حضرت عمر فاروق کی وفات سے بیس دن بعد آپ کی وفات ہوئی، حضرت زید ابن حارثہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام بن گئے تھے، حضور انور نے جناب خدیجہ سے انہیں مانگ لیا اور آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ (مرقات)

(جس طرح رسول اللہ اس کو ملنے جایا کرتے تھے) یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام ایمن کی ملاقات کے لیے انکے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے چلو ہم بھی اس سنت پر عمل کریں ام ایمن کی زیارت کریں۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا، بلکہ جن کی وہ حضرات ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا سنتِ صحابہ ہے۔

ان میں حضرت انس بھی شامل ہیں یعنی حضرت انس کہتے ہیں کہ جب ہم تینوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ام ایمن کے پاس پہنچے۔ بعض نسخوں میں ہے۔ فلما انتھیا تثنیہ مذکر غائب ہے یعنی جب وہ دونوں صدیق و فاروق ام ایمن کے پاس پہنچے بہرحال ان بزرگوں کو دیکھ کر ام ایمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے کیونکہ یہ دونوں حضرات حضور کے ساتھی اور خاص محبوب دوست تھے۔ بعد وفات مرحوم کی چیزیں، اس کی اولاد، اس کے دوست دیکھ کر مرحوم یاد آتا ہے اور لوگ رونے لگتے ہیں یہ رونا ایسا ہی تھا۔

(جو اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے زیادہ بہتر ہے) یعنی جہاں حضور اب ہیں وہ جگہ دنیا سے بہتر ہے کہ یہاں تکالیف تھیں وہاں آرام و راحت ہے، وہاں ہر وقت اپنے رب سے قرب خاص حاصل ہے پھر تم اتنی بے قرار ہو کر روتی کیوں ہو (تو فرمایا) میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ کی بہت نعمتوں سے محروم ہو گئے، آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہو گیا، احادیث نبویہ کا سلسلہ ختم ہو گیا، مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہو گیا، حضور سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد — روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد

اب حضرت جبریل کیوں آئیں گے اور کہاں آئیں گے۔

تو یہ سن کر حضرت صدیق و فاروق اعظم بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یہ رونا تو امت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے، کس کے منہ سے آیات و احادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں، حضرت بلال یہ ہی سوچ کر مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کر کے اذان کہا کروں گا۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ ؎

قافلہ سالار سفر کر گیا — قافلہ کو زیر و زبر کر گیا

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص ۲۱۲)

(456) - وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مرض زیادہ شدید ہو گیا۔ آپ کو نماز کے

وَجَعُهُ، قِيلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ، فَقَالَ: مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ، اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ، فَقَالَ: مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ - وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بارے عرض کیا گیا: تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے' تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ جب قرآن پڑھتے ہیں' تو ان پر گریہ غالب ہوتا ہے۔ فرمایا: اس کو حکم دو کہ نماز پڑھا دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا' ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۶۷۸، صحیح مسلم، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض وسفر، ج۱ص۲۲، رقم: ۹۶۴، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من بکی فی صلاته لم یظهر من صوته، ج۲ص۲۵۱، رقم: ۳۳۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۱۲، رقم: ۱۹۷۱۵، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه محمد، ج۵ص۱۸۰، رقم: ۵۰۰۵)

شرح حدیث: جہنم حرام ہے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر دوں جس پر جہنم حرام ہے جہنم نرم خو نرم دل اور آسان خو شخص پر حرام ہے۔

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، رقم ۲۴۹۶، ج۴، ص ۲۲۰)

اور حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سید العالمین ا نے ارشاد فرمایا:

بروز محشر تم میں سے میرے سب سے زیادہ محبوب اور تم میں سے میری مجلس میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اچھے اخلاق والے اور نرم خو ہوں، وہ لوگوں سے الفت رکھتے ہوں اور لوگ ان سے محبت کرتے ہوں۔ اور تم میں میرے لیے سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے دن میری مجلس میں مجھ سے سب سے زیادہ دُور منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرغوب کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہونگے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، ج ۳، رقم ۲۰۲۵، ص ۴۱۰)

حضور والا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میرے نرم دل امتیوں سے نیکی واحسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کرو گے، (اسے حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الاسنی سے روایت کیا۔

(المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/۳۲۱)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا کہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، رقم ۲۵۹۴، ص ۱۳۹۸)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب فی الرفق، رقم ۲۰۲۰، ج ۳، ص ۴۰۷)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل مہربان ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل مہربان ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ انعامات عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی اور چیز پر عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین۔۔الخ، باب اذا عرض الذمی۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۳۷۹)

حضرتِ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نرمی پر وہ انعام عطا فرماتا ہے جو جہالت وحماقت پر عطا نہیں فرماتا ہے اور جب اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے نرمی عطا فرماتا ہے اور جو گھر نرمی سے محروم رہا وہ محروم ہی ہے۔ (المعجم الکبیر، مسند جریر بن عبداللہ، رقم ۲۲۷۴، ج ۲، ص ۳۰۶)

(457) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا. فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهُ. ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ - اَوْ قَالَ: اُعْطِيْنَا مِنَ

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (اپنے والد) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ روزے سے تھے۔ ان کے پاس شام کا کھانا لایا گیا تو کہا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ تو ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر ملی جس سے اگر ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر

الدُّنۡیَا مَا اُعۡطِیۡنَا ۔ قَدۡ خَشِیۡنَا اَنۡ تَکُوۡنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتۡ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ یَبۡکِیۡ حَتّٰی تَرَكَ الطعَام۔ رَوَاہُ الۡبُخَارِیُّ۔

ننگا ہو جاتا' پھر ہمیں بہت وسعت دنیا دی گئی' یا کہا دنیا سے ہمیں دیا گیا جو کچھ دیا گیا۔ہم تو ڈرتے ہیں کہ ہماری نیکیوں کو ہمارے لیے جلد نہ کر دیا گیا ہو' پھر رونے لگے حتیٰ کہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب غزوہ احد' ج۵ص۹۹ رقم: ۴۰۴۵(دارطوق النجاۃ) السنن الکبرٰی للبیھقی' باب الدلیل علی جواز التکفین فی ثوب واحد' ج۳ص۴۰۱ رقم: ۶۶۳۱جامع الاصول لابن اثیر' الفصل الاول فی ذم الدنیا' ج۴ص۵۰۵ رقم:...۲۶۰۰مشکوۃ المصابیح باب غسل المیت وتکفینہ' ج۱ص۳۴۷ رقم: ۱۶۴۴)

شرح حدیث: حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دنیا میں زاہدین کے پیشواؤں میں سے ایک حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبیوں کے سلطان، سرور ذیشان، محبوب رحمن عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی معیت میں رضائے الٰہی عزوجل کے لئے اللہ عزوجل کی راہ میں ہجرت کی۔جس کا اجروثواب اللہ عزوجل کے ہاں ثابت ہوگیا۔ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کا وصال ہوگیا اور انہیں دنیا میں کوئی اجر نہیں ملا۔انہیں میں سے ایک حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو غزوہ اُحد کے دن شہید ہوگئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن کے لئے سوائے ایک چادر کے کچھ نہیں تھا، جب ہم اس چادر کو اُن کے سر پر ڈالتے تو پاؤں ظاہر ہوجاتے اور جب پاؤں چھپاتے تو سر ظاہر ہوجاتا، حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: چادر کو ان کے سر پر ڈال دو اور پاؤں پر اِذْخَر (ایک گھاس کا نام) ڈال دو۔حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اور ہم میں سے بعضوں کی محنت کا پھل پک چکا ہے اور وہ اس کو چن چن کر کھا رہا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت، الحدیث: ۲۱۷۷، ص ۴۲۵)

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم، شفیع معظم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کے بدن پر صرف ایک پھٹی پرانی پیوند لگی ہوئی چادر تھی۔ جب حضور رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کو دیکھا تو رو پڑے کہ کل جو آسائشوں اور نعمتوں میں رہتا تھا آج اس حالت میں ہے۔

پھر حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیّاح افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم میں سے کوئی صبح میں ایک لباس پہنے گا اور شام میں دوسرا لباس پہنے گا، اس کے سامنے (کھانے

وغیرہ کا) ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا۔ اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ معظمہ پر پردہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ان دنوں ہم آج کی بنسبت بہتر ہوں گے کیونکہ عبادت کے لئے (زیادہ) فارغ ہوں گے اور ہم تفکرات کی تکلیف سے آزاد ہوں۔ تو حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ تم اُس دن کی بنسبت آج بہتر حال میں ہو۔

(جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدیث علی......الخ، الحدیث: ۲۴۷۶، ص ۱۹۰۱)

(458) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَاَمَّا الْاَثَرَانِ: فَاَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں۔ ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور ایک وہ خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے اور دو نشان ایک نشان وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) کے درمیان ظاہر ہوا اور ایک نشان وہ اللہ جو کے فرائض میں سے کسی فرض کی وجہ سے لگا۔ اسے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل المرابط ج۳ص۱۹۰ رقم: ۱۶۶۹ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه صدی بن العجلان ج۴ص۲۲۵ رقم: ۴۹۲۲، مشکوۃ المصابیح کتاب الجهاد الفصل الثانی ج۲ص۲۶۲ رقم: ۳۸۳۷، جامع الاحادیث للسیوطی حرف اللام ج۱۸ص۲۶۳ رقم: ۱۹۳۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ گنہگاروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے خوف ہوتا ہے، نیکوکاروں کو اس کی ذات سے ہیبت وجلال سے خوف ہوتا ہے یہ خوف محبت واطاعت پیدا کرتا ہے، یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف، دیکھو شیطان نے بھی کہا تھا اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مگر یہ خوف مفید نہیں مضر ہے، یہاں پہلی قسم کے خوف مراد ہیں۔

اور چونکہ آنسوؤں کے قطرے مسلسل آنکھوں سے ٹپکتے رہے اور خون ایک دم نکل کر بہہ جاتا ہے اس لیے آنسو کے لیے دموع جمع ارشاد ہوا اور خون کے لیے دم واحد فرمایا گیا۔ قطرہ سے مراد جنس قطرہ ہے نہ کہ شخصی قطرہ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، بہت سے آنسوؤں کا قطرہ ایک کیونکر ہوگا اور شہید کے جسم سے خون کا دھارا بہتا ہے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔

اللہ کی راہ سے ہر وہ راستہ مراد ہے جو رضاء الٰہی کے لیے طے کیا جائے جیسے نماز کے لیے مسجد کو جانا، طلب علم کے لیے مدرسہ جانا، جہاد کے لیے میدان جہاد میں جانا اور وہاں چلنا پھرنا۔ نشان قدم سے عام نشان مراد ہے خواہ محسوس ہو یا نہ ہو لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ پختہ سڑک پر چلنے میں نشان قدم پڑتے ہی نہیں پھر پیاری کیا چیز ہوگی۔

(نشان قدم سے مراد) یعنی کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لیے چلا اس کے نشان قدم رب کو پیارے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اثر سے مراد مطلقاً نشان ہو، قدم کی قید نہ ہو تو حدیث بہت جامع بھی ہوگی اور واضح بھی لہٰذا سردیوں میں وضو سے ہاتھ پاؤں پھٹ جائیں، گرمیوں میں پیشانی پر گرم زمین پر سجدے پڑ جاویں، روزے میں منہ کی بو، حج و جہاد میں غبار راہ جو کپڑوں اور منہ پر پڑ جائے، یہ رب کو بڑے پیارے ہیں، مرقات نے یہ ہی توجیہ اختیار کی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۱۳۱)

(459) وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا: حَدِيْثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرِفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ. وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ.

اس باب میں بہت سی احادیث ہیں' ان میں حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ کی حدیث جو باب النھی عن البدع میں گزر چکی ہے۔ فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وعظ فرمایا جس سے دل کانپ گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ص۳۲۲، رقم: ۲۶۸۶، سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۳ص۲۲۹، رقم: ۴۶۰۹، سنن الکبری للبیہقی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی، ج ۱۰ص۱۱۳، رقم: ۲۰۸۳۵، سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ص۱۸، رقم: ۴۲، سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ص۵۷، رقم: ۹۵)

55-بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلِ الْفَقْرِ

دنیا میں زُہد کی فضیلت اس سے کفایت شعاری پر برانگیختہ کرنا اور فقر کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ) (یونس: 24)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''دنیوی زندگی کی مثال پانی کی طرح ہے' جس کو ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کا سبزہ آیا' جس سے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب زمین پر رونق ہوگئی اور مزین ہوگئی تو اس کے مالکوں نے گمان کیا وہ اس پر اختیار رکھتے ہیں' اس پر ہمارا عذاب دن یا رات کو آ پہنچا تو ہم نے اس کو کٹی ہوئی کھیتی بنا دیا گویا یہ گزشتہ کل آباد ہی نہ تھی۔ اسی طرح ہم آیات کی تفصیل ایسی قوم کے لیے کرتے

ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا) (الکھف: 45-46).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور ان کے لیے آپ دنیوی زندگی کی مثال اس پانی کے ساتھ بیان فرما دیں۔ جس کو ہم نے آسمان سے اتارا اس کی ہی وجہ سے زمین کی سبز پیداوار بکثرت ہوئی۔ تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی اس کو ہوائیں اڑاتی تھیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر اور امید کے لحاظ سے اچھے ہیں''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَّفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) (الحدید: 20).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جان لو کہ دنیوی زندگی فضول اور کھیل ہے اور آپس میں فخر کا مقابلہ ہے اور مالوں اور اولادوں میں کثرت کا مقابلہ ہے۔ اس کا حال ایسی بارش کی طرح ہے، جس کی پیداوار نے کفار کو خوش کیا پھر وہ رنگ بدل دیتی ہے، تو تم اس کو زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور (کافروں کے لیے) آخرت میں سخت عذاب اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکہ کا سامان ہے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ) (آل عمران: 14)

اور ارشاد فرمایا: ''لوگوں کے لیے عورتوں اور بیٹوں کی خواہشات مزین کی گئی ہیں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں کی خواہش اور نشان زدہ کیے گئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ دنیا والی زندگی کا سامان ہی تو ہے اور اللہ کے پاس اچھا انجام ہے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور تم کو اللہ کے ساتھ بڑا دھوکہ باز دھوکہ

الْغَرُوْرُ) (فاطر: 5).

وَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: (أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ) (التكاثر: 1-5)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: (وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّإِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ) (العنكبوت: 64)

وَالْاٰيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ. وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَأَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِّنْهَا عَلٰى مَا سِوَاهُ.

(460) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِيْ بِجِزْيَتِهَا. فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُوْمِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ. فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوْا لَهُ. فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ. ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ؟ فَقَالُوْا: أَجَلْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. فَقَالَ: أَبْشِرُوْا وَأَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ. فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ. وَلٰكِنِّيْ أَخْشٰى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا.

میں نہ ڈالے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد ربانی ہے: "کثرت کے مقابلہ نے تم کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حتیٰ کہ تم نے قبریں دیکھ لیں۔ خبردار تم عنقریب جان لوگ گے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لوگے، ہرگز نہیں تم اگر علم یقینی جانتے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور دنیا کی یہ زندگی صرف کھیل اور فضول ہے۔ اور آخرت کا گھر ضرور سچی زندگی ہے کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے ہوتے"۔

اس باب میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔ احادیث تو احاطہ سے زیادہ ہیں ہم ان میں سے کچھ بیان کر کے باقی پر تنبیہ کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عوف انصاری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷺ کو بحرین جزیہ کی وصولی کے لیے بھیجا وہ بحرین سے کافی مال لائے۔ انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کا سنا تو وہ نماز فجر کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آ پہنچے جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ کے سامنے ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو تبسم فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ میرا خیال ہے تم نے سنا ہوگا کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ لائے ہیں، تو انہوں نے کہا: ہاں ہاں، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور خوشی والی باتوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تم پر محتاجی کا ڈر نہیں مجھے تو یہ ڈر ہے کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے لیے فراخ کی گئی۔ پس تم اس کو قابل قدر جاننے لگو گے جس طرح انہوں نے اس کو

فَتُهْلِکَکُمْ کَمَا اَهْلَکَتْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قابل قدر جانا۔ پھر تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح ان کو ہلاک کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شهود الملائكة بدرا، ج۳ص۱۸، رقم: ۴۰۱۵، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق ج۴ص۲۲۱۲، رقم: ۶۱۱۳، الاداب للبیهقی، باب لا باس بالغنی لمن اتقی الله عزوجل فاخذه من حق، ج۱ص۲۸۶، رقم: ۶۹۲، السنن الکبرٰی للنسائی، باب المجوس اهل کتاب والجزیة توخذ منهم، ج۹ص۱۹۰، رقم: ۱۹۱۲۹، سنن ابن ماجه، باب فتنة المال، ج۲ص۱۳۲۴، رقم: ۳۹۹۷)

شرح حدیث: دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے، جسے میں کروں تو اللہ عزوجل مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ ارشاد فرمایا، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلو اللہ عزوجل تم سے محبت فرمائے گا اور لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

(ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، رقم ۴۱۰۲، ج ۴، ص ۴۲۳)

حضرتِ سیدنا ابرھیم بن ادھم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کی وجہ سے اللہ عزوجل مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ عمل جس کی وجہ سے اللہ عزوجل تم سے محبت فرمائے گا دنیا سے بے رغبتی ہے اور وہ عمل جس کی وجہ سے لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے وہ یہ ہے کہ تمہارے پاس جو مال ہے اسے لوگوں کے سپرد کر دو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی الزھد فی الدنیا، رقم ۲، ج ۴، ص ۷۵)

حضرتِ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، نیک لوگوں نے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کسی عمل سے زینت حاصل نہیں کی۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھد فی الدنیا، رقم ۱۸۰۵۹، ج ۱۰، ص ۵۱۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، دنیا سے بے رغبتی دل وجان کو راحت بخشتی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھد فی الدنیا، رقم ۱۸۰۵۸، ج ۱۰، ص ۵۰۹)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تین دن میں حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ذریعے کلام فرمایا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے آدمیوں کا کلام سنا تو اپنے رب عزوجل کا کلام سن لینے کی وجہ سے ان کے کلام کو ناپسند فرمانے لگے۔ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! میرے لئے عمل کرنے والوں نے دنیا سے بے رغبتی جیسا کوئی عمل نہیں کیا اور مقربین نے ان پر میری حرام کردہ اشیاء سے بچنے جیسے کسی اور عمل سے میرا قرب حاصل نہیں کیا اور میری عبادت کرنے والوں نے میرے خوف میں رونے جیسی کوئی عبادت نہیں کی۔

حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے ساری کائنات کے رب! اور روز جزاء کے مالک! یاذاالجلال والاکرام! تو نے ان کے لئے کیا تیار کیا ہے اور تو انہیں کیا بدلہ عطا فرمائے گا؟ تو اللہ عزوجل نے فرمایا، دنیا سے بے رغبتی رکھنے والوں کے لئے تو میں اپنی جنت کو مباح کر دوں گا کہ وہ اس میں جہاں چاہیں ٹھکانا بنالیں اور میں اپنی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرنے والوں کو یہ انعام دوں گا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو میں پرہیزگاروں کے علاوہ ہر بندے سے سخت حساب لوں گا کیونکہ میں اُن سے حیا کروں گا اور انہیں عزت واکرام سے نوازوں گا پھر انہیں بغیر حساب جنت میں داخل فرمادوں گا اور میرے خوف سے رونے والے تو وہی ہیں جو رفیق اعلیٰ میں ہوں گے اس میں ان کا کوئی شریک نہ ہوگا۔

(طبرانی کبیر، رقم ۱۲۶۵۰، ج ۱۲، ص ۹۴)

(461) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ، فَقَالَ: اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ م بَعْدِیْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر اپنے بعد جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ وہ اس کا ہے جو دنیا کی تازگی اور زینت سے کھول دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصدقة على اليتامى، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۱۴۶۵، صحیح مسلم، باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنيا، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۲۴۶۰، السنن الكبرى للبيهقي، باب يحول الناس وجوههم الى الامام ويستمعون الذكر، ج۳ص۱۹۸، رقم: ۵۹۲۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي سعيد الخدري، ج۴ص۲۱، رقم: ۱۱۱۶۳، مسند ابوداؤد الطيالسي، احاديث عطاء بن يسار عن ابي سعيد رضى الله عنه، ص۲۹۰، رقم: ۲۱۸۰)

شرح حدیث: دلوں کی کمزوری کا سبب

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے خلاف ہر جانب سے لوگ اکٹھے ہوجائیں گے جیسے کھانے والے کھانے کے برتن پر جمع ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کیا اس دن ہماری تعداد کم ہوگی؟

ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم تو کوڑے کچرے ہو جاؤ گے جیسے سیلاب کا کوڑا کچرا ہوتا ہے (مراد اس سے آخری زمانے کے خراب اور نکمّے لوگ ہیں)، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے تمہارے دل کمزور پڑ جائیں گے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۶۰،ص ۳۲۷ تغیراً)

دنیا کی محبت، جھگڑوں کا سبب ہے

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک روز (گھر سے) باہر تشریف لے گئے اور شہداء احد پر نماز پڑھی جیسی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میت پر نمازِ جنازہ پڑھتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: میں تمہارے لئے فَرَط (یعنی پیش رو) ہوں اور تمہارا نگران گواہ ہوں اور خدا عزوجل کی قسم! میں اس وقت بھی اپنے حوض (یعنی حوضِ کوثر) کو دیکھ رہا ہوں اور اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں یا (ارشاد فرمایا) زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور اللہ عزوجل کی قسم! مجھے تم پر اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، بلکہ مجھے تم پر اس بات کا خوف ہے کہ تم (حصولِ دنیا کے لئے) ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا، الحدیث: ۶۴۲۶،ص ۵۴۰)

زمین کی برکات

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے تم پر جس چیز کا زیادہ خوف ہے وہ اللہ تعالیٰ کا تمہارے لئے زمین کی برکات کو نکالنا ہے۔ عرض کی گئی: زمین کی برکات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: دنیا کی آسائشیں۔ ایک شخص نے عرض کی: کیا خیر کے ساتھ شر بھی آتا ہے؟ تو سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سکوت فرمایا حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر سیدِ عالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی مبارک پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے ارشاد فرمایا: سوال پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اس کے وہاں موجود ہونے پر اس کی تعریف کی۔ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: خیر کے ساتھ خیر ہی آتی ہے، بے شک یہ دنیا کا مال سرسبز اور شیریں لگتا ہے جس طرح فصلِ ربیع جو کچھ اُگاتی ہے وہ یا تو جانور کو پیٹ پُھلا کر مار ڈالتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے۔ مگر وہ جانور جو ہری ہری گھاس کھائے، جب پیٹ بھر جائے تو دھوپ میں آجائے، جگالی کرے اور گوبر و پیشاب کرے پھر آکر دوبارہ چرنے لگے، یوں ہی یہ مال بھی شیریں ہے لیکن جو حق کے ساتھ اسے حاصل کرے اور ٹھیک جگہ پر خرچ کرے تو (ثواب حاصل کرنے میں) بہت اچھا مددگار ہے اور جو ناحق مال لے تو وہ اس کی طرح ہے جو کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا، الحدیث: ۶۴۲۷)

(462) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً دنیا میٹھی اور سبز ہے۔ بلاشبہ تم کو اللہ تعالیٰ اس میں خلیفہ بنائے گا پھر دیکھے گا تم کس طرح کے عمل کرتے ہو تو دنیا سے بچنا اور عورتوں سے بچنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اھل الجنۃ الفقرا واکثر اھل النار النساء، ج۴ص۸۹، رقم: ۷۱۲۴، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعملہ من قصر الامل، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۶۴۳۹، سنن ترمذی، باب ما جاء اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ، ج۴ص۴۸۳، رقم: ۲۱۹۱، مسند البزار، مسند ابی حمزۃ عن انس بن مالک، ج۱ص۲۸۳، رقم: ۶۲۹۶، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الفتن، باب فیما اخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما ھو کائن الی یوم القیامۃ، ج۸ص۶۶، رقم: ۷۴۹۲)

شرح حدیث: ترمذی شریف میں یہ روایت تفصیل یوں ہے:

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے پس آپ نے قیامت تک ہونے والی کوئی خبر نہ چھوڑی مگر اس کا ذکر کر دیا یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا، اسی میں آپ نے فرمایا بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تم کو خلافت دینے والا ہے پس دیکھتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ خبردار! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو اور ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز ہر دغا باز کے لیے اس کی دنیاوی دغابازی کے مطابق جھنڈا ہوگا اور حاکم کی عام دغابازی سے بڑھ کر کوئی دغابازی نہیں اس کا جھنڈا اس کے پاخانے کی جگہ کے پاس گاڑا جائے گا، فرمایا کہ تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکے جب کہ اسے معلوم ہو، ایک روایت میں ہے کہ اگر برا کام دیکھے تو اسے روکے، پس حضرت ابوسعید رو پڑے اور فرمایا ہم اسے دیکھتے ہیں اور لوگوں کی ہیبت ہمیں اس کے متعلق بولنے سے روکتی ہے پھر فرمایا کہ آدمی مختلف درجوں کے پیدا کیے گئے ہیں بعض وہ ہیں جو مؤمن پیدا ہوتے ہیں مؤمن ہی زندہ رہتے ہیں اور مؤمن مرتے ہیں اور ان میں سے بعض کافر پیدا ہوتے ہیں کافر زندہ رہتے ہیں اور کافر ہی مرتے ہیں اور ان میں سے بعض مؤمن پیدا ہوتے مؤمن زندہ رہتے اور کافر مرتے ہیں اور ان میں سے بعض کافر پیدا ہوتے کافر زندہ رہتے اور مؤمن مرتے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے غصے کا ذکر فرمایا کہ ان میں سے بعض کو جلد غصہ آتا اور جلد چلا جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان میں سے بعض کو دیر سے غصہ آتا اور دیر سے جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے تم میں سے بہتر وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور تم میں سے برے وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے فرمایا کہ غصے سے بچو کیونکہ یہ آدمی کے دل پر چنگاری ہے کیا تم اس کی رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کے سرخ ہونے کو نہیں دیکھتے جس کو غصہ محسوس ہو تو چاہیے کہ لیٹ جائے اور زمین

سے چست جائے، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے قرض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے کوئی اچھی طرح ادا کر دیتا ہے لیکن جب اس کا کسی پر ہو تو لینے میں سختی کرتا ہے دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں ان میں سے کوئی ادا کرنے میں برا ہے لیکن اگر اس کا کسی پر ہو تو طلب میں اچھا ہے یہ ایک عادت دوسری کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو اچھی طرح ادا کرے اور اس کا کسی پر ہو تو اچھی طرح طلب کرے اور تم میں سے برا وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو بری طرح ادا کرے اور اس کا کسی پر ہو تو سختی سے طلب کرے خواہ سورج درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر ہو نیز فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں سے گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں نہیں باقی رہا مگر اتنا حصہ جتنا آج گزرے ہوئے وقت سے باقی رہ گیا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما اخبر النبی ــــــ الخ، الحدیث ۲۱۹۱ ص ۱۸۷۲) (الزھد لابن ابی الدنیا، الحدیث ۲۰، ج ۱، ص ۲۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طویل حدیث میں کئی مسائل بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے۔(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں قیامت تک پیش آنے والے مسائل سے متعلق مکمل احکام ذکر فرمائے جو آپ کا معجزہ ہے ورنہ اتنے مختصر وقت میں اور پھر مستقبل کے واقعات کا بیان ممکن نہیں۔(۲) دنیا میٹھی اور سرسبز ہے ہر شخص اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک آزمائش ہوتی ہے کہ آیا دولت واقتدار حاصل ہونے کے بعد انسان احکام خداوندی سے روگردانی کرتا ہے یا ان کی تعمیل لہذا اس آزمائش میں ناکامی کے خوف سے کوشش کی جائے کہ دنیا اور عورتوں کے فتنوں سے دور رہیں۔(۳) دنیا میں جو بھی شخص دھوکہ بازی اور خیانت کرے گا قیامت کے دن سب کے سامنے ذلیل و رسوا ہوگا، حکمرانوں اور بڑے بڑے افسروں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔(۴) کلمہ حق کہنے میں کسی کا خوف آڑے نہیں آنا چاہیے ورنہ معاشرتی نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔(۵) خاتمے کے بارے میں فکر مند رہنا چاہیے اور ہر وقت حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔(۶) دنیا میں وہی انسان سب سے اچھا ہے جس کو غصہ دیر سے آئے اور جلد چلا جائے اور وہ شخص سب سے برا ہے جسے جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے۔(۷) غصے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسی آگ ہے جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی۔(۸) قرض کے سلسلے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سب سے اچھا قرار دیا جو قرض دے تو اچھی طرح واپس مانگے اور قرض لے تو اچھے طریقے سے ادا کرے، جب کہ وہ شخص جو طلب میں بدکلامی کا مظاہرہ کرے اور کسی کا قرض دینا ہو تو اچھے طریقے سے ادا نہ کرے وہ سب سے برا آدمی ہے۔

(۹) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا جس طرح اب سورج کے غروب ہونے میں تھوڑا سا وقت باقی ہے اسی طرح قیامت بھی بالکل قریب ہے لہذا اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۹۲۶)

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دنیا کو رب نہ بناؤ ورنہ وہ تمہیں اپنا غلام بنالے گی، اپنا

مال اس کے پاس جمع کرو جو اسے ضائع نہیں کرتا کیونکہ جس کے پاس دنیا کا خزانہ ہو اسے آفت کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پاس مال جمع کروانے والے کو آفت کا خوف نہیں ہوتا۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: مؤمن دو خوفوں کے درمیان ہوتا ہے: ایک اس مدت پر جو گزر گئی اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے بارے میں کیا معاملہ فرمائے گا، دوسری وہ مدت جو باقی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کیا فیصلہ فرمائے گا۔ پس انسان کو اپنی ذات سے اپنی ذات کے لئے، اپنی دُنیا سے اپنی آخرت کے لئے، اپنی زندگی سے موت کے لئے اور اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لئے زادِ راہ تیار کرنا چاہے کیونکہ دُنیا تمہارے لئے اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد معافی مانگنے کی کوئی جگہ نہیں اور دُنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۸۱، ج ۷، ص ۳۶۰)

(463) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلح الانصار والمهاجرة، ج٥ص٣٣ رقم: ٣٧٩٥، صحیح مسلم، باب غزوة الاحزاب، ج٥ص١٨٨ رقم: ٤٧٧٣، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج٣ص١٠٢ رقم: ١٢٧٩١، مسند الحارث، باب غزوة الخندق وقريظة، ج٢ص٧٠٣ رقم: ٦٩١، مصنف عبد الرزاق، باب فی فضائل الانصار، ج١١ص٦٢ رقم: ١٩٩١٢ (المكتب الاسلامی بيروت)

شرحِ حدیث: دنیا کی مذمت پر آیاتِ قرآنیہ

(۱) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔ (پ21، العنکبوت: 64)

(2) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو! کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ اور ڈر والوں کیلئے آخرت اچھی۔ (پ5، النساء: 77)

(3) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔ (پ 27، الحدید: 20)

دنیا کی مذمت پر احادیث مبارکہ

حضرت سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اے اللہ عزوجل! زندگی تو صرف آخرت کی ہے پس تُو مہاجرین اور انصار کو نیک بنا دے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں تُو مہاجرین وانصار کی بخشش فرما دے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصحۃ والفراغ۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۱۲۔۶۴۱۳، ص۵۳۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے کندھے پکڑ کر ارشاد فرمایا: دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر بن کر رہو۔ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب تو شام کرے تو آنے والی صبح کا انتظار مت کر، اور جب صبح کرے تو شام کا منتظر نہ رہ، اور حالت صحت میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے تیاری کر لے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۱۶، ص۵۳۹)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسم، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس شخص کا عذر قبول نہیں فرمائے گا جس کی موت کو مؤخر کر دیا حتی کہ اُسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔ (مطلب یہ کہ وہ اس عمر میں بھی گناہوں سے باز نہ آیا)

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۱۹، ص۵۳۹)

(464) وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ: فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کے پیچھے تین چیزیں جائیں گی۔ اس کے گھر والے اس کا مال (غلام وغیرہ) اور اس کا عمل پس دو چیزیں لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے اس کے گھر والے اور مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السجود والحث علیہ، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۱۱۲۲ سنن الکبری للبیہقی، باب الترغیب فی الاکثار من الصلوۃ، ج۲ص۴۸۶، رقم: ۴۷۵۰ الاحاد والمثانی، من اسمہ ربیعۃ بن کعب الاسلمی، ص۶۵۲، رقم: ۲۲۸۸ سنن ابوداؤد، باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۰۶، رقم: ۱۳۲۲ سنن الکبری للنسائی، باب فضل السجود، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۷۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مرنے کے بعد قبر تک تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں: دو بے وفا جو مردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں ایک وفادار جو ساتھ رہتی ہے۔

گھر والوں سے مراد بال بچے، عزیز و اقارب، دوست آشنا جو دفن و نماز میں شرکت کرنے جاتے ہیں۔ مال سے مراد اس کے غلام باندیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے اچھے برے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کیے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا میت کے ساتھ تعلق ہے جو مرے بعد قائم رہتا ہے لہذا حدیث شریف واضح ہے۔

نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں برے اعمال شفاعت بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں، ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں۔ جس پر مولی رحم کرے حضور جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے۔ قبر اعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری اس لیے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳)

آخرت کی تیاری کرلو

جب دنیا ایک ختم ہو جانے والا سایہ ہے اور فانی ہونے والا سامان ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ تو آخرت کے لئے مکمل اہتمام کر۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا پاک پروردگار عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خود کو میری عبادت کے لئے فارغ کرلے میں تیرے دل کو غناء سے اور تیرے ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا۔ اور اے ابن آدم! تو میری عبادت سے دوری اختیار نہ کر (ورنہ) میں تیرے دل کو فقر سے بھر دوں گا اور تیرے ہاتھوں کو دنیاوی کاموں میں مصروف کر دوں گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، الحدیث: ۷۹۹٦، ج ۵، ص ۴٦۴)

حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے دنیا سے محبت کی وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس کو دنیا میں نقصان ہوگا، تو تم باقی رہنے والی (آخرت) کو فنا ہونے والی (دنیا) پر ترجیح دو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۷۹٦۷، ص ۴۵۴)

حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اتنی لمبی نماز ادا فرماتے تھے کہ مبارک قدموں میں ورم آ جاتا یا ان میں زخم ہو جاتے اور جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس کے بارے میں عرض کی جاتی (کہ اتنی مشقت کس لئے؟) تو ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب

عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ، الحدیث: ٦٤٧٠، ص ٥٤٣)

(465) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ اٰدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ، وَيُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ اٰدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللّٰهِ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک ایسے دوزخی کو لایا جائے گا۔ جو دنیا میں رہتے ہوئے سب سے زیادہ نعمتوں والا تھا' اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا کبھی تو نے بھلائی دیکھی' کیا کبھی تو بھلائی کے پاس سے گزرا وہ کہے گا: اللہ کی قسم! نہیں اے میرے رب! اور ایک ایسے جنتی کو لایا جائے گا' جو دنیا میں رہتے ہوئے سب سے برے حال میں تھا۔ اس کو جنت میں ایک غوطہ دے کر دریافت کیا جائے گا کبھی تمہیں کوئی تکلیف ہوئی ہے' کبھی تو سختی کے پاس سے گزرا وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میرے پاس سے کبھی کوئی سختی یا تکلیف نہ گزری اور نہ میں نے کچھ سختی دیکھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صبغ اہل الدنیا فی النار وصبغ اشدھم بوسا فی الجنۃ، ج٤ص١٣٥، رقم: ٢٦٦، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج٣ص٢٠٢، رقم: ١٣١٢٢، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السادس فی احادیث مفردۃ تتعلق بالقیامۃ، ج١٠ص٤١٠، رقم: ٨٠٢١)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ایک بار غوطہ دیا جائے گا) یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا نہ کہ قبر میں کیونکہ دوزخ میں داخلہ اس وقت ہے قبر میں تو صرف دوزخ یا جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔

(یارب واللہ کبھی نہیں) پتہ لگا کہ دنیا کے عمر بھر کے عیش وآرام وہاں کے منٹ بھر کے ایک غوطہ پر بھول جائیں گے وہ تو بڑی سخت جگہ ہے دنیا میں کوئی خاص مصیبت پڑے تو سارے عیش فراموش ہوجاتے ہیں۔

(ایک بار غوطہ دیا جائے گا) یا تو حوض کوثر میں یا وہاں کی ہوا اور دوسری نعمتوں میں۔ غوطہ دیئے جانے سے مراد ہے وہاں کی ہوا کا جھونکا دینا وہاں داخل فرما کر اس کی تجلی دکھانا۔

(یارب واللہ کبھی نہیں) معلوم ہوا کہ وہاں کے عیش کی ایک جھلک وہاں کی ہوا کا ایک جھونکا عمر بھر کے دنیاوی غموں تکلیفوں کو بھلا دے گا، انسان کو چاہیے کہ اس طرف دل لگائے۔ خیال رہے کہ یہ عرض معروض جھوٹ نہ ہوگی بلکہ واقعی وہ

شخص ان مصیبتوں کو بھول ہی جاوے گا اس بنا پر یہ کہے گا۔

(نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے دنیا میں جو مصیبتیں دیکھیں وہ درحقیقت مصیبتیں ہی نہ تھیں کیونکہ ان کا انجام یہ نعمتیں تھیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ ان مصیبتوں کو بھول ہی گیا ان نعمتوں کی خوشی میں۔

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳)

دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے

شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو خوشخبری دے دو اور صدیقین کو ڈرساؤ۔ تو حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا، تو انہوں نے عرض کی: یارب عزوجل میں گنہگاروں کو کیا خوشخبری دوں اور صدیقین کو کیا ڈرساؤں؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو یہ خوشخبری سنادو کہ کوئی گناہ میری بخشش سے بڑا نہیں اور صدیقین کو اس بات کا ڈرساؤ کہ وہ اپنے نیک اعمال پر خوش نہ ہوں کہ میں نے جس سے بھی اپنی نعمتوں کا حساب لیا وہ تباہ وبرباد ہوجائے گا، اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اے داؤد (علیہ السلام)! جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ رات کو میرے حضور تہجد ادا کرتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں، وہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے جب غافل لوگ میرے ذکر سے غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، وہ میری نعمت پر شکر ادا کرتا ہے جبکہ بھولنے والے مجھ سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، عبدالعزیز بن ابی رواد، رقم ۱۱۹۰۶، ج ۸، ص ۲۱۱۔ الی قولہ الا ھلک)

(466) وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کے مقابلے میں یوں ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے پھر دیکھے وہ کیا لے کر آئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، ج۸ص۱۵۶، رقم: ۷۳۷۶، سنن ابن ماجہ، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۶، رقم: ۴۱۰۸، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ علی، ج۴ص۲۶۳، رقم: ۴۱۸۰، صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، ج۱ص۱۶۳، رقم: ۴۳۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المستورد بن شداد، ج۶ص۲۷۹، رقم: ۱۸۰۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ بہت کم سن صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بالکل نوعمر تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام

شریف یادرکھا، روایت کیا، مصر میں قیام رہا۔ (اکمال، اشعہ)

(پھر دیکھے وہ کیا لے کر آئی) یہ بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ فانی اور متناہی کو باقی غیر فانی غیر متناہی سے وجہ نسبت بھی نہیں جو بھیگی اونگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے کہ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے۔ عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام نمود کے لیے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا پینا، سونا جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مسلمان اس لیے کھائے پیے سوئے جاگے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں۔ حیاۃ الدنیا اور چیز ہے، حیوۃ فی الدنیا اور، حیاۃ للدنیا کچھ اور یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لیے زندگی، جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لیے ہو دنیا کے لیے نہ ہو وہ مبارک ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

آب درکشتی ہلاک کشتی است　　　آب اندر زیر کشتی پشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آجاوے تو ہلاک ہے۔ مؤمن کا دل مال واولاد میں رہنا چاہیے مگر دل میں اللہ ورسول کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲)

فتنۂ دنیا

ان نفوس کو لگام دو اور دلوں کو گناہوں سے روک لو اور سمجھداری سے عبرت کے صحیفوں کو پڑھو، ۔۔۔۔۔۔ اے خواہشات میں مبتلا رہنے والو! تمہارے پیچھے موت لگی ہوئی ہے، ۔۔۔۔۔۔ اے گناہوں میں منہمک رہنے والو! اے سونے والو! بیدار ہوجاؤ، ۔۔۔۔۔۔ تم نے کتنے سال برباد کردیئے، ۔۔۔۔۔۔ ساری دنیا خوابِ غفلت میں ہے کیونکہ اس کے جھوٹے خواب بہت سہانے ہیں اور بوڑھے کی عقل بچوں کی سی ہے لیکن جس نے اپنے نفس پر قابو پالیا حقیقت میں وہی عقلمند ہے، ۔۔۔۔۔۔ غفلت انتہاء کو پہنچ چکی ہے اور سزائیں قریب آگئیں ۔۔۔۔۔۔ پس ہم اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ عزوجل سلامتی عطا فرمائے۔

دنیا سے محبت کا انجام

حضرت سیدنا عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام ایک بستی پر سے گزرے تو اس کے تمام باشندوں کو گلیوں میں منہ کے بل گرے ہوئے مردہ حالت میں پایا۔ آپ علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا: اے حواریو! یہ لوگ اللہ عزوجل کے عذاب اور غضب میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ تو حواریوں نے عرض کی: اے روح اللہ! علیہ السلام ہم ان کا واقعہ جاننا چاہتے ہیں۔ حضرتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں جاننے کے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: جب رات کا وقت ہو تو بستی والوں کو آواز دینا یہ تمہیں جواب دیں گے۔ پھر جب رات ہوئی تو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک ٹیلے پر تشریف لائے اور بستی والوں کو پکارا تو ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا لَبَّیْکَ یَارُوْحَ

اللہ۔

تو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارا واقعہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: اے روح اللہ علیہ السلام! رات کو ہم چین سے سوئے تھے اور صبح کو ہلاکت میں مبتلاء ہو گئے۔ پوچھا: ایسا کیونکر ہوا؟ عرض کی: دنیا کی محبت اور بدکارو ں کی پیروی کی وجہ سے۔ حضرتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: دنیا سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ عرض کی: جیسی ایک بچے کو اپنی ماں سے ہوتی ہے جب وہ ہمارے پاس آتی تو ہم خوش ہوتے اور جب ہم سے جدا ہوتی تو ہم غمگین ہوتے اور رونے لگتے۔

پھر حضرتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے فلاں! تمہارے ساتھیوں کو کیا ہوا وہ کیوں نہیں جواب دیتے؟ عرض کی: ان کے جبڑوں میں بہت طاقتور فرشتوں نے آگ کی لگامیں ڈال رکھی ہیں۔ فرمایا: تُو ان میں سے کیسے جواب دے رہا ہے؟ عرض کی: میں ان کے ساتھ تو ہوں مگر حقیقت میں ان میں سے نہیں، جب ان پر عذاب آیا تو ان کے ساتھ ساتھ میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گیا میں اس وقت جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سے نجات ملے گی یا میں جہنم میں دھکیل دیا جاؤں گا۔ والعیاذ باللہ (حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، رقم ۴۷۶۲، ج ۴، ص ۶۴۔ بتصرف)

(467) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوْا: مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَّمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثُمَّ قَالَ: اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا، اِنَّهُ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ قَوْلُهُ: كَنَفَتَيْهِ اَيْ: عَنْ جَانِبَيْهِ۔ وَالْاَسَكُّ: اَلصَّغِيْرُ الْاُذُنِ۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزرے آپ کے دونوں طرف لوگ تھے۔ آپ بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے گزرے آپ نے اس کے کان پکڑے پھر فرمایا: تم میں سے کون اس کو ایک درہم میں پسند کرے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم بلا معاوضہ لینا بھی پسند نہ کریں گے۔ ہم نے اس کو کیا کرنا؟ فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہارا ہوتا؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تو بھی عیب دار تھا۔ یہ چھوٹے کانوں والا ہے اور اب تو یہ مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! دنیا اللہ کی بارگاہ میں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ جتنا یہ مردار بچہ تمہاری نظر میں ہے۔ (مسلم) کنفیہ: یعنی دونوں طرف دائیں بائیں۔ اسك: چھوٹے کانوں والا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۴ص۲۱۰، رقم: ۷۶۰۷، الادب المفرد للبخاری، باب من کرہ ان

یطعن ویقوم لہ الناس، ص۲۲۲، رقم: ۲۹۶۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی مس الانجاس الیابسۃ، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۶۷۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ج۵ص۳۹۵، رقم: ۱۴۹۶۲)

شرح حدیث: دنیا محبوبانِ خدا سے دور رکھی جاتی ہے

اللہ تعالٰی دنیا کو اپنے محبوب سے ایسا دور فرماتا ہے جیسے بلاتشبیہ بیمار بچے کو اس سے مضر (یعنی نقصان دہ) چیزوں سے ماں دور رکھتی ہے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسٰنُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسٰنُ عَجُوْلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

آدمی اپنے منہ برائی مانگتا ہے جس طرح کہ اپنے لیے بھلائی مانگتا ہے۔ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) جانتا ہے کہ اس میں کتنا ضرر ہے یہ دعا مانگتا ہے اور وہ نہیں دیتا۔ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۱)

(پھر فرمایا) ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے کافروں کا الٹے پھلے شہروں میں پھرنا یہ تھوڑی پونجی ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بُرا ٹھکانہ ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۹۶، ۱۹۷)

دل سے دنیا کی محبت نکالنے کا نسخہ

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرمایا کرتے تھے: دُنیا چار چیزوں کا نام ہے: (۱)۔۔۔۔۔مال (۲)۔۔۔۔۔کلام (۳)۔۔۔۔۔سونا اور (۴)۔۔۔۔۔کھانا۔ کیونکہ مال سرکشی کا سبب ہے، کلام لہو ولعب میں مبتلا کر دیتا ہے، نیند غافل کر دیتی ہے اور کھانا دل کی سختی کا باعث ہے۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مقابلے میں بڑائی چاہنے کا ارادہ کیا تو وہ اُسے بری طرح پچھاڑ دے گا، جس نے اس سے لڑائی کا ارادہ کیا تو وہ اسے ذلیل کر دے گا، جس نے اس کو دھوکا دینا چاہا تو وہ اسے اس کی سزا دے گا اور جس نے اس پر بھروسہ کیا تو وہ اسے نفع دے گا اور جس نے اس کے لئے عاجزی کی تو وہ اُسے بلند رتبہ عطا فرمائے گا۔

(سیر اعلام النبلاء، الرقم ۱۴۲۵ معروف الکرخی، ج۸، ص۲۱۸)

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی بارگاہ میں عرض کی گئی: دل سے دنیا کی محبت نکالنے کا نسخہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے سچی محبت اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ اور خالص محبت کی علامات تین ہیں: (۱)۔۔۔۔۔وعدہ پورا کرنا (۲)۔۔۔۔۔بغیر سوال کے عطا کرنا اور (۳)۔۔۔۔۔کوئی سخاوت نہ کرے پھر

بھی اس کی تعریف کرنا۔ اور محبین کی علامات بھی تین ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔ رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی جستجو میں رہنا (۲)۔۔۔۔۔۔ اسی کی ذات میں مشغول رہنا اور (۳)۔۔۔۔۔۔ ہمیشہ اسی کی پناہ طلب کرنا۔

(حلیۃ الاولیاء، معروف الکرخی، الحدیث ۱۲۷۱۸، ج۸، ص۴۱۱)

(468) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرَّةٍ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ، فَقَالَ: يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ عِنْدِيْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِيْ عَلَيَّ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ، اِلَّا شَيْءٌ اَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ، اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ، ثُمَّ سَارَ، فَقَالَ: اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ. ثُمَّ قَالَ لِيْ: مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى، فَسَمِعْتُ صَوْتًا، قَدِ ارْتَفَعَ، فَتَخَوَّفْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اٰتِيَهٗ فَذَكَرْتُ قَوْلَهٗ: لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ فلم اَبْرَحْ حَتّٰى اَتَانِيْ، فَقُلْتُ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ لَهٗ، فَقَالَ: وَهَلْ سَمِعْتَهٗ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيْلُ اَتَانِيْ. فَقَالَ: مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحراء (مدینہ شریف کے پاس پتھریلے میدان) میں چل رہا تھا تو ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا۔ فرمایا: اے ابوذر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس ایک دینار بھی ہو۔ سوائے اس کے کہ قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ روک لوں لیکن یہ پسند ہے کہ اس کو اللہ کے بندوں میں اس طرح اور اس طرح تقسیم کر دوں' دائیں بائیں اور پیچھے پھر چل پڑے اور فرمایا زیادہ مالوں والے ہی روز حشر مفلس ہوں گے۔ ہاں لیکن جس نے مال کو اسی طرح اور اسی طرح اپنے دائیں اور بائیں اور پیچھے تقسیم کیا۔ اور یہ تھوڑے ہیں' پھر فرمایا تو یہاں ٹھہر حتیٰ کہ میں تیرے پاس آؤں اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ پھر آپ رات کی تاریکی میں چلتے رہے پھر میں نے ایک بلند آواز سنی میں ڈرا کہ کوئی نبی کریم ﷺ کے درپے نہ ہو گیا ہو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے پاس آ پہنچوں پھر مجھے یاد آ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: میرے آنے تک اس جگہ سے نہیں ہٹنا۔ چنانچہ میں آپ کے آنے تک وہیں ٹھہرا رہا۔ میں نے عرض کیا: میں نے ایک آواز سنی اور میں ڈر گیا پھر میں نے ساری بات آپ سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا: تو

نے وہ آواز سنی میں نے عرض کیا: جی ہاں فرمایا وہ جبرائیل تھے۔ میرے پاس آئے تھے کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی شرک میں گرفتار ہوئے بغیر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا' میں نے عرض کیا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو چوری کی ہو فرمایا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا ج۴ص۹۲ رقم: ۶۴۴۴ صحیح مسلم باب الترغیب فی الصدقۃ ج۲ص۵۰، رقم: ۲۳۵۱ مسند البزار مسند ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ ج۱ص۴۱۲ رقم: ۴۰۷۵ صحیح ابن حبان باب فرض الایمان ج۱ص۳۴۳ رقم: ۱۷۰ مسند امام احمد بن حنبل حدیث المشائخ عن ابی بن کعب ج۸ص۱۰۵، رقم: ۲۱۳۶۹)

شرح حدیث: امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب عُیُوْنُ الْحِکَایَات میں لکھتے ہیں:

کنجوسی کا انجام

حضرت سیدنا یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے بہت زیادہ مال ومتاع جمع کیا ہوا تھا، اور اس کی اولاد بھی کافی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اسے میسر تھیں، کثیر مال ہونے کے باوجود وہ انتہائی کنجوس تھا۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرتا، ہر وقت اسی کوشش میں رہتا کہ کسی طرح میری دولت میں اضافہ ہو جائے۔ جب وہ بہت زیادہ مال جمع کر چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اب تو میں خوب عیش وعشرت کی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش وعشرت سے رہنے لگا۔

بہت سے خُدّام ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر رہتے، الغرض! وہ ان دنیاوی آسائشوں میں ایسا مگن ہوا کہ اپنی موت کو بالکل بھول گیا۔ ایک دن ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک فقیر کی صورت میں اس کے گھر آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ غلام فوراً دروازے کی طرف دوڑے، اور جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک فقیر کو پایا، اُس سے پوچھا: تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ، اپنے مالک کو باہر بھیجو مجھے اُسی سے کام ہے۔ خادموں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: وہ تو تیرے ہی جیسے کسی فقیر کی مدد کرنے باہر گئے ہیں۔ حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، غلام باہر آئے تو ان سے کہا: جاؤ، اور اپنے آقا سے کہو: میں ملک الموت علیہ السلام ہوں۔

جب اس مالدار شخص نے یہ بات سنی تو بہت خوف زدہ ہوا اور اپنے غلاموں سے کہا: جاؤ، اور ان سے بہت نرمی سے

گفتگو کرو۔ خدام باہر آئے اور حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ ہمارے آقا کے بدلے کسی اور کی روح قبض کرلیں اور اسے چھوڑ دیں، اللہ عزوجل آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، اور اس مالدار شخص سے کہا: تجھے جو وصیت کرنی ہے کرلے، میں تیری روح قبض کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

یہ سن کر سب گھر والے چیخ اُٹھے، اور رونا دھونا شروع کردیا، اس شخص نے اپنے گھر والوں اور غلاموں سے کہا: سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اور تابوت کھول دو، اور میری تمام دولت میرے سامنے لے آؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی، اور سارا خزانہ اس کے قدموں میں ڈھیر کردیا گیا۔ وہ شخص سونے چاندی کے ڈھیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ذلیل وبد ترین مال! تجھ پر لعنت ہو، تو نے ہی مجھے پروردگار عزوجل کے ذکر سے غافل رکھا، تو نے ہی مجھے آخرت کی تیاری سے روکے رکھا۔

یہ سن کر وہ مال اس سے کہنے لگا: تو مجھے ملامت نہ کر، کیا تو وہی نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں حقیر تھا؟ میں نے تیری عزت بڑھائی۔ میری ہی وجہ سے تیری رسائی بادشاہوں کے دربار تک ہوئی ورنہ غریب ونیک لوگ تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے، میری ہی وجہ سے تیرا نکاح شہزادیوں اور امیر زادیوں سے ہوا۔ ورنہ غریب لوگ ان سے کہاں شادی کرسکتے ہیں۔ اب یہ تو تیری بدبختی ہے کہ تو نے مجھے شیطانی کاموں میں خرچ کیا۔ اگر تو مجھے اللہ عزوجل کے کاموں میں خرچ کرتا تو یہ ذلت ورسوائی تیرا مقدر نہ بنتی۔ کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کاموں میں خرچ نہ کر؟ آج کے دن میں نہیں بلکہ تو زیادہ ملامت ولعنت کا مستحق ہے۔

ابن آدم! بے شک میں اور تُو دونوں ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نیکی کی راہ پر گامزن ہیں اور بہت سے گناہوں میں مستغرق ہیں۔ (امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:) گویا مال ہر شخص سے اسی طرح کہتا ہے، لہٰذا مال کی برائیوں سے بچ کر رہو اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرو۔ (عُیُونُ الحِکَایَات صفحہ ۴۷)

(469) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِيْ اَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَيْءٌ اَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو میں یوں خوش ہوتا کہ تین دن گزرنے سے پہلے ختم ہو جائے میرے پاس کچھ نہ بچے سوائے اس کے کہ میں قرض کی ادائیگی کے لیے (اس میں سے) کسی چیز کو روک لوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اداء الدین وقول اللہ "ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات" ج۲ص۱۱۶، رقم:

۲۲۸۸صحیح مسلم، باب تغلیظ عقوبة من لا یؤدی الزکاة، ج۲ص۵۰، رقم: ۲۲۲۹مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۳۰۵، رقم: ۸۰۵۵السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی جواز الاستقراض وحسن النیۃ، ج۵ص۳۵۴، رقم: ۱۱۲۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کرسکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو۔ حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کردیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لیے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضور داتا کے خصوصی کرم کا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۸۵)

فقر کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے استفسار فرمایا: لوگوں میں سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: وہ مال دار شخص جو اپنی جان اور مال میں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا حق ادا کرتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اچھا ہے لیکن یہ شخص مراد نہیں، صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم! پھر لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے اچھا ہے؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ فقیر جس کو اس کی جدوجہد عطا کی گئی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۶۶۔ عبداللہ بن دینار، ج۵، ص۳۹۳)

مشہور حدیثِ پاک ہے، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

تَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔

ترجمہ: میری اُمّت کے فقراء مالدار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون ...... الخ، الحدیث ۲۳۵۱، ص۱۸۸۸، بتغیر قلیل)

مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو مٹی پر سویا ہوا تھا اور اس کے سر کے نیچے اینٹ تھی، اس کا چہرہ اور داڑھی گرد آلود ہوچکی تھی اور اس نے ایک تہبند باندھ رکھا تھا تو آپ علیہ السلام نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہوگیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے عیسیٰ (علیہ السلام)! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے پر مکمل طور پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں تو اس سے تمام دنیا سمیٹ لیتا ہوں۔

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: بے شک مجھے دو چیزیں پسند ہیں، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا، اس نے مجھ سے بُغض رکھا، ایک فقر اور دوسرا جہاد۔

ایک روایت میں ہے، حضرت سَیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور استفسار فرماتا ہے: کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ میں ان پہاڑوں کو آپ کے لئے سونا بنادوں اور آپ جہاں بھی ہوں یہ آپ کے ساتھ رہیں؟ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کچھ دیر سرِ اقدس جھکائے رکھا پھر فرمایا: اے جبریل! دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے جو عقلمند نہ ہو۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو قولِ ثابت پر قائم رکھے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۴۴۲۳، ج۹، ص ۳۴۳۔۳۴۴)

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما قالوا فی البکاء من خشیۃ اللہ، الحدیث ۱۸۶، ج۸، ص ۳۲۱)

(470) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہیں اور ان کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہیں یہ طریقہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی نعمتیں جو تم پر ہیں ان کو حقیر اور معمولی نہ جانو گے۔ (متفق علیہ) یہ مسلم کے لفظ ہیں اور بخاری کی روایت یوں ہے۔ جب تم میں سے کوئی اس کو دیکھے جو مال اور خلقت میں تم سے بڑھ کر ہو تو تم اس کی طرف دیکھو جو مال اور خلقت میں تم سے کم ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ینظر الی من هو اسفل منه ولا ینظر الی من هو فوقه، ج۸ص ۱۰۲، رقم: ۶۴۹۰، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج۸ص ۲۱۳، رقم: ۷۶۱۹، سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص ۱۳۸۷، رقم: ۴۱۴۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه ابراهیم، ج۳ص ۲۲، رقم: ۲۴۴۳، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص ۲۹۰، رقم: ۶۱۳)

شرح حدیث: یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

حضرت سیدنا ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ہقل بن زیاد اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دورانِ وعظ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اللہ عزوجل کی ان نعمتوں کا بہت شکر ادا کرو جن کی وجہ سے تم اللہ عزوجل کی بھڑکائی ہوئی اس آگ سے دور کر دیئے گئے جو دلوں تک چڑھ جاتی ہے۔ تم ایسے گھر میں ہو جس میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرنا ہے اور تم

بہت ہی قلیل عرصہ کے لئے ان لوگوں کے نائب بن کر آئے ہو جن کی عمریں تم سے زیادہ تھیں، ان کے جسم تم سے زیادہ لمبے تھے، انہوں نے پہاڑوں کو کھود کر پھاڑ ڈالا اور چٹانیں توڑ ڈالیں۔ وہ ایسے جنگجو اور بہادر تھے کہ شہروں میں پہنچ کر شدید حملہ کرتے، ان کے اجسام ستونوں کی مانند تھے۔ انہوں نے اس فانی دنیا میں بہت کم وقت گزارا۔ گردشِ ایام نے ان کی طویل عمریں گھٹا دیں، ان کے نشانات مٹا دیئے، ان کے گھروں کو ویران کر دیا اور ان کے ذکر کو بھلا دیا۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، جو لوگ بہت گرجدار آواز میں باتیں کرتے تھے مرنے کے بعد کبھی ان کی دھیمی سی آواز بھی سنائی نہ دی۔

وہ فضول امیدوں میں پڑے عیش وعشرت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہوں نے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی اور غفلت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے۔ پھر اچانک رات کے وقت ان پر اللہ عزوجل کا عذاب نازل ہوا تو ان میں سے اکثر اپنے گھروں میں سوئے ہی رہ گئے (یعنی موت کے منہ میں اُتر گئے)۔ اور جو باقی رہ گئے تھے وہ عذاب کے آثار ونشانات، زوالِ نعمت، اور تباہ وبرباد گھروں کو دیکھنے لگے۔ ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے عبرت ونشانیاں ہیں جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

ان کے بعد تمہاری عمریں کم ہوگئیں ہیں۔ دنیا فنا کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اب ہر طرف برائیوں کا دور دورہ ہے۔ عفو ودرگزر پیٹھ پھیر گیا، خیر خواہی اور نرمی رخصت ہوگئی۔ اب عبرتناک ہولناکیاں، مختلف قسم کی سزائیں، فتنہ وفساد، لغزشوں کی بھرمار اور گزرے ہوئے ان لوگوں کی بری باتیں باقی رہ گئیں جن کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوا۔ اے لوگو! تم ان غافلوں کی طرح نہ ہو جانا جنہیں طویل عمری کی جھوٹی امیدوں نے دھوکے میں ڈالے رکھا۔

(471) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالْقَطِيْفَةِ، وَالْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دینار کا بندہ ہلاک ہوا' اور درہم کا بندہ' اور چادر اور شال کا بندہ کہ اگر وہ مل جائے' تو خوش ورنہ ناراض ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ، ج۲ص۳۴ رقم: ۲۸۸۶ صحیح ابن حبان، باب جمع المال من حله، ج۸ص۱۲، رقم: ۳۲۱۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۸ سنن ابن ماجہ، باب فی المکثرین، ج۲ص۱۳۸۵، رقم: ۴۱۳۵ مسند البزار، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۱۱، رقم: ۸۱۲۰)

شرح حدیث: دنیا سے محبت کا انجام

حضرت سیدنا عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام ایک بستی پر سے گزرے تو اس کے تمام باشندوں کو گلیوں میں منہ کے بل گرے ہوئے مردہ حالت میں پایا۔ آپ علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا: اے حواریو! یہ لوگ اللہ عزوجل کے عذاب اور غضب میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ تو حواریوں نے عرض کی: اے روح اللہ! علیہ السلام ہم ان کا واقعہ جاننا چاہتے ہیں۔

حضرتِ سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں جاننے کے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: جب رات کا وقت ہو تو بستی والوں کو آواز دینا یہ تمہیں جواب دیں گے۔ پھر جب رات ہوئی تو حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام ایک ٹیلے پر تشریف لائے اور بستی والوں کو پکارا تو ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا لَبَّیْكَ یَا رُوْحَ اللّٰہِ۔

تو حضرتِ سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارا واقعہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: اے روح اللہ علیہ السلام! رات کو ہم چین سے سوئے تھے اور صبح کو ہلاکت میں مبتلاء ہو گئے۔ پوچھا: ایسا کیونکر ہوا؟ عرض کی: دنیا کی محبت اور بدکارو ں کی پیروی کی وجہ سے۔ حضرتِ سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: دنیا سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ عرض کی: جیسی ایک بچے کو اپنی ماں سے ہوتی ہے جب وہ ہمارے پاس آتی تو ہم خوش ہوتے اور جب ہم سے جدا ہوتی تو ہم غمگین ہوتے اور رونے لگتے۔

پھر حضرتِ سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے فلاں! تمہارے ساتھیوں کو کیا ہوا وہ کیوں نہیں جواب دیتے؟ عرض کی: ان کے جبڑوں میں بہت طاقتور فرشتوں نے آگ کی لگامیں ڈال رکھی ہیں۔ فرمایا: تُو ان میں سے کیسے جواب دے رہا ہے؟ عرض کی: میں ان کے ساتھ تو ہوں مگر حقیقت میں ان میں سے نہیں، جب ان پر عذاب آیا تو ان کے ساتھ ساتھ میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گیا میں اس وقت جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سے نجات ملے گی یا میں جہنم میں دھکیل دیا جاؤں گا۔ والعیاذ باللہ (حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، رقم ۴۷۶۲، ج ۴، ص ۶۴۔ بتصرف)

(472) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ: اِمَّا اِزَارٌ، وَّاِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ میں ستر آدمیوں کو اس حال میں دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی چادر نہ تھی ہر ایک کے پاس یا تہبند ہے یا اوپر لپیٹنے کی چادر جو انہوں نے گردن میں باندھی ہوتی پس کچھ کا تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا اور کچھ کی چادر ٹخنوں تک جا پہنچتی، تو وہ اس کو ہاتھ سے اکٹھا رکھتا تا کہ اس کی بے پردگی نہ ہو جائے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نوم المرأۃ فی المسجد، ج۱ص۹۶، رقم: ۴۴۲، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب من جمع ثوبه بيده كراهية ان تبدوا عورته، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۳۳۲۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه علیه من الفقر، ج۴ص۷۰۱، رقم: ۲۸۱۲)

شرح حدیث: سخت تنگدستی کے باوجود بہت صابر

اہلِ صفہ محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ہجرت کرنے والے وہ مہاجر فقراء تھے جو مسجدِ نبوی شریف کے چبوترے میں رہائش پذیر تھے، ہر مہاجر آکر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت تنگدستی کے باوجود بہت صابر تھے، مگر انہیں اللہ عزوجل کے اپنے اولیاء کے لئے تیار کردہ انعامات کے مشاہدے نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں سے اغیار کے ہر تعلق کو مٹا دیا تھا اور انہیں نیکیوں میں سبقت اور فضیلت والے احوال ومقامات کی راہ دکھادی تھی، اسی وجہ سے یہ حضرات اس بات کے حقدار ہو گئے کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے در سے دور نہ کرے اور اپنے محبوب بندوں کے سامنے ان کی مدح کا اعلان کرے کیونکہ مساجد ان کا ٹھکانا، اللہ عزوجل ان کا مطلوب اور مولیٰ، بھوک ان کی غذا، رات میں جب لوگ سو جائیں تو شب بیداری کرنا ان کی ترکاری (یعنی سالن) اور فقر وفاقہ ان کا شعار اور غربت وحیا ان کی پونجی تھی، ان کا فقر وہ عام فقر نہ تھا جو اللہ عزوجل کا مطلق محتاج ہونا ہے کیونکہ یہ تو ہر مخلوق کی صفت ہے اور اللہ عزوجل کے اس فرمان میں بھی یہی فقر مراد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج۔ (پ22، فاطر:15)

بلکہ ان کا فقر وہ خاص فقر تھا جو اولیاء اللہ اور مقربینِ بارگاہِ ایز دی کا شعار ہے اور وہ یہ ہے کہ دل کا غیر کے تعلق سے خالی ہونا اور تمام حرکات وسکنات میں اللہ عزوجل کے مشاہدے سے نفع اٹھانا، اللہ عزوجل ہمیں ان کی محبت کے حقائق سے سرفراز فرما کر ان کے گروہ میں اٹھائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم!

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ صفحہ ۳۷۰)

(473) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا ایماندار کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۴ص۲۲۱۰ رقم: ۷۶۰۶، سنن ابن ماجہ، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۸ رقم: ۴۱۱۳، سنن ترمذی، باب ما جاء ان الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، ج۴ص۱۵۶۲ رقم: ۲۳۰۲، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج۲ص۳۶۲ رقم: ۶۸۷، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۲۳ رقم: ۸۲۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤمن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لیے آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ

دل نہیں لگاتا۔جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے اور کافر خواہ کتنے ہی تکالیف میں ہوں مگر آخرت کے عذاب کے مقابلہ اسکے لیے دنیا باغ اور جنت ہے وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے، لہذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مؤمن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔ایک روایت میں ہے کہ حضور انور نے فرمایا اے ابوذر! دنیا مؤمن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ، جنت اس کے رہنے کا مقام ہے اور دنیا کافر کے لیے جنت ہے، موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانا۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴)

دُنیا قید خانہ ہے

قاضی سہل محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔اچانک ایک حمام سلگانے والا، دھوئیں اور غبار کی کثافت سے میلا کچیلا یہودی حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ قاضی صاحب! مجھے اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اس فرمان کا مطلب سمجھا دیجئے کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔کیونکہ آپ مؤمن ہو کر اس عیش و آرام اور کر و فر کے ساتھ رہتے ہیں اور میں کافر ہو کر اتنا خستہ حال اور آلام و مصائب میں گرفتار ہوں۔قاضی سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برجستہ جواب دیا: آرام و آسائش کے باوجود یہ دُنیا میرے لئے جنت کی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں قید خانہ ہے، جبکہ تمام تر تکالیف کے باوجود یہ دُنیا تمہارے لئے دوزخ کے ہولناک عذاب کے مقابلے میں جنت ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الانعام، تحت الآیۃ ۳۲، ج ۳، ص ۲۳)

(474) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِيْ، فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ، اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے کندھے سے پکڑا اور فرمایا دنیا میں اس طرح وقت بسر کر جیسے تو مسافر یا راہگیر ہو۔اور حضرت ابن عمر ﷺ فرمایا کرتے تھے۔جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کیا کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت سے مرض کے لیے اور زندگی سے موت کے لیے کچھ حاصل کر۔(بخاری)

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فِيْهَا، وَلَا بِالْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلَا

علماء نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا اس کا معنیٰ ہے کہ دنیا کی طرف مائل نہ ہو اس کو وطن نہ بنا۔اپنے نفس سے اس دنیا میں عرصہ دراز تک رہنے کی باتیں نہ کر۔اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کر۔اس سے اتنا ہی تعلق

تَشْتَغِلُ فِيْهَا بِمَا لَا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ إِلَى أَهْلِهِ، وَبِاللهِ التَّوْفِيْقُ.

رکھو جتنا مسافر تعلق رکھتا ہے' جس کا ارادہ گھر والوں کی طرف جانے کا ہوتا ہے اور توفیق اللہ کی طرف سے ہی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانك غریب، ج۸ص۸۹، رقم: ۶۴۱۶ صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۷، رقم: ۶۹۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۱ص۲۲، رقم: ۴۷۶۴ مسند الشامیین، احادیث بن ثوبان عن الحسن بن الحر، ج۱ص۱۰۹، رقم: ۱۶۵ سنن الکبری للبیهقی، کتاب الجنائز، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۶۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب وزینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مؤمن کا روحانی وطن ہے۔

حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہوسکے اس میں نیکیاں کمالو، ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آگیا پھر بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہوچکی
یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۸۲۸)

کل صرف حساب ہوگا

یہ لمبی امیدیں تمہیں نیکی کے کام کرنے سے ہرگز غفلت میں نہ ڈالیں، ------ یہ دنیا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں، آخرت کی کھیتی ہے، ------ ہم پر لازم ہے کہ اپنی عمر بھلائی کے کاموں میں صَرف کریں کیونکہ ہر نئے دن، دنیا ہم سے دور ہوتی جاری رہی ہے اور آخرت ہمارے قریب آرہی ہے، ------ آج عمل کا موقع ہے اور کوئی حساب نہیں لیکن کل صرف حساب ہوگا اور کچھ عمل نہ کرسکیں گے۔

اللہ عزّوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا۔(پ4 ال عمران:185)

اے انسان! نیکی کے کاموں میں کوشش کر اور موت سے پہلے پہلے اپنی عمر سے فائدہ اٹھا۔۔۔۔۔۔۔۔ دنیا ایک محدود وقت ہے اس میں جتنے بھلائی کے کام تو کرنا چاہے کرسکتا ہے،۔۔۔۔۔۔۔ اور ایک وقت وہ ہے جو آنے والا ہے جس میں تجھے نہیں معلوم کہ قادر مطلق عزوجل تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمانے والا ہے۔۔۔؟ جو لمحہ گزر گیا تیرے اچھے یا برے عمل کو ساتھ لے گیا اب وہ قیامت تک واپس نہیں آئے گا۔ اے انسان! اپنی فراغت سے موقع اٹھا اور صحت سے فائدہ حاصل کر (یعنی زندگی کے ایسے لمحات کو غنیمت جان اور کچھ نیک اعمال کر لے)۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ دھوکے میں ہیں (ایک) صحت اور (دوسری) فراغت۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصحۃ والفراغ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۱۲، ص ۵۳۹)

(475) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دُلَّنِيْ عَلَى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ اَحَبَّنِيَ اللهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فَقَالَ: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ۔

حضرت ابو عباس سہل بن سعد ساعدی ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا کام بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ فرمایا: دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس کے لیے بے رغبت ہو جا لوگ تجھے سے محبت کریں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اسے اسانید حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ابن ماجہ)

تخریج حدیث: (سنن ابن ماجہ، باب الزھد فی الدنیا، ج۲ص۱۳۷۳، رقم: ۴۱۰۲، المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج۴ص۳۴۸، رقم: ۷۸۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سھل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۹۳، رقم: ۵۹۷۲، مسند الشھاب، باب ازھد فی الدنیا یحبک اللہ، ص۳۷۳، رقم: ۶۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے، محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے انتم شھداء اللہ فی الارض لہذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے دعا کی تھی کہ مولیٰ واجعل لی لسان صدق فی الاخرین آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرمالہذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔

دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں: محبت دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے۔ (مرقات) صوفیاء فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے۔ کسی صوفی نے کیا خواب کہا شعر

وما الزهد الا فی انقطاع الخلائق — وما الحق الا فی وجود الحقائق

وما الحب الاحب من کان قلبه — عن الخلق مشغولا برب الخلائق

نیز جو دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔

دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے۔ جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اسی سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔ شعر

آس بگذار بادشاہی کن — گردن بے طمع بلند بود

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۳)

سونا اور پتھر برابر

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اُسے دنیا ہی کی فکر ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے کام منتشر کر دیتا ہے اور اس کا سامان متفرق کر دیتا ہے، اس کی تنگدستی اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دُنیا تو اسی قدر آئے گی، جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کو آخرت کی فکر ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے کام درست فرما دیتا ہے، اس کے سامان کی حفاظت فرماتا اور اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ڈال دیتا ہے نیز اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آتی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب الھم بالدنیا، الحدیث ۴۱۰۵، ص ۲۷۲۶، بتغیر قلیل)

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ص ۲۷۲۶، بتغیر قلیل)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے:

إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يُحِبَّكَ اللهُ فَازْهَدْ فِي الدُّنْيَا۔

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم سے محبت کرے تو دنیا میں زُہد اختیار کرو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۲، ص۲۷۲۶، ملخصاً)

جب حضرت سَیِّدُنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں عرض کی: میں سچا مؤمن ہوں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے، پس میرے نزدیک اِس (دُنیا) کا سونا اور پتھر برابر ہیں، گویا میں جنّت اور دوزخ کے مابین ہوں اور گویا میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے پاس کھڑا ہوں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا، پس اس کو لازم پکڑنا (پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سَیِّدُنا حارثہ کے متعلق فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے نورِ ایمان سے منوّر کر دیا۔

(الزھد الکبیر للبیھقی، الحدیث ۹۷۳، ص۳۵۵، ملخصاً)

(476) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِيْ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهٖ بَطْنَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس دنیا کا ذکر کیا جو لوگوں کو ملی تھی، تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سارا دن خالی پیٹ رہتے (فقر اختیاری کی وجہ سے) عالم یہ ہوتا کہ پیٹ بھرنے کے لیے ردی قسم کی کھجور بھی نہ ملتی۔ (مسلم)

اَلدَّقَلُ بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ: رَدِيْءُ التَّمْرِ.

اَلدَّقَلُ: دال مہملہ اور قاف پر زبر ہے، ردی قسم کی کھجور کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۲۰، رقم: ۷۶۵۲، مسند ابویعلیٰ، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۱۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۵۰، رقم: ۳۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی خصوصاً عہد فاروقی عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو یا اعتراض۔ فرمایا کہ تم لوگوں نے دنیا کی فراوانی پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ چھوڑ دیا۔ (مرقات)

دقل کا لفظی ترجمہ گڈ ہے یعنی ایسے معمولی خرمے جس میں ہر قسم کے خرمے موجود ہیں انکا کوئی خاص نام نہ ہو بکھرے پھرتے ہوں یعنی اعلیٰ کھانوں اعلیٰ کھجوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ردی معمولی گڈ خرمے بھی افراط سے نہ پاتے

تھے، غالباً یہ ذکر ہے فتح خیبر سے پہلے کا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦، ص ٤٥)

مسکینی کی زندگی

حضرتِ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی اور مسکینی کی موت عطا فرما اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے زمرے میں اٹھانا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور بے شک سب بدبختوں میں سے بڑا بدبخت وہ ہے جس پر دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب جمع ہو جائے۔ (المستدرک، کتاب الرقائق، باب اشقی الاشقیاء... الخ، رقم ۷۹۸۱، ج ۵، ص ۴۵۹)

حضرتِ سیدنا عطاء بن ابو رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! تنگدستی تمہیں حرام طریقے سے رزق کمانے پر نہ ابھارے کیونکہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے،

اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِیْ فَقِيْرًا وَّلَا تَوَفَّنِیْ غَنِيًّا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ

ترجمہ: اے اللہ! مجھے حالتِ فقر میں موت دینا اور غنی بنا کر موت نہ دینا اور مجھے مساکین کے زمرے میں اٹھانا۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ

وَلَا تَحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْاَغْنِيَاءِ فَاِنَّ اَشْقَی الْاَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

ترجمہ: اور مجھے مالداروں کے گروہ میں نہ اٹھا کیونکہ سب سے بڑا بدبخت تو وہ شخص ہے جس پر دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب جمع ہو جائے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، الترہیب فی الفقر، رقم ۲۳، ج ۴، ص ٦۷)

(477) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ، فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور میرے گھر میں اتنی چیز بھی کوئی نہ تھی جسے کوئی جگر والا کھائے۔ صرف ایک طاق میں تھوڑے سے جو رکھے تھے۔ میں اس میں سے کھاتی رہی جب عرصہ دراز گزر چکا تو میں نے اس کو

تولا تو تب وہ جلد ہی ختم ہو گئے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُھَا: شَطْرُ شَعِیْرٍ اَیْ: شَیْءٌ مِّنْ شَعِیْرٍ، کَذَا فَسَّرَہُ التِّرْمِذِیُّ. شَطْرُ شَعِیْرٍ: یعنی کچھ جو یہ ترمذی نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ، ج۲ص۸۱، رقم: ۳۰۹۷، صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۴ص۲۱۸، رقم: ۲۹۷۳، السنن الکبری للبیہقی، باب ما امرہ اللہ تعالی بہ من اختیار الاخرۃ علی الاولی، ج۷ص۷۴، رقم: ۱۳۲۰۴، سنن ابن ماجہ، باب خبز الشعیر، ج۲ص۱۱۱۰، رقم: ۳۳۴۵، مصنف ابن ابی شیبۃ، کلام عائشہ رضی اللہ عنھا، ج۷ص۱۳۲، رقم: ۳۴۶۴۸)

شرحِ حدیث: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور خاندانِ سرکار کا فقرِ اختیاری

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا عزوجل نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔

(فردوس الاخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج۲، ص۴۵۸ بلفظ ما خلقت)

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنا دیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔ ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانۂ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان و تمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسائش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو در کنار، خشک کھجوریں اور جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش و عشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجا لاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف... الخ، ج ۴، ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نفسِ مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش وعشرت میں بسر فرماتے اور آسایش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا، ایسی حالت میں یہ بلاپسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہو کر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیش وعشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف ومصیبتوں سے عاقبت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز وغلام سے زیادہ کام دے، تُو رات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سو رہا کر۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح... الخ، الحدیث ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰)

ایک بار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجئے، مساکین کو عطا فرما دی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ! دنیا محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم،

قیصر و کسریٰ، خدا کے دشمن، ناز و نعمت میں بسر کریں اور خداعزوجل کا محبوب تکلیف و مصیبت میں؟ ارشاد ہوا: کیا تُو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تُو عقبٰی کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاة...الخ، الحدیث ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰)۔

(478) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِيْ جُوَيْرِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِيْنَارًا، وَّلَا دِرْهَمًا، وَّلَا عَبْدًا، وَّلَا أَمَةً، وَّلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا، وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ غلام نہ باندی نہ کچھ اور صرف ایک خچر سفید رنگ کا جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور اسلحہ اور کچھ زمین ان چیزوں کو آپ نے مسافروں کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوصایا وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ، ج ۱، ص ۲، رقم: ۲۷۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۹، ص ۱۳۶، رقم: ۲۵۰۹۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصدقات المحرمات، ج ۲، ص ۲۷۱، رقم: ۱۲۲۴۲، سنن نسائی، کتاب الاحباس، ج ۲، ص ۵۲۹، رقم: ۳۵۹۶، مسند الحمیدی، احادیث عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۱۳۲، رقم: ۲۷۱)

شرح حدیث: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترکہ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا...الخ، الحدیث: ۲۷۳۹، ج ۲، ص ۲۳۱)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا۔

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔ (۱) بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں قابل ذکر ہیں۔

زمین

بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء ومساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیئ۔۔۔الخ، باب فی فایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴ ملتقطاً ومدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج ۲، ص ۴۴۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہوجانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنادی کہ لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَۃٌ

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴، صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۷۱۱۔۳۷۱۲، ج ۲، ص ۵۳۷، ۵۳۸ وکتاب الفرائض، باب قول النبی لانورث۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۷۲۵۔۶۷۲۶، ج ۴، ص ۳۱۳ ملتقطاً)

ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں وقف ہوچکی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت ومصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصرار سے بنونضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنادیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہوگئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنونضیر کی جائیداد تقسیم کرکے آدھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دخواست کو نامنظور فرمادیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵)

لیکن خیبر اور فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عملدرآمد جاری کردیا جو حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج ۳، ص ۱۹۸)

سواری کے جانور

زرقانی علی المواہب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں سات گھوڑے، پانچ خچر، تین گدھے، دو اونٹنیاں تھیں۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب فی ذکر خیلہ۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۹۸۔ ۱۰۲، ۱۰۶۔ ۱۱۰ ملتقطاً)

لیکن اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ بوقت وفات ان میں سے کتنے جانور موجود تھے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جانور دوسروں کو عطا فرماتے رہتے تھے۔ کچھ نئے خریدتے کچھ ہدایا اور نذرانوں میں ملتے بھی رہے۔

بہر حال روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات اقدس کے وقت جو سواری کے جانور موجود تھے ان میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام "لحیف" تھا ایک سفید خچر تھا جس کا نام "دلدل" تھا یہ بہت ہی عمر دراز ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہا اتنا بوڑھا ہوگیا تھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے تھے اور آخر میں اندھا بھی ہوگیا تھا۔ ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنگ خوارج میں اس پر سوار ہوئے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، فی ذکر خیلہ ولقاحہ ودوابہ، ج ۵، ص ۱۰۰، ۱۰۶)

ایک عربی گدھا تھا جس کا نام "عفیر" تھا ایک اونٹنی تھی جس کا نام "عضباء" و "قصواء" تھا یہ وہی اونٹنی تھی جس کو بوقت ہجرت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا اس اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور اس کی پشت پر حجۃ الوداع میں آپ نے عرفات و منیٰ کا خطبہ پڑھا تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ہتھیار

چونکہ جہاد کی ضرورت ہر وقت درپیش رہتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسلحہ خانہ میں نو یا دس تلواریں، سات لوہے کی زرہیں، چھ کمانیں، ایک تیردان، ایک ڈھال، پانچ برچھیاں، دو مغفر، تین جبے، ایک سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا باقی سفید و زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے تھے اور ایک خیمہ بھی تھا۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، فی الالات حربہ۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۸۵، ۸۸۔ ۸۹، ۹۱۔ ۹۲ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب یازدہم، ج ۲، ص ۵۹۸، ۶۰۷ ملخصاً وملتقطاً)

ہتھیاروں میں تلواروں کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب تلواریں بیک وقت جمع تھیں یا مختلف اوقات میں آپ کے پاس رہیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب یازدہم، ج ۲، ص ۵۹۵)

ظروف ومختلف سامان

ظروف اور برتنوں میں کئی پیالے تھے ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا۔ ایک پیالہ لکڑی کا تھا جو پھٹ گیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے شگاف کو بند کرنے کیلئے ایک چاندی کی زنجیر سے اس کو جکڑ دیا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔الخ، الحدیث:۳۱۰۹، ج۲، ص۴۴۴)

چمڑے کا ایک ڈول، ایک پرانی مشک، ایک پتھر کا تغار، ایک بڑا سا پیالہ جس کا نام "السعہ" تھا، ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئینہ، قینچی اور مسواک رکھتے تھے، ایک کنگھی، ایک سرمہ دانی، ایک بہت بڑا پیالہ جس کا نام "الغراء" تھا، صاع اور مد دو ناپنے کے پیمانے۔

ان کے علاوہ ایک چارپائی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے۔ یہ چارپائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔ بچھونا اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، مقدس جوتیاں، یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسباب وسامانوں کی ایک فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تکمیل، ج۵، ص۹۴۔۹۶ ملخصاً)

تبرکاتِ نبوت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موئے مبارک، نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی الخ، الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۲، ص۳۴۳، ۳۴۴ ملخصاً و فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی الخ تحت الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۶، ص۱۷۳، ۱۷۴ ملتقطاً)

اسی طرح ایک موٹا کمبل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔الخ، الحدیث:۳۱۰۸، ج۲، ص۳۴۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تلوار جس کا نام "ذوالفقار" تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی ان کے بعد ان کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ یہ تلوار کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد ان کے فرزند وجانشین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو مشہور صحابی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کو کوئی

حاجت ہو یا میرے لائق کوئی کارخدمت ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں پھر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو تلوار (ذوالفقار) ہے کیا آپ وہ مجھے عنایت فرما سکتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یزید کی قوم آپ پر غالب آجائے اور یہ تبرک آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے اور اگر آپ نے اس مقدس تلوار کو مجھے عطا فرمادیا تو خدا کی قسم! جب تک میری ایک سانس باقی رہے گی ان لوگوں کی اس تلوار تک رسائی بھی نہیں ہوسکتی مگر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدس تلوار کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج۲، ص ۳۴۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور عصائے مبارک پر جانشین ہونے کی بنا پر خلفائے کرام حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق وحضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے دور خلافت میں قابض رہے مگر انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر کر ضائع ہوگئی۔ اس کنوئیں کا نام "بیراریس" ہے جس کو لوگ "بیر خاتم" بھی کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ، الحدیث: ۵۸۶۶، ج۴، ص ۶۸)

اسی قسم کے دوسرے اور بھی تبرکات نبویہ ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس محفوظ تھے جن کا تذکرہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں جا بجا متفرق طور پر مذکور ہے اور ان مقدس تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ ان کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

(479) وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا، مِنْهُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ، وَتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ، بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ، بَدَا رَاْسُهٗ، فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهٗ، وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ ۔ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول تھا تو ہمارا ثواب اللہ کی بارگاہ میں ثابت ہوگیا ہم میں سے کچھ تو وہ ہیں' جنہوں نے اپنے اجر میں کچھ نہ حاصل کیا اور فوت ہوگئے۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو اُحد کے دن شہید ہوئے اور ایک چادر چھوڑی جب اس کے ساتھ ہم ان کے پاؤں ڈھانپتے تو سر ان کا ننگا ہوجاتا اور سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہوجاتے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم ان کا سر چادر سے ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس کی قسم) ڈالیں اور کچھ ہم میں سے

وہ ہیں جس کا پھل پک کر تیار ہو چکا پس وہ اس کو چن رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

اَلنَّمِرَۃُ : کِسَاءٌ مُّلَوَّنٌ مِّنْ صُوْفٍ۔ وَقَوْلُہٗ: اَیْنَعَتْ اَیْ: نَضِجَتْ وَاَدْرَکَتْ۔ وَقَوْلُہٗ: یَھْدِبُھَا ھُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَکَسْرِھَا لُغَتَانِ: اَیْ:یَقْطُفُھَا وَیَجْتَنِیْھَا، وَھٰذِہٖ اِسْتِعَارَۃٌ لِّمَا فَتَحَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ مِّنَ الدُّنْیَا وَتَمَکَّنُوْا فِیْھَا۔

اَلنَّمِرَۃُ:اون کی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔ اَیْنَعَتْ:یعنی پھل پک گئے تیار ہو گئے۔ یَھْدِبُھَا:یا پر زبر دال پر پیش اور زیر دونوں طرح پڑھا گیا مطلب اس کو چننا ہے۔ یہ استعارہ ہے کہ جب اللہ نے ان کو دنیا کی فتح عطا فرمائی اور وہ اس پر قادر ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا لم یجد کفنا الامایواری راسہ او قدمیہ غطی راسہ، ج١،ص٧٧، رقم: ١٢٧٦صحیح مسلم، باب فی کفن المیت، ج٢ص٣٨، رقم: ٢٢٢٠المعجم الکبیر للطبرانی، باب الخاء، ج٤ص٦٩، رقم: ٣٦٦٢مسند الحمیدی، احادیث خباب بن الارت، ص٨٤، رقم: ١٥٥)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بفضلہٖ تعالٰی ہماری ہجرت قبول ہوئی کیونکہ خالص اللہ کے لیے ہماری ہجرت تھی اخلاص کے لیے اجر و ثواب لازم ہے۔

(ہمارا ثواب اللہ پر ہو گیا) یہاں اجر سے مراد دنیاوی نفع ہے جو مؤمن کے لیے ثواب عاجل یعنی نقد معاوضہ ہوتا ہے یعنی بعض مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے فتوحات غنیمتیں وغیرہ کچھ نہ دیکھیں اور شہید ہو گئے۔

حضرت مصعب ابن عمیر قرشی عبدری ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں، اسلام سے پہلے بڑے ناز و نعم میں پرورش پاتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ اولٰی کی بیعت کے بعد انہیں مدینہ منورہ تبلیغ کے لیے بھیج دیا تھا آپ لوگوں کے گھروں میں جا کر تبلیغ کرتے ہر دورہ میں ایک دو مسلمان کر لیتے تھے حتی کہ وہاں ایک جماعت مؤمن ہو گئی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ نے مدینہ منورہ میں جمعہ شروع کیا پھر اگلے سال ستر اہل مدینہ کو لے کر حج میں آئے اور دوسری بیعۃ عقبہ میں شریک ہوئے (مرقات) آپ کی شہادت غزوہ احد میں ہوئی۔

کفن تین طرح کا ہوتا ہے: کفن سنت، کفن کفایت، کفن ضرورت۔ حضرت مصعب ابن عمیر کو بعد شہادت کفن ضرورت بھی پورا نہ ملا یعنی ایک کپڑا جسم کا کچھ حصہ کپڑے سے ڈھانپا گیا کچھ حصہ گھاس سے، ایک بار حضرت مصعب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے نہایت ہی معمولی لباس میں بیٹھے تھے جس میں چمڑے کے پیوند تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا دیکھو یہ کس ناز و نعم میں پلے اور اب اسلام کی خاطر کس حالت میں ہیں۔ (مرقات)

یعنی ہم مہاجرین میں سے بعض وہ حضرات ہیں جنہوں نے اسلامی فتوحات دیکھیں، مال غنیمت حاصل کیے، آرام

پایا۔خیال رہے کہ ان فتوحات کے دیکھنے غنیمت پانے سے ان حضرات کا اُخروی ثواب کم نہیں ہوگیا۔

(مرأۃ المناجیح، ج۸،ص۳۴۶)

(480) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مکھی کے برابر بھی ہوتی' تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ ملتا۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی هوان الدنيا على الله عزوجل، ج۴ص۱۴۰، رقم: ۲۳۲۰، المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ج۶ص۴۳۰، رقم: ۷۸۴۷، مجمع الزوائد للهيثمي، باب هوان الدنيا على الله، ج۱۰ص۵۱۳، رقم: ۱۸۰۶۴، مسند البزار، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۱۵، رقم: ۸۱۶۸)

شرح حدیث: دُنیوی زندگی مصیبت ہے

حضرت سیدنا سعید حربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرمایا کرتے تھے: کچھ نوجوان ایسے ہیں کہ اپنی نوجوانی اور کم عمری کے باوجود اُدھیڑ عمر کے دکھائی دیتے ہیں، ان کی نظریں کبھی بھی حرام چیز کی طرف نہیں اٹھتیں، ان کے کان ہمیشہ حرام اور لہو ولعب کی باتیں سننے سے محفوظ رہتے ہیں، ان کے قدم حرام وباطل اشیاء کی طرف نہیں اٹھتے بلکہ بہت زیادہ بوجھل ہوجاتے ہیں، ان کے پیٹ میں کبھی بھی حرام اشیاء داخل نہیں ہوتیں۔ایسے لوگ اللہ عزوجل کو محبوب ہیں۔

آدھی رات کو وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور رکوع وسجود کرتے ہیں تو اللہ رب العزت عزوجل ان پر رحمت بھری نظر فرماتا ہے، ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ قرآن پاک پڑھتے وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ جب کبھی وہ ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں جس میں جنت کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس جنت کی محبت میں رونے لگتے ہیں اور جب ایسی آیت تلاوت کرتے ہیں جس میں جہنم کا تذکرہ ہو تو جہنم کے خوف سے چیخنے لگتے ہیں۔ایسا لگتا ہے جیسے وہ جہنم کی چنگھاڑ کو سن رہے ہیں اور آخرت بالکل ان کی نظروں کے سامنے ہے۔

یہ پاکیزہ نوجوان اتنی کثرت سے نماز پڑھتے ہیں کہ زمین ان کی پیشانیوں اور گھٹنوں کو کھا گئی ہے (یعنی کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کی نورانی پیشانیوں اور گھٹنوں پر داغ پڑ گئے ہیں اور گوشت خشک ہو چکا ہے)

شب بھر قیام کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے ان کے رنگ متغیر ہو گئے ہیں، یہ لوگ موت کی تیاری میں مشغول ہیں اور ان کی یہ تیاری کتنی عظیم ہے اور ان کی کوششیں کتنی عمدہ ہیں، ساری ساری رات رو کر گزار دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے نیند کو دور رکھتے ہیں، ان کا دن اس حالت میں گزرتا ہے کہ یہ روزہ رکھتے ہیں اور آخرت کی فکر میں غمگین رہتے

ہیں، انہیں ہر وقت غمِ آخرت لاحق رہتا ہے۔ جب کبھی ان کے سامنے دنیا کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کی دنیا سے بے رغبتی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا کی حقیقت کو جانتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے۔ پھر جب کبھی ان کے سامنے آخرت کا تذکرہ ہوتا ہے تو آخرت کی طرف انہیں مزید رغبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ دنیا ان کی نظروں میں بہت حقیر ہے اور یہ اس سے شدید نفرت کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک دُنیوی زندگی مصیبت ہے کیونکہ اس میں فتنے ہی فتنے ہیں اور راہِ خدا عزوجل میں شہید ہونا انہیں بہت زیادہ محبوب ہے کیونکہ انہیں اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ شہادت کے بعد راحت و آرام اور عیش و عشرت کی زندگی ہے۔ یہ کبھی بھی نہیں ہنستے، یہ اپنے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کر رہے ہیں کیونکہ انہیں آخرت کی ہولناکیوں کا اندازہ ہے۔

جہاد کا اعلان سن کر یہ فوراً اپنی سواریوں پر بیٹھتے ہیں، اور میدان کارزار کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں گویا پہلے ہی سے انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب صف بندی ہوتی ہے اور لشکر آپس میں ملتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ دشمنوں کی طرف سے نیزہ بازی شروع ہو گئی ہے، تیر برسنے لگے ہیں، تلواریں آپس میں ٹکرانے لگی ہیں، ہر طرف موت کی گرج سنائی دے رہی ہے اور لاشیں گر رہی ہیں تو یہ لوگ موت کی گرجتی ہوئی آواز سے نہیں ڈرتے بلکہ میدانِ کارزار میں بے دھڑک مردانہ وار کود پڑتے ہیں اور انہیں موت سے بالکل ڈر نہیں لگتا بلکہ انہیں تو اللہ عزوجل کے عذاب کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔

یہ بے خوف و خطر دشمن پر جھپٹ پڑتے ہیں اور لڑتے لڑتے ان میں سے بعض کے سر تن سے جدا ہو جاتے ہیں اور ان کے گھوڑے لشکروں میں گم ہو جاتے ہیں ان کی لاشوں کو گھوڑوں کے سُموں سے روندھ دیا جاتا ہے پھر جب جنگ ختم ہو جاتی ہے اور لشکر واپس چلے جاتے ہیں تو ان میں سے جن کی لاشیں میدانِ جنگ میں باقی رہ جاتی ہیں ان پر درندے اور آسمانی پرندے ٹوٹ پڑتے ہیں اور انہیں کھا جاتے ہیں یہ عظیم لوگ بالآخر اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہ لوگ خوش بخت اور کامیاب ہیں کیونکہ انہوں نے عظیم سعادت حاصل کر لی ہے اور جیسے ہی ان کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے فوراً ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ان کے جسم قبر میں پھٹنے اور گل سڑنے سے محفوظ ہیں پھر جب بروزِ قیامت یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو بہت زیادہ مسرور ہوں گے اور اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے میدان حشر کی طرف جائیں گے اور یہ اس حال میں وہاں پہنچیں گے کہ عذاب سے نجات پا چکے ہوں گے۔ انہیں حساب و کتاب کے سخت مرحلے سے بھی نہیں گزرنا پڑے گا اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

وہ جنت کتنی عظیم ہے جہاں ان عظیم لوگوں کی مہمان نوازی ہو گی اور وہ نعمتیں کیسی دائمی اور عظیم ہیں جن کی طرف انہوں نے سبقت کی۔

اب جنت میں ان پر نہ تو کوئی مصیبت نازل ہو گی، نہ ہی انہیں آفات و بلیّات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ جنت میں

امن وسکون کے ساتھ رہیں گے پھر ان کا نکاح حورعین سے کیا جائے گا (جو جنت کی سب سے حسین حوریں ہیں)، ان کی خدمت کے لئے ہر وقت خدام حاضر ہوں گے جو ان کے بلانے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ جائیں گے، وہاں کی نعمتیں ایسی دائمی نعمتیں ہیں کہ جو شخص ان کی معرفت حاصل کر لے وہ ہر وقت ان کی طلب میں لگا رہے۔

اے لوگو! اگر تم موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو گے اور اپنی اصلی منزل (جنت) کو یاد رکھو گے تو پھر کبھی بھی تمہیں نیک اعمال میں سستی نہ ہوگی اور نہ ہی تم دنیا کے دھوکے میں پڑو گے۔

کچھ نیکیاں کما لے جلد آخرت بنا لے — کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا

(اے میرے اللہ عزوجل! ہمیں بھی ان عظیم نوجوانوں جیسی صفات سے متصف فرما اور ان کے جذبہ عبادت و ریاضت میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرما، جس طرح ان کی نظروں میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اسی طرح ہمیں بھی دنیا سے بے رغبتی عطا فرما اور ہر وقت ہمیں اپنی یاد اور اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے جلووں میں گم رکھ۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں ایسا جذبہ عطا فرما دے کہ ہم ہر وقت اپنا مال اپنی جان اور اپنی تمام چیزیں تیرے نام پر قربان کرنے کے لئے تیار رہیں، ہمیں شہادت کی دولت عطا فرما اور کثرت عبادت کی توفیق دے۔ ہمارے تمام اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھ اور ہمیں جنت الفردوس میں ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پڑوس میں جگہ عطا فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) (عیون الحکایات صفحہ ۲۱۸)

(481) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْهَا، اِلَّا ذِکْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا وَّمُتَعَلِّمًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' خبردار یقینا دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے۔ صرف اللہ کا ذکر اور جو اس کے مطابق ہو اور عالم اور متعلم۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل، ج۴ص۱۵۶، رقم: ۲۳۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۳۲۲، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، باب ما جاء فی العلم، ج۱ص۹۰، رقم: ۲۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، ج۴ص۲۳۶، رقم: ۴۰۷۲، سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۷، رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو چیز اللہ ورسول سے غافل کردے وہ دنیا ہے یا جو اللہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا لباس، گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے یہ دنیا نہیں۔ اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لعنتی ہیں۔

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں۔ والاً بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہذا اس جملہ کے چار معنی ہیں: وہ حضرات انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کردیں یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے، یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے، یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے۔ (اشعہ) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں یہ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ہر سعادت کا سر ہے جیسے بدن کے لیے جان ضروری ہے ایسے ہی مؤمن کے لیے ذکر اللہ لازمی ہے۔ ذکر اللہ سے دنیا کا بقاء آسمان و زمین کا قیام ہے۔ (مرقات) جب ذاکرین فنا ہوجائیں گے تو قیامت آجاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۲)

ذکرُ اللہ عزوجل کے فضائل

حضرتِ سیدنا حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کی طرف پانچ باتوں کی وحی فرمائی اور ان پر خود عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو ان پر عمل کی ترغیب دلانے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمہیں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں اور ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسکے دشمن اس کی تلاش میں ہوں پھر وہ ایک قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے آپ کو اس میں چھپالے، اسی طرح بندہ ذکرُ اللہ عزوجل کے ذریعے ہی شیطان سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔

(المستدرک، کتاب الصوم، باب وان ربع الصوم ربع المسک، رقم ۱۵۷۴، ج ۲، ص ۵۱)

حضرتِ سیدتنا اُمِّ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ فرمایا، گناہوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سب سے افضل ہجرت ہے اور فرائض کی پابندی کیا کرو کیونکہ یہ سب سے افضل جہاد ہے اور ذکر اللہ عزوجل کی کثرت کیا کرو کیونکہ تم اللہ عزوجل کے پاس کثرتِ ذکر کے علاوہ کسی پسندیدہ چیز کے ساتھ حاضر نہیں ہوسکتے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۳۱۳، ج ۲۵، ص ۱۲۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے لئے ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل الذکر، رقم ۳۷۹۲، ج ۴، ص ۲۴۳)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، کیا میں تمہیں تمہارے اس عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہارے رب عزوجل کے نزدیک سب سے بہتر اور پاکیزہ ہے، تمہارے درجات میں سب سے اونچا اور تمہارے لئے سونا اور

چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، تمہارے لئے دشمنوں سے لڑنے اوران کی گردنیں کاٹنے یا اپنی گردن کٹوانے سے بہتر ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل کا ذکر۔

حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ عزوجل سے زیادہ اللہ تعالٰی کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۶، رقم ۳۳۸۸، ج۵، ص۲۴۶)

علم اور علماء کا ثواب

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحب جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، کہ اس علم کو قبض ہونے سے پہلے حاصل کرلو اور اس کے قبض ہونے سے مراد اس کا اٹھالیا جانا ہے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے شہادت اور بیچ کی انگلیاں ملا کر ارشاد فرمایا کہ عالم اور متعلم خیر میں حصہ دار ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، رقم ۲۲۸، ج۱، ص۱۵۰)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کے مجھے علم اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کرنے کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو بنجر زمین کے ایک اچھے ٹکڑے پر برسی، جس نے اسے قبول کیا اور اس پانی سے گھاس اگائی اور بہت سے درخت لگائے اور وہاں کچھ خشک زمینیں ایسی تھیں جنہوں نے پانی کو روک لیا اور اللہ تعالٰی نے اس کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچایا تو انہوں نے اسے پیا اور پلایا اور کاشت کاری کی اور یہی بارش جب زمین کے دوسرے ٹکڑے تک پہنچی جس کی سطح ہموار تھی جو نہ تو پانی روکتی تھی اور نہ ہی گھاس اگاتی تھی پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ عزوجل کا دین سیکھ کر دوسروں کو سکھایا اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالٰی نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس نے اسے نفع پہنچایا اور اس نے علم سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے علم کے ذریعے بالکل بھی بلندی حاصل نہ کی اور نہ ہی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ساتھ بھیجی گئی۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم ۷۹، ج۱، ص۴۶، بتغیر قلیل)

(482) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جائیدادیں نہ بناؤ کہ اس طرح تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الھم فی الدنیا وحبھا، ج۴ص۵۶۵، رقم: ۲۳۲۸، المستدرک للحاکم

كتاب الرقاق، ج۱ص۳۲۸، رقم: ۹۹۱۰، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۸۷، رقم: ۶۱۰، مسند ابی یعلی، مسند عبد الله بن مسعود، ج۹ص۱۲۶، رقم: ۵۲۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود، ج۱ص۳۷۷، رقم: ۳۵۷۹)

شرحِ حدیث: نصیحت آموز کلام

حضرتِ سیِّدُنا اَبُوْھَیْثَم خالد بن ابوصَقْر سَدُوْسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرتِ سیِّدُنا داؤد بن نصر طائی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا انتقال ہوا تو حضرتِ سیِّدُنا ابن سماک علیہ رحمۃ اللہ الرزاق تشریف لائے اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی قبر کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! بے شک دنیا سے بے رغبت رہنے والے دنیا میں بھی آرام وسکون سے رہتے ہیں اور کل بروزِ قیامت ان پر حساب وکتاب بھی آسان ہوگا۔ اور دنیا میں رغبت کرنے والے دنیادار لوگ یہاں بھی تھکن سے چُور چُور ہیں اور کل قیامت میں ان پر حساب وکتاب بھی سخت ہوگا۔ دنیا سے بے رغبتی دنیا اور آخرت میں راحت وسکون کا باعث اور اس میں رغبت کرنا دنیا وآخرت میں تھکاوٹ اور پریشانی کا باعث ہے۔

پھر کہنے لگے: اے ابوسلمان! اللہ تبارک وتعالٰی تجھ پر رحم فرمائے، تیرا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ تُو نے اپنے نفس پر صبر کو لازم کر لیا، یہاں تک کہ نفس تیرا تابع ہو گیا۔ تو نے نفس کو بھوکا و پیاسا رکھا اگر تو چاہتا تو اسے کھلا پلا سکتا تھا۔ تو نے اپنا کھانا انتہائی سادہ رکھا اگر تو چاہتا تو عمدہ کھانا کھا سکتا تھا۔ تو نے کُھردرا لباس پہنا اگر چاہتا تو نرم لباس پہن سکتا تھا۔

اے ابوسلمان! تو نے نہ تو ٹھنڈا پانی طلب کیا۔ نہ ہی کبھی نرم وعمدہ لباس اور عمدہ کھانے کی خواہش کی۔ تو نے یہ تمام چیزیں آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیں۔ میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ تو اپنی طلب میں کامیاب ہو گیا۔ جو تو نے چاہا تجھے مل گیا۔ ایسا کون ہے جس نے تیرے جیسا عزم کیا اور تیری طرح صبر کیا؟ تو نے احادیثِ مبارکہ سنیں اور لوگوں کو حدیث بیان کرتا ہوا چھوڑ آیا۔ تو نے دِین کی سمجھ بوجھ حاصل کی اور لوگوں کو فتویٰ دیتا ہوا چھوڑ آیا۔ حرص وطمع تجھے تیرے راستے سے نہ بہکا سکے۔ نہ تو تُو نے لوگوں کے کاروبار میں دلچسپی لی، نہ اچھے لوگوں سے حسد کیا، نہ عمدہ لوگوں کو عیب لگایا اور نہ ہی بادشاہوں اور دوستوں کے تحائف وغیرہ قبول کئے۔ تو نے اپنے آپ کو اپنے گھر میں قید رکھا، نہ کوئی تجھ سے گفتگو کرنے والا تھا اور نہ ہی تیرے لئے کوئی نیا واقعہ رونما ہوا۔ تیرے گھر کے دروازے پر پردہ تک نہ تھا، نہ تو تیرے پاس پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے مٹکا تھا نہ ہی رات کا کھانا ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی بڑا پیالہ تھا۔ اگر تو اپنے جنازہ میں شرکت کرنے والوں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو دیکھ لیتا تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے تیری کتنی تعظیم وتوقیر کی۔ تُو نے ہمیشہ زُہد کی چادر اوڑھے رکھی۔

اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص بھی دنیا میں رہنے کی رغبت نہ کرے مگر اس جیسے لوگوں سے محبت کرے۔ یقیناً بڑا فرمانبردار وہ ہے جو حقیقی زاہد اور امورِ آخرت کے لئے خوب کوشش کرنے والا ہو۔ پاکی ہے اس پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کے لئے جو فرمانبرداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کے عمل کو بھولتا ہے۔ میرا پروردگار عَزَّ وَجَلَّ بڑی عظمتوں والا

ہے۔اتنا کہنے کے بعد ابن سماک علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق لوگوں کے ہمراہ قبرستان سے واپس چلے آئے۔

(عیون الحکایات صفحہ ۵۰۔۵۱)

(483) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا. فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْنَا: قَدْ وَهٰى، فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ. فَقَالَ: مَا اَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ . رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم اپنے جھونپڑے کو درست کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ہم نے عرض کیا: یہ کمزور ہو گیا۔ہم اس کو درست کرتے ہیں۔فرمایا: میں تو معاملہ (موت) کو اس سے زیادہ قریب دیکھتا ہوں۔اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے امام بخاری اور امام مسلم کی سند سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج حدیث:(سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی البناء، ج۴ص۵۲۹، رقم:۵۲۳۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی قصر الامل، ج۴ص۵۶۸، رقم: ۲۳۳۵، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۲۶۳، رقم: ۲۹۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۶۵۰۲، مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۲۳۳۶)

شرح حدیث: اعمالِ آخرت میں سُستی نہ کرو

مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اس لئے عبادات کو جلد ادا کرنے کے معاملہ میں حریص ہوتا ہے،۔۔۔۔۔۔کوتاہی کو ترک کر دیتا ہے،۔۔۔۔۔۔پہلی فرصت میں طاعات وعبادات بجا لاتا ہے،۔۔۔۔۔۔اور مکمل اہتمام کے ساتھ ادا کرتا ہے،۔۔۔۔۔۔اور یہ کہ حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے کی بہت سی مثالیں قائم کی اور بیان فرمائی ہیں۔چنانچہ،

حضرت سیدنا عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے حجرے میں تشریف لے گئے۔لوگ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اس جلدی کو دیکھ کر گھبرا گئے، پھر نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے پاس تشریف لائے تو لوگوں کو اس عجلت سے متعجب دیکھ کر ارشاد فرمایا: مجھے کچھ سونا یاد آگیا جو ہمارے گھر میں تھا میں نے یہ ناپسند کیا وہ مجھے (یادِالٰہی عزوجل سے) روکے تو میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۸۵۱، ص ۶۷)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، سعادت کی علامت

وہ مسلمان جسے حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اطاعت کی توفیق مل جائے وہ یقیناً سعادت مند ہے کہ ایسا شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے، چنانچہ،

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کر دے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے نیک عمل کرے اور عاجز ولاچار وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل پر لمبی امیدیں رکھے۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۴۶، ج ۷، ص ۳۵۰)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت، مالک جنت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: سب سے زیادہ عقلمند ودانا وہ مومن ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لئے احسن طریقے پر تیاری کرے، یہی (حقیقی) دانا لوگ ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۵۴۹، ص ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضور نبی اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے)۔ (المرجع السابق، الحدیث ۱۰۵۶۴، ص ۳۵۵)

(484) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ اُمَّتِي: الْمَالُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت کعب بن عیاض ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر امت کے لیے کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ میری امت کے لیے فتنہ مال ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان فتنة هذه الامة فی المال، ج۴ص۱۶۹، رقم: ۲۳۴۳، الاحادوالمثانی، من اسمه کعب بن عیاض رضی الله عنه، ج۳ص۳۶۲، رقم: ۱۶۱۱، المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج۵ص۴۴۳، رقم: ۷۸۹۶، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه بکر، ج۲ص۳۲۵، رقم: ۳۲۹۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن عیاض رضی الله عنه، ج۶ص۱۶۰، رقم: ۱۷۵۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گزشتہ امتوں کی آزمائشیں مختلف چیزوں سے ہوئیں، میری امت کی سخت آزمائش مال سے ہوگی، رب تعالیٰ مال دے کر آزمائے گا کہ یہ لوگ اب میرے رہتے ہیں یا نہیں، اکثر لوگ اس امتحان میں ناکام ہوں گے کہ مال پاکر غافل ہوجائیں گے۔اس کا تجربہ برابر ہورہا ہے، اکثر قتل غارت غفلت مال کی وجہ سے ہوتا ہے، ستر فیصدی گناہ مال کی بنا پر ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۴۰)

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر ہُذَلی علیہ رحمۃ اللہ الولی کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم حضرتِ سیِّدُنا حسن بَصَری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس حاضر تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے ابوسعید علیہ رحمۃ اللہ المجید! ابھی کچھ دیر قبل ہم عبداللہ بن اَہْتَم کے پاس گئے، اس کا آخری وقت تھا۔ہم نے پوچھا: اے اَبُومَعْمَر! اپنے آپ کو کیسا محسوس کررہے ہو؟ کہا: بخدا! میں اپنے آپ کو بہت مصیبت زدہ محسوس کررہا ہوں اور میرا گمان ہے کہ شاید! اب زندہ نہ بچ سکوں، اچھا! یہ بتاؤ کہ ان ایک لاکھ دراہم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو میں نے جمع کررکھے ہیں؟ نہ تو ان کی زکوۃ ادا کی گئی اور نہ ہی کسی قریبی رشتہ دار پر خرچ کئے گئے۔ہم نے کہا: اے ابومَعْمَر! تم نے یہ درہم کیوں جمع کئے تھے؟ کہا: گردشِ ایام، اہل وعیال کی کثرت اور بادشاہ کی طرف سے جفاکشی کے خوف سے جمع کررکھے تھے۔اس شخص کی یہ بات سن کر حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی نے فرمایا: اس غمزدہ پریشان شخص کو دیکھو جس کے پاس سے یہ آرہا ہے۔درا صل اس مرنے والے کے پاس شیطان آیا اور اسے بادشاہ کی طرف سے جفاکشی، اہل وعیال کی کثرت اور گردشِ ایام کا خوف دلایا اور خوف بھی اس چیز کے بارے میں کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمادی ہے اور اس دنیا میں اُس کی مدتِ حیات بھی مقرر فرمادی ہے۔بخدا! وہ شخص اس دنیا سے اس حال میں جائے گا کہ غمگین، مصیبت زدہ، ملامت کیا ہوا اور پریشان حال ہوگا۔

توجہ سے سن! تو اس دنیا سے ہرگز دھوکا نہ کھانا جس طرح کہ تیرا مرنے والا دوست دھوکا کھاچکا۔تیرے پاس حلال مال پہنچا ہے، مال کے فتنے سے بچتے رہنا ایسا نہ ہو کہ یہ تیرے لئے وبالِ جان بن جائے۔ یاد رکھ! جو شخص مال جمع کرنے میں لگا رہے اور کنجوسی سے کام لے، دن رات مال جمع کرنے کی تدبیر میں مصیبت بھرے سفر اور ہر طرح کا دکھ برداشت کرے پھر مال کو سنبھال کر گن گن کر رکھے، نہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے، نہ کسی رشتہ دار پر خرچ کرے تو وہ شخص حسرت زدوں

میں ہوگا۔ اور سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ کل بروزِ قیامت جب اعمال کا وزن کیا جارہا ہو تو وہ اپنے مال کو دوسرے کے ترازو میں دیکھے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا معاملہ کب ہوتا ہے؟ سنو! یہ سب وبال اس طرح ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ ربُّ العزت جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے خزانوں میں سے مال دیا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن انسان کنجوسی و بخل سے کام لیتا اور مال جمع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت اُچک لیتی ہے اور اس کا سارا مال وارث لے جاتے ہیں، اس طرح وہ اپنے مال کو غیر کے ترازو میں دیکھتا ہے یا اسے ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ سنبھلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور توبہ کی دولت بھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور وہ حسرت زدہ توبہ جیسی دولت سے بھی محروم رہتا ہے۔ (عیون الحکایات صفحہ ۳۷۱)

(485) وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو، وَيُقَالُ: اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَيُقَالُ: اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَّسْكُنُهٗ، وَثَوْبٌ يُّوَارِیْ عَوْرَتَهٗ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ. قَالَ التِّرْمِذِیُّ: سَمِعْتُ اَبَا دَاوٗدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَالِمٍ الْبَلْخِیَّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ: الْجِلْفُ: الْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهٗ اِدَامٌ، وقال غَيْرُهٗ: هُوَ غَلِيْظُ الْخُبْزِ. وَقَالَ الْهَرَوِیُّ: الْمُرَادُ بِهٖ هُنَا وِعَاءُ الْخُبْزِ، كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

حضرت ابو لیلیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے لیے صرف ان چیزوں کا حق ہے۔ ایک گھر جس میں رہائش پذیر ہو اور سترِ عورت کے لیے کپڑا۔ (بغیر سالن کے) خشک روٹی اور پانی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا میں نے ابوداؤد سلیمان بن سالم بلخی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نضر بن شمیل کو فرماتے سنا کہ (جلف) روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔ بعض نے بتایا کہ وہ موٹی روٹی ہے۔ ہروی کہتے ہیں یہاں روٹی کا برتن مراد ہے جیسے تھیلا اور خرجی اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، ج۴ص۱۵۷، رقم: ۲۳۴۱، جامع الاصول، الکتاب الثانی فی القناعة والعفة، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۲۱۴، مسند عبدابن حمید، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ص۳۶، رقم: ۴۶)

شرح حدیث: دنیا کی مذمت پر فرامین

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے وقت ارشاد فرمایا کرتے تھے: اپنی جوانی پر ناز اں خوبصورت چہروں والے کہاں گئے؟ ۔۔۔۔۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر تعمیر کئے اور ان کی حفاظت کے لئے اونچی اونچی دیواریں بنائیں؟ ۔۔۔۔۔ اور کدھر چلے گئے وہ لوگ جو جنگی معرکوں میں فتح اور غلبہ پاتے تھے؟ ۔۔۔۔۔ ان کے اجزاء بکھر گئے جب زمانے نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا اور وہ قبروں کی تاریکی میں چلے گئے (تو اے لوگو!) اپنی

جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ اور جلدی کرو۔

(۲) امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل نے تمہارے لئے دنیا کو پھیلا دیا ہے تو تم اس میں سے بقدر ضرورت ہی حصہ لینا۔

(۳) ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت وہ مرض الموت میں مبتلا تھے جب حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا سانس سینے میں اٹکا ہوا دیکھا تو اس کی مثال اس شعر سے بیان فرمائی:

أَمَاوِيُّ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى ۔۔۔ إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

ترجمہ: کیا سخی و بہادر شخص کو اس کا مال و دولت موت کے منہ میں جانے سے بچالے گا، اس دن کہ جب سانس حلق میں اٹک رہا ہوگا اور سینہ تنگ ہو جائے گا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخرت کے معاملے میں سستی کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہر کام میں آہستگی ہونی چاہیے سوائے آخرت کے معاملے میں۔

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے نہیں تھے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے، چنانچہ، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کی: اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ان کپڑوں کے بجائے زیادہ نرم و ملائم کپڑے پہنیں اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھائیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رزق وسیع کر دیا ہے اور آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں تجھے سرزنش کروں گا کیا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العُیوب عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم زندگی کی ٹھاٹھ باٹھ پسند نہیں فرماتے تھے؟

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادی کو بار بار یہی کہتے رہے حتی کہ انہیں رُلا دیا پھر اُن سے ارشاد فرمایا: میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اللہ عزوجل کی قسم! اگر مجھے توفیق ملی تو میں ان دونوں یعنی حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کٹھن زندگی اختیار کروں گا ہو سکتا ہے میں ان کی پسندیدہ زندگی پالوں۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُمیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً اللہ

عزوجل نے تمہیں دنیا اس لئے عطا فرمائی ہے کہ تم اس کے ذریعے آخرت کی تیاری کرو، اس لئے عطا نہیں فرمائی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ۔ ۔۔۔۔۔ کیونکہ دنیا تو فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی، ۔۔۔۔۔ تو کہیں فانی تمہیں اپنی طرف نہ کھینچ لے اور باقی رہنے والی سے غافل کر دے، ۔۔۔۔۔ تم فانی ہونے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو، ۔۔۔۔۔ یقیناً دنیا ختم ہو کر رہے گی، ۔۔۔۔۔ اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہی لوٹ کر جانا، ۔۔۔۔۔ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو کیونکہ خوفِ خدا عزوجل، عذاب کے آگے ڈھال اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف لمبی امیدوں، اور نفسانی خواہشات کی پیروی کا ہے، ۔۔۔۔۔ کیونکہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی حق سے جھٹکا دیتی ہے، ۔۔۔۔۔ خبردار! بے شک دنیا پیٹھ پھیرنے والی ہے اور یقیناً آخرت آنے والی ہے، ۔۔۔۔۔ اور ان دونوں ہی کے چاہنے والے ہیں، ۔۔۔۔۔ پس تم آخرت کے چاہنے والے بنو اور دنیا کے چاہنے والے نہ بنو، ۔۔۔۔۔ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل (قیامت میں) حساب ہوگا عمل کا موقع نہیں ہوگا۔

(486) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ - بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَتَيْنِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقْرَاُ: (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ) قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ، مَالِيْ، وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ، اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ، اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ؟! رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن شخیر خا پر زیر اور شین معجمتین کے ساتھ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ الھکم التکاثر پڑھ رہے تھے۔ فرمایا: ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اے آدم کے بیٹے! تیرے لیے تیرے مال سے صرف وہ ہے، جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۱۱ رقم: ۷۶۰۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث مطرف بن عبداللہ، ج۶ص۲۴ رقم: ۱۶۳۲۸ الاحاد والمثانی، احادیث ومن الحریش بن معاویۃ بن کعب بن ربیعۃ، ج۳ص۱۵۲ رقم: ۱۳۹۱ المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج۶ص۴۲۹ رقم: ۷۹۱۳ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۲ص۱۸۹ رقم: ۲۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

(میرا مال میرا مال) یعنی فخر و تکبر کے انداز میں لوگوں سے کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مکان ہے، یہ میری جائیداد ہے، یہ

میرا کنواں ہے، یہ میرا فلاں مال ہے یہ برا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ یقین رکھے کہ میں اور میرا مال سب اللہ تعالٰی کی ملک ہے میرے پاس چندروزہ ہے عارضی ہے۔ خیال رہے کہ جسے انسان اپنا مال کہے اس کا مال یعنی انجام نرا وبال ہے اور جو مال ذریعہ عبادت ہے وہ ذریعہ آمال ہے جس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

(اس کے مال صرف تین ہیں) یعنی جو مال انسان کے کام آئیں وہ صرف تین ہیں ان کے علاوہ سب دوسروں کے کام آتے ہیں۔ خیال رہے کہ انّ مالہ میں ما موصولہ ہے اور لہ اس کا صلہ اور من مالہ میں مِن بعضیت کا ہے یعنی اس کے مال میں سے وہ جو اسے مفید ہو صرف تین ہیں۔

اللہ تعالٰی کے بینک ہیں جہاں جمع کرنے سے بے شمار نفع ملتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم ہے۔ دینے سے مراد راہِ خدا میں دینا ہے خواہ بال بچوں کو دے یا عزیزوں یا غریبوں کو بشرطیکہ یہ دینا ناموری کے لیے نہ ہو اللہ رسول کی خوشنودی کے لیے ہو۔

ھوذاھب میں **ھو** ضمیر بندے کی طرف لوٹتی ہے۔ ذاھب سے مراد مرنے والا یعنی ان تین مالوں کے سوا اور مالوں کا یہ حال ہے کہ بندہ مرجاتا ہے اور وہ مال دوسروں کے لیے رہ جاتا ہے جیسے زمین باغات، مکانات، نقدی، بنک بیلنس وغیرہ۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ مال میں سے اللہ رسول کا حصہ ضرور نکالتا رہے، یہ مقصد نہیں کہ مکان جائیداد بنائے ہی نہیں، اپنے بچوں کو فقیر کر کے چھوڑے یا یہ مقصد ہے کہ مال کی محبت دل میں نہ ہو دل خاص اللہ رسول کے لیے ہو۔ شعر

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو   پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں   انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۲)

(487) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ، فَقَالَ: اُنْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: سوچ لے کیا کہتا ہے۔ عرض کی: اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے تین بار یہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے، تو محتاجی اوڑھنے کے لیے تیار ہو جا کیونکہ محتاجی مجھ سے محبت کرنے والوں کی طرف اس تیزی سے آتی ہے، جس طرح بلندی سے پستی کی طرف سیلاب اترتا ہے۔ ترمذی نے اسے

روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اِلتِّجْفَافُ بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ: وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ، لِيُتَّقٰى بِهِ الْاَذٰى، وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْاِنْسَانُ۔

التجفاف: تا مثناۃ کی زیر جیم ساکن اور فا کے تکرار کے ساتھ جس چیز سے گھوڑے کو تکلیف سے بچانے کے لیے ڈالتے ہیں اور کبھی بوقت ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقر، ج۴ص۱۵۶، رقم: ۲۳۵۰، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۴ص۱۸۵، رقم: ۲۹۲۲، شعب الایمان، فصل فی زھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۷۳، رقم: ۱۴۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الزھد والفقر، ج۴ص۶۷۸، رقم: ۲۷۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

(حضرت عبداللہ ابن مغفل) آپ مشہور صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے۔ (اشعہ)

(میں آپ سے محبت کرتا ہوں) یہ عرض کرنا یا اس حدیث پر عمل ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس سے کہہ دو یا اس آیت کریمہ پر عمل ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالٰی کی بڑی سے بڑی نعمت ہے اس کا اظہار وہ بھی حضور انور کے سامنے یہ اس نعمت کا شکریہ ہے ورنہ حضور کو تو پتھروں کے دل کا حال معلوم ہے، فرماتے ہیں احد ہم سے محبت کرتا ہے۔

(سوچ لو تم کیا کہتے ہو) یعنی خوب سوچ کر یہ دعویٰ کرو تم بہت ہی بڑی چیز کا دعویٰ کر رہے ہو مجھ سے محبت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

(اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں) محبت سے مراد بہت ہی محبت ہے ورنہ ہر مؤمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے حضور کی محبت ہی تو اصل ایمان ہے، حضور کی محبت سے ہی خدا کی محبت، کلمہ قرآن کی محبت اسی محبت سے حاصل ہوتی ہے حضور سے تعلق ومحبت ایمان کی اصل ہے۔

(فقیری کیلئے تیار ہو جا) تجفاف ت کے کسرہ اور جیم کے سکون سے بمعنی آلات جنگ خود ذرہ وغیرہ یعنی تم تیار ہو جاؤ کہ فقیری کے آفات کا مقابلہ کرسکو۔

(اپنی انتہاء کی طرف) یہاں بھی فقیری سے مراد دل کی مسکینیت ہے اور دل کا محبت مال سے خالی ہو جانا ہے فقیری اور ناداری آفتوں کے برداشت کرنے پر تیار ہو جانا یعنی جسے اللہ میری محبت دیتا ہے اس کے دل سے محبت مال وغیرہ یک دم نکال دیتا ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض صحابہ بلکہ عہد فاروقی میں سارے صحابہ بڑے مالدار تھے تو کیا انہیں

حضور سے محبت نہ تھی ضرور تھی، ان سب کے دل محبت مال سے خالی تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ دنیا میں بہت آفات انبیاء کرام پر آتی ہیں اور یہ ہے ان کا محب تو اس پر آفتیں آئیں گی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۵)

(488) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں۔ ان کو زیادہ خراب نہیں کرتے۔ جتنی مال کی حرص اور عزت کی حرص آدمی کے دین کے لیے نقصان دہ ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اخذ المال، ج۴ص۱۶۶، رقم: ۲۳۸۳، الاداب للبیہقی، باب ما یکرہ من کثرۃ الحرص علی العمر والمال، ج۱ص۲۸۹، رقم: ۷۷۰، سنن الدارمی، باب ما ذئبان جائعان، ج۲ص۳۹۳، رقم: ۲۷۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن مالک، ج۵ص۳۱۰، رقم: ۱۵۷۸۴، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث کعب بن مالک، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۶۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

نہایت نفیس تشبیہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال، حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں مگر یہ دونوں بھیڑیے مؤمن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے، پھر عزت حاصل کرنے کے لیے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلاف اسلام ہیں جیسا آج ممبری وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جارہا ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ریاکار مرے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا، کسی نے پوچھا وہ کیسے، فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازہ میں بہت لوگ ہوں تاکہ میری عزت ہو، ریا مرے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۵)

نفسِ مومن دنیا سے مطمئن کیوں؟

دنیا میں بندہ مؤمن کا دل اس وقت تک خوش اور مطمئن رہتا ہے جب تک اس کی نظر اپنے سے نچلے لوگوں (کے مال و دولت) پر ہوتی ہے اور جب اپنے سے اوپر والوں کو دیکھتا ہے تو اس کی زندگی اَجیرن اور بدمزہ ہو جاتی ہے اور اس کے ایمان کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: (دنیا کے معاملے میں) اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو اور

اپنے سے اوپر والوں کو مت دیکھو، یہ تمہارے لئے بہترین نصیحت ہے تا کہ تم اللہ عزوجل کی نعمتیں نہ کھو بیٹھو۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن......الخ، الحدیث: ۷۴۳۰، ص۱۱۹۱)

تم تو بادشاہ ہو

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے عرض کی: کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: کیا تمہاری بیوی ہے جس کے ساتھ تم رہتے ہو؟ عرض کی: ہاں۔ پوچھا: کیا تیرے پاس رہنے کی جگہ ہے؟ عرض کی: ہاں۔ ارشاد فرمایا: تم تو اغنیاء میں سے ہو۔ اس نے کہا: میرا ایک خادم بھی ہے۔ ارشاد فرمایا: پھر تو تم بادشاہ ہو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۷۴۶۲، ص۱۱۹۶)

(489) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ، قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً. فَقَالَ: مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا، مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما رہے تھے تو اس کا نشان آپ کے پہلو میں پڑ چکا تھا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم آپ کے لیے بچھونا تیار کر دیں۔ (تو بہتر ہے) فرمایا میں اور دنیا' میں تو دنیا میں سوار کی طرح ہوں جو درخت کے نیچے سایہ حاصل کرے پھر اس کو چھوڑ کر چلا جائے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اخذ المال، ج۴ص۵۸۸، رقم: ۲۳۷۷، سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۶، رقم: ۴۱۰۹، مسند البزار، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۲۶۰، رقم: ۱۵۲۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی ذم الدنیا، ج۴ص۵۰۶، رقم: ۲۶۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

(آپ کے جسم اطہر میں اثر کیا ہوا تھا) اس وقت جسم اطہر پر قمیض بھی نہ تھی صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرمایا تھا۔ شعر

بوریا ممنون خواب راحتش　　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

(اگر ہم آپ کے لیے بچھونا تیار کر دیں) یہاں لو شرط کے لیے نہیں بلکہ تمنا اور آرزو کے لیے ہے یعنی کاش کہ حضور ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے تو ہم ہر قسم کے آرام کا انتظام حضور کے لیے کر دیتے۔ اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔

(پھر اس کو چھوڑ کر چلا جائے) یعنی جیسے یہ سوار اتنی دیر آرام کے لیے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے۔لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا، ان سب سے بے تعلق ہو گئے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں، سورج دنیا کو چھوڑ دے تو دنیا اندھیری ہو جاوے، روح بدن کو چھوڑ دے تو بدن مر جاوے، جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جاوے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔(مراٰۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۴)

(490) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان الفقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنيائهم، ج۴ص۱۵۸، رقم: ۲۳۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۵۱۲، رقم: ۱۰۶۶۳، مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الثانی، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۵۲۴۳، اطراف المسند المعتلی، من اسمه ذكوان ابو صالح السمان، ج۷ص۲۱۵، رقم: ۹۲۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کا مطلب ابھی کچھ پہلے عرض کیا گیا کہ جن امیروں کا قیامت میں حساب ہوگا ان امیروں سے پانچ سو سال پہلے فقیر لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے لہذا ان امیروں میں حضرت سلیمان علیہ السلام یا حضرت عثمان غنی داخل نہیں کہ ان کا حساب ہی نہیں پھر پیچھے ہونے کے کیا معنی۔خیال رہے کہ گزشتہ حدیث میں چالیس سال پہلے کا ذکر تھا اور یہاں پانچ سو سال کا ذکر ہے کیونکہ فقراء بعضے امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے،بعض سے پانچ سو سال پہلے،جیسا امیر ویسا اس کا حساب اتنی ہی اس کے لیے دیر۔یہ بھی خیال رہے کہ یہ دیر حساب کی وجہ سے نہ ہوگی رب تعالٰی سارے عالم کا حساب بہت جلد لے گا یہ ان فقراء کی شان دکھانے کے لیے ہوگی کہ امیروں کو حساب کے نام پر روک لیا گیا اور فقیروں کو جنت کی طرف چلتا کر دیا گیا۔

قیامت کا دن ایک ہزار برس کا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ہاں بعض کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، ان کے متعلق رب فرماتا ہے: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ اور بعض مؤمنین کو گھڑی بھر کا محسوس ہوگا، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ۔(مرقات) لہذا آیات میں تعارض نہیں اور ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو مگر بعض کو ایک ہزار سال کا محسوس ہو، بعض کو اس سے بھی

کم حتی کہ ابرار کو ایک ساعت کا محسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات آرام والے کو چھوٹی محسوس ہوتی ہے تکلیف والے کو بڑی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۷)

نصف دن پہلے

پس پاک ہے وہ ذات جس نے تمہیں خوشی و مسرت اور کمال عطا فرمایا! تم سے محبت کی اور تمہیں فقر اختیار کرنے کی ترغیب دی اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کے ساتھ تمہیں اس کے مانگنے کا حکم فرمایا کہ میری امت کے فقراء، امیروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہ (نصف دن) پانچ سو سال کا ہوگا، وہ کھائیں گے، پئیں گے، نعمتیں لوٹیں گے، اور لوگ حساب کے غم میں ہوں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث 10735، ج 3، ص 605) (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث 2354، ص 1888)

پاک ہے وہ ذات جس نے فقراء کے مقام کو بلند کیا! ان کے ذکر کو عام کیا، صبر عطا کیا، ان کے لئے اجر و ثواب دُگنا کر دیا۔ اور کیا ہی اچھا کلام ہے جو اُن کے غلام حریفیش (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ان کی شان میں کہا ہے:

هُمُ الْفُقَرَآءُ اَهْلُ اللهِ حَقًّا وَقَدْ حَازُوْا بِضِيْقِ الْفَقْرِ فَخْرًا

هُمُ الْفُقَرَآءُ قَدْ صَبَرُوْا وَاُوْذُوْا فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الصَّبْرِ اَجْرًا

هُمُ الْفُقَرَآءُ وَالسَّادَاتُ حَقًّا وَمِنْهُمْ تَكْتَسِى الْاَكْوَانُ عِطْرًا

هُمُ الْفُقَرَآءُ عَنْهُمْ فَارَ ذِكْرًا وَحَدَّثَ عَنْهُمُوْ سِرًّا وَّجَهْرًا

فَكَمْ صَبَرُوْا عَلٰى ضَيْمِ اللَّيَالِىْ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الْكَسْرِ جَبْرًا

وَقَدْ زَارُوا الْحَبِيْبَ وَشَاهَدُوْهُ وَقَدْ سَجَدُوْا لَهٗ حَمْدًا وَّشُكْرًا

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔یقیناً فقراء ہی اللہ والے ہیں، تحقیق فقر کی تنگی کے بدلے انہوں نے فخر (یعنی بلند مقام) کو پالیا۔

(۲)۔۔۔۔۔۔انہوں نے صبر کیا اور اذیتیں جھیلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صبر پر اجر عطا فرمایا۔

(۳)۔۔۔۔۔۔یہی لوگ حقیقی فقراء اور سردار ہیں اور انہی کی بدولت کائنات خوشبو میں لپٹی ہوئی ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔یہی فقراء ہیں کہ جن سے خوشبو پھیلی اور یہ لوگ سراً و جہراً (یعنی آہستہ اور بلند آواز سے) ذکر الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہتے ہیں۔

(۵)۔۔۔۔۔۔کتنی ہی بار انہوں نے زمانے کی سختیوں پر صبر کیا لہذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس صبر کے عوض ان کو درستی عطا فرما دی۔

(۲)۔۔۔۔۔۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور دیدار کیا اور اس کی حمد اور شکر بجالاتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے۔

(491) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ.

حضرت ابن عباس اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے اس کے اکثر باشندے فقراء دیکھے ہیں اور آگ میں جھانکا تو میں نے اس میں خواتین کی اکثریت دیکھی۔ (متفق علیہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متفق علیہ ثابت ہے اور بخاری کی روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کفران العشیر وهو الخلیط من المعاشرة، ج۷،ص۳۱، رقم: ۵۱۹۸، صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء، ج۸،ص۸۸، رقم: ۷۱۱۴، سنن ترمذی، باب ما جاء ان اکثر اهل النار النساء، ج۴،ص۷۱۵، رقم: ۲۶۰۲، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج۳،ص۶۲، رقم: ۲۴۸۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج۱،ص۲۳۴، رقم: ۲۰۸۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس شب تو حضور انور جنت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے، آج بھی دیکھ لو کہ علماء حفاظ وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں، اب بھی مسجدیں، دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں، امیروں کے لیے کالج، سینما، کھیل تماشے ہیں فرمان پاک بالکل درست ہے۔

اس کی وجہ ابھی بیان کردی گئی کہ عورتیں ناشکری بے صبری زیادہ ہیں عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے، بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ جنت دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہوگا مگر حضور کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارے خواب وخیال سے بھی زیادہ تیز حضور کی نگاہ شریف ہے، ہم خواب وخیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۷۸)

شادمانی ومسرت کی زندگی

عورتوں کو چاہیے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگیں بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر وشکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے اگر کوئی زیور یا کپڑا یا سامان پسند آجائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ۔۔

اس کولا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے نہ غصہ سے منہ پھلائے نہ طعنہ مارے نہ افسوس ظاہر کرے۔ بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے کیونکہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود پوچھے کہ میں تمھارے لئے کیا لاؤں تو عورت کو چاہے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔ ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا اور اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا اور اس میں عیب نکالا یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور آگے چل کر جھگڑے لڑائی کا بازار گرم ہو جائے گا اور میاں بیوی کی شادمانی و مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی۔

(492) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ، فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابِ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والوں کی اکثریت مسکین لوگوں کی تھی اور مالوں والوں کو میدان میں (حساب کے لیے) روک لیا گیا اور دوزخیوں کے لیے دوزخ کا حکم ہو چکا۔ (متفق علیہ)

وَ الْجَدُّ : الْحَظُّ وَالْغِنٰى۔ وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ۔

اَلْجَدّ: حصہ۔ الغنی: تونگری۔ یہ حدیث فضل الضعفہ کے باب میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها لاحد الا باذنه، ج۳،ص۴۰۰، رقم: ۵۱۹۶، صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء، ج۴،ص۸۷، رقم: ۱۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه اسامة بن زید بن حارثة، ج۱،ص۱۷۰، رقم: ۴۲۲، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲،ص۴۵، رقم: ۶۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۸،ص۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

حضور کا یہ قیام یا تو جسمانی معراج کی رات تھا یا خواب کی معراج میں یا کشف والہام میں۔ (مرقات)

خلاصہ یہ ہے کہ مالدار لوگ دو قسم کے ہیں: ایک جنتی، دوسرے دوزخی۔ جو مالدار دوزخی ہیں وہ تو دوزخ میں ٹھہرائے گئے جیسے قارون، فرعون، ابوجہل وغیرہ۔ جو جنتی ہیں وہ حساب کے لیے روکے ہوئے ہیں، رہے فقراء مسلمان وہ جنت میں بھیج دیئے گئے۔ خیال رہے کہ مالدار جنتیوں سے مراد وہ مالدار ہیں جن کا حساب ہونا ہے جن کا حساب ہی نہیں لیا جاتا وہ

جنت میں فوراً بھیج دیئے گئے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، یہ بھی خیال رہے کہ یہ چالیس سال مالداروں سے حساب میں صرف نہ ہوں گے رب تعالٰی سارے جہان کا حساب بہت تھوڑی دیر میں لے لے گا پھر ایک مالدار کے حساب میں چالیس سال کیسے خرچ ہوں گے بلکہ ان مالداروں کو حساب کے انتظار میں رکا رہنا پڑے گا جیسے مقدمہ کی تاریخ پر فریقین شام تک انتظار کرتے ہیں کہ کب بلاوا ہو۔

کیونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اپنے خاوندوں بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ واقعات بعد قیامت ہوں گے مگر حضور انور کی نظر انہیں اس وقت دیکھ رہی ہے کیونکہ پیغمبر کی نظر غائب چیز کو دیکھ لیتی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۷، ص۷۷)

(493) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِیْدٍ: اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے۔ لبید کا یہ جملہ ہے کہ خبردار اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ایام الجاھلیۃ، ج۲ص۳۰ رقم: ۳۸۴۱، صحیح مسلم، باب الشعر، ج۴ص۳۴ رقم: ۶۰۲۵، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب شھادۃ الشعراء، ج۱۰ص۲۲۷، رقم: ۲۱۹۳۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ج۴ص۱۴۰، رقم: ۲۸۴۹، صحیح ابن حبان، باب الشعر والسجع، ج۱۳ص۱۰۰، رقم: ۵۷۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے، لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں، یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور کے بعد کوفہ میں رہے ۴۱ھ اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو پچھتر سال عمر ہوئی، کوفہ میں ہی مزار ہے، اسلام لاکر کوئی شعر نہ کہا، فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پا گئے تو خود بھی مقبول ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

یہاں باطل بمعنی فانی ہے اور آیت کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا میں باطل بمعنی بیکار ہے یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں:

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل — وکل نعیم لا محالۃ زائل

نعیمك فی الدنیا غرور وحسرۃ — وعیشك فی الدنیا محل وباطل

سوی الجنۃ الفردوس ان نعیمھا — یبقی وان الموت لابد نازل

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ سُورۃ رحمٰن فرمان سورۃ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اس وجہ سے بارگاہ نبوت میں بہت قبول ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦، ص ٦٢٢)

56-بَابُ فَضْلِ الْجُوعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَأْكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

بھوک، پر مشقت زندگی گزارنے کھانے پینے اور لباس وغیرہ پسندیدہ چیزوں میں تھوڑے پر اکتفاء کرنے اور شہوات نفسانی کے ترک کرنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا) (مریم: 59-60)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پھر ان کے بعد نالائق لوگ آئے انہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی۔ عنقریب یہ لوگ (جہنم کی ایک وادی) غی میں پہنچیں گے ہاں جس نے توبہ کی ایمان لایا اور عمل صالح کیا' تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کچھ ظلم نہ کیے جائیں گے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوْتِيَ قَارُوْنُ إِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا) (القصص: 79-80)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قارون اپنی قوم پر زینت کے ساتھ نکلا تو دنیا والی زندگی کے طلبگار کہنے لگے کاش ہمیں بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو دیا گیا وہ تو بڑے نصیبہ والا ہے۔ اور جو لوگ علم دیے گئے انہوں نے کہا تم کو خرابی ہو۔ اللہ کا ثواب اس کے لیے بہتر ہے' جو ایمان لایا اور اس نے عمل صالح کیا''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ) (التکاثر: 8)۔

پھر اس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا) (الاسراء: 18)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے جتنا چاہتے ہیں عطاء کر دیتے ہیں پھر ہم اس کے لیے جہنم بناتے ہیں وہ اس میں ذلیل و مغضوب ہو کر داخل ہو گا۔

شرح: حضرت صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے اور اسے دیا ہی جائے اور جو وہ مانگے وہی دیا جائے ایسا نہیں ہے بلکہ ان میں سے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں، کبھی ایسا کہ عیش چاہتا ہے تکلیف دیتے ہیں، ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے ٹوٹے میں رہا اور اگر دنیا میں اس کو اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی و شقاوت جب بھی ہے بخلاف مومن کے جو آخرت کا طلب گار ہے اگر وہ دنیا میں فقر سے بھی بسر کر گیا تو آخرت کی دائمی نعمت اس کے لئے ہے اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے اس کو عیش ملا تو دونوں جہان میں کامیاب، غرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ (خزائن العرفان)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اور اس باب میں آیات بکثرت معلوم ہیں۔

(494) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں نے مسلسل دو دن جو کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والے مسلسل تین راتیں گندم کے کھانے سے سیر نہ ہوئے جب سے آپ مدینہ منورہ آئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج۴، ص۵، رقم: ۶۴۵۴، صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸، ص۲۱۷، رقم: ۷۶۳۲، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی صفۃ خبز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۶۶، رقم: ۱۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹، ص۸۸، رقم: ۲۲۷۰۹، مسند ابی یعلیٰ، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۸، ص۳۲، رقم: ۴۵۳۹)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

بلکہ ایک دن روٹی ایک دن صرف کھجوریں، پانی یا فاقہ ہوتا تھا، حضور کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اگر چاہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کے پہاڑ ہوتے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اس فقر و فاقہ کو اختیار فرمانے میں تا قیامت

فقراء کو تسلی دینا مقصود تھی۔

خیال رہے کہ فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر زوجہ پاک کو ایک سال کی کھجوریں عطا فرمادیتے تھے کیونکہ خیبر میں باغات کثرت سے ہیں وہاں سے حضور کے حصے کی کھجوریں بہت آتی تھیں۔ یہاں مسلسل دو دن تک روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ وہاں کھجوروں کی عطا ثابت ہے، نیز حضور کے گھر والے ایک دن خود کھاتے تھے دوسرے دن کا کھانا فقراء مسکین کو دیتے تھے۔ بہر حال یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں حضور انور پر آخری زمانہ میں دولت کی بارش ہوگئی تھی مگر سب لوگوں پر تقسیم فرمادیتے تھے ان فتوحات سے پہلے طریقہ مبارکہ یہ تھا۔ شعر

اور کبھی تھوڑی کھوسریں کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا   دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۸۱)

(495) وَعَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ: وَاللّٰهِ، يَا ابْنَ أُخْتِيْ، إِنْ كُنَّا نَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ: ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوْقِدَ فِيْ أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. قُلْتُ: يَا خَالَةُ، فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عروہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کہتی تھیں اللہ کی قسم! اے میرے بھانجے! ہم ایک چاند (پہلی چاند کو ہلال کہتے ہیں) کے بعد دوسرا چاند دیکھتے دو ماہ میں تین ہلال دیکھ لیتے اور حال یہ ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلتی (عروہ کہتے ہیں) میں نے کہا: اے خالہ جان پھر زندگی کیسے گزرتی تھی۔ فرمایا: دو سیاہ چیزوں کھجور اور پانی سے ہاں رسول اللہ ﷺ کے کچھ پڑوس انصار سے تھے۔ ان کے دودھ والے جانور تھے وہ اپنے دودھ میں سے کچھ رسول اللہ ﷺ کے لیے بھیج دیتے تو آپ ہمیں وہ پلادیتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، ج۴ص۲۴۷، رقم: ۶۴۵۹ صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۴ص۲۲۸۳، رقم: ۷۴۳۲ السنن الکبری للبیہقی، باب التحریض علی الھبۃ والھدیۃ، ج۶ص۱۶۹، رقم: ۱۲۲۴۳ مسند عبد بن حمید من مسند الصدیقۃ عائشۃ، ص۴۳۷، رقم: ۱۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

دو کالی چیزوں سے مراد چھوہارے اور پانی ہے کہ چھوہارے تو کالے ہوتے ہیں۔ پانی کو تغلیباً کالا فرمایا گیا جیسے چاند وسورج کو قمرین اور امام حسن اور حسین کو حسنین اور حضرت ابو بکر و عمر کو عمرین کہا جاتا ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات شریف تک ہم نے کھجوریں و پانی بھی خوب سیر ہو کر نہ کھائیں۔ فتح خیبر سے پہلے تو اس لیے کہ گھر میں یہ سامان زیادہ نہ ہوتا تھا اور فتح خیبر کے بعد اس لیے کہ حضور انور کو بہت سیر ہو کر کھانا پسند نہ تھا اگرچہ ہر گھر میں سال بھر کے جو اور چھوہارے موجود ہوتے تھے لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۴)

تین خواہشات

حضرت سیدنا یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ سیدتنا عائشہ بنت سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرماتی ہیں کہ یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے کہا کہ میں اللہ عزوجل سے تین چیزوں کا طلب گار ہوں۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ جب مجھے موت آئے تو میری ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور مجھ پر کوئی قرض نہ ہو اور نہ ہی (کمزوری کی وجہ سے) میری ہڈیوں پر گوشت ہو۔ اور ان کی یہ تینوں خواہشات پوری ہوئیں۔ چنانچہ انہوں نے مرض الموت میں مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس خرچ کرنے کے لئے کوئی چیز موجود ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا تم کیا چاہتی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ یہ خیمہ بازار میں جا کر بیچنا چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گی تو ہمارا حال ظاہر ہو جائے گا اور لوگ کہیں گے کہ انہوں نے اپنی مجبوری کی وجہ سے خیمہ بیچا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا جو میرے بھائی نے تحفہ دیا تھا۔ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا کہ اسے بازار میں جا کر بیچ دو۔ وہ بکری کا بچہ دس درہم میں فروخت ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ ایک درہم کی میرے لئے خوشبو خرید کر لاؤ اور باقی سارا مال راہِ خدا عزوجل میں خرچ کر دو۔ تو جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو ان درہموں میں سے اس ایک درہم کے علاوہ جسے ہم نے خوشبو کے لئے نکال لیا تھا کچھ باقی نہ تھا۔ (بحر الدموع صفحہ ۱۵۶)

(496) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَّصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ. وَقَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے ان کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے یہ کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ جو کی روٹی سے کبھی سیر نہ ہوئے۔ (بخاری)

مَصْلِيَّةٌ بِفَتْحِ الْمِيْمِ: اَيْ مَشْوِيَّةٌ.

مَصْلِيَّة میم پر زبر کے ساتھ یعنی بھنی ہوئی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج۴، ص۷۵، رقم: ۵۴۱۴ جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۴، ص۶۹۷، رقم:

۲۷۴۳،شعب الایمان، الفصل الثانی فی ذم کثرۃ الاکل، ج۵،ص۳۰، رقم: ۵۶۵۸،مشکوۃ المصابیح، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الاول، ج۳،ص۱۲۵، رقم: ۵۲۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

آپ کا نام سعید ہے، آپ کے والد کا نام کیسان ہے، کنیت ابو سعید یہ دونوں باپ بیٹے تابعی ہیں، چونکہ ان کا گھر قبرستان کے کنارہ تھا اس لیے انہیں مقبری کہتے ہیں۔ سعید کی ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، آخر عمر ان کی عقل میں فتور ہو گیا تھا اس لیے آپ کی بڑھاپے کی روایات معتبر نہیں ہیں، پہلے کی روایات مقبول ہیں۔ از اشعہ، مرقات)

انکار کی وجہ آگے آ رہی ہے اس وقت کچھ حضور کے ان حالات کا دھیان آ گیا تو دل بے قرار ہو گیا، بھونی بکری کھانے کی طرف مائل نہ ہوئے اس لیے نہ کھانا کھایا۔ دوسرے اوقات میں حضرت ابوہریرہ نے اچھے کھانے بھی کھائے ہیں، اچھے کپڑے بھی پہنے ہیں، دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہر شخص کو تجربہ ہے۔

یعنی مجھے اس وقت خیال یہ آ گیا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو زندگی شریف میں جو کی روٹی سے مسلسل سیر نہ ہوئے اور میں بھونی بکری کھاؤں دل نہیں چاہتا۔ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ فتح خیبر سے پہلے تو آمدنی کم ہونے کی وجہ سے یہ حالت تھی اور فتح خیبر کے بعد ترک دنیا بہت سخاوت کی وجہ سے یہ حالت رہی لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ یہاں مسلسل نہ کھانے کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور نے بھنا مرغ بھی کھایا ہے مگر کبھی شاذ و نادر۔

(مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۸۲)

(497) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ حَتّٰى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: وَلاَ رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر کھانا کبھی نہ کھایا۔ حتیٰ کہ آپ وفات پا گئے اور آپ نے وفات تک کبھی بھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائی۔ (بخاری) اور ایک روایت بخاری میں ہے کہ آپ نے (سالم) بھنی ہوئی بکری اپنی آنکھوں سے کبھی نہ دیکھی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الفقر، ج۴،ص۲۳۶، رقم: ۶۴۵۰، شعب الایمان، فصل فی زھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲،ص۱۶۹، رقم: ۱۴۵۷، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی صفۃ خبز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۶۳، رقم: ۱۵۰، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الخبز المرقق، ج۴،ص۱۵۰، رقم: ۶۶۳۸)

شرح حدیث: اونچے دستر خوان

حضور پاک، صاحب لَوْ لاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:
لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا، اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ، اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ، وَاَشْرَبُ کَمَا یَشْرَبُ الْعَبْدُ۔

ترجمہ: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا، میں بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح پیتا ہوں جس طرح بندہ پیتا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۸۹۔عبد الحکم بن عبد اللہ القسملی بصری، ج ۷، ص ۲۸) (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکئا، الحدیث ۵۳۹۸، ص ۴۶۶)

کہا گیا ہے کہ چار باتیں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد جاری ہوئیں: اونچے دستر خوان (یعنی ٹیبل وغیرہ)، چھلنیاں (چھلنی کی جمع چھاننے کا آلہ)، اُشنان (صابن کی جگہ استعمال کی جانے والی ایک بُوٹی) اور پیٹ بھر کر کھانا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اونچے دستر خوان پر کھانا ناجائز ہے کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد شروع ہونے والا ہر کام بدعت وممنوع نہیں۔

کھانے والے کو چاہے کہ دستر خوان پر اچھے طریقے سے بیٹھے اور اسی پر برقرار رہے۔ نبیِ اکرم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا طریقہ مبارکہ اسی طرح تھا اور بعض اوقات کھانے کے لئے دو زانو ہو کر پاؤں کی پشت پر تشریف فرما ہوتے اور کبھی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی الاکل من اعلی الصحفۃ، الحدیث ۳۷۷۳، ص ۱۵۰۱ مختصراً)

لیٹ کر اور ٹیک لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے۔ البتہ! چنے وغیرہ کھائے جاسکتے ہیں اور کم کھانے پینے کا ارادہ کرے کیونکہ عبادت کے لئے کھانے کی نیت کم کھانے سے ہی درست ہو سکتی ہے۔

نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرتا، بندے کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۱۸۹۰)

دنیا کی کنجی

حضرت سیدنا ابو سلیمان دارانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: دنیا کی کنجی شکم سیری اور آخرت کی کنجی بھوک ہے۔

(نزہۃ المجالس، ج ۱، ص ۱۷۷)

حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: (۱) بروزِ قیامت کوئی عمل ضرورت سے زیادہ

کھانے کوترک کرنے سے افضل نہ ہوگا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے (۲) سمجھدار لوگ دین ودنیا میں بھوک کو بہت زیادہ نفع بخش قرار دیتے ہیں (۳) آخرت کے طلبگاروں کے لیے کھانے سے زیادہ کسی چیز کو میں نقصان دہ نہیں سمجھتا (۴) علم وحکمت کو بھوک میں اور گناہ وجہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے (۵) جو اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے اس سے وسوسے ختم ہوجاتے ہیں (۶) بندہ جب بھوکا، بیمار اور امتحان میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر جسے اللہ عزوجل چاہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب السادس، بیان اقاویلھم عند موت الولد، ج۵، ص۲۴۱)

جاندار بدن کی آفتیں

حضرت سیدنا یحیی معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو پیٹ بھر کر کھانے کا عادی ہوجاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہوجاتا ہے اور جو شہوت پرست ہوجاتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اس کا دل سخت ہوجاتا ہے اور جس کا دل سخت ہوجاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غرق ہوجاتا ہے۔ (المنبہات للعسقلانی، باب الخماسی، ص۵۹)

(498) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهٖ بَطْنَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اَلدَّقَلُ: تَمْرٌ رَدِيْءٌ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: بے شک میں نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اتنی مقدار میں بھی معمولی کھجوریں نہ پاتے جس سے اپنا پیٹ بھرتے۔ (مسلم)

اَلدَّقَلُ: ردی کھجور کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۲۰، رقم: ۷۶۵۰، الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ما جاء فی عیش النبی صلی اللہ علیه وسلم، ص۲۱۳، رقم: ۳۶۳، صحیح ابن حبان، باب من صفة صلی اللہ علیه وسلم، ج۱۴ص۲۵۲، رقم: ۶۳۴۰)

شرح حدیث: کھانے کی مقدار کے اعتبار سے درجات

کھانے کی مقدار کے اعتبار سے بھی درجات ہیں:

پہلا درجہ: صدیقین کا ہے کہ انہوں نے کھانے میں اتنی مقدار پر قناعت کی، کہ جس سے زندگی اور عقل قائم رہ سکے اور اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

حَسْبُ ابْنِ اٰدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ

ترجمہ: بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمۃ، باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، الحدیث ۳۳۴۹، ص ۲۶۷۹)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو دن رات میں نصف مد (یعنی آدھا کلو) کا عادی بنالے اور یہ روٹی کا وہ حصہ ہے، جو چار من (یعنی چار کلو) میں سے ہوتا ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ مبارکہ اسی کے قریب تھی، آپ سات یا نو لقمے تناول فرماتے تھے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ ریاضت کے ذریعے نفس کو دن رات میں مد کا عادی بنائے، اس کی اڑھائی روٹیاں بنتی ہیں، اور یہ پیٹ کے تہائی سے زیادہ ہے۔

چوتھا درجہ: یہ ہے کہ وہ کھانے کی مقدار مد سے ایک کلو تک لے جائے اور یہ انتہائی مقدار ہے، اس سے زیادہ کھانا اسراف ہے، قریب ہے کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان کے تحت داخل ہو جائے:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھاؤ اور پیؤ اور حد سے نہ بڑھو۔ (پ8، الاعراف:31)

اس کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ بھوک لگنے کے بعد کھانا کھایا جائے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ اس سے آگے نہ بڑھے لیکن اس میں خطرہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ سچی بھوک پر آگاہ نہ ہو سکے اور اس پر معاملہ مشتبہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ: سچی بھوک کی علامت یہ ہے کہ وہ سالن کا مطالبہ نہ کرے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ: وہ روٹیوں کے درمیان فرق نہ کرے (یعنی ایک روٹی کو دوسری پر ترجیح نہ دے)۔

جان لو! یہ حالت اشخاص کے مختلف ہونے سے بدلتی رہتی ہے اس لئے کھانے کی مقدار کا تعین ممکن نہیں، لہٰذا ہر شخص اپنے نفس میں غور و فکر کرے۔

حضرت سیِّدُنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: اگر دنیا موٹے تازے جانور کا خون ہوتی تو بھی مؤمن کی روزی حلال ہی ہوتی، کیونکہ مؤمن ضرورت کے وقت کھاتا ہے اور صرف اتنا کھاتا ہے جس سے اسے قوت حاصل ہو جائے۔

دوسرا وظیفہ: مریدین میں سے بعض کھانے کی مقدار کی بجائے فاقے کے ذریعے ریاضت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تین دن، بعض تیس دن جبکہ بعض چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے اور بہت سے علماء و صلحاء اور صوفیاء اس مدت تک پہنچے، حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص، حضرت سیِّدُنا سہل بن عبداللہ اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رحمہم اللہ تعالیٰ انہی میں سے ہیں۔

بعض علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص چالیس دن تک (رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے) کھانا چھوڑ دیتا ہے، اس پر ملکوت سے قدرت کے اسرار ظاہر ہو جاتے ہیں، یعنی اس پر بعض اسرارِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کھول دیئے

جاتے ہیں۔

اسی گروہ کے ایک صوفی بزرگ کا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا، تو اس نے اس کی حالت کے بارے میں گفتگو کی اور اسے اسلام کی طرف مائل کیا، راہب نے کہا: حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے تھے اور یہ معجزہ ہے، جو صرف سچے نبی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ صوفی بزرگ نے اس سے کہا: اگر میں پچاس دن تک کچھ نہ کھاؤں، تو تم اپنے دین کو چھوڑ کر دینِ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ وہ صوفی بزرگ اس کے سامنے بیٹھ گئے حتّٰی کہ پچاس دن تک کچھ نہ کھایا، پھر راہب سے کہنے لگے: میں ساٹھ دن تک اضافہ کرتا ہوں۔ اور ساٹھ دن تک کچھ نہ کھایا۔ اس پر راہب کو تعجب ہوا اور کہنے لگا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ دن بھوکا رہ سکتا ہے۔ پس یہی واقعہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

یہ بہت بڑا درجہ ہے اور اس تک صرف وہی لوگ پہنچتے ہیں، جو کشف ومجاہدہ میں مشغول ہو کر بھوک اور حاجت سے مستغنی ہو جاتے ہیں اور ان کا نفس اس لذّت میں پورا حق وصول کرتا ہے، اس کو بھوک اور حاجت بُھلا دیتا ہے، چنانچہ عالَمِ غیب سے انہیں روحانی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ

ترجمہ: میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن اُکثر الوصال، الحدیث ۱۹۶۵، ص ۱۵۳)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ دو سے تین دن تک کچھ نہ کھائے اور یہ عادت ہے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ دن رات میں صرف ایک بار کھانے پر اکتفاء کرے اور یہ سب سے کم درجہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب صبح کھانا کھاتے، تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الاَکل، الحدیث ۵۶۴۴، ج ۵، ص ۲۷)

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكِ وَالْاِسْرَافَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ۔

ترجمہ: اسراف سے بچو، دن میں دو بار کھانا اسراف ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الاَکل، الحدیث ۵۶۴۰، ج ۵، ص ۲۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

جان اور وہ بھوک قابل تعریف ہے، جو اللہ عزوجل کی یاد سے غافل نہ کرے، کیونکہ جب یہ حد سے تجاوز کرتی ہے، تو اللہ عزوجل کی یاد سے غافل کر دیتی ہے، مگر جس شخص پر شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو تو وہ ان شہوتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔

پھر اس خواہش کو چھوڑنے میں دو آفتیں ہیں، جن سے بچنا بہت ضروری ہے:

(۱) بعض اوقات انسان اکیلے میں تو کھاتا ہے، لیکن لوگوں کے مجمع میں نہیں کھاتا تو یہ شرک خفی ہے اور اکثر یہ انسان کو نفاق تک لے جاتا ہے۔

(۲) انسان پسند کرتا ہے کہ اسے کم کھانا کھانے والا اور پاک دامن سمجھا جائے، تو اس صورت میں وہ چھوٹی آفت کو چھوڑ کر اس سے بڑی چیز، یعنی جاہ و شہرت کی خواہش کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حضرت سیّدنا ابوسلیمان علیہ رحمۃ اللہ المنان فرماتے ہیں کہ: جب تمہیں کوئی خواہش ہو اور تم اسے چھوڑنا چاہتے ہو، تو اس میں سے تھوڑا سا لے لو، نفس کی مرضی کے مطابق نہ کھاؤ، تو گویا تم نے اپنے آپ کو خواہش سے دور کر دیا اور نفس کی خواہش کو پورا نہ کر کے اسے بھی ٹھیس پہنچائی، پس یہ نفس کی شہوت کو ترک کرنا اور نفس کی اطاعت نہ کرنا ہے۔

حضرت سیّدنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی خواہش ہوتی ہے، تو میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں، اگر ظاہر میں اس کی تمنا پاتا ہوں، تو اسے کھلا دیتا ہوں، کیونکہ اس کے روکنے سے یہ افضل ہے اور اگر خواہش پوشیدہ ہو اور ظاہر میں ترک کرنا چاہتا ہے، تو اسے چھوڑنے کے ذریعے سزا دیتا ہوں اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا، تو اس پوشیدہ خواہش پر نفس کو سزا دینے کا یہ طریقہ ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۲۲۵)

(499) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا رَاٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالٰى. فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ؟ قَالَ: مَا رَاٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِّنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالٰى. فَقِيْلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَاْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيْرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (چھنے آٹے) میدہ کو نہیں دیکھا جب سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پوچھا گیا کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے عہد (ظاہری) میں چھلنیاں تھیں۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اس وقت سے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی، چھلنی کو نہ دیکھا۔ کہا گیا تم ان بے چھنے جووں کو کس طرح کھاتے تھے۔ کہا ہم اس کو پیستے اور پھونک مارتے تو جو اڑ جاتا وہ اڑ جاتا باقی کو ہم گوندھ

لیتے۔(بخاری)

قَوْلُهُ: النَّقِيّ هُوَ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ: وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِيْ، وَهُوَ: الدَّرْمَكُ. قَوْلُهُ: ثَرَّيْنَاهُ هُوَ بِثَاءٍ مُّثَلَّثَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ مُّشَدَّدَةٍ، ثُمَّ يَاءٍ مُّثَنَّاةٍ مِّنْ تَحْتُ ثُمَّ نُوْنٍ، اَيْ: بَلَّلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ.

اَلنَّقِی: نون پر زبر قاف پر زیر اور یا مشددہ کے ساتھ اس کا معنی ہے میدے کی روٹی۔ثَرَّيْنَاهُ: ثا مثلثہ اس کے بعد را پر شد ہے اس کے بعد یا مثناۃ اور نون کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس کو ہم تر کر کے گوندھ لیتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج۷،ص۷۷، رقم: ۵۴۱۳،صحیح ابن حبان، باب من صفۃ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۴ص۲۵۷، رقم: ۶۳۵۷،المعجم الاوسط، من اسمہ سہل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۷۰، رقم: ۵۸۹۹،سنن ابن ماجہ، باب الحواری، ج۲ص۱۱۰۷، رقم: ۳۳۳۵،مسند عبد بن حمید، من اسمہ سہل بن سعد الساعدی، ص۱۶۹، رقم: ۴۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا۔اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے مغربی،شامی وغیرہ۔

یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی۔اس سے پہلے حضور انور نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے۔اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی۔بعد اعلان نبوت حضور حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی۔(مرقات)

(حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی) سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی۔

(گوندھ لیتے پھر کھالیتے) بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں،آپ فرمانے لگیں تم نہ کھاسکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے اور واقعہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھاسکتے چہ جائیکہ جو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔شعر

کھانا جو دیکھو جو کی روٹی بے چھنا آٹا روٹی بھی موٹی — وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن ناغہ اک دن کھانا — جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی — نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

(مراۃ المناجیح، ج۶،ص۲۳)

(500) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن یا

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ، فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَا: الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: وَاَنَا، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِي الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا، قُوْمَا فَقَامَا مَعَهٗ، فَاَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ، قَالَتْ: مَرْحَبًا وَّاَهْلًا. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ. اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِيُّ، فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّيْ، فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَّتَمْرٌ وَّرُطَبٌ، فَقَالَ: كُلُوْا، وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ. فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ، فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا. فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رات رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو اچانک حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ فرمایا: اس وقت تمہیں تمہارے گھروں سے کس نے نکالا دونوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! بھوک نے۔ فرمایا: اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مجھے بھی اسی نے ہی نکالا ہے' جس چیز کو تم نے نکالا کھڑے ہو جاؤں۔ پس وہ دونوں آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ آپ ایک انصاری کے پاس تشریف لائے وہ گھر میں نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی بیوی نے دیکھا تو آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہا۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فلاں کہاں ہے؟ عرض کیا: ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گیا ہے۔ اچانک انصاری آ گیا اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دو ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر کہا الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ معزز مہمانوں والا کوئی نہیں۔ پھر وہ گیا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک خوشہ لے آیا اس میں رنگ بدلی ہوئی خشک اور تر کھجوریں تھیں تو عرض کیا: کھایئے اور خود چھری پکڑی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کرو۔ اس نے ان حضرات کے لیے بکری ذبح کی تو انہوں نے بکری میں سے کچھ تناول کیا اور اس خوشہ کھجور میں سے اور پانی پیا۔ جب سیر ہو گئے' تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔ تم کو بھوک نے گھروں سے نکالا۔ پھر تم کو لوٹنے

سے پہلے یہ نعمتیں ملیں۔ (مسلم)

قَوْلُهَا: يَسْتَعْذِبُ أَيْ: يَطْلُبُ الْمَاءَ الْعَذْبَ، وَهُوَ الطَّيِّبُ. وَ الْعِذْقُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَإِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْكِبَاسَةُ، وَهِيَ الْغُصْنُ. وَ الْمُدْيَةُ بِضَمِّ الْمِيمِ وَكَسْرِهَا: هِيَ السِّكِّيْنُ. وَ الْحَلُوْبُ: ذَاتُ اللَّبَنِ.

يَسْتَعْذِبُ: یعنی میٹھا پانی طلب کرنے گیا۔ عَذْبٌ: میٹھا عِذْقٌ: عین پر زیر اور ذال معجمہ کے کسرہ کے ساتھ، خوشہ، ٹہنی۔ اَلْمُدْيَةُ: میم پر پیش اور زیر دونوں طرح آتا ہے اس سے مراد چھری ہے۔ حَلُوْبٌ: دودھ والا جانور۔

وَالسُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ سُؤَالُ تَعْدِيْدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِيْخٍ وَّتَعْذِيْبٍ، وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ان نعمتوں کے سوال سے مراد نعمتیں گنوانے کا سوال ہے۔ ڈانٹنے اور عذاب والا سوال نہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

وَهٰذَا الْأَنْصَارِيُّ الَّذِيْ أَتَوْهُ هُوَ: أَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ، كَذَا جَاءَ مُبَيَّنًا فِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ.

یہ انصاری جس کے پاس آپ آئے تھے۔ حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں وضاحت سے آیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز استتباعه وغیره الی دار من یثق برضاه، ج٦ص١١٦، رقم: ٥٣٣٣، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مالك بن التیهان، ج١٩ص٢٥١، رقم: ١٦٣٢٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ یہ وقت دوپہر کا تھا۔ (اشعہ) ((ابوبکر و عمر (ان حضرات کا اس وقت اپنے گھروں سے نکل پڑنا نہ تو کسی سے کچھ مانگنے کے لیے تھا نہ کہیں دعوت میں جانے کے لیے بلکہ وجہ یہ تھی کہ سخت بھوک میں کسی عبادت میں دل نہیں لگا کرتا ایسی حالت میں عبادت کرنا ایسے ہی ممنوع ہے جیسے پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت میں عبادت مکروہ ہے اس لیے یہ حضرات اپنی عبادات نوافل ترک کر کے دل بہلانے باہر آگئے۔ (مرقات)

(مجھے بھی اس نے نکالا جس نے تم کو نکالا) یعنی ہم بھی اس وقت اس وجہ سے باہر تشریف لائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی تکلیف کو کسی پر ظاہر کرنا جب کہ ناشکری یا گھبراہٹ کے اظہار یا بے صبری کے لیے نہ ہو جائز ہے۔ (مرقات) ان دونوں بزرگوں کا حضور کی خدمت میں بھوک کی شکایات کرنا ایسا ہے جیسے اولاد کا ماں باپ سے بھوک کی شکایت کرنا اور حضور انور کا یہ فرمان ان بزرگوں کی تسکین اور صبر کے لیے ہے یعنی دیکھو ہم کو بھی بھوک ہے مگر صبر بھی ہے۔ خیال رہے کہ ان حضرات کا اس موقعہ پر کمانے کے لیے نہ جانا حتی کہ بھوک نے پریشان کر دیا دینی کام میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے تھا جو کمائی سے زیادہ اہم تھا ورنہ وہ دونوں حضرات معاش کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ یہ

حضرات حضور کا دیدار کر کے سیر ہوجاتے تھے ان کی بھوک جاتی رہتی تھی جیسے قحط کے زمانہ میں مصری لوگ جمال یوسفی دیکھ کر سیر ہوجاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

(وہ حضور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے) دو کے لیے جمع فرمانا یا مجازًا ہے یا کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں۔

(ایک انصاری صاحب کے ہاں گئے) یہ خوش نصیب صحابی حضرت مالک ابن تیہان ہیں۔کنیت ابوالہیثم انصاری ہیں جو بڑے وسیع باغ بہت بکریوں کے مالک تھے، چونکہ اس مہمانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل تھے یہ دونوں حضرات حضور کے تابع تھے اس لیے اتی صیغہ واحد ارشاد ہوا۔

(خوش آمدید اھلاً) اہل عرب مہمان کو دیکھ کر یہ الفاظ کہتے ہیں جیسے انگریزی میں ویل کم، فارسی میں خوش آمدید۔

(فرمایا فلاں کہاں ہیں) یعنی تمہارے خاوند کہاں ہیں۔معلوم ہوا کہ کبھی اپنے دوست یا خادم کے گھر خود مہمان بن جانا بھی جائز ہے مہمان کے لیے صاحب خانہ کا بلانا ضروری نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مالک مکان گھر میں نہ ہو تو اسکے بال بچوں کے پاس انتظار کے لیے بات چیت کرنا درست ہے جب کہ ضرورۃً ہو بغیر خلوت کے ہو۔

(ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں) یعنی ہمارے باغ میں پانی ہے مگر قدرے کھاری ہے باغ سے کچھ فاصلہ پر میٹھے پانی کا کنواں ہے وہاں سے پینے کے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔

(دیکھا بولے اللہ کا شکر ہے) شمائل ترمذی میں ہے کہ یہ بات ہو رہی تھی کہ مالک ابن تیہان یعنی صاحب باغ بھی آگئے پانی کا برتن زمین پر رکھ کر حضور سے لپٹ گئے میرے ماں باپ فدا۔شعر

زشان وشوکت سلطان نہ گشت چیزے کم — زالتفات بمہماں سرائے مسکینے

کلاہ گوشہ مسکین بہ آفتاب رسید — کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے

اس میں حضرت مالک ابن تیہان کی اس عظمت کا ظہور ہے کہ سبحان اللہ! حضور انور نے ان کے گھر کو اپنا تصور فرما کر وہاں تشریف ارزانی فرمائی۔خیال رہے کہ آپ بیعت عقبہ اولٰی میں شریک ہوئے، بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے، بدر واحد اور تمام غزوات میں شریک رہے۔

(آج مجھ سے بہتر مہمانوں والا کوئی نہیں) یعنی آج معراج کا دولہا عرش اعظم کا مہمان میرے گھر کیسے کرم فرما ہوگیا، میں اپنے مقدر پر جس قدر ناز کروں کم ہے، آج میرا باغ رشک خلد بریں بلکہ رشک عرش بریں ہے۔فورًا چادر بچھائی بڑا سا خوشہ کھجور کا حاضر لائے۔بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے فرمایا صرف رطب کھجوریں ہی کیوں نہ لائے، عرض کیا کہ میں ہر قسم کی کھجوریں حاضر لایا ہوں تا کہ جو پسند خاطر ہو وہ ملاحظہ کریں۔

(دودھ والی سے الگ رہنا) یعنی دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔بعض بزرگ دودھ والی گائے بکری بھینس کی قربانی نہیں کرتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اگرچہ فرمان عالی بطور مشورہ تھا مگر حضور کے مشورہ پر عمل بھی بہت ہی اچھا ہے۔اس سے

معلوم ہوا کہ مہمان کو پہلے کچھ پھل کھلانا پھر کھانا پیش کرنا سنت صحابی ہے، بعد کھانے کے پھل پیش کرنا بھی سنت ہے جس کی روایات گزر چکیں۔

(اس خوشہ سے کھایا پانی پیا) یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے دوبارہ کھجوریں کھائیں۔ کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی۔ نووی نے فرمایا کہ شکم سیر کو کھانا پینا جائز ہے جن احادیث میں اس سے ممانعت آتی ہے وہاں ہمیشہ سیر ہو کر کھانا مراد ہے۔

(تم سے ان نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا) کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھوک و پیاس کی حالت میں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ لتسئلن مخاطب کے صیغہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حساب نہ لیا جائے گا کہ حضور کا ہر عمل تعلیم و تبلیغ کے لیے تھا آپ کا حساب نہیں بلکہ بلا حساب اجر و ثواب بے حساب عطا ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حتی کہ تم کو یہ نعمتیں مل گئیں) یعنی قیامت میں تم سے سوال یہ ہوگا کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا یا نہیں اگر کیا تو وہ کیا تھا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے سوال یہ ہوگا کہ ہماری فلاں فلاں نعمتیں تم نے کھائیں یا نہیں۔ غرضیکہ سوال توبیخ اور ہے سوال تعداد کچھ اور مرقات نے یہ دوسرے معنی اختیار فرمائے کہ یہ سوال سوال احترام ہوگا نا کہ سوال توبیخ کہ سوال توبیخ یا کفار سے ہوگا یا غافلوں ناشکروں سے۔

اس حدیث کا تتمہ بھی عنقریب آرہا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالہیثم سے فرمایا کہ جب ہمارے پاس غلام آویں تو تم آنا ہم تم کو ایک غلام عطا فرمائیں گے کچھ روز بعد دو غلام حضور کی بارگاہ میں لائے گئے تب ابوالہیثم حاضر بارگاہ ہوئے حضور انور نے فرمایا ان میں سے ایک لے لو۔ عرض کیا حضور آپ ہی انتخاب فرما کر ایک عطا فرمادیں فرمایا لے جاؤ یہ نمازی ہے اس سے برتاؤ اچھا کرنا۔ چنانچہ ابوالہیثم اس غلام کو گھر لائے اور اسے آزاد کر دیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۹۴)

(501) وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرِ الْعَدَوِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ، وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ، وَّوَلَّتْ حَذَّاءَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا، فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ

خالد بن عمیر عدوی سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت عتبہ بن غزوان ﷺ نے خطبہ دیا۔ آپ بصرہ کے امیر تھے۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا: اما بعد! دنیا نے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر برابر بھاگ رہی اور اس میں سے اتنا ہی باقی ہے جتنا برتن میں تلچھٹ ہوتی ہے۔ جس کو برتن والا سمیٹ کر حاصل کر لیتا ہے۔ اور تم اس سے ایک ایسے کی طرف منتقل ہونے والے ہو، جس کو زوال نہیں۔ اپنے پاس

عَامًا، لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا، وَاللّٰهِ لَتُمْلَأَنَّ أَفَعَجِبْتُمْ؟! وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ أَرْبَعِينَ عَامًا، وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيظٌ مِنَ الزِّحَامِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتّٰى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا أَصْبَحَ أَمِيرًا عَلٰى مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ، وَإِنِّي أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ فِي نَفْسِي عَظِيمًا، وَعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

موجود چیزوں میں سے اچھی چیز لے کر منتقل ہو جاؤ۔ بے شک ہمارے لیے ذکر کیا گیا کہ جہنم کے کنارے ایک پتھر اس میں لڑھکایا جائے گا' تو اس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے وہ ستر سال تک پستی کی طرف رواں دواں رہے گا لیکن تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم جہنم کو پر کر دیا جائے گا۔ کیا تم کو اس سے تعجب ہے؟ اور ہمارے لیے ذکر کیا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کا ہے اور اس پر ایک وقت آئے گا کہ بہت زیادہ بھرا ہوگا۔ بے شک میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات میں ساتواں دیکھا ہمارے لیے درخت کے پتوں کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے منہ زخمی ہو گئے۔ پھر مجھے ایک چادر ملی وہ میں نے اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان نصف نصف کر لی۔ نصف کو میں نے تہہ بند بنایا اور دوسرے نصف کو سعد نے آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر پر حاکم ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ میں بڑا ہوں حالانکہ میں اللہ کی بارگاہ میں بہت چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "آذَنَتْ هُوَ بِمَدِّ الْأَلِفِ، أَيْ: أَعْلَمَتْ. وَقَوْلُهُ: "بِصُرْمٍ هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ، أَيْ: بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا. وَقَوْلُهُ: "وَوَلَّتْ حَذَّاءَ هُوَ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَفْتُوحَةٍ، ثُمَّ ذَالٍ مُعْجَمَةٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ أَلِفٍ مَمْدُودَةٍ، أَيْ: سَرِيعَةٍ. وَ"الصُّبَابَةُ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ: الْبَقِيَّةُ الْيَسِيرَةُ. وَقَوْلُهُ: "يَتَصَابُّهَا هُوَ بِتَشْدِيدِ الْبَاءِ قَبْلَ الْهَاءِ، أَيْ: يَجْمَعُهَا.

آذَنَتْ: الف ممدودہ کے ساتھ یعنی اعلان کیا' بتا دیا۔ بِصُرْمٍ: صاد پر پیش کے ساتھ فناء ہو جانا' ختم ہونا۔ وَلَّتْ حَذَّاءَ: حا مہملہ پر زبر ذال معجمہ پر شد پھر الف ممدودہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے جلدی' تیزی سے۔ صُبَابَةٌ: صاد مہملہ کی پیش کے ساتھ پس خوردہ' تلچھٹ' تھوڑا سا بچا ہوا۔ يَتَصَابُّهَا: ہا سے پہلے با مشدد یعنی اس کو جمع کر کے حاصل کرتا ہے۔ كَظِيظٌ: یعنی

وَ"الْكَظِيظُ": الْكَثِيرُ الْمُمْتَلِئُ. وَقَوْلُهُ: "قَرِحَتْ" هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّاءِ، أَيْ صَارَتْ فِيهَا قُرُوحٌ. بہت بھرا ہوا۔ قَرِحَتْ: قاف پر زبر اور راء پر زیر کے ساتھ مطلب ہے وہ زخمی ہوگئے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۰۵، رقم: ۶۲۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عتبة بن غزوان، ج۳ص۱۶۴، رقم: ۱۶۷۱۱، المستدرك للحاكم، ذكر مناقب عتبة بن غزوان، ج۴ص۲۹۲، رقم: ۵۱۹۳، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه عتبة بن غزوان السلمی، ج۱۷ص۱۱۲، رقم: ۱۳۹۲۲، مصنف عبدالرزاق، باب صفة اهل النار، ج۱۱ص۴۲۱، رقم: ۲۰۸۹۱)

شرح حدیث: فَقر کیا ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فَقر کیا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اس نے دوبارہ عرض کی: یارسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فقر کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ کی عطاؤں میں سے ایک عطاء ہے۔ اس نے تیسری بار پھر عرض کی: یارسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فقر کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو اللہ عزَّ وَجَلَّ اپنے نبی، رسول اور معزَّز ومکرَّم بندے کے سوا کسی کو عطا نہیں فرماتا۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور فقراء کی تخلیق جنّت کی مٹی سے ہوئی

حضور سیِّدُ الانبیاء والمرسلین، جنابِ رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: فقیر وہ ہے جس کی بھوک اور مرض کا لوگوں کو علم نہ ہو۔ اللہ عزَّ وَجَلَّ نے مخلوق کو زمین کی مٹی سے اور انبیاء وفقراء کو جنت کی مٹی سے پیدا فرمایا۔ تو جو اللہ عزَّ وَجَلَّ کی امان چاہے اُسے چاہے کہ فقراء کی عزت کرے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت بیان ہے: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اُن میں سے سات فقراء کے لئے اور ایک اغنیاء کے لئے ہے۔ اور جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے چھ فقراء پر حرام اور اغنیاء کے لئے حلال ہیں۔ اور ایک دروازہ فقراء کے لیے ہے۔

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سیِّدُ المُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ کے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ فقراء ہیں۔ کیونکہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کو سب سے زیادہ محبوب انبیاء کرام ہیں اور اس نے انہیں فقر میں مبتلا فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت فرماتے ہیں: اے لوگو! تمہیں فاقہ وتنگدستی اس بات پر نہ ابھارے کہ تم حرام طریقے پر رزق طلب کرنے لگو۔ بے شک میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا: اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ فَقِیْرًا وَلَا تَتَوَفَّنِیْ غَنِیًّا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے فقیری میں موت عطا فرما، امیری میں موت نہ دے اور مجھے مساکین کی جماعت میں اُٹھا۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، الحدیث ۵۴۹۹، ج ۴، ص ۳۸۹)

(502) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَخْرَجَتْ لَنَا عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا كِسَاءً وَّاِزَارًا غَلِیْظًا، قَالَتْ: قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذَیْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک موٹا تہہ بند نکالا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وصال فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاکسیۃ والخمائص، ج۴،ص۱۲۷، رقم: ۵۸۱۸، صحیح مسلم، باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منہ والیسیر فی اللباس، ج۶،ص۱۴۵، رقم: ۵۵۶۲، الاداب للبیھقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱،ص۲۹۶، رقم: ۷۹۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی لبس الصوف، ج۳،ص۲۲۴، رقم: ۱۷۳۳، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنھا، ج۶،ص۳۲، رقم: ۲۲۰۹۳)

شرح حدیث: وصال کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہوگیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلا مبالغہ ہوش وحواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج وملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲ ملخصاً والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی

اتمامہ۔۔۔الخ، ج ۱۲،ص ۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش وحواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھراُدھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑادوں گا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲،ص ۴۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر وحضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہوگئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہوگئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوسکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہوجائے۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ۔۔۔الخ، ج ۱۲،ص ۱۳۹)

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُنحمیں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔

چونکہ دوشنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم سُنحلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ۔۔۔الخ، ج ۱۲،ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر سُنحسے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخِ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پاچکے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کررہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کردیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کردیا کہ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج ۱،ص ۴۲۱ ملخصاً)

امابعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خداعزوجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

(پ ۴، ال عمران: ۱۴۴)

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کریگا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔ (آل عمران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج۱، ص ۴۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آلِ عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔

(مدارج النبوت، قسم چہارم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۴)

(503) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ، وَهٰذَا السَّمُرُ، حَتّٰى اِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهٗ خَلْطٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے فرمایا میں پہلا عربی ہوں۔ جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے حالانکہ ہمارا کھانا صرف میتھی کے پتے اور کیکر کے پتے ہوتے اور ہم میں سے کوئی اجابت پاخانہ یوں کرتا جس طرح بکری مینگنیاں کرتی ہے۔ اس میں (خشکی کی وجہ سے) لیس نہ ہوتا۔ (متفق علیہ)

"اَلْحُبْلَةُ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْکَانِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ: وَهِیَ وَالسَّمُرُ، نَوْعَانِ مَعْرُوْفَانِ مِنْ شَجَرِ الْبَادِیَةِ.

حُبْلَةُ حا مہملہ پر پیش کے ساتھ اور باموحدہ کے سکون کے ساتھ تھی اَلسَّمُر: کیکر یہ دونوں جنگل کی معروف پیداوار ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه یاکلون، ج۷،ص۶۷، رقم: ۵۴۱۲، صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸،ص۲۱۵، رقم: ۷۶۲۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الجمع فی الاستنجا بین المسح بالاحجار، ج۱،ص۱۰۶، رقم: ۵۲۱، المعجم الکبیر، من اسمه عتبة بن غزوان السلمی، ج۱۷،ص۱۱۶، رقم: ۱۳۹۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱،ص۱۶۷، رقم: ۱۴۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نے کس موقعہ پر یہ تیر چلایا تھا اول تیر چلانا بھی اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت رحمت ہے۔

حبلہ ح کے پیش ب کے سکون سے کیکر یعنی ببول کے بیج۔ نہ معلوم وہ حضرات یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال اسلام کی قدر ان سے پوچھو ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا ہم کیا قدر کر سکتے ہیں۔

(لیس نہ ہوتا) یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی مینگنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری نہیں، اگر کوئی تر چیز کھائیں تو تری ہو جب پتے اور ببول کے بیج کھائے جائیں گے تو پاخانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، وہاں قبیلہ بنی اسد آباد تھے ان لوگوں نے آپ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کی اس شکایت میں یہ بھی کہا کہ یہ نماز غلط پڑھتے ہیں اور ہم کو غلط ہی پڑھاتے ہیں جس سے ہماری نمازیں برباد ہوتی ہیں، حضرت عمر نے آپ کو طلب فرمایا اور ان کی شکایت پیش کیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں اولین مؤمنوں میں سے ہوں میں نے صدہا نمازیں حضور کے پیچھے پڑھی ہیں میری نماز غلط کیسے ہو سکتی ہے۔

یعنی اگر ان تمام خدمات اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مجھے نماز بھی نہیں آئی میں ان لوگوں کے سکھانے کا حاجت مند رہا تو میں بہت ہی خائب و خاسر ہوا، یہ لوگ مجھے نماز سکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مجھ سے نماز اور دوسرے احکام اسلام سیکھیں میں صحبت یافتہ مصطفٰی ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں بنی اسد سے مراد زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد کی اولاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنے علمی کمالات و فضائل بیان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی رب کا شکر ہے فخر نہیں۔

اسلام سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے، قرآن مجید میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ تعزیر بمعنی سزا بھی آتا ہے اور بمعنی تعلیم اور بمعنی تعظیم بھی وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ یہاں بمعنی تعلیم

ہے۔(اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج۸،ص۳۶۹)

(504) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا"مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ وَالغَرِیْبِ: مَعْنٰی "قُوْتًا"اَیْ: مَا یَسُدُّ الرَّمَقَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! آل محمد کا رزق کفایت شعاری کا بنا۔(متفق علیہ)

لغت کے علماء نے کہا قوت کا معنی ہے جس سے زندگی باقی رہ سکے۔

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وتخلیهم من الدنیا، ج۸ص۹۸ رقم: ۶۴۶۰،صحیح مسلم، باب فی الکفاف والقناعة، ج۳ص۱۰۲ رقم: ۲۴۲۷،السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الدلیل علی ان ازواجه صلی اللہ علیہ وسلم من اهل بیته، ج۲ص۱۵۰ رقم: ۲۹۷۶،سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص۱۳۸۷ رقم: ۴۱۳۹،سنن ترمذی، باب ما جاء فی معیشة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واهله، ج۴ص۵۸۰ رقم: ۲۳۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص امتی ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کے حق میں قبول ہوئی، یہ نہیں کہا جاسکتا بہت سید بڑے امیر ہوتے ہیں۔ جمیع آل محمد نہیں فرمایا دیکھو مرقاۃ میں شرح اس حدیث کی۔ کفاف بنا ہے کف سے بمعنی روکنا، اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو سوال کرنے سے بچائے، بھیک سے روک لے یعنی بقدر ضرورت مالی ضرورت ہر شخص کی مختلف ہے لہذا کفاف بھی ہر شخص کا علیحدہ۔ اس فرمان عالی میں امت کو تعلیم ہے کہ بقدر ضرورت مال پر قناعت کریں زیادتی کی ہوس میں ذلیل وخوار نہ ہو۔(اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج۷،ص۱۰)

مال میں زیادتی کی خواہش

جو مال حاجت اور ضرورت سے زائد ہو تو وہ شیطان کا ٹھکانا ہوتا ہے کیونکہ جس کے پاس اس قسم کا زائد مال نہیں ہوتا اس کا دل بے جا تفکرات سے خالی ہوتا ہے، لہٰذا اگر ایسے شخص کو کسی راستے میں 100 دینار پڑے ہوئے مل جائیں تو اس کے دل میں ایسی 10 خواہشیں سر اٹھانے لگتی ہیں کہ جن میں سے ہر خواہش 100 دینار کی محتاج ہوتی ہے، لہٰذا وہ مزید 900 دینار کا محتاج ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ 100 دینار ملنے سے پہلے ہر خواہش سے بے پرواہ تھا، پھر جب اس نے 100 دینار پالئے تو یہ خیال کیا کہ وہ محتاج نہیں ہے حالانکہ اس کا گھر، خادمہ اور ساز وسامان خریدنے کے لئے 900 دینار کا محتاج ہونا ظاہر ہو چکا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ان اشیاء کی خریداری کے بعد ان کے لوازمات پورے کرنے کے لئے مزید رقم کا محتاج ہونا بھی ثابت ہو گیا، تو اس طرح وہ ایک ایسی گھاٹی میں گر جائے گا جس کی اِنتہاء جہنم کی اتھاہ گہرائیوں کے سوا کچھ

نہیں۔

جب ابلیس کے چیلے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر کامیابی پانے سے مایوس ہوگئے اور انہوں نے ابلیس سے شکایت کی تو اس نے ان سے کہا: صبر کرو! ہوسکتا ہے ان پر دنیا کے دروازے کھل جائیں اور پھر تم ان سے اپنی حاجتیں پوری کرسکو۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر صفحہ ۲۸۴)

(505) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَاللّٰهِ الَّذِيْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ، اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ. وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِيْ مِنَ الْجُوْعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الَّذِيْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِيْ، وَعَرَفَ مَا فِيْ وَجْهِيْ وَمَا فِيْ نَفْسِيْ، ثُمَّ قَالَ: "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "اِلْحَقْ" وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ. فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ، فَاَذِنَ لِيْ فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ، فَقَالَ: "مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟" قَالُوْا: اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ - اَوْ فُلَانَةُ - قَالَ: "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "اِلْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ" قَالَ: وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ، لاَ يَاْوُوْنَ عَلٰى اَهْلٍ وَّلاَ مَالٍ وَّلاَ عَلٰى اَحَدٍ، وَّكَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَّاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ، وَاَصَابَ مِنْهَا، وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا. فَسَاءَنِيْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِيْ اَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ اَحَقُّ اَنْ اُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا. فَاِذَا جَاءُوْا وَاَمَرَنِيْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِيْهِمْ؛ وَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْلُغَنِيْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ. وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بھوک کی وجہ سے میں اپنا پیٹ زمین پر رکھ کر دبا تا تھا۔ اور میں بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا ایک دن میں راستہ پر بیٹھا تھا۔ پس نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے آپ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور پہچان لیا جو میرے چہرہ اور میرے دل میں تھا۔ پھر فرمایا ابو ہریرہ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ' فرمایا پیچھے آؤ میں چلا آیا آپ گھر گئے جا کر پردہ کروایا پھر مجھے بلایا تو میں گھر میں داخل ہوا۔ آپ نے پیالہ میں (گھر میں) دودھ پایا۔ فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ کے لیے فلاں نے یا فلانہ نے ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا: اے ابو ہریرہ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں' یارسول اللہ! فرمایا: اصحاب صفہ کے پاس جا کر ان کو بلا لاؤ۔ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ گھر' مال یا کسی کے پاس پناہ لینے کے لیے نہ جاتے اور جب ہدیہ آتا تو آپ (ﷺ) ان کو بلاتے اور اس میں سے خود بھی لیتے اور ان کو بھی حصہ عطا فرماتے۔ مجھے یہ (بلانے کا حکم) اچھا نہ لگا۔ میں نے کہا یہ پیالہ اصحاب صفہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ میں اس بات کا زیادہ حق دار تھا کہ یہ پیالہ مجھے عنایت ہوتا۔ اتنا پی لیتا کہ مجھے قوت حاصل ہو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَاسْتَأْذَنُوا، فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ، قَالَ: "يَا أَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: "خُذْ فَأَعْطِهِمْ" قَالَ: فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: "أَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: "بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ" قُلْتُ: صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: "اقْعُدْ فَاشْرَبْ" فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ "اشْرَبْ" فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُولُ: "اشْرَبْ" حَتَّى قُلْتُ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا! قَالَ: "فَأَرِنِي" فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ، فَحَمِدَ اللهَ تَعَالَى، وَسَمَّى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

جاتی جب وہ آئیں گے اور آپ نے حکم دیا تو ان کو میں دوں گا۔ مجھے اس دودھ میں سے کیا بچے گا۔ لیکن اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر گزارہ بھی نہ تھا۔ میں ان کے پاس آیا ان کو بلایا وہ چلے آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت عطا فرمائی۔ وہ گھر میں اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے‘ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا۔ لبیک یارسول اللہ! فرمایا: پیالہ پکڑ ان کو دے۔ میں نے پیالہ پکڑا پس وہ ایک ایک آدمی کو دیتا وہ پی کر سیراب ہو جاتا پھر پیالہ مجھے واپس کرتا پھر میں وہ دوسرے کو دیتا وہ پی کر سیراب ہو جاتا پھر مجھے پیالہ واپس دیتا پھر میں اور کو دیتا وہ پی کر سیراب ہوتا۔ پھر مجھے پیالہ واپس کرتا حتیٰ کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا۔ اور سب لوگ سیراب ہو چکے تھے۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور تم باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا: یارسول اللہ! فرمایا: بیٹھ جا اور پی‘ میں نے پیا۔ فرمایا: پی‘ میں نے پیا‘ آپ یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا میں اس کی گنجائش نہیں پاتا۔ فرمایا: مجھے دکھا میں نے پیالہ آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی بسم اللہ پڑھی اور بچا ہوا پی لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وتخلیھم من الدنیا، ج۸ص۹۶، رقم: ۶۴۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب المسلم یبیت فی المسجد، ج۲ص۴۳۶، رقم: ۴۵۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی

صفة أواني الحوض: ج۴ص۶۲۸ رقم:۲۲۷۷)

شرح حدیث: اہلِ صفہ

اہلِ صفہ محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ہجرت کرنے والے وہ مہاجر فقراء تھے جو مسجد نبوی شریف کے چبوترے میں رہائش پذیر تھے، ہر مہاجر آکر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت تنگدستی کے باوجود بہت صابر تھے، مگر انہیں اللہ عزوجل کے اپنے اولیاء کے لئے تیار کردہ انعامات کے مشاہدے نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں سے اغیار کے ہر تعلق کو مٹا دیا تھا اور انہیں نیکیوں میں سبقت اور فضیلت والے احوال ومقامات کی راہ دکھادی تھی، اسی وجہ سے یہ حضرات اس بات کے حقدار ہو گئے کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے در سے دور نہ کرے اور اپنے محبوب بندوں کے سامنے ان کی مدح کا اعلان کرے کیونکہ مساجد ان کا ٹھکانا، اللہ عزوجل ان کا مطلوب اور مولیٰ، بھوک ان کی غذا، رات میں جب لوگ سو جائیں تو شب بیداری کرنا ان کی ترکاری (یعنی سالن) اور فقر وفاقہ ان کا شعار اور غربت وحیا ان کی پونجی تھی، ان کا فقر وہ عام فقر نہ تھا جو اللہ عزوجل کا مطلق محتاج ہونا ہے کیونکہ یہ تو ہر مخلوق کی صفت ہے اور اللہ عزوجل کے اس فرمان میں بھی یہی فقر مراد ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج۔ (پ22، فاطر:15)

بلکہ ان کا فقر وہ خاص فقر تھا جو اولیاء اللہ اور مقربینِ بارگاہِ ایزدی کا شعار ہے اور وہ یہ ہے کہ دل کا غیر کے تعلق سے خالی ہونا اور تمام حرکات وسکنات میں اللہ عزوجل کے مشاہدے سے نفع اٹھانا، اللہ عزوجل ہمیں ان کی محبت کے حقائق سے سرفراز فرما کر ان کے گروہ میں اٹھائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۳۷۰)

(506) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ، فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى عُنُقِيْ، وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ، مَا بِيْ اِلَّا الْجُوْعُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت محمد بن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر اور حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا آنے والا آتا۔ میری گردن پر پاؤں رکھ دیتا۔ لوگ سمجھتے کہ ابو ہریرہ پاگل ہے حالانکہ مجھے دیوانگی نہ تھی۔ مجھے تو صرف بھوک ہوتی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق اھل العلم، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۲۲۲۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۳ص۲۰۷، رقم: ۲۸۱۶)

شرح حدیث: زُہد کے درجات

زہد کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ: یہ ہے کہ انسان تکلّف کے ساتھ دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور اپنی خواہشات کے باوجود اسے ترک کرنے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص مُتَزَہِّدْ ہے اور ہو سکتا ہے وہ اس پر مداومت اختیار کر کے زُہد کو پالے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی وہ جس چیز کی طمع کر رہا ہے اس کی نسبت سے دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی شخص دو دراہم کے لئے ایک درہم چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس پر دشوار نہیں ہوتی لیکن اس کی توجہ دُنیا اور اپنے نفس کی طرف بھی رہتی ہے (یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑی اہم چیز کو چھوڑا ہے) اور یہ بھی زہد ہے، لیکن اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

تیسرا درجہ: سب سے اعلیٰ ہے اور وہ یہ کہ بندہ خوشی سے زہد اختیار کرے اور اپنے زہد میں مبالغہ اختیار کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کوئی چیز نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے پتھر کو چھوڑا اور موتی لے لیا، پس وہ اس چیز کو اس کا بدلہ نہیں سمجھتا اور دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ عبد الرحمن علیہ رحمۃ اللہ المنّان سے پوچھا: آپ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: زہد کے بارے میں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: کس چیز میں زہد؟ جواب دیا: دنیا میں (یہ سن کر) حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا: میرا خیال تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے، دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں جس میں زہد اختیار کیا جائے۔

اہلِ معرفت اور مشاہدات و مکاشفات سے معمور دل رکھنے والوں کے نزدیک آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے، جو بادشاہ کے دربار میں جانا چاہتا ہے، لیکن دروازے پر موجود کتّا اسے روک لیتا ہے، وہ اس کے سامنے روٹی کا ایک لقمہ ڈالتا ہے تو وہ اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور وہ خود دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا حکم تمام مملکت میں نافذ ہونے لگتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا وہ اپنے حاصل کئے ہوئے مقام کے مقابلے میں اس لقمے کو زیادہ اہمیت دے گا، جو اس نے کتے کے سامنے ڈالا؟ شیطان بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دروازے پر ایک کتّا ہے، جو لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے، حالانکہ دروازہ کھلا اور پردہ اٹھا ہوا ہے۔ اور دنیا روٹی کے ایک لقمے کی طرح ہے، اگر تم اسے کھاؤ تو اس کی لذت صرف چبانے کی حد تک ہے، پھر نگلتے ہی

لذّت ختم ہوجائے گی، پھر اس کا بوجھ معدے میں باقی رہتا ہے اور بدبُو کی شکل اختیار کرلیتا ہے، پھر اس بوجھ کو نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو شخص اسے بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ترک کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہوگا؟ اور دنیا جو کسی شخص کو صحیح وسلامت حاصل ہوتی ہے آخرت کے مقابلے میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک تنکے کو دنیوی ملک کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ جس کی کوئی انتہاء ہو اسے غیر متناہی چیز سے کوئی نسبت نہیں اور دنیا عنقریب ختم ہونے والی ہے، اگرچہ اس کی عمر لاکھ سال ہوجائے اور وہ کدورتوں سے بالکل صاف ہوجائے پھر بھی اس کا انجام زوال ہی ہے۔

پس اب تو نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو! اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت ہوجاؤ اور یہ چیز اللہ عَزَّ وَجَلَّ (کے دیدار) کی لذت اور اس کے سوا ہر نعمت سے زہد اختیار کرنے کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تمہیں چاہیے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا، لباس، نکاح اور رہائش اختیار کرو، جس سے تمہارے بدن کا گزارہ ہو اور تم اپنا دفاع کرسکو، یہی حقیقی زہد ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔ (لُبَابُ الْاِحْیَا صفحہ ۲۳۲)

(507) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حال یہ تھا کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (30) ٹوپے جو کے بدلے گروی رکھی ہوئی تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقمیص فی الحرب، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۲۹۱۶، صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۳ص۲۱۹، رقم: ۶۳۲۶، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب جواز الرھن، ج۶ص۳۶، رقم: ۱۱۵۲۲، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۲۲۸، رقم: ۱۱۹۲۸، السنن الکبرٰی للنسائی، باب مبایعۃ اھل الکتاب، ج۴ص۳۹، رقم: ۶۲۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اس یہودی کا نام ابوشحم تھا، قبیلہ بنی ظفر سے تھا یا تو اس وقت صرف اسی کے پاس فالتو جَو تھے، کسی صحابی کے پاس ضرورت سے زائد نہ تھے یا حضرات صحابہ حضور انور سے گروی لینے پر ہرگز تیار نہ تھے اور گروی رکھنا ضروری تھا تاکہ آئندہ اس گروی کے مسائل لوگوں کو معلوم ہوسکیں اسی لیے یہودی سے قرض لیا اور اسے گروی دیا، حضور انور نے ابوشحم سے کچھ ادھار لیے تھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

اس واقعہ سے بہت سے احکام شرعیہ معلوم ہوئے: کفار سے خرید وفروخت اور قرض کا لین دین جائز ہے اگرچہ ان کی آمدنی خالص حلال نہیں، وہ شراب وسور کی بھی تجارت کرتے ہیں، سود کا کاروبار بھی کرتے ہیں، ہر مخلوط آمدنی والے کا یہ

ہی حکم ہے. حضور انور نے دنیا میں زہد و قناعت اختیار کی، جنگی سامان کفار کے ہاں گروی رکھنا درست ہے اگر چہ بحالت جنگ ان کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا ممنوع ہے، ذمی کفار اپنے مال و اسباب کے شرعی مالک ہیں۔ رہن گھر میں بھی درست ہے، قرآن کریم میں رہن رکھنے کے لئے جو سفر کی قید ہے کہ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ الخ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ خیال رہے کہ کفار کے ہاتھ قرآن شریف یا مسلمان غلام فروخت کرنا ممنوع ہے، دین میں میعاد ادا مقرر ہونی چاہیے تاکہ جھگڑا نہ پڑے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۴۸۶)

(508) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ، وَمَشَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "مَا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا اَمْسٰى وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلْاِهَالَةُ بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ: الشَّحْمُ الذَّائِبُ. وَ"السَّنِخَةُ بِالنُّوْنِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهِيَ الْمُتَغَيِّرَةُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زِرّہ جو کے عوض گروی رکھی تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی لے کر حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس ایک ٹوپہ نہ صبح کو اور نہ شام کو ہوتا' حالانکہ ان کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اِلْاَھَالَۃُ: ھاء پر زیر کے ساتھ پگھلی ہوئی چربی۔
اَلسَّنِخَۃُ: نون اور خا معجمہ کے ساتھ مطلب ہے' تبدیل شدہ۔

تخریج حدیث: (صحيح البخاري، باب الرهن في الحضر، ج۲ص۱۴۲، رقم: ۲۵۰۸، السنن الكبرٰى للبيهقي، باب جواز الرهن، ج۶ص۳۶، رقم: ۱۱۵۲۲، جامع الاصول لابن اثير، الفصل الثاني فيما كان النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه عليه من الفقر، ج۴ص۲۸۹، رقم: ۲۸۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اہالہ پگھلائی ہوئی چربی اور سنخہ پرانی چربی جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو پیدا ہوگئی ہو۔ معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی مگر سڑا بھنا کھانا صحت کے لیے بہت مضر ہے اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

حتی کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی تو زرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق نے چھڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی لین دین مالی معاملات جائز ہیں اگر چہ ان کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو، یہود کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا کفار کے ہدیئے قبول فرمائے۔

آل محمد سے مراد حضور کی ازواج پاک ہیں اور یہ واقعہ فتح خیبر سے پہلے کا ہے، فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر بیوی صاحبہ

کو سال بھر کا خرچ دیدیتے تھے۔ (لمعات واشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۸۳)

(509) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا ان میں سے کسی کے پاس اوڑھنے کی چادر نہیں تھی یا تہبند تھا یا اوپر کرنے کی چادر جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے۔ بعض کی چادریں نصف پنڈلی تک اور بعض کی ٹخنوں تک وہ اس کے گوشوں کو ہاتھ سے اکٹھا رکھتے تاکہ بے پردگی ظاہر نہ ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نوم المرأۃ فی المسجد، ج۱ص۹۹، رقم: ۴۴۲، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب من جمع ثوبه بیده کراهیة ان تبدوا عورته، ج۲ص۲۴۱، رقم: ۳۲۲۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه علیه من الفقر، ج۴ص۱۰۱، رقم: ۲۸۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

صفہ کہتے ہیں چبوترے کو (تھڑہ) مسجد نبوی شریف سے متصل طلباء کے لیے ایک چبوترہ مقرر کیا گیا تھا جہاں یہ علم سیکھنے والے حضرات رہتے تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے، ان کی تعداد کل چارسو ہے، ان کے منتظم حضرت ابوہریرہ تھے یہ خود بھی انہیں میں سے تھے، ان حضرات نے اپنے کو دین کے لیے وقف کر دیا تھا، مدینہ پاک میں رہتے تو علم سیکھتے تھے ورنہ جہاد میں جاتے تھے، اہل مدینہ ان کو اپنے صدقات وخیرات دیتے تھے۔ آج کل بھی دینی مدارس میں یہی ہوتا ہے آج کل کے دینی مدارس کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ (مرقات)

یعنی قمیص تو کسی کے پاس تھی ہی نہیں صرف تہبند تھا وہ بھی اتنا چھوٹا کہ یہ حضرات اس ایک کپڑے میں پورا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتے تھے۔

یعنی یہ لوگ سجدہ ورکوع یا اٹھتے بیٹھتے اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے کیونکہ ان کپڑوں کی چوڑائی بہت کم تھی اگر ہاتھ سے نہ پکڑتے تو کھل جاتا ان ہاتھوں میں اسلام پروان چڑھا ہے۔ وہ لوگ ناشکرے ہیں کہ بہت نعمتوں کے مالک ہیں پھر اپنے کو غریب ہی کہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۸۵)

(510) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، ج۴،ص۲۳۷، رقم: ۶۴۵۶، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما امرہ اللہ تعالٰی بہ من اختیار الاخرۃ علی الاولٰی، ج۷،ص۴۲، رقم: ۱۳۰۹۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السادس فی الفراش والوسائد، ج۱۰،ص۱۲۳، رقم: ۸۴۵۲، مسند اسحاق بن راھویہ، باب ما یروی عن عروۃ بن زبیر، ج۱،ص۲۱۹، رقم: ۸۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے لیف کے معنی کیے ہیں کھجور کی چھال، یہ غلط ہے چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے، عرب شریف میں کم چوڑے بہت لمبے گدیلے تکیہ نما ہوتے ہیں ان پر سویا جاتا ہے یہاں وہی مراد ہے یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیلے تھے سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں ٹاٹ لہذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۱۵۴)

دنیا کے بارے میں فرامینِ مصطفٰی صَلَّی اللہ علیہ وسلَّم

حضور نبی اکرم، رسول محتشم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے کنارہ کشی) اختیار کئے رہے کیونکہ دنیا ان کا دائمی گھر نہیں تھا یقیناً حقیقی گھر تو آخرت ہے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے لئے دنیا کے بارے میں بہت سی مثالیں بیان فرمائیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسولوں کے سالار، دو عالم کے مالک ومختار صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ایک چٹائی پر سو گئے، جب اٹھے تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان تھے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! اگر ہم آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے نرم بستر بچھا دیتے۔ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کوئی غرض نہیں، مَیں دنیا میں اُس مسافر کی طرح ہوں جو ایک درخت کے سائے میں (کچھ دیر) آرام کرتا ہے اور پھر کوچ کر جاتا ہے اور اس درخت کو چھوڑ دیتا ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث ماالدنیا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۳۷۷،ص۱۸۹۰)

(511) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِيُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا اَخَا الْاَنْصَارِ، كَيْفَ اَخِيْ سَعْدُ بْنُ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ اچانک ایک انصاری آیا اس نے سلام عرض کیا: پھر وہ انصاری واپس پھرا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کی طبیعت کیسی ہے۔ عرض کی درست ہے۔

عُبَادَةَ؛فَقَالَ: صَالِحٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَعُوْدُهُ مِنْكُمْ ؟فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ، مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَلاَ خِفَافٌ، وَلاَ قَلاَنِسُ ، وَلاَ قُمُصٌ، نَمْشِيْ فِيْ تِلْكَ السِّبَاخِ، حَتّٰى جِئْنَاهُ. فَاسْتَأخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پھر رسول اللہ ﷺ نے (حاضرین سے) فرمایا تم میں سے کون اس کی عیادت کے لیے جاتا ہے۔ آپ کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم دس سے کچھ زیادہ تھے۔ ہمارے پاس نہ جوتے تھے نہ موزے نہ ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں ہم اس پتھریلی زمین پر چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم ان کے پاس پہنچے۔ ان کے گھر والے پیچھے ہٹ گئے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ جو ساتھ تھے ان کے قریب ہو گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی عیادة المریض، ج۲ص۳۰ رقم: ۲۱۷۷، شعب الایمان، الثالث والستون من شعب الایمان وھو باب فی عیادة المریض، ج۶ص۵۳۳، رقم: ۹۱۸۲)

شرح حدیث: عیادت وتعزیت کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ ربُّ العزت میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! وہ کون ہے جو تیرے عرش کے سائے میں ہوگا جس دن اُس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! وہ لوگ جو مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں اور کسی کا بچہ فوت ہو جائے اس سے تعزیت کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۱۲۰۶، ج۴، ص ۴۸)

مریض کی عِیادت کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تُو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟ بندہ عرض کریگا، اے اللہ عزوجل! میں تیری عیادت کیسے کرتا تُو تو ربُّ العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تُو نہ جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے پھر بھی تُو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تُو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرنے کیلئے اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تُو نے مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا؟ بندہ عرض کریگا، اے رب عزوجل! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا تُو تو ربُّ العالمین ہے؟ اللہ عزوجل فرمائے گا، میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو تُو نے اسے کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ کیا تُو نہ جانتا تھا کہ اگر تُو اسے کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میرے

پاس ضرور پالیتا؟ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے مجھے پانی کیوں نہ دیا؟ بندہ عرض کرے گا،، یارب عزوجل! میں تجھے پانی کیسے پلاتا تو تو ربُّ العالمین ہے تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے اسے پانی نہ پلایا، کیا تُو نہ جانتا تھا کہ اگر تُو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض، رقم ۲۵۶۹ ص۱۳۸۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، خوش ہو جا کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ثواب من عاد مریضا، رقم ۱۴۴۳، ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی عیادت کرنے یا اس سے ملنے کے لئے نکلتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ خوش ہو جا کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنے لئے ایک ٹھکانا بنالیا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی، رقم ۸، ج ۴ ص ۱۶۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا کہ آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ المرضی۔۔الخ، رقم ۷، ج ۴ ص ۱۶۳)

(512) وَعَنْ عِمْرَانَ بنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انَّه قَالَ: "خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا اَدْرِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا "ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ

حضرت عمران بن حصین ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر جو ان کو ملیں گے پھر جو ان کو ملیں گے۔ حضرت عمران کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بار یا تین بار فرمایا پھر ایسے لوگ جو ہوں گے جو گواہی دیں گے۔ ان سے گواہی مانگی نہیں جائے گی اور خیانت کریں گے اور امانت دار نہ ہوں گے اور منت مانیں گے اور

السِّمَنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ پوری نہ کریں گے اوران میں موٹاپا عام ہوجائے گا۔

(مشاق مایہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۳۳۵ رقم: ۳۶۵۰ صحیح مسلم باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم، ج۷ص۱۸۵ رقم: ۶۶۳۸ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب الوفاء بالنذور التی لیست لمعصیۃ ج۴ص۲۳۲ رقم: ۳۳۵۴ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عمران بن حصین، ج۱۸ص۲۱۳ رقم: ۱۵۲۲۸ مسند امام احمد بن حنبل حدیث عمران بن حصین، ج۴ص۳۲۷ رقم: ۱۹۸۴۸)

شرحِ حدیث: بہترین زمانہ

خدائے بزرگ وبرتر، رحمن ورحیم عزوجل کا ہم ناتوانوں پر کروڑہا کروڑ احسان، کہ اس نے ہمیں دولت ایمان، اوردامن نبی آخرالزمان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ وہ رحیم وکریم پروردگار عزوجل تواپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے، لیکن انسان اس کا ناشکرا اورنافرمان ہے، اللہ رب العزت عزوجل نے انسانوں کی بھلائی کے لئے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کومبعوث فرمایا۔ اُن پاکیزہ ہستیوں نے انسان کو خالق لم یزل عزوجل کی اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دی۔ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا یہ سلسلہ چلتارہااورخاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعٰلمین، محبوبِ ربُّ العٰلمین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بعثت شریف پرختم ہوگیا۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی تشریف آوری سے قبل انسانیت، تباہی وبربادی کے عمیق گڑھے میں گری ہوئی تھی، ہرطرف کفروشرک اور جہالت وگمراہی کا دور دورہ تھا، ظلم وستم، بے حیائی، شراب وکباب کی محفلیں، دھوکا بازی، جوا، سودی لین دین، قتل وغارت الغرض ہرطرف برائیوں کے سیاہ بادلوں نے گھٹاٹوپ اندھیرا کررکھا تھا۔ اس وقت کوئی ایسا چراغ نہ تھا جواس اندھیرے کوختم کر کے دنیا کواپنی ضیاء سے منورکرتا۔

پھرجب کفروشرک کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے انسانوں کوکعبے کے بدرالدجیٰ، طیبہ کے شمس الضحیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور نے اپنے حلقے میں لیا، توان کی بے چین روحوں اورشکستہ دلوں کوقرار نصیب ہوا۔ کفروشرک کے سیاہ بادل چھٹ گئے، ظلم وستم کی آندھیاں تھم گئیں، بحرِظلمات کی تلاطم خیز لہریں ساکن ہوگئیں، متلاشیانِ حق منزلِ مقصود پانے کے لئے اس منارہ نورکی گرداگرد جمع ہوگئے، اس آفتاب رسالت کی کرنوں سے اندھے شیشے جگمگانے لگے، چہاردانگ عالم میں اسلام کی حقانیت کے ڈنکے بجنے لگے۔ شمع رسالت کے پروانوں نے اسلام کا نور دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانا شروع کردیا۔

شیطانِ لعین جوکہ مسلمانوں کا کھلا دشمن ہے اس سے اسلام کی یہ شان وشوکت نہ دیکھی گئی، چنانچہ وہ مردود اوراس کے چیلے اسلام کی شمع کو بجھانے کی مذموم کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے مگراسلام کے شیدائیوں (حضرات صحابہ

کرام، تابعین وتبع تابعین عظام اور پھر اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے جان کی بازی لگادی اور اس شمع کو بجھنے نہ دیا۔

جب تک حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنی ظاہری حیات کے ساتھ اس دنیا میں جلوہ گر رہے اسلام روز بروز ترقی کرتا رہا، لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا، تو شیطان اور اس کا طاغوتی لشکر، اسلام کے لہلاتے گلشن کو تباہ وبرباد کرنے کے مذموم ارادے سے آگے بڑھا، اور بہارِ اسلام کو خزاں میں بدلنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کردیئے۔ لیکن انہیں اسلام کے چاہنے والوں سے ہر میدان میں شکست اٹھانی پڑی۔
مگر جب ان مبارک ہستیوں نے یکے بعد دیگرے اس دارِ فانی سے پردہ فرمانا شروع کردیا۔ تو شیطانی لشکر جو اب تک ہر رزمِ حق وباطل میں ذلیل وخوار ہوتا آرہا تھا اس نے ایک بار پھر مجتمع ہوکر مسلمانوں کو ان کے دینِ حق سے دور کرنے کی مذموم کوشش شروع کردی۔ لیکن اب پہلے جیسی بات نہ رہی، جو برکتیں اور رحمتیں قرونِ ثلثہ (یعنی حضرات صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک زمانوں) میں تھیں وہ ان کے بعد نہ رہیں۔ چنانچہ،
مخبرِ صادق، رسولِ عالمیان، نبی غیب دان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم، الحدیث: ۲۵۳۵)

یہ وہ بہترین زمانے تھے جن میں تبع تابعین، تابعین عظام سے، وہ صحابہ کرام سے اور وہ اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اکتسابِ فیض کرتے یوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی باتیں سن کر تابعین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے دلوں کو تقویت بخشتے۔ اسی طرح تابعین عظام کے واقعات سن کر تبع تابعین اپنی تشنگی کو بجھاتے اور یوں ایمان کی حفاظت اور اعمالِ صالحہ کا جذبہ بڑھتا رہتا لیکن اس کے بعد زمانہ تیزی سے تبدیل ہونے لگا اور ایک بار پھر شیطان اپنے لشکر سمیت مسلمانوں کو ان کے پیارے دین سے دور کرنے کے لئے سرگرم ہوگیا۔
اب ضرورت اس اَمر کی تھی کہ ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ اور کس طرح سے شیطانی سازشوں کو ناکام بنایا جائے۔ اللہ رب العزت عزوجل نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کرم فرماتے ہوئے انہیں اپنے صالحین بندوں (اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کی صورت میں رہنما عطا فرمادیئے، یہی وہ سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں جن کے حالات وواقعات اور عظیم کارنامے آج تک امت کی رہنمائی کررہے ہیں، ان بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں شیطانی قوتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ انہوں نے اپنے قلم، زبان اور عمل کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی فرمائی، وہ خود بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نقشِ قدم پر چلے اور لوگوں کو بھی ان کے راستے پر چلنے کی دعوت دی۔

(513) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت ابوامامہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن آدم! تو زائد کو خرچ کرے یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روکے تو تیرے لیے برا ہے اور کفایت کے مال پر تمہیں ملامت نہ ہوگی۔ ابتداء ان کے ساتھ کر جن کے خرچ کے تم ذمہ دار ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في الزهادة في الدنيا، ج۴ص۲۷۳، رقم: ۲۳۴۳، السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية امساك الفضل وغيره محتاج اليه، ج۴ص۱۸۲، رقم: ۸۰۳۳، صحيح مسلم، باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلى، ج۳ص۹۴، رقم: ۲۴۳۵)

شرح حدیث: جنت سے قریب

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دھوکا دینے والا اور بخیل اور احسان جتانے والا (شروع سے) جنت میں نہیں داخل ہوگا بلکہ کچھ دن جہنم کا عذاب چکھ لینے کے بعد جنت میں جائے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، الحدیث: ۱۹۷۰، ج۳، ص۳۸۸۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث ۳۲، ج۱، ص۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، لیکن جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ عزوجل سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، لیکن جہنم سے قریب ہے اور سخی جاہل، بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السخاء، الحدیث: ۱۹۶۸، ج۳، ص۳۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی میں دو خصلتیں بدترین ہیں: ایک حرص والی بخیلی، دوسری سخت بزدلی۔

(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الجرأۃ والجبن، الحدیث ۲۵۱۱، ج۳، ص۱۸)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس امت کے اگلے لوگ یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پا گئے اور اس امت کے پچھلے لوگ بخیلی اور حرص کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، من قسم الاقوال، البخل، الحدیث: ۷۳۸۵، ج۳، ص۱۸۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا کہ دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوں گی: بخیلی اور بداخلاقی۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، الحدیث: ۱۹۶۹، ج ۳، ص ۳۸۷)

مطلب یہ ہے کہ جو مومن ہوگا اگر بخیل ہوگا تو بداخلاق نہیں ہوگا اور اگر بداخلاق ہوگا تو بخیل نہیں ہوگا یہ دونوں بری خصلتیں ایک ساتھ مومن میں نہیں پائی جائیں گی۔

(514) وَعَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُحْصِنٍ الْأَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری الخطمی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس نے صبح اس طرح کی کہ وہ اپنے گھر میں قوم میں امن والا ہو، جسم میں صحت والا ہو اس کے پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو اس کے لیے تو گویا دنیا اپنے تمام تر سازوسامان کے ساتھ جمع کر دی گئی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

"سِرْبِهِ": بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ: أَيْ نَفْسه، وَقِيْلَ: قَوْمُهُ.

سِرْبِہ: سین مہملہ کی زیر کے ساتھ یعنی جان، قوم بھی کہا گیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب التوکل علی اللہ، ج۴ص۱۵۲، رقم: ۲۳۴۶، الادب المفرد للبخاری، باب من اصبح امنا بہ سربہ، ص۱۱۲، رقم: ۳۰۰، سنن ابن ماجہ، باب القناعۃ، ج۲ص۱۳۸۷، رقم: ۴۱۴۱، مسند الشهاب، باب من اصبح معافی فی بدنہ، ص۳۲۰، رقم: ۵۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں مگر حضور سے کوئی حدیث سنی نہیں لہٰذا آپ کی احادیث مرسل ہیں اور صحابی کا ارسال بالاتفاق مقبول ہے۔ آپ قبیلہ بنی خطم سے ہیں، اہل مدینہ میں شمار ہیں، بعض لوگوں نے آپ کو تابعی مانا ہے اور تابعی کی مرسل معتبر ہے جمہور کے نزدیک۔

سرب سین کے فتحہ یا کسرہ سے ر کے سکون سے بمعنی راستہ، چہرہ، سینہ، دل، نفس، یہاں بمعنی دل ہے یعنی اس کو نہ دشمن کا خوف ہو نہ عذاب الٰہی کا خطرہ کیونکہ اس کا دشمن کوئی نہ ہو اور اس نے کفر یا گناہ نہ کیا ہو۔ اہل عرب کہتے ہیں لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن امن الوعید یعنی عید اس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔

حذافیر جمع ہے حذفورہ کی بمعنی کنارہ جیسے عصفور کی جمع عصافیر، جمہور کی جمع جماہیر۔ لہٰذا حذافیر کے معنی ہوئے کنارے یعنی جس کو نفسانی امن وعافیت، دل کا چین، بدن کی صحت کچھ تھوڑا سا آج کے گزارہ کا مال میسر ہو تو وہ بادشاہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی نعمت دی ہوئی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص ۳۷)

خوفِ خدا عزوجل اور مال و دولت

حضرت سیدنا یسار بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بالوں پر پانی کی تری تھی، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو قناعت پسند و نیک طبیعت دیکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہے۔ پھر لوگ غناء یعنی مالداری کی باتیں کرنے لگے تو اللہ کے حبیب، حبیب لبیب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اس کے امیر ہونے میں حرج نہیں اور جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اس کے لئے صحت، مالداری سے زیادہ بہتر ہے اور قناعت پسند و نیک طبیعت ہونا کئی نعمتوں کا مجموعہ ہے۔

(المسند احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۲۱۸، ج۹، ص ۵۳)

پس غناء یعنی مالداری بغیر تقوی کے ہلاکت ہے، کیونکہ ایسا شخص ناحق طریقے سے مال اکٹھا کرتا ہے، حق دار کو محروم کر دیتا ہے، اور وہ اسے ناجائز جگہوں میں خرچ کرتا ہے، اور جو صاحب مال خوفِ خدا عزوجل رکھتا ہے اس سے حرج ونقصان دُور ہو جاتا ہے اور اسے بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ ارشادات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (۱) جب مالدار، اللہ عزوجل سے ڈرنے لگ جائے تو اس کو دوہرا ثواب عطا کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے (مال کے ذریعے) اس کا امتحان لیا تو اسے امتحان میں پورا اترنے والا پایا اور جس کا امتحان لیا گیا ہو وہ اس کی طرح نہیں جس کا امتحان نہ ہو۔ (۲) اور بدن کا تندرست رہنا عبادت کرنے میں معاون ہوتا ہے پس صحت ایک عظیم نعمت ہے جبکہ بیمار شخص عبادت کرنے سے لاچار و عاجز ہوتا ہے۔ اور صحت و تندرستی کے ساتھ غربت کا ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ لاچاری کے ساتھ تونگری اور مالداری ہو، (۳) قناعت پسندی و طبیعت کا نیک ہونا ایک ایسا (روحانی) ثمرہ ہے جس کے سبب اللہ عزوجل اپنے بندے کو اپنی اطاعت کی توفیق، (عبادت کے لئے) اکتاہٹ سے پاک زندگی اور تھکاوٹ سے پاک جسم عطا فرماتا ہے اور اسے (دنیا کے) مہیب خطرات سے مامون کر دیتا ہے۔ اور جب زندگی خدشات وخطرات سے محفوظ ہو جائے اور تنگی نہ رہے تو دل چلا پاتا ہے اور نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور ایسا شخص نعمتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

غِناء افضل ہے یا فقر؟

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نہ تو کلی طور پر فقر (یعنی غریبی) کو غِنا (یعنی مالداری) پر فضیلت ہے اور نہ ہی غِنا کلی طور پر فقر سے افضل ہے کیونکہ بہت سے اغنیاء ایسے ہیں کہ جن کو مال و دولت اللہ عزوجل کی یاد اور عبادت سے غافل نہیں کرتے اور کتنے ہی فقیر ایسے ہیں جن کو غربت نے عبادتِ الٰہی عزوجل سے دُور کر رکھا ہے۔ جبکہ بہت سے پاکدامن فقیر ایسے بھی ہیں جو اپنے لئے اللہ عزوجل کی تقسیم پر راضی ہیں اور کتنے ہی مالدار ایسے ہیں کہ مالداری نے انہیں اللہ عزوجل کی اطاعت سے دور کر دیا ہے۔ بہرحال ہونا یہ چاہے کہ غربت میں بندہ صبر و رضا کا پیکر بنا رہے اور مالداری میں اللہ عزوجل کا شکر اور اس کی ثنا بجالائے کیونکہ دنیا کی یہ چند روزہ زندگی ختم ہونے اور گزر جانے والی ہے۔

(الزُّہدُ وَقِصَرُ الْاَمَل صفحہ ٦٦)

(515) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ضرور کامیاب ہوا جو اسلام لایا اور اس کا رزق گزارے کا تھا اور جو کچھ اس کو اللہ نے دیا اس پر قناعت کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ ج٣ص١٥٥ رقم: ٢٣٥٥ الآداب للبیہقی باب فضل الرضا بقضاء اللہ عزوجل والتسلیم لامرہ والقناعۃ ج١ص٢٤٣ رقم: ٤٧٠ المستدرک للحاکم کتاب الاطعمۃ ج٥ص٩٢ رقم: ٧١٣٩ صحیح ابن حبان باب الفقر والزھد ج٢ص٣٣٣ رقم: ٦٧٠ مسند امام احمد مسند عبداللہ بن عمرو ج٢ص١٦٨ رقم: ٦٥٨٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی جسے ایمان وتقویٰ بقدر ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر یہ چار نعمتیں مل گئیں اس پر اللہ کا بڑا ہی کرم وفضل ہوگیا، وہ کامیاب رہا اور دنیا سے کامیاب گیا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج٧، ص١١)

حقیقی تونگری، دل کی تونگری ہے

رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ بھی بیان فرمادیا کہ حقیقی تونگری یہ نہیں کہ لوگوں کے پاس مال کی کثرت ہو بلکہ حقیقی تونگری تو دل کی تونگری کا نام ہے (یعنی سوال کرنے کو پسند نہ کرے اور جو موجود ہے اسی پر قناعت کرے)۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: تونگری یہ نہیں کہ ساز وسامان کی کثرت ہو بلکہ اصل تونگری تو دل کا تونگر ہونا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، الحدیث ۶۴۴۶، ص ۵۴۱)

اللہ عزوجل اس شاعر پر رحم فرمائے جس نے یہ کہا:

غِنَى النَّفْسِ مَا يُغْنِيكَ عَنْ سَدِّ حَاجَةٍ ... فَإِنْ زَادَ شَيْئًا عَادَ ذَاكَ الْغِنٰى فَقْرًا

ترجمہ: دل کی تونگری وہ ہے جو ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تجھے کافی ہو جائے، تو اگر وہ ضرورت سے زیادہ کرے تو وہی تونگری، فقر میں بدل جائے گی۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا:

وَمَنْ يُنْفِقُ السَّاعَاتِ فِي جَمْعِ مَالِهٖ ... مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِيْ فُعِلَ الْفَقْرُ

ترجمہ: جو شخص فقر کے ڈر سے سارا وقت مال جمع کرنے میں خرچ کرتا ہے پس وہی فقر میں مبتلاء کیا جاتا ہے۔

(الزھد وقصر الأمل صفحہ ۳۵)

(516) وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ لِلْاِسْلَامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا وَّقَنِعَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اس کے لیے خوشخبری ہے۔ جس کو اسلام کی ہدایت عطا کی گئی اور اس کی روزی گزارہ لائق ہو اور وہ قناعت کرے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ، ج۴ص۱۵۶، رقم: ۲۳۴۹، المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ فضالۃ بن عبید الانصاری، ج۱۸ص۳۰۵، رقم: ۱۵۴۲۶، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۳۵، رقم: ۹۸، مسند امام احمد، مسند فضالۃ بن عبید، ج۶ص۱۹، رقم: ۲۳۹۸۹، مسند الشھاب، باب طوبی لمن ھدی للاسلام، ص۲۶۱، رقم: ۶۱۶ (مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

شرح حدیث: قناعت کا ثواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے

بچنے کے سبب توانہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔(پ3،بقرۃ:273)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

ترجمہ کنزالایمان: تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔(پ14،النحل:97)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ میں حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد قناعت ہے۔

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اسلام لایا اور اسے بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ عزوجل نے اسے قناعت کی توفیق عطا فرمائی تو وہ فلاح پا گیا۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، رقم ۲۳۵۵، ج ۴، ص ۱۵۶)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔(کتاب الزھد للبیھقی، رقم ۱۰۴، ص ۸۸)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے میرے ساتھ ایک وعدہ فرمایا تھا۔ جب قریظہ فتح ہوا اور میں سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ وہ مجھے اپنے وعدے کے مطابق کچھ عطا فرمائیں تو میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں سے بے نیازی اختیار کریگا اللہ عزوجل اسے غنی کردے گا، اور جو قناعت اختیار کریگا اللہ عزوجل اسے راضی کردے گا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی السوال، رقم ۴۵۱۳، ج ۳، ص ۲۵۴)

حضرتِ سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جتنا چاہیں زندہ رہیں بالآخر موت آنی ہے اور جو چاہے عمل کریں بالآخر حساب کتاب ہونا ہے اور جس سے چاہیں محبت کریں بالآخر اس سے جدا ہونا ہے اور جان لیں کہ مؤمن کا کمال رات کو قیام کرنے میں ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔(طبرانی اوسط، باب العین، رقم ۴۲۷۸، ج ۳، ص ۱۸۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، غنی وہ نہیں جس کے پاس کثیر مال ہو بلکہ غنی تو وہ ہے جس کا نفس غنی ہو۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض، رقم ۱۰۵۱، ص ۵۲۲)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر! کیا تم کثرت مال ہی کو غنا سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، کیا تم قلتِ مال ہی کو فقر سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، اصل غناء تو دل کی غناء ہے اور اصل فقر تو دل کا فقر ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الفقر والزھد والقناعۃ، رقم ۶۸۴، ج ۲، ص ۷۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نرم دل، پاک دامن غنی کو پسند فرماتا ہے اور سنگدل، بدکردار سائل کو ناپسند فرماتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی المخ الجعول والبذئی والفاجر، رقم ۱۳۰۲۷، ج ۸، ص ۱۴۵)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے منبر پر بیٹھ کر صدقہ دینے اور سوال نہ کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے کیونکہ اوپر والا ہاتھ سوال نہیں کرتا جبکہ نیچے والا ہاتھ سوالی ہے۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم ۱۰۳۳، ص ۵۱۵)

حضرتِ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، صدقہ کی ابتداء اپنے زیر کفالت لوگوں سے کرو اور بہتر صدقہ غنا کی حالت میں دیا جانے والا صدقہ ہے اور جو پاکدامنی چاہے گا اللہ عزوجل اسے پاکدامن بنادے گا اور جو غنی ہونا چاہے گا اللہ عزوجل اسے غنی بنادے گا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاصدقۃ الاعن ظہر غنی، رقم ۱۴۲۷، ج ۱، ص ۴۸۲)

(517) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا، وَّاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَّكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے مسلسل کئی راتوں تک فاقہ سے رات گزاری۔ ان کو شام کا کھانا دستیاب نہ ہوتا اور ان کی روٹی اکثر جو کی ہوتی تھی۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ ج۴ص۲۸۰ رقم: ۲۳۶۰ سنن ابن ماجہ باب خبز الشعیر ج۲ص۱۱۱۱ رقم: ۳۳۴۷ مسند امام احمد مسند عبداللہ بن العباس ج۱ص۲۵۵ رقم: ۲۳۰۳ مسند

عبد بن حمید مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ ج ص۲۰۰ رقم: ۶۱۱ المعجم الکبیر للطبرانی احادیث عبداللہ بن عباس ج ص۲۰۳ رقم: ۱۱۶۷۲)

شرح حدیث: مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی بھی لگاتار دو دن تک سیر ہو کر جَو کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم وصالِ ظاہری فرما گئے۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم.... الخ، الحدیث: ۲۳۵۷، ص۱۸۸۸)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزارتے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے گھر والوں کو شام کا کھانا تک میسر نہ آتا اور اُن کے کھانے میں اکثر جَو کی روٹی ہوتی۔

(المرجع السابق، الحدیث ۲۳۶۰)

کبھی کثرتِ مال کا سوال نہیں کیا

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور کبھی اللہ عزوجل سے مال کی کثرت کا سوال نہ کیا اور اگر سوال کیا تو بقدرِ کفایت کا سوال کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کی آل کو اتنا رزق عطا فرما جو بقدرِ ضرورت ہو۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۱)

(518) وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ ـ وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ ـ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ. فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّحَاجَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

حضرت فضالہ بن عبید ؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو کچھ لوگ بھوک کی وجہ سے قیام سے گر پڑتے وہ اصحاب صفہ تھے۔ حتیٰ کہ دیہاتی لوگ کہتے یہ تو دیوانے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے اگر تمہیں اس اجر و ثواب کا پتہ چل جائے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے ہے تو تم اسے پیارا جانو کہ فاقہ اور محتاجی اور بڑھ جائے۔ ترمذی نے

حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔ اَلْخَصَاصَةُ: اَلْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ۔ اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
خَصَاصَةٌ: فاقہ اور سخت بھوک کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی معیشة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج۴ص۱۶۴ رقم:۲۳۶۸ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ فضالة بن عبید الانصاری ج۱۸ص۳۱۰ رقم:۸۰۰ صحیح ابن حبان باب الورع والتوکل ج۲ص۵۰۳ رقم:۷۲۴)

شرح حدیث: بھوک کی فضیلت

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بھوک اور پیاس کے ذریعے اپنے نفسوں کے خلاف جہاد کرو، کیونکہ اس کا ثواب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے جتنا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو بھوک اور پیاس سے بڑھ کر کوئی عمل پسند نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: لَا یَدْخُلُ مَلَکُوْتُ السَّمَاءِ مَنْ مَّلَاءَ بَطْنَہٗ، ترجمہ: جو شخص اپنے پیٹ کو بھرتا ہے آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضورِ نبیِّ کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلْبَسُوْا وَاشْرَبُوْا وَكُلُوْا فِيْ اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ، فَاِنَّهٗ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: لباس پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ پیؤ، بے شک یہ نبوت کا ایک جزء ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۳۳۸/۳۳۹، ج۱،ص۶۸، بیدون دار الفکر)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورِ نبیِّ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفْضَلُكُمْ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى اَطْوَلُكُمْ جُوْعًا وَّ تَفَكُّرًا وَاَبْغَضُكُمْ اِلَى اللهِ كُلُّ نَؤُوْمٍ اَكُوْلٍ شَرُوْبٍ۔

ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں تم سب سے افضل وہ ہے جو زیادہ بھوکا رہتا ہے اور غور وفکر کرتا ہے اور سب سے براوہ ہے جو خوب سوتا اور زیادہ کھاتا پیتا ہے۔

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر فخر فرماتا ہے، جو دنیا میں کم کھاتا ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے کی طرف دیکھو! میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے کے معاملے میں آزمائش میں ڈالا تو اس نے

میرے لئے انہیں چھوڑ دیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ جو بندہ (میری خاطر) ایک لقمہ بھی چھوڑ دے گا، میں اس کے بدلے اسے جنت کے درجات عطا فرماؤں گا۔

حضرت سیّدنا ابوسلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا، رات بھر قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

ہم نے واضح کر دیا کہ بھوک سے رِقّت (یعنی نرمی) اور انکساری پیدا ہوتی ہے، اکڑ اور غرور ختم ہو جاتا ہے اور بھوک کا فائدہ یہ ہے، کہ انسان مصیبت، اہلِ مصیبت، عذاب اور تمام شہوات کے ختم کرنے کو نہیں بھولتا، اسی کے ذریعے انسان نفس وشیطان پر غالب آ کر اس پر تسلّط حاصل کر لیتا ہے، اور اسی کے ذریعے انسان بیداری پر ہمیشگی اختیار کرتا اور نیند کو دور کرتا ہے، اسی لئے بعض شیوخ دستر خوان پر کھڑے ہو کر کہتے: اے گروہ مریدین! نہ زیادہ کھاؤ، نہ پیئو ورنہ زیادہ سوؤ گے، اور نتیجۃً زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔ (لُبابُ الاِحیاء صفحہ ۲۲۴)

(519) وَعَنْ أَبِي كَرِيمَةَ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی نے پیٹ سے بڑا کوئی برتن نہیں بھرا۔ آدمی کو اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔ پس اگر ضروری ہی زیادہ کھانا ہے تو ایک تہائی کھانے کے لیے رکھے ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"أُكُلَاتٌ أَيْ: لُقَمٌ.

اُکُلَاتٌ: یعنی چند لقمے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب النهي عن كثير من الارفاة، ج٤ص١٢٥، رقم: ٤١٦٣، الاداب للبيهقي، باب في التواضع وترك الزهو والعلف والفخر، ج١ص١١٦، رقم: ٢٠٠، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه اياس بن ثعلبة ابو امامة، ج١ص٢٧١، رقم: ٧٩٢، اتحاف الخيرة المهرة، باب الحياة والبذاذة من الايمان، ج١ص١٥٢، رقم: ١٥٣)

شرحِ حدیث: زیادہ کھانے کے نقصانات

جو شخص کم کھانے کی عادت بنانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ کم کھانے کے فوائد اپنے سامنے رکھے۔ صحت مند رہنا، عفت سے متصف ہونا، ایثار کے مواقعوں کا میسر آنا، کم کھانے کے فوائد میں سے چند ایک ہیں۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ　　شَقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ أَجَلِ الطَّعَامِ

ترجمہ: شرم! شرم! شرم! بندہ کی بدبختی صرف کھانے کی وجہ سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةُ نَفَرٍ یُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ غَیْرِ جُرْمٍ الْاَکُوْلُ وَالْبَخِیْلُ وَالْمُتَکَبِّرُ

تین افراد ایسے ہیں کہ اگر وہ مزید گناہوں کا ارتکاب نہ بھی کریں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں فرماتا: (۱) زیادہ کھانے والا (۲) بخیل (۳) متکبر۔

بندے کو کم کھانے کے فوائد پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ کھانے کے نقصانات پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ ان نقصانات میں مختلف امراض کا سامنا اور طبیعت کا بوجھل پن قابل ذکر ہیں۔ کہا جاتا ہے:

اَلْبِطْنَةُ تُذْهِبُ الْفِطْنَةَ

پیٹ بھر کر کھانا حاضر دماغی کو کم کر دیتا ہے۔

حکیم جالینوس سے حکایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ انار میں کثیر منافع ہیں جبکہ مچھلی میں بہت زیادہ نقصانات ہیں مگر تھوڑی سی مچھلی کھا لینا ڈھیروں انار کھانے سے بہتر ہے۔

نیز زیادہ کھانے کے نقصانات میں سے ایک بڑی خرابی اتلاف مال ہے اور شکم سیری کے باوجود کھانا تو سراسر نقصان کا باعث ہے اور ایسا بندہ آخرت میں عقاب ہی کا مستحق ہے، نیز زیادہ کھانے والا لوگوں میں ناپسند کیا جاتا ہے۔

کھانے میں کمی کرنے کے لیے یہ باتیں قابل ذکر ہیں کہ چربی دار اور روغنی اشیاء کا استعمال رکھا جائے، لذیذ و نفیس کھانوں کو پہلے کھایا جائے، بھوکے آدمی کے ساتھ کھانا نہ کھایا جائے، یہ بات بھی یاد رہے کہ جب زیادہ کھانا کسی غرض صحیح کے لیے ہو تو زیادہ کھانے میں کوئی حرج بھی نہیں مثلاً بندہ زیادہ کھا کر اتنی قوت پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نماز روزہ اور اعمال شاقہ کو احسن طریقے سے ادا کر سکے تو یقیناً زیادہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (تعلیم المتعلم طریق التعلم صفحہ ۶۲)

میرے شیخ طریقت، امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

کاش! بھوک خریدی جا سکتی!

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اگر بھوک بازار میں بکتی ہوتی تو آخرت کے طلب گار ضرور اس کی خریداری کیا کرتے۔ (رسالۃ القشیریہ ص ۱۴۱)

ہر طرف کھانا خریدا جا رہا ہے!

اللہ! اللہ! اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مدنی ذہن کی بھی کیا بات ہے! حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھوک خریدنے کی بات فرما رہے ہیں، جبکہ نادان لوگوں میں زیادہ کھانے کے باقاعدہ مقابلے کیے جا رہے ہیں، جو سب سے زیادہ کھانا کھا لیتا ہے وہ بہت بڑا بہادر تصوّر کیا جاتا ہے! افسوس! صد کروڑ افسوس! آج کل لوگ پیسے دے

دے کر کھانے کی بازاری اشیاء اور ان کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے اَمراض خرید نے میں مصروف ہیں، ہر طرف کھانے پینے کی چیزوں کی خریداری کی دھوم ہے، فوڈ کلچر کا دَور دَورہ ہے، ایک ایک محلّہ میں کئی کئی ریستوران کھلے ہوئے ہیں، ہر سُو ہوٹلیں جگمگا رہی ہیں، چہار جانب کباب سَموسے کے پیتے، دہی بھلّے اور آلو چھولے کے خوانچے مُسکراتے نظر آرہے ہیں، چاروں طرف سیخ کباب اور چکن تِکّوں کی خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہیں، آئسکریم اور سوڈا لیمن کی بوتلوں کی دکانوں کی خوب بہاریں ہیں۔ ضرورت مند خریداروں کے ساتھ ساتھ کئی لوگ فقط نَفْس کی لذّت کی خاطر کھانے پینے کی چیزوں پر بے تابانہ منڈلا رہے ہیں، جو ہاتھ میں آیا پھانک رہے ہیں، جو ملا ہڑپ کر رہے ہیں، نہ کسی کو دُنیوی نقصان کی فکر، نہ بیماری کی پرواہ اور نہ ہی آخرت کے حساب کی پڑی ہے، ہر ایک کی آرزو ہے کھاؤں، کھاؤں اور بس کھاؤں اور کھاتا ہی چلا جاؤں گویا ہر طرف سے صدائیں بُلند ہو رہی ہیں، ؎

کھاؤ پیو، جان بناؤ!

کاش! سرکارِ نامدار صلی اللہ تعالیٰ وعلیہ واٰلہٖ وسلّم، صَحابہ کرام و شُہدائے کربلا علیہم الرضوان اور اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ تعالیٰ کی مبارک بھوک ہمیں یاد رہتی۔ آہ! آہ! آہ! ہم کھاؤں کھاؤں کے نعرے لگا رہے ہیں اور ان مقدس ہستیوں کی طرف سے بھوک بھوک کے پیغامات مل رہے ہیں۔ ہم اگر چہ ہر دم کھانے پینے میں مشغول ہیں مگر کوئی تو بات ہے کہ تمام انبیاء، صَحابہ اور اولیاء علیہم السلام و علیہم الرضوان کی جانب سے کم کھانے کا درس مل رہا ہے۔

زیادہ کھانا کُفّار کی صفت ہے

صِرف لذّتِ نَفْس کیلئے کوئی چیز کھانا اچھا نہیں۔ صَدْرُ الشَّریعہ، بَدْرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مَوْلانا مُفتی محمد امجد علی اَعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، قراٰنِ کریم میں کُفّار کی صِفت یہ بیان کی گئی کہ کھانے سے اُن کا مقصود تَلَذُّذ و تَنَعُّم (یعنی صِرف لُطف و لذّت اٹھانا) ہوتا ہے اور حدیثِ پاک میں کثرتِ خوری (یعنی زیادہ کھانا) کُفّار کی صِفت بتائی گئی ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۳۰)

کھاؤں کھاؤں کی خُو نکل جائے | فعلِ کُفّار سے بچا یا ربّ

حُصُولِ تصوُّف

حضرتِ سیِّدُنا جُنید بغدادی علیہ رحمۃُ اللہِ الھادی فرماتے ہیں، ہم نے تصوُّف کو قیل و قال (یعنی بَحث و مُباحثہ) سے نہیں بلکہ بھوک، دنیا سے دُوری اور لذّتِ نفسانی کو ترک کر کے حاصل کیا ہے۔ (سبع سنابل مترجم ص ۲۴۱)

(520) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيِّ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: ذَكَرَ

حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن

اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلاَ تَسْمَعُوْنَ؟ اَلاَ تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ، اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ يَعْنِيْ: التَّقَحُّلَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

آپ کے پاس دنیا کا ذکر کیا' تو آپ ﷺ نے کہا تم سنتے نہیں کیا تم سنتے نہیں۔ سادگی ایمان سے ہے۔ سادگی ایمان سے ہے۔ اس سے آپ کا ارادہ تکلفات کا ترک کرنا تھا۔

"اَلْبَذَاذَةُ- بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ - وَهِيَ رَثَاثَةُ الْهَيْئَةِ وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ. وَاَمَّا "التَّقَحُّلُفبالقافِ وَالْحَاءِ: قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: الْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ.

اَلْبَذَاذَةُ: با مؤحدہ کے ساتھ اور دونوں ذال معجمتین کے ساتھ حالت کا سادہ ہونا' پرانا ہونا' اور عمدہ لباس کو ترک کرنا۔ اَلتَّقَحُّلُ :قاف اور حا کے ساتھ اہل لغت کہتے ہیں کہ متقحل وہ آدمی ہے' جس کی کھال زندگی کی سختیوں اور نعمتیں ترک کرنے کی وجہ سے خشک ہوجائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب اباحۃ میتات البحر' ج٦ص٦١' رقم: ٥١٠٩'السنن الکبرٰی للبیہقی' باب الحیتان ومیتۃ البحر' ج٩ص٢٥١' رقم: ١٩٦٣٣'سنن ابوداؤد' باب فی دواب البحر' ج٣ص٣٢٨' رقم: ٣٨٤٢'مسند امام احمد' مسند جابر بن عبداللہ' ج٣ص٣١١' رقم: ١٤٣٤٧'مسند ابوعوانۃ' بیان اباحۃ صیدحواب البحر' ج٨ص٣٠٢' رقم: ٦١٢٨(دار المعرفۃ' بیروت)

شرح حدیث: رزق کے خزانوں کا مالک

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں ایک مرتبہ سفرحج میں خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے ساتھ تھا۔ واپسی پر جب ہمارا گزر کوفہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت بلند آواز سے چیخ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہوجائیے۔ خلیفۃ المسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کی سواری قریب آئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زور سے کہا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ذرا میری بات سنئے۔ خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز سنی تو رک گئے۔

حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے ایمن بن نایل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث سنائی کہ حضرت سیدنا قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وادیٔ منیٰ میں دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک سادے سے کجاوے میں تشریف فرما تھے اور وہاں نہ مارنا تھا، نہ اِدھر اُدھر ہٹانا تھا اور نہ ہی یہ کہ ایک طرف ہوجاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی کراھیۃ طرد الناس۔۔۔الخ، الحدیث: ۹۰۳، ص ۱۷۳۷)

حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سادگی

خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین، خلیفۂ ثانی حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ بننے کے بعد انتہائی سادہ غذا استعمال فرمانے لگے جس کی وجہ سے بظاہر کمزور نظر آنے لگے۔ حضرتِ سیِّدُنا محمد بن قیس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس آئے اور عرض کی: کمزوری کی وجہ سے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گردن نظر آنے لگی ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جسم کافی کمزور ہوگیا ہے اور کپڑے بھی ایسے پہنتے ہیں کہ جن پر کئی کئی پیوند لگے ہوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان سے عرض کریں کہ کچھ اچھا کھانا کھالیا کریں اور عمدہ و نرم لباس پہن لیا کریں، اس طرح انہیں لوگوں کے معاملات پر تقویت ملے گی۔ جب اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے لوگوں کی باتیں آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے بیان کیں تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کیا میرے آقا و مولیٰ حضرت سیِّدُنا محمدِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے بھی اپنی زندگی میں کبھی عمدہ و نرم بستر استعمال فرمایا؟ تم تو بہتر جانتی ہو، بتاؤ! حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کیسا بستر استعمال فرماتے تھے؟ عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا بستر ایک کمبل تھا جسے دوہرا کر دیا جاتا، جب وہ سخت ہو جاتا تو میں اسے چار تہہ کرکے بچھا دیا کرتی اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا بستر یہی چادر تھی۔ فرمایا: اچھا مجھے بتاؤ! حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے سب سے قیمتی و عمدہ لباس میں کیا چیز شامل تھی؟ عرض کی: ایک دھاری دار چادر تھی جسے ہم نے ہی بنایا تھا، حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم جب اسے زیبِ تن کرکے باہر تشریف لے گئے تو کسی نے وہ چادر مانگ لی، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے وہ چادر اسے عنایت فرمادی۔

تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں ہوں سلامِ عاجزانہ مدنی مدینے والے!

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے عمدہ کھانا کھانے کی خواہش نہیں ہوتی، اگر میں گھی کھانا چاہتا تو زیتون کے تیل کی جگہ گھی استعمال کرتا، میرے پاس زیتون کا تیل ہوتا ہے لیکن میں پھر بھی نمک استعمال کرتا ہوں الغرض! مجھے ان چیزوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن میرے دونوں رہنما (حضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ) ایک راستے پر چلے، میں نہیں چاہتا کہ میں ان کے راستے کی مخالفت کروں، میں ان کی مخالفت سے ڈرتا ہوں۔ (عُیُوْنُ الْحِکَایات ۳۴۷)

(521) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَمَّرَ عَلَيْنَا اَبَا عُبَيْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ،

حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ ﷛ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (فوج بنا کر) بھیجا ہم پر حضرت ابوعبیدہ ﷛ کو امیر مقرر فرمایا ہم قریش کے

نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ، فَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً، فَقِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ: نَمُصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَاْكُلُهُ. قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ، فَاَتَيْنَاهُ فَاِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ. فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا، فَاَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا، وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْتَطِعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِيْ وَقْبِ عَيْنِهِ وَاَخَذَ ضِلَعًا مِنْ اَضْلَاعِهِ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: "هُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا؟" فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قافلہ کا تعاقب کر رہے تھے۔ اور ایک تھیلی کھجوریں ہم کو زادِ رہ عنایت فرمائیں کیونکہ اس سے زیادہ اس وقت نہ ملیں۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں روزانہ ایک ایک کھجور عطا فرماتے۔ کہا گیا اس کو تم کیا کرتے تو کہا کہ ہم چوستے جس طرح بچہ (دودھ) چوستا ہے۔ پھر ہم اس پر پانی پی لیتے۔ تو ہمیں سارا دن رات وہی کافی ہو جاتا ہم اپنے عصا سے پتے جھاڑتے پھر پانی سے تر کر لیتے اور اس کو کھا لیتے۔ فرمایا: اور ہم ساحل سمندر پر جا رہے تھے کہ ہمارے لیے ساحل پر ایک بڑے ٹیلے جیسی کوئی عظیم چیز نظر آئی۔ ہم اس کے پاس آئے' تو وہ ایک جانور تھا اس کو عنبر کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا مردار ہے۔ پھر کہا نہیں ہم اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد ہیں اور اللہ کی راہ میں ہیں اور تم مجبور ہو۔ پس اس کو کھاؤ' ہم اس پر ایک مہینہ تک مقیم رہے۔ ہم تین سو تھے حتیٰ کہ ہم موٹے ہو گئے ہم اس کی آنکھ کے گڑھوں سے مٹکوں کے ساتھ تیل نکالتے تھے اور ہم اس کے ٹکڑے بیل کی مقدار جتنے کاٹتے۔ ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لے کر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھایا۔ (اس کے قد کا بیان مقصود ہے) اور اس کی پسلیوں میں سے پسلی کو لے کر کھڑا کیا۔ پھر ہمارے پاس موجود بڑے قد والے اونٹ پر کجاوہ کسا تو اس پر بیٹھ کر وہ نیچے سے گزر گئے۔ ہم نے اس کے گوشت میں سے زادِ راہ کے طور پر ٹکڑے لے لیے جب ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ سب عرض کیا: آپ نے فرمایا وہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے

لیے نکالا۔ کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے، تو وہ ہمیں کھلاؤ۔ چنانچہ ہم نے اس میں سے کچھ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو آپ نے اس میں تناول فرمایا۔ (مسلم)

"الْجِرَابُ": وِعَاءٌ مِّنْ جِلْدٍ مَعْرُوْفٌ، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ وَفَتْحِهَا، وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ. قَوْلُهُ: "نَمُصُّهَا" بِفَتْحِ الْمِيْمِ، وَ"الْخَبَطُ": وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوْفٍ تَأْكُلُهُ الْإِبِلُ. وَ"الْكَثِيْبُ": التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ، وَ"الْوَقْبُ": بِفَتْحِ الْوَاوِ وَإِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ. وَ"الْقِلَالُ": الْجِرَارُ. وَ"الْفِدَرُ" بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الدَّالِ: الْقِطَعُ. "رَحَلَ الْبَعِيْرَ" بِتَخْفِيْفِ الْحَاءِ: أَيْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ. "الْوَشَائِقُ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ: اللَّحْمُ الَّذِيْ اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اَلْجِرَابُ: جیم پر زیر اور زبر دونوں سے ہے مطلب اس کا تھیلہ چمڑے سے بنا ہوا۔ نَمُصُّھَا: میم پر زبر کے ساتھ: ہم اس کو چوس لیتے۔ اَلْخَبَطُ: مشہور درخت جس کے پتے اونٹ کھاتے ہیں۔ اَلْکَثِیْبُ: ریت کا ٹیلہ۔ وَقْبٌ: واؤ پر زبر کے ساتھ قاف ساکن اور اس کے بعد با موحدہ آنکھ کا گڑھا' قِلَالٌ: مٹکے بڑے سائز کے گھڑے۔ فِدَرٌ: ٹکڑے۔ رَحَلَ الْبَعِیْرُ: اونٹ پر کجاوہ ڈالا۔ وَشَائِقٌ: کھانے کے لیے گوشت کے جو ٹکڑے کیے جائیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اباحۃ میتات البحر، ج٦ص٦١ رقم: ٥١٠٩ السنن الکبری للبیہقی، باب الحیتان ومیتۃ البحر، ج٩ص٢٥١، رقم: ١٩٤٣٣ سنن ابوداؤد، باب فی دواب البحر، ج٣ص٣٢٨ رقم: ٣٨٤٢ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج٣ص٣١١ رقم: ١٤٢٧٧ مسند ابوعوانۃ، بیان اباحۃ صید دواب البحر، ج٥ص٣٠٢ رقم: ٦١٢٨ (دار المعرفۃ بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

خبط کے معنی ہیں درختوں کے پتے، چونکہ اس غزوہ میں حضرات صحابہ نے بھوک کی وجہ سے پتے کھائے تھے اس لیے اسے غزوہ خبط بھی کہتے ہیں اور ان غازیوں کے لشکر کو جیش خبط، یہ غزوہ ٦ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا۔ (اشعہ)

اس طرح کہ دریا نے مچھلی کنارہ پر پھینکی وہ خشکی میں آکر مرگئی ورنہ جو مچھلی دریا میں مرکر تر جائے وہ حرام ہے لہذا حدیث واضح ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ دریا کا میتہ حلال ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دریا کی وجہ سے مرجائے یعنی پانی نہ ملنے سے جو پانی میں مرکر تیر جائے وہ دریا کا مردہ نہیں بلکہ کسی بیماری کی مردہ ہے۔

یعنی وہاں رہ کر پندرہ دن کھائی اور واپسی میں راستہ میں پندرہ دن یا مدینہ منورہ پہنچ کر پندرہ دن تک کھاتے رہے لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ایک ماہ تک کھانے کا ذکر ہے۔ اس مچھلی کو عنبر اس لیے کہتے ہوں گے کہ

اس سے عنبر نکلتا ہے یا اس قسم کی مچھلی کا نام عنبر ہے۔ (اشعہ)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ نے سب سے اونچا اونٹ اس کی ہڈی کے نیچے سے گزارا تو وہ اونٹ اس ہڈی کے نیچے سے گزر گیا۔

اس عمل شریف سے مچھلی کی حلت عملی طور پر دکھادی گئی گویا قولی فتویٰ بھی دے دیا گیا اور عملی فتویٰ بھی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۰۷)

(522) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّصْغِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قمیص کی آستین کلائی کے جوڑ تک تھی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

"اَلرُّصْغُ بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّيْنِ اَيْضًا: هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ.

اَلرُّصْغُ: صاد کے ساتھ اور اَلرُّسْغُ: سین کے ساتھ بھی آیا ہے" ہتھیلی اور کلائی کا جوڑ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب ما جاء فی القمیص، ج۴ص۷۶، رقم: ۴۰۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی القمیص ج۳ص۲۲۸، رقم: ۱۷۶۵، الاداب للبیھقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱ص۲۹۵، رقم: ۳۹۲، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی فی القمیص والازار، ج۱۰ص۶۳۳، رقم: ۸۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

لہذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلوکے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷۴)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لباس کے متعلق آداب اور اخلاق

نبیِّ اکرم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو جو لباس میسر ہوتا زیب تن فرمالیتے اور زیادہ تر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا لباس سفید ہوتا، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:

اَلْبِسُوْهَا اَحْيَاءَكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔

ترجمہ: سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مردوں کو اس سے کفن دو۔

(سنن ابی ماجۃ، کتاب اللباس، باب البیاض من الثیاب، الحدیث ۳۵۶۶، ص ۲۶۹۱۔ المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۳۸۹، ج ۱، ص ۱۳۸۔۱۳۹)

بعض اوقات آپ باہر تشریف لاتے اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی انگوٹھی کے ساتھ دھاگا بندھا ہوتا اس کے ساتھ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی بات کو یاد کرتے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۲۵۰، بشر بن ابراھیم الانصاری، ج ۲ ص ۱۶۷ ملخصاً)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عمامہ شریف کے نیچے ٹوپی پہنتے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے بعض اوقات آپ سر سے ٹوپی اتار کر اپنے سامنے سترہ بنالیتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔

(أخلاق النبی لابی الشیخ الاصبھانی، باب ذکر قلنسوتہ، الحدیث ۳۰۰، ج ۱ ص ۳۲۷، بدون: ربما ینزع قلنسوتہ من رأسہ)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب کپڑا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔

(جامع الترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء فی القمص، الحدیث ۱۷۶۶، ص ۱۸۳۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یہ پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ

ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا شکر ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس کے ذریعے میں اپنے پردہ کی جگہ کو ڈھانپتا ہوں اور اس کے ساتھ لوگوں میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما أصر من استغفر، الحدیث ۳۵۶۰، ص ۲۰۱۸۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث ۱۳۵۲، ج ۱ ص ۳۳۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب کپڑا اتارتے تو بائیں جانب سے اتارتے۔

(اخلاق النبی لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر خبہ للتیامن ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۷۳، ج ۲ ص ۳۸۴، مفھوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے جمعہ کے دن پہننے کے لئے مخصوص لباس تھا۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۲۲۵، ج ۱ ص ۱۵۲، بتغیر)

جب آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے اور فرماتے: جو شخص کسی مسلمان کو اپنا زائد کپڑا پہنائے اور وہ صرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے پہنائے تو وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ضمان، اس کی حفاظت اور اس کی طرف سے بھلائی میں ہوتا ہے جب تک پہننے والا اسے پہنے رہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الملابس والاوانی، فصل فیما یقول اذا لبس ثوباً، الحدیث ۶۲۸۶، ج ۵ ص ۱۸۱۔۱۸۲)

(523) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اِنَّا کُنَّا یَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ کُدْیَۃٌ شَدِیْدَۃٌ، فَجَآؤُوا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: ہٰذِہٖ کُدْیَۃٌ عَرَضَتْ فِی الْخَنْدَقِ۔ فَقَالَ: "اَنَا نَازِلٌ" ثُمَّ قَامَ، وَبَطْنُہٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق کے دن کھدائی کر رہے تھے ایک سخت چٹان آ گئی۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا: خندق میں ایک چٹان آ گئی ہے۔ فرمایا: میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے شکم اطہر پر پتھر

لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ، فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَّا فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: عِنْدِي شَعِيرٌ وَّعَنَاقٌ . فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ، وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضِجُ، فَقُلْتُ: طُعَيِّمٌ لِي، فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: "كَمْ هُوَ"؟ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: "كَثِيرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لَا تَنْزَعِ الْبُرْمَةَ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتّٰى آتِيَ فَقَالَ: "قُومُوا"، فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: وَيْحَكِ قَدْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَمَنْ مَّعَهُمْ ! قَالَتْ: هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوا، وَبَقِيَ مِنْهُ، فَقَالَ: "كُلِي هٰذَا وَأَهْدِي، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بندھا ہوا تھا۔ اور ہمیں تین دن رات ہو گئے تھے کہ ہم نے کچھ نہ چکھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے کدال پکڑ کر ماری تو وہ (چٹان) ریت کے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ آ کر میں نے اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر ممکن نہیں' تو کیا تیرے پاس کچھ ہے کہنے لگی: کچھ جو اور بکری کا بچہ' میں نے بکری کا بچہ ذبح کر دیا۔ اس نے جو پیس دیئے۔ حتیٰ کہ ہم نے گوشت ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آٹا تیار ہو گیا تھا۔ اور ہنڈیا چولہے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اور ایک دو آدمی کھڑے ہو جائیں۔ تھوڑا سا کھانا ہے۔ فرمایا: وہ کتنا ہے۔ میں نے عرض کر دیا فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے۔ فرمایا: بیوی سے کہہ دو' ہنڈیا کو نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے۔ حتیٰ کہ میں آؤں (پھر یہ کام کرے) پھر فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ مہاجرین اور انصار کھڑے ہو گئے۔ میں گھر آیا' بیوی سے کہا تیرا بھلا ہو۔ نبی اکرم ﷺ مہاجرین اور انصار اور ساتھ دیگر لوگوں کو لے کر آ گئے۔ اس نے پوچھا: آپ ﷺ نے تجھ سے دریافت کیا ہے۔ کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو فرمایا۔ داخل ہو جاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر آپ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے شروع کر دیئے اور اس پر گوشت ڈالتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ رکھتے۔ جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور اس کو اپنے صحابہ کے قریب کرتے۔ پھر کپڑا اتارتے تو اس طرح

روٹی توڑتے اور سالن ڈالتے رہے۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے اور کچھ بچ گیا۔ آپ ﷺ نے جابر کی بیوی کو فرمایا یہ کھا اور ہدیہ کر دے (جس کو چاہے) لوگوں کو بھوک لگی ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي، وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ، فَصَاحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ: إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ" فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ" فَجِئْتُ، وَجَاءَ النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي، فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِينًا، فَبَسَقَ فِيهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: "ادْعِي خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ، وَلَا تُنْزِلُوهَا

ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت جابر نے فرمایا: جب خندق کھودی گئی تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کو بھوک لگی ہے۔ میں اپنی بیوی کی طرف پلٹا میں نے اسے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک میں دیکھا ہے۔ اس نے میری طرف ایک تھیلا نکالا۔ جس میں ایک ٹوپہ جو تھے اور ہمارا ایک چھوٹا بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہوگئی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے ہنڈیا میں ڈال دیا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف پھرا۔ تو میری بیوی نے کہا تھا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ میں حاضر خدمت ہوا میں نے آہستگی سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور ایک ٹوپہ جو پیسے ہیں۔ تو آپ اور آپ کے ساتھ چند آدمی آجائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ب آواز بلند فرمایا اے اہلِ خندق! جابر نے تمہارے لیے کچھ بنایا ہے پس آؤ میرے ساتھ۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنی ہنڈیا کو نہ اتارنا اور اپنے آٹے کی روٹی نہ لگانا۔ حتیٰ کہ میں آجاؤں۔ میں آیا اور نبی اکرم ﷺ لوگوں کے آگے آگے تشریف لائے۔ چنانچہ میں گھر آیا اور بیوی سے کہا تو رسوا ہوا اور تو رسوا ہوئی اور تو اس

وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

نے کہا: تو نے یہ کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے اسی طرح کیا ہے جس طرح تو نے کہا ہے تو اس نے آٹا نکالا آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ملایا اور برکت ڈال دی پھر ہنڈیا کی طرف متوجہ ہوئے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت ڈال دی۔ پھر فرمایا ایک اور روٹیاں پکانے والی بلا لے جو تیرے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہنڈیا سے سالن ڈالو مگر نیچے نہ اتارنا۔ صحابہ کرام ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ اللہ کی قسم سب نے کھایا حتیٰ کہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اور ہماری ہنڈیا اسی طرح جوش مار رہی تھی۔ جس طرح پہلے جوش مار رہی تھی۔ اور ہمارا آٹا اسی طرح پکا جا رہا تھا جس طرح پہلے پک رہا تھا۔

قَوْلُهُ: "عَرَضَتْ كُدْيَةٌ بِضَمِّ الْكَافِ وَإِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتُ، وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ صُلْبَةٌ مِّنَ الْأَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيْهَا الْفَأْسُ، وَالْكَثِيْبُ أَصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ، وَالْمُرَادُ هُنَا: صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا، وَهُوَ مَعْنَى "أَهْيَلَ". وَ"الْأَثَافِيُّ": الْأَحْجَارُ الَّتِيْ يَكُوْنُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ، وَ"تَضَاغَطُوْا": تَزَاحَمُوْا. وَ"الْمَجَاعَةُ": الْجُوْعُ، وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ. وَ"الْخَمَصُ": بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمِيْمِ: الْجُوْعُ، وَ"انْكَفَأْتُ": انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. وَ"الْبُهَيْمَةُ بِضَمِّ الْبَاءِ، تَصْغِيْرُ بَهْمَة وَهِيَ الْعَنَاقُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ. وَ"الدَّاجِنُ": هِيَ الَّتِيْ أَلِفَتِ الْبَيْتَ: وَ"السُّؤْرُ الطَّعَامُ الَّذِيْ يُدْعَى النَّاسُ إِلَيْهِ؛ وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ. وَ"حَيَّهَلَا أَيْ تَعَالَوْا. وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ، لِأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ أَنَّ الَّذِيْ

عَرَضَتْ كُدْيَةٌ: کاف پر پیش اور دال ساکن اور یا مثناۃ کے ساتھ زمین کا سخت ٹکڑا جس میں کدال بے اثر ہو جائے کَثِیْب: اصل میں ریت کا ٹیلہ کو کہتے ہیں یہاں نرم مٹی مراد ہے کہ پتھر ریت کی طرح بھربھرا ہو گیا یہ اَھْیَل کا معنیٰ ہے۔ اَثَافِی الْاَحْجَارُ: وہ پتھر جس پر ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔ تَضَاغَطُوْا: بھیڑ کرو۔ مَجَاعَةٌ: بھوک۔ اَلْخَمَصُ: خا معجمہ اور میم پر زبر بھوک کو کہتے ہیں۔ اِنْكَفَأْتُ: میں لوٹا میں پھرا۔ بُهَيْمَة: با پر پیش کے ساتھ چھوٹا چوپایہ۔ عَنَاقٌ: عین پر زبر کے ساتھ بکری کا بچہ۔ دَاجِنٌ: بکری کا بچہ جو پالتو ہو۔ سُؤْرٌ: وہ کھانا جس طرف لوگوں کو دعوت دی جائے یہ فارسی لفظ ہے۔ حَيَّهَلَا: آؤ۔ بِكَ وَبِكَ: وہ ان سے جھگڑی اور برا بھلا اور سخت سست کہا کیونکہ اس کے پاس موجود کھانا اتنے افراد کے لیے کافی نہ تھا۔ اس لیے شرمندہ ہوئیں

عِنْدَهَا لَا يَكْفِيْهِمْ، فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا أَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بِهٖ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْاٰيَةِ الْبَاهِرَةِ. "بَسَقَ" أَيْ: بَصَقَ ؛ وَيُقَالُ أَيْضًا: بَزَقَ، ثَلَاثُ لُغَاتٍ. وَ"عَمَدَ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ، أَيْ: قَصَدَ. وَاقْدَحِيْ أَيْ: اغْرِفِيْ، وَالْمِقْدَحَةُ: الْمِغْرَفَةُ. وَ"تَغِطُّ" أَيْ: لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

لیکن ان پر وہ مخفی رہا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کو عزت بخشی ہے۔ بَسَقَ بَصَقَ بَزَقَ: ہم معنی ہیں تینوں کا معنی تھوکا' یہاں کہیں گے لعاب دہن ملایا' عَمَدَ میم پر زبر کے ساتھ یعنی ارادہ کیا۔ اَقْدَحِی چمچہ بھر سالن نکالا۔ مُقْدَحَۃٌ چمچہ کو کہتے ہیں۔ تَغِطُّ اُبلتی ہوئی تھی' جوش مارتی تھی۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ج۵ص۱۰۸، رقم: ۴۱۰۱، صحیح مسلم، باب جواز استتباعه غیره الی دار من یثق برضاه ذلك، ج۶ص۱۱۷، رقم: ۵۳۳۶، المستدرك للحاكم، كتاب المغازی والسرایا، ج۳ص۸۸، رقم: ۴۳۳۳، مسند ابوعوانة، باب اتخاذ الطعام للاضیاف، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۸۳۰۷ (دار المعرفة، بیروت) جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی زیادة الطعام، ج۱۱ص۳۵۳، رقم: ۸۹۰۹)

شرح حدیث: جنگِ خندق

۵ھ کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لئے یہ لڑائی جنگ خندق کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام جنگ احزاب (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے، قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ المریسیع، ج ۳، ص ۷ ملتقطا)

جنگ خندق کا سبب

گزشتہ اوراق میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن مشکم و ابن ابی الحقیق و حیی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی، چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں کفار قریش تو اس کے بھوکے ہی تھے فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے قبیلہ بنو غطفان کا رُخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا پھر بنو غطفان نے اپنے

حلیف بنو اسد کو بھی جنگ کے لئے تیار کرلیا ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنو اسعد کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر قبیلہ بنو سلیم کو بھی اپنے ساتھ ملالیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کرلیا جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابوسفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔

مسلمانوں کی تیاری

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگِ اُحد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھود لی جائے تا کہ کفار کی پوری فوج بیک وقت حملہ آور نہ ہو سکے، مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا مدینہ کا صرف ایک رُخ کھلا ہوا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے، چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمادی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہوگئی۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج ۳، ص ۱۹، ۳۳ ومدارج النبوت، قسم اول، باب پنجم، ذکر فضائل...الخ، ج ۲، ص ۱۶۸ ملخصاً)

اسلامی افواج کی مورچہ بندی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعہ میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر سَلَع پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت پر تھا اور آپ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور انصار کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ (السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ، غزوۃ الخندق، ج ۲، ص ۴۲۱، ۴۲۲ ملتقطاً والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج ۳، ص ۳۵)

(524) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اُم سلیم کو کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں ضعف محسوس کیا ہے مجھے آپ میں بھوک معلوم ہوتی

الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَّهَا، فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهٖ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِيْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَهَبْتُ بِهٖ، فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْسَلَكَ أَبُوْ طَلْحَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: "أَلِطَعَامٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهٗ. فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ. فَانْطَلَقَ أَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ. فَأَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا أَوْ

ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ کہا ہاں! پھر جو کی کچھ روٹیاں نکالیں' اپنا ایک دوپٹہ لیا۔ اس کے کچھ حصہ میں روٹیاں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور ایک حصہ میرے اوپر اوڑھا دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ میں یہ ٹکڑے لے گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ کے ساتھ لوگ تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا کھانے کے لیے عرض کیا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ وہ سب کھڑے ہوئے وہ چل پڑے اور میں آگے آگے چل پڑا میں نے حضرت ابوطلحہ کو آ کر بتایا تو حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے اُم سلیم! رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر آ گئے اور ہمارے پاس تو ان کو روٹیاں کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ اس نے کہا اللہ اور رسول کو زیادہ علم ہے۔ تو حضرت ابوطلحہ چلے حتیٰ کہ یہ دونوں گھر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اُم سلیم جو تیرے پاس ہے لے آ۔ پس انہوں نے وہ روٹیاں پیش کر دیں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہی روٹیاں توڑی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُم سلیم نے اس پر گھی کا چمڑے سے بنا ہوا برتن نچوڑ دیا اور اس کو سالن بنا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس میں کہا جو اللہ نے چاہا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ دس آدمیوں کو اجازت دے دو پس ان کو اجازت دی گئی تو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو کر نکل گئے۔ پھر فرمایا دس کو بلا' انہیں اجازت دی گئی۔ حتیٰ کہ سب لوگوں نے کھایا اور

ثَمَانُوْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سیر ہو گئے اور نکل گئے پھر فرمایا: دس کو بلاؤ انہیں بلایا گیا حتیٰ کہ سب لوگوں نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور یہ لوگ ستر یا اسی تھے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ، وَّيَخْرُجُ عَشَرَةٌ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ، فَاَكَلَ حَتّٰى شَبِعَ، ثُمَّ هَيَّاَهَا فَاِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ اَكَلُوْا مِنْهَا.

ایک روایت میں ہے کہ دس آتے رہے اور دس نکلتے رہے حتیٰ کہ کوئی ایسا نہ رہا جو نہ آیا ہو اور اس نے سیر ہو کر نہ کھایا ہو پھر آپ نے اسے اکٹھا کیا تو وہ ایسے ہی تھا جتنا کھاتے وقت تھا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَاَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا، ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ، وَتَرَكُوْا سُؤْرًا.

اور ایک روایت میں ہے کہ دس دس آدمیوں نے کھایا حتیٰ کہ اسی آدمیوں نے کھایا پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد تناول فرمایا اور گھر والوں نے بھی اور ابھی کھانا بچا ہوا تھا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا بَلَغُوْا جِيْرَانَهُمْ.

اور ایک روایت میں ہے کہ بچا ہوا کھانا پڑوسیوں کو دے دیا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ عن اَنس، قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَوَجَدْتُّهُ جَالِسًا مَّعَ اَصْحَابِهِ، وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهِ: لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهُ؟ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. فَذَهَبْتُ اِلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، فَقُلْتُ: يَا اَبَتَاهُ، قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهِ، فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. فَدَخَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰى اُمِّيْ، فَقَالَ: هَلْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، عِنْدِيْ كِسَرٌ مِّنْ خُبْزٍ وَّتَمَرَاتٌ، فَاِنْ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ اَشْبَعْنَاهُ، وَاِنْ جَاءَ اٰخَرُ

اور ایک روایت حضرت انس ؓ سے ہے میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا اور آپ نے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ سے پوچھا آپ ﷺ نے اپنے پیٹ کو کس لیے باندھا ہے۔ انہوں نے بتایا بھوک کی وجہ سے۔ تو میں ابوطلحہ کے پاس آیا اور یہ اُم سلیم بنت ملحان کے شوہر ہیں۔ میں نے کہا ابا جان میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیٹ پر پٹی باندھے پایا ہے۔ میں نے آپ کے بعض صحابہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے تو حضرت ابوطلحہ میری ماں کے پاس آئے۔ پوچھا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے۔ کہاں ہاں میرے پاس روٹی

مَعَهُ قَلَّ عَنْهُمْ. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ.

کے کچھ ٹکڑے اور کچھ کھجوریں ہیں۔ اگر ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ اکیلے تشریف لائیں تو ہم آپ کو سیر کر کے کھلائیں گے اور اگر آپ کے ساتھ ایک اور آ جائے تو کھانا کم ہو جائے۔ اور آگے اوپر والی حدیث ذکر کی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج۲، ص۱۹۱، رقم: ۳۵۷۸، صحیح مسلم، باب جواز استتباعه غیرہ الی دار من یثق برضاہ بذلك، ج۶، ص۱۱۸، رقم: ۵۴۳۶، السنن الکبری للبیهقی، باب ما یستحب من اجابة من دعاہ الی طعام، ج۷، ص۲۷، رقم: ۱۴۶۸۳، مسند ابو عوانة، باب اتخاذ الطعام للاضیاف، ج۵، ص۱۷۸، رقم: ۸۳۰۸، مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالك، ص۳۷۱، رقم: ۱۲۳۸)

شرح حدیث: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برکت اندوزی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے۔ مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے، اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان، بالبرکة.....الخ، الحدیث: ۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکة.....الخ، الحدیث: ۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔ (صحیح البخاری، کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود.....الخ، الحدیث: ۵۴۶۷، ج۳، ص۵۴۶)

حضرت زُہرہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کو لیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، الحدیث:۲۵۰۱_۲۵۰۲، ج۲، ص۱۳۵)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، ج۶، ص۱۱۵)

نمازِ فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اسکو دے دیتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔ (سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، ج۱، ص۸۷)

57-بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيْشَةِ وَالْاِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ

قناعت کرنا اور سوال سے بچنا اور کاروبار میں میانہ روی اختیار کرنا اور بلا ضرورت سوال کرنے کی مذمت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا) (ھود: 6).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: زمین میں جو بھی جانور ہے اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا) (البقرۃ:

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں محصور ہیں زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔ سوال سے بچنے کی وجہ سے جاہل ان کو مالدار گمان کر لیتا ہے۔ تم ان کو ان کے نشانات سے

پہچانتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

(273)

شرح: حضرتِ صدرُالاَفاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت اہل صفہ کے حق میں نازل ہوئی ان حضرات کی تعداد چارسو کے قریب تھی یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے نہ یہاں ان کا مکان تھا نہ قبیلہ کنبہ نہ ان حضرات نے شادی کی تھی ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے رات میں قرآن کریم سیکھنا دن میں جہاد کے کام میں رہنا آیت میں ان کے بعض اوصاف کا بیان ہے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا) (الفرقان: 67).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ لوگ کہ خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل برتتے ہیں اور اس کے درمیان درست طریقے سے چلتے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرُالاَفاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اسراف معصیت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اسراف میں بھلائی نہیں، دوسرے بزرگ نے کہا نیکی میں اسراف ہی نہیں اور تنگی کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حقوق کے ادا کرنے میں کمی کرے یہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی حق کو منع کیا اس نے اِقتار کیا یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا یہاں ان بندوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جاتا ہے کہ وہ اسراف و اقتار کے دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہیں۔

عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے اس سے مراد یہ تھی کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف و اقتار کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں اس سے عبدالملک نے پہچان لیا کہ وہ اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مفسّرین کا قول ہے کہ اس آیت میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابِ کبار ہیں جو نہ لذت و تنعّم کے لئے کھاتے، نہ خوبصورتی اور زینت کے لئے پہنتے، بھوک روکنا، ستر چھپانا، سردی گرمی کی تکلیف سے بچنا اتنا ان کا مقصد تھا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَا اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت

يُطْعِمُوْنِ) (الذاریات: 56-57)

کریں۔ میں ان سے رزق نہیں لینا چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو کھانا دیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ، فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ.

احادیث میں سے اکثر سابقہ بابوں میں گزر چکی ہیں اور ان میں جو احادیث پیچھے نہ آئیں درج ذیل ہیں۔

(525) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سامان کی کثرت سے مالداری نہیں۔ اصل مالداری نفس کا غنا ہے۔ (متفق علیہ)

"اَلْعَرَضُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالرَّاءِ: هُوَ الْمَالُ.

اَلْعَرَضُ عین اور را پر زبر کے ساتھ مال کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغنی غنی النفس، ج۴ص۲۳۳، رقم: ۶۴۴۶، صحیح مسلم، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض، ج۲ص۱۰۰، رقم: ۲۴۶۰، الاداب للبیهقی، باب فضل الرضا بقضاء الله عزوجل والتسلیم لامره والقناعة بما اتاه، ج۱ص۳۴۳، رقم: ۴۱۲، سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص۱۳۸۶، رقم: ۴۱۳۷، سنن ترمذی، باب ما جاء ان الغنی غنی النفس، ج۲ص۵۸۶، رقم: ۲۳۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ج۲ص۲۶۱، رقم: ۶۵۳۶)

شرح حدیث: غنا تو دل کی غنا ہے

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے ارشاد فرمایا: "اے ابوذر! کیا تم مال کی کثرت ہی کو غنا سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی، جی ہاں، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم مال کی قلت ہی کو فقر سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی، جی ہاں، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: غنا تو دل کی غنا ہے اور فقر تو دل کا فقر ہے۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب انما الغنی غنی القلب۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۹۹۹، ج۵، ص۴۶۶)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل سے فقیر ہو کر ملنا غنی ہو کر مت ملنا۔ انہوں نے عرض کی: میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تجھے جو رزق ملے اسے مت چھپانا اور تجھ سے کچھ مانگا جائے تو منع نہ کرنا۔ انہوں نے عرض کی

:میں یہ کیسے کرسکتا ہوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی کرو ورنہ جہنم (ٹھکانا ہوگا)۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب اتقی اللہ فقیراً ولا ۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۹۵۷، ج۵، ص۴۵۰)

غنی کا سوال کرنا

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو فقر کے بغیر سوال کرے گویا وہ انگارا کھا رہا ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۵۱۶، ج۶، ص۱۶۲)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسئلۃ، الحدیث: ۳۵۱۷، ج۳، ص۲۷۱)

حضرت حبش بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وقوفِ عرفات کے دوران سنا کہ ایک اعرابی نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی چادر مبارک کا دامن تھام کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سوال کیا، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے عطا فرمایا اور وہ چلا گیا، پس اس وقت سے سوال کرنا حرام ہوا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی غنی اور تندرست وتوانا کے لئے سوال کرنا جائز نہیں البتہ ذلت آمیز فقر اور مت مار دینے والے قرضے میں مبتلا شخص کے لئے جائز ہے اور جو شخص اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کریگا تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراش ہوگی اور وہ کتے ہوئے پتھر ہوں گے جنہیں وہ جہنم میں کھائے گا اب جو چاہے اس میں کمی کرے اور جو چاہے اضافہ کرے۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ، الحدیث: ۶۵۳، ص۱۷۱۰)

(526) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن ابن عمرو ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کامیاب ہوا جس نے اسلام قبول کیا اور مناسب رزق دیا گیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس پر قناعت عطاء کی جو اس کو دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ج۴ص۵۱۵ رقم: ۲۳۴۸، الاداب للبیهقی، باب فضل الرضا بقضاء الله عزوجل والتسلیم لامره والقناعة، ج۱ص۴۶۳ رقم: ۷۷۰، المستدرك للحاكم، كتاب الاطعمة، ج۴ص۹۲ رقم: ۷۱۳۹، صحيح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۴۳ رقم: ۶۷۰، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمرو، ج۲ص۱۶۸ رقم: ۶۵۷۲)

شرح حدیث: عیسائی والدین کا قبولِ اسلام

حضرت سیِّدُنا عامر بن عبداللہ کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک عیسائی رہا کرتا تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں موجود تھا کہ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو عامر! پڑوسی ہونے کی حیثیت سے میرا آپ پر حق ہے، میں آپ کو رات اور دن کے خالق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے کسی ولی کے پاس لے چلئے تاکہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے میرے لئے بیٹے کی دعا کرے۔ میرے دل میں اولاد کی بہت خواہش ہے اور میرا جگر جلتا رہتا ہے۔ چنانچہ، میں اس کو ساتھ لے کر حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں اس عیسائی کا معاملہ عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگا: اے معروف! جب تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے ہدایت نہ دے آپ نہیں دے سکتے، میں آپ کے پاس صرف دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ اسے ایسا لڑکا عطا فرما جو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور وہ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کو ایک ایسا لڑکا عطا فرمایا جو اپنی عقلِ کامل کے سبب تمام اہلِ زمانہ پر فوقیت لے گیا، وہ اپنی شرافت کی بلندی کے باعث اپنے جیسے تمام لڑکوں پر بلند مقام رکھتا تھا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوا تو باپ اسے عیسائیت کی تعلیم دلانے کے لئے ایک پادری کے پاس چھوڑ آیا۔ پادری نے اُسے سامنے بٹھایا اور ہاتھ میں تختی پکڑا کر ابجی بولو ہی کہا تھا تو وہ بچہ کہنے لگا: کیا بولوں؟ میری زبان تمہارے تین خدا ماننے کے عقیدے سے روک دی گئی ہے اور میرا دل میرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی محبت میں مشغول ہے۔ پادری کہنے لگا: اے بیٹے! میں نے تجھے یہ تو نہیں کہا تھا۔ تو بچے نے کہا: پھر تم نے مجھے کیا کہا تھا؟ پادری نے کہا: تم میرے پاس جس تعلیم کے لئے آئے ہو میں تو تمہیں وہ سکھا رہا ہوں جبکہ تم نے مجھے پڑھانا شروع کر دیا۔ یہ سن کر بچہ کہنے لگا: پھر مجھے کوئی ایسی بات بتلائیے، جسے میری عقل بھی قبول کرے اور میرا ذہن بھی تسلیم کرے۔

استاد نے کہا: ٹھیک ہے، تو پھر کہو! الف۔ بچے نے کہا: الف تو وَصلی یعنی ملانے والا ہے، جس نے ہر دل کو اس محبوبِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کا گرویدہ کر دیا جس کی صفات اَزلی ہیں۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! باء۔ بچے نے کہا: باء سے مراد حقیقی بقاء ہے، جس نے دلوں کو زندہ کیا اور ان میں محبتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! تاء۔ تو بچے نے کہا: تاء سے مراد دل کا جذبہ وشوق ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق دل میں کھٹکنے والے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے۔ پادری نے کہا: اے بیٹے! کہو! ثاء۔ تو بچے نے کہا: ثاء سے مراد اس نورانی لباس کے لئے پردہ ہے جو مقامِ قرب پانے والوں کو ثابت رکھے ہوئے ہے۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! جیم۔ تو بچے نے کہا: جیم تو نورِ جمالِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا نام ہے، جو انسانوں پر صبح و شام اپنے انوار و تجلیات ڈالتا ہے۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! پڑھو! حاء۔ تو بچے نے

کہا: حاء سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے، جس نے دلوں کی حفاظت کی اور بری خصلتوں سے پاک وصاف کر دیا۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! خاء۔ تو بچے نے کہا: خاء سے مراد خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ ہے، جس نے برگزیدہ بندوں کی تمام تکالیف اور دکھ درد دُور کر دیئے۔

یہاں تک کہ پادری بچے کو ایک ایک حرف پڑھنے کے لئے کہتا رہا اور بچہ اس حرف کے متعلق ہم وزن و منظوم کلام سے جواب دیتا رہا۔ پادری کی عقل دنگ رہ گئی اور ایسی گفتگو سن کر اس کا دل زندہ ہو گیا اور اس نے جان لیا کہ دینِ اسلام ہی سچا دین ہے۔ پھر کہنے لگا: اے وحدانیتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کو ماننے والے پیارے بچے! میں تجھے شاباش دیتا ہوں۔ اس کے بعد بچے نے چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

کیا وہی برحق نہیں جو رلاتا و ہنساتا، زندگی و موت دیتا اور مخلوق کے لئے کھیتی اُگاتا ہے؟ یقیناً وہی معبودِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ ہے لہٰذا جو اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کے دروازے پر جاتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔ اے خائب و خاسر کوشش کرنے والے! جب بندے کا مقصودِ حقیقی وہی ذات ہے تو اب کون اس مقصد کے غیر کی طرف کامیاب کوشش کر سکتا ہے؟ پس وہی برتر، غالب اور رحیم ہے کہ اس کی طاقت کے بغیر کوئی کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ اپنے بندے کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے پھر بھی اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اس کو بن مانگے عطا کرتا ہے۔ عاصیوں اور گنہگاروں سے بخشش کا معاملہ کرتا ہے اور ہجر و فراق کے ماروں کو وصال کی دولت سے نوازتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے علاوہ حقیقی پروردگار کوئی نہیں، وہ اپنے اس بندے کو پسند کرتا ہے جو اس کا حکم توجہ سے سنتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب پادری نے بچے کا ایسا کلام سنا جس نے اس کے ہوش اڑا دیئے اور اسے رنج و غم میں مبتلا کر دیا تو اس نے جان لیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس بچے کو قوتِ گویائی عطا کرنے والا وہی ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ، اس نے دل ہی دل میں کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ پڑھا۔ پھر بچے کو اس کے باپ کے پاس لے آیا۔ جب باپ نے ان دونوں کو آتے دیکھا تو اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اس نے پادری سے پوچھا: آپ نے میرے بچے کی ذہانت کو کیسا پایا؟ تو وہ کہنے لگا: ذرا اس کا عارفانہ کلام تو سنیں۔ پھر اس نے ساری گفتگو بچے کے باپ کو سنا دی۔ یہ سن کر باپ بولا: اس خدا کی قسم جو ہر لاچار و بے بس کی مدد فرماتا ہے! میرا بیٹا محض حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی دُعا کی برکت سے اس مقام و مرتبے تک پہنچا ہے۔ پھر کہنے لگا: اے میرے، سب خوبیاں خدائے واحد عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے تیرے سبب ہم سب کو گمراہی سے نجات عطا فرمائی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم اس کے سچے رسول ہیں۔ اس کے بعد بچے کی ماں اور تمام گھر والے اسلام لے آئے اور اپنے گلے سے (عیسائیوں کے نشان) صلیب کو اُتار پھینکا۔

(سُبْحَانَ اللہ!) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی دعا کی بدولت ان سب کو جہنم سے چھٹکارا دے دیا۔ (الرّوض الفائق فی المواعظ والرقائق صفحہ ۳۵۵)

قناعت پسندی کا حصول

جان لیجئے! یہ تین چیزوں کا مرکب ہے: (۱) صبر (۲) علم اور (۳) عمل۔

(۱) پہلی چیز عمل ہے یعنی معیشت میں اعتدال اور خرچ میں کفایت اختیار کرنا۔ جو شخص قناعت میں بزرگی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ کم خرچ کرے۔ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ ترجمہ: تدبیر سے کام لینا نصف معیشت ہے۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب التاء، الحدیث ۲۲۴۰، ج۱، ص ۳۰۷)

(۲) دوسری چیز خواہشات کم رکھنا ہے تاکہ وہ کسی دوسرے حال میں بھی حاجت کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔

(۳) تیسری یہ کہ وہ اِس بات کو جان لے کہ قناعت میں عزت ہے اور سوال کرنے سے بچت ہے جبکہ طمع میں ذلت ہی ذلت ہے، پس اس طرح فکرِ مدینہ کرتے ہوئے اس (حرص) سے جان چھڑا لے۔ (لبابُ الاِحیاء، صفحہ ۲۶۵)

(527) وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ: "يَا حَكِيْمُ، اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حكيم: فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْ حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهُ. فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ، اُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيْمٍ اَنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهُ فِيْ هٰذَا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا' آپ نے پھر عطا فرمایا' میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے عطا فرمایا' پھر فرمایا: اے حکیم یہ مال بڑا میٹھا ہے۔ جو اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے اس کے لیے اس میں برکت ہوتی ہے اور جس نے اسے نفس کی چاہت سے لیا۔ اس کو برکت نہیں دی جاتی۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے' جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں آپ کے بعد پوری زندگی کسی کا مال کم نہ کروں گا۔ (یعنی بلا معاوضہ نہ لوں گا)' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم کو عطیہ کے لیے بلاتے وہ

الْفَيْءِ فَيَأْبَى اَنْ يَّأْخُذَهٗ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس سے کچھ بھی قبول کرنے سے انکاری ہوتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دینے کے لیے بلایا تو حضرت حکیم نے قبول کرنے سے انکار کیا' تو حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت میں تم کو حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مال میں سے حکیم کا حق جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے ان پر پیش کرتا ہوں لیکن وہ نہیں لیتے تو حضرت حکیم نے نبی اکرم ﷺ کے بعد تاحیات کسی سے کچھ نہیں لیا۔ (متفق علیہ)

"يَرْزَأْ" بِراءٍ ثُمَّ زايٍ ثُمَّ هَمزةٍ ؛ اَيْ: لَمْ يَأْخُذْ مِنْ اَحَدٍ شَيْئًا، وَاَصْلُ الرُّزْءِ: النُّقْصَانُ، اَيْ: لَمْ يَنقُصْ اَحَدًا شَيْئًا بِالْاَخْذِ مِنْهُ، وَ"اِشْرَافُ النَّفْسِ": تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ. وَ"سَخَاوَةُ النَّفْسِ": هِيَ عَدَمُ الْاِشْرَافِ اِلَى الشَّيْءِ، وَالطَّمَعِ فِيْهِ، وَالْمُبَالَاةِ بِهٖ وَالشَّرَهِ.

لَمْ يَرْزَأْ راء کے بعد زا اور اس کے بعد ہمزہ کسی سے کچھ نہیں لیا یعنی کسی سے کوئی چیز لے کر اس کے مال میں کمی نہیں کی۔ اِشْرَافُ النَّفْسِ: کے معنی بھی کسی چیز پر جھانکنا اور اس کی طمع رکھنا' سَخَاوَةُ النَّفْسِ' کسی کی چیز کی طرف نہ جھانکنا' نہ طمع کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم وغیرھم، ج۲ص۹۲، رقم: ۳۱۴۳ صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۹۴، رقم: ۲۴۳۴ سنن الدارمی، باب النھی عن المسألۃ، ج۱ص۴۷۵، رقم: ۱۶۵۰ الاحاد والمثانی، ومن ذکر حکیم بن حزام، ج۱ص۴۲۱، رقم: ۵۹۵ السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ السوال والترغیب فی ترکہ، ج۴ص۱۹۶، رقم: ۸۱۲۶)

شرح حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو خالد ہے اور خاندان قریش کی شاخ بنو اسد سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی والدہ جبکہ یہ ان کے بطن میں تھے کعبہ کے اندر بتوں پر چڑھاوا چڑھانے کو گئیں تو وہیں بیچ کعبہ میں حکیم بن حزام پیدا ہو گئے۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں یہ اشراف قریش میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ فتح مکہ کے سال ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عقلمند معاملہ فہم اور صاحب علم وتقویٰ شعار تھے۔ ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کیا اور ایک سو اونٹ ان مسافروں کو دیئے جن کے پاس سواری کے جانور نہیں تھے۔ ایک سو بیس برس عمر پائی۔ ساٹھ برس کفر کی حالت میں اور ساٹھ برس اسلامی زندگی

گزاری۔ ۵۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ ان کا وصال ہوا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الحاء، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۱)

تجارت میں کبھی گھاٹا نہیں ہوا

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ یہ تاجر تھے۔ زندگی بھر تجارت کرتے رہے مگر کبھی بھی اور کہیں بھی اور کسی سودے میں بھی کوئی نقصان اور گھاٹا نہیں ہوا بلکہ اگر یہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں نفع ہی نفع ہوتا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ صَفْقَتِہٖ (اے اللہ! عزوجل ان کے بیوپار میں برکت عطا فرما)۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ وفضلھم رضی اللہ عنھم اجمعین، حکیم بن حزام، الحدیث: ۳۷۳۳۲، ج۱۶، الجزء ۱۱، ص۱۰۳ بتغیر لفظ)

ترمذی و ابوداود کی روایتوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو ایک دینار دے کر مینڈھا خریدنے کے لیے بھیجا تو انہوں نے ایک دینار میں مینڈھا خریدا اور اسے دو دینار میں بیچ ڈالا پھر واپس بازار آئے اور ایک دینار میں مینڈھا خرید کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر مینڈھا اور ایک دینار پیش کر دیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینار کو تو خدا کی راہ میں خیرات کر دیا اور پھر خوش ہوکر ان کی تجارت میں برکت کے لئے دعا فرمادی۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الشرکۃ والوکالۃ، الحدیث: ۲۹۳۷، ج۱، ص۵۴۲)

تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا ہونا لازمی امر ہے ہر تاجر کو اس کا تجربہ ہے کہ بیوپار میں کبھی نفع ہوتا ہے کبھی نقصان، مگر زندگی بھر تجارت میں ہمیشہ نفع ہی نفع ہوتا رہے اور کبھی بھی اور کہیں بھی اور کسی سودے میں بھی گھاٹا نہ اٹھانا پڑے بلاشبہ اس کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا اس لئے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً صاحب کرامت صحابی اور بلند مرتبہ ولی تھے۔ (کرامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم صفحہ ۲۵۴)

(528) وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ وَّنَحْنُ سِتَّۃُ نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَعْتَقِبُہٗ، فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِیْ، وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ، فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ، فَسُمِّیَتْ غَزْوَۃَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ، قَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ: فَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰی بِھٰذَا الْحَدِیْثِ، ثُمَّ کَرِہَ ذٰلِکَ، وَقَالَ: مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَہٗ! قَالَ: کَاَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَّکُوْنَ شَیْئًا مِّنْ عَمَلِہٖ اَفْشَاہُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوبردہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک غزوہ میں نکلے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری سے سوار ہوتے۔ تو ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے، تو میرا پاؤں بھی زخمی ہوگیا اور ناخن گر گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے ٹکڑے باندھتے۔ پس اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ اس میں ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے ٹکڑے باندھتے تھے۔ حضرت ابوبردہ کہتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ نے یہ بیان تو کر دیا لیکن پھر انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا میرا یہ گمان

نہ تھا کہ میں اس کو ذکر کروں گا۔ گویا کہ انہوں نے اپنے
عمل کے اظہار کو ناپسند کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۳ص۱۱۲، رقم: ۴۱۲۸، صحیح مسلم، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۳ص۱۰۰۰، رقم: ۱۸۱۶، صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیۃ الجھاد، ج۱۱ص۳۵، رقم: ۴۷۳۲، مسند ابو عوانۃ، باب بیان الشدۃ التی اصابت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فی غزوۃ ذات الرقاع، ج۴ص۳۲۳، رقم: ۶۸۴۵، مسند ابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۳ص۲۳۳، رقم: ۷۲۹۳)

شرح حدیث: غزوہ ذات الرقاع

سب سے پہلے قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ ذات الرقاع تک تشریف لے گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گرفتار کرلیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ چھ چھ آدمیوں کی سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا جس پر ہم لوگ باری باری سوار ہو کر سفر کرتے تھے پہاڑی زمین میں پیدل چلنے سے ہمارے قدم زخمی اور پاؤں کے ناخن جھڑ گئے تھے اس لئے ہم لوگوں نے اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع (پیوندوں والا غزوہ) ہو گیا۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۶، ۵۲۸ وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، الحدیث ۴۱۲۸، ج۳، ص۵۸)

بعض مؤرخین نے کہا کہ چونکہ وہاں کی زمین کے پتھر سفید و سیاہ رنگ کے تھے اور زمین ایسی نظر آتی تھی گویا سفید اور کالے پیوند ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا جانے لگا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا اس لئے لوگ اس کو غزوہ ذات الرقاع کہنے لگے، ہوسکتا ہے کہ یہ ساری باتیں ہوں۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۵)

مشہور امام سیرت ابن سعد کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۸، ۵۲۹)

عصائے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی برکات

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوہ ذات الرقاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہو

تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سست روی اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دے سکوں مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عصاء لیکر اونٹ پر تین مرتبہ گھسا اور پھر پانی کا چلو بھر کر اس پر چھڑکا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ مجھے قسم ہے اس خدا عزوجل کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہ رہتا اور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔

(الخصائص الکبریٰ، کتاب ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج۲، ص۹۷)

(529) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ - بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ وَاِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ سَبْيٍ فَقَسَّمَهُ، فَاَعْطٰى رِجَالًا، وَّتَرَكَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "اَمَّا بَعْدُ، فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِيْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ اُعْطِيْ، وَلٰكِنِّيْ اِنَّمَا اُعْطِيْ اَقْوَامًا لِّمَا اَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عمرو بن تغلب تامثناۃ پر زبر اور غین معجمہ کے سکون اور لام کے کسرہ کے ساتھ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال لایا گیا۔ یا کچھ قیدی لائے گئے۔ آپ نے اس کو تقسیم کیا۔ کچھ لوگوں کو عطا کیا کچھ کو نہ دیا۔ تو آپ کو اطلاع ملی کہ جن لوگوں کو نہ دیا انہوں نے ناراضگی محسوس کی ہے۔ تو آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: اما بعد! اللہ کی قسم میں ایک آدمی کو دیتا ہوں اور ایک کو چھوڑتا ہوں' حالانکہ جس کو میں چھوڑتا ہوں (نہیں دیتا) وہ مجھے اس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے جس کو عطا کرتا ہوں۔ لیکن میں کچھ لوگوں کو اس لیے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں خوف اور گھبراہٹ دیکھتا ہوں۔ اور کچھ لوگوں کو اس سکون اور بھلائی کے سپرد کر دیتا ہوں۔ جو اللہ نے ان کے دلوں میں ڈالی ہے۔ ان میں سے عمرو بن تغلب ہے۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے ہیں اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے اس کلمہ بولنے کے بعد سرخ اونٹوں کا ملنا بھی مجھے پسند نہیں۔ (بخاری)

"اَلْهَلَعُ": هُوَ اَشَدُّ الْجَزَعِ، وَقِيْلَ: الضَّجَرُ۔

اَلْهَلَعُ: سخت گھبراہٹ یا اکتاہٹ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد، ج۱، ص۱۰، رقم: ۹۲۳، سنن الکبریٰ للبیہقی باب من یعطی من المؤلفۃ قلوبھم من سھم المصالح ج۱، ص۱۸، رقم: ۱۳۵۶۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی قبول

العطاء، ج۱۰ص۱۶۲، رقم: ۶۶۵۳، مسند امام احمد حدیث عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۱۹، رقم: ۲۰۶۹۲)

شرح حدیث: رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آباؤ اجداد میں کسی کو برا بھلا کہا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔ یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔

(سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من اللطمۃ، ج۸، ص۳۳)

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے متعلق پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا، نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ۔

ترجمہ: ہم نے خدا عزوجل کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر مانا ہے، اور خدا عزوجل اور خدا کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الدھر، الحدیث: ۲۴۲۵، ج۲، ص۴۷۳)

اس لئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر ممکن تدبیر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایلاء کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، اور در دولت پر تشریف لے گئے۔ دربان نے روک لیا۔ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاطر آئے ہیں۔ اسلئے دربان سے کہا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا عزوجل کی قسم! آپ حکم دیں تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن اڑا دوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آچکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسانے کیلئے کہا اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی

طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو (اس وقت) آپ کے پاس (موجود) نہیں ہے۔

(صحیح المسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ، الحدیث ۱۴۷۸، ص ۷۸۳)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع کلام کر لیا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا مندی کی فکر تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کن انکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اس قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں، تو انکو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت صفیہ کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہو گئے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا مندی کی تدبیریں اختیار کیں۔

اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹا اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمہارا دن نہیں ہے بولیں:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(ترجمہ کنز الایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ ۶، المائدۃ: ۵۴)

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث صفیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۶۹۳۰، ج ۱۰، ص ۲۵۳)

ناراضگی کے بعد اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دولت جاوید مل

جاتی، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے، حضرت ابورُہم رضی اللہ عنہ کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جاری تھی، حضرت ابورُہم رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساق مبارک میں خراش آ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر فرمایا: تم نے مجھ کو دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہو جائے۔

مقام جعرانہ میں پہنچے تو گوکہ ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد میرے بلانے کے لئے نہ آ جائے، صحرا میں اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور میں نے بھی تمہیں کوڑا مارا، جس سے تمہیں اذیت پہنچی، اسکے عوض میں یہ بکریاں لو، ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رضامندی میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ ابورھم الغفاری، ج ۴، ص ۱۸۴)

(530) وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ.

حضرت حکیم بن حزام ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور ابتداء اس سے کر جس کے خرچ کا تو ذمہ دار ہے۔ بہتر صدقہ وہ ہے جو ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو۔ جو (ثواب یا گناہ سے) بچنا چاہتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور جو غنی ہونا چاہے اللہ اس کو غنی بنا دیتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ اور مسلم کے الفاظ زیادہ مختصر ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفة قلوبهم وغیرهم، ج۲ص۴۷، رقم: ۳۱۴۳ صحیح مسلم: باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۳ص۹۸، رقم: ۲۴۳۳ سنن الدارمی: باب النهی عن المسألة، ج۱ص۴۷۵، رقم: ۱۶۵۰ الاحاد والمثانی: ومن ذکر حکیم بن حزام، ج۱ص۴۲۲، رقم: ۵۸۵ السنن الکبری للبیهقی: باب کراهية السوال والترغيب فی ترکه، ج۳ص۱۹۶، رقم: ۸۱۲۶)

شرح حدیث: دو فرشتوں کی صدائیں

تمام مسلمانوں کے لئے طلبِ دنیا میں میانہ روی بہتر ہے، کیونکہ یہ انہیں کسی کا محتاج کرتی اور نہ ہی اُس اہم کام سے

روکتی ہے جو اللہ عزوجل نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ اہم کام اس کلمہ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کو سربلند کرنا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردار مکہ مکرمہ، سلطان مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو صدا لگا رہے ہوتے ہیں، اور اس صدا کو جن وانس کے علاوہ تمام زمین والے سنتے ہیں، وہ فرشتے کہتے ہیں: اے لوگو! اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آجاؤ، بیشک (دنیا کا مال) جو تھوڑا ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہے اس (مال) سے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۱۷۸۰، ج ۸، ص ۱۶۸)

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٝ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ O

ترجمہ کنز الایمان: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔ (پ 22، فاطر: 5)

دو بزرگ اور دو پرندے

حضرت سیدنا خلف بن تمیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم سے منقول ہے، ایک مرتبہ دو عظیم بزرگ حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدْہَم اور حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما مکہ مکرمہ زَادَهَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیماً پہنچے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے حضرت سیدنا شقیق علیہ رحمۃ اللہ الرفیق سے پوچھا: وہ کون سا پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ عظمت و بزرگی نصیب ہوئی؟

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا اچانک مجھے ایک پرندہ نظر آیا جس کے پر ٹوٹے ہوئے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا: یہ پرندہ اپنی غذا کیسے حاصل کرتا ہوگا؟ بس اس خیال کے آتے ہی میں وہیں کھڑا ہو گیا اور ارادہ کیا کہ آج یہ دیکھ کر جاؤں گا کہ اس پرندے کو غذا کہاں سے ملتی ہے؟ میں وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک پرندہ اپنی چونچ میں ایک ٹِڈی پکڑے ہوئے وہاں آیا اور اس ٹُوٹے پروں والے پرندے کے منہ میں وہ ٹڈی ڈال کر واپس اڑ گیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اس شانِ رزّاقی پر میں عَش عَش کر اٹھا اور اپنے نفس سے کہا: اے نفس! جس خدائے بزرگ و برتر، خالق و مالک نے صحیح وسالم پرندے کے ذریعے جنگل و بیابان میں اس پر ٹوٹے ہوئے پرندے کو رزق عطا فرمایا وہ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ مجھے رزق عطا فرمانے پر قادر ہے، چاہے میں کہیں بھی ہوں۔ بس اس دن سے میں نے تمام دنیوی مشاغل ترک کر دیئے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گیا اور آج آپ کے سامنے ہوں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے فرمایا: اے شقیق علیہ رحمۃ اللہ اللطیف! تم اس پرندے کی طرح کیوں نہ ہو گئے جو تندرست تھا اور بیمار پرندے تک اس کا رزق پہنچا رہا تھا۔ اگر تم اس جیسے ہوتے تو تمہارے لئے

بہت اچھا تھا، کیا تم نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ تقرب نشان نہیں سنا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی، الحدیث ۱۴۲۷، ص ۱۱۲)

(531) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَاللهِ لَا يَسْأَلُنِيْ أَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا، فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّيْ شَيْئًا وَّأَنَا لَهُ كَارِهٌ، فَيُبَارَكَ لَهُ فِيْمَا أَعْطَيْتُهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعبدالرحمن معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سوال میں مبالغہ نہ کرو۔ اللہ کی قسم تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے تو اس کا سوال مجھ سے کچھ اس کے لیے نکال لے گا حالانکہ میں اس کو ناپسند کر رہا ہوں گا۔ تو اس کے لیے اس میں برکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن المسألۃ، ج۲ص۵۰۰، رقم: ۲۳۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاویہ بن ابی سفیان، ج۳ص۹۸، رقم: ۱۶۹۲۹، مسند الحمیدی، احادیث معاویۃ بن ابی سفیان، ج۱ص۲۷۷، رقم: ۶۰۳، سنن النسائی باب الالحاف فی المسألۃ، ج۵ص۹۷، رقم: ۲۵۹۲، السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ السوال والترغیب فی ترکہ، ج۴ص۲۹۳، رقم: ۸۱۲۵)

شرح حدیث: بلا حاجت سوال کرنا

بلا حاجت کسی بھی مسلمان کو سوال کرنے (یعنی بھیک مانگنے) کی شریعت کی جانب سے اجازت نہیں ہے۔ بھیک کی مذمت میں کئی احادیث مروی ہیں چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں سے بھیک مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی، نہایت بے آبرو ہو کر آئے گا۔ (بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۴۷۴، ج۱، ص۴۹۹)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر اور لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لاد کر لائے اور ان کو بیچے اور اللہ تعالیٰ بھیک مانگنے کی ذلت سے اس کے چہرے کو بچائے تو یہ بہتر ہے اس بات سے کہ لوگوں سے بھیک مانگے اور وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

(بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۴۷۱، ج۱، ص۴۹۷)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھیک مانگنا ایک قسم کی خراش ہے کہ آدمی بھیک مانگ کر اپنے منہ کو نوچتا ہے تو جو چاہے اپنے منہ پر خراش کو نمایاں کرے اور جو چاہے اس سے اپنا

چہرہ محفوظ رکھے۔ہاں اگر آدمی صاحب سلطنت سے اپنا حق مانگے یا ایسے امر میں سوال کرے کہ اس سے چارہ کار نہ ہو تو جائز ہے۔(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب ماتجوز فیہ المسألۃ، رقم الحدیث ۱۶۳۹، ج ۲، ص ۱۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے بھیک مانگتا ہے وہ گویا انگارہ مانگتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ بہت مانگے یا کم مانگے۔(مسلم، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۰۴۱، ص ۵۱۸)

حضرتِ سیدنا کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں تین باتوں میں قسم اٹھاتا ہوں اور تمہیں ایک کام کی بات بتاتا ہوں اسے یاد کرلو (۱) صدقہ بندے کے مال میں کمی نہیں کرتا (۲) جس بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے اللہ عزوجل اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا (۳) جس بندے نے سوال کا دروازہ کھولا اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا اربعۃ نفر، رقم ۲۳۳۲، ج ۴، ص ۱۴۵)

(532) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا، وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: "عَلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَّالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيْفَةً "وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا يُّنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو عبدالرحمن عوف بن مالک اشجعی ﷺ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آٹھ سات یا نو آدمی تھے۔فرمایا کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے اس وقت ہم نے ابھی ابھی ہی بیعت کی تھی۔ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ سے بیعت کی ہے۔فرمایا: کیا تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے۔ہم نے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا: ہم آپ سے بیعت کر چکے تو اب کس بات پر بیعت کریں۔فرمایا: یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے' اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے' اور پانچوں نمازیں قائم کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور آہستگی سے فرمایا تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو گے۔پس ان میں سے میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے اگر ان کا عصا گر جائے' تو وہ کسی سے یہ بھی نہیں کہتے تھے کہ ان کو پکڑا دو۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراهية المسألة، ج۲ص۷۲۱، رقم: ۲۴۵۰، سنن ابوداؤد، باب كراهية المسألة، ج۲ص۴۱، رقم: ۱۶۴۴، سنن ابن ماجه، باب البيعة، ج۲ص۹۵۷، رقم: ۲۸۶۷، السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب كراهية السوال والترغيب

بی ترکہ، ج۲،ص۱۹۶، رقم: ۷۶۶۳، مسند البزار، مسند عوف بن مالک، ج۱،ص۲۲۳، رقم: ۲۷۶۳)

شرح حدیث: صبح وشام کا کھانا

حضرت رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دافِعِ رنج وملال، صاحب جُودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشادفرمایا: میں کسی شخص کوعطیہ دیتا ہوں تو وہ اسے اپنی بغل میں دبا کر لے جاتا ہے حالانکہ وہ آگ ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم! جب وہ آگ ہوتی ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کسی کو کیوں عطا فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل میرے لئے بخل کو ناپسند فرماتا ہے اور لوگ میرے سوا کسی سے سوال کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، وہ غنا کون سی ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشادفرمایا: صبح وشام کے کھانے جتنی مقدار۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من المسألۃ وتحریمہا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۰۲، ج۱، ص۳۸۶)

خاتِمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ کسی سے کچھ نہ مانگے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسألۃ، الحدیث: ۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو میری ایک بات مان لے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ بات یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسألۃ، الحدیث ۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ایک اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے سوال میں بہت اصرار کیا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۱۲، ج۶، ص۲۱۳)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مال میں اضافہ کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ انگارے کم جمع کرے یا زیادہ۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، الحدیث: ۲۳۹۹، ص۸۴۱)

مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے وہ جہنم کے دہکتے پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی غنا سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشادفرمایا: رات کا کھانا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۴۵، ج ۶، ص ۲۱۶)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سے کوئی ایک سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ جب وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کریگا تو اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، الحدیث: ۲۳۹۶، ص ۸۴۱)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب منزہ عن العیوب عزجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سوال کرنا وہ خراش ہے جسے آدمی کھجلائے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی النھی عن المسألۃ، الحدیث: ۶۸۱، ص ۱۷۱۳)

(533) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَزَالُ الْمَسْاَلَةُ بِاَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی سوال کرتا رہتا ہے حالانکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو ملے گا تو اس کا حال یہ ہوگا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

"اَلْمُزْعَةُ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْقِطْعَةُ.

اَلْمُزْعَةُ: میم پر پیش زا ساکن اور عین مہملہ کے ساتھ ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من سأل الناس تکثرا ج۲ص۱۲۳ رقم: ۱۴۷۴ صحیح مسلم باب کراھیة المسألة ج۳ص۹۶ رقم: ۲۴۴۲ مسند امام احمد مسند عبدالله بن عمر ج۲ص۸۸ رقم: ۵۶۱۶ مصنف ابن ابی شیبة باب من کره المسألة ونھی عنھا وتشدد فیھا ج۲ص۲۰۸ رقم: ۱۰۶۷۱ مسند عبد بن حمید احادیث بن عمر ص۲۶۲ رقم: ۸۲۸)

شرح حدیث: ہمیں سوال کرنا جائز ہے لیکن؟

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیلِ علم کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور و معروف محدث اور فقیہہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز

سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز و نعم میں پلے ہو اور اہلِ فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل و عیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقیناً تمہاری قربانی ہے) لیکن خبردار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصولِ علمِ دین کے لئے اپنے اہل و عیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علمِ دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تاکہ تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت و رغبت ملے۔

سنو! جب مجھے علمِ دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالمِ شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث وفقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصولِ علمِ دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کردی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث املاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہوگئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان ونفقہ بھی ختم ہونے لگا۔ جب سب کھانا وغیرہ ختم ہوگیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ بھی ختم ہوگیا تو فاقوں کی نوبت آگئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر وشکر سے علمِ دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کرسکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تاکہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزتِ نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہوگئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آگیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تاکہ ہم اپنی بھوک ختم کرسکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں بادلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہوگیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزتِ نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جاسکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جاکر نماز پڑھنا شروع کردی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کردے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔

ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین وجمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سر اٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرمالیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سو دینار تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہوگئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہوگئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری

آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آرہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اترا اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اُٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہِ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پراسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہوگیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کردو تاکہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم وکریم مالک کی عطا پر سربسجود ہو گئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کر جانا چاہے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں مشہور ہو جائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہو کر ہمارا ادب واحترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہو جائے گی، ہوسکتا ہے پھر ہم ریاکاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہو جائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیرباد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علمِ دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر وشکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جا چکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خریدا اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کر دیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تاکہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی۔ ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی و مالک ہے۔

(عُیُوْنُ الْحِکَایَات صفحہ ۱۸۲)

(534) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن منبر پر صدقہ اور سوال سے بچنے کا ذکر کیا، تو فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا صدقة الاعن ظهر غنى ومن تصدق وهو محتاج، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۱۴۲۹ صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۳۰، رقم: ۲۳۲۲ موطاامام مالک، باب ما جاء فی التعفف عن المسألة، ص۱۳۵۳، رقم: ۳۶۵۹)

شرح حدیث: حقیقی صبر

حضرتِ سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِع رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پھر عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت جو کچھ موجود تھا ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا، میرے پاس جو بھلائی ہوگی میں اسے تم سے نہ چھپاؤں گا، جو پاکدامنی چاہے گا اللہ عزوجل اسے پاکدامن فرمائے گا اور جو لوگوں سے بے پرواہ ہوگا اللہ عزوجل اسے غنی کر دے گا اور جو صبر کو اپنائے گا اللہ عزوجل اسے حقیقی صبر عطا فرمائے گا اور اللہ عزوجل نے صبر سے زیادہ وسعت والی کوئی بھلائی کسی کو عطا نہ فرمائی۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألة، رقم ۱۴۲۹، ج۱، ص۴۹۶)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، مجھ پر جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین شخص اور سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین شخص پیش کئے گئے، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں ایک تو شہید ہے اور دوسرا وہ غلام جس نے اپنے رب کی عبادت کی اور اپنے آقا کی خدمت میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور تیسرا وہ عیال دار جو پاکدامن ہو اور جہنم میں داخل ہونے والے پہلے تین شخص یہ ہیں، (۱) زبردستی بادشاہ بن جانے والا (۲) وہ مالدار شخص جو اپنے مال میں سے اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا (۳) متکبر فقیر۔ (الترغیب والترہیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال، رقم ۳، ج۳، ص۴۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک

اللہ تبارک وتعالیٰ نرم دل، پاک دامن غنی کو پسند فرماتا ہے اور سنگدل، بدکردار سائل کو ناپسند فرماتا ہے۔
(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی مع المجبول والبذی والفاجر، رقم ۱۳۰۲۷، ج۸، ص۱۳۵)

(535) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے مال بڑھانے کے لیے سوال کیا وہ انگارے مانگتا ہے چاہے تو تھوڑے طلب کرے اور چاہے تو زیادہ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھیۃ المسألۃ، ج۲ص۹۶، رقم: ۲۴۴۶ السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ السوال والترغیب فی ترکہ، ج۴ص۱۹۶، رقم: ۸۱۲۴ سنن ابن ماجہ، باب من سأل عن ظھر غنی، ج۱ص۵۸۹، رقم: ۱۸۳۸ صحیح ابن حبان، باب المسألۃ والاخذ وما یتعلق بہ من المکافاۃ، ج۸ص۱۸۶، رقم: ۳۳۹۴ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ج۳ص۲۳۱، رقم: ۷۱۶۳)

شرح حدیث: سوال کیسے حلال ہے اور کیسے نہیں؟

آج کل یہ ایک عام بلا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے۔ محنت مشقت سے جان چراتے ہیں اور ناجائز طور پر بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے تو سوال کرنا اور بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے۔ گھر میں ہزاروں روپے ہیں کھیتی باڑی بھی ہے مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے۔ ان سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں حالانکہ ایسے لوگوں کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا بالکل حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر حاجت کے سوال کرتا ہے گویا وہ آگ کا انگارا کھاتا ہے۔ (مجمع الزاوائد، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی السوال، رقم ۴۵۲۶، ج۳، ص۲۵۸)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرے حالانکہ اس کو نہ فاقہ ہوا ہے نہ اس کے اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت نہ ہوگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس پر فاقہ نہیں گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے خیال میں بھی نہیں۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الفصل الثانی فی ذم السوال، الاکمال، رقم ۱۶۷۳۹، ج۶، ص۲۱۵)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص مال بڑھانے کیلئے لوگوں سے سوال کرتا ہے تو وہ گویا آگ کا انگارا طلب کرتا ہے۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، رقم ۱۰۴۱، ص۵۱۸)

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر شدید ضرورت کے بھیک مانگنا اور لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

(536) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، إِلاَّ أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِيْ أَمْرٍ لاَ بُدَّ مِنْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سوال کرنا خراشوں کا سبب ہے، جس کے ساتھ آدمی اپنے چہرہ پر خراشیں ڈالتا ہے۔ ہاں اس کی اجازت ہے کہ آدمی حکمران سے سوال کرے یا ایسے کام میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"اَلْكَدُّ": اَلْخَدْشُ وَنَحْوُهُ۔

اَلْكَدُّ: خراش وغیرہ۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی النهی عن المسألة، ج۲ص۶۵، رقم: ۶۸۱، مجمع الزوائد للهیثمی، باب ما جاء فی السوال، ج۳ص۲۵۹، رقم: ۴۵۲۹، المحرر فی الحدیث لابن عبد الهادی، باب صدقة الفضل، ص۳۵۶، رقم: ۵۹۵ (دار المعرفة، بیروت)

شرح حدیث: چہرے پر عیب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: فراخ دست کا سوال قیامت کے دن تک اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۹۸۴۲، ج۷، ص۱۹۳)

بزار نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: غنی کا سوال آگ ہے اگر اسے کم مال دیا گیا تو آگ بھی کم ہوگی اور اگر زیادہ مال دیا گیا تو آگ بھی زیادہ ہوگی۔ (البحر الزخار بمسند البزار، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۳۵۷۲، ج۹، ص۴۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے سوال کیا حالانکہ وہ سوال کرنے سے غنی تھا تو اس کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر ایک عیب ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۸۳، ج۸، ص۳۳۱)

سرکارِ والا تَبار، ہم بیکسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ایک شخص کا جنازہ پڑھانے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: اس نے کتنا ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، 2 یا 3 دینار۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس نے 2 یا 3 داغ چھوڑے ہیں۔

راوی کہتے ہیں، پھر میری ملاقات حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سیدنا عبد اللہ بن قاسم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی اور میں نے انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا: یہ شخص مال میں اضافے کی خاطر لوگوں سے سوال کیا کرتا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسألة، الحدیث: ۳۵۱۵، ج۳، ص۲۷۱)

(537) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو فاقہ پہنچا اور اس نے لوگوں پر اس کو ظاہر کیا' تو اس کا فاقہ ختم نہ ہوگا۔اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف ظاہر کیا' تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا فاقہ ختم فرمائے گا۔جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے گا۔اس کو امام داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"يُوْشِكُ بِكَسْرِ الشِّيْنِ: اَيْ يُسْرِعُ.

یُوشِكُ سین کی زیر کے ساتھ اس کا معنی ہے' جلدی کرتا ہے۔قریب ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی الاستعفاف ج۲ص۳۲ رقم: ۱۶۴۷سنن ترمذی باب ما جاء فی الهم فی الدنیا وحبها ج۴ص۵۶۲ رقم: ۲۳۲۶سنن الکبری للبیہقی باب فضل الاستعفاف ج۴ص۱۹۶ رقم: ۷۶۵۸المستدرک للحاکم کتاب الزکاۃ ج۲ص۱۳۱ رقم: ۱۴۸۲مسند امام احمد مسند عبداللہ بن مسعود ج۱ص۳۰۷ رقم: ۳۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کردے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی، جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔

آپ مزید فرماتے ہیں: جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اُسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اُسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولت مندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اسکی کمائی میں برکت دیگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳،ص۷۸)

اس کی قضا پر راضی

حضرتِ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جب اللہ عزوجل کسی سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے لہذا جو صبر کرے اسکے لئے صبر ہے اور جو چیخے چلائے (یعنی بے صبری کرے) اسکے لئے چیخنا ہی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند محمود بن لبید، رقم ۲۳۶۹۵، ج۹،ص۱۶۰)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلّم نے فرمایا بے شک زیادہ اجر سخت آزمائش پر ہی ہے اور اللہ عزوجل جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تو جو اس کی قضا پر راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضگی ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، رقم ۴۰۳۱، ج ۴، ص ۳۷۴)

حضرتِ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کی وجہ سے یا تو اللہ عزوجل اس کا کوئی ایسا گناہ مٹا دیتا ہے جس کا مٹانا اسی مصیبت پر موقوف تھا یا اسے کوئی بزرگی عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس مصیبت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اس تک نہ پہنچ پاتا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۲۴، ج ۴، ص ۱۴۳)

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک کسی بندہ کے لئے اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی مرتبہ ہوتا ہے پھر اگر وہ کسی عمل کے ذریعے اس تک نہیں پہنچ پاتا تو اللہ عزوجل اسے آزمائشوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس بندے کو اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر ... الخ، رقم ۲۸۹۷، ج ۴، ص ۲۴۸)

(538) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ اَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: اَنَا. فَكَانَ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے لیے اس بات کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں' تو میں نے کہا میں' پس وہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے۔ ابوداؤد نے اس کو اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراهية المسألة، ج۲ص۲۳، رقم: ۱۶۴۵، المستدرك للحاكم، كتاب الزكاة، ج۲ص۳۶، رقم: ۱۵۰۰، شعب الايمان للبيهقی، فصل فی الاستعفاف عن المسألة، ج۳ص۲۶۷، رقم: ۳۵۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، ومن حديث ثوبان رضی الله عنه، ج۸ص۳۲۶، رقم: ۲۲۴۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ ثوبان ابن وجد ہیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمن ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا، آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر وحضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے کبھی جدا نہ ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا شام چلے گئے، مقام املہ میں کچھ دن رہے، پھر مقام حمص میں رہے، وہیں ۵۴ھ وفات

پائی، بہت مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں۔
(جنت کی ضمانت دیتا ہوں) یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں، پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے نہ نفس امارہ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لیے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لیے ہے۔ شعر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیاء کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتیٰ کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے لیے جنت کے کفیل ہو گئے تھے۔
(پس وہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے) یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا۔ معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۸۳)

(539) وَعَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَبِیْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ فِیْهَا، فَقَالَ: "اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا" ثُمَّ قَالَ: "یَا قَبِیْصَةُ، اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَهَا، ثُمَّ یُمْسِكُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ - اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ - وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حَتّٰی یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِی الْحِجٰی مِنْ قَوْمِهٖ: لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ. فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ، اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ،

حضرت ابی بشر قبیصہ بن المخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک ضمانت اٹھائی تو اس سلسلہ میں میں مانگنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا: ٹھہرو صدقہ آجاتا ہے تو ہم تیرے لیے اس کا حکم کردیں گے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ تین آدمیوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا حلال نہیں۔ ایک وہ جس نے ضمانت اٹھائی ضرورت پا لینے تک اس کے لیے سوال حلال ہے۔ پھر آپ رک گئے اور ایک وہ جس کو حادثہ پیش آیا جس نے اس کا مال تباہ و برباد کردیا اس کے لیے سوال حلال ہے حتیٰ کہ زندگی کی درستگی کو پالے اور ایک وہ آدمی جس کو فاقہ پہنچا ہو حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین آدمی کہیں کہ اس کو فاقہ پہنچا ہے۔ اس کے لیے اس وقت

فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ، يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تک کے لیے سوال حلال ہے کہ گزر اوقات پالے یا حاجت روائی کرلے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ ان کے سوا جو سوال ہیں وہ حرام ہیں۔ اس کو کھانے والا حرام ہی کھائے گا۔ (مسلم)

"اَلْحَمَالَةُ بِفَتْحِ الْحَاءِ: اَنْ يَقَعَ قِتَالٌ وَّنَحْوُهُ بَيْنَ فَرِيقَيْنِ، فَيُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَيْنَهُمْ عَلَى مَالٍ يَتَحَمَّلُهُ وَيَلْتَزِمُهُ عَلَى نَفْسِهِ. وَ"الْجَائِحَةُ" الْآفَةُ تُصِيبُ مَالَ الْاِنْسَانِ. وَ"الْقَوَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا: هُوَ مَا يَقُومُ بِهِ اَمْرُ الْاِنْسَانِ مِنْ مَّالٍ وَّنَحْوِهِ. وَ"السِّدَادُ" بِكَسْرِ السِّيْنِ: مَا يَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَيَكْفِيهِ. وَ"الْفَاقَةُ": الْفَقْرُ. وَ"الْحِجَى": الْعَقْلُ.

اَلْحِمَالَةُ: حا پر زبر کے ساتھ دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو کوئی مال برداشت کرتے ہوئے ان کی صلح کی ضمانت دے۔ اَلْجَائِحَۃ: وہ مصیبت جو انسان کے مال کو پہنچے۔ قَوَامٌ: قاف پر زیر اور زبر کے ساتھ وہ مال جس سے انسان کا کاروبار درست ہو جائے۔ اَلسِّدَادُ: سین پر زیر کے ساتھ درستگی جس سے تنگ دست کا گزارا ہو جائے۔ اَلْفَاقَةُ: محتاجی۔ اَلْحِجٰی: عقل و دانش۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من تحل له المسألة، ج۲ص۱۰، رقم: ۲۴۵۱، مسند امام احمد، حدیث قبیصة بن مخارق، ج۵ص۶۰، رقم: ۲۰۶۲۰، مشکوٰۃ المصابیح، باب من لا تحل له المسألة و من تحل له الفصل الاوّل، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۱۸۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(قرض کا ضامن بن گیا تھا) حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں، کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لیے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمے لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لیے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا۔ (مرقات ولمعات وغیرہ)

(کچھ مانگنے کو حاضر ہوا) تا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرما دیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں۔

(صدقہ آجاتا ہے) صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو، یعنی اے قبیصہ اتنا توقف کرو کہ زکوۃ وصول ہو جائے تو اس سے تمہارا زرِ ضمانت ادا کر دیا جائیگا۔

(جس نے ضمانت اٹھائی) اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا

اپنے لیے نہیں بلکہ اس مقروض فقیر کے لیے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، رب تعالٰی نے زکوۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں۔

(وہ جس کو حادثہ پیش آیا) یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کر دیا اگر چہ تندرست ہے کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لیے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے۔

(حتی کہ زندگی کی درستگی کو پالے) سدادٌ یا سدٌ سین کے فتح سے، بمعنی رکاوٹ و آڑ یا سِدٌ سین کے کسرہ سے ہے، بمعنی درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہو جائے۔ غرضیکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے، جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے۔

(اس کی قوم کے تین آدمی کہیں) یہ گواہی کی قید اس کے لیے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے۔ قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت وغنا کی پہچان ہو وہ بتا دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لیے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں۔ مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوا دی تا کہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں۔

(اس کو کھانے والا حرام ہی کھائے گا) خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں، ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ بے دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو، وہ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لیے وقف کر دیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ مجاور جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لیے حقیقی معنے میں وقف کر دیا ہو ان کے لیے اُن ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے، روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے، مگر خیال رہے کہ رب تعالٰی نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لیے صوفی نہ بن جائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۶۳)

(540) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقَ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا ہے۔ اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جاتی ہیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنی دولت نہیں جس کے ساتھ وہ دولت مند ہو اور نہ اس کے بارے میں اندازہ ہو کہ اس

عَلَیْهِ، وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلَ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

پر صدقہ کیا جائے اور وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے مانگتا بھی نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ "یا یسألون الناس الحافا" ج۳ص۳۲ رقم: ۴۵۳۹، صحیح مسلم، باب المسکین الذی لا یجد غنی ولا یفطن له فیتصدق علیه، ج۲ص۹۵ رقم: ۲۳۳۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل الاستعفاف، ج۷ص۱۸۰ رقم: ۸۱۲۰، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی المساکین، ج۲ص۴۲۳ رقم: ۱۷۲۵، سنن ابو داؤد، باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی، ج۲ص۳۶ رقم: ۱۶۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے تو وہ کمانے کے لیے بھی کر سکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالٰی نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الآیة۔ یہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کر دے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنا دیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۶)

زمین بھر سے افضل

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم مال کی کثرت کو تونگری وغناء خیال کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اور کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کی کمی کا نام فقر و مفلسی ہے؟ میں عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ تو حضور نبی رحمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لیکن معاملہ ایسے نہیں، بے شک حقیقی تونگری دل کا تونگر ہونا اور حقیقی فقر (یعنی مفلس ہونا) دل کا فقر ہے۔

پھر حضور نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے قریش کے ایک شخص کے بارے استفسار فرمایا: اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: جب وہ کچھ طلب کرتا ہے عطا کیا جاتا ہے اور جب حاضر ہوتا ہے تو عزت کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے اہلِ صفہ کے ایک آدمی کے بارے استفسار فرمایا: کیا تم فلاں شخص کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ پس حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے اوصاف بیان کرتے رہے اور اس کی تعریف کرتے رہے یہاں تک کہ میں اسے پہچان گیا۔ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ ارشاد فرمایا: اُس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: اہلِ مسجد (یعنی اہلِ صفہ) کے ایک مسکین وغریب شخص ہیں۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: یہ اُس دوسرے جیسے زمین بھر سے افضل ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا دوسرے کو عطا کی جانے والی (خوبیوں وغیرہ) میں سے کچھ بھی اس کو نہ دیا جائے؟ ارشاد فرمایا: اگر اسے دیا جائے تو وہ اس کا اہل ہے اور اگر اسے نہ دیا جائے تو اس کے لئے نیکی ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب فضائل اولیاء اللہ، الحدیث: ۷۹۹۹، ج۵، ص۴۶۵)

58-بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ وَّلَا تَطَلُّعٍ اِلَيْهِ

مانگنے اور خواہش نفس کے بغیر ملے تو لینا جائز ہے

(541) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عن عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ، فَاَقُوْلُ: اَعطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّي. فَقَالَ: "خُذْهُ، اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَّاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ. فَاِنْ شِئْتَ كُلْهُ، وَاِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهٖ. وَمَا لَا، فَلَا تُتْبِعهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا، وَّلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ عطا فرماتے تو میں کہتا: یارسول اللہ! یہ اس کو دیں جو اس کے لیے مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ فرماتے اس کو لے لے۔ جب اس مال میں سے تیرے پاس کچھ آئے اور تو اس کو نہ تاک رہا تھا نہ مانگ رہا تھا تو اس کو لے لے اس کو اپنا مال بنا پھر اگر چاہے اس کو کھا اگر چاہے تو صدقہ کر اور جو اس طرح نہ ملے اس کے پیچھے نفس کو نہ لگا۔ سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کسی سے مانگتے نہ تھے اور جو چیز دی جاتی نہ اس کو رد نہ کرتے۔ (متفق علیہ)

(مُشْرِفٌ): بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَيْ مُتَطَلِّعٌ اِلَيْهِ.

مُشْرِفٌ: شین معجمہ کے ساتھ جھانکنے والا لالچ کرنے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اعطاه الله شيئا من غير مسألة ولا اشراف نفس، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۱۴۷۳، صحیح مسلم، باب اباحة الاخذ لمن اعطی من غير مسألة ولا اشراف، ج۳ص۹۸، رقم: ۲۴۵۲، سنن الدارمی، باب النهي عن رواهبة

ج۱ص۵۷۷،۳۰ رقم:۱۶۴۷ سنن نسائی الکبریٰ باب من اتاہ اللہ مالا من غیر مسألۃ ج۲ص۷۰، رقم:۲۳۸۹ مسند امام احمد مسند عمر بن الخطاب ج۱ص۳۰، رقم:۲۶۹)

شرح حدیث: عام فہم زبان میں اسے تحفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں اسے ہِبہ کہا جاتا ہے، جس کے معنی بلاعوض کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا مالک بنادینا ہے۔ اور تحفہ دینے کی حدیث شریف میں تعریف بھی بیان کی گئی اور اسے زیادتی محبت کا ذریعہ بھی فرمایا گیا ہے۔

علم کی ترویج واشاعت

منقول ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کا شہرہ ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر اور فضیلت دوسرے ممالک تک پھیل گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں علم کی ترویج واشاعت کے لئے مال ودولت حاضر کیا جاتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دوست واحباب میں تقسیم فرمادیتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں اسے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرڈالتے۔ ان میں سے کچھ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچا کر نہ رکھتے اور فرمایا کرتے: زُہد (یعنی دُنیا سے بے رغبتی) مال نہ ہونے کا نام نہیں بلکہ زُہد تو یہ ہے کہ دل اس سے فارغ ہو۔ (احیاء علوم الدین، کتاب العلم، باب ثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامھما واحکامھما، ج۱، ص۴۸)

سات گھروں سے

حضرت سیدنا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں رسولِ اکرم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم ا کے کسی صحابی کو بکری کا سر بطور تحفہ پیش کیا گیا انہوں نے سوچا میر افلاں بھائی مجھ سے زیادہ محتاج ہے چنانچہ ان کی طرف بھیجا پھر وہ ایک سے دوسرے تک، دوسرے سے تیسرے تک بھیجتے رہے یہاں تک سات گھروں سے ہوکر وہ سر پہلے آدمی تک واپس آگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے بھاری قرض لیا اور ان کے دوست حضرت خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) مقروض تھے چنانچہ حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے ان کی لاعلمی میں ان کا قرض ادا کردیا اُدھر حضرت سیدنا خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کا قرض ادا کردیا اور انہیں پتہ نہ چلا۔

جب سرکار دوعالم نورِ مجسم (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) نے حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) اور حضرت سیدنا سعد بن ربیع (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت سیدنا سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اپنے مال وجان میں انہیں اختیار دے دیا۔ حضرت سیدنا عبدالرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا اللہ (عزوجل) آپ کو ان دونوں چیزوں میں برکت عطا فرمائے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۵۳۳ کتاب المناقب)

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب ارشاد فرمایا اگر تمام دنیا میرے لئے ہوجاتی اور میں اسے اپنے

مسلمان بھائی کے منہ میں ڈال دیتا تو میں اسے کم سمجھتا انہوں نے ہی فرمایا کہ میں اپنے کسی اسلامی بھائی کو لقمہ کھلاتا ہوں تو اس کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں۔ (فیضانِ احیاء العلوم ۲۷۸)

59-بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَالتَّعَفُّفِ بِهٖ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْاِعْطَاءِ

اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی ترغیب اور اس کے ساتھ سوال سے بچنے اور دینے کی ترغیب کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ) (الجمعة: 10).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب نماز ہو چکے تو زمین میں بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل طلب کرو۔

(542) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَاْتِيَ الْجَبَلَ، فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةٍ مِّنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ، اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوعبداللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رسی لے کر پہاڑ پر چلا جائے لکڑی کا گٹھا اپنی پشت پر اٹھا لائے اور اسے بیچے اور اس طرح اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے تو یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعفاف عن المسألة، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۴۷۱، الاداب للبیھقی، باب الرغبة فی طلب الرزق والاستغناء به عن الناس، ج۱ص۲۷۸، رقم: ۷۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، ج۱ص۱۹۷، رقم: ۱۴۲۹، مسند البزار، مسند الزبیر بن العوام، ج۱ص۱۷۹، رقم: ۹۸۲، مصنف ابن ابی شیبة، باب من کرہ المسألة ونھی عنھا وشدد فیھا، ج۲ص۳۲۵، رقم: ۱۰۶۷۷)

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی راہ میں

حضرتِ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے قریب سے گزرا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو دیکھ کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش اس کا یہ حال اللہ عزوجل کی راہ میں ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنے بچوں کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور بڑائی کے اظہار کے لئے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۲۸۲، ج۱۹، ص۱۲۹)

اپنے ہاتھ کی کمائی

حضرتِ سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور بے شک اللہ عزوجل کے نبی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام سے کھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، رقم ۲۰۷۲، ج ۲، ص ۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ بندے نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے پاکیزہ کبھی کوئی کمائی نہیں کھائی اور آدمی اپنی جان، گھر والوں، بچوں اور اپنے خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی، رقم ۲۱۳۸، ج ۳، ص ۶)

حضرتِ سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا، کون سی کمائی پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ بندے کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر حلال کمائی۔

(مستدرک، کتاب البیوع، باب لیس منا من غشنا، رقم ۲۲۰۳، ج ۲، ص ۳۰۱)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی افضل ہے؟ فرمایا کہ بندے کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر حلال کمائی۔

(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب ای کسب اطیب، رقم ۶۲۱۲، ج ۴، ص ۱۰۲)

(543) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ يَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ اَحَدًا، فَيُعْطِيَهٗ اَوْ يَمْنَعَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی لکڑیاں چن کر اپنی پشت پر گٹھا اٹھا لائے یہ اس کے لیے کسی سے سوال کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اس کو دے یا نہ دے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کسب الرجل وعمله بیده، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۰۷۴، صحیح مسلم، باب کراهية المسألة للناس، ج۲ص۷۲۰، رقم: ۲۲۲۹، سنن النسائی، باب المسألة، ج۵ص۹۸، رقم: ۲۵۸۳، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابو عبید عن ابی هریرة، ج۱۱ص۱۱۳، رقم: ۶۲۴۴)

شرح حدیث: لکڑیاں کاٹ کر بیچو

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: کیا

تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں؟ اس نے عرض کی، کیوں نہیں! ایک کمبل اور ایک بڑا پیالہ ہے جس میں پانی پیا جاتا ہے۔ تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ انصاری دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر ارشاد فرمایا: یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک شخص نے عرض کی، میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے 2 یا 3 مرتبہ ارشاد فرمایا: کون ایک درہم سے زیادہ کرتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی، میں 2 درہم میں خریدتا ہوں۔ تو رسولِ انور، صاحبِ کوثر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے وہ دونوں چیزیں اسے عطا فرما کر 2 درہم لے لئے اور اس انصاری کو عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک درہم سے اپنے گھر والوں کو کھانا کھلاؤ اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔

وہ انصاری کلہاڑی لے کر حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس میں لکڑی کا دستہ لگایا اور ارشاد فرمایا: جاؤ، لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور میں 15 دن تک تمہیں نہ دیکھوں۔ اس نے ایسا ہی کیا پھر حاضر ہوا تو 10 درہم کما چکا تھا، اس نے کچھ رقم سے کپڑے اور کچھ سے کھانا خریدا تو نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تمہارے چہرے پر سوال کرنے کا داغ ہو، کیونکہ سوال کرنا 3 شخصوں کے علاوہ کسی کے لئے درست نہیں: (۱) ذلت آمیز فقر والا (۲) قباحت میں حد سے بڑھے ہوئے قرض میں گھرا ہوا شخص اور (۳) مجبور کر دینے والے خون میں پھنسا ہوا شخص۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسئلۃ، الحدیث: ۱۶۴۱، ص ۱۳۴۵)

(544) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَ دَاوُدُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت داود علیہ السلام صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی ہی کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۰۷۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ المقدام بن معدی کرب، ج۲۰ص۲۶۷، رقم: ۱۶۳۸۴)

شرح حدیث: حضرت داود علیہ السلام کا ذریعہ معاش

حضرت داود علیہ السلام نے باوجودیکہ ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ تھے مگر ساری عمر وہ اپنے ہاتھ کی دستکاری کی کمائی سے اپنے خورد ونوش کا سامان کرتے رہے۔ اللہ تعالٰی نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو وہ موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا اور آپ اس سے زرہیں بنایا کرتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس رقم کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے اور اللہ تعالٰی نے آپ کو پرندوں کی بولی سکھا دی تھی۔ (روح البیان، ج۱، ص۳۹۱، پ۲، البقرۃ: ۲۵۱)

حضرت داؤد علیہ السلام پہلے بکریاں چرایا کرتے تھے اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنادیا اور نبوت کے شرف سے بھی سرفراز فرمادیا تو انہوں نے اپنا ذریعہ معاش زرہیں بنانے کے پیشے کو بنالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق حلال طلب کرنے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرنا خواہ وہ دبگر ہو یا چرواہی ہو یا لوہاری ہو یا کپڑا بننا ہو، الغرض کوئی پیشہ ہرگز ہرگز نہ ذلیل ہے نہ ان پیشوں کے ذریعہ روزی حاصل کرنے والوں کے لئے کوئی ذلت ہے۔ جو لوگ بنکروں اور دوسرے پیشہ وروں کو محض ان کے پیشہ کی بناء پر ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں وہ انتہائی جہالت وگمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ رزق حلال طلب کرنے کے لئے کوئی جائز پیشہ اختیار کرنا یہ انبیاء و مرسلین اور صالحین کا مقدس طریقہ ہے۔ لہٰذا ہرگز ہرگز پیشہ ور مسلمان کو حقیر ذلیل شمار نہیں کرنا چاہیے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پیشہ ور مسلمان ان لوگوں سے ہزاروں درجہ بہتر ہے جو سرکاری نوکریوں اور رشوتوں اور دھوکہ دہی کے ذریعہ رقمیں حاصل کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور اپنے شریف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ شرعاً اس سے زیادہ ذلیل کون ہوگا جس کی کمائی حلال نہ ہو یا مشتبہ ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(545) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَ زَكَرِيَّا - عَلَيْهِ السَّلَامُ - نَجَّارًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب من فضائل زكريا عليه السلام، ج٤، ص١٠٢، رقم: ٦٣١٢، سنن ابن ماجه، باب الصناعات، ج٣، ص٤٧، رقم: ٢١٥٠، مستدرك للحاكم، ذكر ذكريا بن آدن النبي عليه الصلوة والسلام، ج٢، ص٦٢٥، رقم: ٤١٣٥، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، ج٣، ص٢٩٦، رقم: ٧٩٤٣، مسند ابي يعلىٰ، مسند شهر بن حوشب عن ابي هريرة، ج١١، ص٣١١، رقم: ٦٤٢٦)

شرح حدیث: بعض نبیوں کی دستکاری

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کھیتی کی حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنے اور درزی کا کام کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی ہے جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے حضرت ذوالقرنین جو بہت بڑے بادشاہ تھے اور بعض مفسرین نے ان کو نبی بھی کہا ہے وہ زنبیل یعنی ڈلیا اور ٹوکری بنایا کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی کرتے تھے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی جو معماری کا کام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے تیر بنایا کرتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد بکریاں چراتے تھے اور بکریاں پال پال کر ان کو بیچا کرتے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بھی اونٹ اور بکریاں چراتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے جو لوہار کا کام ہے حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بنایا کرتے تھے حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دوکاندار کے ہاں کپڑا رنگتے تھے اور خود ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تمام نبیوں نے بکریاں

چرائی ہیں۔

اگرچہ ان مقدس پیغمبروں کا گزر بسران چیزوں پر نہیں تھا مگر یہ تو قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ ان پیغمبروں نے ان کاموں کو کیا ہے اور ان دھندوں کو عار اور عیب نہیں سمجھا ہے اسی طرح بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء ومحدثین میں سے بعض نے کپڑا بنا ہے کسی نے چمڑے کا کام کیا ہے کسی نے جوتا بنانے کا پیشہ کیا ہے کسی نے مٹھائی بنانے کا دھندا کیا ہے کسی نے درزی کا کام کیا ہے۔

(546) وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ، وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے سے اچھا کھانا کسی نے نہیں کھایا۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کسب الرجل وعمله بیده ج۲ص۵۷ رقم: ۲۰۷۲ جامع الاصول لابن اثیر الکتاب الاول فی الکسب والمعاش ج۱۰ص۵۶۹ رقم: ۸۱۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہے، ہاتھ سے کمائے یا پاؤں سے یا آنکھ یا زبان سے غرضیکہ اپنی قوت سے حلال روزی کمائے، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وہاں بھی ایدی یعنی ہاتھوں سے ذات ہی مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارا نہ کرے خود محنت کرے۔

یعنی باوجود یہ کہ آپ بادشاہ تھے مگر آپ نے کبھی خزانہ سے اپنے پر خرچ نہ کیا بلکہ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے جسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے دو ہزار اپنے بال بچوں پر خرچ فرماتے تھے اور چار ہزار فقراء بنی اسرائیل پر خیرات کرتے تھے۔ (مرقات) علماء فرماتے ہیں کہ بقدر ضرورت کمائی فرض ہے اور زیادہ مباح اور فخر وزیادتی مال کے لیے کمائی مکروہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴، ص۲۶۸)

ایک لقمے کا اثر

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں ایک آیت مبارکہ پڑھا کرتا تو اس میں میرے لئے علم کے ستر دروازے کھول دیئے جاتے پھر جب میں نے امراء کا مال کھایا اور اس کے بعد جب میں نے وہ آیت پڑھی تو اس میں میرے لئے علم کا ایک دروازہ بھی نہ کھلا۔

حرام غذا ایک ایسی آگ ہے جو فکر کی چربی پگھلا دیتی ہے اور حلاوتِ ذکر کی لذت ختم کر دیتی ہے اور سچی نیتوں کے

لباس جلا دیتی ہے اور حرام ہی سے بصیرت کا اندھا پن پیدا ہوتا ہے لہٰذا مال حلال جمع کرو اور اسے میانہ روی سے خرچ کرو خود بھی حرام سے بچو اور اپنے گھر والوں کو بھی اس سے بچاؤ اور حرام خوروں کی صحبت میں نہ بیٹھو اور ان کا کھانا کھانے سے بچتے رہو اور جس کا ذریعہ معاش حرام ہو اس کی صحبت اختیار نہ کرو اگر تم اپنی پرہیزگاری میں سچے ہو تو نہ ہی کسی کی حرام پر رہنمائی کرو کہ اگر وہ اسے کھالے تو اس کا حساب تم سے لیا جائے اور نہ ہی حرام کے حصول میں کسی کی مدد کرو کیونکہ معاون بھی عمل میں شریک ہی ہوتا ہے۔ یاد رکھو! حلال کھانے ہی سے اعمال قبول ہوتے ہیں اور فاقہ وتنگدستی کو چھپانے اور تنہائی میں رو رو کر آہیں بھرنے کو اعمال کی قبولیت اور رزق حلال کمانے کے سلسلہ میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔

(بحر الدموع صفحہ ۲۸۴)

60- بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْإِنْفَاقِ فِيْ وُجُوْهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے بھلائی کے مقامات پر سخاوت کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ)(سبأ: 39).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو تم خرچ کرتے ہو کسی چیز سے وہ اس کے بدلے اور دے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ) (البقرة: 272).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تم جو کچھ خرچ کرو وہ تمہارے فائدہ کے لیے ہے۔ اور جو تم صرف اللہ کی رضا کے طلب کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو تو وہ تمہیں اس کا پورا اجر دے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة: 273).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو تم بھلائی کے لیے خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

(547) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِيْ اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حسد (یعنی رشک) کے لائق صرف دو آدمی ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور اس کو صحیح راستے پر خرچ کرنے کی توفیق دی اور ایک وہ آدمی جس کو حق تعالیٰ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور سکھاتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنَاهُ: يَنْبَغِيْ أَنْ لَا يُغْبَطَ أَحَدٌ إِلَّا عَلٰى إِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ.

اس کا معنی یوں ہے کہ ان دونوں خصلتوں کے سوا ایک دوسرے پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ج۱ص۴۳، رقم: ۷۳، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه وفضل من تعلم حکمة من فقه، ج۱ص۴۰۷، رقم: ۱۹۳۰، السنن الکبرٰی، باب وجوه الصدقة وما علی کل سلامی من الناس، ج۴ص۱۸۸، رقم: ۸۰۶۸، المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهیم، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجه، باب الحسد ج۴ص۴۰۷، رقم: ۴۲۰۸)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقاً حرام ہے، غبطہ دوجگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالمِ دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابلِ رشک ہے۔ سبحان اللہ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالٰی قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۰)

سخاوت کی فضلیت

جان لو! جب مال نہ ہو تو بندے کو قناعت اختیار کرنی چاہیے۔ اگر مال موجود ہو تو ایثار اور سخاوت سے کام لے، بخل نہ کرے۔ چنانچہ، اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں، جو شخص اس سے ایک ٹہنی لیتا ہے تو وہ اسے جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے، جو بخیل ہوتا ہے وہ اس کی ٹہنیوں سے ایک ٹہنی لے لیتا ہے اور وہ ٹہنی اسے نہیں چھوڑتی حتی کہ اسے جہنم میں داخل کردیتی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۶۔ ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبۃ، ج۱ص۳۸۳)

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اَخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کی عزت کرو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبداللہ بن ابراہیم، ج۵ص۳۱۴)

سیّدِ عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی سخاوت

حضرتِ سیّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر

عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بھلائی میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب حضرتِ سیِّدُ نا جبرائیل علیہ السلام آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ملاقات کرتے تو اور زیادہ سخاوت فرمایا کرتے، اور حضرتِ سیِّدُ نا جبرائیل علیہ السلام آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ماہِ رمضان کی ہر رات ملاقات کیا کرتے یہاں تک کہ پورا مہینہ گزر جاتا۔ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اُن کے ساتھ قرآنِ پاک کا دَور فرماتے۔ جب حضرتِ سیِّدُ نا جبرائیل علیہ السلام آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ملتے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی میں سخاوت فرماتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اجود ما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون فی رمضان، الحدیث ۱۹۰۲، ص ۱۴۸)

سخاوتِ امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

حضرت سیِّدُ نا حمیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی اپنے کسی کام کے سلسلے میں یمن تشریف لے گئے۔ جب واپس مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللہُ تَعَالٰی شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دس ہزار درہم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ شریف سے باہر ہی خیمہ نصب کرلیا۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتے رہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر نکلے تو سارا مال راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں تقسیم کرچکے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی حمام سے باہر نکلے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بہت سا مال تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا مال حمامی کو دے دیا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، باب ثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامھما واحکامھما، ج ۱، ص ۵۴، بتغیر قلیل)

ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے کہ کوڑا ہاتھ سے گر گیا۔ ایک شخص نے اُٹھا کر پیش کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سونے کے پچاس دینار عطا فرمائے۔ (المرجع السابق، ج ۱، ص ۵۴۔ بتغیر قلیل)

علمِ نافع

علم دین کا حصول بے شک بہت بڑی سعادت اور افضل عبادت ہے قرآن مجید فرقان حمید نے اہل علم کی فضیلت میں ارشاد فرمایا:

یَرْفَعِ اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ (عزوجل) تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند فرمائے گا۔ (پ ۲۸، مجادلہ: ۱۱)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔

(فیضان سنت ص ۲۸۹ بحوالہ سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ ج ۴ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۲۶۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ایک فَقِیہہ (عالم) ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔

(فیضان سنت ص ۲۹۱ بحوالہ سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ ج ۴ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۲۶۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

لیکن علم وہی فائدہ مند ہے جس سے نفع اٹھایا جاسکے اس لیے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے فائدہ علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ص ۱۴۵۷ رقم الحدیث ۲۷۲۲ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ پہنچائے۔

لہذا وہی علم حاصل کیا جائے جو دنیا وآخرت میں نافع ہو اور جس علم سے کوئی فائدہ نہ پہنچے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے۔

(548) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهِ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ. قَالَ: "فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں ہر ایک کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا: اس کا مال وہ ہے' جو (صدقہ کر کے) اس نے آگے بھیج دیا۔ اور اس کے وارث کا مال وہ ہے' جو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قدم من ماله فهوله، ج۴ص۹۲، رقم: ۶۴۴۲ سنن الكبرٰى للبيهقي، باب ما ينبغي لكل مسلم ان يستعمله من قصر الامل، ج۳ص۳۶۸، رقم: ۶۵۲۲ سنن النسائي، باب الراهية في تاخير الوصية، ج۶ص۲۳۷، رقم: ۳۶۱۲ صحيح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج۸ص۱۲۲، رقم: ۳۳۳۰ الادب المفرد، باب من مات له سقط، ص۶۵، رقم: ۱۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو، میرے عزیزوں کے پاس مال ہو، وہ سب امیر ہوں میں فقیر کنگال ہوں اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔ (اشعہ) لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لیے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کردے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کردیا جاوے وہ اعمال بن گیا اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا اور جس مال کی زکوۃ نہ دی وہ اپنے لیے وبال وارثوں کے لیے مال ہوا۔ خیال رہے کہ مال سے صدقات و

خیرات کرتے رہنا پھر اللہ ورسول کی رضا کے لیے وارثوں کو غنی کرنے کے لیے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔
(ہزاۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴)

طالب دنیا کا انجام

پس قرآنِ کریم سے غافل مت ہو اور اُس سے رشتہ نہ توڑ کیونکہ یہ تجھے اچھا سمجھانے والا ہے،۔۔۔۔۔۔۔بے شک اللہ عزوجل دنیا کو طلب کرنے اور اسے جمع کرنے کے سبب آخرت سے اعراض کرنے والے کو خطاب فرماتا ہے،۔۔۔۔۔۔اور اس کو بھی جو حلال، حرام اور مشکوک مال میں تمیز نہیں کرتا،۔۔۔۔۔۔اور سمجھتا ہے کہ حلال وہ ہے جو انسان کے ہاتھ لگ گیا اور حرام وہ ہے جس سے وہ محروم کر دیا گیا۔ چنانچہ،

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شخص کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے یہ ہیں وہ جن کیلئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جو ان کے عمل تھے۔ (پ12، ھود:15، 16)

اے مال جمع کرنے والے! تجھے جو چیز بچا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ تو مال کو جائز ذرائع سے حاصل کرے،۔۔۔۔۔۔حقداروں کو اُس سے محروم نہ کرے،۔۔۔۔۔۔اور اسے حرام کاموں میں خرچ نہ کرے،۔۔۔۔۔۔اگر ایسا نہیں کریگا تو ہلاک ہو جائے گا۔

نجات کیسے ممکن ہے؟

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک رات گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تنہا تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کوئی بھی آدمی نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گمان کیا شاید آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے ساتھ کسی دوسرے کا چلنا ناپسند فرمائیں۔ تو میں چاندنی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلتا رہا کہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھ لیا اور ارشاد فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ عزوجل مجھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر فدا کرے، میں ابوذر ہوں۔

ارشاد فرمایا: اے ابوذر! آ جاؤ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں تھوڑی دیر حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ چلا تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: زیادہ مال جمع کرنے والے قیامت کے دن کم نیکیوں والے

ہوں گے مگر جسے اللہ عزوجل نے مال عطا فرمایا اور وہ اسے اپنے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرے اور اس کے ذریعے اچھے (یعنی نیکی کے) کام کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون ھم المقلون، الحدیث: ۶۴۴۳، ص ۵۴۱)

(549) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالٰی "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ"، ج۴ص۱۲۲، رقم: ۷۴۴۳، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ، ج۳ص۸۶، رقم: ۲۳۹۵، مسند امام احمد، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج۶ص۲۵۶، رقم: ۱۸۲۷۲، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب التحریض علی الصدقۃ، ج۴ص۱۲۸، رقم: ۷۹۹۵، سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج۱ص۵۹۰، رقم: ۱۸۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی دوزخ سے بچنے کا اعلٰی ذریعہ صدقہ وخیرات ہے، صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا، وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے، کھجور کی قاش کی ہی خیرات کردو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے گا، کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔ (اشعۃ اللمعات) (مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۹۳)

صدقے کی مثال

حضرتِ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالٰی اس کے ذریعے سے تکبر اور فخر کو دور کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۹، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

حضرتِ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(مجمع الزوائد، باب فضل صدقۃ الزکاۃ، رقم ۴۶۰، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی طرف پانچ باتیں وحی فرمائیں اوران پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل کوان پر عمل کی ترغیب دلانے کا حکم دیا۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمہیں صدقہ دینے کا حکم دیتا ہوں اور صدقے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے دشمنوں نے قید کرلیا پھر اس کے ہاتھ اسکی گردن پر باندھ دیئے اور اسے قتل کرنے کیلئے اس کے قریب آئے تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنی جان کا فدیہ دینے کیلئے تیار ہوں اور قلیل وکثیر مال انہیں دینے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی جان کو آزاد کرالیا۔

(المستدرک، کتاب الصوم، باب وان ریح الصوم ریح المسک، رقم ۱۵۷۴، ج ۲، ص ۵۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نَوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو حضرتِ سیدنا کَعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا، اے کَعب! نماز اللہ عزوجل کی قربت کا ذریعہ ہے، روزے ڈھال ہیں، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پھر فرمایا، اے کَعب! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، ایک اپنی جان کو بیچ کر ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور دوسرا اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے اسے خرید لیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب جامع فی المواعظ، رقم ۱۷۷۱۰، ج ۱۰، ص ۳۹۸)

(550) وَعَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ، فَقَالَ: لاَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو بھی چیز مانگی گئی۔ آپ نے کبھی "نہیں"، نہیں کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تکفل عن میت دینا فلیس له ان یرجع، ج۵ص۲۲۲۳، رقم: ۶۰۳۴، صحیح مسلم، باب ما سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا قط فقال لا، ج۰ص۰۷، رقم: ۶۱۵۸، الشمائل المحمدیه للترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص۲۹۳، رقم: ۳۴۰، مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبدالله الانصاری، ج۳ص۶، رقم: ۲۰۰۱، مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبدالله، ج۲ص۵۱۵، رقم: ۱۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور نے کسی سائل بھکاری کو یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے اگر وہ چیز ہو تو عطا فرمادی ورنہ یا خاموشی اختیار کی یا آئندہ کے لیے وعدہ فرمالیا یا معذرت کردی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ کہ آیت کریمہ میں معذرت کالا ہے اور یہاں انکار کالا مراد ہے۔ فرزق شاعر نے حضور کی نعت میں عرض کیا شعر

ما قال لا قط الافی تشهده | لولا التشهد کانت لاءه نعم

کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔ شعر

نرفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز — مگر بہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

یعنی حضور انور نے بجز کلمہ طیبہ کے لا انکار کے لیے بھی ارشاد نہ فرمایا۔ آج بھی حضور سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھرو گے، یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے میں نے بہت تجربہ کیا ہے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا — زباں پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۷، ص ۶۴)

(551) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے۔ اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو برباد کردے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی، ج ۲، ص ۱۱۵، رقم: ۱۴۴۲ صحیح مسلم، باب فی المنفق والممسك، ج ۲ص ۸۳، رقم: ۲۲۸۳ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ البخل والشح والاقتار، ج ۳ص ۱۸۷، رقم: ۸۰۶۸ المستدرك للحاکم، کتاب الاھوال، ج ۷، ص ۱۶۲، رقم: ۸۶۷۹ صحیح ابن حبان، باب صدقۃ التطوع، ج ۸ص ۱۲۲، رقم: ۳۳۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی سخی کے لیے دعاء اور کنجوس کے لیے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے۔ خیال رہے کہ خلف مطلقاً عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر، وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۳، ص ۸۶)

بخیل اور سخی کی مثال

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بخیل اور سخی کی مثال ان دو آدمیوں کی مثال کی طرح ہے جن پر سینے سے پسلی کی ہڈی تک لوہے کی زرہ ہے، تو سخی جب خرچ کرنے لگتا ہے تو وہ زِرہ اس کے پورے جسم پر کشادہ ہو جاتی ہے

یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور وہ اپنی انگلیوں سے اس کے اثر کو مٹا دیتا ہے جبکہ بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کڑی کا ہر حلقہ اپنی جگہ پیوست ہو جاتا ہے اور وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب مثل المصدق والبخیل، رقم ۱۴۴۳، ج ۱، ص ۴۸۶)

(552) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل النفقه علی الاهل، ج۳، ص۶۲، رقم: ۵۳۵۲، صحیح مسلم، باب الحث علی النفقه وتبشیر المنفق بالخلف، ج۳، ص۷۷، رقم: ۲۳۵۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمه عبدالرحمن بن سرمز، ج۶، ص۳۴۲، رقم: ۹۴۶۲، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب کراهیة البخل والشح والاقتار، ج۴، ص۱۸۷، رقم: ۸۰۶۷، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳، ص۲۴۲، رقم: ۷۲۹۶)

شرح حدیث: گُندھا ہوا آٹا دے دیا

حضرتِ سیِّدُنا حبیب عجمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گُندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تاکہ روٹی پکائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہی آٹا اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ جب وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد (یعنی غائب)۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اسے روٹی پکانے کے لئے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیرات کر دینے کا واقعہ بتایا۔ وہ بولیں، سبحٰن اللہ! یہ تو اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کیلئے درکار ہے! اِتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، دیکھو تمہیں کس قَدَر جلد لوٹا دیا گیا، گویا روٹی بھی پکا دی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا! (روض الریاحین ص ۱۵۲)

لکڑی کا بُرادہ میدہ بن گیا

حضرتِ سیِّدُنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدقہ و ایثار کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنی غذا بھی صدقہ کر دیتے اور خود رات کو بھوکے سوتے۔ ایک صبح اس حالت میں کی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر سوائے ایک درہم کے کچھ نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ نے عرض کی: اس درہم سے آٹا خرید لائیں تاکہ ہم اسے گوندھ کر بچوں کے لئے روٹی پکالیں، بچے مزید بھوک برداشت نہیں کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک درہم اور توشہ دان (کھانے کا برتن) لیا اور بازار کی طرف چل پڑے۔ سردی بہت شدید تھی، راستے میں آپ کو ایک سائل ملا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف سے جانے لگے تو اس نے آپ کو روک لیا اور اپنی تنگدستی بیان کرتے ہوئے آپ کو

قسم دی۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ پھر یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اپنے اہل وعیال کے پاس کیا لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ، اسی فکر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مضبوط درخت کے قریب سے گزرے لوگ اس کو چیر رہے تھے۔ انہوں نے توشہ دان کھولا اور آرے سے چیرے جانے کے باعث جو برادہ گر رہا تھا اس سے توشہ دان بھر کر منہ بند کر دیا اور گھر جا کر بیوی کو کچھ بتائے بغیر رکھ دیا اور خود مسجد کی طرف چل پڑے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے توشہ دان کھول کر دیکھا تو اس میں سفید باریک میدہ موجود تھا۔ اس نے گوندھ کر بچوں کے لئے کھانا پکایا۔ بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر کھیلنے لگ گئے۔ جب سورج خوب بلند ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیوی، بچوں کی بھوک کا خوف محسوس کرتے ہوئے گھر تشریف لائے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھ گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیوی نے دسترخوان اور کھانا لا کر سامنے رکھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو پوچھا: یہ کھانا کہاں سے آیا؟ عرض کی: میرے سرتاج! اسی توشہ دان سے جو آپ لے کر آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت حیران ہوئے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لطف وکرم اور حُسنِ کاریگری پر اس کا شکر ادا کیا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۳۱۲)

(553) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اسلام کے کاموں میں سے افضل کام کون سا ہے فرمایا تو ہر ایک کو کھانا کھلا اور سلام کہہ کسی کو پہنچانے یا نہ پہنچانے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اطعام الطعام من الاسلام، ج۱ص۱۲، رقم: ۱۲ صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل، ج۱ص۴۷، رقم: ۱۶۹ الاداب للبیهقی، باب السلام علی من عرفه ومن لم یعرفه، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۲۰۳ سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۶ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن ابن ماجه، باب اطعام الطعام، ج۲ص۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۳ (دار الفکر، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لیے اس سوال کے جواب مختلف دیئے۔ کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے، کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لیے یہ دو کام بہترین۔ خیال رہے کہ تقریری سلام کرنا، سلام کہلوانا، سلام لکھنا لکھوانا، سلام کہلا کر بھیجنا سب کو شامل ہے۔ من عرفت کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص ۳۶۴)

غریبوں اور محتاجوں پر رحم

شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بھوکوں کو کھانا کھلانا اور حسنِ اخلاق کامل زیادہ فضیلت والے اعمال ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے (کہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردوں اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلادوں۔) (قلائد الجواہر، ملخصاص ۸)

ان کے در سے کوئی خالی جائے ہوسکتا نہیں — ان کے دروازے کھلے ہیں ہر گدا کے واسطے

مالیدہ کا ثواب بھی ملا

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنی مرحومہ پھوپھی جان کو خواب میں دیکھ کر حال دریافت کیا تو کہا، خیریت سے ہوں اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملاحتیٰ کہ اس مالیدہ کا ثواب بھی ملا جو میں نے ایک دن غریب کو کھلایا تھا۔

(شرح الصدور ص ۲۷۸)

انگور کا دانہ

دیکھا آپ نے! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی کی ذرہ برابر نیکی کو بھی ضائع نہیں فرماتا بظاہر کیسی ہی معمولی چیز ہو اُسے راہِ خُدا عَزَّ وَجَلَّ میں پیش کرنے میں شرمانا نہیں چاہیے۔ اُمّ المؤمنین حضرتِ سیّدتنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بار سائل کو ایک انگور کا دانہ عطا فرمایا۔ کسی دیکھنے والے نے تعجّب کا اظہار کیا تو فرمایا، اس (انگور) میں سے تو کئی ذرّے نکل سکتے ہیں جبکہ اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ پارہ ۳۰ سورۃ الزلزال کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ O

ترجمہ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کریگا اسے دیکھے گا۔ (پ ۳۰ الزلزال ۷)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رِضا کیلئے بھوکے کو مالیدہ یا کوئی سا حلال وطیّب کھانا کھلانا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ جیسا کہ سردارِ مکّہ مکرّمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے، جس نے بھوکے کو کھانا کھلایا یہاں تک کہ سیر ہوگیا، اسے (یعنی کھلانے والے کو) اللہ عَزَّ وَجَلَّ عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

(مکارم الاخلاق للطبرانی ص ۳۷۲)

(554) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً: اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ. مَا مِنْ عَامِلٍ يَّعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا، رَجَآءَ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چالیس عمدہ عادات میں سے بہتر دودھ والی بکری دینا ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی خصلت پر ثواب کی امید

ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا، اِلاَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ۔

اور وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے عمل پیرا ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ اس خصلت کی وجہ سے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔اس حدیث کا بیان ''نیکی کی کثیر راہوں'' کے بیان میں گزر چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل المنیحۃ، ج ۲ص ۱۷۴، رقم: ۲۶۳۱ (طبع دار ابن کثیر بیروت) سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماورد فی المنیحۃ، ج ۴ص ۱۸۹، رقم: ۸۰۵۰ مستدرک للحاکم، کتاب الذبائح، ج ۴ص ۲۶۱، رقم: ۷۵۴۴ سنن ابو داؤد، باب فی المنیحۃ، ج ۱ص ۱۷۶، رقم: ۱۶۸۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۲ص ۱۶۰، رقم: ۶۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریۃً چند روز کے لیے کسی عزیز مسکین کو دے دیتے تھے،اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا تھا اسے منحہ کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہوگا۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۲۵)

کثرت سے صدقہ

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خشیّتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے پیکر اور کثرت سے صدقہ کرنے والے تھے۔

حضرت سیِّدُنا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی نقل فرماتے ہیں کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال پر کچھ خرچ کرتے تو اسی قدر صدقہ بھی کر دیتے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اسی قیمت کا کپڑا علماء کو بھی خرید کر دیتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب کھانا لگایا جاتا تو جتنا خود کھاتے اتنا ہی چھوڑ دیتے پھر وہ کھانا کسی فقیر کو کھلا دیتے یا گھر میں کسی کو ضرورت ہوتی تو اسے کھلا دیتے۔ رضائے ربُّ الانام عَزَّوَجَلَّ کو ہر چیز پر ترجیح دیتے اور حکمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں اگر تلوار کا وار بھی کیا جاتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت کر لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہ دو اشعار پڑھا کرتے تھے:

عَطَاءُ ذِی الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمُوْ ۔۔۔ وَفَضْلُهٗ وَاسِعٌ يُرْجٰى وَيُنْتَظَرُ

تُكَدِّرُوْنَ الْعَطَا مِنْكُمْ بِمِنَّتِكُمُوْ ۔۔۔ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ فَلاَ مَنٌّ وَلاَ كَدَرُ

ترجمہ: (۱) عرش کے مالک کی عطا تمہاری عطا سے بہتر ہے۔ اور اس کا فضل وکرم وسیع ہے جس کی اُمید اور انتظار کیا جاتا ہے۔

(۲) تم اپنی عطا کو احسان جتلانے سے ملا دیتے ہو جبکہ اللہ عزّ وجلّ احسان جتلائے اور گدلا کئے بغیر عطا فرماتا ہے۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفہ التیمی، ماذکر من عبادۃ ابی حنیفۃ وورعہ، ج ۱۳، ص ۳۵۱-۳۵۶-۳۵۷، بتغیر)

(555) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی آدم! ضرورت سے زائد کو تو خرچ کردے یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اور اگر اس کو روکے گا تو تیرے لیے بُرا ہے۔ اور گزارے پر تجھ کو ملامت نہیں۔ اور ابتداء ان سے کر جن کے خرچہ کا تو ذمہ دار ہے۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۹۳ رقم: ۲۴۳۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، ج۳ص۲۷۳ رقم: ۲۳۴۳ السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية امساك الفضل وغيره محتاج اليه، ج۳ص۱۸۲ رقم: ۸۰۳۳ صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۹۳ رقم: ۲۴۳۵)

شرح حدیث: سب سے زیادہ مالدار

حضرتِ سیدنا قیس بن سَلَع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے میری شکایت کی کہ، یہ اپنا مال بے تحاشا خرچ کرتے ہیں اور اس معاملہ میں انکا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پھلوں میں سے اپنا حصہ لے کر راہِ خدا عزوجل میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کردیتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر دستِ اقدس مار کر تین مرتبہ فرمایا، خرچ کر اللہ عزوجل تجھ پر خرچ کریگا۔ اس دن کے بعد جب میں اللہ عزوجل کی راہ میں نکلتا تو میرے ساتھ ایک قافلہ ہوتا اور آج میں اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ مالدار اور خوشحال ہوں۔ (المعجم الاوسط، رقم ۸۵۳۶، ج ۶، ص ۳۱۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اے بلال! حالتِ فقر میں مرنا اور مالدار ہو کر نہ مرنا۔ میں نے عرض کیا، میں ایسا کس طرح کرسکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، جو رزق تجھے حاصل ہو اُسے مت چھپا اور اگر تجھ سے سوال کیا جائے تو منع نہ کر۔ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا کیوں کر کرسکتا ہوں؟ فرمایا، یا یہ کرلو یا جہنم لے لو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الادخار، رقم ۴۶۹۱، جلد ۳، ص ۳۱۱)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل قیامت کے دن دو بندوں کو زندہ فرمائے گا، جن کو دنیا میں کثیر مال اور اولاد سے نوازا تھا، پھر ایک سے ارشاد فرمائے گا، اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا، لبیک میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے تجھے مال اور کثیر اولاد عطا نہ فرمائی تھی؟ وہ عرض کریگا، کیوں نہیں۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، تُو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کیا؟ وہ عرض کریگا، میں نے اسے محتاجی کے خوف سے اپنے بچوں کے لئے چھوڑ دیا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ، کیونکہ جس چیز کا تجھے اپنے بچوں پر خوف تھا میں نے انہیں اسی میں مبتلا کر دیا۔

پھر دوسرے بندے سے فرمائے گا، اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا، لبیک ای رب وسعد یک اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے تجھے کثرت سے مال اور اولاد عطا نہیں فرمائی تھی؟ وہ عرض کریگا، یا رب عزوجل! کیوں نہیں۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، تو نے میرے عطا کردہ مال کے ساتھ کیا کیا؟ وہ عرض کریگا، یا رب عزوجل! میں نے اسے تیری طاعت میں خرچ کیا اور موت کے بعد اپنے بچوں کے لئے تیری عطا پر بھروسہ کیا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، اگر تو حقیقت جان لیتا تو روتا کم اور ہنستا زیادہ، تو نے جو بھروسہ کیا تھا میں نے تیری اولاد کے ساتھ وہی معاملہ کیا۔ (المعجم الاوسط، باب العین، رقم ۴۳۸۳، ج۳، ص۲۱۷)

(556) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَرَجَعَ اِلٰى قَوْمِهٖ، فَقَالَ: يَا قَوْمِ، اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِيْ عَطَاءً مَّنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ، وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا، فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب بھی اسلام کے نام پر سوال کیا گیا۔ آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک آدمی آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان بکریاں عطا فرمائیں وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہنے لگا۔ اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ کہ محمد (ﷺ) عطا کرتے ہیں کہ محتاجی کا خطرہ نہیں رہتا۔ بے شک کئی دفعہ یہ ہوا کہ آدمی صرف دنیا کے لیے اسلام قبول کرتا ہے پھر تھوڑے عرصہ بعد اسلام اس کو دنیا اور جو دنیا پر ہے ہر چیز سے بڑھ کر پیارا ہو جاتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا، ج۲، ص۷، رقم: ۶۱۶۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من یعطی من المؤلفۃ قلوبھم، ج۷، ص۱۹، رقم: ۱۳۵۶۶، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج۳، ص۴۷۱، رقم: ۳۸۸۰، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی السخا والکرم، ج۵، ص۸، رقم: ۲۹۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:
یعنی اتنی زیادہ بکریاں مانگیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا سارا جنگل بھرا ہوا تھا یہ سب بکریاں حضور انور کی اپنی تھیں کہ غزوہ حنین میں مال غنیمت کے خمس میں اتنی بکریاں آپ کو ملی تھیں اور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر دغدغہ بے تامل یہ سب اسے عطا فرمادیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بکریاں دیکھ کر عرض کیا تھا یارسول اللہ حضور تو بڑے مالدار ہوگئے فرمایا کیسے، اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بکریاں آپ کی اکیلے کی ملک ہیں، فرمایا جا سب تجھے عطا فرمادیں لے جا، وہ حیرت سے حضور کا منہ تکتا رہ گیا۔
خیال رہے کہ داتا سخی ہے مگر اس کی دین کے دروازے مختلف ہیں کسی کو جمال دکھا کر ایمان بخش دیا، کسی کو جود و نوال یعنی سخاوت دکھا کر اپنا متوالا بنالیا، کسی کو میدان جہاد میں جلال الٰہی دکھا کر مؤمن بنادیا ہم جیسے دور افتادہ غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا۔ ان کا نام، ان کے کام، ان کی صورت، ان کی سیرت سب ہی ایمان بخشنے کا ذریعہ ہیں اس بدوی نے اسی عطا کو حضور کی نبوت کی دلیل بنایا مع اپنی قوم کے مسلمان ہوگیا وہ بکریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا۔ خیال رہے کہ کسی سے مانگنا عیب ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے مگر اللہ رسول سے مانگنا ہم سب کے لیے باعث فخر ہے۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۶۵)

حاجت مند سائل

حضرت سیدنا احمد بن ناصح المصیصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک غریب شخص بہت عبادت گزار اور کثیر العیال تھا۔ گھر کا خرچ وغیرہ اس طرح چلتا کہ گھر والے اُون کی رسیاں بناتے اور وہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، جتنا مل جاتا اسی کو کھا کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے۔
حسبِ معمول ایک مرتبہ وہ نیک شخص اُون کی رسیاں بیچنے بازار گیا۔ جب رسیاں بِک گئیں تو وہ گھر والوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنے لگا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں سخت حاجت مند ہوں، مجھے کچھ رقم دے دو۔ اس رحم دل عبادت گزار شخص نے وہ ساری رقم اس غریب حاجت مند سائل کو دے دی اور خود خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔
جب گھر والوں نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایک حاجت مند نے سوال کیا وہ ہم سے زیادہ حاجت مند تھا لہٰذا میں نے ساری رقم اس کو دے دی۔ گھر والوں نے کہا: اب ہم کیا کھائیں گے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اس نیک شخص نے گھر میں نظر دوڑائی تو اسے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نظر آیا۔ اس نے وہ دونوں چیزیں لیں اور بازار کی طرف چل دیا اس اُمید پر کہ شاید انہیں کوئی خرید لے اور میں کچھ کھانے کا سامان لے آؤں۔
چنانچہ وہ بازار پہنچا لیکن کسی نے بھی اس سے وہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نہ خریدا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے پاس

ایک خراب پھولی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی والے نے کہا: تُو میرا خراب مال اپنے خراب مال کے بدلے خرید لے یعنی یہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا مجھے دے دے اور مجھ سے یہ پھولی ہوئی خراب مچھلی لے لے۔ اس عابد شخص نے یہ سودا منظور کرلیا اور خراب مچھلی لے کر گھر پلٹ آیا اور گھر والوں کے حوالے کردی۔

جب انہوں نے اس مچھلی کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم اس بے کار مچھلی کا کیا کریں؟ اس عابد شخص نے کہا: تم اسے بھون لو ہم اسے ہی کھالیں گے، اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مجھے رزق ضرور عطا کریگا۔ چنانچہ گھر والوں نے مچھلی کو کاٹنا شروع کردیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا، گھر والوں نے اس عابد کو خبر دی۔ اس نے کہا: دیکھو! اس موتی میں سوراخ ہے یا نہیں۔ اگر سوراخ ہے تو یہ کسی کا استعمالی موتی ہوگا اور ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ اگر اس میں سوراخ نہیں تو پھر یہ رزق ہے جسے اللہ ربّ العزت عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ جب اس موتی کو دیکھا گیا تو اس میں سوارخ وغیرہ نہیں تھا، وہ کسی کا استعمالی موتی نہیں تھا۔ ان سب نے اللہ عزوجل کا شکرادا کیا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ عابد شخص اس موتی کو لے کر جوہری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: اس موتی کی کتنی قیمت ہوگی؟ جب جوہری نے وہ موتی دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہوکر کہنے لگا: تیرے پاس یہ موتی کہاں سے آیا ہے؟ اس نیک آدمی نے جواب دیا: ہمیں اللہ ربّ العزت عزوجل نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔ جوہری نے کہا: یہ تو بہت قیمتی موتی ہے اور میں تو اس کی صرف تیس ہزار (درہم) قیمت ادا کرسکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی مالیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فلاں جوہری کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس کی پوری قیمت دے سکے گا۔

چنانچہ وہ نیک شخص اس موتی کو لے کر دوسرے جوہری کے پاس پہنچا۔ جب اس نے قیمتی موتی دیکھا تو وہ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اس عابد نے وہی جواب دیا کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے رزق عطا کیا گیا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت کم از کم ستر ہزار (درہم) ہے، مجھے تو اس شخص پر افسوس ہورہا ہے جس نے تمہیں اتنا قیمتی موتی دیا ہے بہر حال ستر ہزار درہم لے لو اور یہ موتی مجھے دے دو۔

میں تمہارے ساتھ دو مزدور بھیجتا ہوں، وہ ساری رقم اٹھا کر تمہارے گھر تک چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ اس جوہری نے دو مزدوروں کو درہم دے کر اس نیک شخص کے ساتھ روانہ کردیا۔ جب وہ عابد اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مال میں سے کچھ مال دے دو جو تمہیں اللہ عزوجل نے عطا کیا ہے۔

تو اس نیک شخص نے کہا: ہم بھی کل تک تمہاری طرح محتاج اور غریب تھے۔ یہ لو تم اس میں سے آدھا مال لے جاؤ۔ پھر اس نے مال تقسیم کرنا شروع کردیا۔ یہ دیکھ کر اس سائل نے کہا: اللہ عزوجل تمہیں برکتیں عطا فرمائے، میں تو اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔ (عُیُونُ الحِکَایَات صفحہ ۲۱۲۔ ۲۱۳)

(557) وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قسم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَاءِ كَانُوْا اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ؛ فَقَالَ: "اِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِيْ اَنْ يَّسْاَلُوْنِيْ بِالْفُحْشِ، اَوْ يُبَخِّلُوْنِيْ وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نے ایک تقسیم فرمائی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے سوا کچھ اور لوگ زیادہ حقدار تھے فرمایا انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے۔ کہ مجھ سے سخت انداز میں سوال کریں اور میں دوں یا مجھے بخل کی طرف منسوب کریں حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اعطا من سال بفحش وغلظۃ، ج۱ص۱۰۳، رقم: ۱۰۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب ج۱ص۳۵، رقم: ۲۳۲، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی السخا والکرم، ج۹ص۳، رقم: ۷۱۶۱)

شرح حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا تنہا بادشاہوں کی عمر بھر کی دادو دِہش (یعنی سخاوت وبخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) عطا فرمارہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہولئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

(ملتقطاً صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج ۲، ص ۲۶۰)

حق ہے، اے مالک عرش (عَزَّ وَجَلَّ) کے نائبِ اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) ہی کی عطا ہیں۔ دونوں جہان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بے شک دنیا وآخرت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم مَاکَانَ وَمَایَکُوْن (یعنی گذشتہ وآئندہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم) کے علوم سے ایک ٹکڑا۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَصَحْبِكَ وَبَارَكَ وَكَرَّمَ

(558) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ الْاَعْرَابُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین سے واپسی پر چلے آرہے تھے کہ کچھ عرب دیہاتی آپ کو چمٹ گئے آپ سے

يَسْأَلُوْنَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ، فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا، لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذَّابًا وَّلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

سوال کرنے لگے حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کو کیکر کے درخت کی طرف لے گئے تو آپ کی چادر درخت سے الجھ گئی پس آپ ﷺ ٹھہر گئے۔آپ نے فرمایا: میری چادر دو اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر جانور ہوتے تو وہ سب میں تم میں بانٹ دیتا تم مجھے بخیل، جھوٹا یا بزدل نہ پاؤ گے۔ (بخاری)

"مَقْفَلَهٗ" اَيْ: فِيْ حَالِ رُجُوْعِهٖ وَ"السَّمُرَةُ": شَجَرَةٌ۔ وَ"الْعِضَاهُ": شَجَرٌ لَّهٗ شَوْكٌ۔

مَقْفَلَهٗ: یعنی اپنے حال پر لوٹنے کے وقت۔ اَلسَّمُرَةُ: ایک قسم کا درخت ہے۔ عِضَاهٌ: کانٹے دار درخت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشجاعة فی الحرب والجبن، ج۲ص۲۳، رقم: ۲۸۲۲، صحیح ابن حبان، باب الغنائم وقسمها، ج۱۱ص۱۳۹، رقم: ۴۸۲۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب لا یقع من غل فی الغنیمة ولا یحرق متاعه، ج۶ص۳۵۲، رقم: ۱۸۶۲۳، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی قسمة الغنائم، ج۲ص۲۷۵، رقم: ۲۷۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، ج۶ص۸۱۱، رقم: ۱۶۸۲۱، مسند البزار، مسند جبیر بن مطعم، ج۲ص۷، رقم: ۳۴۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی ابن نوفل ابن عبد مناف ہیں، قریشی ہیں، بڑے عالم ہیں، حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔(اشعہ)

حنین ایک جنگل ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے، فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا، اسی علاقہ بلکہ اسی قوم کی حضرت حلیمہ دائی تھیں یعنی قبیلہ بنی ہوازن کی اس لیے حضور انور نے تمام قیدیوں کو آزاد فرمادیا جو اس غزوہ میں گرفتار ہوئے تھے۔

(مجھے میری چادر تو دے دو) اس غزوہ میں مال غنیمت بہت زیادہ مسلمانوں کو ملا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے زیادہ فتح مکہ میں مسلمان ہونے والے مؤلفة القلوب کو بہت مال عطا فرمایا تھا، گذشتہ حدیث کا بکریوں والا واقعہ بھی اس موقعہ پر ہوا تھا۔(اشعۃ اللمعات) یہ لوگ حضور سے ایسے لپٹ گئے تھے جیسے فقراء ومساکین ایک کریم غنی کو گھیر لیں حضور کسی منگتے کو ہٹایا نہیں کرتے عضاء جمع ہے عضاۃ کی بمعنی درخت خاردار ببول ہو یا کوئی اور درخت۔

اور یہاں شجاعت صدق کا ذکر اپنے فضائل کی تکمیل کے لیے بیان فرمایا یعنی مجھے اللہ تعالٰی نے ان تین عیبوں سے بری کیا بخل، بزدلی، جھوٹ۔حضور انور سخی نہیں بلکہ جواد ہیں، خود نہ کھائیں زمانہ بھر کو کھلائیں۔شعر

وہ آقا جو کہ خود کھائے کھجوریں اور غلاموں کو کھلائے نعمتیں دنیا کی کب ایسا کہیں دیکھا

(مرآۃ المناجیح، ج۸،ص۲۶)

(559) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلاَّ عِزًّا، وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا' معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں ہی اضافہ فرما دیتا ہے' جو کوئی اللہ عزوجل کے لیے عاجزی اختیار کرے تو اللہ عزوجل اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب العفو والتواضع، ج۴ص۲۱، رقم: ۶۷۵۷ السنن الکبری للبیہقی، باب شهادة اهل العصبية، ج۱۰ص۲۳۵، رقم: ۲۱۶۲۰ سنن الدارمی، باب فی فضل الصدقة، ج۱ص۴۸۶، رقم: ۱۶۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۸۶، رقم: ۸۹۹۶ مسند ابو یعلی، مسند شهر بن حوشب عن ابی هريرة، ج۱۱ص۳۴۴ رقم: ۶۴۵۸)

شرح حدیث: صدقہ مال کو بڑھاتا ہے

حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم کھاتا تو ان پر کھاتا: (۱) صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (۲) کوئی شخص کسی دوسرے کی زیادتی کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا جوئی کے لئے معاف کر دے تو بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، الحدیث ۲۳۲۵، ص۱۸۸۶)

نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: عاجزی وانکساری بندے کے مرتبے میں اضافہ کرتی ہے پس تواضع اختیار کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں رفعت عطا فرمائے گا، درگزر کرنا بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے پس معاف کیا کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے پس صدقہ کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَه، فَقَدِ انْتَصَرَ۔

ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر، الحدیث ۳۵۵۲، ص ۲۰۱۷)

عفو کا معنی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ انسان کا حق ہو اور اسے چھوڑ دے جیسے قصاص، مال یا تاوان چھوڑ دینا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

خُذِ الْعَفْوَ

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔ (پ9، الاعراف: 199)

اللہ رب العزت کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔ (پ2، البقرۃ: 237)

(560) وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ الْاَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ، وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ - اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا - وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ، قَالَ: "اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا، فَهُوَ يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا، وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ، فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا، وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِيْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا

حضرت ابوکبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین باتوں پر قسم بیان کرتا ہوں اور ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد رکھنا۔ صدقہ سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ بندہ مظلوم ہونے کے باوجود صبر کرے تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولے اس پر اللہ محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یا اسی طرح کی بات فرمائی۔ اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد رکھنا۔ دنیا چار آدمیوں کے لیے ہے۔ ایک بندہ کو اللہ نے مال عطا کیا اور علم دیا وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ اور اس میں اللہ کے حق کو پہچانتا ہے۔ یہ سب سے بلند مرتبہ والا ہے۔ اور ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور مال نہ دیا وہ سچی نیت والا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا میں فلاں کی طرح کرتا تو اس کی یہ نیت کام آئے گی۔ ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔ اور ایک بندہ جس کو

بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

اللہ نے مال دیا اور علم نہ دیا وہ علم کے بغیر مال میں بڑھا چلتا ہے۔ اس میں صلہ رحمی نہیں کرتا اس میں اللہ کا حق نہیں جانتا۔ یہ سب سے بری جگہ میں ہے۔ اور ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں نہیں دیے۔ لیکن وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح خرچ کرتا۔ تو اس کی نیت اس کے آگے ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، ج۴ص ۵۶۲، رقم: ۲۳۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

آپ کا نام عمرو بن سعد ہے یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں، آخر زمانہ میں شام میں رہے۔

(تمہیں خبر دیتا ہوں) یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انور کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے، حضور کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن اگرچہ وہ بالذات ہے یہ محال بالغیر جیسے رب تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لیے ہوتی ہیں ایسے ہی حضور انور کی قسمیں تاکید کلام کے لیے ہیں۔

(مال صدقہ سے نہیں گھٹتا) یہاں صرف اقسم فرما کر قسم کھائی گئی واللہ، باللہ نہیں فرمایا یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں۔ آزما کر دیکھ لو میرا رب سچا، اس کے رسول سچے صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدقہ سے دنیا میں برکت آخرت میں ثواب ہے۔ فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم، حکیم، وکیل چور نہیں کھاتے دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

(جس پر وہ صبر کرے) یہاں صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ صبر، معافی تحمل کی جو آیات منسوخ ہیں ان میں مجبوری کا صبر ہی مراد ہے، رب فرماتا ہے: فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔

(عزت بڑھاتا ہے) چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معافی دی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ کو معافی دے دی جن سے عمر بھر ظلم و ستم دیکھے تھے، دیکھ لو آج تک ان حضرات کی واہ واہ ہو رہی ہے یہ ہے عزت بڑھنا۔ شعر

صدقے اس انعام کے قربان اس احسان کے
ہو رہی دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

(فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے) تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں، اگر ہوجائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں، انکے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مرقات میں ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لیے شفاف وصاف نہر پر گزرے اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لیے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔

(مال اور علم دونوں دے) علم سے مراد علم دین ہے۔ معلوم ہوا علم دین بھی اللہ تعالٰی کی دنیاوی نعمتوں سے ایک اعلٰی نعمت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مال سانپ ہے علم دین تریاق، ہمیشہ تریاق کے ساتھ زہر مفید ہوتا ہے، بغیر تریاق ہلاک کردیتا ہے۔

(ان کے حق کے مطابق عمل کرتا ہے) اگرچہ بحقہ میں سارے سلوک، صدقات داخل ہیں مگر چونکہ عزیزوں قرابت داروں کے حقوق ادا کرنا بہترین عبادت ہے اور تمام صدقات میں اعلٰی وافضل اس لیے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا گیا۔

(یہ بہترین درجوں میں ہے) اس لیے کہ یہ شخص دین و دنیا دونوں جگہ سرخرو شاد آباد رہے گا کیونکہ وہ مال کمائے گا حکم الٰہی کے مطابق، خرچ کرے گا اسی کے مطابق، جمع کرے گا اسی فرمان کے ماتحت۔ مال کی آمد، جمع، خرچ سب شریعت کے مطابق چاہیے۔

(ان دونوں کا ثواب برابر ہے) معلوم ہوا کہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے۔ غریب عالم خواہ زبان سے تمنا کرے یا فقط دل سے بہر حال ثواب برابر ہی ہے۔

(وہ اپنے مال میں بغیر علم خلط ملط ہی کرتا ہے) تخبط بنا ہے خبط سے بمعنی بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارنا خلط ملط کرنا اس لیے دیوانگی کو تخبط کہتے ہیں، دیوانہ کو خبطی کہ وہ ہر طرح بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ یعنی وہ ہر حرام وحلال طریقے سے مال کماتا ہے اور ہر حلال حرام جگہ خرچ کرتا رہتا ہے، نہ خود عالم ہے نہ علماء کی بات مانتا ہے جیسا کہ آج کل عام امیروں کا حال ہے۔

(نہ اس میں حق کے عمل کرتا ہے) ایسے لوگ اگر کبھی اچھی جگہ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی ناموری کے لیے خرچ کرتے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ مضر۔

(خبیث ترین درجہ والا ہے) کیونکہ اس کا مال اس کے لیے وبال ہے، مال کی وجہ سے اس پر گناہوں کے دروازے بہت کھل جاتے ہیں وہ مال کے نشہ میں نہ کرنے والے کام کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالٰی عثمانی مال دے ابوجہلی مال سے بچائے۔

(وہ اپنی نیت پر ہے) یعنی فلاں بدمعاش مالدار کی طرح میں بھی شراب پیتا، جوا کھیلتا، زنا کرتا۔ کروں کیا کہ یہ کام پیسہ سے ہوتے ہیں اور میرے پاس پیسہ نہیں۔

(دونوں کا گناہ برابر ہے) یعنی یہ بدنصیب بغیر کچھ کیے سب کچھ کررہا ہے کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جارہا

ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۲۹)

(561) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا. قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرُ كَتِفِهَا"رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ". وَمَعْنَاهُ: تَصَدَّقُوْا بِهَا اِلَّا كَتِفَهَا. فَقَالَ: بَقِيَتْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا كَتِفَهَا.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے کیا بچا عرض کی صرف ایک دستی۔ فرمایا: دستی کے سوا ساری بچ گئی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ دستی کے سوا ساری صدقہ کر دی تھی، تو فرمایا دستی ہمارے لیے آخرت میں باقی ہوگئی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۲۶۴، رقم: ۲۴۷۰، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب النکاح باب ما جاء فی الشواء، ج۴ص۳۰۰، رقم: ۳۶۱۵، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف الباء، ج۱۱ص۱۳۲، رقم: ۱۰۳۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواج پاک کو اہلِ بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لیے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔

یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا صرف شانہ بچا ہے غالبًا یہ گھر کے خرچ کے لیے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لیے ذبح نہ کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لیے نہیں رکھا جاتا۔

یعنی جو راہِ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا، رب تعالٰی فرماتا ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل ۹۶)۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۴۵)

دو بادشاہ، ساحل سمندر پر

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں: پہلی اُمتوں میں ایک بادشاہ تھا۔ خوب شان و شوکت سے اس کے دن رات گزر رہے تھے۔ ایک دن اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور وہ اپنی آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا، اور سوچنے لگا کہ میں جن دنیاوی آسائشوں میں گم ہو کر اپنے رب عزوجل کو بھول چکا ہوں عنقریب یہ ساری نعمتیں مجھ سے منقطع ہو جائیں گی، میری حکومت و بادشاہت نے تو مجھے اپنے پاک پروردگار عزوجل کی عبادت سے غافل کر رکھا ہے۔

چنانچہ وہ رات کی تاریکی میں اپنے محل سے نکلا، اور ساری رات تیزی سے سفر کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ اپنے ملک کی

سرحد عبور کر چکا تھا۔ اس نے ساحلِ سمندر کا رخ کیا اور وہیں رہنے لگا۔ وہاں وہ اینٹیں بنا بنا کر بیچتا، جو رقم حاصل ہوتی اس میں سے کچھ اپنے خرچ کے لئے رکھ لیتا اور باقی سب صدقہ کر دیتا۔

اسی حالت میں اسے کافی عرصہ گزر گیا۔ بالآخر اس کی خبر اس ملک کے بادشاہ کو ہوئی، تو اس بادشاہ نے پیغام بھیجا: مجھ سے آکر ملو۔ لیکن اس نے انکار کر دیا، اور بادشاہ کے پاس نہ گیا۔ بادشاہ نے پھر اپنا قاصد بھیجا اور اسے اپنے پاس بلوایا اس نے پھر انکار کر دیا، اور کہا: بادشاہ کو مجھ سے کیا غرض، اور مجھے بادشاہ سے کیا کام کہ میں اس کے پاس جاؤں۔

جب بادشاہ کو یہ بتایا گیا تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر ساحلِ سمندر پر آیا۔ جب اس نیک شخص نے دیکھا کہ بادشاہ میری طرف آرہا ہے تو اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔ بادشاہ نے جب اسے بھاگتے دیکھا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا لیکن وہ بادشاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب بادشاہ اسے نہ ڈھونڈ سکا تو بلند آواز سے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! میں تجھ سے کچھ بھی نہیں کہوں گا، تو مجھ سے خوف زدہ نہ ہو (میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں)۔

جب اس نیک شخص نے یہ سنا تو وہ بادشاہ کے سامنے آگیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: اللہ عزوجل تجھے برکتیں عطا فرمائے، تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا اور کہا: میں فلاں ملک کا بادشاہ تھا، جب میں نے غور وفکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں جس دنیا کی دولت میں مست ہوں، یہ تو عنقریب فنا ہو جائے گی، اور اس دولت وحکومت نے تو مجھے غفلت کی نیند سلا رکھا ہے۔

وہ ہے عیش وعشرت کا کوئی محل بھی	جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی	یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

چنانچہ میں نے اپنے تمام سابقہ گناہوں سے توبہ کی اور تمام دنیاوی آسائشوں کو چھوڑ کر دنیا سے الگ تھلگ اپنے رب عزوجل کی عبادت شروع کر دی، اللہ عزوجل میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا، تو کہنے لگا: میرے بھائی! جو کچھ تو نے کیا میں تو تجھ سے زیادہ اس کا حق دار ہوں۔ یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے اترا، اور اسے وہیں چھوڑ کر اس نیک شخص کے ساتھ چل دیا۔

چنانچہ وہ دونوں بادشاہ ایک ساتھ رہنے لگے، اور اب وہ ہر وقت اپنے رب عزوجل کی عبادت میں مصروف رہتے، اور انہوں نے دعا کی: اے ہمارے پروردگار عزوجل! ہمیں ایک ساتھ موت دینا۔ چنانچہ ان دونوں کا ایک ہی دن انتقال ہوا اور ان کی قبریں بھی ایک ساتھ ہی بنائی گئیں۔

یہ حکایت نقل کرنے کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں مصر میں ہوتا تو ان کی قبروں کی جو نشانیاں ہمیں اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے

بتائی ہیں مَیں ان کی وجہ سے انہیں ضرور پہچان لیتا اور تمہیں وہ قبریں ضرور دکھاتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۳۱۲، ج ۲، ص ۱۶۶۔۱۶۷)

(562) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُوْكِيْ فَيُوْكِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَنْفِقِيْ اَوِ انْفَحِيْ، اَوِ انْضَحِيْ، وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَانْفَحِيْ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُوَ بِمَعْنٰى "اَنْفِقِيْ" وَكَذٰلِكَ "انْضَحِيْ".

حضرت اسماء بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تو نہ روک کہ (اس طرح) اللہ تجھ پر روک لے گا۔ ایک روایت میں ہے خرچ کر اور گن کر نہ رکھ کہ (اس طرح) اللہ تجھے گن کر دے گا اور جمع نہ کر کہ (اس طرح) اللہ تعالیٰ تجھ سے جمع کر کے رکھ لے گا۔ (متفق علیہ)

اَنْفِحِيْ: خا مہملہ کے ساتھ بمعنی اَنْفِقِيْ ہے اور اسی طرح اَنْضِحِيْ: مترادف ہیں" یعنی تو خرچ کر۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیہا، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۱۴۳۳ صحیح مسلم، باب الحث فی الانفاق و کراھۃ الاحصاء، ج۲ص۹۲، رقم: ۲۳۲۵ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسماء بنت ابی بکر، ج۲۴ص۹۳، رقم: ۲۰۲۶۸ سنن ابوداؤد، باب فی الشح، ج۲ص۶۱، رقم: ۱۷۰۱ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ البخل والشح والاقتار، ج۴ص۱۸۶، رقم: ۸۰۶۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۶ص۳۵۳، رقم: ۲۶۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کردے گا لہذا یہ حدیث زکوۃ کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کرسکوگی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالٰی کے حساب سے باہر ہوگا۔ کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔

اور یہ خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پاسکتے، اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہوسکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فورًا کسی کو دے دو ورنہ برباد

ہو جائے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج۳،ص ۸۷)

(563) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَثَلَ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا اِلٰى تَرَاقِيْهِمَا. فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ - اَوْ وَفَرَتْ - عَلٰى جِلْدِهٖ حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهٗ، وَتَعْفُوَ اَثَرَهٗ. وَاَمَّا الْبَخِيْلُ، فَلَا يُرِيْدُ اَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا. فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال دو آدمیوں کی طرح ہے جن پر سینے سے لے کر گلے تک لوہے کی دو زرہیں ہوں۔ خرچ کرنے والے کی مثال یوں ہے کہ وہ جب بھی خرچ کرے اس کی زرّہ اس کے جسم پر ڈھیلی ہو جاتی ہے اور پھیل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے قدموں کے نشانات کو مٹا دیتی ہے۔ اور رہ گیا بخیل تو وہ کچھ خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کی زرّہ سکڑ جاتی ہے ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے۔ وہ اس کو فراخ کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن یہ فراخ نہیں ہوتی۔ (متفق علیہ)

وَ"الْجُنَّةُ": الدِّرْعُ، وَمَعْنَاهُ اَنَّ الْمُنْفِقَ كُلَّمَا اَنْفَقَ سَبَغَتْ، وَطَالَتْ حَتّٰى تَجُرَّ وَرَاءَهٗ، وَتُخْفِيَ رِجْلَيْهِ وَاَثَرَ مَشْيِهٖ وَخُطُوَاتِهٖ.

اَلْجُنَّةُ: زرہ کو کہتے ہیں اس کا معنی ہے خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ ڈھیل ہو کر نیچے آ جاتی ہے اور اس کے پاؤں کو اور ان کے نشانات کو چھپا لیتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مثل المتصدق والبخیل، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۱۴۴۳ صحیح مسلم، باب مثل المنفق والبخیل، ج۳ص۸۹، رقم: ۲۴۰۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ج۲ص۲۵۶، رقم: ۷۴۷۷ سنن الکبری للنسائی، باب صدقة البخیل، ج۱ص۳۷، رقم: ۲۳۲۹ صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج۸ص۱۲۳، رقم: ۳۳۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ بعض لوگوں نے اسے جبتان ب سے پڑھا مگر جنتان صحیح ہے ن سے۔

تراقی ترقوت کی جمع ہے۔ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لیے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا۔ اِضْطُرَّتْ مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔

سبحان اللہ! کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۳، ص ۹۰)

(564) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَّلَا يَقْبَلُ اللهُ اِلَّا الطَّيِّبَ، فَاِنَّ اللهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ، ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کھجور برابر بھی اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے' تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کی یوں پرورش کرتا ہے' جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ (کھجور کے برابر چیز) پہاڑ جتنی ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

"اَلْفَلُوُّ" بِفَتْحِ الْفَاءِ وَضَمِّ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ، وَيُقَالُ اَيْضًا: بِكَسْرِ الْفَاءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَتَخْفِيْفِ الْوَاوِ: وَهُوَ الْمُهْرُ.

اَلْفَلُوُّ: خا پر زبر اور لام پر پیش اور واؤ پر شد کے ساتھ اور اسی طرح خا پر زیر اور لام ساکن اور واؤ بغیر شد کے بھی پڑھا گیا ہے' اس کا مطلب ہے: گھوڑے کا بچہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول ولا یقبل الا من کسب طیب، ج۲ص۱۰۸، رقم: ۱۴۱۰، صحیح مسلم، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، ج۳ص۸۵، رقم: ۲۳۹۰، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۳۱، رقم: ۸۳۶۳، السنن الصغری للبیہقی، باب صدقۃ التطوع، ج۱ص۲۸۷، رقم: ۱۲۸۱، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۸۹۸۰)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوئی۔

اور یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی حتی کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے۔ یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مال مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے: ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاوضے سور شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گانے، بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت۔ پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہے گا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لیے حلال ہوگا۔ وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کردے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ۔

اور داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۱۴)

(565) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ، اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ. فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ. فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ. فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ایک آدمی زمین کے صحرا میں چل رہا تھا۔ اس نے بادل میں سے آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو پانی پلا بادل ایک طرف چل پڑا۔ اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسا دیا۔ اچانک ان نالوں میں سے ایک نالی میں سارا پانی جمع ہو کر جا رہا ہے وہ آدمی پانی کے پیچھے ہو گیا۔ اچانک ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا کسی چیز سے

اللہِ، مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِیْ سَمِعَ فِی السَّحَابَةِ. فَقَالَ لَه: یَاعَبْدَ اللہِ لِمَ تَسْأَلُنِیْ عَنِ اسْمِیْ؟ فَقَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِی السَّحَابِ الَّذِیْ هٰذَا مَاؤُهُ یَقُوْلُ: اسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ. فَمَا تَصْنَعُ فِیْهَا. فَقَالَ: اَمَا اِذْ قُلْتَ هٰذَا، فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا، فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ، وَاٰكُلُ اَنَا وَعِیَالِیْ ثُلُثًا، وَاَرُدُّ فِیْهَا ثُلُثَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پانی کا رخ پھیر رہا ہے۔ اس آدمی نے اس کو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اے اللہ کے بندے! اس نے کہا: فلاں وہی نام جو تو نے بادل سے سنا تھا پھر کہا: اے اللہ کے بندے! تو نے میرا نام کیوں پوچھا' کہا کہ میں نے بادل میں سے آواز سنی جس بادل کا یہ پانی ہے کہ فلاں کے باغ کو پانی پلا۔ تیرے نام کے ساتھ یہ حکم تھا تو اس میں کیا کرتا ہے۔ تو اس آدمی نے کہا جب تو نے یہ کہا تو (سن) میں اس کی پیداوار کو دیکھتا ہوں اور اس کے تین حصے کرتا ہوں۔ ایک تہائی صدقہ کرتا ہوں اور میں اور میرے اہل وعیال دوسرا حصہ کھاتے ہیں اور تیسرا حصہ باغ میں دوبارہ لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

اَلْحَرَّةُ الْاَرْضُ الْمُلَبَّسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ. وَالشَّرْجَةُ بِفَتْحِ الشِّیْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الرَّاءِ وَبِالْجِیْمِ: هِیَ مَسِیْلُ الْمَاءِ.

اَلْحَرَّةُ: سیاہ پتھر والی زمین۔ اَلشَّرْجَةُ: شین معجمہ پر زبر کے ساتھ اور را ساکن اور جیم کے ساتھ: پانی کے نالے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصدقة فی المساکین، ج۸ص۲۲۲، رقم: ۷۶۶۳، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۹۶، رقم: ۷۹۲۸، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل التاسع فی فضل الصدقة، ج۹ص۵۱۹، رقم: ۷۲۵۱، مشکوۃ المصابیح، باب الانفاق وکراھیة الامساک، الفصل الثالث، ج۱ص۳۲۳، رقم: ۱۸۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اس نے بادل میں آواز سنی) شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے۔

(پتھریلی زمین پر پانی برسایا) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے۔

(بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے) سبحان اللہ! اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جارہا تھا رستہ میں

مر گیا، رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کیے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے، اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا۔

(وہ ہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا) غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرمادیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لیے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔

(تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے) یعنی رب تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لیے دور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تا کہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے: "وَلَا تَجَسَّسُوْا" وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کردیتا ہوں) یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں خدا کا حق بھولتا نہیں ساری ایک دم خرچ نہیں کردیتا اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تا کہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۰۳)

61-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

بخل اور لالچ کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى) (اللیل: 8-11)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اس کی کو تنگی دیں گے اور جب یہ تنگی میں پڑے گا تو اسے اس کا مال کام نہ آئے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) (التغابن: 16)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچ گیا وہی کامیاب ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِّنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ.

اور احادیث ان میں سے کافی تعداد میں پچھلے باب میں گزر چکی۔

(566) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔ لالچ سے بچو کیونکہ لالچ نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا۔ ان کو اس بات پر ابھارا کہ انہوں نے اپنے خون بہائے اور اپنی محرم عورتوں کو حلال جانا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۱ (دار الجیل بیروت) الادب المفرد للبخاری، باب الظلم ظلمات، ص۱۷۰، رقم: ۴۸۳ سنن الکبری للبیہقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس، ج۶ص۹۳، رقم: ۱۱۸۳۵ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه معاذ، ج۸ص۲۵۶، رقم: ۸۶۱۱ (دار الحرمین القاہرۃ) مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ص۳۳۸، رقم: ۸۸۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کی نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔

عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرضکہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لیے یہ فتنوں فساد، خون ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۹۱)

کنجوسی کا انجام

حضرت سیدنا یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا ہوا تھا، اور اس کی اولاد بھی کافی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اسے میسر تھیں، کثیر مال ہونے کے باوجود وہ انتہائی کنجوس تھا۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرتا، ہر وقت اسی کوشش میں رہتا کہ کسی طرح میری دولت میں اضافہ ہو جائے۔ جب وہ بہت زیادہ مال جمع کر چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اب تو میں خوب عیش و عشرت کی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوب عیش و عشرت سے رہنے لگا۔

بہت سے خدام ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر رہتے، الغرض! وہ ان دنیاوی آسائشوں میں ایسا مگن ہوا

کہ اپنی موت کو بالکل بھول گیا۔ایک دن ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک فقیر کی صورت میں اس کے گھر آئے،اور دروازہ کھٹکھٹایا۔غلام فوراً دروازے کی طرف دوڑے،اور جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک فقیر کو پایا،اُس سے پوچھا: تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ،اپنے مالک کو باہر بھیجو مجھے اُسی سے کام ہے۔

خادموں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: وہ تو تیرے ہی جیسے کسی فقیر کی مدد کرنے باہر گئے ہیں۔حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا،غلام باہر آئے تو ان سے کہا: جاؤ،اور اپنے آقا سے کہو: میں ملک الموت علیہ السلام ہوں۔

جب اس مالدار شخص نے یہ بات سنی تو بہت خوف زدہ ہوا اور اپنے غلاموں سے کہا: جاؤ،اور ان سے بہت نرمی سے گفتگو کرو۔خدام باہر آئے اور حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ ہمارے آقا کے بدلے کسی اور کی روح قبض کرلیں اور اسے چھوڑ دیں،اللہ عزوجل آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔پھر ملک الموت علیہ السلام اندر تشریف لے گئے،اور اس مالدار شخص سے کہا: تجھے جو وصیت کرنی ہے کرلے،میں تیری روح قبض کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

یہ سن کر سب گھر والے چیخ اُٹھے،اور رونا دھونا شروع کردیا،اس شخص نے اپنے گھر والوں اور غلاموں سے کہا: سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اور تابوت کھول دو،اور میری تمام دولت میرے سامنے لے آؤ۔فوراً حکم کی تعمیل ہوئی،اور سارا خزانہ اس کے قدموں میں ڈھیر کردیا گیا۔وہ شخص سونے چاندی کے ڈھیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ذلیل وبد ترین مال! تجھ پر لعنت ہو،تو نے ہی مجھے پروردگار عزوجل کے ذکر سے غافل رکھا،تو نے ہی مجھے آخرت کی تیاری سے روکے رکھا۔

یہ سن کر وہ مال اس سے کہنے لگا: تو مجھے ملامت نہ کر،کیا تو وہی نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں حقیر تھا؟ میں نے تیری عزت بڑھائی۔میری ہی وجہ سے تیری رسائی بادشاہوں کے دربار تک ہوئی ورنہ غریب ونیک لوگ تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے،میری ہی وجہ سے تیرا نکاح شہزادیوں اور امیرزادیوں سے ہوا۔ورنہ غریب لوگ ان سے کہاں شادی کرسکتے ہیں۔

اب یہ تو تیری بدبختی ہے کہ تو نے مجھے شیطانی کاموں میں خرچ کیا۔اگر تو مجھے اللہ عزوجل کے کاموں میں خرچ کرتا تو یہ ذلت ورسوائی تیرا مقدر نہ بنتی۔کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کاموں میں خرچ نہ کر؟ آج کے دن میں نہیں بلکہ تو زیادہ ملامت ولعنت کا مستحق ہے۔(عیون الحکایات صفحہ ۷۴)

62-بَابُ الْاِيْثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ

ایثار اور ہمدردی کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾(الحشر: 9)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔اگرچہ خود ان کو بھوک ہو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا حضور نے ازواجِ مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے، تب حضور نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے، اللہ تعالٰی اس پر رحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا، کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں، صرف بچّوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے، حضرت ابوطلحہ نے فرمایا بچّوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اٹھو اور چراغ کو بجھا دو تاکہ وہ اچھی طرح کھالے، یہ اسلئے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہلِ خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا، اس طرح مہمان کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں نے بھوکے رات گذاری، جب صبح ہوئی اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا، اللہ تعالٰی ان سے بہت راضی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا) (الدھر: 8).

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ محبت کے باوجود کھانا مسکین یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔

حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت حضرت علیِ مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی، حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالٰی نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے، حضرت علیِ مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جو لائے، حضرت خاتونِ جنّت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ (خزائن العرفان)

(567) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنِّىْ مَجْهُوْدٌ. فَاَرْسَلَ اِلٰى بَعْضِ نِسَآئِهٖ، فَقَالَتْ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: میں مشقت زدہ آدمی ہوں۔ آپ نے اپنی ازدواج میں

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلاَّ مَاءٌ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتّٰی قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ: لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلاَّ مَاءٌ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُّضِيْفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ، فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اَكْرِمِیْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے کسی کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پاس صرف پانی ہے۔ پھر دوسری کی طرف پیغام بھیجا اس نے بھی یہی کہا حتیٰ کہ ہر ایک نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو آج رات کے لیے کون مہمان بنائے گا۔ ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: میں' یارسول اللہ! اس کو وہ گھر لے گیا۔ پس اپنی بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا۔

وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ؟ فَقَالَتْ: لَا، اِلاَّ قُوْتَ صِبْيَانِیْ. قَالَ: فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَیْءٍ وَّاِذَا اَرَادُوا الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيْهِمْ. وَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاَطْفِئِی السِّرَاجَ. وَاَرِيْهِ اَنَّا نَاْكُلُ. فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ. فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ اس نے کہا اپنے بچوں کا گزارہ ہے۔ کہا ان کو بہانہ سے مصروف رکھ جب کھانے کا ارادہ کریں ان کو سلا دینا اور جب مہمان داخل ہوا تو چراغ گل کر دینا اور اس کو ظاہر کرنا کہ ہم کھا رہے ہیں۔ تو وہ بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا اور دونوں نے رات خالی پیٹ گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: آج رات مہمان کے ساتھ تمہارے سلوک کو اللہ تعالیٰ نے بہت پسند کیا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحشر ج٦ص١٢٨ رقم: ٤٨٨٩ صحیح مسلم باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ ج٦ص١٢٧ رقم: ٥٤٨٠ صحیح ابن حبان باب الضیافۃ ج١٢ص٩٥ رقم: ٥٢٨٦ مسند ابی یعلی مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج١١ص٢٩ رقم: ٦١٦٨ المستدرک کتاب الاطعمۃ ج٦ص١٠٠ رقم: ٦٦٧٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مجھود بناہے جھد سے بمعنی مشقت اس کے معنی ہیں مشقت رسیدہ، مراد ہے بھوکا کہ بھوک بھی ایک سخت مشقت

ہے۔(مرقات)

(اپنی ازدواج میں سے کسی کی طرف پیغام بھیجا) یہ کہلا کر بھیجا کہ اگر کچھ کھانا ہو تو ایک بھوکے کے لیے بھیجو۔ معلوم ہوا کہ نیکی کی ابتداء اپنے اور اپنے گھر سے کرنی چاہیے۔

(میرے پاس صرف پانی ہے) یعنی سواء پانی کے کوئی چیز نہ کھانے کی ہے نہ پینے کی ہمارا گھر ان سب سے خالی ہے۔ اللہ اکبر! یہ ہے اس دولت خانہ کا حال جہاں سے اللہ کی نعمتیں تمام جہان میں تقسیم ہو رہی ہیں جن کے لنگر سے زمانہ پل رہا ہے۔ شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(حتیٰ کہ ہر ایک نے کہا) یہ واقعہ اور ان جیسے واقعات فتح خیبر سے پہلے کے ہیں (مرقات) فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر زوجہ صاحبہ کو ایک سال کی کھجوریں جو وغیرہ عطا فرما دیتے تھے۔

یضیف یا باب تفعیل سے ہے یا باب افعال سے دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی مہمان بنانا اسے کھانا کھلانا۔

اور رحل سامان کو بھی کہتے ہیں اور سامان رکھنے کی جگہ یعنی گھر کو بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی گھر۔

(اشعۃ اللمعات)

(اپنے بچوں کا گزارہ ہے) یعنی ہمارے گھر میں اتنا تھوڑا کھانا ہے کہ ہم تو کھائیں گے نہیں صرف بچوں کو کھلائیں گے وہ بھی بقدر ضرورت ہی کھلائیں گے اسی لیے قوت فرمایا طعام نہ فرمایا۔

(ان کو سلا دینا) یعنی نا سمجھ چھوٹے بچے بھوکے ہیں وہ بھوکے آسانی سے سو نہ سکیں گے مگر انہیں کسی صورت سے بہانہ سے سلا دینا سلانے کا حکم اس لیے دیا کہ بچے مہمان کو کھانا دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے، روئیں گے شور مچائیں گے اس وجہ سے مہمان نہ کھا سکے گا۔

(اس کو ظاہر کرنا کہ) اس زمانہ میں مہمان بغیر میزبان کے کھانا نہیں کھاتا تھا اس لیے ان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری تھا اور اس وقت پردہ فرض نہ ہوا تھا، نیز یہ بی بی صاحبہ بہت بوڑھی تھیں لہذا یہ دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوئے۔ (مرقات)

ہم تم دونوں مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھیں پھر تم چراغ کی درستی کے بہانہ سے چراغ کو ہاتھ لگانا اور کھانس کر چراغ گل کر دینا، دیا سلائی اس زمانہ میں موجود نہ تھی اس لیے چراغ دوبارہ روشن نہ ہو سکے گا ہم تم جھوٹ موٹ کھاتے اور اپنے منہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہیں اور خالی منہ چلاتے رہیں تاکہ مہمان سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور وہ پیٹ بھر کر کھا لے اور سارا گھر بھوکا سویا اور مہمان کو سیر کر دیا۔

(تو نبی اکرم کے پاس حاضر ہوا) یا تو نماز فجر پڑھنے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے یا بعد نماز حضور انور سے

ملاقات کرنے حاضر ہوئے۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں الی رسول اللہ ہے تو غدا بمعنی ذھب ہے، عام نسخوں میں علی رسول اللہ ہے کیونکہ غدا میں اقبل کے معنی شامل ہیں۔ (مرقات)

ان جیسی عبارتوں میں عجب یا ضحك بمعنی رضی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالٰی ان کے اس کام سے راضی ہوگیا یا ان سے راضی اور خوش ہوگیا۔ رضا سے مراد خصوصی رضا ہے اللہ تعالٰی ہر مؤمن سے راضی ہے اور قسم کی رضا اور ہر متقی پرہیزگار سے راضی ہے دوسری قسم کی رضا، ان حضرات سے راضی ہے خصوصی رضا وہ ہی یہاں مراد ہے، فرماتا ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔

یہ آیت انصار کی تعریف میں آئی ہے کہ یہ لوگ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حاجت روک کر بھی دوسروں کی حاجت روائی کردیتے ہیں اس کے نزول کا سبب یہ ہی واقعہ ہے۔ خیال رہے کہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ پہلے خویش بعد میں درویش مگر عشق و رضا کا فتویٰ یہ ہے کہ پہلے درویش بعد میں خویش، چونکہ یہ شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا تھا لہٰذا حضرت ابوطلحہ نے اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھا۔ حضرت عمر کا آدھا مال خیرات کرنا آدھا مال گھر والوں کے لیے رکھنا شریعت تھا مگر حضرت صدیق اکبر کا اپنا سارا مال خیرات کرنا گھر میں جھاڑو دے دینا حکم طریقت تھا لہٰذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب ابوطلحہ نے اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر اجنبی شخص کو روٹی کیوں کھلادی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۵۰۲)

(568) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ"۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کا کھانا تین کو کافی ہے تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۳، ص۷۱، رقم: ۵۳۹۲ صحیح مسلم، باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل، ج۳، ص۱۳۲، رقم: ۵۴۸۸ موطا امام مالک، باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب، ج۲، ص۴۲۸، رقم: ۱۶۵۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۳، ص۲۶۷، رقم: ۱۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمی اور تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کرلیں اگرچہ پیٹ تو نہ بھرے گا مگر اتنا کھالینے سے ضعف نہ ہوگا، عبادات بخوبی ادا ہوسکیں

گی۔اس فرمان عالی میں قناعت مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہوکر کھانے والا آخرت میں زیادہ بھوکا ہوگا، جب کھانے میں کمی ہوتو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں، بچا ہوا ان غرباء و مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۲۷)

اور کھانا مل کر کھانا چاہے اگرچہ گھر والے اور بچے ہوں کیونکہ بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ جمع ہوں۔

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تنہا کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔(مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی اطعام الطعام۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۳۱۷، ج۱،ص۳۳۱)

بچوں کی فریاد اور بوڑھے کا توکل

حضرتِ سیِّدُنا عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرتِ سیِّدُنا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھا۔ اتنے میں حضرتِ سیِّدُنا ابو حَفْص نَیشا پُوری علیہ رحمۃ اللہ القوی تشریف لائے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے پُرتپاک طریقے سے استقبال کرتے ہوئے گلے ملے۔حضرتِ سیِّدُنا ابو حَفْص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! بتاؤ! کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے کھلا سکو؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: آپ جو حکم فرمائیں گے وہی چیز پکا دی جائے گی۔ یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے ابن زِیْرِی! تم نے شیخ کی بات سُنی ہے، اب جلدی سے کھانے کا انتظام کرو۔حکم پاتے ہی ابن زِیْرِی چلے گئے اور کچھ دیر بعد مطلوبہ اشیاء خورد و نوش لے کر حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرتِ سیِّدُنا ابو حَفْص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: جو چیزیں آپ نے طلب کی تھیں وہ حاضرِ خدمت ہیں۔فرمایا: اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ یہ سارا کھانا ایثار کر دوں تم اس معاملے میں میری مدد کرو۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جو آپ کی پسند وہی میری پسند۔اے ابن زِیْرِی! تم نے شیخ کا کلام تو سن ہی لیا ہے۔جاؤ! یہ کھانا کسی مستحق فقیر کو دے آؤ۔

ابن زِیْرِی نے مزدور سے سامان اٹھوایا اور کہا: میرے ساتھ ساتھ چلو، جہاں تھک جاؤ وہیں رُک جانا، مزدور سامان اٹھا کر چل دیا اور کچھ دور دو گھروں کے قریب رُک گیا۔ابن زِیْرِی نے قریبی مکان پر دستک دی۔اندر سے آواز آئی: اگر تمہارے پاس کھانے کی فلاں فلاں چیزیں موجود ہیں تو اندر آجاؤ۔یہ کہہ کر اس نے ان تمام اشیاء کا نام گنوا دیا جو ہم لے کر آئے تھے۔جب بتایا گیا کہ تمہاری بتائی ہوئی ہر ہر شے ہمارے پاس موجود ہے تو دروازہ کھل گیا۔دروازے پر بوری سے بنا ہوا پردہ تھا اور سامنے ایک بوڑھا موجود تھا۔ابن زِیْرِی کہتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر سامان اتروایا اور مزدور کو اجرت دے کر روانہ کر دیا۔بوڑھے نے مجھ سے کہا: اس پردے کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں ہیں، جنہیں اسی کھانے کی حاجت ہے جو تم لے کر آئے ہو۔میں نے کہا: اے بزرگ! میں اُس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک آپ حقیقت سے آگاہ نہ کر دیں۔کہا: میرے یہ بچے عرصۂ دراز سے کھانے کی چیزیں مانگ رہے ہیں لیکن میرا ضمیر اس معاملے

میں دعا کرنے کے لئے میری موافقت نہ کرتا تھا۔لہٰذا میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ان اشیاء کا سوال نہیں کیا۔آج رات میرا دل اس کھانے کی دعا کرنے پر راضی ہوگیا، میں نے جان لیا کہ میرے دل کی موافقت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر میں دعا کروں تو ضرور قبول ہوگی۔لہٰذا امید واثق کے ساتھ میں نے بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں دعا کردی۔جب دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو میں سمجھ گیا کہ میری دعا قبول ہوگئی ہے اور ہمیں وہی چیزیں ملیں گی جن کی خواہش میرے بچے کررہے تھے۔ اسی لئے دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے ان چیزوں کا نام گنوایا تھا جو تم لے کر آئے ہو۔(عُیُونُ الحِکَایَات ۲۸۱)

(569) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَّهٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَهٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ کَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ، وَمَنْ کَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ، فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَ حَتّٰى رَاَیْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔آپ کے پاس ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہوکر آیا۔اور دائیں بائیں دیکھنے لگا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادِراہ ہے وہ اسے دے جس کے پاس زادِراہ نہیں۔پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں۔(مسلم)

تخریج حدیث :(صحیح مسلم، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، ج۵ص۱۳۸، رقم: ۳۶۱۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراهیة امساك الفضل، ج۴ص۱۸۲، رقم: ۸۰۲۲، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابه، ج۱۲ص۲۳۸، رقم: ۵۴۱۹، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۱۰۶۴)

شرحِ حدیث: ایثار علی النفس

بزرگانِ دین کے اخلاق میں سے ایثار بھی ہے۔وہ اپنے نفس پر غیروں کو ترجیح دیا کرتے تھے، اگرچہ ان کو خود تکلیف ہو مگر وہ دوسروں کو راحت پہنچانے کی سعی کیا کرتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک انصاری ایک مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔اس کے گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا تھا۔اس نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا اور اپنی بی بی کو اشارہ کیا کہ وہ چراغ بجھادے۔اس نے بجھادیا مہمان کے ساتھ وہ انصاری آپ بیٹھ گئے اور منہ کے ساتھ چپ چپ کرتے رہے جس سے مہمان نے سمجھا کہ آپ بھی کھا رہے ہیں وہ سب کھانا اسی مہمان کو کھلا دیا خود بمعہ بی بی اور عیال بھوکے سو رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ28،الحشر:9)

ترجمہ کنزالایمان: اوراپنی جانوں پران کوترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

(تفسیرابن کثیر، ج8،ص100)

اسی طرح ایک بکری کی سری ایک صحابی کے پاس صدقہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں صحابی مجھ سے زیادہ غریب ہے اس کو دے دو۔ چنانچہ اس کے پاس لے گئے۔ اس نے دوسرے کے پاس بھیج دی۔ اس دوسرے نے آگے تیسرے کے پاس یہاں تک کہ پھرتے پھرتے پھر پہلے کے پاس آگئی۔

(المستدرک للحاکم تفسیر سورۃ الحشر، قصۃ ایثار الصحابۃ، الحدیث 3852، ج3، ص299)

صحابہ کرام میں تو یہاں تک ایثار تھا کہ انہوں نے اپنے بھائی مہاجرین کو اپنی سب جائداد نصف نصف تقسیم کردی۔ بلکہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں انہوں نے ایک کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کے نکاح میں دے دی۔ اللہ اکبر! یہ اخوت وہمدردی جس کی نظیر آج دنیا میں نظر نہیں آتی۔

جنگ یرموک میں ایک زخمی نے پانی مانگا ایک شخص پلانے کو آگے ہوا تو ایک دوسرے زخمی کی آواز آئی کہ ہائے پانی۔ زخمی نے کہا کہ اس بھائی کو پہلے پانی پلادو۔ وہ شخص آگے لے کر گیا تو ایک اور نے آواز دی کہ پانی! اس نے بھی کہا کہ اس کو پہلے پانی پلاؤ۔ پھر آگے گیا تو ایک اور آواز آئی اس نے کہا کہ اس کو پانی پلاؤ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہوگیا تھا۔ پھر دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہوگیا تھا۔

اسی طرح سب کے سب شہید ہوگئے۔ مگر کسی نے پانی نہ پیا۔ اپنی جان کی پروانہ کی سب نے دوسرے بھائی کے لئے ایثار کیا۔ (تفسیرابن کثیر، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ 9، ج8، ص100)

اسی طرح چند درویش جاسوسی کی تہمت میں پکڑے گئے سرکاری حکم ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے جب قتل کرنے لگے تو ہر ایک نے یہی تقاضا کیا کہ پہلے مجھے قتل کیا جائے تاکہ ایک دودم زندگی کے دوسرا بھائی حاصل کرے اور میں اس سے پہلے مارا جاؤں۔ بادشاہ نے یہ ایثار دیکھا، سب کو رہا کردیا۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا (پ29، الدھر: 8)

ترجمہ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادگان کا تین دن روزہ رکھنا اور بوقت افطار مسکین کا سوال کرنا، دوسرے روز کسی یتیم کا سوال کرنا، تیسرے روز کسی قیدی کا اور آپ کا اپنی بھوک اور اپنے عیال کی بھوک کی پروانہ کرنا اور سائلین کو دے دینا اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے۔ (تفسیرکبیر، ج10، ص746 ملخصاً)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے!

(570) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک

اَنَّ اَمْرَاَةً جَائَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَۃٍ مَنْسُوْجَۃٍ، فَقَالَتْ: نَسَجْتُہَا بِیَدَیَّ لِاَکْسُوْکَہَا، فَاَخَذَہَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَیْہَا، فَخَرَجَ اِلَیْنَا وَاِنَّہَا اِزَارُہٗ، فَقَالَ فُلَانٌ: اُکْسُنِیْہَا مَا اَحْسَنَہَا ! فَقَالَ: "نَعَمْ"فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاہَا، ثُمَّ اَرْسَلَ بِہَا اِلَیْہِ: فَقَالَ لَہُ الْقَوْمُ: مَا اَحْسَنْتَ ! لَبِسَہَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَیْہَا، ثُمَّ سَاَلْتَہٗ وَعَلِمْتَ اَنَّہٗ لَا یَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ: اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا سَاَلْتُہٗ لِاَلْبِسَہَا، اِنَّمَا سَاَلْتُہٗ لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ. قَالَ سَہْلٌ: فَکَانَتْ کَفَنَہٗ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بنی ہوئی چادر لے کر آئی۔ عرض کرنے لگی: میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنا ہے۔ تاکہ میں آپ کو پہننے کے لیے پیش کروں۔ تو اس کو نبی اکرم ﷺ نے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر آپ ﷺ اس چادر کو تہہ بند بنا کر ہمارے پاس سے نکلے۔ تو فلاں کہنے لگا یہ کتنی عمدہ ہے۔ مجھے پہنا دیں۔ فرمایا: ہاں پھر نبی اکرم ﷺ مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر واپس تشریف لے گئے پھر اس کو لپیٹ کر اس کی طرف بھیج دیا۔ اس کو لوگوں نے کہا تو نے اچھا نہیں کیا اس کو نبی اکرم ﷺ نے پہنا آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر تو نے مانگ لی حالانکہ تجھے علم ہے کہ آپ سائل کو رد نہیں کرتے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی۔ میں نے تو صرف اس لیے مانگی ہے کہ میرا کفن بنے حضرت سہل کہتے ہیں۔ پھر وہ چادر اس کا کفن بنی۔ (بخاری)

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکر علیہ، ج۱ص۳۲۹ رقم: ۱۲۱۸، السنن الکبری للبیہقی، باب من استعد الکفن فی حال الحیاۃ، ج۳ص۴۰۳ رقم: ۶۲۳۵، جامع الاصول لابن الاثیر، الفصل الثالث فی الغسل والکفن، ج۱۱ص۱۱۶ رقم: ۸۶۰۳)

شرح حدیث: ایثار کی فضیلت

جان لیجئے! سخاوت میں سب سے بلند درجہ ایثار کا ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر: 9)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَیُّمَا رَجُلٍ اِشْتَہٰی شَہْوَۃً فَرَدَّ شَہْوَتَہٗ، وَآثَرَ عَلٰی نَفْسِہٖ غُفِرَ لَہٗ۔

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو پھر اپنی خواہش ترک کردے اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اس کی بخشش کردی جائے گی۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۸۹۔ عمرو بن خالد، ج۶، ص ۲۲۳)

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی کو چراغ بجھانے کا حکم دیا، خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھالیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ عَجِبَ اللهُ مِنْ صَنِيعِكُمْ إِلٰى ضَيْفِكُمْ۔

ترجمہ: تمہارا اپنے مہمان سے (حسنِ) سلوک سے پیش آنا اللہ عزَّ وَجَلَّ کو بہت پسند آیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۳۵۹، ص ۱۰۴۵)

تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر:9)

(571) وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"أَرْمَلُوا": فَرَغَ زَادُهُمْ أَوْ قَارَبَ الْفَرَاغَ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اشعری لوگ جب دورانِ غزوہ خالی ہاتھ ہوجاتے یا مدینہ میں ان کی اولاد کا زادِ راہ کم ہو جاتا تو جو ان کے پاس ہوتا اس کو ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں پھر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ تو وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ (متفق علیہ)

ارملو: زادِ راہ ختم ہوجائے یا ختم ہونے کے قریب ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، ج۲ص۱۸۰، رقم: ۲۴۸۶ صحیح مسلم، باب من فضائل الاشعریین رضی اللہ عنھم، ج۷ص۱۷۱، رقم: ۶۵۶۴ السنن الکبری للبیہقی، باب القسمۃ، ج۱۰ص۱۳۲، رقم: ۲۰۷۳۰ السنن الکبری للنسائی، باب الترغیب فی المواساۃ، ج۵ص۲۲۷، رقم: ۸۷۹۸ مسند ابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۲ص۲۲۷، رقم: ۷۳۰۹)

شرح حدیث: لوگوں کے توشہ میں کمی

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں ایک غزوہ میں لوگوں کے توشہ میں کمی پڑ گئی، لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی (کہ اسی کو ذبح کر کے کھالینگے) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اجازت دیدی۔ پھر لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی، اُنھوں نے خبردی (کہ اونٹ ذبح کرنے کی ہم نے اجازت حاصل کرلی ہے) حضرت عمر نے فرمایا، اونٹ ذبح کر ڈالنے کے بعد تمھاری بقا کی کیا صورت ہوگی یعنی جب سواری نہ رہے گی اور پیدل چلو گے، تھک جاؤ گے اور کمزور ہو جاؤ گے پھر دشمنوں سے جہاد کیونکر کرسکو گے اور یہ ہلاکت کا سبب ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اونٹ ذبح ہو جانے کے بعد لوگوں کی بقا کی کیا صورت ہوگی؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ اعلان کردو کہ جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس بچا ہے، وہ حاضر لائیں۔ ایک دسترخوان بچھا دیا گیا، لوگوں کے پاس جو کچھ توشہ بچا ہوا تھا لا کر اُس دسترخوان پر جمع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور دعا کی پھر لوگوں سے فرمایا: اپنے اپنے برتن لاؤ۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اللہ (عزوجل) کا رسول ہوں۔

(صحیح البخاري، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ في الطعام والنھد... إلخ، الحدیث: ۲۴۸۴، ج ۲، ص ۱۴۰)

عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُنکی والدہ زینب بنت حُمید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لائیں اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسکو بیعت فرمالیجئے۔ فرمایا: یہ چھوٹا بچہ ہے۔ پھر ان کے سر پر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔ انکے پوتے زہرہ بن معبد کہتے ہیں، کہ میرے دادا عبداللہ بن ہشام مجھے بازار لیجاتے اور وہاں غلہ خریدتے تو ابن عمر و ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن سے ملتے اور کہتے ہمیں بھی شریک کرلو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمھارے لیے دعائے برکت کی ہے، وہ انھیں بھی شریک کرلیتے اور بسا اوقات ایک مسلم اونٹ نفع میں مل جاتا اور اُسے گھر بھیج دیا کرتے۔

(صحیح البخاري، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ في الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱، ج ۲، ص ۱۴۵)

صحیح بخاری شریف میں ہے، کہ اگر ایک شخص دام ٹھہرا رہا ہے دوسرے نے اُسے اشارہ کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکے متعلق یہ حکم دیا کہ یہ اُسکا شریک ہوگیا۔ (صحیح البخاري، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ في الطعام وغیرہ، ج ۲، ص ۱۴۵)

یعنی شرکت کے لیے اشارہ کافی ہے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوداود وابن ماجہ وحاکم نے سائب بن ابی السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، اُنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے عرض کی، زمانہ جاہلیت میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے شریک تھے اور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) بہتر شریک تھے کہ نہ مجھ سے مدافعت کرتے اور نہ جھگڑا کرتے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الشرکۃ... الخ، الحدیث: ۲۲۸۷، ج۳، ص۷۹)

63-بَابُ التَّنَافُسِ فِیْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ

آخرت کے معاملات میں شوق اور متبرک چیزوں کو طلب کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ) (المطففین: 26).

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس میں رغبت کریں۔

(572) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَ هٰؤُلَاءِ"؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ يَارَسُوْلَ اللهِ، لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِیْ مِنْكَ اَحَدًا. فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ يَدِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پینے کی چیز لائی گئی۔ اس میں سے آپ نے پیا۔ اور آپ کے دائیں طرف ایک نوجوان لڑکا تھا اور بائیں طرف بزرگ افراد تھے۔ آپ نے لڑکے سے فرمایا کیا' تو اجازت دیتا ہے کہ یہ میں ان کو دوں۔ لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ سے اپنے حصہ میں' میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا تو رسول اللہ ﷺ نے پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ (متفق علیہ)

"تَلَّهٗ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ: اَیْ وَضَعَهٗ. وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

تَلَّهٗ: تا مثناۃ کے ساتھ یعنی رکھ دیا' دے دیا' اور یہ دانا لڑکے حضرت ابن عباس ﷛ تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من رای صاحب الحوض والقربۃ احق بمائہ، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۲۳۶۶ صحیح مسلم، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھما، ج۶ص۱۱۳، رقم: ۵۴۱۲ الاداب للبیھقی، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ج۱ص۲۴۰، رقم: ۳۵۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سھل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۹۸، رقم: ۵۹۹۹ صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب ج۱۲ص۱۵۱، رقم: ۵۳۳۵ مسند امام احمد، حدیث ابی مالک سھل بن ساعدی، ج۵ص۳۳۳، رقم: ۲۲۸۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نوعمر تھے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

اور معلوم ہوا کہ یہ حق عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو فبہا ورنہ اس کی اجازت کے

بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں ایثار کرنا سخاوت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ مگر اخروی امور میں ایثار نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے، یہ بخل قابل ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا جس کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلاواسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ نبویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہوگئیں بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں، حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب واحترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت وطریقت کے حل ہوتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ٦، ص ١٢٢)

ادب واحترام

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ادب واحترام کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے ایمان کی جان سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ چیزیں کہ جن کو آپ کی ذات والا سے کچھ تعلق وانتساب ہو ان کی تعظیم وتوقیر کو بھی اپنے لئے لازم الایمان جانتے تھے۔ اسی طرح تابعین اور دوسرے سلف صالحین بھی آپ کے تبرکات کا بے حد احترام اور ان کا اعزاز واکرام کرتے تھے۔ اس کی چند مثالیں ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے نہایت ہی عبرت خیز و نصیحت آموز ہیں۔

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند مقدس بال سلے ہوئے تھے۔ کسی جنگ میں ان کی ٹوپی سر سے گر پڑی تو آپ نے اتنا زبردست حملہ کر دیا کہ بہت سے مجاہدین شہید ہوگئے۔ آپ کے لشکر والوں نے ایک ٹوپی کے لئے اتنے شدید حملہ کو پسند نہیں کیا۔ لوگوں کا طعنہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے ٹوپی کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا بلکہ میرے اس حملہ کی یہ وجہ تھی کہ میری اس ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں مجھے یہ اندیشہ ہوگیا کہ میں ان کی برکتوں سے کہیں محروم نہ ہو جاؤں اور یہ کفار کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جائیں اس لئے میں نے اپنی جان پر کھیل کر اس ٹوپی کو اٹھا کر ہی دم لیا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل ومن اعظامہ واکبارہ... الخ، ج ٢، ص ٥٦، ٥٧)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف پر جس جگہ آپ بیٹھتے تھے خاص اس جگہ پر اپنا ہاتھ پھرا کر اپنے چہرے پر مسح کیا کرتے تھے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج۲، ص۵۷)

(۳) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی اور مسجد حرام کے مؤذن ہیں ان کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔ جب وہ زمین پر بیٹھتے اور اس جوڑے کو کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈواتے کیوں نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان بالوں کو منڈوا نہیں سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ان بالوں کو اپنے دست مبارک سے مسح فرمادیا ہے

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج۲، ص۵۶)

(۴) حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمائش کی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس بال ہے میں جب مرجاؤں تو تم اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے ان کی وصیت کے مطابق ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور وہ اسی حالت میں دفن ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، انس بن مالک بن النضر، ج۱، ص۲۷۶)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ عادل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک اور ناخن دکھا کر لوگوں سے وصیت فرمائی کہ ان تبرکات کو آپ لوگ میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، عمر بن عبدالعزیز، ج۵، ص۳۱۸)

(۵) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو چند گھوڑے عنایت فرمائے تو میں نے عرض کیا کہ ایک گھوڑا آپ اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بڑی شرم آتی ہے کہ جس شہر کی زمین میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اس شہر کی زمین کو میں اپنی سواری کے جانور کے کھروں سے روندواؤں۔ (چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زندگی بھر مدینہ ہی میں رہے مگر کبھی کسی سواری پر مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوئے۔)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج۲، ص۵۷)

(۶) حضرت احمد بن فضلویہ جن کا لقب زاہد ہے، یہ بہت بڑے مجاہد تھے اور تیراندازی میں بہت ہی باکمال تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب سے مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کمان بھی اُٹھائی ہے۔ اس وقت سے میں کمان کا اتنا ادب واحترام کرتا ہوں کہ بلاوضو کسی کمان کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج۲، ص۵۷)

(۷) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کسی نے یہ کہہ دیا کہ مدینہ کی مٹی خراب ہے یہ سن کر حضرت امام موصوف نے یہ فتویٰ دیا کہ اس گستاخ کو تیس درے لگائے جائیں اور اس کو قید میں ڈال دیا جائے اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو قتل کر دینے کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ مدینہ کی مٹی اچھی نہیں ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل ومن اعظامہ واکبارہ۔۔۔الخ، ج۲، ص۵۷)

(۸) ایک دن سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ رونق افروز تھے۔ آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پیالہ میں آپ کو پانی پلایا۔ حضرت ابو حازم کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت سہل بن سعد کے یہاں مہمان ہوئے تو انہوں نے وہی پیالہ ہمارے واسطے نکالا اور برکت حاصل کرنے کے لئے ہم لوگوں نے اسی پیالے میں پانی پیا۔ اس پیالہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ عادل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سہل بن سعد سے مانگ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ النبیذ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۰۰۷، ص۱۱۱۲)

(۹) جب بنو حنیفہ کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اس وفد میں حضرت سیار بن طلق یمامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے اپنے پیراہن شریف کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایئے میں اس سے اپنا دل بہلایا کروں گا۔

حضور نے ان کی درخواست منظور فرما کر ان کو پیراہن شریف کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ ان کے پوتے محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے والد کہتے تھے کہ وہ مقدس ٹکڑا برسہا برس ہمارے پاس تھا اور ہم اس کو دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلایا کرتے تھے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، سیار بن طلق الیمامی، ج۳، ص۱۹۴)

(۱۰) ایک صحابیہ حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کی مشک کے منہ سے آپ نے اپنا منہ لگا کر پانی نوش فرمالیا تو حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مشک کا منہ کاٹ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربۃ، باب الشرب قائما، الحدیث: ۳۴۲۳، ج۴، ص۸۰)

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار ذوالفقار حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنو امیہ آپ سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لئے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجئے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج۲، ص۳۴۴)

(573) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَا اَيُّوبُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ اَيُّوبُ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ، فَنَادَاهُ رَبُّهٗ - عَزَّوَجَلَّ -: يَا اَيُّوبُ، اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟! قَالَ: بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام (مرض کے بعد) عریاں جسم غسل فرمارہے تھے تو ان پر سونا ٹڈیوں کی صورت میں گرنے لگا۔ آپ اس کو کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ تو ان کے ربّ عزوجل نے آواز دی فرمایا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے غنی نہ کردیا جو تو دیکھ رہا ہے۔ عرض کیا: کیوں نہیں تیری عزت کی قسم لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اغتسل عریانا وحدہ فی الخلوۃ، ج۱ص۱۱۲ رقم: ۲۷۹، السنن الکبری للبیہقی، باب التعری اذا کان وحدہ، ج۱ص۱۹۸، رقم: ۹۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج۳ص۲۱۴ رقم: ۸۱۲۲، مشکوۃ المصابیح، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام، الفصل الاول، ج۲ص۲۲۰، رقم: ۵۷۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض سے شفا پا جانے کے بعد کا ہے، غسل خانہ میں تنہائی کی حالت میں ننگا نہانا جائز ہے اگر وہاں بھی تہبند سے نہایا جائے افضل ہے۔

جراد اسم جنس ہے مراد بہت ٹڈیاں ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ بارش قدرتی تھی رب تعالٰی کے فضل وکرم سے آج بعض دفعہ بارش کے ساتھ بیر بہوٹی برستی ہے لہذا جانوروں کا برسنا ناممکن نہیں۔

آپ اسی طرح برہنہ بدن غسل خانہ سے نکل کر اپنے تہبند شریف میں یہ ٹڈیاں جمع فرمانے لگے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ آسمان سے برسی ہوئی چیز جنگل کی خودرو جڑی بوٹیاں وہاں کے شکار کے جانور کسی کی ملکیت نہیں جس کا جی چاہے لے لے حتی کہ اگر قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہ چیز ہم کو دی گئی ہے اسے بھی لے لینا جائز ہے جیسے برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے سامان میں واپس کی ہوئی رقم دیکھ کر بولے ھٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا۔ دوسرے یہ کہ جائز مال کی حرص بری نہیں بلکہ اچھی ہے جب کہ حلال ذریعہ سے حاصل ہو اور غفلت پیدا نہ کرے، دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔

آپ کی بیماری کے بعد رب تعالٰی نے آپ کی بیوی صاحبہ رحمت کو جوانی، صحت بخشی، اولاد بہت عطا کی مال اندازے سے بھی زیادہ عطا فرمایا اس فرمان عالی میں اس طرف اشارہ ہے۔

سبحان اللہ! کیسا پیارا جواب ہے یعنی میں بہت مالدار ہو کر بھی تیری عطا سے بے نیاز نہیں، تیری عطا بھاگ کر دوڑ کر قبول کروں گا، اس میں رب کی نعمت کی قدر دانی اور اس کا شکریہ ہے۔ غرضکہ حرص نفسانی اور چیز ہے یہ حرص کچھ اور چیز ہے، یہ حرص نفسانی نہ تھی، ہمیشہ اپنے کو رب کا محتاج جانو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۵۳۹)

حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حسن صورت بھی اور مال و اولاد کی کثرت بھی، بے شمار مویشی اور کھیت و باغ وغیرہ کے آپ مالک تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش و امتحان میں ڈالا تو آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے تمام فرزندان اس کے نیچے دب کر مر گئے اور تمام جانور جس میں سینکڑوں اُونٹ اور ہزار ہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات بھی برباد ہو گئے۔ غرض آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ کو جب ان چیزوں کے ہلاک و برباد ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمدِ الٰہی کرتے اور شکر بجالاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کیا تھا اور کیا ہے جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ میں ہر حال میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اس حال میں سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا، بس فقط آپ کی بیوی جن کا نام رحمت بنت افرائیم تھا۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں، آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ سالہا سال تک آپ کا یہی حال رہا، آپ آبلوں اور پھوڑوں کے زخموں سے بڑی تکلیفوں میں رہے۔

فائدہ: عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہر گز ہر گز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت وحقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر و شاکر رہے۔ پھر آپ نے بحکم الٰہی اپنے رب سے یوں دعا مانگی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (پ17، الانبیاء:83)

ترجمہ کنزالایمان: مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی دعا مقبول ہوئی اور ارحم الراحمین نے حکم فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکمِ الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو، چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔ پھر

آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہو گیا جس کا پانی بے حد ٹھنڈا، بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہو گیا۔ اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و نورانیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کے کثیر اولاد ہوئی، پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال و مویشی اور اسباب و سامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال و دولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن صفحہ ۱۸۰)

64-بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ اَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَّجْهِهٖ وَصَرَفَهٗ فِيْ وُجُوْهِهِ الْمَأمُوْرِ بِهَا

شکر گزار غنی کی فضیلت اور وہ وہ ہے جو مال کو جائز طریقہ سے حاصل کرے اور اس طریقے پر خرچ کرے جیسے حکم دیا گیا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى) (الليل: 5-7)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا، اور جنت کی تصدیق کی تو ہم اس کو آسانی میسر کر دیں گے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى) (الليل: 17-21)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عنقریب اس (جہنم) سے وہ بچایا جائے گا۔ جو بڑا صاحب تقویٰ ہے جو اپنا مال ستھرا بننے کے لیے دیتا ہے اس پر کسی کا احسان نہیں۔ جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے برتر ربّ کی رضا طلب کرتے ہوئے وہ خرچ کرتا ہے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کیا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِنْ سَیِّئَاتِکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ) (البقرۃ: 271)

اور ارشاد فرمایا: تم اگر صدقات کو ظاہر کر کے دو تو یہ اچھا کام ہے اور اگر تم یہ چھپا کر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اللہ تم سے تمہارے گناہ مٹا دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کی خبر رکھتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ) (آل عمران: 92)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم پوری نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

بر سے تقویٰ وطاعت مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں (مدارک) بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں بیرحا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں بیرحا سب سے پیارا ہے میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہ نے بایمائے حضور اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔ (خزائن العرفان)

وَالْاٰیَاتُ فِیْ فَضْلِ الْاِنْفَاقِ فِی الطَّاعَاتِ کَثِیْرَۃٌ مَّعْلُوْمَۃٌ.

کاموں میں خرچ کرنے کی فضیلت میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

(574) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا، فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ حِکْمَۃً

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے سوا کسی کے لیے حسد کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماتی

فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ قَرِيْبًا.

اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا ہے اور سکھاتا ہے۔ (متفق علیہ) اس کی تشریح قریب ہی گذر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ج۱ص۴۳، رقم: ۷۳، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم حکمۃ من فقہ، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الکبرٰی، باب وجوہ الصدقۃ وما علی کل سلامی من الناس، ج۴ص۱۸۸، رقم: ۸۰۷۸، المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج۴ص۱۴۰۸، رقم: ۴۲۰۹)

شرح حدیث: رشک اور مقابلہ بازی کے احکام

دوسری صورت یعنی رشک اور مقابلہ بازی حرام نہیں بلکہ یہ کبھی واجب ہوتا ہے تو کبھی مستحب اور کبھی مباح۔ چنانچہ، اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔ (پ27، الحدید:21)

مسابقت یعنی مقابلہ بازی کسی چیز سے محروم رہ جانے کے خوف کا تقاضا کرتی ہے جیسے دو غلام اپنے آقا کی خدمت میں ایک دوسرے سے اس لئے سبقت لے جانا چاہیں تا کہ اس کے منظورِ نظر ہو جائیں، اور یہ دینی امورِ واجبہ میں واجب ہے جیسے ایمان، فرض نماز اور زکوٰۃ کی نعمت پر رشک کرنا لہٰذا ان اُمور کو ادا کرنے والے کی طرح ہونے کو پسند کرنا واجب ہے ورنہ تم گناہ پر راضی ہونے والے بن جاؤ گے جو کہ حرام ہے، جبکہ فضیلت کے کاموں میں رشک کرنا مستحب ہے جیسے علم یا نیک کاموں میں مال خرچ کرنے پر رشک کرنا، جبکہ مباح نعمتوں پر رشک کرنا بھی مباح ہے جیسے نکاح وغیرہ پر رشک کرنا، البتہ مباح اُمور (یعنی جائز کاموں) میں مقابلہ بازی فضائل میں کمی کر دیتی ہے، نیز یہ زہد، رضا اور توکل کے بھی منافی ہے اور ایسے کاموں میں مقابلہ کرنا گناہ میں مبتلا ہوئے بغیر بھی مقاماتِ رفیعہ سے روک دیتا ہے۔

البتہ! یہاں ایک باریک ودقیق نکتہ کی بات سے آگاہ ہونا ضروری ہے تا کہ انسان بے خبری میں حسد کے حرام فعل میں مبتلا نہ ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ جو انسان غیر جیسی نعمت کے حصول سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ خود کو اس نعمت کے حامل شخص سے کم تر وناقص سمجھنے لگتا ہے، نیز اس کا نفس یہ پسند کرنے لگتا ہے کہ اس کا نقص کسی طریقہ سے دور ہو جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ اس نعمت کے حصول میں کامیاب ہو کر یا پھر اس نعمت کے حامل شخص کی نعمت کے زائل ہو جانے کے سبب اس کے ہم پلہ وبرابر ہو جائے۔

فرض کیا کہ وہ اس صاحبِ نعمت شخص کے مساوی ہونے سے مایوس ہو گیا تو تب بھی اس کے دل میں اس چیز کی محبت

باقی رہ جائے گی کہ وہ نعمت اس شخص کے پاس بھی نہ رہے جس کی وجہ سے وہ اس پر ممتاز حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس نعمت کے ختم ہوتے ہی اس کا اس صاحبِ نعمت شخص سے کمتر ہونا بھی ختم ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اب وہ اس پر فضیلت لے جائے۔

اس شخص کو قابلِ مذمت حسد کرنے والا حاسد اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس نعمت کو اس شخص سے زائل کرنے پر قادر ہو کہ اُسے زائل کر دے، اور اگر اس نعمت کے زوال پر قدرت کے باوجود اس کا تقویٰ و پرہیزگاری اسے اس کام سے اور اس کی نعمت کے زوال کی تمنا سے روک دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ ایک فطرتی امر ہے، نفسِ انسانی اس سے خالی نہیں ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہی مفہوم ہو کہ،

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی حاسد ہے۔ (جامع الاحادیث، الحدیث: ۱۵۷۷۱، ج۶، ص ۳۳۲)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسلمان تین چیزوں سے الگ نہیں ہو سکتا: (۱) حسد (۲) گمان اور (۳) بدشگونی، اس کے لئے ان سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم حسد کرو تو حد سے تجاوز نہ کرو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، باب بیان حقیقۃ الحسد حکمہ اقسامہ مراتبہ، ج۹، ص ۵۰۱)

(575) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رشک کے لائق دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ قرآن عطا فرمائے۔ وہ دن رات کے وقتوں میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے اور ایک وہ جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اس کو رات دن کے وقتوں میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

"اَلْاٰنَاءُ": اَلسَّاعَاتُ.

اَلْاٰنَاءُ: ساعات، اوقات۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی القران والعلم، ج۴ص۸۷، رقم: ۲۲۲، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقران، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الصغریٰ، باب ادب القاضی وفضلہ، ج۳ص۲۵۰، رقم: ۴۴۰۹، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج۲ص۱۴۰۸، رقم: ۴۲۰۹، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الاغتباط فی العلم، ج۳ص۴۲۶، رقم: ۵۸۰۳، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۸، رقم: ۴۵۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیادار پر نہ دین دار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر

حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا، رشک کے معنے ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو، اس میں غور و تامل کرتا ہو، یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے۔ شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور ان شاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۂ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوۃ شریف میں آئے گا۔

چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لیے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی، خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۳۹)

(576) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ أَتَوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، فَقَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟" فَقَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؛ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: "تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ، دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ فقیر مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالوں والے بلند درجات اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کی وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں' ہماری طرح روزے رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر پاتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک چیز نہ سکھاؤں کہ اس کے ساتھ تم اپنے سے آگے والوں کو پالو گے اور اپنے بعد والوں سے بڑھ جاؤ گے۔ تم سے زیادہ فضیلت والا کوئی نہ ہو گا لیکن جو تم کرو وہی کام کوئی اور کرے تو عرض کی کیوں نہیں' یارسول اللہ (آپ ہمیں سکھادیں)۔ فرمایا: تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر کہا کرو۔ فقراء مہاجرین

فَعَلْنَا، فَفَعَلُوا مِثْلَهُ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ.

دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ ہمارے مالدار بھائیوں نے ہمارے کام کو سن لیا ہے وہ بھی ایسا کرنے لگے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

"اَلدُّثُوْرُ": اَلْاَمْوَالُ الْكَثِيْرَةُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اَلدُّثُوْرُ: بہت زیادہ مال اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج۱ص۲۱۸، رقم: ۸۴۳ صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۷، رقم: ۱۳۷۵ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۱۸۶، رقم: ۳۳۳ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث رجاء عن ابی صالح السمان، ج۳ص۲۱۸، رقم: ۲۱۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(بلند درجات اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے) یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔

یعنی بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ۔

(تم اپنے سے آگے والوں کو پالو گے) یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل علیہ السلام سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یک زمانہ صحبتے با مصطفی
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

(لیکن جو تم کرو وہی کام کوئی اور کرے) یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔

(ہر نماز کے بعد) یعنی پنج گانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تسبیح

فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبا یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرا کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی۔

(وہ بھی ایسا کرنے لگے ہیں) ان کا مدعی یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے وہ راز تو کھل گیا۔

(یہ اللہ کا فضل ہے) یعنی اب تم صبر کرو اور رب کے دیئے پر راضی رہو۔ یہ غبطہ (رشک) بھی عبادت ہے اور تم اس پر صبر کر کے بڑا درجہ پاؤ گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۳۹)

65-بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ
موت کو یاد کرنا اور امیدوں کو کم کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) (آل عمران: 185).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔ تو تم کو بدلے روز حشر عطا کیے جائیں گے۔ تو جو آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی' تو دھوکے کا سامان ہی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

دنیا کی حقیقت اس مبارک جملہ نے بے حجاب کردی آدمی زندگانی پر مفتون ہوتا ہے اسی کو سرمایہ سمجھتا ہے اور اس فرصت کو بے کار ضائع کر دیتا ہے۔ وقت اخیر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بقا نہ تھی اس کے ساتھ دل لگانا حیات باقی اور اخروی زندگی کے لئے سخت مضرت رساں ہوا حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ دنیا طالبِ دنیا کے لئے متاع غرور اور دھوکے کا سرمایہ ہے لیکن آخرت کے طلب گار کے لئے دولتِ باقی کے حصول کا ذریعہ اور نفع دینے والا سرمایہ ہے یہ مضمون اس آیت کے اوپر کے جملوں سے مستفاد ہوتا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ) (لقمان: 34).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس کوئی جان نہیں جانتی کہ آئندہ کل کیا کرے گی اور نہ یہ کہ اس نے کس زمین میں مرنا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجئے مینہ کب آئے گا اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا، یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں جن پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی انہیں کی نسبت سورۂ جن میں ارشاد ہوا عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ غرض یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر خود اس نے سورۂ جن میں دی ہے خلاصہ یہ کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریقِ معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے، یہ اس اختصاص کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے اور کہاں مرے گا ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء و انبیاء نے دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دیں تھی اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے تو آیت کے معنٰی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنٰی لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ (خازن، بیضاوی، احمدی، روح البیان وغیرہ) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ) (النحل: 61).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس جب ان کا وقت مقررہ آجائے تو ایک لحہ بھی اس سے پہلے یا بعد نہیں ہو سکتے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان تم کو تمہارے مال اور اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں جس نے یہ کیا تو ایسے لوگ ہی خسارہ پانے والے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آجائے۔ پھر وہ کہے: اے میرے رب مجھے قریب والی مدت تک

أَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) (المنافقون: 9-11).

مزید مہلت کیوں نہ دی' میں صدقہ کر لیتا اور نیک لوگوں سا بن جاتا۔ کسی جان کا جب وقت آ جائے' تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مؤخر نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُوْنَ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ أَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ) إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّيْنَ قَالَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ) (المؤمنون: 99-115).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے' تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا تاکہ میں نیک اعمال کر لوں۔ اس (زندگی) میں جسے چھوڑ آیا' ہرگز نہیں ایک بات ہے' جو اس نے کہہ لی اور ان کے پیچھے قیامت تک برزخ ہے' تو جب صور میں پھونکا جائے گا' تو اس دن ان کے درمیان رشتہ داریاں نہ ہوں گی۔ اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ تو جس کے (نیک اعمال کے) وزن بھاری ہوئے ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ اور جس کے وزن ہلکے ہوئے ایسے لوگ وہ ہیں' جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارہ میں ڈالا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جلا دے گی اور وہ اس میں منہ بگڑے ہوں گے۔ کیا میری آیات تم پر تلاوت نہ ہوئی تھیں۔ پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تک کے فرمان تک "تم زمین میں کتنے سال ٹھہرے ہو کہیں گے ایک دن یا ایک دن کا بعض حصہ تو گننے والوں سے پوچھ لے فرمائے گا تم واقعی تھوڑی مدت ٹھہرے ہو کاش تم اس کو جان لیتے کیا تم نے گمان کیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کر دیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ان لوگوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی

يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ) (الحديد: 16).

وجہ سے ڈر جائیں اور اس وجہ سے جو قرآن اتارا ہے اور ان کی طرح نہ بنیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔ پس ان پر مہلت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بڑی تعداد فاسقوں کی ہے۔

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

(577) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي، فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ". وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے سے پکڑا اور فرمایا دنیا میں اس طرح وقت بسر کر جیسے تو مسافر یا راہگیر ہو۔ اور حضرت ابن عمر ﷛ فرمایا کرتے۔ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کیا کر اور اپنی صحت سے مرض کے لیے اور زندگی سے موت کے لیے کچھ حاصل کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب، ج۴ص۸۹، رقم: ۶۴۱۶، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۷، رقم: ۶۹۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۴، رقم: ۴۷۶۴، مسند الشامیین، احادیث بن ثوبان عن الحسن بن الحر، ج۱ص۱۰۹، رقم: ۱۶۵، سنن الکبری للبیہقی، کتاب الجنائز، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۶۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب وزینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مؤمن کا روحانی وطن ہے۔

حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کما لو، ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آگیا پھر بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی
یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۲۸)

دنیا کے بارے میں فرامینِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم

حضور نبی اکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے کنارہ کشی) اختیار کئے رہے کیونکہ دنیا ان کا دائمی گھر نہیں تھا یقیناً حقیقی گھر تو آخرت ہے اور حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے دنیا کے بارے میں بہت سی مثالیں بیان فرمائیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولوں کے سالار، دوعالم کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک چٹائی پر سو گئے، جب اٹھے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان تھے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے نرم بستر بچھا دیتے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کوئی غرض نہیں ،میں دنیا میں اُس مسافر کی طرح ہوں جو ایک درخت کے سائے میں (کچھ دیر) آرام کرتا ہے اور پھر کوچ کر جاتا ہے اور اس درخت کو چھوڑ دیتا ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث ماالدنیا...الخ، الحدیث: ۲۳۷۷، ص ۱۸۹۰)

حضرت سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا اتنی سی ہے جیسے کوئی اپنی اس انگلی کو سمندر میں ڈالے تو وہ دیکھے کہ اس انگلی پر کتنا پانی لایا۔ اس حدیث کے یحییٰ نامی راوی نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فناء الدنیا، الحدیث: ۷۱۹۷، ص ۱۱۷۳)

حضرت سیدنا جابر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عالیہ کے کسی حصہ سے آتے ہوئے بازار سے گزرے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دونوں طرف لوگ تھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا جس کا ایک کان چھوٹا تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کا کان پکڑ کر اٹھایا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں خریدنا چاہے گا۔ لوگوں نے عرض کی: ہم اسے کسی بھی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کا کیا کریں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے۔ انہوں نے عرض کی: اللہ عزوجل کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے تو پھر جبکہ یہ مردہ ہے کوئی اسے کیسے لے گا؟ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! جیسے تمہاری نظروں میں یہ مردہ بچہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس

سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب الدنیا سجن......الخ، الحدیث: ۷۴۱۸، ص۱۱۹۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بکری کے ایک خارش زدہ بچے کے پاس سے گزرے جس کو اس کے مالکوں نے گھر سے نکال دیا تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بکری کا بچہ اپنے مالکوں کی نظر میں بے وقعت تھا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس طرح یہ خارش زدہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک حقیر ہے اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس سے بڑھ کر حقیر ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، ج۳، الحدیث: ۷۲۸۳، ص۴۴۰)

(578) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُّوصِي فِيْهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ اِلاَّ وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "يَبِيتُ ثَلاَثَ لَيَالٍ"قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ اِلاَّ وَعِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو اس کا حق نہیں کہ دو راتیں بھی یوں گزارے کے وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم کی ایک روایت "تین راتیں گزارے" ہے۔ حضرت ابن عمر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے سنا مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میرے پاس میری وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، ج۲ص۲، رقم: ۲۷۳۸ صحیح مسلم، باب الوصیة، ج۵ص۷۰، رقم: ۴۲۰۴ السنن الصغرٰی للبیھقی، باب استحباب الوصیة، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۲۲۱۵ السنن الکبرٰی للنسائی، باب الحزم لمن کان له شی یرید ان یوصی فیه، ج۶ص۲۷۲، رقم: ۱۲۶۶۵ موطا امام مالک، فعل الوصیة ج۲ص۱۱۵، رقم: ۷۲۲)

شرح حدیث: موت کے بعد

وصایا وصیت کی جمع ہے جیسے خطایا خطیت کی، لغت میں وصیت کے معنی ہیں عہد، مگر اصطلاح میں اس وعدہ اور عہد کو وصیت کہا جاتا ہے جس کا تعلق موت کے بعد سے ہو، شروع اسلام میں مالدار پر وصیت کرنا فرض تھا کہ اس زمانہ میں وصیت سے ہی متروکہ مال تقسیم ہوتا تھا، لیکن میراث کے احکام آنے پر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ استحباب اب بھی باقی ہے۔ یہ خیال رہے کہ وارث کو وصیت جائز نہیں جسے میراث سے ایک پائی ملے گی اس کے لیے وصیت نہیں ہوسکتی، اگر کی گئی ہے تو معتبر نہیں۔ قرآن شریف میں تاکیدی حکموں کو بھی وصیت فرمایا گیا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا

الْکِتٰبَ اور فرماتا ہے: وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ۔

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یوصی معروف بھی ہوسکتا ہے مجہول بھی، شیخ نے مجہول پڑھا ہے اور مرقات نے دونوں طرح لائق وصیت کی قید اس لیے لگائی کہ جس مال کی وصیت ہی نہیں ہوسکتی اس کا حکم یہ نہیں، قابل میراث مال کی وصیت ہوسکتی ہے دوسرے کی نہیں، قرض، امانت، وقف مالوں میں میراث جاری نہیں ہوتی لہذا ان کی وصیت بھی نہیں ہوتی، نبی کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ جو لوگ حضرت علی کو وصی رسول مانتے ہیں بایں معنی کہ حضور انور نے آپ کو اپنے مال یا خلافت کی وصیت فرمائی وہ بہت ہی نادان ہیں، ہر مسلمان وصی رسول ہے، سرکار نے ہر شخص کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت فرمائی ہے کہ فرمایا: اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللہِ۔

اگر یہ حکم وجوبی ہے تو منسوخ ہے کہ اب میراث کے احکام آچکے اور اگر استحبابی ہے تو اب بھی باقی ہے، واقعی جو وصیت کرنا چاہے وہ بغیر وصیت کیے ایک رات بھی نہ گزارے، کیا خبر موت کہاں اور کب آئے، نیز وصیت لکھ کر کرے بلکہ آج کل رجسٹری کرادے کہ زبانی وصیتیں بدل جاتی ہیں، ہاں ادائے قرض اور ادائے امانات کی وصیت اب بھی واجب ہے جب کہ ان قرضوں اور امانتوں کی کسی کو خبر نہ ہو۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴، ص۶۶۴)

(579) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا، فَقَالَ: "ھٰذَا الْاِنْسَانُ، وَھٰذَا اَجَلُہُ فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ جَآءَ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کچھ لکیریں کھینچیں پھر فرمایا یہ انسان ہے۔ اور یہ اس کی موت ہے۔ وہ اسی حال میں ہوتا ہے کہ قریب والا خط آجاتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الامل وطولہ، ج۴ص۸۹، رقم: ۶۴۱۷، سنن ابن ماجہ، باب الامل والاجل، ج۲ص۱۴۱۴، رقم: ۴۲۳۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی قصر الامل، ج۴ص۵۶۸، رقم: ۲۳۳۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۵۷، رقم: ۱۳۶۷۲، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۲۶۳، رقم: ۲۹۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو یہ خط بھی اسی طرح کھینچا جس کی شکل اوپر دکھائی گئی یا اس طرح کھینچا مگر مطلب وہ ہی ہے کہ انسان آفتوں اور موت میں گھرا ہوا ہے مگر امیدیں موت سے آگے نکلی ہوئی ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۷، ص۱۱۱)

اطاعت کی توفیق

وہ مسلمان جسے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اطاعت کی توفیق مل جائے وہ یقیناً سعادت مند ہے کہ ایسا شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلعٰلمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے نیک عمل کرے اور عاجز ولاچار وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل پر لمبی امیدیں رکھے۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۴۶، ج ۷، ص ۳۵۰)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت، مالک جنت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: سب سے زیادہ عقلمند ودانا وہ مومن ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لئے احسن طریقے پر تیاری کرے، یہی (حقیقی) دانا لوگ ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۵۴۹، ص ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضونبی اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے) (المرجع السابق، الحدیث ۱۰۵۶۴، ص ۳۵۵)

(580) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُّرَبَّعًا، وَّخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْهُ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ. فَقَالَ: "هٰذَا الْاِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطًا بِهٖ - اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ - وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا، نَهَشَهٗ هٰذَا، وَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا، نَهَشَهٗ هٰذَا رَوَاهُ

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا۔ اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو باہر نکلنے والا تھا اور اس درمیان والے خط کی طرف چھوٹے چھوٹے خط کھینچے پھر فرمایا یہ انسان ہے۔ اور یہ اس کی موت ہے۔ جس نے اس کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ باہر نکلنے والا خط اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط مصائب ہیں۔ اگر یہ نہ واقع ہوا تو وہ اس کو چبالے گا اور اس سے بچ گیا تو یہ اس کو دبوچ لے گا۔

اَلْبُخَارِیُّ۔ وَهٰذِهٖ صُوْرَتُهٗ: (بخاری) اور اس کی صورت یہ ہے

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الامل وطوله، ج۴ص۸۹، رقم: ۶۴۱۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۲۰۵، رقم: ۲۴۵۴ سنن الدارمی، باب فی الامل والاجل، ج۲ص۳۹۳، رقم: ۲۷۲۹ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۳۸۵، رقم: ۳۶۵۲ سنن ابن ماجہ، باب الامل والاجل، ج۲ص۱۴۱۴، رقم: ۴۲۳۱)

شرح حدیث: امید اور حرص

درازی عمر کی آرزو امل ہے اور کسی چیز سے سیر نہ ہونا، ہمیشہ زیادتی کی خواہش کرنا حرص۔ یہ دونوں چیزیں اگر دنیا کے لیے ہیں تو بری ہیں، اگر آخرت کے لیے ہے تو اچھی اس لیے دراز عمر چاہنا کہ اللہ کی عبادت زیادہ کرلوں اچھا ہے۔ نیک اعمال سے سیر نہ ہونا ہمیشہ زیادتی کی فکر میں رہنا بہت ہی اچھا ہے، رب تعالیٰ ہمارے حضور کی تعریف فرماتا ہے: حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ۔ یہاں دنیاوی امیدیں اور دولت، عزت، شہرت کی حرص مراد ہے جو کہ بری چیز ہے۔ آئندہ احادیث میں اس امل و حرص کی برائیاں بیان ہو رہی ہیں، چونکہ یہ امید اور حرص لازم ملزوم ہیں اس لیے ان دونوں کو جمع فرمایا۔ لمبی امیدیں نیک اعمال سے روکتی ہیں، حرص دنیا گناہ زیادہ کراتی ہے، انسان پہلے نیکیوں سے رکتا ہے پھر گناہ کرتا ہے اس لیے امل کا ذکر پہلے فرمایا حرص کا بعد میں۔

حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے، جب عبداللہ مطلق بولتے ہیں تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ خط اپنے دستِ اقدس سے کھینچے اس کی شکل یہ تھی مثالی خط میں غور کرو (انظر فی الکتاب) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اہم مسائل اشاروں میں سمجھا دیئے ؎

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوئے

وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیے چند اشاروں میں

بیچ والی لکیر میں سے دو طرفہ چھوٹی چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی تھیں جو مربع خط کی طرف تھیں جیسا کہ ہمارے کھینچے ہوئے خط سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(چھوٹے خط آفتیں ہیں) یعنی اس شکل میں چار چیزیں ہیں، بیچ والا جو مربع خط سے گھرا ہوا ہے اور جسے چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی ہیں یہ تو انسان ہے اور اس کے اردگرد جو کھوٹا خط اس کی موت ہے جو ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے اور آس پاس کی چمٹی ہوئی لکیریں یہ دنیاوی آفتیں، بلائیں ہیں، بیماریاں، آپس کی دشمنیاں، دنیاوی جھگڑے اور فکریں جو دو طرفہ چمٹی ہوئی ہیں اور اس مربع خط سے اوپر نکلا ہوا حصہ یہ انسان کی دنیاوی امیدیں ہیں یعنی انسان اس قدر آفتوں اور چو طرفہ سے موت میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اتنی دراز امیدیں رکھتا ہے جو اس موت سے بھی آگے نکلی ہوئی

ہیں۔ شعر

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

(اگر اس سے بچا تو اس نے کاٹ لیا) یعنی انسان عمر میں کبھی بھی آفتوں سے چھٹکارا نہیں پاتا، ایک آفت جاتی ہے تو دو آتی ہیں اور جب دو جاتی ہیں تو اور طرف سے تین چار آتی ہیں یہ آفتیں بلائیں یوں ہی آتی رہتی ہیں حتی کہ اسے موت آ جاتی ہے، زیادہ امیدیں باندھنے والے کو موت کی تکلیف بہت ہوتی ہے نزع کی شدت، دنیا چھوٹنے پر حسرت، امیدیں پوری نہ ہونے کا غم لہذا یہی بہتر ہے کہ لمبی امیدیں رکھی ہی نہ جائیں۔ غافل مر کر دنیا اور محبوب چیزوں سے چھوٹتا ہے مگر مؤمن کامل مر کر محبوب سے ملتا ہے، کافر کی موت کا دن چھوٹنے کا دن ہے، مؤمن کی موت کا دن ملنے کا دن ہے اس لیے مقبولوں کی موت عرس یعنی شادی کہا جاتا ہے۔ قبر میں کامیاب ہونے پر فرشتے کہتے ہیں نم کنومۃ العروس سو جا دولہن کی طرح۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۱۰)

(581) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُّنْسِيًا، اَوْ غِنًى مُّطْغِيًا، اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا، اَوْ هَرَمًا مُّفَنِّدًا، اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا، اَوِ الدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ يُّنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ"؛ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال صالحہ سات چیزوں سے پہلے کر لو کیا تم کو ایسی محتاجی کا انتظار ہے جو بھلا دینے والی ہے یا ایسی تونگری کا جو سرکش بنا دینے والی ہے یا ایسے مرض کا جو خراب کر دینے والا ہے یا بڑھاپے کا جو کباڑا کر دینے والا ہے یا موت کا جو جلد روانہ کرنے والی ہے یا دجال کا انتظار ہے جو چھپا ہوا شر ہے یا قیامت کا انتظار ہے اور قیامت زیادہ دہشت ناک اور زیادہ کڑوی ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المبادرۃ بالعمل ج ۲ ص ۳۸۷، رقم: ۲۳۰۶، تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمہ محرر بن ھارون التیمی، ج ۱۰ ص ۲۱۴، رقم: ۱۳۹۵۱، کنز العمال، الفصل السابع فی السباعیات، ج ۱۲ ص ۱۱۸۷، رقم: ۴۳۵۶۴، مسند الشھاب باب ما ینتظر احد کم من الدنیا الاغنی مطغیا، ص ۳۲۴، رقم: ۸۲۴)

شرح حدیث: گناہوں پر توبہ کی توفیق

انسان کے دل میں خوف خدا عزوجل بیدار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نیک اعمال کی زبردست رغبت پیدا ہوتی ہے نیز گناہوں سے وحشت محسوس ہوتی ہے اور سابقہ زندگی میں ہو جانے والے گناہوں پر توبہ کی توفیق بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ خود ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ہمیں فکر مدینہ کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پانچ

سے قبل، پانچ کو غنیمت جانو۔

(1) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ (2) صحت کو بیماری سے پہلے۔
(3) مالداری کو تنگدستی سے پہلے۔ (4) زندگی کو موت سے پہلے۔۔۔اور۔۔۔
(5) فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔ (المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، ص ۵۸)

اور امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں کہ، اے لوگو! اپنے اعمال کا حساب کرلو، اس سے پہلے کہ قیامت آجائے اور تم سے ان کا حساب لیا جائے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۶)

جبکہ حضرت عثمانِ غنی رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں کہ دنیا کی فکر دل میں اندھیرا جب کہ آخرت کی فکر روشنی و نور پیدا کرتی ہے۔ (المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، ص ۴)

اور حضرت یحیی بن معاذ رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں، کریم کبھی اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں کرتا اور حکیم (یعنی صاحب عقل)، کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔ (ایضا)

(582) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي: الْمَوْتَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لذتوں کو خراب کر دینے والی کا ذکر زیادہ کیا کرو اس سے آپ کی مراد موت تھی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ذکر الموت، ج۴ص۵۵۳، رقم: ۲۳۰۷، المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج۴ص۳۵۷، رقم: ۷۹۰۹، سنن ابن ماجه، باب ماذکر الموت والاستعداد، ج۲ص۱۴۲۲، رقم: ۴۲۵۸، سنن الکبری للنسائی، باب کثرة ذکر الموت، ج۴ص۴، رقم: ۱۸۲۴، مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۹۲، رقم: ۷۹۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر شخص کی موت اس کی دنیاوی لذتیں کھانے پینے، سونے وغیرہ کے مزے فنا کر دیتی ہے، ہاں مؤمن مردے کو زندوں کے ذکر اور تلاوت قرآن سے لذت آتی ہے، نیز زیارت قبر کرنے والے سے اُنس ہوتا ہے، برزخی لذتیں پاتا ہے جو یہاں کی لذتوں سے کہیں اعلی ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مردے کو تلاوت و ایصال ثواب وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لذتوں سے جسمانی لذتیں مراد ہیں نہ کہ روحانی اور یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ علماء فرماتے ہیں اور جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے اس کے لیئے درجۂ شہادت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۳۱)

سکراتِ موت

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیّدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ارشاد فرمایا: اے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہمیں موت کے متعلق بتایئے۔ تو حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! موت ایک ایسی کانٹے دار ٹہنی کی مانند ہے کہ جس کو کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کیا جائے اور ہر کانٹا ایک ایک رگ میں پیوست ہو جائے پھر کوئی طاقتور شخص اس ٹہنی کو اپنی پوری طاقت سے کھینچے تو اس ٹہنی کی زد میں آنے والی ہر چیز کٹ جائے اور جو زد میں نہ آئے وہ بچ جائے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت و مابعدہ، الباب الثالث: فی سکرات الموت۔۔۔۔۔۔۔الخ، ج5، ص210)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: مجھے مرنے والے انسان پر تعجب ہوتا ہے کہ عقل اور زبان ہونے کے باوجود وہ کیوں موت اور اس کی کیفیت بیان نہیں کرتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال قریب آیا تو میں نے عرض کی: اے بابا جان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ تو ایسے ایسے فرمایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! موت اس سے زیادہ سخت ہے کہ اس کو بیان کیا جائے پھر بھی میں کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! گویا میرے کندھوں پر رَضْوٰی (یَنْبُع کا ایک مشہور پہاڑ) اور تہامہ کے پہاڑ رکھ دیئے گئے ہیں اور گویا میری روح سوئی کے ناکے سے نکالی جارہی ہے، گویا میرے پیٹ میں ایک کانٹے دار ٹہنی ہے اور گویا آسمان زمین سے مل گیا ہے اور میں ان دونوں کے درمیان ہوں۔ (المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب وصف الموت فی حالۃ النزع، الحدیث ۵۹۶۹، ج ۴، ص ۵۶۹۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۴۳۶ عمرو بن العاص، ج ۴، ص ۱۹۶)

موت کی کڑواہٹ

منقول ہے کہ بنی اسرائیل حضرت سیِّدُنا سام بن نوح علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے اور حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کی: اے روح اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! آپ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا فرمائیں کہ وہ اس قبر والے کو زندہ فرمائے تاکہ ہم اس سے موت کا بیان سنیں۔ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قبر پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حضرت سیِّدُنا سام بن نوح علیہما الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرنے کی دعا فرمائی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کو زندہ فرما دیا، وہ کھڑے ہوئے تو حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا: یہ بڑھاپا تو آپ کے زمانے میں نہیں تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: جب میں نے ندا سُنی تو گمان ہوا کہ شاید قیامت قائم ہو گئی ہے، اس کی ہیبت سے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا: آپ کو اس دارِ فانی سے کوچ کئے ہوئے کتنی مدت ہو گئی ہے؟ تو انہوں نے بتایا: مجھے اس دنیا سے رخصت ہوئے چار سو سال ہو گئے ہیں لیکن موت کی کڑواہٹ ابھی تک مجھ سے دور نہیں ہوئی۔

(تفسیر القرطبی، آل عمران، تحت الآیۃ ۴۹، الجزء الرابع، ج ۲، ص ۴۷، ملخصاً)

ب گر تیرے پیارے کا جلوہ نہ رہا پیش نظر
سختیاں نزع کی کیوں کر میں سہوں گا یارب
نزع کے وقت مجھے جلوۂ محبوب دکھا
تیرا کیا جائے گا میں شاد مروں گا یارب

(583) وَعَنْ أُبَيِّ بنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، اذْكُرُوا اللهَ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: "مَا شِئْتَ" قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا؟ قَالَ: "إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا تو کھڑے ہو جاتے فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو زلزلہ والی آگئی اس کے پیچھے ایک اور جھنجوڑ دینے والی آگئی۔ موت سختیوں سمیت آگئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ پر درود بکثرت پڑھتا ہوں۔ اپنے ورد میں سے کتنا آپ پر درود کے لیے بناؤں۔ فرمایا: جتنا چاہے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہے اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: نصف؟ فرمایا جتنا چاہے اگر زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ عرض کی پھر دو تہائی؟ فرمایا جتنا چاہے اگر زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنا تمام ورد آپ پر درود ہی کو بناؤں گا۔ آپ نے فرمایا: پھر اس وقت تیرے غم دور ہو جائیں گے اور تیری مغفرت ہو جائے گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۱۳۶، رقم: ۲۴۵۷، مسند عبد بن حمید، حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۸۹، رقم: ۱۷۰، المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الاحزاب، ج۳ص۲۸۵، رقم: ۳۵۷۸ (یاد رہے کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کو تلخیص المستدرک میں صحیح فرمایا ہے) مشکوۃ المصابیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۹۲۹)

شرح حدیث: موت کو یاد کرنا

موت کو یاد کرنا جنت کے اعمال میں سے یوں ہے کہ آدمی جب ہر وقت اس کو یاد رکھے گا کہ مجھے ایک دن مرنا ہے

اور سارا مال وسامان اور جائیداد ومکان چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے چلے جانا ہے تو اس کو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کے سامان جمع کرنے کی فکر ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر یہ دونوں چیزیں ہر قسم کی نیکیوں کا سر چشمہ ہیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہیں اس لیے موت کو بکثرت یاد کرنا یہ جنت دلانے والے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ اور جنت میں لے جانے والی ایک بڑی شاہراہ ہے۔

حصول عبرت

حضرتِ سیّدنا سفیان ثوری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ایک عابد کا گزر کسی راہب کے قریب سے ہوا تو اس نے راہب سے کہا کہ اے راہب! تم موت کو کیسے یاد کرتے ہو؟ راہب نے جواب دیا: میں جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو دوسرا قدم رکھنے سے پہلے ڈرتا ہوں کہ کہیں مر نہ جاؤں۔ عابد نے پوچھا: عبادت کے لئے تمہارا جوش کیسا ہوتا ہے؟ راہب نے کہا: میں نے جنت کے بارے میں جاننے والے کسی شخص کے بارے میں نہیں سنا کہ اسے وقت ملے اور وہ دو رکعتیں ادا نہ کرے۔ عابد نے پوچھا: تم راہبوں کو کیا ہوا ہے کہ تم یہ سیاہ چیتھڑوں کا لباس پہنے رہتے ہو؟ راہب نے کہا: مصیبت زدہ لوگوں کا لباس ایسا ہی ہوتا ہے۔ عابد نے پوچھا: اے راہب! کیا ہر راہب مصیبت میں ہے؟ راہب نے کہا کہ اے میرے بھائی! گنہگاروں کے لئے گناہوں سے بڑی مصیبت کونسی ہے۔ اس عابد کا کہنا ہے کہ مجھے جب بھی یہ گفتگو یاد آتی ہے تو میں رو پڑتا ہوں۔

حضرتِ سیّدنا عتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والوں میں سے ایک زاہد نے یہ اشعار کہے ہیں:

وَيَوْمَ تَرَى الشَّمْسَ قَدْ كُوِّرَتْ ۔۔۔ وَفِيْهِ تَرَى الْاَرْضَ قَدْ زُلْزِلَتْ

وَفِيْهِ تَرٰى كُلَّ نَفْسٍ غَدًا ۔۔۔ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ مَا قَدَّمَتْ

أَتَرْقُدُ عَيْنَاكَ يَا مُذْنِبًا ۔۔۔ وَاَعْمَالُكَ السُّوْءُ قَدْ دُوِّنَتْ

فَاِمَّا سَعِيْدٌ اِلٰى جَنَّةٍ ۔۔۔ وَكُفَّاهُ بِالنُّوْرِ قَدْ خُضِّبَتْ

وَاِمَّا شَقِيٌّ كُسِيَ وَجْهُهٗ ۔۔۔ سَوَادًا وَّكُفَّاهُ قَدْ غُلِّلَتْ

ترجمہ: (۱) اس دن تو دیکھے گا کہ سورج ماند پڑ جائے گا، اور زمین زلزلوں میں ہوگی۔

(۲) جس دن لوگوں کا حشر ہوگا تو اس میں دیکھے گا کہ ہر نفس نے کل (قیامت) کے لئے کیا کچھ آگے بھیجا۔

(۳) اے بدکار! تیری آنکھیں سو رہی ہیں جبکہ تیرے اعمال بد جمع ہو رہے ہیں۔

(۴) سعادت مند کا ٹھکانا تو جنت ہوگا اور اس کے ہاتھ نور سے معمور ہوں گے۔

(۵) اور بدبخت کے منہ پر سیاہی چھائی ہوگی اور اس کے ہاتھ بندھے ہوں گے۔ (بحر الدموع صفحہ ۱۱۹)

66-بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوْلُهُ الزَّائِرُ

مردوں کے لیے زیارت قبور کا مستحب ہونا اور زیارت کرنے والا کیا کہے

(584) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّزُوْرَ الْقُبُوْرَ فَلْيَزُرْ، فَاِنَّهَا تُذَكِّرُنَا الْاٰخِرَةَ".

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو زیارت قبور کرنے سے منع کرتا تھا اب تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ جو زیارت قبور کرنا چاہے کرے کیونکہ یہ ہم کو آخرت یاد کراتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، ج۲ص۶۵، رقم: ۲۳۰۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصۃ فی زیارۃ القبور، ج۲ص۲۷۰، رقم: ۱۰۵۴، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرخصۃ فی الاوعیۃ بعد النھی، ج۲ص۵۰۰، رقم: ۱۱۷۳۱، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی زیارۃ القبور، ج۱ص۱۵۰، رقم: ۱۵۷۱، سنن الکبرٰی للنسائی، باب الاذن فی کل منھا لا استثناء فی شی منھا، ج۳ص۲۲۵، رقم: ۵۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے، مشہور صحابی ہیں، بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں شریک نہ ہو سکے، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، مدنی ہیں مگر بعد میں بصرہ قیام کیا، آخر میں خراسان چلے گئے تھے، پھر یزید ابن معاویہ کی طرف سے مرو میں غازی ہو کر گئے، وہاں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (اکمال و مرقاۃ)

شروع اسلام میں زیارت قبور مسلمان مردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے، اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کردیں، جب ان میں اسلام راسخ ہوگیا تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی، جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہوگیا تاکہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کریں، جب لوگ ترک شراب کے عادی ہوگئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہوگئی۔

(اب تم زیارت کیا کرو) یہ امر استحبابی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارت قبر کی اجازت دی گئی۔ (لمعات، اشعہ و مرقات) لیکن اب عورتوں کو زیارت قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارت قبور کے لیے نہ نکلیں سوائے روضہ اطہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کو نہ جائیں، ہاں اگر کہیں جارہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کرلیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عبدالرحمان کی قبر کی زیارت کی اور اگر کسی گھر میں ہی اتفاقاً قبر واقع ہو تو زیارت کرسکتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی جہاں آپ مجاورہ منتظمہ تھیں۔ خیال رہے کہ زُوْرُوْا مطلق امر ہے لہذا مسلمانوں کو زیارت قبر کے لیے سفر بھی جائز ہے۔ جب

ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کر کے جاسکتے ہیں تو مزارات اولیاء پر بھی سفر کر کے جاسکتے ہیں کہ ان کی قبور روحانی ہسپتال ہیں، نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبور نہ چھوڑے، ہو سکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ زُورُوْا مطلق ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقعہ ملا تو بت نکال دیئے۔ آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کیئے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت۔ نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارت قبور بھی سنت مطلقہ۔ نکاح و زیارت قبور دونوں کے لیئے سفر بھی درست ہے اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں۔ یہ دونوں مسائل شامی نے جلد اول باب زیارت قبور میں بہت تفصیل سے بیان فرمائے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۲، ص ۹۸۴)

قبروں کی زیارت

حضرتِ سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قبروں کی زیارت، مردوں سے عبرت حاصل کرنے، دوبارہ جی اُٹھنے کے معاملے میں غور و فکر کرنے اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے کے لئے ایک قبرستان میں داخل ہوا تا کہ میرا نفس سرکشی اور گناہوں سے رک جائے، میں نے قبر والوں کو اتنا تنہا اور خاموش پایا کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، نہ آپس میں ہم کلام ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں ان کی گفتگو سننے سے مایوس ہو گیا اور ان کے احوال دیکھ کر عبرت حاصل کی۔ جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک آواز سنائی دی: اے ثابت! قبر والوں کی خاموشی تجھے دھوکے میں نہ ڈالے، ان میں کتنے ہی ایسے ہیں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص کسی قبر کے قریب دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد لیٹ گیا۔ خواب میں اس نے صاحبِ قبر کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے شخص! تم عمل کر سکتے ہو لیکن علم نہیں رکھتے، ہمارے پاس علم ہے لیکن ہم عمل نہیں کر سکتے، خدا کی قسم! میرے نامۂ اعمال میں نماز کی دو رکعتیں مجھے دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے زیادہ محبوب ہے۔

منقول ہے کہ ایک عابد اپنے ایک دوست کی قبر پر آیا جس سے اسے محبت تھی اور چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے:

مجھے کیا ہوا کہ جب میں قبروں پر سلام کرتے ہوئے اپنے دوست کی قبر سے گزرتا ہوں تو وہ میرے سلام کا جواب نہیں دیتا، اے میرے حبیب! تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کا جواب نہیں دیتا؟ کیا تو مجھ سے جدا ہونے کے بعد دوستوں سے اُکتا گیا؟ اگر وہ جواب دینے کے لئے بول سکتا تو مجھ سے یہی کہتا کہ مٹی میرے خوبصورت اعضاء اور جوانی کو کھا گئی۔ وہ عابد کہتا ہے کہ قبر سے ایک غیبی آواز آئی، وہ کہہ رہا تھا: حبیب نے کہا: میں کیسے تمہارا جواب دوں؟ حالانکہ میں مٹی اور ایک طاقتور کے ہاں قید ہوں۔ مٹی میرے حسین جسم کو کھا گئی پس میں تم کو بھول گیا اور مٹی نے مجھے اپنے گھر والوں اور دوستوں سے پوشیدہ کر دیا۔ پس تم پر میرا سلام ہو، ہماری اور تمہاری دوستیاں ختم ہو گئیں، میری جلد اور رُخسار گل سڑ گئے، میں نے دُنیا

میں کتنی ہی بار اعلیٰ قسم کے لباس زیب تن کئے، میرے ہاتھ کی اُنگلیاں جدا ہوگئیں جو تحریر کے لئے کتنی ہی خوبصورت تھیں، موتیوں جیسے دانت گر گئے جو جواب دینے کے لئے کتنے ہی اچھے تھے اور میری آنکھیں رخساروں پر بہہ گئیں، میں نے کتنی ہی باران سے اپنے دوستوں کا دیدار کیا۔ (الرَّوض الفائق فی المواعظ والرقائق صفحہ ۵۶)

(585) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ، غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس رات بھی میرے پاس ہوتے رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے اے ایماندار قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو تمہارے پاس آ گیا۔ کل جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے اور ہم یقینا تم کو ملنے والے ہیں اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند دخول القبور والدعا لاھلھا، ج۲ص۶۳، رقم: ۲۲۹۹، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ، ج۴ص۷۸، رقم: ۷۳۶۱، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الامر بالاستغفار للمؤمنین، ج۱ص۹۳، رقم: ۲۰۳۹، مسند ابی یعلی، مسند عائشہ رضی اللہ عنھا، ج۸ص۱۹۹، رقم: ۴۷۵۸، مشکوۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور، ج۱ص۳۴۷، رقم: ۱۷۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رات میں بقیع کی طرف نکل جاتے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ آخری شب میں بقیع یعنی قبرستان مدینہ کی زیارت فرماتے تھے، اپنی باری کا ذکر اس لیئے فرماتی ہیں کہ آپ کے علم میں یہ ہی آیا۔ عربی میں بقیع درخت والے میدان کو کہتے ہیں۔ غرقد ایک خاص درخت کا نام ہے چونکہ اس میدان میں پہلے غرقد کے درخت تھے اسی لیئے اس جگہ کا نام بقیع الغرقد ہوگیا۔

(کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے) یعنی تمہارا وعدۂ موت پورا ہو چکا اور تم کو موت آ چکی، اعمال کا ثواب کل قیامت میں ملے گا، ہماری ابھی موت بھی باقی ہے اور اجر وثواب بھی۔ اس صورت میں یہ دو جملے ہیں یا معنے یہ ہیں کہ جس اجر وثواب کا تم سے وعدہ تھا وہ عنقریب یعنی کل قیامت میں تمہیں ملنے والا ہے، اس صورت میں یہ ایک جملہ ہے اتاکم ماضی بمعنی مستقبل ہے، پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں۔

(ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں) یعنی وفات پاکر تم تک پہنچنے والے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہم بقیع میں دفن ہونے والے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور بقیع میں نہیں اپنے گھر شریف میں واقع ہوئی۔

(خدایا بقیع غرقد والوں کو بخش دے) اس دعا کی وجہ سے بعض مؤمن بقیع میں دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں تا کہ اس خصوصی دعا میں وہ بھی شامل ہو جائیں۔ دعا یہ ہے کہ الٰہی تمام بقیع والے مدفونوں کی مغفرت فرما۔ رب تعالیٰ اس پاک سرزمین میں دفن ہونا نصیب کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۹۸۸)

موت کا جام

حضرتِ سیِّدُنا امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا مُیَسَّرہ بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن قبرستان کے راستے سے گزرے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کمزور تھی جس کی وجہ سے ایک شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے آگے جا رہا تھا یہاں تک کہ قبرستان آ گیا۔ اس شخص نے عرض کی: اے میسرہ! یہ قبرستان ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ! اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ لَكُمْ خَلَفٌ فَرَحِمَنَا اللهُ وَاِيَّاكُمْ وَغَفَرَ لَنَا وَلَكُمْ وَبَارَكَ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُدُوْمِ عَلَيْهِ اِذَا صِرْنَا اِلٰى مَا صِرْتُمْ اِلَيْهِ

یعنی اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ ہم یہاں آئیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے، ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے اور اپنی برکت سے نوازے جب ہم بھی وہاں پہنچیں جہاں تم پہنچے ہو۔

حضرتِ سیِّدُنا امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے قبر والوں میں سے ایک شخص کی روح لوٹا دی تو اس نے فصیح زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا: اے دنیا والو! تمہیں مبارک ہو! تم ایک ماہ میں چار مرتبہ حج کرتے ہو۔ حضرتِ سیِّدُنا میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے، چار مرتبہ کیسے؟ تو جواب ملا: نمازِ جمعہ ادا کرنا، کیا تم نہیں جانتے کہ یہ حجِ مقبول ہے۔

پھر حضرتِ سیِّدُنا میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے، مجھے اس عمل کے متعلق بتاؤ جو تم نے دنیا میں کیا ہو اور اس نے تم کو نفع دیا ہو؟ تو اس نے جواب دیا: بخشش کی دعا کرنا دُنیا والوں کے لئے آخرت میں سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر اس سے پوچھا: کس چیز نے تمہیں ہمارے سلام کا جواب دینے سے روک رکھا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: سلام کا جواب دینا ایک نیکی ہے اور اب ہم نیکیاں نہیں کر سکتے، نہ تو ہماری نیکیاں بڑھتی ہیں اور نہ ہی برائیاں کم ہوتی ہیں۔ اور ہم تمہاری اس دُعا سے خوش ہوتے ہیں: رَحِمَ اللهُ فُلَانًا الْمُتَوَفّٰى یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ فلاں مرنے والے پر رحم فرمائے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! نیک اعمال میں جلدی کرو اور برے اعمال سے اجتناب کرو اور فنا ہونے والی عمارت سے نئی تعمیر ہونے والی عمارت کی طرف پلٹنے کی تیاری کرو گویا تم موت کا پیالہ پینے والے ہو کیونکہ موت کا جام ہر مرد و عورت پر گردش کرتا رہتا ہے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۶۳)

(586) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ أَنْ يَقُولَ قَائِلُهُمْ: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کو سکھاتے تھے کہ جب قبرستان جائیں تو کہیں اے مسلم و مومن قوم کے گھر والو! السلام علیکم ہم ان شاء اللہ تم کو ضرور ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے معافی کے طلبگار ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، ج۳ص۶۳، رقم: ۲۳۰۲، مسند الرویانی مسند بریدۃ بن الحصیب، ص۱۷، رقم: ۱۵، المعجم لابن عساکر، ذکر من اسمہ اسماعیل، ص۱۰۱، رقم: ۱۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جا کر پہلے سلام کرنا پھر یہ عرض کرنا سنت ہے، اس کے بعد اہلِ قبور کو ایصال ثواب کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے باہر والوں کو دیکھتے پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں ورنہ انہیں سلام جائز نہ ہوتا کیونکہ جو سنتا نہ ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا جائز نہیں، دیکھو سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کر سکتے۔

یہ ان شاء اللہ یا تو برکت کے لیے یا ایمان پر موت کے لیے یعنی اگر رب نے چاہا تو ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا اور ہم تم سے ملیں گے، کفار کے پاس نہ جائیں گے ورنہ موت تو یقیناً آنی ہے وہاں ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

عوام مسلمین کی قبروں پر بعد سلام یہ الفاظ کہے جائیں، اولیاء اللہ کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور شہداء کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ (عالمگیری) یہاں دیار سے مراد قبور ہیں کیونکہ قبریں میتوں کے گھر ہیں اور قبرستان ان کا شہر۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۹۸۶)

(587) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف میں کچھ قبور کے پاس سے گزرے تو ان پر چہرے کی طرف سے متوجہ ہو کر فرمایا: اے اہل قبور تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرما دے۔ تم ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، ج۲، ص۳۶۹، رقم: ۱۰۵۳، مشکوۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور، ج۱، ص۳۶۷، رقم: ۱۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبور کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کو پشت کرکے کھڑے ہوئے، زیارت قبر کے وقت اسی طرح کھڑا ہونا چاہیے۔ (مرقاۃ) قبر کو چومنا ممنوع ہے، البتہ عالمگیری و مرقات میں اس جگہ ہے کہ والدین کی قبریں چومنا جائز ہے۔

یعنی ہم سے آگے تم چلے گئے، تمہارے پیچھے ہم بھی آرہے ہیں۔ متقدمین کو سلف کہتے ہیں متاخرین کو خلف۔

(مراۃ المناجیح، ج۲، ص۹۸۷)

ملائکہ رحمت کا میت کو تسلی دینا

حضرت سَیِّدُنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسولِ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن کی روح پرواز کرتی ہے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے رحمت کے فرشتے اس سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا میں خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں: اپنے بھائی کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آرام پائے، کیونکہ یہ سخت تکلیف میں تھا۔ پھر وہ اس سے مختلف سوالات کرتے ہیں: فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہوگئی؟ جب وہ اس سے پہلے مرنے والے کسی شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ شخص تو مجھ سے پہلے مرگیا تھا۔ پس وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ○ ترجمۂ کنز الایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ (پ۲، البقرۃ، ۱۵۶) پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں: اسے اپنے ٹھکانے دوزخ میں پہنچادیا گیا۔ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملاقاۃ الارواح، الحدیث ۲۷۴، ج۵، ص۴۸۱۔۴۸۲)

قبر کا میت سے کلام کرنا

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: اے انسان! تیری ہلاکت ہو، تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا، کہ میں فتنوں کا گھر، اندھیری کوٹھڑی، تنہائی اور وحشت کی جگہ اور کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہوں۔ تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا کہ تو میرے اوپر اکڑ اکڑ کر چلتا (یعنی ایک قدم آگے کرتا اور دوسرا پیچھے)، اگر وہ نیک ہو تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا قبر کو جواب دیتا ہے اور کہتا ہے: کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔ تو قبر کہتی ہے: اگر یہ بات ہے تو میں اس پر سرسبز وشاداب ہوجاتی ہوں اور اس کا جسم نور میں بدل جائے گا اور روح اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف پرواز کرجائے گی۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۹۴۲، ج ۲۲، ص ۳۷۷۔ المعجم الاوسط، الحدیث ۸۹۱۳، ج ۶، ص ۲۳۲)

67-بَابُ كَرَاهَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ وَلَا بَأْسَ بِهٖ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّيْنِ

کسی دنیوی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ ہے دین میں فتنہ کے خوف کی وجہ سے کوئی حرج نہیں

(588) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ يَزْدَادُ، وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ يَسْتَعْتِبُ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے، تو شاید وہ زیادہ نیک کام کرے اور اگر وہ گناہ گار ہے، تو امید ہے کہ وہ ناراضگی دور کر سکے (توبہ کرے)(متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ، اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ، وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَيْرًا".

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت آنے سے پہلے نہ کوئی موت کی تمنا کرے اور نہ اس کی دعا کرے کیونکہ جب وہ مرجاتا ہے، تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ ایماندار کے لیے اس کی عمر بھلائی کا سبب ہی بنتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج۷، ص۱۲۱، رقم: ۵۶۷۲، سنن الدارمی، باب لا یتمنی احدکم الموت، ج۲، ص۳۰۲، رقم: ۲۷۵۸، سنن النسائی الکبریٰ، باب تمنی الموت، ج۱، ص۵۹۹، رقم: ۱۹۴۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲، ص۳۰۹، رقم: ۸۰۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤمن کی زندگی بہر حال اچھی ہے کیونکہ اعمال اسی میں ہو سکتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۲۳)

موت کی تمنا نہ کرے

حضرتِ سیِّدُنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حق بیان ہے: تم میں سے کوئی کسی ایسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اُس پر اُتری۔ مزید ارشاد فرمایا: اگر تمنا کرنا ہی ہے تو یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَاكَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ مَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے

موت عطا فرمادے۔(آمین)(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب من احب لقاء اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۶۸۰،ص ۱۱۴۵)

زیادہ سے زیادہ عملِ صالح کرو اور اس موت کے پیالے سے ڈرو جس کو تم ضرور چکھنے والا ہے، اور ایسی عیش وعشرت کو ترک کردے جس سے تو لازمی طور پر جدا ہونے والا ہے، اے موت کو بھولنے والے! موت نے تو بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑ دیا ہے، ان سے عبرت حاصل کر جو تجھ سے پہلے موت کا جام پی چکے ہیں۔

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے　مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے

ہوئے نام ور بے نشاں کیسے کیسے　زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: میت اپنی قبر میں ایسے ہے جیسے غرق ہونے والا مدد کا طالب، وہ اپنے بیٹے، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچنے والی دعا کی منتظر ہوتی ہے۔ جب اُسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اُسے دُنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلاۃ علی من مات۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۹۲۹۵، ج ۷، ص ۱۶، بدونابنہ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! تیرے لئے خرابی ہے، تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکے میں رکھا؟ کیا تجھے علم نہ تھا کہ میں از مائش کا گھر ہوں؟ تاریکی، تنہائی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، جب تو میرے پاس سے گزرتا تھا تو کس چیز نے تجھے میرے متعلق فریب میں مبتلا رکھا؟ اگر مردہ نیک ہو تو ایک جواب دینے والا اس کی طرف سے جواب دیتا ہے: کیا تو دیکھتی نہیں کہ یہ بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔ تو قبر کہتی ہے: تب تو میں اس کی خاطر سرسبز وشاداب باغ بن جاتی ہوں، اس کا جسم نور بن جاتا ہے اور اس کی روح اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۹۴۲، ج ۲۲، ص ۳۷۷)

حضرتِ سیِّدُنا اسماعیل بن محمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد حضرتِ سیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے تو قبر والے اس کو پکار کر کہتے ہیں: اے غافل انسان! اگر تو وہ جانتا جو ہم جانتے ہیں تو تیرا گوشت اور جسم یوں پگھل جاتا جیسے برف آگ پر پگھلتی ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو قبر کی زیارت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اس کی زیارت کرے، لیکن وہاں اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ کہے، کیونکہ میت کو بھی ان چیزوں سے اذِیَّت ہوتی ہے جن سے زندہ کو اذیت ہوتی ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الحدیث ۲۱۶۵، ج ا ص ۶۵۴ مختصر)

حضرتِ سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی بھی شخص جب اپنے کسی جاننے والے مؤمن بھائی کی قبر پر سے گزرتا ہے اور اسے سلام کرتا ہے تو وہ اُسے پہچانتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الروم، تحت الآیۃ ۵۲، ج ٦، ص ۲۹۱)

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے حضرتِ سیِّدُ نا ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا: اے ابو حازم! ہم موت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کر دیا ہے، اور تم آبادی سے بربادی کی طرف منتقل ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔ پھر پوچھنے لگا: اے ابو حازم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے امیر المؤمنین! نیک آدمی گمشدہ شخص کی طرح ہے جو اپنے گھر والوں کے پاس خوشی خوشی آتا ہے اور گنہگار شخص بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جو اپنے آقا کے پاس خوف زدہ اور غمزدہ آتا ہے۔

حضرتِ سیِّدُ نا ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبادت گزار خاتون اُمّ ہارون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے پوچھا: کیا آپ مرنا پسند کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ تو کہنے لگیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر میں مخلوق کی نافرمانی کروں تو اس سے ملنا پسند نہیں کرتی تو خالق عَزَّ وَجَلَّ (کی نافرمانی کر کے اُس) سے ملنا کیسے پسند کروں گی۔ (اَلرَّوضُ الفَائِق فِی المَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۵۰)

(589) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهُ، فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی کسی پہنچنے والی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ تمنا ضرور ہی کرے تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے فوت کر جب فوت ہونا میرے لیے بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج ۲ ص ۴۲۹، رقم: ۵۶۷۱، صحیح مسلم، باب کراهة تمنی الموت، ج ۲ ص ۸۱۹، رقم: ۶۹۹۰، الاداب للبیهقی، باب کراهية تمنی الموت، ص ۳۵۲، رقم: ۶۲۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۲ ص ۱۰۱، رقم: ۱۱۹۹۸، مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۲۱۶، رقم: ۸۲۰۴، مسند الرویانی، مسند انس بن مالك، ص ۶۰۷، رقم: ۱۳۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

موت کی آرزو اچھی بھی ہے اور بری بھی، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے یا دنیاوی فتنوں سے بچنے کے

لیے موت کی تمنا کرنا ہے تو اچھا ہے اور اگر دنیوی تکالیف سے گھبرا کر تمنائے موت کرے تو بُرا۔ موت کی یاد بہترین عبادت ہے خصوصًا جب اس کے ساتھ تیاریٔ موت ہو۔

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے کہ بیماری و آزاری سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقہ سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے کیونکہ اس خیر و شر میں دین و دنیا کی خیر و شر شامل ہے گویا موت کی تمنا کہہ بھی لی مگر قاعدے سے۔ خیال رہے کہ یہ کہنا جائز ہے خدایا مجھے شہادت کی موت دے، خدایا مجھے مدینہ پاک میں موت نصیب کر۔ چنانچہ عمر فاروق نے دعا کی تھی کی مولا مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر، حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکے گا تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسے ہی ہوگا۔ چنانچہ مسجد نبوی محراب النبی نماز کی حالت میں مصلّائے مصطفی پر آپ رضی اللہ عنہ کو کافر مجوسی ابولولو نے شہید کیا۔ دعاء کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا، کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۵)

بیٹے کی موت کی تمنا

حضرتِ سیِّدُنا محمد بن خلف وَکِیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم حَربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا گیارہ سالہ اِکلوتا بیٹا حافظِ قرآن، دینی مسائل سے واقف، بہت ہی فرمانبردار اور ذہین تھا۔ اچانک اس کا انتقال ہوگیا۔ میں نے تعزیت کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں تو خود اس کی موت کا مُتَمَنِّی (یعنی تمنا کرنے والا) تھا۔ میں نے کہا: آپ صاحبِ علم ہوکر اپنے فرمانبردار اور ذہین بیٹے کے بارے میں ایسی باتیں کر رہے ہیں! حالانکہ وہ تو قرآن وحدیث اور فقہ کا جاننے والا تھا۔

فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی۔ اور میدانِ مَحشر میں گرمی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے ہاتھوں میں پیالے لئے، بڑھ بڑھ کر لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں نے ایک بچے سے کہا: بیٹا! مجھے بھی پانی پلاؤ۔ بچے نے میری طرف دیکھ کر کہا: تم میرے والد نہیں ہو، (میں تمہیں پانی نہیں پلاسکتا)۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: ہمارا انتقال چھوٹی عمر میں ہوگیا تھا اور ہم اپنے والدین کو دنیا میں چھوڑ کر یہاں آگئے۔ اب ان کے انتظار میں ہیں کہ وہ کب ہمارے پاس آتے ہیں؟ جب وہ آتے ہیں تو ہر بچہ اپنے والدین کو پانی پلاتا ہے۔ خواب بیان کرنے کے بعد حضرت سیِّدُنا ابراہیم حَربی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے فرمایا: میں اسی لئے اپنے بیٹے کی موت کا مُتَمَنِّی تھا۔ (عیون الحکایات ص ۱۴)

نیکی کی دعوت سے محرومی کی صورت میں موت کی تمنا

صحابیٔ رسول حضرتِ سیِّدُنا اَبی بَکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: کسی جاندار کی موت کے بجائے مجھے اپنی موت پسند ہے، یہ سُن کر حاضرین نے گھبرا کر عرض کی: ایسا کیوں؟ فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں جیتے جی ایسا زمانہ نہ دیکھوں جس میں نیکی کا حکم نہ کرسکوں اور بُرائی سے منع نہ کرسکوں کیوں کہ ایسے زمانے میں کوئی خیر (یعنی بھلائی) نہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۱، ابن عساکر ج ۶۲ ص ۲۱۵)

ہمارے اسلاف کا بھی کیا خوب جذبہ تھا! کیسی مدنی سوچ ہوا کرتی تھی اور نیکی کی دعوت سے کیسا والہانہ لگاؤ تھا کہ ان کے یہاں نیکی کی دعوت کے بغیر گویا جینے کا تصوُّر نہیں تھا اور ایک آج ہماری حالت ہے کہ نیکی کی دعوت کے ہزار مواقع ملتے ہیں پھر بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ حالانکہ کئی مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں جن میں نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر یعنی بُرائی سے منع کرنا واجب ہوجاتا ہے مگر افسوس اِس کی طرف بھی ہماری کوئی توجُّہ نہیں ہوتی۔ (نیکی کی دعوت ص ۲۱۷)

(590) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بن الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُهُ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا، وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَاِنَّا اَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ. ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِيْ حَائِطًا لَّهٗ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهٗ اِلَّا فِيْ شَيْءٍ يَّجْعَلُهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ہم حضرت خباب بن ارت ﷺ کے پاس ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے۔ انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ فرمایا: ہمارے ساتھی جو چلے گئے وہ یوں گئے کہ دنیا نے ان کو کم نہ کیا اور ہم نے مال پایا جس کے لیے ہمیں مٹی کے بغیر جگہ نہیں ملتی اور اگر نبی اکرم ﷺ نے موت کی دعا سے روکا نہ ہوتا تو میں اس کی دُعا کرتا پھر ہم ایک اور مرتبہ ان کے پاس آئے تو وہ ایک دیوار تعمیر کر رہے تھے۔ فرمایا: مسلمان کو ہر چیز پر خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے لیکن ایسی چیز جس کو مٹی میں لگائے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج، ص۱۲۱، رقم: ۵۶۷۲، صحیح مسلم، باب کراھۃ تمنی الموت لضر نزل بھم، ج۸، ص۶۴، رقم: ۶۹۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی، باب الخاء، ج۴، ص۶۲، رقم: ۳۶۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی البکاء، ج۱۳، ص۸، رقم: ۳۶۶۸۰)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت خباب ابن ارت تمیمی ہیں، مشہور صحابی ہیں ۶ نبوی میں ہی ایمان لائے، کافروں کے ہاتھوں بہت ایذاء پائی، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، ۳۷ھ میں وفات ہوئی، حضرت علی مرتضی نے نماز جنازہ پڑھائی، کوفہ میں مزار ہے، ایک بار حضرت علی آپ کی قبر پر گئے تو فرمایا اے خباب! اللہ تم پر رحم فرمائے تم رغبت سے ایمان لائے، خوشی سے مہاجر بنے، غازی بن کر جیئے، بیماری میں بہت مبتلا رہے، اللہ تمہارا اجر ضائع نہ کرے گا۔

(موت کی دعا سے روکا نہ ہوتا) یعنی میں اتنا سخت بیمار ہوں کہ جسم زخموں سے چھلنی ہے، سات جگہ گرم لوہے سے داغا

جاچکا ہے، تمنائے موت کو دل چاہتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مانع ہے۔ خیال رہے کہ داغ زخم کا آخری علاج ہے، جب کوئی دوا کارگر نہ ہو تو گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اکثر صحابہ فقر وفاقہ میں تھے، خلافت فاروقی وعثانی میں صحابی پر دنیا خدا کے فضل سے پھٹ پڑی تب ان کی مالداری حساب سے وراء ہوگئی کیونکہ سارے ممالک انہی خلافتوں میں فتح ہوئے، آپ اسی جانب اشارہ فرماتے ہیں یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ یہ مالداری ہمارے اعمال کا بدلہ نہ ہوگئی ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۳۹)

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آگئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک ومقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت، ج ۳، ص ۱۲۳)

68-بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

پرہیزگاری اختیار کرنا اور شبہادت کو ترک کر دینا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ) (النور: 15)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو معمولی گمان کرتے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقینا تیرا ربّ خفیہ نگرانی کی جگہ پر ہے۔

(591) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے کہ

عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِاَلْفَاظٍ مُّتَقَارِبَةٍ۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ شبہ والی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور عزت بچالیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں جا پڑا۔ اس چرواہے کی طرح جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد چراتا ہے۔ تو قریب ہے کہ جانور اس میں بھی چرے گا۔ خبردار ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار اور اللہ کی ممنوعہ چراگاہیں اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں۔ خبردار جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور یہ دل ہے۔ (متفق علیہ) دونوں نے قریب قریب الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من استبراء لدینہ، ج۱ص۲۰، رقم: ۵۲، صحیح مسلم، باب اخذ الحلال وترك الشبهات، ج۵ص۵۰، رقم: ۴۱۷۸، الاداب للبیهقی، باب من اتقی الشبهات، ج۲ص۷، رقم: ۸۲۲، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الورع، ج۷ص۳۶۹، رقم: ۷۲۵۸، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، ص۱۴۲، رقم: ۵۵۵، سنن النسائی، باب الحث علی ترك الشبهات، ج۸ص۳۲۷، رقم: ۵۷۱۰)

شرح حدیث: شبہات کے مراتب کا بیان

اس سے مراد شبہ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ بارش کا پانی دوسرے کی ملکیت میں جانے سے پہلے قطعی طور پر حلال ہوتا ہے اور شراب حرام محض ہے۔ شبہ پیدا ہونے کے پانچ مقامات ہیں: پہلا یہ کہ حرام اور حرام کرنے والے سبب میں شک واقع ہو اور یہ اس بات سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دونوں احتمال برابر ہوں گے یا ایک احتمال دوسرے پر غالب ہوگا اگر دونوں احتمال برابر ہوں تو حکم پہلے سے معلوم صورت کے مطابق ہوگا پس استصحاب ہوگا۔ اور اگر ایک احتمال غالب ہو تو حکم غالب کے مطابق ہوگا۔ پس اس کو ہم چار اقسام میں بیان کرتے ہیں۔

(۱) اس کا حرام ہونا معلوم ہو پھر حلال کرنے والے سبب میں شک ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار پر تیر پھینک کر اسے

زخمی کردے پھر وہ شکار پانی میں گر جائے اور اسے مردہ حالت میں ملے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ڈوبنے سے مرا یا زخمی ہونے سے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں اصل حرمت ہے البتہ جب وہ کسی معین طریقے پر مرے اور معین طریقے میں شک ہو گیا، تو یقین کو شک کے ذریعے ترک نہیں کیا جائے گا۔ وَاللهُ اَعْلَمُ۔

(۲) حلال ہونا معلوم ہو اور حرام ہونے میں شک ہو تو حکم حلت (یعنی حلال ہونے) کا ہے جس طرح دو آدمی دو عورتوں سے نکاح کریں اور ایک پرندہ اڑے تو ان میں سے ایک کہے اگر یہ کوا ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور دوسرا کہے اگر یہ کوا نہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور پرندے کا معاملہ مشتبہ رہے تو جب تک ظاہر نہ ہو ان میں سے کسی کی عورت کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ وَاللهُ اَعْلَمُ۔

(۳) اصل تو حرمت ہو لیکن اس پر ایسا حکم طاری ہو جو غالب گمان کے مطابق اس کے حلال ہونے کو واجب کردے تو یہ چیز مشکوک ہے اور غالب حکم حلال کا ہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار کی طرف تیر پھینکے تو وہ غائب ہو جائے پھر اسے وہ شکار مردہ حالت میں ملے اور اس پر تیر کے نشان کے علاوہ کوئی نشان نہ پایا جائے لیکن یہ احتمال ہے کہ وہ گرنے کی وجہ سے مرا ہے یا کسی دوسرے سبب سے، اگر کسی صدمہ یا گرنے کا سبب ظاہر ہو جائے تو اسے پہلی قسم کے ساتھ ملایا جائے گا، اس قسم میں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اقوال مختلف ہیں اور مختار قول یہی ہے کہ وہ حلال ہے۔

(۴) اس کا حلال ہونا معلوم ہو لیکن غالب گمان کے مطابق اس پر کوئی حرام والا سبب طاری ہو جائے جو شرعاً معتبر ہو پس استصحاب کمزور ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔ اور غالب گمان کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دو برتنوں کے متعلق اس کا غالب گمان ہو کہ ایک ناپاک ہے کسی ایسی علامت معینہ سے جو غالب گمان کو واجب کرتی ہے، پس اس سے پینا حرام ہوگا جس طرح اس سے وضو کرنا ممنوع ہوتا ہے۔

شبہ کا دوسرا مقام

شک کی ایسی صورت ہے جو حلال و حرام کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح کہ حرام حلال کے ساتھ مل جائے اور معاملہ مشتبہ ہونے کی بنا پر تمیز نہ ہو سکے اور یہ باہم ملنا یا تو ایسی تعداد کے ساتھ ہوگا جو دونوں طرف سے یا ایک طرف سے شمار میں نہیں آتی یا وہ تعداد شمار میں آسکتی ہے پھر اگر وہ تعداد جو شمار میں آسکتی ہے وہ شمار میں آنے والی تعداد سے مل جائے تو پھر باہم ملنا اس طرح ہوگا جس طرح مائع چیزیں ملتی ہیں یا باہم ملنا ابہام کے ساتھ ہوگا کہ تمیز ہو سکتی ہو جیسے غلام وغیرہ، اسے تین قسموں میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) تعداد کے ساتھ ابہام پیدا ہو جائے جس طرح مردار دس ذبح کئے ہوئے جانوروں میں مل جائے یا دودھ پلانے والی عورت دیگر دس عورتوں میں مل جائے تو اس سے بالاتفاق بچنا واجب ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

(۲) معدود حرام غیر معدود حلال سے مل جائے جیسے دس دودھ پلانے والی عورتیں ایک بڑے شہر میں مل جل جائیں تو اس شہر کی عورتوں میں نکاح کرنا حرام نہیں اور علت، غلبہ اور حاجت دونوں چیزیں بن سکتی ہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جس کا حرام ہونے والا رشتے دار مخلوط ہو جائے اس پر نکاح کا دروازہ بند کرنا ممکن نہیں، اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ دنیاوی مال میں حرام مال مل گیا ہے تو اس پر کھانا اور خرید و فروخت کرنا حرام نہیں کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر دین میں حرج پیدا نہیں کیا اور نبئ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانے میں ایک ڈھال اور عباء (یعنی چغہ) چوری ہو گیا تو دنیا میں کسی کو ڈھال اور عباء خریدنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس بات کو سمجھو فائدہ ہوگا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔

(۳) غیر معدود حرام غیر معدود حلال کے ساتھ مل جائے جس طرح ہمارے زمانے کے مال ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس معین چیز سے کسی چیز کا لینا حرام نہیں البتہ یہ کہ اس معین چیز کے ساتھ کوئی علامتِ معینہ مل جائے (اگر اس معین چیز پر کوئی علامتِ حرمت نہ ہو) تو اس کا چھوڑنا پرہیز گاری ہے، ان علامات میں ظالم بادشاہ کا قبضہ اور دیگر علامات ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

ہماری اس بات پر دلیل یہ ہے کہ نبئ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں معاملات اور اموال کے وصول کرنے کو ترک نہیں کیا گیا باوجود شرابوں کی قیمت اور سود کے اموال کی کثرت کے جو ذمی لوگوں کے ہاتھوں سے دوسرے مالوں میں مل جاتے تھے۔ شبہ پیدا ہونے والے مقامات میں سے یہ بھی ہے کہ چیز ان میں سے ہو جو ذمیوں سے خریدی جاتی ہیں لیکن اس کی قیمت مال حرام سے ادا کی گئی ہو البتہ اگر کھانے کو قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے رضامندی سے سپرد کر دے اور وہ اسے قیمت ادا کرنے سے پہلے کھالے تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ حرام کے مقابلہ میں مال کے ادا کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی بلکہ مال کے ادا کرنے کا مقصد ذمہ داری سے بری ہونا ہے گویا کہ اس نے قیمت ادا نہیں کی اور جو اس نے کھایا وہ حرام نہیں ہوا۔

اور اگر قیمت کے حرام ہونے کا علم ہونے کے باوجود وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گیا تو یہ ذمہ سے بری ہونے اور حلال ہونے کو واجب کرتی ہے۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔ (لباب الاحیاء ص ۱۴۸)

(592) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: لَوْلَا اَنِّي اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے راستہ میں گری ہوئی ایک کھجور پائی۔ فرمایا کہ اگر مجھے اس کے صدقہ کے ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس کو کھالیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا وجد تمرة فی الطریق، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۲۴۳۱، صحیح مسلم، باب تحریم الزکاۃ ج۳ص۱۱۸، رقم: ۲۵۲۹، السنن الکبری للبیهقی، باب آل محمد صلی الله علیه وسلم لا یعطون من الصدقات، ج۷، ص۳۰، رقم:

۱۶۱۳ سنن ابوداؤد، باب الصدقة علی بنی ھاشم، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۱۶۵۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۹۱، رقم: ۱۲۳۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی خطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو اس لیے ہم اسے نہیں کھاتے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھالیتے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر تا قیامت زکوۃ لینا حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ و مال کا میل ہے ان ستھروں کو کیونکر جائز ہوسکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہوگا۔ دوسرے یہ کہ لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش مالک نہ کرے گا نہ اس کے مالک کو ڈھونا ضروری ہے نہ اس کے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے۔ تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے وہمیات کا اعتبار نہیں۔ ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں شبہ کرنا یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہے، صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے اور بے تکلف استعمال کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لیے اور استعمال فرمائے۔ خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لیے یہ ارشاد ہے کہ متشابہات سے بچو ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت سے خبردار ہیں جیسا کہ ہم بارہا اسی شرح میں اور اپنی کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ثابت کرچکے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۹ ۸۳)

زمین سونا بن گئی

حضرت سیدنا محمد بن داؤد علیہ رحمۃ اللہ الودود فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابو سلیمان مغربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے سنا: مَیں رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور انہیں بیچ کر اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتا، اس طرح میرا گزر بسر ہوتا تھا۔ مَیں حد درجہ احتیاط کرتا کہ کہیں میرے رزقِ حلال میں شبہ والی یا ناجائز چیز شامل نہ ہوجائے۔ الغرض! میں خوب احتیاط سے کام لیتا اور شکوک وشبہات والی چیزوں کو ترک کردیتا۔

ایک رات مجھے خواب میں بصرہ کے مشہور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، ان میں حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی، حضرت سیدنا فرقد علیہ رحمۃ اللہ الاحد اور حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار بھی شامل تھے۔

مَیں نے انہیں اپنے حالات سے آگاہ کیا اور عرض کی: آپ لوگ مسلمانوں کے امام ومقتدا ہیں، مجھے رزقِ حلال کے حصول کا کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس میں نہ خالق عزوجل کی نافرمانی ہو، نہ مخلوق میں سے کسی کا احسان ہو۔ میری

سن کرانہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مقام طرطوس سے دور ایک ایسی جگہ لے گئے جہاں حلال پرندوں کی کثرت تھی۔ ان بزرگوں نے مجھے یہاں چھوڑ دیا اور فرمایا: تم یہاں رہو اور اللہ عزوجل کی نعمتیں کھاؤ۔ یہی وہ طریقہ ہے جس میں نہ خالق عزوجل کی نافرمانی ہے، نہ مخلوق میں سے کسی کا احسان۔

حضرت سیدنا ابو سلیمان مغربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں تقریباً چھ ماہ اس جگہ ٹھہرا رہا، وہاں سے حلال پرندے شکار کرتا، کبھی ان کو بھون کر اور کبھی کچا ہی کھالیتا اور پھر شام کو ایک مسافر خانہ میں جا کر قیام کرتا۔ میری اس حالت سے لوگ باخبر ہو گئے اور جب میں مشہور ہو گیا تو لوگ میری عزت کرنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں۔ اگر مزید یہاں رہا تو ریاکاری یا غرور و تکبر جیسے فتنوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس مسافر خانہ میں جانا چھوڑ دیا اور تین ماہ کسی اور جگہ رہائش رکھی۔ اب اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے میں اپنے دل کو پاک وصاف اور مطمئن پاتا اور میری حالت ایسی ہو چکی تھی کہ مجھے لوگوں کی باتوں سے بالکل اُنس بھی نہ رہا۔

ایک مرتبہ میں مقام مدیف کی طرف گیا اور راستے میں بیٹھ گیا۔ اچانک میری نظر ایک نوجوان پر پڑی جو لامیس،، سے طرطوس کی جانب جا رہا تھا۔ میرے پاس کچھ رقم تھی جو میں نے اس وقت سے بچا کر رکھی تھی جب میں لکڑیاں بیچا کرتا تھا۔ میں نے سوچا، میں تو حلال پرندوں کا گوشت کھا کر گزارہ کر لیتا ہوں، کیا ہی اچھا ہو اگر میں یہ رقم اس مسافر کو دے دوں تاکہ جب یہ طرطوس شہر میں داخل ہو تو وہاں سے کوئی چیز خرید کر کھالے۔ اس خیال کے آتے ہی میں اس نوجوان کی طرف بڑھا اور رقم کی تھیلی نکالنے کے لئے جیسے ہی میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس مسافر نوجوان کے ہونٹوں نے حرکت کی اور میرے آس پاس کی ساری زمین سونا بن گئی۔ قریب تھا کہ اس کی چمک سے میری آنکھوں کی روشنی ضائع ہو جاتی، مجھ پر یکدم ایسی وحشت طاری ہوئی کہ میں آگے بڑھ کر اسے سلام بھی نہ کر سکا اور وہ وہاں سے آگے گزر گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس عظیم نوجوان سے دوبارہ میری ملاقات ہوئی، وہ طرطوس کے علاقے میں ایک برج کے نیچے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا۔ میں اس کے پاس گیا، سلام کیا اور درخواست کی: حضور! مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ میری اس بات پر نوجوان نے اپنا پاؤں پھیلایا اور اس برتن کو الٹا دیا جس میں پانی تھا، سارا پانی بہہ گیا اور اسے زمین نے فوراً جذب کر لیا۔ پھر اس نوجوان نے کہا: فضول گوئی نیکیوں کو اس طرح چوس لیتی ہے جس طرح خشک زمین پانی کو چوس لیتی ہے، پس اب تم جاؤ تمہارے لئے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔ (عُیُونُ الحکایات ص۲۴۶)

(593) وَعَنِ النَّوَاسِ بن سمعان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْبِرُّ: حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ: مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند کرے۔

"حَاكَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ: أَيْ تَرَدَّدَ فِيْهِ.

حَاكَ: حا مہملہ اور کاف کے ساتھ اس کا مطلب ہے تجھے اس میں شک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تفسیر البر والاثم، ج۴ص۷، رقم: ۶۶۸۱ السنن الکبری للبیہقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیہا، ج۱۰ص۱۹۲، رقم: ۲۱۳۰۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی البر والاثم، ج۴ص۵۱۴، رقم: ۲۳۸۹ سنن الدارمی، باب فی البر والاثم، ج۲ص۴۱۶، رقم: ۲۷۸۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النواس بن سمعان، ج۶ص۱۹۲، رقم: ۱۷۶۶۹)

(594) وَعَنْ وَابِصَةَ بن مَعبدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: "اسْتَفْتِ قَلْبَكَ، الْبِرُّ: مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ، وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْ كَحَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَحمد وَالدَّارِمِيُّ فِيْ مُسْنَدَيْهِمَا.

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تو نیکی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: اپنے دل سے پوچھ نیکی وہ ہے، جس کی طرف سے تیرا دل مطمئن ہو۔ جان مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے، جو دل میں کھٹکے سینہ میں تردد کا باعث ہو اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دیتے رہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے امام احمد اور دارمی نے اپنی مسانید میں ذکر کیا۔

تخریج حدیث: (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث وابصۃ بن معبد، ج۶ص۲۲۸، رقم: ۱۸۰۲۵ سنن الدارمی، باب دع مایریبک الا مالایریبک، ج۲ص۳۲۰، رقم: ۲۵۳۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه ایوب بن عبدالله، ج۲۲ص۱۴۸، رقم: ۱۸۲۴۳ مسند ابی یعلی، مسند وابصۃ بن معبد، ج۳ص۱۶۲، رقم: ۱۵۸۶ مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان ما مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی البر والاثم، ج۵ص۱۳۳، رقم: ۱۶۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ غیبی خبر ہے کہ حضرت وابصہ جو سوال دل میں لے کر آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بغیر عرض کئے ہوئے ارشاد فرما دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دلوں کے حال پر مطلع فرمایا ہے کیوں نہ ہو انہیں تو پتھروں کے دلوں پر اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ شعر

اے کہ ذات پاک تو صبح دھور   چشم تو بینندہ ما فی الصدور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے قلب کو فیض دیا جس سے ان کا نفس بجائے امارہ کے مطمئنہ ہوگیا اور دل خطرات شیطانی وسوسوں سے پاک وصاف ہوگیا۔ صوفیاء کرام جو مریدوں کے سینے پر ہاتھ مار کر یا توجہ ڈال کر انہیں فیض دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث بھی ہے۔

یعنی آج سے اے وابصہ گناہ اور نیکی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا دل ونفس مطمئنہ جمے وہ نیکی ہوگی اور جسے تمہارا

دل ونفس مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا، یہ حکم حضرت وابصہ کے لیے آج سے ہوگیا یہ حضور کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا، ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ غیر مجتہد یعنی مقلد تو اپنے امام سے فتویٰ لے اور مجتہد اپنے دل سے۔ یعنی عام لوگوں کے فتویٰ کا تم اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان کے دلوں پر ہمارا ہاتھ نہیں پہنچا، اپنے دل ونفس کا فتویٰ قبول کرنا کہ تمہارے دل کا فتویٰ ہمارا فیصلہ ہوگا کہ ہمارا ہاتھ تمہارے دل پر ہے۔ شعر

دل کر ٹھنڈا میرا وہ کفِ پا چاند سا	سینہ پر رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود
آنکھ عطا کیجئے اس میں جلا دیجئے	جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود

خیال رہے کہ فتویٰ فتو سے بنا بمعنی پیش آنا، حادث ہونا یا قوت، چونکہ شرعی مسئلہ حادثات کے پیش آنے پر معلوم کیا جاتا ہے اور عالم کے حکم حاصل ہوجانے سے سائل کو قوت حاصل ہوجاتی ہے اس لیے مسئلہ شرعی کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۳)

(595) وَعَنْ اَبِيْ سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ، فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ، فَقَالَتْ: اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِيْ وَلَا اَخْبَرْتِنِيْ، فَرَكِبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَاَلَهُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ؟ وَقَدْ قِيْلَ" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "اِهَابٌ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَ"عَزِيْزٌ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَايٍ مُكَرَّرَةٍ.

حضرت ابوسروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا، تو ایک عورت آئی کہنے لگی میں نے عقبہ اور اس کے نکاح والی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اس کو حضرت عقبہ نے کہا میں تو نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا تھا اور نہ تم نے اس سے پہلے مجھے کبھی بتایا پھر وہ سوار ہوکر مدینہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نکاح کیوں کر حلال رہ سکتا ہے، جب کہ یہ بات کہی گئی ہے، تو اس کو حضرت عقبہ نے چھوڑ دیا اور پھر کسی اور سے نکاح کیا۔ (بخاری) اِہَابٌ: ہمزہ کی زیر کے ساتھ اور عَزِیْزٌ: عین پر زبر اور زا کے تکرار کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرحلة فی المسألة النازلة وتعلیم اهله، ج۱ص۲۹، رقم: ۸۸ صحیح ابن حبان کتاب الرضاع، ج۱۰ص۳۲، رقم: ۴۲۱۸ مشکوة المصابیح، باب المحرمات الفصل الاول، ج۲ص۲۱۸، رقم: ۳۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نوفل ابن عبدمناف کی اولاد سے ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اہل مکہ میں آپ کا شمار ہے صحابی ہیں۔

عقبہ اور ان کی منکوحہ دودھ کے بھائی بہن ہیں ان کا یہ نکاح درست نہ ہوا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ کوئی عورت بلا وجہ ہر بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جس کو پلائے اسے مشہور کر دے تا کہ آئندہ نکاح میں احتیاط رہے۔ (مرقات)

(میں تو نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا تھا) یعنی مجھے نہ تو میرے گھر والوں نے یہ بتایا نہ دوسرے کسی سے مجھے یہ معلوم ہوا۔

(اور نہ تم نے اس سے پہلے مجھے کبھی بتایا) یعنی نہ تو عقبہ کے گھر والوں کو اس واقعہ کا علم تھا نہ ان کی منکوحہ کے گھر والوں کو اگر ان میں سے کسی کو اس کی خبر ہوتی تو نکاح ہی نہ ہوتا۔

(یہ نکاح کیوں کر حلال رہ سکتا ہے جب کہ یہ بات کہی گئی ہے) یعنی اے عقبہ تم جیسے متقی کی احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہو جائے اسے اپنے نکاح میں رکھو بہتر یہی ہے کہ اسے علیحدہ کرو، اس حدیث کی بنا پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی خبر پر عورت کو علیحدہ کر دینا افضل ہے، مگر رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوگا، امام شافعی کے ہاں چار عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، امام مالک کے ہاں دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے، سیدنا عبداللہ ابن عباس کا فرمان تھا کہ ایک دائی کی خبر و قسم سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، مذہب احناف بہت قوی ہے، اس حدیث میں حرمت کا فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ و احتیاط کا مشورہ ہے، اسی لیے سرکار عالی نے دائی کو نہ بلایا نہ اس کے بیان لیئے نہ کوئی اور ثبوت مانگا دائی کی خبر پر خبر سن کر یہ ارشاد فرمایا۔

(پھر کسی اور سے نکاح کیا) یعنی عقبہ نے طلاق دے دی، بعد عدت اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کر لیا۔ مرقات نے فرمایا کہ عقبہ ابن حارث نے ام یحییٰ بنت ابی احاب سے نکاح کیا ایک حبشی لونڈی نے کہا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے پھر خود اس لونڈی نے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا اس پر یہ ارشاد عالی ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۹۰)

(596) وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت حسن بن علی ﷛ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا جو چیز تم کو شک میں ڈالے وہ ترک کر دو اور اس کو اختیار کرو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مَعْنَاهُ: اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ، وَخُذْ مَا لَا تَشُكُّ فِيْهِ.

اس کا معنی یہ ہے کہ تم مشکوک چیز کو ترک کر دو اور جس میں شک نہ ہو وہ اختیار کرو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، ج ۱ ص ۸۶۸، رقم: ۲۵۱۸، سنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة

متابعة من اکثر ماله، ج ۵ ص ۲۳۵، رقم: ۱۱۱۳۲، امثال الحدیث لابی الشیخ الاصبہانی ص ۱۰، رقم: ۵، مسند ابی یعلی، مسند الحسن بن علی، ج ۶ ص ۶۲۲، رقم: ۶۷۶۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند الحسن بن علی، ج ۱ ص ۴۰۰، رقم: ۱۷۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بلاواسطہ حضور سے یہ سنا اور یاد کیا کیونکہ حضور انور کی زندگی شریف میں امام حسن علیہ السلام قدرے سمجھدار تھے، بچوں کا حدیث سننا معتبر ہے جب کہ کچھ سمجھدار ہوں اور ہوسکتا ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا ہو، چونکہ یہ قول رسول تھا اس لیے اسے حضور کی طرف نسبت فرمادیا جیسے ہم کہہ دیتے ہیں کہ حضور نے یہ فرمایا یا ہمیں حضور کا یہ فرمان یاد ہے۔

یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ وعلم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب وسنت کے مطابق ہو، عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (مرقات واشعہ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام ومشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہٰذا حدیثیں واضح ہے۔

یعنی مؤمن کامل کا دل سچے کام وسچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ (لمعات مختصرا) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہ ہی حال عقل کا ہے۔

عقل زیر حکم دل یزدانی است — جوز دل آزاد شد شیطانی است

اللہ تعالیٰ دل کو نفس وعقل پر غالب رکھے۔ آمین! (مراٰۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۲)

(597) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ لِأَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: تَدْرِيْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کو کمائی کر کے لادیتا اور حضرت ابوبکر اس کی کمائی میں سے کھاتے تھے۔ تو ایک دن وہ کوئی چیز لایا اس میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ کھالیا۔ غلام نے کہا کچھ پتہ

قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ، إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِي، فَأَعْطَانِي لِذٰلِكَ، هٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہے یہ کیا چیز ہے۔ حضرت ابوبکر ﷛ نے فرمایا: کیا ہے اس نے کہا میں دور جاہلیت میں ایک انسان کے لیے بناوٹی نجومی بنا تھا۔ میں اس کو جانتا نہ تھا صرف دھوکہ کے لیے میں نے کہہ دیا اس کی وجہ سے اس نے مجھے یہ دیا جس میں سے آپ نے تناول فرمایا ہے۔ تو حضرت ابوبکر ﷛ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور پیٹ میں موجود ہر چیز کو قے کر دیا۔ (بخاری)

اَلْخَرَاجُ: شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلَى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيْهِ كُلَّ يَوْمٍ، وَبَاقِيْ كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ.

اَلْخَرَاجُ: وہ رقم جو مالک اپنے غلام پر یومیہ مقرر کر دیتا ہے اور باقی کمائی غلام کی ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحيح بخارى، باب ايام الجاهلية، ج٥ص٣٢ رقم: ٣٨٤٢ السنن الكبرى للبيهقى، باب لايملك احد بالجهالة شيئا، ج٦ص٩٧ رقم: ١١٨٦٠ فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، ومن فضائل عمر بن الخطاب ج١ص٣٢٧ رقم: ٢٩٥)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اہل عرب اپنے غلاموں کو کاروبار کی اجازت دے دیتے تھے اور ماہوار یا روزانہ کچھ پیسے مقرر کر دیتے تھے جو غلام مولیٰ کو ادا کرتا رہتا تھا خواہ وہ کمائی کرتا یا نہ کرتا، زیادہ کرتا یا کم جیسا کہ آج کل لوگ تانگہ وگاڑیاں ٹھیکے پر دے دیتے ہیں اسے خراج کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہے۔

(حضرت ابوبکر نے کچھ کھالیا) اور غلام سے پوچھا نہیں کہ کہاں سے لایا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہی لاتا تھا اور آپ کھاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تحقیق ضروری نہیں جس چیز کی حلت کا گمان غالب ہو اسے کھالے، صحابہ کرام جنگوں میں کفار کے مال واسباب بلکہ پہنے ہوئے کپڑوں پر قبضہ کر لیتے تھے اور ان کی تحقیق نہ فرماتے تھے، یہ عمل خلاف تقویٰ نہیں۔

(جس میں سے آپ نے تناول فرمایا ہے) خلاصہ یہ ہے کہ یہ مٹھائی دو طرح سے حرام تھی: ایک یہ کہ کہانت یعنی فال کھولنے کی اجرت ہے اور فال کھولنا بھی حرام ہے، اس کی اجرت بھی حرام۔ دوسرے یہ کہ دھوکا کی شیرنی ہے جیسے کوئی غیر طبیب کسی کو دھوکا دے کر طبیب بنے اس کی اجرت لے یہ حرام ہے۔ غالب یہ ہے کہ غلام نے دیدہ دانستہ یہاں جرم کی نیت نہ کی تھی بلکہ اسے دھوکا یہ لگا کہ میں نے یہ کہانت اسلام سے پہلے کی تھی جب مجھ پر احکام شرعی جاری نہ تھے کیونکہ یہ اسی کا معاوضہ ہے اس لیے حلال ہے، اب مسلمان ہو کر نہ کہانت کروں گا، نہ اجرت لوں گا، اسی خیال پر اس نے جناب صدیق اکبر کو پہلے بتایا بھی نہیں، کھلا دینے کے بعد اسے کچھ خیال آیا، مسئلہ پوچھنے کے لیے یہ عرض کیا لہٰذا نہ تو غلام پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے یہ شیرنی لی کیوں اور حضرت صدیق کو دھوکا دیا کیوں اور نہ جناب صدیق پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آپ نے بغیر

تحقیق کھا کیوں لی۔

• (پیٹ میں موجود ہر چیز کو قے کردیا) یہ حضرت صدیق اکبر کا انتہائی تقوی ہے کہ جو شے واقعی حرام تھی اور بے علمی میں کھالی گئی اسے قے کے ذریعہ پیٹ سے نکال دیا۔اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جناب صدیق کی خلافت کو غلط اور آپ کو خائن و غاصب کہتے ہیں جو ہستی ناجائز مٹھائی اپنے پیٹ میں نہ رہنے دے وہ ناجائز طور پر خلافت پر کیوں کر قابض ہوسکتی ہے۔اس حدیث کی بناء پر بعض شوافع فرماتے ہیں کہ جو بے خبری میں بھی ناجائز چیز کھالے وہ قے کردے مگر ہمارے ہاں یہ خصوصی تقوی تھا نہ کہ عمومی فتوی۔(از مرقات) حرام چیز کھانا حرام ہے، قے کرنا واجب نہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام بعینہ قبضہ کے بعد بھی ملکیت میں نہیں آتا اور نہ وہاں تبدل ملک کے احکام جاری ہوں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۹۴)

(598) وَعَنْ نَافِعٍ: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ وَّفَرَضَ لِابْنِهٖ ثَلَاثَةَ الْاٰفٍ وَّخَمْسَمِائَةٍ. فَقِيْلَ لَهٗ: هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبُوْهُ. يَقُوْلُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے پہلے مہاجرین کے لیے چار ہزار مقرر کیا اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے لیے ساڑھے تین ہزار۔ کہا گیا کہ وہ بھی ان مہاجرین سے ہی ہے آپ نے انہیں حصہ کم کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنے باپ کے ساتھ ہجرت کی ہے مقصد یہ تھا کہ یہ ان کی طرح نہیں، جنہوں نے خود ہجرت کی۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، ج۵ص۶۳، رقم: ۳۹۱۲ السنن الکبری للبیھقی، باب التفضیل علی السابقۃ والنسب، ج۶ص۳۴۹، رقم: ۱۳۲۷۵ تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمہ نافع ابو عبداللہ، ج۶ص۱۱، رقم: ۱۰۵۶۲ جامع الاحادیث، مسند عمر بن الخطاب، ج۲۲ص۲۶۶، رقم: ۲۹۰۵۵)

شرح حدیث: پرہیزگاری کی اہمیت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم اتنے روزے رکھو کہ سوکھ کر کمان کی طرح خم دار ہو جاؤ اور اتنی نمازیں پڑھو کہ کیل کی طرح سوکھ جاؤ تب بھی تمہارے عمل کامل پرہیزگاری کے بغیر قبول نہ ہوں گے۔

بعض اہل علم کا قول ہے: دنیا کی حلال چیزوں پر حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے اور حرام ایک ایسی بیماری ہے جس کا علاج فقط یہی ہے کہ بندہ حرام کھانے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پناہ چاہے۔(بحر الدموع ص ۲۸۲)

آج کیا عمل کیا؟

حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں مروی ہے کہ جب رات ہو جاتی تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ

عنہٗ) اپنے پاؤں پر دُرّہ مارتے اور اپنے آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا ہے؟

حضرت سیدنا میمون بن مہران (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرلے کیونکہ کام کے بعد شریکین ایک دوسرے سے حساب کرتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے وصال کے وقت ان سے فرمایا مجھے حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں پھر فرمایا میں نے کیا کہا؟ انہوں نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی بات دُہرادی۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا (نہیں بلکہ) حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں۔ تو دیکھئے کس طرح انہوں نے عمل کے بعد غور وفکر کیا اور ایک بات کو دوسری بات سے بدل دیا۔

بالکل ایسے ہی حضرت سیدنا ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی روایت ہے کہ جب نماز میں پرندے نے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کردی تو انہوں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ کردیا۔ اس کی وجہ ندامت اور اس (صدقہ) کے عوض (ثواب) کی امید تھی۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی روایت میں ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تو ان سے کہا گیا اے ابو یوسف! آپ کے بیٹے اور غلام اس کام کیلئے کافی تھے، انہوں نے فرمایا میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ انکار تو نہیں کرتا۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۱۰۲)

(599) وَعَنْ عَطِيَّةَ بن عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ، حَذَرًا مِمَّا بِهٖ بَأْسٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک متقین میں سے نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حرج والی چیزوں سے نہ بچے اور ان چیزوں کو بھی ترک نہ کردے جن میں کوئی حرج نہیں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۲۳، رقم: ۲۴۵۱ سنن ابن ماجه، باب الورع والتقوی، ج۴ص۴۰۹، رقم: ۴۲۱۵ سنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة مبایعة من اکثر ماله من الربا، ج۵ص۳۳۵، رقم: ۱۰۶۰۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عطیة بن سعد السعدی، ج۱۷ص۱۶۸، رقم: ۱۴۱۲۴ التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمه عبد بن عقیل، ج۵ص۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی بہت جامع ہے جس میں صدہا احکام آ گئے، حرام سے بچنے کے لیے مکروہات سے پرہیز کرو، گناہوں سے بچنے کے لیے مشکوک و مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرو، برے لوگوں سے بچنے کے لیے مشتبہ لوگوں سے الگ رہو۔ شعر۔

نگہ دارد آں شوخ در کیسہ در دانہ ہمہ خلق را کیسہ برد

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۴)

حرام کو چھوڑ دے اور شبہات سے بچتا رہے

ہمارے رب عزوجل نے بندوں کے امتحان اور انہیں آزمانے کے لئے جہنم کو شہوات نفسانی سے ڈھانپ دیا ہے۔۔۔۔۔۔پس خوش بخت و سعادت مند ہے وہ شخص جو دنیا سے قریب تو ہو،۔۔۔۔۔۔اسے صرف اپنے ہاتھ کی مٹھی میں رکھے لیکن اسے اپنے دل میں جگہ نہ دے،۔۔۔۔۔۔اور دنیا کو ہاتھ میں رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں سے حلال کو لے، حرام کو چھوڑ دے اور شبہات سے بچتا رہے اور اس طرح وہ دنیا کو اپنے ہاتھ (یعنی قابو) میں رکھ سکے گا،۔۔۔۔۔۔ اور اگر ایسا ہو کہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام ہی سمجھے مگر شبہ سے نہ بچے تو وہ دنیا کی طرف توجہ دینے کی وجہ سے اس کے فتنے میں غرق ہو جائے گا۔

تم پر دنیا پھیلا دی جائے گی

امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں حضور نبی پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ شریک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے محبوب ، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بحرین سے جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بحرین والوں سے جزیہ کے بدلے صلح فرمائی تھی اور حضرت سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔

جب حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرین سے (جزیہ کا) مال لے کر واپس لوٹے تو انصار نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو سب نے صبح کی نماز حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ادا کی، جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فارغ ہوئے تو سارے سامنے آ گئے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ لوگوں نے ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آمد کی خبر سن لی ہے کہ وہ کچھ مال لائے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا ہی ہے۔ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: خوشخبری سنا دو اور اُس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گا، پس اللہ عزوجل کی قسم! مجھے تم پر فقر (غربت) کا خوف نہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلی قوموں پر پھیلائی گئی تھی پس تم بھی اس دنیا کی خاطر پہلے لوگوں کی طرح باہم مقابلہ کرو گے، اور یہ تمہیں غفلت میں ڈال دے گی جس طرح اس نے پچھلی

قوموں کو غافل کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۲۵، ص ۵۴۰)

دلوں کی کمزوری کا سبب

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے خلاف ہر جانب سے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے جیسے کھانے والے کھانے کے برتن پر جمع ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کیا اس دن ہماری تعداد کم ہو گی؟

ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم تو کوڑے کچرے ہو جاؤ گے جیسے سیلاب کا کوڑا کچرا ہوتا ہے (مراد اس سے آخری زمانے کے خراب اور نکمے لوگ ہیں)، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے تمہارے دل کمزور پڑ جائیں گے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۶۰، ص ۳۲۷ تغیراً)

69-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ النَّاسِ وَالزَّمَانِ اَوِ الْخَوْفِ مِنْ فِتْنَةٍ فِي الدِّيْنِ وَوُقُوْعٍ فِيْ حَرَامٍ وَّشُبُهَاتٍ وَّنَحْوِهَا

لوگوں اور زمانے میں خرابی دین میں فتنہ اور حرام و مشتبہ میں مبتلا ہونے کے خوف کے وقت خلوت گزینی کا مستحب ہونا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَفِرُّوْا اِلَى اللهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ) (الذاریات: 50).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو میں تمہارے لیے واضح ڈرسنانے والا ہوں۔

(600) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے محبت کرتا ہے جو تقویٰ والا، غنی، گم نام ہو۔ (مسلم)

وَالْمُرَادُ "بِالْغَنِيِّ" غَنِيُّ النَّفْسِ، كَمَا سَبَقَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ.

غنا سے مراد دل کا غنی ہونا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں گزر چکا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۴ص۲۱۲، رقم: ۷۶۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۶۸، رقم: ۱۴۴۱، الاداب للبیھقی، باب لا باس بالغنی لمن اتقی اللہ عزوجل، ج۱ص۳۸۴، رقم: ۷۰، مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۸۸، رقم: ۷۳۶)

شرح حدیث: عبادت کی پاکیزگی اور مینارِ تقویٰ

اے وہ شخص! جس کا سفر دنیا کی طلب میں تیزی سے کٹ رہا ہے،۔۔۔۔۔۔تو دنیا کی جھوٹی امیدوں سے کب

چھٹکارا پائے گا؟۔۔۔۔۔۔یاد رکھ! تجھے چھٹکارا اسی وقت ملے گا جب تو دنیا سے کٹے گا،۔۔۔۔۔۔اگر تو آخرت کا طلب گار ہے تو سست رفتار ہوتے ہوئے نفع کس طرح پائے گا؟۔۔۔۔۔۔تعجب ہے کہ تُو فنا ہو جانے والی دنیا کی تلاش میں تو سفر کی تیاری خوب کرتا ہے، حالانکہ اس راستے میں تو بہت سے رہزن بھی ہیں،۔۔۔۔۔۔تیری زندگی ایک امانت ہے جس کی جوانی تُو نے خیانت میں گزار دی، ادھیڑ عمری بیکار کاموں میں ضائع کردی اور اب بڑھاپے میں رو رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ہائے! میری عمر ضائع ہوگئی۔۔۔۔۔۔۔خرید و فروخت میں بد دیانتی کرنے والا بھلا کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔ دنیا کی طلب میں تو تیرا جسم بڑا چاک و چوبند رہا اور اب طلبِ آخرت میں تجھے مختلف تکالیف ہونے لگی ہیں،۔۔۔۔۔۔ کب تک راہِ تقویٰ پر چلنے میں سستی کریگا،۔۔۔۔۔۔اے غفلت کی تاریکی میں زندگی بسر کرنے والے! بڑھاپے کا سورج طلوع ہو چکا، مرنے سے پہلے توبہ کرنے والوں کی رفاقت اختیار کرلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْأَرْضِ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

(پ20، النمل:75)

تقویٰ و مجاہدہ باعثِ نجات ہے

اے شخص! کب تک عبادت گزاروں اور زاہدوں کا لبادہ اوڑھے رکھے گا، حالانکہ تو اپنے دل کی غفلت کو خوب جانتا ہے،۔۔۔۔۔۔تیرا ظاہر تو صاف ستھرا ہے مگر باطن لمبی امیدوں سے آلودہ ہے،۔۔۔۔۔۔جسے مال کی محبت اپنی طرف مائل کرلے وہ خدا عزوجل کی محبت کے قابل نہ رہا،۔۔۔۔۔۔اگر مجاہدہ کی مشقت نہ ہوتی تو لوگوں کو باکمال مرد کا نام نہ دیا جاتا۔ اے مردہ دل! اگر تُو جوانی میں نیکیوں کی طرف مائل نہ ہو سکا تو ادھیڑ پن ہی میں مائل ہو جا، کیونکہ سر سفید ہو جانے کے بعد کھیل کُود بے سُود ہے اور بڑھاپے میں سرکشی زیادہ بری ہے،۔۔۔۔۔۔جب تجھ سے کہا جائے گا کہ تُو نے جوانی کو غفلت میں ضائع کر دیا اور اب بڑھاپے میں (نیک) اعمال کی کمی پر روتا ہے،۔۔۔۔۔۔اگر تُو جان لیتا کہ تیرے لئے کونسا عذاب تیار ہو چکا ہے تو تُو ساری رات رونے میں گزار دیتا۔

بارگاہِ الٰہی عزوجل میں حاضری کا انداز

ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا: حضور! جب بھی میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں تو کوئی نہ کوئی مصیبت یا پریشانی مجھے گھیر لیتی ہے، میں کیا کروں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اپنے مولا عزوجل کے در پر اس طرح حاضر ہوا کرو جیسے چھوٹا بچہ اپنی ماں کے پاس آتا ہے کہ اس کی ماں اسے مارے تو بھی وہ اپنی ماں ہی کی طرف لپکتا ہے اور جب بھی وہ اسے جھڑکتی ہے وہ اسی کے پاس جاتا ہے اور بار بار ایسا کرتا ہے یہاں تک اس کی ماں پیار سے اسے اپنے آپ سے چمٹا لیتی ہے۔ (بحر الدموع ص ۱۰۳)

(601) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ"قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ".

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سے کون افضل ہے تو آپ نے فرمایا: ایمان دار جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔ عرض کیا: پھر کون فرمایا پھر ایسا آدمی جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں خلوت گزین ہو کر اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہو۔

وَفِي رِوَايَةٍ: "يَتَّقِي اللهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے: جو اللہ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العزلة راحة من خلاط السوء، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۶۴۹۴ صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج۶ص۳۹ رقم: ۴۹۹۴ السنن الكبرى للبيهقي، باب في فضل الجهاد في سبيل الله، ج۹ص۱۵۹ رقم: ۱۸۹۶۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي سعيد الخدري، ج۴ص۳۷ رقم: ۱۱۳۴۰ سنن ابوداؤد، باب في ثواب الجهاد، ج۳ص۳۱۲، رقم: ۲۴۸۷)

شرحِ حدیث: گوشہ نشینی کا بیان

جان لیجئے! گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے گوشہ نشینی کو پسند کیا ہے اور اسے میل جول سے افضل قرار دیا ہے، ان علماء میں حضرت سیدنا سفیان ثوری، حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم، حضرت سیدنا داؤد طائی، حضرت سیدنا فضیل بن عیاض، حضرت سیدنا سلیمان خواص، اور حضرت سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شامل ہیں، جب کہ اکثر تابعین نے میل جول کو پسند کیا ہے کیونکہ دوستوں کا بکثرت ہونا نیکی وتقوی کے کاموں میں معاون ہوتا ہے اور ان علماء نے اُخوت اور اُلفت کے بارے میں وارد ہونے والے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص پیش کیا گیا جو پہاڑوں میں رہ کر عبادت کرنا چاہتا تھا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہ تم ایسا کرو اور نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرا ایسا کرے کہ تمہارا اسلام کے بعض مقامات پر صبر کرنا چالیس سال تک (تنہا) عبادت کرنے سے افضل ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب حرف العین، الرقم ۲۰۵۲۔ عسعس بن سلامۃ التمیمی، ج ۳، ص ۳۰۹)

اور جنہوں نے گوشہ نشینی کو افضل قرار دیا ہے مثلاً حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو انہوں نے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا عبداللہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ عزَّ وجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نجات کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد

فرمایا:

لِیَسْعَكَ بَیْتُكَ، وَ اَمْسِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ، وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ۔

ترجمہ: تمہیں اپنا گھر کافی ہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۰۶، ص ۱۸۹۳ بتغیر)

گوشہ نشینی کے فوائد ونقصانات اور اس کی فضیلت کا واضح بیان

جان لیجئے! اس معاملہ میں اختلاف لوگوں کے مختلف ہونے کی بنیاد پر ہے۔

فوائد: گوشہ نشینی اختیار کرنے سے عبادت پر پابندی اور علمی تربیت ہوتی ہے اور انسان کو میل جول کی وجہ سے سرزد ہونے والے گناہوں سے نجات ملتی ہے جیسے ریا، اور غیبت میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا، اور برائی سے منع نہ کرنا کو چھوڑنا اور طبیعت میں برے اخلاق کا آنا وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح آدمی صنعت وحرفت کے معاملے میں دنیاوی مصالح کے لئے فارغ ہوجاتا ہے۔

پہلا فائدہ: انسان عبادت، غور وفکر، اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت، اس کی بارگاہ میں مناجات اور کائنات کے سربستہ رازوں سے آگاہ ہونے کے لئے فارغ ہوجاتا ہے اور یہ چیز گوشہ نشینی اور مخلوق سے جدائی اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہیں، اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے کہ گوشہ نشینی پر وہی شخص قادر ہوسکتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی کتاب سے اُنس رکھتا ہے اور جو لوگ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں وہی ذکر خداوندی کی وجہ سے دنیا میں آرام پاتے ہیں اور ذکر الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کرنے والے ذکر کے ساتھ زندہ رہتے ہیں اور اسی کے ذکر پر فوت ہوتے ہیں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے ڈرتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں سے میل جول ان کے لئے ذکر اور فکر میں رکاوٹ بنتا ہے، اسی لئے نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ابتداءً غارِ حرا میں سب سے الگ ہوکر گوشہ نشینی فرماتے تھے۔

جب آدمی خلوت پر مداومت اختیار کرلیتا ہے تو حضرت سیِّدُنا جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرمان کے مطابق اس کے معاملہ کی انتہاء اس مقام پر ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: میں تیس سال سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ہم کلام ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کررہا ہوں۔

کسی (گوشہ نشین) سے کہا گیا: تجھے تنہا رہنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اس نے جواب دیا: میں تنہا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھ سے ہم کلام ہو تو میں اس کی کتاب کو پڑھتا ہوں اور جب میں اس سے ہم کلام ہونا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس حضرت سیِّدُنا ہرم بن حیان

حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ سے اُنس حاصل کرنے آیا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی معرفت بھی رکھتا ہو اور پھر کسی دوسرے سے اُنس حاصل کرے۔

حضرت سیِّدُنا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب میں رات ہوتے دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں خلوت اختیار کروں گا اور جب دن نکلتے دیکھتا ہوں تو لوگوں سے ملاقات کو ناپسند جاننے کی وجہ سے وحشت محسوس کرتا ہوں کہ اب وہ چیز آرہی ہے جو مجھے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل کردے گی۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص مخلوق سے گفتگو کے سبب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ہم کلامی سے مانوس نہیں ہوتا وہ کم عمل اور دل کا اندھا ہے اور اس نے اپنی عمر ضائع کردی۔

دوسرا فائدہ: گوشہ نشینی کی وجہ سے انسان ان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جو عموماً میل جول کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً غیبت اور ریاکاری میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا اور نہ ہی برائی سے منع کرنا اور ان سب کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مطلق طور پر یہ حکم لگانا ناممکن ہے کہ گوشہ نشینی اور میل جول میں سے ایک بہتر ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں حالتِ اعتدال ہی بہتر ہے کہ انسان اس قدر تنہا نہ ہوجائے کہ میل جول سے حاصل ہونے والے فوائد کھودے اور نہ ہی لوگوں سے اس قدر بے تکلف ہوجائے کہ تنہائی کے فوائد ضائع کردے اور گوشہ نشینی سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے شر سے لوگوں کو دور رکھے اور مکمل طور پر اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور لمبی امیدیں نہ باندھے پس لمبی امیدیں نہ باندھنے کی وجہ سے اس کا نفس پر امن رہے گا اور تنہائی کے ذریعے جہادِ اکبر کی نیت کرے اور اس سے مراد نفس سے جہاد کرنا ہے جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ارشاد فرمایا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ترجمہ: ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ (لباب الاحیاء ص ۱۶۴۔۱۶۵)

(602) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا بہتر مال کچھ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہوں پر پھرے گا اور اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگے گا۔ (بخاری)

و"شَعَفُ الْجِبَالِ": اَعْلَاهَا۔ شَعَفُ الْجِبَالِ: پہاڑوں کی چوٹیاں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الدین الفرار من الفتن، ج۱ص۱۳ رقم: ۱۸، الموطا امام مالک، باب ما جاء فی امر الغنم، ج۲ص۹۷۰ رقم: ۱۷۴۴، سنن ابوداؤد، باب ما یرخص فیہ من البداوۃ فی الفتنۃ، ج۴ص۱۲۶ رقم: ۴۲۶۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۰ رقم: ۱۱۲۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ علیہا، ج۷ص۴۴۸ رقم: ۳۷۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شعف جمع ہے شعفۃ کی بمعنی بلند چوٹی۔ اہل عرب پہاڑ کی چوٹیوں میں بھی اپنے مال مویشی رکھتے ہیں اور وہاں خود بھی رہتے ہیں، یہ جگہ زمین سے بہت بلند ہونے کی وجہ سے بڑے امن عافیت کی ہوتی ہے۔ مواقع قطر سے مراد ہے وہ جنگل جہاں پانی کے چشمے، سبزہ زار، چراگاہ وغیرہ ہو، یہ تعمیم بعد تخصیص ہے یا اس کے برعکس۔

اس علیحدگی کی وجہ اپنے دین کی حفاظت ہو نہ کہ مسلمانوں سے نفرت کہ ایسے موقعہ پر لوگوں سے خلط ملط اپنے لیے دینی خرابی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۷، ص۲۳۲)

دنیا کے فتنوں سے بچو!

دنیا اپنی رونق (یعنی چمک دمک) سے تجھ پر غالب نہ آجائے اور تجھے فتنے میں مبتلاء نہ کردے،۔۔۔۔۔۔۔ دنیا سے بچ اور آخرت کی طرف پوری توجہ رکھ،۔۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں تیرے لئے (عمل کا) ضامن ہے لیکن آخرت میں تیرے عمل کا ضامن نہیں۔ چنانچہ،

(۱) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (پ26، الذریات:22، 23)

(2) وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

ترجمہ کنز الایمان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔ (پ20، القصص:77) (الزھد وقصر الامل ص۲۰)

(603) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ: وَاَنْتَ؟ قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں صحابہ نے عرض کیا: اور آپ نے بھی تو

نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

فرمایا: ہاں میں بھی اہل مکہ کی چند پیسوں (معاوضہ) پر بکریاں چراتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رعی الغنم علی قراریط، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۲۶۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام، ص۱۲۷، رقم: ۱۰۷، السنن الکبری للبیہقی، باب جواز الاجارۃ، ج۶ص۱۱۸، رقم: ۱۱۹۸۵، نصب الرایۃ للزیلعی، کتاب الاجارات، ج۴ص۱۷۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بکریاں چرانے سے طبیعت میں حلم و بردباری، محنت کا شوق، ملکی انتظام کی قابلیت اور رعایا پروری پیدا ہوتی ہے کہ بکریاں ہر وقت محافظ کی حاجت مند ہوتی ہیں اور ان میں انتظام نہیں ہوتا، ہر ایک جدھر منہ اُٹھا چل دیتی ہے، جو انہیں سنبھال لے گا، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ رعایا کو بھی سنبھال لے گا، تبلیغ خوب کر سکے گا، عام طور پر رعایا کو بکریاں سے اور بادشاہ کو چرواہے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

قراریط قیراط کی جمع ہے، قیراط دینار کا بیسواں حصہ یا چوبیسواں حصہ ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی بکریاں ایک قیراط روز یا ماہوار کے عوض چرائی ہیں۔ خیال رہے کہ نبی تبلیغ دین پر اجرت نہیں لیتے، دوسرے کاموں پر اجرت لیتے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی آیت لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کے خلاف نہیں کہ وہاں علیہ سے مراد دین کی تبلیغ ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ قراریط مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضور انور بغیر اجرت بکریاں چراتے تھے مگر یہ درست نہیں، ورنہ یہ حدیث باب الاجارہ میں نہ لائی جاتی لہذا احق یہ ہی ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے۔ (مرقات ولمعات وغیرہ) اشعہ میں شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت بادشاہوں و امیروں میں نہ رکھی بلکہ بکری چرانے اور تواضع کے پیشہ کرنے والوں میں رکھی۔ چنانچہ ایوب علیہ السلام درزی گری کرتے تھے، زکریا علیہ السلام بڑھئی پیشہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۴، ص۵۸۰)

(604) وَعَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً، طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ أَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهُ، أَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَأْسِ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ، أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنْ هٰذِهِ الْأَوْدِيَةِ، يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَيَعْبُدُ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہتر زندگی والا وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں روکنے والا ہو جب گھبراہٹ اور جنگ کی بات سنتا ہے تو اس پر تیزی سے وہاں پہنچتا ہے اور موت اور شہادت کو اس کی امکانی جگہوں پر تلاش کرتا ہے۔ یا وہ آدمی جو بکریوں کو لے کر پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں

رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہوتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ لوگوں سے اس کا تعلق بھلائی کا ہی ہوتا ہے۔ (مسلم)

"يَطِيْرُ": اَيْ يُسْرِعُ. وَ"مَتْنُهٗ": ظَهْرُهٗ. وَ"الْهَيْعَةُ": الصَّوْتُ لِلْحَرْبِ. وَ"الْفَزْعَةُ": نَحْوُهٗ. وَ"مَظَانُّ الشَّيْءِ": الْمَوَاضِعُ الَّتِيْ يُظَنُّ وُجُوْدُهٗ فِيْهَا. وَ"الْغُنَيْمَةُ" بِضَمِّ الْغَيْنِ: تَصْغِيْرُ الْغَنَمِ. وَ"الشَّعَفَةُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَالْعَيْنِ: هِيَ اَعْلَى الْجَبَلِ.

يَطِيْرُ: یعنی جلدی کرتا ہے۔ اڑتا ہے۔ مَتْنُهٗ: یعنی اس کی پشت۔ هَيْعَةُ: یعنی جنگ کی آواز۔ اَلْفَزْعَةُ: یعنی جنگ کی آواز۔ غُنَيْمَةُ: غین پر پیش کے ساتھ غنم کی تصغیر ہے تھوڑی بکریاں۔ مَظَانُّ الشَّيْءِ: کا مطلب وہ مقامات جہاں کسی چیز کی موجودگی کا گمان ہو۔ شُعُفَةُ: شین پر اور عین پر زبر کے ساتھ: پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج۲ص۳۹، رقم: ۳۹۹۷ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فی فضل الجهاد، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۷ سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العزلة، ج۲ص۱۳۱۶، رقم: ۳۹۷۷ مشکوٰة المصابیح، کتاب الجهاد الفصل الاول، ج۲ص۳۶۳، رقم: ۳۷۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔ وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل

میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدود یکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن جانورز مین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔

اگرچہ عبادات میں نماز وزکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز وزکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید، رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیا دار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۶۹۲)

70-بَابُ فَضْلِ الْاِخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ وَحُضُوْرِ جُمَعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ، وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيْضِهِمْ، وَحُضُوْرِ جَنَائِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَاِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدِرَ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَقَمَعَ نَفْسَهٗ عَنِ الْاِيْذَاءِ وَصَبَرَ عَلَى الْاَذٰى

لوگوں کے ساتھ میل جول کی فضیلت ان کی جمعہ جماعت میں شمولیت بھلائی کے مقامات اور مجالس ذکر میں ان کے ساتھ شامل ہونا اور بیمار کی بیمار پرسی کرنا اور ان کے جنازوں میں حاضر ہونا محتاج کی غم خواری جاہل کی ہدایت اور اس کے علاوہ دیگر مصلحتوں اور لوگوں کو نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا جو اس پر قادر ہوں اور اپنے آپ کو تکلیف سے بچانا اور صبر کرنا

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ ذَكَرْتُهٗ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ

امام نووی کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ میل جول اس طریقہ پر جو میں نے ذکر کیا پسندیدہ ہے۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، وَكَذٰلِكَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ، وَمِنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَمِنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَخْيَارِهِم، وَهُوَ مَذْهَبُ اَكْثَرِ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ م بَعْدَهُمْ، وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاَكْثَرُ الفقهاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ.

اسی پر رسول اللہ ﷺ اور سب انبیاء تھے (علیہم الصلوات والتسلیمات) اسی طرح خلفائے راشدین بعد کے صحابہ اور تابعین اور بعض مسلمان علماء اور صاحب فضیلت لوگ بھی اس طریقہ پر تھے۔ اور یہی اکثر تابعین اور بعد والوں کا مذہب ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اور اکثر فقہاء رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) (المائدة: 2)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

وَالْاٰيَاتِ فِيْ مَعْنٰى مَا ذَكَرْتُهٗ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور جو میں نے ذکر کیا اس معنی میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

71-بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

تواضع اور ایمان داروں سے نرمی کا سلوک کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) (الشعراء: 215)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو پیروی کرنے والے ایمان داروں کے لیے جھکا دیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ) (المائدة: 54).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل ایمان! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا تو (اللہ کو اس کی اس کی پروا نہیں) عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا۔ جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔ اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ اہل ایمان کے لیے نرم اور کفار کے لیے سخت ہوں گے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاكُمْ) (الحجرات: 12).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و زن سے پیدا فرمایا ہے۔ اور تم کو خاندان اور قبیلے بنا دیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو یقینا اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدنا مولیٰنا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ مدارِ عزّت وفضیلت کا پرہیزگاری ہے، نہ کہ نسب۔

شانِ نزول: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بازارِ مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے، اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سیّدِ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے دفن میں تشریف لائے، اس پر لوگوں نے کچھ کہا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (النجم: 32).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنی جانوں کا ستھرا ہونا نہ بیان کرو وہ جانتا ہے کہ کون تقویٰ والا ہے

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدنا مولیٰنا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تفاخراً اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کا خود جاننے والا ہے وہ ان کی ابتداء ہستی سے آخرِ ایام کے جملہ احوال جانتا ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں ریا اور خودنمائی اور خودسرائی کی ممانعت فرمائی گئی لیکن اگر نعمتِ الٰہی کے اعتراف اور اطاعت و عبادتِ پُرمسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ (الأعراف: 48-49)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اعراف والے کچھ لوگوں کو پکاریں گے ان کو ان کے نشانات سے پہچانیں گے۔ کہیں گے تم کو تمہاری جمعیت عددی اور اسبابِ تکبر نے کچھ فائدہ نہ دیا' کیا یہ وہ لوگ ہیں' جن کے بارے تم نے قسمیں اٹھائی تھیں کہ ان کو اللہ رحمت عطا نہ فرمائے گا۔ (کہا جائے گا) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم کو غم ہوگا۔

(605) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ

حضرت عیاض بن حمار ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی

اللّٰہ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

فرمائی کہ عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ، ج۸ص۱۶۰، رقم: ۷۳۸۹، الاداب للبیہقی، باب فی التواضع وترک الزھو والعلف، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۱۹۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عیاض بن حمار المجاشعی، ج۱۷ص۳۶۳، رقم: ۱۳۶۸۹، سنن ابوداؤد، باب فی التواضع، ج۴ص۴۲۵، رقم: ۴۸۹۶، سنن ابن ماجہ، باب البراۃ من الکبر والتواضع، ج۲ص۱۳۹۹، رقم: ۴۱۷۹، الادب المفرد للبخاری، باب المستبان شیطانان تیھاتران، ص۱۷۷، رقم: ۴۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ (حضرت عیاض بن حمار) صحابی ہیں، بصری ہیں، حضور انور کو بڑے پیارے تھے، خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

اس حدیث میں حتی بمعنی کے ہے یعنی عجز و انکسار اختیار کرو تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب و خاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر کبر و فخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۴۲۸)

حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الحق کی عاجزی و انکساری

حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں۔ آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں، حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں! فرمایا: اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

حضرت داؤد طائی کی عاجزی

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک شاگرد کا بیان ہے، ایک مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی: زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تم مجھ سے ملنے آئے یہ اچھی بات ہے مگر یہ تو دیکھو کہ تمہارا یہ کام میرے لئے کتنا نقصان دہ ہے جب مجھ سے یہ کہا جائے گا: تُو کون ہوتا ہے کہ تیری زیارت کی جاتی، کیا تُو عبادت گزار تھا؟ کیا تُو دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں میں سے تھا؟ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے فرمانے لگے: جوانی میں تو تُو بدکار تھا، اُدھیڑ عمری میں دھوکے باز ہو گیا اور جب بوڑھا ہوا تو ریاکار بن گیا، خدا عزوجل کی قسم! ریاکار فاسق سے بھی بدتر ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دعا مانگنے لگے: اے زمین و آسمان کے خدا عزوجل! اپنی طرف سے مجھے ایسی رحمت عطا فرما جو میری جوانی کی اصلاح کر دے اور مجھے ہر برائی سے بچا لے اور صالحین کے بلند مقامات میں میرا ٹھکانا بلند کر دے۔

منصور سُلیمی کی عاجزی

ایک شخص نے حضرت منصور سُلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لمبی نماز پڑھتے اور احسن طریقے سے عبادت ادا کرتے دیکھا جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے فرمایا: میری عبادت دیکھ کر دھوکا نہ کھانا کیونکہ ابلیس ملعون نے ہزاروں سال اللہ عزوجل کی عبادت کی پھر بھی وہ مردود ہو گیا۔

آدمی کی خوش بختی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے نفس سے عاجزی اور اپنے تمام افعال واقوال میں کوتاہی کا اقرار کرائے۔(بحر الدموع ص ۲۵۱)

(606) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ،وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلاَّ عِزًّا، وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلاَّ رَفَعَهُ اللهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ اور معاف کرنے سے اللہ بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ اور جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ رفعت و بلندی عطا فرما دیتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب العفو والتواضع، ج۸ص۲۱، رقم: ۶۷۵۷،السنن الکبرٰی للبیہقی، باب شهادة اهل العصبیة، ج۱۰ص۲۳۵، رقم: ۲۱۶۲۰،سنن الدارمی، باب فی فضل الصدقة، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۶۷۶،مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۸۶، رقم: ۸۹۹۶،مسند ابویعلی، مسند شهر بن حوشب عن ابی هریرة، ج۱۱ص۳۴۳، رقم: ۶۴۵۸)

شرح حدیث: سانپ یا بچھو

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسعود کِندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو شخص دن یا رات کو صدقہ کرتا ہے تو وہ سانپ یا بچھو کے کاٹنے، گر کر مرنے یا اچانک موت سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ شفاعت نشان ہے: صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیونکہ مصیبت صدقہ سے سبقت نہیں لے جا سکتی۔(السنن الکبری للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب فضل من اصبح صائما۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷۸۳۱، ج۴، ص۳۱۸)

بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ صَدَقہ کرتا ہے اور بلاء نازل ہو رہی ہوتی ہے تو صَدَقہ اوپر بلند ہوتا ہے، ان دونوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے، نہ بلاء صَدَقہ پر غلبہ پا سکتی ہے نہ صَدَقہ بلاء پر۔ جب تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ چاہے دونوں زمین وآسمان کے درمیان ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ (قیامت کے دن) فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے مجھے نہ کھلایا۔ میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے نہ پلایا۔ میں نے تجھ سے کپڑے طلب کئے تو نے مجھے نہ دیئے۔ تو بندہ عرض کریگا: اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! وہ کیسے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: تیرے قریب سے فلاں بھوکا اور فلاں ننگا گزرا تھا مگر تُو نے اپنے مال میں سے کوئی چیز اُسے نہ دی، آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا جیسا کہ تو نے روک لیا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل عیادۃ المریض، الحدیث ۲۵۶۹، ص ۱۱۲۸، مختصراً)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو تمہیں فقیر بنا دے کہ تم میں کوئی امیر نہ رہے اور اگر چاہے تو تمہیں غنی بنا دے کہ تم میں کوئی محتاج نہ رہے لیکن وہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعے آزماتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: پوشیدہ طور پر صَدَقہ دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں۔ صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۹۴۳، ج ۱، ص ۲۷۳، بتغیر قلیل)

(607) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَیْہِمْ، وَقَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ بھی ایسا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم علی الصبیان، ج۸ص۵۵، رقم: ۶۲۴۷، صحیح مسلم، باب استحباب السلام علی الصبیان، ج۷ص۵، رقم: ۵۷۹۱، سنن ابوداؤد، باب فی السلام علی الصبیان، ج۴ص۵۱۸، رقم: ۵۲۰۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی الصبیان، ج۵ص۵۷، رقم: ۲۶۹۶، سنن الدارمی، باب فی التسلیم علی الصبیان، ج۲ص۳۵۸، رقم: ۲۶۳۶)

شرح حدیث: تواضع کے بارے میں سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے فرامین

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تواضع

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بندہ جب اللہ عزوجل کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی لگام (ایک مقرر فرشتے کے ذریعے) بلند فرمادیتا ہے، (پھر وہ فرشتہ) کہتا ہے: عاجزی اختیار کر، اللہ عزوجل تجھے بلندی عطا فرمائے گا۔ اور جب بندہ تکبر اور سرکشی کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے (اسی مؤکل فرشتے کے ذریعے) سختی سے زمین پر پٹخ دیتا ہے اور (وہ فرشتہ اس بندے سے) کہتا ہے: دور ہو جا، اللہ عزوجل تجھے رسوا کرے۔ حالانکہ وہ اپنے دل میں خود کو بڑا سمجھ رہا ہوتا ہے جبکہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک خنزیر

سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تواضع

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: تواضع کرنا افضل عبادت ہے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تواضع

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: تواضع یہ ہے کہ تم حق کے آگے جھک جاؤ اور اس کی پیروی کرو اور اگر تم سب سے بڑے جاہل سے بھی حق بات سنو تو اسے بھی قبول کرلو۔

حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور تواضع

حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام صبح کرتے تو لوگوں کے حالات جاننے کے لئے ان کے چہروں میں غور کرتے، یہاں تک کہ مساکین کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور ارشاد فرماتے: مسکین، مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تواضع

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو تو جس مسلمان سے بھی ملو اسے اپنے آپ سے افضل جانو۔

حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تواضع

حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے جودی پہاڑ کو سفینۂ نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ خاص فرمایا کیونکہ یہ دوسروں سے زیادہ عجز کا اظہار کرتا تھا اور حرا پہاڑ کو اپنے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عبادت کے ساتھ اس لئے خاص فرمایا کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے زیادہ تواضع کرتا تھا اور اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قلب اَطہر کو اس لئے دیگر مخلوق سے ممتاز فرمایا کیونکہ یہ عجز وانکساری میں ان پر فوقیت رکھتا تھا۔

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر، ص۱۶۲)

(608) وَعَنْهُ، قَالَ: إِنْ كَانَتِ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَائَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی کہ نبی اکرم ﷺ کو ہاتھ سے پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکبر، ج۴ص۲۰، رقم: ۶۰۷۲، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی شیء من اخلاقه، ج۱۱ص۲۵۰، رقم: ۸۸۲۲، مشکوۃ المصابیح، باب فی اخلاقه وشمائله صلی اللہ علیه وسلم، الفصل الاول، ج۲ص۲۶۳، رقم: ۵۸۰۹)

نوٹ: (رسول اللہ ﷺ تکبر اور تکلف سے بالکل پاک تھے اوپر کی دو حدیث اس پر دلیل ہیں)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہاتھ پکڑنے سے مراد ہے اپنی حاجت براری کے لیے عرض کرنا یا کہیں لے جانا اور اگر ظاہری معنی مراد ہوں تب بھی مضائقہ نہیں کہ ساری امت حضور کی اولاد ہے، حضور انور امت کے باپ ہیں مہربان باپ کا ہاتھ اولاد پکڑ لیتی ہے۔ یعنی اگر معمولی سے معمولی آدمی حتی کہ مدینہ کی لونڈی بھی کچھ التجا کے لیے حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضور اس سے ہاتھ چھڑاتے نہ تھے بلکہ اس کی حاجت روائی کر دیتے تھے۔

خواہ اپنے گھر لے جاتی یا کسی اور جگہ حضور انور منع نہ فرماتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸، ص۶۸)

کبریائی اللہ عزوجل کی چادر ہے

حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تواضع بندے کی رفعت میں اضافہ کرتی ہے لہٰذا تواضع اختیار کرو اللہ عزوجل تمہیں رفعت عطا فرمائے گا۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب التواضع، الحدیث:۵۷۱۶، ج۳، ص۴۸)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جو میری مخلوق سے نرمی کرے اور میرے لئے تواضع اختیار کرے اور میری زمین پر تکبر نہ کرے تو میں اسے بلندی عطا کروں گا یہاں تک کہ عِلِّیِّین تک پہنچا دوں گا۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جس پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، اگر وہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے رفعت و بلندی عطا فرماتا ہے اور اگر بلندی چاہتا ہے تو اللہ عزوجل اسے ذلیل کر دیتا ہے اور کبریائی اللہ عزوجل کی چادر ہے، تو جو اللہ عزوجل سے (اس میں) جھگڑے گا اللہ عزوجل اسے ذلیل کر دے گا۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب التواضع، الحدیث:۵۷۳۹، ج۳، ص۵۰)

دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جسے ایک فرشتہ تھامے ہوتا ہے جب وہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس لگام کے ذریعے اسے بلند فرما دیتا ہے اور فرشتہ کہتا ہے: بلند ہو جا! اللہ عزوجل تجھے بلند فرمائے۔ اور جب وہ (اکڑ کر) اپنا سر اُوپر اٹھاتا ہے تو اللہ عزوجل اسے زمین کی طرف پھینک دیتا ہے اور فرشتہ کہتا ہے: پست ہو جا! اللہ عزوجل تجھے پست کرے۔

(المرجع السابق، الحدیث:۵۷۴۰، ج۳، ص۵۰)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر انسان

کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جو ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اس لگام کے ذریعے اُسے بلندی عطا کی جاتی ہے اور فرشتہ کہتا ہے: بلند ہو جا! اللہ عزوجل تجھے بلند فرمائے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو (تکبر سے) خود ہی بلند کرتا ہے تو وہ اُسے زمین کی جانب پست کر کے کہتا ہے: پست ہو جا! اللہ عزوجل تجھے پست کرے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب التواضع، الحدیث: ۵۷۴۱، ج۳، ص۵۰)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی کے سر میں دو زنجیریں ہوتی ہیں: ایک زنجیر کا سرا ساتویں آسمان پر اور دوسری کا ساتویں زمین میں ہوتا ہے، اگر وہ عاجزی کرے تو اللہ عزوجل زنجیر کے ذریعے اس کا درجہ ساتویں اسمان تک بلند فرما دیتا ہے اور اگر وہ تکبر کرتا ہے تو اللہ عزوجل (دوسری) زنجیر کے ذریعے اسے ساتویں زمین تک گرا دیتا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۵۷۴۲، ج۳، ص۵۰)

سیِّدُ المبلغین، رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو دنیا میں سرکشی کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے ذلیل کریگا اور جو دنیا میں تواضع اختیار کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا جو کہے گا: اے نیک بندے! اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے قرب میں آجا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۵۷۴۳، ج۳، ص۵۱)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو حسین وجمیل اور شریف الاصل ہونے کے باوجود منکسر المزاج ہوگا تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنہیں اللہ عزوجل قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم: ۳۷۷۷، ج۳، ص۲۲۲)

(609) وَعَنِ الْاَسْوَدِ بن يَزِيْدَ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ- يعني: خِدْمَةَ اَهْلِهٖ- فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اندر معمولات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ آپ ﷺ گھر والوں کے کام میں شامل ہوتے پس جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز کے لیے باہر تشریف لے جاتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کان فی حاجة اهله فاقیمت الصلاة فخرج، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۶۷۶، السنن الکبری للبیهقی، باب الترغیب فی حفظ وقت الصلاة، ج۲ص۲۱۵، رقم: ۳۲۹۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۱۰ص۳۹، رقم: ۲۴۲۶۲، مشکوة المصابیح، باب فی اخلاقه وشمائله صلی الله علیه وسلم، الفصل الاول، ج۲ص۲۹۳، رقم: ۵۸۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات حضور انور کی بیرونی اور اندرونی زندگی کے حافظ ہونا چاہتے تھے اور امت تک پہنچانا چاہتے تھے اس لیے بیرونی زندگی شریف صحابہ کرام سے پوچھتے تھے اور اندرونی زندگی ازواج پاک سے خصوصاً ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔

مھنۃ بروزن کلمہ بمعنی کام کاج خدمت یعنی حضور انور اپنے گھر کے کسی کام میں تکلف نہیں کرتے تھے، بکری دوھ لیتے، اپنے کپڑے دھو لیتے تھے، پھٹے کپڑے پھٹی نعلین شریف میں پیوند لگا لیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ گھر میں کام کر لینا صالحین کا طریقہ ہے کسی جائز کام میں تکلف نہیں چاہیے۔

یعنی جب نماز جماعت کا وقت آتا تو سارے کام چھوڑ دیتے گھر بار سے منہ موڑ لیتے جیسے کسی کو جانتے ہی نہیں اور مسجد تشریف لے جاتے یہ ہی سنت ہے، اللہ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ (مرقات) شعر

اپنے کپڑے خود دھو لینا خاک کے بستر پر سو لینا ۔۔۔ سادہ سادہ نیک طبیعت صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۷۵)

گھر کے کام کاج کرنا سنّت ہے

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ سلطانِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منوّرہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اپنے کپڑے خود ہی سیتے اور اپنے نعلین مبارک گانٹھتے اور وہ سارے کام کرتے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔ (الجامع الصغیر، الحدیث ۷۰۱۸، ص ۴۳۳)

چیز کا مالک اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی واپس اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے ساتھ بازار گیا۔ ایک دکان سے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے چار درہم کا پائجامہ خریدا، جب پلٹے تو میں نے رسولِ کریم، رءُوفٌ رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم سے پائجامے کو اس غرض سے پکڑا تاکہ اسے میں اٹھا لوں، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے مجھے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: چیز کا مالک اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے ہاں اگر وہ کمزور ہو، اسے اٹھانے سے عاجز ہو تو اس کا اسلامی بھائی اسے اٹھانے میں اس کی مدد کرے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ماوردنی شعرہ ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج ۴، ص ۲۰۵ ملتقطا)

لکڑیوں کا گٹھا

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اپنے باغ سے نکلے تو سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا رکھا تھا، کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیرت سے پوچھا: آپ کے ہاں تو بیٹے اور غلام موجود ہیں جو اس کام کے لیے کافی ہیں۔ تو

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِرشاد فرمایا: میں اپنے نفس کی آزمائش کر رہا ہوں کہ یہ اس کام سے اِنکار تو نہیں کرتا۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۱۰،ص ۲۱۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس ارادے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کا عملی تجربہ بھی کیا کہ آیا! نفس سچا ہے یا جھوٹا!

کمال میں کوئی کمی نہیں آتی

امیرُ المؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم فرماتے ہیں: اگر کوئی کامل شخص اپنے گھر والوں کے لئے کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو اس سے اُس کے کمال میں کوئی کمی نہیں آتی۔

(احیاء العلوم، ج۳،ص ۴۳۵)

عِیال دار کو اپنا سامان خود اُٹھانا مناسب ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے امیرُ المؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم کو دیکھا کہ آپ کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم نے ایک دِرہم کا گوشت خریدا اور اسے اپنی چادر میں اٹھالیا، میں نے عرض کی: امیرالمؤمنین! میں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ فرمایا: نہیں، عِیال دار آدمی کو اپنا سامان خود اُٹھانا مناسب ہے۔

(احیاء العلوم، ج۳،ص ۴۳۵)

گھر کے کام کردیا کرتے

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہت بڑے عالم دین اور فقیہ ہونے کے باوجود عاجزی وانکساری کے پیکر تھے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے (یعنی گھر والوں کا کام کرتے تھے)

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ أہلہ، الحدیث ۶۷۶، ج۱،ص ۲۴۱)

اِسی سنت پر عمل کرتے ہوئے صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے، گھر میں ترکاریاں چھیلتے، کاٹتے اور دوسرے کام بھی کردیا کرتے تھے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، صدرالشریعہ نمبر، ص ۵۴، ملخصاً)

(610) وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَۃَ تَمِیْمِ بْنِ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنْتَہَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَخْطُبُ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَاءَ یَسْاَلُ عَنْ دِیْنِہٖ لَا یَدْرِیْ مَا

حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا جب کہ آپ خطبہ دے رہے تھے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے کے لیے

دِيْنُهُ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ. فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ. ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ فَأَتَمَّ آخِرَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آیا ہے اس کو دین کا پتہ نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ میرے پاس آ پہنچے۔ کرسی لائی گئی۔ اس پر آپ تشریف فرما ہوئے اور مجھے اس میں سے سکھلانے لگے۔ جو آپ کو اللہ نے سکھلایا۔ پھر خطبہ کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث التعلیم فی الخطبة، ج۲ص۱۵، رقم: ۲۰۶۲، الادب المفرد للبخاری، باب الجلوس علی السریر، ص۳۹۹، رقم: ۱۱۶۴، الاداب للبیهقی، باب من اتقی الشبهات مخافة الوقوع فی المحرمات، ج۲ص۸، رقم: ۸۳۲، المستدرك للحاكم، كتاب الجمعه، ج۱ص۳۸۷، رقم: ۱۰۵۵، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه ابو رفاعة العدوی، ج۲ص۵۹، رقم: ۱۲۸۵، السنن النسائی الكبرىٰ، باب الجلوس علی الكرسی، ج۵ص۵۱۰، رقم: ۱۸۲۶)

شرح حدیث: لاعلم کو علم سکھانا صدقہ ہے

حضرتِ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، علم حاصل کرو کیونکہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے علم سیکھنا خشیت، اسے تلاش کرنا عبادت، اس کی تکرار کرنا تسبیح اور اس کی جستجو کرنا جہاد ہے اور لاعلم کو علم سکھانا صدقہ ہے اور اسے اہل پہ خرچ کرنا قربت یعنی نیکی ہے کیونکہ علم حلال اور حرام کی پہچان کا ذریعہ ہے اور اہلِ جنت کے راستے کا نشان ہے اور وحشت میں باعث تسکین ہے اور سفر میں ہم نشین ہے اور تنہائی کا ساتھی ہے اور تنگدستی وخوشحالی میں راہنما ہے، دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار ہے اور دوستوں کے نزدیک زینت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے قوموں کو بلندی و برتری عطا فرما کر بھلائی کے معاملہ میں قائد اور امام بنا دیتا ہے پھر ان کے نشانات اور افعال کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی رائے کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے اور ملائکہ ان کی دوستی میں رغبت کرتے ہیں اور ان کو اپنے پروں سے چھوتے ہیں اور ان کے لئے ہر خشک و تر چیز اور سمندر کی مچھلیاں اور جاندار اور خشکی کے درندے اور چوپائے استغفار کرتے ہیں کیونکہ علم جہالت کے مقابلہ میں دلوں کی زندگی ہے اور تاریکیوں کے مقابلہ میں آنکھوں کا نور ہے، علم کے ذریعے بندہ اخیار یعنی اولیاء کی منازل کو پالیتا ہے اور دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور علم میں غور وفکر کرنا روزوں کے برابر ہے اور اسے سیکھنا سکھانا نماز کے برابر ہے، اسی کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کے تابع ہے اور خوش بختوں کو علم کا الہام کیا جاتا ہے جبکہ بدبختوں کو اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب العلم، باب الترغیب فی العلم، رقم ۸، ج۱، ص ۵۲)

حضرت سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کے مجھے علم اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کرنے کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو بنجر زمین کے ایک اچھے ٹکڑے پر برسی، جس نے اسے قبول کیا اور اس پانی سے گھاس اگائی اور بہت سے درخت لگائے اور وہاں کچھ خشک زمینیں ایسی تھیں جنہوں نے پانی کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچایا تو انہوں نے اسے پیا اور پلایا اور کاشت کاری کی اور یہی بارش جب زمین کے دوسرے ٹکڑے تک پہنچی جس کی سطح ہموار تھی جو نہ تو پانی روکتی تھی اور نہ ہی گھاس اگاتی تھی پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ عزوجل کا دین سیکھ کر دوسروں کو سکھایا اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس نے اسے نفع پہنچایا اور اس نے علم سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے علم کے ذریعے بالکل بھی بلندی حاصل نہ کی اور نہ ہی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ساتھ بھیجی گئی۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم ۷۹، ج ۱، ص ۴۶، بتغیر قلیل)

(611) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَکَلَ طَعَامًا، لَعِقَ اَصَابِعَہُ الثَّلَاثَ. قَالَ: وَقَالَ: "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیُمِطْ عنھا الْاَذٰی، ولیاْکُلْھَا وَلَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطٰنِ وَاَمَرَ اَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَۃُ. قَالَ: "فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَۃ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے۔ اور فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس اذیت دینے والی چیز کو دور کر لے اور اس کو کھالے اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور حکم دیا کہ پیالہ پونچھ لیا جائے فرمایا تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ واکل اللقمۃ الساقطۃ، ج۲ص۱۱۵، رقم: ۲۰۳۳ الاداب للبیہقی، باب الاکل بثلاث اصابع ولعقھا عند الفراغ من الاکل، ج۱ص۲۲۷، رقم: ۲۰۲ سنن ابوداؤد، باب فی اللقمۃ تسقط، ج۲ص۳۳۰، رقم: ۳۸۴۷ سنن الدارمی، باب اللقمۃ اذا سقطت، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۲۰۲۸ صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل، ج۱۲ص۵۲، رقم: ۵۲۳۹)

شرح حدیث: کھانا کھانے کے آداب

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہنا اچھا ہے تاکہ اسے کھانے کی حرص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ کر دے، پس پہلے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ، دوسرے کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے، نمک

سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسے اچھی طرح چبائے، جب تک پہلے لقمہ کو نگل نہ لے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کبھی بھی کھانے میں عیب نہ نکالتے، اگر پسند آتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور اپنے سامنے سے کھاتے البتہ پھل اِدھر اُدھر سے کھا سکتا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ یعنی اپنے آگے سے کھاؤ۔

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل مما یلیہ، الحدیث ۵۳۷۷، ص ۴۶۴)

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ مبارک پھل پر اِدھر اُدھر گھومنے لگا، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ ھُوَ نَوْعًا وَّاحِدًا یعنی یہ ایک قسم کا کھانا نہیں۔ (جامع الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی التسمیة فی الطعام، الحدیث ۱۸۴۸، ص ۱۸۳۹، مفہوماً)

اور پیالے کے گرد سے اور کھانے کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ روٹی کو کناروں سے کھائے، چھری کے ساتھ روٹی یا گوشت نہ کاٹے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنْهَشُوْا نَهْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء [أنہ قال]: انھشوا اللحم نھشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے:

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَنْزَلَہٗ مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، حرف الزای المنقوطة، الرقم ۲۹۵۶ ـ زید ابو عبداللہ، ج ۲، ص ۵۱۶)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھا لے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کر دے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۳۰۱، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہیے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

جَعَلَهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پیے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً عَلٰى مَعْصِيَتِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (لباب الاحیاء ص ۱۳۰)

(612) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ" فَقَالَ اَصْحَابُهٗ: وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں صحابہ نے عرض کیا: اور آپ نے فرمایا: ہاں میں نے بھی اہل مکہ کے لیے چند پیسوں (معاوضہ) پر بکریاں چرائیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رعی الغنم علی قراریط، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۲۶۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام، ص۱۲۷، رقم: ۱۰۷، السنن الکبری للبیهقی، باب جواز الاجارۃ، ج۶ص۱۱۸، رقم: ۱۱۹۶۵، نصب الرایۃ للزیلعی، کتاب الاجارات، ج۴ص۱۶۵)

شرح حدیث: بعض نبیوں کی دستکاری

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کھیتی کی حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنے اور درزی کا کام کیا۔ حضرت

نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی ہے جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے حضرت ذوالقرنین جو بہت بڑے بادشاہ تھے اور بعض مفسرین نے ان کو نبی بھی کہا ہے وہ زنبیل یعنی ڈلیا اور ٹوکری بنایا کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی کرتے تھے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی جو معماری کا کام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے تیر بنایا کرتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد بکریاں چراتے تھے اور بکریاں پال پال کر ان کو بیچا کرتے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بھی اونٹ اور بکریاں چراتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے جو لوہار کا کام ہے حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بنایا کرتے تھے حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دوکاندار کے ہاں کپڑا رنگتے تھے اور خود ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور تمام نبیوں نے بکریاں چرائی ہیں۔

اگرچہ ان مقدس پیغمبروں کا گزر بسر ان چیزوں پر نہیں تھا مگر یہ تو قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ ان پیغمبروں نے ان کاموں کو کیا ہے اور ان دھندوں کو عار اور عیب نہیں سمجھا ہے اسی طرح بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء ومحدثین میں سے بعض نے کپڑا بنا ہے کسی نے چمڑے کا کام کیا ہے کسی نے جوتا بنانے کا پیشہ کیا ہے کسی نے مٹھائی بنانے کا دھندا کیا ہے کسی نے درزی کا کام کیا ہے۔ (جنتی زیور ص ۵۴۸)

(613) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَوْ دُعِيتُ اِلٰى كُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ، وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ اَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر بکری کے پائے یا دستی کی طرف دعوت دی جائے، تو میں قبول کروں گا اور اگر میری طرف پائے یا دستی کا ہدیہ دیا جائے میں اس کو بھی ضرور قبول کروں گا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اجاب الی کراع، ج۷، ص۲۵، رقم: ۵۱۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی، باب اجابة الدعوة الی ذراع، ج۳، ص۱۳۰، رقم: ۶۶۰۹، صحیح ابن حبان، باب الضیافة، ج۱۲، ص۱۰۲، رقم: ۵۲۹۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستحب منا جابة من دعاه الی الطعام، ج۲، ص۱۸، رقم: ۱۴۹۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة، ج۲، ص۴۷۹، رقم: ۱۰۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکراؤ ان کے اخلاص کی قدر کرو اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے

رہیں۔ یہاں کراع سے مراد کھرے (گائے بکری کے پائے) ہیں نہ کہ کراع الغمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کردے تو ہم قبول فرمالیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳،ص۵۵)

(614) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، اَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ، فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاچی عضباء ہمیشہ آگے بڑھ جاتی اور پیچھے نہ رہتی۔ ایک دیہاتی اپنی سواری (ڈاچی) پر سوار ہو کر آیا اور وہ اس (عضباء) سے آگے بڑھ گیا۔ یہ بات مسلمانوں کو ناگوار گزری حتیٰ کہ آپ ﷺ نے پہچان لیا تو آپ نے فرمایا اللہ نے لازم فرمایا ہے کہ دنیا میں جو چیز بلند ہوتی ہے۔ اس کو ضرور پست کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۳۲، رقم الحدیث: ۲۸۷۲، سنن ابو داؤد، باب فی کراھیۃ الرفعۃ فی الامور، ج۴ص۲۶۶، رقم: ۴۸۰۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۱۲۰۲۹، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی تسمیۃ البھائم والدواب، ج۱۰ص۲۵، رقم: ۱۹۵۸۳، مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ص۳۹۸، رقم: ۱۳۳۲، مجمع الزوائد، باب فیما یرتفع من امر الدنیا، ج۱۰ص۴۲۷، رقم: ۱۶۸۶۰)

شرح حدیث: حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا وہ کبھی دوڑ میں پیچھے نہ رہتی تھی ایک بدوی اپنے چھوٹے اونٹ پر آیا تو وہ اس سے آگے نکل گیا یہ مسلمانوں پر گراں گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذمہ قدرت پر لازم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اونچی نہ جائے مگر اسے کبھی پست فرمائے۔ (بخاری)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛

عضباء عین کے فتحہ ضاد کے سکون سے بمعنی کان کٹی یا کان چری اس اونٹنی کے کان کاٹے یا چیرے نہ گئے تھے بلکہ وہ پیدائشی ایسی ہی تھی یا تو یہ وہ ہی اونٹنی تھی جس کا نام قصواء تھا تو اس کا نام قصواء اور لقب عضباء تھا یا یہ دوسری اونٹنی ہے قصواء اور تھی۔ واللہ اعلم!

اور وہ ایسی تیز رفتار تھی کہ دوڑ میں کسی اونٹ سے کبھی پیچھے نہ رہی تھی۔ قعود کے معنی ہیں بیٹھنا، اصطلاحاً قعود اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق ہو جائے کہ اس پر سوار بیٹھ سکے دو سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر تک اونٹ قعود کہلاتا ہے پھر اسے جمل کہا جاتا ہے اونٹ کی عمروں کے بہت نام ہیں۔

صحابہ کی یہ ناگواری اور طبیعت پر گرانی طبعی تھی کہ صحابہ کرام کو یہ پسند نہ تھا کہ کوئی اونٹ ہمارے نبی کے اونٹ سے

آگے نکل جائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں ہمیشہ سب سے اونچی رہتی ہو اسے کبھی کسی سے نیچا بھی کرادے تا کہ فخر ٹوٹ جائے رب تعالیٰ کی کبریائی پر نظر رہے اسی قانون کے مطابق یہ اونٹنی آج پیچھے رہ گئی اس پر رنج نہ کرو۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۷۶۵)

72-بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِبْرِ وَالْاِعْجَابِ

تکبر وفخر کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ) (القصص: 83)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ آخرت والا گھر ہم ان کے لیے بنائیں گے جو دنیا میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے۔ اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

وقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا)(الإسراء: 37)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زمین میں تکبر سے مت چل۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ) (لقمان: 18)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں تکبر سے نہ چل اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

ومعنیٰ "تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ": اَیْ تُمِيْلُهٗ وَتُعْرِضُ بِهٖ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّرًا عَلَيْهِمْ. وَ"الْمَرَحُ": التَّبَخْتُرُ.

تصعر خدك للناس: رخسار ٹیڑھا کرنے کا مطلب ہے کہ تکبر کی وجہ سے لوگوں سے چہرہ پھیرنا۔ اَلْمَرَحُ: اکڑنا، اترانا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ) (القصص: 76- 81)، اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ) الْاٰيَاتِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک! "قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم سے تھا۔ اس نے اس پر سر کشی کی ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے کہ ان کی چابیاں طاقتور جماعت کو تھکا دیتیں جب اس کو قوم نے کہا ناحق مت اترا! اللہ تعالیٰ اس طرح اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک "تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا"۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

قارون اور اس کے گھر کے دھنسانے کا واقعہ علماء سیر واخبار نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد مذبح کی ریاست حضرت ہارون علیہ السلام کو تفویض کی بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور وہ مذبح میں رکھتے آگ آسمان سے اُتر کر ان کو کھا لیتی قارون کو حضرت ہارون کے اس منصب پر رشک ہوا اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون کی، میں کچھ بھی نہ رہا باوجودیکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں میں اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ منصب حضرت ہارون کو میں نے نہیں دیا اللہ نے دیا ہے قارون نے کہا خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ اس کا ثبوت مجھے دکھا نہ دیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤساء بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا کہ اپنی لاٹھیاں لے آؤ انہیں سب کو اپنے قبہ میں جمع کیا، رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے صبح کو حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز وشاداب ہو گیا، اس میں پتے نکل آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے قارون تو نے یہ دیکھا؟ قارون نے کہا یہ آپ کے جادو سے کچھ عجیب نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی مدارت کرتے تھے اور وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا تھا اور اس کی سرکشی اور تکبر اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی، اس نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے بنی اسرائیل صبح وشام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، باتیں بناتے، اسے ہنساتے، جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو اس نے آپ سے طے کیا کہ درہم ودینار ومویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن گھر جا کر حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت کثیر ہوتا تھا اس کے نفس نے اتنی بھی ہمت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ تم نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات میں اطاعت کی اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے بڑے ہیں جو آپ چاہیں حکم دیجئے کہنے لگا کہ فلانی بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ مقرر کرو کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگائے ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے چنانچہ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفی اور ہزار روپیہ اور بہت سے مواعید کر کے یہ تہمت لگانے پر طے کیا اور دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ انہیں وعظ ونصیحت فرمائیں حضرت تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے جو بہتان لگائے گا اس کے اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اس کے اگر بی بی نہیں ہے تو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر بی بی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے، قارون کہنے لگا کہ یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں فرمایا خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں کہنے لگا کہ بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسے بلاؤ وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں رستے بنائے اور توریت نازل کی سچ کہہ دے وہ عورت ڈر گئی اور اللہ کے رسول پر بہتان لگا کر انہیں ایذاء دینے کی جرأت اسے نہ ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مال کثیر مقرر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں گرے اور یہ عرض کرنے لگے یا ربّ اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے جو میرا ساتھی ہو جدا ہو جائے، سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور سوا دو شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے تو وہ گھٹنوں تک دھنس گئے پھر آپ نے یہی فرمایا تو کمر تک دھنس گئے آپ یہی فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے اب وہ بہت منت و لجاجت کرتے تھے اور قارون آپ کو اللہ کی قسمیں اور رشتہ و قرابت کے واسطے دیتا تھا مگر آپ نے التفات نہ فرمایا یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔ قتادہ نے کہا کہ وہ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے، بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے مکان اور اس کے خزائن و اموال کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی یہ سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان اور اس کے خزانے و اموال سب زمین میں دھنس گئے۔ (خزائن العرفان)

(615) وَعَنْ عبد الله بن مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ! فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؛ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"بَطَرُ الْحَقِّ": دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلَى قَائِلِهِ، وَ"غَمْطُ النَّاسِ": احْتِقَارُهُمْ.

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جس کے دل میں ذرّے برابر تکبر ہوا تو ایک آدمی نے عرض کیا۔ کوئی آدمی اپنے کپڑے جوتوں کا خوبصورت ہونا پسند کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ صاحب جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق کا انکار اور لوگوں کی تحقیر ہے۔ (مسلم)

بَطَرُ الْحَقِّ: حق کو ٹالا اور بتانے والے پر لوٹا دینا۔ غَمْطُ النَّاسِ: لوگوں کو حقیر جاننا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الکبر و بیانہ، ج۱ص۶۵، رقم: ۲۷۵، الاداب للبیهقی، باب من احب ان یکون

قوبه حسنا، ج۱ص۲۹۱، رقم: ۳۸۹۱ المستدرك للحاكم، كتاب الايمان، ج۱ص۸۰، رقم: ۶۹ المعجم الكبير للطبراني، من اسمه عبدالله بن مسعود، ج۱۰ص۱۵۰، رقم: ۱۰۰۲۰ سنن ابوداؤد، باب ما جاء في الكبر، ج۴ص۱۰۲، رقم: ۴۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دل میں ذرہ برابر تکبر ہو) اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا۔ خیال رہے کہ آگ میں کبر و غرور ہے خاک میں عجز و انکساری، دیکھ لو باغ کھیت خاک میں لگتے ہیں آگ میں نہیں لگتے، ایسے ہی ایمان و عرفان کا باغ خاک جیسے عاجز و منکسر دل میں لگتے ہیں آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے ہیں۔

(اس کے کپڑے اچھے ہوں اس کا جوتا اچھا ہو) سائل سمجھا کہ شاید اچھا لباس پہننا بھی غرور میں داخل ہے کہ اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے اس لیے اس نے یہ سوال کیا، نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے بہر حال سوال بالکل درست ہے۔

(جمال کو پسند فرماتا ہے) یعنی رب تعالیٰ ذات و صفات میں اچھا ہے، جمیل ہے مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ اپنی عادات، صورت، لباس، اعمال اچھے رکھے تاکہ رب تعالیٰ کی صفت جمیل کا مظہر بنے، نیز اس لباس میں رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" اسے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔

یعنی متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو اس لیے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸، ص۷۵)

(616) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ! قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ" مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ. قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپ نے فرمایا: دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا' تو وہ کہنے لگا مجھے اس کی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا: تجھے طاقت نہ ہی ہو اسے تکبر نے روکا تھا۔ فرمایا کہ پھر وہ اپنے ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحكامهما، ج۲ص۳۰۹، رقم: ۴۲۸۶ سنن الكبرى للبيهقي، باب الاكل والشرب باليمين، ج۷ص۲۷۷، رقم: ۱۵۰۰۴ صحيح ابن حبان، باب المعجزات، ج۶ص۳۱۱، رقم: ۶۵۱۳)

شرح حدیث: (غیب جاننے والے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سمجھ گئے کہ یہ تکبُّر سے بول رہا ہے چُنانچہ) آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، لَا اسْتَطَعْتَ یعنی تجھے اِستِطاعت نہ ہو! (مطلب یہ کہ تیرا سیدھا ہاتھ کبھی نہ اُٹھے) اُس نے تکبُّر کی وَجہ سے سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانے سے اِنکار کیا تھا لہٰذا پھر اُس کا سیدھا ہاتھ کبھی مُنہ کی طرف نہ

اُٹھ سکا۔ (یعنی اِسکا سیدھا ہاتھ بیکار ہوگیا)۔

قرآن کریم میں تکبر کی مذمت

اللہ عزوجل کا تکبر کے بارے میں فرمانِ عالیشان ہے:

(1) سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے اُنہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

(پ9، الاعراف:146)

(2) وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔ (پ13، ابراہیم:15)

(3) كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (پ24، المؤمن:35)

(4) اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (پ14، النحل:23)

(5) اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔ (پ24، المؤمن:60)

(617) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ: كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ فِیْ بَابِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں دوزخیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہر سرکش، بد اخلاق، متکبر۔ (متفق علیہ) اس کی شرح باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "عتل بعد ذلك زنیم" ج ٦ص١٥٩، رقم: ٤٩١٨، صحیح مسلم، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ج ٨ص١٥٤، رقم: ٦٣٦٦، سنن الكبرى للبیهقی، باب بیان مكارم الاخلاق ومعالیها، ج ١٠ص١٩٣، رقم: ٢٠٥٩٣، سنن ترمذی، باب ما جاء ان اكثر اهل النار النساء، ج ٢ص٦١٧، رقم: ٢٦٠٥، سنن الكبرى للنسائی، من سورة القلم، ج ٦ص٤٩٧، رقم: ١١٦١٥)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عتل کے بہت معنی ہیں: سخت دل، بدزبان، جھگڑالو، یوں ہی جواظ کے بہت معنی ہیں: موٹا فربہ، بدکار، فاسق بخیل جو اپنا مال چھپائے دوسروں کے مال پر نظر رکھے۔ (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۶۲۷)

بوڑھے عابد کی شکل میں شیطان

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نماز جمعہ کے لئے نکلا تو مجھے ایک بوڑھے عابد کی شکل میں ابلیس ملا، اس نے مجھ سے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: نماز کے لئے جا رہا ہوں۔ کہنے لگا: نماز تو ہو چکی، اب آپ کی نمازِ جمعہ فوت ہو گئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پہچان لیا اور اسے گردن اور گدی سے پکڑ کر کہا: تیرا ستیاناس ہو! کیا تو عابدوں اور زاہدوں کا سردار نہ تھا؟ تجھے ایک سجدے کا حکم دیا گیا مگر تُو نے انکار کیا، تکبر کیا، اور کافروں میں سے ہوا، اب قیامت تک تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دور رہے گا۔ تو وہ کہنے لگا: اے عمر! ذرا خیال سے بول، کیا فرمانبرداری میرے بس میں ہے یا بدبختی میری مشیت کے تحت ہے؟ میں نے عرش کے نیچے بہت سجدے کئے، یہاں تک کہ آسمان کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس پر میں نے رکوع و سجود نہ کئے ہوں۔ اتنے قرب کے باوجود مجھے کہا گیا:

(2) قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

(پ14، الحجر:34-35)

(پھر کہنے لگا) اے عمر! کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے امن میں ہو؟

(3) فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔ (پ9، الاعراف:99)

تو میں نے اس سے کہا: میری نظروں سے اوجھل ہو جا! مجھے طاقت نہیں کہ (اس مسئلہ میں) تجھ سے کلام کروں۔

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص۱۵۶)

(618) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ، فَقَضَى اللّٰهُ بَيْنَهُمَا: اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ، وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِيْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا مجھ میں جبار (سرکش) اور متکبر ہیں جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین ہیں۔ پس اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے میں تیری وجہ سے جس پر چاہوں رحم فرماؤں گا اور

أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے تیری وجہ سے میں جس پر چاہوں گا عذاب کروں گا اور میں نے تم دونوں کو بھرنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ج ۸ص ۱۵۰ رقم: ۷۳۵۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی احتجاج الجنة والنار، ج ۲ص ۲۹۷، رقم: ۲۵۶۱، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ص ۲۱۷، رقم: ۱۱۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ص ۷۰، رقم: ۱۱۷۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں قولی زبانی مناظرہ مراد ہے نہ کہ صرف حال کا اللہ نے ہر چیز میں حواس وشعور کلام پیدا فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ سب چیزیں نماز تسبیح ذکر کرتی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است از حواس اولیاء بیگانہ است

(دوزخ نے کہا) یعنی اے جنت میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آ کر رہیں گے بادشاہ، وزراء، متکبرین مالدار کفار اور تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین لوگ ضعفاء تجھ میں رہیں گے۔

(جنت نے کہا) دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا میں نے کیا قصور کیا تھا۔ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ ہیں۔ سقط اور غرۃ سے مراد ہے احوال و صفات کے لحاظ سے کمزور۔ سقط وہ جنہیں لوگ معتبر نہ سمجھیں ان کی طرف التفات نہ کریں۔ غرہ وہ جو دین میں مشغول رکھنے والے لوگ جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں بلکہ چالاک انہیں دھوکہ دے دیں، حدیث شریف میں ہے المؤمن غر کریم الکافر خب لئیم۔

(جنت! تو میری رحمت ہے) چونکہ جنت اللہ تعالٰی کی رحمت کا مظہر ہے اور اللہ تعالٰی کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لیے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں وہ تو میرے رحم و کرم کا مرکز ہیں بڑے درجے والے ہیں۔

(اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے) یعنی اے دوزخ تو میرا غضب وقہر کا مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب وقہر کے مستحق ہو گئے، تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میرے صفات کا مظہر ہو۔ عذابی سے مراد ہے عذاب کی جگہ محل عذاب، عدل بھی میری صفت ہے فضل بھی۔

(میں نے تم دونوں کو بھرنا ہے) یعنی تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھر دی جاؤ، چنانچہ ہم تم میں سے کسی

میں جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے دونوں کو بھر دیں گے۔

(یہاں مکمل حدیث کی شرح بیان کی جارہی ہے) شارحین نے رجل یعنی قدم کے بہت معنی کیے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ پاؤں بمعنی قدم ہی ہو اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ ہی جانے یہ فرمان عالی متشابہات سے ہے ورنہ اس گوشت و پوست کے ہاتھ پاؤں سے رب تعالیٰ پاک اور منزہ ہے۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ آگ میں اپنا قدم قدرت رکھ دے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جاوے گا اور زیادتی کا مطالبہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ بند ہو جاوے گا یہ قدم وہاں رہے گا نہیں بالکل نکال لیا جاوے گا۔

یعنی دوزخ بھرنے عذاب دینے کے لیے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ ظلم ہے رب تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ خیال رہے کہ ظلم سے دو معنی ہیں کسی کی چیز اس کی بغیر اجازت استعمال کرنا، دوسرے کسی کو بغیر قصور سزا دینا یہ کہہ کہ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پہلے معنی تو رب تعالیٰ کے لیے منصور نہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق و مملوک ہے دوسرے معنی ظلم سے رب تعالیٰ پاک ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو دوزخ میں بھیج دے تو وہ ظالم نہیں، یہاں ظلم سے پہلے معنی مراد ہیں۔

خیال رہے کہ دوزخ صرف بدعقیدگی اور بدعملی سے ملے گی مگر جنت کسبی، وہبی، عطائی تین طرح ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسبی ہے، کسی نیک کے طفیل ملنا وہبی ہے جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور کے طفیل، یہ قوم جو جنت بھرنے کے لیے پیدا کی گئی انہیں جنت عطائی ملے گی محض فضل الٰہی سے یہ مسئلہ یہاں سے حاصل ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷ ص۵۲۶)

(619) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ بَطَرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر عنایت نہ فرمائے گا' جو اپنی چادر کو تکبر سے ٹخنوں کے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبه من الخيلاء، ج٤ص١٤١، رقم: ٥٧٨٨، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابه، ج١٢ص٢٦٣، رقم: ٥٤٤٧، موطأ امام مالك، باب ما جاء في اسبال الرجل ثوبه، ج٢ص١٢٢١، رقم: ٣٣٨٩، سنن ترمذی، باب ما جاء في كراهية جر الازار، ج٣ص٢٢٣، رقم: ١٧٣٠، مسند ابي يعلى، مسند عبدالله بن عمر، ج١٠ص١٦٩، رقم: ٥٧٩٣)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کپڑے میں تہبند، پاجامہ، قمیض، چادر سب ہی داخل ہیں ان میں سے جو بہت زیادہ نیچا ہو کر زمین پر گھسٹے اور ہو فخر یہ فیشن کے طور پر اس پر یہ وعید ہے ان جیسے فرمانوں میں نہ دیکھنے سے مراد ہوتا ہے مہربانی و کرم کی نظر نہ دیکھنا۔

(مرآۃ المناجیح، ج٦ ص١٥٩)

نئے فیشن کی خرابیاں

قرآن کریم فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (پ2،البقرۃ:208)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

انسان کو قدرت نے دو قسم کے اعضاء دیئے ہیں ایک ظاہری دوسرے چھپے ہوئے ظاہری عُضو تو صورت چہرا آنکھ، ناک، کان وغیرہ ہیں اور چھپے ہوئے عضو دل، دماغ، جگر وغیرہ۔ مسلمان کامل ایمان والا جب ہو سکتا ہے کہ صورت میں بھی مسلمان ہو اور دل سے بھی یعنی اسلام کا اس پر ایسا رنگ چڑھے کہ صورت اور سیرت دونوں کو رنگ دے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ موجیں مار رہا ہو اس میں ایمان کی شمع جل رہی ہو اور صورت ایسی ہو جو اللہ عزوجل! کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو پسند تھی یعنی مسلمان کی سی اگر دل میں ایمان ہے مگر صورت بھگوان داس کی سی تو سمجھ لو کہ اسلام میں پورے داخل نہ ہوئے سیرت بھی اچھی بناؤ اور صورت بھی۔ غور سے سنو! حضرت مغیرہ ابنِ شیبہ جو کہ اصحابی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم ہیں، ایک بار ان کی مونچھیں کچھ بڑھ گئی تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا کہ اے مغیرہ! تمہاری مونچھیں بڑھ گئیں۔ کاٹ لو انہوں نے خیال کیا کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹ دوں گا۔ مگر سرکاری فرمان ہوا کہ ہماری مسواک لو۔ اس پر بڑھے ہوئے بال رکھ کر چھری سے کاٹ دو۔ یعنی اتنی بھی مہلت نہ دی کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹیں، نہیں یہاں ہی کاٹ دو جس سے معلوم ہوا کہ بڑی مونچھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو ناپسند تھیں دنیا میں ہزاروں پیغمبر تشریف لائے مگر کسی نبی نے نہ داڑھی منڈائی اور نہ مونچھیں رکھائیں، لہٰذا داڑھی فطرت یعنی سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے حدیث پاک میں ہے داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو اور مشرکین کی مخالفت کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، الحدیث ۲۵۹، ص ۱۵۴)

اس کے علاوہ بہت سے نقلی دلیلیں دی جاسکتی ہیں۔ مگر ہمارے نئے تعلیم یافتہ لوگ نقلی دلائل کے مقابلے عقلی باتوں کو زیادہ مانتے ہیں گویا گلاب کے پھول کے مقابلے میں گینڈے کے پھول ان کو زیادہ پیارے ہیں اس لئے عقلی باتیں بھی عرض کرتا ہوں سنو! اسلامی شکل اور اسلامی لباس میں اتنے فائدے ہیں (۱) گورنمنٹ نے ہزاروں محکمے بنا دیئے ہیں، ریلوے، ڈاکخانہ، پولیس، فوج اور کچہری وغیرہ اور ہر محکمے کیلئے وردی علیحدہ علیحدہ مقرر کر دی کہ اگر لاکھوں آدمیوں میں کسی محکمہ کا آدمی کھڑا ہو تو صاف پہچان میں آجاتا ہے، اگر کوئی سرکاری نوکر اپنی ڈیوٹی کے وقت اپنی وردی میں نہ ہو تو اس پر جرمانہ ہوتا ہے اگر بار بار کہنے پر نہ مانے تو برخاست کر دیا جاتا ہے اسی طرح ہم بھی محکمہ اسلام اور سلطنت مصطفوی اور حکومت الٰہیہ کے نوکر ہیں ہمارے لئے علیحدہ شکل مقرر کر دی کہ اگر لاکھوں کافروں کے بیچ میں کھڑے ہوں تو پہچان لئے جائیں کہ مصطفےٰ علیہ السلام کا غلام وہ کھڑا ہے اگر ہم نے اپنی وردی چھوڑ دی تو ہم بھی سزا کے مستحق ہوں گے۔ (۲) قدرت

نے انسان کی ظاہری صورت اور دل میں ایسا رشتہ رکھا ہے کہ ہر ایک کا دوسرے پر اثر پڑتا ہے اگر آپ کا دل غمگین ہے تو چہرہ پر اداسی چھا جاتی ہے اور دیکھنے والا کہہ دیتا ہے کہ خیر تو ہے چہرہ کیوں اداس ہے دل میں خوشی ہے تو چہرہ بھی سرخ وسپید ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ دل کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی کو دق (یعنی ٹی۔ بی) کی بیماری ہے تو حکیم کہتے ہیں کہ اس کو اچھی ہوا میں رکھوا چھے اور صاف کپڑے پہناؤ اس کو فلاں دوا کے پانی سے غسل دو کہے بیماری تو دل میں ہے یہ ظاہری جسم کا علاج کیوں ہو رہا ہے اسی لئے کہ اگر ظاہر اچھا ہوگا تو اندر بھی اچھا ہو جائے گا۔

تندرست آدمی کو چاہے کہ روزانہ غسل کرے صاف کپڑے پہنے صاف گھر میں رہے تو تندرست رہے گا۔ اسی طرح غذا کا اثر بھی دل پر پڑتا ہے۔ سؤر کھانا شریعت نے اسی لے حرام فرمادیا کہ اس سے بے غیرتی پیدا ہوتی ہے کیونکہ سؤر بے غیرت جانور ہے اور سؤر کھانے والی قومیں بھی بے غیرت ہوتی ہیں جس کا تجربہ ہو رہا ہے اگر چیتے یا شیر کی چربی کھائی جائے تو دل میں سختی اور بربریت پیدا ہوتی ہے چیتے اور شیر کی کھال پر بیٹھنا اسی لئے منع ہے کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے، غرضیکہ ماننا پڑے گا کہ غذا اور لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے تو اگر کافروں کی طرح لباس پہنا گیا یا کفار کی سی صورت بنائی گئی تو یقیناً دل میں کافروں سے محبت اور مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو جاوے گی غرضیکہ یہ بیماری آخر میں مہلک ثابت ہوگی اس لئے حدیث پاک میں آیا ہے **مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** جو کسی دوسری قول سے مشابہت پیدا کرے وہ ان میں سے ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۸۳۲۷، ج ۲، ص ۱۵۱)

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی سی صورت بناؤ تا کہ مسلمانوں ہی کی طرح سیرت پیدا ہو۔ (۳) ہندوستان میں اکثر ہندو مسلم فساد ہوتا رہتا ہے اور بہت جگہ سننے میں آیا کہ فساد کی حالت میں بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے کیونکہ پہچانے نہ گئے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو چنانچہ تیسرے سال جو بریلی اور پیلی بھیت میں ہندو مسلم فساد ہوا اس جگہ سے خبریں کہ بہت سے مسلمانوں کو خود مسلمانوں نے ہندو سمجھ کر فنا کر دیا۔ یہ اس نئے فیشن کی برکتیں ہیں میرے ولی نعمت مرشد برحق حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہم نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم ریل میں سفر کر رہے تھے کہ ایک اسٹیشن سے ایک صاحب سوار ہوئے جو بظاہر ہندو معلوم ہوتے تھے گاڑی میں جگہ تنگ تھی ایک لالہ جی سے ان کا جگہ لینے کا جھگڑا ہو گیا۔ لالہ جی کے ساتھی زیادہ تھے اس لئے لالہ جی نے ان حضرت کو خوب پیٹا مسلمان مسافر بیچ بچاؤ میں زیادہ نہ پڑے کیونکہ سمجھتے تھے کہ ہندو آپس میں لڑ رہے ہیں ہمارا زیادہ زور دینا خلاف مصلحت ہے۔ بے چارے شامت کے مارے پٹ کٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے جب اگلے اسٹیشن پر اترے تو انہوں نے کہا السلام علیکم تب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مسلمان ہیں تب ہم نے افسوس کیا اور ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے فیشن نے آپ کو اس وقت پٹوایا۔

میں جب کبھی بازار وغیرہ جاتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ سلام کسے کروں معلوم نہیں کہ ہندو کون ہے اور مسلمان کون؟ بہت دفعہ کسی کو کہا اسلام علیکم انہوں نے فرمایا بندگی صاحب ہم شرمندہ ہو گئے۔ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان

کی دکان سے چیز خریدوں مگر دوکاندار کی شکل ایسی ہوتی ہے کہ پہچان نہیں ہوتی کہ یہ کون ہیں اگر دوکان پر کوئی بورڈ لگا ہے جس کے نام سے معلوم ہوگیا کہ یہ مسلمان کی دوکان ہے تو خیر ورنہ بہت دشواری ہوتی ہے غرضیکہ مسلمانوں کو چاہے کہ شکل اورلباس میں کفار سے علیحدہ رہیں (۴) کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی موت کہاں ہوگی۔ اگر ہم پردیس میں مر گئے جہاں ہمارا جان پہچان والا کوئی نہ ہو تو سخت مشکل درپیش ہوگی۔ لوگ پریشان ہوں گے کہ ان کو دفن کریں یا آگ میں جلادیں کیونکہ صورت سے پہچان نہ پڑے گی چنانچہ چند سال پیشتر علی گڑھ کے ایک صاحب کا ریل میں انتقال ہوگیا خبر ہونے پر رات میں میں نعش اتار لی گئی مگر اب یہ فکر ہوئی کہ یہ ہے کون؟ ہندو یا مسلمان اس کو سپردِ خاک کریں یا آگ میں ڈالیں آخران کا ختنہ دیکھا گیا تب پتہ لگا کہ یہ مسلمان ہیں خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی سی شکل اور ان کا سا لباس زندگی میں بھی خطرناک ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ (۵) زمین میں جب بیج بویا جاتا ہے تو اولاً ایک سیدھی سی شاخ ہی نکلتی ہے پھر آکر ہر طرف پھیلتی ہے پھر اس میں پھل نکلتے ہیں اگر کوئی شخص اس کی چوطرف کی شاخوں اور پتوں کو کاٹ ڈالے تو پھل نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح کلمہ طیبہ ایک بیج ہے جو مسلمان کے دل میں بویا گیا، پھر صورت اور ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک کی طرف اس درخت کی شاخیں چلیں کہ اس کلمہ نے مسلمان کی آنکھ کو غیر صورتوں سے علیحدہ کردیا۔ ہاتھ کو حرام چیز کے چھونے سے روک دیا۔ صورت پر ایمانی آثار پیدا کردیئے کان کو غیبت سننے اور زبان کو جھوٹ بولنے غیبت کرنے سے روکا جو شخص دل سے مسلمان تو ہو مگر کافروں کی سی صورت بنائے اپنے ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ، ناک، کان کو حرام کاموں سے نہ روکے وہ اسی شخص کی طرح ہوگا جو آم کا بیج بودے اور اس کی تمام شاخیں وغیرہ کاٹ ڈالے جس طرح وہ بیوقوف پھل سے محروم رہے گا اسی طرح یہ مسلمان اسلام کے پھلوں سے محروم رہے گا (۶) پکا رنگ وہ ہوتا ہے جو کسی پانی یا دھوبی سے نہ چھوٹے اور کچا رنگ وہ جو چھوٹ جائے۔ تو اے مسلمانو! تم اللہ عزوجل! کے رنگ میں رنگ ہوئے ہو۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫

ترجمہ کنزالایمان: ہم نے اللہ کی رینی (رنگائی) لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی (رنگائی)؟ (پ1، البقرہ138)

گر تم کفار کو دیکھ کر اپنے رنگ کو کھو بیٹھے تو جان لو کہ تمہارا رنگ کچا تھا۔ اگر پکا رنگ ہوتا تو اوروں کو رنگ آتے۔

(اسلامی زندگی ص ۸۴۔۸۷)

(620) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَّعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں کہ ان سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا نہ انہیں ستھرا کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بوڑھا زناکار، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم)

"اَلْعَائِلُ": اَلْفَقِيْرُ. عَائِلٌ محتاج فقیر کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة، ج۱ص۶۷، رقم: ۳۰۹ السنن الکبری للبیهقی، باب ما علی السلطان من القیام، ج۸ص۱۶۱، رقم: ۱۶۶۰۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۸۰، رقم: ۱۰۲۲۲ سنن الکبری للنسائی، باب عقوبة الزانی الشیب، ج۴ص۲۶۹، رقم: ۷۱۳۸ مسند ابی یعلی، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱ص۵۹، رقم: ۶۱۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان تین قسم کے لوگوں سے کرم ومحبت کا کلام نہ کرے گا غضب وقہر کا کلام کرے گا لہذا حدیث واضح ہے یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الٰہی کا ظہور ہوگا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقًا بلا واسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا، تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔ یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کرے گا۔

(بوڑھا زنا کار) اس لیے کہ زنا اگرچہ بہر حال برا ہے سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریبًا ختم ہوچکی ہے وہ مغلوب ومجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔ (مرقات)

(جھوٹا بادشاہ) کیونکہ بعض لوگ مجبورًا جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔

(متکبر فقیر) حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لیے اسکا تکبر بدترین جرم ہے، بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری معمولی کام نہیں کرتے زکوۃ وخیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہوجاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۹۳۰)

(621) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَلْعِزُّ اِزَارِي،

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: عزت میری ازار ہے۔ اور تکبر میری

وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، فَمَنْ يُنَازِعُنِي فِي وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَقَدْ عَذَّبْتُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رداء ہے۔ ان میں سے کوئی چیز جس نے مجھ سے چھینے کی کوشش کی میں اس کو عذاب دوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الکبر، ج۴ص۳۰، رقم: ۶۸۴۶، الادب المفرد للبخاری، باب الکبر، ص۱۳، رقم: ۵۵۲، المعجم الصغیر، من اسمه جعفر، ج۱ص۲۰۷، رقم: ۳۳۱، مجمع الزوائد للهیثمی، باب ما جاء فی الکبر، ج۱ص۲۹۹، رقم: ۳۵۹، مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث الاغر ابومسلم عن ابی هریرة رضی الله عنه، ص۳۱۳، رقم: ۲۳۸۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی۔ چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کے لیے ہے کہ جیسے ایک چادر ایک تہبند دو آدمی نہیں پہن سکتے یوں ہی عظمت و کبریائی سوائے میرے دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتی۔

اس طرح کہ اپنی ذات یا اپنی صفات کو بڑا سمجھے گا میرا مقابلہ کرے گا گویا میرا شریک بننا چاہے گا۔ خدا کی پناہ!

دنیا میں فراق و ہجران کی آگ میں، آخرت میں دوزخ کی آگ میں متکبرین کی یہی سزا ہے۔

(میں اس کو عذاب دوں گا) اسے دوزخ میں ایسے پھینک دوں گا جیسے مرا کتا روڑی کوڑے پر ذلت و حقارت کے ساتھ پھینکا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ کبریائی عظمت سے اعلیٰ و افضل ہے اس لیے کبریائی کی چادر اور عظمت کو تہبند فرمایا، چادر تہبند سے افضل ہوتی ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا سمجھے، عظمت یہ ہے کہ لوگ اسے بڑا سمجھیں لہذا عظمت میں غیروں کے خیال کو دخل ہوا لہذا تکبر و کبریائی اعلیٰ ہے عظمت سے کہ کبریائی ذاتی ہے عظمت اضافی۔ (مرقات) خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی عزت و عظمت رب تعالیٰ کا عطیہ ہے، یہ رب تعالیٰ کی نعمت عاجلہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص۶۵۱)

(622) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ، يَخْتَالُ فِي مَشْيَتِهِ، إِذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک آدمی جوڑا پہن کر چل رہا تھا اپنے کو اچھا محسوس کر رہا تھا سر پر کنگھا کیا ہوا چال میں اکڑ رہا تھا۔ اچانک اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا تو وہ زمین میں قیامت تک دھنستا ہی رہے گا۔ (متفق علیہ)

"مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ": أَيْ مُمَشِّطُهُ. "يَتَجَلْجَلُ" بِالْجِيمَيْنِ: أَيْ يَغُوصُ وَيَنْزِلُ.

مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ: سر میں کنگھا کیا ہوا۔ يَتَجَلْجَلُ: دو جیموں کے ساتھ زمین میں دھنس رہا اور نیچے ہی جا رہا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبه من الخیلاء، ج۴ص۱۳۱، رقم: ۵۷۸۹، صحیح مسلم، باب تحریم التبختر فی المشی مع اعجابه بثیابه، ج۳ص۱۴۸، رقم: ۵۵۸۶، سنن النسائی الکبریٰ، باب التغلیظ فی جر الازار، ج۵ص۴۸۳، رقم: ۹۶۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۱۵، رقم: ۸۱۶۲، مصنف عبدالرزاق، باب اسبال الازار، ج۱۱ص۸۲۔

رقم: ۱۹۹۸۳)

شرح حدیث: چلنے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝

اور زمین پر اترا کر مت چلو کوئی اترا کر چلنے والا فخر کرنے والا اللہ کو پسند نہیں ہے اور درمیانی چال چلو (نہ بہت ہی آہستہ اور نہ بلا ضرورت دوڑ کر) اور بات چیت میں اپنی آواز پست رکھو بے شک سب آوازوں میں بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔ (پ 21 ،لقمان:18)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۳۷)

یعنی تو زمین پر اترا کر مت چل بے شک تو ہرگز نہ تو زمین کو چیر ڈالے گا اور نہ تو بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا۔

تیسری آیت میں فرمایا کہ

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ۔

یعنی رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (پ 19، الفرقان:63)

مسئلہ: چلنے میں اترا اترا کر چلنا یا اکڑ کر چلنا یا دائیں بائیں ہلتے اور جھومتے ہوئے چلنا یا زمین پر پاؤں پٹک پٹک کر چلنا یا بلا ضرورت دوڑتے ہوئے چلنا یا بلا ضرورت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے چلنا یا لوگوں کو دھکا دیتے ہوئے چلنا یہ سب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے اس لئے شریعت میں اس قسم کی چال چلنا منع اور ناجائز ہے حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص دو چادریں اوڑھے ہوئے اترا اترا کر چل رہا تھا اور بہت گھمنڈ میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائیگا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم التبختر فی المشی... الخ، رقم ۲۰۸۸، ص ۱۱۵۶)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ چلنے میں جب تمہارے سامنے عورتیں آ جائیں تو تم ان کے درمیان میں سے مت گزرو داہنے یا بائیں کا راستہ لے لو۔ (شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، رقم ۵۴۴۷، ج ۴، ص ۳۷۱)

مسئلہ: راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں ہاں اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے مگر جب کہ زمین کا مالک منع کرے تو اب نہیں چل سکتا یہ حکم ایک شخص کے متعلق ہے اور جب بہت سے لوگ ہوں تو جب زمین کا مالک راضی نہ ہو نہیں چلنا چاہیے لیکن اگر راستہ میں پانی ہے اور اس کے کنارے کسی کی زمین ہے ایسی صورت میں اس زمین پر چل سکتا

ہے۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج۵، ص۳۷۳)

بعض مرتبہ کھیت بویا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس میں چلنا کاشت کار کے نقصان کا سبب ہے ایسی صورت میں ہرگز اس میں نہ چلنا چاہیے بلکہ بعض مرتبہ کاشت کار کھیت کے کنارے پر کانٹے رکھ دیتے ہیں یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ اس کی جانب سے چلنے کی ممانعت ہے اس پر بھی بعض لوگ توجہ نہیں کرتے ان لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ اس صورت میں چلنا منع ہے۔(بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۱۷)

(623) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ، فَيُصِيبَهُ مَا اَصَابَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی تکبر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے۔ تو اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ" اَيْ: يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ.

يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ یعنی بڑا بنتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکبر، ج۳، ص۳۶۲، رقم: ۲۰۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سلمة بن عمرو بن الاکوع، ج۷، ص۲۱، رقم: ۶۲۶۹، مسند الرویانی، احادیث ایاس بن سلمة عن ابیه، ج۲، ص۲۲۰، رقم: ۱۱۲۹، تحفة الاشراف، من اسمه ایاس بن سلمة، ج۴، ص۴۱، رقم: ۴۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کا نام متکبرین و جبارین کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رب کے دفتر الگ الگ ہیں۔ نیکوں کے صدہا دفتر بدوں کے ہزار ہا دفتر۔

جو دنیاوی اور اخروی عذاب و ذلت و رسوائی، فرعون، ہامان، قارون کو پہنچی ہے یا پہنچے گی وہ اسے بھی ملے گی انہیں قیامت والے اپنے پاؤں تلے روندیں گے۔(مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۶۳۲)

میرے اس بندے کو جبارین میں لکھ دو

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل متکبرین اور ناز و نخرے سے چلنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۷۷۲۷، ج۳، ص۲۱۰)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تکبر سے بچتے رہو کیونکہ بندہ تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندے کو جبارین میں لکھ دو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، عثمان بن ابی العاتکہ، ج۶، ص۲۸۰)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسے وہی مصیبت پہنچتی ہے جو جبارین کو پہنچی تھی۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الکبر، الحدیث: ۲۰۰۰، ص ۱۸۵۲)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم کوئی گناہ نہ کرو تو پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ تم اس سے بڑی چیز خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی التواضع، الحدیث: ۴۴۹۰، ج ۳، ص ۴۴۲)

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے بُولَس نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیکر ان پر غالب آجائے گی، انہیں طِیْنَۃُ الْخَبَال یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی شدۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۴۹۲، ص ۱۹۰۲)

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیاں بنا کر انسانی شکلوں میں اٹھایا جائے گا کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز ان پر غالب آجائے گی پھر انہیں جہنم کے ایک قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جسے بُولَس کہا جاتا ہے، وہاں آگوں کی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، انہیں طِیْنَۃُ الْخَبَالِ یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۶۸۹، ج ۲، ص ۵۹۶، بتغیر قلیل)

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ظالم اور متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، لوگ انہیں اللہ عزوجل کے معاملے کو ہلکا جاننے کی وجہ سے اپنے قدموں تلے روندتے ہوں گے۔ (تخریج احادیث الاحیاء، باب ۱۴۴۱، ج ۶، ص ۴۲)

73-بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ — حسن اخلاق کا بیان

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ) (قلم: 4)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تو بڑے خلق پر ہے۔

شرح: حضرتِ صدرُ الْاَ فاضل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت اُمُّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سیِّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔ حدیث شریف میں ہے سیِّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارمِ اخلاق

محاسنِ افعال کی تکمیل وتتمیم کے لئے مبعوث فرمایا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ) (آل عمران: 134) اَلْاٰیَة۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔

شرح: غلام کو آزاد کر دیا

نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول امامِ عالی مقام حضرتِ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رحم دل، سخی، عبادت گزار، تقویٰ شعار اور عفوو درگزر کا پیکر تھے۔ ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے، غلام گرم گرم شوربے کا پیالہ دسترخوان پر لاتے ہوئے رُعب سے کانپا جس کی وجہ سے شوربے کا پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور شوربہ آپ کے رخسار مبارک پر پڑ گیا۔ آپ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے نہایت عجز وادب سے عرض کیا: وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (یعنی غصہ پینے والے (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب ہیں)) آپ نے فرمایا: كَظَمْتُ غَیْظِی یعنی میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (یعنی لوگوں سے درگزر کرنے والے (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب ہیں)) آپ نے فرمایا قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ یعنی میں نے تم کو معاف کر دیا۔ غلام نے کہا: وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (یعنی نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) آپ نے فرمایا: اَنْتَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ یعنی میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے آزاد کر دیا۔

(روح البیان، ج ۲، ص ۹۵، تحت الآیۃ ۱۳۴ آل عمران)

(624) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکنیة للصبی وقبل ان یولد للرجل، ج۴ص۳۵ رقم: ۶۲۰۳ صحیح مسلم، باب جواز الجماعة فی النافلة، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۱۵۳۲ السنن الکبری للبیهقی، باب الحلال یصید صیدا فی الحل، ج۵ص۲۰۳، رقم: ۱۰۲۸۶ الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص۲۸۷، رقم: ۳۴۰ سنن ابوداؤد، باب فی الحلم واخلاق النبی، ج۴ص۳۹۲، رقم: ۴۷۷۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۴۰، رقم: ۱۲۸۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس سے مراد سارے ہی انسان ہیں خلق سے مراد برتاوا ہے۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۸ ص ۶۱)

حسنِ اخلاق کی فضیلت

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، بے شک بندہ حسن اخلاق کے ذریعے دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والوں کے درجے کو پالیتا ہے۔

اور اگر بندہ (سختی کرنے والا) لکھا جائے تو وہ اپنے ہی گھر والوں کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔

(طبرانی اوسط، ج ۴، ص ۳۶۹، رقم ۶۲۷۳)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، بندہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے رات کو عبادت کرنے والے اور سخت گرمی میں کسی کو پانی پلانے والے کے درجے کو پالیتا ہے۔ (شعب الایمان، ج ۶، رقم ۷۹۹۸ تا ۸۰۰۰، ص ۲۳۷ بتغیر قلیل)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مدینے کے تاجور، رسولوں کے افسر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، میزانِ عمل میں حسن اخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں۔ (الادب المفرد، باب حسن الخلق، ص ۹۱، رقم ۲۷۳)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں تم میں سب سے بہتر شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟ ہم عرض گزار ہوئے، کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا، وہ جو تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، بروزِ محشر تم میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اچھے اخلاق والے اور نرم خو ہوں، وہ لوگوں سے الفت رکھتے ہوں اور لوگ بھی ان سے محبت کرتے ہوں۔ اور قیامت کے دن تم میں سے میرے لیے سب سے زیادہ قابل نفرت اور میری مجلس میں مجھ سے زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرغوب کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، ج ۳، رقم ۲۰۲۵، ص ۴۰۹)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں نے انسان کو اپنے علم وقدرت سے پیدا کیا تو جس سے میں نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اسے میں نے اچھا اخلاق عطا کیا اور جس سے میں نے برائی کا ارادہ کیا اُسکو بد اخلاقی دی۔

حضرت سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، اسلام میں وہی شخص اچھا ہے جو لوگوں میں سے اخلاق کا اچھا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الخلق الحسن، رقم ۲۷، ج ۳، ص ۲۷۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جسکا اخلاق اچھا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب فی الخلق الحسن، رقم ۷، ج ۳، ص ۲۷۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، ایسا کوئی نہیں کہ جسکا اخلاق اور صورت اللہ عزوجل نے اچھی بنائی اور پھر اسے جہنم کی غذا بنائے۔

(شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، رقم ۸۰۳۸، ج ۶، ص ۲۴۹)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، حسن اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، رقم ۸۰۳۶، ج ۶، ص ۲۴۷)

حضرت سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں عرض کی، انسان کو سب سے اچھی چیز کون سی عطا فرمائی گئی؟ نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، انسان کو حسن اخلاق سے زیادہ کوئی اچھی چیز عطا نہیں کی گئی۔

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نصیحت فرمائی کہ جہاں بھی رہو اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور گناہ سرزد ہونے کے بعد نیکی کر لیا کرو کہ یہ اُس کو مٹا دے گی اور لوگوں کا رب عزوجل اچھے اخلاق والے کے ساتھ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، رقم ۱۹۹۴، ج ۳، ص ۳۹۷)

(625) وَعَنْهُ قَالَ: مَا مَسِسْتُ دِيْبَاجًا وَّلاَ حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلاَ شَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ، فَمَا قَالَ لِيْ قَطُّ: اُفٍّ، وَّلاَ قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَه؟ وَلاَ لِشَيْءٍ لَّمْ اَفْعَلْهُ: اَلاَ فَعَلْتَ كَذَا؟ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کسی موٹے یا باریک ریشم کو نہیں چھوا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ خوشبو کبھی نہ سونگھی۔ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا۔ اور میں کچھ کر لیتا تو آپ یہ نہ فرماتے کیوں کیا اور میں کچھ نہ کرتا تو آپ یہ نہ فرماتے تو نے یہ کیوں نہ کیا۔ (متفق علیہ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ ج۱ص۳۹ رقم: ۱۹۷۳ صحیح مسلم باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم . ج۷ص۸۱ رقم: ۶۲۰۰ سنن الدارمی باب فی حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم . ج۱ص۴۵ رقم: ۶۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک ج۳ص۲۲۷ رقم: ۱۳۳۹۸ مسند ابویعلی مسند انس بن مالک ج۶ص۱۲۸ رقم: ۳۴۰۰)

شرح حدیث: آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سب کے لئے رحمت

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے رحمت اور کفارہ کی دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب من لعنہ النبی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۶۱۹، ص ۱۱۳۲، مفہوما)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ للآثام۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۶۰۵۰، ص ۱۰۸۸، مالعن بدلہ ماضرب)

ایک بار آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جہاد کے موقع پر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے عرض کی گئی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا ترجمہ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، الحدیث ۶۶۱۳، ص ۱۱۳۱)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی برحق بنا کر بھیجا! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے جس کام کو ناپسند فرمایا تو مجھے کبھی بھی نہیں فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کبھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی نے مجھے ملامت کی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو (جو کچھ ہوا) یہی تقدیر میں لکھا تھا۔

(أخلاق النبی للاصبھانی، باب کرمہ وکثرۃ احتمالہ وکظمہ الغیظ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۴۱، ج ۱، ص ۴۳)

مزید فرماتے ہیں: جب بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو دو کاموں میں سے اختیار دیا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے آسان کام اختیار فرمایا لیکن اگر اس میں گناہ یا قطع رحم ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے تمام لوگوں سے زیادہ دور ہوتے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، الحدیث ۳۵۶۰، ص ۲۹۰، بدون قطعیۃ الرحم)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس جو بھی آزاد، غلام یا لونڈی آتی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ (سنن النسائی، کتاب الجمعۃ، باب ما یستحب من تقصیر الخطبۃ، الحدیث ۱۴۱۵، ص ۲۱۸۰۔ سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب البراءۃ من الکبر والتواضع، الحدیث ۴۱۷۷، ص ۲۷۳۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تشریف آوری سے پہلے تورات شریف کی پہلی سطر میں ان اوصاف کے ساتھ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی صفت بیان کی، فرمایا: محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکۂ مکرمہ میں ہوگی اور مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہبند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔

انجیل میں بھی اسی طرح آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی فصل فی خلقہ وخلقہ، الحدیث ۱۴۳۰، ج ۲ ص ۱۵۵)

جب کوئی شخص کسی کام کے لئے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ٹھہراتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ پہلے چلا جاتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۴۱۴، ج ۲۲ ص ۱۵۸)

جب کوئی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ پکڑتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نہ چھوڑتے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب تواضعہ مع جلیسہ، الحدیث ۲۴۹۰، ص ۱۹۰۲)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب اپنے کسی صحابی سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرنے میں پہل فرماتے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے اور خوب مضبوطی سے پکڑتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المعانقۃ، الحدیث ۵۲۱۴، ص ۱۶۰۴۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام، الحدیث ۷۰۵۴، ص ۱۱۶۴۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ذکر النوع العاشر علوم الحدیث، ص ۳۳)

(626) وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَهْدَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا. فَرَدَّهُ عَلَيَّ. فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِيْ. قَالَ: اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلاَّ لِاَنَّا حُرُمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نیل گائے تحفہ میں دی آپ نے وہ قبول نہ کی جب میرے چہرے پر آپ نے پریشانی دیکھی تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا ھدی للمحرم حمارا وحشیا حیا لم یقبل، ج۲ص۱۳، رقم: ۱۸۲۵ صحیح مسلم، باب تحریم الصید للمحرم، ج۴ص۱۳، رقم: ۲۹۰۲ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب المحرم لا یقبل ما یھدی لہ من الصید حیا، ج۵ص۱۹۱، رقم: ۱۰۲۱۳ الموطا امام مالک، باب الحلال یذبح الصید او یصیدہ، ج۱ص۲۳، رقم: ۳۲۰ مسند امام احمد، بقیۃ حدیث الصعب بن جثامۃ، ج۶ص۱۷، رقم: ۱۶۷۱۱)

شرح حدیث: آتش پرست ہمسائے پر انفرادی کوشش

حضرت سیدنا احمد حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمسایہ آتش پرست تھا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں تھا کہ اسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ آپ اس کی غم خواری کے لئے اس کے یہاں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آیا۔ قحط سالی کا دور ہونے کی بناء پر اس نے سوچا شاید آپ کھانا کھانے آئے ہوں۔ چنانچہ اس نے کھانے کا انتظام کرنا چاہا لیکن آپ نے منع فرمادیا کہ میں محض تمہاری دل جوئی کے لئے آیا ہوں۔ اس نے عرض کی کہ، اگرچہ میرا مال لٹ گیا لیکن تین باتیں لائق شکر ہیں، پہلی: یہ کہ دوسروں نے میرا مال لوٹا، میں نے کسی کا مال غصب نہیں کیا، دوسری: یہ کہ اب بھی میرے پاس نصف دولت باقی ہے، تیسری: یہ کہ میرا مذہب سلامت ہے۔

یہ سن کر آپ نے اس سے پوچھا تم آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا، اس لئے کہ روزِ محشر جہنم کی آگ سے محفوظ رہ سکوں اور خدا عزوجل کا قرب بھی نصیب ہوجائے۔ آپ نے فرمایا، آگ کی حقیقت تو اتنی سی ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس پر پانی ڈال دے تو بجھ جائے، علاوہ ازیں تم ستر سال سے اس کی پوجا کر رہے ہو لیکن اس نے آج تک تمہاری کیا رعایت کی ہے جس کی بنا پر تم قیامت میں اس سے بہتری کی امید لگائے بیٹھے ہو؟ آپ کی بات سے متاثر ہوکر اس نے عرض کی، اگر آپ میرے چار سوالوں کا جواب دے دیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا، پہلا: یہ کہ خدا عزوجل نے مخلوق کیوں بنائی؟ دوسرا: تخلیق کرنے کے بعد اس کو رزق کیوں دیا؟ تیسرا: رزق دینے کے بعد موت سے دوچار کیوں کیا؟ چوتھا: مارنے کے بعد زندہ کرنے کی کیا حاجت ہے؟

آپ نے جواب دیا مخلوق کو بنانے کا مقصد یہ ہے کہ خالق کی پہچان ہوسکے، رزق عطا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی رزّاقی کا اندازہ کیا جاسکے، موت سے اس کی صفت جباری وقہاری کا اظہار مقصود ہے، بعدِ موت زندگی عطا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی قدرت کو تسلیم کیا جائے۔ یہ کہہ کر آپ بہت دیر تک آگ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے رہے لیکن آپ کے دست مبارک پر آگ نے کچھ اثر نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر وہ آتش پرست فوراً مسلمان ہوگیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج۱ صفحہ ۲۱۹)

(627) وَعَنِ النَّوَّاسِ بنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ، فَقَالَ: "اَلْبِرُّ: حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: نیکی اچھا خلق ہے اور گناہ وہ ہے' جو تیرے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تفسیر البر والاثم، ج۴ص۷، رقم: ۶۶۸۱ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیہا، ج۱۰ص۱۹۲، رقم: ۲۱۳۰۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی البر والاثم، ج۴ص۱۷۵، رقم: ۲۳۸۹ سنن الدارمی، باب فی البر والاثم، ج۲ص۴۱۵، رقم: ۲۷۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی کلب سے ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ انصاری ہیں، آخر میں شام میں قیام فرمایا۔ مرقات نے فرمایا کہ آپ اصحاب صفہ سے ہیں، اشعہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ کلابیہ سے حضور نے نکاح کیا اور طلاق دے دی اور کلابیہ عورت آپ کی والدہ ہی تھیں۔ (اشعہ)

(نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا) یعنی نیکی اور گناہ کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتہ لگے کہ یہ کام نیکی ہے اور یہ کام گناہ ہے مجھے ارشاد فرمائیں۔

(نیکی اچھا خلق ہے) اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاو اور خالق سے معاملات سب ہی کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے وغیرہ۔

(لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو) یہ فرمان کامل مسلمانوں کے لیے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی فوراً اُلٹی ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دواء عطا فرماتے ہیں، یوں ہی الناس سے مراد مقبول بندے ہیں۔امام نووی نے حضرت وابعہ ابن معید اسدی سے روایت کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور گناہ کیا ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو جسے تمہارا دل نیکی کہے وہ نیکی ہے جسے تمہارا دل گناہ کہے وہ گناہ ہے۔(اربعین للنووی ومرقات) یعنی تمہارا دل جس پر ہمارا ہاتھ ہے ہر دل کا یہ حال نہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج٦ص٩٠٠)

(628) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمْ يكن رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا، وكان يَقُوْلُ: "اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فحش کہنے والے نہ تھے۔اور نہ ہی تکلف سے فحش کہنے والے تھے اور آپ فرمایا کرتے کہ تم میں سے بہتر وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج٢ص٤٨٩، رقم: ٣٥٥٩صحیح مسلم، باب کثرة حیائه صلی اللہ علیہ وسلم، ج٤ص٨١٠، رقم: ٦١٧٧مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج٦ص٣٦٣، رقم: ٢٣١٦مصنف ابن ابی شیبة، باب ذکر فی حسن الخلق، ج٨ص٣٢٦، رقم: ٢٥٨٢٦مشکوة المصابیح، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الاول، ج٣ص١٠٠، رقم: ٥٠٧٥)

شرح حدیث: آدابِ محبت

جاننا چاہے! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنا اور دینی بھائی چارہ افضل نیکی ہے اور یہ حُسنِ خلق کا ثمرہ ہے۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے باہم محبت اور بھائی چارہ قابل تعریف ہے۔

حُسنِ اخلاق کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان عظیم الشان ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ O

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک تمہاری خو بو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔(پ29،القلم:4)

اُخوت اور الفت کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔ (پ4،ال عمران:103)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے۔ (پ10،الانفال:63)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے وہ شخص مجلس میں میرے زیادہ قریب ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، جو اپنے پہلوؤں کو جھکا دیتے ہوں اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔

(مکارم الاخلاق للطبرانی مع مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی حسن الخلق، الحدیث ۶، ص ۳۱۴)

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: مؤمن محبت کرنے والا ہوتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سھل بن الساعدی، الحدیث ۲۲۹۰۳، ج۸، ص ۴۳۵، بتغیر)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اچھا دوست عطا کر دیتا ہے اگر یہ بھول جائے تو وہ اسے یاد دلاتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی اتخاذ الوزیر، الحدیث ۲۹۳۲، ص ۱۴۴۲، مفہوماً)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان رفعت نشان ہے: جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی کو بھائی بناتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے جس تک وہ کسی دوسرے عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا۔ (الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب الرغبۃ فی الاخوان والحث علیھم، الحدیث ۲۶، ج۸، ص ۱۵۸، مفہوماً)

(629) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیْءَ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ مومن کے (نیکیوں کے) ترازو میں خوش خلقی سے زیادہ وزن والا عمل کوئی نہ ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالٰی بے حیا زبان

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

دراز کو پسند نہیں فرماتا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"البَذِيُّ": هُوَ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَرَدِيءِ الْكَلَامِ.

بذی: بے ہودہ اور ردی باتیں کرنے والا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی حسن الخلق ج۳ص۳۶۲ رقم: ۲۰۰۲ مسند الحمیدی احادیث ابی الدرداء فی ابنه عنه ص۱۹۷ رقم: ۳۹۳ الادب المفرد للبخاری باب الرفق ص۱۲۳ رقم: ۴۶۴ السنن الکبری للبیهقی باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیها ج۱۰ص۱۹۳ رقم: ۲۱۳۱۹ التواضع والخمول لابن ابی الدنیا ص۱۸۸ رقم: ۱۷۲ (دارالکتب العلمیه بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

(ترازو میں خوش خلقی سے زیادہ وزن والا عمل کوئی نہ ہوگا) یا تو بعینہ اچھی عادت نیکیوں کے پلے میں رکھی جاوے گی کیونکہ قیامت میں ہر چیز کی شکل بھی ہوگی اس میں وزن وغیرہ بھی ہوگا، اچھی عادت کا ثواب، چونکہ اچھی عادت رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لیے اس میں وزن زیادہ ہے، وہاں وزن رضاء الٰہی سے ہوگا اخلاص کی عبادات وزنی ہوں گی ریا کی عبادات ہلکی کہ ریا کی عبادت سے رب ناراض ہے، اخلاص کی عبادت سے رب راضی، کافر کی عبادات میں کوئی وزن نہ ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا گناہوں میں وزن رب تعالیٰ کی ناراضی سے ہوگا جس قدر رب تعالیٰ کی ناراضی زیادہ اس قدر گناہ میں وزن زیادہ اللہ محفوظ رکھے۔

(بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا زبان دراز کو پسند نہیں فرماتا) چونکہ رب تعالیٰ بدخلقی بدزبانی سے ناراض ہے لہذا وہ گناہوں کے پلے میں ہوں گے اور اس گناہ میں بہت بوجھ ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور کے نیک اعمال میں اتنا وزن ہے کہ اسے کوئی ترازو تول سکتی ہی نہیں اسی لیے حضور کی نیکیاں تولی نہ جائیں گی جیسے ہماری ترازو سمندر کا پانی ہوا نہیں تول سکتی ایسے ہی قیامت کی ترازو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکیاں نہ تول سکے گی، جب ان کے نام میں اتنا وزن ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کے کروڑوں من کے گناہ ایک کلمہ محمدی سے ہلکے ہو جاویں گے کہ ہمارے کام ہلکے ہیں حضور کا نام بھاری ہے تو ان کے اعمال کیسے ہوں گے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شعر

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے　　پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

(مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص۶۰۷)

(630) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، قَالَ: "تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ لوگوں کے جنت میں داخلے کا سبب اکثر کیا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اور

الْخُلُقِ. وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: «اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

خوش خلقی اور آپ ﷺ سے سوال کیا گیا لوگوں کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب اکثر کیا ہوتا ہے۔ فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۳ص۳۶۳، رقم: ۲۰۰۴، الادب المفرد للبخاری، باب حسن الخلق اذا فقهوا، ص۱۱۰، رقم: ۲۹۴، سنن ابن ماجه، باب ذکر الذنوب، ج۲ص۱۴۱۸، رقم: ۴۲۴۶، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج۲ص۲۲۴، رقم: ۴۷۶، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۹۱، رقم: ۷۸۹۸)

شرحِ حدیث: خوش اخلاق، جوارِ رحمت میں ہوگا

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے خلیل! حُسنِ اخلاق سے پیش آؤ نیکوں میں داخل ہو جاؤ گے اور بے شک میں نے یہ بات لکھ دی ہے کہ جس نے اپنے اخلاق کو ستھرا کیا میں اُسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا، اور اپنے حظیرۃ القدس (یعنی جنت) سے سیراب کروں گا اور اپنے جوارِ رحمت کا قرب عطا فرماؤں گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۵۰۶، ج۵، ص۳۷)

لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنے کی فضیلت

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کر سکتی ہیں۔

(شعب الایمان، ج۶، رقم ۸۰۵۴، ص۲۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، تمہارا اپنے ڈول (برتن) سے دوسرے بھائی کا ڈول (برتن) بھرنا صدقہ ہے، تمہارا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لیے مسکرانا صدقہ ہے اور تمہارا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی صنائع المعروف، رقم ۱۹۲۳، ج۳، ص۳۸۴)

(631) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ».

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل ایمان میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہوں۔ اسے امام ترمذی نے روایت

کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجہا، ج ۲ص ۳۸۶، رقم: ۱۱۶۲ صحیح ابن حبان باب معاشر الزوجین، ج ۹ص ۴۸۳، رقم: ۴۱۷۶ اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، کتاب النکاح باب عشرۃ النساء، ج ۴ص ۱۸، رقم: ۳۰۰۰ الاداب للبیہقی، باب فی حسن الخلق وسلامۃ الصدر ولین الجانب، ج ۱ص ۹۱، رقم: ۱۶۳ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان ج ۱ص ۱، رقم: ۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

خلق حسن وہ عادت ہے جس سے اللہ رسول بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی، یہ ہے بہت مشکل مگر جسے یہ نصیب ہو جائے اس کے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں۔

(تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین ہو) کیونکہ بیوی صرف خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہو کر رہے، کمزور پر مہربانی سنت الہیہ بھی ہے سنت رسول بھی۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۸۳)

بہترین شوہر وہ ہے!

(۱) جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے!

(۲) جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے!

(۳) جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

(۴) جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر کا شریک سمجھے۔

(۵) جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔

(۶) جو اپنی بیوی کے تند مزاجی اور بد اخلاقی پر صبر کرے۔

(۷) جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔

(۸) جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔

(۹) جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

(۱۰) جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔

(۱۱) جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو کما کما کر رزق حلال کھلائے۔

(۱۲) جو اپنی بیوی کے میکا والوں اور اسکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔

(۱۳) جو اپنی بیوی کو ذلت و رسوائی سے بچائے رکھے۔

(۱۴) جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

(۱۵) جو اپنی بیوی پر اسطرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رخ بھی نہ کر سکے۔ (جنتی زیور ۸۴)

(632) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ ایمان دار اپنے حسن خلق کی وجہ سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی حسن الخلق، ج۴ص۳۰۰ رقم: ۴۸۰۰ صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق ج۲ص۲۲۸ رقم: ۴۸۰ مسند امام احمد حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج۱۰ص۱۳۲ رقم: ۲۵۰۵۷ مسند الحارث، باب فی حسن الخلق، ج۲ص۸۱۶ رقم: ۸۸۰ (مرکز خدمۃ السنۃ النبویۃ، المدینہ)، مجمع الزوائد باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۸ص۵۲ رقم: ۱۲۶۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مؤمن سے مراد مؤمن کامل عالم وعامل ہے۔ (مرقات)

خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ علانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے، نفلی روزہ نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے لازم سے متعدی اچھی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۹۰۸)

اچھے اَخلاق کی برکتیں

اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حسنِ اَخلاق دنیا اور آخرت کی بھلائیاں لے گیا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۴۱۱، ج۲۳، ص۲۲۲)

بعض احادیثِ مبارکہ کا مفہوم

☆ بندہ اچھے اخلاق سے روزہ دار اور عبادت گزار کا درجہ پالیتا ہے، نیز آخرت کے درجات اور جنت کے بالا خانوں کو پا لیتا ہے۔

☆ بداخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں۔

☆ بندہ اس کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔

☆ اچھا اخلاق خطاؤں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

☆ خوش خُلقی (باعث) برکت ہے۔

☆ قیامت کے دن لوگوں میں نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہوگا۔

☆ سب سے اچھا اخلاق شفیعِ روزِ شمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اخلاق ہے۔

☆ سب سے افضل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

☆ میزان میں رکھے جانے والے اعمال میں حسن اخلاق سب سے افضل اور وزنی ہوگا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر ۲۶۸)

(633) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَاِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ". حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ. "الزَّعِيْمُ": الضَّامِنُ.

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں جنت کے اطراف میں ایک گھر کا اس آدمی کے لیے ضامن ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اور جنت کے درمیان ایک گھر کا اس کے لیے ضامن ہوں جس نے مذاق میں بھی جھوٹ ترک کر دیا ہو۔ اور جنت کے اعلیٰ حصہ میں ایک گھر کا اس آدمی کے لیے ضامن ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلزَّعِيْمُ: ضامن۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی حسن الخلق ج۴ص۴۰۰ رقم ۴۸۰۰ الاداب للبیہقی باب ترک المراء وان کان محقا ج۱ص۱۹۰ رقم: ۳۲۲ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ عبدالرحمن ج۵ص۶۸ رقم ۴۶۹۳ الکنی والاسماء للدولابی من کنیتہ ابوالفضل ج۲ص۴۸۳ رقم: ۱۱۶۳ مجمع الزوائد باب ما جاء فی حسن الخلق ج۸ص۵۰ رقم ۱۲۶۸۹)

عظیم درجے اور بلند منزلیں

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! کسی عورت نے دوشادیاں کیں پھراس کا انتقال ہوگیااور وہ اورآس کے دونوں شوہر جنت میں داخل ہوگئے تو وہ کس کی بیوی بنے گی، پہلے کی یادوسرے کی؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ وہ ان دونوں میں سے اپنے ساتھ دنیا میں حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے والے کواختیار کرنے گی۔ پھر فرمایا اے ام حبیبہ! حسن اخلاق اپنے ساتھ دنیاوآخرت کی بھلائیاں لیکر چلا گیا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۴۱۱، ج ۲۳، ص ۲۲۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے میرے خلیل علیہ السلام! لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آؤخواہ (سامنے والا) کافر ہی کیوں نہ ہوتوابرار کے ٹھکانے میں داخل ہوجاؤ گے اور بے شک میں اچھے اخلاق والے کے بارے میں کہہ چکا ہوں کہ اسے اپنے عرش کے نیچے سائے میں جگہ دوں گااور اسے اپنی جنت کے شربت سے سیراب کروں گااور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطافرماؤں گا۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم ۶۵۰۶، ج ۵، ص ۳۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل بندے کے اچھے اخلاق کے سبب اسے روزہ دار اورنمازی کے درجے پر پہنچادیتا ہے۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ علی، رقم ۳۹۸۰، ج ۳، ص ۹۴)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک بندہ اپنے اچھے اخلاق کے سبب آخرت کے عظیم درجوں اور بلند منزلوں تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ وہ عبادت میں کمزورہوتا ہے اور بندہ اپنے برے اخلاق کے سبب جہنم کے سب سے نچلے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۷۵۴، ج ۱، ص ۲۶۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کوفرماتے ہوئے سنا، بے شک سیدھا سادہ مسلمان اپنے اچھے اخلاق اورنفیس طبیعت کے سبب روزہ داروں اور اللہ عزوجل کی آیات پڑھتے ہوئے قیام کرنے والوں کا درجہ پالیتا ہے۔ (المسند للامام احمد حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، رقم ۶۶۵۹، ج ۲، ص ۵۹۱)

(634) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَدْ عَلِمْنَا "الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ"، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ: "الْمُتَكَبِّرُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ پیارے اور زیادہ قریب وہ ہیں' جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور قیامت کے دن تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے زیادہ دور وہ ہیں جو بہت زیادہ باتیں کرنے والے (لاپرواہی سے) منہ پھاڑ کر بولنے والے اور تکبر سے منہ کھول کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! باتونی اور بناوٹ والے لوگ ہم سمجھ گئے۔ مُتَفَيْهِقُوْنَ کیا ہیں فرمایا متکبر لوگ۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"الثَّرْثَارُ": هُوَ كَثِيْرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا. وَ"الْمُتَشَدِّقُ": الْمُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلَامِهِ، وَيَتَكَلَّمُ بِمَلْءِ فِيْهِ تَفَاصُحًا وَتَعْظِيْمًا لِكَلَامِهِ، وَ"الْمُتَفَيْهِقُ": أَصْلُهُ مِنَ الْفَهْقِ وَهُوَ الْامْتِلَاءُ، وَهُوَ الَّذِيْ يَمْلَأُ فَمَهُ بِالْكَلَامِ وَيَتَوَسَّعُ فِيْهِ، وَيُغْرِبُ بِهِ تَكَبُّرًا وَارْتِفَاعًا، وَإِظْهَارًا لِلْفَضِيْلَةِ عَلَى غَيْرِهِ.

اَلثَّرْثَارُ تکلف سے زیادہ باتیں کرنے والا۔ اَلْمُتَشَدِّقُ: لوگوں پہ اپنی گفتگو میں بلندی ظاہر کرنے والا جو اپنی فصاحت اور اپنے کلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے منہ پھلا کر کے بولے۔ مُتَفَيْهِقٌ: اس کا اصل فَهْقٌ ہے اس کے معنی بھرنے کے ہیں۔ مراد وہ آدمی ہے جو منہ بھر کے بولتا ہے۔ منہ کھلا رکھتا ہے اور دوسروں پر اپنی فضیلت بلندی اور تکبر ظاہر کرنے کے لیے عجیب باتیں کرتا ہے۔

وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ تَفْسِيْرِ حُسْنِ الْخُلُقِ، قَالَ: "هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ، وَكَفُّ الْأَذٰى".

ترمذی نے ابن مبارک سے حسن خلق کی تفسیر میں بیان کیا کہ اس کا مطلب وہ کھلے چہرے سے ملنا نیکی کرنے والا ہونا اور اذیت سے رکنا ہے۔

(سنن ترمذی باب ما جاء فی معالی الاخلاق ج۳ص۳۷۰ رقم: ۲۰۱۸ جامع الاصول لابن اثیر حرف الخاء الکتاب الاول فی الخلق ج۳ص۶ رقم: ۱۹۷۸ جامع الاحادیث للسیوطی ان المشددۃ مع الھمزۃ ج۹ص۲۷۷ رقم: ۸۳۱۱)

شرح حدیث: بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب

(۱) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم گفتگو اس طرح دلنشین انداز میں ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا چنانچہ اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے تھے، ہر سننے والا اس کو یاد کر لیتا تھا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عائشۃ، الحدیث ۲۶۲۶۹، ج ۱۰، ص ۱۱۵)

(۲) مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کیجئے۔ چھوٹوں کے ساتھ مشفقانہ اور بڑوں کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ رکھئے ان شاء اللہ عزوجل دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

(۳) چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آجکل بے تکلفی میں دوست آپس میں کرتے ہیں، معیوب ہے۔

(۴) دورانِ گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں کیونکہ تالی، سیٹی بجانا محض کھیل کود، تماشہ اور طریقہ کفار ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۹، ص ۵۴۹)

(۵) بات چیت کرتے وقت دوسرے کے سامنے بار بار ناک یا کان میں انگلی ڈالنا تھوکتے رہنا اچھی بات نہیں۔ اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے۔

(۶) جب تک دوسرا بات کر رہا ہو، اطمینان سے سنیں۔ اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کر دیں۔

(۷) کوئی ہکلا کر بات کرتا ہو تو اس کی نقل نہ اُتاریں کہ اس سے اس کی دل آزاری ہو سکتی ہے۔

(۸) بات چیت کرتے ہوئے قہقہہ نہ لگائیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا (قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ دوسروں تک آواز پہنچے۔) (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۰۲)

(۹) زیادہ باتیں کرنے اور بار بار قہقہہ لگانے سے وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔

(۱۰) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج ۴، ص ۴۲۲)

(۱۱) حدیثِ پاک میں ہے جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی السکوت عما لا یعنیہ، الحدیث ۴۹۸۳، ج ۴، ص ۲۵۴، جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب (نمبر ۵) الحدیث ۲۵۰۹، ج ۴، ص ۲۲۵)

(۱۲) کسی سے جب بات چیت کی جائے تو اس کا کوئی صحیح مقصد بھی ہونا چاہیے۔ اور ہمیشہ مخاطب کے ظرف اور اس کی نفسیات کے مطابق بات کی جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ (یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔) یعنی اس طرح کی باتیں نہ کی جائیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہ آئیں، الفاظ بھی سادہ

صاف صاف ہوں، مشکل ترین الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ اس طرح اگلے پر آپ کی علمیت کی دھاک تو بیٹھ جائے گی مگر مدعا خاک بھی سمجھ نہ آئے گا۔

(۱۳) اپنی زبان کو ہمیشہ بُری باتوں سے روکے رکھیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نجات کیا ہے؟ فرمایا، اپنی زبان کو بری باتوں سے روک رکھو۔

(جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۱۴، ج۴، ص ۱۸۲)

◆◆◆◆◆

شرح ریاض الصالحین

تالیف
امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ
۶۳۱ـ۶۸۶ھ

جلد سوم

مترجم:
ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:
علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شرح ریاض الصالحین (مترجم)

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

بار اول .... مارچ 2015ء

پرنٹرز .... آصف صدیق پرنٹرز

تعداد 1100/-

ناشر .... چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

قیمت .... /= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٥ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352785

فہرست

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم ارحم خلفائی

قلنا یارسول اللہ ومن

خلفاءک قال الذین یأتون

من بعدی یروون احادیثی

ویعلمونہا الناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ مصطفےٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما ہم نے عرض کی
یارسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

(الترغیب والترھیب ج ۱، ص ۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

74-بَابُ الْحِلْمِ وَالْاَنَاةِ وَالرِّفْقِ بردباری، سوچ بچار کر کے کام کرنا اور نرمی برتنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (آل عمران: 134)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شرح: اسلام قبول کرلیا

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مکان کرایہ پرلیا۔ اس مکان کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا اور حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حجرہ اس یہودی کے مکان کے دروازے کے قریب تھا۔ اس یہودی نے ایک پرنالہ بنا رکھا تھا اور ہمیشہ اس پرنالہ کی راہ سے نجاست حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں پھینکا کرتا تھا۔ اس نے مدت تک ایسا ہی کیا۔ مگر حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے کبھی شکایت نہ فرمائی۔

آخر ایک دن اس یہودی نے خود ہی حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: حضرت! آپ کو میرے پرنالے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ہوتی تو ہے مگر میں نے ایک ٹوکری اور جھاڑو رکھ چھوڑی ہے۔ جو نجاست گرتی ہے، اس سے صاف کر دیتا ہوں۔ اس یہودی نے کہا: آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ اور آپ کو غصہ کیوں نہیں آتا؟ فرمایا: میرے پیارے اللہ عزوجل کا قرآن میں فرمان عالیشان ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں۔ (پ ۴، ال عمران ۱۳۴)

یہ آیات مقدسہ سن کر وہ یہودی بہت متاثر ہوا، اور یوں عرض گزار ہوا، یقیناً آپ کا دین نہایت ہی عمدہ ہے۔ آج سے میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔ پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ذکر مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج ۱، ص ۵۱)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الأعراف: 199)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: معاف کرنے کا طریقہ اپنائیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَّمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ) (فصلت: 34۔35)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نیکی اور برائی برابر نہیں اس طریقہ سے ٹال جو اچھا ہے۔ پس اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا۔ کہ تیرے اور جس کے درمیان دشمنی ہے گہرے دوست بن جاؤ گے۔ یہ توفیق انہیں ہی عطا ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ توفیق انہیں نصیب ہوتی ہے جو بڑے حصہ والے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ)(الشوری: 43)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبر کیا اور معاف کیا یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

(635) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ: "اِنَّ فِیْكَ خَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس کو ارشاد فرمایا تجھ میں دو خوبیاں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ وشرائع الدین والدعا الیہ، ج۱ص۳۶ رقم: ۱۲۶۔الاداب للبیہقی، باب فی الحلم والتؤدة، ج۱ص۸۱ رقم: ۱۳۶۔المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ محمد، ج۲ص۶۷ رقم: ۷۹۲۔سنن ترمذی، باب ما جاء فی التانی والعجلة، ج۳ص۳۶۶ رقم: ۲۰۱۱۔دلائل النبوة للبیہقی، باب وفد عبد القیس، ج۲ص۳۱۳ رقم: ۲۰۷۱)

(636) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ كُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے اور تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرفق فی الامر کلہ، ج۸ص۱۲ رقم: ۶۰۲۴۔صحیح مسلم، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام، ج۷ص۳ رقم: ۵۷۸۳۔الاداب للبیہقی، باب السلام علی اہل الذمة والرد علیہم، ج۱ص۱۲۸ رقم: ۲۲۰۔المعجم الصغیر، باب من اسمہ حبوش، ج۱ص۲۶۲ رقم: ۴۲۹۔سنن ابن ماجہ، باب الرفق، ج۲ص۱۲۱۶ رقم: ۳۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رفیق یعنی کریم ورحیم ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا گناہ بخشتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں اپنے ساتھیوں پر رحیم وکریم ہوں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں یہ لفظ اسماء الٰہیہ سے نہیں ہے، یہاں لغوی معنی سے استعمال ہوا۔

دنیا و آخرت کے نرمی سے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے، اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں، نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

یا طالب الرزق الهیئی بقوة — هیهات انت بباطل مشغوف

اکل العقاب بقوة جیف القلا — درعی الذباب الشهد وهو ضعیف

یعنی سختی سے روزی نہ کماؤ نرمی سے کماؤ، عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے، شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چوستی ہے۔ (مرقات)

بدگوئی نتیجہ ہے سختی کا اولاً دل مین سختی آتی ہے، پھر بدگوئی، زبان درازی، پھر ہاتھاپائی یعنی مار پیٹ، پھر قتل و خون خدا محفوظ رکھے، شیطان پر سخت رہو بھائی مسلمان پر نرم۔

یعنی اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جائے گا، عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جائے گا۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

لوہا نرم ہو کر اوزار بنتا ہے، سونا نرم ہو کر زیور، زمین نرم ہو کر قابل کاشت ہوتی ہے، انسان نرم ہو کر ولی بن جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص٩٠٣)

نرمی سختی میں بدل جاتی

جب حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی برائی دیکھتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرمی سختی میں بدل جاتی، آنکھیں سرخ ہو کر چڑھ جاتیں، رگیں پھول جاتیں اور جب بھی کوئی خلاف شرع کام دیکھتے تو اس کا قلع قمع کر دیتے۔ ایک دن ایک شخص کے پاس کچھ آلاتِ لہو ولعب دیکھے تو اس سے لے لئے۔ اس نے انہیں چھڑانے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زوردار ضرب لگائی، اس کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آلات کو توڑ دیا اور گھر لوٹ آئے۔ اور اس شدّتِ ضرب کی وجہ سے دو ماہ تک گھر میں تنہا رہے۔

حضرت سیدنا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیبت سے اتنے دُور رہتے ہیں کہ میں نے کبھی ان کو دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آپ اس معاملے میں بہت سمجھدار ہیں کہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر مُسلّط کریں جو انہیں (دوسرے کے نامۂ اعمال میں) منتقل کر دے۔
حضرت سیدنا علی بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر نصف اہلِ زمین کی عقلوں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی عقل کا موازنہ کیا جائے تو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل زیادہ ہوگی۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من وفور عقل ابی حنیفۃ وفطنتہ وتلطفہ، ج ۱۳، ص ۳۶۱)

منقول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت سیِّدُنا علقمہ اور حضرت سیِّدُنا اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اس مقام پر نہیں کہ ان کا موازنہ کروں سوائے اس کے کہ ان کی عزت وعظمت کے پیشِ نظر ان کے لئے دعا و اِسْتِغْفار کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ ان میں افضل کون ہے۔ (ربیع الابرار، باب التفاضل والتفاوت والاختلاف والاشتباہ وما قارب ذلک ووفاہ، ج ۱، ص ۳۵۳)

مسلمانوں پر جود و کرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیِّدُنا قیس بن ربیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کمائی سے مالِ تجارت جمع کرتے پھر اس سے کپڑے خرید کر مشائخ، محدثین اور حاجت مندوں کو پیش کرتے اور فرماتے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء کرو کہ اُسی نے تمہیں یہ عطا فرمایا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے اپنے مال میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوتا تو اس کے متعلق دریافت کرتے، اگر وہ محتاج ہوتا تو کچھ عطا فرماتے۔ چنانچہ، ایک شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس کے کپڑے بوسیدہ تھے، جب لوگ چلے گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا جب وہ تنہا رہ گیا تو ارشاد فرمایا: اس مُصلّے کو اُٹھاؤ اور نیچے سے ہزار درہم لے کر اپنی حالت اچھی کرلو۔ اس نے عرض کی: حضور! میں تو خوشحال ہوں، نعمتوں میں ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر بندے پر دیکھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء ان اللہ عَزَّوَجَلَّ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ، الحدیث ۲۸۱۹، ص ۱۹۳۴)

تجھے اپنی حالت بدلنی چاہیے تاکہ تیرا دوست تیری حالت سے غمگین نہ ہو۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من جود ابی حنیفۃ وسماحۃ وحسن عہدہ، ج ۱۳، ص ۳۵۷۔ ۳۵۸، بتغیر)

جو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے پورا فرمادیتے۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق ص ۳۳۱)

(637) وَعَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُّحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ، مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلٰى مَا سِوَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے۔ نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اس کے علاوہ پر نہیں عطا فرماتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم. باب فضل الرفق. ج۸ص۲۲ رقم: ۶۷۶۶ الاداب للبیهقی. باب فی الرفق فی الامور.

ج۱ص۸۴، رقم: ۱۴۱ المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهیم، ج۲ص۲۰۶، رقم: ۱۹۲۲ صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج۲ص۳۰۹، رقم: ۵۵۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۱۰۲)

شرح حدیث: اخلاق نبوت

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں خلق خدا سے کیا پوچھنا؟ جب کہ خود خالق اخلاق نے یہ فرما دیا کہ یعنی اے حبیب! بلاشبہ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں۔ (پ ۲۹، القلم: ۴)

آج تقریباً چودہ سو برس گزر جانے کے بعد دشمنان رسول کی کیا مجال کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بداخلاق کہہ سکیں اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے مجمعوں میں اپنے عملی کردار کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ خداوند قدوس نے قرآن میں اعلان فرمایا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ (پ۴، ال عمران: ۱۵۹)

(اے حبیب) خدا کی رحمت سے آپ لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اگر آپ کہیں بداخلاق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔ (آل عمران)

دشمنانِ رسول نے قرآن کی زبان سے یہ خدائی اعلان سنا مگر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف کوئی بیان دیتا یا اس آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلاتا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے سے بڑے دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ہی بلند اخلاق، نرم خو اور رحیم و کریم ہیں۔

بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محاسن اخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حلم وعفو، رحم وکرم، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، عدم تشدد، شجاعت، ایفاء عہد، حسن معاملہ، صبر وقناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلفی، تواضع وانکساری، حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی تعلیمات قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر اخبار رویت فی شمائلہ...الخ، ج۱ص۳۰۹)

اخلاق نبوت کا ایک مفصل وعظ ہم نے اپنی کتاب حقانی تقریریں میں تحریر کر دیا ہے یہاں بھی ہم اخلاق نبوت کے شجرۃ الخلد کی چند شاخوں کے کچھ پھول پھل پیش کر دیتے ہیں تا کہ ہم اور آپ ان پر عمل کر کے اپنی اسلامی زندگی کو کامل و اکمل بنا کر عالم اسلام میں مکمل مسلمان بن جائیں اور دار العمل سے دار الجزاء تک خداوند عزوجل کے شامیانہ رحمت میں اس کے اعلیٰ وافضل انعاموں کے میٹھے میٹھے پھل کھاتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق و المعین.

(638) وَ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَهُ، وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نرمی جس چیز میں ہو اس کو مزین کر دیتی ہے۔ اور جس چیز سے چھینی جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرفق، ج۲ص۲۲، رقم: ۶۷۶، شعب الایمان، فصل فی الحلم والتؤدة والرفق فی الامور کلھا، ج۶ص۳۳۷، رقم: ۸۷۱۸، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الرفق، ج۳ص۵۲۲، رقم: ۲۶۲۶، مشکوٰۃ المصابیح، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الاول، ج۳ص۹۹، رقم: ۵۰۶۸)

شرح حدیث: نرمی کی فضیلت کا بیان

جان لو! نرمی قابلِ تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔

سید المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم رہا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عائشۃ، الحدیث ۴۵۱۳، ج۴، ص۱۱۸۔۱۱۹)

نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

اِذَا اَحَبَّ اللہُ اَھْلَ بَیْتٍ اَدْخَلَ عَلَیْھِمُ الرِّفْقَ۔

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی گھرانے کو پسند فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۴۴۸۱، ج۹، ص۳۴۵، اِذَا احب: بدلہ: اذا اراد)

(639) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ اِلَیْهِ لِیَقَعُوْا فِیْهِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوْهُ وَاَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ، اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف اٹھے کہ اس کو سزا دیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول انڈیل دو تم آسانی دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ تنگی کرنے والے نہیں۔ (بخاری)

"اَلسَّجْلُ بِفَتْحِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْکَانِ الْجِیْمِ: وَهِیَ الدَّلْوُ الْمُمْتَلِئَةُ مَاءً، وَکَذٰلِكَ الذَّنُوْبُ.

سِجْل اور ذَنُوْب: سین مہملہ پر زبر اور جیم ساکن کے ساتھ پانی سے بھرا ہوا ڈول دونوں کے ایک ہی معنی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ج۱ص۵۴، رقم: ۲۲۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب طھارة الارض من البول، ج۲ص۴۲۸، رقم: ۴۳۱۰، سنن ابو داؤد، باب الارض یصیبھا البول، ج۱ص۱۰۵، رقم: ۳۸۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی البول یصیب الارض، ج۱ص۲۷۵، رقم: ۱۴۷، سنن الکبرٰی للنسائی، باب ترک التوقیت فی الماء، ج۱ص۷۵، رقم: ۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسے نہ مارو پیٹو کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے۔ اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے، نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے۔

بعض نے فرمایا کہ سَجل اور ذنوب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ڈول بڑا ہو یا چھوٹا۔ بعض نے کہا ہے کہ سَجل بڑے ڈول کو کہتے ہیں، اور ذنوب مطلقاً ڈول کو۔ خیال رہے کہ یہ سَجل س کے زبر، ج اور ل کے سکون سے ہے، س اور ج کے زیر اور ل کے شد سے سِجِلّ، بمعنی کاتب ومنشی، یونہی ذنوب ذ کے زبر سے بمعنی ڈول اور ذ کے پیش سے ذنب کی جمع، بمعنے گناہ۔

خیال رہے کہ زمین اگرچہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا، زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی، نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہیئے اور یہ دھلنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۱ص ۳۶۳)

(640) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی کرو تنگی نہ کرو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ، ج۱ص۲۵، رقم: ۶۹، صحیح مسلم، باب فی الامر بالتیسیر وترك التنفیر، ج۵ص۱۳۱، رقم: ۳۲۶۴، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۳۳، رقم: ۱۰۹۷۲، السنن الکبری للنسائی، باب التخول بالموعظۃ، ج۳ص۴۴۹، رقم: ۵۸۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میٹھی و نرم باتیں سنا کر اسلام کی آسانیاں بتا کر خود سچے پکے مسلمان بن کر دکھا کر رعایا کو تسکین دو، تمہارے عمل ایسے نہ ہوں کہ لوگ اسلام سے ہی بھڑک جائیں۔ مقولہ ہے کہ میٹھی زبان میں خرچ کچھ نہیں ہوتا ہے مگر اس سے نفع بہت ہو جاتا ہے، بادشاہ و حکام کے درست ہو جانے سے لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں الناس علی دین ملوکھم لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں، مولویوں کے ہزار وعظ ایک طرف اور سلطان یا حکام کا صرف اچھا عمل ایک طرف، حکام کا عمل بہترین مبلغ ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ص ۶۲۱)

فتاویٰ رضویہ کے اہم اقتباسات

ایسا دینی کام جس سے مسلمانوں میں نفرت کی کیفیت جنم لینے لگے اور اس کا کرنا فرض، واجب یا سُنّتِ مؤکدہ نہ ہو تو اُس کام کو ترک کرنا ہی مناسب ہے اگرچہ افضل و مُستحب ہو۔ چنانچہ ایک مقام پر میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے اتحاد کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کیلئے نقل فرماتے ہیں: لوگوں کی تالیفِ قلبی (یعنی دلجوئی) اور ان کو مجتمع (متحد) رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تا کہ لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے جیسا کہ نبیِّ کریم، رءوف رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیم نے بیتُ اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے اہلِ قریش کی بنیادوں پر قائم رکھا تا کہ جو لوگ نئے نئے اسلام لائے وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (فتاویٰ رضویہ مُخرَّجہ ج 7 ص 680 ملخصاً)

تنفیرِ مسلمین (یعنی مسلمانوں کو نفرت میں مبتلا کرنے) سے بچنے کیلئے ضرور تا مُستحب کو ترک کر دینے کا حکم ہے۔ جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے درمیان پیار و محبّت کی فضا قائم رکھنے کا ایک مدنی اُصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اِتیانِ مُستحب و ترکِ غیرِ اَولیٰ پر مداراتِ خلق و مُراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ (فتاویٰ رضویہ مُخرَّجہ ج4 ص528)

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَہَمُّ مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ یعنی خرابیوں کے اسباب دور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے اَہم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مُخرَّجہ ج9 ص551 رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور)

(641) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ، يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو نرمی سے محروم ہوا وہ ساری بھلائی سے محروم ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرفق، ج۴ص۲۲، رقم: ۱۶۶۲، سنن ابو داؤد، باب فی الرفق، ج۴ص۳۰۴، رقم: ۴۸۰۹، سنن ابن ماجہ، باب الرفق، ج۲ص۱۲۱۶، رقم: ۳۶۸۷، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب بیان مکارم الاخلاق، ج۱۰ص۱۹۳، رقم: ۲۰۵۹۳، صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج۲ص۳۰۸، رقم: ۵۴۸، مسند امام احمد، و من حدیث جریر بن عبداللہ، ج۷ص۳۶۶، رقم: ۱۹۲۷۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس پر رب مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے، جس پر رب کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے، سخت دل میں کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۸۹۶)

قساوتِ قلبی

مروی ہے کہ ایک عورت نے اُم المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قساوتِ قلبی (یعنی دل کی سختی) کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ جب اس عورت نے ایسا کیا تو اس کا دل نرم ہو گیا پس اس نے اُم المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شکریہ ادا کیا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۵۴)

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: دعا فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے دل کو نرم کر دے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اس دعا کی تلقین فرمائی: یَا مُلَیِّنَ الْقُلُوْبِ! لَیِّنْ قَلْبِیْ قَبْلَ اَنْ تُلَیِّنَه، عِنْدَ الْمَوْتِ یعنی اے دلوں کو نرم فرمانے والے! میرے دل کو بھی نرم کر دے اس سے پہلے کہ تو موت کے وقت اسے نرم کرے۔ (آمین) (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۵۳-۴)

دل کی سختی کے مرض میں مبتلا

حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ العلی فرماتے ہیں کہ میں دل کی سختی کے مرض میں مبتلا تھا اور مجھے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی دعا کی برکت سے چھٹکارا مل گیا۔ ہوا یوں کہ میں نمازِ عید پڑھنے کے بعد واپس لوٹ رہا تھا کہ حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جس کے بال اُلجھے ہوئے تھے۔ دل ٹوٹنے کے سبب روئے جا رہا تھا۔ میں نے عرض کی: یاسیِّدی! کیا ہوا؟ آپ کے ساتھ یہ بچہ کیوں روئے جا رہا ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: میں نے چند بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا لیکن یہ بچہ ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ ان بچوں کے ساتھ نہ کھیلنے کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے بچے سے پوچھا تو اس نے بتایا: میں یتیم ہوں، میرا باپ انتقال کر گیا ہے، میرا کوئی سہارا نہیں اور میرے پاس کچھ رقم بھی نہیں کہ میں اخروٹ خرید کر ان بچوں کے ساتھ کھیل سکوں۔ چنانچہ، میں اس کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں تا کہ اس کے لئے گٹھلیاں اکٹھی کروں جن سے یہ اخروٹ خرید کر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل سکے۔ میں نے عرض کی: آپ یہ بچہ مجھے دے دیں تا کہ میں اس کی حالت بدل سکوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: چلو اس کو پکڑ لو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا دل ایمان کی برکت سے غنی کرے اور اپنے راستے کی ظاہری و باطنی پہچان عطا فرما دے۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں اس بچے کو لے کر بازار چلا گیا اور اچھے کپڑے پہنائے، اخروٹ خرید کر دیئے اور وہ عید کے دن دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے چلا گیا۔ دوسرے بچوں نے پوچھا: تجھ پر یہ احسان کس نے کیا؟ اس نے جواب دیا: حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی اور سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے۔ جب بچے کھیل کود کے بعد چلے گئے تو وہ بچہ خوشی خوشی میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا: بتاؤ! عید کا دن کیسا

گزرا؟اس نے کہا: اے میرے محترم! آپ نے مجھے اچھا کپڑا پہنایا، مجھے خوش کر کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے بھیجا، میرے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضری کی پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے لئے اپنا راستہ کھول دے۔ حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ مجھے بچے کے اس کلام سے بے حد خوشی ہوئی جس نے عید کی خوشیاں دوبالا کر دیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ج۱، حصہ اول، حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی، ص ۲۴۲۔ ۲۴۳ ملخصاً)

(642) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوْصِنِیْ. قَالَ: "لَا تَغْضَبْ"، فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: "لَا تَغْضَبْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے وصیت فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کر اس نے بار بار یہی عرض کیا: آپ نے ہر بار فرمایا غصہ نہ کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحذر من الغضب ج۴ص۲۸، رقم: ۶۱۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۶۶ رقم: ۱۰۰۱۲، جامع العلوم والحکم لابن رجب الحدیث السادس عشر، ص۱۷)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔ نفسانی غضب و غصہ شیطانی اثر ہے اس میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام و کلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج اعوذ باللہ پڑھنا ہے یا وضو کر لینا یا یہ خیال کر لینا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا یا جیسے غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۶۲۶)

غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم، رقم ۴۱۸۶، ج۴، ص ۴۶۳)

غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جا گرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظر ں سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے

درگزر کرنے والے) آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔غلام نے عرض کی: وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَO (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) (پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔ (بحر الدموع ص ۲۷۳)

(643) وَعَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ، وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ، وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ، وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے، تو جب تم دشمن کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ، ج۲ص۶۷، رقم: ۵۱۶۷، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب قتل المشرکین بعد الاساء بضرب الاعناق، ج۹ص۶۸، رقم: ۱۸۵۰۴، المعجم الصغیر، باب المیم من اسمہ محمد، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۱۰۶۲، المنتقی لابن الجارود، باب جراح العمد، ص۲۱۴، رقم: ۸۳۹، سنن ابوداؤد، باب فی النھی ان تصبر البھائم والرفق بالذبیحۃ، ج۳ص۵۸، رقم: ۲۸۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی ہیں، حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شداد ابن اوس کو علم و حلم دونوں عطا فرمائے۔ (اشعۃ اللمعات)

(ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے) یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی وسلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں، یہ ہے حضور کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی شان۔

(اچھے طریقے سے) یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلہ نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔

(اچھی طرح ذبح کرو) اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے، مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ

تمام باتیں ظلم وزیادتی ہیں۔

(اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے) تیز چھری سے ذبح کر دینے میں راحت ہے، کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۶۸)

مؤمنوں پر تین احسان کرو!

حضرت سیّدنا یحیٰی بن مُعاذ رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: تم سے مؤمنوں کو اگر تین فوائد حاصل ہوں تو تم مُحسنین (یعنی احسان کرنے والوں) میں شمار کئے جاؤ گے (۱) اگر انہیں نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہ پہنچاؤ (۲) انہیں خوش نہیں کر سکتے تو رنجیدہ بھی نہ کرو (۳) ان کی تعریف نہیں کر سکتے تو بُرائی بھی مت کرو۔ (تنبیہ الغافلین ص ۸۸)

(644) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا، فَاِنْ كَانَ اِثْمًا، كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ. وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ، اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ، فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کام کو اختیار کرتے اگر وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہ لیا لیکن اگر اللہ کی حرمت والے کام کی بے حرمتی ہوتی، تو آپ اللہ تعالٰی کے لیے انتقام لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کم التعزیر والادب، ج۸ص۱۶۷، رقم: ۶۸۵۳ صحیح مسلم، باب مباعدته صلی الله علیه وسلم للآثام واختیاره من المباح، ج۷ص۸۰، رقم: ۶۱۹۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۳۱، رقم: ۲۴۰۸۰ موطا امام مالک، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۲ص۱۳۲۶، رقم: ۲۲۵۱ السنن الکبری للبیهقی، باب لم یکن له اذا سمع المنکر ترک المنکر، ج۷ص۱۳، رقم: ۱۳۶۶۳)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ آسان کام کو اختیار کرتے) ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالٰی ہے یعنی اگر اللہ تعالٰی حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی، تو حضور انور نے حضور ابوبکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا، پھر رب تعالٰی نے اس فدیہ لے کر چھوڑنے کو قانون بنا دیا کہ فرمایا: فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً۔ اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

(توسب لوگوں سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے) اگر اختیار دینے والا رب تعالیٰ ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بننا ایسے کام سے حضور دور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرماویں، چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیت نیکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔ شعر

عجز اللہ رہے تمہارا کہ شہہ کل ہو کر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

(آپ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے) یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موذی سے بدلہ نہ لیا، جس سے بدلہ لیا دین کی حرمت کے لیے، حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط، عبداللہ ابن خطل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔ (مرقات، اشعہ) مگر پہلی بات قوی ہے۔ حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا، اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۷٦)

(645) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَّحْرُمُ عَلَى النَّارِ؛ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؛ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ، هَيِّنٍ، لَيِّنٍ، سَهْلٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں جس پر آگ حرام ہے یہ ہر آدمی پر حرام ہے، جو قریب والا نرم رفتار، نرم گفتار اور نرم کردار ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۲۵۴، رقم:۲۴۹۶ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب الخصال التی تدخل الجنة وتنجی من النار، ج۱ص۱۵۷، رقم:۱۹۲ المعجم الصغیر، من اسمه احمد، ج۱ص۶۲، رقم:۸۹ صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج۲ص۲۱۵، رقم:۴۶۹ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۱۵، رقم:۳۹۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آگ اس پر حرام ہوتی ہے) لازم وملزوم ہیں کہ دوزخ کی آگ پر وہ حرام ہو جائے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے کہ نہ آگ اس تک پہنچے نہ آگ تک وہ پہنچے اور اگر وہ کسی وقت دوزخیوں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جائے تو اس کو آگ کی گرمی نہ پہنچے۔

(نرم گفتار اور نرم کردار ہو) ھین اور لین ی کی شد سے بھی آتا ہے اور ی کے سکون سے بھی دونوں کے معنی ہیں نرم مگر

جب یہ دونوں جمع ہو جاویں تو ایک سے مراد نرم طبیعت ہوتا ہے دوسرے سے مراد نرم زبان۔ سہل کے معنی ہیں سخی یعنی لوگوں کی زیادتیوں سے درگزر کر جانے والا، قریب کے معنی ہیں لوگوں سے نزدیک رہنے والا کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو حاضر ہو جائے اگر لوگ اس سے مستغنی ہوں تو یہ بھی بے نیاز رہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۶ص ۹۱۰)

بلندترین درجات

جاننا چاہیے! اُخوت دو آدمیوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے جس طرح میاں بیوی کے درمیان عقدِ نکاح ہے۔ جب بھائی چارہ قائم ہو جائے تو یہ تیرے مال، نفس، زبان اور دل پر کچھ حقوق لازم کرتا ہے کہ تم اسے معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص و وفا سے پیش آؤ اور تکلیف و تکلّف کو چھوڑ دو۔

(۱) مال: یہ حق مال کے متعلق ہے اور اس میں سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام کی طرح سمجھو اور اس کی ضرورت پوری کرنا تمہارا مقصد ہو اور اس میں درمیانہ درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے جیسا سمجھو کیونکہ اخوت شرکت اور مساوات کو لازم کرتی ہے اور اس میں بلند درجہ یہ ہے کہ تو اسے اپنے اوپر ترجیح دے اس طرح کہ تو اپنی حاجت چھوڑ دے تا کہ اس کی حالت درست ہو جائے اور یہ بلندترین درجات میں سے ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ چنانچہ،

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے) دوستی اختیار کرتے ہیں تو ان میں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی پر زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البروالاحسان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، الحدیث ۵۶۷، ج۱، ص ۳۸۸، مفہوماً)

75-بَابُ الْعَفْوِ وَالْاِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ
درگزر کرنا اور جاہلوں سے اعراض کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الأعراف: 199)

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: معاف کرنے کا طریقہ اپنا بھلائی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ) (الحجر: 85)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اچھے طریقہ سے در گزر کر۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ) (النور: 22)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ان کو چاہیے کہ معاف کریں اور اعراض کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (آل عمران: 134)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالٰی بھلائی کرنے والوں کو

پسند کرتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾ (الشوریٰ: 43)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس باب میں آیات بکثرت معلوم و مشہور ہیں۔

(646) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: "لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِيْ إِلٰى مَا أَرَدْتُّ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، وَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - فَنَادَانِيْ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ. فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبِّيْ إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِيْ بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ". فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ پر احد سے زیادہ سخت دن کوئی آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تیری قوم سے مصائب و تکالیف اٹھائی ہیں۔ سب سے زیادہ پر مشقت عقبہ کا دن تھا۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یا لیل بن عبد کلال پر پیش کیا اس نے میری بات کو قبول نہ کیا میں غمزدہ ہو کر اپنے چہرہ کے رخ پر چل پڑا۔ مجھے قرن الثعالب پہنچنے سے پہلے افاقہ نہ ہوا (جب افاقہ ہوا) تو میں نے سر اٹھایا میں نے اپنے اوپر ایک بادل کو سایہ کرنے والا پایا میں نے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ اور جس طرح انہوں نے انکار کیا ہے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپ اس کو جو چاہیں ان کے بارے حکم فرمائیں۔ تو مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا اس نے سلام عرض کیا: پھر کہا: اے محمد (ﷺ)! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ مجھے ربّ نے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑوں کو ملا دوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لیکن مجھے امید ہے کہ

اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا' جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (متفق علیہ)

"الْأَخْشَبَانِ": الْجَبَلَانِ الْمُحِيطَانِ بِمَكَّةَ. وَالْأَخْشَبُ: هُوَ الْجَبَلُ الْغَلِيظُ.

اَلْاَخْشَبَانِ: مکہ کے گرد احاطہ کرنے والے دو پہاڑ۔ اَلْاَخْشَبُ: سخت اور بڑے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر الملائکۃ، ج۲ص۳۸۶، رقم: ۳۲۳۱ صحیح مسلم، باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین والمنافقین، ج۰ص۹۸۶، رقم: ۱۷۹۵ اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر قرن الثعالب وما جاء فیہ، ج۴ص۱۳۶، رقم: ۲۵۰۰ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مقدام، ج۸ص۳۷۰، رقم: ۸۸۰۲ صحیح ابن حبان، کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۴ص۵۱۶، رقم: ۶۵۶۱)

شرح حدیث: بیعت عقبہ اولیٰ

سن 12 نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکامِ اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ اوس بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقول مشہور ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالت بیداری معراجِ جسمانی ہوئی۔ اور اِسی سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، العقبۃ الاولی ومصعب بن عمیر، ص۱۷۱۔۱۷۴)

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن 13 نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ اُن کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور یقین کرو میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعب بن عمیر، ص ۱۷۵، ۱۷۶ وشرح الزرقانی علی المواھب، ذکر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ... الخ، ج ۲، ص ۸۵۔ ۸۸ ملتقطاً)

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آ کر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلۂ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن ربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رافع بن مالک (۵) حضرت براء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمر (۹) حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلہ اوس کے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، اسماء النقباء الاثنی عشر۔۔۔الخ،ص ۱۷۷، ۱۷۸، وشرح الزرقانی علی المواھب، ذکر عرض المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ۔۔۔الخ،ج۲،ص۸۰،۸۷)

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش و تحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملک شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، اسماء النقباء الاثنی عشر۔۔۔الخ،ص ۱۷۸-۱۷۹)

(647) وَعَنْهَا، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَاَةً وَّلَا خَادِمًا، اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى، فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی کو کبھی نہیں مارا کسی عورت کو یا خادم کو بھی نہیں لیکن اللہ کی راہ میں جہاد کے دوران (یہ الگ بات ہے) اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کو تکلیف پہنچائی گئی ہو تو آپ نے اس کا بدلہ لیا ہو۔ ہاں اللہ تعالٰی! کی حرمت والی چیزوں کی پامالی ہو اللہ تعالٰی کے لیے انتقام لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام واختیارہ من المباح، ج۷،ص۸۰، رقم: ۶۱۹۵، السنن الکبری للبیھقی، باب ما امرہ اللہ تعالی بہ من ان یدفع بالتی ھی احسن، ج۷،ص۴۵، رقم ۱۳۶۹۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، ج۵،ص۳۲۰، رقم: ۵۴۲۸، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنھا، ج۲،ص۳۱، رقم: ۲۴۰۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کسی کو کبھی نہیں مارا) یہاں شیئًا سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا اونٹ گھوڑے کو بارہا مارا ہے، ایک بار بچھو بھی مارا ہے، سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔

(کسی عورت کو یا خادم کو بھی نہیں) چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارنا پڑتا ہے

اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ شیئاً میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

(اللہ کی راہ میں جہاد کے دوران) حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔ (مرقات) صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔ یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مرادنہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں، یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے اور اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے اور اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرمادیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص۹۱۰)

اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام

فتح خیبر کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن وامان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہر یلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۲ ملخصاً)

(648) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ اَمْشِي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ، فَاَدْرَكَهُ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيْدَةً، فَنَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مُرْ لِيْ مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ. فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ،

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ پر موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ آپ کو ایک بدو ملا اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے سرے کو دیکھا تو زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے کنارے نے اس میں نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! میرے لیے اللہ کے اس

فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مال میں سے کچھ حکم فرمائیں جو آپ کے پاس ہے۔ آپ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا پڑے۔ پھر آپ نے اس کے لیے عطیہ کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم، ج۲ص۳۴۲، رقم: ۳۱۴۹، صحیح مسلم، باب اعطاء من سال بفحش وغلظۃ، ج۲ص۱۰۳، رقم: ۲۴۶۱، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۱۵۲، رقم: ۱۲۵۴۰، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر اخبار رویت فی شمائلہ واخلاقہ، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۲۶۰، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی شیء من اخلاقہ، ج۱۱ص۲۵۵، رقم: ۸۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نجران یمن کی مشہور بستی ہے جہاں کے عیسائی حضور انور سے مناظرہ کرنے آئے تھے، حضور انور نے انہیں مباہلہ کے لیے کہا انہوں نے نہیں کیا۔ بعض کے نزدیک حجاز اور یمن کے درمیان ہے وہاں موٹے اون کی چادریں بہت بنتی تھیں جن کے کنارے بہت زیادہ موٹے ہوتے تھے۔

اس بدوی نے اس طرح حضور انور سے بھیک مانگی وہ آداب تو کیا طریقہ گفتگو سے بھی بے خبر تھا، حضور انور نے اس کی اس بے ادبی پر ناراضی نہ فرمائی خیال فرمایا کہ یہ آداب گفتگو سے واقف نہیں ہے۔ شعر

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں　　　آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں　　　(اعلیٰ حضرت)

(اس میں سے میرے لیے بھی حکم دیجئے) غالبًا یہ بدوی نو مسلم تھا جو ابھی دین کے مسائل سے پورا واقف بھی نہ تھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی نہ جانتا تھا اور تھا بھی مؤلفۃ القلوب سے جن کو دین پر پختہ کیا جاتا ہے اس لیے حضور انور کو صرف نام شریف سے پکارا اور اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائی گئی۔ (مرقات) وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے زکوۃ وصدقات کے مال ہیں میں بھی فقیر ہوں مجھے بھی اس میں سے دیجئے۔

(پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا کا حکم دیا) یعنی حضور انور اس کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور صحابہ کو حکم دیا کہ اسے مال زکوۃ سے کچھ دے دیں۔ اس عطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کافر یا منافق نہ تھا کہ کفار و منافقین کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حکام بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ رعایا کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں اس صبر کے پھل بہت شیریں ہوتے ہیں۔ شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں　　　ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص ۶۲)

(649) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے

وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَاَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ، وَيَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ، فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ اس کو اس کی قوم نے خون آلود کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے اور کہتے یا اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے (کہ میں کون ہوں۔) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب اذا عرض الذمی وغیرہ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۴۱۶، رقم: ۶۹۲۹، صحیح مسلم، باب غزوۃ احد، ج ۲ ص ۳۷۶، رقم: ۴۶۴۶، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سہل بن سعد الساعدی، ج ۶ ص ۱۶۲، رقم: ۵۸۶۲، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۱ ص ۲۵۴، رقم: ۹۷۳، اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، من اسمہ شقیق بن سلمۃ، ج ۳ ص ۱۵۰، رقم: ۵۵۲۲، سنن ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء، ج ۲ ص ۳۳۵، رقم: ۴۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ہے تصور رسول حضرات صحابہ کرام حضور کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے!

تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا

نبی سے مراد یا نوح علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے حتی کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے، ہوش آنے پر پھر جاتے تبلیغ فرماتے یا خود حضور کی ذات ہے، یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور انور ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے، چہرہ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے۔ (اشعہ)

تا کہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے، زمیں پر گرنے سے عذاب الٰہی آجانے کا اندیشہ تھا۔

(میری قوم کو بخش دے) بخش دے کے معنی یہ ہیں کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے عذاب نہ دے، ورنہ کفار کے لیے بخشش کی دعا بحکم قرآن ممنوع ہے۔ نہ جانتے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۷ ص ۱۵۴)

طائف وغیرہ کا سفر

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے اُمراء اور مالدار لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں عمرو کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان

تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ان بدنصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھار دیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کریں۔چنانچہ لچوں لفنگوں کا یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے۔(شرح الزرقانی علی المواھب، وفاۃ خدیجۃ وابی طالب، ج۲،ص ۵۰، ۵۱)

اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔گالیاں دیتے۔تالیاں بجاتے۔ہنسی اڑاتے۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔یہاں تک کہ آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آ گیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔چنانچہ ان دونوں کافروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں شہر نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔وہ بھی میری طرح خدا عزوجل کے پیغمبر تھے۔یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(المواہب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱،ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(650) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کو نیچے گرانے والا پہلوان نہیں۔ پہلوان وہ ہے جو سخت غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب الحذر من الغضب، ج ۴ص ۱۳۰، رقم: ۶۱۱۴صحیح مسلم، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب، ج ۲ص ۳۰، رقم: ۶۸۱۰الاداب للبیهقی، باب کظم الغیظ وترك الغضب، ص۷۷، رقم: ۱۳۲سنن الکبری للنسائی، باب الشاعر یکثر الوقیعة فی الناس، ج ۲ص ۸۶۰، رقم: ۲۱۶۵۶مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج

۲ص۲۳۶، رقم: ۲۶۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں ہوتا) کیونکہ یہ جسمانی پہلوانی فانی ہے اس کا اعتبار نہیں دو دن کے بخار میں پہلوانی ختم ہوجاتی ہے۔

(اپنے آپ پر قابو رکھے) کیونکہ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے، اس کا مقابلہ کرنا، اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے، نیز نفس قوت روحانی سے مغلوب ہوتا ہے اور آدمی قوت جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے، قوت روحانی قوت جسمانی سے اعلیٰ وافضل ہے لہذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۹۲۶)

غصہ کب بُرا کب اچھا ہے؟

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔ مثلاً کسی بھوکے پیاسے دودھ پیتے بچے کے رونے پر تم کو غصہ آگیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آگیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل برمحل ہے۔ لہٰذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر، ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ برا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے لازم ہے۔

غصہ کا علاج

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہوجائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اس کو چاہے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، رقم ۴۷۸۴، ج۴، ص۳۲۷)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آجائے تو آدمی کو چاہے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تاکہ غصہ ختم ہوجائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ذر، رقم ۲۱۴۰۶، ج ۸، ص ۸۰)

76-بَابُ احْتِمَالِ الْاَذٰى

تکالیف برداشت کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (آل عمران: 134).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور غصہ کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ) (الشورى: 43)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبر کیا اور معاف کیا۔ یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

وَفِي الْبَابِ: الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اس باب میں گزشتہ باب والی احادیث ہیں۔

(651) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ، وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ، وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ! فَقَالَ: "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ تَعَالٰى ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابِ صِلَةِ الْاَرْحَامِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں صلۂ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ اچھائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہی معاملہ رہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں راکھ ڈال رہا ہے جب تک اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے خلاف تیرا مددگار رہے گا۔ (مسلم) اور اُس کی شرح صلہ رحمی کے باب میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، ج۸ص۸، رقم: ۶۶۸۹، صحیح ابن حبان، باب صلۃ الرحم وقطیعتھا، ج۲ص۱۹۵، رقم: ۴۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۰۰، رقم: ۷۹۷۹، مشکوۃ المصابیح، باب السلام، ج۳ص۶۷، رقم: ۴۹۲۴، کنز العمال، حرف الباء، ج۱۲ص۱۴۳، رقم: ۶۹۲۴)

شرح حدیث: ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر اُحد کے دن سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گزرا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک مجھے تمہاری قوم سے بہت ایذاء پہنچی ہے جب میں نے خود کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا تو اس نے میری دعوت قبول نہ کی لہٰذا میں رنجیدہ چہرہ لئے چل دیا، جب میں قَرْنُ الثَّعَالِبْ (جو ایک جگہ کا نام ہے وہاں) پہنچا تب مجھے افاقہ ہوا، اچانک میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اسے دیکھا تو اس میں جبریلِ امین (علیہ السلام) نظر آئے انہوں نے مجھے پکار کر عرض کی: اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اپنی قوم سے گفتگو اور ان کا جواب سن کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں مَلَکُ الْجِبَال (یعنی پہاڑوں پر مقرر فرشتے) کو بھیجا ہے تاکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اُسے اپنی قوم کے بارے میں جو چاہیں حکم ارشاد فرمائیں۔ پھر مَلَکُ الْجِبَال نے مجھے مخاطب کر کے سلام کیا اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! بیشک اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اپنی قوم کو دی گئی دعوت اور ان کے جواب کو بھی سن لیا ہے، میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں، مجھے اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مجھے اپنی قوم کے بارے میں جو چاہیں حکم ارشاد فرمائیں، اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم چاہیں تو میں ان پر ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟ تو میں نے کہا: مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب مالقی النبی۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۴۶۵۳، ص ۹۹۸)

77-بَابُ الْغَضَبِ اِذَا انْتُهِكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالْاِنْتِصَارِ لِدِيْنِ اللهِ تَعَالٰى

شریعت کی بے حرمتی پر غصہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے انتقام لینا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ (الحج: 30)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کی تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد: 7)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم ثابت کر دے گا۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَائِشَةَ السَّابِقِ فِيْ بَابِ الْعَفْوِ.

اس باب میں (حضرت) عائشہ صدیقہ والی حدیث باب العفو میں گزر چکی ہے۔

(652) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اِنِّيْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا ! فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِيْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ؛ فَقَالَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ؛ فَاِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيْرَ وَالصَّغِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حاضر ہوا کہا کہ میں فلاں کی وجہ سے صبح کی جماعت سے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے وعظ کے دوران نبی اکرم ﷺ کو اس قدر غصہ میں کبھی نہ دیکھا۔ جتنا غصہ وعظ کے دوران اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کچھ نفرت پھیلانے والے ہیں۔ تم میں سے جو لوگوں کی جماعت کروائے اسے چاہیے کہ مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے اور بچے اور کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود، ج۱ص۱۴۲، رقم: ۷۰۲، صحیح مسلم، باب امر الائمة بتخفیف الصلاة فی تمام، ج۲ص۴۲، رقم: ۱۰۷۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۲۰۶، رقم: ۱۳۴۴۳، المنتقی لابن الجارود، باب تخفیف الصلاة بالناس، ص۸۹، رقم: ۳۲۶، سنن الدارمی، باب ما امر الامام من التخفیف فی الصلاة، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۲۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بنا پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں ہے بلکہ امام، نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے، نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام کی سرتابی، نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کر سکتا ہے اور ملامت بھی، اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا۔ درازی نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس سے کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۳۵۶)

(653) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ، اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے میں نے ڈیوڑھی کو باریک کپڑے سے ڈھانپ دیا تھا۔ اس کپڑے میں تصاویر تھی۔ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اس کو خراب کر دیا اور آپ کے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق میں اس سے مقابلہ کرتے ہیں۔

"اَلسَّهْوَةُ": كَالصُّفَّةِ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ.
اَلسَّهْوَةُ: گھر کے سامنے چبوترہ نما کوئی چیز۔

وَ"الْقِرَامِ بِكَسْرِ الْقَافِ: سِتْرٌ رَقِيْقٌ، وَ"هَتَكَهٗ": اَفْسَدَ الصُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهِ.
قِرَامٌ: قاف کی زیر کے ساتھ باریک پردہ۔ هَتَكَهٗ: اس تصویر کو خراب کیا جو اس میں تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما وطی من التصاویر، ج۷ص۱۶۸، رقم: ۵۹۵۴ صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا صورة، ج۶ص۱۵۹، رقم: ۵۶۵۰ السنن الکبری للبیهقی، باب الرخصة فیما یوطأ من الصور او یقطع رؤسها، ج۷ص۲۶۹، رقم: ۱۴۹۶۷ مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۲۱۹، رقم: ۲۵۸۸۱ سنن النسائی، باب ذکر اشد الناس عذابا، ج۸ص۲۱۴، رقم: ۵۳۵۶)

شرح حدیث: سامنے سے کھانا اُٹھوا دیا

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانہ خلافت ہے آپ مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے نماز پڑھ کر تشریف لئے جاتے ہیں۔ ایک مسافر نے کھانا مانگا، امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے ہمراہ لے آئے۔ خادم بحکم امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا حاضر کرتا ہے۔ اتفاقاً کھاتے کھاتے اس کی زبان سے ایک بد مذہبی کا فقرہ نکل جاتا ہے جس پر حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً اُس کے سامنے سے کھانا اُٹھوا لیتے ہیں اور خادم کو حکم دیتے ہیں کہ اُسے نکال دے۔ (کنز العمال، کتاب العلم، الحدیث ۲۹۳۸۴، ج۱۰، ص۱۱۷)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دین کے لئے غصہ میری اُمت کے بہترین اور نیک لوگوں ہی کو آتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب حرف الحاء، الحدیث: ۵۸۰۰، ج۳، ص۵۵)

(654) وَ عَنْهَا: اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ، فَقَالُوْا: مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: مَنْ يَّجْتَرِءُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَكَلَّمَهٗ اُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ

انہی سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملہ نے پریشانی میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی، تو انہوں نے کہا اس عورت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کی جرأت رسول اللہ ﷺ کے محبوب اسامہ بن زید ہی کو ہوسکتی ہے، تو حضرت اُسامہ نے اس سلسلہ میں آپ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا، تو اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: تم

أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی سردار چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرلیتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کراهية الشفاعة فی الحد، ج۴ص۱۱۰، رقم: ۶۷۸۸، صحیح مسلم، باب قطع السارق الشريف وغيره والنهى عن الشفاعة فی الحدود، ج۵ص۱۱۳، رقم: ۴۵۰۵، السنن الصغرىٰ للبیہقی، باب ما لا قطع فيه، ج۳ص۱، رقم: ۳۶۰۱، سنن ابوداؤد، باب فی الحد يشفع فيه، ج۴ص۲۲۰، رقم: ۴۳۷۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی كراهية ان يشفع فی الحدود، ج۳ص۳۷، رقم: ۱۴۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمٰی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں اور یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کردیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

(کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہوچکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کرسکتا ہے اور مقدمہ پیش ہوجانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کرسکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوچکا تھا۔

(اس وجہ سے ہلاک کیے گئے) اھلک یا معروف ہے تو اس کا فاعل انّھم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے۔

(جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے) یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کردیں۔ ملکی انتظام

صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ" یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالٰی ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں اقسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہرحال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

سبحان اللہ! یہ ہے عدل وانصاف جس سے زمین وآسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج وعزیز واقارب ہیں صلوۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیھا وبعلھا وعلیھا وابنھا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم وتالی ناممکن ہیں جیسے اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔

اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد وامام اسحق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے۔ (اشعہ ومرقات)

فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرا دینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۱۵)

(655) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ؛ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ،

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار میں تھوک لگا ہوا دیکھا تو آپ پر یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آثار ناراضگی آپ کے چہرہ پر ظاہر

فَقَالَ: "اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ، وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ، اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: "اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہو گئے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ دیا۔ پھر فرمایا تم میں سے کوئی جب نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے سرگوشی کرتا ہے۔ اور بے شک اس کا ربّ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ تو کوئی اپنے سامنے ہرگز نہ تھوکے لیکن اپنی بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکے پھر آپ نے چادر کے گوشے کو پکڑ کر اس میں تھوکا پھر اس کے بعض کو دوسرے بعض پر مل دیا پھر فرمایا یا اس طرح کرے۔ (متفق علیہ)

وَالْاَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ هُوَ فِيْمَا اِذَا كَانَ فِيْ غَيْرِ الْمَسْجِدِ، فَاَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ اِلَّا فِيْ ثَوْبِهٖ.

بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے والا حکم اس صورت میں ہے، جب مسجد میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ بہر حال جب مسجد میں ہو تو صرف اپنے کپڑے میں ہی تھوکے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حك البزاق بالید فی المسجد، ج۱ص۹۰، رقم: ۴۰۵صحیح مسلم، باب النهی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ وغیرها، ج۲ص۷۶، رقم: ۱۲۵۸السنن الکبری للبیهقی، باب من بزق وهو یصلی، ج۲ص۲۹۲، رقم: ۳۴۲۸المستدرك للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۲۱، رقم: ۸۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبلہ کی دیوار میں۔ اس سے محراب مراد نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسجدوں میں محرابیں نہ تھیں، محراب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بدعت ہے جبکہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ جہاں اب محراب النبی بنی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد میں گندگی ڈالنا نبی کریم کی ناراضی کا باعث ہے۔ ۲ دوسرے یہ کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا حضور کی سنت ہے اسی لے ل علماء مشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ کبھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کرتے تھے۔

(بے شک اس کا ربّ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے) یعنی اس کی رحمت خاص سامنے ہوتی ہے، نیز کعبہ بھی سامنے ہے۔ بعض لوگ نماز کے علاوہ بھی کعبہ کی طرف تھوکنے کو منع کرتے تھے۔

(پاؤں کے نیچے تھوکے) یہ بھی وہاں جہاں مسجد کا فرش کچا یا بجری ہو جس سے تھوک کو دبایا جا سکے، پکے فرش میں قطعًا

منع کہ اس میں مسجد کی گندگی ہے، ایسے موقع کے لیے اگلی ہدایت آرہی ہے۔

(فرمایا یا اس طرح کرے) یہ عمل مسجد کے پکے فرشوں اور قیمتی مصلّوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چادر اوڑھے رہنا حضور کی سنت ہے اور نماز میں اتنا تھوڑا عمل ضرورۃً جائز ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۷۰۳)

78- بَابُ اَمْرِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ بِالرِّفْقِ بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيْحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالنَّهْيِ عَنْ غِشِّهِمْ وَالتَّشْدِيْدِ عَلَيْهِمْ وَاِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

حکام کو رعایا پر نرمی کرنے، ان کی خیر خواہی چاہنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم، اور ان کو دھوکہ دینے اور ان پر سختی کرنے اور ان کی ضروریات اور حاجات کا خیال نہ کرنے کی ممانعت کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) (الشعراء: 215).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنا پہلو ایمان دار پیروی کرنے والوں کے لیے جھکا دو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ) (النحل: 90)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ تم کو اس کی نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(656) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ: الْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ہر کوئی حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ حکمران نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگران ہے۔ اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق

پوچھا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ج ۱ص ۳۰۵، رقم: ۸۹۳، صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، ج ۱ص۱۰۰، رقم: ۱۸۲۹، سنن ابوداؤد، باب ما یلزم الامام من حق الرعیۃ، ج ۳ص ۱۱۹، رقم: ۲۹۲۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامام، ج ۳ص ۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج ۱۰ص ۳۴۲، رقم: ۴۴۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے ماتحت چرنیوالوں کے متعلق سوال ہوگا) یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف بادشاہ سے ہی اس کی رعایا کا سوال ہوگا ہم آزاد رہیں گے، نہیں بلکہ ہر شخص سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے ان کے دینی و دنیاوی حقوق ادا کیے یا نہیں۔ راعی کے لغوی معنے ہیں چرواہا، اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو راعی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو بکری والا اس سے مطالبہ کرتا ہے ایسے ہی رب تعالٰی اس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائے گا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا مثلاً والد سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا، یہ بھی سوال ہوگا کہ انہیں نیک کیوں نہ بنایا چونکہ سلطان کی حکومت وسیع ہے اس لیے اسکا حساب بھی وسیع ہوگا۔ وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر بوجھ کو کہتے ہیں، چونکہ اس پر تمام سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہا جاتا ہے اسی لیے متقی لوگ حکومت، قضا اور سلطنت قبول نہ کرتے تھے۔

یعنی مرد سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی بیوی بچوں کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں، جن کا خرچہ تیرے ذمہ تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں اور عورت سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں، خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں، بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اس لیے ماں پر لازم ہے کہ انکی پرورش اور تربیت اچھی کرے، ماں فاطمہ زہرا جیسی پرہیزگار بنے تاکہ اس کی اولاد حسین جیسی ہونہار ہو اسی لیے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرنا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔ شعر

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں — معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بتولے باش و پنہاں شو ازیں — عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

کہ تو نے مولیٰ کے مال میں خیانت تو نہیں کی اور اس کی خیر خواہی کی یا نہیں۔

یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات، اپنے حالات، اپنے خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کیے، رب تعالٰی فرماتا ہے: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے۔ شعر

عقل و ہوش و گوش نعمتہائے عرش — خرچ کردی وچہ آوردی زفرش

غرضکہ ہرایک سے اس کی ذمہ داریوں کومتعلق پُرسش ہوگی، اللہ تعالیٰ ہی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے پردے رکھے لغزشیں معاف کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ص ۲۰۳۷)

حُسنِ سلوک

مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) اُمور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اُس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ28، تحریم:6)

(اس آیت کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی۔

نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مروی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا، پھر دوسرا آکر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف حسرت ویاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن

پر وہ گناہ ومظالم رہ گئے جوئیں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھر والے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھر والوں سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن ص۸۷)

(657) وَعَنْ أَبِي يعلى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابویعلی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا کا نگہبان بنا دے پھر وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کی حالت میں مرجائے تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهٖ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ".

ایک اور روایت میں ہے پھر ان کی پوری خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو کو بھی نہ سونگھے گا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَا مِنْ أَمِيْرٍ يلي أمور الْمُسْلِمِيْنَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ لَهُمْ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ".

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو امیر مسلمانوں کے معاملات کا والی بنے پھر ان کے لیے کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من استرعی رعیة فلم ینصح، ج۴ص۴۶۴، رقم: ۷۱۵۱، صحیح مسلم، باب استحقاق الوالی الغاش لرعیته النار، ج۱ص۸۷، رقم: ۳۸۰، السنن الکبری للبیهقی، باب ما علی الوالی من امر الجیش، ج۹ص۷۱، رقم: ۱۸۳۵۹، سنن الدارمی، باب فی العدل بین الرعیة، ج۲ص۷۱۶، رقم: ۲۷۹۶، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج۱۰ص۳۲۶، رقم: ۴۴۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معقل میم کے فتحہ اور عین کے کسرہ سے، آپ شجرہ والے صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی، بصرہ میں قیام رہا، خواجہ حسن بصری آپ کے شاگرد ہیں۔ (اشعہ) امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

یہاں والی سے عام والی مراد ہے سلطان ہو یا حاکم، استاذ ہو یا ماں باپ، مسلمان رعایا کا ذکر اتفاقی ہے ورنہ اپنے ماتحت کفار رعایا اور کفار نوکر چاکروں کا بھی حساب ہوگا کہ ان کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں۔

غاش بنا ہے غش سے بمعنی ملاوٹ وکھوٹ، یہاں غاش سے مراد ہے ان کے حقوق نہ ادا کرنے والا اور یا ان پر حق سے زیادہ بوجھ ڈالنے والا۔ (مرقات) اس میں بھاری ٹیکس وغیرہ سب داخل ہیں۔

(تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے) لہٰذا وہ نجات پانے والے مؤمنوں کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا اور اگر ان جرموں کو حلال جانتا تھا تو کبھی جنت میں نہ جائے گا یا ایسے ظالم کے متعلق اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو اور وہ دائمی دوزخی بن جائے، یہاں موت کا ذکر فرما کر یہ بتایا کہ مرتے دم تک توبہ کا اسے موقعہ ہے مگر جیسی خیانت ویسی توبہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۸۶)

(658) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا: "اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! جو کوئی میری اُمت کی حکومت کے کسی کام کا ذمہ دار بنے پھر ان پر سختی کرے تو اس پر سختی کر اور جو میری اُمت کی حکومت کے کسی کام کا ذمہ دار بنے پھر ان پر نرمی کرے تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، ج۶ص۷، رقم: ۴۸۲۶ السنن الکبری للبیہقی، باب القاضی لا یبہر الخصمین، ج۱۰ص۱۳۶، رقم: ۲۰۹۷۰ صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج۲ص۳۱۲، رقم: ۵۵۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۹۳، رقم: ۲۴۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ اس آقائے دو جہاں کی بددعا ہے جو رحمۃ اللعالمین ہیں، امت پر ظلم سے قلب پاک کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ ظالم حاکم کی دنیا بھی برباد آخرت بھی خراب ہے، یہ بددعا دونوں مشقتوں کو شامل ہے۔ شعر

پنداشت ستم گر کہ ستم بر ما کرد — برگردن او بماند و بر ما بگذشت

یہ دعا بھی بہت شاندار ہے رحمدل حاکم کو دین و دنیا میں کامیابی کی دعا ہے۔ حکام و سلاطین کو چاہیے کہ اپنے پیارے نبی کی دعا لیں۔ شعر

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر — خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۸۹)

ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف میں فرماتے ہیں:

رعایا کے آداب

(حاکم کو چاہیے کہ) نرمی کی عادت اپنائے، ملامت نہ کرے، کسی بھی کام کا حکم دینے سے پہلے اس میں خوب غور وفکر کرلے، خاص لوگوں پر بڑائی نہ چاہے، ان سے مؤاخذہ بھی نہ کرے، نرم طبیعت اپناتے ہوئے عام لوگوں کے ساتھ محبت والفت سے پیش آئے، رعایا کے معاملات کی خبر رکھے، اہلِ علم کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے، اہلِ علم، دوستوں اور رشتے داروں پر وسعت وکشادگی کرے، اگر کسی سے کوئی جرم ہو جائے تو اس سے نرمی کرے اور رعایا کے معاملات کی حفاظت ونگرانی کرے۔ (الادب فی الدین ۵۴)

(659) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَاِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ بَعْدِيْ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ". قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: "اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء فرماتے جب بھی ایک نبی فوت ہوتا تو اس کے پیچھے اور نبی ہوتا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے جو بکثرت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! پھر ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا: جس سے پہلے بیعت کرو اس کی بیعت پوری کرو پھر باقی میں سے پہلے کی پھر تم انہیں ان کا حق دو اور جو تمہارے لیے ہے اس کا سوال تم اللہ سے کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے بارے سوال فرمانے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج۲ص۱۹۹، رقم: ۳۴۵۵، صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعة الخلفاء الاول فالاول، ج۶ص۱۷، رقم: ۴۸۷۹، سنن ابن ماجه، باب الوفاء، ج۲ص۹۵۸، رقم: ۲۸۷۱، صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، ج۱۴ص۱۳۲، رقم: ۶۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب لا یصلح امامان فی عصر واحد، ج۸ص۱۴۴، رقم: ۱۶۹۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سیاسی انتظام انبیاء کرام کرتے تھے) تسوس بنا ہے سیاست سے بمعنی ملکی وقومی انتظام جس میں دینی انتظام بھی داخل ہے یعنی بنی اسرائیل میں خود حضرات انبیاء کرام سارے قومی ملکی ملی دینی انتظام فرمایا کرتے تھے، ان کے جانشین امراء وخلفاء نہ ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کے خلفاء خود انبیاء ہوتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے فرمایا تھا اخلفنی من بعدی۔

(دوسرے نبی ان کے پیچھے تشریف لاتے) اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے شروع ہوئی، اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے، پہلے شریعت و ملک کی حفاظت حضرات انبیاء کرام سے ہوتی تھی۔

(میرے بعد کوئی نبی نہیں) یعنی نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا خلیفہ ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر تشریف لے گئے اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو لہذا میرے خلفاء میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء وعلماء۔ خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نبی نہیں وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب بشان نبوت تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضور کے امتی ہو کر اور خلیفہ امام مہدی ہی ہوں گے۔

یہاں خلفاء سے مراد ظاہری خلفاء ہیں یعنی اسلامی سلاطین و امراء خلفاء، خلافت تو قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے، خلافت میں حکومت کے ساتھ نیابت مصطفوی بھی ہوتی ہے، سلطنت میں صرف حکومت ہے اسی لیے خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی وہ خلفاء راشدین مشائخ بھی تھے انکی بیعت بیعت ارادت بھی ہوتی تھی اور بیعت حکومت بھی۔

(خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے) یعنی اگر بہت سے خلیفہ بن جائیں تو ہم کیا کریں کس کی بیعت کریں۔

(اگلے پھر اگلے کی بیعت پوری کرو) یعنی یکے بعد دیگرے خلفاء کی بیعت کرنا جب پہلا خلیفہ فوت ہو جائے تو اب جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرو بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے، اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہوگا دوسرا باغی۔ چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمالی تب وہ سلطان برحق ہوئے۔ خیال رہے کہ بیک زمانہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بہت ہو سکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہوگا۔ آج پاکستان، ترکی، کابل، ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں، امام مہدی تمام مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین ہونگے۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دو پیروں کا مرید نہیں ہو سکتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۷۶)

(660) وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، فَقَالَ لَهُ: أَيْ بُنَيَّ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائذ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے وہ عبیداللہ بن زیاد پر داخل ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بدترین حکمران رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں، تو اپنے آپ کو بچا کہ تو ان میں سے ہو۔ (متفق علیہ)

(تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق بالرعیۃ، ج ۲ص ۱۰۰، رقم: ۱۸۲۸، سنن الکبری للبیہقی، باب ما علی السلطان من القیام فیما ولی بالقسط والنصح للرعیۃ، ج ۲ص ۱۰، رقم: ۱۶۰۸۳، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج ۲ص ۳۱۸، رقم: ۴۵۱۱، الاموال ابن زنجویہ، باب ما یجب علی الامام من النصیحۃ لرعیتہ، ج ۱ص ۸، رقم: ۶، مسند الرویانی، مسند عائذ بن عمرو، ص ۳۳۹، رقم: ۷۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

آپ مدنی ہیں، بیعۃ الرضوان والے صحابہ میں سے ہیں، اواخر عمر میں بصرہ میں قیام فرما رہے، وہاں ہی وفات پائی، خواجہ حسن بصری وغیرہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

رعاء رے کے پیش اور عین کے مدسے ہے راعی کی جمع ہے جیسے تاجر کی جمع تجار اور نحوی کی جمع نحاۃ اور رامی کی جمع رمات، حطمہ ح کے پیش اور ط کے فتحہ سے حاطم کی جمع مشتق ہے حاطم سے بمعنی توڑنا، کچل دینا یعنی بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں، ان پر ٹیکسوں گرانیوں سخت احکام سے رعایا کو پریشان کر دیں جیسا کہ آج کل عموماً دیکھا جا رہا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص ۵۸۸)

گائے پر ٹیکس

حضرتِ سیِّدُنا ہشام بن مُحَمَّد بن سائِب کَلْبی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ شاہِ فارس (یعنی ایران کا بادشاہ) اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کے لئے نکلا۔ گھنے جنگل میں اچانک ایک شکار نظر آیا، بادشاہ نے گھوڑا شکار کے پیچھے لگا دیا کافی دور تک پیچھا کرنے کے باوجود بادشاہ اس جانور کا شکار کرنے میں ناکام رہا۔ وہ جانور کے پیچھے اتنی تیزی سے آیا کہ اسے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ میں اپنے ہمراہیوں سے بہت دور ویران جنگل میں ایک انجانی جگہ پہنچ چکا ہوں۔ آہستہ آہستہ شام اپنے سائے گہرے کر رہی تھی پھر یکا یک آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور کچھ ہی دیر بعد موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ بادشاہ کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ایک سمت چل دیا۔ کچھ دور ایک جھونپڑی نظر آئی جلدی سے وہاں پہنچا تو ایک بوڑھی عورت دروازے پر بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے کہا: میں مسافر ہوں، کیا اس اندھیری و طوفانی رات میں مجھے تمہاری جھونپڑی میں پناہ مل سکتی ہے؟ بڑھیا نے کہا: آج رات آپ ہمارے مہمان ہیں، آیئے! اندر تشریف لے آیئے۔

بادشاہ اپنا گھوڑا لے کر بڑھیا کے ساتھ اس کی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد بڑھیا کی بیٹی چند گائیں لے کر جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ وہ دن بھر اپنے جانوروں کو چراگاہ میں چراتی اور شام کو واپس آ جاتی، ساری ہی گائیں بہت فربہ اور دودھ والی تھیں۔ بادشاہ نے جب ایسی موٹی تازی دودھ والی گائیں دیکھیں تو دل میں کہا: ان گایوں پر ضرور کچھ ٹیکس لگایا جانا چاہے، یہ بہت دودھ والی ہیں، ان کا دودھ دربارِ شاہی میں ضرور پہنچنا چاہے۔ بادشاہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بڑھیا نے اپنی بیٹی سے کہا: بیٹی! فلاں گائے کا دودھ نکالو۔ جب اس کی بیٹی گائے کے پاس پہنچی تو اسے دودھ سے بالکل خالی پایا،

اس نے پکار کر کہا: اے میری ماں! خداعزَّ وَجَلَّ کی قسم! آج ہمارے بادشاہ نے ہمارے بارے میں کوئی برا فیصلہ کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا: بیٹی کیا ہوا؟ کہا: امی جان! ابھی کچھ دیر قبل جس گائے کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے اب دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ بڑھیا نے کہا: صبر کرو، صبح تک اس معاملے کو چھوڑ دو۔ بادشاہ جو ماں بیٹی کی گفتگو سن رہا تھا اس نے دل میں کہا: اس لڑکی کو کیسے معلوم ہوگیا کہ میں نے ان کے بارے میں ظالمانہ فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں اپنے اس ارادے سے باز آیا اب میں انہیں تنگ نہیں کروں گا، لیکن ان کے بارے میں تحقیق ضرور کروں گا۔

جب صبح ہوئی تو بڑھیا نے کہا: بیٹی! جاؤ دودھ نکالو۔ جب لڑکی، گائے کے پاس گئی تو اسے دودھ والی پایا، اس نے پکار کر کہا: امی جان! بادشاہ نے ہمارے بارے میں جو ناانصافی والی بات سوچی تھی اب اس کے دل سے وہ نکل چکی ہے، ہماری گائے کے تھن اب دودھ سے بھر چکے ہیں۔ پھر اس نے دودھ نکالا اور رکھ دیا۔ اتنی ہی دیر میں بادشاہ کے ساتھی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں ماں بیٹی کو ہمارے دربار میں لے چلو۔ سپاہی انہیں دربار میں لے گئے۔ بادشاہ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی، پھر پوچھا: تم نے کیسے جان لیا کہ بادشاہ نے کسی بری بات کا ارادہ کیا اور پھر اس کے دل سے وہ ارادہ جاتا رہا؟ بڑھیا نے کہا: ہم اس جنگل میں عرصۂ دراز سے سکونت پذیر ہیں، جب بھی دربارِ شاہی سے کوئی عدل وانصاف والا حکم جاری ہوتا ہے تو ہمارے شہروں، دیہاتوں اور چراگاہوں میں خوشحالی آجاتی اور ہماری زندگی خوشگوار ہوجاتی ہے۔ لیکن جب کوئی ظالمانہ حکم جاری ہوتا ہے تو تنگدستی اور مفلسی آجاتی ہے اور ہماری اشیاء سے ہمارا نفع منقطع (یعنی ختم) ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہم جان لیتے ہیں کہ کس وقت کس طرح کا حکم جاری ہوا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بڑا حیران ہوا پھر ماں بیٹی کو انعام واکرام کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۷۲)

(661) وَعَنْ اَبِیْ مَرْیَمَ الْاَزْدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّه قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ وَّلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو اللہ نے مسلمانوں کے کاموں میں سے کسی چیز کا والی بنادیا پھر اس نے ان کی ضروریات، حاجات اور محتاجی کے سامنے حجاب ڈال دیا اور علیحدہ ہو رہا (رکاوٹ ڈالی) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ضروریات وحاجات اور غربت کے آگے پردہ ڈال دے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ایک آدمی کو لوگوں کی ضروریات پر مقرر کردیا۔ اسے امام

ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة والحجبة عنه، ج۳ص۹۶ رقم ۲۹۵۰، سنن ترمذی باب ما جاء فی امام الرعیة، ج۳ص۶۱۹ رقم: ۱۳۳۲، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یستحب للقاضی من ان یقضی فی موضع بارز للناس، ج۱۰ص۱۰۱ رقم: ۲۰۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی دورانِ سلطنت میں گئے یا صرف ملاقات کے لیے اور یہ حدیث تذکرۃً سنادی یا یہ حدیث ہی سنانے کے لیے، پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔

(والی بنادیا یعنی) کہ بادشاہ بنادیا گیا یا حاکم۔ ولّی ماضی مجہول ہے لام کے شد سے یا فقط کسرہ سے یعنی باب تفعیل سے یا باب ضرب یضرب سے۔

مظلوم اور ذی الحاجت کے عموم میں ذمی اور مستامن کفار بھی داخل ہیں کیونکہ بادشاہ وحکام پر تمام رعایا کی دادرسی واجب ہے مسلمان ہوں یا کافر۔

دنیا وآخرت میں، اگر لوگ بادشاہ کے محتاج ہیں تو بادشاہ بھی رب تعالٰی کا حاجت مند ہے۔

یعنی جب ایسے بادشاہ کو لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوئی تو اللہ اس پر رحمت کے دروازے بند کرلے گا کہ لوگ اس کی مدد نہ کریں گے۔ اس حدیث کا نظارہ کرنا ہے تو موجودہ زمانہ میں الیکشن کے وقت ووٹ کی بھیک مانگنے کا نظارہ کرو۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ص۳۷۲)

79-بَابُ الْوَالِیْ الْعَادِلِ

منصف حکمران

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) (النحل: 90) اَلْاٰیَة.

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالٰی عدل و احسان کا حکم فرماتا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ انصاف تو یہ ہے کہ آدمی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دے اور نیکی اور فرائض کا ادا کرنا اور آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ انصاف شرک کا ترک کرنا اور نیکی اللہ کی اس طرح عبادت کرنا گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اگر وہ مومن ہو تو اس کے برکاتِ ایمان کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا اسلامی بھائی ہو جائے۔ انہیں سے ایک اور روایت ہے اس میں ہے کہ انصاف توحید ہے اور نیکی اخلاص اور ان تمام روایتوں کا طرزِ بیان اگرچہ جدا جدا ہے لیکن مآل ومدعا ایک ہی

ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ) (الحجرات: 9).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انصاف کرو یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(662) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبادة الله تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا' عادل حکمران' نوجوان عبادت گزار جس کی اللہ کی عبادت میں پرورش ہوئی اور وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لٹکا رہتا ہے اور وہ دو آدمیوں جو اللہ کی محبت میں اکٹھے اور جدا ہوئے ہوں اور وہ آدمی جسے کوئی خاندانی اور حسن و جمال والی عورت دعوت (گناہ) دے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا اور جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ج١ص٢٣٢، رقم: ٦٦٠، صحیح مسلم، باب فضل اخفاء الصدقة، ج١ص١٣، رقم: ٢٢٢٦، الاداب للبیہقی، باب من خاف اللہ عزوجل فترک معاصیه، ج٢ص٣٠، رقم: ٨٢٢، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ، ص٩٥٢، رقم: ١٧٠٩، صحیح ابن خزیمه، باب فضل انتظار الصلاۃ، ج١ص١٨٥، رقم: ٣٥٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دن اپنے سایہ میں رکھے گا) یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہیں۔

(عادل بادشاہ) یعنی وہ مؤمن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی لہٰذا یہ قیامت میں رب تعالیٰ کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا۔ عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں۔

(وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے) یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے، چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے، اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے ؎

در جوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است — وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

(حتی کہ مسجد میں لوٹ آئے) صوفیاء فرماتے ہیں کہ مؤمن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں، اسی لیے نماز کے بعد بلا وجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں۔ خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ، اور جب باہر رہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں۔

(وہ دو شخص جو اللہ کے لیئے محبت کریں) کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور۔ جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں، بے دین اور بدعمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد — فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

یونہی گہرے دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن سے تقوے پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے۔

(تو اس کی آنکھیں بہیں) یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے۔

(میں اللہ سے ڈرتا ہوں) یعنی خود ایسی عورت اس سے بدفعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقعہ پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی اللہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ ایسے نازک موقعہ پر عورت سے یہ کہہ دینا ریاء نہیں تبلیغ ہے، یعنی میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر۔

(داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے) یہاں صدقۂ نفلی مراد ہے صدقۂ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقہ نفل علانیہ دینا مستحب ہے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ٦٦١)

سات خوش نصیب

مشہور حدیث پاک میں سات ایسے خوش نصیبوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے عرشِ عظیم کا سایہ عطا فرمائے گا اور انہی سات خوش نصیبوں کا ذکر شیخ ابو شامہ نے بھی اپنے دو اشعار میں کیا ہے۔

طویل عرصہ مشائخ اس بارے میں بحث وتمحیص کرتے رہے کہ کیا ان سات کے علاوہ کسی آٹھویں شخص کو بھی عرشِ عظیم کا سایہ نصیب ہوگا یا نہیں؟ شیخ الاسلام ابو الفضل امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سات افراد پر ان لوگوں کا اضافہ فرمایا جن کا ذکر احادیث صحاح میں آیا ہے۔ اور ان کو اپنے دو اشعار میں جمع کر دیا پھر مزید تلاش کی تو اَب سات کے بجائے

دُگنے (یعنی چودہ) ہو گئے۔ اوران کو چار اشعار میں جمع کیا ہے۔

(حضرت مصنف علامہ سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں) عرش کا سایہ پانے والوں کے بارے میں میرے پاس ان سے بھی زیادہ احادیث ہیں جو کہ دیگر اعمال وخصائل کے بارے میں ہیں، اوران سب افراد کا ذکر میں نے اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔ جس میں اس (باب) کے اصول اور بنیادی باتوں کو بیان کیا ہے، صرف ترغیب ہی نہیں دلائی بلکہ تمام احادیث کے ساتھ ان کے تمام شواہد تصریحاً یا اشارتاً ذکر کردیئے ہیں اور اس کا نام تَمْهِيْدُ الْفَرْشِ فِي الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ (یعنی سایہ عرش کا مستحق بنانے والے اعمال کے لئے راہ کو ہموار کرنا) رکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے بھلائی کی توفیق اور سیدھے راستہ پر چلنے کا سوال کرتا ہوں۔ (تَمْهِيْدُ الْفَرْشِ فِي الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ ص ١٧)

(663) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ: اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً انصاف کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جو لوگ اپنے فیصلوں، اپنے گھر والوں اور اپنی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق، ج٢ص٧، رقم: ٣٨٢٥، السنن الکبری للبیہقی، باب فضل من ابتلی بشیء من الاعمال فقام فیہ بالقسط، ج١٠ص٨٧، رقم: ٢٠٦٥٤، سنن النسائی، باب فضل الحاکم العادل فی حکمہ، ج٨ص٢٢١، رقم: ٥٣٧٩، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج٢ص١٦٠، رقم: ٦٤٩٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(انصاف کرنے والے) مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے، اس کا مادہ قسط ہے بمعنی حصہ مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنی ظالم آتا ہے یعنی دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنی عادل آتا ہے یعنی لوگوں کو انکا حصہ دینے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا بعض شارحین نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے لہذا اقساط کے معنے دفع ظلم مقسط بمعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل یا قاسط بنا قسوط بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ غرضکہ اس کلمہ میں عجیب خوبی ہے۔

(نور کے منبروں پر ہوں گے) منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے منبر مصدر کا بمعنی اٹھانا اور چڑھانا، منبر چڑھانے اٹھانے کا آلہ یا اس کی جگہ۔ محشر میں مؤمنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنے میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔

داہنا فرمانا صرف سمجھانے کے لیے ہے، بادشاہوں کے ہاں جسے عزت دیتے ہیں اسے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں، قرب و عزت کے بیان کے لیے یمین فرمایا گیا اور ظاہری معنے سے براءت کے لیے ارشاد ہوا کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف یمین کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال میں بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت، شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے۔ (از مرقات)

(اپنی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں) حکمھم سے مراد ہے سلطنت و حکومت و قضاء جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اھلھم سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ماولوا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے۔ غرضکہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل و انصاف کرتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ماولوا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں: ظالم، مقتصد اور سابق، سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل و احسان دونوں جمع کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۹۰)

(664) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ، وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ. وشِرَارُ اَئِمَّتِكُم الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ، وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ!". قَالَ: قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللهِ، اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: "لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ. لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عوف بن مالک ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں' جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لیے دعائے رحمت اور وہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور تمہارے برے حکمران وہ ہیں' جن سے تم بغض کرو اور وہ تم سے بغض کریں۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ ہم نے عرض کیا' یارسول اللہ! کیا ہم ان کی بیعت توڑ نہ دیں۔ فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں' ''نہیں'' جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ": تَدْعُوْنَ لَهُمْ.

تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ: تم ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خیار الائمة وشرارهم، ج۶ص۲۴، رقم: ۴۹۱۰، السنن الکبری للبیهقی، باب الصبر علی اذی یصیبه من جهة امامه، ج۸ص۱۵۸، رقم: ۱۶۰۶۶، سنن الدارمی، باب فی الطاعة ولزوم، ج۲ص۴۱۷، رقم: ۲۷۹۷، صحیح ابن حبان، باب طاعة الائمة، ج۱۰ص۴۴۹، رقم: ۴۵۸۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عوف بن مالك، ج۶ص۲۴، رقم: ۲۴۰۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آئمہ سے مراد والی ہیں خواہ سلطان ہو یا حکام۔ (مرقات) مطلب یہ ہے کہ حکام عادل ہوں تم سے مل جل کر رہیں، تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو، تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حکام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا۔

(تم ان پر پھٹکار کرو) یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں، اپنے عیش وطرب میں رہیں، ملک و رعایا سے لاپرواہ رہیں فساق وفجار ہوں ایسے حکام خدا کا عذاب ہیں۔

(ہم اس وقت ان کو پھینک دیں) یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کردیں اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ نہ کریں۔

(جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں) یعنی جب تک سلاطین وحکام مسلمانوں میں جمعہ وعیدین قائم کریں، مسجدوں کا انتظام کریں، نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کو علیحدہ نہ کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مؤمن ہونے کی علامت ہے، جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دین کا ضرور خیال رکھے گا، اس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

(وہ اللہ کا گناہ کرتا ہے اسے تو ناپسند کرے) اس طرح کہ اگر طاقت ہو تو زبان سے بادشاہ کو نصیحت کرے ورنہ اس کی حرکتوں کو دل سے برا جانے اس کی حمایت نہ کرے۔

(اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے) یعنی سلطان یا حکام کی معصیت کی وجہ سے ان کی بغاوت نہ کرے ان سے لڑے نہیں کہ مسلمانوں کی خون ریزی بڑے سے بڑا گناہ ہے ہاں ان کی معصیتوں کی حمایت نہ کرے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۱۷۵)

(665) وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّوَفَّقٌ، وَّرَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ، وَعَفِیْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِیَالٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اہل جنت تین ہیں۔ انصاف کرنے والا حکمران جس کو توفیق خیر دی گئی۔ ایک مہربان آدمی جس کا دل ایمان دار اور رشتہ دار کے لیے نرم ہو۔ پاک دامن عیال دار سوال سے بچنے والا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة، ج۴ص۱۵۸، رقم: ۲۸۶۵، الاداب للبیهقی، باب فی تراحم الخلق، ج۱ص۲۰، رقم: ۲۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عیاض بن حمار، ج۱۷ص۳۶۹، رقم: ۱۲۹۸۲، سنن

النسائی، باب قراءۃ القرآن علی کل الاحوال، ج۵ص۲۶، رقم: ۸۰۷۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ، ج۶ص۲۶۶، رقم: ۱۸۳۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اہل جنت تین ہیں) یعنی میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً جنتی ہیں۔

(حکمران جس کو توفیق خیر دی گئی) یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اسے خیر کرنے خیر کرانے کی توفیق ملے کہ حاکم درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے۔

(مہربان آدمی) یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً مہربان ہو۔

(سوال سے بچنے والا) یعنی وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے گناہ کے قریب نہ جاوے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۶ص۷۹۰)

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل وانصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح وصریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل...الخ، الحدیث ۲۱۷۴، ص۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔

(تمہید الفرش فی الخصال الموجبۃ لظل العرش ص۲۱)

80-بَابُ وُجُوْبِ طَاعَةِ وَلَاةِ الْاَمْرِ فِيْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَّتَحْرِيْمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کا لازم ہونا اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت کا ناجائز ہونا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اللہ کی

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ) (النسآء: 59). اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور حکمرانوں کی اطاعت کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں ایک وہ جو ظاہر حدیث سے ایک وہ جو قرآن وحدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع کرنے سے اولی الامر میں امام امیر بادشاہ حاکم قاضی سب داخل ہیں خلافتِ کاملہ تو زمانہ رسالت کے بعد تیس سال رہی مگر خلافتِ ناقصہ خلفاء عباسیہ میں بھی تھی اور اب تو امامت بھی نہیں پائی جاتی ۔ کیونکہ امام کے لئے قریش میں سے ہونا شرط ہے اور یہ بات اکثر مقامات میں معدوم ہے لیکن سلطنت وامارت باقی ہے اور چونکہ سلطان وامیر بھی اولوالامر میں داخل ہیں اس لئے ہم پر اُن کی اطاعت بھی لازم ہے۔

(خزائن العرفان)

(666) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ، اِلَّا اَنْ يُّؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر مسلمان پر سننا ماننا لازم ہے۔ پسند کا حکم ہو یا ناپسند جبکہ گناہ کا حکم نہ ہو لیکن اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ اس کی بات سننا لازم ہے نہ ماننا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة، ج۴ص۶۳ رقم: ۷۱۴۴، صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامرا فی غیر معصیة، ج۶ص۱۵ رقم: ۴۸۶۹، سنن النسائی، باب جزاء من امر بمعصیة فاطاع، ج۷ص۱۶۰ رقم: ۴۲۰۶، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۱۴۲ رقم: ۶۲۷۸، المنتقی لابن الجارود، باب ما یجب من طاعة الامراء وترکه اذا امروا بمعصیة، ص۲۶۰ رقم: ۱۰۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہر مسلمان پر سننا ماننا لازم ہے) بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔

(تو نہ اس کی بات سننا لازم ہے نہ ماننا) یعنی سلطان اسلام کا جائز حکم تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق بہر حال قبول کرو لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے، فرمانبرداری صرف اللہ رسول کی ہے مگر ایسے احکام مانے بھی نہیں اور اس بنا پر بغاوت بھی نہ کرے، بادشاہ سے جنگ ملک کی تباہی کا باعث ہے۔ (مرقات)

(مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۵۶۵)

انوکھی عاجزی

حضرت سیدنا ابوعلی رباطی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں میں حضرت سیدنا عبداللہ رازی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کا ساتھی بن گیا وہ جنگل میں جارہے تھے انہوں نے کہا امیر تم ہوگے یا میں؟ میں نے کہا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) ہوں گے انہوں نے فرمایا پھر تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا میں نے کہا جی ہاں مانوں گا۔ انہوں نے ایک تھیلا لے کر اس میں سامان ڈالا اور اپنی پیٹھ پر اٹھالیا جب میں کہتا آپ مجھے دیں تو وہ فرماتے کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ تم امیر ہو؟ لہٰذا تم پر حکم ماننا لازم ہے رات کے وقت بارش نے ہمیں آلیا تو وہ صبح تک میرے سرہانے کھڑے رہے اور ان پر ایک چادر تھی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے بارش سے بچا رہے تھے میں دل میں کہتا کاش کہ میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) امیر ہیں۔

(فیضانِ احیاء العلوم ص ۳۰۱)

(667) وَعَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، يَقُولُ لَنَا: "فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے ہم جب رسول اللہ ﷺ سے سننے اور اطاعت کرنے بیعت پر کرتے تو آپ ہم سے فرمادیتے جتنی تم میں طاقت ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یبایع الامام الناس، ج۴ص۷۷، رقم: ۷۲۰۲، صحیح مسلم، باب البیعة علی السمع والطاعة فیما استطاع، ج۶ص۲۹، رقم: ۴۹۴۲، السنن الکبری للبیھقی، باب الصلاة خلف من لا یحمه فعله، ج۳ص۱۲۱، رقم: ۵۵۰۸، سنن ابن ماجه، باب البیعة، ج۳ص۴۵۸، رقم: ۲۸۶۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی بیعة النبی صلی الله علیه وسلم، ج۳ص۱۵۰، رقم: ۱۵۹۳)

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح

زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں، سرکار والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزشمار، دوعالم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو، فرماتی ہیں، میں عبداللہ کی طرف لوٹی کہا، تم کچھ مسکین وتنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہوکر پوچھ آؤ اگر تم پر میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ورنہ میں آپ لوگوں کے سواء کسی اور جگہ خرچ کروں، فرماتی ہیں، کہ مجھ سے عبداللہ بولے، کہ تم ہی وہاں جاؤ، لہٰذا میں چلی گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دراقدس پر ایک اور انصاری بی بی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا، فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی، فرماتی ہیں، کہ ہمارے پاس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہم نے اُن سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور عرض کریں کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور اُن یتیموں پر خرچ کردینا جو اُن کی پرورش میں ہوں

صدقہ بن جائیگا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، فرماتی ہیں، کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا، اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، وہ کون ہیں؟ عرض کی کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کونسی زینب؟ عرض کی عبداللہ بن مسعود کی زوجہ، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

غالباً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو) عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عید گاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ سُنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوٰۃ عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سُسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ (انہوں نے) مالک کردیا ہو، لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوٰۃ نہیں۔

اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہا، یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں؛ اس سے معلوم ہوا غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کے غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔

حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش فرماتی تھیں، غیر کم میں ان سب سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔

اور راویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ فرمان، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی، یعنی رب العالمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جسکی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے انکے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم وکریم تھے، شعر

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست زہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔

اور شاید یتیموں سے اُن کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہوچکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد انہیں یتیم کہنا مجازاً ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہوجائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر

انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آ جائیگا لہٰذا نا جائز ہونا چاہے۔

اور بیبیوں کا یہ عرض کرنا، کہ یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، تا کہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بلا نہ لی جائیں۔

حضرت بلال کا جواب (ابن مسعود کی زوجہ زینب ہیں) نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم اُمتی میں تعارض ہوا، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور اُمتی کا حکم قابل قبول عمل نہ رہا: (صاحبِ) مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے۔

سارے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، اُن بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۸۔۱۲۰)

(668) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَّقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ. وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ﷻ کو اس طرح ملے گا کہ اس کے لیے دلیل نہ ہو گی اور جو اس طرح مرا کہ اس کی گردن میں کسی (حکمران) کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "وَمَنْ مَّاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِّلْجَمَاعَةِ، فَاِنَّهُ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً". "اَلْمِيْتَةُ" بِكَسْرِ الْمِيْمِ۔

ان کی ایک اور روایت میں ہے' جو جماعت (مسلمین) میں سے جدا ہو کر مرے گا۔ وہ جاہلیت کی موت مرے گا' المیتۃ میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، ج٦ص٢٢، رقم: ٤٨٩٩، السنن الكبرى للبيهقي، باب الترغيب في لزوم الجماعة، ج٨ص١٥٦، رقم: ١٧٠٥٥، مستخرج ابي عوانة، بيان عقاب من ترك الطاعة ونكث البيعة، ج٨ص٢١٥، رقم: ٥٨٣٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل سے مراد بندے کے ایمان وتقوٰی کی دلیل وثبوت ہے اور بیعت سے اگر خلیفہ وسلطان اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفہ رسول یا سلطان اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعت خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت، سو یا بیعت ارادہ تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر مرشد پکڑے مرجائے اس کی موت کفار کی سی ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے: بیعت اسلام، بیعت اطاعت اور بیعت ارادت۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۷۵)

(669) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا، وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيبَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو اور مانو اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے گویا اس کا سر کشمش ہے۔(چھوٹے یا بدصورت ہونے میں)۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية، ج۴ص۶۲ رقم: ۷۱۴۲، السنن الكبرٰى للبيهقي، باب امامة العبيد، ج۳ص۸۸ رقم: ۵۳۲۲، مسند امام احمد، حديث ام الحصين الاحمسية، ج۶ص۴۰۲ رقم: ۲۷۳۰۶، مسند البزار، مسند انس بن مالك، ج۲ص۲۵۲ رقم: ۶۳۷۳، معرفة الصحابة لابي نعيم، من اسمه ام حصين الاحمسية، ج۶ص۳۳۹ رقم: ۶۲۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر ذلیل وحقیر ناقص الخلقت گنجا غلام بھی تم پر حاکم مقرر ہو جائے تو اس کا حکم بھی قبولیت کے ساتھ سنو اور اس پر عمل کرو، جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے آشیانہ کے برابر ہو اسے بھی ثواب ہے۔خیال رہے کہ یہاں کشمش سے تشبیہ یا تو چھوٹا ہونے میں ہے یا بال سے صاف گنجا اور پلپلا ہونے میں، اکثر حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۶۴)

(670) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ، وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ، وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر سننا اور ماننا لازمی ہے تمہاری تنگی اور فراخی میں تمہاری خوشی اور ناپسندیدگی میں، اور تم پر ترجیح ہونے کی صورت میں۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامرا فی غیر معصیة وتحریمها فی المعصیة، ج۶ص۱۳ رقم: ۴۸۶۰، مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضي الله عنه، ج۳ص۳۸۱ رقم: ۸۹۴۰، مسند البزار، مسند سعد بنع بادة رضي الله عنه،

ج۲ص۹۶، رقم: ۵۹۹۴،مصنف عبدالرزاق، باب السمع والطاعۃ، ج۱۱ص۳۳۰، رقم: ۲۰۶۸۶)

شرح حدیث: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ خلافت

حضرت سیدنا سہل بن یحییٰ المروزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کی وفات کے بعد جب حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ المجید نے اسے دفن کردیا اور قبرستان سے واپس آنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو شاہی سواری پیش کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی، یہ وہ سواری ہے جس پر خلفاء سوار ہوا کرتے ہیں چونکہ اب آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہی ہمارے خلیفہ ہیں لہٰذا شاہی سواری حاضر خدمت ہے، قبول فرمایئے۔

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اسے مجھ سے دور کردو، میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔ چنانچہ آپ نے شاہی سواری کو چھوڑا اور اپنے خچر پر سوار ہوگئے پھر ایک خادم آیا اور عرض کی: حضور! چلئے، میں آپ کے خچر کی لگام پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرمادیا اور خود ہی اپنے خچر پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے اور لوگوں سے فرمایا: تم مجھے عجیب وغریب مخلوق نہ سمجھو میں بھی تمہاری ہی طرح ایک عام مسلمان ہوں، مجھے اپنے جیسا ہی سمجھو۔

سب لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پیچھے پیچھے آرہے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے۔ تمام لوگ جمع ہوگئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام سننے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اے لوگو! میرے کندھوں پر خلافت کا بارِ گراں رکھ دیا گیا ہے مگر میں اسے سرانجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا لہٰذا جس نے میری بیعت کی ہے میں اسے اختیار دیتا ہوں کہ وہ میرے علاوہ جس کے ہاتھ پر چاہے بیعت کرلے میں یہ خلافت قبول نہیں کرتا لہٰذا مسلمانوں میں سے تم جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کرلو۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور سب نے بیک زبان کہا: اے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)! ہم نے آپ ہی کو خلیفہ مقرر کیا، ہم آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے راضی ہیں، ہم سب آپ ہی کی خلافت پر متفق ہیں۔ آپ اللہ عزوجل کا نام لے کر اُمورِ خلافت سرانجام دیں، اللہ عزوجل اس میں برکت دے گا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے لوگوں کی یہ عقیدت دیکھی اور آپ کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ لوگ بخوشی میری خلافت قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درود وسلام پڑھنے کے بعد لوگوں سے کچھ اس طرح مخاطب ہوئے: اے لوگو! میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنی آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کرو۔ بے شک جو شخص آخرت کے لئے نیک اعمال کریگا اللہ عزوجل اس کی دُنیوی حاجات کو خود پورا فرمائے گا۔

اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کی کوشش کرو اللہ عزوجل تمہارے ظاہر کی اصلاح فرمائے گا۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور موت سے پہلے اپنے لئے اعمالِ صالحہ کا خزانہ اکٹھا کرلو، موت تمام لذات ختم کردے گی۔ اے لوگو! تم اپنے

آباؤاجداد کے احوال میں غور وفکر کیا کر و وہ بھی دنیا میں آئے اور زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح تم بھی چلے جاؤ گے۔ اگر تم ان کے احوال کو یاد نہ رکھو گے تو موت تمہارے لئے بہت سختی کا باعث ہوگی لہٰذا موت سے پہلے موت کی تیاری کر لو۔

اور بے شک یہ امت مسلمہ اپنے رب عزوجل، اس کے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور اس کی کتاب قرآن مجید کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کرے گی، اس مسئلے میں ان کے درمیان اختلاف نہ ہوگا بلکہ ان کے درمیان عداوت وفساد تو دراہم ودنانیر کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ عزوجل کی قسم! میں کسی ایک کو بھی ناحق کوئی چیز نہ دوں گا اور حق دار کو اس کا حق ضرور دوں گا۔ پھر آپ نے مزید فرمایا: اے لوگو! جو اللہ عزوجل کی اطاعت کرے، تم پر اس کی اطاعت واجب ہے اور جو اللہ عزوجل کی اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت ہرگز نہ کرو۔ جب تک میں اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا رہوں اس وقت تک تم میری اطاعت کرنا اگر تم دیکھو کہ (معاذ اللہ عزوجل) میں اللہ عزوجل کی اطاعت نہیں کر رہا تو اس معاملے میں تم میری ہرگز اطاعت نہ کرنا۔

یہ خطبہ دے کر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ اپنا مال ودولت اور تمام کپڑے وغیرہ منگوائے اور انہیں بیت المال میں جمع کرا دیا پھر تمام شاہی لباس جو خلفاء کے لئے تھے اور تمام آرائشی چیزیں منگوائیں اور حکم دیا کہ ان کو بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور تمام رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دی گئی۔

آپ دن رات لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف رہتے کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ آرام کے لئے بالکل وقت نہ ملتا اور آپ لوگوں کے مسائل کی وجہ سے آرام کو ترک کر دیتے۔ ایک دن ظہر کی نماز سے قبل بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تو کچھ دیر قیلولہ کرنے کے لئے کمرے میں تشریف لے گئے ابھی آپ لیٹے ہی تھے کہ آپ کے صاحبزادے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: مجھے مسلسل بے آرامی کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ ہو رہی تھی اس لئے کچھ دیر کے لئے آرام کی غرض سے آیا ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے نے کہا: حضور! لوگ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے منتظر ہیں اور مظلوم اپنی فریاد لے کر حاضر ہیں اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں آرام فرما ہیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں ساری رات نہیں سو سکا اب تھوڑی دیر آرام کر کے ظہر کے بعد لوگوں کے مسائل حل کروں گا۔ تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عظیم صاحبزادے نے کہا: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں گے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے لختِ جگر کا فکرِ آخرت سے بھرپور یہ جملہ سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! میرے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمانے لگے: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے معاملہ میں میری مدد کرتی ہے۔

(عیون الحکایات ص ۱۳۱)

(671) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كنا مَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ يُّصْلِحُ خِبَائَهُ، وَمِنّا مَنْ يَّنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِيْ جَشَرِهٖ، إِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلٰوةَ جَامِعَةً ـ فَاجْتَمَعْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَّبِيٌّ قَبْلِيْ إِلاَّ كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَّدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ. وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ اَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ اٰخِرَهَا بَلَاءٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا، وَتَجِيْئُ فِتْنَةٌ يُّرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَّتَجِيْئُ الفتنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذه مُهلكتي، ثُمَّ تنكشف، وَتَجِيْئُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ هٰذِهٖ. فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، ويُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَاْتِهٖ منيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الاٰخِرِ، وَلْيَاْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى إِلَيْهِ. وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ، وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ، فَلْيُطِعْهُ إِن استَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْاٰخَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم کسی منزل میں اترتے تو کوئی ہم میں سے خیمہ درست کر رہا تھا۔ کوئی تیر اندازی کر رہا تھا۔ کوئی جانوروں کی خدمت میں مصروف تھا۔ اچانک ایک بلانے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا اور کہا نماز تیار ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اکٹھے ہو گئے' تو آپ نے فرمایا: مجھ سے پہلے جتنے نبی تھے ہر نبی پر لازم تھا کہ اپنی اُمت کے لیے جو اچھا جانے اس پر اپنی امت کی رہنمائی کرے اور جس کو برا جانے اس سے انہیں ڈرائے۔ اور اس امت کی عافیت اس کے ابتدائی حصہ میں ہے۔ اور عنقریب اس کے آخری حصہ کو مصائب اور عجیب حالات درپیش ہوں گے اور آزمائش آئے گی۔ ایمان دار کہے گا یہ مجھے ہلاک کر دے گی پھر وہ گزر جائے گی۔ اور ایک اور آزمائش آئے گی' تو ایمان دار کہے گا۔ یہ مجھے ہلاک کرنے والی ہے پس جو یہ چاہتا ہے کہ اسے آگ سے بچایا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے۔ اس کو موت اس طرح آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھنا پسند کرے اور لوگوں سے ایسے سلوک کرے جیسا اپنے لیے پسند کرتا ہے جو کسی حاکم سے بیعت کرے۔ اسے اپنے ہاتھ کا وعدہ اور دل کا پھل دے تو حتی الامکان اس کی اطاعت کرے۔ اگر دوسرا اس سے چھینا جھپٹی کے لیے آئے' تو دوسرے کی گردن اڑا دو۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "يَنْتَضِلُ اَيْ: يُسَابِقُ بِالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ

يَنْتَضِلُ: تیر اندازی کا مقابلہ کرنا۔ اَلْجَشَرُ جیم

وَالنُّشَّابِ. وَ"الْجَشَرُ": بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّاءِ. وَهِيَ: الدَّوَابُّ الَّتِي تَرْعٰى وَتَبِيْتُ مَكَانَهَا. وَقَوْلُهُ: "يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا" أَيْ: يُصَيِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَقِيْقًا: أَيْ خَفِيْفًا لِعِظَمِ مَا بَعْدَهُ. فَالثَّانِي يُرَقِّقُ الْأَوَّلَ. وَقِيْلَ مَعْنَاهُ يُشَوِّقُ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ بِتَحْسِيْنِهَا وَتَسْوِيْلِهَا. وَقِيْلَ: يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

جَشَر: جیم پر زبر شین معجمہ اور را کے ساتھ' وہ مویشی جو چرتے اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا: یعنی بعد میں آنے والا فتنہ بڑا ہونے کی وجہ سے پہلے کو ڈھانپ لے گا یعنی پہلے فتنہ سے بعد والا ہلکا ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ایک فتنہ دوسرے پر شوق دلائے گا۔ اس کو مزین کر کے دکھائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ بعض ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوفا ببیعۃ الخلفا الاول فالاول، ج۲ص۱۸، رقم: ۴۸۸۲السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی قتال اھل البغی والخوارج، ج۸ص۱۶۹، رقم: ۱۶۱۲۷سنن ابن ماجۃ، باب ما یکون من الفتن، ج۲ص۱۳۰۶، رقم: ۳۹۵۶صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الفتن، ج۱۳ص۲۹۳، رقم: ۵۹۶۱مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۶۵۰۳مصنف ابن ابی شیبۃ، من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ عنھا، ج۷ص۴۴۶، رقم: ۳۷۱۰۹)

شرح حدیث: بقدرِ استطاعت پیروی کرے

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت چھوڑ دی وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس (عذاب سے بچنے کی) کوئی حجت نہ ہوگی، اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹہ نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۷۹۳، ص۱۰۱۰)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ عزوجل قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک فرمائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اس حدیث پاک میں آگے چل کر ارشاد فرمایا: وہ شخص جو کسی امام کی بیعت دنیا کی خاطر کرے یعنی اگر وہ اسے اس کی خواہش کے مطابق دے تو اس سے وفا کرے اور اگر کچھ نہ دے تو بے وفائی کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۷، ص۶۹۶)

جبکہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص جس کو میری خاطر کچھ دیا گیا ہو لیکن وہ اس میں خیانت کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، الحدیث: ۲۲۲۷، ص۱۷۳)

اور مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت ترک کر دی۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۷۹۳، ص۱۰۱۰)

دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ جہنم سے دور ہوجائے اور جنت میں داخل ہوجائے تو اسے چاہیے کہ جنت کا مقصود بھی پورا کرے یعنی اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، اور اس پر لازم ہے کہ جو معاملہ اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی دوسروں کے ساتھ کرے اور جو شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دل کی گہرائیوں سے کسی امام کی بیعت کر لے تو اب اسے چاہیے کہ بقدرِ استطاعت اس کی پیروی کرے اور اگر اس کے پاس اس کا کوئی مخالف آئے تو اس کی گردن تن سے جدا کردے۔

(المرجع السابق، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۴۷۷۶، ص۱۰۰۹)

(672) وَعَنْ اَبِیْ هُنَیْدَةَ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَاَلَ سَلَمَةُ بن یَزِیْدَ الْجُعْفِیُّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللهِ، اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَاءُ یَسْاَلُوْنَا حَقَّهُمْ، وَیَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا، فَمَا تَاْمُرُنَا؛ فَاَعْرَضَ عنه، ثُمَّ سَاَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا، فَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا حُمِّلُوْا، وَعَلَیْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا نبی اللہ! ارشاد فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوجائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق نہ دیں تو آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے ان سے اعراض فرمایا انہوں نے دوبارہ سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو اور مانو! ان پر جو بوجھ ڈالا گیا اس کے ذمہ دار وہ ہیں اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اس کے ذمہ دار تم ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی طاعۃ الامروان منعوا الحقوق، ج۲ص۱۱۹، رقم: ۴۸۸۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب [illegible] علی اذی یصیبہ من جھۃ امامہ، ج۸ص۱۵۸، رقم: ۱۶۰۶۷ سنن ترمذی، باب ما جاء ستکون فتن کقطع اللیل المظلم، ج۴ص۸۸، رقم: ۲۱۹۹ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ وائل بن حجر الحضرمی، ج۲۲ص۱۹، رقم: ۱۸۷۱)

شرحِ حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں) یعنی ایسے بادشاہوں کی ہم بغاوت کریں یا نہیں۔

(سنو اور مانو) یعنی قولاً سنو اور عملاً ان کی اطاعت کرو یا ظاہراً سنو اور باطناً ان کی اطاعت کرو۔ (مرقات) خلاصہ یہ ہے کہ اپنے حقوق کے لیے ملک کو ویران نہ کرو، بغاوت سے ملک کی ویرانی ہوتی ہے، قوم پر اشخاص قربان ہونے چاہیے اور دین پر تن من دھن فدا ہونے لازم ہیں۔

(اس کے ذمہ دار تم ہو) یعنی ان بادشاہوں اور حکام پر شرعاً عدل وانصاف رعایا پروری ادائے حقوق واجب ہے اور رعایا پر ان کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ان سے ان کی ذمہ داریوں کا سوال ہوگا اور تم سے تمہاری ذمہ داریوں کا حساب

ہوگا، اگر وہ اپنے فرائض کی ادا میں کوتاہی کرتے ہیں تو تم اپنے فرائض میں کوتاہی کیوں کرو تم کو اپنی قبر میں سونا ہے ان کو اپنی قبر میں سونا۔ علیہم اور علیکم کے مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز فرمان ہے کہ اپنے حقوق کی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۷۴)

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل وانصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح وصریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل... الخ، الحدیث ۲۱۴۷، ص ۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قُرب میں ہوگا۔

(673) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا! قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قَالَ: "تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میرے بعد خود غرض حکمران ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ ہم میں سے جو اس کو پائے تو آپ نے فرمایا تم وہ حق ادا کرو جو تمہارے ذمہ ہے اور تم اللہ سے مانگو جو تمہارا حق ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۳۶۰۳ صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، ج ۲ ص ۱۷۱، رقم: ۴۸۸۱ صحیح ابن حبان، باب طاعۃ الائمۃ، ج ۲ ص ۳۱۱، رقم: ۴۵۸۷ مسند ابی یعلی مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۳ ص ۸۸، رقم: ۵۱۵۶ مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی ایام الصبر، ج ۷ ص ۵۵۶، رقم: ۱۲۲۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ تمہارے حقوق بادشاہ دوسرے کو دیں گے تم کو تمہارے حقوق سے محروم کر دیا کریں گے۔

یعنی محض اپنا حق لینے کے لیے بغاوت نہ کرنا بلکہ ان سلاطین کی جائز اطاعت کیے جانا اور رب تعالیٰ سے دعا کیا کرنا

کہ خدایا ان کو ہمارے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۳۸۲)

(674) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ، وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ، وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرنی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ج۲ص۵۰، رقم: ۲۹۵۷ صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامرا فی غیر معصیة وتحریمها فی المعصیة، ج۶ص۱۳، رقم: ۴۸۵۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۸۱۱۹ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شعیب عن ابی الزناد عبدالله بن ذکوان، ج۴ص۲۷۲، رقم: ۳۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالٰی کی بھی لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور سلطان اسلام، ماں باپ، استاذ کی بھی کہ ہر بزرگ کا فرمان لائق عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالٰی کی ہے اور کسی کی نہیں اور اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوسکتی ہے، نہ خدا تعالٰی کی نہ کسی اور بزرگ کی۔ اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھنا وہ کرنا، قرآن کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لیے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ تین ذاتوں کا ذکر ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور عبادات کے ساتھ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اعْبُدُوا اللّٰهَ اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے نہ خدا تعالٰی کا نہ کسی بندے کا فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت کی طرح مطلقًا واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں بلا وجہ پوچھے بلا وجہ سوچے سمجھے اطاعت کی جائے، دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جب کہ جائز کام کا حکم دیں خلاف شرع حکم نہ دیں، حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لیے وہ ہی حکم شرع ہے، دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے اور ہماری تفسیر نعیمی پارہ پنجم جہاں اس کی بہت سی آیات و احادیث پیش کی گئیں۔

(اس نے اللہ کی نافرمانی کی) اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ۔

(اس نے میری نافرمانی کی) زمانہ جاہلیت میں لوگ نہ امارت سے واقف تھے نہ قضاء سے، ان کے قبیلوں کے رئیس

ہوتے تھے، جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگ امارت وقضاء کی اہمیت جانیں۔ (مرقات) خیال رہے کہ یہاں امیر کی اطاعت سے مراد جائز احکام میں اطاعت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (اشعہ) یہاں امام سے مراد یا تو سلطان اسلام ہے یا اس کا نائب جو جہاد میں سپہ سالار ہو یعنی جہاد کے لیے امیر ضروری ہے اور ملک کے لیے بھی، امیر ڈھال ہے جیسے ڈھال دشمن کے تیر وشمشیر سے بچاتی ہے ایسے ہی سلطان رعایا کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلطان کو ڈھال کی طرح جنگ میں سب سے آگے رکھو تاکہ پہلا تیر اسی کو لگے۔ (لمعات) قتال سے مراد خوارج، باغیوں کفار اور سارے فسادیوں سے جنگ ہے۔

اگر بادشاہ اسلام خلاف شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال بھی اتنا ہے جو ہمارے بیان واندازے سے باہر، تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہے، یہاں علیٰ نقصان کے لیے ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۶۲)

(675) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَاِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے امیر سے کچھ ناپسند کرے تو صبر کرے کیونکہ جو بالشت بھر حاکم کی اطاعت سے نکل کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترون بعدی امورا تنکرونھا، ج۴ص۴۳، رقم: ۷۰۵۳، صحیح مسلم، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۴۸۹۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی وجوب طاعة الامام والامیر، ج۴ص۶۹، رقم: ۲۰۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(توصبر کرے) یعنی اگر حاکم یا سلطان میں کوئی شرعی یا طبعی یا اخلاقی نقص دیکھے تو صرف اس وجہ سے اس پر خروج نہ کرے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ احسن طریقہ سے اس کی اصلاح بھی نہ کرے۔ جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہہ دینا تو اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے، اصلاح اور چیز ہے خروج کچھ اور۔

(بالشت بھر الگ رہے پھر مرجائے) یعنی جو مسلمانوں کی اس جماعت سے جو کسی سلطان اسلام پر متفق ومتحد ہوں تھوڑا سا بھی الگ رہے گا اس کا انجام وہ ہوگا جو آگے مذکور ہے۔

(وہ جاہلیت کی موت مرے گا) یعنی اس کی موت زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی سی موت ہوگی کہ نہ ان کا کوئی سلطان ہوتا تھا نہ جماعت نہ ان میں تنظیم تھی نہ قومی اتفاق۔ (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہوگا۔ خیال رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کو سلطان اسلام بنانے کا مسئلہ تھا نہ کہ بنے ہوئے سلطان کی اطاعت کا مسئلہ لہٰذا اس عالی جناب کی ذات مقدس اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتی، جیسے فاسق کو امام نماز بنانا مکروہ وممنوع ہے مگر جس مسجد میں

فاسق آدمی امام بن جائے تو اس کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے اس کے پیچھے پڑھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۶۹)

(676) وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ اَهَانَ السُّلْطَانَ اَهَانَهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوبکرہ ﷜ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو سلطان کی توہین کرے اللہ اس کی توہین کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الخلفاء، ج۴ص۵۰۲، رقم: ۲۲۲۴، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی وجوب طاعة الامام والامیر، ج۴ص۶۷، رقم: ۲۰۵۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النصیحة لله ولکتابه ورسوله ولائمة المسلمین، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۱۶۱۰۲، مسند الشهاب، باب من اهان سلطان الله اهانه الله، ج۱ص۲۵۹، رقم: ۴۱۹، مسند الطیالسی، بقیة احادیث ابی بکرة، ص۱۲۱، رقم: ۸۸۷)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت زیاد ابن کسیب عدوی سے فرماتے ہیں میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا وہ خطبہ پڑھ رہا تھا اور اس پر باریک کپڑے تھے تو ابو بلال نے کہا کہ امیر کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتا ہے تو ابوبکرہ بولے چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرے اللہ اسے ذلیل کرے۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(زیاد ابن کسیب عدوی) آپ تابعی ہیں، مصری ہیں، ثقہ ہیں، کسیب کاف کے ضمہ سے ہے مصغر۔ (اکمال)

(ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا) عبداللہ ابن عامر ابن کریز اُموی حضرت عثمان ابن عفان کے ماموں ہیں، حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، حضرت عثمان نے آپ کو بصرہ و خرسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

(ابو بلال نے کہا) غالبًا آپ ابو بردہ ابن سعد ابن ابوموسیٰ اشعری ہیں، آپ کے بیٹے کا نام بلال ہے، آپ بصرہ کے حاکم تھے۔

(فاسقوں کا لباس پہنتا ہے) یا تو کپڑے ریشمی تھے یا تھے تو سوتی مگر تھے باریک جیسے کہ عیش پسند مال داروں کا لباس ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(اللہ اسے ذلیل کرے) سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ سلطان اسلام کے وقار سے اسلام کا وقار، مسلمانوں کا رعب، ملک کا انتظام ہے، جب اس کا وقار ہی ختم ہوگیا تو یہ سب کچھ ختم ہوگیا۔ باریک کپڑے پہننا حرام نہیں مگر وقارِ سلطان بگاڑنا حرام ہے۔

حکایت: حضرت امام جعفر صادق ایک بار نہایت اعلیٰ جبہ پہنے تھے سفیان ثوری نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لباس آپ کے لیے موزوں نہیں تو آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالا دیکھا کہ نیچے پشمینہ کا جبہ ہے فرمایا یہ اوپر کا لباس مخلوق کے لیے ہے اور یہ اندرونی لباس خالق کے لیے۔ (مرقات) الناس باللباس آج کل اعلیٰ لباس ذریعہ عزت ہے۔

حکایت: فرقہ نجی جو ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نہایت اعلیٰ جوڑا پہنے تھے، وہ بنظر اعتراض آپ کے کپڑے چھونے لگا تو آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے مجھ پر جنتیوں کا لباس ہے اور تجھ پر دوزخیوں کا لباس ہے، پھر فرمایا اکثر ٹاٹ پہننے والے دوزخی ہوں گے جن کے جسم پر ٹاٹ ہے دل میں تکبر ہے۔ (مرقات)
(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۹۵)

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ. وَقَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا فِيْ اَبْوَابٍ.

اور اس باب کی بکثرت صحیح احادیث ہیں اور گزشتہ ابواب میں بعض گزر چکیں۔

81-بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُؤَالِ الْإِمَارَةِ وَاخْتِيَارِ تَرْكِ الْوِلَايَاتِ إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ اَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ إِلَيْهِ

امارۃ و منصب کا طلب کرنا منع ہے اور منصب کو ترک کرنا بہتر جب اس پر متعین نہ ہو یا اس کی مجبوری نہ ہو

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ) (القصص: 83).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ آخرت والا گھر ہم ان کے لیے بنائیں گے جو زمین میں بڑائی یا فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

(677) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَةَ، فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَّسْاَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا. وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ مُتَّفَقٌ

حضرت ابو سعید عبدالرحمن بن سمرہ ﷜ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ تو عہدہ نہ مانگ کیونکہ بغیر طلب کے اگر وہ تم کو دیا گیا تو اس پر تمہاری مدد ہوگی اور اگر تجھے طلب کے بعد ملا تو تجھے اسی کی طرف سپرد کر دیا جائے گا اور جب تو کسی کام پر قسم اٹھائے پھر دیکھے کہ دوسرا کام زیادہ بہتر ہے۔ تو وہ کر جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا

عَلَيْهِ. کفارہ ادا کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ، ج۴ص۳۱۷، رقم: ۶۷۲۲، صحیح مسلم، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا، ج۵ص۸۲، رقم: ۴۳۷۰، السنن الصغریٰ، باب الکفارۃ بالمال قبل الحنث، ج۳ص۲۲۸، رقم: ۳۷۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۱۵۲، رقم: ۲۸۱۵، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی طلب الامارۃ، ج۳ص۹۰، رقم: ۲۹۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(امیر ہونا نہ مانگو) یعنی حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، آج کل تو ممبری وزارت حاصل کرنے ووٹ لینے کی جو کوشش ہوتی ہے سب کو معلوم ہے کہ دونوں کے لیے دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اس کا انجام بھی آنکھوں دیکھا جا رہا ہے سارے فسادات ان حکومتوں کے ہیں جو یہ کوشش حاصل کی جاتی ہیں۔

(تم اس کی طرف سپرد کر دیئے جاؤ گے) یعنی حکومت کی ذمہ داریاں بہت ہیں ہر شخص ان کو پورا نہیں کر سکتا اللہ تعالٰی ہی مدد کرے تو بندہ اس میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن جو کوئی اپنی کوشش سے حکومت لے گا وہ خود اس کا ذمہ دار ہو گا اللہ تعالٰی اس کی مدد نہ کرے گا، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش عیش دولت عزت شہرت حاصل کرنے کے لیے حکومت چاہے لیکن اگر نظام حکومت نااہلوں کے پاس جا کر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لیے حکومت حاصل کرنا عبادت ہے جب کہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا: اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھے خزانوں کا حاکم بنا دو، اگر آپ اس وقت یہ عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مر جاتے۔

(اس پر تمہاری مدد کی جائے گی) یعنی اس صورت میں اللہ تعالٰی بذریعہ فرشتے کے تمہاری مدد فرمائے گا کہ اس کا فرشتہ تمہارا مشیر رہے گا تمہیں سنبھالے رہے گا۔

(اور جو بہتر ہے وہ کر لو) جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کر دینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے، اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤں گا، یہ کپڑا نہ پہنوں گا۔

(اپنی قسم کا کفارہ دے لو) مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالٰی کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۳۲۷)

(678) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا اَبَا ذَرٍّ، اِنِّیْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا، وَّاِنِّیْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ. لَا تَاَمَّرَنَّ عَلٰى اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہوں تیرے لیے بھی پسند کرتا ہوں دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور ہرگز یتیم کے مال کا نگران نہ بننا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ج۶ص۷، رقم: ۴۸۲۴ صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۱۲ص۳۷۵، رقم: ۵۵۶۴ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ الامارۃ، ج۱۰ص۲۰۷، رقم: ۲۰۴۰۶ سنن النسائی، باب النھی عن الولایۃ علی مال الیتیم، ج۶ص۲۵۵، رقم: ۳۶۶۷ سنن ابو داؤد، باب ما جاء فی الدخول فی الوصایا، ج۳ص۶۷، رقم: ۲۸۶۰)

(679) وَعَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ؟ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِیْ، ثُمَّ قَالَ: "يَا اَبَا ذَرٍّ، اِنَّكَ ضَعِيْفٌ، وَّاِنَّهَا اَمَانَةٌ، وَّاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْیٌ وَّنَدَامَةٌ، اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَاَدَّى الَّذِیْ عَلَيْهِ فِيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھ کو کسی جگہ کا عامل نہیں مقرر فرما دیتے؟ آپ نے دست اقدس میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا: اے ابوذر تو کمزور آدمی ہے یہ امانت ہے۔ قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی کا باعث ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا۔ اور اس نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ج۶ص۶، رقم: ۴۸۲۳ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ الامارۃ، ج۱۰ص۹۵، رقم: ۲۰۶۰۷ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب لاخیر فی الامارۃ لرجل مؤمن، ج۵ص۲۲، رقم: ۴۱۶۰ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الامارۃ، ج۱۲ص۲۱۵، رقم: ۳۳۲۰۷)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوذر سے روایت ہے فرماتے ہیں عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنا دیتے فرماتے ہیں کہ حضور انور نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے ابوذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت اور وہ قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے سوائے اس کے جو اسے حق سے لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو اس میں ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے فرمایا اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تم نہ تو دو شخصوں پر پنچ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(یارسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنا دیتے) تاکہ مجھے عدل و انصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے

آپ کی یہ گزارش حرص دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلب اجر کے لیے تھی اور اس وقت تک طلب حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۔

(میرے کندھے پر ہاتھ مارا) ازراہ شفقت ومحبت تا کہ ان کو اس سے منع فرمادینے سے رنج نہ ہو۔

(اور حکومت امانت) یعنی تم سیاستدان نہیں ہو عابد زاہد تارک الدنیا ہو اور حکومت کے لیے اسلامی سیاستدانی ضروری ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے عابد وزاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا۔ حکومت کو امانت فرما کر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الآیہ۔

(قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے) یعنی حکومت وسلطنت ظالم کے لیے رسوائی ہے اور عادل کے لیے ندامت و شرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کرنے کے اوقات عبادت میں کیوں نہ گزارے۔

(جو اس میں ہیں) یعنی حکومت وسلطنت عادل حاکم کے لیے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے: ایک یہ کہ حق کے ساتھ حکومت اختیار کرے کہ دوسرے نااہل ہوں اور ملک وقوم ودین کو اس کی رہنمائی کی ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ حقوق رعایا ادا کرے اس کے لیے حکومت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سات شخصوں کو عرش الٰہی کا سایہ ملے گا ان میں ایک عادل سلطان ہے، نیز فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عادل بادشاہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام، اور حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان بھی نبی تھے، ان کی سلطنت ان کے لیے درجات عالیہ کا ذریعہ ہے، یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نااہل کو حکومت میں دخل دینا نہ چاہیے اگرچہ وہ کتنا ہی متقی ہو اللہ تعالیٰ حکام وسلاطین کو حضرات خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں) یہ روایت بھی مسلم کی ہے۔ دیکھنے سے مراد ہے معلوم کرلینا چونکہ حضور کا اندازہ ہمارے عین الیقین سے اعلیٰ ہے اس لیے ارائک فرمایا۔

(جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں) یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت وسلطنت اختیار نہ فرماتے، چونکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قوت وطاقت دی ہے کہ نبوت وحکومت دین ودنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اس لیے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا) یعنی اے ابوذر عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لیے تو ضروری ہے کہ تم دو شخصوں کے پنچ بھی نہ بنو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ بنو کہ اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللہ والے ہو۔ اس حدیث سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری وزارت صدارت کے لیے سر پھوڑے مرے جاتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۴۳)

(680) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عنقریب امیر بننے پر حرص کرو گے اور یہ قیامت کے دن پشیمانی کا باعث ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، ج۴ص۶۲، رقم: ۷۱۴۸، المحرر فی الحدیث لابن عبدالهادی، باب احکام القضاء، ص۶۳۸، رقم: ۱۱۶۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع فی کراھیۃ الامارۃ ومنع من سألها، ج۴ص۵۱، رقم: ۲۰۲۹، مشکوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۳۶۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حرص کرو گے) اس میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیشگوئی آج آنکھوں دیکھی جارہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، ممبری کے لیے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔

(قیامت کے دن شرمندگی) کیونکہ ایسے سلطان کے ذمہ ہزاروں کے حقوق ومظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۵۸۱)

دنیا سے کنارہ کشی

دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والوں میں سے ایک حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے ہوئے پایا، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: اے ماموں جان! آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا درد نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے یا دنیا کی حرص ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا جسے ہم نے پورا نہ کیا۔ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کون سا عہد تھا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی رحمت شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مال جمع کرنے کے مقابلے میں ایک خادم اور راہِ خدا عزوجل میں سفر کے لئے ایک سواری کافی ہے۔ (پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) اور آج میں اپنے پاس مال جمع پاتا ہوں۔

پس جب حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکہ کو شمار کیا گیا

تو صرف ۳۰۰ درہم کی مقدار کو پہنچا، اور اس حساب میں وہ برتن بھی شامل تھا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹا گوندھا کرتے اور اسی میں کھانا کھاتے تھے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الحدیث: ۵۰۸۲، ج ۴، ص ۹۵)

82-بَابُ حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِیْ وَغَیْرِھِمَا مِنْ وُلَاۃِ الْاُمُوْرِ عَلَی اتِّخَاذِ وَزِیْرٍ صَالِحٍ وَّتَحْذِیْرِھِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ وَالْقَبُوْلِ مِنْھُمْ

سلطان اور قاضی وغیرہ کو اچھے وزیر کا انتخاب کرنے کی ترغیب دینا اور برے ساتھیوں اور ان کی بات ماننے سے بچنے کا حکم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (الزخرف: 67)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے باقی رہے گی۔ حضرت علی مرتضے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا دو دوست مومن اور دو دوست کافر، مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یارب اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا، جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے، یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے بُرا بھائی، بُرا دوست، بُرا رفیق۔

(خزائن العرفان)

(681) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَّبِيٍّ، وَّلاَ اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيْفَةٍ اِلاَّ كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ، وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ، وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی اور خلیفہ کے دو رازدار ہوتے ہیں۔ ایک اس کو کارِ خیر کا مشورہ دیتا ہے اور اس پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور دوسرا برے کام پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا حکم دیتا ہے۔ بچا ہوا وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچا لے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بطانۃ الامام واھل مشورتہ البطانۃ الدخلا، ج۴ص۷۷، رقم: ۷۱۹۸، السنن النسائی، باب بطانۃ الامام، ج۵ص۲۳۰، رقم: ۸۷۵۵، صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، ج۱۴ص۶۷، رقم: ۶۱۹۲، مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ من قولہ "ما بعث اللہ من نبی" ج۵ص۱۱۱، رقم: ۱۷۷۲)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(خلیفہ بنایا کوئی خلیفہ) یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں عطف تفسیری، رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اس سے مراد سلطان ہے۔

(اس کی رغبت دیتا ہے) بطانہ لغت میں استر کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: بَطَآئِنُھَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ اس کا مقابل ظہارہ بمعنی ابرہ، اصطلاح میں اندرونی یار، دخیل کار، مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے ملا رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور برے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔

(وہ جسے اللہ بچالے) یعنی برے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے بچ نہیں سکتے ہیں، رب بچائے تو بچ سکتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے اور برے مشیر سے مراد قرین شیطان۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہوگیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے۔ اصطلاح شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے بعض اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کرسکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے، یہاں معصوم لغوی معنے میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے۔ ہاروت وماروت فرشتوں سے گناہ اس لیے ہوا کہ ان میں عارضی طور پر بشریت شامل کردی گئی تھی لہذا ان کے واقعہ سے فرشتوں کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوسکتا، رب تعالیٰ فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول میں دیکھئے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۵۹۱)

(682) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِالْأَمِيْرِ خَيْرًا، جَعَلَ لَهُ وَزِيْرَ صِدْقٍ، إِنْ نَّسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيْرَ سُوْءٍ، إِنْ نَّسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امیر سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے اچھا وزیر مہیا فرما دیتا ہے' جو اگر بھولے' تو اسے یاد دلاتا ہے اور اگر یاد رکھے تو اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جب کسی اور کام کا ارادہ فرمائے' تو اس کے لیے برا وزیر بنا دیتا ہے اگر وہ بھول جائے' تو اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر اس کو یاد ہو تو مدد نہیں کرتا۔ ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق اس حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد' باب فی اتخاذ الوزیر' ج٣ص٩٢' رقم: ٢٩٣٢' السنن الکبرٰی للبیہقی' باب من یشاور' ج١٠ص١١١' رقم: ٢٠٨١٦' صحیح ابن حبان' باب فی الخلافة والامارة' ج١٠ص٣٤٥' رقم: ٤٤٩٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سچا وزیر دیتا ہے) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دین و دنیا اس کی درست رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے۔ وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر کے معنے بوجھ بھی ہیں اور گناہ بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا اور فرماتا ہے: یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ چونکہ وزیر پر سلطنت کا بہت بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہتے ہیں۔

(تو اس کی مدد کرے) کہ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتا دے یاد شدہ حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مددگار ہو۔ سبحان اللہ! اچھا وزیر رب تعالیٰ کی رحمت ہے، ایسے ہی اچھی بیوی مرد کے لیے اللہ کی بخشش ہے۔

(اگر یاد کرے تو اس کی مدد نہ کرے) کسی خوشامدی ملحد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گزشتہ خلافتوں میں فتوحات و خیر بہت ہوئی، آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ ان خلفاء کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم۔ تواریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے مشیروں وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا، نہروانیوں نے پہلے خود ہی زور دیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو علی مرتضیٰ اپنا حَکَم و پنچ بنالیں بعد میں خود ہی بولے کہ علی مشرک ہو گئے کہ انہوں نے ماسویٰ اللہ کو حکم بنالیا، قرآن کریم فرماتا ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اور پھر حضرت علی سے پھر کر خارجی ہو گئے۔ (دیکھئے کتب تواریخ اور کتاب ہشت بہشت)

(مرآۃ المناجیح،ج۵ص۶۰۱)

83-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ لِمَنْ سَأَلَهَا أَوْ حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَضَ بِهَا

حکومت وقضاء کا منصب ایسے آدمی کو دینا منع ہے' جو اس کا حریص اور طلبگار ہو

(683) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ - عَزَّوَجَلَّ -. وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: "إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّيْ هٰذَا الْعَمَلَ أَحَدًا سَأَلَهُ، أَوْ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ جن علاقوں پر اللہ عزوجل نے آپ کو حاکم بنایا ہے ان میں سے بعض پر ہم کو حاکم بنا دیں اور دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم ہم اس کام کا والی کسی ایسے کو نہیں بناتے جو اس کا طلبگار یا لالچی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، ج۴ص۶۴، رقم: ۷۱۴۹، صحیح مسلم، باب النھی عن طلب الامارۃ والحرص علیھا، ج۶ص۶، رقم: ۴۸۲۱، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ طلب الامارۃ والقضاء، ج۱۰ص۱۰۰، رقم: ۲۰۴۸۵، المنتقیٰ لابن الجارود، باب اوّل کتاب الزکاۃ، ص۹۲، رقم: ۳۴۶، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج۱۰ص۳۳۳، رقم: ۴۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جن پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا) یعنی نبوت تو حضور کے لیے خاص ہے کوئی اس کی تمنا کر سکتا ہی نہیں مگر اللہ نے آپ کو سلطان بنایا ہے تو اپنی ماتحتی میں قاضی، حاکم کسی علاقہ کا امیر ہم کو بنا دیجئے۔

(نہ اس کو جو اس پر حریص ہو) یہ سوال پورا نہ فرمانا عطاء سے منع نہیں بلکہ ان دونوں حضرات پر اور مخلوق خدا پر رحم وکرم ہے کیونکہ حکومت کے خواہشمند حکومت پا کر ظلم وستم کر کے اپنا دین بگاڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی دنیا برباد کرتے ہیں اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے کہ حکومت کی طلب کب بری ہے اور کب اچھی۔ سوال سے مراد ہے منہ سے مانگنا اور حرص سے مراد ہے منہ سے تو نہ مانگنا مگر اس کی کوشش کرنا۔

(جو اسے چاہے) دنیا طلبی نفسانی خواہش کے لیے کیونکہ ایسے آدمی کی اللہ تعالیٰ مدد نہیں کرتا جس سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۵۸۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

2- کِتَابُ الْاَدَبِ

ادب کا بیان

84-بَابُ الْحَیَاءِ وَفَضْلِہٖ وَالْحِثِّ عَلَی التَّخَلُّقِ بِہٖ

حیاء اور اس کی فضیلت اور اس کو اپنانے کی ترغیب

(684) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَھُوَ یَعِظُ اَخَاہُ فِی الْحَیَاءِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "دَعْہُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصار کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے رہنے دے کیونکہ حیاء تو ایمان کا حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحیاء من الایمان، ج۱ص۱۲، رقم: ۲۴ صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج۱ص۴۰، رقم: ۱۶۳ الاداب للبیہقی، باب فی الحیاء والعفاف، ج۱ص۸۶، رقم: ۱۳۵ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۱۷۱ سنن ابوداؤد، باب فی الحیاء، ج۴ص۳۹۹، رقم: ۴۷۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(شرم و حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا) اس سے کہہ رہا تھا کہ تو بہت شرمیلا ہے اتنی شرم نہ کیا کر کیونکہ بہت شرمیلا آدمی دنیا کما نہیں سکتا، یہاں وعظ سے مراد ڈرا کر نصیحت کرنا ہے۔ (مرقات)

(اسے چھوڑ دو) یعنی اسے حیاء و غیرت سے نہ روکو اسے شرمیلا رہنے دو۔

(حیاء تو ایمان کا حصہ ہے) خیال رہے کہ جو حیا گناہوں سے روک دے وہ تقوٰی کی اصل ہے اور جو غیرت و حیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رکن اعلٰی ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم لگتی ہے یہ حیاء نہیں بے وقوفی ہے، یہاں پہلے یا دوسرے درجہ کی حیاء مراد ہے۔ اللہ تعالٰی ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے۔ اعلٰی حضرت اقدس سرہ فرماتے ہیں:

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(مراٰۃ المناجیح، ج۶ص۶۹۷)

حیاء کسے کہتے ہیں؟

آپ نے دیکھا! باحیا نوجوان، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشیَت (خَ۔شی۔یَت) اور گناہوں سے نفرت کی بَرَکت سے

معصیت سے اپنی حفاظت میں کامیاب ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ گناہوں سے بچنے میں حیاء بہت ہی مُؤثِّر ہے۔ حیاء کے معنیٰ ہیں عیب لگائے جانے کے خوف سے جھینپنا۔ اس سے مُراد وہ وَصْف ہے جو ان چیزوں سے روک دے جو اللہ تعالٰی اور مخلوق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ لوگوں سے شرما کر کسی ایسے کام سے رُک جانا جو ان کے نزدیک اچھا نہ ہو مخلوق سے حیاء کہلاتا ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ عام لوگوں سے حیاء کرنا دنیاوی برائیوں سے بچائے گا اور عُلَماء وَصُلَحاء سے حیا کرنا دینی بُرائیوں سے باز رکھے گا۔ مگر حَیاء کے اچھا ہونے کے لئے ضَروری ہے کہ مخلوق سے شرمانے میں خالق عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اور نہ کسی کے حُقُوق کی ادائیگی میں وہ حیاء رُکاوٹ بن رہی ہو۔ اللہ تعالٰی سے حیاء یہ ہے کہ اُس کی ہَیبت وجلال اور اس کا خوف دل میں بٹھائے اور ہر اُس کام سے بچے جس سے اُس کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔ حضرتِ سیِّدُنا شہابُ الدّین سُہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عظمت وجلال کی تعظیم کے لئے روح کو جُھکانا حیاء ہے۔ اور اِسی قَبیل (قِسم) سے حضرتِ سیِّدُنا اِسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاء ہے جیسا کہ وارِد ہوا کہ وہ اللہ تعالٰی سے حیا کی وجہ سے اپنے پَروں سے خود کو چُھپائے ہوئے ہیں۔ (مرقاۃُ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲، تحت الحدیث ۵۰۷۱ دارُالفکر بیروت)

سب سے بڑا باحیاءاُمَّتی

حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حیاء بھی اِسی قسم سے ہے، جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمان ہے: میں بند کمرے میں غُسل کرتا ہوں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کی وجہ سے سِمَٹ جاتا ہوں۔ (اَیضاً) ابنِ عساکر نے حضرت سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: حیا ایمان سے ہے اور عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ میری اُمّت میں سب سے بڑھ کر حیا کرنے والے ہیں۔

(اَلجامِعُ الصَّغیر لِلسُّیُوطی ص ۲۳۵ حدیث ۳۸۶۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حیاء کی 2 قِسمیں

فَقیہ ابواللَّیث سَمَرقَندی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: حیاء کی دو قسمیں ہیں: (1) لوگوں کے مُعامَلہ میں حیاء (2) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مُعامَلہ میں حیاء۔ لوگوں کے مُعامَلے میں حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تُو اپنی نظر کو حرام کردہ اشیاء سے بچا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مُعامَلے میں حیاء کرنے سے مُراد یہ ہے کہ تو اُس کی نعمت کو پہچان اور اُس کی نافرمانی کرنے سے حیاء کر۔ (تنبیہُ الغافلین ص ۲۵۸ پشاور)

فِطری اور شَرْعی حیاء

فِطری وشَرْعی (شَر۔عی) اعتِبار سے بھی حَیاء کی تقسیم کی گئی ہے۔ فِطری حیاء وہ ہے جسے اللہ تعالٰی نے ہر جان میں پیدا فرمایا ہے اور یہ پیدائشی طور پر ہر شخص میں ہوتی ہے اور شَرْعی حیاء یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰی کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر غور کر کے نادِم وشرمندہ ہو اور اِس شرمندگی اور اللہ تعالٰی کے خوف کی بناء پر آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش

کرے۔ علماء (ع۔ل۔ مائ) فرماتے ہیں کہ حیاء ایک ایسا خُلق ہے جو بُرے کام چھوڑنے پر اُبھارے اور حق دار کے حق میں کمی کرنے سے روکے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۰، تحت الحدیث ۵۰۷۰)

حیاء میں تمام اسلامی اَحکام پوشیدہ ہیں

حیاء کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسا خُلق ہے جس پر اسلام کا مَدار ہے اور اس کی توجیہ (یعنی وجہ) یہ ہے کہ انسان کے اَفعال دو طرح کے ہیں (۱) جن سے حیا کرتا ہے (۲) جن سے حیا نہیں کرتا۔ پہلی قسم حرام و مکروہ کو شامل ہے اور ان کا ترک مَشرُوع (یعنی موافقِ شَرع) ہے۔ دوسری قسم واجب، مُستحب اور مُباح کو شامل ہے، ان میں سے پہلے دو کا کرنا مَشرُوع اور تیسرے کا کرنا جائز ہے۔ یوں یہ حدیثِ مُبارَکہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔ ان پانچوں اَحکام کو شامل ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲، تحت الحدیث ۵۰۷۱)

حیاء کے اَحکام

حیاء کبھی فرض و واجب ہوتی ہے جیسے کسی حرام و ناجائز کام سے حیاء کرنا کبھی مُستحب جیسے مکروہِ تنزیہی سے بچنے میں حیاء، اور کبھی مُباح (یعنی کرنا نہ کرنا یکساں) جیسے کسی مُباحِ شرعی کے کرنے سے حیاء۔ (نزھۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴)

(685) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ" اَوْ قَالَ: "اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ".

حضرت عمران بن حصین ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیاء بھلائی کو ہی لاتا ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے حیاء بھلائی ہے۔ یا فرمایا: حیاء ساری بھلائی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحیاء، ج۸ص۲۹، رقم: ۶۱۱۷ صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج۱ص۳۶، رقم: ۱۹۵، الاداب للبیھقی، باب فی الحیاء ولاعفاف، ج۱ص۸۷، رقم: ۱۳۶ المعجم الاوسط، من اسمه عمران بن حصین، ج۱۸ص۱۱۹، رقم: ۱۴۹۴۸ مسند امام احمد، حدیث عمران بن حصین، ج۱۴ص۲۲۷، رقم: ۱۹۸۴۳)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کر کے شرمندہ و نادم ہو، اس شرمندگی کی بنا پر آئندہ گناہوں سے بچنے، نیکیاں کرنے کی کوشش کرے، جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔ اس معنی سے یہ حدیث پاک بالکل واضح ہو گئی واقعی یہ حیا تو گویا ایمان ہی ہے خیر ہی ہے۔

(مرقات واشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۹۸)

حیاء کرنے کا حق

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم ،شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صَحابہ کِرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کرو جیسا حیاء کرنے کا حق ہے۔ سیِّدُ نا عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا: ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حیاء کرتے ہیں اور سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کیلئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: یہ نہیں، بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے کماحقُّہٗ ،حیاء کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ سر اور سر میں جتنے اَعضاء ہیں انکی اور پیٹ کی اور پیٹ جن جن اَعضاء کو گھیرے ہے اُن کی حفاظت کرے اور موت اور مرنے کے بعد گلنے سڑنے کو یاد کرے۔ اور آخرت کو چاہنے والا دنیا کی زیب و زِینت چھوڑ دیتا ہے تو جس نے ایسا کیا اُس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے شرمانے کا حق ادا کردیا۔ (مُسْنَدِ امام اَحمد ج ۲ ص ۳۳ حدیث ۳۶۷۱)

ہمیں اپنے جسم کے تمام اَعضاء کو حیا کا عادی بنانا اور گناہوں سے بچانا چاہئے۔ اَعضاء کو گناہوں سے بچانے کے ضمن میں کچھ مَدَنی پھول عرض کرتا ہوں:

سر کی حیاء

سر کو بُرائیوں سے بچانا یہ ہے کہ بُرے خیالات، گندی سوچ اور کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی وغیرہ سے اِحتِراز (پرہیز) کیا جائے اور سر کے اَعضاء جیسے ہونٹ، زَبان، کان اور آنکھوں وغیرہ کے ذَرِیعے بھی گناہ نہ کئے جائیں۔

زَبان کی حیاء

زَبان کو بُرائیوں سے بچاتے ہوئے بدزَبانی اور بے حیائی کی باتوں سے ہر وقت پرہیز کرنی چاہئے، اور یاد رکھئے! اپنے بھائی کو گالی دینا گناہ ہے اور بے حیائی کی باتیں کرنے والے بدنصیب پر جنّت حرام ہے۔ چُنانچِہ

جنّت حرام ہے

حُضُور تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحِبِ مُعطّر پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے: اُس شخص پر جنّت حرام ہے جو فُحش گوئی (یعنی بے حیائی کی بات) سے کام لیتا ہے۔

(اَلجامِعُ الصَّغِیر لِلسُّیُوطی ص ۲۲۱ حدیث ۳۶۴۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جہنّمی بھی بیزار

منقول ہے: چار طرح کے جہنّمی کہ جو کھولتے پانی اور آگ کے مابین (یعنی درمیان) بھاگتے پھرتے وَیل وثُبُور (ہلاکت) مانگتے ہونگے۔ ان میں سے ایک وہ شخص کہ اس کے مُنہ سے پیپ اور خون بہتے ہونگے۔ جہنّمی کہیں گے: اِس بد بخت کو کیا ہوا ہماری تکلیف میں اضافہ کئے دیتا ہے؟ کہا جائے گا: یہ بدبخت خبیث اور بُری بات کی طرف مُتَوَجِّہ ہو کر اس

سے لذت اٹھاتا تھا جیسا کہ جماع کی باتوں سے۔ (اتحاف السادۃ للزبیدی ج۹ ص ۱۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیدنا شعیب بن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: جو بے حیائی کی باتوں سے لذت اٹھائے بروز قیامت اس کے منہ سے پیپ اور خون جاری ہونگے۔ (ایضاً ص۱۸۸)

(686) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً: فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ، وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"اَلْبِضْعُ" بِکَسْرِ الْبَاءِ وَیَجُوْزُ فَتْحُهَا: وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اِلَی الْعَشَرَةِ. وَ"الشُّعْبَةُ": اَلْقِطْعَةُ وَالْخَصْلَةُ. وَ"الْاِمَاطَةُ": اَلْاِزَالَةُ. وَ"الْاَذٰی": مَا یُؤْذِیْ کَحَجَرٍ وَّشَوْكٍ وَّطِیْنٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں ان میں سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم درجہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے دور کرنا ہے اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

اَلْبِضْعُ: با پر زیر کے ساتھ اور زبر پڑھنا بھی جائز ہے اور یہ تین سے دس تک عدد کے لیے بولا جاتا ہے۔ اَلشُّعْبَةُ: حصہ، شاخ اور خصلت کے معنی میں ہے۔ اَلْاِمَاطَةُ: ہٹانا اور اَلْاَذٰی: جو تکلیف پہنچائے جیسے پتھر، کانٹا، مٹی، کنکریاں اور گندگی وغیرہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب امور الایمان، ج ۱ ص ۱۱، رقم: ۹، صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج ۱ ص ۴۶، رقم: ۱۶۱، سنن ابوداؤد، باب فی ردالارجاء، ج ۴ ص ۲۵۴، رقم: ۴۶۷۸، سنن ابن ماجه، باب فی رد الارجاء، ج ۲ ص ۶۳۰، رقم: ۳۶۷۶، صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج ۱ ص ۴۷، رقم: ۱۶۶)

شرح حدیث: خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن

حضرت سیدنا علی المرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن ہے اور حیرانگی کے وقت توقف (یعنی درست بات کا علم ہونے کا انتظار) کرنا توفیق کی بات ہے اور غم کو ٹالنے والی بہترین چیز یقین ہے۔ جھوٹ کا انجام پشیمانی ہے اور سچ میں سلامتی ہے۔ بہت سے بیگانے اپنوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور غریب وہ ہے جس کا کوئی مددگار نہ ہو اور صدیق وہ ہے جس کا باطن اس کی تصدیق کرے۔ دیکھو! بدظنی کے باعث کسی دوست کو کھو نہ دینا بہترین عادت کرم ہے۔ حیاء ہر اچھی بات کی بنیاد ہے، سب سے مضبوط رسی تقویٰ ہے اور سب سے مستحکم عمل وہ ہے جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ دنیا میں سے تیرا حصہ وہی ہے جس کے ذریعے تو اپنی آخرت کو درست کرے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں رزق کی دو قسمیں ہیں ایک رزق وہ ہے جسے تو تلاش کرتا ہے اور دوسرا وہ جو تجھے تلاش کرتا ہے اور اگر تو اس کے پاس نہ جائے تو وہ تیرے پاس آئے گا۔ اگر تو اس مصیبت پر واویلا کرتا ہے جو تجھ تک پہنچ چکی ہے تو اس

مصیبت پر واویلا نہ کر جو تجھ تک نہیں پہنچی۔ اور جو چیز نہیں ہوئی اسے اس پر قیاس کر جو ہو چکی ہے کیونکہ تمام امور ایک جیسے ہیں انسان اس چیز کے حصول پر خوش ہوتا ہے جو جانے والی نہ ہو اور جسے کبھی نہیں پا سکتا اس کے نہ ملنے پر ناراض ہوتا ہے۔ لیکن تجھے دنیا سے جو کچھ ملے اس پر زیادہ خوش نہ ہو جو کچھ تجھے نہ مل سکا اس پر افسوس نہ کر بلکہ تجھے اس پر خوش ہونا چاہئے جو آگے بھیجا اور اس پر افسوس کرنا چاہئے جو تو نے پیچھے چھوڑا۔ تجھے آخرت کے لئے مشغول ہونا چاہئے اور موت کے بعد والی زندگی سے متعلق فکر مند ہونا چاہئے۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص۹۵)

(687) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا. فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَّکْرَھُہٗ عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْھِہٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں بیٹھنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے (حیاء دار) تھے۔ جب کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو اس کا اثر ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: حَقِیْقَۃُ الْحَیَاءِ خُلُقٌ یَّبْعَثُ عَلٰی تَرْکِ الْقَبِیْحِ، وَیَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِیْرِ فِیْ حَقِّ ذِی الْحَقِّ. وَرَوَیْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ الْجُنَیْدِ رَحِمَہُ اللّٰہُ، قَالَ: اَلْحَیَاءُ: رُؤْیَۃُ الْاٰلَاءِ - اَیِ النِّعَمِ - وَرُؤْیَۃُ التَّقْصِیْرِ، فَیَتَوَلَّدُ بَیْنَھُمَا حَالَۃٌ تُسَمّٰی حَیَاءً. وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

علماء نے فرمایا: حقیقت حیاء ایک استعداد ہے جو آدمی کو برے کام کے چھوڑنے پر آمادہ کرتی ہے اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں سستی سے منع کرتی ہے۔ حضرت ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے کے بعد جو درمیانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے حیاء کہتے ہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، ج۸ص۲۶، رقم: ۶۱۰۲ صحیح مسلم، باب کثرة حیائہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۷ص۷۸، رقم: ۶۱۷۶ السنن الکبری، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیها، ج۱۰ص۱۹۲، رقم: ۲۱۳۰۶ الشمائل المحمدیه للترمذی، باب ما جاء فی حیا رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص۳۰۱، رقم: ۳۵۲ مسند ابی یعلی، من مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۸۵، رقم: ۱۱۵۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے (حیاء دار) تھے) کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا جاتا ہے اسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔ اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی، حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنا ایمان قوی اتنی حیا زیادہ۔

(ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے) یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوجاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کررہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ تمہارا یہ عمل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں رب تعالیٰ نہیں شرماتا، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۸ ص ۷۲)

85-بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

راز کی حفاظت کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُوْلًا) (الإسراء: 34)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعدہ پورا کرو یقیناً وعدہ کے متعلق سوال ہوگا۔

(688) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلَ يُفْضِيْ اِلَى الْمَرْاَةِ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ حشر اللہ کی بارگاہ میں وہ آدمی یقیناً سب سے بُرا ہے جو اپنی بیوی سے ملے اور بیوی اس سے ملے اور پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم افشاء سر المراۃ، ج ۲ ص ۱۰۵۷، رقم: ۲۶۱۵ سنن ابوداؤد، باب فی نقل الحدیث، ج ۴ ص ۳۱۹، رقم: ۴۸۷۰ جامع الاحادیث، ان المشددۃ مع الھمزۃ، ج ۹ ص ۳۲۷، رقم: ۸۵۲۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۴ ص ۶۹، رقم: ۱۱۶۷۳ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی اخبار ما یصنع الرجل بامراتہ، ج ۴ ص ۳۹۱، رقم: ۱۷۸۴۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(وہ آدمی یقیناً سب سے بُرا ہے) اگر یہ الرجل من اشر الناس کی خبر ہو تب تو مطلب واضح ہے کہ قیامت کے دن بدترین شخص یہ ہوگا اور اگر ان اعظم الامانۃ کی خبر ہو تو الرجل سے پہلے خیانۃ پوشیدہ ہے یعنی بدترین خیانت اس شخص کی خیانت ہے بہرحال دونوں معنی درست ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خیانت صرف مال کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مال، راز اور عصمت وغیرہ سب میں ہوتی ہے بلکہ مال میں خیانت سے بدرجہا بدتر رازداری میں خیانت ہے۔

(پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے) یعنی یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس کی خوبیاں لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو اس وقت کے حالات لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ عام آزاد نوجوانوں کا دستور ہے کہ شب اول کی باتیں اپنے دوستوں کو بے تکلف بتاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی کی اپنی

بیوی سے جنگ رہتی تھی اس کے ایک دوست نے پوچھا کہ تیری بیوی میں خرابی کیا ہے؟ وہ بولا کہ تم میرے اندرونی معاملات پوچھنے والے کون ہو؟ آخر اسے طلاق دے دی، اس سائل نے کہا کہ اب تو وہ تمہاری بیوی نہ رہی اب بتاؤ اس میں کیا خرابی تھی یہ بولا وہ عورت غیر ہو چکی مجھے کسی غیر کے عیوب بتانے کا کیا حق ہے یہ ہے پردہ پوشی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص ۷۲)

(689) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ بِنْتُهُ حَفْصَةُ، قَالَ: لَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؛ قَالَ: سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ. فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا. فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ، فَلَبِثَ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ. فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبِلْتُهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷺ کی صاحبزادی حضرت حفصہ جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان ﷺ سے ملا میں نے ان کو حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی میں نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نکاح حفصہ بنت عمر سے کردوں۔ انہوں نے کہا میں اپنے معاملہ میں دیکھوں گا۔ کچھ راتوں کے بعد مجھے ملے اور کہا مجھے یہی سمجھ میں آیا ہے کہ میں آج کل نکاح نہ کروں۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کو ملا اور کہا اگر آپ چاہیں' تو آپ کا نکاح حفصہ بنتِ عمر سے کردوں تو حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان کی نسبت زیادہ غصہ آیا۔ پھر میں کچھ راتیں ٹھہرا رہا تو نبی اکرم ﷺ نے حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا میں نے اس کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ پھر مجھے ابوبکر ملے اور کہا آپ نے جب مجھے حضرت حفصہ کے بارے پیشکش کی تھی میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاید آپ اس پر ناراض ہوئے تھے۔ میں نے کہا ہاں تو کہا کہ مجھے تمہاری پیش کش کا جواب دینے سے صرف اس بات نے روکا کہ مجھے علم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کا ذکر کیا ہے' تو میں نبی اکرم ﷺ کے راز کا افشاء کرنے والا تو تھا نہیں اگر رسول اللہ ﷺ اس

سے نکاح (کا ارادہ) ترک کر دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔ (بخاری)

"تَأَيَّمَتْ": صَارَتْ بِلاَ زَوْجٍ وَّكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. "وَجَدْتَ": غَضِبْتَ.

تَأَيَّمَتْ: یعنی بیوہ ہوگئیں ان کے شوہر فوت ہو گئے۔ وَجَدْتَ: تم ناراض ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، باب تفسیر ترك الخطبة، ج۷ص۱۹ رقم: ۵۱۴۵ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب لا ولاية لاحد مع اب، ج۷ص۱۲۰ رقم: ۱۴۱۱۹ صحيح ابن حبان، كتاب النكاح، ج۹ص۳۲۷ رقم: ۴۰۳۹ مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه، ج۱ص۲۰۵ رقم: ۱۱۶)

شرح حدیث: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۳ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف ہو گئیں۔

یہ بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون ہیں۔ حق گوئی حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوت قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لئے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اے حفصہ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو، خبردار کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کبھی ہر گز ہر گز دل آزاری کرنا اور نہ یاد رکھو کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں باقی احادیث دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔

علم حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود ان کے بھائی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور ہیں۔ شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و حضرت عبداللہ بن عبداللہ و حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب حفصۃ ام المؤمنین، ج ۴، ص ۳۹۳، ۳۹۶)

(690) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَمْشِي، مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا. فَلَمَّا رَاٰهَا رَحَّبَ بِهَا، وَقَالَ: "مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ"، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعَهَا، سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِيْنَ! فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ، لَمَا حَدَّثْتِنِيْ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ، أَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْأُوْلٰى فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس تھیں کہ حضرت فاطمہ ﷺ حاضر ہوئیں۔ ان کے چلنے کا انداز ہو بہو رسول اللہ ﷺ کی طرح تھا۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! مرحبا کہا پھر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر ان سے کوئی سرگوشی کی تو وہ شدت سے رو پڑیں۔ آپ نے ان کو بے قرار دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے کہا تم سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی موجودگی میں سرگوشی کے ساتھ خاص بات کی کہ تم رو دیں پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا کہا تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز کھولنے والی نہیں ہوں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ وصال پا گئے تو میں نے انہیں کہا کہ میں تمہیں اس حق کی قسم جو مجھے تم پر حاصل ہے تم مجھے ضرور بتاؤ گی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا فرمایا تھا۔ فرمانے لگیں کہ ہاں اب بتاتی ہوں۔ جب آپ ﷺ نے پہلی بار مجھے سے مجھ سے

كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ، وَاَنَّهُ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَيْنِ، وَاِنِّيْ لَا اُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ، فَاِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ، فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِيْ رَاَيْتِ، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: "يَا فَاطِمَةُ، اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ؛فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِيْ رَاَيْتِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

سرگوشی کی تو بتایا ہر سال جبریل علیہ السلام میرے ساتھ ایک یا دو بار دور کرتے تھے۔ اس سال دو بار دور کیا ہے اور میرا خیال یہی ہے کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ تو اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیوں کہ میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں۔ تو میں رو پڑی جو تم نے دیکھا پھر جب آپ ﷺ نے میری شدت غم کی کیفیت دیکھی تو دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا: اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تو ایمان دار خواتین کی سردار ہو یا فرمایا اس اُمت کی خواتین کی سردار ہو۔ تو میں ہنس پڑی جو تم نے دیکھا۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الرجل مرحبًا، ج۸ص۶۳، رقم: ۶۲۸۶ صحیح مسلم، باب فضائل فاطمة بنت النبی علیها الصلوۃ والسلام، ج۷ص۱۴۲، رقم: ۶۴۶۷ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج۱ص۵۱۸، رقم: ۱۶۲۱ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مناقب فاطمه بنت محمد صلی الله علیه وسلم رضی الله عنها، ج۵ص۹۶، رقم: ۸۳۶۸ مسند امام احمد احادیث فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج۶ص۲۸۲، رقم: ۲۶۴۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فاطمہ بنا ہے فطم سے بمعنی دور ہونا اس لیے جس بچہ کا دودھ چھڑا دیا جاوے اسے فطیم کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جناب فاطمہ ان کی اولاد ان کے محبین کو دوزخ کی آگ سے دور کیا ہے اس لیے آپ کا نام فاطمہ ہوا۔ (مرقات) آپ کا لقب ہے بتول اور زہرا بتول کے معنی ہیں منقطع ہونا کٹ جانا وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے الگ تھیں لہذا بتول لقب ہوا زہرا بمعنی کلی آپ جنت کی کلی تھیں حتی کہ آپ کو کبھی حیض نہیں آیا۔ (مدارج) آپ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور سونگھا کرتے تھے (مبسوط سرخسی) اس لیے آپ کا لقب زہرا ہوا رضی اللہ عنہا۔ ہم نے عرض کیا ؎

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

حضرت فاطمہ سر سے پاؤں تک ہم شکل مصطفی تھیں، آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع حضور کے مشابہ تھی، اللہ نے رسول کی جیتی جاگتی تصویر بنایا تھا ہم نے عرض کیا ؎

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا
کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا

حضور جب فاطمہ زہرا کو آتے دیکھتے تو خوشی میں کھڑے ہوجاتے تھے پیشانی اور ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے، اپنی جگہ

بٹھالیتے تھے یہ واقعہ وفات شریف سے بالکل قریب ہی ہوا تمام ازواج پاک موجود تھیں مگر یہ راز کی بات صرف جناب فاطمہ سے فرمائی آپ صاحب راز ہیں۔

(یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے پوچھا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو ہم نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ حضور نے تم سے کیا فرمایا۔

(حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا) یعنی میں تمہاری ماں ہوں اور تم میری بیٹی ہو ماں کا بیٹی پر حق ہوتا ہے اس حق کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اب تم مجھ کو بتادو کہ حضور انور نے تم سے کیا فرمایا تھا۔

جناب فاطمہ نے اپنی قوت اجتہادیہ سے معلوم فرمالیا تھا کہ حضور کی حیات شریف میں یہ بات چھپانے کی تھی کیونکہ اس میں حضور کی وفات کی خبر تھی قبل از وقت اس کا اظہار مناسب نہ تھا اب جب کہ وفات شریف ہو چکی وہ راز نہ رہی تو اس گفتگو کا دوسرا حصہ یعنی میری وفات اور میرے درجہ کا اظہار بھی راز نہ رہا اس لیے اب بیان فرمادیا۔

ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد سارا قرآن مجید ہے حضرت جبریل علیہ السلام ہر ماہ رمضان میں پورے قرآن کا حضور کے ساتھ دور کرتے تھے مگر اس دور کا نام نزول قرآن نہ تھا نزول تو وہ تھا جو حسب موقع آیات کا ورد ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں قرآن مجید کا دور کرنا سنت رسولی بھی ہے اور سنت جبریلی بھی کہ ایک پڑھے دوسرا سنے، پھر وہ پڑھے یہ سنے۔ یہ واقعہ یعنی دوبار ایک ماہ میں دور فرمانا پندرہ دن میں دورہ ختم کر دینا حضور کے آخری رمضان شریف میں ہوا اور حضرت فاطمہ سے حضور کا یہ فرمان رمضان کے بعد تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارے قرآن سے واقف تھے، جسے قرآن نہ آتا ہو اس کے ساتھ دور نہیں کیا جاتا بلکہ اسے پڑھایا جاتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اگلے رمضان سے پہلے ہماری وفات ہو جاوے گی، بعض سورتیں مکمل نہیں نازل ہوئی تھیں کچھ آیات آچکی تھیں کچھ آنے والی تھیں پھر دور کیسا۔

یعنی اے فاطمہ جیسے تم ہماری حیات شریف میں طیبہ طاہرہ متقیہ صابرہ رہی ہو ایسے ہی ہماری وفات کے بعد بھی رہنا تمہارے پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے آپ نے اس پر عمل کر کے دکھادیا۔ رونا صبر کے خلاف نہیں نوحہ پیٹنا، ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے یہ آپ نے کبھی نہیں کیا۔

(میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں) پیش رو وہ جو کسی کے آگے کسی مقام پر جا کر اس کا انتظام وغیرہ کرے یعنی ہم تم سے پہلے جارہے ہیں جب تم آؤ گی تو ہم تمہارے انتظار میں ہوں گے تمہارا گھر بار ساز و سامان ہماری نگرانی میں سب تیار ہو چکا ہوگا۔ سبحان اللہ!

یعنی مؤمن مردوں کی بیویوں کی تم سردار ہو گی لہذا جناب فاطمہ ازواج مطہرات خصوصاً جناب عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبریٰ کی سردار نہیں کہ وہ بیویاں مؤمنین کی بیویاں نہیں بلکہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری

اور جامع عبارت ارشاد فرمائی۔

یعنی میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تمہاری وفات ہوگی۔ یہاں یہ نہ فرمایا کہ تمہاری وفات ہوگی بلکہ فرمایا سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ اس میں کئی غیبی خبریں ہیں: حضرت فاطمہ زہرا کا وقت وفات آپ کی نوعیت وفات کہ آپ کا خاتمہ ایمان، تقویٰ پرہیزگاری کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا آپ کا قبر وحشر میں اول نمبر کامیاب ہونا، آپ کا پل صراط سے بخوبی گزر جانا، آپ کا جنت کی اعلیٰ مقام پر حتیٰ کہ حضور کے ساتھ رہنا یہ ہی علوم خمسہ کی خبریں ہیں۔ خیال رہے کہ فضیلت فاطمہ زہرا کے متعلق چند قول ہیں: ایک یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل ہیں حتیٰ کہ بی بی مریم جناب عائشہ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ سے بھی۔ دوسرے یہ کہ حضرت خدیجہ وعائشہ جناب فاطمہ زہرا سے افضل ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ تینوں حضرات یعنی جناب خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا ہم رتبہ ہیں کوئی کسی سے افضل نہیں برابر ہیں، ترجیح دوسرے قول کو ہے کہ جناب عائشہ وخدیجہ حضرت فاطمہ زہرا سے افضل ہیں کہ وہ ماں ہیں اور جناب فاطمہ زہرا بیٹی، نیز جنت میں وہ دونوں حضور کے ساتھ ہوں گی حضرت فاطمہ علی کے ساتھ، نیز عائشہ صدیقہ بڑی فقیہہ عالمہ مجتہدہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ امام مالک فرماتے ہیں کہ طہارت نفس، شرف نسب میں جناب فاطمہ زہرا کی برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ص۴۷۹)

(691) وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَبَعَثَنِيْ اِلٰى حَاجَةٍ، فَاَبْطَاْتُ عَلٰى اُمِّيْ. فَلَمَّا جِئْتُ، قَالَتْ: مَا حَبَسَكَ؟ فَقُلْتُ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ، قَالَتْ: مَا حَاجَتُهُ؟ قُلْتُ: اِنَّهَا سِرٌّ. قَالَتْ: لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا، قَالَ اَنَسٌ: وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِهِ اَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهِ يَا ثَابِتُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ مُخْتَصَرًا.

حضرت ثابت ﷜ سیدنا انس ﷜ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا پھر مجھے ایک کام بھیجا میں نے اپنی والدہ کے پاس آنے میں دیر کردی پس جب میں آیا تو پوچھا تم کو کس نے روکا میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک کام سے بھیجا تھا کہنے لگیں: کیا کام تھا میں نے کہا یہ راز ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ کے راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ حضرت انس کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں وہ راز اگر کسی کو بتاتا تو اے ثابت! تم کو ضرور بتاتا۔ (مسلم) اور بخاری نے اس کا بعض حصہ مختصراً بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۷، ص۱۶۰، رقم: ۶۵۲۲، الادب المفرد للبخاری، باب الامانۃ، ص۳۹۵، رقم: ۱۱۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳، ص۲۵۳، رقم: ۱۳۶۶۹)

شرح حدیث: راز فاش کرنا

زبان کی ایک آفت لوگوں کے راز فاش کرنا بھی ہے اور یہ ایک طرح کی خیانت ہے جو کہ ممنوع ہے کیونکہ اس سے اس شخص کو تکلیف پہنچتی ہے جس کا راز فاش کیا جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو راز داں بنائیں تو ایک کیلئے دوسرے کا وہ راز فاش کرنا جائز نہیں جسکا فاش ہونا پہلے کو ناگوار گزرے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۱۱۱۹۱، ج ۷، ص ۵۲۰)

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ کونین نے فرمایا: ایک شخص کی بات دوسرے کے پاس امانت ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ان المجالس امانۃ، رقم الحدیث ۱۹۶۶، ج ۳، ص ۳۸۶)

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے بُرا وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے یا جو بیوی اپنے شوہر سے قضائے شہوت کرے اور ان میں سے کوئی اپنے ہمسفر کا راز فاش کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرءۃ رقم الحدیث ۱۴۳۷، ص ۷۵۳)

لیکن تین قسم کی باتوں کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسا کہ۔۔۔۔۔۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس امانت ہیں سوائے تین قسم کی مجالس کے، (۱) جس مجلس میں کسی کو ناحق قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہو (۲) حرام جماع کا منصوبہ بنا ہو (۳) ناحق مال لینے کا منصوبہ بنا ہو۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، رقم الحدیث ۴۸۶۹، ج ۴، ص ۳۵۱)

86-بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِنْجَازِ الْوَعْدِ
وعدہ وفا کرنا اور عہد نبھانا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) (الإسراء: 34).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وعدہ پورا کرو یقیناً وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ) (النحل: 91)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے وعدہ کو پورا کرو جب تم وعدہ کر لو تو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ) (المائدة: 1).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان معاہدے پورے کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ) (الصف: 2-3).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان وہ بات کیوں کرتے جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناراضگی کی ہے۔ کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

(692) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

زَادَ فِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ".

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات المنافق، ج ا ص ۱۶، رقم: ۳۳ صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق، ج ا ص ۵۶، رقم: ۲۱۹ (دار الجلیل بیروت) سنن ترمذی، باب ما جاء فی علامة المنافق، ج ۵ ص ۱۹، رقم: ۲۶۴۱ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، ج ا ص ۱۱۰، رقم: ۱۴۷ اسنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی الترغیب فی اداالامانات، ج ۶ ص ۲۸۸، رقم: ۱۳۰۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

منافق سے اعتقادی منافق مراد ہیں، یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم، یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں۔ کوے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی چیز کوا نہیں۔

یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہئیے یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۳)

امانت میں خیانت

حضرتِ سیِّدُنا یوسف بن حسن رازی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی اسمِ اعظم جانتے ہیں۔ چنانچہ، میں مصر کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میری داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ ایک بڑا سا پیالہ میرے پاس تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک نظر میری طرف دیکھا پھر دوسری طرف متوجہ ہو گئے پھر میری طرف بالکل التفات نہ فرمایا۔ میں بھی آس لگائے بیٹھا رہا کہ کبھی نہ کبھی تو نظرِ کرم ضرور فرمائیں گے، اسی آس میں کافی دن گزر گئے۔

ایک دن ایک تیز طرار چرب زبان شخص جو علمِ کلام میں ماہر تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا اور مناظرہ کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلائل سے گفتگو کی لیکن وہ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے قابو نہ آیا۔ جب میں نے یہ صورت

حال دیکھی تو اس سے مناظرہ کیا اور اسے لاجواب کر دیا، وہ شکست کھا کر وہاں سے چلا گیا۔ اب حضرت سیّدنا ذُوالنُّون مِصْرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی میرا مقام جان چکے تھے، آپ میرے پاس آئے مجھے گلے سے لگایا اور میرے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضعیف العمر جبکہ میں عالَمِ شباب میں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمالِ انکساری کا مظاہرہ کیا اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا: اے نوجوان! میں تجھے پہچان نہ سکا میں اپنے رویے پر معذرت خواہ ہوں۔ میں نے کہا: حضور! کوئی بات نہیں، میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ، ایک سال تک میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرتا رہا، ایک دن موقع پا کر میں نے عرض کی: حضور! میں ایک سال مسلسل آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں، اب میرا حق آپ پر لازم ہو گیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اسمِ اعظم جانتے ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں آپ مجھے اچھی طرح جان چکے ہوں گے، حضور! مجھے یقین ہے کہ میری مثل آپ کسی ایسے کو نہ پائیں گے جسے اسمِ اعظم سکھایا جائے، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسمِ اعظم کی تعلیم دے دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے اسمِ اعظم سکھانے کے لئے راضی ہو گئے ہیں۔

میں چھ ماہ تک مزید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرتا رہا، ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تھال اور رومال میں بندھی ہوئی کوئی چیز دے کر فرمایا: اے نوجوان! شہرِ فُسطاط میں رہنے والے ہمارے فلاں دوست کو تم جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ہماری خواہش ہے کہ تم یہ تھال اس تک پہنچا دو، میں نے وہ تھال اُٹھایا اور فُسطاط کی طرف چل پڑا، میں سوچ رہا تھا کہ ذُوالنُّون مِصْرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسا شخص فلاں شخص کو ہدیہ بھیج رہا ہے، اس تھال میں ضرور کوئی خاص چیز ہو گی، دیکھوں تو سہی کہ آخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دوست کو کیا تحفہ بھجوایا ہے۔ میں بے صبرا ہو گیا، ایک پُل کے قریب پہنچ کر تھال نیچے رکھا اس میں نہ جانے کیا چیز تھی جسے رومال سے باندھ دیا گیا تھا، میں نے رومال کھول کر اوپر اٹھایا تو ایک چوہا نکل کر بھاگا یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا اور دل میں کہنے لگا: حضرت ذُوالنُّون مِصْرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسے بندے نے مجھ جیسے شخص کے ہاتھوں اپنے دوست کو تحفہ میں چوہا بھجوا کر میرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ چنانچہ، اسی غصہ کی حالت میں، مَیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری حالت دیکھ کر فرمایا: اے نادان! ہم نے تجھے آزمایا اور ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھوایا لیکن تو چوہے کے معاملے میں بھی خیانت کر بیٹھا، اگر میں نے اسمِ اعظم امانتاً تیرے پاس رکھ دیا تو تیرا کیا حال ہو گا، جا مجھ سے دور ہو جا۔ تو اس قابل نہیں کہ تجھے یہ دولت دی جائے۔

(عیون الحکایات ص ۱۴۳)

(693) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں چار

وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

باتیں ہوں۔ وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک ہو تو اس میں منافقت کی ایک بات ہوگی حتیٰ کہ اس کو ترک کردے۔ جب اس کو امانت دار بنایا جائے' تو خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامة المنافق، ج۱ص۱۶، رقم: ۳۴ صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق ج۱ص۵۶، رقم: ۲۱۹ الاداب للبیہقی، باب الرجل یحدث فیکذب ویعد فیخلف، ج۱ص۱۸۱، رقم: ۳۰۶ اطراف المسند المعتلی، من اسمه مسروق بن الاجدع، ج۳ص۹۱، رقم: ۶۳۶۲ سنن ابوداؤد، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، ج۴ص۳۵۶، رقم: ۴۶۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کردی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ یا حضور فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرّا اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۴)

باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانت

واضح رہے کہ جس طرح روپیوں، پیسوں اور مال وسامان کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اسی طرح باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانتوں میں بھی خیانت حرام ہے۔ مثلاً کسی نے آپ سے اپنے راز کی بات کہہ دی اور آپ سے یہ کہہ دیا کہ یہ بات امانت ہے کسی سے مت کہیے گا اور وہ بات آپ نے کسی سے کہہ دی تو یہ امانت میں خیانت ہوگئی۔ اسی طرح کسی نے آپ کو مزدور رکھ کر کوئی کام سپرد کردیا مگر آپ نے قصداً اس کام کو بگاڑ دیا، یا کم کام کیا تو آپ نے امانت میں خیانت کی۔ اسی طرح حاکم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی نگرانی رکھے اور ان کی خبر گیری کرتا رہے اور عدل وانصاف قائم رکھے۔ اگر اس نے اپنے عہدے کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا تو یہ امانت میں خیانت ہوگئی۔ اسی طرح رات میں میاں بیوی جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں اس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے امین ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی نے ان باتوں کو دوسرے لوگوں سے کہہ دیا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگئی۔ غرض مزدور، کاریگر، ملازم وغیرہ جو کام ان لوگوں کو سونپا گیا ہے وہ ان

کاموں کے امین ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے کام اور ڈیوٹی کے پوری کرنے میں کمی یا کوتاہی کریں گے تو امانت میں خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ یاد رکھو کہ ہر قسم کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اور ہر خیانت جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر مسلمان کو ہر قسم کی خیانتوں سے بچنا ایمان کی سلامتی، اور جہنم سے نجات پانے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

(جہنم کے خطرات ٦٧)

(694) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِيءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا. فَأَتَيْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا. فَحَثٰى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ. فَقَالَ لِي: خُذْ مِثْلَيْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بحرین سے مال آئے گا' تو میں تمہیں اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال سے قبل بحرین کا مال نہ آیا جب وہ آیا' تو حضرت ابوبکر ﷛ نے اعلان کا حکم دیا کہ جس کسی کا رسول اللہ ﷺ سے وعدہ ہو یا آپ پر قرض آتا ہو۔ وہ ہمارے پاس آ جائے میں ان کے پاس گیا۔ اور بتایا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ پُر کر کے مجھے دیا۔ میں نے اس کو گنا یہ پانچ سو تھا تو فرمایا اس سے دوگنا اور لے لو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تکفل عن میت دینًا، ج٢ص٩٦ رقم: ٢٢٩٦ صحیح مسلم، باب ما سئل رسول اللہ شیئًا قط فقال لا و کثرۃ عطائہ ج٧ص٧٥ رقم: ٦١٦٥ مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ الانصاری، ج٣ص١٠٧ رقم: ٢٠١٩ اطراف المسند المعتلی، من اسمه محمد بن المنکدر عن جابر، ج٣ص١٥٢ رقم: ١٩٧٧ مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبداللہ، ج٢ص٥١٧ رقم: ١٢٣٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

لغت میں اچھی چیز کی امید دلانے یا بری چیز سے ڈرانے ان دونوں کو وعدہ کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ کہتے ہیں، بری چیز سے ڈرانے کو وعید۔ میں تم کو کچھ دوں گا وعدہ ہے، تم کو سزا دوں گا وعید ہے۔ یہاں وعدہ اصطلاحی مراد ہے خلاف وعدہ کرنا جھوٹ ہے خلاف وعید کرنا معافی، وعدہ خلافی بری چیز ہے معافی اچھی چیز ہے۔

(وہ ہمارے پاس آ جائے) اور ہم سے حضور کا قرض وصول کرے حضور کا وعدہ پورا کرائے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وعدہ مثل قرض کے ہے۔ دوسرے یہ کہ مرحوم کی طرف سے اس کے قرض ادا کر دینا اس کے وعدے پورے کرنا سنت ہے خواہ کوئی میت کا عزیز کرے یا کوئی اور اس وجہ سے حضرت صدیق باغ فدک کی آمدنی حضور کے اہل

پر خرچ کرتے تھے۔ (مرقات)

معلوم ہوا کہ حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ کرم تھا کہ حضور انور نے اپنے لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بھر کر انکی جھولی میں ڈالا تھا۔

آپ نے خود تین لپ بھر کر نہ دیئے تا کہ اصل اور نائب کے لپ میں فرق رہے۔ خیال رہے کہ آپ نے حضرت جابر سے اس وعدہ پر گواہی نہیں مانگی نہ قسم لی کیونکہ معاملات میں گواہی منکر کے مقابل ہوتی ہے یہاں کوئی منکر تھا نہیں اور حضرات صحابہ ثقہ عادل ہیں ان کے قول بغیر قسم قبول ہیں، وہ حضرات حضور سے احادیث روایت کرتے ہیں تو ان پر نہ جرح ہوتی ہے نہ ان سے قسم لی جاوے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کی تقسیم نہیں ورنہ حضرت جابر جناب فاطمہ زہراہ حضرت عباس سے یہ وعدہ پورا کراتے۔ دوسرے یہ کہ جو ذاتِ کریم ایسی دیانتدار ہو وہ خلافت جیسی اہم چیز کبھی غصب نہیں کر سکتی حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق ہیں، دیانتدار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اسلام کے پہلے تاجدار ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۰۸)

87- بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلٰى مَا اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

جس کارِ خیر کو اپنائے اس پر پابندی کرے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ) (الرعد: 11).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والے معاملہ کو تبدیل نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ اپنی حالت کو تبدیل کرے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا) (النحل: 92).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے کاتے ہوئے سوت کو پختہ کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

وَالْاَنْكَاثُ: جَمْعُ نِكْثٍ، وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوْضُ.

اَنْكَاثٌ: نَكَثَ کی جمع ہے اس کا مطلب ہے ٹوٹا ہوا دھاگہ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) (الحدید: 16)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ان پر مہلت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید: 27)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس انہوں نے اس کا خیال نہ رکھا جس طرح اس کا حق تھا۔

(695) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ بننا کہ وہ رات کا قیام کرتا تھا پھر رات کے قیام کو چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج ۱ص۳۸۴، رقم: ۱۱۵۲، صحیح مسلم، باب النہی عن صوم الدہر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج ۲ص۱۹۳، رقم: ۲۷۹۰، سنن الکبری للبیہقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۳ص۱۳، رقم: ۴۹۰۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج ۱ص۴۲۲، رقم: ۱۳۳۱، سنن الکبری للنسائی، باب الحث علی قیام اللیل، ج ۱ص۶۱۱، رقم: ۱۳۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بلاعذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۰۸)

جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا

حضرتِ سیّدنا محمد سمنون علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: اَیامِ ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا: اے نفسِ کذاب! تُو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آ گیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تجھے شرم آنی چاہے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اُتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ، میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبۂ شوق میرے روئیں روئیں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیبِ تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ

کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں۔ میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر اللہُ اَکْبَر، اللہُ اَکْبَر، اللہُ اَکْبَر، اللہُ اَکْبَر کی صدائیں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اُڑ گئے، وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کُمک (یعنی مدد) کے لئے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ ربُّ العزّت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح ونصرت کا سبب بنا دیا۔

(عیون الحکایات ۹۳)

88-بَابُ اسْتِحْبَابِ طِيْبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

ملاقات کے وقت خوش کلامی اور خندہ پیشانی مستحب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (الحجر: 88)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو ایمان داروں کے لیے جھکائیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: 159)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: اگر آپ بد خلق اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

(696) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا دے کر جسے یہ نہ ملے وہ پاکیزہ بات کہہ دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، ج ۲ص۹۱۷، رقم: ۶۵۶۳، صحیح مسلم، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة، ج ۲ص۱۱۱، رقم: ۲۳۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، حديث عدى بن حاتم الطائي، ج ۶ص۲۵۶، رقم: ۱۸۲۷۹، مسند ابن الجعد، من حديث ابی اسحاق، ص۸۱، رقم: ۴۵۴، مسند البزار، مسند ابی بکر الصدیق، ج ۱ص۱۹، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں کلمہ طیبہ سے مراد یا تو کلمہ شہادت ہے یا اللہ کا ہر ذکر ہے یا فقیر سے اچھی بات کہہ دینا معزرت کر دینا آئندہ کے لیے وعدہ کر لینا کہ ابھی کچھ نہیں جب کچھ ہوگا تب ان شاءاللہ تم کو دیں گے اسی کو قرآن مجید نے قول معروف فرمایا ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور نے آئندہ دولت کی خبریں دے کر انہیں سخاوت دینداری پر قائم رہنے کی تاکید فرما دی، یہ ہے قوم کی اصلاح۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ص ۱۱۵)

اچھی باتوں کا فائدہ اور بری باتوں کا نقصان

اچھی باتیں مثلاً سُبْحٰنَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ ان کا اُخروی نفع تو یہ ہے کہ ہر کلمہ سے ایک پیڑ (یعنی درخت) جنت میں لگایا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل فی التسبیح، الحدیث ۳۸۰۷، ج ۴، ص ۲۵۲)

اسی کو فرمایا جاتا ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے ربّ کے یہاں بہتر اور وہ اُمید میں سب سے بھلی۔ (پ ۱۵، الکھف: ۴۶)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے ہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا اَنجام۔ (پ ۱۶، المریم: ۷۶)

اور فی الحال ان کا نفع یہ ہے کہ وہ کلمات منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع (یعنی جمع) رہتے ہیں قیامت تک تسبیح و تقدیس کریں گے اور اپنے قائل کے واسطے مَغْفِرت مانگیں گے۔ اسی طرح کلماتِ کُفر منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں، قیامت تک تسبیح و تقدیس کریں گے اور اپنے قائل پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص ۳۶۴)

اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ہمیں ایسا عمل بتائیے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہوجائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کبھی نہ بولو۔ عرض کیا گیا: ہم ایسا نہیں کرسکتے۔ فرمایا: (پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔ (بحر الدموع ۲۶۵)

(697) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ تَقَدَّمَ بِطُوْلِهٖ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اور عمدہ بات صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) یہ اس طویل حدیث کا بعض حصہ ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاح بین الناس والعدل بینھم، ج ۲ ص ۲۸۷، رقم: ۲۰۰۶، صحیح مسلم باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۲۳۸۲۔ ۲۳۷۷، صحیح ابن خزیمہ باب ذکر کتابۃ الصدقۃ، ج ۱ ص ۵۷۲، رقم: ۱۴۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۱۶، رقم: ۸۱۶۸، تقریب

السانید وترتیب المسانید للعراقی، باب صلاۃ الجماعۃ والمشی الیھا صلاۃ الضحی، ص۴۴)

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۱۱۵)۔

اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر خدمت تھے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ابھی اس دروازے سے ایک جنتی شخص داخل ہوگا۔ تو ایک انصاری شخص داخل ہوا جس کی داڑھی وضو کی وجہ سے تر تھی اور اس نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں لٹکا رکھے تھے، اس نے حاضرِ بارگاہ ہو کر سلام عرض کیا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہی بات ارشاد فرمائی کہ ابھی اس دروازے سے ایک جنتی مرد داخل ہوگا۔ تو بعینہ وہی شخص پہلے کی طرح حاضرِ بارگاہ اقدس ہوا، پھر جب تیسرا دن آیا تو حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات ارشاد فرمائی تو حسبِ معمول وہی شخص داخل ہوا، پھر جب دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے پیچھے چل دیئے اور اس سے کہا: میں نے اپنے والد صاحب سے جھگڑ کر قسم اٹھائی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا لہٰذا اگر میں تین راتیں گزرنے تک آپ کے پاس پناہ لینا چاہوں تو کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے وہ تین راتیں اس کے ساتھ گزاریں لیکن رات کے وقت اسے کوئی عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا، ہاں! مگر جب وہ بیدار ہوتا یا کروٹ بدلتا تو اللہ عزوجل کا ذکر کرتا اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا اور جب تک نماز کے لئے اقامت نہ ہو جاتی بستر سے نہ اٹھتا اور میں نے اسے اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا، پھر جب تین دن گزر گئے تو میں اس کے عمل کو معمولی جاننے لگا اور اس سے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! میرے اور میرے والدِ محترم کے درمیان کوئی ناراضگی نہیں تھی مگر چونکہ میں نے رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تمہارے بارے میں تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا تو تینوں مرتبہ تم ہی آئے تو میں نے سوچا کہ تمہارے پاس رہ کر دیکھوں کہ تمہارا عمل کیا ہے تاکہ میں بھی تمہاری پیروی کر سکوں مگر میں نے تو تمہیں کوئی بڑا عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر

تمہیں اس مقام تک کس عمل نے پہنچایا جس کے بارے میں خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خبر دی ہے؟ تو اس نے کہا: میرا عمل تو وہی ہے جو تم نے دیکھ لیا۔ پھر جب میں واپس آنے لگا تو اس نے مجھے بلا کر کہا: میرا عمل تو وہی ہے جسے تم نے دیکھ لیا مگر میں اپنے دل میں کسی مسلمان سے بد دیانتی نہیں پاتا اور نہ ہی اللہ عزوجل کی عطا کردہ بھلائی پر کسی سے حسد کرتا ہوں۔ تو حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بس یہی وہ اعمال ہیں جنہوں نے تجھے اس مقام تک پہنچادیا۔ (شعب الایمان، باب فی الحث علی ترک الغل والحسد، الحدیث: ٦٦٠٥، ج ٥، ص ٢٦٤، ٢٦٥، بتغیر قلیل)

(698) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بھلائی کو حقیر نہ جان اگرچہ یہ اپنے بھائی کو کھلے چہرہ سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، ج ٢ص ٦٢٨، رقم: ٦٨٥٤، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج ١ص ٢١٢، رقم: ٢٦٨، سنن الکبری للبیهقی، باب وجوب الصدقة، ج ٢ص ١٨٨، رقم: ٦١١٢، الاحاد والمثانی، من اسمه ابوجری الهجیمی، ص ٢٩١، رقم: ١١٨١، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی تمیمة الهجیمی، ج ٢ص ٢٨٢، رقم: ١٥٩٩٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٣ص ١٢٠)

ابوالفرج حضرت سیدنا عبدالرحمن ابن جوزی حنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب عُیُوْنُ الْحِکَایَات میں لکھتے ہیں:

اے ابن آدم! تو ہرگز نیکی کے کسی کام کو بھی حقیر نہ جان، کیونکہ جب تو اسے دارِ جزاء میں دیکھے گا تو اس نیکی کا وہاں موجود ہونا تجھے خوش کردے گا۔ اور برائی کے کسی کام کو ہرگز حقیر نہ جان! کیونکہ جب تو اسے دیکھے گا تو اس کا وہاں موجود ہونا تجھے غمناک کردے گا۔ اے ابن آدم! زمین کو اپنے قدموں تلے روندھ ڈال کیونکہ یہ تیری قبر کے قریب ہے۔

اے ابن آدم! جس وقت سے تیری ماں نے تجھے جنا اس وقت سے اب تک لگاتار تیری عمر کم ہوتی جارہی ہے۔

اے ابن آدم! تیرے لئے ایک نامہ اعمال کھول دیا گیا ہے اور تیرے اوپر دو فرشتے مقرر کردیئے گئے ہیں۔ ایک تیری دائیں جانب جبکہ دوسرا بائیں جانب ہے۔ اب کم اعمال کر! یا زیادہ، جب تو مرے گا تو اس نامہ اعمال کو لپیٹ کر اسے تیرے گلے میں پہنا دیا جائے گا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (نامہ اعمال) پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

(پ15، بنی اسرائیل:14)

اے ابن آدم! تو ریا کاری کرتے ہوئے کوئی نیکی نہ کر اور نہ ہی شرم کی وجہ سے کسی نیکی کو چھوڑ۔

(منتخب الحکایات ص ۲۴۰)

89-بَابُ اسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَاِيْضَاحِهٖ لِلْمُخَاطِبِ وَتَكْرِيْرِهٖ لِيُفْهَمَ اِذَا لَمْ يُفْهَمْ اِلَّا بِذٰلِكَ

مخاطب کے لیے بات کی وضاحت اور تکرار مستحب ہے تاکہ بات سمجھ میں آ جائے جب وہ نہ سمجھ رہا ہو

(699) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کوئی اہم بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے تاکہ خوب سمجھ آ جائے۔ اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انہیں تین بار سلام کہتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ، ج۱ص۲۰، رقم: ۹۵، مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۴ص۲۱۳، رقم: ۱۳۲۴۴، مسند البزار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک ج۱ص۳۰۳، رقم: ۲۲۰، مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ج۱ص۴۵، رقم: ۲۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیئے صاحب مشکوۃ اس حدیث کو "کتاب العلم" میں لائے۔

ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی اجازت کے لئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے، بلکہ صرف یہ کہے السلام علیکم آ جاؤں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۶)

(700) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام اتنا واضح ہوتا کہ اس کو ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابوداود)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الھدی فی الکلام، ج۴ص۳۰۸، رقم: ۴۸۳۹، الاداب للبیہقی، باب ما یستحب من ترتیل الکلام تبیینہ، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۳۱۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یستحب من الکلام، ج۶ص۱۵، رقم: ۲۶۸۲۱، الفتح الکبیر، حرف الکاف، ج۲ص۳۳۷، رقم: ۹۲۶۵، کنز العمال، حرف الشین، ج۸ص۷۰، رقم: ۱۸۴۳۳)

شرح حدیث: بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب

اس زندگی میں ہمیں ہر وقت بات چیت کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ بلکہ ہم لوگ بلاضرورت بھی ہر وقت بولتے رہتے ہیں حالانکہ یہ بلاضرورت بولنا بہت بہت ہی نقصان دہ ہے غیر ضروری گفتگو کرنے سے خاموش رہنا افضل ہے۔ لہٰذا ہمارے پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کی بات چیت کے سلسلے میں سنتیں اور آداب اور خاموشی کے فضائل وغیرہ یہاں پر بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم گفتگو اس طرح دلنشین انداز میں ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کرلیتا چنانچہ اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے تھے، ہر سننے والا اس کو یاد کرلیتا تھا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عائشۃ، الحدیث ۲۶۲۶۹، ج۱۰، ص 115)

(۲) مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کیجئے۔ چھوٹوں کے ساتھ مشفقانہ اور بڑوں کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ رکھئے ان شاء اللہ عزوجل دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

(۳) چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آجکل بے تکلفی میں دوست آپس میں کرتے ہیں، معیوب ہے۔

(۴) دوران گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں کیونکہ تالی، سیٹی بجانا محض کھیل کود، تماشہ اور طریقہ کفار ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج۹، ص۵۴۹)

(۵) بات چیت کرتے وقت دوسرے کے سامنے بار بار ناک یا کان میں انگلی ڈالنا، تھوکتے رہنا اچھی بات نہیں۔ اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے۔

(۶) جب تک دوسرا بات کررہا ہو، اطمینان سے سنیں۔ اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کردیں۔

(۷) کوئی ہکلا کر بات کرتا ہو تو اس کی نقل نہ اُتاریں کہ اس سے اس کی دل آزاری ہوسکتی ہے۔

(۸) بات چیت کرتے ہوئے قہقہہ نہ لگائیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا (قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ دوسروں تک آواز پہنچے۔) (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۴۰۲)

(۹) زیادہ باتیں کرنے اور بار بار قہقہہ لگانے سے وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔

(۱۰) سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو

پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج ۴، ص ۴۲۲)

(۱۱) حدیث پاک میں ہے جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی السکوت عما لایعنیہ، الحدیث ۴۹۸۳، ج ۴، ص ۲۵۴، جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب (نمبر ۵) الحدیث ۲۵۰۹، ج ۴، ص ۲۲۵)

(۱۲) کسی سے جب بات چیت کی جائے تو اس کا کوئی صحیح مقصد بھی ہونا چاہیے۔ اور ہمیشہ مخاطب کے ظرف اور اس کی نفسیات کے مطابق بات کی جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔) یعنی اس طرح کی باتیں نہ کی جائیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہ آئیں، الفاظ بھی سادہ صاف صاف ہوں، مشکل ترین الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ اس طرح اگلے پر آپ کی علمیت کی دھاک تو بیٹھ جائے گی مگر مدعا خاک بھی سمجھ نہ آئے گا۔

(۱۳) اپنی زبان کو ہمیشہ بُری باتوں سے روکے رکھیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نجات کیا ہے؟ فرمایا، اپنی زبان کو بری باتوں سے روک رکھو۔

(جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۱۴، ج ۴، ص ۱۸۲)

90-بَابُ اِصْغَاءِ الْجَلِيْسِ لِحَدِيْثِ جَلِيْسِهِ الَّذِيْ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِيْ مَجْلِسِهٖ

مجلس کی بات کان لگا کر سننا بشرطیکہ وہ بات حرام نہ ہو اور عالم وواعظ کا حاضرین مجلس کو خاموش کرانا

(701) عن جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ" ثُمَّ قَالَ: "لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو خاموش کراؤ پھر فرمایا میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الانصات للعلماء، ج ۱ ص ۳۵، رقم: ۱۲۱، صحیح مسلم، باب لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۳۲، سنن ابن ماجه، باب لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ج ۲ ص ۱۳۰۰، رقم: ۱۹۴۲، سنن الدارمی، باب فی حرمة المسلم، ج ۲ ص ۹۵، رقم: ۱۹۲۱، سنن الکبری للنسائی، باب تحریم القتل ج ۲ ص ۳۱۷، رقم: ۳۵۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں، کنیت ابوعمرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے، مقام قرقسیا ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں۔(اکمال)

کافر سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہوگیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۷)

مسلمان کا قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہوجانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔(پ5، النساء:93)

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔(پ8، الانعام:151)

ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔(پ5، النساء:29)

ایک دوسری آیت میں ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

(پ5، النساء:29)

اور ایک دوسری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔ (پ30، التکویر:8،9)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز و عبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اَوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدمائ، الحدیث ۱۴۰۳، ج ۳، ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خداعزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ کر خدا عزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔ (سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج ۵، ص ۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مرگیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث: ۳۴۶۸، ج ۲، ص ۲۸۹۔ سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگرچہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلماً، الحدیث ۲۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت ہی سخت گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر مسلمان کا قتل اس کے ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل مسلمان کے قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہوگا اور قاتل کافر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلتا رہے گا۔ اور اگر صرف دُنیوی عداوت کی بنا پر مسلمان کو قتل کر دے اور اس قتل کو حلال نہ جانے جب بھی آخرت میں اس کی یہ سزا ہے کہ وہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔

دُنیا میں مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے قصاص لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو ایک سو اُونٹ یا اس کی قیمت قاتل سے بطورِ خون بہا کے لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو قاتل کو مُعاف کر دیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

91۔ بَابُ الْوَعْظِ وَالْاِقْتِصَادِ فِيْهِ

وعظ اور اس میں میانہ روی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے ربّ کے راستہ کی

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل: 125)

طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ بلاؤ۔

(702) وَعَنْ اَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ: اَمَا اِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ اَنِّي اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ، وَاِنِّي اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ابو وائل شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابن مسعود ﷺ ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے۔ ایک آدمی نے کہا: اے ابوعبدالرحمن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم کو روزانہ نصیحت فرمایا کریں۔ فرمایا: آگاہ ہو کہ مجھے اس سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں تم کو اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ میں وعظ نصیحت کرنے میں تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے۔ کہ ہم اکتا نہ جائیں۔ (متفق علیہ)

"يَتَخَوَّلُنَا": يَتَعَهَّدُنَا.

يَتَخَوَّلُنَا: ہمارا خیال رکھتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة، ج۱ص۲۵، رقم: ۷۰، صحیح مسلم، باب الاقتصاد فی الموعظة، ج۸ص۱۴۲، رقم: ۷۳۰۵، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج۱۰ص۳۸۲، رقم: ۴۵۲۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۴۲۵، رقم: ۴۰۲۱، مسند ابی یعلی، مسند عبدالله بن مسعود، ج۹ص۷۰، رقم: ۵۱۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے، کنیت ابووائل ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں، حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے اکابر صحابہ سے ملاقات کی، جیسے حضرت عمر سیدنا ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہم۔

(ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے) اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں سنت صحابہ ہے۔ اسی لیے اب دینی مدرسوں کی امتحان و تعطیل کے لئے دن اور مہینے اور تعلیم کے لئے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں لہذا میلاد شریف، فاتحہ، عرس وغیرہ کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہیں اسے حرام کہنا غلطی ہے۔ مرقاۃ نے اسی جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کے لئے اس لیے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی۔ بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مُردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(تم اکتا جاؤ گے) یعنی روزانہ وعظ سے تم اکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنا لمبا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تا کہ علم و وعظ کی بے قدری نہ ہو۔

یعنی حضور بھی ہمیں ہر وقت اور ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو عالم یا شیخ لوگوں کے سامنے ہر دم اللہ اللہ ہی کرے وہ مکار ہے۔ حضور کی مجلس پاک میں دنیوی تذکرے بھی ہوتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۰۵)

(703) وَعَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهِ، فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو یقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آدمی کی نماز کا لمبا ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا اس کی فقہ کی علامت ہے۔ پس نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر۔ (مسلم)

مَئِنَّةٌ بِمِيْمٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُوْرَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ مُشَدَّدَةٍ، اَيْ: عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلٰى فِقْهِهِ.

مَئِنَّةٌ میم پر زبر پھر ہمزہ پر زیر اور نون مشدد کے ساتھ اس کا مطلب ہے علامت جو اس کی سمجھداری پر دلیل ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ج۳ ص۱۲ رقم: ۲۰۳۶ الاداب للبیھقی، باب ما یستحب من ایجاز الکلام، ج۱ ص۱۸۷، رقم: ۳۱۲ صحیح ابن حبان، باب صلاۃ الجمعۃ، ج۷ ص۳۰، رقم: ۲۷۹۱ مسند امام احمد بن حنبل، بقیۃ حدیث عمار بن یاسر، ج۶ ص۲۶۳، رقم: ۱۸۳۲۳ مجمع الزوائد للھیثمی، باب قصر الخطبۃ، ج۱ ص۴۱۷، رقم: ۳۱۵۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فرض جمعہ خطبہ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے، خطبہ اس کے تابع، نیز خطبہ میں خلق سے خطاب ہے اور نماز میں خالق سے عرض و معروض لہذا یہ دراز چاہیے، مگر خطبہ اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اس کی سنتیں رہ جائیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۳۲)

(704) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ، مَا شَاْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ؟! فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ! فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ. فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ،

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں مصروف تھا کہ حاضرین میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی میں نے کہا یرحمك الله اللہ تم پر رحم فرمائے لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا ہائے میری ماں پیٹے تمہیں کیا ہوا۔ اس طرح مجھ کو کیوں دیکھ رہے ہیں انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے جب میں نے انہیں دیکھا کہ مجھے خاموش کرنا

مَا رَاَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِّنْهُ، فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِیْ، وَلَا ضَرَبَنِیْ، وَلَا شَتَمَنِیْ. قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا یَصْلُحُ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، اِنَّمَا هِیَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّكْبِیْرُ، وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ"، اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ، وَقَدْ جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ، وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا یَاْتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: "فَلَا تَاْتِهِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ یَتَطَیَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذَاكَ شَیْءٌ یَجِدُوْنَهٗ فِیْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا یَصُدَّنَّهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

چاہتے ہیں، تو میں خاموش ہو گیا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میرے ماں باپ قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے یا بعد کبھی آپ جیسا معلم نہ دیکھا۔ جس کا طریق تعلیم آپ سے بڑھ کر اچھا ہو۔ اللہ کی قسم آپ نے مجھے نہ جھڑکا نہ مارا نہ ہی گالی دی بلکہ فرمایا نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز مناسب نہیں یہ تسبیح تکبیر اور قرأت قرآن ہی ہے یا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دورِ جاہلیت سے میرا زمانہ قریب ہے۔ اور اب تو اللہ اسلام لے آیا ہے ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس آتے تھے فرمایا تو ان کے پاس نہ جا میں نے کہا ہم میں سے کچھ لوگ فال لیتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں یہ ان کو ہرگز (کسی کام کے لیے) نہ روکے۔ (مسلم)

"الثُّكْلُ" بِضَمِّ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَلْمُصِیْبَةُ وَالْفَجِیْعَةُ. "مَا كَهَرَنِیْ" اَیْ: مَا نَهَرَنِیْ.

اَلثُّكْلُ: ثا مثلثہ پر پیش کے ساتھ اچانک مصیبت کو کہتے ہیں۔ مَا كَهَرَنِیْ یعنی مجھے جھڑکا نہیں ڈانٹا نہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ج۲ص۷۰، رقم:۱۲۲۷، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب سجود السہو، ج۱ص۳۴۸، رقم:۳۰۴۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاویۃ بن الحکم السلمی، ج۱۹ص۴۰۱، رقم:۱۶۶۱۵، المنتقی لابن الجارود، باب الفعال الجائزۃ فی الصلاۃ، ص۶۳، رقم:۲۱۲، سنن الدارمی، باب النہی عن الکلام فی الصلاۃ، ج۱ص۴۲۲، رقم:۱۵۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت معاویہ ابن حکم) آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ آپ سے صرف یہی حدیث مروی ہے، ۷۱ھ میں وفات پائی۔

(میں نے کہا یرحمك الله اللہ تم پر رحم فرمائے) یعنی چھینکنے والا کو جواب دینے کی نیت سے میں نے یہ کہا اگرچہ یہ جواب دیا جاتا ہے جب چھینکنے والا کہے الحمد للہ، یہاں چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں کہا، مگر انہوں نے یہ کہا۔

(میں نے کہا ہائے میری ماں پیٹے تمہیں کیا ہوا) عرب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ میں مر جاؤں اور میری ماں مجھے رورہی ہے یعنی میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اس کے رونے کا سبب ہوا۔

(اس طرح مجھ کو کیوں دیکھ رہے ہیں) اولاً اسلام میں بحالت نماز کلام سلام بھی کیا جاتا تھا اور امام کے پیچھے قرأت بھی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سے کلام وسلام بند ہوا اور وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ سے امام کے پیچھے قرأت ممنوع ہوئی، نماز میں کلام بند ہو چکی تھی انہیں یہ خبر نہ تھی اس لیے انہوں نے یہ گفتگو کی۔

(انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے) یعنی صحابہ نے انہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ ایک ایک بار ران پر مارا، اگر دونوں ہاتھ مارتے یا ایک مسلسل تین بار مارتے تو ان کی اپنی نماز جاتی رہتی کیونکہ عمل کثیر نماز فاسد کر دیتا ہے عمل قلیل بھی اگر مسلسل تین بار کیا جائے تو کثیر بن جاتا ہے اور نماز فاسد کر دیتا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ضرورۃً کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عمل قلیل بھی جائز ہے۔

(تو میں خاموش ہو گیا) یعنی مجھے غصہ تو بہت آیا اور میں نے چاہا کہ کچھ اور کہوں لیکن ان بزرگوں کا ادب واحترام کرتے ہوئے میں خاموش رہا۔

(اللہ کی قسم آپ نے مجھے نہ جھڑ کا نہ مارا نہ ہی گالی دی) فَوَاللّٰهِ الخ لَنَا کا جواب ہے اور اس سے پچھلا جملہ معترضہ تھا کھر اور قہر ہم معنے ہیں۔چنانچہ ایک قرأت میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنی سرکار نے اس غلطی کی وجہ سے مجھ پر کسی قسم کی سختی نہ فرمائی نہایت نرمی سے مسئلہ بتادیا۔

(نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز مناسب نہیں) یعنی تمہارا یَرْحَمُكَ اللّٰه کہنا انسانی کلام ہے اس سے نماز جاتی رہتی ہے آئندہ نہ کہنا نماز میں صرف یہ مذکور چیزیں۔فقہا فرماتے کہ اگر نمازی جواب کی نیت سے قرآن شریف کی آیت ہی پڑھ دے تو وہ کلام انسانی ہوگا اور نماز فاسد کر دے گا جیسے خوشی کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور غم کی خبر پر اِنَّا لِلّٰه الخ۔

(یا جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا) یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شریفہ میں شک ہے یہی تھے یا اور البتہ مضمون یہی تھا۔خیال رہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ انہیں اس آیت کے نزول کی خبر نہ تھی اور ابھی یہ قانون مشتہر نہ ہوا تھا، قانون کی شہرت سے پہلے اس کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔اب اگر کوئی نمازی بے خبری سے یہ کرے گا تو نماز دہرانا واجب ہوگا کیونکہ یہ قانون مشہور ہو چکا بے خبری عذر نہیں۔لہذا یہ حدیث سواد اعظم کے خلاف نہیں۔امام شافعی وابو یوسف اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

(ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس آتے تھے فرمایا تو ان کے پاس نہ جا) حضور علیہ السلام کو مہربان دیکھ کر دینی مسائل پوچھنے شروع کر دیے۔کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہوتا ہے علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی

جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جیسے آج کل پنڈت اور جوگی۔ عراف وہ کہلاتے ہیں جو چھپی چیزیں چوری کے مال کا پتہ بتاتے ہیں، کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہ کبیرہ بلکہ قریب کفر ہے اس کی بحث ان شاء اللہ باب الکہانت میں ہوگی۔

(جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں یہ ان کو ہرگز (کسی کام کے لیے) نہ روکے) کفار عرب میں فال کے بہت طریقے تھے: ان میں سے ایک پرندے اڑانا تھا کہ اگر کسی کام کو چلے اور راستہ میں کوئی چڑیا بیٹھی ملی اسے اڑایا، اگر دائیں طرف اڑی تو سمجھے کامیابی ہے اگر سیدھی اڑے تو سمجھے کامیابی میں دیر ہے اور اگر بائیں طرف اڑی تو ناکامی کا یقین کر کے واپس لوٹ آئے۔ حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ یہ ان کے نفسیاتی وسوسے ہیں رب پر توکل چاہیے اور ایسے وہمیات کی بنا پر کام چھوڑنا نہیں چاہیے۔ فال کی بحث انشاء اللہ باب الفال میں آئے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۰۳)

(705) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ فِيْ بَابِ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ، وَذَكَرْنَا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ، قَالَ: "اِنَّهُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک وعظ فرمایا جس سے دل کانپ اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ اور حدیث کو ذکر کیا جو باب الامر بالمحافظۃ میں مکمل گزر چکی اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ ص ۳۴۲، رقم: ۲۶۷۶ سنن ابو داؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۴ ص ۳۲۹، رقم: ۴۶۰۹ سنن الکبری للبیهقی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی، ج ۱۰ ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵ سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ ص ۱۸، رقم: ۴۲ سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ ص ۵۷، رقم: ۹۵)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث سنن ابوداؤد میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ عزَّ وجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ

ہر نیا (خلافِ شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

(سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۰۷، ج ۴، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت و نصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر و توبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۹۵)

وعظ و نصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار دولتِ اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ سے لبریز اور عشقِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بنتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ و نصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (پ 27، الذّٰریٰت: 55)

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اگر سمجھانا کسی کافر کو شرفِ ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الذّٰریٰت، تحت الآیۃ 55، ج 10، ص 191)

92-بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ

وقار وسکون کا تذکرہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا) (الفرقان: 63)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہہ دیتے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ سلام متارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مجادلہ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا یہ معنیٰ ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔ حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تو ان بندوں کے دن کا حال ہے اور ان کی رات کا بیان آگے آتا ہے، مراد یہ ہے کہ ان کی مجلسی زندگی اور خَلق کے ساتھ معاملہ ایسا پاکیزہ ہے اور ان کی خلوت کی زندگانی اور حق کے ساتھ رابطہ یہ ہے جو آگے بیان فرمایا جاتا ہے۔ (خزائن العرفان)

(706) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آجائے۔ آپ صرف تبسم ہی فرمایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

"اَللَّهَوَاتُ جَمْعُ لَهَاةٍ: وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِيْ فِيْ اَقْصٰى سَقْفِ الْفَمِ۔

اَللَّهَوَاتُ: لَهَاةٍ کی جمع ہے گوشت کا وہ ٹکڑا جو اندرونی منہ کی چھت کے آخری کنارہ پر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التبسم والضحك، ج۸ص۲۲، رقم: ۶۰۹۲ صحیح مسلم، باب التعوذ عند رویة الریح والغیم والفرح بالمطر، ج۳ص۲۶، رقم: ۲۱۲۳ بسب السنن الکبرٰی، باب ما جاء فی تغیرلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۳ص۳۶۰، رقم: ۶۶۹۳ سنن ابو داؤد، باب ما تقول اذا ھاجت الریح، ج۴ص۳۸۷، رقم: ۵۱۰۰ مسند امام احمد، مسند عائشه رضی اللہ عنها، ج۹ص۶۶، رقم: ۲۴۴۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تفسیر ہے مستجمعا کی یعنی اس طرح ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کا منہ شریف کھل جاتا اور میں آپ کے تالو کا آخری حصہ دیکھ لیتی۔ لھوات جمع ہے لہات کی، لہات وہ پارۂ گوشت جو تالو کی انتہا اور حلق سے متصل ہے حضور انور اس طرح ساری عمر کبھی نہ ہنسے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے کبھی نہ تھے مسکراتے بہت تھے، ہنسنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے تبسم خوش اخلاقی

ہے اس سے سامنے والے کو خوشی ہوتی ہے۔ شعر

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۰۳)

قہقہہ کی مذمت

حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ العُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم اُرشاد فرماتے ہیں: اَلْقَهْقَهَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَالتَّبَسُّمُ مِنَ اللهِ یعنی قَہقَہہ (قَہ۔قَ۔ہہ) شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرانا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۱۰۵۷، ج ۲ ص ۲۱۸)

قہقہہ سے مراد آواز کے ساتھ ہنسنا ہے۔ شیطان اسے پسند کرتا ہے اور اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ جبکہ تَبَسُّم سے مراد بغیر آواز کے تھوڑی مقدار میں ہنسنا ہے۔ (فیض القدیر، تحت الحدیث ۶۱۹۶، ج ۴ ص ۷۰۶)

93-بَابُ النَّدْبِ إِلَى إِتْيَانِ الصَّلَاةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز، علم وغیرہ عبادات کے لیے سکون و وقار سے آنا مستحب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ) (الحج: 32).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اللہ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ کام دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(707) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَلَا تَأْتُوْهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوْهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُوْنَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف تم دوڑ کر نہ آیا کرو بلکہ اطمینان سے آؤ جو پالو وہ پڑھو اور جو (جماعت سے) رہ جائے وہ پھر پوری کرلو۔ (متفق علیہ)

زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِيْ صَلَاةٍ".

مسلم نے اپنی ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ تم میں سے کوئی جب نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ نماز میں بھی ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المشی الی الجمعۃ، ج ۱ ص ۸، رقم: ۹۰۹ صحیح مسلم، باب استحباب اتیان الصلاۃ

بوقار وسکینۃ، ج۱ص۱۰۰، رقم: ۱۳۸۹، سنن ابن ماجہ، باب المشی الی الصلاۃ، ج۱ص۲۵۵، رقم: ۷۷۵، السنن الکبری للبیہقی، باب من ذکر صلاۃ وھو فی اخری، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۳۳۱۷، سنن ابوداؤد، باب السعی الی الصلاۃ، ج۱ص۲۳۳، رقم: ۵۷۲)

شرحِ حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جماعت کے لئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے چوٹ کھانے کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ رب نے جو فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے، لہذا آیت وحدیث میں مخالفت نہیں۔

(رہ جائے وہ پھر پوری کرلو) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے سکون سے آنا مستحب ہے، دوڑنا مستحب کے خلاف ہے حرام نہیں، لہذا فاروق اعظم کا ایک دفعہ دوڑ کر رکوع میں شامل ہو جانا ناجائز نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ آخری جزو مل جانے سے جماعت مل جاتی ہے، لہذا جو نماز جمعہ کی اَلتَّحِیَّات میں مل جائے وہ جمعہ پڑھے۔ تیسرے یہ کہ جس رکعت میں مقتدی ملے وہ تعداد کے لحاظ سے رکعتِ اول ہے اور قرأت کے لحاظ سے رکعت آخری۔

جب سے وہ نماز کے ارادے سے گھر سے چلا اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے، کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے، اطمینان سے آئے جو پائے اس کو ادا کرے۔ خیال رہے کہ اگر تکبیر اولی یا رکوع پانے کے لئے قدرے تیزی سے آئے مگر نہ اتنی کہ چوٹ لگنے گرنے کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۷ ۴۲)

(708) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا وَّضَرْبًا وَّصَوْتًا لِّلْاِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ، وَقَالَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ.

"اَلْبِرُّ": اَلطَّاعَةُ. وَ"الْاِيْضَاعُ" بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَاءٌ وَّهَمْزَةٌ مَّكْسُوْرَةٌ، وَّهُوَ: اَلْاِسْرَاعُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ کے دن آرہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اونٹ کو سخت مارنے پیٹنے اور ڈانٹنے کی آوازیں سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا سے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے لوگو! سکون کو لازم پکڑو اس لیے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور مسلم نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

اَلْبِرّ: فرماں برداری۔ اَلْاِیْضَاع: ضاد (معجمہ سے پہلے یا اور ہمزہ کسور کے ساتھ کا مطلب ہے۔ تیز رفتاری (جانور چلانے کی ایک قسم کا نام ہے)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکینة عند الافاضة، ج۲ص۱۹۳، رقم ۱۶۷۱، صحیح مسلم، باب استحباب ادامة الحاج التلبیة حتی لشرع فی رمی جمرة العقبة، ج۲ص۷۱، رقم: ۲۱۲۹، السنن الکبری للبیهقی، باب ما یفعل من دفع من عرفة، ج۵ص۱۱۹، رقم: ۹۷۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۵ص۲۰۲، رقم: ۲۱۸۰۹، الاحاد والمثانی، باب "وقالوا عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ج۲ص۶۲، رقم: ۷۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(عرفہ کے دن آرہے تھے) عرفات سے مزدلفہ کی طرف چلے دسویں ذوالحجہ کی شب کو، چونکہ یہ شب بھی نویں تاریخ میں داخل ہے اس لیے اسے یوم عرفہ فرمایا گیا، بعض لوگوں نے یوم عرفہ سے دھوکا کھایا اور منٰی سے عرفات کی روانگی سمجھے یہ غلط ہے۔ (مرقات) دسویں ذی الحجہ کی شب میں جو عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جاتا ہے۔

(اور سست کہنے کی آوازیں سنیں) کہ حجاج اونٹوں کو دوڑانے کے لیے انہیں ڈانٹ ڈپٹ و مار کررہے تھے۔

(تیز رفتاری نیکی نہیں ہے) یعنی اس جگہ اونٹ دوڑانا ثواب نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ گناہ بن جائے کہ ہجوم زیادہ ہے تیز دوڑانے میں حجاج کے کچل جانے چوٹ کھا جانے کا خطرہ ہے، بلکہ ثواب تو اطمینان سے اراکان ادا کرنے میں ہے، اب بھی حجاج کو چاہیے کہ وہ بھاگ دوڑ سے بچیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ص۲۱۹)

94-بَابُ اِکْرَامِ الضَّيْفِ

مہمان کی عزت وتکریم کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ) (الذاریات: 24-27)۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی بات آئی جب وہ داخل ہوئے اور انہوں نے سلام کیا۔ (جواب میں) انہوں نے سلام فرمایا: کہا اجنبی لوگ ہیں۔ پھر آہستگی سے گھر گئے۔ اور ایک موٹا بچھڑا ان کے لیے لائے۔ اس کو ان کے قریب کیا اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ منقول ہے کہ جب تک آپ کے دستر خوان پر مہمان نہیں آجاتے تھے آپ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ ایک دن مہمانوں کا ایک ایسا قافلہ آپ کے گھر اُتر پڑا کہ ان مہمانوں سے آپ خوفزدہ ہو گئے یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو دس یا بارہ فرشتوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے اور سلام کر کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب فرشتے نہایت ہی خوبصورت انسانوں کی شکل میں تھے۔ اولاً تو یہ حضرات ایسے وقت تشریف لائے جو مہمانوں کے آنے کا وقت نہیں تھا۔ پھر یہ حضرات بغیر اجازت طلب کئے دندناتے ہوئے مکان کے اندر

داخل ہو گئے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب عادت ان حضرات کی مہمان نوازی کے لئے ایک فربہ بھنا ہوا بچھڑا لائے تو ان حضرات نے کھانے سے انکار کر دیا۔ ان مہمانوں کی مذکورہ بالا تین اداؤں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خدشہ گزرا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کیونکہ اس زمانے کا یہی رواج تھا کہ دشمن جس گھر میں دشمنی کے لئے جاتا تھا اس گھر میں کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا۔ چنانچہ آپ ان مہمانوں سے کچھ خوف محسوس فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ ہم سے بالکل کوئی خوف نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم دو کاموں کے لئے آئے ہیں پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہم آپ کو یہ بشارت سنانے آئے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا فرزند عطا فرمائے گا اور ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں۔

فرزند کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت سارہ چونک پڑیں کیونکہ ان کی عمر ننانوے برس کی ہو چکی تھی اور وہ کبھی حاملہ بھی نہیں ہوئی تھیں۔ تعجب سے وہ چلاتی ہوئی آئیں اور ہاتھ سے ماتھا ٹھونک کر کہنے لگیں کہ کیا مجھ بڑھیا بانجھ کے بھی فرزند ہو گا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں آپ کے رب کا یہی فرمان ہے اور وہ پروردگار بڑی حکمتوں والا بہت علم والا ہے۔ چنانچہ حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۳۸ (ملخصا) پ ۲۶، الذاریات: ۲۴۔۲۹)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ) (ھود: 78)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کی قوم ان کے پاس آئی (گویا) ان کو دھکیل کر لایا گیا۔ اور پہلے وہ برے کام کے عادی تھے۔ فرمایا: اے میری قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے ستھری ہیں۔ اللہ سے ڈرو مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی ہدایت والا شخص نہیں۔

(709) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب اکرام الضیف وخدمته اياه بنفسه ج۴ص۳۲ رقم: ۶۱۳۶ صحیح مسلم باب الحث

على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت، ج١ص٥٠، رقم: ١٨٥، سنن ابوداؤد، باب في حق الجوار، ج٤ص٥٠٢، رقم: ٥١٥٦، صحیح ابن حبان، باب الجار، ج١ص٢٧٢، رقم: ٥١٦، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضي الله عنه، ج٢ص٤٦٣، رقم: ٩٩٦٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ضیافت بنا ہے ضیف سے بمعنی مائل ہونا، اصطلاح میں دعوت کو بھی کہتے ہیں اور مہمان کو بھی اس لیے مہمان کو ضیف کہا جاتا ہے جمع اضیاف۔ دعوت اور مہمان دونوں میں کچھ کھانے والے کے آداب ہیں کچھ کھلانے والے کے آداب۔ بہتر یہ ہے کہ ہر ایک اپنے آداب و احکام کا خیال رکھیں، یہ احکام و آداب اسی باب میں مذکور ہیں۔ بعض وقت دعوت قبول کرنا سنت ہے، بعض وقت مباح، بعض حالات میں مکروہ۔

مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دستر خوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات)

پڑوسی کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو (۵) مر جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہر حال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالٰی سے مانگئے۔

(اچھی بات کرے یا خاموش رہے) خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح

بات ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

اور اپنے ذی رحم قرابتداروں کے حقوق ادا کرے۔ذی رحم وہ عزیز ہے جس کا رشتہ ہم سے نسبی ہو۔محرم وہ ہے جس سے نکاح کرنا حرام ہو، لہذا دامادمحرم ہے ذی رحم نہیں اور چچازاد بھائی ذی رحم ہے محرم نہیں اور سگا بھائی بھتیجا ذی رحم بھی ہے اور محرم بھی، یہاں ذی رحم عزیز مراد ہیں خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں اگرچہ ساس، سسر، بیوی کے حقوق بھی ادا کرنا ضروری ہے مگر ان کو صلہ رحمی نہیں کہتے۔یہ حدیث، طبرانی، ترمذی جامع صغیر وغیرہ میں اور طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس میں علامات ایمان اور بہت چیزیں ارشاد ہوئیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٩١)

(710) وَعَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ" قَالُوْا: وَمَا جَائِزَتُهُ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُقِيْمَ عِنْدَ اَخِيْهِ حَتّٰى يُؤْثِمَهُ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: "يُقِيْمُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيْهِ بِهِ".

حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کو اس کے حق کا آرام دے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے۔فرمایا: ایک دن اور رات' مہمان نوازی تین دن ہیں جو اس کے بعد ہے وہ اس پر صدقہ ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا رہے حتیٰ کہ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ اسے کیسے گناہ میں مبتلا کرے گا' فرمایا: اس کے پاس ٹھہر جائے اور اس کے پاس مہمانی کی کوئی چیز نہ ہو۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ، ج٨ص١١، رقم: ٦٠١٩ صحیح مسلم، باب الضیافۃ ونحوھا، ج٥ص١٣٧، رقم: ٣٦١٠ الاداب للبیہقی، باب فی اکرام الضیف، ج١ص٣٨، رقم: ٧٢ سنن ابوداؤد، باب ما جاء

فی الضیافۃ، ج۳ص۱۷۰، رقم: ۸۸، وسنن ترمذی، باب ما جاء فی الضیافۃ کم ھو، ج۳ص۳۳۵، رقم: ۱۹۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام خویلد ابن عمرو ہے، عدوی ہیں، قبیلہ بنی کعب سے ہیں، فتح مکہ کے دن بنی کعب کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

ہمارا مہمان وہ ہے جو ہم سے ملاقات کے لیے باہر سے آئے خواہ اس سے ہماری واقفیت پہلے سے ہو یا نہ ہو۔ جو ہمارے اپنے ہی محلہ یا اپنے شہر میں سے ہم سے ملنے آئے دو چار منٹ کے لیے وہ ملاقاتی ہے مہمان نہیں اس کی خاطر تو کرو مگر اس کی دعوت نہیں ہے اور جو ناواقف شخص اپنے کام کے لیے ہمارے پاس آئے وہ مہمان نہیں جیسے حاکم یا مفتی کے پاس مقدمہ والے یا فتویٰ والے آتے ہیں یہ حاکم کے مہمان نہیں۔

حضرت لیث اس کی بناء پر فرماتے ہیں کہ مہمان کو ایک شب کھانا کھلانا واجب ہے اگر نہ کھلائے گا تو گنہگار ہوگا۔ جائزہ کے معنی ہیں عطیہ ہدیہ، اس کی جمع ہے جوائز جیسے فاضلہ کی جمع فواضلہ یعنی مہمان کا مضبوط و پختہ حق۔

اگر صاحب خانہ خود ہی بخوشی روکے تو رک جانے میں حرج نہیں لیکن اس پر تنگی ہو اور مہمان ڈٹا رہے یہ بے غیرتی بھی ہے اور مسلمان کو تنگ کرنا بھی یہ ممنوع ہے۔ یہ قوانین آج عیسائیوں نے اختیار کر لیے ہیں، انکے ہاں مہمان پہلے ہی خط لکھ دیتا ہے کہ میں اتنے روز کے لیے آپ کے ہاں آرہا ہوں، پھر جب وہ دن گزر جاتے ہیں اور یہ مہمان کسی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو صاحب خانہ کو ان زائد دنوں کا بل ادا کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص۹۱)

مہمان نوازی کی سُنّتیں اور آداب

مہمان نوازی کرنا سنتِ مبارکہ ہے، احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کہ مہمان باعثِ خیر و برکت ہے۔ ایک دفعہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے یہاں مہمان حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے قرض لے کر اس کی مہمان نوازی فرمائی۔ چنانچہ تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ فلاں یہودی سے کہو کہ مجھے آٹا قرض دے۔ میں رجب شریف کے مہینے میں ادا کر دوں گا (کیونکہ ایک مہمان میرے پاس آیا ہوا ہے) یہودی نے کہا، جب تک کچھ گروی نہیں رکھو گے، نہ دوں گا۔ حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں واپس آیا اور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی خدمت میں اس کا جواب عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا، واللہ! میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں۔ اگر وہ دے دیتا تو میں ادا کر دیتا۔ (اب میری وہ زرہ لے جا اور گروی رکھ آ۔ میں لے گیا اور زرہ گروی رکھ کر لایا) (المعجم الکبیر، الحدیث ۹۸۹، ج۱، ص۳۳۱)

مہمان باعث خیر وبرکت ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس گھر میں مہمان ہو اس گھر میں خیر وبرکت اسی طرح دوڑتی ہے جیسے اونٹ کی کوہان سے چھری (تیزی سے گرتی ہے)، بلکہ اس سے بھی تیز۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، الحدیث ۳۳۵۶، ج۴، ص۵۱)

چھری اونٹ کے کوہان پر رکھ دیں تو فوراً لڑھک کر نیچے کی طرف آجاتی ہے، مہمان کی وجہ سے خیر وبرکت اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔

مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے، جب کوئی مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب اس کے یہاں سے جاتا ہے تو صاحب خانہ کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔

(کشف الخفا، حرف الضاد المعجمۃ، الحدیث ۱۶۴۱، ج۲، ص۳۳)

دس فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے براء! آدمی جب اپنے بھائی کی، اللہ عزوجل کے لئے مہمان نوازی کرتا ہے اور اس کی کوئی جزاء اور شکریہ نہیں چاہتا تو اللہ عزوجل کی اس کے گھر میں دس ۱۰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو پورے ایک سال تک اللہ عزوجل کی تسبیح وتہلیل اور تکبیر پڑھتے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب سال پورا ہو جاتا ہے تو ان فرشتوں کی پورے سال کی عبادت کے برابر اس کے نامہ اعمال میں عبادت لکھ دی جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کو جنت کی لذیذ غذائیں جَنَّةُ الْخُلْدِ اور نہ فنا ہونے والی بادشاہی میں کھلائے۔ (کنز العمال، کتاب الضیافۃ، قسم الافعال، الحدیث ۲۵۹۷۲، ج۹، ص۱۱۹)

سبحان اللہ، سبحان اللہ! کسی کے گھر مہمان تو کیا آتا ہے گویا اللہ عزوجل کی رحمت کی چھما چھم برسات شروع ہو جاتی ہے اس قدر اجر وثواب اللہ! اللہ!

95۔ بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّبْشِيْرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

اچھی خبر پر مبارک باد اور خوشخبری دینا مستحب ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ)(الزمر: 17-18).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ پھر ان تمام اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

شرح: حضرت صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن ابنِ عوف اور طلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید آئے اور ان سے حال دریافت کیا انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی یہ حضرات بھی سُن کر ایمان لے آئے ان کے حق میں یہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ) (التوبۃ 21)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ان کو ان کا ربّ اپنی طرف سے رحمت ورضا کی خوشخبری عطا فرماتا ہے۔ اور ایسی جنتوں کی جن میں ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ) (فصلت: 30)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ) (الصافات: 101)،

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ہم نے اس (ابراہیم) کو حلم والے بیٹے کی خوشخبری دی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى) (هود: 69)،

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور قسم ہے ہمارے قاصد ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لائے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ) (هود: 71)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور ان کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنس پڑی ہم نے اس کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى) (آل عمران 39)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: پس فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بے شک اللہ تعالٰی آپ کو یحیٰی کی خوشخبری دیتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ) (آل عمران: 45) اَلْاٰيَة۔

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب فرشتوں نے کہا: اے مریم یقیناً اللہ تعالٰی تجھے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی (عظیم نشان) بشارت عطا فرماتا ہے۔ اس کا نام مسیح ہے۔

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَّعْلُوْمَۃٌ۔ وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَۃٌ جِدًّا وَھِیَ مَشْھُوْرَۃٌ فِی الصَّحِیْحِ، مِنْھَا:

اس باب میں آیات بکثرت ہیں اور مشہور ہیں اور احادیث صحیح تو بہت زیادہ مشہور ہیں۔ بعض ان میں سے درج ذیل ہیں۔

(711) عَنْ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ، وَیُقَالُ: اَبُوْ مُحَمَّدٍ، وَیُقَالُ: اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَبْدِ اللہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِیْجَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبٍ، لَاصَخَبَ فِیْہِ، وَلَا نَصَبَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوابراہیم اور ابومحمد بھی کہا گیا اور ابومعاویہ بھی کہا گیا۔ عبداللہ بن اوفی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ ﷝ کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دی کہ اس میں نہ شور ہے نہ تھکاوٹ۔

(متفق علیہ)

"اَلْقَصَبُ": ھُنَا اللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ. وَالصَّخَبُ: الصِّیَاحُ وَاللَّغَطُ. وَ"النَّصَبُ": التَّعَبُ.

اَلْقَصَبُ: سوراخ دار یا وہ موتی جو اندر سے خالی ہو۔ صَخَبٌ: شوروغل۔ نَصَبٌ: تکان وتھکاوٹ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنھا، ج۵ص۳۹، رقم: ۳۸۱۹ صحیح مسلم، باب فضائل خدیجۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنھا، ج۷ص۱۳۳، رقم: ۶۴۲۹ المعجم الصغیر، باب الالف من اسمہ احمد، ج۱ص۳۳، رقم: ۱۹ سنن ترمذی، باب فضل خدیجۃ رضی اللہ عنھا، ج۵ص۷۰۲، رقم: ۳۸۷۶ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مناقب خدیجۃ بنت خویلد، ج۵ص۹۳، رقم: ۸۳۵۸)

شرح حدیث: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی سب سے پہلی بیوی اور رفیقہ حیات ہیں یہ خاندان قریش کی بہت ہی باوقار و ممتاز خاتون ہیں ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے ان کی شرافت اور پاک دامنی کی بنا پر تمام مکہ والے ان کو طاہرہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق وعادات اور جمال صورت وکمال سیرت کو دیکھ کر خود ہی آپ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشراف قریش کے مجمع میں باقاعدہ نکاح ہوا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بہت ہی جاں نثار اور وفا شعار بیوی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ان سے بہت ہی بے پناہ محبت تھی چنانچہ جب تک یہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور یہ مسلسل پچیس سال تک محبوب خدا کی جاں نثاری وخدمت گزاری کے شرف سے سرفراز رہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اپنی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا سامان دے

دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا، ج ۴، ص ۳۶۳ والاستیعاب، کتاب النساء ۳۳۴۷، خدیجہ بنت خویلد، ج ۴، ص ۳۷۹)

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوت پر یہی ایمان لائیں اور ابتداء اسلام میں جب کہ ہر طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مخالفت کا طوفان اٹھا ہوا تھا ایسے خوف ناک اور کٹھن وقت میں صرف ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی ذات تھی جو پروانوں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قربان ہو رہی تھیں اور اتنے خطرناک اوقات میں جس استقلال و استقامت کے ساتھ انہوں نے خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اس خصوصیت میں تمام ازواج مطہرات پر ان کو ایک ممتاز فضیلت حاصل ہے۔

ان کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ تمام دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ اچھی اور باکمال چار بیبیاں ہیں ایک حضرت مریم دوسری آسیہ فرعون کی بیوی تیسری حضرت خدیجہ چوتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) یہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس ایک برتن میں کھانا لے کر آ رہی ہیں جب یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس آ جائیں تو ان سے ان کے رب عزوجل کا اور میرا سلام کہہ دیجئے اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ، رقم ۳۸۲۰، ج ۲، ص ۵۶۵)

سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کی وفات کے بعد بہت سی عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت آخرِ عمر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قلب مبارک میں رچی بسی رہی یہاں تک کہ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے یہاں بھی ضرور گوشت بھیجا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بار بار حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر فرماتے رہتے تھے ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہ رمضان میں مکہ مکرمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی اور مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کی قبر انور میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انکی نماز نہیں پڑھائی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے تین یا پانچ دن پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تھا ابھی چچا کی وفات کے صدمہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم گزر رہے ہی تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اس سانحہ کا قلب مبارک پر

اتنا زبردست صدمہ گزرا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔ (جنتی زیور ۴۷۹)

(712) وَعَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ تَوَضَّاَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَاَكُوْنَنَّ مَعَهُ يَوْمِيْ هٰذَا، فَجَاءَ الْمَسْجِدَ، فَسَاَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا وَجَّهَ هَاهُنَا، قَالَ: فَخَرَجْتُ عَلٰى اَثَرِهٖ اَسْاَلُ عَنْهُ، حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ اَرِيْسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ وَتَوَضَّاَ، فَقُمْتُ اِلَيْهِ، فَاِذَا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلٰى بِئْرِ اَرِيْسٍ وَّتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ، فَقُلْتُ: لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ، فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: اَبُوْ بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ، فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ"فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّمِيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِيْ يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِيْ، فَقُلْتُ: اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ - يُرِيْدُ اَخَاهُ - خَيْرًا يَّاْتِ بِهٖ. فَاِذَا اِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے گھر میں وضو کیا اور نکلے اور کہا میں آج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا۔ پھر مسجد میں آئے اور آپ ﷺ کے بارے پوچھا لوگوں نے بتایا کہ اس طرف گئے ہیں' فرماتے ہیں کہ میں آپ کے نشان قدم پر پوچھتے ہوئے چل پڑا۔ حتیٰ کہ بئر اریس جا پہنچا۔ میں دروازہ کے پاس بیٹھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا پھر اٹھ کر میں آپ کی طرف آیا۔ دیکھا کہ آپ بئر اریس کے منڈیر پر بیٹھے ہیں اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹایا اور کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ پھر میں واپس لوٹا اور دروازے کے پاس بیٹھ گیا میں نے کہا کہ میں آج رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے دروازہ پر دستک دی میں نے کہا کون ہیں جواب دیا ابوبکر میں نے کہا ٹھہر جایئے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں متوجہ ہوا حتیٰ کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا داخل ہو جائیں اور آپ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ پس حضرت ابوبکر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب منڈیر پر آپ کے ساتھ بیٹھ گئے رسول اللہ ﷺ کی طرح اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا دیا۔ پھر میں لوٹا اور دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔

مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بن الخَطَّابِ. فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، ثُمَّ جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ عُمَرَ. فَقُلْتُ: اَذِنَ وَيُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ. فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَّسَارِهِ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ. ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ. فَقُلْتُ: اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا- يَعْنِيْ اَخَاهُ - يَأْتِ بِهٖ. فَجَاءَ اِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بن عَفَّانَ. فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ. وَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ. فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَجِئْتُ. فَقُلْتُ: اُدْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُكَ. فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ. فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ. قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں اپنے ایک بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا کہ وہ مجھے پیچھے سے آ کے مل جائے گا' تو میں نے کہا کہ اگر اللہ فلاں سے بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو لائے فلاں سے مراد وہی بھائی ہے اچانک کوئی انسان دروازہ کو حرکت دیتا ہے۔ میں نے کہا کون؟ جواب دیا: عمر بن خطاب میں نے کہا: ٹھہریئے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کی: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا: ان کو اجازت دے دے اور جنت کی خوشخبری دے۔ میں نے حضرت عمر سے آ کر کہا آپ نے اجازت عطا فرمائی ہے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ پس وہ داخل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ منڈیر پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ میں پھر لوٹا اور بیٹھ گیا۔ میں دل میں کہنے لگا اگر اللہ فلاں سے یعنی اپنے بھائی کے بارے بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو لے آئے تو ایک انسان آیا۔ اس نے دروازہ کو حرکت دی میں نے کہا کون؟ جواب دیا: عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہر جائیں اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور ان کے بارے آپ کو بتایا تو آپ تو فرمایا: اس کو اجازت دے اور جنت کی بشارت دے ایک مصیبت کے ساتھ جو اس پر آئے گی۔ میں آیا اور کہا داخل ہو جائیں آپ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں ایک آزمائش کے ساتھ جو تم پر آئے گی۔ تو وہ داخل ہوئے۔ انہوں نے منڈیر کو پر پایا تو دوسری جانب اس

کے سامنے آبیٹھے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں: میں نے اس کا مطلب قبور سمجھا ہے۔ (متفق علیہ)

وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ: وَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ الْبَابِ. وَفِيْهَا: اَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دروازہ کی دربانی کا حکم فرمایا اور اس میں ہے کہ جب حضرت عثمان کو بشارت دی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور کہا اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

وَقَوْلُهُ: "وَجَّهَ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ. اَيْ: تَوَجَّهَ. وَقَوْلُهُ: "بِئْرِ اَرِيْسٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُّثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ سَاكِنَةٌ ثُمَّ سِيْنٌ مُّهْمَلَةٌ وَهُوَ مَصْرُوْفٌ وَمِنْهُمْ مَّنْ مَّنَعَ صَرْفَهُ. وَ"الْقُفُّ" بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ: وَهُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ. وَقَوْلُهُ: "عَلٰى رِسْلِكَ" بِكَسْرِ الرَّاءِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ، وَقِيْلَ: بِفَتْحِهَا، اَيْ: اُرْفُقْ.

وجه: واؤ پر زبر اور جیم پر شد کے ساتھ یعنی متوجہ ہوئے۔ بیئر اریس: ہمزہ پر زبر اور را پر زیر کے ساتھ اس کے بعد یا مثناۃ کے نیچے زیر پھر سین مہملہ یہ منصرف ہے۔ بعض نے اسے غیر منصرف بھی کہا ہے۔ القف: قاف پر پیش اور فا پر شد کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر کو کہتے ہیں۔ علی رسلك: راء پر زیر مشہور ہی ہے لیکن اس پر زبر بھی پڑھی گئی ہے اس کا مطلب ہے: ٹھہر جا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، ج۵ص۸، رقم: ۳۶۷۴ صحیح مسلم، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج۷ص۱۱۸، رقم: ۶۳۶۷ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۴ص۳۹۳، رقم: ۱۹۵۲۴ سنن ترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان، ج۵ص۶۲۱، رقم: ۳۷۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حائط دراصل دیوار کو کہتے ہیں پھر اس باغ کو کہہ دیتے ہیں جو چاردیواری سے گھرا ہو یہاں وہی مراد ہے اور حضرت ابوموسیٰ اس باغ کے دروازے پر حضور کے دربان بن بیٹھے تھے حضور انور وسط باغ میں جلوہ افروز تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے دروازہ کھٹکھٹایا ابوموسیٰ اشعری نے عرض کیا یارسول اللہ کوئی صاحب دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں کیا کھول دوں تب یہ فرمایا۔ معلوم ہوا حضور انور نے نور نبوت سے یہ بھی دیکھ لیا کہ آنے والے جناب صدیق ہیں اور یہ بھی کہ وہ قطعی جنتی ہیں فرمایا دروازہ بھی کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت بھی دے دو۔

اس کا شکر کیا کہ اب میں رجسٹری شدہ جنتی ہوگیا کہ مالک جنت نے مجھے اپنی زبان سے جنتی فرمادیا صلی اللہ علیہ وسلم، جیسے حضور انور صرف مسلمان کہہ دیں اس کی تقدیر جاگ جاوے۔

یہ ہے حضور انور کی شان بشری حضور انور کی بشارت ونذارت سن کر نہیں بلکہ دیکھ کر ہے جس درجہ کا جو جنتی ہے اس درجہ کی اسے بشارت ہے۔ جنت کی بشارت میں حسن خاتمہ، قبر کے سوالات میں کامیابی، حشر میں کامیابی، پل صراط پر خیریت سے گزرنا سب ہی آ گیا کیونکہ جنت تو ان چیزوں کے بعد ملے گی، اب ان حضرات کا دوزخی ہونا ایسا ہی ناممکن ہو گیا جیسے دو خدا ہونا بالکل ناممکن ہے کیونکہ ہم نے جس زبان سے اللہ کی وحدانیت سنی اسی زبان سے ان کا جنتی ہونا سنا، حضور کی زبان وہ زبان ہے جس پر خود اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔ ان کا ہر کلام وحی الٰہی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ان حضرات کو دوزخی ماننے والا ایسا ہی جہنمی ہے جیسے دو خدا ماننے والا۔

یہاں علیٰ بمعنی مع ہے یعنی انہیں جنت کی بشارت دو مگر ایک مصیبت عظمیٰ کے ساتھ۔ خیال رہے کہ مومن کی تکالیف اور مصیبتیں بھی اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اس لیے اس مصیبت کی بشارت دی گئی۔ (مرقات)

حضرت عثمان غنی نے دونوں چیزوں پر خدا کا شکر کیا مگر بلا وقفہ پھر اللہ سے مدد مانگی کہ مجھے صبر کی توفیق ملے۔ خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر دفعیہ کی دعا کرنا ممنوع ہے کہ اس میں ایک طرح کی بے صبری ہے۔ عبدیت کے اظہار کے لیے ہر وقت دعائیں مانگو مگر امتحان کے موقعہ پر دفعیہ کی دعا نہ کرو بلکہ صبر کر کے پاس ہونے کی کوشش کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کی شہادت کی تفصیلی خبر دی تو فرمایا اللّٰھم اعط حسینی صبرا جمیلا واجرا جزیلا خدایا میرے حسین کو صبر جمیل دے اور اجر جزیل یعنی بڑا ثواب دے۔ دفعیہ کی دعا نہ کی بچہ کو امتحان سے بچاتے نہیں بلکہ محنت کرا کے کامیاب کراتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۳۲۶)

(713) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَیْنَا، وَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰی اَتَیْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا؟ فَلَمْ اَجِدْ! فَاِذَا رَبِیْعٌ یَّدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ - وَالرَّبِیْعُ: الْجَدْوَلُ الصَّغِیْرُ - فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر ﷛ بھی تھے اور ایک جماعت بھی موجود تھی، تو رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے، تو آپ نے کافی دیر کر دی ہم ڈر گئے کہ ہماری عدم موجودگی میں آپ کو شہید نہ کر دیا گیا ہو اور ہم گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ میں سب سے پہلے گھبرایا میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلا حتیٰ کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا میں نے اس کا چکر لگایا کہ مجھے دروازہ ملے جو مجھے نہ ملا۔ اچانک مجھے ایک نالہ نظر آیا جو بیرونی کنویں سے باغ کی دیوار میں سے آ رہا

وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "اَبُوْ هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: "مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا. فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا. فَفَزِعْنَا. فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ. فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ. فَاحْتَفَرْتُ كَمَا يَحْتَفِرُ الثَّعْلَبُ. وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ مِنْ وَّرَائِيْ. فَقَالَ: "يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ. فَقَالَ: "اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَّقِيْتَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ. فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تھا۔ (ربیع کا معنی چھوٹا نالہ ہے۔) میں سمٹ کر لومڑی کی طرح اندر داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ابوہریرہ ہے میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تھے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیر لگا دی ہم ڈر گئے کہ آپ کو ہماری عدم موجودگی میں شہید نہ کر دیا گیا ہو۔ تو ہم گھبرا گئے اور میں سب سے پہلے گھبرایا تو میں اس باغ کے پاس آ پہنچا۔ پھر میں سکڑا جس طرح لومڑی سکڑتی ہے اور اندر آ گیا اور لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ آپ نے مجھے اپنا جوڑا مبارک عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ میرا یہ جوڑا لے جا اس دیوار کے پیچھے تم کو جو ملے اور وہ یقین قلب سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو تو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ اور لمبی حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

"اَلرَّبِيْعُ": اَلنَّهْرُ الصَّغِيْرُ، وَهُوَ الْجَدْوَلُ - بِفَتْحِ الْجِيْمِ - كَمَا فَسَّرَهُ فِي الْحَدِيْثِ. وَقَوْلُهُ: "احْتَفَرْ تُرْوٰى بِالرَّاءِ وَبِالزَّا، وَمَعْنَاهُ بِالزَّايِ: تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتّٰى اَمْكَنَنِي الدُّخُوْلُ.

اَلرَّبِيْعُ: چھوٹی نہر کھالا۔ اَلْجَدْوَلُ: جیم پر زبر کے ساتھ جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر وارد ہے۔ اِحْتَفَرْتُ: را اور زا دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ زاء کے ساتھ اس کا مطلب ہے میں سکڑا چھوٹا بنا حتیٰ کہ میں نالے میں داخل ہو سکا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاك فیه دخل الجنة وحرم علی النار، ج۱ص۴۴ رقم: ۱۵۶، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج۱۰ص۴۰۸ رقم: ۴۵۴۳، جامع الاصول، الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال، الفصل الاول، ج۹ص۳۵۹ رقم: ۷۰۰۳، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ج۱ص۹، رقم: ۳۹)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی

ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈھنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا باغ کے ارد گرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی تھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے وہ بولے اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لیے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ (مسلم)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لیے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، محدثین کے شیخین بخاری و مسلم، فقہاء کے شیخین امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رضی اللہ عنہم، منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔

(حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے) اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دشمن ہیں، یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے، ورنہ اللہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

(انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا) بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ۔ بستان ہر باغ کو کہہ سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہو یا نہ ہو۔

(باغ کے ارد گرد گھوما) اس لیے کہ اندازے سے مجھے پتا لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی، جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط۔

(مگر نہ ملا) یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگی عشق محبوب کی وجہ سے۔

(جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی) وہ نظر آ گئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں، ان کی کیفیات عقل سے وراء ہیں، دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی، یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حصہ ملا ہو۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا) معلوم ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابو ہریرہ بتکلف داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا ازروئے قانون ممنوع ہے، مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتشِ نمرود میں ڈالنا، بے قصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے، قانون اس سے کوسوں دُور ہے۔

(حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں) یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آ گئے۔

(فرمایا تمہارا کیا حال ہے) یعنی پریشان کیوں ہو، ہانپ کیوں رہے ہو۔

(پہلے میں ہی گھبرایا) اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر وریا، یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔

(لومڑی کی طرح سکڑ گیا) اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجا نہ لا سکا، بغیر اذن آ گیا، سلام بھی کرنا بھول گیا، حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

(باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں) یعنی شعر ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ازیں مے ہمچو من بسیار شد مست

ع ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

(مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے) کیوں عطا کئے، عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تا کہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں۔ عاشق کہتے ہیں نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ منشاء یہ ہے کہ آگے

صرف "لا الٰہ الا اللہ" کا ذکر ہے، ابو ہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو، اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے، عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا، کفش برداری میں سارے عقائد و اعمال آگئے، ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔

(جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے) سبحان اللہ! کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں، صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے، جو ہمارے راز دار ہیں۔

(اسے جنت کی بشارت دے دو) یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو۔ یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابو ہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی سعادت وشقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے، زبان سے اقرار بھی کرے۔ پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جاویں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قید لگادی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔

(جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے، ملاقات حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تفسیر ہے۔

(میرے سینہ پر ہاتھ مارا) یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے، یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو، میں نہ مانا، تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بیرم کچھ کہے سنے مارنا عقل کے خلاف ہے۔ (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کمزور تھے۔ اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہو تب بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔

(فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ) خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے ابو ہریرہ! تم تعمیل کر چکے ہو، میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی، اس کی عام اشاعت کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہد ہیں۔ عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ حدیث وقرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔ کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔ یہ حدیث تقلید آئمہ کی قوی دلیل ہے۔

(اور رو رو کر فریاد کی) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی۔ خیال رہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں آ کر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریاد رس کو دیکھ کر رو یا کرتا ہے۔

(مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی) یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں پر قرض سوار ہو گیا یعنی غالب آ گیا۔

(انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو) یعنی اس کام کے لیے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کیلئے جاؤ۔

(اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر، جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایات وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی۔

(یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا) یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں، ان کی خبریں معتبر، جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔

(جنت کی بشارت دے دیں) خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر رازدار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔

(عرض کیا ایسا نہ کیجئے) یعنی آئندہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیش کش ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی۔ رب فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا، تعمیل ارشاد ہو چکی۔

(کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) یعنی وہ نومسلم لوگ جو ابھی تک منشاء کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے، اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔

(کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) یعنی تمہاری رائے منظور ہے، بہت درست ہے۔ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے جناب حضرت ابو ہریرہ کا نہ قصاص دلوایا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض محدث، مجتہد استاد ہیں، محدث شاگرد، استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ

غلطی سے سزا دیدے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خطاء ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نالی کیوں نظر آئی (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابوہریرہ کو کیوں روکا (۶) انہیں مارا کیوں (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کیوں کرائی (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی (۹) حضور نے ان کی رائے قبول کیوں کر لی (۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ا ص ۴۷)

(714) وَعَنْ اَبِیْ شِمَاسَةَ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِیْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، فَبَكٰى طَوِيلًا، وَّحَوَّلَ وَجْهَهُ اِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ، يَقُوْلُ: يَا اَبَتَاهُ، اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: اِنَّ اَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْ رَاَيْتُنِیْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدُّ بُغْضًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّیْ، وَلَا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهٗ، فَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلَاُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِیْ، فَقَالَ: "مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟" قُلْتُ: اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِطَ، قَالَ: "تَشْتَرِطُ مَاذَا؟" قُلْتُ: اَنْ يُّغْفَرَ لِیْ، قَالَ: "اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ

ابوشماسہ کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمرو بن عاص ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ موت کی حالت نزع میں تھے۔ آپ کافی دیر روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی جانب کر لیا۔ تو ان کے بیٹے نے کہا ابا جان کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بشارت نہیں دی کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں چیز کی بشارت نہیں دی تو انہوں نے اپنا چہرہ اس طرف متوجہ کیا اور کہنے لگے یقیناً سب سے افضل چیز جس کو ہم شمار کرتے ہیں وہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے۔ مجھ پر تین دور گزرے میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن کوئی اور نہ تھا اور مجھے سب سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ موقعہ پا کر آپ کو قتل کر سکوں۔ اگر میں اس حال میں مرجاتا تو جہنمی ہوتا پھر جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا: اپنا ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا میں نے اپنا ہاتھ روک لیا فرمایا: اے

قَبْلَهُ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا اَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَيْنِيْ مِنْهُ، اِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهُ مَا اَطَقْتُ، لِاَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنِيْ مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ وَلِيْنَا اَشْيَاءَ مَا اَدْرِيْ مَا حَالِيْ فِيْهَا، فَاِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِيْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ، فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ، فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ، وَاَنْظُرَ مَا اُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّيْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عمرو! کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ شرط لگالوں فرمایا کس چیز کی شرط لگاتا ہے۔ میں نے کہا کہ میری مغفرت کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم کو علم نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا اور عظیم تر میری آنکھ میں کوئی نہ تھا۔ اور میں آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر نہ دیکھ پاتا تھا۔ اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ آپ کی وصف بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا۔ اگر میں اس حال میں مر جاتا تو امید ہے کہ میں اہل جنت سے ہوتا پھر ہم کو کچھ چیزوں پر والی بنایا گیا۔ میں نہیں جانتا اس میں میرا کیا حال ہوگا۔ تو جس وقت میں مر جاؤں تو میرے ساتھ بین کرنے والی کوئی نہ ہو۔ اور نہ ہی آگ ہو تو جب تم مجھ کو دفن کر لو تو مجھ پر مٹی آرام سے ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد ٹھہر جانا اتنی دیر کہ جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے' تاکہ میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے ربّ کے قاصدوں کو کس چیز کے ساتھ جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "شُنُّوْا" رُوِيَ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمُهْمَلَةِ، اَيْ: صُبُّوْهُ قَلِيْلًا قَلِيْلًا. وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ.

شُنُّوْا: شین مہملہ اور معجمہ دونوں طرح روایت کیا گیا ہے یعنی تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کون الاسلام یهدم ما قبله و کذا الهجرة، ج۱ص۷۸، رقم: ۳۳۶ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الکافر الحزلی یقتل مسلما ثم یسلم، ج۹ص۹۸، رقم: ۱۸۶۵۴ مستخرج ابی عوانة، بیان رفع الاثم عن الذی یاتی الشیء والمنهی عنه قبل علمه، ج۱ص۹۷، رقم: ۱۵۶ مشکٰوة المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ج۱ص۸، رقم: ۲۸)

شرح حدیث: بندے کے لئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی محبت کا بیان

اس بات پر آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

(1) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر۔

(پ28، الصف:4)

(2) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

(پ2، البقرہ:222)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

(پ2، البقرہ:222)

اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے پس اس کے گذشتہ گناہ نقصان نہیں دیتے اگرچہ کثیر ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گذشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے محبت کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذکر فرمایا: ارشادِ خداوندی ہے:

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (پ3، اٰل عمران:31)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُّحِبُّ وَلِمَنْ لَّا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا لِمَنْ يُّحِبُّ۔

ترجمہ: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ دُنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف اُسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب کلام ابن مسعود، الحدیث ۳۰، ج۸، ص۱۶۱)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج وملال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ رفعت نشان ہے: جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو وہ اس سے محبت فرماتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۴۸۹۴، ج ۳، ص ۳۸۲) (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، الحدیث ۷۷، ج ۳، ص ۵۵۲)

حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهٗ، الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ۔

ترجمہ: جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

حضرت سَیِّدُنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بندے سے محبت کرتا ہے حتی کہ وہ محبتِ الٰہی میں اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے: بندہ نفلی عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ سے وحشت محسوس کرتا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے اور تمام اسباب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج وملال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے۔ پوچھا گیا: چننے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس کا مال اور اولاد نہیں چھوڑتا۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۹۷۳، ج ۱، ص ۱۵۱)

96-بَابُ وِدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهٖ عِنْدَ فِرَاقِهٖ لِسَفَرٍ وَغَيْرِهٖ وَالدُّعَاءِ لَهٗ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر پر جدائی کے وقت اسے وصیت کرنے اور اس کے لیے دعا کرنے اور اپنے لیے دعا کی درخواست کرنے کا ذکر

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس کی وصیت ابراہیم

وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ) (البقرة: 132۔133)

(علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب (علیہ السلام) نے (فرمایا): اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کو منتخب فرمایا ہے' تو تم صرف مسلمان ہی مرنا۔ کیا تم حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت حاضر ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے لیے اسلام لانے والے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہتان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خازن) معنٰی یہ ہیں کہ اے بنی اسرائیل تمہارے پہلے لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخر وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر اُن سے اسلام و توحید کا اقرار لیا تھا اور یہ اقرار لیا تھا جو آیت میں مذکور ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں داخل کرنا تو اس لئے ہے کہ آپ ان کے چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور آپ کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے ذکر فرمانا دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ آپ حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے ہیں دوسرے اس لئے کہ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

(715) وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَمِنْهَا: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - الَّذِيْ سَبَقَ فِيْ بَابِ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا خَطِيْبًا، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ

اور احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم کی طویل حدیث باب اکرام اہل بیت رسول ﷺ میں (نمبر 346) کے تحت گزر چکی ہے۔ (ایک حصہ اس کا ذکر کرتے ہیں) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی

قَالَ: "اَمَّا بَعْدُ، اَلَا اَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیبَ، وَاَنَا تَارِكٌ فِیْكُمْ ثَقَلَیْنِ، اَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ، فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ"، فَحَثَّ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ، وَرَغَّبَ فِیْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَاَهْلُ بَیْتِیْ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

اور وعظ ونصیحت کی اور پھر فرمایا۔ اما بعد: خبردار اے لوگو! میں ایک انسان ہوں عنقریب میرے ربّ کا قاصد آئے گا' تو میں لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو قابل قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نور ہے' تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو تو آپ نے اللہ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور شوق دلایا پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تم کو اپنی آل کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں (کہ ان سے حسن سلوک کرنا) (مسلم) پوری حدیث پیچھے گزرچکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۷ص۱۲۲، رقم: ۶۳۷۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب بیان اهل بیته الذین هم آله، ج۲ص۱۴۸، رقم: ۲۹۷۱، سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القرآن، ج۲ص۵۲۴، رقم: ۳۳۱۶، سنن الکبرٰی للنسائی، من اسمه العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۵۱، رقم: ۸۱۷۵، مسند امام احمد، حدیث زید بن ارقم، ج۴ص۳۶۶، رقم: ۱۹۲۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اے لوگو! میں ایک انسان ہوں) چونکہ میں بشر ہوں لہذا مجھے بھی موت یقیناً آنی ہے ؎

جو یہاں آیا ہے اس کو ہوگا جانا ایک دن سب کو ہے منہا خلقنا کم کا صدمہ ایک دن

(عنقریب میرے ربّ کا قاصد آئے گا) رسول رب سے مراد یا حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو سب کے پاس موت کے وقت آتے ہیں، یا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو وفات شریف کے وقت ملک الموت کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے استقبال کے لیے بارگاہ الٰہی میں ساتھ لے جانے کے لیے۔

(میں تم میں دو قابل قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں) ثقلین بنا ہے ثِقل سے بمعنی بوجھ، جن وانس کو بھی ثقلین کہتے ہیں کہ زمین میں ان کا بڑا وزن ہے، پھر فرمان الٰہی احکام شرعیہ کو ثِقل کہتے ہیں کہ ان پر عمل نفس پر بوجھ ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا چونکہ قرآن مجید پر عمل اہل بیت کی اطاعت نفس پر بھاری ہے لہذا انہیں ثقلین فرمایا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ثقلین بمعنی زینت کی چیز ہیں۔ جن وانس کو ثقلین اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ان سے زمین کی زینت ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ محشر میں انہیں کا حساب وکتاب ہے، چونکہ ایمان کی زینت دین کی رونق قرآن مجید اور اہل بیت اطہار سے ہے اس لیے انہیں ثقلین فرمایا۔ (مرقات) یعنی دو بھاری بھرکم چیزیں یا نفیس ترین چیزیں جو متاع ایمان میں سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔

(اس میں ہدایت اور نور ہے) یعنی قرآن مجید میں عقائد واعمال کی ہدایت ہے اور یہ دنیا میں دل کا نور ہے قیامت میں پلصراط کا نور۔

(تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو) استمساك کے معنی ہیں مضبوطی سے تھامنا کہ چھوٹ نہ جائے قرآن کریم کو ایسی مضبوطی سے تھامو کہ زندگی اس کے سایہ میں گزرے موت اس کے سایہ میں آئے کیونکہ

گرتومی خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن

خیال رہے کہ کتاب اللہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی شرح اور اس پر عمل کرانے والی ہے، سنت کے بغیر کتاب اللہ پر عمل ناممکن ہے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صرف قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ فقہ بھی کتاب اللہ کی ہی شرح یا حاشیہ ہے۔

(برانگیختہ کیا اور شوق دلایا) یعنی قرآن مجید پر عمل نہ کرنے سے ڈرایا عمل کرنے پر رغبت دی ثواب کا وعدہ فرمایا۔

(ان سے حسن سلوک کرنا) یعنی میری اولاد میری ازواج جناب علی وغیرہم ان کی اطاعت ان سے محبت کرو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بیت یعنی گھر دو ہیں: ایک جسم کا گھر، دوسرے ذکر کا گھر یہ دونوں آبادی دنیا کا ذریعہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم خانہ والے تو آپ کی اولاد ازواج ہیں اور ذکر خانہ والے تاقیامت علماء اولیاء صالحین ہیں ان کے دلوں میں حضور کا نور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ (حکیم علی ترمذی، اشعۃ اللمعات)

میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں، ان کی نافرمانی بے ادبی بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔ خیال رہے کہ حضرات صحابہ اور اہل بیت کی لڑائیاں جھگڑے عداوت وبغض کے نہ تھے بلکہ اختلاف رائے کے تھے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اختلاف رائے یوسف علیہ السلام کے متعلق یا جناب سارہ کا اختلاف رائے حضرت ہاجرہ سے لہذا وہ نہ کفر ہیں نہ الحاد ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت علی وعائشہ دونوں پر الزام آجاوے کہ دونوں اہل بیت ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی جنگ ہوئی جمل میں، اس پر مفصل گفتگو ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

یہ فرمان عالی اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا جیسے کنویں میں گیا ہوا ڈول رسی سے وابستہ رہے تو پانی لے آتا ہے وہاں کی کیچڑ میں نہیں پھنستا لیکن اگر رسی سے کھل جاوے تو وہاں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، دنیا کنواں ہے جہاں نیک اعمال وایمان کا پانی بھی ہے اور کفر وگناہوں کی دلدل بھی، ہم لوگ گویا ڈول ہیں اگر قرآن اور صاحب قرآن سے وابستہ رہے تو یہاں کے کفر وعصیان میں نہیں پھنسیں گے نیک اعمال کا پانی لے کر بخیریت اپنے گھر پہنچیں گے۔ خیال رہے کہ قرآن رسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کھینچنے والے مالک ہیں اور اگر حضور رسی ہیں تو رب تعالی اوپر کھینچنے والا۔ امام ابوصیری کہتے ہیں

دعا الی اللہ فالمستمسکون بہ مستمسکون بحبل غیر منفصم

رسی کا ایک کنارہ ڈول میں ہوتا ہے دوسرا کنارہ اوپر والے کے ہاتھ میں اگر اوپر والا ہاتھ نہ کھینچے تو رسی ڈول کو نہیں نکال سکتی۔

لہذا کوئی قرآن چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آسکتا۔ خیال رہے کہ بعض مؤمنین بغیر کتاب اللہ صرف نبی کے ذریعہ رب تک پہنچ گئے جیسے فرعونی جادوگر یا جیسے وہ لوگ جو عین جہاد میں ایمان لا کر فوراً شہید ہو گئے مگر کوئی شخص صرف کتاب اللہ سے بغیر نبی رب تک نہیں پہنچا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۱۷۳)

(716) وَعَنْ اَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا، فَظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا اَهْلَنَا، فَسَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا، فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ: "ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ، فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ، وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ، وَصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، وَصَلُّوْا كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَّكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہم سب ہم عمر جوان تھے۔ ہم آپ ﷺ کے پاس تقریباً بیس رات تک قیام پذیر رہے اور رسول اللہ ﷺ نہایت رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم گھر والوں سے اداس ہیں، تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے گھر والوں میں کون کون ہے، جس کو چھوڑ آئے ہو ہم نے آپ کو بتایا: تو آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو لوٹو اور وہیں رہ جاؤ ان کو تعلیم دو اور انہیں کار خیر کا حکم دو اور فلاں نماز اس وقت اور فلاں اس وقت ادا کرو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور تم میں سے بڑا جماعت کرائے۔ (متفق علیہ)

زَادَ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ"۔

اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے اور نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

وَقَوْلُهُ: "رَحِيْمًا رَّفِيْقًا رُوِيَ بِفَاءٍ وَقَافٍ، وَّرُوِيَ بِقَافَيْنِ۔

رَحِيْمًا رَفِيْقًا: نرم مزاج، ف اور قاف اور دونوں قافوں کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ (یعنی رقیقا)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمة الناس والبهائم، ج۸ص۹، رقم: ۶۰۰۸ صحیح مسلم، باب من احق بالامامة، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۶۷ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب وجوب تعلم ما تجزی به الصلاة من التكبير، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۶۱۱ سنن الدارمی، باب من احق بالامامة، ج۱ص۳۱۸، رقم: ۱۲۵۳ صحیح ابن حبان، باب صفة الصلاة، ج۵ص۱۹۰، رقم: ۱۸۷۲ مسند امام احمد

بن حنبل، حدیث مالک بن الحویرث، ج۵ص۴۳۶، رقم: ۱۵۶۳۶)

شرح حدیث: گھر میں آنے جانے کی سنتیں اور آداب

ہمیں ہر روز اپنے یا کسی عزیز یا دوست واحباب کے گھر میں جانے کی حاجت پڑتی رہتی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ گھر میں داخل ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر میں جائیں تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوں یا ایک طرف ہٹ کر؟ اور کس طرح اجازت طلب کریں؟ اگر اجازت نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے؟ دعا پڑھ کر گھر سے نکلنے کی کیا کیا برکتیں ہیں؟ اگر گھر میں کوئی موجود نہ تو کیا پڑھنا چاہیے؟ گھر میں داخل ہونے اور اجازت طلب وغیرہ کے حوالے سے متعدد سنتیں اور آداب ہیں:

(۱) اپنے گھر میں آتے ہوئے بھی سلام کریں اور جاتے ہوئے بھی سلام کریں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور جاؤ تو سلام کر کے جاؤ۔

(شعب الایمان، باب فی مقاربۃ و......الخ فصل فی السلام من خرج من بیتہ، الحدیث ۸۸۴۵، ج۶، ص۴۴۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ القوی مرأۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 9 پر تحریر فرماتے ہے: بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے، کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

(۲) اللہ عزوجل کا نام لئے بغیر جو گھر میں داخل ہوتا ہے، شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔ اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ عزوجل کا ذکر کئے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے، آج کی رات یہیں گزرے گی۔ اور جب کھانے کے وقت اللہ عزوجل کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے: تمہیں ٹھکانہ بھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، الحدیث ۲۰۱۸، ج۴، ص۱۱۱۶)

(۳) جب کوئی خوش نصیب اپنے گھر سے باہر جاتے وقت باہر جانے کی دعا پڑھ لیتا ہے تو وہ گھر لوٹنے تک ہر بلا وآفت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اپنے گھر کے دروازے سے باہر نکلتا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ جب وہ آدمی کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ تو وہ فرشتے کہتے ہیں تو نے سیدھی راہ اختیار کی۔ اور جب انسان کہتا ہے، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ تو

فرشتے کہتے ہیں اب تو ہر آفت سے محفوظ ہے۔ جب بندہ کہتا ہے تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اب تجھے کسی اور کی مدد کی حاجت نہیں، اس کے بعد اس شخص کے دو شیطان جو اس پر مسلط ہوتے ہیں وہ اس سے ملتے ہیں فرشتے کہتے ہیں اب تم اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے تو سیدھا راستہ اختیار کیا۔ تمام آفات سے محفوظ ہو گیا اور خدا عَزَّ وَجَلَّ کی امداد کے علاوہ دوسرے کی امداد سے بے نیاز ہو گیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب مایدعو بہ الرجل اذا خرج من بیتہ، الحدیث ۳۸۸۶، ج ۴، ص ۲۹۲)

(۴) جب کسی کے گھر جانا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اندر آنے کی اجازت حاصل کیجئے پھر جب اندر جائیں تو پہلے سلام کریں پھر بات چیت شروع کیجئے۔ (ملخصاً بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (صحیح مسلم، کتاب الاستئذان والادب، الحدیث ۲۱۵۳، ص ۱۱۸۶)

(۵) جو سلام کئے بغیر گھر میں داخلے کی اجازت مانگے اسے داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سلام کے ساتھ ابتداء نہ کرے اس کو اجازت نہ دو۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی مقاربۃ وموادۃ اہل الدین، فصل فی الاستئذان، الحدیث ۸۸۱۶، ج ۶، ص ۴۴۱)

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ فوراً گھر میں باہر والے کی نظر نہ پڑے۔ آنے والا باہر سے سلام کر رہا ہو، اجازت چاہ رہا ہو اور صاحب خانہ پردہ وغیرہ کا انتظام کر لے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (اس لئے کہ اہل خانہ کی نجی زندگی کے اسرار منکشف نہ ہوسکیں)۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۲۱۵۶، ص ۱۱۸۹)

(۶) جب کسی کے گھر جانا ہو اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح اجازت مانگیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۴۶) حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضور نبی کریم رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہو کہ اس طرح کہے، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ اس آدمی نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن لیا اور عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمائی اور وہ اندر داخل ہوا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴، ص ۴۴۳)

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ میں جب اندر داخل ہوا اور سلام عرض نہ کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، لوٹ جاؤ اور یہ کہو، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۶، ج ۴، ص ۴۴۲)

(۷) اگر کوئی شخص آپ کو بلانے کے لئے بھیجے اور بھیجا ہوا شخص آپ کو ساتھ لے کر جائے تو اب اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ساتھ والا شخص ہی خود اجازت ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کو بلایا جائے، اور وہ ایلچی (یعنی قاصد) کے ساتھ آئے یہ اس کا اِذن (اجازت) ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آدمی کا کسی کو بلانے کے لئے بھیجنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل اذا دعی أیکون ذلک اذنہ، الحدیث ۵۱۸۹، ج ۴، ص ۴۴۷)

(۸) اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے کھنکارنا چاہے جیسا کہ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک مرتبہ رات کے وقت اور ایک مرتبہ دن کے وقت حاضر ہوتا تھا۔ جب میں رات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دیتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے کھنکارتے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۳۷۰۸، ج ۴، ص ۲۰۶)

جب کسی کے گھر جائیں تو دروازے سے گزرتے وقت ضرور تا دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کھنکار لینا چاہے تاکہ گھر کے دیگر افراد کو ہماری موجودگی کا احساس ہوجائے اور وہ آگے پیچھے ہوسکیں۔

(۹) اگر دروازے پر پردہ نہ ہو تو ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے دروازہ پر تشریف لاتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے پھر فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور یہ اس لئے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، فصل کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث ۵۱۸۶، ج ۴، ص ۴۴۶)

(۱۰) جب کوئی کسی کے گھر جائے تو اندر سے جب کوئی دروازے پر آئے تو پوچھے کون ہے؟ باہر والا میں نہ کہے جیسا کہ آج کل بھی یہی رواج ہے۔ بلکہ اپنا نام بتائے۔ جواباً میں کہنا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا، میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: میں، میں کیا؟ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا فقال انا، الحدیث ۶۲۵۰، ج ۴، ص ۱۷۱)

(۱۱) کسی کے گھر میں جھانکنا نہیں چاہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم شفیع روز محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم خانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو جھانکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے نیزہ کی نوک اس کی طرف کی چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب من اطلع فی دار قوم بغیر اذنھم، الحدیث ۲۷۱۷، ج ۴، ص ۳۲۵)

اسی طرح کسی موقع پر سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم در دولت پر جلوہ فرما تھے اور کسی نے جب سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اظہار ناراضگی فرمایا۔ جیسا کہ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو ایک شخص نے حجرہ مبارک کے سوراخ سے جھانکا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم لوہے کی کنگھی سے سر مبارک کھجار ہے تھے فرمایا: اگر میری توجہ اس طرف ہوتی کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس لوہے کی کنگھی کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ نظر سے بچاؤ کے لئے ہی تو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب من اطلع فی دار قوم بغیر اذنھم، الحدیث ۲۷۱۷، ج ۴، ص ۳۲۵)

دوسروں کے گھروں میں جھانکنے سے بچنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے گھروں کے دروازے یا کھڑکیاں بند رکھنی چاہیں یا ان پر کوئی سادہ سا پردہ وغیرہ ڈال دینا چاہے جس کی وجہ سے بے پردگی نہ ہو۔

(۱۲) گھر کے انتظامات پر بے جا تنقید نہ کریں جس سے میزبان کی دل آزاری ہو۔ ہاں، اگر ناجائز بات دیکھیں، مثلاً جانداروں کی تصاویر وغیرہ آویزاں ہوں تو احسن طریقے سے سمجھا دیں۔ ہو سکے تو کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کریں خواہ کتنا ہی کم قیمت ہو، محبت بڑھے گی۔

(۱۳) جو کچھ کھانے پینے کو پیش کیا جائے۔ کوئی صحیح مجبوری نہ ہو تو ضرور قبول کریں۔ ناپسند ہو جب بھی منہ نہ بگاڑیں کہ میز بان کی دل شکنی ہوگی۔

(۱۴) واپسی پر اہل خانہ کے حق میں دعا بھی کریں اور شکریہ بھی ادا کریں۔

(۱۵) سلام کرنے کے بعد رخصت ہوں۔

(۱۶) گھر میں اگر کوئی نہ ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہیں کہ مومنوں کے گھر میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم کی روح مبارک تشریف فرما ہوتی ہے۔ (شرح شفاء، الباب الرابع، ج ۲، ص ۱۱۸)

(۱۷) جب گھر سے باہر نکلیں تو یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ترجمہ: اللہ عزوجل کے نام سے، اللہ عزوجل ہی کی طرف سے طاقت وقوت ہے اللہ عزوجل ہی کے بھروسے پر۔ (مشکوۃ المصابیح، الحدیث ۲۴۴۳، ج۱، ص۴۵۶)

گھر سے نکلتے وقت کیا کہے

(۱) چلتے وقت سب عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کرے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اپنے لئے سب سے دعائیں کرائے کیونکہ دوسروں کی دعائیں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کس کی دعا مقبول ہوگی اس لئے سب سے دعا کرائے اور لوگ حاجی یا کسی مسافر کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ

اور حاجی سب لوگوں کے دین اور جان مال اولاد اور سلامتی وتندرستی کو خدا کے سپرد کرے۔

(۲) سفر کا لباس پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد اور چاروں قل سے پڑھ کر باہر نکلے یہ چاروں رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل ومال کی نگہبانی کریں گی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔

پھر کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے اور دروازہ سے باہر نکلتے ہی کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے تو یہ پڑھے:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ہ

ان شآء اللہ تعالیٰ خیر وعافیت کے ساتھ مکان پر واپس آئے گا۔ (بہار شریعت، ح۶، ص۲۴)

گھر سے نکلتے وقت خوشی خوشی باہر نکلے

(۳) سب سے رخصت ہونے کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو اور اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے پھر ریل وغیرہ جس سواری پر سوار ہو بِسْمِ اللّٰہ تین بار پڑھے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہ ہر ایک تین تین بار اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک بار پڑھے پھر یہ پڑھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ٥

سواری کے شر وفساد سے محفوظ رہے گا۔ (جنتی زیور ۳۷۱)

(717) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ آپ

الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ، وَقَالَ: "لَا تَنْسَانَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: "أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ"

نے اجازت دی اور فرمایا: اے ہمارے بھائی! ہم کو دعا میں نہ بھولنا تو آپ نے مجھے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلے ساری دنیا ملنے پر میں خوش نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے اے ہمارے بھائی ہم کو اپنی دعا میں شامل کرلینا۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا، ج۱ص۵۵۵، رقم: ۱۵۰۰، سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۵۹، رقم: ۳۵۶۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۴، جامع الاصول لابن اثیر، ذکر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۸ص۶۱۳، رقم: ۶۴۲۲، مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، ج۱ص۶، رقم: ۲۲۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا الآیہ۔ اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، روایت حدیث میں تمام صحابہ یہ ہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہم کو دعا میں نہ بھولنا) یعنی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اے عمر ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کے لیے اعلٰی درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا درحقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آکر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب تعالٰی کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالٰی سے بھیک لیں۔

(آپ نے مجھے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلے ساری دنیا ملنے پر میں خوش نہیں) حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ

نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا۔ معلوم ہوا کہ میں دنیا وآخرت میں صحیح مؤمن ہوں پھر مجھے حکم دیا کہ حضور کو دعائیں دوں۔ معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں۔ معلوم ہوا کہ میرا دل کاشانۂ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۷۲)

(718) وَعَنْ سالم بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ: اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، كَانَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَراً: اُدْنُ مِنِّيْ حَتّٰى اُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَدِّعُنَا، فَيَقُوْلُ: "اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ، وَاَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ"رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ اس آدمی سے جو سفر کا ارادہ کرتا فرماتے میرے قریب ہو جا میں تم کو اس طرح الوداع کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو الوداع کیا کرتے تو فرماتے میں تیرے دین، امانت اور کاموں کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۲۹۹، رقم: ۳۴۴۳، السنن الکبری للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الدعا عند الوداع، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۲۶۰۲، سنن ابن ماجه، باب تشیيع الغزاة ووداعهم، ج۲ص۹۴۳، رقم: ۲۸۲۶، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۵، رقم: ۴۷۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ کرام سفر کو جاتے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس بارگاہ عالی سے وداع ہوتے تھے اس وقت کا یہاں ذکر ہو رہا ہے، اب بھی زائرین مدینہ منورہ سے چلتے وقت آخری سلام کے لیے روضہ انور پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں "الوداع الوداع یارسول اللہ الفراق الفراق یا حبیب اللہ" ہم نے ایک وداعیہ قصیدہ عرض کیا تھا جس کے کچھ شعر یہ ہیں۔ شعر

دور سے آئے تھے پردیسی غلام ۔۔۔ عرض کرنے کو غلامانہ سلام
آستانہ سے وداع ہوتے ہیں اب ۔۔۔ یہ فرماؤ کہ بلواؤ گے کب
چشم رحمت سے نہ تم کریو جدا ۔۔۔ رکھیو اپنے سایہ میں ہم کو سدا

اس وقت جو دل کا حال ہوتا ہے وہ وداع ہونے والا ہی جانتا ہے۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے ۔۔۔ ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے
روضہ اچھا زائرا چھے، اچھی راتیں، اچھے دن ۔۔۔ سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

یہ حضور کی بندہ نوازی اور شان کریمانہ ہے کہ غلاموں سے خود ہاتھ نہیں چھوڑاتے، اب بھی وہ ہم گنہگاروں کو خود نہیں چھوڑتے، اللہ تعالیٰ ان کے قدموں سے وابستگی عطا کرے۔

(اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں) یعنی خدا تیرے دین و ایمان و خاتمہ کی حفاظت کرے، سب کچھ اس کے سپرد ہے۔ امانت سے مراد یا تو اعمال شرعیہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" الخ یا مسافروں کے آپس کے اخلاق و مالی معاملات، چونکہ سفر میں کبھی آپس میں تلخی ترشی بھی ہو جاتی ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ اس دعا میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ اے مدینہ میں میرے پاس رہنے والے اب تک تو تو میرے سایہ میں تھا کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لیتا تھا ہر مشکل مجھ سے حل کر لیتا تھا اب تو مجھ سے دور ہو رہا ہے کہ ہر حاجت میں مجھ سے پوچھ نہ سکے گا تو تیرا ہر کام خدا کے سپرد ہے۔ کیسی پیاری دعا ہے اور کسی مبارک وداع! آخر عمل سے مراد وقت موت ہے یعنی اگر اس سفر میں تجھے موت آئے تو ایمان پر آئے، تیری زندگی و موت رب کے حوالہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۲)

(719) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَدِّعَ الْجَيْشَ، قَالَ: "أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب لشکر کو الوداع کرتے تو کہتے میں تمہارے دین امانت اور کاموں کے انجام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۲۹۹، رقم: ۳۴۴۳، السنن الکبری للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الدعا عند الوداع، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۲۶۰۲، سنن ابن ماجہ، باب تشییع الغزاۃ ووداعھم، ج۲ص۹۴۳، رقم: ۲۸۲۶، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۵، رقم: ۴۷۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام ابو موسیٰ عبداللہ ابن زید ابن حصین ابن عمرو ابن حارث ابن حطمہ ابن خشعم ابن مالک ابن اوس ہے، سترہ برس کی عمر میں صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے، عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں کوفے کے حاکم رہے، وہاں ہی وفات پائی۔

اس کی شرح ابھی ہو چکی، چونکہ یہاں پورے لشکر کو وداع فرمانا ہے، اس لیے ضمیر جمع لائی گئی۔ معلوم ہوا کہ لشکرِ اسلام جنگی سامان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی ساتھ لیتا تھا۔ محمود غزنوی جب سومناتھ مندر حملہ آور ہوا تھا تو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی دعائیں اور ان کا جبہ ساتھ لایا تھا، ان مجاہدین کی تلواریں آستانہ محبوبین پر دھار دار ہوتی تھیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۳)

محمود غزنوی کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت

حضرتِ سلطان محمود غزنوی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں مدّتِ مدید سے حبیبِ ربِّ مجید عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دید کی عیدِ سعید کا آرزو مند تھا قسمت سے گزشتہ رات سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کی سعادت ملی۔ حضور مُفیضُ النور، شاہِ غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مسرور پاکر عرض کی، یارسولَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! میں ایک ہزار دِرہم کا مقروض ہوں، اِس کی ادائیگی سے عاجز ہوں اور ڈرتا ہوں کہ اگر اسی حالت میں مرگیا تو بارِ قرض میری گردن پر ہوگا۔ رَحمتِ عالَم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: محمود سُبُکْتگِین کے پاس جاؤ وہ تمہارا قرض اُتار دے گا۔ میں نے عرض کی، وہ کیسے اعتماد کریں گے؟ اگر اُن کیلئے کوئی نشانی عنایت فرمادی جائے تو کرم بالائے کرم ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جاکر اس سے کہو، اے محمود! تم رات کے اوّل حصّے میں تیس ہزار بار دُرُود پڑھتے ہو اور پھر بیدار ہو کر رات کے آخری حصّے میں مزید تیس ہزار بار پڑھتے ہو۔ اِس نشانی کے بتانے سے (اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ) وہ تمہارا قرض اُتار دے گا۔ سلطان محمود علیہ رَحمۃُ اللہِ الوَدود نے جب شاہِ خیرُ الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا رَحمتوں بھرا پیغام سنا تو رونے لگے اور تصدیق کرتے ہوئے اُس کا قرض اُتار دیا اور ایک ہزار دِرہم مزید پیش کئے۔ وُزَراء وغیرہ مُتَعَجِّب ہو کر عرض گزار ہوئے! عالیجاہ! اِس شخص نے ایک ناممکن سی بات بتائی ہے اور آپ نے بھی اس کی تصدیق فرمادی حالانکہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ نے کبھی اتنی تعداد میں دُرُود شریف پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی کوئی آدمی رات بھر میں ساٹھ ہزار بار دُرُود شریف پڑھ سکتا ہے۔ سلطان محمود علیہ رَحمۃُ اللہِ الوَدود نے فرمایا! تم سچ کہتے ہو لیکن میں نے عُلَمائے کِرام سے سنا ہے کہ جو شخص دس ہزاری دُرُود شریف ایک بار پڑھ لے اُس نے گویا دس ہزار بار دُرُود شریف پڑھے۔ میں تین بار اوّلِ شب میں اور تین بار آخرِ شب میں دس ہزاری دُرُودِ شریف پڑھ لیتا ہوں۔ اِس طرح سے میرا گمان تھا کہ میں ہر رات ساٹھ ہزار بار دُرُود شریف پڑھتا ہوں۔ جب اس خوش نصیب عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شاہِ خیرُ الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا رَحمتوں بھرا پیام پہنچایا، مجھے اس دس ہزاری دُرُود شریف کی تصدیق ہوگئی، اور گریہ کرنا (یعنی رونا) اس خوشی سے تھا کہ عُلَمائے کِرام کا فرمان صحیح ثابت ہوا کہ رسولِ غیب دان، رَحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِس پر گواہی دی ہے۔ (مُلَخَّص از: تفسیر روح البیان ج ۷ صَفْحَہ ۲۳۴ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ)

(720) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ سَفَرًا، فَزَوِّدْنِيْ. فَقَالَ: "زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى قَالَ: زِدْنِيْ قَالَ: "وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ سفر کا ہے مجھ کو زادِ راہ عطا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اللہ تعالیٰ تقویٰ والا زادعطا فرمائے۔

زِدْنِي، قَالَ: "وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

عرض کیا: کچھ اور دیں فرمایا اور تیرے گناہ بخش دے۔ عرض کیا: کچھ اور دیں فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لیے بھلائی کو آسان فرمادے تو جہاں بھی ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج۵ص۲۰۰، رقم: ۳۴۴۴، جامع الاصول، الفصل السابع فی ادعیۃ السفر والقفول، ج۴ص۲۹۰، رقم: ۲۲۸۶، الدعوات الکبیر للبیہقی، باب ما یقول عند الوداع، ص۲۲۱، رقم: ۲۸۲، کتاب الزھد لاحمد بن حنبل، ص۱۳۷، رقم: ۱۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مجھ کو زادِ راہ عطا فرمائیں) یعنی میرے لیے ایسے دعائیہ دعا فرمایئے کہ جو توشہ کی طرح سفر دنیا و سفر آخرت میں ساتھ رہے اور مجھے توشہ کی طرح ہر وقت کام آئے۔ زاد وہ زائد کھانا ہے جو مسافر کی موجودہ ضرورت سے بچا ہوا آئندہ کام آوے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے توشہ دارین سمجھتے تھے اور ہر موقعہ پر آپ سے دعائیں کراتے تھے اپنی دعاؤں پر کفایت نہ کرتے تھے۔

(تمہیں اللہ تعالیٰ تقویٰ والا زاد عطا فرمائے) یعنی تمہیں دنیا میں لوگوں سے غنا دے کہ تم سوال سے بچو اور آخرت کے لیے نیک اعمال کی توفیق بخشے، بہت جامع دعا ہے۔

(کچھ اور دیں) یعنی ابھی فقیر کی سیری نہیں ہوئی داتا کچھ اور ملے، دنیا میں صبر بہتر، آخرت کے معاملہ میں بے صبری و حرص افضل۔ شعر

حاجتے نیست مرا سیر ازیں آبِ حیات ضاعف اللہ علی کل زمانٍ عطشی

(اللہ تعالیٰ تیرے لیے بھلائی کو آسان فرمادے تو جہاں بھی ہو) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جیتے مرتے، قبر و حشر ایسی بھلائیاں عطا فرمادے جس سے تمہیں پوری کامیابی نصیب ہو۔ حیث ماکنت میں سفر، حضر، زندگی و قبر ہر جگہ داخل ہے۔ سبحان اللہ سائل کی جھولی بھر دی نہ معلوم ان الفاظ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دے دیا ہو اور سائل نے کیا کچھ لے لیا، یہ تو دینے والے اور لینے والے جانیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۴ ص۵۴)

97-بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ — استخارہ اور مشورہ کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ) (آل عمران: 159).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

کہ اُس میں اُن کی دلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنّت ہو جائے گا اور آئندہ اُمت اس سے نفع اُٹھاتی رہے گی۔ مشورہ کے معنٰی ہیں کسی امر میں رائے دریافت کرنا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ) (الشوری: 38)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کا کام باہم مشورہ کرنا ہے۔

اَیْ: يَتَشَاوَرُوْنَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ.

یعنی آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

(721) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ، يَقُوْلُ: "اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ: "عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهِ، فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ. وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ: "عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ، وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ قَالَ: "وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ تمام کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ دو رکعت نماز ادا کرے جو فرض نہ ہو پھر کہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ تو قادر ہے میں نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ تو غیب کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین، دنیا اور انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے۔ یا یہ کام میرے لیے جلد اور بدیر بہتر ہے۔ تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان فرما دے پھر مجھے اس میں برکت دے اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور انجام کار میں میرے لیے برا ہے یا کہے میرے لیے جلد اور بدیر برا ہے، تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر فرما جہاں ہے پھر مجھ کو اس پر راضی کر دے۔ فرمایا: یہاں

اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعا عند الاستخارۃ، ج۸ص۸۱ رقم: ۶۳۸۲السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاستخارۃ، ج۵ص۲۲۹ رقم: ۱۰۶۰۱سنن ترمذی، باب اصلاۃ الاستخارۃ، ج۱ص۳۴۵ رقم: ۴۸۰سنن الکبرٰی للنسائی، باب کیف الاستخارۃ، ج۳ص۳۴۷ رقم: ۵۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے) یعنی نماز استخارہ ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا، چونکہ اس دعا و نماز میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیئے اسے استخارہ کرتے ہیں۔

(جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے) بشرطیکہ وہ کام نہ حرام ہو نہ فرض و واجب اور نہ روزمرہ کا عادی کام۔ لہذا نماز پڑھنے، حج کرنے یا کھانا کھانے، پانی پینے پر استخارہ نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کا پورا ارادہ نہ کیا ہو صرف خیال ہو جیسے کوئی کاروبار، شادی بیاہ، مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی ارادہ ہو اور تردد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہوگی یا نہیں تو استخارہ کرے۔ (لمعات)

(فرض کے سوا دو رکعتیں پڑھے) خاص استخارہ کے لیئے دن میں یا رات میں مکروہ اوقات کے علاوہ میں۔ پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہ یہ ہی آسان ہے۔ (مرقاۃ)

(اور تیری قدرت کے وسیلہ سے تجھ سے قدرت مانگتا ہوں) یعنی اپنی علم و قدرت کے صدقے مجھے اس کام کے انجام سے بھی خبردار کرے اور اگر خیر ہو تو مجھے اس پر قادر بھی کردے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے صفات سے امداد طلب کرنا جائز ہے۔

(تو جانتا ہے میں نہیں جانتا) مگر تیرے بتانے سے جانتا ہوں۔ (مرقاۃ) یعنی اگر تو مجھے اس کام کا انجام بتادے تو میں بھی جان لوں۔

(میرے لیے اس جہاں اور اس جہاں میں بہتر ہو) خیال رہے کہ یہاں اللہ کے علم میں شک نہیں کہ یہ تو کفر ہے، بلکہ شک و تردد اس میں ہے کہ اس کام کی بہتری اللہ کے علم میں ہے یا بدتری لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور الفاظ میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے یا وہ۔ اب بہتر یہ ہے کہ پڑھنے والا دونوں الفاظ پڑھ لیا کرے۔

(مجھ پر آسان کردے پھر مجھے برکت دے) یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی دے، اسے آسان بھی کردے اور انجام کار برکت بھی نصیب کر، یہ معنی نہیں کہ میری تقدیر میں لکھ دے کہ تقدیر کی تحریر تو پہلے ہوچکی ہے۔

(تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے) یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی نہ دے اور میرے دل میں اس سے

نفرت بھی پیدا فرمادے کہ چھوٹ جانے پر مجھے رنج وغم بھی نہ ہو، پھیرنے کے یہ معنی بہت مناسب ہیں، اس جملے کے اور معانی بھی ہوسکتے ہیں۔

(میرے لیے بھلائی مقدر کر جہاں ہو) یعنی اس شر کام سے بچا کر اس کے عوض کوئی اور خیر کام عطا فرمادے اور اس نکاح یا تجارت سے بچا کر دوسری جگہ نکاح یا دوسرا کاروبار عطا فرما۔

(پھر مجھے اس پر راضی کردے فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے) یعنی ھذا الامر کی جگہ اپنے کام کا نام لے ھذا النکاح یاھذہ التجارۃ یا ھذہ التعمیر کہے۔ حدیث شریف میں ہے جو استخارہ کرلیا کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا اور جو استخارہ کرلیا کرے وہ نادم نہ ہوگا۔ اس استخارہ کے بعد پھر جدھر دل متوجہ ہو وہ کرے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے، پھر باوضو قبلہ رو ہوجائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفیدی جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامرادی کی علامت ہے سات روز یہ عمل کرے ان شاء اللہ اس دوران میں خواب میں اشارہ ہوجائے گا۔ استخارہ کے اور بہت طریقے اس جگہ مرقاۃ نے بیان کیئے فرمایا کہ جسے بہت جلدی ہے تو وہ صرف یہ کہہ لے اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیَ الْخَیْرَ ان شاء اللہ اس کام میں خیر و برکت ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۵۵)

98-بَابُ اسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ إِلَى الْعِيْدِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيْقٍ، وَّالرُّجُوْعِ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ لِتَكْثِيْرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

عید، عیادت مریض، حج، غزوہ، جنازہ وغیرہ کے لیے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے آنا تاکہ عبادت کی جگہیں زیادہ ہوں، مستحب ہے

(722) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن (آنے جانے کا) راستہ بدلا کرتے تھے۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: "خَالَفَ الطَّرِيْقَ" يَعْنِيْ: ذَهَبَ فِيْ طَرِيْقٍ، وَّرَجَعَ فِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ.

یہ قول "خالف الطریق" یعنی ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید، ج۱ص۲۲، رقم: ۹۸۶ الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب صلاۃ العیدین، ص۲۵۸، رقم: ۴۹۰ تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمه سعید بن الحارث بن ابی سعید بن المعلی، ج۲ص۱۷۹، رقم: ۲۲۵۴ مشکوۃ المصابیح، باب صلاۃ العیدین، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۴۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی عید گاہ جاتے اور راستے سے واپس ہوتے دوسرے راستہ سے تا کہ دونوں راستوں کو برکت حاصل ہو اور دونوں طرف کے باشندے آپ سے فیض پائیں، اور ہر طرف کے منافقین مسلمانوں کے ازدہام کو دیکھ کر جلیں اور راستوں میں بھیڑ کم ہو دونوں راستوں کے فقراء پر خیرات ہو، اہلِ قرابت کی قبور کی زیارتیں ہوں جو ان راستوں میں واقع ہیں اور دونوں راستے ہماری نماز و ایمان کے گواہ بن جائیں، لیکن جاتے وقت دراز رستہ اختیار فرماتے اور لوٹتے وقت مختصر، تا کہ جاتے ہوئے قدم زیادہ پڑیں اور ثواب زیادہ ملے۔ معلوم ہوا کہ عید گاہ پیدل جانا اور جاتے آتے راستہ بدلنا سنت ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ص۶۶۰)

(723) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ، وَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ، دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ طریق شجرہ سے نکلتے اور طریق معرس سے داخل ہوتے اور مکہ میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی کی طرف سے نکلتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من این یخرج من مکة، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۱۵۷۶، صحیح مسلم، باب استحباب دخول مکة، ج۲ص۶۲، رقم: ۳۰۹۹، السنن الصغری للبیہقی، باب دخول مکة، ج۱ص۲۸۱، رقم: ۱۶۲۸، سنن ابوداؤد، باب دخول مکة، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۱۸۶۸، سنن ابن ماجہ، باب دخول مکة، ج۲ص۹۸۱، رقم: ۲۹۴۰)

شرح حدیث: قیامت کے دن زمین ہر اس عمل کے بارے میں بتائے گی

یہ زمین جس پر ہم اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرتے ہیں اور اس سے کسی قسم کی جھجک یا شرم محسوس کئے بغیر ہر جائز و ناجائز فعل کر گزرتے ہیں۔ آج یہ ہماری کسی حرکت پر اپنے ردِ عمل کا اظہار نہیں کرتی لیکن کل قیامت کے دن یہ بھی ہمارے بارے میں گواہی دے گی کہ ہم اس پر کیا کچھ کرتے رہے ہیں؟ چنانچہ سورہ زلزال میں ارشاد ہوتا ہے،۔۔۔۔۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔

ترجمہ کنزالایمان: اس دن وہ (یعنی زمین) اپنی خبریں بتائے گی۔ (پ۳۰۔ الزلزال: ۴)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، بلاشبہ اللہ عزوجل اس زمین کو زندہ، عقل مند اور بولنے والی بنا دے گا اور یہ پہچانے گی کہ اس پر بسنے والے کیا کیا عمل کرتے رہے ہیں؟ پھر یہ نیک لوگوں کے حق میں اور گناہ گاروں کے خلاف گواہی دے گی، رسول اللہ نے فرمایا:

إِنَّ الْأَرْضَ لَتُخْبِرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِكُلِّ عَمَلٍ عُمِلَ عَلَيْهَا

یعنی بے شک قیامت کے دن زمین ہر اس عمل کے بارے میں بتائے گی۔

جو اس پر کیا جاتا رہا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ الحدیث۔۔۔۔۔۔۔۔ اور بروزِ قیامت زمین کا بولنا ہمارے مذھب کے نزدیک بعید نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک زندگی کے لئے جسم کا ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اللہ عزوجل زمین کو اس کی شکل، خشکی اور تنگی پر باقی رکھتے ہوئے اسے زندگی اور بولنے کی قوت عطا فرمائے گا، اس سے مقصود یہ ہوگا کہ زمین نافرمانوں سے شکوہ کر سکے اور فرمانبرداروں کا شکریہ ادا کر سکے، چنانچہ یہ کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی، زکوٰۃ دی، روزے رکھے اور حج کیا جبکہ فلاں نے کفر کیا، زنا کیا، چوری کی ظلم کیا۔۔۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ کافر (یہ سن کر) تمنا کریگا کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔ (التفسیر الکبیر، الجزء الثانی والثلاثون، ص ۲۵۵)

اسی آیت کے تحت تفسیر درِمنثور میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔

ترجمہ کنزالایمان: اس دن وہ (یعنی زمین) اپنی خبریں بتائے گی۔

پھر دریافت فرمایا، کیا تم جانتے ہو، یہ کیا بتائے گی؟ یہ ہر مرد و عورت کے تمام اعمال کے بارے میں بتائے گی جو وہ اس کی پیٹھ پر کرتے رہے، یہ کہے گی، اس نے فلاں دن یہ کیا تھا، اُس نے فلاں دن یہ کیا تھا۔

(بحوالہ ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ج ۴، رقم ۲۴۳۰)

اور حضرت ربیعہ جرشی ص سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

تَحَفَّظُوا مِنَ الْأَرْضِ فَإِنَّهَا أُمُّكُمْ وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ عَامِلٍ عَلَيْهَا خَيْرًا أَوْ شَرًّا إِلَّا وَهِيَ مُخْبِرَةٌ بِهِ۔

زمین سے محتاط رہو کہ یہ تمہاری اصل ہے اور جو کوئی اس پر اچھا یا برا عمل کرے گا یہ اس کی خبر دے گی۔ (ج ۸، ص ۵۴۱)

99- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الْيَمِينِ فِي كُلِّ مَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيمِ

ہر عزت والے کام میں دائیں جانب کو مقدم کرنا مستحب ہے

كَالْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ، وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ وَالسَّرَاوِيلِ وَدُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَالسِّوَاكِ، وَالْاِكْتِحَالِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ، وَنَتْفِ الْإِبْطِ، وَحَلْقِ الرَّأْسِ، وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوةِ، وَالْأَكْلِ، وَالشُّرْبِ، وَالْمُصَافَحَةِ، وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْخَلَاءِ، وَالْأَخْذِ وَالْإِعْطَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِي مَعْنَاهُ.

جیسے وضو، غسل، تیمم کرنا، کپڑا، جوتا، موزہ اور شلوار پہننا اور مسجد میں داخل ہونا۔ مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں تراشنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، سر منڈانا، نماز سے سلام پھیرنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کا استلام کرنا، بیت الخلاء سے نکلنا، لینے اور دینے میں اور جو اس کے معنی میں ہے ان سب امور میں دائیں جانب کی تقدیم اور اس کے مدمقابل کاموں میں بائیں

وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيْمُ الْيَسَارِ فِيْ ضِدِّ ذٰلِكَ، كَالْامْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ، وَدُخُوْلِ الْخَلَاءِ وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ وخَلْعِ الْخُفِّ وَالنَّعْلِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالثَّوْبِ، وَالْاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَاَشْبَاهِ ذٰلِكَ.

جانب کو ترجیح دی جائے۔ جیسے ناک صاف کرنا' تھوکنا' بیت الخلاء میں داخل ہونا' مسجد سے نکلنا' موزے' جوتے' شلوار اور کپڑا اتارنا اور استنجاء اور اس جیسے ناپسندیدہ کام۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا کِتَابِیَهْ)(الحاقة: 19) الْاٰيَاتِ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامۂ اعمال پڑھو۔

وقَالَ تَعَالٰی: (فَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ) (الواقعة: 8۔9)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔

(724) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ: فِيْ طُهُوْرِهٖ، وَتَرَجُّلِهٖ، وَتَنَعُّلِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا اچھا لگتا تھا۔ وضو کرنے میں کنگھا کرنے میں' اور جوتا پہننے میں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۱۶۸، صحیح مسلم، باب التیمن فی الطهور وغیره، ج۱ص۲۶۹، رقم: ۶۴۰، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب استحباب البدایة بالیمنٰی ثم بالیسرٰی، ج۱ص۲۱۶، رقم: ۱۰۶۳، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۱۸۷، رقم: ۲۵۵۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا

ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔(مرأۃ المناجیح، ج۱ص۳۸۱)

ہر تکریم والا کام

ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے، شب اسرا کے دولہا، شافع روز جزا، سلطان انبیاء، محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر تکریم والا کام سیدھی طرف سے شروع فرماتے ہیں۔جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے اور اسی طرح کنگھا بھی سیدھی طرف سے ہی کرتے، نیز نعلین شریفین بھی جب پہننے کا ارادہ فرماتے تو پہلے سیدھا قدم محترم نعل شریف میں داخل فرماتے۔(جامع الترمذی، الشمائل باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ، الحدیث ۳۴، ج۵،ص۵۰۹)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی طرف سے وضو کرنا پسند فرماتے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو کرتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ مبارک دھوتے پھر بایاں۔اسی طرح پاؤں مبارک دھوتے وقت بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھا کرتے۔نیز اس حدیث پاک میں کنگھا اور نعلین شریفین کے بارے میں بھی سیدھی ہی جانب سے شروع کرنا منقول ہوا۔ یعنی سر اقدس اور داڑھی مبارک میں جب کنگھا فرماتے تو پہلے سیدھی جانب سے شروع کرتے، پھر بائیں جانب۔نیز نعلین شریفین پہنتے وقت بھی پہلے سیدھے قدم مبارک کو نعل پاک میں داخل فرماتے پھر بائیں قدم مکرم کو۔صرف ان تین کاموں ہی کی تخصیص نہیں، جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب سے ہی شروع کرنا پسند فرماتے۔ چنانچہ لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور مونچھ وغیرہ کے بال تراشنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، کسی کو کوئی چیز دینا یا کسی سے لینا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کام سیدھے ہاتھ سے سیدھی جانب سے کرنے چاہیں۔

(725) وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ، وَكَانَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى. حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهٗ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ آپ کے وضو اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ بیت الخلاء اور اذیت (کے ازالہ) کے لیے تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ج۱ص۱۲، رقم: ۳۳، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۵۴۷، اخلاق النبی لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر استعمالہ یدہ الیمنی ص۳۰۶، رقم: ۷۱۳، مشکوۃ المصابیح، باب اداب الخلاء، الفصل الثانی، ج۱ص۷۵، رقم: ۳۴۸)

شرح حدیث: کھانا کھانے کے آداب

حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے کہ شیطان الٹے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

• (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشرب، الحدیث ۲۰۲۰، ص ۱۱۱۷)

پانی پینے کے آداب

اس سلسلے میں ان کا ذہن بنائیں کہ پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر تین سانسوں میں اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو اور تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔

(جامع الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی التنفس فی الاناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

سیدھے ہاتھ سے پئیں کہ سنت ہے

بے شک عالمِ باعمل کی صُحبت میں نفعِ آخرت کے متعلق مَدَنی پھول ملتے رہتے ہیں، حُضُور مُحَدِّثِ اعظم پاکستان علیہ رحمۃ الحنان بھی عالمِ باعمل تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب بھی کسی کو سنّت ترک کرتا ملاحظہ کرتے تو اُس کی اِصلاح فرماتے چُنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ایک شاگردِ رشید بیان کرتے ہیں: 1373ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دن درسِ حدیث کے دَوران جب کہ مسلم شریف کا دَرس شُروع تھا۔ ایک صاحِب ''دارُالحدیث'' میں طَلَباء کے لیے چائے لے آئے۔ دَرس ختم ہونے پر حضرتِ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ رحمۃ اللہ الاحد کے اشارے پر چائے تقسیم ہونے لگی۔ جب اِس ناچیز کی باری آئی تو بندے نے دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ میں کپ پکڑا، پِرَچ (یعنی پلیٹ) میں چائے ڈالی اور بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے پلیٹ منہ کے قریب لے گیا۔ حضرت مُحَدِّثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی آواز ''دارُالحدیث'' میں گونجی: مولانا! آپ بائیں (یعنی اُلٹے) ہاتھ سے پی رہے ہیں! بندے نے کپ نیچے رکھ کر دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ سے پلیٹ پکڑی اور پینے لگا۔ جب دوبارہ کپ سے پِرَچ (یعنی پلیٹ) میں چائے ڈالنے لگا تو پھر آواز آئی۔ مولانا! آپ بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے ڈال رہے ہیں۔ تو بندے نے پلیٹ رکھ دی، دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ میں کپ لے کر پینے لگا۔ تو حضرت مُحَدِّثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے تبسُّم فرمایا اور زَبانِ مبارک سے یہ الفاظ فرمائے: ''طَیِّب طَیِّب یعنی اب ٹھیک ہے۔'' اب بھی تنہائی میں بیٹھے ہوئے جب یہ واقِعہ یاد آتا ہے اور طَیِّب طَیِّب کے الفاظ کی گونج کانوں میں آتی ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ (حیاتِ محدث اعظم ص ۱۵۷)

اُلٹے ہاتھ سے کھانا، پینا، لینا، دینا شیطان کا طریقہ ہے

اِس حکایت سے حضرت مُحدِّث اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی سنّت سے مَحَبَّت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔کاش! ہم سب بھی نیکی کی دعوت کا یہی انداز اختیار کرتے ہوئے خوب خوب سنّتوں کی دھوم مچاتے رہیں۔ مذکورہ (یعنی بیان کردہ) حکایت میں الٹے ہاتھ سے چائے پینے سے مَنع کرنے کا تذکرہ ہے اور حدیثِ پاک میں اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے کی مُمانَعت موجود۔ چُنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب،''فیضانِ سنّت'' (جلداوّل) صَفْحہ 230 تا 232 پر ہے: حضرتِ سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ مُعَطّر پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک سیدھے ہاتھ سے کھائے اور سیدھے ہاتھ سے پئے اور سیدھے ہاتھ سے لے اور سیدھے ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا اور اُلٹے ہاتھ سے پیتا اُلٹے ہاتھ سے دیتا اور اُلٹے ہاتھ سے لیتا ہے۔'' (سُنَنِ ابنِ ماجہ ج ۴ ص ۱۲ حدیث ۳۲۶۶)

ہر کام میں اُلٹا ہاتھ کیوں؟

اَفسوس! آج کل ہم دُنیا کے چکّر میں اِس قَدَر گِھر چکے ہیں کہ مَحبوبِ باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی پیاری پیاری سُنّتوں کی طرف ہماری توجُّہ ہی نہیں رَہتی۔ یاد رکھئے! حدیثِ مبارَک میں ہے کہ ''بے شک شیطان اِنسان (کے بدن) میں خون کی طرح گردِش کرتا ہے۔'' (بخاری ج ۱ ص ۶۶۹ حدیث ۲۰۳۸) ظاہِر ہے کہ یہ ہمیں سُنّتوں کی طرف کہاں جانے دے گا؟ شیطان پیچھے لگا ہی رہتا ہے اگرچہ سیدھے ہاتھ سے ہی کھانا کھاتے ہیں لیکن پھر بھی اُلٹے ہاتھ سے کچھ نہ کچھ دانے پھانک ہی لئے جاتے ہیں، کھاتے ہوئے چُونکہ سیدھا ہاتھ آلُودہ ہوتا ہے لہٰذا اکثر لوگ پانی اُلٹے ہی ہاتھ سے پیتے ہیں، چائے پیتے وَقت کپ سیدھے ہاتھ میں اور رِکابی اُلٹے ہاتھ میں لئے چائے پیتے ہیں، کسی کو پانی پلاتے وَقت جگ سیدھے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ گلاس اُلٹے میں اور اُلٹے ہاتھ سے گلاس دوسروں کو دیتے ہیں۔ ''حیاتِ مُحَدِّثِ اعظم'' صفحہ 374 پر ہے، مُحدِّث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''لینے اور دینے میں دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ کو استعمال کرو، یہ عادت ایسی پختہ (یعنی پکّی) ہوجائے کہ کل قیامت میں جب نامۂ اعمال پیش ہوتو اِسی عادت کے مُوافِق دایاں (یعنی سیدھا) ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔''

(نیکی کی دعوت ۴۲۷)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنّت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہئیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیحضرت مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

(726) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غَسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: "ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام عطیہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان (خواتین) کو اپنی بیٹی حضرت زینب ﷺ کو غسل دینے کے موقعہ پر فرمایا (اس کا غسل) اس کی دائیں طرفوں اور وضو کے مقامات سے شروع کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التیمن فی الوضوء والغسل، ج ۱ ص ۴۵، رقم: ۱۶۸ صحیح مسلم، باب فی غسل المیت، ج ۳ ص ۴۸، رقم: ۲۲۱۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب توضئة المیت، ج ۳ ص ۳۸۸، رقم: ۶۸۲۸ سنن ابوداؤد، باب کیف غسل المیت، ج ۳ ص ۱۶۷، رقم: ۳۱۴۷ سنن الکبرٰی للنسائی، باب میامن المیت ومواضع الوضوء منه، ج ۱ ص ۶۱۶، رقم: ۲۰۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، انصاریہ ہیں، اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزووں میں شریک رہیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی۔

یہ صاحبزادی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ ابوالعاص ابن ربیع ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد میں بڑی تھیں، ۸ھ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ امّ کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھیں جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی مگر قول اول قوی ہے۔

(غسل میت) اس طرح (ہو) کہ بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے، جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں۔ تین بار غسل دینا سنت ہے، سات بار تک جائز اور بلا وجہ اس

سے زیادہ مکروہ۔ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے، باقی میں جائز۔ خیال رہے کہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی نہیں۔

اور آخری بار جو پانی ان پر بہاؤ اس میں کچھ کافور ملا ہو کیونکہ یہ بہترین خوشبو ہے، اس سے کیڑے مکوڑے جسم کے قریب نہیں آتے۔ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کافور آخری پانی میں ملایا جائے، بعض نے فرمایا کہ اسے خوشبوؤں میں شامل کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں جگہ استعمال کیا جائے۔

شعار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو جسم سے ملا رہے، شعر یعنی بالوں سے ملا ہوا، دثار اوپر والے کپڑے کو یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر۔ یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات حل کرنے کے لیے رکھا گیا۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کے بال، ناخن، ان کے استعمال کے کپڑے تبرک ہیں جن سے دنیا، قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں، قرآن شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیض کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھیں روشن ہوگئیں۔ احادیث میں ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ، عمرو ابن عاص و دیگر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیت یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی تو ان کی بے حرمتی ہوگی، دیکھو سورۂ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں، یونہی آب زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے سب کو معلوم ہے۔ کفنی الفی لکھنے اور تبرکات کفن میں رکھنے کی پوری بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھو۔

یعنی پہلے میت کو وضو کراؤ پھر اس طرح غسل دو کہ اولاً داہنا حصہ دھوؤ پھر بایاں، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر غسال انگلی پر کپڑا لپیٹ کر تر کر کے اس کے دانتوں اور نتھنوں پر پھیر دے تو مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۵۸)

(727) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِالْیُمْنٰی، وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَاْ بِالشِّمَالِ. لِتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جب کوئی جوتا پہنے تو ابتداء دائیں سے کریں اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے چاہیے کہ دایاں پہلے پہنا جائے اور بعد میں اتارا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ینزع نعله الیسری، ج۷، ص۱۵۳، رقم: ۵۸۵۵ صحیح مسلم، باب اذا انتعل فلیبداء بالیمین، ج۶، ص۱۵۳، رقم: ۵۶۱۶ الاداب للبیهقی، باب فی الانتعال، ج۱، ص۳۰۹، رقم: ۵۱۹ الشمائل المحمدیه للترمذی، باب ما جاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ص۹۵، رقم: ۸۳ المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمه احمد، ج۱، ص۱۵، رقم: ۳۸ سنن ابوداؤد

باب فی الانتعال ج۴ص۱۱۸ رقم: ۴۱۳۸، سنن ابن ماجہ باب لبس النعال وخلعھا ج۴ص۱۶۶ رقم: ۳۶۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے۔اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا واعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنی اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بایاں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بایاں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا مگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔جوتے پہننا اعلیٰ کام ہے اور اتارنا ادنی کام لہذا یہ حکم دیا گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اوتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔

اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا حتی کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھولیے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۲۵۴)

جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

نعلین پہننا سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔جوتے پہننے سے کنکر، کانٹے وغیرہ چبھنے سے پاؤں کی حفاظت رہتی ہے۔نیز موسم سرما میں سردی سے بھی پاؤں محفوظ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دھوپ میں چلنے کے لئے جوتے نہایت ہی کارآمد ہیں۔جوتا پہننے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) کسی بھی رنگ کا جوتا پہننا اگرچہ جائز ہے لیکن پیلے رنگ کے جوتے پہننا بہتر ہے کہ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو پیلے جوتے پہنے گا اس کی فکروں میں کمی ہوگی۔(کشف الخفاء، الحدیث ۲۵۹۵، ج۲، ص۲۴۶)

(۲) پہلے سیدھا جوتا پہنیں پھر الٹا اور اتارتے وقت پہلے الٹا جوتا اتاریں پھر سیدھا۔حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(کوئی شخص) جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس النعال وخلعھا، الحدیث ۳۶۱۶، ج۴، ص۱۶۶)

(۳) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لینا سنت ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیٹھے تو سنت ہے کہ اپنے جوتے اتار لے۔(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الانتعال، الحدیث ۴۱۳۸، ج۴، ص۹۵)

(۴) جوتا پہننے سے پہلے جھاڑ لیں تاکہ کیڑا یا کنکر وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

(۵) استعمالی جوتا الٹا پڑا ہو تو سیدھا کر دیجئے ورنہ فقر و تنگ دستی کا اندیشہ ہے۔(سنی بہشتی زیور، حصہ ۵، ص۶۰۱)

(728) وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يجعل يَمِيْنَهٗ

حضرت حفصہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور کپڑوں کے

لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ وَثِيَابِهٖ، وَيَجْعَلُ يَسَارَهُ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ.

لیے استعمال فرماتے اور اس کے سوا دوسرے کام کرنے میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیة مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ج۱ص۱۲، رقم: ۳۲، مسند ابی یعلی حدیث حفصة ام المؤمنین، ج۱۲ص۴۷۴، رقم: ۷۰۰۶، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۵۵۹، المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمة، ج۴ص۲۷، رقم: ۷۰۹۱، صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل، ج۱۲ص۳۱، رقم: ۵۲۲۷)

شرح حدیث: لباس پہننے کی سنتیں اور آداب

اللہ عزوجل کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی۔ لباس سے ہم سردی، گرمی کے اثرات سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، یہ لباس ہماری زینت کا سبب بھی ہے اور سببِ وقار بھی ہے۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے، مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے۔ لباس کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، الحدیث ۲۸۱۹، ج۴، ص۳۷۰)

(۲) جب کپڑا پہننے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ ترجمہ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ عطا کیا۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث ۷۴۸۶، ج۵، ص۲۷۰)

(۳) پہنتے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی میں، اسی طرح پاجامہ میں پہلے سیدھے پائنچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتارنے لگیں تو اس کے برعکس کریں یعنی الٹی طرف سے شروع کریں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب کرتا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الانتعال، الحدیث ۴۱۴۱، ج۴، ص۹۶)

(۴) پہلے کرتا پہنیں پھر پاجامہ۔

(۵) عمامہ باندھنے کی عادت ڈالئے کہ حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: عمامہ ضرور باندھا کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس

(کے شملے) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکالو۔ (کنز العمال، کتاب المعیشۃ، الحدیث ۴۱۱۳۲، ج۸،ص ۱۳۳)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب العمائم، الحدیث ۴۱۱۳۰، ج۱۵،ص ۳۳)

اے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں فیشن والے لباس سے بچا اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق مرحمت فرما۔

(729) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا لَبِسْتُمْ، وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَأُوا بِأَيَامِنِكُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو دائیں جانب سے ابتداء کرو۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الانتعال، ج۴ص۱۱۹، رقم: ۴۱۴۲ صحیح ابن خزیمہ، باب الامر بالتيامن فی الوضوء امر استحباب، ج۱ص۹۰، رقم: ۱۷۸ السنن الکبری للبیهقی، باب السنة فی البداية باليمين، ج۱ص۸۶، رقم: ۲۱۲ صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۳ص۳۷۰، رقم: ۱۰۹۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۵۴، رقم: ۸۶۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہننا کرتا، پائجامہ، جوتا ان سب کو شامل ہے۔ اور وضو میں غسل وتیمم بھی داخل ہے۔ ایا من ایمن کی جمع ہے جو یمین یا یمن سے بنا بمعنی برکت ومبارک۔ چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکوں کے نامۂ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے ایمن یا یمین کہتے ہیں۔ یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے، بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل وتیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس۔

(مراۃ المناجیح، ج۱ص ۳۸۲)

لباس پہننے کی سنتیں اور آداب

اللہ عزوجل کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی۔ لباس سے ہم سردی، گرمی کے اثرات سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، یہ لباس ہماری زینت کا سبب بھی ہے اور سبب وقار بھی ہے۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے، مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے۔ لباس کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، الحدیث ۲۸۱۹، ج ۴، ص ۲۷۰)

(۲) جب کپڑا پہننے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ ترجمہ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ عطا کیا۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث ۷۴۸۶، ج ۵، ص ۲۷۰)

(۳) پہنتے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی میں، اسی طرح پاجامہ میں پہلے سیدھے پائنچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتارنے لگیں تو اس کے برعکس کریں یعنی الٹی طرف سے شروع کریں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم جب کرتا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الانتعال، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۴، ص ۹۶)

(۴) پہلے کرتا پہنیں پھر پاجامہ۔

(۵) عمامہ باندھنے کی عادت ڈالئے کہ حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ ضرور باندھا کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس (کے شملے) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکالو۔ (کنز العمال، کتاب المعیشۃ، الحدیث ۴۱۱۳۲، ج ۸، ص ۱۳۳)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب العمائم، الحدیث ۴۱۱۳۰، ج ۱۵، ص ۳۳)

اے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں فیشن والے لباس سے بچا اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق مرحمت فرما، امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وضو کی سنتیں

وضو میں سولہ چیزیں سنت ہیں۔ (۱) وضو کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) پہلے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ کلی کرنا (۶) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانا (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۸) داڑھی کا انگلیوں سے خلال کرنا (۹) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۱۱) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) داڑھی کے جو بال منہ کے دائرہ کے نیچے ہیں ان پر گیلا ہاتھ پھرا لینا (۱۴) اعضا کو لگاتار دھونا کہ ایک عضو سوکھنے سے پہلے ہی دوسرے عضو کو دھولے (۱۵) کانوں کا مسح کرنا (۱۶) ہر مکروہ بات سے بچنا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الثانی فی سنن الوضوء، ج ۱، ص ۶۔۸ بحوالہ جنتی زیور ص ۲۱۸)

(730) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مِنًى، فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَنَحَرَ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: "خُذْ" وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ آئے پس آپ جمرہ کے پاس تشریف لائے تو اس کو کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور قربانی کی پھر مونڈنے والے کو فرمایا شروع کر اور دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا پھر بائیں جانب۔ پھر وہ (بال مبارک) لوگوں کو عطا فرمانے لگے۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ: لَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ، نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ، فَقَالَ: "احْلِقْ"، فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ: "اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ".

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے کنکریاں مار کر قربانی کر لی تو حلق کروایا آپ نے سر منڈانے کے لیے حجام کی طرف اپنی دائیں جانب سر کی بڑھائی۔ اس نے آپ کے بال مونڈے پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری ﷺ کو بلایا اور انہیں اپنے بال عطا فرمائے پھر آپ نے اپنی بائیں جانب سر کی حجام کی طرف بڑھائی اور فرمایا یہ مونڈ دو جب وہ آپ کے بال مونڈ چکا تو آپ نے حضرت ابوطلحہ کو وہ عطا فرمائے اور فرمایا کہ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من بداء بالحلاب او الطیب عند الغسل، ج۱ص۶۱، رقم: ۲۵۸، صحیح مسلم، باب بیان ان السنة یوما لنحر ان یرمی ثم ینحر، ج۲ص۸۲، رقم: ۳۲۱۲، السنن الکبرٰی، باب البدایة بالشق الایمن، ج۵ص۱۰۳، رقم: ۹۱۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الباب السابع فیا لحلق والتقصیر، ج۳ص۲۸۹، رقم: ۱۵۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مونڈنے والے کا نام معمر ابن عبداللہ قرشی عدوی ہے جو قدیم الاسلام صحابی ہیں، مسند امام احمد میں ہے کہ جب معمر نے داہنے ہاتھ میں استرہ لیا اور مونڈنے لگے تو حضور نے فرمایا اے معمر اس نعمت کی قدر کرو، انہوں نے عرض کیا کہ مجھ پر اللہ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ آج میرا ہاتھ حضور کے سر مبارک پر ہے۔ (اشعہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی بقر عید کے دن پہلے رمی، پھر قربانی، پھر حجامت کرے، ہمارے ہاں یہ ترتیب واجب ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سو قربانیاں کی تھیں، ۶۳ اپنے دست مبارک سے باقی ۳۷ سیدنا علی سے کرائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حجامت میں دایاں حصہ پہلے، بایاں حصہ بعد میں منڈانا چاہیے، امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ

نائی کا دایاں اور بایاں معتبر ہے کہ فاعل وہ ہے، اس صورت میں مخلوق کا بایاں پہلے منڈے گا دایاں بعد میں مگر یہ حدیث سن کر امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ حدیث قیاس پر مقدم ہے اگر نائی پیچھے کھڑا ہوکر حجامت بنائے تو دونوں کا دایاں بایاں ایک ہی سمت میں ہوگا۔ (مرقات) حجامت کے بعد لب و داڑھی بنوانا، پھر ناخن ترشوانا سنت ہے۔ (مرقات)

اس موقعہ پر حضور انور نے اپنے ناخن شریف بھی لوگوں میں تقسیم کرائے، یہ بال و ناخن تبرک کے لیے ساروں میں تقسیم کیے گئے، ان میں سے بعض حضرات تو یہ تبرکات اپنی قبروں میں لے گئے تاکہ وہاں کی مشکلات آسان ہوں جیسے حضرت امیر معاویہ و عمرو ابن عاص وغیرہم اور بعض حضرات چھوڑ گئے تاکہ قیامت تک مسلمان ان کی زیارت کرتے رہیں۔ چنانچہ آج تک مختلف جگہ یہ بال شریف موجود ہیں اور ان کی زیارتیں ہورہی ہیں، صحابہ کرام ان بالوں کو پانی میں غوطہ دے کر دواء پیتے تھے، حضرت شیخ نے یہاں ایک شعر لکھا۔ شعر

مرا از زلف تو موئے سنداست　　　　فضولی مے کنم بوئے سنداست

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انسان کے بال جدا ہوکر بھی پاک ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے بعض اجزاء بدن شریف محفوظ رکھے ہیں۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات خصوصًا حضور کے بال و ناخن شریف سنبھال کر رکھنا، ان کی زیارت کرنا، ان سے شفا حاصل کرنا، ان کے توسل سے دعائیں مانگنا، قبر میں انہیں ساتھ لے جانا سب جائز و بہتر ہے کہ یہ تقسیم انہی مقاصد کے لیے ہوتی تھی، اس کی تحقیق شامی اور ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے اور ان شاء اللہ اس شرح میں بھی اپنے موقعہ پر اس کا ذکر آئے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۵۸)

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت وغلامی میں اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ سب کچھ برداشت کرسکتے تھے لیکن انہیں کبھی یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے دلوں کے چین، رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی بے ادبی کی جرأت کرے چنانچہ عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں (ایمان لانے سے پہلے) صلح حدیبیہ کے سال، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتی کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے

[illegible] اور آبرو پاتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے [illegible] جلدی کرتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم [illegible] اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور از راہ تعظیم آپ صلی [illegible] تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۶۹)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا

3- کِتَابُ اٰدَابِ الطَّعَامِ

کھانے پینے کے آداب کا بیان

100- بَابُ التَّسْمِيَةِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَالْحَمْدُ فِيْ اٰخِرِهٖ

کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا

(731) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن ابوسلمہ ﷺ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین، ج ۷ص۶۸، رقم: ۵۳۷۶صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج ۶ص۱۰۹، رقم: ۵۳۸۸سنن الکبریٰ للنسائی، باب اکل الانسان مما یلیه اذا کان معه من یاکل، ج ۴ص۱۷۵، رقم: ۶۷۵۹المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عمر بن ابی سلمه، ج ۹ص۲۷، رقم: ۸۳۱۵(مکتبة العلوم والحکم الموصل)، سنن ابن ماجه، باب الاکل بالیمین، ج ۲ص۱۰۸۷، رقم: ۳۲۶۷(دار الفکر، بیروت))

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالاسد ہیں، قرشی مخذومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، ۲ھ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مردان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگولیا۔

(اپنے سامنے سے کھاؤ) یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۸)

(732) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تَعَالَى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ، فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے' تو اس کو چاہیے کہ بسم اللہ شریف پڑھ لے اگر اس کو ذکر کرنا بھول جائے' تو وہ اس طرح کہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ ابتداء وانتہاء کرتا ہوں۔ اسے امام ابوداؤد اور اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد' باب التسمیۃ علی الطعام' ج۳ص۴۰۷' رقم:۳۷۶۷سنن ترمذی' باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام' ج۳ص۲۸۸' رقم:۱۸۵۸سنن الدارمی' باب فی التسمیۃ علی الطعام' ج۲ص۱۲۴' رقم:۲۰۲۰سنن الکبرٰی للنسائی' باب ما یقول اذا نسی التسمیۃ ثم ذکر' ج۶ص۷۸' رقم:۱۰۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ ہی ذکر اللہ سنت ہے ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے الحمدللہ، غم کی خبر کا ذکر ہے اناللہ، بری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول الخ تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد یہ ذکر ہے حتی کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ شاید یہ حضرت کھاتے وقت اناللہ یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے کو بھی مفید کہتے ہوں بہر حال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔

اصل میں فی اولہ وآخرہ تھا فی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو فتحہ دیا گیا۔ اول آخر سے مراد کھانے کی ساری حالات ہیں، اول آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آ جائے تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے ہاتھ دھونے لینے کلی کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہ ہی کہہ دے مگر صحیح یہ ہے کہ دوران کھانے میں یاد آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۵۲)

(733) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی آدمی

"اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهٖ، وَعِنْدَ طَعَامِهٖ، قَالَ الشَّيْطٰنُ لِاَصْحَابِهٖ: لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهٖ، قَالَ الشَّيْطٰنُ: اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ ، وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ طَعَامِهٖ، قَالَ: اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے وقت اللہ کا ذکر کرے۔تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے تمہارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا اور جب کوئی گھر میں داخل ہوا اور داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور پھر جب کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج۶ص۱۰۸، رقم: ۵۲۸۱، الادب المفرد، باب اذا لم يذكر الله عند دخوله البيت يبيت فيه الشيطان، ص۲۷۶، رقم: ۱۰۹۶، السنن الكبرى للبيهقى، باب التسمية على الطعام، ج۷ص۲۷۶، رقم: ۱۵۰۰۲، المستدرك للحاكم، تفسير سورة الفرقان، ج۳ص۲۶۱، رقم: ۳۵۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله، ج۳ص۳۴۶، رقم: ۱۴۷۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت پوری بسم اللہ پڑھ کر داہنا قدم پہلے دروازہ میں داخل کرے پھر گھر والوں کو سلام کرتا ہوا گھر میں آئے، اگر کوئی نہ ہو تو السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله و بركاته کہہ دے۔بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے ہیں تو بسم اللہ اور قل ھو اللہ پڑھ لیتے ہیں کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

شیطان کا یہ خطاب اپنی ذریت سے ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اس خطاب میں قرین بھی داخل ہو کہ وہ بھی اس بسم اللہ کی برکت سے نہ کھائے اور ہمارے گھر میں رہنے سہنے سے محروم ہوجائے اور اس کے شر سے محفوظ ہوجائے اور اللہ کے ذکر سے غافل اس نعمت سے محروم رہے۔دوپہر کے کھانے کو غذاء کہتے ہیں اور بعد دوپہر سے رات تک کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے، یہاں مراد مطلقًا کھانا ہے جو شخص صبح کو یہ عمل کرے تو ناشتہ اور دوپہر کے کھانے سے شیطان محروم ہوگا جو بعد دوپہر یہ عمل کرے تو رات کے کھانے سے وہ محروم رہے گا۔(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۱۳)

(734) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَاَ رَسُوْلُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے پر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابتداء کرنے سے پہلے ہم ہاتھ (کھانے پر) نہ

اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهُ، وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدَيْهِمَا" ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى وَأَكَلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رکھتے ایک بار ہم کھانے پر آپ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔ایک لڑکی تیزی سے آئی گویا اس کو دھکیلا گیا کہ اپنا ہاتھ کھانے میں رکھ دے رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک دیہاتی تیزی سے آیا گویا کہ اس کو دھکیلا گیا۔آپ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان کھانے کو اس طرح حلال جانتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جائے وہ اس لڑکی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ اپنے لیے کھانا حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس دیہاتی کو لایا کہ اس کے ذریعہ کھانا (اپنے لیے) حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا اور کھانا کھایا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج۱ص۱۰۷، رقم: ۵۲۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفۃ بن الیمان، ج۵ص۳۸۲، رقم: ۲۳۲۹۷، مصنف عبدالرزاق، باب اسم الله علی الطعام، ج۱۰ص۴۲۰، رقم: ۱۹۵۶۲، مستخرج ابی عوانۃ، باب من ذلك وجوب التسمیۃ عند حضور الطعام، ج۱ص۱۲۰، رقم: ۶۶۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے ساتھ دستر خوان پر حاضر ہو تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے کہ اس میں بے ادبی ہے۔یہ اس صورت میں ہے کہ سارے کھانے والے بالغ ہوں، ان میں ایک بزرگ باقی خدام لیکن اگر کھانے والے میں کوئی ناسمجھ بچہ بھی ہو تو وہ پہلے کھانا شروع کر سکتا ہے بلکہ اس کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں اور کھانا کھا چکنے پر اس کے ہاتھ پیچھے دھلائے جائیں کیونکہ بچے آہستہ آہستہ کھاتے ہیں، دیر تک کھاتے ہیں اور کھانا سامنے آنے پر زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔یہ تمام احکام عالمگیری وغیرہ میں مطالعہ کرو۔

جاریہ سے مراد لونڈی نہیں بلکہ چھوٹی بچی ہے جو اتنی تیز دوڑتی آ رہی تھی جیسے کسی نے اسے اس طرح دھکا دیا ہو، دھکا کھا کر انسان بہت تیزی سے گرتا ہے۔

یعنی ابھی ہم نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اس نے پہلے ہی ہاتھ ڈالنا چاہا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے درحقیقت اسے شیطان اسی طرح بھگائے ہوئے لا رہا ہے۔

(پھر ایک دیہاتی تیزی سے آیا) یہاں بھی یہی حال تھا کہ وہ بدوی صاحب بھی ان حضرات سے پہلے ہی بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے یہاں بھی شیطان ہی کا دھوکا تھا۔

(اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جائے) یعنی اگر جماعت میں ایک آدمی بھی بغیر بسم اللہ کھانے لگے تو شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے تم سب کو بسم اللہ پڑھ کر کھاتے شیطان کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوتی اس لیے وہ آگے پیچھے ان دونوں کو لایا کہ یہ بغیر بسم اللہ کھائے اور ان کے ذریعہ شیطان بھی کھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بچے جو بسم اللہ پڑھ سکیں ضرور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کریں ورنہ شیطان کھانے میں شریک ہوگا، ہاں بالکل بے سمجھ بچہ جو صحیح بول نہ سکے اس حکم سے علیحدہ ہے۔

(ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے) تاکہ یوں دونوں میں سے کوئی بغیر بسم اللہ ہاتھ نہ ڈال سکے اور شیطان کو موقع نہ ملے اس کی کوشش بیکار جائے۔

ان دونوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور دوسرے حضرات نے بھی۔ حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر مجمع میں ایک بھی نا اہل شریک ہو جائے تو سب کے لیے ممنوع کیونکہ ایک نا اہل کی شرکت سے شیطان شریک ہو جاتا ہے اور وہ کام شیطانی بن جاتا ہے، اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ اگر کھانے والوں کو جماعت میں ایک شخص بھی بغیر بسم اللہ شریک ہو جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۳)

(735) وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَّرَجُلٌ يَّأْكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "مَا زَالَ الشَّيْطٰنُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

حضرت اُمیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے۔ اور ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا اس نے اللہ کا نام نہ لیا حتیٰ کہ ایک لقمہ باقی تھا اس کو منہ کی طرف اٹھایا اور کہا بسم اللہ اوّلہ وآخرہ۔ نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے پھر فرمایا شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر دیا تو جو اس کے پیٹ میں تھا قے کر دیا۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب التسمية على الطعام، ج۳ص۴۰۷، رقم: ۳۷۷۰، سنن الكبرى للنسائی، باب اذا نسی الذکر ثم ذکر، ج۶ص۱۷۷، رقم: ۶۷۵۸، مستدرك للحاكم، كتاب الاطعمة، ج۴ص۷۲، رقم: ۷۰۸۹، مسند امام احمد بن حنبل

حدیث امیة بن مخشی رضی اللہ عنه، ج۲ص۳۳۶، رقم: ۱۸۱۸۲، معرفة الصحابة لابی نعیم، باب من اسمه امیة، ج۳ص۱۳۵، رقم: ۹۰۵)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کی کنیت ابو عبید ہے، امیہ تصغیر سے ہے اور مخشی میم کے فتح شین کے کسرہ ی کی شد سے ہے، آپ صحابی ہیں، خزاعی اسدی ہیں، بصرہ میں قیام رہا، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔ (مرقات واشعہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرتے وقت پوری بسم اللہ پڑھے لیکن اگر بیچ میں یاد آوے تو صرف بسم اللہ کہے اور ساتھ ہی اولہ وآخرہ کہہ لے۔ یہ اصل میں فی اولہ وآخرہ تھا فی کو پوشیدہ کرکے اول آخر کو فتح دے دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں حقیقت میں چھپی مخلوق کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے ہمارا معدہ مکھی والا کھانا ہضم نہیں کرسکتا ایسے شیطان کا معدہ بسم اللہ والا کھانا ہضم نہیں کرتا اگرچہ اس کا قے کیا ہوا کھانا ہمارے کام نہیں آتا مگر مردود تو بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بھوکا بھی رہ جاتا ہے اور ہمارے کھانے کی فوت شدہ برکت لوٹ آتی ہے۔ غرضیکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اس کے دو نقصان اور ممکن ہے کہ وہ مردود آئندہ ہمارے ساتھ بغیر بسم اللہ والا کھانا بھی ڈر کے سبب نہ کھائے کہ شاید یہ بیچ میں بسم اللہ پڑھ لے اور مجھے قے کرنی پڑے۔ غالبًا یہ شخص اکیلا کھا رہا تھا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتا ہوتا تو بسم اللہ نہ بھولتا وہاں تو حاضرین بسم اللہ بلند آواز سے کہتے تھے اور ساتھیوں کو بسم اللہ کہنے کا حکم کرتے تھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ص۵۳)

(736) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمَا اِنَّهٗ لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک دیہاتی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار اگر وہ اللہ کا نام لیتا تو تم سب کو کافی ہوتا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسمیة علی الطعام، ج۳ص۲۸۸، رقم: ۱۸۵۸، جامع الاصول لابن اثیر الفصل الثانی فی التسمیة عند الاکل، ج۷ص۳۸۵، رقم: ۵۴۳۸، الاداب للبیهقی، باب الذکر عند دخوله بیته وعند طعامه والاکل ج۱ص۲۲۳، رقم: ۳۹۸، الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ما جاء فی قول رسول الله قبل الطعام، ص۲۱۸، رقم: ۱۹۲، سنن ابن ماجه، باب التسمیة عند الطعام، ج۴ص۱۰۸۶، رقم: ۳۲۶۴، سنن الدارمی، باب فی التسمیة علی الطعام، ج۲ص۱۲۹، رقم: ۲۰۲۰)

شرحِ حدیث: کھانے کو شیطان سے بچاؤ

کھانے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنے سے کھانے میں بے بَرَکتی ہوتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا اَبُو اَیُّوب اَنصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم تاجدارِ رسالت، ماہِ نُبُوَّت، مالکِ کوثر وجنّت، محبوبِ ربُّ العزت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کی خدمتِ سراپا رحمت میں حاضر تھے۔ کھانا پیش کیا گیا، ابتداء میں اتنی برکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی مگر آخر میں بڑی بے برکتی دیکھی۔ ہم نے عرض کی، یارسولَ اللہ! عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا، ہم سب نے کھانا کھاتے وَقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ پھر ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے کو بیٹھ گیا، اُس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھالیا۔ (شرح السنۃ ج٦ ص٦٢ رقم الحدیث ٢٨١٨)

بوقتِ ذبح الرحمن الرحیم نہ پڑھنے کی حکمت

حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان خدائے رحمن عَزَّ وَجَلَّ کی رحمتِ بے پایاں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، غور تو کرو کہ سورہ توبہ میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نہیں لکھی گئی اسی طرح ذبح کے وَقت پوری بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ یوں کہتے ہیں بسم اللہِ اللہُ اکبر، اس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت یہ ہے کہ سورہ توبہ میں اوّل سے آخر تک جہاد اور قتال کا ذکر ہے اور یہ کافروں پر قہر ہے، اسی طرح ذبح میں جانور کی جان لی جاتی ہے یہ بھی جبر وقہر کا وَقت ہوتا ہے اس موقع پر رحمت کا ذکر نہ کرو۔ سُبحٰنَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تو جو شخص پوری بسم اللہ شریف (یعنی بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم) کا وِرد کرے تو اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر نعیمی جلد اول ص ٤٣)

اُنّیس حُروف کی حکمتیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کے 19 حُروف ہیں اور دوزخ پر عذاب دینے والے فِرِشتے بھی اُنّیس۔ پس امید ہے کہ اس کے ایک ایک حَرف کی بَرَکت سے ایک ایک فِرِشتے کا عذاب دور ہوجائے۔ دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ دن رات میں 24 گھنٹے ہیں جن میں سے پانچ گھنٹے پانچ نمازوں نے گھیر لئے اور 19 گھنٹوں کیلئے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کے اُنّیس حُروف عطا فرمائے گئے۔ پس جو بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کا وِرد کرتا رہے، اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کا ہر گھنٹہ عبادت میں شمار ہوگا اور ہر گھنٹے کے گناہ مُعاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج اول ص ١٥٦)

(737) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ، قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ، وَّلَا مُوَدَّعٍ، وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوامامہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا دسترخوان جب اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں وہ تعریفیں کثیر وطیب ہیں برکت والی ہیں۔ اس کے بغیر گزارا نہیں اور اے ہمارے رب! ہمیں اس سے بے پرواہی نہیں تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یقول اذا فرغ من طعامہ ج، ص٨٢ رقم ٥٤٥٨ الاداب للبیہقی باب ما یقول

اذا فرغ من الطعام، ج۱ص۱۷۱، رقم: ۴۵۲، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الطعام، ص۱۱۷، رقم: ۱۹۱، سنن ابوداود، باب ما یقول الرجل اذا طعم، ج۳ص۳۲۱، رقم: ۳۸۵۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یقال اذا فرغ من الطعام، ج۲ص۱۰۹۲، رقم: ۳۲۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دسترخوان جب اٹھایا جاتا) حق یہ ہے کہ یہاں مائدہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے۔

(بہت شکر پاکیزہ) یعنی ایسی حمد جو ریا وغیرہ سے پاک ہو، اخلاص سے شامل ہو یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک حمدًا کی صفات ہیں اور حمدًا مفعول ہے نحمد فعل پوشیدہ کا۔

(اور نہ اس سے بے پرواہی کی ہوئی اے ہمارے رب) ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے ھو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے، ھو کا مرجع بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جارہا ہے یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں، ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں لفظ اسم مفعول ہیں مکفی۔ مودع اور مستغنی اور ہوسکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمدًا کی صفت یا حال ہو یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جاچکی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لیے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہوسکتا ہے کہ مکفی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت نحمدہ کے مفاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الٰہی سے مستغنی و بے نیاز ہوجائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ ربنا مرفوع بھی ہوسکتا ہے منصوب بھی مجرور بھی۔ انت ربنا یا ربنا یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے۔ (مرقات وغیرہ)

(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۴۹)

(738) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ طَعَامًا، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا، وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن ابن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھانا کھایا پھر کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے یہ کھلایا اور رزق دیا میری ہمت وقوت کے بغیر تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ج۴ص۶۷، رقم: ۴۰۲۵، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج۵ص۵۰۸، رقم: ۳۴۵۸، الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا لبس ثوبا او اکل طعاما، ج۱ص۳۱۱، رقم: ۵۲۲، المعجم

الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن انس الجھنی، ج۲۰ص۱۸۱ رقم: ۱۶۱۴۶ مسند امام احمد، حدیث معاذ بن انس الجھنی ج۳ص۳۳۹ رقم: ۱۵۶۷۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، قبیلہ جند سے ہیں، مصر میں قیام رہا، آپ سے آپ کے فرزند سہل نے احادیث روایات کیں۔

زبان سے یہ کلمات کہے اور دل میں عقیدہ رکھے کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے میرے علم و عقل کا نتیجہ نہیں صرف میرے رب کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اچھے اچھے مارے مارے پھر رہے ہیں بڑی مصیبتوں میں ہیں تو ان شاءاللہ مغفرت ہوگی۔

حاکم نے مستدرک میں بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعًا روایت کی، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ایک یا آدھے دینار کا کپڑا خریدے اس پر رب تعالیٰ کی حمد کرے تو یہ کپڑا اس کے گھٹنوں پر پیچھے پہنچے گا گناہ پہلے بخش دیئے جائیں گے۔ (مرقات) اس کی مثل طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی کچھ فرق کے ساتھ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۹)

101-بَابُ لَا يَعِيبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابِ مَدْحِهِ

کھانے کا عیب نہ نکالنا اور اس کی تعریف کرنا مستحب ہے

(739) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے کا عیب کبھی نہ نکالا۔ اگر اس کو پسند کرتے تو کھا لیتے اگر ناپسند کرتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما، ج۳ص۴۷، رقم: ۵۴۰۹ صحیح مسلم، باب لا یعیب الطعام، ج۶ص۱۲۳، رقم: ۵۵۰۱ الاداب للبیہقی، باب لا یعیب طعام قدم الیہ ولا یتحرج من طعام احلّہ اللہ عزوجل، ج۱ص۲۲۹، رقم: ۳۰۹ سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ ذم الطعام، ج۳ص۴۰۶، رقم: ۳۷۶۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۸۱، رقم: ۱۰۲۴۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کھانے پکانے میں کبھی عیب نہ نکالا کہ نمک کم ہے یا زیادہ جیسا بعض لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ بغیر عیب نکالے کھانا کھاتے ہی نہیں۔ گوہ کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ ہماری زمین میں نہیں ہوتی اس لیے ہم اس سے گھن کرتے ہیں، یہ کراہت طبع کا بیان تھا پکانے میں عیب نہ نکالا گیا تھا لہٰذا وہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۹)

دعوت میں کھانے کے آداب

کسی کے یہاں دعوت میں جاؤ تو کھانے کے لئے بہت بے صبری نہ ظاہر کرو کہ ایسا کرنے میں تم لوگوں کی نظروں میں

ہلکے ہو جاؤ گے کھانا سامنے آئے تو اطمینان کے ساتھ کھاؤ بہت جلدی جلدی مت کھاؤ دوسروں کی طرف مت دیکھو اور دوسرے کے برتنوں کی جانب نگاہ مت ڈالو خبردار کسی کھانے میں عیب نہ نکالو کہ اس سے گھر والوں کی دل شکنی ہوگی اور سنت کی مخالفت بھی ہوگی کیونکہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس طریقہ یہی تھا کہ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا بلکہ دسترخوان پر جو کھانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب ہوتا اس کو تناول فرماتے اور جو ناپسند ہوتا اس کو نہ کھاتے بعض مردوں اور عورتوں کی عادت ہے کہ دعوت سے لوٹ کر صاحب خانہ پر طرح طرح کے طعنے مارا کرتے ہیں کبھی کھانوں میں عیب نکالتے ہیں کبھی منتظمین کو کوسنے دیتے ہیں میرا تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا ان بری باتوں کو چھوڑ دو بلکہ یہ طریقہ اختیار کرو کہ اگر دعوتوں میں تمہارے مزاج کے خلاف بھی کوئی بات ہو تو اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرو اور صاحب خانہ کی دلجوئی کے لئے چند تعریف کے کلمات کہہ کر اس کا حوصلہ بڑھاؤ ایسا کرنے سے صاحب خانہ کے دل میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص ۵۶۲)

کھانے میں عیب اپنے گھر میں نکالنا

امام اہل سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر میں بھی نہ چاہیے، مکروہ و خلاف سنت ہے۔ (سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی) عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمالیا ورنہ نہیں۔ (رہا) پرائے گھر میں عیب نکالنا تو (اس میں) مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مضر (نقصان دیتی) ہے، اسے نہ کھانے کے لئے عذر کیا، اس کا اظہار کیا نہ (کہ) بطور طعن و عیب مثلاً اس میں مرچ زائد ہے (اور) اتنی مرچ کا یہ عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی (اس وقت ہے کہ جب) بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے مثلاً دو قسم کا سالن ہے، ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے تو بتا دے۔ اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے، اب اگر (یہ) نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اس کے لئے کچھ اور منگانا پڑے گا، اُسے ندامت ہوگی اور تنگ دست ہے تو تکلیف ہوگی تو ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، نصف آخر، ص۱۱۶)

(740) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ. فَقَالُوْا: مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ. فَدَعَا بِهٖ. فَجَعَلَ يَاْكُلُ، وَيَقُوْلُ: نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن کا پوچھا انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ نے منگوایا اور کھانا شروع کیا اور فرمایا: سرکہ تو اچھا سالن ہے۔ سرکہ تو

اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الخل والتادم بہ، ج٦ص١٢٥، رقم: ٥٤٧٣ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من
حلف لا یاکل خبزا بادم، ج١٠ص٦٣، رقم: ٢٠٥١٩ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج٣ص٣٦٣، رقم: ١٤٩٦٦ مستخرج ابی
عوانۃ للاسفرائنی، بیان فضیلۃ الخل والترغیب فی الائتدام بہ، ج٥ص١٦١، رقم: ٦٤٢٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت
فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے
کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم
کھالے وہ سرکہ کھانے سے حانث ہوجائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا
ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج٦ص١٨٩)

102- بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَائِمٌ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ

روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے

(741) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى "فَلْيُصَلِّ": فَلْيَدْعُ، ومعنى "فَلْيَطْعَمْ": فَلْيَأْكُلْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ سے نہ ہو تو کھالے۔ (مسلم)

علماء نے کہا کہ فلیصل کا معنی ہے دعا کرنے فلیطعم کا معنی ہے کہ اس کو کھالینا چاہیے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر باجابۃ الداعی الی الدعوۃ، ج٤ص١٥٣، رقم: ٣٥٩٣ سنن ابو داؤد، باب فی الصائم
یدعی الی ولیمۃ، ج٢ص٣٠٧، رقم: ٢٤٦٢ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ما یقول اذا دعی وکان صائما، ج٦ص٨٢، رقم: ١٠١٢٢ صحیح ابن
حبان، باب الضیافۃ، ج١٢ص١١٩، رقم: ٥٣٠٦ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج٢ص٣٨٩، رقم: ١٠٣٥٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرلے اور پہنچ بھی جائے مگر وہاں کھائے نہیں یہ عذر کر
دے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے مگر
چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم، مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت
ہے اس لیے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

دعا کا حکم تو استحبابی ہے کہ وہیں نفل پڑھ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہوسکتا ہے اور استحبابی بھی جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ ویسا حکم ۔ (مرقات) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دعوت کے موقعہ پر روزہ توڑنے کا حکم ہے ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۰۵)

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لباب الاحیاء میں لکھتے ہیں:

ضیافت (یعنی مہمان نوازی) کے آداب

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کیونکہ اس طرح تم اس سے نفرت کرنے لگو گے اور جو مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ اللہ عزَّ وَجَلَّ سے بُغض کرتا ہے اور جو شخص اللہ عزَّ وَجَلَّ سے بُغض کرتا ہے اللہ عزَّ وَجَلَّ اسے ناپسند کرتا ہے۔

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند سلمان الفارسی، الحدیث: ۲۵۱۴، ج ۶، ص ۴۸۲، مختصراً)

فقیر وغنی کے لئے دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دومیل چل کر جنازہ میں شریک ہو اور تین میل چل کر دعوت قبول کرو۔

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سلطانِ مدینۂ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ ترجمہ: اگر مجھے (کُرَاعُ الْغَمِیم میں بھی) بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب القلیل من الھبۃ، الحدیث ۲۵۶۸، ص ۲۰۲)

کُرَاعُ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ جب نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ماہ رمضان میں اس جگہ کی طرف سفر فرماتے تو روزہ نہ رکھتے، اور دورانِ سفر نماز میں قصر کیا کرتے۔

اگر نفلی روزہ ہو تو اسے افطار کردے کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ اگر کھانے، جگہ یا بچھونے کے بارے میں شبہ ہو یا دعوت دینے والا فاسق، ظالم یا بدعتی ہو، یا دعوت کے ذریعے فخر ومباہات کا طلبگار ہو تو دعوت قبول کرنا منع ہے نیز قبولیتِ دعوت کا مقصد اِطاعت ہو نہ کہ پیٹ کی خواہش کو پورا کرنا اور میزبان کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

اہل میت کی طرف کھانا لے جانا مستحب ہے۔ اس بات کو سمجھ لو یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

103۔ بَابُ مَا یَقُوْلُهٗ مَنْ دُعِیَ اِلٰی طَعَامٍ فَتَبِعَهٗ غَیْرُهٗ

جس کی دعوت ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی چلا جائے تو وہ کیا کہے

(742) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ، قَالَ: دَعَا رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ رَجَعَ قَالَ: بَلْ أَذَنُ لَهُ يَارَسُوْلَ اللهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کو کل پانچ آدمیوں کے کھانے کی دعوت دی ان کے پیچھے ایک اور چل پڑا جب دروازہ پر پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو بتا دیا کہ یہ ہمارے پیچھے چل پڑا ہے اگر تو چاہے، تو اس کو اجازت دے اور اگر چاہے، تو یہ لوٹ جائے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! بلکہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی اللحام والجزار، ج۳ص۵۸، رقم: ۲۰۸۱ صحیح مسلم، باب ما یفعل الضیف اذا تبعه غیر من دعاه صاحب الطعام، ج۶ص۱۱۵، رقم: ۵۴۳۹ صحیح ابن حبان، باب الضیافة، ج۱۲ص۱۱۱، رقم: ۵۳۰۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۱۹۷، رقم: ۱۳۲۱۴ معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه ابوشعیب الانصاری، ج۵ص۲۲۸، رقم: ۶۲۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی چار حضرات غالبًا خلفائے راشدین حضور انور کے ساتھ ہوں اور پانچویں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس نے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب یہ انتظام کیا تھا معلوم ہوا کہ گوشت کی تجارت بھی سنت صحابہ ہے۔

مرقات نے یہاں فرمایا طعیمًا کی تفسیر کمی کے لیے نہیں ہے کیونکہ ابوشعیب نے کھانا کافی تیار کیا تھا بلکہ معنی یہ ہیں کہ پرتکلف کھانا تیار کیا جو نہایت لذیذ تھا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لذیذ کھانے بھی تناول فرمائے ہیں، مرغ بھی کھایا ہے مگر بیک وقت چند کھانے نہ کھائے، اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ بیک وقت چند کھانے بدعت، جائز نہیں۔ (دیکھو شامی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے پرتکلف لذیذ کھانا تیار کرنا سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوۃ والسلام) نے پراٹھے شیرمال ایجاد کیے مہمانوں کے لیے۔ (دیکھو ہماری کتاب تفسیر نعیمی پہلا پارہ)

غالبًا یہ چھٹا شخص راستہ سے ساتھ ہولیا تھا اور غالبًا اسی سے فرما بھی دیا ہوگا کہ تمہارے لیے اگر اجازت مل گئی تو کھالینا ورنہ واپس آجانا، اس پر برا نہ ماننا۔

سبحان اللہ! یہاں تو ایک زائد شخص کے لیے اجازت حاصل فرما رہے ہیں اور حضرت جابر وطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا، یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنت خداداد کا اظہار مقصود کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں، ساری امت حضور کی لونڈی غلام، مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے، کیونکہ غلام کا مال مالک کا

خود اپنے معجزے سے کھانا کھلایا کہ وہاں کھانا کھانے سے کم نہ ہوا، جو چیز خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلانے نہ بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کنوئیں، دریا سے بغیر بلائے سب پانی پیتے ہیں مگر گھڑے کا پانی مالک سے پوچھ کر، ایصال ثواب کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی خاص میت کے لیے کھانا پکایا گیا ہے تو تم اس کے ساتھ ساری امت رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو۔

اس سے دعوت کے متعلق بہت سے مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے۔ دوسرے یہ کہ بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی ناخواندہ کو نہ لے جائے الا بالعرف چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا باڈی گارڈ عملہ جاسکتا ہے کہ اب اس پر عرف قائم ہے، تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کے لیے اجازت لی جائے۔ چوتھے یہ کہ ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو، پانچویں یہ کہ مہمان کھاتے وقت کسی آجانے والے آدمی کو آرڈر نہ کرے کہ آؤ کھانا کھالو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں، چھٹے یہ کہ دسترخوان والا دوسرے دسترخوان والے کو کوئی چیز اس دسترخوان کی نہ دے ہاں ایک دسترخوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں، بعض فقہاء تو فرماتے ہیں کہ مہمان اجنبی کتے کو ہڈی بھی نہیں ڈال سکتا، اگر مالک کا کتا ہے تو اس کو ڈالے۔ (از مرقات، وشامی وغیرہ مع زیادت) بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے۔ واللہ اعلم! (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۱۴۰)

104۔بَابُ الْاَكْلِ مِمَّا يَلِيْهِ وَوَعْظِهٖ وَتَأْدِيْبِهٖ مَنْ يُّسِيْءُ اَكْلَهٗ

اپنے سامنے سے کھانا اور اس کو سمجھانا اور ادب سکھانا جس کا کھانے کا انداز نامناسب ہو

(743) عن عمر بن اَبِي سَلَمَة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ (یہ اُم سلمہ کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے اور نبی اکرم کی گود میں تھے) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالے میں چکر لگاتا اس پر رسول اللہ ﷺ نے مخاطب ہو کر مجھے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لے کر کھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے اور سامنے سے کھا اس بعد میرا کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔

قَوْلُهٗ: "تَطِيْشُ بِكَسْرِ الطَّاءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِّنْ تَحْتُ، مَعْنَاهُ: تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ اِلٰى نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

تَطِیْشُ: طا کے زیر اور اس کے بعد یا مثناۃ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے حرکت کرتا تھا اور پیالے کے کناروں میں گھومتا تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین، ج ۷،ص ۶۸، رقم: ۵۳۷۶،صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج ۳ص ۱۰۹۹، رقم: ۲۰۲۲،سنن الکبرٰی للنسائی، باب اکل الانسان مما یلیه اذا کان معه من یاکل، ج ۴ص ۱۷۵، رقم: ۶۷۵۹،المعجم الکبیر للطبرانی،من اسمه عمر بن ابی سلمه، ج ۹ص ۲۷، رقم: ۸۳۱۵(مکتبة العلوم والحکم الموصل)،سنن ابن ماجه، باب الاکل بالیمین، ج ۲ص ۱۰۸۷، رقم: ۳۲۶۷(دار الفکر، بیروت))

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالاسد ہیں، قرشی مخزومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں ۲ھ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضورانور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضورانور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگولیا۔

یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پیئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ص ۱۴۰)

ابوحامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف میں فرماتے ہیں:

بچوں کو پڑھانے والے کے آداب

▪ (بچوں کو پڑھانے والا) پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے کیونکہ بچوں کی نظریں اسے دیکھتی ہیں اور ان کے کان اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس جو اس کے نزدیک اچھا ہوگا وہ ان کے نزدیک بھی اچھا ہوگا اور جو اس کے نزدیک برا ہوگا وہ ان کے نزدیک بھی برا ہوگا، کلاس میں خاموشی اختیار کرے، آنکھوں میں غضب وجلال کو لازم پکڑے، اپنے رعب و ہیبت کے ذریعے بچوں کو ادب سکھائے، مارنے اور ایذا رسانی میں زیادتی نہ کرے، ان سے زیادہ ہنسی مذاق بھی نہ کرے کہ وہ استاذ پر جرأت کرنے لگیں، نہ انہیں آپس میں زیادہ گفتگو کرنے دے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے سامنے بے تکلف ہو جائیں، اور نہ ہی بچوں کے سامنے کسی سے ہنسی مذاق کرے، بچے اسے کچھ دیں تو اس سے بچنے کی کوشش کرے، اپنے

سامنے موجود مشتبہ چیزوں سے احتراز کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے اس سے دور ہو جائیں، انہیں لڑائی جھگڑے سے منع کرے اور دوسروں کی تفتیش (یعنی ان کی ٹوہ میں پڑنے) سے روکے، ان کے سامنے غیبت، جھوٹ اور چغلی کی مذمت اور برائی بیان کرے، بچوں سے ایسے کام کی بار بار پوچھ گچھ نہ کرے جس کے وہ عادی ہوں کہ کہیں وہ اس کو بوجھ تصور نہ کرنے لگ جائیں، ان کے والدین سے نہ مانگنا پھرے ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے اُکتا جائیں، انہیں نماز وطہارت (یعنی پاکی حاصل کرنے) کے مسائل سکھائے اور ان چیزوں کی پہچان کروائے جن سے انہیں نجاست لاحق ہوتی (یعنی پلیدی پہنچتی) ہے۔

(الأدب لی الدین ص ۱۷)

(744) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ، فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ. قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ! مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ! فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگا میں اس کو اٹھا نہیں سکتا فرمایا: تو نہ اٹھا سکے اس کو تکبر نے بات ماننے سے روکا ہے تو پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف کبھی نہ اٹھ سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج ۲ص ۲۰۰، رقم: ۲۰۲۱، سنن الکبری للبیھقی، باب الاکل والشرب بالیمین، ج ۷ص ۲۷۷، رقم: ۱۵۰۰۷، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۳ص ۱۱۴، رقم: ۶۵۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں سردار لوگ اُلٹے ہاتھ سے کھاتے تھے معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس متکبرانہ عادت سے اُلٹے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔

اس نے شرمندگی مٹانے کے لیے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اسی پر یہ جواب ارشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آسکے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے اعضاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان ہیں۔

وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکا۔ شعر

قسم خدا کی نہ وہ اٹھ سکا قیامت تک　　　　کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ص ۱۴۰)

تکبر کا معنی

تکبر نفس کی ایک صفت ہے جو نفس کے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور ظاہراً تکبر سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس صفت کے لئے اَثر کی طرح ہے۔ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا مانگی: اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ ترجمہ: میں تکبر کی پھونک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیھا، باب الاستعاذۃ فی الصلاۃ، الحدیث ۸۰۸، ص ۲۵۰۵)

تکبر کی اقسام

اگر تکبر اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر ہو یعنی وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو یہ مکمل کفر ہے، اگر رسولوں پر تکبر ہو کر وہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کرتا تو یہ بھی مکمل کفر ہے اور تیسری قسم مخلوق پر تکبر کرنا ہے کہ وہ لوگوں پر بڑائی چاہے اور انہیں اپنی خدمت کرنے اور اپنے لئے عاجزی اختیار کرنے کی دعوت دے اور یہ کبریائی میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ جھگڑا کرنے کی طرح ہی ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ اور اگر تکبر مال وجاہ کے ساتھ ہو تو اس کا علاج پیچھے گزر چکا ہے، اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر آنا تو اچھی چیز ہی کے خلاف ہے (یعنی اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر نہیں آتا) اور اگر تکبر نیکیوں اور علم وعمل کی وجہ سے ہو تو اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہو۔ جب انسان اعمال کے ساتھ لوگوں پر تکبر کرتا ہے تو گویا اس نے اپنا اجر وصول کر لیا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ پس قریب ہے کہ اس کا اجر ضائع ہو جائے اور یہی اس کے علاج کا طریقہ ہے۔ اور وہ جو اپنے اندر خیالات پاتا ہے اس کے مقابلہ میں اسے راحت حاصل ہوگی۔ پس جب اس کا نفس لوگوں پر برتری چاہنے پر ابھارے تو اسے عاجزی کا پیکر بنا چاہے اور اس پر استقامت اختیار کرنی چاہئے تا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے اس سے نجات عطا فرمائے اور جب بھی اس کا نفس تکبر سے خلاصی چاہے تو اسے چار امور کے ساتھ اپنے نفس کو آزمائے:

(۱) کیا وہ کسی دوسرے کی زبان پر حق کے ظاہر ہونے سے غصہ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ بلندی چاہتا ہے یا نہیں؟
(۲) وہ محافل میں اپنے ہم عصروں کو اپنے سے مقدم جانے۔
(۳) وہ کھانا وغیرہ ضرورت کی اشیاء خود اپنے گھر اٹھا کر لائے کہ یہ سنت ہے اور اپنے گھر کے کام کاج میں اپنے غلام کا ہاتھ بٹائے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے، یہ سب سنت ہے۔ اور فقراء کی دعوت کو قبول کرنا، ان کے ساتھ بازار جانا اور ان کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنا اسی سے ہے۔ (لباب الاحیاء ص ۲۸۷)

105- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا أَكَلَ جَمَاعَةً إِلَّا بِإِذْنِ رُفْقَتِهِ

اجتماعی کھانے میں ساتھیوں کی اجازت کے بغیر دو کھجوروں وغیرہ کو ملا کر کھانا منع ہے

(745) عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، قَالَ: اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ،

حضرت جبلۃ بن سحیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر ﷺ کے دور میں ہم قحط سالی میں مبتلا ہوئے پھر ہمیں تھوڑی سی کھجوریں ملیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ اور ہم

فَيَقُوْلُ: لَا تُقَارِنُوْا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْقِرَانِ ثُمَّ يَقُوْلُ: إِلَّا أَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کھاتے رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: دو دو ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے پھر فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو اجازت دے دے تو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القران فی التمر، ج۲،ص۸۰، رقم: ۵۴۴۶ صحیح مسلم، باب نہی الاکل مع جماعة عن قران تمرتین ونحوهما فی لقمة، ج۲،ص۱۱۲۲، رقم: ۲۰۴۵ سنن الدارمی، باب النهی عن القران، ج۲،ص۱۴۱، رقم: ۲۰۵۹ الاداب للبیہقی، باب فی القران بین التمرتین، ج۱،ص۲۵۸، رقم: ۴۲۹ مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر بن عبدالله، ج۲،ص۱۰۳، رقم: ۵۸۰۲)

شرح حدیث: زمین سے چُن چُن کر ٹکڑے کھانا

سرکارِ بغداد حُضُور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں شہر میں جب کھانے کے ارادے سے گرے پڑے ٹکڑے یا جنگل کی کوئی گھاس یا پتّی اٹھانا چاہتا اور دیکھتا کہ دوسرے فُقَراء بھی اس کی تلاش میں ہیں تو اپنے اسلامی بھائیوں ایثار کرتے ہوئے نہ اٹھاتا بلکہ یونہی چھوڑ دیتا تاکہ وہ اٹھا کرلے جائیں اور خود بھوکا رہتا۔ جب بھوک کے سبب کمزوری حد سے بڑھی اور میں قریبُ المرگ ہو گیا تو پھول والے بازار سے ایک کھانے کی چیز جو زمین پر پڑی تھی وہ میں نے اٹھائی اور ایک کونے میں جاکر اسے کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک عجمی نوجوان آیا اس کے پاس تازہ روٹیاں اور بُھنا ہوا گوشت تھا وہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ اس کو دیکھ کر میری کھانے کی خواہش ایک دم شدّت اختیار کر گئی۔ جب وہ اپنے کھانے کے لئے لُقمہ اٹھاتا تو بھوک کی بے تابی کی وجہ سے بے اختیار جی چاہتا کہ مُنہ کھول دوں تاکہ وہ میرے مُنہ میں لقمہ ڈال دے۔ آخر میں نے اپنے نَفْس کو ڈانٹا کہ بے صبری مت کر اللہ عَزَّ وَجَلَّ میرے ساتھ ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر میں اس نوجوان سے مانگ کر ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ یکا یک وہ نوجوان میری طرف متوجّہ ہوا اور کہنے لگا، بھائی! آجایئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی کھانے میں شریک ہو جایئے، میں نے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا، میرے نَفْس نے مجھے کھانے کیلئے بہت اُبھارا لیکن میں نے پھر بھی انکار کیا۔ مگر اُس نوجوان کے پیہم اِصرار پر میں نے تھوڑا سا کھانا کھالیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا، جیلان کا۔ وہ بولا، میں بھی جیلان ہی کا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تم مشہور عابد و زاہد اور ولیُ اللہ حضرت سیّد عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے عبدُ القادِر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا، وہ تو میں ہی ہوں۔ یہ سُن کر وہ بے قرار ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں بغداد آنے لگا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امّی جان نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دینے کے لئے مجھے سونے کی آٹھ اشرفیاں دی تھیں میں یہاں بغداد آکر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تلاش کرتا رہا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کسی نے پتا نہ دیا یہاں تک کہ میری تمام رقم خرچ ہو گئی، میرا تین دن کا فاقہ ہے، میں جب بھوک سے نڈھال ہو گیا اور جان پر بن گئی تو میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانت میں سے یہ روٹیاں اور بُھنا

ہوا گوشت خریدا۔ حُضُور! آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بھی بخوشی اِسے تناوُل فرمائیے کہ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہی کا مال ہے، پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میرے مہمان تھے اور اب میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مہمان ہوں۔ بقیہ رقم پیش کرتے ہوئے بولا، میں مُعافی کا طلب گار ہوں۔ اِضطراری حالت میں میں نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رقم ہی سے کھانا خریدا تھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ میں نے بچا ہوا کھانا اور مزید کچھ رقم اُس کو پیش کی اُس نے قبول کی اور چلا گیا۔

(الذیل علی طبقاتِ الحنابلۃ ج ۳ ص ۲۵۰)

106-بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ وَيَفْعَلُهٗ مَنْ يَّأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

جو کھا کر سیر نہیں ہوتا وہ کیا کرے اور کیا کہے؟

(746) عن وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَصحابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ؟ قَالَ: "فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" قَالُوْا: نَعَمْ۔ قَالَ: "فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

حضرت وحشی بن حرب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا: جی ہاں فرمایا کھانا اکٹھے ہو کر کھایا کرو۔ اور اللہ کا نام لیا کرو تمہارے لیے اس میں برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاجتماع علی الطعام، ج۳ص۴۰۹، رقم: ۳۷۶۴، الاداب للبیہقی، باب الاجتماع علی الطعام، ج۱ص۲۷۷، رقم: ۳۶۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ وحشی، ج۲۲ص۱۳۹، رقم: ۱۸۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام وحشی ابن حرب ابن وحشی ابن حرب ہے، یہ وحشی تابعین سے ہیں اور ان کے دادا وحشی ابن حرب وہ ہی ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پھر زمانہ اسلام میں خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا یعنی وحشی نے اپنے باپ حرب سے روایت کی اور حرب نے اپنے باپ وحشی سے روایت کی جو کہ ان راوی وحشی کے دادا ہیں، ان وحشی صحابی کے بہت سے بیٹے ہیں یعنی حرب، اسحاق وغیرہم۔ (مرقات واشعہ)

(اور سیر نہیں ہوتے) یعنی ہم کھاتے زیادہ ہیں اور سیری کم ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو قناعت اور قوۃ علی الطاعۃ نصیب ہو وہ کم میسر ہوتی ہے۔

(شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا ہاں) یعنی گھر والے ایک ایک کر کے الگ الگ کھاتے ہیں جمع ہو کر ایک ساتھ نہیں کھاتے۔ سبحان اللہ! یہ ہے مرض کا بیان ہے اور یہ ہے حکیم مطلق کی تشخیص اور پہچان۔

(اللہ کا نام لو تم کو اس میں برکت دی جائے گی) یہ ہے ان حکیم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج فرمانا کہ جمع ہو کر ایک

ساتھ کھانے میں برکت ہے۔ خیال رہے کہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا یعنی تم پر گناہ نہیں مل کر کھاؤ یا الگ الگ کیونکہ آیت کریمہ میں الگ الگ کھانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس حدیث پاک میں مل کر کھانے کے استحباب کا تذکرہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص ١٤٠)

107- بَابُ الْاَمْرِ بِالْاَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاَكْلِ مِنْ وَسَطِهَا

پیالہ کے کنارہ سے کھانے کا حکم اور درمیان سے کھانے کی ممانعت

فِيْهِ: قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ كَمَا سَبَقَ.

اس بارے میں آپ کا فرمان: اور اپنے آگے سے کھا۔ متفق علیہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(747) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ، وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَّسَطِهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن عباس ﷄ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان اترتی ہے تم اس کے کناروں سے کھاؤ اس کے درمیان سے مت کھاؤ۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ الاکل من وسط الطعام، ج٣ص٢٦٠، رقم: ١٨٠٥، صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل، ج١٢ص٥٠، رقم: ٥٢٤٥، جامع الاصول، النوع الثالث، الاکل من جوانب الطعام وترك وسطه، ج٧ص٣٩٠، رقم: ٥٤٤٧)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر شخص اپنے سامنے والے کنارہ سے کھائے بیچ پیالے سے نہ کھائے، درمیان پیالہ نزول رحمت کی جگہ ہے درمیان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہاں بھی نیچے سے مراد اپنے سامنے والا کنارہ ہے اور اوپر سے مراد پیالہ کا درمیانی حصہ ہے مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ درمیانی پیالہ حد مشترک ہے اور پیالہ کے کنارے ہر کھانے والے کا حق ہے۔ بیچ سے کھانا حرص کی علامت ہے، حریص رحمت الٰہی سے محروم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری کا نزول ہوتا ہے خاص کر جب کہ سنت کی نیت سے کھایا جائے۔

نیچے سے مراد برتن کے کنارے ہیں جہاں سے کھانے والے کھائیں گے اور اوپر سے مراد درمیان برتن ہے، چونکہ یہ درمیانی جگہ قدر مشترک ہے اس لیے برکت کا وہاں ہی نزول مناسب ہے۔ اس فرمان عالی میں برکت اور رحمت کو اس پانی سے تشبیہ دی گئی جو اوپر یعنی اونچی جگہ میں اترے اور وہاں سے چوطرفہ کناروں میں پہنچ جائے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص٥٩)

(748) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَصْعَۃٌ یُقَالُ لَھَا: اَلْغَرَّاءُ یَحْمِلُھَا اَرْبَعَۃُ رِجَالٍ، فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰی اُتِیَ بِتِلْکَ الْقَصْعَۃِ، یَعْنِیْ وَقَدْ ثُرِدَ فِیْھَا. فَالْتَفُّوْا عَلَیْھَا. فَلَمَّا کَثُرُوْا جَثَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ: مَا ھٰذِہِ الْجِلْسَۃُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَنِیْ عَبْدًا کَرِیْمًا، وَّلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا عَنِیْدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "کُلُوْا مِنْ حَوَالَیْھَا، وَدَعُوْا ذِرْوَتَھَا یُبَارَکْ فِیْھَا رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ایک پیالہ تھا اس کو غراء کہا جاتا تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوا انہوں نے چاشت کی نماز پڑھ لی تو اس پیالہ کو لایا گیا۔ اس میں ثرید بنایا ہوا تھا۔ وہ اس پر جمع ہو گئے۔ پس جب زیادہ ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ دو زانو بیٹھ گئے۔ ایک بدو کہنے لگا یہ کیا بیٹھنے کا طریقہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مہربان عزت والا بندہ بنایا ہے۔ مجھ کو سرکش قیدی نہیں بنایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو کناروں سے کھاؤ اس کا درمیان چھوڑ دو۔ اس میں برکت دی جائے گی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

"ذِرْوَتُھَا: اَعْلَاھَا بِکَسْرِ الذَّالِ وَضَمِّھَا.

ذِرْوَتُھَا: ذال پر زیر اور زبر دونوں طرح پڑھا گیا اس کا مطلب ہے: بلند حصہ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الاکل من اعلی الصحفۃ، ج۳ص۳۰۹، رقم: ۳۷۷۳، الاداب للبیہقی، باب الاکل متکئا، ج۱ص۲۶۳، رقم: ۳۴۰، سنن ابن ماجہ، باب الاکل متکئا، ج۲ص۱۰۸۶، رقم: ۳۲۶۳، مشکوۃ المصابیح، باب الضیافۃ، الفصل الثانی، ج۲ص۳۶۵، رقم: ۴۲۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ سلمی مازنی ہیں، آپ خود اور آپ کے والد بسر، والدہ عطیہ اور بھائی بہن سب صحابیہ وصحابی ہیں، شام میں مقام حمص میں رہے، وہاں وضو کرتے ہوئے اچانک فوت ہوئے ۸۸ھ اٹھاسی ہجری میں، آپ شام کے آخری صحابی ہیں۔

غراء مؤنث ہے اغرہ کا بمعنی روشن چمکدار۔

اکثر یہ ثرید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تھا ان تمام نمازیوں کے لیے جو نماز اشراق یا چاشت پڑھتے پھر حاضر ہوتے، مشائخ کرام کے درباریوں کے لنگروں کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ یہ حضور کا لنگر تھا کبھی صحابہ کرام بھی اس پیالے میں اپنے کھانے شامل کر دیا کرتے تھے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے جیسے آج بعض اہل توفیق بزرگوں کے لنگر کے لیے کچھ نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اس کی اصل بھی یہ ہی حدیث ہے، اب بھی ماہ رمضان میں بعض اہل مدینہ افطار سحری

کے وقت مسجد نبوی شریف میں لنگر لگاتے ہیں اور بعض اہلِ خیر اس لنگر میں کچھ چندہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، میں نے خود جناب الحاج غلام حسین مدنی کے لنگر میں سحریاں کھائی ہیں، اللہ پھر نصیب کرے۔

یعنی لوگ اتنے زیادہ ہونے لگے کہ جگہ تنگ ہوگئی حضور انور نے اس تنگی کی وجہ سے اکڑوں کھانا کھایا مگر الگ کھانا منظور نہ فرمایا سب کے ساتھ ہی کھایا یہ ہے کرم کریمانہ۔ شعر

عجز اللہ رے تمہارا کہ شہ کل ہو مگر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

(ایک بدو کہنے لگا یہ کیا بیٹھنے کا طریقہ ہے) ان بدوی صاحب نے متکبرین کے طور طریقے دیکھے تھے کہ وہ نشست و برخاست میں بڑی شان وشکوہ ظاہر کرتے ہیں، وہ حضور انور کی یہ سادگی دیکھ کر حیران رہ گئے تعجب سے پوچھا کہ اللہ اکبر یہ شان اور یہ عجز وانکسار اور تواضع۔

(مجھ کو مہربان عزت والا بندہ بنایا ہے) یعنی مجھے اللہ تعالی نے کریم سخی و بندہ بنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ہر ادا سے میری بندگی ظاہر ہو اور یہ بیٹھک اظہار بندگی کے لیے بہت ہی مناسب ہے دوسری نشستیں بڑائی ظاہر کرتی ہیں۔

یعنی اے میرے ساتھیو! پیالہ کے کناروں سے اپنے اپنے آگے سے کھاؤ بیچ پیالہ سے نہ کھاؤ کہ بیچ پیالہ میں برکت اترتی ہے وہاں سے کناروں تک پہنچتی ہے، اگر تم نے بیچ سے کھانا شروع کر دیا تو وہاں برکت آنا بند ہو جائے، غرضیکہ برکت اترنے کی جگہ اور ہے اور برکت لینے کی جگہ کچھ اور۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۹)

108- بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے

(749) عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بن عبد الله رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا آكُلُ مُتَّكِئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: اَلْمُتَّكِئُ هَاهُنَا: هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلَى وِطَاءٍ تحته. قَالَ: وَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُّرِيْدُ الْإِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ، بَلْ يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَا مُسْتَوْطِئًا، وَيَأْكُلُ بُلْغَةً. هٰذَا كَلَامُ الْخَطَّابِيِّ، وَأَشَارَ غَيْرُهُ إِلٰى أَنَّ الْمُتَّكِئَ هُوَ الْمَائِلُ عَلٰى جَنْبِهِ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

خطابی نے کہا اس حدیث میں ٹیک لگانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو نیچے رکھے ہوئے تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تکیوں اور گدوں پر بیٹھ کر کھانا نہ کھاتے جس طرح زیادہ کھانے کے خواہش مند لوگ کرتے ہیں۔ بلکہ آپ اکڑوں بیٹھتے نہ کہ ٹیک لگا کر اور بقدر ضرورت تناول فرماتے۔ یہ خطابی کا موقف ہے۔ دیگر علماء نے فرمایا: مُتَّكِئ کا معنی پہلو پر جھکنے والا ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

(تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الاکل متکئا، ج۷، ص۷۲، رقم: ۵۳۹۸، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الاکل متکئا، ج۳، ص۳۰۸، رقم: ۳۷۶۹، الآداب للبیہقی، باب الاکل متکئا، ج۱، ص۲۶۲، رقم: ۴۳۷، سنن الدارمی، باب فی الاکل متکئا، ج۲، ص۱۳۵، رقم: ۲۰۷۱، مسند امام احمد، حدیث ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ، ج۳، ص۳۰۹، رقم: ۱۸۷۸۶، مسند الطیالسی، احادیث ابی جحیفہ، ص۱۴۰، رقم: ۱۰۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۷۲ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوز نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعہ ومرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کرکے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے مناسب نہیں۔ دو زانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات) (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص۹۹)

(750) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُّقْعِيًا يَاْكُلُ تَمْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ زانو کھڑے کرکے پیٹ سے ملا کر بیٹھے ہوئے کھجوریں تناول فرماتے تھے۔

(مسلم)

"اَلْمُقْعِيْ: هُوَ الَّذِيْ يُلْصِقُ اَلْيَتَيْهِ بِالْاَرْضِ، وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ.

المقعی جو دونوں سرین زمین پر رکھے اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کرکے بیٹھے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب تواضع الاکل وصفة قعوده، ج۶، ص۱۲۲، رقم: ۵۴۵۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاکل متکئا، ج۷، ص۳۸۲، رقم: ۱۵۰۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر لگی ہو دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں یعنی اوکڑوں۔ یہ بیٹھک نماز میں مکروہ ہے کھاتے وقت بہتر کیونکہ یہ بیٹھک جلدی کے اظہار کے لیے ہوتی ہے نماز میں سکون کا اظہار چاہیے نہ کہ جلدی اور تیزی کا، کھانے میں جلدی اور تیزی تاکہ اس سے جلد فارغ ہو کر عبادت یا اور کسی دینی کام میں مشغول ہو جائیں۔ مطیع فرمانبردار غلام اوکڑوں بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ منہ میں نوالہ ہے کان لگے ہیں آقا کی آواز کی طرف کہ کب وہ بلائے اور کب یہ فوراً اٹھ کر

جائے، نیز اوکڑوں بیٹھ کر کھانے سے زیادہ کھانا نہیں کھایا جاتا۔غرضیکہ کہ کھانے کی اس نشست میں بہت حکمتیں ہیں۔
کھانے میں یہ تیزی اور جلدی یا تو سخت بھوک کی وجہ سے تھی یا کسی کام کی جلدی تھی یا وہ ہی حکمت تھی کہ جلد کھا کر دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں کھانا مقصود للغیر ہے عبادت مقصود بالذات۔(مرقات واشعہ) غرضیکہ اس جلدی میں بھی حکمتیں تھیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۴۷)

109-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْاَصَابِعِ، وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَاَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَاَكْلِهَا وَمَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

تین انگلیوں سے کھانا اور ان کو چاٹنا مستحب ہے اور چاٹنے سے پہلے ان کو صاف کرنا مکروہ ہے اور پیالہ صاف کرنا مستحب ہے اور گرے ہوئے لقمہ کو اٹھانا اور کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کے بعد بازو اور پاؤں پر ملنا جائز ہے

(751) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحْ اَصَابِعَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا اَوْ يُلْعِقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو انگلیاں چاٹنے سے پہلے نہ پونچھے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لعق الاصابع ومعها قبل ان تمسح بالمنديل، ج۷ص۸۲، رقم: ۵۴۵۶ صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واكل اللقمة الساقطة، ج۶ص۱۱۳، رقم: ۵۴۱۲ السنن الكبرىٰ للبیهقی، باب الاكل بثلاث اصابع ولعقها، ج۷ص۲۷۸، رقم: ۱۵۰۱۱ اتحاف الخيرة المهرة، باب لعق الاصابع قبل مسحها الاحزار، ج۴ص۳۰۲، رقم: ۳۶۲۲ سنن ابن ماجه، باب لعق الاصابع، ج۲ص۱۰۸۸، رقم: ۳۲۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنی بیوی کو یا خاوند کو یا چھوٹے بچوں کو یا خاص خادم کو یا شاگرد کو یا مرید کو چٹادے جو اس سے نفرت نہ کرے بلکہ تبرک سمجھ کر چاٹ لیں، کتوں، بلوں کو نہ چٹائیں۔بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں کو دیکھا گیا کہ کتے پالتے ہیں اور کتے ان کے پاؤں گردن بلکہ پیار میں منہ تک چاٹتے ہیں اور یہ خوش ہوتے ہیں۔نعوذ باللہ! (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۱۸)

(752) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ، فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَھَا. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے پس جب آپ (کھانے سے) فارغ ہوتے تو ان کو چاٹ لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واکل اللقمة، ج٦ص١١٣، رقم: ٥٢١٦، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه کعب بن مالک الانصاری، ج١٩ص٩٦، رقم: ١٥٨٥٩، الاداب للبیہقی، باب الاکل بثلاث اصابع ولعقھا، ج٦ص٢٢٧، رقم: ٤٠٣، سنن ابوداؤد، باب فی المندیل، ج٣ص٣٢١، رقم: ٣٨٥٠، سنن الدارمی، باب الاکل بثلاث اصابع، ج٢ص١٣٢، رقم: ٢٠٣٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔ سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلاضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔ عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے، پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف دھوڈالنا طریقہ منکرین ہے۔ جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کے لیے، بہرحال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا۔ (مرقات)

(مرأۃ المناجیح، ج٦ص١٦)

(753) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: "اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَةُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں چاٹنے اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واکل اللقمة، ج٦ص١١٤، رقم: ٥٢٢٠، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج٣ص٣٩٣، رقم: ١٥٢٦١، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی لعق الاصابع، ج٨ص١٠٨، رقم: ٢٤٩٤٢، شعب الایمان للبیہقی، باب رفع اللقمه اذا سقطت وانقاء القصعة، ج٥ص٨٢، رقم: ٥٨٥٧)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

منکرین انگلیاں اور رکابی چاٹنے سے نفرت کرتے ہیں، تعلیم تواضع کے لیے یہ حکم صادر ہوا۔ عیسائی اور انکی دیکھا دیکھی بعض مغرب زدہ لوگ تو انگلیوں سے کھانا بھی ناپسند کرتے ہیں وہ چھری کانٹے اور چمچہ وغیرہ سے ہی کھاتے ہیں، عیسائی تو اس عمل پر مجبور ہیں کیونکہ وہ ناخن کٹواتے نہیں اور ہاتھ دھوتے نہیں، پانی سے استنجاء کرتے نہیں کاغذ سے ہی پونچھتے

ہیں، ان وجوہ سے ان کے ناخن زہریلے بھی ہوتے ہیں اور ان میں میل بھی بھرا رہتا ہے وہ انگلیوں سے کیسے کھائیں ان کے ناخنوں میں تو نجاست گندگی میل سب کچھ بھرا ہے۔ مسلمان یہ عمل کیوں کریں وہ ناخن کٹواتے ہیں، ہر وقت وضو وغیرہ میں ہاتھ دھوتے ہیں، استنجاء ڈھیلے پھر پانی سے کرتے ہیں، لمبے ناخن ہوتے ہی نہیں اور پورے زہریلے نہیں، بڑے بڑے ناخنوں کا اندر کا میل نجاست زہریلے ہیں۔ ہمارے اسلاف ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے رہے نہ مرے نہ بیمار پڑے۔ ہم سے زیادہ قوی و توانا تھے اور زیادہ عمر پاتے تھے۔ اولاً آنکھیں کھانا ٹیسٹ کرتی ہیں کہ اس میں کوڑا کچرا تو نہیں ہے، پھر انگلیاں اسکی سردی گرمی کا پتہ لگاتی ہیں، پھر ناک اس کی خوشبو بدبو محسوس کرتی ہے، پھر زبان اس کا ذائقہ تازہ باسی ہونا، اچھا برا، گلا سڑا ہونا محسوس کرتی ہے، پھر دانت اس کا صاف یا کرکرا ہونے کا پتہ لگاتے ہیں، اتنی جگہ کھانا ٹیسٹ ہو کر گلے سے اترتا ہے، چھری کانٹے چمچے سے کھانے سے دوسری ٹیسٹ ختم ہو جاتی ہے لہذا ضرر کا اندیشہ ہے اس لیے حتی الامکان انگلیوں سے ہی کھانا چاہیے۔

(انگلیاں چاٹنے اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا) لہذا ہو سکتا ہے کہ اس کھانے میں برکت ہو جو انگلیوں یا پیالے میں لگا رہ گیا ہے، اگر انگلیاں ویسے ہی دھو دی گئیں تو ہم برکت سے محروم رہ گئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷)

(754) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ، فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، وَلْيَاْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ، فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس پر جو تکلیف دہ چیز لگی ہو اس کو زائل کرے اور کھا لے اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ پونچھے حتی کہ اپنی انگلیاں چاٹ کر صاف کر لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ واکل اللقمۃ، ج ۲ص ۲۷، رقم: ۲۰۳۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ج ۳ص ۲۹۲، رقم: ۱۵۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی لعق الاصابع، ج ۸ص ۱۰۸، رقم: ۲۴۹۴۲، شعب الایمان للبیہقی، باب رفع اللقمۃ اذا سقطت والقاء القصعۃ، ج ۵ص ۸۲، رقم: ۵۸۵۴، سنن ابن ماجہ، باب لعق الاصابع، ج ۲ص ۶۳۷، رقم: ۳۲۷۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کھاتے پیتے وقت، پیشاب پاخانہ، نماز و دعا حتی کہ اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت بھی قرینی شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے ساتھ ہی کھاتا پیتا حتی کہ ساتھ ہی صحبت کرتا ہے جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے اور اولاد بے ادب سرکش ہوتی ہے، اگر ان اوقات میں بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے اولاد نیک و صالح اور با ادب پیدا ہوتی ہے، اگر پاخانہ جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا۔

اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھائے اور اگر نجاست لگ گئی ہے تو دھوکر کھالے، اگر دھل نہ سکے تو کتے بلی کو کھلا دے یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ اسمیں مال ضائع کرنا ہے اور رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔

(شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے) کہ اس چھوڑے ہوئے لقمہ کو یا تو شیطان کھا ہی لے گا یا اسکے ضائع ہونے پر خوش ہوگا شیطان کے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔

(کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے) لہذ کچھ بھی نہ چھوڑے سب ہی چاٹ لے، اگر فی آدمی ایک ماشہ کھانا بھی برتن میں لگا رہا جو برتن دھوتے ہوئے نالیوں میں گیا تو حساب لگالو کہ جس شہر میں آٹھ دس لاکھ آدمی رہتے ہوں تو دو دفعہ کتنا کھانا نالیوں میں جاتا ہے، یہ فضول خرچی بھی ہے، مال ضائع کرنا بھی، کھانے کی بے ادبی بھی اس لیے کچھ بھی نہ چھوڑو برتن کو اچھی طرح صاف کرو کھانے کا احترام و ادب یہ ہی ہے یا اتنا چھوڑو کہ دوسرا آدمی کھا سکے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ١٩)

(755) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهٖ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهٖ، فَاِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهٗ، فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی کے ہر کام کے وقت حاضر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ تمہارے کھانے کے وقت بھی تو جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے، تو جو تکلیف دہ چیز اس پر لگی ہو اس کو زائل کرے پھر کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے پس جب فارغ ہو جائے، تو انگلیاں چاٹ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واكل اللقمة الساقطة، ج٦ص١١٣، رقم: ٥٤٢٣ شعب الايمان، باب رفع اللقمه اذا سقطت والقا القصعة والتمسح بالمناديل، ج٥ص٨٠، رقم: ٥٨٥٣ جامع الاصول لابن اثير، النوع الثامن في لعق الصابع والصفحة، ج٦ص٢٠٠، رقم: ٥٤٦١)

شرح حدیث: انگلیاں چاٹنا سنت ہے

حضرتِ سیِّدُنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور جب فارغ ہو جاتے تو انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۷۹۲۳)

نہ معلوم کھانے کے کس حصے میں برکت ہے

حضرت سیِّدُ نا جابِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، تاجدارِ مدینہ ، قرارِ قلب و سینہ ، فیض گنجینہ ، صاحبِ مُعَطّر پسینہ ، باعثِ نُزُولِ سکینہ ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے اُنگلیوں اور برتن کے چاٹنے کا حُکم دیا اور فرمایا ، تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کِس حِصّے میں بَرَکت ہے ۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۲۲ الحدیث ۲۰۳۳)

اَفسوس صد کروڑ افسوس ! آج کل مسلمانوں کے کھانے کا انداز دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ بُہت کم ہی خوش نصیب ایسے ہوں گے جو سُنّت کے مطابِق کھانا کھاتے اور اس کی بَرَکتیں پاتے ہوں ۔ بیان کردہ حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا ، تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کِس حِصّے میں بَرَکت ہے ۔ لہٰذا ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ کھانے کا ایک ذرّہ بھی ضائع نہ ہو ، ہڈّی وغیرہ کو اس قَدَر چُوس چاٹ لینا چاہئے کہ اِس پر بوٹی کا کوئی جُز اور کسی قسم کے غذائی اَثرات باقی نہ رہیں ، ضَرورتاً کالی میں ہڈّی کو جھاڑ لیجئے تا کہ کوئی دانہ وغیرہ اَٹکا ہو تو باہَر آ جائے اور کھایا جاسکے ، اگر ہو سکے تو کھانے میں پکے ہوئے گرم مَصالِحے مَثَلاً اِلائچی ، کالی مرچ ، لونگ ، دارچینی ، وغیرہ بھی کھا لیجئے ان شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فائدہ ہی ہو گا ۔ اگر نہ کھا سکیں تب بھی کوئی گناہ نہیں ۔ بریانی وغیرہ سے ثابت ہری مرچیں نکال کر پھینک دینے کے بجائے ممکن ہو تو کھانا شُروع کرنے سے پہلے ہی انہیں چُن کر محفوظ کر لیجئے اور آئندہ کسی کھانے میں پیس کر ڈال دیجئے ۔ اکثر لوگ مچھلی کی کھال بھی پھینک دیتے ہیں اِس کو بھی کھا لینا چاہئے ۔ اَلغَرَض کھانے کے تمام اَجزاء پر غور کر لیا جائے اور اس کی ہر بے ضَرر چیز کھالی جائے ۔ نیز اُنگلیاں اور برتن اِس قَدَر چاٹیں کہ ان میں کھانے کے اَجزاء باقی نہ رہیں ۔

انگلیاں چاٹنے کی ترتیب

حضرت سیِّدُ نا کعب بن عُجْرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرورِ کائنات ، شاہِ موجودات صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم کو انگوٹھا ، شہادت والی اور درمیانی اُنگلی ملا کر تین اُنگلیوں سے کھاتے دیکھا ۔ پھر میں نے دیکھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم نے انہیں پُونچھنے سے پہلے چاٹ لیا سب سے پہلے درمیانی پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھا شریف چاٹا ۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۹ حدیث ۷۹۴۱)

اُنگلیاں تین مرتبہ چاٹنا سنّت ہے

اُنگلیاں تین تین بار چاٹنا سنّت ہے اگر تین بار کے باوُجود انگلیوں پر غذا چپکی ہوئی نظر آئے تو زیادہ بار چاٹ لیجئے یہاں تک کہ غذا کا اثر نظر نہ آئے ۔ شمائلِ ترمذی میں ہے ، سلطانِ دو جہاں ، شہنشاہِ کون و مکان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم (کھانے کے بعد) اپنی انگلیاں تین تین مرتبہ چاٹتے تھے ۔ (شمائل ترمذی ص ۶۱ حدیث ۱۳۸)

برتن چاٹنا سنت ہے

سردارِ مکۂ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منوّرہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ بَرَکت نشان ہے، جو رِکابی اور اپنی اُنگلیوں کو چاٹ لیتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُس کو دُنیا و آخرت میں آسُودہ (سَیر) رکھتا ہے۔ (طبرانی کبیر ج۱۸ ص۲۶۱ حدیث ۶۵۳)

آخر میں برکت زیادہ ہوتی ہے

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، کھانے کے برتن کو نہ اُٹھایا جائے یہاں تک کہ کھانے والا اس کو چاٹ لے یا کسی اور کو چٹوا دے کہ، کھانے کے آخر میں بَرَکت (زیادہ) ہوتی ہے۔

(کنز العمال ج۱۵ ص۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۴)

برتن دعائے مغفرت کرتا ہے

حضرتِ نُبَیْشَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بِاِذنِ پروردگار دو عالم کے مالِک ومختار، مکّی مَدَنی سرکار، محبوبِ غفّار عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا، جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اُس کیلئے اِستِغفار کریگا۔ (ابن ماجہ ج۴ ص۱۴ حدیث ۳۲۷۱)

ایک رِوایت میں یہ بھی ہے کہ وہ برتن کہتا ہے اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اس کو جہنّم سے آزاد کر جس طرح اس نے مجھے شیطان سے نَجات دی۔ (کنز العمال ج۱۵ ص۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۲)

مُفسّرِ شہیر حکیم الامّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں، سَنا ہوا (یعنی آلودہ) برتن بغیر صاف کے پڑا رہے تو اس سے شیطان چاٹتا ہے۔ (مراۃ ج۶ ص۵۲)

ادب ہے، اِس کو بربادی سے بچانا ہے، برتن یوں ہی چھوڑ دینے سے اِس پر مکّھیاں بِھنبِھناتی ہیں، برتن میں لگے ہوئے کھانے کے اَجزاء مَعاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نالیوں، گندگیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں، جس سے اُس کی سخت بے اَدَبی ہوتی ہے۔ اگر ایک وقت میں ہر فرد چند دانے بھی برتن میں چھوڑ کر ضائع کر دے تو روزانہ کئی مَن کھانا برباد ہوگا۔ غرضیکہ برتن چاٹنے میں کئی حکمتیں ہیں۔ (مُلخّص از مراۃ ج۶ ص۳۸)

ایمان افروز ارشاد!

سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، پیالہ چاٹ لینا مجھے اِس سے زیادہ محبوب ہے کہ پیالہ بھر کھانا تَصَدُّق کروں۔ (یعنی چاٹنے میں چونکہ انکساری ہے لہٰذا اِس کا ثواب اُس صَدَقہ کے ثواب سے زیادہ ہے)

(کنز العمال ج۱۵ ص۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۱)

آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو رِکابی اور اپنی اُنگلیاں چاٹے اللہ عَزَّ وَجَلَّ دُنیا و آخرت میں اُس کا پیٹ

بھرے۔ (یعنی دُنیا میں فَقر وفاقہ سے بچے، قِیامت کی بُھوک سے محفوظ رہے، دوزَخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کِسی کا پیٹ نہ بھرے گا) (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۶۱ حدیث ۶۵۳)

ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ الوالی فرماتے ہیں، جو کھانے کا برتن، چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے اُس کو ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب مِلتا ہے۔ (اِحیاءُعُلوم الدین ج ۲ ص ۷)

دھو کر پینے کا طریقہ

صِرف کھانے کی رِکابی ہی کو چاٹنا کافی نہیں، جب بھی کسی پیالے یا گلاس وغیرہ میں چائے، دودھ، لسّی، پھلوں کا رس (JUICE) وغیرہ استِعمال فرمائیں ان کو بھی چاٹئے اور دھو کر پی لیجئے۔ اِسی طرح سالن یا کسی اور غذا کا اجتماعی کٹورا، کڑاہی یا پتیلا خالی ہو چکا ہے یا اُس میں معمولی سی غِذا باقی رہ گئی ہے تو اس کو اور نکالنے کے چمچ کو بھی ممکن ہو تو صاف کر لیجئے عُموماً دیگوں، پتیلوں اور بڑے برتنوں کے اندر کچھ نہ کچھ غذا باقی رہ جاتی ہے جو ضائع کر دی جاتی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے جتنا ممکن ہو اُس سے غذائی اَجزاء نکال لیجئے ایک دانہ بھی ضائع نہ ہونے دیجئے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس کو دھو کر پانی جمع کر کے فِرِج میں رکھ لیا جائے اور پکانے میں استِعمال کر لیا جائے، مگر یہ سب توفیقِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ سے ہی ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ برتن یا گلاس وغیرہ کو چاٹنے یا دھونے میں یہ احتِیاط ضَروری ہے کہ اس سے کھانے کے اَجزاء خَتم ہو جائیں۔ اگر برتن میں کھانے کے اَجزاء لگے رہے تو یہ دھونا نہیں کہلائے گا۔ تجرِبہ (تَج۔رِ۔بہ) یہ ہے کہ ایک بار دھو کر پینے سے عُموماً برتن صاف نہیں ہوتا لھٰذا دو یا تین بار پانی ڈالکر اچھی طرح اُوپری کَناروں سمیت ہر طرف اُنگلی پھرا کر دھو کر پئیں تو بہتر ہے۔

دھو کر پینے کے بعد بچے ہوئے قطرے

دھو کر پینے کے بعد بھی رِکابی یا پیالے وغیرہ میں چند قطرے بچ جاتے ہیں لہٰذا اُنگلی سے جَمع کر کے پی لیجئے، پانی یا مشروب پی کر گلاس یا بوتل بظاہر خالی ہو جانے کے باوُجود چند لمحوں کے بعد دیکھیں گے تو اُس کی دیواروں سے اُتر کر پیندے میں چند قطرے جمع ہو چکے ہونگے، ان کو بھی پی لیجئے کہ حدیثِ پاک میں ہے، تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصّے میں بَرَکت ہے کاش! اِس طرح دھو کر پینا نصیب ہو کہ کھانے کا وہ برتن، لسّی کا گلاس یا چائے کا پیالہ وغیرہ ایسا ہو جائے کہ شناخت نہ ہو سکے کہ اِس میں ابھی کچھ کھایا یا شربت وغیرہ پیا گیا ہے!

برتن دھو کر پینے کے طِبّی فوائد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کوئی سُنّت خالی از حکمت نہیں۔ جدید سائنس بھی اب اعتِراف کرتی ہے کہ حیاتیات یعنی وٹامنز

خصوصاً وٹامن بی کمپلیکس کھانے کے اوپری حصے میں کم اور برتن کے پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں نیز غذا میں موجود معدنی نمکیات صرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں جو کہ برتن کو چاٹنے یا دھو کر پی لینے سے کئی امراض کے اِنسِداد (یعنی روک تھام) کا باعث بنتے ہیں۔ (آداب طعام ۲۷۲-۲۷۵)

(756) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا، لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، وَقَالَ: "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا، وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى، وَلْيَاْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ" وَاَمَرَنَا اَنْ نَّسْلُتَ الْقَصْعَةَ، وَقَالَ: "اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے اور فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھا لے اس سے تکلیف دہ چیز کو زائل کرے اور کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور ہم کو حکم فرمایا کہ ہم پیالہ کو صاف کریں اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة واكل اللقمة الساقطة، ج۳ص۱۱۰، رقم: ۵۴۲۶، الاداب للبیہقی، باب الاکل بثلاث اصابع ولعقها عند الفراغ من الاکل، ج۱ص۲۶۷، رقم: ۴۰۲، سنن ابوداؤد، باب فی اللقمة تسقط، ج۳ص۴۳۰، رقم: ۳۸۴۷، سنن الدارمی، باب اللقمة اذا سقطت، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۲۰۲۸، صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل، ج۱۲ص۵۳، رقم: ۵۲۴۹)

شرح حدیث: شیطان کے لئے نہ چھوڑے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنْهَشُوْا نَهْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء [اَنَّہ قال]: انہشوا اللحم نھشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے:

اَكْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَهٗ مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف الزای المنقوطۃ، الرقم ۲۹۵۶ ۔ زید ابو عبد اللہ، ج۲، ص ۵۱۹)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبی رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں

سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کر دے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۰۳۳ ، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہیے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پیئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پیئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ قُوَّۃً عَلٰی مَعْصِیَتِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَ کُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَآوَانَا سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (لباب الاحیاء، ۱۳۰)

(757) وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ: اَنَّہٗ سَاَلَ جَابِرًا رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ کُنَّا زَمَنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِیْلًا. فَاِذَا

حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے انہوں نے حضرت جابر ﷜ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بارے میں وضو کرنے کا مسئلہ کا دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں

نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَّنَا مَنَادِيْلُ اِلاَّ اَكُفَّنَا، وَسَوَاعِدَنَا، وَاَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلاَ نَتَوَضَّأُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ایسا کھانا کم پاتے تھے۔ پس جب پاتے تو ہمارے پاس رومال نہ ہوتے ہماری ہتھیلیوں کلائیوں اور قدموں کے سوا (یعنی ہم انہی سے پونچھ لیتے تھے) پھر ہم نماز ادا کرتے اور وضو نہ کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المندیل، ج۳،ص۸۱، رقم: ۵۴۵۷، سنن ابن ماجه، باب مسح الید بعد الطعام، ج۲،ص۱۰۹۲، رقم: ۳۲۸۲، جامع الاصول، الفصل الرابع فی غسل الید والفم، ج۷،ص۴۰۳، رقم: ۵۴۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اور یہ اس لیے کہ اس وقت رومال موجود نہ تھا بیان جواز کے لئے کہ اسی طرح اعضاء پر اپنے تر ہاتھ خشک کر لینا بھی جائز ہے۔ خیال رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے تو انہیں نہ پونچھے اور جب کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پونچھ لے اس میں بڑی حکمت ہے۔

یعنی وہ جو ہم نے فرمایا ہے کہ آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرے وہاں وضو سے مراد ہے یہ ہی ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے نہ کہ نماز کا وضو۔

یہاں وضو لغوی معنی میں ہے، وضاءۃ سے مشتق ہے، بمعنی صفائی۔ شرعی معنی مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔ پھل فروٹ کھانے کے بعد اس کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے، نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے، اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں، کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح)

110-بَابُ تَكْثِيْرِ الْاَيْدِيْ عَلَى الطَّعَامِ

کھانے پر آدمیوں کا زیادہ ہو جانا

(758) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاَثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاَثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کا کھانا تین کو کافی ہوتا ہے۔ اور تین کا چار کو کافی ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۳،ص۱۷۱، رقم: ۵۳۹۲، صحیح مسلم، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، ج۶،ص۱۳۲، رقم: ۵۴۸۸، موطا امام مالك، باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب، ج۲،ص۹۲۸، رقم: ۱۶۵۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۳،ص۲۶۷، رقم: ۱۸۲۰)

شرح حدیث: قناعت کی تعلیم

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمی اور تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کرلیں اگر چہ پیٹ تو نہ بھرے گا مگر اتنا کھا لینے سے ضعف نہ ہوگا، عبادات بخوبی ادا ہوسکیں گی۔اس فرمان عالی میں قناعت مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہو کر کھانے والا آخرت میں زیادہ بھوکا ہوگا، جب کھانے میں کمی ہو تو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں، بچا ہوا ان غرباء و مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں۔(مرقات)(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۲۷)

تنخواہ کم کروادی

خلیفۂ الرّسول حضرتِ سیِّدُنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے، ایک بار حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَہلیہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حَلوا کھانے کی خواہش ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمارے پاس اتنی رقم نہیں کہ ہم حلوا خرید سکیں۔عرض کی: میں اپنے گھریلو اخراجات میں سے چند دنوں میں تھوڑے تھوڑے پیسے بچا کر کچھ رقم جمع کرلونگی اُسی سے حَلوا خرید لیں گے۔فرمایا: ایسا کرلینا۔چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رقم جمع کرنا شروع کی۔چند دنوں میں تھوڑی سی رقم جمع ہوگئی۔جب انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تاکہ آپ حلوا خرید لیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقم لی اور بیتُ المال میں لوٹا دی اور فرمایا کہ یہ ہمارے اخراجات سے زائد ہے۔اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آئندہ کیلئے بیت المال سے ملنے والے وظیفے میں اتنی رقم کم کروادی۔(الکامل فی التاریخ، ج۲ص۱۷۲)

(759) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ایک کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہوجاتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل، ج۶ص۱۳۲، رقم: ۵۴۸۹، سنن الدارمی، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۰۴۴، الآداب للبیہقی، باب کراھیۃ کثرۃ الاکل، ج۱ص۲۸۳، رقم: ۳۵۹، المعجم الاوسط، من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۲۰، رقم: ۲۳۳۶، سنن ابن ماجہ، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۲ص۱۰۸۴، رقم: ۳۲۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ زیادہ نازک حالات کے لیے ہے جب کہ کھانے میں بہت ہی کمی ہو جائے، ان ہنگامی حالات میں آدھا پیٹ کھانا چاہیے اتنے کھانے سے بھی انسان مرتا نہیں کام چل جاتا ہے بلکہ ارزانی کے زمانہ میں بھی مسلمان کو چاہیے کہ کبھی روزہ رکھے کبھی کم کھائے تاکہ مصیبت پڑنے پر بھوک برداشت کر سکے۔ ہر ماہ میں تین روزے سنت ہیں اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کھانا الگ نہ کھاؤ مجتمع ہو کر کھاؤ جماعت میں برکت ہے۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے جیسا کہ روایات میں ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۸)

کھانا کتنا کھانا چاہیے

اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ صحت نشان ہے، آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرتا، انسان کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی (۱/۳) کھانے کیلئے تہائی پانی کیلئے اور ایک تہائی سانس کیلئے ہو۔ (سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۸ حدیث ۳۳۴۹)

کھانے کی نیت کس طرح کریں

کھاتے وَقت بھوک لگی ہونا سُنّت ہے۔ کھانے میں یہ نیّت کیجئے کہ اللہ ربّ العزّت عَزَّ وَجَلَّ کی عِبادت پر قُوّت حاصِل کرنے کیلئے کھا رہا ہوں۔ کھانے سے فَقَط لذّت مقصود نہ ہو۔ حضرتِ سیدُنا ابراہیم بن شیبان علیہ رحمۃ المنّان فرماتے ہیں، میں نے اَسّی برس سے کوئی بھی چیز فقط لذّتِ نَفس کی غَرَض سے نہیں کھائی۔ (اِحیاءُ العُلوم ج ۲ ص ۵) کم کھانے کی نیّت بھی کرے کہ عِبادت پر قُوّت حاصِل کرنے کی نیّت جبھی سچّی ہوگی کیونکہ پیٹ بھر کے کھانے سے عِبادت میں اُلٹا رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے! کم کھانا صحت کیلئے مفید ہے ایسے شخص کو ڈاکٹر کی ضَرورت کم ہی پیش آتی ہے۔

نیت کی اہمیت

بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیثِ پاک ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات یعنی اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵ الحدیث ۱) جو عمل اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رِضا کیلئے کیا جائے اُس میں ثواب ملتا ہے، رِیاء یعنی اگر دِکھاوے کیلئے کیا جائے تو وُہی عمل گناہ کا باعث بن جاتا ہے اور اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو نہ ثواب ملے نہ گناہ جبکہ وہ عمل فی نَفسِہٖ مُباح (یعنی جائز) ہو۔ مَثَلاً کوئی حلال چیز جیسا کہ آئسکریم یا مٹھائی یا روٹی کھائی اور اس میں کچھ بھی نیت نہ کی تو نہ ثواب ہوگا نہ گناہ۔ البتہ قِیامت میں حساب کا مُعامَلہ درپیش ہوگا جیسا کہ سرکارِ نامدار، دو عالم کے مالِک و مختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے، حَلَالُھَا حِسَابٌ وَّ حَرَامُھَا عَذَابٌ۔ یعنی اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب۔ (فردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۲۸۳ حدیث ۸۱۹۲)

سرمہ کیوں ڈالا؟

رسولِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے، بے شک قیامت کے دن آدمی سے اس کے ہر ہر کام حتیٰ کہ آنکھ کے سرمے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا

(حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۱ حدیث ۱۴۴۰۴)

لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اپنے ہر مُباح کام میں اچھی اچھی نیتیں شامل کرلی جائیں۔ چنانچہ ایک بُزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں ہر کام میں نیت پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے کیلئے بھی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۲۶) نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان محبوبِ رحمٰن عزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظیم الشان ہے، مسلمان کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ (طبرانی معجم کبیر ج ۶ ص ۱۸۵ حدیث ۵۹۴۲) نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے کہنا شرط نہیں بلکہ زبان سے نیت کے الفاظ کہے مگر دل میں نیت موجود نہ ہوئی تو نیت ہی نہیں کہلائے گی اور ثواب نہیں ملیگا۔ کھانے کی 43 نیتیں پیشِ خدمت ہیں ان میں سے جو جو حسبِ حال ہوں اور ممکن ہوں کرلینی چاہئیں۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ نیتیں مکمل نہیں، علمِ نیت رکھنے والا اس کے ذریعے اور بہت ساری نیتیں نکال سکتا ہے۔ جتنی نیتیں زیادہ ہونگی اُتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملیگا۔ ان شاء اللہ عزَّوَجَلَّ!

111-بَابُ اٰدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْاِنَاءِ وَكَرَاهَةِ التَّنَفُّسِ فِيْنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ اِدَارَةِ الْاِنَاءِ عَلَى الْاَيْمَنِ فَالْاَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِئِ

پینے کے آداب برتن سے باہر تین بار سانس لینا مستحب ہے اور برتن میں سانس لینا منع ہے اور برتن کو دائیں طرف پھر بائیں طرف بڑھانا مستحب ہے

(760) عن اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِي: يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْاِنَاءِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کے دوران تین بار سانس لیتے۔ یعنی برتن سے باہر سانس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب بنفسین او ثلاثہ، ج۴، ص۱۱۲، رقم: ۵۶۳۱، صحیح مسلم، باب کراھیۃ التنفس فی نفس الاناء واستحباب التنفس ثلاثا، ج۶، ص۱۱۱، رقم: ۵۴۰۵، المستدرک للحاکم، کتاب الاشربۃ، ج۶، ص۱۱۰، رقم: ۴۰۵، سنن ابن ماجہ، باب الشرب بثلاثۃ انفاس، ج۲، ص۱۱۳۱، رقم: ۳۴۱۶، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الشرب بثلاثۃ انفاس ج۷، ص۲۸۴، رقم: ۱۴۴۴۴، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲، ص۱۳۶، رقم: ۵۳۲۹)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کرکے تین سانسیں لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانسیں برتن سے منہ الگ کرکے ہیں۔

اروی بنا ہے روی سے بمعنی سیرابی اس لیے مشکیزہ کو راویہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے اور ابری بنا ہے برء سے بمعنی دوری صحت کو براءت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہوجاتی ہے، ابرا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امراء بنا ہے مراالطعام سے بمعنی کھانا ہضم ہوجانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں، ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے، ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمدللہ پڑھتے تھے، یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کباد یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ١١١)

پانی پینے کا طریقہ

جو کچھ بھی پیو بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے پیو بائیں ہاتھ سے پینا شیطان کا طریقہ ہے جو چیز بھی پیو تین سانس میں پیو اور ہر مرتبہ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو چاہیے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک گھونٹ پیئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے کھڑے ہوکر ہرگز کوئی چیز نہ پیئے۔

حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہیے غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پیئے جب پی چکے تو الحمدللہ کہے پینے کے بعد گلاس یا کٹورے کا بچا ہوا پانی پھینکنا اسراف وگناہ ہے صراحی اور مشک کے منہ میں منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ (بہار شریعت، ح ١٦، ص ٢٦)

اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے بھی پانی پینے کی ممانعت ہے لیکن اگر پانی انڈیلنے کے لئے کوئی برتن نہ ہو تو ٹونٹی وغیرہ میں دیکھ بھال کر پانی پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہوکر پیا جائے ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج ٣، ح ١٦، ص ٢٧) حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہوکر کچھ نہ پیئے اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے اس کو چاہیے کہ قے کردے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراہیۃ الشرب قائما، رقم ٢٠٢٦، ص ١١٩)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب بھول کر پی لینے میں یہ حکم ہے کہ قے کردے تو قصداً پینے میں تو بدرجہ اولی یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ج ٣، ص ٥٥٧)

مسئلہ: سبیل کا پانی مالدار بھی پی سکتا ہے ہاں البتہ وہاں سے پانی کوئی اپنے گھر نہیں لے جا سکتا کیونکہ وہاں پینے کے لئے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لئے لیکن اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو گھر میں لے جا سکتا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل وما یتصل بہ، ج ۵، ص ۳۴۱)

مسئلہ: جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں اس سے وضو وغسل کریں وہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جا سکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں اسی طرح مسجد کے لوٹوں کو بھی وہیں استعمال کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جا سکتے بعض لوگ تازہ پانی بھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ح ۶، ص ۲۷)

(761) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک ہی بار نہ پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے۔ دو دو اور تین تین سانس میں پیو۔ اور جب تم پیو تو بسم اللہ پڑھو۔ جب اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء، ج۳، ص۳۰۲، رقم: ۱۸۸۵، جامع الاصول، الفصل الثالث فی التنفس عند الشرب، ج۵، ص۷۰، رقم: ۳۰۹۷، مشکوۃ المصابیح، باب الاشربۃ، الفصل الثانی، ج۲، ص۲۷۲، رقم: ۴۲۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بہتر تو یہی ہے کہ تین سانسوں میں پیو دو سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پیو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو دوسری آخر میں مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو۔

یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ، دوسری سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم۔ (اشعۃ اللمعات) اس کے متعلق اور دعائیں بھی منقول ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۲۶)

(762) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِيْ: يَتَنَفَّسُ فِيْ نَفْسِ الْاِنَاءِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا یعنی برتن کے اندر سانس لینے سے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب النهی عن التنفس فی الاناء، ج۱ص... ... باب کراهة التنفس فی نفس الاناء واستحباب التنفس ثلاثا، ج۶ص۱۱۱، رقم: ۵۳۰۲، مسند امام احمد حدیث ابی قتادة الانصاری ج۸ص۲۹۵، رقم: ۲۲۵۷۵، سنن النسائی، باب النهی عن الاستنجاء بالیمین، ج۱ص۲۳، رقم: ۳۸، مستخرج ابی عوانة بیان النهی عن التنفس فی الاناء، ج۵ص۱۰۷، رقم: ۶۶۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام حارث ابن ربعی یا ابن نعمان ہے، انصاری ظفری ہیں، بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹکا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی، ابوسعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں، ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۳۲۴)

(763) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ، وَّعَنْ يَّمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ وَّعَنْ يَّسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: "الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ: "شِيْبَ" اَيْ: خُلِطَ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا۔ اس میں پانی ملایا گیا تھا آپ کے دائیں طرف ایک اعرابی تھا اور بائیں جانب ابوبکر صدیق ﷺ تو رسول اللہ ﷺ نے دیہاتی کو دیا اور فرمایا دایاں پھر دایاں۔ (متفق علیہ)

شِیْبَ : کا مطلب ہے ملایا ہوا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الشرب، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۲۳۵۲، صحیح مسلم، باب استحباب ادارة الماء واللبن ونحوهما، ج۶ص۱۱۲، رقم: ۵۴۰۸، السنن الکبری للبیهقی، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ج۷ص۲۸۵، رقم: ۱۵۰۶۳، سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرب، ج۳ص۳۹۱، رقم: ۳۷۲۸، سنن ابن ماجه، باب اذا شرب اعطی الایمن فالایمن، ج۲ص۱۱۳۲، رقم: ۳۴۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۹۷، رقم: ۱۳۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کچی لسی تیار کی گئی، اس کنویں کا نام اس لیے بتایا گیا تاکہ آئندہ مسلمان اس کنوئیں کا پانی برکت کے لیے پئیں، زائرین مدینہ تمام ان کنوؤں کا پانی پیتے ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا یا غسل کیا ہے بیر عبن، بیر شمس، بیر بضاعہ وغیرہ۔

ان خوش نصیب بدوی کا نام معلوم نہ ہوسکا بہرحال مدینہ کے چاند بیچ میں جلوہ گر تھے اور یہ تارے داہنے بائیں تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمر اس وقت حضور انور کے سامنے تھے آپ نے بطور مشورہ یہ عرض کیا کیونکہ جناب صدیق افضل، اعلم، اکمل، اقدم اعلیٰ تھے۔آپ کا منشاء تھا کہ سید المرسلین کی پس خوردہ لسی سید المسلمین نوش کریں۔

(فرمایا دایاں پھر دایاں) یعنی کھانے پینے کی ترتیب میں قرب مرتبہ کا اعتبار نہیں قرب مکان کا لحاظ ہے اور داہنا شخص بائیں سے قریب تر ہوتا ہے۔نماز کی امامت میں اعلیٰ وافضل واعلم کو مقدم رکھا جاتا ہے، یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرین قیاس ہے۔دائرہ کی گردش داہنی طرف سے ہوتی ہے طواف کعبہ میں سنگِ اسود چومنے کے بعد داہنے چلتے ہیں۔

(مراٰۃ المناجیح، ج٦،ص١٢١)

(764) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهٖ اَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ، لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا. فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مشروب لایا گیا۔آپ نے اس میں سے پیا آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بزرگ بیٹھے تھے آپ نے لڑکے کو فرمایا کیا تو مجھے ان کو دینے کی اجازت دیتا ہے لڑکے نے عرض کیا: اللہ کی قسم نہیں (یارسول اللہ!) آپ سے اپنے حصہ میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دیتا۔تو یہ پیالہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔(متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: "تَلَّهٗ اَيْ وَضَعَهٗ. وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

تَلَّهٗ: یعنی رکھ دیا۔ یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الشرب، ج٢ص١١٠، رقم: ٢٣٥٢ صحیح مسلم، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوهما، ج٢ص١١٢، رقم: ٥٣٠٨ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ج٧ص٢٨٥، رقم: ١٥٠٦٢ سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرب، ج٣ص٣٩١، رقم: ٣٧٢٨ سنن ابن ماجه، باب اذا شرب اعطی الایمن فالایمن، ج٢ص١١٢٣، رقم: ٣٤٢٥ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج٣ص١٩٧، رقم: ١٣٠٦١)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نوعمر تھے رضی اللہ عنہ۔(مرقات) معلوم ہوا کہ یہ حق عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہوجاوے تو فبہا ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے۔

(آپ سے اپنے حصہ میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دیتا) اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں ایثار کرنا سخاوت

ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ مگر اخروی امور میں ایثار نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے، یہ بخل قابل ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا جس کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلاواسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ نبویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہوگئیں بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔

(لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا) اس سے معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں، حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب واحترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت وطریقت کے حل ہوتے ہیں۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۲۲)

112-بَابُ کَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا وَبَيَانِ اَنَّهٗ كَرَاهَةُ تَنْزِيْهٍ لَا حَرَامٌ

مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں

(765) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَۃِ۔ یَعْنِیْ: اَنْ تُکْسَرَ اَفْوَاہُہَا، وَیُشْرَبَ مِنْہَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مشک کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی اس کے منہ کو موڑ کر اس میں سے پانی پینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اختناث الاسقیة، ج۷ص۱۱۲ رقم: ۵۶۲۵، صحیح مسلم، باب آداب الطعام، ج۶ص۱۱۰ رقم: ۵۳۹۰، الاداب للبیہقی، باب کراھیة الشرب من فم السقی لما فیه من خشیة الاذی، ج۱ص۲۶۸ رقم: ۶۴۹، المستدرک للحاکم، کتاب الاشربة، ج۴ص۱۵۶ رقم: ۷۲۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی الاختناث الاسقیة، ج۳ص۳۹۰ رقم: ۳۷۲۲، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۹۳ رقم: ۱۱۹۰۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ ممکن ہے کہ مشکیزے میں کوئی زہریلا کیڑا ہو جو اس طرح پینے سے منہ کے ذریعہ پیٹ میں چلا جائے، ممکن ہے کہ مشکیزہ کا منہ چوڑا ہو پانی زیادہ گرے کپڑے بھیگ جاویں، نیز پھر مشکیزہ کا پانی استنجے کے قابل نہ رہے کیونکہ پس خوردہ پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔ جن روایات میں ہے کہ حضور اقدس نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا وہاں مشکیزہ چھوٹا تھا اور اس کا منہ بہت چوڑا نہ تھا اور خبر تھی کہ پانی صاف ہے لہذا یہ حدیث اس سے متعارض نہیں یا وہ

حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیے۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ ایک شخص نے بطورِ آزمائش مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اس کے منہ میں سانپ چلا گیا یا مقصد یہ ہے کہ اس طرح ہمیشہ پینا ممنوع ہے کبھی اتفاقاً پی لینا جائز ہے۔ (اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج٦ص ١١٢)

(766) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ اَوِ الْقِرْبَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مشک یا مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب منفم السقاء، ج٤ص١١٢، رقم: ٥٦٢٨ صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ج٦ص١١٠، رقم: ٥٢١١ المستدرك للحاكم، كتاب الاشربة، ج٤ص١١، رقم: ٢٠٦، سنن ابوداؤد، باب الشراب من فی السقاء، ج٣ص٣٨٧، رقم: ٣٧٢١، سنن ابن ماجه، باب الشرب من فی السقاء، ج٢ص١١٣٢، رقم: ٣٤٢٠)

شرح حدیث: پانی پینے کی سنتیں اور آداب

پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو یا تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمدللہ کہا کرو۔ (سنن ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی التنفس فی الاناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج۳، ص۳۵۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پینے میں تین بار سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید وخوش گوار ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی الاناء۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۰۲۸، ج۳، ص۱۱۲۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، الحدیث ۳۷۲۸، ج۳، ص۴۷۵)

(767) وَعَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ اُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا

حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت ﷺ سے روایت ہے یہ حضرت حسان بن ثابت ﷺ کی بہن ہیں، فرماتی ہیں کہ میرے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس کھڑے ہو کر اس

فَقَطَعْتُهٗ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

میں سے پیا میں نے کھڑے ہو کر اس (مشک) کا منہ کاٹ لیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَاِنَّمَا قَطَعْتُهَا: لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَتَبَرَّكَ بِهٖ، وَتَصُوْنَهٗ عَنِ الْاِبْتِذَالِ. وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى بَيَانِ الْجَوَازِ، وَالْحَدِيْثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْاَفْضَلِ وَالْاَكْمَلِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور میں نے اس کو کاٹ لیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے منہ والی جگہ کی حفاظت رہے اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسیعام استعمال سے محفوظ کر لیں۔ اور یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے اور پہلی دو حدیثیں افضلیت واکملیت کے بیان کے لیے ہیں۔ اور اللہ کا ہی زیادہ علم ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی ذلک، ج۳ص۳۰۶، رقم: ۱۸۹۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الشرب افواہ الاسقیة، ج۵ص۷۶، رقم: ۳۰۹۲، مشکوٰة المصابیح، باب الاشربة، الفصل الثانی، ج۲ص۷۴۳، رقم: ۴۲۸۱)

شرح حدیث: ایمان کی نشانی

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ حضرات صحابہ وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم سے کتنی والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی کہ جس چیز کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم سے تعلق ہوجاتا تھا وہ چیز ان کی نظروں میں باعث تعظیم اور لائق احترام ہوجایا کرتی تھی کیوں نہ ہو کہ یہی ایمان کی نشانی ہے کہ مسلمان نہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم کی ذات سے محبت کرے بلکہ حضور کی ہر ہر چیز سے بھی محبت کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم کی ہر چیز کو اپنے لئے قابل تعظیم جانے اور اس کا ایمانی محبت کے ساتھ اعزاز واکرام کرے۔

بستر موت پر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے غم سے نڈھال ہو کر کہا کہ واحزناہ (ہائے رے غم) یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستر موت پر تڑپ کر کہا کہ

وَا طَرَبَاهُ غَدًا اَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَّحِزْبَهٗ

واہ رے خوشی میں کل تمام دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الثانی فیما یجب علی الانام...الخ، الباب الثانی، فصل فیما روی عن السلف والائمة، الجزء الثانی، ص ۲۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ تو

آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت پانی سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیما روی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۲)

مسلمان کا بچا ہوا پانی پینے کی فضیلت

محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عاجزی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کا جوٹھا یعنی بچا ہوا پانی پی لے اور جو اپنے بھائی کا جوٹھا پیتا ہے اس کے 70 درجات بلند کردیئے جاتے ہیں، 70 گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے 70 نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۷۴۵، ج ۳، ص ۵۱)

113-بَابُ كَرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

پانی میں پھونک مارنا مکروہ ہے

(768) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ. فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِي الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ: "اَهْرِقْهَا". قَالَ: اِنِّيْ لَا اَرْوٰى مِنْ نَفَسٍ وَّاحِدٍ؟ قَالَ: "فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِيْكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا: برتن میں اگر میں تنکا دیکھوں تو فرمایا انڈیل دے۔ عرض کیا: میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا فرمایا پیالہ کو منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کر۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ النفخ فی الشراب، ج۳ص۳۰۲، رقم: ۱۸۸۷، الآداب للبیھقی، باب کراھیۃ التنفس فی الاناء والنفخ فیہ، ج۱ص۲۶۲، رقم: ۳۳۲، سنن الدارمی، باب النھی عن النفخ فی الشراب، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۲۱۳۳، موطاء امام محمد، باب النفخ فی الشرب، ج۳ص۳۲۷، رقم: ۹۲۰، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲ص۱۳۳، رقم: ۵۳۲۷، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۲۶، رقم: ۱۱۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں۔ پھونک مارنا پانی میں ہو یا دودھ میں یا کسی اور پینے کی چیز میں، پھر خواہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ہو یا تنکا وغیرہ دور کرنے کے لیے اور خواہ پانی میں پھونک مارے یا کھانے میں سب ممنوع ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے عن النفخ فی الطعام والشراب۔

(اگر میں تنکا دیکھوں) یعنی اگر برتن میں کوڑا تنکا نظر آئے تو میں کیا کروں وہ تو پھونک سے ہی دفع ہوسکتا ہے اور آپ

حضور پھونک سے منع فرماتے ہیں۔

(فرمایا انڈیل دے) اس طرح کہ برتن سے تھوڑا پانی گرا دو جس سے وہ کوڑا بھی گر جائے یا چمچہ یا کسی تنکے سے الگ کر دو بہر حال پھونک نہ مارو۔

(ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا) سائل کا مقصد یہ ہے کہ آپ برتن میں پھونک مارنے سے منع فرماتے ہیں اور میں ایک سانس میں پانی وغیرہ سے سیر نہیں ہوتا دوسری تیسری سانس ضرور لینا پڑتی ہے وہ سانس برتن ہی میں لی جاوے گی تو پھر پھونکنا ہو گیا۔

(منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کر) جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند سانسوں میں ہو مگر سانس برتن میں نہ لو برتن منہ سے ہٹا کر لو۔ خیال رہے کہ تین سانس سے پینا بہتر ہے ایک سانس سے پینا جائز۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک سانس سے نہ پیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۲۷)

(769) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة النفخ فی الشراب، ج۳ص۳۰۴، رقم: ۱۸۸۸ سنن ابوداؤد، باب فی النفخ فی الشراب والتنفس فیه، ج۳ص۴۹۲، رقم: ۳۷۳۰ اطراف المسند المعتلی، من اسمه عبدالکریم بن مالك الجزری، ج۳ص۲۱۴، رقم: ۳۷۲۶ شعب الایمان، باب کراھیة التنفس فی الاناء والنفخ فیه، ج۵ص۱۱۳، رقم: ۶۰۰۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج۱ص۲۲۰، رقم: ۱۹۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے، نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے اس لیے برتن سے الگ منہ کر کے سانس لو۔ گرم دودھ یا چائے کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہر و قدرے ٹھنڈی ہو جائے پھر پیو، اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو کچھ گرا دو پھونک سے الگ نہ کرو۔ بعض لوگوں کو گندہ دہنی کی بیماری ہوتی ہے انکی پھونک سے پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ہر شخص ان دونوں سے پرہیز کرے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے، حضور کے احکام میں صدہا حکمتیں ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۲۵)

114- بَابُ بَيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِمًا وَبَيَانِ اَنَّ الْاَكْمَلَ وَالْاَفْضَلَ

کھڑے ہو کر پینا جائز ہے اور بیٹھ کر پینا افضل

الشُّرْبُ قَاعِدًا

واکمل ہے

فِيْهِ حَدِيْثُ كَبْشَةَ السَّابِقُ.

اس بارے میں حضرت کبشہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

(770) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کوزمزم کا پانی پیش کیا، تو آپ نے پیا حالانکہ آپ کھڑے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی زمزم، ج۱ص۱۵۶، رقم: ۱۶۳۷، صحیح مسلم، باب فی الشرب من زمزم قائما، ج۶ص۱۱۱، رقم: ۵۳۹۹، السنن الکبری للبیهقی، باب سقاية الحاج والشرب منها، ج۵ص۱۴۷، رقم: ۹۹۳۵، الشمائل المحمدية للترمذی، باب ما جاء فی صفة رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص۲۲۷، رقم: ۲۰۷، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عباس، ج۱ص۲۴۳، رقم: ۲۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ بھی سنت ہے کہ آبِ زمزم کھڑے ہوکر پیے تعظیم کے لیے۔اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے: ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔بعض شارحین نے فرمایا اژدہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے کھڑے ہوکر پیا یہ غلط ہے کہ آبِ زمزم ہمیشہ کھڑے ہوکر پینا چاہیے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۱۱۶)

(771) وَعَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ، فَشَرِبَ قَائِمًا، وَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي فَعَلْتُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب رحبہ پر تشریف لائے پھر کھڑے ہو کر پیا۔اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے، جس طرح میں نے کیا۔ (یعنی کھڑے ہوکر پانی پیتے دیکھا ہے)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الشرب قائما، ج۵ص۲۱۳، رقم: ۵۲۹۲، السنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی الاکل والشرب قائما، ج۷ص۲۸۲، رقم: ۱۵۰۴۳، مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۳۱، رقم: ۳۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رحبہ ر کے فتح سے بمعنی فضا یا کھلی جگہ،کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں ایک خاص چبوترہ تھا جہاں بیٹھ کر حضرت علی مرتضیٰ لوگوں کے مقدمات طے فرماتے اسے رحبہ کہتے تھے وہ جگہ اب بھی موجود ہے اور اس پر ایک محراب بنادی گئی ہے

جسے محراب علی کہتے ہیں۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے یعنی حضرت علی نماز کے بعد اس عدالت کے چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔

یہ پینا پیاس دفع کرنے کے لیے تھا اس وقت آپ کو پیاس تھی مگر اس بار بیٹھ کر پیا پھر وضو کیا تا کہ معلوم ہوا کہ پس خوردہ پانی سے وضو جائز ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی یہ کیے کہ وضو میں کلی کی کلی کا پانی بجائے اگلنے کے نگل لیا وہ یہاں مراد ہے مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ پینا علاوہ وضو کے تھا وضو کے بعد ہوا۔

یعنی باقاعدہ وضو کیا بعض اعضاء وضو کا ذکر ہے اور پورا وضو مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

یعنی لوگ سمجھتے ہیں پانی کھڑے ہو کر مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یا یہ مطلب ہے کہ کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے میں نے حضور انور کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ ابھی ہم نے عرض کر دیا کہ پانی کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پیے اور چند پانیوں کا کھڑا ہو کر پینا مستحب ہے: ایک آبِ زمزم، دوسرے بعض وضو کا بچا ہوا پانی، تیسرے بزرگوں کا پس خوردہ پانی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت علی، سعد ابن ابی وقاص، ابن عمر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کھڑے ہو کر پانی پینا درست فرماتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تمام فقہاء وہی جائز کہتے ہیں صرف مستحب یہ ہے کہ بیٹھ کر پیئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۱۷)

(772) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ وَنَحْنُ نَمْشِيْ، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ."

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چلتے ہوئے کھا لیتے اور کھڑے ہوئے پانی پی بھی لیتے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی النھی عن الشرب قائما، ج ۳ ص ۳۰۰، رقم: ۱۸۸۰، سنن ابن ماجه، باب الاکل قائما، ج ۲ ص ۱۰۹۸، رقم: ۳۳۰۱، اتحاف الخیرة المهرة، باب ما جاء فی الاکل والشرب قائما وقاعدا، ج ۴ ص ۲۸۹، رقم: ۳۵۸۷، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج ۱۲ ص ۱۴۰، رقم: ۵۳۲۲، مسند عبد بن حمید، احادیث بن عمر، ص ۲۵۱، رقم: ۷۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم بعض صحابہ زمانہ نبوی میں کبھی چلتے پھرتے کچھ کھا لیا کرتے تھے جیسے دانے چابنا یا کھجور کھانا اور کبھی کھڑے کھڑے کچھ پی لیا کرتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اطلاع کے ہوگا اگر حضور انور ملاحظہ فرماتے تو منع فرما دیتے کیونکہ چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے کھڑے پینا ممنوع ہے، یوں گھوڑے پر سوار کھانا پینا بہتر نہیں۔ (مرقات) ہوسکتا ہے کہ یہ چلتے پھرتے کھانا کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو جیسے جہاد میں بارہا چلتے

پھرتے کھانا پڑتا ہے یا ایسی چیز کھائی ہو جو عموماً چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے جیسے دانے یا کھجوریں ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصاً جب کہ فیشن کے طور پر ہو جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں محض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۱۲۳)

(773) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وقَاعِدًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی الشرب قائما، ج۳ص۳۰۱ رقم: ۱۸۸۳ سنن الکبری للنسائی، باب الانصراف من الصلاة، ج۱ص۳۰۵ رقم: ۱۲۸۴ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمود، ج۸ص۳۹ رقم: ۷۸۹۲ مجمع الزوائد للهيثمی، باب الشرب قائما، ج۵ص۱۲۶ رقم: ۸۲۵۲ مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمرو، ج۲ص۲۰۶ رقم: ۶۹۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا باقی پانی بیٹھ کر پیے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے لہذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۱۲۴)

(774) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ أَشَرُّ - أَوْ أَخْبَثُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہو کر پیے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہا کہ کھانا تو انہوں نے فرمایا یہ زیادہ بدتر یا خبیث ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا.

اور مسلم ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے پر ڈانٹا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراهية الشرب قائما، ج۶ص۱۱۰ رقم: ۵۳۹۴ سنن ابوداؤد، باب فی الشرب قائما، ج۳ص۳۸۸ رقم: ۳۷۱۹ اتحاف الخيرة المهرة، باب فيمن كره الشرب قائما، ج۴ص۳۲۰ رقم: ۲۶۰۷ المنتقى لابن الجارود، باب ما جاء فی الاشربة، ص۲۲۰ رقم: ۸۶۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی النهی عن الشرب قائما، ج۳ص۳۰۰ رقم: ۱۸۸۹)

شرح حدیث: **کھڑے ہو کر کھانے کے طبی نقصانات**

اِٹلی کے ایک ماہرِ اَغذِیہ ڈاکٹر کا کہنا ہے، کھڑے ہو کر کھانا کھانے سے تِلّی اور دل کی بیماریاں نیز نفسیاتی اَمراض پیدا

ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات انسان ایسا پاگل ہوجاتا ہے کہ اپنوں تک کو پہچان نہیں پاتا۔

سنت سے محبت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہوجائے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام...الخ، ج۱،ص ۵۴، الحدیث:۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام...الخ، ج۱،ص ۵۵، الحدیث:۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور ہر مسلمان یہ خواہش کریگا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہٰذا اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال، خالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزارے۔

(775) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَّسِيَ فَلْيَسْتَقِيْءْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی کھڑے ہوکر پانی نہ پیے۔ جو بھول جائے اس کو چاہیے کہ وہ قے کردے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھیة الشرب قائما، ج۶ص۱۱۰، رقم: ۵۳۹۸ مسند البزار، مسند ابی ھریرة، ج۲ص۳۶۶ رقم: ۸۸۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے جو کھڑے ہوکر پانی یا کوئی چیز پی لے تو یہ بہتر ہے کہ قے کردے یہ حکم منسوخ نہیں۔ (مرقات) یہ حکم اس لیے ہے کہ لوگ اس سے بچیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۱۵)

115-بَابُ اسْتِحْبَابِ كَوْنِ سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرَهُمْ شُرْبًا

مستحب ہے کہ پلانے والا سب سے آخر میں پیئے

(776) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قوم کو پلانے والا آخر میں پیئے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان ساقی القوم آخرهم شربا، ج۳ص۳۰۷ رقم: ۱۸۹۴ المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۸۷۱ سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرب ج۳ص۳۹۱ رقم: ۳۷۲۵ سنن ابن ماجه، باب ساقی القوم آخرهم شربا، ج۲ص۱۱۳۵، رقم: ۳۴۳۴ سنن الدارمی، باب فی ساقی القوم آخرهم شربا، ج۲ص۱۶۳، رقم: ۲۱۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قانون یہ ہے کہ پلانے والا پیچھے پیئے، کھلانے والا پیچھے کھائے ہم ہیں پلانے والے اس لیے ہم تمہارے بھی بعد پئیں گے۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی کی طرف سے قاسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تا قیامت ہیں اور حضور انور کی طرف سے قاسم حضرت ابوقتادہ تھے حقیقتًا پلانے والے حضور انور تھے ظاہری ساقی ابوقتادہ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ساقی تو حضرت ابوقتادہ تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص ۱۶۸)

116-بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيْعِ الْاَوَانِيْ الطَّاهِرَةِ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجَوَازِ الْكَرْعِ-وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِهٖ بِغَيْرِ اِنَاءٍ وَّلَا يَدٍ-وَتَحْرِيْمِ اسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالْاَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

سونے چاندی کے سوا تمام پاک برتنوں میں پانی پینا اور ہاتھ اور برتن کے بغیر نہر وغیرہ سے پانی پینا جائز ہے اور کھانے پینے اور طہارت اور دیگر استعمالات میں سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا حرام ہے

(777) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهٖ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهٗ، فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قَالُوْا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذِهٖ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا جو قریب گھر والے تھے چلے گئے۔ اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹا سا پتھر کا برتن لایا گیا۔ برتن اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی نہ آ سکتی تھی۔ تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم کتنے تھے کہا کہ اَسّی سے زیادہ۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَلِمُسْلِمٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَوَضَعَ اَصَابِعَهٗ فِيْهِ. قَالَ اَنَسٌ: فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مَا بَيْنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ.

ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا تو ایک کھلے منہ کا پیالہ لایا گیا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں انگلیاں رکھ دیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلتے ہوئے پانی کو دیکھنے لگا۔ میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ لگایا تو وہ ستر اسی کے درمیان تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغسل والوضو والقدح والخشب والحجارۃ، ج۱ص۵۰ رقم: ۱۹۵ صحیح مسلم، باب فی المعجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۵۹ رقم: ۶۰۸۰ السنن الکبری للبیہقی، باب التطہر فی سائر الاوانی من الحجارۃ والزجاج والصفر، ج۱ص۳۰ رقم: ۱۱۷ صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج۱۴ص۴۸۳ رقم: ۶۵۴۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۷۵ رقم: ۱۲۸۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ پانی خود انگلیوں کے درمیان یعنی گاہیوں میں سے ایسے پھوٹا جیسے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے۔ حضور کا یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے افضل اور عجیب تر ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹے، بعض نے جو کہا ہے کہ اس سے مراد پانی میں برکت ہوگئی غلط ہے حدیث کی منشاء کے خلاف ہے۔

غالب یہ ہے کہ پانی کی قلت ہوگئی ہوگی اور وضو کرنے والے زیادہ ہوں گے عرب میں کبھی بستیوں میں بھی پانی کم ہوجاتا ہے۔ ہمارے ہاں گجرات میں ایک بار پانی کی بہت ہی کمی ہوگئی تھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شہر میں پانی کی کمی کیسی وہاں تو پانی ہوتا ہی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۱۱۵)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں انگلیوں کے درمیان سے نکلنے اس پانی کے متعلق فرماتے ہیں:

علماء کو اس اجماع اعنی قول متیقن ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اُس بحرِ بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شبِ اسرا ملائکہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دِل مبارک اُس سے دھویا حالانکہ وہ آبِ کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاوٰی علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء

زمزم افضل من الکوثر لان به غسل صدر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یکن یغسل الابافضل المیاہ (فتاوی علامہ شمس الدین رملی علی الفتاوی الکبری کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵)

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا۔ (ت)

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بے شک کوثر افضل ہے۔

اقول: تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاوی فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم اوالکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملئکۃ غسلوا به قلبه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیته ولا یعارضه انه عطیۃ اللہ تعالیٰ لاسمٰعیل علیه الصلوۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالیٰ لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لاالأخرۃ ولامریۃ ان الکوثر فی الأخرۃ من اعظم مزایا نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن ثم قال تعالیٰ انا اعطینٰك الکوثر بنون العظمۃ الدالۃ علی ذلك وبما قررته علم الجواب عما اعترض به علی البلقینی اھ

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آبِ زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آبِ زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطینك الکوثر کو اپنے لئے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا اھ (ت) (فتاوی کبری کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۵)

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علماء سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق الافضل معنیان الاکثر ثوابا وھو فی المکلفین من یثاب اکثر وفی

الاعمال ماالثواب علیه اکبر ولامدخل لهذین فی زمزم والکوثر وان اول بالتعاطی ای ماتعاطیه اکثر ثوابا فالکوثر غیر مقدور لنا فلایتأتی التفاضل من هذا الوجه ایضا ولا معنی لان یقال ان ثوابه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان اکثر فی غسل الملئکة قلبه الکریم باحدهما۔

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے ہی توفیق حاصل ہے۔ افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اسلئے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔ (ت)

فاذن لاکلام فیه الابمعنی الاعظم شانا والارفع مکانا عنداللہ تعالٰی وحینئذ لایتم استدلال الامام البلقینی رحمه اللہ تعالٰی الا اذا احطنا بالحکم الالهیة فی غسل قلبه الکریم علیه افضل الصلاۃ والتسلیم وعلمنا انهما کان سواء فی تحصیلها ثم اللہ سبحنه اختار هذا فکان افضل اما ان یکون شیئ اوفق واصلح العمل من غیرہ فلایستلزم کونه اجل قدرا واعظم فخرا منه بالفضل الکلی علی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایتشرف بغیرہ بل الکل انما یتشرفون به واللہ تعالٰی یصیب برحمته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مایشاء من خلقه لیرزقه فضلا کما اختار لولادته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شهر ربیع الاول دون شهر رمضان ویوم الاثنین دون الجمعة ومکان مولدہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دون الکعبة والفضل بیداللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اما جواب الامام ابن حجر فغایة مایظهر فی توجیهه ان زمزم افضل فی الدنیا لانه مقدورلنا فنثاب علیه فیترتب علیه الفضل لنا بخلاف الکوثر ان رزق اللہ تعالٰی منه احدنا فی الدنیا فلفضل فیه اولتفضل من المولی سبحنه وتعالٰی فهویترتب علی الفضل ومایورث الفضل افضل اما الأخرة فلیست دار عمل فیذهب هنالك هذا الوجه ویظهر فضل الکوثر لانه من اعظم مامن اللہ تعالٰی به علی نبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔ (القرآن ۳/ ۷۳)

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہوسکتی ہے اور وہ عنداللہ عظمتِ شان اور رفعتِ مقام ہے اور اگر،

معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قلب مبارک دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا، اس لئے کہ یہ اس کارروائی کیلئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر ومنزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے شرف پایا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کیلئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام ابن حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہوجائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

اقول لو تم هذا لكان كل ماء فی الدنيا افضل من الكوثر بعين الدليل وهو كما ترى بل الكلام كما علمت فی الارفع قدرا والاعظم فخرا وهذا لايختلف باختلاف الدار حتى يكون شیئ اجل قدرا عند الله تعالى من اخرفی الدنيا فاذا جاءت الأخرة انعكس الامر كلا بل لا يظهر فی الأخرة الا ماهو عنده تعالى ههنا فما كان افضل فی الأخرة كان افضل فی نفسه وماكان افضل فی نفسه كان افضل حيث كان وقد اعترفتم ان الكوثر افضل فی الأخرة فوجب ان يكون له الفضل دنيا واخرى كيف و زمزم من مياه الدنيا وهو من مياه الأخرة وللأخرة اكبر درجت واكبر تفضيلا. وايضا ماؤه من الجنة۔ (القرآن ۱۷/۲۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہوتو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہوجائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر وفخر کی عظمت وبلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تاکہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے

مقابلہ میں عنداللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت بر پا ہو تو معاملہ الٹ ہو جائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ وہ دنیا وآخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنّت سے نکلتا ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتُّ فیہ میزابان یمدانہ من الجنۃ احدھما من ذھب والاٰخر من ورق رواہ مسلم عن ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان سلعۃ اللہ غالیۃ الا ان سلعۃ اللہ الجنۃ ثم ھو انفع لامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرب منہ لم یظمأ ابدا ولم یسود وجھہ ابدا وقد امتن اللہ سبحنہ بہ علی افضل انبیائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان افضل رزقنا المولی سبحنہ وتعالٰی الورود علیہ، والشرب منہ بید احب حبیب الیہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ومجد وشرف وعظم وکرم، وعلی الہ الکرام، وصحبہ العظام، وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ خیر الامم، وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم یامن من علینا بارسالہ وانعم، والحمد للہ رب العٰلمین حمدا یدوم بدوامہ الادوم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم، وحکمہ عزشانہ احکم۔

(صحیح للمسلم کتاب الفضائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۱)(جامع للترمذی باب من ابواب القیمۃ امین کمپنی دہلی ۲/۶۸)

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں دونوں جنّت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے، اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالٰی کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالٰی کا سامان جنّت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اُمت کیلئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا، اور اللہ تعالٰی نے کوثر حضور افضل الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالٰی اپنے حبیب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دستِ مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمائے۔ حضور پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں، سلامتی، بزرگی، شرف وکرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین اُمت پر اور اُن کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر اُن کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمد للہ رب العٰلمین۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۳، ص ۵۲)

(778) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے ہم نے آپ کے لیے تانبے کے برتن میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ (بخاری)

"الصُّفْرُ: بِضَمِّ الصَّادِ، وَيَجُوْزُ كَسْرُهَا، وَهُوَ النُّحَاسُ، وَ"التَّوْرُ: كَالْقَدَحِ، وَهُوَ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ.

الصفر: صاد پر پیش کے ساتھ زیر بھی پڑھنا ٹھیک ہے اس کا معنی ہے پیتل تَوْرُ: تا مثناۃ کے ساتھ پیالے کی طرح کا برتن۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغسل والوضو والقدح والخشب والحجارة، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۹۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التطہر فی سائر الاوانی من الحجارة والزجاج والصفر، ج۱ص۳۰، رقم: ۳۰، المستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، ج۱ص۲۳۲، رقم: ۶۰۰، سنن ابوداؤد، باب الوضوء فی انیة الصفر، ج۱ص۳۷، رقم: ۱۰۰، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الوضو فی النحاس، ج۱ص۳۷، رقم: ۴۰۲)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ تانبے کے برتن سے وضو کرنے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: تانبے کے برتن سے وضو کرنا، اُس میں کھانا پینا، سب بلا کراہت جائز ہے، وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے بے قلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہے اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

(منھا) ای من اٰداب الوضوء (کون اٰنیته من خزف)

(ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴)

(ان ہی میں سے) یعنی آدابِ وضو میں سے (یہ ہے کہ وضو کا برتن پکی مٹی کا ہو)۔ (ت)

اُسی میں اختیار شرح مختار سے ہے۔

(اتخاذھا) ای اوانی الاکل والشرب (من الخزف افضل اذلا سرف فیه ولا مخیلة وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیته خزفا زارته الملئکة ویجوز اتخاذھا من نحاس او رصاص

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۸)

کھانے پینے کے برتن مٹی کے ہونا افضل ہے کہ اُس میں نہ اسراف ہے نہ اِترانا، اور حدیث میں ہے: جو اپنے گھر کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کریں۔ اور تانبے اور رانگ کے بھی جائز ہیں۔

اُسی میں ہے:

یکرہ الاکل فی النحاس بالغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما واما بعدہ فلا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۲۱۸)

بغیر قلعی کیے ہوئے تانبے کے برتن میں کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اُس کا زنگ کھانے میں مل کر ضرر عظیم پیدا کرتا ہے اور قلعی ہوجانے کے بعد ایسا نہیں اھ ملخصاً۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج۱، ص۵۹)

(779) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَّهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَّاِلَّا كَرَعْنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلشَّنُّ: الْقِرْبَةُ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک انصاری آدمی آیا۔ آپ کے ساتھ آپ کا ایک صحابی تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تیرے پاس پانی ہو جس نے رات مشک میں گزاری ہو تو دو ورنہ ہم منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ (بخاری)

اَلشَّنُّ: مشک۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شوب اللبن بالماء، ج۷ص۱۱۰، رقم: ۱۶۱۳، سنن ابوداؤد، باب فی الکرع، ج۳ص۲۹۱، رقم: ۳۷۲۶، الاداب للبیہقی، باب فی الکرع فی الماء، ج۱ص۲۶۶، رقم: ۴۴۵، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲ص۱۴۳، رقم: ۵۳۱۴، مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج۳ص۳۲۸، رقم: ۱۴۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیق تھے اور باغ والے ابوالہیثم تھے یا کوئی اور انصاری عربی میں۔

کرع اس طرح پینے کو کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ استعمال نہ ہو یعنی نالی یا نہر سے منہ لگا کر پی لینا۔

عریش بنا ہے عرش سے بمعنی بلندی، اصطلاح میں عریش وہ جھونپڑا ہے جو باغ یا کھیت میں گھاس یا تنکوں سے بنایا جائے اس لیے انگور کی بیل پھیلانے کے لیے جو جگہ چھت دی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں بمعنی معروشات۔ قرآن کریم فرماتا ہے: مَّعْرُوْشٰتٍ ۔

عربی میں داجن وہ بکری کہلاتی ہے جسے گھر رکھ کر چارا دیا جائے باہر جنگل میں چرنے کے لیے نہ بھیجا جائے۔ اس کا مادہ دجن ہے بمعنی الفت و محبت، وہ بکری جانور گھر سے الفت رکھتا ہے مالوف ہوتا ہے اس لیے اسے داجن کہتے ہیں۔

یہ باغ والے صاحب ایک بار پانی لائے تو حضور انور نے پیا پھر دوبارہ لائے تو دوسرے صاحب یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے پیا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص118)

(780) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: "هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موٹے اور باریک ریشم پہننے سے منع فرمایا اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے منع کیا اور فرمایا یہ چیزیں ان کے لیے دنیا میں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب فی آنیۃ الذھب، ج۷، ص۱۱۲، رقم: ۵۶۳۲، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ علی الرجال والنساء، ج۶، ص۱۳۷، رقم: ۵۵۲۱، الاداب للبیہقی، باب ما یھی عنہ الرجل من لبس الحریر، ج۱، ص۲۸۳، رقم: ۴۷۳، سنن ابوداؤد، باب فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، ج۳، ص۳۹۰، رقم: ۳۷۲۵، سنن ابن ماجہ، باب الشرب فی آنیۃ الفضۃ، ج۲، ص۱۱۳۰، رقم: ۳۴۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں۔

یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص۱۲۰)

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت حصہ 16 صفحہ 39,38 پر لکھتے ہیں:

☆ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

☆ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔

☆ چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔

☆ سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش وزینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے یہ برتن وقلم ودوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہوجائے اس میں حرج نہیں۔ یونہیں سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے، ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ تانبے کے برتن سے وضو کرنے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

وفی الفتاوی الھندیۃ یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر والذھب والفضۃ والکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیر اوشیئ من الذھب اوالفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع ا۔ انتھی، قال العلامۃ الشامی وبہ یعلم حکم العرقیۃ المسماۃ بالطاقیۃ فاذ کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لاتحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناء علی مامر من ان ظاھر المذھب عدم جمع المتفرق ۲۔ انتھی، وقد قال العلامۃ الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص الحریر ترخیص غیرہ ایضا بدلائل المساواۃ ویؤید عدم الفرق مامر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع ۳ اھ۔ ملخصاً فافھم وتثبت اذبہ تحرر ماکان العلامۃ الطحطاوی متوقفافیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے مردوں کے لئے ریشم یا سونے یا چاندی کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے اور اسی طرح وہ سوتی کہ جس پر زیادہ تر ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا چار انگلیوں سے زیادہ سونا چاندی لگا ہوا نتہی۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ اس سے پگڑی اور ٹوپی کے نچلے کپڑے کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جس کو طافیہ کہتے ہیں۔ جب اس میں ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگشت سے زیادہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں سے زیادہ ہوجائیں۔ یہ اس بناء پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ ظاہر مذھب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں انتہی حالانکہ علامہ شامی نے یہ بھی فرمایا کہ سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرمت میں برابر ہیں۔ لہذا ریشم میں رخصت دوسری چیزوں کی رخصت کی طرح ہے دلالت مساوی ہونے کی وجہ سے، اور گزشتہ کلام سے عدم فرق کی تائید ہوتی ہے کہ سونے کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا چار انگلی تک مباح ہے اھ ملخصا۔ لہذا سمجھئے اور ثابت رہئے، اس سے وہ بھی تحریر ہوگیا جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت) (۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۲) (۲؎ ردالمحتار کتاب

الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۵) (۳۔ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۶) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲ ص ۱۰)

(781) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ، اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "اِنَّ الَّذِيْ يَأْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنَاءٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ، فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهِ نَارًا مِّنْ جَهَنَّمَ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو سونے چاندی کے برتن کے میں کھاتا یا پیتا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، جس نے سونے یا چاندی کے برتن میں پیا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب آنیۃ الفضۃ، ج۴ص۲۱۳۳، رقم: ۵۲۱۱صحیح مسلم، باب تحریم اوانی الذھب والفضۃ فی الشرب، ج۶ص۱۳۹، رقم: ۵۵۰۶مسند امام احمد، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۰۶، رقم: ۲۶۶۶۳السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من الشرب فی آنیۃ الذھب، ج۱ص۲۷، رقم: ۹۸السنن الکبرٰی للنسائی، باب التشدید فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، ج۴ص۱۹۵، رقم: ۶۸۶۷)

شرح حدیث: پیٹ میں جہنم کی آگ

بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اتباع میں اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا شاید انہوں نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر انہی احادیثِ مبارکہ میں بیان کردہ وعیدوں سے استدلال کیا ہے کیونکہ پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا سخت عذاب کی وعید ہے پھر میں نے شیخ الاسلام صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی وہی توجیہ بیان کرتے دیکھا جو میں نے بیان کی ہے البتہ انہوں نے وہ توجیہ اصحابِ مذہب سے نقل کی ہے، شیخ الاسلام جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اتباع کی اور فرمایا کہ شیخ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینا گناہِ کبیرہ ہے اور اس پر گذشتہ قاعدہ صادق آتا ہے کہ ہر وہ گناہ جس پر جہنم کی وعید آئی ہو گناہِ کبیرہ ہے۔

سیدنا دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ایک جماعت سے نقل کر کے اپنے منظوم کلام میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَدَّ مِنْهُنَّ ذَوُوْا الْاَعْمَالِ ۔۔۔ اٰنِيَةَ النَّقْدَيْنِ فِي اسْتِعْمَالِ

ترجمہ: اور باعمل لوگوں نے سونے، چاندی کے برتنوں کا استعمال بھی حرام اُمور میں شمار کیا ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۳۹۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

4- کِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کا بیان

117- بَابُ اسۡتِحۡبَابِ الثَّوۡبِ الۡاَبۡیَضِ، وَجَوَازِ الۡاَحۡمَرِ وَالۡاَخۡضَرِ وَالۡاَسۡوَدِ، وَجَوَازِہٖ مِنۡ قُطۡنٍ وَّکَتَّانٍ وَّشَعۡرٍ وَّصُوۡفٍ وَّغَیۡرِھَا اِلَّا الۡحَرِیۡرَ

سفید کپڑا مستحب ہے سرخ سبز پیلا اور سیاہ رنگ کا کپڑا اسوت بالوں اور اون وغیرہ سے بنا ہو تو ریشم کے سوا سب جائز ہیں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا وَّلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ) (الأعراف: 26)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرم گاہیں چھپاتا ہے اور تمہاری زینت ہے اور تقویٰ کا لباس زیادہ بہتر ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ) (النحل: 81)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے قمیص بنائی جو تم کو گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ قمیصیں جو تم کو جنگ سے بچاتی ہیں۔

(782) وَعَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا: اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلۡبَسُوۡا مِنۡ ثِیَابِکُمُ الۡبَیَاضَ، فَاِنَّہَا مِنۡ خَیۡرِ ثِیَابِکُمۡ، وَکَفِّنُوۡا فِیۡہَا مَوۡتَاکُمۡ"رَوَاہُ اَبُوۡ دَاوٗدَ وَالتِّرۡمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیۡثٌ حَسَنٌ صَحِیۡحٌ"۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کپڑوں میں سے سفید پہنو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہتر ہیں اور اس میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی البیاض، ج۴، ص۹۰، رقم: ۴۰۶۱، سنن ترمذی، باب ما یستحب من الاکفان، ج۳، ص۳۱۹، رقم: ۹۹۴، الاداب للبیہقی، باب البیاض من الثیاب، ج۱، ص۲۹۹، رقم: ۵۰۰، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، ج۱۲، ص۲۴۲، رقم: ۵۴۲۳، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱، ص۳۶۳، رقم: ۳۴۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مُردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۸۶۲)

جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز اس کا کفن بھی ناجائز۔ میت کو کفن دینا

فرضِ کفایہ ہے۔کفن کے تین درجے ہیں۔

(1)ضرورت (2)کفایت (3)سنت

مرد کیلئے کفنِ سنت: تین کپڑے ہیں۔

(1)لفافہ (2)اِزار (3)قمیص

مرد کیلئے کفنِ کفایت: دو کپڑے ہیں۔

(1)لفافہ (2)اِزار

عورت کیلئے کفنِ سنت: پانچ کپڑے ہیں۔

(1)لفافہ (2)اِزار (3)قمیص (4)اوڑھنی (5)سینہ بند

عورت کیلئے کفنِ کفایت: تین کپڑے ہیں۔

(1)لفافہ (2)اِزار (3)اوڑھنی یا

(1)لفافہ (2)قمیص (3)اوڑھنی

مرد وعورت کیلئے کفنِ ضرورت: کفنِ ضرورت دونوں کیلئے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔

(1) لفافہ (یعنی چادر): میت کے قد سے اتنی بڑی ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

(2) اِزار (یعنی تہ بند): چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا جو بندش کیلئے زیادہ تھا۔

(3) قمیص (یعنی کفنی): گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اس میں چاک اور آستینیں نہ ہوں۔مرد کی کفنی کندھوں پر چیریں اور عورت کیلئے سینے کی طرف۔

(4) اوڑھنی: تین ہاتھ کی ہونی چاہیے یعنی ڈیڑھ گز۔

(5) سینہ بند: پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔(بہار شریعت حصہ ۴،ص۱۶۶،۱۶۸)

(783) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ النِّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاک اور زیادہ ستھرے ہیں اور اس میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔

تخریج حدیث: (السنن الکبرٰی للنسائی، باب ای الکفن خیر، ۱،ص۶۴۱، رقم: ۲۰۲۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ

سمرة بن جندب الفزاري، ج۷،ص۱۸۰، رقم: ۵۰۰۵، الشمائل المحمدية للترمذي، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص۷۷، رقم: ۶۹، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه عمران بن حصين، ج۱۸،ص۲۲۵، رقم: ۱۵۲۷۰، مجمع الزوائد، باب في البياض، ج۵،ص۲۲۲، رقم: ۸۵۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب خبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعًا یا عقلًا یا طبعًا یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہوجاتا ہے اور دھولیا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ ڈھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی۔ اطیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لیے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقات نے سفید رنگت پر بہت اعلیٰ گفتگو کی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص۱۸۳)

(784) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعاً، وَلَقَدْ رَاَیْتُهُ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ (دھاری دار) جوڑے میں دیکھا میں نے آپ سے زیادہ حُسن والا کوئی نہ دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخاري، باب الثوب الاحمر، ج۷،ص۱۵۳، رقم: ۵۸۴۸، صحيح مسلم، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم وانه كان احسن الناس وجها، ج۷،ص۸۳، رقم: ۶۲۱۰، سنن الكبرى للنسائي، باب اتخاذ الشعر واختلاف الفاظ الناقلين منه، ج۵،ص۴۱۲، رقم: ۹۳۲۸، سنن ابو داؤد، باب في الرخصة في ذلك، ج۴،ص۹۳، رقم: ۴۰۷۲، مسند امام احمد، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶،ص۲۸۱، رقم: ۱۸۴۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور کا سینہ مبارک بہت کشادہ تھا۔ چوڑا سینہ شجاعت و سخاوت، دل کی وسعت کی علامت ہے، اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ، غصہ، بغض و حسد سے پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات

کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ درگزر کی معافی دی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔

یعنی کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخلوط بالاحمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یمنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی لباس محبوب تھا۔

یعنی حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۸۳)

شمائل وخصائل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین وآخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمالِ صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن رات سفر وحضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کے فضل وکمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ (حیاۃ الحیوان الکبریٰ، باب الھمزۃ، ج ۱، ص ۷۵)

صحابی رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدہ ہمزیہ میں جمال نبوت کی شان بے مثال کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا کہ

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ! وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

یعنی یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ سے زیادہ حسن وجمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَیْبٍ! كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

(یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہر عیب ونقصان سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپ ایسے ہی پیدا کئے گئے جیسے حسین وجمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔ (شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ص ٦٦)

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں فرمایا کہ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِي مَحَاسِنِهِ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

یعنی حضرت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ قابل تقسیم ہی نہیں۔ (قصیدۃ البردۃ مع شرحہا ص۱۱۱)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی اس مضمون کی عکاسی فرماتے ہوئے کتنے نفیس انداز میں فرمایا ہے کہ ؎

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسب اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ ۵۷۲)

(785) وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَائِلٍ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وعليه حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا يُمْنَعُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو مکہ کی وادی ابطح میں سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمہ میں دیکھا۔ حضرت بلال آپ کے وضو کا پانی لے کر نکلے کسی کو چھینٹے ملے اور کسی کو پانی تو نبی اکرم ﷺ نکلے جبکہ آپ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ (ﷺ) کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ حضرت بلال نے وضو کر کے اذان دی میں ان کے منہ کو دیکھتا کہ دائیں طرف حی علی الصلوۃ اور بائیں حی علی الفلاح کہہ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ کے لیے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی آپ کے سامنے سے کتے اور گدھے گزرتے رہے ان کو روکا نہ گیا۔ (متفق علیہ)

"اَلْعَنَزَةُ بِفَتْحِ النُّوْنِ: نَحْوُ الْعُكَّازَةِ.

اَلْعَنَزَۃُ: نون پر زبر کے ساتھ چھوٹا نیزہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۳۵۶۶، صحیح مسلم، باب سترة المصلی، ج۲ص۵۶، رقم: ۱۱۴۷، سنن الکبری للبیهقی، باب الاجتماع للصلاة فی السفر، ج۳ص۱۵۶، رقم: ۵۲۸۵، مصنف عبدالرزاق

باب استعمال الاملة ووضعه اصبعه فی اذنیه، ج۱ص۲۹۷، رقم:۱۸۰۶، المستدرک للحاکم، کتاب الطب، ج۶ص۲۱۳، رقم:۷۵۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے، آپ بہت نو عمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے، ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا۔

(مکے کے ابطح مقام) یہ جگہ جنت معلّٰی سے کچھ آگے منی کی جانب ہے جسے وادی مُحَصّب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، ابطح کے معنٰی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔

(حضور کے وضوء کا پانی لیا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں وضو کیا، غسالہ ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے اور اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نورگر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے، حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح وایمان مہکا دے گا۔

اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے، حضور کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخلط کپڑا مراد ہے یا سرخ سُوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے، غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔

(ایک نیزہ گاڑ دیا گیا) کیونکہ امام کا سُترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲، ص۲)

(786) وَعَنْ اَبِيْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، ج۴ص۱۳۷، رقم:۴۲۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثوب الاخضر

جـ۵ص۱۱۹، رقم: ۲۸۱۲، سنن الکبریٰ للنسائی، باب لبس الخضر من الثیاب جـ۵ص۴۹۱، رقم: ۳۳۳، سنن الکبریٰ للبیہقی باب ایجاب القصاص علی القاتل، جـ۸ص۲۷، رقم: ۱۶۳۲۱، سنن الدارمی، باب لا یواخذ احد بجناية غیرہ جـ۲ص۲۶۹، رقم: ۲۳۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہوگئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات و مرقات و اشعۃ اللمعات)

قمیص اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عٰلِیَهُمۡ ثِیَابُ سُنۡدُسٍ خُضۡرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲)

(787) وَعَنۡ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ: اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوۡمَ فَتۡحِ مَكَّةَ وَعَلَیۡهِ عِمَامَةٌ سَوۡدَاءُ۔ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن سیاہ دستار باندھے مکہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکة بغیر احرام، جـ۳ص۱۱۱، رقم: ۳۳۷۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الرخصة لمن دخلها خائفا لحرب، جـ۵ص۱۷۷، رقم: ۱۰۱۲۹، الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ما جاء فی عمامة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۳۰، رقم: ۱۱۵، المعجم الاوسط، من اسمہ عبداللہ، جـ۳ص۳۲۱، رقم: ۳۳۶۳، سنن ابو داؤد، باب فی العمائم، جـ۳ص۵۰، رقم: ۴۰۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصاً خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصاً محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲)

(788) وَعَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ عَمۡرِو بۡنِ حُرَیۡثٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ، قَالَ: كَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیۡهِ عِمَامَةٌ سَوۡدَاءُ، قَدۡ اَرۡخٰی طَرَفَیۡهَا بَیۡنَ كَتِفَیۡهِ۔ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

حضرت ابو سعید عمرو بن حریث ﷺ سے روایت ہے گویا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے سر اقدس پر سیاہ دستار بندھی تھی، آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. اوران کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے سیاہ دستار لی ہوئی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۱۳۵۸،الآداب للبیہقی، باب فی العمامۃ، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۷۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۸۰، رقم: ۴۰۷۹، سنن ابن ماجہ، باب لبس العمائم، ج۲ص۹۴۲، رقم: ۲۸۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ارخاء العمامۃ بین الکتفین، ج۸ص۲۳۹، رقم: ۲۵۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: کہ ایک یہ کہ خطبہ ونماز عمامہ سے بہتر ہے۔ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے،شملہ ضرور چاہیئے۔چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ،امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے،اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔(مراۃ المناجیح،ج۲،ص۶۳۶)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔امام اہلسنّت،مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ جدید،ج۶،ص۲۰۸،۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار،باب الراء،فصل رکعتان،الحدیث ۳۰۵۴،ج۱،ص۴۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔(فردوس الاخبار،باب الصاد،الحدیث ۳۶۲۱،ج۲،ص۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر،حرف الھمزۃ،الحدیث ۱۸۱۷،ص۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح،کتاب اللباس،الحدیث ۴۳۴۰،ج۸،ص۱۴۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔(المستدرک،کتاب اللباس،باب اعتموا تزدادوا حلما،الحدیث ۷۴۸۸،ج۵،ص۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دینگے اپنی عزت اتار دینگے۔

(فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۴۱۱۱، ج ۲، ص ۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۴۱۹۰۶، ج ۱۵، ص ۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الجیم، الحدیث ۲۳۹۳، ج ۱، ص ۳۲۸)

حکایت

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

عمامہ کے آداب

(۱) عمامہ سات ۷ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۸۲، بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کر کے پیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے کھڑے باندھے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، باب التاسع فی اللباس ... الخ، ج ۵، ص ۳۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(789) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"السَّحُوْلِيَّة بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ اِلٰى سَحُوْلٍ: قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ "وَالْكُرْسُفُ: الْقُطْنُ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سحول کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں میں کفن دیے گئے۔ان میں قمیص تھی نہ دستار۔ (متفق علیہ)

اَلسَّحُوْلِيَّةُ: سین پر زبر اور پیش اور حا پر پیش کے ساتھ یمن کی ایک بستی کا نام سحول ہے اس کی طرف منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔ اَلْكُرْسُفُ: روئی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکفن بغیر قمیص، ج۱ص۷۷، رقم: ۱۲۷۱ صحیح مسلم، باب فی کفن المیت، ج۲ص۳۹، رقم: ۲۲۲۲ السنن الصغری، باب التکفین والتخیط، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۰۵۸ المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ج۱ص۱۳۷، رقم: ۵۲۱ سنن ابوداؤد، باب فی الکفن، ج۳ص۱۶۸، رقم: ۳۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اونی یا ریشمیں کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمیں کفن حرام ہے۔یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی،لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا:قمیص،ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے۔عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا،اس بناء پر مشائخ،علماء،صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔واللہ اعلم!(مراۃ المناجیح،ج۲،ص۸۵۹)

(790) وَعَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ، وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مُّرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الْمِرْطُ بِكَسْرِ الْمِيْمِ: وَهُوَ كِسَاءٌ وَّ"الْمُرَحَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِيْ فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْاِبِلِ، وَهِيَ الْاَكْوَارُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح اس طرح نکلے کہ آپ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی اس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔اَلْمِرْطُ: میم پر زیر کے ساتھ بمعنی چادر۔اَلْمُرَحَّلُ: حا مہملہ کے ساتھ وہ کپڑا جس میں کجاوے کی تصویریں بنی ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منه، ج۶ص۱۴۵، رقم: ۵۵۶۶ الاداب للبیهقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱ص۲۴۳، رقم: ۳۹۱ سنن ابوداؤد، باب فی لبس الصوف، ج۴ص۶۸، رقم: ۴۰۳۲

مصنف ابن ابی شیبۃ، فضائل علی بن ابی طالب، ج۱۲ص۶۷، رقم: ۳۲۷۶۵)

شرحِ حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی لکھتے ہیں:

اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلّت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس، ج۵، ص۳۳۳)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرارِ نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو امرا اور رؤسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہا اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کمبل جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔ (بہارِ شریعت حصہ شانزدہم (16) ص۴۱۶)

(791) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ، فَقَالَ لِيْ: "اَمَعَكَ مَاءٌ؟" قُلْتُ: نَعَمْ. فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ، ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر کے دوران ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ سواری سے اترے اور چلتے رہے حتی کہ رات کی تاریکی میں چھپ گئے پھر آئے میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا تو آپ نے چہرہ دھویا آپ پر اونی جبّہ تھا آپ اپنے بازوؤں کو اس میں سے نہ نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے ان کو پاکی کی حالت میں پہنا تھا۔ اور ان کے اوپر مسح کر لیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِيْ

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ

غَزْوَةِ تَبُوْكَ. تبوک کا تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا ادخل رجلیه وھما طاھرتان، ج۱ص۵۲، رقم: ۲۰۶ صحیح مسلم، باب المسح علی الخفین، ج۱ص۱۵۸، رقم: ۶۵۴ مسند امام احمد، حدیث المغیرة بن شعبة، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۱۸۲۲۱ سنن الدارمی، باب فی المسح علی الخفین، ج۱ص۱۹۳، رقم: ۷۱۳ سنن الکبری للبیہقی، باب رخصة المسح لمن لبس الخفین علی الطھارة، ج۱ص۲۸۱، رقم: ۱۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔

(آپ پر اونی جبہ تھا) پشمینہ اور انکے لباس پہننا جوکہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے، اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے)۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمتًا آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خواہ مخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حَیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔

(تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا) نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عمومًا پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت۔ سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔ لہذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ (مرقاۃ)

(اور ان کے اوپر مسح کرلیا) یعنی پہلے وضو کرلیا، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھوکر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرا پاؤں پاک تھے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں باوضو تھا۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۸۵۹)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَیْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّیْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔ ((سِیْمَاهُمُ التَّحْلِیْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحیح البخاري، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر... إلخ، الحدیث: ۷۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کرسکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کرسکتی ہیں۔ (الفتاوی الهندیة، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۶)

118-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِیْصِ

قمیص پہننا مستحب ہے

(792) عن اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری قمیص تھی۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج ۴ ص ۷۶، رقم: ۴۰۲۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی القمص

ج۳ص۲۲۲، رقم: ۱۷۹۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب لبس القمیص، ج۵ص۴۸۲، رقم: ۹۶۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا اَن سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پائجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیض سے مراد سوتی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی اونی قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔ قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۸۵۹)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیض کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ وردانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲ / ۴۲۸)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبار کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابو الشیخ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین۔

(المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۴ / ۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک زرا لمبا تھا (ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیر الکم۔

(شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ / ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ (ت)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

انها اخرجت جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ وسنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین.....الخ، الحدیث ۱۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی کھانے

باب استعمال اللملة ووضعه اصبعه فی اذنیه، ج1ص296، رقم: 1809، المستدرک للحاکم، کتاب الطب، ج6ص212، رقم: 4500)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے، آپ بہت نوعمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے، ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا۔

(مکے کے ابطح مقام) یہ جگہ جنت معلّٰی سے کچھ آگے منٰی کی جانب ہے جسے وادی مُحَصَّب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، ابطح کے معنٰی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔

(حضور کے وضوء کا پانی لیا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں وضو کیا، غسالہ ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے اور اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نورگر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے، حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح وایمان مہکا دے گا۔

اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے، حضور کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخلط کپڑا مراد ہے یا سرخ سُوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے، غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔

(ایک نیزہ گاڑ دیا گیا) کیونکہ امام کا سُترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲، ص۲)

(786) وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَۃَ رِفَاعَۃَ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ. رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، ج4ص137، رقم: 4208، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثوب الاخضر

ج۵ص۱۱۹، رقم: ۲۸۱۲، سنن الکبرٰی للنسائی، باب لبس الخضر من الثیاب ج۵ص۴۱۱، رقم: ۹۳۳۳، سنن الکبرٰی للبیہقی باب ایجاب القصاص علی القاتل، ج۸ص۲۷، رقم: ۱۶۲۲۱، سنن الدارمی، باب لا یواخذ احدبجناية غیرہ ج۲ص۲۶۹، رقم: ۲۳۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات ومرقات واشعۃ اللمعات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالٰی فرماتا ہے: عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲)

(787) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ دستار باندھے مکہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۳۳۷۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرخصۃ لمن دخلھا خائفًا لحرب، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۱۰۱۲۹، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۳۰، رقم: ۱۱۵، المعجم الاوسط، من اسمہ عبداللہ، ج۳ص۲۷۱، رقم: ۴۴۶۳، سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۷۸، رقم: ۴۰۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصًا خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصًا محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲)

(788) وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے گویا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے سر اقدس پر سیاہ دستار بندھی تھی، آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

اوران کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے سیاہ دستار لی ہوئی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز دخول مکة بغیر احرام، ج۲ص۱۱۲ رقم: ۱۳۴۸، الآداب للبیہقی، باب فی العمامة، ج۱ص۳۰۶ رقم: ۸۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، ج۴ص۱۸ رقم: ۴۰۷۹، سنن ابن ماجه، باب لبس العمائم، ج۱ص۹۴۲ رقم: ۲۸۲۱، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی ارخاء العمامة بین الکتفین، ج۸ص۲۳۹ رقم: ۲۵۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: کہ ایک یہ کہ خطبہ ونماز عمامہ سے بہتر ہے۔ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے،شملہ ضرور چاہیئے۔چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ،امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے،اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔(مراۃ المناجیح، ج۲،ص۶۳۶)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔امام اہلسنّت،مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ جدید، ج۶،ص۲۰۸، ۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الراء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۴، ج۱،ص۴۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔(فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج۲،ص۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، الحدیث ۱۸۱۷، ص۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج۸،ص۱۴۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔(المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا تزدادوا حلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج۵،ص۲۷۲)

(٦) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دینگے اپنی عزت اتار دینگے۔

(فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ٤١١١، ج ٢، ص ٩١)

(٧) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ٤١٩٠٦، ج ١٥، ص ٢٠٥)

(٨) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (٧٠) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الجیم، الحدیث ٢٣٩٣، ج ١، ص ٣٢٨)

حکایت

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کرکے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ جدید، ج ٦، ص ٢١٥)

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ١، ص ١٣٤)

عمامہ کے آداب

(١) عمامہ سات ٧ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ١٢ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ٤٣٤٠، ج ٨، ص ١٤٨)

(٢) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔

(فتاوٰی رضویہ جدید، ج ٢٢، ص ١٨٢، بہار شریعت، حصہ ١٦ عمامہ کا بیان، ج ٣، ص ٥٥)

(٣) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کرکے پیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کرکے کھڑے باندھے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، باب التاسع فی اللباس... الخ، ج ٥، ص ٣٣٠)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم

(789) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلسَّحُوْلِيَّةُ بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ اِلٰى سَحُوْلٍ: قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ "وَالْكُرْسُفُ: اَلْقُطْنُ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سحول کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں میں کفن دیے گئے۔ان میں قمیص تھی نہ دستار۔ (متفق علیہ)

اَلسَّحُوْلِیَّۃُ: سین پر زبر اور پیش اور حا پر پیش کے ساتھ، یمن کی ایک بستی کا نام سحول ہے اس کی طرف منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔ اَلْکُرْسُفُ: روئی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکفن بغیر قمیص، ج۱ص۷۷، رقم: ۱۲۷۱ صحیح مسلم، باب فی کفن المیت، ج۲ص۳۹، رقم: ۲۲۲۲ السنن الصغریٰ، باب التکفین والتخیط، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۰۵۸ المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ج۱ص۱۳۷، رقم: ۵۲۱ سنن ابوداؤد، باب فی الکفن، ج۳ص۱۶۸، رقم: ۳۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اونی یا ریشمیں کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمیں کفن حرام ہے۔یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی، لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے۔عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا، اس بناء پر مشائخ، علماء، صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۸۵۹)

(790) وَعَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ، وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْمِرْطُ بِكَسْرِ الْمِيْمِ: وَهُوَ كِسَاءٌ وَّ"الْمُرَحَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِيْ فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْاِبِلِ، وَهِيَ الْاَكْوَارُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح اس طرح نکلے کہ آپ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی اس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔اَلْمِرْطُ: میم پر زیر کے ساتھ بمعنی چادر۔اَلْمُرَحَّلُ: حا مہملہ کے ساتھ وہ کپڑا جس میں کجاوے کی تصویریں بنی ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منہ، ج۶ص۱۴۵، رقم: ۵۵۶۶ الاداب للبیہقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱ص۲۹۳، رقم: ۳۹۱ سنن ابوداؤد، باب فی لبس الصوف، ج۴ص۶۸، رقم: ۴۰۳۲

مصنف ابن ابی شیبۃ، فضائل علی بن ابی طالب، ج۱۲ص۶۲، رقم: ۳۲۲۶۵)

شرح حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی لکھتے ہیں:

اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلّت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع في اللبس، ج۵، ص ۳۳۳)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرارِ نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو امرا اور رؤسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہا اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کمبل جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔ (بہارشریعت حصہ شانزدہم (16) ص۴۱۶)

(791) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ، فَقَالَ لِيْ: "اَمَعَكَ مَاءٌ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ، ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر کے دوران ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ سواری سے اترے اور چلتے رہے حتی کہ رات کی تاریکی میں چھپ گئے پھر آئے میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا تو آپ نے چہرہ دھویا آپ پر اونی جبّہ تھا آپ اپنے بازوؤں کو اس میں سے نہ نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے ان کو پاکی کی حالت میں پہنا تھا۔ اور ان کے اوپر مسح کر لیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِيْ

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ

غَزْوَةِ تَبُوْكَ. تبوک کا تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا ادخل رجلیه وهما طاهرتان، ج۱ص۸۱، رقم: ۲۰۶ صحیح مسلم، باب المسح علی الخفین، ج۱ص۱۵۸، رقم: ۶۵۴ مسند امام احمد، حدیث المغیرة بن شعبة، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۱۸۲۲۱ سنن الدارمی، باب فی المسح علی الخفین، ج۱ص۱۹۳، رقم: ۷۱۳ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب رخصة المسح لمن لبس الخفین علی الطهارة، ج۱ص۲۸۱، رقم: ۱۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔

(آپ پر اونی جبہ تھا) پشمینہ اور اُنکے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے، اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے)۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمتًا آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خواہ مخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حَیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہدِ نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔

(تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا) نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عمومًا پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت۔ سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔ لہذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ (مرقاۃ)

(اور ان کے اوپر مسح کرلیا) یعنی پہلے وضو کرلیا، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھوکر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرا پاؤں پاک تھے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں باوضو تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۸۵۹)

مَوزوں پرمسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔ ((سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ)) ان کی علامت سرمنڈانا ہے۔

(صحیح البخاري، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر... إلخ، الحدیث: ۷۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سرمنڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کرسکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کرسکتی ہیں۔ (الفتاوی الهندیة، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۶)

118- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيصِ

قمیص پہننا مستحب ہے

(792) عن أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيص. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری قمیص تھی۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج۴ص۶۰، رقم: ۴۰۲۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی القمص

ج۳ص۲۲۴، رقم: ۱۷۹۲، سنن النسائی الکبری، باب لبس القمیص، ج۵ص۴۸۲، رقم: ۹۶۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پائجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیض سے مراد سوتی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی اونی قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۸۵۹)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیض کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ و ردائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲ /۴۲۸)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔(ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین۔

(المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۴ /۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک ذرا لمبا تھا(ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیر الکم۔

(شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ /۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔(ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔(ت)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

انها اخرجت جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ وسنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔(ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین..... الخ، الحدیث ۱۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی کھانے

کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کررہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الدبا، الحدیث ۵۴۳۳، ج ۳، ص ۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَاِلَّا لَاَقْتُلَنَّكَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفا للقاضی، باب الثانی، فصل فی علامۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۵۱)

119-بَابُ صِفَةِ طُوْلِ الْقَمِيْصِ وَالْكُمِّ وَالْاِزَارِ وَطَرَفِ الْعِمَامَةِ وَتَحْرِيْمِ اِسْبَالِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهٖ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ

قمیص آستین اور ازار کی لمبائی اور عمامے کا کنارہ ان میں سے کوئی چیز تکبر کے طور پر لٹکائے تو حرام ہے اور بغیر تکبر لٹکائے تو مکروہ ہے

(793) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین ہاتھ کی کلائی کے جوڑ تک تھی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج۴ص۷۶، رقم: ۴۰۲۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی اقلمص ج۳ص۲۲۸، رقم: ۱۷۶۵ سنن النسائی الکبری، باب لبس القمیص، ج۵ص۴۸۱، رقم: ۹۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لہذا سنت یہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلوکے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

(794) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاھَدَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَّفْعَلُہٗ خُیَلَاءَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَرَوٰی مُسْلِمٌ بَعْضَہٗ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا کپڑا تکبر کے طور پر زمین پر گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے' لیکن اگر میں اس کا خیال رکھوں تو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں جو یہ تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے اس کی بعض حصہ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب من جر ازارہ غیر خیلاء' ج۴ص۱۴۱' رقم: ۵۷۸۴ صحیح مسلم' باب تحریم جر الثوب خیلاء' ج۳ص۱۶۷' رقم: ۵۵۹۵ الاداب للبیہقی' باب فی اسبال الازار' ج۱ص۳۰۲' رقم: ۵۰۸ سنن ابوداؤد' باب ما جاء فی اسبال الازار' ج۴ص۱۰۳' رقم: ۴۰۸۵ سنن ترمذی' باب ما جاء فی جر ذیول النساء' ج۳ص۲۲۳' رقم: ۱۷۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کپڑے سے مراد تہبند یا پائجامہ ہے اور نیچے سے مراد ٹخنوں کے نیچے ہے۔ تکبرًا فرما کر اشارہ کیا گیا کہ فیشن یا فخر کے لیے یہ حرکت مکروہ تحریمی ہے، بے خیالی میں نیچے ہوجانا اتنا سخت ممنوع نہیں جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔ غرضیکہ ان قیود سے بہت مسائل معلوم ہوئے۔

(نظر رحمت نہیں فرمائے گا) یعنی نظر رحمت، نظر کرم وعنایت نہ فرمائے گا۔ اس کی شرح پہلے ہوچکی۔

(یارسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے) یعنی میں خود تو نہیں لٹکاتا بلکہ تہبند خود ہی لٹک جاتا ہے شکم کسی قدر بھاری ہے اس لیے پیٹ سے سرک جاتا ہے نہ ارادہ ہے نہ غرور۔

(تم ان میں سے نہیں جو یہ تکبر سے ایسا کرتے ہیں) یعنی ہم نے تکبر وغرور سے تہبند نیچا رکھنے سے ممانعت کی ہے تم کو غرور سے دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر قصدًا لٹکاتے بھی نہیں لہذا تم اس حکم کی زد میں نہیں آتے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۴۱۴)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اپنا کپڑا لٹکانے کے متعلق فرماتے ہیں:

اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔

لاباس بہ کما یرشد الیہ التقیید بالبطر والمخیلۃ۔

تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف البطر والمخیلۃ (اترانا اور تکبر کرنا) کی قید لگانا تمھاری راہنمائی کررہا ہے۔ (ت)

حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میری ازار ایک جانب سے

لٹک جاتی ہے۔ فرمایا: تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو۔

اخرج البخاری فی صحیحه قال حدثنا احمد بن یونس فذکر باسناده عن ابن عمر عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال من جرثوبه خیلاء لم ینظر الله الیه یوم القیمة فقال ابوبکر یارسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاهد ذٰلك منه فقال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لست ممن یصنعه خیلاء [1] قلت وبنحوه روی ابوداؤد والنسائی۔ (صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۰)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی۔ فرمایا ہم سے احمد ابن یونس نے بیان کیا۔ پھر اس کی اسناد سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: جس شخص نے ازاراہ تکبر کپڑا لٹکایا اور نیچے گھسیٹا تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میرا تہبند ایک طرف نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی پوری حفاظت کرتا ہوں (یعنی حفاظت میں ذرا سی کوتاہی یالاپروائی ہوجائے تو تہبند ایک طرف لٹک جاتا ہے) آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو طرز تکبر سے ایسا کرتے ہیں (یعنی علت تکبر نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے ازار کے لٹک جانے سے کوئی حرج نہیں قلت (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (ت)

حدیث بخاری ونسائی میں کہ: ما اسفل الکعبین من الازار ففی النار۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۱)

ازار کا جو حصہ لٹک کا ٹخنوں سے نیچے ہوگیا وہ آگ میں ہوگا۔ (ت)

اور حدیث طویل مسلم وابوداؤد میں:

ثلثة لایکلمهم الله یوم القیمة ولاینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱) (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۹)

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے قیامت کے دن نہ تو انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھاکر اپنے اسباب کو رائج کرنیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے) (ت)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر

علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں:

فی الفتاوٰی العالمگیری اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب۔ (فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔ (ت)

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولٰی، نہ حرام مستحق وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نایحیٰی عن محمد بن ابی یحیٰی حدثنی عکرمۃ انہ رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیۃ ازارہ من مقدمہ علی ظھر قدمہ ویرفعہ مؤخرہ قلت لم تاتزر ھذہ الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتزرھا قلت ورجال الحدیث کلھم ثقات عدول ممن یروی عنھم البخاری کما لایخفی علی الفطن الماھر بالفن۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے یحیٰی نے اس نے محمد بن ابی یحیٰی سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام روای ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہین۔ فہیم اور ماہر فن پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم شود کہ بلند داشتن ازار از جانب پس کافی ست در عدم اسبال۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل ۳ مکتبہ نوری رضویہ سکھر پاکستان ۳/ ۵۵۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدم اسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے۔ اھ (ت)

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق تک پائچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم یہیں تک ہوتی تھی۔

فی صحیح مسلم حدثنی ابوالطاھر قال انا ابن وھب قال اخبرنی عمر بن محمد عن عبداللہ ارفع ازارك فرفعته ثم قل زد فزدت فمازلت اتحرھا بعد فقال بعض القوم الی این فقال انصاف الساقین ۱؎۔ وفی حدیث ابی سعید الخدری مما رواہ ابوداؤد و ابن ماجة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ازارۃ المؤمن الی انصاف ساقیه ۲؎۔ الحدیث

(۱؎ صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۹۵) (۲؎ سنن ابن ماجہ کتاب اللباس موضع الازار این ہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴)

صحیح مسلم شریف میں ہے: مجھ سے ابوطاہر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے ابن وہب نے بتایا، اس نے کہا مجھے عمر بن محمد نے حضرت عبداللہ کے حوالے سے بتایا (ان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا) اپنا ازار اوپر کیجئے، میں نے اوپر کیا۔ پھر فرمایا مزید اوپر کیجئے، پھر اس کے بعد ہمیشہ میں اسے کھینچتا رہا، پھر لوگوں نے پوچھا آپ کس حد تک اوپر کرتے رہے؟ ارشاد فرمایا دو پنڈلیوں کے نصف تک۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حدیث میں آیا ہے جو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی۔ راوی نے فرمایا مین نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مسلمانوں کا تہبند دونوں پنڈلیوں کے نصف تک ہونا چاہئے۔ الحدیث (ت)

امام نووی فرماتے ہیں:

فالمستحب نصف الساقین والجائز بلا کراھة ماتحته الی الکعبین فی الفتاوٰی العالمگیریة ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق واللہ تعالٰی اعلم۔

(شرح الصحیح المسلم للنووی کتاب اللباس باب تحریم جر الثواب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۹۵) (فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۳۳)

مستحب ہے کہ ازار (تہبند) پنڈلیوں کے نصف تک ہو اور بغیر کراہت جائز ہے کہ نیچے ٹخنوں تک ہو، اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے کہ مناسب ہے کہ ازار ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۴)

(795) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ بَطَرًا مُتَّفَقٌ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا' جس نے اپنا تہبند تکبر سے

عَلَيْهِ۔ کھینچا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ج۷ص۱۴۱، رقم: ۵۷۸۸، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، ج۱۲ص۲۶۳، رقم: ۵۴۴۲، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی اسبال الرجل ثوبہ، ج۲ص۱۳۳۱، رقم: ۲۳۸۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ جر الازار، ج۳ص۲۲۳، رقم: ۱۷۳۰، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، ج۱۰ص۱۶۹، رقم: ۵۷۹۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عرب کے رئیس لوگ شیخی میں تہبند بہت نیچا رکھتے تھے جیسے ہمارے ہاں گاؤں کے چوہدری بہت نیچے باندھتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہی نجس ہوجاتے ہیں ان کے متعلق یہ وعید ہے اسی لیے بطرًا کی قید لگائی گئی، اگر بغیر فخر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں، ہاں سنت یہ ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ ٹخنہ سے اوپر رہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۵۸)

(796) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تہہ بند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے آگ میں ہے۔ (انجام کے اعتبار سے)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، ج۷ص۱۴۱، رقم: ۵۷۸۷، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۶۱، رقم: ۹۹۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب موضع الازار این ھو، ج۵ص۱۶۷، رقم: ۲۴۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے تہبند جہنمیوں کا لباس ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ حصہ تہبند کا دوزخ میں جائے گا اس شخص کو ساتھ لے کر، یہ مطلب نہیں کہ تہبند تو دوزخ میں جاوے اور یہ متکبر سیدھا جنت میں، یہاں بھی تکبر شیخی فیشن کے لیے تہبند نیچا رکھنا مراد ہے۔ گزشتہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں اور یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کو ٹخنہ کے نیچے تہبند رکھنا چاہیے تاکہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتی کہ ٹخنہ بھی نہ کھلے کہ یہ ستر عورت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۶۱)

(797) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا! مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ روزِ حشر کلام فرمائے گا نہ نظرِ رحمت ان کی طرف فرمائے گا اور نہ ان کو ستھرا فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو خسارے میں پڑے اور نامراد ہوئے وہ کون ہیں' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چادر لٹکانے والے' احسان جتانے والے اور جھوٹی قسم

کے ساتھ مال بکوانے والے۔ (مسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ: "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَہٗ۔

اور ان کی ایک اور روایت میں ہے ''اپنے تہہ بند کو لٹکانے والے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، ج۱ص۷۱، رقم: ۳۰۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ الیمین فی البیع، ج۵ص۲۶۵، رقم: ۱۰۶۱۳ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار، ج۴ص۱۰۰، رقم: ۴۰۸۹ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی کراھیۃ الایمان فی الشراء والبیع، ج۳ص۴۷، رقم: ۲۲۰۸ سنن الدارمی، باب فی الیمین الکاذبۃ، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۲۶۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہذا ان سے بچتے رہو۔ یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ تہبند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ وخیرات دے کر ان کو طعنے دیں، احسان جتائیں، لوگوں میں انہیں بدنام کر دیں کہ فلاں آدمی ہمارا دستِ نگر رہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ ص ۴۰۱)

(798) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ، وَالْقَمِیْصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ شَیْئًا خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنِّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لٹکانا تہبند، قمیص، پگڑی سب میں ہوتا ہے، جس نے ان میں کسی شے کو بطور تکبر لٹکایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قدر موضع الازار، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۴۰۹۴ سنن الکبرٰی للنسائی، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر عبدالرحمن بن یعقوب، ج۵ص۴۹۱، رقم: ۹۷۲۰ سنن ابن ماجہ، باب طول القمیص کم ھو، ج۲ص۱۱۸۴، رقم: ۳۵۷۶ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی طول القمیص کم ھو، ج۸ص۲۰۸، رقم: ۲۵۳۳۶)

شرح حدیث: متکبّرین کی مذمت

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ (پ15، بنی اسرائیل: 37)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، الحدیث: ۲۶۵، ص ۶۹۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں خبر نہ دوں ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا اور بڑائی چاہنے والا جہنمی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکبر، الحدیث: ۶۰۷۱، ص ۵۱۳)

سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، الحدیث: ۵۴۵۴، ص ۱۰۵۱ ثوبہ بدلہ ازارہ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ایک شخص اپنے کپڑوں میں اِتراتا ہوا سر اکڑا کر چل رہا تھا کہ اللہ عزوجل نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، الحدیث: ۵۷۸۹، ص ۴۹۴)

(799) وَعَنْ اَبِيْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَّاْيِهٖ، لَا يَقُوْلُ شَيْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللهِ - مرّتين - قَالَ: "لَا تَقُلْ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى، قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ" قَالَ: قُلْتُ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ؟ قَالَ: "اَنَا رَسُوْلُ اللهِ الَّذِيْ اِذَا اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ، وَاِذَا اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ، وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ، فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ" قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ اِلَيَّ. قَالَ: "لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا" قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا، وَّلَا عَبْدًا، وَّلَا بَعِيْرًا، وَّلَا شَاةً، "وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَّاَنْ تُكَلِّمَ

حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عملدرآمد کرتے۔ وہ جو کچھ کہتے لوگ کر گزرتے میں نے کہا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ میں نے: علیک السلام یارسول اللہ دوبار کہا: آپ نے فرمایا: علیک السلام نہ کہہ یہ مُردوں کا سلام ہے، السلام علیک کہو۔ کہتے ہیں میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تم کو مصیبت پہنچے تو اس سے دعا کرتے ہو تو وہ اس کو کھول دیتا ہو اور جب تجھ کو قحط سالی آتی ہے، تو اس سے دعا کرتے ہو تو وہ اس کو تمہارے لیے سرسبز کر دیتا ہے اور جب صحرا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے، تو اس سے دعا کرتے ہو وہ اس کو تجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا مجھ سے وعدہ لے لیں فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ اس

أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ، إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ. وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

کے بعد میں نے کسی آزاد غلام اونٹ بکری کسی کو گالی نہیں دی۔ اور آپ نے فرمایا: بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھ اس بات کو بھی حقیر نہ سمجھ کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے بات کرے یقینا یہ بھلائی کے کاموں میں سے ہے۔ اور اپنی چادر نصف پنڈلی تک اٹھا رکھ اگر ایسا نہ ہو تو ٹخنوں تک اور اس سے نیچے لٹکانے سے بچ کیونکہ یہ تکبر کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ یقینا تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اگر تم کو کوئی آدمی گالی دے یا اپنی بات سے عیب بیان کرے جسے تو جانتا ہے تو اس کو ایسی بات سے عیب والا نہ کہہ تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا' اسناد صحیح کے ساتھ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ان یقول علیك السلام، ج۴ص۵۲۰، رقم: ۵۲۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ ان یقول علیك السلام مبتدئا، ج۵ص۷۲، رقم: ۲۷۲۲، الاداب للبیھقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۲۴، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنھما، ص۸۲۰، رقم: ۷۹۲، الاحاد والمثانی، من اسمہ ابوجری الھجیمی، ج۲ص۳۹۲، رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں، دیہات کے رہنے والے تھے، کام کے لیے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے۔

(مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں) یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں وجہ نہیں پوچھتے۔ صَدَرُ، صدور سے بنا جس کے معنے ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا۔

(لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں) یعنی میں نے امراء حکام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے بندہ بے دام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے اعلیٰ ہیں اس لیے تعجب سے پوچھا۔

(میں نے دوبارہ عرض کیا علیہ السلام یا رسول اللہ) مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا۔ معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں بعض جہلاء بھیا سلام، ابا سلام کہتے ہیں، یا

آداب عرض، تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیئے۔

(کیونکہ علیہ السلام مُردوں کا آپس میں سلام ہے) اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیہ السلام کہو مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیہ السلام کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ علیہ السلام کہنا مردوں کے لیے مناسب ہے زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں۔ واللہ اعلم! فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے۔

(بلکہ کہو السلام علیہ) یعنی جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیہ کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کے لیے یہ کہو درود شریف کے موقعہ پر صلوۃ وسلام جمع کر کے کہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(میں اس سے دعا کر دوں تو تم پر اگا دے) مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں اور اَلَّذِی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مصیبتیں ٹالتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں اور اَلَّذِی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں ٹال دے۔ (مرقات) وسیلہ کی اس لیے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کرا رہے ہیں وہ خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا۔ فقیر کے نزدیک پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے۔

(اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے) دوسرے معنے کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے خبردار ہیں اور انہیں دعائیں دیتے رہے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔

(غلام اور اونٹ اور بکری کو گالی نہ دی) اگر سَبٌّ سے مراد فحش گالی ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فحش گو نہیں ہوتا اور اگر برا کہنا مراد ہے تو اگرچہ بعض وقت کسی کو برا کہنا جائز تو ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر، ان صحابی نے اس بہتر پر عمل کیا۔

(کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا) یعنی اگر خدا تجھے تھوڑی نیکی کی بھی توفیق دے تو اسے کر گزر اور خدا کا بہت شکر کر، موقع کو غنیمت جان کہ کبھی تھوڑی نیکی سے ہی نجات ہو جائے گی اور شکر کی توفیق سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہو جائیں گی۔

(اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک) یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے اور بے

پرواہی سے خلاف اولیٰ مگر آج کل آدھی پنڈلی تک کے پاجامے وہابیوں کی علامت ہیں جیسے ہمیشہ سر منڈانا لہذا ٹخنوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیئے۔

(ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو) یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا مزے کا شعر کہا۔ شعر

بدی را بدی سہل باشد جزاء　　　　اگر مردے اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاء

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو رب تعالیٰ جو ستار عیوب ہے سورۂ نون میں اس کے دس عیب کھولے حتی کہ اخیر میں فرمایا: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کہ وہ حرام کا تخم ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔ اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال۔

خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے۔ محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کرجاتے ہیں غیبت یا عیب لگانے کے لیے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کے لیے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے فضائل اعمال میں کام آئے گی، احکام میں کام نہ دے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج۳، ص۱۴۴)

(800) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مسبلٌ إِزَارَهُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: "اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا لَكَ اَمَرْتَهُ اَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ؛ قَالَ: "اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وَاِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُّسْبِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس نے چادر (ٹخنوں کے نیچے) لٹکا رکھی تھی۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ وضو کرو اس نے جا کر وضو کیا۔ پھر آیا تو آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کرو اس پر آپ ﷺ سے کسی آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا پھر آپ اس کے متعلق خاموش رہے۔ فرمایا: اس نے چادر لٹکا کر نماز پڑھی تھی اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتا جو چادر لٹکانے والا ہے۔ اسے ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الاسبال فی الصلاۃ، ج۱ص۲۲۳، رقم: ۶۳۸، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب کراهیة

اسبال الازار فی الصلاة، ج۲ص۲۲۰، رقم: ۲۲۲۱ مجمع الزوائد للهیثمی، باب فی الازار وموضعه، ج۵ص۲۱۸، رقم: ۸۵۲۱ مسند امام احمد مسند حیة التمیمی رضی الله عنه، ج۳ص۶۷، رقم: ۱۶۶۴۹ مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۶۱، رقم: ۸۶۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل چوہدریوں کا پہناوا ہے یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رکتا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا فرمایا تم فیشن والے متکبرین میں سے نہیں ہو، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لیے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دے دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لیے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا، ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو، ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا، پاک بستر پر سونا ہمیشہ باوضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۴۱۸)

(801) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرِ التَّغْلِبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي - وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي الدَّرْدَاءِ - قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ، إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتّٰى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلٰى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ، فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ،

حضرت قیس بن بشر تغلبی کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اور وہ حضرت ابوالدرداء کے پاس بیٹھنے والے تھے کہتے ہیں اور دمشق میں ایک اور نبی اکرم ﷺ کے صحابی رہتے تھے ان کو حضرت سہل ابن حنظلہ کہتے تھے وہ تنہا رہنے والے آدمی تھے لوگوں کے ساتھ وہ تعلق کم رکھتے وہ نماز پڑھتے۔ جب فارغ ہوتے تو تسبیح و تکبیر کہتے رہتے حتی کہ گھر چلے جاتے وہ ہمارے پاس سے گزرے ہم حضرت ابوالدرداء کے پاس تھے۔ ان سے حضرت ابودرداء نے کہا کہ کوئی بات کہہ دیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے نقصان کا سبب نہ بنے۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا وہ واپس آیا' تو ایک آدمی ان میں سے آیا اور رسول اللہ ﷺ کی اس مجلس میں حاضر ہوا۔ جس میں

كَيْفَ تَرٰى فِيْ قَوْلِهٖ؟ قَالَ: مَا اُرَاهُ اِلَّا قَدْ بَطَلَ اَجْرُهٗ. فَسَمِعَ بِذٰلِكَ اٰخَرُ، فَقَالَ: مَا اَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا، فَتَنَازَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ؛ لَا بَاْسَ اَنْ يُّؤْجَرَ وَيُحْمَدَ فَرَاَيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذٰلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَيْهِ، وَيَقُوْلُ: ءَاَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَمَا زَالَ يُعِيْدُ عَلَيْهِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ. قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا اٰخَرَ، فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ، كَالْبَاسِطِ يَدَهٗ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا، ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا اٰخَرَ، فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمُ الْاَسَدِيُّ! لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ! فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ، فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰى اُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ. ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلٰى اِخْوَانِكُمْ، فَاَصْلِحُوْا رِحَالَكُمْ، وَاَصْلِحُوْا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَاَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ، اِلَّا قَيْسَ بْنَ بِشْرٍ فَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَوْثِيْقِهٖ وَتَضْعِيْفِهٖ، وَقَدْ رَوٰى لَهٗ

آپ بیٹھے تھے۔ اور اپنے پہلو والے آدمی کو کہا بتاؤ کہ جب ہم دشمن سے ملے تو فلاں نے نیزہ اٹھا کر مارا ہے اور کہا یہ ہے یہ لو یہ مجھ سے اور میں غفاری نوجوان ہوں۔ اس کے اس قول کے بارے تیری رائے کیا ہے؟ فرمایا کہ میری رائے میں تو اس کا ثواب برباد ہو گیا۔ ایک اور نے یہ سنا تو کہا میں اس میں حرج نہیں دیکھتا پس دونوں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آواز سن لی آپ نے فرمایا: سبحان اللہ (مقام تعجب ہے) اس میں کوئی حرج نہیں وہ اجر دیا جائے اور تعریف کیا جائے گا۔ میں نے حضرت ابوالدرداء کو دیکھا اس پہ بہت خوش ہوئے اور بار بار سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے اور کہتے آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تو وہ کہتے ہاں تو میں نے اس کا ہمیشہ تکرار کیا حتیٰ کہ میں نے کہا یہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ فرمایا: ہمارے پاس سے وہ پھر ایک اور دن گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ کوئی بات کہیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے نقصان دہ نہ ہو کہا ہم کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ہاتھ کھولے ہوئے صدقہ کرتا ہے۔ اس کو اس سے کوئی چیز منع نہ کرتی ہو۔ پھر ہمارے پاس سے ایک اور دن گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا کوئی بات کہو جو ہم کو نفع دے اور آپ کو نقصان نہ دے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خُریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے اور اس کا تہبند لٹکا ہوا نہ ہو۔ یہ بات جب خریم تک پہنچی تو اس نے جلدی سے چھری لے کر

مُسْلِمٌ۔

اپنے بال نصف کانوں کے برابر تک کاٹ دیئے اور اپنی تہہ بند کو نصف پنڈلی تک اٹھا لیا پھر ایک اور دن وہ ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا آپ ہمیں کوئی بات بتا دیں جو ہم کو نفع دے اور آپ کو ضرر نہ دے۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم اپنے بھائیوں پہ آنے والے ہو تم اپنے کجاوے درست کرلو۔ اپنا لباس درست کرلو حتیٰ کہ تم لوگوں میں ''تل'' کی طرح ممتاز ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بری حالت اور بے حیائی کے حال کو پسند نہیں کرتا۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ سوائے قیس بن بشریٰ رضی اللہ عنہ کے اس حدیث کے بارے قوی یا ضعیف ہونے کا اختلاف ہے اور امام مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار، ج٤ص١٠٧، رقم: ٤٠٩١، شعب الایمان، فعل فیمن کان متوسعا ثوبا حسنا لیری اثر نعمة الله علیه، ج٥ص١٦٣، رقم: ٦٢٠٤، مسند امام احمد، حدیث سهل بن الحنظلیة، ج٦ص١٧٧، رقم: ١٧٦٥٩، مصنف ابن ابی شیبة، باب الاکتناء فی الحرب، ج١٢ص٥٠٦، رقم: ٢٣٢٦٦، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه سعید، ج٣ص٢٠٩، رقم: ٢٩٠٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام سہیل ابن ربیع ابن عمرو ہے، حنظلیہ آپ کی ماں کا نام ہے، سہیل صحابی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے، بڑے گوشہ نشین تاریک الدنیا عالم و عامل بزرگ تھے، لاولد تھے، شام میں قیام رہا، دمشق میں وفات ہوئی، امارت امیر معاویہ کے شروع میں وفات پائی۔

آپ کا نام خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہے، شام میں قیام رہا، صحابی ہیں، قبیلہ بن اسد سے ہیں جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔

یہ فرمان عالی حضرت خریم کی غیر موجودگی میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی پس پشت اس کی برائی بیان کرنا درست ہے جب کہ اس کی اصلاح مقصود ہو، اگرچہ سر کے بالوں کا کچھ دراز ہونا ممنوع نہیں مگر چونکہ ان کی نیت اظہار فخر کی تھی اس لیے اس سے منع فرما دیا گیا اس لیے بالوں کے ساتھ درازی تہبند کا ذکر فرمایا ورنہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف

کبھی دراز ہوتے تھے۔

خیال رہے کہ مردوں کے لیے دونوں حکم ہیں یعنی سر کے بال کٹوانا تہبند اونچا پہننا، عورتوں کو یہ دونوں کام حرام ہیں عورتیں اپنے سر کے بال خود دراز رکھیں ہرگز نہ کٹوائیں تہبند نیچا باندھیں، ہاں احرام سے فارغ ہونے پر عورتیں بالوں کی نوکیں ایک پورا کٹوادیں۔ (مرقات) یہ بھی خیال رہے کہ مرد کو لمبے بال رکھنا ان میں عورتوں کی سی مانگ چوٹی کرنا حرام ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۳۰۲)

اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع ورضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہوسکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو الٹے پاؤں واپس ہوگئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھوڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈالدیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث:۴۰۷۱، ج۴، ص۷۴)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث:۴۰۸۹، ج۴، ص۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تخلفِ غزوہ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک...... الخ، الحدیث:۴۴۱۸، ج۳، ص۱۴۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غور وفکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ناکام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۶۵۷۷، ج۵، ص۵۶۹)

(802) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ - أَوْ لَا جُنَاحَ - فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، فَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار کا تہہ بند نصف پنڈلی تک ہے اور اس سے نیچے ٹخنوں تک کچھ حرج یا گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور جس نے اپنے تہہ بند کو تکبر کرتے ہوئے کھینچا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قدر موضع الازار، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۴۰۹۵، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۵، رقم: ۱۱۰۲۳، الاداب للبیهقی، باب فی اسبال الازار، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۵۰۲، سنن ابن ماجه، باب موضع الازار این هو، ج۲ص۱۱۸۳، رقم: ۳۵۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(نصف پنڈلی تک ہے) انصاف جمع فرما کر اشارۃً بتایا گیا کہ حقیقی آدھا ضروری نہیں قریبی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہیے جیسے کہا جاتا ہے اوائل کتاب یا اواخر کتاب۔ اگر حقیقی آدھی پنڈلی مراد ہوتی تو نصف الساق فرمایا جاتا کہ پنڈلی کا نصف ایک ہی ہوتا ہے نہ کہ چند۔ (اشعہ)

(ٹخنوں تک کچھ حرج) یعنی آدھی پنڈلی تک تہبند ہونا بہتر ہے ٹخنوں تک ہونا جائز، آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند، منڈا ہوا سر بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے اس لیے ٹخنہ کے اوپر تہبند رکھے یعنی اس جائز کام پر عمل کرے سر نہ منڈائے، داڑھی صرف ایک مشت رکھے زیادہ بھی نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے من تشبه بقوم فهو منهم۔

(وہ آگ میں ہے) اسکی شرح ابھی گزری کہ صرف نیچا تہبند ہی دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ لے جائے گا۔

اس فرمان عالی نے ساری حدیث کو مقید کر دیا یعنی فخریہ طور پر یا فیشن یا یہود و نصاریٰ کی نقل کے لیے نیچے پائجامے

پہننا دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن یا شیخی کے لیے نیچے پائجامہ پہننا مکروہ تحریکی ہے اس کے بغیر مکروہ تنزیہی یا خلاف مستحب۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۱۷۷)

(803) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَرْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي إِزَارِي اِسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: "يَا عَبْدَ اللهِ، ارْفَعْ إِزَارَكَ" فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ: "زِدْ" فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلَى أَيْنَ؟ فَقَالَ: إِلَى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا جب کہ میری چادر کچھ لٹکی ہوئی تھی' تو آپ نے فرمایا: اے عبداللہ اپنی چادر کو اٹھا میں نے اٹھایا تو آپ نے فرمایا اور اٹھا میں نے اور اٹھایا اس کے بعد میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہاں تک (ازار اوپر ہونی) چاہیے تو فرمایا نصف پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم جرالثوب خیلاء وبیان حد ما یجوز از جاؤہ الیہ، ج۶ص۱۴۸، رقم: ۵۵۸۴ مستخرج ابی عوانۃ، بیاناً لخبر الموجب رفع الرجل ازارہ الی انصاف الساقین، ج۵ص۲۵۰، رقم: ۸۶۰۱ مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثالث، ج۲ص۳۹۱، رقم: ۴۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میرے تہبند میں درازی تھی) اس طرح کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جو کہ مرد کے لیے منع ہے۔

(اور زیادہ میں نے اور زیادہ کر لیا) حتی کہ آدھی پنڈلی تک اٹھ گیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(پھر میں اس کا خیال رکھتا رہا) یعنی اس فرمان عالی کے بعد میں نے جب بھی تہبند باندھا آدھی پنڈلی تک باندھا۔

(کہاں تک رہے فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک) یہ حدیث بہت طریقہ سے مروی ہے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ مرد آدھی پنڈلی تک تہبند رکھے اگرچہ ٹخنوں کے اوپر تک بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۱۳)

(804) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ: "يُرْخِيْنَ شِبْرًا" قَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: "فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا کپڑا تکبر سے کھینچا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا حضرت اُم سلمہ ﷺ نے عرض کیا: عورتیں اپنے دامنوں کے بارے کیا کریں تو فرمایا: ایک بالشت نیچے لٹکا لیں عرض کیا: اس طرح تو ان کے قدم ننگے ہوں گے۔ فرمایا: تو ایک ہاتھ کی مقدار لٹکا لیں اس سے زیادہ نہ کریں۔ اس کو امام ابوداؤد

وامام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قدر موضع الازار، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۴۰۹۲، سنن الکبرٰی للنسائی، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر عبدالرحمن بن یعقوب، ج۵ص۴۹۱، رقم: ۹۷۲۰، سنن ابن ماجہ، باب طول القمیص کم ھو، ج۲ص۱۱۸۳، رقم: ۳۵۷۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی طول القمیص کم ھو، ج۸ص۲۰۸، رقم: ۲۵۳۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ فرمایا کہ مؤمن کے تہبند آدھی پنڈلی تک رہنے چاہئیں تب حضرت ام سلمہ نے یہ سوال پیش کیا کہ مؤمن تو عورت بھی ہے اگر اس کا تہبند آدھی پنڈلی تک رہے تو اس کی نماز کیسے درست ہوگی اور اس کی پنڈلی ستر ہے اس کا کھلا رکھنا اسے ممنوع ہے۔

(ایک بالشت نیچے لٹکالیں) یعنی بمقابلہ مرد کے ایک بالشت اپنا تہبند زیادہ رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تاکہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں۔

(ایک ہاتھ کی مقدار لٹکالیں اس سے زیادہ نہ کریں) یعنی ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی لہذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۱۸۰)

120- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

عاجزی اختیار کرتے ہوئے اعلٰی لباس ترک کرنا مستحب ہے

قَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابِ.

باب فضل الجوع اور خشونۃ العیش میں اس سے متعلق کافی بیان گزر چکا ہے۔

(805) وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قدرت کے باوجود اعلٰی لباس کو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتے ہوئے ترک کیا۔ اس کو روز قیامت اللہ تعالٰی تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر ایمان کے لباس کے متعلق اختیار دے گا جو چاہے پہن لے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۶۵۰، رقم: ۲۴۸۱، جامع الاصول، النوع التاسع فی ترک الزینة، ج۱۰ص۶۵۶، رقم: ۸۲۸۵)

شرح حدیث: ادنی لباس کو ترجیح دینا

مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اللہ عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرما دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی التواضع، الحدیث: ۱۳۰۶۷، ج۸، ص۱۵۷)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کھردرا اور تنگ لباس پہنا کرو تاکہ عزت افزائی اور فخر کو تم میں کوئی جگہ نہ ملے۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۷۲۸، ج۳، ص۴۹)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اُدنیٰ درجے کا لباس پہننا ایمان میں سے ہے۔ یعنی اللہ عزوجل کے لئے تواضع کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا اور ادنیٰ لباس کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب ا، الحدیث: ۴۱۶۱، ج۴، ص۱۵۲۶)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے قدرت کے باوجود اللہ عزوجل کے لئے اعلیٰ لباس ترک کر دیا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب النساء کلہ، الحدیث: ۲۴۸۱، ص۱۹۰۱)

121-بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلٰى مَا يُزْرِيْ بِهٖ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَّلَا مَقْصُوْدٍ شَرْعِيٍّ

لباس میں میانہ روی پر اکتفا کرنا مستحب ہے اور شرعی حاجت ومقصد کے بغیر ایسا حقیر لباس نہ پہنے جو اس کی شخصیت کو عیب دار کر دے

(806) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے پر اس کی نعمت کا اثر نظر آئے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان اللہ تعالی یحب ان یری اثر نعمته علی عبده، ج۵ص۱۲۲، رقم: ۲۸۱۹، المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمه، ج۵ص۱۰۶، رقم: ۷۱۸۸، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۱۱

رقم: ۸۰۹۲، الاداب للبیہقی، باب من احب ان یکون ثوبہ حسنا، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جسے رب تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقراء اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں، اگر اللہ نے عالم دین بنایا ہے تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں، رب کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے اس کی نعمت چھپانا کفران ہے۔ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے۔ وہاں تکبر تکلف کی ممانعت تھی یہاں شکر اور اظہار نعمت الٰہی کا حکم ہے، ایک ہی چیز ایک نیت سے بری ہوتی ہے دوسری نیت سے اچھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۱۸۰)

122-بَابُ تَحْرِيْمِ لِبَاسِ الْحَرِيْرِ عَلَى الرِّجَالِ، وَتَحْرِيْمِ جُلُوْسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ اِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

مردوں کو ریشمی لباس پہننا اس پر بیٹھنا اس پر ٹیک لگانا حرام ہے اور عورتوں کا اس کو پہننا جائز ہے

(807) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ ؛ فَاِنَّ مَنْ لَّبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم نہ پہنو کیونکہ جس نے یہ دنیا میں پہنا آخرت میں نہ پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال وقدر ما یجوز منه، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۵۸۳۴، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء، ج۶ص۱۳۰، رقم: ۵۵۳۱، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب نهی الرجال عن ثیاب الحریر، ج۲ص۴۲۲، رقم: ۳۲۷۴، سنن الکبرٰی للنسائی، باب النهی عن الشراب فی انية الذهب والفضة، ج۴ص۱۹۵، رقم: ۶۸۶۹، مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه، ج۱ص۲۶، رقم: ۱۸۱)

شرح حدیث: ریشم کا جبہ

حضرت سیدنا مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُہَلَّب (پورا نام مہلب بن ابی صفرہ، حجاج کے لشکر کا ایک رئیس) کو ریشم کا جبہ پہنے اترا کر چلتے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل کے بندے! یہ ایسی چال ہے جسے اللہ عزوجل اور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ناپسند فرماتے ہیں۔ تو مُہَلَّب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! میں جانتا ہوں کہ تمہاری ابتدا ایک حقیر نطفہ سے ہوئی اور انتہا بدبودار مردار کی صورت میں ہوگی اور ان دونوں کی درمیانی مدت میں گندگی اٹھائے پھر رہے ہو۔ تو مُہَلَّب نے ایسی چال چلنا چھوڑ دی۔ (اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر، ص۲۴۳)

ریشم مت پہنا کرو

حضرت سیدنا ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا گیا: اپنی عورتوں کو ریشم کا لباس نہ پہناؤ کیونکہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دل کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ریشم مت پہنا کرو کیونکہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہ پہن سکے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم لبس الحریر۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۴۱۰، ص ۱۰۴۹)

نسائی شریف کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اور جو آخرت میں ریشم نہ پہن سکے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۔ (پ 17، الحج: 23)

(السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الزینۃ، باب لبس الحریر، الحدیث: ۹۵۸۴، ج ۵، ص ۴۶۵)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے گھر والوں کو زیور اور ریشم سے منع کرتے اور ارشاد فرماتے: اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو پسند کرتے ہو تو دنیا میں یہ دو چیزیں نہ پہنا کرو۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب من کان یؤمن باللہ۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷۴۸۰، ج ۵، ص ۲۶۹)

ریشم کے کپڑوں سے متعلق چند احکام

مسئلہ: ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔

(الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، ج ۲، ص ۳۶۵ والدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۸۰)

مسئلہ: تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۳۳۱)

بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری (واسکٹ) وغیرہ نہ پہنی جائے۔

مسئلہ: ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی

ہے۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ...الخ، ج۵،ص۳۳۱)

مگر درمختار میں اسے مشہور کے خلاف بتایا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔

(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج۹،ص۵۸۷)

مسئلہ: ٹسر، کہ ایک قسم کے ریشم کا نام ہے، بھاگلپوری کپڑے ٹسر کے کہلاتے ہیں۔ وہ موٹا ریشم ہوتا ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو باریک ریشم کا ہے۔ کاشی سلک اور چینا سلک بھی ریشم ہی ہے، اس کے پہننے کا بھی وہی حکم ہے۔ سن اور رام بانس کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں، ان کا پہننا اگرچہ ریشم کا پہننا نہیں ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بدظنی کا موقع ملے گا یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔ اس زمانہ میں کیلے کا ریشم چلا ہے۔ یہ ریشم نہیں ہے بلکہ کسی درخت کی چھال سے اس کو بناتے ہیں اور یہ بہت ظاہر طور پر شناخت میں آتا ہے، اس کو پہننے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی لبس میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ کپڑے بیچنے والے نے ریشم کے کپڑے کندھے پر ڈال لیے جیسا کہ پھیری کرنے والے کندھوں پر ڈال لیا کرتے ہیں، یہ ناجائز نہیں کہ یہ پہننا نہیں ہے اور اگر جبہ یا کرتہ ریشم کا ہو اور اُس کی آستینوں میں ہاتھ ڈال لیے، اگرچہ بیچنے ہی کے لیے لے جارہا ہے یہ ممنوع ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ...الخ، ج۵،ص۳۳۱)

مسئلہ ۹: عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ المرجع السابق

(808) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: "مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ" قَوْلُهُ: "مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ" اَيْ: لَا نَصِيْبَ لَهُ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ریشم تو صرف وہ پہنتا ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہ ہو۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ من لا خلاق لہ: کا مطلب ہے آخرت میں جس کا حصہ نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یلبس احسن ما یجد، ج۱ص۴، رقم: ۸۸۶ صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ علی الرجال والنساء، ج۶ص۱۳۶، رقم: ۵۵۲۲ الاداب للبیھقی، باب ما ینھی عنہ الرجل من لبس الحریر وافتراشہ، ج۱ص۲۸۱، رقم: ۷۴۱ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی لبس الحریر، ج۴ص۸۱، رقم: ۴۰۴۱ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۶۱۰۵)

(809) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہ پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال، ج۷ص۱۲۹، رقم: ۵۸۲۷، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء، ج۶ص۱۳۰، رقم: ۵۵۳۱، سنن ابن ماجه، باب کراهیة لبس الحریر، ج۲ص۱۱۸۷، رقم: ۳۵۸۸، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب نهی الرجال عن ثیاب الحریر، ج۲ص۲۱۹، رقم: ۳۲۷۰، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابه، ج۱۲ص۲۲۵، رقم: ۵۴۲۹، مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲ص۲۸۴، رقم: ۶۴۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو مسلمان ناجائز ریشم پہنے وہ اولاً ہی جنت میں نہ جاسکے گا کیونکہ ریشم کا لباس ہر جنتی کو ملے گا وہاں پہنچ کر رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۔ بعض صورتوں میں اور بعض ریشم مرد کو حلال ہیں ان کے پہننے پر سزا نہیں۔ خیال رہے کہ کیڑے کا ریشم مرد کو حرام ہے، دریائی ریشم یا سن سے بنا ہوا نقلی ریشم حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۱۸۰)

(810) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا، فَجَعَلَهُ فِيْ يَمِيْنِهِ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِيْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑا ہوا تھا پھر فرمایا یقیناً یہ دو میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الحریر النساء، ج۴ص۸۹، رقم: ۴۰۵۷، سنن ابن ماجه، باب لبس الحریر والذهب للنساء، ج۲ص۱۱۸۹، رقم: ۳۵۹۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الرخصة فی الحریر والذهب للنساء، ج۲ص۴۲۵، رقم: ۴۲۹۰، السنن الکبرٰی للنسائی، باب تحریم الذهب علی الرجال، ج۸ص۱۶۰، رقم: ۵۱۴۴، مسند امام احمد، مسند علیؓ بن ابی طالب، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۹۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ دو چیزیں ہاتھ میں لیں تاکہ لوگ دیکھ لیں اور یہ دونوں چیزیں خوب واضح ہو جائیں۔

چونکہ ان دونوں چیزوں کو مستقل طور پر حرام فرمانا تھا اس لیے حرام واحد ارشاد فرمایا حرامان تثنیہ نہ فرمایا ورنہ احتمال یہ ہوتا کہ ریشم و سونا مل کر تو حرام ہے اکیلے اکیلے حرام نہیں اس لیے ارشاد فرمایا حرام۔ ان میں سے ہر ایک چیز مستقل حرام کہ ریشم بھی حرام ہے سونا بھی حرام ہے مگر مردوں پر ہیں عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ حرام مصدر ہے جو واحد، تثنیہ، جمع سب کے لیے استعمال ہوسکتا ہے یہاں دو کے لیے ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۲۳۸)

(811) وَعَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ، وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحریر والذھب، ج۳ص۲۱۷، رقم: ۱۷۲۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرخصة فی الحریر والذھب للنساء، ج۲ص۴۲۵، رقم: ۴۳۹۱، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الرخصة للنساء فی لبس الحریر والدیباج، ج۲ص۶۵، رقم: ۶۳۳۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مقدام، ج۸ص۳۷۹، رقم: ۸۹۲۳، مسند امام احمد حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۳۹۲، رقم: ۱۹۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

اُحل صیغہ واحد غائب ماضی مجہول ہے احل واحد متکلم مضارع نہیں کیونکہ آگے آرہا ہے حرم یہ ہی صیغہ ماضی مجہول یعنی میری امت کی عورتوں پر ریشم پہننا حلال کیا گیا خواہ چھوٹی بچیاں ہوں یا بالغہ جوان سب کے لیے حلال ہے، اناث سب کو شامل ہے۔

ذکور ہر مرد کو شامل ہے بچہ ہو یا جوان سب پر ریشم پہننا حرام ہے، ہاں چھوٹے بچہ کو پہنانے والے گنہگار رہوں گے بڑا مرد خود گنہگار ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۱۸۷)

(812) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَاَنْ نَّاْكُلَ فِيْهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَّجْلِسَ عَلَيْهِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا اور موٹے، باریک ریشم پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افتراش الحریر، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۵۸۳۷، الاداب للبیہقی، باب ما ینھی عنه الرجل من لبس الحریر وافتراشه، ج۱ص۲۸۳، رقم: ۷۶۳، سنن الدارقطنی، باب الصید والذبائح، ج۴ص۲۹۳، رقم: ۴۸۵۶، مسند امام احمد حدیث حذیفه بن الیمان رضی اللہ عنه، ج۹ص۳۰۸، رقم: ۲۳۵۱۱، مسند البزار، مسند حذیفه بن الیمان، ج۱ص۳۲۹، رقم: ۲۹۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا مرد و عورت سب کو حرام ہے، عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا حلال ہے مرد کو حرام ہے۔

مردوں کو ریشم پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی بستر پر سونا ریشمی لحاف اوڑھنا بھی حرام ہے، عورتوں کو یہ سب درست ہے حتی کہ ریشم کی ڈوری گھڑی میں باندھنا، ریشم کا کمربند استعمال کرنا یہ سب مردوں کو ممنوع عورتوں کو حلال ہے۔
(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۶۵)

123-بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِمَنْ بِهِ حِكَّةٌ

خارش کی بیماری والے کو ریشم پہننے کی اجازت ہے

(813) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ﷺ دونوں کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ، ج۴، ص۱۱، رقم: ۵۸۳۹، صحیح مسلم، باب اباحۃ لبس الحریر للرجل اذا کان بہ حکۃ او نحوھا، ج۶، ص۱۴۳، رقم: ۵۵۵۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ، ج۳، ص۲۶۸، رقم: ۶۲۹۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴، ص۱۸۰، رقم: ۱۲۸۸۶)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس میں بارگاہ وحی وتضرع احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا: یعنی حضرت عزت جل جلالہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنٰی فرمادیں۔
(میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۰)

اقول: یہ مضمون متعدد احادیث صحیحہ میں ہے:

حدیث ۱: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیحین میں: یعنی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب باب لاینفر صید الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷) (صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۸ و ۴۳۹)

حدیث ۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں: ایک مرد قریش نے عرض کی: مگر اذخر یارسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صَرف کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مگر اذخر مگر اذخر۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲) (صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۹)

حدیث ۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سنن ابن ماجہ میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المناسک فضل المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲۱)

نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں، ایک وہ جس پر وحی وارد ہوئی، یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمت مکہ سے گیاہ اذخر کو استثناء فرمادیا۔ اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستثنیٰ فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔ اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹا دیتا۔ اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم سے نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی امت پر تخفیف و آسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے ہیں مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ فصل شریف فی بیان الذم من الائمۃ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۶۷)

اقول: یہ مضمون بھی کہ میں نماز عشا کو مؤخر فرمادیتا متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۴: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما معجم کبیر طبرانی میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نماز عشا کو پیچھے ہٹا دیتا۔

(المعجم الکبیر عن عباس حدیث ۱۲۱۶۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۳۰۹)

حدیث ۵: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند احمد و سنن ابی داود و ابن ماجہ وغیرہا میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم وحاجۃ ذی الحاجۃ لاخرت ھذہ الصلوٰۃ الی شطر اللیل۔ اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرمادیتا۔

(سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱) (سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب وقت العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵)

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک

ہٹادیتا۔

حدیث ۶: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احمد وابن ماجہ ومحمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹادیتا۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب الصلوٰۃ وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ص ۵۰) (کنز العمال بحوالہ حم ومحمد بن نصر حدیث ۱۹۴۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷ /۳۹۹)

واخرجه ابن جرير فقال الى نصف الليل۔ (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا: آدھی رات تک۔ت)

اوران کے سوا احادیث صحیحہ عنقریب اسی معنی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز یہ مضمون کہ میں ہاں فرمادوں تو حج ہرسال فرض ہوجائے۔ متعدد احادیث صحاح میں ہے۔

حدیث ۷: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند احمد ومسلم۔

والنسائی (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ت)

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۳۲) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲ /۱) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۵۰۸)

حدیث ۸: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہرسال فرض نہیں اور میں ہاں کہہ دوں تو فرض ہوجائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

(سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج حدیث ۸۱۴ دار الفکر بیروت ۲ /۲۲۰) (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ حدیث ۳۰۶۶ دار الفکر بیروت ۵ /۴۰) (سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳) (مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۱۱۳)

حدیث ۹: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: میں ہاں فرمادوں تو فرض ہوجائے پھر تم نہ سنو نہ بجالاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ت)

(سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۱ /۶۱) (سنن الدارمی کتاب مناسک الحج باب کیف وجوب الحج دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۲ /۳۶۱) (مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۲۵۵)

حدیث ۱۰: انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب ہوجائے اور اگر واجب ہوجائے تو بجا نہ لاؤ اور اگر بجا نہ لاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

(سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳)

اور مضمون اخیر کہ مجھے چھوڑے رہو۔ یہ بھی صحیح مسلم وسنن نسائی میں اسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا: اگر

میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہو جاتا اور بیشک تم نہ کر سکتے۔

پھر فرمایا: مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت) (صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱) (سنن ابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک وقیام وفاتحہ وسوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلیٰ درجہ کا روشن فرمایا ہے۔ فنور اللہ منزلہ واکرم عندہ نزلہ امین۔ امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں: من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ فرمادیتے۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹)

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکام وغیرھا۔ کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الرابع دار المعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲)

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبریٰ شریف میں ایک باب وضع فرمایا: اب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

(الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/۲۶۲) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۱۴۵-۱۴۶)

124- بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُوْدِ النُّمُوْرِ وَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا

چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور سوار ہونا منع ہے

(814) عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم اور چیتے کی کھال پر نہ بیٹھو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے امام ابوداؤد نے وغیرہ نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی جلود النمور والسباع ج۴ص۱۲۳ رقم ۴۱۳۱ سنن الکبریٰ للبیہقی باب المنع من الانتفاع بشعر المیتۃ ج۱ص۲۲ رقم ۶۱ مسند امام احمد حدیث معاویۃ بن ابی سفیان ج۶ص۴۳ رقم ۱۶۸۸۶ التاریخ الکبیر للبخاری باب معاویہ من اسمہ معاویۃ بن ابی سفیان ج۷ص۳۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معاویہ نام کے بہت صحابہ ہیں مگر جب مطلقًا معاویہ بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت امیر معاویہ ابن ابوسفیان ہوتے ہیں، وہی یہاں مراد ہیں۔

یعنی گھوڑے کی کاٹھی پر ریشمی گدیلہ یا چیتے کی کھال ڈال کر اس پر سوار نہ ہو، درندوں جانوروں کی کھالوں کو پہننے یا بچھانے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے جیسے ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بعض شارحین نے نمار کے معنی کیے ہیں دھاری دار کمبل مگر یہ قوی نہیں کیونکہ دھاری دار کمبل بچھانا ممنوع نہیں، نیز اس کی جمع نور ہے نہ کہ نمار، نیز جامع صغیر کی روایت میں ہے عن جلود النمار یعنی نمار کی کھال سے منع فرمایا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج۶ص ۲۰۲)

(815) وَعَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صِحَاحٍ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ: نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

حضرت ابوملیح اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ درندوں کی کھال کو بچھونا بنانے آپ نے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی جلود النمور والسباع ج۴ص۱۱۶ رقم: ۴۱۳۲ سنن الکبریٰ للبیہقی باب المنع من الانتفاع بجلد الکلب والخنزیر ج۱ص۱۸ رقم: ۶۰ سنن الدارمی باب النھی عن جلود السباع ج۲ص۱۱۷ رقم: ۱۹۸۳ سنن النسائی باب النھی عن الانتفاع بجلود السباع ج۷ص۱۷۶ رقم: ۴۲۵۲ مسند امام احمد حدیث اسامۃ الھذلی رضی اللہ عنہ ج۷ص۷۶ رقم: ۲۰۷۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے، ہذلی ہیں، جلیل الشان تابعی ہیں، آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں۔

اس کی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی ہے یعنی ان پر بیٹھنے، سوار ہونے، پہننے سے منع فرمایا اور ممانعت تنزیہی ہے۔

پکانے سے پہلے، کیونکہ وہ نجس ہے اس کی بیع جائز نہیں یا پکانے کے بعد بھی۔ اس صورت میں یہ ابوالملیح کا اپنا مذہب ہے۔ تمام آئمہ کے نزدیک جائز ہے۔ یہ روایت ترمذی کی ہے مگر مصنف کو نہ ملی اس لیے انہوں نے یہاں سفیدی چھوڑ دی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴۷۶)

125- بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا اَوْ نَعْلًا اَوْ نَحْوَهٗ

آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنے تو کون سی دعا پڑھے؟

(816) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ - عِمَامَةً، اَوْ قَمِيْصًا، اَوْ رِدَاءً - يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام دستار، قمیص، چادر لیتے اور کہتے اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس اچھے کام کے لیے بنائی گئی ہے اور تیرے ساتھ اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں اور جس بُرے مقصد کے لیے بنائی گئی اس کے شر سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما يقول اذا لبس ثوبا جديدا، ج۴ص۶۷، رقم: ۴۰۲۰، سنن ترمذی، باب ما يقول اذا لبس ثوبا جديدا، ج۳ص۲۳۹، رقم: ۱۷۶۷، الاداب للبيهقی، باب مايقول اذالبس ثوبا او اكل طعاما، ج۱ص۳۱۱، رقم: ۵۲۲، المستدرك للحاكم، كتاب اللباس، ج۶ص۱۸۲، رقم: ۷۴۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعيد الخدری، ج۴ص۴۰، رقم: ۱۱۲۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیص) حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا خیرات فرمادیتے تھے۔ (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیص پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں درود۔

(اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں) کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ

تعالٰی ہی کے کرم سے خیر کرسکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے، نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔

یہ حدیث احمد، نسائی، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے روایت کی۔ شرح سنہ بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا نئی، فرمایا البس جدیدا عش حمیدا و مت شھیدا یعنی نیا لباس پہنو اچھے جیو شہید مرو رضی اللہ عنہ۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۱۸۸)

126- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِبْتِدَاءِ بِالْيَمِيْنِ فِي اللِّبَاسِ

دائیں جانب سے لباس پہننے کی ابتداء کرنا مستحب ہے

هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُوْدُهٗ وَذَكَرْنَا الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةَ فِيْهِ.

اس باب کا مقصد گزر چکا وہاں ہم نے اس میں صحیح احادیث بیان کردی ہیں۔

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

5- کِتَابُ آدَابِ النَّوْمِ وَالْاِضْطِجَاعِ وَالْقُعُوْدِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِیْسِ وَالرُّؤْیَا

سونے کے آداب کا بیان سونے لیٹنے بیٹھنے مجلس ہم مجلس اور خواب کے آداب

127-بَابُ مَا یَقُوْلُهٗ عِنْدَ النَّوْمِ

آدمی سوتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

(817) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِهٰذَا اللَّفْظِ فِیْ كِتَابِ الْاَدَبِ مِنْ صَحِیْحِهٖ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف فرما ہوتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے اور کہتے اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپردکی میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا۔ اپنا کام تیرے سپرد کیا اپنی پشت کو سہارا تجھ سے دیا تیرے شوق اور ڈر کی وجہ سے میرا ٹھکانہ اور جائے پناہ تیری طرف ہی ہے' میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر جن کو تو نے رسول بنایا۔ (بخاری) بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الادب میں ان الفاظ سے یہ حدیث ذکر کی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ص ۵۸، رقم: ۲۴۷ صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۲ص ۷۷۷، رقم: ۷۰۵۷ الاداب للبیھقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۶ رقم: ۶۷۱ سنن ابن ماجه، باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه، ج ۲ص ۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی الله عنه، ج ۶ص ۳۰۰، رقم: ۱۸۶۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کیطرف اشارہ ہے یعنی الٰہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تا کہ معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (لمعات وغیرہ)

(تیرے شوق اور ڈر کی وجہ سے) لہذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کر دے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الجاءت کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور بااختیار مگر سوجانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اسی لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر

سپردم تبو مایہ خویش را　　　　تو دانی حساب کم و بیش را

(اور جائے پناہ تیری طرف ہی ہے) یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ شعر

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے　　　　فضل کریں تو بخشے جاون میرے جیہے منہ کالے

(میں تیری کتاب پر ایمان لایا) کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لیے علم حضوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لیے عین ایمان ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنی توحید و صفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مؤمن اس معنے سے نہیں کہہ سکتے، یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مؤمن ہیں نہ کہ اپنے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ یہ نہ فرمایا: امن الرسول برسالته ہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرآن پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مؤمن۔ (از مرقات مع زیادۃ)

یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں، پھر سویرے کو نیا روزنئی روزی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴)

(818) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ وَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَفِيْهِ: "وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو نماز جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور اسی کی مثل کہو (جو اوپر روایت میں جو دعا ذکر ہے) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو سونے سے پہلے سب سے آخر میں کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ ص ۸۵، رقم: ۲۴۷، صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۲ ص ۷۷۷، رقم: ۷۰۵۶، الاداب للبیہقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۶، رقم: ۷۶۱، سنن ابن

ماجہ باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه ج ۲ص۱۲۷۵ رقم: ۳۸۷۶ مسند امام احمد بن حنبل مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنه ج ۳ص ۳۰۰ رقم: ۱۸۶۷۷)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(نماز جیسا وضو کرو) یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کرلو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مسواک و ادائے سنن و مستحبات، یہ حکم استحبابی ہے، پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی ان شاء اللہ یہ ہی فائدہ ہوگا۔

یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصارًا بیان فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اشعہ) نبی یا تو نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات و صفات، معاش و معاد کی۔ یا نبا ۃ سے بنا بمعنی بلندی درجہ، نبی بلند درجے والا۔ (مرقات)

بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہ ہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے بنبیّك کے برسولك کہہ دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہو بنبیّك۔ معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاثیر نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے، حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جب کہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں، یونہی قرآن کریم کے الفاظ، شد، مد، مخارج، طریقہ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا، اسلام و تقویٰ پر جئے گا، بڑی ہی مجرب دعا ہے، فقیر بفضلہ تعالیٰ اس پر عامل ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴)

(819) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيْءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھا کرتے پس جب فجر طلوع ہو جاتی دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ موذن آ کر آپ کو نماز کے لیے عرض کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من انتظر الاقامة ج ۱ص ۱۲۸ رقم: ۶۲۶ صحیح مسلم باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیه وسلم ج ۲ص ۱۶۵ رقم: ۱۷۵۲ السنن الکبری للبیهقی باب صلاة اللیل مثنی مثنی ج ۲ص ۴۸۶ رقم: ۴۷۵۴ مسند امام احمد بن حنبل حدیث السیدة عائشه رضی اللہ عنها ج ۶ص ۳۴ رقم: ۲۴۱۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہوسکتی۔
اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَکْعَۃٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔
نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہوکر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔
جب خوب روشنی ہوجاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المؤمنین تَبَيَّنَ نہ فرماتیں۔
حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہوکر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۱۴)

(820) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتے تو کہتے

لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور ہم نے اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخد الایمن، ج۸ص۶۹، رقم: ۶۳۱۴، الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۴۷۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجه، باب ما یدعو به اذا انتبه من اللیل، ج۲ص۱۲۷۷، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبه من نومه، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تا کہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

(تیرے نام پر مروں گا اور جیوں گا) یہاں موت وزندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محیی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محیی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

(اسی کی طرف اٹھنا ہے) یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے سے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ اور فرماتا ہے: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل وکافر۔ (مرقات ولمعات) (مراۃ المناجیح، ج۶ص۲)

(821) وَعَنْ یَّعِیْشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ اَبِیْ: بَیْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ فِی الْمَسْجِدِ عَلٰی بَطْنِیْ اِذَا رَجُلٌ یُّحَرِّكُنِیْ بِرِجْلِهٖ، فَقَالَ: "اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ یُّبْغِضُهَا اللّٰهُ. قَالَ: فَنَظَرْتُ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

حضرت یعیش بن طخفہ غفاری ﷺ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک مجھے کوئی آدمی اپنے پاؤں سے حرکت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس طرح کا لیٹنا اللہ کو پسند نہیں۔ فرماتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ابوداؤد نے صحیح سند

بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الرجل ینبطح علی بطنه، ج۴ص۳۶۸، رقم: ۵۰۴۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه طهفة بن قیس الغفاری، ج۸ص۳۲۸، رقم: ۸۲۲۳، مسند امام احمد، حدیث طخفة بن قیس، ج۵ص۳۲۹، رقم: ۱۵۵۸۲، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه طلحة، ج۳ص۲۰۲، رقم: ۳۵۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعیش بروزن یزید تابعی ہیں، ان کے والد طخفہ ط، خ، ف، ہ یا طہفہ صحابی ہیں، ان کے والد قیس ابن ابی غزرہ غفاری کوفی ہیں۔

طخفہ صحابی ہیں اور صفہ والوں میں سے ہیں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

سحر سین کے پیش ح کے سکون سے یا سین کے اور ح دونوں کے فتحہ سے حلق اور سینہ کا درمیانی حصہ یعنی سینہ کے اوپری حصہ میں میرے درد تھا اس لیے میں پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا تھا کہ سینہ دبا رہے اور درد کو سکون ہو۔

بڑا خوش نصیب ہے وہ جسم جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوکر لگ جاوے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

مرمٹ کے خوب لگتی مٹی مری ٹھکانے گر انکی ٹھوکروں میں میرا مزار ہوتا

جس غلطی کی بنا پر حضور کی ٹھوکر نصیب ہو جاوے وہ غلطی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

چونکہ دوسری طرح لیٹنے سے بھی یہ تکلیف دفع ہو سکتی تھی اس لیے یہ درد اس کے لیے عذر نہ مانا گیا اور اس سے منع فرمادیا گیا لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں۔

سبحان اللہ! آپ نے یہ عذر حضور سے عرض نہ کیا بلکہ فوراً کروٹ بدل لی یا اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۵۶)

(822) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تَعَالَى تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا اس پر اللہ کی طرف سے وہ مجلس باعث ہلاکت ہوگی اور جو کسی جگہ لیٹا اور اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو وہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

«التِّرَةُ»: بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ، وَهِيَ: النَّقْصُ، وَقِيلَ: التَّبِعَةُ.

اَلتِّرَةُ: تا مثناۃ پر زیر کے ساتھ یعنی کوتاہی کی وجہ سے حسرت کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللہ، ج۴ص۳۴۷، رقم: ۴۸۵۸، سنن الکبری للنسائی، باب من جلس مجلسا لم یذکر اللہ تعالی فیہ، ج۶ص۱۰۷، رقم: ۱۰۲۳۷، مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ خالد بن حمید المہری، ج۲ص۲۷۲، رقم: ۱۳۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنی ہے ان موقعوں پر خدا تعالٰی کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کرلو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کف افسوس ملو گے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیئے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۹۶)

سونے کے آداب

مستحب یہ ہے کہ باوضو سوئے اور بسم اللہ پڑھ کر کچھ دیر داہنی کروٹ پر

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی ۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب منہ (۲۸) رقم ۳۴۲۸، ج۵، ص ۲۶۳)

پڑھ کر داہنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر سوئے پیٹ کے بل نہ لیٹے حدیث شریف میں ہے کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالٰی پسند نہیں فرماتا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج۵، ص۳۷۶)

اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنا منع ہے جب کہ تہبند پہنے ہوئے ہو کیونکہ اس صورت میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی فصاحۃ والبیان، رقم ۲۸۶۳، ج۴، ص۳۸۸)

ایسی چھت پر سونا منع ہے جس پر گرنے سے کوئی روک نہ ہو لڑکا جب دس برس کا ہو جائے تو اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے ساتھ نہ سلایا جائے بلکہ اتنی عمر کا لڑکا لڑکوں اور مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (بہار شریعت، ح۱۶، ص۱۷)

مسئلہ: دن کے ابتدائی حصہ اور مغرب وعشاء کے درمیان اور عصر کے بعد سونا مکروہ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون، ج۵، ص۳۷۶)

مسئلہ: شمال کی طرف پاؤں پھیلا کر بلا شبہ سونا جائز ہے اس کو ناجائز سمجھنا غلطی ہے ہاں البتہ مغرب کی طرف پاؤں کر کے سونا یقیناً ناجائز ہے کہ اس میں قبلہ کی بے ادبی ہے۔

مسئلہ: رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رات کی ابتدائی تاریکی آجائے تو بچوں کو گھر میں سمیٹ لو کہ اس وقت میں شیاطین ادھر ادھر نکل پڑتے ہیں پھر جب ایک گھڑی رات چلی جائے تو بچوں کو چھوڑ دو بسم اللہ پڑھ کر

دروازوں کو بند کرلو اور بسم اللہ پڑھ کر مشکوں کے منہ باندھ دو اور برتنوں کو ڈھانک دو اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو اور سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ مت چھوڑا کرو یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، رقم ۳۲۸۰، ج ۲، ص ۳۹۹)

رات میں جب کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے بولنے کی آوازیں سنو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو۔

مسئلہ: رات میں کوئی ڈراؤنا خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھوکنا چاہے اور تین بار اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ کر اور کروٹ بدل کر سونا چاہے اور کسی سے بھی اس خواب کا ذکر نہ کرنا چاہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس خواب سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، رقم ۲۲۶۲، ص ۱۲۴۱)

مسئلہ: اپنی طرف سے جھوٹا خواب گھڑ کر لوگوں سے بیان کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا سنت ہے۔ جب سو کر اٹھے تب یہ دعا پڑھے اور بستر سے اٹھ جائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا نام، رقم ۶۳۱۲، ج ۴، ص ۱۹۲)

128-بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِلْقَاءِ عَلَی الْقَفَا وَوَضْعِ اِحْدَی الرِّجْلَیْنِ عَلَی الْاُخْرٰی اِذَا لَمْ یَخَفِ انْکِشَافَ الْعَوْرَۃِ وَجَوَازِ الْقُعُوْدِ مُتَرَبِّعًا وَّمُحْتَبِیًا

چت لیٹنا اور پاؤں پر پاؤں رکھنا جب کہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو اور چہار زانو اور پنڈلیاں کھڑی کر کے سرین کے بل بیٹھنے کا جواز

(823) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ چت لیٹے ہیں اور آپ نے اپنے ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستلقا فی المسجد ومد الرجل، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۴۷۵ صحیح مسلم، باب فی اباحۃ الاستلقا ووضع احدی الرجلین علی الاخری، ج۶ص۱۵۴، رقم: ۵۶۲۲ سنن النسائی، باب الاستلقاء فی المسجد، ج۱ص۲۶۳، رقم: ۸۰۰ الاداب للبیہقی، باب فی استلقاء الرجل ووضع احدی رجلیہ علی الاخری، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۵۸۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی وضع احدی الرجلین علی الاخری مستلقیا، ج۵ص۹۵، رقم: ۲۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہوا اس صورت میں ستر نہیں کھل

سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہوا اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصًا جب کہ تہبند بندھا ہوا ہو، آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آرہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصًا ضرورت کے وقت یا یہ بحالت اعتکاف۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۴۵)

(824) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ. حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهٗ بِأَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب صبح کی نماز پڑھا لیتے تو سورج اچھی طرح نکلنے تک اپنی مجلس میں چارزانو (چوکڑی مار کر) بیٹھے رہتے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد وغیرہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یجلس متربعا، ج۴ص۳۱۳، رقم: ۴۸۵۲، الاداب للبیہقی، باب کیفیۃ الجلوس، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۲۵۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جابر بن سمرۃ السوائی، ج۲ص۲۱۶، رقم: ۱۸۸۶، مسند امام احمد ومن حدیث ابی عبدالرحمن، ج۵ص۱۰۷، رقم: ۲۱۰۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں، جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدۂ تلاوت نہ کرسکے گا۔ تیسرے یہ کہ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے۔ پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کرسکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں، دیکھو حضرات صحابہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے ناسمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہوجاتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۴۵)

(825) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ هٰكَذَا، وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَاءَ، وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کے صحن میں اس طرح احتباء کیے ہوئے دیکھا پھر حضرت ابن عمر نے اپنے ہاتھوں سے احتباء کی وصف بیان کی۔ قرفصاء بھی اسی کو کہتے

ہیں۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاحتباء بالید وھو القرفصاء، ج۸ص۶۱، رقم: ۶۲۷۲، جامع الاصول، الکتاب السادس فی النوم وھیئتہ والقعود، ج۱۱ص۵۶۸، رقم: ۹۱۸۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب الجلوس والنوم والمشی، ج۳ص۱۹، رقم: ۴۷۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر کے سامنے کی کھلی جگہ جس پر چھت نہ ہوفنا کہلاتی ہے جسے اردو میں صحن یا آنگن کہتے ہیں۔احتباء یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں، پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں، سرین زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر رکھے ہوں، ان کا حلقہ کیے ہوئے یہ اکڑوں بیٹھنے کی ایک قسم ہے، اس بیٹھک میں اظہار جزو انکسار ہے یہ بیٹھک سنت ہے۔(مرقات) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی بیٹھے ہیں۔(مراۃ المناجیح، ج۶ص۳۴۵)

(826) وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ . رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت قیلہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھنے میں ایسے انداز خشوع میں دیکھا تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی جلوس الرجل، ج۴ص۳۱۲، رقم: ۴۸۴۷، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی جلسۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۴۷، رقم: ۱۲۸، الادب المفرد للبخاری، باب القرفصاء، ص۳۰۲، رقم: ۱۱۷۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاحتباء المباح فی غیر وقت الصلاۃ، ج۳ص۲۲۵، رقم: ۶۱۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے، قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔(مرقات واشعہ) اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

(میں خوف سے کانپ اٹھی) کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والاٰخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

پیش او گیتی جبین فرسودہ است　　خویشتن را عبدہ فرمودہ است

بوریا ممنوں خواب راحتش　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ٦ ص ٥٥١)

عاجزی اختیار کرو

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بے شک اللہ عزوجل نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر کرے نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ ونعیمھا، باب صفات التی یعرف بھا، الحدیث: ٢١٠٠٧، ص ١١٧٥)

(827) وَعَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ، وَاتَّكَاْتُ عَلٰى اَلْيَةِ يَدِيْ، فَقَالَ: "اَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ"؟ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت شرید بن سوید ﷺ سے روایت ہے کہ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے اور میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے رکھا ہوا تھا اور ہاتھ کی گِی (انگوٹھے کے ساتھ والی پر گوشت جگہ) پر سہارا لیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: 'کیا' تو ان کی طرح بیٹھتا ہے جن پر غضب کیا گیا ہے۔ اس کو ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الجلسة المکروھة، ج٤ص٣١٢ رقم: ٤٨٥٠، الاداب للبیھقی، باب ما یکرہ من الجلوس، ج١ص١٥١، رقم: ٢٥٦، صحیح ابن حبان، باب التواضع والکبر، ج١٢ص٤٨٨ رقم: ٥٦٧٤، مسند امام احمد، حدیث الشرید بن سوید، ج٣ص٣٨٨، رقم: ١٩٤٧٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عمرو ابن شرید تابعی ہیں، ان کے والد شرید صحابی ہیں، عمرو طائف کے رہنے والے ہیں، ثقہ ہیں، ان کی ملاقات اپنے والد سے اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہے ان دو بزرگوں کے علاوہ اور چند صحابہ سے بھی ہے۔ (اشعہ)

الیۃ سرین کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد ہتھیلی کا وہ گوشت ہے جو انگوٹھے کی جڑ سے آخری کنارہ تک ہے۔

یعنی اس طرح یہود بیٹھا کرتے ہیں اور یہود پر اللہ کا غضب ہے تو یہ بیٹھک اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تم مؤمن انعام والے بندے ہو تم ان سے تشبیہ کیوں کرتے ہو۔ خیال رہے کہ ایک ہاتھ پیٹھ پر رکھنا دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ داہنا ہاتھ پیٹھ پر بایاں زمین پر یا برعکس (اشعہ) بلکہ دونوں یا ایک ہاتھ کوکھ پر رکھنا یا پیٹھ سے لگانا ہی ممنوع ہے یوں ہی دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کھڑے کرنا ان پر ٹیک لگانا ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ٦ ص ٥٦٧)

129- بَابُ فِيْ اٰدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ

مجلس اور ہم نشینی کے آداب

(828) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ رَجُلًا مِّنْ مَّجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ، وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے لیکن وسعت وفراخی پیدا کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی آدمی جب اپنی جگہ سے اُٹھتا تو آپ اس کی جگہ میں نہ بیٹھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه، ج۸ص۶۱، رقم: ۶۲۶۹، صحیح مسلم، باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه، ج۷ص۹، رقم: ۵۸۱۲، السنن الدارمی، باب لا یقیمن احدکم اخاه من مجلسه، ج۲ص۳۶۵، رقم: ۲۶۵۳، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۲۹، رقم: ۵۸۶، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۶۰۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم عام ہے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے، ہاں اگر وہ شخص ناجائز طور پر وہاں بیٹھا تھا تو اسے اٹھا دینا جائز ہے جیسے کوئی مسجد میں امام یا مؤذن کی مقررہ جگہ بیٹھ جاوے یا وہ کسی کی جگہ بیٹھ گیا تھا تو یہ لوگ آکر اٹھا سکتے ہیں کہ یہ جگہ خود ان کی اپنی ہے نہ کہ اس بیٹھے ہوئے کی۔

یعنی اگر تھوڑے آدمی بہت سی جگہ گھیرے بیٹھے ہیں تو یہ عام خطاب سے کہے کہ بھائیو ذرا گنجائش کرو ذرا مل کر بیٹھو تا کہ میں بھی جگہ حاصل کرسکوں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۳۳ ۵)

(829) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَّجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ، فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے جو کوئی مجلس سے اٹھے تو وہ جب لوٹے تو وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به، ج۷ص۱۰، رقم: ۵۸۱۸، الاداب للبیہقی، باب الرجل یقوم من مجلسه لحاجة عرضت له ثم عاد الیه، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۲۴۷، الاحاد والمثانی، من اسمه وهب بن حذیفه الثقفی رضی اللہ عنه، ج۲ص۲۲۵، رقم: ۱۵۹۵، سنن ترمذی، باب ما جاء اذا قام الرجل من مجلسه ثم رجع الیه فهو احق به، ج۵ص۸۹، رقم: ۲۷۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ اس صورت میں ہے کہ جانے والا اپنی جگہ کوئی نشانی رکھ گیا ہو جس سے پتہ لگے کہ وہ لوٹ کر آوے گا یا کوئی اور علامت ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۳۴ ۵)

(830) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

جب نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو جہاں جس کو جگہ ملتی بیٹھ جاتا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التحلق، ج٤ص٣٠٥ رقم: ٤٨٢٦، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة ان یقول علیك السلام مبتدئا، ج٥ص٧٣، رقم: ٢٧٢٥، مسند امام احمد، حدیث جابر بن سمرة رضی الله عنه، ج٧ص٩١، رقم: ٢٠٨٨٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کنارہ مجلس پر بیٹھتا تھا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان پہنچنے کی کوشش نہ کرتا تھا یہ آداب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ص٥٦٦)

(831) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ہر آدمی کو چاہیے کہ غسل کرے اور حتی الامکان پاکیزگی حاصل کرے تیل لگالے یا گھر کی خوشبو استعمال کرے پھر نکلے اور دو کے درمیان تفریق نہ ڈالے پھر جو توفیق ہو نماز پڑھے پھر جب امام کلام کرے (خطبہ دے) تو خاموش رہے، تو اس کے لیے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مغفرت ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدهن للجمعة، ج١ص٣٠٦ رقم: ٨٨٣، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة، ج٣ص٣٤٢، رقم: ٦١٦٨، مسند امام احمد، حدیث رفاعة بن شداد، ج٥ص٣٢٨ رقم: ٢٣٦٦١، مسند ابن ابی شیبة، حدیث سلمان الفارسی رضی الله عنه، ص٦٦٦، رقم: ٣٥٧، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سهیل بن حنظلة، ج٦ص١١٠، رقم: ٦٢٠٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیئے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے، مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ)

(گھر کی خوشبو استعمال کرے) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔

(دو کے درمیان تفریق نہ ڈالے) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔

(جو توفیق ہو نماز پڑھے) تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔

(پھر جب امام کلام کرے (خطبہ دے) تو خاموش رہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

(اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مغفرت ہو جاتی ہے) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (مراۃ المناجیح، ج۲ ص۵۷۲)

(832) وَعَنْ عمرو بن شُعَيْب، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو کے درمیان بلا اجازت علیحدگی کرے۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَبِيْ دَاوٗدَ: "لَا يُجْلَسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا".

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنهما، ج۴ص۳۱۲، رقم: ۴۸۴۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنهما، ج۵ص۸۹، رقم: ۲۷۵۲، الادب المفرد للبخاری، باب لا یفرق بین اثنین ص۳۹۰، رقم: ۱۱۴۲، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمرو، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۶۹۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی وجہ وہ ہی ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ خیال رہے کہ رجل فرمانا اس لیے ہے کہ عورتیں مردوں کے حکم میں ہیں ان پر احکام شرعیہ مردوں کی طرح جاری ہوتے ہیں، رب تعالٰی نے نماز روزے وغیرہ کے احکام مردوں کو ہی دیئے مگر عورتوں پر بھی یہ عبادات فرض ہیں لہذا احادیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد تو یہ حرکت نہ کریں عورتیں کر لیا کریں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۴۱)

(833) وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دائرہ کے درمیان بیٹھنے والے آدمی پر لعنت فرمائی۔ ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے حضرت ابومجلز سے اسے روایت کیا کہ ایک آدمی دائرہ کے درمیان بیٹھا تھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو دائرہ کے درمیان بیٹھے وہ محمد ﷺ کی زبان مبارک سے لعنت کیا گیا ہے یا فرمایا اللہ نے محمد ﷺ کی زبان سے اس پر لعنت فرمائی جو دائرہ کے درمیان میں بیٹھا۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الجلوس وسط الحلقة، ج۴ص۳۰۵، رقم: ۴۸۲۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة العقود وسط الحلقة، ج۵ص۹۰، رقم: ۲۷۵۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب کراهیة الجلوس فی وسط الحلقة، ج۳ص۲۳۴، رقم: ۶۱۱۸، اتحاف الخیرة المهرة، باب خیر المجالس اوسعها، ج۶ص۱۱۷، رقم: ۵۴۵۳، مسند البزار، مسند حذیفه بن یمان، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۲۹۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی کسی جلسہ میں آخر میں آوے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں پہنچے وہ لعنتی ہے چاہیے کہ اگر کنارہ پر جگہ ملے تو وہاں ہی بیٹھ جاوے۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد دست بستہ کھڑے ہوں یہ عمل متکبرین کا ہے بڑا آدمی بھی لوگوں کے ساتھ حلقہ میں بیٹھے۔ (مرقات واشعہ) بعض لوگ مذاق دل لگی کرنے کے لیے کسی کو درمیان حلقہ میں بٹھا کر اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں وہ ہر طرف کے لوگوں سے مذاق کرتا ہے وہ بھی لعنتی ہے۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۵۹)

(834) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجلسوں میں سے بہتر مجلس وہ ہے جو کشادہ ہو۔ اسے ابوداؤد نے شرط بخاری پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی سعة المجلس، ج۴ص۳۰۵، رقم: ۴۸۲۲، الاداب للبیهقی، باب خیر المجالس اوسعها، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۲۵۰، الادب المفرد، باب خیر المجالس اوسعها، ص۳۸۸، رقم: ۱۱۳۶، المستدرك للحاكم، كتاب الادب

ج۳ص۲۸۲، رقم: ۷۰۵، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۱۸، رقم: ۱۱۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب جلسہ مجلس وغیرہ کرو تو وسیع زمین میں کرو تاکہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو آرام سے کھلے ہوئے بیٹھیں ایسی مجلس بہت مبارک ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۶۰)

(835) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ، فَكَثُرَ فِیْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اس میں اس کی فضول باتیں بہت ہوگئیں پھر اس نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے کہہ دیا: اے اللہ! تیری تسبیح کے ساتھ تیری حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں، تو اس مجلس میں جو کچھ ہو وہ معاف کردیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، ج۵ص۲۱۳، رقم: ۳۴۴۴، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۵۴، رقم: ۵۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ، ج۲ص۳۹۷، رقم: ۱۰۴۲۰، سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا جلس فی مجلس کثر فیه لغطه، ج۶ص۱۰۵، رقم: ۱۰۲۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لغطٌ سے مراد بے فائدہ گفتگو جس میں وقت ضائع ہو کہ یہ بھی نقصان دہ چیز ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بے ہودہ گفتگو غلط ہے جس میں حق اللہ ضائع ہو۔ غرضکہ فریب، جھوٹ، غیبت اس سے خارج ہیں کہ یہ چیزیں حقوق العباد میں سے ہیں بغیر معاف کرائے معاف نہ ہوں گی۔

اس دعا کا ماخذ یہ آیت ہوسکتی ہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ۔

(تیری طرف توبہ کرتا ہوں) یعنی اس اضاعت وقت کے قصور اور تیری نعمت زبان کو غلط استعمال کرنے کی غلطی سے توبہ کرتا ہوں، میں قصور مند بندہ ہوں تو غفور رحیم رب ہے معافی دے دے۔ سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ دعا ہے۔

(وہ معاف کردیا جاتا ہے) بخشش سے وہ ہی مراد ہے جو ابھی اوپر عرض کیا گیا کہ جیسے مال برباد کرنا گناہ ہے ایسے ہی وقت برباد کرنا بھی گناہ، وقت مال سے زیادہ لائق قدر ہے اسی گناہ کی معافی مانگی گئی۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۵۰)

(836) وَعَنْ اَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَفَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَّا كُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِيْمَا مَضٰى؛ قَالَ: "ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِّمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ فِي "الْمُسْتَدْرَكِ" مِنْ رِّوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَقَالَ: "صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ.

حضرت ابوبرزہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخر میں جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو کہتے: پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اب ایک ایسی بات کہتے ہیں جو پہلے نہیں فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ ان باتوں کے لیے کفارہ ہے جو مجلس میں ہوجاتی ہیں۔ اس حدیث کی ابوداؤد اور امام حاکم ابوعبداللہ نے مستدرک میں ام المومنین حضرت عائشہ ﷺ روایت بیان کی ہے اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی کفارۃ المجلس، ج۴ص۲۱۵، رقم: ۴۸۶۱، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، ج۵ص۴۹۴، رقم: ۳۴۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی، ابوالعالیۃ عن رافع بن خدیج، ج۴ص۲۸۶، رقم: ۴۴۴۶، مجمع الزوائد للھیثمی، باب کفارۃ المجلس، ج۱۰ص۲۰۶، رقم: ۱۶۱۶۱، الآداب للبیہقی، باب فی کفارۃ المجلس، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۲۵۹)

شرح حدیث: بیٹھنے کی سنتیں اور آداب

ہمارا اٹھنا بیٹھنا بھی سنّت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اکثر قبلہ شریف کی طرف روئے انور کرکے بیٹھا کرتے تھے۔ زہے نصیب ہم بھی کبھی کبھی قبلہ رو ہو کر بیٹھیں تو کبھی مدینہ منورہ کی طرف منہ کرکے بیٹھیں کہ یہ بھی بہت بڑی سعادت ہے کاش! مدینہ پاک کی طرف رخ کرکے بیٹھتے وقت یہ تصور بھی بندھ جائے اور زبان حال سے یہ اظہار ہونے لگے۔

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے جو رخ تیرا ادھر ہے

بیٹھنے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں

(۱) سرین زمین پر رکھیں اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرکے دونوں ہاتھوں سے گھیر لیں اور ایک ہاتھ سے دوسرے کو پکڑ لیں، اس طرح بیٹھنا سنت ہے (لیکن اس دوران گھٹنوں پر کوئی چادر وغیرہ اوڑھ لینا بہتر ہے۔)

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۳۷۸)

(۲) چارزانو (یعنی پالتی مارکر) بیٹھنا بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۳) جہاں کچھ دھوپ اور کچھ چھاؤں ہو وہاں نہ بیٹھیں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سائے میں ہو اور اس پر سے سایہ رخصت ہو جائے اور وہ کچھ دھوپ کچھ چھاؤں میں رہ جائے تو اسے چاہیے کہ وہاں سے اٹھ جائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الجلوس بین الظل والشمس، الحدیث ۴۸۲۱، ج ۴، ص ۳۴۴)

(۴) قبلہ رُخ ہو کر بیٹھیں۔ (رسائل عطاریہ، حصہ ۲، ص ۲۲۹)

(۵) بزرگوں کی نشست پر بیٹھنا ادب کے خلاف ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: پیرو استاذ کی نشست پر انکی غیبت (یعنی غیر موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴، ص ۳۶۹/۴۲۴)

(۶) کوشش کریں کہ اٹھتے بیٹھتے وقت بزرگان دین کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے اور پاؤں تو ان کی طرف نہ ہی کریں۔

(۷) جب کبھی اجتماع یا مجلس میں آئیں تو لوگوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائیں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔

(۸) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لیں آپ کے قدم آرام پائیں گے۔ (الجامع الصغیر، الحدیث ۵۵۴، ص ۴۰)

(۹) مجلس سے فارغ ہو کر یہ دعا تین بار پڑھ لیں تو گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور جو اسلامی بھائی مجلسِ خیر و مجلسِ ذکر میں پڑھے تو اس کیلئے اس خیر پر مہر لگا دی جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ ترجمہ: تیری ذات پاک ہے اور اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام خوبیاں ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی کفارۃ المجلس، الحدیث ۴۸۵۷، ج ۴، ص ۳۴۷)

(۱۰) جب کوئی عالم باعمل یا متقی شخص یا سید صاحب یا والدین آئیں تو تعظیماً کھڑے ہو جانا ثواب ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی تعظیمی قیام اور استقبال جائز بلکہ سنتِ صحابہ ہے بلکہ حضور کی سنت قولی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۷۰)

(837) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: قَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ مَّجْلِسٍ حَتّٰی یَدْعُوَ بِھٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ: "اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھتے پہلے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصہ عطا فرما۔ جس سے تو ہمارے اور اپنی نافرمانی کے درمیان رکاوٹ کردے اور اپنی اطاعت سے اتنا حصہ

جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا، وَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلاَ تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلاَ تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلاَ تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لاَّ يَرْحَمُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"

عطا فرما جس کے ساتھ تو ہم کو اپنی جنت عطا کر دے اور یقین سے جس کے ساتھ ہم پر دنیوی مصائب کو تو آسان فرما دے اے اللہ! ہم کو ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوتوں کے ساتھ تا حیات نفع عطا فرما۔ اور ان (قوتوں) کو ہمارا وارث بنا اور ہم پر ظلم کرنے والوں اور ہم سے دشمنی کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد فرما ہماری مصیبت دین میں نہ بنا اور دنیا کو ہمارا مقصد اور علم کی انتہا نہ بنا ہم پر اس کو مسلط نہ کرنا جو ہم پر ترس نہ کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۳۵۰۲ سنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یقول اذا جلس فی مجلس کثر فیه لغطه، ج۶ص۱۰۶، رقم: ۱۰۲۳۴ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السادس فی ادعیة المجلس والقیام عنه، ج۴ص۲۷۶، رقم: ۲۲۷۰ مشکوٰۃ المصابیح، باب جامع الدعاء، الفصل الثانی، ج۲ص۶۰، رقم: ۲۴۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اکثر کسی مجلس سے اٹھتے وقت سرکار یہ دعا مانگ لیتے تھے اور یہ سب کچھ صحابہ کرام کی اور ان کے ذریعہ ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کی جن دعاؤں میں مغفرت کی طلب یا گناہوں کا اقرار ہے ان سب میں تعلیم اُمت مقصود ہے ورنہ سرکار خود معصوم ہیں بلکہ ارادۂ گناہ سے محفوظ ہیں۔

یعنی ہم سب کو اپنا دلی خوف دے جس کی برکت سے ہم گناہوں سے محفوظ رہیں۔ تَحُوْلُ واحد مخاطب ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ خوفِ خدا اللہ کی نعمت ہے اور اس خوف کے بعد بھی ہمیں گناہوں سے رب ہی بچاتا ہے ہم خود نہیں بچتے، مطلقاً خوفِ خدا تو شیطان کو بھی حاصل ہے، رب تعالیٰ نے اس کا قول قرآن پاک میں نقل فرمایا: اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ خوفِ خدا اور عشقِ جناب مصطفی اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔

یعنی ہمیں اپنی بندگی کی توفیق بھی دے اور اسے قبول بھی فرما، یہاں بھی وہی اشارہ ہے کہ فقط عبادت جنت میں پہنچنے کے لیے کافی نہیں، مؤمن جنات اور فرشتوں کی عبادتیں انہیں جنتی نہیں بناتی۔

رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مصیبت کے بعد دو ۲ آسانیوں کی بشارت دی ہے" فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا" خدایا ہمیں اس بشارت پر ایسا یقین ہو جائے کہ ہم ہر مصیبت کو آئندہ راحت کا پیش خیمہ سمجھیں جس کی وجہ سے یہ زحمت رحمت بن

جائے۔شعر

ناخوش اور خوش بود در جان من
جان فدائے یار دل رنجان من

یعنی ہمیں توفیق دے کہ اپنے حواس وقوتوں کے ذریعہ دنیوی واخروی نفع اٹھائیں کہ انہیں تیری طاعتوں میں صرف کریں۔

اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں، بہترین شرح یہ ہے کہ وارث سے مراد میراث ہے یعنی ہمارے تقویٰ اور مذکورہ نفع کو ہماری میراث بھی بنا کہ ہمارے بعد لوگ ہماری ان صفات کو اختیار کرلیں اور فائدے اٹھائیں، ہماری میراث صرف مال نہ ہو بلکہ مال، حال، اعمال، کمال اور خوف ذوالجلال سب کچھ ہماری میراث ہو۔خیال رہے کہ میراث اضطراری صرف یعنی رشتہ داروں کو ملتی ہے مگر میراث اختیاری تا قیامت سارے انسانوں کو۔کنویں، مساجد، سرائیں، قبرستان، وغیرہ موقوفہ چیزوں سے سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ مال کی میراث اختیاری ہے، علمائے کے علم، صوفیاء کے تقوے اور حضور علیہ السلام کے کمالات سے تا قیامت دنیا فائدہ اٹھائے گی، سخیوں کی کمائی میں فقیروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔شعر

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

یعنی ہمیں توفیق دے کہ ہم بدلہ لینے میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑیں صرف ظالم سے ہی بدلہ لیں، جاہلیت والوں کی طرح ایک فرد کا بدلہ ساری قوم سے نہ لیں۔ثار کے لغوی معنی ہیں کینہ، غصہ اور بدلہ، اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں مگر یہ شرح بہتر ہے۔

اس طرح کہ ہمیں ذاتی دشمنوں کو معاف کرنے کی ہمت دے اور قومی ودینی دشمنوں کو مغلوب کرنے کی طاقت دے۔

یعنی ہم پر ایسی مصیبت نہ بھیج جو ہمارا دین برباد کردے کہ ہمیں بدعقیدہ بنادے یا ناقص کردے کہ ہم حرام کھانے لگیں یا عبادات میں کوتاہی کرنے لگیں۔

یعنی نہ تو ہمارا یہ حال ہو کہ مال، عزت، سلطنت وغیرہ ہمارا اصل مقصد بن جائے اور نہ یہ حال ہو کہ ہمارے علم اور فکر دنیا ہی کے لیے وقف ہوں یا فقط ہم دنیاوی علوم ہی پڑھیں دینی علوم کی طرف توجہ ہی نہ دیں اور دینی علم بھی سیکھیں تو صرف اپنی تعظیم کرانے اور مال کمانے کے لیے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔اس دعا میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دنیا کا قصد اور علم سے دنیا حاصل کرنا قدرے جائز ہے بلکہ اگر یہ دنیا دین کے لیے ہو تو اس کا طلب کرنا عبادت ہے، دنیا صفر ہے اور دین عدد، صفر اگر اکیلا ہو تو کچھ بھی نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گناہ کردیتی ہے۔

یعنی دنیا میں ہم پر نفس امارہ، شیطان، کافر وظالم سلطان کو مسلط نہ کر اور قبر وحشر میں عذاب کے فرشتوں کو ہم پر مقرر نہ فرما لہذا یہ جملہ نیا ہے پہلے جملوں کا تکرار نہیں۔(مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۸)

(838) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةٌ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم کسی مجلس سے اٹھے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو وہ مردار گدھے کی لاش پر سے اٹھنے کی طرح ہے اور یہ مجلس ان کے حسرت ہو گی۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلس ولا یذکر اللہ، ج۴ص۳۱۴ رقم: ۴۸۵۵، الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ من جلس مجلسا لم یذکر اللہ عزوجل فیہ، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۲۵۸، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۵۱۵، رقم: ۱۰۶۹۱، جامع الاصول لابن اثیر، حرف الذال، الکتاب الاول فی الذکر، ج۴ص۴۷۲، رقم: ۲۵۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی میں حماقت میں مشہور بھی ہے اور شیطان کا مظہر بھی کہ اس کے بولنے پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ غرضکہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں۔ الحمدللہ مؤمن کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی وعدے پر ان شاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمدللہ، جمائی پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ، غم کی خبر پر انا للہ۔ غرضکہ بات بات پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے، درود ہو اس دافع شر جن وانس پر، صلوۃ ہو اس غمخوار امت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ ص۴۹۷)

(839) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تَعَالَى فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور اپنے نبی (ﷺ) پر درود نہ بھیجے تو وہ مجلس ان پر وبال کا باعث ہو گی۔ اگر وہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی القوم یجلسون ولا یذکر اللہ، ج۵ص۲۴۶، رقم: ۳۳۸۰، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یستدل بہ علی وجوب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳ص۲۱۰، رقم: ۵۹۸۲، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج۱ص۲۰۷۰، رقم: ۱۹۶۹، السنن الکبرٰی للنسائی، باب التشدید فی ترک الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۲۰، رقم: ۱۸۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۴۵۳، رقم: ۹۸۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لیے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا کیونکہ درود پاک میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہوجاتے ہیں، اگر ان میں حمد وصلوۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوالہذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الآیہ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۹۸)

اپنی ثناء بھی قبول نہیں فرماتا

ایک عارف کا بیان ہے کہ میں ایک رات نماز پڑھتے ہوئے تشہد میں سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھنا بھول گیا، مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ خواب میں آقائے دوجہاں، سرورِ ذیشان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تو آج ہم پر درود بھیجنا بھول گیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ثناء میں مشغول تھا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر درودِ پاک پڑھے بغیر اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنی ثناء بھی قبول نہیں فرماتا، وہ ایسی کوئی دعا قبول نہیں فرماتا جس میں مجھ پر درود نہ بھیجا گیا ہو اور کوئی حاجت پوری نہیں فرماتا جب تک کہ مجھ پر درودِ پاک نہ بھیجا جائے، کیا تم نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ مبارک فرمان نہیں سنا؟

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O

ترجمۂ کنز الایمان: ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (پ22، الاحزاب: 56)

(الرَّوضُ الفائق فی المواعظ والرَّقائق ص ۲۱۷)

(840) وَعَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَّمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا' تو یہ اس کے لیے باعث وبال ہوگی اور جو کسی لیٹنے کی جگہ سویا اور اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا' تو اس پر

تِرَةٌ رَوَاهُ اَبُو دَاوٗدَ. وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا، وشَرَحْنَا "التِّرَةَ فِيْهِ.

اللہ کی طرف سے ہلاکت ہوگی۔ (ابوداؤد) یہ حدیث قریب ہی گزری ہے وہاں الترۃ کی وضاحت کردی گئی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیة ان یقوم الرجل من مجلسه ولا یذکر الله، ج۴ص۳۱۴، رقم: ۴۸۵۸، سنن الکبرٰی للنسائی، باب من جلس مجلسا لم یذکر الله تعالٰی فیه، ج۶ص۱۰۷، رقم: ۱۰۲۳۶، مسند الشامیین للطبرانی، من اسمه خالد بن حمید المهری، ج۱ص۲۶۷، رقم: ۱۳۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنٰی ہے ان موقعوں پر خدا تعالٰی کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہوجانے پر کف افسوس ملو گے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۹۶)

130- بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَمِنْ اٰيَاتِهٖ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) (الروم: 23).

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن کے وقت تمہارا سونا۔

(841) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلاَّ الْمُبَشِّرَاتِ" قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی ہیں صحابہ نے عرض کیا: مبشرات کیا ہے فرمایا اچھے خواب۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المبشرات، ج۴ص۴۱، رقم: ۶۹۹۰، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب النهی من قراة القرآن فی الرکوع والسجود، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۶۶۹، مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الرؤیا، ج۲ص۹۵۷، رقم: ۱۷۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی الطفیل عامر بن واثلة، ج۵ص۴۵۳، رقم: ۲۳۸۵۶، اتحاف الخیرة المهرة، باب الرؤیا الصالحة، ج۱ص۳۶۰، رقم: ۶۰۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہماری وفات پر وحی، نبوت تا قیامت ختم ہوجائے گی مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ رب تعالٰی خوابوں کے ذریعہ علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی، خوابیں بشارت

بھی ہوتی ہیں ڈراتی بھی ہیں مگر تغلیباً بشارت فرمایا۔(مرقات)

(اچھے خواب) صالحا سے مراد یا سچی خوابیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈراؤنی خواب کو حلم مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے اچھی ہو یا ڈراؤنی۔(اشعہ ومرقات) خیال رہے کہ رؤیا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رؤیت کا کوئی مشتق آ جاوے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے، رب فرماتا ہے: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ حضور انور نے معراج کی شب سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا مگر اسے رب نے رؤیا فرمایا، چونکہ آگے آ رہا ہے ارینا ک اس لیے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہوا۔ معراج جسمانی کے منکر اسی لفظ رؤیا سے جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔(مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۴۴۲)

اچھے خواب بیان کرنے کی اجازت

اچھے خواب اچھے ہی ہوتے ہیں ان کو بیان کرنے کی شرعاً اجازت ہے، چنانچہ فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔(مسندِ امام احمد ج ۲ ص ۵۰۲ الحدیث ۶۲۲۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرزِ عمل

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی سنّتِ صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں اُن کے قول کی تائید نکلی اس پر شاد (یعنی خوش) ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر (عزت واہمیت) بڑھادی۔ صحیحین میں ہے، ابوجمرہ ضبعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمتّع حج میں خواب دیکھا، جس سے (فقہی مسائل میں) مذہبِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی۔ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (وہ مبارک خواب سُن کر اپنے مال سے) اُن کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس روز سے انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کر دیا۔(ملخصاً از صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۶ الحدیث ۱۵۶۷)

(842) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا، اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا".

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کا) زمانہ جب قریب ہو جائے گا' تو ایمان دار کا خواب کم جھوٹا ہوگا۔ ایمان دار کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔(متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں زیادہ سچے خواب اس کے ہوں گے جو زیادہ سچی بات والا ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرؤیا الصالحة جز من ستة واربعین جزا من النبوة، ج۴ص۳۰، رقم: ۶۹۸۷، صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج۷ص۵۲، رقم: ۶۰۵۰، الاداب للبیھقی، باب فی الرؤیا، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۶۷۹، سنن الدارمی، باب اصدق الناس رؤیا

اصدقھم حدیثا، ج۲ص۱۶۸، رقم: ۲۲۱۴۳؛ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب رؤیا المسلم جز من سبعین جز من النبوۃ، ج٦ص۲۵۰، رقم: ٦٠٢١)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قربِ زمان میں کئی احتمال ہیں: قریبِ قیامت، موت کے قریب کا زمانہ یعنی بڑھاپا وہ مہینے جن میں دن رات برابر ہوتے ہیں۔ حضرت امام مہدی کے ظہور کا زمانہ جب کہ لوگوں میں عیش و عشرت بہت ہوگا، سال گزرے گا مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح وہ زمانہ جب لوگوں کی عمریں گھٹ جائیں گی یا شرو فساد کا زمانہ جب لوگ ایک دوسرے سے گتھ جائیں قتل و خون کے لیے قریب ہوں گے۔ (اشعہ) مرقات میں اس کے اور بہت سے معنی کیے گئے ہیں مثلاً یاجوج ماجوج کے خروج کا زمانہ۔

یعنی ان زمانوں میں اہلِ اسلام کی اکثر خوابیں صحیح ہوا کریں گی ان تمام موقعوں پر خوابیں درست ہونے کی وجہیں مرقات و لمعات وغیرہ نے بہت دراز بیان فرمائی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ص ۲۵۰)

باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے

حضرت سیدنا ابراہیم بن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ تھا۔ ہم ایک صحراء میں پہنچے، وہاں ایک اونچی قبر تھی۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم اس قبر کو دیکھ کر رونے لگے۔

میں نے پوچھا: حضور! یہ کس کی قبر ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ حمید بن جابر علیہ رحمۃ اللہ القادر کی قبر ہے جو کہ ان تمام شہروں کے حاکم تھے، پہلے یہ دنیاوی دولت کے سمندر میں غرق تھے، پھر اللہ عزوجل نے انہیں ہدایت عطا فرمائی (اور ان کا شمار اللہ عزوجل کے نیک بندوں میں ہونے لگا)۔

مجھے ان کے متعلق خبر ملی ہے کہ ایک رات یہ اپنی لہو و لعب کی محفل میں مست تھے، دنیا کی دولت و آسائش کے دھوکے میں تھے، جب کافی رات بیت گئی تو اپنی سب سے زیادہ محبوب اہلیہ کے ساتھ خواب گاہ میں گئے اور خوابِ خرگوش کے مزے لینے لگے۔ اسی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ان کے سرہانے کھڑا ہے، انہوں نے اس سے وہ کتاب طلب کی اور اسے کھولا تو سنہری حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے۔ اپنی بادشاہی، اپنی طاقت، اپنے خدام اور اپنی نفسانی خواہشات سے ہرگز دھوکا نہ کھا، اور اپنے آپ کو دنیا میں طاقتور نہ سمجھ، اصل طاقتور ذات تو وہ ہے کہ جو معدوم نہ ہو۔ اصل بادشاہی تو وہ ہے جسے زوال نہ ہو، حقیقی خوشی و فرحت تو وہ ہے جو بغیر لہو و لعب کے حاصل ہو۔ لہٰذا اپنے رب عزوجل کے حکم کی طرف جلدی کر۔ بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ O

ترجمہ کنز الایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ (پ4، اٰل عمران: 133)

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم فرماتے ہیں: پھر ان کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بہت خوفزدہ تھے۔ پھر کہنے لگے: یہ (خواب) اللہ عزوجل کی طرف سے میرے لئے تنبیہ ونصیحت ہے۔ یہ کہہ کر فوراً اپنی بادشاہت کو چھوڑا اور اپنے ملک سے نکل کر ایسی جگہ آگئے جہاں کوئی انہیں پہچان نہ سکے، اور انہوں نے ایک پہاڑ پر اللہ عزوجل کی عبادت کرنا شروع کردی۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم فرماتے ہیں: جب مجھے ان کے بارے میں علم ہوا تو میں ان کے پاس آیا، اور ان سے ان کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا، اور میں نے انہیں اپنے سابقہ حالات کے بارے میں بتایا، پھر ان کے انتقال تک میں اکثر ملاقات کے لئے ان کے پاس آتا، بالآخر ان کا انتقال ہوگیا اور اسی جگہ انہیں دفن کردیا گیا، یہ انہیں کی قبر ہے۔ (عُیُوْنُ الحِکَایات ۷۹)

(843) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ رَّآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ - اَوْ كَاَنَّمَا رَآنِيْ فِي الْيَقْظَةِ - لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطٰنُ بِيْ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔ یا گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ج۴ص۴۰۲ رقم: ۶۹۹۴ صحیح مسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی، ج،ص۵۳ رقم: ۶۰۵۷ مسند امام احمد، حدیث ابی قتادۃ الانصاری، ج۸ص۳۰۶ رقم: ۲۲۶۵۹ الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی رویۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ص۲۵۳ رقم: ۳۹۹ المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج۳ص۳۲۵ رقم: ۸۱۸۶ سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج۴ص۳۶۴ رقم: ۵۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے بھی چند معنی کیے گئے: ایک یہ کہ جس صحابی نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ دوسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ تیسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء تو ظاہر ظہور دیکھیں گے ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہوجائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے تاکہ وہ راز ظاہر نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب

میں دیکھا بیدار ہوکر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انور کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا، آپ اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرہ انور دیکھا کرتے تھے حضرت ابن عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی، دیکھو اشعۃ اللمعات یہ ہی مقام۔ چوتھے یہ کہ میرے زمانہ حیات شریف میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ ان شاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کرلے گا مگر تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لیے ہے۔

یہ حضور کا وہ معجزہ ہے جو تا قیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہیں کرسکتا تھا یوں ہی تا قیامت کسی کے خواب میں حضور کی شکل میں نہیں آسکتا حضور انور کے سواء اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے، خواب میں باتیں کرجاتا ہے مرد یا عورت کو احتلام اس کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص ٢٤٧)

(844) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَا یُحِبُّهَا، فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی، فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَیْهَا، وَلْیُحَدِّثْ بِهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر اللہ کی حمد بیان کرے اور اس کو بیان کرے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَلَا یُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰی غَیْرَ ذٰلِكَ مِمَّا یَکْرَهُ، فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ الشَّیْطٰنِ، فَلْیَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا یَذْکُرْهَا لِاَحَدٍ، فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

اور ایک روایت میں ہے اپنے پسندیدہ لوگوں کے علاوہ اور جب کوئی مکروہ و ناپسندیدہ خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کو نقصان نہ دے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرؤیا من اللہ، ج٤ص٣٠٠ رقم: ٦٩٨٥ صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج٧ص٥١ رقم: ٦٠٣٩ سنن الکبری للنسائی، باب اذا رای ما یکرہ، ج٤ص٣٩٠ رقم: ٧٦٥٢ المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج٦ص٣٢٧ رقم: ٨١٨١ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج٤ص٨ رقم: ١١٠٦٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اچھے خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور برے خواب کو حلم، اسی سے ہے اضغاث احلام اسی سے بنا ہے احتلام، اگرچہ ساری خوابیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں مگر بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بری اور ڈراؤنی خوابوں کو شیطان کی طرف سے

نسبت دے کیونکہ مسلمان کی بری خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ (مرقات) بہرحال اچھی خواب رب کی بشارت ہے تاکہ مسلمان اللہ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہوجائے بری خواب مایوس کن ہے اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔

یعنی اچھی خواب ضرور بیان کرے تاکہ اس کا ظہور ہو جائے مگر بیان کرے ایسے عالم معتبر سے جو اس کا دوست و خیر خواہ ہو تاکہ وہ تعبیر خراب نہ دے اچھی تعبیر دے خواب کی پہلی تعبیر ہی پر خواب کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ عمل بہت مجرب ہے کیسی ہی خطرناک خواب دیکھو یہ عمل کرلو ان شاء اللہ اس کا ظہور کبھی نہ ہوگا، اچھی خواب اللہ کی نعمت ہے اس کا چرچہ کرو وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور بری خواب بلا و امتحان ہے اس پر صبر کرو کسی سے نہ کہو رب سے عرض کرو ان شاء اللہ دفع ہوجائے گی۔ (مرقات) چونکہ حضور کے خطرناک خواب بھی رب کی طرف سے ہوتے تھے اس لیے حضور لوگوں سے انکا ذکر فرما دیتے پھر ان کا ظہور بھی ہوتا تھا جیسے حضور نے خواب میں تلوار ٹوٹتی دیکھی اس کا ظہور غزوہ احد کی تکالیف کی شکل میں نمودار ہوا، ہاتھوں پر بھاری کنگن دیکھے ان کا ظہور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے ہوا لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضور کے اس عمل شریف کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۲۴۸)

(845) وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ - وَفِيْ رِوَايَةٍ: الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ - مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهٖ ثَلَاثًا، وَّلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلنَّفْثُ: نَفْخٌ لَّطِيْفٌ لَا رِيْقَ مَعَهٗ.

حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیک خواب اور ایک روایت ہے کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہیں۔ تو جو ناپسند چیز کو دیکھے اس کو بائیں جانب تین بار پھونک مارے اور شیطان سے اللہ کی پناہ میں آئے تو وہ اس کو ضرر نہ دے گا۔ (متفق علیہ)

اَلنَّفْثُ: پھونک مارنا جس میں تھوک نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النفث فی الرقیہ، ج۷، ص۱۳۳، رقم: ۵۷۴۷، صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج۷، ص۵۰، رقم: ۶۰۳۳، مؤطا امام مالک، باب الرؤیا، ج۱، ص۴۰۷، رقم: ۱۹۲۰، اطراف المسند المتعلی، من مسند ابی قتادة، ج۷، ص۳۸، رقم: ۸۷۶۳، سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج۴، ص۳۶۲، رقم: ۵۰۲۳، سنن الدارمی، باب فیمن یری رؤیا یکرھھا، ج۲، ص۱۶۷، رقم: ۲۱۴۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

میں آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے

بیہقی سنن میں حضرت ابن زمل جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل رؤیا میں راوی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز صبح پاؤں بدلنے سے پہلے ستر بار سبحان اللہ وبحمدہٖ و استغفر اللہ ان اللہ کان توابا پڑھتے پھر فرماتے یہ ستر ۷۰ سات سو ۷۰۰ کے برابر ہیں خراب خیر ہے جو ایک دن میں سات سو ۷۰۰ سے زیادہ گناہ

کرے (یعنی ہر نیکی کم از کم دس ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها، تو یہ ستر کلمے سات سونیکیاں ہوئے اور ہر نیکی کم از کم ایک بدی کو محو کرتی ہے۔ ان الحسنات یذهبن السیئات، تو اس کے پڑھنے والے کے لئے نیکیاں ہی غالب رہیں گی مگر وہ کہ دن میں سات سو گناہ سے زیادہ کرے اور ایسا سخت ہی بے خیر ہوگا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے تشریف رکھتے اور اچھا خواب حضور کو خوش آتا دریافت فرماتے: کسی نے کچھ دیکھا ہے؟ ابن زمل نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: بھلائی پاؤ اور برائی سے بچو ہمیں اچھا اور ہمارے دشمنوں پر برا، رب العالمین کے لئے ساری خوبیاں ہیں خواب بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک وسیع نرم بے نہایت راستے پر بیچ شارع عام میں چل رہے ہیں ناگہاں اس راہ کے لبوں پر خوبصورت سبزہ زار نظر آیا کہ ایسا کبھی نہ دیکھا تھا اس کا لہلہاتا سبزہ چمک رہا ہے، شادابی کا پانی ٹپک رہا ہے، اس میں ہر قسم کی گھاس ہے، پہلا ہجوم آیا، جب اس سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور سواریاں سیدھے راستے پر ڈالے چلے گئے ادھر ادھر اصلاً نہ پھرے، پھر اس مرغزار کی طرف کچھ التفات نہ کیا، پھر دوسرا لشکر آیا کہ پہلوں سے کئی گنا زائد تھا، سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی راہ پر چلے مگر کوئی کوئی اس چراگاہ میں چرانے بھی لگا اور کسی نے چلتے میں ایک مٹھا لے لیا، پھر روانہ ہوئے، پھر عام اژدھام آیا، جب یہ سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور بولے یہ منزل سب سے اچھی ہے یہ ادھر ادھر پڑ گئے میں ماجرا دیکھ کر سیدھا راہ راہ پڑ لیا، جب سبزہ زار سے گزر گیا تو دیکھا کہ سات زینے کا ایک منبر ہے اور حضور اس کے سب سے اونچے درجے پر جلوہ فرما ہیں، حضور کے آگے ایک سال خوردہ لاغر ناقہ ہے حضور اس کے پیچھے تشریف لے جاتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ راہ نرم و وسیع وہ ہدایت ہے جس پر میں تمہیں لایا اور تم اس پر قائم ہو اور وہ سبزہ زار دنیا اور اس کے عیش کی تازگی ہے میں اور میرے صحابہ تو چلے گئے کہ دنیا سے اصلاً علاقہ نہ رکھا نہ اسے ہم سے تعلق ہوا نہ ہم نے اسے چاہا نہ اس نے ہمیں چاہا پھر دوسرا ہجوم ہمارے بعد آیا وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہے، ان میں سے کسی نے چرایا کسی نے گھاس کا مٹھا لیا اور نجات پا گئے، پھر بڑا ہجوم آیا وہ سبزہ زار میں دہنے بائیں پڑ گئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون اور اے ابن زمل! تم اچھی راہ پر چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے ملو اور وہ سات زینے کا منبر جس کے درجہ اعلیٰ پر مجھے دیکھا یہ جہان ہے اس کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور میں اخیر ہزار میں ہوں واما ناقة التی رأیت ورأیتنی اتبعها فهی الساعة علینا تقوم لا نبی بعدی ولا أمة بعد أمتی اور وہ ناقہ جس کے پیچھے مجھے جاتا دیکھا قیامت ہے ہمارے ہی زمانے میں آئے گی، نہ میرے بعد کوئی نبی نہ میری امت کے بعد کوئی امت، صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیٰ امتک اجمعین وبارک وسلم واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

(کنز العمال بحوالہ البیہقی، حدیث ۴۲۰۱۸، موسسة الرسالة، بیروت، ۱۵/ ۵۱۸ تا ۵۲۱)(المعجم الکبیر حدیث ۸۱۴۶، عن ابن زمل الجهنی، المکتبة الفیصلیة، بیروت، ۸/ ۳۶۲ و ۳۶۷)) فتاویٰ رضویہ ۱۴۴)

(846) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے بائیں طرف تین بار تھوک دینا چاہیے اور تین مرتبہ اللہ کی شیطان سے پناہ مانگے اور جس پہلو پر تھا اس سے پھر جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج۷ص۵۲، رقم: ۶۰۲۱، المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج۶ص۳۲۷، رقم: ۸۱۸۲، سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج۴ص۳۶۳، رقم: ۵۰۲۲، سنن ابن ماجہ، باب من رای رؤیا یکرھھا، ج۲ص۱۲۸۶، رقم: ۳۹۰۸، سنن الکبری للنسائی، باب اذا رای ما یکرہ، ج۴ص۳۹۰، رقم: ۷۶۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں بصق کہتے ہیں تھوکنے کو، اتفل کہتے ہیں تھنکارنے کو، یہاں بصق سے مراد تھتکارنا ہی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے یہ تینوں عمل شیطان کو ذلیل کرنے اور اپنے حال کو بدلنے کے لیے ہے، شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے ادھر تھوکنا گویا شیطان کے منہ پر تھوکنا ہے، یہ عمل بھی مجرب ہے، برے خواب میں یہ دیکھ کر یہ کرنا چاہیے اس سے خواب ختم ہوجاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۴۴۹)

(847) وَعَنْ أَبِي الْأَسْقَعِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُولَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو اسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے یا آنکھ کو وہ دکھائے جو اس نے دیکھا نہیں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نسبة الیمن الی اسماعیل، ج۲ص۴۸۱، رقم: ۳۵۰۹، مسند امام احمد، حدیث ابی ثعلبة الخشنی، ج۳ص۱۰۶، رقم: ۱۷۰۲۱، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب فیمن کذب فی حلمه ج۶ص۱۲۱، رقم: ۶۰۲۷)

شرح حدیث: جھوٹوں میں سے ایک

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، للامام مسلم، باب وجوب الروایۃ ــــــــــ الخ، ص۶۷۴)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے جیسا نہیں، لہٰذا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(المرجع السابق، باب تغلیظ الکذب۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۵، ص۶۷۴)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۷۳۲، ج۲۲، ص۹۸)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب کوئی قوم اللہ عزوجل کی کتاب لکھنے اوراس کا آپس میں تکرار کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے تو وہ اللہ عزوجل کی مہمان ہوتی ہے اور فرشتے انہیں ان کے اٹھنے یا دوسری بات میں مشغول ہونے تک ڈھانپے رہتے ہیں۔ جو عالم موت کے خوف سے علم کی تلاش میں نکلتا ہے یا ضائع ہوجانے کے خوف سے علم کو لکھ لیتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کی راہ میں آمدورفت رکھنے والے کی طرح ہے اور جس کا عمل اسے سست کردے اس کا نسب اسے تیز نہیں کرسکتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۸۴۴، ج۲۲، ص۳۳۷، عالم بدلہ عبد)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

6- كِتَابُ السَّلَامِ

سلام کا بیان

131- بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْاَمْرِ بِاِفْشَائِهِ

سلام کی فضیلت اور اس کو عام کرنے کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا) (النور: 27)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لینے اور سلام کرنے سے پہلے نہ جاؤ۔

شرح: حضرتِ صدرالأ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے یا کھکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر سکونت رکھتا ہو خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً) (النور: 61)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے آپ پر سلام کہو (یعنی گھر والوں پر) یہ اللہ کی طرف سے برکت والا عمدہ تحفہ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالأ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔ (خازن)

مسئلہ: اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَرَكَاتُه، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَرَكَاتُه، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (شفا شریف) ملّا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا) (النساء: 86)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم کو سلام کیا جائے' تو اس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو (جواب دو)۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسائل: سلام، سلام کرنا سنّت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص السلام علیکم کہے تو دوسرا شخص وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے اور اگر پہلے نے ورحمۃ اللہ بھی کہا تھا تو یہ وبرکاتہ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام و جواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے کافر، گمراہ، فاسق اور استنجا کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ جو شخص خطبہ یا تلاوت قرآن یا حدیث یا مذاکرہ علم یا اذان یا تکبیر میں مشغول ہو اس حال میں ان کو سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کرے تو اُن پر جواب دینا لازم نہیں اور جو شخص شطرنج، چوسر، تاش، گنجفہ وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیل رہا ہو یا گانے بجانے میں مشغول ہو یا پاخانہ یا غسل خانہ میں ہو یا بے عذر برہنہ ہو اس کو سلام نہ کیا جائے مسئلہ: آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بی بی کو سلام کرے ہندوستان میں یہ بڑی غلط رسم ہے کہ زن و شو کے اتنے گہرے تعلقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام سے محروم کرتے ہیں باوجود یہ کہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔

مسئلہ: بہتر سواری والا کمتر سواری والے کو اور کمتر سواری والا پیدل چلنے والے کو اور پیدل بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹے بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ) (الذاریات: 24۔25)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے عزت والے مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔ جب وہ ان کے پاس داخل ہوئے' تو انہوں نے سلام کیا آپ نے ان کو سلام کہہ کر جواب دیا۔

(848) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کے کاموں میں سے کون سا کام افضل ہے۔ فرمایا: تم کھانا کھلانا اور ہر شخص کو سلام کہنا چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اطعام الطعام من الاسلام، ج۱ص۱۲، رقم: ۱۲، صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل، ج۱ص۴۷، رقم: ۱۶۹، الاداب للبیہقی، باب السلام علی من عرفه ومن لم یعرفه، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۲۰۳، سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۴ (دار الکتاب العربی بیروت) سنن ابن ماجه، باب اطعام الطعام، ج۲ص۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۳ (دار الفکر بیروت))

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسلامی کاموں میں کون سا کام اچھا ہے۔

یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لیے اس سوال کے جواب مختلف دیئے۔ کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے، کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لیے یہ دو کام بہترین۔ خیال رہے کہ تقریری سلام کرنا، سلام کہلوانا، سلام لکھنا لکھوانا، سلام کہلا کر بھیجنا سب کو شامل ہے۔ من عرفت کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۶۴)

غریبوں اور محتاجوں پر رحم

شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بھوکوں کو کھانا کھلانا اور حسنِ اخلاق کامل زیادہ فضیلت والے اعمال ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے (کہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دوں اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلا دوں۔ (قلائد الجواہر، ملخصاً ص ۸)

(849) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَمَّا خَلَقَ اللهُ اٰدَمَ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ، فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔ تو آپ کو فرشتوں کی ایک جماعت کے بارے حکم دیا کہ ان کو جا کر سلام کہو تو جو وہ جواب دیں وہ سن لو یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ تو آپ نے فرمایا: السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بدء السلام، ج۵ص۲۲۹۹، رقم: ۵۸۷۳، صحیح مسلم، باب یدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطیر، ج۸ص۱۴۹، رقم: ۷۳۴۲، شعب الایمان، فصل فی کیفیة السلام و کیفیة الرد، ج۶ص۴۵۲، رقم: ۸۸۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۱۵، رقم: ۸۱۵۶، مصنف عبدالرزاق، باب کیف السلام والرد،

ج۱۰ص۳۸۴رقم: ۱۹۳۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ارشادفرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم علیہ السلام کوسلام جواب کا علم نہ تھا بلکہ اسے سنت ملائکہ قرار دینے کے لیے کہا تا کہ اولاد آدم کو یہ معلوم ہوجائے کہ سلام کرنا سنت آدم علیہ السلام ہے اور اعلیٰ جواب دینا سنت ملائکہ،رب تعالیٰ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی دے چکا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کوسلام کے الفاظ سے سلام کرنے کا طریقہ پہلے ہی سے معلوم تھا اس لیے رب تعالیٰ نے آپ کوسلام کے الفاظ نہ بتائے سب کچھ پہلے ہی بتادیا سمجھا دیا گیا ہے اوراس سے دومسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جواب سلام میں السلام علیکم کہنا بھی جائز اگرچہ وعلیکم السلام کہنا افضل ہے۔دوسرے یہ کہ جواب میں کچھ زیادہ الفاظ کہنا بہتر ہے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔

یعنی جنت میں صرف انسان ہی جائیں گے جانور یا جنات نہ جائیں گے اور تمام جنتی انسان آدم علیہ السلام کی طرح حسین وجمیل تندرست ہوں گے کوئی بدشکل یا بیمار نہ ہوگا اور سب کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا کوئی اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا، دنیا میں خواہ پست قد تھا یا دراز قد، بچہ تھا یا بوڑھا،دوزخی کفار بہت موٹے ہوں گے ان کی ایک ڈاڑھ پہاڑ کی برابر ہوں گی۔(اشعہ)(مراۃ المناجیح،ج۶ص ۳۶۴)

(850) وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ: بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ، وَنَصْرِ الضَّعِیْفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. ھٰذَا لَفْظُ اِحْدٰی رِوَایَاتِ الْبُخَارِیِّ.

حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات کام کرنے کا حکم دیا بیمار کی بیمار پرسی' جنازوں کے پیچھے چلنا' چھینک والے کو جواب دینا' کمزور کی مدد کرنا' مظلوم کی اعانت کرنا اور سلام کو عام کرنا اور قسم کھانے والے کی بات پوری کرنا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کی ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افشاء السلام، ج۸ص۵۲ رقم: ۶۲۳۵،الاداب للبیھقی، باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام، ج۱ص۱۰۸ رقم: ۱۸۴،سنن الکبرٰی للنسائی، باب الامر باتباع الجنائز، ج۲ص۵۳ رقم: ۱۹۳۹،صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۲۱۲ رقم: ۳۰۴۰،صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ والرجال والنساء، ج۶ص۱۳۵ رقم: ۵۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کرسکتے ہوتو ضرور کردو تا کہ اس کی قسم پوری ہوجائے

اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کرلو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کرلو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔

لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ص۷۵۱)

(851) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک ایمان دار نہیں بنو گے۔ جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تم کو ایک بات بتادوں کہ جب تم وہ کام کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ سلام کو آپس میں عام کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون، ج۱ص۵۳ رقم: ۲۰۳، المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، ج۶ص۱۵۰ رقم: ۷۳۱۰، اتحاف الخیرة المهرة، کتاب الامارة، باب رحمة الناس عامة، ج۵ص۵۱۵ رقم: ۵۱۸۸، الاداب للبیهقی، باب ما یجب علیا لمسلم من حق اخیه فی الاسلام، ج۱ص۱۰۹ رقم: ۱۸۵، سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶ رقم: ۵۱۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں لاتؤمنون ہے نون کے ساتھ، جن نسخوں میں لا تؤمنوا ہے وہاں ان کا گرانا مجانست کی وجہ سے ہے کہ چونکہ حتی تؤمنوا میں نون نہ تھا تو یہاں بھی نہ لائے، مرقات نے فرمایا کہ عربی میں کبھی نفی بمعنی نہیں ہوتا ہے کبھی برعکس۔

یعنی کمال ایمان مسلمانوں کی آپس کی محبت سے نصیب ہوتا ہے، آپس کی عداوتیں بہت سے گناہ بلکہ کبھی کفر کا موجب ہوجاتی ہیں۔

سلام پھیلانے کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی ذکر ہوئے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے جان پہچان والا ہو یا انجان۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کی عداوت مٹانے محبت پیدا کرنے کے لیے سلام مصافحہ ایک اکسیر ہے حضور کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۳۶۸)

(852) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوں۔ جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام، ج۴ص۲۸۶، رقم: ۱۸۵۴، الاداب للبیہقی، باب فی اکل الطعام وسقی الماء، ج۱ص۴۰، رقم: ۷۳، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام الیل، ج۱ص۴۲۳، رقم: ۱۳۳۴، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ الیل، ج۱ص۴۰۵، رقم: ۱۴۶۰، مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن سلام، ج۵ص۴۵۱، رقم: ۲۳۸۴۵)

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جونہی میری نظر جمالِ نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اے لوگو! سلام کا چرچا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آ جانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۶ ملخصاً والمستدرک للحاکم، کتاب البر والصلہ، باب ارحموا اہل الارض...الخ، الحدیث ۷۳۵۹، ج ۵، ص ۲۲۱ ملخصاً)

(853) وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، فَيَغْدُوْا مَعَهُ إِلَى السُّوْقِ،

حضرت طفیل بن ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کے پاس آتے پھر صبح کے

قَالَ: فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوْقِ، لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللهِ عَلَى سَقَّاطٍ وَلاَ صَاحِبِ بَيْعَةٍ، وَلاَ مِسْكِيْنٍ، وَّلاَ أَحَدٍ إِلاَّ سَلَّمَ عَلَيْهِ. قَالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عبد الله بن عُمَرَ يَوماً. فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَى السُّوْقِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا تَصْنَعُ بِالسُّوْقِ، وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ، وَلاَ تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلاَ تَسُوْمُ بِهَا، وَلاَ تَجْلِسُ فِي مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ وَأَقُوْلُ: اجْلِسْ بِنَا هَاهُنَا نَتَحَدَّث. فَقَالَ: يَا أَبَا بَطْنٍ - وَكَانَ الطفَيْلُ ذَا بَطْنٍ - إِنَّمَا نَغْدُوا مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ، فَنُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَقِيْنَاهُ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

وقت ان کے ساتھ مل کر بازار جاتے کہتے ہیں کہ جب ہم بازار جاتے تو حضرت عبداللہ جب کسی سامان والے تاجر یا مسکین یا کسی اور کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کہتے طفیل کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک دن آیا انہوں نے (حسب معمول) ساتھ بازار جانے کے لیے کہا میں نے کہا آپ بازار میں کیا کرتے ہیں کہ نہ آپ کچھ خریدتے ہیں نہ بھاؤ پوچھتے ہیں نہ بھاؤ لگاتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں میں تو عرض کرتا ہوں کہ آپ اسی مقام پر تشریف رکھیں ہم باتیں کرتے ہیں تو فرمایا: اے بڑے پیٹ والے (حضرت طفیل کا پیٹ بڑا تھا) ہم بازار سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں کہ جس کو ملیں سلام کہہ لیں۔ امام مالک نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ موطا میں روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (موطا امام مالك باب جامع السلام ج۲ص۱۹۱ رقم: ۱۸۲۶ الادب المفرد للبخاري باب من خرج يسلم ويسلم عليه، ص۳۲۸ رقم: ۱۰۰۶ شعب الایمان الحادي والستون من شعب الايمان باب في مقاربة اهل الدين ومواددتهم ج۶ص۴۳۳ رقم: ۸۷۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ طفیل تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت نہ کر سکے، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، انصاری ہیں۔

سقاط سین کے فتح ق کے شد سے بنا ہے سقط سے، سقط معمولی چیزوں کو کہتے ہیں یعنی گھری بڑی چیزیں۔ سقاط وہ شخص جو معمولی چیزیں فروخت کرتا ہو جسے اردو میں کہتے ہیں چھابڑہ فروش اور صاحب بیعت اعلیٰ چیزوں کا بیوپاری کہلاتا ہے۔

یعنی آپ ہر تاجر غیر تاجر، امیر و فقیر، واقف ناواقف سب کو سلام کرتے تھے اور کچھ خرید و فروخت نہیں کرتے تھے۔

(ہم باتیں کرتے ہیں) یعنی یہاں بیٹھ کر دینی باتیں کریں، کتاب و سنت، اللہ رسول کا ذکر کریں بازار جاتے آتے

بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔

(اے بڑے پیٹ والے۔) لہذا ابوبطن کے معنی ہوئے پیٹ والے جیسے ابو ہریرہ بلیوں والے، ابوبکر اولیت والے، ابوبطن بڑے پیٹ والے۔

(ہم بازار سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں) یعنی ہمارا بازار جانا بھی عبادت ہے کہ ہم وہاں عملی تبلیغ کے لیے جاتے ہیں، سلام کی اشاعت کرنا لوگوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالنا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو سنت کا عادی بنانا بھی بہترین عبادت ہے، علماء اگر لوگوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ کریں تو بہت ہی اچھا ہے، گھر بلا کر تبلیغ کرنا اور لوگوں کے گھر جا کر تبلیغ کرنا دونوں ہی سنت ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۰۱)

132-بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

سلام کی کیفیت کا بیان

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَّقُوْلَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. فَيَأْتِ بِضَمِيْرِ الْجَمْعِ، وَإِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَّيَقُوْلُ الْمُجِيْبُ: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. فَيَأْتِيْ بِوَاوِ الْعَطْفِ فِيْ قَوْلِهِ: وَعَلَيْكُمْ

(امام نووی کہتے ہیں:) مستحب یہ ہے کہ پہلے سلام کہنے والا کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو وہ جمع کی ضمیر کے ساتھ سلام کہے اگرچہ وہ ایک ہی ہو اور جواب دینے والا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے واؤ عاطفہ کا اضافہ شروع میں کرے کہے وعلیکم۔

شرح حدیث: سلام کرنے کی سنتیں اور آداب

سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص۸۸)، بدقسمتی سے آج کل یہ سنت بھی ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ اسلامی بھائی جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم سے ابتدا کرنے کے بجائے آداب عرض کیا حال ہے؟ مزاج شریف، صبح بخیر، شام بخیر وغیرہ وغیرہ عجیب وغریب کلمات سے ابتداء کرتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی خدا حافظ، گڈ بائی، ٹاٹا وغیرہ کہنے کے بجائے سلام کرنا چاہیے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کے بعد اگر خدا حافظ کہہ دیں تو حرج نہیں۔ سلام کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللهِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۲۲، ۴۰۹)

(۲) سلام کرنے والے کو اس سے بہتر جواب دینا چاہیے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ

دو۔ (پ۵، النسآء:۸۶)

(۳) سلام کے جواب کے بہترین الفاظ یہ ہیں:

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ۴۰۹)

(۴) عام طور پر معروف یہی ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہی سلام ہے۔ مگر سلام کے دوسرے بھی بعض صیغے ہیں۔ مثلاً کوئی آ کر صرف کہے سلام، تو بھی سلام ہو جاتا ہے اور سلام کے جواب میں، سلام کہہ دیا، یا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہی کہہ دیا، یا صرف وَعَلَیْکُمْ کہہ دیا تو بھی جواب ہو گیا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۹۳)

(854) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "عِشْرُوْنَ" ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "ثَلَاثُوْنَ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت عمران حصین ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم آپ نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس نیکیاں' پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے اس کو جواب مرحمت فرمایا وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: بیس نیکیاں' پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے اس کو بھی سلام کا جواب دیا وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۶، سنن ترمذی، باب ما ذکر فی فضل السلام، ج۴ص۵۲، رقم: ۲۶۸۹، اتحاف الخیرة المهرة، باب افشاء السلام وفضله، ج۶ص۳۲، رقم: ۵۲۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عمران بن حصین، ج۱۸ص۱۳۴، رقم: ۱۳۹۹۰، سنن الدارمی، باب فی فضل التسلیم ورده، ج۲ص۳۶۰، رقم: ۲۶۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کو بھی سلام کرے تو علیکم جمع سے کہے کہ اس میں ان فرشتوں کو سلام ہو جاتا ہے جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں محافظین اور کاتبین اعمال وغیرہم اگرچہ علیک واحد کہنا بھی جائز ہے۔

عشر فاعل ہے ثبت لہ پوشیدہ کا یا نائب فاعل ہے کتب فعل مجہول کا یعنی اس کو دس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا یا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی گئیں۔

معلوم ہوا کہ سلام کے ہر کلمہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جتنے کلمات زیادہ ہوں اتنی نیکیاں اسی حساب سے زیادہ ہوں گی، جواب دینے والا زیادہ اچھا جواب دے یعنی سلام کے کلمات پر کچھ کلمات بڑھا کر جواب دے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۸۱)

(855) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" قَالَتْ: قُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں (عائشہ کہتی ہیں) میں نے کہا اس پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔ (متفق علیہ)

وَهٰكَذَا وَقَعَ فِیْ بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيْحَيْنِ: "وَبَرَكَاتُهُ" وَفِیْ بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا، وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ.

اور اسی طرح صحیحین کی بعض روایات میں ہے ''وبرکاتہ'' اور بعض نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اور ثقہ کی زیادتی ہی قبول ومنظور ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ج۴ص۱۵۵، رقم: ۶۲۴۹، صحیح مسلم، باب فی فضل عائشة رضی الله عنها، ج۷ص۱۳۹، رقم: ۶۴۵۷، سنن الدارمی، باب اذا أقرئ علی الرجل السلام کیف یرد، ج۲ص۳۵۹، رقم: ۲۶۳۸، الاحاد والمثانی، حدیث عائشة بنت ابی بکر الصدیق رضی الله عنهما، ج۵ص۳۹۵، رقم: ۳۰۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی، ذکر ازواج رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج۲۳ص۳۷، رقم: ۱۰۰۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ابوسلمہ دو ہیں: ایک تو جناب ام سلمہ کے پہلے خاوند وہ صحابی ہیں، دوسرے ابوسلمہ ابن عبدالرحمن ابن عوف یہ تابعی ہیں یہ ہی یہاں مراد ہیں۔

عائش ترخیم ہے عائشہ کی، نہایت محبت و پیار میں یہ فرمایا گیا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ جناب عائشہ صدیقہ سے افضل ہیں کہ جناب عائشہ کو تو جبریل امین نے سلام کیا اور جناب خدیجہ کو حضرت جبریل نے رب تعالٰی کا سلام پہنچایا۔ (مرقات، لمعات)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھتے تھے اور باوجود یکہ حضرت جبریل میرے گھر میں بلکہ میرے بستر میں میرے پاس ہی حضور انور کی خدمت میں آتے تھے مگر میں انہیں نہ دیکھتی تھی، نور کو دیکھنے کے لیے نور کی آنکھیں چاہئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو اگر چہ یہ کہنا افضل ہے کہ علیہ وعلیہ السلام مگر یہ کہنا بھی درست ہے وعلیہ السلام۔ (مراۃ المناجیح، ج۸ ص۳۲۸)

(856) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِیَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تكلم بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سلم عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

جب کوئی (اہم) بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے تا کہ سمجھی جائے اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور ان کو سلام کہتے تو تین بار سلام کہتے۔ (بخاری)

وَهٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيْرًا.

یہ حکم کثیر مجمع کی صورت میں ہے (واللہ اعلم بالصواب)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفهم عنه، ج۱ص۳۰ رقم: ۹۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، ج۴ص۲۱۲ رقم: ۱۳۲۴۴ مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالک، ج۲ص۳۴۱ رقم: ۶۳۲۰، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم الفصل الاول، ج۱ص۴۵ رقم: ۲۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تا کہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیئے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو "کتاب العلم" میں لائے۔

ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی اجازت کے لئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے، بلکہ صرف یہ کہے السلام علیکم آجاؤں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۶)

(857) وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطويل، قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجِيْءُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا لَا يُوْقِظُ نَائِمًا، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے لیے دودھ کا حصہ بچا رکھتے تھے آپ رات کو آتے تو اس طرح سلام کہتے کہ جو سوئے ہیں وہ بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہیں وہ سن لیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکرام الضیف وفضل ایثاره، ج۶ص۱۲۸ رقم: ۵۴۸۳ الادب المفرد للبخاری، باب التسلیم علی النائم، ص۳۵۵ رقم: ۱۰۲۸ مسند امام احمد، حدیث المقداد بن الاسود، ج۶ص۳ رقم: ۲۳۸۶۲ مسند ابن ابی شیبة، حدیث المقداد بن عمرو رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم، ص۱۸۶ رقم: ۴۸۷ مسند البزار، مسند المقداد بن عمرو رضی الله عنه، ج۱ص۳۲۲ رقم: ۲۱۱۰)

شرح حدیث: مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی کتاب علم القرآن میں لکھتے ہیں:

اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے، استنجا کرنے والے، سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت: زندگی میں لوگوں کی سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور بعض دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیاء۔ مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں لہٰذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جاکر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں لیکن انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو مگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جاکر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جاکر پکارا جاوے تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔ جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہوکر آواز دو تو سنے گی۔ دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

اعتراض: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جاوے اس میں یہ نیت نہ ہو کہ آپ سن رہے ہیں بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مردے سنتے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر انور میں سے سن لیا تو تمہارے قول کے خلاف ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اسے خطاب کر کے السلام علیکم نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خط تو لکھتے نہیں تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یوں کہا جانا چاہئے کہ اے فرشتو! حضور سے ہمارا سلام کہنا، خطاب فرشتوں سے ہونا چاہیے تھا۔ تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے صرف یہ ہے کہ دور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سنتے ہوں، جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض: مردے نہیں سنتے قرآن کریم فرما رہا ہے:

(1) وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ۝

تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔ (پ22، فاطر:22)

(2) اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ۝ وَمَآ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ

پس تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جب وہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ۔ (پ20، النمل:80،81)

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تم بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سننے کے قائل ہو کہ جو قبر انور پر سلام پڑھا جاوے وہ سرکار سن لیتے ہیں وہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال سکتے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پر آگئے۔ تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں، اندھوں اور بہروں سے مراد وہ کفار ہیں جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ انہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

(1) اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝

تم اس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاویں اور وہ مسلمان ہوں۔ (پ20، النمل:81)

یہ سورہ نمل اور سورہ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے، بہرے، مردے سے مراد یہ اندھے اور مردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ پتا لگا کہ اس سے دل کے مردے، دل کے اندھے مراد ہیں۔ انہیں مردہ بہرہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے:

(2) صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ۝

یہ کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔ (پ1، البقرۃ:18) (علم القرآن ص ۲۰۸)

(858) وَعَنۡ اَسۡمَآءَ بِنۡتِ يَزِيۡدَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهَا: اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِى الۡمَسۡجِدِ يَوۡمًا، وَّعُصۡبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوۡدٌ، فَاَلۡوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسۡلِيۡمِ. رَوَاهُ التِّرۡمِذِىُّ، وَقَالَ: "حَدِيۡثٌ

حضرت اسماء بنت یزید ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ آپ نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا

حَسَنٌ۔ اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْاِشَارَةِ، وَيُؤَيِّدُهٗ اَنَّ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ: فَسَلَّمَ عَلَيْنَا۔

اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا لفظ اور اشارہ جمع کر دیا۔ اس کی تائید روایت ابوداؤد سے ہوتی ہے اس میں ہے کہ آپ نے ہم پر سلام کہا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی النساء، ج۵ص۵۸، رقم: ۲۶۹۶، الادب المفرد، باب التسلیم علی النساء، ص۳۶۰، رقم: ۱۰۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، من حدیث اسماء ابنۃ یزید، ج۶ص۴۵۷، رقم: ۲۷۶۳۰، مجمع الزوائد للھیثمی، باب حق الزوج علی المرأۃ، ج۴ص۵۷۰، رقم: ۷۶۵۴)

شرح حدیث: انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے

زبان سے سلام کرنے کے بجائے صرف انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے سے سلام نہ کیا جائے۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۹۲)

اگر کسی نے زبان سے سلام کے الفاظ کہے اور ساتھ ہی ہاتھ بھی اٹھا دیا تو پھر مضایقہ نہیں۔ (احکام شریعت، ص ۶۰)

حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرنے والا ہم میں سے نہیں، یہود و نصاریٰ کے مشابہ نہ بنو، یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید بالسلام، الحدیث ۲۷۰۴، ج ۴، ص ۳۱۹)

(859) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ، وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِنَحْوِهٖ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَقَدْ ذُكِرَ بَعْدَهٗ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا اور امام ترمذی نے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اس کا بعد میں بھی ذکر کیا جائے گا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی فضل السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذی یبداء السلام، ج۴ص۵۶، رقم: ۲۶۹۳، الاداب للبیہقی، باب من اولی بالابتداء بالسلام، ص۱۱۹، رقم: ۲۰۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی المبتدئ بالسلام، ج۶ص۵۹۹، رقم: ۴۸۳۶)

شرح حدیث: انجیل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تورات شریف کی پہلی سطر میں ان

اوصاف کے ساتھ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی صفت بیان کی، فرمایا: محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اللہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکۂ مکرمہ میں ہوگی اور مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہبند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔

انجیل میں بھی اسی طرح آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی حب النبی، فصل فی خَلقہ وخُلقہ، الحدیث ۱۴۳۰، ج۲، ص۱۵۵)

(860) وَعَنْ اَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: "لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَاِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهِ.

حضرت ابو جری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا: علیک السلام یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: علیک السلام مت کہو علیک السلام مُردوں کا سلام ہے۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس سے قبل یہ حدیث طویل گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب کراھیة ان یقول علیك السلام، ج۴ص۵۲، رقم: ۵۲۰۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة ان یقول علیك السلام مبتدئا، ج۵ص۷۲، رقم: ۲۷۲۲، الاداب للبیھقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۲۲، مسند ابن ابی شیبة، حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنھما، ص۸۲، رقم: ۹۲، الاحاد والمثانی، من اسمه ابوجری الھجیمی، ج۲ص۳۹۲، رقم: ۱۱۸۲)

شرحِ حدیث: قبرستان میں سلام کا طریقہ

جب بھی قبرستان کی حاضری کا موقع ملے اِس طرح کھڑے ہوں کہ قبلے کی طرف پیٹھ اور قبر والوں کے چہروں کی طرف منہ ہو، اس کے بعد ترمذی شریف میں بیان کردہ یہ سلام کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے آ گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ (ترمذی ج۲ ص۳۲۹ حدیث ۱۰۵۵)

چہرے کی طرف سے سلام عرض کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: زیارتِ قبرِ میّت کے مُواجَھہ میں (یعنی چہرے کے سامنے) کھڑے

ہو کر ہو، اور اُس (یعنی قبر والے) کی پائنتی (پائن۔تی یعنی قدموں) کی طرف سے جائے کہ اُس (یعنی صاحب قبر) کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اُسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ ج ۹ ص ۵۳۲)

133-بَابُ اٰدَابِ السَّلَامِ آداب سلام

(861) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: "وَالصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھنے والے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الراکب علی الماشی، ج۴ص۵۲، رقم: ۶۲۳۲ الاداب للبیهقی، باب من اولی بالابتداء بالسلام، ج۱ص۱۱۹، رقم: ۲۰۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی تسلیم الراکب علی الماشی، ج۵ص۶۱، رقم: ۲۷۰۲ سنن الدارمی، باب فی تسلیم الراکب علی الماشی، ج۲ص۳۵۷، رقم: ۲۶۳۴ صحیح مسلم، باب یسلم الراکب علی الماشی والقلیل علی الکثیر، ج۷ص۲، رقم: ۵۷۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سوار پیدل کو سلام کرے) یعنی جب سوار اور پیدل مسلمان ملیں تو پیدل کو سوار سلام کرے کیونکہ سوار پیدل سے اعلیٰ حالت میں ہے اور سلام میں اظہار عجز و نیاز ہے اس لیے وہ ہی اظہار نیاز کرے جو بظاہر افضل ہے مگر یہ افضلیت کا ذکر ہے اس کے برعکس بھی جائز ہے۔

(پیدل بیٹھنے والے کو) یعنی جب کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے شخص کے پاس یا مجمع میں آوے یا ان پر سے گزرے تو وہ مجمع والے اس کو سلام نہ کریں بلکہ یہ آنے والا سلام کرے کہ ملاقات یہ کر رہا ہے اس بیٹھے سے کر رہا ہے اور سلام ملاقات کرنے والے کے لیے ہے۔

(اور تھوڑے زیادہ کو) جب دو طرفہ مسلمان آرہے ہوں اور دونوں یکساں حالت میں ہوں کہ یا دونوں سوار ہوں یا دونوں پیادہ ہوں تو قانون یہ ہے کہ تھوڑے آدمی بہت سوں کو سلام کریں تاکہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کا احترام کرے ممکن ہے کہ اس بڑی جماعت میں اللہ والے زیادہ ہوں بڑی جماعت کا بڑا احترام ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۶۹)

(862) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ

حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

ابوداؤد نے اسے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ اَيُّهُمَا يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ، قَالَ: "اَوْلَاهُمَا بِاللهِ تَعَالٰى قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

اور ترمذی نے حضرت ابوامامہ ﷛ کی روایت سے یوں بیان کیا ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ دو آدمی آپس میں ملتے ہیں ان میں سے کون پہلے سلام کرے فرمایا جو اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ امام ترمذی کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی فضل السلام، ج۴ص۴۱۶، رقم: ۵۱۹۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذی یبداء السلام، ج۵ص۵۶، رقم: ۲۷۰۳، الاداب للبیهقی، باب من اولی بالابتداء بالسلام، ص۱۱۹، رقم: ۲۰۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی المبتدئ بالسلام، ج۶ص۵۹۹، رقم: ۴۸۳۶)

شرح حدیث: سلام میں پہل کیجئے

حضرت مولانا سید ایوب علی علیہ رحمۃ القوی کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے، میں بہ ہمراہی شہزادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد مصطفٰی رضا خاں صاحب مدظلہ الاقدس، بعدِ مغرب وہاں پہنچتا ہوں، شہزادہ ممدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور (یعنی امامِ اہلسنّت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن) تشریف لانے والے ہیں، تقدیم سلام سرکار ہی فرماتے ہیں، اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے پاس جلوہ فرما ہیں۔ (حیاتِ اعلٰی حضرت، ج۱، ص۹۶)

134-بَابُ اسْتِحْبَابِ اِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلٰى قُرْبٍ بِاَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْحَالِ، اَوْ حَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَّنَحْوُهَا

دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے، جس سے بار بار ملاقات ہو مثلاً اندر گیا پھر آیا یا ان کے درمیان درخت وغیرہ حائل ہو جائے

(863) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيْثِ الْمُسِيْئِ صَلَاتَهٗ: اَنَّهٗ جَاءَ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: "ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے جو کہ اچھی طرح نماز نہ پڑھنے والے کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اس نے آکر سلام عرض کیا: آپ علیہ السلام نے جواب دیا اور ارشاد فرمایا: لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ لوٹا نماز پڑھ کر

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حاضر ہوا اور نبی اکرم ﷺ پر سلام عرض کیا: حتیٰ کہ اس نے تین بار ایسا کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب القراۃ للامام، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۷۵۷ صحیح مسلم، باب وجوب قراۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، ج۲ص۱۰، رقم: ۹۱۱ السنن الصغریٰ للبیھقی، باب فرض الصلاۃ وسننھا، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۳۲۶ سنن ابوداؤد، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۱۸، رقم: ۸۵۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصف الصلاۃ، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۳۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آنے والے حضرت خلاد ابن رافع انصاری ہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے، یہ واقعہ سیدنا ابوہریرہ نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ کسی صحابی سے سن کر بیان فرمارہے ہیں کیونکہ حضرت خلاد بدر ۲ ھ میں شہید ہوگئے۔ اور حضرت ابوہریرہ ۷ ھ میں اسلام لائے مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے دیکھنے والے کا نام مذکور نہ ہونا مضر نہیں۔

غالبًا یہ نماز نفل تحیۃ المسجد تھے جو جلدی جلدی تعدیل ارکان کے بغیر ادا کرلیے گئے تھے یا اس میں کوئی اور نقصان رہ گیا تھا۔

اس مضمون سے چند مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد نبوی میں آنے والا نمازیوں کو عمومی سلام الگ کرے اور حضور انور کو علیحدہ۔ اب بھی زائرین حاضری شریف کے وقت دو رکعتیں پڑھ کر مواجہہ اقدس میں حاضری دے کر سلام عرض کرتے ہیں، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ دوسرے یہ کہ سلام میں علیکم بھی کہہ سکتے ہیں علیہ بھی۔ تیسرے یہ کہ واجب رہ جانے سے نماز لوٹا لینی واجب ہے۔ خیال رہے کہ بھول کر واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمدًا چھوڑنے سے نماز لوٹانا واجب۔ چوتھے یہ کہ نماز میں تعدیل ارکان، یعنی اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بزرگ جلدی سے ادا کرکے آگئے تھے اسلیئے نماز دوبارہ پڑھوائی گئی۔

یعنی ہر دفعہ یہ نماز پڑھ کر آتے سلام عرض کرتے اور لوٹا دیئے جاتے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی دفعہ انہیں نماز کا طریقہ نہ سکھایا بلکہ کئی بار پڑھوا کر پھر بتایا تاکہ یہ واقعہ انہیں یاد رہے اور مسئلہ خوب حفظ ہوجائے کہ جو چیز مشقت وانتظار سے ملتی ہے وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے، جیسے ایک صحابی بغیر سلام کے حاضر ہوگئے تو فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ اور سلام کرکے آؤ، لہذا اس میں علماء کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم بھی ہے۔

تعدیل ارکان، یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا کہ ہر رکن میں تین تسبیح کی بقدر ٹھہرنا۔ یہ تعدیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل نہ ہونے پر فرمایا لَمْ تُصَلِّ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں جس کے بغیر نماز بالکل نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے۔ امام اعظم کے نزدیک تعدیل فرض نہیں بلکہ واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص، واجب اعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہوجاتا ہے۔ امام

صاحب فرماتے ہیں کہ لَمْ تُصَلِّ میں کمالِ نماز کی نفی آتی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو تمہاری نماز ناقص ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تعدیل کے بغیر نماز ناقص ہوگی باطل نہیں لہذا یہ واجب ہے فرض نہیں، نیز تعدیل فرض ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اول ہی سے بتا دیتے انہیں بغیر فرض ادا کیئے نماز بار بار پڑھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ اس کے بغیر وہ نمازیں بالکل بے کار تھیں اور فعل عبث تھا اور واجب کے بغیر ان نمازوں میں کچھ ثواب مل گیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹)

(864) وَعَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، اَوْ جِدَارٌ، اَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو اس کو سلام کہے پھر اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور دوبارہ ملیں تو اس پر (پھر) سلام کرے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاہ ایسلم علیہ، ج ۴ص ۴۱۷، رقم: ۵۲۰۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل التاسع فی السلام والجواب، ج ۶ص ۵۹۹، رقم: ۴۸۲۶ شعب الایمان، فصل فی السلام علی قرب العهد ج ۶ص ۴۵۰، رقم: ۸۸۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بھائی سے مراد اسلامی بھائی ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ بھائی فرما کر اشارۃً فرمایا کہ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے۔

یعنی ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہوگا غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو ذرا سی آڑ درمیان میں آ گئی ہے غائب ہونا پالیا گیا اب ملنا ملاقات ہے سلام کرو، بلکہ حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے اس لیے نماز ختم ہونے پر سلام کیا جاتا ہے اس سلام میں نمازی ایک دوسرے کی نیت کریں کیونکہ نمازی بحالت نماز ایک دوسرے سے حکمًا غائب تھے اب عالم بالا کی سیر کر کے آ رہے ہیں لہذا سلام کرتے ہیں۔ بعد نمازِ فجر بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اس کی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ مصافحہ بوقت ملاقات ہوتا ہے اور یہ بھی وقت ملاقات ہے۔ خیال رہے کہ یہاں وہ حالات مراد ہیں جن میں سلام ممنوع نہ ہو لہذا جو پیشاب پاخانہ یا جماع میں مشغول ہو یا سو رہا ہو، اونگھ رہا ہو یا نماز یا اذان میں مشغول ہو یا غسل خانہ میں ہو، کھانا کھا رہا ہو لقمہ منہ میں ہو یا تلاوت قرآن کر رہا ہو یا دینی درس دے رہا ہو یا سن رہا ہو اسے سلام نہ کرے، اگر کرے گا تو اس کا جواب دینا لازم نہ ہوگا۔ (مرقات) یوں ہی جمعہ کے دن خطبہ کے وقت سلام ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۸۷)

135-بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً) (النور: 61).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہو تو سلام کہو یہ اللہ کی طرف سے بابرکت عمدہ تحفہ ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔(خازن)

مسئلہ: اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُه، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُه، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (شفا شریف) ملاّ علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

(865) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بُنَيَّ، اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ، وعلى اَهْلِ بَيْتِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹا جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو تو سلام یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوگا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم اذا دخل بیته، ج۵ص۵۹، رقم: ۲۶۹۸ الادب المفرد للبخاری، باب النظر فی الدور، ص۲۷۵، رقم: ۱۰۹۵ المعجم الصغیر، باب المیم من اسمه محمد، ج۲ص۱۰۰، رقم: ۸۵۶ جامع الاصول لابن الاثیر، الفصل التاسع فی الاسلام والجواب، ج۶ص۵۹۵، رقم: ۴۸۲۸ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یدخل منزله ما یقول، ج۸ص۴۵۵، رقم: ۲۶۳۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہرحال سلام کر کے داخل ہو اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ بہت ہی مجرب ہے، فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ٦ ص ٤٨٩)

حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام خیر و برکت ہے اور آدمی کو چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اس سلام میں سلام کرنے والے اور گھر والے دونوں کے لیے برکت ہے۔ آج کل عام طور پر لوگ اپنے گھر والوں کو سلام نہیں کرتے اور چپکے سے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا سنت اور باعث خیر و برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

136- بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ — بچوں کو سلام کرنا

(866) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال وقدر ما یجوز منه، ج۷ص۱۵۰، رقم: ۵۸۳۴، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء، ج۳ص۱۴۰، رقم: ۵۵۲۱، السنن الکبری للبیهقی، باب نهی الرجال عن ثیاب الحریر، ج۳ص۴۲۲ رقم: ۳۲۶۴، سنن الکبری للنسائی، باب النهی عن الشراب فی انیة الذهب والفضة، ج۴ص۱۹۵، رقم: ۶۸۶۹، مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه، ج۱ص۲۶، رقم: ۱۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ اگر گزرنے والا بڑا ہو اور بیٹھا ہوا چھوٹا یا گزرنے والا ایک ہو اور بیٹھے ہوئے بچے زیادہ تو گزرنے والا اور تھوڑی جماعت والا سلام کرے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ چھوٹے بچے جو سمجھدار ہوں انہیں بھی سلام کیا جاوے، اگر کسی جماعت میں چھوٹے بڑے مخلوط ہوں اور انہیں کوئی سلام کرے، بچہ جواب دے دے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ اگر بچہ نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ادا ہوگا۔ اجنبیہ جوان حسینہ عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے، اپنی محرم عورت یا بیوی یا بوڑھی عورت کو سلام کرنا بالکل جائز ہے، یہ ہی حکم جواب سلام کا ہے اجنبیہ عورت اجنبی مرد کے سلام کا جواب نہ دے، یہ اجنبی اس عورت کے سلام کا جواب دیدے، یہ مسائل کتب فقہ اور مرقات میں اسی جگہ دیکھو۔

(مراۃ المناجیح، ج ٦ ص ٤٧١)

137- بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى زَوْجَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهِ وَعَلَى أَجْنَبِيَّةٍ وَأَجْنَبِيَّاتٍ لَا يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ

مرد کا اپنی بیوی اور محرم عورتوں کو سلام کہنا اور ایسی اجنبی عورت کو ایک ہو یا زیادہ کو سلام کہنا جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو اور عورتوں کا مرد کو سلام

وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

کرنا اسی شرط سے مشروط ہے

(867) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَاَةٌ - وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ - تَأْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي الْقِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيْرٍ، فَاِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ، وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَدِّمُهُ اِلَيْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں ایک بوڑھی عورت تھی وہ چقندر کی جڑیں لیتی اس کو ہانڈی میں ڈالتی اور جو کے کچھ دانے پیس کر اس میں ڈال دیتی جب ہم نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہم اس کو سلام کہتے وہ اس کھانے کو ہم پر پیش کر دیتی۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: "تُكَرْكِرُ اَيْ: تَطْحَنُ.

تُکَرْکِرُ: یعنی پیس دیتی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ج۸ص۵۵، رقم: ۶۲۴۸، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث سھل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۴۳، رقم: ۵۹۱۲، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب التغدیة والقائلة بعد الجمعة، ج۳ص۲۴۱، رقم: ۶۱۶۰)

شرح حدیث: بوڑھی عورت کو سلام

مسئلہ: مرد اور عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر عورت اجنبیہ نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔

(الفتاوی الخانیہ، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی التسبیح... الخ، ج۲، ص۳۷۷)

مسئلہ: مرد عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر کسی اجنبیہ عورت نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی التسبیح والتسلیم ۔۔۔ الخ، ج۴، ص۳۷۷)

مسئلہ: بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک جاتے ہیں اگر یہ جھکنا رکوع کے برابر ہو جائے تو حرام ہے اور اگر رکوع کی حد سے کم ہو تو مکروہ ہے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۲)

مسئلہ: کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ حضرات انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ خاص ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اور فرشتے کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے۔

(بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۳)

مسئلہ: چھوٹے جب بڑوں کو سلام کرتے ہیں تو بڑا جواب میں کہتا ہے کہ جیتے رہو، اسی طرح بوڑھی عورتیں بچیوں کے سلام کا جواب اس طرح دیا کرتی ہیں: خوش رہو، سہاگن بنی رہو، دودھ پوت والی رہو، ان سب الفاظ سے سلام کا جواب

نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اور ہر مرد و عورت کو سلام کے جواب میں وعلیکم السلام، کہنا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج۱۶، ص ۹۳)

مسئلہ: اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں جن میں سب سے برے الفاظ نمستے، اور بندگی عرض ہیں مسلمانوں کو کبھی ہرگز ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے بعض لوگ آداب عرض، کہتے ہیں اس میں اگرچہ اتنی برائی نہیں مگر یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶، ص ۹۲)

مسئلہ: کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو میں ہے تو اس کو سلام نہیں کرنا چاہیے اسی طرح اذان و اقامت و خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت بھی سلام نہ کرے سب لوگ علمی بات چیت کر رہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں دونوں صورتوں میں سلام نہ کرے مثلاً کوئی عالم وعظ کہہ رہا ہے یا دینی مسئلہ پر تقریر کر رہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں تو آنے والا شخص چپکے سے آ کر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۳۲۵)

(868) وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ... وَذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُم ھانی فاختہ بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ والے دن نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا: اور پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تستر المغتسل بثوب ونحوہ، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۷۹۰ السنن الکبری للبیھقی، باب الستر فی الغسل عند الناس، ج۱ص۱۹۸، رقم: ۹۹۰ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مسعدۃ، ج۹ص۴۴، رقم: ۹۰۹۰ مؤطا امام مالک، باب صلاۃ الضحی، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۳۵۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مرحبا، ج۵ص۸۷، رقم: ۲۷۳۴)

شرح حدیث: روایت ہے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کے سال گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ آپ پر کپڑے سے آڑ کیے تھیں تو میں نے سلام کیا فرمایا یہ کون ہیں میں نے کہا ام ہانی بنت ابو طالب، فرمایا ام ہانی خوب آئیں پھر جب اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو کھڑے ہوئے ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں پھر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جسے میں امان دے چکی ہوں ھبیرہ کا بیٹا فلاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی ام ہانی فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (مسلم، بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اسے امان دے دی جسے تم نے امان دے دی۔

یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔
حکیم الأمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، ابو طالب کی بیٹی جناب علی مرتضٰی کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں، انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی، آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی۔ (اشعہ)

(فتح مکہ والے دن) یعنی خاص فتح مکہ کے دن جب حضور انور سب کو امان دے کر فارغ ہو چکے تھے غسل فرما رہے تھے۔

(آپ غسل فرما رہے تھے) اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرما رہے تھے، چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑیں تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا، غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔

(میں نے سلام عرض کیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے، ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب پاخانہ استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے وہ ننگا ہے۔

(فرمایا یہ کون ہیں) معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں کلام کر سکتے ہیں، وضو کرتے ہوئے دنیاوی کلام، سلام جواب سلام سب ممنوع ہیں صرف دعائیں پڑھے۔ ہر غسل کا یہ ہی حکم ہے جنابت کا غسل ہو یا کوئی اور، یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والے پیارے کی آمد پر اظہار خوشی کے کلمات کہنا سنت ہے۔

(آٹھ رکعتیں پڑھیں) نماز چاشت جیسا کہ ترمذی نے شمائل شریف میں فرمایا۔ ایک کپڑے میں نماز کے احکام کتاب الصلوۃ باب الستر میں گزر گئے۔

(یارسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں) حضرت علی جناب ام ہانی کے سگے بھائی ہیں مگر صرف ماں کا ذکر فرمایا اظہار محبت کے لیے جیسا ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن ام۔

(جسے میں امان دے چکی ہوں ھبیرہ کا بیٹا فلاں) ہبیرہ ابن وھب ابن عمرو ابن عائذ ابن عمران ابن مخزوم جناب ام ہانی کے خاوند ہیں۔ اس فلاں کا نام معلوم نہ ہو سکا یعنی میں نے اپنے خاوند کے بیٹے کو جو میرے پیٹ سے ہیں یا ان کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں امان دے دی مگر علی اس کی تلاش میں ہیں قتل کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ جناب ام ہانی کے اسلام لانے پر ہبیرہ سے آپ کی جدائی ہوگئی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس فلاں کا نام حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبدالملک ابن عبداللہ ابن عمرو ابن مخزوم ہے۔ مگر پہلی روایت قوی ہے کہ وہ شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے ام ہانی کا سگا یا سوتیلا

بیٹا۔ (دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غسل یا تو خود ام ہانی کے گھر تھا یا حضرت علی کے گھر یا کسی اور جگہ، بعض روایات میں ہے کہ فرماتی ہیں حضور نے میرے گھر میں غسل فرمایا۔

(جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی) یعنی تمہاری امان ہماری مان ہے۔ حضرت علی اسے قتل نہیں کریں گے۔

(میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی) یہ دونوں شخص جو حضرت ام ہانی کے دیور ہیں ایک تو عبداللہ ابن ابی ربیعہ ابن مغیرہ ہیں دوسرے حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ہیں دونوں مخزومی ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالف نہیں۔ جناب ام ہانی نے ان دونوں کو بھی امان دی تھی اور ہبیرہ کے بیٹے کو بھی حضور انور نے سب کی امان برقرار رکھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۷۰)

(869) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ.

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کچھ عورتوں کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے ہم کو سلام کیا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔

وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَّعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ.

اور ترمذی کے لفظ یوں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں سے گزرے تو عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی آپ نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو سلام کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی النساء، ج۵ص۵۸، رقم: ۲۶۹۶، الادب المفرد، باب التسلیم علی النساء، ص۳۶۰، رقم: ۱۰۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، من حدیث اسماء ابنة یزید، ج۱۰ص۳۵۷، رقم: ۲۷۶۳۰، مجمع الزوائد للہیثمی، باب حق الزوج علی المرأة، ج۴ص۵۰۰، رقم: ۷۶۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم دوسری فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، ہم لوگ اجنبی جوان عورتوں کو نہ سلام کریں نہ انکے سلام کا جواب دیں، ہاں اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۰۰)

138- بَابُ تَحْرِيْمِ ابْتِدَائِنَا الْكَافِرَ بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَّةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ

کافر کو سلام میں ہمارا ابتداء کرنا حرام ہے اور انہیں جواب کس طرح دیں؟ اور

وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلٰی اَهْلِ مَجْلِسٍ فِيْهِمْ مُسْلِمُوْنَ وَ كُفَّارٌ

ایسی مجلس کو سلام کرنا جس میں کفار اور مسلم دونوں ہوں مستحب ہے

(870) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَبْدَاُوا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ، فَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو جب تم ان میں سے کسی کو راستہ میں ملو تو اس کو تنگ حصہ کی طرف مجبور کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام و كيف يرد عليهم، ج۳ص۱۰، رقم: ۵۶۸۹، الاداب للبیهقی، باب السلام علی اهل الذمة ولا رد عليهم، ج۱ص۲۱۶، رقم: ۲۱۸، سنن ابن ماجه، باب رد السلام علی اهل الذمة، ج۲ص۱۲۱۹، رقم: ۳۶۹۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی اهل الذمة، ج۵ص۶۰، رقم: ۲۷۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ج۳ص۲۶۶، رقم: ۷۶۰۶، مصنف عبدالرزاق، باب السلام علی اهل الشرك والدعاء لهم، ج۱۰ص۳۱۱، رقم: ۱۹۴۵۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سلام کرنے میں پہل نہ کرو) سارے کفار کا یہی حکم ہے ذمی ہوں یا حربی کہ ان کو مسلمان بلاضرورت سلام نہ کرے کہ سلام میں اظہار احترام ہے اور کفار کا احترام درست نہیں، مرتدین بدمذہبوں کا حکم بھی یہی ہے ضرورت کے احکام جداگانہ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

(تو اس کو تنگ حصہ کی طرف مجبور کرو) یعنی مسلمان راستہ میں اس طرح ہجوم کر کے چلیں کہ ذمی کفار کنارہ پر چلنے پر مجبور ہو جائیں اسلام کی شان ظاہر کرنے کے لیے بشرطیکہ کنارہ راہ پر غار یا خار نہ ہوں، انہیں غار یا خار میں پھنسا دینا ان کو ایذا دینا ہے اور ذمی کافر کو ایذا دینا ممنوع ہے۔ (مرقات) مستامن کفار اگر ہمارے مہمان بن جائیں یا ان کو بلایا جاوے تو ان کا مہمان کفار کی خاطر ہے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں کفار بھی مسلمانوں سے ایسا بلکہ اس سے بدتر سلوک کرتے تھے۔
(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۷۲)

امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

بادشاہ روم کے دربار میں ذکر مصطفی

تذییل اوّل: ابن عساکر بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادہ بن صامت، اور بیہقی و ابونعیم بطریق حضرت ابوامامہ باہلی حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں

بادشاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا اور ہم اس کے شہ نشین کے نزدیک پہنچے وہاں سواریاں بٹھائیں اور کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے یہ کہتے ہی اس کا شہ نشین ایسا ہلنے لگا جیسے ہوا کے جھونکے میں کھجور، اس نے کہلا بھیجا یہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو، پھر ہمیں بلایا ہم گئے وہ سرخ کپڑے پہنے سرخ مسند پر بیٹھا تھا آس پاس ہر چیز سرخ تھی اس کے اراکین دربار اس کے ساتھ تھے ہم نے سلام نہ کیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے وہ ہنس کر بولا تم آپس میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہ کیا؟ ہم نے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے اور جس مجرے پر تو راضی ہوتا ہے وہ ہمیں روا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں، پھر اس نے پوچھا سب سے بڑا کلمہ تمہارے یہاں کیا ہے؟ ہم نے کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، خدا گواہ ہے یہ کہتے ہی بادشاہ کے بدن پر لرزہ پڑ گیا پھر آنکھیں کھول کر غور سے ہمیں دیکھا اور کہا یہی وہ کلمہ ہے جو تم نے میرے شہ نشین کے نیچے اترتے وقت کہا تھا؟ ہم نے کہا ہاں، کہا جب اپنے گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمہاری چھتیں بھی اس طرح کانپنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا خدا کی قسم یہ تو ہم نے یہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے، بولا سچی بات خوب ہوتی ہے سن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کہ کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے وہ لرزنے لگتی۔ ہم نے کہا یہ کیوں؟ کہا یوں ہوتا تو کام آسان تھا اور اس وقت لائق تھا کہ یہ زلزلہ شان نبوت سے نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شعبدہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے معجزات ہر وقت ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالم اسباب میں شان نبوت کو بھی غالبا مجرائے عادت کے مطابق رکھتا ہے)۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱/ ۸۲-۳۸۶) (جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن المعافی عن عبادۃ بن الصامت، حدیث ۱۵۶۴۱، دار الفکر، بیروت، ۲۰/ ۶۲) (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۴۱)

(871) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو اہل کتاب سلام کہیں تو تم صرف وعلیکم کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یرد علی اهل الذمة السلام، ج۴ص۱۵۷، رقم: ۶۲۵۸ صحیح مسلم، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیهم، ج۳ص۳، رقم: ۵۷۸۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۹۹، رقم: ۱۱۹۶۶ شعب الایمان، فعل فی الرد علی اهل الکتاب ج۶ص۵۱۲، رقم: ۹۱۰۲ مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالک ج۱۳ص۳۳۵، رقم: ۷۰۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر کفار کی جماعت یوں سلام کرے تو وعلیکم کہہ دے، اگر ایک کافر سلام کرے تو وعلیک کہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۷۴)

(872) وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت اسامہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ أَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ - عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ - وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اللہ ﷺ ایک مجلس کے قریب سے گزرے ان میں ملے جلے مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہود تھے۔ تو ان کو نبی اکرم ﷺ نے سلام کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم فی مجلس فیه اخلاط من المسلمین والمشرکین، ج۸ص۵۶، رقم: ۶۲۵۴، صحیح مسلم، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیه وسلم الی اللہ وصبرہ علی اذی المنافقین، ج۵ص۱۸۲، رقم: ۴۷۶۰، السنن الکبری للبیهقی، باب القوم یصیبهم غرق اوهدم، ج۳ص۱۸، رقم: ۷۰۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بت پرست بیان ہے مشرکین کا، یہود بھی اگرچہ شرک و بت پرستی کرتے ہیں مگر چونکہ انبیاء کو مانتے ہیں اس لیے انہیں مشرکین نہیں کہا جاتا بلکہ اہلِ کتاب کہا جاتا ہے اس لیے یہود کو مشرکین پر معطوف کیا کبھی غلط نسبت بھی فائدہ پہنچا دیتی ہے۔

معلوم ہوا کہ مخلوط جماعت جہاں مسلمان کفار ملے ہوئے بیٹھے ہوں وہاں سے گزرنے والا مسلمان سلام کرے اور اپنے سلام سے مسلمانوں کی نیت کرے اور جب کسی کافر کو خط لکھے تو یوں لکھے السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ایسی مجلس پر گزرنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۳۷۶)

139-بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهُ أَوْ جَلِيْسَهُ

جب مجلس سے اٹھے یا ساتھیوں سے جدا ہو تو سلام کر لینا مستحب ہے

(873) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا انْتَهٰى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْأُوْلٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مجلس کی طرف پہنچے تو اس کو چاہیے کہ سلام کہے پھر جب کھڑے ہو کر جانے کا ارادہ کرے تو پھر سلام کہے۔ کیونکہ دوسری بار کی نسبت پہلی بار سلام کہنا حق والا نہیں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی السلام اذا قام من المجلس، ج۴ص۴۵۰، رقم: ۵۲۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود، ج۵ص۶۲، رقم: ۲۷۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

ج٦ص٢٢٠، رقم: ٦١٣٢، سنن الكبرى للنسائي، باب ما يقول اذا قام، ج٦ص١٠٠، رقم: ١٠٢٠١، اطراف المسند المعتلي من اسمه سعيد بن ابي سعيد كيسان، ج٧ص٢٢٥، رقم: ٩٣٦٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو اور اگر وہاں بیٹھنا نہ بھی ہو صرف گزر جانا ہو جب بھی سلام کرے اور اگر بیٹھنا ہو تب بھی سلام کرے۔

معلوم ہوا کہ راہ گیر یعنی گزرنے والا صرف ایک سلام کرے اور جو مجلس میں کچھ دیر ٹھہرے وہ دو سلام کرے ایک آنے کا دوسرا جانے کا۔

یعنی سلام لقا اور سلام وداع دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں لہذا یہ دونوں سلام سنت ہیں اور ان کے جواب فرض۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ص٤٩٧)

140-بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَاٰدَابِهٖ — اجازت طلب کرنے کے آداب

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا) (النور: 27).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت اور سلام کے بغیر نہ داخل ہو۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیِّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو اوّل سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے اس طرح کہ کہے اَلسلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو۔ حضرت عبداللہ کی قراءت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ان کی قراءت یوں ہے حَتّٰی تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا وَ تَسْتَاذِنُوْا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے اجازت چاہے پھر سلام کرے۔

(مدارک، کشاف، احمدی)

مسئلہ: اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔ (موطا امام مالک) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بچے جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی اجازت طلب کر کے آئیں جس طرح ان

قَبْلِهِمْ) (النور: 59). سے (بڑے) پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

(874) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَاِنْ اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنا تین بار ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو جاؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، ج۸ص۵۴، رقم: ۶۲۴۵، صحیح مسلم، باب الاستئذان ج۶ص۱۷۸، رقم: ۵۷۵۳، الاداب للبیہقی، باب الاستئذان ثلاثا، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۲۱۰، موطا امام مالک، باب استئذان، ج۲ص۹۶۳، رقم: ۱۶۳۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاستئذان ثلاثه، ج۵ص۵۴، رقم: ۲۶۹۱)

شرح حدیث: اگر اجازت نہ ملے؟

ہمیں ہر روز اپنے یا کسی عزیز یا دوست و احباب کے گھر میں جانے کی حاجت پڑتی رہتی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہے کہ گھر میں داخل ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر میں جائیں تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوں یا ایک طرف ہٹ کر؟ اور کس طرح اجازت طلب کریں؟ اگر اجازت نہ ملے تو کیا کرنا چاہے؟ دعا پڑھ کر گھر سے نکلنے کی کیا کیا برکتیں ہیں؟ اگر گھر میں کوئی موجود نہ تو کیا پڑھنا چاہے؟ گھر میں داخل ہونے اور اجازت طلب وغیرہ کے حوالے سے متعدد سنتیں اور آداب ہیں:

(۱) اپنے گھر میں آتے ہوئے بھی سلام کریں اور جاتے ہوئے بھی سلام کریں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور جاؤ تو سلام کر کے جاؤ۔

(شعب الایمان، باب فی مقاربۃ و...... الخ فصل فی السلام من خرج من بیتہ، الحدیث ۸۸۴۵، ج۶، ص۴۴۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ القوی مرآۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 9 پر تحریر فرماتے ہے: بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ھو اللہ پڑھ لیتے، کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

(۲) اللہ عزوجل کا نام لئے بغیر جو گھر میں داخل ہوتا ہے، شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔ اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ عزوجل کا ذکر کئے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے، آج کی رات یہیں گزرے گی۔ اور جب کھانے کے وقت اللہ عزوجل کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے: تمہیں

ٹھکانہ ابھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، الحدیث ۲۰۷۸، ج ۴، ص ۱۱۱۶)

(875) وَعَنْ سهلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا جُعِلَ الْاسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنا آنکھ کی وجہ سے ہے تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستئذان من اجل البصر، ج۸ص۵۴، رقم: ۶۲۴۱، صحیح مسلم، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، ج۶ص۱۸۰، رقم: ۵۷۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالك سهل بن سعد، ج۵ص۳۳۰، رقم: ۲۲۸۵۴، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه قیس بن سعد بن عبادة، ج۶ص۲۲۷، رقم: ۵۱۲۳، مسند ابی یعلی، حدیث سهل بن سعد الساعدی عن النبی صلی الله علیه وسلم، ج۶ص۳۴۹، رقم: ۵۰۰۰)

شرح حدیث: باہر والے کی نظر نہ پڑے

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ فوراً گھر میں باہر والے کی نظر نہ پڑے۔ آنے والا باہر سے سلام کررہا ہو، اجازت چاہ رہا ہو اور صاحب خانہ پردہ وغیرہ کا انتظام کرلے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (اس لئے کہ اہل خانہ کی نجی زندگی کے اسرار منکشف نہ ہوسکیں)۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۲۱۵۶، ص ۱۱۸۹)

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب پردے کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں۔

کسی کے گھر میں مت جھانکئے

سُوال: کیا جان بوجھ کر کسی کے گھر میں جھانکنا شریعت میں منع ہے؟

جواب: جی ہاں۔ البتہ دروازہ پہلے ہی سے کُھلا ہوا ور بے اختیار کسی کی نظر پڑ گئی تو حرج نہیں۔ افسوس! صد کروڑ افسوس! اب اِس اَمر کی طرف اکثر مسلمانوں کی توجّہ ہی نہیں۔ لوگ گھروں کے دروازوں میں بلاجھجک جھانکتے ہیں، حتّٰی کہ دروازہ کُھلا نہ ہو تو اُچک اُچک کر جھانکتے ہیں، دراڑ میں سے جھانکتے ہیں، کھڑکی میں سے جھانکتے ہیں، پردہ ہٹا کر جھانکتے ہیں اور اس بات کی مُطلَقاً پرواہ نہیں کرتے کہ کسی کے گھر میں جھانکنے کی شریعت میں مُمانعت ہے۔

(پردے کے بارے میں سوال جواب ۳۱۰)

(876) وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ ہم کو

رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ عَامِرٍ اَنَّهٗ اسْتَاْذَنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ بیتٍ، فَقَالَ: ءَ اَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهٖ: "اُخْرُجْ اِلٰی هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهٗ: قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، ءَ اَدْخُلُ؟فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، ءَاَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فدخلَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

بنو عامر کے ایک آدمی نے حدیث سنائی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ گھر میں تھے اس نے کہا کیا میں اندر آ جاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے خادم سے فرمایا اس کی طرف جا اس کو اجازت لینے کا طریقہ سکھا۔ اس کو کہہ کہ وہ کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ فرمایا: اس آدمی نے سن لیا اور کہا: السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو اجازت عطا فرمائی وہ اندر آ گیا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف الاستئذان، ج۴ص۵۱۰، رقم: ۵۱۷۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی کیفیۃ الاستئذان، ج۸ص۳۴۰، رقم: ۱۸۱۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الاستئذان، ج۵ص۲۴۲، رقم: ۲۵۶۷۲، جامع الاصول الفصل الثامن فی الاستئذان، ج۶ص۵۷۷، رقم: ۴۸۱۷)

شرح حدیث: گھر میں داخلے کی اجازت کے آداب

(گھر میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ) دیوار کی جانب ہو کر چلے، دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح وتحمید کرے اور اس کے بعد سلام کرے، گھر میں موجود لوگوں کی باتیں نہ سنے، سلام کرنے کے بعد داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پس اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ آئے، وہاں کھڑا نہ رہے، اور اَنَا یعنی میں نہ کہے بلکہ اپنا نام بتائے تاکہ صاحب خانہ اس کو پہچان لے۔

(877) عَنْ کِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "ارْجِعْ فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، ءَاَدْخُلُ؟ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے سلام نہ کیا: تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوٹ پھر کہہ السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اس کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف الاستئذان، ج۴ص۵۰۹، رقم: ۵۱۷۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستئذان، ج۵ص۶۴، رقم: ۲۷۱۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی کیفیۃ الاستئذان، ج۸ص۳۳۹، رقم: ۱۸۱۲۱، الادب المفرد، باب اذا دخل ولم یستأذن، ص۳۷۱، رقم: ۱۰۸۱، سنن الکبرٰی للنسائی، باب کیف یستأذن، ج۶ص۸۷، رقم: ۱۰۱۴۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلدہ ابن امیہ ماں شریکے بھائی ہیں صفوان ابن امیہ کے،صفوان قرشی ہیں، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے،مؤلفۃ القلوب سے ہیں،ان کا باپ امیہ ابن خلف بدر کے دن دوسرے مشرکین کے ساتھ مارا گیا،یہ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے وہاں ہی دفن ہوئے،صفوان بڑے فصیح خطیب تھے۔(مرقات)

جدایہ ہرنی کے شش ماہیہ بچے کو کہتے ہیں اور جدی بکری کے شش ماہیہ بچے کو کہا جاتا ہے،ضغابیس جمع ہے ضغبوس کی بمعنی چھوٹی ککڑی جسے پنجابی میں گلہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گلے بہت پسند تھے۔

مکہ معظمہ کے اونچے محلوں کو معلیٰ کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے بیرونی بلند حصوں کو عوالی کہتے ہیں۔اشعہ نے فرمایا کہ حضور انور مکہ معظمہ کے اعلیٰ حصہ میں تھے،مرقات نے کہا کہ مدینہ منورہ میں یہ واقعہ ہوا حضور وہاں تشریف فرما تھے۔

یہ عمل اس لیے فرمایا تا کہ انہیں یاد رہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔جو شخص ہمارے گھر میں بغیر سلام آئے اسے پھر باہر بھیجو اور کہو کہ دوبارہ سلام کر کے آؤ ان شاءاللہ ایک دفعہ کے عمل سے اسے سلام کی عادت پڑ جاوے گی۔

(مراۃ المناجیح،ج۶ص۵۰۸)

141-بَابُ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةِ اِذَا قِيْلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ: مَنْ اَنْتَ؟ اَنْ يَّقُوْلَ: فُلَانٌ، فَيُسَمِّيْ نَفْسَهٗ بِمَا يُعْرَفُ بِهٖ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ وَّ كَرَاهَةِ قَوْلِهٖ: "اَنَا وَنَحْوِهَا

سنت طریقہ یہ ہے کہ جب اجازت لینے والے سے پوچھا جائے تم کون ہو؟ تو وہ اپنا معروف نام یا کنیت ذکر کرے اس کا میں وغیرہ کہنا مکروہ ہے

(878) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الْمَشْهُوْرِ فِي الْاِسْرَآءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثُمَّ صَعِدَ بِيْ جِبْرِيْلُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، ثُمَّ صَعِدَ اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ وَّالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسَائِرِهِنَّ وَيُقَالُ فِيْ بَابِ كُلِّ سَمَآءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: جِبْرِيْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے ان کی معراج والی مشہور حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر جبریل مجھے لے کر آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے دستک دی کہا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبریل کہا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد (ﷺ) پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے دستک دی کہا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبریل کہا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (ﷺ) اور تیسرے چوتھے اور باقی آسمانوں پر دستک دی آسمان پر کہا جاتا کہ کون ہے؟ تو وہ کہتے کہ جبریل ہوں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المعراج، ج۲ص۰۲، رقم: ۳۸۸۷ صحیح مسلم، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السموٰت وفرض الصلوات، ج۱ص۹۹، رقم: ۲۶۳ السنن الصغریٰ، باب ابتداء فرض الصلوات الخمس، ج۱ص، رقم: ۲۲۹ سنن النسائی، باب فرض الصلاۃ وذکر اختلاف الناقلین، ج۱ص۲۱۷، رقم: ۴۴۹ صحیح ابن حبان، کتاب الاسراء، ج۱ص۲۳۶، رقم: ۴۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۲ص۱۳۸، رقم: ۱۲۵۲۶)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے ابن شہاب سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی فرمایا کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ خبر دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا پھر جناب جبریل علیہ السلام اترے انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے آب زمزم سے دھویا پھر سونے کا ایک طشت لائے حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا پھر اسے سی دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا تو مجھے آسمان کی طرف لے گئے تو جب میں دنیاوی آسمان تک پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے خزانچی سے کہا کھولو اس نے کہا کون ہے، انہوں نے کہا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں جب کھولا تو ہم دنیا کے آسمان میں چڑھ گئے وہاں ایک صاحب بیٹھے تھے جن کے داہنے کچھ جماعتیں تھیں اور ان کے بائیں کچھ جماعتیں تھیں تو جب اپنے داہنے دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے انہوں نے کہا نبی صالح فرزند صالح خوب آئے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کون ہیں، انہوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ جماعتیں جو ان کے داہنے بائیں ہیں وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں، داہنے والے ان میں سے جنتی ہیں اور وہ جماعتیں جو ان کے بائیں طرف ہیں وہ دوزخی لوگ ہیں جب وہ اپنے داہنے دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں حتی کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے پھر اس کے خزانچی سے کہا کھولو ان سے خزانچی نے اس طرح کہا جو پہلے نے کہا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو پایا یہ یاد نہ رہا کہ ان کے مقامات کیسے تھے بجز اس کے کہ انہوں نے یہ ذکر کیا کہ انہوں نے پہلے آسمان سے آدم علیہ السلام کو اور چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحبہ انصاری کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چڑھایا گیا حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا جس میں قلموں کی چرچراہٹ سنتا تھا اور ابن حزم اور انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں یہ لے کر واپس ہوا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام پر گزرا کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ جائیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی انہوں نے مجھے واپس کر دیا رب نے آدھی نمازیں معاف کر دیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو میں نے کہا کہ اس کی

آدھی معاف فرمادیں انہوں نے کہا آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس ہوا رب نے اس کی آدھی اور معاف فرمادیں میں پھر موسیٰ کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا کہ رب کی طرف لوٹ جائیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس گیا تو رب نے فرمایا کہ نمازیں پانچ ہیں وہ حقیقت میں پچاس ہیں ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے میں نے کہا کہ میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں پھر مجھے لے گئے حتی کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا اور اس پر مختلف رنگ چھا گئے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام ابوبکر محمد ابن عبداللہ ابن شہاب ہے، زہری قبیلہ سے ہیں جو زہرہ ابن کلاب کی طرف منسوب ہے، آپ کو زہری کہا جاتا ہے، تابعی ہیں، بڑے فقیہ محدث ہیں، مدینہ منورہ میں قیام رہا، ماہ رمضان ۱۲۴ھ ایک سو چوبیس میں وفات ہوئی۔ (اکمال) آپ اپنی کنیت یعنی ابن شہاب میں مشہور ہیں۔

میرے گھر سے مراد میرے قیام کا گھر ہے ورنہ اس گھر کی مالکہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب تھیں حضور ان کے گھر سو رہے تھے، ملائکہ یہاں سے جگا کر حضور کو حطیم کعبہ میں لائے ابھی تک آپ پر اونگھ طاری تھی پھر یہاں غسل وغیرہ دیا لہذا تمام حدیثیں درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔ ابتداءِ معراج جناب ام ہانی کے مکان سے ہوئی ہے اور ابتداء عروج بیت المقدس سے جناب ام ہانی کا گھر محلہ شعب ابی طالب میں تھا، اب وہ جگہ حرم شریف میں داخل ہوگئی اس کے مقابل ایک دروازہ ہے جسے باب ام ہانی کہا جاتا ہے

دنیاوی دولہا کے جسم کو غسل دیا جاتا ہے حضور انور ایسے انوکھے دولہا ہیں کہ آپ کے دل کو بھی غسل دیا گیا۔ آب زمزم دوسرے پانیوں سے افضل ہے کہ حضرت اسماعیل کے قدم سے جاری ہوا ہے اس لیے یہ پانی اس غسل کے لیے منتخب ہوا۔

(اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا) اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ سونا جنت کا تھا ایمان و حکمت خاص خزانہ ربانی میں سے کیونکہ جنت میں پانی دودھ وغیرہ کے چشمے ہیں، پھل فروٹ کے باغات ہیں مگر وہاں ایمان و حکمت کا چشمہ یا باغ نہیں، یہ ایمان و حکمت کا چشمہ علاوہ اس ایمان و حکمت کے ہے جو اول سے ہی حضور انور کو عطا فرمایا گیا تھا آج اس میں اور اضافہ کیا گیا، یہ دونوں چیزیں رب کے ہاں مستقل صورت و حیثیت رکھتی ہیں یعنی یہ ایمان و حکمت انڈیل کر میرا سینہ بھر دیا پھر اسے سی دیا۔

(مجھے آسمان کی طرف لے گئے) یہاں نہ تو براق کا ذکر ہے نہ مسجد اقصیٰ کی نماز کا۔ اس بنا پر بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ معراج خواب کی ہے جسمانی معراج میں براق تھا فرشتوں کی برات بھی بیت المقدس کی نماز بھی۔ جو حضرات فرماتے

ہیں کہ یہاں بھی جسمانی معراج مراد ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں اجمال ہے وہاں تفصیل تھی یہاں ان دو تین چیزوں کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس سوال کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آج حضرت جبریل اس دروازے پر دستک دے رہے تھے جو صرف حضور انور کی معراج کے لیے مخصوص تھا اس کے سواہ کسی کے لیے اس کا کھلنا ناممکن تھا، پوچھا اے جبرئیل یہ دروازہ تمہارا تو ہے نہیں تم یہاں کیوں آئے ہو کیا کسی کو لائے ہو ان کی خاطر تم بھی یہاں آئے، انہوں نے فرمایا ہاں انہیں کو لایا ہوں جن کے لیے یہ دروازہ کھلنا ہے۔

(اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہاں ہاں) یہ سوال انتہائی خوشی کی بنا پر ہے کہ کیا آج معراج کی رات ہے حضور بہ حیثیت مہمان بلائے گئے ہیں، فرمایا ہاں یہ وہی رات ہے۔

(جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے) واقعہ وہ ہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا یعنی پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات، یہاں کچھ تفصیل ہوگئی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کو اس طرح پایا۔

(وہ دوزخی لوگ ہیں) یہ مؤمنین اور کفار وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے آئندہ تا قیامت پیدا ہونے والے ہیں وہ آپ کے اردگرد اس طرح جمع ہیں کیونکہ جو مؤمنین اور کفار پیدا ہو کر مر چکے وہ اس آسمان پر کیسے آسکتے ہیں۔ مؤمنین کی روحیں اعلٰی علیین میں پہنچیں کفار کی روحیں سجین میں ان کا اجتماع کیسا۔ (مرقات) یا یوں کہو کہ یہ وہ ہی مؤمنین و کفار ہیں جو مر چکے ہیں، وہ لوگ کبھی کبھار اپنے مقامات سے بلا کر یہاں اس طرح آدم علیہ السلام کو دکھائے جاتے ہیں، حضور انور جب وہاں پہنچے تو یہ ہی وقت تھا ان کی پیشی کا حضور انور نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس واقعہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام تا قیامت ہر سعید و شقی سے خبردار ہیں کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر، یہ ہی بات علوم خمسہ سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ان سعید و شقی لوگوں کو حضور انور نے بھی معراج کی رات دیکھا ہے اور سب کو پہچانتے ہیں، حضور ہر ایک کے انجام سے خبردار ہیں

بلکہ قبل از زادن تو سالہا　　　　ہم چنیں بینند چندیں حالہا

(جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں) حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہنسنا رونا محبت پدری کی بنا پر تھا۔ باپ اپنی اولاد کو اچھے حال میں دیکھے تو خوش ہوتا ہے اور تکلیف میں دیکھے تو غمگین ہوتا ہے یہ ہی حالت آپ کی اس وقت تھی کہ دوزخیوں کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے کہ یہ میری اولاد کافر رہی دوزخ میں جائے گی، جنتیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ یہ میرے بچے خوش نصیب ہیں جنت میں جائیں گے۔

(ان کے مقامات کیسے تھے) یعنی حضور انور نے ان تمام رسولوں کے مقامات بالتفصیل بیان فرمائے تھے مگر تفصیل یاد نہ رہی یہ یاد نہ رہنا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ جو انہیں یاد نہ رہا اس کی روایت ہی نہیں کی جو یاد نہ رہنا حدیث کو

ضعیف کرتا ہے۔ جب غلط بات حضور انور کی طرف غلطی سے نسبت کردے اسے سوء حفظ کہتے ہیں وہ یہاں موجود نہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

(چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا) پچھلی حدیث میں گزرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور انور نے ساتویں آسمان میں پایا وہ ہی قوی ہے کیونکہ وہاں تفصیل موجود ہے کہ بیت المعمور سے پشت لگائے ہوئے پایا اور اگر یہ متعدد معراج کے واقعات ہیں تب تو کوئی دشواری ہی نہیں کہ ایک معراج میں حضور نے جناب ابراہیم کو چھٹے آسمان پر پایا دوسری معراج میں ساتویں آسمان پر پایا۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں آسمانوں پر حضور انور کا استقبال کیا چھٹے پر بھی اور ساتویں پر بھی تب حدیث واضح ہے۔

(مجھے ابن حزم نے خبر دی) ابن شہاب یعنی امام زہری کے حالات تو ہم بیان کرچکے۔ ابن حزم کا نام محمد ابن عمرو ابن حزم ہے، ان کے والد صحابی ہیں، انصاری ہیں، محمد ابن عمرو ابن حزم سنہ ۱۰ ہجری میں نجران میں پیدا ہوئے جب کہ ان کے والد حضور انور کی طرف سے نجران کے حاکم تھے، آپ جنگ حرہ میں شہید ہوئے، ترپین سال عمر پائی، ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔ (مرقات واکمال)

ابو حبہ کا نام عامر یا مالک یا ثابت ابن نعمان انصاری ہے، صحابی ہیں، بدری ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

(حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا) مستوی ہر میدان کو نہیں کہتے بلکہ بلند اور اعلیٰ میدان کو کہتے ہیں۔

(جس میں قلموں کی چرچراہٹ سنتا تھا) وہ قلم جس نے لوح محفوظ پر سب کچھ لکھا اور لکھ کر خشک ہوچکا وہ اور قلم ہے جس کے متعلق ارشاد ہے اول ماخلق اللہ القلم۔ یہاں وہ قلم مراد نہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ فرشتے ان قلموں سے روزانہ کے احکام الہیہ لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے ایک سال کے واقعات الگ الگ صحیفوں میں نقل کرتے ہیں یہ صحیفے متعلقہ حکام فرشتوں کو پندرھویں شعبان کی شب میں حوالہ کردیئے جاتے ہیں، رب فرماتا ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔ ان قلموں کی درازی رب تعالٰی ہی جانتا ہے۔ دیسی قلم جب کاغذ پر چلتا ہے تو اس سے چرچراہٹ پیدا ہوتی ہے، حضور انور اس قدر ان سے قریب ہوئے کہ قلموں کی چرچراہٹ سن لی یقینًا تحریر بھی دیکھ لی قدرت کی تحریر حضور کے علم میں ہیں ؎

قدرت کی تحریریں جانے امی اور تقریریں جانے
بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا

جن کا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہے اوجیالا

(میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں) اگرچہ یہ پچاس نمازیں حضور انور پر بھی فرض کی گئیں تھیں مگر امت پر فرض تھیں پڑھنے کے لیے حضور پر فرض تھیں پڑھانے اور سکھانے کے لیے اس لیے امت کا ذکر فرمایا۔

(موسیٰ علیہ السلام پر گزرا) اسی ترتیب سے جس ترتیب سے جاتے ہوئے گزرے تھے ہر آسمان پر انہیں پیغمبر سے ملاقات ہوئی جن سے جاتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی۔

(پچاس نمازیں فرض کیں) خیال رہے کہ اسلام کے تمام فرائض فرش پر ہی بھیجے صرف نمازیں معراج میں عرش پر فرض کی گئیں اس لیے حضور انور نے صرف نمازوں کا ذکر فرمایا اور کسی فرض کا ذکر نہیں کیا۔

(کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی) امت کہہ کر یہ بتایا کہ حضور ان نمازوں پر آپ اور آپ کے خاص غلام تو طاقت رکھتے مگر عام امت والے اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(میں نے کہا کہ اس کی آدھی معاف فرمادیں) یہاں اجمال ہے یعنی چند بار حاضریوں میں آدھی نمازیں معاف فرمادیں یعنی پانچ بار حاضری میں پچیس نمازیں کم فرمادیں اور پچیس نمازیں باقی رکھیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں شطر بمعنی آدھا نہیں بلکہ بمعنی ایک حصہ ہے یعنی رب نے اس ایک حاضری میں پچاس نمازوں کا ایک حصہ یعنی پانچ نمازیں معاف فرمادیں اس صورت میں مطلب بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(رب نے اس کی آدھی اور معاف فرمادیں) یہاں شطر بمعنی ایک حصہ ہے نہ کہ بمعنی آدھا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اگر پچاس کا دوسرا آدھا حصہ بھی معاف ہو جاتا تو کوئی نماز فرض نہ رہتی۔

(ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی) نسخ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ اس میں حکم کی تبدیلی نہیں بلکہ اس حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان ہوتا ہے یعنی پچاس نمازوں کا حکم آپ کی اس آمدورفت تک تھا اب پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ان پر ثواب پچاس ہی کا ہوگا پڑھنے میں پانچ ثواب میں پچاس۔

(میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں) حضور کا یہ شرم فرمانا اس لیے تھا کہ اب حضور کا جانا طے شدہ پروگرام کے خلاف ہوتا پہلی تمام آمدورفتیں پروگرام کے مطابق تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

(حتی کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا) غالباً سدرۃ المنتہیٰ کی یہ دوسری سیر ہے واپس آتے ہوئے کیونکہ نمازوں کی فرضیت تو عرش سے اوپر جا کر ہوئی سدرہ اس سے کہیں نیچے ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے ان تمام مقامات سے دیکھتے ہوئے گزر گئے واپسی میں پھر ان تمام پر تشریف لائے سیر فرمائی جیسے حاجی عرفات جاتے ہوئے مزدلفہ سے گزر جاتے ہیں پھر عرفات سے آتے ہوئے مزدلفہ میں ایک رات قیام کرتے ہیں۔

(نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے) یعنی اس بار سدرہ پر ایسے رنگ برنگے انوار چھا گئے کہ ان کی حقیقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے ان کا حسن بیان میں نہیں آسکتا۔ یہ انوار حضور انور کے استقبال کے لیے تھے جیسے معزز مہمان کی تشریف آوری پر دن کو شہر، کوٹھی سجائی جاتی ہے، رات کو سارے ہی چراغ، غبارے، آتشبازی سے رونق کی جاتی ہے یہ ساری سج دھج حضور کے دم قدم سے تھی۔ مرقات نے فرمایا کہ اس وقت حضور کو ان انوار کی خبر نہ ہوئی کیونکہ اس وقت حضور کی توجہ خالق کی طرف تھی جیسے دولہا برات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کی نگاہ اصلی مقصود پر ہے۔

(تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں) جنابذ جمع ہے جنبذہ کی بمعنی اونچی عمارت۔ جنت میں ایک ایک موتی کا ایک ایک

وسیع محل ہے اگر وہ ایک موتی دنیا میں آجائے تو سورج کی روشنی خیرہ ہو جائے اور اس کی قیمت ساری دنیا کے خزانے نہ ہو سکیں۔

(اس کی مٹی مشک تھی) یہ سمجھانے کے لیے ہے ورنہ دنیا کے مشک کو اس خوشبو سے کیا تعلق، اس مٹی کی خوشبو پانچ سو سال کی راہ سے محفوظ ہوتی ہے بھلا مشک میں یہ بات کہاں، ہاں مشک کی خوشبو اس مٹی کی خوشبو کی حکایت ہے دیکھو مرقات یہی مقام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۲۲)

(879) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي، فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَحْدَهُ، فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَآنِي، فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا" فَقُلْتُ: أَبُوْ ذَرٍّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں ایک رات نکلا تو (دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تنہا چل رہے تھے میں چاند کی روشنی میں چلنے لگا آپ متوجہ ہوئے تو مجھے دیکھ لیا فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوذر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المکثرون هم المقلون، ج۴ص۹۵ رقم: ۶۴۴۳ صحیح مسلم، باب الترغیب فی الصدقة، ج۲ص۷۶ رقم: ۲۳۵۲ مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی الله عنه، ج۲ص۹۳ رقم: ۳۹۸۱)

شرح حدیث: اجازت مانگنا سنت

جب کسی کے گھر جانا ہو اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح اجازت مانگیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۴۶) حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضور نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہو کہ اس طرح کہے، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اس آدمی نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن لیا اور عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمائی اور وہ اندر داخل ہوا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴، ص ۴۴۳)

جب کوئی کسی کے گھر جائے تو اندر سے جب کوئی دروازے پر آئے تو پوچھے کون ہے؟ باہر والا میں نہ کہے جیسا کہ آج کل بھی یہی رواج ہے۔ بلکہ اپنا نام بتائے۔ جواباً میں کہنا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا، میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: میں، میں کیا؟ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا فقال انا، الحدیث ۶۲۵۰، ج ۴، ص ۱۷۱)

(880) وَعَنْ أُمِّ هَانِيءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: "مَنْ هٰذِهِ؟" فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيءٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام ھانی ﷺ سے روایت ہے میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی آپ غسل فرما رہے تھے حضرت فاطمہ ﷺ آپ کو کپڑے سے چھپا رہی تھیں۔ فرمایا: یہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا: میں ام ھانی ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التستر فی الغسل عند الناس، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۸۰ صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی، ج۲ص۱۵۷، رقم: ۱۷۰۲ سنن الکبری للنسائی، باب الاستتار عند الاغتسال، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۲۲۹ مسند امام احمد حدیث أم ھانی بنت ابی طالب، ج۶ص۳۴۳، رقم: ۲۶۹۵۲ السنن الکبری للبیہقی، باب امان المرأۃ، ج۹ص۹۴، رقم: ۱۸۶۲۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مرحبا، ج۵ص۸۷، رقم: ۲۷۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، ابو طالب کی بیٹی جناب علی مرتضٰی کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں، انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی، آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی۔ (اشعہ)

اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرما رہے تھے، چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑیں تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا، غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے، ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب پاخانہ استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے وہ ننگا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۷)

(881) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا؟" فَقُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: "أَنَا، أَنَا"

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ پر دستک دی فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا "میں" تو آپ نے

اَنَا! كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرمایا "میں میں" گویا کہ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا قال من ذا فقال انا، ج۴ص۱۵۰ رقم: ۶۲۵۰ صحیح مسلم، باب کراهة قول المستاذن انا اذا قیل من هذا، ج۶ص۱۸۰ رقم: ۵۷۶۱ سنن ابن ماجه، باب الاستئذان، ج۲ص۱۲۲۲ رقم: ۳۷۰۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستئذان، ج۵ص۶۵ رقم: ۲۷۱۱ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد الله، ج۵ص۳۲ رقم: ۱۴۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب عبداللہ یعنی حضرت جابر کے والد مقروض تھے اور غزوہ احد میں شہید ہو گئے، حضرت جابر اس کے متعلق دعا کرانے یا قرض خواہوں سے سفارش کے لیے حاضر بارگاہ ہوئے تھے، یہ حدیث ان شاء اللہ باب المعجزات میں آوے گی۔

معلوم ہوا کہ آنے والا پوچھنے پر اپنا نام لے صرف میں نہ کہہ دے کہ میں سب ہیں، اس سے گھر والے کو پہچان نہیں ہوتی کہ کون اجازت مانگ رہا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۰۶)

142- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ اِذَا حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكَرَاهِيَةِ تَشْمِيْتِهٖ اِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَبَيَانِ اٰدَابِ التَّشْمِيْتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینکنے والا جب الحمد للہ تعالیٰ کہے تو اس کو یرحمک اللہ کہنا مستحب ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد نہ کرے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے چھینک کا جواب دینے اور چھینک اور جمائی کے آداب

(882) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی كَانَ حَقًّا عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطٰنُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے۔ اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اللہ کی حمد کرے تو سننے والے مسلمان پر اس کو یرحمک اللہ کہنا لازم ہے۔ اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو چاہیے کہ حتی الامکان اس کو روکے کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو اس پر شیطان ہنستا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یستحب من العطاس وما یکرہ من التثاؤب، ج۴ص۱۶۳، رقم: ۶۲۲۳، مصنف عبدالرزاق، باب التثاؤب، ج۲ص۲۷۰، رقم: ۳۳۲۲، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی التثاؤب، ج۴ص۴۳۶، رقم: ۵۰۲۸، سنن ترمذی، باب ما جاء ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب، ج۵ص۸۷، رقم: ۲۷۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۶۵، رقم: ۷۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عطاس مصدر ہے عطۃ کا عطہ کے معنی ہیں چھینک تو عطاس کے معنی ہوئے چھینکنا اور تثاؤب مصدر ہے ثوباء کا ثوباء کے معنی ہیں سستی، تثاؤب کے معنی ہیں سستی کا طاری ہونا۔ اصطلاح میں جمائی کو تثاؤب کہتے ہیں کہ اس میں سستی ظاہر ہوئی ہے، تثاؤب مہموز عین ہے نہ کہ اجوف یہ ہی قوی ہے۔

چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے، چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہوجاتا ہے، طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ زکام آکر خیریت سے گزر جاوے تو بہت بیماریوں کا دفعیہ ہے۔

(جمائی کو ناپسند کرتا ہے) جمائی سستی کی علامت ہے اس سے جسم میں جمود طاری ہوتا ہے، چھینک رب کو پسند ہے جمائی شیطان کو پسند اس لیے حضرات انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آتی۔

(تو سننے والے مسلمان پر اس کو یرحمک اللہ کہنا لازم ہے) بعض علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے وہ اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ فرمایا گیا حقا۔ عام علماء اسے سنت کہتے ہیں، فرض والوں میں بعض لوگ اسے فرض عین کہتے ہیں، بعض فرض کفایہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھینکنے والا الحمد للہ بلند آواز سے کہے تاکہ لوگ سن سکیں اور صرف سننے والے پر جواب ہے نہ سننے والے پر کچھ نہیں۔ جواب چھینک کے متعلق علماء کا بڑا اختلاف ہے حق یہ ہے کہ اس کا جواب سنت علی العین ہے کہ ہر سننے والا جواب دے، یہاں حق بمعنی واجب یا لازم نہیں بلکہ بمعنی استحقاق ہے جیسے فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں مریض کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ۔

(جمائی شیطان کی طرف سے ہے) یعنی شیطان کے اثر سے جمائی آتی ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے ہاہ کرنے پر وہ ہنستا ہے اسی لیے حضرت انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آئی جیسے کہ انہیں احتلام نہیں ہوتا کہ یہ شیطانی چیزیں ہیں۔ (مرقات)

(حتی الامکان اس کو روکے) جمائی دفع کرنے کی تین تدبیریں ہیں: جب جمائی آنے لگے تو ناک سے زور سے سانس نکال دے۔ جب جمائی آنے لگے تو نیچا ہونٹ دانتوں میں دبالے۔ جب جمائی آنے لگے تو یہ خیال کرے کہ حضرات انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی۔

(تو اس پر شیطان ہنستا ہے) یعنی جب کوئی جمائی میں منہ پھیلاتا ہے اور ہاہ کہتا ہے تو شیطان خوب ٹھٹھہ مار کر ہنستا ہے کہ میں نے اسے پاگل بنادیا اپنا اثر اس پر کرلیا۔

حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آوازوں سے شیطان بھاگتا ہے بعض آوازوں سے وہ خوش ہوتا ہے، اللہ کے ذکر کی آواز سے اسے تکلیف ہوتی ہے جمائی کی آواز سے وہ ہنستا ہے گانے باجے کی آواز پر وہ خوشی سے ناچتا ہوگا لہذا بری آوازوں سے بچو۔ (مراۃ المناجیح، ج٦ ص٥٦٩)

(883) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو الحمد اللہ کہنا چاہیے۔ اور اس کو اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ پھر وہ کہے: يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ کہ اللہ تم کو ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست کردے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا عطس کیف یشمت ج٤ص٣٩ رقم: ٦٢٢٤ سنن ابوداؤد، باب کیف تشمیت العاطس، ج٤ص٤٦٦ رقم: ٥٠٣٥ سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج٦ص٦١ رقم: ١٠٠٤٠ مسند امام احمد مسند ابی هريرة، ج٣ص٢٥٣ رقم: ٨٦٢٩ مسند البزار، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج٢ص٣٧٨ رقم: ٨٩٧٤)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ چھینک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لہذا اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے، چونکہ اس حمد سے اس نے اللہ کی نعمت کی قدر کی لہذا سننے والے نے اسے دعا دی یرحمک اللہ، چونکہ اس دعا دینے والے نے اس پر احسان کیا لہذا احسان کا بدلہ احسان سے کرتے ہوئے یہ پھر اسے دعا دے اور کہے یھدیکم اللہ غرضکہ ان ذکروں کے ایر پھیر میں عجیب حکمت ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج٦ ص٥٧٠)

(884) وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوْهُ، فَإِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو تم اس کو یرحمک اللہ کہو اور اگر وہ اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کو تم یرحمک اللہ نہ کہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس و کراهة التثاؤب، ج٤ص٢٢٥، رقم: ٢٦٧٩ الاداب للبیهقی، باب من عطس فلم یحمد الله عزوجل، ج١ص١٥٥، رقم: ٢٦٢ المستدرك للحاكم، كتاب الادب، ج٤ص٢٩٣ رقم: ٧٦٩٠ الادب المفرد، باب تشميت الرجل المراة، ص٢٢٣، رقم: ٩٣١ مسند امام احمد، حديث ابي موسى الاشعري، ج٣ص٣١٢ رقم: ١٩٧١١)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نہی ممانعت کے لیے ہے لہذا ایسے شخص کو جواب دینا گناہ ہے، بعض فرماتے ہیں کہ نہی سنیت کی نفی کے لیے ہے یعنی ایسے کو جواب دینا سنت نہیں مگر گناہ بھی نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کو جواب نہیں دیا لہذا جواب نہ دینا ہی سنت ہے۔ (اشعہ) خیال رہے کہ عدم فعل سنت نہیں ہوتا بلکہ ترک فعل سنت ہوتا ہے عدم اور ترک میں بڑا فرق ہے۔ عدم زنا پر ثواب نہیں بلکہ ترک گناہ پر ثواب ہے، جب کسی کام کا باعث موجود ہو پھر کام نہ کیا جاوے وہ ترک ہے اور مطلقًا کوئی کام نہ کرنا عدم فعل ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۷۲)

(885) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ، فَقَالَ الَّذِيْ لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ؟ فَقَالَ: "هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ، وَاِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کو نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی آپ نے ایک کو دعائیہ جواب دیا دوسرے کو نہ دیا تو جس کو آپ نے جواب نہ دیا تھا اس نے کہا فلاں کو چھینک آئی اس کو آپ نے جواب عطا فرمایا ہے مجھے جواب نہ دیا فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی ہے اور تم نے اللہ کی حمد نہیں کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحمد العاطس، ج۴ص۳۹، رقم: ۶۲۲۱، صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس و کراھۃ التثاؤب، ج۴ص۲۲۵، رقم: ۷۶۷۷، سنن ابن ماجہ، باب تشمیت العاطس، ج۲ص۱۲۲۳، رقم: ۳۷۱۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی ایجاب التشمیت بحمد العاطس، ج۵ص۸۲، رقم: ۲۷۴۲، مصنف عبدالرزاق، باب وجوب التشمیت، ج۱۰ص۴۵۲، رقم: ۱۹۶۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چھینک کے جواب کو تشمیت کہتے ہیں یہ بنا ہے شمت سے بمعنی آفت و مصیبت یا لوگوں کا طعنہ۔ اس سے ہے شماتت اعداء باب تفعیل سلب کے لیے ہے لہذا اس کے معنی ہوئے ہوئے مصیبت دور کرنا یعنی دعا دینا دعاء خیر کو تشمیت اسے لیے کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا جواب جب دیا جاوے جب وہ الحمدللہ کہے اور یہ سنے بھی ایک شخص نے دیوار کے پیچھے چھینک لی تو حضرت عمر نے فرمایا یرحمك الله ان حمدت الله اگر تو نے رب کی حمد کی ہو تو خدا تجھ پر رحم کرے اگر اکیلا آدمی چھینک لے اور الحمدللہ کہے کوئی جواب دینے والے نہ ہو تو خود ہی کہہ لے یغفر اللہ لی ولکم کیونکہ فرشتے اس کی چھینک کا جواب دیتے ہیں یہ ان کی نیت سے یہ دعا کرے جیسے نماز کے سلام میں فرشتوں کی نیت کرے اگر اکیلا ہو۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۵۷۱)

(886) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ

وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلَى فِيْهِ، وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ. شَكَّ الرَّاوِيْ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

پر رکھ لیتے اور آواز کو پست کرتے۔ خَفَضَ یا غَضَّ کون سا لفظ حضرت ابوہریرہ نے کہا راوی کو شک ہے معنی ایک ہی ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی العطاس، ج۴ص۳۶۶، رقم: ۵۰۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی خفض الصوت وتخمیر الوجه عند العطاس، ج۵ص۸۶، رقم: ۲۷۴۵، مستدرك للحاكم، كتاب الایمان والنذور، ج۶ص۳۱۳، رقم: ۷۷۹۶، مشكوة المصابيح، باب السلام، الفصل الثانی، ج۳ص۲۶، رقم: ۴۷۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چھینک کے وقت اپنا پورا چہرہ یا پورا منہ کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا سنت ہے کہ اس سے رطوبت کی چھینٹیں نہ اوڑینگی اور اپنے یا دوسرے کے کپڑے خراب نہ ہوں گے اور چھینک کی آواز حتی الامکان پست کرنا بھی سنت ہے کہ یہ آواز بلند ہو تو بری معلوم ہوتی ہے لوگ اچھل پڑتے ہیں، چھینک کی آواز آہستہ نکلے الحمد کی آواز بلند ہو۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۷۵)

(887) وَعَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْجُوْنَ أَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ: يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ، فَيَقُوْلُ: "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جان بوجھ کر چھینکتے تا کہ آپ ان کو یرحمک اللہ کہہ دیں تو آپ ان کو فرمایا کرتے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کیف تشمیت العاطس، ج۴ص۳۶۷، رقم: ۵۰۳۸، سنن ترمذی، باب کیف تشمیت العاطس، ج۵ص۸۲، رقم: ۲۷۴۹، سنن الدارمی، باب اذا عطس الرجل ما یقول، ج۲ص۳۶۸، رقم: ۲۶۵۹، سنن النسائی الکبریٰ، باب ما یقول اذا عطس، ج۶ص۶۱، رقم: ۱۰۰۶۱، مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۲۰، رقم: ۹۷۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دیدہ ودانستہ چھینک لیا کرتے تھے ناک میں تنکے ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ یتعاطسون بتا رہا ہے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ یہود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول الدعاء اللہ کا محبوب جانتے تھے اس لیے آپ کی دعا لینے کی کوشش کرتے تھے مگر ایمان نہ لاتے تھے حضور سے دعا لینے کی ترکیب ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہے خصوصًا نماز تہجد کی پابندی کرنا۔ دوسرے یہ کہ کفار کے لیے دعاء مغفرت دعاء رحمت کرنا ممنوع ہے انہیں دعاء سے ہدایت کرے، رحمت مغفرت صرف مسلمانوں کے لیے ہے ہدایت کفار کو بھی مل سکتی ہے کہ وہ ہدایت پا کر ایمان قبول کر لیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۷۷)

(888) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا تَثَائَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ؛ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہیے کیوں کہ شیطان اندر چلا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس و کراھۃ التثاؤب، ج۴ص۲۲۶، رقم: ۷۶۸۳، الادب المفرد، باب اذا تثاءب فلیضع یدہ علی فیہ، ص۳۲۷، رقم: ۹۳۹، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی التثاؤب، ج۴ص۴۶۵، رقم: ۵۰۲۸، سنن الدارمی، باب التثاؤب فی الصلاۃ، ج۱ص۳۷۲، رقم: ۱۳۸۲، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۹۶، رقم: ۱۱۹۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی یا انگلیوں کی پشت منہ پر رکھ لے کہ یہ ہی سنت ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(شیطان اندر چلا جاتا ہے) یا تو خود شیطان ہی داخل ہوتا ہے کہ اگر چہ وہ مردود ہمارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے مگر ہمارے منہ میں اس وقت گھستا ہے یا اس کے وسوسہ داخل ہوتے ہیں۔ بہر حال جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لے کہ اس سے نہ شیطان داخل ہوگا نہ اس کے وسوسہ نہ ہوائی کیڑے مکوڑے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۷۴)

143-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيْلِ يَدِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقْبِيْلِ وَلَدِهٖ شَفْقَةً وَّمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ وَّ كَرَاهِيَةِ الْاِنْحِنَاءِ

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا مستحب ہے نیک آدمی کا ہاتھ چومنا اولاد کو شفقت سے بوسہ دینا، سفر سے آنے والے کو گلے ملنا سب مستحب امور ہیں اور جھک کر ملنا مکروہ ہے

شرح: مصافحہ ومعانقہ وبوسہ وقیام

حدیث شریف میں ہے کہ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ عزوجل کی حمد کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المصافحۃ، رقم ۵۲۱۱، ج۴، ص۴۵۳)

مسئلہ: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت متواتر حدیثوں سے ہے اور احادیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو ہلایا تو اس کے تمام گناہ گر جائیں گے جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے مطلقاً مصافحہ کا جائز ہونا یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر و نماز عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور فقہ کی جو بعض کتابوں میں اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت

حسنہ ہے اور ہر بدعت حسنہ جائز ہی ہوا کرتی ہے۔ اور جس طرح نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ جائز ہے دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے کیونکہ جب اصل مصافحہ کرنا جائز ہے تو جس وقت بھی مصافحہ کیا جائے جائز ہی رہے گا جب تک کہ شریعت مطہرہ سے اس کی ممانعت ثابت نہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کی کوئی ممانعت شریعت کی طرف سے ثابت نہیں ہے لہٰذا پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔

• (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء، ج۹، ص۶۲۸)

مسئلہ: مصافحہ کا ایک طریقہ وہ ہے جو بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم کا مبارک ہاتھ ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھا یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں ہو دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہا نے بیان کیا ہے اور اس کو بھی حدیث سے ثابت بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے داہنے ہاتھ سے اور بایاں بائیں ہاتھ سے ملائے اور انگوٹھے کو دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہے کہ اس کے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸)

مسئلہ: وہابی غیر مقلد دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو ناجائز اور خلاف سنت بتاتے ہیں اور وہ لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں یہ ان لوگوں کی جہالت ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف تحریر فرمایا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب المصافحۃ والمعانقۃ، ج۴، ص۲۲)

مسئلہ: معانقہ کرنا بھی سنت ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے معانقہ فرمایا ہے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸)

مسئلہ: بعد نماز عیدین مسلمانوں میں معانقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اظہار خوشی کا ایک طریقہ ہے یہ معانقہ بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو مثلاً خوبصورت امرد لڑکوں سے معانقہ کرنا کہ یہ فتنہ کا محل ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸)

مسئلہ: کسی مرد کے رخسار یا پیشانی یا ٹھوڑی کو بوسہ دینا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے اور اگر اکرام و تعظیم کے لئے ہو تو جائز ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان کو بوسہ دیا اور حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی بوسہ دینا ثابت ہے۔

(بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۹۸۔۹۹)

مسئلہ: عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ

عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کیلئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص۶۳۱۔۶۳۲)

مسئلہ: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص۶۳۲)

(889) عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوخطاب قتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس ﷺ سے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ میں مصافحہ کا طریقہ تھا۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المصافحة، ج۴ص۵۹، رقم: ۶۲۶۳، الاداب للبیهقی، باب المسلمین یلتقیان ج۱ص۱۲۱، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب افشاء السلام، ج۲ص۲۴۵، رقم: ۴۹۲، مسند ابی یعلی، مسند قتادة عن انس بن مالک ج۵ص۲۵۲، رقم: ۲۸۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل العاشر فی المصافحة، ج۶ص۶۱۶، رقم: ۴۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بوقت ملاقات مصافحہ کرنا سنت صحابہ ہے بلکہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۳۱۴)

(890) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ جب یمنی لوگ آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمنی آئے اور انہوں نے مصافحہ کی ابتداء کی تھی۔ ابوداؤد نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فی المصافحة، ج۴ص۵۲۱، رقم: ۵۲۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۵۱، رقم: ۱۳۶۲۹، الادب المفرد للبخاری، باب المصافحة، ص۳۳۶، رقم: ۹۶۷، مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالک، ج۲ص۳۰۰، رقم: ۶۶۳۸، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل العاشر فی المصافحة، ج۶ص۶۱۷، رقم: ۴۸۶۶)

شرح حدیث: سب سے پہلے یمنی اسلامی بھائیوں نے سرکارِ پُر وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مصافحہ کرنے (ہاتھ ملانے) کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اہل یمن مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور وہ پہلے آدمی ہیں، جنہوں نے آکر مصافحہ کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المصافحہ، الحدیث ۵۲۱۳، ج۴، ص۴۵۳)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:

سابعا مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے حدیث میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یذھب الغل عن قلوبکم [1] **اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما ونحوہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ اولہ تھادوا وتحابوا ونحوھذا اخرجہ مالک فی المؤطا** [2] **بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلا۔** آپس میں مصافحہ کرو تمھارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہیے تم آپس میں محبت کروگے اور اس کی مثل امام مالک نے مؤطا میں جید سند کے ساتھ مراسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔(ت)

(1ـ الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعۃ الخ دارالفکر بیروت ۶ /۲۲۱۱) (کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ /۱۳۰) (الترغیب والترھیب بحوالہ مالک عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحۃ مصطفی البابی مصر ۳ /۴۳۴)

(2ـ مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المہاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷) (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۱۱۰)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السرفی المصافحۃ وقولہ مرحبا بفلان ومعانقۃ القادم ونحوھا انھا زیادۃ المؤدۃ والتبشیش ورفع للوحشۃ والتدابر۔ (حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السر فی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲ /۱۹۸)

مصافحہ اور مرحبا فلاں کو، اور آنے والے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلۃ یرضاھا اللہ تعالی وافشاء السلام آلۃ صالحۃ لانشاء المحبۃ وکذالک المصافحۃ وتقبیل الید ونحوذلک۔

(حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السر فی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲ /۱۹۷)

لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالی کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی(ت)

اور بیشک یہ امور عرف وعادت قوم پر مبنی ہوتے ہیں جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت ومؤانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو وجہ یہ کہ اس کی

کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں۔ اصل مقصود سے کام ہے جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور شروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔

حدیث براء ابن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا کہ حضور صلی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیرحب به ویأخذ بیده الاتناثرت الذنوب بینهما۔ الحدیث۔

(نصب الرایۃ کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء نوریہ رضویہ لاہور ۴/ ۵۶۶) (شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۷۵)

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آیئے آیئے تشریف لایئے، اور اس کی مثل کلمات ـــــ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے۔ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوشدلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا۔ یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں بلکہ اہل یمن آئے انھوں نے اپنے رسم ورواج کے مطابق مصافحہ کیا، شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پا کر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔ ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصد شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اس کی رسم پڑی ہو۔ جیسے سلام کے عوض بلاضرورت شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہت یہود ونصارے اس سے ممانعت آئی، حدیث ضعیف میں ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منامن تشبه بغیرنالاتشبهوا بالیهود ولابالنصارٰی فان تسلیم الیهود الاشارة بالاصابع وان تسلیم النصارٰی بالاکف رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال الترمذی هذا حدیث اسناده ضعیف۔

(جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴)

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے۔ یہود ونصاری سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۳۰۸-۳۰۹)

(891) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ یَّفْتَرِقَ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی المصافحۃ، ج۴ص۵۲۱، رقم: ۵۲۱۲، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی مصافحۃ الرجل الرجل، ج۷ص۹۹، رقم: ۱۳۵۵۵، سنن ابن ماجہ، باب المصافحۃ، ج۲ص۱۲۲۰، رقم: ۳۷۰۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی المصافحۃ، ج۵ص۷۴، رقم: ۲۷۲۶، مسند امام احمد، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶ص۳۸۹، رقم: ۱۸۵۷۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصافحہ سے گناہ صغیرہ جو ہاتھ سے کیے گئے معاف ہو جاتے ہیں، گناہ کبیرہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ ابو الشیخ نے بروایت حضرت عمر مرفوعاً حدیث نقل کی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں اترتی ہیں نوے رحمتیں مصافحہ کی ابتداء کرنے والے پر اور دس رحمتیں دوسرے پر۔ (مرقات)

مصافحہ کرتے وقت دونوں صاحب پہلے تو اللہ کی حمد اس کا شکر کریں کہ اس نے ان کو اسلام کی برکت سے بھائی بھائی بنا دیا پھر ہر شخص دونوں کے لیے دعائے مغفرت کرے کہ کہے یغفر اللہ لنا ولکم، بعض لوگ اس وقت درود شریف پڑھتے ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ حضور کی سنت ادا کرتے وقت حضور پر درود شریف پڑھیں جن کے صدقہ میں یہ سنت ملی۔

(مراۃ المناجیح، ج۶ ص۵۱۶)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

احادیث فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے مثلاً:

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صالح روایت کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤمِنَ اِذَا لَقِیَ الْمُؤمِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَاَخَذَ بِیَدِہٖ فَصَافَحَہ تَنَاثَرَتْ خَطَایَاھُمَا کَمَا تَنَاثَرُ وَرَقُ الشَّجَرِ۔ جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑ پڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

(المعجم الاوسط حدیث ۷۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/۱۸۴) (شعب الایمان فصل فی المصافحہ حدیث ۸۹۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۷۳)

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمِ اِذَا لَقِیَ اَخَاہُ المسلم فاخذ بِیَدِہٖ تَحَاتَتْ عَنْهُمَا ذُنُوْبُھُمَا۔

مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے ان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

(المعجم الکبیر حدیث ۶۱۵۰ المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۶/ ۲۵۶)

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰی مرئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابویعلی وبزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمِیْنِ الْتَقِیَا فَاَخَذَ اَحَدُھُمَا بِیَدِ صَاحِبِہٖ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّحْضُرَ دُعَائَھُمَا وَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَھُمَا۔

(مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۲) (الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلٰی الترغیب فی المصافحہ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲)

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احدھما بید صاحبہ و تصافحا وحمدا اللہ جمیعا تفرقا لیس بینھما خطیئۃ۔ (مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۳ و ۲۹۴)

جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمد الٰہی بجالائیں بیگناہ ہو کر جدا ہوں۔

نیز حدیث براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیرحب بہ ویاخذ بیدہ الاتناثرت الذنوب بینھما کما یتناثر ورق الشجر۔ (شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۵)

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ برگ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۲۲ ص ۴۷۴۔۴۷۵)

(892) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، الرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی اَخَاہُ، اَوْ صَدِیْقَہٗ، اَیَنْحَنِیْ لَہٗ؟ قَالَ: "لَا"۔ قَالَ: اَفَیَلْتَزِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ؟ قَالَ: "لَا" قَالَ: فَیَاْخُذُ بِیَدِہٖ وَیُصَافِحُہٗ؟ قَالَ: "نَعَمْ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی یا دوست کو ملتا ہے کیا اس کے لیے جھکے فرمایا نہیں عرض کیا: اس کو چمٹ جائے اور بوسہ لے۔ فرمایا: نہیں۔ کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔ اسے

حَسَنٌ. امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المصافحۃ، ج۵ص۷۵، رقم: ۲۷۲۸، جامع الاصول، الفرع الرابع فی تحیۃ الجاھلیۃ والاشارۃ بالرأس والید، ج۶ص۶۰۸، رقم: ۴۸۶۲، مشکوۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الثانی، ج۲ص۱۳، رقم: ۴۶۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ جھکنا رکوع ہے اور غیر خدا کو جیسے سجدہ کرنا حرام ہے ایسے ہی رکوع کرنا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ جھکنا جب ممنوع ہے جب کہ تعظیم کے لیے ہو، اگر جھکنا کسی اور کام کے لیے ہو اور وہ کام تعظیم کے لیے ہو تو جائز جیسے کسی کے جوتے سیدھے کرنے یا اس کا ہاتھ یا پاؤں چومنے کے لیے جھکنا ممنوع نہیں کہ یہ جھکنا اور کاموں کے لیے ہے۔

لپٹنے اور چومنے کی ممانعت کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں: ہر ایک سے معانقہ کرنا، ہر ایک کے ہاتھ پاؤں چومنا منع ہے، خاص بزرگوں کی دست و پابوسی اور خاص پیاروں کو گلے لگانا جائز ہے یا دنیاداروں مالداروں سے خوشامد کے لیے لپٹنا، ان کے ہاتھ پاؤں چومنا درست نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں معانقہ اور دست و پابوسی کا ثبوت ہے، حضور نے بعض صحابہ سے معانقہ کیا ہے اور صحابہ نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے ہیں۔ (مرقات، لمعات، اشعہ)

یعنی مصافحہ کرنا ہر مسلمان سے سنت ہے بوقت ملاقات مصافحہ کرے بوقتِ وداع نہ کرے کہ وداع کے وقت مصافحہ کرنے سے محبت گھٹتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۱۷)

(893) وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ، فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَاهُ عَنْ تِسْعِ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ... فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهِ: فَقَبَّلَا يَدَهُ وَرِجْلَهُ، وَقَالَا: نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: ہمارے ساتھ اس نبی کے پاس چل پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے نو واضح آیات کے بارے میں سوال کیا...... پھر حدیث کو فقبلا یدہ ورجلاہ تک بیان کیا یعنی ان دونوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ ترمذی وغیرہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی قبلۃ الید والرجل، ج۵ص۷۷، رقم: ۲۷۴۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما علی من رفع الی السلطان ما فیہ ضرر علی مسلم، ج۸ص۱۶۶، رقم: ۱۶۱۱۸، سنن النسائی الکبرٰی، باب السحر، ج۲ص۳۰۶، رقم: ۳۵۴۱، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث صفوان بن عسال المرادی، ص۸۵۷، رقم: ۸۸۰)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ تعالٰی کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو، نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تا کہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو نہ سود کھاؤ نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ، نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرو اور اے یہودیو تم پر خصوصا یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو راوی فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو ہم کو یہودی مار ڈالیں گے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(صفوان ابن عسال) آپ صحابی ہیں، کوفے کے رہنے والے، قبیلہ بنی مراد سے ہیں، بارہ غزووں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

(ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو) معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی گواہی دیتے تھے مگر محض ضد سے انکاری تھے۔

(تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی) یعنی وہ خوش ہو جائیں گے اور یہود سے یہ کہہ سکیں گے کہ تمہارے لوگ بھی ہمیں نبی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! عظمت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

(کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا) کھلی نشانیوں سے مراد یا تو وہ نیک اعمال ہیں جو عامل کی نیک بختی کی علامت ہوں، اس صورت میں حضور کا یہ جواب سوال کے مطابق ہے، یا اس سے موسیٰ علیہ السلام کے کھلے ہوئے نو معجزے مراد ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیمانہ ہے یعنی وہ نہ پوچھو بلکہ اپنی فکر کرو اور کرنے والے اعمال پوچھو۔ خیال رہے کہ انہوں نے نو چیزیں پوچھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بتائیں ۹ وہ جو ہر دین کے احکام ہیں اور دسویں وہ جو دین یہود کے ساتھ خاص ہیں، یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا۔

(کو اللہ تعالٰی کا شریک نہ ٹھہراؤ) ہوسکتا ہے کہ اس میں اشارۃً یہ بتایا گیا ہو کہ یہودی مشرک ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور بیٹا باپ کا شریک ہوتا ہے۔

(نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ) کہ یہ ڈبل جرم ہے حاکم کو دھوکہ دینا اور بے قصور کی جان لینا یہ بھی عام دینوں میں حرام رہا۔

(نہ سود کھاؤ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ یہ ان اعمال کی فہرست ہے جو تمام دینوں میں مروّج تھے۔

(نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرو) یہ حکم بھی تمام دینوں میں رہا جن میں جہاد فرض تھا جن میں جہاد ہی نہ تھا وہاں یہ حکم بھی نہ تھا۔

(ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو) اس دن شکار نہ کرو یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا تمہاری توریت کا حکم ہے یہ تمہارے لئے آیت بینہ تھی اَب توریت منسوخ ہو چکی یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری آسمانی کتب سے واقف ہیں اور یہ واقفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اسی لیئے وہ سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گئے۔

(ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے) ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہیں۔ اور پابوسی کے لیے جھکنا نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرما دیتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم، سنگ اسود، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں، والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی۔ بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چومتے تھے بوسہ کی بحث اور اُس کی قسمیں ہماری "جاء الحق وزھق الباطل" میں دیکھو۔

(ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں) کیونکہ اُمّی کا یہ علم کھلا معجزہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ گواہی جاننے پہچاننے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں لہذا وہ اس لفظ سے مؤمن نہ بنے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلا سوال بھی درست ہوا۔

(پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے) یعنی جب تم نے مجھے نبی جان لیا پھر مان کیوں نہیں لیتے اور مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔

(داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے) ان کی یہ دعا قبول ہے اور آپ ان کے اولاد میں نہیں کہ وہ بنی اسرائیل تھے آپ بنی اسمٰعیل، یہ ان کا خالص افتراء تھا سارے نبیوں نے ہمارے حضور کی پیش گوئی کی۔ داؤد علیہ السلام یہ دعا کیسے مانگ سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ یہ دونوں ابھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر چکے اور اب یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ بعض یہود یہ بھی کہتے تھے کہ حضور فقط مشرکین عرب کے نبی ہیں، ہمارے نہیں۔ شاید ان کا یہ مقصد ہو۔ اور یہ بھی غلط تھا۔ توریت و زبور میں خبر تھی کہ محمد مصطفی سارے عالم کے نبی ہوں گے، تمام شریعتوں کے ناسخ۔

(مراۃ المناجیح، ج٦ ص ٥١٧)

(894) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قِصَّةٌ. حضرت ابن عمر ﷺ سے ایک واقعہ روایت ہے

قَالَ فِيْهَا: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

اس میں ہے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ سے قریب ہوئے تو ہم نے آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی قبلة اليد، ج۴ص۵۲۲، رقم: ۵۲۲۵، الاداب للبیهقی، باب المسلمین یلتقیان، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۲۲۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما جاء فی الفرار من الزحف، ج۱۲ص۵۳۶، رقم: ۳۴۳۶۷)

شرح حدیث: بوسہ کی چھ قسمیں

یادرکھو کہ بوسہ کی چھ قسمیں ہیں (۱) بوسہ رحمت جیسے ماں باپ کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا (۲) بوسہ شفقت جیسے اولاد کا اپنے والدین کو بوسہ دینا (۳) بوسہ محبت جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے (۴) بوسہ تحیت جیسے بوقت ملاقات ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بوسہ دے (۵) بوسہ شہوت جیسے مرد عورت کو بوسہ دے (۶) بوسہ دیانت جیسے حجرا سود کا بوسہ۔ (الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص۶۳۳)

مسئلہ: عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کیلئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص۶۳۱۔۶۳۲)

مسئلہ: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(895) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ، فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ منورہ آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے انہوں (زید) نے دروازہ پر دستک دی تو اس کی طرف نبی اکرم ﷺ کپڑا کھینچتے ہوئے چلے ان کو گلے ملے اور ان کا بوسہ لیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة، ج۴ص۷۶، رقم: ۲۷۳۲، الرخصة فی تقبیل الید لابن ابراهیم المقرئ، ص۲۲، رقم: ۸۸، جامع الاصول لابن اثیر، النوع التاسع فی تلقی المسافرین، ج۶ص۲۳، رقم: ۳۰۲۷، مشکوة المصابیح، الفصل الثانی، باب السلام، ج۳ص۱۲، رقم: ۴۶۸۲)

شرح حدیث: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غلام تھے لیکن آپ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا متبنی بنالیا تھا اور اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرما دیا تھا جن کے بطن سے ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ان کی ایک بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سوا قرآن مجید میں دوسرے کسی صحابی کا نام مذکور نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بہادر مجاہد تھے۔ غلاموں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ جنگ موتہ کی مشہور لڑائی میں جب آپ تمام اسلامی افواج کے سپہ سالار تھے ۸ھ میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الزای، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۵ ملتقطا)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی سفر سے آئے یا کسی جہاد سے عرصہ تک غائب رہنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اس دن حضور کی باری میرے گھر تھی یہ واقعہ میرے گھر میں درپیش ہوا جسے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا۔

(کپڑا کھینچتے ہوئے) یعنی حضور انور نے چادر اوڑھنے یا قمیض پہننے کا توقف نہ کیا بلکہ قمیض پہنتے ہوئے چادر اوڑھتے ہوئے ہی ان کی طرف بڑھے، برہنہ کے یہ ہی معنی ہیں یعنی بے چادر یا بغیر قمیض ورنہ حضور انور کا ستر کسی بیوی صاحبہ نے بھی کبھی نہ دیکھا۔ (مرقات واشعہ) یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ حضور انور دولت خانہ میں بھی بغیر قمیض کبھی کسی کے سامنے نہ ہوئے، اس شرم وحیاء پر قربان یا یہ مطلب ہے کہ میں نے اس طرح بغیر قمیض کسی سے ملتے نہ دیکھا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(ان کا بوسہ لیا) اس میں حضرت زید ابن حارثہ کی انتہائی محبوبیت کا اظہار ہے آپ کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی میں کسی سے گلے ملنا سنت ہے لہذا عید کے معانقہ کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۱۹)

(896) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ جان اگرچہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، ج ۲ ص ۱۲۸، رقم: ۶۸۵۷، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج ۱ ص ۲۱۳، رقم: ۳۶۸، سنن الکبری للبیھقی، باب وجوب الصدقة، ج ۴ ص ۱۸۸، رقم: ۷۶۱۳، الاحاد والمثانی، من اسمه ابوجری الھجیمی، ص ۳۹۱، رقم: ۱۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبي تمیمة الھجیمی، ج ۳ ص ۴۸۲، رقم: ۱۵۹۹۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۱۲۰)

(897) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علی ﷠ کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبھائم، ج ۴ص۱۰۰ رقم: ۶۰۱۳ صحیح مسلم، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ، ج ۴ص۷۷، رقم: ۲۱۷۰ الاداب للبیہقی، باب فی رحمۃ الاولاد وتقبیلھم والاحسان الیھم، ص۱۱، رقم: ۱۲ المستدرک للحاکم، ذکر عبداللہ بن عباس، ج ۵ص۴۷۸، رقم: ۶۸۲۵ المعجم الصغیر، من اسمہ محمود، ج ۲ص۲۲۴، رقم: ۱۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(حسن بن علی کا بوسہ لیا) ان کے رخسار چومے یا سر یا دونوں، تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔
اقرع ابن حابس فتح مکہ کے سال بعد فتح بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں آئے اپنی قوم میں بہت باعزت تھے۔
(اقرع بن حابس نے کہا) یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں: بوسۂ مؤدت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا، بوسۂ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا، بوسۂ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا، بوسۂ تحیۃ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا، بوسۂ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا۔ (از اشعہ) حضور کا یہ بوسہ بوسۂ رحمت تھا۔

بچوں کو چومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالٰی بھی رحم نہیں کرتا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے۔ (مرقات)

یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان بابوں میں ذکر کیا۔ خیال رہے کہ حدیث من لا یرحم لا یرحم یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اسے مسلم، بخاری، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی نے مختلف راویوں سے نقل کیا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ص۵۱۵)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

7- کِتَابُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ

مریض کی بیمار پرسی کا بیان

1-بَابُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَتَشْیِیْعِ الْمَیِّتِ وَالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ وَحُضُوْرِ دَفْنِهٖ وَالْمُکْثِ عِنْدَ قَبْرِهٖ بَعْدَ دَفْنِهٖ

مریض کی بیمار پرسی کرنے جنازہ کے ساتھ جانے اور جنازہ پڑھنے دفن کرتے وقت

(898) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مریض کی عیادت کرنے' جنازہ کے ساتھ جانے' چھینک والے کو جواب دینے' قسم والے کی قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام عام کرنے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب انیة الفضة ج ۷ص ۱۱۳ رقم ۵۶۳۵ صحیح مسلم باب تحریم استعمال انا الذھب والفضة علی الرجال ج ۳ص ۱۲۵ رقم ۵۵۱۰ الاداب للبیھقی باب ما یجب علی المسلم من حق اخیہ فی الاسلام ص ۱۰۸ رقم ۲۰۸ سنن الکبری للنسائی باب الامر باتباع الجنائز ج ۱ص ۶۲۰ رقم ۲۰۶۶ مسند امام احمد مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج ۶ص ۲۹۶ رقم ۱۸۶۶۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کر لو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کر لو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔

۔لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۱ ۷)

مریض کی عیادت کرنے کا ثواب

جب ہمارا کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو ہمیں وقت نکال کر اس اسلامی بھائی کی عیادت کے لئے ضرور جانا چاہیے کہ کسی مسلمان کی عیادت کرنا بھی بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عمرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے جاتا ہے اللہ عزوجل اس پر ۷۵ ہزار ملائکہ کے ذریعہ سایہ فرماتا ہے، وہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور وہ فارغ ہونے تک رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے فارغ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب لکھتا ہے اور جس نے مریض کی عیادت کی اللہ عزوجل اس پر ۷۵ ہزار ملائکہ کے ذریعے سایہ فرمائے گا اور گھر واپس آنے تک اسکے ہر قدم اٹھانے پر اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کے ہر قدم رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا، جب وہ مریض کے ساتھ بیٹھے گا تو رحمت اسے ڈھانپ لے گی اور اپنے گھر واپس آنے تک رحمت اسے ڈھانپے رکھے گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی، الحدیث ۱۳، ۱۴، ج ۴، ص ۱۶۵)

(899) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک والے کو جواب دینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الامر باتباع الجنائز، ج ۱ص۱۷، رقم: ۱۲۴۰، صحیح مسلم، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ج ۷ص۲، رقم: ۵۷۷۶، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب وجوب العمل فی الجنائز من الغسل، ج ۳ص۳۸۶، رقم: ۶۸۵۵، سنن الکبرٰی للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج ۶ص۶۳، رقم: ۱۰۰۴۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج ۲ص۵۴۰، رقم: ۱۰۹۷۹، (جبکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ یہ روایت صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے:) (صحیح مسلم، باب من احق المسلم للمسلم رد السلام، ج ۷ص۳، رقم: ۵۷۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریبًا سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں۔ مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاوے کیے جائیں، کافروں کا ان میں سے کوئی کوئی حق نہیں۔

بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے، کبھی فرض کفایہ، کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام وکاج کے لیے سنت

ہے، کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے، چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یَرْحَمُكَ اللّٰہُ پھر چھینکنے والا کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو وہ پھر جواب ضروری نہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔ (شامی ومرقاۃ وغیرہ) اس کے مسائل ان شاءاللہ "کتاب الادب" میں آئیں گے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۴۷۹)

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مریض کی عیادت

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے دریافت فرمایا، آج تم میں کس نے روزہ رکھا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں گیا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں یہ چار خصلتیں جمع ہوجائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم، کتاب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہ، باب من فضائل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، رقم ۱۰۲۸، ص۱۳۰۱)

(900) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: يَا ابْنَ اٰدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ! يَا ابْنَ اٰدَمَ، اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ! يَا ابْنَ اٰدَمَ، اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟! قَالَ:

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی' وہ عرض کرے گا اے میرے رب میں کس طرح تیری عیادت کرتا تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھ کو علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے مجھے کھانا نہ دیا' بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب میں کس طرح تجھے کھانا دیتا حالانکہ تو رب العالمین ہے فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا' تو نے اسے نہ دیا تو اگر اس کو کھانا دیتا تو

اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

یہ میرے پاس تمہیں ملتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی طلب کیا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ تو اس کو اگر پانی پلا دیتا تو یہ تجھے میرے پاس ملتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عیادۃ المریض، ج۸ص۱۳، رقم: ۶۷۲۱، الادب المفرد للبخاری، باب عیادۃ المریض، ص۱۸۲، رقم: ۵۱۷، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصفات، ج۱ص۵۰۳، رقم: ۲۶۹، مسند اسحاق بن راھویہ، باب ما یروی عن ابی عثمان النھدی عن ابی ھریرۃ، ص۲۸، رقم: ۲۵، مشکوۃ المصابیح، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، الفصل الاول، ج۱ص۳۲۵، رقم: ۱۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مؤمن بیماری کی حالت میں رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا رب کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مؤمن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ یار ہیں، حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں۔ اس ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیمار پرسی اگلے اعمال سے افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر پہلے کیا۔

(کھانا دیتا تو یہ میرے پاس تمہیں ملتا) یعنی اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔ معلوم ہوا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے۔

(اگر پانی پلا دیتا تو یہ تجھے میرے پاس ملتا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء مساکین اللہ کی رحمت ہیں، ان کے پاس جانے، ان کی خدمتیں کرنے سے رب مل جاتا ہے، تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت رب سے ملنے کا ذریعہ ہے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا   او نشیند در حضور اولیا

قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا الایۃ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پالے گا، مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۷۵۳)

کون سا صدقہ افضل ہے؟

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے اسے پانی پلایا اور جو کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا اسے سنایا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی نفقۃ الرجل۔۔۔۔الخ رقم ۴۶۵۹، ج ۳، ص ۳۰۰)

حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ بابرکت میں عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: پانی پلانا۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۳۷، ج ۵، ص ۱۴۵)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے گھٹنے پر موجود 7 سالہ ناسور کے بارے میں پوچھا کہ میں بہت سے طبیبوں سے علاج کرا چکا ہوں تو آپ نے اسے ایسی جگہ کنواں کھدوانے کا حکم دیا جہاں لوگ پانی کے محتاج ہوں اور اس سے ارشاد فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ جیسے ہی اس سے چشمہ پھوٹے گا تمہارا خون بند ہو جائے گا۔

(شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، باب فی الزکاۃ، فصل فی اطعام الطعام۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۳۸۱، ج ۳، ص ۲۲۱)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میرے استاذ حاکم ابو عبداللہ صَاحِبُ الْمُسْتَدْرِک کے چہرے پر ایک پھوڑا نکل آیا، سال بھر علاج معالجہ جاری رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو عاجز آ کر استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے درخواست کی کہ وہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں میرے لئے دعا فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی تو کافی لوگوں نے اس پر آمین کہی، اگلے جمعہ کو ایک عورت نے مجلس میں ایک خط بڑھایا اس میں لکھا تھا کہ میں نے گھر لوٹنے کے بعد اس رات حاکم کے لئے خوب دعا کی تو خواب میں مَخْزَنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو گویا ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ابو عبداللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ پھر وہ رقعہ حاکم کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر حوض بنانے کا حکم دیا جب مزدور اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس میں پانی بھر کر برف ڈال دی اور لوگ اس میں سے پینے لگے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ شفاء کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ ناسور ختم ہو گیا اور ان کا چہرہ پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو گیا اس کے بعد آپ کئی سال تک زندہ رہے۔

(المرجع السابق، ج ۳، ص ۲۲۲)

(901) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عُوْدُوْا الْمَرِیْضَ، وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُکُّوا الْعَانِیَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مریض کی عیادت کیا کرو۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کراؤ۔ (بخاری)

اَلْعَانِیْ: اَلْاَسِیْرُ۔

عانی کا مطلب ہے: قیدی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فکاک الاسیر، ج۳ص۶۹ رقم: ۳۰۴۶شعب الایمان، فعل ما جاء فی اطعام، ج۳ص۲۱۵، رقم: ۳۳۵۸مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۲۳، رقم: ۱۱۱۹۶مسند البزار، مسند عوف بن مالک ج۱ص۲۲، رقم: ۲۷۳۶مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، ص۲۰۸، رقم: ۱۰۰۱سنن الدارمی، باب فی فکاک الاسیر ج۲ص۲۹۳، رقم: ۲۴۶۵)

شرح حدیث: عیادت کا بیان

مریض کی عیادت کرنا سنت ہے، اگر معلوم ہے کہ عیادت کو جائے گا تو اس بیمار پر گراں گزرے گا ایسی حالت میں عیادت نہ کرے۔ عیادت کو جائے اور مرض کی سختی دیکھے تو مریض کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ تمھاری حالت خراب ہے اور نہ سر ہلائے جس سے حالت کا خراب ہونا سمجھا جاتا ہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہیے جو اس کے دل کو بھلی معلوم ہوں، اس کی مزاج پرسی کرے اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھے مگر جبکہ وہ خود اس کی خواہش کرے۔ فاسق کی عیادت بھی جائز ہے، کیونکہ عیادت حقوق اسلام سے ہے اور فاسق بھی مسلم ہے۔ یہودی یا نصرانی اگر ذمی ہو تو اس کی عیادت بھی جائز ہے۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج۹، ص۶۳۹، ۶۴۰)

مجوسی کی عیادت کو جائے یا نہ جائے اس میں علما کو اختلاف ہے یعنی جبکہ یہ ذمی ہو۔

(العنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الکراھیۃ، مسائل متفرقۃ، ج۸، ص۴۹۷)

ہنود مجوس کے حکم میں ہیں، ان کے احکام وہی ہیں جو مجوسیوں کے ہیں، اہلِ کتاب جیسے ان کے احکام نہیں۔ ہندوستان کے یہودی، نصرانی، مجوسی، بت پرست ان میں کوئی بھی ذمی نہیں۔ (بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۵۰۵)

تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں

منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم چاہتے ہو کہ بروزِ قیامت تمہاری نیکیاں تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر ہوں؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کر اور فقراء کے کپڑوں کا اہتمام کر۔ پس حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ ہر ماہ سات دن فقراء کے لباس کا اہتمام کرتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فقر میں غنا کو ظاہر کرنا فقر ظاہر کرنے سے افضل ہے۔ (الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۱۷۴)

عرش کے سائے میں

حضرت عبد المجید بن عبد العزیز اپنے والد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: (ہمارے زمانے میں) کہا جاتا تھا کہ تین اشخاص قیامت کے دن عرش عرش کے سائے میں کے سائے میں ہوں گے (۱) مریض کی عیادت کرنے والا (۲) جنازہ کے ساتھ جانے والا اور (۳) جس کا بچہ فوت ہو جائے اس سے تعزیت کرنے والا۔

(الدر المنثور، تفسیر سورۃ الانعام، ج ۳، ص ۲۴۵)

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی سند کے ساتھ کتاب العزاء میں اس حدیث پاک کی تخریج فرمائی ہے۔ اور اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ ان خصائل میں سے ہر خصلت سایہ عرش کے لئے مستقل استحقاق کی حامل ہے۔ اور مریض کی عیادت کے بارے میں تو ایک مرفوع شاہد موجود ہے، چنانچہ،

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے شرفِ کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الحدیث ۱۶۱۸۸، ج ۶، ص ۱۲۶)

(902) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: جَنَاهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ تو وہ واپس لوٹنے تک خرفۃ الجنۃ چننے میں مصروف رہتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ فرمایا: اس کے تازہ پھل۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عیادۃ المریض، ج۸ص۱۲، رقم: ۶۷۱۶، الاداب للبیھقی، باب فضل العیادۃ ج۱ص۱۵۹، رقم: ۲۷۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عیادۃ المریض، ج۳ص۲۹۹، رقم: ۹۶۷، مسند امام احمد، ومن حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ، ج۵ص۲۷۷، رقم: ۲۲۴۴۳، مسند الشھاب، باب من عاد مریضا لم یزل فی خرفۃ الجنۃ، ص۲۲۲، رقم: ۳۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خرفہ باغ کو بھی کہتے ہیں اور باغ سے چنے ہوئے پھلوں کو بھی اور خود چننے کو بھی، یعنی چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت

ہے اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۳)

(903) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت صبح کے وقت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ اور اگر شام کے وقت اس کی عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں منتخب پھل ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حسن حدیث ہے۔

اَلْخَرِيْفُ: الثَّمَرُ الْمَخْرُوْفُ، أَيْ: الْمُجْتَنٰى۔

خریف کا مطلب ہے: چنے ہوئے پھل۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء عیادۃ المریض، ج۲ص۳۰۰ رقم: ۹۶۹، الاداب للبیھقی، باب فضل العیادۃ ج۱ص۱۶۰ رقم: ۲۸۲، بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، باب فی عیادۃ المریض، ج۱ص۳۵۲ رقم: ۲۴۹، مسند البزار مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۲۸ رقم: ۷۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے لے کر دوپہر تک کو غدوۃ کہا جاتا ہے اور زوال سے شروع رات تک عشاء۔ خریف چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی، یہاں دوسرے معنے مراد ہیں یعنی بیمار پرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۷۵)

جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو ہمیں اُس کی عیادت ضرور کرنی چاہیے کہ اس نیکی میں مشقت کم ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بھی۔ (ماخوذ از مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۱۵) عیادت کے مزید فضائل ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، تُو خوش ہو کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ثواب من عاد مریضا، الحدیث ۱۴۴۳، ج ۲، ص ۱۹۲)

(۲) حضرتِ سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ: جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور ثواب کی امید پر اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کی اسے جہنم سے ستر سال کے فاصلے تک دور کر دیا جائیگا۔

(سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادة... الخ، الحدیث ۳۰۹۷، ج ۳، ص ۲۴۸)

(904) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: کَانَ غُلَامٌ یَهُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ، فَقَالَ لَہٗ: اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہٗ؛ فَقَالَ: اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ، فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَھُوَ یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا وہ بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ پس آپ نے اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمایا۔ مسلمان ہو جا اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ اس کے پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا تو ابو القاسم (ﷺ) کی اطاعت کر تو وہ مسلمان ہو گیا' رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه، ج۲ص۹۳، رقم: ۱۳۵۶ صحیح ابن حبان، باب الذمی والجزیة، ج۱۱ص۲۴۲، رقم: ۲۸۸۴ شعب الایمان، حدیث جریر العابد فی فضل قلب الام، ج۶ص۱۹۷، رقم: ۶۸۹۲ سنن ابو داؤد باب فی عیادة الذمی، ج۳ص۱۵۲، رقم: ۳۰۹۵ مسند ابی یعلی، مسند ثابت البنانی عن انس بن مالك، ج۶ص۹۳، رقم: ۳۳۵۰ مسند امام احمد مسند انس بن مالك، ج۴ص۲۲۷، رقم: ۱۳۳۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس یہودی بچہ کا نام عبدالمقدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر بخوشی ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیے، بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔

(تشریف لائے) اس سے معلوم ہوا کہ کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جب کہ وہ سمجھ دار ہو اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو بھولتے نہیں، مرتے وقت بھی ان کی امداد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ہم گنہگاروں کو امید بندھتی ہے کہ ان شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے، اس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں، ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی

خبر حاضرین کو دی خود بستر مرگ پر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین سے کہا تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔

(اپنے باپ کی طرف دیکھا) یعنی بچہ نے باپ کے خوف سے خود کلمہ نہ پڑھ لیا بلکہ اجازت چاہنے کے لئے اس کی طرف دیکھا، رب کی شان اس نے اجازت دے دی۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی۔ دیکھو اس بچہ نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا۔ رب تعالٰی فقیر کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے اور اس بچہ کے طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے۔ آمین! مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے غرغرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبر۔ خیال رہے کہ مشرکین وکفار کے وہ ناسمجھ بچے جنہیں برے بھلے کی تمیز نہ ہو اگر اسی حال میں مر جائیں تو جہنمی نہیں کہ رب بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جہنمی ہیں، چونکہ یہ بچہ سمجھدار تھا اگر بغیر ایمان مر جاتا تو دوزخ میں جاتا، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اسے بالکل دوزخ سے بچالیا۔ کفار کے بچوں کی پوری بحث ہماری تفسیر "نور العرفان" میں دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۷۵)

2-بَابُ مَا یُدْعٰی بِهٖ لِلْمَرِیْضِ

مریض کے لیے دعا کرنا

(905) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، کَانَ اِذَا اشْتَکَی الْاِنْسَانُ الشَّیْئَ مِنْهُ، اَوْ کَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاُصْبُعِهٖ هٰکَذَا - وَوَضَعَ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ الرَّاوِی سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا - وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ اَرْضِنَا، بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا، یُشْفٰی بِهٖ سَقِیْمُنَا، بِاِذْنِ رَبِّنَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کے پھوڑا پھنسی یا زخم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی شہادت والی انگلی سے اس طرح کرتے اور سفیان راوی نے اپنی انگشت شہادت کو زمین پر رکھا پھر اٹھایا اور کہا اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کی تھوک کے ساتھ اس کی برکت سے ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفایاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴، ص۱۳۲، رقم: ۵۷۴۵، صحیح مسلم، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ، ج۷، ص۱۷، رقم: ۵۸۴۸، السنن الکبرٰی للنسائی، باب النفث فی الرقیۃ ج۴، ص۳۶۸، رقم: ۷۵۵۰، المستدرک، کتاب الرقی والتمائم، ج۵، ص۲۶۵، رقم: ۸۲۶۶، سنن ابوداؤد، باب کیف الرقی، ج۴، ص۱۹، رقم: ۳۸۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اولاً آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے، پھر اس کا لیپ مرض کی جگہ کر دیتے اور یہ فرماتے جاتے کہ بفضلہ تعالٰی ہمارا لعاب اور مدینہ کی مٹی شفا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بیماری پر

ٹوٹکے اور منتر جائز ہیں بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو، اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بد میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دھلا کر بیمار کو چھینٹا مار دو، شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف شفا ہے، بعض صوفیاء دم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفا ہے وہاں کی خاک کو جو خاک شفا کہا جاتا ہے، اس کی اصل یہ حدیث ہے، مرقاۃ میں فرمایا کہ وطن کی خاک کی بھی شفا ہوتی ہے اگر کوئی مسافر اپنے وطن کی مٹی پردیس لے جائے جس میں تھوڑی پینے کے گھڑے میں ڈال دیا کرے تو ان شاء اللہ وہاں کا پانی نقصان نہ دے گا۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۶)

لعابِ مبارک

صحابہ کرام علیہم الرضوان ک نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اس طرح تعظیم نہ کی جاسکی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم وتوقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، یہ تاثر پیش کیا تھا، گویا یہ اپنے کا نہیں غیر کا تاثر ہے۔ آپ نے کہا:

اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی انکے اصحاب علیہم الرضوان کرتے ہیں۔ جب کبھی بھی ان کے دہن اقدس سے لعاب مبارک نکلا وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑا جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا، اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں، اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم وتوقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج ۳، ص ۲۶۸)

پاؤں کا انگوٹھا

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا تشریف لے گئے اور انکے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی، عرض حال کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام ہوگیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اسی سے

شہادت پائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نیند پر قربان کی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۸)

آشوبِ چشم سے شفاء

ہم غزوہ خیبر کے بیان میں مفصل طور پر یہ معجزہ تحریر کر چکے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کا جھنڈا عطا فرمانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے اور مسند احمد بن حنبل کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ آشوب چشم اتنا سخت تھا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرما دی تو وہ فوراً ہی شفاء یاب ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں اور وہ اسی وقت جھنڈا لے کر روانہ ہو گئے اور جوشِ جہاد میں بھرے ہوئے انتہائی جانبازی کے ساتھ جنگ کی اور خیبر کا قلعہ ان کے دستِ حق پرست سے اسی دن فتح ہو گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب علی بن ابی طالب... الخ، الحدیث: ۳۷۰۱، ج ۲، ص ۵۳۴ والمسند للامام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، حدیث ابن الاکوع، الحدیث: ۱۶۵۳۸، ج ۵، ص ۵۵۶-۵۵۷)

آنکھوں میں اپنا لعاب دہن

جنگِ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش بر آواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ (پ ۲۱، لقمٰن: ۳۴) یعنی کل کون کیا کریگا کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

(906) وَعَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعُوْدُ بَعْضَ اَهْلِهٖ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذْهِبِ الْبَاْسَ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں میں سے بعض کی بیمار پرسی کرتے تو اس طرح کہتے اے اللہ اے لوگوں کے رب۔ مرض لے جا شفاء عطا فرما۔ تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ ایسی شفاء دے جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴،ص۱۳۲، رقم: ۵۷۴۳صحیح مسلم، باب استحباب رقیۃ المریض، ج۷،ص۱۵، رقم: ۵۸۳۶سنن ابوداؤد، باب کیف الرقی، ج۴ص۱۷، رقم: ۳۸۹۲الاداب للبیہقی، باب السنۃ فی العیادۃ، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۴۷۲مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۳۳، رقم: ۲۴۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا ایسا نام لینا جو قرآن میں نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ اس کے معنی خراب نہ ہوں، اس کی اصل قرآن مجید میں موجود ہو، شافی قرآن کے اسمائے الٰہیہ میں سے نہیں مگر اس کی اصل موجود ہے فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔

یہ اَنْتَ الشَّافِيْ کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل نعمت کی دعا مانگو یعنی وہ شفا دے جو بیماری اور کمزوری سب کچھ دور کردے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی برکت بھی مریض کو پہنچے، یہ حدیث صوفیاء کے اس عمل کی اصل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۵۶۷)

آنکھ عطا کردی

حضرتِ سیِّدُنا قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مشہور تیر انداز تھے، غزوہ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ غزوہ اُحد میں ان کی آنکھ تیر لگنے کے سبب ان کے رخسار پر بہہ پڑی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آنکھ کو ہاتھ میں تھامے سرکارِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مدنی حبیب، طبیبوں کے طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے قتادہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ وہی ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو تو تمہارے لئے جنت ہوگی اور اگر چاہو تو میں یہ آنکھ تمہیں لوٹا دوں اور تمہارے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کروں تو تم اس میں کسی کمی کو نہ پاؤ گے۔ عرض کیا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! خدا عزوجل کی قسم! بے شک جنت بہت بڑی جزا اور بہت بڑی عطا ہے مگر میں اپنی بیویوں سے بھی محبت کرتا ہوں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے یہ کہہ کر ٹھکرا نہ دیں کہ یہ نابینا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ آنکھ بھی لوٹا دیں اور اللہ عزوجل

سے میرے لئے جنت کا سوال بھی کریں۔ تو رحمتِ دو عالم، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے قتادہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر مدنی حبیب، طبیبوں کے طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آنکھ اپنے دست مبارک میں پکڑی اور اسے اس کی جگہ پر لگا دیا تو وہ آنکھ پہلے سے بہتر اور خوبصورت ہو گئی اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے لئے جنت کی دعا فرمائی۔

جب ان کے بیٹے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا اے جوان! تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا:

أَنَا ابْنُ الَّذِيْ سَالَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهُ ❁ فَرُدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفٰى أَحْسَنَ الرَّدِّ

فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ بِأَحْسَنِ حَالِهَا ❁ فَيَا حُسْنَ مَا عَيْنٍ وَيَا حُسْنَ مَا رَدِّ

ترجمہ: (۱) میں اس صاحب کا فرزند ہوں جن کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تو دستِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بہترین انداز سے اس کے مقام پر لوٹا دیا۔

(۲) پس وہ آنکھ پہلے سے کہیں زیادہ اچھی حالت میں آ گئی، پس یہ آنکھ اور آنکھ لوٹانے والے کیا ہی خوب تھے۔

تو حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ القدیر نے فرمایا: وسیلہ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والوں کو چاہیے کہ انہی جیسے لوگوں کے وسیلہ سے آیا کریں۔ (الاستیعاب قتادۃ بن النعمان، باب حرف القاف، ج ۳، ص ۳۳۸)

زِنا کی اِجازت مانگنے والا نوجوان

ایک نوجوان نے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شفیع المذنبین، انیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں؟ اس پر وہاں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نوجوان کو ڈانٹا تو حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ پھر اس نوجوان سے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حاضر ہو گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کام کرے؟ اس نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جاؤں یقیناً میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی ماں کے ساتھ کوئی ایسا کام کرے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں یہ بات پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن، خالہ اور پھوپھی کے بارے میں یہی سوال کیا تو وہ انکار کرتا رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے: اسی طرح لوگ بھی یہ بات پسند نہیں کرتے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبَهُ، وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ، وَحَصِّنْ فَرْجَهُ، یعنی اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو پاک فرما، اس کا گناہ معاف فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ اس کے بعد یہ نوجوان زنا کو سخت ناپسند کرنے لگ گیا۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۶۷۹، ج۸، ص ۱۶۲۔ ۱۶۳)

چمکتا چہرہ

حیان بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک مرتبہ اپنا دست مبارک پھیرا۔ اس کے بعد ان کو یہ کرامت مل گئی کہ یہ بہت ہی بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے بدن کے ہر حصے پر ضعیفی کے آثار نمودار تھے لیکن ان کے چہرے پر بدستور جوانی کا جمال باقی تھا اور ان کا چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت ایک عورت ان کے سامنے سے گزری اس وقت میں نے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح دیکھ لیا گویا میں آئینہ میں اسکا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف القاف، قتادۃ بن ملحان، ج ۵، ص ۳۱۷)

ہاتھ ہر مرض کی دوا

حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے وفد میں اپنے والد معاویہ بن ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انکے والد نے ان سے فرما دیا تھا کہ تم بارگاہ رسالت میں تین باتوں کے سوا کچھ بھی نہ کہنا: (۱) اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (۲) یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ ہم اسلام قبول کر کے آپ کے فرمانبردار بن جائیں۔ (۳) آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ ان کی ان تین باتوں کو سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش ہو کر جوش محبت میں ان کے چہرے اور سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (اسد الغابۃ، بشر بن معاویۃ، ج ۱، ص ۲۸۳)

کرامت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جیسے ہی اپنا دست مبارک پھیرا ان کو دو کرامتیں مل گئیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لیے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری کرامت یہ ملی کہ یہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے فوراً ہی وہ شفایاب ہو جایا کرتا تھا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الحدیث: ۳۶۸۵۶، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن بشر فخر کے طور پر اس بارے میں اشعار پڑھا کرتے تھے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

وَاَبِی الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَأْسِہٖ ۔ وَدَعَا لَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

یعنی میرے باپ وہ ہیں جن کے سر پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہاتھ پھیر کر خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔(اسد الغابۃ، بشر بن معاویہ، ج۱،ص ۲۸۳)

(907) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ: اَلَا اَرْقِیْكَ بِرُقْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: بَلٰی، قَالَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْھِبَ الْبَاْسِ، اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے آپ نے حضرت ثابت ﷺ سے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ والا دم نہ کردوں کہا کہ کیوں نہیں' تو تو انہوں نے اے اللہ اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما تو ہی شفاء دینے والا ہے ایسی شفاء دے جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے۔(بخاری)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری باب رقیة النبی صلی اللہ علیه وسلم ج۷ص۱۳۲ رقم: ۵۷۴۲ سنن الکبری للنسائی ذکر رقیة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واختلاف الفاظ الناقلین ج۶ص۲۵۲ رقم: ۱۰۸۶۰ سنن ابوداؤد باب کیف الرقی ج۴ص۱۷ رقم: ۳۸۹۲ الاداب للبیهقی باب ما یرقی به نفسه وغیرہ اذا مرض ج۱ص۳۱۹ رقم: ۶۹۸ مسند امام احمد حدیث میمونة بنت الحرث ج۶ص۳۳۲ رقم: ۲۶۸۶۴)

شرح حدیث: حضرت خضر علیہ السلام کی بتائی ہوئی دعا

حضرت علامہ محمد بن سماک علیہ الرحمۃ بہت جلیل القدر محدث اور باکرامت ولی تھے۔ ایک مرتبہ یہ بہت سخت بیمار ہو گئے تو ان کے متوسلین ان کا قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس چلے۔ راستے میں ان لوگوں کو ایک بہت ہی خوش پوشاک بزرگ ملے جن کے بدن سے بہترین خوشبو آرہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ کہاں جارہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ بہت سخت علیل ہیں یہ اُن کا قارورہ ہے جس کو ہم فلاں طبیب کے پاس لے جارہے ہیں۔"یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ایک اللہ عزوجل کے ولی کے لئے تم لوگ ایک اللہ عزوجل کے دشمن سے مدد طلب کررہے ہو؟ قارورہ پھینک کر واپس جاؤ اور محمد بن سماک علیہ الرحمۃ سے کہہ دو کہ مقام درد پر

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ (پ15، بنی اسرآئیل:105)

پڑھ کردم کریں۔

یہ فرما کر بزرگ غائب ہو گئے اور لوگوں نے واپس ہو کر حضرت محمد سماک علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو آپ نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر آیت کے ان دونوں جملوں کو پڑھا تو فوراً ہی آرام ہو گیا۔ پھر حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ بزرگ جنہوں نے تم لوگوں کو یہ وظیفہ بتایا، تمہیں یہ خبر ہے کہ وہ کون بزرگ تھے؟ لوگوں نے کہا کہ جی نہیں۔ ہم

لوگوں نے انہیں نہیں پہچانا۔ تو حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(تفسیر مدارک التنزیل، ج ۳، ص ۱۹۵، پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۰۵)

قرآن مجید کی آیت کا اتنا سا ٹکڑا ہر مرض کی مکمل دوا اور مجرب علاج ہے۔ مرض کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھ دیا جائے تو بیاری دور ہو جاتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا پابند شریعت اور صدق مقال و رزق حلال پر کار بند ہو۔ بلا شبہ یہ آیت شفاء امراض کے لئے قرآن مجید کے عجائب میں سے ہے۔

مریضوں کو شفاء دینا اور مردوں کو زندہ کرنا

(۱) حضرت شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ القوی نے فرمایا: حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ عزوجل کے اذن سے مادرزاد اندھوں اور برص کے بیماروں کو اچھا کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشی من عجائب، ص ۱۲۴)

(۲) شیخ خضر الحسینی الموصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں تقریباً ۱۳ سال تک رہا، اس دوران میں نے آپ کے بہت سے خوارق وکرامات کو دیکھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس مریض کو طبیب لاعلاج قرار دیتے تھے وہ آپ کے پاس آ کر شفایاب ہو جاتا، آپ اس کے لئے دعاء صحت فرماتے اور اس کے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے تو اللہ عزوجل اسی وقت اس مریض کو صحت عطا فرما دیتا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشی من عجائب، ص ۱۴۷)

مریض کا علاج

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن خضری کے والد فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی، قطب ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تیرہ برس خدمت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بہت سی کرامات دیکھی ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جب تمام طبیب کسی مریض کے علاج سے عاجز آ جاتے تو وہ مریض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لایا جاتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مریض کے لئے دُعائے خیر فرماتے اور اس پر اپنا رحمت بھرا ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے صحت یاب ہو کر آپ کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں سلطان المستنجد کا قریبی رشتہ دار لایا گیا جو مرض استسقاء میں مبتلا تھا اس کو پیٹ کی بیماری تھی آپ نے اس کے پیٹ پر مبارک ہاتھ پھیرا تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے لاغر پیٹ ہونے کے باوجود کھڑا ہو گیا گویا کہ وہ پہلے کبھی بیمار ہی نہیں تھا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ ص ۱۵۳)

بخار سے رہائی عطا فرما دی

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، قطب ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ابو المعالی احمد مظفر بن یوسف بغدادی حنبلی

آئے اور کہنے لگے کہ میرے بیٹے محمد کو پندرہ مہینے سے بخار آ رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کے کان میں کہہ دو اے ام ملدم! تم سے عبد القادر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے سے نکل کر حلہ کی طرف چلے جاؤ۔ ہم نے ابو المعالی سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں گیا اور جس طرح مجھے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم دیا تھا اسی طرح کہا تو اس دن کے بعد اس کے پاس پھر کبھی بخار نہیں آیا۔ (المرجع السابق)

(908) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: عَادَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی۔ پس آپ نے کہا: اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما' اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما' اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب الوصیۃ بالثلث' ج۵ص۷۱' رقم: ۴۳۰۲' مسند امام احمد بن حنبل' مسند سعد بن ابی وقاص' ج۱ص۱۹۸' رقم: ۱۴۴۰' مسند ابی یعلیٰ' مسند سعد بن ابی وقاص' ج۲ص۱۱۶' رقم: ۷۸۱' سنن الکبریٰ للبیہقی' باب من کرہ ان یموت بالارض التی ھاجر منھا' ج۲ص۳۴۵' رقم: ۱۸۴۴۰)

شرح حدیث: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ جا کر اس قدر شدید بیمار ہو گئے کہ ان کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔ ان کو اس بات کی بہت زیادہ بے چینی تھی کہ اگر میں مر گیا تو میری ہجرت نامکمل رہ جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کی بے قراری دیکھ کر تسلی دی اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی اور یہ بشارت دی کہ امید ہے کہ تم ابھی نہیں مرو گے بلکہ تمہاری زندگی لمبی ہوگی اور بہت سے لوگوں کو تم سے نفع اور بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثتہ... الخ، الحدیث: ۲۷۴۲، ج۲، ص۲۳۲)

یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فتوحات عجم کی بشارت تھی۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کا سپہ سالار بن کر ایران پر فوج کشی کی اور چند سال میں بڑے بڑے معرکوں کے بعد بادشاہ ایران کسریٰ کے تخت و تاج کو چھین لیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ان کی ذات سے بڑا فائدہ اور کفار مجوس کو ان کی ذات سے نقصان عظیم پہنچا۔ ایران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا اور اس لڑائی کا نقشہ جنگ خود امیر المؤمنین نے ماہرین جنگ کے مشوروں سے تیار فرمایا تھا۔

(909) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت ابو عبد اللہ عثمان بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے جسم

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا، يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسْمِ اللهِ ثَلَاثًا، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں درد کی شکایت کی تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھ جو درد کرتا ہے اور تین بار بسم اللہ کہہ اور سات بار کہہ میں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور قدرت کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس برائی کے شر سے جو میں پاتا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم مع الدعا، ج۲، ص۲۰، رقم: ۵۸۶۷ سنن ابن ماجہ، باب ما عنذبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوذبہ، ج۲ ص۱۱۶۳، رقم: ۳۵۲۲ موطا امام مالک، باب الرقی، ج۱ ص۳۴۰، رقم: ۱۷۸۸ سنن ابوداؤد، باب کیف الرقی، ج۳ ص۱۷، رقم: ۳۸۹۳ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مسح الراقی الوجع بیدہ الیمنی، ج۳ ص۳۶۶، رقم: ۷۵۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بیماری، ناداری اور تمام مصائب کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکتے ہیں۔ ہم گنہگاروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے، اس میں رب سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد ہے اور دفعیہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ ان صحابی نے خود ہی دعا نہ مانگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دعا کی۔ مشائخ کرام سے جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے، دعائیں کارتوس ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت رائفل، بغیر رائفل شیر مارنے والا کارتوس مرغی کو نہیں مار سکتا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۷۵۸)

(910) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ، فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، أَنْ يَشْفِيَكَ، إِلَّا عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور سات بار اس کے پاس پڑھے: عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا رب ہے میں سوال کرتا ہوں کہ تمہیں شفاء عطا فرما دے تو اس مریض کو اللہ اس مرض سے شفاء عطا فرما دے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا یہ حدیث شرط بخاری کے مطابق صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ج۳ص۱۵۵، رقم: ۳۱۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التداوی بالعسل، ج۳ص۴۱۰، رقم: ۲۰۸۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج۱ص۳۵۸، رقم: ۱۲۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۳۹، رقم: ۲۱۳۸)

شرح حدیث: تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں

منقول ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُ نا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم چاہتے ہو کہ بروزِ قیامت تمہاری نیکیاں تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر ہوں؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کر اور فقراء کے کپڑوں کا اہتمام کر۔ پس حضرتِ سیِّدُ نا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ ہر ماہ سات دن فقراء کے لباس کا اہتمام کرتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص۱۷۴)

(911) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ، وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَنْ يَّعُوْدُهٗ، قَالَ: لَا بَأْسَ، طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دیہاتی کے پاس بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور آپ جب بھی کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لاتے تو فرماتے کوئی حرج نہیں، اگر اللہ نے چاہا تو یہ پاک کرنے والی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب عیادۃ الاعراب، ج۷ص۱۱۷، رقم: ۵۶۵۶، مسند الحارث، باب ما یقول اذا دخل علی المریض، ص۳۵۶، رقم: ۲۵۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب من تسلیۃ المریض، ج۳ص۱۹۷، رقم: ۶۸۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۳۳۲، رقم: ۱۱۹۲۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں، ایک زکام پچپن بیماریوں کو دور رکھتا ہے، خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے جاتے۔ سبحان اللہ! کیسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ ایک طہور میں جسمانی، جنانی، روحانی صفائیوں کا ذکر فرما دیا۔

اور اگر تو خدا کی رحمت سے مایوس ہے تو پھر تو جان، یہ ارشاد اظہار کرنا راضی کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیماری میں رب سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، صابر و شاکر رہنا ضروری ہے۔ یہ صاحب بدوی تھے جو ان آداب سے بے خبر تھے۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ ص۷۵۸)

(912) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: اَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے پھر عرض کیا: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ فرمایا: ہاں۔کہا اللہ کے نام کے ساتھ ہر موذی چیز سے میں تمہیں دم کر دیتا ہوں ہر جان اور ہر حسد والی آنکھ کے شر سے اللہ تمہیں شفاء دے اللہ کے نام کے ساتھ میں تمہیں دم کرتا ہوں۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الطب والمرض والرقی، ج۷ص۱۳، رقم: ۵۸۲۹مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۸، رقم: ۱۱۲۲۱سنن ترمذی، باب ما جاء فی التعوذ للمریض، ج۲ص۳۰۳، رقم: ۹۷۲المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ معاذ، ج۸ص۲۵۷، رقم: ۸۵۹۵سنن ابن ماجہ، باب ما عوذ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوذ بہ، ج۲ص۱۱۶۴، رقم: ۳۵۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کیا آپ بیمار ہیں) حضرت جبریل خود نہ آئے تھے بلکہ رب نے بھیجا تھا، یہ مزاج پرسی رب کی طرف سے تھی، قرآن کریم فرماتا ہے: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتہ لگا کہ رب ان کی مزاج پرسی کرے اور رب ہی جبریل کو بھیج کر ان پر دم کرائے۔ شعر

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے　　　حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

(اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں) یہاں دم جادو کے معنی میں نہیں کہ فرشتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اس سے پاک ہے بلکہ دم جائز منتر یا اسلامی ٹوٹکا مراد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نظر بد بھی بڑی بڑی آفتیں ہیں اللہ محفوظ رکھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۷۵۹)

(913) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ، فَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ۔ وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، قَالَ: يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِيْ لَا شَرِيْكَ لِيْ، وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے پس فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ (بندہ) کہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے

وَإِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي وَكَانَ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَهَا فِيْ مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

اس کا کوئی شریک نہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے اور جب (بندہ) کہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میری ہی بادشاہی ہے اور میری ہی حمد ہے اور جب وہ (بندہ) کہتا ہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور نہیں ہے گناہ سے مڑنا اور نیکی طرف آنا سوائے اللہ کی توفیق کے تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا اور نہیں ہے گناہ سے بچنا اور نیکی کی طرف آنا مگر میری توفیق سے' اور آپ فرماتے تھے' جو شخص یہ (کلمات) اپنی بیماری میں کہتا ہے پھر اسے موت آجاتی ہے تو اسے آگ نہ چھوئے گی۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول العبد اذا مرض، ج۵ص۲۹۲، رقم: ۳۴۳۰، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، ج۲۱ص۱۷۷، رقم: ۲۳۲۲۷)

شرح حدیث: ننانوے بیماریوں کی دوا

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا تو یہ (اسکے لئے) ننانوے بیماریوں کی دوا ہے ان میں سب سے ہلکی بیماری رنج والم ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی اذکار تقال بالليل والنہار، رقم ۸، ج ۲، ص ۲۹۲)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جسے اللہ عزوجل نے کوئی نعمت عطا فرمائی پھر وہ بندہ اس نعمت کو باقی رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی کثرت کرے۔(المعجم الکبیر، رقم ۸۵۹، ج ۱۷، ص ۳۱۰)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا، وہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی لاحول ولاقوۃ الا باللہ، رقم ۳۸۲۵، ج ۴، ص ۲۶۰)

3-بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ عَنْ حَالِهٖ

مریض کے گھر والوں سے مریض کا حال پوچھنا مستحب ہے

(914) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا اَبَا الْحَسَنِ، كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابو طالب ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے وصال والی بیماری میں آپ کے پاس سے باہر نکلے لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن رسول اللہ ﷺ نے صبح کس طرح کی۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی حمد سے صحت یابی میں صبح کی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج۶ص۱۲ رقم: ۴۴۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۶۳، رقم: ۲۳۷۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاستخلاف، ج۸ص۱۴۹، رقم: ۱۶۸۰۱، مشکوۃ المصابیح، باب عیادۃ المریض، الفصل الثالث، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۱۵۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک تندرست ہے یا ان شاء اللہ آپ قریب صحت ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بیمار پرسی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی لفظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمتِ الٰہی کی امید بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۹)

4-بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ مَنْ اَيِسَ مِنْ حَيَاتِهٖ

جو زندگی سے نااُمید ہو وہ کیا پڑھے؟

(915) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ، وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا حالانکہ آپ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج۳ص۱۹۱، رقم: ۴۴۶۳ صحیح مسلم باب فی فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج۷ص۱۳۷، رقم: ۶۲۹۹ السنن الکبرٰی للنسائی، باب ما یقول عند الموت، ج۶ص۲۱۹، رقم: ۱۰۹۴۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۵، رقم: ۳۴۹۶ صحیح ابن حبان، باب وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۱۴ص۵۸۸، رقم: ۶۶۱۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی کو بیداری میں ان کا جنتی مقام دکھا کر انہیں اختیار دیا جاتا ہے اور یہ اختیار دینا ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے ورنہ رب ان کے وقت موت کو جانتا ہے اور وہ حضرات وہ ہی اختیار کرتے ہیں جو رب کا فیصلہ ہے۔ (اشعہ)

پہلے حضور کا جسم اطہر جناب عائشہ صدیقہ کی گود میں اور سر شریف آپ کے سینہ پر تھا، چونکہ اس طرح جانکنی میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے عین قبض روح کے وقت حضور انور کو سیدھا قبلہ رو لٹایا گیا اور سر شریف ام المؤمنین کی ران پر رکھا لہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور گلے کے درمیان ہوئی۔

رفیق اعلیٰ یعنی اوپر کے ساتھیوں کے متعلق بیان کیا جاچکا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ حضور کے چار ساتھی زمین کے ہیں یعنی خلفاء راشدین اور چار ساتھی آسمان کے: حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام یہاں رفیق اعلیٰ سے وہ مراد ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (مراۃ المناجیح، ج۸ ص۲۰۹)

(916) وَعَنْهَا، قَالَتْ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ، عِنْدَهٗ قَدَحٌ فِیْهِ مَاءٌ، وَهُوَ یُدْخِلُ یَدَهٗ فِی الْقَدَحِ، ثُمَّ یَمْسَحُ وَجْهَهٗ بِالْمَاءِ، ثُمَّ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ موت کے حال میں تھے آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ ہاتھ پیالہ میں ڈال کر پانی کو چہرہ پر ملتے پھر کہتے اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔ (ترمذی)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی التشدید عند الموت، ج۲ص۳۰۸، رقم: ۹۷۸ السنن الصغرٰی، باب تلقین المریض اذا حضرہ الموت، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۱۰۲۵ المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ ق، ج۳ص۳۲۹، رقم: ۳۷۳۱ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ بکر، ج۲ص۲۰۷، رقم: ۳۲۳۳ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۱۹، رقم: ۱۶۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(پھر چہرۂ انور پر پھیر لیتے) غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقتِ موت بہت گرمی محسوس

ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔

(سختیوں یا دشواریوں پر میری مدد فرما) بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرمادے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الٰہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ دار ہستی جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الٰہیہ کا غلبہ تھا، اس کی کیفیت تھی۔ (اشعۃ اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے وراء ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۸۹)

5-بَابُ اسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ وَمَنْ يَّخْدِمُهٗ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهٖ وَالصَّبْرِ عَلٰى مَا يَشُقُّ مِنْ اَمْرِهٖ وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهٖ بِحَدٍّ اَوْ قِصَاصٍ وَّنَحْوِهِمَا

مریض کے گھر والوں اور خدام کو مریض کے ساتھ بھلائی کی وصیت اور برداشت کرنے کا حکم جو اس کے معاملات میں سے تکلیف دہ ہو اور اسی طرح اس سے بھلائی کا حکم جس کی موت کا سبب حد یا قصاص وغیرہ قریب ہو

(917) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَيْهَا، فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِيْ بِهَا فَفَعَلَ، فَاَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمران بن حصین ﷺ سے مروی کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی یہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ میں حد والا جرم کر بیٹھی ہوں مجھ پر حد لگائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے وارث کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس سے بھلائی کرے۔ جب یہ جنم دے لے تو اسے میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تو اس پر اس کے

کپڑے باندھ دیے گئے پھر اس کے متعلق حکم دیا تو اس
کو رجم کر دیا گیا پھر آپ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی ۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من اعترف علی نفسه بالزنا، ج٥ص١٢٠، رقم: ٣٥٢٩ سنن الدار قطنی، کتاب الحدود والدیات، ج٣ص٢٨٢، رقم: ٣٢٨٥ السنن الکبری للنسائی، باب الصلاة علی المرجومة، ج١ص٦٣٦، رقم: ٢٠٨٣ صحیح ابن حبان، کتاب الحدود، ج١٠ص٢٥٠، رقم: ٤٤٠٣ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین رضی الله عنه، ج٣ص٣٢٥، رقم: ١٩٩١٤)

شرح حدیث: کیا عہدِ رسالت میں گواہی سے زِنا کا ثبوت ہوا؟

عہدِ رسالتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں زنا کا ثبوت گواہوں سے کبھی نہیں ہوا۔ البتہ دو بار یہ ہوا کہ مجرموں نے خود اِقرار کرلیا۔ پہلا واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، دوسرا ایک خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ دونوں مجرم بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے اور شرعی سزا کے خواست گار (یعنی طلب گار) ہوئے کہ ہم پاک ہوجائیں۔ دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ جس وقت حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگسار کیا آپ بھاگے لیکن سنگساریوں نے پکڑ کر قتل کر دیا، اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر کُل واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا جب وہ بھاگا تھا۔ اور فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام شہر پر تقسیم کی جائے سب کو کافی ہو۔

(ملتقطاً صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنی، الحدیث ١٦٩٥، ص ٩٣٢)

مریضِ عشقِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایک ولی فرماتے ہیں میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ راکھ بچھا کر اس پر لوٹ پوٹ ہوکر شدت سے رو رہا تھا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا: چلو، اس بیمار کی عیادت کرتے ہیں۔ وہ بولا: یہ بیمار نہیں بلکہ مُحِبّین میں سے ہے اور اسے عُبید مجنون کہا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ ایک نوجوان ہے، اور اس پر اُون کا جُبّہ ہے، وہ کہہ رہا ہے: اے میرے مالک ومولیٰ! تعجب ہے اس پر جسے تیری معرفت کی دولت حاصل ہوئی اور تیری محبت کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوا پھر تیری بارگاہ سے کیسے ہٹ گیا؟ وہ نوجوان یہی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے اپنے اس دوست سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجنون تو وہ ہوتا ہے جو اس مقام ومرتبہ تک نہ پہنچا ہو۔ جب اسے افاقہ ہوا تو ہماری طرف دیکھ کر کہنے لگا: تم میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہمارے پاس ایک دوا ہے، شاید! وہ آپ کو اس بیماری سے شفا دے دے۔ تو وہ کہنے لگا: اس کی دوا اسی کے پاس ہے جس نے مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ پہلے مجھے بیمار کرے پھر اس کا علاج کرے۔ میں نے کہا: یہ بیماری کیسے آتی ہے؟ اس نے جواب دیا: حرام کو چھوڑنے، گناہوں کا ارتکاب نہ کرنے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہر لمحہ پیشِ نظر رکھنے، رات کو تہجد ادا کرنے جبکہ

لوگ سو رہے ہوں، گزر بسر کا سامان کم لینے، خوشحالی اور تنگدستی کی حالت میں آفات وبلیات پر صبر کرنے، پاک دامنی اختیار کرنے، استطاعت ہوتے ہوئے کم کھانے، موت کی تیاری کرنے، منکر نکیر کے سوالات کے جوابات کی تیاری کرنے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سامنے حاضر ہونے کی تیاری کرنے سے اس بیماری کی دولت نصیب ہوتی ہے، اس کے بعد یا تو جنت ٹھکانہ ہوگا یا جہنم میں جانا ہوگا۔ اتنا کہنے کے بعد وہ بلند آواز سے رونے لگا، ہمیں بھی رونا آ گیا، ہم نے اس سے کہا: ہم آپ کے مہمان ہیں، لہٰذا ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ اس نے کہا: میں اس میدان کا شہسوار نہیں (یعنی میں اس مرتبہ کا اہل نہیں)۔ ہم نے اسے قسم دی کہ آپ ضرور دعا فرمائیں تو اس نے دعا دیتے ہوئے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے، میری اور آپ کی موت آسان کر دے۔ وہ ولی اللہ فرماتے ہیں: پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے اور ہمارے دل اس کے حسین الفاظ اور وعظ و نصیحت سے زندہ ہو گئے اور اس کے کلام اور محبت کی مٹھاس نے ہمیں بہت راحت و مسرت پہنچائی۔

یہ دیوانوں کے حالات ہیں، پس اے غمگین و مسکین رونے والے! تیری عقل کہاں ہے؟

(الرّوض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۲۶۸)

6-بَابُ جَوَازِ قَوْلِ الْمَرِيضِ اَنَا وَجِعٌ، اَوْ شَدِيدُ الْوَجَعِ اَوْ مَوْعُوكٌ اَوْ وَارَاْسَاهُ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَبَيَانِ اَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِيْ ذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى سبيل التَّسَخُّطِ وَاِظْهَارِ الْجَزَعِ

مریض کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں مجھے سخت درد ہے یا بخار ہے ہائے میرا سر وغیرہ کہنا بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ یہ تقدیر پر ناراضگی اور بے صبری کے طور پر نہ ہو

(918) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ، فَمَسِسْتُهُ، فَقُلْتُ: اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، فَقَالَ: اَجَلْ، اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا: آپ کو شدید بخار ہے فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید علی المریض، ج ۲ص ۲۱۹، رقم: ۵۶۶۰ صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، ج ۲ص ۱۲، رقم: ۶۷۲۴ سنن الکبری للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم أن یستشعرہ من الصبر ج ۳ص ۳۷۲، رقم: ۶۳۲۳ مسند ابویعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۲ص ۳۱۲، رقم: ۵۱۶۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ص ۴۵۵، رقم: ۴۳۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تُوعَكُ وَعكٌ سے بنا، بمعنی بخار کی گرمی اور تکلیف۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کی مزاج پرسی بھی کرے اور اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائے۔ خیال رہے کہ بخار مرضِ انبیاء ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔

یہ ہے صحابہ کا ادب واحترام، یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی بیماری خطاؤں کی معافی کے لیے ہو، آپ کو گناہ وخطا سے نسبت ہی کیا، آپ کی بیماری صرف بلندیٔ درجات کے لیے ہوسکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے ہم گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔
مسلمان سے مراد گنہگار مسلمان ہے۔ بے گناہ مسلمان جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم اور ناسمجھ بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں، ان کے درجے بلند ہوں گے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لفظ مسلم اور مؤمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوا کرتے، یہ الفاظ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین ایمان ہیں، ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پہلے پارے میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں امت سے خطاب ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۶۳)

(919) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآئَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِیْ مَا تَرٰی، وَاَنَا ذُوْ مَالٍ، وَلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتِیْ.. وَذَكَرَ الْحَدِیْثَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سخت درد کے موقع پر میری عیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا: مجھے اس حد تک درد ہے جو آپ پر ظاہر ہے اور میں صاحبِ مال ہوں اور میری وارث صرف میری بیٹی ہے۔ اور حدیث ذکر کی (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول المریض انی وجع او وارأساه او اشتدبی الوجع، ج۷، ص۱۲۰، رقم: ۵۶۶۸ صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالثلث، ج۵ص۷۱، رقم: ۴۲۹۶ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب المریض یقول وارأساه، ج۳ص۳۰۸، رقم: ۶۸۰۸ مؤطا امام مالک، باب الوصیۃ فی الثلث لا تتعدی، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۱۴۵۶ سنن الدارمی، باب الوصیۃ بالثلث، ج۲ص۴۹۹، رقم: ۳۱۹۶)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہاں سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ سے ہیں، یہ واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے، اس وقت آپ مکہ معظمہ میں تھے آپ سخت بیمار ہوگئے تھے۔ (مرقات) تو حضور انور اپنی جائے قیام سے میری جائے قیام پر صرف میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام کی مزاج پرسی بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر جانا سنت ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک قدرتی طور پر قدرے ٹھنڈے تھے جن سے دوسرے کو نہایت خوشگوار ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی، چونکہ حضرت سعد کو دل کی بیماری تھی اس لیے حضور انور نے بیماری کی جگہ ہاتھ رکھا۔ معلوم ہوا کہ مرض کی جگہ ہاتھ رکھنا عیادت کے لیے سنت ہے۔ فواد دل کو بھی کہتے ہیں دل کے پردے کو بھی اور سینہ کو بھی جو دل کا مقام ہے، یہاں غالبًا بمعنی سینہ ہے۔

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

مبارک ہے وہ بیماری جس میں ایسے تیماردار امت کے غم خوار چل کر مریض کے پاس آ دیں۔

سرہانے انہیں رحمت کی ادا لائی ہے حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

اب بھی بعض بزرگوں نے اپنی بیماری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگتے ہوئے زیارت کی ہے کہ حضور نے ان کی تیمارداری و عیادت فرمائی۔ سبحان اللہ! (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٧٢)

(920) وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَارَأْسَاهُ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَنَا، وَارَأْسَاهُ!... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرا تو ر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ میں کہتا ہوں۔ ہائے میرا سر۔ اور حدیث ذکر کی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستخلاف، ج٩ص٨٠، رقم: ٧٢١٧، السنن الكبرى للبيهقي، باب المريض يقول واراساه، ج٣ص٣٧٨، رقم: ٦٨٠٧، السنن الكبرى للنسائي، باب بدء علته النبي صلى الله عليه وسلم، ج٤ص٢٥٢، رقم: ٧٠٨٠، المعجم الاوسط للطبراني، من اسمه عبدان، ج٥ص٢٢، رقم: ٤٥٦٧، مسند امام احمد، حديث السيدة عائشه رضي الله عنها، ج٦ص٢٢٨، رقم: ٢٥١٥٠)

7-بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضَرِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا

(921) عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ اٰخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالْحَاكِمُ، وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب في التلقين، ج٣ص١٥٩، رقم: ٣١١٨، المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، ج١ص٣٦٩، رقم: ١٢٩٩، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه معاذ بن جبل الانصاري، ج٢٠ص١١٢، رقم: ١٦٤٧٨، مسند امام احمد بن حنبل، حديث معاذ بن جبل رضي الله عنه، ج٥ص٢٤٧، رقم: ٢٢١٨٠، مجمع الزوائد، باب تلقين الميت لا اله الا الله، ج٣ص٦٣، رقم: ٣٩١٢)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا،لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی،مرنے والے کوکلمہ پڑھانا اسی حدیث پر عمل ہے،روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ کلمہ پڑھ کر سوؤ، یہ حدیث کتاب الایمان کی اس حدیث کی شرح ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہوگیا،اسی معنی پر حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں،بعض روایات میں ہے کہ جس کا اول کلام لا الہ الا اللہ ہو اس کے گناہوں کی معافی ہوگی،لہذا کوشش کرنی چاہیئے کہ بچے کی زبان کلمہ پر کھلے اس سے مراد پورا کلمہ ہے۔(مرٰاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۴۵)

حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم حدیث کے مشہور امام اور اس فن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم مرتبہ مانے گئے ہیں ایک بار حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جوانی ہی میں چھ لاکھ حدیثوں کے حافظ ہو چکے تھے۔

(تاریخ بغداد، عبید اللہ بن عبد الکریم، ج ۱۰، ص ۳۳۱)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرض الموت میں سکرات موت اور جانکنی کے عالم میں بہت سے محدثین حاضر تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے مگر حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلالت شان کے آگے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخر سب لوگوں نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ ان کو کلمہ یاد آجائے چنانچہ محمد بن مسلم محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی کہ حدثنا الضحاك بن مخلد عن عبد الحميد بن جعفر اتنا پڑھ کر رعب سے ان کی زبان بند ہوگئی اور اس پر ابوزرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جانکنی کے عالم میں روایت شروع کردی کہ حدثنا بُندار حدثنا عبد الحميد بن جعفر عن صالح عن كثير بن مرة عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی، پوری حدیث یوں ہے کہ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ۲۶۴ھ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب وغیرہ) (تاریخ بغداد، عبید اللہ بن عبد الکریم، ج ۱۰، ص ۳۳۴ تغیر)

(922) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (یعنی جو قریب المرگ ہوں۔) (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تلقین الموتی لا اله الا الله، ج۳ص۳۷، رقم: ۲۱۶۲، الاداب للبیهقی، باب السنة فی العیادة، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۲۷۳، المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمه وصیف، ج۲ص۲۵۴، رقم: ۱۱۱۹، المنتقی لابن الجارود، کتاب

الجنائز ص۱۲۰، رقم: ۳۱۱۷ وسنن ابن ماجہ باب ما جاء فی تلقین المیت لا الہ الا اللہ ج۲ص ۲۴۰، رقم: ۱۴۴۴)

شرح حدیث: میت کے متعلقات

جب موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو سنت یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف منہ کردیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کردیں مگر اس صورت میں سر کو کچھ اونچا کردیں تا کہ قبلہ کی طرف منہ ہوجائے اور اگر قبلہ کو منہ کرنے میں اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں۔

(الدرالمختار مع الردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۹۱)

مسئلہ: جاں کنی کی حالت میں اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھیں مگر اسے پڑھنے کا حکم نہ دیں اور جب وہ پڑھ لے تو تلقین بند کردیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کرلی تو پھر تلقین کریں تا کہ اس کا آخری کلام: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہو۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم)

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل الاول، ج ۱، ص ۱۵۷)

تلقین کا طریقہ

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی مایہ ناز تالیف بہارشریعت میں لکھتے ہیں: جانکنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی (ہو) مرنے والے کو تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھیں مگر اسے (یعنی مرنے والے کو) اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ جب اس (یعنی مرنے والے) نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کردیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخر کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہو۔ (بہارشریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۷)

کلمہ طیبہ سکھانے کا یہ حکم استحبابی ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اسے کلمہ سکھاؤ اس طرح کہ اسکے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اسکا حکم نہ دو۔

خیال رہے کہ اگر مومن بوقت موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بیہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہٰذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کی غشی میں اسکے منہ سے کلمہ کفر سنا جائے تب بھی وہ مومن ہی ہوگا اسکا کفن دفن نماز سب کچھ ہوگی، کیونکہ غشی کی حالت کا اِرتداد معتبر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لیے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کیلئے، مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۴۴)

وقتِ موت کا آجانا بطورِ عادت یقیناً معلوم ہوجاتا ہے۔ علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا: کہ موت کا وقت آجانے کی (بعض) علامات یہ ہیں: (۱) اس وقت پاؤں اس قدر سست ہوجاتے ہیں کہ اگر انہیں کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہیں رہ سکتے، (۲) ناک ٹیڑھی ہوجاتی ہے، (۳) آنکھوں اور کان کے درمیانی حصہ کا لٹک جانا۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۷۰۴)

8-بَابُ مَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ تَغْمِيْضِ الْمَيِّتِ

میت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟

(923) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَاَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ: لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ، وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُم سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس تشریف لائے (بعد وفات) ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کو بند کیا اور پھر فرمایا کہ روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھ اس کی پیروی کرتی ہے تو اس کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ زور سے چیخے۔ آپ نے فرمایا: اپنے لیے خیر کی دعا ہی کرو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں پھر آپ نے دعا کی اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت والوں میں اس کے درجہ کو بلند فرما اور پیچھے رہنے والوں میں اس کا قائم مقام بنا۔ ہماری اور اس کی مغفرت فرما اور اس کے لیے قبر میں وسعت فرما اور اسے اس کے لیے منور فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح لی اغماض المیت والدعا له اذا حضر، ج٣ص٣٨، رقم: ٢١٦٩، السنن الصغرىٰ، باب اغماض عینیه وتسجیته بثوب، ج١ص٣٢٠، رقم: ١٠٣٦، سنن ابوداؤد، باب تغمیض المیت، ج٣ص١٥٩، رقم: ٣١٢٠، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلى الله علیه وسلم، ج٦ص٢٩٧، رقم: ٢٦٥٨٥)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی روح کے ساتھ نورِ نگاہ بھی نکل جاتی ہے اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراؤنی ہو جاتی ہے اس لیے آنکھیں فوراً بند کر دو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کر دیا جائے اور جبڑے باندھ دیے جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ میت پر بلند آواز سے رونا اور اچھی باتیں منہ سے نکالنا برا نہیں، ہاں پیٹنا اور بکواس کرنا برا ہے بلکہ کبھی کفر جیسے ہائے پہاڑ گر گیا ہائے کمر ٹوٹ گئی، ہائے موت نے یا اللہ نے ظلم کر دیا اُلٹیا ڈُبا اللہ، یا اللہ ہمیں بھی موت دے دے وغیرہ۔

(ہماری اور اس کی مغفرت فرما) سبحان اللہ! کیا پاکیزہ اور جامع دعا ہے، میت کے پسماندگان اپنے اور سارے مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی دعا مانگ لی گئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٢ ص ٨٤٣)

9- بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَيِّتِ وَمَا يَقُوْلُهُ مَنْ مَّاتَ لَهُ مَيِّتٌ

میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کی میت ہے وہ کیا کہے

(924) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ أَوِ الْمَيِّتَ، فَقُوْلُوْا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلَى مَا تَقُوْلُوْنَ، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُوْ سَلَمَةَ، أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قَالَ: قُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهُ، وَأَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً فَقُلْتُهُ، فَأَعْقَبَنِيَ اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْهُ: مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا: إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ، أَوِ الْمَيِّتَ، عَلَى الشَّكِّ، وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُ: اَلْمَيِّتَ بِلَا شَكٍّ.

حضرت اُمِ سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ تو اچھی بات کرو۔ کیونکہ تم جو کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں' جب ابوسلمہ فوت ہو گئے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ابوسلمہ فوت ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: تو یوں دعا کر کہ اے اللہ میرے لیے اور اس کے لیے مغفرت فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما۔ پس میں نے یہ کہا تو مجھ کو اللہ نے اس سے بہتر عطا فرما دیے یعنی حضرت محمد ﷺ۔ مسلم نے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے اس میں مریض یا میت شک کے ساتھ ہے اور ابوداؤد وغیرہ نے صرف میت کا لفظ یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند المریض ج۳ص۳۸ رقم: ۲۱۶۸، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فیما یقال عند المریض اذا حضر، ج۱ص۴۶۵ رقم: ۱۴۴۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء له عنده، ج۳ص۳۰۷ رقم: ۹۷۷، سنن الکبری للنسائی، باب کثرة ذکر الموت، ج۳ص۳ رقم: ۱۸۲۵، مسند امام احمد، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۹ص۳۰۶ رقم: ۲۶۶۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ) غالبًا یہ شک راوی کو ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض فرمایا یا میت۔ مریض سے مراد قریب الموت مریض ہے، خیر سے مراد دعائے شفا اور دعائے مغفرت ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دنیوی کلام نہ کریں، آخر وقت تک دعائے شفا کر سکتے ہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میری جانکنی کے وقت اس حجرے میں ناپاک انسان، کتا، جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔

(اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں) یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ

سے نفی ہے۔

یہ عمل بڑا مجرب ہے فوت شدہ میت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جائے لیکن جس گی چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر راجعون تک پڑھے اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر پورا پڑھے،مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر الفاظ ہوں اور دل میں صبر۔(از مرقات)

ابوسلمہ حضرت ام سلمہ کے پہلے خاوند تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی جانب مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اول ہیں اسی لیے آپ نے اَوَّلُ بَیْتٍ فرمایا۔ام سلمہ کی نگاہ میں ان خصوصیات کے لحاظ سے ابوسلمہ جزوی طور پر سب سے بہتر تھے اس لیے آپ نے یہ خیال کیا،لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ خلفائے راشدین تو ابوسلمہ سے افضل تھے یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل وسمجھ کہتی تھی ناممکن ہے، میں نے عقل کی نہ مانی، ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی۔اس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابوسلمہ قربان۔

(مرآۃ المناجیح،ج۲ص ۸۴۱_۸۴۲)

(925) وَعَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُوْلُ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا، اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندہ کو کوئی مصیبت آئے تو وہ پڑھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔(یقینا ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) اے اللہ! مجھے میری مصیبت پر اجر عطا فرما اور مجھے اس کے بدلے بھلائی نصیب فرما تو اس کو اللہ تعالٰی مصیبت میں ثواب عطا فرماتا ہے اور بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوئے میں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا تو مجھے اللہ تعالٰی نے اس سے بہتر بدل عطا فرمایا۔یعنی رسول اللہ ﷺ (عطا فرمائے۔)(مسلم)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب ما یقال عند المصیبة، ج۳ص۳۷ رقم: ۲۱۶۶، مسند امام احمد، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۰۹ رقم: ۲۶۶۷۷، شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان وهو باب فی الصبر علی المصائب، ج۷ص۱۱۸ رقم: ۹۶۹۷)

شرح حدیث: مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء

حضرت اُم المؤمنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ بھلا ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ پہلا گھر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا لیکن پھر میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمایا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبۃ، الحدیث: ۹۱۸، ص ۴۵۷)

مصیبت زدہ سے تعزیت

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے کوئی قبر کھودی اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔۔۔۔۔۔۔اور جس نے کسی میت کو غسل دیا اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔۔۔۔۔۔۔اور جس نے کسی میت کو کفن پہنایا اللہ عزوجل اسے جنت کے حُلّے یعنی جوڑے پہنائے گا۔۔۔۔۔۔۔اور جس نے کسی غمزدہ سے تعزیت کی اللہ عزوجل اسے تقویٰ کا حُلّہ پہنائے گا اور روحوں کے درمیان اس کی روح پر رحمت فرمائے گا۔۔۔۔۔۔۔اور جس نے کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کی اللہ عزوجل اسے جنت کے حلوں میں سے دو ایسے حلے پہنائے گا جنکی قیمت دنیا بھی نہیں بن سکتی۔۔۔۔۔۔۔اور جو جنازے کے ساتھ چلا اور تدفین تک ساتھ رہا اللہ عزوجل اس کیلئے ایسے تین قیراط ثواب لکھے گا جن میں سے ہر قیراط جبل احد سے بڑا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔اور جس نے کسی یتیم یا محتاج کی کفالت کی اللہ عزوجل اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، رقم ۴۰۶۲، ج ۳، ص ۱۱۴)

(926) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کا بیٹا فوت کیا ہے تو وہ کہتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کرلیا وہ عرض کرتے

عَبْدِيْ؛ فَيَقُوْلُوْنَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ. فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: اِبْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ہیں ہاں تو (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے بندے نے کیا کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس نے تیری حمد کی ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کردو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہاں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فضل المصیبۃ اذا احتسب، ج۲ص۳۳۱ رقم: ۱۰۲۱ جامع الاصول لابن اثیر الکتاب الثالث وھو کتاب الصبر، ج۶ص۴۳۲ رقم: ۴۶۲۴ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۶ص۲۱۰ رقم: ۲۹۴۸ الاداب للبیھقی، باب الصبر والاسترجاع مع الرخصۃ فی البکاء، ج۱ص۳۶۰ رقم: ۷۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ سوال و جواب ان فرشتوں سے ہے جو میت کی روح بارگاہِ الٰہی میں لے جاتے ہیں اس سے مقصود ہے انہیں گواہ بنانا ورنہ رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں بعض محل رب کی طرف سے پہلے ہی بن چکے ہیں اور بعض انسان کے اعمال پر بنتے ہیں، یہاں اس دوسرے محل کا ذکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کاموں سے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں محلات کے نام اعمال سے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۹۵۸)

تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ تشریف فرما ہوتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک گروہ بھی آپ کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ ان میں ایک شخص کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا، جو اس کے پیچھے سے آتا اور اس کے سامنے آکر بیٹھ جاتا۔ جب اس بچے کا انتقال ہوگیا تو اس شخص نے اپنے بچے کی یاد کی وجہ سے اس حلقے میں آنا چھوڑ دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نہ پایا تو فرمایا کہ فلاں شخص کو کیا ہوا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ اس کا جو بچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا وہ فوت ہوگیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ملاقات فرمائی اور اس کے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کیا، اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تعزیت کی، پھر ارشاد فرمایا کہ تجھے ان باتوں میں سے کیا پسند ہے (۱) تُو اپنی عمر میں اس سے نفع اٹھاتا (۲) یا جب بھی تُو جنت کے کسی دروازے پر جائے تو وہ تجھ سے پہلے وہاں موجود ہو اور تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ پسند ہے کہ وہ جنت کے دروازے پر مجھ سے پہلے موجود ہو اور میرے لئے دروازہ کھولے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے

لئے یہی ہے۔(مسند احمد، حدیث قرۃ المزنی مسند البصریین، رقم ۲۰۳۸۷، ج۸، ص ۳۰۳)

(927) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِيْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِيْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا، ثُمَّ احْتَسَبَهُ اِلَّا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے اس ایمان دار بندے کی میرے پاس جزاء صرف جنت ہے۔جب اس کی دنیا میں سب سے پیاری چیز میں لے لوں اور وہ ثواب کی امید رکھے۔(اور صبر کرے) (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله فیه سعد ج۴ص۹۰، رقم: ۶۴۲۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد۳ص۴۱۷، رقم: ۹۳۸۲ جامع الاصول لابن اثیر الجزری، الکتاب العبر، ج۶ص۴۲۵، رقم: ۴۶۲۹ شعب الایمان، فصل فی ذکر مافی الاوجاع والامراض والمصیبات، ج۷ص۱۶۶، رقم: ۹۸۶۲ اطراف المسند المعتلی، من اسمه سعید بن ابی سعید کیسان، ج۷ص۲۲۷، رقم: ۹۴۱۳)

شرح حدیث: جنت کے کسی دروازے پر

حضرتِ سیدنا قُرَّہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا، کیا تُو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عزوجل آپ کے ساتھ اسی طرح محبت کرے جیسے میں اس بچے سے محبت کرتا ہوں۔ پھر کچھ دن بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو نہ پایا تو اس کے بارے میں استفسار فرمایا کہ فلاں بن فلاں کے ساتھ کیا ہوا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا تو انتقال ہوگیا۔ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کے باپ سے فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ جب تو جنت کے کسی دروازے پر آئے تو اسے اپنا منتظر پائے؟ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ صرف انہی کے ساتھ خاص ہے یا ہم میں سے ہر ایک کے لئے ہے؟ فرمایا، تم میں سے ہر ایک کیلئے ہے۔(سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الامر بالاحتساب والصبر الخ، ج ۴، ملخصاً)

(928) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَرْسَلَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهُ اَنَّ صَبِيًّا لَّهَا - اَوِ ابْنًا - فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ: ارْجِعْ اِلَيْهَا،

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک نے پیغام بھیجا اور وہ آپ کو بلاتی تھی اور بتاتی تھی اس کا ایک بچہ یا بیٹا موت کے قریب ہے تو آپ (ﷺ) نے قاصد کو فرمایا

فَأَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى، فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی طرف لوٹ جاؤ اور اسے خبر دے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لیا اور اللہ کا ہی ہے جو اس نے دیا۔ اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے تو اس کو کہہ کہ صبر کرے اور ثواب کی اُمید رکھے۔ اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تبارك و تعالٰی "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن" ج۴ص۵۴۱۱، رقم: ۷۳۷۷، صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۲ص۳۹، رقم: ۲۱۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۸ص۲۰۰، رقم: ۲۱۸۳۷، مصنف عبد الرزاق، باب الصبر والبکاء، ج۳ص۵۵۱، رقم: ۶۶۷۰، صحیح ابن حبان، باب الرحمة، ج۲ص۲۰۸، رقم: ۴۶۱)

شرح حدیث: سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر

حضرت سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والے حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کا انتقال ہوا تو حضرت سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اہلِ خانہ کو منع کر دیا کہ میرے علاوہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات کوئی نہ بتائے، پھر آپ ان کے پاس آئیں اور رات کا کھانا پیش کیا۔ حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی خاطر پہلے سے زیادہ اچھا بناؤ سنگھار کیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ہم بستری کی جب انہوں نے دیکھا کہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اُمور سے فارغ ہو چکے ہیں، تو کہا: اے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ کا اس قوم کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے ایک خاندان کو کوئی چیز عاریتاً دی پھر جب انہوں نے اپنی عاریتاً دی ہوئی چیز واپس مانگی تو کیا انہیں وہ چیز روک لینے کا اختیار ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی پھر اپنے بیٹے پر صبر کرو۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو گئے، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کیا، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل تمہاری رات میں تمہارے لئے برکت فرمائے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الانصاری، الحدیث: ۲۲-۶۳۲۲، ص ۱۱۰۹)

10-بَابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ

میت پر رونے کا جواز جس میں بَین اور نوحہ نہ ہو

اَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَّسَيَأْتِي فِيهَا بَابٌ فِي كِتَابِ النَّهْيِ، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. وَاَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَتْ اَحَادِيثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ، وَاَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ

امام نووی کہتے ہیں کہ نوحہ حرام ہے۔ اس کے بارے ایک باب کتاب النھی میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور رونے کی ممانعت میں کچھ احادیث وارد ہیں اور یہ کہ

بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ، وَهِيَ مُتَاَوَّلَةٌ وَّمَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَنْ اَوْصٰى بِهٖ، وَالنَّهْيُ اِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَاءِ الَّذِيْ فِيْهِ نَدْبٌ، اَوْ نِيَاحَةٌ. وَالدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَاءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ، مِنْهَا:

میت کو اس کے گھر والوں کے رونے پر عذاب دیا جاتا ہے ایسی روایات کی تاویل ہے۔ اور یہ اس بات پر محمول ہیں کہ اس آدمی نے اس کی وصیت کی ہو۔ اور نہی اس رونے سے ہے جس میں بین یا نوحہ ہو اور بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جواز پر بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(929) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَبَكٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ: اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی روئے پس آپ نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور آپ نے اشارہ اپنی زبان اقدس کی طرف فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البکاء عند المریض، ج۲ص۸۳، رقم: ۱۳۰۴ صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۳ص۳۰، رقم: ۲۱۷۶ السنن الصغری للبیھقی، باب البکاء علی المیت، ج۱ص۳۵۶، رقم: ۱۱۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید راوی کو بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ھ عہد فاروقی میں مقام حوراں علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔

خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

بگفت احوال ما برق جہاں است — دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتادیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرمارہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں غم سے ہوئے تھے، چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہوگئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا انکی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مبلغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس کی پوری شرح آگے آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بیمار کے پاس بھی شور نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۵۸)

نوحہ کرنے والیوں کے لیے وعید

میّت کے غم میں آنسو بہانے میں حرج نہیں البتہ نَوحہ کرنا گناہ ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصّہ 4 ص 203)

چُنانچِہ رسولُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: نوحہ کرنے والیوں کی قِیامت کے دن جہنَّم میں دو صفیں بنائی جائیں گی، ایک صف جہنّمیوں کی دائیں طرف، دوسری بائیں طرف، وہ جہنّمیوں پر یوں بھونکتی رہیں گی جیسے کُتّے بھونکتے ہیں۔ (اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَط ج4 ص66 حدیث 5229)

زَباں پر شکوہ رنج والم لایا نہیں کرتے
نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

(930) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ، فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ؟! قَالَ: هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالَى فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کا نواسہ لایا گیا جو قریب المرگ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس سے آنسو جاری ہوگئے تو حضرت سعد نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

(صحیح البخاری، باب قول الله تبارك و تعالى: قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن، ج۴ ص۵۴۱۵ رقم

۲۷۰۰، صحیح مسلم، باب البکاء علی المیت، ج۱ص۶۳۹، رقم: ۲۱۷۴، الاداب للبیہقی، باب الصبر، والاسترجاع مع الرخصة فی البکاء، ص۴۵۶، رقم: ۷۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامہ بن زید، ج۸ص۲۰۰، رقم: ۲۱۸۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما رواہ اسامہ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۲۷، رقم: ۱۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبض روح کی حالت میں ہے گویا فوت ہی ہوگیا ہے۔ وہ بچہ یا تو علی ابن ابی العاص تھے جو قریب بلوغ فوت ہوئے ہیں یا امامہ بنت ابی العاص، یہی قوی ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔ خیال رہے کہ حضرت زینب ابو العاص ابن ربیع کی بیوی تھیں۔

(اور حضور کو جب بلایا گیا تو فرمایا) صبر سے کام لو میں عنقریب پہنچتا ہوں غالبا سرکار کسی ضروری کام میں مشغول تھے اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نزع کی حالت میں بھی پسماندگان کو تسلی دینا تعزیت کرنا جائز ہے۔

(تو حضور کی صاحبزادی نے درخواست کی کہ) کیسا ہی ضروری کام ہو چھوڑ دیں اور تشریف لے آئیں، میں بہت بے قرار ہوں آپ کی تشریف آواری سے تسلی ہوگی۔

اطباء کہتے ہیں کہ میت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے، آنسو بہنے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے اس لیئے اس رونے سے ہرگز منع نہ کیا جائے اور ایسے موقع پر رونا نہ آنا سخی دل کی علامت ہے جسے بندوں پر رحم نہیں آتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۹۴۵)

(931) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی ابْنِہٖ اِبْرَاھِیْمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، وَھُوَ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ، فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ. فَقَالَ لَہٗ عبدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟! فَقَالَ: یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّھَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی، فَقَالَ: اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا، وَاِنَّا لِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ، وَرَوٰی مُسْلِمٌ بَعْضَہٗ. وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْھُوْرَۃٌ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم ﷛ کے پاس آئے حالانکہ وہ وفات پا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس سے آنسو جاری ہوگئے۔ آپ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ (رو رہے ہیں) تو آپ نے فرمایا: اے عوف کے بیٹے! بے شک یہ رحمت ہے۔ پھر ایک اور مرتبہ آپ پر رقت غم طاری ہوگیا۔ تو آپ نے فرمایا: یقینا آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کی وجہ سے غمزدہ ضرور ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا

ہے اور مسلم نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔(بخاری) اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ بکثرت مشہور ومعروف ہیں۔واللہ اعلم

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بك لمحزونون، ج۲ص۸۳، رقم: ۱۳۰۳، صحیح مسلم باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ وفضل ذلك، ج۷ص۷۶، رقم: ۶۱۶۷، شعب الایمان، فعل ومما یلحق بالصبر عند المصائب، ج۷ص۲۴۱، رقم: ۱۰۱۶۲، سنن ابوداؤد، باب فی البکاء علی المیت، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۳۱۲۸، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۷ص۱۶۲، رقم: ۲۹۰۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۹۴، رقم: ۱۳۰۲۶)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم کا رضاعی والد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا کچھ عرصہ بعد ہم پھر وہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں حضرت عبدالرحمان بن عوف نے خدمت عالیہ میں عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ آنسو بہائے فرمایا آنکھیں بہتی ہیں، دل غمگین ہے مگر ہم وہ ہی کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔(مسلم، بخاری)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم کے رضاعی والد تھے اور) آپ کا نام براء اور آپ کی بیوی ام سیف کا نام خولہ بنت منذر، انصار سے ہے جو حضرت ابراہیم کی دودھ کی والدہ ہیں، انہی کے ہاں حضرت ابراہیم رکھے گئے تھے، حضور انہیں کبھی کبھی دیکھنے جایا کرتے تھے، حضرت ابراہیم نے سولہ مہینہ کی عمر میں وفات پائی۔

(ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا) معلوم ہوا کہ بچہ کو گود میں لینا، اسے چومنا سونگھنا سنت ہے رحمت کی علامت ہے۔

(یارسول اللہ آپ بھی) یعنی آپ بھی بچوں کے فوت ہونے پر روتے ہیں۔وہ سمجھے یہ رونا بے صبری کا ہوتا ہے جس سے انبیاء کرام پاک ہیں تب یہ سوال کیا۔

(پھر دوبارہ آنسو بہائے) اس سے معلوم ہوا کہ میت پر صرف آنسوں سے رونا بھی جائز ہے اور صبر شکر کے الفاظ کہنا بھی اور میت کو مخاطب کر کے کلام کرنا بھی جائز کہ بچہ زندگی میں اگرچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر بعد وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے۔ابھی آئے گا کہ کچا بچہ قیامت میں ماں باپ کی شفاعت بھی کرے گا اور ان سے کلام بھی۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ص ۹۴۴)

11- بَابُ الْكَفِّ عَنْ مَّا يَرَى مِنَ الْمَيِّتِ مِنْ مَّكْرُوْهٍ

میت سے ناپسندیدہ چیز نظر آئے اسے بیان نہ کیا جائے

(932) وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَسْلَمَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ، غَفَرَ اللهُ لَهٗ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اس کی پردہ پوشی کی تو اس کو اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرماتا ہے۔امام حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

تخريج حديث: (المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، ج١ص٣٧٢، رقم: ١٣٠٧، معرفة الصحابة لابي نعيم، من اسمه ابورافع مولى النبي صلى الله عليه وسلم، ج٣ص١٨٩، رقم: ٣١٦٧، الاداب للبيهقي، باب اتباع الجنائز، ج١ص١٦٣، رقم: ٢٤٦)

شرح حدیث: میت کی پردہ پوشی سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات میت کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے یا اس کی شکل تبدیل ہوجاتی ہے یا اس نوعیت کی کوئی دوسری بری چیز۔۔۔۔۔۔تو اسے ظاہر نہ کیا جائے اور اگر کسی میت کے چہرے پر نور یا مسکراہٹ ظاہر ہوتو اس کا ذکر کرنا مستحب ہے خصوصاً جبکہ میت صالحین میں سے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رضائے الٰہی عزوجل کے لئے میت کو غسل دینے کا ثواب

امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے میت کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور خوشبو لگائی اور اسے کاندھا دیا اور اس پر نماز پڑھی اور اسکا کوئی راز ظاہر نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز، رقم ۱۴۶۲، ج۲، ص۲۰۱)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے میت کو غسل دیا اور اس معاملے میں امانت کو ادا کیا اور میت کے کسی راز کو افشاء نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مسند امام احمد، رقم ۲۴۹۳۵، ج۹، ص۴۳۲)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے میت کو غسل دیا پھر اس کی پردہ پوشی کی تو اللہ اس کے گناہوں کو دھودے گا اور اگر اس نے میت کو کفنایا تو اللہ عزوجل اسے سندس (یعنی نہایت باریک اور نفیس کپڑے) کا لباس پہنائے

گا۔(طبرانی کبیر، رقم ۸۰۷۸، ج۸، ص۲۸۱)

12-بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَتَشْيِيْعِهٖ وَحُضُوْرِ دَفْنِهٖ وَكَرَاهَةِ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور دفن کے وقت موجود رہنا اور عورتوں کا جنازوں کے پیچھے جانا مکروہ ہے

(933) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيْ عَلَيْهَا، فَلَهٗ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ، فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حاضر ہو کر جنازہ کی نماز پڑھی اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا۔ اور جو دفن تک اس کے پاس رہا اس کے لیے دو قیراط ملتے ہیں۔ عرض کیا گیا: دو قیراط کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا دو بڑے پہاڑوں کی مقدار۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من انتظر حتی تدفن، ج۲ص۸۸، رقم: ۱۳۲۵، صحیح مسلم، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ واتباعها، ج۳ص۵۱، رقم: ۲۲۳۲، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ، ج۱ص۳۵۱، رقم: ۱۱۵۶، السنن الکبرٰی للنسائی، باب ثواب من صلی علی جنازۃ، ج۱ص۶۳۷، رقم: ۲۱۲۱، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۲۳۳، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: نمازِ جنازہ پڑھا کرو

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم، نورِ مجسم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان عالیشان ہے: نماز جنازہ پڑھا کرو یہ تمہیں غمگین کریگا اور غمزدہ (بروزِ قیامت) عرش کے سائے میں ہوگا۔ (المستدرک، کتاب الرقاق، باب ذرالقبور ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۸۰۱۱، ج۵، ص۴۷۰)

مسئلہ: ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہ گار ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی مثلاً:۔

(۱) باغی جو امام برحق پر خروج کرے اور اسی بغاوت میں مارا جائے۔

(۲) ڈاکو جو ڈاکہ زنی میں مارا گیا۔

(۳) ماں باپ کا قاتل۔

(۴) جس نے کئی شخصوں کا گلا گھونٹ کر مار دیا ہو۔ (الدرالمختار مع الردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۵۔۱۲۸)

مسئلہ: جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اسی طرح جو زنا کاری

کی سزا میں سنگسار کیا گیا یا خون کے قصاص میں پھانسی دیا گیا اسے غسل دیں گے اور جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۷ ۱۲/والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل الخامس، ج ا، ص ۱۶۳)

(934) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایمان اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ میں گیا اور اس کے ساتھ رہا حتیٰ کہ اس پر نماز پڑھ کر دفن سے فراغت ہوگئی تو وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط احد کے پہاڑ برابر ہے اور جس نے نماز پڑھی پھر دفن سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتباع الجنائز من الایمان، ج ا ص ۱۸، رقم: ۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۳۲۰، رقم: ۱۰۸۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کافر کا میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ریاکاری، قومی نظریے، کسی مالدار کو خوش کرنے کے لیے ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج عموماً دیکھا جا رہا ہے کہ غریب کے جنازے پر اٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے ہوئے بھی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

عموماً دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصے کو بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں یہاں تجریداً صرف حصہ مراد ہے نہ کہ دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نماز جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دگنا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۷۸)

بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے

حضرت سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک صاحب مقصورہ حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا، اے عبد اللہ ابن عمر! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میت کے ساتھ اس کے گھر سے نکلا اور اس پر نماز پڑھی اور تدفین تک اس کے ساتھ رہا تو اس کے لئے دو قیراط ثواب ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو نماز پڑھ کر لوٹ آیا اس کے لئے احد

پہاڑ جتنا ایک قیراط ہے۔

تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے بارے میں پوچھنے کے لئے ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور فرمایا، مجھے بتانا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا جواب دیا ہے۔

اس کے بعد حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد میں پڑے ہوئے پتھروں میں سے ایک پتھر کو اٹھایا اور حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے لوٹنے تک اسے اپنے ہاتھ میں گھماتے رہے۔ پھر جب حضرتِ سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آ کر بتایا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچ کہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ میں موجود پتھر زمین پر مارا اور فرمایا، (افسوس) ہم نے بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ، رقم ۹۴۵، ص ۴۷۲)

(935) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنَاهُ: وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ.

حضرت ام عطیہ ﷺ سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ ہم کو جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا اور اس کی ہم پر سختی نہیں کی گئی (یعنی حرام نہیں) (متفق علیہ)

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ منع کرنے پر اس طرح سختی نہیں کی گئی جس طرح دیگر حرام کاموں میں سختی کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتباع النساء الجنائز، ج۱ص۴۸۷، رقم: ۱۲۷۸، صحیح مسلم، باب نھی النساء عن اتباع الجنائز، ج۱ص۴۷۳، رقم: ۲۲۱۰، السنن الکبری للبیہقی، باب ما ورد فی نھی النساء عن اتباع الجنائز، ج۴ص۷۷، رقم: ۷۲۵۱، المعجم الاوسط، من اسمہ جعفر، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۲۲۲۱، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی اتباع النساء الجنائز، ج۱ص۵۰۲، رقم: ۱۵۷۷)

شرح حدیث: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا

مسئلہ: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سُنت ترک کرے، بلکہ دل سے اسے بُرا جانے اور شریک ہو۔ (صغیری، فصل فی الجنائز، ص ۲۹۳) (والدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۱۶۲)

مسئلہ: اگر عورتیں جنازے کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہو گا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، فی حمل المیت، ج ۳، ص ۱۶۲)

13-بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكْثِيْرِ الْمُصَلِّيْنَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوْفِهِمْ ثَلَاثَةً فَاَكْثَرَ

نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور صفوں کا تین یا اس سے زیادہ ہونا مستحب ہے

(936) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِئَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میت کا جنازہ اتنے مسلمان لوگ ادا کریں جو سو (100) ہو جائیں اور وہ سب اس کی سفارش کریں تو ان کی اس کے متعلق سفارش قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیہ مائۃ شفعوا فیہ، ج۲ص۵۲، رقم: ۲۲۴۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ والشفاعۃ للمیت، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۱۰۲۹ السنن الصغری للبیہقی، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۱۱۸۷ سنن الکبری للنسائی، باب فضل من صلی علیہ مائۃ، ج۱ص۶۴۳، رقم: ۲۱۱۸ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۶۶، رقم: ۱۳۸۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث چالیس کی روایت کے خلاف نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہو، بعض روایات تو اور بھی امید افزاء ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۸۴)

مرنے والے کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو اسکی اچھے لفظوں سے تعریف کی گئی تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی، اس پر واجب ہوگئی، اس پر واجب ہوگئی۔ پھر ایک جنازہ گزرا تو اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ایک جنازہ گزرا اور اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی واجب ہوگئی پھر ایک جنازہ گزرا اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی؟ (یعنی یہ کیا ماجرا ہے؟) تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم کسی میت

کی تعریف کرتے ہوتو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور جب تم کسی میت کی برائی بیان کرتے ہوتو اس پر جہنم واجب ہو جاتی ہے، تم لوگ زمین پر اللہ عزوجل کے گواہ ہو۔ (بخاری، کتاب الجنائز، رقم ۱۳۶۷، ج۱، ص۴۶۰)

(937) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ، فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس مسلمان میت کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی کھڑے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیه اربعون شفعو فیه، ج۳ص۵۳، رقم: ۲۲۴۲ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما یستدل به علی ان عدد الاربعین له تاثیر، ج۳ص۱۸۰، رقم: ۶۸۲۹ المعجم الاوسط، من اسمه مقدام، ج۸ص۳۱۸، رقم: ۸۸۹۸ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع العاشر، فی انتفاع المیت بالصلاة علیه، ج۶ص۲۲۶، رقم: ۴۳۵۰ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۳۵۱، رقم: ۳۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کریب تابعی ہیں، سیدنا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام، قدید اور عسفان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامات ہیں۔

مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۸۸۳)

اپنی صفیں درست کرلو

حضرتِ سیدنا حکم بن فرّوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازے پر حضرت سیدنا ابو ملیح رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ دی ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا، اپنی صفیں درست کرلو اور میت کے لئے اچھی سفارش کرو۔

حضرت سیدنا ابو ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس میت پر لوگوں کا ایک گروہ نماز پڑھ لے تو ان لوگوں کی سفارش میت کے حق میں قبول کر لی جاتی ہے۔ (حضرت سیدنا حکم بن فروخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے سیدنا ابو ملیح

رضی اللہ عنہ سے اس گروہ کی تعداد کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا چالیس۔(نسائی، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت سیدنا کُرَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا، اے ابو کریب! ذرا دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چالیس ہو جائیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اب) میت کو لے چلو کیونکہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس کی میت پر چالیس مسلمان نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔(مسلم، کتاب الجنائز، رقم ۹۴۸، ص ۴۷۳)

(938) وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ، قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ، فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا، جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی ﷺ سے روایت ہے کہ مالک بن ہبیرہ ﷺ جب میت پر جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کو کم محسوس کرتے تو حاضرین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے پھر کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس پر تین صفیں جنازہ پڑھیں اس کے لیے جنت لازم ہو جاتی ہے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث:(سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ والشفاعۃ للمیت، ج۲ص۳۴۷، رقم: ۱۰۲۸، سنن ابوداؤد، باب فی الصفوف علی الجنازۃ، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۳۱۶۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب صلاۃ الجنازۃ بامام وما یرجی للمیت، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۷۱۵۴)

شرحِ حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کیونکہ یہاں صفوں کی حد بیان فرمائی گئی اگر دو آدمیوں کی صفیں بھی نماز جنازہ میں ہو جائیں تب بھی میت کی بخشش کی قوی امید ہے۔ یہ سب اس امت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے رب کی رحمت ہے، رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے قیمت نہیں مانگتی۔

اب بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ تھوڑے نمازیوں کو بھی تین صفوں میں بانٹ کر جنازہ پڑھو یہ اسی حدیث پر عمل ہے۔ خیال رہے کہ اور نمازوں میں صف اول افضل ہے مگر نماز جنازہ میں صف آخری بہتر۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بعد نماز جنازہ دعا نہ مانگے کیونکہ اس میں نماز پر زیادتی کا اشتباہ ہے۔ اس کا مطلب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسی طرح صفیں بنائے ہوئے کھڑے کھڑے دعا نہ مانگیں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ نماز ہو رہی ہے جیسے فرائض کے بعد صفیں توڑ

کر سنتیں پڑھنے کا حکم ہے تاکہ جماعت کا دھوکہ نہ ہو محض دعا منع کیسے ہو سکتی ہے وہ تو سنت ہے۔

یعنی آپ ایسے جنازے کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق تھوڑا وعظ کہہ دینا منع نہیں جب کہ اس سے دفن میں دیر نہ لگے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۰)

14-بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ

يُكَبِّرُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، يَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُوْلٰى، ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ. وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُتَمِّمَهٗ بِقَوْلِهٖ: كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ -اِلٰى قَوْلِهٖ -اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. وَلَا يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعَوَامِّ مِنْ قِرَاءَتِهِمْ: (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ) (اَلْاَحْزَاب: 56) فَاِنَّهٗ لَا تَصِحُّ صَلٰوتُهٗ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ، وَيَدْعُوْ لِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِمَا سَنَذْكُرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ وَيَدْعُوْ. وَمِنْ اَحْسَنِهٖ: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ. وَالْمُخْتَارُ اَنَّهٗ يُطَوِّلُ الدُّعَاءَ فِي الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَا يَعْتَادُهُ اَكْثَرُ النَّاسِ، لِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى الَّذِيْ سَنَذْكُرُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

جنازہ میں چار تکبیریں کہے پہلی تکبیر کے بعد تعوذ پڑھے پھر فاتحہ پڑھے (یاد رہے کہ امام نووی شافعی عالم ہیں اور فقہ شافعی کے مطابق بیان کر رہے ہیں) دوسری تکبیر کہہ کر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے۔ کہے اللھم صل علی محمد وعلی آلِ محمد۔ افضل یہ ہے کماصلیت علی ابراھیم۔ حمید مجید تک مکمل پڑھے۔ اور جس طرح عوام یہ آیت ان اللہ وملئکۃ یصلون علی النبی پڑھتے ہیں اس طرح نہ پڑھے اگر اس پر ہی اکتفاء کیا تو نماز درست نہ ہوگی۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت اور مسلمانوں کے لیے ان کلمات کے ساتھ دعا کرے جو ہم آگے احادیث میں ذکر کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر دعا کرے۔ بہتر یہ دعا ہے: اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ پسندیدہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا لمبی کرے عام لوگوں کی طرح نہ کرے۔ اس کی دلیل حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جو عنقریب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

شرح: نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں تلاوت قرآن پاک مطلقا خلاف سنت ہے اس میں نہ تو سورہ فاتحہ پڑھی جائے نہ

کوئی اور سورت کہ اگر اس نماز میں صرف حمد الٰہی درود شریف اور دعا پڑھی جاوے ہاں الحمد شریف یا کوئی دوسری سورت ثناء الٰہی یا دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے تلاوت کی نیت سے جائز نہیں، تلاوت اور دعا کی نیتوں کے احکام مختلف ہیں دیکھو ناپاکی (جنابت) کی حالت میں آیت قرآنی تلاوت کی نیت سے پڑھنا حرام ہے، دعا کی نیت سے پڑھنا درست کسی نے پوچھا، آپ کا مزاج کیسا ہے، ہم نے کہا "الحمد للہ رب العالمین" اگر ہم ناپاکی کی حالت میں ہوں تب بھی یہ کہہ دینا جائز ہے، لیکن اگر قرآن کی نیت سے یہ آیت پڑھی تو سخت جرم ہے۔

وَأَمَّا الْأَدْعِيَةُ الْمَأْثُورَةُ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الثَّالِثَةِ، فَمِنْهَا:

تیسری تکبیر کے بعد ماثور دعاؤں میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(939) عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعبدالرحمن عوف بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ کی دعا میں نے یاد کر لی آپ کہتے تھے اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحم فرما' اس کو محفوظ فرما' اس کو معاف فرما' اس کی مہمان نوازی عزت والی بنا' اس کے داخلہ کی جگہ فراخ بنا۔ اس کو پانی' برف اور اولوں سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے پاک صاف فرما دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اس کو اپنے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا فرما۔ اور اس کو اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اس کو جنت میں داخل فرما اس کو قبر کے عذاب سے بچا اور اس کو آگ کے عذاب سے بچا۔ (راوی کہتے ہیں آپ کی دعائیں سن کر) میں کہنے لگا کاش کہ وہ میت میں ہی ہوتا۔ (اور رسول اللہ ﷺ کی اتنی دعائیں حاصل کر سکتا)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعا للمیت فی الصلاۃ، ج۲ص۵۹، رقم: ۲۲۷۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الدعا فی صلاۃ الجنازۃ، ج۴ص۴۰، رقم: ۷۲۱۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی القراۃ والدعاء، ج۶ص۲۲۰، رقم: ۴۳۱۳، المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ص۱۴۰، رقم: ۵۳۸، مسند البزار، مسند عوف بن مالک، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۲۷۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(گناہوں سے پاک صاف فرمادے) یہاں رب کی رحمت کو پانی، برف اور اولہ کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی، دماغ کو فرحت، جسم کی صفائی اور راحت سب کچھ ہی حاصل ہوتی ہے، یعنی مولے اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کرنا بالکل معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے۔

(سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے) سفید کپڑے کی صفائی دور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی قید لگائی گئی۔

(بہتر گھر عطا فرما) قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے، غلمان، خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوبصورت ہوگی اور جس میں دنیا کی سی ظاہر و باطن کوئی خرابی نہ ہوگی وہ اسے نصیب کر، لہذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے۔

(کاش کہ وہ میت میں ہی ہوتا) تاکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعائیں نصیب ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اتنی آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سن لی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۷۸)

(940) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ وَاَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ - وَاَبُوْهُ صَحَابِيٌّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ، حضرت ابوابراہیم اشہلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں رضی اللہ عنہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز ادا فرمائی تو دعا کی: اے اللہ! ہمارے زندہ و مردہ، چھوٹے اور بڑے، مذکر و مونث، حاضر و غائب سب کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور جس کو فوت کرے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ فرما، اور اس کے بعد ہم کو آزمائش میں نہ ڈال۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ رِوَايَةِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَالْاَشْهَلِيِّ. وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مِنْ رِوَايَةِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ. قَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، قَالَ التِّرْمِذِيُّ: قَالَ الْبُخَارِيُّ: اَصَحُّ رِوَايَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثِ رِوَايَةُ

اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور اشہلی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوقتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ والی حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ترمذی

الْاَشْهَلِيِّ. قَالَ الْبُخَارِيُّ: وَاَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ.

نے فرمایا: امام بخاری کہتے ہیں اس حدیث کی روایات میں سے صحیح تر اشہلی کی روایت ہے۔ اور امام بخاری نے فرمایا: اس باب کی احادیث میں سے صحیح تر عوف بن مالک کی حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا للمیت، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۳۲۰۲، سنن ترمذی، باب ما یقول فی الصلاۃ علی المیت، ج۲ص۳۴۳، رقم: ۱۰۲۴، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الدعا فی الصلاۃ علی الجنازۃ، ج۱ص۴۸۰، رقم: ۱۴۹۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الدعا فی صلاۃ الجنازۃ، ج۴ص۴۱، رقم: ۷۲۲۴، المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ص۱۴۱، رقم: ۵۴۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مولنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللہ تعالیٰ کرامتکم فی الحاضرۃ والاٰتی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وہ تیرہ ۱۳ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے انہیں جمع کرکے ایک اور کا اضافہ کیا انہیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمالیں اور بالحاظ معنی جنائز اہلسنّت پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر ان پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیّت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دُعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع وخشوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ادعیہ بعد تکبیر سوم

① اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَه مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (ها)، وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (ها) ۔ (سنن ابوداؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲-۱۰۱ جامع الترمذی باب مایقول فی الصلوۃ علی المیت مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۱ المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۸ مسند ابویعلی حدیث ۵۹۸۳ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۵/ ۳۷۶)

② اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ (لها)، وَارْحَمْهُ (ها)، وَعَافِهٖ (ها) وَاعْفُ عَنْهُ (ها) وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ (ها) وَاغْسِلْهُ (ها) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ (ها) مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْهُ (ها) دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ (ها) وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ (ها) وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ (عه) وَاَدْخِلْهُ (ها)

الْجَنَّةَ وَاَعِذْہٗ (ھا) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۱، سنن النسائی الدعاء للمیت مطبوعہ طور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۱)

۞ اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) وَابْنُ (وَبِنْتُ) اَمَتِكَ يَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ وَيَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا (اَصْبَحَتْ فَقِيْرَةً) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِہٖ (ھا) تَخَلّٰى (تَخَلَّتْ) مِنَ الدُّنْيَا وَاَھْلِھَا اِنْ كَانَ زَاكِيًا (كَانَتْ زَاكِيَةً) فَزَكِّہٖ (ھا) وَاِنْ كَانَ مُخْطِئًا (كَانَتْ مُخْطِئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (لَھَا) اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (ھا) وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ (ھا) (ع) (المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۵۹)

۞ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُكَ (ھٰذِہٖ اَمَتُكَ) ابْنُ عَبْدِكَ (بِنْتُ) بْنُ اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْہٖ (ھا) حُكْمُكَ، خَلَقْتَہٗ (ھا) وَلَمْ يَكُ (تَكُ ھِيَ) شَيْئًا مَّذْكُوْرًا، نَزَلَ (لَتْ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ ط اللھم لقنہ (ھا) حجتہ (ھا) و الحقہ (ھا) بنبیہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وَثَبِّتْہ (ھا) بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فَاِنَّہٗ (ھا) اَفْتَقَرَ (افْتَقَرَتْ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْہُ (ھا) كَانَ يَشْھَدُ (كَانَتْ تَشْھَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ فَاغْفِرْ لَہٗ (ھا) وَارْحَمْہُ (ھا) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (ھا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ (ھا) اَللّٰھُمَّ اِنْ كَانَ زَاكِيًا (كَانَتْ زَاكِيَةً) فَزَكِّہٖ (ھا) وَاِنْ كَانَ خَاطِئًا (كَانَتْ خَاطِئَةً) فَاغْفِرْ لَہٗ (ھا)۔

(کنزالعمال صلٰوۃ الجنائز حدیث ۴۲۸۶۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۷۱۸)

قال الامام ابن الجزری وشرح حصنہ (زاکیا) ای طاھرا من الذنوب فزکہ ای فطھرہ بالمغفرۃ ورفع الدرجات اھ وتعقبہ العلامۃ القاری بانہ لایخفی عدم المناسبۃ بین تفسیرہ زاکیا بطاھر ای من الذنوب وبین قولہ وطھرہ بالمغفرۃ اھ

امام ابن الجزری نے اپنی حصن حصین کی شرح میں فرمایا: زاکیا کا معنی گناہوں سے پاک، فزکہ کا معنی: اسے مغفرت فرما کر اور درجات بلند فرما کر خوب پاک کردے اھ اس پر علامہ قاری نے تنقید کی کہ زاکیا کی تفسیر (گناہوں سے پاک) اور (مغفرت فرما کر اسے گناہوں سے پاک کردے) ان دونوں میں مناسبت نہ ہونا واضح ہے اھ

اقول لابدع فی سؤال المغفرۃ بالطاھرۃ من الذنوب قد کان سید الطاھرین امام المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم یستغفر الیہ کل یوم مائۃ مرّۃ وذلک ان العبد وان جل ماجل لایبلغ عما عملہ شکر نعمۃ اللہ تعالٰی ابدا ولایخلوا عامۃ الصالحین عن تقصیر ما بالنظر الی ما ینبغی لجلال وجہ الکریم فالمغفرۃ فی حقھم ان یتجاوز عن ذلک ولایعاملھم قدر اعمالھم بل

قدر افضاله والیه اشارة بقوله رحمة الله تعالیٰ و رفع الدرجات قال القاری واغرب الحنفی بقوله، الاولی ان یقال ای زدنی زکاته وطهارته اھ۔

اقول جو گناہوں سے پاک ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کوئی اجنبی اور نامناسب چیز نہیں۔ پاکوں کے سردار، معصوموں کے امام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ خدا کی بارگاہ میں سو بار استغفار کرتے۔ بات یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی بزرگ ہو جائے اس کا عمل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کامل شکر کی حد تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ رب کریم کی بزرگی شان کے لحاظ سے عامہ صالحین کسی نہ کسی کی کمی سے خالی نہ ہوں گے تو ان کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس سے درگزر فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے اعمال کے حساب سے نہیں بلکہ اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے معاملہ فرمائے اور ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اپنے قول (اور درجات بلند فرماکر) سے اشارہ فرمایا -- علامہ علی قاری فرماتے ہیں: علامہ حنفی نے یہ عجیب وغریب بات لکھی کہ اس کی تفسیر میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اس کی ستھرائی اور پاکی میں اضافہ فرما۔

اقول مرجعه الی ماذکرنا ای ان کان طاهرا من الذنوب فزدنی طهارته بمغفرة التقصیر فی شکرك الخطیر وقد فسره القاری نفسه بقوله ای فزد فی احسانه کما فی روایة اھ لایبعد عن قول الحنفی کثیرا۔

اقول اسکا مآل بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کی اگر گناہوں سے پاک ہے تو اس کی پاکی میں اضافہ فرما اس طرح کہ اپنے عظیم شکر کی بجا آوری میں اس کی تقصیر کو بخش دے -- اور خود مولانا قاری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: یعنی اس کی نیکی میں اضافہ فرما جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔

وانا اقول وبالله التوفیق بل هو من تزکیة الشهود ای ان کان زاکیا فاظهرنی ملکوتك انه ذاك واشهدله بذاك وهذا لیس بتاویل بخلاف ماتقدم وبالله التوفیق کلها منه رضی الله تعالیٰ عنه۔(م) اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی سے ہے) بلکہ یہ تزکیہ شہود سے ہے (گواہوں کا تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باطنی عدالت وپرہیزگاری جانچ کر ظاہر کردی جائے) یعنی اگر وہ پاکیزہ ہے تو اپنی بادشاہت میں اس کی یہ حالت عیاں کردے اور اس کے لئے اس پر گواہ لے لے۔ یہ اس کا لفظی معنی ہے، تاویل نہیں کہ گزشتہ معانی تاویل تھے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔(ت)

⊙اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ اَمَتُكَ وَا(بْن) بِنْتُ اَمَتِكَ احْتَاجَ(احتاجت) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ(ها) اِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُحْسِنًا(مُحْسِنَةً) فَزِدْنِيْ اِحْسَانِهٖ(ها) وَاِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُسِيْئًا (مُسِيْئَةً) فَتَجَاوَزْ عَنْهُ(عَنْهَا)۔ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۵۹)

⑥ اَللّٰھُمَّ (عَبْدُكَ) اَمَتُكَ وَ(ابْنُ) بِنْتُ عَبْدِكَ كَانَ (كَانَتْ) يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ (ها) مِنَّا اِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُحْسِنًا (مُحْسِنَةً) فَزِدْ فِىْ اِحْسَانِهٖ (ها) وَاِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُسِيْئًا (مُسِيْئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (ها) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (ها) تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (ها)۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۶۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۳۰ موارد الظمأن کتاب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ سلفیہ مدینہ منورہ ا / ۱۹۲ مسند ابو یعلٰی حدیث ۶۵۶۷ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/ ۱۰۶)

⑦ (اَصْبَحَ عَبْدُكَ هٰذَا) اَصْبَحَتْ اَمَتُكَ هٰذِهٖ قَدْ (تَخَلّٰى) تَخَلَّتْ عَنِ الدُّنْيَا وَ(تَرَكَهَا) تَرَكَتْهَا لِاَهْلِهَا وَ(افْتَقَرَ) افْتَقَرَتْ اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ هَا وَقَدْ (كَانَ يَشْهَدُ) كَانَتْ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ (لَهٗ) هَا وَتَجَاوَزْ عَنْهُ (ها) وَاَلْحِقْهُ (ها) بِنَبِيِّهٖ (ها) صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عليه وسلم ۔

(المصنف لعبدالرزاق باب القراۃ الصلوۃ علی المیت حدیث ۶۴۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۳/ ۴۸۷ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۹۲)

⑧ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ط وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔

(سنن ابوداؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۰)

⑨ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ) هٰذِهٖ اَمَتُكَ فَلَانُ (ابْنُ) بِنْتُ فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ (بِهَا) مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (لَهَا) ۔

اسے ابونعیم نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں نماز جنازہ سکھائی اللھم اغفر -- آخر حدیث تک -- وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں لوگوں میں سب سے کم عمر ہوں اگر مجھے کوئی خیر معلوم نہ ہو؟ فرمایا: توتم وہی کہو جو جانتے ہو ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت) (کنز العمال بحوالہ ابونعیم حدیث ۴۲۸۴۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۴)

⑩ اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنُ) بِنْتَ فُلَانٍ فِىْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ (هَا) مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ ط اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ (ها) وَارْحَمْهُ هَا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (عہ)۔

اسے ابوداود اور ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (سنن ابی داؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الدعاء فی الجنازۃ علی الجنازۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹)

⑩ اَللّٰھُمَّ اَجِرْھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ط اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْھَا وَصَعِّدْ رُوْحَھَا وَلَقِّھَا مِنْکَ رِضْوَانًا (عہ)۔

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲)

⑪ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُکَ ط اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْکَ مَعَادُنَا۔

اسے بغوی، ابن مندہ اور مسند الفردوس میں دیلمی نے ابوحاصر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۲۸۴۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵ / ۷۱۵)

⑫ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَ(ہ)ھَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ(ہ)ھَا۔

اسے بغوی نے ابراہیم اشہالی سے، انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ (ت)

(کنز العمال بحوالہ بغوی حدیث ۴۲۲۹۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵ / ۵۸۶) (شرح السنۃ باب فی صلوۃ الجنازۃ والدعاء للمیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵ / ۳۵۵)

⑬ اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللہُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا اَمَرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ یَرُدَّہٗ اَبَدًا وَقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ فَشَفِّعْنَا فِیْہِ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ وَحْدَتِہٖ (ھَا) فِیْ وَحْشَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ غُرْبَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ کُرْبَتِہٖ (ھَا) وَاَعْظِمْ لَہٗ (ھَا) اَجْرَہٗ (ھَا) وَنَوِّرْ لَہٗ (ھَا) قَبْرَہٗ (ھَا) وَبَیِّضْ لَہٗ (ھَا) وَجْھَہٗ (ھَا) وَبَرِّدْ لَہٗ (ھَا) مَضْجَعَہٗ (ھَا) وَعَطِّرْ لَہٗ (ھَا) مَنْزِلَہٗ (ھَا) وَاَکْرِمْ لَہٗ (ھَا) نُزُلَہٗ (ھَا) یَا خَیْرَ الْمُنْزِلِیْنَ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ وَیَا خَیْرَ الرّٰحِمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یہ دُعا فقیر نے زیادہ کی، رب کریم وقدیر اس کی مغفرت فرمائے ۱۲ کلّھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ترجمہ ادعیہ منقولہ

(ا) الٰہی! بخش دے ہمارے زندے اور مردے، اور حاضر اور غائب، اور چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی! تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اُسے زندہ رکھ اسلام پر، اور جسے موت دے ہم میں سے اُسے موت دے ایمان

پر۔ الٰہی! ہمیں اس میت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۲) الٰہی! اس میت کو بخش دے، اور اس پر رحم فرما، اور اسے ہر بلا سے بچا، اور اسے معاف کر، اور اسے عزت کی مہمانی دے، اور اس کی قبر کو وسیع کر، اور اسے دھو دے پانی اور برف اور اولوں سے، اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے، اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے، اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے، اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے۔ اور اسے داخل فرما بہشت میں، اور اسے پناہ دے قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) الٰہی! یہ میت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تُو، تیرا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تُو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے، یہ اکیلا رہا دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے، اگر یہ سُتھرا تھا تُو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اسکے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد۔

(۴) الٰہی! یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچہ ہے، نافذ اس میں حکم تیرا، تو نے اسے پیدا کیا جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اُترے۔ الٰہی! اُسے اس کی حجت سکھا دے اور اُسے اُس کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا دے، اور اُسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوائے اللہ کے، پس اُسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر، اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی! اگر یہ سُتھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر یہ خطاکار تھا اور اسے بخش دے۔

(۵) الٰہی! تیرا یہ بندہ اور تیری باندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اُسے عذاب کرنے سے غنی ہے، اگر نیک تھا اُس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اُس سے درگزر فرما۔

(۶) الٰہی! تیرا یہ بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ، اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تُو اُس کا یہ حال زیادہ جاننے والا ہے ہم سے، اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخش دے، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔

(۷) تیرے اُس بندے نے صبح کی کہ الگ ہو آیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لئے، اور تیرا محتاج ہُوا اور تُو اس سے غنی ہے۔ اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الٰہی! اُسے بخش دے اور اس سے درگزر فرما اور اُسے ملا دے اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

(۸) الٰہی! تو اس جنازے کا پروردگار ہے، اور تو نے اسے پیدا کیا، اور تو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی، اور تو نے اس کی

جان قبض کی، اور تو خوب جانتا ہے اُس کا چھپا اور ظاہر حال، ہم حاضر ہوئے ہیں اور شفاعت کرنے تو اسے بخش دے۔

(۹) الٰہی! بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور اصلاح کر دے ہمارے آپس میں، اور ملاپ کر دے ہمارے دلوں میں۔ الٰہی! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے تو ہمیں اور اُسے بخش دے۔

(۱۰) الٰہی! بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین اور عذاب دوزخ سے کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الٰہی! تو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان۔

(۱۱) الٰہی! اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے، الٰہی دُور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے، اور آسمان پر لے جا اس کی روح کو، اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر۔

(۱۲) الٰہی! بیشک تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تُو ہمارا رب اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔

(۱۳) الٰہی! بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور خورد وکلاں اور حاضر اور غائب کو۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اُس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں ڈال اُس کے بعد۔

(۱۴) اے اللہ، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، اے زندہ، اے پائندہ، اے نیا بنانیوالے آسمانوں اور زمینوں کے، اے بزرگی وعزت بخشنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا، نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔ الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ الٰہی! بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی رَد نہیں کرتا۔ اور بیشک تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دُعا کی، اور تو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی، اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے، تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما، اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں، اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں، اور اس پر رحم کر اس کی بیکسی میں، اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں، اور اسے بڑا ثواب دے، اور اس کی قبر نورانی کر، اور اس کا چہرہ پُرنور کر، اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر، اور اس کی جگہ معطر کرے، اور اسے عزت والی مہمانی دے، اے سب میزبانوں سے بہتر، اے سب بخشنے والوں سے بہتر، اے سب مہربانوں سے بہتر! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔ درود وسلام وبرکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار۔

فائدہ: نویں اور دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نام معلوم نہ ہو اس کی جگہ آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کہے

سب آدمیوں کے باپ ہیں۔اگر خود میّت کا نام بھی نہ معلوم ہوتو نویں دعا میں لفظ هٰذَا عَبۡدُكَ یا هٰذِهٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یابنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اُس کی جگہ عَبۡدُکَ هٰذَا (یہ تیرا بندہ) یا عورت ہو تو اَمَتُكَ هٰذَا (تیری یہ باندی) کہے۔

فائدہ: میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دُعا میں لَا نَعۡلَمُ اِلَّا خَیۡرًا کی جگہ قَدۡ عَلِمۡنَا مِنۡهُمَا خَیۡرًا کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

فائدہ: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دُعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جیسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں دِقت جانے تو دائے اول و دوم وسوم اور چہارم بالقول الثابتتک اور ہشتم اور دوازدہم تک پڑھے، ان شاء اللہ یہی کافی ووافی ہے، یہ نصف سے کم بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہارم دہم بھی ملالے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا، اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولی ہے، امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین کہتے رہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳،ص ۲۱۸۔۲۰۷)

(941) وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ: اِذَا صَلَّیۡتُمۡ عَلَی الۡمَیِّتِ فَاَخۡلِصُوۡا لَهُ الدُّعَآءَ۔ رَوَاهُ اَبُوۡدَاوٗدَ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر جنازہ پڑھ لوتو اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء للمیت، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۳۲۰۱ (وقال الالبانی حسن) سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الدعا فی الصلاة علی الجنازة، ج۲ص۴۸۰، رقم: ۱۴۹۷ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۳۴۵، رقم: ۳۰۷۶ (وقال الارنؤوط أسنادہ قوی) السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الدعاء فی صلاة الجنازة، ج۴ص۴۰، رقم: ۷۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ نمازِ جنازہ میں خالص دعا ہی کرو تلاوتِ قرآن نہ کرو حمد وثناء درود و دعاء کے مقدمات میں سے ہے اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوتِ قرآن ناجائز ہے دوسرا یہ کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کیلئے خلوصِ دل سے دعا مانگو اس صورت میں دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہوگا خیال رہے کہ دعا بعد نمازِ جنازہ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے سنتِ صحابہ بھی چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی حضرت عبداللہ بن سلام ایک جنازہ میں پہنچے نماز ہو چکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو کرلو۔ جن فقہاء نے اس دعا سے منع کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والوں کو نماز کا دھوکہ ہو یا بہت لمبی

دعائیں مانگی جائیں جس سے بلاوجہ دفن میں بہت دیر ہو جائے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۹۷)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ کے بعد مانگی جانے والی دعاوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

گیارہ ۱۱ سال ہوئے یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا، بمبئی و کانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تنقیح فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز وکافی رسالہ مسمّٰی بہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز لکھا جس میں تحقیق حکم فقہی وتوضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہ کو بعونہٖ عزوجل ذروۂ علیا تک پہنچایا اور بفضلہٖ تعالیٰ عرش تحقیق مستقر کر دکھایا کہ میت کے لئے دعا قبل نمازِ جنازہ وبعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو ۲ صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام ومقتدی وہیں کھڑے دُعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہِ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صور جن میں نہ خاص دُعاء کی غرض سے درنگ وتعویق کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعاء قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعاء طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے، نہ کلماتِ علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہو چکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اُسی رسالہ اور اُس کے پہلے کے فتوی میں ملے گی۔

کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بھا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم (کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰) (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۲۱۸۔۲۰۷)

(942) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا،

انہی سے رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ کے ضمن میں روایت ہے کہ آپ نے یوں دعا کی: "اے اللہ! تو

وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، وَقَدْ جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ، فَاغْفِرْ لَهُ رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ.

اس کا رب ہے اور تو نے اس کو پیدا کیا ہے۔ تو نے اس کو اسلام کے لیے ہدایت عطا کی ہے تو نے اس کی روح کو قبض فرمایا ہے تو اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں پس تو اس کی مغفرت فرما''۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء للمیت، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۳۲۰۲ مسند امام احمد مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۶۳ رقم: ۸۷۳۶ السنن الکبری للبیہقی، باب الدعا فی الصلاۃ، ج۴ص۴۲ رقم: ۷۲۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۹۱۱)

(943) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ.

حضرت واثلہ بن اسقع ﷺ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھائی تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے سپرد ہے تیرے پڑوس کی حفاظت میں ہے اس کو قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا تو وعدوں کو پورا فرمانے والا اور تعریف والا ہے۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس پر رحم کر یقینا تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا للمیت، ج۳ص۱۸۹، رقم: ۳۲۰۲ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۳ص۳۴۳، رقم: ۳۰۷۳ مسند امام احمد، حدیث واثلۃ بن الاسقع، ج۵ص۴۹۱، رقم: ۱۶۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں خاص دین حاضر میت کے لیے دعاء ہے یہ بھی جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ عام دعاء بھی پڑھی اور اس کے بعد یہ بھی، قرب عہد سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ایمان یعنی یہ بندہ مؤمن ہے قرآن کا ماننے والا، رب

تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ فتنۂ قبر وہاں کے امتحان کی ناکامی ہے اور آگ کا عذاب دوزخ کا عذاب ہے خواہ قبر میں ہو یا دوزخ میں پہنچ کر۔ یہ دعاء بہت ہی جامع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ ص۹۰۰)

(944) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَّهُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُوْ، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَزِيْدُكُمْ عَلٰى مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، اَوْ: هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنی ایک بیٹی کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دیر دو تکبیروں کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے استغفار پڑھی اور دعا مانگی، پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ آپ پانچویں تکبیر کہیں گے۔ پھر آپ نے دائیں بائیں سلام پھیر دیا ہم نے کہا یہ کیا ہے تو فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ نہیں کیا جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یا اسی طرح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (اتحاف الخیرۃ المہرۃ، باب الدعا والاستغفار للمیت، ج۲ص۳۶۸ رقم: ۱۹۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماروی فی الاستغفار للمیت والدعا، ج۴ص۳۲ رقم: ۶۲۳۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، ج۱ص۴۷۸ رقم: ۱۳۳۰، مسند البزار، مسند عبداللہ بن اوفی، ج۱ص۳۹۸ رقم: ۳۳۵۵)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہو گیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے، اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے۔

فی الدر المختار لو کبر امام خامسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی۔ (دُرِّمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲)

درمختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، اسی پر فتویٰ ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

و روی عن الامام انه یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفه۔

(ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ا/ ٦٣٥)

امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہ کرے تا کہ کھلی مخالفت ہو جائے۔

(فتاوی رضویہ، ج٦، ص٢٩٦)

15۔ بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کو جلدی لے جانا

(945) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَیْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ کیونکہ وہ اگر نیک ہے تو بھلائی کی طرف اس کو جلد لے جاؤ اور اگر کچھ اور ہے تو تم اس کو جلد از جلد اپنی گردنوں سے اُتارتے ہو۔ (ذمہ داری پوری کرتے ہو) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ تم اس بھلائی کو آگے کر رہے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاسراع بالجنازۃ، ج٢ص٥٠، رقم: ٢٢٢٩، المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ج١ص١٣٩، رقم: ٥٢٧، السنن الصغریٰ، باب حمل الجنازۃ، ج١ص٣٣٧، رقم: ١٠٧٠، سنن ابوداؤد، باب الاسراع بالجنازۃ، ج٢ص١٧٩، رقم: ٣١٨٣، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی شهود الجنائز، ج١ص٤٧٤، رقم: ١٤٧٧)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر نیک اور بد میت کو تیز ہی لے جانا چاہیے، نیک کو اس لیے کہ اس کا اگلا گھر اس کے لیے خیر ہے وہاں جلدی پہنچاؤ، بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دور ہے تم سے بھی جلدی دور ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برے آدمی کی صحبت مرے بعد بھی اچھی نہیں چہ جائے کہ اس کی زندگی میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (مرآۃ المناجیح، ج٢ص٨٦٩)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نمازِ جنازہ میں جلدی کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

نمازِ جنازہ میں جلدی کرنا

عرض: نمازِ جنازہ کی تعجیل (یعنی جلدی کرنے) سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: غسل وکفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں، ہاں! اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ شبِ جمعہ (یعنی جمعہ کی رات) جس کا انتقال ہوا میت کو تا نمازِ جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نمازِ جُمعہ میں کثرت ہوجائے، یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کُتبِ فِقہ میں موجود ہے۔ اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عُذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۴۸)

(946) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: کَانَ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَۃُ، فَاحْتَمَلَھَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ. فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَۃً، قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَۃٍ، قَالَتْ لِاَھْلِھَا: یَا وَیْلَھَا اَیْنَ تَذْھَبُوْنَ بِھَا؟ یَسْمَعُ صَوْتَھَا کُلُّ شَیْءٍ اِلاَّ الْاِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو سعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جنازہ جب تیار ہوجائے اور لوگ اس کو گردنوں پر اٹھالیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے مجھے آگے لے جاؤ اور اگر برا ہے تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے ہائے خرابی اس کو کہاں لے جاتے ہو اس آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب کلام المیت علی الجنازۃ، ج۲ص۱۰۰، رقم: ۱۳۸۰ سنن الکبری للبیھقی، باب الاسراع فی المشی بالجنازۃ، ج۴ص۲۱، رقم: ۷۰۰۳ سنن الکبری للنسائی، باب السرعۃ بالجنازۃ، ج۱ص۶۲۲، رقم: ۲۰۳۶ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۳۲۸، رقم: ۳۱۱۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۹۲، رقم: ۷۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، معروزی، اور ابن مندہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہنچانتا ہے۔

(مرقات)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ کنکر، پتھر

سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۷۰)

16-بَابُ تَعْجِيْلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى تَجْهِيْزِهِ إِلَّا أَنْ يَّمُوْتَ فَجْأَةً فَيُتْرَكَ حَتّٰى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهُ

میت کے قرض ادا کرنے میں اور اس کی تجہیز میں عجلت کرنا ہاں! اگر اچانک فوت ہو تو موت کا یقین ہونے تک اس کو رکھیں گے

(947) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایمان دار کی جان اس کے قرض سے چمٹی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ ادا کیا جائے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال نفس المومن معلقة بدینه، ج۲ص۳۸۹ رقم: ۱۰۷۸، سنن ابن ماجه، باب التشدید فی الدین، ج۲ص۸۰۶، رقم: ۲۴۱۳، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما یستحب لولی المیت من الابتداء بقضاء دینه، ج۳ص۶۱، رقم: ۶۷۳۵۰، المستدرک للحاکم، کتاب البیوع، ج۲ص۳۲، رقم: ۲۲۱۹، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۵۲، رقم: ۸۶۶۳)

شرح حدیث: اب میت اس سے بری ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک آدمی فوت ہوگیا، ہم نے اسے غسل اور کفن دیا اور خوشبو لگائی، پھر ہم اسے سرکارِ ابدِ قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس لے کر حاضر ہوئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کا جنازہ پڑھائیں، ہم نے عرض کی: اس کا جنازہ پڑھایئے۔ پس آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک قدم چلے پھر دریافت فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کی: اس کے ذمہ 2 دینار ہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم واپس چلے گئے، حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ذمہ داری لے لی تو ہم دوبارہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: 2 دینار میرے ذمہ ہیں۔ تو شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تحقیق قرض خواہ کا حق پورا کر دیا گیا ہے اور اب میت اس سے بری ہے۔ حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر اس کے بعد ایک دن استفسار فرمایا: ان 2 دیناروں کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی: وہ شخص تو کل فوت ہوگیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آنے والے کل اسے (یعنی قرض خواہ کو) لوٹا دینا۔ حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے وہ ادا کر دیے ہیں۔ تو رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اب اس کا جسم عذاب سے بری ہو گیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۵۴۳، ج ۵، ص ۸۳)

(948) وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَرِضَ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ. فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيْهِ الْمَوْتُ، فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا بِهٖ، فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیمار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا میرا خیال ہے کہ طلحہ میں موت ظاہر ہوگئی ہے اس کے بارے مجھے بتانا اور جلدی کرنا کیونکہ کسی ایمان دار میت کو مناسب نہیں کہ اس کے گھر والوں کے درمیان اس کو روکا جائے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب التعجیل بالجنازۃ و کراھیۃ حبسھا، ج۳ص۱۴۲، رقم: ۳۱۶۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب من التعجیل بتجہیزہ اذابان موتہ، ج۳ص۳۸۶، رقم: ۶۸۵۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی دفن الموتی، ج۱۱ص۱۳۱، رقم: ۸۶۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حصین ابن وحوح صحابی ہیں، انصاری ہیں، آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ میت کے لیے اعلان عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہل قرابت کو خبر کرنا بھی تا کہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کرلیں۔ دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے، بلاضرورت دیر لگانا جیسا کہ ہمارے پنجاب میں رواج ہے سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اسکی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، مگر اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن شریف وفات سے تین دن بعد ہوا، مسئلہ خلافت پہلے طے کیا گیا تا کہ زمین خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہے، بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ہوا۔ (قرآن شریف) خیال رہے کہ یہاں جیفہ بمعنی مردہ ہے نہ کہ مردار جیسے قرآن کریم میں ہے کَیْفَ یُوٰرِیْ سَوْءَۃَ اَخِیْہِ اس لفظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مردہ نجس ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۴۹)

17-بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

قبر کے پاس نصیحت

(949) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غرقد میں ایک جنازہ میں تھے۔ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے

فَنَكَّسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ. ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا، فَقَالَ: اعْمَلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اردگرد بیٹھ گئے آپ کے پاس چھڑی تھی۔ آپ نے جھکایا اور زمین کرید نے لگے۔ پھر فرمایا تم میں سے ہر ایک کے لیے جنت یا جہنم میں ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ہم اپنی تحریر پر اعتماد نہ کرلیں تو آپ نے فرمایا تم عمل کرو ہر ایک کو وہی میسر ہوگا۔ جس کے لیے وہ پیدا ہوا اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب موعظة المحدث عند القبر وقعود اصحابه حوله، ج۲ص۹۶، رقم: ۱۳۶۲ صحیح مسلم، باب کیفیة الخلق الآدمی فی بطن امه و کتابة رزقه واجله، ج۸ص۴۷، رقم: ۶۹۰۳ مسند عبد بن حمید من مسند ابی الحسن علی بن ابی طالب، ج۱ص۵۷، رقم: ۸۴ مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۵۷، رقم: ۱۳۴۸ مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۵۸۲)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جاچکا ہو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں فرمایا عمل کیئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لیئے پیدا ہو اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہوں گے اور اگر بدنصیبوں سے ہے تو اسے بدنصیبی کے اعمال میسر ہوں گے پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہوالا یہ۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شریف علی ابن ابی طالب، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، لقب حیدر کرار ہے، قرشی ہیں، ہاشمی ہیں، مطلبی ہیں، اسلام کے خلیفہ چہارم ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کہ آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ حضور کے ساتھ سواء غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزدوں میں شریک رہے، آپ کے فضائل حد و شمار سے زیادہ ہیں، آپ ہی نسل جناب مصطفے کی اصل ہیں، اخی الرسول، زوج بتول ہیں، یعنی آپ کا ایک ہاتھ چار یار میں ہے، دوسرا پنجتن پاک میں شاہ خیبر شکن ہیں شعر

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یعنی عین شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے، چار سال نو مہینہ خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پاکر ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں شہید کیئے گئے۔ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک

عورت قطام کے عشق میں مبتلا ہو کر اسی کے کہنے پر شہید کیا۔شہادت سے تیسرے دن وفات پائی،امام حسن وحسین وعبداللہ ابن جعفر نے آپ کو غسل دیا،امام حسن نے نماز پڑھائی،کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے،قبر انور زیارت گاہِ خلق ہے فقیر نے بھی زیارت کی ہے۔آپ کی نو بیویاں ہوئیں:(۱) فاطمہ زہرا،(۲) ام بنین،(۳) لیلی بنت مسعود،(۴) اسماء بنت عمیس،(۵) امامہ بنت ابی العاص،(۶) خولہ بن جعفر،(۷) صہبا بنت ربیعہ،(۸) اُم سعید بنت عروہ،(۹) محیاء بنت امرؤالقیس ان بیویوں سے ۱۲ بیٹے اور نو لڑکیاں ہوئیں۔جن میں سے حسن،حسین،زینب،اُم کلثوم حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں۔

(جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں) یہاں وبمعنی اَوْ ہے یعنی لوح محفوظ میں ہر شخص کے متعلق پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ جنتی ہی، یا دوزخی،جنتی ہے تو کسی درجہ کا،اور دوزخی ہے تو کسی طبقہ کا، یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔

(بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں) کیونکہ ہوگا وہی جو لکھا جا چکا عمل خواہ کیسے ہی کرے فیصلہ الٰہی نہیں بدلتا۔

(ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لیئے پیدا) یعنی دنیا میں اعمال عموماً انجام کی علامتیں ہیں۔جنتی کو نیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں۔دوزخی کو اس کا اُلٹا،مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں،کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیثِ سہل ابن سعد کے خلاف نہیں۔

(تو اسے بدنصیبی کے اعمال میسر ہوں گے) یعنی لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر وغیرہ کرے گا لہذا جہنمی ہوگا۔بندوں پر رب تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے،نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔

(اور پرہیز گار اور ایماندار ہوا الایہ) یہ آیت اگر چہ ابوبکر صدیق کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی لیکن چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہو سکتی ہے۔(مرأۃ المناجیح،ج۱،ص۸۳)

18-بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمَیِّتِ بَعْدَ دَفْنِهٖ وَالْقُعُوْدِ عِنْدَ قَبْرِهٖ سَاعَةً لِّلدُّعَآءِ لَهٗ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَائَةِ

میت کو دفن کرنے کے بعد دعا کرنا اور قبر کے پاس کچھ دیر بیٹھنا اور اس کیلئے دعا و استغفار کرنا

(950) وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو - وَقِیْلَ: اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَقِیْلَ: اَبُوْ لَیْلٰی - عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرِغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْهِ، وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوْا

حضرت عثمان بن عفان ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی

لاَخِیْکُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِیْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْاَلُ دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔(۳۲۲۱)
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف ج۳ص۲۰۹ رقم ۳۲۲۱، المستدرک للحاکم کتاب الجنائز ج۱ص۵۲۶ رقم: ۱۳۷۲ مسند البزار مسند عثمان رضی اللہ عنہ ج۲ص۹۱ رقم ۴۴۵ جامع الاصول لابن الاثیر الدعاء عند الدفن ج۱۱ص۱۶۴ رقم: ۸۷۵۹ معرفۃ السنن والآثار باب ما یقال اذا دخل المیت قبرہ ج۳ص۲۹۱ رقم: ۲۳۳۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن زندوں کا مردوں کے پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں متعلق فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

فصل دوم: احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں ـــــ ظاہر ہیں کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا!

حدیث (۲۲): شفاء السقام امام سبکی واربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی:

انس مایکون المیّت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا۔

(شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵)

قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم۔

(شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴): صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمہا حتی استانس بکم وانظر ماذا راجع بہ رسل ربی۔

(صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶)

جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میر قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسول کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (فتاوی رضویہ، ج۹، ص ۷۱۳۔ ۷۱۴)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن طریقہ تلقینِ قبر کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

طریقہ تلقینِ قبر

حدیث میں (عہ) ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فُلَانَ ابْنَ بِنْتِ فُلَانَۃَ کہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یا فلاں بن بنت فلانہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے، پھر کہے یا فلاں بن بنت فلانہ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے

اذْكُرْ (اُذْكُرِيْ) مَاخَرَجْتَ خَرَجْتِ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَاَنَّكَ رَضِيْتَ) اَنَّكِ رَضِيْتِ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا ط

(نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس بیٹھیں گے جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

اس پر کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا: تو حوا کی طرف نسبت کرے۔

(کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۰۵) (کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۰۵)

عہ عن رواہ الطبرانی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام وابن شاھین فی ذکر الموت واخرون کماذکرنا فی حیاۃ الموت ۱۲ منہ (م)

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں، ضیاء نے احکام میں، ابن شاہین نے ذکر الموت میں روایت کیا اور دوسرے حضرات نے بھی روایت کیا، جیسا کہ ہم نے رسالہ حیاۃ الموت میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

راشد بن سعد (عہ) وضمرہ بن حبیب وحکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یَا فُلَانُ قُلْ (قُوْلِی) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار، پھر کہا جائے قُلْ (قُوْلِی) رَبِّیَ اللّٰهُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ ط صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس قدر اور زائد کرتا ہے:

وَاعْلَمُوْا (وَاعْلَمِیْ) اَنَّ هٰذَیْنِ الَّذِیْنَ اَتَیَاكَ (كِ) وَیَاْتِیَانِكَ (كِ) هُوَ عَبْدَانِ اللّٰهِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا

بِاِذْنِ اللهِ فَلَاتَخَفْ تَخَافِیْ وَلَاتَحزَنْ تَحْزَنِیْ وَاَشْهَدْ وَاَشْهَدِیْ اَنَّ رَبَّكَ اللهُ وَدِیْنَكَ (دِیْنَكِ) الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّكَ (نَبِیَّكِ) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللهُ وَاِیَّاكَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّهٗ، هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O

ترجمہ: کہہ میرا رب اللہ اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پائے پاس آئے یا آئیں گے تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر، اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دُنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

عہ: رواہ عنہم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲ منہ (ن) ان سے اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا (ت)

حدیثِ تلقین کی تخریج وتقویت فقیر نے کتاب حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم وفصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات وتنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد تعالٰی وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے، وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔ اور خدا ہی سے توفیق ہے، اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور خدائے برتر ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر رحمت نازل فرمائے اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج۹، ص ۲۲۱-۲۲۲)

(951) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ، فَاَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ، وَیُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ، وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ. قَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقْرَاَ عِنْدَهٗ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ، وَاِنْ خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ عِنْدَهٗ کَانَ حَسَنًا۔

حضرت عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جب تم مجھے دفن کرلو تو میری قبر کے گرد اتنی دیر کے لیے ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس کو حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم) یہ پوری حدیث گزر چکی۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: مستحب یہ ہے اس کے پاس کچھ قرآن پاک کی تلاوت ہو اور اگر پورا قرآن ختم کرلیں تو زیادہ اچھا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب کون الاسلام یهدم ما قبله و کذا الهجرة، ج۱ص۷۸، رقم: ۳۳۶ السنن الکبرٰی للبیهقی: باب الکافر الحزلی یقتل مسلما ثم یسلم: ج۹ص۹۸، رقم: ۱۸۶۵۳ مستخرج ابی عوانة: بیان رفع الاثم عن الذی یاتی

الشي والمنهی عنه قبل علمه، ج۱ص۹۷، رقم: ۱۵۱؛ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ج۱ص۸، رقم: ۲۸)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے بحالت موت فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ والی جائے نہ آگ جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے اردگرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ تم سے مجھے اُنس ہو اور جان لوکہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جنازہ کے ساتھ پیٹنے والی عورتیں بھی جاتی تھیں اور آگ بھی کیونکہ وہ آگ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو یہ وصیت کی اور یہ وصیت دوسروں کو سنانے کے لیے تھی، ورنہ ان کے بیٹے عبداللہ خود صحابی ہیں وہ کیسے یہ کام کر سکتے تھے۔ سبحان اللہ! کیسے پاکباز لوگ ہیں کہ وفات کے وقت بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔

اس وصیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے کیونکہ شن آہستہ مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں گویا چھڑکنا۔ دوسرے یہ کہ بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ میت حاضرین کو جانتا پہنچانتا ہے اور ان کی موجودگی سے اس کی وحشت قبر دور ہوتی ہے، اُنس حاصل ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ حاضرین کا میت کو بعد دفن تلقین کرنا، یعنی کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالات نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے۔ آپ کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعد دفن قبر کا گھیرا ڈال کر ذکر اللہ کرنا تاکہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۹۳۸)

19- بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ

میت کی طرف سے صدقہ کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ) (الحشر: 10)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں: اے ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے۔

(952) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتی، تو

اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؛ قَالَ: نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صدقہ کرتی تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب موت الفجاۃ البغتۃ، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۱۳۸۸، صحیح مسلم، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ، ج۲ص۸۱، رقم: ۲۲۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۱۰، رقم: ۲۲۲۹۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یتبع المیت بعد موتہ، ج۳ص۵۸، رقم: ۱۲۰۷۷، مصنف عبد الرزاق، باب الصدقۃ عن المیت ج۹ص۶۰، رقم: ۱۶۳۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سائل حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے، ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں، ۵ھ میں ہاٹ فیل (Heat Fail) یعنی حرکت قلب بند ہوجانے سے وفات پاگئیں، ناگہانی موت غافل کے لیے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مؤمن کے لیے رحمت کہ اللہ تعالیٰ اسے بیماری کی شدتوں سے بچالیتا ہے لہٰذا احدیث پر کوئی اعتراض نہیں، آپ کی والدہ صحابیہ ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرچکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔

یعنی ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملے گا۔ لمعات میں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہلِ حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم بیرام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کرچکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہیں کہ لَيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰی اور نہ اسکے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کرسکتا کہ اس کی طرف سے نمازیں فرض ادا کردیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے، ادائے فرض اور ہے ثواب کچھ اور اسی لیے آیات میں کسب اور سعی کا ذکر ہوا نہ کہ ثواب کا، ایصال تو قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہے، دیکھو ہماری کتاب "فہرست القرآن"۔ اشعۃ للمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عزیز الدین عبد السلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۷۶)

ایصال ثواب

میرے شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رسالے مغموم مُردہ سے ایصال ثواب کے مدنی پھول:

(1) فرض، واجب، سنت، نفل، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ ہر عبادت (نیک کام) کا ایصال ثواب کرسکتے ہے۔

(2) میت کا تیجا، دسواں، چالیسواں، برسی کرنا اچھا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے ذرائع ہیں۔ شریعت میں تیجے وغیرہ کے عدمِ جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیلِ جواز ہے اور میت کیلئے زندوں کا دعا کرنا خود قرآن پاک سے ثابت ہے جو کہ ایصالِ ثواب کی اصل ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب اعزوجل ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (پ۲۸، الحشر:۱۰)

(3) تیجے وغیرہ میں کھانے کا انتظام صرف اسی صورت میں میت کے چھوڑے ہوئے مال سے کر سکتے ہیں جبکہ سارے وُرثاء بالغ ہوں اور سب کے سب اجازت بھی دیں۔ اگر ایک بھی وارث نابالغ ہے تو نہیں کر سکتے (نابالغ اجازت دے تب بھی نہیں کر سکتے)۔ ہاں بالغ اپنے حصے سے کر سکتا ہے۔

(4) میت کے گھر والے اگر تیجے کا کھانا پکائیں تو صرف فُقراء کو کھلائیں۔

(5) نابالغ بچے کو بھی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں جو زندہ ہیں ان کو بھی، بلکہ جو مسلمان ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی پیشگی (ایڈوانس میں) ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

(6) مسلمان جنات کو بھی ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

(7) گیارہویں شریف، رَجَب شریف (یعنی ۲۲ رجب کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کے کونڈے کرنا) وغیرہ جائز ہیں۔ کھیر کونڈے ہی میں کھلانا ضروری نہیں دوسرے برتن میں بھی کھلا سکتے ہیں۔ اس کو گھر سے باہر بھی لے جا سکتے ہیں۔

(8) بزرگوں کے فاتحہ کے کھانے کو تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں اور یہ نیاز تبرُّک ہے اسے امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔

(9) داستانِ عجیب، شہزادے کا سر، دس بیبیوں کی کہانی اور جنابِ سیدہ کی کہانی وغیرہ سب مَن گھڑت قصے ہیں انہیں ہرگز نہ پڑھا کریں۔ اسی طرح ایک پمفلٹ بنام وصیت نامہ لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں شیخ احمد کا خواب درج ہے یہ بھی جعلی ہے اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور نہ تقسیم کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں یہ بھی سب غلط ہیں۔

(10) جتنوں کو بھی ایصالِ ثواب کریں اللہ عزوجل کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملیگا یہ نہیں کہ ثواب تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ملے۔

(11) ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ امید ہے کہ اس نے جتنوں کو ایصالِ ثواب کیا ان سب کے مجموعہ کے برابر ملیگا مثلاً کوئی نیک کام کیا جس پر اس کو دس نیکیاں ملیں اب اس نے دس

مُردوں کو ایصالِ ثواب کیا تو ہر ایک کو دس دس نیکیاں پہنچیں گی جبکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو ایک سو دس اور اگر ایک ہزار کو ایصالِ ثواب کیا تو اس کو دس ہزار دس۔ وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاس

(12) ایصالِ ثواب صرف مسلمان کو کر سکتے ہیں۔ (مفہوم مردہ ص ۱۱)

(953) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجائے تو تین چیزوں کے سوا اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔ (ایک) صدقہ جاریہ (دوسرے) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (تیسری) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ج۵ص۷۳، رقم: ۴۳۱۰ السنن الصغریٰ للبیهقی، باب ما یلحق المیت بعد موته، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۲۴۳ سنن ترمذی، باب فی الوقف، ج۳ص۶۶۰، رقم: ۱۳۷۶ سنن النسائی، باب فضل الصدقة عن المیت، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۳۶۵۱ سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتعلیم السنن، ج۱ص۱۴۸، رقم: ۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصالِ ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد کھے حتی کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۱)

20۔ بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ — لوگوں کا میت کی تعریف کرنا

(954) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْهَا خَیْرًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی، فَاَثْنَوْا عَلَیْهَا شَرًّا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؛ فَقَالَ: هٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِ خَیْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وهٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے انہوں نے اس کی تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر ایک اور جنازہ لے کر گزرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا: جس کی تم نے اچھی تعریف کی ہے اس کے لیے جنت لازم ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی ہے اس لیے آگ لازم ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ثناء الناس علی المیت، ج۲ص۹۷، رقم: ۱۳۶۷ صحیح مسلم، باب فیمن یثنی علیہ خیر او شر من الموتی، ج۳ص۵۳، رقم: ۲۲۴۳ السنن الکبری للبیہقی، باب الثناء علی المیت، ج۴ص۷۵، رقم: ۷۲۳۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثنا الحسن علی المیت، ج۲ص۳۷۳، رقم: ۱۰۵۸ سنن النسائی، باب الثناء، ج۴ص۴۹، رقم: ۱۹۳۲ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۸۶، رقم: ۱۲۹۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(لوگوں نے اس کی برائی بیان کی) یہ کہا کہ یہ بڑا منافق تھا، بے دین تھا، بدخلق اور موذی تھا وغیرہ وغیرہ۔ لہذا اس جملہ پر نہ تو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ سارے صحابہ عادل اور جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی پھر یہ میت جہنمی کیسے ہوگئی اور نہ یہ اعتراض ہے کہ مُردوں کو برا کہنا منع ہے، پھر صحابہ نے اس دوسرے کو برا کیوں کہا کیونکہ یہ جنازہ منافق اور فاسق کا تھا۔

(رسول اللہ نے فرمایا: واجب ہوگئی) لہذا تمہارے منہ سے جس کے لیے جو نکلتا ہے اللہ کے ہاں وہی ہوتا ہے زبان خلق نقارہ خدا، اس کی تائید اس آیت سے ہے لِتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جسے عام مسلمان قدرتی طور پر ولی اللہ کہیں وہ واقعی ولی اللہ ہے، رب تعالٰی اولیاء اللہ کی علامت بیان فرماتا ہے: لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ یعنی ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے، لہذا حضور غوث پاک، خواجہ اجمیری، داتا گنج بخش لاہوری، مجدد الف ثانی رحمہم اللہ اولیاء ہیں کہ انہیں مسلمان ولی سمجھتے ہیں، ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت ہی ضروری نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہذا گیارھویں میلاد شریف، عرس بزرگان، ختم خواجگان وغیرہ کار ثواب

ہیں کہ انہیں عام مسلمین، اولیاء، صالحین کارِثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو قدرتی طور پر منہ سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور کینہ کو دخل نہیں ہوتا ورنہ روافض صحابہ کو خوارج اہل بیت کو بعض بیدین علماء وصالحین کو برا کہتے ہیں وہ گواہی اس میں داخل نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں اَنْتُم میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تا قیامت سارے نیک مومنوں سے جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۸۵)

(955) وَعَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، قَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ابی الاسود کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا پس سے ایک جنازہ گزرا اس پر کی تعریف کی گئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لازم ہوگئی پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس مرنے والے کی بھی تعریف بیان کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی برائی بیان کی گئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لازم ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا لازم ہوگئی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو اسی طرح کہا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے لیے چار آدمی بھلائی کی گواہی دیں اللہ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا ہم نے عرض کیا: اور تین تو فرمایا اور تین، ہم نے عرض کیا: اور دو تو آپ نے فرمایا: دو اور پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہ کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ثناء الناس علی المیت، ج۱ص۹۷، رقم: ۱۳۶۸، مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۰، رقم: ۲۰۴، السنن الکبری للبیہقی، باب الثناء علی المیت، ج۴ص۷۵، رقم: ۷۲۳۶، سنن الکبری للنسائی، باب الثناء، ج۱ص۶۲۷، رقم: ۲۰۶۱، مسند ابی یعلی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۱۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔ رحمت والے نبی کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے، یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے جہنمی نہ کہا جائے گا ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔ مرقات نے فرمایا کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں، رب تعالٰی فرماتا

ہے: وَ اَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ۔ تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہوجاتا ہے یونہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہوگا۔ یہاں شیخ نے فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے، صحابہ کی عرض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہوگئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۸۶)

21-بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ اَوْلَادٌ صِغَارٌ

اس آدمی کی فضیلت جس کی نابالغ اولاد فوت ہوجائے

(956) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ لَهٗ ثَلَاثَةٌ لَّمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنا رحمت وفضل کرکے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی اولاد المسلمین، ج۱ص۴۶۵، رقم: ۱۳۱۵، صحیح مسلم، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ج۲ص۳۰۴، رقم: ۶۸۶۷، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی ثواب من اصیب بولده، ج۱ص۵۱۲، رقم: ۱۶۰۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۴۷۳، رقم: ۱۰۱۲۴، السنن الکبری للبیهقی، باب ما یرجی فی المصیبة بالاولاد اذا احتسبهم، ج۴ص۳۹۹، رقم: ۷۳۹۵)

شرح حدیث: یقیناوہ شخص میں ہی ہوں

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اَشْتر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر اپنے والدِ محترم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا ابوذَرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ ذَرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب حضرتِ سیِّدُنا ابوذَرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ صحرائی سفر پر تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھی، میں رونے لگی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: آپ اس بے آب وگیاہ ویران صحراء میں انتقال کررہے ہیں اور اس وقت نہ تو میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ کے کفن ودفن کا انتظام ہوسکے اور نہ ہی آپ کے پاس، پھر میں کیوں نہ روؤں؟ فرمایا: رونا چھوڑ، تیرے لئے خوشخبری ہے۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہوجائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ اور سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، باذنِ پروردگار غیبوں پر خبردار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہم چند لوگوں کو مخاطب کرکے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا اور اس کی وفات کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ اس کے پاس پہنچے گا۔ (مسند احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث ۲۱۴۳۱، ج ۸، ص ۸۶۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ابوذر جندب بن جنادۃ، الرقم ۴۳۳۲، ج ۴، ص ۱۷۶)

اب ان تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا۔ صرف میں اکیلا باقی ہوں اور ان سب کی وفات یا تو شہر میں ہوئی یا آبادی میں۔ اور میں صحراء میں فوت ہو رہا ہوں۔ یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر ملی، تُو جا اور دیکھ، ضرور کوئی نہ کوئی ہماری مدد کو آئے گا۔ (عیون الحکایات ص ۷۵)

(957) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمُوْتُ لِأَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ قسم پوری کرنے سے زیادہ نہ چھوئے گی۔ (متفق علیہ)

وَتَحِلَّةُ الْقَسَمِ قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: (وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا) وَالْوُرُوْدُ: هُوَ الْعُبُوْرُ عَلَى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَّنْصُوْبٌ عَلَى ظَهْرِ جَهَنَّمَ، عَافَانَا اللهُ مِنْهَا.

اور تحلة القسم سے مراد اللہ کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا تم میں سے ہر ایک نے اس جہنم پر سے گزرنا ہے۔ یہاں وارد ہونے کے لفظ سے مراد پل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ یہ جہنم کے اوپر رکھا ہوا ایک پل ہے ہم کو اللہ کریم اس سے عافیت عطا فرمائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالی "واقسموا بالله جهد ایمانهم" ج۸ص۱۳۳ رقم: ۶۶۵۶ صحیح مسلم، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ج۸ص۳۹ رقم: ۶۸۶۵ السنن الکبری للبیهقی، باب ما یرجی فی المصیبة بالاولاد اذا احتسبهم، ج۴ص۶۷ رقم: ۷۳۸۸ موطا امام مالک، باب الحسبة فی المصیبة، ج۲ص۲۲۵ رقم: ۵۵۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب من قدم ولدا، ج۳ص۳۷۳ رقم: ۱۰۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قسم سے مراد رب کا وہ فرمان ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ہر ایک کو دوزخ میں وارد ہونا ہے کیونکہ محشر سے جاتے ہوئے جنت کے راستہ میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے نہ کہ عذاب پانے کے لیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۵۱۹)

ایک یہودی کا قبولِ اسلام

حضرتِ سیِّدُنا عاصم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا کھاتا دار ایک یہودی تھا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں گڑگڑاتے اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو اس کے حسن اسلام نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے اس سے اسلام لانے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں ابو اسحاق ابراہیم آجری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اینٹوں کی بھٹی کی آگ کو بھڑکا رہے تھے۔ میں ان سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے گیا

تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: مسلمان ہوجا اور اس آگ سے ڈر جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔تو میں نے کہا: اے ابو اسحاق! تمہیں میرے اسلام نہ لانے پر کیا تکلیف ہے تم بھی تو دوزخ میں جاؤ گے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: شاید تمہاری مراد اللہ عزوجل کے اس قول سے ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔(پ16، مریم:71)

میں نے کہا: ہاں۔تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے کپڑے مجھے دے دو۔تو میں نے اپنا کپڑا دے دیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے کپڑے کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر دونوں کپڑے تنور میں ڈال دیئے۔پھر کچھ دیر بعد وجد میں آگئے اور بلند آواز سے روتے ہوئے تنور میں کود پڑے۔تنور سے آگ کے بھڑکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تنور کے درمیان سے وہ کپڑے دہکتے ہوئے اٹھائے اور بھٹی کے دوسرے دروازے سے نکل آئے ان کے اس عمل نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا۔چنانچہ میں تعجب سے دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کپڑوں کی گٹھڑی صحیح سلامت اسی طرح موجود تھی جیسے آگ میں ڈالنے سے پہلے تھی۔جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گٹھڑی کو کھولا تو میرا کپڑا مکمل طور پر ان کے کپڑے میں لپٹا ہونے کے باوجود جل کر کوئلہ ہو چکا تھا جب کہ ان کا کپڑا صحیح سالم تھا اور اسے آگ نے چھوا تک نہ تھا پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس آیت سے یہی مراد ہے۔تو میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر فوراً ان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔(بحر الدموع ص۱۸۹)

(958) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَائَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ، فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَّفْسِكَ يَوْمًا نَّاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ، قَالَ: اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ، فَاَتَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَاَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاثْنَيْنِ مُتَّفَقٌ

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صرف مرد آپ کی احادیث لے گئے آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں تاکہ اس دن ہم حاضر ہوں آپ ہمیں اس میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو اللہ نے سکھلایا ہے۔تو آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جاؤ۔وہ جمع ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے آپ نے اس میں سے انہیں سکھایا جو آپ کو اللہ کریم نے تعلیم دیا ہے۔پھر فرمایا تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجے وہ اس کے

عَلَیْہِ۔ لیے آگ سے حجاب ہوں گے۔ ایک عورت نے عرض کیا: اور دو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، ج۱ص۴۲۰، رقم: ۱۲۴۹ صحیح مسلم، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ج۴ص۳۹، رقم: ۶۸۶۷ سنن الکبریٰ للنسائی، باب ھل یجعل العالم للنساء یوم علی حدۃ فی طلب العلم، ج۳ص۴۵۱، رقم: ۵۸۹۶ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۴۴، رقم: ۱۱۳۱۴ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یرجی فی المصیبة، ج۴ص۶۷، رقم: ۷۲۸۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ ہمیں اس میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو اللہ نے سکھلایا ہے) یعنی مردوں نے آپ کا فیض صحبت بہت حاصل کیا ہر وقت آپ کی احادیث سنتے رہتے ہیں ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقعہ نہیں ملتا مہینہ میں یا ہفتہ میں ایک دن ہم کو بھی عطا فرمائیں کہ اس میں صرف ہم کو وعظ فرمایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لیئے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے۔ آج مدرسوں میں تعلیم، تعطیل، امتحان کے لیئے دن مقرر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اسی طرح میلاد شریف، گیارھویں شریف، عرس بزرگانِ دین کے لیئے دن مقرر کرنا جائز ہے کہ ان سب میں دین کی تبلیغ ہوتی ہے، تبلیغ کے لیئے تعین درست۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عورتوں کو وعظ سنانا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم عورتیں پردہ میں رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت پر پردہ فرض نہ تھا کہ حضور امت کے لیئے مثل والد کے ہیں پھر بھی حضور بہت احتیاط فرماتے تھے۔

(تم فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جاؤ) یوم سے مراد دن ہے اور جگہ شاید مسجد میں ہوگی یا کسی اور جگہ گھر میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ استاد ہی شاگردوں کو اپنے گھر نہ بلائے بلکہ کبھی شاگردوں کے گھر جا کر بھی تعلیم دیا کرے یا کسی تیسری جگہ کو مقرر کردے جو نہ استاد کا گھر ہو نہ شاگرد کا، لہذا یہ حدیث موجودہ دینی مدرسوں کی اصل ہے جہاں شاگرد استاد جمع ہو کر علم سیکھیں سکھائیں، اگرچہ بہتر یہ ہی ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جا کر سیکھے، موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے گئے تھے، خضر علیہ السلام آپ کے پاس نہ آئے تھے۔

(آپ نے اس میں سے انہیں سکھایا جو آپ کو اللہ کریم نے تعلیم دیا ہے) شاید یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا اور ہوسکتا ہے کہ بارہا اس مدرسہ میں یہ اجتماع ہوتا رہا کیونکہ علّم باب تفعیل سے ہے جو آہستگی و تدریج بتاتا ہے۔

(تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجے) آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہلاک کردے۔

(اور دو تو رسول اللہ نے فرمایا اور دو) یہاں واؤ، بمعنی اَوْ ہے اور اثنین کی تکرار تاکید کے لیئے ہے یعنی یا دو فوت ہوں یا دو یا دو۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کُن

کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے تو رب تعالیٰ نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اچھا اب جب جبریل آئیں گے تو ان کے ذریعہ رب سے پوچھوالیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۹۷۵)

22-بَابُ الْبُکَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُوْرِ بِقُبُوْرِ الظَّالِمِیْنَ وَمَصَارِعِهِمْ وَاِظْهَارِ الْاِفْتِقَارِ اِلَی اللہِ تَعَالٰی وَالتَّحْذِیْرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

ظالموں کی قبروں اور ان کی جگہوں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرنا اور اس قسم کی غفلت سے ڈرانا

(959) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ - یَعْنِیْ لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ - دِیَارَ ثَمُوْدَ -: لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ، فَاِنْ لَمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْهِمْ، لَا یُصِیْبُکُمْ مَا اَصَابَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ، قَالَ: لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ، اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَا اَصَابَهُمْ، اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّیْرَ حَتّٰی اَجَازَ الْوَادِیَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا جب کہ آپ قوم ثمود کے علاقہ حجر میں پہنچے ان عذاب شدہ لوگوں کے علاقوں میں روتے ہوئے داخل ہوا گر نہ روؤ تو ان کے پاس سے نہ گزرو تا کہ تم کو وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا تھا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنے پر ظلم کیا کہ تمہیں وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا۔ ہاں جب کہ تم رونے والے ہو (تو اس کیفیت میں گزرو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکایا اور رفتار تیز کر دی حتیٰ کہ وادی عبور کر گئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب، ج۱ص۹۴، رقم: ۴۳۳، صحیح مسلم، باب لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسهم الا ان تکونوا باکین، ج۴ص۲۲۱، رقم: ۶۹۵۶، مسند عبد بن حمید، احادیث بن عمر، ص۲۵۵، رقم: ۷۹۸، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من کره الصلاۃ فی موضع الخسف والعذاب، ج۲ص۳۵۱، رقم: ۴۵۲۲، صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، ج۱۴ص۷۹، رقم: ۶۱۹۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حجر وہ جگہ ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم یعنی قوم ثمود آباد تھی، یہ جگہ تبوک جاتے ہوئے راستہ میں پڑی اور یہ واقعہ

غزوہ تبوک کا ہے وہاں عذاب الٰہی آیا تھا اب اس کے کھنڈرات موجود تھے۔

معلوم ہوا کہ جہاں عذاب الٰہی آچکا ہو وہاں جانا نہ چاہیے کہ وہاں اللہ کی لعنت برس رہی ہے کہ تم بھی اسمیں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ جہاں اللہ کی رحمتیں آچکی ہوں وہاں ضرور جانا چاہیے کہ وہاں اب بھی نزول انوار ہے تم بھی اس میں کچھ پالو، مثلاً صفا مروہ پہاڑیاں، منیٰ مزدلفہ، عرفات، یوں ہی حضرات اولیاء اللہ کے آستانے تا قیامت انوار الٰہی کے مقامات ہیں۔

قوم ثمود کے کنویں کا پانی پینے سے بھی حضور نے منع فرمادیا بلکہ جن لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کا گوندھا ہوا آٹا بھی پھنکوادیا۔ اس سے پتہ لگا کہ مکین کا اثر مکان میں ہوتا ہے، یوں ہی بندوں کا اثر زمانہ میں ہوجاتا ہے۔ جس جگہ یا جس وقت اللہ کے مقبول بندے نے عبادت کی ہو وہ جگہ وہ وقت قبولیت کے ہوجاتے ہیں۔ سرکار دو عالم فرماتے ہیں کہ شہر میں بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ بازار ہیں، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اچھے برے لوگوں کی صحبت میں تاثیر ہے۔ (مرقات) مصر میں فرعون پر عذاب نہ آیا لہذا وہاں رہنا ممنوع نہیں، طوفان نوح کفار کے لیے عذاب تھا مگر مؤمنوں کے لیے رحمت لہذا اس کا حکم کچھ اور ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۴۶)

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور قوم ثمود

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے جب قوم ثمود کو خدا (عزوجل) کا فرمان سنا کر ایمان کی دعوت دی تو اس سرکش قوم نے آپ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک گابھن اونٹنی نکالیے جو خوب فربہ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ آپ نے چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ فوراً ہی پھٹ گئی اور اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت و تندرست اور خوب بلند قامت اونٹنی نکل پڑی جو گابھن تھی اور نکل کر اس نے ایک بچہ بھی جنا اور یہ اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرتی پھرتی رہی۔

اس بستی میں ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ معجزہ کی اونٹنی ہے۔ ایک روز تمہارے تالاب کا سارا پانی یہ پی ڈالے گی اور ایک روز تم لوگ پینا۔ قوم نے اس کو مان لیا پھر آپ نے قوم ثمود کے سامنے یہ تقریر فرمائی کہ:۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (پ8، الاعراف:73)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

چند دن تو قوم ثمود نے اس تکلیف کو برداشت کیا کہ ایک دن اُن کو پانی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اس دن تالاب کا سارا پانی اونٹنی پی جاتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے طے کرلیا کہ اس اونٹنی کو قتل کر ڈالیں۔

قدار بن سالف:۔ چنانچہ اس قوم میں قدار بن سالف جو سرخ رنگ کا بھوری آنکھوں والا اور پستہ قد آدمی تھا اور ایک زناکار عورت کا لڑکا تھا۔ ساری قوم کے حکم سے اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام منع ہی کرتے رہے، لیکن قدار بن سالف نے پہلے تو اونٹنی کے چاروں پاؤں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس کو ذبح کر دیا اور انتہائی سرکشی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ O

(پ8، الاعراف77)

ترجمہ کنزالایمان: پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

زلزلہ کا عذاب: قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چنگھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔ پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اتھل پتھل ہو کر چکنا چور ہو گئی۔ تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہو گئیں اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا گر کر مر گیا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ O

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا۔ (پ8، الاعراف:78)

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ و برباد ہو کر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی اور پوری قوم ہلاک ہو گئی تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا۔ اور آپ کو قوم ثمود اور اُن کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ آپ نے اُن لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اُس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے اور چلتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہو گئے کہ:

يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ O

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔ (پ۸، الاعراف:۷۹)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہو کر کھنڈر بن گئی اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی کہ آج اُن کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲، ص ۶۸۸، پ ۸، الاعراف: ۷۳۔ ۷۷ تا ۷۹ ملخصاً)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

8- كِتَابُ اٰدَابُ السَّفَر

سفر کے آداب کا بیان

23- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْخُرُوْجِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَاسْتِحْبَابِهٖ اَوَّلَ النَّهَارِ

جمعرات کے دن اور پہلے پہر سفر پر نکلنا مستحب ہے

(960) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ.

حضرت کعب بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے روز غزوہ تبوک کے لیے نکلے اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے۔ (متفق علیہ) اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن کے علاوہ بہت کم ہی سفر پر نکلتے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اراد غزوة فوری بغیرها ومن احب الخروج یوم الخمیس، ج۲ص۳۹ رقم: ۲۹۵۰، الاداب للبیهقی، باب الخروج یوم الخمس، ج۱ص۴۰۱ رقم: ۱۶۲، مسند امام احمد، حدیث کعب بن مالک رضی الله عنه، ج۶ص۳۸۷ رقم: ۲۷۲۱۹، مصنف عبدالرزاق، باب صلاة الجماعة فی السفر و کیف تسلیم الحاج ج۵ص۱۶۹ رقم: ۹۲۷۰، سنن ابوداؤد، باب فی ای یوم یستحب السفر، ج۳ص۳۲۰ رقم: ۲۶۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ وہ ہی کعب ابن مالک ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے تھے جس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا تھا، پھر سورۂ توبہ میں آپ کی توبہ قبول ہونے بائیکاٹ کھلوانے کا ذکر ہے، بڑی ہی شان کے مالک ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو صادقین میں سے فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حکم دیا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

تبوک غیر منصرف ہے علمیۃ اور وزن فعل کی وجہ سے۔ بوك سے بنا ہے بمعنی پانی کا جوش مارنا لکڑی وغیرہ رہنے کی وجہ سے، شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے۔ یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے گزرا، مدینہ منورہ سے خیبر ایک سو ساٹھ میل ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے، اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے تبوک ایک ماہ کے فاصلہ پر تھا، غزوہ تبوک ۹ ھ میں ہوا اور یہ حضور انور کا آخری غزوہ ہے۔ (از مرقات) فقیر نے خیبر کی زیارات کی ہیں اب حجاز کی سرحد مقام مان تک ہے، مان تبوک سے تقریباً دو سو میل ہے اور مان سے مقام عمان تین سو میل ہے، عمان اردن کا دار الخلافہ ہے، عمان سے ۹۸ میل بیت المقدس ہے جسے اب قدس کہتے ہیں بیت المقدس فلسطین میں ہے۔

(آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے) یا تو سفر جہاد کے لیے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کے

لیے۔ خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کے لیے پسند فرمایا گیا: ایک یہ کہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ عملِ حج کی ابتداء اس دن سے ہو۔ دوسرے یہ کہ جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے۔ تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں خمیس کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے۔ پانچویں یہ کہ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جو خمیس بمعنی پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے اللہ رسول کے لیے خمس ہی نکالا جاتا ہے اللہ تعالیٰ خمیس کی برکت سے خمس والی غنیمت عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ سفر کے لیے ہفتہ، سوموار اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر کو نکل جائے ان شاء اللہ کامیاب اور بامراد واپس ہوگا۔ (از مرقات و اشعہ مع زیادۃ) مگر خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت منحوس نہیں ہاں بعض دن بابرکت ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۸۶)

(961) وَعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ میری امت کے لیے اس کی صبحوں میں برکت عطا فرما۔ آپ جب چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو اس کو دن کے شروع میں بھیجتے۔ اور صخر تاجر تھے وہ اپنا سامان تجارت دن کے شروع میں بھیجتے تو صاحب ثروت ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الابتکار فی السفر، ج۲ص۳۴۰، رقم: ۲۶۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التکبیر فی التجارۃ، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۱۲۱۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الابتکار فی السفر، ج۹ص۱۵۱، رقم: ۱۸۹۲۲، سنن ابن ماجہ، باب ما یرجی من البرکۃ فی البکور، ج۲ص۵۲، رقم: ۲۲۳۶، سنن الدارمی، باب بارك لامتی فی بکورھا، ج۲ص۲۸۲، رقم: ۲۴۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام صخر ابن عمرو ابن عبداللہ ابن کعب ازدی ہے، آپ صحابی ہیں، طائف میں قیام رہا، شمار اہل حجاز سے ہے۔ (مرقات، اشعہ)

(میری امت کے لیے اس کی صبحوں میں برکت عطا فرما) یعنی میری امت کے تمام ان دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کرے جیسے سفر طلب علم تجارت وغیرہ۔

یعنی حضور کی دعا وہ تھی جو ابھی بیان ہوئی اور عمل یہ تھا لہذا حضور کے دعا و عمل سے یہ وقت برکت والا ہے۔

صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہو چکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں۔ فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو طالب علم مغرب وعشاء کے دوران اور فجر کے وقت محنت کرے پھر عالم نہ بنے تو تعجب ہے اور جو طالب علم ان دو وقتوں میں محنت نہ کرے اور عالم بن جاوے تو بھی حیرت ہے۔

ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ روایت کی الٰہی میری امت کے جمعرات کے دن صبح کے وقت کے کاموں میں برکت دے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۸۰۲)

24- بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيْرِهِمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيْعُوْنَهٗ

ساتھی بنانا اور ساتھیوں میں کسی ایک کو اپنا امیر بنانا

(962) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَّحْدَهٗ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کے بارے وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو کوئی بھی تنہا سفر نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السیر وحدہ، ج۲ص۵۸، رقم: ۲۹۹۸ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراھیۃ السفر وحدہ، ج۵ص۲۵۷، رقم: ۱۰۶۲۸ سنن الدارمی، باب ان الواحد فی السفر شیطان، ج۲ص۳۷۵، رقم: ۲۶۶۹ مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۳، رقم: ۴۷۷۰ مسند الحمیدی، احادیث عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۹۲، رقم: ۶۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دینی و دنیاوی دونوں نقصان۔ دینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کر سکتا۔ دنیاوی نقصان یہ کہ اکیلے میں وحشت بھی ہوتی ہے، سفر کے ضروریات بھی پورے نہیں ہوتے، بیماری میں تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے، اگر موت واقع ہو جائے تو کوئی وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا۔

اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصانات کما حقہ معلوم ہوں تو پیدل تو کیا سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرات نہ کرے لہذا اس میں پیدل کو اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں راستے پر امن نہ تھے اکیلے سفر نہایت خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے نہیں ہیں لہذا اب احکام نرم ہوں گے، نیز رات کا اکیلے سفر اس زمانہ میں زیادہ خطرناک تھا وہاں یہ مثل مشہور تھی اللیل اخفی بالویل اس لیے خصوصیت سے رات ہی میں سفر کا ذکر ہوا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۸۷)

انسان کا تنہا سفر کرنا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیجڑے مردوں پر اور ان مردانی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور بیابان میں تنہا سفر کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابو ہریرۃ، الحدیث: ۷۸۶۰، ج ۳، ص ۱۳۴)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بُرے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو اکیلا کھائے اور اپنے مہمانوں کو کھانے سے روک دے اور تنہا سفر کرے اور اپنے غلام کو مارے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جس کے شر سے ڈرا جائے اور اس سے بھلائی کی امید نہ ہو۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ دے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو دین کے ذریعے دنیا کھائے۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ.......الخ، قسم الاقوال، الحدیث: ۴۴۰۳۸، ج ۱۶، ص ۴۰)

(963) وَعَنْ عَمرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اکیلا سوار ایک شیطان ہے دو سوار دو شیطان اور تین سوار (گویا کہ) قافلہ ہیں۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ ان یسافر الرجل وحدہ، ج ۱ص ۱۹۲ رقم: ۱۶۷۴ سنن ابو داؤد، باب فی الرجل یسافر وحدہ، ج ۲ص ۳۳۰ رقم: ۲۶۰۹ الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ السفر وحدہ، ج ۱ص ۳۹۲ رقم: ۶۸۷ المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج ۲ص ۲۷۷ رقم: ۲۴۹۴ سنن الکبرٰی للنسائی، باب النھی عن سیر الراکب وحدہ، ج ۵ص ۲۶۶ رقم: ۸۸۴۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جنگل میں اکیلا مسافر آفات کے نرغہ میں ہوتا ہے، نماز باجماعت سے محروم ہے، ضرورت کے وقت اسے مددگار کوئی نہ ملے گا، بلاؤں آفتوں کے خطرے میں ہے خصوصًا اس زمانہ پاک میں جب کہ راستے پر خطر تھے اب اس امن کے زمانہ میں بھی ریل کے ڈبہ میں اکیلے سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لٹ گئے حتی کہ حکومت نے انٹر کلاس کی زنانہ سواریوں کو اجازت دی کہ وہ رات میں اپنی تھرڈ کلاس کی سہیلی کو اپنے ساتھ انٹر میں بٹھا سکتی ہیں سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں۔

اور دو مسافر بھی آفات کے خطرے میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یارومددگار رہ جائے اور تین مسافر ہیں جنہیں صحیح معنی میں قافلہ کہا جاوے۔ رکب اسم جمع ہے جیسے نفر اور رھط اور صحب اس لیے ارشاد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ (رحمت) ہے۔ اس فرمان عالی میں بھی بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی رضا قضا واقع ہو جائے تو باقی اور دو آسانی سے اسے سنبھال سکتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۸۷)

(964) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ حَدِیْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی سفر پر نکلیں تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدهم، ج۲ص۳۴۰ رقم: ۲۶۱۰ سنن الکبری للبیهقی، باب القوم یؤمرون احدهم اذا سافروا، ج۵ص۲۵۷ رقم: ۱۰۱۳۱ مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۱۹ رقم: ۱۰۵۴ المعجم الاوسط للطبرانی، من بقیة من اول اسمه میم، ج۸ص۹۹ رقم: ۸۰۹۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنائیں جو ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے کو ان ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادم تصور کرے، نماز بھی وہ ہی پڑھائے جیسا کہ بزاز نے بروایت حضرت ابوہریرہ مرفوعًا روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تم میں سے بڑا قاری (عالم) تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری امامت کرے تو وہ ہی تمہارا امیر و سردار ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۵)

(965) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَیْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ، وَخَیْرُ السَّرَایَا اَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَیْرُ الْجُیُوْشِ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ، وَلَنْ یُّغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِّنْ قِلَّةٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھے ساتھی چار ہیں اور اچھے چھوٹے لشکر کی تعداد چار سو ہے اور بڑے لشکروں میں سے بہتر چار ہزار تعداد والا ہے۔ اور بارہ ہزار کا لشکر عدد کی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہ ہوگا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی السرایا، ج۳ص۱۲۵ رقم: ۱۵۵۵ المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج۲ص۳۴۳ رقم: ۲۴۸۹ سنن ابوداؤد، باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا، ج۳ص۳۳۱ رقم: ۲۶۱۳ سنن سعید بن

منصور، باب ما جاء فی خیر الجیوش وخیر السرایا وخیر الصحابۃ، ج۱ص۱۰۰، رقم: ۲۲۸۸ ـ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۶۲۷، رقم: ۲۶۸۲)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ جمع ہے صاحب بمعنی ساتھی کی اور فاعل کی جمع بروزن فعالہ اس کے سوا کہیں نہیں آئی۔ (مرقات) یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں۔ چار ہم سفر ساتھیوں کو اس لیے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہو جائے اور ان بقیہ میں سے ایک کو اپنا وصی و منتظم کر جائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ بن سکتے ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ پانچ ساتھی چار سے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے۔ (اشعہ) جیسے جماعت نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا۔

پہلے کہا جاچکا ہے کہ سریہ چھوٹے لشکر کو بھی کہتے ہیں اور اس فوج کو بھی جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یہاں پہلے معنی میں ہے کیونکہ اس کے مقابل جیوش آرہا ہے۔

یعنی بہتر یہ ہے کہ لشکر جرار چار ہزار سے کم نہ ہو زیادہ ہو تو بہتر ہے۔

یعنی بارہ ہزار کا لشکر جرار کبھی کی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے، امیر کی نافرمانی، بے صبری، مال غنیمت کی رغبت وغیرہ۔ چنانچہ غزوہ حنین میں حضرات صحابہ نے اولاً ظاہری شکست کمی تعداد کی وجہ سے نہ کھائی بلکہ اپنی کثرت پر اعتماد کرنے رب تعالٰی سے بے توجہ ہو جانے کی وجہ سے کھائی، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ اس جنگ میں ہوازن سے مقابلہ تھا، مسلمان بارہ ہزار تھے، دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار وہ مسلمانان مکہ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ (مرقات) اولاً مسلمانوں کے قدم اکھڑے پھر جب مسلمانوں کی نظر گئی تو فتح پائی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۸۰۶)

25-بَابُ اٰدَابِ السَّیْرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِیْتِ وَالنَّوْمِ فِی السَّفَرِ وَاسْتِحْبَابِ السُّرٰی وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ وَمُرَاعَاةِ مُصْلَحَتِهَا وَاَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِیْ حَقِّهَا بِالْقِیَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الْاِرْدَافِ عَلَی الدَّآبَّةِ اِذَا كَانَتْ تُطِیْقُ ذٰلِكَ

سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے اور سونے کے آداب اور رات کو روانگی جانوروں سے نرمی کرنے ان کی مصلحت کی رعایت اور سواری پر کسی کو پیچھے بٹھانے کا جواز اگر جانور اس کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی جانور کے حق میں سستی کرے تو اس کے حق کو ادا کرنے کا حکم

(966) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ، فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. مَعْنٰى أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ أَيْ: اُرْفُقُوْا بِهَا فِي السَّيْرِ لِتَرْعٰى فِي حَالِ سَيْرِهَا. وَقَوْلُهٗ: نِقْيَهَا هُوَ بِكَسْرِ النُّوْنِ وَإِسْكَانِ الْقَافِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ وَهُوَ: الْمُخُّ، مَعْنَاهُ: أَسْرِعُوْا بِهَا حَتّٰى تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. وَالتَّعْرِيْسُ: النُّزُوْلُ فِي اللَّيْلِ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم خوشحالی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین (چرنے) سے اس کا حق دو اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو ان پر سفر تیز کرو اور ان کا گودا ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچو۔ اور جب تم رات کو آرام کے لیے اترو تو راستہ سے بچو کیونکہ یہ جانوروں کے راستے ہیں اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہے۔ "أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ" کا مطلب ہے کہ سفر کرنے میں اونٹ سے نرمی کرو تا کہ وہ چلتے ہوئے چر سکے "نِقْيَهَا" نون پر زیر قاف ساکن اور یامثناۃ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے۔ مغز یعنی اس کو تیز لے جاؤ تا کہ سفر کی مشقت سے گودا ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچ جاؤ۔ (مسلم) تعریس کا مطلب ہے رات کو آرام کے لیے پڑاؤ کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر والنھی عن التعریس فی الطریق، ج٦ص٥٣، رقم: ٥٠٦٨سنن ابوداؤد، باب فی سرعۃ السیر والنھی عن التعریس فی الطریق، ج٢ص٣٣٣، رقم: ٢٥٧١الاداب للبیھقی، باب کیفیۃ السیر فی الجدب والخصب، ج١ص٣٩١، رقم: ٦٣٣سنن الکبری للنسائی، باب اعطاء الابل فی الخصب حقھا من الارض، ج٥ص٢٥٢، رقم: ٨٨١٣مسند امام احمد مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج٣ص٣٣٧، رقم: ٨٣٢٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خصب خ کے فتحہ ص کے سکون سے بمعنی ارزانی کا سال یہاں مراد سرسبزی کا زمانہ ہے جب بارشیں مناسب ہو چکی ہوں جنگل ہر بھرے ہوں تو اس طرح (سفر کرو) کہ تھوڑی تھوڑی دور سفر کر کے اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دو کہ وہ بھی زمین کی سبزی کھالے راستہ میں ٹھہرتے اور چراتے ہوئے سفر طے کرو۔

(اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو) راستہ میں بلاضرورت نہ ٹھہرو جلد سفر کر کے منزل پر پہنچو تا کہ اونٹ تھک کر راہ میں ہی نہ رہ جائیں جس سے تم کو بھی مصیبت پڑ جائے۔

عرستم بنا ہے تعریس سے عربی میں تعریس کے معنی ہیں مسافر کا آخری رات میں آرام کرنا، یہاں بطریق تجربہ مطلقًا رات میں آرام کرنا مراد ہے اول رات میں ہو یا آخر رات میں جیسا کہ آئندہ وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔ یہ احکام استحبابی ہیں بطور مشورہ۔

دواب سے مراد مسافروں کے جانور ہیں ہوام سے مراد زہریلے جانور سانپ بچھو وغیرہ بہرحال راستے اور گزرگاہ میں اترنا ٹھہرنا تکلیف دہ بھی ہے خطرناک بھی۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ تعریس سے مراد مطلقا اترنا ہے رات میں ہو یا دوپہری میں۔

نقی نون، قاف، ی بمعنی ہڈی کی مینگ یعنی اس سے پہلے سفر ختم کرکے گھر پہنچ جاؤ کہ جانوروں کی ہڈی کی مینگ ختم ہوجائے اور دبلے ہوکر تھک رہیں۔ بعض شارحین نے نقب ب سے روایت کی ہے بمعنی اونٹ کے پاؤں کا ہلکا ہوجانا یعنی ان کا پاؤں ہلکا پڑجانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ جب بھی مطلب وہی ہے، بعض لوگوں نے نقب بمعنی راستہ کہا مگر یہ غلط ہے کہ پھر مطلب ہی کچھ نہیں بنتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۱۹۷)

(967) وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِيْنِهِ، وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَاْسَهُ عَلَى كَفِّهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں رات کے وقت آرام کے لیے اترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے۔ اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے آرام کے لیے اترتے تو بازو کو کھڑا کر لیتے اور سر ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لِئَلَّا يَسْتَغْرِقَ فِي النَّوْمِ، فَتَفُوْتَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ عَنْ اَوَّلِ وَقْتِهَا.

علماء نے فرمایا: بازو کھڑا رکھنا اس لیے تھا کہ نیند گہری نہ ہو تاکہ نماز صبح اپنے وقت یا اول وقت سے رہ نہ جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضاءھا، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۹۷، مسند امام احمد، حدیث ابی قتادہ الانصاری، ج۸ص۳۰۹، رقم: ۲۲۶۸۵، الاداب للبیہقی، باب التعریس فی السفر، ج۱ص۳۹۱، رقم: ۶۳۵، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی نوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۹۳، رقم: ۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات یا آدھی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر داہنا رخسارہ داہنی ہتھیلی پر رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔

یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لیے اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تاکہ نیند نہ آجاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۵۵۳)

(968) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. اَلدُّلْجَةُ: اَلسَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.

نے فرمایا: تاریکی میں سفر کو لازم پکڑو کیونکہ زمین رات میں سمیٹ دی جاتی ہے۔ اسے ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ دلجہ رات میں سفر کرنے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الدلجة، ج۲ص۳۳۳ رقم: ۲۵۷۱، الاداب للبیهقی: باب کیفیة السیر فی الجدب والخصب، ج۱ص۳۱ رقم: ۱۹۲، المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج۲ص۲۹۰ رقم: ۲۵۲۵، مصنف عبدالرزاق باب ذكر الغيلان والسير بالليل، ج۵ص۱۶۰ رقم: ۹۲۲۷، موطا امام مالك باب ما يؤمر به من العمل فی السفر، ج۵ص۱۳۲۹ رقم: ۲۵۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں، سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں، تمام حجاج سے بعد نماز عشاء کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا۔ دلجہ رات کی اندھیری کو کہتے ہیں اسی سے ہے ادلاج۔

اس طرح کہ رات کا مسافر یہ ہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں نے سفر کم کیا ہے مگر ہو جاتا ہے زیادہ۔ اس فرمان عالی کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رات میں بھی سفر کیا کرو صرف دن کے سفر پر قناعت نہ کیا کرو، بعض احادیث میں ہے کہ اول دن اور اول رات میں سفر کرو۔ (اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۸۰۳)

(969) وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ! فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل میں اترتے تو وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھر جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا ان وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھرنا صرف شیطان کی شرارت ہے۔ پس صحابہ اس کے بعد جہاں بھی اترتے ایک دوسرے سے مل کر اکٹھے ہو جاتے۔ اسے ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب ما يؤمر من انضمام العسكر وسعته، ج۲ص۳۲۵ رقم: ۲۶۲۸، السنن الكبرى للبيهقی: باب ما يؤمر به من انضمام العسكر، ج۹ص۱۵۲ رقم: ۱۸۹۲۲، المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج۲ص۳۹۲ رقم: ۲۵۴۰، صحيح ابن حبان: باب المسافر، ج۶ص۴۰۸ رقم: ۲۶۹۰، جامع الاصول لابن اثير، النوع الثالث فی السير والنزول، ج۵ص۲۱ رقم: ۳۰۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام جرہم ہے، کنیت ابوثعلبہ مگر آپ کنیت میں مشہور ہیں، آپ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، حضور انور

نے آپ کو اپنی قوم خشن کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا، آپ کی تبلیغ سے وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے پھر آپ نے شام میں قیام اختیار کیا، ۵۷ھ میں انتقال کیا۔ (اشعہ) مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۵۵ھ میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہما۔ (مرقات واشعہ)

شعاب جمع ہے شعب کی بمعنی گھاٹی یا پہاڑی راستہ یعنی حضرات صحابہ کرام دوران سفر میں جب کبھی عارضی قیام فرماتے تھے تو متفرق ہو کر کچھ حضرات کہیں کچھ کہیں۔

(شیطان کی شرارت ہے) یعنی تمہارے اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر چڑھائی کرادے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک ٹوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے اس طرح الگ الگ اترنا خطرناک ہے۔ انما ذلکم تاکید کے لیے ہے جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک رب تعالیٰ مسلمانوں میں تنظیم اور یکجہتی نصیب کرے۔

سبحان اللہ! حضور نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یکجا نہ فرمایا بلکہ ان کے دلوں کو بھی یکجا کر دیا مسلمان یک دل اور یک جان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدے ہیں۔ ہر ایک ایک دوسرے سے خبردار رہتا ہے تعاون کرسکتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۸)

(970) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو - وَقِيْلَ: سَهْلِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً، وَّكُلُوْهَا صَالِحَةً رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت سہل بن عمرو ﷺ سے روایت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سہل بن ربیع بن عمرو انصاری ہیں یہ ابن حنظلیہ کے نام سے معروف ہیں اور یہ اہلِ بیعت رضوان ﷺ والوں میں سے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے اس کی پشت پیٹ سے لگی تھی۔ آپ نے فرمایا: ان بے زبان چوپاؤں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو ان پر درست ہونے کی حالت میں سواری کرو اور ان کا درست ہونے کی حالت میں گوشت کھاؤ۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۵۵۰ صحیح ابن خزیمه، باب استحباب الاحسان الی الدواب، ج۴ص۱۴۳، رقم: ۲۵۴۵ مسند امام احمد، حدیث سهل بن الحنظلیة، ج۲ص۱۸۰، رقم: ۱۰۶۶۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سهل بن الحنظلیة، ج۶ص۹۱، رقم: ۵۶۲۰ صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۳۰۲، رقم:

(۵۲۵

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
سہیل کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے، حنظلیہ یا تو ان کی پردادی کا نام ہے یا ان کی ماں کا نام، حضرت سہیل بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، گوشہ نشین عابد تھے، شام میں قیام رہا، امیر معاویہ کی شروع خلافت میں دمشق میں وفات پائی۔ (اشعہ و مرقات)

(اس کی پشت پیٹ سے لگی تھی) یعنی سخت بھوک و پیاس کی وجہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔
علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ بڑا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کرسکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے، بعض آئمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کردینے پر مجبور کرسکتا ہے۔

(ان پر درست ہونے کی حالت میں سواری کرو) یعنی جو جانور سواری کے لائق ہو اس پر سوار ہو، بیمار اور کمزور، چھوٹے بچے پر نہ سواری کرو نہ بوجھ لادو، یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور یہ ہے حضور کی رحمت علی الخلق، آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں ظالم مالکوں کا چالان کرتی ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔
اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ جانور کو بالکل تھکا کر نہ چھوڑو بلکہ ابھی اس میں قوت ہو کہ اسے کھول دو کہ وہ دانہ پانی کھا پی لیں اس سے جانور کی تندرستی اور قوت خراب نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جانور کو بوڑھا ناکارہ کرکے محنت سے آزاد نہ کرو بلکہ ابھی اس میں کچھ طاقت ہو کہ اس سے کام لینا موقوف کردو، گائے، بھینس وغیرہ ہے تو انہیں ذبح کرادو، گھوڑا وغیرہ ہے تو اسے کام سے آزاد کردو، کچھ کھانا جاری رکھو اس سے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہارے گھر میں برکت دے گا یہ بہت آزمایا ہوا عمل ہے۔ بعض لوگ بوڑھے جانور کو نکالتے نہیں بلکہ کام سے آزاد کردیتے ہیں، کھانا پانی جاری رکھتے ہیں، یہ ہی غلاموں، نوکروں سے برتاؤ کرو بوڑھے نوکروں کو پنشن دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے۔ شعر

رسم است کہ مالکان تحریر — آزاد کنند بندہ پیر
اے بار خدا عالم — آرا برسعدی پیر خود بہ بخشا

(مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۸۵)

(971) وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ خَلْفَهٗ، وَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِیْثًا لَا

حضرت ابوجعفر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور مجھے ایک بات راز کی بتائی وہ میں لوگوں میں کسی کو نہ

أُحَدِّثُ بِهٖ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ. يَعْنِي: حَائِطَ نَخْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا. وَزَادَ فِيْهِ الْبَرْقَانِيُّ بِإِسْنَادِ مُسْلِمٍ - بَعْدَ قَوْلِهٖ: حَائِشُ نَخْلٍ - فَدَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَإِذَا فِيْهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ - أَيْ: سِنَامَهٗ - وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ، فَقَالَ: مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: هٰذَا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: أَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا؟ فَإِنَّهٗ يَشْكُوْ إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ

بتاؤں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی تضائے حاجت کے لیے کسی ٹیلے یا کھجوروں کے جھنڈ کی اوٹ میں بیٹھنا زیادہ پسند تھا۔ مسلم نے اس کو اسی طرح مختصر روایت کیا ہے اور برقانی نے یہ اضافہ اسی سند مسلم سے ہی حائش نخل کے بعد بیان کیا ہے کہ پھر آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے اچانک وہاں ایک اونٹ تھا اس نے جونہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس نے آواز نکالی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے آئے اس کی کوہان اور کانوں سے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھا تو اس کو سکون ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے تو ایک انصاری نوجوان حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ میرا ہے آپ نے فرمایا: کیا اس جانور کے بارے تو اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا تمہیں اس نے مالک بنایا ہے۔ وہ مجھے شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو کام میں تھکا دیتے ہو۔

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ كَرِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ.

اسے ابوداؤد نے برقانی کی طرح روایت کیا ہے۔

قَوْله ذِفْرَاهُ: هُوَ بكسر الذال الْمُعْجَمَةِ وَإسكان الْفَاءِ، وَهُوَ لفظ مفرد مؤنث. قَالَ أهل اللغة: الذِّفْرى: الْموضع الَّذِيْ يَعْرَقُ مِن الْبَعِيْرِ خَلْفَ الْأُذُنِ، وَقَوْله: تُدْئِبُهٗ أَيْ: تتعِبه.

ذفراہ یہ دال کے کسرہ اور فا کے سکون سے ہے یہ لفظ مفرد مونث ہے اور اہل لغت نے کہا ''الذفری'' اونٹ کے کان کے پیچھے کا حصہ جہاں پسینہ آتا ہے۔ تدئبہ یعنی تو اس کو تھکاتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۵۵۱، مسند ابی یعلی، مسند عبدالله بن جعفر، ج۱۲ص۱۵۷، رقم: ۶۷۸۶، صحیح مسلم، باب ما یستتر به لقضاء الحاجة، ج۱ص۱۸۴، رقم: ۸۰۰، السنن الکبری للبیهقی، باب نفقة الدواب، ج۸ص۱۳، رقم: ۱۶۲۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۳۷۱، رقم: ۲۴۸۵)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جانوروں کے پالنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور جانوران خانگی مثل عروس و ماکیان و کبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں ایذا سے بچائے اور آب و دانہ کی کافی خبر گیری رکھے، خود حدیث میں مرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے: البیھقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلوٰۃ من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثۃ من شر کل شیطان وساحر وکاھن وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ وعن انس بن مالک عند ابی الشیخ فی العظمۃ وعن خالد بن معدان مرسلا عند البغوی فی المعجم وعن ام المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ (کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۳۴)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

مگر خبر گیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے کماورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیاسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کمانص علیہ فی الدر المختار۔ (الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹)

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت، رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح۔ (سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۰ و ۱۹۴ و ۱۹۵)

اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ

وار ہوا س کوضائع کردے۔امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرورضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔(ت)

رہا جانوران وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے، حیث قال حبس بلبلا فی قفس وعلفھا لایجوز کذا فی القنیۃ۔

(فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸۱)

جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگرا سے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے(ت)

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد وتنقیح سے صاف جواب واباحت مستفاد ہے جبکہ خبر گیری مذکور بروجہ کافی بجالائے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(فتاوی رضویہ، ج ۲۴ ص ۶۴۳)

(972) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتّٰی نَحُلَّ الرِّحَالَ. رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ. وَقَوْلُہٗ: لَا نُسَبِّحُ: اَیْ لَا نُصَلِّی النَّافِلَۃَ، ومعناہ: اَنَّا - مَعَ حِرْصِنَا عَلَی الصَّلٰوۃِ - لَا نُقَدِّمُھَا عَلٰی حَطِّ الرِّحَالِ وَاِرَاحَۃِ الدَّوَابِّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی اترنے کی جگہ اترتے تو کجاوے کھولنے سے پہلے نفل نہ پڑھتے۔ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق اسناد کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔لانسبح ہم نفل نماز ادا نہ کرتے کا مطلب یہ کہ ہم نماز کے شوق کے باوجود نماز نفل کو کجاوے اتارنے اور جانوروں کو آرام دینے سے پہلے ادا نہ کرتے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی نزول المنازل، ج۲ص۳۲۹، رقم: ۲۵۵۱، مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۱ص۲۶۶، رقم: ۶۵۰۵، مصنف عبدالرزاق، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج۵ص۱۶۷، رقم: ۹۲۶۲، مجمع الزوائد للھیثمی، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج۱۰ص۱۹۰، رقم: ۱۷۱۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم نفلی عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتارتے تھے تاکہ وہ ہلکے ہو جاویں پھر منزل پر نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں اونٹوں کو راحت ہوتی تھی اور ان حضرات کو بے فکری ہو جاتی تھی جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں۔سفر میں یہ ہی چاہیے خواہ سفر جہاد ہو یا سفر حج یا اور کوئی سفر۔(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۸۱۱)

26-بَابُ اِعَانَۃِ الرَّفِیْقِ

رفیق سفر کی مدد کا بیان

فِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ کَثِیْرَۃٌ تَقَدَّمَتْ کَحَدِیْثِ: وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ ۔ وَحَدِیْثِ: کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ وَاَشْبَاھِھِمَا۔

اس باب سے متعلق بہت سی احادیث گزر چکی ہیں۔جیسا کہ یہ حدیث اور اللہ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اور ہر بھلائی صدقہ ہے اور اس طرح کی دیگر احادیث۔

(973) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَّہٗ، فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا ظَھْرَ لَہٗ، وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَہٗ، فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَہٗ، حَتّٰی رَاَیْنَا، اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا۔ اور دائیں بائیں دیکھنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادراہ ہے وہ اسے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔ پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کرلیا کہ ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، ج۵ص۱۳۸، رقم: ۴۶۱۴، السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ امساك الفضل، ج۴ص۱۸۲، رقم: ۸۰۳۴، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، ج۱۲ص۲۳۸، رقم: ۵۴۱۹، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۲۶، رقم: ۱۰۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا) وہ اونٹ دبلا اور تھکا ہوا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(سواری پر سوار ہو کر آیا) اپنے اونٹ کو دو طرف مارنے لگا کیونکہ وہ چلتا نہ تھا تھک گیا تھا یا بائے دائیں نظر مارنے نگاہ دوڑانے لگا تاکہ کوئی اس کا حال زار دیکھ کر اس کی مدد کرتا ہے یا نہیں یعنی وہ شخص شریف النفس تھا کسی سے سوال نہ کیا بلکہ امداد کی امید پر ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید یہ شخص اپنے وطن میں امیر آدمی تھا یہاں سفر میں قابل مدد ہو گیا تھا۔ (مرقات) اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دائیں بائیں دوڑانے لگا پریشانی کی وجہ سے اسے کچھ سوجھتا نہ تھا غرضیکہ وہ سخت پریشان تھا۔

(اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں) فلیعد بنا ہے اعادۃ سے بمعنی لوٹانا یعنی جس کے پاس سواری اپنی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں یا ہے مگر ناکارہ ہوگئی اور ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ اعداد

سے بنا ہو بمعنی تیار کرنا مہیا کرنا یعنی ایسا غنی آدمی اپنی زائد سواری ایسے بے کس کے لیے مہیا کردے، بہرحال مطلب یہ ہی ہے کہ اسے دے دے اسے مالک بنادے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا درد ہے۔

(جس کے پاس زادراہ نہیں) غالبًا یہ شخص بے توشہ بھی ہو چکا تھا جس کی لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لیے حضور نے سواری کے ساتھ توشہ کا بھی ذکر فرمایا۔

(پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا) جیسے کپڑا، جوتا، مشکیزہ، خیمہ، درہم، دینار وغیرہ ہر قسم کا مال۔

(ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں) یعنی حضور نے ایسی خیرات کو ایسی اہمیت دی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہماری ملک ہی نہیں۔ بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہاں اولیٰ کے معنی قریب تر بھی کیے گئے ہیں اور مالک تر بھی، دیکھو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بائیکاٹ کے زمانہ میں فرمادیا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اختلاط منع فرمادیا، یہ ہے حضور کی ملکیت کچھ عرصہ حکم رہا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ استعمال ممنوع ہوگیا، پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا۔ غرضیکہ ہم سب مسلمان حضور انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک اگر وہ ہم کو اپنی عبدیت و غلامیت میں قبول فرمالیں تو ہمارے نصیب کھل جائیں۔ ایک بار حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوۃ فرض نہیں، میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور مالک ہیں سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام، مالک اپنے غلاموں کو زکوۃ نہیں دے سکتا، چونکہ حضور کے لیے مصرف زکوۃ موجود نہیں اس لیے آپ پر زکوۃ فرض نہیں، عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکوۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوۃ فرض نہیں، فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوۃ ہوجاتی ہے۔ ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولیٰ نے دے دی ہو، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

بندگانش حور و غلمان و ملک چاکرانش سبز پوشان فلک

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا جس سے ان حضرات کا بچا ہوا مال خیرات کردینا فرض کردیا گیا تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۹۲)

(974) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ اَرَادَ اَنْ یَّغْزُوَ، فَقَالَ: یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ، اِنَّ مِنْ

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ کا ارادہ کیا فرمایا: اے مہاجرین وانصار کی جماعت تمہارے بھائیوں میں سے کچھ لوگ

اِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ، وَلَا عَشِيْرَةٌ، فَلْيَضُمَّ اَحَدُكُمْ اِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ اَوِ الثَّلَاثَةَ، فَمَا لِاَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ اِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَعْنِيْ اَحَدِهِمْ، قَالَ: فَضَمَمْتُ اِلَيَّ اثْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً مَّا لِيْ اِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ اَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِيْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

ہیں جن کا مال ہے نہ خاندان۔ تو تم میں سے کوئی دو اور تین بھائیوں کو ملا لے تو ہم میں سے جس کی سواری تھی وہ بھی دوسروں کی طرح صرف اپنی باری پر سوار ہوتا فرمایا میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین ملا لیے میرے لیے بھی باری تھی جس طرح میرے اونٹ پر ان کی باریاں تھیں۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الرجل یتحمل بمال غیرہ یغزو، ج۲ص۳۲۵ رقم: ۲۵۳۶ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ عزوجل ج۹ص۱۷۲ رقم: ۱۹۰۴۴ المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۶۰ رقم: ۲۴۵۱ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۳۵۸ رقم: ۱۴۹۰۶ جامع الاصول لابن اثیر، النوع الرابع فی اعانۃ الرفیق، ج۵ص۲۲ رقم: ۳۰۰۸)

شرح حدیث: مسافر کی مدد

حضرت سیِّدُنا زُہَیر بن صالح بن احمد بن حَنْبَل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ جب میں گھر آیا تو معلوم ہوا کہ میرے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے، میں فوراً حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی: اے میرے والدِ محترم! کیا آپ میرا انتظار کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں! تمہاری غیر موجودگی میں ایک شخص مجھ سے ملنے آیا تھا، میری خواہش تھی کہ تم بھی اسے دیکھ لیتے لیکن اب تو جا چکا۔ چلو! میں تمہیں اس کے متعلق کچھ بتا دیتا ہوں۔ آج دوپہر کے وقت میں گھر میں تھا کہ دروازے پر کسی کے سلام کرنے کی آواز سنائی دی، میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک مسافر تھا جس نے پیوند لگا جُبّہ پہنا ہوا تھا۔ جُبّے کے نیچے قمیص پہنی ہوئی تھی، نہ تو اس کے پاس زادِ راہ رکھنے کا تھیلا تھا، نہ پانی پینے کے لئے کوئی برتن۔ سورج کی تیز دھوپ نے اس کا چہرہ جھلسا دیا تھا۔ میں نے فوراً اسے اندر بلایا اور پوچھا: تم کہاں سے اور کس حاجت کے تحت آئے ہو۔

کہنے لگا: حضور! میں مشرقی وادیوں سے آیا ہوں، میری دِلی خواہش تھی کہ اس علاقے میں حاضری دوں، اگر یہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکان نہ ہوتا تو ہرگز یہاں نہ آتا۔ میں صرف آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کہا: تم اتنی شدید گرمی میں تنِ تنہا بے سروسامانی کے عالَم میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے صرف مجھ سے ملاقات کے لئے آئے ہو؟ کہا: جی حضور! مجھے آپ کی زیارت کا شوق یہاں تک لے آیا ہے، اس کے علاوہ میرا یہاں آنے کا کوئی اور مقصد نہیں۔ مسافر کی باتیں سن کر میں بہت حیران ہوا۔ اور دل میں کہا: میرے پاس نہ تو درہم ہیں نہ ہی دینار کہ میں اس غریب مسافر کی مدد کرتا۔ اس وقت میرے پاس صرف چار روٹیاں تھیں میں نے اسے دیتے ہوئے کہا: اے بندۂ خدا! میرے پاس درہم و دینار نہیں ورنہ ضرور تمہیں دیتا، صرف یہ چار روٹیاں میں نے کھانے کے لئے رکھی تھیں، تم یہ قبول کرلو۔ مسافر

نے کہا: حضور! آپ کی دید کا شربت پی لیا اب مجھے درہم و دینار کی فکر نہیں، باقی رہا روٹیوں کا معاملہ تو اگر میرا ان روٹیوں کو لے لینا آپ کی خوشی کا باعث ہے تو تبرُّکاً لے لیتا ہوں۔

میں نے کہا: اگر تم یہ روٹیاں قبول کرلو گے تو مجھے دلی خوشی ہوگی۔ مسافر نے وہ روٹیاں لیں اور کہا: حضور! مجھے امید ہے کہ آپ کی دی ہوئی روٹیاں مجھے اپنے شہر تک کافی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ پھر میرے ہاتھوں کو چوم کر واپسی کی اجازت طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے روانہ کیا اور کہا: جاؤ! میں نے تمہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سپرد کیا۔ پھر وہ رخصت ہوگیا میں باہر کھڑا اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ حضرتِ سیِّدُنا صالح بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں: میرے والد اکثر اس مسافر کا تذکرہ کیا کرتے۔ (عیون الحکایات ۲۰۱)

(975) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْ لَهُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں پیچھے چلتے کمزور کو تیز کرتے یا پیچھے چلاتے اور اس کے دعا کرتے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج۲ص۳۴۷ رقم: ۲۶۳۹، الاداب للبیھقی، باب المواسات مع الاصحاب وخدمة بعضھم بعضا، ج۱ص۲۹۶ رقم: ۱۵۳، المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج۲ص۲۹۲ رقم: ۲۵۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تمام سفروں جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے خود تواضع اور تعاون کے لیے پیچھے سفر کرتے تھے۔

یعنی سرکار ابد قرار کے پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی وہ خود سرکار لے آتے تھے اس کے علاوہ تمام صحابہ کو سامنے رکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ سبحان اللہ! ایسے رحیم وکریم نبی پر جان قربان۔ شعر

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتی بان
چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتی بان

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۴۹۲)

27- بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَكِبَ دَابَّةً لِلسَّفَرِ

سفر کے لیے سواری پر سوار ہو تو کیا کہے؟

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں (جن پر تم سوار ہوتے ہو)۔ تاکہ ان کی پشتوں پر تم بیٹھ جاؤ پھر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور کہو اس ذات کے لیے

اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ O) (الزخرف: 12-13)۔

پاکی ہے جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

(976) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اسْتَوٰی عَلٰی بَعِیْرِہٖ خَارِجًا اِلٰی سَفَرٍ، کَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ، وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ، وَکَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَھُنَّ وَزَادَ فِیْھِنَّ: اٰیِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر بیٹھتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر کہتے وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کیا ہم اس کو مطیع بنانے والے نہ تھے یقینا ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی اور تقویٰ مانگتے ہیں۔ اور تیرا پسندیدہ عمل مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کردے اور اس کی دوری ہمارے لیے لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور تو ہی گھر والوں کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور منظر کی پریشانی اور مال' اہل اور اولاد میں پلٹنے پر برائی دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب لوٹتے تو یہی کہتے اور یہ اضافہ بھی فرماتے کہ ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے ہیں اپنے رب کے لیے عبادت کرنے والے ہیں۔ تعریف کرنے والے۔ (مسلم)

مَعْنٰی مُقْرِنِیْنَ: مُطِیْقِیْنَ۔ وَالْوَعْثَاءُ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْکَانِ الْعَیْنِ الْمُھْمَلَۃِ وَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَۃِ وَبِالْمَدِّ وَھِیَ: الشِّدَّۃُ۔ وَالْکَاٰبَۃُ بِالْمَدِّ، وَھِیَ: تَغَیُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَّنَحْوِہٖ۔ وَالْمُنْقَلَبُ: الْمَرْجِعُ۔

مقرنین کا معنیٰ ہے طاقت رکھنے والے۔ مطیع کرنے والے۔ وعثاء واو پر زبر عین مہملہ ساکن اور ثاء مثلثہ اور مد کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے سختی۔ الکابۃ مد کے ساتھ غمی وغیرہ میں ہونے والی تبدیلی۔ پریشانی۔ منقلب اس کا مطلب ہے لوٹنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، ج۲، ص۱۰۴، رقم: ۳۳۳۹، سنن ابو داؤد، باب ما یقول الرجل اذا سافر، ج۲، ص۳۳۸، رقم: ۲۶۰۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یقول اذا رکب، ج۵، ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۵، سنن ترمذی

باب ما یقول اذا رکب الناقة، ج۵ص۵۰۰، رقم: ۲۲۲۴، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۴۳، رقم: ۶۳۱۱)

شرح حدیث: فرشتہ شریک سفر

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص سوار سفر کے دوران اللہ عزوجل اور اسکے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک فرشتہ مسلسل اس کے ساتھ شریک سفر ہوتا ہے اور جو اس کے برعکس ہوتا ہے اسکا ردیف شیطان ہوتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا رکب دابۃ، رقم ۱۷۰۹۶، ج۱۰، ص۱۸۵)

اللہ عزوجل نظر رحمت

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا جب آپ سواری پر سکون سے تشریف فرما ہو گئے تو آپ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین مرتبہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہا اور نیچے ہو کر مسکرائے پھر میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا، جو شخص اپنی سواری پر سوار ہوتے وقت اسی طرح کرے جیسے میں نے کیا تو اللہ عزوجل اسکی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور اس سے خوش ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، رقم ۳۰۵۸، ج۱، ص۷۰۷)

(977) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ، وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

هٰكَذَا هُوَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ: اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ بِالنُّوْنِ، وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ، قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَيُرْوٰى الْكَوْرُ بِالرَّاءِ، وَكِلَاهُمَا لَهُ وَجْهٌ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَمَعْنَاهُ بِالنُّوْنِ وَالرَّاءِ جَمِيْعًا: الرُّجُوْعُ مِنَ الْاِسْتِقَامَةِ اَوِ الزِّيَادَةِ إِلَى النَّقْصِ. قَالُوْا: وَرِوَايَةُ الرَّاءِ مَأْخُوْذَةٌ مِّنْ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ وَهُوَ لَفُّهَا وَجَمْعُهَا. وَرِوَايَةُ النُّوْنِ، مِنَ الْكَوْنِ،

حضرت عبداللہ بن سرجس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی' لوٹنے پر پریشانی' کمال کے بعد زوال' مظلوم کی بددعاء اور اہل ومال میں برائی دیکھنے سے پناہ چاہتے تھے۔ (مسلم)

صحیح مسلم میں الحور بعد الکون نون کے ساتھ ہے اسی طرح ترمذی اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ جب کہ ترمذی میں ہے الحور بعد الکور راء کے ساتھ معنیٰ دونوں کا ایک ہی ہے۔ علماء نے فرمایا: نون سے ہو یا راء سے دونوں صورتوں میں اس کا مطلب درستگی یا اضافہ کے بعد کمی ہونا ہے۔ علماء نے کہا راء سے ہو تو یہ تکویر العمامہ سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ دستار لپیٹنا ہے

مَصۡدَرُ کَانَ یَکُوۡنُ کَوۡنًا: اِذَا وُجِدَ وَاسۡتَقَرَّ۔ اور جمع کرنا ہے۔ اور نون والی روایت سے کون یہ کَانَ یَکُوۡنُ سے کی مصدر ہے۔ جب کوئی چیز موجود اور ثابت ہوجائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، ج۲ص۱۰۵، رقم: ۲۳۲۰، مسند عبد بن حمید مسند عبداللہ بن سرجس، ص۱۸۲، رقم: ۵۱۰، سنن النسائی الکبرٰی، باب الاستعاذۃ من دعوۃ المظلوم، ج۴ص۴۵۹، رقم: ۷۹۳۲، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا خرج مسافرا، ج۵ص۲۹۱، رقم: ۳۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سفر کے نقصانات سے) وعثاء و عثٌ سے بنا بمعنی نقصان یا وہ مشقت جو رب کے ذکر اور آخرت کی فکر سے روک دے، چونکہ سفر گوسفر یعنی دوزخ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے یہ دعا فرماتے۔

(اور واپسی کی تکالیف سے) اس طرح کہ جب گھر لوٹوں تو کوئی نقصان دہ چیز نہ دیکھوں، اسی طرح جب سفر دنیا سے وطن آخرت کی طرف واپس جاؤں تو کوئی مصیبت نہ اٹھاؤں، اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ۔

(بھلائی کے بعد برائی سے) کور عمامہ کے پیچ کو کہتے ہیں اور حور اس پیچ کا کھل جانا یعنی زیادتی کے بعد نقصان، اصلاح کے بعد فساد، جمع ہونے کے بعد بکھرنا، جماعت میں ہونے کے بعد الگ ہوجانا، آرام کے بعد تکلیف، بھلائی کے بعد برائی، ثابت قدمی کے بعد بدل جانا ان سب سے تیری پناہ، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ اور فرماتا ہے: یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّهَارِ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ترقی کے بعد تنزل، توبہ کے بعد گناہ، ذکر کے بعد غفلت، حاضری کے بعد غائب ہوجانا ان سب سے پناہ۔ (لمعات، مرقات مع زیادت)

(مظلوم کی بددعا سے) چونکہ سفر میں ساتھیوں سے جھگڑے بھی ہوجاتے ہیں، خصوصًا عرب میں پانی پر اور کبھی ان جھگڑوں میں ظلم بھی ہوجاتا ہے اس لیے سفر کے موقعوں پر مظلوم کی بددعا سے خصوصیت سے پناہ مانگی گئی، مظلوم کی بددعا اور قبولیت کے درمیان حجاب نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۳۹)

(978) وَعَنۡ عَلِیِّ بۡنِ رَبِیۡعَةَ، قَالَ: شَهِدۡتُ عَلِیَّ بۡنَ اَبِیۡ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ، اُتِیَ بِدَابَّةٍ لِیَرۡکَبَهَا. فَلَمَّا وَضَعَ رِجۡلَهٗ فِی الرِّکَابِ، قَالَ: بِسۡمِ اللّٰهِ. فَلَمَّا اسۡتَوٰی عَلٰی ظَهۡرِهَا، قَالَ: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ، وَاِنَّاۤ اِلٰی

حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب ﷛ کے ساتھ تھا آپ کے پاس جانور سواری کے لیے لایا گیا۔ آپ نے پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے۔ تو کہا "اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا

رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقِيْلَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؛ قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؛ قَالَ: اِنَّ رَبَّكَ تَعَالٰى يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ: اغْفِرْ لِىْ ذُنُوْبِىْ، يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِىْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ: حَسَنٌ صَحِيْحٌ. وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ.

ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے اور یقینا ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں'' پھر آپ نے تین بار الحمد للہ کہا پھر اللہ اکبر تین بار کہا: ''پھر فرمایا: پاک ہے تیری ذات میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو میری مغفرت فرما تیرے بغیر مغفرت کرنے والا کوئی نہیں۔ پھر معمولی آواز کے ساتھ ہنسے۔ کہا گیا کہ اے امیر المومنین! آپ کس چیز پر ہنسے تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جیسا آپ نے کیا جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر آپ ﷺ مسکرائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس چیز پر ہنسے؟ فرمایا کہ تیرا رب تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب بندہ کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ بخش دے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخشتا۔ ابوداؤد اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔ یہ ابوداود کے لفظ ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما يقول الرجل اذا ركب، ج۲ص۳۳۹ رقم: ۲۶۰۲ سنن ترمذی، باب ما يقول اذا ركب الناقة، ج۵ص۵۰۱ رقم: ۳۴۴۶ سنن الكبرٰى للنسائى، باب التسمية عند ركوب الدابة والتحميد والدعا، ج۵ص۲۴۷ رقم: ۸۸۰۰ مسند ابوداؤد الطيالسى، احاديث على بن ابى طالب، ص۲۰ رقم: ۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لغۃً دابۃ ہر جانور کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اصطلاح میں دابۃ گھوڑے کو کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا۔ اور رکاب بمعنی آلہ رکوب جس میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

(اس اللہ کے لیے حمد ہے) یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے ہم کو سواری بخشی، بہت لوگ مجبوراً پیدل سفر کرتے ہیں۔

(یقیناً ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں) یہ قرآن شریف کی آیت (کا ترجمہ) ہے، اس کی شرح ابھی فصل اول

میں گزر گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آجانا تیری مہربانی سے ہے ہم تو مچھر مکھی کو تابع نہیں کر سکتے، پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار و قبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے، ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع اور برمحل دعا ہے۔

(میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا) یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے۔

(پھر آپ مسکرائے) یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا کبھی نہ لگا اور میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں اس موقعہ پر یہ دعا مانگنا سنت قولی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور علیہ السلام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتی کہ ہنسنا اور رونا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الہیہ بھی، رب تعالیٰ تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنے ہوتے ہیں خوش ہونا۔ رب تعالیٰ کی رضا خوشی اس کی شان کے لائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔

(کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخشتا) معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اس بندے سے بہت راضی و خوشی ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالیٰ کو قادر و غفار جانے، یہ ہی حال بارگاہِ مصطفوی کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آ گیا گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے، اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں مگر براہ راست گناہ بخشتے نہیں مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں، میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں لہذا حدیث بالکل واضح ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرما دیئے وہ باذن الٰہی تھے، ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب 'سلطنت مصطفیٰ' میں بیان کی ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۱)

28- بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهَهَا وَتَسْبِيحِهِ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ

مسافر جب بلندی وغیرہ پر چڑھے تو تکبیر کہے اور جب پستی میں اترے تو

وَنَحْوِهَا وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهٖ

تسبیح پڑھے اور تکبیر وغیرہ کے ساتھ زیادہ آواز بلند کرنا منع ہے

(979) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب ہم اترتے تو تسبیح کہتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسبیح اذا هبط وادیا، ج۲ص۵۰ رقم: ۲۹۹۳، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی ادعیة السفر والقفول، ج۴ص۲۹۰ رقم: ۲۲۸۶، مشکوٰۃ المصابیح، باب الدعوات فی الاوقاف، الفصل الثالث، ج۱ص۵۲ رقم: ۲۴۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم سفر میں جب کسی ٹیلے پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے کہ وہ رب کریم تمام اونچوں سے بڑا ہے اور جب نشیبی زمین پر اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے کہ رب تعالیٰ نزول اور اترنے سے پاک ہے کہ اس میں کمی ونقصان کا شائبہ ہے۔ اسے ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۷۰)

(980) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وجيُوشُهُ إِذَا عَلَوا الثَّنَايَا كَبَّرُوْا، وَإِذَا هَبَطُوْا سَبَّحُوْا. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر جب (بلندیوں) گھاٹیوں پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب پستی میں اُترتے تو تسبیح کہتے۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا سافر، ج۳ص۳۳۸ رقم: ۲۶۰۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی، ج۴ص۵۷۰ رقم: ۱۰۳۹، مصنف عبدالرزاق، باب القول فی السفر، ج۵ص۱۶۰ رقم: ۹۲۳۵)

شرح حدیث: نعرۂ تکبیر کی برکت

حضرتِ سیِّدُنا محمد سمنین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: ایامِ ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا: اے نفسِ کذّاب! تُو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آگیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو

اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تجھے شرم آنی چاہیے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اُتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ، میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبۂ شوق میرے روئیں روئیں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں۔ میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر اللّٰہُ اَکْبَر، اللّٰہُ اَکْبَر، اللّٰہُ اَکْبَر، اللّٰہُ اَکْبَر کی صدائیں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اُڑ گئے، وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کمک (یعنی مدد) کے لیے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ ربُّ العزّت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح و نصرت کا سبب بنا دیا۔

(عیون الحکایات ۶۳)

(981) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اٰيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوْشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ سے واپس پلٹتے تو جب بھی کسی چوٹی یا بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے پھر کہتے اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام گروہوں کو شکست دی۔ (متفق علیہ) اور مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ جب بڑے لشکروں، حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے۔

قَوْلُهُ: أَوْفَى أَيْ: اِرْتَفَعَ. وَقَوْلُهُ: فَدْفَدٍ هُوَ بِفَتْحِ الْفَائَيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ، وَاٰخِرُهُ دَالٌ أُخْرٰى وَهُوَ: الْغَلِيْظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْأَرْضِ.

اوفی کا معنی ہے بلندی پر چڑھتے۔ فدفد دونوں جگہ فا پر زبر ہے دال ساکن اور آخری دال کے ساتھ بھی اس کا معنی ہے زمین کا سخت اور بلند حصہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یقول اذا رجع من الحج او العمرۃ، ج۱ص۷، رقم: ۱۷۹۷، صحیح مسلم، باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، ج۲ص۱۰۵، رقم: ۲۴۴۳، سنن ابو داؤد، باب فی التکبیر علی کل شرف فی المسیر، ج۲ص۴۳، رقم: ۲۷۷۲، الاداب للبیہقی، باب ما یقول فی القفول، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۶۵۱، موطا امام محمد، باب القفول من الحج أو العمرۃ، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۵۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنے ہر سفر سے واپسی میں یہ فرماتے، مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت سفر دنیا کے لیے کیے ہی نہیں بلکہ آپ کے سفران تین قسموں کے ہی ہوئے اس لیے راوی نے اس طرح بیان کیا۔

(بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے) تاکہ اس کی حمد مطابق حال کے ہو کیونکہ اس وقت خود زمین سے بلند ہو رہے ہیں اس لیے اللہ کی بلندی کا ذکر کیا اور اترتے وقت رب کی تسبیح پڑھتے تھے۔

(وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے) ان کلمات کی شرح بارہا ہو چکی ہے یہ چوتھے کلمے کے الفاظ ہیں اور رب تعالٰی کی بہترین حمد اس موقع پر یہ اس لیے پڑھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا بخیریت لوٹنا رب تعالٰی ہی کی قدرت سے ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی موت تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی تعجب ہے کہ اتنی آفتوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود کیسے جیتا ہے اور کیسے چلتا پھرتا ہے۔

(اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں) یعنی ہم بفضلہٖ تعالٰی بخیریت اپنے وطن کو لوٹ رہے ہیں اور اس سفر میں جو عبادتوں میں کوتاہی ہو گئی ہو اس سے توبہ کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ رب کے عابد اور اس کے حضور ساجد رہیں گے۔ترمذی کی روایت میں بجائے سَاجِدُوْنَ کے سَائِحُوْنَ ہے، سَیْح سے مشتق بمعنی پانی کا بہنا یعنی ہم مطلوب کی طرف بآسانی جارہے ہیں۔

(اس اکیلے نے تمام گروہوں کو شکست دی) اس میں خدا کی تین نعمتوں کا ذکر ہے: ایک اسلام کے غلبے کا وعدہ فرمانا ہے اور اسے پورا کر دینا۔دوسرے اپنے بندہ خاص حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مدد صحابہ کے ذریعہ اور باطنی مدد ہواؤں اور فرشتوں کے ذریعہ فرمانا اور تیسرے غزوہ احزاب جسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں اس میں کفار کے لشکر جرار کو تیز ہوا سے بھگا دینا ورنہ مسلمان اس وقت بچ نہ سکتے تھے کیونکہ بارہ ہزار کفار کا لشکر مدینہ منورہ پر باہر سے حملہ آور ہوا تھا اور ادھر خود مدینہ کے یہود نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو فنا کرنے کی ٹھان لی تھی، اندیشہ تھا کہ اس موقعہ پر مسلمان ان بیرونی اور اندرونی دشمنوں میں پھنس کر ایسے پس جاتے تھے جیسے چکی میں دانہ، رب تعالٰی خود فرماتا ہے: اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور ہو سکتا ہے کہ احزاب سے مراد کفار کی ساری جماعتیں ہوں۔(مرآۃ المناجیح، ج۴ص۴۴)

(982) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی

رجلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِيْ قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں سفر کروں مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا تو اللہ کے تقویٰ کو اور ہر ٹیلہ پر تکبیر کہنے کو لازم پکڑ۔ پس جب وہ آدمی واپس مڑا تو اس نے دعا کی اے اللہ اس کے لیے دوری سمیٹ دے اور اس پر سفر آسان کر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما یقول اذا ودع انسانا ج۵ص۵۰۰ رقم ۳۴۵۶ صحیح ابن حبان باب المسافر ج۶ص۴۲۲ رقم ۲۶۹۲ مسند امام احمد مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۳ص۲۳۳ رقم ۸۳۱۸ مسند البزار مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۳۰۰ رقم ۸۹۲۸ سنن الکبرٰی للبیہقی باب التودیع ج۵ص۲۵۱ رقم ۱۰۳۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مجھے کچھ وصیت فرمایئے) جس پر میں سفر میں عمل کرتا رہوں، وصیت اگرچہ مرتے وقت کے کلام کو کہتے ہیں جس کا تعلق بعد موت سے ہو مگر کبھی تاکید حکم کو بھی وصیت کہہ دیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ اور کسی آخری حکم کو بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی مجھے تاکیدی نصیحت فرمادیں، یا آخری نصیحت فرمادیں کیوں کہ اب میں بارگاہِ عالی سے رخصت ہو رہا ہوں نہ معلوم اب حاضری میسر ہو یا نہ ہو۔

(ہر بلندی پر تکبیر کہو) یعنی ہر جگہ ہر حال میں خوفِ خدا دل میں رکھو کہ یہ تمام نیکیوں اور گناہوں سے بچنے کی اصل ہے اور دورانِ سفر میں جب کسی ٹیلہ یا پہاڑی پر چڑھو تو اللہ اکبر کہہ لو، غرض دل و زبان دونوں کا انتظام فرمادیا، چڑھتے وقت تکبیر کہنے کی حکمتیں ابھی کچھ پہلے عرض کی جاچکی ہیں۔

(اس کے لیے دوری لپیٹ دے) اس طرح کہ دراز سفر اسے مختصر معلوم ہو یا واقعی بڑی مسافت اس کے لیے چھوٹی ہوجائے۔ کراماتِ اولیاء معجزاتِ انبیاء سے یہ بھی ہے کہ ان کے لیے زمین لپٹ جاتی ہے قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت آصف برخیا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے شام میں لے آئے کہ گئے بھی لوٹ بھی آئے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ۔

(اس پر سفر آسان کر) یہ تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی وہ نعمت بھی دے اور ہر طرح اسے آسانی میسر فرما۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۴ص۵۵)

(983) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

عَنْهُ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَکُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰی وَادٍ هَلَّلْنَا وَ کَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ، ارْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ، فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، اِنَّہٗ مَعَکُمْ، اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو لاالہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہوجاتیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو اپنے آپ کو اطمینان سے رکھو۔ کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے وہ تمہارے ساتھ ہے وہ سننے والا اور قریب ہے۔ (متفق علیہ)

ارْبَعُوْا بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ اَیْ: ارْفُقُوْا بِاَنْفُسِکُمْ.

اربعوا باء موحدہ پر زبر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے' اپنے آپ پر نرمی کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۹۹۲، صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج۸ص۶۳، رقم: ۶۰۲۷، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاختیار، ج۲ص۱۸۴، رقم: ۳۱۳۲، سنن الکبرٰی للنسائی، باب التکبیر علی الشرف من الارض، ج۵ص۲۵۵، رقم: ۸۸۲۳، مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۹۳، رقم: ۱۹۵۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے) اس طرح کہ جوش کے ساتھ تکبیر کے نعرے لگانے لگے نعرہ تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ یہ نعرے برکت کے لیے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہ سفر غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جارہے تھے جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے۔

اے لوگو اپنے آپ کو اطمینان سے رکھو) یہاں شیخ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرہ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لیے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لیے تھا کہ صحابہ پر سفر کرتے ہوئے یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے اسی لیے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو ورنہ بہت موقعہ پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے۔ چنانچہ جماعتِ نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرہ تکبیر لگاتے تھے، نیز اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہوسکے تاکہ کفار تیاری نہ کرسکیں اور بہت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہوجائے اس نعرہ سے یہ مقصد فوت ہوجاتا۔ بہرحال ذکر بالجہر منع کرنے والوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔ ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔

(وہ سننے والا اور قریب ہے) یہاں ذکر بالجہر مفید نہیں، رب تعالیٰ تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے بلکہ تمہیں نقصان وہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہوجائے گا اس لیے آہستہ ذکر کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس لیے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا کہ خدا تعالیٰ آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے ہاں [illegible] ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے، در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے یہ اس پر موقعہ پر منحصر ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب ورنہ حق تعالیٰ قرب مکانی سے پاک ہے، اس کی تفسیر وہ آیت ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کرسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب، پنکھے، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں میں چھپائے جاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۷)

29- بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاۗءِ فِي السَّفَرِ
سفر میں دعا کا مستحب ہونا

(984) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ. وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ: عَلٰى وَلَدِهٖ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، والد کی دعا اولاد کے خلاف۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں عَلٰى وَلَدِهٖ کے الفاظ نہیں۔

(تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب الدعا بظہر الغیب، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۱۵۳۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی دعوۃ الوالدین، ج۳ص۳۱۴، رقم: ۱۹۰۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۵۸، رقم: ۷۵۰۱ الادب المفرد للبخاری، باب دعوۃ الوالدین، ص۲۵، رقم: ۳۲ مسند عبد بن حمید، من مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ص۴۱۶، رقم: ۱۴۲۱)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا۔ اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور اپنے فاعلوں کی برکت سے بھی لائق قبول، اسی لیے وہاں عدل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے۔ یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں۔ (مرقات)

اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لیے دعاء کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں دادا بھی اس میں داخل ہے کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔

یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر اپنے محسن کے لیے دعا اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے۔ (مرقات) اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول مگر ستانے والے کے لیے بددعا اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لیے دعاء بہت قبول ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۷۴)

30-بَابُ مَا يَدْعُوْ بِهٖ اِذَا خَافَ نَاسًا اَوْ غَيْرَهُمْ

آدمی جب لوگوں وغیرہ سے ڈرے تو کیا دعا کرے؟

(985) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ فرماتے: اے اللہ! ہم تجھے (اپنے دفاع کے لیے) ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ساتھ ان کی شرارتوں سے ہم پناہ پکڑتے ہیں۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا خاف قوما، ج۱ص۵۶۴، رقم: ۱۵۳۷ سنن الکبریٰ للنسائی، باب الدعا اذا خاف قوما، ج۵ص۱۸۸، رقم: ۸۶۳۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یقول اذا خاف قوما، ج۵ص۲۵۳، رقم: ۱۰۶۲۴ صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیۃ الجھاد، ج۱۱ص۸۲، رقم: ۴۷۶۵ مسند امام احمد، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج۷ص۲۱۴، رقم: ۱۹۷۳۴)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت

طرح کا ہے خوف اطاعت و بندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنی خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہوسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونیوں سے خوف کیا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور خوف بمعنے خطرہ۔

نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ۔ چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کردے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔

(ان کی شرارتوں سے ہم پناہ پکڑتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہو جاتا کہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے، یہ دعا بہت ہی مجرب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعدا سے محفوظ ہے۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیں۔ حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ پڑھنا بڑی امان ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لِاِيْلٰفِ کو بہت اولیاء اللہ نے آزمایا ہے، بہت مجرب ہے۔ حضرت زید ابن علی عن عتبہ ابن غزوان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت، نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصاً سفر میں تو کہے یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ اے اللہ اے بندو میری مدد کرو ان شاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی، کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یا عباد اللہ حدیث حسن ہے ومشائخ کی مجرب، مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸)

31- بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا

آدمی جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟

(986) عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت خولہ بنت حکیم ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو کسی منزل پر اترا اور اس نے یہ پڑھا کہ میں اللہ کے تامہ کلمات کے ساتھ مخلوق کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں تو جب تک وہ اس منزل پر رہے گا اس کو کوئی چیز ضرور نہ دے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغيره، ج٤، ص٦٠، رقم: ٧٠٥٣، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما يقول اذا نزل منزلا، ج٥ص٢٥٣، رقم: ١٠٦٢١، سنن ترمذی، باب ما جاء ما يقول اذا نزل منزلا، ج٥ص٤٩٦، رقم:

٢٧٠٠، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج٢ص٣٧٥، رقم: ٢٦٨٠، سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول اذا نزل منزلا، ج٦ص١٣٢، رقم: ١٠٣٩٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت خولہ بنتِ حکیم) آپ حضرت عثمان ابن مظعون کی بیوی ہیں، نہایت نیک اور عالمہ تھیں مگر آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

(ساری مخلوق کی شر سے) ان کلمات سے مراد یا تو قرآن کریم ہے یا ساری آسمانی کتب یا اسمائے الہیہ یا رب کا کلام نفسی یا اس کا علم یا اس کے فیصلے۔ تام سے مراد ہے نقصان وعیب سے پاک۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کلمات اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ان کی ہر بات وحی الٰہی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور ہمارے حضور کلمات اللہ۔ مخلوق سے وہ مخلوق مراد ہے جس سے شر ہو سکے، اس میں اپنا نفس بھی داخل ہے اور چیزیں بھی۔

(اسے کوئی چیز نقصان نہ دے گی) کفار عرب سفر کی منزلوں میں اترتے وقت کہتے تھے کہ ہم اس جنگل کے سردار کی پناہ لیتے ہیں یعنی جنات کی، اللہ کے محبوب نے تو ہم کو اس کے عوض یہ دعا سکھائی۔ یہ دعا سفر و حضر میں ہمیشہ ہی صبح شام پڑھا کریں، زہریلی چیزوں سے محفوظ رہو گے بہت مجرب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۰)

(987) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ، قَالَ: يَا اَرْضُ، رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللهُ، اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے پھر رات آتی تو فرماتے: اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں اللہ کے ساتھ تیرے شر سے پناہ پکڑتا ہوں اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر سے اور جو تجھ میں پیدا ہوا اس کے شر سے اور شیر اور سیاہ کے شر سے اور سانپ اور بچھو کے شر سے اور اس علاقہ کے رہائشیوں کے شر سے اور جنم دینے والے اور جنم پانے والے کے شر سے۔ (ابوداؤد)

وَالْاَسْوَدُ: الشَّخْصُ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَسَاكِنُ الْبَلَدِ: هُمُ الْجِنُّ الَّذِيْنَ هُمْ سُكَّانُ الْاَرْضِ. قَالَ: وَالْبَلَدُ مِنَ الْاَرْضِ: مَا كَانَ مَاْوَى الْحَيَوَانِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ بِنَاءٌ وَّمَنَازِلُ. قَالَ: وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ: بِالْوَالِدِ اِبْلِيْسُ: وَمَا وَلَدَ: الشَّيَاطِيْنُ.

اسود کا معنی ہے آدمی۔ خطابی نے کہا ساکن البلد سے مراد وہ جنات ہیں جو زمین کے رہائشی ہوتے ہیں۔ کہا اور بلد زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو جانداروں کا مسکن ہو۔ وہاں عمارات و مکانات ہوں یا نہ ہوں۔ اور ممکن ہے کہ والد سے مراد یہاں ابلیس اور

ماولد سے مراد اس کی اولاد ہو۔ چھوٹے شیاطین۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا نزل منزلا، ج۲ص۳۳۹ رقم: ۲۶۰۵ سنن النسائی الکبری، باب ما یقول اذا کان فی سفر فاقبل اللیل، ج۶ص۱۴۴، رقم: ۱۰۳۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تیرا اور میرا رب اللہ ہے) حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام شجر و حجر کلام بھی کرتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نداوکلام کو سنتے بھی ہیں لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین کو یہ خطاب فرمانا حقیقت پر مبنی ہے، رب تعالیٰ نے زمین و آسمان سے یوں خطاب فرمایا تھا: یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ اے زمین اپنا پانی نگل جانا اور اے آسمان اپنا پانی روک لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نائب جناب کبریا ہیں، زمین و آسمان حضور علیہ السلام کا کلام سنتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ (از مرقات) رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان کے لیے مسخر و تابع کر دیا کہ ہوا آپ کے حکم سے چلتی تھی۔

(شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) زمین کی شر زلزلہ، دھنسا، گر جانا، راستہ بھول جانا وغیرہ ہیں اور اندرونی زمین کی شر سیلاب، سخت گرمی، سخت ٹھنڈک وغیرہ۔ زمین کی مخلوقات کی شر اندرونی کیڑے مکوڑے وغیرہ ہیں کہ سفر میں انہی کی وجہ سے حادثات زیادہ پیش آتے ہیں۔

(جنے ہوئے کی شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں) اگر چہ یہ چیزیں بھی زمین پر چلنے والوں میں داخل تھیں لیکن چونکہ ان کی شر خصوصًا مسافر کو بہت زیادہ پہنچتی ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا، بعض لوگوں نے والد سے مراد ابلیس اور ولد سے اس کی ذریت لی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو عام رکھا جائے۔ (لمعات) کیونکہ مسافر و اجنبی شہر میں چورا چکوں سے بھی بہت تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ ص۵۶)

32- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيْلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوْعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اِذَا قَضٰى حَاجَتَهٗ

مسافر کو کام پورا کرنے کے بعد گھر لوٹنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(988) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ، فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ سَفَرِهٖ، فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. نَهْمَتُهٗ: مَقْصُوْدُهٗ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک حصہ ہے۔ تم میں کسی کو کھانے پینے اور نیند سے روکتا ہے جب تم میں سے کوئی سفر سے اپنا کام پورا کر لے تو اسے گھر لوٹنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ (متفق علیہ) نَهمته کا معنیٰ ہے مقصود۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السفر قطعة من العذاب، ج۲ص۸، رقم: ۱۸۰۴ صحیح مسلم، باب السفر قطعة من

العذاب واستحباب تعجیل المسافر الی اهله، ج۱ص۵۵، رقم: ۵۰۲۰، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۲۵، رقم: ۹۸۲۸، الاداب للبیهقی، باب الاختیار فی القفول، ج۱ص۳۹۹، رقم: ۱۵۸، سنن ابن ماجه، باب الخروج الی الحج ج۲ص۹۶۲، رقم: ۲۸۸۲، سنن الدارمی، باب السفر قطعة من العذاب، ج۲ص۳۴۲، رقم: ۲۶۷۰، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۸۹۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سفر عذاب کا ٹکڑا ہے) یہاں عذاب سے مراد تکلیف دہ ہے نہ کہ سزا کیونکہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد، سفر حج، سفر طلب علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف دہ ضرور ہیں جن میں وہ تکالیف ہوتی ہیں جو آگے مذکور ہیں۔

(ایک کو اس کی نیند اس کے کھانے پینے سے روکتا ہے) یعنی عموماً سفر میں انسان وقت پر کھانے، وقت پر سونے، وقت پر باجماعت نماز گھر کی طرح نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اب بھی یہ دیکھا جاتا ہے اگرچہ اب ریل، بس، ہوائی جہازوں کے سفر میں بڑی آسانیاں ہوچکی ہیں۔

(جب کوئی اس طرف سے اپنی حاجت پوری کرے) نہمہ کے معنی ہیں بلوغ الہمۃ اور وجھہ سے مراد اپنی سفر کی جہت ہے یعنی جس طرف سفر کرکے گیا تھا توجس مقصد کے لیے گیا تھا سفر میں وہ مقصد پورا ہوجائے۔ (مرقات)

(تو اپنے گھر کی طرف جلدی کرے۔) تاکہ نماز کی جماعتیں حقوق کی ادائیگی اچھی طرح سے ہوسکیں، بعض علماء نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لیے یہ فرمان ہے۔ سفرحج وسفر جہاد وغیرہ کا یہ حکم نہیں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جتنی حاضری نصیب ہوجائے بہتر ہے اسی لیے یہاں نھمتہ فرمایا۔ نہمہ کہتے ہیں دنیاوی ضرورت وحاجت کو، فقیر اس کو ترجیح دیتا ہے، حاکم وبیہقی نے بروایت حضرت عائشہ بجائے نہمتہ کے حجہ روایت کی یعنی حج سے فارغ ہوکر جلد لوٹو جیسا کہ مرقات میں ہے مگر مدینہ آخر مدینہ ہی ہے وہ تو ہر مؤمن کا دیس ہے پردیس ہے ہی نہیں جیسا سکون قلب اداء عبادات میں وہاں میسر ہوتا ہے گھر میں میسر نہیں ہوتا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ص۴۹۳)

33-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُوْمِ عَلٰی اَهْلِهٖ نَهَارًا وَّ كَرَاهَتِهٖ فِی اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَتِهٖ

سفر سے واپس گھر دن کے وقت آنا چاہیے اور بلاضرورت رات کو آنا مکروہ ہے

(989) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ اَهْلَهٗ لَيْلًا۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ لَيْلًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سے کسی کا گھر سے غائب رہنا لمبا ہوجائے تو وہ اپنے گھر رات کے وقت نہ آئے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو اپنے گھر رات کے وقت (سفر سے واپس) آنے سے منع

فرمایا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یطرق اھلہ لیلا اذا طال الغیبۃ، ج۴ص۳۹، رقم: ۵۲۴۴، صحیح مسلم، باب کراھۃ الطروق وھو الدخول لیلا لمن ورد من سفر، ج۲ص۵۶، رقم: ۵۰۷۸، مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج۳ص۳۹۶، رقم: ۱۵۲۰۰، سنن النسائی الکبریٰ، باب اطراق الرجل اھلہ لیلا، ج۵ص۳۶۲، رقم: ۹۱۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے گھر رات کے وقت (سفر سے واپس) آنے سے منع فرمایا) یہ حکم اس زمانہ کے لیے تھا جب کہ آنے والا مسافر اپنی آمد کی اطلاع اپنے گھر نہ دے سکتا تھا اب اطلاع دے کر رات میں آنا بالکل جائز ہے۔ یہاں مرقات میں ہے کہ اس ممانعت کے بعد دو شخص آزمائش کے لیے اپنے گھر رات میں پہنچے تو انہوں نے اپنی بیویوں کے پاس اجنبی مرد پائے گویا انہیں اس مخالفت امر کی سزا ملی حضور کے ہر حکم میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۵ص۸۱۵)

(990) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ لَيْلًا، وَكَانَ يَاْتِيْهِمْ غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلطُّرُوْقُ: اَلْمَجِيْءُ فِي اللَّيْلِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت (سفر سے واپس) نہ آتے تھے بلکہ ان کے پاس اگلے یا پچھلے پہر تشریف لاتے۔ (متفق علیہ) الطروق کا معنی ہے رات کے وقت (سفر سے) آنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدخول بالعشی، ج۲ص۷، رقم: ۱۸۰۰، صحیح مسلم، باب کراھیۃ الطروق وھو الدخول لیلا لمن ورد من سفر، ج۶ص۵۵، رقم: ۵۰۷۱، الاداب للبیھقی، باب لا یطرق اھلہ لیلا، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۶۹۰، سنن النسائی الکبریٰ، باب الوقت الذی یستحب للرجل ان یطرق فیہ زوجتہ، ج۵ص۳۶۲، رقم: ۱۱۲۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۲۰۴، رقم: ۱۳۱۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے گھر رات میں سفر سے نہ آتے تھے) کیونکہ بغیر اطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اس زمانہ میں خبر رسانی کے ذرائع بہت محدود تھے اب تو خط، تار، ٹیلی فون وغیرہ سے خبر دی جاسکتی ہے۔ یطرق بنا ہے طرق سے بمعنی دروازہ بجانا کواڑ کھڑکانا، چونکہ رات میں آنے پر اس کھڑکانے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے رات میں آنے والے مسافر کو طارق کہتے ہیں ستارہ کو بھی طارق کہا جاتا ہے کہ وہ رات میں ہی چمکتا ہے۔(مرقات)

(مگر صبح یا شام کے وقت) صبح صادق سے زوال تک کا وقت غدوہ ہے اور زوال سے سورج ڈوبتے تک کا وقت عشیہ یعنی حضور کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعد ظہر۔(مرآۃ المناجیح، ج۵ص۷۹۶)

34- بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَاٰى بَلْدَتَهٗ

جب سفر سے واپس لوٹے اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا کہے؟

فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ تَكْبِيْرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا۔

اس باب سے متعلق حدیث حضرت ابن عمر اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ باب مسافر جب بلندی پر چڑھے تو کیا کہے میں۔ اس میں حضرت ابن عمر کی حدیث تکبیر المسافر اذا صعد الثنایا میں گزری۔

(991) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: اٰيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آرہے تھے جب ہم مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو آپ فرمانے لگے: ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ آپ مسلسل یہ کہتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ پاک میں آگئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج ج۲ص۱۰۵ رقم: ۳۳۳۳ سنن النسائی الکبری باب ما یقول اذا اشرف علی المدینۃ ج۶ص۱۲۸ رقم: ۱۰۳۷۴)

شرح حدیث: تائبین اور صالحین کی علامات

توبہ کرنے والے تنہائی پانے کے لئے ایسے مقامات کی طرف اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح خوفزدہ انسان دارالامان (یعنی امن والی جگہ) کی طرف بھاگتا ہے۔ یہ لوگ وقتِ سحری میں آنسو بہا کر سکون حاصل کرتے ہیں۔ سجدوں نے ان کی پیشانیوں پر نشانِ معرفت کھینچ دیئے۔ یہ لوگ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں پھر جب سحر پھوٹتی ہے تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کے دھارے بہہ نکلتے ہیں۔ پھر جب طلوعِ فجر ہوتی ہے تو یہ مشاہدات میں کھو جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔

میں ان چمکتے ستاروں، پختہ ارادے رکھنے والوں اور جوانوں پر قربان جاؤں۔ (یہ ہمیں صدا دیتے ہیں کہ) تنہائی اختیار کرو، آخرت میں ہم تمہارے پڑوسی بنیں گے۔ ہم نے مال واسباب، بیوی بچے اور وطن چھوڑ دیئے، نفسانی خواہشات چھوڑ دی ہیں۔ ہم نے فانی دنیا ویران کردی ہے، اب یہ ایک عرصہ سے ہماری تلاش میں ہے مگر ہم نے اسے ایسی طلاق دے دی ہے جس میں رجوع ممکن نہیں۔ گھر اور گھر والوں کو خود سے جدا کردیا اور محبتِ خداوندی عزوجل کا جام پی لیا۔ کاش! ہمیں اس کے کچھ گھونٹ اور مل جائیں۔

یہ حضرات دن میں روزہ رکھتے ہیں، دل کو تقوی سے آباد رکھتے ہیں اور زبان کو ذکر سے معمور رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا قرب پانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس تگ و دو میں کسی کی آہیں نکل جاتی ہیں، کوئی مدہوش ہو جاتا ہے، کوئی شوق میں دیوانہ ہو کر محبت میں متحیر ہوا جاتا ہے، کسی پر وجد غالب آجاتا ہے تو وہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ خوف نے ان کو بے حال اور شب بیداری نے لاغر کر رکھا ہے۔ ہر دن انہیں نئی بے چینی لاحق ہوتی ہے۔ خدا عزوجل کی یاد نے ان سے وطن چھڑا دیا ہے۔ یہ لوگ تلاوتِ قرآن کرتے وقت اس میں غور کرتے ہیں۔ جب یہ توکل کے درجات پر فائز ہوئے تو ان کی کمر جھک گئی، خواہشاتِ نفسانی کو بیچ کر یہ تقدیر کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ خوش آمدید ایسے بہادروں کو جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور جو غمگین لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں جب خوف ان پر غالب ہوا تو یہ جہنم کے خوف سے بے ہوش ہو گئے۔ (بحر الدموع ص ۲۱۷)

35-بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِيْ فِيْ جِوَارِهٖ وَصَلَاتِهٖ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ

سفر سے آنے والے کا پہلے قریبی مسجد میں آنا اور اس میں دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

(992) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث توبة کعب بن مالك وصاحبيه، ج۲ص۹۰۵، رقم: ۷۱۹۲، سنن الکبری للبیھقی، باب من اراد غزوة فوری بغیرها، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۱۸۹۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن مالك، ج۲ص۴۵۶ رقم: ۱۵۸۲۰، صحیح بخاری، باب حدیث کعب بن مالك، ج۲ص۱۲۰، رقم: ۲۱۵۶، جامع الاصول، سورة براة، ج۱ص۱۷۴، رقم: ۶۶۲)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دن میں آنے کے متعلق ابھی عرض کیا جا چکا سفر کو جاتے وقت مسجد سے روانہ ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقت کراہت نہ ہو تو ان دونوں موقعوں پر دو نفل نماز سفر یا نماز قدوم پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں بڑی برکتیں رہتی ہیں۔

یعنی پہلے اہل مدینہ سے ملاقات فرماتے، ان کے دکھ درد سنتے، ان کے مقدمات کے فیصلے فرماتے، انہیں شرف زیارت بخشتے، پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ طبرانی اور حاکم نے بروایت ثعلبہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد سے ابتدا فرماتے پھر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے گھر

تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۹۶)

36-بَابُ تَحْرِيْمِ سَفَرِ الْمَرْاَةِ وَحْدَهَا

عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

(993) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے محرم کے بغیر ایک دن رات کی مسافت سفر کرنا حلال نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی کم یقصر الصلاۃ، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۰۸۶ صحیح مسلم، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ج۳ص۱۰۲، رقم: ۳۳۳۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب حجۃ من قال لا تقصر الصلاۃ فی اقل من ثلاثۃ ایام، ج۳ص۱۲۸، رقم: ۵۶۱۵ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۲۷، رقم: ۹۶۲۸ مسند الشافعی، الباب الاول فیما جاء فی فرض الحج وشروطہ، ص۸۰۱، رقم: ۷۷۶)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عورت کے سفر پر جانے کے متعلق استفتاء کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وُہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دُوسرا حج ناجائز ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۵۰)

(994) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کوئی مرد کسی عورت کے پاس محرم کے بغیر اکیلا نہ ہو۔ اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر پر نہ جائے۔ ایک آدمی نے عرض کیا:

اللّٰہِ، اِنَّ امْرَاَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّۃً، وَاِنِّیْ اکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَ کَذَا، قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

یارسول اللہ میری بیوی حج کے لیے جاتی ہے۔ اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: جا تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یخلون رجل بامراۃ الاذومحرم والدخول علی المغیبۃ، ج۷، ص۳۷، رقم: ۵۲۳۳، صحیح مسلم، باب سفر المراۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ج۴، ص۱۰۴، رقم: ۳۳۳۶، الاداب للبیہقی، باب لا یخلو رجل بامراۃ اجنبیۃ، ج۱، ص۳۶۱، رقم: ۶۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱، ص۲۲۲، رقم: ۱۹۳۴، مسند الحمیدی، احادیث بن عباس رضی اللہ عنہ، ج۱، ص۲۲۱، رقم: ۴۶۸)

شرح حدیث: گناہوں کو بھول جانا

حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ابلیس آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور اس کے سر پر ایک ٹوپی تھی جس میں کئی رنگ چمک رہے تھے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھ دی اور آپ کو سلام کیا، آپ علیہ السلام نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ابلیس ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے زندہ نہ رکھے، تو کیوں آیا؟ اس نے جواب دیا: چونکہ آپ کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں ایک مقام ومرتبہ حاصل ہے اس لئے آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: میں نے تیرے سر پر جو دیکھا وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کے ذریعے میں انسانوں کے دل اُچک لیتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: وہ کون سا ایسا عمل ہے جس کے ذریعے تو انسان پر حاوی ہو جاتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا: جب وہ اپنے آپ پر اترانے لگتا ہے، اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اور گناہوں کو بھول جاتا ہے۔ (پھر کہنے لگا) میں آپ کو تین باتوں سے ڈراتا ہوں: (۱) کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کریں، کیونکہ جو شخص ایسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہے، جو اس کے لئے حلال نہیں، تو میں اپنے کارندوں کو بھیجنے کی بجائے خود وہاں جاتا ہوں، یہاں تک کہ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہوں (۲) جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور (۳) جب صدقہ کا مال نکالیں، تو اسے خرچ کر دیں، کیونکہ جب کوئی شخص صدقہ کا مال الگ کر کے رکھتا ہے، تو میں اسے خرچ کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہوں۔ پھر شیطان یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ہائے افسوس! حضرت موسیٰ کو وہ بات معلوم ہو گئی جس کے ذریعے میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہوں۔

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے نوجوانوں کے گروہ! تم پر نکاح کرنا لازم ہے، پس جو عورت کے حقوق پورے کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے کیونکہ یہ خواہش کو کم کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، الحدیث ۵۰۶۶، ص ۴۳۸، مفہوما) (لباب الاحیاء ۲۲۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

9- کِتَابُ الْفَضَائِل

فضائل کا بیان

37- بَابُ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت

(995) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ، فَاِنَّهُ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ قرآن پڑھو۔ کیونکہ یہ اپنے ساتھیوں کے لیے قیامت کے دن سفارشی بن کر آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قراءة القران وسورة البقرة، ج۱ص۵۵۳، رقم: ۸۰۴، السنن الصغرىٰ للبیهقی، باب فی فضل القران، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۹۶۲، مسند الشامیین للطبرانی، احادیث معاویة عن زید بن سلام، ج۳ص۱۰۵، رقم: ۲۸۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کرو اور اس موقعہ کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں مرکب دوائیں معجونیں مفید ہیں ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

گنہگاروں کی مغفرت کی سفارش کرے گا نیک کاروں کی بلندی درجات کی صحابہ سے مراد قرآن کی تلاوت کرنے والے، اس کو سیکھنے سکھانے، اس پر عمل کرنے والے سب ہی مراد ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنے والے مراد ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۳۴۶)

(996) وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلِ عِمْرَانَ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور وہ قرآن والے جو اس پر دنیا میں عمل کیا کرتے تھے۔ ان کو لایا جائے گا۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران آگے آگے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قراءة القران وسورة البقرة، ج۲ص۱۹۷، رقم: ۱۹۱۲، السنن الکبرىٰ للبیهقی، باب المعاهدة علی قراءة القرآن، ج۲ص۳۹۵، رقم: ۴۲۲۶، مصنف عبد الرزاق، باب تعلیم القرآن وفضله، ج۳ص۳۹۵، رقم: ۵۹۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عزت عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الٰہی میں پیشی کے لیے لائے جائیں گے رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَوْمَ

نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا۔

یہ سورتیں بعض بڑے مخلصین کے لیے سفید بادل کی طرح اوران سے کم درجہ والوں کے لیے سیاہ شامیانہ کیطرح اوپر سایہ کئے ہوں گی، جن سے یہ لوگ گرمی محشر سے محفوظ ہوں گے یہ بادل وشامیانے ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوں گے تمام محشر والے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اوراس پرعمل کرنے والے ہیں، اب جو کہے کہ قیامت میں حضورانورصلی اللہ علیہ وسلم کومؤمن وکافر کی بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹا ہے۔

عربی میں شرق بکری کے کان کی پھٹن کو کہتے ہیں، یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مراد ہے یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہوگا، یہاں بھی بسم اللہ ہی دوسورتوں میں فاصلہ وفرق کرتی ہے، بعض نے فرمایا کہ شرق بمعنی نورو چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گھرے بادل کی طرح ہوں گی مگران سے اندھیرانہ ہوگا بلکہ محشر کی جگمگاہٹ ان کے نیچے ہی محسوس ہوگی، یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی نورالٰہی کی ہوگی، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

اللہ تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر اپنے قاری عاملین وعالمین کوبخشوائیں گی پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ جھگڑامقابلہ کا نہ ہوگا بلکہ نازوانداز کا ہوگا رب تعالٰی ہم کوبھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص ۲۴۷)

(997) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت عثمان بن عفان ﷜ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب خیرکم من تعلم القران وعلمه، ج٦ص١٩٢، رقم: ٥٠٢٧، مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنه، ج١ص٦٩، رقم: ٥٠٠، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب قراۃ القرآن، ج١ص٥٣٢، رقم: ١٤٥٢، سنن ترمذی، باب ما جاء فی تعلیم القرآن، ج٥ص١٧٣، رقم: ٢٩٠٧، سنن الدارمی، باب خیارکم من تعلم القران وعلمه، ج٢ص٥٢٨، رقم: ٣٣٣٧)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کوقرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا صوفیائے کرام کا اسرار ورموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مرادنہیں، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرارقرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضورانورصلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پرہوا اور اسرار واحکام کا نزول حضورانورصلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالٰی

فرماتا ہے: نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے لہذا عالم عامل سے افضل ہے آدم علیہ السلام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام افضل و مسجود رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص ۳۳۵)

(998) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا تجربہ کار ہے۔ وہ لکھنے والے عزت والے نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن پاک کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے۔ اور وہ اس پر مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماهر بالقرآن مع الکرام البررة، ج۱ص۱۶۶، رقم: ۴۹۳۷ صحیح مسلم، باب فضل الماهر بالقران والذی یتتعتع فیه، ج۲ص۱۹۵، رقم: ۱۸۹۸ سنن الدارمی، باب فضل من یقرأ القران ویشتد علیه، ج۲ص۵۲۷، رقم: ۳۳۶۸ سنن ابوداؤد، باب فی ثواب قرأة القران، ج۱ص۵۴۳، رقم: ۱۴۵۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل قارئ القران، ج۵ص۱۷۱، رقم: ۲۹۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے جو الفاظ قرآن، معانی و رسائل قرآن اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو، اس کا بڑا درجہ ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررۃ سے انبیاء کرام مقصود۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔ سَفَرَہ یا تو سَفَر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالٰی اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں وحی وغیرہ کے لیے یا سِفْر سے بنا بمعنی کتاب، جس کی جمع اسفار ہے یَحْمِلُ اَسْفَارًا یعنی وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے مضامین صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں یا کاتبین اعمال فرشتے یا سفار بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالٰی کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں چونکہ یہ فرشتے اول درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لیے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لیے اس کا حشر بھی انہیں جماعتوں کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے۔ شعر

گر محمد کا ساتھ ہو جائے   پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں مرقات۔

(دوہرا اجر وثواب ہے) سبحان اللہ! عالم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو کند ذہن، موٹی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کیے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، شوق محنت۔ خیال رہے کہ یہ دوگنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں نبیوں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کردے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۳۸)

(999) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ: رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ: لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ: رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ: لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان دار جو قرآن پڑھنے والا ہے اس کی مثال ناشپاتی کی ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ اچھا ہے۔ اور ایمان دار جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو پڑھتا ہے ریحانہ کی ہے جس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کی طرح ہے اس کی خوشبو نہیں اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر الطعام، ج۳ص۷۱، رقم: ۵۴۲۷ صحیح مسلم، باب فضیلة حافظ القرآن، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۱۸۹۶ سنن ابوداؤد، باب من یؤمر ان یجالس، ج۴ص۳۰۶، رقم: ۴۸۳۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مثل المؤمن القاری للقران وغیر القاری ج۴ص۱۵۰، رقم: ۲۸۶۵ سنن الکبرٰی للنسائی، باب مثل المؤمن الذی یقرأ القران، ج۵ص۲۰، رقم: ۸۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(خوشبو عمدہ اور ذائقہ اچھا ہے) یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا، معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنے سمجھے یا نہ سمجھے، ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین، دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں۔ اور یہ ہی اس مؤمن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت وثواب دونوں ملتے ہیں، قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے۔

(جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے) ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پا لیتے ہیں مؤمن کی صحبت بھی اچھی ہے۔

اندرائن ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا نہ ظاہر اچھا نہ باطن۔
یعنی بے دین جو ریاء کے لیے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے قرآن پڑھے، اگر چہ خود تو بدمزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ نہ کچھ راحت ضرور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس (نیاز بو) کہ ہے تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے انڈے پر ”قل ھو اللہ“ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہونی چاہیے دیکھو یہاں مؤمن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مؤمن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر۔ تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں، قرآن کریم ریڈیو کی پیٹی ہے، تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہوگا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔
مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے ایک شاعر کہتا ہے۔

کانکم شجر الاترجّ طالب معا ... حملا ونورًا وطاب العود والورق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے، سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بے کار ہے قرآن عمل کے لیے ہے نہ کہ پڑھنے کے لیے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کے لیے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لیے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۴۰)

(1000) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ کچھ لوگوں کو بلندی اور کچھ لوگوں کو پستی دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقران ویعلمه وفضل من تعلم حکمة من فقه، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه، ج۱ص۳۵، رقم: ۲۲۲، السنن الکبری للبیهقی، باب امامة

الموالی، ج۳ص۸۹، رقم: ۳۲۲۹، سنن ابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، ج۱ص۷۹، رقم: ۲۱۸، سنن الدارمی، باب ان الله یرفع بهذا القران اقواما ویضع آخرین، ج۲ص۵۳۶، رقم: ۳۳۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا وآخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا وآخرت میں ذلیل ہوں گے، قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ محبوبین کے لیے ماء (پانی) ہے، اور محجوبین کے لیے دماء (خون) ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی عظمت عزت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ حضرت عمر نے ابن ابزی غلام کو مکہ معظمہ کا حاکم بنایا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اگرچہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۴۱)

(1001) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی قابل رشک ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ کریم نے قرآن عطا فرمایا وہ اس کے ساتھ رات اور دن کے اوقات میں قیام کرتا ہے۔ اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ کریم نے مال دیا تو وہ اس کو رات اور دن کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَالْاٰنَاءُ: السَّاعَاتُ۔

آناء   گھڑیاں، اوقات۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی القران والعلم، ج۴ص۸۳، رقم: ۷۲۳۲، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الصغری، باب ادب القاضی وفضله، ج۳ص۲۵۰، رقم: ۴۲۷۹، سنن ابن ماجه، باب الحسد ج۲ص۱۲۰۸، رقم: ۴۲۰۹، السنن الکبری للنسائی، باب الاعتباط فی العلم، ج۳ص۴۲۶، رقم: ۵۸۴۱، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۸، رقم: ۴۵۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیا دار پر نہ دین دار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال ودولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا، رشک کے معنے ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

(قرآن عطا فرمایا) یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو، اس میں غور وتامل کرتا ہو، یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن وحدیث میں تامل وغور کرنے

میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن وحدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے۔ شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور ان شاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۂ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوۃ شریف میں آئے گا۔

(خرچ کرتا ہے) چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لیے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی، خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۳۹)

(1002) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ، وَعِنْدَهٗ فَرَسٌ مَّرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ، وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ. فَقَالَ: تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا اس کے پاس دوہری رسیوں کے ساتھ گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کو بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ قریب قریب ہونے لگا۔ اور گھوڑا اس کی وجہ سے اچھلنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو وہ حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ سکینہ ہے جو قرآن کے لیے اترا تھا۔ (متفق علیہ)

اَلشَّطَنُ بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالطَّاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْحَبْلُ.

شطن شین معجمہ اور طا مہملہ پر زبر کے ساتھ رسی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل سورۃ الکھف ج ۳ ص ۱۸۸ رقم: ۵۰۱۱ صحیح مسلم باب نزول السکینۃ لقراۃ القران ج ۲ ص ۱۹۳ رقم: ۱۹۹۲ مسند امام احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب ج ۶ ص ۲۹۳ رقم: ۱۸۶۱۴ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل سورۃ الکھف ج ۵ ص ۱۶۱ رقم: ۲۸۹۵ مسند ابو داؤد الطیالسی حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ص ۱۰۰ رقم: ۷۱۲)

شرح حدیث: (نوٹ: سکینہ ایک خاص نعمت الٰہی ہے اس سے سکون حاصل ہوتا ہے قرآن پاک میں اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اہل ایمان اور ابوبکر صدیق پر اترنے کا ذکر ہے۔)

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(گھوڑا اس کی وجہ سے اچھلنے لگا) گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے نظارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا۔

(وہ سکینہ ہے) فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مؤمن کے دل کو سکون وچین حاصل ہوتا ہے اس لیے اسے سکینہ کہتے ہیں مؤمن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے

اترتے ہیں رب تعالیٰ ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے: فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ۔ صدیق اکبر کو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لیے ان پر سکینہ اتری۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالیٰ نے سکینہ فرمایا ہے۔ چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن پاک کراتے ہیں تا کہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبر کات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تا کہ سکون قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے۔ صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال تہبند شریف رکھوائے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۴۳)

(1003) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ: الٓمٓ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ: اَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف تلاوت کیا۔ اس کو نیکی ملے گی اور نیکی دس مثل کے ساتھ ہے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے لیکن الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فیمن قراء حرفا من القران ماله من الاجر ج۵ص۱۷۵ رقم: ۲۹۱۰ مسند البزار مسند عوف بن مالك ج۱ص۲۲۲ رقم: ۲۷۶۱ مصنف ابن ابی شیبة باب ثواب من قرأ حروف القران ج۶ص۱۱۸ رقم: ۲۹۹۳۳ معرفة الصحابة لابی نعیم باب المیم من باب العین ج۳ص۲۱۸ رقم: ۲۰۱۲ شعب الایمان فصل فی ادمان تلاوة القران ج۲ص۳۴۲ رقم: ۱۹۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو جدا جدا پڑھا جائے لہذا الٓمٓ تین حرف ہیں۔ چنانچہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف مرقات۔ مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس شیطان، خنزیر، وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی

ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجمے برے نہیں، بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے۔

(نیکی دس مثل کے ساتھ ہے) اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یہ تو ادنی ثواب ہے، آگے رب تعالٰی کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ مرقات میں فرمایا کہ یہ ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار۔

(میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے) چونکہ عربی میں حرف، حرف معانی، حرف مبانی، یعنی حرف ہجاء اور جملہ مفیدہ مطلقاً کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی۔

(اور میم ایک حرف ہے) الف، لام، میم کو حرف فرمانا مجازًا ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں، ا، ل، ف مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے، اگرچہ اس کے اجزا تین ہیں بعض شارحین نے کہا کہ الم ترکیف میں الم کی تیس نیکیاں ہیں اور الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں الٓمّٓ کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ مکتوبی یعنی لکھے ہوئے حرف مراد ہیں نہ کہ مقروئی یعنی پڑھے ہوئے حرف اور مکتوبی حرف سورۂ فیل و بقرہ میں یکساں ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۲)

(1004) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سینہ میں قرآن بالکل نہیں وہ برباد گھر کی طرح ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن قرا حرفا من القران ماله من الاجر، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۲۹۱۳، المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۲۰، رقم: ۲۰۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن العباس، ج۱۲ص۱۰۹، رقم: ۱۲۶۵۰، سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القران، ج۲ص۵۲۱، رقم: ۳۳۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۲۳، رقم: ۱۹۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جوف کے حقیقی معنے ہیں پیٹ، اسی لیے معتل العین کو اجوف یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے دل کی

آبادیٔ قرآن سے باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان وسامان سے خالی گھر۔ شعر

آباد وہ ہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے　　　جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۶۰)

(1005) وَعَنْ عبدِ اللهِ بْنِ عمرِو بْنِ العاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ: اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن والے کو کہا جائے گا پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اطمینان سے پڑھ جس طرح تو دنیا میں اطمینان سے پڑھتا تھا۔ کیونکہ تیرے اترنے کی جگہ آخری آیت کی تلاوت کے پاس ہے۔ جس کو تو پڑھے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القران ماله من الاجر، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۲۹۱۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کیف قرأۃ المصلی، ج۲ص۵۳، رقم: ۲۵۲۲، سنن ابوداؤد، باب استحباب الترتیل فی القرأۃ، ج۱ص۵۲۷، رقم: ۱۴۶۶، سنن الکبریٰ للنسائی، باب الترتیل، ج۵ص۲۲، رقم: ۸۰۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۶۷۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو اور اس پر عامل ہو، وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو، اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الٰہی کا باعث ہے، بعض آریہ اور عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لیے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں، پنڈت کالی چرن چودہ پاروں کا حافظ ہوا۔ (مرقات)

(پڑھتا جا اور چڑھتا جا) جنت کے درجات اوپر تلے ہیں جس قدر درجے کی بلندی، اسی قدر بہتر ان شاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مؤمن کے لیے پروں کا کام دے گی، یا اس سے مراتب قرب الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے، یعنی تلاوت کرتا جا اور مجھ سے قریب تر ہوتا جا۔

(آخری آیت کی تلاوت کے پاس ہے) یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم، وہاں تیرا چڑھنا ختم، وہاں اسی قدر تلاوت کر سکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملتا ہے، اگر درجے اس سے کم ہوں، تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ

ہے جیسا زمین وآسمان کے درمیان مرقات۔ دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوت قرآن کے، مگر یہ تلاوت لذت اور ترقی درجات کے لیے ہوگی، جیسے فرشتوں کی تسبیح۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت قرآن کریم کا عادی بعد موت ان شاء اللہ حافظ قرآن ہو جائے گا، ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا۔ چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے، اسی لیے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوئے جنت میں ساری امت سے اونچے درجے میں وہ ہی ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۹)

38۔بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْاٰنِ وَالتَّحْذِيْرِ عَنْ تَعْرِيْضِهٖ لِلنِّسْيَانِ

قرآن پاک کا خیال رکھنے کا حکم اور اس کو بھلانے سے ڈرنا

(1006) عَنْ اَبِيْ مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس قرآن کا خیال رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے وہ رسی کھل جانے کی صورت میں اونٹ کے بھاگنے سے زیادہ بھاگنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استذکار القران وتعاھدہ، ج۶ص۱۹۲، رقم: ۵۰۳۳ صحیح مسلم، باب الامر بتعھد القران وکراھۃ قول نسیت آیۃ کذا، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۱۸۸۰ المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۱۸، رقم: ۲۰۴۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۴ص۲۹۷، رقم: ۱۹۵۶۴ مسند الحمیدی، احادیث عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۵۰، رقم: ۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تعاھد عہد سے بنا، بمعنی حفاظت ونگرانی ومضبوط وعدے کو بھی اسی لیے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دور کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصًا حافظ صاحبان کے لیے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید وتکرار کرتے رہیں، ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے۔

عقل عین وقاف کے پیش سے ہے عقال کی جمع بمعنی رسی جس سے جانور باندھا جاوے، یہاں فی بمعنی من ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے اسی لیے قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنے یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت جلد بھول جاتا ہے کیوں نہ ہو کہ کلام الٰہی قدیم اور ہم حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے یہ رب تعالیٰ کی

مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی پان والے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو لوٹتے پلٹتے رہتے ہیں، تو قرآن والے ہمیشہ اس کی لوٹ و پلٹ رکھیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۲)

(1007) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا، وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن والے کی مثال رسی سے بندھے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کا خیال رکھے گا تو روک لے گا اور اگر اس کو کھول دیا تو چلا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استذکار القران وتعاهده، ج۳ص۱۹۳، رقم: ۵۰۳۱، صحیح مسلم، باب الامر بتعهد القرآن و کراهة قول نسیت آیة کذا، ج۱ص۱۹۰، رقم: ۱۸۷۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب المعاهدة علی قراۃ القرآن، ج۲ص۵۴۹، رقم: ۴۲۲۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب نسیان القرآن، ج۵ص۲۰، رقم: ۸۰۴۲، صحیح ابن حبان، باب قراۃ القرآن، ج۲ص۱۰، رقم: ۷۶۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھہرتا ہے، پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچاتا ہے، سواری، بار برداری، گوشت، دودھ، نسل، اون وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان، عرفان رضائے رحمان وغیرہ سب کچھ اسی سے میسر ہوتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۴)

39- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالْاِسْتِمَاعِ لَهَا

قرآن پاک کو خوش آوازی سے پڑھنا اور عمدہ آواز والے سے قرأت کرانا اور کان لگا کر سننا مستحب ہے

(1008) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ کریم کسی آواز کو اس طرح توجہ سے نہیں سنتا جس طرح وہ خوش آواز نبی کی آواز توجہ اور محبت سے سنتا ہے جو ترنم سے بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھتا ہو۔ (متفق علیہ)

مَعْنٰى اَذِنَ اللّٰهُ: اَيِ اسْتَمَعَ، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلَى الرِّضَاءِ وَالْقَبُوْلِ.

اذن اللہ کا مطلب ہے: کان لگانا مراد رضاء اور قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یتغن بالقرآن، ج۶ص۱۹۱، رقم: ۵۰۲۳ صحیح مسلم، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۱۸۸۱ سنن ابوداؤد، باب استحباب الترتیل فی القراۃ، ج۱ص۵۴۸، رقم: ۱۴۷۵ المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۴۰، رقم: ۲۰۹۶ سنن الدارمی، باب التغنی بالقرآن، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۱۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی کریم سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں یعنی اللہ تعالٰی نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکیدی حکم اس کا دیا کہ اپنی کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکیدی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہ ہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکیدی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکیدی حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۷)

(1009) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَہُ: لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَّزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہیں داؤد علیہ السلام کے سریلے لہجوں میں سے ایک سریلا لہجہ ملا ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَہُ: لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَائَتِكَ الْبَارِحَۃَ۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا اگر تم مجھے دیکھ لیتے کہ جب میں گزشتہ رات تمہاری آواز کو کان لگا کر سن رہا تھا (تو تم کو کتنی خوشی ہوتی)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن، ج۶ص۱۹۵، رقم: ۵۰۴۸ صحیح مسلم، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۱۸۸۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من جہر بہا اذا کان من حولہ لایتاذی بقراءتہ، ج۳ص۱۲، رقم: ۱۸۹۵ الاحاد والمثانی، حدیث أسید بن حضیر بن رافع، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۱۹۲۹)

شرح حدیث: رضائے الٰہی کیلئے قران مجید سیکھنے، سکھانے، سننے اور تلاوت کرنے کا ثواب

قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیم و تعلم اور تلاوت کے کثیر فضائل قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(1) اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان

رکھتے ہیں۔(پ1، البقرۃ:121)

(2) وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا O

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔(پ15، بنی اسرائیل:45)

(3) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

(پ15، بنی اسرائیل:82)

(4) اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ O لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ O وَالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ O ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ O جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ O وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ O الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ O

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امید وار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں تاکہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو۔(پ22، الفاطر:29تا35)

(5) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (پ23، الزمر:23)

(1010) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ، فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورۃ والتین والزیتون کی تلاوت نماز عشاء میں کرتے ہوئے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القراۃ فی العشاء، ج۱ص۲۷۱، رقم: ۷۶۹ صحیح مسلم، باب القراۃ فی العشاء، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۰۶۷ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الجھر بالقراۃ فی الرکعتین الاولیین من المغرب والعشاء، ج۲ ص۱۹۳، رقم: ۱۹۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶ص۴۰۲، رقم: ۱۸۶۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش آواز تھے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے کوئی نبی بدشکل یا بدآواز نہ بھیجا۔ ہر نبی نہایت خوب صورت اور خوش آواز ہوئے۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش آواز اور اور بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلف سن لیتی تھیں۔ (مرقات) غرض کہ رب تعالٰی نے اپنے محبوب کو ہر انداز محبوبانہ بخشا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۶۲)

(1011) وَعَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ بَشِيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابولبابہ بن بشیر بن عبدالمنذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کو خوش آوازی سے یا ترنم سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مَعْنٰى يَتَغَنّٰى: يُحَسِّنُ صَوْتَهٗ بِالْقُرْاٰنِ.

یتغنی کا مطلب ہے جو قرآن پاک کی خوش آوازی سے تلاوت کرتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب استحباب الترتیل فی القراۃ، ج۱ص۵۲۸، رقم: ۱۴۷۱، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کیف قراۃ المصلی، ج۲ص۵۳، رقم: ۲۵۲۸، اخبار مکۃ للفاکہی، ذکر رباع بن مخزوم بن یقظۃ، ج۲ص۳۸۳، رقم: ۲۰۷۷، المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، ج۲ص۲۲۸، رقم: ۲۰۹۱، سنن الدارمی، باب التغنی بالقرآن، ج۱ص۲۱۷، رقم: ۱۴۹۰، مسند امام احمد، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۶۹، رقم: ۱۵۴۹)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماأذن اللہ لشیئ ماأذن لنبی حسن الصوت یتغنی بالقراٰن یجھربہ، رواہ الائمۃ احمد والبخاری۔ ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/۷۵۱، صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/۲۶۸)(سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/۲۰۷)

اللہ تبارک وتعالٰی کسی چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلامِ الٰہی کی تلاوت باآواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذنا الی الرجل احسن الصوت بالقراٰن یجھربہ من صاحب القینۃ الی قینتہ، رواہ ابن ماجۃ۔ وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دارالفکر بیروت ۱/۵۷۱)(سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۹۶)(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت القرآن دارصادر بیروت ۱۰/۲۳۰)

یعنی جس شوق ورغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائن کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند ورضا واکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔(ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ، رواہ الامام احمد عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی

عنه- (مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۴۶)

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو، (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

زینوا القراٰن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حسنا ۱؎۔ رواہ الدارمی فی سننه ومحمد بن نصر فی کتاب الصلٰوۃ بلفظ حسنوا ۲؎۔ وباللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک کلھم من البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنه۔

(۱؎ سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۴۰) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/۵۷۵) (۲؎ کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۰۵)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

پانچ حدیثوں صحیح رفیع جلیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن رواہ البخاری ۳؎ عن ابوھریرۃ وابوداؤد عن ابی لبابة عبدالمنذر وھو کاحمد وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص والحاکم عنه وعن عائشه وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ (صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/۱۱۲۳ وسنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن ۱/۲۰۷) (مسند احمد بن حنبل ۱/۱۷۲ وکنز العمال حدیث ۲۷۶۹-۱/۶۰۵) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/۵۶۹)

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبدالمنذر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی وایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔(ت)

دسویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القراٰن نزل بحزن وکاٰبة فاذا قرأتموہ فابکوا فان لم تبکوا فتباکوا وتغنوا به فمن لم

يتغن به فليس منا رواه ابن ماجة ومحمد بن نصر في الصلوة والبيهقي في شعب الايمان عن سعد بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه۔

(سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶)

بیشک یہ قرآن غم وحزن کے ساتھ اترا تو جب اسے پڑھو گریہ کرو اگر رونا نہ آئے بتکلیف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔

ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۷۶)

(1012) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى جِئْتُ إِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ: (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا) قَالَ: حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ قرآن کریم تو آپ پر اترا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کسی اور سے اپنے سوا سنوں۔ پس میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا ''پس کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے'' آپ نے فرمایا: بس اب کافی ہے جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح البخاري، باب قول المقرئ للقارئ حسبك، ج٦ص١١٦، رقم: ٥٠٥٠، صحيح مسلم، باب فضل استماع القرآن وطلب القراءة، ج٢ص١٩٦، رقم: ١٩٠٥، سنن ابوداؤد، باب في القصص، ج٣ص٣٦٢، رقم: ٣٦٧٠، سنن ترمذي، باب ومن سورة النساء، ج٥ص٢٣٨، رقم: ٣٠٢٥، صحيح ابن حبان، باب قراءة القرآن، ج٣ص٩، رقم: ٧٣٥)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم قرآن پڑھو میں سنوں۔ شعر

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں　　　گفتہ آید از حدیث دیگراں

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

پڑھوانا نہ تو تعلیم کی لیے تھا نہ اصلاح کے لیے بلکہ صرف سننے کے لیے تھا۔

(قرآن کریم تو آپ پر اترا ہے) یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے، یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے سجتی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

(میں کسی اور سے اپنے سواسنوں) کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔

(آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے) یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب "شان حبیب الرحمان" اور "تفسیر نعیمی" میں ملاحظہ کرو۔

(آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے) یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہوگئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۰)

40-بَابُ الْحَثِّ عَلٰى سُوَرٍ وَّآيَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ

مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنے کی ترغیب کا بیان

(1013) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِيَدِيْ، فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّكَ قُلْتَ: لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ؟ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

حضرت ابوسعید رافع بن معلی ﷺ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے بڑی سورت نہ سکھا دوں پھر آپ علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا جب ہم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن کی سب سے بڑی سکھاؤں گا۔

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوْتِيْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

فرمایا: (ہاں) الحمد للہ رب العالمین یہ (سورۃ) ہی سات بار دہرائی جانے والی آیات اور عظیم قرآن ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، ج۶ص۱۷، رقم: ۴۴۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبي سعید بن المعلی، ج۳ص۴۱۱، رقم: ۱۵۷۳۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما ابیح له من ان یدعو المصلی، ج۲ص۶۳، رقم: ۳۷۸۰، سنن النسائی الکبرٰی، تاویل قول اللہ جل ثناؤہ "ولقد اتیناک سبعا من المثانی" ج۱ ص۳۱۷، رقم: ۹۸۵، صحیح ابن حبان، باب قراۃ القرآن، ج۳ص۵۶، رقم: ۷۷۷)

شرح حدیث: نوٹ: اس سے آپ کا اس اشارہ آیت کی طرف ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۔

یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابوسعید ابن معلے سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے مسجد میں جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا جب باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کریم کی عظیم الشان سورہ بتاؤں گا فرمایا وہ الحمد للہ رب العلمین ہے یہ تو وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں۔ (بخاری)

حکیم الأمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا) یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ تلاوت فرما رہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد نفل کی نیت باندھ لی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے۔

(میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کے لیے یہ عرض کیا۔

(اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو) یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے ورنہ رب تعالیٰ بلاواسطہ کسی کو نہیں بلاتا اس لیے دَعَا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا۔ (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جانا واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حاضر ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ

نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کرے گا جیسے حضور سے خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی۔ (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت الٰہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے گی۔

(عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں) پہلے سے یہ فرما کر منتظر بنا دیا، تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات انتظار کے بعد ملے، اس کی قدر ہوتی ہے، سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں۔ اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۂ فاتحہ میں اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے ب کے نقطہ میں۔ دیکھو ریلوے ٹائم ٹیبل یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو بڑی سورہ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔

(عظیم الشان سورہ بتاؤں گا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے ابتدا ًنہ تعلیم دی تا کہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں۔

(قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں) خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورہ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الٰہی، نعت پاک مصطفوی، وعدے وعیدیں، حشر ونشر کا ذکر محبوب و مرذود بندوں کا تذکرہ، رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں، اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں ان کا نزول دوبار ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے: ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف لہذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیات سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لیے رب تعالیٰ نے اس کی عطاء کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد ہوا: وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا لمعات، مرقات۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے اعلیٰ وافضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۴۴)

(1014) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِیْ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ): وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِاَصْحَابِهٖ: اَیَعْجِزُ

حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے کے بارے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم

اَحَدُکُمْ اَنْ یَّقْرَاَ بِثُلُثِ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَۃٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ، وَقَالُوْا: اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ): ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہو جاتا ہے کہ ہر رات ایک تہائی قرآن کی تلاوت کرے تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بہت بھاری لگا اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کس کو اتنی طاقت ہے آپ نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ یہ سورۃ ایک تہائی قرآن ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل قل ھو اللہ احد فیہ عمرۃ، ج٦ص١٨٩، رقم: ٥٠١٣، صحیح ابن حبان، باب قرأۃ القرآن، ج٣ص٧١، رقم: ٧٩١، السنن الکبری للبیہقی، باب کم یکفی الرجل من قرأۃ القرآن فی لیلۃ، ج٣ص٢١، رقم: ٣٩٥٢، سنن ابوداؤد، باب فی سورۃ الصمد، ج١ص٥٢٦، رقم: ١٤٦٣، السنن الکبری للنسائی، باب الفضل فی قرأۃ قل ھو اللہ احد، ج١ص٣٢١، رقم: ١٠٦٧)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہم میں سے کس کو اتنی طاقت ہے) یعنی روزانہ دس پاروں کی تلاوت مشکل ہے، ایک دو دن تو ہمت کرکے پڑھا جاسکتا ہے۔

(یہ سورۃ ایک تہائی قرآن ہے) شارحین نے اس جملہ کے بہت معنے کئے ہیں، بہترین معنے یہ ہیں کہ ایک بار قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے۔ لہذا تین بار تلاوت کرلینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے۔ ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں مگر سورۂ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قصے، احکام اور سورۂ اخلاص میں ذات وصفات الٰہی کا مکمل ذکر ہے، اس لیے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمد کی آیات دیگر آیات سے افضل ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج٣ص٣٥٣)

(1015) وَعَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا یَقْرَاُ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ وَكَانَ الرَّجُلُ یَتَقَالُّهَا ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

انہی سے روایت ہے ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو سنا کہ وہ قل ھو اللہ بار بار پڑھ رہا تھا۔ صبح ہوئی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ سے اس کا ذکر کیا اور گویا کہ اس آدمی نے اس کو بہت گھٹیا سمجھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۱۳۱، رقم: ۶۶۴۳ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۵، رقم: ۱۱۳۲۴ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کم یکفی الرجل من قراۃ القرآن فی لیلۃ ج۳ص۲۰، رقم: ۴۹۵۳ سنن النسائی، باب الفضل فی قرأۃ قل ھو اللہ احد، ج۲ص۱۷۰، رقم: ۹۹۵ موطا امام مالک، باب ما جاء فی قراءۃ قل ھو اللہ احد، ج۱ص۲۹۱، رقم: ۵۰۹)

شرح حدیث: جنت میں ایک محل

حضرتِ سیدنا معاذ بن انس جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جو شخص دس مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم اسے کثرت سے پڑھا کریں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل بہت زیادہ عطا فرمانے والا اور پاک ہے۔ (مسند احمد، حدیث معاذ بن انس، ر م ۱۵۶۱۰، ج ۵، ص ۳۰۸)

(1016) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِيْ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورہ اخلاص) کے بارے فرمایا کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قرأۃ "قل ھو اللہ احد" ج۲ص۱۹۹، رقم: ۱۹۲۴ شعب الایمان للبیہقی، باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر، ج۲ص۵۰۶، رقم: ۲۵۲۷ مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تاویل قول اللہ "ولقد اتیناک سبعا" ج۳ص۲۲۲، رقم: ۱۰۳۳)

شرح حدیث: اللہ عزوجل محبت فرماتا ہے

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کراتے ہوئے اپنی قراءت کو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب وہ لشکر واپس آیا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، اس لئے کہ اس میں رحمن عزوجل کی تعریف ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے خبر دے دو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء دعاء النبی امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، رقم ۷۳۷۵، ج ۴، ص ۵۳۱)

(1017) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ: (قُلْ هُوَ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ میں اس سورت (قُلْ هُوَ اللّٰهُ

اللهُ اَحَدٌ) قَالَ: اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا.

اَحَدٌ) سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا اس سورت سے تیری محبت تجھ کو جنت میں داخل کر دے گی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح میں اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص، ج۵ص۱۵۹ رقم: ۲۹۰۱ شعب الایمان للبیھقی، باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر، ج۲ص۵۰۶ رقم: ۲۵۴۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۰۱ رقم: ۱۲۴۵۵ مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ص۳۹۰ رقم: ۱۳۰۶ مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲ص۳۱۶ رقم: ۶۸۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عرض کرنے والے کا نام کلثوم یا کرزم ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے۔ (مرقات)

سبحان اللہ! کیسا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بناء پر اللہ کا پیارا بن جائے گا اور اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ، وَالضُّحٰی اور سورۂ فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لیے کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں، ان کی یہ محبت بھی ان شاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے۔

یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی، حالانکہ بخاری میں اس کی مثل موجود تھی۔ چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقاً ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قباء شریف میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورت اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دوں گا مگر سورۂ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔ چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لیے لوگ ان کی امامت کو غنیمت جانتے تھے، ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء کی زیارت کے لیے تشریف لائے تب یہ مقدمہ بارگاہ عالی میں پیش کیا گیا۔ جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا۔ (مرقات) اس حدیث کو بزاز اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ص۲۵۵)

(1018) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؛ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عقبہ بن عامر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں کہ آج رات کچھ آیات اتری ہیں۔ ان جیسی نہیں دیکھی گئیں۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل قرأۃ المعوذتین، ج۱ص۲۰۰ رقم: ۱۲۲۶ سنن النسائی الکبری، باب الفضل فی قرأۃ المعوذتین، ج۱ص۳۲۰ رقم: ۱۰۲۶ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عامر الجهنی، ج۱۷ص۳۵۰ رقم: ۱۰۶۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
کیونکہ یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی بھی ہیں، دعا بھی اور مخلوق کے شر سے امن بھی، ہر مسلمان کو خصوصاً مسافر کو بہت مفید ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے ثواب اور فائدے کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اگرچہ سب کلام اللہ ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ کا رکن اسود باقی عمارت سے افضل اگرچہ سارا کعبہ بیت اللہ ہے۔
کہ یہ دو سورتیں فجر جیسی اہم نماز میں کافی ہوگئیں اور ان بڑی سورتوں کے قائم مقام ہوگئیں جو فجر میں پڑھی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سورتوں کو نماز میں پڑھنے کی وجہ سے حضرت عقبہ پر ان کے اسرار کھل گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبہ کچھ دیکھ لیا یہ سورتیں ایسی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۶)

(1019) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ، وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ، حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ، فَلَمَّا نَزَلَتَا، اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی اور انسانی نظر لگنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ معوذتین اتریں تو آپ نے ان دو کو لے لیا اور باقی چیزوں (تعوذات) کو ترک کر دیا۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرقیۃ بالمعوذتین ج۴ص۳۹۵ رقم: ۲۰۵۸ سنن النسائی الکبریٰ باب الاستعاذۃ ج۴ص۴۴۱ رقم: ۷۸۵۳)

شرح حدیث: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی فضیلت اور ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! پڑھو۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا پڑھوں؟ فرمایا، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ پھر میں نے یہ دونوں پڑھیں تو فرمایا، ان دونوں کو پڑھا کرو کیونکہ تم ان کی مثل ہرگز نہ پڑھ سکو گے۔
(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب قراءۃ القرآن، رقم ۷۹۳، ج ۲، ص ۸۴)

حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سورہ ھود اور سورہ یوسف کی آیتیں پڑھائیے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عُقبہ بن عامر! تم قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے زیادہ اللہ عزوجل کو محبوب اور اس کے نزدیک زیادہ بلیغ کوئی سورت ہرگز نہیں پڑھ سکو گے اگر تم سے ہو سکے تو نماز میں یہ سورت پڑھنا نہ چھوڑو۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، رقم ۱۸۳۹، ج ۳، ص ۱۵۹)

(1020) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِيَ: (تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ) رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں۔ اس نے ایک آدمی کے لیے سفارش کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت ہوگئی اور وہ سورت تبارك الذی بیده الملك ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ: تَشْفَعُ۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کے بجائے تشفع ہے یعنی کہ سفارش کرے گی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل سورة الملك، ج۵ص۱۶۴، رقم: ۲۸۹۱، سنن ابوداؤد، باب فی عدد الآی، ج۲ص۵۲۹، رقم: ۱۴۰۲، المستدرك للحاكم، تفسیر سورة الملك، ج۳ص۳۷۹، رقم: ۳۸۳۸، اتحاف الخیر المهرة للبوصیری، باب سورة الملك وفضلها، ج۶ص۹۶، رقم: ۵۸۷۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۹۹، رقم: ۷۹۶۲)

شرح حدیث: نجات دلانے والی

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا مگر انہیں علم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہاں کسی شخص کی قبر ہے جو سورہ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے پوری سورت ختم کی۔ وہ صحابی رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک قبر پر خیمہ تان لیا مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے جبکہ وہاں ایک ایسے شخص کی قبر ہے جو روزانہ پوری سورۃُ الملک پڑھتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہی روکنے والی ہے، یہی نجات دلانے والی ہے جس نے اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھا۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فضل سورۃ الملک، رقم ۲۸۹۹، ج ۴، ص ۴۰۷)

عذابِ قبر سے روک

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، جب بندہ قبر میں جائے گا تو عذاب اس کے قدموں کی جانب سے آئے گا تو اس کے قدم کہیں گے تیرے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورۂ ملک پڑھا کرتا تھا۔ پھر عذاب اس کے سینے یا پیٹ کی طرف سے آئے گا تو وہ کہے گا کہ تمہارے لئے میری جانب سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورہ ملک پڑھا کرتا تھا، پھر وہ اس کے سر کی طرف آئے گا تو سر کہے گا کہ تمہارے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورۂ ملک پڑھا کرتا تھا۔ تو یہ سورت روکنے والی ہے، عذاب قبر سے روکتی ہے، توراۃ میں اس کا نام سورۂ ملک ہے جو اسے رات میں پڑھتا ہے بہت زیادہ اور اچھا عمل کرتا ہے۔

(المستدرک، کتاب التفسیر، باب المانعة من عذاب القبر سورۃ الملک، رقم ۳۸۹۲، ج ۳، ص ۳۲۲)

(1021) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قِيْلَ: كَفَتَاهُ الْمَكْرُوْهَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ. وَقِيْلَ: كَفَتَاهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھیں تو یہ دونوں اس کو کافی ہوں گی۔ (متفق علیہ)

کافی ہونے کا معنی ہے کہ ہر مصیبت سے حفاظت کے لیے کافی ہیں' بعض نے کہا رات بھر کے قیام سے کافی ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل سورۃ البقرۃ، ج۶ص۱۸۸، رقم: ۵۰۰۸، صحیح مسلم، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ، ج۲ص۲۲۶، رقم: ۱۹۱۴، السنن الکبری للبیہقی، باب کم یکفی الرجل من قراۃ القرآن فی لیلۃ، ج۳ص۲۰، رقم: ۲۱۵۰، مسند الحمیدی، احادیث أبی مسعود، ج۱ص۲۱۵، رقم: ۴۵۲، مصنف عبدالرزاق، باب تعلیم القرآن وفضلہ، ج۳ص۳۷۷، رقم: ۶۰۲۰)

شرح حدیث: عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل نے مجھے اپنے عرش کے نیچے رکھے ہوئے خزانے میں سے ایسی دو آیتیں عطا فرمائیں جنکے ذریعے (سورۂ) بقرہ کا اختتام فرمایا، لہٰذا! انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نماز، قرآن اور دعا ہیں۔ (المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب آیتان من آخر سورۃ البقرۃ الخ، رقم ۲۱۱۰، ج ۲، ص ۲۶۸)

آسمان کا دروازہ

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ انہوں نے اپنے سر پر ایک آواز سنی تو اوپر سر اٹھایا اور عرض کیا، یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج ہی کھولا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ نیچے اترا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یہ ایک فرشتہ ہے جو زمین کی طرف اترا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ پھر اس فرشتے نے سلام کیا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو نوروں کی خوشخبری لیجئے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کئے گئے اور آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہ ہوئے، وہ (سورۂ) فاتحہ اور (سورۂ) بقرہ کی آخری آیتیں ہیں، آپ ان دونوں میں سے جو بھی حرف پڑھیں گے اس کے عوض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پر عطا ئیں کی جائیں گی۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ الخ، رقم ۸۰۶، ص ۴۰۳)

(1022) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ، اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَاُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد، ج۱ص۱۸۸، رقم: ۱۸۶۰ السنن الصغری، باب فی فضل القرآن وتخصیص سورۃ البقرہ ج۱ص۳۰۶، رقم: ۴۰۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرہ وآیة الکرسی، ج۵ص۱۵۶، رقم: ۲۸۷۷ سنن النسائی الکبری، ذکر ما یجیر من الجن والشیطان، ج۶ص۲۴۰، رقم: ۱۰۸۰۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ رضی الله عنه، ج۲ص۳۳۷، رقم: ۸۴۴۳)

شرح حدیث: زمین وآسمان کے درمیان چراغ

حضرت سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے عرض کیا، یارسول اللہ! میں رات کو (سورۂ) بقرہ کی تلاوت کررہا تھا کہ اچانک میں نے کسی چیز کے حرکت کرنے کی آواز سنی مجھے خیال آیا شاید میرا گھوڑا کھل گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابوعتیک پڑھو۔ میں وہاں سے پلٹا تو دیکھا کہ زمین وآسمان کے درمیان چراغ لٹکے ہوئے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرمارہے ہیں، اے ابوعتیک پڑھو۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ ملائکہ ہیں جو سورۃ بقرہ کی قراءت سننے کے لئے نازل ہوئے ہیں اگر تم پڑھتے رہتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق باب قراءۃ القرآن، رقم ۷۷۶، ج ۲، ص ۷۷)

(1023) وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا اَبَا الْمُنْذِرِ، اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَةٍ مِّنْ کِتَابِ اللهِ مَعَكَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ: (اَللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ) فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ، وَقَالَ: لِیَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابومنذر کیا تو جانتا ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے بڑی آیت جو تیرے پاس ہے وہ کون سی ہے؟ تو میں نے کہا اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم تو آپ نے میرے سینہ پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سورۃ الکهف وآیة الکرسی، ج۲ص۱۱۹، رقم: ۱۹۲۱ السنن الصغری، باب تخصیص آیة الکرسی بالذکر، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۸۷۳ المستدرک للحاکم، ذکر مناقب أبی بن کعب ج۳ص۳۶۵، رقم: ۵۳۲۶ مسند

امام احمد، حدیث المشائخ عن أبی بن کعب، ج۵ص۱۴۱، رقم: ۲۱۳۱۵، مسند عبد بن حمید، حدیث أبی بن کعب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۹۲، رقم: ۱۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابی ابن کعب اور آپ کے تین چچا زاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اے ابی ابن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کونسی ہے۔ (مرقات) اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر نزول ہوتا تھا۔

اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی اضافی ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو۔

پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتا دینے کی شارحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القاء فرمادیا پھر پوچھا تو آپ نے وہ ہی القاء کیا ہوا جواب عرض کر دیا حضرات صوفیاء کبھی نظر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں، ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے (از لمعات واشعہ) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے ان کے سینہ میں علوم کے دریا بہ گئے۔

یہ فرمان ہمارے عرض کئے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اے ابی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہو کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دین اور راہبر کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۴۸)

(1024) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ، فَاَتَانِيْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَبِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَاَصْبَحْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَقَالَ: اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوۃ صدقۃ الفطر کی حفاظت میرے سپرد کی پس کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اناج (کھجور) نکالنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاتا ہوں تو کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں اور عیال دار ہوں۔ سخت ضرورت ہے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تیرے گزشتہ رات کے چور نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے محتاجی اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے

سَيَعُوْدُ، لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِيْ فَإِنِّيْ مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُوْدُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ۔ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّكَ لَا تَعُوْدُ! فَقَالَ: دَعْنِيْ فَإِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُكَ اللهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، فَإِنَّهُ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِيَ اللهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ، قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: قَالَ لِيْ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ: (اَللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) وَقَالَ لِيْ: لَا يَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَنْ يَّقْرَبَكَ شَيْطٰنٌ حَتّٰى تُصْبِحَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ

اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ بول گیا ہے وہ پھر آئے گا' میں نے پہچان لیا کہ وہ آئے گا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ وہ آئے گا۔ میں اس کا انتظار کرنے لگا' وہ آیا اور غلہ (کھجور) لینے لگا۔ میں نے کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو بے شک میں محتاج ہوں۔ میرے ذمہ بچوں کا خرچ ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ پس مجھے ترس آ گیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا' صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات تیرے قیدی نے کیا' کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے محتاجی اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر آئے گا تو میں اس کے تیسری بار آنے کا انتظار کرنے لگا وہ آیا اور غلہ لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں ضرور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا یہ تیسری مرتبہ ہو گئی' تو ہر بار کہتا ہے کہ لوٹے گا نہیں۔ پھر لوٹ آتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں۔ ان سے اللہ کریم تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تو بستر پر آئے تو آیۃ الکرسی شروع سے آخری آیت تک پڑھ' اللہ کریم کی طرف سے صبح تک تم پر ایک محافظ رہے گا اور شیطان تیرے نزدیک نہ آ سکے گا۔ پس میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پس صبح کو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا' تمہارے رات کے قیدی نے کیا' کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ!—

ثَلَاثٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اس نے مجھے کہا کہ میں کچھ کلمات سکھا تا ہوں اور اس سے مجھے نفع ہوگا تو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اس نے مجھے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی اوّل سے آخر آیت تک پڑھو۔ اور اس نے مجھے کہا کہ (اس کے پڑھنے سے) ہمیشہ اللہ کی طرف سے تم پر نگہبان ہوگا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہیں آسکے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تجھے سچی بات بتائی ہے حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اے ابوہریرہ! تجھے کچھ پتہ ہے کہ تو تین دن سے کس سے مخاطب ہو رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا وکل رجلا فترك الوكيل شيئًا فاجازه الموكل فهو جائز ج۲ص۱۰۱ رقم: ۲۳۱۱ صحیح ابن خزیمہ، باب الرخصة فی تاخیر الامام صدقة الفطر عن یوم الفطر ج۴ص۹۱ رقم: ۲۴۲۴ مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن، الفصل الاوّل، ج۱ص۴۸۱ رقم: ۲۱۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا) یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرمادیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمالے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابوہریرہ کے سپرد ہوئی۔

(ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا) یعنی فطرے کا گندم چرانے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذائیں پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ساتھ ہی کوئلہ وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہوجاتا ہے، لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ ابلیس کے کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے اس لیے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کردی جائے تاکہ جن وانس کی چوری سے محفوظ رہے۔

(میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصًا صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب

اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم شیطان کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشا یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصل شکل میں نہیں دیکھ سکتے لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقات یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ۔

(میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے) ادائے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا ہے۔ وہ نہ محتاج ہے نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ ہے، دفینے کانیں اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ روزانہ مال پہنچاتا ہے، جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالٰی کی رحمت ہے، ناجائز دستِ غیب حرام۔

(میں نے اسے چھوڑ دیا) یا اس لیے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کرلی تھی مگر چوری حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے حق العبد رہتی ہے اور وہاں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے، پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے۔ دوسری صورت میں بندہ معاف نہیں کرسکتا ہاتھ ہی کٹیں گے یا اس لیے کہ اگر زکوۃ وخیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ نہ کٹیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے مال سے اپنے حق کے بقدر چوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا بہرحال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔

(اے ابوہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا) یعنی جب میں نماز فجر کے لیے حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر میرے کچھ عرض کیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر ظاہر و چھپی چیزیں دیکھتی ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو قبر کے اندر کے عذاب اور دلوں کے حال سے خبردار ہیں۔

مصرع   چشم تو بینندہ مافی الصدور   (اقبال)

(میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کردیا) اس جملہ میں فقیر کی عرض کی ہوئی توجیہ کی تائید ہوئی کہ حضرت ابوہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابوہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔

(وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا) اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالٰی نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتارہے

ہیں۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب — علی کل شیئ خبیر آمدی

(یقین ہوگیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا) یعنی آج شب کو میں خوب چوکنا رہا سویا نہیں، غافل نہ رہا، اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشا بھی دیکھنا تھا۔

(مجھے رحم آگیا اسے رہا کر دیا) حضرت ابو ہریرہ نے اس کا یہ قول کہ اب نہ آؤں گا اس کی توبہ سمجھا اس لیے چھوڑ دیا، اسے سچا نہ سمجھا، کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت اس کی توبہ پر ہے نہ کہ اسے غریب سمجھ کر اس بار بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا آپ نے خیال فرمایا کہ یہ جھوٹ سے توبہ کر چکا ہے اور اب سچ بول رہا ہے پہلے جھوٹا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے۔

(سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا اسے رہا کر دیا) اس رحم کی وجہ ابھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آئندہ چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا۔

(تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آجاتا ہے) خیال رہے کہ شیطان نے صرف ایک دفعہ یعنی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آؤں گا مگر حضرت ابو ہریرہ فرما رہے ہیں کہ تو کہہ جاتا ہے میں نہ آؤں گا اس لیے شارحین نے فرمایا کہ یہاں ترجمہ مضارع ہے مگر بمعنی ماضی ہے یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آؤں گا اور پھر آگیا یا حکمی و حقیقی دونوں طرح کہہ جانا مراد ہے یعنی تو پہلی بار میں حکما اور دوسری بار میں حقیقتاً کہہ گیا تھا کہ اب نہ آؤں گا لہذا یہ حدیث واضح ہے۔

(اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا) یعنی میں آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اس کے عوض مجھ پر یہ احسان کر دیں کہ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے ورنہ وہ حاضر ہو جانے پر راضی ہو جاتا ہے اب جس کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا سے ڈرتا ہے کہ کہتا ہے: اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یا جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی ہیبت چاہیے ڈاکٹر اقبال یوں دعا کرتے ہیں۔ شعر

مکن رسوا بروئے خواجہ مارا — حساب من زچشم او نہاں گیر

(جب آپ بستر میں جائیں) یعنی سونے کے لیے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر، بستر کا ذکر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا) یعنی خود رب تعالٰی یا اس کا مقرر کردہ، فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گر جانے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہے گا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔

(صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا) یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لیے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آسکے گا، مطلقًا قریب آنے کی نفی نہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں رہا کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہوجاتا ہے اور احتلام شیطان سے ہوتا ہے ہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کراسکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولًا تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقًا آگئے تو شیطان اسے اس موقعہ پر غافل نہ کرسکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، ان شاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(میں نے اسے چھوڑ دیا) اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا۔

(وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا) اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل دار واقف ہے اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے، اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔ دوا کی طاقت بیماری سے زیادہ چاہیئے قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر ناظر ہے کیوں، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مؤمن کو چاہیئے جہاں سے اسے علم ملے لے لے، ہاں بے دین کو استاد دین کا نہ بنائے یہاں حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا جیسے قابیل کو کوے نے طریقہ دفن سکھایا، مگر کوا ان کا استاد نہ تھا۔ خیال رہے کہ کافر و بے دین کی اچھی بات پر جلد اعتماد نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں زہر دے رہا ہو، یہاں جناب ابوہریرہ نے شیطان کی جب مانی جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی۔ چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لیے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھگانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی، اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی۔ پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کرسکتا ہے۔

(میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے) یعنی ابلیس تھا جو اس مال میں برکت مٹانے آیا تھا ورنہ اسے چوری کرنے کی

کیا ضرورت تھی، یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے، بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے تھے۔ بالکل حق ہے دلیل یہ حدیث ہے، فقیر کی اس مذکور شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے: اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا، قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا، وہ ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا۔ تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے، چوتھے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا تو جناب ابو ہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا۔ چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابو ہریرہ کا استاد ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۴۹)

(1025) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی ابتداء سے دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا اور ایک روایت میں ہے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ج۲ ص۱۹۹ رقم: ۱۹۱۹ صحیح ابن حبان، باب قراۃ القرآن، ج۳ ص۶۶ رقم: ۷۸۶ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب سورۃ الکھف وفضلھا، ج۶ ص۲۲۱ رقم: ۵۷۵۵ المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الکھف، ج۲ ص۲۱۶ رقم: ۳۳۹۱ السنن الصغری، باب تخصیص سورۃ الکھف بالذکر، ج۱ ص۳۱۳ رقم: ۸۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کرلیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہ ہی بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانے میں دجال ظاہر ہوا تو ان شاء اللہ اس کے فتنے سے یہ محفوظ رہے گا اور ہوسکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دین فتنہ گر کے شر سے بچا رہے گا۔ سورۂ کہف میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات پڑھنے والے پر ان شاء اللہ وہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد ہوئیں مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۵۲)

(1026) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ- عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِّنْ فَوْقِهٖ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ وَلَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ، فَقَالَ: هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ: اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهَا إِلَّا أُعْطِيْتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے۔ حضرت جبریل نے اپنے اوپر سے آواز سنی انہوں نے سر اٹھایا اور کہا آسمان کا یہ دروازہ آج کھلا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہ کھولا گیا پس اس سے فرشتہ اترا تو حضرت جبریل نے کہا یہ فرشتہ کبھی زمین پر نہیں اترا آج کے دن کے علاوہ۔ اس نے سلام عرض کیا: اور عرض کیا: آپ کو دو نوروں کی بشارت ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ دیے گئے۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں آپ ان میں سے جو حرف پڑھیں گے وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

اَلنَّقِيْضُ: اَلصَّوْتُ۔

نقیض: کے معنی ہیں آواز۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة، ج۲ص۱۹۸، رقم: ۱۹۱۳ السنن الصغریٰ للبیھقی، باب تخصیص خواتیم سورة البقرة بالذکر، ج۱ص۲۰۹، رقم: ۹۴۶ المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن ج۲ص۲۲۵، رقم: ۲۰۵۲ سنن النسائی الکبریٰ، باب فضل فاتحة الکتاب، ج۵ص۱۲، رقم: ۸۰۱۴ مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللّٰہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ص۳۱۳، رقم: ۳۱۷۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ نے اوپر سے آواز سنی) سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا بمعنی ٹوٹنا چونکہ لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز پیدا ہوتی ہے، اس لیے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں۔

(جو آج کے سوا کبھی نہ کھولا گیا) خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں، جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں، بعض دروازوں سے رزق آتے ہیں، بعض سے عذاب بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں، بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھولا گیا، آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کے لیے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا۔

(یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ اترا) یعنی نہ کسی کام کے لیے یہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کے لیے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں آیا ہے اس فرشتہ کا نزول حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت وعزت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے۔

(ان دونوروں سے جو آپ کو دیئے گئے) چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پلصراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنے والا آسانی سے اسے طے کرلے گا۔ اس لیے انہیں نور فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں پھر آپ پر یہ نور اترے تو بفضلہ تعالیٰ نورٌ علےٰ نور ہوئے۔

(آپ سے پہلے کسی کو نہ دیئے گئے) یعنی آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات وسورتیں نہ ملیں تو ریت انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیت نہیں، یوں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات بہت ہی افضل۔

(سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی آخری آیتیں) یعنی سورۃ بقر کا آخری رکوع لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ سے عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ تک۔

(ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا) یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے صدقہ سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے۔ (اشعہ) یا حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعا ہیں، ان میں سے ہر آیت قبول کی اور اس آیت کی دعا ان شاء اللہ منظور ہوگی۔ مرقات ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۰)

41- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَی الْقِرَائَةِ

تلاوتِ قرآن کے لیے جمع ہونا مستحب ہے

(1027) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ، وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بینهم، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ، وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر جمع ہوں اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور اس میں اس کو پڑھیں یا پڑھائیں تو ان پر سکینہ لازمی طور پر اترتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ کریم اِن کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۳، الاداب للبیهقی، باب من احب اللہ عزوجل واحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۸۵۵، المستدرك للحاكم، كتاب الحدود، ج ۶ ص ۲۲۷، رقم: ۸۱۵۹، سنن

ابوداؤد، باب فی المعونۃ للمسلم، ج ۴ص ۳۴۲، رقم: ۴۹۴۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ج ۲ص ۳۲۶، رقم: ۱۹۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو یعنی ہمیشہ کرنا افضل ہے۔

یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذکر الٰہی کے طبقے ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کے لیے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

سکینہ کی شرح" باب فضائل القرآن" میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دلی چین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

یعنی اللہ تعالٰی کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں۔ (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولٰی میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ص ۳۸۵)

42-بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ
وضو کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ) اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: (مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ) (المائدة: 6)

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''اے اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤ''۔ اللہ تعالٰی کے فرمان: ''اللہ تم کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن وہ تو تم کو پاک کرنے اور تم پر نعمت پوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ تم شکر کرو تک پڑھیں۔

شرح: حضرتِ صدرُ الاَفاضِل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اور تم بے وضو ہو تو تم پر وضو فرض ہے اور فرائض وضو کے یہ چار ہیں جو آگے بیان کئے جاتے ہیں۔

فائدہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہر نماز کے لئے تازہ وضو کے عادی تھے اگرچہ ایک وضو سے بھی

بہت سی نمازیں فرائض ونوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جُداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت وثواب کا موجب ہے۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جُداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا اور جب تک حَدَث واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض ونوافل سب کا ادا کرنا جائز ہوا۔

اور کہنیاں بھی دھونے کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، جمہور اسی پر ہیں۔ اسی طرح چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یہ مقدار حدیثِ مغیرہ سے ثابت ہے اور یہ حدیث آیت کا بیان ہے۔

(گٹوں تک پاؤں دھوؤ) یہ وضو کا چوتھا فرض ہے، حدیث صحیح میں ہے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو منع فرمایا اور عطاء سے مروی ہے وہ بہ قسم فرماتے ہیں کہ میرے علم میں اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے بھی وضو میں پاؤں پر مسح نہ کیا۔

مسئلہ: حیض ونفاس سے بھی غسل لازم ہوتا ہے، حیض کا مسئلہ سورۂ بقرہ میں گزر گیا اور نفاس کا موجِب غسل ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ تیمم کا بیان سورۂ نساء میں گزر چکا۔ (خزائن العرفان)

(1028) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' میری امت قیامت کے دن وضو کے اثر سے' روشن اعضاء والی بلائی جائے گی تو جو تم میں سے اپنی روشنی بڑھا سکے اس کو چاہیے کہ وہ بڑھائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء، ج۱ص۶۹، رقم: ۱۳۶ صحیح مسلم، باب استحباب اطالة الغرة والتحجيل فى الوضوء، ج۱ص۱۲۸، رقم: ۶۰۶ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب استحباب امرار الماء علی العضد، ج۱ص۵۷، رقم: ۲۶۲ صحیح ابن حبان، باب فضل الامة، ج۱۶ص۲۲۵، رقم: ۷۲۴۱ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۰۰، رقم: ۹۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ، پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوب صورت اور طاقتور ہوتا ہے۔ امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ، پاؤں آثارِ وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگر چہ پچھلی امتوں نے بھی وضوء کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہوگا، نیز جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا گئے، یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے، یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہوجانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی ان شاء اللہ یہ آثارِ وضوء ہوں گے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں۔ ہاں بے نمازی، فساق جنہوں نے بلاوجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزاءً اس سے محروم ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنی

امت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ آپ نیک کار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گنہگار ظلمانیوں کو بھی۔

غالبًا یہ آخری جملہ سیدنا ابو ہریرہ کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضوء حد مفروض سے زیادہ دھوئے تا کہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو۔ مطلب یہ ہے اعضائے وضوء حد سے کم نہ دھوؤ، زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ غرّہ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تحجیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو۔ چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کنپٹی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۲۷۸)

(1029) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان دار کا زیور وہاں پہنچے گا جہاں تک وضو پہنچتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۶۰۱، السنن الكبرى للبيهقي، باب استحباب امرار الماء على العضد، ج۱ص۵۶، رقم: ۲۶۰، سنن النسائي الكبرى، باب حلية الوضوء، ج۱ص۹۵، رقم: ۱۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، ج۳ص۳۷۱، رقم: ۸۸۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حِلْیَہ ح کے کسرہ سے، بمعنی رونق وحسن ہے اور ح کے زبر سے بمعنی زیور۔ حدیث میں دونوں قرأتیں ہیں، وضوء واؤ کے پیش سے اس ہی مشہور وضوء کو کہتے ہیں اور واؤ کے زبر سے وضوء کا پانی۔ یہاں واؤ کے زبر سے ہے یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق و زینت ہوگی یا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تا کہ وہ جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۲۷۹)

(1030) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ جسم سے نکل جائیں گے حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، ج۱ص۱۴۹، رقم: ۶۰۱، المعجم الاوسط، من اسمه عبدالله، ج۳ص۳۶۱، رقم: ۳۴۳۹، سنن ابن ماجه، باب ثواب الطهور، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۲۸۲، شعب الايمان للبيهقي، باب فضل الوضوء، ج۳ص۱۲، رقم: ۲۷۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان رضي الله عنه، ج۱ص۶۶، رقم: ۴۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں اچھے وضوء سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضوء کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضوء کیا کرے تو اس کے سارے

اعضاء کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

لطیفہ: ہم گنہگاروں کے وضوء کا غسالہ ماءِ مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہوسکتا اور اس کا پینا مکروہ، کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے، مگر حضور کے وضوء کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون متبرک ہے، کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے، ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصًا مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے، رب فرماتا ہے: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ آب زمزم حضرت اسماعیل کے پاؤں گا گویا دھوون ہے جس میں ہمارے حضور کی کُلی پڑی ہوئی ہے ہم سب کے لیئے شفا ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۱ص ۲۷۲)

(1031) وَعَنْهُ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس طرح وضو کیا جس طرح میں نے وضو کیا ہے پھر فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا زائد ثواب ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ج ۱ص ۱۲۲، رقم: ۵۶۶، مسند البزار، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج ۱ص ۹۷، رقم: ۱۳۲۲، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم، کتاب الطھارۃ، ج ۱ص ۲۹۵، رقم: ۵۲۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی فضل الوضوء، ج ۹ص ۳۷۲، رقم: ۷۱۰۹)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کے دھلنے کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوّث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔ امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبری میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سُنا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہوسکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لئے جس پانی کو مکلّف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے:

اوّل: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلّف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

دوم: نجاست متوسط اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

سوم: طاہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو،

(المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹)

وفهم جماعة من مقلديه ان هذه الثلثة اقوال فى حال واحد والحال انها فى احوال بحسب حصر الذنوب فى ثلثة اقسام كما ذكرنا اه وفيه ايضا رضى الله عن الامام ابى حنيفة ورحم اصحابه حيث قسموا النجاسة الى مغلظة ومخففة لان المعاصى لاتخرج عن كونها كبائر اوصغائر۔ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۸)

ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔

وسمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى لوكشف للعبد لرأى الماء الذى يتطهر منه الناس فى غاية القذارة والنتن فكانت نفسه لاتطيب باستعماله كمالا تطيب باستعمال ماء قليل مات فيه كلب اوهرة قلت له فاذن كان الامام ابوحنيفة وابويوسف من اهل الكشف حيث قالا بنجاسة الماء المستعمل قال نعم كان ابوحنيفة وصاحبه من اعظم اهل الكشف فكان اذا رأى الماء الذى يتوضأ منه الناس يعرف اعيان تلك الخطايا التى خرجت فى الماء ويميز غسالة الكبائر عن الصغائر والصغائر عن المكروهات والمكروهات عن خلاف الاولى كالامور المجسدة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شابا يتوضأ فنظر فى الماء المتقاطر منه فقال ياولدى تب عن عقوق الوالدين فقال تبت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اخر فقال له يااخى تب من الزنا فقال تبت ورأى غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسماع آلات اللهو فقال تبت۔ (المیزان الکبریٰ الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹)

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتا بلی مرگئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابوحنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ ممتاز کر سکتے

تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلافِ اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی اھ

وفيه ايضا رحمه الله تعالى مقلدى الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه حيث منعوا الطهارة من ماء المطاهر التى لم تستنجر لما يخر فيها من خطايا المتوضئين وامروا اتباعهم بالوضوء من الانهار والأبار اوالبرك الكبيرة وكان سيدى على الخواص رحمه الله تعالى مع كونه شافعيا لايتوضا من مطاهر المساجد فى اكثر اوقاته ويقول ان ماء هذه المطاهر لاينعش جسد امثالنا لتقذرها بالخطايا التى خرت فيها وكان يميز بين غسالات الذنوب ويعرف غسالة الحرام من المكروه من خلاف الاولى ودخلت معه مرة ميضأة المدرسة الازهرية فاراد ان يستنجى من المغطس فنظر ورجع فقلت لم قال رايت فيه غسالة ذنب كبير غيرته فى هذا الوقت وكنت انا رأيت الذى دخل قبل الشيخ وخرج فتبعته فاخبرته الخبر فقال صدق الشيخ قد وقعت فى زنا ثم جاء الى الشيخ وتاب هذا امر شاهدته من الشيخ: اه كله ملتقطا وسقته ههنا لجميل فائدته وجليل عائدته وليس ماعينته انت الة لقربة فى معنى ماعينه الشارع فلا يلتحق۔

اسی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضوخانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور اُنہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلاف اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضوخانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو

دیکھ کرلوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ توفرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھووَن دیکھا ہے جس نے اس کومتغیر کردیا ہے، اور میں نے اُس شخص کوبھی دیکھا تھا جوحضرت شیخ سے قبل وضوخانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کوحضرت شیخ نے جوکہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پرآ کرتائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کوآپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کوشارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت

(المیزان الکبری کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ا/١١٠)(فتاوی رضویہ، ج ٢، ٦٣ ـ ٦٤)

(1032) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ - اَوِ الْمُؤْمِنُ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَآءِ، اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ، خَرَجَ مِنْ يَّدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ، اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ، اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مسلم یا مومن وضوکرتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے اس کے چہرہ سے پانی کے یا آخری قطرہ کے ساتھ سب گناہ ڈھل جاتے ہیں جواس نے اپنی آنکھوں سے کئے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے تمام پکڑنے والے گناہ نکل جاتے ہیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے ستھرا ہوجاتا ہے پھر جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے متعلق ہر گناہ پانی سے یا پانی کے آخری قطرہ سے زائل ہوجاتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ج١ص١٢٨، رقم: ٦٠٠، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب کیفیۃ الوضوء، ج١ص٣٥، رقم: ٨٨، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول، ج١ص٦١، رقم: ٢٨٥، جامع الاصول لابن الاثیر، الفصل الثانی فی فضل الوضوء، ج٩ص٣٧٧، رقم: ٧٠١٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اسی لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ ان شاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہوجاتے ہیں۔

چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتی کہ دل ودماغ کے بھی گناہ، ان اعضاء کا ذکر اس لیئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن ومستحبات ادا کیئے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۷۳)

(1033) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ. فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا: اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوا بَعْدُ قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُّحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ. اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ، قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان آئے اور فرمایا: اے ایمان دار قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہوں ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا پسند کرتا ہوں۔صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے بھائی نہیں تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے۔تو آپ نے فرمایا: اگر کسی آدمی کے گھوڑے روشن پیشانی روشن اعضاء والے سیاہ گھوڑوں کے درمیان ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ یارسول اللہ! فرمایا: وہ لوگ بروز حشر روشن چہروں روشن اعضاء کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان سے پہلے پہنچا ہوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء، ج۱ص۱۵۰، رقم: ۶۰۰ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب اسباغ الوضوء، ج۱ص۸۲، رقم: ۳۹۲ صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء، ج۳ص۳۲۱، رقم: ۱۰۴۶ مسند ابی یعلی، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱۲ص۳۸۵، رقم: ۶۵۰۲ موطا امام مالک، باب جامع الوضوء، ج۱ص۳۸، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے، جہاں حضور زیارت قبور کے لیئے تشریف لے جاتے تھے۔ دار کے معنی گھر اور حویلی ہیں، اہل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔ مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ

مردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں، اس کے کلام وسلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے، رب فرماتا ہے: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا الآیۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں، وہ جو حدیث میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

(ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں) یعنی عنقریب وفات پا کر تم سے ملاقات کریں گے۔ ان شاء اللہ برکت کے لیے فرمایا ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لیے مشکوک ہے۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مؤمنوں سے ملیں گے۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔

(میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا پسند کرتا ہوں) یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کو دیکھ رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے، امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الْاٰیۃ۔

(میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے) یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتۂ ایمانی کی بنا پر، ورنہ حضور امت کے لئے روحانی والد ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھاوجیں، رشتۂ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں، اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے، اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب، حتی کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے۔ تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

(یا رسول اللہ آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے) صحابہ کا یہ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں، ذریعۂ علم کے متعلق ہے، یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے، محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی، یہ سوال وجواب علیم وخبیر سے ہی ہو سکتے ہیں۔

(کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا) سبحان اللہ! کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں

[illegible] چمکتے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مؤمن سیاہ [illegible] مطلب یہ ہے کہ آثار وضو کی خاص چمک صرف امت مصطفوی پر ہوگی۔ [illegible] سے مراد حوض کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے، اور نبیوں کے بھی حوض [illegible] انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ [illegible] سے پانی پلائیں گے۔ حوض کی پوری تحقیق ان شاء اللہ" باب [illegible]

[illegible] وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطٰى اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری ان کاموں پر راہنمائی نہ کروں جس کے ذریعہ اللہ کریم گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمایا: مشقت کے باوجود وضو مکمل کرنا۔ مسجدوں کی طرف قدموں کا زیادہ اُٹھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ تمہارا پہرہ ہے۔ یہ تمہارا پہرا ہے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: [illegible] اطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، ج ١ ص ١٢٦، رقم: ٢٠٢، سنن الكبرى [illegible] كتاب الطهارة، ج ١ ص ١٨١، رقم: ٥١، سنن ابن ماجه، باب [illegible] سنن ترمذي، باب ما جاء في اسباغ الوضوء، ج ١ ص ٢٨، رقم: ٥١)

شرح حدیث: [illegible] حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

[illegible] سے مراد [illegible] صغیرہ ہیں نہ کبیرہ نہ حقوق العباد۔ محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامۂ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا [illegible] نہ رہے۔ درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے۔

([illegible] تمہاری ان کاموں پر راہنمائی نہ کروں) یہ سوال و جواب اس لیئے ہے کہ تا کہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے ورنہ حضور [illegible] عرض پر موقوف نہیں۔

(مشقت کے باوجود وضو مکمل کرنا) پورے کرنے سے اعضائے وضو کامل دھونا، اور تین بار دھونا، اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔ مشقت سے مراد سردی، یا بیماری، یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے، یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۔

(قدموں کا زیادہ اُٹھنا) یا اس لئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ کہ ہر وقت نماز مسجد

میں پڑھنا، نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جا کر نماز پڑھے۔

(دوسری نماز کا انتظار کرنا) یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر، یا اس طرح کہ جسم گھر میں، یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو۔

رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رُباط ہے۔ رباط بڑی عبادت ہے، رب فرماتا ہے: وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۱۷۲)

(1035) وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء، ج۱ص۱۲۰، رقم: ۵۵۶ سنن البیهقی، باب فرض الطهور، ج۱ص۴۹، رقم: ۱۸۹ سنن الدارمی، باب ما جاء فی الطهور، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۷۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالك الاشعری، ج۹ص۳۴۲، رقم: ۲۲۹۵۲ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحافظة علی الوضوء، ج۱ص۱۲، رقم: ۳۸)

شرح حدیث: حضرت سیّدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لبابُ الاحیاء میں لکھتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں:

(۱) اپنے ظاہر کو احداث (یعنی ناپاکیوں اور نجاستوں) سے پاک کرنا۔ (۲) اعضاء کو جرائم اور گناہ سے پاک کرنا۔
(۳) اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔ (۴) اپنے باطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

ہر مرتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہر مرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی مزین کرنا) بھی پایا جاتا ہے تخلیہ عمل کا نصف ہے کیونکہ اجر کا ملنا اسی پر موقوف ہے اسی کی طرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ فرمان بھی اشارہ فرما رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔ (پ7، الانعام: 91)

پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان قُلِ اللّٰهُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے دل کو مزین کرنا ہے جبکہ (ثُمَّ ذَرْهُمْ) سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ

کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کر کے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اور اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت سے مزین کیا جائے۔

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔ (لباب الاحیاء ۴۷-۴۸)

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهِ فِيْ بَابِ الصَّبْرِ. وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِيْ اٰخِرِ بَابِ الرَّجَاءِ، وَهُوَ حَدِيْثٌ عَظِيْمٌ، مُشْتَمِلٌ عَلٰى جُمَلٍ مِّنَ الْخَيْرَاتِ.

باب الصبر میں یہ روایت تفصیل سے گزر چکی ہے اس باب میں عمرو بن عبسہ والی حدیث جو باب الرجاء کے آخر میں ہے وہ بہت بڑی حدیث ہے بہت سے بھلائی کے کاموں پر مشتمل ہے۔

(1036) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَّتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ - اَوْ فَيُسْبِغُ - الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ؛ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وضو کرے تو وہ کامل وضو کرے پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم)

وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے اے اللہ مجھے خوب توبہ کرنے والوں خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۵۷۶ صحیح ابن خزیمة، باب فضل التھلیل والشھادة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالرسالة، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۲۲۳ شعب الایمان للبیھقی، باب فضل الوضوء، ج۳ص۲۰، رقم: ۲۷۵۳ مشکوة المصابیح، کتاب الطھارة، الفصل الاول، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ مِنکُم فرما کر اشارۃً فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔

ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنزَلنَا پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاءاللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۷۷)

43-بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

اذان کی فضیلت کا بیان

(1037) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان اور پہلی صف کی کیا فضیلتیں ہیں پھر اس کا موقع قرعہ اندازی کے بغیر نہ ملے تو وہ اس کے لیے قرعہ اندازی کریں اور اگر اس کو جان لیں جو نماز کے لیے جلد آنے میں فضیلت ہے تو اس کی طرف دوڑ کر آئیں اور اگر وہ جان لیں جو عشاء اور صبح کی نماز میں فضیلت ہے تو ان دونوں کے لیے حاضر ہوں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

اَلْاِسْتِهَامُ: اَلْاِقْتِرَاعُ، وَالتَّهْجِيْرُ: اَلتَّبْكِيْرُ إِلَى الصَّلٰوةِ۔

استہام: قرعہ اندازی کو کہتے ہیں۔ تہجیر: کا مطلب ہے نماز کی طرف جلدی آنا۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستہام فی الاذان، ج۱ص۲۲، رقم: ۶۱۵ صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف

واقامتھا، ج۱،ص۳۱۰،رقم:۱۰۰۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاستہام علی الاذان، ج۱،ص۶۲۸،رقم:۲۰۰۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱،ص۳۲۷،رقم:۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۳،ص۵۴۳،رقم:۱۶۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کردیئے،لیکن اس کے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہوسکے،وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان وتکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں،خصوصًا امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہوسکتی۔

یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب۔

یعنی ظہر وجمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے،مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصًا جمعہ کے دن۔

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔(مرآۃ المناجیح،ج۱،ص۵۹۰)

پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،حضورِ پاک،صاحبِ لولاک،سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم صف پر تشریف لاتے تو قوم کے سینوں اور کاندھوں کو برابر فرماتے اور فرمایا کرتے،جدا جدا نہ رہو کہیں تمہارے دل جدا نہ ہوجائیں،بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(ابن خزیمہ،باب التغلیظ فی ترک تسویۃ الصفوف،رقم ۱۵۵۱،ج ۳،ص ۲۴)

حضرتِ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین،رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا،بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف یا اگلی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ،کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا،باب فضل الصف المقدم،رقم ۹۹۷،ج ۱،ص ۵۲۸،بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب،دانائے غُیوب،مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا،بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کیا،یارسول اللہ!اور دوسری صف پر؟تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا،بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے پھر عرض کیا یارسول اللہ!اور دوسری صف پر؟تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دوسری پر بھی۔

(مسند احمد مسند الانصار/حدیث ابی امامۃ الباھلی، رقم ۲۲۳۴۶، ج۸، ص ۲۹۵)

اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اذان دینے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔(پ24، حم السجدہ:33)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ آیت مؤذنین کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابی صَعْصَعَہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا ابوسَعِید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم جانوروں اور جنگل میں رہنے کو پسند کرتے ہو، لہذا جب تم جنگل میں ہوا کرو اور نماز کے لئے اذان دو تو بلند آواز کے ساتھ اذان دیا کرو کیونکہ مؤذِن کی آواز کو جو کوئی جن یا انسان یا دوسری چیز سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی۔ حضرت سیدنا ابوسَعِید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، رقم ۶۰۹، ج۱، ص ۲۲۲)

ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ بیشک میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ موذن کی آواز کو جو بھی درخت، پتھر، جن یا انسان سنے گا وہ اس کے لئے گواہی دے گا۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ آواز کی انتہا تک مؤذن کی مغفرت کردی جاتی ہے اور ہر خشک وتر چیز اس کے لئے گواہی دے گی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے، اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے ثواب کی مثل ثواب ملے گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت بالاذان، رقم ۵۱۵، ج۱، ص ۲۱۸)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، آواز کی انتہاء تک موذن کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اس کے لئے ہر خشک وتر چیز استغفار کرتی ہے۔(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب، رقم ۶۲۱۰، ج۲، ص ۵۰۰)

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور موذن کی آواز کی انتہاء تک

اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، اس کی آواز جو خشک و تر چیز سنتی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی مثل ثواب ملتا ہے۔ (سنن نسائی، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالاذان، ج ۲، ص ۱۳)

وضاحت

موذن کی آواز کی انتہا تک مغفرت کردیئے جانے سے مراد یہ ہے کہ جیسے جیسے اس کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے مغفرت بھی غایت تک پہنچتی جاتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر موذن کے مقام سے اذان کی آواز پہنچنے کی انتہا تک موذن کے گناہ بھر دیئے جائیں تو اللہ تعالیٰ وہ گناہ بھی معاف فرمادیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا رحمن عزوجل کا دستِ قدرت موذن کے سر پر ہوتا ہے اور بیشک موذن کی آواز کی انتہاء تک اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۱۹۸۷، ج ۱، ص ۵۳۹)

لوگ جب اذان اور صف اول کے ثواب کو جان لیں گے تو ہر ایک یہی چاہے گا کہ اسے اذان کا موقع دیا جائے تو ایسی صورت میں نزاع ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، مگر افسوس! کہ لوگ ان دونوں اعمال کے ثواب اور ان کی فضیلت سے لاعلم ہیں۔

(1038) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معاویہ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤذن لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی (اور بلند) گردنوں والے ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعه، ج ۱، ص ۰، رقم: ۸۷۸، سنن ابن ماجه، باب فضل الاذان، ج ۱، ص ۲۴۰، رقم: ۷۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج ۴، ص ۵۵۵، رقم: ۱۶۶۹، مسند الحارث، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۰۷، رقم: ۱۱۸، مصنف عبد الرزاق، باب البغی فی الاذان، ج ۱، ص ۴۸۳، رقم: ۱۸۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گردن فراز اور سر بلند ہوں گے، یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر، یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بدزیبی ہے۔ بعض مفسرین نے اعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے، بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم، یعنی مؤذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے، دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱، ص ۶۱۵)

اَلْفَزَعُ الْاَکْبَر سے بے خوفی

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری اور حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن تین اشخاص سیاہ مُشک کے ٹیلے پر ہوں گے، انہیں اَلْفَزَعُ الْاَکْبَر (یعنی بڑی گھبراہٹ) خوف زدہ نہیں کرے گی اور نہ ہی ان کا حساب ہوگا (۱) وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہو (۲) وہ شخص جو رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی مسجد میں اذان دے کر لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلائے اور (۳) وہ شخص جو دنیا میں غلامی میں مبتلا ہوا مگر غلامی نے اُسے طلبِ آخرت سے دور نہ کیا۔ (شعب الایمان، الحدیث ۲۰۰۲، ج ۲، ص ۳۴۸)

لمبی گردنوں والے

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سونے کی کرسیاں لائی جائیں گی جو موتیوں اور یاقوت سے جڑی ہوں گی، اس پر باریک اور سبز ریشمی کپڑے بچھے ہوں گے پھر ان پر نور کے گنبد بنائے جائیں گے اور یہ ندا کی جائے گی: مؤذنین کہاں ہیں؟ پس وہ کھڑے ہوں گے اور اُن کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی ان سے کہا جائے گا: اِن گنبدوں کے نیچے ان کرسیوں پر بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کا حساب فرمادے، بے شک آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔

(تاریخ بغداد، الرقم: ۴۴۸۰ داؤد بن ابراھیم بن داؤد۔۔۔۔۔۔۔الخ، ج ۸، ص ۳۷۴)

(1039) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعصعة: اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ - اَوْ بَادِيَتِكَ - فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مدى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلَا اِنْسٌ، وَلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تو بکریاں اور جنگل پسند کرتا ہے تو جب تو اپنی بکریوں میں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان کہہ اور اذان میں آواز بلند کر کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو بھی چیز (جن ہو یا انسان یا کوئی شے) سنتی ہے تو وہ قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الصوت بالنداء، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۶۰۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۵، رقم: ۱۱۳۲۲ السنن الکبری للبیہقی، باب رفع الصوت بالاذان، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۹۲۳ سنن النسائی، باب

رفع الصوت بالاذان ج۱ص۱۲ رقم: ۶۴۴ صحیح ابن حبان باب الاذان ج۳ص۵۲۶ رقم: ۱۶۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عرض کریں گے کہ مولے یہ مسلمان ہے، نمازی ہے، ہم نے اسے اذان دیتے دیکھا، اور کلمۂ شہادت پڑھتے سنا۔ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالٰی نے حیوانات، جمادات کو سمجھ گویائی سننے کی طاقتیں بخشیں ہیں، ان میں سے ہر ایک کا ثبوت قرآن کریم کی صریح آیات سے ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ایک حدیث منقول ہے کہ روزانہ شام کے وقت پہاڑ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا بھی گزرا، جب ان میں سے کوئی کہتا ہے ہاں تو سب خوش ہوتے ہیں۔ چاہیئے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے تا کہ گواہ زیادہ میسر ہوں غالبًا جن میں فرشتے بھی داخل ہیں اور انسان سے عام انسان مراد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۶۱۷)

(1040) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ، اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ، حَتّٰى إِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ، حَتّٰى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ، حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُوْلُ: اذْكُرْ كَذَا واذكر كَذَا - لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ - حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. التَّثْوِيْبُ: الْاِقَامَةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے اس کی ہوا آواز کے ساتھ خارج ہوجاتی ہے۔ تا کہ اذان نہ سنے جب اذان مکمل ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کے لیے تکبیر ہوتی ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ جب تکبیر مکمل ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے۔ حتیٰ کہ آدمی اور اس کی جان کے درمیان کھٹکتا ہے کہتا ہے اس بات کو یاد کر اس بات کو یاد کر ایسی باتیں جو اس کو پہلے یاد نہ تھیں۔ حتیٰ کہ آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں اسے یاد نہیں رہتا۔ (متفق علیہ) تثویب کا مطلب ہے اقامت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب اذا لم یدر کم صلی ثلاثا او اربعا سجد سجدتین ج۲ص۹۹ رقم: ۱۲۳۱ صحیح مسلم باب فضل الاذان وهرب الشیطان عند سماعه ج۲ص۶ رقم: ۸۸۵ السنن الکبرٰی للبیہقی باب الترغیب فی الاذان ج۱ص۴۳۲ رقم: ۲۱۱۵ سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالاذان ج۱ص۲۰۲ رقم: ۵۱۶ سنن الدارمی باب الشیطان اذا سمع النداء فر ج۱ص۲۹۵ رقم: ۱۲۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ نماز میں بلانے کے لیے دی جائے یا کسی اور مقصد کے لئے، جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ۔ لِلصَّلٰوۃِ اس لیے فرمایا تا کہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے۔

یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اوراذان میں دفع شیطان کی تاثیر ہے اسی لیے طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وباء جنات کے اثر سے ہے۔بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجودہوتاہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے۔دفن کے بعدقبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اورشیطان کے بہکانے کاوقت ہے،اس کی برکت سے شیطان بھاگےگا،نیز میت کے دل کوسکون ہوگا، نئے گھر میں دل لگ جائے گا،نکیرین کے سوالات کے جوابات یادآجائیں گے۔اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب" جاء الحق"حصہ اول میں دیکھو۔گوز مارنے سے مراداس کی انتہائی ذلت اورخوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتاہوا ہی بھاگا کرتا ہے۔

تثویب سے مراداقامت یعنی تکبیر ہےاس میں بھی اذان کی طرح اثر ہے۔

چیزوں سے مرادنماز سے غیر متعلق خیالات ہیں،تجربہ ہے کہ نماز میں وہ باتیں یادآتی ہیں جونماز کے باہر یادنہیں آتیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے شیطان کوانسانوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی قدرت دی ہے انسانوں کی آزمائش کے لئے،کتنی ہی کوشش کی جائے مگران وسوسوں سے کلی نجات نہیں ملتی۔چاہیئے کہ وسوسوں کی پرواہ نہ کرے نماز پڑھتارہے،مکھیوں کی وجہ سے کھانانہ چھوڑے۔

مسئلہ فقہی یہ ہے کہ اگر پہلی بار یہ واقعہ پیش آئے تو نئے سرے سے نماز پڑھے اوراگرآتارہتاہوتوکم رکعتوں کالحاظ کرے،مثلاً اگرشبہ ہوگیا کہ چار پڑھیں یاتین توتین مانے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی افضل سے مفضول کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔دیکھونماز،تلاوت قرآن اوررکوع اورسجود سے شیطان نہیں بھاگتا۔بھاگتاہےتواذان سے حالانکہ اذان سے نمازافضل ہے،حضورفرماتے ہیں کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے حالانکہ ابوبکرصدیق افضل ہیں۔(مرآۃ المناجیح،ج۱،ص۶۱۶)

(1041) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ ؛ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا جب تم اذان سنوتواس طرح کہوجس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پردرود پڑھو۔کیونکہ جس نے مجھ پرایک باردرود بھیجا اللہ کریم اس پردس بارخصوصی رحمت فرماتا ہے۔پھراللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ یہ جنت کا ایک مقام جواللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا توجس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیااس کے لیے شفاعت ثابت ہوگئی۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۳ رقم: ۸۷۵ سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ج۱ص۲۰۶ رقم: ۵۲۳ سنن ترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۸۶ رقم: ۳۶۱۴ سنن النسائی الکبری، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان، ج۱ص۵۱۰ رقم: ۱۶۴۲ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۸ رقم: ۶۵۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ بھی حَیَّ عَلَی الْفَلَاح بھی اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم بھی۔ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر لَاحَوْلَ پڑھے۔ چاہیئے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے، بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں، ان کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے، بلاوجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔

خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں، چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے، اس لیے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ "امید کرتا ہوں" تواضع اور انکساری کے لئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔ (مرقاۃ واشعہ) ہمارا حضور کے لیے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان و مال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے، ہم بھکاری ہیں، حضور داتا، انہیں دعائیں دینا، مانگنے، کھانے کا ڈھنگ ہے۔

یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کروں گا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے، ورنہ حضور ہر مؤمن کے شفیع ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد سوم میں دیکھو۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ ص۶۱۸)

ایک ہی بندے کے شایانِ شان

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو اسی طرح کہو (یعنی اذان کا جواب دو) پھر مجھ پر درودِ پاک بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک بھیجے گا اللہ عزوجل اس پر 10 رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ عزوجل سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، وسیلہ جنت میں ایک جگہ کا نام ہے اور وہ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کے شایانِ شان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، لہٰذا جو اللہ عزوجل سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کریگا اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی (یعنی اسے میری شفاعت ضرور ملے گی)۔ (سنن النسائی، کتاب الآذان، باب الصلاۃ علی النبی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۷۹، ص ۲۱۳)

(1042) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس طرح کہو جس طرح مؤذن اذان کہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یقول اذا سمع المنادی، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۶۱۱صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج۲ص۴، رقم: ۸۶۲سنن ابن ماجه، باب ما یقال اذا اذن المؤذن، ج۱ص۲۲۸، رقم: ۷۲۰مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۵، رقم: ۱۱۰۲۳مصنف عبدالرزاق، باب القول اذا سمع الاذان والانصات له، ج۱ص۳۷۸، رقم: ۱۸۴۲)

شرح حدیث: اذان کا جواب دینے والا جنّتی ہوگیا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب جن کا بظاہر کوئی بہت بڑا نیک عمل نہ تھا، وہ فوت ہوگئے تو رسول اللہ عزَّ وجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنّت میں داخل کردیا ہے۔ اس پر لوگ متعجب ہوئے کیونکہ بظاہر ان کا کوئی بڑا عمل نہ تھا۔ چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے گھر گئے اور ان کی بیوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ اُن کا کوئی خاص عمل ہمیں بتایئے تو انہوں نے جواب دیا: اور تو کوئی خاص بڑا عمل مجھے معلوم نہیں، صرف اتنا جانتی ہوں کہ دن ہو یا رات، جب بھی وہ اذان سنتے تو جواب ضرور دیتے تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج 40 ص 412،413 ملخصا)

(1043) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ، وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودَ نِ الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا اے اللہ اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب حضرت محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے تو اس کے لیے بروزِ حشر میری شفاعت لازم ہوگئی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعا عند النداء، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۶۱۴مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۳۵۴، رقم: ۱۴۸۵۹المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه سیف، ج۳ص۷۸، رقم: ۳۶۶۲سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الدعا عند الاذان، ج۱ص۲۰۸، رقم: ۵۲۹سنن ترمذی، باب ما جاء فی یقول الرجل اذا أذن المؤذن، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۲۱۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام کا نام "وسیلہ" ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام

مقام محمود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولہا بنائے جائیں گے، سارے اولین و آخرین، کفار و مؤمنین، انبیاء و مرسلین، بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال و وہم سے وراء ہیں، وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا، اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور یہیں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دروازۂ شفاعت کھلے گا۔

یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ و خاصہ کا مستحق ہوگا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے، لہذا مصیبت زدہ کو چاہیے کہ اس وقت دعا مانگا کرے اسی لیے مسلمان اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ خدایا ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ص ۴۲۰)

(1044) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مؤذن کی اذان سننے کے بعد کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے بغیر کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج۱ص۲۰۳، رقم: ۸۷۷، سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ج۱ص۲۰۷، رقم: ۵۲۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یقول اذا فرغ من ذلک، ج۱ص۴۱۰، رقم: ۲۰۱۰، سنن ترمذی، باب ما جاء ما یقول الرجل اذا أذن المؤذن، ج۱ص۲۱۱، رقم: ۲۱۰، مسند امام احمد، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۸۱، رقم: ۱۵۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی، جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ص ۴۲۲)

(1045) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دعا اذان اور تکبیر کے درمیان مانگی جائے وہ رد نہیں کی جاتی۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے

وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیة، ج۵ص۴۷۰، رقم: ۳۵۹۴، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الدعا بین الاذان والاقامة، ج۱ص۲۰۵، رقم: ۵۲۱، اتحاف الخیرة المهرة باب الدعا عند الاذان، ج۲ص۸۹، رقم: ۹۰۳، السنن الکبرٰی للنسائی باب الترغیب فی الدعاء بین الاذان والاقامة، ج۶ص۲۲، رقم: ۹۸۹۵، مسند امام احمد مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۱۱، رقم: ۱۲۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان و تکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعا مانگے قبول ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل دعا مانگے تا کہ اگلی حدیث پر عمل ہو جائے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم اس وقت کیا دعا مانگیں؟ فرمایا دین و دنیا کی امن و عافیت مانگو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱،ص۴۳۲)

44- بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ

نمازوں کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ) (العنکبوت: 45)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

شرح: حضرتِ صدرُ الاَفاضِل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا حضور سے اس کی شکایت کی گئی فرمایا اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ (خزائن العرفان)

(1046) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟ قَالُوْا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالَ: فَذٰلِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا اس کی میل میں سے کچھ باقی رہے گا۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں فرمایا تو یہی پانچ نمازوں

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کی مثال ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غلطیاں معاف فرماتا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا، ج۱ص۱۳۱، رقم: ۱۵۵۴، سنن الکبری للبیهقی، باب فرائض الخمس، ج۱ص۳۶۱، رقم: ۱۶۶۲، سنن ترمذی، باب مثل الصلوات الخمس، ج۵ص۱۵۱، رقم: ۲۸۶۸، سنن النسائی الکبری، باب فضل الصلوات الخمس، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۳۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل الصلوات، ج۱ص۲۸۳، رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے دو وجہ سے: ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میلِ دل کے لیے پانی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۳۴۰)

(1047) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازہ پر گہرے پانی والی بہتی نہر کی طرح ہے جس میں وہ پانچ دفعہ نہاتا ہو۔ (مسلم)

اَلْغَمْرُ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْكَثِيْرُ.

غمر: غین معجمہ پر زبر ہے اس کا مطلب ہے زیادہ گہری۔

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۱۵۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۷۷۰۰، سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج۳ص۶۳، رقم: ۴۷۵۲، اتحاف الخیرۃ المهرۃ، کتاب الایمان، باب فرض الصلاۃ، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۷۵۸، التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمه ابراهیم بن یحلس، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۱۰۶۱، مجمع الزوائد، باب فضل الصلاۃ، ج۱ص۳۱، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: پانچ مرتبہ غوطے

حضرتِ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک بھائی کا دوسرے

بھائی کی وفات سے چالیس راتیں پہلے انتقال ہوگیا۔ان میں سے پہلے مرنے والے کا ذکر سرورِ عالم،نورِ مجسم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں کیا گیا اور اس کی فضیلت بیان کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا دوسرا بھائی مسلمان نہیں تھا؟ تو صحابہ کرام علیھم الرضوان نے عرض کیا، کیوں نہیں اور اس میں کوئی بُرائی نہیں تھی۔تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے اسے کہاں پہنچادیا؟ نماز کی مثال ایسی ہے کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے پانی کی بڑی نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غوطے لگائے تو تمہارا کیا خیال ہے اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گی؟ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے اسے کہاں تک پہنچادیا؟

(مسند احمد، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، رقم ۱۵۳۴، ج ۱، ص ۳۷۵)

(1048) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً، فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) (هود: 114) فَقَالَ الرَّجُلُ اَلِيَ هٰذَا؟ قَالَ: لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لیا پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اس نے عرض کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''دن کی دوطرفوں میں نماز قائم کر اور رات کے اوقات میں یقینا نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں''۔ اس آدمی نے عرض کیا' کیا: یہ میرے لیے خاص ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ کفارۃ، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۵۲۶ صحیح مسلم، باب قولہ تعالیٰ " ان الحسنات یذھبن السیئات" ج۸ص۱۰۱، رقم: ۱۷۷، سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۴۲۵۴ صحیح ابن خزیمہ، باب فی فضائل الصلوات الخمس، ج۱ص۱۶۱، رقم: ۳۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مرد کا نام ابوالیسر ہے، کھجوروں کی دکان کرتے تھے، ایک عورت خریدنے کے لئے آئی، ان کا دل اس کی طرف مائل ہوگیا، بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں، اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا، وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر، یہ سخت نادم ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے۔ (اشعۃ مرقاۃ)

صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الایہ۔اب بھی ہم گنہگاروں کو معافی کے لیے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں بلکہ مؤمنوں کے سینے ان کا کاشانہ رحمت ہیں۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت اتری۔خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کناروں کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی،لہذا یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے،زلف زلفت سے بنا،بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔رب تعالی فرماتا ہے:وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ۔

(تو آپ نے فرمایا:میری تمام امت کے لیے ہے)یعنی یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے۔کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس وکنار گناہ صغیرہ ہے،ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس وکنار کرنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے،کہ یہ اللہ پر امن ہے۔یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقًا ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہوکر توبہ کرے،لہذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔یہاں مِنْ اُمَّتِی فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کے لئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

(مرآۃ المناجیح،ج ۱ ص ۵۳۱)

(1049) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔(مسلم)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ مکفرات ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۵۷۲ التاریخ الکبیر للبخاری من اسمہ عمر بن اسحاق ج ۶ ص ۵۲، رقم: ۱۹۸۹ اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری کتاب الایمان ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۲۶۳ سنن الکبرٰی للبیہقی باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلۃ من الصلوات اکثر من خمس ج ۲ ص ۳۶۶، رقم: ۳۶۲۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس ج ۱ ص ۱۱۸، رقم: ۲۱۳)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے،اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے،اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے،لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہوگئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک،زنا،چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیئے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۲۹)

(1050) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا، وَخُشُوعَهَا، وَرُكُوعَهَا، اِلاَّ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ تُؤتَ كَبِيْرَةٌ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس آدمی کو فرض نماز کا وقت آجائے وہ اس کو وضو کرکے، خشوع اور رکوع کے ساتھ بطریق احسن ادا کرے تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ (فضیلت وثواب) زمانہ بھر کے لیے ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ج۱ص۱۴۲، رقم: ۲۱۸ صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء، ج۳ص۳۱۹، رقم: ۱۰۴۴ السنن الصغری للبیہقی، باب الخشوع فی الصلاۃ، ج۱ص۲۲۷، رقم: ۸۸۸ مجمع الزوائد للہیثمی، باب فضل الصلاۃ، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۱۶۵۳ مسند امام احمد، حدیث ابی امامۃ الباہلی، ج۵ص۲۶۰، رقم: ۲۲۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ اور جمعہ۔ خیال رہے کہ فرض کا ذکر احترازی نہیں، کیونکہ نماز تہجد واشراق وعیدین کے وضو کا بھی یہی حال ہے۔ چونکہ اکثر وضو نماز پنجگانہ کے لیئے ہی ہوتے ہیں اس لیئے ان کا ہی ذکر فرمایا، نیز اگر کوئی وقت سے پہلے وضو کرے تب بھی یہی ثواب ہوگا۔

نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے، دل میں عاجزی اور خوف خدا ہو، نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پاؤں کی پشت، سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے۔ خشوع نماز کی روح ہے، رب فرماتا ہے: هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ صرف رکوع کا اسی لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے، نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے، یہود ونصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا، اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے، نیز رکوع مستقل عبادت نہیں، صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے۔ جیسے سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔

یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے۔ (لمعات)

یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۲۹)

45بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ
نمازِ صبح وعصر کی فضیلت کا بیان

(1051) عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْبَرْدَانِ: الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (متفق علیہ) البردان صبح وعصر کی نمازیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الفجر، ج ۱ ص ۱۱۹، رقم: ۵۷۴، سنن الکبری للبیہقی، باب من قال هی الصبح، ج ۱ ص ۶۶۶، رقم: ۲۱۷۳، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ الغداۃ، ج ۱ ص ۳۹۱، رقم: ۱۴۲۵، صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، ج ۱ ص ۸۳۲، رقم: ۱۷۳۹، صحیح مسلم، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، ج ۱ ص ۶۱۱، رقم: ۱۴۷۰)

شرح حدیث: میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نمازِ فجر وعصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۳۲۲۳، ج ۲ ص ۳۸۵)

(1052) وَعَنْ أَبِي زُهَيْرٍ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَنْ يَّلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي: الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل (ہمیشہ) نماز ادا کی وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ یعنی فجر اور عصر کی نماز۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظة علیهما، ج ۲ ص ۱۱۴، رقم: ۱۴۶۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمارۃ بن رویبۃ رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۱۳۶، رقم: ۱۷۲۵۹، مسند الحمیدی، حدیث عمارۃ بن رویبۃ، ج ۱ ص ۳۸۰، رقم: ۸۶۱، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصبح وصلاۃ العصر، ج ۱ ص ۱۶۴، رقم: ۳۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہ جائے گا، اگر گیا تو عارضی طور پر، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ بعض لوگ قیامت میں نمازیں لے کر آئیں گے مگر

ان کی نمازیں اہل حق کو دلوادی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والوں کو ان شاءاللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کرلی تو ان شاءاللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کرے گا، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نجات کے لئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں باقی کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ ان دو نمازوں میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، نیز یہ دن کے کناروں کی نمازیں ہیں، نیز یہ دونوں نفس پر گراں ہیں کہ صبح سونے کا وقت ہے اور عصر کاروبار کے فروغ کا، لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۶)

(1053) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللهِ، فَانْظُرْ يَا ابْنَ اٰدَمَ، لَا يَطْلُبَنَّكَ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ کے ذمہ وعہد میں ہے۔ تو اے ابن آدم! دیکھ اللہ کریم اپنے ذمہ میں سے کسی چیز کا تجھ سے تقاضا نہ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۱۵۲۵، السنن الکبری للبیہقی، باب من قال ھی الصبح، ج۱ص۳۶۳، رقم: ۲۲۶۸، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب من صلی الصبح فھو فی ذمۃ اللہ، ج۸ص۳۲، رقم: ۷۲۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷ص۲۲۲، رقم: ۶۹۵۰، مسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۵۶، رقم: ۲۵۹۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نمازی کی امان اور قسم کی، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

(1054) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ، فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ - وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ، وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں رات اور دن کے فرشتے باری باری سے آتے ہیں اور نماز صبح و نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر وہ جو رات بھر تمہارے پاس رہے، پھر جب چڑھتے ہیں تو اللہ کریم ان سے پوچھتا ہے حالانکہ اس کو ان کا خوب علم ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں ہم نے ان کو چھوڑا تو

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تو بھی وہ فرشتے پڑھ رہے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ العصر، ج۱ص۱۱۶، رقم: ۵۵۵ السنن الکبری للبیھقی، باب من قال ھی الصبح، ج۱ص۳۶۳، رقم: ۲۲۷۱ سنن النسائی الکبری، باب فضل صلاۃ الفجر، ج۱ص۱۷۵، رقم: ۴۵۱ صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، ج۵ص۲۸، رقم: ۱۷۳۶ صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظۃ علیھما، ج۲ص۱۱۳، رقم: ۱۴۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساٹھ فرشتے۔ ہر نابالغ کے ساتھ ساٹھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲، اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی ہے، ان ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں مگر فجر وعصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے کہ اگلے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری ابتداء وانتہا کے گواہ زیادہ ہوں۔

(پھر جب چڑھتے ہیں) اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف جہاں ان کا مقام ہے۔

(میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا) یہ سوال یا تو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کے لئے ہے یا نمازوں کی عظمت ان کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے کیونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے رب تو فسادی اور خون ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے؟ معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر اور درمیان کے گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا جن بندوں کی ابتداء اور انتہا ایسی اعلیٰ ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے ہوں گے، جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

(1055) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا، فَافْعَلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ نے چودھویں کی رات چاند کی طرف دیکھا فرمایا تم یقیناً اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کو دیکھنے میں تم کوئی مشقت نہیں کر رہے تو اگر ہو سکے تو تم طلوع آفتاب سے قبل کی اور نماز غروب آفتاب سے قبل کی نماز میں مغلوب نہ ہو تو ایسا کرو۔ (متفق علیہ) اور ایک

عَشْرَةَ. روایت میں ہے چودہویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ العصر، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۵۵۴ صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظۃ علیھما، ج۱ص۱۱۳، رقم: ۶۳۳ السنن الکبری للبیھقی، باب اوّل فرض الصلاۃ، ج۱ص۵۲۰، رقم: ۱۶۵۱ سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیۃ، ج۴ص۳۴۷، رقم: ۴۷۲۹ سنن ابن ماجہ، باب فیما انکرت الجھمیۃ، ج۱ص۱۲۳، رقم: ۱۷۷ صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، ج۱۶ص۴۷۰، رقم: ۷۴۴۲)

شرح حدیث: یہ مکمل روایت بخاری شریف میں یوں ہے:

حضرتِ سیِّدُنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں، ہم نبیِّ کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا تو ارشاد فرمایا: بے شک تم اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اُس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا، اگر تم سے ہو سکے تو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز (یعنی نمازِ فجر وعصر) ادا کرو۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ (پ16، طٰہٰ:130) (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، الحدیث ۵۵۴، ص۴۵)

حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالٰی کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کر رہی ہے اس پر سوالات وجوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت وسمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی جہت وسمت سے پاک ہے۔

(آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا) یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہو نہ گہنے، ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل وجان روح وایمان کو چمکاتا ہے، رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابدالآباد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اللھم صل وسلم وبارک علی بدر النبوۃ وشمس الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یوں کہہ لو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے جو دلوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر

پاشس نظرت الی لیلی چوبہ طیبہ رسی عرضے بکی

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہ ہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پڑی ہیں۔

لا تضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم ونقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الٰہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو، کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالیٰ کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ۔ (اشعہ، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالص عطاء ذو الجلال ہوگی، ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی یعنی فجر وعصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جائے گا اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو۔ (اشعہ)

(پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح وتحمید سے مراد نماز ہے، چونکہ فجر وعصر کی نماز میں رات ودن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر وتفریح کی غفلت کا وقت، ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے، رب فرماتا ہے: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا، نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۸۹)

(1056) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عصر کو ترک کیا اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من ترك العصر، ج۱ص۱۵۵، رقم: ۵۵۳ سنن النسائی، باب من ترك صلاة العصر، ج۱ص۲۳۶، رقم: ۴۷۴ السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية تاخير العصر، ج۱ص۴۴۴، رقم: ۲۱۷۷ مسند امام احمد، حديث بريدة الاسلمي رضي الله عنه، ج۹ص۱۳، رقم: ۲۳۰۰۷ مصنف عبد الرزاق، باب من ترك الصلاة، ج۲ص۱۲۴، رقم: ۵۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً عمل سے مراد وہ دنیوی کام ہے جس کی وجہ سے اس نے نماز عصر چھوڑی۔ ضبطی سے مراد اس کام کی برکت کا ختم ہونا، یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اعمال ضبط

ہو جائیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر وارتداد ہے۔ خیال رہے کہ نماز عصر کو قرآن کریم نے بیچ کی نماز فرما کر اس کی بہت تاکید فرمائی، نیز اس وقت رات و دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور یہ وقت لوگوں کی سیر و تفریح اور تجارتوں کے فروغ کا وقت ہے، اس لئے کہ اکثر لوگ عصر میں سستی کر جاتے ہیں ان وجوہ سے قرآن شریف نے بھی عصر کی بہت تاکید فرمائی اور حدیث شریف نے بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۵۸)

46-بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسَاجِدِ
مساجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان

(1057) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو صبح کے وقت مسجد کی طرف گیا یا شام کے وقت تو اللہ کریم نے اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی کا سامان تیار کیا ہے جب بھی وہ صبح کو جاتا ہے یا شام کو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من غدا الی المسجد وراح، ج ا ص ۲۲۵، رقم: ۶۳۱ صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات، ج ا ص ۶۳۲، رقم: ۱۵۵۶ السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج ۳ ص ۶۲، رقم: ۵۱۶۹ مستخرج ابو عوانۃ، باب بیان ثواب، ج ا ص ۳۱۱، رقم: ۸۷۲ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما جاء فی الزوم المساجد، ج ۷ ص ۱۱۵، رقم: ۳۴۶۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے، یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد میں جانے کا عادی ہو گا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نُزُل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے، چونکہ وہ پر تکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق، اس لئے جنتی کھانے کو نُزُل فرمایا گیا، ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۶۵۸)

(1058) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ مَضَى إِلَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ، لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللهِ، كَانَتْ خُطُوَاتُهُ، إِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيئَةً، وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے گھر میں خوب پاکیزگی حاصل کی پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف گیا۔ تاکہ اللہ کریم کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ایک اس کے گناہ کو گراتا ہے اور دوسرا اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا، ج ۲ ص ۱۳۱، رقم: ۱۵۵۳ السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج ۳ ص ۶۲، رقم: ۵۱۶۶ صحیح ابن حبان، باب الامامۃ والجماعۃ، ج ۵ ص ۳۹۲، رقم:

۲۰۰۰مسند ابی یعلی، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۱۱ص۶۵ رقم: ۶۲۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضو افضل۔ بعض لوگ بیمار پرسی کرنے باوضو جاتے ہیں۔

یہ گنہگاروں کے لیے ہے۔ نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔

غالبًا یہاں صلوۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت، اور بہت سی توجیہیں ہوسکتی ہیں۔

اور انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے، اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے اور فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں ریح نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۲۶۲)

(1059) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَا تُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ، فَقِيْلَ لَهُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا لِّتَرْكَبَهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ، قَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ مَمْشَايَ اِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى اَهْلِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی تھا میرا خیال ہے کہ وہ مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی کوئی نماز جماعت سے نہ رہتی اس کو میں نے یا کسی اور نے کہا کہ تو گدھا خرید لے تاکہ اندھیرے اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو کر آیا کرے اس نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پڑوس میں ہو میرا ارادہ یہ ہے کہ میرا مسجد میں آنا اور لوٹنا لکھا جائے جب میں گھر جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل كثرة الخطاء الى المساجد، ج ۱ص۳۳۷، رقم: ۱۵۲۶، سنن الكبرى، باب فضل بعد الممشى الى المسجد، ج ۳ص ۶۳، رقم: ۵۱۶۸، سنن ابو داؤد، باب ما جاء في فضل المشي الى الصلاة، ج ۱ص۲۰۸، رقم: ۵۵۵، مسند امام احمد بن حنبل، حديث ابى عثمان النهدي، ج ۵ص ۱۳۳، رقم: ۲۱۲۵۰، مسند عبد بن حميد، حديث ابى كعب رضى الله عنه ص۸۳، رقم: ۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیا تم جانتے ہو؟

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درمیانے قدم چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں درمیانے قدم کیوں چلتا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا، جب تک بندہ نماز کی طلب میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں درمیانے قدم اس لئے چلتا ہوں تا کہ نماز کی طلب میں زیادہ قدم چل سکوں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب کیف المشی الی الصلوۃ، رقم ۲۰۹۲، ج ۲، ص ۱۵۱)

(1060) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ، فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ. فَقَالَ: بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ فَقَالُوْا: مَا يَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِّوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ مسجد کے نزدیک کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی آپ نے ان کو فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے گھروں سے تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ تمہارے گھروں سے تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں یہاں سے اب منتقل ہونا بالکل پسند نہیں ہے۔ (مسلم) بخاری نے اس کا معنی حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج ۱، ص ۲۵۱، رقم: ۱۵۵۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۳، ص ۳۳۲، رقم: ۱۴۶۰۶، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل المشی الی المساجد للصلاۃ، ج ۱، ص ۲۳۰، رقم: ۴۵۱، تخریج احادیث الکشاف، سورۃ یس، الحدیث الاول، ج ۱، ص ۱۶، رقم: ۱۰۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی المشی الی المساجد، ج ۳، ص ۲۱۸، رقم: ۴۰۹۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا) یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے۔

یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنالیں، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلہ خالی کر دینا گوارا کرلیا۔

(تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں) تمہارے نامۂ اعمال میں ثواب کے لیے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا، واعظین اس پر وعظ کریں گے، جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے، ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کے لئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کے لئے آئے گا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے یعنی غافلوں کے لیے دوری گھر نحوست ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۲۶۰)

(1061) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ اَبْعَدُهُمْ اِلَيْهَا مَمْشًى، فَاَبْعَدُهُمْ. وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْهَا ثُمَّ يَنَامُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے اجر کے اعتبار سے سب سے زیادہ وہ ہے جو اس کی طرف زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔ اس کے بعد باقیوں میں سے زیادہ دور سے آنے والا۔ اور جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ اس سے زیادہ اجر والا ہے جو نماز پڑھے اور سوجائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ، ج۱ ص۱۳۲، رقم: ۶۵۱ صحیح مسلم، باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد، ج۳ ص۱۳۰، رقم: ۱۵۲۵ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل بعد الممشی الی المسجد، ج۳ ص۶۴، رقم: ۵۱۷۷ صحیح ابن خزیمہ، باب فضل المشی الی المساجد، ج۲ ص۳۷۸، رقم: ۱۵۰۱ مسند ابی یعلی، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۱۳ ص۲۲۳، رقم: ۷۲۴۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو، پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر قدم ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے، ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بدعقیدہ ہے تو اور جگہ جاسکتا ہے۔

(جو نماز پڑھے اور سوجائے) خواہ اکیلے نماز پڑھ کر، خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت

اول کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے، ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہو تو اکیلا ہی پڑھ لے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۶۵۹)

(1062) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَشِّرُوا الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تاریکیوں میں مسجدوں کی طرف چلنے والوں کو روزِ حشر پورے نور کی خوشخبری دو۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی المشی الی الصلاۃ فی الظلم، ج۱ص۲۲۰، رقم: ۵۶۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ج۱ص۲۳۵، رقم: ۲۲۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد بالصلاۃ، ج۳ص۶۳، رقم: ۵۱۶۳، المستدرک للحاکم، کتاب الامامۃ وصلاۃ، ج۱ص۲۹۰، رقم: ۷۶۸، سنن ابن ماجہ، باب المشی الی الصلاۃ، ج۱ص۲۵۷، رقم: ۷۸۱)

شرح حدیث: احرام باندھنے والے حاجی کی طرح

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے چلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو صرف چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا، اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح پڑھنا کہ درمیان میں کوئی لغویات نہ کی جائے علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلوۃ، رقم ۵۵۸، ج۱، ص۲۳۱)

(1063) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ. فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ رَوَاهُ مُسْلِم۔

حضرت عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وضو کرے کامل وضو کرے پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (جو بندہ ایسا کرے اور کہے) اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ج۱ص۱۱۰، رقم: ۶۰۲، سنن الکبرٰی [illegible] مستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، ج۱ص۱۹۵، رقم: ۷۰۰، سنن ابن ماجہ باب

ما جاء فی اسباغ الوضوء ج اص۱۴۸ رقم: ۴۲۷ سنن ترمذی باب ما جاء فی اسباغ الوضوء ج اص۳۸ رقم: ۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ مِنْکُمْ فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔

(پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں) یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

(جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں) یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقہ میں اسے بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ا ص ۲۷۷)

(1064) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِیْمَانِ، قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ: (اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ) الْاٰیَة (توبہ 18) رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وقال: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد میں آتا ہے تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو اللہ نے فرمایا: اللہ کریم کی مسجدوں کو صرف وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ ج۵ص۱۲ رقم: ۲۶۱۶ السنن الکبرٰی للبیہقی باب فضل المساجد وفضل عمارتها بالصلاۃ ج۳ص۶۶ رقم: ۵۱۸۶ المستدرک للحاکم کتاب الامامۃ والصلاۃ ج اص۳۹۱ رقم: ۷۷۰ سنن ابن ماجہ باب لزوم المساجد وانتظار الصلاۃ ج اص۲۶۲ رقم: ۸۰۲ سنن الدارمی باب المحافظۃ علی الصلوات ج اص۳۰۲ رقم: ۱۲۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ہر نماز کے لیے وہاں حاضر ہو، وہاں کی صفائی کرے، مرمت کا خیال رکھے، جائز زینت میں مشغول ہو، وہاں بیٹھ کر دینی مسائل بیان کرے، وہاں درس دے یہ سب مسجد کی خبر گیری میں داخل ہیں۔

کیونکہ یہ چیزیں ایمان کی علامتیں ہیں۔خیال رہے کہ یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مؤمن سمجھتے اور کہتے ہیں۔گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں۔لہذا یہ حدیث" باب الایمان بالقدر"کی احادیث کے خلاف نہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا، جنت کی چڑیا کہا، حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا، فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا۔نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اسے مؤمن نہ کہا جائے گا، جیسے اس زمانہ کے نمازی منافق اور اس زمانہ کے نمازی اور مسجدوں کے خدمت گار مرزائی، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ سُوْرَۃُ سُوْرَۃٌ قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔

اور اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموما مؤمن وں ہی کو ملتی ہے۔دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مؤمن وں کو ہے کفار کو نہیں اسی لیے منافقوں کی مسجد ضرار گرا دی گئی تھی۔مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا، اس کو سجانا سب داخل ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۶۸۱)

47-بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلٰوۃِ
نماز کے انتظار کی فضیلت کا بیان

(1065) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوۃٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُهٗ، لَا یَمْنَعُهٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوۃُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز میں ہی ہوتا ہے جب تک نماز اس کو روکتی ہے۔اس کو گھر والوں کی طرف لوٹنے سے صرف نماز ہی روکتی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ج۱ ص ۱۲۲، رقم: ۶۵۹ صحیح مسلم، باب فضل الصلاۃ الجماعۃ وانتظار الصلاۃ، ج۲ ص ۱۲۹، رقم: ۱۵۴۲ السنن الکبری للبیهقی، باب فضل المساجد وفضل عمارتها بالصلاۃ فیها، ج۲ ص ۶۵، رقم: ۵۱۸۳ سنن ابو داؤد، باب فی فضل القعود فی المسجد، ج۱ ص ۱۲۶، رقم: ۴۷۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی القعود فی المسجد وانتظار الصلاۃ من الفضل، ج۲ ص ۱۵۰، رقم: ۳۳۰)

شرح حدیث: حضرت سیّدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لباب الاحیاء میں لکھتے ہیں:

حُسنِ نیت کی بدولت

اگر عمل بغیر نیت اور نیت بغیر عمل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمل کے بغیر صرف نیت بلا نیت عمل سے بہتر ہے، کیونکہ ایسا عمل جس سے پہلے نیت ہو اس کا ثواب اس سابقہ نیت کی وجہ سے ہے لہٰذا نیت بہتر ہے

کیونکہ یہ وہ ارادہ ہے جو اصل علم سے پیدا ہوتا ہے اور یہ دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے پس ہر حال میں مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں گزرا۔

جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ گناہ، عبادات اور مباحات کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، پس جو چیز فی نفسہٖ گناہ ہے وہ نیتِ عبادت سے عبادت نہیں بنتی۔ اور عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک اس کے ساتھ نیت نہ ہو، پھر دائمی اور اچھی نیت عبادت کے درجہ کو بڑھا دیتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک فعل تعداد کے اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ حُسنِ نیت کی بدولت وہ بہت سی عبادات بن جائے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: بے شک جو بندہ مسجد میں بیٹھا، اس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کیا اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اِکرام کرے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فصل المشی الی المساجد، الحدیث ۲۹۴۳، ج۳، ص۸۲) (المعجم الکبیر، الحدیث ۶۱۴۵، ج۶، ص۲۵۵)

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دیدار کی نیت کرے، نماز کے انتظار کی نیت کرے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں ہی ہوتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، اعضاء کو گناہوں سے روکنے اور مسجد کو اپنے لئے پناہ گاہ بنانے کی نیّت کرے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذِکر اور قرآنِ حکیم کی تلاوت سننے کی نیت کرے، تو یہ سب پے در پے نیکیاں ہیں جنہیں نیت کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو وہ بھی حُسنِ نیت سے عبادت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، اس پر توجہ دینی چاہئے، اسی طرح تمام حرکات وسکنات حُسنِ نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے اور اس نیت کے ذریعے جانوروں سے ممتاز رہے کیونکہ جانوروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر کام ارادہ ونیت کے بغیر کرتے ہیں۔ (لباب الاحیاء ۳۶۷)

(1066) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک بے وضو نہیں ہوتا۔ فرشتے یوں کہتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری. باب الحدث فی المسجد. ج۱ص۹۱، رقم: ۴۴۵ السنن الکبری للبیھقی. باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاہ. ج۲ص۱۸۵، رقم: ۳۱۲۹ سنن ابو داؤد. باب فی فضل القعود فی المسجد. ج۱ص۱۶۶، رقم: ۴۶۹ سنن ترمذی.

باب ما جاء فی القعود فی المسجد وانتظار الصلاۃ، ج۲ص۱۵۱، رقم: ۳۳۱، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۶۶، رقم: ۶۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا یہاں صلوۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت، اور بہت سی توجیہیں ہوسکتی ہیں۔

یعنی انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے، اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے۔

یعنی فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں ریح نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۶۶۲)

(1067) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَآءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَمَا صَلّٰى، فَقَالَ: صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا، وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز عشاء کو آدھی رات تک موخر فرمایا۔ پھر نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف اپنے رخ انور کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم ہمیشہ نماز میں ہو جب تک تم اس کا انتظار کرتے رہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ج۱ص۱۳۳، رقم: ۶۶۱، صحیح ابن حبان، باب مواقیت الصلاۃ، ج۳ص۳۹۶، رقم: ۱۵۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۳ص۳۶۷، رقم: ۱۳۹۹۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال من انتظر الصلاۃ فھو فی صلاۃ، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۴۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نماز پڑھنے سے مراد پڑھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کے لئے بلاتے تھے نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کر لیتے، وہ سمجھتے تھے کہ حضور کے ساتھ قضا علیحدہ ادا سے افضل ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشاء پڑھ لی یا وہ عورتیں، بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سو گئے، اہل کتاب مراد نہیں کیونکہ ان کے دین میں عشاء تھی ہی نہیں۔

شطر لیل سے مراد تقریبًا آدھی رات ہے یعنی تہائی۔ اَخَّرَ سے معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا

اختیار دیا گیا ہے، آپ بعطاء الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا انتظار مطلقاً عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت، اسی لئے اس حالت میں انگلیوں میں انگلی ڈالنا منع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱،ص۵۸۰)

48-بَابُ فَضْلِ صَلٰوۃِ الْجَمَاعَۃ — باجماعت نماز کی فضیلت کا بیان

(1068) عَنْ ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنے سے تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۱۵۰۹ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۳ص۸۵، رقم: ۵۱۵۲ صحیح ابن حبان، باب الامامۃ والجماعۃ، ج۵ص۴۰۳، رقم: ۲۰۵۲)

شرح حدیث: منافقت سے براءت

• حضرت سیّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جو شخص مؤذِّن کی آواز سن کر اس کا جواب نہ دے اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ شہنشاہِ خوش خِصال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: جو شخص چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور اس کی تکبیر اُولیٰ (یعنی پہلی تکبیر) فوت نہ ہو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے لئے دو براءتیں لکھ دیتا ہے: (۱) منافقت سے براءت (۲) دوزخ کی آگ سے براءت۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضیلۃ التکبیرۃ الاولی، الحدیث ۲۴۱، ج۱،ص۱۶۶، بتغیر)

(1069) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَۃٍ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلَاتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وفی سُوْقِہٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّہٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ، لَا یُخْرِجُہٗ اِلَّا الصَّلٰوۃُ، لَمْ یَخْطُ خَطْوَۃً اِلَّا رُفِعَتْ لَہٗ بِھَا دَرَجَۃٌ، وَحُطَّتْ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃٌ، فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ، مَا لَمْ یُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ،

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کی باجماعت نماز اس کی گھر اور بازار والی نماز پر پچیس گنا بڑھا دی جاتی ہے اور یہ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کی طرف نکلے اور اسے صرف نماز ہی نکالے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹایا جاتا ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز والی جگہ میں رہے جب تک بے وضو نہ ہو۔ وہ کہتے

وَلَا يَزَالُ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

ہیں: اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اس پر مہربانی فرما اور وہ اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۱ص۱۳۱، رقم: ۶۴۷، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی المشی الی المساجد، ج۹ص۴۱۲، رقم: ۷۰۸۵، مشکوۃ المصابیح، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الاول، ج۱ص۱۵۵، رقم: ۷۰۲)

شرح حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا عبید اللہ بن عمر قَوَارِیْرِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، مگر افسوس! ایک مرتبہ میری عشاء کی جماعت فوت ہوگئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا، میں اس کی خاطر مُدَارَات (مہمان نوازی) میں لگا رہا۔ فراغت کے بعد جب مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اب میں سوچنے لگا کہ ایسا کون سا عمل کیا جائے جس سے اس نقصان کی تلافی ہو۔ یکایک مجھے اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان یاد آیا کہ باجماعت نماز، منفرد کی نماز پر اکیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح پچیس اور ستائیس درجے فضیلت کی حدیث بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵۔۶۴۶، ص ۵۲، لم اجد باحدی وعشرین)

میں نے سوچا، اگر میں ستائیس مرتبہ نماز پڑھ لوں تو شاید جماعت فوت ہو جانے سے جو کمی ہوئی وہ پوری ہو جائے۔ چنانچہ، میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر مجھے نیند نے آلیا۔ میں نے اپنے آپ کو چند گھڑ سواروں کے ساتھ دیکھا، ہم سب کہیں جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک گھڑ سوار نے مجھ سے کہا: تم اپنے گھوڑے کو مشقت میں نہ ڈالو، بے شک تم ہم سے نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا: میں آپ کے ساتھ کیوں نہیں مل سکتا؟ کہا: اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی ہے۔ (عیون الحکایات ۹۴)

(1070) وَعَنْهُ، قَالَ: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَرَخَّصَ لَهٗ، فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ، فَقَالَ لَهٗ: "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ؟" قَالَ: نَعَمْ. قَالَ:

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ساتھ کوئی چلنے والا نہیں جو مجھے مسجد میں لائے تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ پس آپ نے اس کو اجازت دے دی جب وہ واپس پلٹا تو آپ نے

فَأَجِبْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس کو بلایا فرمایا کیا تو اذان سنتا ہے اس نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ نے فرمایا پھر آ (یعنی مسجد میں آ کر با جماعت نماز پڑھا کرو)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب یجب اتیان المسجد علی من سمع النداء، ج۱ص۱۲۲، رقم: ۱۵۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعۃ، ج۳ص۵۰، رقم: ۵۱۳۳، سنن النسائی الکبریٰ، باب المحافظۃ علی الصلوات الخمس حیث ینادی بہن، ج۱ص۲۹۶، رقم: ۹۲۲، المحرر فی الحدیث لابن عبد الھادی، باب صلاۃ الجماعۃ، ص۲۴۴، رقم: ۳۶۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب الجماعۃ وفضلھا، الفصل الاول، ج۱ص۲۲۲، رقم: ۱۰۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤذن کے بلاوے کو قبول کرو اور مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کہ لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے، وہ دور کے لوگ جہاں اذان نہ پہنچی ہو ان کے لیے بھی مسجد آنا بہت بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں، اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔ دوسرے یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کر دے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے، دیکھو نابینا ہیں بیمار ہیں مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا، بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اذان کی آواز پہنچے سے مراد آج کل کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز نہیں یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض علماء نے ان احادیث کی بناء پر جماعت کو فرض عین مانا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۷۸)

(1071) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ - وَقِيْلَ: عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ - الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّهَلًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَمَعْنٰى حَيَّهَلًا: تَعَالَ.

حضرت عبداللہ سے روایت ہے اور کہا گیا کہ حضرت عمرو بن قیس المعروف حضرت ابن ام مکتوم ﷺ مؤذن (رسول اللہ) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مدینہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح سنتے ہو تو پھر مسجد میں آیا کرو۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اور حیھلا کا معنی ہے: آؤ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، ج۱ص۲۱۰، رقم: ۵۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما

جاء فی التشدید فی ترک الجماعة من غیر عذر' ج۲ص۵۸' رقم: ۵۱۴۷سنن النسائی' باب المحافظة علی الصلوات حیث ینادی بهن' ج۲ص۱۰۹' رقم: ۸۵۱صحیح ابن خزیمه' باب امر العمیان بشهود صلاة الجماعة' ج۲ص۳۶۷' رقم: ۱۴۸۰)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

وللبیهقی عنه سأله ان یرخص له فی صلاة العشاء والفجر قال هل تسمع الاذان قال نعم مرة اومرتین فلم یرخص له فی ذلک ۱؎ وله عن کعب بن عجرة جاء رجل ضریر الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیه ایبلغک النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب ۲؎ ولاحمد وابی یعلی والطبرانی فی الاوسط و ابن حبان عن جابر واللفظ له قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتها ولو حبوا ۳؎

(۱؎ مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲ / ۴۳) (۲؎ مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲ / ۴۲) (۳؎ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعۃ والاعذار الخ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴ / ۲۵۲)

بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ ان کو عشاء اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ بتایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہوسکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

فکان ذلک فیما نری والله تعالٰی اعلم انه رضی الله تعالٰی عنه لم یکن یشق علیه المشی وکان یهتدی الی الطریق من دون حرج کما یشاهد الآن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی المؤطا فرأیته نص علی ذلک نقلا فقال و حمله العلماء علی انه کان لایشق علیه المشی وحده ککثیر من العمیان۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا فضل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۱ / ۲۶۷)

اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی

منہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی علی المواہب کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہٖ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے اھ

ویترجح بحث العلامۃ الشامی حیث بحث ایجاب الجمعۃ علی امثال ھؤلاء فقال بل یظھر لی وجوبھا علی بعض العمیان الذی یمشی فی الاسواق ویعرف الطرق بلا قائد ولاکلفۃ ویعرف ای مسجد ارادہ بلاسؤال احد لانہ حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسہ بل ربما تلحقہ مشقۃ اکثر من ھذا تامل۔ (ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۲)

اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائد اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تامل اھ

ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ما ذکرہ المحققان من معنی الرخصۃ عن الجمھور فقال اجاب الجمھور عنہ بانہ سأل ھل لہ رخصۃ ان یصلی فی بیتہ وتحصل لہ فضیلۃ الجماعۃ بسبب عذرہ فقیل لا قال ویؤید ھذا ان حضور الجماعۃ یسقط بالعذر باجماع المسلمین ودلیلہ من السنۃ حدیث عتبان بن مالک اھ

(شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲)

پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کرکے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضری جماعت کے سقوط پر تمام اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس بارے میں مروی ہے۔ (ت)

اقول وقد علمت ما فی ھذا انتاثید فان الشان فی ثبوت الحرج لہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وبعض

عتبان کان ممن یتحرج بالمشی وحدہ دون ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما، ثم ان الامام النووی استشعر ورود قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجب فاجاب باحتمام انہ بوحی نزل فی الحال وباحتمال تغیر اجتہادہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبان الترخیص کان بمعنی عدم الوجوب وقولہ فاجب ندب الی الافضل۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد فاجب کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کررہا ہو۔

اقول اما الاولان فتسلیم للقول واما حمل فاجب علی الندب فخلاف الظاھر لاسیما مع بنائہ علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلاف ظاہر خصوصاً جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۷۴۔۷۵)

(1072) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ، ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دوں پھر کسی آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کو امامت کرائے پھر میں ان آدمیوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے تو ان پر ان کے گھروں کو جلادوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ج۱ص۱۳۱، رقم: ۶۴۴، صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۵۱۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعۃ من غیر عذر، ج۳ص۵۵، رقم: ۵۱۲۱، سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، ج۱ص۲۱۳، رقم: ۵۴۸، سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی

التعلف عن الجماعۃ، ج۱،ص۲۵۱، رقم:۶۹۱)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز کی جماعت قائم کرا کر خود تحقیقات کے لیے محلے میں جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سلطان دینی ضرورت کے وقت جماعت چھوڑ سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تشریف لے جانا تبلیغ کے لیے ہوتا۔

(جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے) یعنی بلا عذر، لہذا اس سے چھوٹے بچے، عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ کوئی صحابی بلا وجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے۔ لہذا روافض کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے غلط ہے، رب نے ان کے تقوی اور جنتی ہونے کی گواہی دی اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔

(ان کے گھروں کو جلا دوں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی، کیونکہ نور مجسم رحمت عالم سراپا اخلاق تارکین جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کو گھر بار جلانے کی سزا نہ دی جائے سوائے تارک جماعت کے کہ سلطان اس کو یہ سزا دے سکتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑے اہم ہیں۔

ان لوگوں کے نزدیک جماعت اور مسجد کی حاضری دنیوی معمولی نفع کے برابر بھی نہیں کہ تھوڑے نفع کے لیے جاگ بھی لیں سفر بھی کرلیں مشقتیں بھی اٹھالیں مگر جماعت کے لیے مسجد میں آتے جان نکلتی ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو امام بن کر پیسوں اور روٹیوں کے لیے تو نمازی ہو جائیں اور امامت سے الگ ہو کر جماعت تو کیا نماز بھی چھوڑ دیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۲۷۷)

(1073) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى غَدًا مُّسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى، وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کل (قیامت کے روز) مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو اس کو ان نمازوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ جب بھی ان کے لیے پکارا جاتا ہے پس بے شک اللہ کریم نے تمہارے رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ مؤکدہ سنتیں بنائی ہیں۔ اور یہ (یعنی باجماعت نماز) مؤکدہ سنتوں میں سے ہے اور اگر تم اس طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھو جس طرح یہ پیچھے رہ جانے والا۔ اپنے گھر میں نماز

بِهٖ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پڑھتا ہے تو تم نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت کو ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت کو ترک کر دیا تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ہم نے دیکھا کہ ہم میں سے صرف وہ آدمی جماعت سے پیچھے رہتا جس کا منافق ہونا معلوم ہوتا۔ (پھر یہ کیفیت ہوگئی) کہ ایک آدمی کو دو کے درمیان سہارے سے چلا کر لایا جاتا حتیٰ کہ صف میں اس کو کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ.

ان ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مؤکدہ سنتیں سکھائیں اور مؤکدہ سنتوں میں سے ایک نماز ہے جس میں اذان دی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی، ج۱ص۲۳۲، رقم: ۱۵۲۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعۃ من غیر عذر، ج۳ص۵۸، رقم: ۵۱۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۳۸۲، رقم: ۳۶۲۳، مصنف عبدالرزاق، باب شھود الجماعۃ، ج۱ص۵۱۶، رقم: ۱۹۷۹، مسند ابن ابی شیبۃ، ماروا‌ہ عبداللہ بن مسعود، ص۶۲۶، رقم: ۳۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث نے گزشتہ عتاب کی احادیث کو واضح کر دیا کہ وہاں خطاب منافقوں سے تھا کیونکہ صحابہ نماز کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ مریض سے وہ بیمار مراد ہے جو کسی طرح مسجد میں نہ پہنچ سکے نہ چل کر نہ کسی کے کندھوں پر جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا۔ ایسی حالت میں رخصت ہے کہ گھر پڑھ لے۔ سبحان اللہ!

جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کریمہ کے طور پر کیے وہ سنت زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا اور جو کام عبادۃً کیے وہ سنت ہدیٰ ہیں۔ سنت ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور غیر مؤکدہ، جو کام حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ کیے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب اور جو کام کبھی کبھی کیے وہ غیر مؤکدہ ہیں لہٰذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں۔

جہاں جماعت ہوتی ہے کیونکہ اذان جماعت ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی

پابندی کرنے والے کو ان شاء اللہ ایمان وتقویٰ پر خاتمہ نصیب ہوگا، یہ حدیث ان کے لیئے بڑی بشارت ہے۔

پنجگانہ نمازیں مسجد میں باجماعت سنت ہدیٰ میں سے ہیں۔

مرقاۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم گھروں میں باجماعت بھی نماز پڑھ لو تب بھی حاضری مسجد کی سنت کے تارک ہو۔ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ میں کسی خاص منافق کی طرف اشارہ ہے جو تارک جماعت تھا۔ خیال رہے کہ جماعت واجب ہے، اسے یہاں سنت فرمانا اس لئے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ یہ خوش خبریاں اس کے لیے ہیں جو گھر سے وضو کر کے مسجد کو جائے اور بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا یا کوئی اور ذکر کرتا ہوا جائے جیسا کہ "باب المساجد" میں عرض کیا جاچکا ہے۔

اس کی شرح پہلے گزر گئی، صحابہ میں یہ عمل کیوں نہ ہوتا، انہوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری کی حالت میں اس طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پیارے ہیں اور جماعت کی نماز، مسجد کی حاضری، مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کر کے جانِ جاناں آفریں کے سپرد کی۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۲۹٦)

(1074) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ، وَلَا بَدْوٍ، لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابودرداء ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین آدمی اگر کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور جماعت نہ قائم کی جائے تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ تم جماعت کو لازم پکڑو بھیڑیا ریوڑ سے دور جانے والی بکری کو ہی کھاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعة، ج۱ص۲۱۳، رقم: ۵۴۷، سنن نسائی، باب التشدید فی ترک الجماعة، ج۲ص۱۰٦، رقم: ۸۴۷، مسند ابن ابی شیبة، ما رواه ابوالدرداء رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم، ص۳۵، رقم: ۲۱، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، باب ما جاء فی ترک حضور الجماعة، ج۲ص۱۴۰، رقم: ۱۲۰۸، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب فرض الجماعة فی غیر الجمعة علی الکفایة، ج۳ص۵۴، رقم: ۵۱۲٦، مسند امام احمد، بقیة حدیث ابی الدرداء رضی الله عنه ج٦ص۴۴٦، رقم: ۲۷۵۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ انہیں دوسرے ذکر و اذکار سے بھی روک دیتا ہے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا غفلت کا دروازہ ہے۔

کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دور ہو جاتا ہے ایسے ہی جماعت کا تارک جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۲۹۱)

49- بَابُ الْحَثِّ عَلٰی حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَآءِ

صبح وعشاء کی جماعت میں حاضر ہونے کی ترغیب دینا

(1075) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ، فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ، فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ، كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

اور ترمذی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عشاء کی نماز باجماعت میں شامل ہوا اس کے لیے آدھی رات کا قیام ہے اور جو عشاء وفجر کی نمازوں میں جماعت سے حاضر ہوا اس کے لیے پوری رات کے قیام کی طرح ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۱۵۲۳، السنن الکبرٰی، باب ما جاء فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۳ص۶۰، رقم: ۵۱۶۲، سنن ابوداؤد، باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۱ص۲۱۷، رقم: ۵۵۵، سنن الدارمی، باب المحافظۃ علی الصلوات، ج۱ص۳۰۳، رقم: ۱۲۲۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج۱ص۵۸، رقم: ۴۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ج۱ص۲۳۳، رقم: ۲۲۱)

شرحِ حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ عشاء کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر، تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھ لے اسے ساری رات عبادت کا ثواب۔ دوسرے یہ کہ عشاء کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشاء کی جماعت سے زیادہ بھاری ہے، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ جماعت سے

مراد تکبیر اولی پاتا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ص ۵۹۲)

(1076) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ فجر وعشاء کی نماز باجماعت میں جو کچھ فضیلت ہے جان لیں تو ان کے لیے ضرور آئیں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهِ.

اس سے پہلے یہ حدیث تفصیل سے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستهام فی الاذان، ج۱ص۲۲، رقم: ۵۹۰، صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف واقامتها، ج۱ص۳۱، رقم: ۱۰۰۹، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاستهام علی الاذان، ج۱ص۴۲۸، رقم: ۲۰۹۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱ص۴۳۷، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۴ص۵۴۳، رقم: ۱۶۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ص ۵۹۰)

ساری رات عبادت کرنے سے بہتر

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سُلَیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولها، رقم ۲۲۳۴، ج ۳، ص ۵۳)

اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگر چہ گھسٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، رقم ۲۱۴۹، ج ۲، ص ۱۶۵)

(1077) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں پر سب سے زیادہ مشکل نمازیں فجر و عشاء ہیں۔ ان میں جو ثواب ہے اگر اس کے بارے لوگ جان لیں تو ان میں ضرور حاضر ہوں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، ج۱ص۲۳۱ رقم: ۶۵۷ صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنها، ج۲ص۱۲۳ رقم: ۱۵۱۴ السنن الکبری للبیهقی، باب فضل الصف الاول، ج۳ص۱۰۲، رقم: ۵۳۹۸ سنن الدارمی، باب ای الصلاۃ علی المنافقین اثقل، ج۱ص۳۲۶ رقم: ۱۲۷۲ مسند احمد بن حنبل، حدیث أبی بصیر العبدی، ج۵ص۱۳۱، رقم: ۲۱۳۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ منافق صرف دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشاء کے وقت نیند کا غلبہ، فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کر دیتی ہے۔ اخلاص و عشق تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں وہ ان میں ہے نہیں، لہذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ان دو نمازوں میں سستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۹۱)

50-بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَالنَّهْيِ الْاَكِيْدِ وَالْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ فِيْ تَرْكِهِنَّ

فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم اور ان کے ترک پر سخت وعید اور سخت ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) (البقرة: 238).

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔

وقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ) (التوبة: 5).

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

(1078) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ، قَالَ: اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ، قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ، قَالَ: الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: نماز وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاۃ لوقتہا، ج۱ص۱۹۷، رقم: ۵۰۴ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۶۴ سنن الدارقطنی، باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاۃ، ج۱ص۲۳۱، رقم: ۲ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۰۹، رقم: ۳۸۹۰ مسند ابی عوانۃ، بیان افضل الاعمال، ص۶۵، رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

حدیث ۴: ابوداود و طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انی فرضت علی امتك خمس صلوات، وعهدت عندی عهدا انه من جاء یحافظ علیهن لوقتهن ادخلته الجنة، ومن لم یحافظ علیهن فلا عهد له عندی۔

(سنن ابی داود حدیث نمبر ۴۳۰ دار احیاء السنۃ النبویۃ مصر ۱/ ۱۱۷)

میں نے تیری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کرلیا جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنّت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

من صلی الصلاة لوقتها فاقام حدها كان له علی عهد ا دخله الجنة ومن لم یصل الصلاة لوقتها ولم یقم حدها لم یكن له عندی عهد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة۔

(سنن الدارمی، باب استحباب الصلوۃ فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۲۳)

جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنّت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنّت میں۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خُوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے:

وعزتی وجلالی لایصلیها عبد لوقتها الا ادخلته الجنّة ومن صلاها لغیر وقتها ان شئت رحمته وان شئت عذبته۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعۃ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۸۱)

مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنّت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی الصلواۃ لوقتها واسبغ لها وضوْها واتم لها قیامها وخشوعها ورکوعها وسجودها خرجت وهی بیضا مسفرۃ تقول حفظك الله کماحفظتنی، ومن صلا الصلوٰۃ لغیر وقتها فلم یسبغ لها وضوْها ولم یتم لها خشوعها ولا رکوعها ولاسجودها خرجت وهی سوداء مظلمۃ تقول ضیعك الله کما ضیعتنی حتّٰی اذاکانت حیث شاء الله لفت کمایلفّ الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه۔ (معجم اوسط حدیث نمبر ۳۱۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۸۶)

جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو وقیام وخشوع ورکوع وسجود پُورا کرے وہ نماز سفید روشن ہوکر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو وخشوع ورکوع وسجود پُورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہوکر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزّوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸: ابُوداوٗد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال علمنی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فکان فیا علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس۔ (سنن ابی داوٗد باب المحافظۃ علی الصلوات مطبوعہ مجتبائی پاکستان ۱/۶۱)

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسائلِ دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی محافظت کر۔

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، داری عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اى العمل احب الى الله قال الصلاة على وقتها۔

میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پُوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزّوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔ (بخاری شریف باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶)

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال جاء رجل فقال يا رسول الله اى شيئ احب الى الله فى الاسلام قال الصلاة لوقتها ومن ترك الصلاة فلا دين له والصلاة عماد الدّين۔

(شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳/۳۹)

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے، فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

حدیث ۱۱: طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلث من حفظهن فهو ولى حقا، ومن ضيعهن فهو عدوى حقا، الصلاة والصيام والجنابة۔

(معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتب المعارف ریاض ۹/۴۴۵)

تین ۳ چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن، نماز اور روزے اور غسلِ جنابت۔

حدیث ۱۲: امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی:

ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه كتب الى عُمّاله ان اهم امركم عندى الصلاة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها اضيع الحديث۔

(مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(نوع آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳: بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک وامام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابومحمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی: بھذا امرت (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے)۔ (بخاری شریف کتاب مواقیت الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۵)

ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں:

عن ابن شهاب انه سمع عروة بن الزبير يحدث عمر بن عبد العزيز عن ابی مسعود الانصاری ان المغيرة بن شعبة اخر الصلاة فدخل عليه ابومسعود فقال ان جبريل نزل على محمد صلى الله تعالى عليه وسلم فصلى وصلى وصلى وصلى ثم صلى ثم صلى ثم صلى ثم صلى ثم قال هكذا امرت۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا باب وقوت الصلوۃ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۵)

(یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کرکے عرض کی: ایسا ہی حضور کو حکم ہے)۔

مسند امام ابن راہویہ میں مطول ومفصل ہے:

فی اخرہ ثم قال جبریل مابین هذین وقت صلاة۔

(نصب الرایۃ بحوالہ سند ابن راہویہ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/ ۲۲۳)

(پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۷۸ ۲)

(1079) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری "باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس" ج۱ص۱۱ رقم: ۸۔ صحیح مسلم "باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "بنی الاسلام علی خمس" ج۱ص۳۲ رقم: ۱۲۱۔ السنن الکبرٰی للبیہقی "باب اصل فرض الصلاۃ" ج۱ص۳۵۸ رقم: ۱۶۴۰۔ سنن ترمذی "باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس" ج۵ص۵ رقم: ۲۶۰۹۔ سنن النسائی الکبرٰی "باب علی کم بنی الاسلام" ج۶ص۵۳۱ رقم: ۱۱۷۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طوٰی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ

تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(اللہ کے رسول ہیں) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جائے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(بیت اللہ کا حج کرنا) اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲)

(1080) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ. فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ، اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں جب وہ یہ کام کرلیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا سوائے حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کریم کے ذمہ ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب "فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم" ج۱ص۱۲، رقم: ۲۵، صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج۱ص۲۸، رقم: ۱۳۴، سنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی قتال الضرب الثانی من اہل الردۃ بعد رسول اللہ، ج۸ص۱۷۷، رقم: ۱۶۱۷۷، سنن النسائی، باب وجوب الجہاد، ج۶ص۶، رقم: ۳۰۹۰، سنن سعید بن منصور، باب جامع الشہادۃ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حَتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ

کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۔ باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ لہذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

اور چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز وزکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز وزکوۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے۔

(حق اسلام کے ساتھ) یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۱۰)

(1081) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: اِنَّكَ تَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّهٗ

حضرت معاذ ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف (قاضی) بنا کر بھیجا۔ تو فرمایا: تو ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں ان کو اس طرف بلانا کہ وہ یہ گواہی دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ یہ گواہی دیں تو ان کو بتانا کہ اللہ کریم نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ کریم نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاج لوگوں میں بانٹ دی جائے گی۔ اگر وہ یہ

لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللہِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

تسلیم کرلیں تو اپنے آپ کو ان کے عزت والے مالوں سے بچانا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج ۱، ص ۱۰۲، رقم: ۱۳۹۵، صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشھادتین وشرائع الاسلام، ج ۱، ص ۲۷، رقم: ۱۳۰، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال لا یخرج صدقۃ قوم منھم من بلدھم، ج ۷، ص ۸، رقم: ۱۳۵۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی زکاۃ السائمۃ، ج ۲، ص ۱۹، رقم: ۱۵۸۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ، ج ۳، ص ۲۱۲، رقم: ۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جارہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔

(جو اہل کتاب ہیں) اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

یعنی صرف مشرکین کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد، کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیئے اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے اور حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیئے اور یہ کہ آفیسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں ورنہ وہ تبلیغ نہیں کرسکتے۔

(ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں) یعنی جب وہ مسلمان ہوجائیں تو انہیں نماز کے احکام سناؤ سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا صرف پانچ نمازوں کا فرمایا یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لیے روزے کا ذکر نہیں زکوۃ کا ہے حالانکہ روزہ زکوۃ سے پہلے فرض ہوچکا تھا۔ لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

یہاں اِنْ بمعنی اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتادینا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوۃ نہ سکھانا کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہوجانے کی اجازت نہیں لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوۃ کے لیے نماز شرط ہے۔

(محتاج لوگوں میں بانٹ دی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لیے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ کافر زکوۃ نہیں دے سکتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلاسخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوۃ نہیں لے سکتا جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھُمْ سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا، یہاں تُؤْخَذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔

زکوۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا۔

(مظلوم کی بددعا سے بچنا) یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جارہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی نہ زبانی کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے۔ اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱)

(1082) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ، تَرْكَ

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترک نماز کا فاصلہ ہے۔ (مسلم)

الصَّلٰوةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ج۱ص۶۱، رقم: ۲۵۶، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی تکفیر من ترک الصلاۃ عمداً من غیر عذر، ج۳ص۳۶۵، رقم: ۶۴۳۰، مسند ابی عوانۃ، باب بیان افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۱۴۴)

شرح حدیث: جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا

اللہ عزوجل نے جہنمیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے۔ (پ29، المدثر: 42تا45)

آنکھوں کی سیاہی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میری آنکھوں کی سیاہی باقی رہنے کے باوجود میری بینائی جاتی رہی تو مجھ سے کہا گیا: ہم آپ کا علاج کرتے ہیں کیا آپ کچھ دن نماز چھوڑ سکتے ہیں؟ تو میں نے کہا: نہیں، کیونکہ دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے نماز چھوڑی تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب فرمائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فی تارک الصلاۃ، الحدیث: ۱۶۴۳، ج۲، ص۲۶)

(1083) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: العَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان (نومسلموں) کے درمیان ہے نماز ہے جس نے اس کو ترک کر دیا وہ کافر ہوا۔ امام اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (اس حدیث میں کفر ناشکری کے معنی میں ہے یا یوں کہ جو نماز ترک کرنے کو گناہ نہ جانے وہ مراد ہے۔)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ج۵ص۱۳، رقم: ۲۶۲۱، سنن النسائی، باب الحکم فی تارک الصلاۃ، ج۱ص۲۳۱، رقم: ۴۶۳، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی تکفیر من ترک الصلاۃ عمدا من غیر عذر، ج۳ص۳۶۶، رقم:

۱۶۳۳سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی من ترك الصلاة، ج۱ص۳۴۲ رقم: ۱۰۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حديث بريدة الاسلمی رضی الله عنه، ج۹ص۳۲۶ رقم: ۲۲۹۸۶)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

قد جاء من عمرو عبدالرحمن بن عوف و معاذ بن جبل و ابی هريرة و غيرهم من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتی يخرج وقتها فهو كافر مرتد، ولايعلم لهؤلاء مخالف۔ (الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ تعمداً مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱ / ۳۹۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نمازِ فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابنِ حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔م) انتہی۔

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ و ابوداؤد طیالسی و ابوبکر بن ابی شیبہ و زہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

ذكر كل ذلك الامام الحافظ زكی الدين عبدالعظيم المنذری رحمة الله تعالٰی عليه۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد فی الرواية المكفرة انه يقتل كفرا، وهی المختارة عند جمهور اصحابه، علی ماذكره ابن هبيرة۔ (حلیۃ المحلی)

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید، كما فصل جملة منها خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد فی الكتاب المستطاب، الكلام الاوضح فی تفسير الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذكر المحبوب، وفی جواهر البيان فی اسرار الاركان وغيرها من تصانيفه النقية العلية الرفيعة الشان، اعلی الله تعالٰی درجاته فی غرفات الجنان، امين!

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواھر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ وعالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اُس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چُستی ومستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے،

حلیہ میں فرمایا:

ذھب الجمھور، منھم اصحابنا ومالك والشافعی واحمد فی روایة، الی انه لایکفر۔ ثم اختلفوا فی انه ھل یقتل بھذا الترك فقال الائمة الثلاثة، نعم، ثم ھل یکون حداً او کفراً اھ فالمشھور من مذھب مالك، وبه قال الشافعی، انه حد۔ وکذا عند احمد فی ھذه الروایة الموافقة للجمھور فی عدم الکفر۔ (حلیۃ المحلی)

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک وشافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدمِ کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال واستخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے

ہیں یعنی فرضیتِ نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترکِ نماز سخت کفرانِ نعمت وناشکری ہے۔

کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام لیبلونی ء اشکر ام اکفر۔

(القرآن، سورہ النمل ۲۷، آیت ۴۰)

جیسا کہ سیدنا سلیمٰن علیہ السلام نے فرمایا تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگزار بنتا ہوں یا ناشکرا یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلک مما عرف فی موضعہ۔ ومن الجادۃ المعروفۃ رد المحتمل الی المحکم، لاعکسہ، کمالایخفی، فیجب القول بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا اُلٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑے گا۔ (ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ۔

(سنن النسائی باب المحافظۃ علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/ ۸۰)

(جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالک وابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نصِ قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ، فدیوان لایغفر اللہ منہ شیأ، ودیوان لایعبؤ اللہ بہ شیأ، ودیوان لایترک اللہ منہ شیأ، فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ، واما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ، من صوم یوم ترکہ اوصلاۃ ترکھا، فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلک ان شاء ویتجاوز، واما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد، بینھم القصاص لامحالۃ۔ رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔ (مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۰)

دفتر تین ۳ ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک

دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ
جس کی اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں
مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے
گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م) اسے
امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا (ت)
بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلٰثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے
دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون
بہادیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہٰذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک
کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمائی بنظرِ تالیف وہدایت تھی
یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض
بالفساد کے لئے فرض ہے۔

وھذا منه، کقاتل نفسه، بل اولی فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غیرہ، وقتل المؤمن اکبر عنداللہ من ترك الصلاۃ۔ وقد قال فی الدر من قتل نفسه، ولوعمدا، یغسل ویصلی علیه، به یفتی، وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ۔ (درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲)
اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا۔ بلکہ بطریقِ اولیٰ، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو قتل
کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور درمختار میں کہا ہے کہ جو
اپنے آپ کو قتل کردے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے،
اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔

قال فی ردالمحتار به یفتی لانه فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه، کسائر فساق المسلمین۔ زیلعی۔ (درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مجتبائی مصر ۱/ ۶۴۳)
شامی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر
ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلعی۔ (ت)
مگر فرضِ عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما وفضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض
جروتنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدا رہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم وگنہگار رہ

ہیں گے، مسلمان اگر چہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الامن استثنی ولیس ھذا منھم (مگر جو مستثنی ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ھی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعة، بغاة، وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب، ومکابر فی مصر لیلا، وخناق خنق غیر مرة۔ (درمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفی البابی دہلی ۱/ ۱۲۲)

نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مرجائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنیوالا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)

اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالٰی علی الاسلام الصادق، انہ رؤف رحیم اٰمین۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص ۱۰۵۔۱۰۶)

(1084) وَعَنْ شَقِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهٖ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت شقیق بن عبداللہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی کی جلالت شان پر اتفاق ہے فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ ترمذی نے کتاب الایمان میں اسناد صحیح کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ج۴ص۱۳، رقم: ۲۶۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۳۸، رقم: ۱۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکه کفراً غیر الصّلاۃ۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الصلاۃ الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹)

اصحابِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م)

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطھما وروی الترمذی عن عبداللہ بن شقیق العضلی مثلہ۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری ومسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبداللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: من لم یصل فھو کافر۔

(الترغیب والترھیب من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔م) رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من ترک الصلاۃ فقد کفر۔

(الترغیب والترھیب من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہوگیا۔م) رواہ محمد بن نصر المروزی وابو عمر بن عبد البر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من ترک الصلاۃ فلا دین لہ۔

(الترغیب والترھیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔م) رواہ المروزی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من لم یصل فھو کافر۔

(الترغیب والترھیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(بے نماز کافر ہے۔م) رواہ ابو عمر۔

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لا ایمان لمن لا صلاۃ لہ۔

(الترغیب والترھیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔م) رواہ ابن عبد البر۔

ایضاً امام اسحٰق فرماتے ہیں:

صح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارک الصلاۃ کافر وکذلک کان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارک الصلاۃ عمدا من غیر عذر حتی یذھب وقتھا کافر۔ (الترغیب والترھیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔(م)

اسی طرح امام ابو ایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترک الصلاۃ کفر لا یختلف فیہ۔

(الترغیب والترھیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(ترکِ نماز بے خلاف کفر ہے۔م)

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر و عبد الرحمٰن بن عوف و معاذ بن جبل و ابی هريرة وغيرهم من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولایعلم لهؤلاء مخالف۔ (الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ا / ۳۹۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبد الرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نمازِ فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابنِ حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔م) انتہی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۱۵)

(1085) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلٰوتُهُ، فَاِنْ صَلَحَتْ، فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ، وَاِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ -عَزَّوَجَلَّ-: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَيُكَمَّلُ مِنْهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ؛ ثُمَّ تَكُوْنُ سَائِرُ اَعْمَالِهِ عَلٰى هٰذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس عمل کا سوال ہوگا وہ نماز ہے اگر درست ہوگی تو وہ فلاح پا گیا اور کامیاب ہو گیا اور اگر خراب ہوئی تو وہ خائب وخاسر ہوا پس اگر اس کے فرض میں کچھ کمی ہوئی تو رب عزوجل ارشاد فرمائے گا۔ دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نوافل ہیں؛ تو ان کے ساتھ فرضوں کی کمی پوری کر دو پھر اس کے باقی اعمال اسی طرح ہوں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان اوّل ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۴۱۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما روی فی اتمام الفریضة من التطوع فی الاخرة، ج۲ص۳۸۷، رقم: ۱۷۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی اوّل ما یحاسب به العبد الصلاة، ج۱ص۴۵۸، رقم: ۱۴۲۵، سنن الدارمی، باب اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة، ج۱ص۳۶۱، رقم: ۱۳۵۵، سنن النسائی، باب المحاسبه علی الصلاة، ج۱ص۲۳۲، رقم: ۴۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل وخون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل اور خون کا حساب ہوگا یعنی اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو اگلے حساب ان شاء اللہ آسان ہوں گے، اور اگر ان میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو رب تعالٰی نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرما دے گا، مثلاً اگر اس کے ذمہ حقوق العباد ہیں تو حق

والے کو جنت دے کر اسے معاف کرادے گا اور اگر حقوق اللہ ہیں تو انہیں رحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے خود بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے لہذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے۔ غرض کہ حدیث بالکل صاف ہے اس پر چکڑالویوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

یہاں کمی سے ادا میں کمی مراد نہیں بلکہ طریقۂ ادا میں کمی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرائض ناقص طریقہ سے ادا کیئے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ بندہ فرض نماز نہ پڑھے نفل پڑھتا رہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں۔ (ازلمعات) لہذا حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض نہیں پڑسکتا۔

کہ فرائض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی، کمی کے معنی ابھی عرض کیئے جاچکے کیوں نہ ہو کہ وہ سنتوں والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کمی کی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں۔ گرتوں کو اٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۵۶۱)

51-بَابُ فَضْلِ الصَّفِ الْاَوَّلِ وَالْاَمْرِ بِاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاَوَّلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصِّ فِيْهَا

پہلی صف کی فضیلت اور اگلی صفوں کو مکمل کرنے درست کرنے اور خوب مل کر کھڑے ہونے کا بیان

(1086) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُصَفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ، وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ ﷺ نکلے فرمایا کیا تم اس طرح صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے رب کی بارگاہ میں صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کی بارگاہ میں کس طرح صفیں بناتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ والنھی عن الاشارۃ بالید، ج۱ ص۲۰۹، رقم: ۹۹۶ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب اتمام الصفوف المقدمۃ، ج۳ ص۱۰۱، رقم: ۵۲۹۳ سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ ص۲۲۹، رقم: ۶۶۱ سنن ابن ماجہ، باب اقامۃ الصفوف، ج۱ ص۳۱۷، رقم: ۹۹۲ سنن النسائی، باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینھا، ج۱ ص۲۸۹، رقم: ۸۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم مسجد میں الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ الگ حلقے میں تھا تب آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مسجدوں میں یہ امتیازات مٹادو، یہ واقعہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے پیش آیا تھا جیسا کہ باب الجمعہ میں آئے گا۔ خیال رہے کہ عزین جمع عزۃ کی ہے، بمعنی جماعت۔

یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تا کہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ ملائکہ مقربین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے رب کی عبادتیں کر رہے ہیں اور مدبرات امر اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں، بعض زمیں پر، بعض آسمان پر، بعض عرش اعظم کے پاس جس کی تحقیق ان شاء اللہ آئندہ کی جائے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص ۲۱۵)

(1087) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور صف اول میں جو ثواب ہے اگر لوگ جان لیں تو پھر قرعہ اندازی کے بغیر اس کا حل نہ پائیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستهام فی الاذان، ج۱ص۲۲، رقم: ۶۱۵، صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف واقامتها، ج۲ص۳۱، رقم: ۱۰۰۹، السنن الکبری للبیهقی، باب الاستهام علی الاذان، ج۱ص۴۲۸، رقم: ۲۰۰۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج۴ص۵۴۳، رقم: ۱۶۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے، لیکن اس کے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہو سکے، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصاً امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہو سکتی۔

یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب۔

یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے، مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصاً جمعہ کے دن۔

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۵۹۰)

(1088) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا،

انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں سے بہتر پہلی صف اور بری آخری

وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سے افضل آخری اور بری پہلی صف ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول، ج۱ص۳۲۶ رقم: ۱۰۱۳، سنن ابوداؤد، باب صف النساء وكراهية التاخر عن الصف الاول، ج۱ص۲۵۲ رقم: ۶۷۸، السنن الكبرى للبيهقي، باب لاياتم الرجل بامراة ..... رقم: ۲۲۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج۱ص۳۳۸ رقم: ۲۲۴، سنن النسائی، ذكر خير صفوف النساء وشر صفوف الرجال، ج۱ص۲۸۸، رقم: ۸۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مردوں کی پہلی صف امام سے قریب ہوگی، اس کے حالات دیکھے گی، اس کی قرأت سنے گی، عورتوں سے دور رہے گی اور عورتوں کی آخری صف میں پردہ حجاب زیادہ ہوگا، مردوں سے دور ہوگی، بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالت رکوع جھانکتے تھے ہوسکتا ہے کہ یہاں ان کی طرف اشارہ ہو، اس صورت میں لفظ شر اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۶)

(1089) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا. فَقَالَ لَهُمْ: تَقَدَّمُوْا فَاْتَمُّوْا بِيْ، وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کچھ کے پیچھے ہٹنے کو محسوس کیا۔ تو فرمایا: آگے آؤ میری اقتداء کرو۔ تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں۔ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کو اللہ کریم پیچھے ہٹا دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول، ج۱ص۳۲۵ رقم: ۱۰۱۰، السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية التاخر عن الصفوف المقدمة، ج۳ص۱۰۳ رقم: ۵۴۰۲، سنن ابوداؤد، باب صف النساء وكراهية التاخر عن الصف الاول، ج۱ص۲۵۲ رقم: ۶۸۰، سنن ابن ماجه، باب من يستحب أن يلى الامام، ج۱ص۳۱۳ رقم: ۹۷۸، سنن النسائی، باب الائتمام عن يأتم بالامام، ج۱ص۸۳ رقم: ۷۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے صحابہ میں کچھ پیچھے رہنا دیکھا) نماز کی صفوں میں یا علم سیکھنے میں سستی، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، یعنی صف اول میں آنے کی کوشش کم دیکھی۔

(تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں) یعنی صف اول والے مجھے دیکھ کر نماز پڑھیں اور پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کو دیکھ کر یا صحابہ براہ راست میری پیروی کریں اور تا قیامت مسلمان صحابہ کی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اسلام کی صف

ہیں ہم لوگ پچھلی صفیں یا وہ حضرات ریل کا اگلا ڈبہ ہیں جو انجن سے ملا ہوا ہے اور ہم لوگ پچھلے ڈبے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فیض ہمیں صحابہ کے ذریعہ ملیں گے۔ پتہ لگا کہ جو لوگ صحابہ کو مومن نہیں مانتے وہ خود بھی مومن نہیں کہ اگر ریل کا پہلا ڈبہ ہی منزل پر نہ پہنچا انجن سے کٹ گیا تو پچھلے ڈبے منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

(اللہ انہیں پیچھے کر دے گا) یعنی اگر مسلمان صف اول میں پہنچنے یا اور دینی کاموں میں سستی کریں گے تو ثواب رحمت رب کے فضل اور دخول جنت میں پیچھے رہیں گے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہو کر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۴)

(1090) وَعَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ، وَيَقُوْلُ: اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیر کر فرماتے برابر ہو جاؤ آگے پیچھے نہ رہو کہ اس طرح تمہارے دل بھی آگے پیچھے ہو جائیں گے تم میں سے عقل و دانش والے اور پرہیز گار لوگ مجھ سے متصل کھڑے ہوں پھر جو ان سے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج۱ص۲۰ رقم: ۱۰۰۰ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرجال یأمون بالرجل ومعھم صبیان ونساء، ج۳ص۹۷، رقم: ۴۹۴۲ سنن ابوداؤد، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف وکراھیۃ التاخر، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۶۷۴ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عبداللہ بن مسعود، ج۱۰ص۸۹، رقم: ۱۰۰۶۱ المحرر فی الحدیث لابن دقیق العید، باب صلاۃ الجماعۃ، ص۲۲۹، رقم: ۳۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تمہارے دل الگ ہوجائیں گے) یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی و غم کا اثر چہرے پر نمودار ہوجاتا ہے۔

(پھر وہ جو ان سے قریب ہوں) یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبد اللہ ابن عباس و عبداللہ ابن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کرکے اوروں کو سمجھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سبحان اللہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔

تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا، اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے و اختلافات پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کی صدہا مسائل کی اصل ہے۔ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو، پھر بچوں

کی، پھر خنثوں کی، پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۲)

(1091) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: سَوُّوا صُفُوْفَكُمْ، فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ: فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو درست کرو کیونکہ صف کا درست کرنا نماز کی تکمیل سے ہے۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کا درست کرنا نماز کو قائم کرنے سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، ج۱ص۱۴۵، رقم: ۷۲۳، صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف واقامتها، ج۲ص۳۰، رقم: ۱۰۰۳، السنن الكبرى للبيهقي، باب اقامة الصفوف وتسويتها، ج۲ص۱۹، رقم: ۵۳۸۱، سنن ابوداؤد، باب تسوية الصفوف، ج۱ص۲۵۱، رقم: ۶۶۸، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، ج۲ص۲۴۹، رقم: ۱۴۰۰۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم۔

(صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۲)

اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنهما (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

راصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھا الخذف۔ رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ا/ ۹۳)

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملئکۃ وحاذوا بین المناکب۔ رواہ احمد وابوداود والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمۃ والحاکم وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(سنن ابوداود باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷) (مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۹۸)

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جاکر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملئکۃ عن ربھا۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱) (سنن ابوداود باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟

فرمایا:

یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف۔ رواہ مسلم وابوداود والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۱) (سنن ابوداود باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر۔ رواہ الائمۃ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان وخزیمۃ والضیاء باسانید صحیحۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۸) (سنن النسائی فضل الصف الاول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۴)

پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ۔ رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وھو من تتمۃ حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معھما۔

(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷) (سنن النسائی من وصل صفا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۴)

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الی فرجۃ فی صف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمرمار فلیتخط علی رقبتہ فانہ لاحرمۃ لہ۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(المعجم الکبیر مروی از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/ ۱۰۵۔ ۱۱۳)

جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله وملئكته يصلون على الذين يصلون الصفوف ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة۔
رواه احمد و ابن ماجه وابن حبان والحاكم وصححه والرواة عن ام المؤمنين الصديقة رضی الله تعالى عنها۔ (مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۸۹)

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صفا كانهم بنيان مرصوص (القرآن ۶۱/ ۴)

ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں، اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقيموا صفوفكم وتراصّوا فانی اراكم من وراء ظهری۔ رواه البخاری و النسائی عن انس رضی الله تعالى عنه۔ (صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسویہ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۰)

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۲۲۰۔ ۲۲۱)

(1092) وَعَنْهُ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا ؛ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهٖ۔

انہی سے روایت ہے کہ تکبیر ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ ہم پر اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے پس فرمایا اپنی صفیں درست کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں اس کے ہم معنی مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور قدم قدم سے ملاتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اقبال الامام على الناس عند تسوية الصفوف ج۱ص۱۲۵ رقم: ۷۱۹ صحیح

مسلم باب تسویة الصفوف واقامتها ج۱ص۳۱ رقم: ۱۰۰۶ السنن الکبرٰی للبیہقی باب لا یکبر الامام حتی یامر بتسویة الصفوف ج۲ص۲۱ رقم: ۲۲۸۱ سنن النسائی باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربة بینها ج۲ص۹۲ رقم: ۸۱۳ مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدری ج۳ص۳ رقم: ۱۱۰۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھ آگے پیچھے اور پس پردہ اندھیرے اجیالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا نہ حیات شریف سے۔ وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا اوراصلے نیست اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے حضرت عیسی روح اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھر میں کھا کر بچا کر آتے ہو میں بتا سکتا ہوں، یہ تو حبیب اللہ کی آنکھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۲۱۰)

(1093) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا، حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ، فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: "عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ".

حضرت نعمان بن بشیر ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم اپنی صفوں کو رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں (تمہارے درمیان) مخالفت پیدا فرمادے گا۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ تیروں کے ساتھ آپ ہمیں سیدھا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے جان لیا کہ اب ہم سمجھ دار ہوگئے۔ ایک دن آپ نکلیں پس آپ کھڑے ہوگئے اب تکبیر قریب ہی تھی کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے اپنا سینہ صف سے باہر نکالا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفیں برابر رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها ج۱ص۱۳۵ رقم: ۷۱۷ صحیح مسلم باب تسویة الصفوف واقامتها ج۱ص۲۱۳ رقم: ۱۰۰۶ سنن الکبرٰی للبیہقی باب قامة الصفوف وتسویتها ج۳ص۱۰۰ رقم: ۵۲۸۵ سنن ابوداؤد باب تسویة الصفوف ج۱ص۲۵۰ رقم: ۶۶۳ صحیح ابن حبان باب فرض متابعة الامام ج۲ص۱۳۹ رقم: ۲۱۶۵ مسند امام احمد بن حنبل حدیث النعمان بن بشیر ج۶ص۲۶۱ رقم: ۱۸۴۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری ہیں اور نوعمر صحابی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چودہ مہینہ بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں عبداللہ ابن زبیر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی۔

(تیروں کے ساتھ آپ ہمیں سیدھا کرتے تھے) یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جاوے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پَر اور پیکان لگنے سے پہلے قدح کہتے ہیں اور اس کے لگنے کے بعد سہم، قدح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں، جس کے برابر قدح کو لیتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قدح سیدھی کرنے والی لکڑی۔

(آپ نے جان لیا کہ اب ہم سمجھ دار ہو گئے) تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرما دیتے تھے۔

(تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا) یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے، شیرازہ بکھر جائے گا یا تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے کہ ان میں سوز و گداز، درد، خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں جیسے گزشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے، یعنی یہاں، وجہ بامعنی ذات ہے یا بمعنی چہرہ۔ خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہر عذاب حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہو سکتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۰۹)

(1094) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَّاحِيَةٍ إِلٰى نَاحِيَةٍ، يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاكِبَنَا، وَيَقُوْلُ: لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وكَانَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْأُوَلِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے دل آگے پیچھے ہو جائیں گے اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اسے ابوداود نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب تسویۃ الصفوف، ج ۱ ص ۲۵۰، رقم: ۶۶۴، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب فضل الصف الاول، ج ۳ ص ۱۰۳، رقم: ۵۲۰۱، سنن النسائی، باب کیف یقوم الامام الصفوف، ج ۱ ص ۲۹۶، رقم: ۸۸۵، مسند امام احمد، حدیث

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۸۵، رقم: ۱۸۵۳۹، مصنف عبد الرزاق، باب الصفوف، ج۲ص۳۵، رقم: ۲۴۴۱)

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی نزول رحمت فرماتا ہے، رب فرماتا ہے: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی اور فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا، لہٰذا اس آیت وحدیث سے یہ لازم نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہوجائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ فرمایا اور ہمارے لیے بھی یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ ارشاد ہوا جیسا کہ چکڑالویوں نے سمجھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کی بارشیں ہورہی ہیں اور ہم پر چھینٹا ہے۔
معلوم ہوا کہ پیاری جگہ جانے کے لیے قدم بھی اللہ کو پیارے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ جوان قدموں سے حرمین شریفین جائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۹)

(1095) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ، وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ، وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطٰنِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفیں درست کرو اور کندھوں کو برابر کرو، صفوں میں خلاء کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم پڑ جاؤ۔ اور شیطان کے لیے خالی جگہ (صف کے درمیان) نہ چھوڑو، جو صف کو ملائے اللہ کریم اس کو ملائے اور جو صف کاٹے اس کو اللہ کاٹے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۵۱، رقم: ۶۶۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب اقامۃ الصفوف وتسویتھا، ج۳ص۱۰۱، رقم: ۵۲۹۱، سنن النسائی، باب من وصل صفا، ج۲ص۹۲، رقم: ۸۱۹، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ج۲ص۹۷، رقم: ۵۷۴۴)

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
صف کا ملانا یہ ہے کہ صف میں جگہ دیکھے اس میں کھڑا ہوکر جگہ پر کردے اور توڑنا یہ ہے کہ اپنے ساتھی سے دور کھڑا ہو، یا ملا ہوا کھڑا تھا اور بلا عذر وہاں سے ہٹ جائے۔ یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی جو صف کو ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت وکرم سے ملائے، اور جو صف میں فاصلہ اور کشادگی رکھے خدا اسے اپنے کرم ورحمت سے دور رکھے یا جو صف میں ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت سے ملائے گا الخ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۲۶)

(1096) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ، وَقَارِبُوْا بَیْنَهَا، وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ ؛ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ، کَاَنَّهَا الْحَذَفُ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو خوب ملا لو اور قریب قریب ہو اور گردنیں برابر کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ صف کے درمیان خلا میں سے یوں گھس جاتا ہے جیسے کہ وہ بکری کا بچہ ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد نے اسے شرط مسلم کے مطابق اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اَلْحَذَفُ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ وَّذَالٍ مُّعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَتَیْنِ ثُمَّ فَاءٌ وَهِیَ: غَنَمٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تَکُوْنُ بِالْیَمَنِ۔

الحذف: حا مہملہ اور ذال معجمہ دونوں پر زبر اور پھر فا کے ساتھ اس کا مطلب ہے چھوٹی کالی بکری جو یمن میں پائی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویة الصفوف، ج۱ص۲۵۱، رقم: ۶۶۶ السنن الکبری للبیهقی، باب اقامة الصفوف وتسویتها، ج۳ص۱۰۰، رقم: ۵۲۸۴ سنن النسائی، باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربة بینها، ج۲ص۹۲، رقم: ۸۱۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، ج۴ص۲۶۰، رقم: ۱۳۷۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رُصُّوْا رَصٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سیدھا کر کے ملانا، معنی یہ ہوئے کہ نماز کی صفیں سیدھی بھی رکھو اور ان میں مل کر کھڑے ہو کہ ایک دوسرے کے آپس میں کندھے ملے ہوں۔

(قریب قریب ہو) یعنی صفیں قریب قریب رکھو اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان اور صف نہ بن سکے یعنی صرف سجدہ کا فاصلہ رکھو، نماز جنازہ میں چونکہ سجدہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں صفوں میں اس سے بھی کم فاصلہ چاہیے۔

(گردنیں برابر کرو) اس طرح کہ اونچے نیچے مقام پر نہ کھڑے ہو، ہموار جگہ کھڑے ہو تاکہ گردنیں برابر رہیں، لہٰذا یہ جملہ مکرر نہیں آگے پیچھے نہ ہونا رُصُّوا میں بیان ہو چکا تھا۔ خیال رہے کہ گردنوں کا قدرتی طور پر اونچا نیچا ہونا معاف ہے کہ بعض لمبے اور بعض پستہ قد ہوتے ہیں۔

(میں شیطان کو دیکھتا ہوں) یعنی خزب شیطان جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ رب تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۳۱۷)

(1097) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِيْ يَلِيْهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس سے ملتی ہے تو جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۶۷۱،السنن الکبرٰی للبیھقی، باب اتمام الصفوف المقدمۃ، ج۳ص۱۰۲، رقم: ۵۲۹۹،مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۲۳، رقم: ۱۳۴۶۳،مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲ص۳۳۳، رقم: ۷۰۷۱،صحیح ابن حبان، باب فرض متابعۃ الامام، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۲۱۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صفوف نماز کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگلی صفیں پوری کی جائیں اگر آدمی صف سے کم ہوں تو یہ کمی آخری صف میں ہونی چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۸)

(1098) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنها، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَفِيْهِ رَجُلٌ مُخْتَلَفٌ فِيْ تَوْثِيْقِهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کریم اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں پر رحمتیں نچھاور کرتے ہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے اور اس میں ایک آدمی کی توثیق میں اختلاف ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف و کراھیۃ التاخر، ج۱ ص۲۵۲، رقم: ۶۷۶،السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی فضل میمنۃ الصف، ج۳ص۱۰۳، رقم: ۵۳۰۴،صحیح ابن حبان، باب فرض متابعۃ الامام، ج۵ص۵۳۳، رقم: ۲۱۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے، پھر صف اول کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں رب کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں۔ خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ داہنے والے ناراضی الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۲۰)

(1099) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت براء (بن عازب) ﷺ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم دائیں

وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ، يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ، فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ -اَوْ تَجْمَعُ- عِبَادَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

طرف ہونا پسند کرتے کہ آپ ہماری طرف متوجہ ہوں گے۔ پس میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا اے میرے رب! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو بندوں کو اٹھائے گا یا (کہا) تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب یمین الامام، ج۱ص۱۵۳، رقم: ۱۶۴۲ السنن الکبری للبیہقی باب الامام ینحرف بعد السلام، ج۲ص۲۲۱، رقم: ۳۱۲۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ، ج۵ص۱۰۷، رقم: ۳۴۱۱ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۶ص۲۹۰، رقم: ۱۸۵۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور علیہ السلام اکثر داہنی جانب منہ کر کے دعا مانگتے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضور کا چہرہ پاک دیکھنا بہترین عبادت ہے کہ صحابہ کرام محض اس لیے صف کی داہنی جانب پسند کرتے تھے تاکہ بعد نماز دیدار یار نصیب ہو، علماء فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ہے کیونکہ روضہ اطہر سے قریب ہے یہ باتیں وہ جانے جسے اس محبوب سے دل لگا ہو۔

یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے، ورنہ ہم جیسے گنہگاران شاء اللہ حضور علیہ السلام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے حضور علیہ السلام کو عذاب سے کیا تعلق۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۳)

(1100) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَسِّطُوا الْاِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُد.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام کو درمیان میں رکھو اور خالی جگہوں کو پر کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب مقام الامام من الصف، ج۱ص۲۵۳، صحیح مسلم، باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض وبعدھن وبیان عددھن، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۹۲۹ سنن الدارمی، باب فی صلاۃ السنۃ، ج۱ص۳۹۶، رقم: ۱۴۳۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۴۹۸، رقم: ۱۰۴۶۷ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ثواب من ثابر علی اثنتی عشرۃ رکعۃ من التطوع، ج۲ص۲۰۳، رقم: ۱۰۲۲ اطراف المسند المعتلی، من اسمہ سعید ابو عثمان التبان، ج۷ص۲۸۷، رقم: ۹۵۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو باقی داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرفہ نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۳)

52- بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَائِضِ وَبَيَانِ أَقَلِّهَا وَأَكْمَلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا

فرائض کے ساتھ والی مؤکدہ سنتیں ان کی کم از کم اور مکمل اور ان کی درمیانی تعداد کا بیان

(1101) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ حَبِيبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ تَعَالَى كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيضَةِ، إِلَّا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، أَوْ إِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اُم المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو بندہ مسلم اللہ کے لیے روزانہ فرضوں کے بغیر نفل کی بارہ رکعت پڑھتا ہے۔ اس کے لیے اللہ جنت میں مکان بنا دیتا ہے یا اس کے لئے جنت میں مکان تعمیر کر دیا جاتا ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ابوحبیبہ امیر معاویہ کی بہن ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(جنت میں مکان بنا دیتا ہے) یعنی جنت کا اعلیٰ درجے کا محل اس کے لیئے نامزد کیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا ان سنن کی برکت سے اس کے لیئے نیا خصوصی گھر استعمال ہوگا کیونکہ جنت کا بعض سفیدہ بھی ہے جہاں اعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

یعنی بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے ظہر کا ذکر اس لیئے پہلے کیا کہ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نماز یہ ہی پڑھائی اس لیئے اسے صلوۃ اولیٰ کہتے ہیں ان میں سنت فجر بہت تاکیدی ہیں حتی کہ بعض نے انہیں واجب کہا۔ سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب مجھے نہ بخشے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۳)

(1102) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے اور بعد میں دو دو رکعتیں پڑھی ہیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت بعد از مغرب

بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور عشاء کے بعد بھی دو دو رکعت ادا کی ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ج۲ص۵۶، رقم: ۱۱۶۵ صحیح مسلم، باب صلاة اللیل مثنی مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۱۶۹۷ السنن الصغرٰی للبیهقی، باب ذکر النوافل التی هی اتباع الفرائض، ج۱ص۲۲۹، رقم: ۶۳۲ المنتقی لابن الجارود، باب فی رکعات السنة، ص۷۰، رقم: ۲۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۶۳، رقم: ۵۳۲۳ مصنف عبدالرزاق، باب التطوع قبل الصلاة، ج۳ص۶۵، رقم: ۴۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(بعد از مغرب اور عشاء) یعنی میں نے مغرب وعشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیئے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۴)

(1103) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ: الْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے دو اذانوں سے مراد اذان اور تکبیر ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بین کل اذانین صلاة لمن شاء، ج۱ص۱۲۸، رقم: ۶۲۷ صحیح مسلم، باب بین کل اذانین صلاة، ج۲ص۲۱۲، رقم: ۱۹۷۷ السنن الصغرٰی للبیهقی، باب ذکر النوافل التی هی اتباع الفرائض، ج۱ص۲۳۰، رقم: ۶۴۳ سنن ابوداؤد، باب الصلاة قبل المغرب، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۱۲۸۵ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الرکعتین قبل المغرب، ج۱ص۳۶۸، رقم: ۱۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے، جیسے چاند و سورج کو قمرین، حضرت صدیق و فاروق کو عمرین، حضرت حسن و حسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے، اذان تو وقت نماز کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے اور اقامت تیاریٔ جماعت کی اطلاع کے لیے، بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں۔

یا تو صلوۃ بمعنی دعا ہے، یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت ہے یا بمعنی نماز، یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو، کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل، نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی، انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پا سکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں، فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، "خلا صلوٰۃ المغرب" سوا نماز مغرب کے۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے) یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے، یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری ہے، عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ، مغرب کی منع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴۲۳)

53- بَابُ تَاكِيْدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ
فجر کی دو سنتوں کی تاکید کا ذکر

(1104) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنها: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح سے پہلے دو رکعت کو نہ چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظھر، ج ۲ ص ۵۹، رقم: ۱۱۸۲، سنن النسائی، باب المحافظة علی الرکعتین قبل الفجر، ج ۱ ص ۴۵۲، رقم: ۱۴۵۱، السنن الصغریٰ للبیهقی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظھر، ج ۱ ص ۲۲۱، رقم: ۴۴۷، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنة، ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۱۲۵۵، سنن الدارمی، باب فی صلاة السنة، ج ۱ ص ۳۹۷، رقم: ۱۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۶)

(1105) وَعَنْهَا، قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) کے برابر کسی اور نفل نماز کا اتنا سخت

تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اہتمام نہ کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سماهما تطوعا، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۱۱۶۹، صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیهما، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۱۷۱۹، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب تاکید رکعتی الفجر ج۲ص۴۷۰، رقم: ۴۶۴۳، سنن ابوداؤد، باب رکعتی الفجر، ج۱ص۴۸۶، رقم: ۱۲۵۶، سنن النسائی الکبرٰی، باب المعاهدة علی الرکعتین قبل صلاة الفجر، ج۱ص۱۷۵، رقم: ۴۵۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر وحضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیئے فقہا فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیئے اگر جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے، پھر جماعت میں مل جائے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں دیکھو۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۷)

(1106) وَعَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ پیاری ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب سنة الفجر والحث علیهما، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۱۷۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۲۶۵، رقم: ۲۶۳۲۹، السنن الصغرٰی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظهر ورکعتی الفجر، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۲۴۷، مستدرک للحاکم، کتاب صلاة التطوع، ج۱ص۴۱۳، رقم: ۱۱۵۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل، ج۲ص۲۷۵، رقم: ۴۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سنت فجر مال واولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئے اور دیگر سنتوں و مستحبات سے افضل ہیں۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۸)

(1107) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيُؤْذِنَهُ بِصَلوٰةِ الْغَدَاةِ، فَشَغَلَتْ عَائِشَةُ بِلَالًا بِأَمْرٍ سَأَلَتْهُ عَنْهُ، حَتّٰى أَصْبَحَ جِدًّا، فَقَامَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ

حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن ہیں سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نماز صبح کی اطلاع کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کسی کام میں مصروف کر دیا۔ جس کے متعلق وہ حضرت بلال سے

بِالصَّلٰوةِ وَتَابَعَ اَذَانَهُ. فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى بِالنَّاسِ. فَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا. وَاَنَّهُ اَبْطَاَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوْجِ فَقَالَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: اِنِّيْ كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَي الْفَجْرِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا؛ فَقَالَ: لَوْ اَصْبَحْتُ اَكْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ، لَرَكَعْتُهُمَا، وَاَحْسَنْتُهُمَا وَاَجْمَلْتُهُمَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

پوچھنا چاہتی تھیں۔ حتیٰ کہ خوب صبح ہوگئی۔ پھر حضرت بلال کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز کی اطلاع دی اور بار بار عرض کیا لیکن رسول اللہ ﷺ باہر نہ نکلے۔ پھر جب آپ باہر تشریف لائے تو لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت بلال کھڑے ہوئے اور حضرت بلال نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ نے ان کو ایک کام کہا جس کی وجہ سے وہ مصروف رہے۔ حتیٰ کہ خوب صبح ہوگئی۔ اور آپ نے نکلنے میں دیر کر دی۔ تو آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے خوب صبح کر دی۔ فرمایا: اگر میں اس سے بھی زیادہ دیر کرتا تو بھی میں فجر کی دو سنتیں پڑھتا اور ان کو حسین وجمیل بنا کر پڑھتا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی تخفیفھما، ج۱ص۴۸۷، رقم: ۱۲۵۱ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب تاکید رکعتی الفجر، ج۲ص۳۲، رقم: ۳۶۷۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بلال رضی اللہ عنہ، ج۶ص۱۴، رقم: ۲۳۹۵۹ مسند البزار، مسند بلال رضی اللہ عنہ، ج۴ص۲۲۸، رقم: ۱۳۸۱)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز فجر کی اہمیت کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

فی الدرالمختار، اخاف فوت الوقت لاشتغاله بسنتها ترکها والالابل یصلیها عندباب المسجد۱ وفی ردالمحتار ای خارج المسجد کما صرح به القھستانی وقال فی العنایة لانه لوصلاها فی المسجد کان متنفلا فیه عنداشتغال الامام بالفریضة وھومکروه ومثله فی النهاية والمعراج۲ اھ مختصرین۔

(۱؎ درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹۔۱۰۰) (۲؎ ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۶)

درمختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انہیں مسجد کے دروازے کے پاس ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا

کرے، جیسا کہ اس پر قہستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرۂ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرے میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبة ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان بن عبدالرحمٰن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما انه جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلٰوة الصبح فصلاهما فی حجرة حفصة رضی اللہ تعالٰی عنها ثم انه صلی مع الامام ففی هذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما انه صلاهما فی المسجد لان حجرة حفصة رضی اللہ تعالٰی عنها من المسجد۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۸)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انہیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرۂ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج۷، ص۴۵۱)

ابو داود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔ (سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب فی تخفیفھما، الحدیث: ۱۲۵۸، ج۲، ص۳۱)

54- بَابُ تَخْفِيْفِ رَكْعَتَي الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يَقْرَأُ فِيْهِمَا وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

فجر کی دو سنتوں کو مختصر پڑھنے ان میں قرأت کرنے اور ان کے وقت کا بیان

(1108) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنها: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی اذان و تکبیر کے درمیان دو ہلکی (مختصر) رکعتیں پڑھتے۔ (متفق علیہ)

وفی روایۃٍ لَّھُمَا: یُصَلِّیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ، فَیُخَفِّفُھُمَا حَتّٰی اَقُوْلَ: ھَلْ قَرَاَ فِیْھِما بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ.وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: کَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَیُخَفِّفُھُمَا.وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

اور ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ آپ فجر کی دو رکعتیں اتنی مختصر پڑھتے کہ میں کہتی کیا آپ نے ان میں فاتحہ پڑھی ہے؟ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صبح کی اذان سن کر فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اور ان میں تخفیف کرتے۔ اور ایک روایت ہے کہ جب طلوع فجر ہوئی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاذان بعد الفجر، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۶۱۹ صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیھما، ج۲ص۱۵۹، رقم: ۱۷۱۳ السنن النسائی، باب وقت رکعتی الفجر، ج۳ص۲۵۳، رقم: ۱۶۷۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حفصۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنھا، ج۶ص۲۸۴، رقم: ۲۶۴۷۷ صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۰۷، رقم: ۲۴۵۴)

شرح حدیث: سنتوں اور نفلوں کا بیان

سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت مؤکدہ اور دوسری سنت غیر مؤکدہ۔

مسئلہ: سنت مؤکدہ یہ ہیں دو رکعت سنت فرض فجر کی سنت فرض نماز سے پہلے، چار رکعت ظہر کی سنت فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت بعد میں، مغرب کے بعد دو رکعت سنت، عشاء کے بعد دو رکعت سنت، جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت اور جمعہ کے بعد چار رکعت سنت۔ یہ سب سنتیں مؤکدہ ہیں یعنی ان کو پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے بلا عذر ایک مرتبہ بھی ترک کرے تو ملامت کے قابل ہے اور اس کی عادت ڈالے تو فاسق جہنم کے لائق ہے اور اس کے لئے شفاعت سے محروم ہو جانے کا ڈر ہے ان مؤکدہ سنتوں کو سُنَنُ الْھُدٰی بھی کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی السنن والنوافل، ج۲، ص۵۴۵)

مسئلہ: سنت غیر مؤکدہ یہ ہیں چار رکعت عصر سے پہلے، چار رکعت عشاء سے پہلے، اسی طرح عشاء کے بعد دو رکعت کی بجائے چار رکعت اور جمعہ کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد بجائے چار رکعت سنت کے چھ رکعت۔ سنت مغرب کے بعد چھ رکعت صلوۃ الاوابین اور دو رکعت تحیۃ المسجد دو رکعت تحیۃ الوضوء اگر مکروہ وقت نہ ہو، دو رکعت نماز اشراق، کم سے کم دو رکعت نماز چاشت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت، کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نماز تہجد، صلوۃ التسبیح، نماز استخارہ، نماز حاجت وغیرہ ان سنتوں کو اگر پڑھے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں ہے ان سنتوں کو سنن الزوائد اور کبھی سنت مستحبہ کہتے ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، ج۱، ص۱۱۲ / الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل، ج۲، ص۵۴۶، ۵۴۷) (جنتی زیور ۳۰۴)

(1109) وَعَنْ حَفْصَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَذَّنَ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔ جب مؤذن اذان

الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دیتا اور صبح واضح ہو جاتی۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہونے کے بعد صرف دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظهر، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۱۱۸۱ صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیهما، ج۱ص۱۵۶، رقم: ۱۶۷۱ السنن الکبری للبیهقی، باب من لم یصل بعد الفجر الا رکعتی الفجر، ج۲ص۶۵۰، رقم: ۳۶۱۲ سنن النسائی الکبری، باب الصلاۃ بعد طلوع الفجر، ج۱ص۲۸۶، رقم: ۱۵۵۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حفصۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنها، ج۶ص۲۸۴، رقم: ۲۶۳۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔ بعض صوفیاء اس کی رکعت اول میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق، چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیئے حضرت حفصہ سے روایت کی۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۴)

(1110) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَكَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخر میں ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیتے اور آپ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا کرتے حالانکہ اذان آپ کے کانوں میں پڑ رہی ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ساعات الوتر، ج۱ص۲۵، رقم: ۹۹۵ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۱ص۱۶۳، رقم: ۱۷۹۶ سنن النسائی، باب عدد الوتر، ج۱ص۱۷۰، رقم: ۳۲۶ سنن ابن ملجه، باب ما جاء فی الوتر برکعۃ، ج۱ص۲۷۱، رقم: ۱۱۶۳ صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الاخبار المنصوصۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن الوتر رکعۃ، ج۲ص۱۳۹، رقم: ۱۰۷۳)

شرح حدیث: وتر کی تین رکعتیں ہیں

وتر کی نماز ایک سلام سے تین رکعت ہیں: حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے پھر آپ تین

رکعت (وتر) ادا فرماتے۔ (بخاری، کتاب التہجد، جلد اول، حدیث 1077، ص 472، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، حدیث 1620، ص 573، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ دو دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے تین رکعت وتر ادا کئے۔

(مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، حدیث 1696، ص 597، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی، جلد اول، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، حدیث 1702، ص 540، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ومولیٰ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے کہا اہل علم صحابہ کرام وتابعین کرام رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(جامع ترمذی جلد اول، ابواب الوتر حدیث 448، ص 283، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور / زجاجۃ المصابیح باب الوتر جلد 2، ص 263)

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہے۔ (طحاوی شریف)

حدیث شریف: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کی تین رکعتوں میں تین سورتیں تلاوت فرماتے۔ سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یاایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد۔

(سنن نسائی، جلد اول حدیث نمبر 1706، ص 541، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں کیا پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ، دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فیما یقرأ فی الوتر، حدیث نمبر 1224، ص 336، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز فجر کی اہمیت کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے:

وانما یؤخذ بالاخر فھو الاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فروعی مسائل اسلامی میں نیا دخل دینے کا کیا حق، اُن سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے

یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک ہو یا تین یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اِس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل، اُس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ؟ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ اُن کی بات سننی جائز، نہ اس کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔

اور جب کبھی تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) (القرآن ٦/٦٨)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔

(صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١/١٠)

تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج٦، ص١٨٦)

(1111) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقْرَأُ فِیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فِی الْاُوْلٰی مِنْهُمَا: (قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا) الْاٰیَةَ الَّتِیْ فِی الْبَقَرَةِ وَفِی الْاٰخِرَةِ مِنْهُمَا: (اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ) وَفِیْ رِوَایَةٍ: وَفِی الْاٰخِرَةِ الَّتِیْ فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ: (تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا والی آیت جو سورۃ بقرہ میں ہے پڑھتے اور دوسری رکعت میں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ پڑھتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دوسری میں آل عمران کی آیت اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیھما، ج١، ص٣٦١، رقم: ١٠٢٣، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب قراءتہ فی رکعتی الفجر بعد الفاتحۃ، ج٣، ص٦٣، رقم: ٤٠٠٧، سنن النسائی، باب القراءۃ فی رکعتی الفجر، ج١، ص٣٢٨، رقم: ١٠٢٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کے فرضوں میں رکعت اول میں سورۂ بقر کا یہ رکوع اور دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کا وہ رکوع پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ رکوع ملانا بھی سنت ہے اگرچہ پوری سورۃ ملانا زیادہ بہتر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہ عمل ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج٢، ص١٧)

(1112) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِیْ رَكْعَتَیِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

الْفَجْرِ: (قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ) وَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیهما، ج۲ص۱۶۰، رقم: ۱۶۲۲، سنن ابوداؤد، باب فی تخفیفهما، ج۱ص۴۸۷، رقم: ۱۲۵۸، سنن النسائی، باب القراٰة فی رکعتی الفجر، ج۱ص۳۲۸، رقم: ۱۰۱۶، السنن الصغریٰ للبیهقی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظهر ورکعتی الفجر، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۴۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کی سنتوں میں رکعت اول میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور رکعت دوم میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے کیونکہ سرکار ایک آدھ آیت اونچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام کو یہ پتہ لگ جاتا تھا اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہوگا ورنہ حضور گھر میں فجر میں اکثر طوال مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۷۰)

(1113) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: (قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ) وَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوب غور سے مہینہ بھر دیکھا کہ آپ فجر کی دو رکعتوں میں (سنتوں) میں قل یایها الکفرون اور قل هو الله احد کی تلاوت کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر وما کان النبی صلی الله علیه وسلم یقراء فیهما، ج۱ص۴۲۶، رقم: ۴۱۷، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۱۱، رقم: ۲۴۵۹، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یقرأ به فیهما، ج۲ص۲۳۲، رقم: ۱۲۹۳)

شرح حدیث: چوتھائی قرآن

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اِذَا زُلْزِلَت نصف قرآن کے برابر ہے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء سورۃ الاخلاص۔۔الخ، رقم ۲۹۰۳، ج ۴، ص ۴۰۹)

قل ھو اللہ احد پڑھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحب لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے کوئی شخص رات میں تہائی قرآن کیوں نہیں پڑھتا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، کوئی شخص تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم ۸۱۱، ص ۴۰۵)

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن کے تین جزء فرما دیئے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو قرآن کے اجزاء میں سے ایک جزء بنا دیا۔ (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم ۸۱۱، ص ۴۰۵)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اکٹھے ہو جاؤ کیونکہ ابھی میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جنہیں جمع ہونا تھا وہاں جمع ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے، شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں نے تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھنے کا کہا تھا تو سن لو کہ یہی سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم ۸۱۲، ص ۴۰۵)

اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے

اُمُّ المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کراتے ہوئے اپنی قراءت کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب وہ لشکر واپس آیا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، اس لئے کہ اس میں رحمن عزوجل کی تعریف ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے خبر دے دو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء دعاء النبی امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، رقم ۷۳۷۵، ج ۴، ص ۵۳۱)

55-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ اَمْ لَا

فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنے کا مستحب ہونا اور اس کی ترغیب اگرچہ رات کو تہجد پڑھی ہو یا نہیں

(1114) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر، ج۱ص۵۵، رقم: ۱۱۵۸، مسند اسحاق بن راهویه، باب ما یروی عن روة بن زبیر، ج۲ص۳۰۱، رقم: ۸۲۲، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الضجعة بعد الوتر وبعد رکعتی الفجر، ج۱ص۳۷۸، رقم: ۱۱۹۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۱۰ص۲۵۲، رقم: ۲۶۲۱۲، اطراف المسند المعتلی، من اسمه عروة بن الزبیر، ج۹ص۱۲۱، رقم: ۱۱۶۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت دردولت پر حاضر ہوکر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۳۱۴)

(1115) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلوٰةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلوٰةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، هٰكَذَا حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت ملا کر وتر بنالیتے۔ جب نماز فجر کی اذان سے مؤذن خاموش ہوجاتا اور فجر واضح ہوجاتی تو آپ کے پاس مؤذن آتا آپ دو مختصر رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے حاضر ہوتا۔ (مسلم)

قَوْلُهَا: يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ هٰكَذَا هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ وَّمَعْنَاهُ: بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ.

ان (حضرت عائشہ) کا قول دو رکعتوں پر سلام پھیرتے۔ مسلم میں اسی طرح ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی الله علیه وسلم، ج۲ص۱۶۵، رقم: ۱۷۵۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب صلاة اللیل مثنی مثنی، ج۲ص۳۸۶، رقم: ۴۶۵۳، سنن ابوداوٗد، باب فی صلاة اللیل، ج۱ص۵۱۱، رقم: ۱۳۳۸، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی کم یصلی باللیل، ج۱ص۴۳۲، رقم: ۱۳۵۸، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۱۸، رقم: ۲۳۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے) اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہوسکتی۔

(ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے) اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کیے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہٰذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَكْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

(ایک رکعت ملا کر وتر بنالیتے) یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

(آپ دو مختصر رکعتیں پڑھتے) جب خوب روشنی ہوجاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المؤمنین تَبَيَّنَ نہ فرماتیں۔

(حتیٰ کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے حاضر ہوتا) یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت دردولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۱۴)

(1116) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں

صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَي الْفَجْرِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِيْنِهٖ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِأَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ادا کر لے تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، ج۱ص۲۸۱ رقم: ۴۲۰ السنن الکبری، باب ما ورد فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، ج۳ص۴۵ رقم: ۵۰۸۳ سنن ابوداؤد، باب الاضطجاع بعدھا، ج۱ص۴۸۸ رقم: ۱۲۶۳ صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۲۰ رقم: ۲۴۶۸ صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، ج۲ص۱۶۷ رقم: ۱۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے اور اس کے لیئے ہے جو تہجد میں جاگتا رہا ہو تا کہ کچھ آرام کر کے فرض فجر بہ آسانی ادا کرے۔ اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے مسجد میں نہ کرے تا کہ لوگوں کو اپنی تہجد پر مطلع نہ کرے مگر خیال رہے کہ اس طرح لیٹے کہ نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو جاتا رہے گا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں و فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد نہ پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۳۲)

56- بَابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ

ظہر کی سنتوں کا بیان

(1117) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت بعد میں پڑھی ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ج۲ص۵۶ رقم: ۱۱۶۵ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۲ص۱۶۳ رقم: ۱۷۹۸ السنن الصغری للبیہقی، باب ذکر النوافل التی ھی اتباع الفرائض، ج۱ص۲۲۹ رقم: ۶۳۲ المنتقی لابن الجارود، باب فی رکعات السنۃ، ص۷۹ رقم: ۲۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۶۷ رقم: ۵۴۳۲ مصنف عبدالرزاق، باب التطوع قبل الصلاۃ، ج۳ص۶۵ رقم: ۴۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں

جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۴)

(1118) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت کو نہ چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظہر، ج۱ص۳۹۵، رقم: ۱۱۸۲، سنن النسائی، باب المحافظة علی الرکعتین قبل الفجر، ج۱ص۲۵۴، رقم: ۱۷۵۱، السنن الصغریٰ للبیهقی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظهر، ج۱ص۲۲۱، رقم: ۴۲۵، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنة، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۵۵، سنن الدارمی، باب فی صلاة السنة، ج۱ص۳۹۶، رقم: ۱۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ص۳۸۶)

(1119) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے۔ اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں داخل ہو کر دو رکعت ادا کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز النافلة قائما وقاعدا و فعل بعض الرکعة قائماً، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۱۶۲۳، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب من قال هی ثنتا عشرة رکعة فجعل قبل الظهر اربعا، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۱۶۵۳، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنة، ج۱ص۳۸۶، رقم: ۱۲۵۳، صحیح ابن خزیمه، باب استحباب صلاة التطوع قبل المکتوبات، ج۲ص۲۰۸، رقم: ۱۱۹۹، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۳۰، رقم: ۲۴۰۶۵)

شرح حدیث: پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فکرِ مدینہ....

حضرتِ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ فرمایا کرتے تو ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں پابندی سے ادا فرمایا کرتے اور فرماتے، بے شک جب زوال کا وقت ہوتا ہے تو

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ دوبارہ بند نہیں ہوتا اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میری طرف سے کوئی نیکی اٹھائی جائے۔ (سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب الاربع قبل الظہر وبعدھا، الحدیث ۱۲۷۰، ج ۲، ص ۳۵)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا اے موسیٰ! فجر کی دو ۲ رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار ۴ رکعتیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلّہ بھاری کردوں گا اور تیسری کیلئے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، اور چوتھی کے بدلے اُن کیلئے آسمان کے دروازے کشادہ کردُوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار ۴ رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کیلئے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کرینگے اسے پُورا ہی کردوں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا ومافیہا سے اُن کیلئے بہتر ہیں، وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اسکی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی اُمت اور وہ ماہِ رمضان ہے عطا فرماؤں گا اسکے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری وصدق سے ایک بار استغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مرگیا اسے تیس ۳۰ شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اے موسیٰ! امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور، اور ان میں سے کسی پر بابِ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اھ (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ) (فتاوی رضویہ، ج ۵، ص ۵۵)

(1120) وَعَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا،

حضرت ام حبیبہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار چار رکعتوں پر ہمیشگی کی اس کو اللہ کریم آگ پر حرام فرما

حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

دیتا ہے۔اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرکعتین بعد الظہر، ج۱ص۲۹۲، رقم: ۴۲۸، المستدرک للحاکم، کتاب صلاة التطوع، ج۱ص۴۲۰، رقم: ۱۱۷۵، سنن ابوداؤد، باب الاربع قبل الظہر وبعدھا، ج۱ص۳۹۰، رقم: ۱۲۶۹، سنن النسائی، باب ثواب من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة فی الیوم واللیلة، ج۱ص۳۶۳، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ابوحبیبہ امیر معاویہ کی بہن ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اس طرح کہ پہلی چار ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کیونکہ یہ چاروں مؤکدہ ہیں اور بعد کی چار دو سلاموں سے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مخلوط نہ ہوجائیں کیونکہ ان میں پہلی دو مؤکدہ ہیں بعد کی دو غیر مؤکدہ۔

(آگ پر حرام فرما دیتا ہے) یعنی آگ میں ہمیشگی سے مطلقًا بچائے گا اس طرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دے گا۔ معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۳۹۱)

(1121) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے اور فرماتے کہ اس گھڑی آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس میں میرے نیک عمل اوپر چڑھیں۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاة عند الزوال، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۴۷۸، مسند امام ابن ابی شیبة، احادیث عبداللہ بن السائب، ص۸۵۵، رقم: ۸۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے، مخزومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالبًا یہاں صحابی مراد ہیں ت۔

حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کرکے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے

سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیئے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۹۳)

(1122) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنها: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا. رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی ظہر سے پہلے چار رکعت نہ ادا کر سکتے تو بعد از نماز ان کو ادا فرما لیتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرکعتین بعد الظهر ج۱ص۲۱۱ رقم: ۴۲۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثالث فی راتبة الظهر ج۶ص۲۲ رقم: ۴۰۱۸)

شرح حدیث: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا صبح میں چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے اور اس گھڑی میں ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

ترجمہ کنز الایمان: اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۴۸) (سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النحل، رقم ۳۱۳۹، ج ۵، ص ۸۸)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشاء کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن موکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے اس جگہ علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن موکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے اب اگر جماعت ظہر کھڑی ہوگئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کہ دے۔ یہ روایت نوادر امام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور اس قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سغدی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی نسفی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ شامی میں وجیز سے اور حلبی کی غنیہ کے اوقاف مکروہہ میں قاضی خاں سے ہے، اور امام بقالی نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا، اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے اور اسی کی اتباع غنیہ اور مراقی الفلاح اور رد المحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ لیکن اس عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے

وظاهر ⑥ هدایه اختیار اوست کما فی الشامی وظاهر ⑦ کافی شرح وافی للامام النسفی نیز کما رأیته فیه وبرهمیں ⑨ جزم کردہ است علامہ ⑩ طرابلسی درهربان و مواهب الرحمن و مولی خسرو در درر وعلامه کرکی ⑪ درفیض وظاهراعلامه ⑫ علی مقدسی رانیز همیں سو میلان ست کما فی ردالمحتار وعلامه ⑬ ابراهیم حلبی در متن ملتقی همبریں اعتماد کرد وقول دیگر رابلفظ قیل آورد و درخانیه ⑭ اول الصلوٰة فصل معرفة الاوقات فرمود به اخذ المشائخ و در فتح انه او جه تلمیذ ⑮ محقق علامه محمد حلبی در حلیه پس از نقلش فرماید هو کما قال در نور الایضاح ⑯ علامه شرنبلالی ونیز در ادراك الفریضه از حاشیه اوبر درر الحکام است هو الاو جه خاتمه المحققین علامه شامی نیزهمیں را تایید وتشیید کرد بریں قول ایں دو رکعت که گزارده است نفل محض گردد و دو باقی راقضا نیست علی ما هو ظاهر الروایة و ارجع التصحیحین کما حققه فی ردالمحتار باز بعد از فرض بلکه علی اولی الترجیحین عندی کما حققته علی هامش حاشیة الشامی پس از سنت بعدیه ایں سنن قبلیه را ادا کند تاهم سنت ادا شود وهم فضل جماعت و استماع خطبه از دست نرود فی نور الایضاح وشرحه مراقی الفلاح العلامة الشرنبلالی ان کان فی سنة الجمعة فخرج الخطیب اوفی السنة الظهر فاقیمت الجماعة سلم علی رأس رکعتین، وهوالاوجه لجمعه بین المصلحتین، ثم قضی السنة اربعا بعدالفرض مع مابعده فلا یفوت الاستماع ولاداء علی وجه اکمل اه مخلصاً۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۵)

ظاہراً ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور کافی شرح وافی للامام نسفی سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے برہان اور مواہب الرحمن میں جزم کیا، ملا خسرو نے درر، علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہراً اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور دوسرے قول کو لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا، خانیہ نے باب الصلوٰۃ کی فصل فی معرفۃ الاوقات میں فرمایا کہ مشائخ نے اسی پر عمل کیا ہے۔ فتح میں ہے کہ یہی مختار ہے، تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی نے حلیہ میں اسے نقل کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انھوں نے فرمادیا ہے، نورالایضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے ادراک الفریضہ کے حاشیہ میں درر الحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے، خاتمۃ المحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض نفل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الروایت سے واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی راجح ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے، پھر فرض کے بعد بلکہ

میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کر لے تا کہ سنت ادا ہو جائے اور فضیلت جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا۔ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آ گیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کہی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصلحتوں کو جمع کر لینا ہی مختار ہے پھر فرائض کے بعد ان پہلی چار سنتوں قضا کر لے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فروت نہ ہوا اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اھ تلخیصاً (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۳۲)

57-بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ
عصر کی سنتیں

(1123) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، يَفْصُلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے۔ ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے تابع اہل اسلام و ایمان پر سلام کہہ کر فاصلہ کرتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج۱ص۲۹۳، رقم: ۴۲۹ السنن الکبری، باب الخبر الذی جاء فی الصلاۃ التی تسمی صلاۃ الزوال، ج۱ص۱۵۱، رقم: ۵۱۱۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی راتبۃ العصر قبلھا وبعدھا، ج۶ص۲۶، رقم: ۴۱۰۵ مشکوۃ المصابیح، باب السنن وفضائلھا، الفصل الثانی، ج۱ص۲۵۹، رقم: ۱۱۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام ہی مراد ہے جس پر نماز ہوتی ہے یا ان میں دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی تھیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی، بیان جواز کے لیئے ان کے درمیان سلام پھیرا گیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیات ہے کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے اس صورت میں یہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۹۵)

(1124) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں اس پر اللہ کریم رحم فرمائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل العصر، ج۱ص۴۱۰، رقم: ۱۲۷۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج۱ص۲۹۵، رقم: ۴۳۰ السنن الکبری للبیہقی، باب من جعل قبل العصر اربع رکعات، ج۲ص۶۷۳، رقم: ۴۶۶۲ صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۰۶، رقم: ۲۴۵۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۱۷، رقم: ۵۹۸۰)

شرح حدیث: اچھوں کی نقل بھی اچھا بنا دیتی ہے

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہرد پیے نے دھوکا دینا چاہا۔ بادشاہ نے فرمایا: اگر دھوکا دے دیا تو جو مانگے پائے گا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن حضرت عالمگیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جب دیکھا پہچان لیا۔ آخر مُدّتِ مدید (یعنی طویل عرصے) کا بُھلاوا دے کر صوفی زاہد عابد بن کر ایک پہاڑ کی کھو میں جا بیٹھا۔ رات دن عبادتِ الٰہی (عَزَّ وَجَلَّ) میں مشغول رہتا۔ پہلے دہاتیوں کا ہجوم ہوا، پھر شہریوں، پھر اُمراءِ وُزَراسب آتے اور یہ کسی طرف التفات (یعنی توجہ) نہ کرتا۔ شُدَہ شُدَہ (یعنی آہستہ آہستہ) بادشاہ تک خبر پہنچی۔ سلطان کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی، خود تشریف لے گئے۔ بہرو پیے نے دُور سے دیکھا کہ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے، گردن جھکالی اور مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ سلطان منتظر رہے۔ دیر کے بعد نظر اٹھائی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، سلطان مؤدّب بیٹھ گیا۔ اُن کا مؤدّب بیٹھنا تھا کہ بہرو پیا اٹھا اور جھک کر سلام کیا کہ جہاں پناہ! میں فلاں بہرو پیا ہوں۔ بادشاہ مُخجِل (یعنی شرمندہ) ہوئے اور فرمایا: واقعی اس بار میں نے نہ پہچانا۔ اب مانگ جو مانگتا ہے۔ اُس نے کہا: اب میں آپ سے کیا مانگوں! میں نے اُس (یعنی ربّ عَزَّ وَجَلَّ) کا نام جھوٹے طور پر لیا، اُس کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ میرے دروازے پر باادب حاضر ہوا۔ اب سچے طور پر اس کا نام لے دیکھوں۔ یہ کہا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو چلا گیا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ۲۵۷)

(1125) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ قبل العصر، ج۱ص۴۹۱، رقم: ۱۲۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کبھی چار کبھی دو لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیئے امام اعظم فرماتے ہیں نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے یا دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۹۶)

58-بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

مغرب کے بعد اور پہلے کی سنّتوں کا بیان

تَقَدَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ

ان ابواب میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ

وَحَدِيثُ عَائِشَةَ، وَهُمَا صَحِيحَانِ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

﷞ سے مروی احادیث اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور دونوں احادیث صحیح ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔

شرح: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرش تک پہنچ جائے گا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت ادا کی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ کوئی رکاوٹ نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرش تک پہنچ جائے گا۔ (شرح الزرقانی للموطا، کتاب الشعر، باب ماجاء فی المتحابین...الخ، تحت الحدیث: ۱۸۱۴، ج ۴، ص ۴۶۹)

(1126) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن مغفل ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار فرمایا کہ جو چاہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاة قبل المغرب، ج۲ص۵۹، رقم: ۱۱۸۳، سنن ابوداؤد، باب الصلاة قبل المغرب، ج۱ص۴۹۴، رقم: ۱۲۸۳، السنن الکبری للبیہقی، باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین، ج۲ص۴۷۴، رقم: ۴۶۶۶، صحیح ابن حبان، باب مواقیت الصلاة، ج۴ص۴۵۷، رقم: ۱۵۸۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن مغفل، ج۵ص۵۵، رقم: ۲۰۵۷۱)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتیں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کرکے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا هو نفی المندوبیة اما ثبوت الکراهة فلا الا ان یدل دلیل اخر۔

(فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹)

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب ومستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

(1127) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بزرگ صحابہ کو دیکھا ہے کہ مغرب کے وقت سنتوں کی طرف (یعنی سنتیں پڑھنے کے لیے) جلدی کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کم بین الاذان والاقامة ومن ینتظر الاقامة، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۶۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۸۰، رقم: ۱۲۰۱۵، السنن الکبرٰی، باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین، ج۲ص۴۷۶، رقم: ۴۱۷۸، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۴ص۲۳۶، رقم: ۲۴۸۹)

شرح حدیث: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(1128) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقِيْلَ: اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا؟ قَالَ: كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مغرب کی نماز سے پہلے سورج غروب ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھا ہے؟ تو فرمایا آپ علیہ السلام ہمیں دیکھتے تھے کہ ہم یہ پڑھ رہے ہیں اور آپ نے ہمیں نہ منع کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتین قبل صلاة المغرب، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۱۹۸۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین، ج۲ص۴۷۵، رقم: ۴۱۶۳، سنن ابوداؤد، باب الصلاة قبل المغرب، ج۱ص۴۹۳، رقم: ۱۲۸۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الخامس فی راتبة المغرب، ج۶ص۳۲، رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت مختار ابن فلفل سے فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے عصر کے بعد کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم کرتے تھے اور نہ منع کرتے تھے۔ (مسلم)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت مختار ابن فلفل) آپ تابعی ہیں، مخزومی ہیں، کوفی ہیں، حضرت انس سے ملاقات ہے، سفیان ثوری نے آپ

سے احادیث لیں۔
(بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے) یعنی بطور سزا تھپیاں لگاتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز آجائیں۔ خیال رہے کہ یہاں بعد عصر سے مراد نماز مغرب سے پہلے نفل بھی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔
(مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے) یہ ہے فاروق اعظم کی شکایت کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نفل پڑھتے تھے اور فاروق اعظم ان پر مارتے تھے آپ نے ہم کو ایک سنت صحابہ سے روک دیا مگر یہ شکایت درست نہیں کیونکہ آپ کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی حضرت عمر فاروق کو نسخ کا علم تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۰۳)

(1129) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ، ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ، فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ، حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ أَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِمَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ شریف میں تھے تو مؤذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ ستونوں کے لیے ستونوں کی طرف جلدی کرتے۔ پس دو رکعت ادا کرتے حتیٰ کہ مسافر آدمی مسجد میں داخل ہوتا تو نفل نماز پڑھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز ادا ہو چکی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب، ج۲ص۲۱۲، رقم: ۱۹۷۶ السنن الکبری للبیہقی، باب من جعل قبل صلاۃ المغرب رکعتین، ج۲ص۶۷۵، رقم: ۴۱۶۳ مصنف عبدالرزاق، باب الرکعتین قبل المغرب، ج۱ص۴۳۵، رقم: ۲۹۸۶)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتیں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراهۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر۔

(فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹)

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

59- بَابُ سُنَّةِ الْعِشَاءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَمَا سَبَقَ.

اس میں حضرت ابن عمر کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور عبداللہ بن مغفل کی حدیث ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جیسا کہ گزر چکا۔ (متفق علیہ)

شرح: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے، جیسے چاند سورج کو قمرین، حضرت صدیق و فاروق کو عمرین، حضرت حسن و حسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے، اذان تو وقت نماز کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے اور اقامت تیاریٔ جماعت کی اطلاع کے لیے، بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں۔

یا تو صلوۃ بمعنی دعا ہے، یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت ہے یا بمعنی نماز، یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو، کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل، نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی، انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پا سکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں، فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، خلا صلوٰۃ المغرب سواء نماز مغرب کے۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے) یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے، یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری ہے، عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ، مغرب کی منع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۶۲۳)

60-بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ — جمعہ کی سنتوں کا بیان

(1130) فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخارى، باب بين كل اذانين صلاة لمن شاء، ج۱ص۱۲۸، رقم: ۶۲۷، صحيح مسلم، باب بين كل اذانين صلاة، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۱۹۷۷، السنن الصغرى للبيهقى، باب ذكر النوافل التى هى اتباع الفرائض، ج۱ص۲۴۰، رقم: ۶۰۳، سنن ابوداؤد، باب الصلاة قبل المغرب، ج۱ص۴۹۵، رقم: ۱۲۸۵، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فى الركعتين قبل المغرب، ج۱ص۳۶۸، رقم: ۱۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر چونکہ مکہ معظمہ میں مسافر ہوتے تھے اس لیے جمعہ کی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرتے مگر فرق کے لیئے جگہ بدل دیتے تاکہ فرائض ونفل میں جدائی بھی ہو جائے اور مسجد کے چند مقامات گواہ بھی بن جائیں۔ یہ حدیث امام ابو یوسف کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چھ سنت مؤکدہ ہیں مگر وہ فرماتے ہیں کہ پہلے چار پڑھے پھر دو اور یہاں ہے کہ آپ نے پہلے دو پڑھیں پھر چار۔

یعنی سنت جمعہ مکہ معظمہ میں مسجد ہی میں پڑھتے تھے اور مدینہ منورہ میں گھر میں اور بعد جمعہ چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے دو بعد میں تاکہ فرض اور سنت مؤکدہ میں فاصلہ ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلف رہے ہیں کبھی کسی طرح ادا فرمائیں، کبھی کسی طرح لہذا جائز ہر طرح ہیں صرف بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۱۳)

(1131) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُم الْجُمُعَةَ، فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھے تو اس کو جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۳ص۱۶، رقم: ۲۰۷۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۳ص۲۳۹، رقم: ۶۱۳۹، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۱ص۴۴۶، رقم: ۱۵۷۵، السنن النسائی الکبرٰی، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۱ص۵۳۸، رقم: ۱۷۴۳، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۲۸، رقم: ۲۴۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ ہیں، امام یوسف کے ہاں چھ، اس طرح کہ فرض جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں پڑھے پھر دو۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۹۰)

(1132) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ فِیْ بَيْتِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے حتیٰ کہ آپ اپنے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۳ص۱۷، رقم: ۲۰۷۷، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الامام ینصرف الی منزلۃ فیرکع فیہ، ج۳ص۲۴۰، رقم: ۶۱۵۲، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنۃ، ج۱ص۴۸۶، رقم: ۱۲۵۴، سنن

النسائی باب الصلاۃ بعد الظہر ج۲ص۱۱۹ رقم: ۸۷۳ مصنف عبدالرزاق باب التطوع قبل الصلاۃ ج۳ص۶۵ رقم: ۴۸۱۰)

شرح حدیث: صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

مسئلہ ۱: سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(۱) دو رکعت نماز فجر سے پہلے

(۲) چار ظہر کے پہلے، دو بعد

(۳) دو مغرب کے بعد

(۴) دو عشا کے بعد اور

(۵) چار جمعہ سے پہلے، چار بعد یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۴۵)

مسئلہ ۲: افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار پڑھے، پھر دو کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(غنیۃ المتملي، فصل في النوافل، ص ۳۸۹) (بہار شریعت صفحہ ۶۶۳ جلد ۴)

61-بَابُ اسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَاءٌ الرَّاتِبَةُ وَغَيْرُهَا وَالْأَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَّوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ اَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

نوافل گھر میں ادا کرنا مستحب ہے وہ مؤکدہ سنتیں ہوں یا غیر مؤکدہ اور فرض کی جگہ سے پھر کر یا درمیان میں گفتگو کے ذریعے وقفہ کر کے نفل پڑھنے کا حکم

(1133) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ آدمی کی زیادہ فضیلت والی نماز وہ ہے جو اس نے اپنے گھر میں ادا کی سوائے فرض نماز کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب صلاۃ اللیل ج۱ص۱۳۷ رقم: ۷۳۱، صحیح مسلم باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیته وجوازها فی المسجد ج۲ص۱۸۸ رقم: ۱۸۶۱، السنن الکبرٰی للبیهقی باب من زعم ان صلاۃ التراویح وغیرها من صلاۃ اللیل ج۲ص۶۴۳ رقم: ۴۶۹۰، سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت ج۲ص۳۱۲ رقم: ۴۵۰، صحیح ابن حبان باب النوافل ج۶ص۲۳۸ رقم: ۲۴۹۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بربنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل صلٰوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔ (صحیح مسلم باب صلٰوۃ النافلۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶)

فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے (ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو فاسق مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(سنن الدار قطنی باب الحث لجار المسجد علی الصلٰوۃ فیہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰)

مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج ۷، ص ۷۳)

(1134) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی نمازوں میں سے کچھ (نفلی) گھروں میں ادا کرو ان کو قبریں نہ بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کراهیة الصلاة فی المقابر ج ۱ ص ۱۲۰ رقم: ۴۳۲ صحیح مسلم باب استحباب صلاة النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد ج ۲ ص ۱۸۷ رقم: ۱۸۵۶ السنن الکبرٰی للبیهقی باب ما جاء فی النهی عن الصلاة فی المقبرة والحمام ج ۲ ص ۴۱۲ رقم: ۴۳۲۸ سنن ابوداؤد باب صلاة الرجل التطوع فی بیته ج ۱ ص ۴۰۲ رقم: ۱۰۴۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت ج ۲ ص ۳۱۲ رقم: ۴۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ فرض مسجد میں پڑھو اور سنت و نفل گھر میں آ کر یا نماز پنجگانہ مسجد میں پڑھو اور نماز تہجد، چاشت وغیرہ گھر میں، تا کہ نماز کا نور گھروں میں رہے اور عورتوں و بچوں کو تمہیں دیکھ کر نماز کا شوق ہو، نیز گھر کی نماز میں ریاء کم ہوتی ہے۔

(ان کو قبریں نہ بناؤ) یعنی قبرستان کی طرح انہیں نماز سے خالی مت رکھو یا گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ خیال

رہے کہ گھر میں دفن ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شرف نصیب ہوا۔ دوسروں کو شہر سے باہر قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ اپنی تعمیر شدہ مسجد یا مدرسے میں اپنی قبر کی جگہ رکھتے ہیں اور وہیں دفن کیے جاتے ہیں اور وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ اس سے وہ جگہ قبرستان نہیں بن جاتی۔ قبورًا میں اسی طرف اشارہ ہے نہ ان کی قبر کھود کر لاش نکالنا جائز کہ بعد دفن میت نکالنا جائز نہیں، الاحق ادمی۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ ص ۶۷۳)

(1135) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ، فَاِنَّ اللهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی مسجد میں اپنی نماز پوری کرلے۔ تو اس کو اپنی نماز میں سے ایک حصہ گھر کے لیے بنانا چاہیے۔ کیونکہ اس کی نماز کی وجہ سے اللہ کریم اس کے گھر میں بھلائی دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۱۸۵۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۱۵، رقم: ۱۱۱۲۷ السنن الصغری للبیھقی، باب من استحب رد النافلۃ الی بیتہ، ج۱ص۲۱۸، رقم: ۶۵۳ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی التطوع فی البیت، ج۱ص۴۳۸، رقم: ۱۳۷۶ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من امر بالصلاۃ فی البیوت، ج۲ص۲۵۵، رقم: ۶۵۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصنف یہ حدیث تراویح کے باب میں اس لیئے لائے کہ اس حکم میں تراویح بھی داخل ہے لہذا تراویح گھر میں پڑھنا افضل۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ تراویح اس حکم سے خارج ہے۔ صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا کہ تراویح مسجد میں اور جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ زمانہ نبوی میں گھر میں پڑھنا افضل تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ ص ۵۳۲)

(1136) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ: اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّائِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَّسْاَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ. فَقَالَ: نَعَمْ، صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ. فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ. قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ. فَصَلَّيْتُ. فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ. فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ. اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ.

حضرت عمر بن عطاء ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیر نے انہیں حضرت سائب بن اخت نمر کے پاس کسی چیز کے بارے میں پوچھنے بھیجا جو ان سے حضرت معاویہ ﷺ نے نماز میں دیکھی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے ان کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ جب امام نے سلام پھیرا میں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ جب حضرت معاویہ گھر چلے گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا جو تم نے کیا وہ دوبارہ نہ کرنا۔ جب جمعہ کی

...لَا نُوصِلَ صَلوٰةً بِصَلوٰةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

نماز پڑھ لے تو اس کو کسی نماز سے نہ ملائے حتی کہ گفتگو کرے یا نکل جائے۔ کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی حکم فرمایا کہ ہم ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملائیں جب تک کہ بات نہ کرلیں یا وہاں سے ہٹ نہ جائیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۰۰۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الامام یتحول عن مکانہ اذا اراد ان یتطوع فی المسجد، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۳۱۷۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یستحب للامام یوم الجمعۃ اذا سلم ان یدخل، ج۲ص۱۲۹، رقم: ۲۰۶۹)

شرحِ حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دیکھی ہو) یعنی نافع ابن جبیر ابن مطعم نے عمرو ابن عطا کو حضرت سائب کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نماز کا کوئی عمل حضرت معاویہ نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ فقیہ صحابہ سے ہیں اس لیئے ان کی تائید یا تردید حجت شرعیہ ہے۔ خیال رہے کہ عمرو ابن عطا اور جبیر ابن مطعم دونوں تابعی ہیں اور حضرت سائب اور امیر معاویہ دونوں صحابی مگر حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں۔

(امیر معاویہ کے ساتھ مقصورے میں جمعہ پڑھا) مقصورہ جامع مسجد کا وہ خاص مقام ہے جہاں مکبر یا سلطان اسلام کھڑے ہو کر جماعت سے نماز ادا کریں، چونکہ یہ جگہ ان لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیئے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہوں کے لیئے مسجد میں خاص جگہ مقرر کی جانے لگی جہاں صرف وہی کھڑے ہوں آس پاس ان کے خاص آدمی پیچھے حفاظتی پولیس تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کرسکے۔

(جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہو گیا) اور سنت و نفل وہاں ہی ادا کر لیئے جگہ نہ بدلی فرض و سنن میں فاصلہ بھی نہ کیا۔

(کوئی بات کرلو یا ہٹ جاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ فرائض و نوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا وظیفہ یا کلام کا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے جگہ بھی قدرے بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے اسی لیئے بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر بلکہ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔

(بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں) یعنی نوافل فرائض سے نہ ملاؤ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی۔

(مراۃ المناجیح، ج۲ص۳۱۲)

62-بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوۃِ الْوِتْرِ وَبَیَانِ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ وَبَیَانِ وَقْتِہٖ

نماز وتر کی ترغیب اس کا سنت مؤکدہ ہونا اور اس کا وقت کیا ہے ان باتوں کا بیان

(1137) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ، وَلٰکِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ، فَاَوْتِرُوْا یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ وتر فرضوں کی طرح لازم نہیں ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس (نماز وتر) کو مقرر فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے تو اے قرآن والو: وتر ادا کیا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء أن الوتر لیس بحتم، ج۲ص۳۱۶ رقم: ۴۵۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلۃ من الصلوات اکثر من خمس، ج۲ص۳۶۸ رقم: ۴۶۳۱، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الوتر، ج۱ص۳۷۰ رقم: ۱۱۶۹، سنن الدارمی، باب الحث علی الوتر، ج۱ص۴۴۸ رقم: ۱۵۸۰، سنن النسائی، باب الامر بالوتر، ج۱ص۱۷۱ رقم: ۴۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں وتر فرد عدد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہوسکے اکیلا ہو، رب تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔ اس کے وتر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات وصفات اور افعال میں اکیلا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کے صفات انعال قابل تقسیم، اسی معنی سے اسے واحد اور احد کہتے ہیں لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وتر و شفع ہونا عدد کے حالات ہیں اللہ تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔

وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ وتر ہونے میں اسے رب تعالیٰ سے نسبت ہے، لہٰذا اس پر ثواب دے گا یا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو دنیا سے اکیلا ہوکر رب کا ہو رہے جب رب تمہارا ہے تو تم بھی رب کے ہوجاؤ۔ (از مرقات)

(تو اے قرآن والو) یعنی اے قرآن ماننے والو مسلمانو! نماز وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو دنیا سے منقطع ہوکر رب کے ہو رہو۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دی گئی اللہ تو ایک ہے وتر بھی ایک ہونی چاہیے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے اور طاق تو تین بھی ہیں ایک ہونے میں نسبت نہیں، ورنہ رب تعالیٰ اجزا سے پاک ہے اور وتر نماز اگرچہ ایک رکعت ہی ہو اجزا والی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۵۰۴)

(1138) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ: مِنْ کُلِّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ، وَمِنْ اَوْسَطِہٖ، وَمِنْ

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رات کے پہلے درمیان والے اور آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے وتر ادا کیے اور آخری دور میں آپ کے وتر سحری کے وقت

اٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. ہوتے تھے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح البخاری، باب ساعات الوتر، ج۱ص۲۵، رقم: ۹۹۶ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۶۸، رقم: ۱۷۴۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من کل اللیل اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳ص۳۵، رقم: ۴۰۰۵ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل، ج۱ص۳۷۵، رقم: ۱۱۸۶ سنن النسائی، باب وقت الوتر، ج۱ص۳۳۴، رقم: ۱۶۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لیئے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے، مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۴۹۹)

(1139) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کے وقت اپنی نمازوں کے آخر میں وتر ادا کرو۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب لیجعل آخر صلاتہ وترا، ج۱ص۲۵، رقم: ۹۹۸ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۲ص۱۷۴، رقم: ۱۷۹۱ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال یجعل آخر صلاتہ وترا، ج۳ص۳۳، رقم: ۴۰۲۲ سنن ابوداؤد، باب فی وقت الوتر، ج۱ص۵۴۰، رقم: ۱۴۳۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۴۷۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح ابھی عرض کی جاچکی ہے کہ یہ حدیث تہجد والوں کے لیئے تہجد کے اعتبار سے ہے اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیئے عشاء کے اعتبار سے یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۴۹۶)

(1140) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح سے پہلے وتر ادا کرلیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل، ج۲ص۱۷۳، رقم: ۱۸۰۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب وقت الوتر، ج۳ص۳۴۸، رقم: ۴۶۹۱ المستدرک للحاکم، کتاب الوتر، ج۱ص۴۳۲، رقم: ۱۱۲۳ سنن ابن ماجہ، باب من نام عن وتر او نسیہ، ج۱ص۳۷۵، رقم: ۱۱۸۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر، ج۱ص۴۳۲، رقم: ۴۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتی کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمداً وتر بغیر قضاء کیئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے وہ صبح کے بعد پڑھ لے اس لیئے امام شافعی بھی قضاء وتر کے قائل ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۹۷)

(1141) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهُ بِاللَّيْلِ، وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ، اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَتْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز پڑھتے حالانکہ وہ (یعنی میں) آپ کے سامنے لیٹی ہوتی۔ تو جب وتر باقی رہ جاتے تو مجھے بیدار کر دیتے تو میں وتر پڑھ لیتی۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ، قَالَ: قُوْمِيْ فَاَوْتِرِيْ يَا عَائِشَةُ.

ایک اور روایت ہے کہ آپ (ﷺ) فرماتے: اے عائشہ اُٹھ جاؤ اور وتر ادا کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۱۶۸، رقم: ۱۷۹۹، سنن ابوداؤد، باب من قال المرأۃ لا تقطع الصلاۃ، ج۱ص۲۱۰، رقم: ۷۱۱)

شرح حدیث: مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی طلوع الشمس من مغربہا، ج ۲، ص ۴۴)

مسئلہ: وتر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کا تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا پڑھی ہے، لہٰذا کبھی تبرکاً انہیں پڑھے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۷۸)

اور کبھی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ کی جگہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ۔

(1142) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح سے پہلے پہلے وتر ادا کیا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی وقت الوتر، ج۱ص۵۲۸، رقم: ۱۴۳۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر، ج۱ص۳۳۱، رقم: ۴۶۷، السنن الکبری للبیهقی، باب وقت الوتر، ج۱ص۴۷۸، رقم: ۴۶۴۲، صحیح ابن حبان، باب الوتر، ج۱ص۱۴۹، رقم: ۲۴۴۵، صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۱۷۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتی کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمداً وتر بغیر قضاء کیئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے وہ صبح کے بعد پڑھ لے اس لیئے امام شافعی بھی قضاء وتر کے قائل ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۷)

(1143) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَنْ لَا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَقُوْمَ اٰخِرَهُ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ، فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ، وَذٰلِكَ اَفْضَلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو خطرہ ہو کہ پچھلی رات نہ بیدار ہو سکے گا۔ تو اس کو شروع رات میں وتر پڑھ لینے چاہئیں۔ اور جس کو امید ہو کہ بیدار ہو جائے گا تو اسے رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز میں فرشتے حاضر کیے جاتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوّله، ج۲ص۱۷۴، رقم: ۱۸۰۲، مسند الشافعی، الباب العشرون فی الوتر، ج۱ص۲۱۱، رقم: ۵۴۹، مصنف ابن ابی شیبة، من قال یجعل الرجل آخر صلاته باللیل وترا، ج۲ص۸۰، رقم: ۶۸۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ امر وجوبی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمر تم قوت واجتہاد پر۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں اللہ کی رحمتیں لے کر اترتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹۸)

63-بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الضُّحٰى وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْثَرِهَا وَاَوْسَطِهَا، وَالْحَثِّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا

نماز چاشت کی فضیلت اس میں قلیل وکثیر اور متوسط رکعتوں کا بیان اور اس کی محافظت کی ترغیب کا بیان

(1144) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے

أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَرْقُدَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میرے خلیل ﷺ نے مجھے ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنے اور چاشت کی دو رکعت ادا کرنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ (متفق علیہ)

وَالْإِيْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ إِنَّمَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَا يَثِقُ بِالْاِسْتِيْقَاظِ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَإِنْ وَثِقَ، فَاٰخِرُ اللَّيْلِ أَفْضَلُ.

سونے سے پہلے وتر پڑھنا اس کے لیے مستحب ہے۔ جس کو پچھلی رات جاگنے کا اعتماد نہ ہو۔ اگر مطمئن ہو تو پچھلی رات میں وتر پڑھنا زیادہ افضل ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ج۱ص۵۸، رقم: ۱۱۷۸، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۱۷۰۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاختیار فی وقت الوتر ج۳ص۳۶، رقم: ۵۰۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی الوتر قبل النوم، ج۱ص۵۳۹، رقم: ۱۴۳۲، سنن الدارمی، باب صلاۃ الضحی، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۱۴۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس لیئے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیئے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ واشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ کرام خصوصًا ابوہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۲۹۸)

(1145) وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر صبح کے وقت صدقہ ہے ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ ان تمام کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج۱ ص۲۵۸،

رقم: ۱۰۰۰، مسند امام احمد، مسند ابی ذر، ج ۸ص ۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۳، مسند ابوعوانه، بیان ثواب صلاة الضحی، ج ۲ص ۱۰، رقم: ۲۱۰۰، معجم لابن عساکر، ص ۲۱، رقم: ۱۰۷۲، اطراف المسند المعتلی، من اسمه ابو الاسود الدئلی، ج ۲ص ۹۹، رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان سب میں صدقہ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے لہٰذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔

یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے ان شاءاللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۵)

(1146) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا، وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز چار رکعت ادا کرتے اور جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا اس میں اضافہ کر لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الرکعتین فی المسجد لمن قدم من سفر اول قدومه، ج ۱ص ۱۵۷، رقم: ۱۱۹۸، سنن النسائی، باب عدد صلاة الضحی فی الحضر، ج ۱ص ۱۸۰، رقم: ۴۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۹ص ۱۲۳، رقم: ۲۴۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی آپ نے نماز چار رکعت سے کبھی کم نہ پڑھی، ہاں کبھی زیادہ کر دیتے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ ان رکعتوں میں والشمس، واللیل، والضحٰی، الم نشرح پڑھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۴)

(1147) وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهُ يَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، وَذٰلِكَ ضُحًى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ.

حضرت اُم ہانی فاختہ بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا کی یہ چاشت کا وقت تھا۔ (متفق علیہ) یہ مختصر الفاظ روایات مسلم میں سے ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج ۱ص ۱۵۷، رقم: ۷۰۱، السنن الصغری، باب صلاة الضحی، ج ۱ص ۲۶۶، رقم: ۸۲۶، موطا امام مالک، باب الصلاة فی الثوب الواحد، ج ۱ص ۲۵۱،

رقم: ۱۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے، علی مرتضی کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کرسکی تھیں۔

یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی، رکوع سجدے تو ویسے ہی دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام وقعدہ پورا نہ کیا۔

(یہ چاشت کا وقت تھا) یعنی یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۳)

64-بَابُ تَجْوِيزِ صَلوٰةِ الضُّحٰى مِنَ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلٰى زَوَالِهَا وَالْاَفْضَلُ اَنْ تُصَلّٰى عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحٰى

چاشت کی نماز سورج کے بلند ہونے سے زوال تک جائز ہے تاہم گرمی کی شدت اور چاشت کے بلند ہونے کے وقت پڑھنا زیادہ افضل ہے

(1148) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى، فَقَالَ: اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلوٰةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ، اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلوٰةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا خبردار ان لوگوں کو علم ہے کہ اس گھڑی کے سوا (کسی اور وقت) میں یہ نماز زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب اونٹوں کے بچے (کے پاؤں) گرمی کی شدت سے جلنے لگیں۔ (مسلم)

تَرْمَضُ بِفَتْحِ التَّاءِ وَالْمِيْمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، يَعْنِيْ: شِدَّةَ الْحَرِّ. وَالْفِصَالُ جَمْعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ: الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ.

تَرْمَضُ: تا اور میم پر زبر اور ضاد معجمہ کے ساتھ سخت گرمی کو کہتے ہیں۔ اَلْفِصَالُ: فصیل کی جمع ہے اونٹ کے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال، ج۲ص۱۴۱، رقم ۱۷۸۰، السنن الکبری، باب من استحب تاخیرها حتی ترمض الفصال، ج۳ص۴۹، رقم: ۵۱۰۵، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۲۸۰، رقم: ۲۵۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ج۴ص۳۶۷، رقم: ۱۹۲۸۹، مسند البزار، مسند زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ج۲ص۱۳۲، رقم: ۴۳۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اشراق سے متصل چہارم دن گزرنے سے پہلے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔
بعض علماء نے فرمایا کہ چاشت کا وقت بھی طلوع آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا، یہ نہ کہا کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں گھڑی نہ تھی اس لیے اوقات کا ذکر علامت سے ہوتا تھا آپ نے دو پہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہو جائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے وقت گرم ہو جائے، چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اسوقت نماز بہتر ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۶)

65 بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلٰوةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوْسِ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَآءٌ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ اَوْ صَلٰوةِ فَرِيْضَةٍ اَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ اَوْ غَيْرِهَا

تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز کی ترغیب اور دو رکعت نفل پڑھنے سے پہلے مسجد میں بیٹھنے کی کراہت چاہے کسی بھی وقت مسجد میں داخل ہو چاہے یہ دو رکعت تحیۃ المسجد یا فرض نماز یا سنت مؤکدہ یا کوئی اور نماز پڑھے

(1149) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت پڑھنے سے قبل نہ بیٹھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ج۲ص۵۶، رقم: ۱۱۶۳، صحیح مسلم، باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین و کراھۃ الجلوس قبل صلاتھما، ج۲ص۱۵۵، رقم: ۱۶۸۷، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من دخل المسجد لا یجلس حتی یرکع رکعتین، ج۳ص۱۹۴، رقم: ۵۹۰۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی قتادۃ الانصاری، ج۸ص۳۱۱، رقم: ۲۲۷۰۵، مصنف عبدالرزاق، باب الرکوع اذا دخل المسجد، ج۱ص۴۲۸، رقم: ۱۶۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ نفل "تحیۃ المسجد" ہیں جو مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جب کہ وقت کراہت نہ ہو، لہذا فجر اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کے لیے ہے، مسجد حرام کے لیے بجائے ان نوافل کے طواف بہتر ہے اور یہ حکم غیر خطیب کے لئے ہے، خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا۔

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۴)

(1150) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تھے۔ آپ نے فرمایا: دو رکعت پڑھ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ اذا قدم من سفر، ج۱ص۶۹۱ رقم: ۴۴۳ صحیح مسلم، باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین و کراھۃ الجلوس قبل صلاتھما، ج۲ص۱۵۵، رقم: ۱۶۸۹ السنن الکبری للبیھقی، باب ما جاء فی ھیئۃ المشاع ج۲ص۱۸۱، رقم: ۱۲۳۰۸ مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبد اللہ، ص۳۳۱، رقم: ۱۰۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسجد سے مراد یا حضرت جابر کے محلے کی مسجد ہے یا مسجد نبوی شریف دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے مسجد اللہ کا گھر ہے وہاں حاضر ہونا گویا رب تعالیٰ سے ملاقات کرنا ہے اس کا استحباب حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے اور حدیث قولی سے بھی۔ (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۱۰۸)

66- بَابُ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے

(1151) عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ: يَا بِلَالُ، حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي مِنْ أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو فرمایا۔ اے بلال مجھے اسلام میں اپنے سب سے زیادہ قبولیت والے عمل کی خبر دو کیونکہ میں نے تمہارے جوتوں کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ہے۔ عرض کیا: میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل کوئی نہ کیا کہ میں نے رات یا دن کی جس بھی گھڑی میں وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو سے نماز ادا کرتا ہوں جو میرے لیے لکھی گئی۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اَلدَّفُّ بِالْفَاءِ: صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرَكَتُهُ عَلَى الْأَرْضِ، وَاللهُ أَعْلَمُ۔

اَلدَّفُّ: فا کے ساتھ جوتے کی آواز اور اس کی حرکت جو زمین پر چلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الطھور باللیل والنھار وفضل الصلاۃ بعد الوضوء، ج۱ص۳۸۶ رقم: ۱۱۴۹ صحیح مسلم، باب من فضائل بلال رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۳۶۰ رقم: ۶۳۷۸ صحیح ابن خزیمہ، باب فضل صلاۃ التطوع فی عقب کل وضوء یتوضأہ المحدث، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۱۲۰۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۳۲ رقم: ۸۳۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو فجر جماعت سے پڑھی نہ تھی یا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا، یہ ہی معنی زیادہ ظاہر ہیں۔
حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت میسر ہوئی۔ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی دوزخی ہے، یہ علوم خمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا۔ حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہوکر ہی اٹھے۔ اللہ تعالٰی حضرت بلال کے صدقے مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں، ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں۔ شعر

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

(تو میں اس وضو سے نماز ادا کرتا ہوں) یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور امت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں، نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے۔ ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۵۴)

67- بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوبِهَا وَالْاِغْتِسَالِ لَهَا وَالطِّيْبِ وَالتَّبْكِيْرِ اِلَيْهَا

جمعہ کے دن کی فضیلت اور اس کی فرضیت اس کے لیے غسل کرنا خوشبو لگانا جاتے

وَالدُّعَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ بَيَانِ سَاعَةِ الْإِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ إِكْثَارِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ہوئے راستے میں تکبیر پڑھنا جمعہ کے روز دعا مانگنا اور رسول اللہ پر درود پڑھنا اس میں قبولیت کی وہ گھڑی اور نماز جمعہ کے بعد کثرت سے ذکر کرنا مستحب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ، وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) (الجمعة: 10)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

(1152) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ: فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ، وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن اس سے نکالے گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل یوم الجمعة، ج۳ص۶، رقم: ۲۰۱۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۳ص۲۵۱، رقم: ۶۲۱۶، سنن النسائی الکبرٰی، باب کفارة من ترک الجمعة من غیر عذر، ج۱ص۵۱۷، رقم: ۱۶۶۲، صحیح ابن حبان، باب صلاة الجمعة، ج۷ص۷، رقم: ۲۷۷۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۱۸، رقم: ۹۳۹۹)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا تو کعب احبار سے ملا ان کے پاس بیٹھا انہوں نے مجھے توارت کی باتیں سنائیں اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں اتارے گئے، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں وفات پائی، اسی میں قیامت قائم ہوگی ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو جن وانس کے سواء اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگ لے مگر رب اسے دیتا ہے کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے توریت پڑھی تو بولے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں گفتگو کی سنائی میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن ہے تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعہ میں ہے تب عبداللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا پھر عبداللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی ساعت ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتا دیجئے اور بخل نہ کیجئے عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں بولا کہ وہ جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے عبداللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے۔ (مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی۔

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں طور کی طرف گیا) ظاہر یہ ہے کہ طور سے مراد وہ مشہور طور پہاڑ ہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔

(تو کعب احبار) آپ کا نام کعب ابن مانع، کنیت ابو اسحاق، قبیلہ حمیر سے ہیں، یہود کے بڑے مشہور عالم تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے، عہد فارقی میں ایمان لائے اور خلافت عثمانی ۳۲ھ مقام حمص میں وفات پائی لہذا آپ تابعین میں سے ہیں۔

(میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں) صحابہ کرام مؤمنین علمائے بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو۔ جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا وہ توریت کی وہ ایات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا اس سے ہدایت لینے کے لیئے پڑھنا مراد ہے، اب ہدایت صرف قرآن وحدیث میں ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

(اسی میں قیامت قائم ہوگی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن ہوگی مگر اس کا سنہ بتانے کی اجازت نہ تھی۔

(قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو) یعنی جمعہ کے دن ہر جانور منتظر ہوتا ہے کہ شاید آج قیامت ہو، جب بخیریت سورج نکل آتا ہی تب سمجھتا ہے کہ آج قیامت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی یہ معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کو آوے گی اور انہیں ہمارے دنوں کی بہت خبر رہتی ہے کہ آج فلاں دن ہے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بگڑی ہوئی توریت میں بھی جمعہ کے فضائل اور

اس میں قبولیت کی ساعت کا ذکر تھا مگر حضرت کعب کی یاد نے غلطی کی کہ وہ سمجھے توریت میں یہ ہے کہ سال کے ایک جمعہ میں قبولیت کی ساعت ہوتی ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کی خبر دی تو جو توریت کے چوٹی کے عالم پر چھپی رہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بتادیں۔

(کعب نے غلط کہا) یہاں کذب بمعنی جھوٹ نہیں بلکہ بمعنی بھول جانا یا غلطی کرنا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایک عالم کے غلط فتوے کو دوسرا عالم درست کر کے سائل کو بتاسکتا ہے کہ وہ غلط تھا۔

(کعب نے سچ کہا) سبحان اللہ! یہ حضرات بالکل بے نفس تھے انہیں کسی کی ذات سے عناد نہ تھا اصل مسئلے سے بحث تھی۔امام بخاری نے بخاری شریف میں جو امام ابوحنیفہ پر سخت لہجہ میں اعتراضات کیئے ہیں انہیں بھی امام اعظم سے عناد نہ تھا وہ سمجھے کہ یہ مسائل غلط ہیں اور حدیث کے خلاف ہیں اسی لئے اس طرح اعتراضات کر گئے،ان کا ماخذ یہ حدیث ہے لہذا اب ہم امام بخاری کو برا نہیں کہہ سکتے۔

(اور بخل نہ کیجئے) تَضَنَّ ضَنٌّ سے بنا،بمعنی بخل،رب تعالٰی فرماتا ہے:وَمَا هُوَعَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔خیال رہے کہ مال کے بخل سے علم کا بخل زیادہ برا کیونکہ علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں،ہاں یہ ضروری ہے کہ نااہل سے علم کے اسرار چھپاؤ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے گا۔

(جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے) غالب یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ فرمایا،اور ہوسکتا ہے کہ توریت میں دیکھ کر یا اپنے بزرگوں سے سن کر فرمایا ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ کو اسلام لانے کے بعد توریت پر اعتماد نہ رہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایسا جرم کرسکتے تھے۔

(مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے) یعنی اس وقت نماز مکروہ ہے کہ نہ فرض جائز نہ نفل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اسے نماز پڑھتا ہوا پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز کا ہے،لہذا آپ کا قول اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔

(میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے) یعنی تمہاری حدیث میں نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ حکمی نماز مراد ہے،چونکہ اس وقت مغرب قریب ہوتی ہے،لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتے ہیں تو نماز ہی میں ہوتے ہیں،اب اگر دعا مانگ لیں تو نماز میں بھی ہیں اور دعا بھی مانگ رہے ہیں۔خیال رہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ساعت مغرب کے قریب ہوتی ہے۔بہتر یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بھی دعا مانگ لے اور خطبہ اور نماز کے درمیان بھی اور اس وقت بھی۔ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس ساعت کے بارے میں چالیس قول ہیں۔(مرٰاۃ المناجیح،ج ۲ ص ۵۸۹)

(1153) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا پس کان

اِلَى الْجُمُعَةِ، فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لگا کر سنا اور خاموش رہا تو اس سے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ کے درمیان جو غلطیاں سرزد ہوئیں معاف کر دی جاتی ہیں اور تین دن زیادہ کے بھی معاف ہوتے ہیں اور جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے فضول کام کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ، ج ۲ ص ۸، رقم: ۲۰۲۵، سنن ابوداؤد، باب فضل الجمعۃ، ج ۱ ص ۳۰۶، رقم: ۱۰۵۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم، کتاب الصلاۃ، ج ۲ ص ۴۲۸، رقم: ۱۹۳۳، تلخیص الحبیر للعسقلانی، کتاب الجمعہ، ج ۲ ص ۶۷، تحت رقم: ۶۵۵، تحفۃ الاشراف للمزی، من اسمہ ابو معاویۃ الضریر، ج ۹ ص ۲۴۶، رقم: ۱۲۵۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جس نے اچھی طرح وضو کیا) اس طرح کہ وضو کے فرائض، سنتیں، مستحبات سب ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں، سنت ہے۔ جو صرف وضو ہی کرے وہ گنہگار نہیں۔ امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

(پس کان لگا کر سنا اور خاموش رہا تو) اس طرح کہ اگر دور ہو تو صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کہ خطبہ کی آواز آ رہی ہو تو کان لگا کر سنے۔

(جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے فضول کام کیا) یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون واطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے، کنکر پتھروں سے کھیلنا بھی منوع ہے۔ اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو، اس وقت ہمہ تن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۱)

(1154) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَّا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کو مٹانے والے ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہ سے بچے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ مکفرات، ج ۱ ص ۱۴۴، رقم: ۵۷۳، التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمہ عمر بن اسحاق، ج ۶ ص ۵۲، رقم: ۱۹۵۶، اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۴۱۱، رقم: ۵۰۴، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلۃ من الصلوات اکثر من خمس، ج ۲ ص ۴۶۶، رقم: ۳۶۲۳

سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۲۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہذا احادیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۲۹)

(1155) وَعَنْهُ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ: لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر کی لکڑیوں پر فرماتے ہوئے سنا۔ ضرور کچھ لوگ اپنے جمعوں کو چھوڑنے سے رک جائیں گے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ پھر وہ بندہ ضرور غافلوں میں سے شمار ہو گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التغلیظ فی ترک الجمعة، ج۳ص۱۰، رقم: ۲۰۳۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التشدید علی من تخلف عن الجمعة ممن وجبت علیه، ج۳ص۱۷۱، رقم: ۶۸۱، سنن ابن ماجه، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة، ج۱ص۲۶۰، رقم: ۷۹۴، سنن الدارمی، باب فیمن یترک الجمعة من غیر عذر، ج۱ص۴۴۴، رقم: ۱۵۷۰، مسند ابی یعلی، مسند عبدالله بن عمر، ج۱۰ص۱۳۳، رقم: ۵۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو سستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پر دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست۔ خیال رہے کہ یہاں روئے سخن یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے یا آیندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارک جمعہ نہ تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۶۰۰)

(1156) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا جَآءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو

أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اسے غسل کر لینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الغسل یوم الجمعة، ج۲ص۲، رقم: ۸۷۷، صحیح مسلم، باب الجمعة، ج۲ص۲، رقم: ۱۹۸۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الدلالة علی ان الغسل للجمعة سنة اختیار، ج۱ص۲۹۳، رقم: ۱۳۵۶، سنن ابوداؤد، باب فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۱۳۳، رقم: ۳۴۰، سنن الدارمی، باب الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۴۳۳، رقم: ۱۵۳۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امام اعظم اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم وجوب کا نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے ان کے ہاں غسل نماز جمعہ واجب ہے، مگر امام اعظم کا قول قوی ہے، جیسا کہ آئندہ صحیح روایت میں آرہا ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے۔ خیال رہے کہ غسل نماز جمعہ کے لیے سنت ہے، لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت بھی نہیں جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا، بعض علماء نے اَحَدُ کو نصب اور جمعہ کو ضمہ پڑھا ہے اور حدیث کے معنٰی یہ کئے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس جمعہ کا دن آئے غسل کرے، ان کے نزدیک غسل جمعہ مطلقًا سنت ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو، لہذا چاہیئے یہ کہ جمعہ کا غسل صبح کے بعد کیا جائے رات میں کر لینے سے یہ سنت ادا نہ ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۰۳)

(1157) وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ (متفق علیہ)

اَلْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ: اَلْبَالِغُ. وَالْمُرَادُ بِالْوَاجِبِ: وُجُوْبُ اخْتِيَارٍ، كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ: حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَيَّ. وَاللهُ أَعْلَمُ۔

اور مُحْتَلِم سے مراد بالغ ہے اور واجب سے وجوب اختیاری ہے جیسے کوئی اپنے ساتھی سے کہے تمہارا حق مجھ پر واجب ہے۔ واللہ اعلم!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الغسل یوم الجمعة، ج۲ص۳، رقم: ۸۷۹، صحیح مسلم، باب وجوب الغسل الجمعة علی کل بالغ من الرجال، ج۲ص۳، رقم: ۱۹۹۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الغسل للجمعة، ج۱ص۲۹۴، رقم: ۱۳۵۳، سنن ابوداؤد، باب فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۱۳۳، رقم: ۳۴۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۳۳۶، رقم: ۱۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث محکم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنی ضروری ہے تو منسوخ ہے، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ جمعہ کے دن کی وجہ سے ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو۔ بہت سے علماء کا یہ بھی قول ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۰۴)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ جمعہ کے دن آپ غسل واجب جانتے ہیں؟ فرمایا نہ، ہاں یہ زیادہ طہارت ہے اور جو نہائے اس کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، الحدیث: ۳۵۳، ج۱، ص۱۶۰)

(1158) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بھی ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل زیادہ فضیلت والا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرخصۃ فی ترك الغسل یوم الجمعۃ، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۳۵۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الوضوء یوم الجمعۃ، ج۱ص۳۶۹، رقم: ۴۹۷، المنتقی لابن الجارود، باب الجمعۃ، ص۸۱، رقم: ۲۸۵، مسند امام احمد بن حنبل ومن حدیث سمرۃ بن جندب، ج۷ص۱۶، رقم: ۲۰۱۸۹، مسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۱۶۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ غسل جمعہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا حضور نے جو جمعہ کے دن غسل کر کے نماز کے لئے آئے، مجھ سے قریب بیٹھے، خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۵۰۶)

(1159) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ، اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور حتی الامکان پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے یا گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے۔ پھر (نماز کے لیے) نکلتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا پھر جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے وہ پڑھتا ہے۔ پھر امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدھن للجمعۃ، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۸۸۳، السنن الکبری للبیہقی، باب السنۃ فی التنظیف یوم الجمعۃ، ج۳ص۳۴۲، رقم: ۶۱۶۸، مسند امام احمد، حدیث رفاعۃ بن شداد، ج۹ص۲۲۸، رقم: ۲۳۶۶۱، مسند ابن ابی

شعبة حديث سلمان الفارسي رضي الله عنه، ص٦٦٦ رقم: ٤٢٥٤، المعجم الكبير للطبراني من اسمه سهيل بن حنظلة، ج٦، ص٢٦١، رقم: ٦٠٣٠)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیئے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے، مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ)

(گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصًا جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔

(دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔

(پھر جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے وہ پڑھتا ہے) تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آیندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔

(امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

(دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) دوسرے جمعہ سے مراد آیندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداود کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ ص۶۰۹)

(1160) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا پھر پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے آیا تو اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی، دو دوسری گھڑی میں آیا تو اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری گھڑی

السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، حَضَرَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: غُسْلُ الْجَنَابَةِ أَيْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

میں جمعہ کے لیے آیا تو اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا قربانی کیا۔ اور جو چوتھی گھڑی میں آیا تو اس نے گویا مرغی بطور تقرب دی اور جو پانچویں گھڑی میں آیا تو گویا اس نے انڈا قرب کے لیے دیا۔ پس جب امام آجائے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ (متفق علیہ) غسل جنابہ اس کا مطلب ہے ایسا غسل جو غسل جنابت کی طرح اطمینان اور صفائی سے کیا جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الجمعة، ج۲ص۳ رقم:۸۸۱ السنن الکبری للبیهقی، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة، ج۳ص۲۴۲، رقم: ۶۱۶۸ سنن ابوداؤد، باب فی الغسل یوم الجمعة، ج۱ص۱۴۷، رقم: ۳۵۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی التکبیر الی الجمعة، ج۲ص۳۶۷، رقم:۴۹۹ صحیح مسلم، باب الطیب والسواك یوم الجمعة، ج۲ص۳، رقم:۲۰۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں، بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طلوع فجر سے کھڑے ہوتے ہیں، بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے، مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر اولاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اول ہیں۔

(پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے آیا) یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آجائے اسے مکہ معظمہ اونٹ، گائے کہ ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے۔

(تو گویا اس نے انڈا قرب کے لیے دیا) اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ حج صرف امیروں پر فرض ہے اسی لیئے ان کی ہدی صرف اونٹ، گائے کی ہوگی مگر جمعہ غریبوں پر بھی فرض ہے اسی لیئے ان کی یہ ہدی مرغی کے انڈے کی بھی قبول ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہدی تو صرف اونٹ، گائے، بکری کی ہوتی ہے یہاں مرغی، انڈے کا ذکر کیوں ہوا۔ خیال رہے کہ ہدی قربانی کا وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ ذبحہ کے لیئے بھیجا جائے گا کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے۔

(پس جب امام آجائے) یعنی جب امام خطبہ کے لیئے منبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر لپیٹ کر انسانوں کے ساتھ خطبہ سننے لگتے ہیں، اب جو اس وقت آئے گا نہ اس کا نام ان کے دفتر میں لکھا جائے گا نہ اسے جلد آنے کا ثواب ملے گا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۱۲)

(1161) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا، اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پھر فرمایا اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو اس طرح پالے کہ اس وقت کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے کچھ مانگتا ہو تو اللہ کریم اس کو ضرور عطا فرما دیتا ہے اور آپ ہاتھ کے اشارے سے گھڑی کا تھوڑا ہونا بیان کرتے تھے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۲ص۱۳، رقم: ۹۳۵ صحیح مسلم، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۲ص۵، رقم: ۲۰۰۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۳ص۲۴۹، رقم: ۶۲۱۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة، ج۲ص۳۶۲، رقم: ۴۹۱ سنن الدارمی، باب الساعة التی تذکر فی الجمعة، ج۱ص۴۴۳، رقم: ۱۵۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے، رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر دنوں میں صرف جمعہ کے دن۔ یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے۔ غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے۔

یعنی اس ساعت میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی۔ نمازی متقی کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ فساق وفجار کی جو جمعہ تک نہ پڑھیں صرف دعاؤں پر ہی زور دیں۔ یُصَلِّی میں اسی جانب اشارہ ہے ورنہ نماز کی حالت میں دعا کیسے مانگی جائے گی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص۵۸۷)

(1162) وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تو نے اپنے باپ کو جمعہ کی خاص گھڑی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ نے فرمایا کہ یہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے نماز مکمل ہونے کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة، ج۲ص۶، رقم: ۲۰۱۲ سنن ابوداؤد، باب الاجابة آیة

ساعة هي في يوم الجمعة، ج ا ص ۳۰۶، رقم: ۱۰۵۱، شعب الایمان، باب فضل الجمعة، ج ۳ ص ۹۰، رقم: ۲۹۹۰)

شرح حدیث: جمعہ کی خاص گھڑی

اس ساعت کی تعیین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت ہے ان کی دلیل میرے علم میں نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس ساعت سے مراد امام کے خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ پڑھ لینے تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل مسلم شریف کی حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ساعت سے مراد امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک کا وقت ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔ ان کی دلیل ابن ماجہ میں حضرتِ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قرآن مجید میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت کا تذکرہ پاتے ہیں جس میں کوئی مومن بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ شے ضرور عطا فرمائے گا۔ تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یا ساعت کا کچھ حصہ (یعنی تمہاری مراد ساعت کا کچھ حصہ تو نہیں؟) تو میں نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، یہی میری مراد ہے۔ پھر میں نے عرض کیا، یہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا، دن کی آخری ساعت۔ میں نے عرض کیا، یہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں بندہ جب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

اوران کی دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جمعہ کے دن میں بارہ گھنٹے ہیں ان میں جو بندہ اللہ عزوجل سے کچھ مانگے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا، لہٰذا! جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں اسے تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ، رقم ۹۳۵، ج ا، ص ۳۲۱)

جمعہ دنوں کا سردار

حضرتِ سیدنا ابولُبابہ بن عَبْدُ الْمُنذِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا بے شک جمعہ دنوں کا سردار اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دیگر ایام سے زیادہ مرتبے والا اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اس میں پانچ خصلتیں ہیں، (۱) اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو اسی دن پیدا فرمایا اور (۲) اسی دن اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا اور (۳) اسی دن میں اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا آدم علیہ السلام کو وفات عطا فرمائی، (۴) اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جو کچھ مانگے گا اللہ عزوجل اسے عطا فرمائے گا جب تک وہ حرام شے طلب نہ کرے، (۵) اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی مقرب فرشتہ یا آسمان یا زمین یا ہوا یا پہاڑ یا سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن

سے نہ ڈرتا ہو۔ (ابن ماجہ، کتاب الاقامۃ الصلاۃ، رقم ۱۰۸۴، ج ۲، ص ۸)

(1163) وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت اوس بن اوس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے فضیلت والے دنوں میں جمعہ کا دن ہے اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ یقیناً تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ج۱ص۳۷۹ رقم: ۸۸۳ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اوس بن اوس الثقفی، ج۷ص۳۸۹ رقم: ۱۵۵۷۵ المستدرك للحاكم، كتاب الجمعة، ج۱ص۴۱۳ رقم: ۱۰۲۹ سنن ابن ماجه، باب فی فضل الجمعة، ج۱ص۳۲۲ رقم: ۱۰۷۵ سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعة، ج۱ص۴۴۵ رقم: ۱۵۷۲)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں لوگ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے (یعنی گلی ہڈی) فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کردیئے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی۔ بیہقی، دعوات کبیر)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

(لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی اہم واقعہ کبھی ہو جائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے، یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارھویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں، دیکھو "جاء الحق" حصہ اول۔

(تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں) یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔ (مرقاۃ)

(آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے) یہ سوال انکار کے لیئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے، یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا خدایا میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے نہ کہ انکاراً، لہذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ (مرقاۃ)

(انبیاء کے جسم حرام کر دیئے) لہذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے، زندگی میں امتحاناً یہ ہوسکتا ہے جیسے تلوار جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی۔ اس کی پوری تحقیق جَذْبُ الْقُلُوْب اور تَارِیْخ مَدِیْنَہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (اشعہ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شَرْحُ الصُّدُوْرِ فِیْ اَحْوَالِ الْقُبُوْرِ میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، علی شرط بخاری ہے، نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۹۱)

68-بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُوْدِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُوْلِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

ظاہری نعمت ملنے یا ظاہری مصیبت ٹلنے پر سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے

(1164) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ. فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے ارادہ سے نکلے جب ہم عزوراء کے مقام کے قریب پہنچے

بِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا، فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - فَعَلَهُ ثَلَاثًا - وَقَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي الثُّلُثَ الْآخَرَ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

تو آپ علیہ السلام سواری سے اترے۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے ایک گھڑی دعا کی پھر سجدہ میں گرے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک گھڑی دعا کی پھر سجدہ میں گرے۔ آپ نے اس طرح تین بار کیا۔ اور فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور امت کے لیے شفاعت کی تو اس نے مجھے میری امت کا ایک تہائی عطا فرمایا۔ پس میں اپنے رب کے لیے سجدہ شکر کرتے ہوئے گر گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور میں نے اپنے رب سے امت کے لیے سوال کیا۔ اس نے مجھے ایک تہائی عطا فرمایا پھر میں اپنے رب کے لیے سجدہ شکر میں گر گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے ربّ سے اپنی امت کے لیے سوال کیا تو اس نے مجھے آخری ثلث بھی عطا فرما دیا۔ پس میں نے اپنے رب کے لیے سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی سجود الشکر، ج۳ص۲۵، رقم: ۲۷۷۵، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب سجود الشکر، ج۲ص۵۰۷، رقم: ۴۱۰۵)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں سجدہ شکر کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں:

(پڑھنا پڑھانا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک) جائز ہے مگر جب عصر میں وقتِ کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نمازِ فجر و عصر مطلقاً مکروہ، دُرِمختار میں ہے:

وكره تحريما، وكل مالايجوز مكروه، صلاة مطلقا، ولوقضاء اوواجبة اونفلا اوعلى جنازة وسجدة تلاوة وسهو، مع شروق واستواء وغروب۔

(درمختار کتاب الصلوٰۃ یستحب تاخیر العصر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱)

مکروہ تحریمی ہے اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو۔ بوقتِ طلوع، استواء اور غروب۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے: یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاۃ فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، مطلب طلوع الشمس من مغربہا، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ا / ۲۷۳)

نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم ا (فتاوٰی رضویہ، ج ۵، ص ۳۲۳)

69-بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ رات کے وقت قیام کرنے کی فضیلت

شرح: حُجّۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی الْاَدَبُ فِی الدِّین میں فرماتے ہیں:

نمازِ تہجد کے آداب

(تہجد گزار کو چاہیے کہ) کھانے پینے کے معاملے میں بقدرِ کفایت کھائے، دن کے اوقات کو جھوٹ، غیبت اور لغویات سے پاک رکھنے کی کوشش کرے، حرام و ناجائز کی طرف دیکھنے سے بچے، اللہ تبارک وتعالٰی کا خوف رکھتے ہوئے رات میں عبادت کرنے کی عادت بنائے، کامل وضو کرے اور آسمانوں کی وسیع کائنات میں غور وفکر کرے، دعا کرے اور حضورِ قلبی کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ جو کچھ تلاوت کر رہا ہے اس کا مطلب بھی سمجھے۔ (الْاَدَبُ فِی الدِّین ص ۲۵)

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) (بنی اسرائیل: 79).

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

تہجد نماز کے لئے نیند کو چھوڑنے یا بعدِ عشا سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اس کو کہتے ہیں، نمازِ تہجد کی حدیث شریف میں بہت فضیلتیں آئی ہیں، نمازِ تہجد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی جمہور کا یہی قول ہے، حضور کی امت کے لئے یہ نماز سنّت ہے۔

مسئلہ: تہجّد کی کم سے کم دو ۲ رکعتیں اور متوسط چار اور زیادہ آٹھ ہیں اور سنّت یہ ہے کہ دو دو رکعت کی نیّت سے پڑھی جائیں۔

مسئلہ: اگر آدمی شب کی ایک تہائی عبادت کرنا چاہے اور دو تہائی سونا تو شب کے تین حصّے کرلے درمیانی تہائی میں تہجد پڑھنا افضل ہے اور اگر چاہے کہ آدھی رات سوئے آدھی رات عبادت کرے تو نصف اخیر افضل ہے۔

مسئلہ: جو شخص نمازِ تہجد کا عادی ہو اس کے لئے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں

۴۔(ردالمحتار)

اور مقام محمود مقام شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور کی حمد کریں گے اسی پر جمہور ہیں۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) (السجدة: 16) الآية.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ) (الذاريات: 17).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ رات میں کم سویا کرتے۔

(1165) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت قیام کرتے حتیٰ کہ آپ کے قدمان اقدس پھٹ جاتے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ(ﷺ) آپ یہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے پچھلے تمام خلاف اولیٰ کام بخش دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔(متفق علیہ)

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ نَحْوُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور اسی طرح حضرت مغیرہ کی روایت سے بھی ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ، ج ۱ص۴۱۳، رقم: ۱۱۳۰صحیح مسلم، باب اکثار الاعمال واجتھاد فی العبادۃ، ج ۲ص۴۷۱، رقم: ۷۳۰۲سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاجتھاد فی الصلوۃ، ج ۱ص۲۶۸، رقم: ۴۱۲اتحاف الخیر المھرۃ للبوصیری، کتاب المساجد، ج ۱ص۶۷۸، رقم: ۱۷۰۹مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنھا، ج ۶ص۱۱۵، رقم: ۲۴۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آگیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیا کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔

(حضرت مغیرہ کی عرض) یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالےٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت

توجیہیں عرض کی جاچکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔

(کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں) یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیئے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیئے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہٗ ہیں، ہم لوگ شاکر ہوسکتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر نے والے مقبول بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں۔ (ربیع الابرار و مرقاۃ)

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۴۹)

(1166) وَعَنْ علی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهٗ وَفَاطِمَةَ لَیْلًا. فَقَالَ: اَلَا تُصَلِّیَانِ؟ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. طَرَقَهٗ: اَتَاهُ لَیْلًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے اور حضرت فاطمہ کے رات کے وقت پاس آئے اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ (متفق علیہ)

طرقۃٗ: اس کا مطلب آپ رات کو آئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل، ج ۲ ص ۵۰، رقم: ۱۱۲۷، صحیح مسلم، باب ما روی فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج ۲ ص ۱۸۷، رقم: ۱۸۵۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج ۲ ص ۵۰۰، رقم: ۴۸۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۹۰۰، مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۱۰۶، رقم: ۵۰۲)

شرح حدیث: میاں بیوی کا نماز کے لئے ایک دوسرے کو جگانا

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی زوجہ کو نماز کے لئے جگاتا ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسکے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے، اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو نماز کے لئے جگاتی ہے اگر اس کا شوہر اٹھنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فیمن ایقظ اھلہ من اللیل، رقم ۱۳۳۶، ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرتِ سیدنا ابو مالک اشْعَرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا، جو شخص رات کو اٹھ کر اپنی زوجہ کو جگاتا ہے اگر اس کی زوجہ پر نیند غالب ہوتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے پھر وہ دونوں اٹھ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں اور ایک گھڑی اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۳۴۸، ج ۳، ص ۲۹۵)

حضرتِ سیدنا عَمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ عزوجل بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے اگر تم اس

تہائی میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہوسکو، تو شامل ہو جاؤ۔

(صحیح ابن خزیمہ، جماع ابواب صلوۃ التطوع باللیل، باب استحباب الدعاء فی نصف اللیل الخ، رقم ۱۱۴۷، ج ۲، ص ۱۸۲)

(1167) وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب ﷺ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کے وقت نماز پڑھا کرے تو حضرت سالم کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عبداللہ رات کے وقت بہت کم سویا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل قیام اللیل، ج۱، ص۳۷۹، رقم: ۱۱۲۲، صحیح مسلم، باب من فضائل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ج، ص۱۵۸، رقم: ۶۵۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲، ص۱۴۶، رقم: ۶۳۳۰، سنن الدارمی، باب النوم فی المسجد، ج۱، ص۳۷۹، رقم: ۱۴۰۰)

شرح حدیث: زیادہ نرم بستر

حضرتِ سیّدنا عبدالعزیز بن رواد علیہ رحمۃ اللہ الجواد رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے: تُو نرم ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جنّت میں تجھ سے زیادہ نرم بستر ملے گا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔

(اِحْیَاءُالْعُلُوْم، ج۱، ص۴۶۷)

(1168) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ وہ رات کے قیام کا عادی تھا پھر اس نے رات کے قیام کو ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج۱، ص۶۵۴، رقم: ۱۱۵۲، صحیح مسلم، باب النہی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج۲، ص۱۶۴، رقم: ۲۷۹۰، سنن الکبری للبیہقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج۳، ص۱۲، رقم: ۴۹۰۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج۱، ص۴۲۲، رقم: ۱۳۳۱، سنن الکبری للنسائی، باب الحث علی قیام اللیل، ج۱، ص۴۱۱، رقم: ۱۳۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بلا عذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے

بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۷۴)

(1169) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى أَصْبَحَ، قَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ - أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر ہوا جو صبح تک رات بھر سوتا رہا فرمایا وہ ایسا آدمی ہے کہ شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کیا ہے یا فرمایا اس کے کان میں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة ابلیس وجنوده، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۳۲۷۰، صحیح مسلم، باب ما روی فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۱۸۵۳، السنن الکبری للبیهقی، باب من نام علی غیرنیة ان یقوم حتی اصبح، ج۳ص۱۵، رقم: ۱۹۱۳، سنن النسائی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج۳ص۲۰۴، رقم: ۱۶۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۴۰۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نماز تہجد کے لیئے یا نمازِ فجر کے لیئے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام فجر ہرگز قضاء نہ کرتے تھے اور ممکن ہے کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں نہ آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں نہ جاگنا بڑی نحوست ہے، نیز کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے غیبت نہیں۔

حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ شیطان کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے، قے بھی کرتا ہے گوز بھی مارتا ہے لہذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیئے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی۔ (لمعات) خیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیئے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تعریس کی رات صبح کو نہ جاگنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو نماز فجر قضاء پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۰)

(1170) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ، ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ، فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہے کہ شیطان تم میں سے کسی کے سر کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے جب وہ سو جاتا ہے تو کہتا ہے لمبی رات باقی ہے سو جاؤ تو اگر وہ بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو

انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کرتا ہے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں' تو وہ تازہ دم خوش خوش صبح کرتا ہے ورنہ سست اور بدحالی میں صبح کرتا ہے۔

(متفق علیہ)

قَافِيَةُ الرَّأْسِ: اٰخِرُهٗ.

قافية الرأس: کا مطلب ہے سر کی چوٹی۔

تخریج حدیث: (صحيح بخاري، باب عقد الشيطان على قافية الراس اذا لم يصل بالليل، ج٢ص٥٢، رقم: ١١٤٢، صحيح مسلم باب ما روى فيمن نام الليل اجمع حتى اصبح، ج٢ص١٨٧، رقم: ١٨٥٥، السنن الكبرى للبيهقى، باب الترغيب فى قيام الليل ج٢ص٥٠٠، رقم: ٤٨٢٧، موطا امام مالك باب جامع الترغيب فى الصلاة، ج١ص١٧٦، رقم: ٤٢٣، سنن ابوداؤد، باب قيام الليل ج١ص٥٠٥، رقم: ١٣٠٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلا وجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کرکے گرہ لگا دیتے ہیں جس کا اثر مسحور پر ہوجاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے اسی لیئے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین گرہوں کے کھولنے کے لیئے تین عمل ارشاد فرمائے۔

(لمبی رات باقی ہے سو جاؤ) یعنی یہ لفظ کہہ کر دم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری ہوجاتی ہے۔ مشائخ اللہ کا ذکر کرکے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اس کا ماخذ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جس گنڈے کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے وہ وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دم کیا جائے۔

(اللہ کا ذکر کرتا ہے) یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو اٹھتے ہی مومن کرتا ہے جن کا ذکر پہلے ہوچکا یہ ذکر اس جادو کا اتار ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پر آنکھ کھلے تب بھی یہ ہی فائدہ ہوگا۔

(تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں) ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے اور اگر کوئی نماز فجر کے لیئے اٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی ان شاء اللہ یہ فوائد ہوں گے۔ بعض روایات میں اسی جگہ عُقَدُ ہے عُقْدَہ کی جمع معنی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کھل گئی تو سب ہی کھل گئی یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے ذکر اللہ بھی لہٰذا نماز میں وہ دونوں چیزیں آگئیں۔ خیال رہے کہ جن عورتوں کی نماز معاف ہے وہ بھی معافی کے زمانہ میں جلد جاگیں، اللہ کا ذکر کریں، وضو کرلیں تو بہت اچھا ورنہ تڑکے ہی

منہ ہاتھ دھولیں۔

(وہ تازہ دم خوش خوش صبح کرتا ہے) یعنی نماز تہجد کی برکت سے دل میں خوشی، نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ (مرقاۃ) اور جو نماز فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے، صبح کا اٹھنا تندرستی کی اصل ہے صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیئے سمجھ دار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۴۸)

(1171) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ: اَفْشُوا السَّلَامَ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! سلام عام کرؤ کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں اپنے رب کی جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام، ج۳ص۲۸۶ رقم: ۱۸۵۲، الاداب للبیھقی، باب فی اکل الطعام و... سلام، ج۱ص۴۰ رقم: ۷۴، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج۱ص۴۲۳ رقم: ۱۳۳۴، سنن الدارمی، باب فضل صلاۃ اللیل ج... ص۴۰۵ رقم: ۱۴۶۰، مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن سلام، ج۵ص۴۵۱ رقم: ۲۳۸۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علماء یہود میں سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے کھجوریں گود ہی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل میں ایمان آ گیا۔

باغ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لیے آئے تو دیکھا کہ اس شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو پروانوں نے گھیرا ہوا ہے ،لوگ فدا ہو رہے ہیں۔

(فرماتے ہیں) کہ میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرے انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں بال برابر فرق نہ تھا تب میں نے یقین کرلیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت برحق ہے غلط نہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لیے آپ یہ فرما رہے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے یہ معنے بیان کیے کہ میں نے فراست سے معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔

(رسول اللہ نے فرمایا: اے لوگو) یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی، چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لیے الناس سے خطاب فرمایا۔ سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا صبحك الله بالخیر وغیرہ کہتے تھے جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈ مارننگ، بندگی، کورنش وغیرہ کہے جاتے تھے اسلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا۔ کھانا کھلانے سے مراد ہے مہمانوں، فقیروں، یتیموں کو کھانا دو۔ بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔

(اپنے رب کی جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ) یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو، ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اور نماز پنجگانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر لیا تو عذاب وحجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے۔ ہماری اس شرح سے معلوم ہوا کہ بسلام کے دو معنے ہیں، چونکہ ابھی تک زکوۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۳۴)

(1172) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ: صَلٰوةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے نزدیک محرم کے ہیں۔ اور فرض نماز کے بعد زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج۱ص۱۶۹، رقم: ۲۸۱۲، صحیح ابن خزیمه، باب فضل الصوم فی المحرم اذا هو افضل الصیام بعد شهر رمضان، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۰۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱ص۳۳۲، رقم: ۸۵۱۵، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ص۴۱۶، رقم: ۱۴۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ

میں کوئی اہم کام ہوا ہو ان میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے۔ یہ حدیث بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھئے۔

فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نمازِ تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۷)

(1173) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس جب تجھے صبح (ہونے) کا خطرہ ہو تو ایک رکعت ملا کر وتر بنا لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی الوتر، ج۱ص۲۲، رقم: ۹۹۰، صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من اخر اللیل، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۱۷۸۲، السنن الکبری للبیہقی، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی، ج۲ص۳۸۶، رقم: ۴۷۵۲، المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراھیم، ج۲ص۱۲۸، رقم: ۲۶۹۳، المنتقی لابن الجارود، باب الوتر، ص۷۷، رقم: ۲۹۸)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آسمان ابر آلود تھا آپ نے صبح کا خوف کیا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی پھر بادل کھل گیا تو دیکھا کہ ابھی آپ پر رات ہے تو ایک رکعت سے شفعہ بنا دیا پھر دو دو رکعتیں پڑھتے رہے جب صبح کا خوف ہوا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی۔ (مالک)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ دو رکعت سے ایک رکعت ملا دی جس سے وہ نماز وتر بن گئی اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھی تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ان سے زیادہ فقیہ ہیں تین وتر پڑھتے تھے۔

یعنی تیسری رکعت میں انہیں پتہ لگا کہ ابھی رات زیادہ ہے تو اس ہی میں ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پڑھ لیں جو

تہجد کے نفل ہوگئے یہ بھی حضرت ابن عمر کا اجتہاد ہے ورنہ وتر واجب ہیں انہیں شروع کرکے دیدہ و دانستہ نفل نہیں بنایا جاسکتا آپ نے یہ عمل کیا اس لیئے تا کہ وتر آخری نماز رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہوجائے۔

یہاں ایک شب میں دو وتر نہ ہوئے جو ممنوع ہے بلکہ پہلی بار کے وتر تو نفل بنا دیئے تھے اب یہ نماز وتر ہوئی اور اس کے معنی یہ ہی ہیں کہ آپ نے ایک رکعت دوسرے ملا کر تین وتر پڑھے، ب استعانت کی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۱۸)

(1174) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ. متفقٌ عَلَيْهِ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت ملا کر وتر ادا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ساعات الوتر ج ۱ ص ۲۰، رقم: ۹۹۵، صحیح مسلم، باب صلاۃ الیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر الیل ج ۱ ص ۱۷۰، رقم: ۹۸۶، سنن النسائی، باب عدد الوتر ج ۱ ص ۱۰۷، رقم: ۳۲۰، سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الوتر برکعۃ ج ۱ ص ۳۷۰، رقم: ۱۱۷۸، صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الاخبار المنصوصۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن الوتر رکعۃ ج ۲ ص ۱۳۹، رقم: ۱۰۷۲)

شرح حدیث: لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے ہیرے جواہرات نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جن کی لگامیں موتی اور یاقوت سے مزین ہیں اور وہ بول و براز (یعنی پاخانہ، پیشاب) نہیں کرتے ان کے پَر ہوتے ہیں اور وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہلِ جنت ان پر اُڑتے ہوئے سواری کریں گے اور جب ان سے کم درجے والے لوگ کہیں کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سوجایا کرتے تھے یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، فصل فی ترادرھم ومراکبھم، رقم ۱۱۷، ج ۴، ص ۳۰۴)

(1175) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَا يَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا. وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ. وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں روزے رکھنا چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ اب اس مہینے میں (نفلی) روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور روزہ رکھنا شروع کر دیتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ اس میں کوئی روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اور آپ کا حال یہ تھا

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

کہ اگر تم چاہتے کہ آپ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں تو دیکھ سکتے اور اگر تم آپ کو نیند کی حالت میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ، ج۲، ص۴، رقم: ۱۹۷۲، مشکوۃ المصابیح، باب القصد فی العمل، الفصل الاول، ج۱، ص۲۷۶، رقم: ۱۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ اس میں بالکل افطار نہ کریں گے) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔

(سوتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے) یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۲۷۹)

(1176) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً - تَعْنِيْ فِي اللَّيْلِ - يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھتے۔ آپ ایک ایک سجدہ اتنا طویل کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی پچاس آیتیں تلاوت کر لے۔ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔ پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن نماز کے لیے آپ کے پاس آتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی الوتر، ج۱، ص۲۵، رقم: ۹۹۴، السنن الکبری للبیھقی، باب عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفتھا، ج۳، ص۷، رقم: ۴۸۱۲، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۴، ص۳۴۷، رقم: ۲۶۱۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹، ص۸۸، رقم: ۲۴۶۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے۔ یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔ (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے

تے بھی کم وبیش۔حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے۔تہجد کا وقت رات میں سوکر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیئے ان کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کردے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابوالدرداء، ابوذرغفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔

(رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھتے) اس جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کیئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۃ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يَاأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملائی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَكْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

(پچاس آیتیں تلاوت کرلے) یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہوکر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المومنین تَبَيَّنَ نہ فرماتیں۔

حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہوکر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف

میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۱۴)

(1177) وَعَنْهَا، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ - فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ - عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً: يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ تہجد کی رکعتیں نہ پڑھتے۔ آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے طول اور حسن وخوبی کے بارے میں نہ پوچھو پھر چار رکعت ادا کرتے تم ان کی حسن وخوبی اور طول کے بارے میں نہ پوچھو پھر تین رکعت پڑھتے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) کیا وتر پڑھنے سے پہلے آپ سوتے ہیں فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ، ج۱ص۱۵، رقم: ۱۱۴۷ صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۶۶ رقم: ۱۷۵۷ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کان نیام ولا یتوضاء، ج۷ص۶۲ رقم: ۱۳۷۶۹ سنن ابو داؤد، باب فی صلاۃ اللیل، ج۱ص۵۱۲ رقم: ۱۳۴۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۳۰۲ رقم: ۴۳۹ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۴، رقم: ۲۴۴۹۰)

شرح حدیث: مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ذکر تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱) لسانی

(۲) قلبی

(۳) بالجوارح۔

ذکرِ لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، استغفار، دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکرِ قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائلِ قدرت میں غور کرنا۔ علماء کا استنباطِ مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔ ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لیے سفر کرنا، یہ ذکر بالجوارح میں

داخل ہے۔نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے۔ تسبیح وتکبیر، ثناء وقراءت تو ذکرِ لسانی ہے اور خشوع وخضوع، اخلاص ذکرِ قلبی اور قیام، رکوع وسجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔قرآن وحدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں۔ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔(پ2، البقرۃ:152)

(1178) وَعَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں سو جاتے اور آخری حصہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من نام اول اللیل واحیا آخرہ، ج۱ص۳۸۳، رقم: ۱۱۴۶، صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۶۷، رقم: ۱۷۶۲، السنن الکبری للبیھقی، باب ذکر الخبر الذی ورد فی الجنب ینام ولا یمس ماء، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۰۱۱، سنن النسائی الکبری، باب ای صلاۃ اللیل افضل، ج۱ص۴۱۲، رقم: ۱۳۰۹، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۳۲۲، رقم: ۲۵۸۹)

شرح حدیث: چند ایمان افروز روایات

حضرتِ سیدتنا حبیبہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ عشاء کی نماز ادا فرمالیتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہوجاتیں اور اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر عرض کرتیں، یاالٰہی عزوجل! تارے نکل آئے اور آنکھیں سوگئیں، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے اور ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا گیا جبکہ میں تیری بارگاہ میں کھڑی ہوں۔پھر آپ رحمۃ اللہ علیہا نماز میں مشغول ہوجاتیں۔جب پو پھٹ جاتی اور فجر طلوع ہوجاتی تو عرض کرتیں، یاالٰہی عزوجل! رات گزر گئی اور دن روشن ہوگیا مگر میں نہیں جانتی کہ تو نے میری اس رات کو قبول کیا کہ میں خوشی مناؤں؟ یا اسے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا کہ میں سوگ مناؤں؟ مجھے تیری عزت کی قسم! جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا میرا یہی معمول رہے گا، اگر تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا پھر بھی میرے دل میں تیرے جود وکرم کی امید باقی رہے گی۔

حضرتِ سیدتنا مُعاذَہ عَدَوِیَہ رحمۃ اللہ علیہا روزانہ صبح کے وقت فرماتیں، (شاید) یہ وہ دن ہے جس میں مجھے مرنا ہے۔پھر شام تک کچھ نہ کھاتیں پھر جب رات ہوتی تو کہتیں، یہ وہ رات ہے جس میں مجھے مرنا ہے۔پھر صبح تک نماز پڑھتی رہتیں۔

حضرتِ سیدنا قاسم بن راشد شیبانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا زمعہ علیہ الرحمۃ مُحَصَّب میں ہمارے پاس آئے۔آپ کی زوجہ اور بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں۔آپ علیہ الرحمۃ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔جب سحری کا وقت ہوا تو بلند آواز

سے فرمایا، اے رات میں پڑاؤ کرنے والے قافلہ کے مسافرو! کیا ساری رات سوتے رہو گے؟ کیا اٹھ کر سفر نہیں کرو گے؟ تو لوگ جلدی سے اٹھ گئے اور کہیں سے رونے کی آواز آنے لگی اور کہیں سے دعا مانگنے کی، ایک جانب سے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنائی دی تو دوسری جانب سے وضو کرنے والے کی۔ پھر جب فجر کا وقت ہوا تو آپ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا، رات کو سفر کرنے والی قوم صبح کے وقت اللہ عزوجل کی حمد کرتی ہے۔

حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صفوان بن سلیم علیہ الرحمۃ نے قسم اٹھائی کہ اللہ عزوجل سے ملنے تک اپنے پہلو زمین پر نہ رکھوں گا۔ پھر تیس سال سے زیادہ عرصہ اس قسم پر قائم رہے۔ جب آپ کی موت کا وقت ہوا اور نزع و بیماری نے زور پکڑا تو اس وقت بھی آپ بجائے لیٹنے کے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے بیٹے نے عرض کیا، اے ابوجان! اگر آپ لیٹ جائیں تو؟ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر میں نے ایسا کرلیا تو اللہ عزوجل سے مانی ہوئی نذر اور اس سے اٹھایا ہوا حلف پورا نہ کرسکوں گا۔ اور بیٹھے ہی رہے حتی کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِی ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ص ۱۵۰)

بزرگوں کا سونا جاگنا دونوں باعث برکت

حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیّدُنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والدِ محترم امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت وشان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور یادِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کھڑے ہوگئے جبکہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چت لیٹے رہے۔ بچی فجر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یا دیگر اوراد و وظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہورہی تھی کہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت ونفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بل لیٹے لیٹے سو مسائل اَخذ کئے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے رُخصت لی اور تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔ وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کر رہے تھے جو میں نے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے کیا۔ (الرَّوضُ الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۲۰۷)

(1179) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ! قِيلَ: مَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے طویل قیام کیا حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کرلیا۔ کسی نے پوچھا وہ کیا تھا تو فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نماز چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۳۸۱، رقم: ۱۱۳۵ صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص ۸۵، رقم: ۱۸۵۱ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلوات، ج ۱ص ۴۵۶، رقم: ۱۴۱۹ صحیح ابن حبان، باب فرض متابعة الامام، ج ۱ص ۹۱۲، رقم: ۲۱۳۱ صحیح ابن خزیمه، باب فضل طول القیام فی صلاۃ ج ۱ص ۵۸۶، رقم: ۱۱۵۴)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، طویل قیام والی نماز۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن حُبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔
(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، رقم ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

(1180) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضٰى، فَقُلْتُ: يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ فَمَضٰى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَاَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا، يَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا: اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا

حضرت حذیفہ (بن یمان) ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کی میں نے کہا سو آیات پر رکوع کریں گے آپ گزر گئے پس میں نے کہا اس سورۃ کے ساتھ رکوع کریں گے آپ آگے پڑھتے گئے۔ پس میں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا پھر

تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهُ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِهِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آپ نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی اور اس کو مکمل کیا۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کی اور اسے پڑھا اور اطمینان سے پڑھا۔ آپ جب کسی تسبیح والی آیت کے پاس سے گزرتے تو تسبیح کہتے اور جب سوال (والی آیت) کے پاس سے گزرتے تو سوال کرتے جب (والی آیت) تعوذ سے گزرتے تو تعوذ پڑھتے پھر آپ نے رکوع کیا اور آپ نے سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا۔ تقریباً قیام کی مقدار تک یہی کہتے رہے پھر آپ علیہ السلام نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد کہا پھر تقریباً رکوع جتنی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلی کہتے رہے اور آپ کا سجود آپ کے قیام کے قریب دورانیہ پر مشتمل تھا''۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القرأۃ فی صلاۃ اللیل، ج ۱ص۸۵۶، رقم: ۱۸۵۰ سنن الکبری للبیہقی، باب الوقوف عند آیۃ الرحمۃ، ج ۲ص۳۰۹، رقم: ۳۸۳۷ مستخرج ابی عوانۃ، بیان صفۃ الصلوۃ، ج ۲ص۲۲۳، رقم: ۱۳۵۱ مسند الحارث، باب قیام اللیل، ج ۱ص۲۶۵، رقم: ۲۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورۂ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے، یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے۔

یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا، یہ دعا تعلیم امت کے لیئے ہے۔

یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ پڑھی یا انعام، اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۴۲۶)

(1181) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: طُوْلُ الْقُنُوْتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ: اَلْقِيَامُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز زیادہ فضیلت والی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: لمبے قیام والی۔ (مسلم) قنوت سے مراد قیام ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، ج۲ص۱۷۵، رقم: ۱۸۰۴، السنن الکبری للبیہقی، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، ج۳ص۳۰۰، رقم: ۴۸۷۱، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلوات، ج۱ص۴۵۶، رقم: ۱۴۲۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاۃ، ج۲ص۲۲۹، رقم: ۳۸۷، سنن النسائی الکبری، باب صدقۃ جھد المقل، ج۱ص۷۱، رقم: ۲۳۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قنوت کے چند معنی ہیں: اطاعت، خاموشی، دعا، نماز کا قیام، یہاں آخری معنی (قیام) مراد ہیں یعنی بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام دراز ہو۔ خیال رہے کہ بعض علماء دراز قیام کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اسی میں تلاوت قرآن ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا دراز قیام فرماتے تھے کہ پاؤں شریف پر ورم آجاتا تھا۔ بعض کے نزدیک زیادہ سجدے افضل کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو زیادہ سجدے کرو، نیز فرمایا کہ انسان سجدے میں رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، نیز رب فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ بعض کے نزدیک تہجد میں دراز قیام افضل اور دن میں زیادہ سجدے افضل، رب فرماتا ہے: قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ بعض نے فرمایا کہ بعض اعتبار سے لمبا قیام افضل ہے اور دوسرے اعتبار سے زیادہ سجدے افضل، ہمارے امام صاحب پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۹)

(1182) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ، وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوٗدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور سب سے پیارے روزے اللہ کی بارگاہ میں داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ آپ آدھی رات سوتے۔ تیسرا حصہ قیام کرتے پھر چھٹا حصہ سوتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من نام عند السحر، ج۲ص۵۰، رقم: ۱۱۳۱، صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر او فوت بہ حقا، ج۳ص۱۶۵، رقم: ۲۷۹۷، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۳۲۵، رقم: ۲۵۹۰، مستخرج ابی عوانۃ، باب

ذکر الخبر المبین ان احب الصیام الی اللہ، ج۳ص۱۲۷، رقم: ۲۴۳۳)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزے سے نفلی روزے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے۔

(تیسرا حصہ قیام کرتے) یعنی دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے اب بھی یہی چاہیئے۔

(اور ایک دن افطار کرتے) اسی طرح نوافل تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چند وجوہ ہیں: ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی، تمام رات سونے ہمیشہ افطار کرنے سے روح کا حق رہ گیا۔ اور رات بھر جاگنے، ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد، روزے نفس پر بھاری ہیں لہذا رب کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لذت محسوس ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے گھٹتی نہیں طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تیرھویں، چودھویں، پندرھویں روزے رکھے کبھی، یہ بھی کیا کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے، کچھ میں مسلسل افطار تا کہ امت پر آسانی ہو، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالوقت ہیں جو عمل کریں وہ افضل ہے۔ رات کی ہر ساعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے عزت ملی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۴)

(1183) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ تَعَالَى خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا رات میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان آدمی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کے معاملہ سے کسی بھلائی کا طلب گار ہو تو اس کو وہ اللہ کریم عطا فرما دیتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء، ج۱ص۱۷۵، رقم: ۱۸۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۵ص۳۱۳، رقم: ۱۴۳۹۴، مشکوۃ المصابیح، باب التحریض علی قیام اللیل، الفصل الاول، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۱۲۲۴)

شرحِ حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
بعض علماء نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعت قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں گزشتہ حدیثوں میں بتادی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصًا اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھٹا حصہ ہے جو صبح صادق سے متصل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت چاہتے ہو تو ایمان کامل کرو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۲۵۳)

(1184) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی رات کے وقت قیام کرے تو ابتداء دو مختصر رکعتوں سے کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعا فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ج۱ص۱۸۷، رقم: ۱۸۴۲، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب افتتاح الصلاۃ اللیل برکعتین خفیفتین، ج۳ص۶، رقم: ۸۵۶، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۳۴۰، رقم: ۲۶۰۶، صحیح ابن خزیمہ، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتی خفیفتین، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۱۱۵۰، مسند امام احمد، مسند ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۷۸، رقم: ۶۶۳۲)

شرحِ حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تہجد کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:
تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم واہم، قرآن واحادیث حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال، عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات ومستحبات سے گنا اور سنت مؤکدہ سے جدا ذکر کیا، تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر وخیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں، بحر الرائق وعلمگیری ودرمختار وفتح اللہ المعین السید ابوالسعود الازہری میں ہے: المندوبات صلٰوۃ اللیل۔ (فتح المعین حاشیۃ علی الکنز باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۴)

(رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

سن تحیۃ المسجد وندب صلٰوۃ اللیل۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان النوافل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۔۲۱۵)

(تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت)

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

من النوافل المستحبۃ قیام اللیل۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳۲)

(نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ت)

حلیہ میں ہے: مشی صاحب الحاوی القدسی علی انها مندوبة۔ (حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

صاحب الحاوی القدسی کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔(ت)

جامع الرموز میں ہے:

الاحسن اتمام السنن المؤقتة بذکر صلٰوة الضحی والمستحبات بذکر التهجد اھ ملخصاً۔

(جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۷)

وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اھ ملخصاً (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النفل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہے، ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابن عبدالبر وامام ابوزکریا نووی جانب سنیت گئے، اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری وعبیدہ سلمانی ومحمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کمایظهر بمطالعة عمدة القاری وشرح المؤطا الزرقانی وغیرهما (جیسا کہ عمدۃ القاری، شرح المؤطا للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ت) قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف جماعت بتاتے ہیں کمافیهما وفی شرح مسلم للنووی والبخاری للقسطلانی والمواهب للزرقانی وغیرهما (جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ت) اور ہمارے علماء وجوب وسنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

ثمان رکعات بتسلیمة اوتسلیمتین للتهجد وقیل له رکعتان سنة وقیل فرض کمافی المحیط۔ (جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۷)

تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔(ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت واستحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انہیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص باآنکہ خود باعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُمت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقی ان صفة صلٰوة اللیل فی حقنا السنیة اوالاستحباب یتوقف علی صفتها فی

حقه صلى الله تعالى عليه وسلم فان كانت فرضا في حقه فهي مندوبة في حقنا لان الادلة القولية فيها انما تفيد الندب والمواظبت الفعلية ليست على تطوع لتكون سنة في حقنا وان كانت تطوعا فسنة لنا۔ (فتح القدیر، باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۱)

امام ابن ہمام قدس سرہ، نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنت ہوگی۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۴۰۰)

(1185) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت قیام کرتے تو اپنی نماز دو مختصر رکعتوں سے شروع کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ج۱ص۱۸۳ رقم: ۱۸۴۲ السنن الکبری للبیهقی، باب افتتاح صلاۃ اللیل بر کعتین خفیفتین، ج۳ص۵، رقم: ۴۸۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۳۰، رقم: ۲۴۰۶۳ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا قام الرجل من اللیل فلیفتتح بر کعتین، ج۲ص۲۷۲، رقم: ۶۶۸۲)

شرح حدیث: حُور کے چہرے کا نور

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان درّانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی عبادت گاہ میں کھڑا اپنے وظائف مکمل کر رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا چنانچہ میں بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں ایک نہایت ہی خوبصورت حور کو دیکھا، جس کے رخساروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں اس حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گیا، اتنے میں اس نے مجھے اپنے پاؤں سے ہلکی سی ٹھوکر لگائی اور کہنے لگی، بڑے افسوس کی بات ہے! میں جنت میں تیرے لئے بنی سنوری بیٹھی ہوں اور تم سو رہے ہو؟ یہ سن کر میں نے اسی وقت نذر مان لی کہ اب کبھی نہیں سوؤں گا۔

میری یہ حالت دیکھ کر حور مسکرا دی جس سے میرا سارا کمرہ نور سے جگمگا اٹھا اور میں بڑی حیرانی سے اس پھیلے ہوئے نور کو دیکھنے لگا۔ اس نے میری حیرت کو بھانپ لیا اور کہنے لگی، جانتے ہو کہ میرا چہرہ اتنا روشن کیوں ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ وہ کہنے لگی کہ، تمہیں یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ سخت سردیوں کی رات تھی، تم نے اٹھ کر وضو کیا، اس کے بعد نماز ادا کرنا شروع کی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے، اسی وقت رب عزوجل کی طرف مجھے حکم دیا گیا

کہ فردوس بریں سے سینۂ زمین پر اتر کر تمہارے اِن آنسوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ پھر میں نے تیرے آنسوؤں کا ایک قطرہ اپنے چہرے پر مل لیا تھا، میرے چہرے کی یہ چمک تمہارے انہی آنسوؤں کی وجہ سے ہے۔

(حکایات الصالحین، ص ۳۹)

(1186) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَّجَعٍ أَوْ غَيْرِهٖ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی نماز کسی درد وغیرہ کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کر لیتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ ص ۶۷، رقم: ۱۷۷۷، سنن الکبری للبیهقی، باب من اجاز قضاء النوافل علی الاطلاق، ج ۲ ص ۴۸۵، رقم: ۴۲۲۲، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه زرارۃ بن اوفی ج ۱۱ ص ۴۰۵، رقم: ۱۶۱۰۵، الاوسط لابن المنذر جماع ابواب صلاۃ التطوع، ص ۲۷، رقم: ۲۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زوال سے پہلے پہلے یا اس لیئے پڑھتے کہ آپ پر نماز تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے یا اس لیئے کہ جس کی تہجد رہ جائے اور وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پائے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۳)

(1187) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهٗ فِيمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وصَلٰوةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهٗ كَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے رات کے ورد سے سو یا رہے یا اس کا کچھ حصہ سو جانے کی وجہ سے رہ جائے تو اس کو نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لے اس کے لیے ایسے ہی ثواب لکھا جاتا ہے جیسا کہ اس نے رات کے وقت اس کو پڑھا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع الصلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ ص ۱۷۷، رقم: ۱۷۷۹، سنن الکبری للبیهقی، باب من اجاز قضاء هما بعد طلوع الشمس، ج ۲ ص ۴۸۴، رقم: ۴۲۳۶، سنن ابوداؤد، باب من نام عن حزبه، ج ۱ ص ۵۰۲، رقم: ۱۳۱۵، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فیمن نام عن حزبه من اللیل، ج ۱ ص ۴۲۶، رقم: ۱۳۴۳، صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الوقت من النهار، ج ۱ ص ۴۹۵، رقم: ۱۱۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے بعض علماء نے فرمایا کہ تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو ان شاء اللہ تہجد کا ثواب مل جائے

گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لہذا رات کے اعمال دن میں ہو سکتے ہیں، نیز دن کے اول حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضحوہ کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی۔ (ازمرقاۃ وغیرہ) اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کرلے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے۔ (لمعات وغیرہ)(مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص۲۸۵)

(1188) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهٗ، فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَآءَ، رَحِمَ اللهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَآءَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ایسے آدمی پر رحم کرے جو رات کے وقت قیام کرے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر نماز پڑھے اور اور اپنے شوہر کو بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ ابوداود نے اسے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الحث علی قیام اللیل، ج۱ص۴۳۳، رقم: ۱۴۵۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج۲ص۵۰۱، رقم: ۴۸۲۸، المستدرك للحاکم، كتاب صلاة التطوع، ج۱ص۴۱۷، رقم: ۱۱۶۲، صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج۶ص۳۰۶، رقم: ۲۵۶۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ج۳ص۲۵۰، رقم: ۷۴۱۰)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے جبراً نیکی کرانا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔دوستو اگر جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینی ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ۔بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس جوڑے کو ہرا بھرا رکھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص۲۶۹)

(1189) وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَيْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا- اَوْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا، كُتِبَا فِی الذَّاكِرِيْنَ

ان ہی سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کے وقت مرد اپنی بیوی کو بیدار کرے پھر دونوں نماز پڑھیں یا دونوں دو رکعت پڑھیں تو ان کو ذکر کرنے

وَالذّٰكِرَاتِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

والے مردوں اور عورتوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ ابوداؤد نے اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب قیام اللیل، ج۲ص۵۰، رقم: ۱۳۱۱ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی صلاۃ اللیل، ج۹ص۶۷، رقم: ۲۱۷۷ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۲۱۸، رقم: ۲۹۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ الآیہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۷۶)

(1190) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ، فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ سو جائے۔ حتیٰ کہ اس کی نیند (کا غلبہ) ختم ہوجائے کیونکہ تم میں سے جب کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھے تو ممکن ہے کہ وہ اپنے لیے استغفار کرنا شروع کرے تو اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسۃ، ج۱ص۸۸، رقم: ۲۱۰ صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاتہ، ج۱ص۱۹۲، رقم: ۱۸۶۱ سنن الکبری للبیہقی، باب من نعس فی صلاتہ فلیرقد، ج۳ص۱۶، رقم: ۴۹۱۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ عند النعاس، ج۱ص۱۸۶، رقم: ۳۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۳۲، رقم: ۱۲۴۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْ لِیْ کے اِعْفِرْ لِیْ کہہ جائے غفر کے معنی ہیں بخشنا، عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہوجاتا ہے اس لیئے بہت احتیاط چاہیئے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیئے، یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۸۳)

(1191) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کے وقت

قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ، فَلْيَضْطَجِعْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کھڑا ہو پس قرآن اس کی زبان پر مشکل ہو جائے اور اس کو پتہ بھی نہ چلے کہ وہ کیا کہتا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہیے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب النعاس فی الصلاۃ، ج۱ص۵۰۵، رقم: ۱۳۱۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من نعس فی صلاتہ فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم، ج۳ص۱۶، رقم: ۴۴۱۸، صحیح مسلم، باب امر من نعس فی صلاتہ او استعجم علیہ القرآن، ج۱ص۱۱۰، رقم: ۱۸۶۲، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی المصلی اذا نعس، ج۱ص۴۳۶، رقم: ۱۳۷۲، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۱۸، رقم: ۸۲۱۴)

شرح حدیث: عبادت گزاروں کا راستہ اور تائبین کا طریقہ

اے راہِ صالحین سے دور رہنے والے! تجھ پر اپنے نورِ بصارت کی اِصلاح لازم ہے، ۔۔۔۔۔۔ تاریک دل شکوک کے کانٹوں پر چل رہا ہے اور تُو بے خبر ہے، ۔۔۔۔۔۔ توبہ کرنے والا اپنی عمر عبادت میں گزارتا ہے، دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے جبکہ آرام پسند اور کاہل آدمی کا وقت غفلت میں گزرتا ہے، اس کی بصیرت غور و تفکر سے بے بہرہ ہوتی ہے کیونکہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کا مزہ چکھ لیتا ہے اسے شب بیداری اور رات میں نماز پڑھنے میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے، ۔۔۔۔۔۔ اگر تمہیں رات کے اوائل میں تہجد پڑھنے والے نظر نہیں آتے تو سحری کے وقت انہیں دیکھ لیا کرو اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ کہ اب تو اس بڑھاپے کی فجر طلوع ہو چکی ہے اگر تو بارگاہِ خداوندی عزوجل سے پیچھے رہ گیا تو یہ پیچھے رہ جانا تجھے ذلت میں ڈال دے گا۔

عبادت گزار کیسا ہو؟

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی برے غلام کی طرح نہ بنے کہ اگر خوفزدہ ہو تو عمل کرے اور بے خوف ہو تو عمل نہ کرے اور نہ ہی تم میں سے کوئی برے مزدور کی طرح بنے اگر زیادہ اجرت نہ ملے تو کام نہ کرے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب المحبۃ والشوق والانس، باب بیان ان المستحق للمحبۃ ھواللہ وحدہ، ج ۱۲، ص ۳۴۸)

70-بَابُ اسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ

قیامِ رمضان کا استحباب اور وہ تراویح کی نماز ہے

(1192) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید سے قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تطوع قیام رمضان من الایمان، ج۱ص۱۶، رقم: ۳۷، صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۱۸۱۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب قیام شہر رمضان، ج۲ص۴۹۲، رقم: ۴۶۰۹، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شہر رمضان، ج۱ص۵۲۰، رقم: ۱۳۷۲، سنن ترمذی، باب الترغیب فی قیام رمضان، ج۱ص۲۶۱، رقم: ۸۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۳)

(1193) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ، فَيَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے قیام کا شوق دلاتے تھے لیکن آپ نے اس کو فرض وضروری نہیں کیا پس آپ فرماتے کہ جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید سے قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۱۸۱۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب قیام شہر رمضان، ج۲ص۴۹۲، رقم: ۴۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شہر رمضان، ج۱ص۵۲۰، رقم: ۱۳۷۳، سنن ترمذی، باب الترغیب فی قیام رمضان، ج۱ص۲۶۱، رقم: ۸۰۸، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۸۱، رقم: ۷۷۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سنت مؤکدہ بھی نہ ہوں۔

(اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں) یعنی تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہوجائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں، اس کا ذکر بارہا گزر چکا۔ لوگ باقاعدہ پابندی سے تراویح کی جماعت نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر تو معلوم ہو چکا، صدیق اکبر نے مختصر سے زمانہ خلافت میں جہادوں سے فراغت نہ پائی، عہدِ فاروقی میں اس کا باقاعدہ انتظام ہوگیا جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۳)

71-بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ اَرْجٰى لَيَالِيْهَا

لیلۃ القدر کے قیام کی فضیلت اور اس کی زیادہ امید والی رات کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ) (القدر: 1) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ آخر سورۃ تک۔

شرح: حضرتِ صدرالأفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شبِ قدر شرف و برکت والی رات ہے اس کو شبِ قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت وقدر کے باعث اس کو شبِ قدر کہتے ہیں۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمالِ صالحہ منقول ہوتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں۔ احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اس شب میں کثرت سے استغفار کرے اور رات عبادت میں گذارے سال بھر میں شبِ قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور روایاتِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شبِ قدر ہوتی ہے یہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس رات کے فضائلِ عظیمہ اگلی آیتوں میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ) (الدخان: 3) الْاٰيَاتِ.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔

(1194) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں

الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ثواب کے حصول کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل يقال رمضان او شهر رمضان، ج۱ص۶۲۶، رقم: ۱۹۰۱، صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح، ج۱ص۱۷۷، رقم: ۱۸۱۸، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل لیلة القدر، ج۴ص۳۰۶، رقم: ۸۶۸۹، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۲، رقم: ۷۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا احادیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۳)

(1195) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ کو خواب میں لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں کے بارے میں متفق ہو گئے ہیں، تو جو شخص اس کو تلاش کرنا چاہے اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر، ج۱ص۶۶۰، رقم: ۲۰۱۵، صحیح مسلم، باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها، ج۱ص۳۷۰، رقم: ۲۸۱۸، موطا امام مالک، [illegible]

۱۱۲؎ سنن النسائی الکبریٰ، باب التواطؤ علی الرؤیا، ج۲،ص۳۸۳، رقم: ۷۶۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے) یہ ترجمہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے، کسی نے دیکھا کہ تیئسویں ہے، کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیئسویں سے انتیسویں تک اس لیے آخری ہفتہ ارشاد ہوا۔ اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشواری ہوئی ہے، فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قرین ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

(تمہارے خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہوگئیں ہیں) یعنی اے صحابہ تمہاری خوابیں شخصی تعیین میں تو مختلف ہیں مگر نوعی تعیین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا۔

(وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے) اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کا خواب معتبر ہے خصوصًا جب کہ نبی کی تصدیق بھی ہو جائے، دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے، ایسے ہی یہ بھی ہے لہٰذا اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے۔ اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳، ص۲۱۱)

(1196) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُوْلُ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ مُتفقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے اور فرمایا کرتے۔ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر فیه عبادۃ، ج۱،ص۶۲۷، رقم: ۲۰۲۰، صحیح مسلم، باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها، ج۲،ص۱۶۳، رقم: ۲۸۴۲، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب الترغیب فی طلبها العشر الاواخر من رمضان، ج۴،ص۳۰۷، رقم: ۸۶۹۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی لیلۃ القدر، ج۲،ص۱۵۸، رقم: ۷۹۲، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹،ص۲۰۲، رقم: ۲۵۶۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

امت محمدیہ کی خصوصیت

شبِ قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی۔ قدر کے معنے ہیں اندازہ لگانا، عزت وعظمت و تنگی، چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیئے جاتے

ہیں، ملک الموت کو سال بھر میں مرنے والوں کی فہرست مل جاتی ہے، حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔ نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہوجاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، نیز اس رات کی عزت وعظمت بہت زیادہ ہے، اس شب میں عبادت کرنے والا رب تعالیٰ کے ہاں عزت پاتا ہے لہذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے۔ بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں، دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں، بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں، بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیئسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ ان شاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں 9 حرف ہیں، یہ لفظ سورۂ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے تو تیہ ستائیس ہوتے ہیں، نیز سورۂ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہے "ھی" یہ ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے۔ (روح البیان) اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنے کے اعمال ہماری کتاب "مواعظ نعیمیہ" اور "اسلامی زندگی" میں ملاحظہ کرو۔

اعتکاف عبادت ہے

اعتکاف عکف سے بنا بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَعْكُفُونَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ اور فرماتا ہے: وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ۔ شریعت میں بہ نیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ واسمعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا: أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ اعتکاف تین قسم کا ہے: اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن ورات ہے۔ اعتکاف سنت، یہ بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے۔ اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں۔ حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے اگر ایک نے بھی کرلیا تو سب کی طرف سے ادا ہوگیا مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کرسکتا ہے جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کرکے وہاں ہی اعتکاف کرلے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں (لمعات مرقات) وغیرہ۔

(1197) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ رَوَاهُ

حضرت عائشہ ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ج۱ص۶۶۱، رقم: ۲۰۱۶، السنن الکبری للبیہقی، باب الترغیب فی طلبھا فی الوتر من العشر الاواخر، ج۴ص۳۰۸، رقم: ۸۶۶۴، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۴۶۲، رقم: ۲۴۴۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں، وہ بھی طاق تاریخوں میں، قرآن کریم بھی اس کی تائید فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جب کہ شب قدر رمضان میں ہو۔ خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالٰی نے ہم سے چھپالیا تاکہ ہم اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادات کریں۔ تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرنا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی۔ اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہٰذا یہ چھپانا ہمارے لیے بہتر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۱۰)

(1198) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ، اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷛ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو پوری رات کو (عبادت) زندہ رکھتے۔ گھر والوں کو بیدار کرتے اور کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج۱ص۶۶۴، رقم: ۲۰۲۴، صحیح مسلم، باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان، ج۲ص۱۷۵، رقم: ۲۸۴۴، السنن الکبری للبیہقی، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج۴ص۳۱۳، رقم: ۸۸۲۲، صحیح ابن حبان، باب فضل رمضان، ج۸ص۲۲۲، رقم: ۳۴۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی قیام شھر رمضان، ج۱ص۵۲۲، رقم: ۱۳۷۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستر ہو جاتے) میزر ازار سے بنا، بمعنی تہبند یا پائجامہ، لفظی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہو جاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعًا علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔

(اور گھر والوں کو جگاتے) یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریبًا تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے تمام رات بیداری وعبادت کبھی نہ کیں۔ خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لیے جاگتے، ہوسکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کردیتے یا زندہ رکھتے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابوامامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدمی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھ لے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۷)

(1199) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِيْ رَمَضَانَ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ، وَفِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اس قدر مجاہدہ کرتے کہ باقی دنوں میں اتنا مجاہدہ نہ کرتے تھے۔ اور آخری عشرہ میں دوسرے (رمضان کے دنوں) کی بہ نسبت زیادہ مجاہدہ فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج۲ص۸۳۲، رقم: ۱۱۷۵، مسند امام احمد، حديث السيدة عائشه رضي الله عنها، ج۹ص۸۲، رقم: ۲۲۵۶۷، صحيح ابن خزيمه، باب استحباب الاجتهاد في العمل في العشر الاواخر، ج۳ص۳۲۲، رقم: ۲۲۱۵، جامع الاصول لابن اثير، الفصل الخامس في قيام شهر رمضان، ج۹ص۱۱۳، رقم: ۲۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عمومًا شب بیداری بھی یا تو اس لیے کہ اس عشرہ میں شب قدر ہے یا اس لیے کہ مہمان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے یا اس لیے کہ مہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو۔ بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کرکے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہوسکے کرلیں۔ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۶)

(1200) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ: قُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ

انہی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں جان لوں کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا کہوں آپ نے فرمایا کہ تو کہہ

يَا عَفُوُّ عَنِّي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھ کو معاف فرما۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۳۲۲، رقم: ۳۵۱۳ سنن ابن ماجه، باب الدعاء بالعفو والعافیة، ج۴ص۱۲۶۵، رقم: ۳۸۵۰ مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۹ص۱۷۱، رقم: ۲۵۴۲۳ سنن النسائی الکبریٰ، باب سورة القدر، ج۶ص۵۱۹، رقم: ۱۱۶۸۸ المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۱۹۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شب قدر کا نور پھیلتے، روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کرلوں کہ یہ شبقدر ہے تو میں اس میں دعا کیا مانگوں۔ معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کبھی شبقدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے کہ شب قدر کو چھپانا سنت ہے۔ (مرقاۃ)

یہ دعا مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالٰی نے بندے کو معافی دے دی تو سب کچھ دے دیا۔ خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کر کے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خداوند تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہوسکی تو معاف فرمانے والا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دے دے۔ شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند   عارفاں از اطاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰی کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۳۱۸)

72- بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ مسواک کی فضیلت اور فطری عادتوں کا بیان

(1201) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلوٰةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر مشقت کا سبب نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواک یوم الجمعة، ج۱ص۳، رقم: ۸۸۷ صحیح مسلم، باب السواک، ج۱ص۱۵۱، رقم: ۶۱۲ المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی السواک، ص۲۷، رقم: ۶۳ سنن ابن ماجه، باب السواک، ج۱ص۱۰۵، رقم: ۲۸۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی السواک، ج۱ص۳۵، رقم: ۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان پر فرض کردیتا کہ، اور ہر نماز کے لیے وضو کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذن الٰہی احکام کے مالک

ہیں، جو چاہیں فرض کریں، جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کر دیتا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے، کیونکہ ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے "کتاب الصوم" میں انہی ابوہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صَلٰوۃ کے عِنْدَ کُلِّ وُضُوْءٍ ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے عِنْدَ کُلِّ طُهُوْرٍ وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۵۹)

(1202) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

الشَّوْصُ: الدَّلْكُ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔ (متفق علیہ)

الشَّوْصُ کا معنیٰ ہے: ملنا، رگڑنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواک، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۴۵ صحیح مسلم، باب السواک، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۶۱۶ السنن الکبرٰی، باب تاکید السواک عند الاستیقاظ من النوم، ج ۱ ص ۳۸، رقم: ۱۶۶ سنن ابوداؤد، باب السواک لمن قام من اللیل، ج ۱ ص ۲۱، رقم: ۵۵ سنن ابن ماجه، باب السواک، ج ۱ ص ۱۰۵، رقم: ۲۸۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفة بن الیمان، ج ۵ ص ۳۹۰، رقم: ۲۳۳۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے، پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۶۱)

(1203) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ، فَيَبْعَثُهُ اللهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے۔ رات کو جب اللہ تعالیٰ چاہتا آپ کو بیدار کر دیتا۔ پس آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نماز پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۱ ص ۱۶۸، رقم: ۱۷۷۳ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب تاکید السواک عند الاستیقاظ من النوم، ج ۱ ص ۳۹، رقم: ۱۶۸ مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۹ ص ۵۲، رقم: ۲۴۲۱۳ مصنف عبدالرزاق، باب صلاۃ النبی صلی الله علیه وسلم من اللیل ووتره، ج ۲ ص ۳۹، رقم: ۱۶۱۳ سنن ... باب کیف الوتر بتسع، ج ۱ ص ۱۶۳، رقم: ۴۴۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سرہانے اول رات ہی میں رکھ دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۵۹)

(1204) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں مسواک کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواک یوم الجمعۃ، ج۱ص۳۰۳، رقم: ۸۸۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل السواک، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۴۵، سنن الدارمی، باب فی السواک، ج۱ص۱۸۴، رقم: ۶۸۱، سنن النسائی، باب الاکثار فی السواک، ج۱ص۱۱، رقم: ۶، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۲ص۲۴۷، رقم: ۱۰۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان کئے اور کبھی دنیوی، نیز ہمیشہ اس پر عمل کر کے دکھایا تاکہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی۔

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۶۹)

(1205) وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، قَالَ: قلت لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَاُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو کس کام سے ابتداء کرتے تو انہوں نے فرمایا: آپ مسواک کے ساتھ ابتداء کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب السواک، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۱۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل السواک، ج۱ص۳۴، رقم: ۱۴۲، سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یستاک بسواک غیرہ، ج۱ص۱۹، رقم: ۵۱، سنن النسائی الکبرٰی، باب السواک فی کل حین، ج۱ص۶۳، رقم: ۷، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۲ص۳۵۶، رقم: ۱۰۷۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حضرت شریح مجتہدین تابعین سے ہیں، اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں، حضرت شریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ عرض کیا تین۔ شریح، عبداللہ اور مسلم۔ فرمایا تمہاری کنیت ابوشریح ہے، آپ سیدنا علی مرتضی کے مخصوص ساتھی ہیں، بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں، جنگ جمل و صفین میں آپ کے ساتھ تھے، ۷۸ھ میں شہید کئے گئے۔

معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے، یہ ''پائیریا'' سے محفوظ رکھتی ہے، گندہ دہنی دور کرتی ہے، دانتوں و معدے کوقوی کرتی ہے، آنکھوں میں روشنی دیتی ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ۔ اور افیون میں ستر برائیاں ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابیٔ خاتمہ کا اندشیہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۰)

(1206) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰی لِسَانِہٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَھٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہوا تو مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔ (متفق علیہ) یہ حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب السواک، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۱۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل السواک، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۴۴، سنن النسائی الکبریٰ، باب کیف یستاک، ج۱ص۶۲، رقم: ۳، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۳ص۳۵۵، رقم: ۱۰۷۳، صحیح ابن خزیمہ، باب صفة استیاك النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۷۳، رقم: ۱۴۱)

شرح حدیث: مسواک پسندیدہ

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس میرے بھائی حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے جان لیا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسواک پسند فرما رہے ہیں۔ عرض کی: کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے ان سے لوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔ میں نے مسواک لی اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو پیش کر دی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کو اپنے منہ میں داخل کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سخت لگی۔ میں نے عرض کی: کیا میں اسے نرم کر دوں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔ میں نے مسواک چبا کر نرم کی اور دستِ اقدس میں دے دی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، اس میں اپنا دستِ اقدس داخل کیا اور فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی سختیاں بہت ہے۔ پھر اپنا دستِ اقدس بلند کر کے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی، اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی، اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصال ہو گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث ۴۴۴۹، ج ۳، ص ۱۶۵)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم

صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے گھر، میری باری کے دن، میری گردن اور سینے کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے موت کے وقت میرا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا لعابِ اقدس ملا دیا۔ (المرجع السابق، الحدیث ۴۴۵۱)

(1207) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ . رَوَاهُ النِّسَائِيُّ وابنُ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے کا اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔ اسے نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح ابن خزیمہ، باب فضل السواك وتطهیر الفم به، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۳۵سنن النسائی الکبریٰ، باب الترغیب فی السواك، ج۱ص۶۳، رقم: ۳السنن الکبریٰ للبیهقی، باب فی فضل السواك، ج۱ص۳۴، رقم: ۱۳۶سنن الدارمی، باب السواك مطهرة للفم، ج۱ص۱۸۴، رقم: ۶۸۴مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۴۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بہ نیتِ عبادت مراد ہے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کردے گی مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی، نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں، مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے۔ یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں۔ منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہوگیا پھر کیا کمی رہ گئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۶۳)

(1208) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ، اَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمالِ فطرت پانچ ہیں یا فرمایا پانچ چیزیں اعمالِ فطرت سے ہیں ختنہ کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، مونچھوں کے بال کاٹنا۔ (متفق علیہ)

اَلْاِسْتِحْدَادُ: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِيْ حَوْلَ الْفَرْجِ.

اَلْاِسْتِحْدَادُ: زیر ناف بال مونڈنا یہ وہ بال ہیں جو شرم گاہ کے اردگرد ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قص الشارب، ج۴ص۶۰، رقم: ۵۸۸۹صحیح مسلم، باب خصال الفطرة، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۲۰السنن الکبریٰ للبیهقی، باب السنة فی الاخذ من الاظفار والشارب، ج۱ص۲۴۹، رقم: ۷۰۶سنن ابوداؤد، باب فی اخذ الشارب، ج۴ص۱۳۵، رقم: ۴۲۰۰سنن ابن ماجه، باب الفطرة، ج۱ص۱۰۷، رقم: ۲۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(پانچ چیزیں اعمال فطرت سے ہیں) سنت قدیمہ جو گزشتہ انبیاء کرام کا بھی طریقہ رہا ہو اسے فطرت کہتے ہیں گویا وہ انسان کی پیدائشی عادت ہے۔ یہاں پانچ کا ذکر حد کے لیے نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی سنتیں انبیاء ہیں جو دوسری احادیث میں مذکور ہیں۔

ختنہ امام اعظم کے ہاں سنت ہے، امام شافعی کے ہاں فرض۔ (مرقات) سات سال کی عمر تک ختنہ کر دینا چاہیے، نو مسلم جوان آدمی کا نکاح ایسی عورت سے کر دیا جاوے جو ختنہ کرنا جانتی ہو پھر ختنہ کے بعد چاہے تو طلاق دیدے، جو بچہ ختنہ شدہ پیدا ہو اس کے ختنہ کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے: حضرت آدم، شیث، نوح، صالح، شعیب، یوسف، موسیٰ، زکریا، سلیمان، عیسیٰ، حنظلہ ابن صفوان جو اصحاب رُسل کے نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرات ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے، عورتوں کا ختنہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔

(زیر ناف بال صاف کرنا) یعنی ناف کے نیچے اور پاخانہ کے مقام کے بال استرہ سے صاف کرنا سنت ہے مرد کے لیے اور کسی دواء سے صاف کر دینا مرد کے لیے خلاف سنت ہے قینچی سے یہ بال کاٹ دینا مرد وعورت دونوں کے لیے خلاف سنت ہے، بحالت جنابت کوئی بال کاٹنا مونڈھنا بہتر نہیں۔ (مرقات)

(مونچھوں کے بال کاٹنا) اوپری ہونٹ کے بالوں کو مونچھ کہا جاتا ہے۔ یہ اتنے کاٹے جاویں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ خوب کھل جاوے، پانی پیتے وقت یہ بال پانی میں نہ ڈوب سکیں، مونچھیں مونڈنا یا بہت زیادہ پست کر دینا خلاف سنت ہے۔ محیط میں ہے کہ مردوں کو سر منڈانا عام حالات میں اچھا نہیں احرام کھولتے وقت سنت ہے۔ حلق کے بال نہ منڈائے، بھویں اور چہرے کے کچھ کچھ بال الگ کر دینا جائز ہے جب کہ ہیجڑوں سے تشبہ نہ ہو، سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈھنا یا کترنا مستحب نہیں۔ (مرقات)

(ناخن کاٹنا) اس طرح ناخن تراشے کہ ہاتھوں کے پہلے پاؤں کے بعد میں، داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی شروع کرے چھنگلی تک کاٹ دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک کاٹ دے پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کاٹ دے۔ جو کوئی جمعرات کے دن ناخن تراشا کرے ان شاء اللہ فقیر نہ ہوگا۔ حجامت جمعرات کو چاہیے اور غسل تبدیلی لباس خوشبو جمعہ کو افضل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم پر ناخن کا لباس تھا جنت سے باہر آکر یہ کپڑوں کا لباس عطا ہوا، آپ کا جسم ساٹھ ہاتھ تھا۔ (مرقات)

(بغلوں کے بال اکھیڑنا) بغل کے بال اوکھیڑنا سنت ہے منڈانا جائز، امام شافعی منڈایا کرتے تھے۔ ناک کے بال اکھیڑنا ممنوع ہے اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۳)

(1209) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ

قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ الرَّاوِيْ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ. قَالَ وَكِيْعٌ - وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ - اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ: يَعْنِي الاسْتِنْجَاءَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ مونچھیں کاٹنا' داڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی چڑھانا (وضو میں) ناخن کاٹنا' انگلیوں کے جوڑوں کو پچھلی طرف سے دھونا' بغلوں کے بال اکھیڑنا' زیر ناف بال مونڈنا اور استنجا کرنے کے لیے پانی استعمال کرنا' راوی کہتے ہیں دسویں بات میں بھول گیا ہوں شاید وہ کلی کرنا ہے۔ ایک روایت میں حضرت وکیع کہتے ہیں انتقاص الماء سے استنجاء کرنا مراد ہے۔ (مسلم)

اَلْبَرَاجِمُ بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْجِيْمِ: وَهِيَ عُقَدُ الْأَصَابِعِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ مَعْنَاهُ: لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا.

البراجم: باموحدہ اور جیم کے ساتھ انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں اور اعضاء اللحیۃ کا معنیٰ ہے داڑھی میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم٬ باب خصال الفطرۃ٬ ج۱ص۱۵۳٬ رقم: ۶۲۷ السنن الکبرٰی للبیھقی٬ باب الدلیل علی ان السواک سنۃ لیس بواجب٬ ج۱ص۳۶٬ رقم: ۵۶ سنن ابوداوٗد٬ باب السواک من الفطرۃ٬ ج۱ص۱۹٬ رقم: ۵۳ سنن ابن ماجہ٬ باب الفطرۃ٬ ج۱ص۱۰۷٬ رقم: ۲۹۳ سنن ترمذی٬ باب ما جاء فی تقلیم الاظفار٬ ج۵ص۹۱٬ رقم: ۲۷۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دس چیزیں فطرت سے ہیں) فطرت کے لغوی معنیٰ ہیں پیدائش، رب فرماتا ہے: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مگر اصطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل رہے۔

(مونچھیں کاٹنا) اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہوجائے، اس سے زیادہ کترانا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع۔ بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

(داڑھی بڑھانا) چار انگشت واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے، بہت زیادہ مکروہ، چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام، نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈا دے۔ خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے: لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ۔ معلوم ہوا کہ ایک مشت داڑھی سنت انبیاء ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے۔

(ناخن کاٹنا) ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے شروع کر کے چھنگلی پر ختم کردے، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کردے، پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے، اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے۔ جمعہ کے دن کٹوانا مستحب ہے اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر۔ ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔

(انگلیوں کے جوڑوں کو پچھلی طرف سے دھونا) کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کر کے، مراد پوروں سے پوری انگلیاں ہیں۔

(بغلوں کے بال اکھیڑنا) اکھیڑنا سنت ہے، منڈانا جائز ہے۔

(زیر ناف بال مونڈنا) سنت ہے۔ چونے وغیرہ سے صاف کردینا بھی جائز، قینچی سے کاٹ دینا خلاف۔ سنت ان احکام میں عورتیں اور مراد برابر ہیں۔ (مرقاۃ)

(استنجا کرنے کے لیے پانی استعمال کرنا) یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجاء پانی سے کرنا سنت ہے، اور اگر نجاست روپے بھر سے زیادہ ہو تو فرض۔

(راوی کہتے ہیں) راوی سے مراد مصعب ہیں یا زکریا ابن ابی زائد ہیں۔ (مرقاۃ)

لڑکے کا ختنہ سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کردیا جائے، بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے، بعد بلوغ ستر اس کے لیے کھولنا حرام ہے۔ جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا نکاح کردیا جائے، کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۲۶۲)

(1210) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اعفاء اللحی، ج۴،ص۶۰، رقم: ۵۸۹۳ صحیح مسلم، باب خصال الفطرة، ج۱ص۱۵۲، رقم: ۶۲۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی اعفاء اللحیة، ج۴ص۹۵، رقم: ۲۷۶۳ المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، ج۲ص۷۵، رقم: ۸۰۷ سنن النسائی الکبرٰی، باب الامر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی، ج۱ص۶۶، رقم: ۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن داڑھی کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث، رواہ مسلم۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹)

یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا (اس کو مسلم نے روایت کیا۔ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں:

حلق کردن لحیہ حرام ست وروش افرنج وہنود وجوالقیان کہ ایشاں راقلندریہ نیز گویند وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآں کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت ست چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۲)

داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔ (ت)

اور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین واوفوا اللحی واعفوا الشوارب۔ رواہ الشیخان فی صحیحہما۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵) (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹)

مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کردو (اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ت)

اور بعض احادیث میں وارد مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوسی کی سی شکل نہ بناؤ، سنت سنیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ترک اور مشرکین ومجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں، علاوہ بریں اس میں تغییر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وہ بنص قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجب لعنت الٰہی ہے:

قال اللہ عزاسمہ حاکیا عن ابلیس ولاضلنہم ولامنینہم ولاٰمرنہم فلیبتکن اذان الانعام ولاٰمرنہم فلیغیرن خلق اللہ (القرآن الکریم ۴/۱۱۹)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ متفق علیہ۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹)(صحیح مسلم کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۵)

اللہ تعالٰی معزز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: میں (یعنی شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اورانھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰی کی خلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے، بال اکھاڑنے والی عورتوں پر خوبصورتی کے لیے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹِ خداوندی میں رد و بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ناجائز و ممنوع۔ ایسے شخصوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں کو خبر دے دو کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان سے بیزار ہیں رواہ الترمذی اور پر ظاہر کہ داڑھی کتروانا یا منڈانا چڑھانے سے سخت تر ہے کہ اس میں فقط تغییر صفت سنت ہے اور ان میں تغییر یا اعدام اصل معہذا اگر تو بہ نصیب ہوتو یہ سریع الزوال اور ان کا ازالہ نہ ہوگا مگر بعد ایک زمانہ کے جب چڑھانے کی نسبت ایسی وعید شدید وارد اور حضور اس کے مرتکب سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائیں تو کترنے اور منڈانے سے کس قدر ناراض و بیزار ہوں گے اور العیاذ باللہ اس حبیب مرتجٰی و رسول مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی وسلم کی ناراضی پر دنیا و آخرت میں جو ثمرات بد مرتب ہیں دل مومن ان سے خوب واقف ہے باقی عذر مذکور فی السوال وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں بلکہ قائل کی سفاہت وضلالت پر دال ہے اس میں شک نہیں کہ اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم ترمگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکاب محرمات وممنوعات کی کس نے اجازت دی کیا تعمیل حکم شرع واتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے آراستگی باطن میں کچھ خلل انداز ہے بلکہ وہ اپنے اس دعوے ہی میں جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگر چہ داڑھی خلاف شرع ہو کہ اگر فی الواقع باطن اس کا زیور اصلاح سے مزین اور بحکم خدا و رسول منقاد ہوتا تو اتباع سنت چھوڑ کر شعار کفر و شرک و بدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکم شرع سن کر سر جھکا تا اپنے فعل شنیع پر مصر نہ ہوتا اور ایسے بیہودہ عذروں کو سپر نہ بناتا استغفر اللہ ایسے اعذار باردہ موجب تحلیل محرمات نہیں ہوسکتے نہ ان سے وبال میں کچھ کمی ہو بلکہ موجب زیادت نکال ہیں کہ جب ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف بجرم لاحق ہوتو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محو گناہ ہوجاتی ہے اور جب حکم شرع کے سامنے گردن نہ جھکائیں بلکہ باصرار پیش آئیں اور ایسے جھوٹے بہانوں کا دامن پکڑیں تو شامت اس کی ایک سے ہزار ہوجاتی ہے اور اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور ان لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزاء اور انھیں تشبیہات وتمثیلات قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین وتحقیر اور

اس کے اتباع پر استہزاء بالا جماع کفر کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیۃ والکلامیۃ (جیسا کہ فقہ اور علم کلام کی کتابوں میں صراحۃ یہ مذکور ہے۔ت) عورت اس کی نکاح سے نکل جائے گی اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے اولاد حرام ہوں گے اہل اسلام کو اس سے معاملہ کفار برتنا لازم۔ بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن اس جنازہ ناپاک کی تذلیل کریں کہ اس نے ایسے عزت والے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ذلیل سمجھا العیاذ باللہ، واللہ نسئل حسن الخواتیم والعلم بالحق عند ربی ان ربی خبیر علیم (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں اور حق کا علم میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ بلاشبہ میرا پروردگار (ہر چیز سے) پوری طرح خبردار اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ت) (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۵۷۱۔۵۷۲)

73- بَابُ تَأْكِيْدِ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تاکید اس کی فضیلت کا بیان اور اس کے متعلقہ مسائل

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ) (البقرة: 43).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ) (البينة: 5).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا) (التوبة: 103)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔

(1211) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ج۱ ص۱۱، رقم:

٭صحیح مسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "بنی الاسلام علی خمس" ج ۱ص ۳۲ رقم: ۱۲۱ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب اصل فرض الصلاۃ، ج ۱ص ۳۵۸، رقم: ۱۶۴۴ سنن ترمذی، باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس، ج ۵ص ۵، رقم: ۲۶۰۹ سنن النسائی الکبرٰی، باب علی کم بنی الاسلام، ج ۶ص ۵۳۱، رقم: ۱۱۷۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طوٰی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(اس بات کی گواہی دینا) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(زکوٰۃ ادا کرنا) اگر مال ہو تو زکوٰۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲)

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ فرض ہے اس کا انکار کرنے والا کافر اور نہ دینے والا فاسق و جہنمی اور ادا کرنے میں دیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا وصفتھا و شرائطھا، ج ۱، ص ۱۷۰)

نماز کی طرح اس کے بارے میں بھی بہت سی آیتیں و حدیثیں آئی ہیں جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کی سخت تاکید ہے اور نہ ادا کرنے والے پر طرح طرح کے دنیا اور آخرت کے عذابوں کی وعیدیں آئی ہیں۔

مسئلہ: اللہ کے لئے مال کا ایک حصہ جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی فقیر کو مالک بنا دینا شریعت میں اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا وصفتھا و شرائطھا، ج ۱، ص ۱۷۰)

مسئلہ: زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا یعنی کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں (۲) بالغ ہونا یعنی نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں (۳) عاقل ہونا یعنی دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں (۴) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں (۵) مالک نصاب ہونا یعنی جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں (۶) پورے طور پر مالک ہو یعنی اس پر قبضہ بھی ہو تب زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں مثلاً کسی نے اپنا مال زمین میں دفن کر دیا اور جگہ بھول گیا پھر برسوں کے بعد جگہ یاد آئی اور مال مل گیا تو جب تک مال نہ ملا تھا اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ نصاب کا مالک تو تھا مگر اس پر قبضہ نہیں تھا (۷) نصاب کا قرض سے فارغ ہونا اگر کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے مگر وہ ایک ہزار کا قرض دار بھی ہے تو اس کا مال قرض سے فارغ نہیں لہٰذا اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (۸) نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا حاجت اصلیہ یعنی آدمی کو زندگی بسر کرنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً اپنے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں کے کپڑے، گھریلو سامان یعنی کھانے پینے کے برتن، چارپائیاں، کرسیاں، میزیں، چولہے، پنکھے وغیرہ ان مالوں میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ سب مال و سامان حاجت اصلیہ سے فارغ نہیں ہے (۹) مال نامی ہونا یعنی بڑھنے والا مال ہونا خواہ حقیقۃً بڑھنے والا مال جیسے مال تجارت اور چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں اور بیچی جائیں تاکہ نفع ہونے سے یہ بڑھتے رہیں لہٰذا سونا چاندی جس حال میں بھی ہو زیور کی شکل میں ہوں یا دفن ہوں ہر حال میں یہ مال نامی ہیں اور ان کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے (۱۰) مال نصاب پر ایک سال گزر جانا یعنی نصاب پورا ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی بلکہ ایک سال تک وہ نصاب ملک میں باقی رہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس کی زکوٰۃ نکالی جائے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا وصفتھا وشرائطھا، ج۱، ص ۱۷۱-۱۷۴)

(1212) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ، وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ، حَتّٰى دَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا، اِلَّآ اَنْ تَطَوَّعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ: لَا، اِلَّآ اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد میں سے بکھرے بالوں والا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ ہمیں اس کی گنگناہٹ سنائی دی سمجھ کچھ نہ آئی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اس نے اسلام کے بارے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس نے کہا کیا میرے ذمہ ان کے سوا بھی کچھ ہے فرمایا نہیں ہاں تو اگر چاہے نفلی عبادت کر (تیری مرضی) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور ماہ رمضان کے روزے ہیں اس نے عرض کیا: اس کے سوا تو میرے ذمہ

وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ، فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؛ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَا أَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

نہیں فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے تو راوی نے فرمایا: اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے کہا: کیا میرے ذمہ ان کے سوا بھی کچھ ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ ہاں اگر تو نفلی خیرات کرے تو پس وہ آدمی پھرا اور اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس میں نہ کمی کروں گا نہ بیشی کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے صحیح کہا تو کامیاب ہو گیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاۃ من الاسلام، ج۱ص۱۸، رقم: ۴۶ صحیح مسلم، باب بیان الصلوات التی هی احد ارکان الاسلام، ج۱ص۳۱، رقم: ۱۰۹ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فرائض الخمس، ج۲ص۸، رقم: ۲۲۱۵ المنتقی لابن الجارود، باب فرض الصلوات الخمس، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۴۴ سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ من الاسلام، ج۱ص۱۵۰، رقم: ۳۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کی کنیت ابومحمد ہے، قرشی ہیں، ابوبکر کے بھتیجے، قدیم الاسلام ہیں، تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، جنگ احد میں حضور کے لیے ڈھال بنے اور چوبیس زخم کھائے، آپ کے جسم پر کل ۷۵ زخم تھے جو غزوات میں کھائے تھے، جنگ جمل ۳۶ھ میں بصرہ میں شہید ہوئے، وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے، فقیر نے مزار پاک کی زیارت کی ہے، حضور کی دعوت اور دعوت کے معجزات آپ کے ہاں ظاہر ہوئے جو مشہور ہیں۔

نجد عرب کا ایک صوبہ ہے جو مکہ معظمہ اور عراق کے درمیان واقع ہے۔ اس صوبہ کے متعلق حضور نے دعاء خیر نہ فرمائی اور وہاں سے وہابی فرقے کے نکلنے کی خبر دی جو آخر کتاب میں ان شاء اللہ ذکر ہوگا۔

(ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں) یعنی ان پانچ نمازوں کے سوا اور نماز اسلام کا فرض نہیں، عیدین اور وتر واجب ہے، نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے لہذا یہ ان ہی پانچ میں شامل ہے۔

(اگر چاہے نفلی عبادت کر) نفل سے لغوی معنی مراد ہیں فرض پر زائد، رب فرماتا ہے: "فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ" لہذا اس میں وتر و عیدین داخل ہیں۔ یا اس وقت تک یہ نماز اسلام میں آئی نہ تھیں، بہرحال یہ حدیث وتر و عیدین کے وجوب کے خلاف نہیں احناف کے مخالف نہیں۔

(ہاں اگر تو نفلی خیرات کرے) یہ جملہ بھی فطرے اور قربانی کے وجوب کے خلاف نہیں جیسا کہ پہلے ۱ کی تقریر سے واضح ہے۔

(اگر اس نے صحیح کہا) یعنی اگر صدق دل سے وعدہ کیا ہے تو کامیاب ہوگا یا اگر اس وعدے کو پورا کر دکھائے تو کامیاب

ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے ایک سائل کے ان ہی الفاظ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاح وکامیابی کا قطعی حکم دے دیا، اس نجدی کے ان ہی الفاظ پر مشکوک طریقہ سے کامیابی بیان فرمائی۔

(مرأۃ المناجیح، ج۱ص۱۴)

(1213) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى، افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو اس بات کی طرف بلاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ اس بات کا اقرار کرلیں تو انہیں یہ سکھانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر انہیں یہ سکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تم میں سے امیروں سے لے کر غریبوں کی طرف لوٹادی جائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۱۳۹۵ صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشھادتین وشرائع الاسلام، ج۱ص۳۷، رقم: ۱۲۰ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال لا یخرج صدقۃ قوم منھم من بلدھم، ج۷ص۸، رقم: ۱۳۵۱۴ سنن ابوداؤد، باب فی زکاۃ السائمۃ، ج۲ص۱۹، رقم: ۱۵۸۴ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۲۵)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا کہ تم اہلِ کتاب قوم کے پاس جارہے ہو تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی پھر اگر یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جارہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔

(کہ تم اہلِ کتاب قوم کے پاس جارہے ہو) اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

(یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں) یعنی صرف مشرکین کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد، کفار واہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے کَلَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی وخوش اخلاقی سے چاہیے اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے اور حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیے اور یہ کہ آفیسران وحکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔

(پانچ نمازیں فرض فرمائیں) یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز کے احکام سناؤ سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا صرف پانچ نمازوں کا فرمایا یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لیے روزے کا ذکر نہیں زکوۃ کا ہے حالانکہ روزہ زکوۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا۔ لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

(زکوۃ فرض کی ہے) یہاں اِنْ بمعنی اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتادینا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوۃ نہ سکھانا کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہوجانے کی اجازت نہیں لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوۃ کے لیے نماز شرط ہے۔

(انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اِشاعت کھانے کمانے کے لیے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ کافر زکوۃ نہیں دے سکتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلاسخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مالدار

صاحب نصاب زکوۃ نہیں لے سکتا جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھُمْ سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا، یہاں تُؤْخَذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔

(ان کے بہترین مالوں سے بچنا) یعنی زکوۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا۔

(رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں) یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی نہ زبانی کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے۔ اس میں درحقیقت تا قیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱)

(1214) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ، اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ پس جب انہوں نے ایسا کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب "فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم" ج۱ ص۱۲، رقم: ۲۵ صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج۱ ص۳۸، رقم: ۱۳۲ سنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی قتال الضرب الثانی من اہل الردۃ بعد رسول اللہ، ج۸ ص۱۷۷، رقم: ۱۷۱۷۷ سنن النسائی، باب وجوب الجہاد، ج۶ ص۶، رقم:

۰۲..مسلن سعید بن منصور، باب جامع الشهادة، ج۲، ص۳۲۲، رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں) یہاں حَتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہٰذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ۔ باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ لہٰذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

(وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں) چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز وزکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

(خون اور مال محفوظ کر لیے) چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز وزکوۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان ومال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے۔

(مگر حق اسلام کے ساتھ) یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

(اور ان کا حساب اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر ہے) یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۱، ص۱۰)

(1215) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ - وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کئی قبائل کافر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا

وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ، وَحِسَابُهٗ عَلَى اللهِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: وَاللهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهٖ. قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: فَوَاللهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حکم ہے۔حتیٰ کہ وہ کہیں لاالہ الا اللہ جب وہ یہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنے مال اور خون کو محفوظ کرلیا مگر حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کریم کے ذمہ ہے۔تو حضرت ابوبکر نے کہا اللہ کی قسم جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔اس سے میں ضرور لڑوں گا۔یقیناً زکوٰۃ مال کا حق ہے۔اللہ کی قسم اگر مجھ سے ایک رسی بھی وہ روکیں گے جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف ادا کرتے تھے۔تو میں ان سے جنگ کروں گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو اللہ کی قسم مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ کریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو جنگ کے لیے کھول دیا ہے تو میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتدا بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۴۳، رقم: ۷۲۸۴، صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج۱ص۳۸، رقم: ۱۳۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من لا توخذ منہ الجزیہ من اہل الاوثان، ج۹ص۱۸۲، رقم: ۱۹۰۹۷، سنن ابوداؤد، باب وجوب الزکاۃ، ج۲ص۱۰، رقم: ۱۵۵۸، سنن ترمذی، باب ما جاء امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج۵ص۳، رقم: ۲۶۰۷)

شرح حدیث: صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۳۶۷ھ) اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نِری کلمہ گوئی اِسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریاتِ دِین کا اِقرار نہ کرے اور امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی، کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکوٰۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہوگیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو (سیدنا) صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا اور کیا۔(بہارِ شریعت، ج۱، حصہ ۵، ص ۸۷۰)

(1216) وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ، قَالَ: تَعْبُدُ اللهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے تو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر اور صلۂ رحمی کر۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج۲ص۵۰۵، رقم: ۱۳۳۲، صحیح مسلم، باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۱۲، الاداب للبیہقی، باب فی صلة الرحم، ج۱ص۱، رقم: ۵، السنن الکبری للنسائی، باب ثواب من اقام الصلاۃ، ج۱ص۱۲۵، رقم: ۳۲۸، صحیح ابن حبان، باب فضل الزکاۃ، ج۸ص۴۷، رقم: ۳۲۴۵)

شرح حدیث: سونے کے دروازے

عبید بن عمیر لیثی اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا، بیشک نمازی اللہ عزوجل کے اولیاء ہیں اور وہ جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ پانچ نمازیں قائم کیں اور رمضان کے روزے رکھے اور ان کے ذریعے ثواب کی امید رکھی اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی اور اُن کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا جن سے اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ ارشاد فرمایا، نو (۹) ہیں، ان میں سب سے بڑا گناہ کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے اور (بقیہ گناہوں میں سے) کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام جو تمہارے زندوں اور مُردوں کا قبلہ ہے، کو حلال سمجھنا (یعنی اس کی حرمت کو پامال کرنا) لہٰذا! جو شخص ان کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے پھر مرجائے تو وہ جنتی محل میں محمد (ﷺ) کا رفیق ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۰۱، ج۱۵-۱۷، ص۴۸)

(1217) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ، دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وتُؤْتِي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا. فَلَمَّا وَلّٰى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ کسی ایسے عمل پر میری رہنمائی فرمائیں کہ جب میں وہ کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا: تو اللہ کی عبادت کر اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا نماز قائم کر زکوٰۃ ادا کر ماہ رمضان کے روزے رکھ اس نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس میں اضافہ نہ کروں گا۔ جب وہ پھرا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ جنتی کو دیکھ لے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس

آدمی کی طرف دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج۲ص۱۰۵، رقم: ۱۳۹۷، صحیح مسلم، باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۱۶، الاداب للبیہقی، باب المؤمن قل ما یخلو من البلاء لما یراد به من الخیر، ج۱ص۴۳۳، رقم: ۲۸، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۲۲، رقم: ۸۴۹۶)

شرح حدیث: صدقہ کیا ہوا مینڈھا

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مَیں عالَمِ شباب (یعنی جوانی) میں جہالت کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا میرے پاس کافی بھیڑ، بکریاں تھیں مَیں جن کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا تھا۔ ایک دن کسی فقیر نے مجھ سے ضرورت و حاجت کی شکایت کی تو میں نے اسے ایک مینڈھا دے دیا، اس رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ میری تمام بھیڑ، بکریاں میری طرف آکر مجھے سینگوں سے مار رہی ہیں اور مَیں رو رہا ہوں اور بھاگ بھی نہیں سکتا اور نہ وہاں کسی مدد کرنے والے کو پاتا ہوں اتنے میں وہی مینڈھا آگیا جسے میں نے فقیر پر صدقہ کیا تھا وہ ان کو مجھ سے ہٹانے لگا جب بھی اس ریوڑ میں سے کوئی مینڈھا مجھے سینگ مارنے کے لئے بڑھتا تو وہ مینڈھا سامنے کھڑا ہو جاتا اور اسے سینگ مار مار کر مجھ سے دُور کر دیتا لیکن چونکہ وہ زیادہ تھے اور یہ اکیلا، اس لئے وہ اس پر غالب آجاتے قریب تھا کہ وہ مجھے ہلاک کر دیتے اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور خوف سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا مَیں نے اسی وقت عزم کر لیا کہ اللہ عزوجل کی قسم! مَیں ضرور اس صدقہ کئے ہوئے مینڈھے میں اضافہ کروں گا۔ چنانچہ مَیں نے اپنے جانوروں میں سے دو تہائی صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے توبہ کر لی اور بے شک میں نے صدقہ نہ کی ہوئی بکریوں کی اپنے ساتھ عداوت اور صدقہ کی ہوئی بکریوں کا اپنے ساتھ عجیب معاملہ دیکھا۔ (قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن ص ۴۷)

(1218) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے پر بیعت کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البیعة علی اقام الصلوٰۃ، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۵۲۴، صحیح مسلم، باب بیان أن الدین النصیحة، ج۱ص۵۳، رقم: ۲۰۸، سنن الدارمی، باب فی النصیحة، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۵۴۰، المنتقی لابن الجارود، باب اول، کتاب الزکاۃ ص۹۱، رقم: ۳۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جریر بن عبداللہ البجلی، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۲۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے ایمان تقویٰ پر بھی بیعت لیتے تھے اور نیک اعمال پر بھی یعنی میری معرفت رب تعالیٰ سے یہ وعدہ کرو کہ ہم نیک اعمال کریں گے گناہوں سے بچیں گے۔ بیعت کی بہت قسمیں ہیں یہاں بیعت اعمال مراد

ہے۔ بیعت کی اقسام ہماری کتاب شانِ حبیب الرحمن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کرو۔ ایک بار حضرت جریر نے ایک شخص سے گھوڑا تین سو درہم میں خریدا سودا طے ہوجانے پر فرمایا کہ تیرا گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے اچھا چار سو دوں گا پھر کہا نہیں پانچ سو دوں گا حتی کہ آٹھ سو درہم تک بڑھا کر خرید لیا بائع حیران ہوکر بولا حضرت یہ کیا فرمایا میں نے حضور سے بیعت کی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔ یہ اس پر عمل ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۵۹۷)

حضرت جریر کے حق میں دعا

حضرت جریر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ نہیں سکتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ذوالخلصہ کے بت خانہ کو توڑنے کے لئے بھیجنا چاہا تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کو گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا اس دعا کے بعد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کا لشکر لے کر گئے اور اس بت خانہ کو توڑ پھوڑ کر جلا ڈالا اور مزاحمت کرنے والے کفار کو بھی قتل کر ڈالا جب واپس آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل جریر بن عبداللہ، الحدیث: ۲۴۷۶، ص۱۳۴۵)

(1219) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ، وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ، وَجَبِيْنُهٗ، وَظَهْرُهٗ، كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهٗ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ، اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَالْاِبِلُ؛ قَالَ: وَلَا صَاحِبِ اِبِلٍ لَّايُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَّاحِدًا، تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهٗ بِاَفْوَاهِهَا،

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی سونے، چاندی والا ان کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن سونے چاندی کے تختے بنا کر جہنم کی آگ سے گرم کر کے اس شخص کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو اس سے داغا جائے گا جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے ان کو دوبارہ گرم کیا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے گا۔ پھر وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! پھر اونٹ تو فرمایا اور جو اونٹوں والا اس میں حق ادا نہیں کرتا اور اس کے حق میں سے ہے اس کو پانی پلانے کے دن اس کا دودھ دوہنا (ضرورت مندوں کو دینا) تو جب قیامت کے دن آئے گا تو ایک چٹیل میدان میں اس کو لٹا دیا جائے گا۔ اور ان

كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرٰى سَبِيْلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا، وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرٰى سَبِيْلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ۔ فَأَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَّفَخْرًا وَّنِوَاءً عَلٰى أَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا، وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ أَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٍ وَّكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا، وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَا يُرِيْدُ أَنْ يَّسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ عَدَدَ مَا

اونٹوں میں سے کسی بچے کو بھی کم نہ پائے گا۔ اور یہ خوب موٹے تازے ہوں گے وہ اس کو پاؤں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے۔ جب اس پر ان کا پہلا گزر جائے گا تو پچھلا لوٹا یا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر یہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ تو گائے اور بکریاں فرمایا' جو گائے بکریوں کا مالک ان کا حق ادا نہیں کرتا۔ تو جب قیامت کا دن ہوگا۔ ان کے لیے اس کو کھلے میدان میں لٹا دیا جائے گا ان میں سے کوئی غائب نہ ہوگا اور نہ ان میں کوئی مڑے سینگ والا اور نہ بے سینگ والا اور نہ ٹوٹے سینگ والا جانور ہوگا۔ وہ اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گے اور پاؤں سے روندیں گے جب بھی پہلا گزرے گا تو اس پر آخری لوٹا یا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کو مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو وہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ تو گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں ارشاد فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ ایک آدمی کے لیے یہ گناہ ہے اور ایک کے لیے آڑ اور ایک کے لیے ثواب جس کے لیے گناہ ہے وہ وہ ہے جس کو ریاکاری' تکبر اور اہل اسلام کی مخالفت کے لیے باندھتا ہے۔ اور جس کے لیے آڑ ہے وہ وہ ہیں جن کو اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کے حق کو نہ بھولا تو یہ پردہ ہے اور جس کا اجر و ثواب ہے وہ وہ ہے جس کو اہل اسلام

شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ: مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ: (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

کے لیے کسی باغ یا چراگاہ میں باندھے وہ اس چراگاہ یا باغ میں سے کچھ بھی کھائے تو اس کے کھانے کے برابر اس آدمی کو نیکیاں عطا فرمائے گا اور اس کے گوبروں اور پیشابوں کی تعداد کے برابر اسے نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی رسی تڑوا کر دوڑے ایک یا دو ٹیلے چڑھ جائے تو اس کے قدموں اور گوبروں کی گنتی کے برابر اس شخص کو اجر و ثواب عطا ہوتا ہے۔ اور اس کا مالک ان کو لے کر کسی نہر کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے پانی پی لے حالانکہ اس کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا۔ تو اس کے پینے کی مقدار اس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب دیا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ گدھوں کے بارے میں فرمائیں۔ ارشاد فرمایا گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا۔ صرف یہ اکیلی آیت جو جامع ہے تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر گناہ کیا وہ اس کو بھی دیکھ لے گا۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الخیل لثلاثۃ ج۲ص۲۱، رقم: ۲۸۶۰ صحیح مسلم باب اثم مانع الزکاۃ ج۱ص۴۰، رقم: ۲۳۳۷ السنن الکبری للبیہقی باب من رای فی الخیل صدقۃ ج۴ص۱۱۹، رقم: ۷۶۶۸ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۳۸۳، رقم: ۸۹۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوۃ مفروضہ ہے کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔

(اس سے داغا جائے گا) یعنی اس کا سونا چاندی اوّلاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لیے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے یَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے

پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔

(پہلو پیشانی اور پیٹھ) چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا اس لیے ان دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی۔

یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لوٹائے جائیں گے بار بار گرم کر کے لگائے جائیں گے یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔

(پھر وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھ لے گا) یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے۔ یری معروف ہے یا مجہول یعنی یہ عذاب تو زکوۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالٰی بخش دے تو جنت میں بھیج دے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں بھیج دے اس جملہ کی یہ ہی توجیہ قوی ہے۔

(یارسول اللہ! پھر اونٹ) یعنی سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے اگر اونٹوں کی زکوۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لیے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دوھ کر ان فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کی زکوۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا۔ مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کر دوہو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔

(وہ اس کو پاؤں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے) یعنی اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائے گا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہوں گے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔

(تو پچھلا لوٹایا جائے) یعنی یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہوں گے کہ اس پر یہ قطار روندتی گزر جائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہوں گے اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس

پر آجائے گا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی اخری کا ذکر پہلے تھا اولیٰ کا بعد میں جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے۔مبالغہ کے لیے آخری کو اولی فرمادیا گیا یعنی اس طرح لگا تار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہو جائے گا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لیے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔

(یارسول اللہ تو گائے اور بکریاں) ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے۔

مِنْهَا میں مِنْ بمعنی اجل یا بمعنی لام ہے یعنی بکریوں کی وجہ سے جو زکوۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ (مرقات)

(وہ اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گے) یعنی اگر چہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں اور بعض بالکل نبڈی مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہوں گے۔خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالیٰ فرماتا: اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(اور پاؤں سے روندیں گے) عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں، جمع اظلاف۔اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے۔غرضکہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوتے جانور بخیل پر سواری کریں گے جیسے اچھے معدے والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔

(ایسے دن میں جس کو مقدار پچاس ہزار سال ہوگی) اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(یارسول اللہ تو گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں) خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوۃ فرض ہے، شوافع کے ہاں نہیں لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لیے بھی ہو جس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے اور اگر گھوڑے میں زکوۃ فرض نہ ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوۃ نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالیٰ نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو۔(قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ

سائل کے حال کے مطابق ہے۔

(ایک کے لیے آڑ) یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لیے نہ ہو وہ کسی کے لیے ثواب کا باعث ہے اور کسی کے لیے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لیے اس کی نیت کے اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں جیسی نیت ویسا پھل یہ ہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔

(جس کو ریا کاری تکبر) یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں جیسا کہ عام نمبردار چوہدری اور چور، ڈاکو گھوڑے اسی لیے رکھتے ہیں ان کے لیے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔

(جن کو اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کے حق کو نہ بھولا) یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں یہ تو تیسری قسم میں آئے گا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کے لیے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔

(جس کو اہل اسلام کے لیے) اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لیے عاریۃً گھوڑا دے دے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے۔ خیال رہے کہ نر گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوۃ دے فی سینکڑہ ڈھائی روپے، یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوۃ ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آ گئے تھے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستاون روپے سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمر نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو۔ (ہدایہ، کفایہ وغیرہ)

یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔

جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لیے لاأهل لا إسلا بھی فرمایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگانِ خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔

(اس کے گوبروں اور پیشابوں کی تعداد کے برابر اسے نیکیاں عطا ہوتی ہیں) کیونکہ اس کھانے اور پیشاب ولید وغیرہ نے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے، نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا۔ معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہیں۔

(اس کے پینے کی مقدار اس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب دیا ہے) یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں وہ تو اس مالک کے لیے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لیے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلۂ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لیے ہے اب گولی، بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لیے ہوں سب کا یہ ہی حکم ہے۔ یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہو چکی۔

(گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا) یعنی گدھوں میں زکوۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بد نیتی سے پالے گئے تو عذاب اور اگر دنیوی کاروبار کے لیے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ اس لیے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ ایک ہی بے مثال آیت ہے اس لیے اسے فاذة فرمایا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں تو ان میں زکوۃ تجارت ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲)

74۔ بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

رمضان کے روزوں کی فرضیت فضیلت اور اس کے مسائل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرۃ:۱۸۳).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والوتم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے۔

شرح: حضرتِ صدرالأ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے روزہ شرع میں اس کا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض یا نفاس سے خالی عورت صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت خورد ونوش ومجامعت ترک کرے (عالمگیری وغیرہ) رمضان کے روزے ۱۰ شعبان ۲ ھ کو فرض کئے گئے (درمختار وخازن) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے عبادت قدیمہ ہیں۔ زمانہ آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتے چلے آئے اگرچہ ایام واحکام مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے (خزائن العرفان)

اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ) (البقرۃ: 183-185).

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں توتم میں جوکوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہوتو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالأ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ رمضان وہ ہے جس کی شان وشرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔

(۲) یہ کہ قرآن کریم میں نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔

(۳) یہ کہ قرآن کریم بتمامہ رمضان المبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظور الٰہی ہوا جبریل امین لاتے رہے یہ نزول تیئیس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ

احادیث پچھلے باب میں گزر چکی ہیں۔

(1220) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ، فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ صَائِمٌ۔ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: يَتْرُكُ طَعَامَهٗ، وَشَرَابَهٗ، وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِيْ، الصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزہ کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے تو جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو وہ نہ بے حیائی کی بات کرے اور نہ تشدد کرے۔ تو اس کو اگر کوئی گالی دے یا لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اسے خوش کرتی ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اس کی رب کی ملاقات کے وقت (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔ اور ان کی ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنے کھانے اور پینے کو میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہی ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا تک ملتا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يضاعف، الحسنة بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِئَةِ ضِعْفٍ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ ؛ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ۔ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ

— اور مسلم کی روایت یہ ہے کہ ابن آدم کے ہر بھلے کام کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے کیونکہ وہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ اپنے کھانے اور شہوت کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور

الْمِسْكِ.

ایک اس کی رب سے ملاقات کے وقت اور اس کی منہ کی بو اللہ کریم کے نزدیک یقیناً کستوری کی خوشبو سے عمدہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یقول انی صائم اذا شتم، ج۲ص۲۶، رقم: ۱۹۰۴، صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۷۶۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الصائم ینزه صیامه عن اللغط والمشاتمة، ج۴ص۲۷۰، رقم: ۸۵۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۷۳، رقم: ۷۶۸۹، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یؤمر به الصائم من قلة الکلام وتوقی الکذب، ج۲ص۲۷۱، رقم: ۸۸۷۹)

شرح حدیث: روزے کا ثواب دیدارِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ ہے

حضرتِ سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ گرمیوں میں روزہ رکھا پھر سو گئے۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا: اے ابو سلیمان دارانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! کیا آپ آج کے روزے کا ثواب ایک ہزار دینار کے عوض بیچتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا: میرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی عزت کی قسم! میں نہیں بیچتا۔ پھر پوچھا گیا: کس چیز کے عوض بیچیں گے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں یہ ثواب دُنیا و مافیہا (یعنی دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے) کے بدلے بھی نہیں بیچتا۔ البتہ! اپنے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ کے دیدار کے عوض بیچ دوں گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا گیا: پھر روزہ رکھئے! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! عنقریب آپ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کریں گے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آسمانی کتابوں میں ارشاد فرمایا: اے میرے بندے! میری ملاقات کے لئے تیار ہو جا، عنقریب تو مجھ سے ملے گا۔ اور میری بندگی بجا لا کیونکہ میں ہی تیرا مالک ہوں، وہ شخص مجھے کس آنکھ سے دیکھے گا جس نے میری نافرمانی کی؟ یا وہ شخص کس منہ سے ملے گا جو میری عظمتِ شان کو بھول چکا ہے؟ وہ بندہ خسارے میں ہے جسے میں اپنے دیدار سے محروم کر دوں گا۔ جب سچائی کے پیکر میرے قریب ہوں گے اور بدبخت میری بارگاہ سے دھتکار دیئے جائیں گے، پھر میں حجاب اُٹھا کر اُن پرہیزگاروں پر تجلّی فرماؤں گا جو مجھے محبوب رکھتے ہیں۔ اے میرے بندے! میرے دروازے پر کھڑا ہو جا کہ میں کریم ہوں اور میری پناہ مانگ کہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق ۹۴)

(1221) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ،

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا۔ اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ زیادہ اچھا ہے تو جو نماز والوں سے ہو گا اس کو دروازۂ نماز سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والا ہو گا اس کو

وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ، فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جہاد کے دروازوں سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اسے ریان دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو صدقہ والوں سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس کو اس کی ضرورت نہیں کہ کس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ لیکن کوئی ایسا ہو گا جس کو ان سب دروازوں سے آواز دی جائے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں سے ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الریان للصائمین، ج۲ص۲۵، رقم: ۱۸۹۷ صحیح مسلم، باب من جمع الصدقة واعمال البر، ج۲ص۹۱، رقم: ۲۴۱۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۷۱، رقم: ۱۹۰۳۴ سنن ترمذی، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، ج۵ص۳۱۶، رقم: ۳۶۷۴ سنن النسائی الکبرٰی، باب وجوب الزکاة، ج۲ص۶، رقم: ۲۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے) یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ۔ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو۔ مرقات نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لیے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لیے خیرات۔

(جنت کے دروازں سے بلایا جائے گا) یعنی باب الصدقہ سے یہاں احد پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا۔ (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لیے۔

(وہ دروازۂ ریان سے بلایا جائے گا) یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا۔ عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستے سے جنت میں جائے گا۔ ریان رَیّ سے بنا جس کے معنے ہیں سرسبزی، سیرابی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا اس لیے اس کے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہو جائے۔

(کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے) یعنی جنت میں داخلے کے لیے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو۔ اس جملہ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ ضَرُوْرَةٍ کی مِنْ زائدہ اور ضَرُوْرَةٍ مَا کا اسم، اَعْلٰى مَنْ دُعِیَ الخ اس کی خبر۔

(مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو) یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہوگا وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہذا تم بھی ان ہی میں سے ہوگے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اَتْقٰى فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ۔ جب قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں حتی کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا اور کس دروازہ سے جائے گا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لیے ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۱۶)

(1222) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ. يُقَالُ: اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے۔ اس سے ان کے سوا کوئی نہ جائے گا کہا جائے گا کہاں ہیں روزہ دار پس وہ کھڑے ہوں گے اور اس سے ان کے علاوہ کوئی نہ داخل ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور نہ

داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الریان للصائمین، ج۲ص۲۵، رقم: ۱۸۹۶ صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۲۷۶۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل شہر رمضان وفضل الصیام، ج۴ص۳۰۵، رقم: ۸۴۴۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سہل بن سعد، ج۵ص۳۳۳، رقم: ۲۲۸۷۰ مسند عبد بن حمید، مسند سہل بن سعد الساعدی، ص۱۶۸، رقم: ۴۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں۔

ریان بروزن فعلان ریّ سے بنا، بمعنی تروتازگی، سیرابی وسبزی۔ چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب، سبزہ، پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم وگمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہوجائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۳)

(1223) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَّصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلاَّ بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کے چہرہ کو آگ سے ستر برس دور کردیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۶، رقم: ۲۸۴۰ صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۲۷۶۷ صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ج۳ص۲۹۷، رقم: ۲۱۱۳ مسند عبد بن حمید، من مسند أبی سعید الخدری، ص۳۰۱، رقم: ۹۰۷ سنن الدارمی، باب من صام یوما فی سبیل اللہ عزوجل، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۲۳۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہلِ عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول

کرے تو دوزخ میں جاتا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔(مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۱)

(1224) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ماہ رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی امید سے رکھے اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب صوم رمضان احتسابا من الایمان، ج۱ص۱۶، رقم: ۳۸صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح، ج۱ص۱۷۷، رقم: ۱۸۱۷السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل شهر رمضان وفضل الصیام، ج۴ص۳۰۴، رقم: ۸۴۶۹المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، ص۱۰۸، رقم: ۴۰۳سنن ابوداؤد، باب فی قیام شهر رمضان، ج۱ص۵۲، رقم: ۱۳۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شبِ قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔(مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۸۴)

(1225) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ، فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے۔تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آگ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب صفة ابلیس وجنوده، ج۲ص۱۱۹۴، رقم: ۳۱۰۳صحیح مسلم، باب فضل شهر

رمضان، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۷۵۳۴،السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما روی فی کراھیۃ قول القائل جاء رمضان وذھب رمضان، ج۴ص۲۰۲، رقم: ۱۷۷۰،سنن الدارمی، باب فی فضل شہر رمضان، ج۲ص۳۱، رقم: ۱۷۷۵،سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل شہر رمضان، ج۲ص۶۴، رقم: ۲۴۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رمضان رمض سے بنا بمعنی گرمی یا گرم، چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللہ کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے اس لیے رمضان کہلاتا ہے۔ خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں: روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن، اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل وار فضائل ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد دوم میں دیکھو۔

حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور وغلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آ گیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں) یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذابِ قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۲)

(1226) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ، وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ، فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ، فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ اگر چاند تم پر مخفی رہے تو شعبان کی گنتی پوری تیس کر لو۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور روایت مسلم کے الفاظ یوں ہیں تو اگر تم پر بادل چھا جائے تو تم تیس دن روزہ رکھو۔

یومًا.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصوم لمن خاف علی نفسه الغروبة، ج۲ص۲۷، رقم: ۱۹۰۹، صحیح مسلم، باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال والفطر لرویة الهلال، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۲۵۶۶، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الصوم لرؤیة الهلال او استکمال العدد ثلاثین، ج۳ص۲۰۵، رقم: ۱۱۸۶، سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، ج۲ص۲۵۲، رقم: ۲۱۹۶، المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، ص۱۰۶، رقم: ۳۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صُوْمُوْا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْیَتِہٖ میں ہ ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِرُؤْیَتِکُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائے گا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کے لیے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے۔ شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَھُمْ رُؤْیَتُھُمْ وَلَنَا رُؤْیَتُنَا" اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائے گا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا۔ بعض جہلا تیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آ گیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے۔ فقیر نے ریڈیوں کی خبر کے متعلق فتویٰ یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کہیں چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا، پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر۔ حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے۔ اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاوٰے نعیمیہ میں دیکھو۔ خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتویٰ اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۹۶)

75- بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِکْثَارِ مِنَ الْخَیْرِ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ وَالزِّیَادَۃِ مِنْ ذٰلِکَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ

ماہ رمضان میں سخاوت اور بھلائی کے کام بکثرت کرنا اور آخری عشرہ میں نیکیوں میں اضافہ کرنے کا بیان

(1227) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخاوت والے تھے اور ماہ رمضان میں جب جبرائیل علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی تو جود وسخا کا آپ سے زیادہ ظہور ہوتا۔ اور جبرائیل ماہ رمضان کی ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دَور کیا کرتے تو رسول اللہ ﷺ سے جب جبرائیل ملتے تو آپ بھلائیاں عطا کرنے میں کھلی تیز ہوا سے بھی زیادہ جود وسخاوت والے ہوتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اجود ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان، ج۱ص۲۶، رقم: ۱۹۰۲، صحیح مسلم، باب كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر من الریح المرسلة، ج۶، ص۷۳، رقم: ۱۳۹، السنن الکبری للبیہقی، باب الجود والافضال فی شہر رمضان، ج۴ص۳۰۵، رقم: ۸۴۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۳۶۳، رقم: ۳۴۲۵، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب الجود بالخیر والعطایا فی شہر رمضان، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۱۸۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(زیادہ سخاوت والے تھے) کہ ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی، علم کی، ہر رحمت الہیہ کی سخاوت کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کرسکتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی صفت جواد کے مظہر اتم ہیں قرآن کریم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ شعر

یارب تو کریمی و رسول تو کریم — صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

(اور ماہ رمضان میں) کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے، جنت مانگنے والوں کو جنت، رحمت کے سائلوں کو رحمت، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کرم، مال مانگنے والوں کو مال، اعمال، کمال، لقائے ذوالجلال غرضکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا۔ بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیئے کہ یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید ومخارج حروف کے دور فرماتے تھے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی۔ دوسرے یہ کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں، نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کیلیے ہوا، کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا، نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ تلاوت خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لیے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے۔

(کھلی تیز ہوا سے بھی زیادہ) یعنی جیسے ہوا کی سخاوت پر عالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے، ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار وغیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ رمضان میں بہت جود و کرم فرماتا ہے، اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے، ہوئے جو رب تعالیٰ کے مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۲۵)

(1228) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷺ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو پوری رات کو (عبادت) زندہ رکھتے۔ گھر والوں کو بیدار کرتے اور کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ج ۲ ص ۴۷، رقم: ۲۰۲۴ صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۲ ص ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۴ سنن ابو داؤد، باب فی قیام شهر رمضان، ج ۱ ص ۵۲۲، رقم: ۱۳۷۸ سنن ابن ماجه، باب فی فضل العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۱ ص ۵۶۲، رقم: ۱۷۶۸ صحیح ابن حبان، باب فضل رمضان، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۳۴۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

میزر ازار سے بنا، بمعنی تہبند یا پائجامہ، لفظی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہو جاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعًا علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔

یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریبًا تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں۔ خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے

لیے جاگتے، ہوسکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھتے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابوامامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھ لے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۷)

76- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ اِلَّا لِمَنْ وَصَلَهُ بِمَا قَبْلَهُ اَوْ وَافَقَ عَادَةً لَّهُ بِاَنْ كَانَ عَادَتُهُ صَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَهُ

نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے روزے رکھنا منع ہے سوائے اس شخص کے جو اس کو ماقبل سے ملانے کا یا پیر یا جمعرات کا روزہ رکھنے پر عامل ہو اور یہ نصف آخر اس کی عادت کے موافق ہو جائے

(1229) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُم رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ ہاں ایسا آدمی جو اس روزہ کا عادی ہو تو وہ اس دن روزہ رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا يتقدمن رمضان بصوم يوم ولا يومين، ج ۱ ص ۲۸، رقم: ۱۹۱۴، صحیح مسلم، باب صوم سرر شعبان، ج ۲ ص ۱۶۸، رقم: ۲۸۱۰، السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب النهي عن استقبال شهر رمضان بصوم او يومين، ج ۴ ص ۲۰۷، رقم: ۹۱۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہو جائیں جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کر کے جگہ تبدیل کر کے پڑھے یا اس لیے نہ ملائے تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہو جائے لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی عوام کے لیے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں تو درست ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔

اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے اور اتفاقاً انتیسویں شعبان اسی

دن آئی تو اسے بلا کراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے اور نہ یہ تقرر مکروہ لہٰذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا، گیارہویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ کرنا، اس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نفلی عبادات میں مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقرر دنوں میں ہوتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۱۹۹)

احناف کے نزدیک یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزۂ نفل ہے تردُّد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص۲۰۰، والدر المختار ورد المحتار، کتاب الصوم، مبحث فی صوم یوم الشک، ج۳، ص۴۰۳)

(1230) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر اسے دیکھنے میں بادل چھا جائیں تو تیس دن پورے کرلو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث صحیح ہے۔

اَلْغَيَايَةُ بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ الْمُكَرَّرَةِ، وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

اَلْغَيَايَةُ عین معجمہ اور یا مثناۃ کے تکرار کے ساتھ بادل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء أن الصوم لرؤیة الهلال والفطار له، ج۲ص۷۲، رقم: ۶۸۸، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی عباس، ج۴ص۱۲۲، رقم: ۲۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبة، باب من کرہ ان یتقدم شهر رمضان بصوم، ج۲ص۲۰، رقم: ۹۱۱۲)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن چاند دیکھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

شارع علیہ الصلوۃ والتسلیم نے صوم وفطر کو منوط بروئیت فرمایا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ کما فی الصحاح۔

(صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جیسا کہ احادیث صحاح میں ہے (ت)

پس ہر شہر اور اس کی رؤیت اور اسی پر ابتنائے عدت، مجرد اخبارات وخطوط، صالح تعویل واعتماد نہیں نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلد میں فلاں روز چاند ہُوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہوجاتی ہیں اور اُن کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں) قابلِ اعتبار، ہاں اگر کسی شہر جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے کہ فلاں روز وہاں رؤیت ہُوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتمد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے۔

قال العلامۃ المفتی عمدۃ المتاخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالٰی فی الدر المختار شرح تنویر الابصار، نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبٰی وغیرہ انتھی وفیہ ایضا ان اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر لکن قال الکمال، الاخذ بظاھر الروایۃ احوط انتھی (ملخصا) (درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹)

عمدۃ المتاخرین علامہ مفتی محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالٰی نے درمختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا: ہاں اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں خبر مشہور کے طور پر ہوجائے تو ان پر صحیح مذہب کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہوجائیگا مجتبٰی وغیرہ انتہی، اور اسی میں ہے کہ اختلاف مطالع ظاہر مذہب کے مطابق معتبر نہیں، اسے بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے، پس اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت سے روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ اہلِ مشرق کے ہاں یہ بات بطریق موجب ثابت ہو جیسا کہ سابق میں گزرا۔ امام زیلعی نے فرمایا مشابہ بحق یہ ہے کہ (اختلاف مطالع) معتبر ہے لیکن امام کمال کہتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے انتہی (ملخصاً)

قلت وقد ذکروا ان الفتوی اکد من الاشبہ وان الفتوی متی اختلف رجح ظاھر الروایۃ کما فی البحر والدر وغیرھما، (بحرالرائق، کتاب الرضاع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۲)

قلت فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ لفظ فتوٰی لفظ اشبہ سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے اور جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ بحر، درو غیرہ میں ہے،

وفی حاشیة ردالمحتار للفاضل السید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمه الله عن الشیخ مصطفی الرحمتی الانصاری رحمه الله، ان معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة، لا مجرد الشیوع من غیر یتحدث بها سائر اهل البلدة ولایعلم من اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولایعلم من اشاعها کما ورد ان فی اخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لاندری من قالها فمثل هذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت به حکم اھ (قال الشامی) قلت وهو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع انتهی۔ (ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲)

فاضل سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالی نے شیخ مصطفی رحمتی انصاری رحمہ اللہ تعالی سے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں نقل کیا ہے، مشہور ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام اس بات کی اطلاع دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخری دور میں شیطان جماعت کے درمیان بیٹھ کر کوئی بات کرے گا تو لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے اس کا قائل کون ہے، تو ایسی باتیں سننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ امام شامی کہتے ہیں قلت یہ تمام گفتگو نہایت ہی خوب ہے اور ذخیرہ کی یہ عبارت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جب خبر مشہور اور تحقق ہو جائے، کیونکہ تحقق محض شہرت اور پھیل جانے سے نہیں ہوتا انتہی (ت)

پس ہر شہر میں اپنی رؤیت، خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر، جو پہلی رمضان کی قرار پائے اسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہو جانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی کیم کے اعتبار سے شمار ثلثین کامل کر کے عید کر لیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائے مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما نا روا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر ہو گیا اور یہی مذہب و مرجح،

هذا ماتحرر لنا من اقوال متشتة وکلمات متشوشة، ولنذکر طرفا من کلام الشامی فی هذا المقام لیستبین لک ما لخصته عن المرام، قال العلامة الشارح رحمه الله فی الدر وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل حیث یجوز وغم هلال الفطر لا یحل علی المذهب

خلا فالمحمد کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا انتھی مختصرا۔ (درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹)

یہ وہ تمام گفتگو تھی جو متفرق اقوال اور تشویش میں ڈالنے والے کلمات سے اخذ کی گئی، یہاں امام شامی کی کچھ گفتگو نقل کرنا نہایت ہی مناسب ہے تاکہ وہ مقصد واضح ہوجائے جس کی خاطر میں نے یہ خلاصۂ گفتگو نقل کی ہے، علامہ شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے در میں فرمایا جبکہ دو عادلوں کے قول سے روزہ رکھا ہو تو تیس دن کے بعد افطار حلال ہے یعنی جائز ہے اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو، تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر، اس میں امام محمد کا اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عید کے چاند کے دن بادل وغیرہ ہو تو بالاتفاق افطار حلال یعنی جائز ہے، زیلعی میں ہے اگر چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو عید حلال ہے ورنہ نہیں انتہی اختصاراً۔

قال الفاضل المحشی قولہ حل الفطر ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لومصحیۃ علی ماصححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصحح عدمہ فی مجموع النوازل والسید الامام الاجل ناصر الدین کما فی الامداد نقل العلامۃ نوح، الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیہ من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض، الفتوی علی حل الفطر الخ۔

(ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳-۱۰۲)

فاضل محشی نے کہا قولہ حل الفطر یعنی اگر اکتیسویں رات ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع صاف ہو تب بھی یہی حکم ہے، مجموع النوازل میں اور السید امام اجل ناصر الدین نے اس کے برخلاف تصحیح کی ہے جیسا کہ امداد میں ہے، اور علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوھرہ سے نقل کیا ہے کہ دُوسری صورت میں بھی بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور کہا کہ یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف جو منقول ہے تو وُہ بعض مشائخ کا ہے قلت فیض میں ہے فتوی عید کے جواز پر ہے الخ

ثم قال قولہ لکن الخ استدراک علی ماذکرہ المصنّف من ان خلاف محمد فیما اذاغُم ھلال الفطر بان المصرح بہ فی الذخیرۃ وکذا فی المعراج عن المجتبٰی ان حل الفطر ھنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الھلال فعندھما لایحل الفطر وعند محمد یحل قال شمس الائمۃ الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الامداد قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمد وھو الاصح

ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناءً وتبعاً الخ۔

(ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳)

پھر کہا قولہ لکن الخ یہ استدراک ہے اس پر جو مصنف نے کہا کہ جب موسم ابر آلود ہو تو ہلال فطر کے بارے میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ اسی طرح ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبٰی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور اختلاف اسی صورت میں ہے جب موسم ابر آلود نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو اب شیخین کے نزدیک عید جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا اور شرنبلالی نے امداد میں نقل کیا کہ غایۃ البیان میں کہا ہے کہ امام محمد کے قول کی دلیل اور وہی اصح ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ابتداء ثابت نہیں ہوتا بلکہ تبعاً اور بناء ثابت ہوا ہے الخ

ثم قال قوله وفی الزیلعی الخ نقله لبیان فائدة لم تعلم من کلام الذخیرة وهی ترجیح عدم الفطر ان لم یغم شوال لظهور غلط الشاهد لانه الاشبه من الفاظ الترجیح لکنه مخالف لما علمته من تصحیح غایة البیان لقول محمد بالحل، نعم حمل فی الامداد مافی غایة البیان علی قول محمد بالحل اذا غم شوال بناء علی تحقق الخلاف الذی نقله المصنف وقد علمت عدمه وح فمافی غایة البیان فی غیر محله لانه ترجیح لما هو متفق علیه تامل انتهی ملتقطا فعلیك بتلطیف القریحة فی هذا الباب کیلا تغفل فیستزلك الاضطراب، والله تعالٰی اعلم بالصواب والیه تعالٰی المرجع والمآب۔ (درمختار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳)

پھر فرمایا قولہ وفی الزیلعی الخ یہ اس فائدہ کے لیے منقول ہے جو کلامِ ذخیرہ سے نہ جانا گیا اور وُہ یہ ہے کہ اگر شوال ابر آلود نہ ہو تو عدمِ افطار کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ اس سے گواہ کا غلط ہونا واضح ہوگا کیونکہ یہ لفظ اشبہ الفاظِ ترجیح میں سے ہے لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو آپ غایۃ البیان کی تصحیح میں جان چکے ہیں جو امام محمد کے قول بالحل (جواز) سے متعلق تھی، ہاں امدادیہ میں غایۃ البیان کی عبارت کو امام محمد کے قول بالحل (جواز) پر محمول کیا جائے گا جبکہ شوال کا چاند ابر آلود ہو، اس بنا پر جو اختلاف مصنف نے نقل کیا ہے حالانکہ آپ نے جان لیا اختلاف نہیں، اب جو کچھ غایۃ البیان میں ہے وُہ بے محل ہے کیونکہ یہ تو متفق علیہ کو ترجیح دینا ہے، غور کرو انتہی ملتقطا اس معاملہ میں خوب باریک بینی سے کام لو تا کہ غفلت دُور ہو اور اضطراب ختم ہو جائے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج۱۰، ص۳۸۹-۳۹۴)

(1231) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان رہ جائے تو روزہ

بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

نہ رکھو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة الصوم فی النصف الباقی من شعبان، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۷۳۸ (وللحدیث اطراف أخری منها "اذا انتصف شعبان فلا تصوموا") السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الخبر الذی ورد فی النهی عن الصیام، ج۴ص۲۰۹، رقم: ۸۲۱۶، سنن ابوداؤد، باب فی کراهیة ذلك، ج۲ص۲۷۲، رقم: ۲۳۳۹، صحیح ابن خزیمه، باب اباحة وصل صوم شعبان بصوم رمضان، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۰۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لیے ہے جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لیے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں پندرھویں شعبان کے بعد بلا وجہ مسلسل روزے شروع کر دیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۰۰)

(1232) وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابو یقظان عمار بن یاسر ﷺ سے روایت ہے کہ آپ (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: جس نے شک والے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روای کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة صوم یوم الشك، ج۲ص۲۷، رقم: ۶۸۶، سنن الدارمی، باب فی النهی عن صیام یوم الشك، ج۲ص۵، رقم: ۱۶۸۲، سنن النسائی، باب صیام یوم الشك، ج۲ص۸۵، رقم: ۲۲۹۸، صحیح ابن حبان، باب الصوم المنهی عنه، ج۸ص۳۵۱، رقم: ۳۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے صرف شک کے دن بلا وجہ نفلی روزہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے۔ تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں۔ مرقات میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لیے

ناپسند کرتے تھے۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، حاکم نے اسے بشرط شیخین بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا۔ غرض کہ یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی۔ خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلح ابن زفر فرماتے ہیں کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے تب آپ نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۳ ملخصاً)

77- بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

پہلی کا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان

(1233) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، هِلَالُ رُشْدٍ وَّخَيْرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی کا چاند دیکھتے تو کہتے اے اللہ! اس کو امن و ایمان و سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما۔ میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول عند رؤیة الهلال، ج۵ص۵۰۴، رقم: ۳۴۵۱، سنن الدارمی، باب ما یقال عند رؤیة الهلال، ج۲ص۷، رقم: ۱۶۸۸، مسند البزار، مسند طلحة بن عبيد الله، ج۳ص۱۶۳، رقم: ۹۳۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی الهلال یری ما یقال، ج۶ص۹۹، رقم: ۹۸۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جب پہلی کا چاند دیکھتے) عربی میں پہلی دوسری تیسری رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، پھر قمر یعنی جب سرکار مہینہ کا چاند پہلی بار دیکھتے تو یہ دعا مانگتے۔

(اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما) اس طرح کہ یہ چاند ہمارے لیے تیری یہ نعمتیں لایا ہو اور اس مہینہ میں ہمیں تیری یہ نعمتیں ملیں۔ خیال رہے کہ اوقات راحات و آفات کا ظرف تو ہیں مگر کبھی سبب بھی ہوتے ہیں جیسے گرمی اور سردی کا سبب وقت ہے، نمازوں کے وجوب کا سبب وقت ہے، ایسے ہی کبھی روحانی حالات کا سبب بھی وقت بن جاتے ہیں لہذا یہ دعا اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے) اس میں مشرکین کی تردید ہے جو چاند سورج کو معبود جان کر ان کی پوجا کرتے

تھے، خطاب چاند سے ہے سنانا انسان کو ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۶۰۶)

78-بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَأْخِيْرِهٖ مَا لَمْ يَخْشَ طُلُوْعَ الْفَجْرِ

سحری کو مؤخر کرنے کی فضیلت جب تک طلوع فجر کا خطرہ نہ ہو

(1234) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوْا، فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو سحری کھانے میں برکت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب برکة السحور من غیر ایجاب ج۱ص۷۲۰ رقم: ۱۹۲۳ صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابه، ج۳ص۱۳۰ رقم: ۲۶۰۳ السنن الصغریٰ للبیهقی، باب استحباب السحور، ج ص۳۲۱ رقم: ۱۳۱۲ المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، ص۱۰۳ رقم: ۳۸۳ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی السحور، ج ص۵۴۰ رقم: ۱۶۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سحری کھایا کرو) یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لیے سحری مستحب ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے۔

سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا۔ (مرقات واشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارکہ ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ علماء سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے تو دنیا دین ہو جاتی ہے تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا: وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا مجھے اللہ نے مبارک بنایا یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۸)

(1235) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ. قِيْلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ:

حضرت زید بن ثابت ﷛ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ کہا گیا ان دونوں کے درمیان وقفہ

قَدْرُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کتنا تھا جواب دیا پچاس آیت کی مقدار۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر، ج۱ص۲۹، رقم: ۱۹۲۱، صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ، ج۳ص۱۳۱، رقم: ۲۶۰۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی تاخیر السحور، ج۱ص۵۴۰، رقم: ۱۶۹۴، صحیح ابن خزیمہ، باب تاخیر السحور، ج۳ص۲۱۵، رقم: ۱۹۴۱، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یستحب تاخیر السحور، ج۲ص۲۷۶، رقم: ۸۹۱۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سحری بالکل آخر وقت کھائی اور فجر بالکل اول وقت پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ سحری اور نماز فجر میں صرف اتنا فاصلہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ دین میں خطاء سے معصوم تھے حضور کو سحری اور نماز کے اوقات کا یقینی علم تھا، ہمیں صرف اتنے فاصلہ پر فجر جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم وقت کی پہچان میں غلطی کرکے، یا سحری وقت کے بعد کھالیں، یا نماز وقت سے پہلے پڑھ لیں۔ خیال رہے کہ فجر جلدی پڑھنے کی عملی احادیث ہیں لیکن قولی حدیث ایک بھی نہیں مگر دیر سے فجر پڑھنے کی قولی حدیثیں بہت موجود ہیں، لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۵۶۲)

(1236) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ: بِلَالٌ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا اَنْ يَّنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقٰى هٰذَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دے دیتے ہیں، تو تم کھایا پیا کرو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔ فرمایا اور ان کا درمیانی وقفہ بس اتنا ہوتا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذان الاعمی اذا کان لہ من یخبرہ، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۶۱۷، صحیح مسلم، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، ج۳ص۱۲۹، رقم: ۲۵۹۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب السنۃ فی الاذان لصلاۃ الصبح قبل طلوع الفجر، ج۱ص۳۸۰، رقم: ۱۸۵۸، سنن ترمذی، باب فی وقت اذان الفجر، ج۱ص۲۸۸، رقم: ۱۱۹۰، صحیح ابن حبان، باب السحور ج۸ص۲۵۰، رقم: ۳۴۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا ہمیشہ صبح کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد اور سحری کے لئے، دوسری نماز فجر کے لئے، پہلی اذان سیدنا بلال دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا ابن ام مکتوم۔ اب بھی مدینہ منورہ میں تہجد کی اذان ہوتی ہے چونکہ ان دونوں اذانوں کی آوازوں اور طریقہ ادا میں فرق ہوتا تھا اس لیے لوگوں کو اشتباہ نہ ہوتا تھا۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اذان صرف نماز کے لئے خاص نہیں اور مقاصد کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کے لئے ہوتی تھی۔دوسرے یہ کہ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی۔دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفا نہ کی گئی، امام اعظم کا یہی مذہب ہے۔امام شافعی کے ہاں اذان فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے، اسی حدیث کی بناء پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی۔تیسرے یہ کہ نابینا کو اذان کے لیے مقرر کر سکتے ہیں جب کہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو۔چوتھے یہ کہ ایک مسجد میں دو یا زیادہ مؤذن ہو سکتے ہیں۔پانچویں یہ کہ سحری کو جگانے کے لیے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہوگا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہرگز نہ دی جائے۔ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھا سکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کرلیگا اس لیے اب ہرگز اس پر عمل نہ کیا جائے۔بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں، اب ممنوع ہیں۔دیکھو اُس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور مع جوتے نماز پڑھنا مروج تھا اب ممنوع ہے۔پختہ مکان بنانے منع تھے، اب جائز ہے۔کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے۔زکوۃ کے مصرف آٹھ تھے اب سات ہیں۔حالات بدل جانے سے ہنگامی احکام بدل جاتے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۴۶۱)

(1237) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ، اَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ کا فرق سحری کا کھانا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابه، ج۳ص۱۳۰، رقم: ۲۶۰۴، السنن الصغرىٰ للبیهقی، باب استحباب السحور، ج۱ص۴۲۱، رقم: ۱۴۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی توکید السحور، ج۲ص۲۷۴، رقم: ۲۳۴۵، سنن الدارمی، باب فی فضل السحور، ج۲ص۱۱، رقم: ۱۶۹۷، مسند عبد بن حمید، حدیث عمرو بن العاص رضی الله عنه، ص۱۲۱، رقم: ۲۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اکلہ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے، بمعنی لقمے یا نوالے اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمان اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ۔اُکلہ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۹)

79-بَابُ فَضْلِ تَعْجِیْلِ الْفِطْرِ وَمَا یُفْطِرُ عَلَیْهِ، وَمَا یَقُوْلُهٗ بَعْدَ الْاِفْطَارِ

جلد افطار کی فضیلت اور کس چیز سے افطار کرے اور بعد افطار کیا کہے؟

(1238) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب تعجیل الافطار ج۲ص۳۶ رقم: ۱۹۵۷ صحیح مسلم باب فضل السحور وتاکید استحبابه ج۲ص۱۳۱ رقم: ۲۶۰۸ السنن الکبری للبیہقی باب ما یستحب من تعجیل الفطر وتاخیر السحور ج۴ص۲۳۷ رقم: ۸۲۷۶ سنن ابن ماجه باب ما جاء فی تعجیل الافطار ج۲ص۳۴۲ رقم: ۱۶۹۸ سنن ترمذی باب ما جاء فی تعجیل الافطار ج۲ص۱۸۲ رقم: ۶۹۹ مسند امام احمد حدیث أبی مالك سهل بن سعد ج۵ص۳۳۱ رقم: ۲۲۸۵۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہوجانے پر افطار کرلیا جائے پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں: وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ۔ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے۔ وقت مباح تارے گُھنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گُھتے جانے پر افطار کرنا مکروہ۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطارتے ہیں، اس میں ان سے مشابہت ہے اور جلدی افطار نے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب وعشاء کو ملانے کے لیے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے، نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۰)

(1239) وَعَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ: رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت ابوعطیہ کہتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسروق نے آپ سے عرض کیا: حضرت محمد ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی ہیں

وَسَلَّمَ، كِلَاهُمَا لَا يَأْلُو عَنِ الْخَيْرِ، اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؛ فَقَالَتْ: مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؛ قَالَ: عَبْدُ اللهِ - يَعْنِي: ابْنَ مَسْعُوْدٍ - فَقَالَتْ: هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَصْنَعُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَوْلُهٗ: لَا يَأْلُو اَيْ: لَا يُقَصِّرُ فِي الْخَيْرِ.

بھلائی میں سستی کرنے والا ان میں سے کوئی نہیں ان میں سے ایک مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب وافطار میں دیر کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: مغرب وافطار میں جلدی کون کرتا ہے۔ جواب دیا: حضرت عبداللہ بن مسعود۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (مسلم) لَا یَأْلُوْا: کا مطلب ہے بھلائی میں سستی نہیں کرتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السحور وتاکید استحبابه، ج۲ص۱۳۱، رقم: ۲۶۱۱ جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی فی تعجیل الافطار، ج۶ص۳۷۵، رقم: ۴۵۵۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت ابوعطیہ اور حضرت مسروق) یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں، ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لیے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں۔

نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطًا دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر لہٰذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر۔

(مغرب وافطار میں جلدی کون کرتا ہے) سبحان اللہ! جناب ام المؤمنین کا کیسا حکیمانہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو۔

حضرت ام المؤمنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو سنت مستحبہ کے موافق بتایا اور قدرے تاخیر کو مستحب قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ جناب ام المؤمنین مزاج شناس رسول ہیں اور احوال دان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کرلی ہوگی، صحابہ سے یہ توقع ہوسکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہوکر اس کے خلاف کام کریں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۲۲)

(1240) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندوں میں سے مجھے زیادہ پیارا ان میں سے جلدی افطار کرنے والا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث

حسن ہے۔

تخریج حدیث:(سنن ترمذی، باب ما جاء فی تعجیل الافطار، ج۲،ص۸۳، رقم:۷۰۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب من تعجیل الفطر وتاخیر السحور، ج۴،ص۲۳۷، رقم:۸۳۴۸، صحیح ابن حبان، باب الافطار وتعجیلہ، ج۸،ص۲۷۵، رقم:۳۵۰۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳،ص۲۲۷، رقم:۷۲۴۰، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲،ص۲۹۳، رقم:۸۸۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہود ونصاری یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور جلدی افطار میں رب تعالٰی کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے۔(ترمذی)(مرأۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۵)

(1241) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات یہاں تک آجائے اور دن یہاں تک چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزہ دار روزہ افطار کردے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب متی یحل فطر الصائم وافطر، ج۲،ص۳۱، رقم:۱۹۵۴، صحیح مسلم، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النہار، ج۲،ص۱۳۲، رقم:۲۶۱۲، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب وقت الصوم، ج۱،ص۴۰۸، رقم:۱۳۵۰، مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ج۱،ص۶۳، رقم:۲۶۰، مسند الحمیدی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱،ص۱۲، رقم:۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے اس لیے اس سید الفصحاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہوجانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لیے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے۔

(روزہ دار روزہ افطار کردے) اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے ہی روزہ افطار دو اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے۔(مرأۃ المناجیح، ج۳ص۲۱۵)

(1242) وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَمْسَيْتَ؟ قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ: اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ: فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ قَوْلُهٗ: اجْدَحْ بِجِيْمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَاءٍ مُهْمَلَتَيْنِ، اَیْ: اَخْلِطِ السَّوِيْقَ بِالْمَاءِ۔

حضرت ابوابراہیم عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے رہے حالانکہ آپ روزہ دار تھے۔ تو جب سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے لوگوں میں سے کسی سے فرمایا: اے فلاں اتر اور ہمارے لیے ستو تیار کر۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! شام کریں تو بہتر ہے۔ فرمایا کہ اتر ہمارے لیے ستو تیار کر عرض کی ابھی ہم پر دن موجود ہے فرمایا اتر اور ستو ہمارے لیے تیار کر اور راوی کہتے ہیں کہ وہ اترا اور اس نے ان کے لیے ستو تیار کیے تو رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا پھر فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس جگہ سے آگے ہو گئی ہے تو روزہ دار کا روزہ افطار ہو گیا اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ (متفق علیہ) اجدح: جیم کے ساتھ پھر دال پھر حا مہملہ کے ساتھ اس کا معنی ہے: ستو تیار کر پانی کے ساتھ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یفطر بما تیسر من الماء او غیرہ، ج۱ص۶۴۷، رقم: ۱۹۵۶، صحیح مسلم، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النہار، ج۳ص۱۳۲، رقم: ۲۶۱۳، السنن الکبری للبیہقی، باب الوقت الذی یحل فیہ فطر الصائم ج۴ص۲۱۹، رقم: ۸۰۷۵، سنن ابوداؤد، باب وقت فطر الصائم، ج۲ص۲۴۴، رقم: ۲۳۵۲، صحیح ابن حبان، باب الافطار وتعجیلہ ج۸ص۲۷۸، رقم: ۳۵۱۱)

شرح حدیث: ستّو سے افطاری

حضرت سیدنا صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا خُلَیْد بن حسان علیہما رحمۃ المنان سے روایت کرتے ہیں: حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سخت گرمیوں میں بھی نفلی روزے رکھتے۔ ایک دن ہم افطاری کے وقت کھانا لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمارے کھانے سے روزہ افطار کرنا چاہا تو کسی نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًاۙ۝ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور درد

ناک عذاب۔ (پ29، المزمل:12۔13)

یہ آیت سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنا ہاتھ کھانے سے روک لیا اور ایک لقمہ بھی نہ کھایا اور فرمایا: یہ کھانا یہاں سے ہٹالو۔ دوسرے دن پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے روزہ رکھا۔ افطار کے وقت جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو پھر وہی آیت یاد آگئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا اور فرمایا: یہ کھانا مجھ سے دور لے جاؤ۔ اسی طرح تیسرے دن بھی آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بغیر کچھ کھائے اسی طرح روزہ رکھ لیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے صاحبزادے نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی یہ حالت دیکھی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بغیر کھائے پیئے تین دن گزار دیئے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور زمانے کے مشہور ولی حضرت سیدنا ثابت بنانی، حضرت سیدنا یحیٰی اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور! آپ جلد از جلد میرے والد کی مدد کو پہنچئے، انہوں نے مسلسل تین دن صرف چند گھونٹ پانی پی کر روزہ رکھا ہے اور تین دن سے کھانے کا ایک لقمہ تک نہیں کھایا۔ ہم جب بھی ان کے سامنے سحری یا افطاری کے لئے کھانا پیش کرتے ہیں تو انہیں قرآنِ پاک کی یہ آیت یاد آجاتی ہے:

إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَّجَحِيمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور درد ناک عذاب۔ (پ29، المزمل:12۔13)

اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کھانا کھانے سے اِنکار فرمادیتے ہیں، خدارا! جلدی چلئے اور یہ معاملہ حل فرمائیے۔ یہ سن کر تمام حضرات حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس آئے، جب افطاری کا وقت ہوا تو پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مذکورہ آیت یاد آگئی اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کھانا کھانے سے انکار کردیا لیکن جب حضرت سیدنا ثابت بنانی، حضرت سیدنا یحیٰی اور دیگر بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالٰی نے پیہم اصرار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بمشکل ستو ملا پانی پینے پر راضی ہوئے اور ان لوگوں کے اصرار پر تیسرے دن ستو ملا ہوا شربت پیا۔

(عُیُونُ الحِکَایات ص ۳۷۰)

(1243) وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ، فَإِنَّهُ طَهُورٌ رَوَاهُ أَبُو

حضرت سلمان بن عامر ضبّی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی افطاری کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اگر نہ پائے تو پانی سے افطار کرے یہ یقیناً پاک کرنے والا

دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

ہے۔ [illegible] ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة ج [illegible] رقم [illegible] سنن [illegible] الاختیار ان یؤثر بزکاة فطره ج [illegible] رقم [illegible] الاحاد والمثانی ومن [illegible] ج [illegible] رقم [illegible] المعجم الکبیر للطبرانی من اسمه زید بن سهل ابو طلحة ج [illegible] رقم [illegible] سنن ابن ماجه باب فضل الصدقة ج [illegible] رقم [illegible])

شرح حدیث: سیِّدُنا عُتبہ غلام علیہ رحمۃ اللہ السلام کی حکایت

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا عتبہ غلام علیہ رحمۃ اللہ السلام اولیاء اللہ میں سے تھے اور مخلصین میں معروف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض اوقات رات کو میرے پاس تشریف لایا کرتے، ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے پاس رات گزاری۔ جب میں نے رات کا کھانا پیش کیا کہ روزہ افطار کریں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف پانی سے افطار کر لیا۔ جب عشاء کی نماز ادا کر لی تو عبادت پر کمربستہ ہو گئے اور وقتِ سحر تک نماز پڑھتے رہے۔ میں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں دعا کر رہے تھے: اے میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اگر تو مجھے عذاب دے تو بھی میں تیرا محب ہوں اور اگر مجھ پر رحم فرمائے تو بھی تیرا محب ہوں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور زوردار آواز نکالی اور بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے عرض کی: اے عتبہ! آپ کی رات کیسی گزری؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے: اے ابراہیم! بہت جلد حساب لینے والے کی بارگاہ میں پیشی کی فکر نے محبین کے جسم کے جوڑ کاٹ کر رکھ دیئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو سرِ اقدس اٹھایا اور عرض کرنے لگے: اے میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اس شخص کے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے جو تجھ سے محبت کرتا ہے؟ کیا تو اسے آگ کا عذاب دے گا یا اس کے دل کو ہجر و فراق کے عذاب میں مبتلا کرے گا؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہاتفِ غیبی کی یہ آواز سنائی دی: ہرگز نہیں، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا محب ہو اور جس کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے چن لیا ہو، اسے کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔ (الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۲۰۰)

(1244) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی رُطَبَاتٍ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَیْرَاتٌ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَیْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے قبل چند تازہ کھجوروں سے افطاری کرتے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو دوسری کچھ خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری کرتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو پانی کے کچھ گھونٹ پی لیتے۔ ابوداؤد اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ

حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء ما یستحب علیه الافطار ج۳ص۷۹ رقم:۶۹۶ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما یفطر علیہ ج۴ص۲۳۹ رقم:۸۲۸۹ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثالث فیما یفطر علیہ ج۶ص۳۷۷ رقم:۴۵۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس سے دو مسئلے ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف
ہے۔ دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر
ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے
لیے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لیے کہ اتفاقًا اس وقت افطارنے کے لیے کچھ موجود نہ
ہوتا۔ بہرحال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت، ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار
کرلے یا حضرت عمرو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے
کرلیتے تھے اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہرحال حدیث واجب التاویل ہے۔
(خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری کرتے) اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ
نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں اور عام طور پر
لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔
(تو پانی کے کچھ گھونٹ پی لیتے) غرضکہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض
روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطارتے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہئے
سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے اور اس سے روزہ افطارنا مضر صحت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ
آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے بلکہ گرمی میں پانی سے سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے
روزہ نہ افطارنا چاہئے تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ
افطاریں یہ غلط ہے سنت کے خلاف ہے، سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۷)

80-بَابُ اَمْرِ الصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

خلاف شرع امور اور گالی گلوچ سے
روزہ دار کو اپنی زبان اور اعضاء کو
بچانے کا حکم

(1245) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ، فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ، فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ بے حیائی کی بات نہ کرے اور نہ شور کرے۔ اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ھل یقول انی صائم اذا شتم، ج۲ص۲۶، رقم: ۱۹۰۴ صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۲ص۱۵۷، رقم: ۲۷۶۲ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الصائم ینزہ صیامه عن اللغط والمشاتمة، ج۴ص۲۷۰، رقم: ۸۵۹۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه، ج۳ص۲۷۳، رقم: ۷۶۹۰، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یؤمر به الصائم من قلة الکلام وتوقی الکذب، ج۲ص۲۷۱، رقم: ۸۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اور نہ شور کرے) شور سے مراد جنگ وجدال کا شور ہے۔ شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔

(میں روزہ دار ہوں) لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہوجائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر وریا کے لیے نہ ہو۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۵)

(1246) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کریم کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم، ج۲ص۲۶، رقم: ۱۹۰۳ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الصائم ینزہ صیامه عن اللغط والمشاتمة، ج۴ص۲۷۰، رقم: ۸۵۶۰ سنن ابوداؤد، باب الغیبة للصائم، ج۲ص۲۶۹، رقم: ۲۳۶۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی التشدید فی الغیبة للصائم، ج۲ص۸۷، رقم: ۷۰۷ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الغیبة والرفث للصائم، ج۱ص۵۳۹، رقم: ۱۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی تہمت، گالی لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا، چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے

مذہب ہے۔ فَلیتِمّ امر ہے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔
(اللہ تعالیٰ نے ہی کھلایا اور پلایا ہے) یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھا پی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۲۹)

(1248) وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ؟ قَالَ: اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے وضو کے بارے میں بتائیں تو آپ نے فرمایا: وضو کو کامل کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی کھینچنے میں مبالغہ کرو لیکن اگر تم روزے سے ہو تو ایسا نہ کرو۔ ابوداؤد اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستنثار، ج۱ص۰۰، رقم: ۱۴۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراہیۃ مبالغۃ الاستنشاق للصائم، ج۲ص۱۵۵، رقم: ۷۸۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المبالغۃ فی الاستنشاق الا ان یکون صائماً، ج۱ص۰، رقم: ۲۲۱، المستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، ج۱ص۲۰۰، رقم: ۲۲، صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج۲ص۰۰، رقم: ۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے، کنیت ابورزین عقیلی ہیں، مشہور صحابی ہیں، طائف والوں میں آپ کا شمار ہے۔
(لیکن اگر تم روزے سے ہو تو ایسا نہ کرو) یعنی اعضاء پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو، اگر پاؤں کی انگلیاں چپٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے، ورنہ سنت۔ حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہیے، اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچانا ضروری ہے حتی کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ حلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے، اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۲۹۰)

(1249) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فجر کا وقت ہو جاتا حالانکہ آپ بیوی کی وجہ سے حالت جنابت میں ہوتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصائم یصبح جنبًا، ج۱ص۶۳۷، رقم: ۱۹۲۵، صحیح مسلم، باب صحۃ صوم من طلع علیه الفجر وھو جنب، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۲۶۲۶، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الرجل یصبح جنبا وھو یرید الصیام، ج۲ص۳۰۲، رقم: ۱۷۰۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الجنب یدرکه الفجر وھو یرید الصوم، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۷۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۱۰ص۲۰۸، رقم: ۲۶۶۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پو پھٹنے کے بعد کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصًا رمضان شریف میں۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوسکتا کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کرچکے ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث۔ حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں یہاں حضرت ام المؤمنین کا مِنۡ غَيۡرِ حُلُمٍ فرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے۔ حضرت ام المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مخالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں۔ (مرقاۃ واشعہ)

(اور روزہ رکھ لیتے) اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے۔ حضرت ابوہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پالے اس کا روزہ نہیں مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فَالۡـٰٔنَ بٰشِرُوۡهُنَّ نیز اس آیت سے بھی اُحِلَّ لَكُمۡ لَيۡلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمۡ کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی تو پو پھٹنے تک صحبت جائز ہوئی اب لامحالہ غسل پو پھٹنے پر ہی ہوگا، نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض ونفل میں فرق کیا ہے مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۲۷)

(1250) وَعَنۡ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا، قَالَتَا: كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يُصۡبِحُ جُنُبًا مِّنۡ غَيۡرِ حُلُمٍ، ثُمَّ يَصُوۡمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ.

حضرت عائشہ اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتلام کے بغیر حالت جنابت میں صبح کرتے پھر روزہ رکھ لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اغتسال الصائم، ج۲ص۳۰ رقم: ۱۹۲۰ صحیح مسلم، باب صحۃ صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب، ج۲ص۱۲۷ رقم: ۲۶۴۵ سنن ابوداؤد، باب فیمن اصبح جنبا فی شهر رمضان، ج۱ص۲۸۵ رقم: ۲۳۹۰ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من اصبح جنبا فی شهر رمضان، ج۴ص۲۱۲ رقم: ۸۲۵۳ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۱۰ص۲۰۸ رقم: ۲۶۶۴۲)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن حالت جنابت میں روزے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصداً دن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ روزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں؟ اور روزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو؟

الجواب: وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذابِ جہنم کا مستوجب ہُوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا طہارت باجماعِ ائمہ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم۔ (القرآن ۲/ ۱۸۷)

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع وتلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا۔ **فالٰن باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم** (القرآن ۲/ ۱۸۷)

اوراب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالٰی نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلة الصیام شامل، اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروهن کے امر میں داخل، اور اسے بحالتِ جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل، روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلت ودخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثناء فرمادیتا، پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرمادیا۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے: **ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یدرکه الفجر وهو جنب من اهله ثم یغتسل ویصوم۔** (البخاری باب الصائم یصبح جنبا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہوجاتی جب تک نہ نہاتے ان کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

صحیح مسلم وموطا مالک وسُنن ابی داؤد ونسائی میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان رجلا قال لرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو واقف علی الباب وانا اسمع یا رسول

اللهانی اصبح جنبا وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یا رسول اللہ انك لست مثلنا قد غفر اللہ لك ما تقدم وما تاخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انی ارجوان اکون اخشٰیکم للہ اعلمکم بما اتقی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصائم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵)

یعنی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے دراوزہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یارسول اللہ! میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پُوری معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غضب ناک ہُوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتاہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، سکوت کیسا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ یہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہئے۔ اور پُرظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہُوئی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اوّل یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی، ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انہیں آیات واحادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضر نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

اواصبح جنبا ولواستمر علی حالتہ یوما او ایاما لقولہ تعالٰی فالئٰن باشروھن لاستلزام جواز المباشرۃ الی قبیل الفجر وقوع الغسل بعد ضرورۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام واغتسل واصوم۔

(مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی باب فی بیان مالایفسد الصوم نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۶۲)

یاکسی نے حالتِ جنب میں صبح کی اگرچہ وہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی اب تم مباشرت کرسکتے ہو۔ اس بات کا متقضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہو اور اس کے بعد غسل لازم ہو، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی میں نے حالتِ جنابت میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتاہوں میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے: لواصبح جنبا لایضرہ کذا فی المحیط۔

(البحرالرائق، باب فی بیان مالایفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷۳)

اگر کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

ومن اصبح جنبا او احتلم فی النہار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی۔

(الفتاوی الہندیۃ الباب الثامن مفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۰۰)

جس نے بحالتِ جنابت صبح کی یا دن کو احتلام ہوگیا تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے (ت)

ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا، نہ اس لیے کہ جنب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحالِ جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی، یہاں تک کہ اگر نماز بحالِ جنابت ہو سکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا، یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلماً مارنے۔۔۔ مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفسِ صوم میں کوئی نقص آگیا، گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہب فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اُس کے ثواب میں کمی، ہاں خلطِ گناہ ملنے کے باعث اُس کے لیے نورانیتِ خالصہ نہ رہی۔ یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیأ۔ (القرآن ۹/ ۱۰۲)

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دُوسرا بُرا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قرأ القراٰن ولم یعمل بموجبہ یثاب علی قرأتہ کمن یصلی ویعصی۔

(الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸)

کسی نے قرآن حکیم پڑھا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو تلاوت پر ثواب ملے گا، جیسا کہ کوئی نماز پڑھے اور گناہ کرے (ت)

طحطاوی وردالمحتار میں ہے:

یثاب علی قرأتہ وان کان یأثم بترك العمل فالثواب من جھۃ والاثم من اخری۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۸۱)

قرأتِ قرآن پر ثواب ملے گا اگرچہ ترکِ عمل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، تو ثواب ایک جہت سے اور گناہ دوسری جہت سے ہے۔ (ت)

بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں، جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور

نہیں اور قرآن عظیم کو بے چھوئے دیکھنا، کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا، عالم کو بنگاہِ تعظیم دیکھنا، ماں باپ کو بنظرِ محبت دیکھنا، عالم سے مصافحہ کرنا، یہ سب عباداتِ بدنیہ ہیں اور سب بحالِ جنابت بھی روا ہیں۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من العبادۃ قلۃ الطعم والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی وجہ العالم۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۹۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۹۵)

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔
(اسے مسند فردوس میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ت)
دارقطنی وغیرہ کی روایت یُوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

خمس من العبادۃ النظر الی المصحف والنظر الی الکعبۃ والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر فی وجہ العالم۔ (کنز العمال بحوالہ دارقطنی حدیث ۴۳۴۹۴ التراث الاسلامی مصر ۵/۸۸۰)

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اُترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔
صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معہ حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا ابا ھریرۃ فقلت لہ فقال سبحان اللہ یا ابا ھریرۃ ان المؤمن لاینجس۔

(الصحیح للبخاری کتاب الغسل باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچانک ملاقات ہوگئی حالانکہ میں حالتِ جنابت میں تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلتا رہا حتی کہ آپ تشریف فرما ہوئے تو میں چپکے سے نکل گیا رہائش گاہ میں جا کر غسل کیا پھر واپس آیا تو آپ تشریف فرما تھے، فرمایا: اے ابوھریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے ساری بات عرض کی تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ، ابوھریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)
اور افضل واعلیٰ تمام عباداتِ بدنیہ جن کے لیے طہارت صغری، نہ کبری، کچھ شرط نہیں، ذکر الٰہی ہے اور دعا وذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصلِ جملہ عبادات ہے قال تعالیٰ اقم الصلوۃ لذکری (القرآن ۲۰/۱۴)
(میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہے: الدعاء مخ العبادۃ۔ رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (جامع للترمذی ابواب الدعوات ماجاء فی فضل الدعاء امین کمپنی دہلی ۲ / ۱۷۳)

دعا مغز عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکر الٰہی فرماتے تھے (اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ت)

جنب کو بہ نیت دُعا وثنا الحمد وآیۃ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلۃ مشھورۃ وفی الکتب مزبورۃ (یہ مسئلہ نہایت مشہور ہے اور کتب میں مسطور ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰، ص ۵۵۴۔۵۵۵)

◆◆◆◆◆

شرح ریاض الصالحین

تالیف
امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ
۶۳۱ـ۶۸۶ھ

جلد چہارم

مترجم:
ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:
علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

شرح ریاض الصالحین (مترجم)

تالیف
امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی
مترجم
ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی
شارح
مولانا ناصر حسین قادری عطاری

بار اول .... مارچ 2015ء
پرنٹرز .... آصف صدیق پرنٹرز
تعداد 1100/-
ناشر .... چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول
قیمت .... =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ

خُلَفَاؤُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ

مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ

وَیُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ مصطفےٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے

اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما، ہم نے عرض کی

یارسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا

وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں

گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے ۔

(الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

82-بَابُ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَشَعْبَانَ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

محرم شعبان اور حرمت والے مہینوں کے روزے کی فضیلت کا بیان

(1251) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ: صَلٰوةُ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے حرمت والے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد فضیلت والی نماز تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج۲ص۱۱۹، رقم: ۲۸۱۲ صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصوم فی المحرم اذا هو افضل الصیام بعد شهر رمضان، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۰۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۲۲، رقم: ۸۵۱۵ مسند عبد بن حمید، من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ص۴۱۹، رقم: ۱۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہٰذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے۔ یہ حدیث بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھئے۔

فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نمازِ تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۷)

(1252) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهٗ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ روزے کسی اور مہینہ میں نہ رکھتے تھے۔ آپ سارا شعبان ہی روزہ رکھتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ تھوڑے دن چھوڑ کر سارا شعبان روزے رکھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صوم شعبان، ج۲ص۶۹۵، رقم: ۱۸۶۹ صحیح مسلم، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۲۷۷۸ السنن الکبری للبیہقی، باب فی فضل صوم شعبان، ج۴ص۲۹۲، رقم: ۸۱۸۹ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۲۵، رقم: ۱۷۱۰ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۱۳۲، رقم: ۲۵۱۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہٰذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

(1253) وَعَنْ مُجِيْبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ، عَنْ اَبِيْهَا اَوْ عَمِّهَا: اَنَّهٗ اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ - وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهٗ وَهَيْئَتُهٗ - فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَمَا تَعْرِفُنِيْ؟ قَالَ: "وَمَنْ اَنْتَ"؟ قَالَ: اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ. قَالَ: "فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ!" قَالَ: مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت مجیبۃ الباھلیۃ اپنے باپ یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ (ان میں سے کوئی ایک) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر چلا گیا سال بعد دوبارہ آیا تو اس کی حالت اور صورت بدلی ہوئی تھی' تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کیا مجھ کو پہچانتے نہیں؟ فرمایا: تو کون ہے؟ عرض کیا: میں وہی باھلی ہوں جو ایک سال پہلے حاضر ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے تبدیل کر دیا ہے تو' تو اچھی حالت میں تھا۔ عرض کی:

عَذَّبْتَ نَفْسَكَ!" ثُمَّ قَالَ: "صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ: زِدْنِي فَإِنَّ بِي قُوَّةً، قَالَ: "صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ: زِدْنِي قَالَ: "صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ" قَالَ: زِدْنِي قَالَ: "صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ" وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا، ثُمَّ أَرْسَلَهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَ"شَهْرُ الصَّبْرِ": رَمَضَان.

جب سے میں آپ سے جدا ہوا ہوں صرف رات کو میں نے کھایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا۔ پھر فرمایا: تو ماہ رمضان کے روزے رکھ اور ہر مہینہ کے ایک دن عرض کی مجھے زیادہ کی اجازت دیں کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے۔ فرمایا: دو دن روزہ رکھ عرض کی مجھے زیادہ کی اجازت دیں کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے فرمایا ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھ اور کچھ چھوڑ دے، حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھ اور کچھ چھوڑ دے، حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھ اور چھوڑ۔ اور آپ نے تین انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ''شہر الصبر'' سے مراد رمضان ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی صوم اشھر الحرم، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۲۴۲۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل الصوم فی اشھر الحرم، ج۴ص۲۹۱، رقم: ۸۶۸۷)

شرح حدیث: ان روزوں سے افضل کوئی نہیں

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہٰذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہٰذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہو نگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالیشان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صومِ دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

83- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهٖ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ رکھنا اور دیگر نیکیوں کی فضیلت کا بیان

(1254) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ اَيَّامٍ، الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دنوں میں عمل صالح جس قدر اللہ کریم کو محبوب ہے اور دنوں میں ایسا نہیں۔ آپ ذی الحجہ کے عشرہ کا ارادہ کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ لیکن ایسا آدمی جو جان اور مال لے کر (اللہ کی راہ میں) نکلے پس اس میں سے کسی چیز کو لے کر واپس نہ لوٹے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التکبیر الی العید، ج۲ص۲۰، رقم: ۹۶۹، السنن الصغری للبیھقی، باب العمل الصالح فی العشر من ذی الحجۃ، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۳۵۲، سنن ابوداؤد، باب فی صوم العشر، ج۲ص۳۰۱، رقم: ۲۴۴۰، سنن الدارمی، باب فی فضل العمل فی العشر، ج۲ص۴۱، رقم: ۱۷۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۲۶، رقم: ۳۲۲۸)

شرح حدیث: حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، حج کے دس دنوں میں کیا گیا عمل اللہ عزوجل کو بقیہ دنوں میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا راہ خداعزوجل میں جہاد کرنا بھی؟ ارشاد فرمایا ہاں! راہِ خداعزوجل میں جہاد کرنا بھی، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلے اور ان دونوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔ (بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل الخ، رقم ۹۶۹، ج۱، ص ۳۳۳)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ

زمانہ حج کا ہے اوراسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف ہے اوراس میں شب قدر ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَيَالٍ عَشْرٍ دس راتوں کی قسم۔ خیال رہے کہ دن تو بقرعید کے اول عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل، اسی لیے یہاں اَیَّام فرمایا گیا اورقرآن شریف میں لیال، لہذا قرآن وحدیث متعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شب معراج، شب برات، شبِ میلاد میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

بقرعید کے پہلے عشرہ کے اعمال دوسرے زمانہ کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کردے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہوگا۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۸۶)

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ یہ دس چیزیں اس کو مرحمت فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے (۱) عمر میں برکت (۲) مال میں افزونی (۳) اہل وعیال کی حفاظت (٤) گناہوں کا کفارہ (٥) نیکیوں میں اضافہ (٦) نزع میں آسانی (٧) ظلمت میں روشنی (٨) میزان میں سنگینی یعنی وزنی بنانا (٩) دوزخ کے طبقات سے نجات (١٠) جنت کے درجات پر عروج۔ جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو کچھ خیرات دی اس نے گویا اپنے پیغمبروں علیہم السلام کی سنت پر صدقہ دیا۔ جس نے ان دنوں میں کسی کی عیادت کی اس نے اولیاء اللہ اور ابدال کی عیادت کی، جو کسی کے جنازے کے ساتھ گیا اس نے گویا شہیدوں کے جنازے میں شرکت کی، جس نے کسی مومن کو اس عشرہ میں لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائے گا جو کسی یتیم پر مہربانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر عرش کے نیچے مہربانی فرمائے گا، جو شخص کسی عالم کی مجلس میں اس عشرہ میں شریک ہوا وہ گویا انبیا اور مرسلین علیہم السلام کی مجلس میں شریک ہوا۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ٤١٩)

ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت

ذوالحجہ کا مہینہ چار برکت اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مبارک مہینہ میں کثرتِ نوافل، روزے، تلاوت قرآن، تسبیح وتہلیل، تکبیر وتقدیس اور صدقات وخیرات وغیرہ اعمال کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور بالخصوص اس کے پہلے دس دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عشرہ کی دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْفَجْرِ ۝ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ ۝ وَ الَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝

قسم ہے مجھے فجر کی عیدِ قربان کی اور دس راتوں کی جو ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو رمضان مبارک کی آخری راتیں ہیں، اور قسم ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی رات کی۔

اس قسم سے پتہ چلتا ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ (فضائل الایام والشہور صفحہ ٤٦٣)

ذی الحجہ کی اہم دعا

الحمد لله الذی فی السمآء عرشه ، الحمد لله الذی فی الارض قدرته ، الحمد لله الذی فی القيامة هيبته ، الحمد لله الذی فی القبر قضاؤه ، الحمد لله الذی فی الجنة رحمته ، الحمد لله الذی فی جهنم سلطانه ، الحمد لله الذی فی البر والبحر برهانه ، و الحمد لله الذی فی الهواء ريحه ، و الحمد لله الذی لا مفر و لا ملجأ الآ اليه والحمد لله رب العلمين

ہر خوبی اللہ کے لیے ہے جس کا عرش آسمان میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی قدرت زمین پر ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہیبت قیامت میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا حکم قبروں پر ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی رحمت جنت میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی برہان خشکی اور سمندر میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی خوشبو ہوا میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے کہ سوائے اس کی ذات کے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

84- بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَاءَ وَتَاسُوْعَاءَ

یوم عرفہ اور نو، دس محرم کے روزوں کی فضیلت

(1255) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ. قَالَ: "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ج۱ص۱۹۶، رقم: ۲۸۰۳ السنن الکبری للبیهقی، باب صوم یوم عرفة لغیر الحاج، ج۴ص۲۸۲، رقم: ۸۹۲۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی قتادة الانصاری، ج۵ص۲۹۶، رقم: ۲۲۵۹۰)

شرح حدیث: مسلم شریف میں یہ مکمل حدیث یوں ہے:

روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفےٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتی کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی پھر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کر سکا عرض کیا جو

دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنا دے۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی: ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے، سائل کو چاہیئے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں، انہیں پوچھنا چاہیئے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مختلف تھے آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم تو جواب دشوار تھا۔ تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی رہے۔ چوتھے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام، مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے۔ پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا۔ ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا۔ (مرقات واشعہ ولمعات)

(حضرت عمر نے عرض کی) یعنی میں سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں   ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی پر رب تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے اس لیے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے۔ شعر

عجز کار انبیاء و اولیاء ست   عاجزی محبوب درگاہ خدا ست

ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پا سکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے

وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا گنہگار ہوا یا یہ حکم اس کے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ ایسی تنگ ہوجائے گی جیسے نوے کا عدد کہ کلمہ کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا جائے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہوجائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف ہو۔(لمعات ومرقات) لہذا امام اعظم ابوحنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا۔

یعنی عام لوگوں پر بھی دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہوجائیں گے۔اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لیے وہی افضل ہے۔

یعنی آپ ہمیشہ یوں ہی روزے رکھتے تھے یہ بہتر طریقہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے اور دوسری حدیثیں پہلے معنے کی تائید کرتی ہیں،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے پاس ہیں۔علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے اور علم میں اتنے مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے،درمیانی چال اچھی۔

یعنی مجھ پر امت کا بوجھ،ازواج کے حقوق،مملکت کے انتظامات نہ ہوتے تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا،اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے ان کے کاروبار بند ہوجائیں گے۔یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقعہ پانا ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی،پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرمادیا لہذا اس عبادت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا،اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ نے ایک بار اکتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا۔یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ہر مہینہ کی تیرھویں،چودھویں،پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لیے جائیں اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔رب تعالٰی فرماتا ہے:مَنْ جَآءَ

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ جب ایک کا دس ملتا ہے تو ان شاء اللہ! تین روزوں میں تیس کا ثواب ملے گا اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقے سے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے عرض کیا جا چکا کہ یہ صِیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں تو درجے بلند کر دیتا ہے، گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کیئے معاف نہیں ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنے یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لیے ہے حاجی کے لیے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقر عید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا مگر عاشورہ کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳ص ۲۷۲)

(1256) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمَ عَاشُوراءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، ج۲ص۲۲، رقم: ۱۸۹۲ صحیح مسلم، باب صوم یوم عاشوراء، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۷۱۴ السنن الکبری للبیھقی، باب فضل یوم عاشوراء، ج۴ص۲۸۶، رقم: ۸۶۵۸ سنن ابوداؤد، باب فی صوم یوم عاشوراء، ج۲ص۲۰۲، رقم: ۲۴۴۴ سنن ابن ماجه، باب صیام یوم عاشوراء، ج۱ص۵۵۲، رقم: ۱۷۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لیے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لیے۔ موافقت اور متابعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، رب تعالی فرماتا ہے: فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سارے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام تجلیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیائے کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع۔

چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشورا کے روزوں کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر سنیت اب بھی باقی ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ معظم واقعات کی یادگاریں منانا رکن اسلامی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ یادگاریں محض اس لیے حرام نہ کہی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے۔ تیسرے یہ

کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگار میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے۔ چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہوجاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی مناکر بھی کچھ پالیتے ہیں تو اگر ہم عید میلاد، عید معراج دل سے منائیں تو ان شاء اللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پا رہے ہیں ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۴)

یوم عاشوراء کی اکتیس خصوصیات

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے:

(1) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا اور وہ یوم عاشوراء کا روزہ ہے اور اس سے مراد ماہِ محرم کا دسواں دن ہے۔ لہٰذا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں پر کھلا خرچ کرو (شُعَبُ الایمان میں ہے:) جو اس دن اپنے اہل وعیال پر مال میں فراخی وکشادگی کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر تمام سال رزق وافر فرمائے گا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، صوم التاسع مع العشر، الحدیث ۳۷۹۵، ج ۳، ص ۳۶۶) پس تم اس دن کا روزہ رکھو کہ (2) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی توبہ قبول فرما کر انہیں صَفِیُّ اللہ کے مقام پر فائز فرمایا (3) اسی دن حضرت سیِّدُنا ادریس علیہ الصلٰوۃ والسلام کو اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا (4) اسی دن حضرت سیِّدُنا نوح نجی اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کشتی میں طوفان سے نکالا (5) اسی دن حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کو آگ سے نجات ملی (6) اسی دن حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام پر تورات نازل فرمائی (7) اسی دن حضرت سیِّدُنا یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو قید سے رہائی ملی (8) اسی دن حضرت سیِّدُنا یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کی بینائی کا ضُعف دُور ہوا (9) اسی دن حضرت سیِّدُنا ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کی تکلیف رفع کی گئی (10) اسی دن حضرت سیِّدُنا یونس علیہ الصلٰوۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (11) اسی دن دریا نے پھٹ کر بنی اسرائیل کو راستہ دیا (12) اسی دن حضرت سیِّدُنا داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام کی لغزش معاف ہوئی (13) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کو مُلکِ عظیم عطا فرمایا اور (14) یہی وہ دن ہے جس دن نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کرنے کا مژدۂ جاں فزا سنایا گیا (15) یہی وہ پہلا دن ہے جس میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے دنیا کو پیدا کیا (16) اسی دن آسمان سے پہلی بارش برسی اور (17) زمین پر سب سے پہلی رحمت بھی اسی دن اُتری (18) جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا گویا اس نے سارا زمانہ روزہ رکھا کہ یہ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کا روزہ ہے (19) جس نے شبِ عاشوراء کو شب بیداری کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کے

برابر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی (20) جس نے اس رات چار رکعات اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور اکاون (51) بار سورۂ اخلاص پڑھی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرمادے گا (21) جس نے عاشوراء کے دن کسی کو پانی پلایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ بڑی پیاس کے دن (یعنی بروزِ قیامت) اسے ایسا جام پلائے گا کہ اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا اس نے لمحہ بھر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی (22) جس نے اس دن کچھ صدقہ کیا گویا اس نے کسی سائل کو کبھی خالی نہیں لوٹایا (23) جس نے عاشوراء کے دن غسل کیا تو وہ مرضِ موت کے سوا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا (24) جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا یا اس سے حسن سلوک کیا گویا وہ تمام اولادِ آدم کے یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا (25) جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے بنی آدم کے تمام مریضوں کی عیادت کی (26) اسی دن عرش (27) لوح اور (28) قلم پیدا کئے گئے (29) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام کو پیدا فرمایا (30) اسی دن حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں کی طرف اُٹھایا گیا اور (31) اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(حاشیۃ اعانۃ الطالبین، باب الصوم، فصل فی صوم التطوع، ج۲، ص ۴۴۴۔۴۴۵)

یومِ عاشوراء کے مستحبات

یومِ عاشوراء کے مستحبات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اب کچھ ایسے امور ذکر کئے جاتے ہیں جو پہلے بیان نہیں ہوئے۔ اس دن غسل کرنا مستحب ہے۔ منقول ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ محرم کی دسویں رات آبِ زمزم شریف کو دنیا کے تمام پانیوں میں ملا دیتا ہے لہٰذا جو شخص اس دن غسل کرے تمام سال بیماری سے محفوظ رہے گا۔

اس دن یہ امور بھی مستحب ہیں: صدقہ کرنا، یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا، روزہ دار کو افطار کرانا، پانی پلانا، رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا، مریضوں کی عیادت کرنا، روزہ رکھنا، گھر والوں پر خرچ میں کشادگی کرنا، والدین کے ساتھ عزت واکرام سے پیش آنا، جنازوں میں شرکت کرنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، غصہ پی جانا، ظالم کو معاف کر دینا، نفل پڑھنا اور ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی کثرت کرنا۔

نیز یہ بھی مستحب ہے جو کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے، جس نے عاشوراء کے دن ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی خدائے رحمٰن عَزَّ وَجَلَّ اس پر نظرِ رحمت فرمائے گا اور جس پر رحمٰن عَزَّ وَجَلَّ نظرِ رحمت فرمائے گا تو وہ اُسے کبھی عذاب نہ دے گا۔ (نزھۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء الخ، ج۱، ص۲۳۱ مختصراً)

(1257) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ".

حضرت ابو قتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا گزشتہ سال کا کفارہ بن جاتا

رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔　ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث :(صحیح مسلم. باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر ج۲ص۱۶۷ رقم: ۲۸۰۳ السنن الکبری للبیهقی. باب صوم یوم عرفة لغیر الحاج ج۴ص۲۸۲ رقم: ۸۶۲۹ مسند امام احمد بن حنبل. حدیث أبی قتادة الانصاری ج۸ص۲۹ رقم: ۲۲۵۱۰)

شرح حدیث: علم تَصَوُّف کا بہت بڑا عالم

حضرتِ سیِّدُنا احمد بن محمد بَزَّاز علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عاشورہ کی رات میں ایک مسافر خانے میں داخل ہوا تو وہاں ایک درویش جَو کی روٹی نمک کے ساتھ کھارہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں تڑپ اٹھا۔ میرے پاس اس وقت ایک ہزار دینار تھے جو میں نے عبادت گزاروں کو نذرانہ دینے کی غرض سے جمع کرر کھے تھے۔ میں نے لوگوں سے اس درویش کے متعلق پوچھا تو پتا چلا کہ وہ علم تَصَوُّف کا بہت بڑا عالم اور یہاں کے تمام زاہدوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ تمام دینار اسے دے دینے چاہیں کیونکہ اس سے بہتر کوئی نہیں جس پر مال خرچ کیا جائے۔

چنانچہ، صبح ہوتے ہی میں چند رفقاء کے ساتھ اس درویش کے پاس گیا۔ وہ بڑی خندہ پیشانی سے ملا، میں بھی خوش رُوئی سے پیش آیا۔ میں نے کہا: کل میں نے آپ کو نمک کے ساتھ جَو کی روٹی کھاتے دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور افطاری میں صرف نمک کے ساتھ جَو کی روٹی کھاتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کچھ ہدیہ پیش کروں۔ یہ کہہ کر میں نے دیناروں کی تھیلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: یہ ایک ہزار دینار ہیں انہیں قبول فرما کر مجھ پر احسان فرمائیں۔ یہ سن کر اس درویش نے میری طرف بڑی غضب ناک نظروں سے دیکھا اور کہا: اپنے دینار واپس لے جاؤ! بے شک یہ تو اس کی جزاء ہے جس نے اپنا راز لوگوں پر ظاہر کر دیا ہو، جاؤ! ہمیں تمہارا یہ مال نہیں چاہیے۔ میں نے بہت اصرار کیا لیکن اس نے ایک دینار بھی قبول نہ کیا۔

یوم عاشورا کے فضائل

اس دن کی قدر و منزلت معروف ہے کہ اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا نوح علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو طوفان سے نجات عطا فرمائی۔ جب آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے رفقاء کے ساتھ کشتی سے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام یہ ایسا عظیم دن ہے کہ اس میں نیکیوں کا اجر دُگنا کر دیا جاتا ہے اور ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم صفی اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی روز حضرت سیِّدُنا نوح نجی اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام اور آپ علیہ السلام کے قلیل زادِ راہ والے رفقاء کو کشتی میں نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو نارِ نمرود سے نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیِّدُنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ اسی روز حضرت سیِّدُنا یعقوب علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کے طویل دکھ

درد کے بعد حضرت سیّدُ نا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کوان سے ملایا۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔ اسی دن بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستے بنائے گئے تاکہ وہ اسے پار کر کے فرعون سے نجات پائیں۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی لغزش معاف ہوئی۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلطنتِ عظیم عطا کی گئی۔ اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور حضرت سیّدُ نا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا جبرائیل امین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رحمتِ باری تعالیٰ لے کر نازل ہوئے۔ اور یہی وہ عظیم دن ہے جس میں حضور سیّدُ المرسلین، جنابِ رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمانے کی خوشخبری سنائی گئی۔

اس دن کی عظمت وشرافت کے لئے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا گویا اس نے ساری زندگی روزہ رکھا اور جس نے عاشوراء کی رات قیام کیا تو وہ بڑا اجر اور بڑی عطا پا کر کامیاب ہوا اور جس نے اس دن کسی بے لباس کو کپڑے پہنائے یا بھلائی کا کوئی کام کیا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کو دردناک عذاب سے محفوظ فرما دے گا۔ جس نے اس دن کسی یتیم کی حاجت پوری کی یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا یا کسی کو پانی کا ایک گھونٹ پلایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کو جنت کے دسترخوان پر کھانا کھلائے گا اور مہر لگی ہوئی شرابِ طہور اور سلسبیل (یعنی جنتی چشمے) کا پانی پلائے گا۔ جس نے اس دن صدقہ کیا بروزِ قیامت وہ اپنے صدقے کے گھنے سائے میں ہوگا۔ جس نے اس دن اپنے گھر والوں پر خرچ میں فراخی کی اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے گی اور اس کی سیرت وصورت کو اچھا کر دیا جائے گا۔ پس اس دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی خوب پاکی بولو اور کلمہ طیبہ شریف کی کثرت کرو اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں جلدی جلدی توبہ کرلو اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے طویل سفر کے لئے زادِ راہ تیار کرلو۔ اس دن کی فضیلت پر انعامات واکرامات کی روایات اس کثرت سے آئی ہیں کہ ان کے اظہار سے ہر زبان قاصر ہے۔ (نزھۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء الخ، ج۱، ص ۲۳۲)

(1258) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَئِنْ بَقِيْتُ إِلٰى قَابِلٍ لَأَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو محرم الحرام کا روزہ بھی رکھوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ای یوم لصیام فی عاشوراء، ج۲ص۱۵۱، رقم: ۲۷۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی یوم عاشوراء ای یوم ھو، ج۲ص۵۸، رقم: ۹۴۷۲)

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود

مدینہ کو روزہ رکھتے پایا ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ بمقابلہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر حضور استحبابًا خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے۔

لہٰذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کریں گے تو اہل کتاب سے مشابہت ہو جائے گی اور کفار سے مشابہت اسلام میں حرام ہے، یہ عرض معروض ۱۰ھ میں ہوئی۔ (مرقات) یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے اس طرح بچ جائیں گے کہ وہ صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کر لیا کریں گے یعنی مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کریں گے بلکہ اس میں زیادتی کر کے فرق کر دیا کریں گے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے، سنت قولی تو صراحۃً ہے اور سنت فعلی ارادۃً۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے۔ نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول لہٰذا عرس، میلاد شریف، گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا اور جب چاہا مستحب رہ گیا۔ تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں بلکہ بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو۔ تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو ۱۰ھ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کہا۔ پانچویں یہ کہ تھوڑے فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو کنا گتوں سے تشبیہ دے کر حرام کہتے ہیں، اللہ سچی سمجھ عطا فرمائے۔ چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہو جائے گی اسی لیے صرف اس موقعہ پر اگر فرمایا، یہ اگر اپنے شک کے لیے نہیں بلکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لیے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۹)

85- بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَیَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

شوال کے چھ دن کے روزوں کے استحباب کا بیان

(1259) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباعا لرمضان، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۸۱۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل صوم ستة ایام من شوال، ج۴ص۲۹۲، رقم: ۸۶۹۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی صیام ستة أیام من شوال، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۷۵۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی ایوب الانصاری، ج۹ص۲۱۹، رقم: ۲۳۶۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنے سے نیچے راوی کو یعنی اپنے شاگرد ابن عمرو ابن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گناہ تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے اور یہ چھ روزے ساٹھ ہوگئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہوا اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اس کے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔

مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی انتیس اسنادیں اس کی نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابوہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابوایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۲۷۵)

86-بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے

(1260) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ، فَقَالَ: "ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، اَوْ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس دن میری پیدائش ہے اسی دن میں مبعوث ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ج۲ص۱۶۷، رقم: ۲۸۰۴، المستدرك للحاکم

ذکر اخبار سید المرسلین، ج۳ص۱۵۰ رقم: ۴۱۷۹، سنن النسائی الکبریٰ، باب صوم یوم الاثنین، ج۲ص۱۲۶ رقم: ۲۷۷۷، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب صوم یوم الاثنین، ج۳ص۲۹۹ رقم: ۲۱۱۸، مصنف عبدالرزاق، باب صیام الدھر، ج۴ص۲۹۵ رقم: ۷۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے یا یہ کہ یارسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے۔ (مرقات ولمعات)

یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ الایہ پیر کے دن ہی آئی لہذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہوجاتے ہیں۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کریمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالیٰ نے صرف اس نعمت پر مَنّ فرما کر احسان جتایا کہ فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ الایہ۔ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ یادگار میں کھیل کود نہ ہونا چاہیئے بلکہ عبادتیں ہوں اس لیے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ ص۲۷۳)

(1261) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بِغَيْرِ ذِكْرِ الصَّوْمِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ الٰہی میں) پیش ہوتے ہیں، مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرے نامۂ اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم نے اس کو روزے کے ذکر کے بغیر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن الشحناء والتہاجر، ج۸ص۱۱، رقم: ۶۷۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ج۳ص۱۲۲ رقم: ۷۴۷، سنن النسائی، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۱۸ رقم: ۲۶۶۷، مسند امام احمد، حدیث اسامۃ بن زید، ج۵ص۲۰۱ رقم: ۲۱۸۰۱، مسند البزار، مسند اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ، ج۱ص۴۰۳ رقم: ۲۶۱۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا

اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دو بار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔ (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

(جب میرے نامۂ اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں) تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ غرضکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ اور۔ (از مرقات) (مرا ۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۴)

(1262) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے روزے کی کوشش فرمایا کرتے۔ اسے، ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۷۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ پیر کو یوم الاثنین غالبًا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار اپہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔ (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔ واللہ اعلم! (مرا ۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۳)

87-بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ

ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا مستحب ہے

وَالْأَفْضَلُ صَوْمُهَا فِي الْأَيَّامِ الْبِيضِ وَهِيَ الثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ. وَقِيلَ: اَلثَّانِيَ عَشَرَ، وَالثَّالِثَ عَشَرَ، وَالرَّابِعَ عَشَرَ، وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ.

افضل یہ ہے کہ ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کا روزہ رکھے بعض نے کہا کہ ایام بیض بارہ، تیرہ اور چودہ ہیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

(1263) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین کاموں کا تاکیدی حکم فرمایا ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا' چاشت کی دو رکعتیں' اور یہ کہ سونے سے پہلے میں وتر پڑھوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ج۱ص۵۸، رقم: ۱۱۷۸، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۱۷۰۵، السنن الکبری للبیہقی، باب الاختیار فی وقت الوتر، ج۳ص۳۶، رقم: ۵۰۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی الوتر قبل النوم، ج۱ص۵۲۹، رقم: ۱۴۳۲، سنن الدارمی، باب صلاۃ الضحی، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۱۴۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس لیئے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیئے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ واشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ کرام خصوصًا ابوہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۵۰۰)

تم میں مجھ جیسا کون ہے؟

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے پھر ترک فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دوشنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمولاً رکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوم وصال بھی رکھتے تھے، یعنی کئی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال...الخ، الحدیث: ۱۹۶۱، ج۱، ص۶۴۵ و وسائل الوصول الی شمائل الرسول، الباب السادس فی صفۃ عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی فی صفۃ صومہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۶۵۔۲۶۸ ملتقطًا)

(1264) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰى، وَبِاَنْ لَا اَنَامَ حَتّٰى اُوْتِرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوالدرداء ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے میرے حبیب ﷺ نے تین کام کرنے کا حکم دیا میں تاحیات ان کو نہ چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا' چاشت کی نماز اور یہ کہ وتر ادا کر کے میں سوؤں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلھا رکعتان، السنن الکبری للبیھقی، باب الوصیۃ بصلاۃ الضحی، ج۳ص۴۷، رقم: ۵۰۹۳، مسند ابی الجعد، حدیث عبدالحمید بن بھرام، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۲۸۸۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع فی صلاۃ الضحی، ج۶ص۱۱۳، رقم: ۴۲۱۳، صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الوصیۃ بالوتر، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۰۸۳)

شرح حدیث: ہر ماہ تین دن کے روزے

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے فرمایا، جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے تو یہ پورے سال کے روزے ہیں، اس بات کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں یوں کی گئی ہے،

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

ترجمہ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔ (پ8، الانعام:160)

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثۃ (ایام) من کل شھر، رقم ۷۶۲، ج۲، ص ۱۹۴)

(1265) وَعَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ماہ تین دن روزے رکھنا زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج۳ص۱۹۴، رقم: ۲۰۹۳، السنن الکبری للبیھقی، باب من کرہ صوم الدھر واستحب القصد فی العبادۃ، ج۴ص۲۹۹، رقم: ۸۶۲۶، سنن النسائی، باب صوم عشرۃ ایام من الشھر، ج۴ص۲۱۳، رقم: ۲۳۹۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۸۹، رقم: ۶۷۶۶)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں شریک لوگوں سے ارشاد فرمایا: تم لوگ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے، ان سے زیادہ روزے رکھنے والے اور ان سے زیادہ جہاد کرنے والے ہو لیکن وہ حضرات تم سے بہتر تھے۔ تو لوگوں نے

عرض: اے ابوعبدالرحمن! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ اس لئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تم سے زیادہ دنیا سے کنارہ کشی کرنے والے اور تم سے زیادہ آخرت میں رغبت رکھنے والے تھے۔ (الزھد و تقصر الامل ص ۵۷)

(1266) وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ: اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معاذۃ عدویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: مہینہ کے کون سے دنوں میں تو فرمایا آپ اس کی پروا نہ کرتے تھے کہ مہینہ کے کون سے دنوں کے روزے رکھیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شھر وصوم، ج۱ص۱۶۶، رقم: ۲۸۰۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی صیام ثلاثة ایام من کل شھر، ج۱ص۵۲۵، رقم: ۱۷۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۶ص۱۴۵، رقم: ۲۵۱۷۰، جامع الاصول لابن اثیر، النوع التاسع فی الایام المجهولة من کل شهر، ج۶ص۳۲۴، رقم: ۴۴۷۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخ میں دس ۱۰ قول ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۷۴)

(1267) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا، فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو مہینہ سے تین دن روزے رکھے تو تیرہ، چودہ اور پندرہ کا روزہ رکھ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء صوم ثلاثة ایام من کل شهر، ج۲ص۱۳۴، رقم: ۷۶۱، السنن الکبری للبیهقی باب من ای الشهر یصوم هذه الایام الثلاثة، ج۴ص۲۹۴، رقم: ۸۶۰۰، صحیح ابن خزیمه، باب استحباب صیام هذه الایام الثلاثة من

کل شہر ج۲ص۲۰۰ رقم:۲۱۲۸ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثامن فی ایام البیض ج۶ص۳۲۶ رقم:۴۴۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمک دار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔(مراۃ المناجیح، ج۳ص۲۸۵)

(1268) وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ أَيَّامِ الْبِيْضِ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی صوم الثلاث من کل شھر، ج۲ص۳۰۲ رقم:۲۴۵۱، السنن الکبری للبیھقی، باب من ای الشھر یصوم ھذہ الایام الثلاثہ، ج۴ص۴۹۷ رقم:۸۴۰۳، مسند امام احمد، حدیث قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ، ج۵ص۴۸ رقم:۲۰۳۴۶)

شرح حدیث: ایام بیض

ہر ماہ ایام بیض یعنی قمری مہینوں کے ۱۳۔۔۔۔۔۔۔۱۴۔۔۔۔۔۔۔۱۵ کے روزے رکھنا مستحب ہے ان روزوں کی فضیلت کے بارے میں قطب الاقطاب سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، لکھتے ہیں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ ۱۳ تاریخ کا روزہ تین ہزار برس، ۱۴ تاریخ کا روزہ دس ہزار برس اور ۱۵ تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔(غنیۃ الطالبین صفحہ 498)

(1269) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر میں چھوڑتے تھے نہ حضر میں۔ اسے نسائی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن النسائی، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۱۸ رقم:۲۳۴۲، مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج۲ص۱۸۷ رقم:۵۰۲۵، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی ایام البیض، ج۶ص۳۲۹ رقم:۴۴۰۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے نو قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں اور یا اس لیے کہ ان کے روزے دلوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں اور یا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے

تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتی کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۸)

88- بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا وَّفَضْلِ الصَّائِمِ الَّذِيْ يُؤَكَّلُ عِنْدَهٗ وَدُعَآءِ الْاٰكِلِ لِلْمَاْكُوْلِ عِنْدَهٗ

اس کی فضیلت کہ جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اور اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھانا کھایا جائے اور کھانے والا اس کے لیے دعا کرے جس کے پاس کھایا جائے

(1270) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ، غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کو اس کے اجر کی مثل ملے گا۔ روزہ دار کا اجر بھی کم نہ ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فعل من فطر صائما، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۸۰۷، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من فطر صائماً، ج۴ص۲۴۰، رقم: ۸۳۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه زید بن خالد الجهنی، ج۵ص۲۵۶، رقم: ۵۲۶۹، سنن النسائی الکبرٰی للبیھقی، باب ثواب من فطر صائما، ج۲ص۲۵۶، رقم: ۳۳۳۲، مسند البزار، مسند زید بن خالد الجهنی، ج۱ص۶۱، رقم: ۳۷۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس لیے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور۔

یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا، شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۸)

(1271) وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِ طَعَامًا، فَقَالَ: "كُلِيْ" فَقَالَتْ: اِنِّيْ صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت اُم عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ہاں تشریف لائے، میں نے آپ کی طرف کھانا آگے کیا تو آپ نے فرمایا: تو کھا اس نے عرض کیا: میرا روزہ ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا" وَرُبَّمَا قَالَ: "حَتّٰى يَشْبَعُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس کے لیے فرشتے دعا رحمت ومغفرت کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصائم اذا أكل عندہ، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۷۸۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع السابع فی دعوة الصائم، ج۶ص۳۹۱، رقم: ۴۵۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام نسیبہ ابن کعب ابن عوف ہے، کنیت ام عمارہ، صحابیہ ہیں، انصاریہ ہیں، عاصم ابن زید کی بیوی ہیں، بیعت عقبہ اور بیعت رضوان میں حاضر تھیں، غزوہ احد میں آپ نے گیارہ زخم کھائے حتی کہ زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے باوجود تمام غزووں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا انہوں نے نہ کھایا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کرسکتا ہے، ہاں رمضان میں روزہ توڑوں اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھلائے نہ ان کے لیے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کردے۔

(اس کے لیے فرشتے دعا رحمت ومغفرت کرتے ہیں) کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کررہا ہے ایک روزہ دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لیے اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع میں۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۰۸)

(1272) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَآءَ بِخُبْزٍ وَّزَيْتٍ، فَاَكَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ کے پاس تشریف لائے وہ روٹی اور زیتون لے کر آئے تو آپ نے وہ کھایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا ہے اور تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا اور تم پر فرشتوں نے رحمتیں بھیجیں۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الدعا لرب الطعام اذا اكل عندہ، ج۳ص۴۴۴، رقم: ۳۸۵۴، السنن الکبری للبیہقی، باب ما یدعو بہ الصائم لمن افطر عندہ، ج۴ص۴۳۹، رقم: ۸۲۹۳، سنن ابن ماجہ، باب فی ثواب من فطر صائما، ج۱ص۵۵۶، رقم: ۱۷۴۷، سنن الدارمی، باب دعاء الصائم لمن یفطرہ عندہ، ج۲ص۴۰، رقم: ۱۷۷۲، صحیح ابن حبان، باب الضیافة، ج۱۲ص۱۰۷، رقم: ۵۲۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا) یہ جملہ دعا ہے یا خبر یعنی تمہارا کھانا خدا کرے ہمیشہ ابرار کھائیں فساق، فجار نہ کھا
خبر ہے، چونکہ حضور انور سید الابرار ہیں اس لیے حضور انور کا کھانا گویا جہان بھر کے ابرار کا کھانا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ
ہی فرما سکتے ہیں ہم اپنے کو کس منہ سے ابرار کہیں، خدا تعالیٰ ہم گنہگاروں ناہنجاروں کو ابرار کی غلامی نصیب فرمادے۔

یہ بھی دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے ہمیشہ تمہارے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہیں یا ہمارے کھانے سے فرشتوں نے
تمہارے لیے دعائیں کیں۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کا کسی کا کھانا ملاحظہ فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے۔ (مرقات)

(تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا ہے) یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی خدا کرے تمہارے کھانے سے روزہ
دار افطار کیا کریں تمہارا کھانا اس راہ میں خرچ ہوا کرے کیونکہ اس وقت حضور انور کا نہ تو روزہ تھا نہ یہ وقت افطار کا تھا، بعض
شارحین نے فرمایا کہ حضور انور کا روزہ تھا جو حضرت سعد کی خاطر توڑ دیا گیا مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ روزہ توڑنے کو افطار
نہیں کہتے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۹۷)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

10-کِتَابُ الْاِعْتِکَاف

اعتکاف کا بیان

89-بَابُ الْاِعْتِکَافِ فِیْ رَمَضَانَ

ماہِ رمضان میں اعتکاف کرنے کا بیان

(1273) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد ج۱ص۶۶۴ رقم: ۲۰۲۵ صحیح مسلم باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان ج۲ص۱۰۶ رقم: ۲۸۳۹ سنن ابوداؤد باب الاعتکاف ج۲ص۴۰۶ رقم: ۲۴۶۵ السنن الصغریٰ للبیہقی باب الاعتکاف ج۱ص۳۳۸ رقم: ۱۴۴۴ المنتقی لابن الجارود باب الصیام ص۱۰۹ رقم: ۴۰۶)

شرح حدیث: اعتکاف

عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں اول اعتکاف واجب دوسرے اعتکاف سنت تیسرے اعتکاف مستحب۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۲۔۴۹۵)

اعتکاف واجب: جیسے کسی نے یہ منت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں ایک دن یا دو دن کا اعتکاف کروں گا اور اس کا کام ہو گیا تو یہ اعتکاف واجب ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے یاد رکھو کہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے بغیر روزہ کے اعتکاف واجب صحیح نہیں۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۵۔۴۹۶)

اعتکاف سنت موکدہ: رمضان کے آخری دس دنوں میں کیا جائے گا یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور تیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد انتیسویں رمضان کو چاند ہونے کے بعد مسجد سے نکلے یاد رکھو کہ اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے یعنی اگر محلہ کے سب لوگ چھوڑ دیں تو سب آخرت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں گے اور کسی ایک نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب آخرت کے مواخذہ سے بری ہو جائیں گے اس اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے مگر وہی رمضان کے روزے کافی ہیں۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۵۔۴۹۶)

اعتکاف مستحب: اعتکاف مستحب یہ ہے کہ جب کبھی بھی دن یا رات میں مسجد کے اندر داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے جتنی دیر تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا نیت میں صرف اتنا دل میں خیال کر لینا اور منہ سے کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے خدا کے لئے اعتکاف مستحب کی نیت کی۔

مسئلہ:۔ مرد کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں اعتکاف کرے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے کی جو جگہ اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی ہو۔ (الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳ ۔ ۴۹۴)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والے کے لئے بلا عذر مسجد سے نکلنا حرام ہے اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا چاہے قصداً نکلا ہو یا بھول کر اسی طرح عورت نے جس مکان میں اعتکاف کیا ہے اس کو اس گھر سے باہر نکلنا حرام ہے اگر عورت اس مکان سے باہر نکل گئی تو خواہ وہ قصداً نکلی ہو یا بھول کر اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۰ ۔ ۵۰۳)

مسئلہ:۔ اعتکاف کرنے والا صرف دو عذروں کی وجہ سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے ایک عذر طبعی جیسے پیشاب پاخانہ اور غسل فرض و وضو کے لئے دوسرے عذر شرعی جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا ان عذروں کے سوا کسی اور وجہ سے اگر چہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو مسجد سے اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر چہ بھول کر ہی نکلے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱، ۵۰۳)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد ہی میں رہے گا وہیں کھائے پیئے سوئے مگر یہ احتیاط رکھے کہ کھانے پینے سے مسجد گندی نہ ہونے پائے معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اگر کوئی آدمی مسجد میں کھانا پینا اور سونا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اعتکاف مستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر اس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا بالکل ہی چپ نہ رہے نہ بہت زیادہ لوگوں سے بات چیت کرے بلکہ اس کو چاہیے کہ نفل نمازیں پڑھے، تلاوت کرے، علم دین کا درس دے، اولیاء و صالحین کے حالات سنے اور دوسروں کو سنائے، کثرت سے درود شریف پڑھے اور ذکر الٰہی کرے اور اکثر باوضو رہے اور دنیاداری کے خیالات سے دل کو پاک صاف رکھے اور بکثرت رو رو کر اور گڑ گڑا کر خدا سے دعائیں مانگے۔ (جنتی زیور ۳۵۸)

(1274) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وفات عطا فرمائی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے بھی اعتکاف کیا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد، ج۱ص۳۷، رقم: ۲۰۲۵، صحیح مسلم، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان، ج۲ص۱۷۵، رقم: ۲۸۴۱، السنن الصغریٰ، باب الاعتکاف، ج۱ص۳۳۱، رقم: ۱۲۷۷، سنن

ابوداؤد، باب الاعتکاف، ج۲ص۴۰۷، رقم: ۲۴۶۲، سنن الدارقطنی، باب الاعتکاف، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۲۲۸۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۱۰ص۹۲، رقم: ۲۴۶۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

یعنی حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا، اعتکاف کے لیے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھڑوا دیئے تھے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کرسکتی ہے مگر اس کے لیے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۳۲۴)

(1275) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ اَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تو جب وہ سال آیا جس میں آپ نے وفات پائی تو آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان، ج۱ص۶۷۵، رقم: ۲۰۴۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۵۵، رقم: ۸۶۷۴، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاعتکاف، ج۴ص۳۱۴، رقم: ۸۸۲۹، سنن ابوداؤد، باب این یکون الاعتکاف، ج۲ص۴۹۰، رقم: ۲۴۶۸، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الاعتکاف، ج۱ص۵۶۲، رقم: ۱۷۶۹)

یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے۔ یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لاکر سنتے اور سناتے تھے، یہاں معاوضہ سے مراد مدارستہ ہے یعنی دور شعر

نور آیا تو لایا نور پر نورانی رات   اس لیے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اس سال ہوگی اسی لیے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرمارہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کردے یہ بھی سنت رسول ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۳۲۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

11- كِتَابُ الْحَجِّ

حج کا بیان

90- بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَّمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ) (آل عمران: 97)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہے اور جس نے انکار کیا تو اللہ سب جہانوں سے غنی ہے۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

مسئلہ: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی: (خزائن العرفان)

(1276) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس' ج۱ص۱۱' رقم:۸ صحیح مسلم' باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم' بنی الاسلام علی خمس' ج۱ص۳۴' رقم:۱۲۱ السنن الکبری للبیہقی' باب اصل فرض الصلاۃ' ج۱ص۳۵۸' رقم:۱۶۳۳ سنن ترمذی' باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس' ج۵ص۵' رقم:۲۶۰۹ سنن النسائی الکبری' باب علی کم بنی الاسلام' ج۶ص۵۳۱' رقم:۱۱۷۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اکمل بالسنہ تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(زکوۃ ادا کرنا) اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ا ص ۲)

حج کا بیان

حج ۹ھ میں فرض ہوا نماز و زکوۃ اور روزہ کی طرح حج بھی اسلام کا ایک رکن ہے اس کا فرض ہونا قطعی اور یقینی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور اس کا ترک کرنے والا فاسق اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔

یعنی حج و عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ (پ 2، البقرۃ: 196)

احادیث میں حج و عمرہ کے فضائل اور اجر و ثواب کے بارے میں بڑی بڑی بشارتیں آئی ہیں مگر حج عمر میں صرف ایک بار ہی فرض ہے۔

حج واجب ہونے کی شرطیں:۔ حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جب تک یہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔

(۱) مسلمان ہونا کافر پر حج فرض نہیں (۲) دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ حج اسلام کے ارکان میں سے ہے (۳) بالغ ہونا یعنی نابالغ پر حج فرض نہیں (۴) عاقل ہونا لہذا مجنون پر حج فرض نہیں (۵) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر حج فرض نہیں (۶) تندرست ہونا کہ حج کو جاسکے اس کے اعضاء سلامت ہوں، انکھیارا ہو لہذا اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور اس بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں یوں ہی اندھے پر بھی حج فرض نہیں اگرچہ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے ان سب پر بھی یہ ضروری نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں (۷) سفر خرچ کا مالک ہونا اور سواری کی قدرت ہونا چاہے سواری کا مالک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سواری کرایہ پر لے سکے (۸) حج

کا وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۱)

وجوب ادا کے شرائط: یہاں تک تو وجوب کے شرائط کا بیان ہے اب شرائط ادا کا بیان ہوتا ہے کہ یہ شرطیں اگر پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور اگر یہ سب شرطیں نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضرور ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی حج کرنا ضروری ہوگا وہ شرطیں یہ ہیں (۱) راستہ میں امن وامان ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی کا ہو تو حج کے لئے جانا ضروری ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکہ یا لڑائی کی وجہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو حج کے لئے جانا ضروری نہیں (۲) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو عورت بغیر شوہر اور محرم کے بھی جا سکتی ہے مگر محرم سے مراد وہ مرد ہے کہ جس سے ہمیشہ کے لئے اس عورت کا نکاح حرام ہو چاہے نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے بیٹا باپ بھائی وغیرہ یا سسرال کے رشتہ سے نکاح حرام ہو جیسے خسر یا شوہر کا بیٹا۔ عورت شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے (۳) حج کو جانے کے زمانہ میں عورت عدت میں نہ ہو چاہے وفات کی عدت ہو یا طلاق کی (۴) قید میں نہ ہو

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۱۸-۲۱۹)

صحت ادا کی شرطیں: صحت ادا کی نو شرطیں ہیں کہ اگر یہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں ہوگا وہ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) احرام، بغیر احرام کے حج نہیں ہو سکتا (۳) حج کا وقت یعنی حج کے لئے جو وقت شریعت کی طرف سے معین ہے اس سے قبل حج کے افعال نہیں ہو سکتے (۴) افعال حج کی جگہوں پر افعال حج کرنا مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام ہے وقوف کی جگہ میدان عرفات و مزدلفہ ہے کنکری مارنے کی جگہ منیٰ ہے اگر یہ کام دوسری جگہ کریگا تو حج صحیح نہیں ہوگا (۵) تمیز کرنا اتنا چھوٹا بچہ کہ جس میں کسی چیز کی تمیز ہی نہ ہو اس کا حج صحیح نہیں (۶) عقل والا ہونا کہ مجنون اور دیوانے کا حج صحیح نہیں (۷) حج کے فرائض کو ادا کرنا جس نے حج کا کوئی فرض چھوڑ دیا اس کا حج صحیح نہیں ہوا (۸) احرام کے بعد اور عرفات میں وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا (۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا اگر اس سال احرام باندھا اور چاہے اسی احرام سے آئندہ سال حج کرے تو یہ حج صحیح نہیں ہوگا۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۲)

حج کے فرائض: حج میں یہ چیزیں فرض ہیں (۱) احرام کہ یہ شرط ہے (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے یہ دونوں چیزیں یعنی عرفہ کا وقوف اور طواف زیارت حج کا رکن ہیں (۴) نیت (۵) ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا پھر طواف زیارت (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (۷) مکان یعنی وقوف عرفہ میدان عرفات کی زمین میں ہونا

سوا بطن عرنہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی فروض الحج وواجباتہ، ج ۳، ص ۵۳۶۔۵۳۷) (جنتی زیور ص ۳۶۰۔۳۶۱)

(1277) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا" فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَسَكَتَ، حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا' کیا ہر سال یارسول اللہ؟ تو آپ خاموش ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس آدمی نے تین بار ایسا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہہ دیتا ہاں تو لازم ہوجاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے پھر فرمایا تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تم کو چھوڑ دوں۔ تم سے پہلے لوگ صرف ایسے سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تو جب تم کو میں کوئی حکم دوں تو حتی الامکان اس کو پورا کرو اور جب میں تم کو کسی چیز سے روکوں تو اس کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۳۳۲۱، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب وجوب الحج فی العمرۃ مرۃ واحدۃ، ج۴ص۳۲۸، رقم: ۱۵۰۶، سنن النسائی الکبرٰی، باب وجوب الحج، ج۲ص۳۱۹، رقم: ۳۵۹۸، صحیح ابن حبان، باب فرض الحج، ج۹ص۱۱، رقم: ۳۷۰۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ یا ۹ھ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ وحاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی۔ (مرقات)

اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہوجائے تو حج کرنا، فرض تو ابھی ہوگیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہوگی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

(ایک آدمی نے عرض کیا' کیا ہر سال یارسول اللہ؟) یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال سے باز آ جائے تا کہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

(اگر میں کہہ دیتا ہاں تو لازم ہو جاتا) یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں ملاحظہ فرمائیے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

(جب تک میں تم کو چھوڑ دوں) یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

(اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے) اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

(اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے) یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب وفرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت وممانعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ص۲)

(1278) وَعَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا پھر کون سا عمل فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا' عرض کیا

عَلَيْهِ. گیا: پھر کون سا فرمایا حج مقبول۔ (متفق علیہ)

اَلْمَبْرُوْرُ هُوَ: الَّذِي لَا يَرْتَكِبُ صَاحِبُهُ فِيْهِ مَعْصِيَةً.

مبرور: وہ حج کہ حج کرنے والا اس میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال ان الایمان ھو العمل، ج۱ص۱۸، رقم: ۲۶، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۵۸، صحیح ابن حبان، باب فضل الایمان، ج۱ص۳۶۵، رقم: ۱۵۳، سنن النسائی الکبریٰ، باب ما یعدل الجہاد فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۲، رقم: ۴۳۲۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۸۷، رقم: ۷۸۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت وقبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول ومبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ وریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوجاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ص۱۲۲)

(1279) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ حَجَّ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حج کیا پھر نہ بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس طرح لوٹے گا جس طرح جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل حج المبرور، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۱۵۲۱، صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۳۳۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۵ص۲۶۱، رقم: ۱۰۱۸۶، سنن ابن ماجہ، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۲ص۴۶۳، رقم: ۲۸۸۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرۃ، ج۲ص۱۲۶، رقم: ۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حج کے بیان میں رفث سے مراد ہوتا ہے بیوی سے صحبت یا صحبت کے اسباب پر عمل یا صحبت کی گفتگو اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رضائے الٰہی کے لیے حج کرے اور حج کو فحش باتوں، لڑائی جھگڑوں سے پاک و صاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً بالکل صاف ہوجائے گا حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے۔ حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم۔ (مرقات) (مِراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۳)

(1280) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیانی وقفہ کے لیے کفارہ ہے اور حج مقبول کی جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب العمرة وفضلها، ج۲ص۲، رقم: ۱۷۷۳، صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۳۲۵۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل الحج والعمرة، ج۵ص۲۶۱، رقم: ۱۰۶۸۳، سنن ابن ماجه، باب فضل الحج والعمرة، ج۲ص۹۶۴، رقم: ۲۸۸۸، سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل العمرة، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۳۶۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی کی بھی قوی امید ہے۔

(جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں) یعنی حج مقبول کی جزاء تو یقیناً ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا، دعا کی قبولیت بھی عطا ہوجائے تو رب کا کرم ہے حصر ایک جانب میں ہے۔ (مِراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۴)

(1281) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ، اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ: "لٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ: حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جہاد کو زیادہ فضیلت والا عمل سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: لیکن زیادہ فضیلت والا عمل حج مقبول ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الحج المبرور، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۵۲۰، مسند ابی یعلی، مسند عائشه رضی الله عنها، ج۸ص۱۲۶، رقم: ۴۷۱۷، مسند الشافعی، الباب الاول فیما جاء فی فرض الحج وشروطه، ص۱۹۱، رقم: ۳۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ مجھے بھی میدان جہاد میں اپنے ساتھ لے چلیں، مجاہدین کی مرہم پٹی و دیگر خدمات کروں گی اور اگر ضرورت پڑی تو کفار سے لڑوں گی بھی۔

(لیکن زیادہ فضیلت والا عمل حج مقبول ہے) یعنی عورتوں پر جہاد فرض نہیں حج فرض ہے اگر ان میں اس کی طاقت ہو۔خیال رہے کہ کبھی ہنگامی حالات ایسے نازک ہوجاتے ہیں کہ عورتوں کا بھی جہاد کرنا پڑتا ہے جب کہ مرد جہاد کے لیے ناکافی ہوں، کفار کا دباؤ بڑھ جائے، یہ حدیث نارمل (Normal) حالات کی ہے۔اور جن احادیث میں عورتوں کا جہاد میں جانا ثابت ہے وہ ہنگامی حالات میں ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جوان لڑکیوں کو تعلیم کے بہانہ اکیلی پردیس میں بھیج دیتے ہیں جہاں اسکولوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے، وہ بھی عبرت پکڑیں جو جہاد پریڈ (Prade) کے بہانہ عورتوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔شعر

کراب یہ فکر کہ بیٹا حج خفیفہ ہو
یہ فکر چھوڑ کہ بیٹی تیری عفیفہ ہو

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۳۰)

(1282) وَعَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "مَا مِنْ يَّوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يَّعْتِقَ اللهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندے کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۳۳۵۴، سنن النسائی، باب ما ذکر فی یوم عرفۃ، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۳۰۰۳، السنن الصغری للبیھقی، باب ما یفعل المرء بعد الصفا والمروۃ، ج۲ص۳، رقم: ۱۶۱۹، جامع الاصول لابن اثیر، باب یوم عرفۃ، ج۹ص۲۶۴، رقم: ۶۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔عبد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشتا ہے اسی لیے غیر حجاج کے لیے اس دن روزہ سنت ہے۔

یعنی اس دن اللہ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور رب تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت، ان کی شرافت وکرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم نے کہا تھا کہ انسان خونریزی وفساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر، پریشان بال، کفن پہنے لبیک لبیک کی صدائیں لگاتا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا، بتاؤ ان حاجیوں نے سواء میری رضاء کے اور کیا چاہا ہے، صرف مجھے راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملائکہ کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۲۰۹)

(1283) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُمْرَةٌ فِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا

رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً ۔ اَوْ حَجَّةً مَّعِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ "فضیلت وثواب میں" (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حج النساء، ج۱ص۶۱۱، رقم: ۱۸۶۳، صحیح مسلم، باب فضل العمرۃ فی رمضان، ج۲ص۶۶۱، رقم: ۱۲۵۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب العمرۃ فی رمضان، ج۴ص۵۷۳، رقم: ۹۰۰۲، سنن ابن ماجہ، باب العمرۃ فی رمضان، ج۳ص۴۶۱، رقم: ۲۹۹۱، سنن ترمذی، باب ماجاء فی عمرۃ رمضان، ج۲ص۲۷۶، رقم: ۹۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ماہ رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادت پر پڑتا ہے۔ اعلیٰ جگہ اور اعلیٰ وقت میں عبادت بھی اعلیٰ ہوتی ہے۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے عمرہ ذیقعدہ میں ہوئے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۵)

(1284) وَعَنْهُ: اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ، اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ بے شک حج کے بارے میں اللہ کا فریضہ اپنے بندوں پر میرے باپ کو پہنچا ہے وہ بہت بوڑھا ہے سواری پر نہیں بیٹھ سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الحج وفضلہ، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۱۵۱۳، صحیح مسلم، باب الحج عن العاجز لزمانۃ وھرم ونحوھما او للموت، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۳۲۱۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النیابۃ فی الحج عن المعضوب والمیت، ج۵ص۷۰، رقم: ۱۰۱۳۴، سنن ابوداؤد، باب الرجل یحج عن غیرہ، ج۲ص۲۶۹، رقم: ۱۸۱۱، سنن الدارمی، باب فی الحج عن الحی، ج۲ص۶۱، رقم: ۱۸۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیت حج کا حکم جب آیا تو بڈھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھاپے میں ہی آیا ہے، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا حتّٰی کہ بڈھا ہوگیا، پہلے معنی پر یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ اگر بہت بڑھاپے و معذوری کی حالت میں مسلمان صاحب نصاب ہو جب کہ سواری پر بھی سفر نہ کرسکے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حج فرض نہ ہوگا کہ وہ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا میں داخل نہیں۔ امام شافعی کے ہاں فرض ہوجائے گا، ہاں صاحبین کے ہاں اگر یہ بڈھا دوسرے ساتھی مددگار کے خرچہ پر بھی قادر ہو تو حج فرض ہوجائے گا۔

اس جواب سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ایسا معذور شخص جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو حج بدل کراسکتا ہے، حج نفل میں طاقتور آدمی بھی کراسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے اگرچہ مرد و عورت کے

طریقہ حج میں قدرے فرق ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۷)

(1285) وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيْرٌ، لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعَنَ؛ قَالَ: "حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت لقیط بن عامر ﷜ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس عرض کیا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے حج کرسکتا ہے نہ عمرہ اور نہ ہی سواری پر بیٹھ سکتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب الرجل یحج عن غیرہ، ج۲ص۱۹۷، رقم: ۱۸۱۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت، ج۳ص۲۶۹، رقم: ۹۳۰ المنتقی لابن الجارود، باب المناسک، ص۱۳۲، رقم: ۵۰۰ سنن ابن ماجہ، باب الحج عن الحی اذا لم یستطع، ج۲ص۹۷۰، رقم: ۲۹۰۶ سنن النسائی الکبری، باب العمرۃ علی الرجل الذی لا یستطیع، ج۲ص۳۲۳، رقم: ۳۶۱۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ تو حج و عمرہ کے ارکان ادا کرسکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں جو مکہ معظمہ تک پہنچائے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ غالبًا ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے تو حج فرض نہیں۔

(حج اور عمرہ کر) یا تو ان کی طرف سے حج و عمرہ خود کردو یا کسی سے کرادو۔ خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے لہذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کرسکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقًا ناجائز ہے اور محض مالی عبادت میں مطلقًا جائز لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کرسکتا اور زکوۃ قربانی بہرحال ادا کرسکتا ہے اس کی اجازت سے۔ خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحبابًا ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی باپ کی طرف سے ادا کرو، آیت کریمہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ میں عمرہ شروع کردینے کے بعد اس کے پورا کردینے کا حکم ہے یعنی جب حج و عمرہ شروع کردیا تو انہیں ضرور پورا کروں کیونکہ ہر نفل شروع کردینے سے فرض ہوجاتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۷)

(1286) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حُجَّ بِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سائب بن یزید ﷜ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کروایا گیا اور میں سات سال کا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حج الصبیان، ج۱ص۱۹، رقم: ۱۸۵۸، السنن الکبری للبیہقی، باب حج الصبی، ج۵ص۹، رقم: ۹۹۹۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی حج الصبی، ج۲ص۲۶۵، رقم: ۹۲۵، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ سلیم، ج۳ص۱۰، رقم: ۳۰۶۴، اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر الحج بالصبیان الصغار، ص۲۴۲، رقم: ۶۶۹)

شرح حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے بنو کندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۸)

چورانوے برس کا جوان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔ جعید بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورانوے برس تک نہایت ہی تندرست اور قوی ہیکل رہے اور کان، آنکھ، دانت کسی چیز میں بھی کمزوری کے آثار نہیں پیدا ہوئے تھے۔ (کنز العمال، ج۱۶، ص۵۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عطاء کہتے ہیں کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصے کے بال بالکل سیاہ تھے اور سر کے پچھلے حصے کے سب بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ میں نے حیران ہوکر پوچھا: اے میرے آقا! یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے اس پر تعجب ہو رہا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے میرا نام پوچھا میں نے اپنا نام سائب بن یزید بتایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دست مبارک پہنچا ہے وہ بال سفید نہیں ہوئے اور آئندہ بھی کبھی سفید نہیں ہوں گے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، السائب بن یزید، الحدیث: ۳۷۴۱۳، ۳۷۴۱۸، ج۷، الجزء۱۳، ص۱۸۷، ۱۸۸)

(1287) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوْا: الْمُسْلِمُوْنَ. قَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: "رَسُوْلُ اللّٰهِ". فَرَفَعَتِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا، فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَلَكِ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ سواروں کو روحا کے مقام پر ملے آپ نے فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مسلمان ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کا رسول ہوں تو ایک عورت نے بچہ اٹھا کر عرض کیا: کیا اس کے لیے حج ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اور تیرے لیے بھی اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۳۳۱۷، المصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الصبی والعبد والاعرابی یحج، ج۳ص۸۲۲، رقم: ۱۵۱۰۸، اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر الحج بالصبیان الصغار، ص۳۷۱، رقم: ۷۷۸، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب حج الصبی، ج۱ص۴۳۹، رقم: ۱۵۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الصبی یحج، ج۲ص۷۶، رقم: ۱۷۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

روحاء مدینہ منورہ سے چھتیس ۳۶ یا چالیس میل دور مکہ معظمہ کے راستہ پر ایک منزل ہے، یہاں ہی حضرت آمنہ خاتون کا انتقال ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے جارہے تھے ادھر سے کوئی اور قافلہ بھی حج کے لیے آرہا تھا کہ ملاقات ہوگئی اور یہ سوال و جواب واقع ہوئے اور غالبًا یہ بچہ شیر خوار تھا اس نے عرض کیا کہ اگر میں اس کا احرام بندھوا دوں اور اسے گود میں لے کر سارے ارکان حج ادا کروں تو کیا میرے حج کے ساتھ اس کا حج بھی ہوجائے گا۔

(ہاں اور تیرے لیے بھی اجر ہے) یعنی بچہ کو بھی اس کا ثواب ملے گا حج کرنے کا اور تجھے بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا حج کرانے کا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہوجائے گا مگر اس سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا، بالغ ہونے پر پھر حج کرنے پڑے گا لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حجۃ الاسلام ادا ہوجائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے، مکہ کا فقیر یا غلام حج اسلام کرسکتا ہے مگر معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حجۃ الاسلام ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ص۱۲۶)

(1288) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ وَّکَانَتْ زَامِلَتَہٗ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کجاوہ پر حج کیا اور وہی آپ کا سامان اٹھانے کے لیے بھی تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحج علی الرحل، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من اختار الرکوب لما فیہ من زیادۃ النفقۃ، ج۴ص۳۳۲، رقم: ۲۹۱۳، صحیح ابن حبان، باب مقدمات الحج، ج۶ص۷، رقم: ۳۷۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

بلا مجبوری و معذوری سواری پر طواف کرنا ممنوع ہے، طواف میں چلنا واجب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر طواف لوگوں کی تعلیم کے لیے تھا تاکہ تمام لوگ یہ طواف دیکھ کر طواف کرنا سیکھ لیں لہذا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور یہ حضور کا معجزہ ہے کہ اونٹ نے اس وقت پیشاب پاخانہ نہ کیا۔ ہم لوگ مجبوری کی حالت میں بھی اونٹ، گھوڑا حرم شریف میں نہیں لے جاسکتے، ڈولی میں طواف کریں گے جیسا کہ بیمار و بڈھے لوگ کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طوف قدوم تو پیدل کیا اور طواف زیارت سواری پر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف

نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا اور سواری پر رمل ناممکن ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور اس وقت بیمار تھے اس لیے سواری پر طواف کیا مگر یہ غلط ہے، ہاں بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ایک عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سواری پر کی مگر بیماری کی وجہ سے اس سعی میں حضور ان پہاڑوں پر چڑھے بھی نہیں، صفا مروہ کی سعی سواری پر کرنا ممنوع ہے۔ (از مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۸۴)

اونٹنی جدعاء

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی جدعاء پر سوار ہو کر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میں تمہیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پڑوسیوں کے اس قدر حقوق بیان فرمائے کہ میں نے سوچا: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۵۲۳، ج ۸، ص ۱۱۱)

لاغر اونٹنی کی تیز رفتاری

حضرت شیخ محی الدین حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ابوحفص عمر بن صالح حدادی اپنی اونٹنی لے کر آیا اور عرض کیا کہ میرا حج کا ارادہ ہے اور یہ میری اونٹنی ہے جو چل نہیں سکتی اور اس کے سوا میرے پاس کوئی اونٹنی نہیں ہے۔ پس آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو ایک انگلی لگائی اور اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا وہ کہتا تھا کہ اس کی حالت یہ تھی کہ تمام سواریوں سے آگے چلتی تھی حالانکہ وہ اس سے قبل سب سے پیچھے رہتی تھی۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیء من عجائب، ص ۱۵۳)

مریدوں کو خطرہ نہیں بحرِ غم سے ۔ کہ بیڑے کے ہیں ناخدا غوث اعظم

(1289) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَتَّجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ، فَنَزَلَتْ: (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ) (البقرة: 198) فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنۃ اور ذوالمجاز یہ دورِ جاہلیت کے بازار تھے تو حج کے موقع پر صحابہ نے ان ایام میں تجارت کو گناہ خیال کیا تو یہ آیت اتری تم پر اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی حج کے موسم میں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاسواق التی کانت فی الجاھلیۃ، ج۲ص۶۲، رقم: ۲۰۹۸، السنن الکبری للبیہقی، باب التجارۃ فی الحج، ج۴ص۳۳۳، رقم: ۸۹۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن العباس، ج۱۱ص۱۱۲، رقم: ۱۱۲۲۵)

شرح حدیث: قبائل میں تبلیغ اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح عرب میں جا بجا بہت سے میلے لگتے تھے جن میں دور دراز کے قبائل عرب جمع ہوتے تھے۔ ان میلوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز کے بڑے بڑے میلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل عرب کے سامنے دعوت اسلام پیش فرمائی۔ عرب کے قبائل بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، سلیم، عبس، بنو نصر، کندہ، کلب، عذرہ، حضارمہ وغیرہ ان سب مشہور قبائل کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام پیش فرمایا مگر آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی قبیلہ کے سامنے وعظ فرماتے تو ابولہب چلا چلا کر یہ کہتا کہ یہ دین سے پھر گیا ہے، یہ جھوٹ کہتا ہے۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ذکر عرض المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ...الخ، ج۲، ص۷۳ والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، ص۱۶۸ ملخصاً)

حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں سورہ بقرہ کی اس کے تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اس کا حج ہی کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی مسئلہ: جب تک تجارت سے افعال حج کی ادا میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت مباح ہے۔

(خزائن العرفان)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

12-كِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کا بیان

91-بَابُ وُجُوْبُ الْجِهَادِ وَفَضْلَ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ

جہاد کی فرضیت اور صبح و شام کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ) (التوبة: 36)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم تمام مشرکوں کے خلاف جہاد کرو جس طرح وہ تمام تم سے لڑتے ہیں۔ اور یقین کرو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) (البقرة: 216)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر جہاد فرض کر دیا گیا اور وہ تمہیں ناپسند ہے۔ قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ تم کسی کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جہاد فرض ہے جب اس کے شرائط پائے جائیں اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں تو جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (التوبة: 41)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم خدا کی راہ میں نکلو تم ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان داروں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے کہ ان کے لیے جنت ہے۔ پس وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ سچا وعدہ تورات، انجیل اور قرآن مجید میں موجود ہے اور اللہ سے

بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ)(التوبة: 111). بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔تو تم اپنی بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کی اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرکے جنّت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے انہیں جنّت عطا فرمانا، ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا، یہ کمال عزّت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو، جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی، جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔

شانِ نُزول: جب انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ عُقبہ بیعت کی تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے کچھ شرط فرمالیجئے جو آپ چاہیں، فرمایا میں اپنے رب کے لئے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لئے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا، فرمایا جنّت۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا)(النساء: 95۔96)

• اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلا عذر بیٹھنے والے ایماندار اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں اللہ کریم نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر درجہ کے لحاظ سے فضیلت عطا کی۔ اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا اور اللہ کریم نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کے اعتبار سے فوقیت عطا کی۔ یہ اس کی طرف سے درجات، مغفرت اور رحمت ہے۔ اور اللہ کریم بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں مجاہدین کے لئے بڑے درجات و ثواب ہیں اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا پیری و ناطاقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے

اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے اگر نیت صالح رکھتے ہوں۔

حدیث بخاری میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت فرمایا کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھاٹی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں انہیں عذر نے روک لیا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگر چہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الصف: 10-13).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت پر رہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے اور تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں عمدہ مکانات' یہ ہی بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور نزدیکی فتح ہے اور اہل ایمان کو بشارت عطا کر دیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فِيْ فَضْلِ الْجِهَادِ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ. فَمِنْ ذٰلِكَ:

جہاد کی فضیلت میں احادیث کا احاطہ ممکن نہیں' پس بعض احادیث ان میں سے درج ذیل ہیں۔

(1290) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ, قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل ہے؟ فرمایا: تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: مقبول حج۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال ان الایمان هو العمل، ج۱ص۱۸، رقم: ۲۶ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۵۸ صحیح ابن حبان، باب فضل الایمان، ج۱ص۳۶۵، رقم: ۱۵۳ سنن النسائی الکبرٰی، باب ما یعدل الجهاد فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۲، رقم: ۴۳۲۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه، ج۳ص۸۴، رقم: ۷۵۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت وقبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است　　　جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

چونکہ حج بدنی ومالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول ومبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ وریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوجاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۱۲۲)

(1291) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: "اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا" قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اعمال میں سے کون سا عمل اللہ کریم کو زیادہ پیارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا والدین سے بھلائی کرنا' میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاة لوقتها، ج۱ص۱۹۶، رقم: ۵۰۰ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۳، رقم: ۲۶۴ سنن الدارقطنی، باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاۃ، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۹۶۹ مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج۱ص۳۰۶، رقم: ۳۸۹۰ مسند ابی عوانۃ، بیان افضل الاعمال، ص۶۵، رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہمیشہ نمازیں وقت مستحب پر ادا کرنا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے ان کی دلیل یہی

حدیث ہے۔ جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے، کسی کے لئے جہاد افضل تھا، کسی کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا، کسی کے لیے زبان کی حفاظت، کسی کے لئے چھپ کر خیرات، لہذا احادیث متعارض نہیں۔

یہ ترتیب سیدنا ابن مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے، ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے۔

یعنی میں نے سوال ہی اتنے کئے۔ خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسب ہے کہ نماز رب کی عبادت ہے اور یہ خدمت مربّی کی اطاعت اسی لیے قرآن شریف میں اس خدمت کو عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا الایہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص ۵۳۳)

(1292) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوذر ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۲۵۱۸ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰ صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۴ ص ۱۴۸، رقم: ۴۳۱۰ سنن الکبری للبیہقی، باب فضل النہابہ عمن لا یہدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۷۷۱ کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالی فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۹۸)

(1293) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَوْ رَوْحَةٌ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح کا چلنا یا شام کا چلنا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ وقاب قوس احدکم من الجنۃ، ج۲ص۱۰، رقم: ۲۷۹۳، صحیح مسلم، باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ، ج۱ص۳۶ رقم: ۴۹۸۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال لا تحبس الجمعۃ عن سفر، ج۳ص۱۸۷، رقم: ۵۸۶۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۸۱، رقم: ۱۶۵۱، سنن الدارمی، باب الغدوۃ فی سبیل اللہ عزوجل والروحۃ، ج۲ص۲٦٧، رقم: ۲۳۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا رواح۔ اللہ تعالٰی کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں: جہاد کے لیے جانا، نماز کے لیے مسجد میں جانا، طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے۔

کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی۔ خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو۔ نماز، روزہ، حج وعبادات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب وروح سے ہے لہذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان وخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہوجائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار یار پر صدقے وقربان لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ٦٨٨)

(1294) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ یُجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللهَ، وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرتا ہے۔ لوگوں میں کون زیادہ افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ پھر عرض کی پھر کون۔ فرمایا: ایسا ایمان دار جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ہو وہاں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العزلۃ راحۃ من خلاط السوء، ج۴ص۲۰۱، رقم: ۶۴۹۴، صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج۱ص۴۹، رقم: ۴۹۹۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل الجهاد فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۴۲٦، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۲۷، رقم: ۱۱۳۴۰، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب الجهاد، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۴۸۵)

شرح حدیث: <u>تبلیغ اسلام کرنے والا بھیڑیا</u>

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے

نے بھیڑیئے پر حملہ کر کے اس سے بکری کو چھین لیا۔ بھیڑیا بھاگ کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے چرواہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق دیا تھا مگر تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا عربی زبان میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اے چرواہے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے اور تو اس نبی کو چھوڑے اور ان سے منہ موڑے ہوئے بیٹھا ہے جن سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ کوئی نبی نہیں آیا۔

اس وقت جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تمام اہل جنت اس نبی کے ساتھیوں کی شانِ جہاد کا منظر دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور اس نبی کے درمیان بس ایک گھاٹی کا فاصلہ ہے۔ کاش! تو بھی اس نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے لشکروں کا ایک سپاہی بن جاتا۔ چرواہے نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو میری بکریوں کی حفاظت کون کریگا؟ بھیڑیئے نے جواب دیا کہ تیرے لوٹنے تک میں خود تیری بکریوں کی نگہبانی کروں گا۔ چنانچہ چرواہے نے اپنی بکریوں کو بھیڑیئے کے سپرد کر دیا اور خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور واقعی بھیڑیئے کے کہنے کے مطابق اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جہاد میں مصروف پایا۔ پھر چرواہے نے بھیڑیئے کے کلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ تم اپنی سب بکریوں کو زندہ وسلامت پاؤ گے۔ چنانچہ چرواہا جب لوٹا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کی کوئی بکری بھی ضائع نہیں ہوئی ہے چرواہے نے خوش ہو کر بھیڑیئے کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پیش کر دی اور بھیڑیا اس کو کھا کر چل دیا۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب کلام الذئب وشھادتہ۔۔۔الخ، ج۶، ص۵۴۹)

(1295) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالَى، أَوِ الْغَدْوَةُ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن پہرا دینا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور صبح یا شام کو تھوڑی دیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل رباط فی سبیل اللہ، ج۲ص۳۵، رقم: ۲۸۹۲، صحیح مسلم، باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ، ج۶ص۳۶، رقم: ۴۹۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سھل بن سعد، ج۵ص۳۳۲، رقم: ۱۵۶۰۳، السنن الکبری للبیھقی، باب ما یبدأ بہ من سد اطراف المسلمین بالرجال، ج۹ص۳۸، رقم: ۱۸۲۳۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۱۶۶۴)

شرح حدیث: جنت واجب کرلی

حضرت سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ غزوہ حنین کے دن سفر کررہے تھے، سفر طویل ہوگیا یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ جب اگلے دن ہم نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی تو ایک سوار آیا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے سامنے سے گیا یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن والوں کو مال سے لدے ہوئے اونٹ، مویشی اور عورتوں کے ساتھ دیکھا کہ وہ حنین کی طرف آنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا، وہ کل مسلمانوں کی غنیمت ہوجائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھرآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آج رات ہمارے لئے پہرہ کون دے گا؟ حضرت سیدنا أنس بن ابی مَر ثد غَنَوِی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پہرہ دوں گا۔ فرمایا، سوار ہوجاؤ۔ جب وہ اپنے گھوڑے پرسوار ہوکرآپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے توآپ نے ان سے فرمایا، اس گھاٹی کی طرف جاؤ اوراس کی بلندی پر چڑھ جانا اورتمہاری وجہ سے آج رات ہم دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جائے نماز پر دو رکعتیں ادا کیں پھر فرمایا، کیا تم نے اپنے سوار کو دیکھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھانے لگے اور نماز کے دوران پہاڑ کی چوٹی کی طرف توجہ فرماتے رہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمالی تو فرمایا، خوش ہوجاؤ تمہارا سوار آگیا۔ تو ہم گھاٹی کے درختوں کے خلا کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک وہ صحابی آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا اور عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہاں سے روانہ ہونے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پراس جگہ پہنچا جہاں تک پہنچنے کا اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا، جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں چوٹیوں کو دیکھا جب خوب نظر دوڑائی تو کوئی نظر نہیں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا رات کو تم پہاڑ سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے اترا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے اپنے لئے (جنت) واجب کرلی، اب اس پہرہ کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تمہیں نقصان نہ دے گا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فضل الحرس، رقم ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

(1296) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ:

حضرت سلمان ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک دن رات کا

"رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ، وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ، وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پہرا مہینہ بھر کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اگر وہ اس میں مرگیا تو اس کا عمل جاری کر دیا جائے گا اور اس کا رزق (ثواب) جاری کر دیا جائے گا اور قبر کی آزمائش سے اسے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، ج٦ص٥٠، رقم: ٥٠٤٧، الفوائد المعللة لابی زرعة الدمشقی، ص٧، رقم: ٦٨، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة ج٩ص٣٦٩، رقم: ٧٠٦٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جہاد کی یہ تیاری رباط میں داخل ہے فی زمانہ بندوق توپ چلانے کی مشق، موٹر کار، ٹینک، ہوائی جہاز کی بمباری سیکھنا سب رباط ہے جب کہ جہاد کی نیت سے ہو، ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر یہاں کثرت کے لیے ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے، یا مجاہد و مرابط کا جیسا اخلاص ویسا ثواب۔

سبحان اللہ! کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے اس کا ہر عمل جاری بن جاتا ہے۔

یعنی شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا، رب تعالٰی فرماتا ہے: یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

امن معروف ہے یا مجہول اور فتان یا نون کے فتحہ سے ہے، فتنہ کا مبالغہ یا ف کے ضمہ سے فاتن بمعنی فتنہ گر کی جمع یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا یا محفوظ رکھا جائے گا، بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا فتنہ و آزمائش ہے اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے، منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں۔ مرابط حساب قبر عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے، دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا، نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر و حساب قبر سے محفوظ رہے گا، اس فقہی فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج٥ ص٦٨٩)

(1297) وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَإِنَّهُ يُنْمَى لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت فضالہ بن عبید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر میت سے عمل کو مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں پہرا دینے والا اور اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل من مات مرابطا، ج۳ص۱۶۵، رقم: ۱۶۲۱، المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۴۱۶، سنن الدارمی، باب فضل من مات مرابطا، ج۲ص۲۷۸، رقم: ۲۴۲۵، صحیح ابن حبان، باب فضل الجهاد، ج۱۰ص۴۸۳، رقم: ۴۶۲۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبة بن عامر، ج۶ص۱۵۰، رقم: ۱۷۳۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری صحابی ہیں، غزوہ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، خیبر کی فتح میں شامل تھے، حضور کے بعد دمشق میں رہے وہاں امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے گورنر رہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں دمشق میں ہی وفات پائی، وہاں ہی دفن ہوئے۔ (اشعہ)

(مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے) یعنی آخر حیات میں جو نیک و بدعمل کرتا تھا اس پر مر جاتا ہے اور مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں کہ فاعل کی موت افعال کو ختم کر دیتی ہے۔

(راہ میں پہرا دینے والا) یعنی اسلامی ملک کی سرحد پر جہاد پر تیار رہا اور وہاں ہی فوت ہو گیا، مرابط کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں، یہ ربط بمعنی باندھنے سے بنا۔ مرابط وہ جو اپنے کو کفار کے مقابل باندھ دے، اپنے ہاں جہاد کے لیے گھوڑا باندھے۔

(عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے) اس طرح کہ قیامت تک اسے ہر گھڑی وہ ہی ثواب ملتا رہتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا اس کا رباط فی سبیل اللہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

(وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جاتا ہے) اس طرح کہ اس سے نہ حساب قبر ہو نہ اسے عذاب قبر ہو، بقیہ صدقات جاریہ میں یہ انعام نہیں ملتا یہ صرف مرابط کو ملتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۶۸۹)

(1298) وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ، خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا

حضرت عثمان ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرا دینا دوسری جگہوں پر ہزار دن پہرہ دینے

سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

سے بہتر ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۱۶۶۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یبدأ به من سد اطراف المسلمین بالرجال، ج۹ص۳۹، رقم: ۱۸۳۳۵، سنن النسائی، باب فضل المرابط، ج۳ص۲۰، رقم: ۴۳۴۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان، ج۱ص۵۵، رقم: ۵۵۸، مسند عبد بن حمید، مسند عثمان بن عفان، ص۴۷، رقم: ۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ایک دن سرحد پر پہرا دینا) اسلامی سرحد پر کفار کے مقابلہ میں گھوڑا باندھنا وہاں جہاد کے لیے تیار رہنا۔

(پہرہ دینے سے بہتر ہے) یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ ہو، وہاں سے مسلمانوں کے ہٹ جانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے، امن وسکون کے حالات میں دوسری منازل اس سے افضل ہو سکتی ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۲۵)

(1299) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ، وَإِيْمَانٌ بِيْ، وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ، فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أُرْجِعَهُ إِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيْمَةٍ. وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كُلِمَ؛ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيْحُهُ رِيْحُ مِسْكٍ. وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَبَدًا، وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلُهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ. وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوَدِدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأُقْتَلَ، ثُمَّ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کے لیے ضامن بن گیا جو اس کی راہ میں نکلا اس کے نکلنے کا سبب میری راہ میں جہاد ہو اور وہ مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق ہو تو میری ضمانت میں ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کر دوں گا یا اس کے گھر کی طرف جس سے نکل کر آیا' اس کو اجر وثواب دے کر' یا مال غنیمت دے کر لوٹاؤں گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جسے زخم اللہ کی راہ میں آیا' قیامت کے دن اسی زخم کے ساتھ آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ اور خوشبو کستوری کی طرح ہوگی' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر اہل اسلام پر مشقت کا باعث نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے لشکر سے بھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے لیکن میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ

اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ. "اَلْكَلْمُ": الْجُرْحُ.

ان کو سواریاں دوں اور ان کے پاس بھی گنجائش نہیں ہوتی اور مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر مشقت ہوتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں پیارا جانتا ہوں (اس کو) کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں تو پھر قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پس قتل کیا جاؤں۔ (مسلم) اس کا کچھ حصہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ "اَلْكَلْمُ": زخم کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی الشھادۃ ج۲ص۱۰، رقم: ۲۷۹۷ صحیح مسلم، باب فضل الجھاد والخروج فی سبیل اللہ، ج۲ص۳۲ رقم: ۱۸۷۶ السنن الکبری للبیھقی، باب ما یجب علی الامام من الغزو بنفسہ، ج۹ص۳۹ رقم: ۱۸۲۲۸ سنن ابن ماجہ، باب فضل الجھاد فی سبیل اللہ، ج۳ص۹۰ رقم: ۲۷۵۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۲۱ رقم: ۷۱۵۷)

شرح حدیث: قرآن اور نماز کا شیدائی

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجاہدات اور عبادات کا ذکر کرتے ہوئے شمعِ رسالت کے دو پروانوں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کسی غزوہ میں گئے، واپسی پر ہم پہاڑی علاقے سے گزرے اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہاں قیام کا حکم فرمایا۔ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان آرام کی خاطر وہاں ٹھہر گئے، اللہ کے محبوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آج رات تم میں سے کون پہرہ دے گا؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یہ سعادت ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہمیں قبول فرمالیجئے۔ چنانچہ وہ دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت پاکر پہرہ دینے کے لئے تیار ہو گئے، دونوں نے مشورہ کیا اور انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ایسا کرتے ہیں کہ آدھی رات ہم میں سے ایک پہرہ دے گا اور دوسرا سو جائے گا پھر بقیہ آدھی رات دوسرا پہرہ دے گا اور پہلا سو جائے گا، انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ آرام فرمائیں، میں جاگتا ہوں پھر آپ پہرہ دینا پس مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرمانے لگے اور انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور سورہ کہف کی قراءت کرنے لگے۔ دشمنوں کی طرف سے ایک شخص آیا اور اس نے پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا تو اسے ایک شخص نماز پڑھتا ہوا دکھائی دیا، اس نے کمان پر تیر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر چلا دیا تیر آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حرکت نہ کی اور نماز میں مشغول رہے اس ظالم نے دوسرا تیر مارا، وہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اقدس میں اتر گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز نہ توڑی پھر اس نے تیسرا تیر مارا، وہ بھی سیدھا آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کرتا ہوا جسم میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکوع وسجود کئے اور نماز مکمل کرنے کے بعد اپنے رفیق کو جگایا۔ جب اس کافر نے دیکھا کہ یہاں یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے رفقاء بھی قریب ہی موجود ہیں تو وہ فوراً بھاگ گیا۔ مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفیق کی یہ حالت دیکھی تو جلدی جلدی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم سے تیر نکالے اور پوچھا: جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دشمن نے حملہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اس پر قرآن ونماز کے شیدائی اس انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں نے نماز میں ایک سورت شروع کی ہوئی تھی میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ سورت کو ادھورا چھوڑ کر نماز توڑ ڈالوں، خدا عزوجل کی قسم! اگر مجھے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پہرے کی ذمہ داری نہ دی ہوتی تو میں اپنی جان دے دیتا لیکن سورت کو ضرور مکمل کرتا لیکن مجھے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پہرہ دینے کا حکم فرمایا تھا اس لئے میری ذمہ داری تھی کہ اس کو احسن طریقے سے سرانجام دوں۔ جب میں نے دیکھا کہ میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہوں تو اسی احساس ذمہ داری کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگا دیا تا کہ دشمن مزید حملہ نہ کر سکے۔

(عُیُونُ الحِکَایَات ۔ ۳۳)

(1300) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مَكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَكَلْمُهُ يَدْمِيْ: اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ کے راستہ میں زخمی ہوتا ہے تو وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کا زخم خون بہاتا ہوگا' اس کا رنگ خون سا ہوگا اور خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المسک، ج۵ص۲۰۱۴، رقم: ۵۲۱۳ صحیح مسلم، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، ج۶ص۳۲ رقم: ۴۹۷۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۸۴ رقم: ۹۸۶۹ السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل الجهاد، ج۹ص۱۵۷، رقم: ۱۸۹۵۲ مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۷۵ رقم: ۸۹۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ اس زخم سے موت ہو جائے یا نہ ہو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ ہر شخص جو میدان جہاد میں زخمی ہو وہ فی سبیل اللہ زخمی نہیں۔ فی سبیل اللہ زخمی وہ ہے جس میں ریائیت دنیا نہ ہو، یہ رب ہی جانتا ہے کہ کون راہِ خدا میں زخمی ہوا اور کون طلب دنیا میں۔ دوسرے یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ راہ خدا میں زخمی کون ہوتا ہے اسے پوری پوری جزا دے گا۔ جیسے "وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ"۔ اس صورت

میں یہ جملہ اس کی اظہار شان کے لیے ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کفار سے جہاد میں یا باغیوں ڈاکوؤں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا، یوں ہی تبلیغ دین کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا اس میں سب شامل ہیں سب کا یہ ہی اجر ہے جو یہاں مذکور ہے۔

یعنی اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی۔ یہ خون جاری ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے۔ بعض روایات میں بجائے یثعب کے یتفجر ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی بہانا۔ لہذا وہ خون نہ تو نجس ہوگا نہ بدبودار بلکہ اس کی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے اور اس شخص کا احترام کریں گے، جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہ خدا عزوجل میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا، یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۸)

(1301) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ من رَجُلٍ مُّسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنے وقفہ کے بعد اونٹنی دوبارہ دودھ دینے کو تیار ہوتی ہے تو اس کے لیے جنت لازم ہوگی۔ اور جس کو اللہ کی راہ میں کچھ زخم آئے یا پھنسی پھوڑا نکلے یہ قیامت کے دن خوب گہرا ہو کر آئے گا۔ اس کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیمن سأل اللہ تعالی الشھادۃ، ج۲ص۳۲۷، رقم: ۲۵۴۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن یکلم فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۸۵، رقم: ۱۶۵۷ السنن الکبری للبیھقی، باب تمنی الشھادۃ، ج۹ص۲۵۱، رقم: ۱۹۰۲۹ سنن النسائی، باب ثواب من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ، ج۶ص۲۵، رقم: ۳۱۳۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج۸ص۲۴۳، رقم: ۲۲۱۶۹)

(1302) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ، فَاَعْجَبَتْهُ. فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ، وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک آدمی گھاٹی میں میٹھے پانی کے چشمے کے پاس سے گزرا اس کو وہ اچھا لگا۔ کہنے لگا اگر میں سب لوگوں سے تنہا ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں (تو بہتر ہے) لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر ایسا نہ کروں گا چنانچہ اس نے یہ رسول اللہ ﷺ ذکر کیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "لَا تَفعل، فَإِنَّ مُقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا، اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ، وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؛ اُغْزُوا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَّجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَ"الفُوَاقُ": مَا بَيْنَ الحَلْبَتَيْنِ.

تو آپ نے فرمایا: تو ایسا نہ کر تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا اس کے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ کریم تمہیں موت دیدے اور تم کو جنت میں داخل فرمادے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جس نے اللہ کی راہ اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے جتنے وقفے کی مقدار جہاد کیا۔ اس کے لیے جنت لازم ہوگئی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اَلْفُوَاقُ: دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۸۱، رقم: ۱۶۵۰، السنن الکبری للبیہقی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۶۰، رقم: ۱۸۹۲۳، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۳۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

عربی میں فواق جانور کو دوبارہ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں، اس وقفہ سے مراد یا تو صبح شام دوہنے کے درمیان کا فاصلہ ہے یا ایک دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے کیونکہ اونٹنی کو کچھ دوہ کر تھوڑا ٹھہر جاتے ہیں، اتنے میں وہ پھر دودھ اتار لیتی ہے تو اسے پھر دوہتے ہیں، یہ ٹھہرنا فواق کہلاتا ہے یہ چند منٹ کا ہی ہوتا ہے۔ فواق بنا ہے فوق سے بمعنی اوپر، چونکہ دودھ اوپر سے ہی تھن میں آتا ہے اس لیے اسے فواق کہا جاتا ہے۔ (مرقات واشعہ)

یعنی رب تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالیا کہ اسے اول ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا گناہوں کی سزا کے لیے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہوچکے، جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۱۹۷)

(1303) وَعَنْهُ، قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ؟ قَالَ: "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ" فَأَعَادُوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ"! ثُمَّ قَالَ: "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلوةٍ،

انہی سے روایت ہے عرض کیا گیا: یارسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر کون سی چیز ہے؟ فرمایا: وہ تم نہیں کرسکتے۔ انہوں نے دوبارہ یا تین بار سوال لوٹایا تو آپ ہر بار فرماتے رہے تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس روزہ دار قیام کرنے والے آیات قرآنی کی تلاوت کرنے والے کی

حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ؛ قَالَ: "لَا اَجِدُهُ" ثُمَّ قَالَ: "هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ"؟ فَقَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ؟!.

طرح ہے جو نماز روزے سے وقفہ نہ کرے۔ حتی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا لوٹے (متفق علیہ)

اور یہ مسلم کے لفظ ہیں اور بخاری کی روایت میں ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر ہو تو آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا پھر فرمایا: کیا تو یہ طاقت رکھتا ہے کہ جب مجاہد نکلے تو' تو اپنی مسجد میں داخل ہو کر بغیر وقفہ کے قیام کرے اور سست نہ ہو اور روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ پس اس نے عرض کی اس کی طاقت کس کو ہے؟

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الجہاد والسیر، ج۲ص۱۱، رقم: ۲۷۸۵ صحیح مسلم، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، ج۶ص۳۵، رقم: ۴۹۷۷ السنن الکبری للبیہقی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۵۸، رقم: ۱۸۸۵۱ صحیح ابن حبان، باب فضل الجہاد، ج۱۰ص۳۸۲، رقم: ۴۶۲۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۵۶۹، رقم: ۱۰۰۰۱)

شرح حدیث: کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خوب! بہت خوب! بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ کام اسی شخص کے لئے آسان ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرمائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مرتے دم تک اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

پھر فرمایا، اے معاذ! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہر چیز کی اصل اور اس کے ستون اور کوہان کی بلندی کے بارے میں بتاؤں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور بتایئے۔ فرمایا، بے شک ہر چیز کی اصل یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس دین کا ستون نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور اس کے کوہان اللہ

عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو اپنی جانوں اور اپنے اموال کو بچالیں گے سوائے کسی حق کے، اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرض نماز کے بعد کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں، جس میں آخرت کے درجات کی طلب کرتے ہوئے کسی شخص کے چہرے کا رنگ بدل جائے یا قدم گرد آلود ہو جائیں اور راہ خدا عزوجل میں دیئے جانے والے جانور یا راہِ خدا عزوجل میں سواری کے لئے دیئے جانے والے جانور سے زیادہ وزنی عمل بندے کی میزان میں کوئی نہیں ہوگا۔

(مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، رقم ۲۲۱۸۳، ج ۸، ص ۲۶۲)

(1304) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ، رَجُلٌ مُّمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَاْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذَا الشَّعَفِ، اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنَ الْاَوْدِيَةِ، يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہتر زندگی والا وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں روکنے والا ہو جب گھبراہٹ اور جنگ کی بات سنتا ہے تو اس کی پشت پر اڑ جاتا ہے موت اور شہادت کو اس کی امکانی جگہوں پر تلاش کرتا ہے۔ یا وہ آدمی جو کچھ بکریوں میں موجود ہو۔ ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں جا ٹھہرتا ہو نماز قائم کرتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو یہ سلسلہ اس کی موت تک رہے تو لوگوں سے اس کا تعلق بھلائی کا ہی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج۲ص۳۹، رقم: ۴۹۹۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فی فضل الجهاد، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۴، سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العزلة، ج۲ص۱۳۱۶، رقم: ۳۹۷۷، مشکوٰة المصابیح، کتاب الجهاد الفصل الاول، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۳۷۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔

یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مرجانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔

اگرچہ عبادات میں نماز و زکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز و زکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید، رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیا دار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۶۹۲)

(1305) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِئَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ کریم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کا

كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین سے آسمان کا فاصلہ ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله، ج۲ص۱۱، رقم: ۲۷۹۰، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجهاد، الفصل الاوّل، ج۲ص۲۶۲، رقم: ۳۷۸۷، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة، نوع سادس ج۹ص۴۹۱، رقم: ۷۱۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور اللہ رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ رب نے جو کچھ بھیجا اور حضور جو کچھ لائے ان سب پر ایمان لائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حقیقتاً ایمان ہے اللہ رسول کو ملانا، اللہ رسول میں فرق کرنا کفر ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ ملانے کے معنے ہماری کتاب اسلام کی چار اصطلاحوں میں دیکھو۔

ترمذی میں ہے کہ ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ ان میں سے ایک درجہ میں عالمین جمع ہو جائیں تو سب کو کافی ہو جاوے۔ مجاہدین سے مراد نمازی حاجی اور نفس سے مجاہدہ کرنے والے سب ہی ہیں۔ (مرقات) بشرطیکہ یہ کام رضائے الٰہی کے لیے ہوں جیسا کہ فی سبیل اللہ سے معلوم ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۶۸۳)

(1306) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ"، فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْ سَعِيْدٍ، فَقَالَ: اَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِئَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" قَالَ: وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو اس کے لیے جنت لازم ہو گئی۔ اس سے حضرت ابوسعید خوش ہو گئے۔ پس عرض کیا: یارسول اللہ مجھ کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے اس بات کا اعادہ فرما دیا پھر ارشاد فرمایا ایک اور چیز ہے جس کے ساتھ اللہ کریم بندے کو جنت میں سو درجے بلندی عطا فرماتا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ عرض کیا: اور یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد، اللہ کی راہ میں جہاد۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان ما اعدہ اللہ تعالیٰ للمجاھد فی الجنۃ من الدرجات، ج۶ص۳۷ رقم: ۴۹۸۸ السنن الصغریٰ، باب فی فضل الجھاد فی سبیل اللہ علی طریق الاختصار، ج۳ص۱۲۸ رقم: ۴۰۲۳ المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲ص۱۰۲ رقم: ۲۴۶۱ سنن النسائی، باب درجۃ المجاھد فی سبیل اللہ عزوجل، ج۶ص۱۹ رقم: ۳۱۲۱ صحیح ابن حبان، باب فضل الجھاد، ج۱۰ص۳۷۳ رقم: ۴۶۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس جملہ کے معانی بارہا بیان ہو چکے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ راضی بہ قضا رہے، نعمتوں میں رب تعالیٰ کا شکر کرے، مصیبتوں میں صبر کرے، اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے تمام اقوال، افعال، اعمال، احوال سے دلی محبت کرے۔ جس چیز کو حضور سے نسبت ہوا سے دل سے محبوب رکھے۔ شریعت، طریقت، حقیقت معرفت کو دل سے پسند کرے کیونکہ شریعت حضور انور کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے، طریقت قلب پاک مصطفٰی کی واردات ہے، یوں ہی حقیقت و معرفت روح پاک سرپاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ سب حضور کی ادائیں ہیں ایسے شخص کے لیے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جئے گا جنتی ہوکر، مرے گا جنتی ہوکر، اٹھے گا جنتیوں کے زمرہ میں۔ مرقات نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا فرمان: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ دو جنتوں سے مراد دنیا و آخرت کی جنت ہے یعنی رب تعالیٰ سے ڈرنے والے کے لیے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری بات ہے۔ حضور کی شریعت، اطاعت، محبت دنیا کی جنت ہے۔

(مجھ کو دوبارہ ارشاد فرمائیں) یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لیے تھا کہ ایسے ہمارے بشارت والے کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر و نذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوئے۔ شعر

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

(سو درجے بلندی عطا فرماتا ہے) یعنی دوسری خوشخبری اور سنو اور خوش ہو، کیوں نہ خوش ہوں جب رب تعالیٰ نے ہم کو ایسے بشیر و نذیر کی امت میں بنایا یعنی ایک عمل ایسا بھی ہے جس سے عامل کو جنت کا اوپر والا درجہ ملتا ہے، جو سو درجے بلند ہے، ہر دو درجوں کا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

(اللہ کی راہ میں جہاد) اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آ گیا تھا مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے اسے خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا یا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے اسی کے لیے درجے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اکثر فرض کفایہ ہوتا ہے، مرقات نے اس سے یہ ہی مسئلہ مستنبط فرمایا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ص۴۴۵)

(1307) وَعَنْ اَبِيْ بكر بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ، فَقَالَ: يَا اَبَا مُوْسٰى اَاَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهِ، فَقَالَ: اَقْرَاُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ، ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَاَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهِ اِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا اور وہ دشمن کے سامنے فرما رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں ایک خراب حالات والا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: اے ابوموسیٰ! کیا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں سنا ہے۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور کہا میرا تمہیں سلام ہے پھر اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا اور صرف تلوار لے کر دشمن کی جانب چل پڑا اور دشمن سے لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشهيد، ج۲ص۳۵ رقم: ۵۰۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج۷ص۲۹۶ رقم: ۱۹۵۵۶، مسند الرویانی، ماروی ابوبکر بن ابی موسیٰ عن ابیه، ج۱ص۸۷، رقم: ۵۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال تلواروں کا ہوتا تھا اس لیے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل توپوں، بندوقوں، راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہو رہے ہوں۔ ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔ جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یا مراد خود مجاہدین کی اپنی تلواریں ہیں یعنی جب مجاہدین تلوار سونتے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہدین ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے، مرقات نے اس ہی کو ترجیح دی ہے۔

(ایک خراب حالات والا شخص کھڑا ہوا) اس مقبول بندے کا نام معلوم نہ ہو سکا کوئی غریب شکستہ حال بے پردہ جو اس جہاد میں آیا تھا وہ یہ بولا، رضی اللہ عنہ۔

(اے ابوموسیٰ! کیا تو نے یہ رسول اللہ سے سنا ہے؟) یعنی اے صحابی رسول کیا تم نے بلاواسطہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا کسی ذریعہ سے تم کو یہ فرمان عالی پہنچا ہے اور کیا یہ فرمان یقینی ہے۔

(تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا) جو اس کے ساتھ جہاد میں آئے ہوئے تھے۔

(میرا انہیں سلام ہے) اب میں شہید ہونے جارہا ہوں لوٹ کر آنے کا ارادہ نہیں ہے، اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ شعر

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا) کیونکہ اب اس غلاف کی ضرورت نہ رہی تلوار بند کرنا نہیں ہے، اب مارنا ہے یہ ہے شوق شہادت، جذبہ جہاد حضرت زرا ابن ازدر رضی اللہ عنہ بغیر زرہ پوستین پہنے جہاد کرتے تھے۔ شوق شہادت میں عاشقوں کے حالات بتا رہے ہیں۔

(دشمن سے لڑا حتی کہ شہید ہوگیا) اس طرح کہ نہ معلوم کتنے کافروں کو قتل کیا پھر بہادری کے جوہر دکھا کر سینے میں تیر تلوار کھا کر شہید ہوا ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان، یہ حدیث مسلم کے علاوہ احمد و ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مؤلف ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرمادیتے رواہما مسلم۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ص۶۴۷)

(1308) وَعَنْ أَبِي عَبْسٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو عبس عبد اللہ بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں اس کو آگ نہ چھوئے گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، ج۲ص۱۰۳۵، رقم: ۲۶۵۶، السنن الکبری للبیہقی، باب فضل المشی فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۶۲، رقم: ۱۸۴۸۸، مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبد اللہ الانصاری، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۰۴۵، مجمع الزوائد للهیثمی، باب فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج۵ص۵۲۱، رقم: ۹۴۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری صحابی ہیں، زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد العزیٰ تھا، اسلام میں آپ کا نام عبد الرحمن ابن جبیر ہوا مگر آپ کی کنیت نام پر غالب رہی، بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، ستر سال کی عمر پائی ۳۴ھ میں وفات پائی، مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (اشعہ، مرقات)

یعنی جو شخص رضائے الٰہی کے لیے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد وغبار پڑے۔ خیال رہے کہ اللہ کی راہ حج، طلب علم، جنازہ کی حاضری، بیماری، بیمار پرسی، جماعت نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقًا اللہ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے گا، فرمایا حج میں، قرآن کریم میں جو مصرف زکوۃ میں فی سبیل اللہ واقعہ ہے امام ابو یوسف کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے، امام محمد کے ہاں مجبور حاجی۔ (مرقات)

یعنی ایسے شخص کو دوزخ کی آگ جلا نہیں سکتی جب راہِ خدا کے غبار کا یہ عالم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہوگا خوف

خدا سے آنکھ کے آنسو، راہ خدا کا غبار، دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۰)

(1309) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ عَلَى عَبْدٍ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رویا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک آدمی پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۷۱، رقم: ۱۶۳۳ سنن النسائی، باب فضل من عمل فی سبیل للہ علی قدمہ، ج۶ص۲۱۶، رقم: ۳۱۰۸ جامع الاصول، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة، نوع خامس، ج۹ص۵۰۳، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے، جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ۔ خوف خدا میں رونے کے بڑے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالٰی نصیب فرمادے۔

باش چوں دولاب دائم چشم تر ــــ تا درون صحن تو روید خضر

(اللہ کی راہ کا غبار) راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار پڑے۔

یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالٰی نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنادیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے۔ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہِ خدا کا غبار پڑے تو یقینًا سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم کے فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی، بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتحہ سے بھی بہت لغات میں بمعنی ناک کا تھنا۔

جس مؤمن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ویلڈنگ کی آگ اور کہیں دھوئیں والی ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا؟

شُح اس بخل و کنجوسی کو کہتے ہیں جو مالی عبادات سے انسان کو روک دے یا ظلم کرا دے۔ ایمان سے مراد کامل ایمان ہے یعنی کامل مؤمن کبھی بخیل و کنجوس نہیں ہوتا اور کنجوس آدمی کبھی کامل مؤمن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے۔ قارون کے بخل نے اسے کافر بنا دیا، بخل اور شح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شح بخل ہے مگر ہر بخل شح نہیں۔ شح خدا تعالیٰ کا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں، قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا، چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں، گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک یار کی طرف (دردن خانہ) دوسرا اغیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جاوے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے، ورنہ جلوت خانہ اس لیے اسے قلب کہتے۔ (از مرقات مع الزیادۃ) اس لیے حضور دعا مانگتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔

در دلِ مؤمن بگنجم اے عجب — گر توے جوئی دریں دلہا طلب

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۲۲)

(1310) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ دو قسم کی آنکھیں ہیں جن کو آگ نہ مس کرے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے رو پڑی۔ اور ایک وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے رات گزاری۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، ج۳ص۹۹، رقم: ۱۶۳۹، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج۶ص۳۰۷، رقم: ۴۳۴۶، مجمع الزوائد للھیثمی، باب الحرس فی سبیل اللہ، ج۵ص۵۲۳، رقم: ۹۴۸۸، مسند الشھاب، باب عینان لا تمسھا النار عین بکت فی جوف اللیل، ص۲۱۱، رقم: ۳۲۰، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، ج۵ص۳۶، رقم: ۴۴۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو قسم کی آنکھیں یہ شبہ شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی، یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے، اگر ایک عضو بخشا جاوے تو اس کے صدقہ سے سارے اعضاء بخشے جائیں گے۔ مصنفین علماء دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو ان شاء اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا۔

اسی طرح جو آنکھ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے ان شاءاللہ بخشی جائے گی، دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں خوف خدا عشق مصطفی۔ شعر

ذرہ عشق نبی از حق طلب سوز صدیق وعلی از حق طلب

اسی طرح کہ سفر جہاد کا غازی سو جاوے، یہ بندہ ان کا پہرہ دے تاکہ کفار شب خون نہ مار سکیں یہ رات جاگ کر گزارے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص ۷۲۳)

(1311) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی نمازی کو سامان دیا۔ پس اس نے جہاد کیا اور نمازی کے اہل کا جس نے بھلائی کے ساتھ خیال رکھا اس نے غزوہ کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، ج ۲ ص۲۱۶، رقم: ۲۸۴۳ صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره و خلافته فی اهله بخیر، ج۲ ص۳۲، رقم: ۵۰۱۱ المنتقی لابن الجارود، باب ما یجزی من الغزو ومن جهز غازیا، ص۲۵۹، رقم: ۱۰۳۶ سنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی تجهیز الغازی واجر الجاعل، ج ۹ ص۲۸، رقم: ۱۸۲۹۸ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الامارة، ج ۵ ص۹۹، رقم: ۴۴۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی، ۷۸ھ میں بعض نسخوں میں یزید ابن خالد ہے۔

(کسی غازی کو سامان دیا) یعنی غازی کو سامان سفر سامان جنگ یا روٹی، کپڑا، سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب۔

(غازی کے اہل کا جس نے بھلائی کے ساتھ خیال رکھا) یعنی جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہوگیا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہوگا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کر سکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینانِ دل کا ذریعہ بنا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص ۶۹۳)

(1312) وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنِيْحَةُ خَادِمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ فضیلت والا صدقہ اللہ کی راہ میں خیمہ کا سایہ دینا اور اللہ کی راہ خادم کا عطیہ ہے یا پھر اللہ کی راہ میں نر جانور سے مادہ کو گابھن کرنا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

صَحِیْحٌ۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الخدمة فی سبیل اللہ، ج۳ص۹۰، رقم: ۱۶۲۶، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج۸ص۲۳۳، رقم: ۷۹۲۲، مشکوۃ المصابیح، کتاب الجہاد، الفصل الثانی، ج۲ص۲۰، رقم: ۳۸۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃً خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں، اسی طرح حجاج کو عرفات وغیرہ میں خیمہ، شامیانہ لگا دینا، اگر طلباء میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لیے سایہ کا انتظام کر دینا، جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں کے لیے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ فسطاط ہر چھوٹے بڑے خیمہ کو کہا جاتا ہے۔

غازیوں، حاجیوں، دینی علماء و طلباء کی خدمت کے لیے کوئی آدمی مقرر کر دینا جس کی تنخواہ خود برداشت کرنا۔

اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجاہدین کے لیے جو اونٹنیاں ہوں انہیں حاملہ کرنے کے لیے نر اونٹ عاریۃً دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اسے ثواب ملیگا۔ دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لیے عاریۃً اونٹ دے دینا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۹۳)

(1313) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ فَتًى مِّنْ اَسْلَمَ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ، قَالَ: "اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ" فَاَتَاهُ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: اَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ. قَالَ: يَا فُلَانَةُ، اَعْطِيْهِ الَّذِيْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهٖ، وَلَا تَحْبِسِيْ عَنْهُ شَيْئًا، فَوَاللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا جنگ کرنے کا ارادہ ہے لیکن میرے پاس سامان نہیں ہے جو لے کے جا سکوں اپنے ساتھ۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے پاس جاؤ اس نے سامان تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا ہے وہ نوجوان اس آدمی کے پاس گیا پس اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم مجھے وہ سامان دے دو جو تم نے تیار کیا تھا اس نے کہا: اے فلانہ! وہ سامان اس آدمی کو دے دو جو میں نے اپنے لیے تیار کیا تھا اور اس سے کوئی بھی چیز روک کر نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم تم جو چیز بھی اس سے روکو گی۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ، ج ۲ص۴۱، رقم: ۵۰۱۰، سنن ابوداؤد،

باب فیما یستحب من انفاذ الزاد فی الغزو اذا قفل، ج ۳ص ۴۶، رقم: ۲۶۸۲)

شرحِ حدیث: کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، خوشخبری ہے اس کے لئے جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت کرے تو اس کے لئے ہر کلمہ کے عوض ستر ہزار نیکیاں ہیں اور ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہے اور اللہ عزوجل کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنا؟ فرمایا، خرچ کرنا بھی اسی طرح ہے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟ حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تمہارا فہم کمزور ہے، یہ تو اس وقت ہے جب لوگ گھر پر رہتے ہوئے جہاد کئے بغیر خرچ کریں اور جب وہ جہاد کرتے ہوئے اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں تو اللہ عزوجل اپنی رحمت کے اُن خزانوں کو بندوں پر کھول دیتا ہے جو اِن کے علم سے پوشیدہ ہیں اور ان لوگوں کا وصف اس طرح سے بیان کیا گیا ہے، یہ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ ہی کی جماعت غالب ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۴۳، ج ۲۰، ص ۷۷)

(1314) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰی بَنِیْ لِحْیَانَ، فَقَالَ: "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا، وَالْاَجْرُ بَیْنَھُمَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ: "لِیَخْرُجَ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ رَجُلٌ" ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: "اَیُّکُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ بِخَیْرٍ کَانَ لَہٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ"۔

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی طرف ایک دستہ فوج کا بھیجا تو فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور ثواب دونوں کے درمیان ہے۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی نکلے۔ پھر بیٹھنے والے کو فرمایا تم میں جو جانے والے کے اہل و مال میں بھلائی کے ساتھ پیش گا اس کا جانے والے کے اجر کا نصف جتنا نصیب ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ وخلافتہ فی اھلہ بخیر، ج ۲ص ۴۲، رقم: ۵۰۱۳سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الامام یغزی من اھل دار من المسلمین، ج ۹ص ۴۰، رقم: ۱۸۳۵۴صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیة الجھاد، ج ۳ص ۵۱۳، رقم: ۴۷۲۹مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ج ۱ص ۴۶۳، رقم: ۱۲۸۲مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ص ۴۴، رقم: ۱۱۳۱۹)

شرحِ حدیث: ہر درہم کے بدلے سات لاکھ دراہم

حضرتِ سیدنا عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں مال بھیجا حالانکہ خود اپنے گھر میں ہی ٹھہرا رہا اُس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو دراہم ہیں اور جس نے بذات خود اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا اور اپنا مال اس جنگ میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ دراہم ہیں پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی،

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (پ۳، البقرۃ:۲۶۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۶۱، ج ۳، ص ۳۳۹)

(1315) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ قَالَ: "اَسْلِمْ، ثُمَّ قَاتِلْ". فَاَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "عَمِلَ قَلِیْلًا وَّاُجِرَ کَثِیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لوہے کے لباس میں چھپا ہوا حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی جنگ کروں یا اسلام لاؤں۔ فرمایا: اسلام لا پھر جنگ کر وہ اسلام لایا پھر جہاد کرنے لگا اور شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے کام تھوڑا کیا اور ثواب زیادہ پایا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب عمل صالح قبل القتال، ج۲ص۱۰۲۲، رقم: ۲۶۵۲ صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ج۲ص۳۲، رقم: ۵۰۲۲ السنن الکبری للبیھقی، باب من یسلم فیقتل مکانہ فی سبیل اللہ، ج۹ص۳۱۱، رقم: ۱۹۰۱۲ سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادۃ، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۵۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب، ج۶ص۲۹۰، رقم: ۱۸۵۸۸)

شرح حدیث: شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جہنمیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور کوئی شخص جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے، کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہی ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الاعمال بالخواتیم، الحدیث: ۶۴۹۳، ص ۵۴۵، ملتقطا)

کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ کرلیں؟

صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کرلینا درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب مذکورہ بات سنی تو عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! پھر عمل کس لئے کریں، کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرلیں؟ تو محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ عمل کرو، کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان کردیا جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے۔ (پ30، اللیل: 5 تا 10) (الزواجر عن اقتراف الکبائر، ص ۲۹۴)

(1316) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا اَحَدٌ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ، يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جنت میں داخل ہوگا دنیا بھر کی نعمتیں ملنے کے وعدہ پر بھی وہ دنیا میں لوٹنا پسند نہ کرے گا لیکن شہید یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے پس دس دفعہ قتل کیا جائے۔ اس عزت و کرامت کے باعث جو وہ دیکھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی الشهادة ان یرجع الی الدنیا، ج۲ص۲۲، رقم: ۲۸۱۷ صحیح مسلم، باب فضل الشهادة فی سبیل الله، ج۶ص۳۵، رقم: ۴۹۷۵ السنن الکبری للبیهقی، باب فضل الشهادة فی سبیل الله عزوجل، ج۹ص۱۶۳، رقم: ۱۸۹۸۷ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب الشهداء، ج۳ص۱۷۷، رقم: ۱۶۴۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۱۲۲۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں روحانی داخلہ مراد ہے جو بعض مؤمنوں کو مرتے ہی نصیب ہوجاتا ہے، جسمانی داخلہ بعد قیامت ہوگا جب دنیا ختم ہوچکی ہوگی لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ عام مؤمنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں کی ہوائیں، خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں شہداء وغیرہ کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہوجاتی ہیں بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(اگرچہ دنیا کی ہر چیز اسے ملے (کیونکہ دنیا آفات کی جگہ ہے، اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے مگر وہ سب آرام اس آرام کے مقابل تکالیف ہیں، جیل کا اے کلاس بھی گھر کی آزادی گھر کے آرام کے مقابل ہیچ ہے۔

(پھر دس بار قتل کیا جائے) دس بار سے مراد کئی بار ہے، یعنی شہید تمنا کرے گا کہ پھر مجھے دنیا میں بھیج کر شہادت کا موقعہ دیا جائے، جو مزہ راہِ خدا عزوجل میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں نہ آیا۔

(کیونکہ وہ احترام دیکھتا ہے) ظاہر یہ ہے کہ کرامت سے مراد اخروی عزت و حرمت ہے یعنی وہ سوچے گا کہ جب

ایک دفعہ شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی اور ہوسکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذت ہو جو اسے راہِ خدا عزوجل میں سر کٹانے سے ہوئی ہو، عبادت میں بھی لذت ہے، جسے اللہ کے بندے محسوس کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۶۹۹)

(1317) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کو قرض کے سوا سب کچھ معاف فرمادے گا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ"۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونا قرض کے سوا سب کچھ (گنا) مٹا دیتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ج۱ص۳۸، رقم: ۴۹۹۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الرجل یکون علیہ دین فلا یغزو والا باذن اہل الدین، ج۹ص۲۵، رقم: ۱۸۲۸۲، مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۲۴۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ ھارون، ج۹ص۱۲۶، رقم: ۹۲۲۲، الاتمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۵۷، رقم: ۸۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتل مصدر مجہول ہے بمعنی قتل کیا جانا، شہید ہونا، اس کی تائید گزشتہ حدیث کررہی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ قتل سے مراد قتل کرنا، یعنی جہاد کرنا ہو۔

اس کی شرح ابھی ہوچکی۔ قرض سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ کرنے کا حق بندے کو ہو خواہ بیوی کا دین، مہر ہو، یا کسی سے لیا ہوا قرض، یا ماری ہوئی امانت، یا غصب کیا ہوا مال کہ یہ ہی بندوں کے حقوق ہیں، اپنے ذمہ رہی ہوئی زکوۃ فطرانہ، قربانی، ذمہ کی نذر یا روزہ نماز وغیرہ مراد ہیں، مرقات نے یہاں ان سب چیزوں کو دین مانا ہے مگر یہ قوی نہیں، ورنہ پھر تو کوئی گناہ معاف نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہر گناہ رب تعالیٰ کا وہ قرض ہے جو بندے نے مار لیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۰۲)

(1318) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ اَنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ، اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ،

حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اللہ پر ایمان لانے کے متعلق ذکر کیا کہ یہ افضل اعمال ہیں۔ پس ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو

اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ". ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "کَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ، اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ، اِلاَّ الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ - عَلَیْهِ السَّلَامُ - قَالَ لِیْ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جائیں گے تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اگر تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اور تو صبر کرنے والا اور ثواب کی امید رکھنے والا ہو۔ آگے بڑھنے والا اور پیچھے نہ ہٹنے والا ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا کہا تو نے؟ اس نے کہا: آپ کیا خیال فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اور تو صبر کرنے والا ثواب کی امید رکھنے والا ہو آگے بڑھنے والا پیچھے ہٹنے والا نہ ہو سوائے قرض کے (وہ صاف نہیں) کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل الله کفر خطایاہ الا الدین، ج ٦ ص٣٧، رقم: ٤٨٨٨ سنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء من التشدید فی الدین، ج ٥ ص٢٥٥، رقم: ١١٢٨١ موطأ امام مالك، باب الشهداء فی سبیل الله، ج ٢ ص٤٦١، رقم: ٩٨٦ (دار احیاء التراث، مصر) سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن یستشهد وعلیه دین، ج ٣ ص٢١٢، رقم: ١٤١٢ سنن الکبری للنسائی، باب من قتل فی سبیل الله وعلیه دین، ج ٣ ص٢٢، رقم: ٤٣٦٣)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ان کے درمیان کھڑے ہوئے) وعظ فرمانے کے لیے یوں تو حضور کا ہر کلام وعظ تھا اور ہر مجلس مجلس وعظ تھی مگر بعض دفعہ اہتمامًا قیام فرما کر کلام فرمایا جاتا تھا یہ بھی ان ہی میں سے تھا۔

(یہ افضل اعمال ہیں) خیال رہے کہ ایمان دل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل، ایمان تو مدار نجات ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ترقی درجات، بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے، یہاں وہ ہی خاص حالات مراد ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا ہے۔

حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوق عباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔

یہاں تمام گناہوں کی معافی کے لیے دو قیدیں ارشاد ہوئیں: ایک اخلاص سے جہاد کرنا، دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا، سینہ میں تیر یا گولی کھانا۔ یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادے سے پیٹھ پھیرنا ہے، اگر اکیلا رہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کے لیے بھاگے یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ لہذا یہ حدیث آیت کے خلاف نہیں۔

(رسول اللہ نے فرمایا: کیا کہا تم نے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے، دوبارہ سوال کرنا اظہار اہتمام کے لیے ہے تا کہ اسے یہ جواب خوب یاد رہے۔ (مرقات)

یہاں قرض کے متعلق شارحین کے کئی قول ہیں: بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے مارے ہوئے حقوق ہیں چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ قرضہ سے وہ قرضہ مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو، اگر ادا کرنے کی نیت تھی مگر موقعہ نہ ملا کہ شہید ہو گیا وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرا دیا جائے گا مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور اس کی روح بلاواسطہ خود رب تعالیٰ قبض فرماتا ہے حضرت ملک الموت کے سپرد نہیں فرماتا۔ (مرقاۃ)

یعنی ابھی وحی الٰہی آئی جس میں مجھ سے یہ فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم کی ہی وحی نہ ہوئی اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھا نہ کرتے تھے، بعض وقت ان حضرات نے وحی آتے دیکھی، بلکہ بعض اوقات جبرائیل امین کو بھی دیکھا اور بعض وقت کچھ بھی نہ دیکھا، رب تعالیٰ نے اپنے محبوب سے باتیں کرلیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی، اس وقت جو وحی آئی یہ اسی دوسری قسم کی تھی بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرما دیتے دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۷)

(1319) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَيْنَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو کہاں رہوں گا' آپ نے فرمایا: جنت میں تو اس نے کچھ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں' پھر لڑنے لگا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ أحد، ج ۲ ص ۲۹۵، رقم: ۴۰۴۶، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ج ۲ ص ۵۴۳، رقم: ۵۰۲۲، الاحاد والمثانی، من اسمہ ثابت بن قیس بن شماس، ص ۳۶۴، رقم: ۱۹۲۲، مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبداللہ، ص ۵۲۶، رقم: ۱۲۴۹، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادۃ، ص ۲۱۹، رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لیے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی شہادت اس کے مقدر ہو چکی تھی اس لیے یہ جواب عطا ہوا۔ معنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔ وہ سائل چھوارے کھا رہا تھا اور یہ سوال کر رہا تھا جواب عالی سنتے ہی شہادت و جنت کے

شوق میں چھوارے پھینک دیئے اسے اب تھوڑی زندگی بھی بوجھ معلوم ہونے لگی۔

بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمیر ابن حمام ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عمیر تو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں اور واقعہ غزوہ احد کا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص ۸۳۰)

(1320) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ، وَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقْدَمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهُ". فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" قَالَ: يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: بَخٍ بَخٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟" قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَآءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا، قَالَ: "فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهٖ، فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ، فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
"اَلْقَرَنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ: هُوَ جُعْبَةُ النُّشَّابِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ میدان بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے پھر مشرکین بھی آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک میں نہ کہوں کوئی کچھ نہ کرے تو مشرک قریب آ گئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس جنت کی طرف اٹھو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یارسول اللہ! جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے؟ فرمایا: ہاں عرض کی، واہ، واہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں واہ، واہ کہنے پر کس نے آمادہ کیا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم صرف اس امید نے کہ میں جنت والوں میں سے ہوں گا۔ فرمایا: تو یقیناً جنتی ہے تو اس نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگا۔ پھر کہا اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو بڑی لمبی زندگی ہے۔ تو جو کھجوریں اس کے پاس تھیں اس نے پھینک دیں اور ان سے لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم) قرن: قاف اور را پر زبر کے ساتھ تیر رکھنے کے تھیلے یا ترکش کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ج۳ص۱۵۰۹، رقم: ۱۹۰۱، سنن الکبری للبیہقی، باب من تبرع بالتعرض رجاء احدی الحسنیین، ج۹ص۹۲، رقم: ۱۷۵۱۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۳۶، رقم: ۱۲۳۹۷، مسند عبد ابن حمید، مسند انس بن مالک، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۱۲۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بدر ایک شخص کا نام تھا جس نے ایک جگہ کنواں کھدوایا اس کنویں کا نام بھی بدر تھا، پھر اس میدان کا نام بدر ہوگیا اب وہاں بڑی بستی ہوگئی ہے۔ مدینہ منورہ سے ایک سو چوالیس میل جانب مکہ معظمہ ہے۔ اس فقیر نے اس جگہ اور اس کے متبرک مقامات کی کئی بار زیارت کی ہیں۔ پہلا باقاعدہ اسلامی جہاد اسی جگہ ہوا، بدر مذکر بھی بولا جاتا ہے مؤنث بھی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ کے ساتھ بدر میں پہلے پہنچ گئے، مشرکین مکہ بعد میں وہاں پہنچے۔

(اس جنت کی طرف اٹھو) یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے چھوٹی ہوتی ہے، جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کی برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی، اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نفیس طریقہ سے باریک مسئلہ سمجھا دیا۔

آپ عمیر ابن حمام ابن اجرع انصاری سلمی ہیں، انصار میں سب سے پہلے شہید آپ ہیں، آپ کو خالد ابن اعلم نے شہید کیا۔ (مرقات)

(پر کس نے آمادہ کیا) یعنی ہمارے اس فرمان پر تم کیوں خوشی منا رہے ہو اور خوب خوب کیوں کہہ رہے ہو کچھ اس کی حقیقت بھی ہے یا صرف شغل کرتے ہوئے یہ کہتے ہو، قتل کے ڈر سے کہتے ہو یا جنت کی امید سے۔ حضور انور کا سوال اس لیے ہے کہ حضرت عمیر جواب دیں اور مسلمانوں کو ان کی اولوالعزمی معلوم ہوجائے ورنہ حضور تو ہر ایک کے دل کی حالت سے خبردار تھے جیسے جبل احد کے پتھروں کے دل کا حال معلوم کرکے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور انسانوں کے دل کا حال کیونکر نہ معلوم ہوگا اس کا خیال رہے۔

(میں جنت والوں میں سے ہوں گا) معلوم ہوا کہ اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا ریاکاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہوجاتا ہے۔

(تم یقیناً جنتی ہے) یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کے سعید و شقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت حساب محشر میں کامیابی، پل صراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے رہے ہیں کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرمادیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے رب کی وحدانیت یقینی ہے۔

قرن قاف اور ر کے فتحہ سے بمعنی ترکش جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۔

(اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو بڑی لمبی زندگی ہے) یہ ہے شوق شہادت کہ اب اپنی زندگی بھی بوجھ معلوم ہو رہی ہے یا یہ عمل ہے حضور کے اس فرمان عالی پر کہ قوموا الی جنۃ ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔

(حتیٰ کہ شہید ہوگئے) اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے، نیت خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی ادنیٰ کوشش بھی عبادت ہے۔ شعر

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

(مراۃ المناجیح، ج۵ ص۴۰۶)

(1321) وَعَنْهُ قَالَ: جَآءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ. فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّآءُ فِيْهِمْ خَالِيْ حَرَامٌ. يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ، وَيَتَدَارَسُوْنَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ، وَكَانُوْا بِالنَّهَارِ يَجِيْئُوْنَ بِالْمَآءِ، فَيَضَعُوْنَهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيْعُوْنَهُ، وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الصُّفَّةِ، وَلِلْفُقَرَاءِ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّبْلُغُوا الْمَكَانَ، فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا. وَاَتٰى رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِّنْ خَلْفِهِ، فَطَعَنَهُ بِرُمْحٍ حَتّٰى اَنْفَذَهُ، فَقَالَ حَرَامٌ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

انہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ ستر انصاری آدمیوں کو بھیج دیا۔ ان کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حضرت حرام بھی تھے۔ وہ قرآن پڑھتے اور ایک دوسرے کو رات کے وقت درس دیتے اور سیکھتے سکھاتے تھے اور دن کے وقت نماز کے لیے پانی لاکر مسجد میں رکھتے تھے۔ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے اور اس سے صفہ والے فقیروں کے لیے کھانا خریدتے تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ بھیجا تو وہ ان کے درپے ہوگئے اور جگہ پر پہنچنے سے پہلے ان کو قتل کر دیا' تو انہوں نے قتل سے پہلے دعا کی۔ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کریم (ﷺ) کو یہ بات پہنچادے کہ ہم تجھے آملے ہیں۔ ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہے۔ اور ایک آدمی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام کی پچھلی طرف سے نیزہ کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ تو حضرت حرام نے کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بھائی قتل ہو چکے۔ اور انہوں نے کہا: اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کریم (ﷺ) کو یہ بات پہنچادے کہ تو ہم سے راضی اور ہم تجھ سے راضی ہیں۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئر معونۃ، ج۵ص۱۰۶، رقم: ۴۰۹۳، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ج۶ص۳۵، رقم: ۵۰۲۹، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج۳ص۳۱۵، رقم: ۱۲۲۷، جامع الاصول لابن اثیر، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج۸ص۲۶۰، رقم: ۶۰۸۶)

شرح حدیث: واقعۂ بیر معونہ

ماہ صفر ۴ھ میں بیر معونہ کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ ابو براء عامر بن مالک جو اپنی بہادری کی وجہ سے ملاعب الاسنہ (برچھیوں سے کھیلنے والا) کہلاتا تھا، بارگاہ رسالت میں آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ کو ہمارے دیار میں بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نجد کے کفار کی طرف سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوں۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج ۲، ص ۴۹۶ و مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۴۳ و الکامل فی التاریخ، السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ، ذکر بئر معونۃ، ج ۲، ص ۶۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقام بیر معونہ پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قافلہ سالار حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلہ کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط کو پڑھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل یعنی رعل و ذکوان اور عصیہ و بنولحیان وغیرہ کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کر لیا اور صحابہ کرام پر حملہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیر معونہ کے پاس بہت دیر تک حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر جب بہت زیادہ دیر ہوگئی تو یہ لوگ آگے بڑھے راستہ میں عامر بن طفیل کی فوج کا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی کفار نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر دیا، انہی شہداء کرام میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جن کے بارے میں عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ قتل ہونے کے بعد ان کی لاش بلند ہو کر آسمان تک پہنچی پھر زمین پر آ گئی، اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج ۲، ص ۴۹۸۔ ۵۰۲ ملخصاً وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، الحدیث: ۴۰۹۱، ج ۳، ص ۴۸)

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں یہ کہا اور ان کی چوٹی کا بال کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا۔
(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج ۲، ص ۵۰۱)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل کر جب مقام قرقرہ میں آئے تو ایک درخت کے سائے

میں ٹھہرے وہیں قبیلۂ بنوکلاب کے دو آدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عامر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کافروں کو قتل کر دیا اور یہ سوچ کر دل میں خوش ہو رہے تھے کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لے لیا ہے مگر ان دونوں شخصوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے جس کا حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم نہ تھا۔

(کتاب المغازی للواقدی، باب غزوۃ بنی النضیر، ج ۱، ص ۳۶۳ والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، حدیث بئر معونۃ، ص ۳۷۶)

جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے سارا حال دربار رسالت میں بیان کیا تو اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی خبر سن کر سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا عظیم صدمہ پہنچا کہ تمام عمر شریف میں کبھی بھی اتنا رنج و صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ بھر تک قبائل رعل و ذکوان اور عصیہ و بنولحیان پر نماز فجر میں لعنت بھیجتے رہے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمایا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج ۲، ص ۵۰۳، ۵۰۸)

(1322) وَعَنْهُ، قَالَ: غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ، لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِيْ: اَصْحَابَهُ - وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِيْ: الْمُشْرِكِيْنَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ، اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ! فَقَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ! قَالَ اَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ، فَمَا عَرَفَهُ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهُ بِبَنَانِهِ. قَالَ اَنَسٌ: كُنَّا نَرٰى - اَوْ نَظُنُّ - اَنَّ هٰذِهِ

انہی سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر ﷺ جنگ بدر سے غائب تھے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مشرکوں کے خلاف آپ کی پہلی جنگ میں میں غیر حاضر تھا اگر اللہ تعالی نے مشرکوں سے جنگ میں مجھے حاضر کیا تو جو میں کروں گا اللہ کریم ظاہر فرمادے گا تو جب اُحد کا دن ہوا مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ! میرے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہِ میں معذرت چاہتا ہوں یعنی صحابہ کرام نے اور ان مشرکوں کی کارروائی سے تیری طرف بری ہوں پھر آگے بڑھے تو ان کا حضرت سعد سے سامنا ہوا کہنے لگے: اے سعد! رب کعبہ کی قسم مجھے احد کے دامن سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ کہتے ہیں: یارسول اللہ میں وہ نہ کر سکا جو انس بن نضر نے کیا۔ حضرت انس (بن مالک) کہتے ہیں ہم نے ان کو اسی (80) سے چند اوپر زخموں کے

الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ: (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ) (اَلْاَحْزَابُ: 23) اِلٰى اٰخِرِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ.

ساتھ دیکھا جو تلوار نیزے یا تیر کے تھے وہ ہمیں ایسے حال میں ملے کہ قریش نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ان کو اس حالت میں کسی نے نہ پہچانا صرف ان کی بہن نے انہیں ان کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس (بن مالک) کہتے ہیں ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی (ایمانداروں میں سے کچھ مرد وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دیا...... آخر تک) (متفق علیہ) باب المجاہدہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ احد، ج ۳ص ۳۹۵، رقم: ۴۰۴۸، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ج ۲ص ۶۰۴، رقم: ۵۰۲۴، مستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج ۲ص ۲۹۸، رقم: ۲۵۵۷، السنن الكبرى للبيهقي، باب ترك الغود بالقسامة، ج ۸ص ۱۲۸، رقم: ۱۹۹۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۴ص ۲۰۱، رقم: ۱۳۱۰۷)

شرح حدیث: حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے ہی کفار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے گئے جب آپ نے دیکھا کہ کچھ مسلمان سست پڑ گئے ہیں اور آگے نہیں بڑھ رہے تو آپ نے بلند آواز سے للکار کر فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ اُحُدٍ وَاِنَّهَا لَرِيْحُ الْجَنَّةِ (یعنی میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یقیناً بلاشبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔) آپ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفار کے نرغہ میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہادت کے شرف سے سرفراز ہوئے۔

ان کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم گنے گئے تھے اور کفار نے ان کی آنکھوں کو چھوڑ کر اور ناک، کان، ہونٹ کو کاٹ کر ان کی صورت اس قدر بگاڑ دی تھی کہ کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا مگر جب ان کی بہن حضرت رُبَیِّع رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ہے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس کا انہیں شدید رنج و قلق تھا کہ افسوس

امیں اسلام کے پہلے غزوہ میں غیر حاضر رہا۔ پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آئندہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقع ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ کیا کرتا ہوں اور کیا کر دکھاتا ہوں۔

چنانچہ ۳ھ میں جب جنگ احد ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر کے دکھا دیا کہ اپنے بدن پر اسی زخموں سے زائد زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

(پ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہمزۃ، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۸۵ واسد الغابۃ، انس بن النضر، ج۱، ص ۱۹۸ وحجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص ۶۱۹)

خدا نے قسم پوری فرما دی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا و تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرما دیا کہ ربیع بنت النضر کے دانت قصاص میں توڑ دیئے جائیں۔

جب حضرت انس ابن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا تعالیٰ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکی والے دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قصاص میں ربیع کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلا دیا جائے۔ اس طرح انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہو گئی اور ان کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب والجروح قصاص، الحدیث: ۴۶۱۱، ج۳، ص ۲۱۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولان بارگاہ الٰہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اگر قسم کھالیں

کہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرما دیتا ہے تا کہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہو جائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دربار نبوت سے قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی سبب پیدا کر دیا۔ تو ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کر دیا اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہو گئی۔

اس کی بہت سی مثالیں اور ثبوت حاصل ہوں گے کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود فرما دیا اگرچہ وہ چیز ایسی تھی کہ بظاہر اس کے ہونے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔

(1323) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ بَعْضٌ مِّنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْهِ أَنْوَاعٌ مِّنَ الْعِلْمِ سَيَأْتِي فِي بَابِ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حضرت سمرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے' انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا' پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو سب سے اچھا اور افضل تھا جو میں نے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ ان دونوں نے کہا یہ شہیدوں کا گھر ہے۔ (بخاری) یہ ایک طویل حدیث کا بعض حصہ ہے۔ جس میں کئی اقسام علم ذکر ہوں گی۔ عنقریب جھوٹ کی حرمت کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۱۳۸۶ صحیح ابن حبان، باب فضل الشهادة ج۱۰ص۵۱۶، رقم: ۴۶۵۹)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے چہرہ انور سے ہم پر متوجہ ہوتے فرماتے تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے فرماتے ہیں اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اسے بیان کرتا آپ وہ فرماتے جو رب چاہتا چنانچہ ہم سے پوچھا فرمایا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے انہوں نے میرے ہاتھ پکڑے پھر مجھے مقدس

زمین کی طرف لے گئے تو ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے جسے اس کے جبڑے میں داخل کرتا ہے تو اسے چیر دیتا ہے حتی کہ اس کی گدی تک پہنچا دیتا پھر اسکے دوسرے جبڑے سے اسی طرح کرتا اور اس کا وہ جبڑا ابھر جاتا پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے چنانچہ ہم چل دیئے حتی کہ ایک شخص پر پہنچے جو اپنی پیٹھ پر لیٹا ہے اور ایک شخص اسکے سر پر پتھر یا چٹان لیے کھڑا ہے جس سے اس کا سر کچل رہا ہے جب اسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے وہ اسے لینے چلا جاتا ہے وہ اس تک لوٹ کر نہیں آتا حتی کہ اس کا سر بھر جاتا ہے اور اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے پھر وہ لوٹ کر اس تک آتا ہے اور اسے مارتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے تو ہم چلے حتی کہ ہم ایک سوراخ تک پہنچے جو تنور کی طرح تھا کہ اس کا اوپر تنگ نیچا فراخ تھا جس کے نیچے آگ تھی جب آگ بھڑکتی تو وہ لوگ اوپر اچھلتے حتی کہ اس کے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے اس میں ننگے مرد وعورتیں تھیں میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چل دیئے حتی کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی درمیان نہر کے کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا ہے جس کے سامنے پتھر تھے جو آدمی نہر میں تھا وہ آتا جب نکلنا چاہتا تو یہ شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا تو اسے وہاں ہی لوٹا دیتا جہاں تھا پھر یہ کرنے لگا کہ جب بھی یہ نکلنے کے لیے آتا تو اس کے منہ میں پتھر مارتا وہ جہاں تھا وہاں لوٹ جاتا میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چلے حتی کہ ایک سبز باغ تک پہنچے جس میں ایک بڑا درخت تھا جس کی جڑ میں ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے تھے ایک شخص درخت سے قریب تھا جس کے سامنے آگ تھی جسے وہ روشن کر رہا تھا یہ مجھے درخت تک لے گئے مجھے اس گھر میں داخل کیا جو درخت کے نیچے ہی تھا اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا اس میں کچھ لوگ بوڑھے اور جوان اور عورتیں و بچے تھے پھر وہ مجھے وہاں سے لے گئے مجھے اس درخت میں جڑ کے پاس ایسے گھر میں داخل کیا جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا اس میں بوڑھے اور جوان تھے میں نے ان دونوں سے کہا تم نے مجھے آج رات بھر پھرایا مجھے اس کی خبر دو جو میں نے دیکھا وہ بولے ہاں لیکن وہ شخص جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے یہ وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی خبر دیتا ہے جو اس سے نقل کی جاتی ہے حتی کہ سارے ملک میں پھیل جاتی ہے جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ تا روز قیامت کیا جاوے گا اور جو آپ نے دیکھا اس کا سر کچلا جا رہا ہے یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالی نے قرآن سکھایا اور وہ رات میں اس سے غافل سویا اور دن میں اس کے فرمان پر عمل نہ کیا جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ یہ قیامت تک کیا جاوے گا اور جو لوگ آپ نے تنور میں دیکھے یہ زانی لوگ ہیں اور جسے آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خوار ہے اور وہ بوڑھے صاحب جنہیں آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے آس پاس والے بچے وہ لوگوں کی اولاد ہے اور وہ جو آگ روشن کر رہے تھے وہ مالک ہیں دوزخ کے خزانچی اور پہلا گھر جس میں آپ گئے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل اپنا سر تو اٹھایئے میں نے اپنا سر اٹھایا تو ناگاہ میرے سر پر بادل جیسا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ سفید تہ بہ تہ بادل جیسا وہ دونوں بولے یہ آپ کا گھر ہے

میں نے کہا مجھے چھوڑ دو اپنے گھر میں جاؤں وہ بولے کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے گھر چلے جاتے۔ (بخاری) اور عبداللہ ابن عمر کی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب مدینہ منورہ کے بارے میں باب حرم مدینہ میں ذکر کی گئی۔

حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت سمرہ ابن جندب) آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی، سنہ ۵۹ ہجری میں یا سنہ ۶۰ ہجری میں۔

(تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے) معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

(ہم نے عرض کیا نہیں) یا تو صراحۃً نہیں فرمایا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی نفی کی علامت تھی۔ (مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(پھر مجھے مقدس زمین کیطرف لے گئے) یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔ زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم!

(حتی کہ اس کی گدی تک پہنچا دیتا) یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔

(پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے) یعنی دو طرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(انہوں نے کہا چلئے) یعنی آگے چلئے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کر دی جاوے گی۔

(چٹان لیے کھڑا ہے) فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقاً پتھر۔ صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک، راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔

(وہ اسے لینے چلا جاتا ہے) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا پھر اسے اٹھانے جانا، پتھریوں کے لیے بکھر جانا، انہیں جمع کرنا (بیننا) کہا جاتا ہے۔

(اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے) یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(اور اسے مارتا ہے) مگر اسے بار بار مارنے سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔

(جو تنور کی طرح تھا) مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے، ثقب ث سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے، ثقب ث سے زیادہ مشہور ہے۔

(جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے) مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے تاکہ آگ کا یہ عذاب ان پر قائم رہے۔

(مرد و عورتیں تھیں) یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے یہ تیسرا عذاب قومی تھا جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے۔ خدا کی پناہ!

(اسے وہاں ہی لوٹا دیتا جہاں تھا) یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت و تکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹب میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا، نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔

(وہ بولے چلئے) اور اس کی قدرتیں و رحمتیں بھی دیکھئے۔

(ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے) یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے محض جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔ (مرقات)

(جو درخت کے نیچے ہی تھا) درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

(اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا) یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا ورنہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔

(جوان اور عورتیں و بچے تھے) شباب جمع ہے شاب کی بمعنی جوان مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔

(جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا) یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، فضل سے مراد ہے آرائش و افضلیت۔

(اس میں بوڑھے اور جوان تھے) یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

(مجھے اس کی خبر دو) تا کہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جاوے۔ سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جایئے اور اس تعبیر کے بھی فدا۔

(سارے ملک میں پھیل جاتی ہے) یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے متبعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ غرضکہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

(یہ قیامت تک کیا جاوے گا) چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گر بھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بدعمل یا بدعقیدہ ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا، چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

(یہ زانی لوگ ہیں) چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تا کہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔ اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی لہذا وہ بھڑکتی آگ میں جلائے گئے، شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نور ہے اور بے محل خرچ ہو تو نار۔

(وہ سود خوار ہے) چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

(وہ لوگوں کی اولاد ہے) علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

(دوزخ کے خزانچی) مالک نام ہے داروغہ دوزخ کا۔

(وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے) یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔

(اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے) یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مؤمنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ

مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔

(میں جبرئیل ہوں) تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)

(سفید تہ بہ تہ بادل جیسا) یعنی وہ مکان بہت حسین خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جاسکے۔

(آپ کا گھر ہے) جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا واعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہوکر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

(تو اپنے گھر چلے جاتے) شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہوسکتا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کردی تعبیر بھی دے دی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۵۷)

(1324) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ - وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ - فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ. فَقَالَ: "يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُم الربیع بنت براء یہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: یارسول اللہ کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتاتے وہ بدر کے دن شہید ہوا تھا اگر وہ جنت میں ہو تو صبر کروں گی اور اگر کچھ اور ہے تو میں اس پر رونے میں مبالغہ کروں گی تو آپ نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں بے شک جنت میں کئی اور جنتیں ہیں اور بے شک تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پائی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من أتاه سهم غرب فقتله، ج۲ص۱۰۲۲، رقم: ۲۶۵۴، السنن الكبرى للبيهقي، باب من اتاه سهم غرب فقتله، ج۹ص۲۱۱، رقم: ۱۹۰۱۰، سنن ترمذی، باب ومن سورة المؤمنون، ج۵ص۳۲۶، رقم: ۳۱۷۴، مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالك، ج۳ص۲۶۰، رقم: ۱۳۷۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی براء ابن عازب کی دختر نیک اختر، اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ ربیع بنت نضر ہیں

اور نضر حضرت انس ابن مالک کے چچا ہیں اور براء ابن مالک حضرت انس کے بھائی ہیں، لہٰذا ربیع بنت نضر حضرت انس کی پھوپھی ہیں۔ (اشعہ)

آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہیں انصاری ہیں۔

(وہ بدر کے دن شہید ہوئے تھے) یعنی انہیں غائبانہ تیر لگا مارنے والے کا پتہ نہ چلا تھا۔ اگر کسی کو تیر مارا جائے اور لگ جائے دوسرے کے اسے بھی سہم غرب کہتے ہیں مگر یہاں پہلے معنے مراد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بچے حارثہ کا پتہ بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو کر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں، پتہ اس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔ حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے خبر نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبرئیل آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً بتا دیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین سے دور ہے، یہ ہی معنے ہیں حاضر ناظر کے، صحابہ کرام کا یہ ہی عقیدہ تھا۔

(صبر کروں گی) اور بالکل گریہ وزاری نہ کروں اس نعمت کی شکریہ میں۔ خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔ اس نے یہ تردد ظاہر کیا، شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے خبر قرآنی میں کسی مسلمان کو شک وتردد نہیں ہوسکتا۔

(میں اس پر رونے میں مبالغہ کروں گی) یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضرات صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پر روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا، اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے، جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے۔

(تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پائی ہے) جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرش الٰہی ہے تیرے بیٹے کو رب نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کررہی ہے، بعد قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہوگا۔ یہ ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں اور آئندہ ہر سعید و شقی اور ان کے درجوں مرتبوں کو بھی جانتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۵)

(1325) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: جِيئَ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میرے باپ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا کہ ان

وَسَلَّمَ، قَدْ مُثِّلَ بِهٖ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهٖ فَنَهَانِي قَوْمِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کا مثلہ کیا ہوا تھا آپ کے سامنے رکھا گیا تو میں نے ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹانا چاہا تو مجھے لوگوں نے منع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں نے اس کو پروں کے سایہ میں لیا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی کفنه، ج۲ص۷۲، رقم: ۱۲۴۴، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الدخول علی المیت وتقبیله، ج۳ص۴۰۷، رقم: ۶۶۱۰، صحیح مسلم، باب من فضائل عبدالله بن عمرو بن حرام ج۷ص۱۵۲، رقم: ۶۵۰۹، سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل عبدالله بن حرام، ج۵ص۶۸، رقم: ۸۲۴۷)

شرح حدیث: دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (یعنی میرے والد) غزوۂ احد کے دن شہید ہوگئے تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے باپ سے کیا فرمایا ہے؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جب اللہ عزوجل کسی سے کلام فرماتا ہے تو حجاب کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے مگر اس نے تمہارے والد سے بغیر کسی حجاب وترجمان کے ہم کلام ہوکر فرمایا، اے عبداللہ! مجھ سے مانگ میں تجھے عطا فرماؤں گا۔ تو تمہارے والد نے عرض کیا، یارب عزوجل! مجھے دوبارہ زندگی عطا فرما تا کہ میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہے اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ O (پ۲۰، القصص: ۳۹) ترجمہ کنزالایمان: انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

پھر اس نے عرض کیا، مجھ سے پیچھے رہ جانے والوں تک یہ بات پہنچادے۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O

(پ4، آل عمران: 169)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۸۰۰، ج۳، ص۳۶۱)

فرشتوں کے بال وپر

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بازو اور پر بنادیئے ہیں جن سے وہ فضائے آسمانی میں اُڑ کر کائناتِ عالم میں فرامینِ ربانی کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ کسی فرشتے کے دو پر کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہیں۔

علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ فرشتوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جن کو خلاق عالم

جل جلالہ نے چھ چھ بازو اور پر عطا فرمائے ہیں۔ دو بازوؤں سے تو وہ اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں اور دو بازوؤں سے وہ اُڑتے ہیں اور دو بازو ان کے چہرے پر ہیں جن سے وہ خدا سے حیا کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپائے رکھتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنی اصل صورت مجھے دکھا دیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس کی تاب نہ لاسکیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی خواہش بلکہ تمنا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی اصل صورت میں وحی لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کو دیکھتے ہی آپ پر غشی طاری ہوگئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے بدن سے ٹیک لگا کر آپ کو سنبھالے رکھا اور اپنا ایک ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر اور ایک ہاتھ دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ حضرت اسرافیل کو دیکھ لیتے تو آپ کا کیا حال ہوتا؟ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار بازو عطا فرمائے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور وہ عرشِ الٰہی کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں۔

(تفسیر صاوی، ج۵، ص۱۶۸۶، پ ۲۲، فاطر:۱)

فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کا ذکر سورہ فاطر کی اس آیت میں ہے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْۤ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ22، فاطر:1)

ترجمہ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں۔ بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ فرشتوں کے بازو اور پر بھی ہیں۔ کسی کے دو دو کسی کے تین تین کسی کے چار چار۔ اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں کے اتنے زیادہ پر کیونکر اور کس طرح ہیں؟ تو قرآن نے اس کا شافی اور مسکت جواب دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا وہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ فرشتوں کو بال و پر بھی عطا فرما سکتا ہے اور بلاشبہ عطا فرمائے بھی ہیں لہٰذا اس سلسلے میں بحث و مباحثہ اور سوال و جواب یہ سب گمراہی کے دروازے ہیں۔ ایمان کی خیریت اسی میں ہے کہ بغیر چون و چرا کے اس پر ایمان لائیں اور کیوں اور کیسے کے علم کو اللہ اعلم کہہ کر خدا کے سپرد کر دیں۔

(1326) وَعَنْ سهل بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے بصدق

"مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

دل شہادت طلب کی۔ اس کو اللہ کریم شہداء کے درجات تک پہنچادے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، ج ۲ص ۱۲۸، رقم: ۵۰۳۹، مستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج ۲ص ۲۲۳، رقم: ۲۴۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج ۱ص ۴۷۵، رقم: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجه، باب القتال فی سبیل الله سبحانه تعالیٰ، ج ۱ص ۹۲۵، رقم: ۲۷۹۶، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب تمنی الشهادة ومسألتها، ج ۹ص ۱۶۹، رقم: ۱۸۳۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی بھی انصاری بھی، بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے، غزوہ احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے، پھر حضرت علی کے ساتھ رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر فرمایا، پھر فارس پر ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں ہی دفن کیا۔ (اشعۃ اللمعات)

(بصدق دل شہادت طلب کی) اس طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے، زبان سے دعا کرے اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے، موقعہ کی تاک میں رہے، صرف سچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے۔

(اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو) اس طرح کہ یہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہے گا، رب تعالیٰ کی عطا ہمارے وہم وگمان سے وراء ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۴)

(1327) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا اُعْطِيَهَا ولو لَمْ تُصِبْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ شہادت طلب کی وہ اس کو دے دی جائے گی اگر چہ وہ اس کو نہ پائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، ج ۶ص ۴۸، رقم: ۵۰۳۸، مسند ابی عوانة، بیان وجوب الشهادة لمن یسالها بصدق نیة، ج ۳ص ۲۱۱، رقم: ۴۲۲۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی صدق النیة والاخلاص، ج ۲ص ۵۸۳، رقم: ۰۶۸)

شرح حدیث: شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن

حضرتِ سیِّدُ نا ابواُمَیَّہ عبداللہ بن قیس غِفاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لشکرِ اسلام کے ساتھ جہاد کے لئے گئے۔ جب دشمن سامنے آیا تو لوگوں میں شور برپا ہوگیا۔ اس دن ہوا بہت تیز تھی۔ تمام مجاہدین دشمن کے سامنے صف بہ صف سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک میرے سامنے ایک نوجوان آیا جس کا گھوڑا اُچھل کود

رہا تھا اور وہ اسے دشمن کی طرف دوڑا رہا تھا اور اپنے آپ سے یوں مخاطب تھا:

اے نفس! کیا تو فلاں فلاں حاضر ہونے کی جگہ حاضر نہ ہوگا؟ کیا تو مرتبۂ شہادت کا طلب گار نہیں کہ تو کہہ رہا ہے: تیرے بچوں اور اہل وعیال کا کیا بنے گا؟ کیا ایسی چیزوں کی طرف تو جہ دِلا کر تو مجھے واپس لے جانا چاہتا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے نفس! کیا تو مرتبہ شہادت سے منہ موڑتا ہے؟ تیرا کیا خیال ہے کہ میں تیرے بہکاوے میں آکر اہل وعیال کی فکر میں جہاد سے پیٹھ پھیر لوں گا؟ ہرگز نہیں! تیری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی۔ خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آج تو میں ضرور تجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کروں گا اب چاہے وہ تجھے قبول کر کے مرتبۂ شہادت سے نواز دے، چاہے چھوڑ دے۔

وہ نوجوان یہ کہتا ہوا دشمن کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا: آج میں اس کی نگرانی کروں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے؟ اب میری توجہ اسی نوجوان کی طرف تھی۔ اسلام کے شیروں نے دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ کیا تو وہ نوجوان صفِ اوّل میں بڑے دلیرانہ انداز میں حملہ کر رہا تھا، اُدھر سے دشمن بھی شدید حملے کر رہے تھے۔ میدانِ کارزار میں ہر طرف چیخ وپکار اور تلواروں کے ٹکرانے کا شور برپا تھا۔ میں نے اس نوجوان پر اپنی نظریں جما رکھی تھیں۔ وہ بڑی بے جگری اور ہمت سے لڑ رہا تھا، دشمن کی تلواریں اس کے جسم کو زخمی کر رہی تھیں، اس کا گھوڑا بھی زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا لیکن وہ مردانہ وار بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملہ کر رہا تھا۔ بالآخر لڑتے لڑتے زخموں سے چُور چُور ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس کی روح قفسِ عنصری سے عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ جب میں نے دیکھا تو اس کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے ساٹھ (60) سے بھی زائد گہرے زخم تھے۔ (عیون الحکایات ۲۴۴)

(1328) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَّسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَّسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید کو قتل کی وجہ سے صرف اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح تم میں سے کسی کو چٹکی کاٹنے کی درد ہوتی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج۳ص۱۹۰ رقم: ۱۶۶۸ الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیم، ج۳ص۱۱۸ رقم: ۱۰۹۸۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۴۷ رقم: ۷۹۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلمًا مقتول خصوصًا جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید یعنی شہید کو نزع کی شدت نہیں، نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہِ خدا میں جان دینے کی جو لذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی، حتی کہ شہید بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لیے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ

ہوسکتا ہے کہ اس میں شہید حکمی بھی داخل ہو۔ خیال رہے کہ بعض عشاق کو مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ دیکھو مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہوکر اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی، جمال محمدی میں محویت کا کیا عالم ہوگا، رب ہی جانے۔ جب دہلی میں غازی عبدالرشید کو ایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اولاً اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلنے پر آیہ کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ پڑھی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالے کردی۔ عاشقوں کے حال نیارے، لہٰذا حدیث بالکل ظاہری معنیٰ پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۳۰۷)

(1329) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: "اَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اَهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ﷜ سے روایت ہے کہ دشمن کے ساتھ لڑائی کے بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا بعد ازاں آپ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر فرمایا: اے لوگو! دشمن سے آمنا سامنا ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تمہاری ان سے جنگ ہو تو صبر کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے پھر آپ (رسول اللہ ﷺ) نے دعا کی اے اللہ! اے قرآن اُتارنے والے بادل چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان لوگوں کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب لا تمنوا لقاء العدو، ج ۱ ص ۴۱۱، رقم: ۲۸۶۳ صحیح مسلم، باب کراهية تمنى لقاء العدو، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۴۶۳۹ سنن ابوداؤد، باب فى كراهية تمنى لقاء العدو، ج ۱ ص ۸۳۶، رقم: ۲۶۳۳ مصنف ابن ابى شيبة، باب ما ذكر فى فضل الجهاد، ج ۵ ص ۳۰۰، رقم: ۱۹۸۵۶ اتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى، كتاب الامارة، ج ۵ ص ۱۲۹، رقم: ۴۲۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت عبداللہ بن ابی اوفی) آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بار ہا بیان ہو چکے ہیں، ۸۷ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی۔

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ جنگ کون سی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ میں مسلمان حملہ آور تھے کفار نے مدینہ منورہ پر حملہ نہ کیا تھا۔ خیال رہے کہ جہاد ہر طرح جائز ہے مدافعانہ بھی اور جارحانہ طور پر بھی۔ جن بے وقوفوں نے سمجھا کہ مسلمان صرف

دفاع کریں انہوں نے غلط سمجھا، سواء احد واحزاب کے حضور نے تمام جہاد جارحانہ ہی کیے ہیں۔

(سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا) جب کہ دوپہر کی تیزی جاتی رہی نماز ظہر کا وقت آ گیا فتح ونصرت کی ہوائیں چلنے لگیں مجاہدین قیلولہ کر کے تازہ دم ہو گئے دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا کیونکہ نماز کے وقتوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یا تو صبح کے وقت جہاد کیا جائے یا دن ڈھلے، بیچ دوپہری میں جہاد نہ کرے۔ (مرقات وغیرہ) حدیث شریف میں ہے کہ دن ڈھلے آسمان کے دروازہ رحمت کھل جاتے ہیں۔ (اشعہ)

یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر وتکبر کی بو ہے اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آ جائے تو صبر کرو۔

(اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو) یعنی دعا کرو امن وعافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم ہے۔

تلوار سے مراد ہتھیار جنگ ہیں جن میں تیر بندوق توپ اور ہوائی جہاز راکٹ وغیرہ سب شامل ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا عام استعمالی ہتھیار تلوار تھی اس لیے ہی اس کا ذکر فرمایا۔ سایہ تلوار سے مراد ہے اٹھی ہوئی کھچی ہوئی تلوار خواہ ہماری تلوار ہو جو کافروں کے سر پر پڑ رہی ہو یا کفار کی تلوار ہو جو وہ ہم پر اٹھا رہے ہوں یعنی جنت جہاد سے بہت ہی قریب ہے گویا تلواروں کے سایہ میں ہے کہ غازی شہید ہوا اور جنگ میں گیا۔ خیال رہے کہ تمام جنتی مسلمان بعد قیامت جنت میں جائیں گے مگر شہید کی روح جسم سے نکلتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعاء نصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا ماثورہ مانگے یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا حضرات اولیاء سے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

(1330) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ: الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا کم ہی رد ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جب لڑائی شروع ہو۔ اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد، باب الدعاء عند اللقاء، ج۲ص۳۲، رقم: ۲۵۴۰، المستدرک للحاکم، باب فی مواقیت الصلاۃ، ج۱ص۴۰۱، رقم: ۷۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الدعاء بین الاذان والاقامۃ، ج۱ص۴۱۰، رقم: ۲۰۱۴، المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ سہل بن سعد

الساعدی، ج۲ص۱۳۵، رقم: ۵،۶۶،جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی الدعاء، ج۴ص۱۳۲، رقم: ۲۰۹۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی مؤذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دورانِ اذان میں کہ وہ جواب اذان کا وقت ہے۔

(جب لڑائی شروع ہو) یعنی عین کشت وخون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کر رہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہو رہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے۔ یلحم اِلحا سے بنا، بمعنی گوشت کاٹنا یعنی قتل کرنا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۴۳۳)

(1331) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا، قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ، بِكَ اَحُوْلُ، وَبِكَ اَصُوْلُ، وَبِكَ اُقَاتِلُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کرتے تو کہتے: اے اللہ! تو میرا بازو اور مددگار رہے اور میں تیرے ساتھ پھرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے جنگ کرتا ہوں۔ اسے ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یدعی عند اللقاء، ج۳ص۶۳۹، رقم: ۲۶۳۲،سنن ترمذی، باب فی الدعاء اذا غزا، ج۵ص۲۰۵، رقم: ۳۵۸۴،سنن النسائی الکبری، باب الدعاء عند اللقاء، ج۵ص۱۸۸، رقم: ۸۶۳۰،سنن سعید بن منصور، باب من قال لا تمنو لقاء العدو والدعاء عند لقیهم، ج۲ص۲۰۵، رقم: ۲۵۲۲،مصنف عبد الرزاق، باب کیف یصنع بالذی یغل، ج۵ص۲۵۰، رقم: ۹۵۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احول حولٌ سے بنا بمعنی دشمن کے مکروفریب کو پھیر دینا یا برائی سے اچھائی کی طرف پھر جانا یعنی الٰہی میں دشمن کے مقابل اپنی قوت، فوج، ہتھیاروں کے بھروسہ پر نہیں آیا ہوں، یہ تو فقط اسباب ہیں، بھروسہ تجھ پر ہے تو چاہے تو ابابیل سے فیل مروا دے، کمزور مسلمان سے قوی کفار کو ہلاک کرا دے، دو بچوں سے ابوجہل کو ٹھکانے لگا دے۔ یہ وہ چیز ہے جو کفار کے پاس نہیں اور مسلمان انہی کی برکتوں سے فتح پاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص ۵۷)

توکل کا بیان

اس کی فضیلت آیاتِ کریمہ واحادیثِ مبارکہ سے سمجھی جاسکتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے:

(1) وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ (پ6، المائدۃ:23)

(2) وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ28، الطلاق:3)

(3) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ4، آل عمران: 159)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے حج کے موسم میں تمام اُمتوں کو دیکھا، پس میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انہوں نے میدانوں اور پہاڑوں کو گھیر رکھا ہے، مجھے ان کی کثرت اور انداز نے تعجب میں ڈال دیا، مجھ سے پوچھا گیا: کیا آپ اس بات پر راضی ہیں؟ میں نے کہا: میں راضی ہوں۔ پوچھا گیا: ان کے ساتھ مزید ستر ہزار ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

حضور نبیِّ کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو جسم نہیں داغتے، نہ فال لیتے ہیں اور نہ ہی تعویذات (یعنی ممنوع تعویذات) استعمال کرتے ہیں اور اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان میں کردے۔ چنانچہ نبیِّ رحمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اسے بھی ان لوگوں میں سے کردے۔ ایک دوسرے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے بھی ان میں سے کردے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عکاشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر سبقت لے گئے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاء والتمائم، الحدیث ۶۰۵۲، ج ۷، ص ۶۲۸، رأیت الامم: بدلہ: عرضت علی الامم)

اللہ (عزوجل) کی مدد

حضرت سیِّدُنا سالم بن عبداللہ نے ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز (ص) کو لکھا خبردار! بندے کو اپنی نیّت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، جسکی نیّت مکمل ہو اسکے لئے رب کائنات (عزوجل) کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور جسکی نیّت میں نقص ہو تو مدد میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

(1332) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو یوں دعا کرتے: اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ اور ان کے شروں سے تیری پناہ پکڑتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت

طرح کا ہے خوف اطاعت و بندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنی خطرہ و تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہوسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونیوں سے خوف کیا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور خوف بمعنے خطرہ۔

نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کردے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔

(ان کے شروں سے تیری پناہ پکڑتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہوجا تاکہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے، یہ دعا بہت ہی مجرب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعدا سے محفوظ ہے۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیں۔ حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھنا بڑی امان ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لِاِیْلٰفِ کو بہت اولیاء اللہ نے آزمایا ہے، بہت مجرب ہے۔ حضرت زید ابن علی عن عتبہ ابن غزوان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت، نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصًا سفر میں تو کہے یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ اے اللہ اے بندو میری مدد کرو ان شاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی، کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یا عباد اللہ حدیث حسن ہے ومشائخ کی مجرب، مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸)

(1333) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجہاد ماض مع البر والفاجر، ج۲ص۲۸، رقم: ۲۸۵۲ صحیح مسلم، باب الخیل فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ، ج۲ص۳۲، رقم: ۴۹۵۶ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الغزو مع ائمۃ الجور، ج۹ص۱۵۶، رقم: ۱۸۴۲۶ المنتقی لابن الجارود، باب ارتباط الخیل، ج۱ص۲۶۵، رقم: ۱۰۵۰ سنن الدارمی، باب فضل الخیل فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۷۸، رقم: ۲۴۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

گھوڑے سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے مراد گھوڑے کا سارا جسم ہے یعنی جہاد کا گھوڑا بڑا

ہی مبارک ہے اس کے بال بال میں برکت ہے۔ رب تعالیٰ نے گھوڑے کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد فرمایا: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ دیکھو قوت میں گھوڑا بھی داخل تھا مگر خصوصیت سے رب تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۶۰)

(1334) وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ: الْاَجْرُ، وَالْمَغْنَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔ یعنی اجر و غنیمت۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، ج۲ص۲۸، رقم: ۲۸۵۲ صحیح مسلم، باب الخیل فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة، ج۲ص۳۲، رقم: ۴۹۵۵ الاحاد والمثانی، من اسمه عروة البارقی رضی الله عنه، ج۳ص۳۶۱، رقم: ۲۲۹۹ السنن الکبری للبیهقی، باب الاسهام للفرس دون غیره من الدواب، ج۶ص۳۲۹، رقم: ۲۲۶۸ سنن الدارمی، باب فضل الخیل فی سبیل الله، ج۲ص۲۸۷، رقم: ۲۴۲۶)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اس طرح کہ اپنے دستِ اقدس سے گھوڑے کی خدمت فرمارہے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ پیار میں اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے ہیں بالوں کو مروڑے جاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنا بھی سنت ہے اور اس سے محبت کرنا اس کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اور حضور کا پیارا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے نہ کہ عام گھوڑے جو تانگہ میں چلانے، یا ریس میں جوا کھیلنے کے لیے پالے جاتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اس پر جہاد ہوسکتا ہے۔

یہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر مجاہد جیت آیا تو ثواب کما لایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھ لو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے خچر بہت کام آتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۶۱)

(1335) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اِيْمَانًا بِاللّٰهِ، وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ، فَاِنَّ شِبَعَهٗ، وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ، وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا "اللہ پر ایمان لایا اور اس کے وعدہ کی تصدیق کی وجہ سے تو اس کے کھانے، پینے اور گوبر پیشاب کو اس کے نیکیوں کے ترازو میں قیامت کے دن رکھا جائے گا۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۸، رقم: ۲۸۵۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ارتباط الخیل عدۃ فی سبیل اللہ عزوجل، ج۱۰ص۱۶، رقم: ۲۰۲۴۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۲۴۵۶، سنن الکبرٰی للنسائی، باب علف الخیل، ج۳ص۳۰، رقم: ۴۴۲۲، صحیح ابن حبان، باب الخیل، ج۷ص۵۲۹، رقم: ۴۶۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جہاد کرنے کو یا حج یا عمرہ کرنے کو یا زیارت کرنے کو گھوڑا رکھا یا پالا یا مطلب یہ ہے کہ اس نے گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا۔ یعنی اخلاص سے پالا دنیاوی غرض اس میں شامل نہ تھی کہ ثواب اعمال کی شرط اخلاص ہے۔

(تو اس کے کھانے، پینے) یعنی پانی کے وہ قطرے جو یہ گھوڑے پیئے گھاس کے وہ تنکے جو یہ گھوڑا کھائے اسی طرح اس کا پیشاب اور لید اس پالنے والے کے نیکیوں کے پلے میں ہوں گے۔ (بخاری) (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۷۶۲)

(1336) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک مہار والی ڈاچی لایا اور کہا یہ اللہ کے راستہ میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو ڈاچیاں ہوں گی سب مہار والیاں ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ وتضعیفہا، ج۶ص۳۱، رقم: ۵۰۰۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۷۲، رقم: ۱۹۰۴۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۵۹، رقم: ۲۴۴۹، سنن الدارمی، باب فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۶۸، رقم: ۲۴۰۲، صحیح ابن حبان، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ج۱۰ص۵۰۶، رقم: ۴۶۴۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کبھی خطام بمعنی زمام آتا ہے یعنی مہار، لمبا رسہ، نکیل جس کا ایک کنارہ اونٹ کی ناک میں ہوتا ہے دوسرا مالک کے ہاتھ میں، کبھی خطام صرف نتھ کو کہتے ہیں اور زمام پوری مہار و نکیل کو، نتھ وہ رسی پتلی سی ہے جو ناک میں ڈال کر پورے سر سے گھما کر باندھ دی جائے، پھر اس رسی میں نکیل باندھی جاوے جیسے عموماً گاؤں والے بیل بھینس کو باندھتے ہیں۔

فقراء کے لیے یا مجاہدین غازیوں کے لیے، دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں اس لیے مؤلف یہ حدیث کتاب الجہاد میں لائے۔

حق یہ ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، اللہ تعالٰی بطور اعزاز اہل جنت کو سواری کے لیے گھوڑے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ ہوگی جیسے قربانی کرنے والوں کو صراط طے کرنے کے لیے سواری دی جائے گی۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب دے گا مگر یہ درست نہیں ورنہ پھر مہار والی ہونے کے کیا معنی، کیا ثواب کے بھی مہار ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ

کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سو اونٹ اور مہار کے عوض سات سو مہاریں عطاہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۳۹۵)

(1337) وَعَنْ أَبِي حَمَّادٍ - وَيُقَالُ: أَبُو سُعَادَ، وَيُقَالُ: أَبُو أَسَدٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَامِرٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَمْرٍو، وَيُقَالُ: أَبُو الأَسْوَدِ، وَيُقَالُ: أَبُو عَبْسٍ - عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُوْلُ: "(وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ)، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حالانکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے "اور تم ان کے لیے تیار کرو جو قوت تیار کرو"۔ خبردار قوت پھینکنا ہے، خبردار قوت پھینکنا ہے، خبردار قوت پھینکنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه، ج٦ص٥٢، رقم: ٥٠٥٥، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب التحریض علی الرمی، ج١٠ص١٣، رقم: ٢٠٢١٩، المستدرك للحاکم، تفسیر سورة الانفال، ج٣ص١٦٧، رقم: ٣٣٦٧، سنن ابوداؤد، باب فی الرمی، ج٣ص٢٢، رقم: ٢٥١٤، سنن الدارمی، باب فی فضل الرمی والامر به، ج٢ص٢٦٩، رقم: ٢٤٠٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، جہنی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے جب کہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابو سفیان وفات پا گئے پھر امیر معاویہ نے انہیں معزول فرمادیا، ۵۸ھ ہجری میں مصر ہی میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے، آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے روایات لی ہیں۔ (مرقات)

مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث صرف میں نے ہی نہیں سنی بلکہ میرے ساتھ بہت صحابہ نے سنی ہے کیونکہ آپ نے خطبہ جمعہ یا کسی وعظ میں برسر منبر علانیہ فرمائی ہے۔

یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جس ثبوت کا حکم تاکیدی دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیراندازی ہے۔ آیت کریمہ کا مقصد فی زمانہ اسی طرح حاصل ہوگا کہ مسلمان تیر لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں۔ فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا اگر صرف تیراندازی سیکھنا ضروری ہے تو آج کل نہ تیر ہیں نہ اس کی مشق تو اب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب بجائے تیر کے گولہ بارود توپوں سے، گولہ باری ہوائی جہازوں سے، بم باری، راکٹ اندازی ہے، اب ان چیزوں کا سیکھنا اس آیت کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۵۵۷)

(1338) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عنقریب تمہارے لیے زمینیں فتح ہوں گی

اَرْضُوْنَ، وَيَكْفِيْكُمُ اللهُ، فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہوگا تو تم میں سے کوئی بھی یہ سستی نہ کرے کہ وہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلتا رہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحث علیہ وذم من علمہ ثم نسیہ، ج۶ص۵۲، رقم: ۵۰۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر، ج۶ص۱۵۶، رقم: ۱۷۴۲۹، صحیح ابن حبان، باب الرمی، ج۱۰ص۵۴۷، رقم: ۴۶۹۴، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی السبق والرمی، ج۵ص۴۳، رقم: ۳۰۲۱، مسند ابی یعلی، مسند عقبۃ بن عامر الجہنی، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۱۷۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی خلافت فاروقی میں روم جیسی مضبوط سلطنت تمہارے زیر نگین ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم کو رومی عیسائیوں کے شر سے محفوظ کردے گا کیونکہ وہ تمہاری رعایا بن جائیں گے۔ اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔

(وہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلتا رہے) یعنی چونکہ تم نے روم جیتنا ہے اور رومی لوگ نہایت اعلیٰ درجے کے تیر انداز ہیں لہذا ابھی سے تیر اندازی کی مشق کرو اس سے غافل نہ رہو تاکہ اس جنگ کے وقت تمہارا یہ فن کام آئے۔ اس تیر اندازی کو لہو فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل لگی فرحت وسرور، قوت وطاقت حاصل ہونے کا ذریعہ بھی لہذا اس سے غافل نہ رہو، نفس لہو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے، دل عبادت کا خواہاں، تیر اندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں لہذا یہاں لہو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے، صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور جیتنا عہد فاروقی میں۔ کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی۔ خیال رہے کہ دنیا میں تین اعظم گزرے ہیں جنہوں نے بڑی فتوحات کیں سکندر اعظم، نپولین اعظم اور فاروق اعظم، سکندر اور ذوالقرنین کی فتوحات غیروں کے پاس چلی گئیں مگر فاروق اعظم کی فتوحات بفضلہ تعالیٰ اب تک تمام کی تمام مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جیسے روم، شام، ایران، عراق وغیرہ اللہ تعالیٰ دائم قائم رکھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ص۷۵۶)

(1339) وَعَنْهُ: اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُلِّمَ الرَّمْيَ، ثُمَّ تَرَكَهٗ، فَلَيْسَ مِنَّا، اَوْ فَقَدْ عَصٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جس کو تیر اندازی کا علم دیا گیا پھر اس نے اس کو ترک کردیا تو وہ ہم سے نہیں یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحث علیہ وذم من علمہ ثم نسیہ، ج۶ص۵۲، رقم: ۵۰۵۸، السنن الکبری للبیہقی، باب التحریض علی الرمی، ج۱۰ص۱۳، رقم: ۲۰۲۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر، ج۳ص۱۴۸، رقم: ۱۷۴۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبۃ بن عامر، ج۱۷ص۳۱۸، رقم: ۱۴۵۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو وہ ہم میں سے نہیں) یعنی ہم سے ملا ہوا ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کفرانِ نعمت کیا ہے کہ تیراندازی جیسی عبادت سیکھ کر بھلا دی ہر عبادت کا یہ ہی حال ہے کہ اسے حاصل کر کے سستی سے بھلا دیا۔

(اس نے نافرمانی کی) عصٰی یا تو حضور انور کا فرمان ہے یا راوی نے تردد فرمایا کہ مجھے پورا خیال نہیں یا حضور نے یہ فرمایا اور یا یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۵۷)

(1340) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّ اللهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا، وَأَنْ تَرْمُوْا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوْا. وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عُلِّمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا" أَوْ قَالَ: "كَفَرَهَا" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے' تیر بنانے والا جو اس کو بنانے میں بھلائی کی امید رکھے اور اس کو پھینکنے والا' اس کی لکڑی پر پھالا چڑھانے والا' اور تیراندازی کرو' اور سواری کرو اور تیراندازی سیکھنا' یہ تمہارے سواری کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے اور جس نے تیراندازی سیکھنے کے بعد اس سے اعراض کر کے اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کو اس نے ترک کیا ہے یا فرمایا اس کی ناشکری کی ہے۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرمی، ج۳ص۲۲۰، رقم: ۲۵۱۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما لاینھی عنہ من اللعب، ج۱۰ص۲۱۸، رقم: ۲۱۵۰۳، سنن النسائی الکبرٰی، باب تادیب الرجل فرسہ، ج۳ص۳۹، رقم: ۴۴۲۰، سنن ابن ماجہ، باب الرمی فی سبیل اللہ، ج۳ص۳۹۰، رقم: ۲۸۱۱، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الرمی وفضلہ، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۲۴۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنت میں نہیں جاسکتا' آج جہاد میں امریکہ روس وغیرہ کے اسلحہ استعمال کیے جائیں تو امریکی عیسائی یا روسی وغیرہ اس سے جنتی نہیں ہو سکتے۔ یہ اسلام کی قید اگلے مضمون سے بھی ظاہر ہے اور تیر سے مراد مرد مجاہد کا تیر ہے نہ کہ شکار کا تیر۔

(تیر بنانے والا) یعنی کاریگر تیر ساز ثواب کا جب مستحق ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنائے صرف تجارت کی نیت نہ ہو ہر جگہ نیت کو بڑا دخل ہے۔

(اس کو پھینکنے والا) جوراہ خدا میں تیر چلائے خواہ جہاد کی حالت میں یا تیر اندازی کی حالت میں کہ یہ مشق جہاد کی تیاری کے لیے ہے۔

منبل باب تفعیل سے ہے یا افعال سے اسم فاعل، نبل سے بنا بمعنی تیر انبال یا نبیل کے معنی ہیں تیر دینا تیر انداز کو یا تیر چلاتے وقت یا نشانہ پر لگنے کے بعد اٹھا کر لانا، اسے دینا، تیر خواہ اس دینے والے کی ملکیت ہو یا تیر انداز کی یا کسی تیسرے کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کی مدد کرنا بھی نیکی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اسی طرح گناہ کی مدد گناہ ہے، رب فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

یعنی صرف پیدل تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ سواری پر تیر چلانا بھی سیکھو یا یہ مطلب ہے کہ صرف تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ گھوڑ سواری بھی سیکھو اب اس زمانہ میں بندوق چلانا، نیزہ بازی کرنا، ہوائی جہاز رانی کی مشق، توپ سے گولہ اندازی سیکھنا بہ نیت جہاد اسی حکم میں ہے۔

شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں گھوڑا سواری سے مراد نیزہ بازی ہے کہ اکثر گھوڑے پر سے دشمن کو نیزے مارے جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نیزہ بازی سے تیر اندازی اچھی ہے کہ تیر اندازی جہاد میں زیادہ کام آتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ گھوڑا سواری کی مشق سے تیر اندازی کی مشق مجھے زیادہ پیاری ہے کیونکہ گھوڑا سواری کبھی فخر و ریا پیدا کر دیتی ہے۔ (مرقات)

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ لہو یعنی کھیل میں دو چیزیں ہوتی ہیں: غفلت اور لذت، غافل کرنے والا ہر عمل باطل ہے مگر لذت والا عمل تفصیل طلب ہے یہاں لہو سے مراد لذت والا عمل ہے۔

ان تینوں پر ثواب ملتا ہے کیونکہ تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری سے دین وایمان کی حفاظت ہے کہ یہ تیاری جہاد ہے اور اپنی بیوی سے کھیلنے چھیڑ کرنے میں مجاہد غازی پیدا کرتا بھی ہے اور اپنی اور اپنی بیوی کی عصمت وعفت کی حفاظت بھی کہ ایسی خوش طبعی کرنے والا جوڑا ان شاء اللہ غیر عورت یا غیر مرد کی طرف رخ نہیں کرتا، بعض مردوں کی بیویاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر وہ بدصورت رنڈیوں کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں، کیوں، اس لیے کہ ان کی بیویوں کو زینت ولہو نہیں آتا اور نہ رنڈی میں کیا چیز ہے جو اپنی حلال زوجہ کے پاس نہیں۔ دل لبھانا ایسے موقعہ پر عبادت ہے، قربان جایئے اس تعلیم کے جس نے مسلمانوں کے گھر اور میدان جہاد دونوں بتا دیئے یعنی جسے یہ فن آتے ہوں پھر وہ ان کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے وہ بھول جائے تو اس نے رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مرتکب ہوا لہذا گنہگار ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید حفظ کر کے بھول جائے سستی کی وجہ سے یوں ہی دینی علم حاصل کر کے بھول جانا بھی گناہ ہے جب کہ اپنی سستی کی وجہ سے ہو نعمت کی قدر چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۶۶)

(1341) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ . حضرت سلمہ بن الاکوع ﷺ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ: "ارْمُوْا بَنِيْ إِسْمٰعِيْلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ ایک جماعت پر سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے اولاد اسماعیل تیراندازی کرو تمہارے باپ تیرانداز تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل، ج۲،ص۱۸۰، رقم: ۳۵۰۷ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب لا سبق الالی خف او حافر او نصل، ج۱۰،ص۱۷، رقم: ۲۰۲۲۸ المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲،ص۱۰۲، رقم: ۲۳۶۳ سنن ابن ماجہ، باب الرمی فی سبیل اللہ، ج۲،ص۹۴۱، رقم: ۲۸۱۵ سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الرمی وفضلہ، ج۲،ص۱۶۲، رقم: ۲۴۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت سلمہ بن الاکوع) آپ سلمی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے، بہت ہی بڑے بہادر اور پیادہ لڑنے والوں کے امام تھے، تیراندازی میں کما ل رکھتے تھے، آپ ہی سے بھیڑیئے نے کلام کیا تھا، اسی برس عمر پائی ۷۴ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سوق سے مراد ایک خاص جگہ ہے جو مدینہ منورہ میں تھی، بعض نے فرمایا کہ سوق ساق کی جمع ہے بمعنی پیادہ یعنی وہ لوگ پیدل تیراندازی کرتے تھے ظاہر بھی یہ ہی ہے کیونکہ بازار میں تیراندازی مشکل ہے وہاں لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔

(اے اولاد اسماعیل تیراندازی کرو) یعنی اسماعیل علیہ السلام تیراندازی میں کمال رکھتے تھے تم ان کی اولاد ہو تم بھی اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵ ص۴۷۶)

(1342) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر پھینکا تو وہ اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ، ج۴،ص۴۹۰، رقم: ۵۱۱۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، ج۳،ص۲۴۷، رقم: ۱۶۳۸ المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲،ص۱۳۲، رقم: ۲۵۶۰ سنن النسائی الکبرٰی، باب ثواب من رمی بسھم فی سبیل اللہ، ج۳،ص۱۹، رقم: ۴۳۵۱ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمرو بن عبسۃ، ج۶،ص۱۱۳، رقم: ۱۷۰۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص کفار پر صرف تیر پھینک دے خواہ لگے یا نہ لگے تو بھی اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ

تیر پھینکنے سے تیر مارنا افضل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۷۷)

(1343) وَعَنْ أَبِي يَحْيَى خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابویحییٰ خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لیے سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۱۶۲۵ سنن النسائی الکبریٰ، تفسیر سورة البقرة، ج۶ص۲۹۸، رقم: ۱۱۰۲۷ صحیح ابن حبان، باب فضل النفقة فی سبیل الله، ج۱۰ص۵۰۳، رقم: ۴۶۴۷ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل الانفاق فی سبیل الله، ج۹ص۱۷۱، رقم: ۱۸۳۳۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث خریم بن فاتك، ج۷ص۲۲۵، رقم: ۱۹۰۶۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ خریم ابن احزم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں۔ غزوہ بدر میں اپنے بھائی سبرہ کے ساتھ شریک ہوئے یہ ہی قوی ہے، بعض مورخین نے کہا کہ آپ فتح مکہ کے دن اپنے بیٹے ایمن ابن خزیم کے ساتھ ایمان لائے مگر یہ درست نہیں، آخر میں شام میں قیام رہا۔ (کمال، اشعہ)

اللہ کی راہ میں خرچ سے مراد ہر دینی کام میں خرچ ہے جہاد ہو یا حج یا طلباء وعلماء کی خدمت، زکوۃ، فطرہ، قربانی اور تمام نفلی صدقات کہ ان کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ ثواب کے یہ مختلف درجے اخلاص کے درجوں کے لحاظ سے ہیں اور جہاں خرچ کیا اس کی اہمیت کے اعتبار سے بھی، اس کے خروج سے جتنا دین کو فائدہ ہوگا اتنا ہی ثواب زیادہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۷۰)

(1344) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اس دن کی وجہ سے اللہ کریم اس کے چہرہ کو آگ سے ستر سال کے فاصلہ تک دور کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ج۲ص۲۶، رقم: ۲۸۴۰ صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۳ص۱۵۸، رقم: ۲۷۶۷ صحیح ابن خزیمه، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ج۳ص۲۹۷، رقم: ۲۱۱۲ مسند عبد بن حمید، من مسند ابی

سعید الخدری، ص۱۰۳، رقم: ۶۶۶، سنن الدارمی، باب من صام یوما فی سبیل اللہ عزوجل، ج۲ص۶۶، رقم: ۲۳۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہلِ عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۳ص۱۸۱)

(1345) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ جَعَلَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ اس کے اور آگ کے درمیان زمین و آسمان جتنا خندق بنا دیتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح ترمذی، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۱۶۲۴، مسند الحارث، باب فیمن صام یوما فی سبیل اللہ، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۳۲۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه خطاب، ج۳ص۳۶، رقم: ۳۵۷۴، مجمع الزوائد، باب فیمن صام یوما فی سبیل اللہ، ج۳ص۳۴۴، رقم: ۵۱۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے۔

یعنی پانچ سو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہوجاتا ہے۔ خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۳ص۲۹۲)

(1346) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا نہ اپنے دل میں جہاد کا سوچا وہ منافقت کے ایک حصہ پر مرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ذم من مات ولم یغز ولم یحدث نفسه بالغزو، ج۶ص۴۹، رقم: ۵۰۴۰، السنن الصغری للبیهقی، باب التفسیر وما یستدل به ان الجهاد فرض علی الکفایة، ج۳ص۵۸، رقم: ۲۸۱۰، سنن ابوداؤد، باب کراهیة ترک الغزو،

ج۲ص۲۱۸ رقم: ۲۵۰۲ سنن النسائی الکبری باب التشدید فی ترک الجهاد ج۳ص۶ رقم: ۴۳۰۵ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی هریرة رضی الله عنه ج۳ص۳۷۳ رقم: ۸۸۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اور اس نے جہاد نہ کیا) یا اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہو سکے غرضیکہ اس فرمان عالی کی کئی صورتیں ہیں۔

(نہ اپنے دل میں جہاد کا سوچا) نفسہ سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعث ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ۔

(منافقت کے ایک حصہ پر مرے گا) یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہوگا جو جہاد سے بہت بچتے تھے اور جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بے گانہ رہنا منافقین کی علامت۔ (مرقات ونووی) جیسے حدیث پاک میں ہے من ترك الصلوة متعمدًا فقد كفر جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے، یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا، فرماتے ہیں کہ مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے۔ (مرقات) جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دلی نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سیل گھاس کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ جہاد فرض عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرض عین ہوتا ہے اکثر حالات میں فرض کفایہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۰۹)

(1347) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: "إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَّا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ". وَفِي رِوَايَةٍ: "حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ". وَفِي رِوَايَةٍ: "إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَّاللَّفْظُ لَهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے تو آپ نے فرمایا: یقینا مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو نہ تو کسی راستے میں چلے ہیں اور نہ کسی وادی کو طے کرنے میں تمہارے ساتھ ہیں لیکن وہ ثواب میں تمہارے ساتھ حصہ دار ہیں انہیں بیماری نے روک رکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ بخاری نے اسے حضرت انس سے روایت کیا اور مسلم نے حضرت

جابر سے روایت کیا اور یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من حبسه العذر عن الغزو، ج۲،ص۲۶، رقم: ۲۸۳۹ صحیح مسلم، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض او عذر، ج۳،ص۴۹، رقم: ۵۰۴۲ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من له عذر بالضعف والمرض والعذر فی ترك الجهاد، ج۹،ص۲۴، رقم: ۱۸۲۷۶ سنن ابوداؤد، باب فی الرخصة فی القعود من العذر، ج۲،ص۳۱۹، رقم: ۲۵۱۰ سنن ابن ماجه، باب من حبسه العذر عن الجهاد، ج۲،ص۹۲۳، رقم: ۲۷۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تبوک مدینہ منورہ سے چھ سو ساٹھ میل دور جانب شام ہے اس طرح کہ ایک سو ساٹھ میل خیبر ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک سے کچھ فاصلہ پر مان ہے پھر مان کے بعد عمان ہے اردن کا دار الخلافہ، فقیر نے خیبر کی تو باقاعدہ زیارت کی ہے مگر تبوک اور مان پر ہوائی جہاز سے پرواز کی ہے عمان اور بیت المقدس جاتے ہوئے، غزوہ تبوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ جیسا کہ اشعہ نے فرمایا۔

یعنی مختلف جماعتوں وقبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جاسکے۔

اس طرح کہ جسم ان کے مدینہ میں رہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد میں رہے، نیز ان کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ رہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے۔

اس طرح کہ نفس ثواب میں تمہارے ساتھ شریک رہے اگرچہ عملی جہاد میں تم ان سے بڑھ گئے۔ اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا، رب فرماتا ہے: وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر کا بڑا درجہ ہے، اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے۔

معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے، جو بعض مخلص صحابہ کو تھی، بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی ان پر تو سخت عتاب فرمایا گیا دیکھو سورۂ توبہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۱۱۷)

(1348) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی آدمی غنیمت کے لیے لڑائی کرتا

يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ؛ وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً. وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ غَضَبًا، فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے اور کوئی آدمی اپنی لڑائی کے لیے لڑتا ہے کوئی آدمی اپنا مقام ظاہر کرنے کے لیے لڑائی کرتا ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ بہادری کے لیے لڑتا ہے اور تعصب کی وجہ سے لڑتا ہے' اور ایک روایت میں ہے: غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے تو اللہ کی راہ میں کون سا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لیے لڑائی کی تا کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا، ج۱ص۳۰، رقم: ۱۲۳ صحیح مسلم، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، ج۲ص۳۶ رقم: ۵۰۲۹ السنن الكبرى للبيهقي، باب بيان النية التي يقاتل عليها ليكون في سبيل الله، ج۹ص۲۱۱ رقم: ۹۰۱۳ مسند امام احمد، حديث ابي موسى الاشعري، ج۷ص۲۹۲ رقم: ۱۹۵۱۱ مصنف عبدالرزاق، باب الشهيد ج۵ص۲۶۸ رقم: ۹۵۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(غنیمت کے لیے لڑائی کرتا ہے) یعنی صرف مال غنیمت حاصل کرنے یا ملک جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد کرتا ہے، رضاء الٰہی کی نیت نہیں کرتا جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک وقوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں، اللہ کے دین کی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتے اس لیے بچنا چاہیے۔

(کوئی آدمی اپنی لڑائی کے لیے لڑتا ہے) یعنی صرف اس لیے جہاد کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بہادری کا چرچا ہو اور اسے شہرت وعزت حاصل ہو، کفار کو اپنی شجاعت دکھانا ان کے مقابل اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔

(کوئی آدمی اپنا مقام ظاہر کرنے کے لیے لڑائی کرتا ہے) لیری کی تین قرأتیں ہیں: باب فتح کا مضارع مجہول، باب افعال کا مضارع معروف اور باب فتح کا مضارع معروف یعنی تا کہ اس کا درجہ دیکھا جاوے یا لوگوں کو اپنا درجہ شجاعت دکھائے مسلمانوں کو یا تا کہ وہ اپنی جنت کی جگہ دیکھ لے یعنی صرف جنت حاصل کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (مرقات واشعہ) تیسرے معنی صوفیانہ ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لیے بھی عبادت نہ کی جائے، صرف جنت والے رب کو راضی کرنے کے لیے عبادت کرنی چاہیے، جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا۔

کلمۃ اللہ سے مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی اسلام کی اشاعت کرنے اور کفر کا زور توڑنے کے لیے جہاد ہو۔ خیال رہے کہ خدمت دین کے ساتھ غنیمت کی نیت بھی ہونا مضر نہیں مگر کمال اس میں ہے کہ خالص خدمت دین کی نیت ہو غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۱۰)

(1349) وَعَنْ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ، فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ، إِلاَّ كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ أُجُوْرِهِمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ إِلاَّ تَمَّ لَهُمْ أُجُوْرُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد کرنے والی بڑی یا چھوٹی جماعت جو بھی جہاد کرے، غنیمت پائے اور سلامت رہے تو انہوں نے اپنے اجروں کا دو تہائی اجر دنیا میں پالیا اور جو بڑی یا چھوٹی جہاد کرنے والی جماعت شہید یا زخمی ہو جائے تو ان کے لیے پورے اجر ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان قدر ثواب من غزا فغنم ومن لم یغنم، ج۲ص۳۸، رقم: ۵۰۲۰، مشکوۃ المصابیح، کتاب الجهاد، الفصل الاول، ج۲ص۳۶۷، رقم: ۳۸۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چار سو غازیوں تک کا لشکر سریہ کہلاتا ہے اس سے بڑا لشکر فوج، نیز جس جہاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرمادیں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرمادیں وہ غزوہ۔ (مرقات واشعہ) یعنی آئندہ حکم ہر چھوٹے بڑے لشکر کے لیے ہے۔

کیونکہ جہاد میں رب کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں، سلامتی، غنیمت، ثواب واجر پہلی دو نعمتیں دنیا میں اور آخری نعمت ثواب واجر آخرت میں۔

یخفق بنا ہے خفق سے بمعنی مجاہد کا بغیر غنیمت ہونا یا شکاری کا بغیر شکار واپس لوٹنا، تکلیف سے مراد زخم وشہادت اور دوسری تمام تکالیف ہیں جو عموماً جہاد میں پیش آتی ہیں یعنی جو غازی غنیمت تو حاصل نہ کرسکے زخمی یا شہید ہو جائے۔

یعنی اسے یہ تینوں چیزیں آخرت میں ملیں گی۔ خیال رہے کہ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لیے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کے لیے نہیں ہوتا وہ تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۸)

(1350) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجلًا، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِیْ فِی السِّیَاحَةِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ سِیَاحَةَ اُمَّتِی الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ -" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی سیاحت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد ہے۔ امام ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی النھی عن السیاحۃ، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۲۴۸۸، السنن الکبری للبیھقی، باب فی فضل الجھاد ج۹ص۱۵۸، رقم: ۱۸۹۵۹، المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۳۹۸، مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ العلاء عن القاسم ابی عبدالرحمن)

شرح حدیث: میری امت کی سیاحت جہاد ہے

علمائے تفسیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہوکر زاروقطار رونے لگے، اور لوگوں کے دل دہل گئے اور لوگ اس قدر خوف و ہراس سے لرزہ براندام ہوگئے کہ دس جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے مکان پر جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابوذر غفاری و حضرت سالم و حضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی و حضرت معقل بن مقرن و حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے اور ان حضرات نے آپس میں مشورہ کرکے یہ منصوبہ بنایا کہ اب آج سے ہم لوگ سادھو بن کر زندگی بسر کریں گے، ٹاٹ وغیرہ کے موٹے کپڑے پہنیں گے اور روزانہ دن بھر روزے رکھ کر ساری رات عبادت کریں گے، بستر پر نہیں سوئیں گے اور اپنی عورتوں سے الگ رہیں گے اور گوشت چربی اور گھی وغیرہ کوئی مرغن غذا نہیں کھائیں گے نہ کوئی خوشبو لگائیں گے اور سادھو بن کر روئے زمین میں گشت کرتے پھریں گے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے ایسی ایسی خبر معلوم ہوئی ہے تم بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضور کو جو اطلاع ملی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس منصوبہ سے بجز نیکی اور خیر طلب کرنے کے ہمارا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال نبوت پر قدرے جلال کا ظہور ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ میں جو دین لے کر آیا ہوں اس میں ان باتوں کا حکم نہیں ہے۔ سنو! تمہارے اوپر تمہاری جانوں کا بھی حق ہے۔ لہٰذا کچھ دن روزہ رکھو اور کچھ دنوں میں کھاؤ پیو اور رات کے کچھ حصے میں جاگ کر عبادت کرو اور کچھ حصے میں سورہا کرو۔ دیکھو میں اللہ کا رسول ہوکر کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں۔ اور گوشت، چربی، گھی بھی کھاتا ہوں۔ اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں اور اپنی بیویوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں اور خوشبو بھی

استعمال کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو مسلمان میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرے طریقے پر اور میرے فرماں برداروں میں سے نہیں ہے۔

اس کے بعد صحابہ کرام کا ایک مجمع جمع فرما کر آپ نے نہایت ہی مؤثر وعظ بیان فرمایا جس میں آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ سن لو میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم لوگ سادھو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرو۔ میرے دین میں گوشت وغیرہ لذیذ غذاؤں اور عورتوں کو چھوڑ کر اور تمام دنیاوی کاموں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی کٹی یا پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ رہنا یا زمین میں گشت لگاتے رہنا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ سن لو میری امت کی سیاحت جہاد ہے اس لئے تم لوگ بجائے زمین میں گشت کرتے رہنے کے جہاد کرو اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہو اور اپنی جانوں کو سختی میں نہ ڈالو۔ کیونکہ تم لوگوں سے پہلے اگلی امتوں میں جن لوگوں نے سادھو بن کر اپنی جانوں کو سختی میں ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سخت سخت احکام نازل فرما کر انہیں سختی میں مبتلا فرما دیا جن احکام کو وہ لوگ نباہ نہ سکے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۲، ص ۲٦۷، پ ۷، المائدۃ:۸٦)

(1351) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد سے واپس آنا جہاد کی طرح ہے۔ اسے ابوداوٗد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

"اَلْقَفْلَةُ": الرُّجُوْعُ، وَالْمُرَادُ: الرُّجُوْعُ مِنَ الْغَزْوِ بَعْدَ فَرَاغِهِ؛ وَمَعْنَاهُ: اَنَّهُ يُثَابُ فِي رُجُوْعِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْغَزْوِ.

اَلْقَفْلَةُ: لوٹنے کو کہتے ہیں یہاں جہاد سے فراغت کے بعد لوٹنا مراد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد سے واپس آنے پر بھی ثواب ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی فضل القفل فی سبیل اللہ، ج۳ص۲۱۲، رقم:۲۴۸۷، السنن الکبری للبیھقی، باب ما جاء فی تجھیز الغازی واجر الجاعل، ج۹ص۲۸، رقم:۱۸۲۰۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲ص۳۳۹، رقم:۲۴۴۹، المنتقی لابن الجارود، باب الجعل علی الغزو، ج۱ص۲۶۰، رقم:۱۰۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۳، رقم:۶۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہیں: ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہ ہی ثواب رکھتا ہے جو جہاد میں جانا رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بہکانے کے لیے میدان جہاد سے واپس ہو جانا تاکہ دشمن مطمئن ہو کر تیاری جنگ ختم کر دے پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا جائے، یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے اس کا ثواب پہلی بار میدانِ جہاد میں آنے کی طرح ہے۔ تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھا جانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے

میدان سے واپس ہوکر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔ چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہ ہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا۔ خیال رہے کہ قفل اور قفول کے معنے لوٹنا، واپس ہونا، اس سے ہے قافلہ، سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے لیے قافلہ کہا جاتا ہے، یعنی خیریت سے واپس آنے والے مسافروں کی جماعت۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۸)

(1352) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ، فَتَلَقَّيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ. رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ تو لوگ آپ کو ملے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ (ﷺ) کے ساتھ ملاقات کی۔ ان الفاظ کے ساتھ ابوداؤد نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا اور بخاری نے یوں روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو ملنے کے لیے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک گئے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، ج۳ص۴۵ رقم: ۲۷۸۱ صحیح بخاری، باب استقبال الغزاۃ ج۳ص۷۰، رقم: ۳۰۸۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ السائب بن یزید الکندی، ج۷ص۳۸ رقم: ۶۶۶۹ دلائل النبوۃ للبیہقی، باب تلقی الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم من غزوۃ تبوک، ج۵ص۳۵۰ رقم: ۲۰۱۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السائب بن یزید رضی اللہ عنہ، ج۵ص۳۲۹ رقم: ۱۵۷۵۹)

شرح حدیث: غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔ ۳۴۴ والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصا)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس

کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم و جذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجاز مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۸ ـ ۷۲)

(1353) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ لَمْ يَغْزُ، أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، أَصَابَهُ اللهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابوامامہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جہاد کیا نہ کسی غازی کو سامان دیا نہ کسی غازی کے گھر کا خیال رکھا' تو اللہ تعالیٰ اس پر قیامت سے پہلے بڑی مصیبت لائے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ترك الغزو، ج۲ص۳۱۸، رقم: ۲۵۰۳، سنن الکبری للبیھقی، باب النفیر وما یستدل به علی ان الجهاد فرض علی الکفایة، ج۹ص۳۱، رقم: ۱۸۲۰۰، سنن الدارمی، باب فیمن مات ولم یغز، ج۲ص۲۷۵، رقم: ۲۴۱۸، مسند عبد بن حمید من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱ص۳۱۹، رقم: ۱۲۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان دے نہ مجاہد کے بیوی، بچوں کی خدمت کرے۔ غالباً روئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہو اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ رہے۔

قارعہ بنا ہے قرع سے بمعنی کھڑکانا، ٹھوکنا، اب پریشان کن مصیبت کو بھی قارعہ کہتے ہیں کہ وہ دل کو کھڑکا دیتی ہے اسی لیے قیامت کو قارعہ کہا جاتا ہے اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کہ وہ مخلوق کو پریشان کر دے گی جس سے عام لوگوں کے حواس جاتے

رہیں گے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ ص۷۱۵)

(1354) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ترك الغزو، ج۲ص۳۱۸، رقم: ۲۵۰۶، السنن الصغرٰی للبیھقی، کتاب السیر، ج۳ص۳۶، رقم: ۳۶۱۳، المستدرك للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۴۲۷، سنن الدارمی، باب فی جھاد المشرکین باللسان والید، ج۲ص۲۸۰، رقم: ۲۴۳۱، سنن الکبرٰی للنسائی، باب وجوب الجھاد، ج۳ص۶، رقم: ۴۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشرکین سے مراد کفار حربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں، صرف اسلام ہی ان کے لیے ذریعہ امان ہے اور کفار عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں، ہم کو حق حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں، نیز جہاد کے لیے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتداء کریں، ہم مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کرسکتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: قٰتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقٰتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً اس آیت اور اس حدیث نے ترک جہاد اور نرمی کی تمام آیات اور احادیث کو منسوخ فرمادیا چنانچہ آیت فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ بھی منسوخ ہے۔ (مرقات) اسکی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ، مال کا جہاد، غازیوں کو سامان دینا، زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا، ان کی شکست کی دعا کرنا، انہیں ڈرانا دھمکانا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ معبودین کو برا کہنے کی ممانعت کی آیت یا منسوخ ہے یا معلل ہے اس کیفیت سے جب مسلمان انہیں گالیاں دینے سے روک نہ سکیں اس کی مثل لمعات میں ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ ص۷۱۶)

(1355) وَعَنْ أَبِيْ عَمْرٍو - وَيُقَالُ: أَبُوْ حَكِيْمٍ - النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت نعمان بن مقرن ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگوں میں حاضر ہوا۔ جب آپ دن کے وقت شروع لڑائی نہ کرتے تو لڑائی کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ دن ڈھل جاتا، ہوائیں چلتی، اور مدد اترتی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی ای وقت یستحب اللقاء، ج۳ص۲۰، رقم: ۲۶۵۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الساعۃ

التی یستحب فیها القتال' ج۳ص۱۰۱، رقم: ۱۹۱۳ السنن الکبرٰی للبیهقی' باب ای وقت یستحب اللقاء' ج۹ص۱۵۳' رقم: ۱۸۹۳۱ سنن النسائی الکبرٰی' باب الوقت الذی یستحب فیه لقاء العدو' ج۵ص۱۹۱' رقم: ۸۶۳۶ مسند امام احمد بن حنبل' حدیث النعمان بن مقرن' ج۹ص۲۳۴' رقم: ۲۳۸۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نعمان ابن عمرو ابن مقرن مزنی ہیں، سوید ابن مقرن کے بھائی، حضرت سوید فتح کے دن قبیلہ مزنیہ کے علمبردار تھے، آپ نے اپنے سات بھائیوں اور چار سو ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کی تھی، پھر بصرہ میں قیام پذیر رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہاوند کے گورنر تھے، وہاں ہی اکیس ۲۱ھ میں فوت ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

جہاد سے مراد جنس جہاد ہے یعنی بہت سے جہادوں میں شریک ہوا ہوں۔

ارواح جمع ہے ریح کی چونکہ ریح اصل میں روح تھا واوٗ ی سے بدل گیا تھا اس لیے جمع ارواح آئی، ارياح بھی آتی ہے مگر بہت کم۔ ریاح اور ارواح بہت زیادہ، جمع کی جمع اراویح یا ارایح ہے۔ چونکہ بیچ دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں اس لیے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے، سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہو جاتی ہے، نماز ظہر پڑھنے لگتے ہیں نمازیوں کے لیے دعائیں شروع ہو جاتی ہیں، دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے، قدرے ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے اس لیے حضور اس وقت جہاد فرماتے تھے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۶)

(1356) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ. فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دشمن کی ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو اور جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو صبر کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النهار' ج۲ص۱۰۵' رقم: ۲۹۶۶ صحیح مسلم' باب کراهة تمنی لقا العدو والامر والصبر عند اللقاء' ج۵ص۱۴۳' رقم: ۳۶۳۰ سنن النسائی الکبرٰی' باب تمنی لقاء العدو' ج۵ص۱۸۹' رقم: ۸۶۳۳ جامع الاصول لابن اثیر' الکتاب الاول فی الجهاد وما یتعلق به من الاحکام' ج۲ص۵۶۳' رقم: ۱۰۳۸ سنن سعید بن منصور' باب من قال لا تتمنوا لقاء العدو' ج۲ص۱۰۶' رقم: ۲۴۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے اسی لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آ جائے تو صبر کرو۔

یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان

اللہ! کیسی نفیس تعلیم ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

(1357) وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنگ دھوکہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ، ج۴ص۱۶، رقم: ۶۹۳۰ صحیح مسلم، باب التحریض علی قتل الخوارج، ج۲ص۱۱۳، رقم: ۲۵۱۱ سنن ابوداؤد، باب المکر فی الحرب، ج۳ص۳۲۶، رقم: ۲۶۳۸ سنن ابن ماجہ، باب الخدیعۃ فی الحرب، ج۳ص۳۹۵، رقم: ۲۸۳۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصۃ فی الکذب والخدیعۃ فی الحرب، ج۳ص۱۱۲، رقم: ۱۶۲۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خدعہ خ کے فتحہ یا پیش سے، کسرہ سے بھی آتا ہے مگر کم یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے، اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آوے پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے، یہ ہے دھوکہ اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکروفریب نہیں اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا متواتر ہے کہ اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی اور مسلم، بخاری، ابن ماجہ، بزاز، طبرانی ابن عساکر اور جامع صغیر میں بہت سے صحابہ کرام نے نقل فرمایا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

92-بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَاءِ فِيْ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ يُغْسَلُوْنَ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيْلِ فِيْ حَرْبِ الْكُفَّارِ

آخرت کے ثواب کے بارے میں شہیدوں کی جماعت کا بیان، ان کو غسل دیا جائے ان کا جنازہ پڑھا جائے جبکہ کفار کے ساتھ جنگ میں جو مقتول ہو اس کا یہ حکم نہیں

(1358) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِيْقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید پانچ ہیں طاعون والا، پیٹ کے مرض والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرنے والا، اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشہادۃ سبع سوی القتل، ج۲ص۲۲، رقم: ۲۸۲۹ صحیح مسلم، باب بیان الشہداء

ج۲ص۱۰، رقم:۱۰۰۱، مؤطا امام محمد باب ما یکون من الموت شھادۃ، ج۲ص۸۲، رقم: ۲۰۲، مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۱۰۹۱۰، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ص۲۷۷، رقم: ۸۱۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شہید کے معنی ہیں گواہ یا حاضر، چونکہ قیامت میں شہید سرکاری گواہ ہوگا، نیز وہ اپنے خون سے توحید ورسالت کی گواہی دیتا ہے اور یہ مرتے ہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی جان کنی پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، ان وجوہ سے اسے شہید کہتے ہیں۔ شہید حقیقی وہ ہے جو ظلماً قتل ہو۔ اور شہید حکمی وہ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے، شہید حکمی قریباً ۸۰ ہیں جس میں سے یہاں پانچ کا ذکر ہے: جو طاعون کی بیماری میں صابر ہو کر مرے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری دست وغیرہ میں مرے، اتفاقیہ ڈوب جائے، اونچے سے گر جائے یا عمارت میں دب جائے یہ سب حکمی شہید ہیں۔ دیدہ دانستہ دریا میں ڈوبنے والے یا اوپر سے کودنے والے حرام موت مریں گے شہید نہ ہوں گے، اس جگہ مرقاۃ نے شہادت کی بہت سی قسمیں بیان فرمائیں۔

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(1359) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَعُدُّوْنَ الشُّهَدَاءَ فِيْكُمْ؟" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ قَالَ: "إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِيْ إِذًا لَقَلِيْلٌ"! قَالُوْا: فَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: "مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے میں کن کو شہید گنتے ہو" صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے۔ فرمایا: اس طرح میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ پھر کون ہیں فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہوا وہ شہید ہے، جو اللہ کی راہ میں مر گیا وہ شہید ہے۔ اور جو طاعون میں فوت ہوا وہ شہید ہے اور جو پیٹ کے درد میں مر گیا وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب گیا وہ بھی شہید ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان الشھداء، ج۲ص۱۰، رقم: ۵۰۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۵۲۲، رقم: ۱۰۷۷۲، سنن ابن ماجہ، باب ما یرجی فیہ الشھادۃ، ج۲ص۹۲۷، رقم: ۲۸۰۳، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۷ص۳۵۸، رقم: ۳۱۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں عد بمعنی شمار کرنا بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی گمان کرنا بھی لہٰذا متعدی ہر دو مفعول ہے اور ما جنس کے سوال کے لیے بھی آتا ہے نوع کے سوال کے لیے بھی اور کسی وصف کے لیے بھی اور افراد کے سوال کے لیے بھی یہاں تمام معنی درست ہیں

یعنی تم کس کس مسلمان کو شہید سمجھتے ہو یا کس صفت سے شہادت کا حاصل ہونا جانتے ہو۔ (مرقات) شہید بروزن فعیل صفت مشبہ یا بمعنی مفعول ہے جیسے شہیر بمعنی مشہور یا بمعنی فاعل جیسے خریب بمعنی خارب اور یہ لفظ یا شہادت بمعنی گواہی سے بنا ہے یا شہود بمعنی حاضری سے یا مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے یعنی اپنے خون کے قطروں سے توحید و رسالت کی گواہی دینے والا یا جس کی بخشش و عزت کی قرآن و حدیث نے گواہی دی یا مرتے ہی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یا جنت میں حاضر ہونے والا یا مرکر تمام جہان کا مشاہدہ کرنے والا یا جنت کی نعمتوں کو دیکھنے والا یا حضرات انبیاء کرام کی طرح دوسری امتوں پر گواہ، اور بھی اس کے بہت معنی ہیں۔ (لمعات) ان کے مشاہدہ کے متعلق قرآن کریم فرما تا ہے. وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ جو اب تک ان سے نہ ملے ان پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ مرکر یا شہید ہو کر ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

(یارسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے) یعنی شہادت کے لیے ہم نے دو شرطیں سمجھی ہیں: ایک قتل ہونا اور دوسرے راہ خدا میں قتل ہونا یعنی جہاد میں کفار یا باغیوں وغیرہم کے ہاتھوں قتل ہونا۔

(اس طرح میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوں گے) کیونکہ ان دو شرطوں سے بہت سے حقیقی شہید بھی نکل جائیں گے جیسے چور ڈاکو کے ہاتھوں مقتول اور حکمی شہداء تو سارے ہی نکل جاویں گے۔

(جو اللہ کی راہ میں مر گیا وہ شہید ہے) یعنی وہ قتل تو نہ ہوا اپنی موت مرے مگر مرے اللہ کی راہ میں جیسے حاجی سفر حج میں یا طالب علم طلب علم کے زمانہ میں اور جو اللہ کا کام کرتے کرتے مرے یہ سب شہید ہیں۔

(اور جو طاعون میں فوت ہوا وہ شہید ہے) یعنی جہاں طاعون پھیلے وہاں سے بھاگ نہ جائے اور طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے کیونکہ وہ جنات کا مقتول ہے۔ طاعون بنا ہے طعن سے بمعنی نیزہ مارنا طاعون والے کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم میں کوئی نیزے مار رہا ہے اس لیے اسے طاعون کہتے ہیں لہذا یہ شخص شہید ہوتا ہے۔

پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا حکماً شہید ہوتا ہے جیسے دست، درد، استسقاء، چونکہ ان بیماریوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے کہ پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اس لیے اس سے مرنے والا حکماً شہید ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمی شہداء کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں فرمایا ڈوب کر ہلاک ہونے والا، جل کر، دیوار وغیرہ سے دب کر مرنے والا، مسافر، مرابط، جو جمعہ کی رات یا دن میں مرے یہ سب شہید ہیں کہ قیامت میں شہداء کے زمرہ میں اٹھیں گے۔ (مرقات) یہ سب کرامتیں حضور کی طفیل ہیں۔

طبرانی نے کبیر میں بروایت سلمان فارسی حدیث نقل کی کہ حضور انور نے اس جواب میں فرمایا کہ اس کی راہ میں قتل طاعون، عورت کا نفاس میں مر جانا، جل کر مرنا، ڈوب کر مرنا، پیٹ کی بیماری سے مرنا، سل کی بیماری سے مرنا، یہ تمام شہادت ہیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۰۷)

(1360) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قاتل دون ماله، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۴۸۰ صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق، ج۱ص۸۷، رقم: ۳۶۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من له ان یصلی صلاۃ الخوف، ج۳ص۲۶۵، رقم: ۶۲۷۳ المعجم الصغیر للطبرانی، باب من اسمه حویث، ج۱ص۲۶۱، رقم: ۴۲۸ سنن ابن ماجه، باب من قتل دون ماله فهو شهید، ج۲ص۸۶۱، رقم: ۲۵۸۰)

(1361) وَعَنْ أَبِي الْأَعْوَرِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو اعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ﷺ سے روایت ہے جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی من قتل دون ماله فهو شهید، ج۳ص۳۰، رقم: ۱۴۲۱ سنن ابوداؤد، باب فی قتال اللصوص، ج۴ص۲۹۱، رقم: ۴۷۷۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من له ان یصلی صلاۃ الخوف، ج۳ص۲۶۶، رقم: ۶۲۷۷ سنن النسائی الکبرٰی، باب من قاتل دون دینه، ج۲ص۳۱۰، رقم: ۳۵۵۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعید بن زید، ج۱ص۱۹۰، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کفار نے اس پر یا اس نے کفار پر حملہ کیا اور یہ مارا گیا یا کسی کلمہ گو بے دین سے کسی دینی مسئلہ میں اس سے لڑائی ہوگئی اور یہ مارا گیا تو شہید ہے۔

اس طرح کہ کوئی ظالم اسے قتل کرنے یا اس کے گھر والوں کی بے حرمتی کرنے یا اس کا مال چھیننے آیا، یہ شخص اپنی جان، عزت، مال کی حفاظت کے لیے ان کے مقابل ہوا اور مارا گیا تو یہ بھی شہید ہے کہ ظلماً مارا گیا ہے اور اگر اس نے اس ظالم کو مار ڈالا کیونکہ بغیر قتال اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو اس پر اس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت نہیں بلکہ موجودہ حکومتیں ایسی صورت میں بہادری کا انعام دیتی ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵ص۴۳۸)

(1362) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا:

فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَخْذَ مَالِيْ، قَالَ: "فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ؟ قَالَ: "قَاتِلْهُ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِيْ؟ قَالَ: "فَاَنْتَ شَهِيْدٌ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ؟ قَالَ: "هُوَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

یارسول اللہ اگر کوئی آدمی آئے اور میرا مال چھیننے کا ارادہ کرے، فرمایا اس کو اپنا مال نہ دے۔ اس نے عرض کیا: اگر وہ مجھ سے لڑے تو، آپ نے فرمایا: تو اس سے لڑ، عرض کیا: اگر وہ مجھے قتل کر دے تو فرمایا تو شہید ہے، عرض کیا: اگر میں اس کو قتل کر دوں فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق، ج۱ص۸۷، رقم: ۳۷۷، السنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی منع الرجل نفسه وحریمه وماله، ج۸ص۳۳۵ رقم: ۱۸۰۹۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع من الباب الثانی من کتاب الجهاد فی الشهداء، ج۲ص۷۴۳، رقم: ۱۲۵۰، مشکوۃ المصابیح، باب ما یضمن من الجنایات، الفصل الاول، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۳۵۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ناحق لینا چاہے غصب یا چوری یا ڈکیتی سے اور جو حق لینا چاہے تو ضرور دے دے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(تو اس سے لڑ) یعنی اس صورت میں اسے اپنا مال نہ دے کیونکہ اپنے کو ظلم سے بچانا اچھا ہے، اسی طرح سود، رشوت، مالی، جرمانہ میں اپنا مال نہ دے کہ یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ نہی حرمت کی نہیں، نیز حالت مجبوری اس سے مستثنٰی ہے، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے اور کسی پر ظلم کرانے کے لیے حرام مگر رشوت لینا بہرحال حرام ہے۔ اس کی تفصیل شامی میں ملاحظہ فرمایئے۔ یہ حکم بھی اجازت و اباحت کا ہے وجوب کا نہیں لہذا اگر کوئی شخص اس حالت میں جنگ نہ کرے تو مجرم نہیں۔

کیونکہ تو مظلوم ہے اور ظلمًا مقتول شہید ہے۔

یعنی نہ تو گنہگار رہے نہ تجھ پر قصاص یا دیت ہے بلکہ اب تو حکومتیں ایسے بہادری سے مار دینے والوں کو انعام اور تمغے دیتی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۲۲۲)

93-بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ) (البلد: 11-13)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے کسی بندے کی گردن چھڑانا۔

(1363) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ فِي النَّارِ، حَتّٰى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جو کسی مسلمان کی گردن کو آزاد کرے گا اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو آزاد کردے گا حتیٰ کہ اس کی شرم گاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے۔ (آزاد کردے گا)۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالٰی "او تحریر رقبۃ وای الرقاب ازکی" ج۴ص۱۲۵، رقم: ۶۷۱۵، صحیح مسلم، باب فضل العتق، ج۲ص۲۱۷، رقم: ۲۸۴۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی اعتاق النسمۃ وفك الرقبۃ، ج۱۰ص۲۷۲، رقم: ۲۱۸۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبد بن العباس، ج۱۰ص۲۷۲، رقم: ۱۰۶۶۲، سنن النسائی، باب فضل العتق، ج۳ص۱۶۸، رقم: ۴۸۷۴، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ثواب العتق، ج۳ص۴۷۰، رقم: ۱۲۴۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ پھر بمقابلہ فاسق غلام کے متقی پرہیزگار غلام کا آزاد کرنا افضل۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دین و دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ سبحان اللہ! سورۂ واللیل شریف اسی آزادی کے فضائل بیان فرمارہی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ سستے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے غرضکہ جس قدر آزاد ہونے والا غلام افضل ہوگا اسی قدر آزاد کرنے والے کا درجہ اعلیٰ اسی لیے اولاد اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں، یہاں اس پر مرقات میں بہت اچھی بحث فرمائی۔

یعنی اس کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائے گا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جاتے ہیں اسی لیے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے ولحمہا بلحمہ ولہا بدنہ شعرہا بشعرہ بہر حال غلام آزاد کرنا بہترین عمل ہے جب کہ رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ شرمگاہ کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ یہ تمام اعضاء سے خبیث عضو ہے کہ ناپاکی کا محل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جب کہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہوگیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ذکر کٹے غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابوداؤد و ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۷)

(1364) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِيْمَانُ بِاللهِ، وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" قَالَ: قُلْتُ:

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے عرض کیا: اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان اور اللہ

اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا، وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے راستے میں جہاد کرنا کہتے ہیں میں نے عرض کیا: غلاموں میں سے کون سا غلام زیادہ فضیلت والا ہے تو آپ نے فرمایا: اس کے مالکوں کے ہاں جو زیادہ عمدہ اور زیادہ قیمتی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۳ ص ۱۲۸، رقم: ۴۳۱۰، سنن الکبری للبیہقی، باب فضل النیابہ عمن لا یہدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۷۷۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۲۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

(اللہ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا) ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالی فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے اگرچہ کافر ہی ہو مگر حق یہ ہے کہ یہاں مراد قیمتی اور مؤمن غلام مراد ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۸)

94-بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَى الْمَمْلُوْكِ

غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) (النساء: 36)۔

اللہ تعالی نے فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

(1365) وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَاَيْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهٖ مِثْلُهَا، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ اَنَّهٗ قَدْ

معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ پر ایک قیمتی حلہ تھا اور ان کے غلام نے بھی ویسا ہی حلہ پہن رکھا تھا۔ اس کے بارے میں

سَابَّ رَجُلًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ هُمْ اِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک آدمی کو دی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ظاہری میں گالی اور اس کی ماں پر عیب لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ میں جاہلیت کا اثر یقینا موجود ہے یہ تمہارے بھائی اور خادم ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے تو جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ ان کی ہمت سے زیادہ کام کی ان کو تکلیف مت دو اور اگر تم ان کو تکلیف دو تو ان کی مدد کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب المعاصی من امر الجھالیۃ، ج۱ص۱۵، رقم: ۳۰ صحیح مسلم، باب اطعام المملوک مما یاکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ مما یغلبہ، ج۳ص۹۲، رقم: ۱۶۰۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی تسویۃ المالک بین طعامہ وطعام رقیقہ، ج۸ص۷، رقم: ۱۶۱۹۵ سنن ابن ماجہ، باب الاحسان الی الممالیک، ج۲ص۱۲۱۶، رقم: ۳۶۹۰ مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ج۲ص۹۵، رقم: ۳۹۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اخوانکم یا تو پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے انسانی یا دینی بھائی ہیں، یا یہ مبتدا ہے اور جعلھم اللہ خبر۔ مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت اور دین میں تمہاری مثل ہیں کہ تم اور وہ دونوں اولاد آدم اور مسلمان ہیں، رب تعالیٰ اس کے عکس پر بھی قادر تھا کہ انہیں مولیٰ اور تمہیں غلام بنا دیتا اس کا کرم ہے کہ تم کو مولیٰ اور اس کو غلام بنا دیا، اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہمارے اس حکم پر عمل کرو۔

یہ حکم استحبابی ہے۔ خیال رہے کہ مولیٰ پر اپنے غلام لونڈی کا کھانا کپڑا شرعًا واجب ہے مگر اپنے جیسا کھانا کپڑا دینا مستحب ہے جس پر بہت سے صحابہ کرام نے عمل کیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مما یاکل جنس کے بیان کے لیے ہے نہ کہ نوع کے لیے یعنی مولیٰ کو چاہیے کہ اپنی طرح غلام کو بھی پائجامہ، کرتہ، ٹوپی یا عمامہ دے اگر چہ اس کا اپنا یہ لباس اعلیٰ لٹھے ململ کا ہو غلام کا معمولی گاڑھے کا، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔

یعنی اگر غلام سے بھاری و مشکل کام کرائے تو خود یا اپنے دوسرے غلام یا اپنی اولاد کو اس میں شریک کر دے اگر بھاری شہتیر اٹھوانا ہے تو غلام کے ساتھ خود بھی لگ جائے یا اپنے کسی ماتحت کو لگا دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۶۲)

(1366) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَتٰى اَحَدَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے

خَادِمُهُ بِطَعَامِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ مَعَهٗ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَيْنِ اَوْ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ ؛ فَاِنَّهٗ وَلِيَ عِلَاجَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس کھانا لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اگر ساتھ نہ بٹھائے تو ایک دو لقمے ضرور اس میں سے اس کو کھلا دے کیونکہ اس نے اس کو تیار کیا ہے۔ (بخاری)

"اَلْاُكْلَةُ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ: وَهِيَ اللُّقْمَةُ.

اَلْاُكْلَةُ: ہمزہ پر پیش کے ساتھ لقمہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب اذا اتاہ خادمہ بطعامہ، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۵۵۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۳۲۵۷، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۵۶، رقم: ۵۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خادم میں لونڈی غلام بلکہ نوکر چاکر سب شامل ہیں۔

یعنی اگر کھانا کافی ہے تو اس پکانے والے خادم کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلائے، اسے ساتھ بٹھانے میں اپنی ذلت نہ سمجھے جیسا کہ متکبرین کا حال ہے جب مسجد اور قبرستان میں امیر و غریب، آقا و غلام یکجا ہو جاتے ہیں تو یہاں بھی یکجا ہوں تو کیا حرج ہے۔

مشفوہ شفۃٌ سے بنا بمعنی ہونٹ، مشفوہ وہ پانی یا کھانا ہے جس پر بہت سے لوگ کھانے والے جمع ہو جائیں، بہت سے منہ کھائیں، اب تھوڑے کو بھی مشفوہ کہہ دیتے ہیں اسی مناسبت سے یا مشفوہ وہ کھانا ہے جو ہونٹوں اور منہ میں لگ کر رہ جائے اچھی طرح پیٹ میں نہ جائے۔

یہ حکم استحبابی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں ان دو ایک لقموں سے کھانے پر نظر نہ لگے گی مالک کو اچھی طرح ہضم ہوگا، نقصان نہ دے گا نیز یہ مکارم اخلاق سے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۲۶۴)

95- بَابُ فَضْلِ الْمَمْلُوْكِ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ

اس غلام کی فضیلت جو اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے

(1367) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ، وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ، فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب غلام اپنے مالک سے خیر خواہی کرے اور اچھے طریقہ سے اللہ کی عبادت کرے۔ تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العبد اذا احسن عبادۃ ربہ ونصح سیدہ، ج۲ص۱۴۹، رقم: ۲۵۴۶، صحیح مسلم، باب ثواب العبد واجرہ اذا نصح لسیدہ واحسن عبادۃ اللہ، ج۵ص۹۴، رقم: ۱۲۰۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل المملوک اذا نصح، ج۸ص۱۲، رقم: ۱۶۲۲۵، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی المملوک اذا نصح، ج۴ص۵۰۸، رقم: ۵۱۷۱، مسند الشہاب، باب اذا نصح العبد لسیدہ واحسن عبادۃ، ج۲ص۲۴۹، رقم: ۱۳۰۲)

شرح حدیث: حبشی غلام

حضرتِ سیّدُنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ خشک سالی میں مبتلاء ہیں اور مسجد حرام میں بارش کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔ میں باب بنی شیبہ کی طرف موجود تھا کہ ایک حبشی غلام آیا، اس نے کھدر کے دو کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایک کپڑے کا تہبند باندھ رکھا تھا جبکہ دوسرا کپڑا کندھوں پر اوڑھ رکھا تھا۔ وہ وہاں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے اس طرح دعا مانگتے ہوئے سنا: یاالٰہی عزوجل! گناہوں کی کثرت اور برے عیبوں نے چہروں کو سیاہ کر دیا، تونے مخلوق کی عبرت کے لئے ہم سے باران رحمت کو روک لیا، تو اے حلیم عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے وہ پاک ذات جس سے اس کے بندے بھلائی ہی پاتے ہیں! انہیں ابھی فوراً ہی سیراب کر دے۔

حضرتِ سیّدُنا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی اس حبشی غلام نے اتنا ہی کہا تھا کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے برساتِ رحمت برسنے لگی۔ پھر وہ حبشی غلام اپنی جگہ پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ جب وہ وہاں سے جانے لگا تو میں اس کا گھر دیکھنے کے لئے اس کے پیچھے چل دیا۔ پھر جب میں حضرتِ سیّدُنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کیوں افسردہ ہیں؟ میں نے کہا کوئی دوسرا ہم سے سبقت لے گیا اور اللہ عزوجل نے ہمارے بجائے اسے اپنا دوست بنالیا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو میں نے پورا قصہ بیان کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آئے۔ پھر فرمایا: اے ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ! افسوس ہے تم پر، مجھے ان کے پاس لے چلو۔ میں نے کہا: ابھی وقت بہت کم ہے، میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔

پھر جب اگلا دن آیا تو میں نے فجر کی نماز پڑھی اور اس حبشی غلام کے گھر کی طرف چل دیا۔ میں نے گھر کے دروازے پر ایک بوڑھے کو دیکھا جو چادر بچھا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پہچان کر کہنے لگا: مرحبا! اے ابوعبدالرحمن! خوش آمدید، فرمایئے کیسے تشریف لائے؟ میں نے کہا: مجھے ایک غلام کی حاجت ہے۔ اس نے کہا: ہاں! میرے پاس بہت سے غلام ہیں، آپ ان میں سے جسے چاہیں پسند فرمالیں۔ پھر اس نے آواز دی: اے غلام! جواباً ایک چاک وچوبند غلام باہر نکلا تو اس بوڑھے نے مجھے بتایا کہ یہ غلام بہت نیک سیرت ہے، آپ کے لئے بہت اچھا رہے گا۔ تو میں نے کہا: نہیں، مجھے یہ نہیں چاہیے۔ وہ بوڑھا شخص ایک کے بعد دوسرا غلام بلاتا رہا اور میں انکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے مطلوبہ غلام کو بلایا تو اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ بوڑھے نے پوچھا: کیا یہ غلام آپ کو پسند ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ مگر وہ کہنے لگا: میں اس غلام کو نہیں بیچ سکتا۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ جواب دیا: اس کا میرے گھر میں رہنا باعثِ برکت ہے کیونکہ جب سے یہ اس گھر میں آیا ہے مجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ میں نے پوچھا: اس کا کھانا کہاں سے

آتا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ کھجوری رسیاں بُن کر کچھ رقم کما لیتا ہے، اگر رسیاں بِک جائیں تو فبہا ورنہ وہ دن یونہی گزار لیتا ہے اور میرے غلاموں نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ طویل ترین راتوں میں بھی بالکل نہیں سوتا، ان سے زیادہ میل جول نہیں رکھتا اور اپنے نفس پر کڑی نظر رکھتا ہے، میرے دل میں اس کے لئے بڑی محبت ہے۔

یہ سن کر میں نے اس بوڑھے سے کہا: میں اپنی مراد پوری ہوئے بغیر (حضرتِ سیِّدُنا) فضیل بن عیاض اور (حضرتِ سیِّدُنا) سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے پاس چلتا ہوں۔ (واپسی پر) میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور اس غلام کے لئے منت سماجت کی تو اس نے کہا کہ آپ کا میرے پاس چل کر آنا ہی بڑی بات ہے آپ اسے جتنی قیمت میں چاہیں لے جائیں۔

بہرحال میں نے وہ غلام خرید لیا اور اسے لے کر حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا: اے آقا! میں نے کہا: لبیک! (یعنی میں حاضر ہوں۔) تو اس نے کہا: لبیک نہ کہے کیونکہ غلام لبیک کہنے کا آقا سے زیادہ مستحق ہے۔ میں نے کہا: میرے دوست! تمہیں کس چیز کی حاجت ہے؟ اس نے کہا: میں کمزور بدن والا ہوں، آپ کی کوئی خدمت نہیں کر پاؤں گا، آپ میری جگہ دوسرا غلام خرید لیتے، میرے مالک نے آپ کو مجھ سے طاقتور غلام بھی دِکھایا تھا۔ تو میں نے جواب دیا: میں تجھ سے خدمت تھوڑی لوں گا؟ میں نے تو تجھے اس لئے خریدا ہے کہ تجھے اپنے بیٹوں کی طرح رکھوں، تیری شادی کراؤں اور خود تیری خدمت کروں۔ یہ سن کر وہ رونے لگا تو میں نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے رُلایا؟ تو اس نے جواب دیا: شاید آپ یہ سب اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ نے مجھے اللہ عزوجل کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا، ورنہ آپ ان غلاموں میں سے میرا ہی انتخاب کیوں کرتے؟ میں نے کہا: بس، مجھے تم سے ایک یہی حاجت ہے۔ اس نے کہا: میں آپ کو اللہ عزوجل کی قسم دے کر اس حاجت کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ تو میں نے بتایا کہ میں نے تمہیں تمہاری دعا کی مقبولیت کی وجہ سے خریدا ہے۔ اس نے کہا: میرا آپ کے بارے میں حسنِ ظن ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں، اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں کچھ بندوں کو چن لیتا ہے جن کے اَحوال اپنے محبوب بندوں ہی پر ظاہر فرماتا ہے اور انہی بندوں پر ظاہر فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگا: کیا آپ کچھ دیر میرا انتظار کریں گے، میری رات کی کچھ رکعتیں باقی ہیں، میں وہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: حضرتِ سیِّدُنا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر قریب ہی ہے وہاں ادا کر لینا: اس نے کہا کہ میں یہیں نماز پڑھنا پسند کرتا ہوں کیونکہ اللہ عزوجل کے احکام بجالانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ مسجد میں داخل ہوا اور دیر تک نماز میں مشغول رہا پھر میرے پاس آکر بولا: اے ابوعبدالرحمن! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ میں نے پوچھا وہ کیوں؟ اس نے کہا: اس لئے کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کہاں جانا چاہتے ہو؟ کہا: آخرت کی طرف۔ میں نے کہا: ایسا نہ کرو میں تم سے نفع تو اٹھالوں۔ تو اس نے مجھ سے کہا: جب تک معاملہ میرے اور اللہ عزوجل کے درمیان تھا اس وقت تک

مجھے زندگی پسند تھی مگر اب جبکہ آپ بھی اس پر مطلع ہو گئے ہیں تو عنقریب اور بھی بہت سے لوگ جان لیں گے لہٰذا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ پھر وہ منہ کے بل گر کر دعا مانگنے لگا: یاالٰہی عزوجل! ابھی فوراً میری روح قبض فرمالے۔ میں اس کے قریب ہوا تو دیکھا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔

حضرت سیّدُنا ابنِ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو میرا غم طویل ہو جاتا ہے، دنیا میری نظروں میں چھوٹی ہو جاتی ہے اور مجھے اپنے عمل حقیر نظر آنے لگتے ہیں۔ (بحر الدموع ۱۰۰۔۱۰۳)

(1368) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الْمُصْلِحِ اَجْرَانِ"، وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ، وَبِرُّ اُمِّيْ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درستگی کرنے والے غلام کے لیے دو اجر ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوہریرہ کی جان ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں جہاد، حج اور ماں کی خدمت نہ ہوتیں تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنا پسند کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العبد اذا احسن عبادة ربه ونصح سیده، ج۲ص۱۲۹، رقم: ۲۵۴۸، صحیح مسلم، باب ثواب العبد واجره اذا نصح لسیده واحسن عبادة الله، ج۵ص۹۴، رقم: ۴۳۱۰، السنن الکبری للبیهقی، باب فضل المملوك اذا نصح، ج۸ص۱۲، رقم: ۱۶۲۲۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۳۰، رقم: ۸۲۵۳، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی العبد الصالح، ج۸ص۶۲، رقم: ۵۹۰۲)

شرح حدیث: سب سے پہلے جنت میں

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ مجھ پر سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص پیش کیے گئے وہ یہ لوگ ہیں (۱) شہید (۲) پاکدامن شخص اور (۳) وہ غلام جو اللہ عزوجل کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے آقا کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ (ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی ثواب الشہید، رقم ۱۶۴۸، ص ۴۴۰)

(1369) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَمْلُوْكُ الَّذِيْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، وَيُؤَدِّيْ اِلٰى سَيِّدِهِ الَّذِيْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ، وَالنَّصِيْحَةِ، وَالطَّاعَةِ، لَهٗ اَجْرَانِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے ربّ کی خوب عبادت کرتا ہے اور اپنے رب کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ خیر خواہی اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کراهیة التطاول علی الرقیق، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۵۵۱، مسند ابی یعلی، حدیث ابی موسیٰ

رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۰۶، رقم: ۲۰۸، مسند الرویانی، باب ما روی ابو بردۃ بن ابی موسی عن ابیہ، ص۴۴، رقم: ۳۶۰، الآداب للبیہقی، باب فی المملوک اذا نصح، ج۱ص۳۳، رقم: ۱۰)

شرحِ حدیث: مصائب پر صبر قربِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا ذریعہ ہے

ایک شخص حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یاسیدی! مجھے بتایئے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ تک کیسے رسائی حاصل کرسکتا ہوں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک امیر کے دروازے پر لے گئے۔ دروازے پر ایک غلام کھڑا ہوا تھا جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس غلام کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس کی مثل ہو جاؤ، خود ہی اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک رسائی حاصل کر لوگے۔ (یعنی جس طرح یہ غلام ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود اپنے آقا کے دروازے پر حاضر ہے اس طرح تو بھی ہر حال میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی رضا پر راضی رہ اور اس کی عبادت کرتا رہ)۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ۳۵۰)

(1370) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَّهُمْ اَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ، وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللهِ، وَحَقَّ مَوَالِيْهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا، ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ؛ فَلَهٗ اَجْرَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں جس کو دوگنا اجر ملتا ہے۔ اہل کتاب کا آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور حضرت محمد (ﷺ) پر ایمان لایا اور مملوک غلام جو اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے۔ ایک وہ آدمی جس نے اپنی باندی کی خوب تربیت کی اسے اچھی طرح تعلیم دی، پھر آزاد کرکے اس سے شادی کی۔ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تعلیم الرجل امته واهله، ج۱ص۳۱، رقم: ۹۷، صحیح مسلم، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم، ج۱ص۹۳، رقم: ۴۰۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الرجل یعتق امته ثم یتزوج بها، ج۷ص۱۲۸، رقم: ۱۳۱۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۰۲، رقم: ۱۹۶۱۸، مصنف عبد الرزاق، باب اعتقها صداقها، ج۷ص۲۶۱، رقم: ۱۳۱۱۱)

شرحِ حدیث: امانت داری سے متاثر

حضرت سیدنا نافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک وادی میں گیا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گرمی اپنے جوبن پر تھی گویا سورج آگ برسا رہا تھا۔ ہم نے ایک سایہ دار جگہ میں دسترخوان لگایا اور سب مل کر کھانا کھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک چرواہا گزرا، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس سے فرمایا: آیئے! آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایئے۔ چرواہے نے جواب دیا: میرا روزہ ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے اس سے فرمایا: تو اس شدید گرمی کے عالم میں سارا دن جنگل میں بکریاں چراتا ہے، تو اتنی مشقت کا کام کرتا ہے اور پھر بھی تو نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے؟ کیا تجھ پر نفلی روزہ رکھنا ضروری ہے؟

یہ سن کر وہ چرواہا کہنے لگا: کیا وہ وقت آ گیا جن کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ O

ترجمہ کنزالایمان: کھاؤ اور پیؤ رچتا ہوا، صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔ (پ29، الحاقۃ:24)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس چرواہے کی حکیمانہ باتیں سن کر بڑے حیران ہوئے اور اس سے فرمانے لگے: تم ہمیں ایک بکری فروخت کر دو ہم اسے ذبح کریں گے، اور تمہیں بکری کی مناسب قیمت بھی دیں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر وہ چرواہا عرض گزار ہوا: حضور! یہ بکریاں میری ملکیت میں نہیں بلکہ یہ میرے آقا کی ہیں، میں تو غلام ہوں میں انہیں کیسے فروخت کر سکتا ہوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی امانت داری سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ہم سے فرمایا: یہ بھی تو ممکن تھا کہ یہ چرواہا ہمیں بکری بیچ دیتا اور جب اس کا آقا پوچھتا تو جھوٹ بول دیتا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا لیکن دیکھو یہ کتنا امین و متقی چرواہا ہے۔

چرواہے نے بھی یہ بات سن لی۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا، اگرچہ میرا آقا مجھے نہیں دیکھ رہا لیکن میرا پروردگار عزوجل تو مجھے دیکھ رہا ہے، میرا رب عزوجل تو میرے ہر ہر فعل سے باخبر ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس چرواہے کی باتوں اور نیک سیرت سے بہت متاثر ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چرواہے کے مالک کے پاس پہنچے اور اس نیک چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور ساری بکریاں بھی خرید کر اس چرواہے کو ہبہ کر دیں۔ (عُیُونُ الْحِکَایات ۱۵۷)

96-بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ وَهُوَ: الْاِخْتِلَاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُهَا

فتنے اور فساد وغیرہ کے زمانے میں عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان

(1371) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معقل بن یسار ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فتنے کے وقت میں عبادت کرنا ایسا ہے جس طرح میری طرف ہجرت کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل العبادۃ فی الھرج، ج۸ص۲۰۸، رقم: ۷۵۸۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث معقل بن یسار، ج۲۰ص۲۱۲، رقم: ۴۸۸، ۱۶۲۴۴سنن ابن ماجه، باب الوقوف عند الشبھات، ج۲ص۱۳۱۹، رقم: ۳۹۸۵سنن ترمذی، باب ما جاء فی الھرج والعبادۃ فیہ، ج۴ص۳۸۹، رقم: ۲۲۰۱صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الفتن، ج۱۳ص۲۸۹، رقم: ۵۹۵۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو ثواب فتح مکہ سے پہلے میرے ہجرت کر کے آنے کا تھا وہ ہی ثواب اس پر فتن زمانہ میں عبادت کرنے کا ہوگا جیسے مہاجر اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ کر رب کی طرف آ جاتا ہے ایسے ہی یہ شخص ان تمام سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف آتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۳۷)

97-بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْأَخْذِ وَالْعِطَاءِ وَحُسْنِ الْقَضَاءِ وَالتَّقَاضِي وَإِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيْفِ وَفَضْلِ إِنْظَارِ الْمُوْسِرِ الْمُعْسِرَ وَالْوَضْعِ عَنْهُ

خرید و فروخت اور لین دین میں نرمی اور رقم کی ادائیگی اور اچھا رویہ اختیار کرنے، جھکتا تولنے اور ناپنے کی فضیلت اور کم تولنے اور ناپنے کی ممانعت اور مال دار و تنگ دست کو مہلت دینے اور اس سے قرض کو معاف کر دینے کی فضیلت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيْمٌ) (البقرة: 215).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ) (هود: 85).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ أَلَا يَظُنُّ أُولٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ) (المطففين: 1-6)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

شرح: کم تولنے کے بارے میں حکایت

ایک شخص کا بیان ہے: میں ایک مریض کے پاس گیا جس پر موت کے آثار نمایاں تھے، میں نے اسے کلمہ شہادت کی تلقین شروع کر دی لیکن اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا، جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے کہا: اے بھائی! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے کلمہ شہادت کی تلقین کر رہا تھا لیکن تمہاری زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا؟ اس نے بتایا: اے میرے

بھائی! ترازو کے دستے کی سوئی میری زبان پر تھی جو مجھے بولنے سے مانع تھی۔ میں نے اسے کہا: اللہ عزوجل کی پناہ! کیا تم کم تولتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں اللہ عزوجل کی قسم! مگر میں نے کچھ مدت تک اپنی ترازو کا بٹ (یعنی پتھر) صحیح نہ کیا۔ پس یہ اس کا حال ہے جو اپنی ترازو کا پتھر صحیح نہ کرے تو اس کا کیا حال ہوگا جو تولتا ہی کم ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر ۷۸۰)

آگ کے دو پہاڑ

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے پڑوسی کے پاس گیا اس حال میں کہ اس پر موت کے آثار نمایاں تھے اور وہ کہہ رہا تھا: آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس سے پوچھا: کیا کہہ رہے ہو؟ تو اس نے بتایا: اے ابو یحیٰ! میرے پاس دو پیمانے تھے، ایک سے دیتا اور دوسرے سے لیتا تھا۔ حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں اٹھا اور ایک پیمانے کو دوسرے پر (توڑنے کی خاطر) مارنے لگ گیا۔ تو اس نے کہا: اے ابو یحیٰ! جب بھی آپ ایک کو دوسرے پر مارتے ہیں معاملہ زیادہ شدید اور سخت ہو جاتا ہے۔ پس وہ اسی مرض میں مر گیا۔

کسی نیک بزرگ کا قول ہے: ہر تولنے اور ماپنے والے پر آگ پیش کی جائے گی کیونکہ کوئی نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جسے اللہ عزوجل بچائے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۷۸۰)

(1372) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهُ. فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوْهُ. فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا" ثُمَّ قَالَ: "اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهٖ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ. قَالَ: "اَعْطُوْهُ. فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ آپ سے (قرض) وصول کرنے کے لیے تقاضا کرنے آیا اس نے آپ علیہ السلام پر سختی کی۔ صحابہ نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑو کہ صاحب حق کو بات کرنے کا اختیار ہے۔ پھر فرمایا اس کو اتنی عمر کا اونٹ دو جتنی عمر کا اس کا تھا۔ میں نے عرض کیا: کہ اس جیسا نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہے فرمایا وہ دے دو۔ تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح ادائیگی کرتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوکالة فی قضاء الدیون، ج۲ص۹۹، رقم: ۲۳۰۶، صحیح مسلم، باب من استسلف شیئاً فقضی خیرا منه، ج۵ص۵۴، رقم: ۴۲۱۳، السنن الکبری للبیهقی، باب الرجل یقضیه خیرا منه بلاشرط طیبة به نفسه، ج۵ص۳۵۱، رقم:

۱۲۵۸ا۔سنن ترمذی، باب ما جاء فی استقراض البعیر او الشی من الحیوان، ج۲ص۶۰۸، رقم: ۱۳۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۴۵۶، رقم: ۹۸۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو آپ پر سختی کی) یہ سختی کرنے والا قرض خواہ یا تو کوئی یہودی وغیرہ کافر ہوگا یا آداب سے ناواقف بدوی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے خبردار نہ تھے، وہ تو بغیر قرض بھی گفتگو میں بہت سختی کرتے تھے اور حضور انور تحمل فرماتے تھے، ورنہ صحابہ کرام سے یہ سختی ناممکن ہے۔ (لمعات ومرقات)

(صحابہ نے کچھ کرنا چاہا) مار پیٹ یا سخت جواب یا بارگاہ عالی سے نکال دینا چاہا۔

(حق والے کو کچھ کہنے کا حق ہے) یعنی قرض خواہ کو حق ہے کہ اگر مقروض غنی ہو کر ٹال مٹول کرے تو اس کے خلاف دعویٰ کردے یا اسے ظالم خائن کہے یا کہے کہ تو نادہند بہانہ خور ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون نادہند مقروضوں کے لیے ہے جو حضور انور نے اس موقع پر بیان فرمایا ورنہ حضور انور ان تمام ٹال مٹول وغیرہ سے معصوم ہیں۔

(ہم تو اس کی عمر سے بہتری پاتے ہیں) یعنی جو اونٹ اس نے آپ کو قرض دیا تھا وہ کم عمر اور دبلا تھا، اب بازار سے ایسے دبلے کم عمر اونٹ نہیں ملتے اس سے اچھے موٹے رباعیہ مل رہے ہیں۔

(بہترین وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے) طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے حضرت زید ابن سعنہ سے روایت کی کہ میں یہود کے بڑے پادریوں میں سے تھا، میں نے حضور انور میں تمام علامات نبوت تو دیکھ لی تھیں دو کی آزمائش کرنا چاہتا تھا ایک حلم، دوسرے سختی کے جواب میں نرمی، میں نے حضور انور کو کچھ چھوہارے ادھار دیئے اور وقت اداء سے دو دن قبل تقاضا کرنے کے لیے آ گیا، آپ کی چادر پکڑ کر نہایت سختی سے بولا کہ میرا قرض دو، بنی عبد المطلب عموماً نادہند ہوتے ہیں، جناب عمر فاروق نے فرمایا کہ اگر اس آستانہ کا ادب مانع نہ ہوتا تو یہ تلوار تیرے سر پر ہوتی، حضور انور نے فرمایا اے عمر بہتر ہوتا کہ تم مجھے قرض ادا کرنے کا مشورہ دیتے تم نے الٹا میرے محسن پر سختی کی، جاؤ ان کا قرض ادا کرو اور بیس ۲۰ صاع زیادہ کھجوریں دے دو اس سختی کے عوض جو تم نے اس پر کی، میں نے کہا اے عمر میں نبوت کی دو علامتوں کا امتحان کر رہا تھا، میں نے درست پالیں، میں پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ تو قرض خواہ کا معاملہ ہے، آستانہ عالیہ پر بھیک مانگنے والوں نے سختی سے مانگا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطائیں بھی دی ہیں اور دعائیں بھی، جیسا کہ بخاری، ابوداؤد، وغیرہ کی روایت میں ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۵۰۸)

(1373) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰى، وَاِذَا اقْتَضٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو بیچتے خریدتے اور رقم کا تقاضا کرتے وقت نرم ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السهولة والسماحة فی الشراء والبیع، ج۲ص۵۰، رقم: ۲۰۷۶، مجمع الزوائد للهیثمی، باب السماحة والسهولة وحسن المبایعة، ج۴ص۱۳۱، رقم: ۶۳۱۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی التساهل والتسامح فی البیع، ج۲ص۳۲۶، رقم: ۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بیچنے میں نرمی یہ ہے کہ گاہک کو کم یا خراب چیز دینے کی کوشش نہ کرے اور خریدنے میں نرمی یہ ہے کہ قیمت کھری دے اور بخوبی ادا کرے، بیوپاری کو پریشان نہ کرے، تقاضے میں نرمی یہ ہے کہ جب اس کا کسی پر قرض ہو تو نرمی سے مانگے اور مجبور مقروض کو مہلت دے دے اس پر تنگی نہ کرے جس میں یہ تین صفتیں جمع ہوں وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنۡ کَانَ ذُوۡعُسۡرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیۡسَرَۃٍ اگر مقروض تندرست ہو تو اسے وسعت تک مہلت دے دو۔

(مراۃ المناجیح، ج۴ص۲۹۷)

(1374) وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کو اللہ کریم قیامت کے دن کی تکلیف سے نجات عطا کرے تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۳، رقم: ۴۰۸۳، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۳۵۶، رقم: ۱۱۲۹۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدان، ج۵ص۳۱، رقم: ۴۵۹۲، مجمع الزوائد للهیثمی، باب فیمن فرج عن معسر او انظره او ترک الغارم، ج۴ص۲۴۱، رقم: ۶۷۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کُرَب کاف کے پیش ر کے فتح سے، کربۃ کی جمع ہے بمعنی تکلیف، محنت، مشقت اس لفظ میں قیامت کی دھوپ، پیاس، گھبراہٹ ملائکہ کی سختی وغیرہ سب کچھ داخل ہے۔

فلینفس تنفیس سے بنا بمعنی تاخیر کرنا، دیر لگانا، مہلت دینا۔ وضع سے مراد یا قرض بالکل معاف کر دینا، اگر قرض خواہ کی طرف سے وکیل قبض کو اس کی اجازت ہو تو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم بھی رب تعالیٰ کے مقروض ہو لہذا اپنے مقروضوں کو معافی یا آسانی دو تم پر اللہ آسانی کرے گا۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۵۰۴)

(1375) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَانَ رَجُلٌ يُّدَايِنُ النَّاسَ، وَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: اِذَا اَتَيْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کے ساتھ قرض کا معاملہ کرتا تھا اور اپنے خادم کو کہتا کہ جب تو تنگ دست

مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا. فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے پاس جائے تو اس سے اعراض کرنا۔ ہم سے شاید اللہ کریم درگزر فرمادے تو وہ اللہ کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس سے اللہ کریم سے درگزر فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ام حسبت أن اصحاب الكهف والرقيم، ج۲ص۱۲۸۲، رقم: ۲۲۹۲، صحيح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۲، رقم: ۴۰۸۱، السنن الكبرى للبيهقى، باب ما جاء فى انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۲۱۰، رقم: ۱۱۲۹۲، السنن الكبرى للنسائى، باب حسن المعاملة والرفق فى المطالبة، ج۴ص۶۰، رقم: ۶۲۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابى هريرة، ج۳ص۲۶۳، رقم: ۷۵۶۹)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نوکر سے وہ نوکر مراد ہے جو مقروضوں سے تقاضا کرنے کو مقرر تھا جیسا کہ عام تجار ساہوکار ایسے لوگ رکھتے ہیں۔ فتی ساتھی کو بھی کہتے ہیں نوکر وغلام کو بھی، اس کے لغوی معنی ہیں جوان۔

یا سارا قرض معاف کردے یا کچھ قرض یا مہلت دے دے کہ جلدی تقاضا نہ کرے، معافی میں یہ سب کچھ داخل ہے کہ اس کے سارے گناہ بخش دے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ غلام یا نوکر کو قرض وصول کرنے کا وکیل کرسکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وکیل کو معافی یا نرمی کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا میں جمع کے صیغے استعمال کرنا بہتر ہے کہ اس نے کہا تھا عنّا کہ اگر ایک کے حق میں دعا قبول ہوگئی تو ان شاء اللہ سب کے حق میں قبول ہوجائے گی، چوتھے یہ کہ گزشتہ دین کے احکام ہمارے لیے بھی قابل عمل ہیں جب کہ قرآن یا حدیث میں نقل ہوں۔ (نووی، مرقات) پانچویں یہ کہ اپنے مقروض پر مہربانی کرنا اپنی بخشش کا ذریعہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۵۰۳)

(1376) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِنِ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُوْسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ، اِلَّآ اَنَّهٗ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوْسِرًا، وَكَانَ يَاْمُرُ غِلْمَانَهٗ اَنْ يَّتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ. قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ؛ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی کا حساب لیا گیا۔ اس کے پاس اور کوئی نیکی نہیں ملی صرف یہ کہ وہ خوش حال تھا اور لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا تھا اور اپنے نوکروں کو حکم کرتا تھا کہ وہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اس بھلائی کے ہم تجھ سے زیادہ حق دار ہیں پس اسے معاف کردو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۲، رقم: ۴۰۸۰، الادب المفرد للبخاری، باب حسن الخلق اذا فقهوا، ص۱۱۰، رقم: ۲۹۳، السنن الكبرى للبيهقى، باب ما جاء فى انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۲۵۶، رقم: ۱۱۲۹۱، سنن

ترمذی باب ما جاء فی انظار المعسر والرفق بہ ج۳ص۵۹، رقم: ۱۳۰۶، مصنف ابن ابی شیبۃ باب انظار المعسر والرفق بہ ج۵ص۱۷ رقم: ۲۲۶۱۱)

شرحِ حدیث: روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ پھر میں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے روزانہ اتنا ہی مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی اس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی اس کے لئے ہر روز اس قرض سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے روزانہ قرض کی مقدار کے برابر مال صدقہ کرنے کا ثواب تو قرض کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے ملے گا، اور جب ادائیگی کا وقت ہو گیا پھر اس نے قرضدار کو مہلت دی تو اسے روزانہ اتنا مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرض کی ادائیگی کے وقت سے پہلے تنگدست کو مہلت دی اسے روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے وقتِ ادائیگی کے بعد مہلت دی اسے روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۷۶، ج ۴، ص ۲۴۲)

(1377) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ اللّٰهُ تَعَالَى بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهِ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا. فَقَالَ لَهُ: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: "وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا" قَالَ: يَا رَبِّ اٰتَيْتَنِي مَالَكَ. فَكُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ. وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ. فَكُنْتُ اَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ. وَاُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: "اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي" فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَاَبُو مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا۔ جس کو اللہ نے مال دیا تھا اسے فرمائے گا: تو نے دنیا میں کیا کیا؟ اور فرمایا وہ اللہ سے کچھ چھپا نہ سکے گا۔ عرض کرے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال دیا میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا اور میری عادت میں معاف کر دینا تھا۔ میں فراخ دست پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کے تجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ میرے اس بندے کو معاف کر دو۔ حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابو مسعود،

انصاری ﷺ فرماتے ہیں: ہم نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۲ رقم: ۴۰۷۷، المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ النساء، ج۲ص۳۲۹ رقم: ۳۱۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عقبۃ بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۲۴۳، رقم: ۱۴۳۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، بقیۃ حدیث ابی مسعود، ج۸ص۱۱۸، رقم: ۷۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس سے جانکنی کے وقت ہوا یا قبر میں اور سوال کرنے والے یا تو وہ فرشتے تھے جو جان نکالنے آئے تھے یا منکر نکیر جو حساب قبر لیتے ہیں اگرچہ قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے اعمال کا حساب تو قیامت میں ہوگا مگر یہ اس شخص کی خصوصیات سے ہے کہ اس سے قبر ہی میں اعمال کا حساب بھی ہوگیا، بعض شارحین نے فرمایا قیل بمعنی یقال ہے اور یہ واقعہ سوال و جواب کا قیامت میں ہوگا مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔ (لمعات، اشعہ، مرقات)

معلوم ہوا کہ مرتے وقت اور قبر میں حشر میں انسان کو اپنے برے بھلے اعمال یاد ہوں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: بَلِ الْاِنْسٰنُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۔

یعنی میرے معاملات بہت درست تھے ان میں اخلاق کو دخل تھا اگر امیر کو ادائے قرض میں دیر لگتی تھی تو میں صبر کرتا تھا اس پر جلدی مانگ کر سختی نہ کرتا تھا اور اگر میرا مقروض قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو اسے بالکل معاف کردیتا تھا تاکہ وہ دنیا و آخرت میں پھنسا نہ رہے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے رب تعالیٰ اس پر کرم فرماتا ہے کسی کو پھانسنے کی کوشش نہ کرو بلکہ پھنسے کو نکالنے کی کوشش کرو۔ دوسرے یہ کہ معمولی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کبھی ایک قطرہ جان بچالیتا ہے۔ ممکن ہے کہ چھوٹا عمل بخشش کا ذریعہ بن جائے اور کوئی معمولی گناہ چھوٹا سمجھ کر کرنہ لو کبھی چھوٹی چنگاری سارا گھر جلا ڈالتی ہے۔

یعنی پھنسوں کو نکالنا، لوگوں پر رحم کرنا میری صفت ہے جب تو اخلاق الٰہیہ سے موصوف ہوا تو میں بھی تجھے بخش دیتا ہوں، یہ ہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالیٰ کی عادات اختیار کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عبادات کے ساتھ معاملات بھی ٹھیک کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۳۹۸)

(1378) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا، اَوْ وَضَعَ لَهٗ، اَظَلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ» رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ،

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا معاف کیا قیامت کے دن اس کو اللہ کریم اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا کرے گا جس دن اس کے سائے

وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ". کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی انظار المعسر والرفق به، ج۳ص۵۹۹، رقم: ۱۳۰۶، الاحاد والمثانی، احادیث ابوالیسر کعب بن مالک، ج۳ص۴۵۹، رقم: ۱۹۱۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۳۵۷، رقم: ۱۱۲۷۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدان، ج۵ص۱۳، رقم: ۴۵۲۶، سنن الدارمی، باب فیمن انظر معسرا، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۲۵۸۸)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تنگ دست کو مہلت دینے کے متعلق فتاوٰی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسئلہ: شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کر دیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من نفس عن غریمه او محی عنه کان فی ظل العرش یوم القیامة۔

(مسند امام احمد حدیث ابوقتادہ انصاری مطبع دار الفکر ۵/۳۰۸)

جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کر دے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔

رواہ الامام احمد ومسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه والامام البغوی شرح السنة عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنه وقال ھذا حدیث حسن۔

(اسے امام احمد اور امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ت)

اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کرتا تھا جب وُہ مرا اللہ تعالٰی نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی [2] رواہ الشیخان عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اور اُسے جنّت میں جگہ بخشی [3] رویا ہ عنه وعن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھما (انہوں نے اس سے اور ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) مولٰی تعالٰی نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں [4] رواہ مسلم عن ابی مسعود وعن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنھما کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اس کو مسلم نے ابومسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲۔صحیح مسلم کتاب مساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۸)(۳۔و۴۔صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۸)(فتاویٰ رضویہ، ج۱۲، ص۱۳۸)

(1379) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اشْتَرَى مِنْهُ بَعِيْراً، فَوَزَنَ لَهُ فَأَرْجَحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اونٹ خریدا تو ان کو وزن کر کے دیا اور جھکا ہوا (یعنی زیادہ) دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الطعام عند القدوم وکان ابن عمر یفطر لمن یغشاہ، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۰۹۱، صحیح مسلم، باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ، ج۵ص۵۲، رقم: ۴۱۸۹، السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی ھبۃ المشاع، ج۶ص۱۷۱، رقم: ۱۲۲۰۹، مستخرج ابی عوانۃ، باب ذکر خبر الموجب علی الوزن ان یرجح اذا وزن، ج۳ص۲۹۸، رقم: ۴۹۳۲، مسند الطیالسی، احادیث محارب بن دثار عن جابر رضی اللہ عنہما، ص۲۲۹، رقم: ۱۶۲۵)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں تاجر کے آداب یوں بیان فرماتے ہیں:

تاجر کے آداب

(تجارت کرنے والے کو چاہیے کہ) مسلمانوں کے راستے میں نہ بیٹھے کہ اس سے انہیں چلنے میں دشواری ہوگی، ایسے سمجھدار و ذہین غلام (نوکر) کو کام کے لئے رکھے کہ جو نہ تو ناپ تول میں اور نہ ہی وزن میں کمی کرے، اسے برابری کا حکم دے، سامان وغیرہ تولنے میں جلدی نہ کرے، اس کا ترازو درستی میں سنار کے ترازو اور اعتدال میں معیاری ترازو کی طرح ہو، اس کی ڈوریاں لمبی اور اوپری کنارے باریک ہوں، اس کے چھوٹے بڑے تمام باٹ وزن میں پورے ہوں، روزانہ سب سے پہلے ترازو صاف کرے، رطل اور سنگِ ترازو (بٹ یعنی تول وغیرہ کے پتھر) کے عیبوں کا خاص خیال رکھے، غلام (نوکر) کو حکم دے کہ تیل اور روغنیات وغیرہ تولتے وقت احتیاط سے کام لے۔ جب کوئی مہذب شخص کچھ لینے آئے تو اس کی عزت وتکریم کرے، پڑوسی آئے تو اس پر احسان کرے، کوئی ضعیف و ناتواں آئے تو اس کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آئے یا ان کے علاوہ کوئی بھی آئے تو اس کے ساتھ انصاف سے پیش آئے، چیزوں کو ان کی قیمت و بھاؤ کی مقدار کے اعتبار سے بیچے، اگر کسی چیز کی قیمت کم ہو تو (بیچنے والا) خریدار کو زیادہ قیمت میں دے سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات اگر چیز کی قیمت زیادہ ہو تو وہ خریدار کو کم قیمت میں دے دیتا ہے۔ اس کی تمام تر توجہ درس قرآن (اور علم دین) کی محفل میں حاضری کی طرف رہے، غیر محرموں اور امردوں کو دیکھنے سے نگاہوں کو بچائے رکھے، واقف کار بے وقوف سے اپنی عزت بچائے، سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے، خوشی ملنے پر عطیہ وبخشش کو نہ روکے۔

تاجر نے جو کام ملازم پر لازم کیا ہے اگر خود اس کا ذمہ دار ہے تو بہتر یہ ہے کہ خود کرے۔ ناپ تول اور وزن کرنے کا پیمانہ اور ترازو کا پتھر معتبر و قابلِ اعتماد لوگوں سے خریدے، بیچتے وقت مال کی جھوٹی تعریف اور خریدتے وقت بے جا مذمت

نہ کرے، لوگوں کو کوئی خبر وغیرہ دیتے یا سناتے وقت سچائی سے کام لے، نیلامی کے وقت فحش گوئی اور گفتگو کرتے وقت جھوٹ بولنے سے بچے، دُکان داروں کے ساتھ بے ہودہ ولغو باتوں میں نہ پڑے اور نئے لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق نہ کرے اور لڑائی جھگڑا نہ کرے۔

(1380) وَعَنْ اَبِيْ صَفْوَانَ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ، وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَزَّانِ: "زِنْ وَاَرْجِحْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوصفوان سوید بن قیس ﷛ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی ہجر سے کچھ کپڑا فروخت کرنے کے لئے لائے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' شلوار کا سودا طے کیا میرے پاس ایک آدمی اجرت پر سکے تولنے کے لیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وزن کرنے والے کے لیے فرمایا: وزن کر اور جھکتا تول۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجحان فی الوزن والوزن بالاجر، ج۳ص۲۵۰، رقم: ۳۳۳۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرجحان فی الوزن، ج۳ص۳۸۵، رقم: ۱۳۲۰، الاداب للبیہقی، باب فی السراویل، ج۱ص۳۰۳، رقم: ۵۰۹، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، ج۱ص۱۴۶، رقم: ۵۵۹، سنن الدارمی، باب الرجحان فی الوزن، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۵۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سوید ابن قیس کی کنیت ابوعمرو ہے، صحابی ہیں، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، مخرفہ بھی صحابی ہیں واؤ بمعنی مع ہے یا عاطفہ ہر دونوں صاحب شرکت میں مقام ہجر سے کپڑا تجارت کے لیے لائے تھے، ہجر کا کپڑا مشہور تھا، ہجر تین بستیوں کے نام ہیں، یمن کا ایک شہر ہے، بحرین کے ایک علاقہ کا نام بھی ہے اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی ہے۔ (اشعہ) یہاں تیسری بستی مراد ہے یہ کپڑا اسی بستی سے آیا تھا۔ (مرقاۃ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پائجامہ خریدنا تو ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں ہمیشہ تہبند شریف استعمال فرمایا، حضرت عثمان غنی شہادت کے دن پائجامہ پہنے ہوئے تھے، پائجامہ ہی میں آپ کی شہادت ہوئی، بھاؤ چکانے کا مطلب یہ ہے کہ بھاؤ طے کر کے خرید لیا۔ (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود دوکان پر جانا اور تاجر کی منہ مانگی قیمت نہ دینا بلکہ اس سے طے کرنا کچھ کم کرانا سنت ہے، اگرچہ اپنے خدام سے ہی خرید کی جائے اس بھاؤ تاؤ کرنے میں عار نہیں، حضور انور کے زمانہ شریف میں پائجامہ کا استعمال ہوتا تھا۔

چونکہ اس زمانہ میں نوٹ تو تھے نہیں درہم کا عام رواج تھا جن کے گننے میں بہت وقت لگتا ہے اس لیے تول کرادا کیے جاتے تھے، درہم تولنے والا تاجر کی طرف سے مقرر ہوتا تھا جس کی اجرت (تولائی) خریدار کے ذمہ ہوتی تھی، اب بھی حکم

یہ ہی ہے کہ قیمت کی تولائی خریدار کے ذمہ، مال کی تولائی بائع کے ذمہ ہے کہ قیمت دینا خریدار پر لازم ہے اور مال دینا بائع پر ضروری ہے۔ تولنے والا جس کا کام کرے، اس سے دام لے۔ آج کل مال کی تولائی خریدار سے لیتے ہیں یہ غلط ہے۔
یعنی جو قیمت طے ہے اس سے زیادہ دے دو، یہ کرم کریمانہ ہے کہ طے شدہ سے زیادہ قیمت عطا کی، مہنگی خریدنے میں نقصان ہے، طے شدہ سے زیادہ دینے میں احسان۔ نقصان برا، احسان اچھا۔
اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل فرمایا۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۹۸)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

13- كِتَابُ الْعِلْمِ

علم کا بیان

98-بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ تَعَلُّمًا وَّتَعْلِيْمًا لِلّٰهِ

اللہ کے لیے علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا) (طه: 114).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ) (الزمر: 9).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ)(المجادلة: 11).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا) (فاطر: 28).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

(1381) وَعَنْ معاوية رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من یرد اللہ به خیر ایفقهه فی الدین، ج۱ص۲۵، رقم: ۷۱، صحیح مسلم، باب النهی عن المسألة، ج۲ص۵۱۰، رقم: ۲۳۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاویة بن ابی سفیان، ج۶ص۹۳، رقم: ۱۶۸۹۵، سنن الکبری للنسائی، باب فضل العلم، ج۳ص۴۲۵، رقم: ۵۸۳۹، المعجم الاوسط، من اسمه بکر، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۳۲۸۸، سنن ترمذی، باب اذا اراد اللہ بعبد خیر افقهه فی الدین، ج۵ص۲۸، رقم: ۲۶۴۵، سنن الدارمی، باب الاقتداء بالعلماء، ج۱ص۸۵، رقم: ۲۲۴)

شرح حدیث: فِقْہ کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اَحکامِ شَرْعِیَّہ فَرْعِیَّہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ (اس حدیث کے) معنی یہ ہوئے کہ اللہ جسے تمام دنیا کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بنا تا ہے۔ (ماخوذ از نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱ص۴۲۴)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابوسفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف ہے، آپ پانچویں پشت

یعنی عبدالمناف میں حضور سے مل جاتے ہیں، آپ کی والدہ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف ہیں، آپ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے، مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔ حضور کے سالے ہیں، کاتب وحی ہیں، عہد فاروقی میں شام کے حاکم بنے، چالیس سال وہاں کے ہی حاکم رہے، امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرما کر صلح فرمالی۔ آپ کی وفات ۴ رجب ۶۰ھ لقوہ کی بیماری سے ہوئی ۷۸ سال عمر پائی، آپ کے پاس حضور کا تہبند، چادر شریف، قمیص مبارک اور کچھ بال و ناخن شریف تھے وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا، آپ کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

(بوجھ عطا فرما دیتا ہے) یعنی اسے دینی علم، دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقت۔ یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں، بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے۔ یہی مشکل ہے اسی کے لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین و محدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے رب فرماتا ہے: مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا وہاں حکمت سے مراد فقہ ہی ہے۔ قرآن وحدیث کے ترجمے تو ابو جہل بھی جانتا تھا۔ دوسرے یہ کہ حدیث و قرآن کا علم کمال نہیں، بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے۔ عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ اور رسول کا فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان، فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے، جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فٹنگ بیکار۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۸۷)

(1382) وَعَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِیۡ اثۡنَتَیۡنِ: رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا، فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الۡحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الۡحِکۡمَۃَ، فَھُوَ یَقۡضِیۡ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ۔ وَالۡمُرَادُ بِالۡحَسَدِ: الۡغِبۡطَۃُ، وَھُوَ اَنۡ یَّتَمَنّٰی مِثۡلَہٗ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قابل رشک دو آدمی ہیں ایک جس کو اللہ کریم نے مال عطا کر دیا۔ پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی ہمت عطا کی اور دوسرا وہ جس کو اللہ کریم نے دانائی عطا کی ہے وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اور "حسد" سے مراد غبطہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اسی کی مثل تمنا کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ج ۱ ص ۲۵، رقم: ۷۳، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم حکمۃ من فقہ، ج ۲ ص ۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الکبرٰی، باب وجوہ الصدقۃ وما علی کل سلامی من الناس، ج ۴ ص ۱۸۸، رقم: ۸۰۴۸، المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراھیم، ج ۳ ص ۱۲۶، رقم: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج ۲ ص ۱۴۰۷، رقم: ۴۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقا حرام ہے، غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

یعنی مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی با فیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالٰی قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۰۰)

(1383) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ؛ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً. فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس علم اور ہدایت کے ساتھ اللہ تعالٰی نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال بادل کی طرح ہے جو زمین پر برستا ہے۔ پس زمین کا ایک حصہ پاکیزہ ہوتا ہے وہ اس پانی کو قبول کرتا ہے تو وہاں گھاس اور زیادہ سبزہ گاتا ہے اور اس کا کچھ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے ذریعے لوگوں کو نفع عطا فرماتا ہے وہ اس سے پیتے ہیں اور پلاتے ہیں اور زراعت کرتے ہیں اور ایک حصہ وہ ہوتا ہے جس میں دلدل ہوتی ہے وہ حصہ نہ پانی روکتا ہے نہ وہاں گھاس اگتا ہے تو اس آدمی کی مثال کی طرح ہے جو اللہ کا دین سیکھے اور اللہ اسے جس چیز کے ساتھ نفع دے جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا وہ اس کا علم سیکھے لوگوں کو سکھائے اور جو آدمی اپنے سر کو ہی نہ اٹھائے وہ اس کی مثل ہے اور اللہ تعالٰی کی ہدایت قبول نہ فرمائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل من علم وعلم ج ۱ ص ۲۷ رقم: ۷۹ صحیح مسلم باب بیان مثل ما بعث به النبی صلی الله علیه وسلم من الهدی والعلم ج ۲ ص ۸۶۲ رقم: ۶۰۹۳ صحیح ابن حبان باب الاعتصام بالسنة وما یتعلق بها نقلا

وامر، وزجر، ج۱ص۳۷، رقم: ، سنن الکبرٰی للنسائی، باب مثل من فقہ فی دین اللہ تعالٰی، ج۳ص۴۲۷، رقم: ۵۸۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۱۹، رقم: ۱۹۵۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے، ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء، کبھی ہدایت نصیب ہوجاتی ہے بہت سا علم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہوجاتے ہیں، جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے، اسی لیئے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

(جو زمین پر برستا ہے) اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار بچتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی۔

(اس کا کچھ سخت ہوتا ہے) "اَجَادِبُ" "اَجْدَبُ" کی جمع ہے، بمعنی وہ سخت زمین جو پانی کو چوس کر ختم نہ کردے اسی لیئے قحط کو جدب کہتے ہیں، یہاں مراد نشیبی زمینیں ہیں تالاب بن جاتے ہیں۔

(نہ وہاں گھاس اُگتا ہے) اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں حضور کا ظاہری اور باطنی فیض اور نورانی کلام بارش۔ انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین۔ چنانچہ مؤمن کا دل قابلِ کاشت زمین ہے، جہاں عمل اور تقویٰ کے پودے اُگتے ہیں، علماء اور مشائخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں گی۔ منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں۔

(وہ اس کا علم سیکھے لوگوں کو سکھائے) اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، زمین کیسی اعلٰی ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے، مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار   کہ اگر خاور گر گل ہمہ پروردۂ تست

دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتیوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی۔

(جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے) اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ اگر بفرضِ محال کسی کو حضور کی نبوت کی خبر ہی نہ پہنچے تو اسے عقیدۂ توحید کافی ہے، خیال رہے کہ مشبہ بہ میں زمین کے تین حصے بیان فرمائے گئے مگر مشبہ میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ علماء ہدایت میں عالی ہیں اور کفار گمراہی میں عالی، درمیانی لوگ یعنی صالح مؤمن خود سمجھ میں آجاتے ہیں اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔ خیال رہے کہ تالاب بہت سی قسم کے ہیں بڑے چھوٹے، بہت نافع کم نافع بعض

تالابوں سے نہریں جاری ہوجاتی ہیں جیسے بھوپال کا تالاب، ایسے ہی علماء کے مختلف مراتب ہیں بعض مجتہدین تھا جیسے چاروں امام، بعض کاملین ہیں، بعض راسخین ہیں، پھر ان میں بعض محدثین ہیں اور بعض مفسرین، یہ تشبیہ ان سب کو شامل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۴۸)

(1384) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "فَوَاللهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت دے تو یہ تیرے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل، ج۲ص۳۱۰، رقم: ۳۰۰۹، صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ج۲، ص۱۲۱۱، رقم: ۲۴۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سہل بن سعد، ج۸ص۳۳۳، رقم: ۲۲۸۸۲، سنن النسائی الکبری، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ، ج۵ص۴۶، رقم: ۸۱۴۹، مسند الرویانی، احادیث یعقوب بن عبد الرحمن الزہری عن ابی حازم، ص۱۶۵، رقم: ۱۰۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کرلیا جاوے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہوگی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ پہلے دن حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی سرکردگی میں لشکر بھیجا سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہ ہوئی، دوسرے دن حضرت عمر کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اس دن بہت گھمسان کا رن پڑا مگر خیبر فتح نہیں ہوا، تیسرے دن فتح کی بشارت دی اور حضرت علی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا آپ کے ایک ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔ (مرقات) حضور کے غلام ابورافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے سخت جنگ ہوئی ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا۔ اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا تھا جن میں میں بھی تھا مگر ساتویں کے زور سے وہ ہل نہ سکا یہ ہے طاقت حیدری۔ (مرقات) شعر

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت علی نے دروازہ خیبر اکھیڑا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا خیبر فتح ہوگیا، بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا نہ اٹھ سکے، بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔ حاکم نے اربعین میں حضرت علی سے روایت کی کہ جب سے حضور کا لعاب میری آنکھ میں لگا میری

آنکھیں دکھنے نہ آئیں، احمد نے حضرت عبدالرحمن ابن یعلی سے روایت کی کہ حضرت علی گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے، میں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی الٰہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کردے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔ (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۸ ص ۳۳۱)

(1385) وَعَنْ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایت بیان کرو۔ اس میں حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا۔ اس کو اپنا ٹھکانہ آگ سے بنالینا چاہیے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج۲ص۱۷۰، رقم: ۳۴۶۱، الاداب للبیھقی، باب من غدا وراح فی تعلم الکتاب والسنۃ، ج۲ص۳۲، رقم: ۸۶۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ج۵ص۴۰، رقم: ۲۶۶۹، سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن، ج۱ص۱۳۵، رقم: ۵۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۲۰۲، رقم: ۶۸۸۸)

شرح حدیث: قرآن میں نیکی کی دعوت کا حکم

خدائے رحمٰن عزوجل نے اپنے پاک قرآن میں مختلف مقامات پر نیکی کی دعوت کی جانب رغبت دلائی ہے، چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ترجمے والے پاکیزہ قرآن، ''کنز الایمان مع خزائن العرفان'' صفحہ 128 پر سورۂ آل عمران پارہ 4 کی آیت نمبر 104 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ہر ایک اپنے اپنے منصب کے مطابق نیکی دعوت دے

مُفسّرِ شہیر، حکیم الاُمّت، حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان ''تفسیرِ نعیمی'' میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: اے مسلمانو! تم سب کو ایسا گروہ ہونا چاہیے یا ایسی تنظیم بنو یا ایسی تنظیم بن کر رہو جو تمام ٹیڑھے (یعنی بگڑے ہوئے) لوگوں کو خیر (یعنی نیکی) کی دعوت دے، کافروں کو ایمان کی، فاسقوں کو تقوے کی، غافلوں کو بیداری کی، جاہلوں

کوعلم ومعرفت کی، خشک مزاجوں کولذّتِ عشق کی، سونے والوں کو بیداری کی اور اچھی باتوں، اچھے عقیدوں، اچھے عملوں کا زبانی، قلمی، عملی، قوت سے، نرمی سے (اور حاکم اپنے محکوم و ماتحت کو) گرمی سے حکم دے اور بُری باتوں، بُرے عقیدے، بُرے کاموں، بُرے خیالات سے لوگوں کو (اپنے اپنے منصب کے مطابق) زبان، دل، عمل، قلم، تلوار سے رد کرے۔ مزید فرماتے ہیں:

ہر مسلمان مبلّغ ہے

سارے مسلمان مبلّغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ (تفسیرِ نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغیر) کچھ آگے چل کر حضرتِ قبلہ مُفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی تفسیرِ نعیمی میں بخاری شریف کی یہ حدیثِ پاک نقل کی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبُوَّت، مخزنِ جُودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محسنِ اِنسانیت صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً یعنی میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۶۲ حدیث ۳۴۶۱)

افضل عمل وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے

مُفَسّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان مزید فرماتے ہیں: ''اسلام میں تبلیغ بڑی اہم عبادت ہے کہ تمام عبادتوں کا فائدہ خود اپنے کو (یعنی اپنی ذات کو) ہوتا ہے مگر تبلیغ کا فائدہ دوسروں کو بھی۔ ''لازم'' (یعنی صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے والے عمل) سے ''متعدی'' (ایسا عمل جو دوسروں کو بھی فائدہ دے وہ) افضل ہے۔ (روایت میں ہے کہ) کسی نے حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین بندہ کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالٰی سے ڈرنے والا، صلۂ رحمی (یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچھا سُلوک) کرنے والا، اچھی باتیں بتانے والا اور بُرائیوں سے روکنے والا۔ (اَلزُّہدُ الکبیر لِلْبَیْہَقِی ص ۳۲۷ حدیث ۸۷۷) حضرتِ سیِّدُنا حَسَن (بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں کہ ''جو اچھی باتوں کا حکم دے، برائیوں سے روکے وہ اللہ تعالٰی کا بھی خلیفہ ہے، اُس کے رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم) کا بھی اور اُس کی کتاب (یعنی قراٰنِ کریم) کا بھی۔'' (حدیث پاک میں ہے) اگر مسلمانوں نے تبلیغ چھوڑ دی تو اُن پر ظالم بادشاہ مُسلَّط ہوں گے، اور اُن کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (رُوحُ المعانی ج ۴ ص ۳۲۶) امیرُ المُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! بھلائی کا حکم دو، بُرائی سے منع کرو تمہاری زندگی بخیر گزرے گی۔ امیرُ المُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ تبلیغ بہترین جہاد ہے (تفسیرِ کبیر ج ۳ ص ۳۱۶) جیسے تبلیغ کرنا بہترین عبادت ہے ایسے ہی تبلیغ چھوڑ دینا بدترین جُرم اور چھوڑنے والا ذلیل وخوار۔'' (تفسیرِ نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغیر) امیرُ المُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جو دل اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور بُرائی کو بُرائی نہ سمجھے تو اس (دل) کے اُوپر والے حصے کو ایسے نیچے کردیا جائے گا جیسے تھیلے کو اُلٹا کیا

جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی چیزیں بکھر جاتی ہیں۔ (مُصَنَّف ابن ابی شَیبہ ج ۸ ص ۲۶۷ رقم ۱۲۴،۱۲۵)

(1386) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی راہ میں علم کی تلاش کے چلا اللہ کریم اس کے لیے جنت کی طرف راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۳ الاداب للبیہقی، باب من احب اللہ عزوجل واحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ص ۲۵، رقم: ۸۵۵ المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۴ص ۴۲۷، رقم: ۸۱۵۹ سنن ابو داؤد، باب فی المعونۃ للمسلم، ج ۴ص ۴۴۲، رقم: ۴۹۴۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی السترۃ علی المسلم، ج ۲ص ۴۲۶، رقم: ۱۹۳۰)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن علم دین سیکھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

علم دین سیکھنا اس قدر ہے کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو، فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے، جغرافیہ، تاریخ، وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

حدیث میں ہے: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔

(فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الباب الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۳)

ہر مسلمان مرد عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا، کما بیناہ فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علوم ضرور یہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات وفلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہ متعلم ومدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین۔

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تا کہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ (ت)

(القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲)

یہی علوم علم دین ہیں اور انہیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کار ثواب نہیں، ہاں

جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغت پاکر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالفِ شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ

مبادا دل آں فرومایہ شاد   از بہر دنیا دہد دین بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کر دیا۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۵۱)

(1387) وَعَنْهُ اَيْضًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے پیروی کرنے والوں جتنا اجر ہے۔ اور اس سے ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من سنة حسنة او سیئة ومن دعا الی هدی او ضلالة، ج ۴ص ۶۲، رقم: ۶۹۸۰ سنن ابوداؤد، باب لزوم السنة، ج ۴ص ۲۲۱، رقم: ۴۶۱۱ (دار الکتاب العربی بیروت) سنن الدارمی، باب من سنة حسنة او سیئة، ج ۱ص ۱۴۱، رقم: ۵۱۳، مسند ابی یعلی، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۶ص ۱۵، رقم: ۶۴۸۹ اطراف المسند المعتلی، من اسمه عبدالرحمن بن یعقوب ج ۷ص ۲۸۳، رقم: ۹۹۳۲ (دار ابن کثیر بیروت))

شرحِ حدیث: مسلمانوں کا فائدہ

اللہ ربُّ العٰلمین جَلَّ جلالُہٗ پارہ ۲۷ سورۃُ الذّٰریٰت کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ O (پ ۲۷ سورۃ الطور آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ کنزُ الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے اپنا ثواب کھرا

اگر ہماری بات کوئی نہیں مانتا پھر بھی اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں نیکی کی دعوت دینے کا ثواب مل جائے گا۔ چنانچہ حُجَّۃُ الاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الوالی مُکاشَفَۃُ القُلوب میں فرماتے ہیں، حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ علیٰ نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام نے عرض کیا، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! جو اپنے بھائی کو بلائے۔ اُسے نیکی کا حکم کرے اور بُرائی سے روکے، اُس کی کیا جزا ہے؟ فرمایا، میں اُس کی ہر بات پر ایک سال کی عِبادت کا ثواب لکھتا ہوں اور اُسے جہنّم کی سزا دینے میں مجھے حیا آتی ہے۔ (مُکاشَفَۃُ القُلوب ص ۴۸)

رُوئے زمین کی سلطنت سے بہتر

اگر آپ کی اِنفرادی کوشش سے کوئی نمازوں اور سنّتوں کی راہ پر چل پڑا تو آپ کا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔ جیسا کہ

رَحمتِ عالَم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ محتشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم کا اِرشادِ معظَّم ہے، اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔

(جامع الصغیر ص ۴۴۴ رقم الحدیث ۷۲۱۹)

(1388) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم مرجاتا ہے تو تین قسم کے سوا اس کے اعمال کٹ جاتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، مفید علم، نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ج۵ص۷۳، رقم: ۴۳۱۰ السنن الصغری للبیهقی، باب ما یلحق المیت بعد موته، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۲۲۲۳ سنن ترمذی، باب فی الوقف، ج۳ص۶۶۰، رقم: ۱۳۷۶ سنن النسائی، باب فضل الصدقة عن المیت، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۳۶۵۱ سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن ج۱ص۱۴۸، رقم: ۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتی کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۲۰۱)

(1389) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا، إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا، أَوْ مُتَعَلِّمًا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت کی گئی ہے۔ مستثنیٰ صرف اللہ کا ذکر خدا اور جو اس کی اطاعت کرے اور عالم اور متعلم۔ اسے

حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَوْلُهُ: "وَمَا وَالَاهُ": أَيْ طَاعَة اللهِ.
ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔
"وَمَا وَالَاهُ": کا مطلب ہے اللہ کی اطاعت۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل ج۴ص۱۴۴ رقم: ۲۳۲۲ سنن الدارمی باب فی فضل العلم والعالم ج۱ص۱۰۶ رقم: ۳۲۲ اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری باب ما جاء فی العلم ج۱ص۳۹ رقم: ۲۹۲ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه علی ج۳ص۲۳۶ رقم: ۴۰۷۲ سنن ابن ماجه باب مثل الدنیا ج۴ص۴۲۸ رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو چیز اللہ ورسول سے غافل کردے وہ دنیا ہے یا جو اللہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا لباس، گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے یہ دنیا نہیں۔ اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لعنتی ہیں۔

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں۔ والاٰ بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہٰذا اس جملہ کے چار معنی ہیں: وہ حضرات انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کردیں یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے، یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے، یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے۔ (اشعہ) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں یہ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ہر سعادت کا سر ہے جیسے بدن کے لیے جان ضروری ہے ایسے ہی مؤمن کے لیے ذکر اللہ لازمی ہے۔ ذکر اللہ سے دنیا کا بقاء آسمان و زمین کا قیام ہے۔ (مرقات) جب ذاکرین فنا ہوجائیں گے تو قیامت آجاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷ص۲۲)

(1390) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وقال: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اللہ کے راستے میں ہے حتیٰ کہ واپس آجائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب فضل طلب العلم ج۴ص۲۹۴ رقم: ۲۶۴۷ المعجم الصغیر للطبرانی باب الحاء من اسمه الحسن ج۱ص۲۳۴ رقم: ۳۸۰ مسند البزار مسند انس بن مالك ج۲ص۲۹۲ رقم: ۶۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو کوئی مسئلے پوچھنے کے لیئے اپنے گھر سے، یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے، غازی کی طرح گھر لوٹنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی، گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہوجائے گا، پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے

جس کا ثواب بعد موت بھی ملتا رہتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۱۷)

(1391) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَنْ يَّشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِّنْ خَيْرٍ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار بھلائی سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ انتہا کی جگہ جنت ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل النفقة علی العبادة، ج۵ص۵۰، رقم: ۲۶۸۶، المستدرك للحاكم، كتاب الاطعمة، ج۶ص۹۹، رقم: ۷۱۷۵، الاداب للبیهقی، باب الرغبة فی طلب الرزق، ج۱ص۳۸۰، رقم: ۸۲۷، صحیح ابن حبان، باب الادعية، ج۳ص۱۸۵، رقم: ۹۰۳، مسند الشهاب، باب لا يشبع عالم من علم حتی يكون منتهاه الجنة، ج۲ص۶۸، رقم: ۸۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے، جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں" اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ" یعنی گہوارہ سے قبر تک علم سیکھو۔ اس حدیث میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے۔ ان شاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوا عالم دین کے کہ ان کے لیے حضور نے وعدہ فرمالیا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۱۹)

(1392) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى أَدْنَاكُمْ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِي النَّاسِ الْخَيْرَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوامامہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی عابد پر فضیلت یوں ہے جیسی تم میں سے کم تر آدمی پر میری فضیلت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتیٰ کہ بلوں میں چیونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل النفقة علی العبادة، ج۵ص۵۰، رقم: ۲۶۸۵، سنن الدارمی، باب من قال العلم الخشية وتقوى الله، ج۱ص۱۰۰، رقم: ۲۸۹، مسند الحارث، باب فضل العلماء، ج۱ص۵۵، رقم: ۳۸، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج۸ص۲۳۳، رقم: ۷۹۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ ان سے خاص مرد مراد نہیں بلکہ عمومی سوال ہے، یعنی اگر دو آدمیوں میں سے ایک عالم اور ایک عابد ہو تو درجہ کس کا زیادہ ہوگا، عالم و عابد کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے۔

(میری فضیلت ہے) یہ تشبیہ بیان نوعیت کے لئے نہ کہ بیان مقدار کے لئے، یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر یعنی دینی بزرگی نہ کہ محض دنیاوی، اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کروڑہا فرق ہیں۔ بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی، مالدار کو فقیر پر مال کی، جتھے والے کو بے کس پر قوت کی، حسین کو بدشکل پر جمال کی بزرگی حاصل ہے۔ مگر یہ بزرگیاں، دنیوی اور فانی ہیں، نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے، جو ابد الآباد تک قائم ہے، ایسے ہی عالم کو جاہل پر، آج سکندر کو کسی فقیر پر ملکی بزرگی نہیں، مگر امام ابوحنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے۔ خیال رہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبیوں پر اور درجہ کی بزرگی ہے، صحابہ پر اور درجہ کی، اولیاء و علماء پر اور درجہ کی، عوام پر اور درجہ کی، اَدْنٰی ، کُمْ میں اس آخری درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں: وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنِ رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اس آیت میں نور الٰہی کی مثال نور چراغ سے دی گئی حالانکہ چراغ کے نور کو اس نور سے کیا نسبت؟ ایسے ہی یہ بھی تمثیل ہے۔

ملائکہ سے حاملین عرش فرشتے اور اہل سمٰوٰت سے باقی فرشتے مراد ہیں۔ اللہ کی صلوٰۃ سے اس کی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوٰۃ سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے، ورنہ عام رحمتیں اور عام دعائیں سارے مسلمانوں کے لیے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ اور فرماتا ہے: وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ۔ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے اور نہ اس سے یہ لازم آیا کہ علماء حضور کے برابر ہو جائیں کیونکہ حضور پر بھی رب تعالیٰ صلوٰۃ بھیجتا ہے اور علماء پر بھی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ا،ص ۲۱۹)

(1393) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَبْتَغِیْ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الْمَلَآئِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا یَصْنَعُ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَآءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ، وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ، وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو کسی راستہ میں علم کی طلب کرتے ہوئے چلا اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان و زمین والے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں اور عالم کی فضیلت عابد پر یوں ہے جیسے چاند کو سب ستاروں پر فضیلت حاصل ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے درہم و

دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

دینار کا وارث کسی کو نہیں بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا ہے تو جس نے اس کو لیا اس نے بڑے حصے کو حاصل کیا۔ (ترمذی)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الحث علی طلب العلم، ج۳ص۳۵۴، رقم: ۳۶۴۲، الآداب للبیہقی، باب من غدا یودا حتی تعلم الکتاب والسنۃ، ج۱ص۳۰، رقم: ۸۶۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ج۵ص۴۹، رقم: ۲۶۹۲، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ج۱ص۸۱، رقم: ۲۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، ج۱ص۱۱۰، رقم: ۳۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کہ جب طالب علم علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لیئے ملائکہ نیچے اتر آتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں جیسا تلاوت قرآن کے موقعہ پر یا قیامت میں طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے لیئے ملائکہ نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ اسی جگہ مرقاۃ نے اس کے متعلق عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔

(حتی کہ پانی کی مچھلیاں) یعنی علمائے دین کے لیئے چاند، سورج، تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے ذرے، سبزیوں کے پتے اور بعض جن وانس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں، کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کے بقاء سے عالم قائم ہے، علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے، حدیث شریف میں ہے "بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ"۔ علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، علماء دنیا کا تعویذ ہیں۔ (مرقاۃ واشعۃ) خیال رہے کہ علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا، اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا، فرماتا ہے: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

(از مرقاۃ)

(عالم کی فضیلت) عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے۔ عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گزارے۔ بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہے۔ خیال یہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے، ایسے ہی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں۔ تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا۔ عابد اپنے لیئے اور عالم عالم کے لیئے کوشش کرتے ہیں، عابد اپنی کملی بچاتا ہے، عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل۔

(علماء انبیاء کے وارث ہیں) سبحان اللہ! جب مورث اتنے اعلیٰ تو وارث کیسے شان دار ہوں گے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ

علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے غیر مجتہدین نبیوں کے، لفظ علماء وانبیاء ان دونوں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہوئے۔

خیال رہے کہ بعض انبیاء تارک الدنیا تھے جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا جیسے حضرت یحیی وعیسٰی علیہما السلام اور بعض نے بہت مال رکھا۔ جیسے حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بٹی، ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لیے وقف ہوتا ہے اور تا قیامت علماء ان کے وارث، اسی لیے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۲۱۰)

(1394) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا. فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ اس آدمی کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سن کر اس کو آگے پہنچایا جس طرح سنا تھا کیونکہ کتنے ہی پہنچانے والے سننے والے سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ج۴ص۳۰۰، رقم: ۲۶۶۷ الاداب للبیھقی، باب من غدا وراح فی تعلم الکتاب والسنة، ج۲ص۳۱، رقم: ۸۱۷ سنن ابوداؤد، باب فضل نشر العلم، ج۳ص۳۶۰، رقم: ۳۶۶۲ سنن ابن ماجه، باب من بلغ علما، ج۱ص۸۶، رقم: ۲۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جو ہم سے کچھ سنے) یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سنے۔ لہذا حدیث چار قسم کی ہوئی حضور کا قول اور فعل، صحابہ کا قول اور فعل۔ اسی لیے مِنَّا جمع اور شَیْئًا نکرہ ارشاد ہوا۔

(پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے) اس طرح کہ مضمون نہ بدلے یا حدیث کے الفاظ میں فرق نہ پیدا ہو۔ خیال رہے کہ ابن عمر، مالک ابن انس، ابن سیرین وغیرہم کے نزدیک حدیث کی روایت بالمعنٰے حرام ہے، کیونکہ بسا اوقات لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر نہیں ہوتی اور امام حسن، شعبی، نخعی ومجاہد وغیرہم کے نزدیک روایت بالمعنی جائز کہ راوی حدیث کے الفاظ اس طرح بدل دے کہ معنی نہ بدلیں۔ پہلے قول میں احتیاط ہے دوسرے میں گنجائش، بہتر یہی ہے کہ الفاظ بھی نہ بدلیں۔ دیکھئے حضرت وائل ابن حجر نے نماز کی آمین کے بارے میں فرمایا مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ بعض راویوں نے اسے رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ سے روایت کیا۔ وہ سمجھے کہ دونوں کے معنٰے ایک ہی ہیں مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ شاید اس کے معنی ہیں بلند آواز سے آمین کہی، حالانکہ اس کا ترجمہ تھا کہ آمین کھینچ کر الف کے مد کے ساتھ کہی، روایت بالمعنٰی میں یہ خطرے ہیں اس لیے فرمایا کہ جیسی سنے ویسی پہنچائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۲۲۴)

(1395) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے کسی علم کے بارے سوال کیا گیا اس نے اس کو چھپایا تو اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراهیة منع العلم، ج۳ص۳۶۰ رقم: ۳۶۶۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کتمان العلم، ج۴ص۲۹۵ رقم: ۲۶۵۸، المستدرک للحاکم، کتاب العلم، ج۱ص۱۸۱ رقم: ۳۴۵، المعجم الاوسط، من اسمه محمد، ج۳ص۱۰ رقم: ۲۰۲۷، سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علم فکتمه، ج۱ص۹۷ رقم: ۲۶۴)

شرح حدیث: کبیرہ گناہ

بہت سے متاخرین علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی صراحت کی ہے اس لئے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا شاید کہ ان کے پیش نظر بھی میری بیان کردہ سخت وعید پر مبنی روایات ہی ہیں حالانکہ یہ وعید مطلق نہیں کیونکہ علم چھپانا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی اس کا اظہار واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب، مثلاً طالب علم کی عقل جس بات کی متحمل نہ ہو اور کسی عالم کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر اسے یہ بات بتائی گئی تو یہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں علم چھپانا واجب ہے اور بصورت دیگر یعنی اس کے علاوہ دوسرے افراد ہوں تو اب اگر وہ بات فرضِ عین ہو یا اس کے حکم کا تعلق ان سے ہو تو اس کو ظاہر کرنا واجب ہے ورنہ اس کا اظہار مستحب ہے جب تک کہ اس کا حصول کسی ناجائز ذریعہ سے نہ ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علم سکھانا چونکہ علم کا وسیلہ ہے پس واجب کے معاملہ میں علم کا اظہار واجب، فرضِ عین کے معاملہ میں فرضِ عین، فرضِ کفایہ کا علم سکھانا فرضِ کفایہ، مستحب کا علم سکھانا مستحب ہے جیسے عروض وغیرہ کا علم اور اسی طرح حرام چیز کا علم سکھانا بھی حرام ہے جیسے جادو اور شعبدہ بازی وغیرہ۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۳۰۸)

نصیحت طلب کرو

ایک دن دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلمانوں کے کچھ گروہوں کی تعریف فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھاتے نہ سکھاتے، نہ نیکی کی دعوت دیتے اور نہ ہی برائی سے منع کرتے ہیں، اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھتے، نہ ان سے سمجھتے اور نہ ہی نصیحت طلب کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم! چاہیے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، سمجھائے، نصیحت کرے اور نیکی کی دعوت دے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور نصیحت حاصل کرے ورنہ جلد ہی انہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (ایک دوسرے سے) استفسار فرمایا کہ آپ کے خیال میں رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان لوگوں سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں؟ تو دوسروں نے انہیں بتایا: ان سے مراد اشعری قبیلہ والے ہیں کیونکہ وہ فقہاء کی قوم ہے اور ان کے پڑوسی جفاکار اعرابی ہیں۔

جب یہ بات اشعریوں تک پہنچی تو وہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک قوم کی بھلائی اور ایک کی برائی کا ذکر فرمایا، ہم ان میں سے کس میں ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، انہیں سمجھائے، نصیحت کرے، نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور ان سے نصیحت طلب کرے ورنہ جلد دنیا میں ہی اس کا انجام بھگتے گی۔ انہوں نے دوبارہ عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہم دوسرے لوگوں کو نصیحت کریں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات دہرائی، انہوں نے پھر یہی عرض کی کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔ تو شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ انہوں نے پھر عرض کی ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں ایک سال کی مہلت عطا فرمادی تاکہ یہ لوگوں کو دین سکھائیں اور نصیحت کریں، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ (پ6، المآئدۃ:78)

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی تعلیم من لایعلم، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص ۴۰۲، انغط بدلہا نفظن)

(1396) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" يَعْنِي: رِيْحَهَا. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا علم سیکھا جو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے سیکھنے کا مقصد صرف حصول متاع دنیا ہو تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ اس حدیث کو ابوداود نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ، ج۳ص۳۶۱ رقم: ۳۶۶۴، سنن ابن ماجہ، باب الانتفاع

بالعلم ولا عمل به، ج۱ص۹۷، رقم: ۲۵۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۲۸، رقم: ۸۴۲۹ مصنف ابن ابی شیبة، باب الرجل یطلب العلم یرید به الناس ویحدث به، ج۵ص۲۸۵، رقم: ۲۶۱۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الٰہی کے لیئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت وجاہ بھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعًا دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں، کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ۔ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کے لئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کے لئے ہے اور غنیمت وملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے۔

(جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا) اولاً اگرچہ ریاکاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۲۲۲)

(1397) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں قبض نہ فرمائے گا کہ سینوں میں سے علم چھین لے بلکہ اہل علم کو قبض کر کے علم کو قبض کرے گا۔ حتیٰ کہ جب عالم کوئی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ پس لوگ ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یقبض العلم، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۰۰ صحیح مسلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان، ج۸ص۶۰، رقم: ۶۹۷۱ سنن ابن ماجه، باب اجتناب الرای والقیاس، ج۱ص۲۰، رقم: ۵۲ المعجم الصغیر للطبرانی، باب الزای من اسمه زکریا، ج۱ص۲۷۶، رقم: ۴۵۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ذهاب العلم، ج۵ص۳۱، رقم: ۲۶۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث کا تتمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریبِ قیامت علم اُٹھ جائیگا، جہالت پھیل جائے گی، یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے، بلکہ علماء وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ ہوں گے

جیسا کہ اب ہو رہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے، دینِ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں نے بھلا دیا۔ علم سے علمِ دین مراد ہے۔

پیشوا سے مراد قاضی، مفتی، امام اور شیخ ہیں جن کے ذمے دینی کام ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے۔ مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم کے غلط مسئلے بتائیں گے اس کا انجام ظاہر ہے۔ بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ص ۲۰۴)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

14- کِتَابُ حَمْدِ اللہِ تَعَالٰی وَشُکْرِہٖ

اللہ کی حمد و شکر کے بیان میں

99- بَابُ فَضْلِ الْحَمْدِ وَالشُّکْرِ

حمد و شکر کی فضیلت

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ) (البقرۃ: 152)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔(۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ توبہ استغفار دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباطِ مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالاکر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: (لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ) (ابراھیم: 7)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرے اور حقیقتِ شکر یہ ہے کہ مُنعم کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خوگر بنائے۔

یہاں ایک باریکی ہے وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل وکرم واحسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ مُنعِم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ (بنی اسرائیل: 111)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (یونس: 10)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

(1398) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اُتِيَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَّلَبَنٍ، فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ. فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شب معراج کو دو پیالے لائے گئے۔ ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا تھا۔ آپ نے دونوں کو دیکھا اور دودھ (کا پیالہ) لے لیا تو حضرت جبرائیل نے کہا: کیا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت عطا فرمائی۔ اگر آپ شراب پکڑ لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام، ج۲ص۸۲، رقم: ۴۷۰۹، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء في تحريم الخمر، ج۸ص۲۸۶، رقم: ۱۷۴۹۲، سنن الدارمي، باب ما جاء في الخمر، ج۲ص۱۵۱، رقم: ۲۰۸۸، صحيح مسلم، باب جواز شرب اللبن، ج۶ص۱۰۳، رقم: ۵۳۵۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي هريرة، ج۳ص۵۱۲، رقم: ۱۰۶۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ فیہ خمر فرما کر بتایا گیا کہ شراب اس برتن میں تھوڑی سی تھی اور احدھما لبن فرما کر بتایا کہ دودھ برتن میں بہت زیادہ تھا گویا خود برتن دودھ بن گیا تھا، دنیا کی ہدایت اور ایمان و اعمال دودھ کی شکل میں پیش ہوئے اور یہاں کی بدعقیدگی بدعملیاں شراب کی صورت میں دکھائی گئیں، یہاں کے اعمال وہاں اجسام ہیں۔

یہ اختیار دینا فرشتوں کو دکھانے کے لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حضور کی برکت سے محفوظ رکھے گا۔ (از مرقات)

چونکہ بچہ پیدا ہو کر پہلی غذا دودھ حاصل کرتا ہے اس لیے فطرت دودھ کی شکل میں دکھائی گئی اور شراب انسان کی شکل

بگاڑ کر صدہا بدعملیاں بدعقیدگیاں اس سے کرادیتی ہے اس لیے گمراہی سرکشی شراب کی شکل میں دکھائی گئی جیسے خواب میں
رحمتوں اور آفتوں کو مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ شاہ مصر نے قحط سالیوں کو خشک بالیوں دبلی گایوں کی شکل میں دیکھا اسی
طرح حضرات انبیاء کرام آئندہ واقعات کو مختلف شکلوں میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کے عمل کا امت پر اثر پڑتا ہے کہ شراب آپ اختیار فرماتے اور گمراہ ہوتی
امت۔ دوسرے یہ کہ تا قیامت ان شاء اللہ سارے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوں گے، ان میں ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی
اور وہ ہی جماعت سب پر غالب رہے گی تعداد اس کی زیادہ ہوگی، حضور فرماتے ہیں اتبعوا السواد الاعظم بڑے گروہ
کی پیروی کرو۔ الحمد للہ اہل سنت والجماعت اب ہمیشہ سب پر غالب ہیں اور اسی ۸۰ بلکہ نوے ۹۰ فیصد یہ ہی
ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی طرف سے مؤید ہیں کوئی کام غلط آپ تک پہنچتا ہی نہیں، دیکھو حضور
انور نے اللہ کی توفیق سے دودھ ہی اختیار کیا، جو کوئی خواب میں دودھ پیے ان شاء اللہ وہ ہدایت پر رہے گا اور اسے خیر کی
توفیق ملے گی اس تعبیر کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۴۷)

(1399) وَعَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِالْحَمْدُ لِلہِ فَھُوَ اَقْطَعُ". حَدِیْثٌ حَسَنٌ، رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَغَیْرُہٗ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ذی شان کام اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ ادھورا ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الهدی فی الکلام، ج۴ص۴۰۰، رقم: ۴۸۴۲، السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی وجوب التحمید فی خطبۃ الجمعۃ، ج۳ص۲۰۸، رقم: ۵۷۶۸، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۱۲، رقم: ۸۴۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث کعب بن مالک الانصاری، ج۱۹ص۷۲، رقم: ۱۴۱، سنن ابن ماجہ، باب خطبۃ النکاح، ج۲ص۶۱۰، رقم: ۱۸۹۴)

شرح حدیث: بسم اللہ شریف کی فضیلت

بے شک سب سے پہلے جس کلام سے زبان گفتگو کا آغاز کرے، وہ یہ ہے کہ انسان بادشاہِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کے نام سے ابتداء کرے۔ جس کی ہمیں کائنات کے سردار، محبوبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے اس فرمان سے خبر دی کہ جو بھی اہم کام بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سے شروع نہیں کیا جاتا وہ نامکمل رہتا ہے۔

(الدر المنثور، سورۃ الفاتحہ، ج ۱ ص ۲۶)

ایک روایت میں اَقْطَعُ کی جگہ اَجْذَمُ کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے، ناقص اور کم برکت والا۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: لوگوں میں اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر علم سکھانے والے ہیں۔ کیونکہ جب سے دین ظاہر ہوا انہوں نے اس کی تجدید کی، لوگوں کو دین

سکھایا لیکن ان سے اجرت طلب نہ کی۔ اور جب استاذ بچے کو کہتا ہے: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس بچے، اس کے والدین اور استاذ کے لئے جہنم سے براءت (یعنی رہائی) لکھ دیتا ہے۔

(تفسیر القرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ ۱۴۰، الجزء الاول تحت ج ۱، ص ۷۷۲)

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: جب بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوئی تو بادل مشرق سے مغرب کی سمت دوڑے، ہوائیں ساکن ہوگئیں، سمندر جوش میں آگیا، چوپایوں نے غور سے سننے کے لئے اپنے کان لگا دیئے، شیطانوں پر پتھر برسائے گئے، اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! جس شئ پر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی گئی میں اس میں برکت ڈال دوں گا، اور جس نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الدر المنثور، الفاتحۃ، ج ۱، ص ۲۶ مختصراً)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے آپ سے کہتا ہے: تمہارے لئے یہاں نہ رات بسر کرنے کی جگہ ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ اور جب کوئی شخص داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اپنے آپ سے کہتا ہے: تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی۔ اور جب کھانے کے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو کہتا ہے: تمہیں رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، الحدیث 2018، ص 1038)

(1400) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ. فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى: ابْنُوْا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی آدمی کا بیٹا فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی۔ پس وہ کہتے ہیں 'ہاں' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا' وہ عرض کرتے ہیں: ہاں (یا رب) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ کیا کہتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری حمد بیان کرتا ہے اور انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فضل المصیبة اذا احتسب، ج۲ص۳۴۱ رقم: ۱۰۲۱ جامع الاصول لابن اثیر الکتاب الثالث وھو کتاب الصبر، ج۲ص۴۲۲ رقم: ۶۲۲ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۳ص۲۱۰ رقم: ۲۹۴۸ الاداب للبیھقی باب الصبر والاسترجاع مع الرخصة فی البکاء ج۱ص۳۲۰ رقم: ۷۵۶)

شرح حدیث: اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا؟

اولاد کی موت بڑا دل سوز، روح فرسا اور صبر آزما حادثہ ہوا کرتا ہے اس سانحہ پر بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چند اقوال پڑھیے اور عبرت حاصل کیجئے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گئے تو صاحبزادہ کی جانکنی کا منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ رورہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا یہ آنسو بہانا شفقت ہے، پھر دوبارہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو بہنے لگے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون۔ یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب عزوجل راضی ہو اور بلاشبہ اے ابراہیم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵۰ بحوالہ بخاری ومسلم)

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۱۳۰۳، ج۱، ص۴۴۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سعد بن عبادہ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بھی تھے تو بچہ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا گیا جب کہ وہ جانکنی کے عالم میں تڑپ رہا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈال دی ہے اور اللہ تعالیٰ انھیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۱۲۸۴، ج۱، ص۴۳۴)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اپنے بچے کو لے کر بارگاہ رسالت میں آیا کرتے تھے ایک بار وہ تنہا آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے بچہ کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو مر گیا یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس

پھاٹک پر بھی جاؤ گے تو وہ تمہارا بچہ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث قرۃ المزنی، الحدیث ۲۰۳۸۷، ج ۷، ص ۳۰۳)

(1401) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ یَاْکُلُ الْاَکْلَۃَ، فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْہَا، وَیَشْرَبُ الشَّرْبَۃَ، فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْہَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہوجاتا ہے کہ وہ کھانا کھائے پھر اللہ کی حمد بیان کرے یا پانی پیئے پھر اللہ کریم کی حمد بیان کرے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد اللہ تعالی بعد الاکل والشرب، ج ۲ص۱۸۷، رقم: ۷۱۰۸سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحمد علی الطعام، ج ۱ص۶۶۵، رقم: ۱۸۱۶سنن الکبری للنسائی، باب ثواب الحمد للہ، ج ۴ص۲۰۲، رقم: ۶۸۹۹مسند ابویعلی، مسند سعید بن سنان عن انس بن مالک، ج ۴ص۱۹۸، رقم: ۴۲۲۲مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ج ۸ص۱۱۷، رقم: ۲۴۹۸۶)

شرح حدیث: کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

حضرتِ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے کو شیطان اپنے لیے حلال سمجھتا ہے۔(مسلم، رقم ۲۰۱۷، ص ۱۱۱۶)

اور حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک سانس میں کوئی چیز نہ پیو۔ بلکہ دو تین مرتبہ پیو اور جب پیو بسم اللہ کہہ لو اور جب منہ سے ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔

(ترمذی، کتاب الاشربۃ، رقم ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

کھانے یا پینے کے بعد حمدِ الٰہی بجالانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے یقینا راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد بجالاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام، رقم، ج ۳، ص ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے یقینا راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد بجالاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام، رقم، ج ۳، ص ۱۰۷)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

15- کِتَابُ الصَّلٰوۃِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھنا

100- بَابُ الْاَمْرِ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَفَضْلِھَا وَبَعْضِ صِیَغِھَا

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت اور اس کے بعض صیغے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) (الأحزاب: 56).

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں بعدِ تشہد درود شریف پڑھنا سنّت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالٰی کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکریم ہے عُلماء نے اللھم صل علی محمد کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یاربّ محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اوّلین وَ آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین و ملائکہ اور تمام خَلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالٰی اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔ (خزائن العرفان)

(1402) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت

رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا: اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ کریم دس بار رحمت فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۱۰، رقم: ۸۷۷ سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ج۱ص۲۰۶، رقم: ۵۲۳ سنن ترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۴۸۶، رقم: ۳۶۱۴ سنن النسائی الکبری، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان، ج۱ص۵۱۰، رقم: ۱۶۴۲ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۸، رقم: ۶۵۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا اسلام میں ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گناہ ہے۔ خیال رہے کہ بندہ اپنی حیثیت کے لائق درود شریف پڑھتا ہے مگر رب تعالٰی اپنی شان کے لائق اس پر رحمتیں اتارتا ہے جو بندے کے خیال وگمان سے وراء ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۱۴۷)

(1403) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً"۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے قریب تر وہ ہوگا جو مجھ پر درود زیادہ پڑھتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی، ج۲ص۳۵۴، رقم: ۴۸۴ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن مسعود، ج۱۰ص۱۷، رقم: ۹۸۲۰ صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۲ص۱۹۲، رقم: ۹۱۱ مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۴ص۳۲۷، رقم: ۵۰۱۱ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما اعطی اللہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۱ص۵۰۵، رقم: ۳۲۴۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قیامت میں سب سے آرام میں وہ ہوگا جو حضور کے ساتھ رہے اور حضور کی ہمراہی نصیب ہونے کا ذریعہ درود شریف کی کثرت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف بہترین نیکی ہے کہ تمام نیکیوں سے جنت ملتی ہے اور اس سے بزم جنت کے دولہا صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۱۴۹)

(1404) وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ، فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے فضیلت والے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے تو اس میں مجھ پر کثرت

الصَّلٰوةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ". قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟! قَالَ: يَقُوْلُ بَلِيْتَ. قَالَ: "اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

سے درود بھیجا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تک ہمارا درود کیسے پہنچے گا۔ جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر لیا ہے۔ اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۸۸۳، مسند امام احمد بن حنبل حدیث اوس بن اوس الثقفی، ج۶ص۳۸۹، رقم: ۱۵۵۷۸، المستدرک للحاکم، کتاب الجمعة، ج۱ص۴۱۳، رقم: ۱۰۲۹، سنن ابن ماجہ باب فی فضل الجمعة، ج۱ص۳۲۲، رقم: ۱۰۷۵، سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعة، ج۱ص۴۴۵، رقم: ۱۵۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(افضل دن جمعہ کا دن ہے کہ اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی اہم واقعہ کبھی ہوجائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے، یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارھویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں، دیکھو"جاء الحق" حصہ اول۔

(تو اس میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو) یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہٰذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔ (مرقاۃ)

(جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے) یہ سوال انکار کے لیئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے، یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا خدایا میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے نہ کہ انکاراً، لہٰذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ (مرقاۃ)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر لیا ہے) لہٰذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور

وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔قرآن کریم فرمارہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا۔جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے،زندگی میں امتحاناً یہ ہوسکتا ہے جیسے تلوار جادو اور ڈنگ ان پر اثر کردیتے ہیں۔شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں،وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی۔اس کی پوری تحقیق جَذْبُ الْقُلُوْب اور تاریخِ مدینۃ میں ملاحظہ کیجئے۔(اشعۃ)اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شَرْحُ الصُّدُوْرِ فِیْ اَحْوَالِ الْقُبُوْرِ میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں،مگر نمازیں پڑھتے ہیں،قرآن کی تلاوت کرتے ہیں،ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔(مرقاۃ)

اس روایت کو ابن حبان،ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا،حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے،علی شرط بخاری ہے،نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔(مرأۃ المناجیح،ج۲ص۵۹۱)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس مبارک میں انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس مبارک میں باوجود یہ کہ شرکاءِ اجتماع بہت زیادہ ہوتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز مبارک جیسی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی ویسی ہی دُور والوں کو سنائی دیتی تھی یعنی دور اور نزدیک والوں کے لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز مبارک یکساں تھی۔

(بہجۃ الاسرار،ذکر وعظہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،ص۱۸۱)

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس شریف میں کل اولیاء علیہم الرحمۃ اور انبیاء کرام علیہم السلام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ نیز جن اور ملائکہ تشریف فرما ہوتے تھے اور حبیب ربُّ العالمین عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تربیت و تائید فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوتے تھے اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تو اکثر اوقات مجلس شریف کے حاضرین میں شامل ہوتے تھے اور نہ صرف خود آتے بلکہ مشائخ زمانہ میں سے جس سے بھی آپ علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو ان کو بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ جس کو بھی فلاح و کامرانی کی خواہش ہو اس کو غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس شریف کی ہمیشہ حاضری ضروری ہے۔(اخبار الاخیار،ص۱۳)

(1405) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ". رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل، ج۵ص۵۵۰، رقم: ۳۵۴۵ المستدرک للحاکم، کتاب الدعا والتکبیر، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۰۱۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج۳ص۲۵۲، رقم: ۷۴۴۴ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ص۳۳۷، رقم: ۸۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقتاً بددعا مراد نہیں ہوتی، اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آوے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ اَنْفُ ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہوسکتا ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بیوقوف ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۵۳)

(1406) وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا، وَصَلُّوْا عَلَیَّ، فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ". رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میری قبر کو عید نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ تم جہاں بھی ہو میرے پاس تمہارا درود پہنچے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب زیارۃ القبور، ج۲ص۳۱۹، رقم: ۲۰۴۲ شعب الایمان للبیہقی، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۳ص۴۹۱، رقم: ۴۱۶۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۴۰۶، رقم: ۲۲۷۸ مشکوۃ المصابیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۹۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے عیدگاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہیں ایسے میرے مزار پر نہ آؤ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لیے میلوں میں جاتے ہیں ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔

مرقات نے یہاں فرمایا کہ ارواح قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کف دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لیے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔ یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ اشعۃ اللمعات نے بھی بیان فرمایا لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج بجلی کی طاقت سے وارلیس اور ریڈیو کے ذریعے لاکھوں میل کی آواز سن لی جاتی ہے تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید

ہے۔ یعقوب علیہ اسلام نے صدہا میل سے پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی، سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سنا سکی تو ہمارے حضور بھی درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۲)

(1407) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ". رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب زیارۃ القبور، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۲۰۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۵۲۷، رقم: ۱۰۸۲۷، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۲۴۵، رقم: ۱۰۰۵۰، اخبار اصبهان لابی نعیم، باب الباء، ج۱ص۳۶۱، رقم: ۲۰۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه بکر، ج۳ص۲۶۲، رقم: ۳۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہوکر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے۔ خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بے شمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں، سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کرلیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود سلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی کیوں نہ ہو کہ مظہر ذات کبریا ہیں، رب تعالیٰ بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۱)

(1408) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل، ج۵ص۳۵۱، رقم: ۳۵۵۶، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۰۱۵، سنن النسائی الکبرٰی، باب من البخیل، ج۶ص۱۹، رقم: ۹۸۸۳، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۱۸۹، رقم: ۹۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث الحسین بن علی رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۷۳۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ درود میں کچھ خرچ تو ہوتا نہیں اور ثواب بہت مل جاتا ہے اس ثواب سے محرومی بڑی ہی بدنصیبی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی حضور کا نام سنے یا پڑھے تو درود شریف ضرور پڑھے کہ یہ مستحب ہے۔

یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے۔ بعض اسناد میں حسن ہے، بعض میں صحیح بعض میں غریب۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۹)

(1409) وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلًا يَدْعُوْ فِيْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَجِلَ هٰذَا" ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ - أَوْ لِغَيْرِهٖ -: "إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَاءَ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔ اس نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان نہ کی اور نہ رسول اللہ ﷺ پر درود سلام بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدی کی ہے پھر اس کو بلایا اس کو کہا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے رب کی حمد و ثنا سے ابتداء کرے پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۱، رقم: ۱۴۸۳، سنن ترمذی، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۱۷، رقم: ۳۴۷۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد، ج۲ص۱۴۷، رقم: ۲۹۶۸، المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۶۴، رقم: ۹۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث فضالۃ بن عبید الانصاری، ج۱۸ص۳۰۷، رقم: ۱۵۵۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی، انصاری، اوسی ہیں، کنیت ابو محمد ہے، غزوہ احد و خیبر میں حاضر رہے، بیعت رضوان میں شریک تھے، دمشق میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے، ۵۳ھ میں وہیں وفات پائی۔

کیونکہ رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے یا یوں کہو کہ رب سے مانگنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنا ہے لہذا حمد و صلوۃ کے بعد مانگو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد صلوۃ قبول نہیں ہوتی یہ دونوں قبول دعا کی شرطیں ہیں۔

ایسے ہی اسے ابن خزیمہ حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا ترمذی نے اسے صحیح کہا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۹)

(1410) وَعَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پر اس تشریف لائے۔ تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ پر سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں تو آپ نے فرمایا: یوں کہو! اے اللہ تو حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر درود بھیجا' تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اے اللہ حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر برکت ڈال جس طرح حضرت ابراہیم کی آل پر تو نے برکت ڈالی' تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۸ص۷۷، رقم: ۶۳۵۷ صحیح مسلم، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد، ج۲ص۱۶، رقم: ۹۳۴ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۹۶۲ مستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۶۴، رقم: ۸۸۸ سنن ابوداؤد، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد، ج۱ص۳۷۰، رقم: ۹۷۸)

شرح حدیث: اندھیریوں سے اجالے کی طرف

اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے فضل وشرف کے لئے اپنی مقدس کتاب قرآنِ کریم میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس نبیِّ رحمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ذریعے آبِ زمزم اور حطیمِ کعبہ کو مشرف فرمایا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مجتبیٰ اور مصطفی کی شانوں سے خاص کیا۔ اس نے اپنے مبارک ناموں میں سے دو ناموں رءُوف ورحیم کے ساتھ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا نام رکھا۔ لہٰذا جس نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شریعت کی پیروی کی اس نے بہت بڑا فضل پالیا۔ اور جنت میں تازگی اور نعمتوں کو حاصل کرلیا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کتنے قیدیوں کو آزاد کیا۔ کتنے ہی بے یار و مددگار مساکین کو پناہ دی۔ کتنے ہی ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیا، فقیروں کو غنی کردیا اور یتیموں پر رحم فرمایا۔ حضرتِ سیدنا آدم صفی اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وسیلہ

بنایا پس انہوں نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ذاتِ گرامی پر درود شریف بھیجا تو عزت وکرامت کے ساتھ لوٹے۔ حضرتِ سیدنا نوح نجی اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے طفیل دعا کی تو ڈوبنے سے محفوظ رہے۔ حضرتِ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کی تو آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔ جب حضرتِ سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود وسلام کی کثرت کی اور ان کے صدقے مدد کے خواستگار ہوئے تو فدیہ کے ذریعے مدد فرمائی گئی اور یہ نعمتیں اضافے کے بعد برقرار رہیں۔ حضرتِ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھا تو انہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ہم کلامی کا شرف عطا ہوا اور حضرتِ سیدنا عیسیٰ روح اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضورِ انور، شافعِ محشر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی آمد کی بشارت وخوشخبری دی تو انہوں نے رفعت وسبقت کو پالیا۔ اور رحمتِ عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ذات والاصفات ہی ہے جس پر درختوں اور پتھروں نے سلام پڑھا اور مقدس فرشتوں نے درود پاک بھیجا تو اب وہ ربِّ لم یزل عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں اس نعمت پر نازاں ہیں۔

اے نافرمانوں کے گروہ! تمہیں کس چیز نے مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان، سردارِ دوجہان صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود پاک پڑھنے سے غافل کررکھا ہے۔ درودِ پاک تو وہ عظیم عبادت ہے جو بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیتی اور پڑھنے والے کو عزت وتکریم عطا کرتی ہے۔ پس تم حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو اور ان کی ایسی تعظیم وادب کرو جس کا تمہارے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔ اس طرح تم جنت اور اس کی نعمتوں سے سرفراز کئے جاؤ گے اور عذاب اور نارِ دوزخ سے بچ جاؤ گے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اس شان کو بیان فرمایا جو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اخلاقِ عالیہ اور مخلوق کے متعلق ہے۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضور نبیِّ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اُس امتی کو جنت میں فضیلت ومرتبہ کی بشارت دی ہے جس نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لئے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(پ۲۲، الاحزاب: ۴۴)

تو اے اسلامی بھائیو! تم منبعِ جود وسخاوت، قاسمِ نعمت، سراپا رحمت، شافعِ اُمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود

شریف کی کثرت کرو کہ درود پاک غموں اور مصیبتوں کو دور کرتا اور بیماریوں سے شفا دیتا ہے۔

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص۹۰۱)

(1411) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: اَتَانَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، فَقَالَ لَہٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَا اللہُ تَعَالٰی اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ، فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّہٗ لَمْ یَسْاَلْہُ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابومسعود بدری ﷛ سے روایت ہے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہم اس وقت سعد بن عبادہ ﷛ کی مجلس میں تھے۔ حضرت بشیر ابن سعید نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے سوال نہ کرتے تو بہتر تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کہو! اے اللہ! حضرت محمد پر اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر درود بھیج۔ جس طرح تو نے آل حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر درود بھیجا ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر برکت ڈال جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت ڈالی ہے تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اور سلام تو یقینا کہ تم جانتے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشھد، ج۲ص۱۶، رقم: ۹۲۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشھد، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۹۹۱، سنن ترمذی، باب ومن سورۃ الاحزاب، ج۵ص۳۵۹، رقم: ۳۲۲۰، سنن الدارمی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۳۵۶، رقم: ۱۳۴۳، مسند امام احمد، حدیث ابی مسعود عقبۃ، ج۵ص۲۷۳، رقم: ۲۲۴۰۶)

شرح حدیث: درودِ پاک پڑھنے نے عذابِ قبر سے بچالیا

سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھنے کے فضائل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت کا بیٹا تھا جو بہت گناہگار تھا۔ وہ اس کو نیکی کا حکم دیتی، بے حیائی اور برے کاموں سے منع کرتی (لیکن وہ باز نہ آتا) آخر کار تقدیر اس پر غالب آئی اور وہ گناہوں کی حالت میں مرگیا۔ اس کی ماں کو بہت صدمہ ہوا کہ اس کا بیٹا بغیر توبہ کئے مرگیا۔ اس نے تمنا کی کہ اسے خواب میں دیکھے۔ ایک دفعہ اس نے خواب میں اپنے بیٹے کو عذاب میں مبتلا دیکھا تو وہ مزید غمگین ہوگئی۔ جب کچھ مدت کے بعد اس نے دوبارہ اپنے بیٹے کو دیکھا تو اس کی حالت اچھی تھی اور وہ خوش وخرم تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے اس

حالت کے متعلق پوچھا کہ اے میرے بیٹے! میں نے تجھے عذاب میں مبتلا دیکھا تھا، یہ مرتبہ و مقام کیسے ملا؟ تو اس نے جواب دیا: اے میری ماں! ایک گنہگار شخص ہمارے قبرستان سے گزرا، اس نے قبروں کی طرف دیکھا اور دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کے متعلق غور و فکر کیا۔ مُردوں سے نصیحت حاصل کی، اپنی لغزش پر رویا اور اپنی خطاؤں پر نادم ہوکر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی کہ اب وہ کبھی گناہوں کی طرف نہ پلٹے گا۔ تو اس کی توبہ سے آسمان کے فرشتے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: سُبحان اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اس شخص نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ کیا ہی خوب صلح کی ہے۔ جب اس نے سچی توبہ کرلی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس کی توبہ قبول فرمالی، پھر اس نے کچھ قرآنِ حکیم پڑھا اور حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر بیس مرتبہ دُرودِ پاک پڑھا اور اس کا ثواب ہم سب قبرستان والوں کو پہنچایا۔ اس کا ثواب ہم پر تقسیم کیا گیا تو مجھے بھی اس سے بھلائی ملی جس کے سبب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے بخش دیا اور مجھے وہ مقام عطا کیا گیا جو آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ اے امی جان! یاد رکھئے! حضور نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر دُرود پاک پڑھنا دلوں کا نور، گناہوں کا کفارہ اور زندوں اور مُردوں کے لئے رحمت ہے۔ (اَلرَّوضُ الفائق فی المَواعِظ والرَّقائق ص ۲۷)

(1412) وَعَنْ اَبِي حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوحمید ساعدی ﷺ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اولاد پر درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر درود بھیجا اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر برکت فرمائی تو یقیناً تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب "یزفون" الصافات / النسلان فی المشی، ج۳ص۱۲۳۲، رقم: ۳۱۸۹ صحیح مسلم، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشهد، ج۲ص۱۶، رقم: ۹۳۸ مؤطا امام محمد، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۶۵، رقم: ۲۹۱ مسند امام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۳۷۴، رقم: ۲۳۲۲۱ مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۳۱۰۲)

شرحِ حدیث: حضرتِ سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر

حضرتِ سیِّدُنا وہب بن منبِّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا آدم صفی اللہ علیہ

الصلٰوۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی اور انہوں نے اپنی نگاہیں کھولیں تو جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

تو عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا تو نے کسی ایسی ہستی کو بھی پیدا فرمایا ہے جو تیرے نزدیک مجھ سے بھی زیادہ معزز ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی جانب سے جواب ملا: ہاں! وہ تیری اولاد میں سے ایک نبی ہے۔ پھر جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدَتُنا اماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرما کر حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام میں شہوت رکھی اور آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ان سے نکاح کی خواہش کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس کا حق مہر ادا کرو۔ آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرض کی: اس کا حق مہر کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس نام والے پر سو مرتبہ درودِ پاک بھیجو۔ عرض کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگر میں ایسا کروں تو کیا تو میرا نکاح اس سے کر دے گا؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ، حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر سو مرتبہ درودِ پاک پڑھا اور یہ حضرتِ سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر تھا۔ پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام کا نکاح حضرتِ سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا۔ (نزھۃ المجالس، باب مناقب فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا، فصل فی تزویج حواء۔۔۔۔۔۔۔الخ، ج۲، ص۱۷۳، مفھوما)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

16- كِتَابُ الْاَذْكَارِ

اذکار کا بیان

101- بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ) (العنكبوت: 45).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: کہ وہ افضل طاعات ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو تمہارے اعمال میں بہتر اور ربّ کے نزدیک پاکیزہ تر، نہایت بلند رتبہ اور تمہارے لئے سونے چاندی دینے سے بہتر اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا بے شک یارسول اللہ، فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور سے دریافت کیا تھا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے؟ فرمایا بکثرت ذکر کرنے والوں کا صحابہ نے عرض کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا اگر وہ اپنی تلوار سے کفّار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے اور ایک قول اس کی تفسیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا ہے بے حیائی اور بُری باتوں سے روکنے اور منع کرنے میں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ) (البقرة: 152).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ توبہ استغفار دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔قرآن وحدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ) (الأعراف: 205).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) (الجمعة: 10).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ) ... إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا) (الأحزاب: 35).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک مسلم مرد اور مسلمان عورتیں...... اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد و بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نُزول: اسماء بنتِ عُمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواجِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں تو اسماء نے حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مَردوں کا ہوتا ہے۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مَردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقادِ صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہونا ہے، تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔

چوتھے مرتبہ کا بیان ہے کہ وہ صدقِ نیّات وصدقِ اقوال وافعال ہے، اس کے بعد پانچویں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے احتراز رکھنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور گراں ہو رضائے الٰہی کے لئے اختیار کیا جائے، اس کے بعد پھر چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب و جوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے،

اس کے بعد ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریق فرض ونفل دینا ہے پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے یہ بھی فرض ونفل دونوں کو شامل ہے۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درم صدقہ کیا وہ متصدّقین میں اور جس نے ہر مہینہ ایامِ بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے، سب سے آخر میں دسویں مرتبہ کثرتِ ذکر کا بیان ہے ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قراءتِ قرآن، علمِ دین کا پڑھنا پڑھانا، نماز، وعظ، نصیحت، میلاد شریف، نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا) (الأحزاب: 41-42) الْاٰية

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اس سلسلہ میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

(1413) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے میزان میں وزنی رحمٰن کو محبوب ہیں وہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل التسبیح، ج۴ص۸۶، رقم: ۶۴۰۶ صحیح مسلم، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ج۸ص۷۰، رقم: ۷۰۲۱ سنن ابن ماجه، باب فضل التسبيح، ج۲ص۱۲۵۱، رقم: ۳۸۰۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبيح والتكبير والتهليل والتحميد، ج۵ص۵۱۲، رقم: ۳۴۶۷ سنن النسائی الکبری، باب ما يثقل الميزان، ج۶ص۲۰۷، رقم: ۱۰۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسی پیاری فصیح وبلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خفیفتان، ثقیلتان یعنی بھارے ہلکے، اس میں متضادین کا اجتماع ہے لسان ومیزان میں متناسبین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی، جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت تولنے کے رہتی ہے، حبیبتان ورحمٰن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ محبت ورحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کلام سے رب تعالیٰ کا نام وزنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں تو جو ان کا ورد کرے گا وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی۔

یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علیٰ وجہ الکمال جامع ہیں۔عیوب سے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان وبحمدہٖ میں ہے اسی لیے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۵۲۲)

(1414) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ اَقُوْلَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، کہنا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء، ج۴ص۷۰، رقم: ۲۰۷۲، سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیۃ، ج۵ص۳۷۰، رقم: ۳۵۹۷، سنن النسائی باب افضل الذکر وافضل الدعاء، ج۶ص۲۰۷، رقم: ۱۰۶۷۱، صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج۳ص۱۱۶، رقم: ۸۳۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ثواب التسبیح، ج۱۰ص۲۸۸، رقم: ۳۰۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ سب رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے۔خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن وحدیث ہماری عبادات وغیرہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۳ص۵۱۹)

(1415) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فِيْ يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِئَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطٰنِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهِ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ". وَقَالَ: "مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو بار کہا لا الہ الا اللہ ... الخ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے تو اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور پورا دن شام تک اس

وَبِحَمْدِهِ، فِيْ يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے لیے شیطان سے حفاظت کا سبب ہوتا ہے۔ اس سے افضل عمل لے کر اور کوئی شخص نہ آئے گا۔ سوائے اس آدمی کے جو اس ذکر کو زیادہ کرے اور فرمایا جس نے ایک دن میں سو بار کہا سبحان اللہ وبحمدہ تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة ابلیس وجنوده، ج۲ص۱۲۶ رقم: ۳۲۹۳ صحیح مسلم، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، ج۸ص۶۹ رقم: ۷۰۱۸، صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج۳ص۱۲۹ رقم: ۸۲۹ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه عبیدالله، ج۵ص۱۰ رقم: ۳۶۳۴ موطا امام مالک، باب ما جاء فی ذکر الله تبارک و تعالیٰ، ص۲۰۹ رقم: ۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ ایک دم ایک ہی مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں۔ غرضکہ چوبیس گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے۔ (مرقات)

یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔

اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے تو صبح تک شیطان سے محفوظ رہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور جاگتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لیے دن کا ذکر فرمایا اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ غرضکہ یہ عمل بہت ہی پر تاثیر ہے۔ (مرقات)

(سوائے اس آدمی کے جو اس ذکر کو زیادہ کرے) اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے یعنی کوئی ورد وظیفہ پڑھنے والا نہ اس جیسا وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب وظیفہ پا سکے گا، یہ فضیلت دیگر وظیفوں سے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۵۲۶)

(1416) وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ، كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دس مرتبہ کہا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اس کے لیے اولاد اسماعیل سے چار گردنیں آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج۱ص۲۹۰، رقم: ۸۴۴ صحیح مسلم، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء، ج۴ص۶۹، رقم: ۷۰۲۰ سنن النسائی الکبریٰ، باب ثواب من قال فی دبر صلاۃ الغداۃ لا الہ الا اللہ، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۰۲۰ المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمہ خالد بن زید بن کلیب، ج۴ص۱۱۵، رقم: ۴۰۲۲)

شرح حدیث: شیطان مردود سے حفاظت

حضرتِ سیدنا ابوذر دا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جو فجر کی نماز کے بعد دو زانو بیٹھ کر کوئی بات کرنے سے پہلے یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے گا، لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اس کے دستِ قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اللہ عزوجل اس کے ایک مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہوں کو مٹا دے گا، اس کے دس درجات بلند فرمادے گا، اسکا وہ پورا دن ہر ناپسندیدہ چیز سے حفاظت میں گزرے گا، اس کی شیطان مردود سے حفاظت کی جائیگی اور اس کا ہر مرتبہ یہ کلمات پڑھنا اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا جس کی قیمت بارہ ہزار ہے اور شرک کے علاوہ اس دن اسے کوئی گناہ نہ پہنچ سکے گا اور جس نے نمازِ مغرب کے بعد ان کلمات کو پڑھا اس کے لیے بھی یہی اجر وثواب ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول بعد صلوٰۃ الصبح والمغرب، رقم ۱۶۹۵۸، ج۱۰، ص۱۴۰)

(1417) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَی اللہِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَی اللہِ: سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کی طرف سب سے زیادہ پیاری کلام کی تمہیں خبر نہ دوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیاری کلام سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سبحان اللہ وبحمدہ، ج۸ص۸۶، رقم: ۷۱۰۲ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ثواب التسبیح، ج۱۰ص۲۹۰، رقم: ۳۰۰۲۱ جامع الاصول، الفصل الثانی فی الاستغفار والتسبیح والتھلیل والتکبیر، ج۴ص۳۷۷، رقم: ۲۲۲۲)

شرح حدیث: بے شمار نیکیاں

حضرتِ سیدنا زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جس نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا، اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی، اور جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ کہا اللہ عزوجل اسکے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاکت میں مبتلاء نہ ہوگا۔ فرمایا، کیوں نہیں! تم میں سے ایک شخص بے شمار نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر ان نیکیوں کو کسی پہاڑ پر

رکھ دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائیں پھر نعمتیں آئیں گی اور ان تمام نیکیوں کو لے جائیں گی پھر اللہ عزوجل اپنی رحمتوں سے فضل فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب التوبۃ، باب من قال لا الہ الا اللہ وجبت لہ الجنۃ، رقم ۷۷۱۴، ج۵، ص۳۵۶)

(1418) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاٰنِ - اَوْ تَمْلَاُ - مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ الحمد للہ میزان کو پر کر دیتا اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین و آسمان کے درمیان کو پر کر دیتے ہیں یا فرمایا پر کر دیتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء، ج۱ص۱۴۰، رقم: ۵۵۶ سنن البیھقی، باب فرض الطھور، ج۱ص۴۹، رقم: ۱۸۹ سنن الدارمی، باب ما جاء فی الطھور، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۷۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشعری، ج۵ص۲۲۲، رقم: ۲۲۹۵۳ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء، ج۱ص۱۳، رقم: ۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عہد فاروقی میں وفات پائی۔

ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔ چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے، اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طھارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو، رب فرماتا ہے: لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں۔ غرضکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟

جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزانِ عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام۔

یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار۔ اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۷)

(1419) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے

وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَلِّمْنِي كَلَامًا أَقُولُهُ. قَالَ: "قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ" قَالَ: فَهُؤُلَاءِ لِرَبِّي، فَمَا لِي؟ قَالَ: "قُلْ: اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عرض کیا: پڑھنے کے لیے مجھے بتا دیں کہ میں اس کو پڑھوں۔ فرمایا کہو: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ اس نے کہا یہ تو میرے رب کے لیے ہیں میرے لیے کیا ہے تو آپ نے فرمایا: کہہ! اے اللہ مجھے بخشش دے مجھ پر رحم فرمایا مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء، ج۹ص۰۷، رقم: ۷۰۲۲، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۲۲۶، رقم: ۹۴۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۸۰، رقم: ۱۵۶۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۷۹۰، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۲۰۷، رقم: ۱۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اوقات مقررہ میں۔ معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور ان کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کے لیے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اوروردو وظیفے بھی کرنے چاہئیں۔ نماز و تلاوت تو روحانی غذائیں ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے، غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں۔

(میرے لیے کیا ہے) سبحان اللہ! کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی حمد تو ہوگئی کچھ دعائیہ کلمے نہ آئے میں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی۔

یعنی میرے گناہ بخش دے، مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر کہ مجھے اطاعتوں کی توفیق دے، اچھی زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہدایت دے، مجھے حلال روزی عطا فرما۔

یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لیے برا ہو۔ (مرقات) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت معصیت سے امن ہے۔

غالبًا راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور راوی مراد ہوں ان میں یہ شک ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عافنی فرمایا یا نہیں، بہتر یہ ہے کہ عافنی بھی پڑھا جائے ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جز ہو عافیت میں دین و دنیا کی ساری امتیں داخل ہیں، یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۵۴۱)

(1420) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. قِیْلَ لِلْاَوْزَاعِیِّ - وَھُوَ اَحَدُ رُوَاۃِ الْحَدِیْثِ -: کَیْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: یَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے پھر کہتے۔ اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے تیری طرف سے ہی سلامتی ہے تو برکت والا ہے' اے بزرگی اور عزت والے۔ امام اوزاعی سے کہا گیا جو کہ حدیث کے راویوں سے ایک ہیں۔ استغفار کس طرح ہے؟ کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۱ص۹۲، رقم: ۱۳۶۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب الاستغفار عند الانصراف من الصلاۃ، ج۱ص۱۰۳، رقم: ۱۱۲۶، مشکوۃ المصابیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الاول، ج۱ص۲۱۰، رقم: ۹۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی۔ استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۸۶)

فکرِ آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً دنیا تمہارے لئے جائے عمل ہے تو اپنے اعمال کو بخوبی پورا کرو۔ اور تمہارا ایک انجام (موت) ہے تو اپنے انجام کی تیاری کرو۔ مسلمان دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے (۱) ایک اُس مدت کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بارے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور (۲) دوسرے اس مدت کا خوف جو ابھی باقی ہے، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل اس اس کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے پس بندے کو چاہے کہ دنیا میں بڑھاپا آنے سے قبل جوانی ہی آخرت کے لئے زادِ راہ اکٹھا کرلے، کیونکہ تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد (عبادت کے لئے) تھکنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں میں اللہ تعالٰی سے اپنے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۷۱، ج۷ص۳۶۰)

(1421) وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتے تو کہتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو دے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو تو نہ دے وہ دینے والا کوئی نہیں اور کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش تجھ سے (فرار ہونے، بچنے) کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج۱ص۲۹۱، رقم: ۸۴۴، صحیح مسلم، باب اعتدال ارکان الصلاۃ وتخفیفھا فی تمام، ج۱ص۳۴۵، رقم: ۱۰۸۲، السنن الکبری للبیہقی، باب القول عند رفع الراس من الرکوع، ج۲ص۹۴، رقم: ۲۶۱۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا سلم، ج۱ص۵۵۰، رقم: ۱۵۰۷، سنن الدارمی، باب القول بعد رفع الرأس من الرکوع، ج۱ص۳۴۴، رقم: ۱۳۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ فرضوں کے بعد یا سنتوں وغیرہ سے فارغ ہوکر۔ (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا اور فرضوں کے علاوہ سنتوں کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔

اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ یہ اور اس جیسی اور بڑی دعائیں عصر وفجر میں تو فرضوں سے متصل تھیں اور ظہر وغیرہ میں سنتوں اور نوافل کے بعد لہٰذا یہ حدیث ان گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جن میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ کہتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲ص۱۸۷)

شکر گزار بندہ

حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اتنی لمبی نماز ادا فرماتے تھے کہ مبارک قدموں میں ورم آجاتا یا ان میں زخم ہوجاتے اور جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس کے بارے میں عرض کی جاتی (کہ اتنی مشقت کس لئے؟) تو ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ، الحدیث: ۶۴۷۰، ج۴ص۲۴۳)

(1422) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ حِيْنَ

حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد سلام پھیر کر کہتے کہ اللہ کے سوا کوئی

یُسَلِّمُ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اس کے لیے تعریف ہے وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اس کے لیے نعمت اور فضل ہے اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں اگرچہ یہ بات کافروں کو بری لگے۔ حضرت ابن زبیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ توحید بیان کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۶، رقم: ۱۳۴۱، السنن الکبری للبیھقی، باب جھر الامام بالذکر اذا احب ان یتعلم منہ، ج۲ص۱۸۴، رقم: ۳۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن الزبیر، ج۳ص۴، رقم: ۱۶۱۵۰، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یقال فی دبر الصلوات، ج۱۰ص۲۳۲، رقم: ۸۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فرض نماز سے جماعت میں کیونکہ اشراق یا تہجد وغیرہ کے بعد اونچا ذکر سنت نہیں۔"اعلیٰ" سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر بہت اونچی آواز سے ہوتا تھا جو محلے کے گھروں میں سنا جاتا تھا۔

نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں مراد ہیں اور فضل سے مراد آخرت کی نعمتیں یا نعمت سے مراد عبادات کی توفیق ہے اور فضل سے مراد قبولیت یعنی ساری مخلوق کو بلاواسطہ یا بالواسطہ جو ملا رب سے ملا اور جسے اس نے دیا اپنے فضل سے دیا کسی کا اس پر ذاتی حق نہیں۔

مخلصین میں منافقین یا ریاکاروں کی تردید ہے اگرچہ وہ عابد ہیں مگر اخلاص سے محروم۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۱۸۸)

(1423) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ، يَحُجُّوْنَ، وَيَعْتَمِرُوْنَ، وَيُجَاهِدُوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: مالوں والے بلند درجے اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں ان کے لیے زائد مال ہیں وہ حج، عمرے اور جہاد و

فَقَالَ: "اَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْن اَحَدٌ اَفْضَل مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "تُسَبِّحُوْنَ، وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ، خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ" قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ الرَّاوِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ ذِكْرِهِنَّ قَالَ: يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صدقات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی شے نہ سکھا دوں جس سے تم اپنے سے بڑھنے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے بڑھ جاؤ' اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہوگا سوا اس کے جو اسی طرح کرے جس طرح تم کرو۔ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ ضرور بتائیں۔ فرمایا: ہر نماز کے بعد تم تسبیح، تحمید اور تکبیر تینتیس' تینتیس بار پڑھا کرو۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوصالح سے جب ان کے ذکر کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ اور والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا حتیٰکہ ان میں سے ہر ایک تینتیس بار ہو جائے۔ (متفق علیہ)

وَزَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ". اَلدُّثُوْرُ جَمْعُ دَثْرٍ - بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ - وَهُوَ: الْمَالُ الْكَثِيْرُ.

اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے اور عرض کیا: (یارسول اللہ) مالوں والے بھائیوں نے سن لیا۔ ہم نے یہ کیا تو انہوں نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ الدثور: دثر کی جمع ہے' دال پر زبر اور ثاء مثلثہ کے سکون کے ساتھ۔ کثرتِ مال کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء بعد الصلاۃ، ج۴ص۲۶۷، رقم: ۶۳۲۹ صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۷، رقم: ۱۳۷۵ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۲۶۰، رقم: ۳۱۴۴ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث رجاء عن ابی صالح السمان، ج۲ص۲۱۸، رقم: ۱۲۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے) یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔

یعنی بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ۔

(جس سے تم اپنے سے بڑھنے والوں کو پالو) یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گردقدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل علیہ السلام سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یک زمانہ صحبتے با مصطفیٰ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

(سوا اس کے جو اسی طرح کرے جس طرح تم کرو) یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔

یعنی پنج گانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرا کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۰)

(1424) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَقَالَ تَمَامَ الْمِئَةِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار اللہ کی تسبیح، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار تکبیر اور سو (کی تعداد) مکمل کرنے کے بعد کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۸، رقم: ۱۳۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۲۸۲۸، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب التہلیل بعد التسبیح والتحمید والتکبیر، ج۱ص۳۶۹، رقم: ۷۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۷۱، رقم: ۸۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو اس تسبیح فاطمہ پر پابندی کرے گا اس کی خطائیں اگرچہ شمار سے زیادہ ہوں بخشی جائیں گی۔ خیال رہے کہ شمار

کے لیے عقد انامل بہت اعلیٰ چیز ہے ہر مسلمان کو سیکھنا چاہیے اگر وہ نہ آتا ہوتو پوروں پر شمار کرے، بدرجہ مجبوری کنکروں یا تسبیح پر شمار کرے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دھاگے میں ہزار گرہیں لگالیں تھیں جن پر کبھی شمار کیا کرتے تھے۔(مرقاۃ) فقہاء نے تسبیح پر گننے کو بدعت نہ کہا ہے یعنی بدعت حسنہ جس کی اصل صحابی سے ثابت ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۲)

(1425) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ - اَوْ فَاعِلُهُنَّ - دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ: ثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ تَسْبِيْحَةً. وَثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ تَحْمِيْدَةً. وَّاَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ تَكْبِيْرَةً". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھیرا دینے والے کلمات' ان کو کہنے والا' یا کرنے والا نامراد نہیں ہوتا ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار تسبیح' تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفته، ج۲ص۹۸، رقم: ۱۳۷۷، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۳۱۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام، ج۵ص۳۷۹، رقم: ۳۴۱۲، سنن النسائی الکبرٰی، ذکر حدیث کعب بن عجرۃ فی المعقبات، ج۶ص۳۲، رقم: ۹۹۸۲، مسند ابن ابی شیبة، حدیث کعب بن عجرۃ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۲ص۲۷، رقم: ۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معقبات کے کئی معنی ہیں: (۱) نماز کے بعد والا وظیفہ (۲) وہ عمل جس کے لکھنے پر ہر فرشتہ پیش قدمی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرے فرشتوں کو اپنے سے پیچھے کردوں (۳) وہ وظیفے جو یکے بعد دیگرے پڑھے جاتے ہیں (۴) وہ وظیفے جن کا انجام اچھا ہے۔

بلکہ تھوڑی بہت محنت سے بہت نفع حاصل کرلیتا ہے۔

یہ پورا سینکڑہ ہے اسی کا نام تسبیح فاطمہ ہے قادری سلسلہ کے مشائخ اس کے بہت پابند ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۱)

(1426) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ تمام نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتے تھے۔ اے اللہ میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ ناکارہ عمر تک لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ میں

آتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعاذۃ من فتنۃ الغنی، ج۸ص۸۰، رقم: ۶۳۷۶، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۱۱۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جبن کا مقابل شجاعت ہے، بخل کا مقابل سخا ہے اور شح کا مقابل جود۔ بخیل وہ جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے، شح وہ جو نہ کھائے نہ کھانے دے سب کچھ جمع کر کے چھوڑ جائے۔ سخی وہ خود کھائے اوروں کو بھی کھلائے۔ جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لیے رب کو سخی نہیں کہتے جواد کہتے ہیں۔ اللہ کے حبیب لکھا دھاری داتا کھاتے نہیں کھلاتے ہیں۔ شعر

بوریا ممنوں خواب راحتش   تاج کسریٰ زیر پائے آتش

یہ دعا ہماری تعلیم کے لیئے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیدائشی کل کے راجہ ہیں جگ کے داتا ہیں۔

(ناکارہ عمر تک لوٹایا جاؤں) یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جب ہاتھ پاؤں جواب دے جائیں رب کی عبادت نہ کر سکے، دنیوی کام انجام نہ دے سکے، اس سے خدا کی پناہ۔

ممکن ہے کہ یہ دعا حضور علیہ الصلوۃ والسلام ساری نمازوں خصوصًا تہجد کے بعد مانگتے ہوں، نماز پنج گانہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر تاکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہ ہو۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۱۸۹)

(1427) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَخَذَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: "يَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ" فَقَالَ: "اُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں پھر فرمایا: اے معاذ! میں تجھ کو تاکیدی حکم کرتا ہوں کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا ترک نہ کرنا۔ اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ اسے ابوداوٗد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج۱ص۵۶۱، رقم: ۱۵۲۲، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الحث علی قول رب اعنی علی ذکرک، ج۶ص۳۲، رقم: ۹۹۳۷، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب استعانۃ العبد بمعبودہ علی حسن عبادتہ، ج۱ص۹، رقم: ۱۸، المستدرک للحاکم، باب التأمین، ج۱ص۴۰۷، رقم: ۱۰۱۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن جبل الانصاری، ج۲۰ص۶۰، رقم: ۱۶۸۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتًا آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کسی کے دلی حالات اور محبت وعدوات سے بے خبر نہیں۔حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا۔

یہ دعا غالبًا سلام سے پہلے نماز کے اندر مانگی جائے اسی لیے صاحب مشکوۃ اس باب میں یہ حدیث لائے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۵)

(1428) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ لے تو اسے چاہیے کے چار چیزوں سے اللہ کی پناہ پکڑے کہے اے اللہ! میں عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی اور موت کے فتنہ اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یستعاذ منه فی الصلاۃ، ج۱ص۹۳، رقم: ۱۳۵۲ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب له ان لا یقصر عنه من الدعاء قبل السلام، ج۲ص۱۵۴، رقم: ۲۹۹۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۱۰۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اور درود ابراہیمی پڑھ چکے۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی ہاں نفل میں دونوں درود ابراہیمی دونوں قعدوں میں پڑھے جائیں گے۔

خیال رہے کہ بڑا دجال تو ایک ہی ہے جو قریب قیامت ظاہر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا مگر چھوٹے دجال بہت ہیں جو ہر زمانے میں رہتے ہیں ہر گمراہ کن دجال ہے۔(مرأۃ المناجیح، ج۲ص۱۷۶)

(1429) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت علی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تشہد اور سلام کے درمیان میں کہتے۔اے اللہ! میرے لیے بخش دے میرے اگلے پچھلے اور وہ گناہ جنہیں میں نے چھپایا اور جنہیں میں نے ظاہر کیا اور جو میں نے حد سے تجاوز کیا اور جس کا مجھ سے زیادہ تجھے علم ہے، تو ہی آگے کرنے والا، پیچھے ہٹانے والا ہے۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ج۱ص۱۸۸، رقم: ۱۹۲۸ السنن الصغری للبیہقی، باب افتتاح الصلاۃ بعد التکبیر، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۳۹۲ المنتقی لابن الجارود، باب صفۃ صلاۃ رسول اللہ، ص۴۰، رقم: ۱۸۱ سنن ابوداؤد، باب ما یستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء، ج۱ص۲۲۷، رقم: ۷۶۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء عند افتتاح الصلاۃ باللیل، ج۵ص۴۸۰، رقم: ۳۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ انتہائی استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں سے معافی مانگی گئی ہے۔ یہ بھی ہماری تعلیم کے لیے ہے کہ ہم بہت سے گناہ ایسے بھی کر لیتے ہیں جو ہمیں یاد بھی نہیں رہتے یا اول ہی سے ہمارے علم میں نہیں ہوتے۔

کہ جب چاہے اپنے اطاعت کی توفیق دے کر فرشتوں سے آگے بڑھا دے اور جسے جب چاہے توفیق خیر نہ دے جس سے وہ بندہ شیطان سے بدتر ہو جائے، ایسے ہی جسے چاہے شاہ بنا کر سب سے آگے بڑھائے، جسے چاہے گدا کر کے پیچھے ہٹا دے۔

ہدایت عامہ وخاصہ ہدایت دینی ودنیوی تیری ہی طرف سے ہے جسے تو ہدایت نہ دے اس کی ہدایت کا راستہ ہی کوئی نہیں اگرچہ گمراہی کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ تھا کہ اس کی طرف ہدایت ہی منسوب کی جائے۔ خیال رہے کہ رب کی طرف سے بعض ہدایتیں جانوروں کو بھی ملی ہیں، بعض صرف انسانوں کو، بعض صرف مسلمانوں کو، بعض صرف اولیاء کو، بعض صرف انبیاء کو، بعض صرف حضور سید الانبیاء کو۔ ہدایت کی تعریف اور اقسام ہماری تفسیر نعیمی سورۃ فاتحہ میں دیکھو۔

جسے تو پکڑے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے تو عذاب دینا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ خیال رہے کہ انبیاء واولیاء کی پناہ یونہی مجرم کا حاکم کے پاس اور مریض کا طبیب کے پناہ لینے جانا حقیقت میں رب ہی کی پناہ ہے کہ یہ اس کے بندے ہیں اور اسی کے حکم سے ان کے پاس جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۴۲)

(1430) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں کثرت سے کہتے تھے اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری پاکی تیری حمد کے ساتھ ملا کر بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ میری مغفرت فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسبیح والدعا فی السجود، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۸۱۷ صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۱۱۳ السنن الکبری للبیہقی، باب الذکر فی السجود، ج۲ص۱۰۹، رقم: ۲۸۸۹ سنن ابوداؤد، باب فی

الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۴، رقم: ۸۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۱۰۰، رقم: ۲۴۲۲۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ تو آپ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت عائشہ صدیقہ آپ سے بہت دور ہوتی تھیں، ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ بخوبی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لیے تھا یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ، ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۹۷)

(1431) وَعَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ: "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع و سجود میں کہتے تھے: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ (پاک ہے تیری ذات، بہت زیادہ پاکیزہ اے فرشتوں اور جبریل کے رب)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۱، رقم: ۱۱۱۱، السنن الکبری للبیہقی، باب القول فی الرکوع، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۶۶۳، سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ، ج۱ص۳۲۵، رقم: ۸۷۲، سنن النسائی الکبری، باب الذکر فی الرکوع، ج۱ص۲۱۱، رقم: ۶۲۹، صحیح ابن حبان، باب صفۃ الصلاۃ، ج۵ص۲۲۶، رقم: ۱۸۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں سُبُّوْحٌ سے مراد ہے ذاتی عیوب سے پاک قُدُّوْسٌ سے مراد ہے۔ صفاتی عیوب سے پاک، لہذا کلمے مقرر نہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ فرشتے بے گناہ اور ہمیشہ عبادت کرنے والی مخلوق ہیں، نیز سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔ روح سے مراد یا جان ہے یا حضرت جبریل علیہ السلام جن کا لقب روح الامین ہے یا خاص فرشتوں کی جماعت یا وہ فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغتوں سے خدا تعالیٰ کی حمد۔ مرقات نے فرمایا کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات کروبی فرشتوں کا دسواں حصہ اور کروبی فرشتے باقی ملائکہ کا دسواں حصہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۹۸)

(1432) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَاَمَّا

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس جب رکوع ہو تو اپنے رب عزوجل

الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ - عَزَّوَجَلَّ -، وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کی تعظیم بیان کرو اور سجود میں کوشش اور مبالغہ کے ساتھ دعا کرو۔ توقع ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهى عن قرأة القرآن فى الركوع والسجود، ج۲ص۳۸، رقم: ۱۱۰۲۔السنن الكبرى للبيهقى، باب النهى عن قرأة القرآن فى الركوع والسجود، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۶۹۹۔سنن ابوداؤد، باب فى الدعاء فى الركوع والسجود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۸۷۶۔سنن الدارمى، باب النهى عن القرأة فى الركوع والسجود، ج۱ص۳۴۹، رقم: ۱۳۲۵۔مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج۱ص۲۱۹، رقم: ۱۹۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تاکہ عملاً اپنے عجز کا اظہار ہو اور قولاً رب کی عظمت کا اقرار۔

یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا ہے، کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب سے انتہائی قرب ہوتا ہے، اس حالت کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

(مرأۃ المناجیح، ج۲ص۹۹)

(1433) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔ تو تم (حالت سجدہ میں) دعا زیادہ کیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما يقال فى الركوع والسجود، ج۲ص۴۹، رقم: ۱۱۱۱۔السنن الكبرى للبيهقى، باب الاجتهاد فى الدعاء فى السجود رجاء الاجابة، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۲۷۹۳۔سنن ابوداؤد، باب فى الدعاء فى الركوع والسجود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۸۷۵۔سنن النسائى الكبرى، باب ما اقرب ما يكون العبد من الله جل ثناؤه، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۷۲۳۔مسند امام احمد، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، ج۳ص۴۲۱، رقم: ۹۴۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں، البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے، فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی، بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۲ص۱۲۰)

(1434) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِي سُجُوْدِهِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهُ: دِقَّهُ وَجِلَّهُ، وَاَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ، وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجود میں کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے تمام گناہ بخش دے۔ چھوٹے' بڑے' پہلے' آخری' ظاہری' باطنی۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۰، رقم: ۱۱۱۲ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاجتھاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابۃ، ج۲ص۱۱۰ رقم: ۲۷۹۳ المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۵۷ رقم: ۹۶۹ سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۷ رقم: ۸۷۸ صحیح ابن خزیمہ، باب الدعاء فی السجود، ج۱ص۳۳۵ رقم: ۶۸۲)

(نوٹ: رسول اللہ کی طرف نسبت ذنب ہوتو اس کے معنیٰ میں دو احتمال صحیح موجود ہیں۔ 1- کہ رسول اللہ کے متعلقین کے ذنب (گناہ) مراد ہیں۔مناسب شفاعت والا اپنے ساتھ کسی کو ملا لیتا ہے۔پھر اس عزت کی وجہ سے معافی لے کر دیتا ہے۔2- بظاہر خلاف اولیٰ کام۔3- ذنب کا معنیٰ ہے پیروکار ہے یہ احتمال بھی لغت کے اعتبار سے موجود ہے۔(واللہ اعلم) عصمت انبیاء تحقیقی موقف میں بات ہے۔بلاشک وشبہ کل انبیاء معصوم ہیں۔مترجم)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں تھی یا کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لیے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں۔(مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص۱۱۸)

اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف

جب نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مجاہدات، کثرتِ گریہ اور خوف وتضرع کے بارے میں پوچھا جاتا: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳۰، ص۸۸)

(1435) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَتَحَسَّسْتُ، فَاِذَا هُوَ رَاكِعٌ - اَوْ سَاجِدٌ - يَقُوْلُ: "سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَفِيْ

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا۔اچانک آپ رکوع یا سجود کی کیفیت میں یہ کہہ رہے تھے۔ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

رِوَايَةٍ: فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(پاک ہے تیری ذات' تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں) ایک روایت میں ہے کہ تلاش کرتے کرتے میرا ہاتھ آپ علیہ السلام کے قدموں کے تلووں کو لگا آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں قدم کھڑے ہوئے تھے۔ آپ فرمارہے تھے اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۱، رقم: ۱۱۱۸ مصنف عبدالرزاق، باب القول فی الرکوع، ج۲ص۱۵۷، رقم: ۲۸۸۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی المملوس، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۶۲۶ موطا امام مالک، باب ما جاء فی الدعاء، ج۱ص۲۱۴، رقم: ۴۹۹ سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے ہاں قیام کی باری تھی، رات اندھیری تھی گھر میں چراغ نہ تھا، میری آنکھ کھلی تو مجھے آپ کا بستر شریف خالی محسوس ہوا تو میں گھبرا گئی کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کہاں تشریف لے گئے۔

یعنی سجدے میں گر کر دعائیں مانگ رہے تھے، مسجد نبوی چونکہ حضرت عائشہ کے حجرے سے بالکل ملی ہوئی تھی، اسی طرف دروازہ تھا اس لیے آپ کا ہاتھ اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے سجد میں پہنچ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونا وضو نہیں توڑتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے سجدے میں ہیں اور بغیر آڑ کے ام المؤمنین کا ہاتھ آپ کے تلووں شریف کو لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ چھوڑی، نہ وضو دوبارہ کیا۔ ان انگلیوں کے قربان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگیں، نصیب والے کما کر چلے گئے۔ شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

یعنی اگر تو عتاب فرمائے تو تیرے ہی کرم میں پناہ مل سکتی ہے اور کہیں بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ جب بچے کو ماں مارتی ہے اور پرے کرتی ہے تو بچہ ماں ہی سے لپٹتا ہے کیونکہ اس کی آخری پناہ وہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب کا آستانہ ہے، خود فرماتے ہیں اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ میں مسلمانوں کی پناہ ہوں، رب فرماتا ہے: جَآءُوْكَ الخ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۱۱۹)

(1436) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکْسِبَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَۃٍ! فَسَاَلَہٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِہٖ: کَیْفَ یَکْسِبُ اَلْفَ حَسَنَۃٍ؟ قَالَ: "یُسَبِّحُ مِئَۃَ تَسْبِیْحَۃٍ فَیُکْتَبُ لَہٗ اَلْفُ حَسَنَۃٍ، اَوْ یُحَطُّ عَنْہُ اَلْفُ خَطِیْئَۃٍ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس عادت سے عاجز ہے کہ ہر روز ایک ہزار نیکی کمائے حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کی: (یارسول اللہ!) کس طرح ایک ہزار نیکی کمائے؟ تو آپ نے فرمایا: جو سو بار تسبیح کہے اس کے لیے ایک ہزار نیکی لکھی جائے گی۔ یا اس سے ایک ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ (مسلم)

قَالَ الْحُمَیْدِیُّ: کَذَا ھُوَ فِیْ کِتَابِ مُسْلِمٍ: "اَوْ یُحَطُّ قَالَ الْبَرْقَانِیُّ: وَرَوَاہُ شُعْبَۃُ وَاَبُوْ عَوَانَۃَ، وَیَحْیَی الْقَطَّانُ، عَنْ مُوْسَی الَّذِیْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ من جِھَتِہٖ فَقَالُوْا: "وَیُحَطُّ بِغَیْرِ اَلِفٍ.

حمیدی نے کہا مسلم میں اسی طرح ہے "اَوْ یُحَطُّ" کے الفاظ یعنی یا مٹا دیے جائیں گے۔ برقانی کہتے ہیں کہ اسے شعبہ اور ابوعوانہ اور یحییٰ قطان نے موسیٰ سے روایت کیا جیسا کہ مسلم نے اپنے طریقے سے روایت کیا۔ الف کے بغیر اور وَیُحَطُّ پڑھا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء، ج۴ص۷۱، رقم: ۷۰۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتھلیل والتحمید، ج۵ص۵۱۰، رقم: ۳۴۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۱۶۱۲، مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۱۴۲، رقم: ۸۲۹، مسند عبد بن حمید، مسند سعد بن ابی وقاص، ص۷۶، رقم: ۱۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے، یہ عام انسانوں کا حال ہے ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ بمعنی واؤ ہے یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گناہ بھی معاف ہوں گے اور اگر اَوْ اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کر دے۔ خطیئۃ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہوں گے حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی۔

یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جُہنی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اَوْ ہے، یہ موسیٰ جہنی ابن عبداللہ ہیں، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، کوفی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد مصعب ابن سعد سے روایات لیں اور ان سے شعبہ، یحیی ابن

سعید قطان نے احادیث نقل کیں۔

آپ ابوبکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں، برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔

یعنی ان روایات میں اَوْ نہیں بلکہ واوَ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملتی ہیں اور اس کے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں لیکن اگر پہلی روایت میں اَوْ بمعنی واوَ ہو یا یہاں واوَ تنویع یعنی بیان نوعیت کے لیے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے: وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۳)

(1437) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ (کی سلامتی) پر صدقہ ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لینا اس سب سے کفایت کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج ۱ ص ۳۵۸، رقم: ۱۶۷۳، مسند امام احمد، مسند ابی ذر، ج ۸ ص ۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۲، مسند ابو عوانه، بیان ثواب صلاۃ الضحی، ج ۲ ص ۹، رقم: ۲۱۲۱، معجم لابن عساکر، ص ۱/۴۱۰، رقم: ۱۰۷۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمه ابو الاسود الدئلی، ج ۲ ص ۴۸۹، رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان سب میں صدقہ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے لہذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔

اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللهِ یا اَللهُ اَكْبَر یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائے گا خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کی لیے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پاکر الحمد للہ پڑھے۔ بہر حال ثواب ملے گا کیونکہ اللہ کا نام لینا بہر حال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہوجائے گا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو

چوں بیاید نام پاکش در وہاں نے پلیدی ماند ونے آں وہاں

یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی۔ قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔

یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے ان شاء اللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۵)

(1438) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ، فَقَالَ: "مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟" قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے صبح سویرے صبح کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے اور یہ اپنی سجدہ گاہ میں تھیں۔ پھر چاشت کے وقت آپ واپس آئے تو وہ بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا: اسی طرح بیٹھی ہے جس طرح میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ عرض کی جی ہاں! تو رسول اللہ نے فرمایا: میں نے تیرے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں۔ اگر ان کا وزن اسی سے کیا جائے جو تم پڑھتی ہو تو وہ وزن میں اس سے زیادہ ہو جائے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ رِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" ہم اللہ کی تسبیح اس کی حمد سے ملا کر کرتے ہیں۔ اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر ہے اور اس کی رضا مندی کے مطابق اس کے عرش کے وزن کے موافق اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ".

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔

وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ: "اَلَا اُعَلِّمُكِ کَلِمَاتٍ تَقُوْلِیْنَهَا: سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ"۔

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کیا میں تجھے یہ کلمات نہ سکھاؤں جو تو کہے: سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ"۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التسبیح اول النھار وعند النوم، ج٨ص٨٣، رقم: ٧٠٨٨، الادب المفرد للبخاری، باب من ذکر عنده النبی صلی اللہ علیه وسلم فلم یصل علیه، ص٢٢٥، رقم: ٦٤٧، سنن ابوداؤد، باب التسبیح بالحصی، ج٢ص٥٥، رقم: ١٥٠٥، مسند الحمیدی، احادیث بن عباس رضی اللہ عنه، ج١ص٢٢٢، رقم: ٤٩١، الاحاد والمثانی، احادیث جویریه بنت الحارث ج٥ص٤٢٨، رقم: ٣١٠٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، مسلمانوں کی والدہ، آپ کا نام برہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا، آپ ۵ھ میں غزوہ مریسیع میں گرفتار ہوکر حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا، ان کا بدلِ کتابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا، ٦٥ سال عمر شریف ہوئی، ربیع الاول ٥٦ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے اسوقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لیے خاص کر لی جائے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرح بیٹھے دیکھا، اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں بلکہ ذریعۂ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے۔

یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالٰی میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات

رکھے تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالٰی کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضاء کا باعث ہو، اس کے عرش کی زینت ہو اور کلمات الٰہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔ ان جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں کوئی چیز باقی نہ رہی لہذا ایسا جامع وظیفہ ہے اس لیے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ ص۵۲۵)

(1439) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فَقَالَ: "مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ، وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ، مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ".

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا' زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری) مسلم کی روایت یوں ہے: آپ نے فرمایا کہ ''اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا زندہ اور مردہ کی طرح ہے''۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل ذکر اللہ تعالی، ج۴ص۸۶، رقم:۶۴۰۷ صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد، ج۲ص۱۸۸، رقم:۷۷۹ مسند ابی یعلی، حدیث أبی موسی الاشعری، ج۶ص۲۷۳، رقم:۷۳۰۶ مسند الرویانی، باب ما روی ابوبردۃ بن ابی موسی عن ابیہ، ص۲۱۱، رقم:۵۸۰ صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج۳ص۱۳۵، رقم:۸۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں، یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع ونقصان پہنچاسکتا ہے مردہ نہیں، ایسے اللہ کے ذاکر سے نفع ونقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مفید نہیں اللہ کا ذکر کرو پھر دوسرے اعمال، ذاکر مر کر بھی جیتا ہے غافل زندہ رہ کر بھی مردہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ حی لایموت کا ذکر ذاکر کو حیات غیر فانیہ بخش دیتا ہے۔ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر اس کے ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد مؤمن کا دل ہے کہ وہ اللہ کا گھر ہے مبارک ہے وہ جو اس گھر کو آباد رکھے منحوس ہے وہ جو اسے ویران کردے۔ شعر

آباد وہ ہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

(مراٰۃ المناجیح، ج۳ ص۴۸۷)

(1440) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اپنے بندے

تَعَالٰی: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ، فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ، ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اپنے دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "ویحذرکم اللہ نفسہ" ج۴ص۴۲۱ رقم: ۷۴۰۵، صحیح مسلم، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج۸ص۶۲ رقم: ۶۹۸۱، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۴۳ رقم: ۸۹۰۹، الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ، باب جامع من احادیث الصفات رواہا الائمۃ، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۲۳۹، سنن ابن ماجہ، باب فضل العمل، ج۲ص۱۲۵۵، رقم: ۳۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں عبد سے مراد بندہ مؤمن ہے اور ظن بمعنی یقین بھی آتا ہے جیسے یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ اور بمعنی گمان نیک بھی جیسے ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا اور بمعنی بدگمانی بھی جیسے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یہاں دونوں معنے درست ہیں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر دعا وعبادت کرے گا تو میں اس کی دعا وعبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا۔ مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کرکے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا وغرور ہے ظن وغرور میں فرق چاہیئے جو بوکر گندم کاٹنے کی امید، ٹھنڈا لوہا کاٹنا بے کار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

گندم از گندم بروید جوز جو | از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید دھوکے میں فرق نہیں کرتے وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں، حدیث واضح ہے۔

رحمت وکرم، توفیق ومہربانی خیال رہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے۔

بہتر مجمع سے مراد ارواح انبیاء واولیاء ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور ہوسکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک وبد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لیے انہیں خیرًا منھم کہا گیا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا۔

مسئلہ: ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اسی لیے انسان کو

اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے رہے افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء واولیاء خاص وعام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمان سے خاص فرشتے افضل، رہے کفار وہ تو گدھے کتے سے بھی بدتر ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع لگا کر اونچا ذکر کرنے والوں کا وہاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جیسے فرشتے وانبیاء واولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۸)

(1441) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ؟ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: "الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرُوِیَ: "اَلْمُفَرِّدُوْنَ بِتَشْدِيْدِ الرَّاءِ وَتَخْفِيْفِهَا وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِیْ قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ: التَّشْدِيْدُ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مفردون (بے مثل تنہائی والے) سبقت لے گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مفردون کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم) مفردون راء کی شد کے ساتھ اور بغیر شد کے دونوں طرح روایت ہے لیکن مشہور اور صحیح راء کی شد کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج۸ص۶۲ رقم: ۶۹۸۷، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج۳ص۱۵۵ رقم: ۲۷۶۳، جامع الاصول لابن اثیر، حرف الذال، الکتاب الاول فی الذکر، ج۴ص۳۷۵ رقم: ۲۵۶۴، سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیة، ج۵ص۳۷۷ رقم: ۳۵۹۶، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی اللہ عنه، ج۳ص۳۱۱ رقم: ۹۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ پیدل ایک رات کے فاصلے پر ہے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذاکر گزرا، اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح وشام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کررہا ہو، اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے۔ مرقات

اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو تا کہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو۔

مفردون تفرید سے ہے، بمعنی الگ کرنا، جدا رکھنا، یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں، اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا۔ جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

یہ ما سوال احوال کے لیے ہے نہ کہ سوال ذات کے لیے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا وما رب العلمین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لیے یہاں من نہ بولا ما اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ عنایت

فرمایا جو سوال کے مطابق ہے۔

چونکہ اللہ کے ذاکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، اس لیے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر وشکر میں حریص ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے دور رہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذات پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۶)

(1442) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اَفْضَلُ الذِّكْرِ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' زیادہ فضیلت والا ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ج۵ص۳۶۲، رقم: ۳۳۸۳، المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۱۸۳۴، سنن النسائی الکبری، باب افضل الذکر وافضل الدعاء، ج۱ص۲۰۸، رقم: ۱۰۶۶۷، صحیح ابن حبان، باب الاذكار، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۸۴۶، الاداب للبیهقی، باب من حمد الله عزوجل فی السراء والضراء، ج۱ص۴۲۷، رقم: ۶۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورنہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحد ہے۔ جس چیز سے مؤمن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے، اسے پڑھ کر کافر مؤمن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے یہ حمد الٰہی ونعت مصطفوی کا مجموعہ ہے اس لیے یہ افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لیے کلمہ طیبہ اکسیر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۳۰)

(1443) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ، فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ: "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبداللہ بن بسر ﷛ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ ہو گئے۔ مجھے ایک چیز بتا دیں جس سے میں چمٹ جاؤں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ذکر سے تیری زبان ہمیشہ تر رہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذکر، ج۵ص۳۵۸، رقم: ۳۳۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث

عبداللہ بن بسر ج ۳ص۱۸۸ رقم: ۱۷۷۱۶ مصنف ابن ابی شیبۃ باب ما جاء فی فضل ذکر اللہ ج۷ص۱۷۰ رقم: ۳۵۰۵۲ مستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل ج ۲ص۱۴۸ رقم: ۱۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہو سکتے وہ مجھ پر غالب ہیں، معلوم ہوا کہ مکمل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے۔

غالباً سائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا، اس لیے انہیں یہ جواب دیا گیا مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نہ معلوم موت کب آ جائے جب بھی ملک الموت تمہاری جان نکالنے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں، اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب کرے، رطب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جل سکے گا۔

یہ حدیث ابن حبان، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ص ۵۰۳)

(1444) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَن قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کہا سبحان اللہ وبحمدہٖ اس کے لیے جنت میں ایک درخت کھجور کا لگ جاتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتھلیل والتحمید ج۵ص۵۱۱ رقم: ۳۴۶۵ مستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل ج۲ص۱۵۶ رقم: ۱۸۴۷ المعجم الصغیر باب من اسمہ اسحاق ج۱ص۱۸۱ رقم: ۲۸۴ مسند أبی یعلی مسند جابر بن عبداللہ ج۲ص۳۳۱ رقم: ۲۲۲۳ مسند البزار مسند عبداللہ بن عمرو ج۱ص۲۸۰ رقم: ۲۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنت کی بعض زمین تو میوے پھولوں کے درختوں سے بھری ہے، بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال مثل درختوں کے نمودار ہوتے ہیں یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے، جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں کیونکہ کھیت میں دانے ہوتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت، باغوں میں پھل پھول ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے، تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اس لیے لاحول شریف سے درختِ کھجور ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ص ۵۲۸)

(1445) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت ابراہیم

"لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں خبر دینا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اس کا پانی میٹھا ہے اور صاف میدان ہے اس میں درخت لگانے کا طریقہ 'سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اور اَللهُ أَكْبَرُ کہنا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتهلیل ج۵ ص۵۱۰ رقم: ۳۴۶۲ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه علی ج۴ ص۲۷۱ رقم: ۴۱۷۰ مجمع الزوائد للهیثمی باب ما جاء فی الباقیات الصالحات ونحوها ج۱۰ ص۱۰۷ رقم: ۱۶۸۶۳)

شرح حدیث: حکیم الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات تو سارے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جوان شاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں، اور زندہ مقبول بندوں سے بھی۔ دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں۔ تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جب کہ ان کو پہنچ سکے، ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلوایا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا، سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوں گے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

آن شنیدی داستان بایزید — کہ از حال ابوالحسن از پیش دید

آخر میں مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

بلکہ قبل از زادن تو سالہا — مر مر ترا داند بجملہ حالہا

صحابہ کرام قریب الوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ چوتھے یہ کہ ہم کو بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔

یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اسی حصہ میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفیدہ ہے جس میں تمہارے وظیفوں واعمال سے درخت لگیں گے، جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفیدہ ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور

پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۳۹)

(1446) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ والفِضَّةِ، وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟" قَالُوا: بَلَى، قَالَ: "ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ الْحَاكِمُ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ: "إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ".

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو تمہارے حقیقی بادشاہ کی بارگاہ میں تمہارے سب سے بہتر اور ستھرے عمل کی خبر نہ دوں۔ اور وہ تمہارے درجات میں بہت بلندی کا سبب ہے۔ اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن کو ملو تو ان کی گردنیں مارو وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور بتائیں) فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ اسے ترمذی نے روایت کیا' ابوعبداللہ حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذکر، ج۵ص۲۴۵، رقم: ۳۳۷۷ مستدرك للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۵۱، رقم: ۱۸۲۵ موطا امام مالك، باب ما جاء فی ذکر الله تبارك و تعالیٰ، ج۱ص۲۱۱، رقم: ۴۹۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ج۸ص۲۳۹، رقم: ۲۲۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بدنی و مالی عبادات سے افضل ہوں۔

اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلا واسطہ رب تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ اور ظاہر ہے کہ بلا واسطہ پہنچانے والا بالواسطہ سے افضل ہے۔ اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات بدنی عبادت اور دل بادشاہ ہے۔ اعضاء اس کی رعایا بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے درجے بیان فرمائے کہ فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے"انا جلیس من ذکرنی" میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بھی بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو، لیکن اگر ہاتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یار ہو تو سبحان اللہ سب سے بہتر۔ شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسا یہاں ہوا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لیے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکروں میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف و درود شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں۔

مؤطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع اسے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعاً ہی نقل فرمایا۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۳۹۴)

(1447) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰی امْرَاَةٍ وَّبَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی - اَوْ حَصًی - تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ: "اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْكِ مِنْ هٰذَا - اَوْ اَفْضَلُ - فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ مِثْلَ ذٰلِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ کے پاس گئے ان کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں۔ ان پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کی خبر دوں جو تجھ پر اس سے زیادہ آسان یا زیادہ فضیلت والا ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس تعداد کے حساب سے جو اس نے آسمان میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو اس نے ان کے درمیان پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو کچھ وہ آئندہ پیدا کرے گا۔ اسی طرح اللہ اللہ اور اسی طرح الحمد للہ اور اسی طرح لا الٰہ الا اللہ اور اسی طرح لاحول ولاقوۃ کے ساتھ بھی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذه دبر کل صلاۃ، ج۵ص۳۱۲، رقم: ۳۵۶۸، مستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۱ص۷۳۲، رقم: ۲۰۰۹، سنن ابوداؤد، باب التسبيح بالحصى، ج۱ص۵۵۵، رقم: ۱۵۰۲، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۱۲۰۱، مسند ابی یعلی، مسند سعد بن أبی وقاص، ج۲ص۶۶، رقم: ۷۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا۔ شیخ نے لمعات اور اشعہ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جویریہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کررہی تھیں، یہ حدیث مروجہ دھاگہ والی تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق عقد انامل انگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تسبیح صحابی کی سنت عملی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکوتی۔ مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح

شیطان پر کوڑہ ہے۔ حضرت جنید ولایت کی انتہاء پر پہنچ کر بھی تسبیح پڑھا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں۔ (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لیے تھیلوں اور بوریوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے۔

یہ اَوْ بمعنی واؤ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان کنکریوں سے زیادہ ہوگا یا اَوْ بمعنی بَلْ ہے تب تو مطلب ظاہر ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے وراء ہے کیونکہ آسمان و زمین کی یہ چیزیں میرے علم و ادراک سے خارج ہیں، رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں تو اس کی تسبیح بھی ہمارے شمار سے باہر ہونا چاہئیں۔

یعنی گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی اور اسی قدر لاحول الخ بھی اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۳۵)

(1448) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟" فَقُلْتُ: بَلٰی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر تیری رہنمائی نہ کروں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ)! تو آپ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ خیبر، ج۳ص۱۳۲، رقم: ۴۲۰۲ صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج۸ص۷۳، رقم: ۷۰۳۷ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث معاذ بن جبل الانصاری، ج۲۰ص۱۷۴، رقم: ۱۲۸، ۱۷ سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج۱ص۵۶۱، رقم: ۱۵۲۸ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی لاحول ولا قوۃ الا باللہ، ج۲ص۱۲۵۶، رقم: ۳۸۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت

بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب، پنکھے، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آ جائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں میں چھپائے جاتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۷)

102- بَابُ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا وَّمُحْدِثًا وَّجُنُبًا وَّحَائِضًا اِلَّا الْقُرْآنَ فَلَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَّلَا حَائِضٍ

اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے لیٹے بے وضو جنابت اور حیض کی حالت میں درست ہے ہاں قرآن کی تلاوت جنبی اور حیض والی کے لیے درست نہیں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ) (آل عمران: 190، 191)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

(1449) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ذکر الله تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرها، ج۱ص۱۹۴، رقم: ۸۵۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الرجل یذکر الله تعالیٰ علی غیر طهر، ج۱ص۹۰، رقم: ۴۲۳، سنن ابن ماجه، باب ذکر الله عزوجل علی الخلاء والخاتم فی الخلاء، ج۱ص۱۱۰، رقم: ۳۰۲، سنن ترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ج۵ص۲۶۳، رقم: ۳۳۹۴، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۱ص۲۷۸، رقم: ۲۶۴۱۹)

شرح حدیث: ذکر الٰہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لحظہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے

وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں وردِ زبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروبِ آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقتِ وفات بھی جو فقرہ بار بار وردِ زبان رہا وہ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کی دعا تھی۔

(صحاح ستہ حصن وغیرہ کتب احادیث)

(1450) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتَى اَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اہل کے پاس (جماع کے لیے) آئے تو اللہ کا نام لے اور کہے: اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور جو ہم کو عطا کرے اس کو بھی شیطان سے بچا' تو اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کو شیطان نقصان نہ دے سکے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیة علی کل حال وعند الوقاع، ج۱ص۷۰، رقم: ۱۴۱، صحیح مسلم، باب ما یستحب ان یقوله عند الجماع، ج۲ص۱۵۵، رقم: ۳۶۰۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یقول الرجل اذا اراد ان یأتی اهله، ج۷ص۱۴۹، رقم: ۱۴۲۱۷، سنن ابوداؤد، باب فی جامع النکاح، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۱۶۳، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا دخل علی اهله، ج۲ص۴۰۱، رقم: ۱۰۹۲)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھے اور حلال صحبت پر پڑھے، حرام پر پڑھنا سخت جرم ہے بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے جیسے شراب نوشی یا خنزیر کھانے یا جوئے پر بسم اللہ پڑھنا، اھل سے مراد بیوی یا لونڈی ہے۔

یعنی اس صحبت میں شیطان نہ شریک ہو اور نہ بچے کو شیطان کبھی بہکائے، بسم اللہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ خیال رہے کہ جیسے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہوجاتا ہے ایسے ہی صحبت میں بھی اور جیسے کھانے پینے کی برکت شیطان کی شرکت سے جاتی رہتی ہے ایسے ہی صحبت میں شیطان کی شرکت سے اولاد نالائق اور جناتی بیماریوں میں گرفتار رہتی ہے اور جیسے بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شیطان کی شرکت نہیں ہوتی جس سے بچہ نیک ہوتا ہے اور آسیب وغیرہ سے بفضلہ تعالٰی محفوظ بھی رہتا ہے، بہتر یہ ہے کہ خاوند بیوی دونوں پڑھ لیں۔

بسم اللہ وغیرہ کی برکت سے بچے کو نہ تو ابلیس کبھی نقصان پہنچا سکے گا نہ اس کی ذریت، بچہ جنون، مرگی وغیرہ جناتی امراض سے بھی محفوظ رہے گا اور مؤمن رہے گا ان شاء اللہ (مرقات) اس لیے یہاں شیطان نکرہ فرمایا گیا، ایسے بچے کو ان

شاءاللہ نیک اعمال کی بھی توفیق ملے گی۔

اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت فرمایا، یہ عمل نہایت مجرب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۴)

103- بَابُ مَا يَقُولُهُ عِنْدَ نَوْمِهِ وَاسْتِيقَاظِهِ

سوتے اور جاگتے وقت کیا دعا پڑھی جائے؟

(1451) عَنْ حُذَيْفَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، قَالَ: "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَحْيَا وَأَمُوتُ" وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آرام کے لیے لیٹتے تو کہتے' اے اللہ تیرے نام کے ساتھ میں جیتا اور مرتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو کہتے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف ہم نے اٹھنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخد الایمن، ج۴ص۲۹، رقم: ۶۳۱۲، الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۴۷۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا انتبہ من اللیل، ج۲ص۱۲۷۷، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبہ من نومہ، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: سوتے وقت کیا پڑھے

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو باوضو اپنے بستر پر آئے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرے یہاں تک کہ اس پر غنودگی چھا جائے تو رات کی جس گھڑی میں وہ اللہ عزوجل سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے گا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۰۱) رقم ۳۵۲۷، ج ۵، ص ۳۱۱)

بیدار ہوکر کیا پڑھے

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب اللہ عزوجل بندے کی روح رات کو اسے واپس لوٹادے پھر وہ بندہ اللہ عزوجل کی تسبیح اور بزرگی بیان کرے اور اس سے استغفار کرے پھر اس سے دعا مانگے تو اللہ عزوجل اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی کلمات۔۔۔ الخ، رقم ۶، ج ۱، ص ۲۳۸)

104- بَابُ فَضْلِ حِلَقِ الذِّكْرِ وَالنَّدْبِ إِلَى مُلَازَمَتِهَا وَالنَّهْيِ عَنْ مُفَارَقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ) (الكهف: 28).

(1452) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللهَ - عَزَّوَجَلَّ - تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا إِلَى حَاجَتِكُمْ، فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ - وَهُوَ أَعْلَمُ -: مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيُمَجِّدُوْنَكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَأَوْنِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللهِ مَا رَأَوْكَ. فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِيْ؟! قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوْا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا. فَيَقُوْلُ: فَمَاذَا يَسْأَلُوْنَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ. قَالَ: يَقُوْلُ: وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا. قَالَ: يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً.

ذکر کے حلقوں کی فضیلت ان کے التزام کا مستحب ہونا اور بلا عذر ان سے علیحدگی اختیار کرنا ممنوع ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ پس جب وہ کچھ لوگوں کو پالیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آؤ تمہاری ضرورت (کی چیز) یہاں ہے۔ تو وہ ان کو (ذکر کرنے والوں کو) آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری کبریائی بیان کرتے ہیں اور تیری حمد بیان کرتے ہیں' تیری بندگی بیان کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں۔ نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیسا ہو اگر وہ مجھے دیکھ لیں۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ تیری عبادت اور زیادہ کریں گے اور تیری بزرگی اور حمد زیادہ بیان کریں۔ پھر اللہ

قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؛ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؛ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا. فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؛! قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْهَا كَانُوا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً. قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَاُشْهِدُ كُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ: يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ: فِيْهِمْ فُلَانٌ لَّيْسَ مِنْهُمْ، اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! اللہ کی قسم انہوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ فرمایا: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو ان کا حال کیسا ہوگا؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی حرص' طلب اور اس میں شوق اور زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں آگ سے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں' اللہ کی قسم! انہوں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا ہو۔ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بھاگنے ڈرنے اور بچنے میں زیادہ کوشش کریں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے ان میں جو فلاں شخص تھا وہ ان میں سے نہیں تھا وہ تو صرف کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ ایسے ہم مجلس ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہو سکتا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ، قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَحَفَّ

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو چلتے رہتے ہیں فضیلت کے حامل ہیں' مجالس ذکر کے متلاشی رہتے

بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ، فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ - عَزَّوَجَلَّ - - وَهُوَ أَعْلَمُ -: مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْأَرْضِ: يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيُهَلِّلُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيَسْأَلُوْنَكَ. قَالَ: وَمَاذَا يَسْأَلُوْنِيْ؟ قَالُوْا: يَسْأَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ. قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: لَا، أَيْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِيْ؟! قَالُوْا: وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ. قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ؟ قَالُوْا: مِنْ نَّارِكَ يَا رَبِّ. قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا: لَا. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِيْ؟! قَالُوْا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، وَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا، وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا. قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ. فَيَقُوْلُ: وَلَهُ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ"۔

ہیں۔ جب ان کو کوئی مجلس ذکر ملے تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور بعض کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اور آسمان دنیا کے درمیان سب جگہ پر کر دیتے ہیں جب یہ بکھر جائیں تو وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں' تو ان سے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے' تم کہاں سے آئے ہو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم زمین سے تیرے کچھ بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح و تکبیر اور تحمید میں مصروف ہیں اور تجھ سے وہ مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اور وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں تیری جنت کے سوالی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے ربّ! نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ دیکھ لیں تو کیا ہو؟ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں: اور تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ فرمایا: کس چیز سے پناہ چاہتے ہیں' فرشتے عرض کرتے ہیں یارب تیری آگ سے اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اگر میری آگ دیکھیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اور وہ تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں' تو اللہ فرماتا ہے۔ میں نے ان کو بخش دیا اور جو انہوں نے مانگا ان کو دیا اور جس چیز سے بچنے کے لیے پناہ چاہتے ہیں اس چیز سے ان کو پناہ دی۔ فرشتے کہتے ہیں اے ربّ! ان میں فلاں شخص گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور میں نے اس کو بھی بخش دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، ج۸ص۸۶، رقم: ۶۴۰۸، صحیح مسلم، باب فضل مجالس الذکر ج۴ص۶۸، رقم: ۶۷۰۵، مستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل، ج۲ص۱۲۸، رقم: ۱۸۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۵۸، رقم: ۸۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں) یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمان خصوصًا ذاکرین کے راستے مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالٰی کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے محلوں کی خبر نہیں بے خبری میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

(تمہاری ضرورت (کی چیز) یہاں ہے) آؤ دوڑو ان ذاکرین کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو۔ معلوم ہوا کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے اور محفل میلاد شریف گیارھویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں۔ شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں . رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

(آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں) یعنی یہ فرشتے پرے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا۔

(میرے بندے کیا کہتے ہیں) مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالٰی ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اگلے مضمون پر گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے۔

(اور تیری بزرگی اور حمد زیادہ بیان کریں) یا تو بلا واسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا۔ بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالٰی محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا پرتو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانباز کروڑوں۔

(اور تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں) یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لیے ہیں کہ جب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت کا کیا حال ہو۔ اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے کہ اے فرشتو تم نے تو کہا تھا انسان خونریز فاسد ہوگا دیکھو انہی انسانوں میں ایسے نمازی ذاکر بھی تو ہیں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا جنجالوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی

رب کے ذاکر و پرستار ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالٰی کی بڑی نعمت ہے۔

صرف سن کر اس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہو گی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری "تفسیر نعیمی" جلد اول اور "اسرار الاحکام" میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالٰی سے جنت مانگنا برا نہیں، ہاں صرف جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو صرف رضائے الٰہی کے لیے چاہیئے جنت اس کے فضل سے ملے گی۔

(اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بھاگنے ڈرنے اور بچنے میں زیادہ کوشش کریں) یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو بیٹھیں زن و فرزند کو بھول بیٹھیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزارہا حکمتیں ہیں، اگر جنت دکھا دی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا۔

یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہو گا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیئے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخری میں ہے وقنا عذاب النار نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قریب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے۔

اس طرح کہ پھر دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں، ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہنسیں۔ معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالٰی کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے۔ شعر

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لیے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مؤمنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالٰی نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج فیصلہ کئے دیتے ہوں، گناہ بخشا اور ہے گنہگار کو بخشا کچھ اور یہاں گنہگار کو بخشا گیا ہے۔

یعنی ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جا رہا تھا راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیئے کہ ان کے لیے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لیے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیئے۔

یعنی ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں اس لیے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ۔۔۔ او نشیند در حضور اولیاء

یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مرقات) فضل بعض نسخوں میں ف کے پیش ض کے فتح سے ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل۔

اس طرح کہ اس ٹوٹی چٹائی پھٹے فرش پر بیٹھ جاتے ہیں جہاں ذاکرین بیٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں۔

یعنی بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزار ہا میل تک پہنچتی ہے، تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی۔

اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں۔

کیونکہ یہ فرشتے تو صرف مجلسی ذکر سننے آتے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں، اس کے لیے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے یہ حدیث حضرات قادریہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث وآیات ہیں۔

وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پتہ عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ! ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہِ الٰہی میں ان کے نام آجاتے ہیں، مبارک ہیں دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ شعر

زہے مسجد و مکتب و خانقاہے ۔۔۔ کہ در وے بود قیل وقال محمد

خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی جنت کے مالک ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے

صدقے سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔شعر

مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے　　یہ اُمت ہے محمد کی وہ جنت ہے محمد کی

مسلم، بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا ان شاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھول پتے ان شاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر پتہ کے نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے کو بھی پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے نیک ہے یا بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔

جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی، ان کا نام لیوا کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔شعر

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی　　سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لیے آیا تو بخشا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرما دیا: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۹۱)

(1453) وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ ؛ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ان ہی سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھے۔ ان کو فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر سایہ کر لیتی ہے اور ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ج۸ص۷۲، رقم: ۷۰۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۹۲، رقم: ۱۱۸۹۳، شعب الایمان، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ عزوجل، ج۱ص۳۹۹، رقم: ۵۳۰، مسند ابی یعلی، من مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۴۴۴، رقم: ۱۲۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو یعنی ہمیشہ کرنا افضل ہے۔

یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذکر الٰہی کے طلبے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کے لیے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

سکینہ کی شرح" باب فضائل القرآن" میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دلی چین وسکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام واولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت وعظمت سے کرتے ہیں۔ (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۵)

(1454) وَعَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالنَّاسُ مَعَهُ، اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَ وَاحِدٌ؛ فَوَقَفَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ: اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰى فَاسْتَحْيَى اللّٰهُ مِنْهُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ، فَاَعْرَضَ، فَاَعْرَضَ

حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے دو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک چلا گیا۔ پس دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کے بارے میں بتلاؤں۔ ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پناہ دی اور دوسرے نے اس سے حیاء کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمادیا۔ اور تیسرے نے منہ بسورا تو اللہ تعالیٰ

اللّٰہُ عَنْہُ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

نے اس سے اعراض فرمالیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحلق والجلوس، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۶۶، صحیح مسلم، باب من اتی مجلسا فوجد فرجة فجلس فیھا والا وراءھم، ج۴ص۹۰، رقم: ۵۸۱۰، الاداب للبیہقی، باب خیر المجالس اوسعھا، ج۱ص۴۷، رقم: ۲۵۱، سنن النسائی الکبرٰی، باب الجلوس حیث ینتھی بہ المجلس، ج۳ص۴۵۳، رقم: ۵۹۰۰، موطا امام مالک، باب جامع السلام، ج۲ص۱۳۹۹، رقم: ۳۵۲۱)

شرح حدیث: راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیلِ علم کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور و معروف محدث اور فقیہہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز و نعم میں پلے ہو اور اہلِ فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل و عیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقیناً تمہاری قربانی ہے) لیکن خبردار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصولِ علم دین کے لئے اپنے اہل و عیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علم دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تاکہ تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت و رغبت ملے۔

سنو! جب مجھے علم دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالمِ شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث و فقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصول علم دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کر دی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث اِملاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہوگئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان و نفقہ بھی ختم ہونے لگا۔ جب سب کھانا وغیرہ ختم ہوگیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ

بھی ختم ہو گیا تو فاقوں کی نوبت آ گئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر و شکر سے علمِ دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تا کہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزت نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آ گیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تا کہ ہم اپنی بھوک ختم کر سکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں بادلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزت نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جا سکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کر دے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔ ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین و جمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سر اٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرما لیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سو دینار تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ

امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہوگئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہوگئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آ رہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اترا اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اُٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہِ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پراسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کر دو تا کہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم وکریم مالک کی عطا پر سربسجود ہو گئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کر جانا چاہیے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں

مشہور ہوجائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہوکر ہمارا ادب واحترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہوجائے گی، ہوسکتا ہے پھر ہم ریاکاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہوجائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہیے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہیے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیر باد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علم دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر وشکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جاچکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خرید ا اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کردیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تاکہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی، ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی ومالک ہے۔

(عُیُونُ الحِکَایَات ص ۱۸۱ تا ۱۸۵)

(1455) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِیَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی حَلْقَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ. قَالَ: آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوْا: مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ. قَالَ: اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ. وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِّنِّیْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ: "مَا اَجْلَسَكُمْ؟" قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ؛ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا. قَالَ: "آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟" قَالُوْا: وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ. قَالَ: "اَمَا اِنِّیْ لَمْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس آئے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔ فرمایا: کیا اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہو کہ تم کو صرف اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو! میں نے تم سے حلف بے اعتمادی سے نہیں لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں تم میں سے کوئی آدمی میری مثل نہیں ہے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: تم کو کس نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر اور حمد کررہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی

أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَلٰكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہدایت دی اور اس کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا قسم اٹھاتے ہو کہ تم کو اسی مقصد نے بٹھایا۔ انہوں نے کہا: ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم کو تو اسی مقصد نے ہی بٹھایا ہے فرمایا میں نے تم سے بے اعتمادی کی وجہ سے حلف نہیں لیا۔ لیکن میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالٰی تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ج۴ص۷۲، رقم: ۷۰۳۲، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه معاویة، ج۱۹ص۳۱۱، رقم: ۱۲۷۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی القول یجلسون فیذکرون الله عزوجل ما لهم من الفضل، ج۵ص۳۶۰، رقم: ۲۲۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاویة بن ابی سفیان، ج۶ص۹۲، رقم: ۱۶۸۸۱، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی ثواب ذکر الله عزوجل، ج۱۰ص۳۰۵، رقم: ۳۰۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لیے حلقہ بنائے بیٹھے تھے، نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے، کیونکہ اس وقت صف بستہ بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

اس طرح کہ ایک صاحب ذکر خیر کررہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں، گویا مجلس وعظ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر اللہ کررہا ہے یا سب مل کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں۔

پہلا اللہ اصل میں اواللہ تھا ہمزہ استفہامیہ واؤ قسمیہ، واؤ کو الف سے بدل دیا گیا، اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں زبر بھی ہے اس کی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے اِی یا نعم نقسم باللہ۔

یعنی میں نے آپ حضرات کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہ لی ہے آپ حضرات صحابہ کرام ہیں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ ادائے سنت کے لیے یہ قسم لی ہے۔

کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالا بھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لیے مولانا روم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا امام فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لیے دیکھو حضرت ابوبکر صدیق عمر بھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم فرمائیں، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو، بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کررہے ہیں یا جو آپ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان

کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں۔خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز بھی تھی وہ احادیث زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجانا ہے، خود فرماتا ہے: بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اور فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سواء کسی اور نعمت پر رب تعالٰی نے لفظ من ارشاد نہیں فرمایا۔شعر

رب اعلٰی کی نعمت پر اعلٰی درود   حق تعالٰی کی منت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لیے مجلسیں کرنا حلقے بنا کر بیٹھنا سنت صحابہ ہے یہ حدیث مجلس میلاد شریف کی اصل ہے۔

کیونکہ ہر مؤمن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں بلکہ یہ قسم نہیں تمہاری عظمت وعزت کے اظہار کے لیے ہے۔

اس طرح کہ فرشتوں سے فرما رہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس وشیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت وغضب رکھتے ہیں اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں یقیناً تمہارے ذکر سے میرا یہ ذکر افضل ہے، چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز و فسادی ہوگا اس لیے انہی کو یہ سنایا جارہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادی ہیں تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطان وطغیان و کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۰۲)

105-بَابُ الذِّكْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ

صبح وشام اللہ تعالٰی کا ذکر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ) (الأعراف: 205)

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "الْاٰصَالُ": جَمْعُ اَصِيْلٍ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ.

اہل لغت نے کہا ہے کہ "الاصال" اصیل کی جمع ہے اور یہ عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: شام عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے ان دونوں وقتوں میں ذکر افضل ہے کیونکہ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد غروب تک نماز ممنوع ہے اس لئے ان وقتوں میں ذکر مُستحب ہوا تاکہ بندے کے تمام اوقات قربت و طاعت میں مشغول رہیں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا) (طٰهٰ: 130).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

وقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ) (المؤمن: 55).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ "الْعَشِيُّ": مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وغُرُوْبِهَا.

اہل لغت نے کہا کہ "العشی" زوال اور غروب آفتاب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ) الْاٰية (النور: 36۔ 37).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ) (ص: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

(1456) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، مِئَةَ مَرَّةٍ، لَمْ يَاْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ، اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح و شام سو سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ کہا۔ روزِ حشر اس سے زیادہ فضیلت والا عمل کوئی نہ لائے گا۔ لیکن وہ شخص جس نے اسی کلمہ کو اتنی بار یا زیادہ کہا ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ج٢ص٦٩، رقم: ٧٠١٨، سنن ترمذی، باب ما جاء فی

فضل التسبیح والتکبیر والتھلیل والتحمید، ج۵ص۵۱۳، رقم: ۳۴۶۱مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۲۷۱، رقم: ۸۸۲۱مشکوۃ المصابیح، باب ثواب التسبیح والتحمید، الفصل الاول، ج۲ص۱۸، رقم: ۲۲۹۴)

شرح حدیث: دو رحمتوں سے فضل

حضرتِ سیدنا زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا، اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی، اور جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ کہا اللہ عزوجل اسکے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاکت میں مبتلاء نہ ہوگا۔ فرمایا، کیوں نہیں! تم میں سے ایک شخص بے شمار نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر ان نیکیوں کو کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائیں پھر نعمتیں آئیں گی اور ان تمام نیکیوں کو لے جائیں گی پھر اللہ عزوجل اپنی دو رحمتوں سے فضل فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب التوبۃ، باب من قال لا الہ الا اللہ وجبت لہ الجنۃ، رقم ۷۷۱۴، ج۵، ص۳۵۶)

(1457) وَعَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ! قَالَ: "اَمَا لَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: لَمْ تَضُرَّكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گزشتہ رات بچھو کاٹنے سے شدید تکلیف پہنچی۔ آپ نے فرمایا: سن! اگر تو شام کو کہہ لیتا۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں اللہ تعالیٰ سے پورے کلمات کے ساتھ تمام مخلوقات کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں تو وہ تم کو ضرر نہ دیتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ، ج۵ص۷۶، رقم: ۷۰۵۵موطا امام مالك، باب ما یؤمر به من التعوذ، ج۲ص۹۵۱، رقم: ۱۷۰۶سنن ابو داؤد، باب کیف الرقی، ج۴ص۱۹، رقم: ۳۹۰۰مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اسلم رضی اللہ عنہ، ج۵ص۴۳۰، رقم: ۲۲۷۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مَا موصولہ ہے اور جملہ مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یعنی مجھے جتنی تکلیف پہنچی بیان نہیں کرسکتا یا مَا استفہامیہ ہے اور استفہام تعجب کے لیے یعنی تعجب ہے کہ مجھے کتنی تکلیف پہنچی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا ہمیشہ ہی پڑھنی چاہیے، صبح کے وقت پڑھ لینے سے شام تک زہریلی چیزوں سے امن ہے اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک امن۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۴، ص ۱۴)

(1458) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صبح کے وقت

وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا، وَبِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ". وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ. وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

یہ کہا کرتے تھے اے اللہ! تیری ہی (رحمت) کی وجہ سے ہم صبح کرتے ہیں اور تیری ہی (رحمت) کی وجہ سے ہم شام کرتے ہیں، اور تیری ہی وجہ سے ہم زندہ رہتے ہیں اور تیری ہی وجہ سے ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم نے اکٹھے ہونا ہے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۲۶، رقم: ۵۰۶۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسی، ج۵ص۴۶۶، رقم: ۳۳۹۱ الادب المفرد للبخاری، باب ما یقول اذا اصبح، ج۱ص۴۱۱، رقم: ۱۱۹۹ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یستحب ان یدعو بہ اذا اصبح، ج۱۰ص۲۴۰، رقم: ۲۹۸۸۱ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب ما یقولہ اذا اصبح واذا أمسی، ج۶ص۳۹۹، رقم: ۶۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ انسان کے مرنے پر تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی حیرت ناک ہے کیونکہ اندرونی اور بیرونی دشمن اتنے ہے کہ خدا کی پناہ! اتنے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اس کا زندہ رہنا اللہ کی قدرت ہی ہے۔ اس دعائے شریف کا یہی مطلب ہے کہ خدایا تیرے ہی کرم اور مہربانی سے ہم شام سے سویرا پالیتے ہیں اور سویرے سے شام، ہماری زندگی اور موت تیرے ہی قبضہ میں ہے، یہ معنے تو بالکل ظاہر ہیں، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ خدایا ہماری زندگی وموت نفس دنیا یا شیطان کے لیے نہیں بلکہ الحمدللہ تیری عبادت کے لیے ہے۔

نشور نشر سے بنا بمعنی پھیلنا، اسی سے ہے منتشر، چونکہ قیامت کی زندگی پھیلے ہوئے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کرکے ہوگی اس لیے اس زندگی کو نشور کہا جاتا ہے اسی لیے مرقات وغیرہ نے اس کا ترجمہ کیا بعث بعد الموت۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا میں کافر، مؤمن، منافق سب جمع ہیں مگر قیامت میں سب چھٹ جائیں گے کہ حکم ہوگا وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اس لیے اس اٹھنے کا نام نشور ہے اسی وجہ سے مرقات نے اس کے معنے کیے والتفرق بعد الجمع۔

(مراۃ المناجیح، ج۴ ص۸)

(1459) وَعَنْهُ: اَنَّ اَبَا بَكْرٍ نِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ، قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ،

اور انہی سے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ایسے کلمات بتائیں جو میں صبح اور شام پڑھا کروں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہا کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے غیب اور ظاہر کے جاننے

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ قَالَ: "قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ، وَاِذَا اَمْسَيْتَ، وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

والے ہر شے کے رب اور اس کے مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنی ذات کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔ آپ نے فرمایا اور جب تو صبح کرو اور شام کرو اور جب اپنے بستر پر آئے تو یہ پڑھا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۷۶، رقم: ۵۰۶۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسی، ج۵ص۴۶۷، رقم: ۳۳۹۲، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۶۱، رقم: ۱۸۹۲، سنن النسائی الکبرٰی باب فاطر السموات والارض، ج۶ص۲۰۲، رقم: ۶۹۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج۱ص۷۸، رقم: ۷۷)

شرح حدیث: اول وآخر میں بھلائی

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، انسان کے دو محافظ فرشتے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دن اور رات میں لکھے گئے اعمال اٹھا کر لے جاتے ہیں تو جب اللہ عزوجل صحیفہ کے اول وآخر میں بھلائی دیکھتا ہے تو فرشتوں سے فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کے صحیفے کے دونوں کناروں کے درمیان جو کچھ ہے اسے معاف کر دیا۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ۹، رقم ۹۸۳، ج۲، ص۲۹۵)

(1460) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰى قَالَ: "اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَالَ الرَّاوِيْ: اَرَاهُ قَالَ فِيْهِنَّ: "لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَسُوْءِ الْكِبَرِ، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِيْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب شام ہوتو یہ پڑھا کرتے: ہمارے لیے شام ہوگئی اور اللہ کی بادشاہی میں بھی شام ہوگئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ راوی حدیث نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس کی رات کی بھلائی اور اس کے بعد آنے والی بھلائی کا سوال

الْقَبْرِ"، وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کرتا ہوں۔ اور میں اس رات کے شر اور اس کے بعد آنے والے شر کی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سستی سے بڑھاپے کی بری حالت سے، اے میرے رب! میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر کی۔ اور جب آپ ﷺ صبح کرتے تو بھی یہی پڑھتے: کہ ہمارے لیے صبح ہوگئی اور اللہ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۲ رقم: ۷۰۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۷۸ رقم: ۵۰۷۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسی، ج۵ص۳۶۵ رقم: ۳۳۹۰، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۴۰ رقم: ۴۱۹۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یستحب ان یدعو اذا اصبح، ج۶ص۳۵ رقم: ۲۹۲۷۶)

شرح حدیث: جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو

حضرت سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے دن کی ابتداء کسی اچھے کام سے کی اور اپنے دن کو اچھے کام ہی پر ختم کیا تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرمائے گا، ان دونوں کے درمیان جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا اصبح واذا امسی، رقم ۱۶۹۸۳، ج۱۰ص۱۴۸)

(1461) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ - بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَاْ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَحِيْنَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت تم تین دفعہ سورۂ اخلاص، اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ لیا کرو تیرے لیے ہر شے سے کفایت کریں گے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۸۲ رقم: ۵۰۸۲، سنن ترمذی، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک، ج۵ص۵۶۷ رقم: ۳۵۷۵، مسند عبد بن حمید، احادیث عبداللہ بن خبیب، ص۱۸۷ رقم: ۴۹۴، شعب الایمان، باب تخصیص المعوذتین بالذکر، ج۲ص۵۱۵ رقم: ۲۵۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے تو ہم نے رفتار تیز کر دی تا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں۔ چنانچہ ہم اپنے مطلوب ومحبوب تک پہنچ گئے اور اپنے مدعا کو پالیا۔

ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے کہ بعد نماز فجر ومغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع، اذا زلزلت الارض، قل یاایھاالکفرون ، قل ھو اللہ احد، تین بار فلق، ناس ہمیشہ اس پر عمل کرے ان شاءاللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قریب موت اسے خواب میں اطلاع دے دی جائے گی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کر لے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بحمدہٖ تعالٰی اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے۔

یعنی تجھ سے ہر آفت کے ٹالنے اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی یا تجھے ہر ورد وظیفے سے غنی کر دیں گی کہ ان کے ہوتے تجھے دفع ضرر کے لیے اور کوئی وظیفہ کرنا نہ پڑے گا اس دوسرے معنے کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ وامان ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۸۸)

(1462) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَّمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ: بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، اِلَّا لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ہر روز صبح اور شام تین دفعہ یہ پڑھ لے۔ اللہ کے نام سے وہ جس کے نام سے کوئی چیز نقصان نہیں دیتی۔ زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے تو اسے کوئی چیز بھی نقصان نہیں دے گی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۲۳ رقم: ۵۰۸۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسی، ج۵ص۲۶۵ رقم: ۳۳۸۸ المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۱ص۶۹۵ رقم: ۱۸۹۵ سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو به الرجل اذا اصبح واذا أمسی، ج۴ص۲۷۳ رقم: ۳۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا مجرب ہے، فقیر بفضل رب قدیر اس کا عامل ہے، الحمد للہ اس کی برکت سے ہر آفت سے امن رہا ہے، صبح پڑھ لو شام تک حفاظت ہے اور شام کو پڑھو تو صبح تک امن۔

حضرت ابان ابن عثمان فرماتے ہیں لوگوں نے آپ سے یہ حدیث سنی تھی ان سے کوئی تعجب کر کے آپ کو دیکھنے لگا کہ

آپ تو یہ حدیث روایت کرتے تھے اور یقین ہے کہ آپ اس پر عامل بھی ہوں گے اور یہ دعا پڑھتے بھی ہوں گے پھر آپ پر فالج کا اثر کیوں ہوگیا اور اس آفت سے آپ امن میں کیوں نہ رہے، حضرت ابان ان کا تعجب سمجھ گئے اس لیے آپ نے وہ جواب دیا سبحان اللہ! کیا پاکیزہ فرمان ہے کہ حدیث سچی حدیث والے محبوب سچے ارادۂ الٰہی برحق جس دن مجھے فالج ہونے والا تھا اس دن میں یہ عمل پڑھنا ہی بھول گیا تھا اس لیے یہ فالج ہوا۔

یہ الفاظ گزشتہ الفاظ کی گویا شرح ہے کہ اس دعا کی برکت سے ناگہانی بیماری اور زہریلے جانور کے کاٹنے اور دوسری اچانک آفتوں سے حفاظت رہتی ہے دوسری قسم کی مصیبت آسکتی ہے۔ خیال رہے کہ کسی دعا سے موت نہیں ٹل سکتی وہ تو یقینی آتی ہے جسے کوئی تدبیر نہیں ٹال سکتی نہ دعا، نہ دوا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فجاءت سے مراد کوئی بڑی آفت ہے جو انسان کو گھبرا دے، اچانک ہو یا آہستہ، معمولی تکالیف و بیماریاں تو انسان کو لگی ہی رہتی ہیں۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰)

106- بَابُ مَا يَقُوْلُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت کیا پڑھے؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اٰل عمران: 190-191) الْاٰيٰت.

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

(1463) وَعَنْ حُذَيْفَةَ، وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ، قَالَ: "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اللہ کے نام سے میں زندہ ہوتا (جاگتا) ہوں اور مرتا (سوتا) ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخذ الایمن، ج۸ص۶۹، رقم: ۶۳۱۴، الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۴۷۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا انتبہ من اللیل، ج۲ص۱۲۷۷، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبہ من نومہ، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی

قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالٰی کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محیی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محیی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالٰی فرماتا ہے: اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ اور فرماتا ہے: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات ولمعات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۲)

(1464) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "اِذَا اَوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا - اَوْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ: التَّسْبِيْحُ اَرْبَعًا وثلاثين، وَفِيْ رِوَايَةٍ: التَّكْبِيْرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستروں پر آؤ اور لیٹ جاؤ تو تینتیس دفعہ اللہ اکبر، اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور تینتیس دفعہ الحمد للہ پڑھا کرو اور ایک روایت میں سبحان اللہ چونتیس دفعہ ہے اور ایک روایت میں اللہ اکبر چونتیس دفعہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحيح بخارى، باب التكبير والتسبيح عند المنام، ج۴ص۷۰، رقم: ۶۳۱۸ صحيح مسلم، باب التسبيح اول النهار وعند النوم، ج۴ص۸۳، رقم: ۲۰۹۰ السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب ما يستحب لها رعايته لحق زوجها وان لم يلزمها شرعا، ج۱ص۷۹، رقم: ۱۳۰ سنن ابوداؤد، باب فى التسبيح عند النوم، ج۴ص۳۷۳، رقم: ۵۰۶۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند على بن ابى طالب ج۱ص۱۳۶، رقم: ۱۱۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ زہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی پیاری چہیتی صاحبزادی تھیں، شادی سے پہلے کام کاج نہ کیا تھا، حضرت علی کے ہاں آکر تمام کام کرنے پڑے، کام سے کپڑے کالے اور چکی سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے جو پھوٹ کر زخم بن گئے تھے۔ شعر

آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر
پڑ گئے سب کام ان کی ذات پر

کام سے کپڑے بھی کالے پڑ گئے
ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑ گئے

اس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے گھر تھا اس لیے خاتون جنت انہیں کے گھر تشریف لائیں مگر اتفاقًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تھے دولت خانے میں نہ تھے اس لیے والدہ ماجدہ سے عرض کر کے واپس ہوگئیں۔ شعر

پر نہ تھے دولت کدہ میں شاہ دیں　　　والدہ سے عرض کر کے آگئیں

خود حضرت علی نے حضرت خاتون جنت کو بتایا تھا کہ آج قیدی غلام حضور کے ہاں آئے ہیں، حضور غلام بانٹ رہے ہیں ایک لونڈی تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لو جو گھر کا کام کاج کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد بھی اولاد ماں باپ سے مانگ سکتی ہے، اس میں نہ گناہ ہے نہ شرم۔

شعر

گھر میں جب آئے حبیب کبریا　　　والدہ نے ماجرا سارا کہا
فاطمہ چھالے دکھانے آئی تھیں　　　گھر کی تکلیفیں سنانے آئی تھیں
ایک لونڈی آپ اگر ان کو بھی دیں　　　چکی اور چولہے کے دکھ سے وہ بچیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عائشہ کو کچھ جواب دیا، نہ دن میں حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لائے رات کو سوتے وقت تشریف لائے تو بستر فاطمہ پر اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ ایک قدم فاطمہ پر تھا دوسرا جناب علی کے سینہ پر انوار پر، اس سینہ کے قربان جو قدم رسول چومے۔

لونڈی خادم کا فائدہ تم کو صرف دنیا میں پہنچے گا مگر اس دعا کا فائدہ دنیا، قبر حشر ہر جگہ پاؤ گی، حضور نے انہیں خادم کیوں نہ عطا فرمایا۔ شعر

شب کو آئے مصطفی زہرا کے گھر　　　اور کہاں دختر سے اے جان پدر
ہیں یہ خادم ان یتیموں کے لیے　　　باپ جن کے جنگ میں مارے گئے
تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا　　　آسرا رکھو فقط اللہ کا

اس کا نام تسبیح فاطمہ ہے جو تمام سلسلوں میں خصوصًا سلسلہ قادریہ میں بہت معمول ہے، اس تسبیح کے لیے عام تسبیحوں میں ہر ۳۳ دانہ پر چھوٹا امام پڑا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو حضرت ابوبکر پر اس لیے طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا کا مطالبہ پورا نہ کیا انہیں میراث نہ دی جس سے ان کے دل کو تکلیف پہنچی، وہ آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فتویٰ دیں گے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶)

(1465) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَوٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر لیٹنے

اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ، وَبِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا، وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا، فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

لگے۔ تو اس کو چاہیے کہ بستر کو چادر کے کنارے سے جھاڑے کیونکہ اس کو یہ علم نہیں کہ اس کے بعد اس پر کیا چیز آئی۔ پھر کہے تیرے نام کے ساتھ اے میرے رب میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم کرنا اور اگر اس کو چھوڑے تو اس کی حفاظت اس طرح کر جس طرح تو اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التعوذ والقراۃ عند المنام، ج٤ص٧٠ رقم: ٦٣٢٠ صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج٨ص٧٩ رقم: ٧٠٦٧ سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج٤ص٣٧٢ رقم: ٥٠٥٢ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج٣ص٣٢٢ رقم: ٩٤٥٠ سنن النسائی الکبرٰی، باب وما یقول من یفزع فی منامہ، ج٦ص١٩٨ رقم: ١٠٦٢٤)

شرح حدیث: سونے جاگنے کی سنتیں اور آداب

نیند بھی ایک طرح کی موت ہے۔ جب بھی ہم سونے لگیں تو ہمیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھ ہی نہ کھلے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہی سوتے نہ رہ جائیں۔ لہٰذا روزانہ سونے سے پہلے بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔ پیارے اسلامی بھائیو! اگر ہم سنت کے مطابق دعائیں وغیرہ پڑھ کر سوئیں تو ان شاء اللہ عزوجل ہمیں سونے کا بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو ہی جائے گا۔ اب سونے اور جاگنے کے بارے میں سنتیں اور آداب وغیرہ بیان کی جاتی ہیں:

(۱) سونے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ کر بستر کو تین بار جھاڑ لیں تا کہ کوئی موذی شے یا کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

(۲) سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا سنت ہے۔ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰ ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور جیتا ہوں (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں)۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا نام، الحدیث ۶۳۱۲، ج ۴، ص ۱۹۲)

(۳) الٹا یعنی پیٹ کے بل نہ سوئیں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب النھی عن الاضطجاع علی الوجہ، الحدیث ۳۷۲۳، ج ۴، ص ۲۱۴)

(۴) دائیں کروٹ لیٹنا سنت ہے۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا سیدھا ہاتھ مبارک سیدھے رخسار شریف کے نیچے رکھ کر لیٹتے۔

(شمائل الترمذی، کتاب الشمائل، باب ماجاء فی صفۃ نوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ، الحدیث ۲۵۳، ج ۵، ص ۵۴۹)

(۵) قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے نہ پاؤں پھیلائے جائیں، نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں، نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص۱۱۹) ہاں اگر قرآن پاک اور مقدس طغرے وغیرہ اونچی جگہ ہوں تو اس سمت پاؤں کرنے میں مضایقہ نہیں۔ (الفتاوی الھندیہ، ج۵، ص۳۲۲)

(۶) کبھی چٹائی پر سوئیں تو کبھی بستر پر کبھی فرشِ زمین پر ہی سوجائیں۔

(۷) جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں، جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذانام، الحدیث ۶۳۱۲، ج۴، ص۱۹۲)

(1466) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِيْ يَدَيْهِ، وَقَرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ، يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهِ وَوَجْهِهِ، وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "النَّفْثُ نَفْخٌ لَّطِيْفٌ بِلَا رِيْقٍ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے اور معوذات پڑھتے تھے اور دونوں ہاتھوں کو جسم پر پھیرتے تھے۔ (متفق علیہ) اور ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر کی طرف پناہ لیتے تو ہر رات دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے پھونک مارتے ان دونوں میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہوسکتا اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور اہل لغت نے کہا کہ "النَّفْث" وہ لطیف پھونک ہے جس میں تھوک نہ ہو اور آپ اپنے سر انور اور چہرہ سے ابتداء کرتے اور اپنے جسم کے اگلے حصہ پر آپ یہ تین مرتبہ کرتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التعوذ والقراۃ عند المنام، ج۴، ص۷۰، رقم: ۶۳۱۹، صحیح مسلم، باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفث، ج۲، ص۱۶، رقم: ۵۸۸۵، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه، ج۲، ص۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۵، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمد، ج۷، ص۲۰۱، رقم: ۵۰۸۹، سنن النسائی الکبری، باب وما یقول من یفزع فی منامه، ج۶، ص۱۹۷، رقم: ۱۰۶۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے۔

نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے۔

یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یا جیسے اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ یعنی جب بستر پر لیٹتے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہٰذا ہمارا ترجمہ درست ہے ف کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں ونفث واو سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے۔

تا کہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۔

ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۷)

(1467) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو نماز کے وضو جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور کہو اے اللہ میں نے اپنا آپ تیرے سپرد کیا' اپنا چہرہ تیری طرف کیا' اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا' اور اپنی پیٹھ تیری طرف کر دی تیری ذات کی رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے سوا میرا کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کوئی جائے پناہ۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا' پس اگر (اے بندے) تجھے موت آ گئی تو تو فطرت پر مرا اور ان کلمات کو آخر پر کہنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب فضل من بات علی الوضوء' ج ۱ ص ۵۸' رقم: ۲۴۷ صحیح مسلم' باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع' ج ۲ ص ۷۷۷' رقم: ۷۰۵۷ الاداب للبیهقی' باب کیف ینام وما یقول عند النوم' ص ۳۰۶' رقم: ۷۶۱ سنن ابن ماجه' باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه' ج ۲ ص ۱۲۷۵' رقم: ۳۸۷۶ مسند امام احمد بن حنبل' مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' ج ۴ ص ۳۰۰' رقم: ۱۸۶۰۰)

شرح حدیث: حکیم الأمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کی طرف اشارہ ہے یعنی الٰہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تاکہ معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (لمعات وغیرہ)

لہذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کردے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الجائت کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور بااختیار مگر سوجانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اسی لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم وبیش را

یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ شعر

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے فضل کریں تو بخشے جاون میرے جیہے منہ کالے

کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لیے علم حضوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لیے عین ایمان ہیں جیسے اللہ تعالٰی اپنی توحید وصفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مؤمن اس معنے سے نہیں کہہ سکتے، یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مؤمن ہیں نہ کہ اپنے اسی لیے رب تعالٰی نے فرمایا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ یہ نہ فرمایا: امن الرسول برسالتہ ہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرآن پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مؤمن۔ (از مرقات مع زیادۃ)

یعنی یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں، پھر سویرے کو نیا روزئی روزی ہے۔

یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کرلو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مسواک و ادائے سنن و مستحبات، یہ حکم استحبابی ہے، پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی ان

ان شاء اللہ یہ ہی فائدہ ہوگا۔

یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصاراً بیان فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اشعہ) نبی یا تو نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات و صفات، معاش و معاد کی۔ یا نبٰاۃ سے بنا بمعنی بلندی درجہ، نبی بلند درجے والا۔ (مرقات)

بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہ ہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے بنبیك کے برسولك کہہ دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہو بنبیك۔ معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاثیر نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے، حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جب کہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں، یونہی قرآن کریم کے الفاظ، شد، مد، مخارج، طریقۂ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا، اسلام و تقویٰ پر جیئے گا، بڑی ہی مجرب دعا ہے، فقیر بفضلہ تعالیٰ اس پر عامل ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴)

(1468) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكَفَانَا وَآوَانَا. فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر کی طرف پناہ لیتے تو کہتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، ہماری کفالت فرمائی اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کو کفایت کرنے والا پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج۴ص۲۰۸۵، رقم: ۲۷۱۵، الادب المفرد للبخاری، باب ما یقول اذا أوی الی فراشه، ج۱ص۴۱۳، رقم: ۱۲۰۶، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۴۷۳، رقم: ۵۰۵۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا أوی الی فراشه، ج۵ص۴۷۰، رقم: ۳۳۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۱۲۷۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفایت سے مراد موذی جانوروں، آفتوں، بلاؤں سے محفوظ رکھنا، بچانا، حاجات پوری فرمانا۔ پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لیے گھر دینا، سردی گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا۔

چنانچہ کفار کو رب تعالیٰ نے نفس، شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں، اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ در ہے نہ بستر، ایمان نفس و شیطان سے امان ہے، مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵)

(1469) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، مِنْ رِّوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَفِيْهِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے بچا، جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس میں یہ ہے کہ آپ تین دفعہ یہ پڑھتے تھے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۳۷۱، رقم: ۵۰۴۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا أوی الی فراشه، ج۵ص۳۷۱، رقم: ۳۴۰۹ الادب المفرد للبخاری، باب یضع یدہ تحت خدہ، ص۳۱۷، رقم: ۱۲۱۵ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن مسعود، ج۱۰ص۱۵۰، رقم: ۱۰۳۰۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۴۳، رقم: ۴۲۲۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ہاتھ شریف کا بعض حصہ سر مبارک کے نیچے رہتا اور بعض حصہ رخسار مبارک کے نیچے یا کبھی سر کے نیچے ہاتھ رکھتے کبھی رخسار کے نیچے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

یہ کلمات تین بار فرماتے تھے۔ (مرقات) یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیئے ہے ورنہ ہم گنہگاروں کو حضور عذاب الٰہی سے بچائیں گے شفاعت فرمائیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۱۹)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

17- کِتَابُ الدَّعَوَاتِ

دعاؤں کا بیان

107- بَابُ الْاَمْرِ بِالدُّعَاءِ وَفَضْلِهٖ وَبَیَانُ جُمَلٍ مِّنْ اَدْعِیَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

دعا کا حکم اور اس کی فضیلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادعیہ ماثورہ کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) (المؤمن: 60).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لئے چند شرطیں ہیں ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ ہے کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امرِ ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔ آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآنِ کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (ابوداؤد و ترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ) (الأعراف: 55).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخلِ عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت رَوا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارِد ہوا اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ تضرُّع سے اظہارِ عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو۔ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

مسئلہ: اس میں عُلَماء کا اختلاف ہے کہ عبادات میں اظہار افضل ہے یا اِخفاء، بعض کہتے ہیں کہ اِخفاء افضل ہے کیونکہ

وہ ریا سے بہت دور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اظہار افضل ہے اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبتِ عبادت پیدا ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اِخفاء افضل ہے اور اگر قلب صاف ہو اندیشۂ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہار افضل ہے، نمازِ فرض مسجد ہی میں بہتر ہے اور زکوٰۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفل عبادات میں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفاء افضل ہے۔ دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ الْاٰية (البقرة: 186).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اس میں طالبان حق کی طلب مولیٰ کا بیان ہے جنہوں نے عشق الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا وہ اسی کے طلبگار ہیں انہیں قرب و وصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا شان نزول: ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشق الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دور والے سے ضرور بعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں منازل قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دوست نزدیک تر از من بمن ست۔ ویں عجب تر کہ من از وے دورم

اور دعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لَبَّیْکَ عَبْدِیْ فرماتا ہے مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے اسی لئے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔

مسئلہ: ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں دعا کے آداب میں سے ہے کہ حضور قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثناء اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یا وہ جو لاچار کی سنتا

دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ (النمل: 62).

ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔

(1470) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۱، رقم: ۱۴۸۱ سنن ترمذی، باب ومن سورۃ المؤمن، ج۵ص۳۷۴، رقم: ۳۲۲۶ الادب المفرد للبخاری، باب فضل الدعاء، ص۲۴۹، رقم: ۷۱۴ سنن ابن ماجه، باب فضل الدعاء، ج۲ص۱۲۵۸، رقم: ۳۸۲۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج۶ص۳۶۷، رقم: ۱۸۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

الدعاء میں الف لام عہدی ہے یعنی اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہ ہی عبادت ہے، لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا نہ یہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، بندے بندوں سے دارو و دعا مانگا ہی کرتے ہیں غرض یہ کہ دعاء شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور جیسے صلوۃ شرعی اور ہے یعنی نماز دعا لغوی کچھ اور نزول رحمت، دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یہاں صلوۃ شرعی مراد ہے اور صلوا علیہ میں صلوۃ لغوی مراد یا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہر حال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

(دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے) یہ آیت شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، مدعیٰ پورا کر دینا کوئی آفت ٹال دینا، درجات بڑا دینا، وغیرہ اس کے بعد رب تعالیٰ فرمارہا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ۔ دعا کے بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے۔ خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لیے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے کہ یہ تو کفر ہے۔ (لمعات) (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۴۴۵)

(1471) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ، وَيَدَعُ مَا سِوٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جامع دعائیں پسند فرماتے اور دیگر دعاؤں کو ترک کر دیتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا

ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔ ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۲، رقم: ۱۴۸۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی کیفیۃ الدعاء، ج۴ص۱۶۲، رقم: ۲۱۴۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معانی زیادہ جیسے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً الایہ۔ اور جیسے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ یہاں عمومی حالات مراد ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں۔ جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ص۴۷۰)

(1472) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ زَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ: وَكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اکثر دعا یہ تھی اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت انس جب کوئی دعا کرتے تو یہ دعا کرتے اور جب کوئی خاص دعا کرتے تو ان الفاظ کو اس کو شامل فرما لیتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الدعاء، ج۸ص۶۸، رقم: ۷۰۱۶ الادب المفرد، باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۲۶، رقم: ۶۷۷ مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج۶ص۱۴۳، رقم: ۳۴۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۲۰۸، رقم: ۱۳۱۸۶ مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲ص۲۸۴، رقم: ۶۲۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ آپ نماز کے اندر اور دعا بعد نماز میں اور اس کے علاوہ اکثر حالات میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

یہ دعا بہت ہی جامع ہے جس میں دین و دنیا کی ساری نعمتیں مانگی گئی ہیں، رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی یہ دعا سکھا کر اس کے مانگنے والوں کے متعلق فرمایا: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا الایہ۔ قرآن شریف میں اس دعا اور استغفار کے بڑے فوائد بیان فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے پالنے والے ہم کو موت سے پہلے والی تمام نعمتیں عطا فرما جیسے صحت، روزی، نیکیوں کی توفیق، دین پر استقامت، حسنِ خاتمہ، علم و عمل وغیرہ اور آخرت کی تمام نعمتیں بخش جیسے حساب قبر و حشر میں آسانی و کامیابی، اعمال کی قبولیت، جنت اور وہاں کی تمام نعمتیں اور ہم کو دوزخ سے بالکل بچالے کہ وہاں کا عذاب ہم کو بالکل نہ چھوئے یہ نہ ہو کہ سزا پا کر جنت میں جائیں۔ حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس کے مانگتے وقت

تمام نیکیوں ونعمتوں کا خیال کر لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ دنیا کی نعمت سے کمال مصطفوی اور آخرت کی بھلائی سے جمال مصطفوی مراد لے، یعنی ہم کو دنیا میں ان کے کمال کا چھینٹا دے، آخرت میں ان کا جمال دکھا کہ ان میں سب کچھ آ گیا۔
اسے ابوداود، نسائی نے بھی روایت کیا۔ حصن حصین شریف میں رَبَّنَا اٰتِنَا ہے اگر اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا کہے تو بہتر ہے کہ اس میں دونوں روایتوں پر عمل ہے اور اگر فقط رَبَّنَا اٰتِنَا کہے تو بھی ٹھیک ہے کہ قرآن کریم میں یوں ہی ہے۔ (از مرقات)

(مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۳)

(1473) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت تقویٰ پاکدامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۱، رقم: ۷۰۷۹، سنن ابن ماجه، باب دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج۲ص۱۲۶۰، رقم: ۳۸۳۲، سنن ترمذی، باب ما جاء في عقد التسبيح باليد، ج۵ص۵۲۲، رقم: ۳۴۸۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۸۹، رقم: ۳۶۹۲، مسند ابي يعلى، مسند عبدالله بن مسعود، ج۵ص۱۸۶، رقم: ۵۲۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
ہدایت سے مراد اچھے عقائد ہیں، تقویٰ سے مراد اچھے اعمال، پاکدامنی سے مراد برائیوں سے بچنا ہے اور تونگری سے مراد مخلوق کا محتاج نہ ہونا اللہ رسول کا حاجتمند رہنا ہے اس میں دین ودنیا کی تمام بھلائیاں مانگ لی گئیں۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۰)

(1474) وَعَنْ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهُ اَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اس کو رسول اللہ ﷺ نماز سکھاتے پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اے اللہ میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے صحت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنْ طَارِقٍ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ اَقُوْلُ حِيْنَ اَسْاَلُ رَبِّيْ؟ قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ

اور ایک روایت میں حضرت طارق سے یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ کی بارگاہ میں کوئی آدمی آیا اس نے عرض کیا: یارسول

اغْفِرْ لِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَاٰخِرَتَكَ".

اللہ (ﷺ)! جب میں اپنے رب سے سوال کروں تو کیسے کہوں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہوں! اے اللہ میری مغفرت فرما' مجھ پر رحم فرما' مجھے عافیت عطا فرما' مجھے رزق عطا فرما' یہ دعا تیرے لیے دنیا اور آخرت کو اکٹھا کرنے والی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء' ج۸ص۱۷' رقم: ۷۰۲۵' رقم: ۷۰۲۶' مشکوۃ المصابیح' باب جامع الدعاء' الفصل الاول' ج۱ص۴۵۹' رقم: ۲۴۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہوجاتی ہے، جب تک کہ قرآن شریف و دیگر ارکان یاد نہ ہوں وہ جماعت سے ادا کرتا رہے اور بہت جلد خود یاد کرے یہاں نماز سے مراد ترتیب وار نماز کے مسائل ہیں۔

ہدایت سے مراد یا تو ملی ہوئی ہدایت پر قائم رکھنا ہے یا ایمان کی ہدایت کے بعد نیک اعمال کی ہدایت مانگنا ہے، عافیت سے مراد دینی و دنیاوی امان ہے، رزق سے مراد حلال روزی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ص۱۰۳)

(1475) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب تصریف اللہ تعالی القلوب کیف شاء' ج۸ص۵۱' رقم: ۶۹۲۱' مسند عبد بن حمید' مسند عبداللہ بن عمرو' ص۱۳۷' رقم: ۳۴۸' مشکوۃ المصابیح' باب الایمان بالقدر' الفصل الاول' ج۱ص۳۰' رقم: ۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا کفار و مؤمن، نیک کار و بدکار سب ہی کے لیئے ہے یعنی بدکاروں کے دل نیکی کی طرف پھیر دے اور نیک کاروں کے دل نیکی پر قائم رکھ۔ خیال رہے کہ یہ دعا درحقیقت دوسروں کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں ان سے گناہ ناممکن ہے، ان کے لیئے ہدایت رب تعالٰی نے ایسی لازم کردی ہے جیسے سورج کے لیے روشنی یا آگ کے لیے گرمی، اُن کی شان تو بہت بلند ہے۔ ان کے خاص غلاموں سے ہدایت اور تقوٰی لازم ہے، رب تعالٰی صحابہ کرام کے بارے میں فرماتا ہے: وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۔ عصمتِ انبیاء کی بحث ہماری کتاب "جاء الحق" اور عظمت صحابہ کی بحث ہماری کتاب "امیر معاویہ" میں دیکھو۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ص۸۷)

(1476) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سُفْيَانُ: اَشُكُّ اَنِّيْ زِدْتُ وَاحِدَةً مِّنْهَا.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے پناہ مانگو، مصیبت کی مشقت سے، اور بدبختی کی پکڑ سے، اور برے فیصلے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ سفیان راوی کہتے ہیں مجھے شک ہے کہ میں نے اس میں کسی ایک کا اضافہ کر دیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تعوذ باللہ من درك الشقاء وسوء القضاء، ج۸ص۱۲۶، رقم: ۶۶۱۶، صحیح مسلم، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ، ج۸ص۷۶، رقم: ۷۰۵۲، مسند أبی یعلی، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱۲ص۱۴، رقم: ۶۶۶۴، سنن النسائی الکبری، باب الاستعاذة من درك الشقاء، ج۴ص۴۵۷، رقم: ۷۹۲۸، صحیح ابن حبان، باب الادعیة، ج۳ص۲۹۲، رقم: ۱۰۱۶) .

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آفتوں کی مشقت سے مراد وہ دنیاوی یا دینی مصیبتیں ہیں جن کے دفع پر انسان قادر نہ ہو حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ کثرت عیال و قلت مال جهد بلا ہے کہ اس سے انسان کبھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کاد الفقر ان یکون کفرًا۔

دوزخ کے کام کر بیٹھنا درک شقاء ہے اصلی بدبختی دوزخ کا داخلہ ہے دوزخی عرض کریں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا اور دوزخ میں پہنچانے والے عقیدے یا اعمال اختیار کر لینا شارہ بدبختی کا پانا ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ! برے فیصلہ سے مراد ہے کفر پر مرنے کا فیصلہ یعنی میرے مولا میں دوزخیوں کے کاموں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں کہ تو میری بدکاریوں کی وجہ سے میرے دوزخی ہونے کا فیصلہ کر دے۔ اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ فیصلہ الٰہی تو پہلے ہو چکا اب اس سے پناہ مانگنے کے کیا معنی کیونکہ یہاں وہ فیصلہ مراد نہیں۔

یعنی مولیٰ مجھے ایسی دینی و دنیاوی مصیبتوں میں نہ پھنسا جن سے میرے دشمن خوش ہوں اور مجھ پر طعنے کریں، آوازے کسیں، اس سے بھی تیری پناہ، یہ دعا بہت جامع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۷)

(1477) وَعَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ، وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ، وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہتے تھے اے اللہ! میرے دین کی اصلاح کر جو میرے معاملے کی حفاظت کا سبب ہے اور میرے لیے میری دنیا کو سنوار جس میں میری روزی ہے اور میرے لیے میری آخرت کو درست کر جس میں میرا لوٹنا ہے اور میری زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں اضافہ کا سبب بنا۔ اور موت

کو میرے لیے ہر شر سے نجات کا ذریعہ بنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج۴ص۸۱، رقم: ۷۰۰۸، جامع الاصول لابن اثیر، القسم الثانی فی ادعیة غیر مؤقته ولا مضافة، ج۴ص۳۲۲، رقم: ۲۳۳۶)

شرح حدیث: دین میں دنیا کی آمیزش

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ایک شخص سے ملے تو اس نے آپ سے پوچھا کہ اے ابواسحٰق! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نُرَقِّعُ دُنْيَانَا بِتَمْزِيْقِ دِيْنِنَا فَلَا دِيْنُنَا يَبْقٰى وَلَا مَا نُرَقِّعُ

فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ آثَرَ اللهَ رَبَّهٗ وَجَادَ بِدُنْيَاهُ لِمَا يَتَوَقَّعُ

ترجمہ: (۱) اپنے دین کو نقصان پہنچا کر ہم اپنی دنیا سنوارتے رہتے ہیں، یوں نہ تو ہمارا دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی دنیا سنورتی ہے۔

(۲) خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جس نے اللہ رب العزت عزوجل (کی عبادت) کو ترجیح دی اور اپنی دنیا کے ذریعے آخرت کو سنوارا۔ (بحر الدموع ۱۶۵)

(1478) وَعَنْ علی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ، وَسَدِّدْنِیْ". وَفِیْ رِوَايَةٍ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰی وَالسَّدَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہا کرو اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور درست فرما اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور درستگی کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج۴ص۸۳، رقم: ۷۰۸۶، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی خاتم الحدید، ج۴ص۱۳۵، رقم: ۴۲۲۷، سنن النسائی الکبری، باب النهی عن الخاتم فی السبابة، ج۵ص۴۵۵، رقم: ۹۵۸۱، مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۳۵۲، رقم: ۶۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۳۰۰، رقم: ۱۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دنیا میں انسان سوار کی طرح ہے، مسافر کی سواری کتنی ہی اچھی ہو لیکن اگر اسے راستہ صحیح نہ ملے یا صحیح راستہ تو ملے مگر اس پر صحیح چل نہ سکے، تو کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ مجھے اپنے تک پہنچنے والا راستہ بھی دکھا اور دکھا کر اس پر چلنے کی توفیق بھی نصیب کرے۔

یعنی جب یہ دعا مانگو تو ہدایت سے راہ الٰہی مراد لو جس پر چلنے سے رب تعالیٰ تک پہنچا جا سکے اور درستی و سیدھائی سے کامل درستی اور پورا سیدھا پن مراد لو، تیر کی تشبیہ سے یہ ہی مراد ہے اس جملہ کی اور شرحیں بھی کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت قوی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۳)

(1479) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْهَرَمِ، وَالبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور ایک روایت میں ہے اور قرض کے چڑھ جانے سے، اور آدمیوں کی زبردستی سے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من العجز والکسل وغیرہ، ج۸ص۷۵، رقم: ۷۰۲۸، الادب المفرد للبخاری، باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۲۳، رقم: ۶۷۱، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج۱ص۵۶۵، رقم: ۱۵۴۲، سنن النسائی الکبری، باب الاستعاذۃ من العجز، ج۴ص۴۵۰، رقم: ۷۸۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۱۳، رقم: ۱۲۱۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان الفاظ کی شرح اور رنج و غم کا فرق پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرض کی فکر عقل خراب کر دیتی ہے۔ حدیث شریف میں اَلدَّیْنُ شَیْنُ الدِّیْن قرض دین کا عیب ہے۔ (مرقات) لوگوں سے مراد ظالم یا قرض خواہ ہیں۔ یہ دعا بھی بہت جامع ہے کہ اس میں خارجی داخلی مصیبتوں اور جسمانی روحانی اذیتوں سے پناہ مانگ لی گئی ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے بھی روایت کیا، حصن حصین شریف میں یہ حدیث صرف بخاری کی قرار دی۔ واللہ اعلم! (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۷۵)

(1480) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرٍ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ، قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: (یارسول اللہ!) مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں اپنی نماز میں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کہا کرو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ بہت زیادہ ظلم اور تیرے بغیر گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔ پس تو میرے لیے اپنے پاس سے خاص مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما یقینا تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَفِيْ بَيْتِيْ" وَرُوِيَ: "ظُلْمًا كَثِيْرًا" وَرُوِيَ: "كَبِيْرًا" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْبَاءِ

ایک روایت میں ہے "وفی بیتی" بھی ہے، (معنی یہ ہو گا) کہ اپنی نماز اور اپنے گھر میں دعا مانگو، اور ظلما

الْمُوَحَّدَةِ، فَيَنْبَغِي اَنْ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَيُقَالُ: كَثِيْرًا كَبِيْرًا.

کثیرًا بھی روایت کیا گیا ظلمًا کبیرًا بھی روایت کیا گیا ہے ثا مثلثہ اور باء موحدہ کے ساتھ بہتر یہ ہے کہ دونوں کو جمع کر کے کثیرًا کبیرًا پڑھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء قبل السلام، ج١ص١٦٦، رقم: ٨٣٤ صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج٨ص٧٢، رقم: ٧٠٤٤ السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستحب له ان لا یقصر عنه من الدعاء، ج٢ص١٥٣، رقم: ٢٩٩٩ سنن ابن ماجه، باب دعاء رسول اللهﷺ، ج٢ص١٢٦١، رقم: ٣٨٣٥ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه ج١ص٧، رقم: ٢٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز کے آخر میں التحیات و درودوں سے فارغ ہو کر کیونکہ اس کے علاوہ نماز میں اور کوئی وقت دعا کا نہیں۔ظاہر یہ ہے کہ نماز سے نفل نماز مراد ہے اگر فرائض میں بھی کبھی کبھی یہ دعائیں مانگے تو بہتر ہے۔

صدیق اکبر سے یہ الفاظ کہلوانا یا آدم علیہ السلام کا کہنا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا یا یونس علیہ السلام کا عرض کرنا اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ انتہائی درجہ کا انکسار نفس ہے۔یہاں ظلم کے وہ معنی کیے جائیں جو ان کی شان کے لائق ہوں، کافر کا ظلم کفر ہے، ہمارا ظلم گناہ، اولیاء اور انبیاء کا ظلم لغزشیں اور خطائیں۔جو شخص ان کلمات کو سن کر ان کی شان میں گستاخی کرے وہ بے دین ہے۔بعض صوفیاء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ کبھی جھوٹ محبوبیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سچ مردودیت کا سبب، شیطان نے سچ کہا تھا کہ خدایا تو نے مجھے گمراہ کیا، ہادی و مضل رب ہی ہے مگر اس سچ سے شیطان مارا گیا، وہ محبوب بندے جو گناہ کے قریب بھی نہ گئے ان کا یہ عرض کرنا کہ خدایا ہم بڑے گنہگار ہیں ہے جھوٹ مگر تقرب کا ذریعہ حضرت صدیق اکبر نے کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

خیال رہے کہ حقوق العباد بندہ بخشتا ہے مگر گناہ صرف رب ہی بخش سکتا ہے، جہاں انبیائے کرام فرمادیتے ہیں کہ جا تیرے سارے گناہ معاف۔وہ رب کی طرف سے کہتے ہیں زبان ان کی ہوتی ہے کلام رب کا لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج٢ص١٦٨)

(1481) وَعَنْ اَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ، وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ؛ وَخَطَئِيْ وَعَمْدِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میرے لیے معاف فرما' میری غلطیاں اور میری جہالت اور میرے معاملات میں میرا حد سے بڑھنا اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔اے اللہ میرے لیے معاف فرما میری سنجیدہ یا مزاحی غلطی اور خطا اور جان

وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بوجھ کر کیا ہوا اور یہ سب میرے پاس ہے۔ اے اللہ میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو میں نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے والا ہے۔ تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت، ج۴ص۱۸۴، رقم: ۶۳۹۸، صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۴ص۸۰، رقم: ۲۷۱۹، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۲۲۲، رقم: ۹۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۱۶، رقم: ۱۹۷۵۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما کان یدعو بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۰ص۲۸۱، رقم: ۳۰۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہر کام میں حد سے بڑھ جانے کو بخش دے) خطا سے مراد مطلقاً گناہ ہیں اور جہل سے مراد ان چیزوں سے ناواقفیت جن سے واقف ہونا فرض تھا یا وہ بدعملیاں ہیں جو دینی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے سرزد ہوجائیں۔ اسراف سے مراد مطلقاً زیادتی ہے یعنی بندگی کی حدود توڑ دینا، اسراف خطاء سے زیادہ عام ہے۔

(اسے بخش دے) یعنی میرے سارے وہ گنا جو مجھے یاد بھی نہ رہے یا وہ گناہ جنہیں میں نیکی سمجھ کر بیٹھا مگر واقع میں وہ گناہ تھے وہ بھی بخش دے۔

(برے ارادے جو میرے پاس ہیں) یعنی میرے سارے وہ گناہ جو ابھی تک بخشے نہ گئے بلکہ میرے پاس یعنی میرے نامہ اعمال میں موجود ہیں وہ بخش دے۔ خیال رہے کہ میرے ارادے بھی گناہ ہیں ہاں میرے خیالات جو غیر اختیاری طور پر دل میں آجائیں وہ معاف ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب میرے ارادے گناہ ہی نہیں تو ان سے معافی مانگنے کے کیا معنے۔

(جو چھپ کر کیے) یعنی پرانے اور نئے گناہ یوں ہی علانیہ اور خفیہ گناہ بخش دے، علانیہ خفیہ سے زیادہ برے ہیں کیونکہ گناہ کا اظہار بھی تو گناہ ہے۔

(اور جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے) میرے وہ گناہ بھی بخش دے جو میرے خیال میں تو معمولی وصغیرہ ہیں مگر تیرے علم میں بڑے ہیں اور کبیرہ ہیں۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا اور کبھی بندے کے منہ سے ایک معمولی سی بات نکل جاتی ہے جسے بندہ محسوس بھی نہیں کرتا مگر رب تعالیٰ کے نزدیک بندہ اس سے دوزخی بن جاتا ہے۔ اس قسم کی تمام دعائیں ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضرات انبیاء بعد نبوت تو ہر

گناہ صغیرہ یا کبیرہ سے معصوم ہیں اور قبل نبوت گناہ کبیرہ سے اور ان صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں جو نفرت کا باعث ہوں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نبوت سے پہلے یا بعد کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا چہ جائیکہ گناہ کرنا۔ اس عظمت انبیاء کی نفیس تحقیق ہماری کتاب "قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء" میں ملاحظہ کیجئے اور یہاں مرقات نے بھی اس پر کچھ بحث کی ہے، تفسیرات احمدیہ اور شرح فقہ اکبر میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کی۔

یعنی تو جسے چاہے توفیق خیر دے کر آگے بڑھادے کہ اس کے درجے بلند کردے اور جسے چاہے توفیق نہ دے، جس سے وہ اپنی بد عملیوں کے باعث دوزخ میں پہنچ جائے لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب رب تعالیٰ نے ہمیں پیچھے کردیا تو ہمارا کیا قصور ہے کیونکہ ہمارا پیچھے ہٹ جانا اپنی بد عملی سے ہے۔

یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی مختلف طریقوں سے نقل فرمائی۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۹۸)

(1482) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهِ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں یہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے اس عمل کے شر سے جو میں نے کیا اور جو میں نے نہیں کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۴ص۱۰۷۰، رقم: ۲۷۱۶، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج۱ص۵۶۸، رقم: ۱۵۵۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب التعوذ فی الصلاۃ، ج۱ص۳۸۸، رقم: ۱۲۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۱۳۹، رقم: ۲۶۱۲۸، مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، ج۶ص۱۷، رقم: ۲۹۱۲۵)

شرح حدیث: امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی دُعا

یا رَبَّ الْعٰلَمِیْن عَزَّ وَجَلَّ! میں تیری پاکیزگی کے نور و عظمت اور تیرے جلال کی برکت کی پناہ مانگتا ہوں ہر آفت و مصیبت اور شریر جن وانس کے پیش آنے سے، سوائے اس کے جو خیر لائے۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی میری پناہ گاہ اور جائے قرار ہے لہٰذا میں تجھی سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کے آگے بڑے بڑے جابروں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں خم ہوجاتی ہیں۔ یاالٰہی عَزَّ وَجَلَّ! میں تیرے سامنے رسوا ہونے، عیبوں کا پردہ چاک ہونے، تیری یاد بھول جانے اور تیرے شکر سے مُنہ موڑنے سے تیرے جلال وکرم کی پناہ میں آتا ہوں۔ میرے دن رات، آرام وسکون، اور سفر تیرے حفظ وامان میں ہیں۔ تیری حمد وثناء میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں ہر عیب سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیرے وجہِ کریم کی تکریم کرتا ہوں۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! مجھے رسوائی اور اپنے بندوں کے شر سے محفوظ فرما اور بری خفیہ تدبیر سے محفوظ فرما۔ مجھ پر اپنی حفاظت کے خیمے اوڑھادے اور مجھے اپنی عنایت کی حفاظت میں داخل فرمادے۔ (آمین)

(حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث 13202 / 13203، ج9، ص87)

(1483) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ مِن دعاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہو جانے سے اور تیری عافیت کے پھرنے سے اور تیری اچانک گرفت سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اہل الجنة الفقراء واکثر اہل النار النساء، ج۴ص۸۸، رقم: ۶۱۲۰، الادب المفرد للبخاری، باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۲۸، رقم: ۶۸۵، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۹۱، رقم: ۱۹۴۹، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذہ، ج۱ص۵۶۶، رقم: ۱۵۴۷، سنن النسائی الکبری، باب الاستعاذہ من زوال النعمة، ج۴ص۴۶۳، رقم: ۷۹۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زوال و انقلاب میں فرق یہ ہے کہ نعمت کا چھن جانا زوال ہے اور نعمت کے عوض نقمت و مصیبت آ جانا انقلاب۔ نعمت سے مراد اسلام، ایمان، تندرستی، غنا وغیرہ تمام دینی و دنیاوی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ دے کر نہ لے وہ تو نہیں چھینتا ہم اپنی بدعملیوں سے زائل کر دیتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

یعنی خدایا ہمیں ایسے کاموں سے بچا جو تیری ناراضی کا باعث ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ ص۷۸)

(1484) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، والْبُخْلِ وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ؛ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے کہ اے اللہ بے شک میں عاجز ہونے سستی، بخل، بڑھاپے اور عذاب قبر سے بچنے کے لیے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میری جان کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو ستھرا بنا تو ہی سب سے زیادہ ستھرا کرنے والا ہے۔ تو اس کا ولی اور مولا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۴ص۸۱، رقم: ۷۰۸۱، الاحاد والمثانی، حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۲۸، رقم: ۲۱۰۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ زید بن ارقم، ج۵ص۲۰۱، رقم: ۵۰۹۳، سنن النسائی الکبری، باب الاستعاذہ من دعوات لا یستجاب لہا، ج۴ص۴۴۳، رقم: ۷۸۶۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ج۷ص۳۷۱، رقم: ۱۹۳۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عاجزی سے مراد عبادات نہ کرسکنا ہے جیسے روزہ، نماز، حج، جہاد وغیرہ اور سستی سے مراد ہے کہ قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا، کنجوسی سے حقوق مالیہ ادا نہ کرنا ہیں خواہ حقوق اللہ ہوں جیسے زکوۃ، قربانی اور حج وغیرہ یا حقوق العباد جیسے بیوی بچوں، والدین، عزیزوں کے نان ونفقات نہ دینا۔ بڑھاپے سے مراد وہ بے عقلی اور مٹ کٹ جانا ہے جو زیادتی عمر کے سبب ہوجاتی ہے۔

کہ تو مجھے دنیا میں عذاب قبر والے اعمال سے بچالے اور بعد موت خود اس عذاب سے محفوظ رکھ۔ خیال رہے کہ عذاب قبر کفار کو دائمی ہوتا ہے، بعض مؤمن گنہگاروں کو عارضی مگر ضغطۂ قبر یعنی تنگی وہ کبھی صالحین کو بھی ہوجاتی ہے اس لیے یہاں عذاب فرمایا تنگی کا ذکر نہ کیا۔

عربی میں ظاہری پاکی کو طہارت اور باطنی پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں اسی لئے مذبوح جانور کو مزکّٰی کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تقوٰی سے مراد فسق وفجور کا مقابل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا۔ خیال رہے کہ کسب طہارت بندے کا کام ہے اور خلق طہارت رب کا کرم جیسے بیج بودینا بندے کا کام ہے پیداوار رب کا فضل یعنے ہمارے کسب سے تیرا کرم افضل واکمل ہے۔

یعنی میرے نفس کو تقوٰی دے کیونکہ تو اس کا ولی ہے اور اسے پاک کردے کیونکہ تو اس کا وارث ہے، دو نعمتوں کے لیے دو صفت الٰہیہ کا ذکر ہوا۔

غیر نافع علم سے مراد یا تو دنیاوی علوم ہیں جن سے دین میں کوئی نفع نہ ہو جیسے سائنس، ریاضی، منطق، فلسفہ جن سے دین کی خدمت نہ لی جائے یا وہ علم دین ہیں جو دنیا طلبی کے لیے سیکھے جائیں یا جن پر عالم خود عمل نہ کرے دوسروں کو سکھائے نہیں یا اس سے نقصان دہ علوم مراد ہیں جیسے جادو وغیرہ کے علوم جن سے فساد پھیلایا جائے۔

جس دل میں اللہ کے ذکر سے چین، عذاب کے ذکر سے خوف، جنت کے ذکر سے شوق، حضور علیہ السلام کے ذکر سے وجدان نہ پیدا ہو وہ سخت ہے اللہ اس سے بچائے اور جس نفس میں قناعت وسیری نہ ہوں ایسے حریص نفس سے خدا کی پناہ۔ خیال رہے کہ تین نعمتیں کسی کسی کو ملتی ہیں: کفایت، قناعت، ریاضت جسے یہ تین نعمتیں مل گئیں وہ بادشاہوں سے زیادہ خوش نصیب ہے، اس جملہ میں تینوں نعمتیں مانگ لی گئی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۷)

(1485) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیرے لیے اسلام لایا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تجھ پر اعتماد کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے میں نے جھگڑا

فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ، وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ، وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ". زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

کیا اور تیری طرف فیصلہ لایا۔ پس تو میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو میں نے پیچھے کیا اور جو میں نے چھپایا اور جو میں نے ظاہر کیا تو ہی آگے کرنے والا ہے تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔بعض راویوں نے یہ زیادہ کیا اور گناہ سے پھرنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت سوا اللہ تعالٰی کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التہجد باللیل، ج۲ص۳۸، رقم: ۱۱۲۰، صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ماعمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۰، رقم: ۷۰۴۶، الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا اراد أن ینام واذا استیقظ، ج۱ص۲۱۸، رقم: ۶۸۵، سنن الدارمی باب الدعاء عند التہجد، ج۱ص۴۱۵، رقم: ۱۴۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۳۵۸، رقم: ۳۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حقیقی ودائمی بادشاہی ہے تیری عطا سے عارضی وچند روزہ بادشاہ تیرے بعض بندے ہیں چنانچہ دنیا میں صدہا بادشاہ گزرے جن کے نام ونشان نہ رہے۔خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خلق کا دائمی سلطان بنایا مگر یہ سلطنت عارضی وعطائی ہے رب تعالٰی کی حقیقی وذاتی۔

یعنی ظاہر و باطن میں تیرا مطیع ہوں اور تیرے سارے احکام کو حق سمجھتا ہوں، ایمان وسلام کا فرق کتاب الایمان کے شروع میں بیان ہو چکا۔

صوفیا فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آجانا توبہ ہے اور غفلت سے باز آکر بیدار ہو جانا انابت،شریعت والوں کا توکل یہ ہے کہ اسباب پر عمل اور "مُسَبِّبُ الْاَسْبَابْ" پر نظر طریقت والوں کا توکل یہ ہے اسباب کی آڑ کو پھاڑ دینا اور یار تک پہنچ جانا۔

یعنی تیرے لیئے میرا جہاد ہے اور جہاد میں تیری مدد پر نظر ہے میرا اور کفار کا فیصلہ تو فرما کر میرا سچ اور ان کا جھوٹ ظاہر فرمادے۔

نہایت جامع استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں گناہوں کا ذکر آ گیا، یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک گناہوں کی رسائی نہیں وہ گناہ کرنیکے لیئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ گنہگاروں کی دستگیری کرنے کے لیئے تشریف لائے۔

تو نے اپنے فضل وکرم سے مجھے درجہ میں سب سے آگے رکھا اور زمانہ میں سب نبیوں سے پیچھے یا آخرت میں تو نے مجھے سب سے آگے رکھا اور دنیاوی ظہور میں سب سے پیچھے یا تو نے میری امت کو ساری امتوں سے درجوں میں آگے

بڑھادیا اور دنیوی ظہور میں سے پیچھے رکھا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ (از مرقات) اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں۔

اس کے پہلے جملہ میں غیر سے الوہیت کی نفی ضمناً ہے دوسرے میں صراحتاً۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۳۷)

(1486) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ"، وَهٰذَا لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں' آگ کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے اور غناء اور فقر کے شر سے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج۱ص۵۶۶، رقم: ۱۵۴۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید ج۵ص۵۲۵، رقم: ۳۴۹۵، مسند أبي یعلی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۴ص۱۱۳، رقم: ۴۶۶۵، سنن ابن ماجہ، باب ما تعوذ منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۱۲۶۲، رقم: ۳۸۳۸، سنن النسائی، باب الاستعاذۃ من شر فتنۃ القبر، ج۸ص۲۶۲، رقم: ۵۴۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفار آگ میں معذّب ہوں گے مؤمن گنہگار معذب نہ ہوں گے بلکہ مؤدب ومہذب ہوں گے یعنی انہیں آگ کے ذریعہ پاک وصاف کرکے جنت کے لائق بنایا جائے گا۔ آگ کے فتنہ سے مراد وہ گناہ ہے جو آگ میں جانے کا باعث بنا لہٰذا کلام میں تکرار نہیں، آگ کا عذاب اور ہے آگ کا فتنہ کچھ اور۔

شیخی غفلت اور سرکشی، گناہوں کی طرف میلان، مال وعزت پر پھول جانا غنی کا فتنہ ہے۔ مالداروں پر حسد، طمع ذلت، فکر، فقیری کے فتنے۔ اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے۔ خیال رہے کہ نہ امیری بری ہے نہ فقیری، دونوں جنابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہیں، بلکہ ان کے فتنہ برے ہیں۔ مصرع فقر وشاہی وارداتِ مصطفےٰ است

اس میں اختلاف ہے کہ فقیری افضل ہے یا امیری۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض کے لیے فقیری افضل ہے، بعض کے لیے امیری، جس کے ذریعہ یار ملے وہ ہی بہتر، بعض بیماروں کو کڑوی دوا مفید ہوتی ہے بعض کو میٹھی، یہ تمام دعائیں اُمت کی تعلیم کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ہر فتنہ سے محفوظ فرمایا تھا، آپ کا فقر بھی اکسیر تھا اور غنا بھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

خطاؤں کو دوزخ کی آگ قرار دیا اور مغفرت ورحمت کو برف کا پانی، جو آگ بجھا بھی دے اور اس جگہ کو ٹھنڈا بھی کردے یعنی مجھے قسم قسم کی رحمتوں ومغفرتوں کے ذریعہ دوزخ کے اسباب سے پاک وصاف کردے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۶)

(1487) وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ، وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ، وَالْأَعْمَالِ، وَالْأَهْوَاءِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت زیاد بن علاقہ اپنے چچا حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ برے اخلاق واعمال اور خواہشات سے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ادعاء أم سلمة، ج۵ص۵۷۵، رقم: ۳۵۹۱ المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۱ص۷۱۲، رقم: ۱۹۴۹ المعجم الكبير للطبراني، من اسمه قطبة بن مالك الثعلبي، ج۱۹ص۱۹، رقم: ۳۶ صحيح ابن حبان، باب الادعية، ج۳ص۲۴۰، رقم: ۹۶۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برے اخلاق سے مراد باطنی واندرونی اعمال ہیں جو خلاف شرع ہوں جیسے بدعقیدگی، حسد، کینہ وغیرہ اور برے اعمال سے وہ ظاہری اعمال ہیں جو خلاف شریعت ہیں جیسے زنا، چوری، جھوٹ، غیبت وغیرہ اور بری خواہشوں سے مراد برائیوں کی طرف دل کا میلان ہے۔ ھویٰ کے لغوی معنی ہیں محبت، بری چیز سے ہو یا اچھی سے پہلی ھویٰ بری ہے دوسری اچھی مگر اس کا اکثر استعمال بری رغبتوں میں ہوتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ھویٰ ھدیٰ سے مل جائے تو ایسی ہے جیسے شہد اور مکھن ملا ہوا کبھی برے معبود کو بھی ھویٰ کہہ دیتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۸۷)

(1488) وَعَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، عَلِّمْنِي دُعَاءً، قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّي". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں۔ آپ نے فرمایا: کہو! اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے کان کے شر سے، اپنی آنکھ کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے، اپنے دل کے شر سے اور اپنی شرمگاہ کے شر سے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۲۲۸، رقم: ۳۴۹۲ المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۱ص۷۱۳، رقم: ۱۹۵۱ سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذة، ج۲ص۱۲۰، رقم: ۱۵۵۱ سنن النسائی الكبری، باب الاستعاذة من شر الذكر المنی، ج۴ص۴۴۴، رقم: ۷۸۶۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث شكل بن حميد، ج۵ص۴۷۰، رقم: ۱۵۵۴۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ دعائیہ کلمات سکھائیے جن کے ذریعہ برائیوں سے رب تعالیٰ کی پناہ لوں تعویذ اس کاغذ کے پرزے کو بھی کہتے ہیں جس میں قرآنی آیت یا دعائیں لکھ کر اپنے پاس رکھیں کہ اس سے مقصود بھی پناہ لانا ہے اس لفظ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

بری چیز، گانے بجانے وغیرہ سننا کان کا شر ہیں، جھوٹ اور غیبت اور نقصان دہ یا بکامر باتیں کرنا زبان کا شر اور حسد، کینہ، برے عقیدے دل کا شر ہے اور زنا و اسباب زنا میں مبتلا ہونا منی کا شر ہیں۔ منی سے مراد وہ ہی مشہور چیز ہے جس کے خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ منی مَنِیَّۃٌ کی جمع ہے بمعنی موت یا اُمْنِیَّۃٌ کی جمع ہے یعنی آرزو وتمنا خدایا بری قسم کی موتوں سے تیری پناہ، یا دنیوی لمبی امیدوں سے تیری پناہ مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔ (مرقات، واشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۷)

(1489) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ، وَسَيِّئِ الْاَسْقَامِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفید داغ کی مرض سے، جنون سے، کوڑھ سے اور دوسری بری بیماریوں سے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج۱ص۵۶۹، رقم: ۱۵۵۶ صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۲۹۵، رقم: ۱۰۱۷ مسند أبي يعلى، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۵ص۲۷۷، رقم: ۲۸۹۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۱۳۰۲۷ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، ج۱۰ص۱۸۸، رقم: ۲۹۴۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برص یا تو جسم کے سفید داغ ہیں اور جسم میں سودا پھیل کر جو اعضاء کی اصل صورت بدل دے جس سے کبھی انگلیاں جھڑ جاتی ہیں، جسم پر پھوڑے پھیل جاتے ہیں یہ جذام ہے یعنی کوڑھ اور عقل کا جاتا رہنا یا بگڑ جانا جنون ہے، چونکہ برص وجذام میں تکلیف بھی ہے اور لوگوں کی نفرت بھی جن کی وجہ سے انسان بہت سی عبادات سے محروم ہو جاتا ہے اور عقل بگڑ جانے پر آدمی برے بھلے میں تمیز نہیں کرتا اس لیے ان بیماریوں سے پناہ مانگی۔

جیسے استسقاء، سل، دق اور وہ لمبی بیماریاں جن میں انسان صبر نہیں کر سکتا، لوگوں پر بوجھ بن جاتا ہے، لوگ اس سے گھبرا کر اس کی موت کی دعائیں کرنے لگتے ہیں، بندہ ان کی وجہ سے حقوق اللہ وحقوق العباد ادا کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چلتے ہاتھ پاؤں اٹھالے آمین۔ خیال رہے کہ یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ تمام انبیاء کرام حضور سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان امراض سے محفوظ ہیں۔ بعض لوگ جذام کو متعدی بیماری سمجھتے ہیں یعنی اڑ کر لگنے والی، اس کی تحقیق ان شاء اللہ لاعدوٰی کی شرح میں ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۶)

(1490) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ، فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بھوک سے بے شک وہ برا ساتھی ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ وہ بری مخفی چیز ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذہ، ج۱ص۵۶۷، رقم: ۱۵۴۴، سنن ابن ماجه، باب التعوذ من الجوع، ج۲ص۱۱۱۳، رقم: ۳۳۵۴، سنن النسائی الکبرٰی، باب الاستعاذه من الجوع، ج۴ص۴۵۲، رقم: ۷۹۰۳، صحیح ابن حبان، باب الادعية، ج۳ص۳۰۴، رقم: ۱۰۲۹، مصنف عبدالرزاق، باب الدعاء، ج۱۰ص۴۴۰، رقم: ۱۹۶۳۴)

شرح حدیث: بھوک سے وہ بھوک مراد ہے جو عبادات سے روک دے، خیال پراگندہ کردے کہ اس سے انسان بہت سے گناہ کر بیٹھتا ہے، روزہ کی بھوک تو عبادت ہے۔ خیال رہے کہ کبھی زیادتی بھوک میں حرام حلال ہوجاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ۔

خیانت امانت کی ضد ہے۔ خفیۃً کسی کا حق مارنا خیانت کہلاتا ہے خواہ اپنا حق مارے یا اللہ رسول کا یا اسلام کا یا کسی بندہ کا، رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَخُوْنُوا اللهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ۔ بطانۃ، استر، ظہارہ، ابرہ، اب بطانہ وہ خفیہ بات جو پیٹ میں رکھی جائے پھر مشیر خاص کو جو اپنا صاحب اسرار ہو اور خلوت وجلوت میں ساتھ رہے بطانہ کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ یہاں یہ آخری معنی ہی مراد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۸۵)

(1491) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ مُكَاتِبًا جَآءَهٗ فَقَالَ: اِنِّیْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِیْ فَاَعِنِّیْ، قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللهُ عَنْكَ؛ قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب غلام ان کے پاس آیا اور عرض کیا: میں اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہوگیا ہوں۔ میری مدد فرمائیں' فرمایا کیا میں تجھ کو جو کلمات نہ سکھا دوں۔ جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائے' اگر تجھ پر پہاڑ برابر قرض ہو تو اللہ تعالٰی اس کو بھی تجھ سے ادا کردے گا۔ تو پڑھ: اے اللہ مجھے اپنے حلال کے ساتھ حرام سے' کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے سوا سے بے نیاز فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۶۰، رقم: ۳۵۶۳، المستدرك للحاکم، کتاب

الدعاء والتکبیر والتهلیل، ج۲ص۱۹۹، رقم: ۱۹۷۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۵۳، رقم: ۱۳۱۸ مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۵۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے مولا نے کچھ مال پر میری آزادی موقوف رکھی ہے جسے ادا کر کے میں آزاد ہوں اور میرے پاس وہ مال نہ ہے اور نہ اس کے حاصل کرنے پر قدرت ہے، براہ کرم مال یا دعا سے میری مدد فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی بفضل اللہ العلی مشکل کشا دافع بلا ہیں، ان سے مصیبت میں مدد لینا شرک نہیں بلکہ سنت بزرگاں ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ جناب علی نے دانستہ طور پر اس کی مالی مدد نہ کی کہ اس سے اس کا کام تو چل جاتا مگر اسے غنا میسر نہ ہوتا، آپ نے اسے وہ دعا بتائی جس سے وہ ہمیشہ کے لیے لوگوں سے غنی ہو گیا وقتی حاجت روائی سے سائل کو غنی بنا دینا بہتر ہے۔

ہر نماز کے بعد ایک بار۔ غالب یہ ہے کہ لفظ قل حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور ہو سکتا ہے کہ آپ کا خود اپنا قول ہو۔ (مرقات) مشائخ کو ہمیشہ حسب ضرورت اوراد وظیفہ ایجاد کرنے کا حق ہے جیسے اطباء کو معجونیں دوائیں ایجاد کرنے کا حق ہے اور منقولہ دعاؤں کی اجازت دینے کا بھی اختیار ہے۔

یعنی حلال روزی بھی اتنی دے کہ مجھے حرام کی طرف توجہ نہ ہو اور میرے دل میں حرص بھی نہ پیدا ہونے دے تاکہ میں حرام سے بچا رہوں خلاصہ یہ ہے کہ کفایت وہ قناعت دونوں نصیب کر۔

کہ دنیا والوں کے پاس حاجت لے کر مجھے نہ جانا پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہی تو سخت محرومی بلکہ کفر ہے، شیطان نبوت سے بے پرواہ ہو کر مارا گیا۔

اسے حاکم نے بھی روایت کیا، یہ دعا بہت مجرب ہے فقیر کا اس پر عمل ہے اور اس کا بہت فائدہ فقیر دیکھ رہا ہے۔

یعنے مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر میں نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس باب میں ذکر نہ کیا۔ ان شاء اللہ اس کی وجہ مناسبت وہاں ہی بیان کی جائے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۶۶)

(1492) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُو بِهِمَا: "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَاَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد حصین کو دو کلمے سکھائے کہ ان کے ذریعے وہ دعا کریں۔ اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب جامع الدعوات من النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۱۹، رقم: ۳۴۸۳ مسند البزار،

مسند عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، ج۷ص۳۰ رقم: ۲۵۸۰ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، باب من اسمہ حصین، ج۲ص۲۰۹ رقم: ۲۰۰۸ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عمران بن حصین، ج۱۸ص۱۷۳، رقم: ۱۵۱۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عمران، کنیت ابوالخیر ہے، خزاعی کعبی ہیں، خیبر کے سال اپنے والد حصین کے ساتھ ایمان لائے، عہدِ فاروقی میں بصرے بھیجے گئے، پھر وہاں رہ گئے، بصرے ہی میں ۵۲ھ میں وفات ہوئی۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ عمران جیسا پرہیز گار وافضل کوئی بصرہ میں نہ تھا، آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (کتاب الکاشف مولانا عبدالحق، از حاشیہ اکمال)

ہر شخص کی خاص ہدایت جداگانہ ہے جو رب تعالٰی نے اس کے نصیب میں رکھی ہے، کسی کو صرف ایمان کی ہدایت، کسی کو تقویٰ کی، کسی کو عرفان کی، کسی کو عشقِ رحمان کی۔ مقصد یہ ہے کہ مولٰی میں ایمان تو لے آیا، اب میرے نصیب میں جو مخصوص ہدایت تو نے کی ہے وہ عطا فرما اور میرا نفس شرارتوں کی جڑ ہے اس کی شر سے مجھے بچا لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ حضرت حصین ہدایت تو پاچکے تھے پھر ہدایت کیوں مانگی۔ ہدایت کی تحقیق اس کے اقسام ہماری تفسیر نعیمی میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی شرح میں ملاحظہ فرمایئے۔ خیال رہے کہ شیطان کی شرارت سے نفس کی شرارت زیادہ ہے کہ شیطان تو لاحول وغیرہ سے بھاگ جاتا ہے، یہ مارِ آستین کسی عمل سے قبضہ میں نہیں آتا ہے، صرف رب تعالٰی کے فضل سے آتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۹۲)

(1493) وَعَنْ اَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللهَ تَعَالَى، قَالَ: "سَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ" فَمَكَثْتُ اَيَّاماً، ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللهَ تَعَالَى، قَالَ لِي: "يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللهِ، سَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں اللہ تعالٰی سے کروں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی سے عافیت مانگو۔ میں کچھ دن ٹھہر کر پھر حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ مجھے کچھ (دعا) سکھائیں جو میں اللہ تعالٰی سے مانگوں تو آپ نے مجھے فرمایا: اے عباس اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالٰی سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیۃ، ج۵ص۵۲۶، رقم: ۳۵۹۳)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاوں کے متعلق فتاوٰی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم عباد اللہ بالدعاء۔ رواہ الترمذی مستغربا والحاکم وصححہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲ / ۱۹۳)

خدا کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے غریب کہا اور حاکم نے روایت کرکے صحیح کہا۔

حدیث: زید بن خارجہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علیّ واجتھدوا فی الدعاء۔ رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویہ والبغوی والباوردی وابن قانع۔

(سنن النسائی باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۱۹۰)

مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو۔ اسے امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، سمویہ، بغوی، باوردی اور ابن قانع نے روایت کیا۔

حدیث: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ۔ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالکتب بیروت ۱ / ۴۹۴)

دعا میں تقصیر نہ کرو جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔

حدیث: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ لیلکم ونہارکم فان الدعاء سلاح المؤمن۔ رواہ ابویعلی

(مسند ابی یعلی مروی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲ / ۳۲۹)

رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ اسے ابویعلٰی نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۵: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الدعاء بالعافیۃ۔ رواہ الحاکم بسند حسن۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱ / ۵۲۹)

عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ امام حاکم نے اسے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔ اخرجہ ابوالشیخ فی الثواب۔

(کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۶۳)

دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رَد کرتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل المدعا میں دیکھئے۔

حدیث عبادہ صامت وابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے، فرمایا: اللہ اکثر اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری (دوسری روایت میں ہے۔ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳) (مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۱۸)

رواہ الترمذی والحاکم عن عبادۃ وصححاہ واحمد والبزار وابویعلی باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے صحیح قرار دیا، امام احمد، بزار اور ابویعلٰی نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

حدیث ۹ و ۱۰: سلمان فارسی وابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے حضورِ والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر من الدعا عند الرخاء۔ رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح واقروہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۴)

جسے خوش آئے کہ اللہ تعالٰی سختیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا کہ یہ صحیح ہے اور محدثین نے اس کی صحت کو برقرار رکھا۔

حدیث ۱۱: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳) (ادب المفرد باب ۲۸۶ حدیث ۶۵۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۱۷۱) (مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۴۴۳) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۲۱۸

مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/۲۰۰)

جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

(فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۳۴۲ـ۳۴۳)

(1494) وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مَا كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ: "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ جب آپ کے پاس ہوتے تو اکثر کون سی دعا کرتے تھے۔ فرمایا: تو انہوں نے آپ کی زیادہ تر دعا یہ تھی کہ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۳۲۸، رقم: ۳۵۲۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه الهیثم، ج۱ص۱۶۳، رقم: ۱۳۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۱۰ص۲۱۵، رقم: ۲۶۷۲۱، مصنف ابن ابی شیبة، باب فیمن کان یقول یا مقلب القلوب، ج۱۰ص۲۰۷، رقم: ۲۹۸۰۶)

شرح حدیث: دو انگلیوں کے درمیان

جب دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یہ دعا مانگتے تو اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کثرت سے یہ دعا مانگتے ہیں کیا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو بھی کوئی خوف ہے؟ تو رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں بے خوف کیسے رہ سکتا ہوں، حالانکہ قلوب رحمن عزوجل کی (قدرت کی) انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جب اپنے کسی بندے کے دل کو پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

بے شک اللہ عزوجل نے پختہ علم والوں کی اس دعا پر ان کی تعریف فرمائی:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ (پ3 آل عمران: 8) (الزواجر عن اقتراف الکبائر، ص ۲۹۳)

(1495) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ، وَاَهْلِيْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے، اے اللہ اپنی محبت مجھے میری جان، اور میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۲، رقم: ۳۴۹۰، مسند البزار، مسند أبی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۴۰۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجھے توفیق دے کہ تجھ سے بھی محبت کروں اور ان بندوں سے بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں علماء، اولیاء، انبیاء سے محبت بالواسطہ تجھ سے ہی محبت ہے۔ دوسرے یہ کہ خدایا مجھ سے تو بھی محبت کر اور تیرے محبوب بندے بھی محبت کریں یعنی حبّ کی اضافت یا مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف۔

اس کے بھی وہی دو معنی ہیں کہ ایسے عمل کی توفیق دے جس کی برکت سے تو میرا محبوب بن جائے یا میں تیرا محبوب بن جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال میں عشق و محبت پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی ہے۔

یعنی مجھے توفیق دے کہ تو مجھے میری اپنی ذات گھر بار مال و دولت سے زیادہ پیارا ہو جائے بلکہ جیسے سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں ٹھنڈا پانی پیارا ہوتا ہے، اس سے زیادہ تیری محبت مجھے پیاری ہو۔ خیال رہے کہ محبوبیت کے لیے اس کے محبوب بندوں کی محبت لازم ہے۔ شعر

حاصل نشود رضائے سلطاں تا خاطر بندگاں نجوئی

یعنی داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عابد تھے جیسے رب تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے: اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عابد ہوں اور نہ یہ فرمان اس آیت کریمہ کے خلاف ہے جس میں نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا: اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ ص۱۱۲)

(1496) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلِظُّوْا بِيَا

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا (ذاالجلال والاکرام) کے ساتھ

(يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيعَةَ بْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِيِّ، قَالَ الْحَاكِمُ: "حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ". "أَلِظُّوا": بِكَسْرِ اللَّامِ وَتَشْدِيدِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ، مَعْنَاهُ: الْزَمُوا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ وَأَكْثِرُوا مِنْهَا.

خوب دعا کرو یا چمٹ جاؤ۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے اسے ربیعہ بن عامر صحابی کی روایت سے یہ بیان کیا ہے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اَلِظُّوا: لام پر زبر اور ظا پر معجمہ شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس دعا کو لازم کرلو اور زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۹، رقم: ۳۵۲۲، سنن النسائی الکبری، باب قوله تعالى ذى الجلال والاكرام، ج۶ص۳۷۶، رقم: ۱۱۵۶۳، المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۱۸۳۶، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه ربيعه بن عمار بن بجاد، ج۵ص۶۴، رقم: ۴۵۹۶، مسند ابى يعلى، مسند انس بن مالك، ج۳ص۳۲۵، رقم: ۳۸۳۳)

شرح حدیث: دعا کے شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اسم پاک اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ جو شخص اسے تین بار کہتا ہے، فرشتہ ندا کرتا ہے: مانگ کہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ تیری طرف متوجہ ہوا۔ (المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر ... الخ، باب اِنّ للہ ملکا موکلا ... الخ، الحدیث: ۲۰۴۰، ج ۲، ص ۲۳۹) (اَحسن الوعاء لآداب الدعاء وذیل المدعا لاَحسن الوعاء ص ۷۰)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاؤں میں وسیلے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

اولٰئِك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة (القرآن ۱۷/۵۷)

وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگر انبیاء وصلحاء وعلماء وعرفاء علیہم التحیۃ والثناء کا قدیماً وحدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات، نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت وعرصات محشر ودخول جنت تک استشفاع وتوسل احادیث وآثار میں جس قدر وفور وکثرت وظہور وشہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں، جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی وخصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی وشرح مواہب علامہ زرقانی و

مطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعہ شروح مشکوٰۃ وجذب القلوب الی دیار المحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولنا عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام، کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طلب باراں سے توسل کرنا مروی ومشہور، حصن حصین میں ہے:

وان یتوسل الی اللہ تعالٰی بانبیاءہ خ ر مس والصالحین من عبادہ۔

(حصن حصین آداب دعاء افضل المطابع انڈیا ص ۱۸)

یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز وحاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح ومشہور ہے جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی وطبرانی وابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم ومقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجاء بیکساں، ملاذ دوجہاں، افضل صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی ذریاتہ، نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یامحمد انی اتوجہ بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔ (جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲ / ۱۹۷)

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یارسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کردیں۔

مولینا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرزثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی۔ (حرزثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین صلٰوۃ الحاجۃ افضل المطابع انڈیا ص ۱۲۵)

اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی فرما، اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی

کا سبب بنیں، پس یہ اسناد مجازی ہے اھ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۵۸۴۔۵۸۵)

(1497) وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دعا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ، لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا. فَقَالَ: "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ؟ تقول: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابوامامہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں مانگیں کچھ ان میں سے ہم کو یاد نہ رہیں ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ نے بہت سی دعائیں مانگی ہیں ہم کو کچھ یاد نہیں رہا۔فرمایا: کیا میں تم کو ان سب کو جمع کرنے والی دعا نہ سکھا دوں تم کہو: اے اللہ میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے رسول اللہ ﷺ نے مانگی اور میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے شر سے تیری پناہ تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگی ہے تو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔اور تیرے تک ہی پہنچنا ہے برائی سے بچنے اور نیکی کی طرف پیش قدمی اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۹، رقم: ۳۵۲۱)

شرح حدیث: گھٹنوں کے بل

حضرتِ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دونگا۔اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور تم میرے نفع تک بھی نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے انس و جن تم میں سے کسی ایک متقی پرہیزگار کی طرح ہو جائیں تو بھی میری

سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے تمہارے انس وجن تم میں سب سے زیادہ گناہ گار شخص کی طرح فاجر ہو جائیں تو بھی میرے مُلک میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انس وجن کسی ایک مکان میں یکجا ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا فرمادوں تو بھی میرے خزانے میں کچھ کمی نہ آئے گی مگر اتنی کہ جیسے کسی سوئی کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ جتنی کمی کرتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں شمار کرتا ہوں پھر تمہیں ان کا پورا اجر عطا فرماؤں گا لہٰذا جو بھلائی پائے تو وہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

حضرتِ سیدنا سَعِید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث مبارک سناتے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر... الخ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۷۷، ص ۱۳۹۳) (المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح ص ۴۸۱)

(1498) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ"۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ"۔

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب کا سوال کرتا ہوں۔ اور تیری مغفرت کے فیصلوں کا اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں اور ہر نیکی کو غنیمت جاننے جنت کے ساتھ کامیابی کا اور آگ سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔ حاکم نے کہا یہ حدیث شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (المستدرك للحاكم. كتاب الدعاء والتكبير والتهليل. ج۲ص۱۸۴ رقم: ۱۹۲۵)

شرح حدیث: عاجزی وانکساری

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: اللہ عزوجل اپنے بندے کو اس حال میں دیکھنا پسند فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کرتے ہوئے دعا میں مشغول ہو، اگر وہ اس سے مانگے تو وہ اسے عطا فرماتا ہے اور دعا کرے تو قبول فرماتا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ! اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: مَیں توبہ کرنے والوں کا دوست، مخلوق کے دھتکارے ہوؤں کی جائے پناہ اور فریاد کرنے والوں کا فریادرس ہوں۔ ہے کوئی جس نے مجھ سے سوال کیا ہو اور میں نے اسے محروم رکھا ہو، ہے کوئی جس نے توبہ کی ہو اور میں نے قبول نہ کی ہو اور ہے کوئی ایسا جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اسے عطا نہ کیا ہو۔ مَیں کریم ہوں

اور کرم میری طرف سے ہے، میں جوّ ادہوں اور جود وعطا میری ہی طرف سے ہے، مَیں اس کو بھی عطا کرتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے اور اسے بھی جو نہیں مانگتا، میری رحمت کے دروازے سے گنہگاروں کو دھتکارا نہیں جاتا۔

پھر تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

(پ۸، الاعراف:۲۳)

ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ (قُرَّةُ الْعُيُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن ص ۳۷۔۳۸)

108-بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

کسی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرنے کی فضیلت

قَالَ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ) (الحشر:10).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) (محمد:19).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مَردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِخْبَارًا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ) (ابراهيم:41).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی خبر دیتے ہوئے بیان فرمایا: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(1499) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: وَلَكَ بِمِثْلٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابودرداء ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تجھے بھی اس جیسی مراد عطا ہو۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الدعاء للمسلمین بظھر الغیب، ج۸ص۸۶، رقم: ۱۰۳، سنن ابوداؤد، باب الدعاء بظھر الغیب، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۱۵۳۴، اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر المتابعۃ بین الحج والعمرۃ وفضل ذلک، ج۱ص۴۴۳، رقم: ۸۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم الدرداء رضی اللہ عنہا، ج۱۰ص۴۵۲، رقم: ۲۷۵۵۸، الادب المفرد للبخاری، باب دعاء الاخ بظھر الغیب ص۲۱۶، رقم: ۶۲۵)

شرح حدیث: وفاداری اور خلوص کے ساتھ پیش آنا

وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس کے مرنے تک اسے برقرار رکھے اور جب وہ مرجائے تو اس کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے کیونکہ محبت سے اُخروی فائدہ مقصود ہوتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے ختم ہوجائے تو عمل اور کوشش ضائع ہوجاتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں قیامت کے دن اللہ (عزوجل) اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تو فرمایا وہ آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسری سے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں۔ (شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸ حدیث ۳۴۶۳)

بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس سے تھوڑی سی وفا اس کی زندگی میں زیادہ وفا سے بہتر ہے۔

ڈوبنے والا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے وہ اپنی اولاد یا والد یا بھائی یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے دعا کا منتظر ہوتا ہے اور مرنے والوں کی قبروں میں زندوں کی دعائیں پہاڑوں جیسے انوار کی شکل میں داخل ہوتی ہیں۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ فوت شدہ لوگوں کے لئے دعا زندہ لوگوں کے لئے تحفوں کی طرح ہے فرشتہ میت کے پاس اس طرح جاتا ہے کہ اس کے پاس نور کا ایک تھال ہوتا ہے جس پر نور کا ایک رومال ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ تیرے فلاں دوست کی طرف سے تیرے لئے ہدیہ ہے یا تیرے فلاں رشتہ دار کی طرف سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس پر میت خوش ہوجاتی ہے جس طرح زندہ آدمی تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۳۲۱)

(1500) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ. عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ: اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان آدمی اپنے بھائی کے لیے جو بھی دعا کرے قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے۔ جب بھی اس کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ آمین کہتا ہے کہ تجھے بھی اس جیسی مراد عطا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، ج٤، ص٨٦، رقم: ١٠٤، مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، الفصل الاول، ج١، ص٢، رقم: ٢٢٢٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی کے سامنے اس کے لیے دعا کرنے میں چاپلوسی، خوشامد، ریاء وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں، اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لیے پس پشت کی قید لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل۔

یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہ ہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے، محافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتہ تو داہنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں۔

یعنی تم مسلمان بھائی کے لیے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لیے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کے لیے دعا کرتے ہیں اور اپنے لیے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں، ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا کرلے پھر دوسرے کے لیے رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۴۵۳)

109-بَابٌ فِيْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

دعا کے متعلق بعض مسائل

(1501) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ، فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا، فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ بھلائی کی گئی وہ بھلائی کرنے والے کو کہے: جزاك الله خيرًا (تجھے اللہ جزائے خیر عطا فرمائے) تو اس نے خوب تعریف کر دی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذى، باب ما جاء فى المتشبع بمالم يعطه، ج٣، ص٣٨٠، رقم: ٢٠٢٥، سنن النسائى الكبرى، باب ما يقول لمن صنع اليه معروفا، ج٦، ص٥٣، رقم: ١٠٠٠٨، المعجم الصغير، من اسمه يزيد، ج٢، ص٢٩١، رقم: ١١٨٣، جامع الاصول، حرف الثاء، كتاب الثناء والشكر، ج٢، ص٥٥٨، رقم: ١٠٣١، مسند البزار، مسند اسامة بن زيد، ج١، ص٣٠١، رقم: ٢٦٠١)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو بدلہ سے عاجز ہوں، رب تعالٰی تجھے دین و دنیا میں اس سلوک کی جزاء خیر دے، اس مختصر سے جملہ میں اسکی نعمت کا اقرار بھی ہوگیا، اپنے عجز کا اظہار بھی اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی۔ شکریہ کا مقصد بھی یہ ہی ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ دینے والے کی جھوٹی تعریف اور خوشامدانہ گفتگو نہ کرے، فاسق کو ولی نہ

کہے، جاہل کو عالم نہ بتائے، فقیر کو شہنشاہ نہ کہے کہ جھوٹ بولنا گناہ بھی ہے اور بے فائدہ بھی، یوں ہی اگر کوئی تم سے بدسلوکی کرے تو اسے گالیاں نہ دو، برا بھلا نہ کہو بلکہ کہو غفر اللہ لك واصلح حالك اللہ تجھے بخشے اور تیری اصلاح کرے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۴ص۶۱۹)

(1502) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللهِ سَاعَةً يُسْاَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی جانوں کے خلاف دعا نہ کرو اپنی اولاد کے خلاف دعا نہ کرو اور اپنے مالوں کے خلاف دعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دعا ایسے وقت میں ہو جس وقت جو کچھ مانگا جاتا ہے ملتا ہے تو تمہاری یہ دعا بھی قبول ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث جابر الطویل وقصۃ ابی یسر، ج۲ص۲۳۲، رقم: ۳۰۰۹، سنن ابوداؤد، باب النہی عن ان یدعو الانسان علی اہلہ ومالہ، ج۱ص۵۶۲، رقم: ۱۵۳۲، صحیح ابن حبان، باب اللعن، ج۱۳ص۵۱، رقم: ۵۷۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دعا کے بعد اگر علیٰ آئے تو وہ دعا بمعنی بددعا ہوتی ہے اور اگر لام آئے تو بمعنی دعائے خیر یہاں علیٰ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی جان، اولاد کو نہ کوسو، مال، جانور، غلام کی ہلاکت کی دعا نہ کر بیٹھو۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات بات میں کہتے ہیں، مرجاؤ تو مٹ جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھے گولی لگے۔ معاذ اللہ! اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شبِ قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو، اس لیے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منہ سے نہ نکالے۔ خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مباہلہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لیے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں، لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں، وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۴۵۴)

(1503) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے ربّ کے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں دعا زیادہ کیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۱ص۲۵۰، رقم: ۱۱۱۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاجتہاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابۃ، ج۲ص۱۱۰، رقم ۲۷۱۳، سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۳۶، رقم: ۸۷۵، سنن النسائی الکبرٰی، باب ما اقرب ما یکون العبد من اللہ عز وجل ثناؤہ، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۷۲۲، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۴۲۲، رقم: ۹۴۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں، البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے، فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی، بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۲۰)

(1504) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ: يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ رَبِّيْ، فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ، مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: "يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيْبُ لِيْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی میں نہ پڑے کہ کہنے لگے میں نے اپنے رب سے دعا کی تو میری دعا قبول نہ کی گئی۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی رہتی ہے۔ جب تک وہ گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک جلدی میں نہ پڑے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! جلدی میں پڑنا کیا ہے؟ فرمایا کہ کہے میں نے دعا کی ہے، میں نے دعا کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میری دعا قبول ہوگی تو اس وقت وہ تھک جائے اور دعا کو چھوڑ دے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یستجاب للعبد مالم یعجل، ج۴ص۲۰۲، رقم: ۶۳۴۰، صحیح مسلم، باب بیان انه یستجاب للداعی مالم یعجل فیقول دعوت فلم یستجب لی، ج۸ص۸۷، رقم: ۷۱۱۰، سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۲، رقم: ۱۴۸۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی یستعجل فی دعائہ، ج۵ص۱۲۱، رقم: ۲۲۲۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۹۶، رقم: ۹۱۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا نہ مانگے کہ خدایا مجھے شراب پینا نصیب کر یا فلاں کو قتل کر دینے کا موقع دے، نیز دینی رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے جیسے خدا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرا دے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو بخش دے اسی لیے کفار و مرتدین کو مرحوم مغفور یا رحمۃ اللہ علیہ کہنا جرم ہے، مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی۔

یعنی قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس، دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدایا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا اظہار اتنے عرصہ بعد ہوا، یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روئے مگر رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللهِ اے بچو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ غرضکہ ہر کام کا ایک وقت ہے، دعا مانگے جائے، مانگنا بندے کا کام ہے دینا رب تعالیٰ کا کام اپنے کام کو اس کے کام پر موقوف نہ کیجئے۔ شعر

حافظ وظیفہ تو دعا کردن است و بس　　　　در بند آں مباش کہ شنید یا نہ شنید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں، مدعا مل جانا، دعا کی برکت سے کوئی آفت ٹل جانا دعا کا ثواب مل جانا، درجات بلند ہو جانا، جو کچھ ہو جائے ہمارا مدعا حاصل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۵۲)

(1505) وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: "جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: رات کے پچھلے پہر اور فرض نماز کے بعد۔ (مانگی گئی دعا) اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج ۵ ص ۵۲۶، رقم: ۳۴۹۹، سنن النسائی الکبری، باب ما یستحب من الدعاء دبر الصلوات والمکتوبات، ج ۶ ص ۳۲، رقم: ۹۹۳۶، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی الدعاء، الفصل الاول، ج ۴ ص ۱۴۱، رقم: ۲۰۹۷، مشکوۃ المصابیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الثانی، ج ۱ ص ۲۱۲، رقم: ۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ قبیلہ باہلہ سے ہیں، حمص میں قیام رہا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے وقت آپ ۳۰ یا ۳۳ سال کے تھے، ۹۱ سال عمر پائی، ۸۱ھ یا ۸۶ھ حمص ہی میں وفات پائی رضی اللہ عنہ، آپ کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔

یعنی دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے بیچ میں۔ دوسرے فرض نمازوں کے بعد۔ خیال رہے کہ آخر جوف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہے اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو، آخری آدھے کا درمیانی حصہ لو یہی وقت تہجد کے لیے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرائض مراد ہیں یا پوری نماز، لہذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنج گانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعا مانگے اور پھر سنت ونفل سے فارغ ہو کر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض نماز شمار ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص ۱۹۳)

(1506) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَّدْعُو اللهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللهُ اِيَّاهَا، اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ، اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ"، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اِذًا نُكْثِرُ قَالَ: "اللهُ اَكْثَرُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ". وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ رِّوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّزَادَ فِيْهِ: "اَوْ يَدَّخِرَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَهَا".

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہی عطا فرما دیتا ہے یا اس طرح کی کوئی برائی اس سے دور فرما دیتا ہے جب تک گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: اس وقت ہم زیادہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ! اس سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے فرمایا: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے۔ (دعا کی قبولیت کی تیسری صورت) کہ اس کے لیے اس جیسا اجر ذخیرہ فرما لیتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی انتظار الفرج و غیرذلك، جلد 5، ص 566، رقم 3573 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثامن فی فضل الدعاء والذکر، جلد 9، ص 512، رقم 740 مستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير و التهليل، جلد 1، ص 670، رقم 1816 شعب الايمان للبيهقی، باب ذكر فصول فی الدعاء يحتاج الی معرفتها، جلد 2، ص 47، رقم 1128)

شرح حدیث: میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے! کہ جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جب کوئی مسلمان بندہ دعا کرتا ہے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ! کسی گناہ یا ناجائز بات کے لئے، یا کسی بیگانے مسلمان کی تکلیف دہی کیلئے دعا نہ کی ہو۔ لیکن اس کا اثر یا تو یہاں ظاہر ہو جاتا ہے، یا دعا کا اثر دوسری صورت میں نظر آتا ہے! کہ کوئی آسمانی یا دُنیوی بلا اور مصیبت اس بندے پر نازل ہونیوالی تھی، وہ اس کی دعا سے دفع ہو گئی۔ اور اس بندے کو

اس بلا کی خبر بھی نہ ہوئی۔ یا اس کی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہوگا۔ جو نہایت ضرورت کا وقت ہے، اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنا کریگا! کہ کیا ہی اچھا ہوتا، کہ میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی۔ ساری کی ساری دعائیں آج ہی قبول ہوتیں۔

(طہارۃ القلوب)

مصیبت کا ٹلنا

ایک اور طویل صحیح حدیثِ مبارکہ میں اس طرح بھی آیا ہے! کہ قیامت کے دن رب العالمین عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا۔ تمہاری فلاں فلاں دعا، فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی، مگر اس کا اثر ہم نے بدل دیا۔ اس کے بدلے تم پر مصیبت آنے والی تھی، ہم نے فُلاں دعا کے سبب وہ مصیبت دفع کردی۔ اور تمہیں اس کے صدمے سے بچالیا۔

(ایضاً)

معلوم ہوا! کہ اللہ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے دعا کا اثر ظاہر نہ ہونا اور آخرت کیلئے اٹھا رکھنا یا کسی بلا کو ٹال دینا کمالِ رحمت کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبتیں بڑی آفتوں کے ٹلنے کا سبب بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں کو آزماتا بھی ہے۔ اور مصائب و آلام گناہوں کے مٹنے اور درجات بلند ہونے کا سبب بھی ہوتے ہیں۔

ہماری تو یہی دعا ہونی چاہیے! کہ اے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ ہمارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما کر بغیر آزمائش کے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما کر ہر بلا و مصیبت سے محفوظ فرما۔ اور ایمان و عافیت کے ساتھ مدینے میں موت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں پیارے پیارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس عطا فرما۔ (امین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

(1507) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ، وَرَبُّ الْاَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت پریشانی میں یہ کہتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ عظمت والا حلم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور عزت والے عرش کا رب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء عند الکرب، جلد 8، ص 75، رقم الحدیث 6346 صحیح مسلم، باب دعا الکرب، جلد 8، ص 85، رقم الحدیث 7097 سنن ابن ماجہ، باب بالدعاء عند الکرب، جلد 2، صفحہ 1278، رقم 3883 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، ص 228، رقم 2012 مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 315، رقم 5329)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
کرب سے مراد وہ سخت تکلیف یا رنج و غم ہے جو دل کو گھیرے۔ حلیم کے معنے ہیں عذاب میں جلدی نہ فرمانے والا بلکہ اپنے مجرم کو باز آجانے پر بخش دینے والا اور اس کا غم وغیرہ دور کر دینے والا یعنی یہ تکلیف ہماری کسی خطا کی وجہ سے ہے، رب تعالیٰ حلیم ہے معافی دے گا اور اسے دور فرمادے گا۔
کریم یا تو رب کی صفت ہے اور مرفوع ہے یا عرش کی صفت ہے اور مجرور۔ خیال رہے کہ یہاں صرف رب تعالیٰ کی حمد ہے دعا کا لفظ ایک بھی نہیں مگر چونکہ کریم کی حمد بھی دعا ہے، نیز ذکر اللہ سے بلائیں ٹلتی ہیں اس کے لیے اس کا نام دعائے کرب ہے اور اسی کا نام دفع کرب ہے۔ (لمعات، نووی) یا یہاں زبان پر حمد ہے دل میں سوال۔ (مرقات)

(مراٰۃ المناجیح، ج۴ص ۳۵)

110-بَابُ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَآءِ وَفَضْلِهِمْ
اولیاء کی کرامت وفضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ) (یونس: 62۔64)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خبردار اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان دار صاحب تقویٰ تھے۔ ان کے لیے دنیا میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے یہی بڑی کامیابی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قُربِ الٰہی حاصل کرے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائلِ قدرتِ الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعۂ قُربِ الٰہی ہو، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلّمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقادِ صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجا لاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قُربِ الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابنِ زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض عُلَماء

نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے مَحبت کریں، اولیاء کی یہ صفت احادیثِ کثیرہ میں وارِد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہیں جو طاعت سے قُربِ الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حقِ بندگی ادا کرنے اور اس کی خَلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قُربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل وشرف رکھتا ہے۔

(یہی بڑی کامیابی ہے) اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے جو پرہیز گار ایمانداروں کو قرآنِ کریم میں جا بجا دی گئی ہے یا بہترین خواب مراد ہے جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے جیسا کہ کثیر احادیث میں وارِد ہوا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا قلب اور اس کی روح دونوں ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں تو وقتِ خواب اس کے دل میں سوائے ذکر و معرفتِ الٰہی کے اور کچھ نہیں ہوتا اس لئے ولی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کی خواب حق اور اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ بعض مفسّرین نے اس بِشارت سے دنیا کی نیک نامی بھی مراد لی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا اس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، فرمایا یہ مومن کے لئے بِشارتِ عاجلہ ہے۔ عُلَماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عاجلہ رضائے الٰہی اور اللہ کے مَحبت فرمانے اور خَلق کے دل میں مَحبت ڈال دینے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ملائکہ وقتِ موت اللہ تعالٰی کی طرف سے بِشارت دیتے ہیں۔ عطا کا قول ہے کہ دنیا کی بِشارت تو وہ ہے جو ملائکہ وقتِ موت سناتے ہیں اور آخرت کی بِشارت وہ ہے جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے کہ اس سے اللہ راضی ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ) (مریم: 26،25)

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی۔

شرح: شجرِ مریم رضی اللہ عنہا اور نہرِ جبریل علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا آبادی سے کچھ دور ایک کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے تنہائی میں بیٹھ گئیں اور اُسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے کنواری مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت مریم بڑی فکر مند اور بے حد اداس تھیں اور بدگوئی وطعنہ زنی کے خوف سے بستی میں نہیں

آ رہی تھیں۔ اور ایک ایسی سنسان زمین میں کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں کہ جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام اُتر پڑے اور اپنی ایڑی زمین پر مار کر ایک نہر جاری کر دی اور اچانک کھجور کا سوکھا درخت ہرا بھرا ہو کر پختہ پھل لایا۔ سوکھے درخت میں پھل لگ جانا اور نہر کا اچانک جاری ہونا، بلاشبہ یہ دونوں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامات ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) (آل عمران: 37)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

شرح: محراب مریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) کے والد کا نام عمران اور ماں کا نام حنہ تھا۔ جب بی بی مریم اپنی ماں کے شکم میں تھیں اس وقت ان کی ماں نے یہ منت مان لی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد کر دوں گی۔ چنانچہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ ان کو بیت المقدس میں لے کر گئیں۔ اس وقت بیت المقدس کے تمام عالموں اور عابدوں کے امام حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے خالو تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اپنی کفالت اور پرورش میں لے لیا اور بیت المقدس کی بالائی منزل میں تمام منزلوں سے الگ ایک محراب بنا کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس محراب میں ٹھہرایا۔ چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس محراب میں اکیلی خدا کی عبادت میں مصروف رہنے لگیں اور حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام محراب میں ان کی خبر گیری اور خورد و نوش کا انتظام کرنے کے لئے آتے جاتے رہے۔

چند ہی دنوں میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب کے اندر یہ کرامت نمودار ہوئی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں جاتے تو وہاں جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں پاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہو کر پوچھتے کہ اے مریم یہ پھل کہاں سے تمہارے پاس آتے ہیں؟ تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا یہ جواب دیتیں کہ یہ پھل اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا حساب روزی عطا فرماتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو خداوند قدوس نے نبوت کے شرف سے نوازا تھا مگر ان کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ برسوں سے ان کے دل میں فرزند کی تمنا موجزن تھی اور بارہا انہوں نے گڑگڑا کر خدا سے اولادِ نرینہ کے لئے دعا بھی مانگی تھی مگر خدا کی شانِ بے نیازی کہ باوجود اس کے اب تک ان کو کوئی فرزند نہیں ملا۔ جب انہوں نے

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب میں یہ کرامت دیکھی کہ اس جگہ بے موسم کا پھل آتا ہے تو اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میری عمر اب اتنی ضعیفی کی ہو چکی ہے کہ اولاد کے پھل کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ مگر وہ اللہ جو حضرت مریم کی محراب میں بے موسم کے پھل عطا فرماتا ہے وہ قادر ہے کہ مجھے بھی بے موسم کی اولاد کا پھل عطا فرمادے۔ چنانچہ آپ نے محراب مریم میں دعا مانگی اور آپ کی دعا مقبول ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام خود خداوند عالم نے یحییٰ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف بھی عطا فرمایا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا با کرامت ولیہ ہیں

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا صاحبِ کرامت اور مرتبہ ولایت پر فائز ہیں کیونکہ خدا کی طرف سے ان کی محراب میں پھل آتے تھے اور وہ بھی جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں۔ یہ ان کی ایک بہت ہی عظیم الشان اور واضح کرامت ہے جو ان کی ولایت کی شاہد عدل ہے۔

عبادت گاہ مقام مقبولیت ہے

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ والے یا اللہ والیاں جس جگہ عبادت کریں وہ جگہ اس قدر مقدس ہو جاتی ہے کہ وہاں رحمت خداوندی عزوجل کا نزول ہوتا ہے اور وہاں پر دعائیں مقبول ہوا کرتی ہیں جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا محرابِ مریم میں مقبول ہوئی۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بیت المقدس میں بار بار یہ دعا مانگ چکے تھے مگر ان کی مراد پوری نہیں ہوئی تھی۔

قبروں کے پاس دعا:۔ جہاں اللہ کے مقبول بندے اور مقبول بندیاں چند دن بیٹھ کر عبادت کریں جب ان جگہوں پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں تو ان مقبولان بارگاہِ الٰہی کی قبروں کے پاس جہاں ان بزرگوں کا پورا جسم برسہا برس تک رہا ہے، وہاں بھی ضرور دعائیں مقبول ہوں گی۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا تو میں بغداد جا کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر اپنے اور خدا کے درمیان امام ممدوح کی مبارک قبر کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا تھا تو میری مراد بر آتی تھی اور مسئلہ حل ہو جایا کرتا تھا۔

(الخیرات الحسان، الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمۃ معہ فی مماتہ الخ، ص ۲۳۰)

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا وَّتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب

(الکہف: 16-17) نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔

شرح: اصحابِ کہف (غار والے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بے حد خراب اور نہایت ابتر ہوگیا۔ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ خصوصاً ان کا ایک بادشاہ دقیانوس تو اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا یہ اُس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحابِ کہف کون تھے؟:۔ اصحابِ کہف شہر اُفسوس کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے۔ مگر یہ لوگ صاحبِ ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ دقیانوس کے ظلم و جبر سے پریشان ہوکر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے اُس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے اور سو گئے، تو تین سو برس سے زیادہ عرصے تک اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اُس کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ غار کے اندر ہیں تو وہ بے حد ناراض ہوا۔ اور فرطِ غیظ و غضب میں یہ حکم دے دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار اُٹھا کر بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ اُسی میں رہ کر مر جائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے۔ مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحبِ ایمان آدمی تھا۔ اُس نے اصحابِ کہف کے نام اُن کی تعداد اور اُن کا پورا واقعہ ایک تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد میں رکھ دیا۔ اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام بیدروس تھا، تخت نشین ہوا جس نے اڑسٹھ سال تک بہت شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اُس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہوگئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اُٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے۔ قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج و غم میں ڈوب گیا اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہوکر خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری کر کے دعائیں مانگنے لگا کہ یا اللہ عزوجل کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما دے تاکہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہوکر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہوگئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت و دہشت سوار ہوگئی کہ دیوار گرانے والے لرزہ براندام ہوکر وہاں سے بھاگ گئے اور اصحابِ کہف بحکمِ الٰہی اپنی نیند سے بیدار ہوکر اٹھ بیٹھے اور ایک دوسرے سے سلام و کلام میں مشغول ہوگئے اور نماز بھی ادا کرلی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی یملیخا سے کہا کہ تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ اور نہایت خاموشی سے یہ بھی معلوم کرو کہ دقیانوس ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ یملیخا غار سے نکل کر بازار گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا ہے اور لوگ

اعلانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ یملیخا یہ منظر دیکھ کر محو حیرت ہو گئے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ کل اس شہر میں تو ایمان و اسلام کا نام لینا بھی جرم تھا آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیونکر آ گیا؟

پھر یہ ایک نانبائی کی دکان پر کھانا لینے گئے اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلن بند ہو چکا تھا بلکہ کوئی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے چنانچہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کر دیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟ یملیخا نے کہا کہ کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا کہ ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہے؟ یہ سکہ تین سو برس پرانا ہے اور برسوں گزر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہو گیا اور تم ابھی جوان ہو۔ لہٰذا صاف صاف بتاؤ کہ عقدہ حل ہو جائے۔ یہ سن کر یملیخا نے کہا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا کیا حال ہے؟ حکام نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گزرے کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ یملیخا نے کہا کہ ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے اپنے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو اُن سے ملا دوں۔ چنانچہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اُس غار کے پاس پہنچے۔ اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو اُن لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور و غوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالباً دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لئے آن پہنچی ہے۔ تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔

حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اُس تختی پر اصحاب کہف کا نام لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ تو دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کر دیا ہے۔ ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں۔ حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ بیدروس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا تو اصحاب کہف نے غار سے نکل کر بادشاہ سے معانقہ کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کر دی جس سے موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحاب کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحاب کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے اور سو گئے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحاب کہف

کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جا سکے۔ اس طرح اصحاب کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوا دی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لئے آیا کریں۔ (خازن، ج ۳، ص ۱۹۸۔۲۰۰)

(1508) وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً: "مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ، فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ، فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ اَوْ كَمَا قَالَ. وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، وَّانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ. قَالَتِ امْرَاَتُهٗ: مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ؟ قَالَ: اَوَمَا عَشَّيْتِهِمْ؟ قَالَتْ: اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ. فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ. وَقَالَ: كُلُوْا لَا هَنِيْئًا وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا. قَالَ: وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ. فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّقَالَ: اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ،

حضرت ابو محمد عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق ﷺ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے اور ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ تیسرے کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں چھٹے کو لے جائے یا جس طرح آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق ﷺ تین آدمی لے گئے اور نبی کریم ﷺ دس آدمی لے گئے حضرت ابوبکر ﷺ نے شام کا کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس تناول فرمایا پھر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ نماز عشاء پڑھی پھر رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا آپ واپس آئے تو آپ کی بیوی نے کہا: آپ کو آپ کے مہمانوں سے کس نے روکا ہے؟ کہا: کیا تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ تو وہ کہنے لگیں: انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے کھانے سے انکار کر دیا' ان پر کھانا پیش کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں جا کر چھپ گیا' آپ نے فرمایا: اے نادان! اور برا بھلا کہا اور مجھ پر غصہ کیا اور مہمانوں سے کہا کھاؤ' تمہارے لیے برکت نہ ہو۔ اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہ چکھوں گا۔ کہتی ہیں اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے نیچے سے اور زیادہ بڑھ آتا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا

يَعْنِي: يَمِينَهُ. ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ. وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَمَضَى الْأَجَلُ، فَتَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ، اللهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ.

جتنا تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ تو ابوبکر صدیق نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم اب یہ یقیناً پہلے سے تین حصہ زیادہ ہے۔ تو اس میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھایا اور کہا میرا قسم کھانا وہ تو شیطان کی طرف سے تھا۔ پھر اس سے ایک لقمہ کھایا پھر اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ وہ کھانا آپ کے پاس ہی تھا۔ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت مکمل ہو گئی تو ہم بارہ آدمی بکھرے ہوئے تھے اور ہر ایک کے ساتھ کئی آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ پس ان سب نے اس میں سے کھایا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: فَحَلَفَ اَبُو بَكْرٍ لَا يَطْعَمُهُ، فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَا تَطْعَمُهُ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ. - اَوِ الْاَضْيَافُ - اَنْ لَا يَطْعَمُهُ اَوْ يَطْعَمُوْهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ. فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ: هٰذِهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ! فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا، فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ: يَا اُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّةِ عَيْنِي اِنَّهَا الْاٰنَ لَاَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ نَاْكُلَ، فَاَكَلُوْا، وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ اَنَّهُ اَكَلَ مِنْهَا.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے قسم اٹھائی کہ اس کو نہ کھائیں گے تو ان کی بیوی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ اس کو نہ کھائے گی۔ تو مہمان یا مہمانوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم اٹھائی کہ جب تک آپ نہیں کھائیں گے ہم بھی نہیں کھائیں گے تو حضرت ابوبکر نے کہا یہ قسم شیطان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ آپ نے کھانا منگوا کر کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ تو وہ جو لقمہ اٹھاتے نیچے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تو آپ کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگیں: میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم ہمارے کھانا کھانے سے قبل جتنا تھا اب اس سے زیادہ ہے۔ پس انہوں نے کھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا اور اطلاع کی کہ ہم نے اس میں سے کھایا ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: دُوْنَكَ أَضْيَافَكَ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيْءَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: اطْعَمُوْا، فَقَالُوْا: أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ: اطْعَمُوْا، قَالُوْا: مَا نَحْنُ بِآكِلِيْنَ حَتّٰى يَجِيْءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا، قَالَ: اقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاكُمْ، فَإِنَّهُ إِنْ جَاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوْا، لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ فَأَبَوْا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ، فَلَمَّا جَاءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ: ثُمَّ قَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ: سَلْ أَضْيَافَكَ، فَقَالُوْا: صَدَقَ، أَتَانَا بِهِ، فَقَالَ: إِنَّمَا انْتَظَرْتُمُوْنِي وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ الْآخَرُوْنَ: وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى تَطْعَمَهُ فَقَالَ: وَيْلَكُمْ مَا لَكُمْ لَا تَقْبَلُوْنَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ، فَجَاءَ بِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، الْأُوْلٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوْا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن سے فرمایا اپنے مہمانوں کو لے جائیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جارہا ہوں تو ان کی مہمان نوازی سے میرے آنے سے پہلے فارغ ہوجانا عبدالرحمن چلے گئے تو جو کچھ ان کے پاس تھا ان کے پاس لائے اور کہا کھاؤ۔ انہوں نے کہا ہمارے اس گھر کا مالک کہاں ہے کہا کھانا کھالو۔ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک نہ کھائیں گے جب تک صاحب منزل نہ آجائے۔ کہا ہماری مہمان نوازی قبول کرو۔ اگر وہ آئے اور تم نے کھانا نہ کھایا ہوگا تو وہ ہم سے ناراض ہوں گے۔ انہوں نے انکار کیا۔ اب میں سمجھ گیا آپ مجھ پر ناراض ہوں گے۔ پس جب وہ آئے تو میں ایک طرف ہوگیا۔ آپ نے کہا تم نے کیا کیا۔ انہوں نے بتایا تو آپ نے آواز دی اے عبدالرحمن میں چپ رہا کہا اے بے وفا میں تجھ پر قسم ڈالتا ہوں کہ نکل آ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو میں نکل آیا۔ میں نے کہا مہمانوں سے پوچھ لیں۔ انہوں نے کہا یہ سچ کہتا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لایا تھا۔ فرمایا: تم نے میرا انتظار کیا اللہ کی قسم میں اس کو آج رات نہ چکھوں گا۔ مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی آپ کا کھانا نہ کھائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ آپ نے فرمایا: تم پر بڑے کی بات ہے۔ تم میری مہمان نوازی کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ اپنا کھانا لاؤ' وہ اس کو لائے تو آپ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا: اللہ کے نام سے شروع پہلی قسم شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر آپ نے اور مہمانوں نے کھانا کھایا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ: "غُنْثَرُ" بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ وَّهُوَ: الْغَبِيُّ الْجَاهِلُ. وَقَوْلُهُ: "فَجَدَّعَ" اَيْ شَتَمَهُ، وَالْجَدْعُ الْقَطْعُ. قَوْلُهُ "يَجِدُ عَلَيَّ" هُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ: اَيْ يَغْضَبُ.

''غُنْثَرُ'' غین معجمہ پر پیش، نون ساکن اور ثا کے ساتھ غَبِیٌّ: جاہل کو کہتے ہیں۔ جَدَّعَ: گالی کو کہتے ہیں۔ جَدْعٌ کاٹنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ یَجِدُ عَلَیَّ: جیم پر زیر کے ساتھ مطلب ہے مجھ پر سخت غصے ہوں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمر مع الضیف والاهل، جلد 1، ص 124، رقم 602 صحیح مسلم، باب اکرام الضیف و فضل ایثاره، جلد 6، ص 130، رقم 5486 مسند البزار، مسند عبدالرحمن بن أبی بکر الصدیق رضی الله عنهما، جلد 1، ص 354، رقم 2263 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن أبی بکر الصدیق رضی الله عنهما، جلد 3، ص 237، رقم 1712)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن جناب صدیق اکبر کے بڑے بیٹے اور جناب عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی ہیں، ان دونوں کی والدہ جناب ام رومان ہیں، آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا، حدیبیہ کی سال اسلام لائے حضور انور نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا۔ (اشعہ ومرقات)

صفہ کا ترجمہ ہے چبوترہ مسجد نبوی شریف کے متصل ایک چھتا ہوا چبوترہ بنایا گیا تھا جس میں وہ حضرات رہتے تھے جنہوں نے اپنے کو طلب علم اور خدمت دین کے لیے وقف کر دیا تھا، یہ حضرات ستر تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے۔ ان حضرات میں مشہور صحابہ کرام یہ ہیں ابو ذر غفاری، عمار ابن یاسر، سلمان فارسی، صہیب، بلال، ابوہریرہ، خباب ابن ارت، حذیفہ ابن یمان، ابوسعید خدری، بشیر ابن خصاصہ، ابوموہبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم، انہیں حضرات کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ۔ (مرقات)

ان حضرات کا کھانا پینا مدینہ والوں کے ذمہ تھا، اب تک یہ ہی دستور چلا آرہا ہے کہ دینی علم کے طلباء مساجد میں رہتے ہیں اور مسلمان محلہ والے ان کے مصارف برداشت کرتے ہیں اسی طرح دین چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

یعنی آج واقعہ یہ ہوا کہ جناب ابوبکر صدیق تین طالب علم لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس طلباء کو مہمان بنایا یہ لانا ہمیشہ کے لیے نہ تھا صرف رات کے لیے تھا۔ بعض سخی مسلمان اپنے ہاں طالب علموں کا مستقل کھانا لگا دیتے ہیں یہ ان کی ہمت ہے، سب سے بہتر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے خرچہ سے عالم بنایا جاوے جیسے امام اعظم نے امام ابو یوسف کو اپنے خرچہ پر اپنی تعلیم سے جید عالم بلکہ امام مجتہد بنا دیا جن کا فیض تا قیامت رہے گا۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق عشاء کی نماز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف پر رہے، پھر حضور کے ساتھ نماز عشاء پڑھی پھر بعد عشاء حضور کے گھر لوٹ گئے اور بعد نماز عشاء حضور کے ساتھ کھانا کھایا اس میں رات کافی گزر گئی۔ ادھر حضرت صدیق اکبر کے مہمان سارے گھر والے آپ کے منتظر رہے کسی نے کھانا نہیں کھایا، ان کا خیال تھا کہ جناب صدیق کے

آنے پر سب مل کر کھائیں گے، صاحب خانہ کا انتظار سنت صحابہ ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

یعنی تمہارے دیر سے آنے سے تمہارے مہمانوں کو تکلیف ہوئی وہ اب تک بھوکے ہیں تم بہت دیر سے آئے، ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں اس میں بے ادبی یا گستاخی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

آپ نے سوال کیا کہ تم نے مہمانوں کو میرے بغیر ہی کیوں کھانا نہیں کھلا دیا، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے کہا کہ ہم جناب صدیق اکبر کے ساتھ ہی کھائیں گے، اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ مہمان میزبان مل کر کھانا کھاتے تھے اب بھی عرب میں یہ ہی دستور ہے۔

جناب صدیق اکبر کو خیال ہوا کہ ہمارے گھر والوں نے مہمانوں سے یوں ہی رسماً کھانے کے لیے کہا ہوگا اصرار نہیں کیا ہوگا ورنہ وہ ضرور کھا لیتے اس لیے آپ گھر والوں پر ناراض ہوئے اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی۔ (مرقات)

بی بی صاحبہ کا نہ کھانے کی قسم کھالینا اس لیے تھا کہ خاوند کے بغیر بیوی کھانا کھالینا معیوب سمجھتی ہیں یعنی اگر آپ بھوکے رہیں گے تو میں بھی بھوکی رہوں گی۔ مہمانوں نے خیال کیا کہ ہماری وجہ سے یہ آپس کی شکر رنجی ہوئی تو وہ بولے ہم بھی نہیں کھائیں گے ہم لوگ اس خانہ جنگی کا باعث بنے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ پہلے آپس میں صلح کریں پھر ہم کھانا کھائیں گے۔

اہلِ عرب خصوصاً مسلمان مدینہ اپنے مہمانوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں انکی ہر ضد پوری کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے مہمانوں کی خاطر اپنی قسم توڑ دی، اب بھی مہمان کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے جب کہ مہمان روزے دار میزبان کے بغیر کھانا نہ کھائے، یوں ہی اگر مہمان روزہ دار ہو اور میزبان کھانے کی ضد کرے تو مہمان نفلی روزہ توڑ سکتا ہے مگر قضا واجب ہوگی۔

یہ ہوئی جناب صدیق اکبر کی کرامت یعنی خود آپ اور آپ کے مہمان بلکہ سب گھر والے جب ایک لقمہ برتن سے اٹھاتے تو اس جگہ پیالہ میں نیچے سے کھانا اور نمودار ہو جاتا جو اٹھائے ہوئے لقمہ سے زیادہ ہوتا سبحان اللہ! کرامت معجزے کی قسم سے ہے کہ کھانے کی برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے حضرت صدیق اکبر کی کرامت بھی۔

آپ کی بیوی صاحبہ کا نام ام رومان ہے، آپ قبیلہ بنی فراس سے تھیں اس لیے جناب صدیق نے انہیں اخت بنی فراس فرمایا یعنی اس قبیلہ والوں کی بہن۔

قرة عینی یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (اشعہ)

یعنی یہ کھانا کھا چکنے کے بعد پہلے سے تین گنا زیادہ ہوگیا یہ فقط اندازہ ہے۔

سبحان اللہ! کیسا مبارک کھانا تھا کہ اسے جناب صدیق اکبر ان کے گھر والوں انکے مہمانوں نے بھی کھایا اور آخر میں

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا وہ کھانا تو مبارک در مبارک ہوگیا۔
یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے باب المعجزات میں بیان کردی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۱۹۲)

(1509) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ، فَاِنْ يَكُ فِيْ اُمَّتِيْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ.وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: "مُحَدَّثُوْنَ اَيْ مُلْهَمُوْنَ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے کچھ لوگ محدث ہوتے (یعنی ان کو الہام ہوتا) تو اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری) مسلم نے یہ حدیث حضرت عائشہ ﷺ سے روایت کی ہے اور دونوں روایات میں ابن وہب نے کہا کہ محدثوں کا معنی ہے الہام کیے گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی رضی الله عنه، جلد 5، ص 12، رقم 3689 صحیح مسلم، باب من فضائل عمر رضی الله تعالی عنه، جلد 7، ص 115، رقم 6357 مسند الحمیدی، احادیث عائشه رضی الله عنها، جلد 1، ص 123، رقم 253 جامع الاصول لابن اثیر الجزری، ذکر عمر بن الخطاب رضی الله عنه، جلد 8، ص610، رقم 6435)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس فرمان عالی کے بہت مطلب ہوسکتے ہیں۔ آسان مطلب یہ ہے کہ محدثون سے مراد ہیں صاحب وحی انبیاء کرام یعنی گزشتہ امتوں میں حضرات انبیاء کرام ہوتے تھے، اگر میری امت میں کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر ہوتے، اس کی شرح وہ حدیث ہے لوکان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمر نبی ہوتے ورنہ حضور کی امت میں ہر زمانہ میں ہزارہا الہام والے اولیاء اللہ ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے، تمام صحابہ خصوصًا حضرت عثمان وعلی وصدیق صاحب الہام اولیاء اللہ تھے۔ (از مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۳۷۹)

(1510) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سُمْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا يَعْنِيْ: ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا اَبَا اِسْحَاقَ، اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا

حضرت جابر بن سمرہ ﷺ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کی شکایت حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت عمار ﷺ کو گورنر بنا کر بھیج دیا۔ تو انہوں نے حضرت سعد کے خلاف یہاں تک شکایت بیان کی کہ وہ اچھے طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے تو

تُحْسِنُ تُصَلِّيْ، فَقَالَ: أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا أُخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّيْ صَلٰوتَيِ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ، وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. قَالَ: ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، وَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا - أَوْ رِجَالًا - إِلَى الْكُوْفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوْفَةِ، فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ، فَقَالَ: أَمَا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمُرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ: شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَّفْتُوْنٌ، أَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ الرَّاوِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا اے ابواسحاق یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے تو انہوں نے کہا: میں تو اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جیسی نماز ان کو پڑھاتا ہوں۔ اس میں کمی نہیں کرتا۔ میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں کو مختصر فرمایا: اے ابواسحاق' تیرے بارے میں گمان یہی ہے پھر ان کے ساتھ ایک آدمی یا زیادہ آدمیوں کو بھیجا کہ اس کے بارے میں اہل کوفہ سے دریافت کریں۔ وہ کوفہ کی ہر مسجد میں گئے۔ (حضرت سعد کے متعلق) پوچھا سب ان کی تعریف کرتے حتیٰ کہ بنو عبس کی مسجد میں داخل ہوئے۔ تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی کنیت ابوسعدہ تھی۔ اس نے کہا جب تو نے قسم دے کر پوچھا ہے تو سعد لشکر جہاد کے ساتھ نہیں جاتے۔ برابر تقسیم نہیں کرتے۔ فیصلہ میں عدل نہیں کرتے تو حضرت سعد نے کہا اللہ کی قسم میں تین دعائیں کروں گا۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے' ریاکاری اور طلب شہرت کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اس کی محتاجی طویل فرما اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ وہ آدمی پھر اس حال کو پہنچا کہ اس کو پوچھا جاتا تو کہتا بہت بوڑھا ہوں' فتنوں میں مبتلا ہوں' مجھے حضرت سعد کی بددعا لگی ہے۔ جابر بن سمرہ ﷺ سے روایت کرنے والے عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں میں نے اس (جھوٹے) کو دیکھا کہ اس کے ابرو آنکھوں پر ڈھلکے ہوئے تھے اور وہ راستہ میں نوجوان لڑکیوں کے پیچھے لگا

رہتا اوران کو وارشارے کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب القرأة للامام والماموم فی الصلوات کلھافی الحضر والسفر، جلد 1، ص 151، رقم 755 صحیح مسلم، باب القرأة فی الظهر والعصر، جلد 2، ص 38، رقم الحدیث 1044 السنن الکبری للبیہقی، باب السنۃ فی تطویل الاولیین وتخفیف الاخریین، جلد 2، ص 65، رقم 2584 صحیح ابن حبان، باب صفۃ الصلاۃ، جلد 5، صفحہ 168، رقم 1859)

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابواسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جبکہ ابھی ان کی عمر سترہ برس کی تھی دامن اسلام میں آگئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۶ ملتقطاً ومعرفۃ الصحابۃ، معرفۃ سعد بن ابی وقاص۔۔۔الخ، الحدیث: ۵۲۵، ج ۱، ص ۱۴۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، سعد بن ابی وقاص۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۶۶۴۰، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۹۲)

اے اللہ! عزوجل ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرمادے اور ان کی دعا کو مقبول فرما!

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنادیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور ۵۵ھ میں جبکہ ان کی عمر شریف پچھتر برس کی تھی اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اون کا وہ پرانا جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر اٹھا کر مقام عقیق سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔

عشرہ مبشرہ یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اوران کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہوگئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۶ واسد الغابۃ، سعد بن مالک القرشی، ج ۲، ص ۴۳۴، ۴۳۷ ملتقطاً وملخصاً)

کرامات

آپ کی کرامتوں میں سے چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں:

بدنصیب بوڑھا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایات لے کر امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ خلافت مدینہ منورہ میں پہنچے ۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شکایات کی تحقیقات کے لیے چند معتمد صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے ان کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور مدح وثناء کی مگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام ابوسعدہ تھا اس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور کہا: لَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ (یعنی یہ مال غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے)

یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی یہ دعا مانگی: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کردے اور اس کی محتاجی کو دراز کردے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کردے ۔ عبدالملک بن عمیر تابعی کا بیان ہے کہ اس دعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ ابوسعدہ اس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ دربدر بھیک مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اس بڑھاپے میں بھی وہ راہ چلتی ہوئی جوان جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا رہتا تھا اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟ میں ایک بڈھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں کیونکہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء ... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ... الخ، ص ۶۱۵)

دشمن صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی وبے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کردوں گا۔ اس گستاخ وبے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آگیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر وغضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں اور وہ فوراً ہی مرگیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہوگیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما جاء فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسعد بن ابی وقاص...الخ، ج۶، ص۱۹۰)

گستاخ کی زبان کٹ گئی

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کرسکے بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کی فتح مبین ہوگئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں:

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِیَّۃِ مُعْصَمٗ

(ہم لوگ جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرمادیتا ہے اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہوکر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔)

فَأُبْنَا وَقَدْ اٰمَتْ نِسَاءٌ کَثِیْرَۃٌ وَنِسْوَۃُ سَعْدٍ لَیْسَ فِیْھِنَّ اَیِّمٗ

(ہم جب جنگ سے واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہوچکیں تھیں لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔)

اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکایک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا

ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اس کا دم نکل گیا۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ اربع عشرۃ من الھجرۃ، غزوۃ القادسیۃ، ج۵، ص۱۱۳ ملتقطاً وثم دخلت سنۃ اربع وخمسین، ذکر توفی فیہا... الخ، ج۵، ص۵۷۲۔۵۷۳ ملتقطاً ودلائل النبوۃ لابی نعیم، اجابۃ الدعوۃ، اللھم کف لسانہ... الخ، ج۲، ص۱۲۱)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو وتلاش کیا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ تیرا چہرہ بگڑ جائے ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص۶۱۶)

ایک خارجی کی ہلاکت

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رنج وغم میں ڈوب گئے اور جوش میں آکر یہ دعا کردی کہ یااللہ! عزوجل اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنا قہر وغضب دکھا دے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اقدس سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص۶۱۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا ان پانچ کرامتوں سے ہم کو دو سبق ملتے ہیں:

اول: یہ کہ محبوبان بارگاہ الٰہی یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ السلام وصدیقین اور شہداء کرام وصالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں ادنیٰ درجے کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار اور ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی یہ قہر الٰہی کا سگنل ہے۔ ان خدا کے مقدس اور محبوب بندوں کی ذرا سی بھی بے ادبی کو خداوند قدوس کی شان قہاری وجباری معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور ان گستاخوں کو دونوں جہان کے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں علماء، اولیاء اور تمام صالحین کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں اور یہ تباہی وبربادی کا وہ زہر آلود تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر ہر قدم پر یہ دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بددعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کو

شش میں لگا رہے کہ خدا عزوجل کے نیک بندوں کی دعائیں ملتی رہیں کیونکہ نیک بندوں کی بددعائیں بربادی کا خوفناک سگنل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

(1511) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَاصَمَتْهُ أَرْوَى بِنْتُ أَوْسٍ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَادَّعَتْ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِّنْ أَرْضِهَا. فَقَالَ سَعِيْدٌ: أَنَا كُنْتُ آخُذُ شَيْئًا مِّنْ أَرْضِهَا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!؟ قَالَ: مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ" فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا أَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً، فَأَعْمِ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِيْ أَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور انہیں مروان بن حکم کے پاس لے گئی اور دعویٰ کیا کہ حضرت سعید نے اس کی زمین میں سے کچھ دبالی ہے۔ حضرت سعید نے کہا میں اس کی زمین لوں گا؟ جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنی ہے مروان نے کہا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے ایک بالشت زمین بطور ظلم چھینی اس کو سات زمینوں تک اس کا طوق پہنایا جائے گا۔ مروان نے کہا اس کے بعد میں آپ سے کوئی گواہی طلب نہیں کرتا۔ حضرت سعید نے کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کردے اور اس کی زمین میں اس کو قتل کرنا۔ عروہ کہتے ہیں کہ وہ مرنے سے پہلے اندھی ہوگئی اور اس دوران کہ جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ، وَأَنَّهُ رَآهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ: أَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ، وَأَنَّهَا مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا، فَوَقَعَتْ فِيْهَا، وَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

اور مسلم کی ایک روایت حضرت محمد بن زید بن عبدالرحمن عمرہ سے اسی کے ہم معنی روایت ہے۔ اس میں ہے کہ محمد بن زید نے اس عورت کو اندھی دیواروں کو ٹٹولتی ہوئی کو دیکھا کہتی تھی مجھے سعید کی بددعا لگی اور اس زمین میں جس کا جھگڑا حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کے ایک کنویں کے پاس سے گزری تو اس میں گر پڑی اور وہی اس کی قبر بن گئی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماجاء فی سبع أرضین، جلد 4، صفحہ 107، رقم 3198 صحیح مسلم، باب تحریم الظلم و غصب الارض وغیرھا، جلد 5، ص 58، رقم 4219 مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعید بن زید جلد 1، ص 188، رقم 1633 مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل لیسرق من الرجل الحذاء و الارض، جلد 4، ص 449، رقم 22014 معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، باب معرفۃ ما أسند سعید بن زید عن رسول اللہ ﷺ، جلد 2، ص 106، رقم 547)

شرح حدیث: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل کے فرزند اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی سے باندھ کر مارا اور ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی مارا مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتا لگانے کے لیے بھیج دیا تھا اس لئے یہ جنگ بدر کے معرکہ میں حصہ نہ لے سکے مگر اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ گندمی رنگ، بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً ۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پا کر مقام عقیق میں وصال فرمایا اور لوگوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لا کر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۶ والاستیعاب، باب حرف السین، سعید بن زید بن عمرو، ج ۲، ص ۱۷۸ واسد الغابۃ، عمر بن الخطاب، ج ۴، ص ۱۵۸-۱۵۹)

اللہ والوں کی یہ کرامت ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی ہیں اور ان کی زبان سے نکلے الفاظ کا ثمرہ خداوند کریم ضرور عالم وجود میں لاتا ہے۔ سچ ہے۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لبِ مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے

(1512) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا، فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب احد کا دن تھا تو مجھے میرے باپ عبداللہ نے رات کو بلایا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے میں شہید کیا جاؤں گا۔ میں اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی تجھ سے زیادہ پیارا چھوڑ نہیں رہا۔ اور میرے ذمہ قرض ہے ادا کر دینا۔ اپنی بہنوں کا اچھی طرح خیال کرنا' صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید

وَدَفَنْتُ مَعَهُ اٰخَرَ فِیْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِیْ اَنْ اَتْرُكَهُ مَعَ اٰخَرَ. فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ، فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ غَيْرَ اُذُنِهٖ، فَجَعَلْتُهُ فِیْ قَبْرٍ عَلٰی حِدَةٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

ہوئے۔ میں نے انہیں ایک اور آدمی کے ساتھ ایک قبر میں اکٹھا دفن کر دیا۔ پھر مجھے ان کو دوسرے کے ساتھ ایک قبر میں رکھنا نامناسب محسوس ہوا۔ میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد نکالا تو وہ اسی طرح تھے جس طرح ان کو قبر میں رکھا تھا۔ صرف ان کے کان پر کچھ خراش تھی تو میں نے ان کو الگ قبر میں دفن کر دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یخرج المیت من القبر و اللحد لعلة، جلد 2، ص 93، رقم 1351۔ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من احتاط فا وصی بقضاء دیونه، جلد 6، ص 285، رقم 13054۔ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الدفن الفرع الاول فی دفن الشهداء جلد 11، ص 136، رقم 8635۔ المستدرك للحاکم، باب ذکر مناقب عبدالله بن عمرو بن حرام، جلد 6، ص 323، رقم 4913۔ معرفة الصحابة لابی نعیم، ذکر عبدالله بن عمرو بن حرام الانصاری، جلد 4، ص 222، رقم 3871)

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ قبیلہ انصار میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سردار اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہت ہی جاں نثار صحابی ہیں۔ جنگ بدر میں بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑے اور ۳ھ میں جنگ احد کے دن سب سے پہلے جام شہادت سے سیراب ہوئے۔ (اسد الغابۃ، عبداللہ بن عمرو بن حرام، ج ۳، ص ۳۵۳)

بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رات میں اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یہ فرمایا: میرے پیارے بیٹے! کل صبح جنگ احد میں سب سے پہلے میں ہی شہادت سے سرفراز ہوں گا اور بیٹا سن لو! رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد تم سے زیادہ میرا کوئی پیارا نہیں ہے لہٰذا تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ میری آخری وصیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ واقعی صبح کو میدان جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی شہید ہوئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ھل یخرج المیت من القبر ... الخ، الحدیث: ۱۳۵۱، ج ۱، ص ۴۵۴)

کرامات

فرشتوں نے سایہ کیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے تو انکا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے کان اور ناک کو کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر رنج وغم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آئیں تو سید عالم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں کی فوج برابر لگا تار ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتی رہی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ظل الملئکۃ علی الشہید، الحدیث: ۲۸۱۶، ج ۲، ص ۲۵۸)

کفن سلامت، بدن تر وتازہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے شہید (حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ پھر مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں اس لئے میں نے اس خیال سے کہ ان کو ایک الگ قبر میں دفن کروں۔ چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں ان کو میں نے دفن کیا تھا بجز اس کے کہ انکے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ھل یخرج المیت من القبر ... الخ، الحدیث: ۱۳۵۱، ج ۱، ص ۴۵۴)

اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر زخم لگا تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی، چادر اور گھاس دونوں کو ہم نے اسی طرح پر پڑا ہوا پایا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، عبداللہ بن عمرو بن حرام، ج ۳، ص ۴۲۴)

پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں نہروں کی کھدائی کے وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ میدان احد سے اپنے اپنے مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر لے جائیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ چھیالیس برس کے بعد اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھود کر ان کی مقدس لاش کو نکالا تو میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کا ہاتھ اٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر کا تھا بدستور صحیح وسالم تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء ... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ... الخ، ص ۶۱۷)

قبر میں تلاوت

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے غابہ جا رہا تھا تو راستہ میں

رات ہوگئی۔ اس لئے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی۔

جب میں مدینہ منورہ کو لوٹ کر آیا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اے طلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ ص ۶۲۰)

یہ مستند روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں تلاوت کر سکتے ہیں اور دوسرے قسم قسم کے تصرفات بھی کر سکتے اور کرتے ہیں۔

(1513) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رجلين مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا. فَلَمَّا افْتَرَقَا، صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ طُرُقٍ؛ وَفِيْ بَعْضِهَا اَنَّ الرَّجُلَيْنِ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تاریکی میں نکلے ان کے سامنے دو چراغوں جیسی چیزیں ہوگئیں۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ان میں سے ایک ایک ہوگئی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچے۔ (بخاری) بعض روایات بخاری میں یہ بھی ہے کہ وہ دو آدمی حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر ﷺ تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب سؤوال المشرکین أن یریھم النبی ﷺ آیة فاراھم، جلد 3، 1331، رقم 3440 مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، جلد 2، ص 339، رقم 7179، 1505 صحیح بخاری، باب هل یستأسر الرجل و من لم یستأسر و من رکع رکعتین عند القتل، جلد 4، ص 67، رقم 3045 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب صلاة الاسیر اذا قدم لیقتل، جلد 9، ص 145، رقم 18898 المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه خبیب بن عدی الانصاری، جلد 4، ص 221، رقم 4192 سنن النسائی الکبرٰی، باب توجیه العیون والتولیة علیھم، جلد 5، ص 261، رقم 8839 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 294، رقم 7915)

شرح حدیث: لاٹھی روشن ہوگئی

ایک مرتبہ حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں دربار رسالت سے کافی رات گزرنے

کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں جب راستہ نظر نہیں آیا تو اچانک ان کی لاٹھی ٹارچ کی طرح روشن ہوگئی اور یہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوگیا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور دونوں روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (اسد الغابۃ، عباد بن بشر بن وقش، ج ۳، ص ۱۴۹)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ انصاری ہیں۔ جو خاندان بنی عبدالاشہل کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرأت وشجاعت کے ساتھ کفار سے جنگ آزما ہوئے۔

کعب بن اشرف یہودی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا، آپ حضرت محمد بن مسلمہ و ابو عبس بن جبر اور ابو نائلہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ افاضل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپ کا شمار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ۱۲ھ کی جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے جبکہ آپ کی عمر شریف صرف پینتالیس سال کی تھی۔ (اسد الغابۃ، عباد بن بشر بن وقش، ج ۳، ص ۱۴۸، ۱۴۹)

حضرت اسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے منبر سے پکارا تھا اور وہ نہاوند میں تھے یہ انہی کے بھتیجے ہیں یہ شاعر تھے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ یہ ان اشتہاری مجرموں میں سے تھے جن کے بارے میں یہ فرمان نبوی تھا کہ یہ جہاں اور جس حال میں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اتفاق سے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طائف میں گزر ہوا جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اسید بن ابی ایاس کو بتایا کہ اگر تم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلو تو تمہاری جان بچ جائے گی۔

اسید یہ سن کر طائف سے اپنے مکان پر آئے اور کرتا پہن کر اور عمامہ باندھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے اور عرض کیا کہ کیا آپ نے اسید بن ابی ایاس کا خون مباح فرمادیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ اگر وہ مسلمان ہوکر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوجائے تو کیا آپ اس کا قصور معاف فرمادیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں! یہ سن کر انہوں نے اپنا ہاتھ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس میں دے کر کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اسید بن ابی ایاس میں ہی ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فوراً ہی ایک

آدمی کو بھیج کر اعلان کرا دیا کہ اسید بن ابی ایاس مسلمان ہوگئے ہیں اور سرکارِ رسالت نے ان کو امن کا پروانہ عطا فرما دیا ہے۔ پھر انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔

(اسد الغابۃ، اسید بن ابی اناس، ج۱، ص۱۳۸ ملخصاً و کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الحدیث: ۳۶۸۱۹، ج۷، الجزء ۱۳، ص۱۲۳)

چہرہ سے گھر روشن

جب یہ مسلمان ہوگئے تو حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے خوش ہو کر از راہِ کرم ان کے چہرے اور سینے پر اپنا منور ہاتھ پھیرا جس سے ان کو یہ کرامت نصیب ہوگئی کہ یہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم مبارک رکھتے تھے تو اس گھر میں ان کے نورانی چہرے کی روشنی سے اجالا ہو جایا کرتا تھا۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الحدیث: ۳۶۸۱۹، ج۷، الجزء ۱۳، ص۱۲۳)

(1514) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّةً، وَاَمَّرَ عَلَيْهَا عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ ؛ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ؛ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْا لِحْيَانَ، فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِّنْ مِئَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ، فَلَمَّا اَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَاُوا اِلٰى مَوْضِعٍ، فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوْا: انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا۔ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: اَيُّهَا الْقَوْمُ، اَمَّا اَنَا، فَلَا اَنْزِلُ عَلٰى ذِمَّةِ كَافِرٍ: اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا، وَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ۔ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ، فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا۔ قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا اَوَّلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کا ایک گروہ ایک لشکر کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا اور ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ یہ چل پڑے حتیٰ کہ جب مقام عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان مقام ھداۃ پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ جس کو بنولحیان کہتے تھے ان کے بارے میں کہا گیا کہ وہ تقریباً ایک سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کے قدموں کے نشانوں پر چل پڑے ہیں جب حضرت عاصم اور آپ کے ساتھیوں کو ان کے تعاقب کا پتہ چلا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ لے لی۔ ہذیل والوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت نے فرمایا: لوگو! میں تو کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا (اور دعا کی) اے اللہ! اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔ پس انہوں نے تیر اندازی کی اور حضرت عاصم کو قتل کر دیا تو تین آدمی جن میں

الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً، يُرِيدُ
الْقَتْلَى، فَجَرُّوهُ وَعَالَجُوهُ، فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ، فَقَتَلُوهُ،
وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ، حَتَّى بَاعُوهُمَا
بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ
عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ
خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ. فَلَبِثَ خُبَيْبٌ
عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا عَلَى قَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ
مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا
فَأَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ،
فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ
فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ. فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا
كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا
خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ
قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا
بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ
خُبَيْبًا. فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي
الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ،
فَتَرَكُوهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ
تَحْسَبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ: اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ
عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا.
وَقَالَ:

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

حضرت خبیب' حضرت زید بن دثنہ اور ایک تیسرے
صحابی تھے ان لوگوں کے میثاق پر اتر آئے جب
کافروں نے ان کو قابو کرلیا تو ان کی کمانوں کی تانت
کھول کر ان کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا یہ پہلی
عہد شکنی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے ساتھ بالکل
نہیں جاؤں گا یقینا میں تو ان کی اقتداء کروں گا۔ وہ ان
کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے پس ان کافروں نے انہیں
خوب کھینچا اور ہر حربہ استعمال کیا لیکن وہ ان کے ساتھ نہ
گئے۔ حضرت خبیب اور اور حضرت زید بن دثنہ کو وہ
ساتھ لے گئے حتیٰ کہ واقعہ بدر کے بعد انہیں مکہ مکرمہ
میں فروخت کر دیا۔ بنو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد
مناف نے حضرت خبیب کو خریدا اس لئے کہ حضرت
خبیب نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا' حضرت
خبیب ان کی قید میں رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت
خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت خبیب نے حارث
کی ایک بیٹی سے صفائی کے لئے استرا مانگا اس نے
مانگنے پر دے دیا۔ ماں نے دیکھا کہ اس کی بے خبری
میں اس کا بیٹا حضرت خبیب کی ران پر بیٹھا ہوا ہے اور
استرا ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ سخت گھبرائی حضرت
خبیب نے اس کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا کیا تم خوف
محسوس کرتی ہو کہ میں اس کو مار دوں گا میں ایسا بالکل نہیں
کروں گا۔ عورت کہنے لگی اللہ کی قسم! میں نے حضرت
خبیب سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں
نے ایک دن دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں انگور کا گچھا
ہے اور وہ اسے کھا رہے ہیں جب کہ ان کے ہاتھ لوہے

کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ کہتی تھی کہ یہ رزق خبیب کو اللہ نے دیا ہے جب کافر ان کو قتل کرنے کے لیے حرم سے حل کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت خبیب نے ان سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ حضرت خبیب نے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم میرے اس عمل کو میری گھبراہٹ سمجھو گے تو میں ضرور زیادہ نماز ادا کرتا پھر آپ نے دعا مانگی: اے اللہ! ان کو گن گن کے مارنا اور ان کو علیحدہ کر کر کے ختم کرنا اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دینا اور فرمایا: جب میں مسلمان شہید کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اللہ کی راہ میں مر رہا ہوں اور اگر وہ چاہے تو میرے کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت پیدا فرما دے۔

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ. وَاَخْبَرَ - يعني: النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَصْحَابَهُ يَوْمَ اُصِيْبُوْا خَبَرَهُمْ. وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا. اَنَّهُ قُتِلَ اَنْ يُّؤْتَوْا بِشَيْئٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ. وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ. فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ. فَلَمْ يَقْدِرُوْا اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اور حضرت خبیب نے قید کی حالت میں صبر و تحمل کے ساتھ درجہ شہادت پانے والے مسلمانوں کے لیے نفل ادا کرنے کا طریقہ جاری فرمایا جس دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اسی دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو مطلع فرما دیا تھا جب اہلِ قریش کو پتہ چلا کہ حضرت عاصم بن ثابت شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے چند آدمی ان کے جسم کے کسی معروف حصہ کو لانے کے لیے بھیجا کیونکہ حضرت عاصم نے ان کے سرداروں میں سے کسی بڑے کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی میت کو محفوظ رکھنے کے لیے بادل کے سائے کی طرح

شہد کی مکھیاں بھیج دیں۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے جانے پر قادر نہ ہو سکے۔ (بخاری)

قَوْلُهٗ: "اَلْهَدَاَةُ": مَوْضِعٌ، "وَالظُّلَّةُ": السَّحَابُ. "وَالدَّبْرُ": النَّحْلُ. وَقَوْلُهٗ: "اُقْتُلْهُمْ بِدَدًا" بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا، فَمَنْ كَسَرَ قَالَ هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَهِيَ النَّصِيْبُ وَمَعْنَاهُ: اُقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُنْقَسِمَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيْبٌ، وَمَنْ فَتَحَ قَالَ مَعْنَاهُ: مُتَفَرِّقِيْنَ فِي الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّبْدِيْدِ.

الھداۃ: جگہ کا نام ہے۔ ظلہ: بادل۔ دبر: شہد کی مکھیاں۔ اور ''اقتلھم بددًا'' میں باء پر زبر اور زیر دونوں پڑھے جاتے ہیں۔ جو زبر پڑھتے ہیں وہ اسے ''بدۃ'' کی جمع بتاتے ہیں اس کا معنیٰ ہے حصہ۔ اور اس (جملہ) کا مطلب اب یہ ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ کرکے قتل کر دے اور جو زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک اس کا معنیٰ ہوگا ایک کے بعد دوسرے کو قتل کرنا۔ اب یہ تبدید سے ہوگا۔

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ سَبَقَتْ فِيْ مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، مِنْهَا حَدِيْثُ الْغُلَامِ الَّذِيْ كَانَ يَاْتِي الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ، وَمِنْهَا حَدِيْثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِيْنَ اُطْبِقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ الَّذِيْ سَمِعَ صَوْتًا فِي السَّحَابِ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ. وَالدَّلَائِلُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ.

اس باب میں بہت سی احادیث مروی ہیں ان میں سے بعض اس کتاب میں اپنی جگہوں پر گزر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک اس لڑکے والی حدیث ہے جو راہب کے پاس جاتا تھا۔ ایک ان میں غار والی حدیث ہے۔ جس پر چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا تھا۔ اور ایک اس آدمی والی حدیث ہے جس نے بادل سے آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ وغیرہ۔ اور اس باب میں دلائل بکثرت مشہور ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 48، رقم 3866، المستدرک للحاکم، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 165، رقم 4503، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب اعلام الجنی صاحبہ بخروج النبی ﷺ جلد 2، ص 121، رقم 544، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، باب ماروی سن کرامات امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 462، رقم 2391)

شرح حدیث: حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پر جوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے انکو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے

ہیں لیکن ۴ھ میں عسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجیع میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لئے ان کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام تنعیم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار سن لو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں شہادت سے ڈر رہا ہوں اس لئے میں نے بہت ہی مختصر نماز پڑھی۔ کفار نے آپ کو جب سولی پر چڑھا دیا تو آپ نے چند وجد آفریں اور ایمان افروز اشعار پڑھے پھر حارث بن عامر کے بیٹے ابو سروعہ نے آپ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع... الخ، الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۳، ص ۴۶ والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، کتاب المغازی، بعث الرجیع، ج ۲، ص ۴۸۱۔ ۴۹۰ ملتقطاً)

کرامات

مکہ کی آواز مدینہ پہنچی

جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! عزوجل میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعے میں آخری سلام تیرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک پہنچا سکوں لہٰذا تو میرا سلام حبیب علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچا دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے کہ بالکل ہی ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بلند آواز سے وعلیک السلام فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی خبیب ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص ۶۱۹ وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع... الخ تحت الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَحْصِہِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْہُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْہُمْ اَحَدًا۔ (یعنی اے اللہ! عزوجل تو میرے ان تمام

قاتلوں کو گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرمادے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔) ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تا کہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک و راضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ۔۔۔الخ، ص ۶۱۸ وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث: ۳۹۸۹، ج ۳، ص ۵ و فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع۔۔۔الخ تحت الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

لاش کو زمین نگل گئی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا میں اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں گئے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سور ہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش بالکل تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رخ کیا مگر ستر کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کو زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کو زمین نگل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بلیع الارض (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے کفار مکہ! ہم تو دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے تھے اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو ورنہ اپنا راستہ لو جب کفار مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے تو وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج ۲، ص ۱۴۱)

شہید اسلام حضرت خبیب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چاروں کرامتوں کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے کہ خداوند کریم شہداء کرام بالخصوص اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب کرام کو کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ نصیحت حاصل کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دین اسلام کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں اور پھر سوچئے کہ ہم آج کل کے مسلمان اسلام کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے اور پھر خدا کا نام لے کر اٹھئے اور اسلام کے لیے کچھ کر ڈالیے۔

(1515) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے

قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ: إِنِّيْ لَأَظُنُّهُ كَذَا، إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہے سنا کہ میرا گمان ہے یہ یوں ہے تو وہ اسی طرح ہوتا جس طرح وہ گمان کرتے۔ (بخاری)

شرح حدیث: زبان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وحی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت فرمائی۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں تو حکم نازل ہوا۔ (اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ) اور پردے کی آیت، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے لوگ کلام کرتے ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے رشک کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دباؤ ڈالا تو میں نے ان سے کہا۔ ''اگر وہ آپ کو طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں اور بیویاں عطا فرمادے جو اسلام میں آپ سے بہتر ہوں۔

(بخاری شریف، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی القبلۃ 1/157، الحدیث رقم: 393)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی، مقام ابراہیم میں، حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں (تین کا ذکر شہرت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان آیات کی تعداد زیادہ ہے) (مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عمر، 4/1865، الحدیث رقم: 2399)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب کبھی لوگوں میں کوئی معاملہ درپیش ہوا اور اس کے متعلق لوگوں نے کچھ کہا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما نے بھی کچھ کہا (خارجہ بن عبد اللہ راوی کو شک ہے کہ کس طرح آپ کا نام لیا گیا)۔ اس بارے میں رائے بیان کی تو ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ (ترمذی شریف، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5/617، الحدیث رقم: 3682)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی رائے دیتے تو اس کے مطابق قرآن نازل ہوتا۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف، 6/354، الحدیث رقم: 31980)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

18-كِتَابُ الْاُمُوْرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا

اللہ کے منع کردہ کاموں کا بیان

111-بَابُ تَحْرِيْمِ الْغِيْبَةِ وَالْاَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ) (الحجرات: 12)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: حدیث شریف: میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے ناگوار گذرے اگر وہ بات سچّی ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان۔

تو مسلمان بھائی کی غیبت بھی گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کے مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کو بدگوئی سے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور در حقیقت آبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔

شانِ نزول: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور کے خادمِ مطبخ حضرت اُسامہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے پاس کچھ رہا نہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہی آ کر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بُخل کیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں، فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

مسئلہ: غیبت بالاتفاق کبائر میں سے ہے، غیبت کرنے والے کو توبہ لازم ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ غیبت کا کفّارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مسئلہ: فاسقِ معلن کے عیب کا بیان غیبت نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

مسئلہ: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخصوں کی حرمت نہیں ایک صاحبِ ہوا (بدمذہب)، دوسرا فاسقِ معلن، تیسرا بادشاہ ظالم، یعنی ان کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَنْبَغِي لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَّحْفَظَ لِسَانَهٗ عَنْ جَمِيْعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيْهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتٰى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهٗ فِي الْمَصْلَحَةِ، فَالسُّنَّةُ الْاِمْسَاكُ عَنْهُ، لِاَنَّهٗ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلٰى حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ، وَذٰلِكَ كَثِيْرٌ فِي الْعَادَةِ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ.

(امام نووی کہتے ہیں کہ) جان لے کہ مکلف کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر کلام سے محفوظ کرے۔ صرف ایسی کلام بولے جس کا فائدہ ظاہر ہو اور جب کلام کا فائدہ اور نقصان دونوں برابر ہوں تو سنت یہ ہے کہ اس سے رک جائے کیونکہ مباح کلام کبھی مکروہ یا حرام تک پہنچا دیتی ہے اور یہ عادت میں بکثرت ہے اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: خواہ وہ کہیں ہو سوائے وقتِ قضائے حاجت اور وقتِ جماع کے اس وقت یہ فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔

مسئلہ: ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تا کہ اس کے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو، یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں بیماری کا کراہنا تک۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب یا گرفت و عذاب ہو۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو دہنی طرف والا فرشتہ دس لکھتا ہے اور جب بدی کرتا ہے تو دہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کر شاید یہ شخص استغفار کر لے۔ منکرینِ بعث کا رد فرمانے اور اپنے قدرت و علم سے ان پر حجتیں قائم کرنے کے بعد انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں وہ عنقریب ان کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے

والی ہے۔اور صیغۂ ماضی سے ان کی آمد کی تعبیر فرما کر اس کے قرب کا اظہار کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(خزائن العرفان)

(1516) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّهُ يَنْبَغِيْ اَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا، وَهُوَ الَّذِيْ ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ. وَمَتٰى شَكَّ فِيْ ظُهُوْرِ الْمَصْلَحَةِ، فَلَا يَتَكَلَّمُ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے۔اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ کلام اسی وقت کرے جب اس کا بہتر ہونا معلوم ہو اور بہتر وہ ہے جس کا فائدہ ظاہر ہو اور جب فائدہ ظاہر ہونے میں شک ہو تو کلام نہ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 48، رقم 3866، المستدرک للحاکم، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 165، رقم 4503، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب اعلام الجنی صاحبہ بخروج النبی ﷺ جلد 2، ص 121، رقم 544، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی، باب ماروی من کرامات امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 462، رقم 2391)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۱)

(1517) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو موسیٰ ﷛ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مسلمانوں میں سے کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت واذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغۃً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴)

امتِ محمدیہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے پانچ طبقے

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اِسحاق نیشاپُوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا مُسَیَّب بن واضح علیہ رحمۃ اللہ الخالق کو یہ فرماتے سُنا: میں حضرت سیِّدُنا عبدالرحمن بن مُبارَک صُوری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ساتھ ملکِ رُوم کی طرف جا رہا تھا، راستے میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اے مُسَیَّب! عام لوگ فساد میں مبتلا نہیں ہوتے مگر خواص کی وجہ سے۔ میں نے کہا: حضور! اللہ عَزَّ وَجَلَّ! آپ پر رحم فرمائے، اس قول کی وضاحت فرما دیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پانچ طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلا طبقہ علماء کرام کا، دوسرا عابدوں اور زاہدوں کا، تیسرا غازیوں کا، چوتھا تاجروں کا جبکہ پانچویں طبقے میں حاکم وقاضی شامل ہیں۔ علماء کرام تو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ عابد وزاہد، اُمتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بادشاہ ہیں۔ غازی، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سپاہی ولشکر ہیں۔ تاجر، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے خزانچی ہیں۔ رہے والی وحکمران تو وہ محافظ ونگران ہیں۔ اور جب عالم ہی لالچی اور مال جمع کرنے والا ہو جائے تو جاہل کس کی پیروی کریں؟ عابد وزاہد دنیا کی طرف راغب ہو جائے تو تائب کس کی اقتداء کریں؟ جب غازی ومجاہد ہی رُو رعایت اور نرمی سے کام لیں گے تو دشمن پر غلبہ کیسے پاسکیں گے؟ تاجر جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے خزانچی ہیں وہ خود ہی خائن ہو جائیں تو پھر کون ہے جو خائن پر اعتماد کریگا؟ اگر رعایا کی حفاظت کرنے والے حاکم ونگران اور محافظ، بھیڑیے بن جائیں تو رعایا کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت کون کریگا؟

(اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے ہاتھ وزبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ ہم لوگوں کے بدخواہ نہ ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کر کے اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قلبی سکون اور حقیقی سرور نصیب ہوتا ہے کسی کے ساتھ خیر خواہی کر کے انسان کو ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی بھلائی ہی کا معاملہ ہوتا ہے۔)

اوروں کے لئے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

(1518) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جو مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان والی کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی کی ضمانت دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 100، رقم 6474 تھذیب الاثار للطبری، ذکر من انکر المسئالة بکل حال، جلد 1، ص 88، رقم 78 الاداب للبیہقی، باب فضیلة الصمت و حفظ اللسان عما لا یحتاج الیه، جلد 1، ص 173، رقم 290 مسند ابی یعلی، مسند سهل بن سعد، جلد 13، صفحه 466، رقم الحدیث 7555)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرمگاہ ہے یعنی اپنی زبان کو جھوٹ غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے، اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے، اپنی شرمگاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مؤمن متقی ہوگا۔ خیال رہے کہ قریبًا اسی ۸۰ فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کی پابندی کرے وہ تو چوری ڈکیتی قتل بھی نہیں کرتا، انسان جرم جب ہی کرتا ہے جب کہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جائے کہ اگر پکڑا گیا تو میں انکار کر دوں گا، جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی یہ ضمانت تا قیامت انسانوں کے لیے ہے اور حضور کی ضمانت خدا کی ضمانت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۹۱)

(1519) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيْهَا يَزِلُّ بِهَا اِلَى النَّارِ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنٰى: "يَتَبَيَّنُ" يُفَكِّرُ اَنَّهَا خَيْرٌ اَمْ لَا.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ لاپرواہی سے کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان جتنے فاصلے سے زیادہ دور آگ میں جا گرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور "يَتَبَيَّنُ" کا مطلب ہے "غور کرے" سوچے کیا وہ بہتر ہے یا نہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 100، رقم 6477 صحیح مسلم، باب التکلم بالکلمة یھوی بها فی النار، جلد 8، ص 223، رقم 7672 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما علی الرجل من حفظ اللسان عند السلطان وغیرہ، جلد 8، ص 164، رقم 17107 صحیح ابن حبان، باب مایکرہ من الکلام و مالا یکرہ، جلد 13، ص 15، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 334، رقم 8392)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی بعض باتیں انسان کے نزدیک معمولی ہوتی ہیں اللہ تعالٰی کے نزدیک عظیم الشان کہ بولنے والے کو عظیم الشان بنا دیتی ہیں۔

یعنی بعض باتیں انسان کی نگاہ میں نہایت معمولی ہوتی ہیں رب تعالٰی کے نزدیک بدترین جرم کہ انسان کو دوزخی بنا دیتی ہیں لہذا زبان کی بہت ہی حفاظت چاہیے۔

دوزخ میں جس قدر نیچائی زیادہ اسی قدر عذاب سخت، جنت میں جس قدر اونچائی زیادہ اسی قدر ثواب اعلیٰ، دوزخ کا طبقہ ہاویہ سب سے نیچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدعملی کی وجہ سے انسان دوزخ کے اونچے طبقے میں جاوے گا جہاں عذاب ہلکا ہے مگر برے کلام کی وجہ سے نیچے طبقہ میں جاوے گا جہاں عذاب سخت تر ہے۔ رب تعالٰی نے انسان کو ارکان (اعضاء) جنان (دل) لسان (زبان) عطا فرمائے ہیں ارکان و جنان کے گناہوں سے لسان یعنی زبان کا جرم بدترین ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ص ۴۲۸)

(1520) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالٰى مَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ تَعَالٰى لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یقیناً بندہ اللہ کی خوشنودی کی بات کہہ دیتا ہے۔ اس کی طرف اس کی اتنی زیادہ توجہ بھی نہیں ہوتی تو اس کو اللہ تعالٰی بہت درجے بلندی عطا کرتا ہے۔ اور بندہ اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کہہ لیتا ہے جس طرف وہ توجہ نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 101، رقم 6478، السنن الکبری للبیهقی، باب ما علی الرجل من حفظ اللسان عند السلطان وغیرہ، جلد 8، ص 164، رقم 17108، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 334، رقم 8393، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 478، رقم الحدیث 8979)

شرح حدیث: زبان کی آفات

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیِّ اکرم، نورِ مجسم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔
چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَنْ صَمَتَ نَجَا ترجمہ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب حدیث من کان یؤمن باللہ فلیکرم ضیفہ، الحدیث ۲۵۰۱، ص ۱۹۰۳)

سیِّدُ المبلغین ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلصَّمْتُ حِکَمٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ

خاموشی حکمت ہے اور اِسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔

(شعب الایمان للبیھقی ، باب فی حفظ اللسان ، فصل فی فضل السکوت عما لایعنیہ ، الحدیث ۵۰۲۶ ، ج ۴ ، ص ۲۶۴)

شہنشاہِ نبوت ، پیکرِ جود وحکمت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ یَّتَکَفَّلُ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَرِجْلَیْہِ اَتَکَفَّلُ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ

جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری ، کتاب الرقاق ، باب حفظ اللسان ، الحدیث ۶۴۷۴ ، ج ۴ ، ص ۲۴۰ ، مفہوما)

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کر، اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں، کہ تیرے لئے کون سی چیز بہتر ہے، پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا ، کتاب الصمت وآداب اللسان ، باب حفظ اللسان وفضل الصمت ، الحدیث ۲۲ ، ج ۷ ، ص ۴۲ ـ ۴۳)

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہماری گفتگو پر بھی مؤاخذہ ہوگا؟ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے ابنِ جبل! تیری ماں تجھ پر روئے، لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بل جہنم میں گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) کے سوا اور کیا ہے۔ (جامع الترمذی ، ابواب الایمان ، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ ، الحدیث ۲۶۱۶ ، ص ۱۹۱۵)

(1521) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ رِضْوَانِ اللہِ تَعَالٰی مَا کَانَ یَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ یَکْتُبُ اللہُ لَہٗ بِہَا رِضْوَانَہٗ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَاہُ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ سَخَطِ اللہِ مَا کَانَ یَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ یَکْتُبُ اللہُ لَہٗ بِہَا

حضرت ابوعبدالرحمن بلال بن حارث مزنی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالٰی کی رضامندی کی کوئی بات کہہ لیتا ہے۔ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ کس مقام تک پہنچے گا۔ اس وجہ سے اللہ تعالٰی اس کے لیے روزِ حشر تک اپنی رضا لکھ دیتا ہے۔ اور آدمی اللہ کی ناراضگی کی بات کہہ جاتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا تو اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ

سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ". رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

کہاں تک پہنچے گی۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندہ کے لیے روزِ حشر تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا اور امام ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فیمن تکلم بکلمة یضحك بها الناس، جلد 4، ص 557، رقم 2314 مؤطا امام مالك، باب مایؤمر به من التحفظ فی الکلام، جلد 2، ص 985، رقم 1781 المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 62، رقم الحدیث 139 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه بلال بن الحارث المزنی، جلد 1، ص 367، رقم 1134 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بلال بن الحرث رضی الله عنه، جلد 3، ص 469، رقم 15890)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ وہ بلال نہیں جو حضور انور کے مؤذن تھے وہ تو بلال ابن ابی رباح حبشی ہیں یہ بلال ابن حارث مزنی ہیں، ان کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے، ۵ھ پانچ ہجری میں وفد مزینہ میں حضور کی خدمت میں آئے، حضور انور نے آپ کو فرع کے علاقہ کا حاکم مقرر فرمایا، فرع مدینہ منورہ سے پانچ دن کے راستہ پر ہے، فتح مکہ کے دن مزینہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، اسی ۸۰ سال آپ کی عمر ہوئی ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔

یعنی اسے خبر نہیں ہوتی کہ یہ بات جو میں بول رہا ہوں اللہ کے نزدیک کیسی عظیم الشان ہے یوں ہی بول دیتا ہے۔

یہاں الی انتہاء کا نہیں اور حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک تو رب اس سے راضی رہے گا بعد میں ناراض ہو جاوے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس رضا کا ظہور دنیا میں ہی نہیں بلکہ روز قیامت تک رہے گا جیسے رب نے شیطان سے فرمایا اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ غرضکہ رحمت کے آثار کا ظہور ابدالآباد تک ہے اور عطا رب غفور بعد قیامت ہوگی۔ (اشعہ) غرضکہ اس فرمان سے مراد ابدالاباد ہے جیسے کہا جاتا ہے میں تجھ سے قیامت تک نہ بولوں گا یا تجھ سے قیامت تک خوش رہوں گا یعنی کبھی نہ بولوں گا یا ہمیشہ خوش رہوں گا۔

یعنی کوئی بات ایسی بری بول دیتا ہے جس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جاتا ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات کیا کرے۔ حضرت علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بہت سی باتوں سے بلال ابن حارث کی حدیث روک دیتی ہے۔ (مرقات) یعنی میں کچھ بولنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث سامنے آجاتی ہے اور میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۶۸)

(1522) وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ حَدِّثْنِيْ بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ: "قُلْ: رَبِّيَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" قُلْتُ:

حضرت سفیان بن عبداللہ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایک ایسی بات بتائیں کہ جس کے ساتھ میں

يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

مضبوطی سے سہارا حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا: تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم ہو جا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ ڈر کس بات کا ہے تو آپ نے اپنی زبان کو پکڑا پھر فرمایا اس کا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 607، رقم 2410، المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، ص 349، رقم 7874، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سفیان بن عبدالله الثقفی، جلد 7، ص 69، رقم 6412، شعب الایمان، فصل فی فضل السکوت عن کل مالا یعنیه، جلد 4، ص 237، رقم 4921، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث سفیان بن عبدالله الثقفی، جلد 3، ص 413، رقم 15457)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے، کنیت ابوعمرو، قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، طائف کے رہنے والے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طائف کے حاکم رہے۔

یعنی میرے اعضاء سارے ہی خطرناک ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک کون سا عضو ہے جو مجھے بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

حضور انور نے خود سائل کی زبان نہ پکڑی اس لیے کہ اس میں تکلف ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید صرف ان کی زبان ہی خطرناک ہوگی دوسروں کی نہیں اپنی زبان شریف پکڑنے میں یہ دونوں باتیں نہیں، نیز اشارہ کیا نام نہ لے دیا کہ اشارہ فرمانے میں زیادہ اہتمام ہے، چونکہ کفر و شرک اور اکثر بڑے گناہ زبان سے ہوتے ہیں، نیز زیادہ گناہ اور ہر وقت گناہ زبان سے ہوتے ہیں اس لیے اسی کو زیادہ خطرناک قرار دیا دیگر اعضاء کے گناہوں میں بھی زبان کا دخل ہوتا ہے چوری، زنا، شراب خوری، قتل وغیرہ تمام جرموں میں پہلے زبان کام کرتی ہے پھر باقی اعضاء کہ ان کاموں کے مشورے زبان سے ہی ہوتے ہیں، میدان زبان بناتی ہے پھر اس پر چلتے ہیں باقی اعضاء، یہ ہی حال نیکیوں کا ہے کہ زیادہ نیکیاں زبان سے ہوتی ہے اور باقی اعضاء کی نیکیوں میں بھی زبان کا حصہ ضرور ہوتا ہے دوسرے اعضاء کی نیکیاں خاص وقتوں میں ہوتی ہیں مگر زبان کی نیکیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٧٦)

(1523) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر گفتگو کو زیادہ نہ کرو کیونکہ زیادہ گفتگو دل کی سختی کا سبب ہے اور لوگوں میں

بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ! وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

اللہ سے زیادہ دور وہ دل ہے جو سخت ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 607، رقم 2411 شعب الایمان، فصل فی فضل السکوت عن کل مالا یعنیہ، جلد 4، ص 245، رقم 4951)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہذا تجارتی باتیں گھریلو مفید باتیں جتنی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں۔

سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ نصیحت اثر نہیں کرتا، کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں آیات الہیہ میں غور نہیں کرتا اللہ تعالٰی محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہنسا دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے۔

یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لیے اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اور فرماتا ہے: اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ جب تک لوہا سخت ہے کچھ نہیں بن سکتا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو اسے جس طرح چاہو ڈھال لو، اور جو چاہو اس کا بنالو، یوں ہی سخت دل نہ مؤمن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیز گار مگر دل نرم ہو کر ولی غوث وقطب سب کچھ بن جاتا ہے، لوہا نرم کرنے کے لیے یہ آگ چاہیئے اور دل نرم کے لیے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالٰی نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں، بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی چوٹ بھی ضروری ہے، مصرع۔

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی، غرضکہ دل کے لیے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے، صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے۔ نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہنر ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کار آمد بنتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۰۰)

(1524) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وَقَاهُ اللهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالٰی اس کے جبڑوں کے درمیان اور اس کی ٹانگوں کے درمیان کے شر سے بچائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 606، رقم 2409 المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، جلد 6، ص 393، رقم 8059)

شرح حدیث: امام حافظ شہاب الدین علیہ الرحمۃ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
دو جبڑوں کے درمیان والی چیز سے مراد زبان اور ٹانگوں کے درمیان والی شے سے مراد شرم گاہ ہے۔ اور حفاظت کی ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں سے بچانے کا پختہ عہد کرے مثلاً زبان سے وہی کلام کرے جو ضروری ہو اور بے کار باتوں سے بچے، اسی طرح شرم گاہ کو حلال جگہ استعمال کرے اور اسے حرام میں مبتلاء ہونے سے بچائے۔ سیدنا ابن بطال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی آزمائش اس کی زبان اور شرم گاہ ہے۔ لہٰذا! جو ان دونوں کے شر سے بچنے میں کامیاب ہو گیا وہ بہت بڑے شر سے بچ گیا۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق، ج ۱۲، ص ۲۶۳)

(1525) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: "اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نجات کا ذریعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنی زبان پر کنٹرول کر، اپنے گھر میں رُک جا (ضرورت کے بغیر باہر نہ رہ) اور اپنی غلطی پر رو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 605، رقم 2406، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبۃ بن عامر الجھنی، جلد 17، ص 270، رقم 14429، شعب الایمان للبیہقی، الحادی عشر من شعب الایمان و ھو باب فی الخوف من اللہ تعالٰی، جلد 1، ص 492، رقم 805)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ قبیلہ جہینہ سے ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر معزول کر دیئے گئے، مصر میں ہی میں آپ کی وفات ہوئی، ۵۸ھ میں۔ (اکمال)
یعنی ہم دین و دنیا کی مصیبتوں سے کیسے بچیں دنیا میں آفتیں تو گرد و غبار کی طرح پھیلتی ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے۔
املك الف کے کسرہ سے باب ضرب کا امر ہے ملك بمعنی قبضہ قابو ہے یعنی اپنی زبان کو قبضہ میں رکھو اس کی حفاظت کرو بری بات بولنے سے روکو۔
یعنی بلا ضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلاوجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صدہا آفتوں سے امان ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت، لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی، گھر میں رہنا، رب کی عطا پر قناعت، موت تک اس پر قائم رہنا۔
یعنی اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رونا اختیار کرو دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی عیب جوئی کرو۔
(مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۷۲)

(1526) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ، فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُولُ: اتَّقِ اللهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. معنى: "تُكَفِّرُ اللِّسَانَ": أَيْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ لَهُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان جب صبح اٹھتا ہے تو تمام اعضاء زبان کی منت سماجت کرتے ہیں، کہتے ہیں ہمارے بارے اللہ سے ڈر ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ تُكَفِّرُ اللِّسَانَ: کا مطلب ہے ذلیل وخوار ہونا اور انکساری کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 605، رقم 2407، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، جلد 2، ص 403، رقم 1185، الاداب للبیہقی، باب فضیلۃ الصمت و حفظ اللسان عمالا یحتاج الیہ، جلد 1، ص 175، رقم 294، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی سعید الخدری، جلد 3، ص 95، رقم 11927، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، صفحہ 302، رقم 979)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ راوی کو یہ یاد نہ رہا کہ حضرت ابوسعید خدری نے کن الفاظ سے حدیث کو مرفوع کیا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا یا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے رفعہ کہہ دیا۔ (مرقات)

تکفر بنا ہے کفر سے بمعنی ذلت و عاجزی وخواری، کہا جاتا ہے کفر الیہودی یعنی یہودی ذلیل ہو گیا اپنے صاحب کے آگے جھک گیا۔

یعنی نفع نقصان راحت و آرام تکالیف و آلام میں ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو خراب ہوگی ہماری شامت آ جاوے گی تو درست ہوگی ہماری عزت ہوگی۔ خیال رہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: لسان الانسان الہ البیان للکفر والایمان لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ دل کے درست ہو جانے سے تمام جسم درست ہو جاتا ہے کہ دل وزبان کا حال یکساں ہے، بارہا منافقین کی زبان ان کے دل کا نشان دے دیتی تھی، دل دیگ ہے زبان اس کا چمچہ ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۴۷۳)

(1527) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: "لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور مجھ کو دوزخ سے دور کر دے۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے بہت بڑی بات کا سوال

تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا: (تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) حَتّٰى بَلَغَ (يَعْمَلُونَ) (النور: 16) ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ، وَعَمُودِهِ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: "رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلٰوةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ! قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ وَقَالَ: "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: "ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ"، وَقَدْ سَبَقَ شَرْحِهِ فِي بَابِ قَبْلَ هٰذَا۔

کیا یہ جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے تو اس کے لیے آسان ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ نماز قائم کر' زکوۃ ادا کر' رمضان کے روزے رکھ' بیت اللہ کا حج کر' اگر تجھے اس کے راستہ کی طاقت ہو پھر فرمایا' کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی رہنمائی نہ دوں؟ (سن) روزہ ڈھال ہے' صدقہ گناہوں کو یوں بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور آدمی کی رات کے وقت کی نماز پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی کہ ''ان کے پہلو' بستروں سے دور ہوتے ہیں''۔ حتیٰ کہ آپ نے ''یعلمون'' تک پڑھا پھر فرمایا کیا تمہیں اس دین والے کام کے سر' ستون اور کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: دین کی بنیاد قبولِ اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے اس کام کی اصل قوت کی خبر نہ دوں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا' اس کو اپنے آپ پر روک میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا زبان سے گفتگو کرنے کی وجہ سے بھی ہم پکڑے جائیں گے۔ فرمایا: اے معاذ! تجھ پر تیری ماں روئے' لوگوں کو آگ میں منہ کے بل یا ان کے نتھنوں کے بل ان کی زبانوں کی باتیں ہی گرائیں گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کی شرح اس سے پہلے ایک باب میں گزر چکی ہے۔ (مترجم کہتا ہے: یہ بات تسامح پر مبنی ہے یا نسخوں کا اختلاف ہے پہلے کہیں پر حدیث نہ

آئی۔)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، جلد 5، ص 11، رقم 2616 مسند امام احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل، جلد 5، ص 231، رقم 22069 مسند عبد بن حمید، مسند معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 68، رقم 112 سنن النسائی الکبری، تفسیر سورۃ السجدۃ، جلد 6، ص 428، رقم 11394)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غزوۂ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی، جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا۔ (مرقاۃ)

(مجھ کو جنت میں داخل کردے اور مجھ کو دوزخ سے دور کردے) یہ اسناد مجازی ہے جنت، دنیا، دوزخ سے بچانا رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے فاعل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں، ہمارے اعمال سے حضور کا توسل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

(تو نے بہت بڑی بات کا سوال کیا) کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔

(جس پر اللہ تعالیٰ آسان کردے) یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے، ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے، ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔

(اللہ کی عبادت کر) یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آرہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔

(بیت اللہ کا حج کرا) اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت، روزہ ہر سال رمضان میں، زکوۃ ہر سال، اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔

(میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی رہنمائی نہ دوں؟) یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کرسکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔

(روزہ ڈھال ہے) جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔

(جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے) چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی حاجت روائی بھی، اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے، جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔

(آدمی کی رات کے وقت کی نماز) یعنی نماز تہجد، نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق، نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھیجی، حضور کے طفیل سے ہمیں ملی، فرماتا ہے: فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔

(ان کے پہلو بستروں سے دور ہوتے ہیں) یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں، پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں، تہجد کے لیے پہلے سولینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا، بعد تہجد بھی سونا سنت ہے، یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔

(تمہیں اس دین والے کام کے سر ستون اور کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟) یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی، پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخلیل میں ہوتا ہے۔

(میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں) یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔ چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے، جیسے ستون سے چھت کی۔

جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے، جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے۔ جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے، کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔

ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو، یعنی اصل اصول۔

کہ پہلے تولو بعد میں بولو، زبان کو لگام دو، رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لیے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان دیئے، مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک ہی دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔

یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہیں مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔

عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے ژڑ جائیں، اڑ پڑ جائیں اردو میں مارے ہتیارے، ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مرجائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔

کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت وخواری کے ساتھ پھیلنگے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۷۲)

(1528) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟" قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ" قِيْلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: تیرا اپنے بھائی کی نسبت وہ بات ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند

أَخِي مَا أَقُوْلُ، قَالَ: "إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کرتا ہے۔ عرض کیا گیا: اگر چہ اس میں وہ ہو جو میں کہوں۔ فرمایا: اگر اس میں جو تو نے کہا وہ ہو تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ نہ ہو تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغیبۃ، جلد 8، ص 21، رقم الحدیث 6758، الاداب للبیہقی، باب ترك الغیبۃ وتتبع عورات المسلمین، جلد 1، ص 67، رقم 119، سنن ابو داؤد، باب فی الغیبۃ، جلد 4، ص 420، رقم الحدیث 4876، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الغیبۃ، جلد 4، ص 329، رقم 1934، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الغیبۃ، جلد 2، ص 387، رقم 2714)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قرآن مجید میں ہے لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا یعنی بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں، کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے اور اس کی تفسیر کیا ہے۔

(جس کو وہ ناپسند کرتا ہے) یعنی کسی کے خفیہ عیب اس کے پس پشت بیان کرنا عیب خواہ جسمانی ہوں یا نفسانی دنیاوی یا دینی یا اس کی اولاد کے یا بیوی کے یا گھر کے خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارے سے، غرض کسی طرح سے لوگوں کو سمجھا دو حتی کہ کسی لنگڑے یا ہکلے کی پس پشت نقل کرنا، لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا سب کچھ غیبت ہے یہ فرمان بہت وسیع ہے۔ (مرقات)

(اگر چہ اس میں وہ ہو جو میں کہوں) سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا، وہ مایکرہ کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے۔

سبحان اللہ! کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو۔ غیبت ہوتا ہے سچ مگر ہے حرام، اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی و حرام ہر سچ حلال نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ غیبت ایک گناہ ہے بہتان دو گناہ۔

غیبت و بہتان کا یہ فرق ضرور خیال رہے بہتان بہر حال برا ہے غیبت کبھی بری کبھی بری نہیں جیسا کہ ہم شروع باب میں عرض کر چکے کہ غیبت کے حرام ہونے کی چند شرطیں ہیں: کسی خاص کی ہوں وہ خاص شخص مسلمان ہو، وہ عیب بھی اس کا خفیہ ہو اور بیان بھی کرے بلا ضرورت۔ رہا بہتان وہ بہر حال حرام ہے خواہ کسی کو لگائے کسی طرح لگائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۷)

(1529) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "إِنَّ دِمَائَكُمْ،

حضرت ابوبکرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں منی میں اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری

وَاَمْوَالَكُمْ، وَاَعْرَاضَكُمْ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عزت وآبرو تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح اس دن کی عزت وحرمت اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں ہے، سنو کیا میں نے بات پہنچادی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الخطبۃ ایام منی، جلد 2، ص 176، رقم 1739 صحیح مسلم، باب حجۃ النبی ﷺ، جلد 4، صفحہ 39، رقم 3009 السنن الکبری للبیہقی، باب کیف یستحب ان تکون الخطبۃ، جلد 3، ص 215، رقم 6016 المستدرک للحاکم، ذکر مناقب حمر بن عدی، جلد 3، ص 533، رقم 5982، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ نفیع رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 49، رقم 20516)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دس ذی الحجہ کا خطبہ بمعنی وعظ ونصیحت ہے نہ کہ وہ خطبہ مسنونہ جو حج میں ہوتا ہے کہ وہ گیارھویں بقرعید کو منیٰ میں ہے، یہ خطبہ اس خطبہ کے علاوہ ہے جو نویں کو عرفات میں دیا جاتا ہے، ان خطبوں میں بقیہ ارکان حج کی تعلیم ہوتی ہے۔ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ خطبہ حج نہیں ہے ورنہ اس میں مسائل حج بیان ہوتے، یہ خطبہ بعد نماز ظہر تھا۔

عام علماء فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں جیسے نیکی ایک کی ایک لاکھ بن جاتی ہے ویسے ہی گناہ بھی ایک کا لاکھ ہے اس لیے حضور نے ارشاد فرمایا جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے ایسے ہی مسلمان کے خون مال آبرو ظلماً برباد کرنا سخت تر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ محققین علماء فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی کیفیت میں ہے نہ کہ مقدار میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا۔

یعنی قیامت میں رب تعالیٰ تمہارے ہر چھوٹے بڑے جانی مالی اعمال کا حساب فرمائے گا ابھی سے اس حساب کا خیال رکھو حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے پہلے اپنا حساب خود لیتے رہو۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۷۱)

(1530) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِيْ قَصِيْرَةً. فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ! قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهٗ اِنْسَانًا فَقَالَ: "مَا اُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اِنْسَانًا وَّاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ کی ازواج میں سے صفیہ اس طرح اور اس طرح ہے۔ راویوں میں سے بعض نے کہا، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا قد چھوٹا ہے تو آپ نے فرمایا: تو نے ایسی بات کی کہ اگر سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو اس کا ذائقہ بدل دے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے کسی کی بات کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ پسند

نہیں کہ کسی کی بات میرے لیے نقل ہو اور میرے لیے اتنا اور اتنا ہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَمَعْنٰی: "مَزَجَتْهُ خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً يَتَغَيَّرُ بِهَا طَعْمُهُ اَوْ رِيحُهُ لِشِدَّةِ نَتْنِهَا وَقُبْحِهَا. وَهٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ اَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِيبَةِ.

اور مَزَجَتْهُ کا معنیٰ ہے اس میں مل کر اس کا ذائقہ یا بو متغیر کر دے اور اس کی بدبو اور قباحت کی شدت کی وجہ سے وہ تبدیل ہو جائے۔ یہ حدیث غیبت پر سخت تر وعید ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى) ۔(النجم:3)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب في الغيبة، جلد 4، ص 420، رقم 4877 سنن ترمذی، باب ماجاء في متقه اواني الحوض، جلد 4، ص 660، رقم 2503 مسند امام احمد بن حنبل، حديث السيدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 206، رقم 25749 السنن الكبرى للبيهقي، باب من عفه غيره بحدا ونفي لسبب ردت شهادته، جلد 20، ص 247، رقم 21677)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ جناب عائشہ نے بالشت دکھا کر فرمایا کہ صفیہ اتنی بڑی ہیں یعنی میرے بالشت کی برابر یہ عرض و معروض حضرت صفیہ بنت حیی کے پس پشت ہوئی اس لیے اسے غیبت کہا گیا۔ معلوم ہوا کہ غیبت اشارہ سے بھی ہو جاتی ہے۔

یعنی بظاہر یہ بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اگر اس رنگت کو پڑیا کی شکل دے دی جاوے اور اسے سمندر میں گھول دیا جاوے تو سارے سمندر کو رنگین کر دے تو یہ تمہارے دل کو یقیناً گدلا کر دے گی تمہارے نیک اعمال کا رنگ بھی بگاڑ دے گی، اس سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام گناہوں سے معصوم نہیں، معصوم یا فرشتے ہیں یا حضرات انبیاء کرام، یہ حضرات عادل ہیں کہ گناہ پر جمتے نہیں توبہ کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیبت حق العبد جب ہے جب کہ اس کی خبر اس کو پہنچ جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ ہے کہ توبہ سے معاف ہو جاتی ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب صفیہ سے معافی مانگنے کا حکم نہ دیا کیونکہ حضرت صفیہ کو اس کی خبر نہ ہوئی لہذا یہ حق اللہ رہی۔ (مرآۃ المناجیح، ج٦ ص٦٨٦)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ

الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(پ26، الحجرات:11)

درسِ ہدایت: قرآن کریم کی ان چمکتی ہوئی آیتوں کو بغور پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ اس زمانے میں جو ایک فاسقانہ اور سراسر مجرمانہ رواج نکل پڑا ہے کہ سید و شیخ اور پٹھان کہلانے والوں کا یہ دستور بن گیا ہے کہ وہ دُھنیا، جولاہا، کنجڑا، قصائی، نائی کہہ کر مخلص و متقی مسلمانوں کا مذاق بنایا کرتے ہیں بلکہ ان قوموں کے عالموں کو محض ان کی قومیت کی بناء پر ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق بنا کر ہنستے ہنساتے ہیں۔ جہال تو جہال بڑے بڑے عالموں اور پیرانِ طریقت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ وہ بھی یہی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ جو لوگ برسوں ان قوموں کے عالموں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے خود عالم اور شیخ طریقت بنے ہیں مگر پھر بھی محضِ قومیت کی بناء پر اپنے استادوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کا تمسخر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے نسب و ذات پر فخر کر کے دوسروں کی ذلت و حقارت کا چرچا کرتے رہتے ہیں۔ للہ بتایئے کہ قرآن مجید کی روشنی میں ایسے لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں؟

ملاحظہ فرمایئے کہ قرآنِ مجید نے مندرجہ ذیل احکام اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اُڑائے۔ ہو سکتا ہے کہ جن کا مذاق اُڑا رہے ہیں وہ مذاق اُڑانے والوں سے دنیا و آخرت میں بہتر ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ایک دوسرے پر طعنہ زنی کریں۔

(۳) مسلمانوں پر حرام ہے کہ ایک دوسرے کے لئے برے برے نام رکھیں۔

(۴) جو ایسا کرے وہ مسلمان ہو کر فاسق ہے۔

(۵) اور جو اپنی ان حرکتوں سے توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ گار مسلمان اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو توبہ کے بعد اس کو اس گناہ سے عار دلانا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کتا، گدھا، سور کہہ دینا بھی ممنوع ہے یا کسی مسلمان کو ایسے نام یا لقب سے یاد کرنا جس میں اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو یا اس کو ناگوار ہوتا ہو یہ ساری صورتیں بھی اسی ممانعت میں داخل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص۹۳۰، پ۲۶، الحجرات:۱۱)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق بناؤں تو مجھے ڈر لگتا

ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے کتا نہ بنادے۔ (تفسیر صاوی، ج۵، ص ۱۹۹۴، پ ۲۶، الحجرات: ۱۱)

(1531) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَّخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ!". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج پر بلایا گیا تو میرا ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا ان کے ناخن تانبے کے تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے تھے۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الغیبة، جلد 4، ص 420، رقم 4880 الاداب للبیهقی، باب ترك الغیبة و تتبع عورات المسلمین، جلد 1، ص 67، رقم 118 اطراف المسند المعلی، من اسمه راشد بن سعد المقرائی، جلد 1، ص 391، رقم 570، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، جلد 3، ص 224، رقم 13364 مسند الشامیین للطبرانی، احادیث صفوان عن عبدالرحمن بن جبیر بن نفیرة، جلد 2، ص 68، رقم 932)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں معراج سے مراد جسمانی بیداری کی معراج مراد ہے جو نبوت کے گیارہویں سال ستائیسویں رجب سوموار کی رات ہوئی۔ منامی یعنی خواب کی معراجیں حضور کو قریباً تیس ہوئی ہیں، نماز کی فرضیت اس جسمانی معراج میں ہوئی۔

اس طرح کہ ان پر خارش کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا اور ناخن تانبے کے دہاردار اور نوکیلے تھے ان سے سینہ چہرہ کھجلاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے۔ خدا کی پناہ! یہ عذاب سخت عذاب ہے یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے دیکھا۔

یعنی یہ لوگ مسلمانوں کی غیبت کرتے تھے ان کی آبرو ریزی کرتے تھے، یہ کام عورتیں زیادہ کرتی ہیں انہیں اس سے عبرت لینی چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۷۳)

(1532) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان خون، عزت، اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت

یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہو جاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلا دے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔ (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں۔ (مرقات)

یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے، کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۵۸۹)

112-بَابُ تَحْرِيْمِ سَمَاعِ الْغِيْبَةِ وَاَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِيْبَةً مُّحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْاِنْكَارِ عَلٰى قَائِلِهَا فَاِنْ عَجَزَ اَوْلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ اِنْ اَمْكَنَهٗ

غیبت کا سننا حرام ہے اور جو حرام غیبت نے اس کو حکم ہے کہ وہ غیبت کرنے والے کا جواب دے یا اس کا دوسرے بولنے والے پر انکار کردے اگر عاجز ہو اور وہ نہ مانے تو مجلس سے اٹھ جائے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ) (القصص: 55)،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ) (المؤمنون: 3)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

شرح اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے کہ یعنی ان میں سے ہر ایک سے اس کے استعمال کے بارے میں سوال ہوگا، چنانچہ دل سے پوچھا جائے گا کہ اس کے ذریعے کیا سوچا گیا اور پھر کیا اعتقاد رکھا گیا جبکہ آنکھ اور کان سے پوچھا جائے گا تمہارے ذریعے کیا دیکھا اور کیا سنا گیا۔ (تفسیر قرطبی ج ۲۰، ص ۱۳۹)

جبکہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ، یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ آدمی کے دل کے افعال پر بھی اس کی پکڑ ہوگی مثلاً کسی گناہ کا پختہ ارادہ کر لینا۔۔ یا۔۔ دل کا مختلف بیماریوں مثلاً کینہ، حسد اور خود پسندی وغیرہ میں مبتلاء ہو جانا۔۔۔۔۔۔ ہاں علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ دل میں کسی گناہ کے بارے میں محض سوچنے پر پکڑ نہ ہوگی جبکہ اس کے کرنے کا پختہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۵، ص ۹۷)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ) (الأنعام: 68).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(1533) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ، رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو آگ سے بچائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم، جلد 4، ص 327، رقم 1931 السنن الکبری للبیهقی، باب ما فی الشفاعة والذب عن عرض اخیه، جلد 8، ص 168، رقم 17129 مسند امام بن حنبل، بقیة حدیث أبي الدرداء رضی الله عنه، جلد 6، ص 449، رقم 27576 مسند الحارث، باب فیمن ردعن عرض، جلد 3، ص 409، رقم 870، مسند عبد بن حمید، مسند ابی الدرداء، صفحه 100، رقم الحدیث 206)

شرح حدیث: غیبت کی تعریف

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کا ذکر ان الفاظ میں کرو کہ اگر اس تک یہ بات پہنچے تو وہ اسے ناپسند کرے۔ خواہ تم

اس کے بدن یا خاندان کے عیب کا ذکر کرو یا اس کی فعلی، قولی، دینی یا دنیوی کوتاہی بیان کرو۔ یہاں تک کہ اس کے لباس، مکان اور جانور کا عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے۔

جان لو! غیبت کے سلسلے میں اشارۃً گفتگو کرنا اور سمجھنا صراحتاً گفتگو کرنے کی طرح ہے اور ایسی حرکت جس سے مقصود سمجھ میں آجائے اس میں اور صریح گفتگو کرنے میں کوئی فرق نہیں اور غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے ساتھ (گناہ میں) شریک ہوتا ہے، غیبت توجہ سے سننا اور غیبت کرنے والے کی بات پر اظہارِ تعجب بھی غیبت ہے، کیونکہ یہ بھی غیبت کرنے والے کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے، اللہ عزَّ وجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے، کہ وہ قیامت کے دن اس کی عزت کی حفاظت فرمائے گا۔ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصّمت وآداب اللّسان، باب ذب المسلم عن عرض أخیہ، الحدیث ۲۴۰، ج ۷، ص ۱۵۹)

(1534) وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ الْمَشْهُوْرِ الَّذِيْ تقدَّمَ فِيْ بَابِ الرَّجاءِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقَالَ: "أَيْنَ مالِكُ بنُ الدُّخْشُمِ؟" فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَلَا رَسُوْلَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ! وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَعِتْبان" بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ ضَمُّها وبعدها تاءٌ مثناة مِن فوق ثُمَّ باءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَ"الدُّخْشُم" بِضَمِّ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْخَاءِ وَضَمِّ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ.

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو ان کی لمبی مشہور حدیث میں ہے جو باب الرجاء میں گزر چکی کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: مالک بن دخشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تو دیکھتا نہیں کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ اور جو شخص لا الہ الا اللہ اللہ کی رضا کے لیے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور ''عتبان'' عین پر زیر کے ساتھ مشہور ہے اور اس پر پیش بھی پڑھی گئی ہے اور اس کے بعد تا مثناۃ اور باء موحدہ ہے۔ دُخْشُم: دال پر پیش، خا ساکن اور شین معجمہ پر بھی پیش کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری. باب ماجاء فی المتاولین. جلد 9. صفحہ 18. رقم 6938 صحیح مسلم. باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة بعذر. جلد 2. ص 126. رقم 1528 صحیح ابن خزیمه. باب الرخصة فی ترک العمیان الجماعة فی الامطار. جلد 3. ص 77. رقم 1653 المعجم الکبیر للطبرانی. من اسمه عتبان بن مالک الانصاری. جلد 18. ص 31. رقم 14762. السنن الکبرٰی

للبیہقی، باب لایقبل الجرح فیمن ثبتت عدالته، جلد 10، ص 124، رقم 20893)

شرح حدیث: کسی کو مسلمان کی غیبت یا بے عزتی سے روکنے کا ثواب

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کی عزت بچائی اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے اپنا عذاب دور فرمادے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (پ، 21، الروم: 47)

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب من الغیبۃ ... الخ، رقم ۳۷، ج ۳، ص ۳۳۴)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا کہ جس کے سامنے اس کے بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرسکتا ہو پھر اگر وہ اس کی مدد کرے تو اللہ عزوجل دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر اس نے اس کی مدد نہ کی تو اسے دنیا وآخرت میں اس کا گناہ ملے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب من الغیبۃ ... الخ، رقم ۴۰، ج ۳، ص ۳۳۴)

(1535) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ تَوْبَتِهِ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنِ مَالِكٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "عِطْفَاهُ": جَانِبَاهُ، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى اِعْجَابِهِ بِنَفْسِهِ.

حضرت کعب بن مالک ﷺ کی توبہ والے واقعہ کی لمبی حدیث توبہ کے باب میں گزر چکی اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا تو بنوسلمہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کو اس کی عمدہ چادروں اور اپنے کندھوں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے۔ تو حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے اس کو کہا تو نے بہت بری بات کی ہے۔ اللہ کی قسم یارسول اللہ اس کے بارے ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے' تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہوگئے۔ (متفق علیہ) عطفاہ: دونوں پہلو اپنے آپ میں غرور کی طرف اشارہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب، جلد 5، ص 31، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، صفحہ 38، رقم 24152 صحیح مسلم، باب مداراۃ من یتقی فحشہ، جلد 4، صفحہ 21، رقم الحدیث 6761 سنن الکبریٰ للبیہقی، باب من خرق اعراض الناس لیفالھم أموالھم، جلد 10، ص 245، رقم

20939سنن ابو داؤد، باب فی حسن العشرۃ، جلد2، صفحہ 666، رقم 4792)

شرح حدیث: غیبت کا بدلہ

جب سنے کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرتا ہے تو دل میں خوش ہو کہ کوئی دوسرا اسکے گناہوں کا بوجھ اٹھا رہا ہے (کیونکہ غیبت کرنے والے کے سر پر اسکے گناہوں کا بوجھ بقدر غیبت ڈالا جاتا ہے جسکی اس نے غیبت کی)۔

اور خوش ہو کہ اسکی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں آ رہی ہیں البتہ ایک احتیاط یہ کرے کہ یہ نیت دل ہی میں کرے زبان کے ذریعے اسکا اظہار کرنا بہتر نہیں۔

حدیث پاک میں ہے: بندے کا حساب ہوگا تو کسی آفت کے آجانے سے تمام اعمال بے کار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ شخص جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اسکے نیک اعمال کا دفتر کھولا جائے گا جس سے اسکے لئے جنت واجب ہو جائے گی وہ تعجب کریگا اور کہے گا کہ اے پروردگار یہ نیک اعمال تو میں نے کبھی نہیں کئے، تو جواب دیا جائے گا کہ یہ اعمال ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی، تجھے اذیت پہنچائی اور تجھ پر ظلم کیا (الفردوس بماثور الخطاب، ج اول، ص ۱۹۷، حدیث، ۷۴۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بندہ قیامت کے دن ایسے اعمال لے کر آئے گا جو پہاڑوں کے برابر ہونگے اور اگر ان نیک اعمال کا ثواب اسی کو ملے تو داخل جنت ہو جائے لیکن اسنے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ ہر ایک کو اسکے نیک اعمال میں سے بقدر ظلم حصہ دے دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو فرشتے کہیں گے کہ اسکی نیکیاں تو ختم ہو گئیں لیکن مطالبہ کرنے والے ابھی باقی ہیں اسپر رب کائنات ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دو اور پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔ (حلیۃ الاولیاء، ج اول، ص ۱۷۸، ترجمہ ۲۹)

113-بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغِيْبَةِ

اِعْلَمْ اَنَّ الْغِيْبَةَ تُبَاحُ لِغَرَضٍ صَحِيْحٍ شَرْعِيٍّ لَا يُمْكِنُ الْوُصُوْلُ اِلَيْهِ اِلَّا بِهَا، وَهُوَ سِتَّةُ اَسْبَابٍ:

اَلْاَوَّلُ: التَّظَلُّمُ، فَيَجُوْزُ لِلْمَظْلُوْمِ اَنْ يَتَظَلَّمَ اِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهُ وِلَايَةٌ، اَوْ قُدْرَةٌ عَلٰى اِنْصَافِهِ مِنْ ظَالِمِهِ، فَيَقُوْلُ: ظَلَمَنِيْ فُلَانٌ بِكَذَا.

اَلثَّانِيْ: اَلْاِسْتِعَانَةُ عَلٰى تَغْيِيْرِ الْمُنْكَرِ، وَرَدِّ

غیبت کی بعض مباح صورتیں

امام نووی کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ غیبت شرعی نیک مقصد کی صورت میں جائز ہے جبکہ اس کے بغیر مقصد تک پہنچنا ممکن ہو۔

نمبر 1- ظلم کی شکایت مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ سلطان یا قاضی کے پاس جا کر ظلم کی شکایت کرے جس کے پاس انصاف دلانے کے لیے قوت ہے ان کے پاس شکایت لانا جائز ہے۔ پس کہے کہ مجھ پر فلاں نے اس طرح ظلم کیا ہے۔

نمبر 2- برائی تبدیل کرنے پر اور غلط کار کو درستگی

الْعَاصِیْ إِلَى الصَّوَابِ، فَيَقُوْلُ لِمَنْ يَرْجُوْ قُدْرَتَهُ عَلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ: فُلَانٌ يَعْمَلُ كَذَا، فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ ويكونُ مَقْصُوْدُهُ التَّوَصُّلُ إِلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ يَقْصِدْ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا.

کی طرف لانے کے لیے مدد حاصل کرنا جس سے امید ہو کہ وہ برائی زائل کرنے پر قادر ہے۔ اس سے کہے کہ فلاں اس طرح کرتا ہے تو اس کو جھڑکیے اور اس طرح کے الفاظ کہے اور اس کا مقصد برائی کو زائل کرنا ہو اگر یہ ارادہ نہ ہو تو حرام ہے۔

الثَّالِثُ: اَلْاِسْتِفْتَاءُ، فيقُوْلُ لِلْمُفْتِيْ: ظَلَمَنِيْ أَبِيْ أَوْ أَخِيْ، أَوْ زَوْجِيْ، أَوْ فُلَانٌ بِكَذَا فَهَلْ لَهُ ذٰلِكَ؟ وَمَا طَرِيْقِيْ فِي الْخَلَاصِ مِنْهُ، وتَحْصِيْلِ حَقِّيْ، وَدَفْعِ الظُّلْمِ؟ وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَهٰذَا جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ، وَلٰكِنَّ الْأَحْوَطَ وَالْأَفْضَلَ أَنْ يَقُوْلَ: مَا تقولُ فِيْ رَجُلٍ أَوْ شَخْصٍ، أَوْ زَوْجٍ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ كذا؟ فَإِنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ، وَمَعَ ذٰلِكَ، فَالتَّعْيِيْنُ جَائِزٌ كَمَا سَنَذْكُرُهُ فِيْ حَدِيْثِ هِنْدٍ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

نمبر 3- فتویٰ طلب کرے اور مفتی سے کہے میرے باپ میرے بھائی یا میرے شوہر یا فلاں نے مجھ پر اس طرح ظلم کیا ہے۔ کیا یہ اس کے لیے جائز ہے۔ اس سے خلاصی کی صورت کیا ہے۔ اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم دور کرنے کا کیا طریقہ ہے وغیرہ تو یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ اور زیادہ احتیاط اور فضیلت کی بات ہے وہ یہ کہے کہ فلاں آدمی انسان یا شوہر کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے ایسا کیا؟ تو اگر اس کے ساتھ مقصد پورا ہوتا ہے تو اس کے باوجود تعیین جائز ہے۔ جیسا کہ ہم حضرت ہند کی حدیث ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

الرَّابِعُ: تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِيْحَتُهُمْ، وذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهٍ:

مِنْهَا جَرْحُ الْمَجْرُوْحِيْنَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُوْدِ وذلك جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ، بَلْ وَاجِبٌ لِلْحَاجَةِ.

نمبر 4- مسلمانوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے اور ان کی خیر خواہی کے لیے اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک تو یہ ہے کہ قابل جرح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا۔ اور یہ باجماع امت مسلمہ جائز ہے بلکہ ضرورت کی بنا پر واجب ہے۔

وَمِنْهَا: الْمُشَاوَرَةُ فِيْ مُصَاهَرَةِ إِنْسَانٍ أَوْ مُشَارَكَتِهِ، أَوْ إِيْدَاعِهِ، أَوْ مُعَامَلَتِهِ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، أَوْ مُجَاوَرَتِهِ، ويجبُ عَلَى الْمُشَاوَرِ أَنْ لَا يُخْفِيَ حَالَهُ، بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِئَ الَّتِيْ فِيْهِ بِنِيَّةِ النَّصِيْحَةِ.

اور ایک یہ ہے کہ کسی انسان سے رشتہ داری قائم کرنے کا حصہ دار بنانے اس کے پاس امانت رکھنے تعلق قائم کرنے یا پڑوسی بنانے کے بارے میں دوسرے سے مشورہ کرے۔ تو مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ اس کا حال نہ چھپائے بلکہ واضح کرکے بتا دے جو

خامیاں اس میں موجود ہوں نیت خیر خواہی کی رکھے۔

ومنها: إِذَا رَأَى مُتَفَقِّهًا يَتَرَدَّدُ إِلَى مُبْتَدِعٍ، أَوْ فَاسِقٍ يَأْخُذُ عَنْهُ الْعِلْمَ، وَخَافَ أَنْ يَتَضَرَّرَ الْمُتَفَقِّهُ بِذَلِكَ، فَعَلَيْهِ نَصِيحَتُهُ بِبَيَانِ حَالِهِ، بِشَرْطِ أَنْ يَقْصِدَ النَّصِيحَةَ، وَهٰذَا مِمَّا يُغْلَطُ فِيهِ. وَقَدْ يَحْمِلُ الْمُتَكَلِّمَ بِذَلِكَ الْحَسَدُ، وَيُلَبِّسُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ ذَلِكَ، وَيُخَيِّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ نَصِيحَةٌ فَلْيُتَفَطَّنْ لِذَلِكَ.

اور ایک یہ ہے کہ طالب علم کو کسی بدعتی یا فاسق کے پاس طلب علم کے لیے آتا جاتا دیکھئے اور خطرہ ہو کہ طالب علم اس کی وجہ سے نقصان میں پہنچ جائے گا۔ اس پر اس طالب علم کی خیر خواہی کرنا اس کا حال بیان کرنا لازم ہے۔ بشرطیکہ نیت خیر خواہی کی ہو۔ اس میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے کیونکہ کبھی بات کرنے والے کو حسد اس پر برانگختہ کرتا ہے۔ اور شیطان اس کو الجھاؤ میں ڈال دیتا ہے اور اسے اس کی طرف خیال دلاتا ہے کہ یہ خیر خواہی ہے تو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

وَمِنْهَا: أَنْ يَكُونَ لَهُ وِلَايَةٌ لَا يَقُومُ بِهَا عَلَى وَجْهِهَا: إِمَّا بِأَنْ لَا يَكُونَ صَالِحًا لَهَا، وَإِمَّا بِأَنْ يَكُونَ فَاسِقًا، أَوْ مُغَفَّلًا، وَنَحْوَ ذٰلِكَ فَيَجِبُ ذِكْرُ ذٰلِكَ لِمَنْ لَهُ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ لِيُزِيلَهُ، وَيُوَلِّيَ مَنْ يَصْلُحُ، أَوْ يَعْلَمَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِيُعَامِلَهُ بِمُقْتَضَى حَالِهِ، وَلَا يَغْتَرَّ بِهِ، وَأَنْ يَسْعَى فِي أَنْ يَحُثَّهُ عَلَى الاسْتِقَامَةِ أَوْ يَسْتَبْدِلَ بِهِ.

اور ایک یہ ہے کہ صاحب منصب ہو اور ذمہ داری پوری نہ کرتا ہو۔ خواہ اس میں اہلیت ہی نہ ہو اور خواہ اس کے فاسق یا لاپرواہ ہونے کی وجہ سے ہو تو بڑے عہدہ والے کو اس کے متعلق بتانا لازم ہے کہ اس کا ازالہ کرے اور اہل صلاحیت کو مقرر کرے یا یہ کہ اس کو علم ہوتا کہ اس کے حسب حال اس سے معاملہ کرے تا کہ وہ دھوکہ میں نہ رہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے یا اس کو تبدیل کر دے۔

اَلْخَامِسُ: أَنْ يَكُونَ مُجَاهِرًا بِفِسْقِهِ أَوْ بِدْعَتِهِ كَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ، وَأَخْذِ الْمَكْسِ، وَجِبَايَةِ الْأَمْوَالِ ظُلْمًا، وَتَوَلِّي الْأُمُورِ الْبَاطِلَةِ، فَيَجُوزُ ذِكْرُهُ بِمَا يُجَاهِرُ بِهِ، وَيَحْرُمُ ذِكْرُهُ بِغَيْرِهِ مِنَ الْعُيُوبِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ لِجَوَازِهِ سَبَبٌ آخَرُ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ.

نمبر 5- سرعام فسق و بدعت کا اظہار کرتا ہو جیسا کہ شراب پینا لوگوں پر ظلم کرنا تاوان لینا یا ظلماً مال لینا اور دیگر باطل کام کرتا ہو تو اس کے علانیہ گناہوں کا ذکر جائز ہے۔ لیکن محض گناہوں کا ذکر جائز نہیں۔ ہاں سابقہ اسباب جواز میں سے کوئی سبب اس کی اجازت سے ہو تو الگ بات ہے۔

اَلسَّادِسُ: التَّعْرِيفُ، فَإِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ

نمبر 6- اب کوئی کسی لقب وغیرہ سے مشہور ہو تو

مَعْرُوْفًا بِلَقَبٍ، كَالْاَعْمَشِ، وَالْاَعْرَجِ وَالْاَصَمِّ وَالْاَعْمٰى، وَالْاَحْوَلِ، وَغَيْرِهِمْ جَازَ تَعْرِيْفُهُمْ بِذٰلِكَ، وَيَحْرُمُ اِطْلَاقُهُ عَلٰى جِهَةِ التَّنْقِيْصِ، وَلَوْ اَمْكَنَ تَعْرِيْفُهُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ اَوْلٰى. فَهٰذِهٖ سِتَّةُ اَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَاءُ وَاَكْثَرُهَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَدَلَائِلُهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَشْهُوْرَةٌ. فَمِنْ ذٰلِكَ:

پہچان کروانے کے لیے جیسے اعمش اعرج اصم اعمیٰ احول وغیرہ تو پہچان کروانے کے لیے ان الفاظ سے ذکر کرنا جائز ہے اور نقص ظاہر کرنے کی نسبت سے ان کا اطلاق جائز نہیں۔ اور اگر کسی اور طریقہ سے پہچان آسان ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے تو یہ چھ سبب ہیں علماء نے ان کو ذکر کیا ہے اکثر پر اجماع منعقد ہے۔ اس کے دلائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

شرح: کب غیبت کی رُخصت ہے؟

غیبت کرنے کی اجازت اس وقت ہے جب شرعی طور پر کوئی صحیح مقصد ہو، اور یہ چھ صورتیں ہیں:

(۱) ظالم کی شکایت کرنا: جس طرح کوئی شخص قاضی کے سامنے کسی کے رِشوت لینے یا ظلم وغیرہ کرنے کی شکایت کرے، یہ جائز ہے۔

(۲) مدد طلب کرنا: یعنی برائی کو بدلنے اور گناہگار کو اِصلاح کی طرف لوٹانے کے لئے مدد طلب کرنا۔

(۳) فتوی کے لئے: اس کی صورت یہ ہے، کہ وہ اِس طرح کہے: میرے باپ یا بھائی پر اس معاملہ میں ظلم کیا گیا، اس سے بچنا کیسے ممکن ہے؟ لیکن اس معاملہ میں اشارۃً کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۴) مسلمانوں کو برائی سے بچانا: حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ مِنْ مُسَاوِيْهِ يَحْذَرْهُ النَّاسُ۔

ترجمہ: فاجر کی برائیاں بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۳۶۱، الجارود بن یزید ابوالضحاک النیسابوری، ج ۲، ص ۴۳۰)

(۵) عیب والے نام سے معروف ہونا: کوئی شخص اپنے کسی عیب کے ساتھ معروف ہو جیسے لنگڑا، اندھا تو اس صورت میں اسے اس نام سے پکارنے میں غیبت نہیں۔

(۶) اعلانیہ فسق کا مرتکب ہونا: جو شخص اعلانیہ فسق کا مرتکب ہو جیسے ہیجڑا، شراب کی مجلس قائم کرنے والا اور اعلانیہ شراب پینے والا۔ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ اَلْقٰى جِلْبَابَ الْحَيَاءِ عَنْ وَّجْهِهٖ فَلَا غِيْبَةَ لَهٗ۔

ترجمہ: جو شخص اپنے چہرے سے حیا کی چادر اتار دے اس کی غیبت نہیں ہوتی۔

(مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ذکر الحیاء وما جاء فیہ، الحدیث ۱۰۲، ص ۸۷-۸۸، بدون: عن وجہہ)

(1536) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "ائْذَنُوا لَهُ، بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. احتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِي جَوَازِ غِيْبَةِ أَهْلِ الْفَسَادِ وَأَهْلِ الرِّيَبِ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو یہ خاندان کا برا آدمی ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث سے امام بخاری نے شرارتی اور مشتبہ لوگوں کی غیبت کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب، جلد 5، ص 31، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، صفحه 38، رقم 24152 صحیح مسلم، باب مداراة من یتقی فحشه، جلد 4، صفحه 21، رقم الحدیث 6761 سنن الکبری للبیهقی، باب من خرق اعراض الناس لینالهم أموالهم، جلد 10، ص 245، رقم 20939 سنن ابوداؤد، باب فی حسن العشرة، جلد 2، صفحه 666، رقم 4792)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لغۃً غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہوگیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی، حرب ابن قیس نے عرض کیا خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۸۹)

(1537) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا خیال نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو کچھ بھی

مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. قَالَ: قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ.

سمجھتے ہوں۔ (بخاری) لیث بن سعد راوی حدیث کہتے ہیں کہ یہ دونوں آدمی منافقین میں سے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یجوز من الظن، جلد 5، صفحه 48، رقم 5720 جامع الاحادیث للجزری، حرف المیم، جلد 18، صفحه 420، رقم 19783 جامع الکبیر للسیوطی، حرف المیم، جلد 3، صفحه 76، رقم 10486 کنز العمال للمتقی، فصل فی صفات المنافقین، جلد 1، ص 301، رقم 859)

شرح حدیث: بدمذہبوں سے حدیث و آیت نہ سنی

حضرتِ علامہ امام ابوبکر محمد ابنِ سیرین علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِین کی خدمت میں دو بدعقیدہ آدمی حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے ابوبکر! ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں۔ فرمایا: میں نہیں سنوں گا۔ دونوں نے کہا: اچھا چلئے قرانِ کریم کی ایک آیت ہی سن لیجئے۔ فرمایا: نہیں سنوں گا، تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں اُٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ آخر وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے (حیرت سے) عرض کی: اے ابوبکر! آپ اگر ان سے حدیثِ پاک یا آیتِ قرانی سن لیتے تو اس میں آخر کیا حرج تھا؟ فرمایا: مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قران و حدیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے (تو ہلاک ہو جاؤں اس لیے میں نے ان سے قران و حدیث سننا گوارا نہ کیا)۔

(سُنَنِ دارمی ج ۱ ص ۱۲۰ رقم ۳۹۷، فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۰۶)

بدعقیدہ شخص کی غیبت

اِس حکایت میں مشہور تابعی بُزُرگ امامُ الْمُعَبِّرِین حضرت سیِّدُنا امام ابوبکر محمد ابنِ سیرین علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِین نے دو شخصوں کے بارے میں یہ جو فرمایا ہے کہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قران و حدیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں یہ بظاہر بدگمانی و غیبت ہے مگر یہ جائز بدگمانی و غیبت ہے بلکہ ایسی غیبت باعثِ ثوابِ آخرت ہوتی ہے کیوں کہ وہ دونوں بد عقیدہ تھے لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کی بدعقیدگی کا لوگوں پر اظہار فرما دیا۔ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 312 صَفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحہ 175 تا 176 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: بدعقیدہ لوگوں کا ضَرر (یعنی نقصان) فاسق کے ضَرر سے بہُت زائد ہے، فاسق سے جو ضَرر (یعنی نقصان) پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے۔ فاسق سے اکثر دنیا کا ضَرر (نقصان) ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین و ایمان کی بربادی کا ضَرر (نقصان) ہے اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لیے نماز روزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے ہیں، تا کہ ان کا وقار لوگوں میں قائم ہو پھر جو گمراہی کی بات کریں گے ان کا پورا اثر ہو گا، لہٰذا ایسوں کی بدمذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے اس

کے بیان کرنے میں ہرگز دریغ نہ کریں۔ (بہارِ شریعت)

منحوس بدمذہبوں کی بات سننی ہی نہیں ہے

مذکورہ حکایت سے ان لوگوں کو بھی درس حاصل کرنا چاہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی بھی قرآن وحدیث بیان کرے آنکھیں بند کر کے اُس سے سُن لینا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کے جلیل القدر امام حضرت سیّدُنا امام ابوبکر محمد ابن سیرین علیہ رَحمۃُ اللہِ المُبین جیسے عظیم عالمِ دین نے اُن بدعقیدہ آدمیوں سے قرآن وحدیث کو کیوں نہیں سنا! بس یوں سمجھو کہ انہوں نے نہ سُن کر گویا ہم جیسوں کو سمجھایا ہے کہ میں بھی نہیں سنتا تم بھی مت سنو! حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عربی دان اور جلیل القدر عالم ومُجتہد تھے، اگر وہ بدعقیدہ لوگ تاویل کرتے تو پکڑے بھی جاتے مگر ان منحوس بدمذہبوں سے سننا ہی نہیں ہے کہ شیطان کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سن لیتے تو دوسروں کے لئے دلیل ہو جاتی اور وہ سُن کر گمراہ ہوتے۔ اور ہاں آپ نے ان کو جو چلے جانے کا حکم فرمایا وہ کوئی بداَخلاقی نہیں تھی بلکہ ایسا کرنا عین حُسنِ اَخلاق ہے۔ اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دشمنوں کی خاطر تواضُع نہیں کی جاسکتی۔

بدمذہبی کی بُو

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمَّل) صَفْحہ 302 پر ہے: حضرتِ عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟ امیرُ المُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خادم سے ارشاد فرمایا: اسے ہمراہ لے آؤ۔ وہ آیا (تو) اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زَبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔ (کنزُ العُمّال ج۱۰ص۱۱۷، رقم ۲۹۳۸۳)

(1538) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمَّا مُعَاوِيَةُ، فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهُ، وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ، فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِّلنِّسَاءِ" وَهُوَ تَفْسِيْرٌ لِرِوَايَةِ: "لَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ" وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ: كَثِيْرُ الْاَسْفَارِ.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئی اور میں نے عرض کی: مجھے ابوالجہم اور معاویہ نے پیغامِ نکاح دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاویہ تو غریب آدمی ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں۔ اور رہے ابوالجہم تو وہ اپنا عصا کندھے سے نیچے نہیں رکھتا۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالجہم تو عورتوں کو بہت مارنے والا ہے۔ عصا کندھے سے نیچے نہ رکھنے سے بھی یہی مراد ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے زیادہ سفر کرنے والا

بھی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن النسائی، باب التعدیل والجرح عند المسألة، جلد 3، ص 495، رقم 6032 صحیح مسلم، باب المطلقة ثلاثاً لانفقة لها، جلد 4، صفحہ 195، رقم 3770 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب اعتبار الیسار فی الکفاءة، جلد 7، صفحہ 135، رقم 14148 المنتقٰی لابن الجارود، باب العدد، صفحہ 191، رقم 760 الموطا امام مالک، باب ماجاء فی نفقة المطلقة، جلد 2، صفحہ 580، رقم 1210)

شرح حدیث: یہ غیبت نہیں

ملازم رکھنا ہو، کسی کے یہاں ملازمت کرنی ہو، تجارت وغیرہ میں شراکت دار (PARTNER) بننا ہو، مال اُدھار دینا ہو، کسی سے کرائے پر مکان لینا ہو، شادی کرنی ہو، کسی کے ساتھ سفر کرنا ہو وغیرہ وغیرہ ضروریات کے مواقع پر معلومات حاصل کرنے میں کوئی مُضایقہ نہیں بلکہ تحقیق کر لینی چاہیے تا کہ دھوکہ نہ کھانا پڑے۔ نیز جس سے مشورہ لیا گیا وہ امینہے اُس کیلئے واجب ہے کہ صحیح مشورہ دے یعنی اگر وہ اُس کی ایسی برائی جانتا ہے جس سے مشورہ طلب کرنے والے کو نقصان ہو سکتا ہے تو بتانا ضروری ہے

ہاں ایسی بُرائیاں ظاہر نہ کرے جس کی حاجت نہیں۔ بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحَہ 177 پر ہے: جس سے کسی بات کا مشورہ لیا گیا وہ اگر اُس شخص کا عیب و بُرائی ظاہر کرے جس کے مُتعلِّق مشورہ (لیا گیا) ہے، یہ غیبت نہیں۔ حدیث میں ہے: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ لہٰذا اس کی بُرائی ظاہر نہ کرنا خیانت ہے، مَثَلًا کسی کے یہاں اپنا یا اپنی اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا چاہتا ہے، دوسرے سے اس کے مُتعلِّق تذکرہ کیا کہ میرا ارادہ ایسا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس شخص کو جو کچھ معلومات ہیں بیان کر دینا غیبت نہیں۔ اسی طرح کسی کے ساتھ تجارت وغیرہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے یا اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھنا چاہتا ہے یا کسی کے پڑوس میں سکونت (یعنی رہائش اختیار) کرنا چاہتا ہے اور اُس کے مُتعلِّق دوسرے سے مشورہ لیتا ہے یہ شخص (یعنی جس سے مشورہ لیا گیا وہ) اُس کی برائی بیان کرے (یہ) غیبت نہیں۔ (رَدُّالمحتار ج۹ ص ۶۷۵)

(1539) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنِ اُبَيّ: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا، وَقَالَ: لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ. فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے۔ اس میں لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ بھاگ جائیں۔ اور کہا اگر ہم مدینہ آئے تو جو عزت والا ہے وہ ضرور بے وقار کو نکال دے گا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ کو اس کی خبر دی۔

فَاَرْسَلَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ فَاجْتَهَدَ یَمِیْنَهٗ: مَا فَعَلَ. فَقَالُوْا: کَذَبَ زَیْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَصْدِیْقِیْ: (اِذَا جَآئَکَ الْمُنَافِقُوْنَ) ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

آپ نے عبداللہ بن ابی کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے قسمیں کھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کہا' لوگ کہنے لگے: زید نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا ہے۔ ان کی اس بات سے میرے دل میں سخت افسوس ہوا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں آیت نازل فرمائی۔ ''جس وقت آپ کے پاس منافق آئیں''۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا تا کہ ان کے لیے استغفار کریں۔ تو انہوں نے اپنے سر پھیر لیے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التفسیر سورۃ المنافقون، جلد 4، صفحہ 186، رقم 4622 صحیح مسلم، باب صفات المنافقین و احکامھم، جلد 8، صفحہ 119، رقم 7200 المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ المنافقین، جلد 2، صفحہ 531، رقم 3812 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم جلد 4، صفحہ 368، رقم 19304 مسند البزار، مسند زید بن ارقم، جلد 2، صفحہ 132، رقم 4306)

شرح حدیث: بیٹے کی تلوار باپ کا سر

۵ ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوگئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دو فریق ہو گئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہو جائے مگر بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرا دی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی اس وقت کے منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمھارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو ابھی سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خدا عزوجل کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوعمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے یہ سنکر تاب نہ لا سکے کہنے لگے خدا عزوجل کی قسم! تو ذلیل ہے، تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمن عزوجل کی طرف سے بھی عزت دیے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبداللہ بن ابی نے کہا اچھا چپکا رہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑا دی جائے مگر حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہوکر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ نقل کر دیا ہے۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے کہ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمالیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زید کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۠O

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا راز کھل گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت موافق ومخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہوگیا عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا اور بڑے پکے مسلمان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں باپ کی کوئی عزت ومحبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہوکر اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہوسکا۔ (السیرۃ النبویۃ، جھجاہ وسنان وما کان من ابن اُبی، ج ۳، ص ۲۴۸ - ۲۴۹)

(1540) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدُ امْرَاَةُ اَبِيْ سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَّلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ؟ قَالَ: "خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ ابوسفیان کی بیوی حضرت ہند ﷞ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں' مجھ کو اتنا نہیں دیتا جو مجھ کو اور میری اولاد کو کافی ہو۔ سوائے اس مال کے جو میں خود لے لوں اور اس کو علم نہ ہو تو آپ نے فرمایا: اچھے طریقہ سے اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذالم الرجل فللمراۃ أن تاخذ بغیر علمہ، جلد 7، صفحہ 65، رقم 5364 صحیح مسلم، باب قضیۃ ھند، جلد 5، صفحہ 129، رقم 4574 السنن الکبری للبیھقی، باب رجوب النفقۃ للزوجہ، جلد 7، ص 466، رقم 16108 سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یاخذ حقہ فی تحت یدہ، جلد 3، ص 313، رقم 3534 سنن ابن ماجہ باب ما للمراۃ من مال زوجھا، جلد 2، صفحہ 769، رقم 2293)

114-بَابُ تَحْرِيْمِ النَّمِيْمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْاِفْسَادِ

چغلی کی حرمت اور یہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لیے بات آگے منتقل کرنا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ) (ن: 11)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(1541) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایکرہ من النمیمۃ، جلد 6، صفحہ 225، رقم 5709 صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ، جلد 1، صفحہ 70، رقم 303 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفۃ بن الیمان، جلد 5، ص 391، رقم 23373 مسند البزار، حدیث حذیفۃ بن الیمان، جلد 1، ص 441، رقم 2898 اخبار اصبھان، من اسمہ موسی، جلد 9، صفحہ 372، رقم 1886)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قتات وہ شخص ہے جو دو مخالفوں کی باتیں چھپ کر سنے اور پھر انہیں زیادہ لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائے اگر یہ شخص ایمان پر مرا تو جنت میں اولاً نہ جائے گا بعد میں جائے تو جائے، اگر کفر پر مرا تو کبھی وہاں نہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ جو دو طرفہ جھوٹی باتیں لگا کر صلح کرادے وہ نمام نہیں مصلح ہے، نمام وہ ہے جو لڑائی وفساد کے لیے یہ حرکات کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٥٨)

(1542) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ! بَلٰى

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور انہیں کسی

اِنَّهٗ كَبِيْرٌ: اَمَّا اَحَدُهُمَا، فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ.

بڑی بات پہ عذاب نہیں ہو رہا۔ کیوں نہیں وہ بڑی بات ہے ان میں سے ایک تو چغلی لے کر چلتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہ بچتا تھا۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کی روایات میں سے ایک کے الفاظ ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنٰى: "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ" اَيْ: كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا. وَقِيْلَ: كَبِيْرٌ تَرْكُهٗ عَلَيْهِمَا.

علماء نے کہا کہ فی کبیرٍ' ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے'' کا معنی ہے کہ ان کے گمان میں بڑا گناہ نہ تھا جس کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا ہوئے اور بعض نے کہا کہ کبیر کا معنی پر مشقت ہے کہ اس کو چھوڑنا ان کے لیے مشکل تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الکبائر أن لایستتر من بوله، جلد 1، صفحه 53، رقم 216صحیح مسلم، باب الدلیل علی نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه، جلد 1، صفحه 166، رقم 703سنن ترمذی، باب ماجاء فی التشدید فی البول جلد 1، صفحه 29، رقم 70المعجم الاوسط، من اسمه علی، جلد 4، صفحه 113، رقم الحدیث 3747سنن ابوداؤد، باب الاستبراء من البول، جلد 1، صفحه 9، رقم 20)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) حضور کی نگاہ کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔ (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہو رہا ہے۔ (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا ہو۔ (۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔ (٦) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا۔ اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو۔ (۷) اگر چہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مؤمن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔ (۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا

واجب۔ دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔(۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔(۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہوجاتا ہے۔(مرقاۃ)(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۳۲۲)

(1543) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيْمَةُ، اَلْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بتاؤں کہ عضہ کیا ہے یہ چغلی ہے لوگوں کے درمیان بات کرنا۔(مسلم)

"اَلْعَضْهُ": بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَاِسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَبِالْهَاءِ عَلٰى وَزْنِ الْوَجْهِ، وَرُوِيَ "اَلْعِضَةُ" بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلٰى وَزْنِ الْعِدَةِ، وَهِيَ: اَلْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ، وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْاُوْلٰى: اَلْعَضْهُ مَصْدَرٌ يُقَالُ: عَضَهَهُ عَضْهًا، اَيْ: رَمَاهُ بِالْعَضْهِ.

"اَلْعَضْهُ": عین مہملہ پر زبر، ضاد معجمہ پر سکون اور یاء کے ساتھ "وجہ" کے وزن پر ہے اور "اَلْعِضَةُ" بھی روایت کیا گیا ہے۔ عین پر زیر ضاد معجمہ پر زبر "عدۃ" کے وزن پر اس کا معنی جھوٹ اور بہتان ہے اور پہلی روایت کے مطابق عضہ مصدر ہے کہا جاتا ہے عضهه عضها یعنی اس کو تہمت لگائی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم النمیمة، جلد 4، صفحه 28، رقم 6802 مسند أبی یعلی، مسند عبدالله بن مسعود جلد 9، صفحه 245، رقم 5363 الاداب للبیهقی، باب فی ذم النمیمة التی فیها فساد ذات البین، صفحه 62، رقم 108، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، جلد 1، صفحه 437، رقم 4160 مسند ابن أبی شیبه، باب ماروا ه عبدالله بن مسعود، صفحه 635، رقم 379)

شرح حدیث: چغلی کھانا

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: غیر ثابت النسب (یعنی بغیر نکاح کے پیدا ہونے والا) راز کو نہیں چھپاتا۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص (راز کی) بات کو نہیں چھپاتا اور چغلی کھاتا ہے، تو یہ اس کے حرامی ہونے کی دلیل ہے، انہوں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: دُرُشت خُو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔(پ29، القلم:13)

زَنِیم سے مراد حرامی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍO

ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

(پ30، الھمزۃ:1)

هُمَزَةٍ سے مراد بہت زیادہ چغلی کھانے والا ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

حَمَّالَةَ الْحَطَبِO

ترجمۂ کنزالایمان: لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ (پ30، اللھب:4)

کہتے ہیں کہ وہ چغلی کھانے والی اور باتوں کو اِدھر اُدھر پہنچانے والی تھی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

ترجمۂ کنزالایمان: پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انھیں کچھ کام نہ آئے۔

(پ28، التحریم:10)

حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

قَتَّات سے مراد چغل خور ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیثِ مبارکہ وارد ہیں۔

چغلی کی تعریف

چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات ظاہر کرنا جس کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔ خواہ وہ ناپسند کرے جس سے سنی گئی یا جس کے بارے میں سنی گئی یا کوئی تیسرا آدمی ناپسند کرے۔ خواہ بول کر یا لکھ کر اس کا اظہار ہو یا اشارہ، کنایہ سے ہو۔

پس چغلی کی حقیقت پوشیدہ بات کو ظاہر کرنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے۔ (لباب الاحیاء ۲۴۴)

115۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَكَلَامِ النَّاسِ إِلَى وُلَاةِ الْأُمُوْرِ إِذَا لَمْ تَدْعُ إِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَّنَحْوِهٖ

لوگوں کی بات کو فساد وغیرہ کے خوف کے بغیر بلا وجہ حکام تک لے جانا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) (المائدۃ: 2).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

وَفِي الْبَابِ الْأَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

گزشتہ باب میں اس سے متعلق بعض احادیث ہیں۔

(1544) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا، فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے صحابہ میں سے کوئی دوسرے کے بارے بات نہ پہنچائے۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف صاف سینہ کے ساتھ نکلا کروں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی رفع الحدیث من المجلس، جلد 4، صفحہ 415، رقم 4862 سنن ترمذی باب فضل ازواج النبی ﷺ، جلد 5، صفحہ 710، رقم 3896 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 266، رقم 5388 مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 266، رقم 5388 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الغیبۃ و النمیمۃ، جلد 8، صفحہ 451، رقم 6222)

شرح حدیث: میرے صحابہ سے محبت کرو

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے۔ کیونکہ یہ ایسی عمارتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنانے اور پاک رکھنے کا حکم دیا اور ان میں برکت رکھی۔ پس یہ خیر و برکت والی جگہیں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی خیر و برکت میں ہیں۔ یہ پسندیدہ جگہیں ہیں اور ان میں رہنے والے بھی پسندیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی نمازوں میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ یہ مساجد میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

(المجروحین لابن حبان، الرقم 1271، ابومعمر، ج 2، ص 510، بتغیر)

مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے نور کے جوہر سے پیدا فرمایا، پس اس جوہر پر نظرِ کرم فرمائی اور مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا تو مجھے حیا سے پسینہ آ گیا اور پسینے کے چار قطرے گر پڑے۔ اے ابوبکر! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے پہلے قطرے سے تمہیں پیدا فرمایا، دوسرے سے عمر کو، تیسرے سے عثمان کو اور چوتھے سے علی کو پیدا فرمایا، اے ابوبکر! تیرا، عمر، عثمان اور علی کا نور میرے نور سے ہے۔

حضور سید الانبیاء والمرسلین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے میرے صحابۂ کرام کو تمام مخلوق پر فضیلت دی سوائے انبیاء و مرسلین کے، پھر میرے صحابہ میں سے چار کو فضیلت دی: ابوبکر، عمر، عثمان اور

علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (المجروحین لابن حبان، الرقم ۵۶۸ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث المصری، ج ۱، ص ۵۳۵)

116-باب ذَمِّ ذِي الْوَجْهَيْنِ

دورُخے آدمی کی مذمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا). (النساء: 108).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

(1545) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا، وَتَجِدُوْنَ خِيَارَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لَهٗ، وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو معادن میں پاؤ گے۔ جاہلیت میں ان کے اچھے اسلام میں بھی ان کے اچھے ہیں جب وہ سمجھدار بن جائیں تو لوگوں کے بہتر وہ ہیں جو حکومت والے کام کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور لوگوں میں سے برا آدمی وہ ہے جو دو چہروں والا ہے ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور اُن کے پاس دوسرے چہرہ سے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ خیال رہے کہ انسان کیلئے تقویٰ ذاتی شرافت وعزت ہے اسے حسب کہتے ہیں اور عالی خاندان عارضی عزت ہے اسے نسب کہتے ہیں مبارک ہے وہ جو حسب ونسب دونوں میں اعلیٰ ہو۔

معادن جمع ہے معدن کی بمعنی کان، قبیلہ کو معدن کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کی کان ہوتا ہے یعنی کیا تم مجھ سے عرب کے قبائل کے متعلق پوچھتے ہو کہ کونسا قبیلہ اشرف ہے۔

یعنی اسلام لانے سے اعلیٰ خاندانی آدمی کی شرافت گھٹ نہیں جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ عالم باعمل بھی ہوجاوے تو صرف خاندانی مسلمان سے افضل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو زمانہ کفر میں اپنی قوم میں اعلیٰ وافضل ہو وہ مسلمان ہوکر بھی اعلیٰ وافضل ہی رہے گا اسے نومسلم یا دیندار سمجھ کر ذلیل نہ سمجھا جاوے گا۔ اگر وہ عالم باعمل بھی ہوجاوے تو اس کی شرافت کو اور چار چاند لگ جاویں گے مثلاً آج کوئی بڑا عزت والا پادری یا پنڈت مسلمان ہوجاوے تو اسے نومسلم یا دیندار کہہ کر حقیر نہ جانو اس کی عزت واحترام باقی رکھو اور اگر وہ عالم ہوجاوے تو اس کا بہت احترام کرو یہاں فقہ سے مراد عالم

باعمل ہے، پھر بھی مطلب وہ ہی ہوا کہ شرافت علم وتقویٰ پر ہے غرضکہ حسب ونسب دونوں کی شرافت کا اجتماع رب کی رحمت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۴۲۳)

(1546) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ. قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت محمد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان کے لیے ایک بات کہتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر آ کر کہتے ہیں اس کے خلاف ہوتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد اقدس میں اس کو منافقت شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایکرہ من ثناء السلطان واذا خرج قال غیر ذلك، جلد 6، صفحه 2626، رقم 6756، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب مایکرہ من ثناء السلطان، جلد 8، صفحه 164، رقم 17104، الکفایة فی علم الراویة للخطیب، باب ذکر بعض احادیث من بین ما اسعبت فیه غیر الراوی، ص 221، رقم 197، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب السابع فی النفاق، جلد 11، صفحه 569، رقم 9184)

شرح حدیث: منافقت

منافقت یہ ہے کہ کوئی شخص آپس میں مخالف دو اشخاص میں سے ہر ایک کے پاس جائے اور ہر ایک سے اس کے موافق بات کرے، یہ عین نفاق ہے۔ چنانچہ حضرت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور سیّد المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو بروزِ قیامت اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی ذی الوجھین، الحدیث ۴۸۷۳، ص۱۵۸۱)

117-بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ

جھوٹ کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) (بنی اسرائیل: 36).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس کا تجھ کو علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(1547) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيْقًا. وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں صدیقین میں سے ہوجاتا ہے اور بلا شبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں کذاب (بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص سچ بولنے کا عادی ہوجاوے اللہ تعالیٰ اسے نیک کار بنادے گا اس کی عادت اچھے کام کرنے کی ہوجاوے گی، اس کی برکت سے وہ مرتے وقت تک نیک رہے گا برائیوں سے بچے گا۔

اور جو اللہ کے نزدیک صدیق ہوجاوے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے ہر قسم کا ثواب پاتا ہے اور دنیا بھی اسے سچا کہنے اچھا سمجھنے لگتی ہے، اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

اور جھوٹا آدمی آگے چل کر پکا فاسق و فاجر بن جاتا ہے جھوٹ ہزار ہا گناہوں تک پہنچادیتا ہے، تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے۔ سب سے پہلے جھوٹ شیطان نے بولا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پہلا تقیہ پہلا جھوٹ شیطان کا کام تھا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر یہ شخص ہر قسم کے گناہوں میں پھنس جاتا ہے اور قدرتی طور پر لوگوں کو اس کا اعتبار نہیں رہتا لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے جنہیں مسلم، بخاری، جامع صغیر وغیرہ نے روایت فرمایا وہ تمام الفاظ یہاں مرقات نے جمع فرمائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۶۵۹)

(1548) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ، كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِّفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی نشانی چار چیزیں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اور جب

كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهِ فِيْ "بَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ".

جھگڑا کرے تو گالیاں دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث کا بیان باب ایفائے عہد میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث کے ساتھ ہو چکا۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کردی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یا حضور فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرّا اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۴)

(1549) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ، كُلِّفَ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ، صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا خواب بیان کیا جو دیکھا نہ تھا اسے قیامت کے دن جو دیئے جائیں گے کہ ان کے درمیان گرہ لگائے اور وہ یہ نہ کر سکے گا۔ جس نے کسی قوم کی بات کی طرف کان لگایا حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا یا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جس نے کوئی صورت بنائی اس کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ نہ پھونک سکے گا۔ (بخاری)

"تَحَلَّمَ": اَيْ قَالَ اِنَّهُ حَلَمَ فِيْ نَوْمِهِ وَرَاٰى كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ كَاذِبٌ.

"تَحَلَّمَ" یعنی وہ کہے کہ میں نے خواب ایسا ایسا دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔

وَ"الْاٰنُكُ بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّوْنِ وَتَخْفِيْفِ الْكَافِ: وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ.

"الْاٰنُكُ" مد کے ساتھ نون پر پیش اور کاف مخفف کیساتھ۔ پگھلے ہوئے سیسہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کذب فی حلمه، جلد 6، صفحه 42، رقم 7042 الاداب للبیهقی، باب من تحلم کاذبا، صفحه 415، رقم 681 سنن النسائی، باب ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامة، جلد 8، ص 215، رقم 5359، مسند

امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، ص 216، رقم 1866، مشکوۃ المصابیح، باب التصاویر، جلد 2، صفحہ 519، رقم 4499)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ رب تعالٰی نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے کیونکہ مؤمن کی سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں ۴۶ حصہ ہے اور وحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالٰی پر جھوٹ باندھتا ہے اور وحی الٰہی جھوٹی گھڑتا ہے اس لیے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹ بڑا سخت جرم ہے، بعض لوگ تبلیغ کے بہانہ جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کردیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آرہی ہے فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ جَو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہیں بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لیے ہے۔

یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سنے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ گرم کرکے انڈیلا جاوے گا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، واقعی اسے قیامت میں یہ عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۴۰)

(1550) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَمَعْنَاهُ: يَقُوْلُ: رَأَيْتُ، فِيمَا لَمْ يَرَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ دکھلائے جو انہوں نے دیکھا نہیں۔ (بخاری) اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ نہیں دیکھا کہے میں نے دیکھا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کذب فی حلمہ، جلد 6، صفحہ 2582، رقم 6636، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 96، رقم 5711، مسند الشافعی، کتاب التعبیر، جلد 1، صفحہ 179، رقم 650، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، جلد 1، صفحہ 22، رقم الحدیث 18، مشکوۃ المصابیح، کتاب الرؤیا، جلد 2، صفحہ 547، رقم 4626)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آنکھوں سے مراد خواب کی آنکھیں ہیں جن سے بندہ خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے یعنی جھوٹی خواب گھڑ کر لوگوں کو سنائے، یہ جھوٹ دوسرے جھوٹوں سے بدتر اس لیے ہے کہ اس میں رب تعالٰی پر اور نبوت کے چھیالیسویں جزء پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ بدترین جھوٹے تین ہیں: ایک وہ جو کہ اپنا نسب بدلے، اپنے غیر کو باپ کی طرف

نسبت دے، دوسرا وہ جو جھوٹی خواب گھڑے، تیسرا وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے یعنی جھوٹی احادیث وضع کرے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۶۱)

(1551) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ: "هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا؟" فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: "اِنَّهٗ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقْ، وَاِنِّيْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَاِنَّا اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَاِذَا هُوَ يَهْوِيْ بِالصَّخْرَةِ لِرَاْسِهٖ، فَيَثْلَغُ رَاْسَهٗ، فَيَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَا هُنَا، فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَاْخُذُهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى! قَالَ: "قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِنْ حَدِيْدٍ، وَاِذَا هُوَ يَاْتِيْ اَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهٖ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، وَمِنْخَرَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ، فَمَا يَفْرَغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى قَالَ: "قُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ: "فَاِذَا فِيْهِ لَغَطٌ، وَاَصْوَاتٌ، فَاطَّلَعْنَا فِيْهِ فَاِذَا

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنے صحابہ سے اکثر پوچھا کرتے کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے تو کوئی آپ پر وہ کچھ بیان کرتا جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ کرے۔ آپ نے ایک دن فرمایا کہ گزشتہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا۔ چلو میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ہم ایک لیٹے ہوئے آدمی کے پاس آئے اور ایک دوسرا آدمی بڑا پتھر لے کر اس کے پاس کھڑا ہے۔ وہ اس پتھر کو اس کے سر پر مارتا ہے۔ اس کا سر کچلا جاتا ہے پس وہ پتھر دور لڑھک جاتا ہے۔ پھر جا کر پتھر اٹھالاتا ہے۔ اس کے لوٹ کر آنے سے پہلے سر جس طرح تھا اسی طرح درست ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر لوٹتا اور اسی طرح دوبارہ کرتا جس طرح پہلی بار کیا فرمایا کہ میں نے ان سے کہا سبحان اللہ (یہ مقام تعجب ہے) یہ دونوں کیا ہیں انہوں نے کہا چلو ہم چل پڑے پھر ایک آدمی کے پاس آئے جو سیدھا لیٹا ہوا ہے اور ایک اور شخص لوہے کی آر لے کر اس کے پاس کھڑا ہے وہ اس کے چہرہ کی ایک طرف سے ڈال کر اس کے جبڑے ناک آنکھ کو گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر دوسری جانب آتا ہے اور اس کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ جس طرح پہلی جانب کے ساتھ کیا۔ دوسری جانب سے فارغ ہونے سے پہلے پہلی جانب درست ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ تھی پھر اس پر لوٹ کر دوبارہ اسی طرح کرتا ہے جس طرح پہلی دفعہ کیا تھا۔ فرمایا: میں

فِيْهِ رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ، وَإِذَا هُمْ يَأْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِّنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَإِذَا أَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا. قُلْتُ: مَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا. فَأَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: "أَحْمَرُ مِثْلُ الدَّمِ، وَإِذَا فِي النَّهَرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَّسْبَحُ، وَإِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيْرَةً، وَإِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ، ثُمَّ يَأْتِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ، فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ، فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا، فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ، كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ، فَغَرَ لَهُ فَاهُ، فَأَلْقَمَهُ حَجَرًا، قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيْهِ الْمَرْآةِ، أَوْ كَأَكْرَهِ مَا أَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَّرْآىً، فَإِذَا هُوَ عِنْدَهُ نَارٌ يَّحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا. قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَا؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ، وَإِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا أَكَادُ أَرٰى رَأْسَهُ طُوْلًا فِي السَّمَاءِ، وَإِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ أَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَأَيْتُهُمْ قَطُّ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا إِلٰى دَوْحَةٍ عَظِيْمَةٍ لَمْ أَرَ دَوْحَةً قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا، وَلَا أَحْسَنَ! قَالَا لِيْ: اِرْقَ فِيْهَا، فَارْتَقَيْنَا فِيْهَا إِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَّلَبِنِ فِضَّةٍ، فَأَتَيْنَا بَابَ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا، فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ! وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ كَأَقْبَحِ

نے کہا سبحان اللہ (مقام تعجب ہے) یہ دونوں کیا ہیں۔ انہوں نے کہا چلو ہم پھر چل پڑے پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اچانک اس میں چیخیں شور والی آوازیں ہیں ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں اچانک ان کے پاس نیچے سے شعلہ آتا جب ان کے پاس شعلہ پہنچتا تو وہ چیختے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے مجھے کہا چلو چلو۔ ہم چل پڑے ہم ایک نہر پر آئے۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ نہر خون جیسی سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی ہے جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کیے ہیں۔ اور جب وہ تیرنے والا تیر کر اس کے پاس آتا ہے جس نے پتھر جمع کر رکھے ہیں اور اس کے پاس آ کر منہ کھولتا ہے تو وہ اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے وہ پھر جا کر تیرتا ہے پھر لوٹ کر آتا ہے جب بھی وہ اس کے پاس لوٹ کر آتا ہے اس کے لیے منہ کھولتا ہے۔ وہ اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے۔ میں نے کہا یہ دونوں کیا ہیں تو انہوں نے مجھے کہا چلو چلو۔ پھر ہم چل پڑے پھر ہم ایک انتہائی بدصورت چہرے والے آدمی کے پاس آئے جیسے تم کسی انتہائی بدصورت انسان کو دیکھو۔ دیکھا تو وہ آگ جلا رہا ہے اور اس کے اردگرد دوڑتے ہوئے چکر لگا رہا تھا میں نے ساتھیوں سے کہا یہ کیا منظر ہے؟ انہوں نے مجھے کہا: چلو چلو۔ پھر ہم ایک گھنے باغ میں آئے۔ اس میں بہار کے ہر قسم کے پھول ہیں اور اچانک باغ کے درمیان ایک لمبے قد کا آدمی ہے۔ قریب تھا کہ اس کی لمبائی کی

مَا أَنْتَ رَاءٍ! قَالَا لَهُمْ: اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ، وَإِذَا هُوَ نَهْرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِيْ كَأَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ، فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِيْهِ. ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ، فَصَارُوْا فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ: "قَالَا لِيْ: هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ، فَسَمَا بَصَرِيْ صُعُدًا، فَإِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ، قَالَا لِيْ: هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا، فَذَرَانِيْ فَأَدْخُلَهُ. قَالَا لِيْ: أَمَّا الْآنَ فَلَا، وَأَنْتَ دَاخِلُهُ. قُلْتُ لَهُمَا: فَإِنِّيْ رَأَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِيْ رَأَيْتُ؟ قَالَا لِيْ: أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ: أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِيْ أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفُضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ. وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلٰى قَفَاهُ، وَمِنْخَرُهُ إِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنُهُ إِلٰى قَفَاهُ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْا مِنْ بَيْتِهٖ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ. وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّوْرِ، فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِيْ، وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ، وَيلقم الْحِجَارَةَ، فَإِنَّهُ اٰكِلُ الرِّبَا، وَأَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْاٰةِ الَّذِيْ عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا، فَإِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ. وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِيْ فِي الرَّوْضَةِ، فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهُ، فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَّاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ: "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ

وجہ سے میں اس کا سر نہ دیکھوں اور اس آدمی کے گرد اتنے زیادہ بچے تھے جتنے کبھی میں نے نہ دیکھے ہوں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا چلو چلو۔ ہم چل پڑے پھر ہم ایک بڑے درخت کے پاس آئے اتنا بڑا درخت کہ میں نے اس سے بڑا اور زیادہ خوبصورت درخت کبھی نہ دیکھا دونوں نے مجھے کہا آپ اس پر چڑھو ہم اس پر چڑھے تو وہاں ایک شہر تھا جس کی تعمیر میں ایک اینٹ سونے اور ایک چاندی کی لگی ہے۔ ہم نے دروازے پر آکر دستک دی وہ کھولا گیا۔ تو ہم اس میں داخل ہوئے تو وہاں ہمیں کچھ لوگ ملے جن کا بعض جسم انتہائی خوبصورت جیسا آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو اور بعض حصہ انتہائی بدصورت جیسا آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ دونوں فرشتوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں چھلانگ لگاؤ وہاں باغ میں ایک نہر چوڑائی میں بہہ رہی تھی۔ اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا وہ گئے اس میں چھلانگیں لگائیں پھر ہماری طرف لوٹے اور ان کے جسم کی وہ بدصورتی ختم ہو چکی تھی۔ وہ بہت حسین صورت ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ دونوں نے مجھے کہا یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کا مکان ہے وہاں میری نظر اوپر اٹھی تو ایک محل سفید بادل کی طرح موجود ہے۔ دونوں نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا اللہ تمہیں برکت دے مجھے چھوڑو تاکہ میں اس میں چلا جاؤں۔ انہوں نے کہا ابھی نہیں لیکن آپ اس میں ضرور داخل ہوں گے میں نے ان سے کہا: میں نے جو آج رات عجیب منظر دیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم بتاتے ہیں پہلا آدمی جس کے

فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ، وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ، فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَيِّئًا، تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس آپ آئے اور اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا، وہ وہ تھا جو قرآن پڑھتا تھا اور پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرضی نمازوں سے سو جاتا تھا۔ اور وہ آدمی جس کے منہ ناک کو گدی اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی ہے جو گھر سے اٹھتا اور جھوٹ بولتا ہے اور وہ جھوٹ دور دراز تک پہنچ جاتا ہے اور ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو تندور جیسی چیز میں تھے۔ وہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں اور جس آدمی کے پاس آپ آئے کہ وہ نہر میں تیرتا ہے اور اس کو پتھر کھلائے جاتے ہیں وہ سود خور ہے اور وہ آدمی جو انتہائی بدصورت ہے اور آگ بھڑکا رہا ہے وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور لمبا آدمی جو باغ میں تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو ان کے اردگرد تھے وہ وہ بچے ہیں جو دین فطرت پر فوت ہوتے ہیں اور برقانی کی روایت میں ہے کہ جو دین فطرت پر پیدا ہوئے بعض مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ اور مشرکوں کی اولاد تو رسول اللہ نے فرمایا: اور مشرکوں کی اولاد وہیں ہوں گے اور وہ لوگ جن کے جسم کا بعض حصہ بہت خوبصورت اور بعض حصہ بہت بدصورت تھا۔ وہ ایسی قوم ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملے جلے کیے تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ (بخاری)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ ثُمَّ ذَكَرَهُ وَقَالَ: "فَانْطَلَقْنَا اِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ، اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ ؛ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَاِذَا ارْتَفَعَتِ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا، وَاِذَا خَمَدَتْ!

ایک اور روایت بخاری میں ہے: میں نے گزشتہ رات دو آدمیوں کو دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور مجھے مقدس پاک سرزمین کی طرف لے گئے۔ پھر فرمایا کہ ہم ایک سوراخ کی طرف گئے جو تنور کی طرح تھا اس کا اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا کھلا تھا اس کے نیچے آگ جل

رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ". وَفِيْهَا:
"حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ وَلَمْ يَشُكَّ "فِيْهِ رَجُلٌ
قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ، وَبَيْنَ
يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ، فَاِذَا
اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ، فَرَدَّهٗ حَيْثُ
كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِيْ فِيْ فِيْهِ
بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ". وَفِيْهَا: "فَصَعِدَا بِيْ
الشَّجَرَةَ، فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَّمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا،
فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ". وَفِيْهَا: "اَلَّذِيْ
رَاَيْتَهٗ يُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ
فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهٖ مَا
رَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ". وَفِيْهَا: "اَلَّذِيْ رَاَيْتَهٗ
يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَنَامَ عَنْهُ
بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ، فَيُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ، وَالدَّارُ الْاُوْلَى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ
الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَاَنَا
جِبْرِيْلُ، وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَاْسَكَ، فَرَفَعْتُ
رَاْسِيْ، فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ
مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِيْ اَدْخُلْ مَنْزِلِيْ، قَالَا: اِنَّهٗ بَقِيَ
لَكَ عُمُرٌ لَّمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهٗ اَتَيْتَ
مَنْزِلَكَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رہی تھی جب وہ بلند ہوتی تو یہ بلند ہو جاتے حتیٰ کہ نکلنے
کے قریب ہو جاتے اور جب وہ پست ہوتی تو یہ پست ہو
جاتے اور اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں اس میں یہ بھی
ہے کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے۔ اور اس میں شک
(نہیں) اس میں ایک مرد نہر کے درمیان کھڑا ہے اور
ایک نہر کے کنارہ پر موجود ہے۔ اس کے سامنے پتھر
ہیں تو وہ آدمی جو نہر میں تھا جب باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو
اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اسی جگہ پہنچتا جہاں تھا۔ اور
اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں نے مجھے درخت پر چڑھایا
پس مجھے ایک بہت ہی خوبصورت گھر میں داخل کیا۔ جو
میں نے کبھی نہ دیکھا اس میں بوڑھے مرد اور جوان ہیں۔
اس میں یہ بھی ہے کہ جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے
منہ کو پھاڑا جاتا ہے تو وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی بات کہہ دیتا
ہے اس سے دور دراز تک وہ جھوٹ پھیل جاتا ہے تو اس
کے ساتھ قیامت تک یونہی کیا جائے گا۔ اور اس میں یہ
بھی ہے کہ وہ جس کو آپ نے دیکھا کہ پھر اس کا سر کچلا
جاتا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن
سکھایا وہ اس سے رات میں سویا رہا اور دن میں اس پر
عمل نہ کیا تو اس کے ساتھ قیامت تک یہی کیا جائے گا۔
اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے عام اہل ایمان کا
گھر ہے اور یہ گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبریل ہوں
اور یہ میکائیل علیہ السلام ہے۔ اپنا سر اٹھائیے میں نے
اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل جیسی چیز تھی۔ دونوں
نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا مجھے چھوڑو میں
اپنے مکان میں چلا جاؤں کہنے لگے ابھی آپ کی کچھ عمر

باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا جب اس کو پورا کر لیں گے تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: "يَثْلَغُ رَاسَهُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَيْ: يَشْدَخُهُ وَيَشُقُّهُ. قَوْلُهُ: "يَتَدَهْدَهُ" اَيْ: يَتَدَحْرَجُ. وَ "الْكَلُّوْبُ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ، وَهُوَ مَعْرُوْفٌ. قَوْلُهُ: "فَيُشَرْشِرُ": اَيْ: يُقَطِّعُ. قَوْلُهُ: "ضَوْضَوْا" وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ: اَيْ صَاحُوْا. قَوْلُهُ: "فَيَفْغَرُ" هُوَ بِالْفَاءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَيْ: يَفْتَحُ. قَوْلُهُ "الْمَرَاةِ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ، اَيِ: الْمَنْظَرِ. قَوْلُهُ: "يَحُشُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَيْ: يُوْقِدُهَا. قَوْلُهُ: "رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ" هُوَ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ، اَيْ: وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيْلَتِهِ. قَوْلُهُ: "دَوْحَةٌ" هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ. قَوْلُهُ: "الْمَحْضُ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَهُوَ: اللَّبَنُ. قَوْلُهُ "فَسَمَا بَصَرِيْ" اَيِ: ارْتَفَعَ. وَ "صُعُدًا" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ، اَيْ: مُرْتَفِعًا. وَ "الرَّبَابَةُ" بِفَتْحِ الرَّاءِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً، وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

يثلغ راسه: ثا مثلثہ اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ اس کے سر کو کچلتا ہے۔ یتدھدہ: اس کا مطلب ہے وہ لڑھکتا ہے الکلوب: کاف پر زبر اور لام پر شد کے ساتھ مشہور چیز ہے۔ فیشرشر: اس کا مطلب ہے وہ کاٹتا ہے۔ ضوضوا: دو ضاد معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے انہوں نے شور کیا۔ فیفغر: فا اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے کھولتا ہے المرأة: میم پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے منظر یحشھا: یا پر زبر حا اور شین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ آگ جلاتا ہے روضة معتمة: میم پر پیش عین ساکن تا پر زبر اور میم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے گھنی اور بہت زیادہ سرسبز دوحة: دال پر زبر واؤ ساکن اور حا کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت بڑا درخت المحض: میم پر زبر حا ساکن اور ضاد معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے دودھ فسما بصری: اس کا مطلب ہے آنکھیں اوپر اٹھیں صعدا: صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے بلندی اونچائی الربابة: را پر زبر اور با موحدہ مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے بادل۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی، ۵۹ ہجری میں یا ۶۰ ہجری میں۔

معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

یا تو صراحۃً نہیں فرمایا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی نفی کی علامت تھی۔(مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔
یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔واللہ اعلم!
یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔
یعنی دو طرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہوجاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔
یعنی آگے چلیے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کردی جاوے گی۔
فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقًا پتھر۔صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک، راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔
اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا پھر اسے اٹھانے جانا، پتھریوں کے لیے بکھر جانا، انہیں جمع کرنا (بینا) کہا جاتا ہے۔
یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہوجاتا ہے۔
مگر اسے بار بار مارنے سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔
مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے، ثقب ث سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے، ثقب ث سے زیادہ مشہور ہے۔
مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے تاکہ آگ کا یہ عذاب ان پر قائم رہے۔
یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے یہ تیسرا عذاب قومی تھا جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے۔خدا کی پناہ!
یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت و تکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹپ میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا، نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر

لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔

اور اس کی قدرتیں و رحمتیں بھی دیکھئے۔

یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے متصل جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔ (مرقات)

درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا ورنہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔

شباب جمع ہے شاب کی بمعنی جوان مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔

یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، فضل سے مراد ہے آرائش و افضلیت۔

یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جاوے۔ سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جایئے اور اس تعبیر کے بھی فدا۔

یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے متبعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ غرضکہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گر بھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بدعمل یا بدعقیدہ ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا، چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔ اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا

میں آتش شہوت بے جا بھڑ کائی لہذا وہ بھڑکتی آگ میں جلائے گئے شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نور ہے اور بے محل خرچ ہو تو نار۔

چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنا تھا لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

مالک نام ہے داروغہ دوزخ کا۔

یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔

یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مؤمنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔

تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)

یعنی وہ مکان بہت حسین خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جا سکے۔

جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا و اعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہو سکتا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٤٥٧)

118- بَابُ بَيَانِ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْكِذْبِ

جھوٹ کی جو قسمیں جائز ہیں

اِعْلَمْ أَنَّ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ أَصْلُهُ مُحَرَّمًا، فَيَجُوْزُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ بِشُرُوْطٍ قَدْ أَوْضَحْتُهَا فِي كِتَابِ: الْأَذْكَارِ، وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ: أَنَّ الْكَلَامَ

جان لو کہ جھوٹ اگرچہ دراصل حرام ہے لیکن بعض صورتوں میں جائز ہے جس کی بعض شرائط میں نے کتاب الاذکار میں واضح کی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

وَسِیْلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْمُوْدٍ يُمْكِنُ تَحْصِيْلُهُ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيْهِ، وَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْ تَحْصِيْلُهُ اِلَّا بِالْكَذِبِ، جَازَ الْكَذِبُ. ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا، كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا. فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِّنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهُ، اَوْ اَخَذَ مَالِهِ وَاَخْفٰى مَالَهُ وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهِ. وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيْعَةٌ، وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهَا. وَالْاَحْوَطُ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ اَنْ يُّوَرِّيَ. وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ: اَنْ يَّقْصِدَ بِعِبَارَتِهِ مَقْصُوْدًا صَحِيْحًا لَّيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ، وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هٰذَا الْحَالِ.

کلام مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے تو ہر پسندیدہ مقصد جس کا حاصل کرنا جھوٹ کے بغیر ممکن ہو اس میں جھوٹ بولنا جائز نہیں اور اگر اس کا حصول جھوٹ کے بغیر ممکن نہ ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اس مقصود کو حاصل کرنا مباح ہے تو جھوٹ بولنا بھی صرف مباح ہی ہوگا اور اگر وہ مقصد واجب ہے تو یہ جھوٹ بولنا بھی واجب ہے۔ جب مسلمان کسی ظالم سے چھپے جو اس کو قتل کرنے یا اس کا مال لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس نے مال چھپایا اور کسی انسان سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس پر چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس امانت ہے اور کوئی اس کو چھیننے کا ارادہ کرے اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اس تمام میں احتیاط یوں ہے کہ ذو معنی کلام کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبارت کے ساتھ صحیح مقصد کا ارادہ کرے جو اس کی نسبت سے جھوٹ نہیں اگرچہ اس کا جو معنی مخاطب سمجھ رہا ہے اس کی نسبت سے وہ ضرور جھوٹ ہے اور اگر ذو معنی کلام کو ترک کیا اور صریح جھوٹ بولا تو بھی اس حالت میں حرام نہیں۔

وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِجَوَازِ الْكَذِبِ فِيْ هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِيْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

علماء نے اس حال میں جھوٹ کی اجازت پر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اُم کلثوم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اچھی بات بڑھائے یا اچھی بات بنائے۔ (متفق علیہ)

شرح: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل

مدینہ منورہ پہنچیں، حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کرلیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمن ابن عوف نے نکاح کرلیا، ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اور اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئیں، حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں۔(مرقات)

یعنی جو مسلمان دو لڑے ہوئے مسلمانوں کے درمیان جھوٹی خبریں پہنچا کر ان میں صلح کرادے تو وہ گنہگار نہیں اور یہ جھوٹ گناہ نہیں مثلاً زید و عمر و لڑے ہوئے ہیں یہ زید سے کہے کہ عمرو نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں، عمرو کے متعلق بھی یہی کہے حتی کہ ان کی صلح ہو جائے تو یہ شخص ثواب پائے گا۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں جھوٹ جائز ہے ان میں سے ایک تو یہ۔ دوسرے کسی کا جان و مال محفوظ کرنے دشمن سے بچانے کے لیے جھوٹ بولنا بلکہ بعض جگہ جھوٹ عبادت ہے جیسے کسی متقی پرہیزگار کا اپنے کو گنہگار کہنا عبادت ہے اور بعض سچ کفر ہو جاتا ہے شیطان نے کہا تھا رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ سچ کہا تھا ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر شیطان ہو گیا کافر۔(مراۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٦٠)

زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ: قَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلاَّ فِيْ ثَلَاثٍ، تَعْنِيْ: الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ، وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔

مسلم نے ایک روایت میں اضافہ کیا کہ اُم کلثوم کہتی ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام کو لوگوں کو باتوں میں سے کسی جھوٹ کی اجازت نہ دیتے ہوئے سنا سوائے تین صورتوں کے کہ جن میں اجازت ہے جنگ میں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور بیوی کی مرد سے بات کرنے میں اور مرد کی بیوی سے بات میں۔

شرح: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنادے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔

(جنگ میں) یعنی جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کردیں گے ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔

(مرد کی بیوی سے بات میں) اس طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوانہ سکے یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرے کی

اصلاح ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۸۵۹)

119- بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيْمَا يَقُوْلُهُ وَيَحْكِيْهِ

جو بات کہی جائے اور نقل کرے اس کی تحقیق کر لی جائے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) (بنی اسرائیل: 36)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو بھی کوئی بات کرتا ہے تو اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہے۔

(1552) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے جھوٹ کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ جو سنے وہ بات کہہ دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن الحدیث بکل ماسمع، جلد 1، ص 8، رقم 7 مسند البزار، مسند أبی هريرة، جلد 2، صفحه 417، رقم 8201 مسند ابن الجعد، حدیث شعبة عن ابراهیم الهجری، ص 109، رقم 627 مشکوة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، جلد 1، ص 34، رقم 156 معرفة السنن و الآثار للبیهقی، انتقاد الروایة وما یستدل به علی خطاء الحدیث، جلد 1، ص 30، رقم 25)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر ایرے غیرے کی ہر بات بغیر تحقیق کیے بیان کر دے۔ خصوصاً احادیث شریفہ ورنہ محدثین، فقہاء، علماء ان کی ہر بات پر عوام کو اعتماد کرنا پڑے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے، محدثین خبر واحد کا اعتبار کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۱۵۴)

فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو

۵ھ کے غزوہ بنی مصطلق میں جب مسلمان فتح یاب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا تو صحابہ کرام نے تمام اسیرانِ جنگ کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی، اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں کے اس حسنِ سلوک اور اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہو کر تمام قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو اس قبیلہ والوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ قبیلے کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کر دیں۔

قبیلہ بنی المصطلق کے لوگوں کو جب ولید کی اس آمد کا علم ہوا تو وہ عامل اسلام کے استقبال کے لئے خوشی خوشی ہتھیار

لے کر بستی سے باہر میدان میں نکلے۔ زمانہ جاہلیت میں اس قبیلہ اور ولید میں کچھ ناچاقی رہ چکی تھی اس لئے پرانی عداوت کی بناء پر استقبال کے لئے اس اہتمام کو ولید نے دوسری نظر سے دیکھا اور سمجھا اور قبیلہ والوں سے اصل معاملہ دریافت کئے بغیر ہی مدینہ واپس چلا آیا، اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس خبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور مسلمان بے حد برافروختہ ہو گئے بلکہ مقابلہ کے لئے جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر بنی مصطلق کو ولید کے اس عجیب طرزِ عمل سے بڑی حیرت ہوئی اور جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ولید نے دربارِ نبوت میں غلط بیانی اور تہمت طرازی کر دی ہے تو ان لوگوں نے ایک معزز اور باوقار وفد دربارِ نبوت میں بھیجا جس نے بنی المصطلق کی طرف سے صفائی پیش کی۔ ایکجانب اپنے عامل ولید کا بیان اور دوسری جانب بنی المصطلق کے وفد کا یہ بیان دونوں باتیں سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاموشی اختیار فرمالی۔ اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے، آخر وحی اُتر پڑی اور سورہ حجرات کی آیات نے نازل ہو کر نہ صرف معاملہ کی حقیقت ہی واضح کر دی بلکہ اس خصوص میں ایک مستقل قانون اور معیارِ تحقیق بھی عطا فرمادیا۔ وہ آیات جن کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (پ26، الحجرات:6۔8)

درسِ ہدایت: (۱) خبروں کے بیان کرنے میں عام طور پر لوگوں کا یہی مزاج اور طریقہ بن چکا ہے کہ جو خبر بھی ان کے کانوں تک پہنچے اس کو بلا تکلف بیان کر دیا کرتے ہیں اور حقیقتِ حال کی تفتیش اور جستجو بالکل نہیں کرتے۔ خواہ اس خبر سے کسی بے گناہ پر افتراء کیا جاتا ہو یا کسی کو نقصان پہنچتا ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۲۸، پ ۲۶، الحجرات: ۶)

اسلام نے اس طریقہ کو بالکل غلط قرار دیا ہے بلکہ قرآن نے اسلامی آداب کا یہ قانون بتایا ہے کہ ہر خبر کو سن کر پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہیے جب وہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر اس خبر کو لوگوں سے بیان کرنا چاہیے اسی بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (صحیح مسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، رقم الحدیث ۵، ص ۸)

یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے لوگوں سے (بلا تحقیق) بیان کرنے لگے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل اور پابند شریعت ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(۳) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت ولید بن عقبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ آیت عام ہے اور ہر فاسق کی خبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) ولید بن عقبہ کو صحابی ہوتے ہوئے قرآن مجید نے فاسق کہا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد جب ولید بن عقبہ نے صدقِ دل سے سچی توبہ کرلی تو ان کا فسق زائل ہوگیا۔ لہٰذا کسی صحابی کو فاسق کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ہر صحابی صادق، عادل اور پابند شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(1553) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کی حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب الروایة عن الثقات و ترک الکذابین، جلد 1، ص 7، رقم 1 سنن ابن ماجه، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثا و هویری انه کذب، جلد 1، ص 14، رقم 38 سنن ترمذی، باب فیمن روی حدیثا وهویری انه کذب، جلد 5، ص 36، رقم 2662 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المغیرة بن شعبه رضی اللہ عنه، جلد 4، ص 255، رقم 18266 مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر من علامة النفاق، جلد 5، ص 237، رقم 25614)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سمرہ قبیلہ بنی نزار سے ہیں، انصار کے حلیف ہیں، بہت احادیث کے حافظ ہیں ۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی۔ حضرت مغیرہ بنی ثقیف سے ہیں، خندق کے سال اسلام لائے، ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے، ستر سال عمر ہوئی ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی۔

یعنی حدیث گھڑنا بھی گناہ اور دیدہ ودانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ، بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں، ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر کرنا جائز ہے تا کہ لوگ بچیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ ص۱۹۷)

(1554) وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فهل عَلَيَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ میری ایک سوکن ہے کیا مجھے گناہ ہے اگر میں اپنے شوہر کی طرف سے وہ ظاہر کروں جو اس نے مجھے دیا نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایسی چیز کے ساتھ جھوٹ ظاہر کرے جو اس کو نہیں دیا گیا۔ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔

"وَالْمُتَشَبِّعُ": هُوَ الَّذِیْ یُظْهِرُ الشَّبَعَ وَلَیْسَ بِشَبْعَانٍ. وَمَعْنَاهُ هُنَا: اَنْ یُّظْهِرَ اَنَّهٗ حَصَلَ لَهٗ فَضِیْلَةٌ وَّلَیْسَتْ حَاصِلَةً. "وَلَابِسُ ثَوْبَیْ زُوْرٍ" اَیْ: ذِیْ زُوْرٍ، وَهُوَ الَّذِیْ یُزَوِّرُ عَلَی النَّاسِ، بِاَنْ یَّتَزَیّٰی بِزِیِّ اَهْلِ الزُّهْدِ اَوِ الْعِلْمِ اَوِ الثَّرْوَةِ، لِیَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَیْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ. وَقِیْلَ غَیْرُ ذٰلِكَ وَاللهُ اَعْلَمُ.

متشبع وہ آدمی جو اپنے آپ کو سیر شدہ ظاہر کرے حالانکہ وہ سیر شدہ نہیں اس جگہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی فضیلت کا اپنے لیے اظہار کرے جو اسے حاصل نہیں۔ تو اس کے لیے ثابت نہیں۔ لابِسُ ثَوْبَیْ زُوْرٍ کا معنی یہ ہے کہ جھوٹ والے اور وہ شخص ہے جو لوگوں کے لیے جھوٹ ظاہر کرے۔ مثلاً اہل علم، اہل زُہد یا مالدار لوگوں کا لباس پہنے تاکہ اس کے ساتھ لوگ دھوکہ میں پڑ جائیں حالانکہ وہ صفتیں اس میں نہیں۔ بعض نے اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المتشبع بمالم ینل وما ینھی من افتخار الضرۃ، جلد 5، ص 201، رقم 4921 صحیح مسلم، باب النھی عن التزویر فی اللباس وغیرہ والتشبع بمالم یعط، جلد 6، ص 168، رقم 5705 الاداب للبیہقی، باب المتشبع بمالم یعط، صفحہ 187، رقم 318 سنن ابوداؤد، باب فی المتشبع بمالم یعط، جلد 4، صفحہ 457، رقم 4999 صحیح ابن حبان، باب الکذب، جلد 13، صفحہ 49، رقم 5739)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں سوکن کو ضرۃ کہتے ہیں ضرہ ضرۃ سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرر و نقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عموماً کوشش کرتی ہے اس لیے اسے ضرہ کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام فطینہ بھی ہے، بمعنی بہت سمجھ دار، ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی فطینہ ہوتی ہے اسی لیے اسے فطینہ کہتے ہیں۔ (مرقات)

یعنی میں اپنی سوکن کو جلانے، طیش دلانے کے لیے یہ ظاہر کردوں کہ خاوند بمقابلہ تیرے مجھے زیادہ دیتا ہے مثلاً اپنے میکے کا جوڑا پہن کر دکھاؤں کہ خاوند نے دیا ہے۔

یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ یہ اس کے اپنے کپڑے ہیں، پھر بعد میں حال کھلنے میں بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق و فاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۶۸)

120- بَابُ بَیَانِ غِلَظِ تَحْرِیْمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی گواہی کی شدید حرمت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ) (الحج: 30).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بچو جھوٹی بات سے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر: 14).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ (الفرقان: 72)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

(1555) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ" قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: "الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: "أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوبکرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آج تم کو میں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے پس آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار اور جھوٹی بات پھر آپ اس کو بار بار کہتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: جھوٹی گواہی

یوں تو ہر جھوٹی بات حرام و گناہ ہے۔ مگر جھوٹی گواہی خاص طور سے بہت ہی سخت گناہ کبیرہ اور جہنم میں گرا دینے والا جرم عظیم ہے۔ کیوں کہ قرآن وحدیث میں خصوصیت کے ساتھ جھوٹی گواہی پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری قسموں کے جھوٹ سے تو صرف جھوٹ بولنے والے ہی کی دنیا و آخرت خراب ہوتی ہے۔ مگر جھوٹی گواہی سے تو گواہی دینے والے کی دنیا و آخرت خراب ہونے کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کا حق مارا جاتا ہے یا بلا قصور کوئی مسلمان سزا پا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں شرعاً کتنے بڑے گناہ کے کام ہیں۔

لہٰذا بہت ہی ضروری ہے کہ مسلمان جھوٹی گواہی کو جہنم کی آگ سمجھ کر ہمیشہ اس سے دور بھاگیں۔

121-بَابُ تَحْرِيمِ لَعْنِ إِنْسَانٍ بِعَيْنِهِ أَوْ دَابَّةٍ

معین انسان یا جانور پر لعنت کرنا حرام ہے

(1556) عَنْ أَبِي زَيْدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ، عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ یہ بیعت رضوان والوں میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بات پر اسلام کے سوا کسی دین کی ارادۃً جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھائی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اس کے ساتھ اس کو روز قیامت عذاب دیا جائے گا۔ آدمی پر وہ لازم نہیں جس کو پورا کرنا اس کے اختیار میں ہی نہیں یا جس کا وہ مالک نہیں۔ اور ایمان دار کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل، جلد 5، صفحہ 226، رقم الحدیث 5754 صحیح مسلم، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه وان من قتل نفسه بشی و عذب به فی النار، جلد 1، ص 73، رقم 316 مستخرج أبي عوالة، بيان التشديد فی الذی يقتل نفسه، جلد 1، ص 63، رقم 100 مصنف عبدالرزاق، باب من حلف علی ملة غير الاسلام، جلد 8، ص 482، رقم 15984 معرفة الصحابه لابی نعیم، باب الثاء، جلد 4، ص 202، رقم 1244)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اسلام کے سوا کسی دین کی ارادۃً جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھائی) مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو یہودی ہوجاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہوگیا یا اسلام سے بری ہوگیا یہ فرمان تشدد کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہوگیا، ایسی قسم میں امام ابوحنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہوجائے گی کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے۔ یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے بری ہوجاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار رہے۔

مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہوجائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے، اس صورت میں نہ اس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہوگا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اس کی ملک تھی نہ وہ غلام، پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اس کی ملک میں آ بھی جائیں تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۔

مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کرلے تو کل قیامت میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہوگا جب تک رب تعالیٰ چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہوگی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

یعنی جو شخص لعنت کے لائق نہ ہو اسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۔

کیونکہ کفر وارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلا وجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اسے لائق قتل کہنا ہے۔ خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنے ہیں پھینکنا، اصطلاح شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۔

یعنی جو اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعویٰ کرے اس کا مال ان شاء اللہ گھٹے گا بڑھے گا نہیں کیونکہ حقیر غرض کے لیے اتنا بڑا گناہ کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۲۵)

(1557) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَنْبَغِيْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچے آدمی کو لعنت کرنے والا ہونا مناسب نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها، جلد 8، ص 23، رقم 6773، الآداب للبیهقی، باب التغلیظ فی اللعن، جلد 1، ص 196، رقم 331، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی ذم اللعنة، جلد 10، ص 759، رقم 8434، مشکوة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 44، رقم 4819، جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 7، ص 197، رقم الحدیث 2215)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صدیق کے لغوی معنی ہیں بہت سچا یہ صدیق کا مبالغہ ہے۔ صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے، صدیق وہ جو جھوٹ نہ بول سکے، صادق وہ جو ایک آدھ بار سچ بولے، صدیق وہ جو ہمیشہ سچ بولا کرے، صادق وہ جو کلام کا سچا ہو، صدیق وہ جو کام کلام ہر وصف کا سچا ہو، صادق وہ جو وہ کہے جو واقعہ ہو، صدیق وہ کہ جو کہہ دے واقعہ ایسا ہی ہو جاوے۔ صوفیاء کے نزدیک صدیق ایک درجہ والا جس کا مقام نبی کے بعد بغیر واسطہ بغیر فاصلہ کے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ اسلام میں پہلے صدیق حضرت ابوبکر صدیق اکبر ہیں۔

یعنی جسے اللہ تعالیٰ صدیق بنائے وہ لوگوں پر لعنت کرنے کا عادی نہیں ہوتا کیونکہ صدیقیت کو نبوت سے بہت ہی قرب ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے، حضرات انبیاء رحمت والے ہوتے ہیں نہ کہ لعنت بھیجنے والے اور نہ عذاب کی دعائیں کرنے والے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے مذہب میں تبرا ولعنت بہترین عبادت ہے۔ نعوذ باللہ! الحمد للہ کہ اہل سنت نے لعنت کو نہ عبادت سمجھی نہ عادت ڈالی حتی کہ جو لوگ لعنت کے مستحق بھی ہیں ان پر بھی لعنت کرنا اپنا

شیوہ نہیں بناتے، ہمارے ہاں ابلیس یا ابوجہل یا فرعون پر لعنت کرتے رہنا عبادت نہیں بلکہ عبث کام ہے۔ خیال رہے کہ لعنت دو قسم کی ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے دوری یہ صرف کفار کے لیے، دوسری رحمت خاصہ یعنی بلندی درجات سے محرومی یہ گنہگار مسلمان کو بھی ہو سکتی ہے، جن کفار کا کفر پر مرنا دلیل شرعی سے ثابت ہو ان پر نام لے کر لعنت کرنا درست ہے۔ دوسروں کو وصف سے لعنت کر سکتے ہیں نام لے کر نہیں کر سکتے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹوں پر یا ظالموں پر خدا کی لعنت، یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں پر جو جھوٹا ہے لعنت، یہ بھی خیال رہے کہ اللہ کی لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کرنا، بندوں کی لعنت کے معنی ہیں اس دوری کی بددعا کرنا۔ (اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۴)

(1558) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا یَکُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابودرداء ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارش کریں گے نہ گواہ بن سکیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، جلد 8، ص 24، رقم 6775، المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 66، رقم 149، سنن ابوداؤد باب فی اللعن، جلد 4، ص 430، رقم 4909، نوادر الاصول فی احادیث الرسول، الاصل الحادی السبعون، جلد 1، صفحہ 181، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف اللام ألف، جلد 3، ص 354، رقم 14056)

شرح حدیث: لعنت

لعنت سے مراد کسی کو اللہ کی رحمت سے دور کہنا ہے۔ یقین کے ساتھ کسی پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہو یا مومن، گنہگار ہو یا فرمانبردار کیونکہ کسی کے خاتمہ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ (حدیقہ ندیہ، ج ۲، ص ۲۳۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ لعنت بہت سخت چیز ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچایا جائے بلکہ کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۲۲۲)

ہمارے معاشرے میں بات بے بات لعنت ملامت کرنے کا مرض بھی عام ہے اس کے اثرات سے بچے بھی بچ نہیں پاتے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو اس کے مضر اثرات سے بچائیں۔ حضرت سیدنا ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: کسی مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب من حلف بملۃ سوی ملۃ الاسلام الحدیث ۶۶۵۲، ج ۴، ص ۲۸۹)

(1559) وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے کو اللہ کے غضب

"لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ، وَلَا بِغَضَبِهٖ، وَلَا بِالنَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

اور لعنت اور آگ کے ساتھ ملعون نہ کہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی اللعن، جلد 4، صفحہ 430، رقم 4908 سنن ترمذی، باب ماجاء فی اللعنۃ، جلد 4، ص 350، رقم 1976 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 66، رقم 150 مسند امام احمد، من حدیث سمرۃ بن جندب عن النبی، جلد 5، ص 15، رقم 20187 مصنف عبدالرزاق، باب اللعن، جلد 10، ص 412، رقم 19531)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت اللہ کی پھٹکار، نہ یہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب اللہ کا قہر وغیرہ، لعنت وغضب کی بددعا نہ کرو نہ یہ کہو کہ تو جہنم میں جائے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہو یا تجھے خدا دوزخ میں یا آگ میں ڈالے۔

خیال رہے کہ یہ لعنت و پھٹکار اور یہ بددعائیں کسی معین مسلمان کو منع ہیں غیر معین کو اس کے وصف سے لعنت کرنا بالکل جائز ہے جیسے لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ رہے مشرکین و کفار اگر ان کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو تو انہیں نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ بہرحال لعنت بددعائیں کوئی خاص عبادت نہیں کہ اس کی عادت نہ ڈالے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۲)

(1560) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طعنہ زنی کرنے والا' لعنت کرنے والا' بے حیاء اور زبان دراز' ایمان دار نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی اللعنۃ، جلد 4، ص 350، رقم 1977 الادب المفرد للبخاری، باب لیس المؤمن بالطعان، ص 116، رقم 312 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 12، رقم 29 صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، جلد 1، ص 421، رقم 192 مجمع الزوائد للھیثمی، باب لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان، جلد 1، ص 280، رقم 347)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے۔ بعض لوگ جانوروں کو، ہوا کو، گالیاں دیتے ہیں، بعض کے ہاں حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں سب لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۰)

(1561) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا، صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا، فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَّجَعَتْ اِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَاِنْ كَانَ اَهْلًا لِّذٰلِكَ، وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا"۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

حضرت ابودرداء ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو اس کے آگے آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے آگے زمین کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے تو جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو اس کی طرف جاتی ہے جس کو لعنت کی گئی اگر وہ اس کے لائق ہو تو درست ورنہ وہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد باب فی اللعن، جلد 4، صفحه 429، رقم 4907 شعب الایمان، فصل و ممایجب حفظ اللسان منه الفخر بالآباء، جلد 4، ص 296، رقم 5162 مسند البزار، مسند أبي الدرداء رضی الله عنه، جلد 2، ص 111، رقم 4084 كنز العمال، حرف الباء، جلد 7، ص 264، رقم 8193)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے غبار دھواں وغیرہ بذاتِ خود اوپر چڑھتے ہیں ایسے ہی لعنت و پھٹکار بھی اوپر چڑھتی ہے مگر اسے آسمان میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں اس کا مستحق کوئی نہیں۔

لہذا وہ لعنت زمین میں نہیں دھنس سکتی کہ وہاں بھی اس کا مستحق کوئی نہیں۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت نہ تو آسمان میں رہتے ہیں نہ زمین کے اندر بلکہ اوپر اوپر ہی مارے مارے پھرتے ہیں لہذا اس فرمان پر کوئی غبار نہیں۔

یعنی لعنت اس حیران پریشان چیز کی طرح دوڑتی گھومتی ہے جسے اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو اور تلاش ٹھکانہ کے لیے حیران پریشان گھومے یا بطور تمثیل ارشاد ہوا ہے یا واقعہ ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے تمام قول و فعل ایک شکل و حال رکھتے ہیں۔

بہر حال لعنت یا تو ملعون پر پڑتی ہے اگر وہ اسکا اہل ہو ورنہ خود لاعن پر لہذا لعنت کرنا چاہیے ہی نہیں۔ سوچو کہ ان کا حال کیا ہوگا جو دن رات حضرات صحابہ پر تبرا اور لعن طعن کرتے رہتے ہیں، اسی طرح جو لوگ جانوروں کو، دھوپ کو، ہوا کو لعنت کردیتے ہیں، بیماریوں کو کوستے پیٹتے ہیں اس سب کا وبال خود ان پر ہی پڑتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۰)

(1562) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، وَامْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى

حضرت عمران بن حصین ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے۔ ایک انصاری عورت اپنی اونٹنی پر سوار تھی اس عورت نے اکتا کر اپنی

نَاقَةٍ، فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا، فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوْهَا، فَإِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ" قَالَ عِمْرَانُ: فَكَأَنِّيْ أَرَاهَا الْآنَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سواری کو لعنت کی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو سن لیا فرمایا اس عورت کا سامان اتار لو اور اس کی اونٹنی کو چھوڑ دو، یہ ملعون ہے۔ حضرت عمران کہتے ہیں گویا کہ میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان چل پھر رہی ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن لعن الدواب، جلد 8، ص 23، رقم 6769. السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النہی عن لعن البھیمۃ، جلد 5، ص 254، رقم 10631. سنن النسائی الکبرٰی، باب لعن الابل، جلد 5، ص 252، رقم 8816. صحیح ابن حبان، باب اللعن، جلد 13، صفحہ 50، رقم 5740. مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 431، رقم 19883)

شرح حدیث: رحمت بنا کر بھیجا گیا

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے رحمت اور کفارہ کی دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب من لعنہ النبی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۶۱۹، ص ۱۱۳۲، مفہومًا)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ للآثام ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۰۵۰، ص ۱۰۸۸، مالعن بدلہ ماضرب)

ایک بار آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جہاد کے موقع پر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے عرض کی گئی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اَبْعَثْ لَعَّانًا ترجمہ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب النہی عن لعن الدواب وغیرھا، الحدیث ۶۶۱۳، ص ۱۱۳۱)

لعنت خواہ حیوانات و جمادات پر کی جائے یا انسان پر (مذموم ہے)، سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ ترجمہ: مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی اللعنۃ، الحدیث ۱۹۷۷، ص ۱۸۵۰)

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جو قوم کسی پر لعنت بھیجتی ہے تو اس پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا عذاب ثابت ہو جاتا ہے۔

(1563) وَعَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا جَارِيَةٌ عَلٰى نَاقَةٍ

حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک لڑکی ایک اونٹ پر سوار تھی۔ اس پر

عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ. إِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَضَايَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ: حَلْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کچھ لوگوں کا سامان تھا اچانک اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور اسے پہاڑ کی وجہ سے تنگی ہوئی تو کہا: چل۔ اے اللہ! اس پر لعنت کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی اونٹنی ہمارے ساتھ نہ ہو جس پر لعنت کی گئی ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "حَلْ بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ: وَهِيَ كَلِمَةٌ لِزَجْرِ الْإِبِلِ.

حَل: حا مہملہ پر زبر اور لام ساکن کے ساتھ اونٹ کو تیز چلانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَدْ يُسْتَشْكَلُ مَعْنَاهُ، وَلَا إِشْكَالَ فِيْهِ، بَلِ الْمُرَادُ النَّهْيُ أَنْ تُصَاحِبَهُمْ تِلْكَ النَّاقَةُ، وَلَيْسَ فِيْهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُكُوْبِهَا فِيْ غَيْرِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ كُلُّ ذٰلِكَ وَمَا سِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْهُ، إِلَّا مِنْ مُصَاحَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا ؛ لِأَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ كُلَّهَا كَانَتْ جَائِزَةً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِنْهَا، فَبَقِيَ الْبَاقِيْ عَلٰى مَا كَانَ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

اور جان لو کہ بعض اوقات اس حدیث کا معنی مشکل سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مشکل نہیں بلکہ مراد اس اونٹنی کے آپ کے ساتھ رہنے سے تھی اس میں اس کو بیچنا' ذبح کرنا' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنا اور اس پر سوار ہونا منع نہیں بلکہ ان باتوں کے علاوہ اور دیگر تصرفات بھی جائز ہیں۔ اس سے منع نہیں صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس اونٹنی کا جانا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ تمام تصرفات جائز ہیں۔ بعض سے منع کیا گیا تو بعض باقی ہیں لہٰذا جائز ہی رہیں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب، جلد 8، ص 23، رقم 6771 جامع الاصول لابن اثیر، باب الدابة، جلد 10، صفحه 766، رقم 8452)

شرح حدیث: عام سی بات

ذرا سی بات پر کسی پر لعنت کرنا ایک عام سی بات بن گئی ہے لعنت کا مطلب ہے: الطرد من الرحمة اللہ کی رحمت سے دوری خصوصاً عوام میں یہ بیماری عام ہے اس حوالے چند احادیث اکھٹی کی ہیں اللہ مالک الملک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین ایک دوسرے پر لعنت نہ بھیجو: سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت، غضب اور دوزخ کی پھٹکار نہ بھیجو۔ اس باب میں سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابن عمر اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2062)

122- بَابُ جَوَازِ لَعْنِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِيْ غَيْرِ الْمُعَيَّنِيْنَ

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ) (هود: 18)

وَقَالَ تَعَالَى: (فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ) (الأعراف: 44).

وَثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ" وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ اٰكِلَ الرِّبَا" وَأَنَّهُ لَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ" أَيْ حُدُوْدَهَا، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ لَّعَنَ وَالِدَيْهِ" وَ"لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رِعْلًا، وَذَكْوَانَ، وَعُصَيَّةَ: عَصَوُا اللهَ وَرَسُوْلَهُ" وَهٰذِهِ ثَلَاثُ قَبَائِلَ مِنَ الْعَرَبِ. وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" وَأَنَّهُ "لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ".

غیر معیّن گناہ گاروں پر لعنت کرنا جائز ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال لگانے اور لگوانے والی پر لعنت فرمائے اللہ سود خور پر لعنت فرمائے اور آپ علیہ السلام نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی اور آپ نے فرمایا: اللہ اس پر لعنت کرے جو زمین کے علامتی نشان کی جگہ تبدیل کرے۔ یعنی اس کی حدود کو اور آپ نے فرمایا: اللہ چور پر لعنت کرے جو انڈہ چوری کرتا ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ اس پر لعنت فرمائے جو والدین پر لعنت کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور آپ نے فرمایا: جس نے حرم میں بدعت کا کام کیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی تمام فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور آپ نے فرمایا: اے اللہ! ذکوان اور عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور یہ عرب کے تین قبائل ہیں۔ اور آپ علیہ السلام نے یہودیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنایا اور آپ علیہ السلام نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

وَجَمِيْعُ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ فِي الصَّحِيْحِ، بَعْضُهَا فِيْ صَحِيْحَيِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا فِيْ أَحَدِهِمَا، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ الْإِخْتِصَارَ بِالْإِشَارَةِ إِلَيْهَا. وَسَأَذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِيْ أَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ. إِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

اور یہ تمام الفاظ صحیح ہی ہیں اور بعض صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں ہیں اور بعض ان میں کسی ایک میں ہیں اور میں نے مختصراً ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور عنقریب میں ان کو ان کے متعلقہ بابوں میں ذکر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

123-بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

ناحق مسلمان کو گالی دینا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا، فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا) (الاحزاب: 58)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ور جو ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کُھلا گناہ اپنے سر لیا۔

شرح: حضرتِ صدر الا فاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نُزول: یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتّے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جُرم ہے۔ (خزائن العرفان)

(1564) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب خوف المؤمن من أن یحبط عملہ وھو لا یشعر، جلد 1، ص 27، رقم 48 صحیح مسلم، باب بیان قول النبی ﷺ، سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر، جلد 1، ص 57، رقم 230 السنن الکبری للبیھقی، باب تحریم القتل من السنۃ، جلد 8، صفحہ 20، رقم 16271 سنن ابن ماجہ، باب فی الایمان، جلد 1، ص 27، رقم 69 سنن ترمذی، باب سباب المؤمن فسوق، جلد 5، ص 21، رقم 2635)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفر یا بمعنی کفران نعمت یعنی ناشکری ہے، ایمان کا مقابل یعنی بلاقصور مسلمان کو برا کہنا اور بلاقصور اس سے لڑنا بھڑنا ناشکری ہے یا کفار کا سا کام ہے یا اسے مسلمان ہونے کی وجہ سے مارنا پیٹنا یا ناجائز جنگ کو حلال سمجھ کر کرنا کفر و بے ایمانی

ہے۔(مرقات)(مرآۃ المناجیح،ج٦ص٦٤٩)

(1565) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ أَوِ الْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوذر ﷜ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کو کفر یا فسق کا الزام لگاتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہ ہوا تو وہ کہنے والے کی طرف پلٹ آتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، باب ما ينهى من السباب واللعن، جلد 5، ص 224، رقم 5698 الاداب للبيهقي، باب الاعراض عن الوقوع في اعراض المسلمين، ص 69، رقم 123 جامع الاصول في احاديث الرسول، الفصل الاول في ذم اللعنة، جلد 10، ص 760، رقم 8438 مجمع الزوائد للهيثمي، باب فيمن لعن مسلما أو رماه بكفر، جلد 8، ص 141، رقم 13015 مسند امام احمد، حديث المشائخ عن أبي بن كعب رضي الله عنه، جلد 5، ص 181، رقم 21611)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

(مرآۃ المناجیح،ج٦ص٦٥١)

(1566) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمُتَسَابَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِيْ مِنْهُمَا حَتّٰى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُوْمُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ (جب) دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دینے والے ہوں تو دونوں کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے یہاں تک کہ مظلوم حدِ ظلم سے زیادہ جواب دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب النهي عن السباب، جلد 8، صفحه 20، رقم 6756 الادب المفرد للبخاري، باب المستبان ما قالا فعلى الاول، ص 153، رقم 424 السنن الكبرى للبيهقي، باب شهادة اهل العصبية، جلد 10، صفحه 235، رقم 21617 مجمع الزوائد للهيثمي، باب في المستبين، جلد 8، صفحه 144، رقم 13024 مسند أبي يعلى، مسند انس بن مالك، جلد 7، صفحه 250، رقم 4259)

شرح حدیث: دسویں قسم: گالی دینا

امامِ اہلِ سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:
اسی طرح کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذنِ شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق رواه البخاری ومسلم - والترمذی والنسائی وابن ماجة والحاکم عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه - (صحیح مسلم کتاب الایمان باب سباب المسلم فسوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸) (جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ماجاء فی الشتم امین کمپنی دہلی ۲/۱۹) (سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۱)

مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے (اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

سباب المسلم کالمشرف علی الھلکة، رواه الامام احمد - والبزار عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنهما بسند جید۔

(الترغیب والترہیب بحوالہ البزار الترہیب من السباب واللعن مصطفی البابی مصر ۳/۴۶۷)

مسلمان کو گالی دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔ (اسے امام احمد اور بزار نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله۔ رواه الطبرانی - فی الاوسط عن انس رضی الله تعالیٰ عنه بسند حسن۔ (المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳)

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی (اسے امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۲۷)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، رقم الحدیث ۳، ج ۳، ص ۳۱۱)

(1567) وَعَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ: "اضْرِبُوهُ" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللهُ! قَالَ: "لَا تَقُولُوا هٰذَا، لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو مارو۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے مارنے والا تھا اور کوئی جوتے سے مارنے والا اور کوئی

تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کپڑے سے مارنے والا تھا جب وہ جدا ہوا تو ہم میں سے کسی نے کہا تجھے اللہ رسوا کرے۔ فرمایا: یہ نہ کہو تم اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔ (بخاری)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شراب انگوری یعنی خمر پی تھی جیسا کہ بعض روایات میں لفظ خمر ہے۔ (مرقات) اور ظاہر یہ ہے کہ نجس جوتے سے نہ مارا ہوگا جس سے اس کا جسم نجس ہو جائے، جوتے سے مارنا اظہار غضب اور اظہار ذلت کے لیے ہے کہ یہ فعل بہت ذلیل ہے۔

اور اسے زبان سے برا بھلا کہو یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم اضربوہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب۔ سبحان اللہ! خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں، خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر گناہ میں اللہ تعالٰی کے خوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم بھی چاہیے کہ حضور ہمارے اعمال پر خبردار ہیں ہمارے گناہوں کو حضور دیکھ رہے ہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ اعلٰی حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے   شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح ہر نیک عمل میں رب تعالٰی کی رضا اور حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی چاہیے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ حضور کو ہماری نیکیوں سے خوشی ہوتی ہے۔

دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ یعنی اس نے بجائے ملامت کے بددعا کی، بجائے نصیحت کے فضیحت کی۔

اس رحمت والے نبی نے اس غموں کے دور کرنے والے رسول نے۔ (مرقات) جس کا دامن ستاری ہم سب مجرموں کے لیے پھیلا ہوا ہے۔

(تجھے اللہ رسوا کرے) کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو۔

یعنی یوں کہو کہ الٰہی اس کی گزشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کے توفیق دے اس پر رحم فرما۔ یا ارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بدکردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین! (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۲۴)

(1568) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ

ان سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اپنے مملوک

بِالزِّنٰی یُقَامُ عَلَیْهِ الْحَدُّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، اِلَّاۤ اَنْ یَّکُوْنَ کَمَا قَالَ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

پر زنا کی تہمت لگائی اس پر قیامت کے روز حد لگائی جائے گی لیکن اگر وہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس نے کہا (تو بچ جائے گا) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من قذف مملوکه، جلد 6، صفحه 251، رقم 6466 صحیح مسلم، باب التغلیظ علی من قذف مملوکه بالزنا، جلد 5، صفحه 92، رقم 4401 المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، جلد 6، صفحه 409، رقم 8108 موطا امام مالك، باب ما جاء فی اللعان، جلد 2، صفحه 567، رقم 1178 سنن ابو داؤد، باب فی حق المملوك، جلد 4، صفحه 507، رقم 5167)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہوسکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں۔ خیال رہے کہ آزاد مسلمہ عفیفہ عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسی ۸۰ کوڑے جاری ہوتے ہیں، مملوکہ لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں ہوتی، سرکار فرمارہے ہیں کہ اسے یہ سزا قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزایاب بھی، ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب یا مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ترمذی نے بھی روایت کی، حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعًا روایت کی کہ اگر مولیٰ یا زانیہ یا کہ اے زانی کہہ کر پکارے اسے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کہ یہ انکی ماں کو تہمت ہے زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۲۶۸)

124-بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْاَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّمُصْلِحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

مردوں کو ناحق اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر گالم گلوچ کرنا حرام ہے

وَهِيَ التَّحْذِيْرُ مِنَ الْاِقْتِدَاءِ بِهٖ فِيْ بِدْعَتِهٖ، وَفِسْقِهٖ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَفِيْهِ الْاٰيَةُ وَالْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اور مصلحت شرعی یہ ہے کہ کسی بدعتی اور فاسق وغیرہ کی بدعت اور فسق وغیرہ سے پیروی کرنے سے لوگوں کو بچانا اور اس میں وہی احادیث ہیں جو ماقبل باب میں گزریں۔

(1569) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا،

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی

قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا"۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے فوت شدگان کو گالی نہ دو کیونکہ وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماینہی من سب الاموات، جلد 1، ص 469، رقم 6516، الاداب للبیہقی، باب النہی عن سب الاموات، صفحہ 167، رقم 282، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، جلد 2، صفحہ 11، رقم 1419، سنن الدارمی، باب فی النہی عن سب الاموات، جلد 2، ص 311، رقم 2511، سنن النسائی الکبرٰی، باب النہی عن سب الاموات، جلد 1، ص 630، رقم 2063)

شرح حدیث: مرے ہوئے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنا

مرنے والے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ اِس ضمن میں دو فرامینِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مُلاحظہ ہوں: (1) اپنے مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۷۰ حدیث ۱۳۹۳)

(2) اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی بُرائیوں سے باز رہو۔ (سُنَنِ ترمِذی ج ۲ ص ۳۱۲ حدیث ۱۰۲۱)

حضرتِ علامہ محمد عبد الرءُوف مُناوِی علیہ رحمۃ اللہ الہادی لکھتے ہیں: مردے کی غیبت زندے کی غیبت سے بدتر ہے، کیونکہ زندہ شخص سے مُعاف کروانا ممکن ہے جبکہ مُردہ سے مُعاف کروانا ممکن نہیں۔

(فَیضُ القَدِیر لِلْمُناوِی ج ۱ ص ۵۶۲ تحتَ الحدیث ۸۵۲)

غسّال مُردے کی بُرائی بیان نہ کرے

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت جلد اوّل صفحہ 811 پر ہے: (میّت کو غسل دیتے وقت) جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اُٹھا یا میّت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بُری بات دیکھی، مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا یا بدبو آئی یا صورت واعضا میں تغیّر (ت۔غَ۔یُّر) آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اپنے مردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور اس کی بُرائیوں سے باز رہو۔

مرنے کے بعد بُلند آواز سے کلمہ پڑھا!

اگر کسی مسلمان نے مرتے وَقت بظاہر کلمہ نہ پڑھا اور کسی نے کہا کہ اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوا اُس نے اِس مرنے والے کی غیبت کی، اِس ضمن میں ایک ایمان افروز حکایت مُلاحظہ فرمایئے چُنانچہ حضرتِ علامہ عبدالحیی لکھنوی علیہ رَحمۃُ اللہِ القوی فرماتے ہیں: میرے بُزرگوں میں ایک ولیُّ اللہ یعنی مولانا محمد اظہار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال کیا اور

مرتے وقت ان کی زبان سے کلمہ نہ نکلا، لوگوں نے ان پر چادر ڈال دی اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، جب سب لوگ باہر نکلے تو بعضوں نے بطورِ طعن کے کہا کہ ظاہر میں نہایت متقی تھے اور مرتے وقت زبان سے کلمہ بھی نہ نکلا، اس بات سے تمام حاضرین کو رنج ہوا، اتنے میں مولانا مرحوم نے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور بآواز بلند کلمہ پڑھا، جب لوگوں کے کانوں میں آواز پہنچی تو طعن کرنے والوں کو لوگوں نے ملعون کیا (یعنی برا بھلا کہا)۔ (غیبت کیا ہے ص ۱۹)

مرے ہوئے کافر کی غیبت

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: کفار کی برائی بیان کرنی جائز ہے اگرچہ وہ مرگئے ہوں البتہ اگر مرنے والے کفار کے اہل وعیال مسلمان ہوں اور ان کے کافر ماں باپ، اُصول (یعنی دادا وغیرہ) کی برائی کرنے سے انہیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے کہ اب یہ ایذائے مُسلم ہے اور مسلمان کو ایذا دینا جائز نہیں۔ (نزھۃ القاری ج ۲ ص ۸۸۶)

125- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِيْذَاءِ

تکلیف پہنچانے سے ممانعت کا ذکر

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1570) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ و سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمرو ابن عاص ابن وائل کے بیٹے ہیں، اپنے والد سے پہلے ایمان لائے، آپ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے احادیث لکھیں، جن کی تعداد سات سو ہے۔ بڑے عالم، بڑے متقی عابد تھے، آخر میں نابینا ہو گئے تھے، ۶۳ھ طائف یا مصر میں وفات ہوئی۔ (مرقات)

یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت

واذیت مراد ہے۔اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغۃً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴)

(1571) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ. فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى اِلَيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ آگ سے دور کردیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے تو اس کی موت یوں آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہو اور وہ لوگوں کی طرف بھی وہ کرے جو اپنی طرف پسند کرتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعه الخلفاء الاول فالاول، جلد 6، ص 18، رقم 4882 الاداب للبیهقی، باب لا یومن احدکم حتی یحب الاخیه ما یحب لنفسه، ص 63، رقم 110 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، جلد 17، صفحه 370، رقم 45274 المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه عبدالرحمن، جلد 5، ص 84، رقم 4741 سنن النسائی، ذکر ما علی من بایع الامام و اعطاه، جلد 4، صفحه 431، رقم 7814)

شرح حدیث: مومن کی حُرمت کعبے سے بڑھ کر ہے

سُنَنِ ابنِ ماجہ میں ہے: خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کعبہ معظّمہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: مومن کی حُرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ (سُنَنِ ابن ماجہ ج ۴ ص ۳۱۹ حدیث ۳۹۳۲)

کامل مسلمان کی تعریف

سرکارِ مدینہ منوّرہ، سردارِ مکّہ مکرّمہ صلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

یعنی مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زَبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بُخاری ج ۱ ص ۱۵ حدیث ۱۰)

دائرہ ایمان سے نکل جانے کا خطرہ

کامل مسلمان وُہی ہے جو زَبان سے کسی کو گالی نہ دے، بلا اجازتِ شَرعی کسی کو بُرا نہ کہے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو بے وقوف نہ کہے، کسی کے عیب کو نہ کھولے، کسی کا بھید نہ کھولے اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ دے، کسی کی دل آزاری نہ کرے، بلا اجازتِ شَرعی کسی کو نہ مارے، کسی کو تنقید بے جا کا نشانہ نہ بنائے، جو شخص ایسا نہ ہوا بلکہ لوگوں کو اُس نے ہر طرح کی تکلیف دی، ہاتھ سے مارا، آنکھ سے کسی کی طرف ایذاء دینے والے انداز سے اشارہ کیا، ہر شخص اُس سے تنگ و بیزار رہا

تو وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہے، ایمان اس کے دل میں مضبوط نہیں ہے، انتقال کے وقت احتمال ہے کہ مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ شیطان غالب آجائے اور ہر طرح سے اُسے وسوسے ڈالے اور مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ شخص دائرہ ایمان سے نکل جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ کرے اس کا قدم صراط مستقیم سے پھسل جائے اور وہ جہنم کی راہ اختیار کرے، جنت سے محروم رہے۔ بخلاف اس کے جس کا ایمان کامل ہو، اسلام کی سچی محبت اُس کے دل کو حاصل ہو، کامل مسلمانوں والے اعمال وافعال اس کے اندر پائے جاتے ہوں، بندوں کے حقوق گردن پر نہ اٹھائے ہوں، اِس صورت میں بفضلہٖ تعالیٰ شیطان کا وسوسہ موت کے وقت اثر انداز نہ ہوگا، دریائے ایمان جوش مارے گا۔ فرشتہ ابلیس کو بھگا دے گا، وساوس کو دُور کریگا، اس لئے خاتمہ بالخیر ہوگا، شیطان اپنا سر پیٹے گا، اپنے سر پر خاک اُڑائے گا اور بہت چیخے گا چلائے گا۔

(غیبت کی تباہ کاریاں ص۵۹)

126-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ

باہمی بغض قطع تعلقی اور بے رحمی سے ممانعت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) (الحجرات: 10).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ) (المائدة: 54).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) (الفتح: 29).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

(1572) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَقَاطَعُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ کرو آپس میں حسد نہ کرو باہم ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ' کسی ایمان دار پر حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماینھی عن التحاسد، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5718، صحیح مسلم، باب النھی التحاسد والتباغض جلد 8، ص 8، رقم 6690، سنن ابوداؤد، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، جلد 4، صفحہ 430، رقم 4912، مسند

أبی یعلی، مسند انس بن مالك، جلد 6، صفحه 294، رقم 3612،مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، جلد 3، صفحه 165، رقم 12714)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباد الله اخوانا۔

بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہو جاؤ۔

(صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۷)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

لایحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق الثلث۔

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام وکلام قطع کرے۔

(صحیح البخاری، الہجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۷)

اور فحش بکنا خصوصاً برسرِ بازار معصیت وفسق ہے حدیث میں ہے رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المومن بالطعان ولا الفحاش۔

مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے۔ (جامع الترمذی باب ما جاء فی اللعنۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹) (مسند احمد بن حنبل باب سند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۵) (فتاوی رضویہ، ج ۲ ص ۵۲۵)

(1573) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا! اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا!". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِيْ كُلِّ يَوْمِ خَمِيْسٍ وَّاثْنَيْنِ وَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں۔ ہر ایسے بندے کی مغفرت ہو جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا لیکن ایسا بندہ جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو اس کی مغفرت نہیں ہوتی اور پھر کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو کہ آپس میں صلح کرلیں ان کو مہلت دو کہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک میں یہ روایت ہے کہ اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے جاتے

ہیں اور روایت کے بقیہ وہی الفاظ وہی ہیں جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن الشحناء، جلد 8، ص 11، رقم 6709 الاداب للبیھقی، باب فی ھجرۃ المسلم اخاہ فی الدین، ص 135، رقم 231 الادب المفرد للبخاری، باب الشحناء، ص 148، رقم 411 مؤطا امام مالك، باب ماجاء فی المھاجرۃ، جلد 2، ص 908، رقم 1618 سنن ترمذی، باب ماجاء فی المتھاجرین، جلد 4، ص 373، رقم 2023)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ جنت کے طبقے بہت ہیں ہر طبقہ کا علیحدہ دروازہ ہے اس لیے ابواب جمع فرمایا گیا یا خود جنت ہی کے بہت دروازے ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ جنت کے بعض دروازے وہ ہیں جو سال بھر تک ہر دوشنبہ و جمعہ کو کھلتے ہیں، بعض دروازے وہ ہیں جو ماہ رمضان میں کھلتے ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر رمضان میں دو دروازے کھلتے ہیں یہ دروازے کھلنا عام رحمت و مغفرت کے لیے ہیں۔

لایشرك باللہ سے مراد ہے مؤمن ہونا ورنہ جو مشرک نہ ہو مگر ہو کافر وہ بھی نہ بخشا جاوے گا، عداوت سے مراد دنیاوی دشمنی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی مغفرت صلح پر موقوف ہے جب کہ ان میں سے کسی نے صلح کی کوشش نہ کی لیکن اگر ایک نے تو صلح کی کوشش کی مگر دوسرا راضی نہ ہوا ہو تو اس دوسرے کو نہ بخشا جاوے گا اس میں تمام وہ قیود یاد رکھو جو ابھی پہلے عرض کی جا چکی ہیں۔

یہ حدیث بخاری نے اپنی کتاب ادب المفرد میں اور ابوداؤد و ترمذی نے بھی ان ہی سے روایت فرمائی۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۷)

127- بَابُ تَحْرِيْمِ الْحَسَدِ

حسد کی حرمت کا بیان

وَهُوَ تَمَنِّيْ زَوَالُ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا، سَوَاءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا.

کسی صاحب نعمت سے اس کی نعمت کے زوال کی آرزو کرنے کا نام حسد ہے چاہے وہ نعمت دینی ہو یا دنیاوی۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ) (النساء: 54)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

وَفِيْهِ حَدِيْثُ اَنَسٍ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اور پچھلے باب میں حضرت انس کی حدیث اس باب سے متعلق گزر چکی ہے۔

(1574) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ أَوْ قَالَ: "الْعُشْبَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی یا خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الحسد، جلد 4، صفحہ 427، رقم 4905، الاداب للبیہقی، باب ترک الحسد و الامر بالاستعاذہ من شر حاسد، ص 66، رقم 115، جامع الاول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الحسد، جلد 3، ص 625، رقم 1963، مسند عبد بن حمید، من مسند أبی هریرۃ رضی اللہ عنہ، صفحہ 418، رقم 1430، مشکوۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 92، رقم 5040)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حسد و بغض ذریعہ بن جاتا نیکیوں کی بربادی کا یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جاویں، حاسد و بغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ کفر وارتداد کے سواء کوئی گناہ مؤمن کی نیکیاں برباد نہیں کرتا، ہاں نیکیوں سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، رب فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (اشعہ) اس حدیث کی بناء پر معتزلہ نے کہا ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں بھی مٹ جاتی ہیں مگر غلط کہا کیونکہ اس حدیث کا وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ (دیکھو مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۶۷)

128- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ لِكَلَامِ مَنْ يَّكْرَهُ اسْتِمَاعَهُ

ٹوہ لگانے اور دوسرے کے ناپسند کرنے کے باوجود اس کی بات سننے کی ممانعت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَا تَجَسَّسُوْا) (الحجرات: 12).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عیب نہ ڈھونڈو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے چھپے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری سے چھپایا۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بڑی جھوٹی بات ہے اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، ان کے ساتھ حرص وحسد، بغض، بے مروتی نہ کرو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو بھائی بنے رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو رسوا نہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، (اور یہاں کے لفظ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کے لئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر دیکھے، ہر مسلمان

مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کی آبرو بھی، اس کا مال بھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں اور عملوں پر نظر نہیں فرماتا بلکہ تمہارے دلوں پر نظر فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم) حدیث جو بندہ دنیا میں دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (اخرجہ مسلم)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا) (الاحزاب: 58)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر جو انہوں نے کمایا تو انہوں نے بہتان اور واضح گناہ کمایا۔

(1575) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، ولا تحسّسوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمْ. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوٰى هَاهُنَا التَّقْوٰى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهِ "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ، وَعِرْضُهُ، وَمَالُهُ. إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ".

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو ہر گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ حرص کرو اور نہ جاسوسی کرو اور ایک دوسرے پر بڑھنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے پیٹھ مت پھیرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ جس طرح تم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون اس کی عزت اور اس کا مال یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے عملوں اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: "لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا".

اور ایک روایت میں ہے ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ کرو اور جاسوسی نہ کرو اور محسوس کرنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے پر دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ دو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ: "لَا تَقَاطَعُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا".

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ نہ کرو اور ایک

دوسرے سے بغض نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَلَا تَهَاجَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ".

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور تم ایک دوسرے پر بیع نہ کرو۔ (مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا.

امام مسلم نے یہ سب روایات بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر امام بخاری نے ذکر کی ہیں۔

شرح حدیث: بدگمانی کرنے والوں کی توبہ

علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (اَلْمُتَوَفّٰی ۷۶۸ ھ) لکھتے ہیں: ایک صاحب علم وفضل بیان کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک سوداگر تھا جو اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان میں بدکلامی کیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اسی شخص کو اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت میں دیکھا اور کسی نے مجھے بتایا کہ اس نے اپنی ساری دولت انہیں پر لٹا دی ہے۔ میں نے اس سوداگر سے اس تبدیلی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا: میں غلطی پر تھا اور اس کا احساس مجھے اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد میں نے حضرتِ سیِّدنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کو دیکھا کہ بہت جلدی میں مسجد سے نکل رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ دیکھو تو سہی یہ شخص بڑا صوفی کہلاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں رُکنے کو تیار نہیں۔ میں نے سب کچھ چھوڑا اور اپنے دِل میں کہا: دیکھوں تو سہی کہ یہ کہاں جاتے ہیں؟ اور ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے بازار جا کر نان بائی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں، میں نے سوچا صوفی صاحب کو دیکھئے نرم نرم روٹیاں لے رہے ہیں، اس کے بعد آپ نے کباب والے سے ایک دِرہم کے کباب خریدے۔ یہ دیکھ کر میرا غصہ اور بڑھ گیا۔ وہاں سے وہ حلوائی کی دُکان پر پہنچے اور ایک دِرہم کا فالودہ لیا۔ میں نے دِل میں ٹھان لی کہ انہیں خریدنے دو، جب یہ اسے کھانے بیٹھیں گے تو میں ان کا مزہ کرکرا کروں گا۔ سب چیزیں خریدنے کے بعد انہوں نے جنگل کی راہ لی۔ میں نے سوچا انہیں بیٹھ کر کھانے کے لئے شاید سبزہ زار اور پانی کی تلاش ہے چنانچہ میں ان کے پیچھے لگا رہا حتی کہ عصر کے وقت آپ ایک گاؤں کی مسجد میں پہنچے، جہاں ایک بیمار آدمی موجود تھا۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے کھانا کھلانے لگے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے چلا گیا اور گاؤں کی سیر کو نکل گیا۔ جب میں واپس لوٹا تو حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی وہاں نہیں تھے۔ میں نے اس بیمار سے آپ علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بغداد چلے گئے۔ میں نے پوچھا: بغداد یہاں سے کتنی دور ہے؟ اس نے بتایا: تقریباً ۱۲۰ میل۔ میری زبان سے نکلا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مجھے اپنے کئے پر بہت پچھتاوا ہوا۔ میرے پلے اتنے پیسے نہ تھے کہ سواری پر جاؤں اور نہ جسم میں اتنی سکت کہ پیدل جا پہنچوں۔ اس بیمار نے مشورہ دیا کہ حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے آنے تک یہیں رہو۔ چنانچہ میں دوسرے جمعہ تک وہیں رکا رہا۔

اگلے جمعۃ المبارک حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کھانا لے کر بیمار کے پاس پہنچے۔ جب آپ اسے کھانا کھلا چکے تو اس نے کہا: اے ابونصر! یہ شخص گزشتہ جمعہ آپ کے پیچھے یہاں آیا تھا اور ہفتہ بھر سے یہیں پڑا ہوا ہے اسے واپس پہنچا دیجئے۔ حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نے جلال سے میری طرف دیکھا اور پوچھا: میرے ساتھ کیوں آئے تھے؟ میں نے کہا: مجھ سے غلطی ہوگئی۔ فرمایا: میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں ان کے پیچھے چلتا رہا حتی کہ مغرب کے وقت ہم شہر کے قریب جا پہنچے۔ انہوں نے میرے محلے کے بارے میں پوچھا اور میرے بتانے کے بعد فرمانے لگے: جاؤ اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ میں نے اسی وقت سے اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگوئی سے توبہ کرلی اور ان کی صحبت اختیار کرلی اور اب اسی پر قائم رہوں گا، ان شاء اللہ عزّ وجلّ۔

(روض الریاحین، الحکایۃ السابعۃ والثلاثون بعد المئتین، ص ۲۱۸ ملخصاً)

جب حجام برابر آکر بیٹھا

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سیّد ایُّوب علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلسنّت، مُجَدِّدِ دِین وملّت حضرتِ علّامہ مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور (اعلیٰ حضرت) ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پُرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحِبِ خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اُس کی طرف دیکھنا شُروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جُھکائے اُٹھ کر چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کو صاحِبِ خانہ کی اِس مغرورانہ روِش پر سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ آپ کے یہاں آئے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے اپنی چارپائی پر جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حُضور (اعلیٰ حضرت) کا خط بنانے کے لئے آئے، وہ اِس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے فرمایا: بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ بیٹھ گئے، پھر ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پُھنکاریں مارتا ہے، وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے۔ خلافِ معمول جب عرصہ گزر گیا تو اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے فرمایا: اب فُلاں صاحِب تشریف نہیں لاتے ہیں! پھر خود ہی فرمایا: میں بھی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، حصہ ۱، ص ۱۰۸)

(1576) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ

حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اگر مسلمانوں کے عیب تلاش کرے گا تو ان کو خراب کردے گا یا قریب ہے کہ تو

كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ". حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

ان کو خراب کردے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی النھی عن التجسس، جلد 4، صفحہ 423، رقم 4890، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماجاء فی النھی عن التجسس، جلد 8، صفحہ 333، رقم 18078، صحیح ابن، باب الغیبۃ، جلد 13، صفحہ 72، رقم 5760، مسند الشامیین للطبرانی، حدیث ثور عن راشد بن سعد المقری، جلد 1، ص 272، رقم 473، کنز العمال للمتقی، آداب الامارۃ، جلد 5، صفحہ 943، رقم 14356)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس فرمانِ عالی میں خطاب خصوصی طور پر جناب معاویہ سے ہے کیونکہ آئندہ یہ سلطان بننے والے تھے تو اس غیوب داں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان کو طریقہ سلطنت کی تعلیم فرمادی کہ تم بادشاہ بن کر لوگوں کے خفیہ عیوب نہ ڈھونڈھا کرنا درگزر اور حتی الامکان عفو و کرم سے کام لینا اور ہوسکتا ہے کہ روئے سخن سب سے ہو کہ باپ اپنی جوان اولاد کو، خاوند اپنی بیوی کو، آقا اپنے ماتحتوں کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ بدگمانیوں نے گھر بلکہ بستیاں بلکہ ملک اجاڑ ڈالے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور فرماتا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا ہم اپنے عیب ڈھونڈیں اور لوگوں کی خوبیاں تلاش کریں۔ خیال رہے کہ یہاں بلاوجہ کی بدگمانیوں سے ممانعت ہے ورنہ مشکوک اور بدمعاش لوگوں کی نگرانی کرنا سلطان کے لیے ضروری ہے، جاسوسی کا محکمہ ملک رانی کے لیے لازم ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۰۷)

(1577) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيْلَ لَهُ: هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا، فَقَالَ: إِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلٰكِنْ إِنْ يَّظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ، نَأْخُذْ بِهِ. حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا یہ فلاں ہے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں فرمایا ہمیں جاسوسی سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے لیے کچھ ظاہر ہو تو ہم اس پر گرفت کریں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسے ابوداؤد نے شرط بخاری کے مطابق سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الستر علی الرجل و عون الرجل لاخیہ، جلد 9، ص 86، رقم 27100، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 350، رقم 9741، سنن ابوداؤد، باب النھی عن التجسس، جلد 4، صفحہ 423، رقم 4892، مصنف عبدالرزاق، باب التجسس، جلد 10، صفحہ 232، رقم 18945)

شرح حدیث: بھائی بھائی بن جاؤ

بدگمانی تجسس کی طرف بلاتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔

ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلۃ)

دوسروں کی خبریں معلوم کرنا اور آنکھوں سے دوسروں کو جھانکنا تجسس کہلاتا ہے جبکہ پردہ پوشی اور دوسروں کے عیب سے اپنے آپ کو لاعلم اور غافل رکھنا دیندار لوگوں کا شیوہ ہے اور بُری بات پر پردہ ڈالنے اور اچھی بات کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں یہ بات کافی ہے کہ دعا میں ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے:

يَا مَنْ أَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِيْحَ۔

اے وہ! جو اچھی بات کو ظاہر کرتا اور بری بات پر پردہ ڈالتا ہے۔

اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جب وہ رب ہونے کے باوجود عیبوں پر پردہ ڈالنے والا، گناہوں کو بخشنے والا ہے بندوں سے درگزر کرتا ہے تو تم کیسے اس شخص سے درگزر نہیں کرتے جو تمہاری مثل یا تم سے بلند مرتبے والا ہے؟ اور ہرگز تمہارا بندہ یا مخلوق نہیں۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۲۸۶)

129-بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ

بلاضرورت مسلمانوں کے متعلق بدگمانی سے ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ) (الحجرات: 12).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: مومنِ صالح کے ساتھ بُرا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجود یہ کہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔ سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے، یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے گناہ ہے، دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضرور ہے۔

مسئلہ: گمان کی کئی قسمیں ہیں، ایک واجب ہے وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک مستحب وہ مومنِ صالح کے ساتھ نیک گمان ایک ممنوع حرام وہ اللہ کے ساتھ بُرا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ بُرا گمان کرنا ایک جائز وہ فاسقِ معلن کے ساتھ

ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (خزائن العرفان)

(1578) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ یقیناً گمان سب سے بری بات ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: تین خصلتیں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لم تسلم منها هذا الامة الحسد و الظن و الطیرة الا انبئکم بالمخرج منها اذا ظننت فلا تحقق و اذا حسدت فلا تبغ و اذا تطیرت فامض، رواه رسته فی کتاب[1] الایمان عن الامام الحسن البصری مرسلا ووصله ابن عدی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بلفظ اذا حسدتم فلا تبغوا و اذا ظننتم فلا تحققوا و اذا تطیرتم فامضوا وعلی الله فتوکلوا[2]۔

تین خصلتیں اس امت سے نہ چھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگونی، کیا میں تمہیں ان کا علاج نہ بتادوں، بدگمانی آئے تو اس پر کاربند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کر اور بدشگونی کے باعث کسے کام رک نہ رہو (اس حدیث کو رستہ نے کتاب الایمان میں امام حسن بصری سے بے ذکر صحابہ سے روایت اور ابن عدی نے متصل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے دل میں حسد آئے تو زیادتی نہ کرو اور بدگمانی آئے تو اسے جمانہ دو اور بدشگونی آئے تو رکو نہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ت)

(1۔ کنز العمال بحوالہ رستہ فی کتاب الایمان حدیث ۷۸۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۲۷و۲۸) (2۔ کنز العمال بحوالہ عد عن ابی ہریرہ حدیث ۷۴۴۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۴۶۱)

130- بَابُ تَحْرِیْمِ اِحْتِقَارِ الْمُسْلِمِیْنَ

مسلمانوں کی تحقیر حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) (الحجرات: 11)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان ایک قوم دوسری سے مذاق نہ کرے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے عورتیں مذاق کریں۔ قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور تم اپنے نفسوں طعنہ مت دو اور ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو ایمان کے بعد میرے نام فسق ہیں اور جس نے توبہ نہ کی تو ایسے لوگ

ہی ظالم ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الهمزة: 1).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

(1579) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا بِطُوْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کا اتنا برا ہونا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (مسلم) یہ حدیث تفصیل سے پیچھے گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: تکبُّر کسے کہتے ہیں

اپنے سے کسی کو حقیر جاننا تکبُّر کہلاتا ہے، تکبُّر ایک تو خود حرام ہے مزید اس کی وجہ سے غیبت کا گناہ بھی سرزد ہوتا ہے۔ مغرور آدمی جس کو حقیر جانتا ہے اُس کی ہنسی اُڑاتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ پارہ 26 سورۃُ الْحُجُرات آیت نمبر 11 میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ (پ26 الحُجرات 11)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حَجَر مَکّی شافعی علیہ رحمۃ اللہِ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: سُخرِیہ سے مُراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکمِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرَّب ہو۔ چُنانچہ سرکارِ ابدقرار، شافعِ روزِ شمار، باذنِ پروردگار دوعالم کے مالِک ومختار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرمادے۔ (سُنَنِ ترمذی ج ۵ ص ۵۹ ۴ حدیث ۳۸۸۰)

(1580) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ! فَقَالَ

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہو گا، جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہے تو ایک آدمی نے

رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کہا کہ آدمی اپنے کپڑے اپنے جوتے اچھا ہونا پسند کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ جمال والا ہے جمال کو پسند فرماتا ہے۔ (مسلم)

وَمَعْنٰى "بَطَرُ الْحَقِّ" دَفْعُهُ، "وَغَمْطُهُمْ": اِحْتِقَارُهُمْ، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ اَوْضَحَ مِنْ هٰذَا فِيْ بَابِ الْكِبْرِ.

بطر الحق حق کو ٹالنا۔ غمطھم ان کو حقیر جاننا۔ اس کا بیان اس سے واضح تر باب الکبر میں گزرا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس کے دل میں رائی برابر نور ایمانی ہو وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دوزخ میں نہیں جاوے گا لہذا حدیث واضح ہے۔ ایمان سے مراد نتیجہ ایمان ہے اور آگ میں جانے سے مراد ہمیشگی کے لیے جانا ہے، ایمان میں زیادتی کمی ناممکن ہے نور ایمان میں ممکن ہے۔

اس فرمان عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جاوے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کردے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۶۲۸)

(1581) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، فَقَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَّا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ! فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جندب بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم اللہ فلاں کو نہیں بخشے گا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے اس کو بخش دیا اور تیرے اعمال کو برباد کر دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن تقنیط، جلد 8، ص 36، رقم 6847 الاداب للبیهقی، باب النهی عن الاعجاب بنفسه والازدراء بغیره، ص 168، رقم 284 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث جندب بن عبدالله بن سفیان، جلد 2، ص 165، رقم 1679 مسند ابی یعلی، مسند جندب بن عبدالله، جلد 1، صفحه 299، رقم 1529 مشکوة المصابیح، باب الاستغفار و التوبه جلد 2، ص 26، رقم 2334)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالبًا دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہوسکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں، مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی۔

اس لیے نہ بخشے گا کہ اس نے گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اس لیے کہ اس نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں۔ پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

یَتَأَلّٰی تَاَلِّیْ سے بنا بمعنی قسم کھانا اسی سے ایلاء ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد وتقویٰ پر نازاں تھا۔ (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

اوگنہگاریاں عجز وکھاون قرب حضوری پاون   عملاں والیاں ناز وکھاون دور نکالیاں جاون

یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آگیا اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کرلی جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہوگئیں۔ اس شرح کی بناء پر حدیث بالکل واضح ہوگئی نہ آیات قرآنیہ کے خلاف رہی نہ دیگر احادیث کے۔ ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ معمولی گناہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کردینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا زاہد کی قسم کو جھوٹا کردیا اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ آمین! ہر شخص ڈرتا رہے۔ شعر

پانی بھریں پنہاڑیاں رنگ برنگے گھڑے   بھریا اس کا جانیئے جس کا توڑ چڑھے

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۸)

131- بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

مسلمان کی مصیبت پر خوشی کے اظہار کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) (الحجرات: 10)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لئے دردناک

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (النور: 19)

عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

(1582) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی نہ ظاہر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر اللہ رحم کردے اور تجھ کو اس مصیبت میں مبتلا کردے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ التَّجَسُّسِ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ...." (الحديث).

اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ سے روایت پیچھے تجسس کے باب میں گزر چکی ہے کہ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے آخر حدیث تک۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة، جلد 4، صفحه 622، رقم 2506 مسند الشاميين للطبرانی حديث مكحول عن واثلة بن الاسقع، جلد 4، ص 305، رقم 3379 جمع الجوامع للسيوطی، حرف اللام، جلد 6، صفحه 218، رقم 16634)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

واثلہ ابن اسقع لیثی صحابی ہیں، جب حضور انور غزوہ تبوک کے لیے جا رہے تھے تو آپ ایمان لائے، تین سال حضور کی خدمت میں رہے، اصحاب صفہ سے تھے ایک سو برس عمر پائی بیت المقدس میں وفات ہوئی۔ (مرقات) آپ مشہور صحابی ہیں۔

یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

مگو اندوہ خویش پیش کساں | کہ لاحول گویند شادی کناں

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کے لیے ہو تب جائز ہے جب کہ اس طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرضکہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں۔

یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی منانے کا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بارہا کا آزمودہ ہے ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٨٩)

132- بَابُ تَحْرِيْمِ الطَّعْنِ فِي الْاَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِيْ ظَاهِرِ الشَّرْعِ

ظاہر شرع کے لحاظ سے جو نسب ثابت ہیں ان پر اعتراض حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الأحزاب: 58)

اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1583) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو فعل لوگوں میں ان کے کفر کی وجہ سے پائے جاتے ہیں نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر بین کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب، جلد 1، صفحہ 58، رقم 236۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 496، رقم 10438۔ مستخرج أبی عوانۃ، بیان المعاصی التی اذا قالھا الرجل و عمہا کان کفرا، جلد 1، ص 36، رقم 51۔ الاداب للبیہقی، باب کراھیۃ التفاخر بالأحساب، صفحہ 202، رقم 340۔ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ جندب، جلد 5، صفحہ 142، رقم 1560)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط

قال ربنا تبارک وتعالی یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے (القرآن الکریم ۴۹ / ۱۳)

اراد اللہ سبحنہ وتعالی ردما کانت علیہ الجاھلیۃ من التفاخر بالاباء والطعن فی الانساب وتعلی النسب علی غیرہ من الناس حتی کانہ عبدلہ اوادل ، وکان بدء ھذہ النزعۃ اللئیمۃ من الذلیل الخسیس عدو اللہ ابلیس اذ قال انا خیر منہ خلقتنی نار وخلقتہ من طین

(القرآن الکریم ۷ / ۱۲ و ۳۸ / ۷۶)

فرد اللہ سبحنہ وتعالی علیھم بان اباکم واحد وامکم واحدۃ فانہ تعالی خلقکم من نفس واحدۃ و وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء فما منکم من احد الا وھو یدلی بمثل مایدلی بہ الاخر سواء بسواء ، فلا مساغ للتفاضل فی النسب والتفاخر بالام والاب ، واما ما رتبنا کم علی اجیال تحتھا شعوب تحتھا قبائل فانما ذالک لتعارفوا فتصلوا ارحامکم ولا ینتمی احد الی غیر ابیہ ، لا لان تتفاخروا ویزدری بعضکم بعضا نعم ان اردتم

التفاضل فالفضل عند نا بالتقوى فكلما زاد الانسان تقوى زاد كرامة عند ربه تبارك وتعالى، فاكرمكم عندنا من كان اتقى لامن كان انسب ۔ ان الله عليم بكرم النفوس وتقواها خبير بهم النفوس فى هواها۔ (القرآن الکریم ۴/۱)

(ترجمہ رضویہ) اللہ تعالیٰ کی مراد اس طور کا رد ہے جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلّی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہو نہ اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضلیت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقوی (پرہیز گاری سے ہے تو جب انسان پرہیز گاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نفوس کی عزت اور ان کی پرہیز گاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبر دار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۸، ص ۴۹۳)

133-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ وَالْخِدَاعِ

دھوکہ دینے اور کھوٹ سے ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الأحزاب: 58).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1584) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: "مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ: اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَارَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: "اَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا".

ان ہی سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اناج کے ڈھیر پر سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا آپ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی فرمایا: اے اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ بارش کی وجہ سے نمی ہے آپ نے فرمایا: تو نے اس کو اناج کے اوپر کیوں نہیں ڈالا تاکہ لوگوں کو پتا چل جاتا' جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الکشف عن معایب رواۃ الحدیث ونقلہ الاخبار، جلد 1، ص 17، رقم 75۔الادب المفرد للبخاری، باب من رمی باللیل، صفحہ 436، رقم 1280سنن ابن ماجہ، باب من شھر السلاح، جلد 2، صفحہ 860، رقم 2575سنن النسائی باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس، جلد 2، ص 311، رقم 3563صحیح ابن، باب طاعۃ الائمۃ، جلد 10، صفحہ 448، رقم 4588)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے، یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا علینا جمع ارشاد فرمارہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقًا اٹھانا ہے خواہ ظلمًا قتل کے لیے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔

یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہمارے اہل طریقہ واہل سنت سے نہیں لہذا اس سے کفر مراد نہیں۔

ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کردینا یا اصل میں نقل ملادینا غرضکہ ہر کاروباری دھوکہ مراد ہے۔

اور غشنا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنلہ مؤدتی جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت نہ پائے گا اور اسے میری محبت نہ پہنچے گی۔

(مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۴۲۹)

(1585) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَنَاجَشُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النھی للبائع أن لا یحفل الابل والبقر والغنم، جلد 2، ص 755، رقم 2043صحیح مسلم، باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ حتی یأذن أو یترک، جلد 4، صفحہ 138، رقم 3525۔السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النھی عن النجش، جلد 5، صفحہ 343، رقم 11199۔المنتقی لابن الجارود کتاب النکاح، جلد 1، صفحہ 170، رقم 677سنن ابوداؤد، باب

النھی عن النجش، جلد 3، صفحہ 282، رقم 3440)

شرح حدیث: دھوکے سے قیمت میں زیادتی کرنا

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: نجش مکروہ ہے حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا۔ نجش یہ ہے کہ مبیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ ۱۱، ص ۷۳۔ ۷۴)

(1586) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. نَهٰى عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دھوکہ کے لیے بولی بڑھانے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایکرۃ من التناجش، جلد 6، صفحہ 2554، رقم 6562 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ و سومہ علی سومہ، جلد 5، صفحہ 5، رقم 3893 السنن الکبری للبیہقی، باب النھی عن النجش، جلد 5، صفحہ 343، رقم 11198 مؤطا امام مالک، باب ما ینھی عنہ من المساومۃ، جلد 2، صفحہ 684، رقم 1367 سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النھی عن النجش، جلد 2، صفحہ 734، رقم 2173)

شرح حدیث: مکروفریب اور دھوکا دینا

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرا داؤں (فریب) اپنے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ (پ 22، فاطر: 43)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شفیعِ مُعظّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے ہم سے دھوکا کیا وہ ہم میں سے نہیں اور مکر اور دھوکا جہنم میں ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۲۳۴، ج۱۰، ص ۱۳۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مکر، دھوکا اور خیانت جہنم میں ہے۔

(المستدرک، کتاب الاھوال، باب تحشر ھذہ الامۃ علی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۸۸۴۱، ج۵، ص ۸۳۳)

حضورِ نبیِ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: دھوکے باز جنت میں داخل نہ ہوگا

اور نہ ہی بخیل اور احسان جتلانے والا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۳۲، ج ۱، ص ۲۷)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مؤمن سیدھا سادہ، کرم کرنے والا جبکہ فاسق مکار، کمینہ ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، الحدیث: ۱۹۶۳، ص ۱۸۴۹)

(1587) وَعَنْهُ، قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْخِلَابَةُ بِخَاءٍ مُّعْجَمَةٍ مَّكْسُوْرَةٍ وَّبَاءٍ مُّوَحَّدَةٍ، وَّهِيَ: الْخَدِيْعَةُ.

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو بیع میں دھوکہ ہو جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تو بیع کرے اس سے کہہ دے کہ دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ خلابۃ: خاء معجمہ مکسورہ اور باء موحدہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے: خراب کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایکرہ من الخداع فی البیع، جلد 2، صفحہ 745، رقم 2011 صحیح مسلم، باب من یخدع فی البیع، جلد 5، صفحہ 11، رقم 3939 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الدلیل علی ان لایجوز شرط الخیار فی البیع، جلد 5، صفحہ 273، رقم 10763 المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، صفحہ 146، رقم 567 موطاء امام مالک، باب جامع البیوع جلد 2، صفحہ 685، رقم 1368)

شرح حدیث: سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟

حضرت سیدنا ابوسباع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی، جب میں اسے لے کر نکلا تو حضرتِ سیدنا واثلہ مجھے ملے جبکہ وہ اپنا تہبند گھسیٹ رہے تھے اور دریافت فرمایا: آپ اسے خریدنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو اس کے (عیب کے) بارے میں وضاحت کر دی گئی ہے؟ میں نے کہا: اس میں کیا عیب ہوسکتا ہے، بے شک یہ ظاہراً موٹی تازی صحت مند ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: آپ کا اس سے سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟ میں نے کہا: میرا تو حج کا ارادہ ہے۔ آپ نے کہا: آؤ واپس لوٹانے چلیں۔ تو اُونٹنی (بیچنے) والے نے کہا: اللہ عزوجل آپ کی اصلاح فرمائے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ بیع توڑنا چاہتے ہیں؟ تو حضرتِ سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کسی کے لئے جائز نہیں کہ کسی چیز کو عیب بیان کئے بغیر بیچے اور جس کو عیب معلوم ہو اس کے لئے عیب بیان نہ کرنا بھی جائز نہیں۔

(شعب الایمان، باب فی الامانات ووجوب ادائھا الی اھلھا، الحدیث: ۵۲۹۵، ج ۴، ص ۳۳۰)

(1588) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَبَّبَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جس نے کسی آدمی کی بیوی یا مملوک کو خراب کیا' ورغلایا تو وہ ہم

زَوْجَةَ امْرِءٍ، اَوْ مَمْلُوْكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ. "خَبَّبَ بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ، ثُمَّ بَاءٍ مُوَحَّدَةٍ مُكَرَّرَةٍ: اَیْ اَفْسَدَهٗ وَخَدَعَهٗ.

میں سے نہیں۔ (ابوداؤد) خَبَّبَ خاء معجمہ پھر با موحدہ مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس نے اسے خراب کیا اور دھوکہ دیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیمن خبب مملوکا علی مولاه، جلد 4، صفحه 508، رقم 5172۔ المستدرك للحاكم، كتاب الايمان والنذور، جلد 6، صفحه 319، رقم 7816۔ صحيح ابن، كتاب الايمان، جلد 10، صفحه 205، رقم 4363۔ الفتح الكبير للسيوطي، حرف الميم، جلد 3، صفحه 179، رقم 11734)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں: عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کرکے دوسرے مردوں کی خوبیاں ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کے لیے جادو تعویذ گنڈے کرنے سب حرام ہے اور غلام یا لونڈی کو بگاڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے، اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان کی امداد کرے، بہر حال دو دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرو توڑو نہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۸۲)

134-بَابُ تَحْرِيْمِ الْغَدْرِ

عہد شکنی کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ) (المائدة: 1)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضِل سیِّدُنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: عقود کے معنٰی میں مفسّرین کے چند قول ہیں ابنِ جریر نے کہا کہ اہلِ کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے معنٰی یہ ہیں کہ اے مؤمنینِ اہلِ کتاب میں نے کُتبِ متقدمہ میں سیدِ عالَم محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ خِطاب مؤمنین کو ہے انہیں عقود کے وفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان عقود سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام و حلال کے متعلق قرآنِ پاک میں لئے گئے۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ اس میں مؤمنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 34).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے۔

(1589) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی میں چار

وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عادتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک عادت ان عادتوں میں پائی گئی تو اس میں نفاق کی علامت پائی گئی حتیٰ کہ اسے چھوڑ دے جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کردی جاتی ہیں کبھی کم وبیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یا حضور فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرا اور گالیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۶۸)

جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 25 صَفْحَہ 69 پر لکھتے ہیں اَشباہ وَالنَّظائر میں ہے: خُلْفُ الْوَعْدِ حَرَامٌ یعنی وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

(الاشباہ والنظائر ص ۲۸۸، فتاوٰی رضویہ)

وعدہ خِلافی کسے کہتے ہیں؟

حُضُور پرنور سیِّدُ الْعٰلمین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: وعدہ خلافی یہ نہیں کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیّت اسے پورا کرنے کی بھی ہو بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیّت اسے پورا کرنے کی نہ ہو۔

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب البغدادی ج ۲ ص ۶۰ رقم ۱۱۷۹)

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو پھر پورا نہ کرسکے، وعدہ پر نہ آسکے تو اُس پر گناہ نہیں۔ (سُنَنِ ابوداود ج ۴ ص ۳۸۸ حدیث ۴۹۹۵)

وعدہ پورا کرنے کی نیّت نہ ہو مگر اتِّفاقاً پورا ہو جائے تو۔۔۔

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کرسکے تو وہ گناہ گار نہیں، یوں ہی اگر کسی کی نیت وعدہ خلافی کی ہو مگر اِتِّفاقاً پورا کر دے تو گنہگار ہے اُس بدنِیّتی کی وجہ سے۔ ہر وعدے میں نیّت کا بڑا دخل ہے۔

(مرآۃ ج ٦ ص ۴۹۲)

شَرعی قَباحت ہو تو وعدہ پورا نہ کرے

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 312 صَفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحہ 295 پر صدرُ الشَّریعہ حضرتِ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: وعدہ کیا مگر اس کو پورا کرنے میں کوئی شرعی قباحت (یعنی شرعی بُرائی) تھی اِس وجہ سے پورا نہیں کیا تو اس کو وعدہ خلافی نہیں کہا جائے گا اور وعدہ خلافی کا جو گناہ ہے اس صورت میں نہیں ہوگا اگرچہ وعدہ کرتے وقت اس نے اِستِثناء نہ کیا ہو کہ یہاں شریعت کی طرف سے اِستِثناء موجود ہے، اِس کو زبان سے کہنے کی ضَرورت نہیں مَثَلاً وعدہ کیا تھا کہ میں فُلاں جگہ پر آؤں گا اور وہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کروں گا۔ مگر جب وہاں گیا تو دیکھتا ہے کہ ناچ رنگ اور شَراب نوشی وغیرہ میں لوگ مصروف ہیں، (لہٰذا) وہاں سے چلا آیا تو یہ وعدہ خلافی نہیں ہے، یا اس کا انتظار کرنے کا وعدہ کیا اور انتظار کر رہا تھا کہ نَماز کا وقت آ گیا یہ چلا آیا (تو یہ) وعدے کے خلاف نہیں ہوا۔ (بہارِ شریعت)

(1590) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالُوْا: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، یُقَالُ: هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا' کہا جائے گا یہ فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، جلد 5، صفحہ 141، رقم 4627، السنن الصغرٰی للبیھقی، باب الامان، جلد 3، صفحہ 106، رقم 3973، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی التغلیظ علی الغادر، جلد 1، صفحہ 264، رقم 1053، سنن ابوداؤد، باب فی الوفاء بالعھد، جلد 3، صفحہ 37، رقم 2758، سنن الدارمی، باب فی الغدر، جلد 2، صفحہ 323، رقم 2542)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے۔ واقعی بدعہد کے سرین پر جھنڈا لگا ہوگا یا جہاں بدعہد لوگ کھڑے کیے جائیں گے وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی ہو۔ خیال رہے کہ امت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ گناہوں کا وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی

اپنے کو رسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں لہذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۳)

(1591) وَعَنْ اَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِيرِ عَامَّةٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کے سرین کے پاس ایک جھنڈا اس کی عہد شکنی کی مقدار سے بلند ہوگا اور امیر عام کی عہد شکنی سے بڑھ کر کوئی عہد شکنی نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، جلد 5، صفحه 142، رقم 4636 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الکتاب السابع فی الغدر، جلد 8، صفحه 459، رقم 6230 مشکوۃ المصابیح، باب ما علی الولاۃ من التیسیر، جلد 2، صفحه 348، رقم 3727)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لواء بہت بلند جھنڈے کو کہتے ہیں اور رایۃ ہر جھنڈے کو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پیٹھ سے ایسا چمٹا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پھرے گا، چوتڑوں کا ذکر اہانت کے لیے ہے است کا ترجمہ ہے دبر، عزت کا جھنڈا منہ کے سامنے ہوتا ہے ذلت کا جھنڈا پیچھے۔

یعنی دنیا میں بدعہدی کی جیسی کیفیت ویسی وہاں جھنڈے کی کیت و درازی۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں اور ان کے جرموں کی نوعیت بھی قیامت والوں پر عیاں ہوگی۔

اس فرمان عالی کے تین معنے ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے جو مسلمانوں کی مرضی بغیر ان کا امیر عام بن جائے جیسے متغلب و باغی۔ دوسرے وہ بادشاہ بڑا غدار ہے جو مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اہل کو بھول جائے نااہلوں کو عہدے سونپے، انہیں آگے بڑھائے، انہیں اہل استحقاق پر مسلط کردے۔ تیسرے یہ کہ بڑا غدار وہ شخص کہ جو امیر عام یعنی بادشاہ اسلام سے بدعہدی کرے اس سے کیے ہوئے وعدے پورے نہ کرے، چونکہ ان تینوں قسم کے غداروں کی بدعہدی کا اثر دین، ملک، قوم پر پڑتا ہے۔ ان غداروں کا تعلق عام لوگوں سے ہے اس لیے یہ تینوں غدار بدترین غدار اور اول درجے کے بدعہد قرار دیئے گئے، ہمارا ترجمہ ان معنے کا حامل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۵)

(1592) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین آدمیوں کی طرف سے قیامت کے روز میں جھگڑا کروں گا ایک وہ آدمی جس نے میری ذمہ داری پر معاہدہ کیا پھر عہد شکنی

أَجِيْرًا، فَاسْتَوْفَى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کی۔ اور دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کیا اور اس کی رقم کھا گیا۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور بنایا اس سے کام پورا لیا اور اس کو اجرت نہ دی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من باع حرا، جلد 2، صفحہ 776، رقم 2114، السنن الصغری، باب الاجارة، جلد 2، صفحہ 140، رقم 2253، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، ص 149، رقم 579، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحہ 358، رقم 8677، مسند ابویعلی، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 11، صفحہ 444، رقم 6571)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سخت سزا دوں گا جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن پر قابو پائے تو اس کی کوئی رعایت نہیں کرتا، ایسے ہی میں انکی رعایت و رحم نہ کروں گا لہذا یہ حدیث واضح ہے۔

اس کی بہت صورتیں ہیں: کسی کو خدا کا نام لے کر امان دی پھر موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا، کسی سے رب کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کیا پھر پورا نہ کیا، عورت سے رب تعالیٰ کا نام لے کر بہت سے وعدوں پر نکاح کیا، پھر وہ ادا نہ کیے، اسی لیے نکاح کے وقت کلمے پڑھاتے ہیں کہ دونوں خاوند بیوی حقوق میں جکڑ جائیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۔ غرضکہ وعدہ خلافی یوں ہی بری ہے مگر جب وعدہ رب تعالیٰ کا نام لے کر کیا گیا ہو، پھر خلاف کرنا زیادہ برا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام شریف کی بے حرمتی بھی ہے۔

کھانے کا ذکر اتفاقی ہے وہ قیمت کھائے یا نہ کھائے، آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دینا ویسے ہی بہت برا ہے، یوسف علیہ السلام کے بھائی اسی جرم پر زیادہ شرمندہ تھے جن کی معافی ہوئی۔

کام پورا لینے میں اسی جانب اشارہ ہے کہ اگر مزدور بیچ ہی میں کام چھوڑ دے شرارۃً تو وہ مزدوری کا حقدار نہیں، نائی آدھی حجامت کر کے انکار کر دے تو بجائے اجرت کے سزا کا مستحق ہوگا، کام پورا کرنے پر اجرت کا مستحق ہوگا، روزانہ اجرت دی جائے یا ماہوار جو طے ہو گیا ہو۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸۱)

135- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

عطیہ وغیرہ پر احسان جتانے کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى) (البقرة: 264).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى) (البقرة: 262)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔

(1593) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" قَالَ: فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ: قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهُ" يَعْنِيْ: اَلْمُسْبِلَ اِزَارَهُ وَثَوْبَهُ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخُيَلَاءِ۔

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہوں گے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ہی ان کو ستھرا کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا' حضرت ابوذر کہتے ہیں پس رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تین دفعہ پڑھی۔ حضرت ابوذر ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ تو خائب و خاسر ہوئے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: چادر لٹکانے والا احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم سے بیچنے والا۔ (مسلم)' (واللہ اعلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی چادر لٹکانے والا یعنی اپنی چادر کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہذا ان سے بچتے رہو۔

یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ تہبند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ و خیرات دے کر ان کو طعنے دیں، احسان جتائیں، لوگوں میں انہیں بدنام کردیں کہ فلاں آدمی ہمارا دستِ نگر رہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۰۱)

136-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

فخر و سرکشی کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى) (النجم: 32)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مواخذہ تو انہیں پر

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (الشوری: 42)

ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(1594) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْبَغْيُ: التَّعَدِّيْ وَالْاِسْتِطَالَةُ.

حضرت عیاض بن حمار ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی دوسرے پر سرکشی نہ کرے۔ اور کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے۔ (مسلم) اَلْبَغْيُ: اس کا مطلب ہے ظلم و زیادتی اور دست درازی کرنا۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، بصری ہیں، حضور انور کو بڑے پیارے تھے، خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

اس حدیث میں حتی بمعنی کے ہے یعنی عجز و انکسار اختیار کرو تا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب و خاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر کبر و فخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۲۸)

(1595) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

وَالرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ: "اَهْلَكُهُمْ" بِرَفْعِ الْكَافِ وَرُوِيَ بِنَصْبِهَا: وَذٰلِكَ النَّهْيُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ، وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ، وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ. فَهٰذَا هُوَ الْحَرَامُ، وَاَمَّا مَنْ قَالَهُ لِمَا يَرٰى فِي النَّاسِ مِنْ نَّقْصٍ فِيْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ، وَقَالَهُ تَحَزُّنًا عَلَيْهِمْ، وَعَلَى الدِّيْنِ، فَلَا بَاْسَ بِهِ. هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَآءُ وَفَصَّلُوْهُ، وَمِمَّنْ قَالَهُ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ: مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ،

مشہور روایت اھلکم کاف پر پیش کے ساتھ ہے زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ (اس کا معنی ہے زیادہ ہلاک ہونے والا دوسری روایت زبر کے ساتھ ہے اھلکھم اس کا مطلب ہے اس نے ان کو ہلاکت میں ڈالا۔) اور یہ منع اس شخص کو ہے جو اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو کمتر سمجھے اور ان پر بڑائی جتانے کے لیے یہ الفاظ کہے تو ایسا کرنا حرام ہے لیکن جو شخص لوگوں کے دین میں نقصان

وَالْخَطَّابِيُّ ، وَالْحُمَيْدِيُّ واٰخَرُوْنَ، وَقَدْ اَوْضَحْتُهُ فِيْ كِتَابِ: الْاَذْكَارِ.

دیکھتے ہوئے اور افسوس کرنے کے لیے یہ کلمات کہتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے علماء نے اس کی تفسیر اور تشریح یہی کی ہے۔ ان بڑے علماء میں حضرت مالک بن انس' خطابی' حمیدی اور کئی دوسرے شامل ہیں۔ اور میں نے اس کی زیادہ وضاحت اپنی کتاب ''الاذکار'' میں کردی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن قول هلك الناس، جلد 8، صفحه 36، رقم 6850 الاداب للبیهقی، باب النهی عن الاعجاب بنفسه والازدراء بغیره، ص 168، رقم 284 الادب المفرد للبخاری، باب قول الرجل هلك الناس، صفحه 267، رقم 759 موطا امام مالك، باب مایکره من الکلام، جلد 2، صفحه 984، رقم 1778 صحیح ابن، باب الغیبة، جلد 13، صفحه 74، رقم 5762)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اهلكهم کی دو قراءتیں ہیں کاف کے ضمہ سے یعنی صیغہ اسم تفضیل ہو اور کاف کے فتحہ سے ماضی۔ یعنی جو مسلمانوں کے متعلق یہ کہتا رہے کہ سارے مسلمان ہلاک ہوگئے، رحمت خدا سے دور ہوگئے، بے دینی ہوگئے تو ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو رحمت الٰہی سے دور سمجھ رہا ہے یا جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس کرے اور کہے کہ لوگ برباد ہوگئے، کافر ہوگئے، فاسق ہوگئے تو ان لوگوں کو رب تعالیٰ نے ہلاک نہ کیا بلکہ اس نے ہلاک کیا اگر لوگ مایوس ہوکر گنہگار بن جاویں تو مجرم یہ ہوگا۔ مسلمان کہتے ہیں گنہگار ہوں مگر ان شاء اللہ رحمت الٰہی ان کی دستگیری کرے گی انہیں سے کام لے گی کوئی انہیں ابھارنے والا ہو۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔ شعر

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

رحمت اللعالمین کی امت غافل ہوجاتی ہے اسے جگاتے رہو کام لیتے رہو یہ جاگ اٹھے تو بہت کام کرتی ہے کیوں نہ ہو کہ حضور کی ان پر رحمت ہے۔ شعر

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ آئے لیکن آئے رحمۃ اللعالمین ہوکر

(مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۶)

137- بَابُ تَحْرِيْمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُوْرِ، اَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

مسلمانوں کا آپس میں تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے' البتہ بدعت یا فسق پر ضد کی وجہ سے قطع تعلق باقی رکھنے کی اجازت ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ) (الحجرات: 10).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) (المائدۃ: 2).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

(1596) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا. وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بے رُخی نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑنا منع ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: تکبر نہ کرے

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اَکڑنے والے متکبّر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (199)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(پ9، الاعراف: 199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آپس میں صلح کروانا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۴)

(1597) وَعَنْ اَبِي اَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هٰذَا، وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوایوب انصاری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑنا منع ہے کہ دونوں آمنے سامنے آئیں یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی تو ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الهجرة، جلد 5، صفحه 225، رقم 5727 صحیح مسلم، باب تحریم الهجر فوق ثلاث بلا عذر شرعی، جلد 8، صفحه 9، رقم 6697 الاداب للبیهقی، باب فی هجرة المسلم أخاه فی الدین، صفحه 134، رقم 228 موطا امام مالك، باب ماجاء فی الهجرة، جلد 2، صفحه 906، رقم 1614 سنن ابوداؤد، باب فیمن یهجرا اخاه المسلم، جلد 4، صفحه 431، رقم 4913)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں چھوڑنے سے مراد دنیاوی رنجشوں کی وجہ سے ترک تعلق کرنا ہے، چونکہ تین دن کے عرصہ میں نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لیے تین دن کی قید لگائی گئی۔ بدمذہب بے دین سے دائمی بائیکاٹ کرنا یا تعلیم وتربیت کے لیے ترک تعلق کرنا زیادہ کا بھی جائز ہے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن مالک، بلال ابن امیہ، مرارہ ابن لوی رضی اللہ عنہم اجمعین کا پچاس دن رکھا، یہ بائیکاٹ ہجران نہ تھا بلکہ تعلیم تھی لہذا یہ حدیث حضرت کعب کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یعنی اگر دنیاوی معاملات میں دو مسلمان لڑ پڑیں پھر ملیں تو بہتر وہ ہوگا جو اس کی ابتداء کرے۔ یہاں کشیدگی دور کردینے کی ہدایت ہے کسی خطرناک آدمی سے محتاط رہنا اس کے خلاف نہیں۔ تہاجر اور چیز ہے احتیاط دوسری چیز۔ ابتداء بالسلام کرنے والے کو اس لیے خیر فرمایا کہ وہ تواضع کرتا ہے اللہ کے لیے وہ ہی ہجران دور کرتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۸۵۵)

(1598) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِيْ كُلِّ اثْنَيْنِ وَخَمِيْسٍ، فَيَغْفِرُ اللهُ لِكُلِّ امْرِءٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، اِلَّا امْرَءًا كَانَتْ بَيْنَهُ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالٰی ہر اس آدمی کو بخش دیتا ہے جو اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہاں ایسے آدمی کو مؤخر کردیا

وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ فَیَقُوْلُ: اتْرُكُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

جاتا ہے جو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے متعلق بغض رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس سے مراد مسلمان ہیں اور جمعہ سے مراد ہفتہ ہے۔ مرتین فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ایک دن میں دو بار پیشی نہیں ہوتی بلکہ ہر دن میں ایک بار یہ پیشی بارگاہِ الٰہی میں ہوتی ہے یا اس فرشتے کے سامنے جو لوگوں کے اعمال کا محافظ بنایا گیا ہے، پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں پیشی ہوتی ہے۔ (مرقات)

یفیئا بنا ہے فیئ سے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: تَفِیْءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ۔ یہ ضرب کا مضارع تثنیہ ہے۔ خیال رہے کہ لوگوں کے اعمال جمعہ کے دن حضرات انبیاء کرام بلکہ ماں باپ پر بھی پیش کیے جاتے ہیں، وہ حضرات ہماری نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں گناہ دیکھ کر رنجیدہ اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو نہ ستاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہ دو اس کا یہ مطلب ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۵۸)

(1599) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنَّ الشَّیْطٰنَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِیْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰكِنْ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَهُمْ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ "التَّحْرِیْشُ": اَلْاِفْسَادُ وَتَغْیِیْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعُهُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں لیکن ان کے درمیان اختلاف پیدا کرتا ہے۔ (مسلم) التحریش: کا مطلب ہے فساد ڈالنا' دلوں کا بدلنا' تعلقات کا منقطع کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه لفتنة الناس، جلد 8، صفحه 138، رقم 7281، سنن ترمذی، باب ماجاء فی التباغض، جلد 2، صفحه 330، رقم 1937، صحیح ابن، باب ماجاء فی الفتن، جلد 13، صفحه 269، رقم 5941، مجمع الزوائد للهیثمی، باب تطیرها من الشرك، جلد 3، صفحه 644، رقم 5782، مسند امام احمد مسند جابر بن عبدالله رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 313، رقم 14406)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے، ایک آدھ آدمی کا مرتد ہو جانا اس کے خلاف نہیں۔ عرب کو جزیرہ اس لیئے فرمایا کہ اسے بحر فارس وروم اور دجلہ وفرات نے گھیرا ہے، عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے، چوڑائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اور مولود شریف، عرس، فاتحہ، ختم، حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے

دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نجد کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہوسکتا۔ ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہو سکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسلیمہ کذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کرلیا مگر اس ارتداد کا بفضلہ تعالیٰ بقا نہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہوگئی جس کا اعتبار نہیں۔

یعنی عرب کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا رہے گا۔ چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جارہے ہیں مگر اس کی حقیقت مفقود ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ٦ ص ٨٥٥)

(1600) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ، دَخَلَ النَّارَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اگر وہ ایسی حالت میں مرگیا تو آگ میں داخل ہوگا۔ ابوداؤد نے اسے بخاری ومسلم کی اسناد کی شرط کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، جلد 4، صفحہ 431، رقم 4916، سنن النسائی الکبری، باب کم یھجر، جلد 5، صفحہ 369، رقم 9161، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 392، رقم 9081، مشکوۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 91، رقم 5035)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زیادہ سے مراد یا تو ایک ساعت کی زیادتی ہے یا چوتھے دن کی زیادتی یعنی اگر چار دن چھوڑے رہا یا تین سے ایک ساعت زیادہ چھوڑا۔ (مرقات)

یعنی ہجران کی سزا کا مستحق ہوگا، مسلمان بھائی سے عداوت دنیاوی آگ، حسد، بغض کینہ یہ سب مختلف قسم کی آگ ہیں اور آخرت میں اس کی سزا وہ بھی آگ ہی ہے رب چاہے تو بخش دے چاہے تو سزا دے دے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ٦ ص ٨٦٢)

(1601) وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِيِّ. وَيُقَالُ: السُّلَمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سمع النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہیں سلمی صحابی بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اپنے بھائی کو سال بھر تک چھوڑے رکھا اس کا گناہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، جلد 4، صفحہ 431، رقم 4917 الاداب للبیھقی، باب فی ھجرۃ المسلم اخاہ فی الدین، صفحہ 135، رقم 230 المستدرک للحاکم، کتاب البر و الصلۃ، جلد 6، صفحہ 143، رقم 7292 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی خداش السلمی، جلد 4، صفحہ 220، رقم 17964 معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، باب من اسمہ حصین، جلد 6، صفحہ 405، رقم 2069

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام حدرد ابن حدرد سلمی ہے، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، آپ صحابی ہیں، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، کنیت ابوخراش ہے، آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے، صحابیت میں بڑی فضیلت ہے حالات معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

یعنی جیسے مسلمان کا ناحق قتل بڑا گناہ ہے ایسے ہی اسے ناحق سال بھر تک چھوڑے رہنا بڑا گناہ۔ خون بہانے میں جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اتنی دراز مدت تک چھوڑے رہنے سے اس کے دل کو ایذاء پہنچتی ہے۔ سال کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سال دراز مدت ہے جس میں اکثر مسافر اپنے گھر لوٹ آتے ہیں، اس میں ہر موسم ہوتا ہے، سردی گرمی بہار خزاں جن میں مختلف لوگوں کے مزاج پر اثر ہوتا ہے ایسا سخت دل ہے کہ کسی موسم میں اس کا دل نرم اور غصہ ٹھنڈا نہ ہوا، جو دل سال بھر تک صاف نہ ہوا آئندہ اس کے صاف ہونے کی امید نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۶۳)

(1602) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ، وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: "اِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا فِیْ شَیْءٍ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایمان دار کے لیے یہ حلال نہیں کہ دوسرے ایمان دار کو تین دن سے زیادہ چھوڑے پس اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ جب اس سے ملے تو اس کو سلام کرے اگر وہ اس کے سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں حقدار بن گئے اور اگر نہ جواب دیا تو وہ گناہ کے ساتھ لوٹا اور سلام کہنے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا: جب قطع تعلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو وہ اس (قطع تعلق) میں شمار نہیں۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، جلد 4، صفحہ 431، رقم 4914 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من حلف لایکلم رجلا، جلد 10، صفحہ 63، رقم 20522 الادب المفرد للبخاری، باب ان السلام یجزی ء من الصوم، صفحہ 149، رقم 414 کنز العمال للمتقی، حرف الصاد، جلد 10، صفحہ 239، رقم 24875 مشکاۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 92، رقم 5037

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی جا چکی۔

اصل ثواب میں برابر ہو گئے اگرچہ سلام کی ابتداء کرنے والا اور دوسرے سے ملنے کے لیے جانے والا بڑے ثواب کا مستحق ہے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں صلح کی ابتداء کرنے والے کا درجہ بڑا فرمایا گیا۔

یعنی تین دن تک جو جدائی رہی اس کے گنہگار دونوں تھے اب اس عمل سے یہ صلح میں پیش قدمی کرنے والا تو گناہ سے نکل گیا مگر دوسرا منہ موڑنے والا گناہ میں گرفتار رہا بلکہ یہ دوسرا گناہ اس پر ہوا صلح سے منہ پھیرنا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٨٦٣)

138- بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَنَاجِی اثْنَیْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ اِلَّا لِحَاجَةٍ وَّهُوَ اَنْ یَّتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَیْثُ لَا یَسْمَعُهُمَا وَفِیْ مَعْنَاهُ مَا اِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَّا یَفْهَمُهٗ

تیسرے کی اجازت اور ضرورت کے بغیر دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا منع ہے سرگوشی یہ ہے کہ دو آدمی آپس میں اس طرح بات کریں کہ تیسرا نہ سنے اور اسی معنیٰ میں ہے کہ جب دو آدمی ایسی زبان میں بات کریں جس کو تیسرا نہ سمجھے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ) (المجادلة: 10)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے۔

(1603) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً، فَلَا یَتَنَاجٰی اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وزاد: قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ: قُلْتُ لِاِبْنِ عُمَرَ: فَاَرْبَعَةً؟ قَالَ: لَا یَضُرُّكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کے بغیر دو سرگوشی نہ کریں۔ (متفق علیہ) ابوداؤد نے اس کو ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ روایت کیا۔ ابوصالح نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ چار ہوں تو فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایتناجی اثنان دون الثالث، جلد 5، صفحہ 231، رقم 5930 صحیح مسلم، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث بغیر رضاہ، جلد 7، صفحہ 12، رقم 5823 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الرجل یقیم الرجل من مجلسه یوم الجمعة، جلد 3، ص 232، رقم 6107 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه القاسم، جلد 5، صفحہ 174، رقم 4988 السنن ابوداؤد، باب فی التناجی، جلد 4، صفحہ 414، رقم 4853

شرح حدیث: حضرت سیدنا ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری (اَلْمُتَوَفّٰی ١٠١٤ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تاکہ وہ یہ گمان نہ کرے کہ یہ دونوں اس کے خلاف سرگوشی کر رہے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، ج ٨، ص ٦٩٩)

اپنے آپ کو بدگمانی سے بچانے کے ساتھ ساتھ ایسے کاموں سے بھی بچیے جن کے سبب دوسروں کے بدگمانی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

یہ میری زوجہ ہے

حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ والہٖ وسلَّم مسجد میں (مُعتکِف) تھے۔ اور آپ کے پاس ازواج مطہرات موجود تھیں وہ اپنے کمروں کو چلی گئیں تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ والہٖ وسلَّم نے حضرت سیّدتنا صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ٹھہرو میں بھی (تھوڑی دور تک) تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ والہٖ وسلَّم ان کے ساتھ چلے تو دو انصاری صحابہ ملے جو آپ کو دیکھ کر آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ان دونوں کو بُلا کر اِرشاد فرمایا: یہ (میری زوجہ) صفیہ بنت حیی ہے۔

انہوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یا رسول اللہ (یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم آپ سے بدگمانی کریں)۔ آپ نے ارشاد فرمایا: شیطان، انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو میں نے خوف محسوس کیا کہ کہیں وہ تمہارے دِل میں کوئی وَسْوَسَہ نہ ڈال دے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المرأۃ ... الخ، الحدیث ۲۰۳۸، ج۱، ص۶۶۹)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ) فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے بچا جائے جو کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر سکتے ہوں۔ علماء و مُقتدیٰ ہستیوں کو تو بطورِ خاص ہر اس کام سے بچنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بدظن ہوجائیں اگرچہ اس کام میں ان کے لئے خلاصی کی راہ موجود ہو کیونکہ بدظن ہونے کی صورت میں لوگ ان کے علم سے نفع نہیں اٹھا پائیں گے۔ (فتح الباری، الحدیث ۲۰۳۵، ج۴، ص۲۴۲)

رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ، فَجَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّنَاجِيَهُ، وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَيْرِيْ، فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً. فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا: اسْتَأْخِرَا شَيْئًا. فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ".

امام مالک نے مؤطا میں اس کو حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں اور حضرت ابن عمر حضرت خالد بن عقبہ کے اس مکان کے پاس تھے جو بازار میں ہے ایک آدمی آیا اس نے ارادہ کیا کہ حضرت ابن عمر کے ساتھ سرگوشی کرے اور حضرت ابن عمر کے ساتھ میرے سوا کوئی اور تھا نہیں تو حضرت ابن عمر نے ایک اور آدمی کو بلایا حتیٰ کہ ہم چار آدمی ہوگئے۔ پھر مجھے اور تیسرے آدمی کو کہا تم دونوں تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاؤ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ دو آدمی تیسرے کے بغیر سرگوشی نہ کریں۔

شرح حدیث: ایک دوسرے کے کان میں بات کرنا (جبکہ تیسرا موجود ہو)

بلاضرورت کسی کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر خفیہ مشورہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح

مشورہ کرنے سے تیسرے شخص کو ایذاء ہوگی اور یہ تشویش میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ لوگ میری غیبت کررہے ہیں یا مجھ پر بہتان لگا رہے ہیں یا مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتے یا مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں وغیرہ۔ (حدیقہ ندیہ، ج ۲، ص ۳۵۵)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے ہاتھ و زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ ہم لوگوں کے بدخواہ نہ ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرکے اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قلبی سکون اور حقیقی سرور نصیب ہوتا ہے کسی کے ساتھ خیر خواہی کرکے انسان کو ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی بھلائی ہی کا معاملہ ہوتا ہے۔)

اوروں کے لئے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

(1604) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا یَتَنَاجَی اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ یُحْزِنُهُ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کے بغیر دو سرگوشی نہ کریں حتیٰ کہ تم لوگوں میں گھل مل جاؤ۔ اس وجہ سے کہ یہ کام اس (تیسرے) کو غمگین کرے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثة بأس بالمسارة والمناجاة، جلد 5، ص 232، رقم 5932 صحیح مسلم، باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث بغیر رضاه جلد 7 صفحه 12، رقم 5824 الآداب للبیهقی، باب من اختار مزلة الناس عند تغیر اکثرهم، صفحه 138، رقم 237 سنن ابن ماجه، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث، جلد 2، ص 121، رقم 3775 سنن الدارمی، باب لا یتناجی اثنان دون صاحبهما، جلد 2، صفحه 367، رقم 2657

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ کسی مجلس میں تین مسلمان ہوں یا کسی راستہ پر جاتے ہوئے تین شخص ہمراہ ہوں یہاں ہمراہی اور مصاحبت مراد ہے لہذا حدیث صاف ہے۔

یعنی اگر تین ساتھیوں میں سے دو خفیہ سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو اندیشہ ہوگا کہ کوئی بات میرے خلاف طے کی جاوے گی میرے خلاف مشورہ کررہے ہیں، جب تین سے زیادہ آدمی ہوں تو باقی کسی کو یہ خطرہ نہ ہوگا کہ میرے خلاف سازش ہورہی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ممانعت وہاں ہے جہاں تیسرے کو اپنے متعلق یہ شبہ ہوسکتا ہو اگر یہ شبہ نہ ہوسکے تو بلا کراہت یہ عمل جائز ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ زہرا حاضر ہوئیں حضور نے انہیں مرحبا کہا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۹۷)

139- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْاَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ اَوْ زَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْاَدَبِ

غلام جانور، عورت اور بچے کو سبب شرعی کے بغیر اور حد تادیب سے زیادہ سزا دینا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا) (النساء: 36).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

(1605) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِیْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ، لَا هِیَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا، اِذْ هِیَ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِیَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "خَشَاشُ الْاَرْضِ بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ الْمُكَرَّرَةِ، وَهِیَ: هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ مرگئی تو وہ آگ میں داخل ہوئی یہ نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ پلاتی تھی اس نے اسے قید کر کے رکھا تھا اور یہ اس کو چھوڑتی بھی نہ تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔ (متفق علیہ) خشاش الارض: خا معجمہ زبر اور شین معجمہ مکررہ کے ساتھ زمین کے کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم، جلد 3، ص 1205، رقم 3140 صحیح مسلم، باب ماعرض علی النبی ﷺ فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ، جلد 3، ص 30، رقم 2138 الاداب للبیہقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبۃ من وسأل اللہ المغفرۃ، جلد 2، صفحہ 22، رقم 850 سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، جلد 2، صفحہ 141، رقم 4256 سنن النسائی الکبرٰی، ابقول فی السجود فی صلاۃ الکسوف، جلد 1، ص 579، رقم 1883

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس کے لیے عذاب جہنم کا حکم ہوگیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا مگر وہ اس لیے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی بلکہ اس لیے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اسے کھانا پانی دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ

جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور خدا کے سواء کس سے کہے۔ تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہوجاتا ہے، کبائر سے بچے یا نہ بچے، رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے بلکہ امید دلائی گئی ہے اور یہ بخشش رب تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ لہذا نہ تو آیات میں تعارض ہے اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا مگر متواتر عرصہ تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے اس کے لیے تو قرآنی آیت موجود ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۲۹)

(1606) وَعَنْهُ: اَنَّهُ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَيْرًا وَّهُمْ يَرْمُوْنَهُ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِّنْ نَبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَاَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْغَرَضُ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّاءِ وَهُوَ الْهَدَفُ وَالشَّيْءُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ وہ قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک پرندے کو باندھ رکھا تھا اور اس کو تیر مار رہے تھے۔ اور پرندے والے کو ہر خطا ہونے والا تیر دینا طے کیا جب انہوں نے حضرت ابن عمر ﷛ کو دیکھا تو بکھر گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے یہ کیا بے شک رسول ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی۔ جس نے کسی جاندار چیز کو تیروں کا نشانہ بنایا۔ (متفق علیہ) "اَلْغَرَضُ": عین معجمہ اور را پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے نشانہ باندھنا اور جس شے کی طرف تیر کو پھینکا جائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من المثلۃ والمصبورۃ والمجثمۃ، جلد 7، ص 94، رقم 5515 صحیح مسلم، باب النهي عن صبر البهائم، جلد 6، صفحه 73، رقم 5174 السنن الكبرى للبيهقي، باب المنع من صبر الكافر بعه الاسار بان يتخذ غرضاً، جلد 9، صفحه 70، رقم 18519 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحه 86، رقم 5587 مسند أبي يعلى، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب، جلد 5، ص 231، رقم 5652

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

اور جانوران خانگی مثل خروس (مرغا) و ماکیان (مرغی) و کبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں ایذا سے بچائے اور آب ودانہ کی کافی خبر گیری رکھے،

خود حدیث میں مُرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے:

البیھقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلٰوۃ من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثۃ من شرکل شیطان وساحر وکاھن، وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ وعن انس بن مالك عند ابی الشیخ فی العظمۃ وعن خالد بن معدان مرسلا عند البغوی فی المعجم وعن امّ المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

(کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴۴)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مُرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شرسے (۲) جادوگر کے شرسے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔

مگر خبرگیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے کماورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیاسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کمانص علیہ فی الدر المختار۔ (الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹)

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت، رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیھقی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح۔

(سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۰ و ۱۹۴ و ۱۹۵)

اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ

دار ہو اس کو ضائع کر دے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

رہا جانوران وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے، حیث قال حبس بلبلا فی قفس وعلفها لایجوز کذا فی القنیة۔

(فتاوی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸۱)

جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگر اسے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد وتنقیح سے صاف جواب واباحت مستفاد ہے جبکہ خبر گیری مذکور بروجہ کافی بجالائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج۸، ص ۲۲۲)

(1607) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنَاهُ: تُحْبَسُ لِلْقَتْلِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جاندار چوپایوں کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنایا جائے۔ (متفق علیہ) اس کا مطلب انہیں باندھ کر مارنا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من المثلة و المصبورة والمجثمة، جلد 7، صفحه 95، رقم 5194 صحیح مسلم، باب النهی عن صبر البهائم، جلد 6، صفحه 72، رقم 5169 السنن الصغرٰی للبیهقی، باب المصبورة، جلد 3، صفحه 197، رقم 4265 المنتقٰی لابن الجارود، باب ماجاء فی الذبائح، جلد 1، صفحه 226، رقم 898 سنن ابوداؤد، باب فی النهی ان تصبر البهائم والرفق بالذبیحة، جلد 3، ص 58، رقم 2818

شرح حدیث: زخمی گدھا

بانی دعوتِ اسلامی، عاشق اعلیٰ حضرت شیخ طریقت، امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک بار اپنے سنتوں بھرے بیان جانوروں کو ستانا حرام ہے میں ضمناً فرمایا کہ میں ایک دن اپنے گھر سے نماز ظہر کیلئے نکلا تو دیکھا کہ اپنی گلی کے تھوڑے فاصلے پر ایک بیمار گدھا پڑا ہے۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہ تھی، بے چارے کی گردن پر خارش کے باعث زخم ہو گیا تھا۔ جس کے سبب اس نے گردن کو زمین سے اوپر اٹھا رکھا تھا، گردن میں تکلیف بڑھتے پر جیسے ہی گردن زمین پر رکھنا چاہتا تو تکلیف کے باعث دوبارہ گردن اٹھالیتا، وہ انتہائی تکلیف اور بے بسی کے عالم میں مبتلا تھا۔ میں نے جب اُس کی یہ حالت دیکھی تو مجھے اُس پر بہت رحم آیا کہ یہ (بے زبان) جانور ہے کس سے فریاد کرے۔ بہر حال میں نے اپنے گھر سے ایک پُرانی گدڑی منگوائی اور اس کی گردن کے نیچے رکھ دی (تاکہ زمین کی سختی کی تکلیف سے اس کو نجات ملے) ایسا کرنے سے اسے فی الواقع تسکین ہوئی، اور اس

نے اپنی گردن سے گدڑی پر ٹیک لگالی، آپ مانیں یا نہ مانیں، وہ مجھے سر اٹھا کر شکریہ بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

(تعارف امیر اہلسنت مدظلہ العالی ص ۶)

(1608) وَعَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مِّنْ بَنِيْ مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ اِلاَّ وَاحِدَةٌ لَّطَمَهَا اَصْغَرُنَا فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّعْتِقَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "سَابِعَ اِخْوَةٍ لِّيْ"۔

حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بنومقرن کے ان سات بیٹوں (بھائیوں) میں سے ایک تھا جن سب کا ایک خادم تھا۔ اس کو ہم میں سے سب سے چھوٹے نے ایک تھپڑ مارا تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، جلد 5، ص 91، رقم 4392، الاماد و المثانی، ذكر سويد بن مقرن المزنی رضی الله عنه، جلد 2، ص 319، رقم 1085، المستدرك للحاكم، كتاب الحدود، جلد 6، ص 408، رقم 8103، مصنف ابن ابی شيبة، باب فی الرجل يلطم خادمه، جلد 3، صفحه 466، رقم 12755، جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع فی الغرب، جلد 8، صفحه 53، رقم 5893

شرح حدیث: وہ ظالم ہے

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر گھر میں بیٹھے رہتے تھے لوگوں نے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے اس لئے گھر بیٹھے رہنے کو پسند کیا ہے کہ رعیت خراب ہوگئی ہے سنت جاتی رہی بادشاہوں اور امیروں میں ظلم کی عادت ہوگئی ہے جو شخص اپنی اولاد اور غلام میں اقامت حق میں فرق کرے وہ ظالم ہے۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاول، صبرہم علی جور الحکام، ص 44 ملخصاً)

(1609) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِيْ: "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ" فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّيْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ: "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ"۔ فَقُلْتُ: لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهُ اَبَدًا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَّدِيْ مِنْ هَيْبَتِهٖ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هُوَ حُرٌّ

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا۔ تو میں نے پیچھے سے آواز سنی اے ابومسعود جان لو میں نے غصے کی وجہ سے آواز نہ سمجھی جب وہ میرے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ تھے آپ فرما رہے تھے: اے ابومسعود جان لو اللہ تعالیٰ یقینا تم پر زیادہ قدرت والا ہے اس سے جو قدرت تمہیں اپنے غلام پر حاصل ہے۔ میں نے کہا اس کے بعد میں کبھی بھی کسی غلام کو نہ ماروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رعب سے میرا کوڑا میرے

لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی، فَقَالَ: "اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ، اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ.

ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ اللہ کی رضا کے لیے یہ آزاد ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اگر تو یہ نہ کرتا تو تجھے آگ جلاتی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، جلد 5، صفحه 90، رقم 4389 مستخرج أبي عوانة، باب التشديد في ضربهم، جلد 7، صفحه 132، رقم 4900 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، جلد 2، ص 45، رقم 5051 مشكوة المصابيح، باب النفقات و حق المملوك، جلد 2، صفحه 262، رقم 3352 جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع، جلد 8، صفحه 53، رقم 5894

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشہور صحابی ہیں، بعض نے انہیں اہل بدر سے کہا ہے مگر آپ اس معنے سے اہل بدر ہیں کہ بدر میں رہتے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، آپ کا نام عقبہ ابن عمرو انصاری ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، آخر عمر میں کوفہ قیام رہا ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات ہوئی (اکمال)

(آواز نہ سمجھی) یعنی یہ آواز کلام سنا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(جو قدرت تمہیں اپنے غلام پر حاصل ہے) کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالٰی کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی، جب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا ہر طرح تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔

(میں کبھی بھی کسی غلام کو نہ ماروں گا) جو یہ فرما رہے تھے آپ کی نظر کی اکسیر اور نصیحت کی تاثیر کا وہ اثر ہوا کہ میرا سارا غصہ ختم ہوگیا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔

(اللہ کی رضا کے لیے یہ آزاد ہے) تاکہ یہ آزادی میرے اس قصور کا کفارہ ہوجائے۔

(اگر تو یہ نہ کرتا تو تجھے آگ جلاتی) کیونکہ تم نے اسے بے قصور مارا یا قصور سے زیادہ مارا اور اس سے معافی چاہی نہیں لہذا یہ مارنا جرم ہوا اور تھا حق العبد، اس لیے خطرہ تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر آزاد کردینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہوجانے پر کوئی نیکی کردینا اچھا ہے کہ یہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۷۰)

(1610) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، اَوْ لَطَمَهُ، فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ اَنْ يُعْتِقَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ایسی حد لگائی جس کا جرم اس نے نہیں کیا یا اس کو تھپڑ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کردے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بے قصور مارے پیٹے، حد سے مراد صرف شرعی حد نہیں بلکہ ہر سخت مار پیٹ ہے۔

اس طمانچہ سے مراد ظلمًا طمانچہ مارنا ہے، ادب سکھانے پڑھانے پر طمانچہ مارنا درست ہے یہ ہی حکم شاگرد، مرید، بچے یا رعایا کو مارنے کا ہے کہ بلاقصور مار پر پکڑ ہے، اس کا کفارہ غلام کے لیے تو اسے آزاد کر دینا ہے، اور باقی لوگوں کے لیے انہیں کچھ دے کر خوش کر دینا ہے، یا اگر وہ لوگ معافی دینے کے لائق ہوں تو ان سے معافی مانگ لینا ہے۔ یہ وہ معمولی باتیں ہیں جن کی ہم پرواہ نہیں کرتے مگر ہیں بڑی خطرناک۔ میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کے ہاں کوئی مزدور کام کر رہا تھا کسی نے اسے کہہ دیا او حرامی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا اس کی ماں کے زنا کے چار گواہ لاؤ وہ حیران ہو گیا، آخر کار اس نے مزدور سے معافی مانگی اسے پانچ روپے دیئے، اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے، انسان اپنی زبان اور اعضاء پر پورا کنٹرول رکھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۹)

(1611) وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْبَاطِ، وَقَدْ اُقِيمُوْا فِي الشَّمْسِ، وَصُبَّ عَلٰى رُؤُوسِهِمُ الزَّيْتُ! فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قِيلَ: يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ - وَفِي رِوَايَةٍ: حُبِسُوا فِي الْجِزْيَةِ - فَقَالَ هِشَامٌ: اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا". فَدَخَلَ عَلَى الْاَمِيْرِ، فَحَدَّثَهُ، فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْاَنْبَاطُ" اَلْفَلَّاحُوْنَ مِنَ الْعَجَمِ.

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام ﷺ سے روایت ہے کہ وہ شام میں کچھ کاشت کار لوگوں کے پاس سے گزرے جو دھوپ میں کھڑے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں جزیہ نہ دینے کی وجہ سے قید کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر تیل ڈالا ہوا تھا۔ تو انہوں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ ان کو خراج نہ دینے کی وجہ سے سزا دی جا رہی ہے۔ تو حضرت ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا یقینا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ پھر امیر کے پاس داخل ہو کر یہ حدیث سنائی تو اس نے حکم دیا ان کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

الانباط: اس کا مطلب ہے، عجمی کاشت کار۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق، جلد 8، صفحہ 32، رقم 6824 السنن الکبری للبیھقی، باب النھی عن التشدید فی جبایۃ الجزیۃ، جلد 9، صفحہ 205، رقم 19205 سنن ابو داؤد، باب فی التشدید فی جبایۃ الجزیۃ، جلد 3، صفحہ 134، رقم 3047 سنن النسائی، فعل نصاری ربیعۃ، جلد 5، صفحہ 236، رقم 8771 صحیح ابن، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد 12، صفحہ 427، رقم 5612

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت حسین کی شہادت کے سال آپ کی ولادت ہے، ۱۴۶ھ میں وفات پائی، حضرت عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔

ان کا نام عروہ ابن زبیر ابن عوام، آپ بھی تابعی ہیں، مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے آپ بھی ہیں، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق آپ کی والدہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے صائم الدھر تھے، ۹۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ ہشام ابن حکیم ابن حزام قرشی اسدی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ کے والد حکیم ابن حزام ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں، ان کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ برس قبل، ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی، ۵۴ھ میں وفات پائی، ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں، زمانہ جاہلیت میں آپ نے سو ۱۰۰ غلام آزاد کیے۔ (مرقات)

نبط یا نبیط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لیے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں۔

یعنی حاکم نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تاکہ ٹیکس ادا کردیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔

یعنی اب کھولتا پانی، گرم تیل ان سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالیٰ دے گا کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔

اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، بیہقی نے بھی عیاض ابن حکم سے روایت کیا اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا لاتعذبوابعذاب اللہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۳۱)

(1612) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا مَوْسُوْمَ الْوَجْهِ، فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ؛ فَقَالَ: "وَاللّٰهِ لَا اَسِمُهُ اِلَّا اَقْصٰى شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ" وَاَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَكُوِيَ فِيْ جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الْجَاعِرَتَانِ": نَاحِيَةُ الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرہ پر داغنے کا نشان تھا آپ نے اسے ناپسند فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس کے چہرے سے دور کی جگہ ہی اسے داغوں گا اور آپ علیہ السلام نے اپنے گدھے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کے سرینوں پر داغا جائے تو پھر آپ نے اس گدھے کی بابت حکم فرمایا تو اس کے سرینوں کے کنارے کو داغا گیا۔ پس یہ پہلے شخص (یعنی ابن عباس) ہیں جنہوں نے اس کے (گدھے کے) کولہے کے کناروں کو داغا۔ (مسلم) الجاعرتان: جانور کے

سرین کے اردگرد کناروں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن ضرب الحیوان فی وجھہ و وسمہ فیہ، جلد 6، ص 163، رقم 5675 صحیح ابن بلبان المثلۃ جلد 12، صفحہ 441، رقم 5624 تخریج الاحادیث والاثار الواقعۃ فی تفسیر الکشاف للزیلعی، سورۃ ن، الحدیث الثالثۃ، جلد 4، ص 77 البدر المنیر لابن الملقن، الحدیث الرابع بعد العشرین، جلد 7، صفحہ 395

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر یہ گدھا کسی کافر یا منافق کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت۔ خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقًا حرام ہے خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے۔ چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لیے جائز ہے خصوصًا زکوۃ و جزیہ کے جانور۔ انسان کے داغ لگانا علاج کے لیے جائز ہے جیسے بعض بیماریوں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے، علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب، سعد ابن معاذ، حضرت جابر اور اسعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے۔ اس داغ کو عربی میں کَیّ کہتے ہیں۔ جن احادیث میں کَیّ یعنی داغنے سے منع فرمایا ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو ان شاء اللہ ہم کتاب الطب میں عرض کریں گے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۷۳)

(1613) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک گدھے کے پاس سے ہوا جس کے چہرہ میں داغ کا نشان تھا آپ نے فرمایا: اس پر اللہ لعنت فرمائے جس نے اس کو داغا ہے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن ضرب الحیوان فی وجھہ و وسمہ فیہ، جلد 6، صفحہ 163، رقم 5674 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماجاء فی موضع الوسم و فی صفۃ الوسم، جلد 7، ص 35، رقم 13638 مشکوۃ المصابیح، کتاب الصید و الذبائح، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 427، رقم 4078

شرح حدیث: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت تک ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں رحم نہ کرنے لگو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہم میں سے ہر ایک رحم دل ہے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد

فرمایا: اپنے دوست پر رحم کرنا مراد نہیں بلکہ عام رحم کی مراد ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب رحمۃ الناس، الحدیث: ۱۳۶۷۱، ج ۸، ص ۳۴۰)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: رحم کیا کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا اور معاف کر دیا کرو تمہیں بھی معاف کر دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: بات کو بے توجہی سے سننے والے کے لئے ہلاکت ہے اور جان بوجھ کر اپنے (برے اعمال) پر اصرار کرنے (یعنی ڈٹ جانے) والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۵۵۲، ج ۲، ص ۵۶۵)

140- بَابُ تَحْرِيْمِ التَّعْذِيْبِ بِالنَّارِ فِيْ كُلِّ حَيَوَانٍ حَتّٰى النَّمْلَةَ وَنَحْوِهَا

ہر جانور کو آگ سے سزا دینا منع ہے حتیٰ کہ چیونٹی وغیرہ کو آگ میں ڈالنا منع ہے

(1614) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ، فَقَالَ: "اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا "فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: "اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا، وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ، فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ میں بھیجا اور فرمایا اگر تمہیں قریش کے فلاں اور فلاں دو آدمیوں کے نام لیے ملیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ تم فلاں فلاں کو جلا دینا تو آگ کے ساتھ سزا صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے اگر وہ تم کو ملیں تو ان کو قتل کر دینا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایعذب بعذاب اللہ جلد 3، صفحہ 1098، رقم 2853 المنتقی لابن الجارود، باب النہی عن تحریق ذوات الروح، جلد 1، ص 265، رقم 1057 مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 307، رقم 8054 مصنف ابن شیبۃ، من نھی عن التحریق بالنار، جلد 6، صفحہ 485، رقم 33142 معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، باب قتلھم بضرب الاعناق دون المثلۃ، جلد 14، ص 319، رقم 5605

شرح حدیث: آگ کا مالک

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے۔ تو حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ کے مالک (یعنی اللہ عزوجل) کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہ دے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب فی قتل الذر، الحدیث: ۵۲۶۸، ص ۱۶۰۷)

تنبیہ

اس گناہ کو مطلقاً کبیرہ گناہ شمار کیا گیا ہے، خواہ اس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہاں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلائے بغیر قتل کرنا ممکن نہ ہو تو جلانا جائز ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جب فواسق خمس (یعنی چوہا، چیل، کوا، کاٹنے والا کتا (یا بچھو) اور سانپ) کے ضرر کو زائل کرنے کے لئے آگ سے جلانے کا طریقہ متعین ہو گیا تو آگ سے جلانا منع نہیں۔

اور رہا ان کے علاوہ آدمی اور حیوان کو آگ سے جلانا اگر چہ وہ حیوان کھایا نہ جاتا ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک مرغی کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنایا ہوا تھا، جب انہوں نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو بکھر گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس طرح کرنے والے پر لعنت فرمائی اور آگ سے جلانا نشانہ بنا کر تیر مارنے کی طرح یا اس سے بھی سخت ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النھی عن صبر البھائم، الحدیث: ۵۰۶۲، ص ۱۰۲۷)

(1615) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ، فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَائَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا اِلَيْهَا". وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: "مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟" قُلْنَا: نَحْنُ قَالَ: "اِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ. قَوْلُهُ: "قَرْيَةُ نَمْلٍ" مَعْنَاهُ: مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا اس کے ساتھ دو چوزے تھے ہم نے اس کے چوزے پکڑ لیے تو اس سرخ پرندہ نے گھبراہٹ میں چیخنا شروع کر دیا اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا: اس کے بچوں کی وجہ سے اسے کس نے پریشان کیا اس کے بچے اس کی طرف واپس کرو۔ اور آپ نے چیونٹیوں کا بل دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اس کو کس نے جلایا ہے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آپ نے فرمایا: آگ کا عذاب صرف رب تعالیٰ کے لیے ہی مناسب ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ "قَرْيَةُ نَمْلٍ": اس کا مطلب ہے چیونٹیوں کا گھر جس میں وہ رہتی ہوں۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار، جلد 3، ص 8، رقم 2675 الاحاد والمثانی من اسمہ حمزۃ بن عمرو الاسلمی، جلد 4، صفحہ 339، رقم 2376 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من احراق المشرکین بالنار بعد الاسار، جلد 9، ص 72، رقم 18526 سنن سعید بن منصور، باب کراھیۃ أن یعذب بالنار، جلد 2، ص 243، رقم 2643

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے) استنجاء کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور۔

(ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا) لالی کی غیر موجودگی میں اس کے بچے پکڑ لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس طرح کہ زمین کے قریب آ کر پر پھیلا کر گرنے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بچھی جانے لگی اسے پتہ چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دکھ دینا منع ہے مگر مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ بلا ضرورت شکار ممنوع ہے ہاں ضرورتاً جائز، ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا ان کا ضرر دفع کرنا۔

(چیونٹیوں کا بل دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا) کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بچھا دی جس سے وہ جگہ ہی جل گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت سب کو حضور کے فیض کی ضرورت ہے، دیکھو کچھ دیر کے لیے حضور غائب ہوئے تھے کہ ان حضرات سے دو غلطیاں ہو گئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۵۰)

141- بَابُ تَحْرِیْمِ مَطْلِ الْغَنِیِّ بِحَقٍّ طَلَبَهٗ صَاحِبُهٗ

حق دار کا اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر مال دار کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا) (النساء: 58)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ) (البقرۃ: 283)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے۔

(1616) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ، وَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِیءٍ فَلْیَتْبَعْ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. مَعْنٰى "اُتْبِعَ": اُحِیْلَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کی پیروی کی جائے اور وہ گنجائش والا ہو تو اس کو تقاضا پورا کر دینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

"اُتبِعَ": کا مطلب ہے حوالے کیا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب فی الحوالۃ وھل یرجع فی الحوالۃ، جلد 2، صفحہ 799، رقم 2166 صحیح مسلم، باب تحریم مطل الغنی وصحۃ الحوالۃ واستحباب قبولھا، جلد 5، ص 34، رقم 4085 السنن الصغری للبیہقی، باب الحوالۃ، جلد 2، ص 121، رقم 2183 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ سعید، جلد 4، صفحہ 63، رقم 3615 المنتقی لابن الجارود، باب المبالغات المنہی عنہا من الغرر، جلد 1، ص 154، رقم 599

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس مقروض کے پاس ادائے قرض کے لیے پیسہ ہو پھر ٹالے تو وہ ظالم ہے اسے قرض خواہ ذلیل بھی کرسکتا ہے اور جیل بھی بھجوا سکتا ہے، یہ شخص مقروض گنہگار بھی ہوگا کیونکہ ظالم گنہگار رہوتا ہی ہے۔

حوالہ کے معنی ہیں نقل ذمۃ الی ذمۃ یعنی اپنا قرض دوسرے کے ذمہ ڈال دینا۔ اتبع باب افعال کا ماضی مجہول ہے یعنی تابع بنایا جائے، ملئ بمعنی غنی جس کی جیب مال سے بھری ہو، یہ امر استحبابی ہے یعنی اگر تمہارا مقروض تم سے کہے کہ میرا قرض فلاں سے وصول کرلینا اور وہ فلاں بھی قبول کرلے تو بہتر ہے کہ اس مقروض کا پیچھا چھوڑ دو اور اس غنی سے ہی وصول کرلو، تمہیں تو اپنے قرض سے غرض ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۰۹)

142۔ بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدِ الْإِنْسَانِ فِيْ هِبَةٍ لَّمْ يُسَلِّمْهَا إِلَى الْمَوْهُوْبِ لَهُ وَفِيْ هِبَةٍ وَّهَبَهَا لِوَلَدِهٖ وَسَلَّمَهَا أَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا وَكَرَاهَةِ شِرَائِهٖ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ أَوْ أَخْرَجَهُ عَنْ زَكٰوةٍ أَوْ كَفَّارَةٍ وَّنَحْوِهَا وَلَا بَأْسَ بِشِرَائِهٖ مِنْ شَخْصٍ اٰخَرَ قَدِ انْتَقَلَ إِلَيْهِ

اس ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے جو انسان نے سپرد نہ کیا ہو اور وہ ہبہ بھی جو اس نے اپنی اولاد کو دیا ہو سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صدقے کی چیز ایسے شخص سے خریدنے کی کراہت جسے صدقہ دیا ہو یا اسے بطور زکوٰۃ اور کفارہ وغیرہ کے لئے نکالا ہو البتہ کسی دوسرے شخص سے جس کی طرف وہ چیز آگے منتقل ہوگئی ہو خریدنے میں کوئی حرج نہیں

(1617) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "مَثَلُ الَّذِيْ يَرْجِعُ فِيْ صَدَقَتِهٖ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْئُ، ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ فَيَأْكُلُهٗ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے ہبہ میں رجوع کرتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو چاٹتا ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اس کی مثال جو اپنے صدقہ میں رجوع کرتا ہے۔ کتے کی

وَفِي رِوَايَةٍ: اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ۔

طرح ہے جو ستے کر کے پھر تے میں لوٹے اور اس کو کھائے اور ایک روایت میں ہے جو اپنے ہبہ میں لوٹے' وہ اس طرح کی ہے جو قے کر کے اس کو چاٹے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب لا یحل لاحد أن یرجع فی هبة وصدقته جلد 2, صفحه 924, رقم 2479 صحیح مسلم, باب تحریم الرجوع فی الصدقة والهبة بعد القبض الا ما وهبه لولده جلد 5, ص 64, رقم 4261 مسند امام احمد بن حنبل, مسند أبی هريرة رضی الله عنه, جلد 2 صفحه 430, رقم 9547 المحرر فی الحدیث لابن عبدالهادی, باب الهبة, صفحه 519, رقم 946 مصنف ابن ابی شيبة, باب من كره الرجوع فی الهبة, جلد 6, صفحه 477, رقم 22136

شرح حدیث: ہبہ واپس لینے کا بیان

کسی کو چیز دے کر واپس لینا بہت بری بات ہے حدیث میں ارشاد ہوا اسکی مثال ایسی ہے جس طرح کتا قے کر کے پھر چاٹ جاتا لہٰذا مسلمان کو اس سے بچنا ہی چاہیے مگر چونکہ ہبہ ایسا تصرف ہے کہ واہب پر لازم نہیں اگر دے کر واپس ہی لینا چاہے تو قاضی واپس کر دے گا اُسے نہ واپس لینے پر مجبور نہیں کریگا اور یہ واپس لینے کا حکم بھی حدیث سے ثابت ہے مگر سب جگہ واپس نہیں کر سکتا بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اُن میں واپس لے سکتا ہے اور بعض میں نہیں یہاں اسی کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: ہبہ میں اگر موہوب لہ کا قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو ابھی ہبہ کی تمامیت ہی نہیں ہوئی ہے اگر واہب نے رجوع کر لیا تو ہبہ بھی ختم ہو گیا اس کو رجوع نہیں کہتے رجوع یہ ہے کہ تمام ہو چکا ہے موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بعد واپس لے۔
(الدرالمختار، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج ۸، ص ۵۸۶)

مسئلہ ۲: جب موہوب لہ کو قبضہ دیدیا تو اب رجوع کرنے کے لیے قاضی کا حکم دینا یا موہوب لہ کا راضی ہونا ضروری ہے اور قبضہ نہ کیا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الخامس فی الرجوع... الخ، ج ۴، ص ۳۸۵)

مسئلہ ۳: واہب نے کہہ دیا ہے کہ میں اس ہبہ کو واپس نہیں لوں گا جب بھی واپس لے سکتا ہے اُس کا یہ کہہ دینا مانعِ رجوع نہیں۔ (البحرالرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج ۷، ص ۴۹۵)

اور اگر حقِ رجوع سے مصالحت کر لی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا کہ صلح میں جو چیز دی ہے ہبہ کا عوض ہے۔
(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الخامس فی الرجوع... الخ، ج ۴، ص ۳۹۱)

مسئلہ ۴: ایک شخص نے دوسرے سے کہا فلاں کو ایک ہزار روپیہ میری طرف سے ہبہ کر دو اُس نے کر دیے اور موہوب لہ نے قبضہ بھی کر لیا ہبہ تمام ہو گیا دوسرا شخص واپس نہیں لے سکتا نہ پہلے سے لے سکتا ہے نہ موہوب لہ سے اور وہ پہلا چاہے تو موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے کہ واہب یہی ہے وہ دینے والا متبرع ہے اور اگر پہلے نے یہ کہا ہے کہ فلاں کو ایک ہزار ہبہ کر دو میں اس کا ضامن ہوں اور اُس نے دیدیے تو پہلا شخص ضامن ہے دوسرا اس سے لے سکتا ہے موہوب لہ سے نہیں لے سکتا اور پہلا شخص موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے۔ (البحرالرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج ۷، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۵: صدقہ دیکر واپس لینا جائز نہیں لہٰذا جس کو صدقہ دیا تھا اُس نے عاریت یا ودیعت سمجھ کر کچھ دنوں کے بعد واپس دیا اس کو لینا جائز نہیں اور لے لیا ہو تو واپس کردے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الثانی عشر فی الصدقۃ، ج۴،ص۴۰۶)

مسئلہ ۶: دَین کے ہبہ میں رجوع نہیں کرسکتا مثلاً دائن نے مدیون کو دَین ہبہ کردیا اور مدیون نے قبول کرلیا دائن واپس نہیں لے سکتا کہ یہ اسقاط ہے مگر قبول کرنے سے پہلے واپس لے سکتا ہے۔

(البحر الرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج۷،ص۴۹۵)

مسئلہ ۷: رجوع کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ رجوع کے الفاظ بولے مثلاً رجوع کیا، واپس لیا، ہبہ کو توڑ دیا، باطل کردیا اور اگر الفاظ نہیں بولے بلکہ اُس چیز کو بیع کردیا یا اپنی چیز میں خلط کردیا یا کپڑا تھا رنگ دیا یا غلام تھا آزاد کردیا یہ رجوع نہیں بلکہ یہ تصرفات بیکار ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الخامس فی الرجوع... الخ، ج۴،ص۳۸۶)

مسئلہ ۸: واہب کو موہوب لہ سے ہبہ کو خریدنا نہ چاہیے کہ یہ بھی رجوع کے معنے میں ہے کیونکہ موہوب لہ یہ خیال کریگا کہ یہ چیز اسی کی دی ہوئی ہے پورے دام لینے سے اُسے شرم آئے گی مگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز دی ہے پھر خریدنا چاہتا ہے تو خرید سکتا ہے کہ شفقت پدری کم دام دینے سے مانع ہوگی۔

(البحر الرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج۷،ص۴۹۷)

مسئلہ ۹: ہبہ میں رجوع کرنے سے سات چیزیں مانع ہیں اُن سات کو اِن الفاظ میں جمع کیا گیا ہے۔ دمع خزقہ دال سے مُراد زیادت متصلہ ہے۔ میم سے مراد موت یعنی واہب و موہوب لہ دونوں میں سے کسی کا مرجانا۔ عین سے مراد عوض۔ خا سے مراد خروج یعنی ہبہ کا ملک موہوب لہ سے خارج ہوجانا۔ زا سے مراد زوجیت۔ قاف سے مراد قرابت۔ ہا سے ہلاک۔

(بہار شریعت صفحہ ۸۳-۸۴)

(1618) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ؛ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: "حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مَعْنَاهُ: تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلٰى بَعْضِ

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑے پر کسی کو سوار کیا تو (وہ گھوڑا) جس کے پاس تھا اس نے اس کو ضائع کیا (کمزور کردیا) میں نے ارادہ کیا کہ اس کو خرید لوں اور مجھے گمان ہوا کہ وہ یہ سستا فروخت کردے گا۔ پس میں نے رسول اللہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: نہ خریدو اور نہ اپنے صدقہ میں لوٹو۔ اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں دے کیونکہ اپنے صدقہ میں لوٹنے والا اپنی

الْمُجَاهِدِيْنَ.

تے میں لوٹنے والے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ) حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: کا معنی ہے میں نے بعض مجاہدین پر اس کو صدقہ کر دیا۔

تخریج حدیث: صحيح بخاری، باب هل لشتری صدقته، جلد 2، صفحه 542، رقم 1419 صحيح مسلم، باب كراهة شراء الانسان ما تصدق به ممن تصدق عليه، جلد 5، ص 33، رقم 4248 السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية ابتياع ما تصدق به من يدى من تصدق عليه، جلد 4، ص 151، رقم 7883 سنن النسائي، باب شراء الصدقة، جلد 5، صفحه 108، رقم 2615 صحيح ابن حبان، باب الرجوع في الهبة، جلد 11، صفحه 526، رقم 5126

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بطور خیرات تا کہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے۔

اس طرح کہ اس کی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور دبلا ہو کر گویا برباد ہی ہو گیا۔

یا اس لیے گھوڑا کمزور ہو چکا ہے جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اس لیے کہ میں اس کا محسن ہوں مجھے رعایت سے دے گا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس جملہ کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے دے گا اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل یوں سمجھ لو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی یہ اگر اس مہربانی کے شکریہ میں ہو تو وہ دعوت ناجائز ہے اور اگر عام دعوت تھی جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائے گا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائے گی اگر چہ کام بہت برا ہے، یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگر چہ مکروہ ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۸۰)

143- بَابُ تَأْكِيْدِ تَحْرِيْمِ مَالِ الْيَتِيْمِ — یتیم کے مال (کو کھانے) کی تاکیدی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا) (النساء: 10).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ وہ سبب ہے عذاب کا۔ حدیث شریف میں ہے روزِ قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اِس طرح اُٹھائے جائیں گے کہ اُن کی قبروں سے اور اُن کے منہ سے اور اُنکے کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ) (الأنعام: 152).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ) (البقرة: 220).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّد نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: کہ ان (یتیموں) کے اموال کو اپنے مال سے ملانے کا کیا حکم ہے شان نزول آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا کے نزول کے بعد لوگوں نے یتیموں کے مال جدا کر دیئے اور ان کا کھانا پینا علیحدہ کر دیا اس میں یہ صورتیں بھی پیش آئیں کہ جو کھانا یتیم کے لئے پکایا اور اس میں سے کچھ بچ رہا وہ خراب ہوگیا اور کسی کے کام نہ آیا اس میں یتیموں کا نقصان ہوا یہ صورتیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کی نظر سے اس کا کھانا اس کے اولیاء اپنے کھانے کے ساتھ ملالیں تو اس کا کیا حکم ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیموں کے فائدے کے لئے ملانے کی اجازت دی گئی۔ (خزائن العرفان)

(1619) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ!" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْمُوْبِقَاتُ": اَلْمُهْلِكَاتُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' جادو کرنا' اس جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جنگ کے دن فرار ہو جانا اور پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر الزام تراشی کرنا۔ (متفق علیہ)

"اَلْمُوْبِقَاتُ": اس کا مطلب ہلاک کرنے والیاں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رمی المحصنات، جلد 6، صفحه 251، رقم 6465 صحیح مسلم، باب بیان الکبائر و اکبرها.

جلد 1، صفحہ 84، رقم 272 السنن الکبری للبیھقی، باب تحریم القتل من السنۃ، جلد 8، صفحہ 20، رقم 16270 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 192، رقم 5656 سنن ابو داؤد، باب ماجاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم، جلد 3، ص 74، رقم 2876

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

جادو کرنا یا بلاضرورت جادو سیکھنا۔خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہو جاتا ہے۔ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔(از اشعۃ اللمعات)

یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔

یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً، ضمناً لہذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ایک سارے بدن کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۰)

144-بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ الرِّبَا

حرمت ربا کا سخت تر ہونا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ صرف اس طرح کھڑے ہوں گے۔ جیسے کہ وہ شخص جس کو شیطان نے چھوکر پاگل کر دیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ) - اِلٰى قَوْلِه تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا) (البقرۃ: 275- تا 278)۔

نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس کے پاس رب کریم کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ رک گیا تو اس کے لیے ہے جو گزر چکا (یعنی معاف ہے) اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو لوٹا تو ایسے لوگ ہی آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس کے قول تک کہ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی ہے اس کو چھوڑ دو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خواروں کی شامت کا بیان ہے سود کو حرام فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل وعوض کے لینا ہے یہ صریح ناانصافی ہے دوم سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خوار کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو ضرر پہنچاتی ہے۔ سوم سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوا تو وہ کسی کو قرض حسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا چہارم سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہش مند رہتا ہے اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود خوار اور اس کے کارپرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ مِّنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

باقی احادیث اس باب سے متعلق صحیح میں بہت مشہور ہیں ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔

(1620) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ: وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ (مسلم) ترمذی وغیرہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کے گواہوں پر بھی اور اس کے لکھنے والے پر بھی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لعن اکل الربا و مؤکلہ، جلد 5، صفحہ 50، رقم 4177۔ السنن الصغری للبیہقی، باب تحریم الربا، جلد 2، صفحہ 57، رقم 1934۔ سنن ابو داؤد، باب فی اکل الربا و موکلہ، جلد 3، صفحہ 249، رقم 3335۔ سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، جلد 2، صفحہ 764، رقم 2277۔ سنن ترمذی، باب ما جاء فی اکل الربی، جلد 2، صفحہ 512، رقم 1206

145- بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَاءِ

ریا کاری کی حرمت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) (البینة: 5).

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اوران لوگوں کوتو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ) (البقرة: 264).

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللهَ إِلَّا قَلِيلًا) (النساء: 142).

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

(1621) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللهُ تَعَالٰى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ سب حصہ داروں سے زیادہ بے پرواہ میں ہوں جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی کو شریک کرلیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من أشرك في عمله غير الله، جلد 8، ص 223، رقم 7666۔ تہذیب الاثار للطبری، ذکر بعض ما حضرنا ذکرہ من ذلک مما صح بہنہ، جلد 1، ص 131، رقم 893۔ جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الربع فی الریاء، جلد 4، صفحہ 545، رقم 2651۔ جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، جلد 6، صفحہ 151، رقم 15152۔

شرح حدیث: ریا کاری کو اس مثال سے سمجھئے

حُجَّۃُ الاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ریا کاری کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں: مثلاً کوئی شخص سارا دن بادشاہ کے سامنے کھڑا رہے جس طرح خُدّام کی عادت ہوتی ہے لیکن اس کا مقصود بادشاہ کا قُرب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اُس کی کسی کنیز کو دیکھنا ہو تو یہ (یعنی اُس شخص کا کھڑا ہونا) بادشاہ کے ساتھ یقیناً مذاق ہے۔ تو اس

سے زیادہ قابلِ حقارت ونفرت اور کیا بات ہوگی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اُس کے کمزور ولاچار بندے کو دکھانے کے لئے کرے جو اس کو بِالذّات (یعنی ذاتی طور پر) نہ نَفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (اِحیاءُ العلوم ج ۳ ص ۳۶۹ ملخصًا)

ریا کی تعریف

رِیاکاری کے بعض نقصانات کی معلومات تو ہوئی، آئیے! اب یہ معلوم کرتے ہیں کہ گناہوں بھری رِیاکاری کہتے کسے ہیں! تو سنئے: رِیا کی تعریف یہ ہے: ''اللہ عزوجل کی رِضا کے علاوہ کسی اور ارادے سے عبادت کرنا۔'' گویا عبادت سے یہ غَرَض ہو کہ لوگ اس کی عبادت پر آگاہ ہوں تاکہ وہ ان لوگوں سے مال بٹورے یا لوگ اس کی تعریف کریں یا اسے نیک آدمی سمجھیں یا اسے عزّت وغیرہ دیں۔ (الزواجر ج ۱ ص ۷۶)

(1622) وَعَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلَیْہِ رَجُلٌ اسْتُشْہِدَ، فَاُتِیَ بِہٖ، فَعَرَّفَہٗ نِعْمَتَہٗ، فَعَرَفَھَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْہِدْتُ۔ قَالَ: کَذَبْتَ، وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ: جَرِیْءٌ! فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا۔ قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُہٗ، وَقَرَاْتُ فِیْکَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ: کَذَبْتَ، وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ لِیُقَالَ: عَالِمٌ! وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ: ھُوَ قَارِیٌٔ، فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللہُ عَلَیْہِ، وَاَعْطَاہُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ، فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ، فَعَرَفَھَا۔ قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ: مَا تَرَکْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْھَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْھَا لَکَ۔ قَالَ: کَذَبْتَ، وَلٰکِنَّکَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ: جَوَادٌ! فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگوں میں سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ وہ آدمی ہے جو شہید کیا گیا ہے پس اسے لایا جائے گا (اللہ تعالیٰ) اس کو اپنی نعمتیں پہچان کروائے گا وہ پہچانے گا فرمائے گا کیا تو نے ان سے کیا کام کیا وہ عرض کرے گا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہوگیا' فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے تو نے لڑائی کی تھی تاکہ کہا جائے کہ یہ بہادر ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ تو اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا اور تب ایک آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پاک پڑھا تھا اس کو لایا جائے گا اس کو نعمتوں کی پہچان کروائے گا وہ انہیں پہچانے گا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پڑھا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا' تو نے اس لئے علم سیکھا تاکہ کہا جائے کہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے پھر حکم دیا جائے تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک

فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "جَرِيٌّ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَ كَسْرِ الرَّاءِ وَالْمَدِّ: أَيْ شُجَاعٌ حَاذِقٌ.

آدمی جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت فرمائی اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا اس کو لایا جائے گا اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ تو وہ اسے پہچانے گا فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل وہ عرض کرے گا میں نے تیرے پسندیدہ خرچ کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔ ہر راستہ میں تیرے لیے خرچ کیا ہے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا بلکہ تو نے یہ اس لیے کیا تھا تا کہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے پھر حکم دیا جائے گا تو اس کو گھسیٹ کر منہ کے بل آگ میں ڈالا جائے گا۔ (مسلم) "جَرِيٌّ": جیم پر زبر راء پر زیر اور مد کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت زیادہ بہادر۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار، جلد 6، ص 47، رقم 5032، السنن النسائی، باب من قاتل لیقال فلان جریء، جلد 3، صفحہ 17، رقم 4345 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، جلد 1، ص 44، رقم 205 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الرابع فی الریاء، جلد 4، ص 538، رقم 2645 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددۃ مع الھمزۃ، جلد 8، ص 434، رقم 7632

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جو شہید کیا گیا ہے) یہ اوّلیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا۔ عبادات میں نماز کا، معاملات میں قتل کا، ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔ شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

(نعمتیں پہچان کروائے گا) یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی۔ معلوم ہوا کہ نیکیاں رب کے انعام کا شکریہ بھی ہیں۔

یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہو گیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کر دی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کیلئے۔ معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا۔ یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔ صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہاں میں واہ واہ ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے۔ جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کے لئے چاہئے۔

(تو اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا) یعنی نہایت ذلت کے ساتھ، مرے ہوئے کتے کی طرح ٹانگ سے

گھسیٹ کر کنارہ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا۔ جہنم کی گہرائی آسمان و زمین کے فاصلہ سے کروڑوں گناہ زیادہ ہے اللہ کی پناہ۔

تیری یہ ساری محنت خدمت دین کے لئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہو گئے، ہم سے کیا چاہتا ہے، اس حدیث کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کے لئے۔

معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔ اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں: ایک یہ کہ یہاں ریا کار شہید، عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لیئے کہ انہوں نے بہترین عمل کیئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہو گئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا، ریا کے حج و زکوۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریا کار وہ ہیں جو ریا ہی کے لئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں بعض وہ ہیں کہ ریا کے لئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں معمولی بعض وہ ہیں جو خلوت و جلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں، یہاں پہلی قسم کا ریا کار مراد ہے، دوسری دو قسم کے ریا کار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے فضل دوسری چیز ہے، رب فرماتا ہے: "فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ" لہذا یہ حدیث معافی کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے فضل کرے تو بخشے جاویں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مؤمن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں، اللہ اسے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا، ذلت و رسوائی صرف کافروں کے لیئے ہوگی جیسا کہ آیت قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے عمل کیے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا۔ مکھیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۰۳)

(1623) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لَهٗ: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کچھ لوگوں نے ان سے کہا ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں ہم ان کے لیے وہاں (ان کے پاس) وہ بات کرتے ہیں جو اس بات کے خلاف ہوتی ہے جو ہم باہر آ کر کرتے ہیں حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم اس بات کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں منافقت سمجھتے تھے۔ (بخاری)

شرح حدیث: ریاء کی لغوی و اصطلاحی تعریف

رِیَاءٌ، رُؤْیَۃٌ اور سُمْعَۃٌ، سِمَاعٌ سے ماخوذ ہے۔ جس ریاء کی مذمت کی گئی ہے اس کی تعریف یہ ہے: بندہ اللہ عزوجل

کی رضا کے علاوہ کسی اور نیت یا ارادے سے عبادت کرے۔ مثلاً لوگوں کو اپنی عبادت اور کمال سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا کہ اسے لوگوں سے مال وجاہ یا ثناء وغیرہ حاصل ہو۔

ریاکاری کی پہچان کے طریقے

ریا کی چند اقسام ہیں: (۱) ریاء بالاحوال (۲) ریاء بالاقوال (۳) ریاء بالاعمال (۴) ریاء بالاصحاب۔

(۱) ریاء بالاحوال

اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کا اپنے جسم پر تھکن یا پیلاہٹ ظاہر کرنا، پراگندہ بال اور گھٹیا ہیئت کا اظہار، غم کی کثرت، غذا کی قلت اور اہم کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے آپ پر توجہ نہ دینے اور لگاتار روزوں اور شب بیداریوں، دنیا اور دنیا والوں سے بے رغبتی اور عبادت میں خوب کوشش کا وہم پیدا کرنے کے لئے پست آواز میں بولنا اور آنکھیں بند رکھنا۔

ایسے ذلیل ورسوا لوگ کیا جانیں کہ اس وقت وہ بھتہ خوروں اور ڈاکوؤں جیسے لوگوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو اپنے گناہوں کے معترف ہیں اور ان رسوا اور ذلیل لوگوں کی طرح اپنی دینداری پر غرور نہیں کرتے، جبکہ یہ بدبخت وذلیل لوگ گناہ بھی کرتے ہیں اور اس پر دلیری بھی دکھاتے ہیں۔

یا پھر صالحین کا سا حلیہ اختیار کرنا جیسے چلتے وقت سر جھکائے رکھنا، پُروقار انداز میں چلنا، چہرہ پر سجود کا اثر باقی رکھنا، اونی اور کھردرا لباس پہننا اور ہر وہ صورت اپنانا کہ یہ وہم پیدا ہو کہ وہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور سادات صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ہے حالانکہ وہ علم کی حقیقت اور باطن کی صفائی کے معاملہ میں مفلس ہو۔

یہ دھوکے باز شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ جو کچھ اسے یہ لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے ملا ہے اس کو قبول کرنا اس پر حرام تھا، اگر اس نے وہ چیز قبول کر لی تو وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا۔

(۲) ریاء بالاقوال

کسی کا وعظ ونصیحت اور سنتوں کو زبانی یاد کرنے کا اظہار کرنا بھی ریاکاری ہے، نیز مشائخ سے ملاقات اور علوم کی پختگی وغیرہ بہت سے ایسے طریقے ہیں جو ریاکاری کے اسباب بن سکتے ہیں کیونکہ قول کے ذریعے ریا کا وقوع کثیر ہے نیز اس کی انواع کو شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) ریاء بالاعمال

ارکانِ نماز کو طویل کرنا اور انہیں عمدگی سے ادا کرنا اور ان میں خشوع ظاہر کرنا، اسی طرح روزہ اور حج وغیرہ دیگر عبادات اور اعمال میں بھی ریاکاری کی انواع بے شمار ہیں۔

بعض اوقات ریاکار دکھاوے کے کاموں کو پختہ کرنے کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ تنہائی میں بھی ان افعال کی مشق کرتا رہتا ہے تاکہ لوگوں کے مجمع میں بھی اس کی یہ عادت قائم رہے، لیکن وہ ایسا خوفِ خدا عزوجل اور اس سے حیاء کے سبب نہیں کرتا۔

(۴) ریاء بالاصحاب

اسی طرح دوستوں اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے ذریعے بھی ریاکاری ہوسکتی ہے جیسے کوئی کسی عالم، امیر یا نیک صالح بندے سے اپنے ہاں آنے کی تمنا کرے اور اس سے اس کی رفعت اور بزرگوں کا اس سے برکت حاصل کرنے کا گمان پیدا ہو اور اسی طرح کوئی شخص دوسروں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہے کہ وہ بہت سے شیوخ سے ملا ہے۔

یہ صورت ریاکاری کے ان ابواب کا مجموعہ ہے جو جاہ ومنزلت اور شہرت کے حصول پر اُبھارتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں اور ساری دنیا کا مال ومتاع اس کے پاس جمع ہو۔ (اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر ۱۵۳)۔

(1624) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِّنْ رِّوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. "سَمَّعَ" بِتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ، وَمَعْنَاهُ: اَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَاءً. "سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ" اَيْ: فَضَحَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَمَعْنٰى: "مَنْ رَائٰى" اَيْ: مَنْ اَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ. "رَائَى اللّٰهُ بِهٖ" اَيْ: اَظْهَرَ سَرِيْرَتَهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ.

حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شہرت طلب کرے اللہ اس کے عیب کو مشہور کر دے گا اور جو ریاکاری کرے گا اس کے عیوب اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ (متفق علیہ) مسلم نے بھی اس کو از حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ "سَمَّعَ" میم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے، وہ عمل جو لوگوں کو دکھلاوے کے لیے ظاہر کیا جائے۔ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ اس کا مطلب ہے: اللہ اس کو روزِ قیامت رسوا کرے گا۔ مَنْ رَاءٰى کا معنی ہے جس نے لوگوں کے لیے عمل صالح ظاہر کیا تاکہ وہ ان کی نظروں میں بڑا ہو جائے رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ یعنی اس کے راز کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الریاء و السمعة، جلد 5، ص 238، رقم 6134 صحیح مسلم، باب من اشرك فی عمله غیر الله، جلد 8، ص 223، رقم 7668 الادب للبیهقی، باب من اخلص العمل الله عزوجل، جلد 2، صفحه 2، رقم 822، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جندب بن عبدالله بن سفیان، جلد 2، ص 110، رقم 1696 مجمع الزوائد للهیثمی، باب فی ذی الوجهین، جلد 8، ص 180، رقم 13153

شرح حدیث: ریاکاری حرام ہے

جان لیجئے! ریاکاری حرام ہے اور ریاءکار پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے، اس پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے یہ فرامین دلالت

کرتے ہیں۔

چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

(1) فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ O الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ O الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

(پ30، الماعون: 4تا6)

(2) فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا O

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (پ16، الکہف: 110)

حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! نجات کس چیز میں ہے؟ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ لَا یَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللهِ تَعَالٰی یُرِیْدُ بِهَا النَّاسَ۔

ترجمہ: بندہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کرے۔

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ریاء کاری۔ (پھر فرمایا) بروزِ قیامت جب بندہ اپنے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو! کیا اُن کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمود بن لبید، الحدیث ۲۳۶۹۲، ج۹، ص۱۶۰) (لباب الاحیاء ص۲۷۷)

(1625) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللهِ - عَزَّوَجَلَّ - لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْیَا، لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَعْنِیْ: رِیْحَهَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَّالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ كَثِیْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا علم سیکھا جس کے ساتھ اللہ عزوجل کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ اس نے صرف اس لیے سیکھا تا کہ اس کے ساتھ دنیا کا سامان پائے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس باب کے متعلق احادیث مشہور ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اذا اثنی علی الصالح فھی بشری ولا تضرہ، جلد 8، ص 44، رقم 6891 صحیح ابن حبان، باب

المدح جلد 13، صفحه 82، رقم 5768 مسند امام احمد بن حنبل، حديث المشائخ عن أبي بن كعب، جلد 5، ص 156، رقم 21417 مسند البزار، مسند أبي ذر الغفاري رضي الله عنه، جلد 2، ص 89، رقم 3955 مشكاة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الاول، جلد 3، ص 153، رقم 5317

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الٰہی کے لیئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت و جاہ بھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعًا دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں، کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ۔ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کے لئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کے لئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے۔

یعنی اولاً اگرچہ ریاکاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۲۲)

146-بَابُ مَا يَتَوَهَّمُ اَنَّهُ رِيَاءٌ وَّلَيْسَ هُوَ رِيَاءً

جن چیزوں کے بارے میں ریاء کا وہم کیا جاتا ہے جبکہ وہ ریا نہ ہوں

(1626) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرَاَيْتَ الرَّجُلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ، وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: "تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ بتائیں کہ آدمی اچھا عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ ایمان دار کی جلدی والی بشارت ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لیے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں، لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نوران کا یہ عمل شائع کر دیتا ہے۔ اشارۃً اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے سوال یہ ہے کہ یارسول اللہ کیا یہ بھی ریا ہے۔

یعنی یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام کے چھپے ہوئے عمل اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں حضور نے احادیث میں ایسے شائع کیے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں یہ بشارت

ربانی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ غرضکہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دکھلاوے شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۵۸)

147-بَابُ تَحْرِيْمِ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ وَالْأَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

ضرورت شرعیہ کے بغیر اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے کو دیکھنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ) (النور: 30).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ایمان دار مردوں کو فرمادیں کہ وہ اپنی نظروں کو جھکائیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ) (المؤمن: 19).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

(1627) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ: الْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ اَوْ يُكَذِّبُهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ مُخْتَصَرَةٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم کے لیے زنا میں اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جو وہ لازماً کرے ہی کرے گا' آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا کلام کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا تمنا کرنا اور خواہش کرنا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث مسلم کے ہیں اور بخاری نے بھی اسے مختصراً روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنی وغیرہ، جلد 8، ص 52، رقم 6925، صحیح بخاری، باب زنا الجوارح دون الفرج، جلد 5، صفحہ 230، رقم 5889، السنن الکبری للبیهقی، باب تحریم انظر الی الاجنبیات من غیر سبب، جلد 7، ص

السنن ابو داؤد، باب ما یومر بہ من غض البصر، جلد 2، ص 212، رقم 2154۔ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 76، رقم 180، رقم 13893، 89

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ہر آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہوجانے والے بچے، خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصاً یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام علیحدہ ہیں، جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عموماً انسان زنا یا مقدماتِ زنا میں پھنستے ہیں۔ رب تعالٰی کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے۔ خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اس خاص موقعہ پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یعنی وہ بھی مائل ہوجاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے) غیر عورتوں پر شہوت سے۔ خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمداً دیکھنے پر پکڑ ہے، یہاں دوسری نظر مراد ہے۔

(زبان کا زنا کلام کرنا ہے) اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے، اسے شوق سے سننا لذت کے لیے کان کا زنا ہے، بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے۔

کان لگا کر توجہ سے اسی لیے یہاں "استماع" باب "افتعال" سے فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے۔ ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے، زانی بوقتِ زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لیے سنگسار کیا جاتا ہے، صرف خصی نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ مقدماتِ زنا سے بھی بچے، سینما، مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشر و اشاعت کا انجام دیکھا جارہا ہے۔ مرقات میں ہے کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا اُدھر کنکر پھینکنا اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۸۴)

(1628) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ!" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهُ" قَالُوْا: وَمَا حَقُّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ' لوگ کہنے لگے: یارسول اللہ! ہمارا یہاں بیٹھے بغیر چارہ نہیں ہے ہم یہاں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا یہاں بیٹھنا لازمی ہی ہے تو پھر راستے کو اس کا حق ادا کرو' تو انہوں

الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؛ قَالَ: "غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْاَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے عرض کیا: یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نگاہ کو جھکا کر رکھنا' تکلیف دہ چیز کو ہٹانا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ راستہ سے عورتیں بچے گزرتے رہتے ہیں، نیز وہاں سے لوگوں کے مال سواریاں گزرتی ہیں اس لیے وہاں بیٹھنا خطرناک بدنظری کا اندیشہ ہے۔

یعنی ہماری ضروریات راستوں پر بیٹھنے سے وابستہ ہیں وہاں بیٹھ کر ہم کاروبار اور دیگر ضروریات کی باتیں کرتے ہیں۔

یعنی راستہ میں بیٹھ کر وہ نیکیاں کرو جس کی برکت سے تمام وہاں کے گناہوں سے بچے رہو اور ثواب کمالو، یہاں حق بمعنی استحقاق ہے کہ راستہ ان اعمال کا مستحق ہے۔

یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو: نگاہیں نیچی رکھو تا کہ اجنبی عورتوں پر نہ پڑیں، راستہ سے کانٹا اینٹ پتھر الگ کر دیا کرو تا کہ کسی راہ گیر کو نہ چبھے نہ ٹھوکر لگے، جو راستہ گزرنے والا تمہیں سلام کرتا ہوا گزرے اس کا جواب دو، اگر تم راستہ میں کسی کو کوئی برا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو، اس کی عوض اسے اچھے کام کرنے کا مشورہ دو اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ سبحان اللہ! کیمیا پیتل، تانبہ کو سونا کر دیتی ہے، حضور کی تعلیم گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ شعر

تیرے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا ثواب ہو گئے سارے عقاب کیا کہنا

(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۴۷۷)

(1629) وَعَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: "مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ؟ اجْتَنِبُوْا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ" فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَا بَاْسٍ، قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ: "اِمَّا لَا فَاَدُّوْا حَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چوباروں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس آ کر کھڑے ہو گئے فرمایا تمہیں کیا ہے؟ کہ تم یہاں چوباروں پر بیٹھے ہوں اپنے آپ کو چوباروں پر بیٹھنے سے بچاؤ۔ ہم نے عرض کیا: ہم اس طرح بیٹھے ہیں جس کا مقصد حرج والا نہیں ہے۔ ہم بیٹھ کر گفتگو کر رہے ہیں اور بات چیت کر

الْكَلَامِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ضروری ہے تو اس کا حق ادا کرو، نگاہ کو جھکاؤ، سلام کا جواب دینا اچھی گفتگو کرنا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام، جلد 7، ص 2، رقم 5773، المستدرك للحاكم، كتاب الادب، جلد 6، صفحه 276، رقم 7688، صحيح ابن حبان، باب الجلوس على الطريق، جلد 2، صفحه 357، رقم 596، مسند أبي يعلى، مسند أبي طلحة، جلد 3، صفحه 13، رقم 1421، جامع الاصول لابن اثير، الفرع الاول في الجلوس بالطرق، جلد 6، ص 1533، رقم 4742

شرح حدیث: ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں راستے میں بیٹھنے کے آداب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

راستے میں بیٹھنے کے آداب

(راستے میں بیٹھنے والے کو چاہے کہ) نگاہیں جھکا کر بیٹھے، مظلوم کی مدد کرے، ستم رسیدہ وحسرت زدہ کی فریاد رسی کرے، ضعیف وکمزور کی مدد کرے، راستہ بھولے ہوئے کی راہنمائی کرے، سلام کا جواب دے، سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کرے، اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو، لطافت وشفقت کے ساتھ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، اگر کسی کو گناہوں پر اصرار کرنے والا پائے تو اسے ڈرائے اور اس پر سختی کرے (یعنی بقدرِ استطاعت اسے روکنے کی کوشش کرے)، بغیر دلیل کے کسی چغل خور کی باتوں پر دھیان دے نہ کسی کی ٹوہ میں پڑے اور لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔

(الْاَدَبُ فِی الدِّیْن ص ۴۹)

(1630) وَعَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ: "اصْرِفْ بَصَرَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اپنی نظر پھیر لو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نظر الفجاة، جلد 6، ص 181، رقم الحدیث 5770، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه جرير بن عبدالله الجبلي، جلد 2، ص 337، رقم 2407، سنن ابو داؤد، باب مايؤمر به من غض البصر، جلد 2، ص 211، رقم 2150، جامع الاصول في احاديث الرسول، الفرع الثاني في النظر الهدين، جلد 6، صفحه 660، رقم 4953، سنن الدارمي، باب في نظرة الفجاة، جلد 2، ص 361، رقم 2643

شرح حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر اجنبیہ عورت پر بلاقصد نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ کیا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے۔

یعنی اس اچانک نظر پڑ جانے میں تو گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ ہٹا لو اگر دوبارہ دیکھ لیا یا اسے دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے کہ اس میں گناہ کا ارادہ پالیا گیا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار نے مرد کو نظر پھیر لینے کا حکم دیا (مرقات) مگر یہ استدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آئے گا کہ

عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگر چہ مرد نابینا ہو یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ نہ تھی پھر مرد کی نظر پڑ گئی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۷ ۴)

(1631) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ عِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "احْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى! لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؛ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!؟". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت اُم سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور حضرت میمونہ ﷺ بھی آپ کے پاس تھیں۔ عبداللہ بن اُمّ مکتوم آئے اور یہ ہمارے حجاب کے حکم سے بعد کا واقعہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس سے حجاب کرلو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں کہ وہ ہمیں نہ دیکھے گا نہ پہچانے گا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی قوله عزوجل "وقل للمومنات یغضن من ابصارهن"، جلد 4، ص 109، رقم 4114 سنن ترمذی، باب ماجاء احتجاب النساء من الرجال، جلد 5، ص 102، رقم 2778 السنن الکبری للبیهقی، باب مساواۃ المراۃ الرجل فی حکم الحجاب، جلد 7، ص 91، رقم 13908 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی نظر المرأۃ الاعمی، جلد 6، ص 663، رقم 4959 سنن النسائی، باب نظر النساء الی الاعمی، جلد 5، ص 393، رقم 9241

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام سلمہ کے گھر میں رونق افروز تھے اور بی بی میمونہ ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھیں۔ اسی لیے لفظ میمونہ کو معطوف فرمایا اور معطوف علیہ سے اس کا کچھ فاصلہ کردیا۔ جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ تاکہ معلوم ہو بنائے کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسماعیل ان کے معاون۔

آپ وہ ہی عبداللہ ابن ام مکتوم ہیں جن کے متعلق سورۂ عبس شریف نازل ہوئی آپ اجازت لے کر دولت خانہ میں حاضر ہوئے۔

یا تو حضرت عبداللہ کے اندر آتے وقت اندر پہنچنے سے پہلے حضور انور نے یہ حکم دیا یا آپ پہلے داخل ہو گئے داخل ہوتے ہی یہ فرمایا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کہ پہلے پردہ کرایا جاتا ہے پھر آنے والے کو بلایا جاتا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے، عورت کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا حرام نہیں، اور حضرت عبداللہ تو نابینا ہیں ہم کو دیکھتے نہیں پھر ہم پردہ کیوں کریں۔

جواب عالی کا مقصد یہ ہے کہ عورت و مرد پر دوطرفہ پردہ واجب ہے کہ نہ تو مرد اجنبی عورت کو دیکھے نہ اجنبی عورت مرد کو۔اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی ،بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشیوں کا کھیل دکھایا،اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود پردہ ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ کوئی مرد تو آپ کو نہ دیکھ سکا،مگر آپ حبشیوں اوران کے کھیل کو دیکھتی رہیں، یہ کھیل دکھانے کا واقعہ ۷ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا، نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں سے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیویاں یقیناً اپنے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان احتیاط کے لیے یہ تمام تحقیق ان پاک باز کے متعلق ہے جہاں بے حیائی کا خیال بھی نہ پیدا ہو،لیکن اگر اس کا خدشہ ہو تو عورت کا مردوں کو دیکھنا بھی سخت حرام ہے۔(ازلمعات،ومرقات،واشعہ مع زیادۃ)(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۷)

(1632) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور عورت عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔اور مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم النظر الی العورات، جلد 1، صفحه 183، رقم 794، الاداب للبیهقی، باب النهی عن التعری، صفحه 348، رقم 577، سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی التعری، جلد 4، صفحه 72، رقم 4020، سنن الترمذی، باب فی کراهیة مباشرة الرجال، جلد 5، ص 109، رقم 2793، صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحة، جلد 12، صفحه 385، رقم 5574

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء مطلقاً چھپانا واجب ہیں کہ نہ مرد مرد کے یہ اعضاء دیکھے نہ عورت عورت کے لیکن عورت مرد اجنبی کے لیے سر سے پاؤں تک لائق پردہ ہے اور نماز کے لیے عورت سر سے پاؤں تک جسم ڈھکے سوائے چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے۔فقہاء فرماتے ہیں کہ بے داڑھی مونچھ کا امرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے۔(اشعہ) ضرورتاً شریعت کے احکام جداگانہ ہیں کہ بچہ جنتے وقت دایہ ستر دیکھتی ہے،یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو ننگا کرنا پڑتا ہے۔محرم مرد اپنی محرمہ عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سر دیکھ سکتا ہے،خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں،اس سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں، ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں،سونگھ سکتے ہیں یوں ہی جوان لڑکا،لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتا ہے دیکھنے و چھونے کے مکمل

احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب اللمس والنظر میں دیکھیے۔

یعنی مرد مرد کے ساتھ یوں ہی عورت عورت کے ساتھ ننگے نہ لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں، یوں ہی دو ننگی عورتیں سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۱)

148-بَابُ تَحْرِيْمِ الْخَلْوَةِ بِالْأَجْنَبِيَّةِ

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) (الأحزاب: 53).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

(1633) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ!" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ!". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْحَمْوُ": قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَأَخِيْهِ، وَابْنِ أَخِيْهِ، وَابْنِ عَمِّهٖ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں پر داخل ہونے سے بچو ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: دیور کے بارے میں کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: دیور موت ہے۔ (متفق علیہ) الحمو: خاوند کے قریبی جیسے اس کا بھائی، اس کا بھتیجا، اس کا چچازاد۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم. جلد 5. ص 200. رقم 4934 صحیح مسلم. باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ والدخول علیہا صحیح ابن حبان. کتاب الحظر و الاباحۃ. جلد 12. صفحہ 401. رقم 5588. سنن الدارمی. باب فی النہی عن الدخول علی النساء. جلد 2. صفحہ 361. رقم 2642. سنن ترمذی. باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات. جلد 3. ص 474. رقم 1171

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پچھلی حدیث میں خلوت کا ذکر تھا یہاں بے پردہ آمنے سامنے آنا کا ذکر ہے یعنی غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ اگرچہ ذی رحم ہی ہو، جیسے چچازاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بھائی بہن کہ ان سے پردہ چاہیے کہ اگرچہ ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتاً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کس قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۳)

(1634) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَخْلُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی کسی عورت کے پاس تنہا نہ ہو سوائے اپنی محرمات کے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ دونوں کیسے ہی پاکباز ہوں اور کسی مقصد کے لئے جمع ہوں شیطان دونوں کو برائی پر ضرور ابھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے خطرہ ہے کہ زنا واقع کرا دے اس لئے ایسی خلوت سے بہت ہی احتیاط چاہیے، گناہ کے اسباب سے بھی بچنا چاہیے، بخار روکنے کیلئے نزلہ وزکام روکو۔

(مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۲۱)

اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے، ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی عورت ہے کہ شہوت کے قابل نہیں تو خلوت ہو سکتی ہے۔ محارم کیساتھ خلوت جائز ہے یعنی دونوں ایک مکان میں تنہا ہو سکتے ہیں مگر رضاعی بہن اور ساس کیساتھ تنہائی جائز نہیں جبکہ یہ جوان ہوں۔ یہی حکم اپنی عورت کی جوان لڑکی کا ہے جو دوسرے شوہر سے ہے۔

(اسلامی اخلاق وآداب، ص ۱۰۲) (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۱)

(1635) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ. مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِي أَهْلِهِ، فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ إِلَّا وَقَفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شَاءَ حَتّٰى يَرْضٰى ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا ظَنُّكُمْ؟". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجاہدین کی بیویوں کی حرمت بیٹھنے والوں پر ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ بیٹھنے والوں میں سے جو کوئی کسی مجاہد کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں آئے اور خیانت کرے تو قیامت کے روز اس کے سامنے اس کو کھڑا کیا جائے گا وہ اس کی نیکیوں سے جتنی چاہے گا لے لے گا حتی کہ وہ راضی ہو جائے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا کیا گمان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب حرمة نساء المجاهدين و اثم من خانهم فيهن، جلد 6، صفحه 42، رقم 5017۔ السنن الكبرى للبيهقي، باب ماجاء في حرمة نساء المجاهدين، جلد 9، ص 173، رقم 19051۔ سنن ابوداؤد، باب في حرمة نساء، جلد 2، صفحه 316، رقم 2498۔ سنن النسائي، باب من خان غازيا في اهله، جلد 3، صفحه 34، رقم 4400۔ سنن سعيد بن منصور، باب ماجاء فيمن خان غازيا في اهله، جلد 2، صفحه 130، رقم 2331

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت وحرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگر چہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت تر گناہ اور بے حیائی ہے ایسے ہی اگر چہ اور دوسری عورتیں بھی اس مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام، اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ اسے بدنظری سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا، وبال کا، قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے یا جیسے ماں کی عزت وحرمت اولاد پر اشد ضروری ہے ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت واحترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں، ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کریں ان کا کام کاج کریں۔

اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران ومنتظم بنایا گیا ہو یا وہ تو اچانک میدان جہاد میں چلا گیا ہو، اس کے بال بچوں نے اسے اپنا سر پرست مان لیا ہو، یہ کلمہ دونوں معنی میں شامل ہے۔گھر والوں سے مراد بیوی، بچے، لونڈی اور بوڑھے ماں باپ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

یہاں خیانت سے عزت، عصمت، مال، زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں۔ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے اس کی سزا وہی ہے جو آئندہ مذکور ہے۔

اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے، روزے، نمازیں، حج، زکوۃ وغیرہ گویا یہ خیانت نیکیاں چھن جانے کا سبب ہے۔

یعنی خود خیال کرلو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہر گز نہیں۔نیکی چھین لینے کے یہ معنے ہیں کہ اس خائن کو نیکی کا ثواب نہ ملے بلکہ جو اسے ثواب و درجہ ملتا وہ اس غازی کو دے دیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ سوچو کہ رب تعالٰی کے ہاں مجاہد کی کیا عزت وحرمت ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۴)

149-بَابُ تَحْرِيمِ تَشَبُّهِ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَتَشَبُّهِ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ فِيْ لِبَاسٍ وَّحَرَكَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ

لباس اور حرکات وسکنات میں مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

(1636) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زنانہ مردوں پر اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ایک اور روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے ساتھ مشابہت

وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اختیار کرتے ہیں اوران عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال، جلد 5، ص 220، رقم 5546 سنن سعید بن منصور، باالطلاق لا رجوع فیه، صفحه 370، رقم 1609 الاداب للبیهقی، باب فی اخراجهم من البیوت، جلد 1، صفحه 356، رقم 592 سنن ابو داؤد، باب فی الحکم من المخنثین، جلد 4، صفحه 438، رقم 4932 سنن ترمذی، باب ماجاء فی المتشبهات بالرجال من النساء، جلد 5، ص 106، رقم 2785

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخنث بنا ہے خنث سے بمعنی نرمی یا پیچیدگی۔ مخنث وہ لوگ جو ہوں تو مرد مگر ان کی آواز وضع قطع عورتوں کی سی ہو۔ مخنث دو قسم کے ہیں: ایک پیدائشی، دوسرے بناوٹی یہاں بناوٹی مخنثوں کا ذکر ہے انہیں پر لعنت ہے کہ پیدائشی مخنث تو مجبور ہے۔ معلوم ہوا کہ مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا، عورتوں کی طرح بولنا، ان کی حرکات و سکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے، اس پر لعنت کی گئی بلکہ ڈاڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا، ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے، عورتوں کی طرح تالیاں بجانا، مٹکنا، کوے بلانا سب حرام ہے اسی وجہ سے۔

یعنی عورتوں کا مردوں کی سی شکل بنانا، ان کا لباس پہننا، ان کی طرح بے پردہ پھرنا حرام ہے لہذا عورتیں بادشاہ یا حاکم نہ بنیں کہ یہ کام مردوں کے ہیں۔

مخنث کو اپنے گھروں میں نہ آنے دو تمہاری عورتیں اس سے پردہ کریں کہ یہ بڑے بدمعاش ہوتے ہیں، پردہ نشین عورتوں کا ذکر غیر مردوں سے کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مخنث اور مردوں کی ہم شکل بننے والی عورتیں دونوں کو گھروں سے نکال دو اور اپنی عورتوں کو ان سے پردہ کراؤ کہ ایسی عورتیں آوارہ ہیں ان سے پردہ واجب۔ (اشعہ) فقہاء فرماتے ہیں کہ آوارہ عورتوں سے شریف عورتوں کا اسی طرح پردہ کرنا فرض ہے جیسے مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے کہ آوارہ عورتیں مردوں سے زیادہ خطرناک ہیں، ایسی آوارہ عورتوں نے شریفوں کے بہت گھر اجاڑ دیئے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷۲)

(1637) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور ایسی عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لباس النساء، جلد 4، صفحه 104، رقم 4100 الاداب للبیهقی، باب من تشبه من الرجال

بالنساء، جلد 1، صفحه 356، رقم 591 المستدرك للحاكم، كتاب اللباس، جلد 6، صفحه 184، رقم 7415 صحيح ابن حبان، باب اللعن، جلد 13، صفحه 62، رقم 5751 مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحه 325، رقم 8292

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو عورت مردوں کا سا لباس پہنے اس پر لعنت ہے اور جو مرد عورتوں کا سا لباس پہنے اس پر لعنت ہے۔ چاہیے یہ کہ مرد عورتیں لباس میں ممتاز رہیں، عورت پگڑی نہ باندھے، مرد دوپٹہ نہ پہنے، یوں ہی قمیض شلوار میں زنانہ مردانہ میں فرق رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۱۰)

(1638) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا: قَوْمٌ مَّعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُّمِيْلَاتٌ مَّائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کی دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا ایک وہ قوم کہ ان کے پاس گائے کی دموں کی طرح کے کوڑے ہوں گے وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے اور وہ عورتیں جو (کپڑے) پہننے والی ننگی ہوں گی مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی جب کہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلہ (یعنی قریب) سے آ رہی ہوگی۔ (مسلم)

مَعْنٰى "كَاسِيَاتٌ" اَيْ: مِنْ نِّعْمَةِ اللهِ "عَارِيَاتٌ" مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيْلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا، وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ اِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَنَحْوِهِ. وَقِيْلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَّقِيْقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا. وَمَعْنٰى "مَائِلَاتٌ"، قِيْلَ: عَنْ طَاعَةِ اللهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ "مُمِيْلَاتٌ" اَيْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ. وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِيْلَاتٌ لِاَكْتَافِهِنَّ. وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ: وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا. وَ"مُمِيْلَاتٌ" يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ. "رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ" اَيْ: يُكَبِّرْنَهَا

كَاسِيَاتٌ: کا مطلب ہے اللہ کی نعمت کا لباس' عاریات: اس کا معنیٰ ہے! اس کے شکر سے ننگی ہوں گی اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے کہ اپنے حسن و شباب کو ظاہر کرنے کے لیے اپنے جسم کا کچھ حصہ چھپائیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی اور یہ بھی کہا گیا کہ اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے ان کے بدن کی رنگت واضح طور پر ظاہر ہوگی۔ مائلات: اس کا مطلب ہے اللہ کی طاعت سے اور جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے اس سے منہ موڑنے والیاں ہوں گی' ممیلات: غیروں کو اپنے برے عمل بتانے والیاں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لٹک لٹک کر چلنے والیاں' مائلات: کے متعلق ایک قول یہ بھی کہا

وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ اَوْ عِصَابَةٍ اَوْ نَحْوِهَا.

گیا کہ وہ بالوں کو سنوارنے والیاں ہوں گی تاکہ وہ کشش کا ذریعہ بنیں اور یہ بدکار زانیہ کا طریقہ ہے۔ ممیلات: دوسری عورتوں کے بھی اپنی طرح بال سنوارنے والیاں۔ کاسنمۃ البخت: عمامہ یا پٹی وغیرہ کو اس انداز سے باندھنا کہ سر بڑے ظاہر کیے ہوئے ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، جلد 6، ص 168، رقم 5704، الاداب للبیہقی، باب فی حجاب النساء، جلد 1، صفحہ 355، رقم 590، مشکاۃ المصابیح، باب ما یضمن من الجنایات، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 301، رقم 3524

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایسے ظالم فاسق لوگ ہمارے زمانہ میں پیدا نہ ہوں گے بلکہ ہمارے بعد ہوں گے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والے لوگوں کے اعمال کی خبر دے رہے ہیں۔

(وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے) ظلمًا ماریں گے حق پر کوڑے مارنا درست ہے، رب تعالٰی کنوارے زانی کے متعلق فرماتا ہے: فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اور پاکدامن عورت کو تہمت لگانے والوں کے متعلق فرماتا ہے: فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم حکام یا ان کے کارندے کوڑے ساتھ لیے پھریں گے بات بات پر لوگوں کو اس سے مارا کریں گے، کسی نے انہیں سلام نہ کیا یا ان کی تعظیم کے لیے نہ اُٹھا یا ان کے ظلم کی تائید نہ کی اسے بے تحاشہ پیٹ دیا۔ خدا کی پناہ!

(ننگی ہوں گی) یعنی جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئے گا یہ دونوں عیوب آج دیکھے جارہے ہیں یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے ننگی یعنی خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ تقویٰ سے ننگی ہوگی۔

لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، خود ان کی طرف مائل ہوں گی یہ سب باتیں آج دیکھنے میں آرہی ہیں، قربان ان نگاہوں کے جو قیامت تک کے واقعات دیکھ رہی ہیں، نیچی نظریں کل کی خبریں۔

اس جملہ مبارک کی بہت تفسیریں ہیں بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی، لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے، یہ حدیث پڑھو اور آج کل کی عورتوں کو دیکھو، یہ اس غیب داں محبوب کی غیبی خبریں ہیں۔ شعر

ابن مالک کو دی بشارت تاج　　　　اے مرے غیب داں ترے صدقہ

یہاں لایجدن اور لا یدخلن میں دونوں جماعتیں مراد ہیں کوڑے والے ظالموں کی جماعت اوران بے حیا عورتوں کی جماعت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کا خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تب بھی وہ اولاً جنت میں نہ جائیں گی، وہاں سے دور رہیں گی اپنی ان حرکتوں کی سزا دوزخ میں بھگتیں گی اگر چہ بعد میں ایمان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، یا مطلب یہ ہے کہ جوان کاموں کو حلال جان کر یہ کرے وہ کافر ہے پھر جنت میں کیسے جائے یا مطلب یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں کی طرح اولاً جنت میں نہ جائیں گی۔

اتنی اتنی سے مراد بہت دراز مسافت ہے مثلاً سو سال کی راہ یا اس سے بھی زیادہ ان احادیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو بے پردگی کی بنا پر کوئی شرعی حد نہ لگے گی حاکم چاہے تو تعزیر کے طور پر سزا دے۔ (مرآۃ المناجیح ،ج ۵ص ۴۳۳)

150-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ

شیطان اور کافروں کے ساتھ مشابہت رکھنا منع ہے

(1639) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَأْكُلُوْا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَأْكُلُ وَيَشْرِبُ بِالشِّمَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب آداب الطعام و الشراب، جلد 6، صفحه 108، رقم 5383 سنن ابن ماجه، باب الاكل باليمين، جلد 2، صفحه 1088، رقم 3268 سنن النسائي الكبرى، باب النهي عن الاكل بالشمال، جلد 4، صفحه 172، رقم 6749 مسند أبي يعلى، مسند جابر بن عبدالله رضي الله عنه، جلد 5، صفحه 175، رقم 2260 مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله رضي الله عنه، جلد 3، صفحه 334، رقم 14627

شرح حدیث: کھانے کا طریقہ

کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے صرف ایک ہاتھ یا فقط انگلیاں ہی نہ دھوئے کہ اس سے سنت ادا نہ ہوگی لیکن اس کا دھیان رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھنا نہ چاہیے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تولیا یا رومال سے پونچھ لینا چاہیے تا کہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ۔۔۔الخ، ج ۵ص ۳۳۷)

بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھیں تا کہ دوسرے لوگوں کو بھی یاد آجائے اور سب بسم اللہ پڑھ لیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل وما یتصل بہ۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۳۳۷)

اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو جب یاد آجائے یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ۔۔۔الخ، رقم ۱۸۶۵، ج ۳، ص ۳۳۹)

روٹی کے اوپر کوئی چیز نہ رکھی جائے اور ہاتھ کو روٹی سے نہ پونچھیں۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹، ص ۵۶۲)

کھانا ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھائیں بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی النھی۔۔۔الخ، رقم ۱۸۰۶، ج ۳، ص ۳۱۳)

مسئلہ: کھانا کھاتے وقت بایاں پاؤں بچھا دے یا دہنا پاؤں کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، فصل ۱، ج ۳، ص ۵۱۸) اور اگر بھاری بدن یا کمزور ہونے کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو پالتی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

کھانا کھانے کے درمیان میں کچھ باتیں بھی کرتا رہے بالکل چپ رہنا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے مگر کوئی بے ہودہ یا پھوہڑ بات ہرگز نہ کہے بلکہ اچھی اچھی باتیں کرتا رہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج ۵، ص ۳۴۵)

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لے اور برتن کو بھی انگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل وما یتصل بہ، ج ۵، ص ۳۳۷)

کھانے کی ابتداء نمک سے کریں اور نمک ہی پر ختم کریں کہ اس میں بہت سی بیماریوں سے شفاء ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹، ص ۵۶۲)

(1640) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے اور نہ اس کے ساتھ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب آداب الطعام و الشراب، جلد 6، صفحہ 109، رقم 5384، الادب المفرد، باب لایاخذ ولایعطی الابالیمنی، صفحہ 406، رقم 1189، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاکل و الشرب بالیمین، جلد 7، صفحہ 277، رقم 15005، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الاطعمۃ، صفحہ 220، رقم 869، سنن أبی داؤد، باب الاکل بالیمین، جلد 3، صفحہ 410، رقم 3778

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دودھ یا پانی یا کوئی اور چیز ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن تھامے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے اور داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مستحب سنت، بعض اماموں کے ہاں امر وجوب کے لیے ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا کہ میں اس ہاتھ سے کھا نہیں سکتا، فرمایا اب نہ کھا سکے گا چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہ اٹھ سکا رواہ مسلم عن سلمہ ابن اکوع۔ (مرقات) طبرانی نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو

اسے بددعا فرمائی وہ طاعون سے مری۔ (مرقاۃ) اگر یہ حکم وجوبی نہ ہوتا تو آپ اتنی سختی کیوں فرماتے مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعات زجرو تنبیہ کے لیے ہوئے کبھی مکروہ عمل پر بھی تنبیہ کردی جاتی ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج٦ص ١٤)

(1641) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الْمُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ الْأَبْيَضِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ، وَأَمَّا السَّوَادُ، فَمَنْهِيٌّ عَنْهُ كَمَا سَنَذْكُرُهُ فِي الْبَابِ بَعْدَهُ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود ونصاری اپنے بالوں کو نہیں رنگتے لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔ (متفق علیہ) خضاب سے مراد داڑھی اور سر کے بالوں کو زردرنگ یا سرخ رنگ سے رنگنا ہے اور رہا کالا خضاب تو وہ منع ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد والے باب میں عنقریب ذکر کریں گے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، جلد 3، صفحہ 127، رقم 3275 صحیح مسلم، باب فی مخالفۃ الیہود فی الصبغ، جلد 6، صفحہ 155، رقم 5632 الاداب للبیہقی، باب فی خضاب الرجال، جلد 1، صفحہ 328، رقم 546 سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، جلد 4، صفحہ 136، رقم 4205 سنن ابن ماجہ، باب الخضاب بالحناء، جلد 2، صفحہ 1196، رقم 3621

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں خضاب سے متعلق فرماتے ہیں:

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملاکر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقا حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

مر علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمراخرقد خضب بالحناء و الکتم فقال هذا احسن من هذا ثم مراخر قد خضب بالصفر فقال هذا احسن من هذا كله۔ (سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ٢/٢٢٤)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملاکر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی ومستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المومن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دارالفکر بیروت ٣/٥٢٦) (کنز العمال بحوالہ طب وک عن ابن عمر حدیث

۱۷۳۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۶۴۸)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم وضیا اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۲۲) (سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲ / ۲۷۷ ومسند احمد بن حنبل ۱ / ۲۷۳)

آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔

طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیمۃ۔

(کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۶۷۱)

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

علامہ حموی وطحطاوی وشامی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب۔ (ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۴۸۲)

یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خضاب می کرد بحنا وکتم کہ نام گیاہے است لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ / ۵۷۰)

طریقہ صحت تک یہ روایت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کتم گھاس کی پتیاں ملا کر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۸۶)

151۔ بَابُ نَھْیِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِھِمَا بِسَوَادٍ

مرد اور عورت کا اپنے بالوں کو سیاہ خضاب لگانا منع ہے

(1642) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اُتِیَ

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ (رسول

بِأَبِي قُحَافَةَ وَالِدِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "غَيِّرُوْا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ کے پاس) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ (بوٹی) کی طرح سفید تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صبغ الشعر و تغییر الشیب، جلد 6، صفحه 155، رقم 5631 الاداب للبیهقی، باب فی خضاب الرجال، جلد 1، صفحه 329، رقم 549 سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، جلد 4، صفحه 137، رقم 4206 سنن النسائی، باب النهی عن الخضاب بالسواد، جلد 5، ص 416، رقم 9347 مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبدالله الانصاری، جلد 3، صفحه 352، رقم 1819

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ سیاہ خضاب سے متعلق فرماتے ہیں:

سیاہ خضاب خواہ مازو و وسمہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط خواہ کسی چیز کا سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آ جائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند گاہے زرد نیز اھ ملخصا۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس باب الترجل نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۶۹)

سیاہ خضاب لگانا حرام ہے صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصا۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر، رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمر دارالفکر بیروت ۵/۲۸۲)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا، (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔)

محیط پھر منح الغفار پھر ردالمحتار میں ہے:

اما الحمرۃ فھو سنۃ الرجال وسیما المسلمین۔ (ردالمحتار کتاب الخنثی مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۲)

رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصا مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔

قاضی خاں پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے:

مذہبنا ان الصبغ بالحناء والوسمة حسن۔ (ردالمحتار کتاب الخنثی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲)

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں۔

وقد حققنا مسألة تحريم السواد مطلقا فى فتاوينا فيه شفاء۔ والله تعالى اعلم۔

ہم نے اپنے فتاوی میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۸۵)

152-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُوْنَ بَعْضٍ، وَّاِبَاحَةِ حَلْقِهِ كُلِّهِ لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْاَةِ

سر کے کچھ بال مونڈ لینا اور کچھ چھوڑ دینا اور مرد کے لیے سر کے بالوں کا مونڈ نا جائز ہے اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے

(1643) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع (سر کے کچھ بال مونڈ دینا اور کچھ رہنے دینا) سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب القزع، جلد 5، صفحه 221، رقم 557 صحیح مسلم، باب كراهة القزع، جلد 6، صفحه 164، رقم 5681 الاداب للبیہقی، باب فی النہی عن القزع، جلد 1، ص 341، رقم 567 سنن ابوداؤد، باب فی الذوابة، جلد 4، صفحه 133، رقم 4195 سنن ابن ماجه، باب النہی عن القزع، جلد 2، صفحه 120، رقم 3637

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قزع قاف کے فتحہ سے بمعنی بادل کے ٹکڑے، اب اصطلاح میں سر کا بعض حصہ منڈوانے یا کتروانے اور بعض رکھانے کو قزع کہتے ہیں اسے بادل کے ٹکڑوں سے تشبیہ دیتے ہوئے، یہ ممانعت بچوں بڑوں سب کے لیے ہے۔ مجبوری کے حالات اس سے علیحدہ ہیں جیسے کبھی سرسام میں بیمار کا تالو کھول دیا جاتا ہے یعنی صرف بیچ کھوپڑی کے بال مونڈ دیئے جاتے ہیں ویسے بلاضرورت ممنوع ہے کہ کراہت تنزیہی ہے، انگریزی حجامت بھی قزع ہے۔

بچوں کا ذکر اتفاقاً ہے کہ عرب میں بچوں ہی کی حجامت اس طرح کی جاتی ہے ورنہ یہ ممانعت چھوٹے بڑوں سب کے لیے ہے۔

یعنی اس روایت میں اسطرح مروی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ تفسیر ارشاد فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٢٦٩)

(1644) وَعَنْهُ، قَالَ: رَاٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ: "احْلِقُوْهُ كُلَّهُ، أَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهُ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

بچے کو دیکھا جس کے سر کا بعض حصہ منڈا ہوا تھا اور بعض حصہ چھوڑا ہوا تھا تو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا اس کے پورے سر کو مونڈ وا دو یا پورے کو چھوڑ دو۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ بخاری اور مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الذوابۃ، جلد 4، صفحہ 134، رقم 4197، سنن النسائی الکبری، باب الرخصۃ فی حلق الرأس، جلد 5، ص 407، رقم 9296، صحیح ابن حبان، کتاب الزینۃ و التطییب، جلد 12، صفحہ 318، رقم 5508، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف الھمزۃ، جلد 1، صفحہ 52، رقم 427

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ کل سر منڈانا جائز ہے مگر بہتر نہیں سواء احرام سے کھلنے کے وقت کہ وہاں سر منڈانا بہتر ہے باقی حالات میں منڈانا بہتر نہیں کہ سواء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی نے سر نہ منڈایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ (مرقات) حضرت علی کے سر منڈانے کی حکمت شروع کتاب میں عرض کی گئی۔ اس زمانہ میں تو سر منڈانا بہت ہی برا ہے کہ وہابیوں کی علامت ہے، حضور نے وہابیوں کے متعلق ارشاد فرمایا سیاھم التحلیق ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگریزی بال رکھنا یا قلمیں بنوانا سب ممنوع ہے کہ اس میں قزع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۷۰)

(1645) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ: "لَا تَبْكُوْا عَلٰى أَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ" ثُمَّ قَالَ: "أُدْعُوْا لِيْ بَنِيْ أَخِيْ" فَجِيْءَ بِنَا كَأَنَّنَا أَفْرُخٌ فَقَالَ: "أُدْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ" فَأَمَرَهُ فَحَلَقَ رُؤُوْسَنَا. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی پھر ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ آج کے دن میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو بلاؤ تو جب ہمیں لایا گیا تو گویا کہ ہم چوزے ہوں آپ نے فرمایا کہ حجام کو بلاؤ پس آپ نے اس کو حکم دیا تو اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ بخاری و مسلم کی شرط پر روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی حلق الراس، جلد 4، صفحہ 133، رقم 4194، سنن النسائی الکبری للبیہقی، باب حلق رؤوس الصبیان، جلد 5، ص 407، رقم 9295، مجمع الزوائد للھیثمی، باب غزوۃ مؤتۃ، جلد 6، صفحہ 230، رقم 10218، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن جعفر بن ابی عباس، جلد 1، ص 204، رقم 1250، مشکوٰۃ المصابیح، باب الترجل، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 511، رقم 4463

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر بھی حضرت جعفر جناب علی مرتضٰی کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد کیونکہ جعفر ابن ابی طالب ہیں، حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یہاں اسی کا ذکر ہے۔

تعزیت کے لیے بیٹھنے اور عزیز و اقرباء کے تسلی دینے کے لیے آنے کی مہلت تین دن تک دی جیسے آج کل میت والے تین دن تک چٹائی ڈالتے ہیں یہ سنت سے ثابت ہے اس کا یہاں ذکر ہے، بعض لوگ ان دنوں میں میت کے لیے فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں یہ بھی بہت اچھا ہے۔

یہاں رونے سے مراد آنکھ کے آنسو نہیں بلکہ تعزیت کے لیے بیٹھنا اور چہرے سے غم کے آثار کا ظاہر ہونا ہے۔ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سواء خاوند کے کہ اس کی بیوہ بیوی چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

یعنی حضرت جعفر کے بچوں کو جواب یتیم ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے جس میں حضرت جعفر شہید ہوئے تھے، ان کے بچوں کے بال بڑھے ہوئے تھے اس لیے چڑیا کے بچوں سے تشبیہ دی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یتیم عزیزوں کی خبر گیری کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا سنت ہے اور یہاں بال منڈوا دینا علامت تھی مدت تعزیت ختم ہوجانے کی۔ خیال رہے کہ احرام سے کھلتے وقت کے سواء اور موقعوں پر بال منڈوانا اچھا نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کی بالوں کی نگرانی و خدمت نہ کرسکیں گی اپنی عدت و غم میں گرفتار رہیں گی اس لیے حضور نے ان کے سر منڈوا دیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کا والی تصرف کرسکتا ہے جیسے حجامت اور ختنہ وغیرہ۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۰۴)

(1646) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا. رَوَاهُ النِّسَائِيُّ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ (نسائی)

تخریج حدیث: سنن النسائی، باب النھی عن حلق المراۃ رأسھا، جلد 8، صفحہ 130، رقم 5049 سنن ترمذی، باب کراھیة الحلق للنساء، جلد 2، صفحہ 257، رقم 915 جامع الاصول لابن اثیر، باب الحلق والجز، جلد 4، صفحہ 753، رقم 2892 مشکاۃ المصابیح باب الحلق، الفصل الاول، جلد 2 صفحہ 97، رقم 2653 مجمع الزوائد للھیثمی، باب النھی عن حلق المراۃ جلد 3، صفحہ 581، رقم 5607

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی عورت کو سر کے گیسو منڈانا یا کتروانا حرام ہے، مرد کی زینت داڑھی سے ہے عورت کی زینت سر کے گیسوں سے۔ اس میں گفتگو ہے کہ مرد کو سر منڈانا سنت ہے یا رخصت حق یہ ہے کہ رخصت ہے سنت نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ نے سواء احرام سے کھلنے کے کبھی سر نہیں منڈایا، حضرت علی ضرورۃً منڈایا کرتے تھے۔ (مرقات) فقیر کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا ثابت نہیں کترایا کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۲۶)

153-بَابُ تَحْرِيْمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَهُوَ تَحْدِيْدُ الْأَسْنَانِ

مصنوعی بال لگانا گودنا اور دانتوں کو باریک کرنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنَاثًا وَّإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (النساء 119: -117).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

(1647) وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِيْ أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ، فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَإِنِّيْ زَوَّجْتُهَا، أَفَأَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَلْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ". قَوْلُهَا: "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّاءِ وَمَعْنَاهُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ. "وَالْوَاصِلَةُ": الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا، أَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ. "وَالْمَوْصُوْلَةُ": الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا. "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ": الَّتِيْ تَسْأَلُ مَنْ يَّفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ.

حضرت اسماء ﷺ سے روایت ہے ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: پس اس ن کہا: یارسول اللہ! میری بیٹی کو تو حصبہ (مرض) لگی ہے اس وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں میں اس کی شادی کر رہی ہوں کیا اس کے بالوں میں بال لگا دوں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں "الواصلة" و "المستوصلة" کے الفاظ ہیں فتمرق: را کے ساتھ اس کا مطلب ہے بکھر گئے اور جھڑ گئے۔ الواصلة: جو اپنے بال کسی دوسری کے بالوں کے ساتھ ملائے۔ الموصولة: وہ عورت جس کے بالوں کو ملایا جائے۔ المستوصلة: بالوں کو ملانے کا کہنے والی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی الشعر، جلد 5، صفحہ 2216، رقم 5589 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة، جلد 6، ص 165، رقم 5687 الاداب للبیهقی باب مالا یجوز للمراة أن تتزین به جلد 1، ص 334، رقم 556 المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه مطلب، جلد 8، صفحہ 299، رقم 8693 سنن ابن ماجہ باب الواصلة والواشمة، جلد 1، ص 639، رقم 1988

(1648) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَحْوَهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ سے ایک روایت اسی کی مثل روایت کی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی شعر، جلد 5، صفحہ 2216، رقم 5590 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 111، رقم 24848 صحیح ابن حبان، کتاب الزینۃ والتطیب، جلد 12، ص 323، رقم 5514

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں بال گودنا سے متعلق فرماتے ہیں:

رب تبارک وتعالیٰ ان آیات اوران کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے توتمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند وصحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا فرمایا:

اِنْ کُنتِ قَرَأتِیْہِ لَقَدْ وَجَدْتِیْہِ اما قرأتِ ما اتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

انھوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: فانہ قد نھی عنہ ا تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا:

منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات مصالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۴۳۴) (صحیح البخاری کتاب اللباس باب

الموصولۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹) (سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸) (جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الواصلۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲) (سنن نسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۲) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۳۳)

(1649) وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهَى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهِ، وَيَقُوْلُ: "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْاِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے معاویہ ﷜ سے حج کے سال سنا آپ منبر پر کھڑے تھے اور اپنے غلام کے ہاتھوں سے بالوں کا گچھا پکڑا اور فرمایا: اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل تب ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ طریقہ اپنایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب أم حسبت أن اصحاب الکھف والرقیم، جلد 3، ص 127، رقم 3281 مسند الحمیدی، احادیث معاویۃ بن أبی سفیان رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 273، رقم 600 سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ اتخاذ العقۃ، جلد 5، ص 104، رقم 2781 معرفۃ السنن والآثار للبیھقی، باب الاختلاف فی صوم یوم عاشوراء، جلد 7، صفحہ 266، رقم 2711 المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمہ معاویۃ، جلد 19، ص 343، رقم 16413

شرح حدیث: بالوں میں پیوند

حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک بُرا لبادہ اوڑھ لیا ہے، حالانکہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس باطل کام سے منع فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ ایک شخص لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا آیا، اس کے سر پر بالوں کا گچھا تھا تو حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: سن لو! یہ باطل ہے۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: باطل کام سے مراد عورتوں کا بالوں میں کثرت سے پیوند لگانا ہے۔
(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاویۃ بن ابی سفیان، الحدیث ۱۶۸۴۳، ج ۶، ص ۱۶)

(1650) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال منڈاتے والی بال لگوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے کی خواہش کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی الشعر، جلد 7، صفحہ 165، رقم 5937 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلۃ و

المستوصلة والواشمة، جلد 6، ص 166، رقم 5693،سنن ابن ماجه، باب الواصلة و الواشمة، جلد 1، ص 639، رقم 1987 صحیح ابن حبان، کتاب الزینة والتطیب، جلد 12، صفحه 323، رقم 5513،مصنف ابن ابی شیبة، باب فی واصلة الشعر بالشعر، جلد 5، ص 201، رقم 25220

شرحِ حدیث: مذکورہ احادیثِ مبارکہ کے بعض الفاظ کی وضاحت

وَاصِلَة سے مراد وہ عورت ہے جو بالوں کو دوسرے بالوں سے جوڑتی ہے۔ وَاشِمَة سے مراد وہ عورت ہے جو گودتی ہے اور یہ ایک معروف کام ہے۔ نَامِصَة سے مراد اَبرُو کے بال نوچ کر باریک کرنے والی عورت ہے۔ جبکہ یہ مشہور ہے کہ نَامِصَة چہرے کے بال نوچنے والی کو کہتے ہیں اور مُتَفَلِّجَة سے مراد خوبصورتی کے لئے ریتی وغیرہ سے دانتوں کو کشادہ کرنے والی ہے جبکہ مُسْتَوْصِلَة، مُتَنَمِّصَة اور مُسْتَوْشِمَة سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ یہ افعال کئے جائیں۔

تنبیہ

ان تمام گناہوں کو کبیرہ گناہ اس لئے شمار کیا گیا کہ شیخ الاسلام سیدنا جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے دو کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے جبکہ دیگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سب کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کیونکہ لعنت کبیرہ گناہوں کی علامات میں سے ہے۔ مگر ہمارے بہت سے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے مطلق نہ رکھا بلکہ فرمایا: شوہر اور آقا کی اجازت کے بغیر گدوانا اور دانت کشادہ کرنے کے علاوہ دیگر افعال حرام ہیں۔ مگر یہ بات اشکال پیدا کرتی ہے کیونکہ آپ انصاری خاتون کا قصہ جان چکے ہیں کہ شاہ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے بال جوڑنے سے منع فرما دیا تھا حالانکہ اس نے عرض کی تھی کہ اس کے شوہر نے بال جوڑنے کا حکم دیا ہے۔

بیان شدہ نَمص کی دونوں صورتوں کو مکروہ کہنا بھی عجیب ہے حالانکہ اس کے بارے میں لعنت وارد ہوئی ہے نیز علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مطلقاً نَمص کے علاوہ باقی صورتوں کی حرمت کا قول کیا ہے یا شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا ان کے نزدیک اختلافی مسئلہ ہے، بہر حال جب ان سب پر ایک ہی حدیثِ پاک میں لعنت واقع ہوئی تو اب کون سا فرق باقی رہ جاتا ہے؟ اور حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے مقام پر اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، ص ۲۵۹)

(1651) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَمَا لِيَ لَا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والی گدوانے والی اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والی اور زینت کے لیے دانتوں کو باریک کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک عورت نے

اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؛ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) (سورة الحشر: 7). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْمُتَفَلِّجَةُ" هِيَ: الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا، وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ. "وَالنَّامِصَةُ": الَّتِيْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيْرَ حَسَنًا. "وَالْمُتَنَمِّصَةُ": الَّتِيْ تَاْمُرُ مَنْ يَّفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ.

اس بارے میں ان سے گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو یہ (رسول اللہ ﷺ) تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (متفق علیہ) المتفلجة: وہ عورت جو دانتوں میں تھوڑا سا فاصلہ بنانے کے لیے دانتوں کو باریک کروائے تاکہ خوبصورت لگے اس کو وشر کہتے ہیں۔ النامصة: وہ عورت جو ابروؤں کے بال اکھیڑے اور انہیں باریک کریں تاکہ خوبصورت نظر آئے۔ المتنمصة: جو ایسا کام کرنے کا کہے اسے کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الحشر، جلد 4، صفحہ 185، رقم 4604 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمه والمستوشمة، جلد 6، ص 166، رقم 5695 الاداب للبیہقی، باب مالا یجوز للمرأة أن تتزين به جلد 1، ص 334، رقم 556 سنن ابوداؤد باب فی صلة الشعر، جلد 4، صفحہ 126، رقم 4171 سنن الدارمی، باب فی الواصلة والمستوصلة، جلد 2، ص 363، رقم 2647

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ لفظ بنا ہے نماص سے، نماص بال اکھیڑنے کہ آلہ کو کہتے ہیں جسے پنجاب میں موچنا کہا جاتا ہے یہاں چہرے کا رونگٹا اکھیڑنا مراد ہے یہ حرام ہے ورنہ اگر عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں نکل آویں تو انہیں ضرور اکھیڑ دے۔ (مرقات)

متفلجات بنا ہے فلج سے، فلج اس کھڑکی یا کشادگی کو کہتے ہیں جو دو دانتوں کے درمیان ہوتی ہے، بعض عورتیں مشین کے ذریعہ اپنے دانت پتلے کروا کر درمیان میں جھریاں کرالیتی ہیں اسے اپنے لیے حسن وخوبصورت تصور کرتی ہیں یہ حرام ہے، اس سے دانت بھی خراب ہوجاتے ہیں پھر ٹھنڈا پانی گرم چائے یا دودھ نہیں پی سکتیں دانتوں میں لگتا ہے۔ للحسن کا تعلق یا تو صرف متفلجات سے ہے یا والشمات اور متنمصات اور متفلجات تینوں سے ہے یعنی جو عورتیں یہ تینوں کام خوبصورتی کے لیے کریں وہ لعنتی ہیں جو مجبورًا کسی مرض کی وجہ سے کریں انہیں معافی ہے۔

خیال رہے کہ تبدیلی خلق اللہ دو طرح کی ہے: ایک شرعًا جائز دوسری حرام۔ چنانچہ ختنہ کرنا، ناخن کٹوانا، مونچھیں ترشوانا، حجامت کرانا ان میں بھی تبدیلی خلق اللہ تو ہے مگر اس کا حکم ہے اور یہ مذکورہ چیزیں دانت پتلے کرانا وغیرہ تبدیلی خلق اللہ ہے مگر حرام، یہاں حرام تبدیلی مراد ہے یعنی چونکہ اس حرکت میں حرام تبدیلی ہے لہذا یہ ممنوع ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

یعنی کسی مسلمان پر لعنت جائز نہیں تو تم نے ان مسلمان عورتوں پر لعنت کیوں کی تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی جرات کس بنا پر کی۔

یعنی میں نے خود اپنی طرف سے ان پر لعنت نہیں کی بلکہ اللہ رسول نے لعنت کی ہے میں تو ان لعنتوں کا ناقل ہوں لعنت رسول تو میں نے خود سنی ہے لعنت اللہ قرآن مجید سے معلوم کی ہے لہذا میری یہ لعنت برحق ہے لہذا یہ حدیث مرفوع ہوگئی۔

یعنی اس کے متعلق حدیث حدیث تو ہوگئی جو میں نے نہ سنی ہو آپ نے سنی ہو کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت زیادہ حاضر رہتے تھے مگر قرآن کریم تو مقرر و معین ہے میں اسے دن رات پڑھتی ہوں میں نے کسی آیت میں ان عورتوں اور ان پر لعنت کا ذکر نہ دیکھا میں اس میں آپ کو سچا کیسے مان لوں۔ لوحین سے مراد قرآن مجید کی جلد کے دو گتے ہیں جن کے بیچ میں قرآن مجید ہوتا ہے مراد ہے سارا قرآن مجید۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم قرآن مجید غور سے پڑھتیں سمجھ بوجھ کر تو تم کو اس میں یہ لعنت مل جاتی اور تم میری تصدیق کر دیتیں۔

سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز شاندار استنباط ہے اس آیت سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام منع فرمائی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی ممانعت میں داخل ہیں اور حضور نے تو ان سے منع فرمایا ہے لہذا قرآن نے بھی انہیں منع فرمایا حضور کی لعنت خدا تعالی کی لعنت ہے۔ (مرقات) لہذا حضور کی رحمت و کرم رب تعالی کی رحمت ہے۔

اس حدیث کو احمد، ترمذی ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ (مرقات) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حدیث کے احکام کو قرآن کی طرف نسبت کر سکتے ہیں کہ کتاب قرآن خاموش قرآن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہوئے قرآن ہیں، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی تعداد و مقدار زکوۃ کی مقداریں وغیرہ سب کچھ قرآن میں ہے کیونکہ یہ حضور نے بتا دیئے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۷۴)

154- بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا، وَعَنْ نَتْفِ الْاَمْرَدِ شَعْرَ لِحْيَتِهِ عِنْدَ اَوَّلِ طُلُوْعِهٖ

مرد کا سر اور داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا اور بے ریش کا داڑھی کے بالوں کو شروع ہی سے اکھیڑنا ممنوع ہے

(1652) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ ؛ فَاِنَّهٗ نُوْرُ

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید بال نہ نوچو کیونکہ یہ قیامت کے روز مسلمان کا نور ہوں گے۔ یہ

الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنِّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ، قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے اسانید حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداود، باب فی نتف الشیب، جلد 4، ص 136، رقم 4204 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 179، رقم 6672 الاداب للبیہقی، باب کراھیۃ نتف الشیب، جلد 1، ص 327، رقم 544 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب ماجاء فی کراھیۃ نتف الشیب، جلد 4، ص 553، رقم 4138 مصنف عبدالرزاق، باب صباغ و نتف الشعر، جلد 11، صفحہ 155، رقم 20186۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب سر یا ڈاڑھی میں چٹے بال شروع ہوجاویں تو انہیں مت اکھیڑو ان چٹے بالوں سے نفس کمزور ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں آخرت کی تیاری کروں یہ بال اکھیڑ دینے سے وہ اپنے کو جوان ہی سمجھے گا، یہ فرق ہے خضاب اور سفید بال اکھیڑنے میں اس لیے خضاب کا حکم دیا اکھیڑنے سے منع فرمایا، سفید بال خواہ سفید ہی رہیں یا سرخ کردیے جاویں قبر یاد دلاتے ہیں کہ تیاری کرو چلنے کا وقت قریب آگیا سویرا ہوگیا اب جاگ جاؤ۔ شعر

اٹھ جاگ مسافر بھور ہوئی اب رات کہاں جو سووت ہے جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے وہ کھووت ہے

اٹھ نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور رب سے اپنے دھیان لگا یہ پریت کرن کی ریت نہیں رب جاگت ہے تو سووت ہے

امام مالک نے بروایت سعید ابن مسیب نقل فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے آپ نے پوچھا یارب یہ کیا فرمایا یہ وقار اور نور ہے، فرمایا الٰہی میرا وقار اور نور اور زیادہ کر۔ وہ جو حاکم و ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رب تعالٰی نے حضور کو چٹے بال سے بگاڑا نہیں (حاشیہ بیضاوی) وہاں معنی یہ ہیں کہ حضور کے کچھ بال سفید ہوئے تو اس سے حضور کا حسن اور بھی زیادہ ہوگیا کچھ کمی نہ آئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ سفید بال اکھیڑنا زینت کے لیے ہو تو منع ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۹۹)

(1653) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، جلد 5، ص 132، رقم 4590 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 146، رقم 25171 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد 1، ص 289، رقم 75 الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیم، جلد 3، صفحہ 204، رقم 12052 سنن الدار قطنی، باب فی المرأۃ تقتل اذا ارتدت، جلد 4، ص 227، رقم 81

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ اَمر سے مراد دین اسلام ہے اور مَا سے مراد عقائد، یعنی جو شخص اسلام میں خلافِ اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل۔ لہٰذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر ۷۲ فرقے جن کے عقائد خلافِ اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا اَمر سے مراد دین ہے اور مَا سے مراد اعمال ہیں اور لَيْسَ مِنْهُ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں جس سے سنّت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ، نماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھا لیتا ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا لَيْسَ مِنْهُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب و سنّت کے خلاف نہ ہو بُری نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۳۸)

155-بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر شرمگاہ کو چھونا اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

(1654) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ، فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهٖ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِهٖ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوقتادہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور برتن میں سانس بھی نہ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یمسك ذکرہ بیمینہ اذا بال، جلد 1، ص 169، رقم 153۔ صحیح ابن خزیمہ، باب النھی عن الاستطابة بالیمین، جلد 1، ص 43، رقم 79۔ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن مس الذکر عند البول بالیمین، جلد 1، ص 555، رقم 112۔ سنن ابن ماجہ، باب کراھة مس الذکر بالیمین والاستنجاء بالیمین، جلد 1، ص 113، رقم 310۔ سنن النسائی، باب النھی عن الاستطابة بالروث، جلد 1، صفحہ 38، رقم 40

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام حارث ابن ربعی یا ابن نعمان ہے، انصاری ظفری ہیں، بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ لگا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی، ابوسعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں، ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا

مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔
کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح وتہلیل شمار کرنے کے لیے ہے، لہذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ وکان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے وسننے کے لیے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۱۳۸)

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ.

اس باب میں کثرت سے صحیح احادیث وارد ہیں۔

156- بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ خُفٍّ وَّاحِدٍ لِّغَيْرِ عُذْرٍ وَّ كَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَآئِمًا لِّغَيْرِ عُذْرٍ

بلا عذر ایک جوتے یا ایک موزے میں چلنا مکروہ ہے اور بلا عذر کھڑے ہوکر جوتا اور موزہ پہننا مکروہ ہے

(1655) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَمْشِ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ، لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيْعًا، اَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے، دونوں کو پہنے یا دونوں کو اتار دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یا دونوں پاؤں ننگے کردے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یمشی فی نعل واحدۃ، جلد 5، ص 220، رقم 5518 صحیح مسلم، باب اذا انتعل فلیبدأ بالیمین واذا خلع فلیبدا بالشمال، جلد 6، ص 153، رقم 5616 سنن ابوداؤد باب فی الانتعال، جلد 4، ص 117، رقم 4138 صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ، جلد 12، ص 274، رقم 5460 جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی النعال والانتعال، جلد 10، ص 648، رقم 8272

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے۔ یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصا جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقا نادر تھا، یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۲۵۵)

(1656) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ اَحَدِکُمْ، فَلَا یَمْشِ فِی الْاُخْرٰی حَتّٰی یُصْلِحَھَا". رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے میں نہ چلے حتیٰ کہ اس کو درست کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اذا انتعل فلیبداء بالیمین واذا خلع فلیبداء بالشمال، جلد 6، ص 153، رقم 5618 الاداب المفرد، باب ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند التعجب، ص 331، رقم 956 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ علی جلد 4، صفحہ 216، رقم 4014 سنن ابوداؤد، باب فی الانتعال، جلد 4، صفحہ 117، رقم 4139 سنن النسائی، باب کراھیۃ المشی فی نعل واحد، جلد 5، ص 505، رقم 9796

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا وہاں ہی بیٹھ کر درست کرلے یا گھر تک دونوں پاؤں سے ننگے جاوے اور وہاں درست کر کے پھر پہنے۔ مقصد یہ ہے کہ ضرورت پڑ جانے پر بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلو چہ جائیکہ بلا ضرورت اس کی عادت ڈال لینا یہ تو بہت ہی برا ہے۔

عربی میں خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جوراب سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے جو قابلِ مسح نہیں۔ اہلِ عرب کبھی چمڑے کے موزے کو جوتے کی طرح استعمال کرتے ہیں، صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے خواہ موزہ چمڑے کا ہو یا سوتی اونی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۲۵۶)

(1657) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو کھڑا ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ اسے امام ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداود، باب فی الانتعال، جلد 4، ص 117، رقم 4137 الاداب للبیھقی، باب فی الانتعال، جلد 1، ص 308، رقم 517 سنن ابن ماجہ، باب الانتعال قائما، جلد 2، صفحہ 1195، رقم 3618 مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالک، جلد 3، صفحہ 212، رقم 3307 مشکاۃ المصابیح، باب النعال، الفصل الاول، جلد 2، ص 501، رقم 4414

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت ان جوتوں میں ہے جن کے پہننے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے جیسے آج کل فل بوٹ تسمے والے یا چمڑے کے موزے کہ انہیں کھڑے کھڑے پہنے انکے تسمے باندھنے میں گر جانے کا اندیشہ ہے۔ عام معمولی جوتے جو بہ آسانی بغیر ہاتھ لگائے پہن لیے جاتے ہیں وہ کھڑے کھڑے پہننا بالکل جائز ہے جیسے دیسی اور گرگابی جوتے۔

(مرقات واشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۲۵۸)

157-بَابُ النَّھْیِ عَنْ تَرْکِ النَّارِ فِی الْبَیْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِہٖ سَوَاءٌ

سوتے وقت گھر میں آگ چھوڑنا منع ہے وہ چراغ میں ہو یا اس کے

کَانَتْ فِیْ سِرَاجٍ اَوْ غَیْرِہٖ

علاوہ کسی اور چیز میں

(1658) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَتْرُکُوا النَّارَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ حِیْنَ تَنَامُوْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوتے وقت گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لاتترك النار فی البیت عند النوم، جلد 5، ص 231، رقم 5935 صحیح مسلم، باب الامر بتغطیۃ الاناء وایکا السقاء و اغلاق الابواب، جلد 6، ص 107، رقم 5376 سنن ابو داؤد، باب فی اطفاء النار باللیل، جلد 4، صفحہ 533، رقم 5248 سنن الترمذی، باب ماجاء فی تخمیر الاناء و اطفاء السراج والنار عند المنام، جلد 2، ص 264، رقم 1813 مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 369، رقم 5486۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جلتا ہوا چراغ گل کردو، چولہے میں آگ ہو تو بجھادو، کبھی آگ جلتی چھوڑ کر نہ سوؤ نہ کہیں جاؤ، اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔ آگ خطرناک چیز ہے ذراسی بے احتیاطی میں گھر اور سامان جلا ڈالتی ہے، بے خبر سوتے ہوئے جل جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ! یہاں آگ سے مراد وہ ہی آگ ہے جس سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو بجلی کی آگ میں یہ اندیشہ نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۷)

(1659) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِھِمْ، قَالَ: "اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ، فَاِذَا نِمْتُمْ، فَاَطْفِئُوْھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر اپنے اہل سمیت رات کے وقت جل گیا۔ جب ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا گیا: تو آپ فرمایا یقینا یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ گھر مع گھر والوں کے جل گیا یا گھر جل کر ان لوگوں پر گر گیا۔ غرضیکہ گھر والے بھی ہلاک ہو گئے خواہ جل کر یا دب کر۔

کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے۔

یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا استحبابی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۸)

(1660) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "غَطُّوا الْإِنَاءَ وَاَوْكِئُوا السِّقَاءَ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ. وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا، وَلَا يَكْشِفُ اِنَاءً. فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَعْرُضَ عَلٰى اِنَائِهِ عُوْدًا، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ، فَلْيَفْعَلْ، فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْفُوَيْسِقَةُ": اَلْفَارَةُ. "وَتُضْرِمُ": تُحْرِقُ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشک کا سقہ منہ کر کے سویا کرو دروازہ بند کیا کرو اور دیا بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان ایسے سقہ کو نہیں کھولتا اور نہ بند دروازے کو کھولتا ہے اور نہ ہی برتن کو کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی لکڑی کے علاوہ کوئی چیز نہ پائے جس کو اس برتن پر رکھے اور صرف اللہ کا نام لے۔ تو اسے ایسا کرنا چاہیے کیونکہ ایک چوہا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے۔ (مسلم) الفویسقة: چوہا وتضرم: جلا دیتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الامر تبغطیة الاناء وایکاء واغلاق الابواب، جلد 5، ص 105، رقم 5384 السنن الکبری للبیھقی، باب الماء القلیل ینجس بالنجاسة تحدث فیه، جلد 1، ص 256، رقم 1257 سنن ابن ماجه، باب تخمیر الاناء، جلد 2، صفحه 1129، رقم 3410 مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه، جلد 4، صفحه 178، رقم 2258 مستخرج ابی عوانة، بیان الاخبار الموجبة تغطیة الاناء وایکاء السقاء، جلد 9، ص 90، رقم 6577

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں بھی برتنوں سے مراد وہ برتن ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں، یوں ہی مشکیزے سے مراد وہ مشکیزے ہیں جن میں پانی یا نبیذ وغیرہ ہوں اور یہاں بھی چراغ سے مراد کھلا چراغ ہے جس کی بتی چوہا کھینچ سکے، موجودہ بجلی کی روشنی اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ان شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ ان چیزوں کو کھول سکیں جیسے شیطان اس کھانے کو نہیں کھا سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے لہذا حدیث شریف بالکل ظاہر معنی پر ہے اس میں کسی تاویل وتوجیہ کی ضرورت نہیں۔

یعنی اگر برتن ڈھکنے کے لیے کوئی ڈھکنا نہ ملے تو اس پر اللہ کا نام لے کر لکڑی کھڑی کر دو وہ برتن اس لکڑی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا مستحب ہے واجب نہیں، اس میں بہت ہی منافع اور فوائد ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۳)

158-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَّقَوْلٌ مَّا لَا مَصْلِحَةَ فِيْهِ بِمَشَقَّةٍ

تکلف کوئی کام یا بات کرنا جس میں مشقت کے سوا کوئی مصلحت نہ ہو منع ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (قُلْ مَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ) (ص: 86).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔

(1661) وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں تکلف سے روکا گیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من کثرۃ السؤال و تکلف مالایعنیہ جلد 6، ص 256، رقم 6863 تحفۃ الاشراف للمزی، احادیث انس بن مالک عن عمر، جلد 8، صفحہ 14، رقم 10413 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الرابع فی السوال، جلد 5، صفحہ 58، رقم 3061

شرح حدیث: تکلّف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا

تکلّف کے ساتھ فصاحت وبلاغت سے بھرپور اور بناوٹی کلام کرنا۔ اللہ کے رسول، رسولِ مقبول عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا وَاَتْقِيَاءُ اُمَّتِيْ بُرَاءٌ مِّنَ التَّكَلُّفِ۔

ترجمہ: میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں۔

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو طرح طرح کی نعمتوں سے پروان چڑھتے ہیں، مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں، طرح طرح کے لباس پہنتے ہیں اور (تکلف کے ساتھ) گفتگو کرتے ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۶۲ عبدالحمید بن جعفر بن الحکم الانصاری، ج ۷، ص ۴)

(1662) وَعَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَآ اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ، وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ، فَلْيَقُلْ: اَللهُ اَعْلَمُ، فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَا لَا يَعْلَمُ: اَللهُ اَعْلَمُ۔ قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (قُلْ مَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ)۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! جو کسی چیز کے بارے نہ جانتا ہو تو وہ کہہ دے کہ اللہ ہی زیادہ علم والا ہے کیونکہ یہ چیز بھی علم سے ہے کہ آدمی جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں اللہ اعلم کہہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قولہ "وما انا من المتکلفین"، جلد 4، ص 180، رقم 4531 صحیح ابن حبان، ذکر دعاء المصطفٰی ﷺ علی المشرکین بالسنین، جلد 14، ص 548، رقم 6585 مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، جلد 1، صفحہ 58،

رقم 272

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے، اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہماری بے علمی علم سے زیادہ ہے رب فرماتا ہے: وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا فرشتوں نے عرض کیا تھا: لَا عِلْمَ لَنَاۤ حضرت علی سے سرِ منبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہوگئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدرِ علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدرِ جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا۔ (مرقاۃ)

یعنی اپنی بے علمی جاننا بھی علم ہے، اپنی جہالت سے ناواقف ہونا جہلِ مرکب، مفتیانِ کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ وہ یہاں سے اخذ ہے۔

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین سب سے بڑے عالم، تمام جہان کے معلم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو بتکلف نہ بتائیں۔ چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطاء ہوا، حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فاکھہ اور ابٌّ (میوہ اور چارہ) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں، حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ دھر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۵۲)

159- بَابُ تَحْرِيْمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهٖ وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ

میت پر نوحہ کرنے پیٹنے گریبان پھاڑنے بال نوچنے سر منڈانے اور واویلا کرنے کی حرمت کا بیان

(1663) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "مَا نِيْحَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ میت کو اپنی قبر میں اس پر نوحہ کرنے پر عذاب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جب تک اس پر نوحہ کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت، جلد 5، ص 77، رقم 3978 صحیح مسلم، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ، جلد 3، ص 41، رقم 2182 سنن النسائی الکبری، النیاحۃ علی المیت، جلد 1، صفحہ 608، رقم الحدیث 1980 مسند ابی یعلی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 144، رقم 156 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 26، رقم 180

شرح حدیث: امامِ اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نوحہ کرنے پر عذاب کے متعلق فتاوی رضویہ میں

ایک جگہ فرماتے ہیں: چلا کے رونے سے مُردے کوضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے روح نہیں مرتی، نہ اس کا علم وسمع وبصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مردہ سب سنتا دیکھتا ہے۔ یہ سب امور احادیث کثیرہ سے ثابت ہیں کما بیناہ فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں بیان کیا ہے۔ت) چلا کے رونے سے زندے پریشان ہوجاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف چلانے کی گزر چکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذا، بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ تو دارحق میں گیا اب اسے ہر مصیبت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صدگونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتؤذوا امواتکم بعویل۔ رواہ ابن مندۃ والدیلمی۔ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا

(الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۱۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۹۸)

چلا کر رونے سے اپنے مردوں کو ایذا نہ دو (محدث ابن مندۃ اور دیلمی نے ام المومنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا:

ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات۔ رواہ سعید بن منصور فی سننہ۔ (کنز العمال بحوالہ الخطیب عن ابی ھدیۃ حدیث ۴۲۶۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۵۶)

پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مُردوں کو ایذا دیتی ہو (سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔)

امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں:

انہ مامن میت یموت الاو روحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یری مایصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لنھاھم عن الرنۃ والعویل۔ رواہ الامام ابوبکر بن ابی الدنیا۔

(شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت من یغسلہ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴)

مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرتا کہ انہیں شور وفریاد سے منع کرے (امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے اس کو روایت کیا۔)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ماں باپ پر ان کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور ان کے منہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں فاتقوا اللہ ولاتؤذوا امواتکم تو اللہ سے

ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔

رواہ الامام الترمذی۔ الحکیم عن والد عبد العزیز

(امام حکیم ترمذی نے عبد العزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔)

(الجامع الصغیر بحوالہ الحکیم عن والد عبد العزیز حدیث ۳۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ رویاہ الشیخین عن عمرو عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بیشک مردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے (اس کو بخاری مسلم نے عمرو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔) (جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ البکاء امین کمپنی دہلی ۱/۱۱۹)

علماء فرماتے ہیں:

المراد بالعذاب ھو الالم الذی یحصل للمیّت اذ سمعھم یبکون اوبلغہ ذٰلک فانہ یحصل لہ تألم بذٰلک نقلہ ملاعلی القاری فی المرقاۃ عن السید الشاہ میرک المحدّث عن الامام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری انہ قال فی تصحیح المصابیح عندی واللہ اعلم لکن المراد بالعذاب الخ قلت وقد تخالج صدری قبل ان اطلع علیہ حتی رأیتہ فیھما وللہ الحمد، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۲۲۴)

(حدیث مذکور میں) عذاب سے وہ احساس دکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انہیں روتے پیٹے سنتی ہے کیونکہ اس رویہ سے وہ درد والم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالٰی سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے درد وکرب مراد ہے الخ میں کہتا ہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن، محامد ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴ ص ۴۷۸۔۴۷۹)

(1664) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے۔

بِدَعْوَی الْجَاهِلِيَّةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیس منا من ضرب الخدود جلد 2، صفحہ 82، رقم 1297 صحیح مسلم، باب تحریم ضرب الخدود و شق الجیوب، جلد 1، ص 69، رقم 296 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ علی جلد 4، صفحہ 199، رقم 3967 المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 136، رقم 516 سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النھی عن ضرب الخدود وشق الجیوب، جلد 1، ص 504، رقم 1584

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقے والوں سے نہیں ہے یہ کام حرام ہے، ان کا کرنے والا سخت مجرم ہے۔ اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کوبی کرنا اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرمارہا ہے: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اسی لیے شہدائے کربلا، اہلِ بیت اطہار نے تازیست یہ حرکتیں نہ کیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۹۴)

(1665) وَعَنْ اَبِي بُرْدَةَ قَالَ: وَجِعَ اَبُوْ مُوْسٰی، فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَاْسُهُ فِيْ حِجْرِ امْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهِ، فَاَقْبَلَتْ تَصِيْحُ بِرَنَّةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ: اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الصَّالِقَةُ": الَّتِيْ تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّيَاحَةِ وَالنَّدْبِ. "وَالْحَالِقَةُ": الَّتِيْ تَحْلِقُ رَاْسَهَا عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ. "وَالشَّاقَّةُ": الَّتِيْ تَشُقُّ ثَوْبَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ بیمار تھے پس ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور ان کا سر ان کے خاندان میں سے ایک عورت کی گود میں تھا وہ بلند آواز سے چیخنے لگی آپ کو یہ طاقت نہ تھی کہ اس کو روکتے جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں ان سے بیزار ہوں جن سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ نوحہ کرنے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔ (متفق علیہ) اَلصَّالِقَةُ: وہ عورت جو نوحہ کرتے وقت اپنی آواز بلند کرے۔ الحالقة: وہ عورت جو مصیبت کے وقت سر منڈائے۔ اَلشَّاقَّةُ: وہ عورت جو اپنے کپڑے پھاڑے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماینھی من الحلق عند المصیبة، جلد 1، صفحہ 436، رقم 1234 صحیح مسلم، باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب، جلد 1، صفحہ 270، رقم 298 مسند ابو عوالة، بیان الاعمال التی بریٔ رسول اللہ ﷺ، جلد 1، ص 60، رقم 154 عمدة الاحکام من کلام خیر الانام للمقدسی، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 59، رقم 165- سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماینھی عنه من الدعاء بدعوی الجاهلية و ضرب الخد، جلد 4، ص 64، رقم 6911

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے، تابعین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری کے فرزند ہیں، حضرت علی کی طرف سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے، پھر حجاج نے آپ کو معزول کیا۔

رَنَّہ عربی میں رونے کی کانپتی آواز کو کہتے ہیں۔

یعنی میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا تم میرے جیتے جی ہی بھول گئیں۔ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ عرب میں بھی کسی کی موت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر، ڈاڑھی اور مونچھیں سب منڈوا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے ہیں، مگر مرد منڈاتے ہیں عورتیں نہیں یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷ ۹۴)

(1666) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جس پر نوحہ کیا جائے اس کو قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من النیاحۃ، جلد 1، صفحہ 434، رقم 1229 صحیح مسلم، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ، جلد 3، صفحہ 45، رقم 2200 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب سیاق اخبار تدل علی أن المیت یعذب بالنیاحۃ، جلد 4، ص 72، رقم 7420 سنن ترمذی، باب کراھیۃ النوح، جلد 3، صفحہ 324، رقم الحدیث 1000

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میت پر نوحہ کرنا پیٹنے کی وجہ سے قیامت میں میت کو بھی عذاب ہوگا جیسے خود نوحہ کرنے والوں کو ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ میت نوحہ اور پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس سے راضی ہو جیسے زمانۂ جاہلیت میں مرنے والے وصیت کرتے تھے کہ مجھ پر ایسا نوحہ کرنا کہ نام ہوجائے، اس زمانہ میں نوحہ پر بھی فخر ہوتا تھا لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کو بھی عذاب ہو کہ ان پر رافضی بہت نوحہ اور کوٹا پیٹی کرتے ہیں کیونکہ ان سرکاروں نے نہ اس کی وصیت کی نہ اس سے راضی ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۶۲)

(1667) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ - بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِهَا - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُم عطیہ نسیبہ (نون پر زبر اور پیش کے ساتھ) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت وعدہ لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماینھی من النوح والبکاء والزجر عن ذلک، جلد 2، ص 84، رقم 1306 صحیح مسلم، باب

التشدید فی النیاحۃ، جلد 3، صفحہ 46، رقم 2206 السنن الکبری للبیہقی، باب النہی عن النیاحۃ علی المیت، جلد 4، صفحہ 62، رقم 7358 سنن النسائی، باب بیعۃ النساء، جلد 4، صفحہ 428، رقم 7803 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا، جلد 5، ص 85، رقم 20817

شرح حدیث: نَوحہ کے معنیٰ اور اس کے بعض اَحکام

(1) نوحہ یعنی میّت کے اَوصاف (خوبیاں) مُبالغہ کے ساتھ (خوب بڑھا چڑھا کر) بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بَین (بھی) کہتے ہیں بالِاجماع حرام ہے۔ یوہیں واویلا، وامُصیبتاہ (یعنی ہائے مصیبت) کہہ کر چلّانا (2) گریبان پھاڑنا، مُونھ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کُوٹنا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیّت کے کام ہیں اور حرام (3) آواز سے رونا منع ہے اور آواز بُلند نہ ہو تو اس کی مُمانعت نہیں، بلکہ حُضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے (اپنے لختِ جگر) حضرتِ ابراھیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات پر بُکا فرمایا۔ (یعنی آنسو بہائے) (بہارِ شریعت حصہ 4 ص 203، 204)

(1668) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ تَبْكِيْ، وَتَقُوْلُ: وَاجَبَلَاهُ، وَاكَذَا، وَاكَذَا: تُعَدِّدُ عَلَيْهِ. فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذٰلِكَ؟!. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی اے پہاڑ ہائے فلاں ہائے فلاں اس طرح اس کی خوبیاں بیان کیں جب انہوں نے افاقہ پایا تو کہا کہ تو نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کیا تو اس طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوہ مؤتۃ من ارض الشام، جلد 5، صفحہ 144، رقم 4267 المستدرک للحاکم، کتاب المغازی والسرایا، جلد 4، صفحہ 103، رقم 4353 مشکاۃ المصابیح، باب دفن المیت، الفصل الاول، جلد 1، ص 392، رقم 1745 تحفۃ الاشراف للمزی، ومن مسند عبداللہ بن رواحۃ، جلد 4، صفحہ 318، رقم 5253

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم یہ کہہ کر پیٹتی تھیں اور فرشتہ مجھ سے یہ پوچھتا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیئے نہ تھا کیونکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا تھا۔ منشاء صرف یہ تھا کہ آپ ہوش میں آ کر اپنی بہن کو فرشتہ کا یہ سوال سنائیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور بہن و سارے سننے والوں کو تبلیغ کہ وہ اس سے باز رہیں۔ چنانچہ پھر آپ کی بہن آپ کی وفات پر بھی نہ روئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۷۶)

(1669) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَكْوٰى، فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور

يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، وَجَدَهُ فِي غَشْيَةٍ فَقَالَ: "أَقَضَى؟" قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَبَكَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، قَالَ: "أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا- وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ - أَوْ يَرْحَمُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے تو وہاں پہنچ کر انہیں بے ہوش پایا' آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے ہیں؟ گھر والوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں تو! پس رسول اللہ ﷺ رو پڑے۔ پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتا دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ آنسو بہانے یا دلی طور پر غم کھانے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے ذریعے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید راوی کو بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ھ عہد فاروقی میں مقام حوران علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔

خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

بگفت احوال ما برق جہاں است ۔۔۔ دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم ۔۔۔ گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبر دار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتا دیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرما رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے، چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہو گئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھا دی تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا انکی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مبلّغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس کی پوری شرح آگے آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بیمار کے

پاس بھی شور نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۴۶)

(1670) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی جب مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کا دوپٹہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب التشدید فی النیاحة، جلد 3، صفحه 45، رقم 2203 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما ورد التغلیظ فی النیاحة والاستماع لها، جلد 4، ص 63، رقم 7361 المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، جلد 2، صفحه 8، رقم 1413 مسند أبی یعلی، مسند ابو مالك الاشعری، جلد 3، ص 148، رقم 1577 مسند امام احمد، حدیث أبی مالك الاشعری رضی الله عنه، جلد 5، ص 344، رقم 22963

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں جہالت کی چار باتیں ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے: قومی فخر، نسب میں طعنے اور تاروں سے بارش مانگنی اور نوحہ فرمایا اگر نوحہ والی موت سے پہلے توبہ نہ کرلے تو قیامت میں اس طرح کھڑی ہوگی کہ اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی۔ (مسلم)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں غیبی خبر ہے جو بالکل سچی ہوئی، مسلمانوں میں اب تک عمومًا چاروں عیوب موجود ہیں۔ کبھی حسب اور نسب ایک ہی معنی میں آتے ہیں مگر کبھی یوں فرق کردیتے ہیں کہ اماں کی طرف سے رشتوں کا نام حسب ہے اور باپ کی طرف کا نام نسب۔ کبھی اس طرح کہ باپ دادوں کے اوصاف شمار کرنا جب کہ ان کی قومیت و ذات بتاتے پھرنا نسب۔ کفار کے مقابلہ میں حسب و نسب پر فخر کرنا بھی عبادت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں کفار سے فرمایا اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب (جانتے ہو میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) مگر مسلمان کے کسی نسب کو ذلیل جاننا یا انہیں کمین کہنا حرام ہے مسلمان شریف ہیں اگرچہ سید حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اشرف ہیں مگر انہیں بھی کسی مسلمان کو کمین کہنے کا کوئی حق نہیں، ہاں مسلمانوں کو ان کا احترام کرنا چاہیے۔ نسب انبیاء اللہ کی رحمت ہے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری "کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول" میں ملاحظہ کیجئے۔ تاروں سے اوقات معلوم کرنا اور راستوں و سمتوں کا پتہ لگانا جائز ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیریں ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے، لہذا علم نجوم باطل ہے علم توقیت حق۔ مردے کے سچے اوصاف بیان کرنا مذبہ کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے

اوصاف بیان کر کے رونا نوحہ ہے۔ مذبہ جائز ہے، نوحہ حرام۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مذبہ کیا تھا نوحہ نہیں۔

(اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی) رال میں آگ جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے۔ جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ عملی ہو یا قولی سخت حرام ہے، چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عموماً نائحہ تانیث کا صیغہ فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

(1671) وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ التَّابِعِيِّ، عَنِ امْرَاَةٍ مِّنَ الْمُبَايِعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيْمَا اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَعْرُوْفِ الَّذِيْ اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ لَّا نَعْصِيَهٗ فِيْهِ: اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهاً، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلاً، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَاَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت اُسید بن ابو اُسید تابعی سے روایت ہے وہ (کہ رسول اللہ ﷺ سے) بیعت والی عورتوں میں سے ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے جو عہد لیا اس میں یہ بھی تھا کہ ہم بھلے کام میں آپ (ﷺ) کی نافرمانی نہ کریں گی، ہم چہرہ نہ نوچیں گی، ہلاکت کو نہ پکاریں گی اور گریبان نہ پھاڑیں گی اور بال نہ بکھیریں گی۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی النوح، جلد 3، صفحہ 163، رقم 3133۔ السنن الکبریٰ للبیھقی، باب ماینھی عنہ من الدعاء بدعوی الجاھلیۃ و ضرب الخد، جلد 4، ص 64، رقم 7372۔ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی النھی عن ذلک، جلد 11، صفحہ 106، رقم 8579۔ معرفۃ الصحابہ لأبی نعیم، أمراۃ من المبایعات حدیثھا عند اسید بن أبی اسید، جلد 4، ص 450، رقم 7425

شرح حدیث: ان کے منہ مٹی سے بھر دو

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت سیدنا زید بن حارثہ، حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب اور حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر ملی، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بیٹھ گئے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرۂ انور پر غم کے آثار عیاں تھے، اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: میں نے دروازے کی جھریوں سے دیکھا کہ ایک شخص آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ عالیشان میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسولَ اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی عورتیں۔ اور پھر ان کی چیخ و پکار کا ذکر کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے حکم دیا کہ انہیں ایسا کرنے سے منع کرو۔ پھر وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی: خدا عزوجل کی قسم! وہ مجھ پر غالب آگئیں۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا

خیال ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ان کے منہ مٹی سے بھر دو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا: اللہ عزوجل تمہاری ناک خاک آلود کرے، خدا عزوجل کی قسم! تم نہ تو کچھ کرتے ہو اور نہ ہی رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا پیچھا چھوڑتے ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، الحدیث:۲۱۶۱، ص ۸۲۴)

(1672) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ مَّیِّتٍ یَّمُوْتُ فَیَقُوْمُ بَاکِیْھِمْ فَیَقُوْلُ: وَاجَبَلَاہُ، وَاسَیِّدَاہُ، اَوْ نَحْوَ ذٰلِکَ اِلَّا وُکِّلَ بِہٖ مَلَکَانِ یَلْھَزَانِہٖ: اَھٰکَذَا کُنْتَ؟"۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ"۔ "اَللَّھْزُ": اَلدَّفْعُ بِجُمْعِ الْیَدِ فِی الصَّدْرِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مرتا ہے پس رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے اے پہاڑ جیسے' اے سردار اس قسم کے کلمات تو اس پر دو فرشتے مقرر ہو جاتے ہیں جو اس کے سینہ میں مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں' تو اس طرح تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اللھز: اس کا مطلب ہے' سینے پر مکے مارنا۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب کراھیۃ البکاء علی المیت، جلد 3، صفحہ 326، رقم 1003، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، جلد 19، صفحہ 291، رقم 20787، کنز العمال للمتقی، الفصل السابع فی ذم النیاحۃ علی المیت، جلد 15، ص 959، رقم 42431

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یَلْھَزَانِ لَھْزٌ سے بنا، بمعنی تھپڑ مارنا، نیز منہ پیٹنا جھنجھوڑنا، یہاں تینوں معنے ہو سکتے ہیں اور وہ مردہ مراد ہے جو زندگی میں نوحہ سے راضی ہو یا مرتے وقت اس کی وصیت کر گیا ہو۔ اس عذاب کے متعلق علماء کے دس قول ہیں مگر قوی قول وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ اگر میت نوحہ سے راضی ہو یا اس کی وصیت کر گیا ہو تو اسے نوحہ پر سزا ملتی ہے ورنہ نہیں اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔
(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

(1673) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ ھُمَا بِھِمْ کُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ، وَالنِّیَاحَۃُ عَلَی الْمَیِّتِ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو باتیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان میں کفر کا سبب بنی ہیں نسب میں طعنہ دینا اور میت پر نوحہ کرنا۔
(مسلم)

شرح حدیث: درہم بٹورنے کے لئے رونا

سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گھر سے رونے کی آواز سنی تو اس میں داخل ہو گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو ہٹاتے ہٹاتے اس نوحہ کرنے والی عورت کے پاس پہنچ گئے اور اسے اتنا مارا کہ اس کا دوپٹہ گر

گیا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اسے مارو کیونکہ یہ نائحہ (یعنی نوحہ کرنے والی) ہے اور اس کی کوئی حرمت یا لحاظ نہیں، یہ تمہارے غم کی وجہ سے نہیں روتی بلکہ تم سے درہم بٹورنے کے لئے روتی ہے، یہ تمہارے مُردوں کو قبروں میں اور زندوں کو گھروں میں ایذاء پہنچاتی ہے، یہ صبر سے روکتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے صبر کا حکم دیا ہے اور سوگ کی ترغیب دیتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الکبائر، الکبیرۃ التاسعۃ والاربعون، ص ۲۱۲)

160-بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَالْمُنَجِّمِيْنَ وَالْعُرَّافِ وَاَصْحَابِ الرَّمْلِ وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰى وَبِالشَّعِيْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

کاہنوں' نجومیوں قیافہ شناسوں' کنکریاں یا جو پھینک کر قسمت معلوم کرنے والوں کے پاس جانا ممنوع ہے

(1674) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ، فَيَكُوْنُ حَقًّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ - وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ". قَوْلُهُ: "فَيَقُرُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّاءِ، أَيْ: يُلْقِيْهَا. "وَالْعَنَانِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں ہیں لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں کبھی وہ حق ہوتی ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ حق سے ہے جس کو جن اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتے ہیں۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے بادلوں سے اترتے ہیں اور ایسے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہوا ہے۔ شیطان کان لگا کر چوری سے سن لیتا ہے پھر وہ کاہنوں کی طرف آہستگی سے ڈال دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ فیقرھا: یا پر زبر اور قاف اور را پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے' ڈالتا ہے۔ العنان: عین پر زبر کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الکهانة، جلد 7، صفحه 136، رقم 5762 صحیح مسلم، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، جلد 7، صفحه 36، رقم 5952 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ماجاء فی النهی عن الکهانة واتیان الکاهن، جلد 8، ص 138، رقم 16953 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 87، رقم 24614 مشکوٰة المصابیح، باب الکهانة، الفصل الاول، جلد 2، صفحه 540، رقم 4593

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا نہیں کبھی انکی خبریں درست نکلتی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔

اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے غیبی باتیں معلوم کر کے آپس میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ جن چھپ چھپا کر اسے سن لیتے ہیں وہ بات کاہنوں تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہوتی ہے۔

بعض نسخوں میں بجائے دجاجہ کے زجاجہ ز سے ہے وہ درست نہیں مرغی اپنے بچے کے منہ سے منہ ملا کر دانہ کھلاتی ہے ایسے ہی یہ شیطان کاہن کے کان سے منہ ملا کر یہ بات چپکے سے بیان کرتا ہے۔ دوسرا نہ سن سکے۔

سو کا ذکر زیادتی بیان فرمانے کے لیے ہے صرف یہ عدد مراد نہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۴۲۹)

(1675) وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهٗ، لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت صفیہ بنت ابوعبیدہ ﷺ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک زوجہ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی نجومی کے پاس آیا اور اس نے کسی شے کے بارے میں پوچھا ت تو اس نے اس کی بات کی تصدیق کر دی تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، جلد 7، ص 37، رقم 5957 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی السحر و الکهانة، جلد 5، ص 65، رقم 3076 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بعض ازواج النبی ﷺ، جلد 5، ص 380، رقم 23270 الاداب للبیهقی، باب کراهیة اقتباس علم النجوم، جلد 1، ص 205، رقم 343 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه مصعب، جلد 9، ص 76، رقم 9172

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اسے سچا سمجھ کر اس سے آئندہ غیبی خبریں پوچھنے کے لیے گیا اس کی وہ سزا ہے جو یہاں مذکور ہے لیکن اگر کوئی اسے جھوٹا سمجھ کر لوگوں کو اس کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لیے اس کے پاس گیا اس سے کچھ پوچھا تا کہ اس کی جھوٹی خبر لوگوں کو سنا دے اس کی یہ سزا نہیں۔

یعنی اس کی یہ نمازیں ادا ہو جائیں گی اللہ کے ہاں ان کا ثواب نہ ملے گا جیسے غصب شدہ زمین میں نماز کہ اگرچہ ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا لہذا ان نمازوں کا لوٹانا اس پر لازم نہیں۔ خیال رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف

ہوجاتے ہیں۔مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں وہ تو صرف ارتداد سے برباد ہوتیں ہیں (مرقات) اور جب نمازیں ہی قبول نہ ہوئیں تو دوسری عبادتیں بھی قبول نہ ہوں گی بعض شارحین نے فرمایا کہ چالیس راتوں کی نمازیں سے مراد تہجد کی نمازیں ہیں۔فرائض وواجبات قبول ہوجائیں گے مگر حق یہ ہے راتوں سے مراد دن ورات سب ہیں اور کوئی نماز قبول نہیں ہوتی (اشعہ) دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی چالیس دن تک توبہ قبول نہیں ہوتی بہرحال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج٦ص ٤٣١)

(1676) وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجِبْتِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَقَالَ: "الطَّرْقُ هُوَ الزَّجْرُ: اَیْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ اَنْ يَّتَيَمَّنَ اَوْ يَتَشَائَمَ بِطَيَرَانِهٖ، فَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ، تَيَمَّنَ، وَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَسَارِ، تَشَائَمَ. قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: "وَالْعِيَافَةُ": اَلْخَطُّ. قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ: اَلْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بدفالی اور پرندے اڑانا حرام اور شیطانی کام ہے۔اسے ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔اور کہا کہ الطرق کا مطلب ہے: جھڑکنا یعنی پرندے کو اڑانا تو اگر وہ دائیں طرف جائے تو برکت والا یا مبارک سمجھنا اور اگر بائیں طرف جائے تو نحوست و پریشانی سمجھنا۔امام ابوداؤد کہتے ہیں: العیافة لکیر کھینچنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ جبت: ایسا کلمہ ہے جو بت کاہن اور جادوگر وغیرہ پر واقع ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد باب فی الخط وزجر الطیر، جلد 4، صفحہ 23، رقم 3909 الاداب للبیہقی، باب کراهیة الطیرة، جلد 1، ص 206، رقم 344 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ قبیصہ بن مخارق الهلالی، جلد 18، ص 369، رقم 15652 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الطیرة والفال والشؤم، جلد 7، ص 639، رقم 5810 صحیح ابن حبان، کتاب النجوم والانواء، جلد 13، صفحہ 502، رقم 6131

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عیافت کی بہت شرحیں کی گئی ہیں مشہور شرح یہ ہے کہ پرندوں کے نام سے فال لینا عیافت ہے جیسے کسی نے عقاب دیکھ کر سمجھا کہ ہم کو عتاب یعنی عذاب ہوگا غراب (کوے) سے غربت وسفر سمجھنا، ہدہد سے ہدایت کا امیدوار ہونا یہ عیافت ہے، کنکر پھینکنا یا ریت میں لکیریں کھینچنا فال کے لیے یہ ہے طرق ط اور ر کے فتحہ سے۔

جبت سے مراد یا جادو ہے یا کہانت یا بت یا شیطان۔مطلب یہ ہے کہ یہ کام بت پرستوں، کاہنوں، جادوگروں کے سے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج٦ص ٤١٩)

(1677) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم نجوم سے ایک حصہ لیا' اس نے جادو کا حصہ لیا جتنا زیادہ وہ علم لے گا اسی قدر زیادہ جادو لیتا ہے۔اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی النجوم، جلد 4، ص 22، رقم 3907 الاداب للبیھقی، باب کراھیة اقتباس علم النجوم واتیان الکھان، جلد 1، ص 204، رقم 342 سنن ابن ماجه، باب تعلیم النجوم، جلد 2، ص 1228، رقم 3726 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب، جلد 1، ص 311، رقم 2841 مصنف ابن أبی شیبة، باب فی تعلیم النجوم ماقالو افیھا، جلد 8، ص 414، رقم 26159

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علم نجوم سے مراد کہانت کا علم ہے کہ ستاروں سے علم غیب حاصل کیا جائے۔اسی علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لیے ہے یعنی علم نجوم جادو کی طرح برا ہے جادو کفر ہے یا قریب کفر۔

یعنی جس قدر علوم نجوم میں زیادتی کرے گا۔اس قدر گویا جادو میں زیادتی کرے گا اپنے گناہ بڑھائے گا۔لہذا دونوں جگہ زاد بمعنی ماضی ہے اور مازاد میں ما بمعنی مادام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زاد مازاد حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اور زاد کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور نے علم نجوم کی برائی میں بہت زیادتی فرمائی لہذا مازاد مفعول ہے زاد کا۔(اشعۃ اللمعات) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔خیال رہے کہ تاروں سے بارش کا وقت، آندھیاں چلنا سردی گرمی، ارزانی گرانی آیندہ کے حالات معلوم کرنا حرام ہے کہ یہ علوم غیبیہ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے مگر ان سے اوقات اور راستے، سمت قبلہ معلوم کرنا بالکل حق ہے۔چاند کے طلوع کی خبر جو بذریعہ تاروں کے دی جائے شرعًا معتبر نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ علم نجوم اس قدر حاصل کرو جس سے تم سمت قبلہ اور راستے معلوم کرلو پھر باز رہو (مرقات) لہذا علم توقیت برحق ہے۔یوں ہی علم ریاضی، علم ہیئت وغیرہ درست ہے اپنی حد میں رہ کر۔(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۳۴)

(1678) وَعَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ، وَقَدْ جَآءَ اللهُ تَعَالٰى بِالْاِسْلَامِ، وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَّاْتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: "فَلَا تَاْتِهِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَّتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَّجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ، فَلَا يَصُدُّهُمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَّخُطُّوْنَ؟ قَالَ: "كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت کے بہت قریب ہوں۔اللہ تعالٰی نے مذہب اسلام عطا کیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس آتے ہیں۔آپ نے فرمایا: تو ان کے پاس نہ جا۔میں نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگ بدفالی پکڑتے ہیں۔آپ نے فرمایا: وہ ایک چیز ہے جو وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں وہ ان کو

وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس سے نہ روکے میں نے عرض کیا اور ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی لکیریں کھینچا کرتے تھے تو جو لکیر ان سے موافق ہوگئی تو وہ جائز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب تشمیت العاطس فی الصلاۃ، جلد 1، ص 349، رقم 931، السنن الصغری، باب سجود السہو، جلد 1، ص 284، رقم 904، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاویۃ بن الحکم السلمی، جلد 19، ص 400، رقم 16613، سنن النسائی الکبریٰ، باب الکلام فی الصلوۃ، جلد 1، ص 362، رقم 1141، صحیح ابن حبان، باب مایکرہ للمصلی ومالایکرہ، جلد 6، ص 22، رقم 2247

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں سلمی ہیں مدینہ منورہ میں رہتے سہتے ہیں، ۱۷ا ھ ایک سو سترہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے عطا ابن یسار وغیرہ نے روایات لیں۔

غیبی باتیں چھپی چیزیں گم شدہ مال چوری کا اسباب دل کی سوچی باتیں پوچھنے کے لیے فرمایا جائے کہ یہ عمل کیسا ہے۔

کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے انہیں عالم غیب جاننا ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے ہاں انہیں جھوٹا کرنے کے لیے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹا ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے یہاں پہلی صورت مراد ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یعنی یہ پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں انکی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جا رہے ہو اور کوئی پرندہ بائیں طرف کو اڑتے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب تعالی پر توکل کرو کام بننا نہ بننا اس کی طرف سے ہے۔

یعنی علم جفر یا رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں ان کا یہ عمل از روئے شریعت اسلامیہ جائز ہے یا نہیں۔

یہ نبی یا تو حضرت دانیال ہیں یا حضرت ادریس علیہم السلام ان کا معجزہ یہ علم خط تھا۔ یعنی علم جفر یا رمل جس سے وہ غیبی بات دریافت فرما لیتے تھے۔ (مرقات)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ عمل عوام کے لیے حرام ہے کیونکہ ان نبی کے خط سے مشابہت معدوم ہے یا موہوم اور معدوم وموہوم پر اعتقاد کرنا ممنوع ہے۔ (مرقات واشعۃ اللمعات) (مِراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۲۸)

(1679) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ۔ مُتَّفَقٌ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی رقم، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب کسب البغی والاماء، جلد 2، ص 797، رقم 2162 صحیح مسلم، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاھن ومھر البغی، جلد 5، ص 35، رقم 4092 السنن الصغرٰی للبیھقی، باب النھی عن ثمن الکلب وعن السنانیر، جلد 2، ص 94، رقم 2070 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه محمد، جلد 5، ص 363، رقم 5561 المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، صفحه 150، رقم الحدیث 581

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے ہاں یہ ممانعت یا تو تنزیہی ہے یا اس وقت کی ہے جب کتا پالنا اسلام میں مطلقاً ممنوع تھا، جب شکار و حفاظت کے لیے اس کی اجازت ہوگئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہوگئی، امام شافعی و دیگر آئمہ کے ہاں اب بھی کراہت تحریمی باقی ہے، دیوانہ کتے کی قیمت ہمارے ہاں بھی ممنوع ہے کہ وہ قابل نفع مال نہیں جیسے گندا انڈا مال نہیں۔

مہر بغی سے مراد زانیہ کی اجرت زنا ہے اور کاہن کی مٹھائی سے مراد اس کے فال کھولنے غیبی باتیں بتانے یا ہاتھ دیکھ کر تقدیر بتانے کی اجرت ہے، چونکہ یہ اجرت بغیر محنت حاصل ہوجاتی ہے اس لیے اسے مٹھائی فرمایا، یہ دونوں اجرتیں بالاتفاق حرام ہیں کہ یہ دونوں کام حرام لہذا ان کی اجرت بھی حرام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۷۳)

161- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ
شگون لینے کی ممانعت

فِيهِ الْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ

اس باب کی حدیثیں اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔

(1680) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ قَالُوا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرض کا متعدی ہونا کچھ نہیں، بدفالی کچھ نہیں اور نیک فالی مجھے اچھی لگتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اور فال کیا ہے تو آپ نے فرمایا: پاکیزہ بات۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الفال، جلد 7، صفحه 135، رقم 5756 صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفال وما یکون فیه الشؤم، جلد 7، ص 33، رقم 5933 الاداب للبیھقی، باب لاعدوی ولاصفر ولاھام، جلد 1، صفحه 209، رقم 348 السنن ابوداؤد، باب فی الطیرۃ، جلد 4، ص 26، رقم 3918 مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، جلد 5، ص 373، رقم 3026

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مرض کے متعدی نہ ہونے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام اجل امین، امام الفقہاء وامام المحدثین، وامام اہل الجرح والتعدیل، وامام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث وفقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں دربارہ نفی عدوٰی احادیث سعد بن مالک وعلی مرتضیٰ وعبداللہ بن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وجابر بن عبداللہ وانس بن مالک وسائب بن یزید وابی ذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہم روایت کر کے فرماتے ہیں:

فقد نفی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العدوٰی فی ھذہ الاٰثار وقد قال فمن اعدی الاول ای لما کان ما اصاب الاول انما کان بقدر اللہ عزوجل کان ما اصاب الثانی کذٰلک، فان قال قائل فنجعل ھذا مضادا لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایورد ممرض علی مصح کما جعله ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قلت لاولکن یجعل قوله لاعدوی کماقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نفی العدوی ان یکون ابدا ویجعل قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لایورد ممرض علی مصح علی الخوف منه ان یورد علیه فیصیبه بقدر اللہ تعالیٰ مااصاب الاول فیقول الناس اعداہ الاول فکرہ ایراد المصح علی الممرض خوف ھذا القول، وقد روینا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی ھذہ الاٰثار ایضا وضعه یدالمجذوم فی القصعة فدل فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ایضا علی نفی الاعداء لانه لوکان الاعداء مما یجوزان یکون اذا لما فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مایخاف ذٰلك منه لان فی ذٰلك جرالتلف الیه وقد نھی اللہ عزوجل عن ذٰلك فقال ولاتقتلوا انفسکم ومررسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بھدف مائل فاسرع فاذا کان یسرع من الھدف المائل مخافة الموت فکیف یجوز علیه ان یفعل مایخاف منه الاعداء، فھذا معنی ھذہ الاٰثار عندنا واللہ تعالیٰ اعلم ملتقطاً۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھة باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷ ۳)

بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لاعدوٰی کو لیتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کوئی مریض کسی تندرست پر نہ وارد ہو کی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ مریض کبھی کبھار صحت مند اور تندرست کے پاس جائے اور پھر تندرست کو تقدیر الٰہی سے وہی مرض لاحق ہو جائے جس میں مریض مبتلا ہو چکا ہو تو لوگ کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں سرایت کر گیا ہے تو پھر اس کہنے کے اندیشہ سے کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کا الٹ ناپسند کیا گیا اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے خود جذامی کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔ اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کر لانا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (لوگو!) اپنے آپ کو قتل نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا، جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے گر پڑنے سے ہلاکت نہ ہوجائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ملتقطا۔

عمدۃ القاری میں ہے:

التوفیق بین الحدیثین بماقاله ابن بطال و ھو ان لاعدوی اعلام بانھا لاحقیقة لھا و اما النھی فلئلا یتوھم المصح ان مرضھا من اجل ورود المرضی علیھا فیکون داخلا بتوھمه ذٰلك فی تصحیح ماابطله النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من العدوٰی۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لاھامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱ / ۲۸۸)

دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدوٰی کسی مرض میں تجاوز کے لئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمد و رفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہوجائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہوجائے گا کہ جس کا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابطال فرمایا

ماثبت بالسنۃ میں جامع الاصول سے ہے: یقال اعدی المرض اذا اصابه مثله لمقارنته ومجاورته اومؤاکلته ومباشرته وقد ابطله الاسلام۔ (ماثبت بالسنۃ مترجمہ کرشہر مقرادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲)

کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کر گیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اس کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اُڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہوگیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔

اسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے:

العدوی ماکانت تعتقدہ الجاھلیۃ من تعدی داء ذی الداء الی من یجاورہ ویلاصقہ ممن لیس بہ داء فنفاہ الشارع وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی یحتمل النھی عن قول ذٰلک واعتقادہ و النفی لحقیقۃ ذٰلک کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایعدی شیئ شیئا وقولہ فمن اعدی الاول وکلاھما مفھوم من الشارع۔ (ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲)

تعدیہ مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کر جاتا اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد لاعدوٰی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔

اُسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان یقال ان نفیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعدوی باق علی عمومہ و قد صح قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایعدی شیئ شیئا وقولہ فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ابتدأ ذالک فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سدالذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطہ شیئ من ذٰلک بقدراللہ تعالٰی ابتداء لابالعدوی المنفیۃ فیظن ان ذٰلک بسبب مخالطۃ فیعتقد صحۃ العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبہ حسما للمادۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۸۴)

دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دور بھاگنے اور دور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالٰی کی قضاء وقدر سے وہی مرض لاحق ہوجائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے پھر وہ صحت تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑ جائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دور

رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تاکہ شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالٰی اعلم!
شرح مصابیح امام تورپشتی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبی ومرقاۃ علامہ قاری وشرح الموطا للعلامہ محمد الزرقانی وغیرہا میں ہے: واللفظ للزرقانی الاکثر ان المراد نفی ذٰلك وابطالہ کما دل علیہ ظاہر الحدیث۔
(شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴ /۳۳۳)
علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیسا کہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے۔
اشعۃ اللمعات شیخ محقق میں ہے:
اکثر برآنند کہ مراد نفی عدوٰی وابطال اوست مطلقاً چنانچہ ظاہر احادیث درآن ست۔
(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ /۶۲۲)
اکثر اہل علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقاً ابطال مراد ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں
اسی میں ہے:
اعتقاد جاہلیت آں بود کہ بیمارے کہ در پہلوئے بیمارے نشیند یا ہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت در ہفت مرض است جذام وجرب وجدری وحصبہ وبخر ورمد وامراض وبائیہ پس شارع آنرا نفی کرد وابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ قادر مطلق ہمچناں کہ اورا بیمار کرد ایں رانیز کرد۔
(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ /۶۲۰)
اہل جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کر جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطباء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چیچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا مرض بوجہ اختلاط دوسرے کو لگ جائے) بلکہ قادر مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیماری لاحق کردی۔
بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوٰی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر وحضرت سیدنا فاروق اعظم وحضرت سلمان فارسی وحضرت ام المومنین صدیقہ وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجلہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ وامام یحیٰی بن یحیٰی مالکی وامام عیسٰی بن دینار مالکی وامام ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی وامام ابن حجر عسقلانی شافعی وعلامہ طاہر حنفی وشیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے عمدۃ القاری میں طبری سے ہے:

کان ابن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم یصنعان الطعام للمجذومین ویاکلان معهم وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان مولٰی لنا اصحابہ ذٰلک الداء فکان یاکل فی صحافی ویشرب فی اقداحی وینام علی فراشی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۴۷)

یعنی عبداللہ بن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم مجذومین کے لئے کھانا تیار فرماتے اور ان کے ساتھ کھاتے اورام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہوگیا تھا وہ میرے برتنوں میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا بچھونوں پر سوتا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴ ص ۲۵۴)

(1681) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ. وَاِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْاَةِ، وَالْفَرَسِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عبداللہ ابن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرض کا متعدی ہونا کچھ نہیں اور بدفالی کچھ نہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایتقی من شؤم المراۃ، جلد 5، صفحہ 195، رقم 4806 صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفال ومایکون فیہ الشؤم، جلد 7، ص 33، رقم 5937 اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب ماجاء فی شؤم المراۃ، جلد 4، صفحہ 29، رقم 3111 مؤطا امام مالک، باب مایتقی من الشؤم، جلد 2، صفحہ 972، رقم 1750 سنن ابوداؤد، باب فی الطیرۃ، جلد 4، صفحہ 28، رقم 3924

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت، لہذا شوم کے معنی ہیں نحوست، اس حدیث کے بہت معنی کیئے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو، مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے، سرکش ہو۔ بہرحال یہاں شوم سے مراد بدفالی نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے۔ لہذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ بعض بندے اور بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان سے گھر میں مال میں عمر میں زیادتیاں ہوجاتی ہیں جیسے عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا مگر کوئی چیز اس کے مقابل معنی میں منحوس نہیں، ہاں کافر، کفر، زمانۂ عذاب منحوس ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸)

(1682) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت بریدہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدفالی نہیں لیتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الطیرۃ، جلد 4، صفحہ 27، رقم 3922 الآداب للبیھقی، باب کراھیۃ الطیرۃ، جلد 1،

صفحہ 206، رقم 345 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الطیرۃ والفال والشوم، جلد 7، ص 628، رقم 5798، مشکوٰۃ المصابیح، باب الفال والطیرۃ الفصل الاول، جلد 2، ص 538، رقم 4588 الفتح الکبیر للسیوطی، حرف الکاف، جلد 2، ص 349، رقم 9294

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

حضور انور اچھے مقام وغیرہ سے نیک فال لیتے کہ انہیں سن کر دیکھ کر رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہوجاتے تھے مگر کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے کہ اللہ سے ناامیدی نہیں چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۱۸)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں بدفالی کے متعلق پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں جگہ فرماتے ہیں:

مسئلہ ۳۷: مسئولہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردمان برائے تولہ فرزندان خانہ دیگر از خانہ بود وباش جداگانہ بنامی کنند وزادن فرزند در خانہ بود وباش بدفالی شمارند چنیں قسم خانہ مخصوص در ہر بار بنا نمودن شرعا درست است یانہ؟ ودر زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود یانہ؟

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اس کی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر ہوتے ہیں اس میں نئے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے۔ کیا ان کا یہ اقدام شرعا جائز ہے یانہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یانہیں؟

الجواب: ایں رسم شنیع درآں زمان پاک اصلا نہ بود بلکہ بعدآں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست ایں برسم مشرکین وہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول ولاتسرفوا ان اللہ لایحب المسرفین [۱] اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد واسراف کنندگان را بلکہ بوجوہ خلوا ز فائدہ تبذیر بودے واللہ تعالٰی یقول ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین [۲] مال بے سود بر باد دہندگان برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی براں وہم شیطانی ست ضلالی دگر برآں افروز سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود الطیرۃ من الشرک بدفال گرفتن وبراں کاربند شدن شیوہ مشرکان رواہ الائمۃ الاحمد [۱] فی المسند والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم فی صحاحھم کلھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح ومعنی الحدیث علی ما فسرنا کما افصحت عنہ الاحادیث وحققہ العقول۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

([۱] القرآن الکریم ۷/۳۱) ([۲] القرآن الکریم ۱۷/۲۷) ([۱] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۳۸) (جامع

(الترمذی ابواب السیر امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۴) (کنز العمال بحوالہ طاہم، وہ ک حدیث ۲۸۵۶۸، ۲۸۵۶۹، ۰ ۔۔۔ ۱۰ ، ۱۱۳)

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہوتب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالٰی کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا، یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے مزید یہ کہ اس میں بدفالی وبدشگونی والی گمراہی بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بری فال نکالنا اور اس پر کار بند ہونا مشرکین کا طریقہ اور دستور ہے، چنانچہ ائمہ کرام مثلاً امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحاح میں بحوالہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کردیئے ہیں جیسا کہ احادیث سے واضح اور عیاں ہے۔ اور عقول نے اس کی تحقیق کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳ ص ۲۶۴)

(1683) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "اَحْسَنُهَا الْفَالُ. وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت عروہ بن عامر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بدفالی کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اچھی چیز فال لینا اور بدفالی کسی مسلمان کو اپنے ارادہ سے باز نہ رکھے جب تم میں سے کوئی ناپسند چیز کو دیکھے تو کہے اے اللہ بھلائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور برائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں ٹالتا گناہ سے پھرنا اور نیکی کرنا تیری توفیق کے ساتھ ہی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الطیرۃ، جلد 4، صفحہ 27، رقم 3921، الاداب للبیہقی، باب کراھیۃ الطیرۃ، جلد 1، صفحہ 206، رقم 345، جامع الاصول لابن الیر، الکتاب الخامس فی الطیرۃ والفال والشؤم والعدوی، جلد 7، ص 629، رقم 5801، مصنف ابن أبی شیبۃ، باب ماقلوا فی الطیرۃ، جلد 9، ص 39، رقم 26919

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

کہ لوگ بعض چیزوں سے بدشگونی لیتے ہیں بعض سے اچھا شگون اس کی حقیقت کیا ہے تب حضور نے وہ جواب دیا جو

یہاں مذکور ہے۔

فال سے مراد نیک فال ہے جو اچھی بات اچھا نام سننے سے لی جائے یعنی یہ جائز ہے لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بدشگونی لی جائے تو وہ محض اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو، اللہ پر توکل کرے اور کام کو جائے۔

یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی تمام مروجہ بدفالیوں بدشگونیوں کا بہترین علاج ہے۔ واللہ اعلم! (مراٰۃ المناجیح، ج ٦ ص ٢٢٧)

162-بَابُ تَحْرِيْمِ تَصْوِيْرِ الْحَيَوَانِ فِيْ بِسَاطٍ أَوْ حَجَرٍ أَوْ ثَوْبٍ أَوْ دِرْهَمٍ أَوْ مِخَدَّةٍ أَوْ دِيْنَارٍ أَوْ وِسَادَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ وَتَحْرِيْمِ اِتِّخَاذِ الصُّوْرَةِ فِيْ حَائِطٍ وَّسَقْفٍ وَّسِتْرٍ وَّعِمَامَةٍ وَّثَوْبٍ وَّنَحْوِهَا وَالْأَمْرِ بِاِتْلَافِ الصُّوْرَةِ

جاندار کی تصویر کا بچھونے' پتھر' کپڑے درہم' دینار' گدے اور تکیئے وغیرہ پر بنانا حرام ہے اور دیوار' چھت' پردے' دستار' کپڑے وغیرہ پر تصویر بنانا حرام ہے اور اس تصویر کو ضائع کرنے کا حکم ہے

(1684) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التجارۃ فیمایکرہ لبسه للرجال والنساء، جلد 3، ص 63، رقم 2105 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولاصورة، جلد 6، ص 160، رقم 5655 السنن الكبرٰی للبيهقي، باب التشديد فی المنع من التصوير، جلد 7، ص 268، رقم 14960 المعجم الصغير للطبرانی من اسمه محمد، جلد 2، صفحه 207، رقم 1040 مؤطا امام مالك، باب ماجاء فی الصور والتماثيل، جلد 2، صفحه 966، رقم 1736

شرح حدیث: تصویروں کا بیان

مسئلہ: جاندار چیزوں کی تصویر بنانا، بنوانا، اس کا رکھنا، اس کا بیچنا، خریدنا، حرام ہے۔ ہاں البتہ غیر جاندار چیزوں جیسے درختوں، مکانوں وغیرہ کی تصویر بنانے اور ان کے رکھنے ان کی خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اوپر کی حدیثوں میں جن تصویروں کی ممانعت ہے ان سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں۔

مسئلہ: کچھ لوگ مکانوں میں زینت کے لئے انسانوں اور جانوروں کی تصویریں یا مورتیاں رکھتے ہیں یہ حرام ہے کچھ

لوگ مٹی یا پلاسٹک یا دھاتوں کی مورتیاں بچوں کے کھیلنے کے لئے خریدتے ہیں یہ سب حرام و ممنوع ہیں اپنے بچوں کو اس سے روکنا چاہے اور ایسے کھلونوں اور گڑیوں کو توڑ پھوڑ دینا یا جلا دینا چاہے۔

مسئلہ: جانوروں اور کھیتی اور مکان کی حفاظت اور شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے ان مقصدوں کے علاوہ کتا پالنا جائز نہیں۔
(بہار شریعت، ح ۱۱ ص ۱۸۶)

بعض بچے کتوں کے بچوں کو شوقیہ پالتے اور گھروں میں لاتے ہیں ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو اس سے روکیں اور اگر وہ نہ مانیں تو سختی کریں حدیث میں جن کتوں کے گھر میں رہنے سے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے کا ذکر ہے ان کتوں سے مراد وہی کتے ہیں جن کو پالنا جائز نہیں ہے۔ (بہار شریعت، ح ۱۱ ص ۱۸۶)

جاندار کی تصویروں کو خواہ قلم سے بنائیں یا کیمرے سے فوٹو لیں، یا پتھر، یا لکڑی پر کھود کر بنائیں، بہر صورت حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کو بیچنا اور خریدنا، یا عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھنا بھی حرام و گناہ ہے۔ بعض لوگ اپنے پیروں کی تصویروں کو تعظیم کے ساتھ چوکھٹے میں لگا کر مکانوں میں رکھتے ہیں اور اس پر پھول کی مالائیں چڑھاتے ہیں اور اگر بتی سلگاتے ہیں یہ اور بھی شدید حرام اور سخت گناہ ہے بلکہ یہ بت پرستی کے مثل مشرکانہ عمل ہے جس کی سزا آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(1685) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ، اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ! قَالَتْ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً اَوْ وِسَادَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الْقِرَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ هُوَ: السِّتْرُ. "وَالسَّهْوَةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ: الصُّفَّةُ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ، وَقِيْلَ: هِيَ الطَّاقُ النَّافِذُ فِي الْحَائِطِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ سفر سے واپس آئے تو میں نے ایک طاق کو کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں تصویریں تھی تو جب رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ دیکھا تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ اللہ کے ہاں قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت ترین عذاب والے وہ ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں: پس ہم نے اس کو کاٹ دیا اور اس کے ایک یا دو تکیئے بنا لیے۔ (متفق علیہ) القرام: قاف پر زیر کے ساتھ پردہ کو کہتے ہیں السهوة سین مہملہ پر زیر کے ساتھ۔ اور وہ گھر کے سامنے کا چبوترہ ہے بعض نے کہا کہ طاق ہے جو دیوار میں بناتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

اس طرح کہ وہ طاق وغیرہ پر لٹکانے کے قابل نہ رہا تب اسے بچھانا پڑا لٹکانے اور بچھانے کے احکام میں فرق ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر بستر یا فرش میں ہوں جو پاؤں تلے تصویریں روندی جاتی ہوں تو جائز ہے یہ حدیث بظاہر پچھلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تو تکیوں کی تصاویر سے منع فرمایا گیا اور یہاں اس کی اجازت دی گئی لہذا یا تو یہ تصویریں جاندار کی نہ تھیں اور اس پر پردہ کو پھاڑنا اس لیے تھا کہ دیواروں چھت پر غلاف ڈالنا دنیاوی تکلف ہے جس سے اہلِ بیت کو بچنا چاہیے اور اگر جاندار کی تصاویر تھیں تو انکے سر کاٹ دیئے گئے تھے جن سے انکا استعمال جائز ہو گیا لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ یہ فرق حکم استعمال کے لیے ہے، رہی تصویر سازی وہ مطلقاً حرام ہے خواہ فرش پر ہو یا بستر میں یا کاغذ یا شیشہ میں یا دیوار وغیرہ میں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٣٣٤)

(1686) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فِيْ جَهَنَّمَ". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ فِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر مصور دوزخ میں جائے گا اس کے لیے اس کی ہر بنائی ہوئی صورت کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جو اس کو دوزخ میں سزا دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تو نے ضرور ہی تصویریں بنانی ہوں تو درخت اور بے جان کی تصویریں بنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح و مایکرہ من ذلک، جلد 3، ص 82، رقم 2225 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتاً فیه کلب ولا صورۃ، جلد 6، ص 161، رقم 5662 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، صفحه 308، رقم 2811 جامع الاحادیث فی احادیث الرسول، الباب السابع فی الصور والنقاش، جلد 4، ص 795، رقم 2956 مشکاۃ المصابیح، باب التصاویر، الفصل الاول، جلد 2، ص 519، رقم 4498

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:
یا تو اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں جان ڈال دی جائے گی اور وہ سب مل کر اسے عذاب دیں گی یا ہر تصویر کی عوض ایک فرشتہ اس پر مسلط ہوگا جو اسے عذاب دے گا لہذا نفس سے مراد یا روح ہے یا ذات دوسرے معنیٰ زیادہ ظاہر ہیں۔
اس استثناء سے معلوم ہوا کہ ہر غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ پھل دار درختوں کی تصویر بنانا مکروہ ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ مکروہ بھی نہیں، ہاں لہو و لعب کی نیت سے بنانا اس لیے مکروہ ہوگا کہ کھیل کود مکروہ ہے۔
(مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٣٣٩)

(1687) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی تو

الدُّنْيَا، كُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کو روز قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح پھونکنے والا نہیں ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من صور صورة كلف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح، جلد 7، ص 169، رقم 5963 صحيح مسلم، باب لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولاصورة، جلد 6، ص 162، رقم 5663 الاداب للبيهقي، باب النهي عن تزيين البيوت بالتماثيل والصور، جلد 1، ص 317، رقم 531 مسند أبي يعلى، مسند ابن عباس، جلد 5، ص 87، رقم 2691 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، جلد 1، صفحه 241، رقم 2162

شرح حدیث: بت پرستی کی جڑ

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس تک ان لوگوں کو وعظ سنا سنا کر اس بت پرستی سے منع فرماتے رہے۔ بالآخر طوفان میں غرق ہو کر سب ہلاک ہو گئے۔ مگر شیطان اپنی اس چال سے باز نہیں آیا اور ہر دور میں اپنے وسوسوں کے جادو سے لوگوں کو اس طور پر بت پرستی سکھاتا رہا کہ لوگ اپنے صالحین کی تصویروں اور مجسمے بنا کر پہلے تو کچھ دنوں تک ان کی زیارت کرتے رہے اور ان کے دیدار سے اپنا دل بہلاتے رہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے لگے۔ اس طرح شرک و بت پرستی کی لعنت میں دنیا گرفتار ہو گئی اور خدا پرستی اور توحید خالص کا چراغ بجھنے لگا جس کو روشن کرنے کے لئے انبیاء سابقین یکے بعد دیگرے برابر مبعوث ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ اس طرح کاٹ دی کہ آپ نے تصویروں اور مجسموں کا بنانا ہی حرام فرما دیا اور حکم صادر فرما دیا کہ تصاویر اور مجسمے ہرگز ہرگز کوئی شخص کسی آدمی تو آدمی کسی جاندار کے بھی نہ بنائے اور جو پہلے سے بن چکے ہیں ان کو جہاں بھی دیکھو فوراً مٹا کر اور توڑ پھوڑ کر تباہ و برباد کر دو تا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

آج کل میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے پیروں کے مریدین نے اپنے پیروں کی تصویروں کو چوکھٹوں میں بند کر کے اپنے گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اور خاص خاص موقعوں پر اس کی زیارت کرتے کراتے رہتے ہیں بلکہ بعض تو ان تصویروں پر پھول مالائیں چڑھا کر اگربتی بھی سلگایا کرتے ہیں اور اس کے دھوئیں کو اپنے بدن پر ملا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی ان خرافات سے باز نہ رہے اور علماء اہل سنت نے اس کے خلاف علم مخالفت نہ بلند کیا تو اندیشہ ہے کہ شیطان کا پرانا حربہ اور اس کی شیطانی چال کا جادو مسلمانوں پر چل جائے گا اور آنے والی نسلیں ان تصویروں کی عبادت کرنے لگیں گی۔ خوب کان کھول کر سن لو کہ:

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے جس درخت کی جڑوں کو کاٹ دیا تھا۔ آج کل کے یہ جاہل بدعتی پیر اور ان کے توہم پرست مریدین بت پرستی کی ان جڑوں کو سینچ سینچ کر پھر شرک و بت پرستی کے درخت کو ہرا بھرا اور تناور بنا رہے ہیں۔ آج کل کے جاہل اور دنیا دار پیروں سے تو کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس کے خلاف زبان کھولیں۔ مگر ...

حق پرست اور حق گو علماء اہل سنت سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ ان کے خلاف شرع اعمال وافعال کے خلاف ان شاءاللہ تعالیٰ ضرور علم جہاد بلند کریں گے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر اس موقع پر جب کہ اسلام کی کشتی گمراہیوں کے بھنور میں ڈگمگانے لگی ہے تو علماء اہل سنت ہی نے اپنی جان پر کھیل کر کشتی اسلام کی ناخدائی کی ہے۔ اور آخر طوفانوں کا رخ موڑ کر اسلام کی کشتی کو غرقاب ہونے سے بچالیا ہے۔

مگر اس زمانے میں اس کا کیا علاج ہے؟ کہ ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں نے چند روپیوں کے بدلے کچھ مولویوں کو خرید لیا ہے اور یہ مولوی صاحبان ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں کو مجذوب یا فرقہ ملامتیہ کا خوبصورت لبادہ اوڑھا کر خوب خوب ان کے کشف وکرامت کا ڈنکا بجار ہے ہیں۔ اور ان باباؤں کے نذرانے سے اپنی مٹھی گرم کر رہے ہیں اور اگر کوئی حق گو عالم ان لوگوں کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دے تو بابالوگ اپنے داداؤں کو بلا کر اس عالم کی مرمت کرادیں اور ان کے زرخرید مولوی اپنی مخالفانہ تقریروں کی بوچھاڑ سے بے چارے حق گو عالم کی زندگی دوبھر کردیں۔ میں نے بارہا علماء اہلسنت کو پکارا اور للکارا کہ لِلّٰہ اٹھو اور حق کے لئے کمر بستہ ہو کر کم از کم اتنا تو کردو کہ متفقہ فتویٰ کے ذریعے یہ اعلان کردو کہ یہ داڑھی منڈے، اول فول بکنے والے، گنجیڑی، تارک صوم وصلوٰۃ، بے شرع بابا لوگ فاسق معلن ہیں۔ جو خود گمراہ اور مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہیں اور ان لوگوں کو ولایت وکرامت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ مگر افسوس کہ ایک مولوی بھی مجھ عاجز کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں ملا۔

بلکہ پتا یہ چلا کہ ہر بابا کی جھولی میں کوئی نہ کوئی مولوی چھپا ہوا ہے۔ جس کے خلاف کچھ کہنا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ جو بھی ان باباؤں کے خلاف زبان کھولے گا ان نذرانہ خور مولویوں کی کاؤں کاؤں اور چاؤں چاؤں میں اس کی مٹی پلید ہوجائے گی۔

فیا اسفاہ ویاحسرتاہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص ۳۹۵)

(1688) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سخت ترین عذاب مصوروں کو ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، جلد 7، صفحہ 167، رقم 5950 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ، جلد 6، ص 161، رقم 5659 السنن الکبری للبیہقی، باب التشدید فی المنع من التصویر، جلد 7، صفحہ 268، رقم 14961 سنن النسائی الکبری، باب التصاویر، جلد 5، صفحہ 504، رقم 9794 مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 26، رقم 4792

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

یہاں مصورین سے مراد بت ساز بت تراش ہیں جو پرستش کے لیے بت بنائیں یا وہ مصور مراد ہیں جو رب تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے تصویر سازی کریں یہ دونوں کافر ہیں اور کافر واقعی سخت عذاب مستحق ہیں اور اگر مصورین سے مراد عام فوٹو گرافر ہیں تو یہ فرمان عالی ڈرانے کے لیے ہے تاکہ لوگ اس حرکت سے باز آجاویں ورنہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور فاسق کا عذاب کافر سے ہلکا ہے یا اس صورت میں ناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی گنہگار مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔ تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جیسا کہ اوپر گزر گیا اور آگے بھی آرہا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۲۸)

(1689) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِیْ؟ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، اَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے تو وہ ایک ذرہ پیدا کریں یا ایک دانہ بنا کر دکھائیں یا جو ہی بنا کر دکھائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالی "والله خلقکم وما تعملون"، جلد 6، ص 274، رقم 7120 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولاصورة، جلد 6، ص 162، رقم 5665 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب التشدید فی المنع من التصویر، جلد 7، ص 268، رقم 14962 مسند أبی یعلی، مسند أبی هریرة، جلد 10، صفحه 488، رقم الحدیث 6101 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 232، رقم 7166

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

یعنی اس تصویر سازی میں اللہ تعالیٰ سے تشبیہ یا اس سے مقابلہ کی بو ہے لہذا اس سے بچے یہ حکم اطاعت ہے ہم حکم کے بندے ہیں بے جان کی تصویریں بنانا درست ہے جاندار کی صورتیں بنانا حرام ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔

خیال رہے کہ پرستش کے لیے بت بنانا یا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے تصویریں بنانا کفر ہے، اگر یہ دونوں خیال نہ ہوں تو جاندار کی تصویریں بنانا حرام ہے کفر نہیں۔ پرستش کے چاند سورج کے فوٹو، پیپل کے درخت کا مجسمہ بنانا بھی حرام ہے کہ یہ بت سازی ہے۔ خیال رہے کہ غیر جاندار چیزوں میں بندے کے کسب کو دخل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ باغ میرا لگایا ہوا ہے، یہ کھیت میرا اگایا ہوا ہے مگر جاندار چیز میں کسی کے کسب کو دخل نہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چڑیا میری بنائی ہوئی ہے اس لیے جاندار کی تصویر سازی جرم ہے غیر جاندار کی نہیں۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۲۶)

(1690) وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب التصاویر، جلد 7، صفحہ 167، رقم 5949 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ، جلد 6، ص 156، رقم 5636 الادب للبیہقی، باب النھی عن تزیین البیوت، جلد 1، ص 314، رقم 528 المستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، جلد 1، صفحہ 238، رقم 611

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام سہل ابن زید ہے، انصاری ہیں، حضرت انس کے سوتیلے والد مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ کا مزار بصرہ میں ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔

ملائکہ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، حافظین کاتبین اور عذاب کے فرشتے تو ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ کتے سے مراد غیر ضروری کتا ہے اور تصاویر سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں جو شوقیہ بلا ضرورت ہوں اور احترام سے رکھی جاویں یہ قیدیں ضروری یاد رہیں لہٰذا نوٹ روپیہ پیسہ کی تصاویر جو ضروری ہیں اور فرش و بستر پر تصاویر جو پاؤں سے روندی جاویں جائز ہے ان کی وجہ سے فرشتے آنے سے نہیں رکتے، بچوں کی گڑیاں ان سے کھیلنا بچوں کے لیے جائز ہے مگر اس کی تجارت ممنوع ہے مذہب امام مالک، بعض نے فرمایا کہ گڑیا سازی کی احادیث منسوخ ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ غیر منسوخ ہیں۔ (مرقات) اور بچیوں کا گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۳۰)

مووی کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ مووی بنانا اور بنوانا کیسا ہے؟ بہت سے علماء سے اس کے بارے میں سنا تھا کہ یہ ناجائز ہے لیکن اس وقت کثیر تعداد میں علماء ٹی وی پر آتے ہیں یا اپنے جلسوں، محفلوں، نعت خوانیوں کی مووی بنواتے ہیں اور یہ موویز بازار میں عام ملتی ہیں۔ آپ اس مسئلے کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ٹی وی، ویڈیو کے مسئلے میں علماء کی آراء میں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے اسے تصویر پر قیاس کرتے ہوئے ناجائز قرار دیا اور بعض نے تصویر ہونے کی نفی کی اور اسے آئینے کے عکس کی مثل قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا کہ جیسے آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں تو یہاں بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ٹی وی اسکرین پر شعاعوں سے بننے والے عکس پر تصویر کا حکم دیا جانا غلط ہے۔ بہر حال اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والا عکس تصویر ہی ہے تو از روئے قیاس اس پر حکم حرمت ہی ہوگا۔ اور اگر اس کے برعکس تصویر ثابت نہ ہو تو جائز امور کی مووی فلم جائز ہوگی۔ اور امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان وصدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہما اللہ تعالٰی کی کتب سے یہی ظاہر ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکوس تصویر نہیں ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

سئلت عمن صلی وامامہ مرآۃ فاجبت بالجواز آخذا مما ھھنا اذ المرآۃ لم تعبد ولا الشبح المنطبع فیھا ولا ھو من صنیع الکفار نعم ان کان بحیث یبدو لہ فیہ صورتہ وافعالہ رکوعا وسجودا وقیاما وقعودا وظن ان ذلک یشغلہ فاذن لا ینبغی قطعا۔ (جد الممتار ج۱ ص۱۳۱۔۴۱۳ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے آئینے کے سامنے نماز پڑھی تو میں نے یہاں بیان کردہ (شرح منیہ کے) قول سے اخذ کرتے ہوئے جواز کا فتویٰ دیا۔ کیونکہ نہ تو آئینے کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ اس میں کوئی صورت چھپی ہوتی ہے اور نہ یہ کفار کی مصنوعات (یعنی کفار کے شعائر) سے ہے۔ ہاں اگر نماز پڑھنے کے دوران اسے اپنی حرکات مثل رکوع وسجود وقیام وقعود نظر آتی ہو اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اسے نماز سے مشغول اور غافل کر دیں گی تو اسے آئینے کے سامنے ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

یونہی صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ،آئینہ سامنے ہو تو نماز میں کراہت نہیں ہے کہ سبب کراہت تصویر اور وہ یہاں موجود نہیں۔ اور اگر اسے تصویر کا حکم دیں تو آئینے کا رکھنا بھی مثل تصویر ناجائز ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز ہے۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں بلکہ خطوط شعاعی آئینہ کی صقالت کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں گویا یہ شخص اپنے کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ آئینہ میں اس کی صورت چھپتی ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج۱ ص۱۸۴ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات سے یہ بالکل واضح ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکوس تصویر نہیں ہیں۔ لہٰذا ٹی وی اور وڈیو فلم کا جائز استعمال بھی جائز ہوا کہ ان میں نظر آنے والے پیکر بھی شعاعوں ہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ خصوصا صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے درج ذیل امور ظاہر ہوئے۔

(اول) آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں۔

(دوم): شعاعوں سے بننے والے پیکر کا نام تصویر نہیں ہے بلکہ عکس ہے اگرچہ وہ ظاہری طور پر تصویر کے مثل ہی کیوں نہ ہو۔

(سوم): جب شعاعوں سے بننے والا پیکر تصویر نہیں تو خواہ آئینے میں ایسا پیکر بنے یا خارجِ آئینہ کسی اور چیز پر، وہ تصویر نہیں کیونکہ آئینے میں بننے والے پیکر سے تصویر کی نفی آئینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ شعاع ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی پر اور چمکدار شے مثلاً اسٹیل اور پالش کیے ہوئے فرش پر بننے والے واضح عکس کو نہ تو تصویر سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی اس پر تصویر کا اطلاق کر کے اسے حرام کہا جاتا ہے بلکہ اسے آئینے کے عکس کے مثل سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ آئینے اوران اشیاء کے اجزائے ترکیبی کا فرق کسی ذی عقل سے ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔لہذا ظاہر ہوا کہ ان اشیاء میں بننے والے عکوس کوتصویر کے حکم میں صرف اس لئے نہیں داخل کیاجاتا کہ یہ شعاعوں سے بنتے ہیں۔ جیسا کہ صدرالشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

حضرت غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جائز وڈیوفلم کے جواز کے قائل تھے۔اورآپ علیہ الرحمۃ نے ٹی، وی اور مووی کے جواز پر لکھی گئی کتاب کی زوردار انداز میں تصدیق فرمائی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف شہزادہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت علامہ محمد مَدَنی میاں اشرفی مدظلہ العالیٰ کی وڈیو اور ٹی وی کے شرعی استعمال سے متعلق تحقیق کی تصدیق فرمائی بلکہ اس تحقیق پر انھیں رئیس المحققین کے شاندار لقب سے بھی نوازا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مَدَنی الاشرفی الجیلانی دامت معالیہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔مزاج اقدس؟

حضرت کا مقدور گرامی شرف صدور لایا۔یادفرمائی کا بے حد شکریہ ۔جناب کے ارسال کردہ استفتاء وفتاویٰ کوبغورسنا،تینوں فتاویٰ حضرت کی فہم وذکاء اور تحقیق وجستجو کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔بے شک جناب کی ذہانت اور استنباط لائق صدستائش اور قابل تحسین اور آفرین ہیں۔آپ نے جس آسانی سے ایسے مشکل مسائل کوعام فہم انداز میں ڈھال کرحل فرمایاہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔بزرگان دین اور علماء امت کے مختلف اقوال کوجس عمدگی سے بیان فرمایاہے اورجس حسن وخوبی سے نبھایاہے وہ آپ کی انشراح صدر اورعلوم عقلی اور نقلی میں مہارت تامہ کا مظہر اتم ہے۔خصوصاطرز استدلال اور اندازِتحریر باعث رشک ہیں۔

میں ہرسہ فتاویٰ میں آپ سے متفق ہوں۔خصوصاوڈیوکیسٹ، ٹی وی اورفلم کے بارے میں جس قدرعرق ریزی سے جناب نے تحقیق فرمائی اور پھر جس خوبصورتی سے ان حقائق کی روشنی میں جائز وناجائز صورتوں میں امتیاز کرتے ہوئے فتویٰ قلمبند فرمایاوہ قابل تقلید ہے۔ (وڈیو، ٹی وی کا شرعی استعمال ص ۱۰)

الحمدللہ عَزَّ وَجَلَّ علماء اَہلسنّت کے اقوال سے ظاہر ہے کہ مووی فلم تصویر کے حکم میں نہیں ہے اوراز روئے شرع جائز امور کی مووی فلم دیکھنا، بنانا اور بنوانا جائز ہے۔

دورحاضر میں وڈیوکا مسئلہ اتنا عام ہوچکاہے کہ اگر کسی بڑے اسٹور میں سامان خریدنے کیلئے جانا پڑے تو وڈیو کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک یا جہاں پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے وہاں توعموماً ہر اسٹور ہی میں وڈیوکیمرے لگے ہوتے ہیں۔

اسی طرح تقریباً ہرحساس جگہ پرحفاظت (Security) کے پیش نظر وڈیوکیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔اورآنے

جانے والے کو کئی زاویوں سے دیکھنے کے لئے ایک سے زائد وڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔ سرکاری تنصیبات پر خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔ یونہی ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے تو ہوائی اڈے میں داخل ہونے سے لیکر ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک اور اسی طرح جہاز میں بیٹھنے کے بعد سے ہوائی جہاز سے اترنے تک بلکہ اسکے بعد بھی ائیر پورٹ سے نکلنے تک مسلسل وڈیو کیمرے چلتے رہتے ہیں اور آدمی کی وڈیو فلم بنتی رہتی ہے۔

یونہی زیارت حرمین شریفین کے لئے اگر بذریعہ ہوائی جہاز جایا جائے تو عموماً اپنے ملک کے ائیر پورٹ سے لے کر عرب شریف کے ائیر پورٹ تک مسلسل کیمرے کی زد میں رہنا پڑتا ہے۔ پھر معاملہ یہاں تک ہی نہیں رہتا بلکہ مسجدین کریمین میں داخل ہونے کے بعد سے نکلنے تک مسلسل کیمرے کے ذریعے سے کئی اطراف سے نگاہوں میں رکھا جاتا ہے۔

مذکورہ امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس بات پر غور فرمائیں کہ عرب وعجم، مشرق ومغرب کے سینکڑوں علماء ومشائخ جہازوں میں سفر کرتے ہیں، یورپ وامریکا وانگلینڈ وافریقہ میں آئے دن تبلیغ دین کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہندو پاک سے چند مشاہیر کے نام لکھے جاتے ہیں جو نفلی حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور تبلیغ دین کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں آتے جاتے رہے ہیں اور ان میں بہت سے اب بھی آتے جاتے ہیں۔ مثلاً ہند سے فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی اعظمی، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری، ابوالبرکات حضرت علامہ امین میاں برکاتی مارہروی متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضھم اسی طرح اور دیگر علماء ومشائخ اور پاکستان سے حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ، کثیر التصانیف جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ فیض احمد اویسی، مناظر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر صاحب مقام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علامہ منظور احمد فیضی، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد حسن حقانی، مفتی احمد میاں برکاتی، مفتی عبدالعزیز حنفی، حضرت مولانا شاہ تراب الحق صاحب، علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری وغیرھم دامت برکاتہم العالیہ۔ اب کوئی عقل سے پیدل ہی ہوگا جو معاذ اللہ ان مذکورہ مشاہیر اور دیگر علماء پر فسق کا فتوی لگانے کی جرأت کریگا۔ اللہ تعالیٰ ایسی الٹی عقل کے شر سے ساری امت کو محفوظ فرمائے۔

آج کفار بداطوار اسلحے کی جنگ کے ساتھ ساتھ ٹی وی اور وڈیو کے ذریعے سے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ کر اسلام کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اپنے باطل دلائل کے ذریعے سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے عیب شان میں گستاخیاں کررہے ہیں۔ یونہی تمام اقسام کے گمراہ مذاہب نے ٹی وی اور وڈیو کو اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کا ذریعہ بنالیا ہے۔ جس کا جو دل چاہے بکتا ہے۔ ان لوگوں نے مختلف ٹی وی چینلز کے اوقات خرید رکھے ہیں بلکہ قادیانیوں نے تو ایک عرصے سے پورا چینل شروع کیا ہوا ہے جس پر وہ باقاعدگی سے روزانہ کئی گھنٹے اپنے گمراہ کن عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔

اور فی زمانہ ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ ٹی وی اور وڈیو نئی نسل کی گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ٹی وی اور وڈیو معاشرے کے افراد کے لئے تفریح کا سامان بھی ہے اور حصولِ معلومات کا عُمومی ذریعہ بھی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اکثر اوقات ٹی وی کے سامنے ہی گزارتے ہیں۔ لہذا جو کچھ ٹی وی میں دیکھتے ہیں خواہ برا دیکھیں یا بھلا دیکھیں۔ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اسے اپنا لیتے ہیں اور تہذیب کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مووی بنوانا جائز ہے۔

کتبِ فقہیہ میں اس قسم کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں کہ علماء نے حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے راجح اقوال کو چھوڑ کر مرجوح اقوال پر بھی فتوے دیے جیسا کہ خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ، فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتوی دیا کرتا تھا اور اب ان کے جواز کا فتوی دیتا ہوں۔ پہلے میں فتوی دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال نہیں، اسی طرح فتوی دیتا تھا کہ عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ) کی صحبت اختیار کرے اور عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اجرت پر وعظ کرنے جائے۔ مگر اب تعلیم قرآن کے ضیاع کے خوف، لوگوں کی حاجت کی اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کر لیا۔

(رسائل ابن عابدین جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ سہیل اکیڈمی لاہور)

لیکن اس کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ یہ حکم جائز و حلال پروگراموں کے بارے میں ہے، جیسے علمائے اہلسنت کے بیانات، تلاوت قرآن اور نعت کی مووی اور شادی کے موقع پر جو عورتوں کی بے پردہ موویاں یونہی فلموں، ڈراموں، گانوں، باجوں کی موویاں بنائی جاتی ہیں وہ سب ناجائز و حرام ہیں۔ وَاللہ ورسولہ اعلم عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح کتبہ

ابوالصالح محمد قاسم القادری المتخصص فی الفقہ الاسلامی ۲۶ شعبان ۱۴۲۶ھ یکم اکتوبر ۲۰۰۵ء

محمد عقیل رضا العطاری المدنی ۲۴ شعبان ۱۴۲۶ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۵ء

(1691) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ اَنْ يَّأْتِيَهُ، فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰى اشْتَدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "رَاثَ": اَبْطَاَ،

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ان کے پاس آئیں گے پھر دیر کر دی تو رسول اللہ ﷺ پر یہ بات گراں گزری آپ باہر آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملے آپ نے ان سے شکوہ کیا تو حضرت جبریل کہنے لگے ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس

وَھُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ۔

میں کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری) راث: ثا مثلثہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے' دیر کردی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ، جلد 6، ص 155، رقم 5633 سنن ابوداؤد باب فی الصور، جلد 4، صفحہ 123، رقم 4159 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 91، رقم 5409 مجمع الزوائد للھیثمی، باب ماجاء فی الکلاب، جلد 4، صفحہ 66، رقم 6111 صحیح بخاری، باب شھودا الملائکۃ بدرا، جلد 4، صفحہ 1470، رقم 3780

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ود و سواع ویغوث ویعوق ونسر اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطن الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسماھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک وتنسخ العلم عبدت ھذا مختصرا۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب وداً ولا سواعا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۳۲)

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے۔ تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں ان کی مجالس میں ان کے بت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو، تو وہ ایسا ہی کرنے لگے، پھر اس دور میں تو ان کی عبادت نہیں ہوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہوگئی، یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔

بااین ہمہ اگر وساوس وہوا جس سے تسکین نہ پائیں تو احادیث صحیحہ صریحہ سے خاص تصاویر معظمین کا جزئیہ لیجئے۔

حدیث ۲۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

انہ قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البیت فوجد فیہ صورۃ ابراھیم وصورۃ مریم علیھما الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امالھم فقد سمعوا ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ صورۃ الحدیث ھذا لفظہ فی الانبیاء وفیہ ایضا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی امربھا فمحیت الحدیث: وفی المغازی فاخرج صورۃ ابراھیم واسمعیل علیھما الصلوۃ والسلام الحدیث ھذہ کلھا روایات البخاری وذکر ابن ھشام فی سیرتہ قال وحدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرأی فیہ صور الملئکۃ وغیرھم فرأی ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام مصورا فذکر الحدیث الی ان قال ثم امربتلک الصور کلھا فطمست۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۳)(صحیح البخاری کتاب الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۳)(صحیح البخاری کتاب المغازی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۱۴)(سیرۃ النبی لابن ہشام امر الرسول بطمس ما بالبیت من صور دار ابن کثیر ۴ .۳۲)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور سیدہ مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر پائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ آگاہ ہو جاؤ کہ تصویریں بنانے والوں نے بھی یہ بات سن رکھی تھی (یعنی ان کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ) بیشک جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے (الحدیث) یہ الفاظ حدیث کتاب الانبیاء میں آئے ہیں، اور اسی میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وہ مٹادی گئیں الحدیث، اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر باہر نکال دی گئیں الحدیث، یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکردار کچھ نقش دیوار، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار رہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں انھیں بھی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ وحضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابنیہما الاکرم وعلیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

حدیث ۲۳: مسند امام احمد میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال کان فی الکعبۃ صور فامر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمر بن الخطاب ان یمحوھا فبل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوبا ومحاھا بہ فدخلھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما فیھا منھا شیئ

اے ولی حدیثہ عند الامام الواقدی وکان عمر قد ترك صورۃ ابراھیم فلما دخل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راٰھا فقال یا عمر الم آمرك ان لاتدع فیھا صورۃ ثم راٰی صورۃ مریم فقال امحواما

فیھا من الصور قاتل اللہ قوما یصورون ما لایخلقون ۲۔ ھذا مختصرا۔ (۱۔ مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۹۶) (۲۔ کتاب المغازی للواقدی شان غزوۃ الفتح موسسۃ الاعلمی بیروت ۲/۸۳۴)

حضرت جابر نے فرمایا ایام جاہلیت میں کعبہ شریفہ کے اندر تصویریں تھیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ تصویری نقوش مٹادو، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گیلے کپڑے کے ساتھ ان نقوش کو مٹادیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی تصویری نقش موجود نہ تھا، اس سند میں امام واقدی کا یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہم السلام کی تصویر چھوڑ دی تھی یعنی اسے نہیں مٹایا تھا۔ پھر جب اندر تشریف لے جاکر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ سلم نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے عمر! کیا میں نے تمھیں حکم نہ دیا تھا کہ یہاں کوئی تصویر باقی نہ رہنے دو، پھر آپ نے سیدہ مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا یہاں جتنی بھی تصویریں ہیں ان سب کو مٹادیا جائے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو برباد کرے جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنھیں وہ پیدا نہیں کرسکتے۔

حدیث ۲۴: عمر بن شبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب بہ علی الصور ویقول قاتل اللہ قوما یصورون ما لایخلقون۔ (فتح الباری بحوالہ عمر بن شبہ کتاب المغازی مصطفی البابی مصر ۹/۷۸) (المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب العقیقۃ حدیث ۵۲۶۵ و کتاب المغازی حدیث ۱۸۷۵۶ ۸/۲۹۶ و ۱۴/۴۹۰)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو مجھے حکم فرمایا تو میں پانی کا ڈول بھر کر لایا آپ خود بنفس نفیس اس پانی سے کپڑا تر کرنے لگے پھر ان تصویروں پر وہ بھیگا ہوا کپڑا رگڑتے ہوئے فرمانے لگے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی چیزوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جنھیں وہ پیدا نہیں کرسکتے۔

حدیث ۲۵: ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان المسلمین تجردوا فی الازر واخذوا الدلاء وارتجزوا علی زمزم یغسلون الکعبۃ ظھرھا وبطنھا فلم یدعوا اثرا من المشرکین الا محوہ اوغسلوہ۔

(المصنف لابن ابی شیبہ کتاب المغازی حدیث ۱۸۷۶۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴/۴۹۴)

(اس وقت) مسلمانوں نے اپنی اپنی چادریں اتاریں اور ڈول میں آب زمزم بھر بھر کر کعبہ شریف کو اندرون وبیرون سے خوب دھونے لگے چنانچہ مشرکین کے تمام نشانات شرک دھوڈالے اور مٹادئے۔

حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ انھیں مٹادو۔ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر امتثال حکم اقدس

میں سرگرم ہوئے زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر باہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں، یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹادئے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے، اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان رہ گیا تھا، پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دھلی تھی حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بنفس نفیس کپڑا تر کر کے ان کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

فی حدیث اسامۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم دخل الکعبۃ فرأی صورۃ ابراھیم فدعا بماء فجعل یمحوھا وھو محمول علی انہ بقیۃ تخفی علی من محاھا اولا۔

(فتح الباری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح مصطفی البابی مصر ۹ / ۷۷،۷۸)

حضرت اسامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو کچھ تصاویر انمٹی دیکھ کر پانی منگوایا اور انھیں اپنے دست اقدس سے خود مٹانے لگے، یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ بعض تصویروں کے کچھ نشانات باقی رہ گئے تھے جنھیں پہلی دفعہ مٹانے والا نہ دیکھ سکا، (تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوبارہ انھیں مٹادیا)

حدیث ۲۶: صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لھا ماریۃ وکانت ام سلمۃ وام حبیبۃ اتتا ارض الحبشۃ فذکرتا من حسنھا وتصاویر فیھا فرفع رأسہ فقال اولئك اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ تلك الصور اولئك شرار خلق اللہ۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۶۲) (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۷۹) (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۲۰۱)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض میں بعض ازواج مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المومنین ام سلمہ وام المومنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں تبرکا اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔

فی المرقاۃ الرجل الصالح ای من نبی او ولی تلك الصور ای صور الصلحاء تذکیرا بھم وترغیبا فی العبادۃ لاجلھم الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸ / ۲۸۲)

مرقاۃ (از محدث علی قاری) میں ہے مردصالح یعنی وہ نبی یا ولی فوت ہوجا تا اس کی تصاویر بناتے اور لٹکایا کرتے تھے ان کی یادگار اور ان کی وجہ سے عبادت میں رغبت دلانے کے لئے الخ۔

حدیث ۲۷: امام بخاری کتاب الصلوۃ جامع صحیح میں تعلیقا بلا قصہ اور عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے اپنے مصنف اور بیہقی سنن میں اسلم مولی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے موصولا مع القصہ راوی جب امیر المومنین ملک شام کو تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آکر عرض کی میں نے حضور کے لئے کھانا تیار کرایا ہے میں چاہتا ہوں حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ مجمعوں میں میری عزت ہو امیر المومنین نے فرمایا:

انا لاندخل کنائسکم من اجل الصور التی فیھا۔ (المصنف لعبدالرزاق باب التماثیل وما جاء فیہ حدیث ۱۹۴۸۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰/۳۹۷) (صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی البیعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲)

ہم ان کنیسوں میں نہیں جاتے جن میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۳۴-۴۳۶)

(1692) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِيْ سَاعَةٍ اَنْ يَّأْتِيَهُ، فَجَآئَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ! قَالَتْ: وَكَانَ بِيَدِهِ عَصًا، فَطَرَحَهَا مِنْ يَّدِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: "مَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ"ثُمَّ الْتَفَتَ، فَاِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهِ. فَقَالَ: "مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ؟"فَقُلْتُ: وَاللهِ مَا دَرَيْتُ بِهِ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَجَآئَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَعَدْتَّنِيْ، فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِيْ"فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ، اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے ایک وقت پر آنے کا وعدہ کیا جب وہ وقت آیا تو جبریل امین نہ آئے۔ ام المومنین کہتی ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے وعدہ خلافی نہیں کرتے پھر آپ متوجہ ہوئے تو کتے کا ایک بچہ چارپائی کے نیچے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتا کب داخل ہوا میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم مجھے نہیں پتا آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو وہاں سے نکالا گیا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا، میں تمہارے انتظار میں بیٹھا رہا اور تم نہ آئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ، جلد 6، ص 155، رقم 5634، سنن ابوداؤد

باب فی الصور. جلد 4. صفحه 123. رقم 4160 مسند ابی یعلی، مسند عائشه رضی الله عنها. جلد 8. ص 7. رقم 4508 جامع الاصول فی احادیث الرسول. کراهیة الصور والستور. جلد 4. ص 815. رقم 2973

شرحِ حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:

کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاتدخل الملٰئکة بیتا فیه کلب ولا صورة۔

رواه احمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی طلحة رضی الله تعالٰی عنهما۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱ / ۴۵۸ و کتاب المغازی ۲ / ۵۷۰ و صحیح مسلم کتاب اللباس ۲ / ۲۰۰) (جامع الترمذی ابواب الاٰب ۲ / ۱۰۳ وسنن النسائی ابواب الصید ۲ / ۱۹۳)

فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیة او ضاریا نقص من عمله کل یوم قیراطان۔ رواه احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔ (صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲ / ۸۲۴ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲ / ۲۱) (جامع الترمذی ابواب الصید ۱ / ۱۸۰ و سنن النسائی ابواب الصید ۲ / ۱۹۴) (مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمر ۲ / ۴، ۴۷، ۶۰،۳)

جو کتا پالے مگر گلے کا کتا یا شکاری، روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ ورسول جانے جل جلالہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) (امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔)

توصرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے، دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو، ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم! (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴، ص ۶۵۸)

(1693) وَعَنْ اَبِی الْهَيَّاجِ حَيَّانَ بِنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِیْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابو الہیاج حیان بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ اَنْ لَا تَدَعَ صُوْرَةً اِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ تو جو تصویر دیکھے اس کو مٹا دے اور جو بلند قبر دیکھے اس کو برابر کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الامر بتسویۃ القبر، جلد 3، صفحہ 61، رقم 2287، السنن الصغری للبیہقی، باب السنۃ فی سل المیت من قبل رجل القبر، جلد 1، ص 348، رقم 1137، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 524، رقم 1366، جامع الاصول فی احادیث الرسول، کراھیۃ الصور والتسور، جلد 4، ص 816، رقم 2975، سنن أبي داؤد، باب فی تسویۃ القبر، جلد 3، صفحہ 207، رقم 3220

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام حیان ابن حصین ہے، کنیت ابو الہیاج ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، حضرت عمار ابن یاسر کے کاتب تھے، تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والد ہیں۔

یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں، تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی چند وجہ سے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت، مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ، ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔ چوتھے یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیے علی مرتضی مامور ہوئے تھے۔ پانچویں یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی ان کے علاوہ نبیوں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے۔ چھٹے یہ کہ اسی فتح الباری میں تھوڑی دور جا کر فرمایا حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔ ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز کہ اس میں قبر اور صاحب قبر کی اہانت ہے۔ جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا، اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف و حمائلیں چھاپنا منع ہے لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام۔ آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقًا ہے حضرت خارجہ فرماتے کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم سے بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار

تھا اور یہ قبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی۔ نویں یہ کہ ابھی مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کردی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا۔ بہرحال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہوسکیں گی۔ افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار، اہل بیت اطہار کی قبروں کو تو گرایا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا یعنی جن کے لیے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم کیا گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۹)

163-بَابُ تَحْرِيْمِ اِتِّخَاذِ الْكَلْبِ اِلَّا لِصَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ اَوْ زَرْعٍ

شکار جانوروں یا کھیتی کی رکھوالی کے بغیر کتا رکھنا حرام ہے

(1694) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "قِيْرَاطٌ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے شکار یا جانوروں کی رکھوالی کے بغیر کتا پالا اس کے ثواب سے روزانہ دو قیراط ثواب کم کرلیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ایک قیراط کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من اقتنی کلبالیس بکلب صید وما شیة، جلد 5، ص 208، رقم 5164 صحیح مسلم، باب الامر بقتل الكلاب وبیان نسخه و بیان تحریم اقتنائها، جلد 5، ص 36، رقم 4106 السنن الکبری للبیهقی، باب ماجاء فیما یحل اقتناؤه من الكلاب، جلد 6، صفحه 9، رقم 11350 سنن النسائی، باب صفة الكلاب التي أمر بقتلها، جلد 7، صفحه 185، رقم 4280 مسند أبي يعلى، مسند عبدالله بن عمر، جلد 10، صفحه 206، رقم 5836

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا پالنا بالکل درست ہے جس سے کوئی برا اثر نہیں پڑا۔ ضار اصل میں ضاری تھا، ی تخفیف کر کے گرادی گئی تھی، ضاری بنا ہے ضری سے بمعنی بھڑکانا ضاری بمعنی شکار کو بھڑکانے والا کتا یعنی شکاری کتا۔

عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں ہوتی نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا، اس کی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لیے کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے یا اس لیے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا یہ چیزیں

چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی لہذا احتیاطی یقینی پاکی وطہارت بغیر کتے والے گھر میں ہوتی ہے ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے۔ (مرقات) بہر حال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ قیراط ایک خاص وزن کا نام ہے، یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لیے ہے ورنہ ثواب اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تولا جاتا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۹۱)

(1695) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَمْسَكَ كَلْباً، فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِيَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَّيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَا مَاشِيَةٍ وَّلَا اَرْضٍ، فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِيْرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتا پالا اس کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ البتہ کھیتی اور رکھوالی کا کتا مستثنیٰ ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ جس نے کتا پالا جو نہ شکار کے لیے تھا نہ جانوروں اور زمین کی رکھوالی کے لیے تھا تو ایسے شخص کے اجر وثواب میں روزانہ دو قیراط کم ہوتے جائیں گے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اقتناء الکلب للحرث، جلد 3، صفحه 103، رقم 2322 صحیح مسلم، باب الامر بقتل الکلاب، جلد 5، صفحه 38، رقم 4115 السنن الکبری للبیهقی، باب ماجاء فیما یحل اقتناؤه من الکلاب، جلد 6، صفحه 10، رقم 11353 سنن النسائی، باب الرفعة فی امساك الکلب الصید، جلد 7، ص 188، رقم 4286 صحیح ابن حبان، باب قتل الحیوان، جلد 12، صفحه 469، رقم 5652

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلاضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں وجنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے، یا اولًا دو قیراط کی کمی کا قانون تھا پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی، غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرقات) مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط، محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے لہذا احادیث متعارض نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۹۲)

164-بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيْقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيْرِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الدَّوَآبِّ وَ كَرَاهِيَةِ

اونٹ وغیرہ جانوروں کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کی کراہت اور سفر میں کتے

اِسْتِصْحَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

اور گھنٹی کو ساتھ رکھنا مکروہ ہے

(1696) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتے جن میں کتا یا گھنٹی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراھۃ الکلب والجرس فی السفر، جلد 6، صفحہ 162، رقم 5668 سنن ابوداؤد، باب فی تعلیق الاجراس، جلد 2، صفحہ 330، رقم 2556 الاداب للبیھقی، باب فی کراھیۃ تعلیق الاجراس، جلد 1، صفحہ 383، رقم 632 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ محمود، جلد 8، صفحہ.......... سنن ترمذی، باب کراھیۃ الاجراس علی الخیل، جلد 4، صفحہ 207، رقم 1703

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھیوں سے مراد سفر کے ساتھی ہیں، کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ رکھا گیا ہو بلاضرورت، شکار یا حفاظت کے کتے کا یہ حکم نہیں۔ فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصیت سے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں خصوصاً غازی حاجی مسافروں کے ہمراہ۔ جرس وہ گھنگرو باجہ وغیرہ جو اونٹ گھوڑوں کی گردن میں محض آواز کے لیے باندھے جاویں ہمارے ہاں یہ مکروہ تنزیہی ہیں، بعض علماء شام فرماتے ہیں کہ چھوٹے گھنگرو جائز ہیں بڑے اور بہت آواز والے مکروہ، ضرورۃً یہ بھی جائز ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بچی کے پاؤں سے آواز والے جھانجن اتروا دیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے پاؤں سے جھانجر اتروا دیئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۸۸)

(1697) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ". رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھنٹی شیطان کے سازوں میں سے ہے۔ اسے ابوداؤد نے شرط مسلم کے ساتھ صحیح سند سے روایت کیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراھۃ الکلب والجراس فی السفر، جلد 6، صفحہ 163، رقم 5670 الاداب للبیھقی، باب فی کراھیۃ تعلیق الاجراس، جلد 1، صفحہ 383، رقم 631 مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 372، رقم 8838 مسند ابی یعلی، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 12، صفحہ 314، رقم 6518 مشکاۃ المصابیح، باب آداب السفر، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 385، رقم 3895

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مزامیر جمع ہے مزمار کی یہ زمار سے بنا بمعنی آراستی آواز، اصطلاح میں ہر باجہ مزمار ہے مگر جھانجھ تو مطلقاً حرام ہے، جھانجھ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر لہو ولعب کے لیے ہوں تو حرام ہیں ضرورۃً جائز ہیں جیسے جہاد میں

طبل جنگ، اعلان نکاح کے لیے دف یا تاشہ۔ سحری وافطاری کے لیے طبل یا نقارہ بجانا کہ یہ جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے، یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جھانجھ کی حرمت لعینہ دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ۔ قوالی اور اس کے ڈھول کا مسئلہ ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو وہاں ہم نے اس کی نفیس بحث کی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۸۹)

165-بَابُ كَرَاهَةِ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَهِيَ الْبَعِيْرُ اَوِ النَّاقَةُ الَّتِيْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ فَاِنْ اَكَلَتْ عَلَفًا طَاهِرًا فَطَابَ لَحْمُهَا، زَالَتِ الْكَرَاهَةُ

جلالہ جانور پر سواری مکروہ ہے اور وہ ایسے اونٹ یا اونٹنی ہیں جو گوبر کھاتے ہیں تو اگر یہ پاک چارا کھائیں حتیٰ کہ ان کا گوشت عمدہ ہو جائے تو کراہت زائل ہو جائے گی

(1698) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُّرْكَبَ عَلَيْهَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹ پر سواری سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی رکوب الجلالۃ، جلد 2، صفحہ 330، رقم 2560 الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ رکوب الجلالۃ، جلد 1، صفحہ 384، رقم 636 جامع الاصول لابن اثیر، باب الجلالۃ، جلد 7، صفحہ 433، رقم 5512

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جلالہ جانور کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اسی سے تکملہ لسان میں فرمایا اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے، ہندیہ کی کتاب الکراہیۃ میں قنیہ سے ہے:

ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکلہ ویکرہ۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بکری یا گائے کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے۔

(فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۹)

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی نقل کیا، وہی ظاہر اکلام فتاوی کبرٰی وخزانۃ المفتین کا مفاد، اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے مستفاد، ردالمحتار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ راقما انہ یحل اذا ذبح بعد ایام والالا۔

شرح وہبانیہ میں قنیہ سے نقل کیا کہ اگر چند روز کے بعد ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار کتاب الکراہیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۷)

سید ابوالسعو دازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

الجدی اذا ربی بلبن الاتان، قال ابن المبارك یکرہ اکلہ قال واخبرنی رجل عن الحسن، قال اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لاباس بہ۔ قال معناہ اذا اعتلف ایاما بعد ذلك کالجلالۃ کذا بخط شیخنا عن الخانیۃ۔ (فتح المعین علی الکنز لملا مسکین کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۸۶)

بھیڑ کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو ابن مبارک نے فرمایا اس کا کھانا مکروہ ہے مجھے یک شخص نے حسن سے خبر دی انھوں نے کہا بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج نہیں، انھوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد وہ چارہ کھاتا رہا تو وہ جلالہ یعنی گندگی کھانیوالے جانور کی طرح ہے ہمارے شیخ کے سے یوں خانیہ سے منقول ہے۔

ہندیہ کی کتاب الصید والذبائح میں ہے:

الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاما، فلا باس لانہ بمنزلۃ الجلالۃ والجلالۃ اذا حبست ایاما فعلفت لاباس بہا فکذا ھذا، کذا فی الفتاوی الکبری۔

(فتاوی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۰)

بکری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے پھر چند روز چارہ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی کھانے والا اگر چند روز قید میں رکھا جائے اور چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں اسی طرح یہ بھی ہے، فتاوی کبرٰی میں ایسے ہی ہے۔

اسی طرح خزانۃ المفتین میں برمز فتاوی کبرٰی سے منقول:

فقد علق نفی الباس علی الاعتلاف فافاد وجودہ عند عدمہ، والباس انما ھو فیما ینھی عنہ۔

انھوں نے حرج کی نفی کو چارہ کھانے سے معلق کیا ہے تو چارہ نہ کھانے کی صورت میں حرج کا وجود ثابت ہوتا ہے اور حرج کا تعلق ممنوع چیز ہے۔

لہذا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اسلم وہی ہے کہ چند روز کا وقفہ دے کر ذبح کریں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

166-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْاَمْرِ بِإِزَالَتِهِ مِنْهُ إِذَا وُجِدَ فِيْهِ وَالْاَمْرُ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْاَقْذَارِ

مسجد میں تھوکنا منع ہے اور تھوک پڑا ہو تو اسے دور کرنے اور دیگر گندگیوں سے مسجد کو پاک رکھنے کا حکم

(1699) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ

اللہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا أَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهُ، فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهِ. قَالَ أَبُو الْمَحَاسِنِ الرُّوْيَانِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا فِي كِتَابِهِ "الْبَحْرِ" وَقِيْلَ: الْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ، أَمَّا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا أَوْ مُجَصَّصًا، فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ كَمَا يَفْعَلُهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيْئَةِ وَتَكْثِيْرٌ لِّلْقَذَرِ فِي الْمَسْجِدِ، وَعَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَنْ يَّمْسَحَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِيَدِهِ أَوْ غَيْرِهِ أَوْ يَغْسِلَهُ.

نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔ (متفق علیہ) دفن سے مراد ہے جب مسجد میں مٹی یا ریت ہو تو اس کو مٹی یا ریت کے نیچے دبا دیا جائے۔ ابوالمحاسن رویانی نے کتاب البحر میں ہمارے اصحاب سے بیان کیا اور کہا گیا ہے کہ دفن سے مراد مسجد سے اس کو باہر نکالنا ہے۔ بہرحال جب مسجد پختہ یا پکی ہو تو جھاڑو وغیرہ سے مل دینا جیسا کہ بہت جاہل کرتے ہیں یہ اسے دفن کرنا نہیں بلکہ غلاظت کی آلودگی میں اضافہ ہے اور یہ گناہ میں بھی اضافہ کا باعث ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اس پر لازم ہے کہ مسجد سے اس کو کپڑے یا ہاتھ وغیرہ سے صاف کر دے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب کفارۃ البزاق فی المسجد، جلد 1، صفحہ 161، رقم 405 صحیح مسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 390، رقم 552 الاداب للبیھقی، باب النھی عن البصاق فی المسجد، جلد 1، صفحہ 226، رقم 372 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی البصاق، جلد 11، صفحہ 194، رقم 8732 سنن النسائی، باب البصاق فی المسجد، جلد 2، صفحہ 50، رقم 723

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں، مصلّوں پر ہرگز نہ تھوکے کیونکہ وہاں اسے دفن نہ کر سکے گا۔ یہ ان مسجدوں کے لیے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقعہ پر جب کہ نماز میں کھنکار آ جائے اور باہر جانے کا موقعہ نہ ہو، بلاوجہ وہاں تھوکنا منع اور اہانت کے لیے وہاں تھوکنا کفر ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۱، ص ۴۶۸)

(1700) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا، أَوْ بُزَاقًا، أَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیوار قبلہ میں سینڈھ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اس کو کھرچ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب حك البزاق بالید فی المسجد، جلد 1، صفحہ 90، رقم 407 صحیح مسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 76، رقم 1255 المؤطا امام مالك، باب النھی عن البصاق فی القبلۃ، جلد 1، ص 195، رقم 458 مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنھا، جلد 6، صفحہ 148، رقم 25197 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی البصاق، جلد 11، صفحہ 195، رقم 8733

شرح حدیث: قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھوکے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے قبلہ کی جانب تھوک دیکھا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر بہت گراں گزرا یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرۂ اقدس سے غضب عیاں ہونے لگا، پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم خود کھڑے ہوئے اور اپنے دستِ اقدس سے اس کو مَل کر صاف کر دیا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ یا ارشاد فرمایا: یقیناً اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا رب کریم عزوجل (اپنی شان کے مطابق) ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی بھی قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھوکے، بلکہ اپنے بائیں یا اپنے قدموں میں یا پھر مسجد کے علاوہ کہیں اور جا کر تھوکے۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو بقیہ چادر کے حصے پر مَلتے ہوئے رگڑا اور ارشاد فرمایا: یا پھر وہ ایسا کر لیا کرے۔

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلوۃ، باب من بزق وھو یصلی، الحدیث: ۳۵۹۵، ج ۲، ص ۴۱۵، بدون الغضب)

قبلہ کی طرف تھوکنے والے کی حکایت

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمّی بسطامی کے والد رحمہما اللہ تعالٰی سے فرمایا: چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنامِ وِلایت مشہور کیا ہے۔ وہ شخص مَرجَعِ ناس و مشہورِ زُہد تھا، (یعنی عقیدتمندوں کا اُس کے پاس ہُجوم رہتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی میں اُس کی شہرت تھی) جب وہاں تشریف لے گئے اِتّفاقاً اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ فوراً واپَس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا: یہ شخص رسولُ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے آداب سے ایک ادب پر تو اَمین ہے نہیں، جس چیز کا اِدّعا (یعنی دعوٰی کرنا) رکھتا ہے اُس پر کیا امین ہوگا۔

(الرسالۃ القشیریۃ ص 38۔ فتاوٰی رضویہ ج 21 ص 539)

اور دوسری رِوایت میں ہے، فرمایا: یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اَسرارِ الٰہیہ (یعنی اللہ عزّ وَجَلّ کے رازوں) پر کیوں کر امین ہوگا! (اَیضاً ص 292، ایضاً ص 540)

حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو ایسی کرامت دیا گیا بھی دیکھو کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکتا ہے تب بھی اُس سے فریب (دھوکا) نہ کھانا جب تک کہ فرض وواجب، مکروہ وحرام اور محافظتِ حُدود وآداب شریعت میں اس کا حال نہ دیکھ لو۔ (اَیضاً ص 38، ایضاً ص 540)

(1701) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ مساجد پیشاب اور غلاظت کے

الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بالکل لائق نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے ہیں یا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد، جلد 1، ص 163، رقم 687۔ السنن الکبری للبیھقی، باب نجاسة الابوال والارواث، جلد 2، ص 412، رقم 4311۔ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه الفضل، جلد 5، صفحه 162، رقم 4947۔ صحیح ابن حبان، باب تطهير النجاسة، جلد 4، صفحه 246، رقم 1401۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنه، جلد 3، ص 191، رقم 13007

شرح حدیث: ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے (اسے) فرمایا، رک، جا رک جا۔ رحمتِ کونین ا نے ارشاد فرمایا کہ اسے نہ روکو چھوڑ دو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ پھر مبلّغِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے بلا کر (نرمی وشفقت) سے فرمایا یہ مساجد پیشاب اور گندگی کیلئے نہیں، یہ تو صرف اللہ عزّوجل کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے ہیں۔ پھر آپ ا نے قوم کے ایک آدمی کو حکم فرمایا وہ پانی کا ایک ڈول لایا، جسے اس نے اس (پیشاب کی جگہ) پر بہا دیا۔

(مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول الخ، ص ۱۶۵، رقم: ۱۰۰)

167- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُصُوْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْاِجَارَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

مسجد میں جھگڑا کرنا آواز بلند کرنا' گمشدہ چیز کا اعلان کرنا' خرید و فروخت کرنا اور اجارہ وغیرہ معاملات کرنا مکروہ ہے

(1702) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسجد میں کسی کو گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ کہے اللہ اس چیز کو تجھ پر واپس نہ کرے' مساجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد وما یقولہ من سمع الناشد جلد 2، ص 82، رقم 1288، السنن الصغری، باب اللقیط، جلد 2، صفحہ 168، رقم 2362، سنن ابی داؤد باب فی کراھیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد جلد 1، ص 177، رقم 473، سنن ابن ماجہ باب النھی عن انشاد الضوال فی المسجد جلد 1، ص 252، رقم 767، صحیح ابن حبان باب المساجد جلد 4، صفحہ 529، رقم 1651

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھ لینا ممنوع نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے۔

یعنی مسجدیں دنیاوی باتیں کرنے، شور مچانے کے لئے نہیں بنیں، یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس شور مچانے والے کو سنا کر کہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا دیگر قسم کی دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔ بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر مدد ہے، حضرت علی مرتضی نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالباً مسجد سے باہر ہوگا یا آپ مسجد کی علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح، دینی وعظ، نعت خوانی، قاضئ اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں، لہذا مسجد میں جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں، البتہ جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہو رہی ہو یہ کام نہ کئے جاویں تاکہ نماز میں حرج نہ ہو بعد میں کیے جاویں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴۶۸)

(1703) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا: لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا: لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اس شخص کو دیکھو جو مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو اسے کہو اللہ تجھے تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم گمشدہ چیز کے اعلان والے کو سنو تو کہو اللہ تیری چیز کو تجھ پہ نہ لوٹائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب النھی عن البیع فی المسجد، جلد 3، صفحہ 610، رقم 1321، السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد وغیر ذلک، جلد 2، ص 447، رقم 4518، سنن الدارمی، باب النھی عن استنشاد الضالۃ فی المسجد، جلد 1، صفحہ 379، رقم 1401، المستدرک للحاکم، کتاب البیوع جلد 2، صفحہ 65، رقم 2339، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، ص 145، رقم 562

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ تعالی علیہ وسلم:

من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیك فان المساجد لم تبن لھذا۔

رواہ مسلم عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

(صحیح مسلم باب النہی عن نشد الضالة فی المسجد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۱۰)

جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں، اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے:

اذا رأیتم من یتباع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتك رو الترمذی وصححه والحاکم عنه رضی اللہ تعالٰی عنه۔ (جامع الترمذی ابواب البیوع باب النہی عن البیع فی المسجد مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۵۸)

جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے۔ کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو اُن میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی وکل ماادی الی محظور محظور (ہر وہ شخص جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ت) جو بخیالِ تہجد یا جماعتِ صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔ اور سونا بالاتفاق جائز ہوا جاتا ہے

منیۃ المفتی پھر غمز العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

واذا اراد ذلك ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکر اللہ تعالٰی بقدر مانوی اویصلی ثم یفعل ماشاء۔ واللہ تعالٰی اعلم (ردالمحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴۶)

جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالٰی کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۹۲)

(1704) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَنْ دَعَا اِلَى الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا وَجَدْتَ، اِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں اعلان کیا کہ مجھ کو سرخ اونٹ کے بارے کون بتائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نہ پائے مساجد تو اس لیے بنائی گئی ہیں جس کے لیے بنائی گئی ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن نشه الضالة فی المسجد وما یقوله من سمع الناشد، جلد 2، ص 82، رقم 1290 السنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة انشاد الضالة فی المسجد و غیر ذلك، جلد 2، ص 447، رقم 4517 سنن ابن ماجه، باب النهی عن انشاد الضوال فی المسجد، جلد 1، ص 252، رقم 765 صحیح ابن حبان، باب المساجد، جلد 4، صفحه 530، رقم 1652 صحیح ابن خزیمه، باب النهی عن نشه الضوال فی المسجد، جلد 2، صفحه 272، رقم 1301

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: اور شبہہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت واجلال کے لیے ہے (صلی اللہ تعالی وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب واحترام تو اس سے بدر جہا اعلی واہم ہے اللہ تعالی کا یہ فرمان کس نے نہ سنا: قیامت کے دن دربار الہی میں ساری آوایں تھی ہوں گی اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سن نہ سکو گے۔ مسجد اللہ تبارک وتعالی کا دربار عالی ہے، واللہ العظیم اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کر کے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے تو اجازت یافتہ انسانوں کے علاوہ (یعنی قاری اور خطیب) کسی کی آواز نہ نکلے پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سنا جاسکے اسی لیے احادیث کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔

⊙ ابن ماجة عن واثلة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم جنبو امساجدکم صبیانکم و مجانینکم و شراءکم و بیعکم و خصوماتکم و رفع اصواتکم۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب یکرہ فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵)

ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید وفروخت، لڑائی جھگڑا اور بلند آوازی سے محفوظ رکھو

⊙ وابن عدی و الطبرانی فی الکبیر و البیهقی و ابن عساکر عن مکحول عن واثلة و ابی الدرداء و ابی امامة رضی الله تعالی عنهم عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و سل سیوفکم و اقامة حدودکم و رفع اصواتکم وخصوماتکم۔

(کنز العمال بحوالہ عد وطب وق وکر عن مکحول عن واثلہ وابی الدرداوابی امامہ حدیث ۲۰۸۳۴ ۷/۶۷۰) (تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العلاء بن کثیر ۵۵۸۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵۰/۱۵۴) (المعجم الکبیر حدیث ۷۶۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۵۶)

ابن عدی اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی وابن عساکر نے مکحول سے انہوں نے واثلہ سے اور ابو الدردا اور ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور بے نیام تلواروں، حدیں قائم کرنے اور جھگڑنے سے محفوظ رکھو۔

⊙ عبد الرزاق فی مصنفه قال حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربه بن عبد الله عن مکحول عن معاذ رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم جنبو امساجدکم مجانینکم و صبیانکم و رفع اصوتکم وسل سیوفکم وبیعکم و شرائکم و اقامة حدودکم و خصومتکم۔

(المصنف لعبد الرزاق حدیث ۱۷۲۶ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱، ۴۲۰-۴۲۱)

(۳) عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں محمد ابن مسلم، عبدربہ ابن عبداللہ مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی وسلم روایت کی اپنی مسجدوں کو اپنے پاگلوں، بچوں اور آواز بلند کرنے، تلواریں بے نیام کرنے بیع وشراء اور حدود قائم کرنے اور جھگڑوں سے محفوظ رکھو۔

۞ والامام ابن المبارك عن عبيد الله بن ابي حفص يرفعه الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال من اجاب داعي الله واحسن عمارة مساجد الله كانت تحفته بذلك من الله الجنة قيل يا رسول الله ما احسن عمارة مساجد الله قال لا يرفع فيها صوت ولا يتكلم فيها بالرفث۔

(کنزالعمال بحوالہ ابن مبارک عن عبید اللہ حدیث ۲۰۸۴۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷ / ۶۷۱)

(۴) امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن ابی حفص سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک سند پہنچائی کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالی کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دیا اور مسجد کو اچھی طرح آباد کیا تو بدلہ میں اس کا جنت کا تحفہ ملے گا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسجد کو اچھی طرح آباد کرنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا اس میں آواز بلند نہ کرو اور یاوہ گوئی میں مبتلا نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۸، ص ۱۵۶)

(1705) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، أَوْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ۔ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے اور اس میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے سے اور اس میں شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، جلد 1، ص 419، رقم 1081 سنن ترمذی، باب النهي عن البيع في المسجد، جلد 3، صفحه 610، رقم 1321 خلاصة الاحكام في مهمات السنن للنووي، باب النهي عن التحلق في الجامع قبل الصلاة، جلد 2، ص 787، رقم 2761 السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية انشاد الضالة في المسجد وغير ذلك، جلد 2، ص 448، رقم 4521 سنن النسائي الكبرى، باب النهي عن الشراء والبيع في المسجد جلد 1، ص 262، رقم 793

شرح حدیث: اشعار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (پ۱۹، الشعرآء: ۲۲۴-۲۲۷)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تو نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو

نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ (عزوجل) کی یاد کی اور بدلا لیا اس کے بعد
کہ ان پر ظلم ہوا۔ یعنی ان کے لیے وہ حکم نہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: بعض
اشعار حکمت ہیں۔ (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب ما یجوز من الشعر... إلخ، الحدیث: ۶۱۴۵، ج ۴، ص ۱۳۹)

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے حسان
بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو، جبریل تمھارے ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم
حسان سے فرماتے: تم میری طرف سے جواب دو۔ الٰہی تو روح القدس سے حسان کی تائید فرما۔
(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي اللہ عنہ، الحدیث: ۱۵۱۔(۲۴۸۵)، و: ۱۵۳۔(۲۴۸۶)، ص ۱۳۵۰، ۱۳۵۱)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ
وسلّم کو حسان سے یہ فرماتے سنا کہ روح القدس ہمیشہ تمھاری تائید میں ہے، جب تک تم اللہ و رسول (عزوجل وصلّی اللہ تعالٰی
علیہ وآلہ وسلّم) کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے۔
(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي اللہ عنہ الحدیث: ۱۵۷۔(۲۴۹۰)، ص ۱۳۵۲)

حدیث ۴: دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے پاس
شعر کا ذکر آیا۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم) نے ارشاد فرمایا: وہ ایک کلام ہے، اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا۔
(سنن الدارقطني، کتاب الوکالة، خبر الواحد یوجب العمل، الحدیث: ۴۲۶۱، ج ۴، ص ۱۸۳)

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے
فرمایا: آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جو اسے فاسد کر دے، یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہو۔
(صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب ما یکرہ أن یکون الغالب علی الإنسان... إلخ، الحدیث: ۶۱۵۵، ج ۴، ص ۱۴۳)

حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم
کے ہمراہ عرج میں جا رہے تھے، ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم) نے فرمایا: شیطان کو
پکڑو آدمی کا جوف پیپ سے بھرا ہو، یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الشعر، الحدیث: ۹۔(۲۲۵۹)، ص ۱۲۳۹)

حدیث ۷: امام احمد نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے
فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ ظاہر نہ ہوں جو اپنی زبانوں کے ذریعہ سے کھائیں گے، جس طرح گائے
اپنی زبان سے کھاتی ہے۔ (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاص، الحدیث: ۱۵۹۷، ج ۱، ص ۳۸۹)

یعنی ان کا ذریعہ رزق لوگوں کی تعریف و مذمت کرنا ہے اور اس میں حق و ناحق کا بالکل خیال نہ کریں گے، جس طرح
گائے اس کا خیال نہیں کرتی ہے کہ یہ چیز مفید ہے یا مضر جو چیز زبان کے سامنے آگئی کھا گئی۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اشعار اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اگر اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) کی تعریف کے اشعار ہوں یا ان میں حکمت کی باتیں ہوں اچھے اخلاق کی تعلیم ہو تو اچھے ہیں اور اگر لغو و باطل پر مشتمل ہوں تو برے ہیں اور چونکہ اکثر شعرا ایسے ہی بے تکی ہانکتے ہیں اس وجہ سے ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: جو اشعار مباح ہوں ان کے پڑھنے میں حرج نہیں، اشعار میں اگر کسی مخصوص عورت کے اوصاف کا ذکر ہو اور وہ زندہ ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور مر چکی ہو یا خاص عورت کا ذکر نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔ شعر میں لڑکے کا ذکر ہو تو وہی حکم ہے جو عورت کے متعلق اشعار کا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج۵، ص۳۵۱-۳۵۲)

مسئلہ ۲: اشعار کے پڑھنے سے اگر یہ مقصود ہو کہ ان کے ذریعہ سے تفسیر و حدیث میں مدد ملے یعنی عرب کے محاورات اور اسلوب کلام پر مطلع ہو، جیسا کہ شعراء جاہلیت کے کلام سے استدلال کیا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (المرجع السابق، ص۳۵۲) بہار شریعت حصہ شانزدہم (16) ص ۵۱۳-۵۱۴)

(1706) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ فَقَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ، لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا مجھے کسی نے ایک کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے فرمایا جا ان دو کو میرے پاس بلا کے لا۔ پس میں ان دونوں کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا ہم اہل طائف سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اگر اس شہر والوں سے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع الصوت فی المساجد، جلد 1، ص 101، رقم 470، السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد وغیر ذلک، جلد 2، ص 447، رقم 4519، خلاصۃ الاحکام فی مھمات السنن للنووی، باب فیما ینھی عنہ من الاقوال و الافعال فی المسجد، جلد 1، ص 307، رقم 885، تحفۃ الاشراف المعرفۃ الاطراف للمزی، حدیث السائب بن یزید الکندی، جلد 8، ص 22، رقم 10442، کنز العمال، باب حقوق المسجد، جلد 8، صفحہ 528، رقم الحدیث 23084

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ بہت نوعمر صحابی ہیں، اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔

حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا اس لئے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کر لیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے تھے۔ بعض علماء مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں، بعض بلا کراہت جائز، حضرت فاروق اعظم نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا

مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے۔

مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پردیسی ہو مسائل سے پورے واقف نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیراً سزا دے سکتا ہے، جہاں علم کی روشنی کم پہنچتی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جاسکتا ہے، ورنہ بے علمی عذر نہیں۔خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے، مکہ معظمہ سے تین منزل دور سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پرانوار وہیں ہے۔فقیر نے زیارت کی ہے۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، وہاں حضور کا دربار ہے، اس کا ادب چاہیے۔وہ حضرات دنیوی باتیں اونچی آواز سے کررہے تھے، ورنہ مسجد میں درس وتدریس، ذکر اللہ، نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کرسکتے ہیں، جب کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔(مرآۃ المناجیح، ج ۱ص ۱۰۷)

168-بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا اَوْ كُرَّاثًا اَوْ غَيْرَهٗ مِمَّا لَهٗ رَائِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَائِحَتِهٖ اِلَّا لِضُرُوْرَةٍ

لہسن پیاز گندنا وغیرہ بدبودار چیز کھائی ہو تو بدبو زائل کرنے سے پہلے بلاضرورت مسجد میں جانا منع ہے

(1707) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِي: الثُّوْمَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَسَاجِدَنَا".

حضرت ابن عمر ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت سے یعنی لہسن سے کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ایک روایت میں ہے ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔(متفق علیہ) مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم النیء والبصل والکراث، جلد 1، ص 170، رقم 853 صحیح مسلم، باب نهی من أكل ثوما او بصلا او كراثا او نحوها، جلد 2، ص 79، رقم 1279 الاداب للبیهقی، باب فی الثوم والبصل والكراث، جلد 1، صفحه 257، رقم 426 سنن ابوداؤد، باب فی اكل الثوم، جلد 3، صفحه 425، رقم 3827 سنن الدارمی، باب فی اكل الثوم، جلد 2، صفحه 139، رقم 2053

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: وان یمرفیه بلحم نیئ۔ یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں،

(سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵)

حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا: ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

لوصلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف لترکتم سنۃ نبیکم ولوترکتم سنۃ نبیکم لضللتم ا۔ وفی روایۃ ابی داؤد لکفرتم ۲۔ (ا۔ صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل صلوٰۃ والجماعۃ وبیان التشدید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲) (۲۔ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱)

یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہوگے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ایمان سے نکل جاؤ گے (اور ابوداؤد کی روایت میں ہے تم کافر ہو جاؤ گے۔)

بایں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہوا:

من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلایقربن مصلانا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹)

جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچا پیاز یا کچا لہسن وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ اور فرمایا:

فان الملئکۃ تتأذی مما یتأذی منہ بنوادم۔

یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے تو اس میں کسی بو کا داخل کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹) (فتاوی رضویہ، ج ۱۶ ص ۲۲۹)

(1708) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت لہسن سے کھایا ہو وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم النی والبصل والکراث، جلد 1، ص 171، رقم 856 صحیح مسلم، باب نھی من أکل ثوما اوبصلا او کراثا او نحوھا، جلد 2، صفحہ 79، رقم 1278 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماجاء فی منع من اکل ثوما اوبصلا او کراثا، جلد 3، ص 76، رقم 5253 الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب صلاۃ الخوف، جلد 1، ص 207، رقم 370 سنن ترمذی، باب کراھیۃ أکل الثوم والبصل، جلد 4، صفحہ 260، رقم 1806

شرحِ حدیث: کچی پیاز کھانے سے بھی منہ بدبودار ہوجاتا ہے

کچی مُولی، کچی پیاز، کچا لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بُو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجِد میں اُس وقت تک جانا جائز نہیں جب تک کہ ہاتھ مُنہ وغیرہ میں بُو باقی ہو کہ فرِشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وَصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس نے پیاز، لہسن یا گَندَنا (لہسن سے مشابہ ایک ترکاری) کھائی وہ ہماری مسجِد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اور فرمایا: اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بُو دُور کرلو۔

(صحیح مسلم ص ۲۸۲ حدیث ۵۶۴ دارابن حزم بیروت)

صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطَّریقہ علامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مسجِد میں کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بُو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے جس میں بُو ہو جیسے گَندَنا (یہ لہسن سے ملتی جُلتی ترکاری ہے) مُولی، کچا گوشت اور مِٹّی کا تیل، وہ دِیا سلائی جس کے رگڑنے میں بُو اُڑتی ہو، رِیاح خارِج کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جس کو گندہ دَہنی کا عارِضہ (یعنی منہ سے بدبُو آنے کی بیماری) یا کوئی بدبودار زخم ہو یا کوئی بدبُودار دوا لگائی ہو تو جب تک بُو مُنقَطِع (یعنی ختم) نہ ہو اُس کو مسجِد میں آنے کی مُمانَعت ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ ۳ ص ۱۵۴)

بدبودار منہ لے کر مسلمانوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت

مُفَسّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: مسلمانوں کے مجمعوں، درسِ قراٰن کی مجلسوں، عُلَمائے دین و اولیائے کامِلین کی بارگاہوں میں بدبُودار مُنہ لے کر نہ جاؤ۔ (مراۃ ج ۶ ص ۲۵) مزید فرماتے ہیں: جب تک مُنہ میں بدبُو رہے گھر میں ہی رہو، مسلمانوں کے جلسوں، مجمعوں میں نہ جاؤ۔ حُقّہ پینے والے، تمباکو والا پان کھا کر کُلّی نہ کرنے والوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی فرماتے ہیں: جسے گندہ دَہنی کی بیماری ہو اُسے مسجِدوں کی حاضِری مُعاف ہے۔ (مراۃ ج ۶ ص ۲۶)

بدبودار مرہم لگا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: جس کے بدن میں بدبُو ہو کہ اُس سے نَمازیوں کو اِیذا ہو مَثَلاً مَعاذَ اللہ گندہ دَہَن (یعنی جس کو مُنہ سے بدبُو آنے کی بیماری ہو) گندہ بَغَل (یعنی جس کو بغل سے بدبُو آنے کا مرض ہو) یا جس نے خارِش وغیرہ کے باعِث گندھک ملی (یا کوئی سا بدبُودار مرہم یا لوشن لگایا) ہو اُسے بھی مسجِد میں نہ آنے دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۸ ص ۷۲)

اَرَنڈی کا تیل

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ اللہ الھادی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۳۸۲ھ) حیاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں رقم طراز ہیں: مولانا سید ایوب علی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا بیان ہے برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز

جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے، جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانہ میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بو نکلتی تھی، لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی کہ ایک لالٹین میں معمولی شیشے لگوا کر کپی میں اَرَنڈی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔

تھوڑی دیر ہوئی کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کی نظر اس پر پڑی، ارشاد فرمایا حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انھوں نے عرض کیا حضور! اس میں ارنڈی کا تیل ہے۔ فرمایا راگیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو فتوی دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوار ہے ہیں، ہاں! اگر آپ برابر اسکے پاس یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے، تو مضایقہ نہیں، چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، ج ۱، ص ۱۴۹)

(1709) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ اٰدَمَ".

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جس نے پیاز لہسن یا گندنا کھایا ہو تو وہ ہماری مسجدوں کے ہرگز قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے جس سے اولادِ آدم کو اذیت ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم النی و البصل والکراث، جلد 1، ص 170، رقم 855 صحیح مسلم، باب نھی من اکل ثوما اوبصلا او کراثا اولحوھا عن حضور المسجد، جلد 2، ص 80، رقم 1281 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الدلیل علی ان اکل ذلک غیر حرام، جلد 3، ص 76، رقم 5258 سنن ابوداؤد باب فی اکل الثوم، جلد 3، صفحه 424، رقم 3824 صحیح ابن خزیمه، باب النھی عن اتیان المساجد، جلد 3، ص 83، رقم 1664

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے، لہٰذا حقہ پی کر، کچی مولی یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے، نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے، گندہ دہن کا حکم بھی یہی ہے۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، لہٰذا مَسْجِدُنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے۔ اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ بعض روایات میں بجائے مَسْجِدُنَا کے اَلْمَسَاجِدُ ہے۔

یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذاء پائیں گے۔ خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں، ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبو دار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تا کہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ ص۴۶۷)

(1710) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ: ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ مَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيْثَتَيْنِ: الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ. لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ، فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا، فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخاً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور دوران خطبہ فرمایا: اے لوگو! تم دو قسم کے درختوں سے کھاتے ہو جن کو میں برا سمجھتا ہوں۔ پیاز اور لہسن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جس آدمی سے ان چیزوں کی بو آتی تو اس کو مسجد سے نکال کر باہر بقیع کی طرف نکال دیتے اور جو ان کو کھائے پکا کر کھائے تا کہ اس کی بو ختم ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، باب نهى من أكل ثوما اوبصلا أو كراثا اونحوها عن حضور المسجد جلد 2، ص 81، رقم 1286۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب مايومر به من اكل شيئاً من ذلك ان يميته بالطبخ، جلد 3، ص78، رقم 5266، سنن النسائي الكبرىٰ، باب من يخرج من المسجد جلد 2، ص 43، رقم 708، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضي الله عنه، جلد 1، صفحه 27، رقم 186

شرح حدیث: مسجدوں کو خوشبودار رکھیئے!

اُمّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں حضورِ پُرنور، شافعِ یومُ النُّشور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے محلّوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔

(سنن ابی داود، ج۱ ص۱۹۷ حدیث ۴۵۵)

ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللّٰهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهُ أَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ

ترجمہ: یعنی جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔ (مصنف عبدالرزاق، ج۴ ص۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

خوشبو کا استعمال مباح ہے لیکن اسمیں اچھی یا بری نیت کرنے سے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے البتہ یہاں ایک

سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ خوشبو تو انسان اپنی ذات ہی کیلئے لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے لگانے کا کیا مطلب ہوا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعۃ المبارک کے دن یا کسی اور وقت خوشبو لگاتا ہے تو اسکے بارے میں کئی باتوں کا گمان کیا جاسکتا ہے مثلاً یہ کہ وہ شخص محض لذت دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے یا اسکے ذریعے لوگوں پر اپنی مالی حیثیت جتا کر تکبر کا اظہار کرتا ہے تا کہ اسکے ساتھی اس سے حسد کریں یا وہ لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے تا کہ لوگوں کے دلوں میں اسکا رعب و دبدبہ بیٹھ بھی زیادہ ہوگی۔ البتہ پہلا ارادہ یعنی نفس کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا گناہ تو نہیں لیکن اسکے بارے میں سوال ضرور ہوگا۔ اور جس بندے سے سوال اور حساب و کتاب میں سختی ہو وہ برباد ہوگیا۔

اور جو آدمی دنیا میں مباح چیزوں کو استعمال کرتا ہے اگرچہ قیامت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن اسی حساب سے اسکی اُخروی نعمتیں کم کردی جائیں گی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غور کا مقام ہے اور کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ آدمی فانی نعمتوں کے حصول میں جلد بازی کرے اور اُخروی نعمتوں کو ان پر قربان کردے۔ البتہ خوشبو لگانے میں اچھی نیتیں بھی کی جاسکتی ہیں۔

مثلاً:

(۱) جمعہ کے دن خوشبو لگانا پیارے آقا، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اسی لئے خوشبو لگائے۔

(۲) مسجد اللہ (عزوجل) کا گھر ہے اور مسجد کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے چنانچہ اگر خوشبو اس لئے لگائی کہ مسجد کا احترام پیش نظر ہے نیز کیونکہ یہ شخص اللہ (عزوجل) کی زیارت کیلئے جارہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احترام میں خوشبو لگائی یا۔

(۳) مسلمانوں اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو راحت پہنچانے کیلئے خوشبو لگائی تا کہ وہ سکون کے ساتھ عبادت الٰہی (عزوجل) میں مصروف رہ سکیں۔

(۴) یا اس لئے خوشبو لگائی کہ لوگ اسکی غیبت سے بچیں کیونکہ بدبودار شخص کے پیٹھ پیچھے اسکی برائی کا تذکرہ ضرور کیا جاتا ہے۔ (فیضان احیاء العلوم ص ۳۰)

169 بَابُ كَرَاهَةِ الْاِحْتِبَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ لِاَنَّهُ يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوْتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ انْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ

جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت احتباء یعنی گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر کپڑا باندھ کر بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ نیند کو کھینچتا ہے جس سے خطبہ کا سننا فوت ہوجائے گا اور وضو ٹوٹنے کا خوف ہے

(1711) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحُبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَا: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احتباء سے منع فرمایا ہے جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے دونوں نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی، باب ماجاء فی کراهية الاحتباء والامام يخطب، ج 2، ص 390، رقم 514 السنن الکبری للبیھقی، باب من کره الاحتباء فی هذه الحالة لما فيه من اجتلاب، جلد 3، ص 235، رقم 6123 المستدرك للحاكم، کتاب الجمعه، جلد 1، صفحه 427، رقم 1069 سنن ابوداؤد، باب الاحتباء والامام يخطب، جلد 1، صفحه 432، رقم 1112 صحيح ابن خزيمه، باب النهي عن الحبوة يوم الجمعة، جلد 3، صفحه 158، رقم 1815

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین تو فرماتے ہیں کہ دوزانو بیٹھ کر خطبہ سنے پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے اور دوسرے میں زانوؤں پر ہاتھ رکھے تو ان شاء اللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۲۰)

170- بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ عَنْ اَخْذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ حَتّٰى يُضَحِّيَ

جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ عشرہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد ناخن اور بال قربانی سے پہلے نہ کاٹے

(1712) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَّذْبَحُهٗ، فَاِذَا اَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس ذبح کا جانور ہو جس کو وہ ذبح کرے گا تو جب ذی الحج کا چاند نظر آجائے وہ اپنے بال یا ناخنوں میں سے کچھ بھی ہرگز نہ کاٹے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجة وهو مريد التضحية، جلد 6، ص 83، رقم 5236 صحیح ابن حبان، کتاب الاضحية، جلد 13، صفحه 239، رقم 5917 سنن ابوداؤد، باب الرجل ياخذ من شعره فی العشر وهو يريد ان يضحی، جلد 3، ص 51، رقم 2793 مسند ابی يعلی، مسند ام سلمة زوج النبی ﷺ، جلد 12، ص 348، رقم 6917 الالمام باحاديث الاحكام لابن دقيق العيد، باب الهدی، جلد 2، ص 423، رقم 814

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو امیر وجوبًا یا فقیر نفلًا قربانی کا ارادہ کرے وہ بقر عید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کراسکتے اور

تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، لہٰذا قربانی والے پر حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازم نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔

بلکہ جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقرعید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو ان شاء اللہ ثواب پائے گا، جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ مَنْ اَرَادَ سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جو قربانی کرنا چاہے وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جاویں، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نماز جمعہ کے اور حج کیلیے بھی مَنْ اَرَادَ ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے وہ غسل کرے جو حج کرنا چاہے وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی، چونکہ جمعہ و حج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا، اور حضرت صدیق و فاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔ (مرقاۃ) (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۸۵)

171-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوْقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالسَّمَآءِ وَالْاٰبَاءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوْحِ وَالرَّأْسِ وَحَيَاةِ السُّلْطَانِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَالْاَمَانَةِ، وَهِيَ مِنْ اَشَدِّهَا نَهْيًا

مخلوق کے نام کی قسم کھانا منع ہے جیسے نبی کریم، کعبہ، فرشتے آسمان، آباؤ اجداد زندگی، روح، سر، بادشاہ کی زندگی، بادشاہ کی نعمت، فلاں کی قبر اور امانت کی قسم اور ان آخری الفاظ کی سب سے زیادہ سخت ممانعت ہے

(1713) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَصْمُتْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ: "فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَسْكُتْ".

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپوں کے ناموں سے حلف اٹھانے سے منع فرماتا ہے جس نے حلف اٹھانا ہو وہ اللہ کے نام پر حلف دے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ) صحیح کی ایک روایت میں ہے جس نے حلف اٹھانا ہو وہ صرف اللہ کے نام کا حلف اٹھائے یا خاموش رہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من لم یرا کفار من قال ذلك متأولا او جاهلا، جلد 5، ص 226، رقم 5757 صحیح مسلم، باب النهی عن الحلف بغیر الله، جلد 5، ص 80، رقم 4346 السنن الصغری للبیهقی، باب الحلف بالله دون غیره جلد 3، صفحه 218، رقم 4356 موطا امام مالك، باب جامع الایمان، جلد 2، صفحه 480، رقم 1020 سنن ابوداؤد، باب فی کراهیة الحلف بالاباء، جلد 3، صفحه 217، رقم 3251

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا، چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیے اسی کا ذکر ہوا، غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے افلح وابی یعنی قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہوگیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لیے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لیے ہے یہ حدیث بیان کراہت کے لیے۔ (مرقات)

اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام ہیں لہذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الٰہی ہے، قرآن مجید میں زمانہ، انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام ہم پر جاری ہیں نہ کہ رب تعالیٰ پر۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۳۲۲)

(1714) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِيْ، وَلَا بِآبَائِكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الطَّوَاغِيْ": جَمْعُ طَاغِيَةٍ، وَهِيَ الْاَصْنَامُ. وَمِنْهُ الْحَدِيْثُ: "هٰذِهٖ طَاغِيَةُ دَوْسٍ" اَيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُوْدُهُمْ. وَرُوِيَ فِيْ غَيْرِ مُسْلِمٍ: "بِالطَّوَاغِيْتِ" جَمْعُ طَاغُوْتٍ، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ.

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ نہ اپنے باپ دادا کی۔ (مسلم) طواغی: طاغیہ کی جمع ہے اس کا معنی بت ہے اس معنی میں طاغیہ دوس قبیلہ کا بت اور معبود مراد ہے۔ اور مسلم کی روایت کے سوا دو روایات میں طواغیت بھی آیا ہے جو طاغوت کی جمع ہے اس کا معنی شیطان اور بت ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من حلف باللات والعزی فلیقل لا الٰہ الا اللہ، جلد 5، ص 82، رقم 4351 سنن ابن ماجہ، باب النھی ان یحلف بغیر اللہ، جلد 1، صفحہ 678، رقم 2095 مسند ابن أبی شیبۃ، من اسمہ عبدالرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ، صفحہ 161، رقم 860 مسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 158، رقم 4658 مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 276، رقم 3408

شرح حدیث: قسم اٹھانا مکروہ

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے: رب کائنات کے اسماء اور صفات کے علاوہ ہر چیز کی قسم اٹھانا مکروہ ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں یا کعبہ یا فرشتے یا امانت، زندگی یا روح وغیرہ ہو ان سب سے زیادہ بری امانت کی قسم ہے۔۔۔ علماء کا قول ہے: غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے قسم اس کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے اور عظمت کی حقیقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ مذکورہ احادیث کا ظاہر قسم کو اللہ کے ساتھ خاص کرتا ہے لیکن فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ قسم اللہ کی اور اس کی ذات اور بلند صفات سے بھی منعقد ہوجاتی ہے

(1715) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ الحلف بالامانۃ، جلد 3، ص 218، رقم 3255: السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من حلف بغیر اللہ ثم حنث او حلف بالبراءۃ من الاسلام، جلد 10، ص 30، رقم 20331 مسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ جلد 2، صفحہ 141، رقم 4426 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفصل الثانی فیما نھی عن الحلف بہ، جلد 11، ص 656، رقم 9284

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر امانت سے مراد شرعی احکام ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو یہ قسم ناجائز ہے اور اس میں کفارہ نہیں، قرآن کریم میں شرعی احکام کو امانت فرمایا گیا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یہ قسمیں کفار کھاتے تھے نماز کی قسم وغیرہ، اور اگر مراد امانت اللہ ہے تو قسم معتبر ہے اسی پر کفارہ واجب کہ امانت اللہ کی صفت ہے اور صفات الٰہی کی قسم معتبر ہے جیسے اللہ کے علم یا قدرت یا سمع بصر کی قسم، رب تعالی کا نام شریف امین بھی ہے۔ (مرقات، واشعہ) خیال رہے کہ جو کہے بسم اللہ میں یہ کروں گا اگرچہ قسم ہی کی نیت سے کہے قسم نہ ہوگی کہ یہ عرف کے خلاف ہے ایسے ہی حق اللہ کی قسم معتبر نہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۳۵)

(1716) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ، فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَاِنْ كَانَ صَادِقًا، فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور کہا کہ یہ کام کروں تو میں اسلام سے بری ہوں اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے کہا اور اگر سچا ہے تو پھر بھی اسلام کی طرف سلامتی سے نہیں لوٹا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی الحلف بالبراءۃ وعلۃ غیر الاسلام، جلد 3، ص 219، رقم 3260: المستدرک للحاکم، کتاب الایمان والنذور، جلد 4، صفحہ 331، رقم 7818 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 355، رقم 23056 مسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 139، رقم 4405 مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، ص 278، رقم 3421

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے یہ کیا ہو تو میں اسلام سے بری و دور ہو جاؤں گا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا اس وقت جھوٹ بول رہا ہے۔

یعنی اسلام سے بری دور ہو ہی جائے گا، یہ فرمان انتہائی ڈرانے کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا جو نماز چھوڑے اس نے کفر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ اگر گزشتہ پر یہ قسم کھائی ہے تو صرف گناہ ہوگا

کفارہ نہ ہوگا کیونکہ غموس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا۔ اگر آئندہ پر یہ الفاظ بولے کہ اگر میں یہ کام کروں تو اسلام سے بیزار و بری ہوجاؤں اگر حلال کو حرام کرنے کے لیے کہا ہے تو قسم ہوجائے گی کہ تحریم حلال قسم ہے۔

یعنی اگر اپنے کو سچا سمجھ کر یہ کلمات کہے اور واقعہ تھا وہ جھوٹا تب بھی اس نے بڑا گناہ کیا مثلاً اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے بات کی ہو تو میں اسلام سے دور ہوجاؤں خیال تھا کہ میں نے بات نہیں کی مگر کی تھی، تب بھی اس کلمہ میں گناہ ہے کہ اس نے اسلام کو معمولی دیکھا سمجھا، یہ ہی حکم ہے یہ کہنے کا میں نماز و روزہ حج زکوۃ سے بری ہوں، کیونکہ اسلامی احکام کو ہلکا جاننا بات بات پر ان سے بیزاری کا اظہار کرنا بڑا ہی خطرناک ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۳۶)

(1717) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهٗ: "كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ عَلَى التَّغْلِيْظِ. كَمَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ".

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سنا کہ کعبہ کی قسم اٹھا رہا ہے تو حضرت ابن عمر ﷺ نے فرمایا: اللہ کے غیر کے ساتھ قسم نہ اٹھا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے غیر کے نام کے ساتھ قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا شرک کیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علما نے وضاحت کی کہ کفر اور شرک تغلیظ کے طور پر ہے جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ریا شرک ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ، جلد 3، ص 46، رقم 1535، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراھیۃ الحلف بغیر اللہ عزوجل، جلد 10، ص 29، رقم 20324، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان والنذور، جلد 6، صفحہ 318، رقم 7814، سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ الحلف بالآباء، جلد 3، صفحہ 217، رقم 3253، صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، جلد 10، ص 199، رقم 4358

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی قسم

اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں اون میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہوجائیگی خواہ بول چال میں اوس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عزوجل) کی قسم، خدا کی قسم، رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یوہیں خدا کی جس صفت کی قسم کھائی جاتی ہو اوس کی قسم کھائی ہوگئی مثلاً خدا کی عزت وجلال کی قسم، اوس کی کبریائی (2) کی قسم، اوس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اوس کی عظمت کی قسم، اوس کی قدرت وقوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، ان الفاظ سے بھی قسم ہوجاتی ہے حلف کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک،

مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اوس کی نسبت حدیث میں فرمایا: وہ ویسا ہی ہے جیسا اوس نے کہا۔ یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یوہیں اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اوس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الأیمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا... إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۲۔ ۵۴) (والدر المختار ورد المحتار، کتاب الأیمان، مطلب: فی الفرق... إلخ، ج ۵، ص ۴۹۹۔ ۵۰۳، وغیرہا)

172-بَابُ تَغْلِيْظِ الْيَمِيْنِ الْكَاذِبَةِ عَمْدًا

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت منع ہے

(1718) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ"قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) (آل عمران: 77). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے مال پر ناحق حلف اٹھایا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ناراضگی کی حالت میں ملے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق میں اللہ عزوجل کی کتاب کی ہم پر تلاوت سے کی "وہ لوگ جو اللہ کے وعدہ اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی رقم خریدتے ہیں۔ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے روز نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الخصومة فی البئر و القضاء فیها، جلد 2، ص 831، رقم 2229 صحیح مسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرة بالنار، جلد 1، ص 86، رقم 374 الاحاد و المثانی لاحمد الشیبانی حدیث عدی بن عدی الکندی جلد 4، ص 396، رقم 2445 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب من قال علی عهد الله یریدبه یمینا، جلد 10، ص 44، رقم 20403 المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الاحکام، جلد 1، صفحه 251، رقم 1004

شرح حدیث: جھوٹی قسم کھانے والے تاجر کیلئے دردناک عذاب ہے

حضرتِ سیِّدُنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے حبیب، حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی تو میں نے عرض کی: وہ تو تباہ و برباد ہو گئے، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: (۱) تکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والا اور (۲) احسان جتلانے والا

اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔ (صحیح مسلم ص ۶۷ حدیث ۱۷۱ (۱۰۶))

جھوٹی قسم سے بَرَکت مٹ جاتی ہے

اِس روایت سے خُصوصاً وہ تاجر و دُکاندار حضرات عبرت پکڑیں جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتے ہیں، اشیاء کے عُیوب (یعنی خامیاں) چھپانے اور ناقص و گھٹیا مال پر زیادہ نَفع کمانے کی خاطر پے دَر پے قسمیں کھائے چلے جاتے ہیں اور اس میں کسی قِسم کی عار (یعنی شرم و جھجک) محسوس نہیں کرتے، اِن کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالِک و مختار بِاِذنِ پَروَردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جھوٹی قسم سے سودا فروخت ہوجاتا ہے اور بَرَکت مِٹ جاتی ہے۔ (کَنْزُ الْعُمّال ج۱۶، ص۲۹۷ حدیث ۴۶۳۷۶) ایک اور جگہ فرمایا: ''قسم سامان بِکوانے والی ہے اور بَرَکت مِٹانے والی ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵ حدیث ۲۰۸۷)

مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: بَرَکت (مِٹ جانے) سے مُراد آیندہ کاروبار بند ہوجانا ہو یا کئے ہوئے بیوپار میں گھاٹا (یعنی نقصان) پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکا کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا، یا جو رقم تم نے اُس سے حاصل کر لی اُس میں بَرَکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے بَرَکتی ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۲۴۴)

(1719) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ. وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ اَرَاكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق اپنی قسم کے ساتھ کاٹا اللہ نے اس کے لیے آگ لازم کردی اور اس پر جنت حرام کردی تو ایک آدمی نے عرض کیا: (یارسول اللہ) اگرچہ وہ معمولی چیز ہو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ بھی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرھا خیر امنھا أن یأتی الذی، جلد 5، ص 85، رقم 4361، سنن ترمذی، باب ماجاء فی الکفارۃ قبل الحنث، جلد 2، صفحہ 107، رقم 1530، السنن الصغری للبیھقی، باب الکفارۃ بالمال قبل الحنث، جلد 3، ص 229، رقم 4394، سنن النسائی الکبری، باب الکفارۃ قبل الحنث، جلد 3، ص 127، رقم 4723

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

و: مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف (تہمت) بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاستیں جو مال نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے، یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے۔ (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم۔ مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہ ہی سزا ہے لہذا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون و مال کی طرح محترم ہیں اس لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹے گا۔

اگر اس مجرم نے یہ کام حلال جان کر کیے تو کافر ہوا اور دائمی جہنم کا حقدار اور اگر حرام سمجھ کر کیا تو ابرار کے ساتھ جنت کا اول داخلہ اس پر حرام ہو گیا، اشرار کے ساتھ اولاً سزا پائے گا پھر ایمان کی برکت سے بخشا جائے گا کیونکہ مسلمان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی نہیں۔

عرب میں پیلو (وان) بہت معمولی درخت ہے، پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۴۴۴)

(1720) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْكَبَائِرُ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: "اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ" قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" قُلْتُ: وَمَا الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ: "اَلَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ!" يَعْنِيْ بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، جان کو قتل کرنا اور ارادہ سے کسی کے کام پر جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری) اور ان کی ایک اور روایت میں ہے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا عرض کی: یارسول اللہ! کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جھوٹی قسم کھانا اس نے عرض کی جھوٹی قسم کیا ہوتی ہے۔ فرمایا: وہ جو مسلمان آدمی کا مال ہتھیا لے یعنی ایسی قسم کے ساتھ جس میں وہ جھوٹا ہو۔

شرح حدیث: جھوٹی قسم کی سزا

اسرائیلیات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: یارب عزوجل! جو تیرے نام کی جھوٹی قسم اٹھائے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: میں اس کی زبان کو آگ کے دو انگاروں کے درمیان پاٹ دوں گا۔ عرض کیا: یارب عزوجل! تو جو جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال لوٹ لے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: میں جنت سے اس کا حصہ کاٹ دوں گا۔

(بحر الدموع ص ۲۸۹)

جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے (فتاویٰ رضویہ مُخرجہ ج ۱۶ ص ۶۰۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگر چہ) اس کا کوئی کفّارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنّم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۱)

173-بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ الْمَحْلُوْفَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُكَفِّرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

جو کوئی حلف اٹھائے پھر اس سے کوئی کام بہتر دیکھے جس پر قسم اُٹھائی تو وہ کرلے جس کو بہتر دیکھے اور قسم کا کفارہ دے دے

(1721) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّ كَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو کسی کام پر قسم اٹھا لے پھر اس کے سوا تو اس سے بہتر دیکھے تو وہ کر جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کردینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے، اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَکُمْ جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤں گا، یہ کپڑا نہ پہنوں گا۔

مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔ (مراٰۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۲۷)

(1722) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، وَلْيَفْعَلِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھا تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور وہ کرے جو بہتر ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے، واؤ صرف جمع چاہتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، یہ امر بعض موقعوں پر وجوب کے لیے ہوگا بعض موقعوں پر استحباب کے لیے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔ (مراٰۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۲۸)

(1723) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنِّیْ وَاللّٰہِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ، ثُمَّ اَرٰی خَیْرًا مِّنْہَا اِلَّا کَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ، وَاَتَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں انشاء اللہ کسی کام پر حلف اٹھاؤں پھر دیکھوں جو اس سے بہتر ہے تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کروں گا جو اس سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، جلد 6، ص 244، رقم الحدیث 6249 صحیح مسلم، باب ندب من حلفا یمینا فرأی غیرھا خیرا منہا أن یاتی الذی ھو خیر، جلد 5، ص 82، رقم 4352 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الحلف باللہ عزوجل اوباسم من اسماء اللہ، جلد 10، ص 26، رقم 20302 سنن ابوداؤد، باب الرجل یکفر قبل ان یحنث، جلد 3، صفحہ 195، رقم 3278 سنن ابن ماجہ، باب من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منہا، جلد 1، ص 681، رقم 2107

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یہاں یمین سے مراد وہ کام ہے جس پر قسم کھائی جائے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حلف اور یمین تو ایک ہی چیز ہے پھر علٰی یمین کے لیے؟

یعنی قسم توڑ کر کفارہ دوں گا یا کفارہ دینے کا ارادہ کرلوں گا پھر قسم توڑوں گا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کیسا کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کبھی حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا، وقت سے پہلے نماز، رمضان سے پہلے روزہ جائز نہیں اسی طرح قسم توڑنے سے پہلے کفارہ درست نہیں۔ خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں کفارہ مالی حنث سے پہلے ہوسکتا ہے مگر روزہ کفارہ حنث سے پہلے نہیں ہوسکتا یعنی قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا سبب قسم ہے حنث تو اسکی شرط ہے، رب تعالٰی نے فرمایا: کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ کفارہ کو قسم کی طرف منسوب فرمایا، نسبت سے معلوم ہوا کہ کفارہ کا سبب قسم ہے جیسے کہا جاتا ہے رمضان کے روزے عصر کی نماز، کعبہ کا حج، نسبت و اضافت سبب ہونے کی علامت اور حکم اپنے سبب پر مقدم نہیں ہوتا، شرط پر مقدم ہوسکتا ہے۔ سال سے پہلے زکوۃ دے سکتے ہیں، ہمارے امام اعظم کے ہاں کوئی کفارہ مالی ہو یا بدنی حنث سے پہلے جائز نہیں کیونکہ کفارہ کا سبب حنث ہے نہ قسم کفارہ کے معنی ہیں گناہ مٹانے یا چھپانے والی چیز قسم کھانا گناہ نہیں قسم توڑنا گناہ ہے لہذا توڑنا ہی سبب کفارہ ہوا اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں کفارہ کی نسبت شرط کی طرف ہے جیسا کہا جاتا ہے اس سال کی زکوۃ، دیکھو سال زکوۃ کی شرط ہے سبب نہیں مگر اضافت ہو رہی ہے پھر شوافع جب قسم کو کفارہ کا سبب مانتے ہیں تو روزوں کو مقدم کرنا درست کیوں مانتے ہیں۔

مثلاً اگر قسم کھائی جائے کہ میں اپنے والد سے کلام نہ کروں گا تو چاہیے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر کفارہ دے دے۔ خیال رہے کہ واؤ جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے دے پھر قسم توڑے، بعض روایات میں ثم وارد ہوا فلیکفر عن یمینہ ثم لیأت بالذی ھو خیر مگر یہ روایت درست نہیں۔ مسلم، بخاری میں وارد ہے یہاں مرقات نے ثم اور واؤ کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واؤ کی روایت کو ترجیح

دی اگرثم کی روایات صحیح بھی ہوں تو بھی شوافع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۲۶)

(1724) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّلَجَّ اَحَدُكُمْ فِيْ يَمِيْنِهٖ فِيْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ اَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِيْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهٗ: "يَلَجّ بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ اَيْ: يَتَمَادٰى فِيْهَا، وَلَا يُكَفِّرُ، وَقَوْلُهٗ: "اٰثَمُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، اَيْ: اَكْثَرُ اِثْمًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کا اپنے گھر والوں کے بارے قسم پر ضد کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے اس سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ (متفق علیہ) یلج : لام پر زبر اور جیم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس پر ڈٹا رہے اور کفارہ ادا نہ کرے اور اٰثم : ثا مثلثہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے گناہ زیادہ کرنا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، جلد 6، صفحہ 244، رقم الحدیث 6250 صحیح مسلم، باب النهی عن الاصرار علی الیمین فیما یتأذی به اهل الحالف مالیس حرام، جلد 5، ص 88، رقم 4381 السنن الکبری للبیهقی، باب من حلف علی یمین فرای خیرا منها فلیات الذی هو خیر، جلد 10، ص 32، رقم 20347 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 317، رقم 8193 مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، ص 277، رقم 3414

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یلجی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاۃ و لجاجۃ کا مضارع ضرب یضرب سے لجاجہ کے معنے ہیں اڑ جانا، مصر ہوجانا، قائم رہنا یعنی جو شخص اپنے گھر والوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلاً یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کروں گا یا بیوی سے ایک دو ماہ صحبت نہ کروں گا۔

یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑے اور گھر والوں کے حقوق ادا کرے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ خیال رہے کہ یہاں ثم تفضیل مقابلہ کے لیے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب کہ اگرچہ رب تعالیٰ کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لیے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر یہاں قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۲۶)

174-بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِيْنِ وَاَنَّهٗ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ، وَهُوَ مَا يَجْرِيْ عَلَى اللِّسَانِ

لغو قسم معاف ہے اس میں کفارہ نہیں، وہ وہ ہے جو بلا ارادہ زبان پر جاری

بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهٖ عَلَى الْعَادَةِ: لَا وَاللهِ، وَبَلٰى وَاللهِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ

ہو جائے جیسے لا واللہ، بلی واللہ وغیرہ اور اس قسم کے الفاظ

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ) (المائدة: 89).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو کی وجہ سے گرفت نہیں فرماتا لیکن اس پر گرفت فرماتا ہے جن قسموں کا تم نے ارادہ کیا تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط کھانا دینا یا ان کو لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے تو جس نے (یہ) نہ پایا تو اس پر تین دن کے روزے ہیں یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھاؤ اور اپنی قسموں کا خیال کرو۔

(1725) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ) فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللهِ، وَبَلٰى وَاللهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ یہ آیت اتری: ''اللہ تم کو تمہاری قسموں کی وجہ سے نہ پکڑے گا''۔ یہ آیت آدمی کے قول لا واللہ اور بلی واللہ کے بارے نازل ہوئی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم" جلد 4، ص 168، رقم 4337، السنن الکبری للبیہقی، باب لغو الیمین، جلد 10، صفحہ 48، رقم 20427، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الایمان، جلد 1، صفحہ 232، رقم 925، مسند الشافعی، الباب الاول فیما یتعلق بالیمین، جلد 1، صفحہ 135، رقم 245، مصنف عبد الرزاق، باب اللغو وما ھو، جلد 8، صفحہ 473، رقم 15951۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ، لغو بمعنے بے کار، قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئے واللہ جائے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آگیا لیکن وہ آیا نہ تھا، یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہ ہی تفسیر فرمائی امام اعظم و امام احمد کا یہ ہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو، نذر کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمداً ہوں تب بھی درست ہیں خطاء یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح،

طلاق اور قسم۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطاء ونسیان اٹھالیے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزوری بات ہے کیونکہ خطاء ونسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام پر، روزے میں خطاء پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اس پر گناہ نہیں ایسے خطاء قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں۔اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے۔

یعنی شرح سنہ میں اس حدیث کے وہ الفاظ منقول ہیں جو مصابیح میں نقل فرمائے، وہ یہ ہیں قالت لغوالیمین قول الھمان لا واللہ وبلی واللہ۔(اشعہ)(مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۲۳۲)

175-بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

بیع میں حلف اٹھانا پسندیدہ نہیں اگرچہ سچا ہو

(1726) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قسم سامان کے بکنے کا سبب ہے۔برکت کے مٹنے کا سبب ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث:صحیح بخاری، باب یمحق الله الربا ویربی الصدقات، جلد 2، ص 785، رقم 1981 صحیح مسلم، باب النهی عن الحلف فی البیع، جلد 5، صفحه 56، رقم 4209 السنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة الیمین فی البیع، جلد 5، ص 265، رقم 10709 سنن ابوداؤد باب فی کراهیة الیمین فی البیع، جلد 3، صفحه 250، رقم 3337 مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 382، رقم 7755

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ یہاں الحلف میں الف لام عہدی ہو اور قسم سے مراد جھوٹی قسم ہو، برکت سے مراد آئندہ کاروبار بند ہو جانا ہو یا کیے ہوئے بیوپار میں گھاٹا پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکہ کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا یا جو رقم تم نے اس سے حاصل کر لی اس میں برکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے برکتی ہے،صفائی معاملات سیکھو۔(مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۴۰۰)

(1727) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے آپ کو بیع میں زیادہ حلف سے بچاؤ کیونکہ یہ سامان کو فروخت کروا دیتا ہے پھر برکت مٹا دیتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث:صحیح مسلم، باب النهی عن الحلف فی البیع، جلد 5، ص 56، رقم 4210 السنن الکبری للبیهقی، باب

كراهية اليمين في البيع، جلد5، ص 265، رقم 10190 مسند امام احمد بن حنبل، حديث أبي قتادة الانصاري رضي الله عنه، جلد 5، ص 297، رقم 22597 مصنف ابن ابي شيبه، باب ما نهي عنه من الحلف، جلد 7، صفحه 20، رقم 22633 مستخرج أبي عوانة، باب حظر كثرة الحلف في البيع و وجوب اجتنابه فيه، جلد 6، ص 115، رقم 4448

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں زیادہ قسم سے ممانعت ہے تھوڑی قسموں کی اجازت ہے کہ تجارت میں کبھی قسم کھانی ہی پڑ جاتی ہے، بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسموں سے ممانعت ہے سچی قسم کی اجازت ہے مگر ترجیح اسے ہے کہ مطلقًا قسم سے ممانعت ہے، کثرۃ کا لفظ اتفاقی ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔ مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت میں سچی قسمیں بھی نہ کھاؤ کہ کبھی جھوٹی قسم بھی منہ سے نکل جائے گی نزلہ سے بچو تا کہ بخار سے محفوظ رہو۔

يُنَفِّقُ ف کے شد اور کسرہ سے ہے تنفیق کا مضارع، انفاق سے نہیں ہے، تنفیق بمعنی ترویج ہے یعنی قسم سے لوگ دھوکا کھا کر خرید لیتے ہیں اور مال چل پڑتا ہے مگر آئندہ کو جھوٹے تاجر کا اعتبار نہیں رہتا، تجارت اعتبار پر چلتی ہے۔ افسوس کہ یہ سبق مسلمان تاجر بھول گئے، کفار خصوصًا انگریزوں نے یاد کرلیا، آج ان کی راستبازی ضرب المثل بن چکی ہے اسی لیے وہ تجارت میں سب سے آگے ہیں۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۳۹۹)

176- بَابُ كَرَاهَةِ اَنْ يَّسْاَلَ الْاِنْسَانَ بِوَجْهِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ غَيْرَ الْجَنَّةِ، وَ كَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَاَلَ بِاللهِ تَعَالٰى وَتَشَفَّعَ بِهٖ

یہ مکروہ ہے کہ آدمی اللہ عزوجل کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ اور مانگے اور جو اللہ تعالٰی کے نام پر مانگے اس کو نہ دینا بھی مکروہ ہے

(1728) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللهِ اِلَّا الْجَنَّةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ طلب کیا جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب كراهية المسئالة بوجه الله تعالى، جلد 2، ص 55، رقم 1673 جامع الاصول لابن اثير، الفرع الرابع في احاديث متفرقة، جلد 10، ص 160، رقم 7644 مشكوة المصابيح، باب افضل الصدقة، جلد 1، ص 438، رقم 1944

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے: ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالٰی کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَنْ تُدْخِلَنَا الْجَنَّةَ۔ فقیر احمد یار کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے نام پر جنت مانگو جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے جنت مانگی اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالٰی سے جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالٰی کو مانگو۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم از تو مے خواہم خدا را   خدایا از تو عشق مصطفٰے را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لیے جنت بھی مانگ لی عرض کیا آپ سے آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں جو جنت میں ہوگی۔ (مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۱۷۰)

(1729) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰہِ، فَاَعِیذُوْہُ، وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ، فَاَعْطُوْہُ، وَمَنْ دَعَاکُمْ، فَاَجِیْبُوْہُ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَکَافِئُوْہُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَا تُکَافِئُوْنَہٗ بِہٖ فَادْعُوْا لَہٗ حَتّٰی تَرَوْا اَنَّکُمْ قَدْ کَافَاْتُمُوْہُ"۔ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ بِاَسَانِیْدِ الصَّحِیْحَیْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے ساتھ پناہ حاصل کرے اس کو پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اس کو دے دو اور جو تم کو دعوت دے۔ اس کی دعوت کو قبول کرو اور جس نے بھلائی کی تمہارے ساتھ اس کو بدلہ دو اگر تم کو بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ ملے تو اتنی دعائیں دے دو کہ تم سمجھ لو اب اس کے احسان کا بدلہ ہو چکا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور نسائی نے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب عطیۃ من سأل اللہ، جلد 2، صفحہ 52، رقم 1674 صحیح ابن حبان، باب المسألۃ والاخذ وما یتعلق بہ من المکافأۃ والثناء والشکر، جلد 8، ص 199، رقم 3408 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب عطیۃ من سأل باللہ عزوجل، جلد 4، صفحہ 199، رقم 8143 مسند عبد بن حمید، احادیث بن عمر، جلد 1، ص 256، رقم 806 مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 95، رقم 5703

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اسے دیدو کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کہہ دو، یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔

بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے ایسے ہی میت کے کھانے پر رسمی دعوت قبول نہ کرے لہذا یہ فرمان فتوٰی فقہاء کے خلاف نہیں۔

اس طرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے قولی، عملی، مالی تم بھی اس سے ویسا سلوک کرو۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: ھَلْ

جَزَآءُ الْاِحْسٰنِ اِلَّا الْاِحْسٰنُ اور فرماتا ہے: وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لیے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

لیا ظلم کا عفو ہے انتقام — علیہ الصلوۃ علیہ السلام

اس طرح کہ کہو جزاك الله یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللهم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا تو آپ پہلے اسے دعائیں دیتیں پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے، رضی اللہ عنہا۔ (مرقات)

اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کرسکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بے شمار پہنچ رہے ہیں، ہر کلمہ، ہر تلاوت، ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ شعر

حی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — اس کے پیارے سے محبت کیجئے

(مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۱۶۹)

177- بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ: شَاهَنْشَاهُ لِلسُّلْطَانِ وَغَيْرِهٖ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ، وَلَا يُوْصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

بادشاہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے کیونکہ اس کا (کہنا) معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور یہ وصف اللہ سبحانہٗ کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں

(1730) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: "مَلِكُ الْاَمْلَاكِ مِثْلُ: شَاهَنْشَاهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند نام اس آدمی کا ہے جو ملک الاملاک کہلائے۔ (متفق علیہ) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ملک الاملاک شہنشاہ کی طرح ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب البغض الاسماء الی الله، جلد 8، صفحه 45، رقم 6205 صحیح مسلم، باب تحریم التسمی بملك الاملاك و بملك الملوك، جلد 6، صفحه 174، رقم 5734 السنن الکبری للبیهقی، باب مایکره ان لیسمی به، جلد 9، صفحه 306، رقم 19790 المستدرك للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، صفحه 290، رقم 7724 سنن ابوداؤد، باب فی تغییر الاسم القبیح، جلد 4،

صفحہ 445، رقم 4963

شرحِ حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس لیے کہ ان ناموں میں فخر وتکبر کا اظہار ہے نہ ذلت کے نام رکھو نہ فخر وتکبر کے۔ خیال رہے کہ ناموں کا اور حکم ہے القاب وخطابات کا دوسرا حکم۔ کسی کو ملک العلماء کا خطاب دینا ممنوع نہیں نام رکھنا ممنوع ہے، ملك الاملاك کا ترجمہ ہے بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ اور ظاہر ہے کہ اس نام میں تکبر ہے۔ اس عبارت میں رجل سے پہلے نام محذوف ہے اور یہ اخنی الاسماء کی خبر ہے۔ (اشعہ)
یعنی حقیقی اور دائمی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے بندوں کی بادشاہت وملکیت عارضی ہے ایسے نام رکھنے والا گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔ خیال رہے کہ املاك جمع ہے ملك کی لام کے کسرہ سے اور ممالک جمع ہے ملک کی لام کے ضمہ سے ملوك جمع ہے ملک بمعنی بادشاہ کی مالک الملوک، مالک الاملاک اور مالک ممالک تمام نام ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ ناراضی جب ہے جب کہ وہ شخص اس نام سے راضی ہو اگر راضی نہیں تو وبال اس کے ماں باپ پر ہے جنہوں نے اس کا نام یہ رکھا اسے چاہیے کہ اپنا نام تبدیل کرے۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۵۹۲)

178-بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَّنَحْوِهٖ

فاسق اور بدعتی کو سردار کہہ کر پکارنے کی ممانعت

(1731) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَاِنَّهٗ اِنْ يَّكُ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت بریدہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاسق کو سردار نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ضرور ناراض کر دیا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لایقول المملوك، جلد 4، صفحه 451، رقم 4979 الادب للبیهقی، باب حفظ المنطق، جلد 1، صفحه 189، رقم 321 الادب المفرد للبخاری، باب لایقل للمنافق سید، جلد 1، صفحه 267، رقم 760 مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ ﷺ من نهیه ان یقال للمنافق سید، جلد 13، ص 201، رقم 5229

شرحِ حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس حکم میں کافر، فاسق، منافق سب ہی داخل ہیں بلاضرورت خوشامد کے لیے ان لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سخت جرم ہیں، رب تعالیٰ نے عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کا سید نہ کہا بلکہ زلیخا کا سید یعنی خاوند کہا اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو صرف سید کہو نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے، یوں ہی اسے سردار، سرور، حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ تعظیمی الفاظ کفار کے لیے استعمال کرنا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں ضرورت دین یا ضرورت دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بیدینوں کو مولانا تعظیماً کہنا جائز نہیں کہ مولیٰ تو سید

سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مولانا فرمایا گیا سیدنا نہیں کہا گیا انت مولانا، ہاں اگر مولیٰ بمعنی غلام مراد لے کر اسے مولانا کہا جاوے تو جائز، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ مَوَالِيكُمْ بہرحال تور یہ جائز ہے تعظیم ناجائز، اس کی پوری تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھو۔ (مراۃ المناجیح ج٦ ص٢١٦)

179-بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰى

بخار کو گالی دینا مکروہ ہے

(1732) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دخلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ، أَوْ أُمِّ الْمُسَيّبِ فَقَالَ: "مَا لَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ - أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيِّبِ - تُزَفْزِفِيْنَ؟" قَالَتْ: الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللهُ فِيْهَا! فَقَالَ: "لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "تُزَفْزِفِيْنَ" اَيْ تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً، وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ. وَهُوَ بِضَمِّ التَّاءِ وَبِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ، وَرُوِيَ اَيْضًا بِالرَّاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن اُم سائب یا اُم مسیب پر داخل ہوئے فرمایا: اے اُم سائب یا اے ام مسیب! (تمہیں کیا ہوا) کانپ کیوں رہی ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: بخار ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہ دے۔ آپ نے فرمایا: بخار کو گالی نہ دے یہ تو اولاد آدم کی غلطیوں کو ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم) تزفزفین: یعنی تجھ پر سخت کپکپی طاری ہے اور اس کا مطلب ہے تو کانپ رہی ہے اور یہ تا پر پیش اور زا مکررہ اور فا مکررہ کے ساتھ آئی ہے اور را مکررہ اور قاف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض اورحزن اونحو ذلك، جلد 8، ص 16، رقم 6735۔ الاداب للبیھقی، باب مایرجی فی المصیبات من تکفیر السیات و رُفع الدرجات، جلد 1، ص 448، رقم 737۔ الادب المفرد للبخاری، باب عیادۃ المرضی، صفحہ 182، رقم 516۔ المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 102، رقم 247۔ السنن الکبرٰی للنسائی، باب النھی عن لعن الحمی، جلد 6، صفحہ 262، رقم 10902

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے، لہذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرائے گا۔ امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمہ فی اخبار الحمی، اس میں بروایت حسن مرفوعًا نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرادیتا ہے، حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ مؤمن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے، حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مؤمن کو جہنم سے بچاتا ہے، حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے، تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے سے نہ روکے۔ چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد وغیرہ جایا کرتے

تھے۔(مرقاۃ) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمدللہ مجھے بھی ہمیشہ باکا بخار رہتا ہے مگر اس حالت میں اعلیٰ حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ! (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۶۸)

180-بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيْحِ، وَبَيَانِ مَا يُقَالُ عِنْدَ هُبُوْبِهَا

ہوا کو گالی دینا منع ہے اور ہوا چلے تو کیا کہنا چاہیے؟ اس کا بیان

(1733) عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ، فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ. وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو منذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہوا کو گالی نہ دو جب تم ناپسند چیز دیکھو تو کہو اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور جس کا حکم اسے دیا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس ہوا کے شر سے اور جو اس میں ہے اس کے شر سے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی لانھی عن سب الریاح، جلد 4، ص 521، رقم 2252، الادب المفرد للبخاری، باب لاتسبو الریح، صفحہ 251، رقم 719، سنن النسائی الکبری، باب مایقول اذا ھاجت الریح، جلد 6، صفحہ 231، رقم 10769، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی الدعاء عند الریح، جلد 4، ص 322، رقم 2331، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن ابزی، جلد 5، صفحہ 123، رقم 21176

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی ہوا کو گالی دینے سے فائدہ تو کوئی نہ ہوگا تم مجرم اور گنہگار ہو جاؤ گے۔ اس دعا کے پڑھ لینے سے ثواب بھی پاؤ گے، امن بھی اور کوئی نقصان نہ ہوگا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ لعنت کے اسباب کل تین ہیں: کفر، بدعت، فسق۔ ہوا میں یہ کوئی نہیں تو اس پر لعنت کیسی۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۴۳)

(1734) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "الرِّيْحُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ، تَأْتِيْ بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِيْ بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَلَا تَسُبُّوْهَا، وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيْذُوْا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت سے ہے رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے جب تم اس کو دیکھو تو اس کو گالی نہ دو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی مانگو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ اسے ابوداؤد

بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ هُوَ بِفَتْحِ الرَّاءِ: أَيْ رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ.

نے اسنادِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ اور آپ ﷺ کا فرمان: ''مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ'' را کی زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس کی اپنے بندوں پر رحمت۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب مایقول اذا هاجت الریح، جلد 4، ص 486، رقم 5099، الادب المفرد للبخاری، باب لاتسبو الریح، صفحه 251، رقم 720، السنن الکبری للبیهقی، باب ما کان یقول عندهبوب الریح وینهی عن سبها، جلد 3، ص 361، رقم 6696، المستدرك للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، صفحه 303، رقم 7769، صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحه 287، رقم 1007

شرحِ حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اگر کبھی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکمِ الٰہی سے سب کچھ لاتی ہے۔ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے، مؤمنوں کے لیے رحمت ہے، ایسے غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے یہ بھی رحمت ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے۔

ہوائیں آٹھ ہیں: چار رحمت کی۔ ناشرات، ذاریات، مرسلات، مبشرات اور چار عذاب کی۔ عاصف، قاصف، صرصر، عقیم، پہلی دو سمندروں میں عذاب کی ہیں، آخری دو خشکی میں۔ (مرقاۃ) (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۷۴)

(1735) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہوا تیز چلتی تو کہتے اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس کے ساتھ بھیجی گئی اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس کے شر سے جو اس میں ہے اور اس کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب التعوذ عندرؤیۃ الریح والغیم والفرح بالمطر، جلد 3، ص 26، رقم 2122، السنن الکبری للبیهقی، باب ما کان یقول عندهبوب الریح وینهی عن سبها، جلد 3، ص 360، رقم 6694، سنن ترمذی، باب مایقول اذا هاجت الریح جلد 5، صفحه 503، رقم 3449، السنن النسائی، باب مایقول اذا عصفت الریح، جلد 6، ص 233، رقم 10776، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن أبزی، جلد 5، ص 123، رقم 21177

شرحِ حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آندھی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ اب بھی پڑھنی چاہیئے۔ یعنی اے مولیٰ! میں اس ہوا کی

عمومی بھلائی بھی مانگتا ہوں اور خصوصی بھلائی بھی اور اس کے عمومی اور خصوصی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یعنی اے عائشہ! رب پر امن نہ چاہیے، ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے، بادل کبھی عذاب بھی لاتا ہے، قوم عاد پر عذاب بادل ہی کی شکل میں آیا تھا۔ خیال رہے کہ اللہ کی ہیبت قوتِ ایمانی کی دلیل ہے اور اللہ کے وعدوں پر بے اطمینانی کفار کا طریقہ ہے اور سخت کفر ہے، یوں ہی خدا سے امید ایمان کا رکن ہے، خدا پر امن کفر ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کا خوف ہوتا تھا یعنی ہیبت خدائے تعالیٰ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگرچہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمالیا تھا کہ تمہارے ہوتے کافروں پر بھی عذاب نہ آئے گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے پر اطمینان نہ تھا اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں رب نے وعدہ خلافی کی ہو اور عذاب بھیج دیا ہو جیسا کہ بعض احمقوں نے یہ سمجھا۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۲۷۹)

181-بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ
مرغ کو گالی دینا مکروہ ہے

(1736) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرغ کو گالی نہ دو وہ تو نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد باب ما جاء فی الدیك والبهائم، جلد 4، صفحه 487، رقم 5103، المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه سعيد، جلد 4، صفحه 64، رقم 3620، سنن النسائی الکبرٰی، باب مايقول اذا سمع صياح الديكة، جلد 6، صفحه 234، رقم 10781، مسند امام احمد بن حنبل حديث زيد بن خالد الجهنی، جلد 5، ص 192، رقم 21723، مسند الحمیدی، احادیث زید بن خالد الجهنی، جلد 2، صفحه 356، رقم 814.

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

دیک اسم جنس ہے واحد و جمع سب پر بولا جاتا ہے بمعنی مرغ نر، مادہ کو دجاجہ کہتے ہیں یعنی مرغ کو نہ برا کہو نہ برا سمجھو، یہ بڑا مبارک جانور ہے۔

یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ یہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے، رات لمبی ہو یا چھوٹی آخری تہائی رات میں بھی بولتا ہے اور صبح صادق کے وقت بھی، حتی کہ بعض علماء نے مجرب مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز فرمایا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے، بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے نمازوں کے لیے۔ سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک جانور سفید مرغ کی شکل کا ہے، ہر سحر کو اذان دیتا ہے، اس کی اذان پر زمین کے تمام مرغ اذانِ سحر دیتے ہیں اس لیے مرغ سحر کی اذان کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۰۲۸)

182-بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

انسان کا فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی کہنا منع ہے

(1737) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِيْ إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: "قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ، وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالسَّمَاءُ هُنَا: الْمَطَرُ.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی ہے۔ اس رات بارش ہوئی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: کیا تم جانتے ہو جو تمہارے رب نے فرمایا: ہے صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندوں ہی میں سے بعض نے ایمان اور بعض نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے تو جس نے کہا کہ ہم کو اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش نصیب ہوئی ہے وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے اور ستارے سے کفر کرنے والا ہے تو جس نے کہا کہ فلاں ستارے/ برج کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے۔ (متفق علیہ) اور السَّمَاء کا یہاں پر مطلب بارش ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، جلد 1، ص 169، رقم 846 صحیح مسلم، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، جلد 1، ص 59، رقم 240 السنن الکبری للبیھقی، باب الامام یقبل علی الناس بوجھه اذا سلم، جلد 2، ص 188، رقم 3151 سنن ابوداؤد باب فی النجوم، جلد 4، صفحه 22، رقم 3908 مسند امام احمد بن حنبل، بقیة حدیث زید بن خالد الجھنی، جلد 4، ص 117، رقم 17102

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

غالباً یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ حدیبیہ ایک جنگل ہے جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بحیرہ منزل سے دور مکہ معظمہ سے قریب اس کا کچھ حصہ حل میں ہے کچھ حصہ حرم میں یہاں بیعت رضوان ہوئی بڑا مقدس جنگل ہے ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔

یعنی رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے بعض بندے مؤمن رہے بعض کافر ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تق

تعالیٰ جو کلام فرشتوں سے فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اسے سنتے ہیں جو رب کی سن سکتے ہیں وہ مخلوق کی بھی سن سکتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی وہ ستاروں کو مؤثر نہیں مانتے۔خیال رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مگر انہیں مؤثر ماننا حرام یا کفر ہے ستاروں سے وقت، سمت، آفتاب کا طلوع وغریب معلوم کرلیا جاتا ہے۔

یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا لہذا بارش ہوئی اس کے تاثیر سے بادل اور برسا یہ کہنا حرام بلکہ بعض معانی سے کفر ہے۔خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں مگر یہ کہنا بہت ہی برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔اس لیے بعض روایت میں ہے۔اصبح من الناس شاکرا و کافرا۔(مرقات) (مراۃ المناجیح ج۶ ص ۴۳۲)

183-بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمٍ: يَا كَافِرُ
مسلمان کو اے کافر! کہنا حرام ہے

(1738) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی کو کہے اے کافر تو ان میں سے ایک اس کے ساتھ لوٹا اگر وہ ایسا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کہنے والے پر (اس کا قول) لوٹ جاتا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماینھی من السباب واللعن، جلد 5، ص 224، رقم 5698 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر، جلد 1، ص 56، رقم 225 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی صفات المؤمنین، جلد 1، ص 484، رقم 250 مسند ابو عوانۃ، بیان المعاصی التی اذا قالھا الرجل و عملھا کان کفرا و فسقا، جلد 1، ص 32، رقم 54

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اگر وہ مسلمان واقعی کوئی کفریہ کام یا کفریہ کلام کر چکا ہے تب تو یہ کفر اس پر پڑے گا لیکن اگر اس میں کوئی کفر نہ ہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جاوے گا جب کہ کسی قطعی ایمان والے کو کافر کہے جیسے صحابہ کرام کو خصوصا مبشرین الجنۃ کو کافر کہنے والا یقینا کافر ہے کہ قرآن حدیث تو انہیں مؤمن کہہ رہے ہیں اور یہ انہیں کافر کہتا ہے تو قرآن و حدیث کا منکر ہے یا کسی عقیدہ اسلامیہ کی بنا پر کافر کہتا ہے تو بھی یہ کہنے والا کافر ہے، اس سے وہ شخص مراد نہیں جو کسی کو گالی کے طور پر کافر کہے یا کافر کے معنی ناشکرا یا چھپانے والا کرے لہذا حدیث واضح ہے حضرت خسرو فرماتے ہیں

کافر عشقم مسلمانی مرادر کار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہاں کافر عشق سے مراد ہے عشق کا چھپانے والا اسے دل میں رکھنے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ

بِاللّٰهِ جو کوئی بتوں کو انکار کرے اللہ پر ایمان لائے۔ یہاں کفر بمعنی انکار ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے، فقیر نے جو توجیہ کی ہے ان شاء اللہ اس سے اشکال نہ رہا۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۵۰)

(1739) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللّٰهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "حَارَ": رَجَعَ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی آدمی کو کفر کے ساتھ آواز دی یا کہا اے اللہ کے دشمن اور وہ اس طرح نہ ہو تو کہنے والے پر (اس کا کہنا) لوٹ آتا ہے۔ (متفق علیہ) حَارَ کا مطلب ہے: لوٹا مڑا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب نسبة الیمن الی اسماعیل، جلد 4، صفحه 180، رقم 3508 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه و هو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 226 السنن الکبری للبیهقی، باب من ادعی الی غیر ابیه، جلد 2، ض 412، رقم 15728 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشایخ عن أبی بن کعب، جلد 5، ص 166، رقم 21503 مشکاة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 44، رقم 4817

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔

(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۵۲)

184- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْفُحْشِ وَبَذَاءِ اللِّسَانِ

بے حیائی اور زبان درازی کی ممانعت

(1740) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار طعنہ دینے والا لعنت کہنے والا بے حیا اور زبان دراز نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈ ھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے۔ بعض لوگ جانوروں کو، ہوا کو، گالیاں دیتے ہیں، بعض کے ہاں حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں سب لوگ اس سے

عبرت پکڑیں۔ (مراۃ المناجیح ج۶ص۲۸۰)

(1741) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے حیائی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے اور حیا جس چیز میں ہو اس کو مزین کر دیتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی الفحش والتفحش، جلد 3، صفحہ 186، رقم 1974، الادب المفرد، باب الحیاء، صفحہ 210، رقم 601، جامع الاصول فی احادیث الرسول، الکتاب الرابع فی الحیاء، جلد 3، ص 622، رقم 1959، مسند شہاب للقضاعی، باب ماکان الرفق فی شیء الازانہ، جلد 2، ص 16، رقم 794، مشکاۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 52، رقم 4854

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اگر بے حیائی اور حیا و شرم انسان کے علاوہ اور مخلوق میں بھی ہوں تو اسے بھی بے حیائی خراب کر دے اور حیا اچھا کر دے تو انسان کا کیا پوچھنا حیا ایمان کی زینت، انسانیت کا زیور ہے، بے حیائی انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے۔ (مراۃ المناجیح ج۶ص۶۸۱)

185-بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيْرِ فِي الْكَلَامِ وَالتَّشَدُّقِ فِيْهِ وَتَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْاِعْرَابِ فِيْ مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِ وَنَحْوِهِمْ

کلام میں تکلف اور لا پرواہی اور عوام سے گفتگو میں وضاحت ظاہر کرنا پیچیدہ الفاظ اور مشکل اعراب وغیرہ کا استعمال کرنا مکروہ ہے

(1742) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ": الْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ تین بار آپ نے یہ فرمایا۔ (مسلم) متنطعون: مبالغہ کرنے والے تکلف کرنے والے۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: تنطع بنا ہے نطع سے بمعنی حلق یا منہ کا غار، اس کے لفظی معنی ہیں حلق سے نیچے سے بات نکالنے والے اور مراد ہے نہایت فصیح و بلیغ اور مبالغہ آمیز مگر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ کلام کرنے والے جیسا کہ خوشامدی (جھولی چک) لوگ امیروں کی تعریف میں عموماً کرتے ہیں۔ کلام وہ ہے کہ سادہ ہو تھوڑا ہو مگر دل کی گہرائیوں سے نکلے اس کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے

قرآن وحدیث کی فصاحت بناوٹی نہیں نہ بیکار ہے بلکہ اس سے بے شمار فائدے ہیں کلام کی شیرینی اللہ کی رحمت ہے۔

(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۹۷)

(1743) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ بلیغ آدمی کو ناپسند فرماتا ہے جو زبان سے اس طرح کھاتا ہے جس طرح کے گائے کھاتی ہے۔اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام، جلد 4، ص 459، رقم 5007 سنن ترمذی، باب ماجاء فی الفصاحة والبیان، جلد 5، ص 141، رقم 2853 الاداب للبیهقی، باب کراهیة التشدق فی الکلام و حرفه لیستر به القلوب، جلد 1، ص 86، رقم 316 مصنف ابن ابی شیبة، باب مایستحب من الکلام، جلد 9، صفحه 15، رقم 26822 مجمع الزوائد للهیثمی، باب البیان تشقیق الکلام، جلد 8، ص 216، رقم 13282

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

بلیغ یا تو بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے اگر بلاغت سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے، اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔

یتخلل بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اس سے ہے خلال وہ تنکا جو دانتوں کے بیچ میں جائے۔یتخلل کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعہ روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارا پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیز میں فرق نہیں کرتی۔(مرقات، اشعہ) بقر، بقرہ، باقر، باقرہ سب کے معنی ہیں بیل، گائے۔بقر کے معنی ہیں چیرنا، چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیرتی جاتی ہے اس لیے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والے۔بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کرلیا ہے اس لیے ایک امام کا نام باقر ہے، اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لیے تقریریں کرتے ہیں سو لوگوں کو خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔یہاں مرقات نے بروایت حکم حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم، آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے وعظ تبلیغ دین کے لیے چاہیے۔(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۸۷)

(1744) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے

"اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ، وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ، وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَقَدْ سَبَقَ شَرْحِهِ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ.

میرے نزدیک پسندیدہ اور مجلس میں میرے نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے ہیں اور قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ اور دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے زیادہ گفتگو کرنے والے اپنی گفتگو کے ذریعے لوگوں پر فخر کرنے والے اور تکبر سے منہ بھر بھر کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی تشریح سابقہ باب حسن اخلاق میں گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: پُرحکمت گفتگو کا سبب

بعض حکماء کہتے ہیں: فضول کلام چھوڑ دینا گفتگو میں حکمت پیدا کرتا ہے، پریشان نظری چھوڑ دینا خشوع اور خشیت (یعنی عاجزی اور خوف) پیدا کرتا ہے، فضول شئے کھانے سے اجتناب کرنا عبادت میں مٹھاس پیدا کرتا ہے، زیادہ ہنسنے کو چھوڑنا رعب پیدا کرتا ہے اور حرام میں رغبت نہ کرنا محبت پیدا کرتا ہے، لوگوں کے عیوب کی جستجو چھوڑنا عیوب کی اصلاح کا سبب ہے اور اللہ عزوجل کے معاملہ میں وہم کو چھوڑ دینا شک، شرک اور نفاق کو ختم کر دیتا ہے۔

اشعار

اَلصَّمْتُ نَفْعٌ وَالْكَلَامُ مُضِرَّةٌ فَلَرُبَّ صَمْتٍ فِي الْكَلَامِ شِفَاءُ

فَاِذَا اَرَدْتَ مِنَ الْكَلَامِ شِفَاءً لِسَقَامِ قَلْبِكَ فَالْقُرْآنُ دَوَاءُ

ترجمہ: (۱) خاموشی نفع بخش اور (فضول) گفتگو نقصان دہ ہے، اکثر گفتگو سے پرہیز ہی میں فائدہ ہوتا ہے۔

(۲) جب تو گفتگو سے اپنے قلبی مرض کی شفا کا ارادہ کرے تو تلاوتِ قرآن مجید اس کی بہترین دوا ہے۔

سلامتی کا نسخہ

حضرتِ سیِّدُنا لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا! جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھا کام کرتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ نادم ہوتا ہے۔

چند اشعار

اِحْفَظْ لِسَانَكَ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ لَايَقْتُلَنَّكَ اِنَّهُ ثُعْبَانُ

كَمْ فِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِيلِ لِسَانِهِ كَانَتْ تَهَابُ لِقَائَهُ الشُّجْعَانُ

ترجمہ: (۱) اے انسان! اپنی زبان کی نگہبانی کر، یہ کہیں تجھے ہلاکت میں نہ ڈال دے، بے شک یہ اژدہا (بڑا سانپ) ہے۔

(۲) اپنی زبان کی ہلاکتوں سے کتنے لوگ مر کر قبروں میں مدفون ہیں، اور اب (قبر کے) خطرناک سانپ ان کو ڈرا رہے ہیں۔ (مخزن الاخلاق ص ۲۳۵)

186-بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ: خَبُثَتْ نَفْسِي

میرا نفس شریر ہو گیا کہنا مکروہ ہے

(1745) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ: خَبُثَتْ نَفْسِي وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰى "خَبُثَتْ": غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنٰى: "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے بلکہ اس کو کہنا چاہیے لقست نفسی میرا نفس متلاتا ہے۔ (متفق علیہ) علماء نے کہا ہے کہ خبیث اور غشت دونوں کا معنی ایک ہے۔ یعنی دل متلانا لیکن خبث کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایقل خبثت نفسی، جلد 5، صفحه 228، رقم 5825 صحیح مسلم، باب کراهة قول الانسان خبثت نفسی، جلد 7، ص 47، رقم 6015 الاداب للبیهقی، باب حفظ المنطق، جلد 1، صفحه 188، رقم 319 المعجم "الاوسط" للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، جلد 3، صفحه 99، رقم 2612 سنن ابو داؤد، باب لا یقال خبثت نفسی، جلد 4، صفحه 452، رقم 4980

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: عربی میں خبث اور لقس ہم معنی ہیں بمعنی پریشان برائی مگر خبث فساد عقیدہ پر بھی بولا جاتا ہے کفر بیدینی خباثت ہے لہٰذا اپنے لیے یہ لفظ مشترک استعمال نہ کرو کہ اس میں ایک معنی سے اپنے کفر یا بے دینی کا اقرار ہے بلکہ بجائے خبیث کی لقست کہو گویا جس کے لفظ کے دو معنی ہوں اچھے و برے ایسے لفظ کو اپنے لیے نہ بولو۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو صبح کو پڑا سوتا رہتا ہے وہ خبیث النفس کسلان اٹھتا ہے وہاں اپنے کو یا کسی خاص شخص کو خبیث نہیں کہا گیا بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان ہوا، کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر لعنت۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب الایمان میں بیان کر دی ہے وہاں دیکھو۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۰۲)

187-بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْمًا

انگور کو کرم کا نام دینا مکروہ ہے

(1746) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ. فَاِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَاِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "يَقُوْلُوْنَ الْكَرْمُ. اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انگور کو کرم نہ کہا کرو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ کرم مسلمان کا دل ہے اور بخاری اور مسلم دونوں کی روایت میں ہے کہ کرم مومن کا دل ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراهة تسمية العنب كرما، جلد 7، صفحه 46، رقم 6007 صحيح بخاری، باب لاتسبو الدهر، جلد 5، صفحه 228، رقم 5828 مسند أبي يعلى، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 10، صفحه 335، رقم 5929 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحه 464، رقم 9978 مسند البزار، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 447، رقم 8602

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اہل عرب ہر مصیبت کو زمانہ کی طرف سے سمجھتے تھے اس لیے مصیبت پڑنے پر زمانہ کی شکایات کرتے بلکہ زمانہ کو گالیاں دیتے تھے انکے محاورہ کے الفاظ میں اسے یہ لفظ بھی یا خیبۃ الدھر ہائے زمانہ کی محرومی اور زمانہ کا نقصان وخسارہ ہم کو اس سے منع فرمایا گیا۔

اس جملہ کی شرح کتاب الایمان میں گزر گئی اس جملہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالٰی ہی زمانہ کو پھیرنے والا ہے۔ زمانہ کو بُرا کہنا در پردہ رب تعالٰی کی شان میں گستاخی کرنا ہے، ہمارے ہاں بھی یہ بیماری ہے عوام کا ذکر کیا بعض پڑھے لکھے لوگ زمانہ کو برا کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے اپنے بزرگ رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا تو اس میں زمانہ کو بڑی جلی کٹی سنائیں وہ مرثیہ گنگوہی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہیں اپنے بزرگوں کو نبیوں سے بڑھا دیتے ہیں۔
(مراۃ المناجیح ج ٦ ص ٦٠٠)

(1747) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا: الْكَرْمُ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: الْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَيُقَالُ اَيْضًا بِاِسْكَانِ الْبَاءِ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کرم نہ کہو لیکن (انگور کو) عنب اور حبلہ کہہ کر پکارو۔ (مسلم) حبلہ: حا اور فا پر زبر کے ساتھ اور باء کو ساکن بھی پڑھا گیا' انگور کی بیل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: مسلم، باب كراهة تسمية العنب كرما، جلد 7، ص 46، رقم 6009 سنن الدارمی، باب في النهي ان يسمى عنب الكرم، جلد 2، ص 159، رقم 2114 صحيح ابن حبان، باب الاسماء والكنى، جلد 13، صفحه 144، رقم 5831 مسند أبي يعلى، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 11، صفحه 220، رقم 6336 مشكوة المصابيح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 32، رقم 4761

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہاں عنب سے مراد درخت انگور ہے نہ کہ انگور کا پھل، حبلہ درخت انگور کی جڑ کو کہتے ہیں اور عنب انگور کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور درخت انگور کو بھی۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۵۹۹)

188-بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْاَةِ لِرَجُلٍ اِلَّا اَنْ يُّحْتَاجَ اِلٰى ذٰلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

کسی آدمی کے لیے عورت کی خوبیوں کی تعریف کرنا ممنوع ہے ہاں اگر شرعی نکاح وغیرہ کی وجہ سے ضرورت ہو تو اجازت ہے

(1748) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُبَاشِرِ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ، فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت دوسری عورت کو بوسہ نہ دے کہ پھر اپنے شوہر سے اس کی خوبی یوں بیان کرے جیسے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لاتباشر المراۃ المراۃ فتنعتها لزوجها، جلد 7، ص38، رقم 5240، صحیح مسلم، باب ندب انظر الی وجه المرأة ویفهالمن ترید تزوجها، جلد 4، ص 143، رقم 3553، السنن الکبری للبیهقی، باب مایستدل به علی ان الحیوان یضبط بالصفة، جلد 6، ص 23، رقم 11438، سنن ابوداؤد، باب مایؤمر به من غض البصر، جلد 2، ص 212، رقم 2152، صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، جلد 9، صفحه 468، رقم 4160

189-بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْاِنْسَانِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

انسان کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ یقین کے ساتھ مانگے

(1749) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ، فَاِنَّهٗ لَا مُكْرِهَ لَهٗ". وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَيْءٌ اَعْطَاهُ".

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما بلکہ سوال عزم محکم سے کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ عزم اور بڑی رغبت سے سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی چیز دینا اس کے اختیار سے باہر نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیعزم المسألة فانه لامکره له، جلد 8، ص 74، رقم 6339 صحیح مسلم، باب العزم بالدعاء ولایقل ان شئت، جلد 8، ص 64، رقم 6988 موطاء امام مالک، باب ماجاء فی الدعاء، جلد 1، صفحه 213، رقم 496 سنن ابوداؤد باب الدعاء، جلد 1، صفحه 551، رقم 1485 صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحه 257، رقم 977

شرح حدیث: مُفَسّرِ شَہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرمادے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۴۵۰)

(1750) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ، وَلَا يَقُوْلَنَّ: اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ، فَاَعْطِنِيْ، فَاِنَّهٗ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهٗ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پختہ یقین سے سوال کرے اور یوں نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو دے کیونکہ اس کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیعزم المسألة فانه لامکره له، جلد 8، صفحه 74، رقم 6338 صحیح مسلم، باب العزم بالدعاء ولایقل ان شئت، جلد 8، ص 63، رقم 6987 صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحه 257، رقم 988، سنن النسائی، باب النهی ان یقول الرجل اللهم اغفرلی ان شئت، جلد 6، ص 151، رقم 10420 مسند امام احمد، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 101، رقم 11999

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرمادے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۵۰)

صدر الافاضل، بدر الاماثل سید مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بیان کردہ تفسیر سے ایک نہایت مختصر مگر جامع اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لیے چند شرطیں ہیں: ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امرِ ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے

قبول ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس سے اس کے گناہوں کا کفارہ کردیا جاتا ہے

(خزائن العرفان، ص ۷۵۴، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا، ہند)

190- بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ

جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے یوں کہنا مکروہ ہے

(1751) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔ اسے ابوداود نے اسناد حسن صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداود، باب لایقال خبثت نفسی، جلد 4، صفحہ 452، رقم 4982، الاداب للبیہقی، باب حفظ المنطق جلد 1، ص 189، رقم 321، السنن النسائی، باب النہی ان یقال ماشاء اللہ و شاء فلان، جلد 6، ص 245، رقم 10821، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، جلد 5، ص 384، رقم 23313، مشکوۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 35، رقم 4778

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی وعدہ یا آئندہ خبر کو تم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کرو اور ساتھ ہی کسی اور کے ارادہ کا بھی ذکر کرو تو رب و مربوب خالق و مخلوق کے نام واؤ سے نہ ملا کہ اس میں مساوات یا بے ادبی کا احتمال ہے بلکہ ثم کہو تا کہ ثم کی تراخی سے ربوبیت و عبدیت کا فرق معلوم ہو جاوے رب کا ذکر پہلے بندے کا بعد میں اور بیچ میں ثم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ دائمی قدیم ہے اور ذاتی ہے بندہ کی مشیت حادث ہے اور رب کی مشیت کے تابع، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ غرضیکہ یہ فرمان بہت اعلیٰ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۱۴)

اللہ عزّ وجلّ پر بھروسہ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اگر تم اللہ عزّ وجلّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، الحدیث ۲۳۴۴، ص ۱۸۸۷)

191- بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَكُوْنُ مُبَاحًا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَاءٌ. فَأَمَّا الْحَدِيْثُ الْمُحَرَّمُ أَوِ الْمَكْرُوْهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، فَهُوَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ أَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَكَرَاهَةً. وَأَمَّا الْحَدِيْثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ، وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، وَالْحَدِيْث مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ، بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيْهِ. وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَا ذَكَرْتُهُ.

نمازِ عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے

اس سے مراد وہ بات ہے جو دیگر اوقات میں مباح ہے اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے وہ گفتگو جو دیگر اوقات میں حرام یا مکروہ ہے وہ اس وقت زیادہ حرام اور زیادہ مکروہ ہے اور بھلائی کی باتیں کرنا جیسے علمی مذاکرے صالحین کی حکایات اخلاق کی باتیں مہمان کے ساتھ باتیں حاجت مند کے ساتھ باتیں وغیرہ تو اس میں قطعا کراہت نہیں بلکہ یہ مستحب ہے یونہی کسی عذر یا رکاوٹ کی وجہ سے ہوں تو اس میں بھی کراہت نہیں۔ احادیث صحیحہ کے دلائل اس پر جو میں نے ذکر کیا ہے ظاہر ہیں۔

(1752) عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابی برزہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من النوم قبل العشاء، جلد 1، ص 118، رقم 568۔ صحیح مسلم، باب مایقول عند النوم واخذ المضجع، جلد 8، ص 77، رقم 7057۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی برزۃ الاسلمی، جلد 4، صفحہ 421، رقم 19796۔ صحیح ابن خزیمہ، باب الزجر عن السھر بعد صلاۃ، جلد 2، صفحہ 290، رقم 1339۔ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی تعیین اوقات الصلوات، جلد 6، ص 218، رقم 3277

شرح حدیث: عشاء کے بعد جلد سونے کی عادت ڈالنے کی نصیحت

اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لئے اور دن کام کے لیے بنایا۔ لہٰذا عشاء کے بعد لمبی محفلیں لگانا معیوب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند فرماتے تھے اور عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہاں کوئی دین کا پروگرام ہو تو اس کے لئے تو ساری رات گزر جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔

کچھ ضروری مسائل

مسئلہ: عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۳۲، والبحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۴۳۰)

مسئلہ: نماز عشا سے پہلے سونا اور بعد نماز عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں، یوہیں طلوع فجر سے طلوعِ آفتاب تک ذکرِ الٰہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۵۵) (وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، ج ۲، ص ۳۳)

مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، ج ۲، ص ۳۴)

مسئلہ: ابر کے دن عصر و عشا میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر۔

(الهدایة، کتاب الصلاۃ، باب الاول في المواقیت، فصل ویستحب الاسفار بالفجر، ج ۱، ص ۴۱)

مسئلہ: سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے، خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہوگئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگرچہ نماز کے قضا کرنے کا گناہِ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہوگی ہی نہیں اور فرض ذمہ پر باقی ہے۔ ہاں اگر عذر سفر و مرض وغیرہ سے صورۃً جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اوّل وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۵۲)

مسئلہ: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہِ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۵۲) (والدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۳۳)

(1753) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: "أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؛ فَإِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِئَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں نماز عشاء پڑھانے کے بعد سلام پھیر کر فرمایا یہ تمہاری جو آج کی رات ہے اسے جان لو آج سے سو سال پورے ہونے

ظَهْرِ الْاَرْضِ الْيَوْمَ اَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے بعد جواب زمین پر ہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السمر فی العلم، جلد 1، صفحه 34، رقم 116 صحیح مسلم، باب قوله ﷺ لاتاتی مائة سنة و علی الارض منفوسة الیوم، جلد 7، ص 186، رقم 6642 صحیح ابن حبان، فصل فی اعمار هذه الامة، جلد 7، صفحه 256، رقم 2989 مصنف عبدالرزاق، باب مئة سنة، جلد 11، صفحه 275، رقم 20534 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن الزهری عن سالم، جلد 4، ص 227، رقم 3147

شرح حدیث: جنتی کون ہے؟

حضرتِ سیدنا مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ آپ نے عشاء کے بعد وضو کیا، پھر جائے نماز پر پہنچ کر اپنی داڑھی پکڑ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ عزوجل! مالک کے بڑھاپے کو جہنم پر حرام فرمادے، اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ جنتی کون ہے اور جہنمی کون؟ اور" مالک" ان دونوں میں سے کون ہے۔؟ اور مالک کا اخروی گھر کونسا ہے؟ آپ علیہ الرحمۃ طلوع فجر تک یہی مناجات کرتے رہے۔

حضرتِ سیدنا عمرو بن عتبہ بن فرقد علیہ الرحمۃ روزانہ رات کو اپنے گھر سے نکل کر قبرستان آتے اور کہتے ، اے قبر والو! صحیفے لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اٹھالیے گئے۔ پھر قدم سیدھے کر کے ساری رات نماز پڑھتے رہتے پھر واپس آ کر نماز فجر میں حاضر ہو جاتے۔

حضرتِ سیدنا عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے ، تُو بہت نرم اور عمدہ ہے مگر اللہ عزوجل کی قسم! جنت کا بستر تجھ سے زیادہ نرم ہوگا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔
(المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح ص ۱۴۷)

(1754) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُمْ انْتَظَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُمْ قَرِيْبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى بِهِمْ - يَعْنِيْ: الْعِشَاءَ - ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: "اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا، ثُمَّ رَقَدُوْا، وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا تو آپ تقریباً نصف شب میں تشریف لائے ان کو عشاء کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ پس فرمایا: لوگ نمازیں پڑھ کر سو چکے اور تم نماز میں رہے جب تک تم نماز کے انتظار میں ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشا جلد 1، ص 123، رقم 600 صحیح مسلم، باب وقت العشاء وتأخیرها، جلد 2، صفحه 116، رقم 1480 مسند أبي يعلى، مسند انس بن مالك، جلد 6، صفحه 64، رقم 3313 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 3، ص 267، رقم 13846 مشكوة المصابيح، باب تعجيل الصلوات، الفصل الاول، جلد 1، ص 136، رقم 618

شرح حدیث: سیدنا مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مناجات

حضرتِ سیِّدُنا مغیرہ بن حبیب علیہ رحمۃ اللہ المُجیب فرماتے ہیں کہ میں محبوبانِ خدا عزوجل کے مجاہدات اور عارفین کی مناجات کے بارے میں سنا کرتا اور ان میں سے کسی کے حال پر مطلع ہونے کی خواہش کرتا تھا۔ لہذا میں حضرتِ سیِّدُنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار کے ہاں گیا اور چھپ کر انہیں دیکھنے لگا۔ میں کئی راتوں تک ان کی عبادات کو دیکھتا رہا۔ وہ عشاء کے بعد وضوء کرتے اور نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے۔ بعض اوقات ایک یا دو آیتوں کی تکرار میں پوری رات گزار دیتے۔ کبھی آہستہ آہستہ تلاوت کی آواز بڑھا دیتے پھر جب سجدہ کر لیتے اور نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی داڑھی پکڑ لیتے اور بچوں سے بچھڑ جانے والی ماں کی طرح فریاد کرتے اور پریشان حال شخص کی طرح روتے ہوئے یوں دعا مانگتے: یاالٰہی عزوجل! اے میری زندگی کے مالک! اے میری تنہائی کے رفیق! اے مناجات کے سننے والے! تو نے اپنے اس فرمان سے فضل واحسان کیا:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ

ترجمہ کنزالایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ (پ6، المائدہ:54)

اور محب اپنے حبیب کو عذاب نہیں دیتا لہذا تو مالک بن دینار کے بڑھاپے کو جہنم پر حرام فرمادے، یاالٰہی عزوجل! تو جہنمیوں اور جنت میں داخل ہونے والوں کو جانتا ہے، مالک بن دینار کا ان میں سے کونسا گھر ہے؟ اور مالک کا ٹھکانا کونسا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یونہی طلوع فجر تک مناجات کرتے رہتے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ (بحر الدموع ص۱۲۵)

192-بَابُ تَحْرِيْمِ اِمْتِنَاعِ الْمَرْاَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا اِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَّهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

شوہر بیوی کو ہمبستری کے لیے بلائے اور بیوی کے پاس شرعی عذر نہ ہو تو اس کے لیے شوہر کی بات نہ ماننا حرام ہے

(1755) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "حَتّٰى تَرْجِعَ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے پس اس کا شوہر اس پر ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ، دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے، بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک وصاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔
بغیر عذر آنے سے انکار کر دے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ۔ (مرقات)
یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر ہے اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، رات کی لعنت صبح کو اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہو جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ جس کی حکومت، ملکیت، آسمان میں بھی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ اگرچہ زمین وآسمان والا مکان سب ہی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لیے صرف آسمان کا ذکر ہوا، یا آسمان میں رہنے والے فرشتے، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر وپوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔
معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضا مندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا، مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۱۶۷)

193-بَابُ تَحْرِيْمِ صَوْمِ الْمَرْاَةِ تَطَوُّعًا وَّزَوْجُهَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بیوی کے لیے نفلی روزے رکھنا حرام ہے

(1756) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی موجودگی میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی کمائی سے خرچ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح بخاری، باب لا تاذن المراة فی بيت زوجها لاحد الا باذنه، جلد 5، ص 30، رقم 4899 صحیح مسلم، باب

من انفق العبد من مال مولاہ جلد 3، صفحہ 91، رقم 2417 سنن النسائی الکبری، باب صوم المرأۃ بغیر اذن زوجھا جلد 2، صفحہ 175، رقم 2921 الاداب للبیہقی، باب فی مراعاۃ حق الازواج جلد 1، ص 28، رقم 48 المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، جلد 4 ص 191، رقم 7329

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترک سنت پر چاہئے اور درصورت اباحت نہ نکاح پر اصلا جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض وانکار کہ مباح وشرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے، پھر انصاف کی میزان ہاتھ میں لیجئے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی، ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہوجائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنی تقصیر واقع ہونے کا اصلا اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کرسکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع، نہ عورات کی عادات ونقصان عقل ودین پر وقوف کیا، حدیث صحیح میں حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد سُنا کہ:

رأیت النار فلم ارکالیوم منظراقط افظع ورأیت اکثراھلھا النساء

میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت وشنیع نہ دیکھی اور میں نے اہلِ دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔

فقالوا! یارسول اللہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ قال بکفرھن فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ قیل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزوجل سے کفر کرتی ہیں؟ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احداھن الدھرثم رأت منك شیئاً قالت مارایت منك خیراقط اگرتو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلاف مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما (اس کو شیخین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔ت)

(۱۔صحیح بخاری باب صلوۃ الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۴) (صحیح مسلم باب صلوۃ الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۷)

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم:

ان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لك علی طریقۃ فان استمتعت بھا وبھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا۔ رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ ونحوہ احمد ابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالی عنھما۔ (صحیح مسلم باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵)

عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز سی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تُو اس سے نفع لے تو اس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم و ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کی مجمل کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نبھے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں، حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنہیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولتمند ہوجائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں اُن کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وُہ وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعة ازواجهن بحقوقهم وقليل منكن من يفعله۔ رواه البزار والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

(مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی حق المراۃ علی الزوج دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۰۶) (مصنف عبدالرزاق حدیث ۵۹۱۴ حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۸/ ۴۶۳)

شوہروں کی اطاعت اور اُن کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حاملات والدات مرضعات رحیمات باولادھن لولا مایأتین الی ازواجھن لدخل مصلیا تھن الجنة۔ اخرجه الامام احمد وابن ماجة والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔ (المعجم الکبیر حدیث ۷۹۸۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۳۰۲) (مسند امام احمد دارالفکر بیروت ۵/ ۲۵۲)

حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دُودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیں، اگر نہ ہوتی وُہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز والیاں سیدھی جنّت میں جائیں (اس کو امام احمد، ابن ماجہ، کبیر میں طبرانی نے اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔

تو سنّیت درکنارا اکثر عورتوں کے لئے حدیث اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذ اللہ تا حد اکفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ و اجبار، ولہذا احادیث میں

وارد کہ حقوق شوہر اور ان کی شدت سن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصاً وہابیہ ہمیشہ خدا اور رسول سے بڑھ کر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۱: ایک زن خشعمیہ نے خدمت اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! حضور مجھے بتائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زنِ بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں، فرمایا:

فان حق الزوج على الزوجة ان سألها نفسها وهي على ظهر بعير ان لاتمنعه نفسها ومن حق الزوج على الزوجة ان لاتصوم تطوعا الاباذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولايقبل منها ولاتخرج من بيتها الاباذنه فان فعلت لعنتها ملئكة السماء وملئكة الارض وملئكة الرحمة وملئكة العذاب حتى ترجع۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار باب حق الزوج علی المرأۃ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷۷) (مجمع الزوائد باب حق الزوج علی المرأۃ دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۰۶-۳۰۷)

تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سُن کر بی بی نے عرض کی: لاجرم لااتزوج ابدا ٹھیک یہ ہے کہ نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۲ ص ۳۰۱)

194- بَابُ تَحْرِيْمِ رَفْعِ الْمَأْمُوْمِ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ اَوِ السُّجُوْدِ قَبْلَ الْاِمَامِ

مقتدی کو رکوع وسجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے

(1757) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ! اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب امام سے پہلے سر اٹھائے تو کیا وہ ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے یا اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنادے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم من رفع راسه قبل الامام، جلد 1، ص 140، رقم 691 صحیح مسلم، باب النهي عن

سبق الامام بر کوع او سجود، جلد 2، صفحه 28، رقم 992، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب اثم من رفع راسه قبل الامام، جلد 2، ص 93، رقم 2704، المنتقی لابن الجارود، باب القراۃ وراء الامام، جلد 1، صفحه 89، رقم 325، سنن ابوداؤد، باب التشدید فیمن یرفع قبل الامام، جلد 1، ص 240، رقم 623

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ اس پر صورت مسخ ہو سکتی ہے اگر کبھی نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے۔ یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق کے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک دن ان کے اصرار پر پردہ اٹھایا تو ان کی صورت گدھے کی سی تھی اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلاف عقل سمجھ کر آزمائش کے لیے امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۶۵)

نماز میں امام سے سبقت کرنا

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب نماز کے احکام میں بہارِ شریعت کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی حدیث لینے کے لئے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق گئے۔ وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے، مدتوں تک ان کے پاس بہت کچھ پڑھا مگر ان کا منہ نہ دیکھا، جب زمانہ دراز گزرا اور ان محدّث صاحب نے دیکھا کہ ان کو (یعنی امام نووی) کو علمِ حدیث کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا گدھے جیسا منہ ہے!! انہوں نے فرمایا: صاحبزادے! دورانِ جماعت امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مُستَبعَد (یعنی بعض راویوں کی عدمِ صحت کے باعث دُور از قیاس) جانا اور میں نے امام پر قصداً سَبقَت کی تو میرا منہ ایسا ہو گیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ (نماز کے احکام، باب نماز کا طریقہ، ص ۲۵۷)

195-بَابُ كَرَاهَةِ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْخَاصِرَةِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے

(1758) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الخصر فی الصلاۃ، جلد 2، صفحه 66، رقم 1219، صحیح مسلم، باب کراهة الاختصار فی الصلاۃ، جلد 2، ص 74، رقم 1246، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب کراهیة التخصر فی الصلاۃ، جلد 2، صفحه 287، رقم 3704، المستدرک للحاکم، باب التأمین، جلد 1، ص 358، رقم 974، المنتقی لابن الجارود، باب الافعال الجائزة فی الصلاۃ، جلد 1، ص 65، رقم 220

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز کی کسی حالت میں، قیام، قومہ، قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے خارج بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا طریقہ ہے، نیز دوزخی تھک کر ایسے ہاتھ رکھا کریں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے، عربی میں خاصرہ لاٹھی کو کہتے ہیں، یہ ٹیک بلاضرورت ممنوع، ضرورۃً جائز ہے، بوڑھا آدمی لاٹھی بغل میں لے کر نماز پڑھ سکتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاٹھی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۲۰۶)

196- بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسِهٖ تَتُوْقُ إِلَيْهِ أَوْ مَعَ مُدَافَعَةِ الْأَخْبَثَيْنِ: وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

کھانے کی طرف دل مائل ہو اور کھانا آجائے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے یونہی پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو تو اس کو روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(1759) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں اسی طرح پیشاب اور پاخانے کی حاجت میں (نماز نہیں)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراهة الصلوٰة بحضرة الطعام الذی یرید اکله فی الحال، جلد 2، ص 78، رقم 1274 سنن ابوداؤد باب الیصلی الرجل وھو حاقن، جلد 1، صفحه 33، رقم 89 سنن الکبری للبیھقی، باب ترك الجماعة لحضرة الطعام و نفسه الیه شدیدة جلد 3، ص 23، رقم 4816 صحیح ابن خزیمه، باب الزجر عن مدافعة الغائط، جلد 2، ص 66، رقم 933 مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 43، رقم 24212

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں کمال نماز کی نفی ہے، یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی د سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں، قے، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتی کہ اگر دوران نماز یہ عارضے پیش آجائیں تو نماز توڑ دے بعد فراغت دوبارہ پڑھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۲۰۶)

197- بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا ممنوع ہے

(1760) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ!فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ!". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ قوموں کا کیا حال ہے کہ اپنی نمازوں میں نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں پھر آپ نے اس بارے میں سخت بات کہی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا چاہیے کہ وہ اس سے رک جائیں ورنہ ان کی نظریں اُچک لی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ جلد 1، ص 150، رقم 750، السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ جلد 2، ص 282، رقم 3677، سنن ابوداؤد باب النظر فی الصلاۃ جلد 1، ص 343، رقم 914، سنن الدارمی، باب کراھیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ جلد 1، ص 339، رقم 1302، مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالک جلد 5، ص 449، رقم 3160

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، ج ۸ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی ایسی چیز نہ چاہیے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپادی جائے۔ احمد و ابوداؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعاہ بعد دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان آمرک ان تخمرھا فخمرھا فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شئ یلھی المصلی۔ (مسند امام احمد بن حنبل مروی از امراۃ ام عثمان بن طلحہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۳۸۰)

رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دخول کعبہ کے بعد انھیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہوتو میں نے دنبے کے دو (۲) سینگ دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی شیئ کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کردے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دنبہ کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا اس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لینتھین اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارھم۔ رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النھی عن رفع البصر الی السماء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۱)

وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہو جائیں گے۔ اسے امام احمد مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۸، ص ۱۲۱)

198-بَابُ كَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

نماز میں بغیر عذر کے اِدھر اُدھر متوجہ ہونا مکروہ ہے

(1761) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ، فَقَالَ: "هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جھپٹ ہے جو شیطان بندے کی نماز سے اُچک لیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 1، ص 150، رقم 750، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 2، ص 282، رقم 3677، سنن ابوداؤد، باب النظر فی الصلاۃ، جلد 1، ص 343، رقم 914، سنن الدارمی، باب کراھیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 1، ص 339، رقم 1302، مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالک، جلد 5، ص 449، رقم 3160

شرح حدیث: رحمت پھیر لیتا ہے

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب آدمی نماز کے لئے آتا ہے تو اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، پھر جب وہ کسی اور جانب متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف متوجہ ہو گیا؟ کیا وہ تیرے لئے مجھ سے زیادہ بہتر ہے؟ میری طرف متوجہ ہو جا۔ پھر جب وہ آدمی دوسری مرتبہ متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل یہی بات ارشاد فرماتا ہے اور پھر جب وہ بندہ تیسری مرتبہ غیر کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے اپنی رحمت پھیر لیتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الصلوۃ، فصل فی مفسدات الصلوۃ ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۲۴۴۴، ج ۸، ص ۸۴، ملخصا)

(1762) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِيَّاكَ وَالِالْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ، فَإِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ، فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت کا باعث ہے۔ اگر ضروری ہو تو نوافل میں اجازت ہے فرائض میں نہیں۔ اسے ترمذی

الْفَرِيْضَةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ". نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ذکر فی الالتفات فی الصلوٰۃ، جلد 2، ص 484، رقم 589 المحرر فی الحدیث لابن عبد الھادی، کتاب الصلاۃ، جلد 1، ص 215، رقم 292 المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم من اسمہ محمد، جلد 2، ص 100، رقم 856

شرح حدیث: مسئلہ: اِدھر اُدھر مونھ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر مونھ نہ پھیرے، صرف کنکھیوں سے اِدھر اُدھر بلا حاجت دیکھے، تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں، نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم 3)

مکروہاتِ نماز

مکروہاتِ نماز بعض امور کی وجہ سے نماز ناقص ہو جاتی ہے یعنی نمازی اَصل اَجر و ثواب اور کمال سے محروم رہتا ہے، انہیں مکروہات کہتے ہیں۔ ان سے اِجتناب کرنا چاہیے۔ نماز کو مکروہ بنانے والے امور درج ذیل ہیں:

ہر ایسا کام جو نماز میں اللہ کی طرف سے توجہ ہٹا دے مکروہ ہے۔ داڑھی، بدن یا کپڑوں سے کھیلنا۔ اِدھر اُدھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ آسمان کی طرف دیکھنا۔ کمر یا کولہے وغیرہ پر ہاتھ رکھنا۔ کپڑا اسمیٹنا۔ سَدْلِ ثوب یعنی کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا کندھوں پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی رکھنا۔ انگلیاں چٹخانا۔ بول و براز (پاخانہ/ پیشاب) یا ہوا کے غلبے کے وقت نماز ادا کرنا۔ اگر دورانِ نماز میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے اور وقت میں بھی گنجائش ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔ قعدہ یا سجدوں کے درمیان جلسہ میں گھٹنوں کو سینے سے لگانا۔ بلا وجہ کھنکارنا۔ ناک و منہ کو چھپانا۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا۔ کسی کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔ پگڑی یا عمامہ اس طرح باندھنا کہ درمیان سے سر ننگا ہو۔ کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع میں کمر سیدھی نہ کرنا، قومہ یا جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلے جانا۔ قیام کے علاوہ اور کسی جگہ پر قرآنِ حکیم پڑھنا۔ رکوع میں قرآت ختم کرنا۔ صرف شلوار یا چادر باندھ کر نماز پڑھنا۔ امام سے پہلے رکوع و سجود میں جانا یا اٹھنا۔ قیام کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ قرآنِ حکیم پڑھنا۔ چلتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہنا۔ امام کا کسی آنے والے کی خاطر نماز کو بلا وجہ لمبا کرنا۔ قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔ غصب کی ہوئی زمین/ مکان/ کھیت میں نماز پڑھنا۔ الٹا کپڑا پہن/ اوڑھ کر نماز پڑھنا۔ اچکن وغیرہ کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا جبکہ نیچے قمیص نہ ہو۔

199- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَى الْقُبُوْرِ

قبروں کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھنا ممنوع ہے

(1763) عَنْ أَبِيْ مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَيْنِ

حضرت ابو مرثد کناز بن حصین ﷺ سے روایت

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ، وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ قبروں پر بیٹھو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ، جلد 3، صفحہ 62، رقم 2295، سنن النسائی الکبری، باب النھی عن الصلاۃ الی القبر، جلد 2، ص 67، رقم 760، مسند امام احمد، حدیث أبی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 135، رقم 17254، الاحاد و المثانی لاحمد الشیبانی، ومن ذکر أبی مرثد الغنوی، جلد 1، ص 242، رقم 316، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ ابو مرثد الغنوی، جلد 3، صفحہ 56، رقم 6380

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ وممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، عالمگیری میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ وقد حققنا فی اهلاك الوهابیین ۔
(فتاوی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱)

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اھ اور اس کی تحقیق ہم نے اہلاک الوہابیین میں کی ہے۔

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ وممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا مجتبی ۔ پھر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے:

یکرہ ان یطأ القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ۔
(فتح المعین علی شرح الکنز فصل فی الصلوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۲)

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔

جنائز حلیہ پھر جنائز ردالمحتار میں ہے: تکرہ الصلاۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذلك ۔
(ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت واہداء ثوابہا لہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۶۷)

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے: انکان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلاۃ ویمر انسان لایکرہ، فھنا ایضاً لایکرہ۔ کذا فی التتار خانیۃ ۔ (فتاوی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالا یکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷)

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو

اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح تتارخانیہ میں ہے۔

درمختار میں ہے: ولایفسدھا مرور مار فی الصحراء اوبمسجد کبیر بموضع سجودہ، فی الاصح، اومرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر، فانہ کبقعۃ واحدۃ؛ وان اثم المار۔

(الدرالمختار مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱)

اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے، کسی کا قبلے والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا، نماز کو فاسد نہیں گزرتا، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجب کراہت نہیں، جامع المضمرات پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح وردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

لاتکرہ الصلاۃ الی جھۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ، بحیث لوصلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ۔

(ردالمحتار مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴)

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے، اس صورت میں مکروہ ہے۔

علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد

(رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ت)

تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیھا لان فی الصلاۃ فیھا استنانا بسنۃ الیھود۔ اہ وقید علیھا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبھا لاباس بہ۔ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام لعن اللہ الیھود والنصاری، الّذین اتّخذوا قبور انبیاء ھم وصالحیھم مساجد۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹)

ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کیطریقے کی پیروی ہے۔ اھ اور قبروں پر کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر قبروں کے پاس مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود ونصارٰی پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنالیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔

بلکہ اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواحِ طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے، امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں:

كانت اليهود والنصارى يسجدون بقبور انبيائهم ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلاة نحوها، فقد اتخذوها اوثانا، فلذلك لعنهم، ومنع المسلمين عن مثل ذلك، امامن اتخذ مسجدا في جوار صالح، اوصلى في مقبرة، وقصد الاستظهار بروحه، اووصول اثرما من اثر عبادته اليه، لاللتعظيم له والتوجه نحوه، فلاحرج عليه؛ الاترى ان مرقد اسمعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلي لصلاته -

(مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۰۲)

یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنالیا تھا اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد- كانوا يجعلونها قبلة، يسجدون اليها في الصلاة، كالوثن، واما من اتخذ مسجدا في جوار صالح، اوصلى في مقبرة، قاصدا به الاستظهار بروحه، اووصول اثر ما من اثار عبادته اليه، لاالتوجه نحوه والتعظيم له، فلاحرج فيه؛ الايرى ان مرقد اسمٰعيل في الحجر في المسجد الحرام والصلوٰة فيه افضل - (مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/۱۰۴)

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس

کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجدِ حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرك بقرب منه، لاالتعظیم ولاالتوجه الیه، فلایدخل فی الوعید المذکور۔ (ارشاد الساری باب جواز الدفن بالدلیل مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۴۳۸)

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا اھ

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیرِ حدیث اتخذوا قبور انبیاھم مساجد فرماتے ہیں:

ھو مخرج علی وجھین، احدھما، انھم کانوایسجدون بقبور الانبیاء تعظیمالھم وقصدا للعبادۃ فی ذلك۔ وثانیھما، انھم کانوا یتحرون الصلوۃ فی مدافن الانبیاء والتوجه الی قبورھم فی حالة الصلوۃ، وکلا الطریقین غیر مرضیة، فامااذاوجدبقربھا موضع بنی للصلوۃ، اومکانایسلم المصلی فیه عن التوجه الی القبور، فانه فی فسخه من الامر۔ وکذلك اذاصلی فی موضع قداشتھربان فیه مدفن نبی، ولم یرفیه للقبر علما، ولم یکن قصدہ ماذکرناہ من الشرك الخفی؛ اذ قدتواطأت اخبارالامم علی ان مدفن اسمعیل علیه الصلوۃ والسلام فی المسجد الحرام عندالحطیم، وھذاالمسجد افضل مکان یتحری الصلاۃ فیه۔ مختصراً

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوۃ حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/۵۲)

اس کی دو ۲ وجہیں ہیں: ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبورِ انبیاء کو بطورِ تعظیم اور بقصدِ عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دُوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی نماز کے لئے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کسی نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرکِ خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے اھ مختصراً

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفی شرح الشیخ ایضا مثله، حیث قال وخرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح، وللصلاۃ عند قبرہ، لالتعظیمه والتوجه نحوہ؛ بل لحصول مدد منه، حتی تکمل عبادته ببرکة مجاورته لتلك الروح الطاهرۃ، فلاحرج فی ذلك، لما ورد ان قبر اسمٰعیل علیه الصلاۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب، وان فی الحطیم، بین الحجر الاسود وزمزم، قبر سبعین نبیا، ولم ینه احد عن الصلاۃ فیه اه وکلام الشارحین متطابق فی ذلك۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۲/۵۲)

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لئے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قُرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اھ اس مسئلہ میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔

امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف ان کان موازیاً للکعبة تکرہ صلاته، وان کان عن یمینه ویسارہ لاتکرہ۔

(کتاب التجنیس والمزید)

ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلے والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ حاوی۔

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

ان کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ، فانه ان کان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلاۃ ویمر انسان لایکرہ، فههنا ایضا لایکرہ۔ (فتاوی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ ومالا یکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷)

قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی،

ردالمحتار میں زیر قول درمختار واختلف فیما اذاکان التمثال خلفه، والاظهر الکراهة

(الدرالمختار [illegible]

(اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔)

تحریر فرماتے ہیں: دفی البحر، قالوا واشدها کراهة مایکون علی القبلة امام المصلی، ثم مایکون فوق راسه، ثم مایکون عن یمینه ویسارہ علی الحائط، ثم مایکون خلفه علی الحائط اوالستر۔

(ردالمحتار مطلب فی الفرش فی المسجد مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۹)

اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلے والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورة لانه یکرہ فی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه۔ کمافی جنائز المضمرات۔

(جامع الرموز فصل مایفسد الصلوۃ، المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۶)

تصویر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے، جب تک قبر بالکل رُوبرو نہ ہو، جیسا کہ مضمرات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۳۵۲۔ ۳۵۱)

200-بَابُ تَحْرِيْمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے

(1764) عَنْ أَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَّقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ الرَّاوِيْ: لَا أَدْرِيْ قَالَ: أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا اس (گناہ) کو جانتا جو اس پر ہے تو آگے سے گزرنے کے بجائے چالیس (سال، دن) تک کھڑا رہنا اس کے لیے بہتر ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں رہا کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال کیا فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، جلد 1، ص 108، رقم 510 صحیح مسلم، باب منع المار بین یدی المصلی، جلد 2، ص 58، رقم 1160 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب دفع المار بین یدی المصلی، جلد 1، صفحه 289، رقم 918 مؤطا امام مالك، باب التشدید فی أن یمر احد بین یدی المصلی، جلد 1، ص 154، رقم 362 سنن ابوداؤد، باب ماینهی عنه من المرور بین یدی المصلی، جلد 1، ص 258، رقم 201

شرح حدیث: نمازی کے آگے سے گزرنا

مسئلہ: مصلّی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہوکر گزرنے میں کیا ہے؟ تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیھا، باب المرور بین یدي المصلي، الحدیث: ٩٤٦، ج١، ص٥٠٦)

امام مالک نے روایت کیا کہ کعب احبار فرماتے ہیں: نمازی کے سامنے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے؟ تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

(الموطا، کتاب قصر الصلاۃ في السفر، باب التشدید في ان یمر احد بین یدي المصلي، الحدیث: ١٧٣، ج١، ص١٥٤)

امام مالک سے روایت صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ میں دیکھا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ابطح میں چمڑے کے ایک سرخ قبہ کے اندر تشریف فرما ہیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وضو کا پانی لیا اور لوگ جلدی جلدی اسے لے رہے ہیں جو اس میں سے کچھ پا جاتا اسے مونھ اور سینہ پر ملتا اور جو نہیں پاتا وہ کسی اور کے ہاتھ سے تری لے لیتا پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نیزہ نصب کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ دھاری دار جوڑا پہنے تشریف لائے اور نیزہ کی طرف مونھ کر کے دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے آدمیوں اور چوپاؤں کو نیزے کے اُس طرف سے گزرتے دیکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب سترۃ المصلي والندب إلی الصلاۃ... الخ، الحدیث: ٢٥٠۔(٥٠٣)، ص٢٥٧)

مسئلہ ١٧: میدان اور بڑی مسجد میں مصلّی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، الفصل الاول، ج١، ص١٠٤)

مسئلہ: مصلّی کے آگے سُترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے، تو سُترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، الفصل الاول، ج١، ص١٠٤)

201- بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوْعِ الْمَأْمُوْمِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سِوَآءٌ كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ أَوْ غَيْرِهَا

جب مؤذن جماعت قائم کرنے کے لیے اقامت کہنا شروع کر دے تو مقتدی کے لیے ہر قسم کے نفل پڑھنے منع ہیں

(1765) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز درست نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراهة الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن، جلد 2، صفحه 153، رقم 1678۔ السنن الکبری للبیهقی، باب کراهية الاشتغال بهما بعدما اقیمت الصلاة، جلد 2، ص 482، رقم 4724۔ المعجم الصغير للطبرانی من اسمه علی، جلد 1، ص 319، رقم 529۔ سنن ابوداؤد، باب اذا ادرك الامام ولم يصل ركعتي الفجر، جلد 1، ص 489، رقم 1268۔ سنن ابن ماجه، باب ماجاء فی اذا اقیمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة، جلد 1، ص 364، رقم 1151

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہے، اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم وآکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکہ امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها الجماعة اکمل الخ واللہ تعالی أعلم۔

(درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹)

درمختار میں ہے جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ سنتیں ترک کردے کیونکہ جماعت اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۳۶)

202-بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيْصِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ اَوْ لَيْلَتِهٖ بِصَلَاةٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ

جمعہ کے دن روزے کے لیے روز جمعہ کی رات کو نفل نماز کے لئے مخصوص کر لینا مکروہ ہے

(1766) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَخُصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ، وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جمعہ کی رات کو قیام کے لیے راتوں کے درمیان میں سے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دنوں کے درمیان سے روزے کے لیے خاص نہ کرو البتہ جب کہ

صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس دن تم میں سے کسی کا روزہ (عادی طریقہ کے مطابق) آ جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب كراهية صيام يوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 154، رقم 2740 المستدرك للحاكم، كتاب صلاة التطوع، جلد 1، صفحه 419، رقم 1172 صحيح ابن حبان، باب الصوم المنهى عنه، جلد 8، صفحه 376، رقم 3612 صحيح ابن خزيمه، باب النهى عن أن تخص ليلة، جلد 2، ص 198، رقم 1176

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کرلو یا سمجھ لو دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نفلی عبادتوں سے خاص کرلیں گے اس لیے اسی رات کا نام لیا گیا۔

کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا۔ لمعات میں امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا بلکہ بعض فقہاء ارادۃً جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں۔ (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لیے ہے کیوں کہ آگے صراحۃً حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔

مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہی، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کردیا، صاف بتادیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا بلکہ اسکی وجہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا۔ اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمایئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۰)

(1767) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی جمعہ کا روزہ نہ رکھے ہاں ایک دن پہلے یا بعد کا ملالے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، صفحه 42، رقم 1985 صحيح مسلم، باب كراهية صيام يوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 154، رقم 2739 السنن الكبرى للبيهقى، باب ما ورد من النهى عن تخصيص يوم السبت بالصوم، جلد 4، ص 302، رقم 8756 جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع صوم الجمعة والسبت، جلد 6، صفحه 359، رقم 4525 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبى هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 422، رقم 9448

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔
فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لیے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کر سکے گا۔ شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم!
(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۹)

(1768) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت محمد بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے سوال کیا کہ رسول اللہ نے جمعہ کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، صفحه 42، رقم 1984، صحیح مسلم، باب کراهية صيام يوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 153، رقم 2737، السنن الكبرى للنسائي، باب النهي عن صيام يوم الجمعة، جلد 2، صفحه 116، رقم 2745، سنن ابن ماجه، باب فی صيام يوم الجمعة، جلد 1، صفحه 549، رقم 1724، جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع صوم الجمعة صوم والسبت، جلد 6، صفحه 360، رقم 4527

شرح حدیث: جمعہ کا روزے

بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔
معلوم ہوا کہ کسی دن کی تعیین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے لہٰذا منع ہے۔ (وہابی)
جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے، نیز فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے معلوم ہوا کہ مقرر کرنا منع نہیں بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے۔ کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سننا، نماز جمعہ پڑھنا، ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو لہٰذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے جیسے حاجی کو نویں تاریخ بقرعید کا روزہ اور حاجی کو بقرعید کی نماز

مکروہ ہے اس لئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں روزے سے اس کے کاموں میں حرج ہوگا۔ تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزے میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے پیچھے ایک دن اور ملا لو تا کہ مشابہت نہ رہے۔ چوتھے یہ کہ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دوشنبہ کا روزہ کیسا ہے فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے اسی دن نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ لہٰذا روزہ رکھو اور خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اگر یادگاریں منانا برا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں؟ (علم القرآن ۲۱۷)

(1769) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: "أَصُمْتِ أَمْسِ؟" قَالَتْ: لَا. قَالَ: "تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا؟" قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: "فَأَفْطِرِيْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اُم المومنین حضرت جویریہ بنت حارث ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان پر جمعہ کے دن داخل ہوئے ان کا روزہ تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے گزشتہ کل روزہ رکھا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی نہیں فرمایا آئندہ کل روزے کا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں فرمایا تو روزہ افطار کرلے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، ص 42، رقم 1986 سنن ابوداؤد، باب الرخصة فی ذلك (صیام)، جلد 2، ص 296، رقم 2424 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث جویریة بنت الحرث رضی الله عنها، جلد 6، ص 430، رقم 27465 معرفة السنن والاثار للبیهقی، باب صوم یوم الجمعة، جلد 7، ص 294، رقم 2735 مصنف ابن ابی شیبة، باب ماذکر فی صوم یوم الجمعة، جلد 3، ص 43، رقم 9333

شرح حدیث: بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے

ایک زن (یعنی خاتون) خَثعَمِیَّہ نے خدمتِ اقدس حضور سرورِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! حُضُور مجھے بتائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زنِ بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں۔ فرمایا: تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عَبَث (بے کار) بھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اِذن (یعنی بے اجازت) شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرِشتے، رحمت کے فرِشتے، عذاب کے فرِشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جب تک پلٹ کر آئے۔ یہ ارشاد سُن کر اُن بی بی نے عرض کی: ٹھیک یہ ہے کہ میں کبھی نکاح نہ کرونگی۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۶۳ حدیث ۷۶۳۸)

203- بَابُ تَحْرِيْمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ

صومِ وصال کی حرمت اور وہ یوں کہ دو یا اس

وَهُوَ اَنْ يَّصُوْمَ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلَا يَاْكُلَ وَلَا يَشْرَبَ بَيْنَهُمَا

دو یا دو سے زیادہ مسلسل روزے اس طرح رکھا جائیں کہ ان کے درمیان میں نہ کھائے نہ پیئے

(1770) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ اور عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام، جلد 3، ص 37، رقم 1961 صحیح مسلم، باب النھی عن الوصال فی الصوم، جلد 3، ص 133، رقم 2618 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الوصال له مباح لیس لغیرہ، جلد 7، ص 61، رقم 13767 المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، جلد 1، صفحه 106، رقم 394 مؤطا امام مالك، باب النھی عن الوصال فی الصیام، جلد 1، ص 300، رقم 667

شرح حدیث: جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہونگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالیشان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صومِ دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

(1771) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ. قَالُوْا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا: آپ خود تو وصال کے روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔ (متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صوم الصبیان، جلد 3، ص 37، رقم 1962، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النہی عن الوصال فی الصوم، جلد 4، صفحہ 282، رقم 8633، سنن الدارمی، باب النہی عن الوصال فی الصوم، جلد 2، ص 14، رقم 1703، صحیح ابن حبان باب الصوم المنہی عنہ، جلد 8، ص 341، رقم 3775، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 143، رقم 6299

شرح حدیث: انبیائے کرام بشر ہیں مگر افضل البشر

سب سے اول بات تو یہ ہے کہ انبیائے کرام بشر ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور اس کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے، اہل سنت کا مشہور فقہی انسائیکلو پیڈیا بہار شریعت جلد اول حصہ اول عقائد متعلقہ نبوت میں پہلا عقیدہ ہی یہ لکھا ہے کہ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور اسی عبارت کے نیچے دوسرا عقیدہ یہ لکھا ہے کہ انبیا علیہم السلام سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ عورت۔ انبیا کرام بشر ہیں اس سے کون انکار کرتا ہے جب کہ یہ تو قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے، لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضور کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں یا خود کو حضور جیسا بشر، اگر تو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں تو جو خصوصیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئیں وہ کسی دوسرے نبی کو نہ حاصل ہو سکیں تو ان کو کیسے حاصل ہو جائیں گی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں تو سوائے رب تعالیٰ کی نعمتوں سے حسد کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا کیونکہ رب تعالیٰ تو ہر لحہ ہر آن اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات کو بلندی عطا فرماتا ہے جس کا ثبوت قرآن پاک کی بیشتر آیات میں ہے جیسے ورفعنا لک ذکرک اے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کے لئے بلند فرما دیا۔ اہلسنت کا نظریہ کہ انبیا کرام علیہم السلام بشر ہیں لیکن ہم جیسے نہیں وہ بے مثل ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں۔ سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 32 کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی بیبیوں تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

غور فرمائیں کہ وہ عورتیں جن کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت زوجیت حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرما دیا کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، جب رب تعالیٰ نے ان عورتوں کو نسبت رسول کی وجہ سے دیگر عورتوں سے ممتاز فرما دیا تو اور کسی کی کیا جرات کہ وہ خود کو حضور کی مثل کہے یا حضور کو اپنی مثل کہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ مزید اس ضمن میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں

انی لست کاحد کم انی ابیت عند ربی فیطعمنی و یسقینی

بے شک میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں پس وہی مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح جلد 4 صفحہ 134، 123، 118 میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا تو ایک مسلمان نے عرض کی بلاشبہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی

تم میں سے کون ہے میری مثل میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

مسند الامام احمد جلد 2 صفحہ 231، 102، 21 اور الجامع الصغیر جلد 1 صفحہ 115 الموطا للامام مالک جلد 1 صفحہ 130 اور سنن الدارمی جلد 1 صفحہ 394 اور جامع الترمذی جلد 1 صفحہ 163 اور سنن ابی داود جلد 2 صفحہ 279 اور صحیح مسلم جلد 3 صفحہ 134 اور ایک روایت صحاح ستہ میں سے تین کتابوں میں پائی جاتی ہے ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقین تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (بخاری شریف کے علاوہ مسلم شریف کے صفحہ 351 اور ابوداؤد صفحہ 335 پر بھی موجود ہے) بخاری شریف کی ایک روایت یوں ہے: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے تو ایسے اعمال وافعال بتاتے جو وہ بآسانی کر سکتے تھے یہاں پر صحابہ کرام عرض کرتے:

انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ

آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم آپ کی مثل تو نہیں ہیں

یہ بات انتہائی باعث عار اور گستاخی و بے ادبی کی علت ہے کہ ایک امتی اپنی ذات سے بڑھ کر اپنے بے مثال نبی کی مثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ ان ارشادات عالیہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی بشریت کے متعلق تمام اشکالات ختم فرما دئے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایکم مثلی کے مخاطب صحابہ کرام ہیں جب اتنی برگزیدہ ہستیاں آپ کی مثل نہیں تو کسی اور کو اس دعوی کی کیا مجال ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالی حق بات کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

204- بَابُ تَحْرِيْمِ الْجُلُوْسِ عَلَى قَبْرٍ

قبر پر بیٹھنے کی حرمت

(1772) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ، فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم میں سے کسی کا انگارے پر بیٹھنا جو اس کے کپڑوں کو جلا کر راکھ کر دے اور وہ اس کی

اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ کھال تک جا پہنچے یہ کسی کی قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن الجلوس علی القبر و الصلاۃ علیه، جلد 3، ص 62، رقم 2292 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب النهی عن الجلوس علی القبور، جلد 4، ص 79، رقم 7465 سنن ابوداؤد باب فی کراهیة القعود علی القبر، جلد 3، ص 210، رقم 3230 سنن ابن ماجه، باب ماجاء فی النهی عن المشی علی القبور، جلد 1، ص 499، رقم 1566 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ رضی اللہ عنه، جلد 2، ص 311، رقم 8093

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا آگ پر بیٹھنے سے بدتر ہے کہ اس کے کپڑے اور جسم جلیں گے اور اس سے ایمان برباد ہوگا۔ اس حدیث نے گزشتہ حدیث کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہوکر بیٹھنا ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۲۲)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ مجھے ایذا دے۔

اخرج الطحاوی فی معانی الاٰثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی علیه رانی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم جالساً علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیك۔ ولفظ الامام الحنفی فلا یؤذیك۔ طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابنِ مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیك (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ت) (شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶) (شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآلہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا توذِ صاحب القبر، کما فی المشکوۃ قلت وھذا الحدیث لایلائمه تاویل الامام ابی جعفر والنهی عن شیئ لاینافی النهی عن اعم منه فافهم۔ (مشکوۃ المصابیح باب دفن المیت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹)

صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوۃ میں ہے، میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابوجعفر کی تاویل مناسب نہیں

رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عالم کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔
شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:
شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے۔
شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگائے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ
(اشعۃ اللمعات باب دفن المیت نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹)

اقول اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ، نے جزم فرمایا، تصریح فرماتے ہیں کہ: ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہوجاتی ہے لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترك اقامة الحرمة وبالاستهانه فتتأذی بذلك۔
(حدیقہ ندیہ الصنف الثامن الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵)

سیدی عبدالغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت وذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة او سیف او اخصف نعلی برجلیه احب الی من ان امشی علی قبر۔
رواہ ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه واسنادہ جیّد کما افادہ المنذری۔
(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳)

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرة احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم، رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن۔ قاله امام عبد العظیم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبدالعظیم نے کہا ہے۔
(الترغیب والترتیب الترھیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۲)

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما کرہ اذای المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ۔ اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ کما فی شرح الصدور۔ (شرح الصدور باب تأذیہ بانواع وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۶)

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔

اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۹، ص ۴۴۵)

205-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَجْصِيْصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهِ

قبر کو گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے کی ممانعت کا بیان

(1773) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر پکی کی جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے اور یہ کہ اس پر عمارت بنائی جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن تجصیص القبر و البناء علیه، جلد 3، ص 61، رقم 2289۔ مصنف ابن أبي شيبة، باب فی تجصیص القبر والأجر یجعل له، جلد 3، ص 25، رقم 11764۔ اقول: "امام تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی بن وھب مطیع القشیری المعروف بابن دقیق العید (المتوفی 702 ھجری) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معمول بہ نہیں چونکہ شرق تا غرب آئمہ کرام قبور پر لکھے جانے کے قائل ہیں یہ عمل خلف نے سلف سے حاصل کیا ہے (الالمام باحادیث الاحکام، فصل فی حمل الجنازۃ، جلد 293/1)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ قبر میں تین چیزیں ہیں: ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا، وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقًا ممنوع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی، جسم میت مٹی میں رہنا چاہیئے حتی کہ اگر کسی وقت مجبورًا میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے کہگل کردی جائے۔ دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع، اولیاء و مشائخ و علماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے یہ بیکار ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا یہ مطلقًا جائز ہے۔ لہذا یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لیئے عَلَى الْقَبْرِ نہ فرمایا گیا، یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنی ہیں۔ ابھی اسی باب میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بجری بچھادی گئی تھی بالکل خام نہ رکھی گئی۔

اس طرح کہ قبر پر دیوار بنائی جائے قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں علیہ فرمایا گیا حَوْلَہٗ نہ فرمایا یا اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عوام کی قبروں پر ناجائز ہے کیونکہ [illegible]

علماء ومشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید ابن الملک کے زمانہ میں اس کی دیوار گر گئی تو صحابہ نے بنائی، نیز حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر، حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر، محمد ابن حنیفہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے، دیکھو خلاصۃ الوفاء اور منتقی شرح مؤطا، مرقات نے اس مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء ومشائخ کی قبر پر قبے بنانا جائز ہیں۔

یعنی قبر پر چڑھکر بیٹھ جائے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لیئے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیئے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے۔ اسی مشکوٰۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آرہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں، اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے، فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغوات خلیل عبدالسلام صاحب کی قدم بوسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغوات خواجہ الیاس کی، ان مجاوروں کو نجدی حکومت بھی نہ ہٹا سکی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۲ص۹۲۰)

206-بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ اِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ

غلام کا اپنے آقا کے پاس سے فرار ہونا سخت حرام ہے

(1774) عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو غلام فرار ہو جائے تو اس سے ذمہ بری ہو گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تسمیة العبد الابق کافرا، جلد 1، ص 59، رقم 238، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب العبد یرتد، جلد 2، ص 291، رقم 17329، مسند امام احمد بن حنبل، ومن حدیث جریر بن عبداللہ، جلد 4، ص 365، رقم 19262، مصنف ابن ابی شیبة، باب ماقولوا فی العبید یأبقون الی ارض العدو، جلد 6، ص 451، رقم 32861

شرح حدیث: نماز قبول نہیں

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ معظّم ہے: تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آئے (۲) وہ عورت جو اس طرح رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو اور (۳) قوم کا وہ امام جسے اس کی قوم ناپسند کرتی ہو۔ (جامع الترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فیمن ام قوما، الحدیث: ۳۶۰، ص۱۶۷۶)

(1775) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَقَدْ كَفَرَ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب غلام فرار ہو جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کفر کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تسمیة العبد الآبق کافرا، جلد 1، صفحه 59، رقم 239 السنن الکبری للبیهقی، باب العبد یرتد جلد 2، ص 292، رقم 17330 صحیح ابن خزیمه، باب نفی قبول صلاة المرأة، جلد 2، ص 69، رقم 941 مشکاة المصابیح، باب النفقات وحق المملوك، جلد 2، ص 262، رقم 3350

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں، کنیت ابو عمرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے، مقام قرقسیا ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں۔ (اکمال)

یعنی بھاگے ہوئے غلام کی نماز اگرچہ شرعاً درست ہو جائے مگر اللہ کے ہاں قبول نہیں، شرائط جواز اور ہیں شرائط قبول کچھ اور۔

اس جملہ کا مطلب یا یہ ہے کہ اگر غلام مرتد ہو کر کفار کے ملک میں چلا جائے تو اسلام کی امان سے نکل جاوے گا اس کا قتل جائز ہوگا یا یہ مطلب ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر دار السلام میں رہے تو اس سے اللہ کی امان اٹھ جاتی ہے اس کو مارا پیٹا جاسکتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ بھاگنے کے زمانہ کا خرچہ مالک پر نہیں اور اس زمانہ کی قباحت و جرم کا اثر مولے پر نہ ہوگا۔

کافر سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔

حتی کہ تعلق یا تو تمام روایات سے ہے اور یہ جملہ ان تینوں جرموں کی انتہا ہے یا فقط آخری جملہ سے ہے یعنی کافر و ناشکرا رہے گا لوٹ آنے تک۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۷)

207-بَابُ تَحْرِيْمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں سفارش کرنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) (النور: 2).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطاب حکام کو ہے کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے سو کوڑے لگاؤ، یہ حد حُر غیر محصن کی ہے کیونکہ حُر محصن کا حکم یہ ہے کہ اس کو رجم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجم کیا گیا اور محصن وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلّف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ صحبت کر چکا ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً حُر نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بی بی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر محصن میں داخل ہیں اور ان سب کا حکم کوڑے مارنا ہے۔

مسائل: مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیے جائیں سوا تہبند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرم گاہ کے، کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ اَلَم گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجہ کا ہو اور عورت کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیے جائیں، یہ حکم حُر اور حُرہ کا ہے یعنی آزاد مرد اور عورت کا اور باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہو چکا۔ ثبوتِ زنا یا تو چار مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے پھر بھی امام بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے کہاں کیا، کس سے کیا، کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہو گا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صراحۃً اپنا معائنہ بیان کرنا ہو گا بغیر اس کے ثبوت نہ ہو گا۔ لواطت زنا میں داخل نہیں لہٰذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند قول مروی ہیں (۱) آگ میں جلا دینا (۲) غرق کر دینا (۳) بلندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا، فاعل و مفعول دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (تفسیرِ احمدی)

یعنی حدود کے پورا کرنے میں کمی نہ کرو اور دین میں مضبوط اور متصلب رہو۔ (خزائن العرفان)

(1776) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوْا: مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَّجْتَرِءُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟!" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّمَا اَهْلَكَ

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے بہت پریشان کیا جس نے چوری کی تھی انہوں نے کہا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے محبوب اُسامہ بن زید ﷺ کے سوا کون اس کی جرأت کر سکتا ہے تو آپ (ﷺ) سے حضرت اُسامہ ﷺ نے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی تو سفارش کرتا

الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ، اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ!؟ فَقَالَ اُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: ثُمَّ اَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا.

ہے پھر آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی سردار چوری کر لیتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا کیا اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کی تو سفارش کرتا ہے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ میرے لیے مغفرت طلب کریں پھر اس عورت کے بارے میں آپ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن التخلی فی الطرق و الظلال، جلد 1، ص 156، رقم 641، السنن الصغری للبیہقی، باب الاستنجاء جلد 1، ص 22، رقم 54، المستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، جلد 1، صفحہ 256، رقم 664، سنن ابو داؤد، باب المواضع التی نھی النبی ﷺ عن البول فیھا، جلد 1، ص 11، رقم 25، مسند أبی یعلی، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 369، رقم 6483

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابو جہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبد الاسد ہے حضرت ابو سلمٰی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔

(اس کے بارے میں رسول اللہ سے کون بات کرے گا) یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

اور حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

(کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی تو سفارش کرتا ہے) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی

سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کرسکتا ہے اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کرسکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

اھلك یا معروف ہے تو اس کا فاعل انھم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے۔

یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں۔ ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری و غیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں اقسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہرحال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

سبحان اللہ! یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج و عزیز و اقارب ہیں صلوۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا وبعلھا وعلیہا وابنہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔

اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کرلی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحٰق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے۔ (اشعہ و مرقات)

یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی

حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرا دینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

208-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَآءِ وَنَحْوِهَا

لوگوں کے راستہ سایہ اور پانی کے قریب اترنے کے مقام وغیرہ میں پاخانہ کرنا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الأحزاب: 58).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1777) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ" قَالُوْا: وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: "الَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِيْ ظِلِّهِمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو لعنت کے کاموں سے بچو صحابہ نے عرض کیا: وہ لعنتی کام کون سے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو لوگوں کے راستہ یا سایہ میں قضاء حاجت کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن التخلی فی الطرق و الظلال، جلد 1، ص 156، رقم 641۔ السنن الصغری للبیهقی، باب الاستنجاء، جلد 1، ص 22، رقم 54۔ المستدرك للحاكم، كتاب الطهارة، جلد 1، صفحه 256، رقم 664۔ سنن ابوداؤد، باب المواضع التی نهی النبی ﷺ عن البول فیها، جلد 1، ص 11، رقم 25۔ مسند أبی یعلی، مسند أبی هريرة رضی الله عنه، جلد 11، صفحه 369، رقم 6483

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو۔

یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو، یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کے وقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۲۳)

209-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنا منع ہے

(1778) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُّبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن البول فی الماء الراکد جلد 1، ص 162، رقم 681 السنن الصغری للبيهقی، باب الاستنجاء، جلد 1، ص 23، رقم 59 سنن النسائی الکبری، باب ذکر نهی الجنب عن الاغتسال فی الماء الدائم، جلد 1، ص 197، رقم 399 مسند امام احمد، مسند أبی هريرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 288، رقم 7855 مسند البزار، مسند أبی هريرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 371، رقم 7618

شرح حدیث: قضائے حاجت کے آداب

انسان کو چاہیے کہ قضائے حاجت کے لئے صحراء یا کھلی جگہ میں لوگوں کی نظروں سے دور جائے اور اگر کوئی چیز میسر ہو تو اس کے ساتھ پردہ کرے اور بیٹھنے کی جگہ کے قریب ہونے سے قبل اپنا ستر ظاہر نہ کرے نیز قبلہ کی طرف چہرہ کرے نہ پیٹھ اور نہ ہی سورج اور چاند کی طرف رخ کرے لیکن اگر گھر میں ہو تو کر سکتا ہے اور گھر میں ہوتے ہوئے بھی قبلہ رخ ہونے یا پیٹھ کرنے سے بچنا مستحب ہے۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں، پھل دار درختوں کے نیچے اور بلوں (یعنی سوراخوں) میں پیشاب نہ کرے۔ اسی طرح سخت جگہ اور ہوا کے رخ پر بھی پیشاب نہ کرے تاکہ اس کے چھینٹوں سے بچ سکے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل خانہ میں پیشاب کرے کیونکہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ ترجمہ: عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔
(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی البول فی المستحم، الحدیث ۲۷، ص ۱۲۲۴)

210-بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيْلِ الْوَالِدِ بَعْضَ أَوْلَادِهٖ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْهِبَةِ

والد کا اولاد میں سے بعض کو بعض پر ہبہ میں فضیلت دینا مکروہ ہے

(1779) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أَبَاهُ أَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكُلَّ

حضرت نعمان بن بشیر ﷜ سے روایت ہے کہ ان کے والد ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: یارسول اللہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطیہ دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ فَقَالَ: لَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَارْجِعْهُ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ. فَرَجَعَ اَبِيْ. فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بَشِيْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: "فَلَا تُشْهِدْنِيْ اِذًا فَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ! ثُمَّ قَالَ: "اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: "فَلَا اِذًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کیا اپنے سب بچوں کو تو نے اس کی مثل عطیہ دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا: نہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے رجوع کرو اور ایک روایت میں ہے کیا تم نے اپنی ساری اولاد سے یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں تو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو تو میرے والد نے وہ عطیہ واپس لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بشیر! تیرے اس کے سوا اور بیٹے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں' آپ نے فرمایا: کیا ان سب کو بھی تم نے عطیہ دیا ہے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: پھر میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ ایک اور روایت میں فرمایا مجھ کو ظلم پر گواہ نہ بنا اور ایک روایت میں ہے اس پر میرے غیر کو گواہ بنا۔ پھر فرمایا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ سب تیری طرف سے بھلائی میں برابر ہوں' عرض کیا: کیوں نہیں' تو فرمایا پھر اس وقت (ناانصافی کیوں کرتے ہو) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الهبة للولد واذا اعطى بعض ولده شيأ، جلد 3، ص 157، رقم 2586 صحیح مسلم، باب كراهة تفضيل بعض الاولاد فى الهبة، جلد 5، ص 65، رقم 4262 السنن الكبرٰى للبيهقى، باب السنة فى التسوية بين الاولاد فى العطية، جلد 6، ص 176، رقم 12349 موطا امام مالك، باب مالا يجوز من النحل، جلد 2، صفحه 751، رقم 1437 مصنف ابن ابى شيبة، باب التسوية بين الاولاد فى العطية، جلد 14، ص 152، رقم 37218

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ خود بھی صحابی ہیں آپ کے والدین بھی صحابی، آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انصاری ہیں، اسلام میں سب سے پہلے بچے ہیں جو انصار میں پیدا ہوئے، ہجرت کے چودھویں مہینے پیدا ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے حمص کے حاکم تھے، ۶۴ھ میں قتل کیے گئے۔ (اکمال، اشعہ، مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو برابر عطیے دے، بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے کہ کسی کو کچھ نہ دے یا کسی کو زیادہ دے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ زندگی میں لڑکی لڑکے کو برابر دے، لڑکے کا دوگنا حصہ میراث میں ہے نہ کہ عطیہ میں، بعض

نے فرمایا کہ زندگی میں بھی لڑکے کو دوگنا دے اور لڑکی کو ایک حصہ۔ (درمختار، شامی، وغیرہ) بعض بزرگ لڑکیوں کو دوگنا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ لڑکیاں ماں باپ کے گھر مہمان ہیں، لڑکے مقیم۔

(اس سے رجوع کرو) اس سے معلوم ہوا کہ باپ اولاد کو دے کر واپس لے سکتا ہے دوسرے اہل قرابت نہیں لے سکتے۔ قرابت اسے مانع ہے یعنی تب تم بھی اپنے عطیہ میں فرق نہ کرو برابر دو۔

عمرہ عین کے فتح سے نعمان کی والدہ ہیں، بشیر کی بیوی، عبداللہ ابن رواحہ کی بہن ہیں۔

تا کہ عطیہ پختہ ہو جائے تمہارے بعد اولاد کا آپس میں جھگڑا نہ ہو، آج کل جو غیر منقول جائیداد کے بیع نامہ رجسٹری کرائے جاتے ہیں اسی کی اصل یہ حدیث ہے، رجسٹری میں حکومت کو گواہ بنایا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نعمان تو عمرہ بنت رواحہ سے تھے باقی اور اولاد دوسری بیویوں سے جن کی مائیں فوت ہو چکی ہوں گی اس لیے یہ واقعہ ہوا۔

اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ باپ اپنی زندگی میں بیٹا بیٹی ساری اولاد میں برابری کرے، بیٹے کے لیے دوگنا حصہ بعد وفات ہے حتی کہ پیار محبت بلکہ چومنے میں بھی برابری کرے۔ (مرقات) اگر چہ قدرتی طور پر چھوٹے بچے سے زیادہ محبت ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں۔

اس حدیث کی بنا پر امام احمد ثوری و اسحاق نے فرمایا کہ اولاد کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے کیونکہ حضور انور نے اسے ظلم فرمایا ہے اور ظلم حرام ہے، ان بزرگوں کے ہاں اس صورت میں ہبہ درست ہی نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک و جمہور علماء رحمہم اللہ کے ہاں یہ زیادتی مکروہ ہے جب کہ بلا وجہ ہو، اس میں ہبہ درست ہی ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہبہ درست ہو گیا تھا ورنہ رجوع کے کیا معنی، نیز دوسری روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عطیہ پر کسی اور کو گواہ بنالو، اگر یہ حرام قطعی ہوتا تو کسی اور کو گواہ بنانے کے کیا معنی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ صدیقہ کو اکیس وسق کھجوریں دیں جو اور اولاد کو نہ دیں، حضرت عمر نے اپنے بیٹے عاصم کو ایک دفعہ ایک خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، عبدالرحمن ابن عوف نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی اولاد کو خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، تمام صحابہ نے یہ واقعات دیکھے اور کسی نے انکار نہ کیا لہذا اس کے جواز پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (مرقات) خیال رہے کہ متقی بیٹے کو فاسق بیٹے سے زیادہ دینا یا غریب معذور بے دست و پا اولاد کو دوسری امیر اولاد سے کچھ زیادہ دینا بلا کراہت درست ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶۱۵)

211- بَابُ تَحْرِيمِ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرَةَ أَيَّامٍ

کسی میت پر عورت کا تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سوائے اپنے شوہر کے وہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے

(1780) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْ غَيْرِهِ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ علی مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، اِلاَّ علی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا"۔ قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا، فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: اَمَا وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ علی مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلاَّ علی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت زینب بنت ابوسلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں حضرت اُم حبیبہ ﷺ پر داخل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں جب ان کے باپ حضرت ابوسفیان ﷺ فوت ہوئے تو انہوں نے خوشبو منگائی جس میں پیلے رنگ کا خلوق یا کسی اور خوشبو کا تھا ایک لونڈی نے اس میں ملایا تو اس میں سے کچھ حضرت اُم حبیبہ رضی للہ عنہا کے رخساروں پر مَل دیا اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے لیکن اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔ زینب بنت ابوسلمٰی کہتی ہیں بعد میں میں زینب بنت جحش کے پاس حاضر ہوئی جب ان کے بھائی فوت ہوئے تو انہوں نے خوشبو منگائی تو اس میں سے لگائی پھر کہا اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ سوائے اپنے شوہر کے چار مہینے اور دس دن۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب تحد المتوفی عنہا زوجہا أربعة شهرا و عشرا، جلد 7، ص 59، رقم 5334 صحیح مسلم، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة و تحریمه فی غیر ذلك، جلد 4، ص 202، رقم 3798 السنن الکبری للبیهقی، باب الاحداد، جلد 7، صفحه 437، رقم 15921 مؤطا امام مالك، باب ماجاء فی الاحداد، جلد 2، ص 596، رقم 1245 سنن ابوداؤد، باب احداد المتوفی عنہا زوجها، جلد 2، ص 257، رقم 2301

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سوگ کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

وللموت اربعة اشهر وعشرا مطلقاً وطئت اولا ولو صغيرة او كتابية تحت مسلم ولو عبدا فلم يخرج عنها الا الحامل۔ (درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶)

موت کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگر چہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے (ت)

احکام الٰہی میں چون و چرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام، سرِ تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ت) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرف براءت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير (القرآن الکریم ۲/۲۸۵)

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

صورت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدتِ وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الأخر ان تحد على ميت فوق ثلث ليال الاعلى زوج اربعة اشهر وعشرا۔ رواه البخاری ومسلم عن ام المومنين ام حبيبة و زينب بنت جحش رضی الله تعالٰی عنهما۔ والله تعالٰی اعلم۔ (صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۶)

اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۳، ص ۲۹۸)

212-بَابُ تَحْرِيْمِ بَيْعِ
شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا تجارتی

اَلْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ وَتَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَالْبَيْعِ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰى خِطْبَتِهٖ إِلَّا أَنْ يَّأْذَنَ أَوْ يَرُدَّ

قافلے کو راستے میں جا کر ملنا کسی بھائی کے معاملے پر معاملہ طے کرنا اور کسی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام دینا حرام ہے البتہ اگر اس کا مسلمان بھائی اسے اجازت دے دے یا وہ خود اسے چھوڑ دے تو جائز ہے

(1781) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيْهِ وَأُمِّهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے اگر چہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من کرہ أن یبیع حاضر لباد بأجر، جلد 2، صفحه 758، رقم 2051 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، جلد 5، صفحه 6، رقم 3904 سنن النسائی الکبری، باب بیع الحاضر للبادی، جلد 4، ص 12، رقم 6083 مسند البزار، مسند انس بن مالک، جلد 2، ص 307، رقم 6736 مصنف ابن أبی شیبة، باب ما جاء فی بیع الحاضر لباد، جلد 6، ص 243، رقم 21300

شرح حدیث: مسائل فقہیہ

مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: کہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع کرے یعنی دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے سستی بیچ ڈالے گا شہری کہتا ہے تو مت بیچ، میں اچھے داموں بیچ دوں گا، یہ دلال بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہا نے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کر کے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج نہ ہو تو بیچنے میں مضایقہ نہیں، ہدایہ میں اسی تفسیر کو ذکر فرمایا۔

(الھدایۃ، کتاب البیوع، فصل فیما یکرہ، ج ۲، ص ۵۴) (وفتح القدیر، کتاب البیع، باب بیع الفاسد، ج ۶، ص ۱۰۷)

(1782) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجارتی (قافلے کے) سامان کو آگے جا کر نہ ملو یہاں تک کہ وہ بازاروں میں اتار لیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النھی للبائع ان لایحفل الابل والبقر والغنم، جلد 2، ص 755، رقم 2042 صحیح مسلم، باب تحریم تلقی الجلب، جلد 5، ص 5، رقم 3894 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمد، جلد 5، صفحه 361، رقم 5557 السنن الکبری للبیهقی، باب النھی عن تلقی السلع، جلد 5، ص 347، رقم 11231 سنن ابو داؤد، باب فی التلقی، جلد 3، صفحه 281، رقم 3438

شرح حدیث: مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لا رہے ہیں اُن کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہوگا نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تجار کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خرید ے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیہوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر کے ہیں دھوکا دیکر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ممانعت نہیں۔

(الهدایۃ، کتاب البیوع، فصل فیما یکرہ، ج ۲، ص ۵۳) (وفتح القدیر، کتاب البیع، باب بیع الفاسد، ج ٦، ص ۱۰۷)

(1783) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ فَقَالَ لَهُ طَاوُسٌ: مَا: لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تجارتی قافلوں سے راستے میں جا کر نہ ملو اور نہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اس کے لئے دلال نہ بنے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب البیع والشراء مع النساء، جلد 3، ص 72، رقم 2158 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، جلد 5، ص 5، رقم 3900 السنن الکبریٰ، باب النهی عن تلقی السلع، جلد 5، صفحہ 347، رقم 11232 سنن ابوداؤد، باب فی النهی أن یبیع حاضر لباد جلد 3، ص 282، رقم 3441 مسند امام احمد مسند عبداللہ بن عباس، جلد 1، ص 368، رقم 3482

(1784) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ، وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ، وَلَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَاَ مَا فِيْ اِنَائِهَا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّيْ، وَاَنْ يَّبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِيِّ وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا، وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے اور فرمایا: دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ اور آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے اور کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تا کہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اوندھا کر دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قافلے کو آگے جا کر ملنے، شہری کو دیہاتی کے لئے خریدنے، عورت کو اپنی

مسلمان بہن کی طلاق کی شرط لگانے' آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے' دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے اور کئی دن کا دودھ روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایبیع علی بیع اخیه ولایسوم علی سوم اخیه، جلد 2، ص 752، رقم 2033 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه وسومه علی سومه، جلد 5، ص 3، رقم 3890 السنن الکبریٰ، باب لایبیع بعضکم علی بیع بعض، جلد 5، ص 344، رقم 11207 المنتقی لابن الجارود کتاب النکاح جلد 1، ص 170، رقم 677 مصنف عبدالرزاق، باب لایبیع حاضر لباد، جلد 8، ص 198، رقم 14867

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی تجارتی قافلے کی آمد سن کر شہر سے باہر ہی ان سے سامان نہ خریدلو، بلکہ انہیں بازار میں مال لے آنے دو تاکہ انہیں بازاری بھاؤ کی خبر ہوجائے اور ان کے بازار میں آمد سے نرخ ارزاں ہوجائے۔

(آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے) یہاں لفظ بیع بمعنی فروخت بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی خرید بھی یعنی جب دو شخص کوئی چیز خرید و فروخت کررہے ہوں اور سودا طے ہوچکا اور قریبًا بات پختہ ہوگئی تو نہ تو کوئی شخص بھاؤ بڑھا کر وہ چیز خریدے اور نہ کوئی شخص بھاؤ سستا کرکے خریدار کو توڑے، یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں، نیلام کا یہ حکم نہیں ہاں بولی دیتے وقت بات طے نہیں ہوتی جو بولی بڑھائے وہ لے لے یہ جائز ہے۔

(دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ) نیلام میں اگر کوئی شخص بولی بڑھادے مگر خریدنا مقصود نہ ہو صرف چیز کی قیمت بڑھانا مقصود ہو کہ دوسرا آدمی اس سے زیادہ کی بولی دے یہ نجش ہے اور ممنوع ہے کہ دھوکا دہی ہے۔

اس طرح مال لانے والے دیہاتیوں کو آج کے بھاؤ پر مال فروخت نہ کرنے دے بلکہ اس کا مال خود سنبھال لے کہ جب مہنگا ہوگا فروخت کردوں گا، جیسا کہ آج کل بعض آڑھتی یا دلال کرتے ہیں ناجائز ہے کہ اس سے چیزیں مہنگی ہوتی ہیں بلکہ قحط پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے باہر کا مال بکنے دو تاکہ مخلوق کو آرام رہے۔

(کئی دن کا دودھ روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا) تصروا، ت کے پیش ص کے فتح سے، یا بالعکس ت کے فتح ص کے پیش سے۔ (اشعہ) تصریہ سے بنا بمعنی دودھ تھن میں روک دینا، نہ نکالنا ایسے جانور کو مصرات کہتے ہیں یہ حرکت خریدار کو دھوکا دینے کے لیے کی جاتی ہے کہ وہ زیادتی دودھ سے دھوکا کھا کر قیمت زیادہ دے جائے۔

اگر کسی نے دودھ کا جانور خریدا مگر دھوکا کھا گیا کہ خریدتے وقت تو دودھ زیادہ تھا بعد میں کم نکلا، تاجر نے کئی وقت سے دودھ نکالا نہ تھا اس لیے اس وقت دودھ بہت ہوا تو اب خریدار کو اختیار ہے۔

اگر جانور رکھنا ہے تو خیر اور اگر رکھنا نہیں ہے تو اس دودھ کے عوض جو اس نے پیا ساڑھے چار سیر خرمے جانور فروخت

کرنے والے کو دے دے، اس دودھ کے عوض جو خریدتے وقت جانور کے ساتھ لیا تھا کہ وہ تاجر کے مملوکہ جانور کا تھا لہٰذا تاجر کی ملک تھا۔ اس حدیث کے ظاہر پر امام شافعی کا عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ دودھ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے عوض ایک صاع چھوہارے ہی دیئے جائیں گے جیسے نفس کی دیت سو اونٹ ہیں کہ قاتل مقتول کی دیت سو اونٹ دے گا نفس مقتول خواہ کیسا ہی ادنیٰ یا اعلیٰ ہو اور خریدار کو مصرات جانور کے واپس کر دینے کا حق ہوگا، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ جس سے دودھ مصرات کی قیمت یا مثل دینا معلوم ہوتا ہے یا یہ حدیث سود حرام ہونے سے پہلے کی ہے کہ اس وقت معاملات میں اس قسم کی کمی بیشی درست تھی۔ (مرقات، لمعات وغیرہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۹۱۱)

(1785) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے مگر جب کہ وہ اس کی اجازت دے دے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه و سومه علی سومه، جلد 5، ص 3، رقم 3884، السنن الکبری، باب لایبیع بعضکم علی بیع بعض، جلد 5، ص 344، رقم 11205 سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، جلد 3، ص 281، رقم 3438 صحیح ابن حبان، باب البیع المنهی عنه، جلد 11، صفحه 339، رقم 4965 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، جلد 2، ص 7، رقم 4531

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں ممانعتیں جب ہیں جب کہ خریدار و تاجر ایک قیمت پر راضی ہو چکے ہوں، ایسے ہی لڑکے لڑکی والے پیغام نکاح پر راضی ہو چکے ہوں کہ اس صورت میں اس کے بھاؤ بڑھا دینے یا پیغام نکاح دینے میں پہلے کا نقصان ہوگا، ہاں اگر پہلا شخص اجازت دیدے تو درست ہے اور اگر پہلے فریقین کی رضامندی مکمل نہ ہوئی تھی صرف کچی پکی بات ہی تھی تو دوسرا شخص بھاؤ بڑھا بھی سکتا ہے اور پیغام بھی دے سکتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۵۲)

(1786) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى

حضرت عقبہ بن عامر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے۔ لہٰذا کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا

يَذَرَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پیغام بھیجے حتیٰ کہ پہلا شخص چھوڑ دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیه حتی یأذن او یترك، جلد 4، ص 139، رقم 3529، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب لایسوم احد کم علی سوم اخیه، جلد 5، صفحه 346، رقم 10681، مسند أبی عوانة، باب حظر المسلم أن یخطب علی خطبة المسلم حتی یترك او یأذن له، جلد 3، ص 41، رقم 4134

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام وسلام آرہے ہیں اور فریقین قریباً راضی بھی ہوگئے ہیں تو دوسرا شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر صرف پیام میں رضامندی نہیں ہوئی تو دوسرا بھی پیام دے سکتا ہے یہ ہی حکم بیع کے متعلق بھی آیا ہے وہاں بھی یہ ہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۴)

213-بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ اَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

شرعی عذر کے بغیر مال ضائع کرنا منع ہے

(1787) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا: فَيَرْضٰى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں پر راضی ہوتا ہے اور تمہارے تین کاموں کو پسند کرتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کے شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) تم اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے مل کر تھامے رکھو (۳) اختلاف وتفرقہ نہ ڈالو اور وہ تین ناپسندیدہ باتیں یہ ہیں: (۱) بے سود بحث وتکرار کرنا (۲) کثرت سے سوال کرنا (۳) مال کو بے فائدہ ضائع کرنا۔ (مسلم) اس کی تشریح پہلے بیان ہو چکی ہے

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن کثرة المسائل، جلد 5، ص 130، رقم 4578، الاداب للبیهقی، باب فی کراهیة اضاعة المال، جلد 1، ص 45، رقم 83، الادب المفرد للبخاری، باب السرف فی المال، صفحه 158، رقم 442، مسند امام احمد، حدیث المغیرة بن شعبة رضی الله عنه، جلد 4، ص 264، رقم 18172

شرح حدیث: حسابِ نعمت کے بارے میں لرزہ خیز 9 فرامینِ مصطفٰے

فانی لذتوں سے اپنے آپ کو بچانے کا جذبہ بڑھانے اور دُنیوی نعمتوں کے سبب ہونے والے حسابِ آخرت سے خود

کو ڈرانے کیلئے دل ہلا دینے والے 9 فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مُلاحظہ ہوں:

(1) جب قِیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو بُلا کر اپنے سامنے کھڑا کر دے گا اور اُس سے اُس کے جاہ و مرتبے کے مُتعلِّق اِسی طرح سُوال کرے گا جس طرح اس کے مال کے بارے میں سُوال فرمائے گا۔ (المعجم الاوسط ج ۱ ص ۱۴۰ حدیث ۴۴۸)

(2) بندہ کوئی بھی قدم اٹھاتا ہے تو قِیامت میں اُس سے سُوال ہوگا کہ وہ قدم کس لئے اُٹھایا تھا؟ (تاریخ دمشق ج ۶ ص ۵۴)

(3) قِیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے یہ سُوال ہوگا کہ کیا میں نے تیرا جسم تندرُست نہیں رکھا تھا؟ کیا میں نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سَیراب نہ کیا تھا؟ (تُو نے ان کے حُقُوق ادا کئے یا نہیں؟) (المستدرک ج ۵ ص ۱۹۱ حدیث ۷۲۸۵)

(4) مالِک اور مَملُوک (یعنی غلام) کو اور زَوج (یعنی شوہر) اور زَوجہ کو لایا جائے گا پھر ان سے حساب ہوگا، یہاں تک کہ مَرد سے کہا جائے گا تُو نے فُلاں فُلاں دن لذّت کے ساتھ پانی پیا اور شوہر سے کہا جائے گا کہ فُلاں عورت سے نکاح کے اور بھی طلبگار تھے لیکن تُو نے اُس کا نکاح چاہا تو میں نے ان سب کو چھوڑ کر اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا۔ (کیا تُو نے اِن نعمتوں کا حق ادا کیا؟) (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۳۳ حدیث ۱۸۳۹۰)

(5) قِیامت میں مؤمن سے ہر عمل کا سُوال ہوگا یہاں تک کہ اس سے اپنی آنکھوں میں سُرمہ ڈالنے کے مُتعلِّق بھی سُوال کیا جائے گا (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۱)

(6) بندہ جو خُطبہ پڑھتا (یعنی وَعظ اور بیان کرتا) ہے اِس کے بارے میں بھی اُس سے سُوال ہوگا کہ اِس سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ (الصمت مع موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ۷ ص ۲۹۴ حدیث ۵۱۴) (مُبلِّغین و مقرِّرین غور فرمائیں کہ بیان کا مقصود نیکی کی دعوت تھی یا بیان کی تعریف اور واہ واہ کی طلب یا حُصولِ شہرت یا دولت؟)

(7) جو شخص کسی شئے کی جانب بُلائے گا قِیامت کے دن اسے اُس کی دعوت (یعنی بُلانے) کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا، خواہ ایک ہی آدمی کو دعوت کیوں نہ دی ہو! (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۳۷ حدیث ۲۰۸) (اِس روایت میں خُلوص کی طرف اشارہ ہے مَثلاً نیکی کی دعوت محض رِضائے الٰہی کیلئے دی تھی یا کوئی اور مقصد تھا! انفِرادی کوشش کرنے والے مبلغین بھی غور فرمائیں)

(8) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے، تم جس نعمت کے مُتعلِّق قِیامت میں سُوال کئے جاؤ گے وہ ٹھنڈا سایہ اور عمدہ کھجور اور ٹھنڈا پانی ہے۔ (ترمذی ج ۴ ص ۱۶۳ حدیث ۲۳۷۶)

(9) قِیامت میں ہر غنی و فقیر (یعنی ہر امیر و غریب) آرزو کرے گا کہ کاش! دنیا میں اِس کے پاس صِرف قُوت ہوتا (ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۴۲ حدیث ۴۱۴۰) (قُوت یعنی صِرف اتنا کھانا ہوتا جس سے زندگی بچ سکے اور بس)

مال زیادہ وبال زیادہ

(1) حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عُمیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جتنا مال زیادہ ہوگا اُتنا حساب زیادہ ہوگا۔
(البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ ص ۲۶۴)

(2) حضرتِ سیِّدُنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قیامت میں ایک دِرہَم والے کے مقابلے میں دو دِرہَم والے کا حساب زیادہ سخت ہوگا۔ (الزہد للامام احمد بن حنبل ص ۱۷۰ حدیث ۷۹۷)

(3) جلیلُ القدر تابعی سیِّدُنا مُعاوِیہ بن قُرّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: قیامت میں سب سے سخت حساب تندرُست فارِغُ البال (یعنی خوش حال) شخص سے ہوگا۔ (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵۹ ص ۲۷۱)

صدقہ پیارے کی حیاء کا کہ نہ لے مجھ سے حساب ‌ ‌ ‌ بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے
(حدائقِ بخشش شریف)

مشکل الفاظ کے معانی: صدقہ: وسیلہ۔ بے پوچھے: بے حساب۔ لجائے: شرمندہ۔ لجانا: شرمندہ کرنا

شرحِ کلامِ رضا: میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس شعر کے اندر بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں: یا اللہ عزوجل تجھے تیرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شرم وحیا کا واسطہ! مجھے محشر میں پُوچھ گچھ کئے بغیر ہی بخش دے، میں تو اپنے گناہوں پر پہلے ہی شرمندہ ہوں میرے اعمال کا حساب لے کر مزید شرمندہ نہ فرما۔

امتحاں کے کہاں قابل ہوں میں پیارے اللہ ‌ ‌ ‌ بے سبب بخش دے مولیٰ ترا کیا جاتا ہے
(وسائلِ بخشش ص ۱۲۶)

(1788) وَعَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ: اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" وَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيْلَ وَقَالَ، وَاِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّهَاتِ، وَوَاْدِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَّهَاتِ۔

حضرت ورّاد جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور مجھ سے یہ الفاظ لکھوائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں ہے اس چیز کو جو تو عطا فرمائے اور کوئی دینے والا نہیں ہے جسے تو روک لے اور کسی بزرگی والے کی بزرگی تیرے سامنے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَبَقَ شَرْحُهُ.

فائدہ نہیں دے سکتی اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحث وتکرار اور مال کے ضائع کرنے اور کثرت سوال سے منع فرمایا ہے اور آپ ماں باپ کی نافرمانی کرنے، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور حقدار کو اس کا حق نہ دینے اور ظلم سے کسی چیز کے لینے سے منع فرماتے تھے۔ (متفق علیہ) اور اس حدیث کی تشریح گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

اقول : اسراف ف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے:

ف: اسراف کے معنی کی تفصیل وتحقیق۔

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔

الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابنا جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۵)

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ ادب المفرد میں، بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم بافادہ تصحیح، شعب الایمان میں بیہقی اور الفاظ ابن جریر کے ہیں۔ یہ سب حضرات عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ ولا تبذر تبذیرا کے تحت راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا تبذیر غیر حق میں صرف کرنا اور یہی اسراف بھی ہے۔

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا:

وضع الشیئ فی غیر موضعہ۔ (تاج العروس باب الفاء فصل السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۳۸)

یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی:

لوانفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ مطبع نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ)

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیہ ۶/۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/۱۷۶)

اگر تو پہاڑ برابر سونا طاعت الٰہی میں خرچ کر دے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع جو گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔

کسی نے حاتم کی کثرت واد و دہش پر کہا: لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اُس نے جواب دیا:

لاسرف فی خیر۔ (مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیہ ۶/۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/۱۷۶)

خیر میں اسراف نہیں۔

اقول: حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۹۲۶)

214- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلَى مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَنَحْوِهِ سَوَاءٌ كَانَ جَادًّا أَوْ مَازِحًا، وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُولًا

اسلحہ وغیرہ سے کسی مسلمان کی طرف سنجیدگی یا مزاح سے اشارہ کرنے اور ننگی تلوار پکڑنے کی ممانعت

(1789) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُشِرْ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعَ فِي حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَنْزِعَ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ". قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ، وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا، وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ، وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِي، وَبِالْمُعْجَمَةِ أَيْضًا يَرْمِي وَيُفْسِدُ. وَأَصْلُ النَّزْعِ: الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے اسے چلوا دے۔ پس وہ اس کی وجہ سے دوزخ کے گڑھے میں جا گرے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا' بے شک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اگرچہ اس کا وہ ماں باپ کی طرف سے حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد: يَنْزِعُ: عین مہملہ کے ساتھ اور زاء کے نیچے زیر کے ساتھ۔ نیز اس کو غین معجمہ کے ساتھ زاء پر زبر کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے یعنی ینزغ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ عین کے ساتھ معنی بھی پھینکنا اور غین کے ساتھ بھی

یہی معنی ہے کہ وہ ہتھیار پھینکتا ہے اور فساد کرواتا ہے اور
نزغ کے اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا، جلد 9، ص 49، رقم 7072، صحیح مسلم، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم، جلد 8، ص 34، رقم 6834، السنن الکبری للبیهقی، باب لا یشیر بالسلاح الی من لا یستحق القتل جلد 8، ص 23، رقم 16295، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی قتال المسلمین بعضهم لبعض، جلد 10، ص 66، رقم 7533، جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 1، صفحه 195، رقم 1925

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
نہ لڑتے وقت نہ ہنسی دل لگی میں کہ بری چیز کی دل لگی بھی بری ہے۔
یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کا ارادہ مارنے کا نہ ہو مگر اتفاقاً لگ جائے اور سامنے والا مر جائے ایسے واقعات بہت دیکھے گئے ہیں کہ مذاق دل میں پستول کا اشارہ کیا وہ چل گیا اور سامنے والے کو گولی لگی جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ خدا کی پناہ!
اس طرح کہ یہ اس کا قاتل بن جائے اور دوزخ میں جائے۔ معلوم ہوا کہ ایسا قتل بھی عذاب نار کا ذریعہ ہے اور ایسے قاتل پر تاوان بھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۹۸)

(1790) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ننگی تلوار پکڑنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم، جلد 8، ص 33، رقم 6832، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی قتال المسلمین، جلد 10، ص 65، رقم 7531، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد 4، ص 270، رقم 4169، مشکوة المصابیح، باب مایضمن من الجنایات، الفصل الاول، جلد 2، ص 300، رقم 3519

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی تلوار ایک دوسرے کو میان میں دینا چاہیے، ننگی تلوار کے لین دین میں کسی کو لگ جانے کا خطرہ ہے یہ نہی تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت ننگی تلوار کا لین دین بلا کراہت درست ہے۔ (از مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۹۸)

215- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے سوائے عذر کے حتیٰ کہ فرض نماز پڑھ لے

(1791) عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَاَذَّنَ

حضرت ابو شعثاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے

الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِيْ، فَأَتْبَعَهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تھے۔ پس مؤذن نے اذان دی تو ایک شخص اٹھ کر مسجد سے جانے لگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی النھی عن تعاطی السیف مسلولا، جلد 4، ص 246، رقم 2163، المستدرک للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، ص 309، رقم 7785، سنن ابوداؤد، باب فی النھی ان یتعاطی السیف مسلولا، جلد 2، ص 336، رقم 2590، صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الفتن، جلد 13، ص 275، رقم 5946

شرح حدیث: مؤذِّن کا اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا کیسا؟

عرض: مؤذِّن اذان کہنے کے بعد باہر مسجد کے جاسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر کوئی ضرورت درپیش ہو اور جماعت میں دیر ہو تو حرج نہیں ورنہ بلاضرورت اجازت نہیں اور مؤذِّن ہی نہیں ہر اس شخص کے لیے یہی حکم ہے جس نے ابھی اُس وقت کی نماز نہ پڑھی جس کی یہ اذان ہوئی اور اذان ہونے ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ مراد دخولِ وقت (یعنی وقت کا شروع ہونا) ہے۔ جو مسجد میں ہو اور کسی نماز کا وقت شروع ہو جائے اور یہ دوسری مسجد کا مقیمِ جماعت (یعنی جماعت قائم کرنے والا) نہ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں مگر یہ کہ کسی حاجت سے نکلے اور قبلِ جماعت واپسی کا اِرادہ رکھے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۶۱۲) ورنہ حدیث میں فرمایا وہ منافق ہے۔

(کنز العمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، حدیث ۲۱۰۲۴، ج ۷، ص ۲۸۹) (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۵۸)

216- بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر کے خوشبو کا تحفہ واپس کرنے کی ممانعت

(1792) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ، فَلَا يَرُدَّهُ، فَاِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ، طَيِّبُ الرِّيحِ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس پر ریحان پیش کی جائے، وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کو اٹھانا آسان اور اس کی مہک اچھی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استعمال المسك وانه اطیب الطیب، جلد 7، ص 48، رقم 6020، جامع الاصول لابن اثیر، الباب الخامس فی الطیب والدھن، جلد 4، ص 767، رقم 2916، مسند ابی یعلی، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 127، رقم 6253، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب استحباب الطیب وماجاء فیمن عرض علیہ طیب فلا یردہ، جلد 4، ص 536، رقم 4099

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم نے تحفہ کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے، بعض عطر فروش کسی کو قیمتاً عطر پیش کرتے ہیں، اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں مگر اس کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں۔ ریحان ریح سے بنا بمعنی خوشبو اس سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل۔

یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلیٰ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخسی باب اللمس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے اسی لیے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۹۸)

(1793) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا یَرُدُّ الطِّیْبَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مالا یرد من الهدیة، جلد 2، ص 912، رقم 2443۔ الاداب للبیھقی، باب فی الطیب، جلد 1، صفحه 365، رقم 603۔ الشمائل المحمدیه للترمذی، باب ما جاء فی تعطر رسول اللهﷺ، ص 247، رقم 216۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 133، رقم 12379۔ مسند البزار، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 349، رقم 7319

شرح حدیث: خوشبو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی آپ ہمیشہ عطر کا استعمال فرمایا کرتے تھے حالانکہ خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو نکلتی تھی کہ جس گلی میں سے آپ گزر جاتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے کہ وہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خوشبو بھیجتا تو آپ کبھی رد نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ خوشبو کے تحفہ کو رد مت کرو کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہوئی ہے۔

(الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۱، ص ۱۳۰، ۱۳۲ ملخصاً)

217- بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِی الْوَجْهِ لِمَنْ خِیْفَ عَلَیْهِ مَفْسَدَةٌ مِّنْ اِعْجَابٍ وَّنَحْوِهٖ، وَجَوَازِهٖ لِمَنْ اُمِنَ ذٰلِكَ فِیْ حَقِّهٖ

منہ پر اس شخص کی تعریف کرنے کی ممانعت ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ غرور وغیرہ میں مبتلا ہو جائے گا اور جس سے یہ خطرہ نہ ہو اس کے حق میں تعریف کرنا جائز ہے

(1794) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِيْ عَلٰى رَجُلٍ وَّيُطْرِيْهِ فِي الْمِدْحَةِ، فَقَالَ: "اَهْلَكْتُمْ - اَوْ قَطَعْتُمْ - ظَهْرَ الرَّجُلِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "وَالْاِطْرَاءُ": اَلْمُبَالَغَةُ فِي الْمَدْحِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ دوسرے آدمی کی تعریف کر رہا تھا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔ (متفق علیہ) اَلْاَطْرَاءُ: کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکره من الاطناب فی المدح ولیقل مایعلم، جلد 2، ص 947، رقم 2520 صحیح مسلم، باب النھی عن المدح اذا کان فیه افراط وخیف منه فتنة، جلد 8، ص 228، رقم 7696 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الشاعر یمدح الناس بمالیس فیھم حتی یکون ذلك کثیرا، جلد 6، ص 242، رقم 21666 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی المدح جلد 11، صفحه 52، رقم 8519 مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنه، جلد 4، ص 412، رقم 19707

شرح حدیث: تعریف پسندی

کچھ مرد اور عورتیں اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو شخص ان کے منہ پر ان کی تعریف کر دے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے عیبوں کی نشاندہی کر دے اس پر مارے غصہ کے آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بہت بری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے اس لئے اگر کوئی شخص تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز اپنی اس خوبی پر اکڑ کر اترا کر خوش نہ ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو۔ بلکہ اس کو اپنا مخلص دوست سمجھ کر اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کر لو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا۔ اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن وحدیث کی مقدس تعلیم سے پتا چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہو کر پھول جانے والا آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو بے حد ناپسند ہے اور اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے اردگرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کا مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خودغرض لوگ تعریفوں کا پل باندھ کر آدمی کو بے وقوف بنایا کرتے ہیں۔ اور جھوٹی تعریفوں سے آدمی کو الو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ اور پھر لوگوں سے اپنی مطلب برآری اور بیوقوف بنانے کی داستان بیان کر کے لوگوں کو خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد وعورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی عیارانہ چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہونا چاہیے۔ (جنتی زیور ۱۳۲)

(1795) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَثْنٰى

حضرت ابوبکرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا تو ایک آدمی نے

عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَيْحَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ" يَقُوْلُهُ مِرَارًا: "إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَرَى أَنَّهُ كَذٰلِكَ وَحَسِيبُهُ اللّٰهُ، وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن کوتوڑ دیا ہے۔ آپ یہ بار بار فرماتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے اگر ہر صورت میں کسی کی تعریف کرنی ہی ہوتو یوں کہا کرو کہ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہے۔ اگر وہ اسکوایسا سمجھتا ہو اوراس کا حساب اللہ کے سپرد ہے اور اللہ کے سامنے کوئی آدمی پاک بازی کا دعویٰ مت کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من التمادح، جلد 8، صفحہ 18، رقم 6061 صحیح مسلم، باب النھی عن المدح اذاکان فیہ افراط و خیف منہ فتنہ، جلد 8، ص 227، رقم 7693 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الشاعر یمدح الناس بمالیس فیھم حتی یکون ذلک کثیرا، جلد 10، ص 242، رقم 21664 سنن ابو داؤد، باب فی کراھیۃ التمادح، جلد 4، صفحہ 401، رقم الحدیث 4807 سنن ابن ماجہ باب المدح جلد 2، صفحہ 1232، رقم الحدیث 3744

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بہت زیادہ تعریف کی بہت مبالغہ سے، غالبًا وہ شخص وہاں موجود ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے دیکھو مرقات۔

یعنی وہ شخص ایسی طبیعت کا ہے کہ تیری تعریف سن کر مغرور و متکبر ہوجاوے گا ایسے شخص کی منہ پر تعریف اسے نقصان دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف سن کر اور زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں اور بعض لوگ غرور میں آجاتے ہیں پہلے قسم کے لوگوں کے منہ پر تعریف کرنا مفید ہے، دوسرے لوگوں کے لیے نقصان دہ یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے۔

یعنی کسی کی تعریف کرنے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ یقین کے ساتھ تعریف نہ کرے کہ وہ ایسا ہی ہے بلکہ اپنے خیال کا اظہار کرے۔ دوسرے یہ کہ جو سمجھتا ہو وہ ہی کہے اگر واقعی اسے اچھا سمجھتا ہے تو اچھا کہے دل میں برا جاننا منہ سے اچھا کہنا جھوٹ بھی ہے اور خوشامد بھی۔

یعنی واقعہ کی گواہی نہ دے کہ واللہ وہ بہت ہی اچھا ہے مگر یہ تمام شرائط اس کے متعلق ہیں جس کی برائی بھلائی نص سے ثابت نہ ہو۔ حضرات انبیاء خصوصًا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آل واصحاب کی تعریفیں کامل یقین سے کرے اور خوب کرے مثلًا میں کہہ سکتا ہوں کہ قسم رب تعالٰی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اللہ کے پیارے بندے ہیں، یوں ہی وہ حضرات جنہیں مخلوق ولی اللہ کہتی ہے انہیں ہم یقین سے ولی کہہ سکتے ہیں کہ مخلوق کی زبان خالق کا قلم ہے لہذا یہ حدیث نہ تو آیت قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے، حضور فرماتے ہیں انتم شھداء اللہ فی الارض۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۶۲)

(1796) وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ، فَاحْثُوْا فِي وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. فَهٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ فِي النَّهْيِ، وَجَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ أَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَطَرِيْقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيْثِ أَنْ يُقَالَ: إِنْ كَانَ الْمَمْدُوْحُ عِنْدَهُ كَمَالُ إِيْمَانٍ وَيَقِيْنٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يَفْتَتِنُ، وَلَا يَغْتَرُّ بِذٰلِكَ، وَلَا تَلْعَبُ بِهِ نَفْسُهُ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَّلَا مَكْرُوْهٍ، وَإِنْ خِيْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ، كُرِهَ مَدْحُهُ فِي وَجْهِهِ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً. وَعَلَى هٰذَا التَّفْصِيْلِ تُنَزَّلُ الْأَحَادِيْثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِي ذٰلِكَ. وَمِمَّا جَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "أَرْجُو أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" أَيْ مِنَ الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيْعِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهَا. وَفِي الْحَدِيْثِ الْآخَرِ: "لَسْتَ مِنْهُمْ" أَيْ لَسْتَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْبِلُوْنَ أُزُرَهُمْ خُيَلَاءَ. وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "مَا رَآكَ الشَّيْطٰنُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ".

حضرت ہمام بن حارث حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ قصداً گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ (مسلم) یہ تمام احادیث ممانعت کی ہیں اور اس کے جواز میں بھی بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ بتائی ہے کہ اگر جس کی تعریف کی جارہی ہے وہ مکمل ایمان اور یقین رکھتا ہو اور اسے ریاضت نفس اور کامل معرفت بھی حاصل ہو جس کی وجہ سے اس تعریف سے اس کے فتنے میں مبتلا یا نفس کے فریب میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو اور نہ اس تعریف سے وہ خوش ہوتا ہو تو یہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ اور اگر اس کے بارے میں ان چیزوں کا خطرہ ہو تو پھر اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اسی تفصیل پر اس بارے میں مختلف احادیث کو محمول کیا جائے گا اور جو احادیث جائز ہونے کے بارے میں ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے یعنی ان لوگوں میں سے جن کو جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ان لوگوں میں

سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لیتا ہے اور جائز ہونے میں اور بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں بیان کر دی ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن المدح اذا کان فیه افراط و خیف منه فتنة، جلد 8، ص 228، رقم 7698، صحیح ابن حبان، باب المدح، جلد 13، صفحه 83، رقم 5770، الادب المفرد للبخاری، باب یحثی فی وجوه المداحین، صفحه 141، رقم 259، مسند امام احمد، حدیث المقداد بن الاسود رضی الله عنه، جلد 6، ص 5، رقم 23874، مسند ابن ابی شیبة، حدیث المقداد بن عمرو رضی الله عنه، صفحه 685، رقم 485

شرح حدیث: اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں اور رسول اللہ نے حضرت عمر سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

تعریف کرنا

بعض مقامات پر تعریف کرنا منع ہے اور مذمت کرنا تو صریح غیبت اور عزت کے در پے ہونا ہے اس کا حکم گزر چکا ہے، تعریف کرنے میں چھ آفات ہیں، چار آفات کا تعلق تعریف کرنے والے سے اور دو کا تعلق اس کے ساتھ ہے جس کی تعریف کی جائے۔

تعریف کرنے والے کے لئے آفات

(۱)۔۔۔۔۔۔حد سے بڑھ کر تعریف کرتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔اظہارِ محبت کے لئے تعریف کرتا ہے اور اس میں ریاء کاری کو داخل کر دیتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔۔بعض اوقات بغیر تحقیق کے بات کرتا ہے اور اس پر مطلع نہیں ہوتا۔

(۴)۔۔۔۔۔۔ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کو خوش کرتا ہے حالانکہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ نبیِّ اَکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ۔

ترجمہ: جب فاسق کی تعریف کی جائے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ناراضگی فرماتا ہے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب الغیبة التی تحل۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۳۰، ج ۷، ص ۱۵۴)

ممدوح کے لئے آفات

دو اعتبار سے تعریف ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کے لئے نقصان دِہ ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔۔اس میں تکبر اور خود پسندی آجاتی ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔جب اس کی اچھی تعریف کی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس پر مطمئن ہوتا ہے اور اس کی کوتاہی کو بھول جاتا ہے لہٰذا اس کی نیکی کی کوشش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، وَيْحَكَ لَوْ سَمِعَهَا مَا أَفْلَحَ۔

ترجمہ: تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی، تیری خرابی ہو اگر وہ اسے سنتا تو کامیابی نہ پاتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃ، الحدیث ۲۰۵۳۵، ج ۷، ص ۳۳۴ بتقدم وتاخر) (لباب الاحیاء ص ۲۴۵-۲۴۶)

وَالْأَحَادِيْثُ فِي الْإِبَاحَةِ كَثِيْرَةٌ. وَقَدْ ذَكَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ أَطْرَافِهَا فِيْ كِتَابِ الْأَذْكَارِ.

اور جائز ہونے میں اور بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں بیان کردی ہیں۔

218- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنْ بَلَدٍ وَّقَعَ فِيْهَا الْوَبَاءُ فِرَارًا مِّنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُوْمِ عَلَيْهِ

جس علاقہ میں وبا پھیل جائے وہاں سے فرار ہونا اور باہر سے اس علاقہ میں آنا ناپسندیدہ ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (أَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ)(النساء: 78).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ)(البقرة: 195)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

(1797) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ - أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ - فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف نکلے اور مقام سرغ میں پہنچے تو لشکر کے امراء یعنی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی آ

وَقَعَ بِالشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِيْ عُمَرُ: ادْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوْا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: خَرَجْتَ لِاَمْرٍ، وَلَا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيَ الْاَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ. فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ، فَقَالُوْا: نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ: اِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ، فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ! - وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ - نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ اِبِلٌ، فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَّهُ عُدْوَتَانِ، اِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ، وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ، اَلَيْسَ اِنْ رَّعَيْتَ الْخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَّعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

آ کر ملے اور ان لوگوں نے اطلاع دی کہ ملک شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے مجھ سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ پس میں نے انہیں بلایا۔ حضرت عمر ؓ نے ان سے مشورہ لیا اور اطلاع دی کہ ملک شام میں وبا پھیل چکی ہے۔ پس ان کی آراء میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ بعض نے کہا آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں تو یہ مناسب نہیں کہ آپ اس کو حاصل کیے بغیر واپس چلے جائیں اور بعض نے کہا آپ کے پاس بہترین لوگ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں اور ہم یہ نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں اس وباء کی طرف لے جائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر مجھے کہا کہ انصار کو بلاؤ۔ پس میں نے ان کو بلایا اور آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا۔ وہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور اسی طرح اختلاف کیا جیسا کہ انہوں نے کیا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی۔ میں نے ان کو بلایا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ لوٹ جائیں اور اس وباء کی طرف آگے نہ بڑھیں۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ ہم صبح واپسی کے لئے سوار ہوں گے تم بھی تیاری کرلو۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے کہا کیا آپ اللہ کی تقدیر سے فرار ہو کر واپس جا رہے ہیں؟

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدِمُوْا عَلَيْهِ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. و "الْعُدْوَةُ": جَانِبُ الْوَادِيْ.

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! اگر تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو کوئی بات نہیں تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس ایک اونٹ ہو اور تم اس اونٹ کو لے کر ایک وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز اور دوسرا خشک۔ کیا تو ایسا نہیں کہ اگر آپ اونٹوں کو سرسبز حصے میں چرائیں گے تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے اور اگر آپ قحط زدہ حصہ میں جائیں تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو اپنے کسی کام کی وجہ سے پہلے وہاں نہیں تھے۔ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس اس معاملے کے بارے میں معلومات ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ پر کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھیلے جہاں تم موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے لئے وہاں سے مت نکلو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور واپس آ گئے۔ (متفق علیہ) اَلْعُدْوَۃُ وادی کا کنارہ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یذکر فی الطاعون، جلد 5، ص 216، رقم 5397 صحیح مسلم، باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ و نحوھا، جلد 7، صفحہ 29، رقم 5915 الآداب للبیہقی، باب الوباء یقع بأرض، صفحہ 213، رقم 353 مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الطاعون، جلد 2، صفحہ 894، رقم 1587 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الصبر و ثواب، جلد 7، صفحہ 218، رقم 2953

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

طاعون کے خوف سے شہر یا محلہ یا گھر چھوڑ کر بھاگنا حرام و گناہ کبیرہ ہے، اس کا کافی بیان ہمارے رسالہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶ / ۸۲، ۱۴۵، ۲۵۵) (الزواجر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دار الفکر بیروت ۲ / ۸۸۔۲۸۷)

جس کے لئے قرآن عظیم میں فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے، ایسا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ جہاد سے بھاگنے والا بھی کہہ سکتا ہے وہ بھی بھاگ کر تقدیر ہی میں جائے گا مگر اس بھاگنے کا منتہی جہنم ہے، طاعون عمواس شام میں تھا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں کے عزم سے روانہ ہو چکے تھے جب سرحد شام وحجاز موضع سرغ پر پہنچے ہیں خبر پائی کہ شام میں بشدت طاعون ہے امیر المومنین نے مہاجرین کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مشورہ کیا بعض نے کہا حضرت کام کے لئے چلے ہیں رجوع نہ چاہئے بعض نے کہا حضرت کے ساتھ بقیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہماری رائے نہیں کہ انہیں وبا پر پیش کریں، پھر انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا وہ بھی یوہیں مختلف ہوئے پھر اکابر مومنین فتح کو بلایا انہوں نے بالاتفاق نہ جانے کی رائے دی امیر المومنین نے واپسی کی ندا کردی، اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: أفرار من قدر اللہ کیا تقدیر الٰہی سے بھاگنا، امیر المومنین نے فرمایا: کاش کوئی اور ایسا کہتا نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ہاں ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کام کو گئے ہوئے تھے جب واپس آئے انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کے حکم کا علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۸۵۳)

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو وہاں طاعون کے سامنے نہ جاؤ اور جب تمہاری جگہ واقع ہو تو اس سے بھاگنے کو نہ نکلو۔ اس پر امیر المومنین حمد الٰہی بجالائے کہ ان کا اجتہاد موافق ارشاد واقع ہوا اور واپس ہو گئے۔

ایسی جگہ نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ کہنا ٹھیک ہے کہ موافق حکم ہے، طاعون سے بھاگنا فسق ہے بھاگنے والوں سے فاسقوں کا سا برتاؤ چاہئے، بدعت بمعنی بدمذہبی نہیں، ہاں اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم ہے اور انہیں رد کرتا اور اپنی نامرادی و بزدلی کے حکم کو اُن پر ترجیح دیتا ہے تو ضرور بدمذہب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوی رضویہ، ج ۲۴، ص ۲۰۵)

(1798) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ،

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی علاقے میں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم ایسی جگہ پر

وَاَنْتُمْ فِيْهَا، فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

موجود ہو جہاں یہ بیماری پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یذکر فی الطاعون، جلد 7، صفحہ 130، رقم 5728 صحیح مسلم، باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوھا، جلد 7، صفحہ 26، رقم 5903 الاداب للبیہقی باب الوباء یقع بأرض، جلد 1، صفحہ 212، رقم 352 مؤطا امام مالک باب ما جاء فی الطاعون، جلد 2، ص 894، رقم 1587 سنن ابو داؤد باب الخروج من الطاعون، جلد 3، ص 153، رقم 3105

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ بنی اسرائیل تھے جن سے کہا گیا تھا کہ تم توبہ کے لیے بیت المقدس میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ تو وہ گھسٹتے ہوئے گئے تھے، انہیں پر طاعون بھیجا گیا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہو گئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے شہروں کی بے ادبی کرنے پر عذاب الٰہی آجاتا ہے۔

کیونکہ یہ ایک بلاء ہے اور بلاء میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ خیال رہے کہ بلاء سے فرار نہیں بچاتا بلکہ استغفار بچاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاعون کی جگہ سے کسی ضرورت کے لیے باہر جائے مضائقہ نہیں، بھاگنے کی نیت سے نکلنا گناہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۷۳)

219- بَابُ التَّغْلِيْظِ فِيْ تَحْرِيْمِ السِّحْرِ
جادو سخت حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ) (البقرۃ:102)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نُزول: حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء و علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن ان کے جہال جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے۔ انبیاء کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خزائن العرفان)

(1799) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِجْتَنِبُوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں

السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ". قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ ؛ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' کسی کو ناحق قتل کرنا' جس کو اللہ نے حرام کیا' سوائے حق کے سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی کے وقت بھاگ جانا' پاک دامن مومن غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اللہ کے ساتھ شرک کرنا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

(جادو کرنا) یعنی جادو کرنا یا بلاضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہو جاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔ (از اشعۃ اللمعات)

(سود کھانا) یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔

(یتیم کا مال کھانا) یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

(لڑائی کے وقت بھاگ جانا) یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

(عورتوں پر تہمت لگانا (زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً ضمناً لہٰذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن

کا: (ا) یعنی والدین کی نافرمانی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۰)

220-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافَرَةِ بِالْمُصْحَفِ إِلَى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

کفار کے علاقہ میں قرآن پاک لے کر جانا منع ہے جب اس بات کا خوف ہو کہ ان کے ہاتھ لگ جائے گا

(1800) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قرآن حکیم کے ساتھ دشمن کے علاقے میں سفر کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو، جلد 1، صفحه 56، رقم 2990 صحیح مسلم، باب النهی ان لیسافر بالمصحف الی ارض الکفار، جلد 6، ص 30، رقم 4946 السنن اللبیهقی، باب لایحمل المصحف الا طاهر ولا یقرأ القرآن جنب، ص 321، رقم 1011 المنتقی لابن الجارود، باب کراهیة ادخال المصاحف ارض العدو، ص 266، رقم 1064 موطا امام مالك، باب النهی عن أن لیسافر بالقرآن الی ارض العدو، جلد 2، صفحه 446، رقم 962

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دار الحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں لہذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج کل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہوگا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔ اور لے کر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے پھاڑ دے یا جلا دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۲)

221-بَابُ تَحْرِيْمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَإِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

کھانے پینے اور طہارت کے لیے سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے

(1801) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ، اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ".

حضرت ام سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: بلاشبہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آنیہ جمع ہے اناء کی بمعنی برتن، آنیہ کے معنی ہوئے برتنوں بروزن افعلۃ جمع قلت ہے۔

یجرجر بنا ہے جرجرۃ سے بمعنی شیر کی آواز، اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرجرہ کہتے ہیں یعنی چاندی کے برتنوں میں پینا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے اس لیے اس طرح فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے، یہاں کھولنے ابلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازًا ہے جیسے جری النھر۔

تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا، اس کے چمچے استعمال کرنا، اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطردانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا، اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا، اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا، اس کے قلم سے لکھنا، مرد وعورت، چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو چاندی سونے کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہے جیسے مردوں کو حرام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے، داؤد ظاہری کا قول ہے سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے ان میں کھانا یا اور طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے مگر داؤد ظاہری کا یہ قول باطل ہے۔ اس مردود کے نزدیک سؤر کا صرف گوشت حرام ہے اور اس کے کلیجی گردے حلال ہیں، ضرورت میں پھنس جانے پر ان میں سے چیز نکال کر استعمال کرے جیسے سونے کی تیل دانی سے تیل لگانا پڑ جائے تو اس سے ہتھیلی پر تیل لوٹ لے پھر اسے سر میں مل لے۔ (مرقات واشعہ) یوں ہی سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے، ہاں علاجاً سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال کہ یہ علاج ہے نہ کہ استعمال، یوں ہی سونے چاندی وغیرہ کا کشتہ کھانا حلال ہے کہ یہ غذا ہے یا دوا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۲)

(1802) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: "هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ".

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ریشم اور دیباج کے استعمال اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا".

آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔ (متفق علیہ) بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم ریشم اور دیباج مت پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ اور پیو۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں۔

یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ص ۴۲۲)

(1803) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ ، فَجِيئَ بِفَالُوذَجٍ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ، فَقِيْلَ لَهُ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهُ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ وَّجِيئَ بِهِ فَأَكَلَهُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. "الْخَلَنْجُ": الْجَفْنَةُ.

حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجوس کے ایک گروہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے نہ کھایا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس کو بدل دیں تو انہوں نے اس کو ایک بڑے پیالے میں بدل کر دیا اور وہ لایا گیا تو آپ نے اسے کھالیا۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلْخَلَنْج: پیالہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: السنن الکبری للبیھقی، باب المنع من الاکل فی صحاف الذھب والفضۃ، جلد 1، ص 28، رقم 106

شرح حدیث: سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت حصہ 16

صفحہ 39,38 پر لکھتے ہیں:

☆ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اوران کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطردان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد وعورت دونوں کے لیے ہے۔

☆ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔

☆ چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔

☆ سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش وزینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے یہ برتن وقلم ودوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہوجائے اس میں حرج نہیں۔یوہیں سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے، ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔(بہارشریعت حصہ 16 صفحہ 38,39)

خیال رہے کہ اگر کھانے پینے کا سامان سونے چاندی کے برتن میں موجود ہو تو کھانے کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ اسے کسی اور قابل استعمال برتن میں پلٹ لیا جائے اوراس کھانے کو کھالیا جائے۔

222-بَابُ تَحْرِيْمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْبًا مُّزَعْفَرًا

زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے

(1804) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النھی عن التزعفر للرجال، جلد 7، صفحہ 153، رقم 5846۔صحیح مسلم، باب النھی عن التزعفر للرجال، جلد 6، ص 155، رقم 5629۔الاداب للبیہقی، باب نھی الرجال عن التزعفر وعن لبس المعصفر، جلد 1، صفحہ 286، رقم 480۔المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مقدام، جلد 8، صفحہ 365، رقم 8888۔سنن ابوداؤد، باب فی الخلوق للرجال، جلد 4، ص 129، رقم 4181

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنے کپڑے یا بدن میں زعفرانی رنگ استعمال کرنا مرد کے لیے ممنوع قرار دیا عورتوں کو یہ سب کچھ جائز ہے،بعض شارحین نے فرمایا کہ تھوڑا سا زعفرانی رنگ لگا لینا مرد کو جائز ہے زیادہ ممنوع ہے مگر حق یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے۔جن احادیث سے اس جواز کا دھوکا ہوتا ہے ان میں رنگ لگ جاتا ہے لگانا نہیں لہذا یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے۔
(مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٧٧ ٢)

(1805) وَعَنْ عبدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَاٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: "أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟" قُلْتُ: أَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ: "بَلْ أَحْرِقْهُمَا". وَفِي رِوَايَةٍ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے عصفر سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا میں دھو دوں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم انہیں جلا دو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں لہٰذا تم ان کو نہ پہنو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، جلد 6، ص 144، رقم 5557، مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، جلد 2، ص 483، رقم 4327

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسم ایک پھل ہوتا ہے جو سرخ رنگ دیتا ہے اور خالص سرخ رنگ مرد کے لئے ممنوع ہے عورتوں کے لیے جائز ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر بنا ہوا کپڑا سرخ رنگ لیا جائے تو ممنوع ہے اور اگر سرخ سوت سے بنا جائے تو جائز ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے، یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو یہ تفصیل کرتے ہیں، اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

یعنی کفار حرام و حلال لباس میں یوں ہی مردانہ زنانہ لباس میں فرق نہیں کرتے جیسا کپڑا چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں۔ چنانچہ سرخ کپڑا عورتوں کا لباس ہے مگر ان کے مرد بھی پہنتے پھرتے ہیں تم ایسا نہ کرو تم مردانہ زنانہ جوڑے میں فرق کرو۔ (از مرقات) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کفار کے لباس سے اور مردوں کو عورتوں کے لباس سے بچنا چاہیے۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷۱)

223- بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

صبح سے شام تک خاموش رہنا منع ہے

(1806) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا الْحَدِيثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ. فَنُهُوا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ وَأُمِرُوا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں اور صبح سے شام تک خاموشی جائز نہیں۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں خاموشی

بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيثِ بِالْخَيْرِ۔

بھی عبادت میں شمار ہوتی تھی مگر اسلام میں مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہا کریں اور بھلائی کی باتیں کیا کریں۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء متی ینقطع الیتیم، جلد 3، ص 74، رقم 2875 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب البلوغ بالاحتلام، جلد 6، صفحه 57، رقم 11642 جامع الاصول لابن اثیر، النوع السابع فی الوصی و الیتیم، جلد 11، ص 642، رقم 9264 معرفة الصحابه لابی نعیم، باب من اسمه حصین جلد 3، ص 361، رقم 2045

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کا باپ فوت ہو جائے وہ یتیم کہلاتا ہے بشرطیکہ نابالغ ہو بالغ لڑکا یتیم نہیں کہلاتا۔

یعنی اسلام میں چپ کا روزہ نہیں پچھلے دینوں میں تھا اگرچہ بری باتوں سے خاموشی بہتر ہے مگر خاموشی ہمارے ہاں عبادت نہیں بلکہ اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۰)

(1807) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ، فَرَآهَا لَا تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي، فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے اس کا نام زینب تھا۔ آپ نے اسے دیکھا کہ وہ بولتی نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے کیا ہو گیا ہے کہ باتیں نہیں کرتی' اس کے گھر والوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: گفتگو کرو کیونکہ یہ خاموشی جائز نہیں' یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ پس اس نے بولنا شروع کر دیا۔

(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ایام الجاهلیة، جلد 5، ص 41، رقم 3831 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب مایوفی به من النذور وما لا یوفی، جلد 10، ص 76، رقم 20590 سنن الدارمی، باب فی کراهیة اخذ الرأی، جلد 1، ص 82، رقم 212 مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال لانذر فی معصیة الله، جلد 3، ص 67، رقم 12156

شرح حدیث: علم سے گفتگو اور حلم سے خاموشی

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: سات اشخاص قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سایہ رحمت میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور کہے کہ میں اللہ عزوجل کے لئے تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اور دوسرا بھی اسی کی

سل کہے (۲) وہ شخص جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرے تو خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ سے اس کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں (۳) وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے تو اُسے بائیں سے چھپائے (۴) وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت اپنی طرف دعوتِ (گناہ) دے اور وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (۵) وہ شخص جس کا دل مساجد سے محبت کی وجہ سے انہی میں لگا رہے (۶) وہ شخص جو اوقاتِ نماز کے لئے سورج کی رعایت کرتا ہو (یعنی وقت میں نماز پڑھتا ہو) اور (۷) وہ شخص کہ اگر بولے تو علم کی بات کرے اور اگر خاموش رہے تو حلم کے سبب خاموش رہے۔

(کتاب الزھد لامام احمد بن حنبل، الحدیث ۸۱۹، ص ۱۷۳)

224-بَابُ تَحْرِيْمِ اِنْتِسَابِ الْاِنْسَانِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَتَوَلِّيْهِ اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ

باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا اور خود کو اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں

(1808) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان، جلد 5، ص 156، رقم 4326 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وھو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 229 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من ادعی الی غیر ابیہ، جلد 7، ص 403، رقم 15728 المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ طالب، جلد 4، صفحہ 88، رقم 3683 سنن ابو داؤد، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ، جلد 4، ص 490، رقم 5115

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو دیدہ و دانستہ اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کا بیٹا بتائے یا اس کی میراث لینے کے لیے یا اپنی عزت و آبرو بڑھانے کے لیے یا کسی اور مصلحت سے تو وہ اولاً یا ابرار کے ساتھ جنت میں نہ جا سکے گا یا جو شخص یہ کام حلال جان کر کرے وہ جنت سے بالکل محروم ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سید نہیں مگر اپنے کو سید کہتے کہلواتے ہیں یہ بیماری بہت لوگوں میں ہے یہ حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف الفاظ سے آئی ہے چنانچہ ابو داؤد و ابن ماجہ، احمد نے ان ہی دونوں صحابیوں سے اور ابو داؤد نے حضرت انس سے روایت کی کہ جو شخص اپنے غیر باپ کو باپ بتائے یا اپنے غیر مولے کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر تا قیامت اللہ کی لعنت ہے پے در پے (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۳۱)

(1809) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَرْغَبُوْا عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو۔

اٰبَائِکُمْ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ اَبِيْهِ، فَهُوَ كُفْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پس جس شخص نے اپنے باپ سے منہ پھیرا اس نے کفر کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح بخاری، باب من ادعى الى غير ابيه، جلد 8، صفحه 156، رقم 6168 صحيح مسلم، باب بيان حال ايمان من رغب عن ابيه وهويعلم، جلد 1، ص 57، رقم 227 صحيح ابن حبان، باب الوعيد على ترك الصلاة، جلد 4، ص 328، رقم 1466 اتحاف الخيرة المهرة، كتاب الامارة، باب برالوالدين و صلتهما، جلد 5، ص 468، رقم 5015 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 526، رقم 10825

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر وہ غریب یا غیر عزت والے ہوں تو اپنے کو ان کی اولاد کہنے سے شرم وغیرت نہ کرو۔

جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماعِ امت کا مخالف ہے اور جو حرام جان کر یہ حرکت کرے وہ کافر کا سا کام کرتا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکرا ہے یا رب تعالٰی کا ناشکرا بہر حال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام۔ (مرقات)

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی تھی میں نے تکرار سے بچنے کے لیے یہاں سے حذف کر دی (مرقات)

آپ عبدشمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں، آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا کنیت ابوسعید شمسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن نام رکھا، مشہور صحابی ہیں، قرشی ہیں، فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔

طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے، اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا باعث ہیں۔ اہلِ عرب بتوں اور باپ دادوں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرما دیا گیا۔ خیال رہے کہ بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ دادوں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۳۲)

(1810) وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكِ بْنِ طَارِقٍ، قَالَ: رَاَيْتُ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: لَا وَاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ، وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ، فَنَشَرَهَا فَاِذَا فِيْهَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ، وَاَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، وَفِيْهَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ، فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا، اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا. ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ

حضرت یزید بن شریک بن طارق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس کو ہم پڑھیں۔ سوائے کتاب اللہ کے اور وہ جو کہ اس صحیفے اور دستاویز میں ہے۔ پھر اس صحیفے کو پھیلا دیا تو اس میں اونٹوں کی عمریں اور زخموں کے احکام تھے اور اس میں یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیر سے ثور تک کا علاقہ مدینہ منورہ کا حرم ہے جس نے اس میں کوئی نئی چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی

وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ، فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا . وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ، اَوِ انْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ" اَيْ: عَهْدُهُمْ وَاَمَانَتُهُمْ. "وَاَخْفَرَهٗ": نَقَضَ عَهْدَهٗ. "وَالصَّرْفُ": اَلتَّوْبَةُ، وَقِيْلَ الْحِيْلَةُ. "وَالْعَدْلُ": اَلْفِدَاءُ.

لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادت اور نفلی عبادت بھی قبول نہیں فرمائے گا۔ مسلمانوں کا عہد ایک ہے جس کے ساتھ ان کا ایک ادنیٰ آدمی کوشش کرتا ہے سو جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا۔ اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائے گا اور جس نے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی یا اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی۔ اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی نہ فرضی عبادت قبول کرے گا اور نہ نفلی۔ (متفق علیہ) ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ: یعنی ان (مسلمانوں) کا عہد اور ان کی امانتیں۔ اَخْفَرَهٗ: یعنی اس کے عہد کو توڑ ڈالا اور اَلصَّرْفُ کے معنی ہیں توبہ اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ "حیلہ" بھی ہے۔ اور اَلْعَدْلُ اس کا معنیٰ ہے فدیہ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم من تبراء من موالیہ، جلد 6، صفحہ 248، رقم 6374 صحیح مسلم، باب فضل المدینة و دعاء النبی ﷺ فیھا بالبرکة، جلد 4، ص 115، رقم 3393 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماجاء فی حرم المدینة، جلد 5، ص 196، رقم 10244 سنن النسائی الکبرٰی، باب منع الدجال من المدینة، جلد 2، صفحہ 486، رقم 4278 مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 228، رقم 263

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت علی کے زمانہ خلافت میں رفض اور خروج کی جڑیں قائم ہوئیں چھپے منافق ان گروہوں کی شکل میں نمودار ہوئے، روافض نے مشہور کیا کہ حضرت علی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی وصیت نامہ اور خلافت نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ آپ اسلام کے خلیفہ اول ہیں لہذا گزشتہ خلافتیں باطل تھیں اور یہ کہ آپ کے پاس کوئی خاص چھپا ہوا قرآن ہے اور وہی اصلی ہے اس لیے بعض لوگ آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے اور جناب علی مرتضیٰ یہ جواب دیتے تھے، بعض روافض کو آپ نے زندہ جلوا دیا جیسا کہ مشکوٰۃ کتاب الحدود میں آئے گا مگر یہ دبی چنگاری سلگتی ہی رہی۔ صحیفہ ایک کاغذ تھا جس میں کچھ شرعی احکام لکھے ہوئے تھے جو جناب علی کی تلوار کے پرتلہ میں رہتا تھا جو آپ لوگوں کو دکھا یا بھی

کرتے تھے اور سناتے بھی تھے، وہی واقعہ یہاں بیان ہورہا ہے آپ فرمارہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی اور قرآن نہیں یہی قرآن ہے اور حضور انور کی کوئی خاص وصیت یا تحریر نہیں صرف یہ ورق ہے جس میں کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں۔

عیر وثور کے متعلق شارحین کے بہت اقوال ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ ہیں جو مدینہ منورہ کے کناروں پر واقع ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ مکہ معظمہ میں ہیں۔ ثور پہاڑ وہ ہے جس کے غار میں ہجرت کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبر چھپے تھے اس لیے اسے غار ثور کہتے ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جتنا فاصلہ مکہ کے دو پہاڑوں عیر وثور کے درمیان ہے اتنا فاصلہ مدینہ منورہ کا حرم ہے، بعض نے فرمایا کہ عیر تو مدینہ منورہ میں ہے اور ثور مکہ معظمہ میں، بعض کے خیال میں ہے کہ عیر وثور پہاڑ نہیں بلکہ اطراف مدینہ کے دو میدانوں کا نام ہے جنہیں حرتین کہتے ہیں، بعض روایات میں عیر و اُحد ہے راوی نے غلطی سے بجائے احد کے ثور کہا، بہرحال مدینہ منورہ کے حدود مراد ہیں۔

یہ فرمان امام اعظم کی قوی دلیل ہیں کہ حدود مدینہ میں شکار حرام نہیں بلکہ یہ چیزیں حرام ہیں جو حضرت علی نے بیان فرمائیں یعنی یہاں بدعتیں ایجاد کرنا بدعتیوں کو مدینہ میں جگہ دینا سخت گناہ ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی ہے اور دین میں فساد بھی۔ خیال رہے کہ بدعت و بدعتی سے عقیدہ کی بدعتیں و بدعتی مراد ہیں جیسے رفض وخوارج، وہابیت وغیرہ نہ کہ عملی بدعتیں کہ وہ تو کبھی فرض واجب بھی ہوتی ہیں جیسے کتب حدیث کا جمع کرنا یا قرآن کریم کے تیس پارے اور علم فقہ وغیرہ، اگرچہ ہر جگہ ہی بدعتیں بری ہیں مگر مدینہ پاک میں زیادہ بری۔

صَرف سے مراد فرائض ہیں یا شفاعت یا توبہ اور عدل سے مراد نوافل ہیں یا فدیہ گناہ کہ صرف کے معنے ہیں پھیرنا فرائض کی ادا یا شفاعت یا توبہ سے عذاب الٰہی پھر جاتا ہے، لوٹ جاتا ہے، عدل کے معنے ہیں برابری نفل کبھی فرض کی کمی پوری کرکے کامل فرض کے برابر کردیتے ہیں یا فدیہ اصل فوت شدہ کے برابر ہوتا ہے۔

یعنی اگر معمولی درجے کا مسلمان کسی کافر کو امان یا ذمہ یا پناہ دے دے تو تمام مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے اسے توڑنا حرام ہے اور باعث مذمت، سارے مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں کہ روح سب کی ایک ہے کوشش کرنے سے مراد والی یا متولی یا ذمہ دار ہوتا ہے۔

یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کے ذمہ یا اس کی دی ہوئی امان توڑے یا اس کے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے اس پر لعنت ہے۔

ولاء دو قسم کی ہے ولاء مولات اور ولاء عتاقہ، ولاء مولات قوموں کے معاہدے کو کہتے ہیں کہ چند قومیں کسی معاہدے میں شریک ہوکر ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن جائیں، ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کیے کسی اور قوم سے معاہدہ نہ کرے کہ اس میں عہد شکنی ہے جو حرام ہے یا یہ مطلب ہے کہ آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے

والے مولیٰ کا عتاقہ ہے کہ اسے اس غلام کی میراث کا حق پہنچتا ہے، یہ غلام دوسرے کو اپنا مولیٰ نہ بتائے جس کا معتق ہے اسی کا ہے یا یہ مطلب ہے کہ کوئی مسلمان بھائی، بھائی مسلمان کو ستانے کے لیے کافر سے دوستی نہ کرے ورنہ لعنت کا مستحق ہوگا۔ غرضکہ اس جملہ کی تین شرحیں ہیں۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ علم لکھ لینا سنت صحابہ ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ روافض کا یہ قول غلط محض ہے کہ حضور انور نے اہل بیت کو خلافت کی وصیت کی یا کوئی خاص قرآن دیا یا انہیں قرآن کے ایسے خاص اسرار لکھائے جو دوسروں سے چھپائے۔ نعوذ باللہ! (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۴۷)

(1811) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ اِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللّٰهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کیا اور جس نے ایسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو یہ الزام اس کے کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ حدیث مسلم کی روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لسبة الیمن الی اسماعیل، جلد 4، صفحه 180، رقم 3508 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه وهو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 226 مسند امام احمد، حدیث المشایخ عن أبی بن کعب، جلد 5، ص 166، رقم 21503 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف اللام، جلد 18، ص 311، رقم 19500

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۲)

225-بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنِ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَوْ رَسُوْلُهُ

اللہ اور اس کے رسول نے جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

کرنے سے ڈرانے کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) (النور: 63).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ) (ال عمران: 30)،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ) (البروج: 12)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ)(هود: 102).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بیشک اس کی پکڑ دردناک کڑی ہے۔

(1812) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ، اَنْ يَّاْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور اس کی غیرت یہ ہے کہ کوئی شخص وہ کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا دیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مؤمن اخلاقِ الٰہی سے موصوف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حیاء وغیرت صفات الہیہ سے ہے، جسے یہ نعمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اللہ تعالیٰ کی غیرت فرمانے کے کیا معنٰی ہیں اس کے لیے ہماری تفسیر نعیمی میں آیت اِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

یعنی بندہ گناہ کرتا ہے رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے لہذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیری نہ کرے۔ یہ حدیث باب اللعان میں اس لیے لائے کہ لعان میں زنا کا الزام ہی تو ہوتا ہے اور زنا کرنا بھی غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی شرم کی بات لہذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۲۷)

226-بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ وَيَفْعَلُهٗ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ

منع کردہ باتوں کے ارتکاب کرنیوالے کو کیا کہنا یا کیا کرنا چاہئے؟

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ) (فصلت: 36).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ۔

وَقَالَ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُونَ) (الأعراف: 201).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

وَقَالَ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ) (آل عمران: 135-136).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیگ ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: (وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (النور: 31).

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

(1813) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں کہا: لات او عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہئے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہے اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب "افرأيتم اللات والعزى"، جلد 6، ص 141، رقم 4860 صحیح مسلم، باب من حلف باللات والعزى فليقل لا اله الا الله، جلد 5، ص 81، رقم 4349 سنن ابو داؤد باب الحلف بالانداد جلد 3، صفحہ 216، رقم 3249 صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الدلیل علی أن الكلام السيء ذو الفحش فی المنطق، جلد 1، ص 28، رقم 45 مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 309، رقم 8073

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر بھول کر لات وعزیٰ کی قسم کھالے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹا دیتی ہے اور اگر دیدہ دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہوگیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ لات وعزیٰ مکہ والوں کے

دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے اب جو گنگا جمنا یا رام لچھمن کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہ ہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔

یعنی جوا کھیلنا تو در کنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کر دے تا کہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہ ہی مذہب جمہور ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۲۴)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

19- کِتَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

227- بَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

(1814) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِیْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰی ظَنَنَّاهُ فِیْ طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا اِلَیْهِ، عَرَفَ ذٰلِكَ فِیْنَا، فَقَالَ: "مَا شَأْنُکُمْ؟" قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَکَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِیْهِ وَرَفَّعْتَ، حَتّٰی ظَنَنَّاهُ فِیْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: "غَیْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِیْ عَلَیْکُمْ، اِنْ یَّخْرُجْ وَاَنَا فِیْکُمْ، فَاَنَا حَجِیْجُهٗ دُوْنَکُمْ؛ وَاِنْ یَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِیْکُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِیْجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ. اِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَیْنُهٗ طَافِیَةٌ، کَاَنِّیْ اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰی بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ اَدْرَکَهٗ مِنْکُمْ، فَلْیَقْرَاْ عَلَیْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْکَهْفِ؛ اِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَیْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ یَمِیْنًا وَّعَاثَ شِمَالًا، یَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا" قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا لُبْثُهٗ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ: "اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا: یَوْمٌ کَسَنَةٍ، وَیَوْمٌ کَشَهْرٍ، وَیَوْمٌ کَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ اَیَّامِهٖ کَاَیَّامِکُمْ" قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَسَنَةٍ اَتَکْفِیْنَا فِیْهِ صَلٰوةُ یَوْمٍ؟ قَالَ: "لَا، اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ". قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ:

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیاں

متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیوں کا بیان

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ایک دن صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔اس ذکر کے دوران آپ کبھی اونچی آواز سے بات کرتے اور کبھی ہلکی آواز سے بات کرتے۔ یہاں تک کہ ہم یہ خیال کرنے لگے کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔پس جب ہم شام کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری کیفیت کو جان لیا اور فرمایا: کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آج صبح آپ نے دجال کا ذکر فرمایا: آپ کبھی تو بلند آواز سے بات کرتے اور کبھی ہلکی آواز سے بات کرتے۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: مجھے دجال سے زیادہ اور فتنوں کا تمہارے لئے خطرہ ہے۔ دجال اگر میری زندگی میں ظاہر ہوا تو تمہاری جگہ میں خود اس سے نپٹ لوں گا اور اگر وہ اس وقت ظاہر ہوا جب میں تمہارے اندر موجود نہ ہوا تو ہر آدمی خود اپنے دفاع کا ذمہ دار ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر نگہبان ہے۔ (پھر فرمایا: دیکھو) دجال نوجوان گھنگھریالے بالوں والا ہوگا۔اس کی ایک آنکھ (انگور کی طرح) اوپر ابھری ہوئی ہوگی۔ گویا میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن سے مشابہ دیکھتا ہوں۔پس جو شخص اسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔وہ شام اور عراق کے درمیانی راستہ میں ظاہر

كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ، فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ، فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَّأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ، فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالَى إِلَى عِيسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ، وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ

ہوگا۔ وہ دائیں بائیں تباہی پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! پس ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! اس کا قیام زمین میں کتنی مدت تک ہوگا؟ فرمایا: چالیس روز، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جو دن سال کے برابر ہوگا تو کیا اس میں ہمارے لئے ایک دن کی نماز کافی ہوجائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اندازہ مقرر کر لینا۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ زمین میں کتنی تیزی سے جائے گا۔ آپ نے فرمایا: اس بادل کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو۔ پھر ایک قوم کے پاس آئے گا اور اس کو اپنی طرف بلائے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئیگی اور اس کا حکم مانے گی، وہ آسمان کو حکم کرے گا، آسمان اس قوم پر پانی برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا، وہ سبزہ پیدا کرے گی۔ اس قوم کے چرنے والے جانور شام کو واپس آئیں گے تو ان کے کوہان بہت بڑے، پستان بہت لمبے اور کوکھیں (بھرنے کی وجہ سے) خوب تنی ہوئی ہوں گی۔ اس کے بعد پھر ایک قوم پر سے گزرے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے۔ دجال ان کے پاس سے چلا جائے گا۔ فوراً وہ قحط زدہ ہوجائیں گے۔ ان کے پاس اپنے مویشی نہ رہیں گے۔ دجال ویران مقامات پر سے گزرے گا اور ان سے کہے گا کہ اپنے خزانے برآمد کر دو۔ فوراً ان مقامات کے خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ چل پڑیں گے۔ اس

يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِئَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ - إِلَى اللهِ تَعَالَى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ - إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ - إِلَى اللهِ تَعَالَى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالَى طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ؛ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ؛ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ

گے بعد وہ ایک بھرپور نوجوان کو اپنی طرف بلائے گا اور وہ انکار کر دے گا) دجال تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنے فاصلے سے تیر کا نشانہ لیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس نوجوان کو بلائے گا جب وہ نوجوان آئے گا تو اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ وہ اسی حال میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا۔ چنانچہ جامع مسجد دمشق کے مشرقی سفید کنارے کے پاس وہ زرد رنگ کی چادریں پہنے اتریں گے۔ اس حال میں کہ ان کے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر ہوں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو چاندی کے موتیوں کی طرح قطرے گریں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر کو پہنچے گی تو وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پس وہ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ باب لد کے پاس اس کو پاکر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی قوم کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا ہوگا۔ پس آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کی بابت بتلائیں گے۔ وہ ایسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان سے لڑائی کی طاقت نہیں۔ پس تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا کر ان کی حفاظت کر۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اس حال میں کہ وہ بلندی سے پھسلتے

وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

والے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ طبریہ پر گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک بیل کا سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے صحابہ ﷺ اللہ کی طرف رغبت کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمادے گا اور وہ تمام اسی وقت مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ ﷺ زمین کی طرف اتر کر آئیں گے تو انہیں زمین پر ہاتھ برابر جگہ بھی ایسی نہ ملے گی جہاں ان کی لاشیں اور بدبو نہ ہو۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جس طرح بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں ان کو پھینک دیں گے۔ پھر اللہ عزوجل بارش نازل فرمائے گا جس سے کوئی گھر اور خیمہ محفوظ نہیں رہے گا۔ پس وہ ساری زمین کو دھو دے گی یہاں تک کہ اسے چکنی چٹان یا آئینے کی طرح صاف کر کے چھوڑے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل اگا اور اپنی برکت واپس کر۔ پس اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت ڈال دی جائیگی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے

والی گائے لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری لوگوں کے ایک گھرانے کو کافی ہوگی۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان مسلمانوں کو ان کی بغلوں کے نیچے سے لگے گی۔ پس وہ ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ (اس کے بعد) صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس زمین میں گدھوں کی طرح علانیہ لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے۔ پس انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: "خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ": اَىْ طَرِيْقًا بَيْنَهُمَا. وَقَوْلُهٗ: "عَاثَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، وَالْعَيْثُ: اَشَدُّ الْفَسَادِ. "وَالذُّرٰى": بِضَمِّ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ اَعَالِى الْاَسْنِمَةِ وَهُوَ جَمْعُ ذِرْوَةٍ بِضَمِّ الذَّالِ وَكَسْرِهَا "وَالْيَعَاسِيْبُ": ذُكُوْرُ النَّحْلِ. "وَجِزْلَتَيْنِ": اَىْ قِطْعَتَيْنِ. "وَالْغَرَضُ": اَلْهَدَفُ الَّذِىْ يُرْمٰى اِلَيْهِ بِالنُّشَّابِ، اَىْ: يَرْمِيْهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النُّشَّابِ اِلَى الْهَدَفِ. "وَالْمَهْرُوْدَةُ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ، وَهِىَ: الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ. قَوْلُهٗ: "لَا يَدَانِ": اَىْ لَا طَاقَةَ. "وَالنَّغَفُ": دُوْدٌ. "وَفَرْسٰى": جَمْعُ فَرِيْسٍ، وَهُوَ الْقَتِيْلُ. وَ"الزَّلَقَةُ": بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَبِالْقَافِ، وَرُوِىَ: الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ وَهِىَ الْمِرْاٰةُ.

"خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ" شام اور عراق کے درمیان راستہ "عاث" عین اور ثاء کے ساتھ ہے اور اَلْعَيْثُ کے معنی ہیں بہت زیادہ فساد برپا کرنے والا۔ اَلذُّرا: سے مراد ہے کوہان، ذال معجمہ پر پیش کے ساتھ اور یہ ذِرْوَةٍ کی جمع ہے ذال پر ضمہ اور کسرہ کے ساتھ، اور "اَلْيَعَاسِيْبُ" شہد کی نر مکھیوں کو کہتے ہیں۔ "جِزْلَتَيْنِ" بمعنے دو حصے یا دو ٹکڑے "اَلْغَرَضُ" اس سے مراد ہدف ہے اور ہدف اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف تیروں کے ساتھ نشانہ کیا جاتا ہے یعنی اس طریقہ سے پھینکے گا جس طرح تیر نشانہ کی طرف پھینکا جاتا ہے۔ "اَلْمَهْرُوْدَةُ" دال مہملہ اور معجمہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے رنگا ہوا کپڑا "لَا يَدَانِ" یعنی کسی قسم کی طاقت ان کو حاصل نہ ہوگی۔ "اَلنَّغَفُ" بمعنے کیڑا اور "فَرْسٰى" جمع ہے فریس کی مقتول کے معنی میں ہے۔ "اَلزُّلُقَةُ" زاء اور لام اور قاف کے زبر کے ساتھ ہے اور "الزلقة" بھی روایت کیا گیا ہے یعنی زاء کے پیش اور لام کے سکون اور

فاء کے ساتھ جو کہ آئینہ کے معنی میں آتا ہے۔

"وَالْعِصَابَةُ": الْجَمَاعَةُ. "وَالرِّسْلُ بِكَسْرِ الرَّاءِ: اللَّبَنُ. "وَاللِّقْحَةُ": اللَّبُوْنُ. "وَالْفِئَامُ بِكَسْرِ الْفَاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَمْدُوْدَةٌ: الْجَمَاعَةُ. "وَالْفَخِذُ مِنَ النَّاسِ: دُوْنَ الْقَبِيْلَةِ.

اَلْعِصَابَةُ: جماعت۔ اَلرِّسْلُ: راء کے نیچے زیر ہے اس کا معنی ہے دودھ۔ "اَللِّقْحَةُ": دودھ دینے والا۔ "اَلْفِئَامُ": فاء کے نیچے زیر ہے اس کے بعد ہمزہ ہے۔ بمعنی جماعت۔ اَلْفَخِذُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں کا گروہ جو قبیلے سے کم ہو یعنی خاندان یا گھرانہ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته وما معه، جلد 8، ص 197، رقم 7560 المستدرك للحاكم، كتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحه 537، رقم 8508 سنن ابو داؤد، باب خروج الدجال، جلد 4، صفحه 199، رقم 4323 مسند امام احمد بن حنبل حديث النواس بن سمعان الكلابي، جلد 4، ص 181، رقم 17666 مشكوة المصابيح، باب العلامات بين يدى الساعة، جلد 3، ص 188، رقم 5475

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی بالفرض ہے یعنی فرض کرلو کہ اگر وہ میری موجودگی میں آ گیا تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے وہ میرے ہی ہاتھوں فنا ہوجاوے گا، اس کی شعبدے بازیاں میرے مقابل ناکارہ ہوجائیں گی۔ اس فرمان عالی سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ اگرچہ اس مردود کا ظہور ابھی نہیں ہوگا مگر اس سے ڈرنا رکن ایمان ہے تم اس سے خوف کرو جیسے قیامت ابھی نہیں آئے گی مگر اس سے ڈرتے رہو۔ خوف قیامت خوف دجال درحقیقت خوف خدا کا ذریعہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ دجال اگرچہ مارا جاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لیکن اگر میرے زمانہ میں آجاتا تو میرے ہاتھوں ہی فنا ہوجاتا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کے نائب ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کریں گے۔

یعنی ہر شخص اپنی ذات کے لیے اس کا مقابلہ دلائل عقلیہ و شرعیہ سے کرے کہ دلائل سے سوچے کہ یہ خدا نہیں ہوسکتا۔ یہاں بھی حجیج بمعنی مقابل ہی ہے مگر یہ مقابلہ اسے قتل کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان بچانے کا ہے۔ (مرقات) گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو فنا کرنے کے لیے اس کے مقابل ہیں اور یہ ہر شخص اس سے بچنے کے لیے اس کا مقابل۔

یہاں خلیفہ بمعنی وکیل و محافظ ہے۔ اگر اس وقت ہم حیات ہوتے تو مسلمانوں کی حفاظت ہم کرتے، اب چونکہ ہم نہ ہوں گے تو میری طرف سے میرا رب میری امت کی حفاظت کرے۔ اس سے معلوم ہوا بفضلہ تعالیٰ مؤمن ہمیشہ منصور و محفوظ رہتا ہے۔

بالوں میں قدرے خم جسے جعد کہتے ہیں بہت اچھا ہے مگر بہت زیادہ خمی کہ بالوں کے کنڈل بن جاوے جسے قطط کہتے ہیں یہ بری ہے، دجال کے بال بہت ہی خم دار ہوں گے۔

عبدالعزیٰ زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک بادشاہ گزرا ہے، اس کی بدصورتی عرب میں مشہور تھی بلکہ اس کے دیکھنے

والے لوگ اس وقت موجود تھے، حضور نے اس سے تشبیہ دی۔ چونکہ دجال کی صورت بہت ہی بری ہوگی کہ اس جیسا بدشکل دنیا میں کوئی نہ گزرا نہ اس وقت ہوگا اس لیے حضور انور نے جزم ویقین سے تشبیہ نہ دی بلکہ کائی فرمایا یعنی اسے کچھ کچھ مشابہت عبدالعزیٰ سے ہوگی ورنہ وہ عبدالعزیٰ سے کہیں بدتر ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اگلے پچھلے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں کہ عبدالعزیٰ پہلے گزر چکا ہے اور دجال آئندہ ہوگا مگر دونوں حضور کے علم ونظر میں ہیں۔ (از مرقات)

یعنی اس زمانہ میں جو کوئی سورۂ کہف کی شروع آیات کذا باتک پڑھتا رہے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان آیات میں یہ ذکر ہے کہ اصحاب کہف دقیانوس بادشاہ کے فتنے سے محفوظ رہے، ان کی حفاظت کی برکت سے اللہ انہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ جواز کالفظی ترجمہ ہے پاسپورٹ کہ وہ ذریعہ امان ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا بعض لوگ ہمیشہ، بعض لوگ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں تاکہ موجودہ دجالوں سے بچے رہیں۔

خلہ نقطہ خ سے ریگستان میں راستہ وسیع محلہ ح بغیر نقطہ سے کوفہ وبغداد کے درمیان ایک شہر ہے۔ بعض روایات میں حلہ ہی ہے، وہاں کے لوگ اب بھی شریر ہیں۔ (مرقات)

اس میں نداس زمانہ کے مسلمانوں سے ہے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قیام کرے گا مگر وہ روایت ضعیف ہے، صحیح روایت چالیس دن کی ہے۔

حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔ واقعی پہلا دن ایک سال کے برابر دراز ہوگا، اب بھی گرمیوں میں دن بجائے آٹھ گھنٹے کے چودہ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غم واندوہ کی وجہ سے وہ دن سال برابر معلوم ہوگا مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

اس طرح کہ اس دن سورج نکلتے ہی فجر کی نماز پڑھنا پھر آٹھ گھنٹہ بعد ظہر پڑھ لینا، پھر چار گھنٹہ کے بعد عصر پھر دو گھنٹہ بعد مغرب اور دو گھنٹہ بعد عشاء، پھر چھ گھنٹہ کے بعد فجر اس طرح پڑھے جانا شاید موجود گھڑیاں اس دن کے حساب کے لیے رب تعالٰی نے پیدا فرمادی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن ملکوں میں بعض زمانہ میں عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں عشاء کی نماز معاف نہ ہوگی بلکہ پڑھنا پڑھے گی اندازہ سے جیسے لندن میں سال میں چند دن ایسے آتے ہیں کہ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا شفق غائب نہیں ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم خاص اس دن کے لیے ہے خلاف قیاس ورنہ نماز کے اوقات سورج کی حرکت سے وابستہ ہیں اس سال بھر کے دن میں بھی پانچ نمازیں ہی چاہئیں مگر چونکہ حدیث میں یہ حکم آگیا تو اس دن کے لیے قیاس چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ اس دن میں رمضان کا روزہ، نماز جمعہ وعیدین نہ پڑھی جائیں گی اگرچہ دن سال بھر کا ہے اور سال میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔

اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال اڑتا ہوا دنیا کی سیر کرے گا، ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جن سے تھوڑے عرصہ

میں دنیا کا چکر لگایا جاسکتا ہے یعنی جیسے بادل کے پیچھے جب ہوا ہو تو بہت تیز اڑتا ہے ایسے ہی وہ بہت تیز اڑے گا، آج آواز سے زیادہ رفتار والے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں۔

یہ رب تعالیٰ کی طرف سے خاص آزمائشیں ہوں گی کہ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر بارش نہایت مناسب، پیداوار نہایت اعلیٰ، ان کے جانوروں کے دودھ، گھی میں بہت زیادتی ہو جاوے گی، ان کے اونٹ بہت موٹے تازہ او نچے ہو جاویں گے، دوسرے لوگ ان کی اس فراخی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں گے کہ واقعی وہ خدا ہی ہے۔ دیکھو اس نے اپنے ان بندوں کو کیسا آرام سے اور مالدار کر دیا وہ لوگ ان لوگوں کی مالداری وعیش کو دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کسی کو کفر پر مجبور نہ کر سکے گا، یہ شعبدے دکھا کر مائل ہی کرے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بندے دلائل کے ذریعے اس کی شر سے محفوظ رہیں گے۔

محل بنا ہے محل سے بمعنی خشکی وقحط سالی یعنی ان پر نہ تو بارش ہوگی نہ ان کی زمین میں سبزہ رہے گا۔

یعنی ان کا اپنا پہلا مال بھی فنا ہو جاوے گا، جانور یا خشک ہو جاویں گے یا مر جاویں گے، گھروں میں تباہی آجاوے گی مگر یہ لوگ راضی بہ رضا رہیں گے۔

یعنی آبادیوں میں جا کر تو وہ آفت ڈھائے گا اور ویرانہ زمینوں میں پہنچ کر یہ فساد پھیلائے گا اس کے ساتھ اس کے ہالی موالی بہت رہیں گے، ویرانوں کے خزانوں کو اپنے ساتھ لے لے گا جنہیں ان کے ساتھ والے نکلتے دیکھیں گے اور دوسرے لوگوں کو یہ سب بتائیں گے۔ یعاسیب جمع ہے یعسوب کی بمعنی شہد کی مکھیوں کی سردار مکھی کہ جب وہ اڑاتی ہے تو اس کے ساتھ سارے چھتے کی مکھیاں اڑتی ہیں اس لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ یعاسیب جمع فرما کر اشارۃً بتایا کہ بے شمار مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ بے شمار خزانے چلیں گے، یہ خزانے یا تو بذات خود چلیں گے یا کسی سواری میں جیسے آج لاکھوں من سامان ریل، موٹر، بحری جہاز، ہوائی جہاز دوڑتے تیرتے اڑتے پھر رہے ہیں۔

یہ جوان آدمی یا تو اس کے متبعین میں سے ہوگا، لوگوں کو اپنی قوت دکھانے کے لیے یہ حرکت کرے گا یا ان میں سے ہوگا جو ان کی پیروی نہ کریں گے اسے سزا دینے کے لیے یہ حرکت کرے گا۔ تلوار سے اسے چیر دے گا جیسے آرے سے چیرا جاتا ہے اور دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر پھینکے گا جو تیر اور اس کے نشانہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت دور۔

یعنی اس کی ایک آواز پر یہ دونوں ٹکڑے حرکت کرکے آپس میں مل جاویں گے پھر پورا جسم بن کر اس میں جان پڑ جاوے گی اور وہ جوان دوڑتا ہوا آجاوے گا۔ ہم نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلہ کاٹ دیتے ہیں اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کر دیتے ہیں مگر یہ شعبدہ ہوتا ہے غالبًا وہ حقیقتًا یہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ جھوٹے مسیح کو سچے مسیح کے ذریعے ہلاک کرے گا اس لیے اس مردود کو حضرت مہدی قتل نہ کریں گے کہ اس

کام کے لیے حضرت مسیح منتخب ہو چکے ہیں۔ مھرودتین تثنیہ ہے، ممرودۃ بمعنی غوطہ دیا ہوا یعنی آپ کے جسم شریف پر گیرو یا زعفران رنگے ہوئے دو کپڑے ہوں گے تہبند چادر۔

جمان گھنگرو کے دانہ یا موتی کی طرح گول قطرے جو نہایت صاف شفاف وسفید ہوں، آپ خود نہایت حسین ہوں گے آپ کا یہ پسینہ نہایت پاکیزہ وخوشبودار ہوگا۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس نہیں بلکہ دم کرنا ہے یعنی آپ جب دم کرنے کی نیت سے پھونک لگائیں گے تو آپ کا دم تا حد نظر پہنچے گا اور جس کافر کو لگے گا وہ مرے گا۔ اللہ کی شان ہے کہ پہلے اسی دم سے مردے زندہ ہوتے تھے اور اب زندہ کافر مردہ ہوں گے۔ یاجوج وماجوج کفار پر آپ کریں گے ہی نہیں کیونکہ ان کی موت اور طرح سے واقع کرنا ہے، بعض نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہی ہے۔

لد بیت المقدس کی قریب ایک بستی ہے، اس بستی کے دروازے میں گھستے ہوئے اسے پائیں گے کہ وہ وہاں داخل ہو رہا ہوگا اسے دروازہ پر ہی قتل کر دیں گے اندر داخل نہ ہونے دیں گے جیسے شداد اپنی جنت کے دروازے پر ہی قتل کر دیا گیا۔

یعنی ان مؤمنین کے چہرے جو گرد وغبار سے اٹے ہوں گے جیسا کہ عام غرباء فقراء کا حال ہوتا ہے، اسے خود حضرت مسیح اپنے ہاتھ شریف سے صاف کریں گے یا محبت وکرم سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے مگر پہلے معنی قوی ہیں جیسا کہ عن وجوھھم فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔ آپ غبار صاف فرماتے جائیں گے اور انہیں جنت کی بلکہ وہاں کے درجات کی خبر دیتے جائیں گے۔

یعنی اے عیسیٰ دجال تو آیا اور ہلاک ہو گیا اب کچھ روز کے لیے ایک بڑی مخلوق یاجوج ماجوج اس زمین پر آ رہے ہیں جن کی ہلاکت تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ تمہاری بد دعا سے ہوگی اس لیے یہ زمین خالی کر دو، طور پہاڑ ان کی شر سے محفوظ رہے گا ان مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ۔ یہ ان کو تنبیہ فرما کر بتایا گیا کہ کسی انسان میں دونوں ہاتھوں سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

یعنی جب یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹے گی تو وہ ہر طرف سے دوڑتے ہوئے اس زمین پر آئیں گے ان کی کثرت سے زمین بھر جاوے گی۔

یعنی ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ دریا کا سارا پانی انکا اگلا حصہ ہی پی جاوے گا اور دریا خشک کر دے گا۔ بحیرہ تصغیر ہے بحر کی، بحیرہ طبریہ شام کے علاقہ میں دس میل لمبا دریا ہے، طبریہ ایک بستی کا نام ہے اردن کے علاقہ میں وہاں یہ دریا ہے اس لیے اسے بحیرہ طبریہ کہتے ہیں۔

خمر کے معنی ہیں چھپنا ڈھانپنا، اسی سے ہے خمار دوپٹہ، چونکہ وہ پہاڑ بہت سرسبز ہے کہ اس کی پوری زمین سبزہ اور درختوں سے چھپی ہوئی ہے اس لیے اسے جبل خمر کہتے ہیں یعنی سبزہ سے ڈھکا ہوا پہاڑ۔ (لمعات، مرقات)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان توطور پہاڑ میں محفوظ ہو چکے ہوں گے مگر زمین میں کفار بہت ہوں گے یعنی دجال کو مان لینے والے وہ یاجوج ماجوج کے ہاتھوں مارے جائیں گے حتی کہ زمین میں ان میں سے کوئی نہ بچے گا اس لیے یہ یاجوج ماجوج کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم مار چکے آؤ آسمان والے فرشتوں کو بھی مار لیں تا کہ دنیا میں ہم ہی رہیں ہمارے سوا کوئی نہ رہے۔

ممکن ہے کہ یہ تیر چڑیوں کے لگیں ان کے خون میں بھیگ کر لوٹیں۔ اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ یاجوج ماجوج کا فساد صرف زمین میں نہ ہوگا بلکہ فضا میں بھی ہوگا۔

چونکہ اس زمانہ میں مسلمان صرف کوہ طور پر رہیں گے کہیں جا آ نہ سکیں گے اس ہی لیے باہر سے مال کی درآمد برآمد بند ہوگی لہذا قحط بہت پڑ جاوے گا اور باوجودیکہ وہ علاقہ بہت سرسبز وشاداب ہے، پھر گرانی کا یہ حال ہوگا کہ جو قدر آج سو دینار کی ہے اس سے زیادہ قدر قیمت گائے کی ایک سری کی ہوگی، مسلمانوں پر یہ زمانہ بہت تنگی کا گزرے گا، جب گائے کی سری کی یہ قیمت ہوگی تو باقی گوشت کی قیمت اندازہ لگالو، سری بہت سستی ہوتی ہے۔

اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے مؤمنین آمین کہیں گے۔ نبی اللہ فرما کر یہ بتایا گیا کہ اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے نبوت کے منسوخ ہونے سے ان کے احکام بندوں پر جاری نہیں ہوتے مگر ان کا درجہ عند اللہ وہ ہی رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جناب خضر کے پاس گئے تو ان کی نبوت منسوخ نہ ہوئی تھی مگر وہاں آپ نبوت کی شان سے نہ گئے تھے نہ حضرت خضر پر توریت کے احکام جاری فرمائے تو جب دینِ مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السلام آویں گے تو قرآنی احکام ہوتے ہوئے اپنی منسوخ شریعت کے احکام کیسے جاری کریں گے، مرزائیوں کو اس میں غور کرنا چاہیے۔

یعنی ایک آن کی آن میں سب ہلاک ہو جائیں گے انہیں مرتے ہوئے ایک ساعت بھی نہ لگے گی، یہ پتہ نہ لگا کہ یہ لوگ زمین میں کتنے دن رہیں گے۔

یعنی تمام روئے زمین ان مردودوں کی لاشوں اور بدبو سے بھرا ہوگا، مسلمان اس قید سے نکل تو آئیں گے مگر اس مصیبت سے زمین میں کاروبار تو کیا چل پھر بھی نہ سکیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مسلمانوں کی آمین پر یہ پرندے رب تعالیٰ بھیجے گا جو تعداد میں بے شمار ہوں گے، جسامت میں بہت بڑے اور طاقتور کہ ایک پرندہ یاجوج کی لاش اٹھائے گا، کہاں سے آئیں گے اور کہاں غائب ہو جائیں گے یہ رب جانے۔ ٹڈی دل ہم نے آتے دیکھا ہے نہ معلوم کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں غائب ہو جاتا ہے، ان پرندوں کی شکل بختی اونٹوں کی گردنوں سے ملی ہوگی۔

یہ بھی رب تعالیٰ کی قدرت ہی ہوگی کہ اتنی زیادہ لاشیں جن سے روئے زمین بھری ہوگی نہ معلوم کہاں غائب کر دی

جائیں گی اس جگہ کا ذکر آگے آرہا ہے۔

نہبل بروزن منبر بمعنی بڑا پہاڑ۔اور یہ ایک بستی کا نام بھی ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔غالبًا اس بستی کا یہ نام اس پہاڑ کے نام سے ہے جیسے ہمارے پنجاب میں سانگلہ ہل ایک شہر کا نام ہے اس کے ایک پہاڑ کے نام پر جہلم ایک شہر ہے دریا جہلم کے نام پر، اس چھوٹی سی جگہ میں اتنی لاشوں کا سما جانا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی سے ہوگا۔

یعنی یاجوج ماجوج تو مرجائیں گے مگر اپنی تیر ترکش، کمانیں اتنی بڑی تعداد میں چھوڑ جائیں گے کہ سات سال تک مسلمان انہیں جلا کر اپنے سب کام چلائیں گے مفت کی لکڑی پائیں گے۔

اس فرمان کا تعلق یاجوج ماجوج کی ہلاکت سے ہے یعنی ان مردودوں کے ہلاک ہوجانے اور ان کی نعشیں پھینک دیئے جانے پر عالمگیر بارش آوے گی، یہ مطلب نہیں کہ سات تیر و کمان ترکش چلا چکنے کے بعد بارش آوے گی۔

زلقه قاف سے بمعنی صاف آئینہ، زلفه سے اس کے بہت معنی ہیں: دھلی زمین، صاف تشتری، سبز رنگ کا صاف گھڑا، سیب، صاف پتھر، صاف کردہ زمین، یہاں زلفہ ف سے بھی ہوسکتا ہے اور قاف سے بھی ہر معنی درست ہیں ز اور لام کے فتحہ سے۔

یعنی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دانوں سے ایک پوری جماعت شکم سیری ہوجاوے اور اس کا چھلکا پورے خیمہ کی طرح ہوگا۔قحف کھوپڑی کے پیالہ کو کہتے ہیں، چونکہ انار کا چھلکا کھوپڑی کی طرح گول اور ڈھلوان ہوتا ہے اس لیے اسے قحف فرمایا گیا کوہ مری اور شملہ کی ایک ہری مرچ میں ڈیڑھ پاؤ قیمہ بھر جاتا ہے۔

لقحه لام کے کسرہ قاف کے سکون سے نوزائیدہ مادہ جانور خواہ اونٹنی ہو یا گائے یا بکری۔خیال رہے کہ نوزائیدہ کا دودھ کم ہوتا ہے، کچھ دن بعد جب خون ڈال دیتی ہیں تب دودھ بڑھتا ہے۔فرمایا جارہا ہے کہ جب نوزائیدہ یعنی نئی نئی بیاہی ہوئی مادہ جانور کے دودھ میں ایسی برکت و کثرت ہوگی تو سمجھ لو کہ پرانی ہوکر اس کا دودھ کتنا ہوگا، ان احادیث میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ہم نے پہاڑ کے آلو دیکھے ہیں ایک آلو ڈیڑھ سیر بلکہ دو سیر کا، آزاد کشمیر کی مولی بہت موٹی بہت لمبی کہ ایک آدمی ایک مولی اٹھا سکتا ہے، رب تعالیٰ کی قدرت ہمارے خیال سے ورا ہے۔ہم نے دوسرے حج کے موقعہ پر طائف کے انار دیکھے چھوٹے تربوز کے برابر جن کے دانے چھوٹے آلو کے برابر ایک انار کے شربت سے بوتل بھر جاتی تھی اور جدہ کے تربوز اس زمانہ میں اتنے بڑے دیکھے کہ سبحان اللہ! لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

یہاں مسلم و مؤمن ہم معنی ہیں، مسلم مؤمن کی تفسیر ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوگا جب کہ دنیا میں پھر کافر پھیل چکے ہوں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا سب مسلمان ہوچکے ہوں گے یا قتل۔کبھی مسلم و مؤمن میں فرق کیا جاتا ہے کہ ظاہری اطاعت کرنے والا مسلم اور دل

سے عقائد اسلامیہ کو ماننے والا مؤمن۔ یہ ہوا ایک غیبی ہوا ہوگی جو ہر مسلمان کی جان نہایت آسانی سے نکال لے گی۔

ھرج بمعنی قتل بھی آتا ہے اور بمعنی زنا بھی یہاں بمعنی زنا ہے۔ ہرج کے لغوی معنی خلط ملط ہونا ہے خواہ قتل کے لیے خواہ زنا کے لیے عورت و مرد کا اختلاط یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ بعض شارحین نے بمعنی قتل فرمایا ہے مگر پھر گدھوں سے تشبیہ درست نہیں ہوگی، گدھا جفتی کے وقت رینگتا ہے جس سے دور تک خبر ہو جاتی ہے اس لیے یہاں گدھے سے تشبیہ دی نہ کہ دوسرے جانور سے اگر چہ چیل بھی اس وقت چیختی ہے مگر گدھے سے کم اس کی آواز آتی ہے لہٰذا گدھے سے تشبیہ نہایت ہی موزوں ہے۔

یعنی اتنی عبارت ترمذی شریف میں ہے مسلم میں نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۹)

(1815) وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ إِلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ -. فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّجَّالِ، قَالَ: "إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَّنَارًا، فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ. فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا، فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ. فَقَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری ﷺ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ کے گھر گیا تو حضرت ابو مسعود نے کہا: ہمیں وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے دجال کے بارے میں سنی ہے تو انہوں نے کہا کہ دجال خروج کرے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی لیکن جس کو لوگ پانی دیکھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جو لوگوں کو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا اس لئے تم میں سے جس کو وہ زمانہ مل جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ جسے آگ سمجھے اس میں کود جائے کیونکہ وہ میٹھا اور عمدہ پانی ہوگا۔ حضرت ابو مسعود ﷺ نے فرمایا: میں نے بھی یہ حدیث مبارکہ سنی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذکر الدجال، جلد 9، صفحه 60، رقم 7130، صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 6، صفحه 196، رقم 7555، جامع الاصول لابن اثیر، الباب الاول فی القیامة و علامتها، الفصل الثانی، جلد 10، صفحه 350، رقم 7842، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفه بن الیمان رضی الله عنه، جلد 5، ص 399، رقم 23431

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پانی سے مراد صرف پانی نہیں جو نعمتیں پانی سے پیدا ہوتی ہیں وہ سب مراد ہیں لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اس کے ساتھ باغ اور آگ ہوں گے۔ (مرقات)

یا تو یہ باغ و آگ محض شعبدہ ہوں گے جیسے جادوگر شعبدے باز مٹی کو روپیہ بنا کر دکھا دیتے ہیں یا حقیقتاً یہ ہی ہوں گے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ ایک ہی چیز کا ایک کے لیے باغ دوسرے کے لیے آگ ہونا ممکن بلکہ واقع ہے۔ ایک قبر میں دو شخص دفن ہو جاویں ایک مؤمن دوسرا کافر تو یہ ایک قبر مؤمن کے لیے جنت کا باغ ہے کافر کے لیے دوزخ کی بھٹی، ایک بستر پر دو آدمی سور ہے ہیں ایک شخص اچھی خواب دیکھ کر مزے لے رہا ہے دوسرا شخص اس بستر پر بری خواب دیکھ کر گھبرا رہا ہے۔ یہ باغ و آگ اس کے ساتھ ایسے چلیں گے جیسے آج ریل کے انجن میں پانی کا حوض اور آگ دوڑتے پھرتے ہیں آج ریل بحری جہاز، ہوائی جہاز کی سیر کرو معلوم ہوگا کہ آرام دہ مکانات کھیلنے کے میدان پاخانہ غسل خانہ باورچی خانہ دوڑتے پھر رہے ہیں بلکہ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔

یعنی دجال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں وہ حصہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا، دوسری آنکھ کانی ہوگی ابھرے ہوئے انگور کی طرح یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف سپاٹ ہوگی، کبھی ابھرا ہوا انگور یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آوے گی، کسی کو ابھرا انگور لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس کی آنکھ کو ابھرا ہوا انگور فرمایا گیا ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

یعنی اس تحریر کو مؤمن تو بے پڑھا بھی پڑھ لے گا سمجھ لے گا اور کافر پڑھا لکھا بھی نہ سمجھ سکے گا یہ بھی قدرت خداوندی ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۷)

(1816) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ أُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ، لَا أَدْرِيْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِيْنَ عَامًا. فَيَبْعَثُ اللهُ تَعَالَى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ، فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا، وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں دجال خروج کرے گا اور وہ چالیس تک ٹھہرے گا۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ حضور نے چالیس دن فرمایا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کر کے اس کو ماریں گے۔ اس سات سالہ مدت میں دو آدمیوں کے درمیان بھی کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی۔ پھر اس کے بعد شام کی طرف سے اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر نیکی یا ذرہ برابر ایمان ہوگا مگر یہ کہ ایسے ہر ایک شخص کی روح قبض ہو جائیگی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کی کھوہ میں بھی جا کر ... گا تو

يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ، فَيَقُوْلُ: أَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لِيْتًا وَّرَفَعَ لِيْتًا، وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهُ رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ إِبِلِهٖ فَيُصْعَقُ وَيُصْعَقُ النَّاسُ حوله، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ -أَو قَالَ: يُنْزِلُ اللّٰهُ- مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِ الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَآ أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ، وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ. ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ، فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا، وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَللِّيْتُ": صَفْحَةُ الْعُنُقِ. وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهٖ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْأُخْرٰى.

بھی وہ ہوا وہاں جا کر اس کی روح کو قبض کر لے گی۔ پھر اس کے بعد شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو شہوت رانی میں پرندوں کی طرح اور ظلم انگیزی میں درندوں کی طرح ہوں گے۔ نہ کسی بھلائی کو پہچانیں گے اور نہ ہی کسی برائی سے رکیں گے۔ پس شیطان ان کے پاس شیطانی شکل میں آئے گا اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تم ہمیں کیا حکم دیتے ہو؟ پس وہ انہیں بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا اور وہ اپنے رزق سے فائدہ حاصل کرتے ہوں گے اور ان کی زندگی بڑے آرام سے گزر رہی ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا۔ پس جو آدمی بھی اسے سنے گا وہ اپنی گردن کو جھکا لے گا اور پھر اسے اٹھائے گا۔ سب سے پہلا شخص جو اس آواز کو سنے گا وہ وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا۔ وہ اس سے بیہوش ہو کر گر پڑے گا اور ارد گرد والے دوسرے لوگ بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا یا فرمایا کہ نازل فرمائے گا' جو پھوار جیسی ہوگی جس سے انسانی جسم اگیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت لوگ کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ (فرشتوں کو کہا جائے گا) ان کو کھڑا کرو پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے ربّ کی طرف آؤ' انہیں کھڑا کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا ان میں سے جہنمیوں کا گروہ نکال لو۔ پس فرشتوں کی طرف سے عرض کیا جائے گا کتنے؟ تو حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹)۔ پس یہی دن ہوگا۔ (جو غم کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی دن ہوگا

جب پنڈلی کھولی جائے گی۔ (مسلم) اللیت: یعنی گردن کا کنارہ اوراس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اوراس کے دوسرے کنارے کو اونچا کرے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب خروج الدجال و مكثه فی الارض و نزول عیسی، جلد 8، ص 201، رقم 7568، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الحادی عشر فی احادیث جامعة الاشراط معددة، جلد 10، ص 417، رقم 7938، جامع الاحادیث للسیوطی، یاء النداء مع الیاء، جلد 24، صفحه 71، رقم 26652، كنز العمال، حرف القاف، جلد 24، صفحه 62، رقم الحدیث 38745

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ شک ان راوی کو ہے کہ حضور انور نے کیا فرمایا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا سال ورنہ حضور انور نے چالیس دن فرمایا ایک دن ایک سال کی برابر وغیرہ۔

یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت عروہ ابن مسعود کے ہم شکل ہوں گے، عروہ ابن مسعود سیدنا عبداللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں جو صلح حدیبیہ کے دن کفار کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، پھر ۹ھ میں غزوہ طائف کے بعد یہ اسلام لائے پھر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی جس پر قوم نے انہیں قتل کردیا، یہ عبداللہ ابن مسعود کے بھائی نہیں کہ وہ تو عبداللہ ابن مسعود ابن غافل ہذلی ہیں یہ ہی صحیح ہے۔ (مرقات)

اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ بعض روایات میں ہے چالیس سال، بعض میں ہے سات، سال والی روایات میں آپ کا پہلا قیام جو ۳۳ سال تھا اور سات سال یہ قیام بعد نزول والا ملا کر مراد ہے اور بھی زیادہ کی روایات ہیں۔

یعنی ان سات سال میں تمام دنیا میں اسلام ہی ہوگا سب مسلمان متقی ہوں گے، سب کے سینے کینہ سے پاک وصاف ہوں گے۔

حضرت عیسٰی کے پردہ فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ہی خیر و برکت رہے گی، پھر انسان کافر بھی ہونے لگیں گے حتی کہ کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفار بھی بہت ہوجائیں گے لہذا حدیث شریف واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے انسان مسلمان ہوچکے تھے تو اس کے ہوا چلنے پر کافر کہاں سے آئے جو زندہ رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس ہوا سے کوئی مسلمان کسی طرح بچے گا نہیں جہاں بھی ہوگا وفات پاجائے گا۔ یہ موت اللہ تعالٰی کی بڑی رحمت ہوگی کہ بدترین لوگوں میں مسلمان نہ رہیں گے ہم کو اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے وتوفنا مع الابرار۔

یعنی وہ لوگ بالکل بے عقل ہوں گے اور سخت خونخوار۔ چڑیا ہر کام میں جلدی کرتی ہے ایسے ہی وہ ہر برائی بغیر سوچے سمجھے جلدی کریں گے گویا گناہ پر اڑ کر پہنچیں گے اور بے رحمی، غصہ وحشت، بربریت طیش میں خونخوار درندوں کی طرح ہوں گے، بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو بات بات پر قتل وغارت کریں گے۔

بلکہ برعکس اچھائیوں کو برا سمجھیں گے اور برائیوں کو اچھا سمجھیں گے، عقل وعلم سے خالی ہوں گے اور ساتھ ہی بڑے

مالدار ہوں گے، جب مال ہو مگر عقل، دین، علم نہ ہو تو مال زہر ہے، مال سانپ ہے جس کا تریاق دین ہے۔

شیطان کا انسان کے دل میں وسوسے ڈالنا اس کا ادنیٰ فریب ہے مگر شکل انسانی میں آ کر بہکانا اس کا بڑا ہی سخت فریب ہے جس سے بچنا مشکل ہے اس لیے قرآن مجید میں انسان شیطان کو جن شیطان سے سخت تر فرمایا کہ شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِ۔ (مرقات) وہ کہے گا کہ تم خدارسی کا ذریعہ کیوں اختیار نہیں کرتے اللہ کی راہ سے کیوں بہکے ہوئے ہو۔

یعنی تم لوگ بت پرستی کرو خدارسی کے لیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اولاً کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ہوں گے نہ خدا تعالیٰ کی نہ بتوں کی، جانوروں کی طرح یوں ہی زندگی گزارتے ہوں گے شیطان انہیں برے راستہ پر لگا دے گا۔

یعنی ان پر بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اس بے علمی بے عقلی بے دینی کے ساتھ ان کے پاس مال و دولت رزق بہت ہی وسیع ہوگا کہ اس سے ان پر گناہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔

لیت لام کے کسرہ سے گردن کی ایک طرف ایک حصہ کو کہتے ہیں یعنی وہ گھبراہٹ میں کبھی گردن کی داہنی کروٹ اونچی کرے گا بائیں نیچی کبھی اس کے برعکس۔ اس کی یہ حرکت انتہائی گھبراہٹ میں ہوگی کہ کبھی وہ صور کی آواز داہنے کان سے سنے گا کبھی بائیں سے۔

صور کی آواز لازماً نہایت ہلکی اور باریک ہوگی جسے سوا اس شخص کے کوئی نہ سنے گا پھر آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی۔

پہلے بے ہوش ہوں گے پھر فنا، یا بے ہوشی سے مراد ہلاکت ہے، اشعۃ اللمعات نے یہ ہی معنی کیے۔

یہ واقعہ پہلے نفخہ سے چالیس سال بعد ہوگا اس دوران میں ان مردوں کے جسم گل چکے ہوں گے، اس بارش سے لوگوں کے جسم ایسے اگیں گے جیسے کھیت میں سبزہ اگتا ہے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ جسموں کی بالیدگی تو اس ہلکی بارش سے ہوگی اور سب کا زندہ ہونا صور کی آواز سے ہوگا۔

پہلا خطاب زندہ ہونے والے لوگوں سے تھا کہ اے زندہ ہونے والو یہاں سے میدان حشر کی طرف یعنی شام کی زمین کی طرف چلو، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تب فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں یہاں کھڑا کر دو یہاں ہی ان کا حساب ہوگا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کی نگرانی میں محشر تک جائیں گے اور انہیں فرشتے وہاں کھڑا کریں گے۔

یہ سوال جواب رب تعالیٰ اور ان فرشتوں کے درمیان ہوگا یعنی اے فرشتو تمام لوگوں میں سے آگ کے مستحقین کو الگ کر دو تب وہ یہ سوال کریں گے کہ آگ کا حصہ کتنا ہے، فرمایا جائے گا ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہیں: ایک یہ کہ نو سو ننانوے میں کفار گنہگار جو بھی دوزخ کے لائق ہیں سب ہوں گے، پھر سارے گنہگار حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے، بعض تو یہاں ہی اور بعض دوزخ میں سزا پا کر صرف کفار وہاں رہیں گے۔ دوسری شرح یہ ہے کہ محشر کی اس جماعت میں یاجوج ماجوج بھی ہوں گے ان کی تعداد کا یہ حال ہے کہ یہاں بیرونی زمین کے انسان ان

کے مقابلے میں فی ہزار ایک ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) بہر حال یہ خطاب بہت ہی ہولناک ہوگا۔

یعنی اس دن کی وحشت و دہشت کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس دن بچے ہوتے تو بڑھے ہوجاتے غم واندوہ کی وجہ سے۔ پنڈلی کھلنے سے مراد ہے سخت پریشان ہونا یعنی لوگوں کو اس وقت انتہائی پریشانی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ جب حاملہ اونٹنی کے پیٹ میں بچہ مرجاتا ہے تو آدمی ہاتھ ڈال کر اسے نکالتا ہے، پہلے اس بچہ کی پنڈلی نمودار ہوتی ہے، یہ اونٹنی پر سخت تر وقت ہوتا ہے، پھر محاورہ میں ہر مشکل میں پھنسنے کو پنڈلی کھل جانے سے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وہاں پنڈلی کھولے جانے سے مراد بعض کے نزدیک یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنی ساق قدرت کھولے گا، لوگوں کو حکم دے گا کہ ہماری ساق کو سجدہ کرو۔

وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی ہم نے وہاں بیان کی وہاں کے زیادہ مناسب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۶۳)

(1817) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ ؛ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ أَنْقَابِهِمَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبَخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ ہر شہر میں داخل ہوگا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ہر راستے اور پہاڑی پر فرشتے صفیں باندھے ان دونوں کی حفاظت کرنے پر مقرر ہوں گے۔ پس دجال مقام سبخہ میں اترے گا اور مدینہ منورہ میں زلزلے کے تین جھٹکے آئیں گے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہر کافر/منافق کو مدینہ منورہ سے باہر نکال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قصة الجساسة، جلد 8، صفحه 206، رقم 7577۔ اتحاف الخیرۃ المهرة، کتاب الفتن، جلد 8، صفحه 129، رقم 7647۔ سنن ابن ماجه، باب فتنة الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم، جلد 2، صفحه 1359، رقم 4077۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 3، ص 191، رقم 13009۔ مسند البزار، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 2، صفحه 284، رقم 6414

شرح حدیث: دجّال کس کو کہتے ہیں؟

دجّال مسیح کذاب کا نام ہے۔ اس کی ایک آنکھ ہوگی وہ کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر ک اف ر (یعنی کافر) لکھا ہوگا۔ ہر مسلمان اس کو پڑھے گا، کافر کو نظر نہ آئے گا۔ وہ چالیس دن میں تمام زمین میں پھرے گا مگر مکّہ شریف اور مدینہ شریف میں داخل نہ ہوسکے گا۔ ان چالیس دن میں پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا ایک مہینہ کے برابر، تیسرا ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن معمول کے دنوں کے برابر ہوں گے۔ دجّال خدائی کا دعویٰ کریگا اور اسکے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہوگی، جس کا نام وہ جنّت و دوزخ رکھے گا۔ جو اس پر ایمان لائے گا اس کو وہ اپنی جنت میں ڈالے گا، جو حقیقت میں آگ ہوگی اور

جواس کا انکار کریگا اس کو اپنی جہنم میں داخل کریگا جو واقع میں آسائش کی جگہ ہوگی ۔ بہت سے عجائب دکھائے گا۔ زمین سے سبزہ اُگائے گا۔ آسمان سے مینہ (بارش) برسائے گا۔ مُردے زندہ کریگا۔ ایک مومن صالح اس طرف متوجہ ہوں گے اور ان سے دجال کے سپاہی کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے ؟ وہ کہیں گے۔ میرے رب کے دلائل چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر وہ ان کو پکڑ کر دجال کے پاس لے جائیں گے۔ یہ دجال کو دیکھ کر فرمائیں گے اے لوگو یہ وہی دجال ہے جس کا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ دجال کے حکم سے ان کو زدوکوب کیا جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کیا تم میرے اوپر ایمان نہیں لاتے ؟ وہ فرمائیں گے تو مسیح کذّاب ہے۔ دجال کے حکم سے ان کا جسم مبارک سر سے پاؤں تک چیر کے دو حصے کر دیا جائے گا اور ان دونوں حصوں کے درمیان دجال چلے گا۔ پھر کہے گا اٹھ! تو وہ تندرست ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ تب دجال ان سے کہے گا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ فرمائیں گے میری بصیرت اور زیادہ ہوگئی۔ اے لوگو! یہ دجال اب میرے بعد کسی کے ساتھ پھر ایسا نہیں کرسکتا۔ پھر دجال انہیں پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا اور اس پر قادر نہ ہوسکے گا۔ پھر ان کے دست و پا سے پکڑ کر اپنی جہنم میں ڈالے گا۔ لوگ گمان کریں گے کہ ان کو آگ میں ڈالا۔ مگر درحقیقت وہ آسائش کی جگہ ہوں گے۔ (کتاب العقائد ص۲۹)

(1818) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اَصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصبہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے اور انہوں نے جسموں پر سبز چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیۃ من احادیث الدجال، جلد 8، ص 206، رقم 7577۔ صحیح ابن حبان، باب اخبارہ ﷺ، جلد 15، صفحہ 209، رقم 6798۔ مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 284، رقم 6416۔ مصنف عبدالرزاق، باب الدجال، جلد 11، صفحہ 393، رقم 20825۔ مشکوۃ المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعۃ، جلد 3، ص 189، رقم 5478

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں یہود شہر اصفہان میں کثرت سے ہوں گے۔ اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے میں نے وہاں کی سیر کی ہے یہاں ہی دجال کا زور زیادہ ہوگا اور دجال کے پہلے مددگار و معاون یہود ہوں گے، بعض نے کہا کہ دجال خود یہود میں سے ہوگا۔

طیالسہ جمع ہے طیلسان کی جو معرب ہے تالسان کا۔ تالسان وہ خاص رومال ہے جس سے سر اور کندھا ڈھکا جاتا ہے یا کوئی اور خاص لباس۔ طیلسان پہننے سے ممانعت بھی آتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پہننا بھی ثابت ہے، جب تک یہ یہود کا نشان خاص رہا ممنوع رہا، جب اس کا رواج عام ہوگیا تب حضور نے پہنا تمام لباسوں کا یہ ہی حال

کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے اور جب علامت نہ رہیں مشترک بن جاویں تو جائز ہیں۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۲)

(1819) وَعَنْ أُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت اُمّ شریک ﷞ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، ص 207، رقم 7580 مسند امام احمد، حدیث ام شریك رضی الله عنها، جلد 6، ص 462، رقم 27661 المعجم الکبیر الطبرانی، حدیث ام شریك القرشیة العامریة، جلد 15، ص 96، رقم 21366 سنن ترمذی، باب مناقب فضل العرب، جلد 5، صفحه 724، رقم 3930 معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه غزیلة بنت جابر بن حکیم الدوسیة، جلد 23، رقم 391، رقم 7138

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام شریک دو ہیں: ایک ام شریک انصاریہ صحابیہ، دوسری ام شریک قرشیہ عامریہ، یہاں ام شریک قرشیہ مراد ہیں اور جن ام شریک کے پاس فاطمہ بنت قیس کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا وہ ام شریک انصاریہ تھیں۔ (اشعہ) یعنی احتیاطًا مسلمان اپنا دین بچانے کے لیے بستیوں بلکہ جنگلوں میں نہ ٹھہریں گے کیونکہ اس زمانہ میں کوئی جگہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فتنہ کے زمانہ میں بستیاں چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانا اچھا ہے کہ اس میں دین کی بڑی حفاظت ہے۔

جناب ام شریک نے پوچھا کہ عرب تو بڑے بہادر ہیں یہ لوگ دجال پر جہاد کیوں نہ کریں گے، فرمایا کہ اس وقت عرب اتنے تھوڑے ہوں گے کہ جہاد کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے قدرت شرط ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۱)

(1820) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمران بن حصین ﷞ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قیامت کے قائم ہونے تک دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، صفحه 207، رقم 7582 مسند ابی یعلی، مسند احمد، جلد 3، صفحه 125، رقم 1555 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث هشام بن عامر الانصاری، جلد 4، صفحه 19، رقم 16298 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحه 355، رقم 7847 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه هشام بن عامر الانصاری، جلد 22، صفحه 173، رقم 18302

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی انسان کی ابتداء پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں یہ ہی انسان کے لیے بڑی آفت ہے، اس سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے، لوگ دجال کے کرشمے دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے اس لیے نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے آگاہ کیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۳)

(1821) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّالِ. فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: اِلٰى اَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُوْلُ: اَعْمِدُ اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ خَرَجَ. فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُوْلُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُوْلُوْنَ: اقْتُلُوْهُ. فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهُ، فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَى الدَّجَّالِ، فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِيْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَيُشَبَّحُ، فَيَقُوْلُ: خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ. فَيُوْسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا، فَيَقُوْلُ: اَوَمَا تُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُوْلُ: اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهٖ، فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَّفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: قُمْ، فَيَسْتَوِيْ قَائِمًا. ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: اَتُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُوْلُ: مَا ازْدَدْتُ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً. ثُمَّ يَقُوْلُ: يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللّٰهُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا، فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال نکلے گا تو مومنوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف جائیگا۔ پس راستے میں دجال کے پہرے دار اور جاسوس اسے ملیں گے۔ وہ اس مومن سے پوچھیں گے کہ تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو وہ کہے گا میرا اس شخص کے پاس جانے کا ارادہ ہے جو ظاہر ہوا ہے، وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے ہو؟ تو وہ مومن جواب دے گا ہمارے رب سے تو کوئی پوشیدہ نہیں، پس وہ کہیں گے کہ اس کو (مومن) کو قتل کر دو۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے کیا تمہارے رب نے تمہیں اس بات سے منع نہیں کیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی قتل نہ کرنا۔ پس وہ مومن کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب وہ مومن دجال کو دیکھے گا تو کہے گا۔ اے لوگو! یہی وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تو دجال حکم دے گا کہ اس کو پیٹ کے بل لٹایا جائے اور کہے گا اسے پکڑو اور اس کے سر اور چہرے کو مارا جائے۔ پس مارنے سے اس مومن کی پشت اور پیٹ کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ پھر دجال پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔ پھر دجال اس کے بارے میں حکم دے گا کہ آرے سے اس کے سر کے درمیان سے اس کو چیر دیا

سَبِيلاً، فَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ أَنَّهُ قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ". فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ بِمَعْنَاهُ. "اَلْمَسَالِحُ": هُمُ الْخُفَرَاءُ وَالطَّلَائِعُ۔

جائے۔ پھر دجال اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اسے حکم دے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ پس وہ جواب دے گا میری تیرے متعلق بصیرت میں اضافہ ہوا ہے۔ پھر وہ مومن کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ پس دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کے درمیانی حصے کو تانبا بنا دے گا۔ لہٰذا دجال اس کے قتل کی کوئی طاقت نہیں پائے گا تو دجال اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر اسے آگ میں پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے مگر حقیقت میں وہ جنت میں ڈالا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص رب العالمین کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ بڑی شہادت والا ہوگا۔ (مسلم) بخاری نے اس حدیث کے ہم معنی اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔ اَلْمَسَالِحُ: سپاہی پہرہ دار۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صفة الدجال و تحریم المدینة علیه، جلد 8، ص 199، رقم 7564، مسند أبي یعلی، من مسند أبي سعيد الخدري، جلد 2، صفحه 534، رقم 1410، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحه 348، رقم 7841، مشکوة المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3، صفحه 187، رقم 5476

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صاحب مدینہ سے نکلیں گے۔ غالباً حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے آپ ہی پر دجال کا زور ختم ہوگا۔ (مرقات)

مسالح ہے جمع مسلح کی، مسلح کے معنی ہیں ہتھیار رکھنے کی جگہ یعنی ملک کی سرحد پھر سرحد کے باشندے کو مسالح کہنے لگے کہ وہ لوگ ہر وقت ہتھیار بند رہتے ہیں، پھر محافظ سپاہیوں کو مسالح کہنے لگے کہ اکثر سپاہی ہتھیار بند ہوتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) معلوم ہوا کہ دجال اپنے سپاہی چھوڑے گا جو لوگوں کو اس مردود تک پہنچائیں گے۔

آپ کا یہ فرمان نہایت حقارت کے انداز میں ہوگا۔ خرج سے اشارۃً یہ فرمائیں گے کہ دجال راہِ حق سے نکلا ہوا ہے

ایمان سے ہٹا ہوا ہے۔

اے بیوقوفو! رب تعالٰی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں وہ تمام عیوب سے پاک ہے تمام صفات سے موصوف ہے۔ دجال کھاتا پیتا ہے، پیشاب پاخانہ کرتا ہے، سوتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ کانا ہے جس میں یہ عیوب ہوں وہ رب کیسا تم اسے رب کیوں مانتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے سپاہیوں میں سے بعض کہیں گے کہ انہیں یہاں ہی قتل کردو بعض کہیں گے کہ نہیں انہیں دجال کے پاس لے چلو۔

یعنی یہ صاحب دجال کی صورت اس کی کالی آنکھ کالا منہ دیکھ کر پکاریں گے کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کا مردود بندہ ہے۔

پہلا شبح بمعنی چوڑائی میں ڈال دینا یعنی مارنے کے لیے اس کو زمین پر الٹا لٹا دینا جسے پنجابی میں کہتے ہیں لما پا دینا۔ دوسرا شجو شبح سے بمعنی زخمی کرنے سے ہے یعنی پہلے انہیں زمین پر لمبا ڈالو پھر انہیں اتنا مارو کہ زخمی ہوجاویں ان دونوں کی اور کئی شرحیں ہیں جو اسی جگہ لمعات میں مذکور ہیں۔

پیٹھ چوڑی کرنا ایک خاص محاورہ ہے یعنی مار مار کر ایسا حال کردیں گے کہ اگر ان کی پیٹھ لوہے یا سونے چاندی کی ہوتی تو کٹ کٹ کر چوڑی ہوجاتی۔ مقصد یہ ہے کہ بہت ہی ماریں گے مگر وہ اف نہ کریں گے، ہر کام اور ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام دجال پر اپنی کرامت یا معجزہ نہ جاری کریں گے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ورنہ یہ خضر وہ ہیں جنہوں نے ایک اشارہ سے گرتی دیوار سیدھی کردی تھی اور ایک انگلی سے بچہ کا سر اکھیڑ کر اسے مار دیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

یعنی تو جھوٹا مسیح ہے جسے سچے مسیح علیہ السلام قتل کریں گے، یہ فیصلہ الٰہی ہے ورنہ میں ہی تجھے ہلاک کردیتا۔ (مرقات)

اللہ اکبر یہ ہے اللہ کی راہ میں مصیبت جھیلنا کہ ککڑی کھیرے کی طرح آرہ سے چیرے گئے اف نہ کی لوگ یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقابلہ کے وقت کرامت و معجزہ سارے جادو اور استدراج پر غالب رہتا ہے مگر جب مقابلہ نہ ہو تو جادو، استدراج وغیرہ ولی نبی پر اثر کردیتے ہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سارے جادوگر فیل ہوگئے کہ وہاں مقابلہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو نے اثر کردیا کہ وہاں مقابلہ نہ تھا بعض انبیاء کرام کو تلوار سے شہید یا زخمی کیا گیا یہاں دوسری صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر زندگی باقی ہو جب بھی عارضی موت آسکتی ہے۔ حضرت خضر کی زندگی قریب قیامت تک ہے مگر آج وہ دجال کے ہاتھوں عارضی طور پر شہید کردیئے گئے، عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ اپنی زندگی ختم کرکے مرے ہوتے تھے مگر اب دعا سے دوبارہ عمر پاتے تھے۔

یعنی تیرا یہ کرشمہ دیکھ کر مجھے تیرے دجال ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا اور زیادہ یقین ہوگیا پہلے علم الیقین تھا اب عین الیقین ہوگیا۔

یعنی اس کی شعبدہ بازیاں ختم ہوئیں اب یہ کسی کو مار کر زندہ نہ کر سکے گا مجھ پر اس کا زور ختم ہوا اور مسیح پر اس کا شور ختم ہوجائے گا، یہ مرکر گمنام ہوجائے گا۔

یعنی ذبح کے وقت جہاں چھری چلائی جاتی ہے وہاں یا تو بعینہ تانبہ کی تختی ہوجائے گی یا یہ جگہ تانبہ کی طرح سخت کردی جائے گی جس پر چھری نہ چل سکے گی اور دجال یا اس کے سپاہی ان بزرگوں کو ذبح نہیں کرسکیں گے۔

اس جنت وآگ کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جاچکی ہے یعنی دجال اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ان بزرگوں کو اپنی خود ساختہ آگ میں ڈالے گا جو دیکھنے میں آگ ہوگی مگر نار نمرود کی طرح درحقیقت نہایت آرام دہ باغ ہوگا۔

یعنی یہ صاحب اس زمانہ کے تمام شہید مسلمانوں میں اول درجہ کے شہید ہوں گے کیونکہ ایک بار تو آرہ سے چیرے گئے پھر دوبارہ قتل وذبح کے لیے لٹائے گئے پھر ظاہری آگ میں پھینکے گئے ان سب کے سوا ایسے موقع پر نہایت جرأت و ہمت سے مردانہ وار دجال کے مقابل ہوکر سینکڑوں کے ایمان کو بچا گئے اور ظاہر ہے کہ جیسے کارناموں جیسی تکلیف ویسا درجہ۔ اس الناس میں حضرات شہداء احد، بدر وحنین یا شہداء کربلا داخل نہیں کہ ان کے درجہ تک کوئی مسلمان تا قیامت نہیں پہنچ سکتا لہذا حدیث واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ سید الشہداء تو حضرت حمزہ یا شہداء کربلا امام حسین ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ درجہ ان کی نبوت کی وجہ سے سب سے بڑھ جاوے کہ نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۷ ص۳۲۰)

(1822) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سَأَلَ أَحَدٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ، وَإِنَّهُ قَالَ لِي: "مَا يَضُرُّكَ" قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهَرَ مَاءٍ. قَالَ: "هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دجال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مجھ سے زیادہ سوالات کسی نے نہیں پوچھے اور آپ نے مجھ سے فرمایا: وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذکر الدجال، جلد 9، صفحہ 59، رقم 7122 صحیح مسلم، باب فی الدجال وھو اھون علی اللہ عزوجل، جلد 8، صفحہ 200، رقم 7565 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث مغیرۃ بن شعبۃ الثقفی، جلد 17، صفحہ 400، رقم 17707 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 353، رقم 7843 سنن ابن ماجہ، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ، جلد 2، صفحہ 1354، رقم 4073

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم دجال سے مطلقاً خوف نہ کرو گے کیونکہ دجال تم کو ایمان سے نہ ہٹا سکے گا یا اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں نہ

آئے گا یا اس لیے کہ تم ایمان میں پختہ ہوا گر وہ تمہارے زمانہ میں آ بھی گیا تو تم کو بہکا نہ سکے گا تم ایمانی قلعہ میں ہو۔ بہرحال اس میں حضرت مغیرہ کی عمر اور آپ کی پختگی ایمان دونوں کی غیبی خبر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حال سے خبردار ہیں۔

یعنی اس مردود کے ظہور کے وقت دنیا میں پانی اور رزق کی بہت تنگی ہوگی اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی پھر مجھے وہ کیوں نہ بہکا سکے گا، روٹی پانی کی ایسی تنگی میں روٹی پانی سے بڑے بڑے بہک جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے اپنے ایمان کا خوف، یہ خوف قوت ایمان کی دلیل ہے اس میں حضور انور کی خبر جھٹلانا نہیں بلکہ خوف کا اظہار ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا مگر انہیں پھر بھی خدا تعالیٰ کی ہیبت ہے۔

ذالك سے اشارہ ہے گمراہ کرنے کی طرف یعنی دجال میرے صحابہ کو بہکانے سے مجبور ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ میرے صحابہ پر داؤ چلائے۔ یا ذالك سے اشارہ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کی طرف ہے یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل وخوار ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ وغیرہ ہو اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا محض دھوکا شعبدہ ہوگا جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ (اشعہ، مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۰)

(1823) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ، اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ، وَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ. مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے دجال سے ڈرایا۔ سنو! وہ کانا ہوگا اور تمہارا پروردگار عزوجل کانا نہیں ہے۔ اس دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک' ف' ر (کافر) لکھا ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التلبیة اذا انحدر فی الوادی، جلد 2، صفحه 563، رقم 1480 صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته ومامعه، جلد 8، صفحه 195، رقم 7550 اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، كتاب الفتن، جلد 8، صفحه 138، رقم 7656 سنن ترمذی، باب ماجاء فی علامة الدجال، جلد 4، صفحه 270، رقم 2235 المستدرك للحاكم، كتاب الفتن و الملاحم، جلد 4، صفحه 575، رقم 8613

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہ ہی دجال ہے جو قریب قیامت نکلے گا اگرچہ ان انبیاء کرام کو خبر تھی کہ ہماری امتیں اسے نہ پائیں گی، پھر بھی اس سے ڈرانا اہتمام ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بڑی ہی ہیبت ناک چیز ہے اس سے پناہ مانگو یہ پناہ مانگنا بھی عبادت ہے۔ دیکھو جن صحابہ کو حدیث وقرآن نے انکے جنتی ہونے کی بشارت دے دی وہ بھی دوزخ سے پناہ مانگتے رہے کیونکہ یہ عمل عبادت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ دجال کے نکلنے کا وقت معین نہیں مگر یہ قوی نہیں کیونکہ اس کے قاتل عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کا نزول قریب قیامت ہی ہے۔

یعنی تم اس کے بندہ ہونے اور کافر ہونے اور شرارتی ہونے میں شک نہ کرنا یہ دونوں علامتیں اس کے کافر اور بندہ

ہونے کی ہیں۔ اپنی آنکھ کو درست نہ کر سکنا علامت بندگی ہے اور ک، ف، ر اس کے کفر کی علامت ہے۔ یہاں مرقات نے لکھا کہ مادر زاد کا نا شرارتی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حروف ہر پڑھا بے پڑھا آدمی پڑھے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۵)

(1824) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ! إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ يَجِيْءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِي يَقُوْلُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ آگاہ ہو جاؤ وہ کانا ہے اور وہ اپنے ساتھ ایک چیز مثل جنت کے اور ایک چیز مثل دوزخ کے لیے ہوئے ہوگا اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالى "انا ارسلنا نوحا الى قومه أن أنذر قومك"۔ جلد 3، ص 121، رقم 3160، صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 8، ص 195، رقم 7548، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحه 354، رقم 7844، سنن ابوداؤد، باب فی الدجال، جلد 4، صفحه 385، رقم 4759، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، جلد 3، ص 103، رقم 12023

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی پچھلے انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو دجال کے دوسرے عیوب سے تو آگاہ کیا مگر اس کا کانا ہونا صرف میں ہی بیان کرتا ہوں۔

یہ فرمان عالی بالکل ظاہر معنی پر ہے۔ واقعی اس کے ساتھ خوشنما باغ بھی ہوگا اور ہیبت ناک آگ بھی۔

یعنی جو آگ دکھائی دے گی وہ واقعہ میں باغ ہے اور جو باغ معلوم ہوگا وہ واقعہ میں آگ ہے جیسے دنیا عارفین کی نظر میں کہ اس کی نعمتیں حقیقت میں لعنتیں یعنی عذاب ہیں اور یہاں کی تکالیف حقیقت میں رحمت ہیں۔ نمرود کی آگ بظاہر آگ تھی مگر حضرت خلیل کے لیے باغ، دریائے نیل کا پانی بظاہر پانی تھا مگر فرعونیوں کے لیے آگ، یہ آنکھوں کا دھوکا ہے۔ شعر

سوف ترى اذا تجلل غبار
افرس تحتك ام حمار

تاکہ نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک کی امتیں دجال کا بدترین فتنہ ہونا معلوم کرلیں۔ خیال رہے کہ دجال کسی جگہ چند دن ٹھہرے گا نہیں بلکہ آندھی کی طرح دنیا میں پھر جاوے گا تاکہ کوئی اس کی حالت میں غور کرکے اسے جھٹلائے نہیں۔ اس وقت جسے اللہ ایمان پر قائم رکھے گا وہ ہی رہے گا۔ مشکل سے ہزار میں ایک اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس وقت امن مدینہ منورہ میں ہوگی۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے نبیوں نے دجال سے نہیں ڈرایا تھا یہ ڈرانا حضرت نوح سے شروع ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۶)

(1825) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى، كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کانا نہیں ہے۔خبردار! مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "ولتصنع علی عینی"، جلد 9، صفحہ 121، رقم 7407 صحیح مسلم، باب فی ذکر المسیح ابن مریم و المسیح الدجال، جلد 1، صفحہ 107، رقم 444 مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 10، صفحہ 194، رقم 5823 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 355، رقم 7848 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ جلد 5، صفحہ 434، رقم 23733

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں جب عبداللہ مطلق آتا ہے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔ یعنی اے لوگو! دجال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر اسے خدا نہ سمجھ لینا اس کی بندگی کی دلیل اس کی اپنی کانی آنکھ ہے وہ اپنے کو شفا نہ دے سکے گا۔

یعنی دجال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو انگور کی طرح ابھری ہوئی جو ہر شخص کو نظر آوے اپنے اس عیب کو دور نہ کر سکے گا۔ خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت تو مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جاوے۔ دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی عجوبہ نہیں دکھا سکتا یہ خوب خیال رکھو۔ یہاں مسیح بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ممسوح العین ایک آنکھ کا کانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں وہاں مسیح بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برکت کے لیے چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ، بیماروں کو اچھا کرنے والا۔ طافیہ بنا ہے طفی سے بمعنی اوپر ہونا اور ابھرنا اس لیے جو مچھلی پانی پر تر کر آ جاوے اسے طافیہ کہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۴)

(1826) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ، حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ. فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ تَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہ ہو (اس وقت) یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے (جان بچانے کے لئے) چھپے گا تو وہ پتھر اور درخت بول کر کہے گا کہ اے مسلمان مرد یہ

(دیکھ) میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔آجا اور اس کا
کام تمام کر ڈال مگر غرقد کا درخت (ایسے) نہ بولے گا۔
کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت، جلد 8، ص 188، رقم 7523، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 417، رقم 9387، مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، جلد 3، ص 175، رقم 5414، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع فی الفتن، جلد 10، صفحہ 381 رقم 7876

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہود کی سلطنت قائم ہوگی اور ان سے مسلمان کی بہت بڑی جنگ ہوگی، آخری جنگ میں مسلمانوں کی فتح اور یہود کی شکست ہوگی بلکہ یہود دنیا سے فنا ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھوں فنا ہوں گے ان شاء اللہ۔ چنانچہ یہود کی سلطنت فلسطین میں قائم ہو چکی ہے، امریکہ و برطانیہ کی بڑی مدد سے ان کا علاقہ پھیل رہا ہے، ۱۹۶۷ء میں عرب اور یہود کی جنگ ہوئی، مسلمانوں کو اس جنگ میں بڑی تکلیفیں پہنچی حتی کہ اس وقت بیت المقدس پر بھی یہود کا قبضہ ہے، اس عارضی فتح سے یہود کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ان شاءاللہ یہ اس جنگ کی تمہید ہے جس کی خبر اس حدیث پاک میں دی گئی۔

یہ فرمان عالی بالکل حق ہے اور ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔واقعی اس وقت پتھر اور درخت مسلمانوں سے کلام کریں گے اور اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے۔یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یہود پر تا قیامت ذلت ڈال دی گئی کیونکہ یہود کی یہ سلطنت کا قیام ان کی بڑی ذلت کا پیش خیمہ ہے۔

غرقد ایک خاردار درخت کا نام ہے اس لیے مدینہ منورہ کے قبرستان کا نام بقیع غرقد ہے یعنی غرقد کا علاقہ، چونکہ اس زمانہ میں اس میدان میں غرقد کے درخت بہت تھے اس لیے اس کا بقیع غرقد نام رکھا گیا۔یہود اس درخت کی تعظیم کرتے انکے بعض جہلاء اسے پوجتے ہیں، ان کا خیال ہے وادیٔ طوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی درخت سے رب نے پکارا تھا، یہ ہی درخت کلام الٰہی کا مظہر یا مصدر بنا تھا، رب فرماتا ہے: مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ مگر یہ غلط ہے، وہ درخت بیری یا عناب کا تھا نہ کہ غرقد کا۔بہر حال یہود اس درخت کی تعظیم بہت کرتے ہیں اس لیے اسے شجر یہود کہتے ہیں، یہ درخت اس دن ان کی پردہ پوشی کرے گا۔حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۵۹)

(1827) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔دنیا ختم نہ ہوگی جب تک

فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ: يَالَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ، وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ، مَا بِهِ إِلَّا الْبَلَاءُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(وہ وقت نہ آ جائے) کہ آدمی ایک قبر کے پاس سے گزرے گا تو قبر پر مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا اے کاش! اس صاحب قبر کی جگہ آج میں ہوتا۔ ایسا کہنا دین کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ اس کا سبب دنیاوی مصائب و آزمائشیں ہوں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت، جلد 8، ص 182، رقم 7486 سنن ابن ماجه، باب الصبر علی البلاء، جلد 2، صفحه 133، رقم 4025 تقریب الاسانید و ترتیب المسانید للعراقی، باب تمنیه لمصیبة الدین، جلد 1، ص 58 مشکوٰة المصابیح، باب اشراط الساعة، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 182، رقم 5445

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے۔

یعنی اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگا، انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا، یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا فتنے ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی، وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۹)

(1828) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ، فَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ: لَعَلِّيْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا أَنْجُو". وَفِي رِوَايَةٍ: "يُوْشِكُ أَنْ يَّحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر نہ کر دے۔ اس سونے کو حاصل کرنے کے لئے لوگ آپس میں لڑائی کریں گے اور ہر سو افراد میں سے ننانوے مارے جائیں گے۔ (ایک بچے گا) ان میں سے ہر کوئی یہی امید کرے گا کہ شاید میں بچ جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قریب ہے فرات خشک ہو جائے اور اس میں سے سونے کا خزانہ نکلے۔ پس جو اس وقت موجود ہو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خروج النار، جلد 6، صفحه 260، رقم 6702 صحیح مسلم، باب لاتقوم الساعة حتی یحسر

الفرات عن جبل من ذهب، جلد 8، ص 174، رقم 7454 سنن ابن ماجه، باب اشراط الساعة، جلد 3، ص 134، رقم 4046 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 346، رقم 8540 مسند البزار، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحه 396، رقم 7920

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا یہاں بھی وہ ہی واقعہ ارشاد ہوا جس کا ذکر ابھی پہلے ہوا، عبارت مختلف ہے مقصد ایک ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے، یہاں پہاڑ سے مراد بیشمار سونا ہے یعنی پہاڑ بھر سونا ظاہری پہاڑ مراد نہیں۔ (اشعہ مرقات)

اس سونے پر سلطنتیں جنگ کریں گی عوام لڑیں گے۔ غرضکہ سونا کیا ہوگا جنگ وجدال کی جڑ اور اللہ کا عذاب ہوگا، ہر شخص یہ ہی آس لگائے گا کہ شاید یہ سارا مجھے مل جائے چلو قسمت آزمائی کروں اور لوگوں سے لڑوں بھڑوں۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۹)

(1829) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَتْرُكُونَ الْمَدِيْنَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلاَّ الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ - عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا، حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ مدینہ منورہ کو ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور وہاں عوافی کا مسکن بن جائے گا۔ عوافی سے مراد درندے اور پرندے ہیں۔ آخری وہ آدمی جن پر قیامت قائم ہوگی وہ مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینہ کی طرف رخ کئے اپنی بکریوں کو ہانک کر لا رہے ہوں گے کہ اسے وحشیوں کا مسکن پاکر واپس لوٹیں گے۔ وہ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح بخاري، باب من رغب عن المدينة، جلد 2، صفحه 663، رقم 1775 صحيح مسلم، باب في المدينة حين يتركها أهلها، جلد 4، صفحه 123، رقم 3433 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحه 234، رقم 7193 مسند الشاميين للطبراني، حديث شعيب عن الزهري، جلد 4، ص 166، رقم 3014 جامع الاصول لابن اثير، الفرع السادس في عمارتها وخرابها، جلد 9، ص 331، رقم 6958

شرح حدیث: فضائلِ مدینہ طیبہ

حدیث ۱: صحیح مسلم و ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی تکلیف وشدّت پر میری اُمت میں سے جو کوئی صبر کرے، قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۱۳۷۸ ص ۷۱۶)

مدینہ طیبہ کی اقامت

حدیث ۲ و ۳: نیز مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف ومشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۶۳، ص۷۰۹)

اور ایک روایت میں ہے، جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا، اللہ (عزوجل) اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گُھل جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۴۶۰۔(۱۳۶۳)، ص۷۱۰)

اسی کی مثل بزار نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: صحیحین میں سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: کہ یمن فتح ہوگا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔(صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، الحدیث: ۱۸۷۵، ج۱، ص۶۱۸)

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں ابی اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر تھے (ان کے کفن کے لیے صرف ایک کملی تھی) جب لوگ اسے کھینچ کر اُن کا مونھ چھپاتے قدم کھل جاتے اور قدم پر ڈالتے تو چہرہ کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کملی سے مونھ چھپادو اور پاؤں پر یہ گھاس ڈال دو۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سراقدس اٹھایا، صحابہ کو روتا پایا۔ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ سرسبز ملک کی طرف چلے جائیں گے، وہاں کھانا اور لباس اور سواری انھیں ملے گی پھر وہاں سے اپنے گھر والوں کو لکھ بھیجیں گے کہ ہمارے پاس چلے آؤ کہ تم حجاز کی خشک زمین پر پڑے ہو حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔(المعجم الکبیر للطبراني، الحدیث: ۵۸۷، ج۱۹، ص۲۶۵)

حدیث ۶ تا ۸: ترمذی وابن ماجہ وابن حبان وبیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے ہوسکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا، میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔(الترمذي، أبواب المناقب، باب ماجاء فی فضل المدینۃ، الحدیث: ۳۹۴۳، ج۵، ص۴۸۳)

اور اسی کی مثل صمیتہ اور سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

مدینہ طیبہ کے برکات

حدیث ۹: صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگ جب شروع شروع پھل دیکھتے، اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لاتے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسے لے کر یہ کہتے: الٰہی! تو ہمارے لیے ہماری کھجوروں میں برکت دے اور ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں برکت کر اور ہمارے صاع ومد میں برکت کر، یا اللہ! (عزوجل) بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بے شک میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انھوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے دُعا کرتا ہوں، اُسی کی مثل جس کی دعا مکہ کے لیے انھوں نے کی اور اتنی ہی اور (یعنی مدینہ کی برکتیں مکہ سے دوچند ہوں)۔ پھر جو چھوٹا بچہ سامنے ہوتا اُسے بلا کر وہ کھجور عطا فرمادیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۴۷۳ ا، ص ۷۱۳)

حدیث ۱۰ تا ۱۳: صحیح مسلم میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ! (عزوجل) تو مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے جیسے ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے زیادہ اور اُس کی آب وہوا کو ہمارے لیے درست فرمادے اور اُس کے صاع ومد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے۔
(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۷۶، ص ۷۱۵)

(یہ دعا اُس وقت کی تھی، جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں کی آب وہوا صحابہ کرام کو ناموافق ہوئی کہ پیشتر یہاں وبائی بیماریاں بکثرت ہوتیں) یہ مضمون کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مدینہ طیبہ کے واسطے دعا کی کہ مکہ سے دوچند یہاں برکتیں ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۷۴، ص ۷۱۳)

مولیٰ علی وابوسعید وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج

حدیث ۱۴: صحیح بخاری ومسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کریگا، ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔
(صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد اھل المدینۃ، الحدیث: ۱۸۷۷، ج ۱)

حدیث ۱۵: ابن حبان اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا، اللہ (عزوجل) اُسے خوف میں ڈالے گا۔
(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، الحدیث: ۳۷۳۰، ج ۶، ص ۲۰)

حدیث ۱۶ و ۱۷: طبرانی عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا: یااللہ (عزوجل)! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۳۵۸۹، ج ۲، ص ۳۷۹)

اسی کی مثل نسائی وطبرانی نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۸: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا، اللہ (عزوجل) اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اھل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۵۸۲۶، ج ۳، ص ۶۵۹)

حدیث ۱۹: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف (ہجرت) کا حکم ہوا جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی (سب پر غالب آئے گی) لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے، لوگوں کو اس طرح پاک وصاف کرے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔

(صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب فضل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۱۸۷۱، ج ۱، ص ۶۱۷)

حدیث ۲۰: صحیحین میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے (پہرا دیتے ہیں) اس میں نہ دجال آئے، نہ طاعون۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صیانۃ المدینۃ من دخول الطاعون... إلخ، الحدیث: ۱۳۷۹، ص ۷۱۶)

حدیث ۲۱: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ ومدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں کہ وہاں دجال نہ آئے، مدینہ کا کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر ملائکہ پرا باندھ کر پہرا نہ دیتے ہوں، دجال (قریب مدینہ) شور زمین میں آکر اُترے گا، اس وقت مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جن سے ہر کافر ومنافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن... إلخ، باب قصۃ الجساسۃ، الحدیث: ۲۹۴۳، ص ۱۵۷۷)

(1830) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَكُوْنُ خَلِيْفَةٌ مِّنْ خُلَفَائِكُمْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَحْثُو الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں تمہارے حکمرانوں میں سے ایک حکمران ہوگا جو لوگوں کو گنے بغیر مال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم. لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت. جلد 8. ص 185. رقم 7501 جامع الاصول لابن اثیر. الفصل العاشر فی اشراط متفرقة. جلد 10. صفحه 400. رقم 7914 مسند امام احمد بن حنبل. مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه. جلد 3. ص 317. رقم 14446 مجمع الزوائد للهیثمی. باب ماجاء فی المهدی. جلد 7. صفحه 615. رقم الحدیث 12407 جامع الاحادیث للسیوطی. حرف المیم. جلد 22. صفحه 48. رقم 24273

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی جیسے صورت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے ویسے ہی سیرت واخلاق میں بھی، ان کی طبیعت میں جو سخاوت رحم وکرم انتہائی ہوگا گھڑی بھر بھر دینا جو منگتے سے اٹھ نہ سکے حضور انور کی ہی سخاوت ہے حضور انور نے حضرت عباس کو اتنا دیا کہ گٹھڑی ان سے اٹھ نہ سکی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۹۹)

(1831) وَعَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے سونے کے مال کا صدقہ لے کر چکر لگاتا پھرے گا مگر کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہوگا اور ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ چالیس چالیس عورتیں اس کی پناہ میں اس کے پیچھے ہوں گی اور اس کا سبب مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصدقۃ قبل الرد، جلد 2، صفحہ 513، رقم 1348 صحیح مسلم، باب الترغیب فی الصدقۃ قبل أن لا یوجد من یقبلھا، جلد 3، ص 84، رقم 2385 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الصدقۃ، الفصل الاول، جلد 6، ص 445، رقم 4643 مسند ابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 13، صفحہ 229، رقم 7299، کنز العمال للمتقی، حرف القاف، جلد 24، صفحہ 17، رقم 38483

شرح حدیث: قیامت کی نشانیاں

قیامت کے آنے سے پہلے دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ عالم باقی نہ رہیں گے۔ جہالت پھیل جائے گی۔ بدکاری اور بے حیائی زیادہ ہوگی۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جائے گی۔ بڑے دجّال کے سوا دجّال اور ہوں گے ہر ایک ان میں سے نبوت کا دعویٰ کریگا باوجودیکہ حضور پرنور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی۔ ان میں سے بعضے دجال تو گزر چکے جیسے مسیلمہ کذّاب، اسود عنسی، مرزا علی محمد باب، مرزا علی حسین بہاء اللہ، مرزا غلام احمد قادیانی بعضے اور باقی ہیں وہ بھی ضرور ہوں گے۔

مال کی کثرت ہوگی۔ عرب میں کھیتی، باغ، نہریں ہو جائیں گی۔ دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔ وقت بہت جلد گزرے گا۔ زکوٰۃ دینا لوگوں کو دشوار ہوگا۔ علم کو لوگ دنیا کیلئے پڑھیں گے۔ مرد، عورتوں کی اطاعت کریں گے۔ ماں باپ کی نافرمانی زیادہ ہوگی۔ شراب نوشی عام ہو جائے گی۔ نااہل سردار بنائے جائیں گے۔ نہر فرات سے سونے کا خزانہ کھلے گا۔ زمین اپنے دفینے اُگل دے گی۔ امانت، غنیمت سمجھی جائے گی۔ مسجدوں میں شور مچیں گے۔ فاسق، سرداری کریں گے۔ فتنہ انگیزوں کی عزت کی جائے گی۔ گانے باجے کی کثرت ہوگی۔ پہلے بزرگوں پر لوگ لعن طعن کریں گے۔ کوڑے کی نوک اور جوتے کے

تسے باتیں کریں گے۔ دجّال اور دَابَّۃُ الارض اور یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔
(کتاب العقائد ص ۲۷)

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کب ہوگی اسے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی

اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (پ۲۹، الجن: ۲۶، ۲۷)

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔
(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ عٰلم الغیب۔۔۔۔۔۔۔ الخ، ج ۱۵ ص ۳۹۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا اَلْکَشْفُ عَنْ تَجَاوُزِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاَلْف اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین (سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی) کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۵۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اِسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشراطِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔ اِمام مہدی کے بارے میں اَحادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۶۱)

(1832) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اشْتَرٰى رَجُلٌ مِّنْ رَّجُلٍ عَقَارًا، فَوَجَدَ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِيْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ. فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، اِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَشْتَرِ الذَّهَبَ. وَقَالَ الَّذِيْ لَهُ الْاَرْضُ: اِنَّمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی۔ زمین کے خریدار نے اس زمین میں سے ایک گڑھا پایا جس میں سونا (بھرا ہوا) تھا۔ پس اس نے اس شخص کو کہا جس سے زمین خریدی تھی تو اپنا سونا لے لے۔ بے شک میں نے تجھ سے زمین خریدی تھی سونا

بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِيهَا. فَتَحَاكَمَا اِلٰى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِىْ تَحَاكَمَا اِلَيْهِ: اَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا: لِیْ غُلَامٌ. وَقَالَ الْاٰخَرُ: لِیْ جَارِيَةٌ قَالَ: اَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ. وَاَنْفِقَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نہیں۔ زمین کا مالک کہنے لگا میں نے تم سے زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا سودا کیا تھا۔ پس وہ دونوں اپنا فیصلہ کرانے کے لئے ایک آدمی (قاضی) کے پاس گئے تو اس شخص نے جن کے پاس وہ فیصلہ کروانے گئے اس نے کہا کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا تم دونوں اپنے لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح کرو اور ان کی شادی پر اس سونے سے خرچ کرو اور جو باقی رہے اس کو صدقہ کر دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم"، جلد 3، صفحہ 128، رقم 3285 صحیح مسلم، باب استحباب اصلاح الحاکم بین الخصمین، جلد 5، صفحہ 133، رقم 4594 صحیح ابن حبان، باب الورع والتوکل، جلد 2، صفحہ 496، رقم 720 المراف المسند المعتلی للعسقلانی، حدیث ھمام بن منبہ عن ابی ھریرۃ، جلد 8، صفحہ 85، رقم 10441 مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 316، رقم 8176

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب خریدار نے اس زمین میں کنواں یا بنیاد کھودی تو اس میں دفینہ پایا۔ کان و دفینہ مل جانے کے احکام کتب فقہ میں دیکھئے۔

سبحان اللہ! کیسے ایماندار لوگ تھے، خریدار کہہ رہا ہے کہ میں نے صرف زمین خریدی ہے اور یہ سونا زمین میں نہیں یہ تیرا ہے، بائع کہتا ہے کہ زمین کی فروخت میں اس کے اندر کی تمام چیزیں بک جاتی ہیں جیسے اس کے اندر کا پانی اور کان وغیرہ لہذا یہ سونا بھی بک گیا اور زمین کی طرح اس کا بھی تو ہی مالک ہو گیا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا مقرر کردہ پنچ تھا اور ہو سکتا ہے کہ حاکم ہی ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ بعض محدثین کے خیال میں یہ حاکم داؤد علیہ السلام تھے۔ واللہ اعلم!

وَصَدِّقُوْا یا اَنْفِقُوْا کا بیان ہے یا علیحدہ حکم یعنی ان بچوں پر سارا خرچ کرو جس میں صدقہ کا ثواب ملے گا یا کچھ ان پر خرچ کرو کچھ فقراء پر۔ (حاشیہ مشکوۃ) خیال رہے کہ دفینہ کے یہ احکام ہمارے دین میں نہیں، ہمارے ہاں دفینہ اگر کفار کا ہے تو اس کا اور حکم ہے اور اگر مسلمانوں کا ہے تو اور حکم، رہا یہ فیصلہ کہ کس کا دفینہ ہے علامت سے کیا جائے گا، تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی و حاکم حتی الامکان فریقین میں صلح کی کوشش کرے اور ان کو اچھی بات کا حکم

(1833) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا. فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الْاُخْرٰى: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَا اِلٰى دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتَاهُ. فَقَالَ: ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ! رَحِمَكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ ایک نے ان میں سے دوسری کو کہا، تمہارا بیٹا لے گیا۔ دوسری نے کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دونوں نے فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس بچے کا فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں نکل کر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: چھری لاؤ میں اس کے ٹکڑے کر کے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں۔ چھوٹی کہنے لگی ایسا نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے وہ اس (دوسری عورت) کا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں فرما دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا ادعت المرأة ابنا، جلد 8، ص 156، رقم 6769 صحیح مسلم، باب بیان اختلاف المجتهدین جلد 5، صفحه 133، رقم 4592 السنن الكبرٰى للبيهقي، باب مايستدل به على ان الولد الواحد لايلحق باموين، جلد 10، صفحه 268، رقم 21823 سنن نسائی، باب نقض الحاكم ما حكم به غيره ممن هومثله، جلد 3، صفحه 473، رقم 5960 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة جلد 2، ص 322، رقم الحديث 8263

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں عورتیں اپنے اپنے لڑکے جنگل میں بٹھا کر کسی کام میں مشغول ہوگئیں کہ یہ حادثہ پیش آگیا اور باقی ماندہ بچہ میں جھگڑا پڑ گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک چاہتی تھی کہ یہ بچہ مجھے ملے ایک تو واقعی ماں تھی دوسری ماں بنی جا رہی تھی۔

بڑی کے حق میں یہ فیصلہ فرمانا اس لیے تھا کہ وہ اس بچہ پر قابض تھی یا اس لیے کہ بچہ اس کی ہم شکل تھا۔ بہرحال یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد سے تھا، وحی الٰہی سے نہ تھا ورنہ اس کی اپیل نہ ہوتی اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کا اجتہاد برحق ہے اور نبی بھی اجتہاد فرما سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی اپیل ہوسکتی ہے اور اپیل والا حاکم پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے بشرطیکہ پہلا فیصلہ اجتہاد سے ہوا ہو وحی سے نہ ہو وحی کی اپیل ناممکن ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔

یعنی اس بچہ کی دو کھانپ کر کے تم دونوں کو ایک ایک دیدوں۔ خیال رہے کہ آپ نے اس بے گناہ بچے کے قتل کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کلام سے ان عورتوں کی شفقت ومحبت کی آزمائش فرمائی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بے قصور کے قتل کا ارادہ کرنا گناہ ہے اور نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

اس وقت بڑی عورت یا تو خاموش رہی یا کچھ ہلکی تڑپی دکھلاوے کے لیے، حقیقی تڑپ اور بناوٹی تڑپ میں فرق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام اقرار کے لیے نہیں بلکہ بے قراری میں تڑپ کے طور پر ہے یعنی آپ اسے قتل نہ کریں اسی کو دے دیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ چھوٹی نے بڑی کے لیے اقرار کرلیا پھر آپ نے بڑی کو یہ بچہ نہ دیا، اس علامت سے آپ نے پہچان لیا کہ ماں یہ ہی ہے، بچہ کی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہے۔

اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اجتہاد جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی اجتہاد میں غلطی بھی ہوجاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد میں خطا ہوئی۔ تیسرے یہ کہ خطا اجتہادی پر پکڑ اور مواخذہ نہیں ہوتا، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ ٹوٹ تو گیا مگر ان سے رب نے پوچھ گچھ نہ کی۔ چوتھے یہ کہ کبھی افضل کے مقابلے میں مفضول کا فیصلہ قوی اور قابل عمل ہوتا ہے، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد ہیں، ان تمام باتوں کے باوجود عملی فیصلہ سلیمان علیہ السلام پر کیا گیا لہذا امام اعظم کے فرمان کے ہوتے ہوئے قول صاحبین پر فتویٰ دینا عمل کرنا درست ہے، یہ حدیث اس کا ماخذ ہے ایک مقدمہ کا ذکر تو قرآن مجید میں فرمایا ہے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۵۰)

(1834) وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، وَيَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند ردی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و منزلت نہ ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذهاب الصالحین، جلد 5، صفحه 236، رقم 6070، الادب للبیهقی، باب من اختار عزلة الناس عند تغیر اكثرهم، جلد 1، ص 139، رقم 239، المستدرك للحاكم، كتاب الایمان، جلد 1، ص 29، رقم 61، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه مرداس الاسلمی، جلد 20، صفحه 298، رقم 17464، سنن الدارمی، باب فی ذهاب الصالحین، جلد 2، صفحه 390، رقم

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک تھے، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے قیس ابن حازم کی روایت سے۔

حثالہ اور حفالہ جو کی بھوسی یا خرمہ کا کوڑا جو کسی کام نہ آسکے۔ اس سے مراد وہ نفس پرست مسلمان ہیں جن کے صرف نام مسلمانوں کے سے ہوں باقی وہ دین یا قوم یا وطن کے لیے مطلقًا مفید نہ ہوں۔ اگر چھلکا مغز کے ساتھ رہے تو اس کی بھی قدر ہو جاتی ہے، مغز سے علیحدہ ہو کر پھینکا ہی جاتا ہے، اگر بروں کے ساتھ اچھے بھی ہوں تو یہ بھی تیر جاتے ہیں، اگر اچھے نکل جاویں تو ڈوب جاتے ہیں۔ یہاں یہ ہی فرمایا گیا کہ جب تک ان میں اچھے رہیں گے تب تک رب تعالیٰ ان کی پرواہ کرے گا، اچھوں کے اٹھ جانے پر ان بروں کی کوئی قدر نہ ہوگی ہر طرح غضب میں گرفتار ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۰۹)

(1835) وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟ قَالَ: مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: آپ لوگوں میں اہل بدر کا کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ سب مسلمانوں میں سے افضل ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یا اسی قسم کی کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جنگ بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا بھی یہی مقام ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب شهود الملائكة بدرا، جلد 4، صفحه 146، رقم 3992 تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف للمزی، ومن مسند رفاعة بن رافع، جلد 13، صفحه 390، رقم 19443 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی فضائل اهل العقبه و بدر، جلد 9، ص 175، رقم 6736 مشكوة المصابیح، باب مناقب قریش، جلد 3، صفحه 357، رقم 6217

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو معاذ تھی، انصاری ہیں، بدر و احد اور سارے غزوات میں شریک ہوئے، جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، امیر معاویہ کی سلطنت کی ابتداء میں وفات پائی۔ (مرقات)

غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ حضرات صحابہ سے بیان کیا ہوگا انہوں نے حضور سے سن کر روایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے حضرت جبریل کو حاضر ہوتے ہوئے یہ عرض کرتے سنا ہو اور اگرچہ حضرت جبریل شکل انسانی میں تھے مگر اس گفتگو سے یہ حضرات پہچان گئے ہوں کہ آپ جبریل ہیں۔

یعنی یارسول اللہ حضور اور صحابہ کرام اہلِ بدر کو اپنے مؤمنوں میں سے کس درجہ کا سمجھتے ہیں۔ تعدون میں خطاب حضور انور اور صحابہ کرام سے ہے اور ما فرمانا نہایت ہی موزوں ہے، یہاں من کی جگہ نہیں ہے ما بمعنی کیف ہے یا ما درجہ کے لیے ہے۔

اس جواب شریف سے معلوم ہوا غزوہ بدر میں شریک ہونے والے حضرات ان صحابہ سے افضل ہیں جو شریک نہ ہوئے۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان غنی بدر میں حکمًا شریک تھے کہ ان کے لیے ان کا گھر میدان بدر بنادیا تھا کیونکہ وہ حضور انور کے حکم سے گھر میں رہے جناب رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمار داری کے لیے حضور جسے جو چاہیں بنادیں، اگر چاہیں تو گجرات کو مدینہ بنادیں، ہر مؤمن کی قبران شاء اللہ مدینہ ہوگی۔ شعر

بنادو میرے سینہ کو مدینہ — نکالو بحرِ غم سے یہ سفینہ

پانچ ہزار فرشتے بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آئے تھے یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت میکائیل واسرافیل علیہم السلام بھی ہوں گے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۸ ص ۴۶۷)

(1836) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْمٍ عَذَابًا، اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو اس قوم کا ہر شخص عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا انزل اللہ بقوم عذابا، جلد 6، صفحہ 260، رقم 6691 صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالٰی عنہ الموت، جلد 8، ص 165، رقم 7415 مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 430، رقم 5582 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحہ 40، رقم 4985 مشکوٰۃ المصابیح، باب التوکل والصبر، الفصل الاول، جلد 3، ص 159، رقم 5344

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو صرف گنہگاروں پر ہی نہیں آتا بلکہ گنہگار نیک کار جو بھی وہاں ہوں سب پر آتا ہے، جب چکی چلتی ہے تو گندم اور اس میں رہنے والے گھن سب کو ہی پیس ڈالتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون کلی نہیں ہے کبھی نیکوں کو بچا بھی لیا جاتا ہے، کبھی وہاں سے نیکوں کو نکال دیا جاتا ہے، رب فرماتا ہے: فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

یعنی ان بے قصور نیک لوگوں کو کل قیامت میں ا[illegible] جزا دے دی جاوے گی جو انہیں بے قصور پہنچ گئی جیسے باغیوں کی بستیوں پر حکومت بم باری کرے جس سے حکومت کے وفاداروں کے مکانات جائیداد بھی تباہ ہو جاویں تو انہیں ان کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۸ ص ۴۶۷)

(1837) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس سے ٹیک لگا کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوا

يَعْنِي فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ، حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَنَ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: "بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کرتے تھے یعنی خطبہ دیتے وقت پس جب مسجد میں منبر رکھ دیا گیا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس تنے میں سے حاملہ اونٹنی کی طرح تکلیف کی طرح آواز سنی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر سے نیچے اترے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تب اس کو سکون ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس کھجور کے تنہ نے چیخنا شروع کر دیا جس کے پاس آپ کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ (شدت الم کی وجہ سے) پھٹ جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے بچے جیسی چیخ ماری۔ پھر رسول اللہ ﷺ اترے اور اس کو پکڑا اور اپنے ساتھ ملایا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو خاموش کرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس لئے (رویا) کہ یہ ذکر سنا کرتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النجار، جلد 2، صفحہ 738، رقم 1989 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی تکلیم الجمادات له وانقیادها الیه، جلد 11، ص 332، رقم 8897 دلائل النبوۃ للبیهقی، باب ذکر المنبر الذی اتخذ لرسول اللہ ﷺ وما ظهر عند وصغه، جلد 2، ص 449، رقم 828

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ستون کا نام اسطوان حنانہ ہے، حنانہ بنا ہے حنین سے بمعنی باریک آواز سے رونا یہ ستون محراب النبی کے بائیں طرف بالکل متصل ہے اب وہاں اینٹ کا ستون ہے اسے اسطوان حنانہ ہی کہتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا حضور انور زمین پر ہی کھڑے ہوکر خطبہ فرماتے تھے۔

رونے کی یہ آواز تمام صحابہ نے سنی یہ ستون کیوں رویا اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکر الٰہی سنا کرتا تھا اب اس سے محروم ہو گیا لہذا ذکر کی محرومی پر رویا۔ یہ محض غلط ہے آج ہم لوگ بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں ستون کیوں نہیں روتے، نیز خطبہ کی آواز تو اب بھی اس ستون تک آرہی تھی کہ وہ منبر سے بالکل ہی قریب تھا، نیز پھر وہ حضور کے سینہ

سے لگا لینے پر خاموش ہوگیا وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے یہ کہا۔ شعر

مسندت من بودم از من تاختی — بر سر منبر تو مسند ساختی

درفراق تو مرا چوں سوخت جان — چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

یہ گریہ وزاری اس لیے تھا کہ وہ جمعہ کے دن پشت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہوگیا اس فراق پر رویا۔

یعنی جب حضور انور نے اس ستون کو اپنے سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس واقعہ سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ تمام حسینان جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انوکھے حسین ہیں کی ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں خالق کے محبوب ہیں، دیکھو لکڑیاں فراق میں گریہ وزاری کر رہی ہیں دوسرے یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ہوا ایک۔ حسن یوسف کی عاشق صرف زلیخا، لیلی پر فریفتہ صرف مجنوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جاں نثار عاشق لاکھوں، حسن یوسفی صرف بازار مصر میں چمکا، حسن محمدی ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں — سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

یہ حاشیہ آرائی صرف قتادہ کی ہے کہ ستون ذکر الٰہی پر روتا تھا مگر قتادہ صاحب کے ذکر پر کبھی کوئی ستون نہیں رویا یہ غلط ہے فراق رسول میں روتا تھا۔ خواجہ حسن بصری جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے فرماتے تھے کہ حضور کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ چاند چرنے اور ستون کے رونے کی حدیثیں معنیً متواتر ہیں لفظاً مشہور مستفیض ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ستون قرب رسول فوت ہونے پر رویا تھا۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۶۰)

(1838) وَعَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا، وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا" حَدِيْثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَغَيْرُهٗ.

حضرت ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں پس ان کو ہرگز ضائع مت کرنا اور کچھ حدود مقرر کی ہیں۔ پس ان سے آگے نہ بڑھنا اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس ان کی حرمت کو مت توڑنا اور کچھ چیزوں سے رحمت کے طور پر خاموشی اختیار فرمائی ہے۔ بھول کر ان کو نہیں چھوڑا۔ پس ان میں کرید مت

کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسے دار قطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع، جلد 4، صفحہ 170، رقم 4443 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب المواقیت، باب فی اوقات الصلوات، جلد 1، ص 423، رقم 777 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب مالم یذکر تحریمہ ولا کان فی معنی ماذکر تحریمہ مما یوکل اویشرب، جلد 10، ص 12، رقم 20217 مجمع الزوائد للھیثمی، باب فان منہ فی اتباع الکتاب والسنۃ و معرفۃ الحلال من الحرام، جلد 1، ص 417، رقم 796 مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد 1، صفحہ 42، رقم 197

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے، قبیلۂ بنی قزاعہ کے خاندان خشن سے متعلق ہیں، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر تھے۔ آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام لائی شام میں قیام فرمایا، ۵۷ھ میں وفات پائی آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں۔

یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو، نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۔

اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا۔

یعنی حلال وحرام کی حدوں کو نہ توڑو، نمازیں پانچ فرض ہیں۔ چار یا چھ نہ مانو، زکوۃ مال کا (۴۰) چالیسواں حصہ فرض ہے، کم وبیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھیں وغیرہ۔

یعنی بعض چیزوں کی حلت وحرمت صراحتاً قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: عَفَی اللّٰہُ عَنْھَا حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیسا کہ کتاب الاطعمہ میں آئیگا۔ (از مرقاۃ وغیرہ) (مرا ۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۹۵)

(1839) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات جنگوں میں حصہ لیا۔ ہم ٹڈیاں کھاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اکل الجراد، جلد 5، صفحہ 209، رقم 5176 صحیح مسلم، باب اباحۃ الجراد جلد 6، صفحہ 70، رقم 5167 سنن الدارمی، باب فی اکل الجراد، جلد 2، صفحہ 126، رقم 2010 مسند البزار، مسند عبداللہ بن ابی اوفی، جلد 1، صفحہ 495، رقم 3330 مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اکل الجراد، جلد 5، ص 144، رقم 24561

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام عبداللہ ہے، والد کا نام انیس، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، غزوہ احد میں شریک ہوئے، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں

وفات پائی۔

ٹڈی حلال ہے حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی نہ کھائی بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں، ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ خشکی کے بے خون جانور سارے حرام سوا ٹڈی کے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ ص۱۰۰۶)

(1840) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین، جلد 8، ص 31، رقم 6133، صحیح مسلم، باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین، جلد 8، صفحہ 227، رقم 7690، الادب للبیھقی، باب الحذر، جلد 1، صفحہ 216، رقم 355، سنن ابو داؤد، باب فی الحذر من الناس، جلد 4، ص 417، رقم 4864، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، جلد 2، صفحہ 437، رقم 663

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ ایک کافر شاعر جس کا نام ابوعزہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت میں سخت توہین آمیز اشعار کہا کرتا تھا، جنگ بدر میں گرفتار ہو گیا اس نے حضور انور سے گزشتہ کی معافی مانگی آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا حضور انور نے اسے چھوڑ دیا، وہ چھوڑ کر پھر اس حرکت میں مشغول ہو گیا، پھر جنگ احد میں گرفتار ہوا پھر اس نے معذرت کی اور صحابہ کرام نے اس کی رہائی کی سفارش کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں کاٹا جاتا اور اسے رہائی نہ بخشی یعنی جس سوراخ سے ایک بار بچھو نے کاٹ لیا ہو اس سوراخ میں دوبارہ انگلی مت ڈالو، جس شخص سے ایک بار دھوکا کھا لیا ہو دوبارہ اس کے دھوکے میں نہ آؤ اس شاعر کو قتل کر دیا گیا۔

(مرقات واشعہ) (مرٰاۃ المناجیح، ج۶ ص۸۸۰)

(1841) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذٰلِكَ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نہ نظر رحمت سے ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) وہ آدمی کہ ویرانہ میں اس کے پاس بچا ہوا پانی تھا مگر اس نے مسافر کو اس سے روک دیا۔ (۲) جس نے کسی آدمی کے ہاتھ عصر کے بعد سامان فروخت کیا اور اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے اسی قیمت پر لیا ہے۔ پس خریدار نے اس کو سچا جانا حالانکہ وہ اس کے برعکس تھا۔ (۳) اور وہ آدمی جو کسی

خلیفہ سے صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے بیعت کرے۔ اگر وہ اس کو اس دنیا کے مال سے کچھ دے دے تو اس سے وعدہ نبھائے اور اگر اسے دنیا کا مال نہ دے تو بیعت پوری نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من بایع رجلا لایبایعه الاللدنیا، جلد 9، ص 79، رقم 7212۔صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة، جلد 1، ص 72، رقم 310۔السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التشدید علی من کذب فی ثمن مایبیع اوفیما طلب منه، جلد 5، ص 330، رقم 11110۔سنن ابوداؤد، باب فی منع الماء، جلد 3، صفحه 295، رقم 3476۔سنن ابن ماجه، باب ماجاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع، جلد 2، ص 744، رقم 2207

شرح حدیث: رحمت الٰہی کی امید رکھنا واجب ہے

یعنی ابتدا میں نظر رحمت نہ فرمائے گا اس لئے گناہوں سے بچنا فرض ہے لیکن پیارے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت وکرم کی امید رکھنا ہم پر واجب ہے، کہ اس معاملے میں مایوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، لا تقنطوا من رحمة الله ط ان الله یغفر الذنوب جمیعا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان۔پ 24۔الزمر 53)

اس فرمان عالیشان کی روشنی میں ہمیں ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے بہتری وبھلائی کی امید ہی رکھنی چاہیئے۔اس کے علاوہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس معاملے میں تلقین ارشاد فرمائی ہے۔جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے 3 روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ "تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا۔" (مسلم)

اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد اللہ تعالیٰ سے ہر معاملے میں اچھا گمان رکھنا، نہ صرف آیت مبارکہ سے ثابت شدہ واجب پر عمل پیرا ہونے کی سعادت دلوائے گا بلکہ دیگر بہت سے ایسے فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں کہ جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں بکثرت ملتا ہے۔ان میں سے چند فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، گزارش ہے کہ انھیں بغور مطالعہ فرمایئے۔

(1) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (شرح الصدور)

وضاحت: یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمت سے بعید ہے کہ اسے مایوس فرما دے۔لہٰذا جب انسان اپنی خطاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کی امید لگائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرما دے گا۔تو گویا یہ حسن ظن ہی جنت کی قیمت ثابت ہوگا۔

(2) حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ واللہ! بندہ اللہ تعالیٰ سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دے گا۔ (شرح الصدور)

وضاحت: مذکورہ فرمان عالیشان میں دنیا۔۔۔یا۔۔۔آخرت کی کوئی قید نہیں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت میں سے جس کے بارے میں بھی نیک گمان رکھا جائے، وہ اسے پورا فرما دے گا۔ ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے رب کریم سے ہمہ وقت اچھا گمان رکھنے کی سعادت حاصل کرکے اس کی مزید رحمتوں کے مستحق بنتے رہیں۔ امید رحمت، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے عین مطابق ہے اگر احادیث مبارکہ کا مزید مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ بندے اللہ تعالیٰ سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو بیان فرما کر بندوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالنے۔۔۔یا۔۔۔بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مثلاً

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ "قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کون کرے گا؟" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ حساب فرمائے گا" اس نے عرض کی "کیا وہ خود ہی حساب فرمائے گا؟" آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا "ہاں" یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کرنے لگا کہ "میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ بندے کی تقصیر معاف فرما دیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔" رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اعرابی نے سچ کہا، رب کریم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے، یہ اعرابی بہت بڑا فقیہ اور دانش مند ہے۔" (احیاء العلوم)

(1842) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ" قَالُوْا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالُوْا: أَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالُوْا: أَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ. "وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! کیا چالیس دن کی؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی سوائے دم کی ہڈی کے۔ اسی سے انسان کی تخلیق ہوگی۔ پھر اللہ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا۔ پس انسان اس طرح زمین سے اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا"، جلد 6، صفحہ 165، رقم 4935 صحیح مسلم، باب

مطبوعہ ... جلد 8 صفحہ 210، رقم 7803 سنن النسائی باب سورۃ الصافات جلد 6 صفحہ 449 رقم 11459 جامع الاصول ... الفصل الاول فی النفخ الصور، جلد 10، صفحہ 421، رقم 7941 شعب الایمان للبیہقی فصل فی کیفیۃ انتہاء الحیاۃ الاولی و ابتداء الحیاۃ ... جلد 1، ص 314، رقم 354

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجھے یاد نہیں کہ حضور انور نے دن فرمایا یا مہینے یا سال اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر دوسری روایات میں چالیس سال وارد ہے۔

یعنی اس غیبی بارش سے یہ گلے جسم درست ہوجائیں گے، روح پڑنے کے لائق ہوجائیں گے پھر صور پھونکنے پر یہ اجسام زندہ ہوجائیں گے۔

عجب الذنب کے لفظی معنی ہیں دم گچھ، عجب بمعنی اصل ذنب بمعنی دم، جانور کی دم اس ہڈی کے کنارہ سے شروع ہوتی ہے اس کا نام ہے، ریڑھ کی جو گردن سے روع ہوتی ہے چوتڑ پر ختم ہوتی ہے اسی پر انسان بیٹھتا ہے یہ اس کے لیے ایسی ہے جیسے دیوار کے لیے بنیاد، اگر ... سے یہ ہی ہڈی مراد ہے تو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہڈی جلد فنا نہیں ہوتی، اسے خاک سو برس کے بعد گلاتی ہے اور اگر اس سے مراد ہیں اجزاء اصلیہ جو انسان کی جسم کی اصل ہیں تو وہ واقعی کبھی نہیں فنا ہوتے یہ ایسے باریک اجزاء ہیں جو خوردبین سے بھی دیکھنے میں نہیں آتے، انہیں انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں۔ عربی میں اجزاء لاتتجزی۔ انسان جل جاوے، اسے شیر کھاجاوے اور پاخانہ بن کر اس کے پیٹ سے نکل جاوے وہ اجزاء ویسے ہی رہے ہیں حتی کہ غذا خون نطفہ میں یہ اجزاء ہوتے ہیں انہیں اجزاء سے انسان پہلے بھی بنا تھا اور آئندہ بھی بنے گا اس لیے ہم بڈھے کو کہتے ہیں کہ یہ وہ ہی ہے جو پہلے بالشت بھر کا بچہ بلکہ نطفہ تھا وہ ہی کیسے کہا جاتا ہے انہیں اصلی اجزاء کو یہ خوب یاد رہے۔ زائد اجزاء میں فرق ہوتا رہتا ہے کہ بیماری میں گل کر نکل جاتے ہیں آدمی دبلا ہوجاتا ہے، عیش میں اور اجزاء بڑھ جاتے ہیں مگر اصل اجزاء اسی طرح رہتے ہیں۔

لہذا اگرچہ جنت میں سارے انسان جوان اور ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، دوزخی انسان اتنا بڑا کہ اس کی ایک داڑھ پہاڑ کی برابر مگر ہوں گے وہ ہی دنیا کے انسان کیونکہ ان کے اصل اجزاء وہ ہی ہوں گے روح وہ ہی ہوگی جو دنیا میں تھی لہذا اسلام کا محشر اور ہے آریوں کا تناسخ کچھ اور، حتی کہ جو لوگ دنیا میں بندر سؤر بنادیے گئے ان کے بھی اجزاء اصلیہ وہ ہی تھے اور روح وہ ہی تھی لہذا وہ بھی تناسخ نہیں۔

ہمارا جسم پہلے مٹی تھا پھر دانہ بنا پھر آٹا پھر غذا پھر خون پھر نطفہ پھر گوشت کا ٹکڑا پھر یہ انسانی جسم مگر اصلی اجزاء ہر جگہ وہ ہی رہے۔ شعر

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۶۴)

(1843) وَعَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتّٰى إِذَا قَضٰى حَدِيْثَهُ قَالَ: اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: هَا اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "إِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: "إِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ إِلٰى غَيْرِ اَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک دیہاتی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ برابر گفتگو فرماتے رہے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا اس دیہاتی نے جو کہا ہے وہ آپ نے سن تو لیا ہے لیکن اسے آپ نے پسند نہیں فرمایا اور بعض نے کہا کہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ بات مکمل فرما چکے تو فرمایا: قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں یہاں ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے پوچھا: اس کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب معاملہ نااہل کے سپرد کیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثه، جلد 1، ص 21، رقم 59 اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، حدیث عطاء بن یسار المدنی جلد 7، ص 418، رقم 10069 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی الامانة، جلد 1، ص 321، رقم 103 مشکوٰۃ المصابیح، باب اشراط الساعة، الفصل الاول جلد 3، صفحه 181، رقم 5439 کنزالعمال للھندی، الفصل الثالث فی اشراط الساعة، جلد 14، صفحه 238، رقم 38422

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی بخشا اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا گیا اس لیے تو آپ سے یہ سوال کرتے تھے، حضور انور نے بھی انہیں اس سوال پر کافر یا مشرک نہ کہا بلکہ قیامت کی علامات بیان فرما دیں اور علامتیں وہ بیان کرتا ہے جسے ہر شے کا پتہ ہو۔

یہاں امانت سے مراد امامت حکومت سلطنت وغیرہ ہے جو رب تعالٰی کے امانتیں ہیں جو اس نے چند روز کے لیے بندوں کو سپرد فرمائی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس طرح کہ حکومت فاسقوں یا عورتوں کو ملے، قاضی فقیر جاہل لوگ بنیں اور بے وقوف لوگ بادشاہ بنیں۔ تو سید بنا

ہے وسادۃ سے اس کے معنی ہیں تکیہ کسی کے نیچے رکھنا یعنی نااہلوں کے سر تلے ان امانتوں کا تکیہ رکھ دیا جائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۳)

(1844) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُصَلُّوْنَ لَكُمْ، فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ، وَاِنْ اَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمران تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ پس اگر وہ درست پڑھائیں گے تو تمہارے لیے بھی ثواب ہے اور اگر وہ غلطی کریں گے تو بھی تمہارے لیے ثواب ہے اور ان کے لئے گناہ ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذالم یتم الامام و اتم من خلفه، جلد 1، ص 140، رقم 694، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب امامة الجنب، جلد 2، صفحه 396، رقم 4233، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 355، رقم 8648، مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 456، رقم 8714

شرح حدیث: ثواب پانے والا خوش نصیب امام

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے لوگوں کی امامت کرائی اور وقت کو پا کر نماز مکمل کر لی تو اسے اپنا اور مقتدیوں کا بھی ثواب ملے گا اور جس نے نماز میں کوئی کمی کی تو اس کا گناہ اسی پر ہوگا نہ کہ مقتدیوں پر۔ (صحیح ابن حبان کتاب الصلوۃ، باب فرض متابعۃ الامام، الحدیث ۲۲۱۸، ج ۳، ص ۳۱۹)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو کسی قوم کا امام بنے اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور یہ یاد رکھے کہ وہ ضامن ہے اور اس سے اس کی ضمانت کے بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا جو اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائے گا اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں جتنا ثواب ملے گا اور ان مقتدیوں کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور نماز میں جو کوتاہی ہوگی اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب الامام ضامن، الحدیث: ۲۳۳۵، ج ۲، ص ۲۰۹)

(1845) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) (البقرة: 110) قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے ہی روایت ہے کہ آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰) کی تفسیر میں فرمایا: لوگوں کے لئے سب سے بہتر انسان وہ ہیں جو انہیں گردن میں زنجیریں ڈال کر لے آئیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "کنتم خیر أمة اخرجت الناس"، جلد 6، صفحه 37، رقم 4557 (یه حدیث مبارکه نقل فرمانے میں امام بخاری متفرد هیں ملاحظه هو جامع الاصول فی احادیث الرسول، جلد 9، صفحه 208، رقم 6784)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ پر کوشش

حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں سے فرمایا، کیا میں تمہیں اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ نہ بیان کروں؟ لوگوں نے عرض کی، کیوں نہیں۔ تو ارشاد فرمایا، میں پہلے پہل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا۔ آپ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں تشریف فرما تھے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور سامنے جاکر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے میری قمیص پکڑ کر ارشاد فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! اسلام لے آؤ۔ اور ساتھ ہی یہ دعا کی، اے اللہ عزوجل! اسے ہدایت عطا فرما۔ یہ سن کر فوراً میرے منہ سے نکلا، اشهد ان لااله الا الله واشهد انك رسول الله۔ میرے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں نے اتنی زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی گلیاں گونج اٹھیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۷۶، رقم الحدیث: ۹۵)

(1846) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ" رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ. مَعْنَاهُ: يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ان لوگوں سے خوش ہوگا جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان دونوں احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں قید کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الاساری فی السلاسل، جلد 3، صفحه 1096، رقم 2848، سنن ابوداؤد، باب فی الاسیر یوثق، جلد 3، ص 9، رقم 2679، مشکوۃ المصابیح، باب حکم الاسراء، الفصل الاول، جلد 2، صفحه 400، رقم 3960، مصنف ابن ابی شیبة، باب ماذکر فی صفة الجنة، جلد 13، صفحه 149، رقم 35250، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف العین، جلد 14، صفحه 171، رقم 14052

شرح حدیث: حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس نے جواب میں یہ کہلا بھیجا، آپ کیونکر مجھے اسلام کی طرف آمادہ کر رہے ہیں جب کہ آپ کا دعوی ہے کہ قاتل، مشرک اور زانی جہنم میں ڈالا جائے گا اور قیامت کے دن اس کے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ جہنم میں ذلیل وخوار ہوتا رہے گا۔ اور میں نے ان سب کاموں کو کیا ہے، تو کیا ان سب کے باوجود آپ میرے چھٹکارے کی کوئی راہ پاتے ہیں۔

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

ترجمہ کنز الایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الفرقان ۷۰)

جب وحشی کو اس آیت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنا اشکال پیش کیا کہ نیک اعمال اور توبہ کی شرط تو بہت کڑی ہے، عین ممکن ہے کہ میں اس کو پورا نہ کر پاؤں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور اس کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (النساء: ۴۸)

اس آیت کو سن کر وحشی نے کہا، میرے گمان میں یہ خدا (عزوجل) کی مشیت پر ہے مجھے کیا پتہ کہ میری مغفرت ہوگی بھی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی امید افزاء بات ہے یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ترجمہ کنز الایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ (زمر: ۵۳)

یہ سن کر حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا، اب ٹھیک ہے۔ اور دامن اسلام میں آ گئے۔

(مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۲۴، رقم الحدیث ۱۱۳۱۴)

(1847) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کو شہروں کے تمام حصوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ حصے ہیں جن میں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ حصے ان کے بازار ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح و فضل المساجد جلد 2، صفحہ 132، رقم 1560، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب المساجد، جلد 2، صفحہ 28، رقم 969، السنن الصغری للبیھقی، باب ما یفعل بالرجال البالغین من اهل الحرب بعد الاسر، جلد 2، ص 75، رقم 3861، المراف المسند المعتلی للعسقلانی، من مسند جبیر بن مطعم بن عدی، جلد 2، صفحہ 185، رقم 2069، صحیح ابن حبان، باب المساجد جلد 4، صفحہ 477، رقم الحدیث 1600

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کے لیے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جھوٹ، فریب، غیبت وغیرہ، اگرچہ کبھی مسجدوں میں بھی جوتی چور اور بازاروں میں بھی اولیاء اللہ چلے جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونا کہ جن کا جسم بازار میں اور دل مسجد میں ہے، ان میں سے نہ؛ جن کا جسم مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے تو گلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو

پیارے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اور فرماتا ہے: لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگریاں ہیں ؎

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم — اس کف پاء کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(مراٰۃ المناجیح، ج ا ص ۱۵۶)

(1848) وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ قَالَ: لَا تَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا، فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطٰنِ، وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا. وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَكُنْ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا. فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطٰنُ وَفَرَّخَ".

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تو طاقت رکھے تو سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں نکلنے والا ہرگز نہ ہونا اس لیے کہ بازار شیطان کا میدان جنگ ہے اسی جگہ وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔ (مسلم) اور امام برقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے نہ بنو اور نہ اس میں سے سب سے آخر میں نکلنے والے بنو اس لئے کہ اسی میں شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من فضائل ام سلمة ام المؤمنین رضی الله عنها، جلد 7، ص 144، رقم 6469، مسند البزار، مسند سلمان الفارسی رضی الله عنه، جلد 1، صفحه 392، رقم 2541، دلائل النبوة للبیهقی، باب ما جاء فی رؤیة ام سلمه زوج النبی ﷺ جبریل علیه السلام، جلد 3، ص 121، رقم 2999، کنز العمال للمتقی، حرف الباء، جلد 7، صفحه 448، رقم الحدیث 9335، جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 9، صفحه 237، رقم 18397

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی انسانوں کے دو ٹولے ہیں: حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ رحمانی ٹولہ والے دن کی ابتداء نماز اور اللہ کے ذکر سے کرتے ہیں اور شیطانی ٹولہ والے بازار و دنیاوی کاروبار سے۔ خیال رہے کہ دنیوی کاروبار منع نہیں مگر سویرے اٹھتے ہی نہ خدا کا نام نہ اس کی عبادت بلکہ ان میں لگ جانا یہ شیطانی کام ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ا ص ۱۰۶)

نو شیاطین کے نام و کام

حضرتِ علامہ ابنِ حجر عسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبَّانی نقل کرتے ہیں، امیرُ الْمُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان کی اولاد نو ہیں۔ (۱) زَلِیْتُون (۲) وَثِیْن (۳) لَقُوْس (۴) اَعْوَان (۵) ھَفَّاف (۶) مُرَّۃ (۷) مُسَوِّط (۸) دَاسِم اور (۹) وَلْھَان۔

زَلِيْنُبُوْن: بازاروں میں مقرر رہے، اور وہاں اپنا جھنڈا گاڑے رہتا ہے۔

وَثِيْن: لوگوں کو ناگہانی آفات میں مبتلاء کرنے کے لئے مقرر رہے۔

لَقُوْس: آتش پرستوں پر مقرر رہے۔

أَعْوَان: حکمرانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

هَفَّاف: شرابیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

مُرَّة: گانے باجے، بجانے والوں پر مقرر رہے۔

مُسَوِّط: افواہیں عام کرنے پر مقرر رہے۔ وہ لوگوں کی زبانوں پر افواہیں جاری کروادیتا ہے، اور اصل حقیقت سے لوگ بے خبر رہتے ہیں۔

داسِم: گھروں میں مقرر رہے۔ اگر صاحب خانہ گھر میں داخل ہوکر نہ سلام کرے اور نہ بسم اللہ پڑھ کر قدم اندر رکھے، تو یہ ان گھر والوں کو آپس میں لڑوادیتا ہے، حتّٰی کہ طلاق یا خُلع یا مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

وَلْهَان: وضو، نماز اور دیگر عبادات میں وسوسے ڈالنے کے لئے مقرر رہے۔ (المنبہات للعسقلانی، ص۹۱)

(1849) وَعَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ، قَالَ: "وَلَكَ". قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: اَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَكَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) (محمد: 19). رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عاصم احول، حضرت عبداللہ بن سرجس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاؤں سے محفوظ رکھا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سرجس ﷺ سے پوچھا: کیا آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مغفرت طلب فرمائی؟ انہوں نے کہا ہاں! اور تمہارے لئے بھی مغفرت طلب فرمائی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد:۱۹) اور دعا کیا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے نیز مومنین اور مومنات کے لئے مغفرت مانگیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اثبات خاتم النبوة و صفته و محله من جسده ﷺ، جلد 7، ص 86، رقم 6234۔ اتحاف الخیرة المهرة، کتاب الادب، سورة القتال، جلد 6، صفحه 270، رقم 5820۔ الاحاد و المثانی لاحمد الشیبانی، ذکر عبداللہ بن سرجیس المزنی، جلد 2، صفحه 336، رقم 1104۔ مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنه، جلد 5، ص 82، رقم 20797۔ مسند أبي

یعلی، مسند عبدالرحمن بن سرجیس، جلد 3، صفحہ 131، رقم 1563

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

مسئلہ ۱۴۳: مسئولہ مولینا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پردیسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے۔ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے فی الواقعی ہم نے تیرے واسطے بلاشبہہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں تو سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیاتِ زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلم مفسرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں، اول سورہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی انیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں خواہ عورت، یہاں پر کسی حالت میں بھی تو کے معنی پیروؤں کے نہیں ہوسکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے۔ اور حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کردیتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورہ مومن کی پچپیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہوگا اگر وہ دریافت کرلیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وے لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کردیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں، ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں:

واستغفر (عه) لذنبك لتقصیر والشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابك اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تونے خدا کی اس مہربانی کے شکرگزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں:

لکن یغفر اللہ لك ماتقدم من ذنبك قبل الوحی وماتاخر وما یکون بعد الوحی الی الموت

اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کردے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اس سوال میں آریہ نے افتراء وجہالت ونافہمی وبے ایمانی سے کام لیا۔

(۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشاف میں اُس کا پتہ نہیں،

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوھی طرقه طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلك روایة محمد بن مروان اسدی الصغیر فھی سلسلة الکذب۔

(الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غرائب التفسیر مصطفی البابی مصر ۲ /۱۸۹)

اس کے طُرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیك وعلی اصحابك۔

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے اس لیے استغفار فرمایئے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں

کما حققه المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل السلیم

(جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

قال اللہ عزوجل وان تعدوا نعمة اللہ لاتحصوھا۔ (القرآن الکریم ۱۴ /۳۴)

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے، جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے۔

از دست وزباں کہ برآید کز عہدہ شکرش بدر آید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔)

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحظہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

ماتقدم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو، اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح ماتقدم میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں۔ یوں ہی ماتاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو ماتاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات وفحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں ابلی کھلی پھر رہی ہیں اور خود بندگانِ وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجر وید ... ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ اوسیکڑوں کی طرح کی عقل وعلم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں ماما جی کہتی اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت دپر... کرتی تو مجھے نصیحت مت کر واسی یجر وید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سیدھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔ نیز ویدوں میں اس کا نام سروبیا پک ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا

ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کرد و خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآمد ہو سکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال   کچوری دپوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے۔:

واستغفر لذنبك۔ (القرآن الکریم ۴۰/۵۵)

اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں،

قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے

اقیموا الصلوۃ۔ (القرآن الکریم ۲/۴۳)

نماز برپا رکھو۔

یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔

اسی قرآن عظیم میں ہے:

لانذرکم به ومن بلغ۔ (القرآن الکریم ۶/۱۹)

تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے ۔

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالٰی (تُو جان لے اللہ تعالٰی تجھے سعادت

مند بنائے۔ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔

خود قرآن عظیم میں فرمایا:

ارأیت الذی ینھٰی O عبدا اذا صلی O ارایت ان کان علی الھدٰی O او امر بالتقوی O

(القرآن الکریم ۹۶/ ۹ تا ۱۱)

(ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیتِ کریمہ اتریں) کہ کیا تو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: فمایکذبک بعد بالدین ۔ (القرآن الکریم ۹۵/ ۷)

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہورہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہنود سے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے:

فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنٰت ۔ (القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹)

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ:

واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم ۔ (القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹)

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں کرتا تو فاعلم میں تاویل کیسے کرسکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیۃ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس

وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرتا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں،

قال اللہ تعالٰی، وعصٰی اٰدم ربہ۔ (القرآن الکریم ۲۰/۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی،

حالانکہ خود فرماتا ہے: فنسی ولم نجد لہ عزما۔ (القرآن الکریم ۲۰/۱۱۵)

آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ،

خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا۔ (القرآن الکریم ۲/۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔۔۔۔۔ ع

جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔

حسنات الابرار سیئات المقربین۔

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اولٰی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ نہیں۔

(لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۴۷/۱۹ مصطفٰی البابی مصر ۶/۱۸۰) (ارشاد العقل السلیم تحت آیۃ ۴۷/۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۹۷)

(۱۳) آریہ بے چارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سُنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنٰی طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنٰی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کئے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے

بعد وللمؤمنین وللمؤمنٰت تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔
اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے۔
تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمؤمنین والمؤمنٰت۔

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸)

(۱۴) اسی وجہ پر آیۃ کریم سورہ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ماتقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیّدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمعیل علیہم الصلوۃ والسلام، اور ماتاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت وامتِ مرحومہ تو حاصلِ آیۃ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(۱۵) ماتقدم وماتاخر سے قبل وبعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع

وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وبارک وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۹ ص ۳۹۴۔۴۰۱)

(1850) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى: اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابومسعود انصاری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے کلام سے جو باتیں لوگوں نے حاصل کیں، ان میں سے یہ بھی ہے جب تو شرم وحیاء نہیں کرتا تو جو چاہے کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذالم تستح فاصنع ماشئت، جلد 5، صفحہ 226، رقم 5769 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبہ بن عمرو ابو مسعود جلد 17، صفحہ 236، رقم 14342 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی مسعود عقبہ بن عمرو، جلد 5، صفحہ 273، رقم 22399 مسند ابن الجعد، حدیث شعبۃ عن منصور بن المعتمر، جلد 1، صفحہ 130، رقم 819 روضۃ العقلاء لابن حبان، ذکر الحث علی نروم الحیاء و ترك القحۃ، صفحہ 28

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ کلام بمعنی چیز ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی اپنے بزرگوں کی شرم وحیاء نہ ہوگی تو برے سے برے کام کر گزرے گا

کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے، بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے

اذا لم تخش عاقبة الليالی ولم تستحی فاصنع ماتشاء

فلا واللہ ما فی العیش خیر وفی الدنیا اذا ذهب اللیالی

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۹۹)

(1851) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلے کیے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب القصاص یوم القیامة، جلد 5، صفحه 2394، رقم 6168 صحیح مسلم، باب المجازاة بالدماء فی الآخرة وانها اول مایقضی فیه بین الناس، جلد 5، ص 107، رقم 4475 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب تحریم القتل من السنة، جلد 8، صفحه 21، رقم 16280 سنن ابن ماجه، باب التغلیظ فی قتل مسلم، جلد 2، صفحه 873، رقم 2615 سنن نسائی، باب تعظیم الدم، جلد 2، صفحه 285، رقم 3454۔

شرح حدیث: کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا!

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرما دیا ہے اور کسی جان کو ناحق اَذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلاوجہ مجھے اَذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! مَیں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، مَیں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اَذیت دی ہوگی اور اگر مَیں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو مَیں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: مَیں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور مَیں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور

پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کر دے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (قرۃ العیون ومفرح القلب المحزون ص ۷۸)

(1852) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ جنوں کو آگ سے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہارے سامنے بیان ہو چکی (یعنی مٹی سے پیدا کیا)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی احادیث متفرقۃ، جلد 8، صفحہ 226، رقم 7687۔ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب مبتداء الخلق، جلد 9، صفحہ 3، رقم 18164۔ صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، جلد 14، صفحہ 25، رقم 6155۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 153، رقم 25235۔ مسند عبد بن حمید، من مسند الصدیقۃ عائشہ، جلد 1، صفحہ 430، رقم 1479

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نور کے معنی ہیں روشنی یعنی بذات خود ظاہر دوسروں کا مظہر، یہاں چمک دار جوہر مراد ہے جس میں کثافت بالکل نہ ہو۔ (اشعۃ اللمعات) یعنی فرشتے کی پیدائش ایسے جوہر سے ہے جو چمکدار ہے اس میں کثافت بالکل نہیں، ہمارے جسموں کی پیدائش خاک سے ہے جو کثیف ہے اگرچہ اس میں آگ و پانی کی ملاوٹ بھی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اَلْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ اگرچہ آگ بھی لطیف ہے کثیف نہیں مگر اس میں گرمی بھی ہے، نور میں گرمی نہیں صرف لطافت ہے، نیز آگ نور اور کثافت کے درمیان ہے خالص ہو تو محض چمک ہے، مکدر ہو تو محض دھواں، یہ ہی فرق ہے فرشتے اور جن کے درمیان۔ (اشعہ)

اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو گلی اور سوکھی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا۔ جسم انسانی کی پیدائش مٹی سے ہے، روح انسانی کی پیدائش امر ربی سے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف خاکی نورانی ہے، رب فرماتا ہے: سِرَاجًا مُّنِيْرًا آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور، انار اور انگور پیدا کیے گئے جنت کی حوریں زعفران سے پیدا کی گئیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۴۳)

(1853) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ جُمْلَةِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن حکیم تھا۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی حدیث میں ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه اومرض، جلد 2، صفحه 168، رقم 1773، المستدرك للحاكم، تفسیر سورۃ المؤمنون، جلد 3، صفحه 249، رقم 3481، دلائل النبوۃ للبیهقی، باب ذکر اخبار رویت فی شمائله و اخلاقه علی طریق الاختصار، جلد 1، ص 276، رقم 243، سنن نسائی تفسیر سورۃ المؤمنون، جلد 6، صفحه 412، رقم 11350، مسند أبی یعلی، مسند عائشه رضی الله عنها، جلد 7، صفحه 332، رقم 4369

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قرآن کریم پر عمل آپ کی جبلی عادات کریمہ تھیں، یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن، آپ کا ہر عمل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے، قرآن ہماری ہدایت کے لیئے آیا نہ کہ حضور کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیئے فرمایا گیا هُدًى لِّلنَّاسِ اور فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا، آپ تو اول ہی سے ہدایت یافتہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲ص۲۹۵)

(1854) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ اَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ» فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ، فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ: «لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ اَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ فَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَاِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَسَخَطِهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ وكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس کا مطلب موت کو ناپسند کرنا ہے؟ ہم تو سارے ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت اور اس کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من احب لقاء الله احب الله لقاء ه، جلد 8، صفحه 65، رقم 6996، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، جلد 3، صفحه 188، رقم الحدیث 2882، سنن ابن ماجه، باب ذکر الموت والاستعداد، جلد 2، صفحه 142، رقم 4264، سنن ترمذی، باب ما جاء فی من احب لقاء الله احب الله لقاء ه، جلد 3، صفحه 379، رقم 1067، سنن الدارمی، باب فی حب لقاء الله، جلد 2، صفحه 402، رقم 2756

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی منہ سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا۔ پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے، ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے، اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی، ہر ایک کی زندگی، موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی، ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے۔
جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے، نہ اس لیئے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی کہاں، فقر و فاقہ میں نہایت سادہ زندگی گزاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث نہ ملی، اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھ لی اور ۵۳ سال کی عمر شریف یونہی گزاری رضی اللہ عنہا وعنھن۔

یہ تو عام مؤمنوں کا حال ہے، خواص کو جان کنی کے وقت جمال مصطفی دکھا دیا جاتا ہے، ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے، پھر انہیں جانکنی قطعاً محسوس نہیں ہوتی، روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا۔
چنانچہ کافر کو موت کے وقت میں تین مصیبتیں جمع ہو جاتی ہیں: دنیا چھوٹنے کا غم، آئندہ مصیبتوں کا خوف، جان نکلنے کی شدت۔ غرضکہ مؤمن کی موت عید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیئے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی شادی۔ یعنی موت پہلے ہے، رب سے ملنا بعد میں لہذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۸۲۶)

(1855) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، فَاَتَيْتُهُ اَزُوْرُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِاَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا رَاَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا. فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلٰى رِسْلِكُمَا، اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ: "اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَرًّا - اَوْ قَالَ: شَيْئًا -". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی ﷛ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کو آپ (ﷺ) کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ سے گفتگو کی۔ پھر واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران دو انصاری آدمی وہاں سے گزرے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز چلنے لگے تو اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: آہستہ چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے۔ دونوں نے عرض کیا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح

خون۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی
برائی نہ ڈال دے یا فرمایا کوئی چیز۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب زیارۃ المرأۃ زوجھا فی اعتکافہ، جلد 3، صفحہ 50، رقم 2038 صحیح مسلم، باب بیان أنہ یستحب لمن رئی خالیا بامرأۃ وکانت زوجۃ او محرما، جلد 7، ص 8، رقم 5807 الاداب للبیھقی، باب ما یستحب من ابعاد المرء عن نفسہ مواضع التھم، جلد 1، صفحہ 136، رقم 232 سنن ابوداؤد، باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ، جلد 2، صفحہ 309، رقم 2472 سنن ابن ماجہ، باب المعتکف یزورہ اھلہ فی المسجد، جلد 1، ص 566، رقم 1779

شرح حدیث: شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ) فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے بچا جائے جو کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر سکتے ہوں۔ عُلَماء و مُقْتَدٰی ہستیوں کو تو بطور خاص ہر اس کام سے بچنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بدظن ہو جائیں اگرچہ اس کام میں ان کے لئے خُلاصی کی راہ موجود ہو کیونکہ بدظن ہونے کی صورت میں لوگ ان کے علم سے نفع نہیں اٹھا پائیں گے۔

(فتح الباری، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۴، ص ۲۴۲)

گمان کسے کہتے ہیں؟

ہر وہ خیال جو کسی ظاہری نشانی سے حاصل ہوتا ہے گمان کہلاتا ہے، اسکو ظن بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دور سے دُھواں اٹھتا دیکھ کر آگ کی موجودگی کا خیال آنا۔ (مفردات امام راغب، ص ۵۳۹، ماخوذاً)

گمان کی اَقسام

بُنیادی طور پر گمان (ظن) کی دو قسمیں ہیں:

(1) حُسنِ ظن (یعنی اچھا گمان)

(2) سوءِ ظن (یعنی بُرا گمان، اُسے بدگمانی بھی کہتے ہیں)

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

چنانچہ حُسنِ ظن کبھی تو واجِب ہوتا ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا اور کبھی مُسْتَحَب جیسے مومن صالح کے ساتھ نیک گمان۔ (خزائن العرفان، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ ۱۲)

اسی طرح سوءِ ظن (بدگمانی) کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) جائز (۲) ممنوع

بدگمانی کے جائز ہونے کی صورتیں

پہلی صورت: فَاسِقِ مُعْلِن (یعنی علانیہ گناہ کرنے والے) کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے اَفعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (خزائن العرفان، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ ۱۲)

علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص نیک ہوتو اس کے بارے میں بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہ کبیرہ کا مُرتکب ہو اور فسق میں مشہور ہوتو اُس کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۸، ص۲۳۸ ملخصا)

علامہ سید محمود آلوسی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۲۷۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: سوئے ظن اُس وقت حرام ہوگا جب مَظْنُون (یعنی جس کے بارے میں گمان کیا جائے) ایسا شخص ہو جس کے عُیُوب کی پوشیدگی، صالحیّت (یعنی نیک ہونے) اور اَمانت و دیانت کا مُشاہَدہ کیا جائے (یعنی وہ نیکی میں مشہور ہو) اور اگر کوئی شک میں مُبتلا کرنے والے بُرے کاموں میں علانیہ طور پر مَشْغُول ہو جیسے شراب کی دُکان میں آنا جانا یا گانے والی فاجِرہ عورتوں کی صُحبت اِختیار کرنا یا کسی بے رِیش (بغیر داڑھی والے) کی طرف مسلسل دیکھتے رہنا، تو اس صورت میں بدگمانی حرام نہیں، چاہے گمان کرنے والے نے انہیں شراب پیتے یا زنا کرتے یا بے ہودہ کام (یعنی بدفعلی) کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

(روح المعانی، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۲۶، ص۴۲۸ ملخصاً)

علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۳۷ھ) ارشاد فرماتے ہیں: گمان کی طرف اُس وقت تک پیش رفت نہ کی جائے جب تک کہ مَظْنُون (یعنی جس کے بارے میں دِل میں گمان آئے) کے بارے میں غور وفکر نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اگر مظنون نیک ہے تو اُس پر معمولی وہم کی وجہ سے بدگمانی نہ کی جائے بلکہ احتیاط برتی جائے اور تم اس وقت تک کسی کے ساتھ بدگمانی نہ کرو جب تک کہ تمہارے لئے حُسنِ ظن رکھنا ممکن ہو۔ رہا فُساق کا معاملہ تو ان کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا جائز ہے جو ان کے اَفعال سے ظاہر ہو۔ (روح البیان، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۹، ص۸۵)

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اُس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو، تو اَب حرام نہیں۔ مثلاً کسی کو بھٹی (یعنی شراب خانے) میں آتے جاتے دیکھ کر اُسے شراب خور (یعنی شراب پینے والا) گمان کیا تو اِس (یعنی بدگمانی کرنے والے) کا قصور نہیں، اُس (یعنی شراب خانے میں آنے جانے والے) نے مَوْضَعِ تُہْمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اِجْتِناب (یعنی پرہیز) نہ کیا۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج۱، ص۱۲۳) امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو اپنے آپ کو خود تہمت کے لئے پیش کردے تو وہ اپنے بارے میں بدگمانی کرنے والے کو مَلامت نہ کرے۔

(الدر المنثور، ج۷، الحجرات تحت الآیۃ آیۃ ۱۲، ص۵۶۶)

بدگمانی جائز ہونے کا مطلب

یاد رہے کہ اَہلِ مَعْصِیت اور علانیہ گناہ کرنے والوں سے بدگمانی جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کی بدگوئی یا عیب اُچھالنا شروع کردیں بلکہ ایسی صورت میں رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے صرف دِل میں انہیں بُرا سمجھا جائے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، ج۲،ص۱۱ملخصا) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے (مسلمان) پر حرام ہے۔
(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، الحدیث ۱۹۳۴، ج۳،ص۳۷۲)

دوسری صورت

جب نُقصان میں مُبتلاء ہونے کا قَوِی اِحتمال ہو۔ مثلاً کسی اِسلامی بھائی نے کسی کے ساتھ کاروباری شَراکت کی یا خرید وفروخت کی یا اس سے کرائے پر کوئی چیز لی یا کسی بھی طرح کا مالی مُعامَلہ طے کیا اور سامنے والے کی کسی مشکوک حَرکت کی وجہ سے دِل میں بے اِختیار بدگمانی پیدا ہوئی اور اس نے اس بدگمانی کی بُنیاد پر ایسی اِحتیاطی تدابیر اِختیار کیں جس سے سامنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے کیونکہ اگر حقیقتاً سامنے والے کی نیت دُرُست نہ ہو اور یہ شخص حسنِ ظن ہی قائم کرتا رہ جائے تو نقصان میں مبتلا ہونے کا قَوِی اِمکان ہے۔

جیسا کہ علامہ سیِّد محمود آلُوسی بغدادی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: گمان کرنے والے کے لئے بُرے گمان کے تقاضے پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں (جبکہ مظنون کو کوئی نقصان نہ پہنچے) مثلاً اس نے کسی شخص کے بارے میں گمان کیا کہ وہ اُسے نُقصان پہنچانا چاہتا ہے تو وہ اس سے بچنے کے لئے ایسے اَقدامات کرسکتا ہے جن کی وجہ سے اُس (سامنے والے) شخص کو نقصان نہ پہنچے۔ طبرانی شریف میں ہے: لوگوں سے سوئے ظن کے ذریعے اپنی حفاظت کرو۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۵۹۸، ج۱،ص۱۸۱) مزید لکھتے ہیں: برے گمانوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی پیروی مُباح (جائز) ہے جیسے معاشی معاملات میں بدگمانی ہونا۔
(روح المعانی، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۲۶،ص۴۲۸، ۴۲۹)

علامہ اِسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں: بعض گمان مُباح (جائز) ہیں جیسے امورِ معاش یعنی دُنیاوی معاملات اور معاش کے مُہِمّات میں بدگمانی کرنا بلکہ ان اُمور میں بدگمانی مُوجِبِ سلامتی (یعنی سلامی کا سبب) ہے۔ (روح البیان، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۹،ص۸۴)

(1856) وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَزِمْتُ اَنَا وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُفَارِقْهُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى بَغْلَةٍ لَهٗ بَيْضَاءَ فَلَمَّا

حضرت ابوفضل عباس بن عبدالمطلب ﷜ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بالکل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنی سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا

الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ، وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ، وَاَبُوْ سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيْ عَبَّاسُ، نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ". قَالَ الْعَبَّاسُ - وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا - فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِيْ: اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ، فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِيْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا، فَقَالُوْا: يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ، فَاقْتَتَلُوْا هُمْ وَالْكُفَّارُ، وَالدَّعْوَةُ فِي الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ: يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ، فَقَالَ: "هٰذَا حِيْنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ"، ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: "اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ"، فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰى هَيْئَتِهِ فِيْمَا اَرٰى، فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ، فَمَا زِلْتُ اَرٰى حَدَّهُمْ كَلِيْلًا وَّاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْوَطِيْسُ" التَّنُّوْرُ، وَمَعْنَاهُ: اشْتَدَّتِ الْحَرْبُ. وَقَوْلُهُ: "حَدَّهُمْ" هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ بَاْسَهُمْ.

مقابلہ ہوا تو مسلمان میدان سے بھاگنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی خچر کو کفار کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خچر کی میں لگام پکڑے ہوئے اسے روکے ہوئے تھا کہ وہ تیز نہ چلے اور ابو سفیان رسول اللہ ﷺ کی (سواری کی) رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عباس کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز والے آدمی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بلند آواز میں کہا: کہاں ہیں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے؟ پس اللہ کی قسم میری آواز سن کر ان کا مڑنا اسی طرح تھا جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف مڑتی ہے۔ پس وہ یہ کہنے لگے: لبیک ہم حاضر ہیں' لبیک ہم حاضر ہیں پھر انہوں نے اور کفار نے آپس میں لڑائی کی۔ اس دن انصار یہ کہہ رہے تھے۔ اے انصار کے گروہ' اے انصار کے گروہ۔ پھر بنو حارث بن خزرج پر یہ دعوت محدود ہوگئی۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار اپنی گردن کو بلند کر کے ان کی لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: یہی وقت ہے جنگ کے زور پکڑنے اور شدت اختیار کرنے کا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا: محمد کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔ پس میں نے دیکھنا شروع کیا تو میرے خیال میں جنگ پورے جوش وخروش پر تھی۔ اللہ کی قسم! جوں ہی آپ ﷺ نے وہ کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ان کافروں کی تیزی ختم ہوگئی ہے اور وہ

پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ (مسلم) **اَلْوَطِيْسُ**: تنور اور اس سے مراد ہے کہ لڑائی شدت اختیار کر گئی۔ **حَدَّهُمْ**: حاء مہملہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے ان کی قوت۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی غزوة حنین، جلد 6، صفحه 166، رقم 4712، المستدرک للحاکم، ذکر اسلام العباس رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 370، رقم 5418، سنن نسائی، باب رمی الحصیات فی وجوه القوم، جلد 5، صفحه 197، رقم 8653، مسند أبی عوانة، بیان محاربة رسول الله ﷺ المشرکین یوم حنین، جلد 4، ص 276، رقم 6748، مشکوة المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، جلد 3، صفحه 280، رقم 5888

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حنین ایک جنگل کا نام ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اس گنہگار نے وہاں کی زیارت کی ہے۔ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا، بنی ہوازن سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تھا پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح کامل عطا فرمائی یہ بنی ہوازن جناب حلیمہ دائی کی ہم قوم تھی اس علاقہ میں جناب حلیمہ کا گھر تھا۔ حضور انور نے وہاں ہی پرورش پائی تھی غزوہ حنین بھی ۸ ہجری میں ہوا۔ (مرقات)

اس غزوہ میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کفار قریباً چار ہزار، مسلمانوں کو خیال ہوا کہ آج ہم زیادہ ہیں فتح پائیں گے رب تعالٰی کی طرف سے عتاب ہوا فرماتا ہے: اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا ہوا یہ کہ حضرات صحابہ حضور انور سے آگے کفار سے لڑ رہے تھے، مسلمان قبیلہ ہوازن کی تیر اندازی کی تاب نہ لا سکے اس لیے ان کے قدم اکھڑ گئے تتر بتر ہو کر بھاگ پڑے، یہاں المسلمون سے مراد اکثر مسلمان ہیں سارے نہیں۔

یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کہ ایسی حالت میں خاطر اقدس پر قطعًا گھبراہٹ نہیں تنہا ہیں مگر کفار کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف دوڑانا چاہتے تھے اور جناب عباس اسے روکتے تھے آپ چاہتے تھے مسلمان سب جمع ہو جاویں تب حضور کا خچر کفار میں پہنچے۔

آپ کا نام مغیرہ ہے کنیت ابوسفیان آپ ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ حلیمہ بنت ابوذویب سعدیہ نے آپ کو بھی دودھ پلایا زمانہ کفر میں حضور انور کے سخت خلاف تھے حضور کے خلاف قصیدے لکھا کرتے تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور زندگی بھر حضور انور کے سامنے کبھی سر نہ اٹھایا شرم و حیاء کی وجہ سے ۲۰ بیس ہجری میں وفات پائی، حضرت عمر نے جنازہ پڑھایا دار عقیل میں دفن ہوئے۔ (اکمال)

اس وقت حضور انور کے ساتھ صرف یہ دو حضرات ہی تھے باقی صحابہ کرام جن کے قدم نہ اکھڑے تھے۔ وہ اپنے اپنے

مقام معین پر کھڑے تھے۔

سمرہ والے وہ حضرات ہیں جنہوں نے بیعۃ الرضوان میں شرکت کی تھی یعنی بیتس رضوان والے صحابہ چونکہ یہ بیعت ایک خاردار درخت کے نیچے ہوئی تھی اس لیے انہیں اصحاب سمرہ کہا جاتا ہے انہیں پکارنا مدد کے لیے تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں ادھر آؤ۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس کی آواز چند میل تک پہنچتی تھی۔ صیتا مبالغہ صائت کا صائت بمعنی آواز والا صیتا بہت بڑی آواز والا۔

یعنی جیسے گائے کے بچھڑے ہوئے بچے اپنی ماں کی آواز سن کر شوق ومحبت میں دوڑے آتے ہیں ایسے ہی وہ حضرات میری آواز سن کر حضور انور کی طرف بڑے شوق سے آئے اور دوڑے ہوئے آئے۔

یعنی ان تمام گروہوں کو علیحدہ علیحدہ آوازیں دی گئیں اور وہ سب حضرات آتے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہوتے گئے۔

معلوم ہوا کہ بندوں سے مدد لینا انہیں مدد کے لیے بلانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت انبیاء کرام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد کے لیے لوگوں کو پکارا مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ تطاول کے معنی ہیں انتظار میں کسی کو گردن اٹھا کر دیکھنا کہ وہ ہماری مدد کرے۔

حمی کے معنی ہیں گرم ہونا۔ وطیس بمعنی تنور اس سے مراد جنگ وجہاد ہے (اشعہ) یعنی اب دیر نہ کرو جلد جہاد کرو یہ وقت رحمتِ الٰہی کے نزول کا ہے۔

اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے چونکہ اس خبر کا وقوع یقینی تھا اس لیے مستقبل کو ماضی سے تعبیر فرمایا یعنی یقین کرلو کہ وہ بھاگ ہی گئے۔

دھار کند ہونے سے مراد ہے ان کی تیزی ختم ہوجانا جوش ٹھنڈا پڑ جانا اور معاملہ ذلیل ہونے سے مراد ہے ان کفار کا ذلیل وخوار ہوجانا شکست کھا جانا۔ اس واقعہ میں حضور انور کے دو معجزے ظاہر ہوئے: ایک فعلی دوسرا قولی۔ فعلی معجزہ تو ایک مٹھی کنکروں کا تقسیم ہوکر سب کی آنکھوں میں پڑ جانا ہے اور قولی معجزہ ہے کہ یہ شکست کھا گئے پھر فوراً ہوا بھی ایسا ہی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۴۶)

(1857) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا، وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ. فَقَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیزیں ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے پیغمبروں کو

تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا) (المؤمنون: 51)، وَقَالَ تَعَالٰی: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ) (البقرة: 172). ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ: یَا رَبِّ یَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ، وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؛ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المومنون:۵۱) اے رسولوں کی جماعت تم پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو! وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ پھر آپ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور چہرے پر گرد وغبار ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور وہ حرام غذا کھاتا ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطیب و تربیتها، جلد 3، صفحه 85، رقم 2393۔ الاداب للبیهقی، باب فی تطیب المطعم و الملبس و اجتناب الحرام واتقاء الشبهات، جلد 1، ص 237، رقم 390۔ سنن ترمذی، تفسیر سورة البقرة جلد 5، صفحه 220، رقم الحدیث 2989۔ سنن الدارمی، باب فی اكل الطیب، جلد 2، صفحه 389، رقم 2717۔ مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 328، رقم 8330

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تعالیٰ بے عیب ہے اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔

یعنی کسب حلال وطلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور عوام کو جمع فرمادیا ہے لہذا یہ حکم خداوندی بھی ہے سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیاء بھی اس لیے کسب حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے، اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخروئی بھی۔

یا تو میثاق کے دن رب تعالیٰ نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی۔ چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کیے کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری سوائے مرزا قادیانی کے۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام اولاً کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے، نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ، ادریس علیہ السلام درزی گری، ہود وصالح علیہما السلام تجارت، ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام جانور پالتے

تھے، لوط علیہ السلام کھیتی باڑی، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانا، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے، سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہوکر پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے تھے، ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کیے۔ (اسلامی زندگی)

طیب خبیث کی ضد ہے، حلال، پاک، لطیف، پسندیدہ، شرعی چیز طیب ہے، اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے تمام صفات غیر کمالیہ سے بری و پاک ہے، مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں، چیزیں انسان کے لیے ہیں اور انسان رحمان کے لیے۔

یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہوکر حرام کمائی ہی کی جس سے غذا لباس حرام کا رہا۔

یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی یا غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا، پراگندا حال پریشان حال رہا، کعبہ معظمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی و غازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے دو باز ویعنی پر ہیں: اکل حلال، صدق مقال اگر ان سے دعا خالی ہوتو قبول نہیں ہوتی۔ تقویٰ کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے، حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ، ذریعہ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ اللہ نصیب کرے۔ جو محرمات میں پھنس جائے اور لاچار ہوجائے تو ادنیٰ پر کفایت کرے۔ چنانچہ بحالت اضطرار اگر مردار بکری بھی ہو گدھا بھی تو بکری کھا کر جان بچائے اور اگر کتا و سور ہی میسر ہو اور بھوک سے جان نکل رہی ہو تو کتے سے جان بچالے اور سور کو ہاتھ نہ لگائے۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۶۹)

(1858) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
"الْعَائِلُ": اَلْفَقِيْرُ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) مغرور فقیر۔ (مسلم) اَلْعَائِلُ: فقیر کو کہتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان تین قسم کے لوگوں سے کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا غضب و قہر کا کلام کرے گا لہذا حدیث واضح ہے یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الٰہی کا ظہور ہوگا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقًا بلا واسطہ کلام نہ کرے گا

گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔

یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کرے گا۔

اس لیے کہ زنا اگرچہ بہر حال برا ہے سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریبا ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔ (مرقات)

کیونکہ بعض لوگ مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔

حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لیے اسکا تکبر بدترین جرم ہے، بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری معمولی کام نہیں کرتے زکوۃ وخیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۹۳۰)

(1859) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیحان' جیحان' فرات اور نیل چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ما فی الدنیا من انھار الجنة، جلد 8، صفحہ 149، رقم 7340 اتحاف الخيرة المهرة كتاب الفتن، جلد 8، صفحہ 234، رقم الحديث 7858 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحہ 289، رقم 7873 مسند البزار، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحہ 398، رقم 7956 مشكوة المصابيح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول جلد 3، ص 222، رقم 5628

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ سیحون اور جیحون ملک ارمن میں دو نہریں ہیں یعنی ترکستان اور خراسان میں اور فرات و نیل ملک شام کی دو نہریں ہیں۔ (اشعہ)

فرات کوفہ میں ہے نیل مصر میں، ان چاروں نہروں کا جنت سے ہونا۔ اس کی بہت توجیہیں ق کی گئیں ہیں مگر قوی یہ ہے کہ کوئی تاویل نہ کی جاوے اسے اپنے ظاہر پر رکھا جاوے کہ جنت سے ان کا پانی پہاڑوں میں بھیجا گیا اور پہاڑوں سے ان میدانوں میں جاری کیا گیا۔ چنانچہ یہ پانی بہت شیریں ہیں ہاضم ہیں، ان نہروں پر حضرات انبیاء کرام بزرگان دین بہت ہی کثرت سے تشریف فرمائے ہوئے ہیں، قریب قیامت جب قوم یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا تو قرآن مجید، علم دین، حجر اسود، مقام ابراہیم اور یہ چاروں نہریں دنیا سے غائب کردی جائیں گی، رب فرماتا ہے: وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۶۲)

(1860) وَعَنْهُ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِىْ فَقَالَ: "خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ اٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ الْخَلْقِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا اور اس پر پہاڑ اتوار کے دن پیدا فرمائے اور درخت پیر کے دن پیدا فرمائے اور ناپسندیدہ چیز کو منگل کو اور روشنی بدھ کو پیدا فرمائی اور جانور جمعرات کے دن پیدا فرمائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد سب مخلوقات کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیہ السلام، جلد 8، ص 127، رقم 7231۔ السنن الکبری للبیہقی، باب مبتداء الخلق، جلد 9، صفحہ 3، رقم 18159۔ سنن نسائی، تفسیر سورۃ البقرۃ، جلد 6، صفحہ 293، رقم الحدیث 11010۔ مسند أبی یعلی، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 10، صفحہ 513، رقم 6132۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 327، رقم 8323۔

شرح حدیث: علم وحکمت کے دلائل

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت وعلم وحکمت کے دلائل ذکر فرمایا گیا ہے کیونکہ مقصودِ اعظم اللہ سبحانہ اور اس کے تمام صفات وافعال کی معرفت ہے اور یہ جاننا کہ وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسا ہو وہی مستحقِ عبادت ہوسکتا ہے، نہ کہ وہ بت جنہیں مشرکین پوجتے ہیں۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو رواں کرنا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کر سکے اس کی قدرت کے کیسے عجائبات ہیں۔

اور انسان کی خلقت و ایجاد اللہ تعالیٰ کے عالم جمیع اشیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی پر حکمت مخلوق کا پیدا کرنا بغیر علم محیط کے ممکن و متصور نہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا کا فر محال جانتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ قادر ہے علیم ہے اور ابدان کے

مادے جمع وحیات کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو موت کے بعد حیات کیسے محال ہوسکتی ہے پیدائش آسمان وزمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کو اور زمین میں جنات کو سکونت دی جنات نے فساد انگیزی کی تو ملائکہ کی ایک جماعت بھیجی جس نے انہیں پہاڑوں اور جزیروں میں نکال بھگایا۔

(1861) وَعَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيْحَةٌ يَمَانِيَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ موتہ والے دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ صرف ایک چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوة مؤتة من ارض الشام، جلد 5، صفحه 114، رقم 4265 المستدرك للحاكم، كتاب المغازي والسرايا، جلد 3، صفحه 44، رقم 4354 جامع الاصول لابن اثير، باب غزوة مؤتة من ارض الشام، جلد 8، ص 351، رقم 6137 مصنف ابن أبي شيبة، ذكر مافضل الجهاد والحث عليها، جلد 5، صفحه 323، رقم 19789، كتاب الجهاد لعبد الله المبارك، صفحه 176، رقم الحديث 218

شرح حدیث: حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابہ صغری رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری اور فن سپہ گری وتدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے انکی اور ان کے باپ ولید کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ جنگ بدر اور جنگ احد کی لڑائیوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا ایسا آفتاب طلوع ہوگیا کہ ۷ھ میں یہ خود بخود مکہ سے مدینہ جاکر دربار رسالت میں حاضر ہوگئے اور دامن اسلام میں آگئے اور یہ عہد کرلیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کے لئے بے نیام رہے گی چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ وجلال کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہے یہاں تک ۸ھ میں جنگ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ وحضرت جعفر بن ابی طالب وحضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں سپہ سالاروں نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کرلیا تو اسلامی فوج نے ان کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور انہوں نے ایسی جاں بازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کی فتح مبین ہوگئی۔ اور اسی موقع پر جب کہ یہ جنگ میں مصروف تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے سامنے ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو انہوں نے ان معرکوں میں بھی خصوصاً جنگ یمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتح مبین حاصل کی۔ پھر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے

دوران رومیوں کی جنگوں میں بھی انہوں نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی اور بہت زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں، ۲۱ ھ میں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الخاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۲ مختصرا) (وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ خالد بن الولید، الحدیث: ۳۷۰۲۰، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۶۱) (وتاریخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، ابوبکر الصدیق، فصل فیما وقع فی خلافتہ، ص ۵۸) (واسد الغابۃ، خالد بن الولید بن المغیرۃ، ج ۲، ص ۱۳۵-۱۳۸ ملتقطاً)

(1862) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد سے کام لے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کے لیے دُگنا ثواب ہے اور جب وہ فیصلہ کرے اور اجتہاد کرتے ہوئے اس سے غلطی ہو جائے تو اسے ایک اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطاء، جلد 9، صفحه 108، رقم 7352 صحیح مسلم، باب بیان اجر للحاکم اذا اجتهد فاصاب أو اخطاء، جلد 5، صفحه 131، رقم 4584 سنن ترمذی، باب ماجاء فی القاضی، یصیب ویخطیء، جلد 2، صفحه 255، رقم 1326 السنن الصغری، باب مایحکم به الحاکم، جلد 3، صفحه 258، رقم 4507 سنن ابوداود، باب فی القاضی یخطیء، جلد 3، ص 324، رقم 3576

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہو جائے، یہ بھی رب تعالیٰ کا کرم ہی ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہو جائے۔

ایک ثواب تو اجتہاد وکوشش کرنے کا اور دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کہ درستی بھی بڑا عمل ہے، قاضی عالم بلکہ درجہ اجتہاد والا چاہیے، اگر خود عالم وفقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور متبع ہو۔

یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہذا چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی برحق ہیں کہ اگرچہ ان میں سے درست وصحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن آئمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب انہیں بھی ہے، نیز حضرت علی ومعاویہ میں گنہگار کوئی نہیں، حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں۔ ایک موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ۔ وہ حدیث کریمہ اس آیت کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لیے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ غیر عالم کو فتویٰ دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فروعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی۔ اس کی تحقیق

کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ اجتہادی خطا کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اسے سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے، اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی تو اگر چہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہو گئیں اور اس کو نماز کا ثواب یقیناً مل گیا۔ اس کی نفیس بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے بروایت حضرت عمرو ابن عاص نقل فرمائی، احمد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل کی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۶۲)

(1863) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوْهَا بِالْمَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخار جہنم کی شدید حرارت سے ہے۔ پس تم اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة ابواب الجنة، جلد 4، صفحه 121، رقم 3264 صحیح مسلم، باب لكل داء دواء واستحباب التداوى، جلد 7، صفحه 23، رقم 5881 اتحاف الخيرة المهرة، باب ما جاء فى الحمى وصب الماء البارد على المحموم، جلد 4، ص 415، رقم 3855 المستدرك للحاكم، كتاب الطبه جلد 6، صفحه 193، رقم الحديث 7439 سنن ابن ماجه، باب الحمى من فيح جهنم فابردوها بالماء، جلد 2، صفحه 1149، رقم 3471

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ جیسے دوزخ کی آگ فقط ظاہری جسم پر ہی نہ ہوگی بلکہ اندرون بدن میں بھی تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ یوں ہی بخار کی تپش دل و جگر پر بھی ہوتی ہے لہذا اس آگ کے مشابہ ہے۔

یعنی صفراوی بخار والے کو ٹھنڈا پانی پلاؤ، اس سے غسل دو یا کپڑا تر کر کے سر اور بعض اعضاء پر رکھو یہ علاج ہر بخار کے لیے نہیں بلکہ خاص بخاروں کے لیے ہے جو عموماً اہل عرب کو ہوتا ہے، ہمارے ہاں بھی بعض بخاروں میں اطباء مریض کے سر پر تو کپڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں لہذا یہ عمل طبیب کے مشورہ سے کیا جاوے، ہمارے ہاں کے اکثر بخاروں میں پانی مضر ہوتا ہے۔ احادیث پاک میں بخار والے کو سات مشکیزوں سے نہلانے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے مگر وہ ہی بخار گرمی والے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کا ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۶۶)

(1864) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وفات پا جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (متفق علیہ) اس حدیث مبارکہ کی رو سے

الْحَدِيْثِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: الْقَرِيْبُ وَارِثًا كَانَ اَوْ غَيْرَ وَارِثٍ.

مختار بات یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتے دار ہے چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من مات و علیہ صوم، جلد 2، صفحہ 690، رقم 1851 صحیح مسلم، باب قضاء الصیام عن المیت، جلد 3، صفحہ 155، رقم 2748 السنن الصغرٰی للبیہقی، باب قضاء صوم رمضان، جلد 1، صفحہ 420، رقم 1407 المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی النذور، جلد 1، صفحہ 237، رقم 943 سنن ابو داؤد، باب فیمن مات و علیہ صیام، جلد 2، صفحہ 289، رقم 2402

شرح حدیث: اس حدیث مبارکہ کی رو سے مختار بات یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتے دار ہے چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہو گیا پھر اسے قضا کرنے کا موقعہ ملا مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے روزہ ادا کر دے۔ امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھ دے اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دے دے چند وجہوں سے: ایک یہ کہ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحۃً وارد ہوا کہ الا لایصومن احدٌ عن احد و لا یصلین احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوٰے یہ رہا کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے روزہ رکھا نہ جائے، دیکھو مرقات۔ چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہ ہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم اور ضروری ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نمازیں نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کرنی پڑتی ہے دوسرے سے نہیں کرائی جاتی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۱)

(1865) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ: اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا: وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا، قَالَتْ: اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟! قَالُوْا: نَعَمْ۔ قَالَتْ: هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ اَنْ لَا اُكَلِّمَ

حضرت عوف بن مالک بن طفیل سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کسی سودے یا عطیے کے بارے میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیتی تھیں کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی عائد کر دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا: کیا اس نے

ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ. فَقَالَتْ: لَا، وَاللّٰهِ لَا اُشَفِّعُ فِيْهِ اَبَدًا، وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِيْ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا: اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِيْ، فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى اسْتَاْذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: اُدْخُلُوْا. قَالُوْا: كُلُّنَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ اُدْخُلُوْا كُلُّكُمْ، وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِيْ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُوْلَانِ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ؛ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ، طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ، وَتَقُوْلُ: اِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ، فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَاَعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

واقعی ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے نام کی نذر مانتی ہوں کہ کبھی حضرت عبداللہ بن زبیر ﷜ سے بات نہیں کروں گی۔ جب یہ قطع تعلقی لمبی ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن زبیر ﷜ نے حضرت عائشہ ﷞ کی طرف سفارش کروائی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حضرت عبداللہ کے بارے میں کبھی سفارش نہیں مانوں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ پس جب یہ معاملہ لمبا ہوگیا تو حضرت عبداللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی اور ان دونوں سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے (میری خالہ) حضرت عائشہ ﷞ کے پاس لے چلو اس لیے کہ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میرے ساتھ قطع تعلقی کی نذر کو پورا کریں۔ پس حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن یغوث ﷠ دونوں حضرت عبداللہ بن زبیر ﷜ کو لے کر حضرت عائشہ ﷞ کے گھر آئے اور حضرت عائشہ ﷞ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے اس طرح کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کیا ہم اندر آ جائیں۔ حضرت عائشہ ﷞ نے فرمایا: آ جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: کیا ہم سب لوگ آ جائیں تو حضرت عائشہ ﷞ نے فرمایا: ہاں تم سب آ جاؤ اور آپ (﷞) کو یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر ﷜ بھی ہیں۔ پس جب اندر گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر ﷜ پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ ﷞ سے لپٹ کر انہیں قسمیں دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور

اور عبدالرحمن ﷺ بھی انہیں قسم دے کر کہنے لگے کہ وہ ابن زبیر (ﷺ) سے بات شروع کر دیں اور ان کا عذر قبول فرمالیں۔ وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے جو آپ کے علم میں ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بول چال اور قطع تعلق رکھے۔ پس جب انہوں نے حضرت عائشہ ﷺ کے سامنے وعظ اور نصیحت شروع کی تو وہ رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ میں نے نذر مانی اور نذر بہت سخت ہے اور دونوں حضرات برابر عرض کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ام المومنین نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ سے گفتگو فرمائی اور اپنی اس نذر میں چالیس غلام آزاد کئے لیکن بعد میں اپنی نذر کو یاد کرتی تھیں اور اتنی روتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الھجرۃ، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5725، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الحجر علی البالغین، جلد 6، صفحہ 61، رقم 11671، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی التباغض والتحاسد، جلد 12، صفحہ 478، رقم 5662، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس عشر فی الھجران، جلد 6، ص 649، رقم 4937

شرح حدیث: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کنیت مقرر کرنے کی درخواست کی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھانجے (یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اپنی کنیت رکھ لو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنی بہن کے نوزائیدہ فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا: یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۶۸)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی دن وہ سب دراہم اقارب وفقرا میں تقسیم فرما دیئے۔ اس دن روزہ سے ہونے کے باوجود شام کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچایا۔ باندی نے عرض کیا کہ اگر ایک درہم روٹی خریدنے کے لئے بچالیتیں تو کیا ہوتا؟ فرمایا: یاد نہیں آیا اگر یاد آجاتا تو بچالیتی۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ذکر امہات المؤمنین، حضرت عائشہ، ج ۲، ص ۴۷۲)

(1866) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ، فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ اِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا، اَلَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا، وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا" قَالَ: فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ". قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَ اٰخِرَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: "اِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ، وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ، اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ، وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا". وَالْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ: اَلدُّعَاءُ لَهُمْ، لَا الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوْفَةُ.

حضرت عقبہ بن عامر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احد کے شہداء کی طرف تشریف لے گئے اوران کے لئے آٹھ سال بعد اس طرح دعا فرمائی جیسے زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والا دعا کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا' تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اس مقام پر سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ خبردار! مجھے تم سے اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے؟ حدیث کے راوی فرماتے ہیں میرے لیے یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری زیارت تھی۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خطرہ ہے کہ تم اس میں رغبت کرنے لگو گے' آپس میں اس کی وجہ سے لڑنے لگو گے اور اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی آخرت زیارت تھی۔ ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے معاملات کا منتظم ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا فرمایا کہ زمین کی کنجیاں

دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! مجھ کو یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم مشرک بن جاؤ گے بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی رغبت کرنے لگو گے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اَلصَّلٰوةُ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ: شہداء احد پر نماز پڑھنے سے مراد ان کے لئے دعا کرنا ہے۔ معروف نماز جنازہ پڑھنا مراد نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوۃ احد، جلد 4، صفحه 148، رقم 3816 صحیح مسلم، باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته، جلد 7، صفحه 67، رقم 6116 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ذکر روایة من روی انه صلی علیهم بعد ثمان سنین تودیعا لهم، جلد 4، ص 14، رقم 7058 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عامر الجهنی، جلد 17، صفحه 279، رقم 14456 صحیح ابن حبان، باب مرض النبی ﷺ، جلد 14، صفحه 560، رقم 6595

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں صلوۃ سے مراد دعاء مغفرت ہے نہ کہ نماز جنازہ، ان کے ہاں شہید پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی مگر یہ بات قوی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی زیارت کرتے اور انکے لیے دعاء مغفرت فرماتے تھے پھر اس دعا کا ذکر خصوصیت سے کیوں ہوا اللھم الا ان یقال کہ یہ دعاء خصوصی تھی۔ یعنی دعاء وداع جس میں وداعیہ کلمات تھے۔ ہمارا قوی جواب یہ ہے کہ حضور انور نے شہداء احد کی آج نماز جنازہ پڑھی آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھنا حضور انور کی خصوصیت ہے، بعض روایت میں اس کی تصریح بھی ہے کہ یہ نماز جنازہ تھی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اس کی مفصل بحث صلوۃ جنازہ میں گزر چکی۔

یعنی اس دعا یا نماز جنازہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور زندہ اور مردہ مسلمانوں کو وداع فرما رہے ہیں، زندوں کو اس لیے کہ اب وفات کا وقت قریب ہے لوگ اب حضور کی زیارت نہ کرسکیں گے، مردوں کو اس لیے کہ اب مردوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں وغیرہ بند ہونے والی ہیں یہ واقعہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے ہوا۔

فرط بمعنی فارط ہے جیسے تبع بمعنی تابع۔ فرط وہ شخص ہے جو کسی جماعت سے آگے منزل پر پہنچ کر ان کے طعام قیام وغیرہ تمام ضروریات کا انتظام کرے جس سے وہ جماعت آکر ہر طرح آرام پائے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تم سے پہلے جارہا ہوں تاکہ تمہاری شفاعت تمہاری نجات تمہاری ہر طرح کارسازی کروں، تم میں سے جو بھی ایمان پر فوت ہوگا وہ میرے پاس میری حفاظت میرے انتظام میں اس طرح آوے گا جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے بھرے گھر میں۔ (از اشعہ) مؤمن مرتے ہی حضور کی پاس پہنچتا ہے بلکہ بعض مؤمنوں کی جانکنی کے وقت حضور انور انہیں لینے تشریف لاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کا واقعہ ہوا اور بہت مرنے والوں سے سنا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ خیال رہے کہ چھوٹے فوت شدہ بچوں کو

بھی فرط فرمایا گیا ہے مگر وہ فرط ناقص ہیں حضور انور فرط کامل یعنی ہر طرح کے منتظم، نیز ایدکم میں خطاب ساری امت سے ہے نہ کہ صحابہ کرام سے حضور اپنی امت کے دائمی منتظم ہیں۔

اس کی تائید اس آیت سے ہے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا شہید بمعنی نگران گواہ ہے نہ کہ فقط گواہ ورنہ علیٰ نہ آتا بلکہ لام آتا۔شہادت کے ساتھ اگر علیٰ ہو تو خلاف گواہی مراد ہوتی ہے یعنی اے مسلمانوں میں تمہارے ایمان، اعمال قلبی حالات کا علیم وخبیر وحفیظ ونگراں ہوں، تم سب کے ایمان کی نبض پر میرا ہاتھ ہے، مجھے ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہر وقت خبر ہے۔اس کی نہایت لذیذ ونفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم کے شروع میں ملاحظہ کرو۔

یعنی میں نے جس شفاعت خاصہ کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ شفاعت حوض کوثر پر کروں گا۔(مرقات) یا قیامت میں میری تمہاری خصوصی ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔(اشعہ) اس صورت میں یہاں خصوصی ملاقات مراد ہے ورنہ حضور کی ملاقات حضور کا دیدار تو مؤمن کو قبر میں ہی نصیب ہوتا ہے پھر قیامت میں بہت جگہ دیدار ہوگا،بعض لوگ بعد وفات تا قیامت حضور ہی کے پاس رہتے ہیں اللھم اجعلنا منہم۔

یہ ہے حضور کا حاضر وناظر ہونا کہ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوئے اس حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں جو جنت میں ہے اور جنت ساتوں آسمان سے اوپر ہے،جس کی نگاہ مدینہ سے جنت تک کو دیکھ سکتی ہے اس کی نظر ساری روئے زمین کو یہاں کے رہنے والوں کو بھی دیکھ سکتی ہے کیونکہ زمین حوض کوثر سے قریب ہے۔

اس طرح کہ مجھے زمین کے تمام خزانوں کا مالک مختار قاسم بنایا جسے جو ملے گا ہماری عطا سے ملے گا۔فرماتے ہیں اللہ المعطی وانا قاسم۔اشعہ نے فرمایا کہ یہ تو ظاہری خزانوں کا حال ہے رہے باطنی خزانے سو آسمان وزمین ملک وملکوت کی چابیاں حضور کو عطا ہوئیں ؎

دی کنجی تمہیں اپنے خزانوں کی خدا نے سرکار کیا مالک ومختار بنایا

یعنی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم سارے یا تم عموما کافر ہو جاؤ لہذا یہ فرمان عالی اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور کے بعد چند لوگ مرتد ہوگئے۔(مرقات)

امام نووی نے فرمایا کہ اس میں حضور کے بہت سے معجزات کا ذکر ہے کہ حضور انور نے بہت سی غیبی خبریں دیں جو ہو بہو پوری ہوئیں۔(مرآۃ المناجیح،ج ۸ص ۲۶۱)

(1867) وَعَنْ اَبِيْ زَيْدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلّٰى، ثُمَّ صَعِدَ

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔آپ ﷺ منبر سے اترے اور

الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ منبر سے اترے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا پس جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا تھا۔ آپ نے ان سب کی ہمیں اطلاع دی۔ ہم میں سے سب سے زیادہ عالم وہ ہے جو ان باتوں کو ہم میں سے سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعۃ، جلد 8، ص 173، رقم 7449۔ الاحاد والمثانی لاحمد الشیبانی، حدیث ابو زید عمرو بن اخطب، جلد 4، صفحہ 199، رقم 2183۔ المستدرك للحاكم، كتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 533، رقم 8498۔ المعجم الكبير للطبرانی، من اسمہ عمرو بن اخطب ابو زيد الانصاری، جلد 17، صفحہ 28، رقم 13734۔ مسند أبی یعلی، حدیث أبی زید عمرو بن اخطب، جلد 12، صفحہ 239، رقم 6845

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ ابوزید اعرج کے نام سے مشہور ہیں، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات کیے ہیں، حضور نے ان کے سر پر ہاتھ شریف پھیرا اور ان کے لیے دعائے خیر کی، آپ کی عمر شریف سو سال ہوئی مگر سر شریف میں صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔ (اشعہ، مرقات)

یعنی حضور نے تھوڑے وقفہ کے بعد سارا دن وعظ وخطبہ ارشاد فرمایا، یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا۔

یعنی تا قیامت قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ بتادیا جو پرندہ تا قیامت پر ہلائے گا وہ سب کچھ تفصیل وار بتادیا۔ یہ ہے حضور کا علم غیب کلی۔ حضور کا یہ معجزہ ہے کہ سارے واقعات صرف ایک دن میں بتادیئے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑا کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اس معجزہ کا نام ہے طی الوقت یہ بھی طی الارض کی طرح ایک معجزہ ہے، کبھی کرامت کے طور پر ولی کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو یہ سارے واقعات یاد نہ رہے کسی کو زیادہ یاد رہے کسی کو کم لہذا ان میں سے کسی کا علم حضور انور کے علم کے برابر نہیں ہوگیا۔ خیال رہے کہ تعلیم یعنی سکھانا اور چیز ہے اور خبر دینا یعنی اعلام یا انباء کچھ اور چیز اللہ تعالیٰ نے حضور کو ہر چیز سکھادی وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور حضور نے یہ تمام باتیں لوگوں کو سنادیں بتادیں سکھائیں نہیں وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا، فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ میں یہ ہی فرق ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۸۳)

(1868) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ نَذَرَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ

اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وہ اللہ کی اطاعت کرے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے اور جو اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النذر فی الطاعۃ، جلد 6، صفحہ 246، رقم 6318 السنن الصغرٰی للبیہقی، باب من نذر نذرا فی معصیۃ اللہ وفیما لایکون برا، جلد 3، ص 236، رقم 4432 المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی النذور، جلد 1، صفحہ 235، رقم 934 سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی النذر فی المعصیۃ، جلد 3، صفحہ 228، رقم 3291 سنن ابن ماجہ، باب النذر فی المعصیۃ، جلد 1، ص 687، رقم 2126

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اللہ تعالٰی کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہیے اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولٰی کرنی چاہیے۔

خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جوا کھیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر کہ ایسی نذریں باطل ہیں ان کا پورا کرنا حرام مگر ان پر کفارہ واجب ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کرے اور کفارہ ادا کرے، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے کہ اس نے رب تعالٰی کے نام کی بے حرمتی کی مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت کہ یہ منت درست ہے، یہ ہی مذہب احناف ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۴۲)

(1869) وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام شریک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (آگ میں) پھونکیں مارتا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالٰی "واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا"، جلد 3، صفحہ 122، رقم 3180 صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزغ، جلد 7، ص 41، رقم 5979 مسند عبد بن حمید، من مسند ام شریک رضی اللہ عنہا، جلد 1، صفحہ 450، رقم 1559 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 200، رقم 25684 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب مایحرم من جھۃ مالاتاکل العرب، جلد 9، ص 316، رقم 19848

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام شریک دو ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں، ایک کا نام غزمہ بنت دہ دان ہے، قرشیہ عامریہ ہیں، لوی ابن غالب کی اولاد سے، دوسری انصاریہ ہیں خبر نہیں یہ کون سی ام شریک ہیں۔ (مرقات واشعہ) مگر یہ بے خبری مضر نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔

وزغ جمع ہے وزغۃ کی بمعنی گرگٹ، مشہور جانور ہے چھپکلی سے کچھ بڑا ہوتا ہے، دم لمبی ہوتی ہے، رنگ بدلتا ہے، سبزیوں میں رہتا ہے۔

یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودی آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا ہوا آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے، اگر چہ اس کی پھونک سے آگ تیز نہ ہوگئی وہ تو گلزار کر دی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دل کی حالت معلوم ہو گئی کہ یہ دشمن خلیل ہے اس لیے اس کو مار دینے کا حکم دیا گیا، اس کے برعکس ہدہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لاتا دور سے آگ پر ڈال دیتا تھا کہ آگ بجھ جائے، اس کو پانی کا بادشاہ کر دیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا، اس کے ذریعہ ملکہ یمن بلقیس کو ہدایت دی گئی جیسا کہ قرآن کریم سورۂ نمل میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے، محبت رسول کا انجام اچھا، یہ بھی معلوم ہوا جانوروں میں بھی بعض نبی کے محب ہیں بعض نبی کے دشمن، حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، عیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۱۲)

(1870) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِيْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً دُوْنَ الْاُوْلٰى، وَاِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِيْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وفی الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ، وَفِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "اَلْوَزَغُ اَلْعِظَامُ مِنْ سَامِّ اَبْرَصَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب سے گرگٹ کو مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ جس نے دوسری ضرب سے مارا اس کے لئے اتنی نیکیاں ہیں لیکن پہلے شخص سے کم اور جس نے اسے تیسری ضرب سے مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ ایک اور روایت میں ہے جو شخص گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مار دے اس کے لئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم اور پھر تیسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم۔ (مسلم) اہل لغت کہتے ہیں: اَلْوَزَغُ سے مراد بڑی چھپکلی ہے جسے گرگٹ کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزغ، جلد 7، صفحه 42، رقم 5983 مشکوۃ المصابیح، باب مایحل اكله وما يحرم، جلد 2، ص 437، رقم 4121 السنن الكبرى للبيهقى، باب قتل الحية والعقرب فى الصلاة، جلد 2، صفحه 267، رقم 3576 سنن ابوداؤد، باب فى قتل الاوزاغ، جلد 4، صفحه 537، رقم 5265 سنن ابن ماجه، باب قتل الوزغ، جلد 2، صفحه 1076، رقم 3229

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا زور کی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے ہلکی چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے۔ احمد و ابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کو سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی۔ طبرانی نے بروایت ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو گرگٹ کو ماردے اللہ تعالیٰ اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا۔ (مرقات) بہرحال اس کا قتل ثواب ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۱۴)

(1871) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ سَارِقٍ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ زَانِيَةٍ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ! لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ غَنِیٍّ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِیٍّ؟ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَّعَلٰى زَانِيَةٍ وَّعَلٰى غَنِیٍّ! فَاُتِیَ فَقِيْلَ لَهٗ: اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّعْتَبِرَ فَيُنْفِقَ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا میں ضرور صدقہ خیرات کروں گا۔ پس وہ صدقہ لے کر باہر جو نکلا تو (لاعلمی میں) ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کررہے تھے کہ رات کہ ایک چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس شخص نے دل میں کہا: اے اللہ سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں (تیرا شکر ہے) میں اور صدقہ کروں گا۔ پس وہ صدقہ لے کر جو باہر نکلا تو وہ ایک بدکار عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ تذکرہ کررہے تھے کہ رات ایک بدکار عورت کو خیرات دی گئی ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! تیرا شکر ہے صدقہ تو بدکار عورت کو پہنچ گیا۔ میں اور صدقہ بھی ضرور کروں گا وہ صدقہ کا مال لے کر پھر باہر جو نکلا تو اتفاقاً کسی مالدار کو دے دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کررہے تھے کہ آج غنی کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ تو نے میرا مال) چور، زانیہ اور دولت مند کو دلوایا۔ چنانچہ خواب میں اس شخص سے کہا گیا تو نے جو چور کو صدقہ دیا ہے تو شائد اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے اور زانیہ کو جو تو نے صدقہ دیا ہے تو شاید اس کی وجہ سے وہ زناکاری چھوڑ دے۔ باقی دولت مند بھی ممکن ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ نے جو اس کو عطا فرمایا ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ بخاری نے اس حدیث کو ان الفاظ کے

ساتھ روایت کیا ہے اور مسلم نے اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم، جلد 2، ص 516، رقم 1355 صحیح مسلم، باب ثبوت اجر المتصدق وان وقعت الصدقۃ فی ید غیر اھلھا، جلد 3، ص 89، رقم 2409 سنن نسائی، باب اذا عطاھا غنیا وھو لا یشعر، جلد 5، صفحہ 55، رقم 2523 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن ابی الزناد، جلد 4، ص 286، رقم 3315 مشکوۃ المصابیح، باب الانفاق و کراھیۃ الامساک، جلد 1، صفحہ 423، رقم 1876

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا۔ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو۔ممکن ہے اس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی،اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں،اس کا لوگوں میں چرچا ہوگیا۔مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو اور ہوسکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو،غرضکہ اس کا چرچا ہوگیا۔

یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔

یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اس کی جگہ اور صدقہ دوں گا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لیے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اس لیے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔

اس چرچا کی وجہ ابھی بیان کردی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہوگیا۔

اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی جیسا کہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے،لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی۔موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں،یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے،تین دفعہ خیرات کرچکا ہر بار بیکار ہی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لیے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لیے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوۃ دی پھر پتہ لگا وہ غنی ہے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین کا یہی قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام آئمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں۔ قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لیے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لیے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔

(فتح القدیر و مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۲)

(1872) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: "اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ؟ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ: اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَا بَلَغَكُمْ، اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: اَبُوْكُمْ اٰدَمُ. فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهِ، وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ،

اور انہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں موجود تھے۔ آپ کی خدمت اقدس میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ دستی کا گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا اور ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو کیسے؟ اس دن اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں تمام اگلے پچھلے لوگوں کو جمع فرمائے گا۔ ایک دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور ایک پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنا سکے گا۔ سورج ان کے قریب ہو جائے گا اور لوگوں کا غم اور بے چینی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ ان کی طاقت اور برداشت سے باہر ہوگی۔ پس لوگ کہیں گے کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہاری تکلیف و مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ کیا تم کوئی ایسا شخص نہیں دیکھتے جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار سے سفارش کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ تمہارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ پس لوگ ان کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے

وَاِنَّهٗ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ
نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ، فَيَاْتُوْنَ
نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ، اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ
الْاَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اَلَا تَرٰى اِلٰى
مَا نَحْنُ فِيْهِ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا بَلَغَنَا، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى
رَبِّكَ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنَّهٗ
قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِيْ، نَفْسِيْ
نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى
اِبْرَاهِيْمَ، فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اِبْرَاهِيْمُ،
اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا
اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ:
اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ
مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنِّيْ كُنْتُ كَذَبْتُ
ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ؛ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى
غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى، فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ:
يَا مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ
وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى
اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ
مِثْلَهٗ، وَاِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِيْ
نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ ؛ اِذْهَبُوْا اِلٰى
عِيْسٰى. فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى، اَنْتَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ،
وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا

آدم! آپ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ کے اندر روح پھونکی اور اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کو جنت میں سکونت دی۔ کیا آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہماری وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حالت کو ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ اس سے پہلے نہ ہوا اور نہ آئندہ کبھی اس طرح غضبناک ہوگا اور اس نے مجھے (جنت میں) ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن مجھ سے بھول ہوگئی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ اے نوح' آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہماری بے چینی کس حد تک پہنچی ہوئی ہے؟ آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیوں نہیں کرتے؟ پس وہ فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا اور مجھے ایک دعا کرنے کا حق حاصل تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' تم میرے علاوہ

تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ؟ فَیَقُوْلُ عِیْسٰی: اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ یَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَمْ یَذْکُرْ ذَنْبًا، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "۔

کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے۔ اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ وہ تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔ میرا پروردگار آج اتنا غضبناک ہے کہ اتنا غضبناک اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور میں نے تین بار خلاف واقعہ بات کہی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ اے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگوں پر آپ کو فضیلت عطا فرمائی۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہمارے لیے سفارش فرمائیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس قدر پریشان ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا پروردگار آج اس قدر غضبناک ہے کہ اتنا غضبناک آج سے پہلے کبھی اور نہ آئندہ ہوگا میں نے ایک جان کو قتل کیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہ تھا مجھے تو اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی

طرف بھیجا تھا اور آپ اس کی روح ہیں اور آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے باتیں کی تھیں۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ بلاشبہ میرا پروردگار! آج کے دن اتنا ناراض ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ناراض ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ وہ کسی خطا کا ذکر نہیں فرمائیں گے۔ صرف نَفْسِیْ نَفْسِیْ کہیں گے اور فرمائیں گے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "فَیَأْتُوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ: یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ، اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ؟ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ، ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَیْهِ شَیْئًا لَّمْ یَفْتَحْهُ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِیْ، ثُمَّ یُقَالُ: یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ، فَاَقُوْلُ: اُمَّتِیْ یَا رَبِّ، اُمَّتِیْ یَا رَبِّ، اُمَّتِیْ یَا رَبِّ. فَیُقَالُ: یَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَیْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَیْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِیْمَا سِوٰی ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ". ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، اِنَّ مَا بَیْنَ الْمِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَّصَارِیْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَیْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، اَوْ كَمَا بَیْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰی". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

اور ایک روایت میں ہے وہ میرے (محمد ﷺ) پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے (نبی محترم) حضرت محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل آپ کی امت کے پہلے اور آخری لوگوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمایئے۔ دیکھئے تو ہم کس قدر پریشانی میں مبتلا ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں) پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے جا کر اپنے پروردگار کے حضور سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ حمد وثناء کے لیے الفاظ میرے لیے کھول دے گا۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوگا: اے محمد (ﷺ)! اپنے سر کو اٹھاؤ' مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائیگی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت' اے میرے رب' میری امت' اے میرے رب! میری امت۔ تو

ارشاد ہوگا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کے ان افراد کو جن پر حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف کے دروازہ سے داخل فرمائیے۔ یہ لوگ اس کے علاوہ اور دروازوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازوں کے دو بازوؤں اور کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور مقام ہجر کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بصری کے درمیان فاصلہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "ذریة من حملنا مع نوح انه کان عبدا شکورا"، جلد 6، ص 84، رقم 4712 صحیح مسلم، باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا، جلد 1، صفحه 127، رقم 501 سنن ترمذی، باب ما جاء فی الشفاعة، جلد 4، صفحه 337، رقم 2433 سنن النسائی تفسیر سورة الاسراء، جلد 6، صفحه 378، رقم 11286 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي ھریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 435، رقم 9621

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دستی کا گوشت بے ریشہ ہوتا ہے اور نرم بھی مزے دار بھی، جلد گل جاتا ہے، سارے جانور میں یہ ہی گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

نہس خالی سین سے اگلے دانتوں سے نوچنا اور نہش نقطہ والے شین سے داڑھوں سے گوشت نوچنا یعنی ہڈی سے بوٹی چھوڑانا دونوں لفظ روایات میں وارد ہیں۔

اس ناس میں سارے انسان داخل ہیں حضرات انبیاء کرام اور ان کی ساری امتیں، اگرچہ حضور ہمیشہ سے ہی ساری مخلوق کے سردار ہیں مگر اس سرداری کا ظہور قیامت کے دن ہوگا کہ سارے لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور سب حضور کا منہ تکیں گے کوئی آپ کی سرداری کے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا کفار بھی اس کا اقرار کریں گے اور نادم ہوں گے اس لیے یوم القیامۃ کا ذکر فرمایا۔

یہ یوم القیامۃ کا بیان ہے، چونکہ یہ حاضری بارگاہ قیامت کا مقصود ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا ورنہ قیامت میں اور بھی کام ہوں گے جیسے کہ آگے سے معلوم ہو رہا ہے۔

گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ انسان کا پسینہ ستر گز زمین میں جذب ہو کر اس کے منہ کی لگام بن جائے گا یعنی منہ تک پسینہ میں آدمی ڈوبا ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قیامت کے کاروبار کی ابتداء توسل یعنی وسیلہ کی تلاش سے ہوگی۔ آج جو حضور کے وسیلہ کے منکر ہیں وہ بھی یہ ہی کام پہلے کریں گے۔ اعلٰی حضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے نجدی آج ان سے التجا نہ کرے

یہاں جہاں مجھے لوگ پائیں گے اور ساری مخلوق مجھے گھیرے گی وہاں سے روانہ ہوکر اپنے مقام شفاعت میں پہنچوں گا جو میرے لیے خالص تیار کیا گیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ حضور انور ان سب کو لے کر وہاں پہنچیں گے۔ واللہ ورسولہ اعلم! وہ نظارہ عجیب ہوگا۔

یعنی اس دن جیسی حمد اپنے رب کی میں کروں گا ایسی حمد مخلوق الٰہی میں کسی نے نہیں کی ہوگی یہ حمد مجھے میرا رب بطور الہام سکھائے گا۔

اسے کہتے ہیں عرض سے پہلے قبولیت ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعا کے لیے لب نہیں ہلائے کہ قبولیت کا رب نے وعدہ فرمالیا۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہاں عبارت میں اجمال ہے۔ ابتداء ہوئی شفاعت عامہ کے ذکر سے اور انتہا ہوئی شفاعت خاصہ کے ذکر پر، یہ شفاعت اپنی امت کو جنت میں پہنچانے کی ہے عام لوگوں کے لیے شفاعت محشر سے نجات دلانے کی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا بعض بے حساب جنت میں بھیجے جائیں گے۔ جو دنیا میں اپنا حساب خود لیتا رہے گا اس کا حساب یا تو ہوگا نہیں یا ہوگا تو ہلکا ہوگا۔

یعنی ان بے حساب جنتیوں کے لیے ایک دروازہ خاص ہے جس سے دوسرے جنتی داخل نہیں ہوسکتے مگر یہ حضرات ان دروازوں سے جاسکتے ہیں جیسے ریل کا فسٹ کلاس کا مسافر ہر درجہ میں سفر کرسکتا ہے مگر تھرڈ والے فسٹ میں سفر نہیں کرسکتے۔

ایک دروازے کے حصے ہوں تو ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے اس سے مقصود ہے دروازہ جنت کی چوڑائی بیان کرنا۔

ہجر مدینہ منورہ کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی ہے اور بحرین کے ایک شہر کا نام بھی یہاں یہ ہی شہر مراد ہے جو بحرین میں ہے، اس تشبیہ سے مقصود ہے اس دروازے کی فراخی بیان فرمانا حد بندی فرمانا مقصود نہیں۔ (اشعہ، مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۱۴)

شفاعتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تو بے واسطہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) تک پہنچنے والے صرف محمد رسول اللہ ہیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہ ہی سبب ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء، اولیاء وعلماء علیہم الصلوٰۃ والثناء کہ شفاعت فرمائیں گے، ان کی شفاعت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوگی۔ بارگاہِ عزت (عَزَّوَجَلَّ) میں شفاعت فرمانے والے صرف حضور ہیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ولہٰذا

جامع ترمذی کی حدیث میں ارشاد ہوا:

اَنَا صَاحِبُ شَفَاعَتِهِمْ وَلَا فَخْرَ

شفاعتِ انبیاء کا صاحب میں ہوں اور یہ کچھ براہِ فخر نہیں فرماتا۔ (ملخصا، مسند احمد، الحدیث ۲۱۳۱۳، ج ۸، ص ۵۳)

اسی طرف آیہ کریمہ اشارہ فرماتی ہے:

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

ہمیں بھی حکم ہوا کہ عرض کرو: (پ ۲۶، الفتح: ۲)

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

ہمیں سیدھی راہ چلا۔ (پ ۱، الفاتحہ: ۵)

اور حضور کو بھی فرمایا:

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

اے محبوب ہم نے تمہارے لیے فتح مبین اس لیے کی ہے کہ تمہیں سیدھی راہ بتائیں۔ (پ ۲۶، الفتح: ۲)

صراطِ مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ سیدھی چلی گئی ہے جس میں پیچ وخم نہیں مگر واسطے کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ نہیں پہنچ سکتا اور دوسری یہ کہ اُٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی اور (یعنی دیگر) انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

مطلب یہ کہ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بس اٹھو اور مجھ تک چلے آؤ! تمہیں کسی توسُّل (یعنی وسیلہ اختیار کرنے) کی حاجت نہیں، سب کے لیے وسیلہ تم ہو، تمہارے لیے کون وسیلہ ہو! فلہٰذا حضورِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم) کے اَسمائے طیّبہ سے ہے صاحب الوسیلۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واسطہ اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم) کے لیے بھی مانا جائے تو دَور لازم آئے اس لئے کہ جو واسطہ ہوگا کامل ہوگا ناقص نہ ہوگا اور جب کامل ہوگا تو کمال وجود پر متفرع ہے اور وجودِ عالَم حضور کے وجودِ اقدس پر موقوف۔ تو خلاصہ اعتقاد، شانِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم) میں یہ ہے کہ مرتبہ وجود میں صرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہے باقی سب ظِلال اور مرتبہ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پَرتَو۔

توحیدیں دو ہیں: ایک توحیدِ الٰہی کہ اللہ ایک ہے، ذات وصفات واسماء وافعال واحکام وسلطنت کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۳۵)

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۱۱)

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا○

ترجمہ کنز الایمان: کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔ (پ ۱۶، مریم: ۶۵)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ

ترجمہ کنز الایمان: کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے۔

وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (پ ۱۵، الکہف: ۲۶)

وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ

ترجمہ کنز الایمان: اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱۱)

اور دوسری توحید رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کہ حضور اپنے جمیع صفاتِ کمالیہ میں تمام عالَم سے متفرد (یعنی یکتا) ہیں۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے محاسن وکمالات میں شریک سے پاک ہیں ان کی ذات پاک میں حسن وخوبی کا جو جوہر ہے وہ غیر منقسم ہے۔)

خلاصہ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی فرماتے ہیں۔

مخواں اُو را خدا از بہرِ حفظِ شرع و پاسِ دیں دِگر ہر وصف کہ میخواہی اندر مدحش اِملا کن

(دین کی پاسداری اور شریعت کی حفاظت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ ان کے دوسرے اوصاف جو چاہو ان کی مدح وثنا میں لکھو۔)

اور ان سے پہلے حضرت امام محمد بوصیری قدّس اللہُ تعالیٰ سِرَّہُ الشریف فرما گئے۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمٖ

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ وَانْسُبْ عَلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

(قصیدہ بردہ شریف مترجم، ص ۲۷-۲۸)

اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں اِدّعا کیا (یعنی خدا اور خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ، باقی حضور کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور مضبوطی سے حکم لگا۔ تُو ان کی ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر اور ان کے مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ بیان کرنے والا، کیسا ہی گویا ہو، اسے بیان کر سکے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۵۱-۲۵۴)

(1873) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ: يَا اِبْرَاهِيْمُ، اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَّلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: اَللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا؛ ثُمَّ رَجَعَتْ. فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: (رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ) حَتّٰى بَلَغَ (يَشْكُرُوْنَ) (اِبْرَاهِيْمُ: 37). وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ، حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى - اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا. فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ، رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جبکہ وہ دودھ پیتے تھے' لے کر چلے یہاں تک کہ انہیں بیت اللہ کے قریب مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم کے اوپر واقع ایک درخت کے پاس ٹھہرادیا۔ اس زمانے میں مکے میں کوئی انسان آباد نہیں تھا' نہ وہاں پانی ہی تھا۔ پس ان ماں بیٹے کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا' اے ابراہیم! ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر جہاں کوئی غمخوار ساتھی ہے اور نہ ضرورت کی کوئی چیز' کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے یہ بات ان سے کئی بار کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے۔ بالآخر حضرت ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا' ہاں تو انہوں نے کہا تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا پھر وہ واپس آگئیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی راہ پر چلے یہاں تک کہ جب مقام ثنیہ پر پہنچے جہاں سے ان کے اہل وعیال انہیں نہیں دیکھ رہے تھے۔ اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا۔ پھر ان کلمات کے ساتھ دعائیں کیں پس اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو بے آب وگیاہ جگہ پر آباد کیا ہے سے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں تک۔ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور خود

سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيْ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؛ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلِذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا". فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَهْ - تُرِيْدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ اَيْضًا، فَقَالَتْ: قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ - اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ - حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: بِقَدَرِ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا" قَالَ: فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا. فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتًا لِلّٰهِ يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ اَهْلَهٗ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ، فَتَاْخُذُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمٍ، اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمٍ مُّقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ ؛ فَرَاَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوْا: اِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰى مَاءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ

پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ مشک کا پانی ختم ہو گیا۔ وہ خود بھی پیاس محسوس کر رہی تھیں اور یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ بیٹا بھی پیاس کی وجہ سے بلبلا رہا ہے یا زمین میں لوٹ رہا ہے۔ وہ اس منظر کو ناپسند کرتے ہوئے چل دیں۔ انہوں نے اس جگہ سے سب سے زیادہ قریب صفا کے پہاڑ کو پایا پس وہ اس پر کھڑی ہو گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان نظر آ جائے لیکن بے سود۔ وہ صفا سے اتریں اور وادی تک پہنچیں۔ پھر اپنی قمیض کا کنارہ اٹھا کر ایک مصیبت زدہ شخص کی مانند دوڑ کر وادی کو عبور کیا پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھا کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن کسی کو نہ پایا۔ اس طرح انہوں نے یہ سات مرتبہ کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس لئے لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں جب وہ مروہ پر چڑھ گئیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ کو کہنے لگیں خاموش! پھر انہوں نے کان لگایا تو دوبارہ وہ آواز سنی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے آواز تو سنا دی اگر تیرے پاس کوئی معاونت کا سلسلہ ہے (تو مدد کر) پس اسی لمحہ فرشتہ زم زم کی جگہ کے پاس تھا۔ پس اس نے اپنی ایڑی یا پر سے زمین کو کریدا۔ یہاں تک کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ آپ (حضرت ہاجرہ) اس کے گرد حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کرنے لگیں اور پانی کو چلو میں لے کر مشک میں ڈالنے لگیں۔ وہ پانی جتنا چلو سے لیتی اتنا ہی پانی نیچے سے جوش مارتا اور ایک روایت میں ہے کہ جتنا وہ چلو میں لیتی اتنا وہ جوش مارتا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ فرماتے

وَمَا فِيْهِ مَاءٌ. فَأَرْسَلُوْا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ. فَرَجَعُوْا فَأَخْبَرُوْهُمْ، فَأَقْبَلُوْا وَأُمُّ إِسْمَاعِيْلَ عِنْدَ الْمَاءِ. فَقَالُوْا: أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَأَلْفَى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ فَنَزَلُوْا، فَأَرْسَلُوْا إِلٰى أَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِهَا أَهْلَ أَبْيَاتٍ وَّشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ: وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيْمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيْلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا - وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَصِيْدُ لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ. فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَّشِدَّةٍ؛ وَشَكَتْ إِلَيْهِ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُوْلِيْ لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِيْ: كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكِ أَبِيْ وَقَدْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُفَارِقَكِ! اِلْحَقِيْ بِأَهْلِكِ. فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيْمُ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتیں یا پانی کے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجرہ نے اس سے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو پلایا۔ فرشتے نے آپ سے کہا تم اپنی جان کا کوئی خوف مت کھاؤ۔ بے شک یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے والد کریں گے اور اللہ تعالیٰ یہاں کے رہنے والے لوگوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ بیت اللہ کی جگہ ٹیلے کی طرح زمین سے کچھ اٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب آتے اور اس کے آس پاس سے گزر جاتے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ اسی حالت میں تھیں کہ قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ یا ایک خاندان وہاں سے گزرا وہ لوگ کدا کے راستے آ رہے تھے۔ انہوں نے مکہ کے زیریں حصہ میں پڑاؤ کیا۔ انہوں نے پرندے منڈلاتے ہوئے دیکھے تو کہنے لگے کہ یہ پرندے پانی پر گھوم رہے ہیں۔ ہمیں تو اس وادی سے آتے جاتے زمانہ ہو گیا۔ اس میں تو پانی نہ تھا تو انہوں نے ایک دو قاصد بھیجے۔ انہوں نے وہاں پانی پایا پس واپس جا کر باقی ساتھیوں کو بتلایا تو وہ سب اس مقام پر آئے۔ حضرت ہاجرہ پانی کے پاس تشریف فرما تھیں۔ یہ لوگ عرض کرنے لگے کیا آپ ہم کو اپنے پاس پڑاؤ کرنے کی اجازت دیں گی۔ آپ فرمانے لگیں ہاں لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق ملکیت نہ ہوگا۔ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس واقعہ نے ام اسماعیل کی مراد پوری کر دی وہ بھی کوئی مونس چاہتی

يَجِدْهُ. فَدَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَ عَنْهُ. قَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا قَالَ: كَيْفَ اَنْتُمْ؟ وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ. فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ، وَاَثْنَتْ عَلَى اللهِ. فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ. قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ: الْمَاءُ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ. قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُوْ عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ.

تھیں۔ پس آئے ہوئے لوگ وہیں ٹھہر گئے اور پیغام بھیج کر اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا وہ بھی ان کے ساتھ قیام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہاں کئی گھر جمع ہو گئے اور حضرت اسماعیل بھی جوان ہو گئے اور ان لوگوں سے عربی زبان بھی سیکھ لی اور جوانی کے وقت حضرت اسماعیل ان کو نفیس اور خوش لگنے لگے۔ جب آپ بالغ ہو گئے تو قبیلہ جرہم والوں نے اپنی ایک دختر سے آپ کی شادی کر دی۔ حضرت ہاجرہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ شادی کے ایک عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تاکہ اپنے چھوڑے ہوئے افراد کا پتہ کریں۔ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو وہ بولی ہمارے لئے رزق کی تلاش اور ایک روایت میں ہے شکار کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ گزراوقات کیسی ہو رہی ہے۔ بولی ہم بُرے حال میں ہیں۔ بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔ اور آپ سے شکایت کرتی رہی۔ آپ حضرت خلیل اللہ نے فرمایا: جب تمہارے شوہر آ جائیں تو انہیں میرا سلام پہنچانا اور پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو بات سمجھ گئے۔ دریافت فرمایا: کیا آج یہاں کوئی شخص آئے تھے۔ بیوی نے کہا ہاں! ایسے ایسے حلیہ اور شکل و شباہت کے بزرگ آئے تھے۔ آپ کے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے بتایا تھا۔ پھر مجھ سے دریافت کیا کہ ہماری گزراوقات کیسی ہے۔ میں نے بتلایا تھا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔ فرمایا: کیا انہوں نے تجھ سے کسی معاملہ کی بابت فرمایا تھا۔

بولی ہاں! مجھے حکم فرمایا تھا کہ آپ کو ان کا سلام کہوں اور فرما رہے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے۔ وہ مجھے حکم فرما گئے ہیں کہ میں تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں۔ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ پس انہوں نے اس عورت کو طلاق دیدی اور اس قبیلے کی کسی اور عورت سے شادی کر لی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک اللہ نے چاہا' کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لائے تو پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر میں موجود نہ پایا۔ پس ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان سے ان کی بابت پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا' تمہارا کیا حال ہے؟ اور اس سے ان کی گزراوقات اور عام حالت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ہم خیریت سے ہیں اور فراخی میں ہیں اور اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: گوشت۔ پوچھا: پیتے کیا ہو۔ اس نے عرض کیا پانی۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن ان کے پاس ایک دانہ بھی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو آپ اس کے لئے بھی دعا فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکہ کے علاوہ کوئی بھی شخص صرف ان چیزوں پر گزر نہیں کر سکتا اور نہ یہ اس کو موافق آتی ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَجَاءَ فَقَالَ: اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ؟

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ

فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: أَلَا تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ. قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرَكَةُ دَعْوَةِ إِبْرَاهِيْمَ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِيْ عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكَ أَبِيْ، وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِيْ أَنْ أُمْسِكَكِ. ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ. قَالَ: يَا إِسْمَاعِيْلُ، إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ. قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِيْنُنِيْ؟ قَالَ: وَأُعِيْنُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ بَيْتًا هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا. فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيْلُ يَأْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِيْ وَإِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

السلام آئے تو انہوں نے فرمایا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا: وہ شکار کرنے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا آپ ہمارے پاس تشریف نہیں رکھتے کہ کھائیں پئیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کھانا پینا کیا ہے تو اس نے کہا ہمارا کھانا گوشت اور مشروب پانی ہے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان کے کھانے اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آ جائے تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہمارے پاس ایک خوبصورت شکل والے شیخ آئے تھے اور ان کی تعریف بیان کی۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو اس کی اطلاع دی۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا انہوں نے تمہیں کسی چیز کی نصیحت فرمائی؟ اس نے کہا جی ہاں وہ تمہیں سلام کہتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ تو ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں باقی رکھوں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام ان سے جتنا اللہ نے چاہا رکے رہے۔ پھر اس کے بعد تشریف لائے۔ اس حال میں کہ حضرت اسماعیل زمزم کے قریب ایک درخت

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ) (البقرة: 127).

کے نیچے تیر بنا رہے تھے۔ جب ان کو دیکھا تو اٹھ کر ان کی خدمت میں پہنچے تو اسی طرح کیا جس طرح والد کا بیٹا احترام کرتا ہے اور انہوں نے اسی طرح شفقت کی جس طرح والد بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: آپ کے رب نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ کریں۔ انہوں نے پوچھا تو میری مدد کرے گا؟ انہوں نے کہا میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد کے حصوں سے بلند تھا۔ پس اسی وقت اس خاص گھر کی دیواریں اٹھائیں۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے یہاں تک کہ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو (مقام ابراہیم والا) پتھر لائے اور وہاں رکھ دیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر پکڑاتے جاتے اور دونوں یہ دعا پڑھتے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (البقرة: ۱۲۷) ''اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل قبول فرما یقیناً تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى اَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے ان کے ساتھ ایک مشک تھی جس میں پانی تھا۔ حضرت اسمٰعیل کی والدہ خود مشک کا پانی پی لیتی تھیں اور حضرت اسمٰعیل کو اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ہاجرہ کو

حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَّرَائِهِ: يَا اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: اِلَى اللّٰهِ، قَالَتْ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ، فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشِّنَّةِ وَيَدُرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَآءُ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا۔ قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ، وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَاِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهِ، كَاَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ ونظرت فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا، حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَاِذَا جِبْرِيْلُ فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهِ عَلَى الْاَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَآءُ فَدَهِشَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلِّهَا۔

ایک بڑے درخت کے نیچے اتار کر خود لوٹ کر چل دیئے تو حضرت ہاجرہ نے پیچھے سے آواز دے کر کہا۔ اے ابراہیم ہم کو کس کے بھروسے پر چھوڑے جاتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے بھروسے پر، حضرت ہاجرہ نے فرمایا تو میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر واپس چلی آئیں خود اسی مشک کا پانی پیتی تھیں اور اپنے بچے کو اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ بال آخر پانی جب ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ (اپنے دل میں) کہنے لگیں اب مجھے کہیں جا کر دیکھنا چاہئے۔ شاید کہ کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر میدان میں پہنچ کر کوہ مروہ پر دوڑ کر پہنچیں۔ پھر چند مرتبہ اسی طرح چکر لگائے۔ پھر کہنے لگیں کہ جا کر دیکھوں بچے کی کیا حالت ہے۔ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ بچہ اپنی حالت پر ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ (بچہ) مرنے کے لئے چلا رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں تو پھر کہنے لگیں کہ جا کر تو دیکھوں کہ شاید کوئی آدمی نظر آ جائے تو دوڑ کر کوہ صفا پر چڑھیں اور ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی شخص نظر نہیں آیا (اور اسی طرح دوڑ کر پھر مروہ پہاڑی پر آئیں) یہاں تک کہ اسی طریقہ سے سات چکر پورے ہو گئے۔ پھر (اپنے دل میں) کہنے لگیں کہ اب مجھے جا کر بچے کی حالت کو دیکھنا چاہیے۔ اتنے میں ایک آواز سنائی دی۔ حضرت ہاجرہ نے کہا کہ اگر تو کچھ بھلائی کر سکتا ہے تو فریاد رسی کر، فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام نظر آئے تو انہوں نے زمین پر اپنی ایڑی ماری پھر (وہاں سے پانی پھوٹ پڑا) تو اُمِ اسمٰعیل (حضرت ہاجرہ) حیران ہو گئیں اور اس کے اردگرد گڑھا بنانا شروع کر دیا (تاکہ پانی ایک جگہ جمع رہے اور کسی

طرف کو بہہ نہ نکلے)۔ یہ سب روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں۔

"اَلدَّوْحَةُ:الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ. قَوْلُهُ: "قَفَّى": اَيْ: وَلَّى. "وَالْجَرِيُّ": الرَّسُوْلُ. "وَاَلْفَى": مَعْنَاهُ وَجَدَ. قَوْلُهُ: "يَنْشَغُ": اَيْ: يَشْهَقُ.

اَلدَّوْحَةُ: بڑا درخت۔ قَفَّى: واپس جانا۔ اَلْجَرِيُّ: پیغام پہنچانے والا۔ اَلْفَى: اس کا معنیٰ ہے پایا۔ يَنْشَغُ: سسکیاں لینا۔

شرح حدیث: آبِ زمزم کے فضائل

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس وقت جبرائیلِ امین (علیہ السلام) نے اپنی ایڑی مار کر زمین سے چاہِ زمزم جاری کیا تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ اسے وادی میں جمع کرنے لگیں، اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اگر وہ اسے اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ساری وادی بھر جاتی۔

(السنن الکبری للنسائی، کتاب المناقب، باب ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا، الحدیث: ۸۳۷۶، ج۵، ص۹۹)

سیّدُ الْمُبَلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم جبرائیل (علیہ السلام) کا ہَزْمَۃ (یعنی ہاتھ یا پاؤں سے زمین میں بننے والا گڑھا) ہے، اور پھر ان دونوں (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۷۱۳، ج۲، ص۳۶۵)

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آبِ زمزم دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے کافی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الشرب من زمزم، الحدیث: ۳۰۶۲، ص۲۶۶۲، بدون من امر الدنیا والآخرۃ)

مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم پیٹ بھر کر پینا نفاق سے چھٹکارا دیتا ہے۔ (فردوس الاخبار، باب الثاء، الحدیث: ۲۲۵۵، ج۱، ص۳۰۹)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم سطحِ زمین پر موجود ہر پانی سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۱۶۷، ج۱۱، ص۸۰)

(1874) وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "الْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کھنبی مَن کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب تفسیر سورۃ البقرۃ جلد 7 صفحہ 126 رقم 5708 صحیح مسلم باب فضل الکماۃ و

مداوۃ العین بہا، جلد 6، صفحہ 124، رقم 5463، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، باب ماجاء فی الکمأۃ والعجوۃ والشونیز، جلد 4، ص 426، رقم 3878، الاداب للبیہقی، باب التداوی بالحجامۃ و غیرھا، جلد 1، صفحہ 426، رقم 698، سنن ترمذی، باب ماجاء فی الکمأۃ والعجوۃ، جلد 4، صفحہ 213، رقم 2067

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برسات میں گلی لکڑی کے بھیگنے سے چھتری کی طرح ایک گھاس اگ جاتی ہے اسے عربی میں کماۃ شحم الارض، فارسی میں سماروق اور کلاہ دیو، اردو میں کھمبی اور چتر مار کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی جڑیں پکا کر کھاتے ہیں۔ برسات میں عموماً مل جاتی ہیں۔ من بمعنی منت اور نعمت ہے یا مطلب یہ ہے کہ من کی مثل بغیر قیمت مل جانے والی چیز ہے۔

اس کی تحقیق ان شاءاللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی۔ اس کے پانی کا آنکھ کے لیے شفا ہونا برحق ہے مگر کسی مرض میں کیسے استعمال کیا جائے اس کی تفصیل کتاب الطب میں ہے۔

یعنی یا تو بنی اسرائیل پر جو من اترتا تھا وہ ہی تھا جو کچھ فرق کے ساتھ اب اس شکل میں ہے یا جیسے بنی اسرائیل پر من اعلیٰ درجہ کی چیز اتری مگر بغیر محنت مشقت انہیں دی گئی ایسے ہی یہ بھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۴)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

20- کِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

استغفار کا بیان

228-بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهٖ

مغفرت و بخشش طلب کرنا

قَالَ اللّٰهُ تعالى: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ) (محمد: 19).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گناہوں کی معافی مانگو۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) (النساء: 106).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے معافی چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وقَالَ تَعَالٰى: (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا) (النصر: 3)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ) اِلٰى قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ: (وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ) (آل عمران: 15 ۔ 17)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پرہیزگار لوگوں کے لئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں۔ (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور رات کے آخری حصے میں استغفار کرنے والے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) (النساء: 110)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ) (الأنفال: 33)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے

فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ) (اٰل عمران: 135) اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اَڑ نہ جائیں۔

(1875) وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ، وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اغر مزنی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی میرے دل میں خواہشات پیدا ہو جاتی ہیں اس لیے میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ جلد 8، ص 72، رقم 7033 الاداب للبیھقی باب ماعاجل کل ذنب بالتوبۃ منہ وسائل اللہ المغفرۃ جلد 2 ص 17، رقم 845 سنن ابوداؤد باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحہ 559، رقم 1517 سنن النسائی باب کم یستغفر فی الیوم ویتوبہ جلد 6، صفحہ 116، رقم 10276 مسند امام احمد حدیث الاغر المزنی رضی اللہ عنہ جلد 4، ص 211، رقم 17882

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یُغَانُ غین سے بنا، بمعنی پردہ اسی لیے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے۔ اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لیے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تاقیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے اس صدمے کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں۔ شعر

آنچہ تو کردی کسے باخود نہ کرد — روح پاک مصطفی آمد بدرد
بدنصیب تم ان کی خاطر — رات بھر روؤ کراہو
بد کریں ہر دم برائی — تم کہو ان کا بھلا ہو

(مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۴۸)

(1876) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ بار اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب استغفار النبی ﷺ جلد 5، ص 232، رقم 5948 اتحاف الخیرۃ المھرۃ کتاب التوبۃ والاستغفار، جلد 7، ص 408، رقم 7199 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مطلب، جلد 8، صفحہ 329، رقم 8770 سنن النسائی

باب کم یستغفر فی الیوم و یتوب، جلد 6، ص 114، رقم 10267 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 282، رقم 7780

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کر کے توبہ کرتے ہیں۔ شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لیے دنیا میں دو امانیں ہیں: ایک نے پردہ فرمالیا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۴۷)

توبہ و استغفار کی اَہمیت و فضیلت

گناہ ایک سنگین و مہلک ترین روحانی مرض ہے، اللہ کی نافرمانی اور گناہ وہ مضر شے ہے جس سے انسان کے قلب میں زنگ لگ جاتا ہے اور قلب سیاہ ہو جاتا ہے، لیکن اس کا بہترین علاج اور تریاق توبہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، غلطی اور گناہ کرنا اس کی جبلت میں داخل ہے، مگر بہترین گناہ گار وہ ہے جو اپنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ آنسو بہائے اور اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے، معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔ توبہ کیا ہے؟ دراصل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام توبہ ہے، ایک یہ کہ جو گناہ سرزد ہو جائے اس پر دل سے ندامت و شرمندگی اور پشیمانی ہو، دوسرے یہ کہ جو گناہ ہو اس کو فوراً چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم (پکا ارادہ) ہو، ان ہی تین چیزوں کے مکمل ہونے پر توبہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔

درحقیقت گناہ انسان کے حق میں نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں اور گناہ کا اثر جسم میں زہر کی طرح سرایت کر جاتا ہے۔

علم سے محرومی

علم نورِ الٰہی ہے اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے انسان علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ امام شافعی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

شكوت إلى وكيع سوء حفظي فأرشدني إلى ترك المعاصي
وأخبرني بأن العلم نور ونور الله لا يهدى لعاصي

میں نے اپنے استاد وکیع سے کمزور حافظہ کی شکایت کی تو آپ نے مجھے ترکِ معاصی کی نصیحت فرمائی اور آپ نے یہ بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

رزق میں تنگی

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی آجاتی ہے۔ حصولِ رزق اور فراخیٔ معاش کے لیے ترکِ گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

وحشتِ قلبی

گناہگاروں اور اللہ کے درمیان دوری ہوجاتی ہے اور دل کا سکون نہیں ملتا:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. سورۃ الرعد 28

لوگوں سے وحشت اور دوری ہوتی ہے، خاص طور پر اصلاح کرنے والوں سے۔ ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور میل ملاقات سے گناہ گار گریز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بیوی بچوں اور اپنے اقربا سے وحشت ہوجاتی ہے۔

(1877) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا، لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ، وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگوں کو لے آئے جو گناہ کریں۔ پھر اللہ کے حضور استغفار کریں تو وہ انہیں معاف فرما دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبۃ، جلد 8، ص 94، رقم 7141 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 309، رقم 8068 مصنف عبدالرزاق، باب الذنوب، جلد 11، صفحه 181، رقم 20271 مشکوۃ المصابیح، باب الاستغفار و التوبۃ، الفصل الاول، جلد 2، ص 24، رقم 2328 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی العفو، جلد 8، ص 38، رقم 5875

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطاء سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر

دوسری قوم قابلِ گناہ کو بسانا مراد ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۲)

(1878) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِئَةَ مَرَّةٍ: "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی مجلس میں سو سے زیادہ بار یہ الفاظ پڑھتے۔رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما' بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا' نہایت رحم والا ہے۔اس حدیث کو ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب مایقول اذاقام من المجلس، جلد 5، صفحہ 494، رقم 3434 سنن ابوداود، باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحہ 559، رقم الحدیث 1518 الادب المفرد للبخاری، باب سید الاستغفار، صفحہ 217، رقم 618 سنن ابن ماجہ، باب الاستغفار، جلد 2، صفحہ 1253، رقم 3814 صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، جلد 3، صفحہ 206، رقم 927

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لیے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرمالیتے تھے، یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا۔ مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لیے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۷۵)

مقبول توبہ کا بیان

نورِ بصیرت سے دیکھنے والے اور انوارِ قرآن سے فیض یاب ہونے والے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہر قلبِ سلیم کو بروزِ قیامت قربِ خداوندی کا اعزاز حاصل ہوگا اور وہ اپنی باقی رہنے والی آنکھوں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کر سکے گا۔ اور انہیں معلوم ہے کہ دل اپنی اصل کے اعتبار سے سلامتی والا پیدا کیا گیا اور اس کی سلامتی گناہوں کا گردوغبار چھا جانے سے زائل ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ندامت کی آگ اس غبار کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور نیکی کا نور دل کے چہرے سے گناہ کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں کے انوار کے سامنے گناہوں کے اندھیرے نہیں ٹھہرتے جیسے دن کی روشنی کے سامنے رات کے اندھیروں کا بس نہیں چلتا اور جس طرح صابن کی سفیدی سے میل کی کدورت باقی نہیں رہتی، اسی طرح توبہ و استغفار اور ندامت کے نور سے گناہ باقی نہیں رہتے سوائے اس کے کہ گناہوں کی

کثرت اور ہمیشگی کی وجہ سے دل خراب ہو گیا ہو۔ ہم اللہ عزَّ وَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(1879) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَّخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ پر استغفار کو لازم کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور ہر غم سے اسے نجات عطا کرتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحہ 560، رقم 1520۔ السنن الکبری للبیہقی، باب مایستحب من کثرۃ الاستغفار، جلد 3، صفحہ 351، رقم 6651۔ سنن ابن ماجہ، باب الاستغفار، جلد 2، ص 125، رقم 3819۔ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی الاستغفار، جلد 4، ص 389، رقم 2446

شرح حدیث: اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے گناہ کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کے لیے بہت ہی موزوں ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ روزی سے مراد مال، اولاد، عزت سب ہی ہے۔ استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام نعمتیں غیبی خزانہ سے بخشتا ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا مگر ہماری اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان تین میں آگئیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۶۲)

مومن بندے کی توبہ

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا بے شک اللہ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی ہلاکت خیز پتھریلی زمین پر پڑاؤ کرے اسکے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس پر اسکے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو پھر وہ سر رکھ کر سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اس کی سواری جا چکی ہو تو وہ اسے تلاش کرے یہاں تک کہ گرمی اور شدتِ پیاس یا جس وجہ سے اللہ چاہے پریشان ہو کر کہے کہ میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سو رہا تھا پھر سو جاتا ہوں یہاں تک کہ مر جاؤں پھر وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر مرنے کے لئے سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اسکے پاس اس کی سواری موجود ہو اور اس پر اس کا توشہ بھی موجود ہو تو اللہ عزوجل مومن بندے کی توبہ پر اس شخص کے اپنی سواری کے لوٹنے پر خوش ہونے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا، رقم ۲۷۴۴، ص ۱۴۶۸)

(1880) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ، وَاِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ". رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کلمات کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس سے کوئی معبود نہیں وہی زندہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جہاد سے بھاگا ہو۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، ص 568، رقم 1517، سنن ترمذی، باب فی دعاء الضیف، جلد 5، ص 568، رقم 3577، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 395، رقم 2550، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی الاستغفار، جلد 4، ص 389، رقم 2447، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی کثرۃ الاستغفار والتوبۃ، جلد 7، ص 173، رقم 35079

شرح حدیث: مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا

حضرتِ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم سب گناہ گار ہو مگر جسے میں نے بچایا، لہٰذا مجھ سے مغفرت کا سوال کرو، میں تمہاری مغفرت فرمادوں گا اور تم میں سے جس نے یقین کر لیا کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے میری قدرت کے وسیلہ سے استغفار کیا تو میں اس کی مغفرت فرمادوں گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد باب ذکر التوبۃ، رقم ۴۲۵۷، ج ۴، ص ۴۹۵)

(1881) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَّوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ، وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "اَبُوْءُ" بِبَاءٍ مَّضْمُوْمَةٍ ثُمَّ وَاوٍ وَّهَمْزَةٍ مَّمْدُوْدَةٍ وَمَعْنَاهُ: اُقِرُّ وَاَعْتَرِفُ.

روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے: اے اللہ تو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک کہ طاقت رکھتا ہوں میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے بُرے اعمال سے اور میں اقرار کرتا ہوں تیرے انعام کا جو مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ جس نے یہ کلمات دن میں مکمل یقین کے ساتھ پڑھے اور وہ شام سے پہلے اسی دن فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے رات کے وقت یہ کلمات پڑھے اور اسے ان کے بارے میں یقین ہو اور پھر صبح سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ بھی جنتی افراد میں سے ہے۔ (بخاری) اَبُوْءُ: با پر پیش پھر واؤ اور ہمزہ ممدودہ کے ساتھ اس کا معنی ہے میں اقرار اور اعتراف کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب افضل الاستغفار، جلد 8، ص 67، رقم 6306 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب فی أی حین یستغفر وما جاء فی سید الاستغفار، جلد 7، ص 423، رقم 7239 المستدرك للحاكم، تفسیر سورۃ محمد ﷺ، جلد 2، ص 496، رقم 3707 سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء، اذا اصبح واذا أمسی، جلد 5، ص 467، رقم 3393 صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحہ 212، رقم 932

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں سید وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے کیونکہ اس میں گزشتہ پر ندامت آئندہ کے لیے عہد، رب تعالیٰ کے انعامات، اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی دعا ہو ویسی ہی حمد چاہیے۔ دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں، بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک و

صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ مربی ہے۔

یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا میں وہ عہد پورا کروں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تیرے پیارے حبیب سے کیا یا بیعت ہوتے وقت تیرے کسی ولی سے کیا کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں۔ بقدر طاقت کی اس لیے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔

شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی۔ گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر وغرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ وزاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر وغرور ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطاء گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔

سبحان اللہ! کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے، عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم وجہول میں ہوں غفور رحیم تو ہے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کرلی ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر، تیرے ایک چھینٹے سے ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر

ماایم پر گناہ تو دریائے رحمتی　　　آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

یقین کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں خالی نہیں پھیرتے جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۹)

(1882) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ - وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ -: كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے بعد فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. ''اے اللہ! تو سلامتی والا ہے۔ تجھ ہی سے سلامتی ہے تو بہت برکت والا ہے۔ اے بزرگ اور عزت دار۔ حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں) سے پوچھا گیا کہ آپ کن الفاظ سے استغفار فرماتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ

آپ اَسْتَغْفِرُاللہَ اَسْتَغْفِرُاللہَ پڑھتے تھے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، جلد 2، ص 94، رقم 1362 اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب مایقوله بعد السلام، جلد 2، ص 223، رقم 1388 سنن ترمذی، باب مایقول اذاسلم من الصلاۃ، جلد 2، ص 24، رقم 298، السنن الصغری للبیہقی، باب مایقول بعد السلام، جلد 1، ص 156، رقم 457 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدان، جلد 5، ص 35، رقم 4600

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی۔ استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۸۶)

(1883) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِهٖ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وصال سے پہلے یہ کلمات کثرت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب سورۃ اذاجاء نصر اللہ، جلد 6، صفحه 178، رقم 4967 صحیح مسلم، باب مایقال فی الرکوع والسجود، جلد 2، صفحه 50، رقم 1116 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشه رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 35 رقم 24111 صحیح ابن حبان، باب من صفته ﷺ، جلد 14، ص 323، رقم 6411 المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، کتاب الصلاۃ، جلد 2، ص 99، رقم 1078

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فارغ ہوکر بلکہ وہاں سے اٹھتے وقت یہ کلمات کہتے تھے۔ (مرقات)

یا تو اَنْ الف کے زبر سے ہے اور تکلم ت اورك کے پیش سے یعنی ان کلمات کا بول لینا، پڑھ لینا یا اِنْ الف کے کسرہ (زیر) سے اور تکلمت اورك کے زبر سے ہے یعنی اے عائشہ اگر تم یہ کلمات پڑھ لیا کرو، پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔

یعنی جو دعائیہ کلمے میں پڑھا کرتا ہوں ان کی تاثیر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اچھی باتیں کرکے یا کوئی عبادت کرکے یہ کلمات پڑھ لے تو یہ کلمات ان باتوں یا عبادتوں کے لیے مثل مہر کے ہوں گے کہ تا قیامت محفوظ رہیں گے اور حساب کے

وقت وہ مقبول ہوں گے خود وہ کلمات بھی اور وہ عبادت یا دعا بھی جن پر یہ کلمات پڑھے گئے اور اگر کوئی بری باتیں بول کر یہ کلمات آخر میں کہہ لے تو یہ کلمات ان بری باتوں کا کفارہ بن جائیں گے کہ ان کی برکت سے رب تعالیٰ ان برائیوں پر پکڑ نہ فرمائے گا اس لیے ہم ہر مجلس کے آخر میں یہ کلمات پڑھ لیتے ہیں۔

یہ ان کلمات کا بیان ہے جن کا فائدہ ابھی بیان ہوا۔ استغفار و توبہ کا فرق بیان ہو چکا ہے کہ گناہ سے معافی مانگنے کا نام استغفار ہے اور عیوب سے معافی مانگنے کا نام توبہ، یا بڑے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے چھوٹے گناہوں سے معافی کا نام توبہ، یا کھلے گناہوں سے معافی استغفار اور چھپے گناہوں سے معافی توبہ وغیرہ، یہ بہت جامع دعا ہے جس میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے اور توبہ و استغفار بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶۷)

(1884) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ، غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". "عَنَانَ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ: قِيْلَ هُوَ السَّحَابُ، وَقِيْلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، اَيْ ظَهَرَ. "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ، وَرُوِيَ بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ اَشْهَرُ. وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو میں تیرے سب گناہ معاف کر دوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے۔ پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی تجھے اپنی بخشش کے ساتھ ملوں گا جس سے زمین بھر جائے گی۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ عَنَانَ السَّمَآءِ: عین پر زبر ہے اور اس کا معنی بادل بتایا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے جو چیز تیرے سامنے ظاہر ہو جائے۔ قُرَابُ الْاَرْضِ: جو زمین کے بھرنے کی مقدار ہو۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار، جلد 5، ص 548، رقم 3540، المعجم الاوسط للطبرانی، من

اسمہ عبداللہ، جلد 4، ص 315، رقم 4305، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی العفو، جلد 8، صفحہ 40، رقم 5877 خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن و قواعد الاسلام، باب ندب المریض ابی ان یحسن ظنہ باللہ، جلد 2، ص 900، رقم 3185، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف القاف، جلد 15، صفحہ 79، رقم 15025

شرح حدیث: حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا ابو محمد مکی اور حضرتِ سیِّدُنا ابو اللیث سمرقندی رحمہما اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: جب حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ بحقِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے استفسار فرمایا: اے آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! تجھے میرے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پہچان کیسے حاصل ہوئی؟ عرض کی: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اُٹھایا تو اس پر یہ لکھا ہوا پایا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس ہستی سے بڑھ کر قدر و منزلت والا کوئی نہیں، پس میں نے تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔ جب حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے حبیبِ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی برکت سے ان کی لغزش معاف فرما دی۔

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ، باب استغفار آدم علیہ السلام، الحدیث ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷، بتغیر)

(1885) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، وَاَكْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ؛ فَاِنِّيْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ" قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ: مَا لَنَا اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِيْ لُبٍّ مِنْكُنَّ" قَالَتْ: مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ؟ قَالَ: "شَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمْكُثُ الْاَيَّامَ لَا تُصَلِّيْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو اور بہت زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے دوزخ میں عورتوں کو کثرت سے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا: (یارسول اللہ! ﷺ) ہم عورتوں کے دوزخ میں جانے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ عقل مند آدمی پر غالب آ جانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ اس نے عرض کیا: ہمارے اندر عقل اور دین کی کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا: عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کے نقصان سے مراد یہ ہے کہ

بعض دنوں میں تم کئی دنوں تک نماز نہیں پڑھ سکتیں۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ترک الحائض الصوم، جلد 1، ص 68، رقم 304، الادب للبیهقی، باب التغلیظ فی اللعن، جلد 1، صفحه 196، رقم 331، المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، جلد 2، صفحه 207، رقم 2772، سنن النسائی، باب ماذكر فی النساء، جلد 5، صفحه 397، رقم 9255، صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، جلد 8، ص 115، رقم 3323

شرح حدیث: سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

یاد رکھئے کہ ٹھنڈی آہیں بھرنے ۔۔یا۔۔اپنے گالوں پر چپت مارنے ۔۔یا۔۔اپنے ناک اور کانوں کو ہاتھ لگانے ۔۔یا۔۔اپنی زبان دانتوں تلے دبا لینے ۔۔یا۔۔سر ہلاتے ہوئے توبہ، توبہ، توبہ کی گردان کرنے کا نام توبہ نہیں ہے بلکہ سچی توبہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جان کر اس پر نادِم ہوتے ہوئے رب ل سے معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے، اس گناہ کے ازالہ کے لئے کوشش کرے، یعنی نماز قضا کی تھی تو اب ادا بھی کرے، چوری کی تھی یا رشوت لی تھی تو بعدِ توبہ وہ مال اصل مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرے یا معاف کروالے اور ان دونوں (یعنی اصل مالک یا ورثاء) کے نہ ملنے کی صورت میں اصل مالک کی طرف سے راہِ خدا میں صدقہ کر دے۔ علی هذا القیاس (ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، نصف اول، ص ۹۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضي اللہ تعاعنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے جن کو گمان ہوگا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں، حالانکہ وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں۔ یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا، ندامت نہیں ہوئی، گناہوں سے رک جانے کا عزم نہیں کیا، جن پر ظلم کیا ہے ان سے معاف نہیں کرایا اور نہ ان کو حق دیا بشرطیکہ ممکن تھا، البتہ! جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہل حقوق کے لیے استغفار کیا، تو امید ہے کہ اللہ عزوجل اہل حقوق کو راضی کر کے اسے چھڑا لے گا۔

توبہ کی شرائط

شرح فقہ اکبر میں ہے: مشائخ عظام نے فرمایا کہ توبہ کے تین ارکان ہیں۔ (۱) ماضی پر ندامت۔ (۲) حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا۔ (۳) اور مستقبل میں اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ۔ یہ شرائط اس وقت ہوں گی کہ جب یہ توبہ ایسے گناہوں سے ہو کہ جو توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر توبہ کی ہے جیسے نماز، روزے اور زکوۃ تو ان کی توبہ یہ ہے کہ اولاً ان میں کمی پر نادم وشرمندہ ہو پھر اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ آئندہ انہیں فوت نہ کریگا اگرچہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے ساتھ ہو پھر تمام فوت شدہ کو قضا کرے۔

اور اگر توبہ ان گناہوں پر تھی کہ جن کا تعلق بندوں سے ہے، پس اگر وہ توبہ مظالم اموال سے تھی تو یہ توبہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کہ جن کو ہم حقوق اللہ میں پہلے بیان کر چکے ہیں، مال کی ذمہ داری سے نکلنے اور مظلوم کو راضی کرنے پر موقوف ہوگی، اس صورت کے ساتھ کہ یا تو ان سے اس مال کو حلال کروالے (یعنی معاف کروالے) یا انہیں لوٹا دے، یا (اگر وہ نہ ہوں تو) انہیں (دے کہ) جو ان کے قائم مقام ہوں جیسے وکیل یا وارث وغیرہ۔ (توبہ کی روایات وحکایات ص ۱۸)

229-بَابُ بَيَانِ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْجَنَّةِ

ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں کیا نعمتیں تیار کی ہیں؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ) (الحجر:45-تا48)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ) (الزخرف: 68تا73)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطریں ہوتیں ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے تمہارے لئے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ يَدْعُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں باغوں اور چشموں میں پہنیں گے کریب اور قنادیز آمنے سامنے یونہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) (الدخان: 51 تا 57)

نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن و امان سے اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا تمہارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَّفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ) (المطففین: 22 تا 28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں تختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربانِ بارگاہ پیتے ہیں۔

(1886) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاْكُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا، وَيَشْرَبُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ، وَلَا يَبُوْلُوْنَ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ، كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور انہیں قضائے حاجت اور ناک کا میل صاف کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ نہ وہ پیشاب کریں گے۔ پس ان کا یہ کھانا ایک ڈکار کی صورت میں ہضم ہو جائے گا۔ جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ انہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا الہام ہوگا جیسا کہ انہیں سانس ڈالا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صفات الجنۃ و اھلھا، جلد 8، صفحہ 147، رقم 7331۔ سنن الدارمی، باب فی اھل الجنۃ و نعیمھا، جلد 2، صفحہ 431، رقم 2827۔ صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، جلد 16، صفحہ 462، رقم 7435۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، جلد 3، ص 384، رقم 15157۔ مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبداللہ، جلد 1، ص 315، رقم 1030

شرح حدیث: جنت کے ہر پھل سے کھاؤ

حضرت سیّدنا احمد بن فتح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک باغیچہ میں بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ایک دسترخوان ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ میں نے ان سے

پوچھا: اے ابونصر! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اس نے مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے بخش دیا اور ساری جنت کو میرے لئے مباح فرمادیا اور مجھ سے فرمایا کہ جنت کے ہر پھل سے کھاؤ اور اس کی نہروں سے پیئو اور اس کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ کہ تم دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات سے بچایا کرتے تھے۔

میں نے پوچھا: آپ کے بھائی حضرت سیدنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہاں ہیں؟ فرمایا کہ وہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ان سُنّیوں کی شفاعت کررہے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے کہا کہ افسوس! ہائے افسوس! ہمارے اور ان کے درمیان بہت سے پردے حائل ہیں۔ حضرت سیّدُنا معروف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے اللہ عزوجل کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ قُربِ الٰہی عزوجل کے شوق میں عبادت کرتے تھے لہٰذا! اللہ عزوجل نے انہیں رفیق اعلیٰ کی طرف اٹھالیا اور اپنے اور ان کے درمیان کے حجابات اٹھالئے۔

یہی وہ مجرب اِکسیر ہے لہٰذا جس نے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں کوئی حاجت پیش کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو ان شاء اللہ عزوجل اس کی دُعاء ضرور قبول ہوگی۔ (بحر الدموع ٦١)

(1887) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) (السجدة: 17). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کررکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدة:١٧) ''کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے''۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، تفسیر سورة السجدة، جلد 6، ص 116، رقم 4780۔ صحیح مسلم، باب الجنة وصفة نعيمها واهلها، جلد 8، ص 143، رقم 7310۔ سنن ترمذی، باب ومن سورة السجدة، جلد 5، ص 218، رقم 3196۔ سنن ابن ماجه، باب صفة الجنة، جلد 2، ص 144، رقم 4328۔ سنن الدارمی، باب ما أعد الله لعباده الصالحين، جلد 2، ص 432، رقم 2828

شرح حدیث: جنّت کا بیان

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں

نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اُس کا دوپٹا دنیا ومافیہا سے بہتر۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حور اپنی ہتھیلی زمین وآسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اسکی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان وزمین اُس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹا دے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔ جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی جانیں، اِجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں ۱۰۰ سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے، اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں، البتہ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے: کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔

جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ۱۰۰ سو برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلتا ہوگا، بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چر چرانے لگے گا۔ اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف وشفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مُشک کے گارے سے بنی ہیں ، ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زبرجد سبز کی، اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی، جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل۔ جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر ان سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جاری ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں، بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں، نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی، وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبُو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں، آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، وہ پاک شراب ان سب باتوں سے پاک ومنزّہ ہے۔ جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً ان کے سامنے موجود ہوگا، اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اُسی وقت بُھنا ہوا اُن کے پاس آجائے

گا، اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے خود ہاتھ میں آجائیں گے، ان میں ٹھیک اندازے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے، ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی، خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، سب کھانا ہضم ہوجائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ ہر شخص کو ۱۰۰ سو آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر بہ قصد اور بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی۔ (2) کم سے کم ہر شخص کے سرہانے د۱۰اس ہزار خادم کھڑے ہونگے، خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہوگی، جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر نوالے میں ۷۰ ستر مزے ہوں گے، ہر مزہ دوسرے سے ممتاز، وہ معاً محسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا، جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔

پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا، اُن کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ، جنتی سب ایک دل ہوں گے، ان کے آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا، ان میں ہر ایک کو حورِ عین میں کم سے کم دُو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا، جیسے سفید شیشے میں شراب سُرخ دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انہیں یاقوت سے تشبیہ دی اور یاقوت میں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رُخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجہ کا جو موتی ہوگا، وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کر دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا تو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے بے ہوش ہوجائے، اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں، مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کوآری پائے گا، مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اُس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہوجائے۔ اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہوجائیں۔

جب کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی، مگر اُن کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی حمد و پاکی ہوگا، وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اور یہ بھی گائیں گی: کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی نہ مریں گے، ہم چین والیاں ہیں، کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گے، ہم راضی ہیں ناراض نہ ہوں گے، مبارکباد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔ سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سُرمگیں آنکھیں، تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے

کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی کے لیے ۸۰ اسی ہزار خادم اور ۷۲ بہتر بیبیاں ہوں گی اور اُن کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق ومغرب کے درمیان روشن کردے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی)، خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہوجائے گی۔ جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر اُنھیں دنیا کی ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرشِ الٰہی ظاہر ہوگا اور رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زَبرجد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر اور اُن میں کا ادنیٰ مشک وکافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور اُن میں ادنیٰ کوئی نہیں، اپنے گمان میں کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے۔ اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے، کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلّی فرمائے گا، ان میں سے کسی کو فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے، جس دن تُو نے ایسا ایسا کیا تھا۔۔۔؟! دنیا کے بعض مَعاصی یاد دلائے گا، بندہ عرض کریگا: تو اے رب! کیا تُو نے مجھے بخش نہ دیا؟ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تُو اِس مرتبہ کو پہنچا، وہ سب اسی حالت میں ہونگے کہ اَبر چھائے گا اور اُن پر خوشبو برسائے گا، کہ اُس کی سی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی اور اللہ عزوجل فرمائے گا: کہ جاؤ اُس کی طرف جو میں نے تمہارے لیے عزت تیار کر رکھی ہے، جو چاہو لو، پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں، اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے، اُن کے ساتھ کردی جائے گی اور خرید وفروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے، چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا، اس کا لباس پسند کریگا، ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کریگا، میرا لباس اُس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ اُن کی بیبیاں اِستقبال کریں گی اور مبارکباد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے، جواب دیں گے کہ پروردگار جبّار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہوجانا سزاوار تھا۔

جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور ان پر سوار ہوکر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم وخدّام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور اُن میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجہِ کریم کے دیدار سے ہر صبح وشام مشرّف ہوگا۔ جب جنتی جنت

میں جالیں گے اللہ عزوجل اُن سے فرمائے گا: کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے: تُو نے ہمارے مونھ روشن کیے، جنت میں داخل کیا، جہنم سے نجات دی، اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اُٹھ جائے گا تو دیدارِ الٰہی سے بڑھ کر انھیں کوئی چیز نہ ملی ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِيَارَةَ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ بِجَاهِ حَبِيْبِكَ الرَّؤُوْفِ الرَّحِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيْمُ، امین!

(بہارِ شریعت جلد اول ص ۱۵۲)

(1888) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً. لَا يَبُوْلُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَا يَتْفُلُوْنَ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ. اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ - عُوْدُ الطِّيْبِ - اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ، عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا". قَوْلُهُ: "عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ" رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَاءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں جائیگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے۔ وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سنکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کی انگیٹھی میں خوشبودار لکڑی ہوگی۔ ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔ یہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر پیدائش میں ایک جیسے ہوں گے۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ (متفق علیہ) اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ جنت میں مشک کی طرح ہوگا۔ ہر شخص کے واسطے دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا۔ اہل جنت میں آپس میں اختلاف اور بغض نہ ہوگا۔ سب کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے اور سب صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ: بعض راویوں نے اس لفظ کو خا پر زبر اور لام پر جزم کے ساتھ پڑھا ہے

اور بعض نے ان دونوں پر پیش کے ساتھ روایت کیا ہے

اور یہ دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خلق آدم صلوات الله علیه و ذریة، جلد 4، ص 132، رقم 3327 صحیح مسلم، باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر، جلد 8، ص 146، رقم 7328 المعجم الاوسط، من اسمه بکر، جلد 3، ص 317، رقم 3273 سنن ترمذی، باب فی صفة نساء اهل الجنة، جلد 4، ص 677، رقم 2535 سنن الدارمی، باب فی اول زمرة یدخلون الجنة، جلد 2، ص 430، رقم 2823

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے گروہ سے مراد یا حضرات انبیاء کرام ہیں یا انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ۔ (مرقات) ظاہر یہ ہے کہ صرف انبیاء کرام مراد ہیں کہ جنت میں پہلے وہ ہی تشریف لے جائیں گے۔

جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین ہوں گے ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے۔ (مرقات) کیوں نہ ہوں کہ حضور نبوت کے آسمان کے سورج، رب فرماتا ہے: وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

یعنی حضرات انبیاء کرام کے بعد والے حضرات اولیاء، علماء، شہداء، صالحین چمک دار تاروں کی شکل میں ہوں گے خصوصًا صحابہ کرام کہ وہ تو دنیا میں بھی آسمان ہدایت کے تارے ہیں اصحابی کالنجوم۔

یعنی جیسے اگر گھر میں اکیلا ایک آدمی ہو تو وہاں لڑائی جھگڑا ناممکن ہے ایسے ہی جنت میں بے شمار مخلوق ہوگی مگر لڑائی جھگڑا ناممکن ہوگا۔

حور جمع ہے حورا کی بمعنی صاف وسفید، عین جمع ہے عیناء کی بمعنی بڑی آنکھ والی یعنی خاص حسن کی بیویاں جنس حور سے صرف دو ہوں گی اس کے علاوہ اور بہت سی ہوں گی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ان جنتیوں کی بیویاں ستر سے زیادہ ہوں گی کہ وہاں دوسرے درجے کی بیویاں مراد ہیں۔ (اشعہ)

یعنی ان کا گوشت پوست ہڈیاں سب نورانی اور شفاف ہوں گی کہ ان میں کوئی چیز کسی کے لیے حجاب نہ ہوگی یہ نورانیت اور شفافی ان کے حسن کا باعث ہوگی۔ دنیا میں اگر گوشت پھٹ جاوے اور مینگ نظر آجاوے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ چیز نفرت انگیز ہے۔

یعنی ہر وقت بلکہ ہر سانس میں رب کی حمد اور قدوسی ہوگی، صبح شام سے مراد ہے ہمیشگی۔

یعنی یہ فضلات جنت میں نہ ہوں گے کہ یہ چیزیں گھن اور نفرت کا باعث ہیں، وہاں نفرت کہاں۔ تفل تھوک کو کہتے ہیں اور مخاط رینٹ کو۔

خیال رہے کہ جنت میں کنگھی ہوگی جو بالوں میں کی جاوے گی مگر میل دور کرنے کے لیے نہیں کہ وہاں میل جوں، کھٹمل نہیں بلکہ بال نکھارنے حسن بڑھانے کے لیے، یوں ہی وہاں انگیٹھی بھی ہوگی اس میں لوبان بھی سلگے گا مگر

آگ کے بغیر کہ جنت میں آگ نہیں جیسے وہاں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے گا مگر یہ گوشت آگ پر نہ پکے گا، رب فرماتا ہے: وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۔ نیز جنتیوں کو پسینہ آوے گا مگر گرمی سے نہیں کہ جنت میں نہ سورج کی گرمی نہ آگ کی تپش، یہ پسینہ بہت ہی آرام دہ ہوگا ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

اگر خلق خ کے پیش سے ہے تو اس کی شرح ابھی ہوچکی کہ وہاں لڑائی جھگڑا بغض وحسد نہ ہوگا اور اگر خ کے فتحہ سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ سب جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے ہم عمر ہوں گے، تیس یا تینتیس سالہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

یعنی سارے جنتی ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، شرعی گز ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آدم علیہ السلام کا قد اتنا ہی تھا۔ فی السماء فرما کر بتایا گیا کہ اس سے لمبائی مراد ہے نہ کہ چوڑائی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ سارے نبی نہایت حسین اور بہت ہی خوش آواز ہوں گے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۵۴)

(1889) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَأَلَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ: مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؛ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَّجِيْءُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ. فَيُقَالُ لَهُ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ: اَيْ رَبِّ. كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ. وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ؛ فَيُقَالُ لَهُ: اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُّلُوْكِ الدُّنْيَا؛ فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ. فَيَقُوْلُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ. فَيَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ. رَضِيْتُ رَبِّ. فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ. وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ. وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ. قَالَ: رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؛ قَالَ: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَرَدْتُّ، غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا. فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا۔ اہل جنت میں سے کم درجے والا کون ہوگا۔ فرمایا: وہ شخص ہوگا جو اس وقت آئے گا جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے۔ اس سے کہا جائے گا۔ جنت میں چلا جا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں کیسے جاؤں جبکہ لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی ہے تو اس سے کہا جائے گا کیا تو اس پر خوش ہے کہ تجھے اتنا کچھ دیا جائے جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کے پاس ہوتا تھا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ پس اللہ فرمائے گا: تیرے لیے اتنا کچھ ہے اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور پانچویں بار وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ اس سے دس گنا مزید تمہیں دیا۔ وہ بھی دیا جس کی تمہارے دل میں خواہش ہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت

محسوس کریں۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں خوش ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے لوگ کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جن کو یہ عزت دینے کا میں نے ارادہ کیا۔ میں نے ان کی عزت کو اپنے بابرکت ہاتھ سے ثابت کیا اور اس پر مہر لگادی۔ یہ وہ انعام ہے جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا خیال کبھی کسی انسان کے دل میں آیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب أدنى اهل الجنة منزلة فيها، جلد 1، ص 121، رقم 485 مسند الحميدي، احاديث المغيرة بن شعبة رضى الله عنه، جلد 2، ص 335، رقم 761 المعجم الكبير للطبراني من اسمه مغيرة بن شعبة الثقفي، جلد 20، صفحه 412، رقم 17745 صحيح ابن حبان، باب بدء الخلق، جلد 14، صفحه 99، رقم 6216 كنز العمال للمتقي، حرف القاف، جلد 24، ص 184، رقم 39423

شرح حدیث: جنت کتنی بڑی ہے؟

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو منزلیں ہیں اور ان میں سے ہر دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔
(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۳۹، ج ۴، ص ۲۳۸)

جبکہ حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو منزلیں ہیں، اگر اس کے ایک درجہ میں تمام جہانوں کے لوگ بھی جمع ہو جائیں تو وہ سب کو کافی ہو جائے گا۔
(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۴۰، ج ۴، ص ۲۳۹)

جنت کے دروازے

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم ۳۲۵۷، ج ۲، ص ۳۹۴)

ایک دروازہ کتنا بڑا ہوگا؟

حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت (کے دروازوں) کی چوکھٹوں میں سے ہر دو چوکھٹ کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہے۔
(مسلم، رقم الحدیث ۲۹۶۷، ص ۱۵۸۶)

(1890) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنِّي لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا، وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ. رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَاْتِيْهَا، فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ له: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَاْتِيْهَا. فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى، فَيَرْجِعُ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: اذهبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا؛ اَوْ اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْيَا، فَيَقُوْلُ: اَتَسْخَرُ بِيْ، اَوْ تَضْحَكُ بِيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ: فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَكَانَ يَقُوْلُ: "ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور جنتیوں میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔ یہ شخص سرین کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: جا' جنت میں داخل ہوجا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئیگی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پس وہ لوٹ کر واپس آ جائے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا جا' جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئیگی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پھر وہ لوٹ کر واپس آ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جا' جنت میں داخل ہوجا۔ تجھے دنیا اور اس کے دس گناہ برابر دے دیا یا فرمایا بے شک تجھے دس گنا دنیا کے برابر دیا۔ پس وہ کہے گا: اے اللہ! کیا تو مجھ سے خوش طبعی کر رہا ہے یا میرے ساتھ ہنسی کر رہا ہے حالانکہ تو مالک الملک ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اتنے مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے آخری دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ فرمایا کرتے تھے یہ شخص ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 2402، رقم 6202 صحیح مسلم، باب آخر اهل النار خروجا، جلد 1، صفحه 118، رقم 479 صحیح ابن حبان، باب صفة النار و اهلها، جلد 16، صفحه 517، رقم 7415 مسند امام احمد مسند عبدالله بن مسعود، جلد 1، ص 460، رقم 4391 مسند أبي يعلى، مسند عبدالله بن مسعود، جلد 9، ص 72، رقم 5139

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فهو یمشی میں ف تفصیلیہ ہے جس سے اس شخص کے جنت میں داخلہ کی تفصیل بیان فرمائی گئی، تعقیبیہ نہیں ہے۔
جنت میں داخل ہوجانے کے بعد چلنا اور گرنا کیسا یعنی جب جنت میں آتا ہوگا تو راستہ اس طرح طے کرے گا۔
تسفع کے لفظی معنی ہیں جلا کر نشان لگا دینا، بالکل جلا دینے کو خرق کہتے ہیں اور معمولی جلا کر چہرہ وغیرہ سیاہ کردینے کو سفع۔(مرقات)لہذا اس کے معنی جھلسانا بہت موزوں ہیں مؤمن کو دوزخ کی آگ بالکل جلا ڈالنے پر قادر نہ ہوگی ہاں جھلسا دے گی۔
اس کا آگ سے یہ کلام نہایت ہی فرحت وخوشی کی حالت میں ہوگا اس وقت اسے ایسی خوشی ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو آج اسے شادی مرگ ہوجاتی۔
اس کا یہ کلام بھی انتہائی خوشی کا ہوگا۔خیال رہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی یہ خیال نہ آوے گا کہ میں ادنی ہوں اگر یہ خیال ہوجائے تو اسے رنج ہو اور جنت میں رنج کیسا۔
یہ درخت جنت سے باہر ہوگا اس کے پاس پانی کا چشمہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس درخت کی سرسبزی شادابی حسن وخوبصورتی بیان سے باہر ہے۔
یعنی میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس درخت تک پہنچ جاؤں ابھی اسے جنت کی خبر نہ ہوگی کہ وہاں کیا کیا ہے۔
رب تعالٰی کا لعلی فرمانا اپنے شک کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یا تو سامنے والے کے شک کی وجہ سے ہوتا ہے یا یقین کے لیے۔مطلب یہ ہے کہ تو یقینًا آگے اور بھی سوال کرے گا یا تو سوال نہ کرنے پر یقین نہ کر،تیری حالت اس مقام کی فرحت ایسی ہے کہ تو اپنے اس یقین پر قائم نہ رہے گا۔
اس وقت بندے کو اپنے پر پورا اعتماد ہوگا کہ مجھے وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے میں اس کے سواء اور کچھ نہ مانگوں گا،نعوذ باللہ جھوٹا وعدہ کرنے کی نیت نہ کرے گا لہذا اس فرمان پر کوئی اعتراض نہیں وہ جگہ جھوٹ بولنے کی ہوگی ہی نہیں۔
یہ شخص یہاں وہ عیش وبہار دیکھے گا جو اس کے خیال وگمان ووہم سے وراہوں گے وہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں۔
پہلا درخت بھی جنت کے راستہ ہی میں تھا اور یہ بھی وہاں ہی ہوگا مگر یہ درخت پہلے نظر نہ آوے گا اس درخت پر پہنچ کر نظر آوے گا،یہ سب کچھ رب تعالٰی کی طرف سے ہوگا،وہ ہی دکھائے گا،وہ ہی دل میں سوال پیدا کرے گا،وہ ہی عطا فرمائے گا۔
وہ شخص یہ دعا فورًا نہ کرے گا اولًا عرصہ تک خاموش رہے گا،صبر کرنے کی کوشش کرے گا،پھر جب صبر کا جام چھلک جائے گا تب یہ عرض کرے گا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔
سبحان اللہ!یہ ارشاد عالی اسے مانگنے پر ابھارنے کے لیے ہے کہ تو مجھ سے اور مانگ یہ سارے کلام محبت وکرم پر ہیں۔
بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ وہ شخص ہوگا جو تھا تو مؤمن مگر اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا تھا،وہ

جوان تھا کماؤ تھا، اس کے ماں باپ بوڑھے اور معذور تھے یہ انہیں خرچہ دیتا تو تھا مگر ترسا ترسا کر بہت انتظار دکھا کر، اس کی سزا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اسے جنت ملے گی تو مگر دکھا دکھا کر ترسا ترسا کر۔ واللہ اعلم! غرضکہ ہوگا اسی طرح کا مجرم کہ اسے بہت انتظار کے بعد جنت دی جاوے ورنہ اور لوگ تو جنت میں بغیر انتظار داخل کیے جائیں گے۔

وہ دونوں درخت تو راستہ جنت میں تھے اب یہ درخت دروازہ جنت سے متصل ہوگا جوان دونوں سے بہتر ہوگا اور یہاں سے جنت کا اندرونی حصہ دیکھنے میں آوے گا یہاں بہار ہی کچھ اور ہوگی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔

وہ سمجھے گا کہ ان دونوں درختوں کی طرح وہاں بھی صرف سایہ اور پانی ہے اسے کیا خبر کہ وہاں جنت کے نظارے بھی ہیں اس لیے صرف سایہ لینے پانی پینے ہی کا ذکر کرے گا۔

یہاں ھذہ یا تو مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یا مفعول ہے جس کا فعل پوشیدہ ہے یعنی آخری سوال میرا یہ ہی ہے اس کے بعد اور سوال نہ کروں گا یا تجھ سے آخری یہ ہی چیز مانگتا ہوں اب نہ مانگوں گا، وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے اعلیٰ تو کوئی چیز ہوسکتی ہی نہیں پھر سوال کیا۔

لہٰذا یہ وعدہ خلافیاں بے صبری کی وجہ سے ہوں گی۔

یا تو جنتی لوگوں کی آپس کی بات چیت سنے گا یا ان کی تسبیح تہلیل، تلاوت قرآن مجید کی آواز جنت میں ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں کوئی اندھا بہرا نہ ہوگا سب کی یہ قوتیں بہت ہی تیز ہوں گی اس لیے یہ شخص جنت کے اندر کی آوازیں دروازے سے سن لے گا، رب فرماتا ہے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔

یصرینی باب ضرب کا مضارع ہے، یہ بنا ہے صری سے بمعنی ختم ہونا، منقطع ہونا، چھٹکارا ملنا یعنی تیرا مجھ سے مانگنا ختم نہیں ہوتا تیری داد و دہش سے فارغ نہیں ہوتا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ما استفہامیہ ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کون چیز مجھے تجھ سے فارغ کرے گی بتا کس چیز پر تیری مانگ ختم ہوتی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبارت الٹی ہے اصل میں یہ تھا مایصرینی منك میری کون سی عطا پر تیری طلب ختم ہوگی تو کس عطا پر مانگنے سے فارغ ہوگا یہ فرمان عالی نہایت ہی کرم و رحم کا ہے۔

یعنی اگر تجھے جنت کا اتنا رقبہ دے دوں جو ساری دنیا کے رقبہ سے دوگنا ہے تو کیا تو سوالات اور مانگ ختم کردے گا لے تو اتنا لے لے اور اپنی مانگ ختم کر۔

یہ شخص انتہائی خوشی میں دربار عالیہ کے آداب بھی اور عرض کرنے کا طریقہ بھی بھول جاوے گا وہ سمجھے گا کہ جنت میں اتنی جگہ کہاں سے آئی مجھ سے یوں ہی میرے دل لگانے کے لیے فرمایا جارہا ہے۔ استہزاء کے لغوی معنی ہیں دل لگی جو مخاطب کے دل کو لگ جاوے، اللہ تعالیٰ دل اور دل لگنے سے پاک ہے اور دل لگی کے ظاہر معنی سے بھی پاک ہے کہ کچھ دینا تو نہ ہو صرف اس کا دل لبھانے کے لیے یہ فرمادے۔ (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اس کی یہ عرض و معروض ایسی بے خودی

میں ہوگی جیسی اس گم شدہ اونٹ والے نے اونٹ مل جانے پر کہا الٰہی انت عبدی وانا ربك خدایا تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب اسے خبر ہی نہ رہی کہ میرے منہ سے نکل کیا رہا ہے ایسی جوش کی حالت کی بے ادبی معاف ہوتی ہے، یہ بے ادبی نہیں بلکہ بے خودی کی بدحواسی ہے۔

رب تعالٰی کے ہنسنے سے مراد ہے اس کا خوش ہو جانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا ہے آپ کا تبسم فرمانا یہ تبسم بھی اظہار خوشی کے لیے ہے، حضرت ابن مسعود کا ہنسنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل فرماتے ہوئے ہے۔ حضرات صحابہ کرام حضور کے افعال کریمہ کی روایت بالعمل بھی کرتے تھے جب غضب ہو تو بندہ کی عبادت پر ناراض ہو جائے اور جب کرم ہو تو اس کے گناہ پر خوش ہو جا ئے۔ بلاتشبیہ شیخ سعدی کا وہ مقولہ دیکھو

گہے بر سلامے برنجند د گہے بہ دشنامے خلعت دہندہ

اس کی تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔ اعلٰی حضرت نے فرمایا

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

رب ہم سے زیادہ ہم پر مہربان ہے۔

یعنی تو نے میری قدرت جانی نہیں تیری طلب سے میری رحمتیں زیادہ ہیں میری عطائیں تیرے وہم وگمان سے ورا ہیں۔

یعنی مسلم کی روایت میں اتنی عبارت نہیں اور دوسری دراز عبارت ہے جو دوسری روایت میں مذکور ہے۔

سبحان اللہ! کیسا کریم رحیم ہے کہ خود ہی مانگنا سکھائے اور خود ہی عطائیں فرمائے جب حاکم فرمائے کہ تم فلاں مضمون کی درخواست ہم کو دے دو مطلب یہ ہوتا ہے کہ نوکر رکھ لیا ہے قانونی کارروائی کے لیے درخواست مانگی ہے یہ ہی وہاں بنے گا بلکہ دنیا میں بھی ایسا ہی ہے وہ ہی دعا سکھاتا ہے وہ ہی عطائیں فرماتا ہے۔

اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اولاً ایک مثل کی عطا ہوگی پھر دس گنا کی لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

اس کی یہ بیبیاں اس کی منتظر تھیں۔ خیال رہے کہ اس جنتی کو دو بیویاں تو حورعین ملیں گی اور اس کی دنیا کی وہ بیوی جو اس کے نکاح میں فوت ہوئیں اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہ بھی ملے گی ان کے سواء اور وہ عورتیں جو کنواری فوت ہوئیں یا وہ جن کے خاوند کافر مرے وہ بھی اسے ملے گی ہر جنتی کا یہ ہی حال ہوگا۔ چنانچہ حضرت مریم اور حضرت بی بی آسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی، یہاں دو فرمانا صرف حوروں کے لیے ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ ہاں ازواج جمع ارشاد ہوا ہے یہاں دو حوریں فرمایا گیا دونوں درست ہیں۔

یعنی اس رب نے تم کو ہمارے لیے اور ہم کو تمہارے لیے دائمی زندگی بخشی کہ اب نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ ہماری تمہاری جدائی تجھے ہم تک پہنچایا۔

یا تو اس شخص کو اعلٰی درجات والے جنتیوں کی عطاؤں کی خبر نہ ہوگی وہ سمجھے گا سب سے اعلٰی نعمتیں مجھے ہی دی گئی ہیں یا

اسے ان حضرات کے عطیوں کی طرف دھیان نہ جاوے گا اپنی نعمتوں پر ہی دھیان رہے گا تا کہ اسے رنج نہ ہو کہ جنت میں رنج وغم نہیں، مرقات نے پہلی توجیہ اختیار کی غرضکہ اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۲۰)

(1891) وَعَنْ اَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُّجَوَّفَةٍ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ سِتُّوْنَ مِيْلًا. لِلْمُؤْمِنِ فِيْهَا اَهْلُوْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْمِيْلُ": سِتَّةُ اٰلَافِ ذِرَاعٍ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک ہی موتی کا بنا ہوگا جو کہ اندر سے خالی ہوگا۔ اس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی۔ اس میں مومن کے گھر والے ہوں گے۔ مومن ان کے پاس باری باری آئے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گے۔ (متفق علیہ) اَلْمِيْلُ: ایک میل چھ ہزار ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی صفة الجنة، جلد 3، ص 118، رقم 3071 صحیح مسلم، باب فی صفة خیام الجنة وماللمؤمنین فیہا من الاھلین، جلد 8، ص 148، رقم 7337 سنن ترمذی، باب صفة الجنة، جلد 4، صفحه 673، رقم 2528 سنن الدارمی، باب فی خیام الجنة، جلد 2، صفحه 433، رقم 2833 مسند امام احمد حدیث أبی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ جلد 4، ص 400، رقم 19591

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اندازہ لگاؤ کہ اگر وہ موتی دنیا میں آجاوے تو اس کی قیمت کیا ہو، یہاں تو آدھے ماشے کا ایک سچا موتی کئی ہزار روپیہ کا ہوتا ہے، وہاں تو ساٹھ میل چوڑا ساٹھ میل لمبا ایک موتی ہے پھر اس کی صفائی اس کی چمک دمک کیسی ہے وہ خیال میں بھی نہیں آسکتی ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ چلے گا اللہ نصیب کرے۔

یعنی اس موتی کے مکان کے چاروں گوشوں میں اس کے مختلف گھر والے آباد ہوں گے کہیں اپنی دنیاوی بیوی بچے، کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاوند کافر مرے اور انکے نکاح میں دی گئیں، کہیں وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی فوت ہوئیں، کہیں حوریں خدام ان کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کو نہ دیکھنا فاصلہ کی وجہ سے نہ ہوگا کہ جنتی مؤمن کی نگاہ بہت دور سے دیکھے گی بلکہ ان جگہوں میں عمارتیں مختلف ہوں گی، کوٹھیاں بنگلے۔ خیال رہے کہ جنت میں پردہ ہوگا، رب فرماتا ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ اور فرماتا ہے: قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ پردہ اس لیے نہیں ہوگا کہ وہاں لوگ فاسق وفاجر ہوں گے بلکہ اس لیے کہ شرم وحیاء اچھی چیز ہے، بے پردگی میں بے شرمی ہے ہاں دوزخ میں پردہ نہیں ہوگا، وہاں ننگے مرد وعورت ایک ہی تنور میں جلیں گے۔

کہ مؤمن کبھی اپنے اس گھر میں جاوے گا کبھی اس گھر میں اس جانے میں نہ اسے سواری کی ضرورت پڑی گی نہ دیر

لگے گی، آن کی آن میں ہر جگہ پہنچ جاوے گا ہر گھر میں گشت لگائے گا۔

خیال رہے کہ جنت پوری جنت کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ہر باغ کو بھی دوسرے معنی سے یہ تثنیہ بھی ہوتی ہے جمع بھی مگر پہلے معنی سے ہمیشہ واحد ہی آتی ہے جیسے زمین پورے روئے زمین کو بھی کہتے ہیں اور زمین کے حصوں کو بھی یعنی جنتی کو چار باغ ملیں گے، دو باغ وہ جن کے درو دیوار برتن سامان درخت وغیرہ سب چاندی کے ہوں گے اور دو وہ جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی۔

خیال رہے کہ جیسے دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت ہی نہیں صرف نام یکساں ہیں یوں ہی دنیا کے سونے چاندی کو وہاں کے سونے چاندی سے کوئی نسبت نہیں وہاں کا ایک ماشہ سونا دنیا کے منوں سونے سے زیادہ قیمتی ہوگا، یہ ہی حال وہاں کے موتیوں وغیرہ تمام چیزوں کا ہے۔ چنانچہ وہاں کا سونا چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگا، یہاں یہ بات کہاں۔

اس کی بحث ان شاء اللہ دیدار الٰہی کی تحقیق میں آوے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ کبریائی کی چادر دیدار کرانے کے لیے ہوگی نہ کہ آڑ کے لیے جیسے سورج پر بخارات کی چادر ہو تو بخوبی دیکھ لیا جاتا ہے اگر یہ چادر نہ ہو تو کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں جنت عدن لغوی معنی میں ہے یعنی پوری جنت کیونکہ ساری جنت دائمی قیام کی جگہ ہے یعنی دیدار الٰہی جنت ہی میں نصیب ہوگا، قیامت میں یہ دیدار نہ ہوگا وہاں دیدار کی دوسری نوعیت ہوگی۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۵۱)

(1892) وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ مِئَةَ سَنَةٍ مَّا يَقْطَعُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَيَاهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ أَيْضًا مِّنْ رِّوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِئَةَ سَنَةٍ مَّا يَقْطَعُهَا".

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ نہایت تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک بھی چلتا رہے تو اس درخت کے سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔ (متفق علیہ) اور بخاری و مسلم نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ ﷛ سے بھی روایت کیا ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو برس تک سوار چل کر بھی اس کو ختم نہیں کر سکتا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 239، رقم 6186 صحیح مسلم، باب ان الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لایقطعها، جلد 8، ص 144، رقم 7317 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الھمزة، جلد 9، ص 110، رقم 8022 سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة شجر الجنة، جلد 4، ص 369، رقم 2523 صحیح ابن حبان، باب و صفا الجنة واھلھا، جلد 16، ص 426، رقم 7411

شرح حدیث: جنت کے باغات

جنت کے باغوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ ستر ہزار ایسے باغات دیکھے گا کہ ہر باغ میں ستر ہزار درخت ہوں گے اور ہر درخت پر ستر ہزار پتے ہوں گے اور ہر پتے پر یہ لکھا ہوگا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ اور ہر پتے کی چوڑائی مشرق سے مغرب تک کے برابر ہوگی۔ (تفسیر روح البیان، البقرۃ تحت الآیۃ: ۲۵، ج۱، ص ۸۲)

جنتی لوگوں کو ایسے باغات عطا کئے جائیں گے جن کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہوں گی، جیسا کہ سورۃ الکہف میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ

ترجمہ کنزالایمان: بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں ان کے لئے بسنے کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہیں۔ (پ ۱۵، الکہف: ۳۰، ۳۱)

اپنے پروردگار کا خوف اپنے دل میں بسانے والوں کو جنت کے باغات اور چشمے عطا کئے جائیں گے، جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ (پ ۱۴، الحجر: ۴۵)

(1893) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ، تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: "بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم مشرق و مغرب کے کنارے میں چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔ گویا کہ اہل جنت کے درمیان درجات کا تفاوت اسی طرح فضیلت کے لحاظ سے ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ بلند مراتب تو انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہوں گے۔ دوسرے لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، ص 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف کمایری الکوکب، جلد 8، ص 144، رقم 7319 سنن ترمذی، باب ماجاء فی ترائی اهل الجنة فی الغرف، جلد 4، ص 690، رقم 2556 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، ص 404، رقم 7393 مسند امام احمد، حدیث أبی مالک سهل بن سعد، جلد 8، ص 340، رقم 22927

شرح حدیث: انبیاء علیہم السلام کے رتبے

انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں۔ سب سے بڑا رتبہ ہمارے آقا ومولیٰ سیّد الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرما دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کمالات جدا جدا عنایت ہوئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی میں جمع فرما دیے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاص کمالات بہت زائد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ خدا کی راہ انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعے ملتی ہے اور انسان کی نجات کا دارومدار انہیں کی فرمانبرداری پر ہے۔ (کتاب العقائد ۱۷)

(1894) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک کمان کی مقدار کے برابر جگہ دنیا کی ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا ڈوبتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله وقاب قوس، جلد 3، ص 102، رقم 2640 مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 410، رقم 8102 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحه 435، رقم 7418 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 482، رقم 10265

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتہ پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے، یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت، اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور، ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے ہیں۔ غرضکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و سال ہوتے تو سو سال لگتے۔

اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ، رب فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى کنارہ کمان کو بھی قاب کہتے ہیں۔ (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۰۴)

(1895) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِيْحُ الشَّمَالِ، فَتَحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ حُسْنًا وَّجَمَالًا! فَيَقُوْلُوْنَ: وَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا!". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ پس شمال کی جانب سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گی تو ان کی خوبصورتی میں اضافہ کردے گی۔ پس جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے جبکہ ان کے حسن اور جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو پہلے سے زیادہ حسن وجمال میں بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے اور تم بھی اللہ کی قسم ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین وجمیل ہو گئے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی سوق الجنة ومایںالون فیھا من النعیم و الجمال، جلد 8، ص 145، رقم 7324۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، ص 284، رقم 14067۔ مسند البزار، مسند أبی حمزة انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 327، رقم 6973۔ مصنف ابن ابی شیبة، باب ماذکر فی صفة الجنة، جلد 13، ص 150، رقم 35252

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید وفروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا، وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے، حضور کا دیدار، صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کرکے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے۔

یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اتروالی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے، وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے۔ وہاں چونکہ مشرق ومغرب نہ ہوگا لہذا شمال وجنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال انکی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے، عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط نہ ہو۔ پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی، یا ان مردوں کے قرب سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا، اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۵۳)

(1896) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف کمایری الکوکب فی السماء، جلد 8، ص 144، رقم 7319 مسند امام احمد حدیث ابی مالك سهل بن سعد، جلد 5، ص 340، رقم 22927 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشدة مع الهمزة، جلد 8، صفحه 415، رقم 7600 مسند الرویانی حدیث یعقوب بن عبدالرحمن الزهری عن ابی حازم، جلد 3، ص 170، رقم 1011

شرح حدیث: ان لوگوں کو مبارک ہو جو خواہشاتِ نفسانی سے بچتے رہے اور تنہائی میں آیاتِ قرآن کی تلاوت کرتے رہے، اور ان سے جنتی محلات اور بالاخانوں کا وعدہ کیا گیا۔ ان کے تھوڑے سے اچھے اعمال بھی قبول کر لئے گئے اور برے افعال سے درگزر کر دیا گیا۔ ہائے افسوس! غافلوں کی محرومی! انہوں نے رب عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کو حرام کرلیا اور قطع تعلق و وعدہ خلافی کرنے والے ہو گئے:

يَا نَاقِضِيْنَ الْعَهْدَ كَمْ هٰذَا الْجَفَا ... تُوْبُوْا فَقَدْ وَافَاكُمُوْ شَهْرُ الصَّفَا

شَهْرُ الرِّضَا وَالْعَفْوِ عَنْ زَلَّاتِكُمْ ... وَاللهُ فِيْهِ عَنِ الْجَرَائِمِ قَدْ عَفَا

شَهْرٌ عَلَى الْاَيَّامِ فَضْلُ قَدْرِهٖ ... وَعَلَا عَلٰى كُلِّ الشُّهُوْرِ مُشَرَّفَا

فَاَحْيُوْا لَيَالِيَهِ الْمُنِيْرَةَ كُلَّهَا ... وَاَجْرُوْا لِفُرْقَتِهِ الدُّمُوْعَ تَاَسُّفَا

فَعَسَى الْاِلٰهُ يَجُوْدُ فِيْهِ بِفَضْلِهٖ ... فَهُوَ الَّذِيْ يَهَبُ الذُّنُوْبَ تَلَطُّفَا

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔اے عہد توڑنے والو! کب تک جفا کرتے رہو گے اب توبہ کرلو تحقیق تمہارے پاس پاک

کرنے والا مہینہ تشریف لا چکا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔یہ رضائے الٰہی عزوجل اور تمہاری لغزشوں سے عفوودرگزر کا مہینہ ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس مہینے میں جرموں کو معاف فرماتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔۔یہ وہ مہینہ ہے جس کی قدر ومنزلت تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے اور جو عظمت کے اعتبار سے تمام مہینوں سے بلند ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔اس کی تمام نورانی راتیں جاگ کر گزارو اور اس کی جدائی میں افسوس کر کے آنسو بہاؤ۔

(۵)۔۔۔۔۔۔قریب ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنا فضل وکرم فرمائے اور وہ ایسا مہربان ہے جو اپنی مہربانی سے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حُوریں پانے کا عمل

غیبتوں اور گناہوں بھری باتوں سے جان چھڑائیے اور خود کو جنّت کا حقدار بنایئے۔تھوڑی سی زبان چلایئے، اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْم زَبان پر لایئے اور جنّت کی حوریں پایئے۔چُنانچہ ایک بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی۔ایک بار دعا کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تیری رحمت سے مجھے جو کچھ جنّت میں ملنے والا ہے اس کی کوئی جھلک دُنیا میں بھی دکھادے۔ابھی دعا جاری تھی کہ یک دم محراب شَق ہوئی اور اس میں سے ایک حسینہ وجمیلہ حُور برآمد ہوئی، اُس نے کہا کہ تجھے جنّت میں مجھ جیسی سو حوریں عنایت کی جائیں گی، جن میں ہر ایک کی سو سو خادِمائیں اور ہر خادِمہ کی سو سو کنیزیں ہونگی اور ہر کنیز پر سو سو ناظِمائیں (یعنی انتظام کرنے والیاں) ہونگی۔یہ سُن کر وہ بُزُرگ خوشی کے مارے جھوم اٹھے اور سُوال کیا: کیا کسی کو جنّت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا؟ جواب ملا: اِتنا تو ہر اُس عام جنّتی کو ملے گا جو صبح وشام اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْم پڑھ لیا کرتا ہے۔(رَوضُ الرَّیاحین ص ۵۵)

(1897) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَّصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى، ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ: "فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، ثُمَّ قَرَاَ: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ) (السجدة: 16-17). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کے بارے میں بیان فرمایا: یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات مکمل فرما لی۔حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال پیدا ہوا۔پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (السجدۃ:۱۶،۱۷) "ان کی کروٹیں بستروں سے علیحدہ رہتی ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے۔ اس سے خرچ کرتے ہیں تو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے"۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، سورۃ تنزیل السجدۃ، جلد 4، ص 179، رقم 4502 صحیح مسلم، باب الجنۃ و صفۃ نعیمھا واھلھا، جلد 8، صفحہ 143، رقم 7313 المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ السجدۃ، جلد 3، ص 275، رقم 3549 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث سھل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 201، رقم 6013 مسند أبی یعلی، حدیث سھل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 457، رقم 7530

شرح حدیث: کروٹیں بستروں سے جدا

حضرتِ سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہونگے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔

(الترغیب، والترہیب، کتاب النوافل، رقم ۹، ج ۱، ص ۲۴۰)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے حلے یعنی کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جو کہ زین پہنے ہوئے ہیں۔ ان کی لگام میں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں اور وہ بول و براز نہیں کرتے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہلِ جنت ان پر اڑتے ہوئے سواری کریں گے اور ان سے ایک درجہ نیچے والے لوگ عرض کریں گے کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا، یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے، یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی قیام اللیل، رقم ۸، ج ا ص ۲۴۰)

(1898) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یُنَادِیْ مُنَادٍ: اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا، فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا، فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا، فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی اعلان کرے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مندر ہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فیدوم نعیم اهل الجنة، جلد 4، ص 218، رقم 2836 سنن ترمذی، ومن تفسیر سورة الزمر، جلد 5، ص 374، رقم 3246 مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 38، رقم 11350 مسند عبد بن حمید من مسند ابی سعید الخدری، جلد 1، ص 293، رقم 942 اطراف المسند المعتلی، حدیث الاغر ابو مسلم المدنی، جلد 7، صفحه 136، رقم 8984

شرح حدیث: موت وحیات کی شکل

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قبضے میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں، جس بے جان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، الملک، تحت الایۃ ۲، ج ۱۰، ص ۵۷۹)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا۔

(پ ۲۷، الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۵)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے حملہ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے

جبریل، میکائل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں ربُّ العزت کی تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملہ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مر جائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا مُت مرجا! عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند ربُّ العزت (عَزَّ وَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا ربُّ العزت جل جلالہٗ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ

آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۶)

کوئی ہو تو جواب دے، خود ربُّ العزت جل جلالہٗ جواب فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○

اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۶)

قیامت قائم ہوگی

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا، وہ صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا۔ جہنمی نہایت خوشی سے جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غُرفاتِ جنت (یعنی

جنتی بالا خانوں) سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔

موت کا مینڈھا

پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کر کے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! ہم پہچانتے ہیں، یہ موت ہے۔ پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا: اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو، کبھی مرنا نہیں۔ بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں۔ وہ نہایت خوش ہو کر پلٹیں گے۔ ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۲۲۔۵۲۳)

(1899) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ آرزو کر۔ پس وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے آرزو کر لی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے آرزو کی اور اتنا ہی اور بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب معرفة طریق الرؤیة، جلد 1، ص 114، رقم 471 مسند أبی عوانة، باب فی صفة الشفاعة وان نبینا سید الناس، جلد 1، ص 147، رقم 437 مسند الشامیین، حدیث شعیب عن أبی الزناد عبداللہ، جلد 4، ص 291، رقم 3332 مشکوۃ المصابیح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5627

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہو جائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا، جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تب رب تعالیٰ اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے، ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

وہ تیری طلب پر تھیں مثل میری عطا و فضل سے اپنی منہ مانگی مرادیں بھی لے اور میرا فضل و کرم بھی لے۔ سبحان اللہ!

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۱۹)

(1900) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبَّنَا وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، فَيَقُوْلُ: اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ اَبَدًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں۔ تمام خیر وسعادت تیرے ہاتھوں میں ہے۔ پس اللہ کہے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے اس سے افضل چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، جلد 8، ص 114، رقم 6549 سنن ترمذی، باب ماجاء فی رؤیۃ الرب تبارك وتعالی، جلد 4، ص 381، رقم 2555 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، جلد 16، صفحہ 470، رقم 7440 صحیح مسلم، باب احلال الرضوان علی اھل الجنۃ فلا یسخط أبدا، جلد 8، ص 144، رقم 7318 مسند امام احمد، مسند أبی سعید الخدری، جلد 3، ص 88، رقم 11853

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں جب آقا مولیٰ کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالیٰ سے بھی اس لیے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستو یہاں ہم رب کو راضی کرلیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا، یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔

یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگرچہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے، وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں لہذا یہ عرض بالکل درست ہے۔

یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں۔

اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے کہ یہ رضا ہی بقاء کا دیدار کا ذریعہ ہے، جس سے مالک خوش ہو گیا تو ہر چیز اس کی ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہوجاتا ہے، بندہ کے راضی ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ (سُورَةٌ) اور (سُورَةٌ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں، راضی ہوجاؤ راضی کرلو، اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کراؤ۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست   ایں گداز و سوز و درد از بیک ماست

(مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۶۰)

(1901) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح واضح طور پر دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیدار سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ"، جلد 9، ص 127، رقم 7435 صحیح مسلم، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، جلد 2، ص 113، رقم 1466 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی رؤیة اللہ عزوجل، جلد 10، ص 557، رقم 8125 مشکوۃ المصابیح، باب رؤیة اللہ تعالی، الفصل الاول، جلد 3، ص 228، رقم 5655 اطراف المسند المعتلی، ومن مسند جریر بن عبداللہ، جلد 2، ص 202، رقم 2103 سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیة، جلد 4، ص 374، رقم 4731

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تر دید کررہی ہے اس پر سوالات و جوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت و سمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و سمت سے پاک ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، ص 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف کمایری الکوکب، جلد 8، ص 144، رقم 7319 سنن ترمذی، باب ماجاء فی ترائی اهل الجنة فی الغرف، جلد 4، ص 690، رقم 2556 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة و اهلها، جلد 16، ص 404، رقم 7393 مسند امام احمد، حدیث أبی مالك سهل بن سعد، جلد 8، ص 340، رقم 22927

شرح حدیث: انبیاء علیہم السلام کے رتبے

انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں۔ سب سے بڑا رتبہ ہمارے آقا ومولیٰ سیّد الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرما دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کمالات جدا جدا عنایت ہوئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی میں جمع فرما دیے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاص کمالات بہت زائد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ خدا کی راہ انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعے ملتی ہے اور انسان کی نجات کا دارومدار انہیں کی فرمانبرداری پر ہے۔ (کتاب العقائد ۱۷)

(1894) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک کمان کی مقدار کے برابر جگہ دنیا کی ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا ڈوبتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله وقاب قوس، جلد 3، ص 102، رقم 2640 مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 410، رقم 8102 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحه 435، رقم 7418 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 482، رقم 10265

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتہ پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے، یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت، اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور، ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے ہیں۔ غرضکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و سال ہوتے تو سو سال لگتے۔

اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ، رب فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کنارہ کمان کو بھی قاب کہتے ہیں۔ (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۰۴)

(1895) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِيْحُ الشَّمَالِ، فَتَحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ حُسْنًا وَّجَمَالًا! فَيَقُوْلُوْنَ: وَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا!". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ پس شمال کی جانب سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گی تو ان کی خوبصورتی میں اضافہ کر دے گی۔ پس جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے جبکہ ان کے حسن اور جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو پہلے سے زیادہ حسن و جمال میں بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے اور تم بھی اللہ کی قسم ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی سوق الجنة وماينالون فيها من النعيم و الجمال، جلد 8، ص 145، رقم 7324، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 3، ص 284، رقم 14067، مسند البزار، مسند أبی حمزة انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 327، رقم 6973، مصنف ابن ابی شيبة، باب ماذكر فی صفة الجنة، جلد 13، ص 150، رقم 35252

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا، وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے، حضور کا دیدار، صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے۔

یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اتر والی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے، وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے۔ وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال انکی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے، عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تا کہ عورتوں مردوں کا خلط نہ ہو۔ پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی، یا ان مردوں کے قرب سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا، اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۵۳)

(1896) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف کما یری الکوکب فی السماء، جلد 8، ص 144، رقم 7319 مسند امام احمد حدیث أبي مالك سهل بن سعد جلد 5، ص 340، رقم 22927 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة جلد 8، صفحه 415، رقم 7600 مسند الرویانی حدیث یعقوب بن عبدالرحمن الزهری عن ابی حازم، جلد 3، ص 170، رقم 1011

شرح حدیث: ان لوگوں کو مبارک ہو جو خواہشاتِ نفسانی سے بچتے رہے اور تنہائی میں آیاتِ قرآن کی تلاوت کرتے رہے، اور ان سے جنتی محلات اور بالا خانوں کا وعدہ کیا گیا۔ ان کے تھوڑے سے اچھے اعمال بھی قبول کر لئے گئے اور برے افعال سے درگزر کر دیا گیا۔ ہائے افسوس! غافلوں کی محرومی! انہوں نے رب عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کو حرام کر لیا اور قطع تعلقی و وعدہ خلافی کرنے والے ہو گئے:

يَا نَاقِضِيْنَ الْعَهْدَ كَمْ هٰذَا الْجَفَا ... تُوْبُوْا فَقَدْ وَافَاكُمُوْ شَهْرُ الصَّفَا

شَهْرُ الرِّضَا وَالْعَفْوِ عَنْ زَلَّاتِكُمْ ... وَاللهُ فِيْهِ عَنِ الْجَرَائِمِ قَدْ عَفَا

شَهْرٌ عَلَى الْاَيَّامِ فَضْلَ قَدْرُهُ ... وَعَلَا عَلٰى كُلِّ الشُّهُوْرِ مُشَرَّفَا

فَاَحْيُوْا لَيَالِيَهِ الْمُنِيْرَةِ كُلَّهَا ... وَاَجْرُوْا لِفُرْقَتِهِ الدُّمُوْعَ تَاَسُّفَا

فَعَسَى الْاِلٰهُ يَجُوْدُ فِيْهِ بِفَضْلِهِ ... فَهُوَ الَّذِيْ يَهَبُ الذُّنُوْبَ تَلَطُّفَا

ترجمہ: (۱) ـــــــ اے عہد توڑنے والو! کب تک جفا کرتے رہو گے اب توبہ کر لو تحقیق تمہارے پاس پاک

کرنے والا مہینہ تشریف لا چکا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔یہ رضائے الٰہی عزوجل اور تمہاری لغزشوں سے عفوو درگزر کا مہینہ ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس مہینے میں جرموں کو معاف فرماتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔۔یہ وہ مہینہ ہے جس کی قدر و منزلت تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے اور جو عظمت کے اعتبار سے تمام مہینوں سے بلند ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔اس کی تمام نورانی راتیں جاگ کر گزارو اور اس کی جدائی میں افسوس کر کے آنسو بہاؤ۔

(۵)۔۔۔۔۔۔قریب ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنا فضل و کرم فرمائے اور وہ ایسا مہربان ہے جو اپنی مہربانی سے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حُوریں پانے کا عمل

غیبتوں اور گناہوں بھری باتوں سے جان چھڑائیے اور خود کو جنّت کا حقدار بنائیے۔تھوڑی سی زبان چلائیے، اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْم زبان پر لائیے اور جنّت کی حوریں پائیے۔چُنانچہ ایک بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی۔ایک بار دعا کی: یااللہ عَزَّ وَجَلَّ! تیری رحمت سے مجھے جو کچھ جنّت میں ملنے والا ہے اس کی کوئی جھلک دُنیا میں بھی دکھا دے۔ابھی دعا جاری تھی کہ یک دم محراب شَق ہوئی اور اس میں سے ایک حسینہ و جمیلہ حُور برآمد ہوئی، اُس نے کہا کہ تجھے جنّت میں مجھ جیسی سو حوریں عنایت کی جائیں گی، جن میں ہر ایک کی سو سو خادِمائیں اور ہر خادِمہ کی سو سو کنیزیں ہونگی اور ہر کنیز پر سو سو ناظِمائیں (یعنی اِنتظام کرنے والیاں) ہونگی۔یہ سُن کر وہ بُزُرگ خوشی کے مارے جھوم اٹھے اور سُوال کیا: کیا کسی کو جنّت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا؟ جواب ملا: اِتنا تو ہر اُس عام جنّتی کو ملے گا جو صُبح و شام اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْم پڑھ لیا کرتا ہے۔(رَوضُ الرَّیاحِین ص ۵۵)

(1897) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَّصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى، ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهِ: "فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ثُمَّ قَرَاَ: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ) (السجدة: 16-17). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کے بارے میں بیان فرمایا: یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات مکمل فرما لی۔حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال پیدا ہوا۔پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (السجدۃ:۱۶'۱۷) ''ان کی کروٹیں بستروں سے علیحدہ رہتی ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے۔اس سے خرچ کرتے ہیں تو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے''۔(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، سورۃ تنزیل السجدۃ، جلد 4، ص 179، رقم 4502صحیح مسلم، باب الجنة و صفة نعیمها واهلها، جلد 8، صفحه 143، رقم 7313المستدرك للحاكم، تفسیر سورۃ السجدۃ، جلد 3، ص 275، رقم 3549 المعجم الكبير للطبرانی، حدیث سهل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحه 201، رقم 6013 مسند أبی یعلی، حدیث سهل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحه 457، رقم 7530

شرح حدیث: کروٹیں بستروں سے جدا

حضرتِ سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہونگے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔
(الترغیب، والترہیب، کتاب النوافل، رقم ۹، ج ۱، ص ۲۴۰)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے حلے یعنی کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جو کہ زین پہنے ہوئے ہیں۔ان کی لگامیں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں اور وہ بول و براز نہیں کرتے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہلِ جنت ان پر اُڑتے ہوئے سواری کریں گے اور ان سے ایک درجہ نیچے والے لوگ عرض کریں گے کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا، یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے، یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی قیام اللیل، رقم ۸، ج ۱، ص ۲۴۰)

(1898) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ: اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا، فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا، فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا، فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی اعلان کرے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مندر ہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فیدوم نعیم اهل الجنة، جلد 4، ص 218، رقم 2836 سنن ترمذی، ومن تفسیر سورة الزمر، جلد 5، ص 374، رقم 3246 مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 38، رقم 11350 مسند عبد بن حمید من مسند ابی سعید الخدری، جلد 1، ص 293، رقم 942 اطراف المسند المعتلی، حدیث الاغر ابو مسلم المدنی، جلد 7، صفحه 136، رقم 8984

شرح حدیث: موت وحیات کی شکل

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قبضے میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں، جس بے جان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، الملک، تحت الایۃ ۲، ج ۱۰، ص ۵۷۹)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا۔

(پ ۲۷، الرحمن: ۲۶، ۲۷)

فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۵)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان وزمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے حملہ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے

جبریل، میکائل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں ربُّ العزت کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملہ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مر جائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا مُتْ مرجا! عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند ربُّ العزت (عَزَّ وَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا ربُّ العزت جل جلالہٗ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ

آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۶)

کوئی ہو تو جواب دے، خود ربُّ العزت جل جلالہٗ جواب فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۞

اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۶)

قیامت قائم ہوگی

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا، وہ صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا۔ جہنمی نہایت خوشی سے جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غُرفاتِ جنت (یعنی

جنتی بالاخانوں) سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔

موت کا مینڈھا

پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کرکے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! ہم پہچانتے ہیں، یہ موت ہے۔ پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا: اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو، کبھی مرنا نہیں۔ بالکل مایوس ہوکر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں۔ وہ نہایت خوش ہوکر پلٹیں گے۔ ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۲۲۔۵۲۳)

(1899) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ آرزو کر۔ پس وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے آرزو کرلی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے آرزو کی اور اتنا ہی اور بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب معرفة طریق الرؤیة، جلد 1، ص 114، رقم 471 مسند أبی عوانة، باب فی صفة الشفاعة وان نبینا سید الناس، جلد 1، ص 147، رقم 437 مسند الشامیین، حدیث شعیب عن أبی الزناد عبدالله، جلد 4، ص 291، رقم 3332 مشکوۃ المصابیح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5627

شرح حدیث: حکیم الامّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہوجائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا، جب اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تب رب تعالیٰ اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے، ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

وہ تیری طلب پر تجھیں مثل میری عطا و فضل سے اپنی منہ مانگی مرادیں بھی لے اور میرا فضل و کرم بھی لے۔ سبحان اللہ!

(مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۱۹)

(1900) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبَّنَا وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، فَيَقُوْلُ: اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں۔ تمام خیر وسعادت تیرے ہاتھوں میں ہے۔ پس اللہ کہے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے اس سے افضل چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، جلد 8، ص 114، رقم 6549 سنن ترمذی، باب ماجاء فی رؤیۃ الرب تبارك وتعالی، جلد 4، ص 381، رقم 2555 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، جلد 16، صفحہ 470، رقم 7440 صحیح مسلم، باب احلال الرضوان علی اھل الجنۃ فلایسخط أبدا، جلد 8، ص 144، رقم 7318 مسند امام احمد، مسند أبی سعید الخدری، جلد 3، ص 88، رقم 11853

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں جب آقا مولیٰ کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالیٰ سے بھی اس لیے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستو یہاں ہم رب کو راضی کرلیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا، یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔

یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگر چہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے، وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں لہذا یہ عرض بالکل درست ہے۔

یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں۔

اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے کہ یہ رضا ہی بقاء کا دیدار کا ذریعہ ہے، جس سے مالک خوش ہوگیا تو ہر چیز اس کی ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہوجاتا ہے، بندہ کے راضی ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ سُوْرَةٌ اور سُوْرَةٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں، راضی ہوجاؤ راضی کرلو، اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کراؤ۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست | ایں گداز و سوز و درد از پیک ماست

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۶۰)

(1901) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح واضح طور پر دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیدار سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ"، جلد 9، ص 127، رقم 7435 صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما، جلد 2، ص 113، رقم 1466 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی رؤیۃ اللہ عزوجل، جلد 10، ص 557، رقم 8125 مشکوۃ المصابیح، باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ، الفصل الاول، جلد 3، ص 228، رقم 5655 اطراف المسند المعتلی، ومن مسند جریر بن عبداللہ، جلد 2، ص 202، رقم 2103 سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیۃ، جلد 4، ص 374، رقم 4731

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کررہی ہے اس پر سوالات وجوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت وسمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت وسمت سے پاک ہے۔

یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہو نہ گہنے، ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل وجان روح وایمان کو چمکاتا ہے، رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابدالآباد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اللھم صل وسلم وبارك على بدر النبوة وشمس الرسالة صلى الله عليه وسلم۔ یوں کہہ لو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے جو دلوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر۔

یا شمس نظرت الی لیلی چو بہ طیبہ رسی عرضے بکنی

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہ ہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پڑی ہیں۔

لاتضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم ونقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الٰہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو، کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالٰی کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ۔ (اشعہ، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالص عطاء ذوالجلال ہوگی، ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی یعنی فجر وعصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جائے گا اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو۔ (اشعہ)

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح وتحمید سے مراد نماز ہے، چونکہ فجر وعصر کی نماز میں رات ودن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر وتفریح کی غفلت کا وقت، ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے، رب فرماتا ہے: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا، نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۸۸)

(1902) وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: اَلَمْ تُبَيِّضْ

حضرت صہیب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالٰی فرمائے گا: کیا تم مزید کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ اہل جنت عرض کریں گے: کیا تو نے

وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ".

ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے چھٹکارا نہیں دیا؟ پس اللہ تعالیٰ حجاب ہٹا دے گا (اور جنتی اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے) پس انہیں اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں لگے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اثبات رؤية المومنين، جلد 1، ص 112، رقم 467 سنن ترمذی، باب ومن سورة يونس، جلد 5، ص 175، رقم 3105 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه صخر بن القعقاع الباهلی، جلد 8، ص 39، رقم 7330 سنن ابن ماجه، باب فيما انكرت الجهمية، جلد 1، ص 67، رقم 187 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة و اهلها، جلد 16، ص 471، رقم 7441

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان نعمتوں کے علاوہ اور نعمت دوں یا تمہارے اعمال کی جزا سے زیادہ عطا کروں جو تمہارے کسی عمل کا بدلہ نہ ہو خاص میری عطا ہو یا تم کو وہ نعمت دوں جو ان سب سے زیادہ ہو سب سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ازید کی تین شرحیں ہیں۔

یعنی اے مولیٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نعمتوں سے زیادہ ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی تو نے ہمارا منہ اجیالا کیا، تو نے ہم کو نعمتوں کے مرکز جنت میں داخل جہاں ہر قسم کی راحتیں ہیں، تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا، تیرے نام پر ہماری جانیں فدا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شعر

جملہ عالم بندۂ اکرام تو — صد چو جان من فدائے نام تو

وہ حجاب اٹھاوے گا جو طالب و مطلوب کے درمیان آڑ تھا اور وہ حجاب باقی رکھا جاوے گا جو دیدار کا ذریعہ ہے جسے رداء کبریائی کہتے ہیں جیسے سورج پر ہلکے پتلے بادل کا حجاب جو سورج کو دکھا دیتا ہے اگر یہ حجاب نہ ہو تو سورج پر نظر نہیں ٹھہرتی۔

دیدار یار کی بہار یا تو مصری عورتوں سے پوچھو جنہوں نے جمال یوسفی کی ایک جھلک سے مست ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یا جناب ابوبکر صدیق سے پوچھو جو جمال محمدی سے مست ہو کر اپنا سب کچھ فدا کر بیٹھے، آج مخلوق کے حسن پر گردنیں کٹ جاتی ہیں تو خالق کا حسن کیسا ہوگا۔

معلوم ہوا کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے، زیادہ کی تین شرحیں ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں۔ یہ نعمت سب سے زیادہ ہے بقیہ نعمتوں میں عدل کا ظہور ہے، اس میں فضل کی جلوہ گری۔ اس پوری حدیث کی شرح میں صوفیاء فرماتے ہیں کہ صفات ذات کا پردہ بھی ہیں اور ذات کو دکھانے والی بھی یہاں جسم کو رنگت کے پردہ میں دیکھا جاتا ہے، اگر رنگ نہ ہو تو جسم نظر نہ آئے، اللہ تعالیٰ ذات کا حجاب تو اٹھاوے گا مگر صفات کی چلمن میں ذات کا دیدار کرائے گا۔ (اشعہ) دنیا میں

رب نے ہم کو اپنا دیدار کرایا مگر رخسار یار میں یعنی جمال محمدی میں وہ بے صورت اسی صورت میں نظر آتا ہے، حضرت اعلیٰ فاضل گولڑوی نے فرمایا۔ شعر

ایہہ صورت ہے بے صورت دی — بے صورت ظاہر صورت تھیں
پر کام نہیں بے سوجھت دا — کوئی درلیاں موتی لے تریں

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۸۹)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ وَّاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) (یونس: 9۔ 10)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انھیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ. وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کام کی ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہ ہوتے۔ اے اللہ! اپنے بندے اور اپنے رسول اور نبی اُمی حضرت محمد ﷺ آپ کی آل ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ اے اللہ! نبی اُمی حضرت محمد ﷺ آپ کی آل ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر سب جہانوں میں برکت نازل فرمائی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔

قَالَ مُؤَلِّفُہٗ رَحِمَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَرَغْتُ مِنْہُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ رَابِعَ شَھْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِیْنَ وَسِتِّ

حضرت مؤلف (امام نووی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس کتاب کی تالیف سے بروز پیر ۴ر رمضان

مِائَةٍ بِدِمَشْقَ. تَمَّ الْكِتَابُ بِعَوْنِ اللهِ تَعَالَى وَجَمِيلِ تَوْفِيقِهِ وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

المبارک ٦٧٠ھ میں دمشق میں فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی عمدہ توفیق کے باعث یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ ہمارے سید نبی اُمی حضرت محمد اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام پر درود بھیجے اور سلامتی نازل فرمائے۔

◆◆◆◆◆

صحیح ابن خزیمہ

اردو ترجمہ

المسمّى

المختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي صلى الله عليه وسلم

تالیف

إمام الأئمة أبي بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابوري

ولد سنة ٢٢٣ھ وتوفي سنة ٣١١ھ

رحمه الله تعالى

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی